احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفت روزہ ارگن

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر
گمرہاں را چشمۂ روشن کن از آیاتِ مبین

ٹیلیفون نمبر ۳۷۲۳۷
تار کا پتہ : تبلیغ لاہور
سالانہ چندہ : چھ روپے
بیرونی ممالک سے ایک پونڈ
سو روپیہ پیشگی آنے پر تازندگی جاری ہو سکتا ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
مدیر : دوست محمد
مدیر معاون : بشیر احمد سوتر

پیغام صلح

لاہور
(پاکستان)

جلد ۵۵ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲ شوال المکرم ۱۳۸۷ھ مطابق ۳ جنوری ۱۹۶۸ء | نمبر ۱

لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں

"لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص محبوں کا گروہ بھی
بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابل احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آ کر رہے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

صدقہ کیا ہے؟

عن ابی موسیٰ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال علیٰ کل مسلم صدقۃ فقالوا یا نبی اللہ فمن لم یجد فقال یعمل بیدہٖ فینفع نفسہ ویتصدق قالوا فان لم یجد قال یعین ذا الحاجۃ الملھوف قالوا فان لم یجد قال فلیعمل بالمعروف ولیمسک عن الشر فانھا لہ صدقۃ۔

ترجمہ:—

ابو موسیٰؓ سے روایت ہے نبی صلعم نے فرمایا ہر ایک مسلمان پر صدقہ واجب ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یا نبی اللہ جسے نہ ملے۔ فرمایا اپنے ہاتھ سے مزدوری کرے اپنے آپ کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی دے۔ انہوں نے عرض کیا اگر (یہ بھی) نہ ملے۔ فرمایا حاجت مند مصیبت زدہ کی امداد کرے۔ انہوں نے عرض کیا اگر (یہ بھی) نہ ہو سکے۔ فرمایا نیک کام کرے اور برائی سے بچا رہے یہی اس کے لئے صدقہ ہے۔

نوٹ: از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:—

یہاں صدقہ ہر مسلمان پر ایک طرح واجب قرار دیا ہے اور دوسری طرف اس کے مفہوم کو وسیع کیا ہے تا ہر شخص اس ارشاد پر عامل ہو سکے۔ پہلی صورت تو یہ بتائی کہ انسان کچھ وقت اپنے معمولی فرائض سے بچا کر ہاتھ سے کام کرے خود آپ کی بیوی حضرت زینبؓ دباغی کا کام کر کے صدقہ کرتی تھیں۔ جو یہ بھی نہ کر سکے وہ کسی حاجتمند کی مدد ہی کر دے۔ مثلاً کوئی بے کار ہے اس کو حصول ملازمت میں مدد دے۔ کوئی تکلیف میں ہے اس کی رفع تکلیف میں مدد دے۔ اور آخری مرتبہ صدقہ کا یہ ہے کہ خود نیک کام کرے اور برائی سے بچا رہے یہ بھی گویا اس کی طرف سے ایک خیرات ہے اور کوئی دیکھنے والا اس کی نیک مثال سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

(فضل الباری شرح صحیح بخاری)

اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں

ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں

جلسہ سالانہ میں شمولیت کیلئے حضرت مسیح موعودؑ کی تاکید

"اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے اور ان کے معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالےٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو۔ پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور اس جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہوں گے۔ ماسوا اس کے اس جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں۔ کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔ سو بھائیو یقین سمجھو کہ یہ ہمارے لئے ہی جماعت تیار ہونے والی ہے۔ خدا تعالےٰ کسی صادق کو بے جماعت نہیں چھوڑتا۔ انشاء اللہ القدیر سچائی کی برکت ان سب کو اس طرف کھینچ لائے گی۔ خدا تعالےٰ نے آسمان پر یہی چاہا ہے۔ اور کوئی نہیں کہ اس کو بدل سکے۔ سو لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں ادنےٰ ادنےٰ ہرجوں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالےٰ مخلصوں کو ہر ایک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ترجمان

اے خدا نورِ ہُدیٰ از مشرق رحمت برآر
گمرہاں را چشم کُن روشن ز آیاتِ مبیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
ٹیلیفون نمبر ۷۲۳۷
تار کا پتہ: تبلیغ لاہور

پیغامِ صلح
لاہور
(پاکستان)

مدیر:- دوست محمد
مدیر معاون:- بشیر احمد سومر

سالانہ چندہ: چھ روپے
بیرونی ممالک سے ایک پونڈ
سو روپیہ پیشگی آنے پر تا زندگی جاری ہو سکتا ہے

جلد ۵۵ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۲ شوال المکرم ۱۳۸۷ھ مطابق ۳ جنوری ۱۹۶۸ء | نمبر ۱

(لاہور میں) ہمارے پاک ممبر موجود ہیں

لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں
مَیں تیرے خالص محبّوں کا گروہ بھی
بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دُوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابل احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

صدقہ کیا ہے؟

عن ابی موسیٰ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال علےٰ کل مسلم صدقۃ فقالوا یا نبی اللہ فمن لم یجد فقال یعمل بیدہٖ فینفع نفسہ ویتصدق قالوا فان لم یجد قال یعین ذا الحاجۃ الملہوف قالوا فان لم یجد قال فلیعمل بالمعروف ولیمسک عن الشر فانہا لہ صدقۃ۔

ترجمہ:۔

ابو موسیٰؓ سے روایت ہے نبی صلعم نے فرمایا ہر ایک مسلمان پر صدقہ واجب ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یا نبی اللہ جسے نہ ملے۔ فرمایا اپنے ہاتھ سے مزدوری کرے اپنے آپ کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی دے۔ انہوں نے عرض کیا اگر (یہ بھی) نہ ملے۔ فرمایا حاجت مند مصیبت زدہ کی امداد کرے۔ انہوں نے عرض کیا اگر (یہ بھی) نہ ہو سکے۔ فرمایا نیک کام کرے اور برائی سے بچا رہے یہی اس کے لئے صدقہ ہے۔

نوٹ: از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۔

یہاں صدقہ ہر مسلمان پر امیر ہو یا غریب واجب قرار دیا ہے اور دوسری طرف اس کے مفہوم کو وسیع کیا ہے تا ہر شخص اس ارشاد پر عامل ہو سکے۔ پہلی صورت تو یہ بتائی کہ انسان کچھ وقت اپنے معمولی فرائض سے بچا کر ہاتھ سے کام کرے خود آپ کی بیوی حضرت زینبؓ دباغی کا کام کر کے صدقہ کرتی تھیں۔ جو یہ بھی نہ کر سکے وہ کسی حاجتمند کی مدد ہی کر دے۔ مثلاً کوئی بے کار ہے اس کو حصول ملازمت میں مدد دے۔ کوئی تکلیف میں ہے اس کی رفع تکلیف میں مدد دیدے اور آخری مرتبہ صدقہ کا یہ ہے کہ خود نیک کام کرے اور برائی سے بچا رہے یہ بھی گویا اس کی طرف سے ایک خیرات ہے اور کوئی دیکھنے والا اس کی نیک مثال سے فائدہ اٹھا سکتا۔

(فضل الباری شرح صحیح بخاری)

اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں

ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں

جلسہ سالانہ میں شمولیت کیلئے حضرت مسیح موعودؑ کی تاکید

"اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے اور ان کے معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو۔ پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور اس جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہوں گے، ماسوا اس کے اس جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں۔ کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔ سو بھائیو یقیناً سمجھو کہ یہ ہمارے لئے ہی جماعت تیار ہونے والی ہے۔ خدا تعالیٰ کسی صادق کو بے گواہ نہیں چھوڑتا۔ انشاء اللہ القدیر سچائی کی برکت ان سب کو اس طرف کھینچ لائے گی۔ خدا تعالیٰ نے آسمان پر یہی چاہا ہے۔ اور کوئی نہیں کہ اس کو بدل سکے۔ سو لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ حرجوں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر ایک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آ ملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۳ر جنوری ۱۹۶۸ء

مسلمان کی عید

تہوار اور خوشیوں کے دن ہر قوم پر آتے ہیں، جو صرف کھانے پینے یا کھیل تماشوں کے لئے مخصوص ہیں۔ یہاں تک کہ ایسے موقعوں پر فواحش کا بھی ارتکاب کرنے سے دریغ نہیں کیا جاتا عیسائیوں میں سب سے بڑا تہوار کرسمس کا دن ہے۔ اس دن یورپین ممالک میں جو دھما چوکڑی مچتی ہے، گلیوں اور بازاروں میں جن فواحش کا ارتکاب کیا جاتا ہے اور اسی سلسلہ میں جس قدر اموات ہوتی ہیں، ان کا ذکر کرتے ہوئے شرم آتی ہے، بہت کم لوگ ہیں جو گرجوں میں جا کر پادری کا وعظ سن آتے ہیں، لیکن کوئی باقاعدہ عبادت کا طریق رائج نہیں۔

ہندوؤں میں ہولی اور اسی قسم کے دوسرے تہوار کھیل کود اور ایک دوسرے پر استہزا کرنے اور رنگ رلیاں منانے کے لئے وقف ہیں، اور کسی قسم کی خدا پرستی وغیرہ کا نام ونشان نہیں، ایسا ہی دوسری قوموں کا حال ہے۔

لیکن مسلمانوں کے عیدین کے دو تہوار اس لحاظ سے منفرد حیثیت رکھتے ہیں کہ ان میں سب سے پہلا کام جو کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر چھوٹا بڑا، مرد عورت نہا دھو کر اور اُجلے کپڑے پہن کر مساجد کا رُخ کرتے ہیں، جہاں سب مل کر دو رکعت نماز ادا کرتے اور امام الصلوٰۃ پیشِ نظر حالات کے بارہ میں خطبہ دیتا اور وعظ ونصائح کرتا ہے۔ چنانچہ احادیث میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی عمل اور یہی فرمان بیان کیا گیا ہے، ارشادِ گرامی ہے اوّل ما نبدا به من یومنا هذا ان نصلی ثم نرجع فننحر سب سے پہلا کام جو ہم آج کے دن شروع کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ نماز پڑھیں پھر لوٹ جائیں تو یہ عید الاضحیٰ کے متعلق فرمایا ہے، جس میں قربانی دی جاتی ہے اور کھانا بھی نماز کے بعد ہی کھایا جاتا ہے لیکن عید الفطر کے دن آپ کھجوریں کھا کر نماز کے لئے نکلتے تھے، ایسا ہی عید الفطر کی نماز سے پہلے صدقہ فطر دیا جاتا ہے تاکہ غرباء اور مساکین بھی عید منا سکیں

[illegible]

پھر نماز کے بعد ہر شخص اپنے اپنے رنگ میں خوشیاں مناتا اور جائز کھیل کود سے بھی حظ اٹھاتا ہے، چنانچہ اس بارہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ہے کہ عید کے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد گھر میں داخل ہوئے تو میرے پاس دو لڑکیاں جنگ بعاث کا گیت گا رہی تھیں (جنگ بعاث، وہ جنگ تھی جو اسلام سے پہلے مدینہ کے دو قبیلوں اوس اور خزرج کے مابین ایک سو بیس سال جاری رہی) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کچھ نہ کہا اور منہ پھیر کر بستر پر لیٹ گئے، اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہوں نے مجھے جھڑکا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شیطان کا راگ؟ تو حضور صلعم نے ان کی طرف منہ پھیر کر فرمایا انہیں چھوڑ دو، پھر جب آپ کی توجہ ہٹ گئی تو میں نے ان لڑکیوں کو اشارہ کیا اور وہ چلی گئیں۔

اسی سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ فرمایا ہے کہ عید ہی کا دن تھا اور حبشی لوگ ڈھالوں اور برچھیوں سے کھیل رہے تھے تو یا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کیا دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے کہا ہاں تو مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر دیا اور میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا اور آپ ان حبشیوں کو مخاطب کر کے فرماتے تھے بنی ارفدہ کھیلو یہاں تک کہ جب میں اکتا گئی تو فرمایا بس؟ میں نے کہا ہاں، تو فرمایا جاؤ۔

اس سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی عید یادِ خدا سے شروع ہوتی ہے تاکہ اس دن لوگ خوشیاں مناتے ہوئے خدا کو نہ بھول جائیں اور کھیل کود یا گانے وغیرہ میں فواحش کا رنگ پیدا نہ ہو اور کھانے پینے میں حرام چیز شامل نہ ہو، ایسا ہی صدقات اور قربانیوں کے ذریعے غرباء کو بھی خوشیوں میں شامل کرنے کا سامان کیا گیا ہے

اس طرح اسلام نے ہر رنگ میں، ہر موقع پر خدا کو سامنے رکھنے اور تقوے اور طہارت سے کام لینے اور دوسروں کی مدد کرنے کی ہدایت کی ہے، کہ اسی میں انسانیت کا امن اور اتحاد مضمر ہے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(بسلسلۂ صفحہ اوّل)

ہے کہ اس مذہب میں نہ نیچریت کا نقصان رہے گا نہ نیچیریوں کے تفریط پسند اور اوہام پرست مخالف کا نہ خوارق کے انکار کرنے والے باقی رہیں گے اور نہ ان میں بے ہودہ اور بے اصل اور مخالف قرآن روایتوں کو ملانے والے اور خداوند تعالیٰ اس اُمت وسطیٰ کے لئے بین بین کی راہ قائم کر دے گا۔ وہی راہ جس کو قرآن لایا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھلائی تھی۔ وہی ہدایت جو ابتداء سے صدیق شہید اور صلحاء پاتے رہے۔ یہی ہوگا اور ضرور یہی ہوگا۔ جس کے کان سننے کے ہوں سُنے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جن پر سیدھی راہ کھولی جائے۔ بالآخر میں دعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اس الٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ اُن کے ساتھ ہو، اور ان کو اجرِ عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات اُن پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم وغم دور فرماوے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی راہیں اُن پر کھول دیوے اور روزِ آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اُٹھاوے جن پر اس کا فضل اور رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدائے ذوالمجید والعطا اور رحیم اور مشکل کشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو حاصل ہے۔ آمین ثم آمین (اشتہار دسمبر ۱۸۹۲ء)

جلسہ سالانہ کی تاریخیں ۱۸-۱۹-۲۰-۲۱ جنوری ۱۹۶۸ء

اخبار احمدیہ

انتقال پُر ملال - یہ سنکر موجب افسوس ہے کہ جناب نور محمد صاحب جو ہماری جماعت کے بزرگ دار وغہ نبی بخش صاحب مرحوم کے فرزند اور ڈاکٹر غلام محمد صاحب مرحوم کے برادر حقیقی تھے۔ ۳۱ر دسمبر ۱۹۶۷ء کو رحلت فرمائے عالم جاودانی ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، اب داروغہ صاحب مرحوم کی اولاد میں صرف ایک ہی بزرگ خاتون جنابہ سیدہ بیگم صاحبہ باقی رہ گئی ہیں، جو نیکی اور تقوے کا اعلیٰ نمونہ اور جماعت کے ساتھ دلی لگاؤ رکھتی ہیں، دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صحت وعافیت کے ساتھ تادیر زندہ وسلامت رکھے، اپنے عزیز بھائی کی وفات کے صدمہ میں صبرِ جمیل عطا فرمائے، اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔

ہمیں ڈاکٹر غلام محمد صاحب مرحوم کے بیٹوں سے بھی اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ انہیں اور تمام دیگر لواحقین وپسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ مرحوم کو آج تین بجے انجمن کے قبرستان واقعہ میانی صاحب میں سپردِ خاک کیا گیا، احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

ایک اور افسوسناک وفات - ایبٹ آباد سے ڈاکٹر سعید احمد صاحب لکھتے ہیں کہ جماعت کے ایک غریب بھائی عبد الغنی صاحب کا انتقال ہو گیا ہے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کا اور دوہاڑی کے ٹھیکیدار محمد دین صاحب مرحوم کا جنازہ غائبانہ جمعۃ الوداع (۲۹ر دسمبر) کو نماز جمعہ کے بعد پڑھا گیا، دیگر جماعتوں سے بھی جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

پیغام صلح کا قرآن نمبر

قرآن کریم کی چودہ سوسالہ سالگرہ کے موقعہ پر پیغام صلح کا ایک خاص نمبر قرآن نمبر کے نام سے شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے جو کم از کم ۳۲ صفحات پر مشتمل ہوگا۔ اور اس میں قرآن کریم کے متعلق حضرت مسیح موعود کے ارشادات، حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم ومغفور اور حضرت مولانا صدر الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ کے بیانات کے علاوہ دیگر بزرگان جماعت کے مضامین بھی درج ہوں گے، یہ پرچہ ۱۷ر جنوری ۱۹۶۸ء کو شائع ہوگا اور اس سے پہلے ۱۰ر جنوری ۱۹۶۸ء کا پرچہ شائع نہ ہو سکے گا، قارئین کرام مطلع رہیں۔

روزہ کا مقصد کردار کو بلند کرنا ہے۔ روزہ نے عرب کے وحشیوں کو فرشتے بنا دیا

حرام کی کمائی۔ رشوت ستانی اور تجارت میں بد دیانتی کردار کی تباہی اور ملک و قوم کی رسوائی کا موجب ہے

خطبہ جمعہ۔ مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۶۷ء۔ فرمودہ حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ـــــــ شھر رمضان الذی انزل فیه
القران ھدی للناس وبینٰت من الھدی والفرقان ـــــــ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا
فریقاً من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون ـــــــ (سورۃ البقرۃ ع ۲۳) ـــــــ

رسول کریم صلعم کا دائمی معجزہ آپؐ کا دین زندہ ہے اور زندہ رہے گا

رمضان کے مبارک مہینہ میں تمام دنیا کی مسجدیں پُر نظر آتی ہیں۔ یہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی معجزہ ہے۔ حضور کا دین زندہ ہے۔ اور حضور خود زندہ ہیں۔ کوئی بھی نبی اور رسول ایسا نہیں جس کا دین آج اسی شکل میں موجود ہو جس شکل میں اس نبی اور رسول نے اپنی قوم کے سامنے پیش کیا تھا۔ ایک ہی پیغمبرؐ ہیں جن کا دین تمام کی تمام تفصیلات کے ساتھ چودہ صدیاں گذر جانے کے بعد بھی بالکل اصل حالت میں موجود ہے اور رہے گا۔

روس کی اسلامی مساجد

روس نے باوجودیکہ خدا کو چھوڑ دیا ہے۔ لیکن مسلمانوں کی مسجدیں آج بھی روس میں نماز کے لئے پُر نظر آتی ہیں۔ آج بھی سینٹ پیٹرزبرگ کی مسجد، جو دنیا کی معروف مساجد میں سے ایک ہے نمازیوں سے پُر رہتی ہے تاشقند کے مسلمانوں کی تصاویر اہل پاکستان نے دیکھ لیں ان کے نورانی چہروں پر لمبی لمبی داڑھیاں ان کے مسلمان ہونے کی نشاندہی کر رہی ہیں۔

قرآن کریم کی حفاظت، دوسری کوئی کتاب محفوظ نہیں۔

یہ رکوع جس میں سے میں نے یہ دو تین آیات پڑھی ہیں، ان میں یہ بھی ذکر ہے کہ اس مبارک مہینہ میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا تھا۔ دنیا میں ہزاروں کی تعداد میں وہ لوگ موجود ہیں۔ جو قرآن کریم کے حافظ ہیں۔ یہ بھی ایک امتیاز ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا۔ آج نہ کوئی وید شریف کا حافظ نظر آتا ہے اور نہ تورات شریف اور انجیل شریف کا۔ اگر کسی کتاب کو خدا تعالےٰ نے محفوظ رکھنا چاہا۔ تو وہ یہی کتاب ہے یعنی قرآن کریم۔ جس کو مسلمانوں نے اپنے سینوں پر لکھ رکھا ہے۔ قرآن کریم کو نازل ہوئے پوری چودہ صدیاں ہو گئی ہیں۔

نزول قرآن کی تقریب

آج دنیا بھر کے مسلمان قرآن پاک کے نزول کی تقریب منا رہے ہیں۔ یہ نہایت مبارک تقریب ہے۔ یہ تقریب اسلامی ممالک کے آزاد ہو جانے کی وجہ سے رونما ہوئی ہے، عیسائی ممالک نے صدیوں مسلمانوں پر حکومت کی ہے ۱۹۰ سال تک ہندوستان اور پاکستان کے مسلمانوں کو غلام بنائے رکھا۔ ایک وقت تھا کہ اکثر اسلامی ممالک دوسروں کے زیر اثر تھے۔ آج اسلامی ممالک آزاد ہیں، اور ہر ملک میں نزول قرآن کی تقریب سعید منائی جا رہی ہے۔

رمضان میں تقوےٰ وطہارت کا سبق

یہ تقریب بڑی مبارک ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ان آیات کریمہ پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ جو میں نے آغاز خطبہ میں پڑھی ہیں۔ اس مہینہ سے تقوےٰ وطہارت کا سبق سیکھنا نہایت ضروری ہے۔ آج دنیا بھر کے مسلمانوں کے دلوں میں آرزو ہے کہ خدا کی رضا کو حاصل کریں۔ یہ آرزو اسی صورت میں بارآور ہو گی جب مسلمان خدا کے احکام کی پابندی کرنے کا ارادہ کر لیں گے۔

روزہ کے متعلق تمام انبیاءؑ اور صلحاء کا تجربہ

اس رکوع کی پہلی آیت میں مسلمانوں کو کہا گیا ہے کہ دنیا کی قوموں اور پیغمبروںؑ نے بھی روزہ رکھا۔ خدا تعالیٰ مسلمانوں کے سامنے ایک تجربہ پیش کرتا ہے کہ روزہ تمام دنیا کے انبیاء کرامؑ اور صلحاء کی تجربہ شدہ چیز ہے۔ دنیا کے تمام پیغمبروں اور تمام صلحاء نے خدا تعالےٰ کے حکم کے مطابق روزہ رکھا اور اس کو مفید پایا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو سب سے زیادہ روزے رکھے ہیں۔ اور اس امت کے صلحاء نے بھی برابر روزے رکھے ہیں۔ اور انہوں نے روزوں کا پھل پایا ہے۔

روزہ کا مقصد تقوےٰ اور کردار کی بلندی ہے

روزہ کا مقصد یہ بتایا ہے کہ لعلکم تتقون خدا تعالےٰ کو سامنے رکھ کر زندگی بسر کرو۔ یہ کس قدر جامع تلقین ہے۔ ایک ہی جملہ میں روزہ کی اصل غرض کو بتا دیا ہے۔ کوئی حاکم ہو یا محکوم ہو، انجنیئر ہو یا ڈاکٹر ایڈووکیٹ ہو یا جج کمانڈر ہو یا سپاہی ان سب کا ایمان ہونا چاہیئے کہ ہم جہاں کہیں ہوں خدا ہم سب کو دیکھتا ہے۔ اس سے مسلمان کا کردار بلند ہوتا ہے۔ تقریب منانے کے ساتھ ساتھ قوم کا کردار بلند کرنے کی طرف پوری توجہ سے کام لینا چاہیئے۔

روزہ اور نماز نے عرب کے وحشیوں کو فرشتے بنا دیا

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ اور نماز کی تلقین فرمائی۔ اور عرب جیسے بد ملک کو، بت پرست ملک کو، بدکردار ملک کو، ڈاکہ زن ملک کو، شراب خور ملک کو اور جوئے باز ملک کو اس ذریعہ سے فرشتے بنا کر دکھا دیا۔ یہ بھی ایک تجربہ اور مشاہدہ ہے جو دنیا کے سامنے ہے۔

مسلمانوں کے نمونہ کا دوسروں پر اثر

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تعلیمات پر عامل ہو کر مسلمان جہاں کہیں گئے نہایت شاندار نمونہ لیکر گئے اور اپنے نمونہ سے دوسروں پر نیک اثر ڈالا۔ مسلمانوں میں کوئی مقررہ مبلغ نہیں تھا۔ ہر مسلمان مبلغ تھا۔ وہ یورپ میں گئے تو وہاں بابرکت ثابت ہوئے۔ چین اور روس میں گئے۔ تو وہاں بھی بابرکت ثابت ہوئے۔ دنیا کا کوئی ملک نہیں جہاں مسلمانوں کے اچھے نمونہ سے لوگ متاثر نہ ہوئے ہوں۔

روزہ کا ایک اور سبق۔ حرام مال نہ کھاؤ

روزہ کا مقصد نیک کردار پیدا کرنا ہے دوسروں کے ساتھ معاملات میں مسلمان کا کردار بلند نظر آتا ہو۔ روزوں ہی کے ذکر میں فرمایا۔ کہ روزے رکھتے ہوئے جب مسلمان اپنا حلال طیب مال ایک وقت کے لئے اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے۔ تو اس کو دوسروں کا مال کھانے سے ضرور بچنا چاہیئے چنانچہ فرمایا ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ آپس میں اپنا مال نہ کھاؤ۔ تم اپنے بھائی کا مال کھاتے ہو، اپنی قوم کا مال کھاتے ہو۔ ایسا کرنے سے ایک تو خود حرام خوری کی وجہ سے تمہارا قلب اور روح

برباد ہو گیا۔ وہ پاک روح اور پاکیزہ فطرت جس کو خدا تعالےٰ نے فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا فرما کر اپنی فطرت قرار دیا ہے تم نے اس کو میلا کر دیا۔ اپنی قوم کا مال بھی ضائع کر دیا۔ اور اپنے کردار کو بھی برباد کر دیا۔

حرام کی کمائی سے اپنا اور قوم کا نقصان

بعض انسان اپنے بھائی اور قوم کا مال ایسے طریقے سے کھاتے ہیں کہ پتہ بھی نہیں لگتا ہے انسان بڑا ذہین ہے، پاکستانی مسلمان نے ایسے طریق اختیار کر کے اپنا کردار خراب کیا ہے۔ ایک من گندم کے اندر کچھ مقدار میں کم قیمت اجناس اور مضر صحت اشیا ملا کر قوم کی صحت کو برباد کیا جا رہا ہے۔ نئی روئی کے اندر پرانی روئی ملا کر فروخت کر کے لوگوں کو دھوکا دیتا ہے۔ نمونہ کوئی پیش کیا جاتا ہے لیکن نمونہ کے مطابق سامان نہیں ہوتا۔ ایسا کرنے والا نہ صرف اپنا کردار خراب کرتا ہے بلکہ قوم کی شہرت کو برباد کرتا ہے۔

تجارت میں بد دیانتی سے پاکستان کی شہرت کو نقصان

آج خدا کے فضل سے فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے ذریعہ سے پاکستان کو اہل یورپ کے نزدیک اچھا مقام حاصل ہے۔ پاکستان ترقی کر رہا ہے۔ اس کی سیاہ اعلےٰ درجہ کی ہے۔ لیکن بد دیانت تاجر قوم اور ملک کی اس شہرت کو نقصان پہنچا رہا ہے یورپ کے لوگ شکایت کرتے ہیں کہ نمونہ کے مطابق مال نہیں آتا۔ اس طرح ایک تو ذاتی نقصان ہوا دوسرے قوم کو نقصان پہنچایا۔

اشیائے خوردنی میں ملاوٹ اور رشوت سے قوم کا نقصان

آٹا پیسا جاتا ہے تو حکومت جب آٹے کا معائنہ اور تجزیہ کرتی ہے تو اس میں ملاوٹ ہوتی ہے۔ معتوب کارخانے والا اپنی بد دیانتی پر پردہ ڈالنے کی غرض سے ہزاروں روپے کی رشوت دینے پر تیار ہو جاتا ہے۔ سرخ مرچ میں ملاوٹ ہے۔ کالی مرچ میں پپیتے کے دانے ملا دیئے جاتے ہیں۔ مکھن میں ملاوٹ ہے، دودھ میں ملاوٹ ہے۔ کیا یہ قوم کو برباد کرنے والی باتیں نہیں؟ جہاں روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے وہاں کردار کو بلند کرنے کا سبق بھی دیا ہے۔ اگر کردار اچھا نہیں تو تمہارا روزہ۔ نماز اور حج برباد ہو گیا۔ کیونکہ تم نے خدا تعالےٰ کے مقصد کو پورا نہ کیا۔

رشوت کے متعلق خدا تعالیٰ کا انتباہ

ذیل کے الفاظ میں رشوت کے ذریعہ مقاصد حاصل کرنے کی بد عادت کو روکا ہے وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس معاملات میں دوسروں کا مال کھانے کے لئے حکام کو رشوت دینا۔ جھوٹے فیصلے بنا کر لوگوں کا مال کھانا اور حاکم تک روپیہ پہنچانا یہ تقویٰ کے خلاف ہے۔ امام رازیؒ نے ایک لطیفہ لکھا ہے کہ تدلوا ادلی کے معنے ہیں ڈول ڈال کر کنوئیں سے پانی نکالنا۔ قرآن کریم میں بھی مذکور ہے فادلی دلوہ کنوئیں میں ڈول ڈالا۔ ایک دور کی چیز نکالنے کے لئے کنوئیں میں ڈول ڈالا جاتا ہے۔ اسی طرح سے وہ مقصد جس کا حصول بہت بعید ہو۔ حاصل کرنے کے لئے حاکم کے سامنے رشوت کی رقم رکھ دیتے ہو۔ تمہاری مطلب براری ہو جاتی ہے دوسرے کا نقصان ہو جاتا ہے اور تمہارا کردار برباد ہو جاتا ہے۔

صرف قرآن کی زبان زندہ ہے۔ دوسری کتابوں کی زبانیں زندہ نہیں۔

آج ساری دنیا میں نزول قرآن کی تقریب منائی جا رہی ہے، یہ تقریب مبارک ہے اس میں اس حقیقت الامر کا اظہار ہو گا کہ قرآن کریم وہ کتاب ہے جو چودہ سو سال سے محفوظ چلی آ رہی ہے۔ قرآن کریم کے علاوہ دوسری آسمانی کتابیں۔ وید شریف۔ تورات شریف۔ انجیل شریف ہیں، جن کو ہندو، یہودی اور عیسائی مانتے ہیں۔ ان تینوں کتابوں کی بولیاں مر گئی ہیں۔ سنسکرت مر گئی۔ لاطینی اور عبرانی بھی مر گئی ہے۔ آج خطہ زمین پر یہ زبانیں نہیں بولی جاتیں۔ دنیا میں سنسکرت۔ لاطینی اور عبرانی کے علماء اور فضلاء تو موجود ہیں، لیکن نہ کہیں سنسکرت بولی جاتی ہے اور نہ لاطینی اور عبرانی، جو زبان بولی نہیں جاتی جس سے قوم آشنا نہیں ہوتی اس کو مردہ زبان کہا جاتا ہے۔ آج اس زمین پر ایک ہی آسمانی کتاب ہے جو نہ صرف خود صحیح سالم موجود ہے بلکہ جس زبان میں یہ کتاب نازل ہوئی وہ بھی زندہ ہے۔ عربی بہت سے ممالک میں بولی جاتی ہے یہ پھلتی پھولتی ہے یہ زبان کالجوں اور سکولوں اور یونیورسٹیوں میں ذریعہ تعلیم ہے عوام الناس اس زبان کو بولتے ہیں اس زبان میں کاروبار کرتے ہیں، یہ زبان صدیوں سے زندہ ہے اور زندہ رہے گی۔

عیسائی مصنفین کی ڈکشنریوں میں قرآن کریم سے استشہاد۔

زبان کے متعلق یہ قاعدہ ہے کہ جوں جوں انسان ترقی کرتا ہے زبان بھی ترقی کرتی رہتی ہے مگر پرانی تصانیف کی زبان اس ترقی کا ساتھ نہیں دیتی وہ فرسودہ ہو جاتی ہے۔ اس عمل کو کوئی نہیں بچا سکتا۔ مگر قرآن کریم کی زبان فرسودہ نہیں ہوئی۔ عربی صرف مسلمانوں کی زبان نہیں اسلامی ممالک میں عیسائی بھی یہی زبان بولتے ہیں۔ عیسائی فضلاء نے عربی کی ڈکشنریاں مرتب کی ہیں۔ ان کی ڈکشنریاں پڑھنے کا مجھے بھی اتفاق ہوا ہے۔ عربی زبان سے متعلق کوئی مشکل سے مشکل محاورہ کوئی صرف و نحو کا مسئلہ کوئی ادبی اشتقاق کا مسئلہ ہو تو اس کی سند میں وہ قرآن کریم کی آیات پیش کرتے ہیں عیسائی صدیوں سے دشمن چلا آتا ہے۔ آج بھی دشمن ہے لیکن اسی قوم کے فضلاء عربی ڈکشنریاں مرتب کرتے ہیں تو اپنے ترجمے کی صحت کی تصدیق کے لئے قرآن کو بطور سند پیش کرتے ہیں سبحان اللہ العظیم۔ جس طرح سے خدا تعالےٰ دائم و قائم ہے اسی طرح سے زبان عربی بھی دائم و قائم ہے۔ اور قرآن کریم بھی ایک زندہ اور دائم قائم کتاب ہے عظیم الشان معجزہ حضور نبی کریم صلعم کی صداقت کی دلیل ہے اور اس حقیقت الامر پر دلالت کرتا ہے کہ ما ھذا قول البشر۔

قرآن کریم کی تعلیمات بھی زندہ ہیں۔

جہاں قرآن کریم کی زبان پر زمانہ کا کوئی برا اثر نہیں ہوا وہاں قرآن کریم کی تعلیمات، نظریات اور اعتقادات پر بھی کوئی اثر نہیں۔ خدا تعالےٰ نے پانی کی نسبت مبارک کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ مثلاً فرمایا ونزلنا من السماء ماء مبارکا ہم نے آسمان سے پانی اتارا۔ یہ مبارک ہے۔ اس کی برکات قائم دائم ہیں۔ پانی کی وجہ سے کائنات میں زندگی ہے۔ نباتات ہوں۔ حیوانات ہوں، انسان ہوں ان میں پانی کی وجہ سے زندگی ہے۔ اگر پانی کو مبارک کہا ہے تو قرآن کریم کے متعلق بھی فرمایا ہے کتاب انزلنہ مبارک۔ پانی مادیات کیلئے موجب برکات ہے تو قرآن کریم عالم روحانیت کے لئے مبارک ہے اسکی برکات ثابت و قائم و دائم رہیں گی۔ خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ کائنات کے قوانین نہیں بدلتے۔ اسی طرح سے قرآن کریم کے بیان کردہ قوانین نہیں بدلتے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ انسان کی ضمیر نہیں بدلتی۔ اسلام کی تعلیم بھی نہیں بدلتی۔

قرآن کریم کی تعلیم دنیا جہان کے لئے ہے

یہ تعلیم نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ دنیا جہان کے انسانوں کے لئے ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں اور کافۃ الناس تمام نسل انسانی کے لئے رسول ہو کر آئے ہیں۔ کسی ریاست کا راجہ محدود قطعہ زمین پر حکومت کرتا ہے، اور اس محدود زمین کے لئے اپنے منشا کے مطابق قانون بناتا ہے نیل گائے جنگل کا حیوان ہے ہرن کی طرح کا ہے اس کی شکل و صورت گائے سے ملتی جلتی ہے۔ گائے چونکہ ہندوؤں میں مقدس سمجھی جاتی ہے اس لئے کشمیر کے راجہ نے جو قانون بنایا اس میں ذبیحہ گائے کے امتناع کے ساتھ نیل گائے کو بھی شامل کر لیا۔ اسی طرح تمام ریاستوں اور حکومتوں کے قواعد محدود ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ ساری دنیا کا بادشاہ ہے فرمایا میں واحد ہوں، ساری دنیا پر حکومت کرتا ہوں۔ جس طرح سے ساری دنیا پر مادی بارش ہوتی ہے اسی طرح روحانی بارش بھی تمام دنیا پر ہوتی ہے تمام انبیاء میری طرف سے آئے ہیں، مسلمان ان تمام انبیاء پر ایمان لاتا۔ ان کی آسمانی کتابوں پر ایمان لاتا اور یقین کرتا ہے کہ تمام قوموں کے اندر نیک بندے ہوتے ہیں۔

[illegible]

صرف قرآن کی تعلیم فطرت کے مطابق ہے اور دنیا میں اتحاد پیدا کر سکتی ہے

آج کی بگڑی ہوئی دنیا اور فساد کی دنیا کو ضرورت ہے امن کی اور اتحاد کی۔ اگر کوئی تعلیم امن و اتحاد پیدا کر سکتی ہے تو وہ اسلام ہے۔ ہندو دنیا میں امن و اتحاد کا موجب نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس کا دھرم ہے کہ صرف ہندو جاتی پاک ہے۔ باقی تمام دوسرے انسان ملیچھ اور ناپاک ہیں۔ یہودی بھی اقوام عالم کے لئے موجب اتحاد و امن نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ ان کا ایمان ہے کہ بنی اسرائیل خدا کی پیاری قوم ہے۔ اور نبی اور رسول صرف اسی قوم میں سے مبعوث ہو سکتے ہیں۔ اور عیسائی بھی نوع انسان کے اتحاد کا ذریعہ نہیں بن سکتے۔ حضرت عیسیٰؑ تو خدا تعالےٰ کے پیغمبر تھے۔ بڑے بزرگ نبی تھے۔ انہوں نے توحید الٰہی کی تعلیم دی۔ لیکن عیسائی کہتا ہے کہ جب تک کوئی یہ ایمان نہ رکھے کہ حضرت عیسیٰؑ نے صلیب پر چڑھ کر جان دے دی اور بنی نوع انسان کے لئے کفارہ ہو گئے۔ اس وقت تک جنت میں نہیں جا سکتا۔ اس قسم کی تعلیم کہاں قابل قبول ہو سکتی ہے۔

آج کی پڑھی لکھی دنیا میں اگر کوئی کتاب پیش کی جا سکتی ہے تو وہ قرآن کریم ہے جس کی تعلیم فطرت کے مطابق ہے اور مفید ہے۔ یہی کتاب دنیا کو ایک کر سکتی ہے اسکی تعلیم و اعتقادات عالمگیر ہیں۔

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۳)

مولانا شیخ عبدالرحمان صاحب مصری

کیا حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب ”نزول المسیح“ کا پیش کردہ حوالہ علماء ربوہ کے خیال کی تائید کرتا ہے؟

قاضی صاحب کا پیش کردہ حوالہ اور اس سے اخذ کردہ نتیجہ

قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری نے حضور کی کتاب ”نزول المسیح“ سے حضور کو زمرہ انبیاء کا فرد ثابت کرنے کے لئے جو حوالہ پیش کیا ہے اور اس سے جو نتیجہ نکالا ہے اسے دوبارہ قارئین کرام کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے حوالہ یہ ہے :-

” دونوں سلسلوں (سلسلہ موسوی اور سلسلہ محمدی۔ ناقل) کا تقابل پورا کرنے کے لئے ضروری تھا کہ موسوی مسیح کے مقابل پر محمدی مسیح بھی شان نبوت کے ساتھ آوے تا اس نبوت عالیہ (محمدیہ۔ ناقل) کی کسر شان لازم نہ آوے“

قاضی صاحب کا اخذ کردہ نتیجہ یہ ہے :-

” اگر حضرت اقدسؑ محض محدث تھے نبی نہ تھے (محض محدث میں نے نہیں لکھا میں نے حضور کے متعلق یہ لکھا تھا کہ حضور محدثین کے زمرہ میں کامل محدث ہیں یعنے محدثیت کے تمام کمالات کے جامع ہیں اور اسی لئے حضور نے اپنے آپ کو خاتم الانبیاء کے مقابل خاتم الاولیاء لکھا ہے۔ ناقل) تو اس سے دونوں سلسلوں کا تقابل بھی پورا نہیں ہوتا۔ اور آنحضرت صلعم کی کسر شان بھی لازم آتی ہے“

(نزول المسیح صلا شان مسیح موعود صـ۶۷)

دو باتیں

قاضی صاحب نے جو نتیجہ حضور کی عبارت سے اخذ کیا ہے وہ دو امور پر مشتمل ہے۔ اول یہ کہ دونوں سلسلوں یعنی موسوی سلسلہ اور محمدی سلسلہ کا تقابل پورا نہیں ہوتا پس ذیل میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے کلام سے ہی ثابت کیا جاتا ہے کہ حضور باوجود اپنے آپ کو غیر نبی کہتے ہوئے بھی تقابل کے پورا ہونے کو تسلیم کرتے ہیں چنانچہ حضور اپنی کتاب شہادت القرآن دوسرا ایڈیشن کے صـ۲ پر فرماتے ہیں یہ کتاب سن ۱۹۰۱ء سے قبل یعنی ۱۸۹۳ء کی تصنیف ہے۔

” مسیح موعود نے چودھویں صدی کے سر پر ظہور کیا اور محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ سے انطباق کلی پا گیا اور اگر یہ کہا جائے کہ موسوی سلسلہ میں تو حمایت دین کے لئے نبی آتے رہے اور حضرت مسیح بھی نبی تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرسل ہونے میں نبی اور محدث ایک ہی منصب رکھتے ہیں۔ اور جیسا کہ خدا تعالے نے نبیوں کا نام مرسل رکھا۔ اسی اشارہ کی غرض سے قرآن شریف میں وقفینا من بعدہ بالرسل آیا ہے اور یہ نہیں آیا کہ قفینا من بعدہ بالانبیاء پس یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسل سے مراد مرسل ہیں۔ خواہ وہ رسول ہوں یا نبی ہوں یا محدث ہوں۔ چونکہ ہمارے سید و رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت صلعم کوئی نبی نہیں آ سکتا اس لئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں اور اسی کی طرف اس آیت میں کہ ثلۃ من الاولین و ثلۃ من الاخرین چونکہ ثلۃ کا لفظ دونوں فقروں میں برابر آیا ہے اس لئے قطعی طور پر یہاں سے ثابت ہوا کہ اس امت کے محدث اپنی تعداد میں اور اپنے طولانی سلسلہ میں موسوی امت کے مرسلوں کے برابر ہیں “

[illegible]

قاضی صاحب نے حضور کی عبارت سے نتیجہ نکالا تھا کہ اگر حضور کو محدث تسلیم کیا جائے تو سلسلہ موسوی و سلسلہ محمدی میں تقابل پورا نہیں ہوتا لیکن عبارت مندرجہ بالا میں حضور نے کھلے الفاظ میں اپنے آپ کو محدث بھی لکھا ہے اور ساتھ ہی باوجود اپنے آپ کو صریح الفاظ میں محدث قرار دینے کے بالوضاحت لکھ دیا ہے کہ میرے آنے سے ”محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ سے انطباق کلی پا گیا“ گیا انطباق کلی نے تقابل کو پورا ثابت کرنے میں کوئی کسر باقی رہنے دی ہے۔ پس قاضی صاحب کے نتیجہ کی ایک شق کا تو قلع قمع ہو گیا باقی رہا نزول المسیحؑ میں نبی کے لفظ کا استعمال تو اس کی وضاحت بھی حضور نے مندرجہ بالا عبارت میں ہی کر دی ہے اور وہ یہ کہ مرسل ہونے میں نبی اور محدث ایک ہی منصب رکھتے ہیں پس مرسل ہونے کی حیثیت سے محدث پر بھی نبی کا لفظ بولا جا سکتا ہے اس لحاظ سے امت کے تمام محدث نبی ہیں اور اتنی مشابہت ہی حضور کے نزدیک تقابل پورا کرنے کے لئے کافی ہے پھر مزید وضاحت کے لئے قرآن شریف کی آیت وقفینا من بعدہ بالرسل سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا یہاں رسل سے مراد مرسل ہیں خواہ وہ رسول ہوں یا نبی ہوں یا محدث ہوں اور ساتھ ہی فرمایا کہ چونکہ حضرت نبی کریم صلعم کے بعد نبی تو کوئی آ نہیں سکتا اس لئے نبیوں کے قائم مقام اس امت میں محدثین کا سلسلہ قائم کیا گیا ہے اس کے بعد آخر میں بطور نتیجہ یہ فرمایا :- ”اس لئے قطعی طور پر (قطعی طور پر کے الفاظ پر غور کریں۔ ناقل) یہاں سے ثابت ہوا کہ اس امت کے محدث اپنی تعداد میں اور اپنے طولانی سلسلہ میں موسوی امت کے مرسلوں کے برابر ہیں“ اس سے ثابت ہوا کہ نزول المسیحؑ میں نبی کا لفظ اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے جس مفہوم میں حضور نے الفاظ ”المحدث نبی باعتبار حصول نوع من انواع النبوۃ وھی المبشرات“ میں محدث کے لئے استعمال فرمایا ہے اس کی مزید وضاحت کے لئے حضور کے چند مزید حوالے بھی پیش کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضورؑ اپنی کتاب ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صـ۲۴ پر فرماتے ہیں :-

” اس جگہ میری نسبت کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے کہ یہ رسول اور نبی اللہ ہے یہ اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے کیونکہ جو شخص خدا سے براہ راست وحی پاتا ہے۔ اور یقینی طور پر خدا اس سے مکالمہ کرتا ہے جیسا کہ نبیوں سے کیا اس پر رسول یا نبی کا لفظ بولنا غیر موزوں نہیں ہے بلکہ یہ نہایت فصیح استعارہ ہے اس وجہ سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور انجیل اور دانیل اور دوسرے نبیوں کی کتابوں میں بھی جہاں میرا ذکر کیا گیا ہے وہاں میری نسبت نبی کا لفظ بولا گیا ہے“

اپنی مندرجہ بالا عبارت میں بھی حضور نے واضح کر دیا ہے کہ میرے لئے نبی اور رسول کے الفاظ بطور مجاز اور استعارہ استعمال ہوئے ہیں اور ساتھ ہی فرمایا کہ جو شخص مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کے شرف سے مشرف کیا جاتا ہے اس پر رسول یا نبی کا لفظ بولنا غیر موزوں نہیں بلکہ یہ نہایت فصیح استعارہ ہے اور اسی مفہوم میں میرے لئے احادیث میں اور دیگر نبیوں کی کتب میں نبی کا لفظ استعمال ہوا ہے اس سے بھی ثابت ہوا کہ ”نزول المسیح“ میں بھی نبی کا لفظ اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ اس سے قاضی صاحب کی دوسری شق کہ محدث قرار دینے سے حضرت نبی کریم صلعم کی شان کو حضرت موسےٰ سے کمتر تسلیم کرنا پڑتا ہے باطل ہو جاتی ہے کیونکہ حضرت نبی کریم صلعم کا محدث محض آنحضور صلعم کی کامل اتباع کے نتیجہ میں مکالمہ مخاطبہ کا شرف حاصل کرتا ہے لیکن اس کے بالمقابل امت موسوی کے نبیوں نے جو شرف مکالمہ [illegible] کہ اسی موضوع کے اس حصہ کو ختم کیا جاتا ہے اور [illegible] یہ ہیں :-

پہلا حوالہ

حضور اپنی کتاب ازالہ اوہام کے صـ۶۹۴ طبع [illegible] فرماتے ہیں :-

” مسیح گذشتہ کی نسبت قطعی طور پر کہا ہے کہ وہ نبی تھا لیکن آنے والے مسیح کو امتی کر کے پکارا ہے جیسا کہ حدیث امامکم منکم سے ظاہر ہے اور حدیث علماء

امتی کا انبیاء بنی اسرائیل میں اشارۃً مثیل مسیح کے آنے کی خبر دی ہے چنانچہ اس کے مطابق آنے والا مسیح محدث ہونے کی وجہ سے مجازاً "نبی" بھی ہے پس اس سے زیادہ اور کیا بیان ہوگا۔"

حضور نے اپنی مندرجہ عبارت میں بھی اس امر کو واضح کر دیا ہے کہ اس امت میں آنے والے مسیح کے لئے جو نبی کا لفظ بطور مجاز اور استعارہ کے استعمال ہوا ہے وہ محض اس کے محدث ہونے کی وجہ سے ہوا ہے پس جہاں بھی حضور فرمائیں کہ میں مجازاً اور استعارۃً نبی ہوں وہاں حضور کی مراد اپنے آپ کو محدث ظاہر کرنا ہی ہوگی اس لئے حقیقۃ الوحی میں جو یہ فرمایا سمیت نبیًّا من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ کہ اللہ تعالےٰ نے میرا نام جو نبی رکھا ہے وہ مجاز کے طور پر رکھا ہے حقیقت کے طور پر نہیں رکھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضور کی مراد اس عبارت میں بھی اپنے آپ کو محدث ظاہر کرنا ہی ہے پس اس سے بھی "نزول المسیح" میں نبی کے لفظ کے استعمال کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ حقیقۃ الوحی کا حوالہ صاف طور پر بتلا رہا ہے کہ حضور نے اپنی آخری کتب میں بھی اپنے آپ کو محدث ہی ظاہر فرمایا ہے۔ اس کے ثبوت میں انشاء اللہ مزید حوالے بھی پیش کئے جائیں گے تا علماء ربوہ کا یہ مطالبہ بھی پورا ہو جائے کہ دکھلایا جائے کہ حضور نے سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد اپنے آپ کو محدث کہا ہو۔

دوسرا حوالہ

"مسلم میں اس بارہ میں حدیث بھی ہے کہ مسیح نبی اللہ ہونے کی حالت میں آئے گا۔ اب اگر مثالی طور پر مسیح یا ابن مریم کے لفظ سے کوئی اُمتی شخص مراد ہو جو محدثیت کا مرتبہ رکھتا ہو تو کوئی بھی خرابی لازم نہیں آتی کیونکہ محدث من وجہٍ نبی بھی ہوتا ہے۔ مگر وہ ایسا نبی ہے جو نبوت محمدیہ کے چراغ سے روشنی حاصل کرتا ہے اور اپنی طرف سے براہ راست نہیں بلکہ اپنے نبی کے طفیل سے علم پاتا ہے۔"
(ازالہ اوہام ص۵۶۷ تا ۵۶۸)

حضور نے اپنی مندرجہ بالا عبارات میں بھی اس امر کو واضح کر دیا ہے کہ اُمت میں آنے والے مسیح کے لئے حدیث نبوی میں جو نبی کا لفظ آیا ہے اس سے مراد محدث ہی ہے اور محدث چونکہ من وجہٍ نبی ہوتا ہے اس لئے محض من وجہٍ نبی ہونے کی وجہ سے حدیث میں اس کے لئے نبی کا لفظ استعمال ہوا ہے* اور پھر فرمایا کہ محدث ایسا نبی ہوتا ہے جو نبوت محمدیہ کے چراغ سے روشنی حاصل کرتا ہے اس سے بھی آنحضور صلعم کی حضرت موسیٰؑ پر فضیلت واضح ہو جاتی ہے۔

قاضی صاحب کے پیش کردہ دو حوالے

قاضی صاحب نے حضور کی کتاب "نزول المسیح" سے دو حوالے پیش کئے ہیں لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ دونوں حوالے ادھورے پیش کئے ہیں ذیل میں ان دونوں حوالوں کو مکمل طور پر پیش کر کے ثابت کیا جاتا ہے کہ حضور کے ان دونوں حوالوں کا وہ منشاء ہرگز نہیں جو قاضی صاحب نے ان سے نکالنے کی کوشش کی ہے۔

قاضی صاحب کا پہلا پیش کردہ ادھورا حوالہ

قاضی صاحب نے اپنی کتاب "شان مسیح موعود" کے ص۶۹ پر حضور کی مندرجہ ذیل عبارت نقل کی ہے:۔

"میں نبی اور رسول ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔"

قاضی صاحب نے حضور کی عبارت کا صرف وہ ایک حصہ نقل کیا ہے جو نبی اور رسول کے الفاظ کے استعمال کے صرف ایک پہلو کو بیان کرتا ہے اور دوسرے حصہ کو حذف کر دیا ہے جو اس کا دوسرا پہلو بیان کر رہا ہے اور یہی وہ پہلو ہے جو حقیقی معنی میں نبوت کی نفی پر دلالت کرتا ہے۔

مکمل حوالہ

مکمل حوالہ کے یہ الفاظ ہیں:۔

"میں نبی اور رسول نہیں باعتبار نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے"

قاضی صاحب نے عبارت کے اس حصہ کو ترک کر دیا ہے حالانکہ اس میں صریح الفاظ میں نبی اور رسول ہونے سے انکار کیا گیا ہے اس کے بعد کی جو عبارت قاضی صاحب نے نقل کی ہے وہ بھی درحقیقت انکار پر ہی دلالت کرتی ہے جیسا کہ ابھی حضور کے کلام سے ہی اس کو ثابت کیا جائے گا فی الحال میں حضور کی کتاب "توضیح مرام" کا ایک حوالہ پیش کرنا چاہتا ہوں جو "نزول المسیح" کی عبارتوں کا ہم آہنگ ہو تا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضور کی عبارتوں کی طرف ناسخ و منسوخ کا نظریہ منسوب کرنا بالکل غلط ہے توضیح مرام کا حوالہ مندرجہ ذیل ہے:۔

"اب ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے ہادی اور سید مولےٰ جناب ختم المرسلین نے مسیح اوّل اور مسیح ثانی میں مابہ الامتیاز قائم کرنے کے لئے صرف یہی نہیں فرمایا کہ مسیح ثانی ایک مرد مسلمان ہوگا اور شریعت قرآنی کے موافق عمل کرے گا اور مسلمانوں کی طرح صوم و صلوٰۃ وغیرہ احکام فرقانی کا پابند ہوگا اور مسلمانوں میں پیدا ہوگا اور ان کا امام ہوگا اور کوئی جداگانہ دین نہ لائے گا اور کسی جداگانہ نبوت کا دعوے نہیں کرے گا بلکہ یہ بھی ظاہر فرمایا کہ مسیح اوّل اور مسیح ثانی کے حلیہ میں بھی فرق بین ہوگا۔" (توضیح مرام ص۱۶)

اب دیکھ لیجئے کہ جداگانہ نبوت کا دعوے نہ کرنے کا اعلان اس کتاب میں بھی اسی طرح کیا ہے جس طرح "نزول المسیح" میں کیا ہے معلوم ہوا کہ کسی اُمتی کا اپنے لئے لفظ نبی اور رسول کا حضرت نبی کریم صلعم کے وجود باجود کا روحانی طور پر جزو بن جانے کی حیثیت سے استعمال کرنا اس امتی کو زمرۂ انبیاء کا فرد نہیں بنا دیتا اس کی تصدیق حضور کی مندرجہ ذیل عبارتیں بھی کر رہی ہیں چنانچہ حضور اپنی کتاب ازالہ اوہام کے ص۵۳۵ پر فرماتے ہیں:۔

"اس جگہ بڑے شبہات یہ پیش آتے ہیں کہ جس حالت میں مسیح ابن مریم اپنے نزول کے وقت کامل طور پر اُمتی ہوگا۔ تو پھر وہ باوجود امتی ہونے کے کسی طرح سے رسول نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول اور اُمتی کا مفہوم متباین ہے اور نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔ ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا جس کو دوسرے لفظوں میں محدّث بھی کہتے ہیں وہ اس تحدید سے باہر ہے کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنا فی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے جیسی جزو کل میں داخل ہوتی ہے۔"

دیکھ لیجئے کس وضاحت سے حضور فرماتے ہیں کہ اس اُمتی پر جو بباعث اتباع اور فنا فی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل قرار پاتا ہے جیسے جزو کل میں داخل ہوتی ہے گو اس پر لفظ نبی بولا جاتا ہے لیکن حقیقت میں وہ زمرہ انبیاء کا فرد نہیں ہوتا کیونکہ اپنی اصلیت اور حقیقت کے لحاظ سے وہ اُمتی محدّث ہی ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا عبارت میں یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ نبی اور اُمتی کا مفہوم متباین ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اُمتی نبی نہیں ہو سکتا اور نبی اُمتی نہیں ہو سکتا اور یہ بات حضور نے سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی فرمائی ہے دیکھو سا اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ "خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی صلعم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے" جس کے معنی صاف ہیں کہ زمرۂ انبیاء کا فرد ہونے کی حیثیت سے اب کوئی شخص آنحضور صلعم کے بعد آ ہی نہیں سکتا ہاں نبی کریم صلعم کا ظل آ سکتا ہے جس پر لفظ نبی مذکورہ بالا مفہوم میں استعمال ہو سکتا ہے گو وہ اپنی حقیقت کے لحاظ سے محدث ہی ہوتا ہے اور یہی بات "نزول المسیح" والے حوالے میں فرمائی گئی ہے نئی بات اس میں کونسی ہے یہیں تو سنہ ۱۹۰۱ء سے قبل کی کتب اور بعد کی کتب میں ہم آہنگی ہی ہم آہنگی نظر آتی ہے۔ تقلید کا چولہ اتار کر ذرہ غور اور تدبر کی ضرورت ہے۔

پھر حضور اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ ص۹۹ پر فرماتے ہیں:۔

"اور ضرور تھا کہ جیسا کہ تکمیل ہدایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ہوئی ایسا ہی تکمیل اشاعت ہدایت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہو۔ کیونکہ یہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبی کام تھے لیکن سنت اللہ کے لحاظ سے اس قدر خلود آپ کے لئے غیر ممکن تھا کہ آپ اس آخری زمانہ کو پاتے اور نیز ایسا خلود شرک کے پھیلنے کا ایک ذریعہ تھا۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خدمت منصبی کو ایک ایسے اُمتی کے ہاتھ سے پورا کیا کہ جو اپنی خو اور روحانیت کے رو سے گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کا ایک ٹکڑا تھا یا یوں کہو کہ وہی تھا"

* پس من وجہ نبی ہونے کی وجہ سے حدیث کے استعمال کی طرح حضور اپنے لئے نبی کا لفظ استعمال کریں تو اس سے حضور زمرۂ انبیاء میں داخل نہیں ہو جاتے بلکہ بدستور محدثین میں ہی شامل رہیں گے۔

[illegible]

محمد حسین بٹالوی اور عبداللہ چکڑالوی کے [illegible] پر ریویو

مندرجہ بالا عبارت میں حضورؑ نے اپنے آپ کو صریح الفاظ میں اپنی خو اور روحانیت کی رو سے آنحضرت صلعم کے وجود کا ایک ٹکڑا قرار دیا ہے بلکہ یہاں تک فرما دیا کہ "یوں کہو کہ وہی تھا" آیت وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ کا بھی یہی مفہوم ہے اور قرآن کریم کے الفاظ "وفیکم رسولہ" بھی بالصراحت اسی پر دلالت کرتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ کے ہاتھ میں کسریٰ و قیصر کے خزانوں کی چابیاں حضرت نبی کریم صلعم کے روحانی وجود کے ٹکڑا ہونے کی حیثیت سے ہی آئی تھیں حالانکہ کشف میں وہ چابیاں حضرت نبی کریم صلعم کو دی گئی تھیں۔

پھر حضور اپنی کتاب "ایام صلح" کے صفحہ ۱۶۴ پر فرماتے ہیں:-

"صوفیوں کا مذہب ہے کہ جب تک انسان ایمان اور اعمال اور اخلاق میں انبیاء علیہم السلام سے ایسی مشابہت پیدا نہ کرے کہ خود وہی ہو جائے تب تک اس کا ایمان کامل نہیں ہوتا اور نہ مرد صالح ہو سکتا ہے"۔

کتاب نزول المسیح کا مکمل حوالہ

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ قاضی صاحب نے کتاب نزول المسیح سے دوسرا حوالہ بھی ادھورا ہی پیش کیا ہے "نزول المسیح" کا یہ حوالہ قریباً کتاب کے تین صفحوں پر پھیلا ہوا ہے لیکن قاضی صاحب نے اس میں سے صرف ایک فقرہ نقل کر کے اپنے قارئین کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی ہے بہرحال میں مجبور ہوں کہ احباب کرام کو حضور کے اصل منشاء سے آگاہ کرنے کے لئے مکمل حوالہ نقل کر دوں تا احباب کرام پر واضح ہو جائے کہ کس دیدہ دلیری سے حضور کے اصل منشاء کو بگاڑ کر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اگرچہ حوالہ لمبا ہے لیکن قارئین کرام کو اصل حقیقت سے واقف کرنے کے لئے اس کو نقل کئے بغیر چارہ بھی نہیں۔ یہ مکمل حوالہ ص۲ سے شروع ہو کر ص۴ پر ختم ہوتا ہے جو حسب ذیل ہے:-

"وہ (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ یعنے خدا نے ابتداء سے لکھ چھوڑا ہے اور اپنا قانون اور اپنی سنت قرار دے دیا ہے۔ کہ وہ اور اس کے رسول ہمیشہ غالب رہیں گے (اسی آیت کو حضورؑ نے ۱۹۰۱ء سے قبل بھی اپنے اوپر چسپاں کیا ہے دیکھو مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۵ صفحہ ۹ ۔ ناقل) پس چونکہ میں اس کا رسول یعنے فرستادہ ہوں (لفظ رسول کی تشریح لفظ فرستادہ سے کر کے حضور نے وضاحت سے فرما دیا ہے کہ حضور ۱۹۰۱ء کے بعد بھی اسی طرح اپنے آپ کو اسلامی اصطلاح کے خلاف محض لغوی معنی میں ہی نبی قرار دیتے ہیں جیسا کہ ۱۹۰۱ء سے قبل اربعین نمبر ۲ حاشیہ صفحہ ۱۸ پر اس کی وضاحت فرمائی ہوئی ہے۔ ناقل) مگر بغیر کسی نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے بلکہ اسی نبی کریم خاتم الانبیاء کا نام پا کر اور اسی میں ہو کر اور اسی کا مظہر بن کر آیا ہوں (یہی بات اپنی سب سے پہلی کتاب توضیح مرام میں فرمائی ہے۔ ناقل) اسی لئے میں کہتا ہوں کہ جیسا کہ قدیم سے یعنے آدمؑ کے زمانے سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ہمیشہ مفہوم اس آیت کا سچا نکلتا آیا ہے ایسا ہی اب بھی میرے حق میں سچا نکلے گا۔"

مندرجہ بالا حقیقت کی وضاحت حضور حاشیہ میں فرماتے ہیں:-

"یہ قول اس حدیث کے مطابق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آنے والا مہدی اور مسیح موعود میرا اسم پائے گا۔ اور کوئی نیا اسم نہیں لائے گا یعنی اسی کی طرف سے کوئی نیا دعوےٰ نبوت اور رسالت کا نہیں ہوگا (دیکھئے توضیح مرام والے قول کو ہی دہراتے چلے جاتے ہیں۔ ناقل) بلکہ جیسا کہ ابتداء سے قرار پا چکا ہے وہ محمدی نبوت کی چادر کو ہی ظلی طور پر اپنے پر لے گا اور اپنی زندگی اسی کے نام پر ظاہر کرے گا اور مر کر بھی اسی کی قبر میں جائے گا۔ تا یہ خیال نہ ہو کہ کوئی علیحدہ وجود ہے یا علیحدہ رسول آیا۔ بلکہ بروزی طور پر وہی آیا جو خاتم الانبیاء تھا (اس امر کو بیان کرنے کے لئے کہ حضرت نبی کریم صلعم ہی دوبارہ تشریف لائے ہیں اس سے بڑھ کر کیا وضاحت ہو سکتی ہے اور انبیاء کے دوبارہ آنے کی حقیقت حضور اس شعر میں بیان فرما چکے ہیں ~

انبیاء و اولیاء جلوہ دہند۔ ہر زمان آیند در رنگ دگر

اس سے ثابت ہوا کہ حضور اپنے آپ کو زمرہ انبیاء کا ہی فرد بتلا رہے ہیں اگر بروزی نبی کو حقیقی نبی مانتے ہو تو پھر تو تمہیں حضور کو خاتم الانبیاء بھی تسلیم کرنا پڑے گا کیونکہ حضور نے صاف الفاظ میں اپنے متعلق لکھا ہے وہی آیا جو خاتم الانبیاء تھا۔) مگر ظلی طور پر اسی راز کے لئے کہا گیا کہ مسیح موعود آنحضرت صلعم کی قبر میں دفن کیا جائیگا کیونکہ رنگ دوئی اس میں نہیں آیا پھر کیونکر علیحدہ قبر میں تصور کیا جائے۔ دنیا اس نکتہ کو نہیں پہچانتی اگر اہل دنیا اس بات کو جانتے کہ اس کے کیا معنے ہیں کہ اسمہ کاسمی و یدفن معی فی قبری تو وہ شوخیاں نہ کرتے۔ اور ایمان لاتے اس نکتہ کو یاد رکھو کہ میں رسول اور نبی نہیں ہوں یعنے باعتبار نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے اور میں رسول اور نبی ہوں یعنے باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے اگر میں کوئی علیحدہ شخص نبوت کا دعوےٰ کرنے والا ہوتا تو خدا تعالیٰ میرا نام محمد اور احمد اور مصطفےٰ اور مجتبےٰ نہ رکھتا۔ اور نہ خاتم الانبیاء کی طرح خاتم الاولیاء کا مجھ کو خطاب دیا جاتا بلکہ میں کسی علیحدہ نام سے آتا (مذکورہ بالا حقیقت کو مزید وضاحت سے بیان کرتے ہوئے صاف الفاظ میں فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلعم اگر خاتم الانبیاء ہیں تو میں بحیثیت بروز ہونے کے خاتم الاولیاء ہوں کیا یہ اسی حقیقت کا اظہار نہیں جو حضور اپنی ۱۹۰۱ء سے قبل کی کتاب کرامات الصادقین میں ان الفاظ میں فرما چکے ہیں (النبی کالاصل والولی کالظل) اس سے آپ پر ظل کی حقیقت بھی واضح ہو جانی چاہیئے۔) (دیکھئے کہ جس طرح ۱۹۰۱ء سے قبل کی کتب میں اپنے آپ کو حضرت نبی کریم صلعم کے وجود کا ٹکڑا بتلایا ہے یہاں بھی اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے کیا ناسخ منسوخ کا جھگڑا اسی سے طے نہیں پا جاتا ظل کا اپنے اصل سے الگ نہ ہونے کا مضمون پہلی کتب میں بھی اسی طرح موجود ہے جس طرح اس کتاب میں مذکور ہے۔) لیکن خدا تعالیٰ نے ہر ایک بات میں وجود محمدی میں مجھے داخل کر دیا۔ یہاں تک کہ یہ بھی نہ چاہا کہ یہ کہا جائے کہ میرا کوئی الگ نام ہو یا کوئی الگ قبر ہو کیونکہ ظل اپنے اصل سے الگ ہو ہی نہیں سکتا اور ایسا کیوں کیا گیا اس میں راز یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ آنحضرت صلعم کو اس نے خاتم الانبیاء ٹھہرایا ہے اور پھر دونوں سلسلوں کا تقابل پورا کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ موسوی مسیح کے مقابل پر محمدی مسیح بھی شان نبوت کے ساتھ آئے تا اس نبوت عالیہ کی کسر شان نہ ہو اس لئے خدا تعالیٰ نے میرے وجود کو ایک کامل ظلیت کے ساتھ پیدا کیا اور ظلی طور پر نبوت محمدی اس میں رکھ دی تا ایک معنی سے مجھ پر نبی اللہ کا لفظ صادق آئے اور دوسرے معنوں سے ختم نبوت محفوظ رہے"

(حضور کی مندرجہ بالا عبارات میں کیا مسیح کے شان نبوت کے ساتھ آنے کا مفہوم واضح نہیں ہو جاتا کیا حضورؑ کے یہ الفاظ:-

"اس لئے خدا تعالیٰ نے میرے وجود کو ایک کامل ظلیت کے ساتھ پیدا کیا اور ظلی طور پر نبوت محمدی اس میں رکھ دی تا ایک معنی سے مجھ پر نبی اللہ کا لفظ صادق آئے اور دوسرے معنی سے ختم نبوت محفوظ رہے"

کیا اس سے دو باتیں واضح نہیں ہو جاتیں ایک تو یہ کہ ظلی نبوت جس امتی کے وجود میں رکھی جاتی ہے وہ زمرۂ اولیاء کا فرد ہوتا ہے جیسا کہ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے دوسرے یہ کہ [illegible] کا نام حاصل کرنے کا اظہار ہی مقصود ہے۔ ظاہر ہے کہ ختم نبوت تبھی محفوظ رہ سکتی ہے جب آنحضور صلعم بروزی رنگ میں کسی ولی اللہ کے وجود میں ظاہر ہوں ورنہ ختم نبوت باطل ہو جائیگی [illegible] چنانچہ قرآن شریف اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے

اور فرماتا ہے اھدنا الصراط المستقیم
صراط الذین انعمت علیھم غیر
المغضوب علیھم ولا الضالین
پس یہ آیت صاف کہہ رہی ہے کہ اُمّت کے
بعض افراد کو گذشتہ نبیوں کا کمال دیا جائیگا"

(کیا حضور کا یہ فرمانا کہ اُمّت کے بعض افراد کو نبیوں کا کمال دیا جائے گا بالکل اس حدیث کے مطابق نہیں علماء اُمّتی کانبیاء بنی اسرائیل کیا اُمّت کے تمام مجددین اور محدثین گذشتہ نبیوں کے کمالات کے وارث نہیں تھے ان جیسے ہر زمرہ میں اس زمرہ کے انتہائی کمالات حاصل کرنے والا بھی ایک شخص ضرور ہوتا ہے اسی طرح زمرہ اولیاء و مجددین و محدثین میں حضرت مسیح موعودؑ گذشتہ نبیوں کے کمالات کا کامل نمونہ تھے انتہائی کمالات کو حاصل کرنے کے نتیجہ میں جنس نہیں بدل سکتی) اور اسی لئے حضور نے آگے فرمایا: —

"اور ایسا ہی نبیوں کا کامل نمونہ بھی ظاہر ہوگا"

(اور وہ کامل نمونہ حضرت مسیح موعودؑ ہی تھے۔ ناقل) اس کے بعد ذیل کے الفاظ میں مزید وضاحت فرمادی ہے فرماتے ہیں:

"اور مجھے اسی خاتم الخلفاء کا نام باعتبار ظہور بیّن صفات محمدیہ کے محمد اور احمد رکھا گیا اور مستعار طور پر رسول اور نبی کہا گیا اور اسی کو آدم سے لے کر آخر تک تمام انبیاء کے نام دیئے گئے تا وعدہ رجعت پورا ہوجائے"

(حضورؑ کے وجود میں صفاتِ محمدیہ کے ظہور بیّن کے الفاظ پر غور کریں نیز اس بات پر بھی غور کریں کہ حضور نے کیسا صاف لکھا ہے کہ حضور کے لئے جو الفاظ رسول اور نبی استعمال ہوئے ہیں وہ استعارہ کے طور پر استعمال ہوئے ہیں اور یہ میں پہلے ثابت کر آیا ہوں کہ حضور جب نبی اور رسول کے ساتھ استعارہ کا لفظ لگا دیتے ہیں تو اس سے مراد حضور کی زمرۂ انبیاء کا نہیں بلکہ زمرۂ اولیا کا ہی فرد ہوتا ہے)

آئینہ کی حقیقت

مندرجہ بالا حوالہ میں حضور نے اپنے متعلق مندرجہ ذیل الفاظ بھی استعمال فرمائے ہیں:-

"اور میں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے"

یہ الفاظ حضور نے نبوت کے انکار کے بعد فرمائے ہیں اوّل تو اسی سے واضح ہوجاتا ہے کہ حضور کی مراد نبوت سے حقیقی نبوت نہیں بلکہ وہی مجازی نبوت مراد ہے جو دوسرے لفظوں میں ولایت کہلاتی ہے۔ پھر انعکاس کا لفظ بھی اسی حقیقت کو واضح کر رہا ہے اور سب سے آخر حضورؑ کا اپنے آپ کو آئینہ قرار دینا بھی اسی حقیقت پر کامل روشنی ڈال رہا ہے ہر شخص جانتا ہے کہ آئینہ اپنی ذات میں صرف اتنی ہی صلاحیت رکھتا ہے کہ کسی شے کا عکس لے کر اس کی موجودگی بتلادے اس میں یہ صلاحیت ہرگز نہیں ہوتی کہ وہ خود وہ شے بن جائے جس کی موجودگی کا وہ اس کے عکس کے ذریعہ پتہ دے رہا ہے حضرت اقدس کا اپنے آپ کو آئینہ قرار دینا اس کے معنے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ حضور نے مجاہدات اور کامل اتباع کے ذریعہ اپنے قلب کو اس قدر صیقل کیا ہے کہ اس میں حضرت نبی کریمؐ کی روحانی شکل اور آنحضرت صلعم کی نبوت کا عکس پڑنے لگ پڑا ہے تا حضور کے قلب کو آئینہ سے مشابہت پیدا ہوجائے اس سے حضرت نبی کریم صلعم کی نبوت کا وجود تو بالبداہت ثابت ہوجاتا ہے، لیکن حضرت مسیح موعودؑ کا نبی ہونا ثابت نہیں ہوسکتا کیونکہ آئینہ دوسری چیز کے وجود کو ہی صرف ثابت کرتا ہے خود وہ چیز نہیں بن جاتا اور بروز کی بھی وہی حقیقت ہے جو آئینہ کی حقیقت ہے کیونکہ بروز کے معنے بھی ظاہر ہونے کے ہیں پس جس اُمتی کے ذریعہ حضرت نبی کریم صلعم کی نبوت ظاہر ہوگی وہ آنحضرت صلعم کا بروز ہوگا ایسے بروز اس اُمّت میں ہزاروں ہوئے ہیں لیکن حضرت مسیح موعود کا امتیاز صرف اتنا ہی ہے کہ آپ دیگر بروزوں کے بالمقابل کامل ترین بروز ہیں کاش علماء ربوہ آئینہ کی اس حقیقت پر غور کریں۔

چنانچہ حضور کی ذیل کی عبارت جو حضور کی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۲۲۷ پر درج ہے، مندرجہ بالا حقیقت کی مزید وضاحت کر رہی ہے فرماتے ہیں:-

"ابتداء زمانہ سے خبریں ایک قصّہ کے رنگ میں ہوجاتی ہیں ہر ایک نئی صدی آتی ہے تو گویا ایک نئی دنیا شروع ہوتی ہے اس لئے اسلام کا خدا جو سچا خدا ہے ہر ایک نئی دنیا کے لئے نئے نشان دکھلاتا ہے اور ہر ایک صدی کے سر پر اور خاصکر ایسی صدی کے سر پر جو ایمان اور دیانت سے دُور پڑگئی ہے اور بہت سی تاریکیاں اپنے اندر رکھتی ہے ایک قائم مقام نبی کا پیدا کر دیتا ہے جس کے آئینہ فطرت میں نبی کی شکل ظاہر ہوتی ہے اور وہ قائم مقام نبی متبوع کے کمالات کو اپنے وجود کے توسط سے لوگوں کو دکھلاتا ہے"

دیکھئے کس صفائی سے فرمایا ہے کہ اُمّتی جب اپنی فطرت کو صاف کرتے کرتے آئینہ کی طرح بنالیتا ہے تو اس کے آئینہ فطرت میں حضرت نبی کریم صلعم کی شکل ظاہر ہوتی ہے، اس صفائی کے نتیجہ میں وہ اُمتی اپنے متبوع نبی کے کمالات کو اپنے وجود میں حاصل کرکے ان کو اپنے وجود کے توسط سے دنیا پر ظاہر کرتا ہے جیسا کہ بتلایا جاچکا ہے بروز اسی کا نام ہے گویا وہ زبانِ حال سے بھی اور زبانِ قال سے بھی بانگ دہل یہ اعلان کر رہا ہوتا ہے کہ اے دنیا والو دیکھو تو کہ میرا نبی کس قدر انتہائی کمالات نبوت کا مالک ہے کہ جبکہ دوسرے تمام انبیاء اپنے کمالات کی تاثیریں دکھلانے سے عاجز آچکے ہیں میرا یہ نبی اپنے ان خاص کمالات کی تاثیروں کے ذریعہ اپنے اُمتی کو قرب الٰہی کے اس بلند مرتبہ تک پہنچا رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے یقینی مکالمہ مخاطبہ سے مشرف ہو رہا ہے جس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہیں کہ صرف یہی رسول زندہ رسول ہے جس کے فیوض کے چشمے قیامت تک جاری ہیں۔ اللھم صلّ علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد وبارک وسلم۔

کیا اس سے صاف ثابت نہیں ہوتا کہ جہاں تک حضرت مسیح موعودؑ کے مقام اور حضورؑ کی شان کا تعلق ہے اُس کے متعلق حضور کے سنہ ۱۹۰۱ء سے قبل اور ۱۹۰۱ء کے بعد کے بیانات میں قطعاً کسی قسم کی کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی دونوں زمانوں میں حضور کا ایک ہی موقف رہا ہے۔

خلاصہ کلام

قاضی صاحب نے حضورؑ کی کتاب نزول المسیح سے شانِ نبوت کے لفظ سے حضور کو زمرہ انبیاء کا فرد ثابت کرنے کے لئے کوشش کی ہے قاضی صاحب کی اس غلطی کو مندرجہ ذیل دلائل سے واضح کیا گیا ہے:-

اوّل:- ۱۸۹۱ء میں ہی حضور نے تحریر فرمایا ہے کہ اُمّت میں آنے والے مسیح میں شانِ نبوت نمایاں ہوگی۔

دوم:- اس سے بھی بڑھ کر توضیح مرام میں جو دعوئے مسیحیت کے ساتھ ہی شائع ہوئی صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ آنے والا مسیح محدث ہونے کی وجہ سے من وجہ نبی ہی ہوگا۔ اور پھر محدث میں پائی جانے والی تمام صفات کا ذکر کرنے کے بعد بالوضاحت لکھا کہ "نبوت کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں۔

سوم:- فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلعم کی حضرت موسےٰ پر برتری ثابت کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ آنحضور کی اُمّت کے محدثین من وجہ نبی ہوں اور ان میں نبوت محمدیہ جلوہ گر ہو۔

چہارم:- من وجہ نبی ہونے سے ہی دونوں سلسلوں کا تقابل پورا ہوجاتا ہے۔

پنجم:- حضرت مسیح موعودؑ اور دیگر محدثین امت کی جنس نبوت ایک ہی ہے یعنی سب میں نبوت محمدیہ ہی جلوہ گر ہے۔

ششم:- اُمت کے تمام سابق محدثین بھی نبی کہلانے کے مستحق تھے مگر ایک خاص مصلحت کو کسی دوسری مصلحت کے ماتحت نبی کا نام دیا گیا بحث صرف نبی کا نام دینے یا نہ دینے کے متعلق ہے۔

ہفتم:- حدیث پر نبی کا لفظ مجازاً و استعارۃً اور محض لغوی معنی میں بولا جاتا ہے اور جس پر مجازاً اور استعارہ کے طور پر یہ لفظ بولا جائے وہ زمرہ انبیاء کا نہیں بلکہ زمرہ اولیاء کا فرد ہوتا ہے وہ صرف وحی ولایت یعنی مکالمات الٰہیہ سے ہی مشرف کیا جاتا ہے وحی نبوت اس پر نازل نہیں ہوتی خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت بالکل بند ہے صرف وحی ولایت جاری ہے۔

ہشتم:- حدیث نبوی میں آنے والے مسیح کے لئے جو نبی کا لفظ آیا ہے وہ محض لغوی معنی میں اور بطور مجاز و استعارہ ہی استعمال ہوا ہے اور وہ بھی ظلّی طور پر۔

نہم:- نزول المسیح میں شانِ نبوت سے مراد من وجہ شانِ نبوت ہے جو نبیوں میں نہیں بلکہ محدثوں میں ہی پائی جاتی ہے۔

قارئین پیغام صلح کی خدمت میں عید مبارک

جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

جماعت احمدیہ میں تفرقہ کے اصل اسباب

نظامِ انجمن یا مطلق آمریت (غیر مسئول قیادت)؟

"انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے" (الوصیۃ)

"میرے بعد ہر ایک امر میں اس انجمن کا اجتہاد کافی ہے" (تحریر حضرت مسیح موعودؑ)

ع اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

آئندہ کا مؤرخ جب جماعت احمدیہ کی تاریخ پر قلم اٹھائے گا تو اس کے سامنے سب سے اہم سوال یہ ہوگا کہ ۱۹۱۴ء میں اس جماعت میں تفرقہ کے کیا اسباب ہوئے؟

دونوں جماعتوں کے مابین معتقدات کے اختلاف پر کثیر لٹریچر شائع ہو چکا ہے حالانکہ تفرقہ کا اصل و بنیادی سبب اعتقادات کا اختلاف نہ تھا بلکہ یہ کہنا صحیح ہے کہ تفرقہ پیدا کرنے کے لئے معتقدات میں اختلاف کھڑا کیا گیا۔ مگر اصل سبب پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ اس لئے ضروری معلوم دیتا ہے کہ واقعات کی روشنی میں تفرقہ کے اسباب کے موضوع پر کچھ بیان کیا جائے۔ عام طور پر یہ بھی غلط فہمی پھیل گئی ہے کہ اختلافات ۱۹۱۴ء یا اس کے قریب پیدا ہوئے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے آخری ایام زندگی میں ہی بنیادی اختلاف پیدا ہو چکا تھا۔

صدر انجمن احمدیہ کا قیام اور اس کا صحیح مقام

۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعودؑ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے متواتر وحی سے آپ کی وفات کا زمانہ قریب بتلایا گیا تو اس پر آپ نے خدائی منشاء کے مطابق رسالہ الوصیت تحریر فرمایا جس میں اشاعتِ دین کے لئے اس انتظام کو تجویز کیا جو آپ کی وفات کے بعد جماعت میں قائم ہونا چاہیئے۔ چنانچہ آپ اس میں یوں تحریر فرماتے ہیں:—

اعلائے کلمۃ الاسلام بذریعہ اہل علم انجمن

"بالفعل یہ چندہ اخویم مکرم مولوی نورالدین صاحب کے پاس آنا چاہیئے لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یہ سلسلہ ہم سب کی موت کے بعد بھی جاری رہے گا۔ اس صورت میں ایک انجمن چاہیئے کہ ایسی آمدنی کا روپیہ جو وقتاً فوقتاً جمع ہوتا رہے گا اعلائے کلمہ اسلام اور اشاعت توحید میں جس طرح مناسب سمجھیں خرچ کریں...... ...... یہ مالی آمدنی ایک بادیانت اور اہلِ علم انجمن کے سپرد رہے گی اور وہ باہمی مشورہ سے ترقی اسلام اور اشاعتِ علم قرآن و کتبِ دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لئے حسب ہدایت مذکورہ بالا خرچ کریں گے۔ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس سلسلہ کو ترقی دے گا............ مجھے اس بات کا غم نہیں کہ یہ اموال جمع کیونکر ہوں گے اور ایسی جماعت کیونکر پیدا ہوگی جو ایمانداری کے جوش سے یہ مردانہ کام دکھلائے۔ بلکہ مجھے یہ فکر ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعد وہ لوگ جن کے سپرد یہ اموال کئے جائیں وہ کثرت مال کو دیکھ کر ٹھوکر نہ کھائیں اور دنیا سے پیار نہ کریں"

چند روز بعد حضرت اقدسؑ نے اس انجمن کے لئے قواعد و ضوابط شائع فرمائے جن کا نام ضمیمہ الوصیت رکھا اس میں کم و بیش چوبیس مرتبہ لفظ انجمن تحریر فرمایا چنانچہ ان قواعد میں سے چند اہم نقل کئے جاتے ہیں—

صدر انجمن کے اختیارات

(۹) "انجمن جس کے ہاتھ میں ایسا روپیہ ہوگا اس کو اختیار نہیں ہوگا کہ بجز اغراض سلسلہ احمدیہ کے کسی اور جگہ وہ روپیہ خرچ کرے اور ان اغراض میں سے سب سے مقدم اشاعت اسلام ہوگی......

(۱۰) انجمن کے تمام ممبر ایسے ہوں گے جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوں اور پارسا طبع و دیانتدار ہوں۔ اگر آئندہ کسی کی نسبت یہ محسوس ہوگا کہ وہ پارسا طبع نہیں ہے یا کہ وہ دیانتدار نہیں یا یہ کہ وہ ایک چالباز ہے اور دنیا کی ملونی اپنے اندر رکھتا ہے۔ تو انجمن کا فرض ہوگا کہ بلاتوقف ایسے شخص کو اپنی انجمن سے خارج کرے اور اس کی جگہ اور مقرر کرے۔

(۱۳) "چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔

(۱۴) "جائز ہوگا کہ اس انجمن کی تائید اور نصرت کے لئے دور دراز ملکوں میں اور انجمنیں ہوں۔

(۱۶) "انجمن میں کم سے کم ہمیشہ دو ممبر ایسے چاہئیں جو علم قرآن اور حدیث سے بخوبی واقف ہوں اور تحصیل علم عربی رکھتے ہوں اور سلسلہ احمدیہ کی کتابوں کو یاد رکھتے ہوں"۔

قوم کے اموال قوم یعنی انجمن کے سپرد کئے

اس ضمیمہ الوصیت کو حضرت اقدسؑ ان الفاظ میں ختم فرماتے ہیں:—

"میں نہیں چاہتا کہ تم سے کوئی مال لوں اور اپنے قبضہ میں کر لوں بلکہ تم اشاعت دین کے لئے ایک انجمن کے حوالہ اپنا مال کرو گے۔ اور بہشتی زندگی پاؤ گے بہتیرے ہیں کہ وہ دنیا سے محبت کر کے میرے حکم کو ٹال دیں گے مگر بہت جلد دنیا سے جدا کئے جائیں گے تب آخری وقت میں یہ کہیں گے ھذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون"

(الراقم مرزا غلام احمد خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود - ۶ر جنوری ۱۹۰۶ء)

ان اقتباسات کو جو کوئی پڑھے گا اس پر واضح ہو جائے گا کہ تحریک اشاعت اسلام کے لئے حضرت اقدس نے اپنے بعد انجمن کا جمہوری نظام قائم کیا۔ چنانچہ مذکورہ بالا تحریروں سے ظاہر ہے کہ جماعت احمدیہ سے حاصل شدہ اموال ایک بادیانت اہلِ علم انجمن کے سپرد رہیں گے اور وہ باہمی مشورہ سے ترقی اسلام اشاعتِ قرآن وغیرہ میں خرچ کرے گی اور ضمیمہ الوصیت میں اس انجمن کے ممبروں کی صفات اور ان کے اختیارات کو بھی بیان فرما دیا۔ نہ صرف مرکزی انجمن کی تشکیل کی بلکہ اس کے ماتحت دوسرے ممالک میں ماتحت انجمنوں کے قیام کی تجویز بھی کی۔ نیز انجمن کا تعلق مامور من اللہ سے ان الفاظ میں واضح کر دیا:—

"چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے اس انجمن کو دنیاداروں کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں"۔

ضمیمہ الوصیت کے آخری الفاظ قابل غور ہیں کہ میں نہیں چاہتا کہ تم سے کوئی مال لوں اور اپنے قبضہ میں کروں بلکہ تم اشاعتِ دین کے لئے ایک انجمن کے حوالہ اپنا مال کرو گے۔ نہ صرف اپنے بعد اموال کو انجمن کے حوالہ کرنے کو فرمایا بلکہ خود اپنے بارہ میں بھی یہی قانون قبول فرمایا کہ میں خود بھی تمہارے اموال کو قبضہ میں نہیں لینا چاہتا۔ بلکہ یہ انجمن کے سپرد ہوں گے چنانچہ اس کے جلد بعد ہی آپ نے وہ انجمن تشکیل کر دی اس کے چودہ ممبر منتخب کر دیئے اور اپنے ہاتھ سے اموال اور دیگر انتظام ان کے حوالہ کر دیئے اور یہ انجمن آپ کی زندگی کے آخری اڑھائی سال کام کرتی رہی۔

اسلامی شوریٰ کے اصول کا احیاء

اموال و انتظام سلسلہ کو اپنے بعد کسی شخص واحد کے تصرف و قبضہ میں نہیں دیا بلکہ اس کے برعکس اپنی زندگی میں

ہی ایک جمہوری نظامِ انجمن مشتمل بر چودہ منتخب ممبران قائم کر کے ان کے سپرد جماعت کا سارا کاروبار کر دیا۔

جو شخص انتہائی اخلاص اور بے نفسی کے باعث اموال کو اپنے ذاتی قبضہ میں لانا پسند نہیں کرتا وہ بھلا اپنے بعد اپنی اولاد کے لئے کب یہ بات گوارا کرے گا کہ وہ اس پر قابض ہوں؟ اس طرح حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی زندگی میں جمہوری نظام کو اپنے ہاتھوں سے قائم کر کے اس کے سپرد اموال کر کے مشائخ اور پیروں کے لئے یہ ایک اعلیٰ ترین نمونہ آپ نے قائم کر دکھلایا کہ ان کے لئے مشعلِ راہ ہو اور جہاں دیگر اسلامی اصولوں کا احیاء فرمایا وہاں اسلامی شوریٰ کے اصول کو بھی زندہ کر دکھلایا۔

عملہ اور دیگر انتظام انجمن کے سپرد کر دیا اور اسی زمانہ

صدر انجمن احمدیہ کا طریق کار

ایک شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ چودہ ممبروں کی ایک انجمن کے حوالے جماعت کے اموال و دیگر معاملات سپرد کرنے کے لازماً یہ معنی نہیں کہ وہ انجمن کسی کے ماتحت نہ ہو۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ مشورہ دینے کے لئے قائم کی گئی ہو مگر اصل منشاء یہ ہو کہ خلیفہ یا امیر جماعت کے ماتحت انجمن کام کرے لیکن اس بارہ میں بھی ادنیٰ ابہام باقی نہ رہا جب ایک پیش آمدہ معاملہ میں جناب میر ناصر نواب صاحب نے بجائے انجمن کے فیصلہ کے اپنی رائے کے مطابق عمل کرانا چاہا اور یہ معاملہ حضرت اقدسؑ کے پیش ہوا تو اس وقت حضرت مسیح موعودؑ نے انجمن کے طریق کار کا فیصلہ اور بھی واضح الفاظ میں یوں فرما دیا:۔

> "میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہئے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہئے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہئے اور وہی قطعی ہونا چاہئے لیکن اس قدر میں زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھے محض اطلاع دی جائے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشاء میرے ہرگز نہیں کرے گی لیکن یہ صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے کہ شاید ایسا امر ہو کہ خدا تعالیٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو اور یہ صورت صرف میری زندگی تک ہے اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا
> والسلام مرزا غلام احمد عفی عنہ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۰۷ء"

اب اس تحریر سے جس کا فوٹو شائع کیا جا چکا ہے اور جو مامور من اللہ مسیح موعودؑ کے اپنے قلم سے ہے کچھ بھی شک و شبہ باقی نہ رہ گیا کہ جماعت احمدیہ کا مالی و دیگر انتظام خود حضرت مسیح موعودؑ نے کلیتہً صدر انجمن احمدیہ کے سپرد کر دیا تھا۔ پھر جب ایک شخص نے (میر ناصر نواب صاحب) اس کے خلاف کرانا چاہا تو فیصلہ ان کے برخلاف اور انجمن کے حق میں دے کر کثرت رائے یا اسلامی شوریٰ کے طریق کار کو رائج فرمایا جس میں خود اپنے متعلق جو استثناء رکھی وہ بھی صرف دینی امور میں اور اس سے کہ شاید خدا تعالیٰ کا کوئی خاص منشاء اس بارہ میں ہو۔ پھر یہ آخری الفاظ کہ "یہ صرف میری زندگی تک ہے اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا" کسی ادنیٰ شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہنے دیتے کہ آپ کے بعد جماعت کا نظام جمہوری طریق یعنی صدر انجمن احمدیہ کی کثرت رائے کے مطابق چلانا مامور من اللہ کی وصیت تھی۔ اگر آپ کے نزدیک انجمن نے کسی امیر یا خلیفہ کے ماتحت کام کرنا تھا تو جہاں ایک رنگ کا استثناء اپنے لئے رکھا تھا کیا یہ لازم نہ تھا کہ وہاں اپنے بعد بھی اسی قسم کا استثناء امیر یا خلیفہ کے لئے رکھ دیتے؟

جس طرح الوصیت میں یہ الفاظ فرمائے کہ ایک بادیانت و اہل علم انجمن باہمی مشورہ سے ترقی اسلام و اشاعتِ علم قرآن کے مقاصد بجا لائے ٹھیک اسی کے مطابق ۲۷ر اکتوبر ۱۹۰۷ء کی تحریر میں انجمن کو یہ منشولہ آزادی و عمل عطا کیا کہ اس انجمن کے فیصلے کثرت رائے سے طے پائیں اور تمام ایسے فیصلے صحیح سمجھے جانے چاہئیں اور قطعی ہونے چاہئیں اور اس انجمن کا ایسا اجتہاد ہر ایک امر میں کافی اور قابل قبول ہوگا۔

اختلاف کی اصل بناء انجمن کا وجود ہوا

واقعات سے یہ امر ثابت ہے کہ جب سے حضرت اقدسؑ نے انجمن کی بنیاد ڈالی تب سے ہی میاں محمود احمد صاحب اس انجمن کے مخالف و دشمن ہو گئے تھے کیونکہ جیسے کہ آگے چل کر واقعات سے ثابت ہو جائے گا آپ نے اپنے خلیفہ بننے کے لئے پوری سعی کی نیز آپ کو کسی طرح یہ منظور نہ تھا کہ اموال و انتظام سلسلہ انجمن کے قبضہ میں رہیں بلکہ آپ ایک مطلق العنان اور مطاع الکل قائم بننے کے خواہاں تھے۔ ایک طرف حضرت اقدسؑ نے جمہوری نظام صدر انجمن احمدیہ کی شکل میں قائم کر کے اسے تمام اختیارات سونپ دیئے تھے دوسری طرف میاں محمود احمد صاحب کی آرزوئیں ٹھیٹھ آمریت کی تھیں۔ ان میں باہمی مطابقت و مفاہمت کی قطعاً کوئی گنجائش نہ تھی اس لئے انجمن کے وجود میں آجانے کے دن سے ہی میاں صاحب اس کے مخالف اور راستہ توڑنے کی فکر میں لگ گئے تھے اس مقصد کو انہوں نے کئی مرحلوں میں طے کیا اس کا مفصل ذکر تو آگے آئے گا۔ البتہ اس قدر یہاں بیان کر دینا ضروری ہے کہ میر ناصر نواب صاحب نانا جان میاں محمود احمد صاحب کا حضرت اقدسؑ کی زندگی میں ہی انجمن سے الجھ جانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ ان کی خواہش یہ تھی کہ ممکن طور پر حضرت اقدسؑ اس معاملہ میں انجمن کے فیصلہ کو ایک طرف اور اپنے خاندان کے فرد کو دوسری طرف دیکھ کر مؤخر الذکر کے حق میں فیصلہ دیدیں تو اس طرح انجمن کے برخلاف آپ کے خاندان کے حق میں ایک دلیل آجائے گی مگر افسوس کہ یہ مراد پوری نہ آئی بلکہ حضرت مسیح موعودؑ نے ایسا دو ٹوک فیصلہ انجمن کے حق میں دے دیا جس سے آپ کے بعد تمام معاملات میں اس کے پورا پورا بااختیار ہونے کا قطعی و حتمی فیصلہ ہو گیا۔ اس میں جو استثناء اپنے لئے رکھی اس سے بھی یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ حضرت اقدسؑ کے ذہن میں یہ امر قطعاً موجود نہ تھا کہ یہ انجمن کسی دیگر شخص یعنی خلیفہ یا قائد یا امیر کے ماتحت ہو گی ورنہ صاف ظاہر ہے کہ جہاں اپنے لئے استثناء رکھی تھی وہاں آئندہ خلیفوں یا امیروں کے بارہ میں بھی ضرور استثناء رکھتے۔ غرضیکہ معلوم یہ ہوتا ہے کہ جب میر ناصر نواب صاحب کا یہ حربہ نہ صرف ناکام ہوا بلکہ بکلی ان کے خلاف پڑا تو اس کے بعد جن لوگوں کو انجمن کا وجود کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا انہیں حضرت اقدسؑ سے اس بارہ میں بالکل کوئی توقع نہ رہی اور وہ آپ کی زندگی میں انجمن کے معاملہ میں پھر کوئی قضیہ نہ کھڑا کر سکے۔ حضرت مولانا نورالدین رحؒ کو جو تاریخی خط میاں محمود احمد صاحب نے انجمن کے بعض اراکین کو خارج کرنے کے لئے لکھا تھا اس میں الزامی طور پر اپنی قلبی کیفیت یوں بیان کر گئے ہیں:۔

> "پس جب حضرت صاحب کی وفات سے بارہ گھنٹے پہلے انہوں نے یہ دکھ دیا تو اس کا جو حصہ آپ کے عہد میں نکلنا ضروری تھا۔ کیونکہ حضرت صاحب کے سامنے یہ لوگ پھر بھی ڈر کر بات کرتے تھے کیونکہ جانتے تھے کہ پکڑ کر اسی وقت باہر کر دیں گے"۔

اگر انجمن کے وجود پر زیادہ اعتراض کیا جاتا تو لازم تھا کہ حضرت اقدسؑ اپنے اس انتظام کے برخلاف جو الٰہی منشاء کے ماتحت قائم کیا تھا جھگڑا کرنے والوں کو ضرور جماعت سے خارج کر دیتے خواہ وہ آپ کے کوئی عزیز یا قریبی ہی کیوں نہ ہوتے۔ اس کی مثالیں بھی موجود ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے بیٹے فضل احمد کو عاق کر دیا تھا اور اس کا جنازہ بھی نہ پڑھا تھا کیونکہ وہ خدا اور رسولؐ کا مخالف و دشمن تھا۔ اسی طرح دیگر اقرباء سے اسی بناء پر آپ کا قطع تعلق کرنا بھی واقعات میں سے ہے۔ پھر جب خود میاں محمود احمد صاحب پر آپ کی زندگی میں زنا کا الزام لگا تو آپ نے فرمایا کہ "اگر یہ الزام ثابت ہو جائے تو میں محمود احمد کو عاق کر دوں گا"۔

اس میں کیا شبہ ہے کہ ماموریت کی شان تب ہی متحقق ہوتی ہے جب اپنی ذات یا اپنے خاندان کے مقابل اصولِ حقہ کا ٹکراؤ ہوتا ہو تو مقدم ہر حالت میں اصول کو کیا جائے۔

حضرت اقدسؑ نے نظامِ انجمن کے قائم کرنے اور بعد میں انجمن کے مقابل اپنے خسر (میر ناصر نواب صاحب) کے برخلاف فیصلہ دینے میں جو اعلیٰ ترین قربانی کا نمونہ پیش کیا ہے وہ تمام دینی و دنیاوی لیڈروں کے لئے مشعل راہ ہے۔ انہی عالی اقدامات سے آپ کا منجانب اللہ صادق ہونا ثابت ہوتا ہے۔ غرضیکہ از روئے الوصیت انجمن کو تمام اختیارات حاصل ہیں۔ اگر حضرت مسیح موعودؑ کے ذہن میں آپ کی وفات کے بعد بھی انجمن کو کسی قائد یا خلیفہ کے ماتحت رہنا تھا تو کیا یہ از بس ضروری نہ تھا کہ جس طرح آپ نے اپنے لئے استثناء رکھی تھی، خلیفہ کے لئے بھی رکھتے؟ مگر تمام الوصیت اور ضمیمہ کو پڑھ جائیے جماعت کے نظام بالخصوص مالی انتظام کے متعلق بجز انجمن کے کسی کو مختار نہیں بنایا۔

نظامِ انجمن اور شخصی اختیارات

ایسی اصولی و عملی صراحت کے بعد جب کوئی مزید گنجائش نہ رہی تو حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں انجمن کے بارہ میں کوئی

سوال پیدا کرنے۔" لیکن حضرت صاحبؑ کی وفات کے بعد ۱۹۰۸ء میں ہی پہلے سالانہ جلسہ پر انجمن کے بارہ میں تنازع شروع ہوگیا۔ اس بارہ میں خود میاں صاحب کا اپنا مسلمہ ملاحظہ ہو:۔

> "میرا ان باتوں کے لکھنے سے یہ مطلب تھا کہ یہ بات ابھی شروع نہیں ہوئی بلکہ حضرت اقدس کے زمانہ سے ہے۔ وہ لنگر کا چندہ اپنے پاس رکھتے تھے۔ آپ نے وہ بھی ان کے حوالہ کیا۔" (خط بنام حضرت مولینا نورالدین صاحبؓ)

یہاں اس مشہور خط کا جس میں میاں محمود احمد صاحب نے جماعت لاہور کے ممبروں کو جماعت سے خارج کر دینے پر زور دیا تھا یہ اقتباس اس لئے دیا گیا ہے کہ یہ ثابت ہو جائے کہ اختلاف حضرت صاحب کی زندگی میں ہی شروع ہو چکا تھا اور اس اختلاف کی بنا اموال کے انتظام سے متعلق تھی۔ اسی خط میں اس کی مزید وضاحت میاں صاحب یوں فرماتے ہیں:۔

> "حضور نے جو یہ فرمایا تھا کہ میں اس قسم کا اشتہار دے دوں جس میں یہ لکھا ہو کہ ان دنیاوی معاملات میں میں آئندہ کچھ دخل نہیں دوں گا۔ اس کے متعلق یہ عرض کرنا چاہتا ہوں .... اگر میاں کے سپرد کر دیئے جائیں تو اس کے معنے دوسرے لفظوں میں یہ ہوں گے کہ گو لفظاً نہیں مگر معناً خلافت ان کے سپرد کر دی گئی اور اس طرح وہ اور بھی خود مختار ہو جائیں گے"

جناب میاں صاحب نے تسلیم فرمایا کہ معناً خلافت اموال سلسلہ پر قبضہ ہی ہے۔ پھر آپ کے یہ الفاظ کہ اگر یہ انکے سپرد کر دیئے جائیں تو "وہ اور بھی خود مختار ہو جائیں گے" بھی قابل غور ہیں یہ الفاظ "انکے" اور "وہ" سے مراد انجمن کے ممبر ہیں۔ گویا یہ ثابت ہوگیا کہ میاں صاحب کو یہ منظور نہ تھا کہ انجمن کے ممبر اموال سلسلہ کے بارہ میں مختار ہوں بلکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ یہ سب خلیفہ کے ماتحت ہو۔ اسی لئے آپ خلیفہ کو ایک طرف اور انجمن کو اس کے مدمقابل رکھ رہے ہیں منصف و محقق حضرات غور کریں کہ کیا حضرت صاحب کی وصیت اور اس کے ماتحت آپ کی قائم کردہ انجمن کی حیثیت یہ تھی جو میاں صاحب چاہتے تھے؟ میاں محمود احمد صاحب کو خوب علم تھا کہ اگر انجمن با اختیار رہی جو الوصیت اور حضرت صاحب کی اس کے قیام سے مراد تھی تو وہ خود کبھی خود مختار یا غیر جوابدہ نہیں بن سکتے اور یہ انہیں کسی صورت میں گوارا نہ تھا۔ جو شخص خود مطاع الکل بننا چاہتا ہو ظاہر ہے کہ وہ جمہوری یا انجمن کا نظام کب قبول کر سکتا ہے۔ آگے چل کر یہ ثابت کیا جائے گا کہ الوصیت کی قائم کردہ انجمن کو میاں صاحب نے خلیفہ بن کر کس طرح بالکل کالعدم بلکہ توڑ کر رکھ دیا۔

میر محمد اسحاق صاحب کے سوالات

اسی ضمن میں یہ ذکر کرنا مناسب ہے کہ ۱۹۰۹ء میں میر محمد اسحاق صاحب، ماموں میاں محمود احمد صاحب نے حضرت مولنا نورالدین رحؓ کی خدمت میں سات یا نو سوالات پیش کئے جن کا ماحصل یہ تھا کہ انجمن خلیفہ پر حاکم ہے یا خلیفہ انجمن پر؟ کیا انجمن خلیفہ کو معزول کر سکتی ہے یا خلیفہ انجمن کو کالعدم قرار دے سکتا ہے؟ کیا خلیفہ اموال سلسلہ کو انجمن کے قبضہ سے لے کر اپنی تحویل میں لے سکتا ہے یا نہ؟

ان سوالات کی نوعیت سے بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ اصل تنازع اموال پر قبضہ کا تھا۔ میاں محمود احمد صاحب اور ان کے ہمنوا کسی طرح یہ گوارا نہ کر سکتے تھے کہ انجمن اموال پر قابض اور ان کی مالک رہے بلکہ آپ خلافت کا مدعا ہی یہ سمجھتے تھے کہ خلیفہ کی حیثیت ایک مطاع الکل و مطلق العنان قائد و حاکم کی ہو میاں محمود احمد صاحب اور میر محمد اسحق صاحب کے بیانات کے بعد کہ بنیادی و اول تنازع اموال پر قبضہ اور خلیفہ کی غیر مسئول حیثیت کا تھا، مناسب ہے کہ دوسرے فریق لاہور کے بھی دو چوٹی کے افراد کی شہادتیں پیش کر دی جائیں جو یہی بات ثابت کرتی ہیں کہ اصل اختلاف یہ تھا کہ قائد جماعت کی حیثیت انجمن پر مختار کل و حاکم کی ہو یا حضرت صاحب کی بنا کردہ انجمن کو جملہ اختیارات حاصل رہیں اور اس اختلاف کی بناء حضرت صاحبؑ کی زندگی میں ہی انجمن کے وجود میں آنے پر پڑ گئی تھی۔

یہ دو شہادتیں حضرت مولنا محمد علی صاحب رحؒ اور خواجہ کمال الدین مرحوم کی ہیں۔

حضرت مولینا محمد علی صاحبؒ کی شہادت کہ بنیادی اختلاف کا باعث انجمن کا وجود ہوا۔

> "غرض میاں صاحب کی ہمارے ساتھ مخالفت کی پہلی بناء انجمن کا وجود ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے بنائی۔ ہم نے اُن سے درخواست نہ کی تھی بلکہ وہ انجمن حضرت مسیح موعودؑ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی اشارہ کی بناء پر ہی بنائی تھی میاں صاحب کو انجمن کا بننا اندر ہی اندر ناگوار گذرا اور انجمن کو نابود کرنے کی فکر میں ان کے وقت کا بڑا حصہ گذرا۔ مجھے اس سے بحث نہیں کہ وہ نیک نیتی سے انجمن کے وجود کے مخالف تھے یا صرف اموال سلسلہ پر ذاتی تصرف اُن کی اصل خواہش تھی مگر یہ بہر حال ثابت ہے کہ انجمن کی بنیاد کے ساتھ ہمارے خلاف ان کو شکایت پیدا ہوئی اور اسی انجمن کے توڑنے کے در پے رہے۔"

(حقیقت اختلاف ص۲۵)

آگے چل کر حضرت مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۲۸ پر رقمطراز ہیں:۔

> "جیسے کہ میں میاں صاحب کے خط کے ایک حصہ کو نقل کر کے دکھا چکا ہوں میاں صاحب کے دل میں کوئی بیماری ہمارے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ہی پیدا ہو چکی تھی اور ان لوگوں سے (مراد ممبران صدر انجمن احمدیہ قادیان) جن کے سپرد حضرت مسیح موعود نے اموال سلسلہ کی حفاظت کو کیا تھا میاں صاحب کے دل میں کچھ نقار تھا۔ ....
>
> اس کا اظہار حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے آخری حصہ میں میاں صاحب کی کسی قدر کشیدگی کی صورت میں نظر آتا ہے۔ ۱۹۰۷ء کے آخری حصہ میں میں نے اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ شاید اس طرح اصلاح ہو جائے تین ماہ کی رخصت لے کر میاں صاحب کو اپنی جگہ سیکرٹری تجویز کیا اور جب سالانہ انتخاب عہدیداران کا وقت آیا تو چونکہ انتخاب عہدیداراں ہمیشہ حضرت مسیح موعودؑ کے منشاء سے کیا جاتا تھا اس لئے میں نے خود حضرت مسیح موعودؑ سے عرض کیا کہ آئندہ کے لئے میاں صاحب کو سیکرٹری بنا دیا جائے جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ اس کی رائے میں خامی یا کچا پن ہے۔"

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کا حلفیہ بیان

مذکرہ بالا بیان کی تائید حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم کے حلفیہ بیان سے ہوتی ہے جو آپ نے اپنی کتاب "اندرونی اختلافات سلسلہ کے اسباب" میں دیا ہے۔

> "کیا یہ صحیح نہیں کہ ایک موقعہ پر میں نے نواب صاحب (مراد نواب محمد علی خاںؓ) کو درد سے کہا کہ آؤ خدا کے لئے ہم قوم پر رحم کریں۔ کیوں بات بات پر ایک دوسرے کی مخالفت کریں کبھی یونیورسٹی کا معاملہ، کبھی طریق تبلیغ، کبھی مسئلہ کفر۔ کیوں مختلف طریقوں سے قوم کے دو ٹکڑے کئے جاتے ہیں۔ اس پر نواب صاحب نے اور میں نے رات کو نو دس بجے اُن کی کوٹھی کے میدان میں تنہائی میں گفتگو کی اور آپ نے فرمایا کہ صرف ایک مسئلہ میں فیصلہ کر دو۔ خلیفہ کو کلی اختیارات دے دو، اور باقی سب امور ختم ہو جاتے ہیں۔ اس کے جواب میں میں نے نواب صاحب کو کہا کہ جو خلیفہ نورالدین جیسا ہو کر دکھلائے گا وہ اپنے ذاتی کمالات سے ہم پر حکمران ہوگا نہ بحیثیت خلیفہ۔ اس کے دوسرے دن نواب صاحب اور میاں صاحب جلسہ سے اُٹھ کر چلے گئے۔ میں خدا تعالےٰ کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ یہ واقعہ صحیح اور درست ہے جو میں نے بیان کیا ہے۔"

سارا تنازعہ قیادت کی نوعیت یعنی اختیارات کا تھا۔

حضرت خواجہ صاحب مرحوم کے حلفیہ بیان سے ثابت ہو گیا کہ نواب محمد علی خاں صاحب نے بالصراحت اس امر کو تسلیم کر لیا کہ درحقیقت باقی امور اختلافی ختم ہو جاتے ہیں اگر صرف یہ بات مان لی جائے کہ خلیفہ مطاع الکل مختار غیر مسئول ہے۔ کیا اس مسئلہ کی [illegible] نہ ہوگیا کہ اصل بنیادی اختلاف قیادت کی نوعیت پر ہوا؟ نیز کیا یہ بھی معلوم نہ ہوگیا کہ باقی امور اختلافی ضمنی حیثیت رکھتے ہیں جو اصل اختلاف کو ہوا دینے کے لئے کھڑے کئے جاتے ہیں؟ کیا خلیفہ کو کلی اختیارات دے دینے سے جیسا کہ نواب محمد علی خاں نے خود مانا انجمن یا جمہوری نظام باقی رہ سکتا ہے؟

یہاں اس امر کو بخوبی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ [illegible]

غلط فہمی ہے جو پھیلائی گئی ہے کہ تفرقہ کا باعث یہ امر ہوا کہ جماعت احمدیہ کا قائد کون ہو۔ ہمارے ربوی احباب کا کہنا ہے کہ چونکہ مولوی محمد علی خود خلیفہ بننے کے خواہاں تھے مگر ان کو قادیان میں خلافت مل نہ سکی اس لئے وہ ناراض ہو کر لاہور آ گئے اور یہاں اپنی ڈیڑھ اینٹ کی علیحدہ مسجد بنالی۔ اس الزام کے پیچھے ذرہ بھر حقیقت نہیں۔ جیسے کہ میں آئندہ چل کر ثابت کروں گا۔ مولوی محمد علی صاحب کا قطعاً کوئی ارادہ ایسا نہ تھا اور یہ وہ بات ہے جسے خود میاں محمود احمد نے تحریراً تسلیم کیا ہے۔ پھر یہ کہ حضرت مولینا نورالدینؓ کی زندگی میں جس قدر مخلصانہ سعی و جہد مولینا محمد علی صاحب نے اتحادِ جماعت کو قائم رکھنے کے لئے کی اس سے بڑھ کر کسی کے لئے ممکن ہی نہ تھا، نیز آپ نے میاں محمود احمد کی قیادت کو تسلیم کرنے کی آمادگی نہ صرف مولینا نورالدین رح کی زندگی میں بلکہ لاہور آ کر بھی صدق دل سے ظاہر کی۔ اس کے برخلاف میاں محمود احمد نے اتحاد کی ہر ممکنہ تحریک کو ٹھکرا دیا۔ یہ تمام امور میں واقعات کی بناء پر ثابت کر دوں گا۔ پس جبکہ تنازع یہ تھا ہی نہیں کہ قائد کون ہو بلکہ یہ تھا کہ جماعت کے قائد کی پوزیشن بالخصوص صدر انجمن قائم کردہ حضرت مسیح موعودؑ کے مقابل پر کیا ہو۔ تو اس صورت میں یہ پروپیگنڈا کرنا کہ خلافت نہ ملی تو مولوی محمد علی نے علیحدگی اختیار کر لی کس قدر خلاف واقعہ تہمت و بہتان ہے۔

نہ صرف نواب محمد علی خاں یہ کہتے ہیں کہ اصل جھگڑا تو اختیارات کا ہے اگر وہ کلّی طور پر خلیفہ کو مل جائیں تو باقی کوئی امر متنازعہ فیہ نہیں رہتا بلکہ اس امر کے تسلیم کرنے میں کہ فی الواقعہ تنازع یہی تھا، نہ کہ معتقدات کا اور نہ ہی قائد کے انتخاب کا، باقی اصحاب بھی گواہ ہیں۔ چنانچہ میں میر محمد اسحٰق کے سات یا نو سوالات کا اوپر ذکر کر چکا ہوں اور بتلا چکا ہوں کہ ان سوالات کا جو ۱۹۰۹ء میں ہی پیش کئے گئے تھے خلاصہ بھی ایک فقرہ میں آ جاتا ہے کہ اختیارات نظم و نسق و اموال سلسلہ کسے حاصل ہیں، شخصِ واحد یعنی خلیفہ کو یا انجمن کو؟ میاں محمود احمد اور ان کے اعزہ و ہمنوا اس امر پر مصر تھے اور مولینا نورالدین رح سے یہ فیصلہ لینا چاہتے تھے کہ خلیفہ چاہے انجمن کو رکھے اور اگر چاہے تو اسے توڑ دے خلیفہ کو یہ اختیار ہے۔ اسی طرح خلیفہ چاہے تو اموال و املاک کو انجمن سے چھین کر اپنے قبضہ میں کر لے۔

پھر خود میاں محمود احمد کو یہ امر مسلم ہے جیسا کہ انکے خود منتخب مولانا نورالدین رح کے اقتباس سے میں دکھلا چکا ہوں کہ اگر اموال انجمن کے تصرف میں رہیں جیسے کہ اس وقت تھے تو معناً خلافت انہی کی یعنی انجمن کی ہی رہتی ہے۔ اسی غرض کے لئے میاں صاحب نے اپنے خط میں مولینا نورالدین رح کو اس اعلان کرنے سے بھی باز رکھا کہ آئندہ خلیفہ کو دنیاوی امور سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔

حضرت مولانا محمد علی رح کو بھی یہ تسلیم ہے کہ بنیادی و اصل تنازع یہی تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے انجمن قائم کرتے ہی ۱۹۰۶ء میں میاں صاحب کے دل میں کوئی بیماری پیدا ہو گئی تھی اور یہی امر کہ حضرت اقدسؑ نے انجمن یا جمہوری نظام قائم کر کے اختیارات کیوں اس کے سپرد کر دیئے میاں صاحب کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا۔

پس فریقین کے اصحاب اس ایک امر پر اتفاق کلّی رکھتے ہیں کہ اصل و بنیادی تنازع اختیارات کا تھا اگر بمطابق الوصیت حضرت مسیح موعودؑ انجمن با اختیار ادارہ ہے تو شخصی حکمرانی کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور اگر آمریت مطلق قائم کی جائے تو پھر انجمن کا توڑنا لازم آتا ہے۔ یہ امر بالبداہت ظاہر ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے نقیض ہیں۔ پس یہ امر نہایت وضاحت سے ثابت ہے اور اسے بخوبی دل یاد رکھنا ضروری ہے کہ جماعت احمدیہ میں تفرقہ اس لئے ہوا کہ میاں محمود احمد اختیارات کلّی لینے یا آمریت مطلق قائم کرنے کے متمنی تھے یا دوسرے لفظوں میں انجمن کو کالعدم کرنے کے خواہاں تھے۔ مگر ان کے برخلاف حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ نظامِ انجمن کو جو کہ الوصیت کے مطابق خود حضرت مسیح موعودؑ کا قائم کردہ تھا برقرار رکھنا چاہتے تھے۔

تفرقہ کے بعد کے واقعات کیا ثابت کرتے ہیں؟

میں نے فریقین کے مسلمات سے ثابت کر دیا ہے کہ تفرقہ کا حقیقی و اصل باعث جو بنیادی بھی ہے اور اولین بھی اختیارات کا مسئلہ تھا جسے یوں بھی ادا کیا جانا صحیح ہے کہ جماعت احمدیہ کے اموال و املاک نیز دیگر امورِ انتظامیہ پر اختیار کسے حاصل ہو؟ یا حضرت مسیح موعودؑ کے اپنے ہاتھ سے قائم کردہ انجمن کے جمہوری نظام کو؟ جس طرح یہ بات تفرقہ سے قبل کے واقعات سے ثابت ہے اسی طرح یہ امر تفرقہ کے بعد کے واقعات سے بھی بخوبی عیاں ہے۔ جو کچھ میاں محمود احمد بننا چاہتے تھے آیا وہ وہی کچھ بن گئے ہیں یا نہ؟ آیا انہوں نے صدر انجمن کو کالعدم کر کے توڑا یا نہ؟ آیا انہوں نے جماعت میں اپنی پوزیشن آمر مطلق کی بنائی یا نہ؟ کیا جماعت میں صحیح آزادی رائے کا کوئی شمہ باقی رہنے دیا؟ کیا یہ واقعات نہیں ہیں کہ ادنیٰ اختلاف پر بھی اندرون جماعت بائیکاٹ اور دیگر حربے مقاطعہ مصائب کے افراد پر وارد کئے گئے؟ کیا اس میں ادنیٰ سا مبالغہ ہے کہ پیر پرستی اپنی انتہائی بھیانک شکل میں جماعت ربوہ میں دیکھی جا سکتی ہے؟ پیر کی غلامی کی انتہائی بدشکل میں جکڑے جانے کا یہاں تک کہ اگر خلیفہ دن کو رات کہہ دے تو مرید رات ہی کہنے پر مجبور ہو، دور دورہ کیا ربوہ کے نظام کی پشت پناہی نہیں کرتا؟ کیا اس میں کوئی کلام ہے کہ ربوی نظام مطلق العنانی و آمریت میں اپنی نظیر نہیں رکھتا؟ پھر کیا اس میں کچھ شبہ ہے کہ حضرت مولینا محمد علیؒ جو کچھ چاہتے تھے یعنی یہ کہ جمہوری نظام بمطابق الوصیت قائم کردہ صدر انجمن حضرت مسیح موعودؑ رائج ہو کیا یہی کچھ جماعت احمدیہ لاہور کے نظام کی اساس نہیں رہی جسے تبدیل کرنے کی آج تک کسی کو جرأت نہیں؟ کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ جب ایک مرتبہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں اختیارات کے سلسلہ میں یہ ریزولیوشن پیش ہوا کہ کارکنوں کی تقرری و موقوفی کے اختیارات بھی بجائے صدر کے انجمن کو ہی حاصل ہوں تو حضرت مولینا محمد علی رح نے ان اختیارات کو بھی انجمن کو سونپ دیا! تفرقہ سے قبل کے واقعات سے یہ ثابت ہے کہ اس کا سارا باعث یہ اختلاف ہوا کہ جماعتی نظام کس طرز کا ہو، وہی جو خود بانی سلسلہ نے بمطابق الوصیت کہ

> "انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے"

اور فرمودۂ حضرت کہ

> "میرے بعد ہر ایک امر میں اس انجمن کا اجتہاد کافی ہے"

قائم کیا تھا یا یہ کہ اس نظام کو توڑ کر اس کے عین برعکس جملہ اختیارات نظم و نسق اور قبضہ اموال و املاک شخصِ واحد یعنی خلیفہ یا امیر کو حاصل ہوں۔ اور اس طرح آمر مطلق کی حیثیت حاصل کر کے سچی اسلامی آزادی کی روح کو جماعت سے سلب کر لے؟ پس اس پر نہ صرف قبل تفرقہ کے واقعات گواہ ہیں بلکہ تفرقہ کے بعد کے واقعات بھی شاہد ناطق کھڑے ہیں۔

(باقی آئندہ)

خطبہ جمعہ (بسلسلہ ص۲)

دو بھائیوں کا جنازہ

ہمارے دو غریب بھائی فوت ہو گئے ہیں۔ ایک تو انسہرہ کے علاقہ کے عبدالغنی صاحب ہیں۔ وہ بڑے شریف انسان تھے۔ دوسرے بھائی وہاڑی کے ٹھیکیدار محمد دین صاحب۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ نماز جمعہ کے بعد ان کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔ (نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی)

خطبہ ثانی

اپنے کردار کو درست کرو اور حرام کی روٹی نہ کھاؤ

جب میں بچہ تھا اس وقت مساجد میں قضاء عمری پڑھی جاتی تھی۔ مسجدوں میں نوافل پڑھے جاتے تھے جن کو قضاء عمری کہا جاتا تھا۔ آج کل قضا شاید کوئی پڑھتا ہو۔ اس کے بجائے مسلمان یہ ارادہ کر لے کہ میں نے پکا مسلمان بننا ہے [illegible] وہ بھی قضا عمری ہی ہوگا۔ خدا تعالیٰ ہمیں تقوے اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے ہمیں تقویٰ و طہارت پیدا کرنے کیلئے حرام کی روٹی سے منع کرتا ہے اسلئے کہ اس حرام خوری سے ہماری روح زنگ آلود ہو جاتی ہے۔ اگر پاکستان کا ہر مسلمان یہ تہیہ کر لے کہ حرام کی روٹی پیٹ میں نہیں جانے دوں گا۔ تو پاکستان آج فرشتوں کا ملک بن سکتا ہے

حلال روٹی کھانے والے کو جنّت ملنے کی ضمانت

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر صدق مقال اور اکل حلال کی ضمانت دیدو تو میں تمہیں جنّت کی ضمانت دیتا ہوں۔ حضور صلعم کے فرمان کے مطابق اگر مسلمان اس موقعہ پر ارادہ کریں کہ ہم نے بطور مسلمان زندگی بسر کرنا ہے تو اپنے آپکو، قوم کو اور ملک کو فائدہ ہو سکتا ہے۔ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ [illegible]

پیغام صلح مورخہ ۳ جنوری ۱۹۷۸ء رجسٹرڈ ایل ۲۸۲ شمارہ ۱

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نور الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر
۸۳۸

ہفت روزہ
پیغام صلح
لاہور (پاکستان)

ٹیلیفون نمبر [illegible]
تار کا پتہ "تبلیغ"

مدیر:
مولانا دوست محمد

نائب مدیر:
بشیر احمد منور

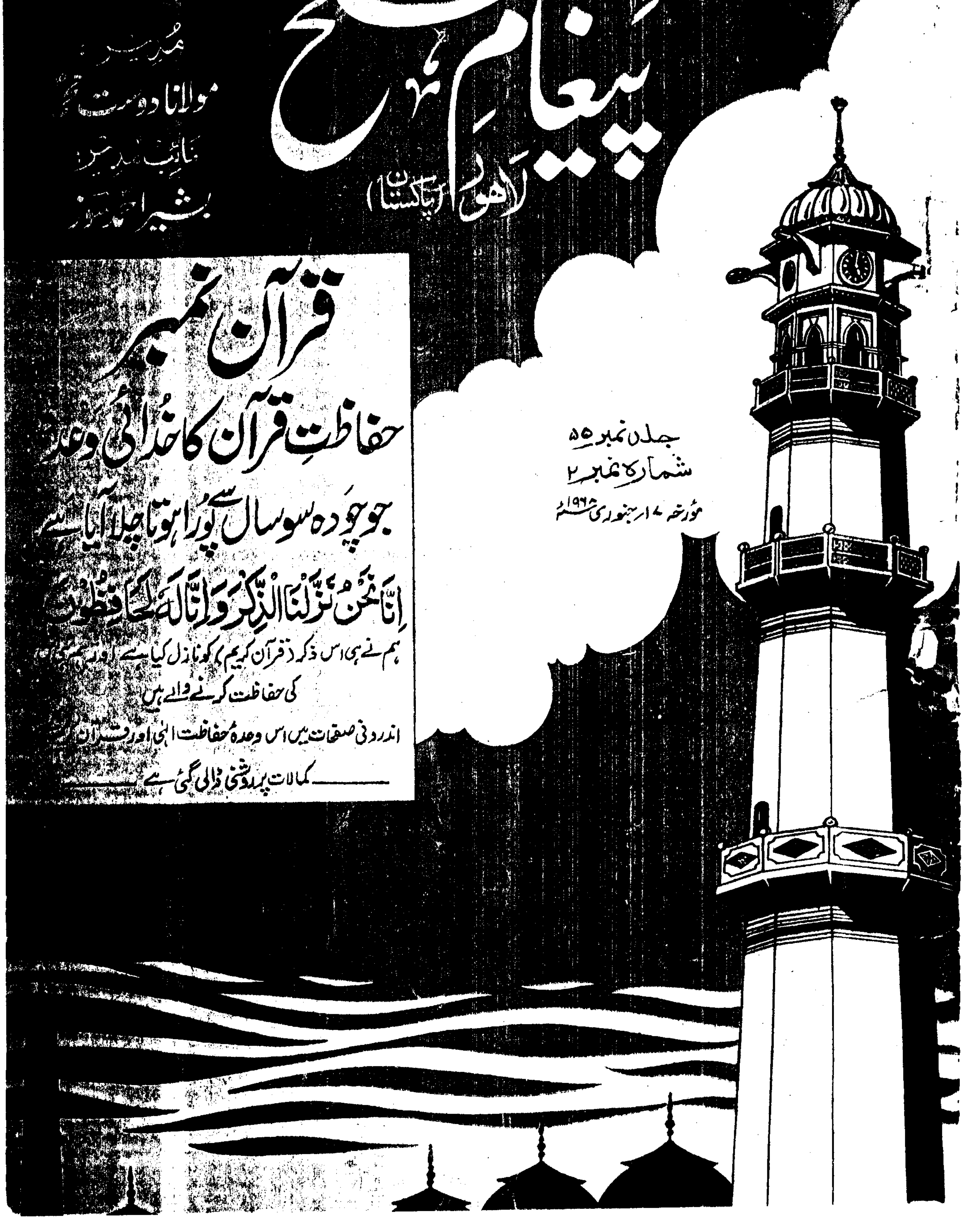

قرآن نمبر

حفاظتِ قرآن کا خدائی وعدہ
جو چودہ سو سال سے پورا ہوتا چلا آیا ہے

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

ہم نے ہی اس ذکر (قرآن کریم) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس
کی حفاظت کرنے والے ہیں

اندرونی صفحات میں اس وعدہ حفاظت الہٰی اور قرآن کے
کمالات پر روشنی ڈالی گئی ہے

جلد نمبر ۵۵
شمارہ نمبر ۲
مؤرخہ ۱۷ جنوری ۱۹۶۸ء

قرآن کریم زندہ اور قائم و دائم کتاب اور ایک عظیم الشان معجزہ ہے

حضرت امیر مولٰنا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ

صرف قرآن کی زبان زندہ ہے۔ دوسری کتابوں کی زبانیں زندہ نہیں

آج ساری دنیا میں نزول قرآن کی تقریب منائی جا رہی ہے۔ یہ تقریب مبارک ہے اس میں اس حقیقت الامر کا اظہار ہوگا کہ قرآن کریم وہ کتاب ہے جو چودہ سو سال سے محفوظ چلی آرہی ہے۔ قرآن کریم کے علاوہ دوسری آسمانی کتابیں وید، شریعت، تورات شریف، انجیل شریف ہیں جن کو ہندو، یہودی اور عیسائی مانتے ہیں۔ ان تینوں کتابوں کی بولیاں مر گئی ہیں سنسکرت، لاطینی اور عبرانی بھی مر گئی۔ آج خطہ زمین پر یہ زبانیں بولی نہیں جاتیں۔ بیشک سنسکرت، لاطینی اور عبرانی کے علماء اور فضلاء تو موجود ہیں، لیکن نہ کہیں سنسکرت بولی جاتی ہے اور نہ لاطینی اور عبرانی۔ جو زبان بولی نہیں جاتی جس سے قوم آشنا نہیں ہوتی اس کو مردہ زبان کہا جاتا ہے۔ آج اس زمین پر ایک ہی آسمانی کتاب ہے جو نہ صرف خود صحیح سالم موجود ہے بلکہ جس زبان میں یہ کتاب نازل ہوئی وہ بھی زندہ ہے۔ عربی بہت سے ممالک میں بولی جاتی ہے۔ بہ حیثیت [illegible] بولی کے یہ زبان کالجوں اور سکولوں اور یونیورسٹیوں میں ذریعہ تعلیم ہے۔ کروڑوں انسان اس زبان کو بولتے ہیں اسی زبان میں کاروبار کرتے ہیں، یہ زبان صدیوں سے زندہ ہے اور زندہ رہے گی۔

عیسائی مصنفین کی ڈکشنریوں میں قرآن کریم سے استشہاد

زبان کے متعلق یہ قاعدہ ہے کہ جوں جوں انسان ترقی کرتا ہے زبان بھی ترقی کرتی رہتی ہے۔ مگر پرانی تصانیف کی زبان اس ترقی کا ساتھ نہیں دیتی وہ فرسودہ ہو جاتی ہے۔ اس کو کوئی نہیں پڑھ سکتا۔ مگر قرآن کریم کی زبان فرسودہ نہیں ہوئی۔ عربی صرف مسلمانوں کی زبان نہیں، اسلامی ممالک میں عیسائی بھی یہی زبان بولتے ہیں۔ عیسائی فضلاء نے عربی ڈکشنریاں مرتب کی ہیں۔ ان کی ڈکشنریاں پڑھنے کا مجھے بھی اتفاق ہوا ہے۔ عربی زبان سے متعلق کوئی مشکل سے مشکل محاورہ، کوئی صرف و نحو کا مسئلہ ہو تو اس کی سند میں وہ قرآن کریم کی آیات پیش کرتے ہیں۔ عیسائی صدیوں سے دشمن چلا آتا ہے۔ آج بھی دشمن ہے لیکن اس قوم کے فضلا عربی ڈکشنریاں مرتب کرتے ہیں تو اپنے ترجمے کی صحت کی تصدیق کے لئے قرآن کریم کو بطور سند پیش کرتے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔ جس طرح سے خدا تعالیٰ دائم و قائم ہے اسی طرح سے زبان عربی بھی دائم و قائم ہے۔ اور قرآن کریم بھی ایک زندہ اور قائم و دائم کتاب ہے۔ یہ عظیم الشان معجزہ ہے جو حضور نبی کریم صلعم کی صداقت کی دلیل ہے اور اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ما ھذا قول البشر۔

قرآن کریم کی تعلیمات بھی زندہ ہیں

جہاں قرآن کریم کی زبان پر زمانہ کا کوئی اثر نہیں ہوا وہاں قرآن کی تعلیمات، نظریات اور اعتقادات پر بھی کوئی اثر نہیں۔ خدا تعالیٰ نے پانی کی نسبت مبارک کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ مثلاً فرمایا ونزلنا من السماء ماء مبارکا۔ ہم نے آسمان سے پانی اتارا۔ یہ مبارک ہے۔ اس کی برکات قائم و دائم ہیں اور پانی کی وجہ سے کائنات میں زندگی ہے۔ نباتات ہوں، حیوانات ہوں، انسان ہوں ان میں پانی کی وجہ سے زندگی ہے۔ اگر پانی کو مبارک کہا ہے تو قرآن کریم کے متعلق بھی فرمایا ہے کتاب انزلناہ مبارک۔ پانی مادیات کے لئے موجب برکات ہے تو قرآن کریم عالم روحانیت کے لئے مبارک ہے۔ اس کی برکات ثابت و قائم و دائم رہیں گی۔ خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ کائنات کے قوانین نہیں بدلتے۔ اسی طرح سے قرآن کریم کے بیان کردہ قوانین نہیں بدلتے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ انسان کی فطرت نہیں بدلتی۔ اسلام کی تعلیم کبھی نہیں بدلتی۔

(باقی بر صفحہ ۳ کالم اول)

قرآن کریم کی تعلیمات مکارم اخلاق اور شرف و عزت کا موجب ہیں

خطبہ عید الفطر مؤرخہ ۲ جنوری ۱۹۶۸ء فرمودہ حضرت امیر قوم مولٰنا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بمقام جامع احمدیہ بلڈنگس لاہور

یایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ——— البقرہ

حیوانات سے حضرت نبی کریم صلعم کا سلوک

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ساتھی نے آپ لوگوں کے لئے ایک قیمتی سبق سکھایا ہے، جو یہ ہے قال انس رضی اللہ عنہ کنا اذا نزلنا منزلا لا نسبح حتی نحل الرحال۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا اثر یہ تھا کہ جب کبھی ہم جہاد کے لئے نکلتے۔ اور کہیں پڑاؤ ڈالتے تو نماز عبادت میں مصروف ہو جانے کے بجائے پہلا کام یہ کرتے تھے کہ اپنے مویشیوں، اونٹ اور گھوڑوں وغیرہ کے پالان اتارتے۔ اور انہیں چارہ اور پانی ڈالتے۔ باوجود اس کے ہمارے دل میں عبادت گذاری کی تڑپ تھی تاہم لا نقدمھا علی حط الرحال و ارحلۃ الدواب۔ ہم نماز کو مقدم نہیں کیا کرتے تھے۔ پہلے جانوروں کے پالان اتار کر انہیں چارہ اور پانی وغیرہ سے آرام پہنچایا کرتے تھے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کو بتایا کہ اسلام کے دو ہی رکن ہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور مخلوق خدا کی خدمت، ان دونوں میں سے مخلوق خدا کی خدمت کرنا اسلامی تعلیمات کا اہم ترین حصہ ہے۔ صحابہ کرامؓ پڑاؤ پر نہ اپنا آرام سوچتے اور نہ ہی جانوروں کو آرام پہنچانے سے غافل رہتے بلکہ نماز میں مشغول ہونے سے پیشتر جانوروں کو آرام پہنچانا نہایت ضروری سمجھتے تھے۔

فطرانہ عید نماز سے پہلے ادا ہو

آج کے اس موقعہ (عید) کے متعلق بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین ہے کہ نماز ادا نہیں کی جائے گی جب تک پہلے غرباء کے لئے فطرانہ ادا نہ کر دیا جائے۔ یہ کس قدر عظیم الشان شخصیت ہے۔ آپ جہاں قوم کو یہ سکھا گئے ہیں کہ نماز کو مقدم نہیں کرنا چاہیے جب تک مویشی اور جانوروں کو آرام پہنچا لینے کا فکر نہ کر لو۔ اگر جہاد میں بھی جاؤ تو جانوروں کے آرام کا پہلے خیال کر لو۔ وہاں آج کے لئے بھی یہ سبق ہے کہ نماز سے پہلے غرباء کی حاجت روائی کا دھیان رکھو۔

جانوروں، غلاموں، یتامیٰ، مزدوروں اور تمام بنی آدم کے متعلق احکام

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرٹیفکیٹ دیا ہے کہ آپ رحمۃ للعلمین ہیں۔ وہ زمین و آسمان کا مالک ہے۔ ہر ایک چیز کو جاننے والا ہے۔ حضور کو رحمۃ للعالمین کا سرٹیفکیٹ یونہی نہیں دیا، فی الواقعہ آپ مجسم رحمۃ للعالمین تھے۔ آپ کا دامن شفقت و رحمت انسانوں کے علاوہ جانوروں تک وسیع تھا، حضور صلعم نے فرمایا ہے فارکبوھا صالحا وکلوھا صالحا۔ جب تک کوئی جانور تندرست اور صحیح سالم نہ ہو اس وقت تک اس پر سواری نہ کرو۔ نہ اس کو ذبح کرو۔ پھر جب ذبح کرنا ہو تو چھری کو خوب تیز کرو تاکہ کند چھری سے جانور کو تکلیف نہ ہو۔ اور فرمایا کہ چڑھائی پر چڑھنا ہو تو سواری سے نیچے اتر جاؤ۔ فرمایا جو شخص غلام یا لونڈی رکھتا ہے، وہ اس کو حقیر خیال نہ کرے۔ انہیں یا عبدی اور یا امتی نہ کہے بلکہ جب پکارتا ہو تو غلام کو یا فتائی کہہ کر پکارے یعنی اسے بیٹے

(باقی بر صفحہ ۳ کالم ۱)

قرآن کریم اور جماعت احمدیہ

قرآن کریم کی چودہ سو سالہ سالگرہ کے موقعہ پر دنیائے اسلام میں جو تقریبات منائی جا رہی ہیں اور اس پاک کتاب کی عظمت اور خوبیوں پر اخبارات اور رسائل میں جو مضامین شائع ہو رہے ہیں وہ بجائے خود بہت ہی قابلِ قدر اور اس بات کا ثبوت ہیں کہ مسلمانوں کے دلوں میں اب بھی، اس گئے گذرے زمانہ میں جبکہ دہریت و الحاد دنیا کے چاروں کونوں میں پھیلتا جا رہا ہے، اس صحیفۂ آسمانی کے ساتھ محبت و عقیدت کے جذبات پورے طور پر جاگزیں ہیں۔

انہی جذبات محبت و عقیدت کو عملی جامہ پہنانے اور اس پاک کتاب کو نہ صرف مسلمانوں کی عملی زندگی میں رائج کرنے بلکہ غیر مسلم حلقوں میں اس کی تعلیمات کو پھیلانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے اپنا ایک مامور ہم میں بھیجا جس نے قرآن کریم کے ساتھ اپنے عشق و محبت کا اظہار کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ مسلم قوم کی فلاح و بہبود اس امر سے وابستہ ہے کہ قرآن کریم کے احکام اور تعلیمات کو اپنی زندگیوں کا شعار بنائیں اور غیر مسلم دنیا کو اس کے سایہ عاطفت میں لانے کی کوشش کریں کہ دنیا میں امن اور اتحاد پیدا کرنے کے لئے اس کے سوائے اور کوئی چارۂ کار نہیں۔

آج دنیا میں قومی اور وطنی تعصبات، نسلی و قومی امتیازات اور سیاسی تفوق و برتری کے جذبات، اور سب سے بڑھ کر دہریت و مادہ پرستی کے خیالات نے جو اودھم مچا رکھا ہے اور قوموں اور ملکوں کی باہمی آویزشوں اور جنگ و جدال نے بنی نوع انسان کو جن مصائب اور مشکلات میں مبتلا کر رکھا ہے اس کا علاج اگر غور کر کے دیکھا جائے تو صرف قرآن کریم ہی میں پایا جاتا ہے، جس نے توحید باری تعالےٰ اور وحدت نسلِ انسانی کی تعلیم دے کر تمام قومی و وطنی، نسلی و لونی تعصبات کو مٹا کر رکھ دیا، اور یہ اعلان کر دیا کہ یایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ وجعلناکم شعوبًا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم، لوگو! ہم نے تمہیں مرد و عورت سے پیدا کیا اور صرف ایک دوسرے سے تعارف کے لئے قبیلے اور گروہ بنا دیئے، یہ قبائل وغیرہ کسی امتیازی فضیلت کا موجب نہیں، فضیلت انہی لوگوں کو حاصل ہے جو اللہ تعالےٰ سے ڈر کر زندگی بسر کریں، ایسا ہی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلے لفظوں میں یہ اعلان کیا کہ لافضل لعربی علےٰ عجمی ولا لاسود علےٰ احمر ولا فضل لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود آج کے دن سے کسی عربی النسل کو غیر عرب پر فضیلت حاصل نہیں اور نہ کسی غیر عرب کو عرب قوم پر فضیلت حاصل ہو سکتی ہے، اور نہ کسی سفید اور گورے رنگ کے لوگوں کو کالے لوگوں پر اور نہ کالے لوگوں کو گورے رنگ کے لوگوں پر فضیلت حاصل ہے، الا بتقوی اللہ ہاں فضیلت اگر کسی کو حاصل ہو سکتی ہے، تو تقوے اللہ (اللہ کے ڈر سے زندگی بسر کرنے) ہی سے یہ اللہ کا ڈر کیا ہے؛ یہی کہ ہر معاملہ میں خدا تعالےٰ کے احکام کو پیش نظر رکھا جائے، اور تمام انسانوں کو بلا امتیاز مذہب و ملت اپنا بھائی سمجھتے ہوئے برادرانہ سلوک کیا جائے۔

قرآن کریم میں ایک اور رنگ میں بھی اقوام عالم کو اتحاد کی دعوت دی ہے، فرمایا یاھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لانشرک بہ شیئًا و لایتخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون اللہ۔ اے اہل کتاب (اس خطاب میں صرف یہود و نصاریٰ ہی مخاطب نہیں بلکہ ہر وہ قوم مخاطب ہے جو کسی نہ کسی آسمانی کتاب کی پیروی کی دعویدار ہے) اس بات پر آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے وہ یہ کہ ایک خدا کے سوائے کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں، اور نہ ہم میں کوئی کسی کو اللہ کے سوائے اپنا رب بنائے۔

یہ وہ کلمۂ سواء ہے جس پر اگر تمام مذہبی دنیا کے لوگ قائم ہو جائیں تو دوسری باتوں میں اختلافات رکھنے کے باوجود باہمی اتحاد اور امن کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔

غرض قرآن کریم نے نسلِ انسانی کو ایک کرنے کے لئے قومی و ملکی و ملی و نسلی تفریقات کو مٹا کر نیکی اور تقوےٰ کو معیار فضیلت قرار دے کر امن و اتحاد کی جو راہ پیدا کی ہے وہ اس پاک کتاب کو ایک امتیازی درجہ عطا کرتا ہے، جو دوسری کسی کتاب، کسی سیاسی ملکی نظریہ، یہاں تک کہ یو۔ این او جیسی بین الاقوامی مجلس کو بھی حاصل نہیں۔

یہ وہ نسخہ شفا ہے جس کو اگر مسلمان اپنی زندگیوں کا لائحہ عمل بنا لیں اور اس کو لے کر دنیا کے مختلف کونوں میں نکل جائیں تو دنیا سے تمام فسادات مٹ کر امن و اتحاد قائم ہو جائے اسی غرض سے حضرت مسیح موعودؑ نے ایک جماعت کی تشکیل فرمائی۔ اور اسے اعلائے کلمۃ اللہ اور قرآن کو دنیا میں پہنچانے کا کام سپرد کیا، یہ وہ کام ہے جس کی طرف خود قرآن کریم نے اپنے ماننے والوں کو بار بار توجہ دلائی ہے، کہیں فرمایا فذکر بالقرآن من یخاف وعید، کہیں امت مسلمہ کو اسی بناء پر خیر امۃ قرار دیا کہ وہ نیکی کی دعوت دینے اور برائیوں سے منع کرنے بالفاظ دیگر قرآن کریم کی تعلیمات کو پھیلانے کے لئے پیدا کی گئی ہے، کہیں حکم دیا کہ ایک جماعت تم میں سے ہونی چاہیئے جو نیکی کی دعوت دے اور اچھے کاموں کا حکم دے اور برائیوں سے منع کرے۔

• انہی احکام قرآنی کی بناء پر حضرت مامور من اللہ نے یہ جماعت قائم کی، جس نے خدا کے فضل سے قرآن کو دنیا میں پہنچانے کا کام اس خوبی و تندہی کے ساتھ سرانجام دیا اور اس سے ایسے نیک نتائج برآمد ہوئے کہ دنیا کے سنجیدہ اور فہمیدہ لوگ اس کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے، قرآن کریم کے انگریزی اور اردو تراجم جو کئی ایک دہریہ منش لوگوں کے دلوں میں نور ایمان پیدا کرنے کا موجب ہوئے اسی مامور من اللہ کے تربیت یافتہ عالم دین (مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کی محنت و کاوش اور جماعت احمدیہ کی قربانیوں کا نتیجہ ہیں۔ ایسا ہی جرمن ترجمۃ القرآن اس جماعت کے ایک عالم دین (حضرت مولانا صدرالدین صاحب) نے جرمن لوگوں کو اس پاک کتاب سے روشناس کرانے کے لئے کیا، اور نہ صرف تراجم کے ذریعہ سے بلکہ انگلستان، جرمنی امریکہ اور دوسرے ممالک میں تبلیغی مشن قائم کر کے قرآن کریم کو پہنچانے اور اس کی تعلیمات کو پھیلانے کا مستقل انتظام کیا گیا۔ اور خدا کے فضل سے ان مشنوں کے ذریعہ کئی اعلےٰ تعلیم یافتہ انگریز اور جرمن اور امریکی مرد اور عورتیں حلقہ بگوش اسلام ہو گئیں، فالحمد للہ علےٰ ذالک۔

یہ اس بات کا ایک عملی ثبوت ہے کہ قرآن کریم کی تعلیمات ایسی معقول، ایسی [illegible] اور کارآمد ہیں، جو ہر صاحب علم و عقل کی کشش کا موجب ہو سکتی ہیں، اس عملی ثبوت کے ہوتے ہوئے ضرورت ہے کہ اپنی تبلیغی مساعی کو زیادہ تیزی کے ساتھ آگے بڑھایا جائے اور غیر مسلم دنیا میں زیادہ سے زیادہ مشن قائم کر کے تبلیغی مساعی کو زیادہ وسعت دی جائے، یہ وہ عظیم الشان کام ہے جس میں دوسری مسلم جماعتوں کو بھی حصہ لینا چاہیئے اور جماعت احمدیہ کا ساتھ دے کر قرآن کریم کی عملی اور حقیقی خدمت کرنی چاہیئے کہ یہی وہ رستہ ہے جس پر چلنے والوں کو قرآن کریم نے اولئک ھم المفلحون وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں، کا وعدہ دیا ہے۔

جلسہ سالانہ پر آنے والے مہمانوں کے لئے مفت طبی خدمات

محترم ڈاکٹر مبارک احمد صاحب ایم بی بی ایس نے اپنے والد مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کی خاطر ان مہمانوں کے لئے جو جلسہ سالانہ پر تشریف لائیں گے انہیں کسی طبی خدمت کی ضرورت پڑے، اپنی طبی خدمات مفت پیش کی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب موصوف کا مطب مسلم ہائی سکول کے صدر دروازہ کے سامنے ہے۔ ضرورت مند احباب ایام جلسہ میں ان کی خدمات سے فائدہ اٹھائیں۔

برکت علی۔ برائے افسر جلسہ سالانہ۔

میاں تعبیر احمد صاحب فاروقی

قرآن کریم اور ہماری زندگی

قرآن میں تین قسم کے مضامین :- ایمانیات۔ اعمال اور علم غیب اور معرفت کی باتیں

حضرت مسیح موعودؑ کا فرمان اور حضرت امیر مرحوم کی آخری وصیّت

قرآن کریم کے اندر تین قسم کے مضامین ملتے ہیں اول تو ایمانیات یعنی خدا کی ہستی اس کی توحید اس کی صفات اس کی قدرت اس کا اپنی مخلوق اور خصوصاً انسان سے تعلق اور کن رستوں پر چل کر خدا ملتا ہے۔ ملائکہ اور ان کا کام۔ خدا کی وحی اور کتابوں کا نزول۔ اس کے رسولوں اور بالآخر آنحضرت صلعم کا مبعوث ہونا۔ آپ کا انسانی کمالات کو حاصل کرنا اور آپ کی اتباع میں انسان کی نجات فلاح۔ یوم حساب اور اگلی زندگی۔ غرض ان تمام معاملات پر جو روشنی قرآن کریم نے ڈالی ہے کسی اور کتاب نے اس تفصیل اور جامع رنگ میں نہیں ڈالی۔

دوئم اعمال ہیں۔ ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ کی ضرورت۔ اعمال صالحہ کیا ہیں۔ انسان پر اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کے کیا حقوق ہیں اور دوسرے انسانوں کے کیا حقوق ہیں یہ سب بھی جس تفصیل اور خوبی سے قرآن کریم نے بتائے ہیں کسی اور کتاب نے نہیں بتائے۔

سوئم علم غیب اور معرفت کی باتیں۔

جہاں تک انسان کی اس دنیاوی زندگی کا تعلق ہے اور آخرت اور اگلی زندگی کا معاملہ ہے قرآن کریم نے ایمان اور اعمال صالحہ کو ان کے لئے ضروری اور کافی ٹھہرایا ہے اور جہاں تک ان دو کا تعلق ہے قرآن کریم کی عبارت اور احکامات نہایت واضح اور عام فہم الفاظ میں ہیں۔ ایک گاؤں کا کسان۔ ایک مزدور اور ایک ان پڑھ آدمی بھی ان کو سمجھ سکتا اور ان پر عمل کر سکتا ہے، سو جہاں تک انسان کی دینی اور دنیاوی فلاح کا تعلق ہے قرآن کریم کو با ترجمہ پڑھنا اور اس کے احکام و نواہی کو یاد رکھنا اور ان پر عمل کرنا ہر شخص کے لئے آسان کر دیا گیا۔ ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر۔

مگر جہاں علم غیب اور حکمت و معرفت کے مضامین آتے ہیں وہاں انسان کے لئے سوچ بچار اور تفکر کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ غیب کی باتوں کو اس لئے بھی سمجھنا آسان نہیں کہ وہ ابھی وقوع پذیر نہیں ہوئی ہوتیں۔ وہ کب اور کس رنگ میں پیدا ہوں گی یہ خود پردۂ غیب میں ہوتا ہے اس لئے ان کے لئے الفاظ بھی حجاب کا رنگ رکھتے ہیں یہاں تک کہ اکثر خود رسول کو بھی واضح نہیں ہوتا کہ وہ کب اور کس رنگ میں واقع ہوں گی اور یہ بڑا بھاری ثبوت ہے کہ یہ باتیں رسول نے اپنی طرف سے نہیں کہی ہوتیں ان باتوں کو حجاب میں رکھنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ کاذب اور مفتری لوگ ان کا فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

اسی طرح حکمت و معرفت کی باتیں مطالعہ تدبّر اور تفکر چاہتی ہیں۔ یہ اس لئے کہ انسانی ذہن اور عقل ترقی نہیں کر سکتے اگر ان کو کام میں نہ لایا جائے اور ان پر بوجھ نہ ڈالا جائے۔ بلکہ انسان کی مادی ترقیات جتنی ہوئی ہیں ان میں بھی محنت و کاوش اور غور و فکر کی ضرورت ہوئی تب جا کر انسان نے مادی ترقیات کیں اور اسی کے ساتھ انسان کے ذہن اور عقل نے ترقی کی۔ ورنہ اگر پکا پکایا کھانا آسمان سے اترآتا اور بنا بنایا کپڑا بلکہ سلا سلایا لباس آسمان سے نازل ہو جاتا اور اسی طرح انسان کے ہر کام بغیر محنت و کاوش و تدبر ہو جاتے تو انسان کی عقل و علم کبھی ترقی نہ کرتے اسی طرح روحانی اور باطنی امور میں غور و فکر اور محنت اور کاوش کرنے میں ہی انسان کے روحانی علم و معرفت کی ترقی کا راز پنہاں ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے ان باتوں کو پانے کے لئے محنت اور جستجو کو ضروری رکھا جس میں کہ انسان کا اپنا فائدہ ہے۔

مگر قرآن کریم نے جہاں قرآن پر تدبّر کرنے کی دعوت دی ہے تاکہ انسان کے روحانی علوم و معرفت بڑھیں وہاں انسان کی نجات اور فلاح اور دونوں جہانوں کے سکھ کے لئے ایمان اور اعمال صالحہ کو کافی ٹھہرایا اور ان کو واضح اور عام فہم الفاظ میں رکھ دیا۔ قرآنی علوم اور معرفت کو حاصل کرنے کے لئے بھی دراصل زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی کیونکہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ ثمّ انّ علینا بیانہ یعنی قرآن کے علوم کو ہم خود دیں گے بشرطیکہ کسی کے دل میں ان کے حاصل کرنے کی تڑپ ہو اور وہ ان کے لئے کوشش کرے۔

ہاں قرآن کی روح اور مغز کو حاصل کرنے کے لئے فرمایا کہ لایمسہ الا المطہّرون۔

یعنی اپنی ظاہری اور باطنی تطہیر یا پاکیزگی پیدا کرو تب تمہیں یہ دولت ملے گی اور اس کی وجہ بھی صاف ہے کہ ایک گندے برتن میں پاک پانی بھی پڑ کر پاک و صاف نہیں رہتا اسی طرح ایک گندے باطن و ظاہر میں قرآن کریم بھی بخوبی حلول نہیں کر سکتا کیونکہ قرآن انسان کے ظاہر و باطن دونوں کی پاکیزگی چاہتا ہے۔

قرآن کریم نے جہاں یہ کہا کہ مجھے پڑھو اور میری تعلیم پر عمل کرو وہاں یہ بھی فرمایا کہ جاھدھم بہ جھاداً کبیراً یعنی قرآن کے ساتھ باطل کے خلاف جہاد کرو جو کہ سب سے بڑا جہاد ہے۔ اور یہی وہ کام ہے جس کے لئے اس صدی کے مجدّد و مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ نے جماعت احمدیہ کو بنایا چنانچہ آپ کا فرمان ہے کہ

اے بے خبر بخدمت قرآں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

یعنی موت جس کا کوئی پتہ نہیں اس کے آنے سے پہلے قرآن کی خدمت کے لئے کمر باندھ کر لگ جاؤ۔ آپ کی جماعت نے اسی کام کو قرآن کریم کے تراجم و اشاعت کر کے کیا ہے مگر کچھ عرصہ سے ہم میں سستی و غفلت پیدا ہو رہی ہے۔ اس لئے قرآن کریم کی چودہ سو سالہ سالگرہ منانے کا اس سے بڑھ کر کیا عمدہ طریقہ ہو سکتا ہے کہ ہم

(۱) قرآن کریم کو خود پڑھیں (با ترجمہ) اور اس پر عمل کریں۔

(۲) اپنے گھر کے لوگوں اور بچوں کو بھی پڑھائیں، اور اس پر عمل کی تاکید کریں۔ دراصل وہ ہمارے نمونہ سے متاثر ہوں گے نہ کہ کہنے سننے سے۔

(۳) قرآن کریم کے درس کو جاری کریں۔

(۴) قرآن کریم کے تراجم کو دنیا میں پھیلائیں۔

میں بہت سے ایسے واقعات جانتا ہوں کہ ایسی جگہوں میں جہاں اسلام کا نام بھی نہ گیا تھا اور نہ وہاں کوئی مبلغ پہنچا مگر چونکہ حضرت امیر مرحوم کا انگریزی ترجمہ وہاں لائبریری میں تھا اسے پڑھ کر خاندان کا خاندان مسلمان ہو گیا، اس لئے تھوڑے سے خرچ سے اگر آپ کے ذریعہ کوئی انسان مسلمان ہو جائے تو کیسا آسان اور عمدہ سودا ہے۔ یورپ، امریکہ اور افریقہ میں آج اس روحانی تسلّی و ہدایت کی تلاش ہے جو قرآن سے ملتی ہیں۔ اگر امام وقت کی جماعت نے اس معاملہ میں کوتاہی کی تو کل کو خدا تعالےٰ کے آگے حاضر ہو کر کیا عذر پیش کر سکیں گے؟

میں آخر میں حضرت امیر مرحوم کی وہ آخری وصیّت دہراتا ہوں جو انہوں نے جب اپنا آخری وقت سمجھا تو میرے ذریعہ کی تھی۔

"ہمارا کام قرآن کو دنیا میں پہنچا دینا ہے۔ آگے قرآن اپنا کام خود کرے گا۔"

قرآن کریم حضرت مسیح موعودؑ کی نظر میں

علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو اکثر لوگوں نے اپنے نعتیہ کلام سے عشق و محبت کا ثبوت دیا ہے، لیکن مرزا صاحب نے قرآن کریم کے متعلق جس عشق و محبت عرفان کا نتیجہ ہے جو قرآن کریم کے کمالات علمیہ اور تصرفات روحانیہ کے متعلق آپ کو حاصل ہے۔ امید ہے یہ اقتباسات قارئین کرام کے لئے اضافۂ علم و معرفت کا موجب ہوں گے۔

قرآن مجید اپنی برکات و تنویرات کے رُو سے اعجاز آفرین ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ کلام الٰہی نے مسلمانوں کو دوسرے معجزات سے کلّی بے نیاز کر دیا ہے وہ نہ صرف اعجاز بلکہ اپنی برکات و تنویرات کے رُو سے اعجاز آفرین بھی ہے۔ فی الحقیقت قرآن شریف اپنی ذات میں ایسی صفات کمالیہ رکھتا ہے جو اس کو خارجیہ معجزات کی کچھ بھی حاجت نہیں، خارجیہ معجزات کے ہونے سے اس میں کچھ زیادتی نہیں ہوتی اور نہ ہونے سے کوئی نقص عائد حال نہیں ہوتا اس کا بازار حسن معجزات خارجیہ کے زیور سے رونق پذیر نہیں بلکہ وہ اپنی ذات میں آپ ہی ہزارہا معجزات عجیبہ و غریبہ کا جامع ہے جن کو ہر یک زمانہ کے لوگ دیکھ سکتے ہیں نہ یہ کہ گذشتہ کا حوالہ دیا جائے، وہ ایسا ملیح الحسن محبوب ہے کہ ہر ایک چیز اس سے ملکہ آرائش پکڑتی ہے۔ اور وہ اپنی آرائش میں کسی کی آمیزش کا محتاج نہیں۔

ہمہ خوبان عالم را بزیورہا بیارایند
تو سیمیں تن چناں خوبی کہ زیورہا بیارائی

(سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۳)

معجزات اور خوارق قرآنی چار قسم پر

معجزات اور خوارق قرآنی چار قسم پر ہیں:۔ (۱) معجزات عقلیہ (۲) معجزات علمیہ (۳) معجزات برکات روحانیہ (۴) معجزات تصرفات خارجیہ۔ نمبر اوّل دو تین کے معجزات خواص ذاتیہ قرآن شریف میں سے ہیں اور نہایت عالی شان اور بدیہی الثبوت ہیں جن کو ہر یک زمانہ میں ہر ایک شخص تازہ بتازہ طور پر چشم دید ماجرا کی طرح دریافت کر سکتا ہے لیکن نمبر چار کے معجزات یعنے تصرفات خارجیہ یہ بیرونی خوارق ہیں جن کو قرآن شریف سے کچھ ذاتی تعلق نہیں انہیں میں سے معجزہ شق القمر بھی ہے، اصل خوبی اور حسن و جمال قرآن شریف کا پہلے تینوں قسم کے معجزات سے وابستہ ہے بلکہ ہر ایک کلام الٰہی کا یہی نشان اعظم ہے۔ کہ یہ تینوں قسم کے معجزات کسی قدر اس میں پائے جائیں اور قرآن شریف میں تو یہ ہر سہ قسم کے اعجاز اعلےٰ و اکمل و اتم طور پر پائے جاتے ہیں۔ اور انہیں کو قرآن شریف اپنی بے مثل و مانند ہونے کے اثبات میں بار بار پیش کرتا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے قل لئن اجتمعت الانس والجن علےٰ ان یأتوا بمثل ھٰذا القراٰن لا یأتون بمثلہٖ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرًا[1] یعنے ان منکرین کو کہدے کہ اگر تمام جن و انس یعنے تمام مخلوقات اس بات پر متفق ہو جائے کہ اس قرآن کی کوئی مثل بنانی چاہے تو وہ ہرگز اس بات پر قادر نہیں ہوں گے کہ ایسی ہی کتاب انہیں ظاہری و باطنی خوبیوں کی جامع بنا سکیں اگرچہ وہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں اور پھر دوسرے مقام میں فرماتا ہے ما فرّطنا فی الکتاب من شیءٍ[2] یعنے اس کتاب (قرآن شریف) سے کوئی دینی حقیقت باہر نہیں رہی بلکہ یہ جمیع حقائق و معارف دینیہ پر مشتمل ہے اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے ونزّلنا علیک الکتاب تبیانًا لکلّ شیءٍ[3]۔ یعنے ہم نے یہ کتاب (قرآن شریف) تمام علوم ضروریہ پر مشتمل نازل فرمائی ہے اور پھر فرماتا ہے یتلوا صحفًا مطھّرۃً فیھا کتبٌ قیّمۃٌ[4] یعنے یہ قرآن شریف وہ پاک اوراق ہیں جن میں تمام آسمانی کتابوں کا مغز اور لبِّ لباب بھرا ہوا ہے، پھر فرماتا ہے وان کنتم فی ریبٍ ممّا نزّلنا علےٰ عبدنا فاتوا بسورۃٍ من مثلہٖ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتّقوا النّار الّتی وقودھا النّاس والحجارۃ اُعدّت للکافرین[5]۔ یعنے اے منکرین اگر تم اس کلام کے بارہ میں جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے کچھ شک میں ہو یعنے اگر تم اس کو خدا کا کلام نہیں سمجھتے اور ایسا کلام بنانا انسانی طاقت کے اندر خیال کرتے ہو تو تم بھی ایک سورت جو انہیں ظاہری باطنی کمالات پر مشتمل ہو بنا کر پیش کرو اور اگر تم نہ بنا سکو اور یاد رکھو کہ ہرگز نہیں بنا سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن پتھر (بُت) اور آدمی ہیں یعنے بُت اور مشرک اور نافرمان لوگ ہی اس آگ کو بھڑکانے کا موجب ہو رہے ہیں۔ اگر دنیا میں بُت پرستی و شرک و بے ایمانی و نافرمانی نہ ہوتی تو وہ آگ بھی افروختہ نہ ہوتی تو گویا اس کا ابتدا عن یہی چیزیں ہیں جو علتِ موجبہ اس کے افروختہ ہونے کی ہیں اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے لو انزلنا ھٰذا القراٰن علےٰ جبلٍ لرأیتہٗ خاشعًا متصدّعًا من خشیۃ اللہ وتلک الامثال نضربھا للنّاس لعلّھم یتفکّرون[1] یعنے یہ قرآن جو تم پر اتارا گیا اگر کسی پہاڑ پر اتارا جاتا تو وہ خشوع و خضوع اور خوف الٰہی سے ٹکڑہ ٹکڑہ ہو جاتا اور یہ مثالیں ہم اس لئے بیان کرتے ہیں کہ تا لوگ [illegible] میں بکثرت درج ہیں اور اس قسم کے معجزات جمال قرآنی کے لئے بطور اس زیور کے ہیں جو خوبوں کو پہنایا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ نفس خوبصورتی کے زیور کے محتاج نہیں گو اس سے حسن کی آب و تاب کسی قدر اور بڑھ جاتی ہے۔"

(سرمہ چشم آریہ حاشیہ صفحہ ۱۲ تا ۱۵)

---

[1] بنی اسرائیل ع ۹۔ [2] الانعام ع ۴۔ [3] النحل ع ۱۲۔
[4] البیّنۃ ع [5] البقرہ ع ۳

[1] الحشر ع ۳

جمال و حُسنِ قرآں

جمال و حُسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مُسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اسکی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحمٰں ہے
بہارِ جاوداں پیدا ہے اسکی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اُس سا کوئی بستاں ہے
کلامِ پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے
خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے
ملائک جسکی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
سخن میں اسکے ہمتائی کہاں مقدورِ انساں ہے
بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اُس پہ آساں ہے
ارے لوگو! کرو کچھ پاس شانِ کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے

نورِ فرقان

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اُجلا نکلا ∴ پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مُرجھا ہی چلا تھا پودا ∴ ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا
یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے ∴ جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیّا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دُکانیں دیکھیں ∴ مئے عرفان کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
کس سے اس نُور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ ∴ وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا
پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں ∴ پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا
ہے قصُور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نُور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ بیضا نکلا

قرآن مجید صفات کمالیہ حق تعالیٰ کا ایک نہایت مصفّٰے آئینہ ہے

"قرآن شریف ایسے کمالاتِ عالیہ رکھتا ہے جو اس کی تیز شعاعوں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صحف سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے کہ کوئی ذہن ایسی صداقت نکال نہیں سکتا جو پہلے ہی سے اس میں درج نہ ہو، کوئی فکر ایسے برہانِ عقلی پیش نہیں کر سکتا جو پہلے ہی سے اس نے پیش نہ کی ہو، کوئی تقریر ایسا قوی اثر کسی دل پر نہیں ڈال سکتی جیسے قوی اور پُر برکت اثر لاکھوں دلوں پر وہ ڈالتا آیا ہے، وہ بلاشبہ صفاتِ کمالیہ حق تعالیٰ کا ایک نہایت مصفّا آئینہ ہے جس میں وہ سب کچھ ملتا ہے جو ایک سالک کو مدارج عالیہ معرفت تک پہنچنے کے لیے درکار ہے۔"

(سرمہ چشم آریہ حاشیہ صفحہ ۲۳-۲۴)

قرآن شریف میں معرفت حقانی کے تین دروازے

پہلا دروازہ ـــ اعجاز عقلی

اور جیسا کہ ہم عنوان اس حاشیہ پر لکھ چکے ہیں معرفت حقانی کے پیدا کرنے کے لیے تین دروازے قرآن شریف میں کھلے ہوئے ہیں۔ ایک عقلی یعنے خدا تعالیٰ کی ہستی اور خالقیت اور اس کی توحید اور قدرت اور رحم اور قیومی اور مجازات وغیرہ صفات کی شناخت کے لئے جہاں تک علوم عقلیہ کا تعلق ہے استدلالی طریق کو کامل طور پر استعمال کیا ہے اور اس استدلال کے ضمن میں صناعت منطق و علم بلاغت و فصاحت و علوم طبعی و طبابت و ہیئت و ہندسہ و دقائق فلسفیہ و طریق جدل و مناظرہ وغیرہ تمام علوم کو نہایت لطیف و موزوں طور پر بیان کیا ہے، جس سے اکثر دقیق مسائل منقح کئے ہیں۔ پس یہ طرز بیان جو فوق العادت ہے از قسم اعجاز عقلی ہے۔

(سرمہ چشم آریہ ص۲۶ حاشیہ)

دوسرا دروازہ معرفت ـ دقائق علمیہ

دوسرا دروازہ معرفت الٰہی کا جو قرآن شریف میں نہایت وسیع طور پر کھلا ہوا ہے دقائق علمیہ ہیں جس کو بوجہ خارق عادت ہونے کے علمی اعجاز کہنا چاہیئے وہ علوم کئی قسم کے ہیں اوّل علم معارف دین یعنے جس قدر معارف عالیہ دین اور اس کی پاک صداقتیں ہیں اور جس قدر نکات و لطائف علم الٰہی ہیں جن کی اس دنیا میں تکمیل نفس کے لئے ضرورت ہے ایسا ہی جس قدر نفس امّارہ کی بیماریاں اور اس کے جذبات اور اس کی دوری یا دائمی آفات ہیں یا جو کچھ ان کا علاج اور اصلاح کی تدبیریں ہیں اور جس قدر تزکیہ و تصفیہ نفس کے طریق ہیں اور جس قدر اخلاق فاضلہ کے انتہائی ظہور کی علامات و خواص و لوازم ہیں یہ سب کچھ باستیفائے تمام قرآن مجید میں بھرا ہوا ہے اور کوئی شخص ایسی صداقت یا ایسا نکتہ الٰہیہ یا ایسا طریق وصول الی اللہ یا کوئی ایسا نادر یا پاک طور مجاہدہ و پرستش الٰہی کا نکال نہیں سکتا جو اس پاک کلام میں درج نہ ہو دوسرے علم خواص روح و علم نفس ہے جو ایسے احاطہ تام سے اس کلام معجز نظام میں اندراج پایا ہے کہ جس سے غور کرنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ بجز قادر مطلق کے یہ کسی کا کام نہیں، تیسرے علم مبدء و معاد و دیگر امور غیبیہ جو عالم الغیب کے کلام کا ایک لازمی حصہ ہے جس سے دلوں کو تسلّی و تشفّی ملتی ہے۔ اور غیب دانی خدائے قادر مطلق کی شہودی طور پر ثابت و متحقق ہوتی ہے، یہ علم اس تفصیل اور کثرت سے قرآن شریف میں پایا جاتا ہے کہ دنیا میں کوئی دوسری کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی، پھر علاوہ اس کے قرآن شریف نے تائید دین میں اور علوم سے بھی اعجازی طور پر خدمت لی ہے اور منطق اور طبعی اور فلسفہ اور ہیئت اور علم نفس اور طبابت اور علم ہندسہ اور علم بلاغت و فصاحت وغیرہ علوم کے وسائل سے علم دین کا سمجھانا اور ذہن نشین کرنا یا اس کا تفہیم درجہ بدرجہ آسان کر دینا یا اس پر کوئی برہان قائم کرنا یا اس سے کسی نادان کا اعتراض اُٹھانا مدِ نظر رکھا ہے غرض طفیلی طور پر یہ سب علوم خدمتِ دین کے لئے بطور خارق عادت قرآن شریف میں اس عجیب طور سے بکھرے ہوئے ہیں جن سے ہر یک درجہ کا ذہن فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ (ایضاً صفحہ ۲۶-۲۷ حاشیہ)

تیسرا دروازہ معرفت ـــ برکات روحانیہ

تیسرا دروازہ معرفت الٰہی کا جو قرآن شریف میں اللہ جلّشانہ نے اپنی عنایت خاص سے کھول رکھا ہے برکات روحانیہ ہیں جس کو اعجاز تاثیری کہنا چاہیئے یہ بات کسی سمجھدار پر مخفی نہیں ہوگی، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زاد بوم ایک محدود جزیرہ نما ملک ہے جس کو عرب کہتے ہیں جو دوسرے ملکوں سے ہمیشہ بے تعلق رہ کر گویا ایک گوشہ تنہائی میں پڑا رہا ہے اس ملک کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے بالکل وحشیانہ اور درندوں کی طرح زندگی بسر کرنا اور دین اسلام اور ایمان اور حق اللہ اور حق العباد سے بے خبر محض ہونا اور سینکڑوں برسوں سے بت پرستی و دیگر ناپاک خیالات میں ڈوبے ہوئے چلے آنا اور عیاشی اور بدمستی اور شراب نوشی اور شراب خواری اور قماربازی وغیرہ فسق کے طریقوں میں انتہائی درجہ تک پہنچ جانا اور قزاقی اور خونریزی اور دختر کشی اور یتیموں کا مال کھا جانے اور بیگانہ حقوق دبا لینے کو کچھ گناہ نہ سمجھنا غرض ہر یک طرح کی بُری حالت اور ہر یک نوع کا اندھیرا اور ہر قسم کی ظلمت و غفلت عام طور پر تمام عربوں کے دلوں پر چھائی ہوئی ہونا ایک ایسا واقعہ مشہور ہے کہ کوئی متعصب مخالف بھی بشرطیکہ کچھ واقفیت رکھتا ہو اس سے انکار نہیں کر سکتا اور پھر یہ امر بھی ہر یک منصف پر ظاہر ہے کہ وہی جاہل اور وحشی اور یاوہ اور ناپارسا طبع لوگ اسلام میں داخل ہونے اور قرآن کو قبول کرنے کے بعد کیسے ہوگئے اور کیونکر تاثیرات کلام الٰہی اور صحبت نبی معصوم نے بہت ہی تھوڑے عرصہ میں ان کے دلوں کو یکلخت ایسا مبدل کر دیا کہ وہ جہالت کے بعد معارف دینی سے مالامال ہوگئے اور محبت دنیا کے بعد الٰہی محبت میں ایسے کھوئے گئے کہ اپنے وطنوں اپنے مالوں، اپنے عزیزوں، اپنی عزتوں اور اپنی جان کے آراموں کو اللہ جلشانہ کو راضی کرنے کے لئے چھوڑ دیا چنانچہ یہ دونوں سلسلے ان کی پہلی حالت اور اس نئی زندگی کے جو بعد اسلام انہیں نصیب ہوئی قرآن شریف میں ایسی صفائی سے درج ہیں کہ ایک صالح اور نیک دل آدمی پڑھتے وقت بے اختیار چشم پُر آب ہو جاتا ہے پس وہ کیا چیز تھی جو ان کو اتنی جلدی ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف کھینچ کر لے گئی۔ وہ دو ہی باتیں تھیں ایک یہ کہ وہ نبی معصوم اپنی قوتِ قدسیہ میں نہایت ہی قوی الاثر تھا ایسا کہ نہ کبھی ہوا نہ ہوگا دوسرا خدائے قادر مطلق حی و قیوم کے پاک کلام کی زبردست اور عجیب تاثیریں تھیں کہ جو ایک گروہ کثیر کو ہزاروں ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئیں بلاشبہ یہ قرآنی تاثیریں خارق عادت ہیں کیونکہ کوئی دنیا میں بطور نظیر نہیں بتلا سکتا کہ کبھی کسی کتاب نے ایسی تاثیر کی۔ کون اس بات کا ثبوت دے سکتا ہے کہ کسی کتاب نے ایسی عجیب تبدیلی و اصلاح کی جیسا کہ قرآن شریف نے کی۔

(سرمہ چشم آریہ صفحہ ۲۸-۲۹-۳۰)

قرآن شریف کے ذاتی اعجاز کا کوئی الہامی کتاب مقابلہ نہیں کر سکتی

قرآن شریف توحید کے کامل اور پُر زور بیان میں، اپنے اصول کو معقول اور مدلّل طور پر ثابت کرنے میں، اخلاق فاضلہ کے تمام جزئیات کے لکھنے میں اخلاق ذمیمہ کے معالجات لطیفہ میں، وصول الی اللہ کے تمام طریقوں کی توضیح میں، نجات کی سچی فلاسفی ظاہر کرنے میں، صفات کاملہ الٰہیہ کے اکمل و اتم ذکر میں، مبدء و معاد کے پُر حکمت بیان میں، روح کی خاصیتوں اور قوتوں اور طاقتوں اور استعدادوں کے بیان میں، حکمت بالغہ الٰہیہ کے تمام وسائل پر احاطہ کرنے میں، تمام اقسام کی صداقتوں پر مشتمل ہونے میں، تمام مذاہب باطلہ کو عقلی طور پر رد کرنے میں

تاثیرات وتنویرات روحانیہ میں اور کیا بلحاظ فصیح و بلیغ اور رنگین عبارت میں اس کمال کے درجہ تک پہنچا ہوا ہے کہ ہر یک حصہ اس کے بیان کا ان بیانات میں سے درحقیقت معجزۂ عظیم ہے۔ جس کا مقابلہ نہ کوئی آریہ کرسکتا ہے نہ کوئی عیسائی اور نہ کوئی یہودی اور نہ کوئی اور شخص جو کسی مذہب کا پابند ہے۔ اس جگہ بید سراسر بے ثمر ہے اور توریت و انجیل سراسر بے اثر، یہی وجہ ہے کہ کسی کتاب نے یہ دعوےٰ نہیں کیا کہ جو قرآن شریف نے کیا جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتوا بمثل ھٰذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا[1] یعنے ان کو کہدے کہ اگر سب جن و انس اس بات پر متفق ہو جائیں کہ قرآن کی کوئی نظیر پیش کرنی چاہیئے تو ممکن نہیں کہ کر سکیں اگرچہ بعض بعضوں کی مدد بھی کریں، اور جو کچھ قرآن شریف کے ذاتی معجزات اس جگہ ہم نے تحریر کئے ہیں، اگر کسی آریہ وغیرہ کو اپنے دل میں کچھ گھمنڈ سر میں کچھ غرور ہو اور خیال ہو کہ یہ معجزہ نہیں ہے بلکہ وید یا اس کی کوئی اور کتاب جس کو وہ الہامی سمجھتا ہے اس کا مقابلہ کرسکتی ہے تو اسے اختیار ہے کہ آزما کر دیکھ لے اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اگر کوئی مخالف ہمارا آزاد و ذی علم لوگوں میں سے ان معجزات قرآنیہ میں سے کسی معجزہ کا انکاری ہو اور اپنی کتاب الہامی میں زور مقابلہ خیال کرتا ہو تو ہم حسب فرمائش اس کے کوئی قسم اقسام معجزات ذاتیہ قرآن شریف میں سے تحریر کر کے کوئی مستقل رسالہ شائع کر دیں گے، پھر اگر اس کی الہامی کتاب قرآن شریف کا مقابلہ کر سکے تو اسے حق پہنچتا ہے کہ تمام معجزات قرآنیہ سے منکر ہو جاوے اور جو شرط قرار دی جاوے ہم سے پوری کرے۔“

(سرمہ چشم آریہ صفحہ ۲۲۵ تا ۲۲۷)

قرآن شریف کی اتباع سے برکات الٰہی دل پر نازل ہوتی ہیں

اب وید سے منہ پھیر کر قرآن شریف کی طرف دیکھنا چاہیئے کہ کیسی پاک تاثیریں دکھاتا ہے، لاکھوں مقدسوں کا یہ تجربہ ہے کہ قرآن شریف کے اتباع سے برکات الٰہی دل پر نازل ہوتی ہیں اور ایک عجیب پیوند مولیٰ کریم سے ہو جاتا ہے، خدا کے انوار اور الہام ان کے دلوں پر اترتے ہیں اور معارف اور نکات ان کے منہ سے نکلتے ہیں۔ ایک قوی توکل ان کو عطا ہوتی ہے اور ایک محکم یقین ان کو دیا جاتا ہے اور ایک لذیذ محبت الٰہی جو لذت وصال سے پرورش یاب ہے ان کے دلوں میں رکھی جاتی ہے ....“

(سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۳۰-۱۳۱ حاشیہ)

نورِ پاک قرآن

از نورِ پاک قرآں صبح صفا دمیدہ ∴ بر غنچہ ہائے دلہا بادِ صبا وزیدہ
ایں روشنی و لمعاں شمس الضحیٰ ندارد ∴ ویں دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ
یوسف بقعرِ چاہے محبوس ماند تنہا ∴ ویں یوسفے کہ تن ہا از چاہ برکشیدہ
از مشرقِ معانی صدہا دقائق آورد ∴ قدِّ ہلالِ نازک زاں نازکی خمیدہ
کیفیّتِ علومش دانی چہ شان دارد ∴ شہدیست آسمانی از وحیِ حق چکیدہ
آں نیّرِ صداقت چوں رو بعالم آورد ∴ ہر بوم شب پرستی در کنج خود خزیدہ
روئے یقیں نہ بیند ہرگز کسے بدنیا ∴ الّا کسیکہ باشد با رویش آرمیدہ
آنکس کہ عالمش شد۔ شد مخزنِ معارف ∴ واں بے خبر ز عالم کیں عالمے ندیدہ
بارانِ فضلِ رحماں آمد بمقدمِ او ∴ بدقسمت آنکہ از وے سوئے دگر دویدہ
میلے بدی نباشد الّا رگے زشیطاں ∴ آں را بشر بدانم کز ہر شرے رمیدہ
اے کانِ دلربائی دانم کہ از کجائی ∴ تو نورِ آں خدائی کیں خلق آفریدہ

میلم نماند باکس محبوبِ من توئی بس
زیرا کہ زاں فغاں رس نورت بما رسیدہ

قرآن شریف علوم طبیعی و ہیئت سیکھنے کی ترغیب دیتا ہے

اہل اسلام وہ قوم ہے جن کو جابجا قرآن میں یہی رغبت دی گئی ہے کہ وہ فکر اور خوض میں مشق کریں، مومنوں کی تعریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علیٰ جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ھٰذا باطلا۔[1] یعنے مومن وہ لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے بستروں پر لیٹے ہوئے یاد کرتے ہیں اور جو کچھ زمین و آسمان میں عجائب صنعتیں موجود ہیں ان میں فکر اور غور کرتے رہتے ہیں اور جب لطائفِ صنعت الٰہی ان پر کھلتے ہیں تو کہتے ہیں خدایا تو نے ان صنعتوں کو بیکار پیدا نہیں کیا۔ یعنے وہ لوگ جو مومن خاص ہیں صنعت شناسی اور ہیئت دانی سے دنیا کے لوگوں کی طرح صرف اتنی ہی غرض نہیں رکھتے کہ مثلاً اسی پر کفایت کریں کہ زمین کی شکل یہ ہے اور اس کا قطر اس قدر ہے اور اس کی کشش کی کیفیت یہ ہے اور آفتاب اور ماہتاب اور ستاروں سے اس کو اس قسم کے تعلقات ہیں بلکہ وہ صنعت کی کمالیت شناخت کرنے کے بعد اور اس کے خواص کھلنے کے پیچھے صانع کی طرف رجوع کر جاتے ہیں اور اپنے ایمان کو مضبوط کرتے ہیں اور پھر دوسری جگہ فرماتا ہے یؤتی الحکمۃ من یشاء ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔[1] یعنے خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جس کو حکمت دی گئی اس کو خیر کثیر دی گئی پس دیکھنا چاہیئے کہ ان آیات میں مسلمانوں کو کس قدر علم و حکمت حاصل کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔“

(سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۴۳-۱۴۴)

قرآن شریف حضرت نبی کریم صلعم کی رسالت ثابت کرنے کے لئے ایک معجزہ ہے

اب ہماری طرف سے یہ دعوےٰ ہے جس کو ہم بمقابل ہر یک فریق کے ثابت کرنے کو طیار ہیں کہ وحی قرآنی اپنی تعلیم اور اپنے معارف اور برکات اور علوم میں ہر ایک وحی سے اتم و اعلیٰ ہے اور اس کے اثبات میں کسی قدر ہم کتاب براہین میں لکھ بھی چکے ہیں اور اکثر حصہ اس کتاب کا جو انشاء اللہ رسالہ سراج منیر کے بعد چھپنا شروع ہوگا۔ انہیں ثبوتوں سے بھرا ہوا ہے اور ہم نے اپنی کتاب براہین میں جس کے ساتھ دس ہزار روپیہ کا اشتہار ہے نہایت معقول اور مدلل طور پر ثابت کر دیا ہے کہ فی الحقیقت قرآن شریف اپنے معارف اور حکمتوں اور پربرکت تاثیروں اور بلاغتوں میں اس حد تک پہنچا ہوا ہے جس تک پہنچنے سے انسانی طاقتیں عاجز ہیں اور جس کا مقابلہ کوئی بشر نہیں کرسکتا، اور نہ کوئی دوسری کتاب کر سکتی ہے اور حقیقی اور کامل معجزہ اپنے نبی کریم کی رسالت ثابت کرنے کے لئے یہی بڑا بھاری معجزہ اہل اسلام کے ہاتھ میں ہمیشہ کے لئے قیامت تک ہے جو اب بھی ایسا ہی تازہ بتازہ موجود ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت موجود تھا اور اب بھی مخالفوں کو ایسا ہی لاجواب اور رسوا کر رہا ہے جیسے وہ پہلے کرتا تھا۔“

(سرمہ چشم آریہ صفحہ ۲۴۸-۲۴۹)

قرآن شریف کے شامل حال نصرت الٰہی

انصاف سے دیکھنا چاہیئے کہ مسلمان جس پاک اور کامل کتاب پر ایمان لاتے ہیں کس قدر اس مقدس کتاب کو انہوں نے اپنے ضبط میں کر لیا ہے عموماً تمام مسلمان ایک حصہ کثیر قرآن شریف کا حفظ رکھتے ہیں جس کو پنج وقت مساجد میں نماز کی حالت میں پڑھتے ہیں ابھی بچہ پانچ یا چھ برس کا ہوا جو قرآن شریف اس کے آگے رکھا گیا لاکھوں آدمی ایسے پاؤ گے جن کو سارا قرآن شریف اول سے آخر تک حفظ ہے اگر ایک حرف بھی کسی جگہ سے پوچھو تو اگلی پچھلی عبارتیں سب پڑھ کر سنا دیں اور مردوں پر کیا موقوف ہے، ہزاروں عورتیں سارا قرآن شریف حفظ رکھتی ہیں کسی شہر میں مساجد و مدارس اسلامیہ میں

---

[1] بنی اسرائیل ع ۹

[1] آل عمران ع ۲۰

[1] البقرہ ع ۳۴

دیکھو صد ہا لڑکوں اور لڑکیوں کو پاؤ گے کہ قرآن شریف آگے رکھے ہیں اور باترجمہ پڑھ رہے ہیں یا حفظ کر رہے ہیں اب سچ سچ کہو کہ اس کے مقابل پر وید کا کیا حال ہے اور خود ایمانًا اپنے ہی کانشنس سے پوچھ کر دیکھو کہ وید کی حالت کو اس سے کیا نسبت ہے سو اس سے ہی تم سمجھ سکتے ہو کہ کس کتاب کے شامل حال نصرت الٰہی ہے اور کونسی کتاب اپنی تعلیموں میں شہرت تام پا چکی ہے"۔ (شحنہ صفحہ ۵-۶)

قرآن شریف علوم و معارف اور دینی صداقتوں کے لحاظ سے ایک معجزہ ہے

قرآن شریف ایسا علوم و معارف و کمالات ظاہری باطنی پر حاوی ہے کہ صریح حد بشریت سے بڑھا ہوا ہے اور بہ بداہت معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر اس نے حقائق و دقائق کو ایک بے مثل بلاغت و فصاحت میں بیان کیا ہے اور پھر بالالتزام ایسے بلیغ و فصیح بیان کے تمام دینی صداقتوں کو ایک دائرہ کی طرح محیط ہو گیا ہے حقیقت میں یہ ایسا کام ہے جس کو معجزہ کہنا چاہیئے کیونکہ یہ انسانی طاقتوں سے ماورا اور بشری قوتوں سے بالاتر ہے۔"

(شحنہ حق صفحہ ۱۶)

قرآن شریف کے سچے پیرو ظلی طور پر الہام پاتے ہیں۔

اللہ جلشانہ کا وہی کلام ہے جو الٰہی طاقتیں اور برکتیں اور خاصیتیں اپنے اندر رکھتا ہے سو آؤ جسے دیکھنا ہو دیکھ لے وہ قرآن شریف ہے، جس کی صد ہا روحانی خاصیتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سچے پیرو اس کے ظلی طور پر الہام پاتے ہیں اور تادم مرگ رحمت و برکت انکے شامل حال ہوتی ہے سو یہ خاکسار اسی آفتاب حقیقت سے فیض یافتہ اور اسی دریائے معرفت سے قطرہ بردار ہے۔"

(شحنہ حق ص ۲۸-۲۸)

قرآن شریف کی مثال ایک عالیشان عمارت کی ہے

اب قرآن شریف کی تو یہ مثال ہے کہ جیسی ایک نہایت عالی شان عمارت ہو جس میں ہر یک ضروری سامان قرینہ سے بنا ہوا ہے، نشست گاہ الگ ہے، باورچی خانہ الگ، خواب گاہ الگ، غسل خانہ الگ، اسباب خانہ الگ، اردگرد نہایت خوشنما باغ اور نہریں جاری اور دیانتدار خادم اور محافظ جابجا موجود۔

(شحنہ حق صفحہ ۷۱)

قرآنی عظمتوں پر انگریز مصنفین کی شہادت

انگریزوں نے قرآن شریف کا ترجمہ کیا تو قرآنی توحید نے یورپ کے ملکوں میں ہلچل ڈال دی یہاں تک کہ لائل صاحب اور جون ڈیون پورٹ وغیرہ نامی انگریزوں نے جن کی کتابیں حمایت اسلام وغیرہ چھپ کر ہندوستان میں بھی آ گئی ہیں قرآنی عظمتوں اور اس کی پاک توحید پر ایسی شہادتیں دیں کہ باوجود بہت سے موانع تعصب کے انہیں کہنا پڑا کہ فرقان مضامین توحید میں اور عیوب سے منزہ ہونے میں ایک بے مثل کتاب ہے جس کے عقائد بالکل عقل کے مطابق اور ایک حکیم کا مذہب ہو سکتا ہے ایسا ہی ایک فاضل انگریز ملیٹ نام جنہوں نے حال میں اسلام کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے وہ اس بات کے قائل ہیں کہ توحید کو دنیا میں دوبارہ قائم کرنے والے پیغمبر اسلام ہیں انہوں نے وحدانیت الٰہی کو اس اعلےٰ درجہ پر پھیلایا کہ عرب کے ریگستان میں اب تک توحید کی خوشبو آتی ہے"۔ (شحنہ حق صفحہ ۷۷)

قرآن کریم اعلےٰ درجہ کا معجزہ اور معارف و حقائق کا ناپیدا کنار دریا ہے

ایسے لوگ کیونکر خطرات لغزش سے محفوظ رہ سکتے ہیں جو قرآن کریم کی خوبیوں سے ناواقف اور بیرونی اعتراضات کے دفع کرنے سے عاجز اور کلام الٰہی کے حقائق اور معارف عالیہ سے منکر ہیں بلکہ اس زمانہ میں ان کا وہ خشک ایمان سخت معرض خطر میں ہے اور کسی ادنٰے ابتلاء کے تحمل کے قابل نہیں ہے، خدا تعالے پر اسی شخص کا ایمان مستحکم ہو سکتا ہے جس کا اس کی کتاب پر ایمان ہو اور اس کی کتاب پر بھی ایمان مستحکم ہو سکتا ہے کہ جب بغیر حاجت منقولی معجزات کے جواب آنکھوں کے سامنے بھی موجود نہیں ہیں، خود خدا تعالے کا پاک کلام اعلےٰ درجہ کا معجزہ اور معارف و حقائق کا ایک ناپیدا کنار دریا نظر آوے۔"

(آئینہ کمالات اسلام صـ۳۸)

قرآن کریم ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق روشنی دیتا رہا ہے۔

جہاں تک نظر اٹھا کر دیکھو یہی سنت اللہ پاؤ گے کہ ہمیشہ خدا تعالے زمانہ کی ضرورتوں کے موافق اپنے دین کی مدد کرتا رہا ہے اور جس قسم کی روشنی کے دیکھنے کے لئے زمانہ کی حالت نے بالطبع خواہش کی وہی روشنی اپنے کلام اور کام میں اپنے کسی برگزیدہ کی معرفت دکھلاتا رہا ہے تا اس بات کا ثبوت دے کہ اس کا کلام اور کام ناقص نہیں اور نہ کمزور اور ضعیف ہے +

قرآن کریم بے نہایت کمالات پر مشتمل ہے

حضرت موسٰے کے زمانہ میں سانپوں کے مقابلہ میں سانپ کی ضرورت پڑی اور حضرت مسیح کے مقابل پر طبیبوں اور افسون خوانوں کے مقابل پر روحانی طبابت کی حاجتیں پیش آئیں، سو خدا تعالےٰ نے زمانہ کے تقاضوں کے مطابق اپنے نبیوں کو مدد دی اور ہمارے سید و مقتدا ختم المرسلین کے زمانہ کی ضرورتیں درحقیقت کسی ایک نوع میں محدود نہ تھیں اور یہ زمانہ بھی کوئی محدود زمانہ نہ تھا بلکہ ایسا وسیع تھا جس کا دامن قیامت تک پھیل رہا ہے اس لئے خداوند قدیر و حکیم نے قرآن کریم کو بے نہایت کمالات پر مشتمل کیا اور قرآن کریم بوجہ اپنے ان کمالات کے جن میں سے کوئی دقیقہ خیر کا باقی نہیں رہا تھا ہر یک زمانہ کے فساد کا کامل طور پر تدارک کرتا رہا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بڑا کام قرآن کریم کا غلط عقائد کے اصولوں کی اصلاح تھی سو اس نے تمام دنیا کو صاف اور سیدھے اصول خداشناسی اور حقوق عباد کے عطا کئے اور گم گشتہ توحید کو قائم کیا اور دنیا کے پر ظلمت خیالات کے مقابل پر وہ پر حکمت اور پر زور باتیں بہ اعلےٰ درجہ کا بلیغ و فصیح کلام پیش کیا جس نے تمام اس وقت کے موجودہ خیالات کو پاش پاش کر دیا اور حکمت اور معرفت اور بلاغت اور فصاحت اور تاثیرات وحی میں ایک عظیم الشان معجزہ دکھلایا۔ پھر ایسا ہی ہر ایک وقت میں جب کسی قسم کی ظلمت جوش میں آ گئی تو اسی پاک کلام کا نور اس ظلمت کا مقابلہ کرتا رہا کیونکہ وہ پاک کلام ایک ابدی معجزہ اور مختلف زمانوں کی مختلف تاریکی کے اٹھانے کے لئے

از وحیِ خدا صبح صداقت بدمیدہ

از وحیِ خدا صبح صداقت بدمیدہ ∴ چشمیکہ ندید آں صحف پاک چہ دیدہ
کارِ دلِ ما شد ز ہماں نافہ معطر ∴ وآں یار بیاید کہ زما بود رمیدہ
آں دیدہ کہ نورے نگرفت است ازاں فرقاں ∴ حقا کہ ہمہ عمر ز کوری نرہیدہ
آں دل کہ جز از وے گل گلزار خدا ست ∴ سوگند تواں خورد کہ بوئش نشمیدہ
یا خور ندہم نسبت آں نور کہ بینم ∴ صد خور کہ بہ پیراہن او حلقہ کشیدہ
بے دولت و بدبخت کسانیکہ ازاں نور
سر تافتہ از نخوت و پیوند بریدہ

ایک کامل روشنی اپنے اندر لایا تھا۔ لہذا وہ ہر ایک قسم کی تاریکی کو اپنے نور کی قوت سے رفع دفع کرتا رہا یہاں تک کہ وہ زمانہ آگیا کہ جس میں ہم ہیں اور جیسا کہ قرآن کریم نے پیشگوئی کی تھی زمین نے ہمارے زمانہ میں وہ تاریکیاں جو زمین کے اندر مخفی تھیں باہر رکھدیں، اور ایک سخت جوش ضلالت اور بے ایمانی اور بد استعمالی عقل کا برپا ہو گیا یہ وہی طبائع زائغہ کا جوش ہے جس کو دوسرے لفظوں میں دجال کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، اور خدا تعالٰے نے قرآن کریم میں خبر دی تھی کہ وہ عالیشان اور کامل کلام اس طوفان پر بھی غالب آئے گا سو ضرور تھا کہ کلام الٰہی میں وہ سچا فلسفہ بھرا ہوا ہوتا جو حال کے دھوکا دینے والے فلسفہ پر غالب آجاتا کیونکہ ابدی اصلاحوں کے لئے آیا ہے وہ نہ تھکے گا اور نہ درماندہ ہوگا جب تک کہ ہر سلیم طبیعت میں اپنی سلطنت قائم نہ کرے اور فلسفہ کی زہر کھانے والے اس تریاق کے منتظر تھے سو خدا تعالٰے نے اس کو ظاہر کر دیا اور ناپاک معقولیت کا غلبہ توڑنے کے لئے اس نے یہی چاہا کہ قرآنی معقولیت کا فلسفہ ظاہر کرے اور مخالفوں کی باطل معقولیت کو پیس ڈالے۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۰۰-۳۹)

فضیلت قرآن کی وجوہات

قرآن کریم کی تعلیم کو جو دوسری تعلیموں پر کمال درجہ کی فوقیت ہے تو اس کی دو وجہیں ہیں:-

اوّل یہ کہ پہلے نبی اپنے زمانہ کے جمیع بنی آدم کے لئے مبعوث نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ وہ صرف اپنی ایک خاص قوم کے لئے بھیجے جاتے تھے جو خاص استعداد میں محدود اور خاص طور کے عادات اور عقائد اور اخلاق اور روش میں قابلِ اصلاح ہوتے تھے۔ پس اس وجہ سے وہ کتابیں قانون مختص القوم کی طرح ہو کر صرف اسی حد تک اپنے ساتھ ہدایت لاتی تھیں جو اس خاص قوم کے مناسب حال اور ان کے پیمانہ استعداد کے موافق ہوتی تھی۔

دوسری وجہ یہ کہ ان انبیاء علیہم السلام کو ایسی شریعت ملتی تھی جو ایک خاص زمانہ تک محدود ہوتی تھی، اور خدا تعالٰے نے ان کتابوں میں یہ ارادہ نہیں کیا تھا کہ دنیا کے اخیر تک وہ ہدایتیں جاری رہیں اس لئے وہ کتابیں قانون مختص الزمان کی طرح ہو کر صرف اسی زمانہ کی حد تک ہدایت لاتی تھیں، جو ان کتابوں کی پابندی کا زمانہ حکمت الٰہی نے اندازہ کر رکھا ہے۔

یہ دونوں قسم کے نقص جو ہم نے بیان کئے ہیں قرآن کریم بکلی ان سے مبرّا ہے کیونکہ قرآن کریم کے اتارنے سے اللہ جلشانہٗ کا مقصد یہ تھا کہ وہ تمام بنی آدم پر ظاہر ہو، اور اس کے ظہور کا وقت آپہنچا تھا، اس لئے خدا تعالٰے نے قرآن مجید کو تمام قوموں اور تمام زمانوں کے لئے جو قیامت تک آنے والے تھے۔ ایک کامل اور جامع قانون کی طرح نازل فرمایا اور ہر یک درجہ کی استعداد کے لئے افادہ اور افاضہ کا دروازہ کھول دیا۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۲۷ تا ۱۲۸)

استعمال الفاظ میں اسلوب قرآن

قرآن کریم میں یہ سنت اللہ ہے، کہ بعض الفاظ اپنی اصلی حقیقت سے پھر کر مستعمل ہوتے ہیں جیسا کہ فرماتا ہے واقرضوا اللّٰہ قرضًا حسنًا۔ یعنی قرض دو اللہ کو اچھا۔ اب ظاہر ہے کہ قرض کی اصل تعریف کے مفہوم میں یہ داخل ہے کہ انسان حاجت اور لاچاری کے وقت دوسرے سے بوقت دیگر ادا کرنے کے عہد پر کچھ مانگتا ہے۔ لیکن اللہ جلشانہ حاجت سے پاک ہے پس اس جگہ قرض کے مفہوم میں صرف ایک چیز مراد لی گئی یعنے اس طور سے لینا کہ پھر دوسرے وقت اس کو واپس دے دینا اپنے ذمہ واجب ٹھہرا لیا ہو، ایسا ہی آیت ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع اصل مفہوم سے پھیری گئی کیونکہ عرف عام میں آزمائش کرنے والا اس نتیجہ سے غافل اور بے خبر ہوتا ہے جو امتحان کے بعد پیدا ہوتا ہے مگر اس سے اس جگہ یہ مطلب نہیں بلکہ خدا تعالٰے کے امتحان میں ڈالنے سے یہ مطلب ہے کہ تا شخص زیر امتحان پر اس کے اندرونی عیب یا اندرونی خوبیاں کھول دے۔

(آئینہ کمالات اسلام ص ۱۵۴-۱۵۵)

قرآن کو فلسفہ کے مجموعی حملہ سے نقصان کا اندیشہ نہیں۔

"قرآن کا ایک نقطہ یا شعشہ بھی اولین اور آخرین کے فلسفہ کے مجموعی حملہ سے ذرّہ سے نقصان کا اندیشہ نہیں رکھتا وہ ایسا پتھر ہے کہ جس پر گرے گا اس کو پاش پاش کر دے گا اور جو اس پر گرے گا وہ خود پاش پاش ہو جائے گا۔"

(آئینہ کمالات اسلام ص ۲۵۷)

قرآن کریم کی تعلیم منجملہ معجزات کے ایک معجزہ ہے۔

سچ اور واقعی امر تو یہ ہے کہ قرآن کریم کی یہ تعلیم بھی منجملہ معجزات کے ایک معجزہ ہے کیونکہ جس خوبی اور اعتدال اور حکیمانہ شان سے اس تعلیم نے اس عقیدہ کو حل کر دیا کہ کیوں انسان میں نہایت قوی جذبات خیر و شر پائے جاتے ہیں یہاں تک کہ عالم رؤیا میں بھی ان کے انوار یا ظلمتیں صاف اور صریح طور پر محسوس ہوتی ہیں، اس طرز محکم اور معقول سے کسی اور کتاب نے بیان نہیں کیا اور زیادہ تر اعجاز کی صورت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ بجز اس طریق کے ماننے کے اور کوئی بھی طریق بن نہیں پڑتا۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۸۳)

دردا کہ حسنِ صورت فرقاں عیاں نماند

دردا کہ حسن صورت فرقاں عیاں نماند ؞ آں خود عیاں مگر اثرِ عارفاں نماند
مردم طلب کنند کہ اعجاز آں کجاست ؞ صد درد و صد دریغ کہ اعجاز داں نماند
کوریم از کمالِ تغافل بچشمِ ما ؞ آں روئے خوب و گیسوئے عنبر فشاں نماند
بینم کہ ہر یکے بغمِ نفس مبتلاست ؞ کس را غمِ اشاعتِ فرقاں بجاں نماند
یوسف شنیدہ ام کہ رشدش کارواں معیں ؞ ایں یوسفے کہ ہیچ کسش کارواں نماند
جانم کباب شد زغمِ ایں کتابِ پاک ؞ چنداں بسوختم کہ خود امیدِ جاں نماند
دوش اند کے مرا بخیالے شکیب بود ؞ امشب مپرس حال کہ تاب و تواں نماند
اے سید الورٰے مددے وقتِ نصرت است ؞ در بوستاں سرائے تو کس باغباں نماند
صد بار قصدہا کنم از خود می اگر ؞ بینم کہ حسنِ دلکش فرقاں نہاں نماند
در رنج و درد مے گذرانیم روزگار ؞ یارب ترحمیکہ دگر مہرباں نماند
یارب چہ مہر من غمِ فرقاں مقدّر است ؞ یا خود دریں زمانہ کسے رازداں نماند
دیدم کہ زاہداں رہِ فرقاں گذاشتند ؞ ناچار در دلم اثرِ مہر شاں نماند
اے خواجہ پنج روز بود لطفِ زندگی ؞ کس از پئے مدام دریں خاکداں نماند
امروز گر دل از پئے قرآں نسوزدت ؞ عذرِ گرترا بجنابِ یگاں نماند
بگذار در مثنوی و شغل غزل و شعر ؞ ایں خود چہ چیز ہست اگر قدرِ آں نماند
در بر خادماں نشینی و صد ناز مے کنی ؞ آنرا کہ سیّد است کس از خادماں نماند
خلق از برائے شوکتِ دنیا چہا کنند ؞ دردا کہ مہرِ کعبہ چو مہرِ بتاں نماند
اے بیخبر بخدمتِ فرقاں کمر بہ بند ؞ زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

جلسہ سالانہ کی تاریخیں
۱۸-۱۹-۲۰-۲۱ جنوری ۱۹۶۸ء

مرتبہ۔ غلام نبی مسلم

قرآن حکیم کی عظمت کا غیر مسلموں کی طرف سے اعتراف

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں ❖ گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

جارج سیل

" قرآن مجید کا طرزِ بیان عموماً دلکش اور اس میں روانی ہے...... اور بہت سے مقامات پر جہاں خصوصاً اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کی عظمت و شوکت اور جلال کا ذکر ہے اس کا اسلوبِ بیان دلکش، شاندار اور بلند پایہ ہے......

...... وہ (آنحضرت صلعم) اس قدر کامیاب ہوئے اور اپنے سامعین کے قلب کو اس قدر مسخر کیا کہ کئی مخالف یہ خیال کرنے پر مجبور تھے کہ یہ گویا کسی جادو یا سحر کا اثر تھا۔

" قرآن کریم بے شبہ عربی زبان کی بہترین اور مستند ترین کتاب ہے۔ اور جیسا کہ راسخ الاعتقاد مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ اور خود یہ کتاب انہیں تعلیم دیتی ہے۔ کسی انسان کا قلم ایسی معجزانہ کتاب نہیں لکھ سکتا۔ یہ ایک مستقل معجزہ ہے۔ جو مُردوں کو زندہ کرنے کے معجزے سے بہت بلند پایہ ہے۔ اور تنہا یہ صحیفہ ہی اپنے آسمانی ہونے کا یقین دلانے کے لئے کافی ہے۔"

(جارج سیل۔ انگریزی ترجمۃ القرآن ص [illegible])

راڈویل

" قرآن کی تعلیم سے عرب کے سیدھے سادے اور خانہ بدوش یوں بدل گئے جیسے کسی نے سحر کر دیا ہو...... بُت پرستی کے خاتمے، جنات اور مادیات کے شرک کی بجائے اللہ کی عبادت قائم کرنے، اطفال کُشی کی رسم کو نیست و نابود کرنے، بہت سے توہمات کو دور کرنے اور ازواج کی تعداد کو محدود کرنے میں قرآن بے شک عربوں کے لئے برکت اور حق کا سرچشمہ تھا، گو عیسائی مذاق کے اعتبار سے وحی الٰہی نہ ہو۔"

(ریورنڈ۔ جے۔ ایم۔ راڈویل مترجم قرآن)

لینز سیلیکشن

" ابتدائی مکی وحی میں وہ سب سے اعلیٰ باتیں جو ایک بڑے مذہب میں اور وہ سب پاکیزہ باتیں جو ایک بڑے آدمی میں ہونی چاہئیں۔ سب موجود ہیں۔"

(لینز سیلیکشن انٹروڈکشن صفحہ ۱۰۶)

پاپولر انسائیکلوپیڈیا

قرآن مجید کی زبان نہایت ہی خالص عربی تسلیم کی جاتی ہے۔ اور اس میں فصاحت و بلاغت اور شاعری کے ایسے سحر موجود ہیں کہ کوئی ان کی نظیر پیش نہیں کرسکتا۔ اس کے اخلاقی سبق پاک ہیں۔ جو انسان اُن پر پورے طور پر عامل ہو۔ وہ نیک زندگی بسر کرسکتا ہے۔"

(پاپولر انسائیکلوپیڈیا جلد ہفتم صفحہ ۳۲۶)

ہیوز ڈکشنری آف اسلام

جتنی بار ہم اس (قرآن مجید) کی طرف رجوع کریں۔ پہلے تو ہم کو نفرت ہوتی ہے۔ لیکن جلد ہی یہ ہم کو اپنی طرف کھینچنے لگتا ہے۔ پھر ورطۂ حیرت میں ڈالتا ہے۔ اور آخر میں ہم اس کی تقدیس پر مجبور ہو جاتے ہیں........ اس کا طرزِ بیان، اس کے مضامین اور مقصد کے لحاظ سے بہت پُر رعب، بلند، پروقار اور مسلسل شاندار ہے...... اس طرح یہ کتاب تمام زمانوں میں ایک نہایت قوی اثر ڈالتی رہے گی۔"

(گوئٹے ہیوز ڈکشنری آف اسلام صفحہ ۹۲)

" عقل حیران ہے کہ اس قسم کا کلام (قرآن) اس شخص کی زبان سے کیونکر ادا ہوا جو بالکل اُمّی تھا۔ تمام مشرق نے اقرار کیا ہے کہ یہ وہ کلام ہے۔ کہ نوعِ انسانی لفظاً و معناً ہر لحاظ سے اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ یہ وہی کلام ہے جس کی بلند انشاپردازی نے عمر بن الخطاب کو مطمئن کر دیا۔ اور وہ ایک خدا پر ایمان لے آئے۔ یہ وہی کلام ہے کہ جعفر بن ابی طالب کی زبان سے سن کر نجاشی شاہِ حبش کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور بشپ چلّا اُٹھا کہ یہ کلام اسی سرچشمہ سے نکلا ہے جس سے عیسیٰ کا کلام نکلا تھا۔"

(الاسلام مصنفہ کونٹ ہنری دی کاستری)

" ہم وثوق سے کہتے ہیں کہ قرآن حکیم اُن عظیم المرتبت کتب میں سے ہے۔ جو کبھی معرضِ تحریر میں آئی ہوں...... اس میں جہاں کہیں توحید کی عظیم الشان صداقت کا ذکر آتا ہے۔ اس کی زبان شاندار اور پاکیزہ ہے۔ جہاں کہیں خدا کے مقدس احکام کی اطاعت یا ان سے انحراف کے عواقب و نتائج کا ذکر آتا ہے قرآن مجید اپنی فصیح و بلیغ ترنم ریزیوں سے اس قوم کے قلوب کو مسخر کر لیتا ہے جو مبدءِ فیض سے شعر کا ذوقِ سلیم لے کر آئی ہے۔ اور جب یہ اپنی صاف سادہ گرمجوشی سے بار بار پیغمبرِ خدا (صلعم) کو تسلّی دیتا اور ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے یا ان لوگوں کو جن میں وہ مبعوث ہوا انبیائے سابق کی تاریخ پیش کر کے ڈراتا ہے۔ تو دلوں پر عجیب طور پر اثر انداز ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی زبان روز مرہ کے مقتضیات کے مطابق واقعہ ہوئی ہے۔ تاکہ روز مرہ زندگی کیا بلحاظ نجی اور کیا بلحاظ عوامی معاملات کے اس جدید مذہب کے بنیادی اصولوں کے مطابق ڈھالی جائے۔

ایک علمی ادبی کتاب کے لحاظ سے قرآن مجید کے محاسن کا موازنہ کسی فرضی ذوق کی بناء پر نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ اُن تاثرات سے کرنا چاہیئے۔ جو اس نے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معاصروں اور ہم وطنوں پر چھوڑے۔ اگر قرآن مجید نے ایسے پُر شوکت اور بلیغ اقتدار الفاظ میں اپنے سامعین کے قلوب پر ایسا اثر ڈالا کہ متفرق اور متخاصم عناصر کو ایک متحد اور منظم جماعت میں بدل دیا۔ اور ان میں ایسے بلند اور رُوح پرور خیالات پیدا کر دیئے جو ان خیالات سے بالکل جداگانہ تھے، جو اب تک عربوں کے دل و دماغ پر چھائے ہوئے تھے۔ تو قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس نے وحشیوں میں سے ایک مہذب قوم پیدا کر دی، اور دنیا کی فرسودہ تاریخ میں ایک سنہری باب کا اضافہ کیا۔"

(سٹینگاس: ہیوز ڈکشنری آف اسلام صفحہ ۵۲۷-۲۸)

ولیم میور

" نہایت قدیم زمانے سے، جس کا انسانی ذہن احاطہ نہیں کرسکتا، مکہ اور تمام جزیرہ نمائے عرب روحانی جمود میں غرق تھا۔ گویا اس پر موت وارد ہوچکی تھی، یہودیت، مسیحیت اور فلسفی تحقیقات کا ہلکا اور عارضی اثر عربوں کے دماغ پر ایسا ہی تھا جس طرح کسی جھیل کی سطح پر کسی وقت تھوڑا سا ارتعاش پیدا ہو جائے۔ لیکن تہ میں بدستور سکون رہے، لوگ توہمات، بدی اور ظلم میں مبتلا تھے، ان کا مذہب بدترین قسم کی بُت پرستی تھا۔ اور اُن کے ایمان کی بنیاد اَن دیکھی چیزوں کے خوف پر تھی جس کی حیثیت تاریک توہمات سے زیادہ نہ تھی، ہجرت سے تیرہ سال قبل مکہ ذلت کی پستی میں گرا ہوا تھا۔ لیکن ان تیرہ سالوں نے ایک عظیم تبدیلی پیدا کر دی، یہودی صداقت مدت سے اہلِ مدینہ کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ لیکن وہ اس وقت جاگے جب کہ نبی عربی کے رُوح پرور نغمے ان کے لئے فردوسِ گوش بنے، اور ان میں زندگی کی حرارت پیدا ہوگئی۔"

(ولیم میور: لائف آف محمدؐ صفحہ ۱۵۵-۵۶)

ہربرٹ لیکچرز

" قرآن میں عجیب و غریب اور قابلِ ستائش اخلاقی سبق ہیں۔ اور بڑی بات یہ ہے کہ وہ ان کو عملی صورت میں لانے میں کامیاب ہوتا ہے۔ اور ان پر کاربند ہونے کی بڑے زور سے حمایت کرتا ہے"۔

(ہربرٹ لیکچرز)

انز اینڈ آؤٹس آف میسوپوٹیمیا

" اس سے زیادہ پراگندہ و منتشر قوم کہیں ملنی مشکل تھی حتیٰ کہ اچانک ایک معجزہ ظہور میں آیا۔ ایک انسان

(باقی بر صفحہ ۱۶)

قرآن کریم دنیا کا سب سے بڑا اور ہمیشہ زندہ رہنے والا معجزہ ہے

قرآن کریم کی عظمت اور جامعیت پر مبسوط اور پر مغز تبصرہ

از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نام میں فضیلت

اگر قرآن کریم خود دنیا کا سب سے بڑا اور ہمیشہ رہنے والا معجزہ ہے تو اس کا نام بھی اپنے اندر ایک اعجاز رکھتا ہے یہ لفظ قرأ سے مشتق ہے جس کے پہلے معنے ہیں اکٹھا کیا۔ جمع کیا۔ اور دوسرے معنے ہیں۔ پڑھا۔ گویا پہلے معنے کے لحاظ سے یہ کتاب جامع یا اکٹھا کرنے والی ہے اور دوسرے معنے کے لحاظ سے پڑھا جانے والی۔ دونوں معنوں کے لحاظ سے قرآن کریم کو جملہ کتب سماوی پر بیّن فضیلت حاصل ہے جس قدر مذہبی صداقتوں کو قرآن کریم اپنے اندر جمع رکھتا ہے دنیا کی اور کوئی کتاب نہیں رکھتی اور جس کثرت سے قرآن شریف دنیا میں پڑھا جاتا ہے اور کوئی کتاب نہیں پڑھی جاتی۔ امر اول کے متعلق یہاں اسی قدر کہہ دینا کافی ہے کہ غیر مسلم محققین نے بھی اس بات کو مانا ہے کہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر خواہ وہ اس کی معاشرت اور تمدن سے تعلق رکھتے ہوں یا اخلاق فاضلہ سے یا اس کے خدا کی ہستی پر ایمان اور تعلق باللہ سے قرآن شریف ہر قسم کی ہدایات کو اپنے اندر جمع رکھتا ہے کیونکہ یہ ہر مذہب اور ہر مذہبی عقیدہ پر بحث کرتا ہے اور یہ جامعیت اور کسی کتاب میں نہیں اور امر دوم کے متعلق انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں یہ اعتراف عیسائی محققین کا موجود ہے کہ قرآن شریف دنیا کی تمام مذہبی کتب سے زیادہ پڑھا جانے والی کتاب ہے اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ مسلمان دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھتے ہیں اور ان تمام نمازوں کی رکعات فرض اور سنّت کی تعداد ۳۲ سے کم نہیں اور ہر رکعت میں قرآن شریف کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور پڑھا جاتا ہے اور یہ فخر دنیا کی اور کسی کتاب کو حاصل نہیں کہ اس کے پیرو اسے دن میں ایک دو نہیں بتیس مرتبہ پڑھتے ہوں اس کے علاوہ بھی جس قدر تلاوت قرآن کریم کی دنیا میں ہوتی ہے اور کسی کتاب کی نہیں ہوتی پھر ہر مسلمان ملک میں ہزارہا بلکہ لاکھوں کی تعداد میں حافظ موجود ہیں پھر رمضان کے مہینے میں یہ پاک کتاب قریباً تمام مساجد میں ایک دفعہ ضرور پڑھی جاتی ہے اور اس لحاظ سے بھی یہ دنیا کی تمام کتابوں سے زیادہ پڑھا جانیوالی کتاب ہے۔

قرآن کا نزول

قرآن شریف کس کا کلام ہے، کس پر، کس طرح، کب، کس زبان میں اترا؟ ان سب سوالات کا جواب خود قرآن شریف کے اندر موجود ہے۔ یہ رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا (۱۹۲:۲۶) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ (۹۷:۲) روح القدس یا جبرئیل کے توسط سے یہ آپ کے قلب مبارک پر نازل ہوا (۱۹۳:۲۶) اس کا نزول ماہِ رمضان میں (۱۸۹:۲) پچیسویں یا ستائیسویں رات کو جو لیلۃ القدر کہلاتی ہے شروع ہوا (۱:۹۷) یہ عربی زبان میں نازل ہوا (۵۸:۴۴) اور یکمرتبہ نہیں بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا (۳۲:۲۵) اور ان ٹکڑوں کی ترتیب خود محمد رسول اللہ صلعم نے وحی الٰہی کی ہدایت کے ماتحت کی (۱۷:۷۵)

قرآن کے اسماء

قرآن کریم کے کئی نام ہیں جو خود اس پاک کتاب کے اندر آئے ہیں۔ الکتاب (۲:۲) یعنی ایسی تحریر جو اپنے اندر کامل ہے۔ الفرقان (۱:۲۵) حق اور باطل میں فرق کرنے والا۔ الذکر (ذکری تذکرۃ) (۹:۱۵) یاد دلانے والا باشرف اور بڑائی کا ذریعہ الموعظۃ (۵۷:۱۰) نصیحت الحکمۃ (۳۹:۱۷) دانائی کی مضبوط باتیں۔ الحکم (۳۷:۱۳) فیصلہ الشفاء (۵۷:۱۰) شفا دینے والا۔ الھدیٰ (۱۳:۴۲) راہ دکھانے والا۔ منزل مقصود تک پہنچانے والا۔ التنزیل (۱۹۲:۲۶) (اللہ کی طرف سے) اتارا گیا الرحمۃ (۳:۳۱) رحمت۔ الروح (۵۲:۴۲) روح یا زندگی۔ الخیر (۱۰۳:۳) ہر قسم کی بھلائی کو جمع رکھنے والا۔ البیان (۱۳۷:۳) کھول کر بیان کرنے والا النعمۃ (۱۱:۹۳) نعمت البرھان (۱۷۵:۴) کھلی دلیل۔ القیّم (۲:۱۸) مضبوط۔ مضبوط کرنے والا المھیمن (۴۸:۵) (دوسری کتابوں کی صحیح تعلیم کی) حفاظت کرنے والا۔ النور (۱۵۷:۷) روشنی۔ الحق (۸۱:۱۷) حق سچائی۔ حبل اللہ (۱۰۲:۳) اللہ کا عہد۔ اس کی صفت میں آتا ہے المبین (۱:۱۲) واضح کرنے والا۔ الکریم (۷۷:۵۶) عزت دینے والا۔ المجید (۱:۵۰) بڑائی والا۔ الحکیم (۲:۳۶) حکمت والا۔ عربی (۲:۱۲) کھول کر بتانے والا۔ العزیز (۴۱:۴۱) پاک۔ العجب (۱:۷۲) نادر چیز۔ مبارک (۹۲:۶) برکت دیا گیا جس کی خیر کبھی منقطع نہ ہوگی مصدق (۹۲:۶) پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا۔

زبردست۔ مکرمۃ (۱۳:۸۰) عزت دیا گیا۔ مرفوعۃ (۱۴:۸۰) بلند کیا گیا مطہرۃ (۱۴:۸۰)

قرآن کریم کی تقسیم

قرآن شریف ۱۱۴ حصوں یا بابوں پر منقسم ہے۔ جن میں سے ہر ایک حصہ سورۃ کہلاتا ہے (۲۳:۲) سورت کے معنے ہیں مرتبہ کی بلندی اور عمارت کے ایک حصہ کو بھی سورت کہا جاتا ہے اور دونوں معنے کے لحاظ سے یہ لفظ قرآن کریم کے مختلف حصوں پر بولا گیا ہے یعنی بلندی مرتبہ کے لحاظ سے یا اس لحاظ سے کہ اس کا ہر ایک حصہ گویا ایک عمارت کا حصہ ہے۔ اور عمارت سے تشبیہہ دے کر بتایا کہ یہ ایک منظم چیز ہے جس طرح عمارت کے مختلف حصے ایک خاص ترتیب سے ہوتے ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم کی سورتوں کی ترتیب بھی ایک حکمت پر مبنی ہے۔ مگر ہر سورت بجائے خود بھی ایک مضمون کو تکمیل تک پہنچاتی ہے۔ اس لئے سورت کو کتاب بھی کہہ دیا گیا ہے۔ اور قرآن کریم میں کئی کتابوں کا ہونا بیان کیا گیا ہے۔ صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ (۲:۹۸) لمبی سورتوں کی تقسیم رکوعوں میں کی گئی ہے۔ ہر رکوع ایک مضمون کو بیان کرتا ہے اور مختلف رکوعوں کا باہم ایک تعلق اور ربط ہے جس طرح کل کے اندر ایک تعلق اور ربط ہے۔ اس سے چھوٹی تقسیم آیات میں ہے۔ آیۃ کے معنی نشان ہیں اور اسی معنے کے لحاظ سے اس کا اطلاق معجزہ پر بھی ہوا ہے۔ مگر آیۃ کے معنے منجانب اللہ رسالت یا پیغام بھی ہیں اور اسی معنے کے لحاظ سے وہ جملے جن پر ہر سورت یا ہر رکوع منقسم ہے آیتیں کہلاتی ہیں۔ مگر جس طرح وحی کا کوئی ایک ٹکڑا یا جملہ آیت کہلاتا ہے اسی طرح کسی نبی کی کل وحی یا شریعت بھی آیت کہلاتی ہے۔ قرآن کریم کی صرف آخری ۳۵ سورتوں میں ایک ایک رکوع ہے۔ باقی میں دو سے لے کر چالیس تک رکوع ہیں، کل آیات قرآنی کی تعداد ۶۲۴۷ ہے اور ۱۱۳ سورتوں کے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الگ آیت آتی ہے۔ اس کو شامل کر کے کل آیات کی تعداد ۶۳۶۰ ہو جاتی ہے۔ تلاوت کے لئے قرآن کریم کو تیس اجزا یا پاروں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر پارے کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اسی غرض کے لئے قرآن کریم کو سات منزلوں میں بھی تقسیم کیا گیا ہے مگر یہ تقسیم بلحاظ مضمون نہیں۔

قرآن کریم کی جمع

قرآن کریم تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوتا رہا۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا اور تئیس سال کے عرصہ میں مکمل نازل ہو گیا یہاں تک کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر جو نبی صلعم کا آخری حج تھا اور جس کے ۸۲ دن بعد آپ نے وفات پائی یہ آیت نازل ہوئی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی (۳:۵) مگر جو حصہ نازل ہوتا تھا وہ ایک خاص ترتیب سے جمع ہوتا رہتا تھا۔ بہت سی سورتیں ایسی ہیں جو اکٹھی نازل نہیں ہوئیں بلکہ کئی کئی سال تک ان کا نزول رہا۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کبھی کوئی آیت آنحضرت صلعم پر نازل ہوتی تو آپ کاتب کو حکم دیتے کہ اس آیت کو فلاں سورت

میں فلاں موقعہ پر رکھو دو۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ قرآن کریم کو حضرت عثمانؓ نے جمع کیا یہ صحیح نہیں۔ قرآن کریم کی جمع کا کام خود رسول اللہ صلعم نے کیا اور وہ بھی وحی الٰہی کی ہدایت کے ماتحت اور اس پر یقینی شہادت خود قرآن شریف کی موجود ہے جو فرماتا ہے ان علینا جمعہ وقرانہ (القیامۃ - ۱۷) یعنے اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھنا دونوں ہم پر ہیں تو جس طرح اس کا پڑھنا اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے اسی طرح اس کا جمع کرنا اپنی طرف منسوب کیا ہے جس سے صاف معلوم ہوا کہ جس طرح رسول اللہ صلعم وہی پڑھتے تھے جو اللہ تعالیٰ آپ کو پڑھاتا تھا اسی طرح آپ ان مختلف ٹکڑوں کو جمع بھی اسی طرح کرتے تھے جس طرح اللہ تعالےٰ آپ کو ہدایت فرماتا تھا۔ پس قرآن کریم جس طرح کل کا کل رسول اللہ صلعم کی وفات سے پیشتر نازل ہو چکا تھا اسی طرح کل کا کل آپ کی وفات سے پیشتر جمع بھی ہو چکا تھا۔ احادیث میں بھی حضرت عثمانؓ کے قرآن شریف کو جمع کرنے کا کوئی ذکر نہیں۔ البتہ حضرت ابوبکرؓ کے قرآن شریف کو جمع کرنے کا ذکر ہے۔ سو اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس جمع سے مراد ان اوراق کا جمع کرنا تھا جو رسول اللہ صلعم کے سامنے لکھے گئے۔ چنانچہ احادیث میں اس واقعہ کا ذکر یوں آتا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ کی ابتدائے خلافت میں بغاوتوں کے فرو کرنے میں بہت سے قرآن کریم کے حافظ شہید ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو اس امر کی طرف توجہ دلائی اور قرآن کریم کے جمع کرنے پر زور دیا۔ ان دو باتوں کا تعلق یہ ہے کہ قرآن شریف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو طریق پر محفوظ فرمایا کرتے تھے۔ ایک یہ کہ ہر آیت کو لکھوا دیتے دوسرے یہ کہ اس کو حفظ کرا دیتے۔ اب جو لوگ قرآن شریف کو حفظ کرتے تھے ظاہر ہے کہ وہ کسی ترتیب سے ہی حفظ کرتے تھے۔ اگر سورتوں کی اور سورتوں میں آیتوں کی کوئی ترتیب نہ ہوتی تو اس کا حفظ کرنا ناممکن تھا۔ چنانچہ آپ کی زندگی میں بہت لوگ پورے قرآن شریف کے حافظ تھے اور جونہی نازل ہوتا تھا [illegible] موقعہ پیدا کر یہ لوگ اپنے حافظوں میں اسے محفوظ کر لیتے تھے اور ایک سے دوسرا اور دوسرے سے تیسرا سیکھ لیتا تھا اور پھر یہ حافظانِ قرآن اسے بار بار دہراتے رہتے تھے اور دَور کرتے رہتے تھے تاکہ کوئی آیت یا اس کا کوئی لفظ حافظہ سے نکل نہ جائے۔ اور یہ اس کا دہرانا اور ایک دوسرے کو سکھانا اسی صورت میں ممکن تھا کہ سب ایک ترتیب سے سورتوں کو اور سورتوں کی آیتوں کو دہراتے ہوں اور دوسری طرف قرآن شریف سارے کا سارا لکھا ہوا بھی موجود تھا۔ اور رسول اللہ صلعم کے خاص خاص کاتب تھے جو ہر آیت یا سورت کو اس کے نزول کے ساتھ ہی لکھ لیتے تھے۔ مگر یہ سب اوراق کسی خاص ترتیب سے جمع نہ تھے بلکہ مختلف کاتب ہونے کی وجہ سے کوئی کاغذ کسی کے قبضہ میں تھا اور کوئی کسی کے قبضہ میں۔ تو ایک طرف تو قرآن شریف حفاظ کے سینوں میں اپنی پوری ترتیب کے ساتھ جمع تھا اور دوسری طرف کاغذوں میں پورے کا پورا لکھا ہوا موجود تھا مگر ان کاغذوں میں خاص ترتیب نہ دی گئی تھی۔ اور جب تک رسول اللہ صلعم زندہ تھے ایسی ترتیب دی بھی نہ جا سکتی تھی کیونکہ کبھی کسی سورت کی کوئی آیت نازل ہوتی تھی کبھی کسی کی۔ حضرت عمرؓ نے جس بات کی طرف توجہ دلائی وہ یہی تھی کہ اگر حافظ کثرت سے شہید ہو گئے تو وہ ترتیب جو رسول اللہ صلعم کے ارشاد کے مطابق ان کے سینوں میں محفوظ ہے ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ اس لئے انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے عرض کیا کہ قرآن شریف کے لکھے ہوئے اوراق کو ایک کتاب کی صورت میں جمع کرنے کا حکم دیا جائے تاکہ اس کا انحصار صرف حافظوں پر نہ رہے اور یہی وہ کام تھا جو حضرت ابوبکرؓ نے کیا یعنی وہ تمام مسودات اکٹھے کرائے جو متفرق طور پر لوگوں کے پاس تھے اور ان کو وہی ترتیب دی جو رسول اللہ صلعم نے حافظانِ قرآن کو سکھائی تھی تاکہ اگر سب کے سب حافظانِ قرآن بھی جنگوں میں یک مرتبہ شہادت پا جائیں تو قرآن کریم کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ چنانچہ یہ نسخہ قرآن شریف کا جو حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں جمع ہوا حضرت حفصہؓ کے پاس رکھا گیا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں جو کام ہوا وہ صرف اس قدر تھا کہ جب حضرت عثمانؓ کو معلوم ہوا کہ بعض لوگوں میں قراءت کے متعلق اختلاف پیدا ہونے کا اندیشہ ہے تو آپ نے وہی حضرت حفصہؓ والا نسخہ منگوا کر اس کی کئی نقلیں محتاط اور عالم صحابہؓ سے کرالیں اور ایک ایک نسخہ مختلف مرکزوں میں رکھوا دیا تاکہ ہر جگہ کے لوگ اس مستند نسخہ کو دیکھ کر غلطیوں کو دور کر سکیں یہ اتنا بڑا دور اندیشی کا کام تھا کہ جس کی نظیر ہمیں اس زمانہ تک کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اور صرف یہی وجہ ہے کہ آج مسلمانوں میں مشرق و مغرب میں ایک ہی نسخہ قرآن شریف کا پایا جاتا ہے۔ اور کوئی نسخہ قرآن شریف کا ایسا نہیں جس میں دوسرے کے ساتھ زیر و زبر تک کا بھی اختلاف ہو۔ اس مضمون پر اور اس کے ساتھ ہی مختلف قراءتوں پر مفصل بحث میں نے اپنی کتاب جمع قرآن میں کی ہے اس تمہید میں اس مختصر خاکہ سے زیادہ گنجائش نہیں۔

مکّی اور مدنی سُورتیں

آنحضرت صلعم کی عمر چالیس سال کی تھی جب آپ پر وحی کا نزول شروع ہوا۔ اور تریسٹھ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔ یوں قرآن کریم کا نزول تئیس سال کے عرصہ میں ہوا۔ ان تئیس سال میں سے آپ تیرہ سال مکہ میں رہے اور جب آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی تکلیفیں انتہا کو پہنچ گئیں اور آپ کی جان لینے کی انفرادی کوششوں کے بعد تمام قبائل نے مل کر آخری اور قطعی فیصلہ آپ کو قتل کرنے کا کر لیا تو آپ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور اپنی زندگی کے آخری دس سال وہیں گذارے۔ جن سورتوں کا نزول مکہ میں ہوا وہ مکی کہلاتی ہیں اور جن سورتوں کا نزول مدینہ میں ہوا وہ مدنی کہلاتی ہیں۔ قرآن کریم کی کل ۱۱۴ سورتوں میں سے ۹۳ کا نزول مکہ میں ہوا اور اکیس کا مدینہ میں مگر اول الذکر میں سورت النصر (سورت ۱۱۰) بھی شامل ہے جو مدنی زمانہ کی ہے مگر مکہ میں ایام حج میں نازل ہوئی۔ گو مدنی سورتیں تعداد میں بہت تھوڑی ہیں مگر یہ عموماً زیادہ لمبی ہیں اور قرآن کریم کا قریباً ایک تہائی حصہ مدنی ہے اور دو تہائی مکی۔ ترتیب قرآنی میں مکی اور مدنی سورتوں کو ملا کر رکھا گیا ہے۔ چنانچہ سورہ فاتحہ کے بعد چار مدنی سورتیں آتی ہیں پھر دو مکی پھر دو مدنی پھر چودہ مکی پھر ایک مدنی پھر آٹھ مکی پھر ایک مدنی پھر تیرہ مکی پھر تین مدنی پھر سات مکی پھر دس مدنی اور آخر پر اڑتالیس مکی سورتیں ہیں سوائے نمبر ۱۱۰ کے جو بلحاظ مقام مکی اور بلحاظ زمانہ مدنی ہے۔

سُورتوں کے نزول کی تاریخیں

مکی سورتوں کی تاریخ نزول کی تعیین میں عموماً زیادہ دقت ہے۔ اس لئے مکی زمانہ کو تاریخ نزول سور کے لحاظ سے میں نے تین حصوں پر تقسیم کر دیا ہے یعنے ابتدائی مکی زمانہ جو پانچویں سال بعثت نبوت تک ہے درمیانی جو دسویں سال تک ہے اور آخری جو ہجرت تک ہے۔ مدنی سورتوں میں چونکہ جنگوں کا اور دیگر واقعات کا ذکر ہے ان کے نزول کی تاریخ کی تعیین نسبتاً آسانی سے ہو سکتی ہے مگر کسی سورت کی تاریخ نزول کا جب ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے مراد اس کے بڑے حصہ کا نزول ہوتا ہے کیونکہ مدنی سورتوں میں بالخصوص ان میں سے لمبی سورتوں میں بعض آیات کا نزول کئی کئی سال پیچھے ہوا مثلاً سورہ بقرہ حالانکہ پہلے اور دوسرے سال ہجرت کی سورت ہے مگر اس میں ایسی آیات بھی ہیں جو نبی صلعم کی زندگی کے آخری زمانہ میں نازل ہوئیں، ان امور کو مدِ نظر رکھتے ہوئے سورتوں کے نزول کی تاریخ قریباً حسب ذیل معلوم ہوتی ہے:-

ابتدائی مکی زمانہ - ۶۰ سورتیں - ۱ - ۱۸ تا ۲۱ - ۵۰ تا ۵۶ - ۶۷ تا ۱۰۹ - ۱۱۱ تا ۱۱۴؛

درمیانی مکی زمانہ - ۱۷ سورتیں - ۲۹ تا ۳۲ - ۳۴ تا ۴۶ (سورت ۳۳ مدنی ہے)

آخری مکی زمانہ - ۱۵ سورتیں - ۶ تا ۷ - ۱۰ تا ۱۶ - ۲۲ - ۲۳ - ۲۵ تا ۲۸؛

۱ و ۲ سنہ ہجری - ۶ سورتیں - ۲ - ۸ - ۴۷ - ۶۱ - ۶۲ - ۶۴؛

۳ و ۴ سنہ ہجری - ۳ سورتیں - ۳ - ۵۸ - ۵۹؛

۵ تا ۸ سنہ ہجری - ۹ سورتیں - ۴ - ۵ - ۲۴ - ۳۳ - ۴۸ - ۵۷ - ۶۰ - ۶۳ - ۶۵؛

۹ و ۱۰ سنہ ہجری - ۴ سورتیں - ۹ - ۴۹ - ۶۶ - ۱۱۰؛

سورتوں کی ترتیب

یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن شریف کی موجودہ ترتیب سورتوں کی نزولی ترتیب نہیں اور درحقیقت نزولی ترتیب ممکن بھی نہ تھی اس لئے کہ ایک ہی وقت میں مختلف سورتوں کی آیات نازل ہوتی تھیں اور یہ ترتیب جو اس وقت موجود ہے رسول اللہ صلعم کے ارشاد سے ہی ہوئی اور یہ وہی ترتیب ہے جس سے حافظانِ قرآن قرآن شریف کو حفظ کرتے تھے اور جس کے مطابق تلاوت کرنے والے تلاوت کرتے تھے اور اسی ترتیب کو اللہ تعالےٰ نے ان علینا جمعہ کہہ کر اپنی طرف منسوب کیا ہے کیونکہ اگر ترتیب نزولی ہی اصلی ترتیب ہوتی تو قرآن کے پڑھنے کے علاوہ اس کی جمع کا ذکر ہی بے معنی تھا۔ موجودہ ترتیب میں ایک سورت کا دوسری سورت سے کیا تعلق ہے اس کو میں نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں کھول کر دکھایا ہے جہاں ہر سورت کا خلاصہ مضمون بھی سورت کی ابتداء میں بیان کر دیا ہے۔ یہاں

عملاً اس قدر ذکر کر دینا کافی ہے کہ اگر سرسری نظر سے اس ترتیب کو دیکھا جائے تو یہ عجیب بات نظر آتی ہے کہ مکی اور مدنی سورتوں کو ملا دیا گیا ہے یعنی کئی ایک مکی سورتوں کے بعد مدنی سورت آجاتی ہے یا کئی ایک مدنی سورتوں کے بعد مکی سورتیں آجاتی ہیں۔ یقیناً یہ ترتیب بلا مقصد نہیں۔ اس غرض کو سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم اس بات پر غور کریں کہ مکی اور مدنی سورتوں کی کونسی خصوصیات کیا ہیں ادنیٰ تامل سے معلوم ہو جائے گا کہ جہاں مکی سورتوں میں زیادہ زور ایمان کے استحکام اور مضبوطی پر دیا گیا ہے مدنی سورتوں میں اس ایمان کو عمل میں لانے پر زور دیا گیا ہے اس میں شک نہیں کہ مکی سورتوں میں بھی اعمال صالحہ کیطرف توجہ دلائی گئی ہے اور مدنی سورتوں میں بھی ایمان کو ہی بنیادی اصول قرار دیا گیا ہے لیکن اصل مضمون مکی سورتوں کا یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ پر ایمان کو اس قدر مضبوط کیا جائے کہ انسان کے اندر عظیم الشان قوت عمل پیدا ہو جائے۔ اسی لئے ان سورتوں میں اللہ تعالےٰ کی طاقت اور قدرت اور علم وغیرہ کا اظہار ہے جو انسان کے ہر عمل کو دیکھتا اور اس پر جزا و سزا مترتب فرماتا ہے اور فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ہی کامل ایمان ہی انسان کے اندر بدی سے بچنے اور نیکی پر عمل کرنے کی قوت پیدا کرتا ہے کیونکہ یہ امر فطرت انسانی میں داخل ہے کہ جب اسے ایک چیز کے نقصان کا یقین کامل ہو تو وہ کبھی اس کے نزدیک نہیں جاتا اور جس چیز میں بالآخر اسے نفع پہنچنے کی امید ہو اس کے لئے اپنی جان کو بھی خطرے میں ڈال دیتا ہے پس اگر ایسا ہی یقین کامل اس بات پر پیدا ہو جائے کہ ہر بدی اور غفلت ایک خطرناک بیماری ہے جو انسان کو ہلاک کر دیتی ہے اور ہر نیکی کا کام انجام کار انسان کے لئے نفع کا موجب ہے تو انسان بدی سے یقیناً بچے گا اور نیکی کو اختیار کرے گا۔ نزول قرآن میں یہی ترتیب ہونی چاہیئے تھی کہ اول اللہ تعالےٰ کی ہستی پر ایمان کامل پیدا کر کے قوت عمل پیدا کی جاتی اور یہ مکی سورتوں میں کیا اور پھر اس قوت عمل کو کام میں لانے کے لئے نیکی اور بدی کے اصول کو نفع اور نقصان کی باتوں کو کھول کر بیان کیا جاتا اور یہ مدنی سورتوں میں کیا۔ ایک اور امتیاز جو مکی اور مدنی سورتوں میں نظر آتا ہے یہ ہے کہ مکی سورتیں پیشگوئیوں سے بھری پڑی ہیں اور مدنی سورتیں گویا انہی پیشگوئیوں کو پورا کرنے والی ہیں اور تیسرا امتیاز یہ ہے کہ مکی سورتیں یہ بتاتی ہیں کہ انسان کس طرح اللہ تعالےٰ سے تعلق پیدا کر کے اطمینان قلب حاصل کر سکتا ہے اور مدنی سورتوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسانوں کے باہمی تعلقات سے کس طرح یہ زندگی انسان کے لئے راحت ملتی ہے تو دوسری طرف باہم تعلقات سے بھی اسے راحت ملتی ہے تو مکی اور مدنی سورتوں کے اختلاط میں ایک حکمت یہ نظر آتی ہے کہ ایمان کو اعمال صالح کے ساتھ ملا دیا جائے کیونکہ ان میں سے ایک کے بغیر دوسرے کی تکمیل نہیں ہوتی اور قرآن شریف کی ترتیب ابلغ اور محکم اسی کو چاہتی تھی تاکہ اس کو مکمل حالت میں پڑھنے والا جب سے اٹھائے اور جہاں سے اسے پڑھے ایمان کے استحکام کے ساتھ اس پر اچھی اور بُری راہوں کی بھی وضاحت ہوتی جائے پیشگوئیوں کے ذکر کے ساتھ وہ ان کے پورا ہونے کو بھی دیکھتا جائے تعلق باللہ کے ساتھ ساتھ وہ انسانی تعلقات کو اور انسانی تعلقات کے اندر تعلق باللہ کو بھی مدنظر رکھے اور اس کی اہمیت سے آگاہ ہوتا جائے اور بغیر اس اختلاط کے یہ غرض حاصل نہ ہو سکتی تھی۔

[illegible]

سورتوں کے مضامین اور ترتیب پر ایک مختصر نظر

یہ تمہید اس بات کی متحمل نہیں ہو سکتی کہ میں یہاں تفصیل سے سورتوں کی اس ترتیب ابلغ اور محکم پر بحث کر سکوں میں نے کسی قدر وضاحت سے اس بات کو اپنی تفسیر بیان القرآن میں دکھایا ہے لیکن مختصراً ایک نظر یہاں بھی ڈال لی جائے تو اس خلش کو دور کرنے کے لئے مفید ہوگی جو قرآن کریم کی ترتیب موجودہ کے متعلق بہت سے دلوں میں پیدا ہوتی ہے۔ قرآن کریم کی ابتدا ایک چھوٹی سی مکی سورت سے ہوتی ہے جس کا نام الفاتحہ یا فاتحۃ الکتاب ہے۔ اور یہ سورت اپنی سات آیتوں میں ایک ایسی بلند پایہ دُعا انسان کو سکھاتی ہے جس سے بہتر دُعا انسان کی عقل تجویز نہیں کر سکتی اور جس نے اپنے اعدا سے بھی خراج تحسین وصول کیا ہے اس کی پہلی تین آیتوں میں اللہ تعالےٰ کی چار صفات لحاظ ربوبیت رحمانیت رحیمیت، مالکیت کا ذکر ہے۔ درمیانی آیت میں انسان اس معبود حقیقی کے آگے سر جھکاتا ہے اور اس سے مدد کا طالب ہوتا ہے۔ آخری تین آیات میں یہ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ انسان کو صراط مستقیم پر چلائے یہ دعا کیا ہے گویا انسان کے دل کے اندر ایک تڑپ پیدا کرتا ہے کہ وہ بہترین راہ پر چلے بالفاظ دیگر بلند سے بلند جذبہ جو انسان کے دل میں پیدا ہو سکتا ہے اس کو پیدا کرنا اس کا اصل مقصد ہے اور اس لحاظ سے یہ سورت قرآن کریم کا خلاصہ بھی ہے کیونکہ مذہب کی غرض اس دُعا کے اندر پوری ہو جاتی ہے اور چونکہ اسے قرآن شریف کا خلاصہ قرار دیا گیا ہے اسی لئے تیس پارے جن میں قرآن شریف کو تقسیم کیا گیا ہے دوسری سورت یعنی سورۃ بقرہ سے شروع ہوتے ہیں۔ اب یہ دوسری سورت گویا سورۃ فاتحہ دعا اھدنا الصراط المستقیم کا جواب ہے کیونکہ اس کی ابتدا اس بیان سے ہوتی ہے کہ یہ کتاب اس صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتی اس صراط مستقیم پر چلنے والے کو منزل مقصود پر پہنچاتی ہے۔ سورۃ فاتحہ کے بعد کی چاروں سورتیں مدنی ہیں اور ان چاروں میں قریباً تمام کی تمام شریعت آجاتی ہے اور ان چاروں میں یہود و نصاریٰ کا ذکر بالخصوص آتا ہے اور جو غلط راہیں انہوں نے اختیار کی تھیں ان کو ظاہر کیا ہے۔ یہ گویا مغضوب علیہم اور ضالین کی تفسیر ہے۔ ان چار کے بعد دو لمبی مکی سورتیں ہیں ان میں سے چھٹی میں توحید پر اور ساتویں میں نبوت پر بحث ہے اور اثنائے بحث میں یہ بھی بتایا ہے کہ انبیاء کی مخالفت کرنے والوں کا انجام کیا ہوا۔ ان کے بعد پھر دو مدنی سورتیں آتی ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والوں کا انجام کیا ہوا آٹھویں میں جنگ بدر کا ذکر ہے جس سے مخالفین کی سزا شروع ہوئی اور نویں میں یہ ذکر ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے جنگ میں ابتدا کی تھی کس طرح بالآخر جنگوں میں ہی مغلوب ہوئے اس کے بعد الرا کی سات مکی سورتیں آتی ہیں جن میں آنحضرت صلعم کی صداقت کو ثابت کیا گیا ہے کبھی فطرت انسانی کو اپیل کر کے کبھی گذشتہ انبیاء کی تاریخ کو یاد دلا کر کبھی ظاہری قدرت کو بطور شہادت پیش کر کے اس کے بعد پھر پانچ مکی سورتوں کا مجموعہ ہے جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے لئے کیا بلند مقام مقدر ہے سترھویں سورت میں بنی اسرائیل کی تاریخ کا حوالہ دے کر اٹھارویں اور انیسویں میں عیسائی تاریخ اور عیسائی عقیدے کا ذکر کر کے بیسویں میں حضرت موسیٰ کا ذکر کر کے اور اکیسویں میں عام طور سے انبیاء کا ذکر کر کے بائیسویں اور تئیسویں بھی مکی سورتیں ہیں جن میں سے پہلی میں بتایا گیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کامیاب ہوں گے مگر اس کے لئے آپ کے ساتھیوں کو بڑی بڑی قربانیاں کرنی پڑیں گی اور دوسری میں یہ بتایا ہے کہ مسلم قوم کی بڑائی اخلاقی عظمت پر مبنی ہے نہ مادی طاقت پر۔ چوبیسویں سورت پھر مدنی ہے جس میں بتایا ہے کہ نہ صرف آنحضرت صلعم کامیاب ہی ہوں گے بلکہ آپ کے بعد جسمانی اور روحانی دونوں طور کی خلافت بھی قائم ہوگی پچیسویں سورت مکی ہے جس میں بتایا ہے کہ حق و باطل کا وہ امتیاز جو قرآن شریف لایا رسول اللہ صلعم کے صحابہؓ کی زندگیوں میں نظر آتا ہے اس کے بعد طٰس کی تین مکی سورتیں آتی ہیں جن میں آنحضرت صلعم کی کامیابی کا ذکر حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے ذکر میں کیا ہے۔ اس کے بعد پھر الم کی چار مکی سورتیں ہیں جن میں بتایا ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ کمزوری اور بیکسی کی حالت تبدیل کر کے انہیں عظمت کے مقام پر پہنچایا جائے گا۔ ان کے بعد پھر ایک مدنی سورت آتی ہے جس میں بتایا ہے کہ کس طرح تمام مخالفین مل کر مسلمانوں کو تباہ نہ کر سکے اور اس کے ساتھ ہی آنحضرت صلعم کی ازدواجی زندگی پر جو اعتراض آج کئے جاتے ہیں ان کا جواب دیا ہے گویا ایک طرف اگر مادی طاقت آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکی تو دوسری طرف آپ کے خلاف وساوس پیدا کر کے بھی آپ کا کچھ نہ بگڑے گا۔ اس کے بعد پھر چھ مکی سورتیں آتی ہیں جن کا مضمون یہ ہے کہ قوموں کی ترقی اور تنزل کا انحصار اس نیکی یا بدی پر ہے جو ان سے بحیثیت قوم ظاہر ہوا اور بتایا ہے کہ جب کوئی قوم ترقی حاصل کر کے پھر ناشکری کا طریق اختیار کرتی ہے تو وہ تنزل کی طرف عود کر جاتی ہے۔ اس کے بعد حٰم کی سات مکی سورتوں کا مجموعہ ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ صداقت آخر کار غالب آتی ہے اور اس کی مخالفت پر کتنی بڑی مادی طاقت کیوں نہ ہو وہ آخر مغلوب ہوتی ہے۔ اس کے بعد تین مدنی سورتیں آتی ہیں۔ ان میں سے سینتالیسویں میں جس کا نام محمدؐ ہے بتایا ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھی جو اس وقت سخت مصیبت کی حالت میں ہیں ان کی حالت کو بہتر بنا دیا جائے گا اور آپ کے مخالف جو اس وقت زور پر ہیں ان کا زور توڑ دیا جائے گا اور وہ مغلوب ہو جائیں گے اڑتالیسویں میں جس کا نام الفتح

ہے بتایا ہے کہ اسلام اپنی روحانی طاقت سے آخر کار تمام ادیان پر غالب آئے گا اور انچاسویں میں ایک ترقی یافتہ قوم کو بتایا ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کس طرح سلوک کریں۔ اس کے بعد چھ مکی سورتیں آتی ہیں جن میں بتایا ہے کہ قرآن کریم کے ذریعہ سے کیسی روحانی بیداری پیدا کی جائے گی۔ اس کے بعد دس مدنی سورتوں کا آخری مجموعہ ہے جو فی الحقیقت سب سے پہلی چار مدنی سورتوں کے مضمون کی تکمیل کرتی ہیں۔ اور آخر پر اڑتالیس چھوٹی چھوٹی مکی سورتیں آتی ہیں جو بتاتی ہیں کہ کس طرح افراد اور قومیں اس صداقت کی پیروی کر کے جو قرآن شریف میں نازل ہوئی ہے، ترقی کر سکتی ہے یا اس صداقت کو رد کر کے نقصان اٹھائیں گے ان اڑتالیس سورتوں میں سے آخری تین میں اوّل توحید کو نہایت مختصر مگر جامع الفاظ میں بیان کیا اور آخری دو سورتوں میں سکھایا کہ انسان کس طرح ہر قسم کے شر سے اللہ تعالےٰ کی پناہ میں آسکتا ہے۔

قرآن کریم کا بے مثل ہونے کا دعوےٰ

قرآن شریف میں متعدد مقامات پر یہ دعوےٰ کیا گیا ہے کہ یہ بے مثل کتاب ہے اور اس کی مثل کوئی انسان نہیں بنا سکتا۔ یہ دعوےٰ ابتدائی اور درمیانی مکی سورتوں میں بھی موجود ہے۔ یعنی بنی اسرائیل ۱۷: ۸۸ یونس ۱۰: ۳۸۔ اور ھود ۱۱: ۱۳ میں اور ابتدائی زمانہ کی مدنی سورت میں بھی ہے یعنی سورہ بقرہ (۲۳:۲) میں جہاں یہود بھی خطاب میں شامل ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم صرف اسی معنے سے بے مثل نہیں کہ اللہ تعالےٰ کا کلام ہے اور انسان اس کی مثل نہیں بنا سکتا بلکہ الہامی کتابوں میں بھی یہ بے مثل ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے کس لحاظ سے بے مثل ہونے کا دعوےٰ کیا ہے اس پر خود قرآن ہی روشنی ڈالتا ہے کیونکہ جہاں سے قرآن شریف کی ابتداء ہوتی ہے وہیں فرمایا ذٰلک الکتاب لاریب فیه هدی للمتقین۔ یعنی یہ کتاب ایک ہدایت نامہ ہے اور اس کے سارے اسماء نور، ذکر، فرقان رحمت، خیر، شفا، حکمت وغیرہ اسی حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں کہ اس کی غرض انسانوں کو جہالت تاریکی پستی وغیرہ ذلیل حالات سے نکال کر بلند مقام پر پہنچانا ہے اور جہاں رسول کے کاموں کا ذکر کیا ہے وہاں اللہ کی آیات کو پڑھنے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دینے کے ساتھ چوتھی بات جس کا ذکر ہے وہ تزکیہ ہے یعنی ہر قسم کی آلائشوں یا گناہوں سے پاک کر کے ترقی کی راہ پر ڈالنا۔ عرب جو کہ قرآن کریم کے پہلے مخاطب تھے اور جن کے ذریعہ سے یہ ہدایت دوسروں کو پہنچنے والی تھی صدیوں سے قعر مذلت میں گرے چلے آتے تھے یہودیوں نے صدیوں تک کوشش کی اور ان کے پیچھے سلطنت کی بڑی بھاری طاقت اور اثر تھا کہ عرب کی اصلاح کریں مگر ایک بت پرستی کو بھی ان کے اندر سے دور نہ کر سکے۔ مگر قرآن نے اس سے بہت بڑھ کر کام ایک تئیس سال کے عرصہ میں کر دکھایا کہ نہ صرف انہیں بت پرستی سے نکالا بلکہ ہر قسم کے اخلاق رذیلہ کو ان کے اندر سے نکال کر ایسے بلند مقام پر پہنچا دیا کہ وہ دینی رنگ میں اور دنیوی رنگ میں دنیا کے رہبر بن گئے۔ فاتح، ملک گیر، مدبر وہ ہوئے۔ علوم کی روشنی انہوں نے پھیلائی۔ مخلوق خدا کی بہتری کے لئے نظام انہوں نے قائم کئے۔ توحید اور اخلاق کے معلّم وہ بنے۔ اسی کی طرف قرآن کریم میں اشارہ ہے جہاں فرمایا لم یکن الذین کفروا من اهل الکتاب والمشرکین منفکین حتی تاتیهم البینة۔ اہل کتاب اور مشرک جو بری راہوں پر پڑ گئے وہ ان برائیوں سے جدا ہونے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس بینہ نہ آتا اور بینہ کیا ہے خود ہی واضح کر دیا رسول من اللّٰہ یتلوا صحفاً مطهرة فیها کتب قیمة۔ اللہ کا رسول جو پاک صحیفے پڑھتا ہے جن میں مضبوط کتابیں ہیں ۹۸: ۱ و ۲۔ یہ انقلاب عظیم جو تئیس سال کے عرصہ میں قرآن پاک کی بدولت دنیا میں رونما ہوا اپنی نظیر نہیں رکھتا اور تاریخ عالم اس کی دوسری نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ پس جب اس ہدایت کی کوئی نظیر نہیں جو قرآن کے ذریعہ سے دنیا میں آئی تو قرآن کریم کا دعوےٰ بے مثل ہونے کا ایک ایسی حقیقت ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ انسانوں کی بنائی ہوئی کتابیں تو ایک طرف رہیں دنیا کی کوئی دوسری الہامی کتاب بھی اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔

قرآن کی بے نظیری کے متعلق غیروں کا اعتراف۔

ذیل میں چند اقوال یورپین مصنفین کے نقل کئے جاتے ہیں جن میں یہ اعتراف پایا جاتا ہے کہ قرآن کریم نے جو کچھ کام کر کے دکھایا وہ وہ کام ہے جس کے کرنے سے انسان عاجز تھے اور صاف الفاظ میں قرآن کریم کو ایک معجزہ تسلیم کیا گیا ہے:-

> "ایسے زمانہ سے جس سے آگے انسان کی یاد نہیں جاتی مکہ اور جزیرہ نما (عرب) روحانی موت کی حالت میں تھا۔ یہودیت نصرانیت اور فلسفیانہ تحقیقات کا عرب کے دلوں پر ہلکا اور عارضی اثر ایسا ہی تھا جیسا ایک ساکن جھیل کے اوپر کی سطح پر ذرا سی حرکت پیدا ہو جائے نیچے پورے سکون اور بے حرکتی کی حالت تھی۔ لوگ توہمات ظلم اور بدی میں غرق تھے...... ہجرت سے تیرہ سال پیشتر مکہ اس ذلیل حالت میں مردہ پڑا تھا۔ مگر ان تیرہ سالوں نے کیا انقلاب پیدا کر دیا...
>
> ......یہودی صداقت مدت سے مدینہ کے لوگوں کے کانوں میں گونجتی رہی تھی۔ مگر جب تک انہوں نے نبی عربی کی روح کو ہلا دینے والی آواز نہیں سنی اس وقت تک وہ بھی خواب سے بیدار نہیں ہوئے۔" (میور)

"ان سے زیادہ تفرقہ کی حالت میں کوئی دوسری قوم نہیں ملتی۔ یہاں تک کہ ناگہاں ایک معجزہ رونما ہوا۔ ایک انسان اٹھا جس نے اپنی شخصیت سے اور اپنے منجانب اللہ ہدایت یافتہ ہونے کے دعوے سے سچ مچ ناممکن کام کر دکھایا یعنی ان تمام ایک دوسرے سے لڑنے والے اجزاء کا اتحاد۔" (انز ایئڈ آئڈلس آف میسوپوٹیمیا)

"باایں ہمہ سچائی کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ کوئی تاریخ ایسے واقعات پیش کرنے کا فخر نہیں کر سکتی جو اس حد تک دل پر زندہ اثر پیدا کرنے والے ہوں یا اپنے اندر اس قدر حیرت انگیز ہوں جیسے کہ وہ واقعات جو ہم کو پہلے مسلمانوں کی زندگیوں میں ملتے ہیں خواہ ہم اس بڑے رہنما کو دیکھیں یا اس کے وزراء کو جو سب انسانوں سے بڑھ کر بلند مرتبہ ہستیاں ہیں۔ اور خواہ ہم ان ملکوں کے حالات پر غور کریں جو اس نے فتح کئے یا اس شجاعت نیکی اور ان پاک جذبات کو دیکھیں جو اس کے جرنیلوں اور سپاہیوں میں یکساں نظر آتے ہیں۔" (کونٹ بولن ویرز کی لائف آف محمدؐ)

"یہ بات کہ بہترین عرب مصنف کبھی قرآن جیسا اعلےٰ درجہ کا کلام پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ کوئی تعجب کی بات نہیں۔" (پامر کی تمہید انگریزی ترجمہ قرآن)

"یہ ایک معجزہ ہے جس کا محمد صلعم کو دعوےٰ ہے وہ اسے اپنا زندہ معجزہ کہتے ہیں۔ اور فی الحقیقت یہ ایک معجزہ ہے۔" (باسورتھ سمتھ کی لائف آف محمدؐ)

"دنیا کی کسی قوم نے اس قدر سرعت کے ساتھ تہذیب کی طرف جیسی کہ وہ تھی قدم نہیں اٹھایا جیسا کہ عرب نے اسلام کے ذریعہ سے" (ہرشس فیلڈ)

"اثر ڈالنے کی طاقت میں، بلاغت میں بلکہ ترکیب لفظی میں بھی قرآن بے مثل ہے۔" (ہرشس فیلڈ)

"اور اسی (قرآن) کے ذریعہ سے ہی اسلامی دنیا میں علوم کے تمام شعبوں میں حیرت انگیز ترقی ہوئی۔" (ہرشس فیلڈ)

"ایک علمی تصنیف ہونے کی حیثیت میں اس کا موازنہ نہ کسی فرضی ذوق کی بناء پر نہ کرنا چاہیئے بلکہ اس اثر کی بناء پر ہونا چاہیئے جو اس نے محمد (صلعم) کے ہمعصروں اور اہل ملک کے دلوں پر پیدا کیا۔ اگر اس نے ایسی قوت اور ایسے مؤثرانہ طریق پر اپنے سننے والوں کے دلوں پر اثر پیدا کیا کہ جو اجزاء اب تک پراگندہ ایک دوسرے سے نفرت کرنے والے بلکہ عداوت رکھنے والے تھے ان کو ایک کر دیا اور ان میں وہ بلند خیالات اور

(سٹین گاس ہیوز ڈکشنری آف اسلام)

کمال جامعیت مضامین

قرآن کریم کی بے نظیری کی وجہ صرف وہ اثر ہی نہیں جو اس نے پیدا کر کے دکھایا۔ بلکہ بلحاظ مضامین بھی یہ ایک بے مثل کتاب ہے۔ درحقیقت جو اثر اس نے پیدا کیا وہ انہی مضامین کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالےٰ کی ہستی اور صفات کے متعلق۔ اعمال کی جزا و سزا کے متعلق۔ نبوت اور وحی کے متعلق، دوسری زندگی اور قیامت کے متعلق جو روشنی قرآن شریف میں ڈالی گئی ہے اس کی کوئی نظیر دوسری کتاب میں نہیں ملتی۔ مذہب کے بڑے سے بڑے پیچیدہ مسائل کو قرآن شریف نے ایسی صفائی سے اور ایسے مدلل طریق پر بیان کیا کہ سننے والوں کے دل اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اس کے دشمن اس بات کو گوارا نہ کرتے تھے کہ لوگ قرآن شریف کو سنیں۔ فی الحقیقت اس کی دلائل اور صفائی بیان ہی اصل وجہ تھی کہ یہ اس قدر اثر لوگوں کے دلوں پر کرتا تھا۔ یہاں تک کہ سخت سے سخت دشمن بھی اسے سنکر وقتی طور پر متاثر ہو جاتے اسی لئے اس کا نام برہان اور نور ہے بعلاوہ دقیق سے دقیق مذہبی مسائل پر روشنی ڈالنے کے اور ان کو صفائی سے بیان کر دینے کے قرآن شریف کی جامعیت مضامین بھی بے نظیر ہے۔ کوئی اہم مذہبی مسئلہ نہیں۔ کوئی اہم مذہبی عقیدہ نہیں جس پر اس میں روشنی نہ ڈالی گئی ہو۔ اور صرف یہی نہیں کہ بعض عقائد کی صحت اور بعض کی غلطی کو اس نے واضح کیا ہو، بلکہ جو کچھ بیان کیا ہے اس کے ساتھ اس کے دلائل بھی دیئے ہیں۔ اور یہ قرآن شریف کا کمال ہے کہ اور کوئی کتاب کو حاصل نہیں کہ دعوےٰ بھی خود کرتا ہے اور اس دعویٰ کے دلائل بھی دیتا ہے۔ پھر تمام مذہبی مسائل اور مذہبی عقائد پر روشنی ڈالنے کے علاوہ اخلاق تمدن معاشرت وغیرہ امور کے متعلق بھی ہدایت دیتا اور انسان کی زندگی کے سارے پہلوؤں میں کامل رہنمائی فرماتا ہے، اس کے علاوہ اس کی ہر سورت بجائے خود ایک مضمون کو کمال تک پہنچاتی ہے۔ اور ان تمام امور کے لحاظ سے اور دنیا میں بلند خیالات کو پھیلانے کے لحاظ سے قرآن شریف ایک بےمثل کتاب ہے۔

قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت

اگر اثر کے لحاظ سے پھر مضامین اور خیالات عالیہ کے لحاظ سے قرآن شریف بے مثل ہے تو وہ ظاہری لباس جس میں یہ خیالات بلند ملبوس ہیں یعنی الفاظ کی ترکیب اور بندش۔ یا اپنی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے بھی اس کا بےمثل ہونا ثابت ہے۔ قرآن کریم نہ صرف ادب عربی کے لئے بلند سے بلند معیار ہے بلکہ اس نے عربی زبان کو ایک زندہ زبان اور عرب سے باہر دنیا کی کئی قوموں کی زبان بنا دیا۔ وتب کا تمام بڑی بڑی مذہبی کتابوں کی زبانیں مردہ ہیں یعنی وہ دنیا میں کہیں بولی نہیں جاتیں۔ ویدوں کی زبان، توریت کی زبان، انجیل کی زبان، ژند اوستا کی زبان، بدھ مذہب کی کتب مقدسہ کی زبان

اوران کی مادری زبان بن گئی۔ اور دیگر کئی ممالک میں اس کا اثر پھیل گیا۔ پھر اس کے علاوہ قرآن کریم کو زبانِ عربی میں فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے تمام عربی دانوں نے بلند سے بلند معیار تسلیم کیا ہے۔ یہ بجائے خود ایک بڑا بھاری اعجاز ہے کہ تیرہ سو سال تک ایک کتاب کی زبان میں کچھ فرق نہیں آتا۔ بلکہ وہ اس زبان کا ادبی معیار بن جاتی ہے اور کوئی مذہبی کتاب کسی زبان کا ادبی معیار نہیں۔ قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت پر بعض کوتہ اندیش یورپین ناقدین نے اعتراض کیا ہے اور قرآن شریف کی ابتدائی مکی سورتوں کی فصاحت و بلاغت کا اعتراف کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ پچھلی مکی سورتوں میں اور مدنی سورتوں میں فصاحت و بلاغت کا وہ بلند معیار باقی نہیں رہا۔ یہ محض عدم تدبر کا نتیجہ ہے ابتدائی مکی سورتوں اور درمیانی زمانہ یا پچھلے زمانہ کی مکی سورتوں اور مدنی سورتوں کے طرزِ بیان میں فرق تو ضرور ہے مگر اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کے مضامین میں بھی فرق ہے۔ ابتدائی مکی سورتوں میں زیادہ زور اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ اور علم کامل کے اظہار پر انسان کے عجز اور بےکسی پر، اعمال کی جزا و سزا پر دیا گیا ہے۔ اس لئے ان کا طرزِ بیان اور ہے۔ درمیانی اور آخری زمانہ کی مکی سورتوں میں ان صداقتوں کی تائید کے لئے انبیاء سابق اور ان کے اعداء کے تذکرے ہیں جن میں سامعین قرآن کے لئے عبرت کا سبق ہے ان کا طرزِ بیان لازماً اور ہے مدنی سورتوں میں تفصیلات شریعت ہیں جو انسان کی روزمرہ زندگی سے تعلق رکھتی ہیں ان کا طرزِ بیان اور ہے، اور اور ہونا چاہیئے تھا۔ مگر فصاحت و بلاغت میں ان تینوں میں کوئی فرق نہیں، فصاحت و بلاغت کا اندازہ اس اثر سے ہوتا ہے جو وہ کلام پیدا کرے سو قرآن کریم نے جو اثر ابتدائی مکی وحی سے پیدا کیا۔ وہی اثر پچھلی مکی وحی سے اور مدنی وحی سے پیدا کیا اور اس قوت اور طاقت میں جس سے قرآن دلوں کو اپیل کرتا تھا کوئی فرق نہیں آیا۔ ڈاکٹر سٹین گیس نے اس بات کا صاف الفاظ میں اعتراف کیا ہے وہ لکھتا ہے۔

> "اگر ہم ان مضامین کی رنگارنگی اور اختلاف کو مدِ نظر رکھیں جن پر قرآن بحث کرتا ہے۔ تو طرزِ بیان ایک ہی ہونے کی توقع رکھنا غلط ہے بلکہ برعکس اس کے ایسے حالات میں ایک ہی طرزِ بیان بالکل بے محل ہوتا۔ ہمیں اس بات کو فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ اس کتاب میں ایک مکمل ضابطہ عقائد اور اخلاق کا اور ان شرائع کا جو ان پر مبنی ہیں دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک وسیع جمہوریت کی ہر ایک شاخ کے لئے بنیاد رکھی گئی ہے تعلیم و تربیت کے لئے۔ انصاف اور عدالت کے لئے۔ قومی نظام کے لئے۔ مالی نظم و مضامین پر بحث ہو تو اس کمال کا معیار جس سے ہم قرآن شریف کی ترکیب لفظی کا حیثیت کلی اندازہ کر سکتے ہیں۔ ان مضامین کے اختلاف کے ساتھ مختلف ہوگا۔ بلند اور پاکیزہ جہاں اللہ تعالےٰ کی توحید کی بلند صداقت کا اظہار ہے۔ ایک شاعرانہ مذاق والی قوم کے تخیل کے لئے نہایت مؤثر طریق پر اپیل کرنے والا جہاں انسان کے اللہ تعالےٰ کی مرضی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے یا اس کے خلاف بغاوت کرنے کے ابدی نتائج کا اظہار مقصود ہے۔ اپنی سادہ سنجیدگی میں دل پر اثر کرنے والا جہاں یہ پہلے نبیوں کے ذکر میں اللہ کے رسول کی حوصلہ افزائی کرتا یا تسلی دیتا ہے اور ان لوگوں کو جن کی طرف اسے بھیجا گیا ہے تنبیہ کرتا ہے۔ قرآن کی زبان روزمرہ زندگی کی ضروریات کے موزوں حال ہوتی ہے۔ جہاں اس روزمرہ زندگی کو اس کی شخصی یا پبلک حیثیت میں نئے سلسلہ کے بنیادی اصولوں کے ساتھ مطابق کرنا ہوتا ہے۔"

قرآن شریف پہلی شرائع کا ناسخ ہے

جب قرآن شریف نے کل مذہبی صداقتوں کو اپنے اندر جمع کر لیا تو ظاہر ہے کہ پہلی شرائع کی ضرورت اکی موجودگی میں نہ رہی۔ وہ وقتی اور قومی شرائع تھیں اور قرآن کریم تمام زمانوں کے لئے اور تمام قوموں کے لئے ہے۔ وہ شرائع روشن چراغ تھے جو رات کے وقت ایک ایک گھر کو روشن کرتے تھے۔ قرآن شریف سراجاً منیراً ۴۶:۳۳ آفتاب عالمتاب ہے۔ جس طرح آفتاب کے طلوع پر چراغوں کی ضرورت نہیں رہتی اسی طرح قرآن کریم کے نزول کے بعد پہلی شرائع کی ضرورت نہیں رہی۔ اس میں وہ صداقتیں موجود ہیں جو پہلی شرائع میں تھیں اور یہاں وہ بہتر صورت میں موجود ہیں کیونکہ قرآن شریف نے تمام دینی امور کو تکمیل کو پہنچایا جیسا کہ اس کا دعوےٰ ہے البوم اکملت لکم دینکم (۵:۳) اس لئے سابق شرائع کی منسوخی کا ذکر قرآن کریم ان الفاظ میں فرماتا ہے ما ننسخ من ایۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا (۲:۱۰۶) جو کوئی پیغام ہم منسوخ کرتے ہیں یا اسے فراموش کرا دیتے ہیں تو اس جیسا یا اس سے بہتر لے آتے ہیں۔ اس جیسے سے مراد یہی ہے کہ جیسی صداقتیں پہلی شرائع میں تھیں مثلاً اللہ تعالےٰ کی ہستی اور اس کی وحدانیت۔ اعمال کی جزا و سزا وغیرہ سب اس کتاب میں موجود ہیں اور ان سے بہتر اس لئے کہ اب یہ سب مذہبی حقائق اپنی تکمیل یافتہ صورت میں آ گئے ہیں۔

……

قرآن کریم کی کوئی آیت نہ کبھی منسوخ ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے

یہ خیال کہ شریعت کی بعض تفصیلات آج ایک طرح نازل ہوئی تھیں اور کل کو وہ غلط قرار پا کر دوسری طرح نازل ہوتی تھیں اور کہ وہ دونوں قسم کی آیات اب بھی قرآن شریف میں موجود ہیں۔ اس کی بنیاد قرآن یا حدیث پر نہیں کیونکہ اس کو قبول کر کے یہ ماننا پڑتا ہے کہ قرآن شریف میں بعض احکام اس وقت ایسے ہیں جو قابل عمل نہیں اور یہ بالبداہت غلط ہے اور اس سے بڑھ کر یہ ماننا پڑتا ہے کہ قرآن کریم کی بعض آیات اور احکام دوسری آیات اور احکام کے خلاف ہیں۔ حالانکہ قرآن شریف صراحت سے فرماتا ہے کہ اس میں اختلاف کوئی نہیں بلکہ یہ فرماتا ہے کہ اگر قرآن میں اختلاف ہو تو یہ اللہ تعالے کا کلام نہیں ہو سکتا لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً (۴: ۸۲) اب جو لوگ بعض آیات کو دوسری آیات سے منسوخ مانتے ہیں انہیں لازماً یہ ماننا پڑے گا کہ وہ آیات ان دوسری کے مخالف ہیں کیونکہ منسوخ ٹھہرانے کی ضرورت ہی اس وقت پیش آئے گی جب دو آیات میں اختلاف ہو۔ پس قرآن کریم میں اختلاف ماننے کے بغیر اس کی کسی آیت کو دوسری آیت سے منسوخ نہیں قرار دیا جا سکتا اور قرآن شریف میں اختلاف خود قرآن شریف کی نص صریح سے باطل ہے۔ جن دو آیات کو نسخ کے مسئلہ کی بنیاد ٹھہرایا جاتا ہے انہیں تو حقیقت صرف یہ ذکر ہے کہ قرآن کریم کے آنے سے پہلی شرائع منسوخ ہو گئیں۔ دیکھو نوٹ ۲: ۱۰۶ پر اور ۱۶: ۱۰۲ پر۔ اگر قرآن کریم اس مسئلہ نسخ کو غلط ٹھہراتا ہے تو کوئی حدیث بھی ایسی نہیں جس میں یہ ذکر ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فلاں آیت کو منسوخ کہا۔ کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ قرآن شریف کی آیات تو وہ ہوں جن کو نبی صلعم فرمائیں کہ یہ آیت قرآنی ہے۔ خود آپ کا کلام بھی آیت قرآنی نہیں۔ اور ان آیات کو منسوخ کہنے کے لئے آپ کے سوائے کسی دوسرے کے قول کو سند مانا جائے۔ اگر قرآن شریف میں کوئی آیت منسوخ ہوتی تو خود آنحضرت صلعم فرماتے کہ فلاں آیت منسوخ ہے تم نے اس پر عمل نہیں کرنا۔ کسی دوسرے کے کہہ دینے سے کوئی آیت منسوخ نہیں ہو سکتی۔ اور نبی صلعم کا قطعاً کوئی قول کسی ضعیف حدیث میں بھی اس مضمون کا نہیں ہے کہ آپ نے کسی آیت کو بین الدفتین سے منسوخ فرمایا ہو۔

منسوخی کے اقوال

بعض صحابہ کے اقوال میں بعض آیات قرآنی کے متعلق نسخ کا لفظ ضرور پایا جاتا ہے مگر یہ عجیب بات ہے کہ اگر ایک صحابی نے ایک آیت کو منسوخ کہا ہے تو دوسرے نے اسی کو غیر منسوخ کہا ہے۔ تو ہم منسوخی کے قول کو جس سے قرآن شریف میں اختلاف ماننا پڑتا ہے کیوں قبول کریں اور دوسرے صحابی کے قول کو کیوں قبول نہ کریں۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ صحابہ کے اقوال میں لفظ نسخ کا استعمال وسیع معنے میں ہوا ہے۔ یعنی جب کبھی کسی آیت سے کسی صحابی کو کوئی غلط فہمی پیدا ہوتی اور اس غلط فہمی کو دوسری آیت نے دور کر دیا تو ایسے موقعہ پر بھی نسخ کا لفظ استعمال کر لیا گیا ہے۔ پھر یہ بھی صحیح ہے کہ اسبات پر سخت اختلاف ہے کہ کونسی آیت منسوخ ہے کونسی نہیں حتیٰ کہ تفاسیر میں اگر ایک آیت کی منسوخی کے اقوال ہیں تو اسی کے غیر منسوخ ہونے کے اقوال بھی ہیں۔ اور تعداد کا اختلاف یہاں تک ہے کہ بعض نے پانچ سو آیات کو منسوخ قرار دیا ہے تو بعض نے صرف پانچ کو۔ امام سیوطیؒ نے اتقان میں صرف اکیس آیات کو منسوخ قرار دیا ہے اور ان میں سے بھی بعض وہ ہیں جن میں ایک عام بیان کو خاص کر دیا گیا ہے، شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اس پر ترقی کی اور صرف پانچ آیات کو منسوخ مانا ہے۔ اب کس دلیل سے پانچ سو سے اکیس اور اکیس سے پانچ آیتیں رہ گئیں۔ اور کسی صحابی یا مفسر سے اختلاف کرنا جرم نہ بنا۔ کیا کسی دلیل سے ان پانچ آیتوں سے بھی منسوخی کا فتوےٰ نہیں اٹھ سکتا؟ نبی کریم صلعم کا کوئی ارشاد نہ پانچ سو کے متعلق ہے نہ اکیس کے نہ پانچ کے۔ سوال صرف تطبیق دینے کا ہے جو دو آیتوں میں تطبیق نہ دے سکا اس نے ان میں سے ایک کو منسوخ کہہ دیا اور جب دوسرا شخص انہی دو میں تطبیق دینے میں کامیاب ہو گیا تو اس نے انہیں غیر منسوخ قرار دیا۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے فوز الکبیر میں جن پانچ آیات کو منسوخ لکھا ہے وہ حسب ذیل ہیں:- (۱) البقرہ ۵: ۸۰ آیت میں قرابتداروں کے لئے وصیت کا ذکر ہے ابن جریر اور بیضاوی نے اس کے غیر منسوخ ہونے پر اقوال نقل کئے ہیں (۲) البقرہ ۲۴۰ جس میں بیوہ کے لئے وصیت کا ذکر ہے اس کے متعلق بخاری میں مجاہد کا قول موجود ہے کہ یہ منسوخ نہیں (۳) الانفال ۶۵ جس میں بیس مسلمانوں کے دو سو مخالف پر غالب آنے کا ذکر ہے۔ وہاں خود ذکر موجود ہے کہ یہ دو باتیں یعنی اول بیس کا دو سو پر اور دوم سو کا دو سو پر غالب آنا دو الگ الگ زمانوں کے متعلق خبریں ہیں ایک زمانہ کے لئے پہلی بات درست ہے دوسرے کے لئے دوسری اور یہ ہیں بھی خبریں احکام نہیں (۴) الاحزاب ۵۲ لایحل لک النساء من بعد جسے الاحزاب ۵۰ سے منسوخ قرار دیا جاتا ہے حالانکہ ان دو میں بھی الگ الگ ذکر ہے۔ الاحزاب ۵۲ میں یہ ذکر ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد آپ کو اور شادیاں کرنے سے روکا گیا ہے۔ اور الاحزاب ۵۰ میں ذکر ہے کہ جو بیویاں آپ کے گھر میں موجود ہیں وہ سب آپ کے لئے حلال ہیں۔ اصل بات صرف اس قدر معلوم ہوتی ہے کہ جب تعدد ازدواج کی اجازت دیتے وقت چار کی حد بندی کر دی تو نبی کریم صلعم کو فرما دیا کہ آپ کے ہاں جو اس وقت چار سے زیادہ بیویاں ہیں جو آپ نے ضروریات دینی کے لئے ہی نکاح کئے ان میں سے کسی کو آپ طلاق نہ دیں وہ سب آپ کے لئے حلال ہیں لیکن اس کے بعد اور نکاح نہ کریں (۵) المجادلہ ۱۲ جس میں نبی صلعم سے مشورہ لیتے وقت کچھ صدقہ دینے کا ذکر ہے یہاں وہ آیت جسے ناسخ سمجھا گیا ہے محض پہلی کی تشریح کرتی ہے کہ صدقہ دینا فرض نہیں اگر نہ ملے تو نہ سہی۔ پس قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں۔

قرآن حکیم کی عظمت کا غیر مسلموں کی طرف سے اعتراف

(بسلسلہ صفحہ ۱۰)

اٹھا۔ جو اپنی زبردست شخصیت اور براہ راست خدا سے ہدایت کے دعوے کے ساتھ ناممکن بات کو عالم وجود میں لے آیا یعنی اس انسان نے برسر پرخاش اور دن رات خانہ جنگی کے عادی قبائل کو اتفاق و اتحاد کی مضبوط رسی میں پرو دیا۔

(انز اینڈ آؤٹس آف میسوپوٹیمیا)

ہرشفیلڈ

"کوئی قوم دنیا میں تہذیب کے بام پر اس قدر سرعت سے نہیں پہنچی جس طرح عرب لوگ اسلام کے ذریعے پہنچ گئے۔"

(ہرشفیلڈ: نیو ریسرچز ص۵)

"قرآن حکیم اثر ڈالنے، یقین پیدا کرنے کی قوت، فصاحت بلاغت اور تراکیب و بندش الفاظ میں بے نظیر ہے ......
...... اور دنیا نے سائنس کے تمام شعبوں کی حیرت انگیز ترقی کا باعث"

(ایضاً ص[illegible])

(ہرشفیلڈ: نیو ریسرچز ص۵)

باسورتھ سمتھ

"ایک عجیب اتفاق ہے جس کی تاریخ عالم میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ محمد (صلعم) تین امور کے بانی ہوئے۔ قوم سلطنت اور مذہب کے۔ خود لکھنے پڑھنے کی صلاحیت سے عاری تھے۔ اس کے باوجود ایک ایسی کتاب کے مصنف ہوئے جو نظم بھی ہے۔ مجموعہ قوانین بھی ہے، عام دعا کی کتاب بھی ہے۔ اور بائبل بھی ہے۔ اور اس وقت دنیا کا چھٹا حصہ اس کو فصاحت و بلاغت اور حکمت کے لحاظ سے معجزہ مانتا ہے۔ یہ ایک معجزہ ہے جس کا دعوے محمد (صلعم) نے کیا۔ آپ نے اس کا نام مستقل معجزہ رکھا۔ اور بے شک یہ ایک معجزہ ہی ہے"

(باسورتھ سمتھ: "محمد" ص۲۹)

ڈاکٹر جانسن

"اگر وہ شعر نہیں ہے۔ اور یہ کہہ سکنا مشکل ہے۔ کہ وہ شعر ہے یا نہیں۔ تو وہ شعر سے بھی کچھ زیادہ ہے۔ نہ وہ تاریخ ہے اور نہ سوانح عمری ہے۔ وہ انجیل کے پہاڑی وعظ کی طرح مجموعہ اشعار بھی نہیں ہے۔ نہ بدھ کی کتابوں کی طرح منطقیات، مابعد الطبیعات کا مجموعہ ہے۔ نہ افلاطون کی مجلس عقلا و حکما کی مانند پند و موعظت ہے۔ وہ ایک پیغمبر کی آواز ہے۔ جو گو اول سے آخر تک سامی ہے۔ تاہم اس کے مطالب ایسے عام اور ایسے مناسب وقت ہیں کہ زمانہ کی تمام آوازیں طوعاً و کرہاً ان کی حامل ہو جاتی ہیں۔ اس کی بازگشت محلوں اور ریگستانوں شہر اور سلطنتوں میں یکساں گونجتی ہے۔ جو اول تو اپنے انتخاب کردہ قلوب کو فتح عالم پر آمادہ و مستعد کرتی ہے۔ اور اس کے بعد اپنے کو ایک مصلح اور معمار قوت کی شکل میں یوں مجتمع کرتی

(بقیہ از کالم ۳)

ہے کہ اپنی ساری تخلیقی روشنی عیسائی یورپ کی انتہائی تاریکی میں اس وقت نفوذ کرتی ہے جبکہ عیسائیت محض شبہائے تاریک کی ملکہ تھی۔" (مشہور انگریز ادیب ڈاکٹر جانسن)

مولانا شعیب الرحمان صاحب بہاری

موجودہ زمانہ کی سائنسی تحقیقاتیں
قرآن کریم کے اصولوں کی مکذّب نہیں بلکہ مؤید ہیں

سائنسی ترقیات کا دور اور اس کا طبائع پر اثر

آج سائنسی تحقیقاتوں کا دور ہے نئی سے نئی ایجادیں ظہور پذیر ہو رہی ہیں، ان ایجادوں سے جہاں انسانیت فائدہ اٹھا رہی ہے وہاں یہ اس کے لئے تباہی کے سامان بھی پیدا کر رہی ہیں، ان تحقیقاتوں اور ایجادوں نے عام طور پر لوگوں کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا ہے بدیں وجہ ان کا اثر طبائع پر اس قدر گہرا اور بڑا پڑا ہے کہ عام طور پر صرف عوام ہی نہیں بلکہ تعلیم یافتہ طبقہ بھی مذہب سے بیزار نظر آتا ہے اور یہ سمجھا جانے لگ پڑا ہے کہ ان ایجادوں نے مذہب کی بنیادوں کو ہلا دیا ہے۔

کائنات خدا کی فعلی اور قرآن خدا کی قولی کتاب ہے

حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے ہمارے نزدیک اسلام ہی چونکہ کامل اور سچا مذہب ہے جس کی کتاب قرآن کریم کا ایک ایک کلمہ خدائے عالم الغیب والشہادت کی طرف سے نازل شدہ ہے اس لئے یہ ناممکن ہے کہ کوئی سائنس اسکے کسی کلمہ کو غلط ثابت کر سکے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سائنس جس قدر ترقی کرے گی اور اشیاء کائنات کے خواص جس قدر بھی پردے اٹھائے جائیں گے اسی قدر قرآن کریم کی صداقت نمایاں ہوتی جائے گی۔ اور دنیا پر واضح ہوتا جائے گا کہ یہ کائنات اسی کی بنائی ہوئی ہے اور جس قدر قوانین اس میں کارفرما ہیں وہ سب اسی علیم اور قادر ہستی کے ہی نافذ کردہ ہیں۔

قول اور فعل میں تضاد ناممکن ہے۔

پس یہ کائنات اگر اس کی فعلی کتاب ہے تو قرآن کریم اس کی قولی کتاب ہے جس طرح کسی عقلمند کے قول اور فعل میں تخالف اور تضاد نہیں ہو سکتا اسی طرح خدائے حکیم کے قول اور فعل میں بھی تضاد نہیں ہو سکتا اس لئے سائنس کی ترقی دوسرے مذاہب کو باطل ثابت کر دے تو کر دے لیکن قرآن کریم کو باطل ثابت نہیں کر سکتی۔

دنیا کا کاروبار دو صفتوں رحمان اور رحیم کے ماتحت چل رہا ہے

قرآن کریم ہمیں یہ بتلاتا ہے کہ ربّ العالمین کی حیثیت سے اس عالم کی ہر شئے خداوند تعالٰے کی ہی پیدا کردہ ہے اور جس قدر اس میں خواص رکھے گئے ہیں وہ سب کے سب اسی کے ہی ودیعت کردہ ہیں اور ان کو پیدا کرنے کے بعد اس نے انسان کو پیدا کیا اور بتلایا کہ کائنات کی تمام اشیاء انسان کی خدمت کے لئے ہی پیدا کی گئی ہیں پس اس دنیا کا سارا نظام خدا تعالٰے کی دو صفتوں یعنے رحمان اور رحیم کے ماتحت چل رہا ہے۔

صفت رحمان کا عمل

صفت رحمان اگر ایک طرف ہمیں یہ بتلا رہی ہے کہ انسان کی پیدائش سے قبل بغیر اس کے کسی عمل کے ساری کی ساری کائنات خدا تعالٰے نے محض اپنے فضل سے بطور اپنی نعمت کے انسان کی خدمت کے لئے پیدا کر دی اور انسان کو ایسے قویٰ اور ایسی استعدادیں عطا کیں کہ وہ اس سے کما حقہ خدمت لینے کے قابل ہو سکے گویا اشیاء کائنات کے خواص اور انسان کے قویٰ اور استعدادوں میں کامل ہم آہنگی مہیا کر دی تا دونوں میں باہمی تعاون کا سلسلہ جاری رہے چنانچہ ایک طرف تو فرمایا هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعًا ثم استوی الی السماء فسوّٰهن سبع سمٰوات وهو بکل شیءٍ علیم یعنے وہ خدا ہی ہے جس نے سب کچھ جو زمین و آسمان میں ہے تمہارے فائدہ کے لئے ہی پیدا کیا ہے اور اس سے اس کے کامل علم کا ثبوت ملتا ہے کہ اس نے انسان کو جس صورت پر پیدا کرنا تھا اس کے مناسب حال کائنات بنا دی اور اس سے فائدہ اُٹھانے کی اس میں قابلیت اور صلاحیت بھی رکھ دی جیسا کہ فرمایا اللہ الذی خلق السمٰوات والارض وانزل من السماء ماءً فاخرج به من الثمرات رزقًا لکم وسخّر لکم الفلک لتجری فی البحر بامره وسخّر لکم الانهار وسخّر لکم الشمس والقمر دائبین وسخّر لکم اللیل والنهار واٰتاکم من کل ما سألتموه وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوها ان الانسان لظلوم کفار۔ (ابراهیم ع ۵)

فطرت انسانی کا تقاضا اور اس کا پورا کرنا

مثال کے طور پر اپنی چند نعمتوں کا ذکر کر کے جن میں زمین۔ آسمان۔ بارش۔ دریا۔ کشتیاں۔ سورج چاند۔ رات اور دن شامل ہیں، آخر میں فرمایا غرضیکہ ہر وہ چیز جس کی تمہاری فطرت اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کا تقاضا کرتی تھی اس کو پورا کرنے کے لئے سب سامان ہم نے تم کو عطا کئے باقی تمہیں نعمتیں تو اس قدر عطا کی ہیں کہ تم ان کا شمار بھی نہیں کر سکتے۔ مذکورہ بالا چند نعمتیں تو صرف بطور مثال کے ہیں لیکن انسان کی بدقسمتی ہے کہ وہ ان نعماء الٰہی کی قدر نہ کرتے ہوئے اپنی جانوں پر ظلم کرتا ہے یعنے اُن سے حقیقی طور پر جو فائدہ اٹھانا چاہیئے وہ نہیں اٹھاتا خدا پر ایمان لانے سے محرومی ہی صرف نہیں بلکہ مادی فوائد سے بھی اپنے آپ کو محروم رکھتا ہے بلکہ اس ناشکری کے نتیجہ میں خدا سے بھی تعلق پیدا نہیں کرتا اور اس کے فیوض سے بھی اپنے آپ کو محروم رکھتا ہے۔

کائنات اور انسانی فطرت میں ہم آہنگی

اور دوسری طرف انسان کے متعلق سورۃ تغابن ع میں فرمایا خلق السمٰوات والارض بالحق وصوّرکم فاحسن صورکم یعنے اللہ تعالٰے نے آسمانوں اور زمین کو عین ضرورت حقّہ کے مطابق پیدا کیا اور تمہیں بھی بہترین ظاہری اور باطنی صورتیں عطا کی ہیں تا تم آسمان اور زمین کی اشیاء سے کام لے سکو، گویا اس آیت میں دونوں کے درمیان ہم آہنگی کی طرف اشارہ کر دیا۔ پھر صاف الفاظ میں فرمایا وعلّم اٰدم الاسماء کلّها یعنے انسان کو ایک طرف تو تمام صفات الٰہیہ کا علم دیا یعنے اس کے اندر مظہر صفات الٰہی بننے کی قابلیتیں رکھ دیں اور دوسری طرف تمام اشیاء کے خواص دریافت کرنے کی قابلیت رکھ دی تا وہ مادی اور روحانی دونوں قسم کی نعمتوں اور برکتوں سے متمتع ہو سکے۔

صفت رحمانیت کا دائرہ وسعت

جیسا کہ میں اُوپر بیان کر آیا ہوں کہ یہ سب نعماء الٰہی انسان کو خدا تعالٰے کی صفت رحمانیت کے ماتحت عطا کی گئی ہیں اسی طرح انسان کے اندر ان سے فائدہ اُٹھانے کی قابلیت اور استعداد بھی صفت رحمانیت کے ماتحت ہی رکھی گئی ہے۔

صفت رحیمیت کا عمل

پس جو لوگ بھی ان سے فائدہ اُٹھانے کی طرف اپنی کوششوں کا رُخ پھیر دیں گے اور صحیح رنگ میں ان کو بجا لائیں گے ان کے صلہ میں جو نتائج مترتب ہوں گے وہ اللہ تعالٰے کی صفت رحیمیت کے ماتحت مترتب ہونگے پس صفت رحمانیت سامان عطا کرتی ہے اور صفت رحیمیت ان سامانوں سے فائدہ اُٹھانے کے لئے جو کوششیں انسانوں سے وقوع میں آتی ہیں ان کے نتائج سے ان کو متمتع کرتی اور ان کو ضائع ہونے سے بچاتی ہے

عالم روحانی اور اس تک پہنچنے کے اسباب۔

جو کچھ اُوپر بیان کیا گیا ہے اس کا تعلق مادی عالم سے ہے لیکن اس کے علاوہ ایک اور عالم بھی ہے جسے روحانی عالم کہتے ہیں انسان کو اس عالم کی سیر کرانے

کے لئے بھی اللہ تعالےٰ نے اپنی صفت رحمانیت کے ماتحت ہی انسانوں کو سامان عطا کئے ہیں اور وہ سامان نبیوں اور رسولوں کی شکل میں اور ان تعلیموں کی شکل میں عطا کئے گئے ہیں جو ان رسولوں پر نازل کی جاتی ہیں جیسا کہ فرمایا الرحمان علم القراٰن ان کی پیروی کے نتیجہ میں جو اللہ تعالےٰ سے تعلق پیدا ہوتا ہے اور اس کے فیوض کا انسان جو مورد بنتا ہے اس سے متمتع بھی انسان صفت رحیمیت کے ماتحت ہی ہوتا ہے، غرضیکہ مادی اور روحانی کوششوں کے جو نتائج انسان کو ملتے ہیں وہ صفت رحیمیت کے ماتحت ہی ملتے ہیں، گویا کارخانۂ عالم کی بنیاد متذکرہ بالا دونوں صفتوں پر ہی ہے۔

صفت رحمانیت کا مزید عمل اور اس کی چند مثالیں

اس جگہ اس حقیقت کو واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ اشیاء کائنات کو اللہ تعالےٰ نے اپنی صفت رحمانیت کے ماتحت پیدا کر کے صرف خاص خواص ہی اس کے اندر نہیں رکھے بلکہ اسی صفت رحمانیت کے ماتحت ہی ان کے درمیان تعاون کا سلسلہ بھی قائم کیا ہے یعنی ان میں سے ہر شئے کے خواص کے ظہور کے لئے جس دوسری چیز کی ضرورت تھی وہ بھی اس کے ساتھ ہی پیدا کر دی اور یہ امر بھی اللہ تعالےٰ کے کامل علم اور اس کی کامل تدبیر پر دلالت کر رہا ہے اور بتلا رہا ہے کہ یہ سب کائنات اتفاقی نہیں بلکہ اسی مدبر علیم الکل ہستی کی ہی پیداوار ہے۔ چنانچہ سورۃ الملک ع ۱ کی مندرجہ ذیل آیت اس کا بین ثبوت ہے فرمایا:۔ ماتریٰ فی خلق الرحمان من تفاوت فارجع البصر ھل تریٰ من فطور ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئاً وھو حسیر یعنے رحمان خدا نے جو یہ کائنات پیدا کی ہے اے انسان اس میں تو ہرگز تفاوت نہیں پائے گا یعنے اس میں یہ نقص تجھے نظر نہیں آئے گا کہ اس میں کسی شئی کو اپنے خواص کے اظہار کے لئے کسی دوسری چیز کی ضرورت ہے تو وہ چیز مفقود ہو اور اسے اپنے خواص کے اظہار کے لئے اسے میسر نہ آسکے۔ یہی تفاوت کے معنی ہیں مثلاً پانی کو بخارات کی شکل میں تبدیل ہونے کے لئے حرارت کی ضرورت ہے تو اس کی اس خاصیت کے ظاہر ہونے کے لئے اللہ تعالےٰ نے سورج کو پیدا کر دیا اور پھر بادل کی شکل اختیار کرکے۔ لئے کرۂ زمہریر کی ضرورت تھی وہ بھی مفقود نہیں بلکہ موجود ہے اسی طرح زمین میں اُگانے کی جو قابلیت ہے اس کے ظہور کے لئے جن اشیاء کی ضرورت تھی وہ سب کی سب موجود ہیں اسی لئے آیت متذکرہ بالا میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے مرسی میں غور کر کے دیکھ لو اس قسم کا نقص کہیں بھی تم کو نظر نہیں آئے گا بار بار نظر دوڑا کر دیکھ لو تمہاری نظر تھک کر چور چور ہو جائے گی مگر ایسا نقص پانے میں ذلیل و ناکام ہی واپس آئے گی۔

……

دونوں قسم کی ترقیوں کے لئے قانون الٰہی

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن کریم میں جس طرح روحانی ترقی کے لئے قانون بنائے ہیں: درصرف انہی پر چل کر ہی انسان روحانی ترقی کر سکتا ہے اپنے خود ساختہ قانونوں پر چلنا عبث ثابت ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا فلا تزکوا انفسکم۔ تم خود اپنے خود تراشیدہ طریقوں سے اپنے نفوس کے تزکیہ کی مت کوشش کرو صحیح طریق وہی ہے جس کا ذکر ہم نے سورۃ الجمعہ میں کیا ہے اور وہ یہ ہے:۔ ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلو علیھم اٰیاته ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین یعنے یہ رسول اس لئے بھیجا ہے کہ ہماری نازل کردہ تعلیم اور اپنی قوت قدسیہ کی پاک تاثیروں سے تمہارا تزکیہ کرے پس اسی طریق کو اپنے نفوس کے تزکیہ کے لئے استعمال کرو ورنہ ناکام رہو گے اور واقعات بتلا رہے ہیں کہ ایسے تمام لوگ باوجود محنت شاقہ کے ناکام ہی رہتے ہیں۔

اسی طرح مادی ترقی کے لئے بھی قانون بنائے گئے ہیں انہی پر چل کر انسان مادی ترقی کر سکتا ہے اس کے لئے مسلمان ہونے کی کوئی شرط نہیں جو شخص بھی خواہ وہ کافر ہی ہو ان قانونوں کو بروئے کار لائے گا وہ ان سے فائدہ اُٹھائے گا۔ چنانچہ اس کے متعلق وضاحت سے بیان فرما دیا ومن کان یرید حرث الدنیا نؤته منھا وما له فی الاٰخرة من نصیب یعنے جو شخص یا جو قوم صرف دنیوی منفعتوں کی خواہشمند ہے ہم اسے دیتے ہیں لیکن آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ (الشوریٰ ع ۳) اسی طرح سورۃ بنی اسرائیل ع ۲ میں مزید وضاحت سے فرمایا من کان یرید العاجلة عجلنا له فیھا ما نشاء لمن نرید ثم جعلنا له جھنم یصلٰھا مذموماً مدحوراً ومن اراد الاٰخرة وسعیٰ لھا سعیھا وھو مؤمن فاولٰئک کان سعیھم مشکوراً کلاً نمد ھٰؤلاء وھٰؤلاء من عطاء ربک وما کان عطاء ربک محظوراً انظر کیف فضلنا بعضھم علیٰ بعض وللاٰخرة اکبر درجات واکبر تفضیلا یعنے جو شخص دنیاوی منفعت کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے ہم اس کی کوشش کو ضائع نہیں کرتے بلکہ جتنا ہم چاہتے ہیں اسے دے دیتے ہیں یعنے اس کی کوشش کے مطابق اس کو عطا کر دیتے ہیں اور جس کے لئے ہم چاہتے ہیں یعنے جس کو ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی کوشش صحیح طریق پر کام کر رہی ہے اس کو ہم دے دیتے ہیں لیکن اگر وہ صرف دنیا حاصل کرنے کی طرف ہی اپنی کوششوں کو لگا دیتا ہے اور آخرت سے غافل رہتا ہے تو اس کے لئے آخرت میں جہنم ہے جس میں وہ قابل مذمت ہونے کی حالت میں اور دھتکارا ہوا داخل ہوگا اور اس کے بالمقابل جو صرف آخرت کے حصول کے لئے ہی کوشاں رہتا ہے بشرطیکہ وہ ہمارے رسول اور ہماری تعلیم پر ایمان لاتا ہو اور ہماری ہدایات کے مطابق جیسا کہ کوشش کا حق ہے کوشش کرے گا تو اس کی کوشش اس راہ میں قابل قدر ہونے کی وجہ سے مقبول ہو گی، مادی ترقی اور روحانی ترقی کرنے والوں یعنے دونوں کو ہم اپنی عطاء سے مدد کریں گے تیرے رب کی عطا کسی سے بھی روکی نہیں جائے گی دیکھ لو کس طرح ہم بعض کو بعض پر فضیلت دیتے ہیں یعنے کوشش کرنے والوں کو نکموں پر فضیلت دی جاتی ہے البتہ اصل مقصد انسانی زندگی کا چونکہ خدا سے تعلق پیدا کرنا ہے اس لئے ان کے نزدیک آخرت میں انہی کا درجہ بلند ہوگا اور انہی کو فضیلت حاصل ہو گی جو آخرت کے لئے ساعی ہوں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے مادی اور روحانی ترقی حاصل کرنے کے متعلق واضح قانون بتلا دیا ہے۔

مسلمانوں کی ابتدائی اور موجودہ حالت

چنانچہ ابتداء میں مسلمانوں نے دونوں قانونوں پر عمل کر کے ان سے فائدہ اُٹھایا اور دین و دنیا کی نعمتوں سے نہ صرف خود متمتع ہوئے بلکہ مغربی اقوام کو بھی تاریکی سے نکال کر علم کی روشنی میں لے آئے اور ان کے لئے مادی ترقی کی راہ ہموار کر دی اور ان میں سے جو مسلمان ہوئے ان کے لئے روحانی ترقی کی راہیں بھی کھول دیں لیکن بدقسمتی سے مسلمانوں نے بعد میں مادی ترقی کی راہ کو ترک کر دیا۔

مغربی اقوام کی حالت اور اس کی سعی کے نتائج۔

لیکن ان کے شاگرد یعنی مغربی اقوام ہمہ تن اسی میں مصروف ہو گئیں اور آج تک اللہ تعالےٰ کے بیان کردہ مذکورہ بالا قانون کے ماتحت ترقی پر ترقی کرتے چلے جاتے ہیں اور الذین ضل سعیھم فی الحیٰوة الدنیا کے مصداق بنے ہوئے ہیں اور یہ ناممکن تھا کہ ان کی سعی اکارت جاتی اور بے ثمر رہتی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت کے منافی تھا۔ اللہ تعالےٰ سورۃ النجم ع ۳ میں صاف فرماتا ہے وان لیس للانسان الا ما سعیٰ وان سعیه سوف یُریٰ ثم یجزٰه الجزاء الاوفیٰ یعنی انسان کو نہیں ملتا مگر وہی جو اس نے کوشش کی یعنی انسان کو اس کی اپنی کوشش کا ثمرہ ہی ملتا ہے اور اللہ تعالےٰ کے ہاں ضرور اس کی کوشش کو دیکھا جاتا ہے پھر اسکو اس کی کوشش کا پورا پورا صلہ دیا جاتا ہے پس جب یہ قانون الٰہی ہے تو کس طرح مغربی اقوام اپنی محنت کے صلہ سے محروم کی جا سکتی تھیں انہوں نے کائنات کے ذرہ کو کھنگال ڈالا اور مراد کے موتی حاصل کئے تو خود بھی ان سے فائدہ اُٹھایا اور دنیا کو بھی ان فوائد سے متمتع کیا کونسی قوم ہے جو ان کی ایجادوں سے فائدہ نہیں اُٹھا رہی کیا ان کی یہ کامیابیاں قرآن کریم کی صداقت پر واضح دلیل کا کام نہیں دے رہیں انکی ان کامیابیوں کو دیکھ مسلمانوں کے دلوں پر اثر تو یہ پڑنا چاہیئے تھا کہ ہمارا خدا کیسا سچا خدا ہے کہ جو وعدہ اس نے محنت کرنے والوں کو دیا تھا اس کو کس صفائی

سے پورا کر کے دکھلا رہا ہے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان میں سے بعض تو تعلیمیافتہ بجائے یہ نیک اثر لینے کے اُلٹا یہ اثر لے رہے ہیں کہ قرآن کریم کو ہی چھوڑ رہے ہیں اور قرآن کریم کی رُوحانی اقدار کی طرف مائل ہونے کی بجائے مغرب کی مادی اور مردہ اقدار پر گدّوں کی طرح گرے جاتے ہیں۔

مغربی اقوام کی ایجادات درحقیقت قرآنی اُصولوں کی ہی تصدیق کر رہی ہیں

میں بتلا چکا ہوں کہ قرآن کریم سائنس کی کتاب نہیں اس کا اصل مقصد انسان کی دنیاوی حالت کو سنوارنے کے ساتھ ساتھ اس کی اخلاقی اور روحانی حالت کو درست کر کے اسے باخدا بنانا ہے۔ اس غرض کے حصول میں چونکہ سائنسی انکشافات بھی ایک حد تک ممد ہو سکتے ہیں اس لئے اس کے قائم کردہ اُصول دنیا کے سائنس دانوں کو اس بات کی طرف دعوت ضرور دے رہے ہیں کہ ان اصولوں پر کاربند ہو کر نئے سے نئے علوم کا انکشاف کریں اور نئی سے نئی ایجادات وجود میں لائیں جن سے دنیا مستفید ہو اور اس کی ہستی پر ایمان پیدا ہو، کیونکہ اس دنیا کی ہر چیز انسان کے فائدہ کے لئے ہی بنائی گئی ہے اور اس کی پیدائش کی صرف ایک ہی غرض ہے کہ وہ انسان کی خدمت کرے اور اپنے وجود سے اسے فائدہ پہنچائے پس اشیاء عالم کے جوں جوں نئے سے نئے فوائد ظاہر ہوتے جائیں گے توں توں ہی قرآن کریم کی صداقت بھی نمایاں ہوتی چلی جائے گی اور اہل دنیا پر واضح ہوتا چلا جائے گا کہ اس کے کلمات فی الحقیقت اللہ عالم الغیب والشہادت کے ہی کلمات ہیں۔ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت اسی مقصد کی طرف ہمیں غور کی دعوت دے رہی ہے فرماتا ہے:۔ الم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی السمٰوات وما فی الارض واسبغ علیکم نعمۃ ظاھرۃ وباطنۃ ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ولا ھدی ولا کتاب منیر۔ لقمان ع ۲

یعنی اے لوگو! کیا تم غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالے نے تمہارے لئے ہر چیز کو مسخر کیا ہوا ہے خواہ وہ چیز آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو اور مکمل کیا ہے تم پر اپنا تمام نعمتوں کو، یعنی اس کائنات کی ہر شئے تمہارے لئے بطور نعمت کے بھی ہے اور بطور خدمت گذار کے بھی ہے اور اس کو بنایا اس طرز پر گیا ہے کہ تم اس سے پوری طرح خدمت لے سکتے ہو، اب یہ تمہارا کام ہے کہ تم ان نعمتوں سے خدمت لیتے ہوئے ان کے اندر ودیعت کئے ہوئے فوائد سے تمتع حاصل کرو۔

ان نعماء الٰہی کے دو پہلو ہیں ایک پہلو تو ان کا ظاہر سے تعلق رکھتا ہے اور اس پہلو کے لحاظ سے یہ نعماء خودبخود تم کو فائدہ پہنچا رہی ہیں۔ لیکن دوسرا پہلو ان کا باطنی پہلو کہلا سکتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ظاہری فوائد کے علاوہ ان کے اندر مزید بھی بہت سے فوائد ہیں جن کو تم اپنی محنت شاقہ اور کاوش سے معلوم کر سکتے ہو، اور جوں جوں تم کو ان فوائد سے آگاہی ہوتی جائے گی جن کی طرف ہم نے باطنۃً کے لفظ میں اشارہ کیا ہے توں توں ان کے خالق کی معرفت اور اس کی محبت میں تمہارے لئے اضافہ ہوتا جانا چاہیئے۔ اور قرآن کریم کے اتارنے سے ہماری اصل غرض یہی ہے کہ تم اپنے خالق کو پہچانو اور اس سے حقیقی تعلق پیدا کرو۔ چنانچہ اسی لئے ان نعماء کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا بعض لوگ ایسے ہیں کہ اللہ تعالے کی ہستی کے بارے میں بغیر کسی علم کے بحث کرتے ہیں پس ہم نے ان نعماء کے ذریعہ تمہاری بحثوں کی بنیاد علم پر رکھدی ہے اسی طرح دوسری بنیاد ھدی اور کتاب منیر ہے اور وہ بھی قرآن کریم کے ذریعہ مہیّا کر دی ہے۔ چنانچہ سارے قرآن کریم میں ہی یہی طرز اختیار کی گئی ہے کہ مظاہر عالم کی طرف متوجہ کرنے کے بعد خدا پر ایمان لانے اور اس سے تعلق پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ مثال کے طور پر صرف ایک ہی مندرجہ ذیل آیت پیش کی جاتی ہے:۔

اذا السماء انشقت واذنت لربھا وحقّت واذا الارض مدّت والقت ما فیھا وتخلّت واذنت لربھا وحقّت یا ایھا الانسان انک کادح الی ربک کدحاً فملاقیہ۔

آسمان کے انشقاق کی نعمت اور زمین کی وافر پیداوار مہیا کرنے کی نعمت کا ذکر کرنے کے بعد توجہ اسی طرف دلائی ہے کہ خدا سے تعلق پیدا کرنے کے لئے مجاہدہ سے کام لو۔ اس کے نتیجہ میں تم خدا کی لقاء کی نعمت سے متمتع ہو جاؤ گے باقی اذا السماء انشقت واذا الارض مدّت کی تشریح آگے چل کر کی جائے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ گو قرآن کریم سائنسی علوم میں ترقی کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے لیکن اس کی اصل غرض اور حقیقی مقصود جیسا کہ بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالے کی ہستی پر مضبوط ایمان پیدا کرنا اور اس کے وصال سے بہرہ ور کرنا ہے۔

موجودہ سائنسی ترقیات کی تفصیل اور قرآنی بیانات کی تصدیق

اب ذیل میں نعماء کے باطنی حصّہ کی تفصیل درج کرنے کے علاوہ ان فوائد پر بھی روشنی ڈالی جاتی ہے جو موجودہ سائنسی علوم کی رو سے منصۂ شہود میں آئے ہیں یا جن کے آنے کی توقع ہے۔

مثلاً اللہ تعالے نے قرآن کریم میں سورج کی تسخیر کا ذکر فرمایا ہے اب تک اس سے جو ظاہری فوائد انسانیت کو حاصل ہو رہے تھے وہ تو سب کو معلوم ہی ہیں، لیکن اب یہ کوشش ہو رہی ہے کہ اس کی شعاؤں اور اسکی حرارت کو جمع کر کے ان سے مختلف انواع کے فوائد حاصل کئے جائیں، اور اس میں کامیابی کے امکانات روشن سے روشن تر ہوتے جا رہے ہیں۔ جب اس میں کامیابی ہو جائے گی تو کیا قرآن کریم کے اس بیان پر مہر تصدیق ثبت نہ ہو جائے گی کہ سورج میں تمہارے لئے ظاہری فوائد کے علاوہ ایسے فوائد بھی رکھے ہوئے ہیں جو ابھی مخفی ہیں لیکن تم اپنی کوشش سے انہیں دریافت کر سکتے ہو۔ اسکے مزید خواص کی دریافت یقیناً اس بات کا ثبوت ہوگا کہ جو قرآن کریم نے فرمایا وسخر لکم اللیل، والنھار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ ان فی ذالک لایات لقوم یعقلون۔ پس سورج کے مسخر ہونے کا اعلان اور پھر اس کے خواص کے دریافت کرنے کی طرف رغبت دلانا کیا اس بات کا بیّن ثبوت نہیں کہ خدا نے ہی اس کو پیدا کیا ہے اور اسی نے ہی اس کے اندر خاص خواص ودیعت کئے ہیں اگر اس نے نہ کئے ہوتے تو وہ کس طرح اپنی کتاب میں ان کو دریافت کرنے کی تلقین کر سکتا تھا کیا یہ امر اس بات کا مزید ثبوت بہم نہیں پہنچاتا کہ قرآن کریم خدا کا ہی کلام ہے اگر یہ حضرت نبی کریم صلعم کا کلام ہوتا تو آنحضور صلعم کو اس کے باطنی یعنی پوشیدہ خواص کا علم کس طرح ہو سکتا تھا۔

چاند کے متعلق نئے انکشافات

یہ تو سورج کا حال ہے آئیے اب چاند پر ایک نظر ڈالیں۔ چاند کے متعلق قرآن کریم کہتا ہے:۔ والقمر اذا اتسق لترکبن طبقاً عن طبق۔ یاد رہے کہ قرآن کریم کے الفاظ میں لچک بھی ہے اور وسعت بھی بڑی ہے۔ آج کل چاند کی مختلف حالتوں کے متعلق تحقیق کا جو سلسلہ جاری ہے اس کا نقشہ قرآن کریم کی مندرجہ بالا مختصر آیت میں ۱۴۰۰ برس پیشتر ہی پیش کیا جا چکا ہے۔ وسق کے معنی عربی زبان میں متفرق کو جمع کرنے کے ہیں چنانچہ کون نہیں جانتا کہ آج سائنسی علوم نے اس بارے میں جو تحقیقیں کی ہیں ان سے چاند کی متفرق حالتوں کو جمع کرنے میں ان کی کامیابی ہوئی ہے یہاں تک کہ اس کے اس پوشیدہ حصّہ کے بھی فوٹو لے لئے گئے ہیں جو آج تک دنیا کی نظروں سے مخفی چلا آتا تھا۔ اور اس کے بعد قرآنی الفاظ اس بارے میں ان انسانی مساعی کا جس رفتار سے وہ چل رہی ہیں نقشہ بھی پیش کر رہے ہیں۔ فرمایا لترکبن طبقاً عن طبق۔ یعنے اس غرض کو حاصل کرنے کے لئے تمہیں اپنا سفر مرحلہ در مرحلہ طے کرنا پڑے گا یعنی چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آرہا ہے اور یہ قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے کا بیّن ثبوت ہے اسی لئے اس کے بعد فرمایا فما لھم لا یؤمنون واذا قرئ علیھم القرآن لا یسجدون بل الذین کفروا یکذبون یعنے ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسی زبردست صداقت کا مشاہدہ کرتے ہوئے بھی ایمان نہیں لاتے اور جب قرآن کریم کی یہ صداقتیں ان کے سامنے پیش کی جاتی ہیں تو اس کے آگے سر تسلیم خم نہیں کر دیتے بلکہ منکر تکذیب ہی پر مصر رہتے ہیں۔ النجوم کے متعلق بھی نئی سے نئی معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔

[illegible] یعنی کبھی اس کی کسی حالت کا انکشاف ہوتا ہے اور کبھی کسی کا

آسمان کی تسخیر اور قرآنی الفاظ کی صداقت

اب سماء کو لیجیے۔ جس کی تسخیر کا بار بار قرآن میں ذکر آتا ہے قرآن کریم نے اس کے بارے میں بطور پیشگوئی یہ الفاظ فرمائے ہیں اذا السماء انشقت یعنی ایسا وقت آنے والا ہے کہ ان بلندیوں کے راستے بھی انسان کے لیے کھلتے جائیں گے جن کو قرآن کریم میں لفظ سماء سے تعبیر کیا گیا ہے اور ان کے رب کی طرف سے ان کو یہی حکم ہے جس پر وہ کان دھریں گے اور یہی [illegible] ہونے کی وجہ سے ان کی شان کے شایاں ہے۔ کیا اب واقعات نے ثابت نہیں کر دیا کہ قرآن کی پیشگوئی حرف بحرف ہمارے اس زمانہ میں پوری ہو گئی ہے کیا اس حقیقت کا انکار کیا جا سکتا ہے کہ بلندیوں نے انسان کے لیے راستے اس حد تک صاف کر دیے ہیں۔ کہ انسان ان پر کھڑے ہو کر [illegible] پا لی ہے۔ یا قرآن کریم کے الفاظ و اذنت لربها وحقت سے ثابت نہیں ہوتا کہ یہ بلندیاں خدا کی ہی پیدا کردہ اور اسی کے حکم کے تابع ہیں۔ جب انہی آیات کے [illegible] انسان نے ان کو مسخر کر [illegible] مسخر ہو گئیں۔

زمین میں انقلابات کی پیشگوئی

زمین میں انقلابات کا ایک پہلو تو قرآن کریم میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے واذا الارض مدت والقت ما فيها وتخلت واذنت لربها وحقت عربی کی مشہور لغت کی کتاب لسان العرب میں مدت الارض کے معنی لکھے ہیں کہ اس میں ایسی کھاد ڈالی جائے گی جو اس کی پیداوار بڑھانے میں بڑی مددگار ثابت ہوگی۔ اب یہ حقیقت ہے کہ آج ایسی کھاد ایجاد ہو گئی ہے۔ جس سے اناج اگانے کی جو صلاحیت اس کے اندر موجود تھی اس میں چند در چند اضافہ ہو گیا ہے اور ہر غلہ کی پیداوار پہلے کے مقابلہ میں دگنی بلکہ تین گنا بڑھ گئی ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ اہم دوسرا پہلو اس کے انقلاب کا لفظ تخلت میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے معنی لغت میں یہ لکھے ہیں کہ جو کچھ اس کے اندر ہے۔ وہ پورا اندر کا باہر نکال دے گی۔ اس کی مزید وضاحت سورہ الزلزال میں ان الفاظ میں کی گئی ہے اذا زلزلت الارض زلزالها واخرجت الارض اثقالها یعنی زمین پر ایک ایسا زبردست انقلاب آنے والا ہے۔ جس کے نتیجہ میں زمین اپنے سارے قیمتی خزانوں کو باہر نکال دے گی۔ اب دیکھو کہ موجودہ انسانی سائنس نے کس صفائی سے قرآن کریم کے ان الفاظ کو حرف بحرف پورا کر کے دکھلا دیا ہے۔ کہیں زمین تیل کے خزانے اگل رہی ہے۔ کہیں پٹرول کے ذخیرے نکال رہی ہے۔ کہیں سونے کی کانیں ظاہر ہو رہی ہیں۔ کہیں سوئی گیس نمودار ہو رہی ہے اور کہیں مختلف قسم کی دھاتیں نکل کر ملکوں کی دولت میں اضافہ کا موجب بن رہی ہیں قرآن کریم کا خدا کہتا ہے کہ ما تحت الثریٰ میں جو خزانے مدفون ہیں۔ وہ بھی خدا کے ہی پیدا کردہ ہیں اور اپنے وقت پر زمین کو خدا کا یہی حکم ہوگا کہ وہ سب باہر نکال دے سو وہ اس حکم الٰہی کو بسر و چشم بجا لا رہی ہے اور یہ بوجہ مخلوق ہونے کے اس کی شان کے شایاں بھی ہے۔

فضا میں انقلاب

قرآن کریم نے الفاظ وما بینهما کے ذریعہ انسان کے لیے فضا کے مسخر ہونے کا بھی اعلان کیا ہے اور اس کے ساتھ ہی پرندوں کے متعلق فرمایا الم یروا الی الطیر مسخرات فی جو السماء ما یمسکهن الا الله ان فی ذالك لآيات لقوم یؤمنون۔ کیا یہ لوگ پرندوں کی ساخت پر غور نہیں کرتے کہ کس طرح فضا میں وہ مسخر کیے ہوئے ہیں یعنی ان سے بھی انسان کام لے سکتا ہے۔ خدا کے سوا ان کو فضا میں اس طرح بغیر کسی سہارے کے کون قائم رکھ سکتا ہے۔ اب دیکھ لو موجودہ سائنسی علوم نے کس طرح فضا پر اپنا تسلط جما لیا ہے اور کس طرح اس کو مسخر کر کے انسان اس سے خدمت لے رہا ہے اور پھر اس کے ساتھ ہی پرندوں کی ساخت کا مطالعہ کر کے اسی ساخت پر ہوائی جہاز بنا لیے ہیں جو ہواؤں کو شق کرتے ہوئے یعنی چیرتے ہوئے دور دراز کی مسافتیں طے کرتے ہوئے مسافروں کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں قلیل ترین وقت میں پہنچا دیتے ہیں اور کس طرح قرآنی الفاظ اذا السماء انشقت کو پورا کرتے ہوئے ان ہوائی جہازوں کو راستہ دیتے چلے جاتے ہیں حدیث میں آتا ہے۔ کہ ایک زمانہ آنے والا ہے کہ سالوں کے سفر مہینوں میں اور مہینوں کے دنوں میں اور دنوں کے گھنٹوں میں اور گھنٹوں کے منٹوں میں طے ہو جائیں گے اور پھر منٹوں سے اس طرح جس طرح دیا سلائی جلائی جاتی ہے کیا یہ سارے نظارے ہماری آنکھوں نے مشاہدہ نہیں کر لیے۔ اس کے بعد اسلام سے دور رہنے کا کیا کوئی جواز ہو سکتا ہے۔

پانی کی تسخیر اور قرآنی صداقت

خدا تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں پانی کے مسخر ہونے کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس کے ظاہری فوائد سے تو ہر کس و ناکس واقف تھا۔ لیکن باطنۃً کے ماتحت اس کے پوشیدہ خواص سے سائنسی تحقیق نے ہی پردہ اٹھایا ہے۔ آج اسی پانی سے بجلی پیدا کی جا رہی ہے۔ آج سے قبل کیا اس سے بجلی پیدا کرنے کا وہم و خیال بھی کسی کو آ سکتا تھا۔ لیکن خدائے علیم نے کہا کہ ہم نے اس کو تمہارے لیے مسخر کیا ہوا ہے۔ اس سے کام لو۔ اس کے باطنی خواص کو منصہ ظہور میں لاؤ اور دیکھو یہ خواص تمہارے کتنے کام آ سکتے ہیں۔ چنانچہ آج اس سے پیدا کردہ بجلی سے جو بے شمار فوائد حاصل کیے جا رہے ہیں انسانیت کس قدر ان سے مستفید ہو رہی ہے اس کی بھاپ سے جو فوائد حاصل ہو رہے ہیں وہ بھی کچھ کم نہیں۔ سمندروں کو مسخر کیا ان کی تہ میں جو خزانے مدفون چلے آ رہے تھے ان سے مستفید ہونے کی جو کوششیں ہو رہی ہیں ان کے نتیجہ خیز ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آیۃ اذا مرضت فهو یشفین میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ تمہاری ہر مرض کے لیے اللہ تعالیٰ نے شفا کے سامان پیدا کیے ہوئے ہیں حضرت نبی کریم صلعم نے ان الفاظ میں اس کی تشریح فرمائی ہوئی ہے لكل داء دواء الا الموت یعنی موت کے سوا ہر بیماری کا علاج موجود ہے۔ آیۃ اور حدیث میں طب کے فن میں ترقی کرنے اور جڑی بوٹیوں کے خواص کی تحقیق کی طرف خاص طور پر رغبت دلائی گئی ہے۔ ہمارے سلف صالحین نے اس فن کو بھی اپنے زمانہ میں بڑی ترقی دی تھی۔ لیکن اب مغربی ممالک کے اطباء نے مسلمانوں کی تحقیق کو اساس بنا کر اس قدر اس فن میں ترقی کی کہ اس کو ترقی کے عروج پر گو پہنچا دیا گیا ہے۔ لیکن باوجود اس کے ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ ختم ہونے والی نعمتوں کے خزانے اپنے فضل سے ہمیں عطا کیے ہیں جنہیں دریافت کرتے کرتے ہم تھک جائیں گے۔ لیکن یہ خزانے ختم نہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ موجودہ سمندر کے علاوہ سات سمندر اس کے ساتھ اور بھی مل جائیں اور دنیا کے سب درخت قلمیں بھی بن جائیں تب بھی خدا کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ ابھی تو ان نعمتوں کے بحر زخار کے ایک قطرہ سے بھی ہم بہرہ ور نہیں ہوئے۔ خدا جانے کتنے مخفی خزانے آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ پڑے ہوئے ہیں ابھی تو ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے گھاس کے ایک پتہ کے بھی سارے خواص دریافت کر لیے ہیں۔

نو تعلیم یافتہ طبقہ کے لیے لمحہ فکریہ

اب ہمارا نو تعلیم یافتہ طبقہ غور کرے کہ کیا سائنسی علوم کی موجودہ ترقی اور ان کی ایجادات خدا سے دور لے جانے کا موجب ہو سکتے ہیں۔ یا اس کے قریب لے جانے کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ کیا ایک ایک ایجاد خدا کے اقوال کو سچا ثابت نہیں کر رہی کیا اس حقیقت سے کوئی عقلمند طالب حق انکار کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک طرف تو کائنات کی ہر شئے کے متعلق فرماتا ہے کہ اسے انسانوں کے فوائد کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور پھر ساتھ ہی فرماتا ہے کہ اس کے ظاہری فوائد کے علاوہ اس کے باطن میں بھی تمہارے لیے فوائد رکھے گئے ہیں اور پھر اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرماتا ہے کہ انسان کو ایسے قویٰ اور ایسی استعدادوں کے ساتھ پیدا کیا ہے کہ اس میں ہر شئے کی پوشیدہ خواص تک رسائی حاصل کرنے کی صلاحیت رکھی گئی ہے اور پھر ان کو معلوم کرنے کی طرف دلوں کو ابھارتا بھی ہے پس ان حالات میں کیا ہر ایجاد ہمیں خدا کی معرفت کی شراب طہور کے لبالب جام پلانے کا موجب نہیں بن سکتی کیا ہمیں یہ سبق نہیں دیتی کہ ہم قرآن کو کتاب مہجور بنانے کی بجائے اس کی ہدایتوں پر عمل کر کے ہم خود ہر ایک فن میں دنیا کے استاد بنیں۔ جیسا کہ ہمارے اسلاف بنے تھے اور اپنے انحطاط اور اپنی گراوٹ کو نعوذ باللہ قرآن کی طرف منسوب کرنے کی بجائے اپنی سستی اور غفلت اور قرآن کریم کی تعلیموں کو پس پشت ڈالنے کی طرف منسوب کرتے ہوئے اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہو جائیں اور یہی خدا کا قانون پہلے بھی تھا اور یہی اب بھی ہے۔

خدا کا قانون

جو اس آیۃ میں مذکور ہوا ہے والذین جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا یعنی جو لوگ ہماری ہدایتوں

کے مطابق کوششیں کرتے ہیں تو ہم ان کو ضرور بضرور کامیابی کے راستوں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں جیسا کہ اس نے ہمارے اسلاف کو کامیابیوں سے ہم کنار کرکے ثابت کر دیا کہ وہ اپنے وعدوں میں سچا ہے۔ لیکن جب ہم نے اس کی ہدایتوں کو بالائے طاق رکھ دیا تو پھر ہم اس کے دوسرے اٹل قانون کی زد میں آ گئے اور وہ قانون آیت لا یغیر اللہ ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم یعنی اگر کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر عمل پیرا رہتی ہے تو اس کے ساتھ خدا کا معاملہ بھی وہی ہوتا ہے جو ہدایت ہی پر چلنے والی قوموں کے ساتھ ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ قوم خدا کی بتلائی ہوئی راہ کو چھوڑ دیتی ہے تو اس کا معاملہ بھی اس کے ساتھ چھوڑنے والوں جیسا ہی شروع ہو جاتا ہے۔ ہاں پھر اگر وہ اپنی حالت میں تغیر پیدا کرکے خدائی ہدایتوں کے قالب میں اپنی زندگی کو ڈھال لے تو خدا کا معاملہ بھی اس کے ساتھ بدل جائے گا۔ پس ہم کو اپنی حالت میں تغیر پیدا کرنا چاہیے نہ کہ ہم دوسری قوموں کی ترقی کو دیکھ کر جو خدا کے عام قانونوں کے ماتحت ان کو مل رہی ہے۔ روحانی خودکشی کے مرتکب ہو جائیں کیونکہ قرآن کو چھوڑنا درحقیقت روحانی خودکشی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

یہ ہو رہا ہے

قرآن کریم کی صداقت کا دوسرا پہلو

میں نے شروع مضمون میں ہی بتلایا ہے۔ کہ جس طرح صفت رحمانیت کے ماتحت دیئے ہوئے دنیاوی اسباب سے کام لینے والے اشخاص صفت رحیمیت کے ماتحت دنیاوی نتائج کو حاصل کرنے کے حق دار بن جاتے ہیں اسی طرح اس صفت رحمانیت کے ماتحت جو سامان قرآن اور روحانی ترقی کے لیے عطا کئے گئے ہیں ان سے کام لینے والے ہی صفت رحیمیت کے ماتحت اس کے نتائج کو ضرور حاصل کرتے ہیں اور وہ روحانی اسباب ایک تو قرآن شریف کی شکل میں اور دوسرے محمد رسول اللہ صلعم کے وجود میں دنیا کو عطا کئے گئے ہیں۔ پس اگر قرآن شریف اور سنت نبوی کی کماحقہ پیروی کرنے کے نتیجہ میں وہ نتائج پیروی کرنے والوں کو مل جاتے ہیں جنہیں قرآن شریف نے دینے کا وعدہ کیا ہے تو قرآن شریف کا کتاب اللہ اور ذکر للعالمین ہونا اور محمد رسول اللہ صلعم کا خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین ہونا یقینی طور پر پایہ ثبوت کو پہنچ جائے گا۔

اولیاء کا وجود قرآن کی صداقت پر دلیل ہے

سو یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ قرآن شریف اور سنت نبوی کی پیروی سے ہزارہا اولیاء اس امت میں پیدا ہوئے اور ہر ملک میں ان کا نشان ملتا ہے جنہوں نے اپنی کرامات سے اور اپنی دعاؤں کی قبولیت کے نمونوں سے اور مخالفین اسلام پر اپنے روحانی غلبہ کے ذریعہ اسلام کو فروزاں رکھا۔ اور اپنے ساتھ تعلق پیدا کرنے والوں کے دلوں میں بصیرت سے بھرا ہوا ایمان پیدا کرکے ان کی زندگیاں کو پاکیزہ اور مطہر بنا دیا کوئی صدی بھی ایسے اہل اللہ سے خالی نہیں رہی۔ ایسے لوگ آیت ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ میں مندرجہ وعدہ اور آیت لہم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا میں مندرجہ وعدہ کے ماتحت اللہ تعالیٰ کے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف ہوتے رہے اور قرآنی وعدہ تؤتی اکلہا کل حین کی سچائی ثابت کرتے ہوئے مخالفین اسلام کے سامنے بطور حجۃ اللہ پیش ہوتے رہے۔

اس زمانہ کا عظیم الشان ولی۔

یوں تو اس امت میں ہزارہا اولیاء ہوئے ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ خاص طور پر ہر صدی کے سر پر خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسے اولیاء اللہ کے مبعوث ہونے کی پیشگوئی اسلام میں چلی آ رہی ہے جن کو احادیث میں مجدد کے نام سے پکارا گیا ہے اور قرآن کریم میں خلیفۃ الرسول کے نام سے انہیں نامزد کیا گیا ہے۔ پھر ان مجددین میں بھی ایک ایسے مجدد کے متعلق پیشگوئی کی گئی ہے قرآن میں اجمالاً اور احادیث میں تفصیلاً جس کو مسیح اور مہدی کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے اور جس کی بہت بڑی شان بیان کی گئی ہے اور جس کو دیگر تمام مجددین میں بہت بڑا اور خاص مقام دیا گیا ہے اور جس کے متعلق بتلایا گیا ہے کہ وہ ایسے وقت میں ظہور کرے گا۔ جب کہ دنیا میں گمراہی کے گھٹا ٹوپ بادل چھا رہے ہوں گے۔ دہریت اور مادہ پرستی کا زور ہوگا۔ شیطانی قوتیں پورے زور سے حق اور صداقت کے حقیقی نمائندہ یعنی اسلام پر حملہ آور ہو رہی ہوں گی اور اس کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے درپے ہوں گی اور ظاہر ہے کہ یہ علامات ہمارے زمانہ پر ہی چسپاں ہوتی ہیں اور ادھر چودھویں صدی کا آغاز بھی ہو چکا تھا جس میں مجدد کا ظہور لازمی تھا۔ پس ایک طرف صدی کا سر اور دوسری طرف تاریکی کی انتہا۔ تیسرے مسلمانوں کی زبوں حالی اور مذہب کی حقیقی روح سے دوری تینوں تقاضا کر رہے تھے کہ اس عظیم الشان مجدد کی بعثت وقوع میں آئے۔ جسے شریعت میں مسیح اور مہدی کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ پس یہ ناممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کے وعدہ کو بھول جاتا۔ جس کا ذکر اس نے آیۃ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون اور آیۃ استخلاف میں کیا تھا اور جسے اپنے رسول پاک صلعم کے ذریعہ حدیث مجددین میں دہرایا تھا پس یہ وعدہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے وجود میں پورا ہوا۔ جس نے پہلے اولیاء اور مجددین کی طرح خدا تعالیٰ کے مکالمہ مخاطبہ کا شرف پایا بلکہ اپنے مقام اور اپنے مفوضہ کام اور زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے سب سے زیادہ پایا اور ہزاروں نشانوں اور کرامات اور دعاؤں کی قبولیت کے نمونوں سے اپنے ساتھ تعلق پیدا کرنے والوں کے دلوں میں بصیرت سے بھرا ہوا ایمان راسخ کر دیا اور اسلام کا علم بلند کرنے اور اسے بلند رکھنے کا اور اس راہ میں اپنی ہر قیمتی سے قیمتی چیز قربان کرنے کا [illegible] جذبہ پیدا کر دیا۔ اور اپنے پیچھے ایسا عظیم الشان علم کلام چھوڑا جو رہتی دنیا تک مخالفین اسلام کو سرنگوں کرتے ہوئے کام آتا رہے گا اور اسلام کو تمام دیگر ادیان پر غالب کرکے دکھلاتا رہے گا۔ جیسا کہ اس کی زندگی میں دکھلاتا تھا۔

افسوس مسلمانوں نے نہ تو اپنے اللہ کے اس انعام کی قدر کی اور نہ ہی اس محسن عظیم کی قدر کی اور بجائے اس کا ساتھ دینے کے اور خدمت اسلام میں اس کا ہاتھ بٹانے کے اس پر تکفیر کے تیروں کی بوچھاڑ کر دی اور ایسا کرتے وقت اتنا بھی غور نہ کیا کہ ہم اپنے اس طریق سے حضرت نبی کریم صلعم کی حدیث کو بھی جھٹلا رہے ہیں اور قرآنی وعدوں کی بھی تکذیب کر رہے ہیں۔ کاش ہمارے مسلمان بھائی اب بھی غور سے کام لیں اور اس کی جماعت میں شامل ہو کر اسلام کے فریضہ کو سرانجام دیتے ہوئے اسلام کی سربلندی کا موجب بنیں یہ محض اس پر افترا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو زمرہ انبیاء کا فرد قرار دیا خواہ اس افترا کے مرتکب مخالفین ہوں یا اس کے غالی مرید۔

نزول قرآن کی برکات

یہ مضمون چونکہ نزول قرآن کی برکات کے اظہار کی تقریب کے سلسلہ میں لکھا گیا ہے۔ اس لئے اختصار کے ساتھ ان برکات کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہے۔ نزول قرآن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس و بینٰت من الھدیٰ والفرقان اس آیت میں قرآن کریم کے متعلق تین خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ اول ھدی للناس یعنی سیدھی اور کامیابی کی راہ پر چلنے کے گر۔ دوم اس ہدایت کی راہوں کے درست ہونے پر عقلی دلائل۔ سوم حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والے نشان سو اس زمانہ کے مجدد اعظم نے قرآن کریم کے ان تینوں دعووں کو درست ثابت کر دیا اس کا ھدی ہونا تو اس طرح ثابت کیا کہ اس پر عمل کرکے ان نتائج کو حاصل کیا جن کا وعدہ اس کتاب میں مومنوں کو دیا گیا ہے۔

قرآن کریم سے ہی اس کے ہر دعویٰ پر دلائل پیش کرکے اس کے کامل ہونے کا ثبوت پیش کیا اور اس کے بالمقابل دیگر مذاہب کی کتابوں کو دعویٰ اور دلائل پیش کرنے سے عاجز ثابت کیا۔

تیسرے دعویٰ کا ثبوت خدائی نشانوں اور دعاؤں کی قبولیت کے نمونوں سے اور اس میدان مقابلہ میں آنے سے دیگر مذاہب کے متبعین کے عاجز رہنے سے پیش کیا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہ ہدایت پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

بین المدارس مقابلہ حسن قرأت و نعت خوانی

[illegible] دسمبر گزشتہ میں مقامی کارپوریشن ہائی سکول مزنگ میں کل پاکستان بین المدارس بنیاد پر مقابلہ ہائے حسن قرأت، تقاریر، سیرت اور نعت خوانی منعقد ہوئے۔ راولپنڈی۔ صوبہ سرحد، ملتان [illegible] اور مقامی طلباء کی بھاری تعداد شریک مقابلہ ہوئی۔ مجموعی طور پر ہماری (مسلم ہائی سکول نمبر ۲ کی) ٹیم نے پانچویں پوزیشن حاصل کی [illegible] [illegible] کا نعت خواں عبدالرزاق نعت خوانی کے مقابلہ میں اول رہا [illegible] حاضرین جلسہ اس کی آواز کے سریلے پن سے بیحد محظوظ ہوئے [illegible] مذکور کو بڑی دریا دلی سے داد ملی۔ والسلام۔

[illegible] الطاف حسین۔ انچارج مجلس اشاعت اسلام

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا

(۵۴) چوّن واں سالانہ جلسہ

بتاریخ ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱ جنوری ۱۹۶۸ء بروز جمعرات، جمعہ، ہفتہ، اتوار

بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

پروگرام جلسہ

۱۸ جنوری ۱۹۶۸ء بروز جمعرات تنظیم خواتین احمدیہ کا جلسہ
احمدیہ ہال میں منعقد ہوگا۔ بعد میں دستکاری کی نمائش ہوگی۔

تقاریر کا انعامی مقابلہ برائے طالبات

موضوع: "عالمگیر مسائل کا حل یو۔ این۔ او میں نہیں اسلام میں ہے" دو بجے بعد دوپہر

---

۱۹ جنوری ۱۹۶۸ء بروز جمعہ

۹ بجے صبح تا بارہ بجے دوپہر

اجلاس زیر صدارت میاں غلام عباس صاحب تمیم سابق آڈیٹر جنرل پاکستان

تلاوت قرآن مجید و نظم ۔ ۔ ۔ قاری محمد بوستان صاحب } ۹ بجے تا ½ ۹ بجے
ملفوظات حضرت امام الزمان مسیح دوران ۔۔ مولوی دوست محمد صاحب }
افتتاحی تقریر ۔۔ : حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ: ½ ۹ بجے تا ½ ۱۰ بجے
"غلام احمد کی جے" (الہام حضرت مسیح موعودؑ) ۔۔ مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ جزائر فجی ۔۔ } ½ ۱۰ بجے تا ¾ ۱۰ بجے
"حیاتِ نور" : حکیم عبدالوہاب صاحب عمر ۔۔ : ¾ ۱۰ بجے تا ۱۱ بجے
توسیع جماعت : مولانا شیخ عبدالرحمان صاحب مصری ۔۔۔ : ۱۱ بجے تا ۱۲ بجے

خطبہ جمعہ: ½ ۱ بجے تا ½ ۲ بجے

از حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ

دارالاماں میں سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب جس کا ذکر عام شائع شدہ پروگرام میں کیا گیا ہے، بوجہ خرابی موسم منسوخ کر دی گئی ہے تاہم دارالاماں کے مجوزہ نقشے جلسہ گاہ میں لٹکا دیئے جائیں گے۔

نوٹ: ۔ درس قرآن کریم بعد نماز عصر روزانہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس میں دیں گے۔

---

۲۰ جنوری ۱۹۶۸ء بروز ہفتہ

صبح ۹ بجے تا ایک بجے

اجلاس۔ زیر صدارت: میاں فاروق احمد صاحب شیخ ملز اونر

تلاوت قرآن مجید و نظم : طلبائے مسلم ہائی سکول : ۹ بجے تا ½ ۹ بجے
احمدیت کا مستقبل ۔۔ : حافظ محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ : ½ ۹ بجے تا ½ ۱۰ بجے
تقریر ۔۔ : خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ستارۂ خدمت : ½ ۱۰ بجے تا ¼ ۱۱ بجے
سالانہ رپورٹ انجمن : از آنریری جنرل سیکرٹری ۔۔ : ¼ ۱۱ بجے تا ½ ۱۱ بجے
تقریر ۔۔ : مولانا عبدالمنان عمر صاحب ایم۔ اے : ½ ۱۱ بجے تا ¼ ۱۲ بجے
تقریر ۔۔ : حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ

اجلاس معتمدین

تین بجے بعد دوپہر کمرہ مسلم ہائی سکول نمبر ۱ میں منعقد ہوگا۔

نماز مغرب کے بعد احمدیہ کانفرنس کا انعقاد ہوگا۔

اجلاس ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن

½ ۶ بجے شام اجلاس ینگ مینز ایسوسی ایشن منعقد ہوگا۔

(۱) انعامی مقابلۂ تقاریر طلباء کالج

موضوع: "معاشرہ کا معراج اعلیٰ معیار زندگی میں نہیں بلند کرداری میں ہے"

(۲) انعامی تقاریر برائے طلباء سکول۔ موضوع: "سیرت نبوی صلعم"

---

۲۱ جنوری ۱۹۶۸ء بروز اتوار

مجلسِ مذاکرہ بعنوان: "قرآن کریم اور عصر حاضر"

۹ بجے صبح تا ۱ بجے

اجلاس۔ زیر صدارت کرنل سید بشیر حسین شاہ صاحب ڈائرکٹر میڈیکل سروسز (ریٹائرڈ)

تلاوت قرآن مجید و نظم : طلبائے مسلم ہائی سکول } : ۹ بجے تا ½ ۹ بجے
ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ : محمد الرحمن صاحب ڈپٹی جیلر پشاور ۔۔ }
" " " " "
تقریر ۔۔ : مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے : ½ ۹ بجے تا ۱۰ بجے
تقریر ۔۔ : پروفیسر سید سجاد باقر رضوی اورینٹل کالج لاہور : ۱۰ بجے تا ½ ۱۰ بجے
تقریر ۔۔ : ڈاکٹر اللہ بخش صاحب ریٹائرڈ کیمیکل اگزامینر : ½ ۱۰ بجے تا ۱۱ بجے
تقریر ۔۔ : ملک محمد جعفر خاں صاحب ایڈووکیٹ لاہور : ۱۱ بجے تا ½ ۱۱ بجے
تقریر ۔۔ : مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت عبرانی : ½ ۱۱ بجے تا ۱۲ بجے
تقریر ۔۔ : ڈاکٹر محمد یحییٰ بٹ صاحب مبلغ اسلام برلن (جرمنی) : ۱۲ بجے تا ½ ۱۲ بجے
اختتامی تقریر : از حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ : ½ ۱۲ بجے تا ۱ بجے

مجلس مذاکرہ میں دوسرے مکاتیب فکر کے علماء اور مقررین کرام کو بھی اظہار خیال کی دعوت دی گئی ہے۔

الداعی الی الخیر: مہتمم جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

باطنی امراض کا نسخۂ شفاء

فرقانی تعلیم - بنی نوعِ انسان کے لیے پیغامِ حریت و وحدت

کلام الٰہی کے دائمی معجزات

(از ڈاکٹر اللہ بخش آنریری جنرل سیکرٹری)

یاایھا الناس قد جاءتکم موعظۃ
من ربکم وشفاء لما فی الصدور
وھدی ورحمۃ للمومنین ؏

ترجمہ:- اے بنی نوعِ انسان! تمہاری طرف تمہارے رب سے نصیحت آئی ہے جس میں دلوں کی بیماریوں کا علاج ہے - اور اس میں مومنوں کے لیے ہدایت و رحمت بھی ہے۔

قرآن کریم کے نزول کی چودہ صد سالہ برسی منائی جا رہی ہے، یہ ایک مبارک و نیک فال ہے جس سے یہ پایا جاتا ہے کہ مسلمان اپنی آسمانی کتاب کی طرف زیادہ جوش سے رجوع کر رہے ہیں۔ قریبًا نصف صدی کی بات ہے جب مسلمانوں میں سیرت النبیؐ کی تحریک منانے کی طرف توجہ ہوئی۔ اب بہ تقریب کلام الٰہی کے شانِ نزول کے بارہ میں منائی جا رہی ہے۔

وحیِ قرآن خارجی حقیقت ہے
نہ کہ انسانی تخیل کا نتیجہ

نزولِ قرآن کے بارہ میں سب سے پہلی بات یاد رکھنے کی یہ ہے کہ وحیِ قرآن ایک خارجی حقیقت ہے بعض لوگ جو وحی یا کلام اللہ کی حقیقت سے منکر یا بیخبر ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہر کلام انسان کا کلام ہی ہوتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ انبیاء جو نیک لوگ ہوتے ہیں۔ فلاح و بہبود بنی نوع کے جذبہ کے ماتحت جو خیالات رکھتے ہیں ان کے اظہار کو جن الفاظ میں وہ ادا کرتے ہیں خدائی کلام کی حقیقت و اصلیت اسی حد تک ختم ہے۔ ان کے خیال میں اس کے بجز بیرونی طور پر انسانی تخیل و تکلم سے ماوراء اور کوئی کلام نہیں۔ چنانچہ ایک طرف عیسائی یہ مانتے ہیں کہ اناجیل مسیحؑ کے حواریوں کے اقوال و افعال ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں میں بھی اس خیال کے لوگ بکثرت موجود ہیں جو وحی کی حقیقت اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں مانتے کہ کسی نیک دل کے اچھے جذبات کا اظہار ہوتا ہے۔ مگر یہ بات قطعًا غلط اور خود فرقانی موقف کے بکلی مخالف ہے۔ یہ امر کہ فرقان حمید انسان کا کلام نہیں کئی طرح سے ثابت ہے۔ سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ یہ کتاب کئی طرح سے ایک لاجواب کتاب ہے۔ جس کی مثل لانے سے انس و جن عاجز ہیں۔ حالانکہ اگر یہ انسان کی تخلیق ہوتی تو کوئی وجہ نہیں کہ کیوں کوئی دوسرا انسان اس کی مثل بنا لانے پر قادر نہ ہوتا۔

ایک بے مثل کتاب

قرآن کریم نے خود مخالفوں کو للکارا اور یہی سوال ان سے کیا کہ کیا تمہارا خیال ہے کہ یہ کلام بشر کا ہے؟ تو پھر آؤ! اس کی مثل بنا لاؤ۔ نہیں! اس کی صرف ایک سورۃ کی مثل کلام بنا دکھلاؤ!!

وان کنتم فی ریب مما نزلنا
علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ
فان لم تفعلوا ولن تفعلوا۔

ترجمہ: اگر تمہیں اس کلام کے بارہ میں شک ہے کہ یہ کلام ربانی ہے یا کسی بشر کا؟ تو آؤ فیصلہ آسان ہے۔ اس کتاب کی ایک سورۃ کی مانند کلام بنا لاؤ اور تمام مددگاروں کو اس غرض کے لیے جمع کر لو۔ لیکن اگر تم سے یہ بات بن نہ آئے اور یاد رکھو کہ ہماری یہ پیشگوئی ہے تم ہرگز ہرگز اس چیلنج کو کبھی قبول نہ کر سکو گے تو پھر نتیجہ واجب ہے کہ اس کلام کے مافوق البشر ہونے میں کوئی بھی شک و شبہ نہ کرو۔

مخالفین اسلام کے لیے اسلام کو باطل ثابت کرنے کا کیسا آسان راستہ فرقان حمید نے بتلایا۔ مگر کیا یہ خدائی قدرت کا ایک کرشمہ نہیں کہ آج چودہ سو سال گزر چکے کسی شخص کو اس چیلنج کے قبول کرنے کی جرأت ہی نہیں پڑی۔ مخالفین اسلام نے اس دین کے برخلاف اسے مٹانے کے لیے ہر قسم کے حربے استعمال کیے مگر فرقان کا دیا ہوا چیلنج قبول کرنے کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ یہ توفیق کس ہستی نے مخالفین سے چھین رکھی ہے؟ ایک سورۃ بنا لانے کی کبھی ہمت کیوں آج تک نہ ملی؟

ماھذا قول البشر

یقینًا یہ خدائی کلام ہے

تاریخ گواہ ہے کہ جب سورہ الکوثر نازل ہوئی جو سب سے چھوٹی سورۃ صرف تین آیات پر مشتمل ہے اور جب اسے لکھ کر کعبہ کے دروازے پر لٹکا دیا گیا تو اس وقت کے شعراء و فضلاء نے اسے پڑھ کر اپنا فیصلہ اس سورۃ کے نیچے ان الفاظ میں لکھ دیا:-

کہ یہ بشر کا کلام نہیں

آخر بتلایا جائے کہ اگر ان تین آیات کے مضامین کی جامعیت اور خوبصورتی اور ان کا باہمی ربط و موزونیت نیز زبان کا اعلیٰ ادبی معیار اس فیصلہ کے محرک نہیں تھے تو پھر وہ کون سے وجوہات تھے جنہوں نے کفارِ مکہ کو ایسا فیصلہ دینے پر مجبور کیا؟ ایک طرف مخالفینِ اسلام کا فرقانی چیلنج کو قبول نہ کر سکنا اور دوسری طرف خود قرآن کا یہ پیشگوئی کرنا کہ مخالف متحد ہو کر بھی اس کی مثل لانے پر قطعًا کبھی قادر نہ ہو سکیں گے کیا اس امر کے ثبوت میں قطعی دلیل نہیں کہ یہ چیلنج اور پیشگوئی کرنا عاجز انسان کا کام نہیں بلکہ خدائی طاقت کا زبردست نشان ہے؟

ع

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اس پہ آساں ہے؟
ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرارِ لاعلمی
سخن میں اس کے ہمتائی کہاں مقدورِ انساں ہے

فرقان حمید کن کن وجوہ سے لاجواب ہے؟

پہلے ہم اس کتاب کے بے مثل ہونے کے ذکر کو لیتے ہیں۔

دائمی حفاظت اور اس کا وعدہ

دنیا میں قرآن کریم ایک واحد و لاجواب کتاب ہے کہ جو صدہا سال تک اس کثرت سے تمام ملکوں اور تمام زمانوں میں شائع ہونے کے باوجود ایسی محفوظ رہی ہے کہ اس کا ایک ایک نقطہ اور زیر و زبر جوں کی توں محفوظ موجود ہے۔ اس کتاب کا کوئی نسخہ آج سے چودہ سو برس پہلے کا لکھا ہوا کسی ملک و قوم کا لے لیا جائے اور اس کا مقابلہ آج کے طبع شدہ نسخہ سے کر لیا جائے، زیر و زبر، نقطہ و شوشہ کی تبدیلی و تغیر کے بغیر دونو نسخے ایک ہی ثابت ہوں گے۔ اگر کوئی کتاب کسی کونہ میں بند محفوظ پڑی رہ جائے تو وہ دیگر شے ہے، مگر ایک کتاب کروڑہا نسخوں کی تعداد میں ہر ملک و ہر زمانہ میں شائع ہوتی رہتی ہے جس کے ماننے والوں میں باہمی اختلاف و تفرقہ بھی موجود ہے۔ مگر ہر فرقہ کے پاس بلا کسی ادنیٰ اختلاف و فرق کے وہی کی وہی کتاب موجود ہو۔ کیا یہ ایک خدائی معجزہ نہیں؟ اس کتاب کے نزول کے طریق پر اگر غور کیا جائے تو اس کی حفاظت کے منجانب اللہ ہونے میں کوئی بھی شک نہیں رہ جاتا۔ یہ کتاب تئیس برس کے لمبے عرصے تک نازل ہوتی رہی۔ پھر اس طرح نہیں کہ ایک سورۃ مسلسل نازل ہو کر ختم ہوئی تو پھر اس کے بعد دوسری شروع ہو گئی، بلکہ کبھی کسی سورۃ کی چند آیات نازل ہو گئیں اور پھر کسی دوسری سورۃ کا نزول شروع ہو گیا۔ پھر سالہا سال بعد پہلی ناتمام سورۃ کی کچھ آیات نازل ہو گئیں۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کے نزول کی کیفیت کے ہوتے ہوئے اس کے حفظ کرنے اور اس کی تدوین میں گڑبڑ ہونے کا امکان

[illegible] اس کی ترتیب و تدوین میں اختلاف ہو جاتا جو کوئی مشکل امر نہ تھا تو خود اسی کتاب کے اپنے اصول کے مطابق کہ ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً، اگر اس کتاب میں اختلاف کثیر موجود ہو تو یہ اس کے منجانب اللہ نہ ہونے کا ثبوت ہے یہ امر اس کے خدائی کلام نہ ہونے کے لیے زبردست ثبوت بن جاتا۔ پس اس کلام نے جس اُصول کو خدا کی جانب ہونے کا ثبوت بتلایا اُس معیار پر خود یہ کتاب پوری اُتری۔ دونو امور یعنی بے مثل اور محفوظ ہونے میں جہاں دعاوی کیے وہاں ان کے بارہ میں حتمی پیشگوئیاں بھی کر دیں۔ کیا کسی بشر کو یہ طاقت و قدرت ہے کہ وہ اپنی تصنیف کے بارہ میں یہ چیلنج دے کر اس کی مثل بنانے پر کوئی قادر نہیں ہو سکے گا؟ نیز کیا کوئی انسان اپنی کتاب کی دائمی حفاظت کے لیے کوئی پیشگوئی کرنے پر قادر ہے؟ ظاہر ہے کہ نہ تو کسی انسان کو ایسا علم آیندہ کا ہو سکتا ہے کہ اس کی کتاب ہمیشہ محفوظ و لاجواب رہے گی اور نہ ہی کوئی بشر ایسی جسارت کر سکتا ہے کہ وہ اس قسم کی حتمی پیشگوئیاں اپنی کتاب کے لیے کر سکے۔ کیونکہ علم غیب بشر کا خاصہ نہیں بلکہ صرف خدائی صفت ہے

دائمی حفاظت کے ذرائع

دائمی محفوظیت کا وعدہ قرآن کریم نے ان الفاظ میں دیا۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون
اس کتاب کے نازل کرنے والے ہم یعنی
ذات باری تعالیٰ ہی ہیں۔ نیز ہم ہی اس
کی محافظت کے ذمہ دار ہیں۔

صرف ایک کتاب دنیا میں ہے جس کے ہر زمانہ میں کروڑوں انسان حافظ موجود رہتے ہیں۔ اگر بالفرض کاغذ پر لکھے ہوئے قرآن کسی طرح کبھی وقت محفوظ نہ رہیں تو اس حالت میں بھی لاکھوں حفاظ کے لوح قلوب سے اس کتاب کا ایک ایک حرف لکھا ہوا موجود پایا جا سکتا ہے۔ کیا یہ امر دنیا کے لیے خود ایک اعجاز نہیں؟ کسی دوسری آسمانی یا غیر آسمانی کتاب کو کبھی یہ عزت و شرف آج تک حاصل نہ ہوا کہ ہر زمانہ و ملک اور ہر قوم میں الف سے لے کر ی تک اُسے ازبر یاد رکھنے والے پائے جائیں۔ قرآن کریم کا یہ دائمی معجزہ ہے کہ دو تین سال میں دس بارہ برس کے بچے اسے یاد کر لیتے ہیں اور ہزاروں بچے مل سکتے ہیں جنہیں سارا قرآن شروع سے آخر تک زبانی حفظ ہوتا ہے۔

جب قرآن کریم نازل ہوا اس وقت عرب میں پڑھنے لکھنے کا رواج بہت کم تھا۔ اس زمانہ میں وہاں کاغذ و قلم دوات عام طور پر میسر نہ تھے۔ چند لوگ معمولی خواندہ و نوشت سے واقف تھے اور چمڑا کے ٹکڑے۔ ہڈیاں یا درخت کے پتوں و چھال سے کاغذ کا کام لیا جاتا تھا۔ ایسے نامساعد ماحول میں اس کتاب کو لکھا گیا۔ اس کے ساتھ ہی یہ امر کہ [illegible] اس کی حفاظت میں مددگار ہوئے۔ تاہم یہ بات کہ اس کتاب کے نسخوں میں کبھی کسی زمانہ میں کہیں بھی حرف، نقطہ، شوشہ کا اختلاف نہ پایا گیا۔ اس کی ایسی ممتاز خصوصیت ہے جو کسی دیگر کتاب کو کبھی میسر نہ آ سکی۔ اس لیے قرآن کی دائمی محفوظیت اس بات کا ثبوت پیش کرتی ہے کہ یہ امر منجانب اللہ ہے۔

کثرت تلاوت میں قرآن کریم اپنی نظیر نہیں رکھتا

جہاں قرآن کریم بے مثل اور محفوظ ہونے میں ایک لاجواب کتاب ہے وہاں جس کثرت سے اس کی تلاوت کی جاتی ہے اس میں بھی کوئی دوسری کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ہر مسجد میں ہر سال رمضان شریف میں یہ کتاب کم از کم ایک مرتبہ شروع سے لے کر آخر تک تلاوت کی جاتی ہے۔ لیکن اس کے علاوہ دوران سال بھی جتنی مرتبہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اس کتاب کا ورد کیا جاتا ہے۔ اس کی کوئی مثال نہیں۔ قرآن کے لفظی معنی بھی پڑھا جانے والی کتاب کے ہیں۔ پس اپنے لغوی معنوں کے لحاظ سے بھی کوئی دوسری کتاب اس کی برابری نہیں کر سکتی۔ دوسری کتب مقدسہ کے محرف و مبدل ہونے پر خود اُن کے پیرو بھی گواہی دیتے ہیں۔ پادری ڈڈمیلو انجیل کے بڑے مفسر ہیں، وہ اقراری ہیں کہ ایک زمانہ کے نسخے دوسرے زمانہ کے انجیل کے نسخوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ ویدوں کے بارہ میں تو ان کی تعداد میں ہی اختلاف پایا جاتا ہے۔

زندہ کتاب زندہ زبان میں

تحریف و تغیر کے علاوہ جن زبانوں میں دوسری کتب نازل ہوئیں وہ تمام زبانیں اس وقت مردہ ہیں کہیں بطور زبان بولی نہیں جاتیں۔ اس طرح اصل زبان میں جس میں ابتدا میں کتاب نازل ہوئی، کوئی نسخہ موجود نہیں۔ اگر بعض کتب اپنی اصل زبان میں موجود ہیں بھی، تو ان کی زبانوں کو بہت ہی کم اشخاص جاننے والے ہیں، اس طرح ان کے ترجموں کے بارہ میں حتمی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کونسا صحیح اور کونسا غلط ہے۔

بخلاف دیگر کتب سماوی کے قرآن کریم کا یہ اعجاز ہے کہ نہ صرف یہ کتاب اپنی اصل نازل ہونے والی زبان میں کروڑہا نسخوں کی صورت میں ہر وقت موجود ملتی ہے۔ بلکہ اس نے خود اس زبان کو بھی ابدی زندگی بخش دی ہے۔ عربی زبان کئی اقوام اور کئی ممالک میں اس وقت بولی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ یاد رہے کہ قرآن کریم عربی زبان کا ایک ایسا اعلیٰ ادبی شاہکار کلام ہے۔ کہ ہر زمانہ میں عربی کے کسی کلام کو اعلیٰ معیار پر جانچنے کے لیے قرآن کریم بطور مثال کے کام آتا ہے۔ جب بھی کسی عربی کلام کے پرکھنے کے لیے کوئی مثال دینا ہو تو اُسے قرآن کریم سے تلاش کر کے پیش کیا جائے گا۔ قرآن کریم کے بلند ادبی معیار کا اعتراف غیر مسلمین کو یہ صحیح نہیں کہ قرآن کریم کی تعریف و توصیف میں اس کے پیرایہ کلام ہی رطب اللسان ہیں بلکہ اس کے مخالف پادری حضرات بھی اس کے بلند پایہ ادبی معیار کے قائل ہیں۔ چنانچہ دو عیسائی مترجمین قرآن کے اعترافات دیئے جاتے ہیں۔

> "مسلمہ طور پر قرآن کریم زبان عربی کا ادبی معیار ہے ...... اس کتاب کا اسلوب بیان عام طور پر خوبصورت اور روانی کا ہے مگر بہت سے مقامات پر بالخصوص جہاں خدا تعالیٰ کی صفات و عظمت کا ذکر آتا ہے اس کا طرز بیان نہایت عمدہ اور عالیشان ہے۔"
>
> (مسٹر سیل
> دیباچہ ترجمہ قرآن)

اسی طرح مسٹر پامر جو ایک اور عیسائی انگریز مترجم قرآن ہیں لکھتے ہیں:۔

> "یہ امر تعجب انگیز نہیں ہونا چاہیے کہ عربی زبان کے بہترین مصنفین قرآن کریم کے مقابلہ پر کچھ لکھنے میں ہمیشہ سے ناکام و عاجز رہے ہیں۔"

اعلیٰ مضامین اور اُصولِ حقہ کی جامعیت

یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ قرآن کریم کا بے مثل ہونا اس کے صرف ادبی شاہکار کلام ہونے تک محدود ہے بلکہ اس کتاب کی اصل خوبی یہ ہے کہ جس قدر اصول حقہ اور اعلیٰ پایہ زندگی کے راز ہائے سربستہ دریافت ہوئے یا کسی آسمانی و غیر آسمانی کتاب میں پائے جاتے ہیں وہ تمام و کمال اپنی بہترین صورت و شکل میں قرآن کریم نے اپنے اندر جمع کر لیے ہیں۔ جیسا کہ خود اس کتاب میں یہ فرمایا گیا فیہا کتب قیمۃ۔ اس میں جملہ امور ہدایت و نور جمع کر دیے گئے ہیں۔ پھر دوسرے مقام پر اس مضمون کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے:۔

ولا یاتونک بمثل الا جئنک بالحق و احسن تفسیرا کوئی امر حق و حکمت کا اگر تمہیں پیش کیا جائے تو ثابت ہوگا کہ نہ صرف ہم نے وہ قرآن میں پہلے سے ہی بیان کر رکھا ہے بلکہ اس کی بہترین وضاحت و تفسیر بھی بتلا دی ہے۔ اس زمانہ میں اس صدی کے مجدد اعظم نے اس کی عملی تفسیر یوں کی کہ آپ نے یہ دعویٰ کیا کہ کوئی شخص اگر اپنی کتاب یا عقل سے کوئی اُصول حقہ نکال کر بتلائے تو وہ اُسے ویسا یا اس سے بہتر قرآن کریم میں سے دکھلا دینے کا ذمہ لیتے ہیں۔ مگر قرآن کریم کی جامعیت کے بارہ میں زمانہ کے اس چیلنج کو بھی کسی نے قبول نہ کیا۔ مزید یہ امر بھی آپ نے واضح فرمایا کہ قرآن کریم نہ صرف ہر اصول حقہ کو بیان فرماتا ہے اور ہر اصول باطلہ کو رد کرتا ہے۔ بلکہ ان کی تائید و تردید کے لیے دلائل و براہین بھی خود ہی دیتا ہے۔ یہ ایک ایسی منفرد خصوصیت قرآن کریم کی ہے جو کسی اور کتاب کو حاصل نہیں۔ چنانچہ جہاں اس چیلنج کے مقابل تمام مخالف خاموش رہے۔ وہاں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے لیکچر "جلسہ اعظم مذاہب" میں اپنی طرف سے اس کا ثبوت بھی پیش فرمایا۔ جو اصول آپ زیر بحث لائے ہیں

ان تمام کو قرآن کریم کی آیات سے اخذ کیا۔ پھر یہ کہ ان کی تائید میں جو دلائل آپ نے دیئے ہیں وہ بھی قرآنی آیات کے حوالوں سے دیئے ہیں۔ آپ کے مقابل کسی دیگر دین کا کوئی پیرو کار نہ تو اپنے بیان کردہ اصولوں کو اپنی کتاب کے حوالہ سے بتلا سکا اور نہ ہی ان پر دلائل کو اپنی آسمانی کتاب میں سے دکھلا سکا۔

قرآنی تعلیم میں انسانی فطرت صحیحہ کا نقشہ

قرآن کریم کا ایک نام الذکر بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ فطرت صحیحہ میں جو کچھ منقوش ہے اسی فطرت کو یہ کتاب یاد دلاتی ہے۔ اس طرح نہ صرف یہ کتاب جملہ ضروریات انسان پر حاوی ہے اور ان پر دلائل و بینات پیش کرتی ہے۔ تاکہ انسان کو انہیں تسلیم کرنے میں آسانی ہو۔ بلکہ اس کی تعلیم ہی اُن اصولِ حقہ پر مشتمل ہے جو انسانی سرشت میں طبعاً مرکوز کیے گئے ہیں۔ اس لیے اس کتاب نے اگر ایک طرف انسان کو اپنی تعلیم منوانے کے لیے بینات و شواہد پیش کیے تو دوسری طرف انسانی فطرت میں مرکوز ہونے کے باعث انسان کو اس کی ضمیر کی آزادی کا منشور ان الفاظ میں عطا فرمایا۔

لا اکراہ فی الدّین قد تبیّن الرشد من الغی

دین کے معاملہ میں ہم نے کوئی جبر و اکراہ اس وجہ سے روا نہیں رکھا کہ ہدایت و گمراہی بالبداہت کھول کر رکھ دیئے گئے ہیں۔ یعنی ایک طرف وہ اصول حقہ بیّنات و شواہد کی بناء پر ثابت ہیں۔ دوسری طرف وہ فطرت صحیحہ میں مرکوز ہیں تو پھر ان کی قبولیت میں کوئی دقت و اکراہ نہ رہا۔ اس لیے ہم نے بھی دین میں جبر و اکراہ کو منع کر دیا ہے۔

انا ھدینٰہ السّبیل اما شاکراً و اما کفوراً۔

ہم نے دونوں راستے رُشد و ضلالت پوری طرح کھول کر انسان کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ اس کے بعد انسان کی مرضی و اختیار پر یہ چھوڑا ہے کہ جس راہ کو چاہے اختیار کرے، اُسے آزادی ضمیر و عمل حاصل ہے۔

قرآن کریم کیونکر رحمۃ و ہدایت ہے

دراصل ان معنوں میں قرآن رحمۃ و ہدایت ہے کہ یہ اپنی تعلیم کو منوانے کے لئے کسی قسم کے جبر و اکراہ کو قطعاً روا نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس کے مطابق فطرۃ اللّٰہ التی فطر الناس علیھا، جب اس کی تعلیم فطرۃ کا جزو ہی ٹھہری تو اسے قبول کرنے میں کونسی مشکل ہو سکتی ہے۔ پس جو تعلیم انسانی فطرت کی آواز ہو وہی یہ دعویٰ کر سکتی ہے کہ وہ رحمۃ بھی ہے اور ہدایت کا موجب بھی۔ البتہ انسان اپنی جہالت و بے خبری یا غلط تربیت و ناسازگار ماحول کے ماتحت جو بیماریاں اپنے قلب میں پیدا کر لیتا ہے۔ ان سے شفا دینا بھی اس کتاب ربانی کا کام ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے یہ ندا بھی بلند کی کہ افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوبھم اقفالھا۔ یہ لوگ قرآن کریم پر اگر تدبر کریں تو ان پر اس کتاب کی صداقت مبرہن ہو جائے گی۔ البتہ اگر غور و فکر کرنے کی صفت ان سے کھو گئی ہے تو اس کا کیا علاج ہے۔ اس آیت شریفہ میں صاف صاف تدبر و عقل سلیم اور قرآنی تعلیم کو مترادف قرار دیا گیا ہے اور اس سے محروم رہنے کی ایک ہی وجہ بیان کی گئی ہے کہ ایسے لوگ تدبر و فہم سے عاری ہو چکے ہیں۔

پہلی کتاب جس نے عقل و فہم اور ضمیر سے اپیل کی

یہ امر کہ قرآنی تعلیم ہر زمانہ میں غالب و فائق رہے گی۔ اس سے بھی ثابت ہے کہ یہ پہلی اور واحد آسمانی کتاب ہے جس نے اپنی تعلیم حقہ کو منوانے میں عقل و فہم اور تدبر و غور کو اپیل کیا ہے۔ یہ قرآنی تعلیم کی منفرد خصوصیت ہے کہ اس نے جملہ ایمانی امور کو ازراہ تحکم و تقلید تسلیم کرانے کی بجائے انسان کی صفت فہم و تدبر سے استفسار کیا ہے۔ قرآن کریم میں اس طرح کے سوال انسان سے بہت سے مقامات پر کیے گئے ہیں۔ حصولِ علم و تسخیر کائنات پر جس قدر زور قرآن کریم میں دیا گیا ہے۔ اس کا عشر عشیر کسی دوسری آسمانی کتاب میں نظر نہیں آتا۔

قرآن کی پہلی وحی ہی پڑھنے پڑھانے کے الفاظ سے ہوئی یعنی اقراء، اور انسان کی عظمت کا سبب اس کے علم کو قرار دیا۔ اقراء و ربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ انسانی تخلیق کے بیان میں بھی زمین پر خدائی نیابت کا حقدار انسان کو بوجہ علم کے ہی قرار دیا، جس کے سامنے فرشتے بھی سربسجود ہو گئے۔ وعلم اٰدم الاسماء کلھا۔ اس طرح قرآنی صداقت پر علوم کی گواہی کو پیش فرمایا۔ ن والقلم وما یسطرون۔ قلم اور دوات اور جو کچھ علم لکھا جاتا ہے۔ قرآنی تعلیم کی صداقت پر شہادت دیتے ہیں۔

قرآن کے عظیم و ابدی تاثرات

کلام کی خوبی یہ ہے کہ انسان اُسے سنے تو حظ اٹھائے، پڑھے تو زبان پر آسانی سے چڑھ جائے یعنی حفظ ہو جائے، معانی پر اگر غور کرے تو پُر از معرفت و حقیقت پائے، اگر عمل کرے تو زندگی میں مفید پائے۔ قرآن کریم کے بارہ میں یہ تمام معیار صادق آتے ہیں۔ ایسی موزون و مسجع عبارت ہے کہ جو سنتا ہے مسحور ہو جاتا ہے۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ کفارِ مکہ نے حضرت ابوبکرؓ کو پبلک میں قرآن کریم پڑھنا منع کر دیا تھا۔ کیونکہ ان کا کہنا تھا کہ آپ کی قرآن خوانی سے ان کے نوجوان بچے، عورتیں متاثر ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی واقعات میں سے ہے کہ عربی زبان نہ جاننے والوں نے کسی خوش الحان سے قرآن سنا تو مسحور ہو گئے۔

جس آسانی سے قرآنی آیات یاد ہو جاتی ہیں، اس کا ذکر پہلے ہو چکا کہ آٹھ دس برس کے بچوں کو صرف دو تین سال کی محنت سے قرآن کریم حفظ ہو جاتا ہے۔ اس کتاب کی تعلیم کا یہ کمال ہے کہ اگر ایک طرف ناخواندہ و کم فہم انسان بھی اس کے احکام سے بخوبی واقفیت حاصل کر لیتے ہیں تو دوسری طرف اس میں ایسے ایسے دقیق و گہرے زندگی کے رازہائے سربستہ بیان ہوئے ہیں کہ بڑے سے بڑا فلاسفر اور عارف حیران و دنگ رہ جاتا ہے۔

قلوب پر سحر انگیزی اثر

ان تمام خوبیوں کو جمع کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ بڑے سے بڑا مخالف ٹھنڈے دل سے اسے سن پائے تو جان و مال سے فدا ہو جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ کا مشہور واقعہ ہے کہ آپ بڑے عزم و حوصلہ اور شجاعت و بہادری کی صفات سے متصف تھے۔ اسلام لانے سے قبل آپ نے تہیہ کیا کہ آنحضرت صلعم کو قتل کر کے ہی دم لیں گے۔ تلوار سونت کر گھر سے نکلے کہ راستہ میں خبر ملی کہ بہن مسلمان ہو چکی ہے۔ پہلے اس کے گھر پہنچے، وہاں حضرت خبابؓ قرآن پڑھ رہے تھے۔ اپنی ہمشیرہ کو پیٹنے کے بعد غصہ ٹھنڈا ہوا تو دریافت کیا کہ کیا پڑھا جا رہا تھا اور اس کے سننے کے لئے کہا۔ سورہ طٰہٰ کے ابتدائی ایک دو رکوع سنے تو قائل ہو کر گھائل ہو گئے۔ اور سیدھے آنحضرت صلعم کی خدمت میں پہنچ کر آنحضورؐ کے قدموں میں گر پڑے۔

نزول قرآن کی بدولت انسانی تہذیب کو دوبارہ زندگی نصیب ہوئی

یہ صرف حضرت عمرؓ کا کوئی ایک واقعہ نہیں کہ زندگی میں قرآن سے انقلاب پیدا ہو گیا بلکہ اس لاثانی کتاب کا ایسا عظیم اثر ہوا کہ ساری کی ساری عرب قوم جو پشتوں سے جہالت، توہم پرستی اور بدکرداری کی اتھاہ گہرائیوں میں غرق تھی چشمِ زدن یعنی بیس برس کے قلیل عرصہ میں دُنیا جہان کے لئے معلم و مزکی بن گئی۔ ؎

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

غیر مسلم مورخین جنہوں نے انصاف سے ابتدائی تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا ہے۔ اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ انسانی تہذیب طلوع اسلام کے وقت مرنے کے قریب تھی کہ یکایک ایک معجزہ رُونما ہوا۔ جس سے تہذیب کو دوبارہ زندگی ملی۔ اس بارہ میں چند مغربی مصنفین کے اقتباسات کا پڑھنا خالی از دلچسپی نہ ہو گا۔

سر ولیم میور — قرآن کریم کا عظیم انقلاب

"دور زمانہ قدیم سے مکہ بلکہ سارا عرب روحانی مردگی میں پڑا تھا۔ ... ہجرت سے تیرہ برس قبل مکہ اس ذلیل حالی و مُردگی میں مبتلا تھا مگر ان تیرہ برسوں نے کیا عظیم انقلاب بپا کر دیا گیا! [illegible] برس سے اگرچہ یہودیت کی آواز بازگشت سنائی دی تھی مگر یہاں جب تک نبی عربیؐ کی روح پرور آواز سنائی نہیں دی [illegible] بیداری پیدا ہوئی۔ یہ صرف آنحضرت صلعم کی آواز تھی جس سے یکلخت ایک بیداری پیدا ہوئی۔ ایک نئی سنجیدہ حیات ان کو ملی۔"

سر ڈینیسن راس — قرآنی معجزہ ناممکن ممکن ہو گیا

"عرب قوم سے زیادہ منتشر و پراگندہ اور کوئی قوم نہ تھی مگر کیسا معجزہ رونما ہوا کہ ایک شخص ان میں سے کھڑا ہوا اپنی شخصیت اور منجانب اللہ مبعوث ہونے کے دعویٰ کے ذریعہ اس نے ناممکن کو ممکن بنا دیا یعنی ان تمام برسرپیکار

عناصر کو باہم متحد و منظم کر دکھلایا۔"

قرآن ابدی معجزہ اور بے نظیر کلام

"محمدؐ کا دعویٰ ہے کہ قرآن کریم آپ کا ایک معجزہ ہے آپ نے اسے اپنا ایک دائمی معجزہ قرار دیا ہے اور اس میں کیا شبہ ہے کہ واقعی قرآن ایک ابدی معجزہ ہی ہے۔"

(مسٹر باسورسمتھ)

"اثر پذیری، انشا پردازی اور ادبی معیار کی رُو سے قرآن کی کوئی نظیر موجود نہیں" (مسٹر ہرشفیلڈ)

اسی طرح ہوجیز ڈکشنری آف اسلام میں ڈاکٹر سٹینگاس صاحب یوں رقمطراز ہیں :۔

"قرآن کریم کے ادبی معیار کو بجائے کسی دیگر اصولوں کے معیار پر جانچنے کے اس کی اثر پذیری پر پرکھنا صحیح ہوگا۔ اس صورت میں ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ محمدؐ نے اپنے ہمعصروں اور ہم قوم لوگوں پر کیا اثر پیدا کیا ؟ اگر یہ امر صحیح ہے کہ آپ نے اپنے سننے والوں سے ایسا زبردست اور یقین افزا کلام کیا کہ نہایت پراگندہ عناصر کو ایک متحد و مربوط نظام میں منسلک کر دیا، ایک ایسے نظام میں جس کے اندر روح زندگی کارفرما تھی اور جس کے وجود میں آنے کے متعلق کسی وہم و گمان میں نہ آسکتا تھا، جس نے وحشیوں کو ایک مہذب قوم بنا دیا اور ایک نئی تہذیب کو جنم دیا تو پھر یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ قرآن کی اثر پذیری کامل تھی۔"

قرآن کریم کی نشاۃِ ثانیہ

اس کتاب لاجواب کی اثر پذیری جس طرح کسی ایک قوم یا ملک تک مختص نہیں۔ اسی طرح کسی ایک زمانہ تک محدود نہیں۔ اس لئے یہ آخری کتاب ہے۔ جس کے بعد کوئی اور کتاب نازل نہ ہوگی جبکہ مجملہ تعلیم اصول حقہ اپنی بہترین و اکمل شکل میں ہر وقت ہمارے پاس محفوظ و موجود ہو تو پھر اس کے بعد کسی نئی ہدایت و شریعت کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ اس لئے قرآن جامع ہدایت ہونے کے باعث خاتم الکتب ہے۔ خاتم الکتب ہونے کا مطلب جہاں یہ ہے کہ کوئی نئی ہدایت نازل نہ ہو وہاں یہ بھی اس سے لازم آتا ہے کہ کلام ربانی کا اصل مقصد یعنی کامل ہدایت بھی اسی زندہ کلام سے حاصل ہوتا رہے۔ یہ امر صحیح ہے کیونکہ ہر زمانہ میں اس کلام الٰہی کے پیرو اس چشمہ فیض پر کامل عمل پیرا ہونے کے باعث خدا تعالیٰ تک جا پہنچے اور خدائی مکالمہ کا شرف انہیں نصیب ہوتا رہا۔ چنانچہ علاوہ دیگر اولیاء کاملین کے تیرہ صدیوں میں مجددین کا اس امت میں مبعوث ہونا مسلمہ امر ہے اور اسی سنت کے مطابق چودھویں صدی میں مجددِ اعظم کا ظہور ہوا۔

تجدید علوم فرقانیہ

اس علم و سائنس کے زمانہ میں جو کچھ قرآن کریم کی طرف رجوع ہو رہا ہے اور جس کی ایک علامت مسلمان قوم کا نزول قرآن کی چودہ صد سالہ برسی منانا بھی ہے، یہ بھی بلا ادنیٰ مبالغہ مجدد صد چہاردھم کے فیوض کا نتیجہ ہے۔ کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ آج سے نصف صدی قبل قرآن کریم کا پڑھنا بہت حد تک متروک ہو کر اس کی بجائے دیگر علوم فقہ، صرف و نحو وغیرہ تک محدود ہو کر رہ گیا تھا ؟ اگر کچھ پڑھا جاتا تھا تو محض ناظرہ اور وہ بھی بعض تقریبات کے موقعوں پر۔ پھر کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ قرآن کریم کو سمجھنا اس پر غور کرنا خود دینی مدرسوں میں بہت کم نظر آتا تھا ؟

دوسری زبانوں میں تراجم کا یہ حال تھا کہ ترجمہ کرنا گناہ قرار دیا جا چکا تھا۔ کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ ۱۹۱۷ء میں جب پہلی مرتبہ ایک مسلمان کا مستند ترجمہ و تفسیر انگریزی زبان میں شائع ہوا تو کئی ایک ممالک میں علماء کے فتویٰ سے اس کا پڑھنا پڑھانا ممنوع قرار دیا گیا بلکہ اسے جلا دیا گیا ؟ لیکن کیا یہ بھی امر واقعہ نہیں کہ اس نصف صدی کے عرصہ میں اسی حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کے انگریزی ترجمہ و تفسیر کی بدولت نصف درجن تراجم مسلمان مترجمین کے قلم سے نکل چکے ہیں ؟ کیا اس امر کا اعتراف ایک جہان نے نہیں کیا کہ حضرت مجدد اعظم کے علم قرآن سے تربیت یافتہ خادم نے علوم فرقانیہ کی روشنی سے اس زمانہ کو دوبارہ منور کر دیا ہے اس بارہ میں چند ایک غیر از جماعت کی آراء کا مطالعہ مفید ہوگا۔

مشاہیر عالم کی آراء

(۱) "یہ ترجمہ یورپ۔ امریکہ۔ افریقہ۔ چین۔ جاپان و آسٹریلیا میں انشاء اللہ مفید ہوگا"۔ (مولانا نورالدینؓ)

(۲) مولانا محمد علی صاحبؒ کے انگریزی ترجمۃ القرآن کی فضیلت اثرات اور اس کی تعلیمی افادیت سے انکار کرنا گویا سورج کی روشنی سے انکار کرنا ہے۔ (مولانا عبدالماجد دریابادی ایڈیٹر صدق لکھنؤ)

(۳) "انگریزی زبان میں مولانا محمد علی صاحبؒ کے شاہکار ترجمہ و تفسیر کے مقابل ایسا کوئی دوسرا ترجمہ و تفسیر موجود نہیں ..... انہوں نے سابقہ مترجموں کی بیسیوں غلطیوں کی اصلاح فرمائی ہے اور جہاں کہیں انہوں نے اختلاف کیا ہے وہاں ان کا ترجمہ یا تو بالکل درست ہے یا ان کے ترجمہ کی بناء پر عربی کی مستند لغات پر ہے"۔ (حافظ غلام سرور دیباچہ انگریزی قرآن صفحہ XXXVII)

(۴) "مترجم کے دلائل کا ادراک ایک علمی غذا ہے۔ اس کا اسلوب مغربی ہے بلکہ میرے نزدیک سائینٹیفک ہے"۔

(دی ٹریبیون انڈیا)

(۵) "انسانی تخلیق کے ادبی شاہکاروں میں مولانا محمد علی صاحب کا انگریزی ترجمۃ القرآن ایک ممتاز و شہرۂ آفاق حیثیت رکھتا ہے"۔ (یونائیٹڈ انڈیا اینڈ انڈین سٹیٹس، دہلی ۱۹۲۹ء)

(۶) لاہوری جماعت احمدیہ کا نظم و نسق انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ہاتھ میں ہے۔ مولوی محمد علی ایم اے ایل ایل بی جنہوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد مذہب کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ اس کے صدر تھے۔ اب مولوی صدرالدین امیر جماعت ہیں۔ اس جماعت کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ غالباً دو ہزار سے زیادہ نہیں۔ لیکن اس کے باوجود اس میں قابل اور مخلص حضرات کی افراط ہے اور اتنی مختصر تعداد کے باوجود اس جماعت نے اتنا علمی کام کیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔

ایک اہم کام جو یہ جماعت کر رہی ہے۔ قرآن مجید کی اشاعت ہے۔ بالخصوص انگریزی دان مسلمانوں اور غیر مسلموں میں مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ کا ترجمہ و تفسیر قرآن انگریزی زبان میں پہلا ترجمہ تھا۔ جو کسی مسلمان کے ہاتھوں سرانجام پایا۔

ترجمہ کے علاوہ اپنے کلام مجید کی مختلف سورتوں کی تقسیم و ترتیب کر کے اور ان کے مضامین کا خلاصہ دیکر مطالب قرآنی کو واضح کیا ہے اور کوشش کی ہے کہ صرف الفاظ ہی پر توجہ نہ رہے۔ اور کلام مجید کے ارشادات اور خیالات بھی وضاحت سے ذہن نشین ہو جائیں۔

آج کل کلام مجید کے متعدد انگریزی ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ لیکن شرف اوّلیت مولوی محمد علیؒ کے ترجمے ہی کو ہے اور گذشتہ ربع صدی میں انگریزی خواں طبقے کو قرآن سے جو زیادہ دلچسپی ہوئی ہے اس کا ایک بڑا سبب مولوی محمد علیؒ کا ترجمۃ القرآن ہے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی اس ترجمے کی نسبت لکھتے ہیں :

"غالباً اگست ۱۹۲۰ء تھا کہ ایک عزیز کے پاس مولوی محمد علی کا انگریزی ترجمۃ القرآن پڑھنے میں آیا اور طبیعت نے اس سے بھی بہت گہرا اور اچھا اثر قبول کیا۔ مغربی راہ سے آتے ہوئے بیسیوں شبہات و اعتراضات اس ترجمہ و تفسیر سے دُور ہو گئے اور یہ رائے اب تک قائم ہے۔ اس بیس سال کے عرصہ میں خامیاں اور غلطیاں بہت سی (بلکہ بعض جگہ تو ایسی عبارتیں جن کے ڈانڈے تحریف سے مل جاتے ہیں) اسی ترجمہ و تفسیر کی علم میں آچکی۔ لیکن انگریزی خوانوں اور مغرب زدوں کے حق میں اس کے مفید اور بہت مفید ہونے میں خدا یہی کلام نہیں۔ ہدایت کا واسطہ جب اللہ کی حکمت صریح غیر مسلموں کے کلام کو بنا دیتی ہے تو بہرحال اللہ کے کلام کا ترجمہ و حاشیہ ہے۔ مترجم کی بعض اعتقادی غلطیوں کی بنا پر ان کی ساری کوششوں سے بدظن ہو جانا قرین انصاف و مقتضائے تحقیق نہیں"۔ موج کوثر صفحہ ۱۹۶ از شیخ محمد اکرام ایم اے

مفسر قرآن کا انتساب عقیدت

"اس تفسیر کی بہترین باتیں اس زمانہ کے سب سے بڑے مذہبی رہنما مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے قلب سے میرے قلب میں آئی ہیں۔ میں نے سیر ہو کر علم کے اس چشمہ سے پانی پیا ہے جو اس مصلح عظیم مہدی و مجدد صد چہاردہم بانی سلسلہ احمدیہ نے بہایا ہے"۔

(محمد علیؒ دیباچہ انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن)

"مولوی صاحب مرحوم (مولانا نورالدینؓ) کی روح اور پھر اس مقدس انسان کی روح جس نے یہ لکھا کہ انگریزی ترجمہ و تفسیر کا شائع کرنے کا کام مجھ سے ہوگا یا اس سے جو میری شاخ ہے اور یوں مجھے کھلے الفاظ میں اپنے ساتھ نسبت فرزندی دی آج یقیناً ان کی روح کو بھی اس کام سے خوشی پہنچتی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ بڑی بڑی برکات نازل کرے۔ جنہوں نے مجھے اس راہ پر ڈالا اور مجھے اس کام کے قابل بنایا . . . میری زندگی میں جس شخص نے قرآن کریم کی محبت اور خدمت قرآن کا شوق پیدا کیا وہ اس صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمدؒ صاحب قادیانی ہیں اور اس کے بعد فہم قرآن میں جس شخص نے مجھے اس پر ڈالا وہ استاذی المکرم حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم ہیں . . . میں محض مٹی ہوں اگر اس میں کچھ خوشبو کسی کو معلوم ہو تو وہ کسی اور کی پھونکی ہوئی روح ہے ؎

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(دیباچہ اُردو ترجمہ و تفسیر القرآن)

قرآن کریم تئیس سال میں نازل ہوا اور مشکل ترین حالات میں توکل علی اللہ کا سبق دیا

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشکل حالات میں شاندار نمونہ

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۵ر جنوری ۱۹۶۸ء۔ فرمودہ حضرت امیر قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

یا یھا النبی اتق اللہ ولا تطع الکٰفرین والمنٰفقین۔ ان اللہ کان علیمًا حکیمًا واتبع ما یوحیٰ الیک من ربک۔
ان اللہ کان بما تعملون خبیرًا۔ وتوکل علی اللہ۔ وکفیٰ باللہ وکیلا ——— (الاحزاب) ———

حضرت نبی کریم صلعم کی مشکلات

ان آیات میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشکلات کا ذکر ہے۔ وہ خدا کے محبوب تھے۔ ان کا خدا سے بڑا تعلق تھا۔ خدا تعالےٰ کے پیغامات مخلوق تک پہنچانے کے لئے آئے تھے۔ مگر مشکلات بہت سخت تھیں۔ مشکلات کا سلسلہ لمبا تھا۔ بارہ تیرہ سال تک مکہ میں مکہ والوں کے ظلم و جور سہے۔ اس کے بعد جب ہجرت کرنا پڑی۔ وطن چھوڑنا پڑا۔ اعزہ و اقارب سے الگ ہونا پڑا تو اور بھی مشکلات پیش آئیں۔

مدینہ پر دشمنان دین کے حملے

غیر وطن میں اتنی بڑی تعداد کا ہجرت کر کے جانا جہاں مکانیت اور معاش کی تلاش کی تکالیف ہی کچھ کم نہ تھیں۔ اس بے کسی اور بے بسی کی حالت میں ہی دشمنوں نے بڑی تعداد میں مدینہ پر حملہ کر دیا تاکہ مسلمان ختم ہو جائیں۔ پے در پے حملے ہوتے رہے، بدر کی لڑائی کے بعد اُحد کی لڑائی اور پھر تیس ہزار کی تعداد میں احزاب نے جمع ہو کر مسلمانوں پر چڑھائی کر دی احزاب کے معنی ہیں لشکروں کا جتھہ۔ اس سورہ شریفہ کا نام ہی سورۃ الاحزاب رکھا گیا ہے۔ یہ نام بتاتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مشکلات بے حد تھیں۔ تیس ہزار کی تعداد میں لوگ مسلمانوں کو کچلنے کے لئے آ گئے۔

منافقوں کی خفیہ سرگرمیاں

ادھر مدینہ کے بعض لوگ مخالف ہیں اور مکہ والوں کا ساتھ دیتے ہیں۔ بعض لوگ ایسے ہوشیار ہیں کہ بظاہر مسلمان ہو جاتے ہیں۔ لیکن اندر ہی اندر مسلمانوں کی جڑیں کاٹنا چاہتے ہیں، ان کا مقصد یہ ہے کہ جماعت کے اندر رہ کر مسلمانوں کو تباہ کیا جائے۔ ایسے لوگوں کو منافق کہتے ہیں۔

مشکلات میں دشمن سے نہ ڈرنے اور صرف خدا سے ڈرنے کا حکم

ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے یا یھا النبی اتق اللہ اے نبی! آپ خدا سے ہی ڈرتا ہے۔ ان لوگوں کی دھمکیوں اور ان کی ایذا رسانیوں کی پرواہ نہیں کرنا، ان لوگوں نے قسمیں کھائی ہوئی تھیں کہ حضور صلعم اور آپ کی جماعت کو بھون کر کھا جائیں گے۔ فرمایا ان کا خوف و خطر دل میں نہ لائیں صرف خدا تعالےٰ سے ہی ڈرتے رہیں۔ دشمنوں کی جمعیت بہت بڑی ہے۔ ان کی لشکری قوت بہت زیادہ ہے ارادوں میں بدی ہے۔ ان کے لیڈر اور سپہ سالار تجربہ کار اور آزمودہ کار ہیں تاہم ان سے نہیں ڈرنا چاہیئے۔ آگے اس کی تفسیر کی ہے ولا تطع الکٰفرین والمنٰفقین۔ کافروں اور منافقوں کے جھانسے میں نہیں آ جانا۔ دو گروہ ہیں ایک کافر ہیں اور جو علی الاعلان دشمنی کرتے ہیں۔ دوسرے منافق ہیں۔ منافق طبع انسان کافر سے بدتر ہوتا ہے۔ یہ لوگ تباہی کرنے میں کسر نہیں اٹھا رکھتے۔ ان کو لطف آتا ہے کہ کسی کو تکلیف پہنچائی جائے۔ یہ تھیں وہ مشکلات اور حالات جن کے پیش نظر فرمایا اتق اللہ آپ خدا سے ہی ڈرتے رہیں۔ ان کے لاؤ لشکر سے ڈرنا نہیں ان اللہ کان علیمًا حکیمًا۔ جب ہم حکم دیتے ہیں کہ صرف خدا سے ڈرنا۔ اور غیروں کی طرف نہیں جھکنا۔ تو یہ بھی جان لو کہ ہم تمہارے ارادوں سے بھی واقف ہیں۔ غرض حالات بہت خراب ہیں۔ ان حالات میں تقوے اللہ کا سبق دیا ہے اور فرمایا کہ اسی کے اندر حکمت ہے۔ پھر فرمایا واتبع ما یوحیٰ الیک من ربک۔ ہمارے احکام کی پوری فرمانبرداری کرو۔

قرآن کریم مختلف حالات کے پیش نظر تئیس سال میں نازل ہوا

قرآن شریف کئی سال میں اترا ہے۔ مختلف اوقات میں پیش آمدہ حالات کے پیش نظر اترا ہے جب خدا تعالےٰ کے احکام بذریعہ وحی اُترتے تو دلوں میں جم جاتے۔ لوگوں کو یاد ہو جاتے۔ چنانچہ تئیس سال کے عرصہ میں قرآن کریم نازل ہوا۔ اگر خدا تعالےٰ آسمان سے ایک دفعہ ہی پوری کی پوری کتاب اتار دیتا تو اس کا اثر وہ نہ ہوتا جو آہستہ آہستہ اتارنے میں ہوا ہے پیش آمدہ حالات کے ماتحت نازل ہوتا رہا۔ اور اس پر عمل ہوتا رہا۔ جماعت بنتی رہی۔ اور جماعت کی پرورش ہوتی رہی۔ پرورش اور تربیت تدریجاً ہی ہو سکتی ہے۔

. . . .

مشکل حالات میں اللہ تعالےٰ کی نصرت

فرمایا کہ تمہارا تربیت کرنے والا رب ہے۔ اس کے احکام پر چلنا ہے ان اللہ کان بما تعملون خبیرًا۔ دلوں کی بات بھی ہم جانتے ہیں۔ اور تمہارے اعمال کی بھی خبر رکھتے ہیں۔ تمہارے دلوں میں ایمان اور تقوےٰ ہونا چاہیئے وتوکل علی اللہ۔ حالات بہت خراب ہیں۔ دشمن بڑی تعداد میں ہیں۔ ان کے اونٹ گھوڑے زیادہ ہیں، تیر و تفنگ زیادہ ہیں، ان حالات میں تلقین فرمائی توکل علی اللہ اللہ پر بھروسہ کرو۔ وکفیٰ باللہ وکیلا۔ زمین و آسمان کا بادشاہ جس کے ساتھ ہو جائے اس کو کمی کمی ہے وہ سامان پیدا کر دیتا ہے۔

دشمن کی طرف سے طمع و لالچ اور خدا تعالےٰ کا حکم

اس آیت میں تین حکم خدا تعالےٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے ہیں:

(۱) اتق اللہ۔ خدا تعالےٰ کا تقوےٰ اختیار کرو

(۲) واتبع ما یوحیٰ الیک۔ تیرے پروردگار کی طرف سے جو تیری طرف وحی کی جاتی ہے اس کی پیروی کرو۔

(۳) وتوکل علی اللہ۔ اور اللہ تعالےٰ پر بھروسہ رکھ

دشمن کبھی پیغام دیتا ہے کہ تھوڑی سی نرمی کر دیں تو ہم لڑنا چھوڑ دیں گے۔ بس صرف ہمارے بتوں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دو نہیں تو تم کو تباہ کر دیں گے۔ وہ ڈراتے بھی ہیں اور لالچ بھی دیتے ہیں، نرمی بھی چاہتے ہیں اور فوج اور اسلحہ بھی دکھاتے ہیں۔ ان تمام چیزوں کو سامنے رکھ کر خدا تعالےٰ نے حضور صلعم کو اور حضور کی قوم کو یہ تین احکام دیئے۔

ابتلاؤں سے حضرت نبی کریم صلعم کے جوہر کھلے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خدا تعالےٰ کی یہ طرز ہے کہ ان پر ابتلاء آتے ہیں۔ مجھ پر جو ابتلا آئے ہیں وہ کسی نبی اور رسول پر نہیں آئے۔ ابتلاؤں ہی سے انسان

تعمیلے حضور نبی کریم [illegible] کو حکم دیتا ہے

کا کردار بنتا ہے۔ ڈینگیں مارنے والے لوگ ابتلاء کے وقت پہچانے جاتے ہیں کہ انکے کردار کیسے ہیں ابتلاء کے وقت انسان کے جوہر کھلتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت تکالیف آئیں جن سے آپ کے بھی جوہر کھلے۔ وہ تکالیف نہ آتیں تو یہ جوہر نہ کھلے۔

نبی کریم صلعم کے شجاعانہ کارنامے

صحابہ کرامؓ کا کہنا ہے کہ کان النبی اشجع الناس۔ حضور نبی کریم صلعم فوج میں سب سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک جنگ میں سارے ساتھی بھاگ جاتے ہیں لیکن حضور اکیلے میدان میں سینہ سپر ہیں۔ یہ آسان کام نہیں بہت مشکل امر ہے۔ پھر خچر پر سوار ہیں کسی چار جبر پر سوار نہیں کہ موقعہ ملے تو بھاگ کھڑے ہوں میدان کارزار میں اکیلے کھڑے ہیں اور اعلان فرماتے ہیں الیّ عباد اللہ انا رسول اللہ۔ خدا کے بندو! کہاں چلے جا رہے ہو۔ میری طرف واپس آ جاؤ۔ میں خدا کا رسول ہوں۔

نبی کریم صلعم کی سادہ ترین زندگی

ایک وقت تھا کہ حضورؐ بے نوا تھے۔ آپؐ پر ابتلاء آئے تو آپؐ کے جوہر ظاہر ہوئے۔ فقیری میں بھی دنیا سے کوئی تعلق نہیں تھا، پھر بادشاہ ہو گئے، تو بادشاہت میں بھی دنیا کے ساتھ محبت نہیں کی۔ کوئی محل نہیں بنوایا۔ کوئی سواری وغیرہ کا اہتمام نہیں کیا۔ کوئی باورچی نہیں رکھا کسی سامانِ معیشت کا انتظام نہیں کیا۔ کوئی ایڈی کانگ نہیں رکھا۔ بیگمات کے لئے باغات نہیں بنائے کہ سیر کیا کریں مسجد کی چٹائی آپؐ کا تخت ہے۔ اور پرانا عمامہ آپؐ کا تاج ہے۔ یہ شخص دنیا کے بادشاہوں کے لئے نمونہ ہے۔

مالِ دنیا سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے رغبتی

حضورؐ بادشاہ ہو کر پورے درجے کی امانت و دیانت کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ مال غنیمت آتا ہے گھر میں اطلاع دی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں مسجد میں ڈال دو۔ یہ خیال نہیں آتا کہ خدا جانے کیا کیا قیمتی سامان آیا ہو اس میں سے چند چیزیں پسند کر کے اٹھالیں باہر نکلتے ہی نہیں، نماز کے وقت باہر آتے ہیں۔ مال کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ نماز سے فارغ ہو کر سارا سامان تقسیم کر دیا اور خود خالی ہاتھ گھر چلے آئے۔ کس قدر بلند کیرکٹر ہے کتنی بڑی دیانت و امانت ہے۔ عام طور پر لیڈر تو طرح طرح سے قوم کا مال کھاتا ہے۔ قوم کا روپیہ اپنے نام سے بینک میں جمع کرتا ہے۔ باغ بناتا ہے۔ اور اراضیات خریدتا ہے۔ موٹر کاریں لیتا ہے۔ محل بناتا ہے۔

مشکل حالات میں ایمان اور تقوےٰ کا سبق

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت اعلےٰ نمونہ دکھایا ہے اور قوم کو سکھایا ہے کہ مشکلات کے اندر کسی سے مت ڈرو کبھی نہ گھبراؤ۔ دل میں ایمان اور تقویٰ پیدا کرو سامان اور انسان پر بھروسہ چھوڑ دو۔ ایسا ۴

۴ سبق مشکل حالات میں دینا اور بھی مشکل ہے تصوف کے سبق آرام سے حجروں میں بیٹھ کر دینا تو آسان ہے لیکن میدان جنگ میں توکل اور تقوےٰ کا وعظ کرنا نہایت مشکل ہے سبحان اللہ العظیم۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم پر بڑا کرم کیا ہے۔ کوئی انسان نہیں کہ اس کو مصیبت سے واسطہ نہ پڑتا ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ دنیا میں رہنا ہے تو مصائب کا مقابلہ کرو ایسے وقت میں یہ دکھانا کہ ہم خدا کو مانتے ہیں یہ بڑا مشکل اور بلند مقام ہے۔

اخبار احمدیہ

مسجد مسلم ٹاؤن کے لئے عطیہ

—— مسلم ٹاؤن لاہور سے جناب عبدالرحمان صاحب انجینیئر نے اطلاع دی ہے کہ بیگم صاحبہ کرنل بشیر حسین صاحب نے مسجد مسلم ٹاؤن کے لئے نئی دریوں کا عطیہ دیا ہے جن کی قیمت پانچسو روپیہ ہے، ایسا ہی بیگم صاحبہ سیّد خالد حسین شاہ صاحب نے مسجد مذکور کے لئے سو روپیہ کی نئی چکیں عطا فرمائی ہیں فجزاھما اللہ خیراً۔

شمولیت سلسلہ

—— محمد اسمٰعیل خالد ساکن خنکریلہ شریف ضلع گجرات مولوی عبدالحکیم صاحب جہلم کے ذریعہ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے ان کی بیعت منظور کر لی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں استقامت بخشے اور خادم دین بنائے۔

عبدالحی عرب صاحب وفات پا گئے

—— بمبئی سے جناب الحاج محمد علی سالمین نے یہ افسوسناک اطلاع بھیجی ہے کہ جناب سیّد عبدالحی عرب صاحب جو سلسلہ احمدیہ کے ایک دیرینہ رکن تھے اور کچھ عرصہ ووکنگ (انگلستان) میں بھی رہ چکے ہیں، وفات پا گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کی عمر سو سال سے متجاوز تھی۔ آخری عمر میں چلنے پھرنے سے بالکل معذور ہو گئے تھے پیشوائے بواہیر مرحوم نے انہیں کمرہ مسافر خانہ میں دے رکھا تھا اور تیس روپے ماہوار وظیفہ جاری کر رکھا تھا، جو بالکل ناکافی تھا، مرحوم کے لئے دو وقت روزانہ میرے بڑے لڑکے ابراھیم بیگ نے جاری کر رکھا تھا۔ اللہ تعالےٰ مغفرت فرمائے بڑے نیک اور متقی انسان تھے۔ احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

درخواست دعا

—— سالمین صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ مجھے دل کا عارضہ ہے اور پیٹ میں گیٹرٹ السر بھی ہے تمام احباب سے دعائے صحت کا خواستگار ہوں، اللہ تعالےٰ شفائے کامل عطا فرمائے۔

(۲) مری سے مولوی عبدالرحمٰن صاحب امام مسجد لکھتے ہیں کہ:—

میرے برادر عزیز الف دین خان صاحب کھجی بندش پیشاب کی وجہ سے انتہائی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ بیماری کے علاوہ مفلس بھی ہیں۔ چند روز مری پور ہسپتال میں زیر علاج رہنے کے بعد اب اپنے گھر کھجی میں صاحب فراش ہیں۔

نیز بزرگوارم الحاج رحمت اللہ خان صاحب ساکن مضافات کھجی بھی صاحب فراش ہیں۔ ہر دو اصحاب کی صحت یابی کے لئے تمام احباب خشوع و خضوع سے دعا فرمائیں

شکریہ احباب

—— میرے لڑکے ڈاکٹر خالد کے ننھے بچے سلیم خالد کی وفات کی خبر پڑھ کر بہت سے احباب نے ازراہ کرم مجھے ہمدردی کے خطوط لکھے ہیں۔ جن سب کو فرداً جواب دینا مشکل ہے لہذا اخبار کے ذریعہ سب دوستوں کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

فقط محمد حسن چیمہ۔ گجرات

جماعت کھڈر واہ کے لئے لاؤڈ سپیکر

—— جماعت کھڈر واہ ریاست کشمیر کو قومی تقاریب اور تبلیغی جلسوں کے لئے لاؤڈ سپیکر کی اشد ضرورت رہتی تھی اور اکثر بار اس چیز کی خاطر جماعت کو ادھر ادھر جانا پڑتا تھا۔ ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کھڈر واہ کے زعماء خصوصاً ان کے قائد محترم چوہدری عبدالحمید صاحب نے مؤثر طریق سے حصول لاؤڈ سپیکر کی تحریک کی سو مخلص نوجوانوں کی مخلص تحریک میں خدا تعالےٰ نے برکت ڈالی اور حسب ذیل اصحاب کی مالی اعانت سے ایک اعلےٰ درجہ کا لاؤڈ سپیکر جماعت کو حاصل ہو گیا خدا کرے یہ لاؤڈ سپیکر صرف اور صرف اشاعت دین اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ کی آواز ان پہاڑوں کی چوٹیوں تک پہنچانے کا ذریعہ ہو۔ ساتھ ہی یہ بھی دعا ہے کہ ان مندرجہ ذیل مخیر اور ایثار پیشہ احمدیوں کو خدا تعالےٰ اس سے بڑھ کر قومی تحریکوں میں حصہ لینے اور جذبہ ایثار کو آگے ہی آگے بڑھانے کی توفیق دے۔

	نقدی	تانی	کل رقم
(۱) چوہدری عبداللطیف صاحب	150/-	20/-	170/-
(۲) چوہدری عبدالغنی صاحب و عبدالغفار صاحب	100/-	10/-	110/-
(۳) چوہدری غلام قادر صاحب و ماسٹر عبدالجبار صاحب	60/-	10/-	70/-
(۴) چوہدری غلام حسین صاحب	55/-	×	55/-
(۵) چوہدری عبدالرحمان عبدالواحد صاحبان گنائی ...	50/	20/-	70/- باقی 50/-
(۶) مسٹر عبدالجبار صاحب انوبیٹی گیٹر ...	25/- وعدہ —— باقی		
(۷) چوہدری محمد جو گنائی صاحب	×	5/-	5/-
(۸) ماسٹر عبدالکریم صاحب	100/-	×	100/- 50/- باقی

کل رقم 630/-

جزاھم احسن الجزا

خاکسار۔ عبدالکریم

قرآن کریم کی بیان کردہ سائنس

اس عنوان سے ایک مقالہ حضرت امیر مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ نے زیب رقم فرمایا ہے جو ایک کتابچہ کی شکل میں ۴۸ صفحات پر طبع ہوا ہے، یہ مقالہ ادارہ تحقیقات اسلامی کی اس دعوت کی بناء پر لکھا گیا ہے جو آئندہ ماہ راولپنڈی میں ایک کانفرنس میں شمولیت کیلئے حضرت مولینا کو موصول ہوئی ہے، اس کانفرنس میں شرکت کے لئے حضرت مولینا کے علاوہ پاکستان اور بیرونی ممالک کے کئی ایک علماء کو بھی دعوت دی گئی ہے۔

حضرت مولانا نے اس مقالہ میں بتایا ہے کہ قرآن کریم نے کن کن امور میں سائنسی علوم کو واضح کیا ہے۔ آج تک جن مصنفین نے قرآن کریم اور سائنس پر خیالات کا اظہار کیا ہے، انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن کریم سائنس کے مطابق اور اس کا مؤید ہے، گویا سائنس ایک بت ہے جس کے سامنے قرآن ہاتھ جوڑ کر عرض کر رہا ہے کہ میں آپ کے مخالف نہیں آپ کا مؤید اور مرید ہوں۔ حضرت مولانا نے اس کے خلاف یہ انکشاف کیا ہے کہ قرآن نہایت واضح الفاظ میں سائنس کے نظریات بیان کرتا ہے۔

مقالہ پڑھنے سے قرآن کریم کی عظمت سامنے آکھڑی ہوتی ہے جو ازدیاد ایمان کا باعث ہے۔ جماعت کے جن اصحاب کے لئے راولپنڈی کے اس اجتماع میں شریک ہونا مشکل نہ ہو وہ ضرور اس میں شرکت کریں یہ کانفرنس ۱۰-۱۱ فروری ۱۹۶۸ء کو راولپنڈی میں ہوگی

جموں وکشمیر کے احمدی احباب کیلئے

جموں شہر میں چہار روزہ احمدیہ کانفرنس

جموں وکشمیر کی جماعتہائے احمدیہ (بھدرواہ۔ سری نگر۔ یاری پورہ) نے فیصلہ کیا ہے کہ ۲۵ تا ۲۸ جنوری ۱۹۶۸ء کو ریاستی سطح پر ہماری کانفرنس جموں شہر میں ہوگی جس میں ہم سٹیٹ لیول پر بھی جماعت کو منظم کریں گے جیسا کہ ہر دو صوبوں (کشمیر و جموں) کو منظم کیا گیا ہے۔ لہٰذا ہر اس درد دل رکھنے والے احمدی بھائی سے استدعا ہے جو ریاست کے کسی حصہ، کوٹہ، یا مہرہ میں رہتا ہے کہ اس اعلان پر لبیک کہکر کانفرنس میں مقررہ تاریخوں پر شریک ہو جائے۔ انشاء اللہ وہاں مہمانوں کی رہائش اور خورد و نوش کا مقدور بھر انتظام ہوگا۔ یہ کانفرنس جماعت کی ترقی اور ترویج کے لئے بے حد ضروری ہے۔ اُمید ہے کہ ہمارے بھارتی مرکز بمبئی سے جناب محترم عبدالرزاق صاحب خود بھی اور اپنے رفقائے کار میں سے بھی احباب کو شریک کرکے ہماری رہبری فرمائیں گے۔ بزرگانِ سلسلہ سے استدعا ہے کہ وہ اپنی دعاؤں میں ہم سب کو ان کوششوں میں کامیاب [illegible]

اچھے لوگ عمدہ لباس پسند کرتے ہیں

پریمیئر فیبرکس

اپنی

سادگی اور پائداری کے لئے مشہور ہیں

امریکن روئی سے تیار شدہ PCM-84 لٹھا اور سنہری چسٹر یا پاپلین

لٹھا — 55000

" — EX-5

" — 7000

" — پرچم

پاپلین — چاندنی

" " — سفینہ

" " — ظفر

" " — شہزادی

" " — شیرازی

" " — 4040

کیمرک رنگدار — PCM-72

کیمرک سفید — EX-259

وائل — V-445

لٹھا — PCM-75

سوتی ہر قسم سنگل و ڈبل۔ بنڈلوں اور کونوں میں

المشتہر

کمرشل آفیسر پریمیئر کلاتھ ملز لمیٹڈ۔ لائلپور

(ٹیلیفون نمبر 210، 2166، 4917، 2548)

ستار بناسپتی

اصلی گھی کا بہترین بدل

صحت اور توانائی کیلئے

دی پنجاب ویجی ٹیبل گھی اینڈ جنرل ملز لمیٹڈ، لاہور

سیالکوٹ چھاؤنی میں تقریب نزولِ قرآن

ستائیسویں رمضان المبارک کی رات کو سیالکوٹ چھاؤنی کی مسجد میں نماز تراویح میں ختم قرآن کے بعد نزول قرآن کی تقریب منعقد ہوئی۔ مسجد کو رنگا رنگ قمقموں سے سجایا گیا۔ اور ایک پُر رونق اجتماع ہوا۔ شہر کے احباب نے بھی باوجود سردی کے شرکت کی اور رونق کو دوبالا کیا۔ سلطان سکندر اور فرخ سلمان نے حضرت مسیح موعودؑ کی نظم "جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے" خوش الحانی سے پڑھی اور راجہ محمد انور صاحب مرحوم کے صاحبزادہ رضا کامران نے ایک نعت سنائی۔

امام مسجد برلن کی تقریر

مولانا محمد یحیی صاحب بٹ امام مسجد برلن جہانِ خصوصی تھے، انہوں نے تقریر فرمائی جس میں اپنی تبلیغی مساعی کا ذکر کرتے ہوئے بتایا۔ بڑے بڑے عالم و فاضل لوگ ہماری مسجد برلین کو دیکھنے آتے ہیں۔ ایک پروفیسر صاحب سے جب تبادلۂ خیالات ہوا اور اسلامی نظریات پیش کئے تو وہ کہنے لگے کہ یہ نظریات تو آپ نے انجیل سے لئے ہیں۔ اور جب اُن سے اس دعوے کے ثبوت میں اناجیل کے حوالے دریافت کئے گئے تو اُن کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ اُن کو قرآن کی تعلیم سے روشناس کرایا گیا۔ اور دریافت کیا گیا کہ آپ کا مذہب تو خدا کا بیٹا تجویز کرتا ہے۔ مگر اسلام تو عبد کی تعلیم دیتا ہے۔ اور آپ کے عقیدہ کی پرزور تردید کرتا ہے۔ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ یہ نظریہ انجیل سے لیا گیا ہے۔ آپ کے عقیدہ کے مطابق ہر انسان گنہگار پیدا ہوتا ہے۔ مگر اسلام کے مطابق ہر بچہ نیک فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور نیکی کی صلاحیت اپنے اندر رکھتا ہے۔ جب یہ باتیں ان لوگوں کو سنائی جاتی ہیں تو ان پر خوب واضح ہو جاتا ہے کہ ان کے خیالات باطل اور بے بنیاد ہیں۔ دراصل ان لوگوں کا اپنا مطالعہ نہیں ہوتا۔ جو کچھ پادری صاحب نے کہہ دیا دین مان لیا۔ ان کو ہم بتاتے ہیں کہ قرآن کریم اندھی تقلید نہیں سکھاتا بلکہ غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ یہ وہ انقلاب ہے جو قرآن کریم نے پیدا کیا ہے۔ بٹ صاحب نے بتایا کہ قرآن کریم شخصیت پرستی کو کوئی اہمیت نہیں دیتا اور اس لئے اسلام کا کوئی عقیدہ کوئی دن، کوئی تہوار کسی شخص کے نام پر نہیں ہے۔ یہ دوسرا انقلاب ہے۔ جو قرآن کریم نے پیدا کیا۔ برعکس دیگر مذاہب کے جو رسم و رواج میں ہی اُلجھ کر رہ گئے ہیں اور حقیقت ان میں نہیں رہی۔ اسلام خدا پرستی کی حقیقی روح پر زور دیتا ہے۔ یہ تیسرا انقلاب ہے جو قرآن کریم نے پیدا کیا۔ غرض آپ نے اسلام اور قرآن کریم کے کمالات پر خوب روشنی ڈالی اور بتایا کہ اس تعلیم کو سُن کر اہل علم گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ آخر میں معزز لیکچرار نے بتایا کہ ایک سو سے زیادہ جرمن ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کر چکے ہیں۔

قرآن کریم مکمل درس حیات لایا ہے

شیخ نثار احمد صاحب کی تقریر

یحیی صاحب کے بعد شیخ نثار احمد صاحب نے تقریر فرمائی۔ انہوں نے لیلۃ القدر کی ظاہری اور باطنی برکات پر بالتفصیل روشنی ڈالی۔ اور ثابت کیا کہ قرآن شریف معاشرہ کی اصلاح کے لئے ایک مکمل درس حیات لایا ہے۔ انہوں نے قرآن کریم کی متعدد آیات پیش کیں جن میں روزمرہ کی ضروریات اور امور دین کے بارے میں احکام ہیں اور بتایا کہ یہ پاک کتاب اہلِ دنیا کو پاکیزہ بنانے کے لئے نازل ہوئی۔ اور سلف صالحین نے اس تعلیم کو اپنا کر قلیل عرصہ میں ایک زبردست اور حیرت انگیز انقلاب بھی رونما کر کے دکھا دیا۔ ان کی زندگیوں پر قرآن کا روحانی اثر غالب ہے جو مادی سطوت اور قوت سے یقیناً افضل ہے۔ آپ نے بتایا کہ ایسی حالت میں کہ دوسرے ممالک تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے ایک لہر اُٹھی جو سپین تک جا پہنچی۔ وہاں علم و حکمت کے وہ چشمے پھُوٹے جنہوں نے اہلِ یورپ کو تاریکی سے نکال کر نورِ علم سے منوّر کر دیا۔ آج بھی ان کے نقوش وہاں موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن حکیم کی پیشگوئی ہے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ یہ پیشگوئی آج پوری ہو چکی ہے۔ اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ اس وقت ستر کروڑ مسلمان دنیا کے مختلف حصوں میں آباد ہیں، یہ ان پاک ہستیوں کی قربانی اور کاوشوں کا نتیجہ ہیں جنہوں نے اس دین کی تجدید کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔

آپ نے بتایا کہ اس زمانہ کے امام نے بھی ایک عظیم انقلاب پیدا کیا ہے۔ آپ نے قرآن کریم کے ذریعہ جہادِ کبیر کی بنیاد ڈالی ہے۔ اگر ہم سب اس تعلیم کا عملی نمونہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر لیں تو اس انقلاب کا دائرہ بہت وسیع ہو جائے گا۔ اسلام کا غلبہ ظاہر ہو چکا ہے۔ اس کو آخری کامیابی تک پہنچانے کے لئے اس چھوٹی سی جماعت پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اس جماعت کے افراد نے امام زمان کے ساتھ وابستگی اختیار کر رکھی ہے۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہوا ہے۔

آخر میں شیخ صاحب موصوف نے حضرت امام زمان کی تحریر سے اقتباسات سُنائے جو بہت موثر ثابت ہوئے۔ ان میں سے ایک اقتباس درج ذیل ہے:-

"دنیا میں بڑے خوشی کے دن ہوتے ہیں مگر ایک دن جمعہ اور عید سے بھی بڑھ کر اور ہر خوشی کے دن سے بڑھ کر ہے۔ وہ دن کونسا ہے؟ وہ دن انسانوں کی توبہ کا دن ہے۔ اور تمام ایّام سے افضل ہے۔ کیونکہ اس لئے کہ اس دن وہ بُرا اعمالنامہ جو انسان کو جہنّم کے قریب کرتا جاتا ہے اور اندر ہی اندر غضب الٰہی کے نیچے لا رہا تھا۔ دھویا جاتا ہے۔ اور اُس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ حقیقی توبہ کے ساتھ حقیقی پاکیزگی اور طہارت شرط ہے۔ ہر قسم کی نجاست اور گندگی سے الگ ہونا ضروری ہے۔ ورنہ نری توبہ کے لفظ کے تکرار سے تو کچھ فائدہ نہیں اور اسی لحاظ سے یہ دن جس میں تم میں سے بہتوں نے اقرار کیا ہے کہ میں آج اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ اور آئندہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے گناہ سے بچتا رہوں گا۔ یوم توبہ ہے"

آیئے آج اس عہد کو از سرِ نو تازہ کر کے اس یادگار کے دن ایک نئے جوش اور ولولے کے ساتھ ایک نئی زندگی کا آغاز کریں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق عمل دے۔ آمین!

جلسے کا سلسلہ رات دس بجے تک جاری رہا اور اختتام پر مہمانوں کی تواضع چائے سے کی گئی۔

ہارون رشید۔ جماعت شہر

سیکنڈری سکول امتحان ۱۹۶۷ء کے نتیجہ میں

حصولِ وظائف

مسلم ہائی سکول برانڈرتھ روڈ لاہور کے آٹھ طلباء نے جن کے نام درج ذیل ہیں وظیفہ حاصل کیا۔ (۱) شاہد پرویز نور ۷۷۸ (۷۷۴) (۲) انوار احمد ۷۳۳ — (۳) خالد بشیر ۶۸۷ — (۴) اقبال مقبول ڈار ۶۸۶ (۵) محمد یار ۶۸۱ — (۶) محمد سرور ۶۸۱ (۷) طارق منیر ۶۸ (۸) محمد علی ۶۷۸

ہم خداوند تعالیٰ کے نہایت شکر گذار ہیں۔ کہ اس نے بزرگان سلسلہ کی دعاؤں اور اساتذہ کرام کی محنت کے نتیجہ میں اتنی کثیر تعداد کو وظائف سے نوازا۔ ان وظائف کے حصول میں ہمارے ہیڈ ماسٹر جناب چوہدری عبدالحمید صاحب کی خصوصی توجہ کار فرما رہی ہے۔ جناب چوہدری صاحب اپنے عملہ سے نہایت حسن سلوک سے پیش آتے ہیں جس کے نتیجہ میں عملہ بھی دل و جان سے محنت سے کام کرتا ہے۔

[illegible]

قرآن کریم ایک عظیم الشان معجزہ ہے

(بسلسلہ صفحہ ۲)

قرآن کریم کی تعلیم دُنیا جہان کے لئے ہے

یہ تعلیم نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ دنیا جہان کے انسانوں کے لئے ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں اور کافۃ الناس تمام نسلِ انسانی کے لئے رسول ہو کر آئے ہیں۔ کسی ریاست کا دائرہ محدود قطعہ زمین پر حکومت کرتا ہے۔ اور اس محدود زمین کے لئے اپنے منشاء کے مطابق قانون بناتا ہے۔ خدا تعالےٰ ساری دنیا کا بادشاہ ہے اس کے قوانین ساری دنیا کے لئے ہیں۔ فرمایا میں واحد ہوں، ساری دنیا پر حکومت کرتا ہوں جس طرح سے ساری دنیا پر مادی بارش ہوتی ہے اسی طرح روحانی بارش بھی تمام دنیا پر ہوتی ہے تمام انبیاءؑ میری طرف سے آتے ہیں

اور دنیا میں اتحاد پیدا کر سکتی ہے

آج کی بگڑی ہوئی دنیا اور فساد کی دنیا کو ضرورت ہے امن کی اور اتحاد کی۔ اگر کوئی تعلیم امن و اتحاد پیدا کر سکتی ہے تو وہ اسلام ہے، ہندو دنیا میں امن و اتحاد کا موجب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اس کا دھرم ہے کہ صرف ہندو جاتی پاک ہے۔ باقی تمام دوسرے انسان ملیچھ اور ناپاک ہیں۔ یہودی بھی اقوام عالم کے لئے موجب اتحاد و امن نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس کا ایمان ہے کہ بنی اسرائیل خدا کی پیاری قوم ہے۔ اور نبی اور رسول صرف اسی قوم میں سے مبعوث ہو سکتے ہیں۔ اور عیسائی بھی بنی نوع انسان کے اتحاد کا ذریعہ نہیں بن سکتے۔ حضرت عیسٰیؑ تو خدا تعالےٰ کے پیغمبر تھے۔ بڑے بزرگ نبی تھے۔ انہوں نے توحید الٰہی کی تعلیم دی۔ لیکن عیسائی کہتا ہے کہ جب تک کوئی یہ ایمان نہ رکھے کہ حضرت عیسٰیؑ نے صلیب پر چڑھ کر جان دے دی اور بنی نوع انسان کے لئے کفارہ ہو گئے۔ اس وقت تک جنت میں نہیں جا سکتا۔ اس قسم کی تعلیم کہاں قابل قبول ہو سکتی ہے۔

آج کی پڑھی لکھی دنیا میں اگر کوئی کتاب پیش کی جا سکتی ہے تو وہ قرآن کریم ہے۔ جس کی تعلیم فطرت کے مطابق ہے اور مفید ہے۔ یہی کتاب دنیا کو ایک کر سکتی ہے اس کی تعلیم اور اعتقادات عالمگیر ہیں ۔

بقیہ خطبہ عید الفطر از کالم ۲

رزق کے بغیر کوئی انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ رزق سامنے آئے تو غرباء کو یاد کر لینا چاہئے۔ بادشاہوں کے خزانے بھی غرباء کی محنت و مشقت کے مرہونِ منت ہیں۔

ایک خاص تحریک

میں ایک تحریک کرنا چاہتا ہوں، یہ تحریک کچھ ماہ پہلے شروع کی گئی تھی اور اس میں دس ہزار روپیہ اکٹھا ہوا تھا۔ اس رقم سے کئی ایک اشخاص کی حاجات پوری کی گئیں اور کئی ایک اشخاص کی تکالیف دور کی گئیں، آج میں چاہتا ہوں کہ حاجتمندوں کی تکلیف دور کرنے کی طرف توجہ دی جائے۔ آپ میں سے اس میں کوئی دس روپے دے یا پانچ روپے یا ایک روپیہ ہر شخص حسب استطاعت ضرور دے۔ میں نے اس فنڈ میں چندہ دینے کے لئے بیس روپے نکالے تو ایک بی بی چالیس روپے دے دیئے۔ مرد سے عورت کا رتبہ بڑھ گیا۔ جو صاحب اس تحریک میں حصہ لیں۔ وہ اپنے نام اور رقم لکھواتے جائیں۔ (اس کے بعد تمام حاضرین نے اس فنڈ کے لئے بہت سی رقوم دیں) ۔

خطبہ عید الفطر

(بسلسلہ صفحہ [illegible])

اور لونڈی کو یا فتاتی یعنی اے میری بیٹی کہہ کر خطاب کرے۔ اور غلام کو کہا [illegible] تم اپنے مالک کو یا ربّ نہ کہنا بلکہ سیّدی (یعنی اے میرے سردار) کہنا۔ اور [illegible] کے متعلق قوم کو حکم دیا اور فرمایا یتامیٰ کو نہ صرف کپڑا اور روٹی دو بلکہ یتامیٰ کا اکرام کرو اور اس سے بھی بڑھ کر فرمایا کہ تمام بنی نوع انسان کا اکرام کرو۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے ولقد کرمنا بنی آدم۔ ہم نے اولادِ آدم کو قابل عزت بنایا ہے یہ وہ کلچر ہے جو اسلام نے سکھایا ہے۔ بنی آدم کوئی ہو، ہندو ہو یا سکھ، [illegible] اللہ تعالےٰ نے ہر انسان کی عزت کرنے کا حکم دیا ہے۔

زبان پر قابو رکھو

اسلامی کلچر کا ایک حصہ یہ ہے فرمایا کہ زبانوں کو قابو میں رکھو۔ [illegible] پر اس کا کنٹرول ہو جائے۔ ناجائز خواہشات سے انسان کا ذہن گر جاتا ہے۔ کبھی کبھی انسان حیوان بن جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس کو اپنی پاک فطرت پر پیدا کیا ہے۔ فرمایا فطرت اللہ (التی) فطر الناس علیہا۔ ہم نے انسان کو اپنی فطرت پر اپنی شکل پر پیدا کیا ہے۔ صبغۃ اللہ۔ خدا کی صفات میں اپنے تئیں رنگین کرو۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ان تعلیمات پر عمل کرنا ضروری سمجھیں، کیونکہ ان تعلیمات کی برکت سے قوم کا مقام بلند ہوتا ہے۔

قرآن کریم کی تعلیمات مکارم اخلاق اور شرف و عزت کا موجب ہیں

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعثت لاتمم مکارم الاخلاق میری بعثت کی غرض یہی نہیں کہ تم کو صرف روزے اور نماز کی تلقین کروں بلکہ قوم کا اخلاق بلند کرنا میرا مقصد ہے۔ قوم اپنے کردار کی وجہ سے ممتاز ہوتی ہے۔ قرآن کریم نازل کرنے کا مقصد یہ بتایا ہے انہ لذکر لک ولقومک۔ اس کتاب کی تعلیمات حضور صلعم کے شرف اور عزت کا موجب ہیں اور حضورؐ کی قوم کی عزت اور شرف بھی اس کی تعلیمات پر عمل کرنے سے، وابستہ ہے اس لئے ضروری ہے کہ قوم قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلعم کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے [illegible] حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موجب شرف ثابت ہوئیں بلکہ حضورؐ کی قوم کے لئے بھی باعث عزت و شرف ثابت ہوئیں۔ وہ چین گئے، روس گئے، ہندوستان آئے، یورپ کے دور دراز علاقوں میں پھیل گئے۔ جہاں گئے اپنے کردار سے ایک دنیا [illegible] ہے کہ میں کس پیغمبر کا پیرو ہوں۔ میرے اعمال کو ایک [illegible] یاد رکھنی ہے [illegible] اختیار کرنا چاہئے جس پر ہمارے پیغمبر صلعم چلے ہیں۔

تو آپ سب لوگ اس مقصد کو سامنے رکھئے۔ رمضان کے مہینہ میں آپ نے اپنی خواہشات کو قابو میں رکھا ہے اور ڈسپلن قائم کیا ہے اس کو قائم رکھئے آپ نے وقت پر روزہ رکھا اور وقت پر افطار کیا۔ رات کو قرآن [illegible] سنا۔ یہ خدا تعالےٰ کی عطا کردہ نعمت ہے۔ اس ذریعہ سے پچاس سالہ [illegible] کو ایک کردار سکھایا ہے۔ یہ سبق اور کردار سال کے باقی گیارہ مہینوں میں قائم رکھیں۔

غرباء کے ذریعہ امراء کی امداد اور فراہمی رزق

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی سبق دیا ہے کہ غرباء کا خاص خیال رکھو [illegible] ھل تنصرون و ترزقون الا بضعفائکم [illegible] تمہاری نصرت کی جاتی ہے اور تمہیں دولت و رزق ملتا ہے۔ ان کی وجہ سے تمہارے کارخانے اور فیکٹریاں چل رہی ہیں وہی تمہارے لئے غلہ جات پیدا کر رہے ہیں، وہ تمہارے لئے سڑکیں کوٹتے ہیں، تمہاری کوٹھیاں اور مکانات تعمیر کرتے ہیں۔ ریلوے اسٹیشنوں کے پلیٹ فارموں [illegible] میں اور جہازوں کی گودیوں میں غرباء ہی کام کر رہے ہیں وتبرزقون بضعفائکم رزق بھی تمہیں یہی لوگ مہیا کرتے ہیں، لوگوں کے لئے رزق مہیا کرنا غرباء کے ذمے ہے [illegible]

(باقی کالم نمبر ۲ پر)

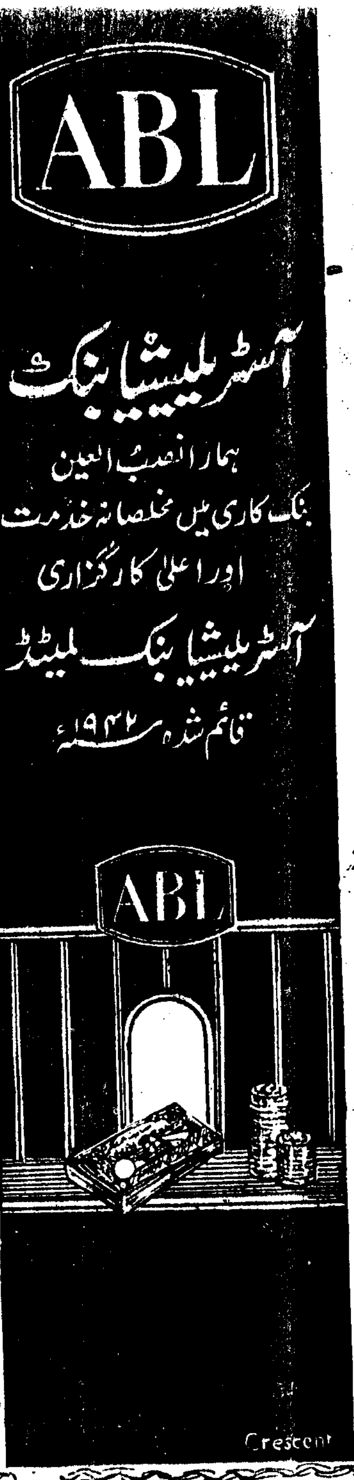

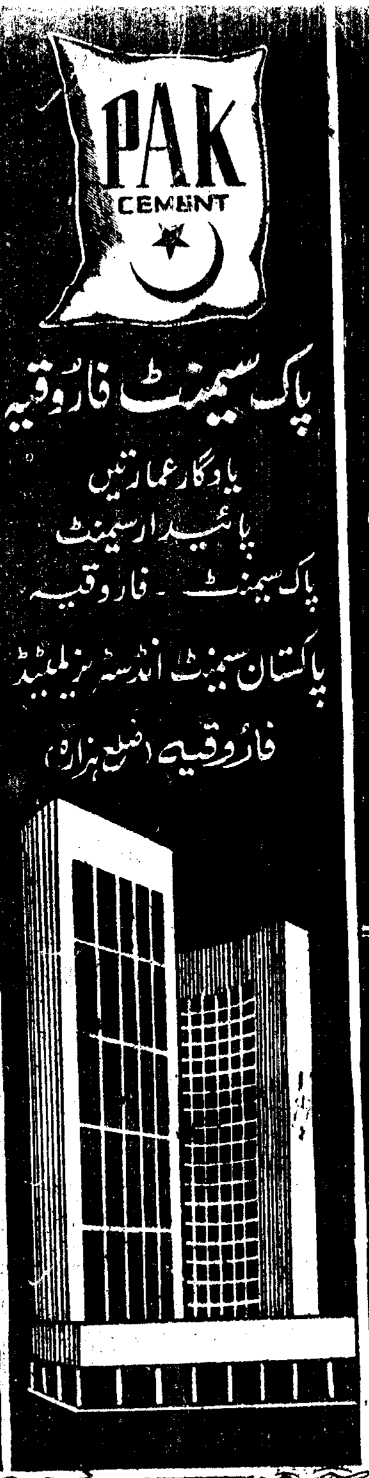

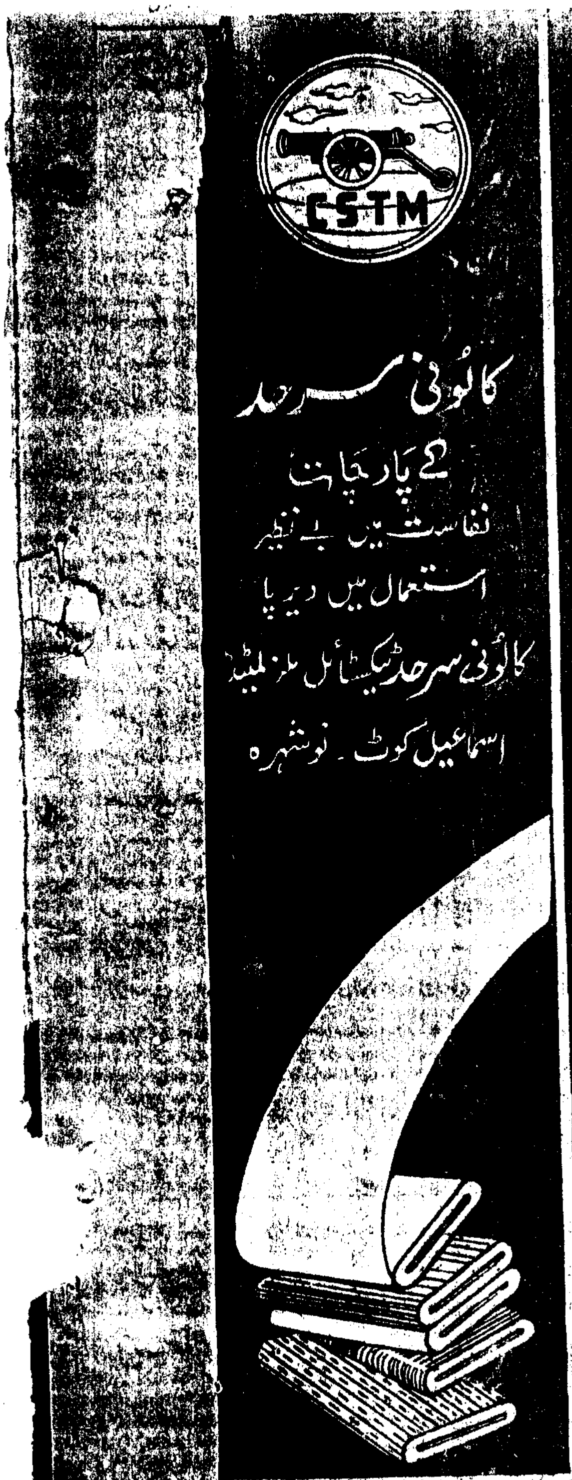

آفتاب الدین احمد

ہومیوپیتھک دارالشفاء

آپ کا قومی ادارہ ہے

اس مفید ادارہ کے لئے زیادہ سے زیادہ عطیات مرحمت فرمائیں۔ عطیات محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام ارسال فرمائیں۔

— اسرازی مہتمم دارالشفاء —

بواسیر کا بہترین علاج

گیارہ روپے میں بواسیر کا مکمل علاج

بواسیر خونی ہو یا بادی، مسّے اندر ہوں یا باہر، ہر عمر کے آدمی کے لئے بے ضرر علاج۔

مفت خط لکھ کر کتاب آب حیات مفت منگا کر اپنی صحت و مسرت کو چار چاند لگائیے۔

چغتائیہ دواخانہ شیرو۔ ج

ڈاک خانہ جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان

صدقۂ جاریہ

بعض لائبریریوں کی طرف سے پیغام صلح مفت طلب کیا جاتا ہے اور بعض نادار اصحاب بلا قیمت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر جماعت کے مستطیع اصحاب خاص چندوں کے ذریعہ اس ضرورت کو پورا کر سکیں اور ان کے لئے اخبار جاری کرا سکیں تو باعث ثواب اور موجب صدقہ جاریہ ہوگا۔

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نور الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن زآیاتِ مبیں

ٹیلی فون نمبر ۳۰۲۰۳
تار کا پتہ: تبلیغ لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ہفت روزہ
پیغام صلح
لاہور
پاکستان

جلد ۵۶ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۳ شوال المکرم ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۴ جنوری ۱۹۶۸ء | نمبر ۳

جرمن مسلم مشن کا ذکر

لاہور کے بی۔ این۔ آر۔ آڈیٹوریم میں

حضرت امیر ایدہ اللہ اور مولینا محمد یحییٰ بٹ صاحب کی تقاریر

لاہور ۱۷ جنوری ۱۹۶۸ء - آج بی - این - آر - آڈیٹوریم ہال میں آل پاکستان اسلامک ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام ایک جلسہ زیر صدارت قاضی نذیر الاسلام صاحب منعقد ہوا جس میں مولینا محمد یحییٰ بٹ صاحب امام مسجد برلن (جرمنی) نے مسلم مشن کی سرگرمیوں اور مغرب میں اسلام کی بڑھتی ہوئی رَو کا ذکر کرتے ہوئے ان خصائص اسلامی کا تفصیلاً ذکر کیا - جو اہل مغرب کو متاثر اور اسلام کی طرف مائل کرنے کا موجب ہیں، آپ نے بتایا کہ اسلام نے دیگر مذاہب بالخصوص عیسائیت کے مقابلہ میں اللہ تعالےٰ کے تصور، رسالت کی حقیقت، عصمت انبیاء اور نیکی اور بدی کے متعلق فطرت انسانی کے رجحان کے بارہ میں ایسی انقلابی تعلیمات دی ہیں، جو مغرب کے روشن خیال لوگوں کے دل و دماغ کو اپیل کرنے اور اسلام کی طرف متوجہ کرنے کا موجب ہیں، مثلاً انہوں نے بتایا کہ اسلام نے اللہ تعالےٰ کو رب العالمین بتایا ہے، جو تمام اقوام اور سب انسانوں کی بلا امتیاز پرورش کرتا اور ان کی جسمانی و روحانی زندگی کے سامان بہم پہنچاتا ہے، اس نے انسانوں کی ہدایت اور گناہوں سے نجات کے لئے اپنے برگزیدہ رسول جو دنیا میں بھیجے وہ سب کے سب معصوم اور اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی رکھتے تھے جن کی سیرت و کردار کو دیکھ کر لوگ برائیوں سے بچ کر نیکی کا رستہ اور پاکیزہ زندگی حاصل کرتے رہے، جو نجات کی حقیقی راہ ہے، اس ضمن میں امام صاحب نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور صحابہ کرام کی پاکیزہ زندگیوں کو بالخصوص پیش کیا جس سے ظاہر ہے گناہوں سے انسانی نجات کی حقیقی راہ وہی ہے جو انبیائے کرام اور بالخصوص حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کی، اس کے بالمقابل عیسائیت نے نجات کی جو راہ بتائی ہے وہ کسی پڑھے لکھے دماغ کو متاثر کرنے والی نہیں - مثلاً یہ کہ انسان فطرتاً گنہگار ہے، اور گناہ اس سے کسی طرح زائل نہیں ہو سکتا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو رسول آتے رہے وہ گناہوں کو مٹا نہ سکے بلکہ خود طرح طرح کے گناہوں سے ملوث ہو گئے، اور اس طرح اللہ تعالےٰ کی انبیاء بھیجنے کی سکیم فیل ہو گئی جس کی وجہ سے اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو نسل انسانی کے گناہوں کی پاداش میں صلیب پر چڑھا دیا -

امام صاحب نے بتایا کہ عیسائیت کے یہ معتقدات آج مغرب کے پڑھے لکھے دل و دماغ کو اپیل نہیں کرتے - چنانچہ چند سال قبل سوشیالوجی کے ایک جرمن ماہر نے ایک سوالنامہ جاری کر کے یہ دریافت کیا تھا کہ کیا اہل جرمن مسیح کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں، اس کے جو جوابات موصول ہوئے ان کی بنا پر ماہر مذکور نے لکھا ہے کہ جرمنی کی ۴۷ فیصد آبادی مسیح کے خدا کے بیٹا ہونے کی قائل نہیں - امام صاحب نے بتایا کہ ایسے حالات میں جب ان کے سامنے اسلام کے معتقدات پیش کئے جاتے ہیں، تو وہ انہیں معقول پا کر خوشی سے قبول کر لیتے ہیں، اس ضمن میں انہوں نے بعض واقعات بھی پیش کئے - مثلاً یہ کہ ایک جرمن کے سامنے جب اسلام کی تعلیمات پیش کی گئیں تو اس نے کہا کہ یہی خیالات میرے دل میں پہلے سے موجزن ہیں، ایک اور جرمن پروفیسر کا ذکر امام صاحب نے کیا وہ مسجد برلن کی زیارت کے لئے آیا تو اس کو اسلام کے متعلق چند باتیں بتلائی گئیں، اس نے کہا کہ اسلام کی تعلیم تو بائبل سے لی گئی ہے - میں نے کہا کس طرح ؟ کوئی حوالہ دیجئے، اور اس کے ساتھ ہی میں نے بتایا کہ اسلام کا عقیدہ ہے کہ خدا ایک ہے اس کا کوئی بیٹا نہیں، کیا یہ عقیدہ بائبل سے لیا گیا ہے ؟ ایسا ہی بعض اور اسلامی عقائد پیش کر کے اس سے پوچھا کہ بائبل میں یہ کس جگہ تعلیم دی گئی ہے تو اس سے کوئی جواب بن نہ آیا -

دوران تقریر میں امام صاحب نے یہ بھی بتایا کہ کلیسائے مسیحیت کی طرف سے اسلام کے خلاف زبردست پراپیگنڈا ہوتا رہتا ہے جس سے لوگوں کے دلوں میں بہت سی غلط فہمیاں ہیں، جن کا کتابوں، رسالوں اور اخبارات میں ذکر بھی ہوتا رہتا ہے - تاہم جو لوگ تحقیق حق کے طور پر اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں، وہ حقانیت اسلام کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے، انہوں نے بتایا کہ ایک ڈاکٹر صاحب کی کتاب میرے دیکھنے میں آئی جس میں پادریوں کے اس خیال کی پُرزور تردید کی گئی ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے -

آخر میں امام صاحب نے بتایا کہ میرے ہاتھ پر ایک سو جرمن مسلمان ہو چکے ہیں، انہوں نے مسلمان علماء سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنے علم و فضل کی بناء پر اسلام کی جو تعبیر و تفسیر کرتے ہیں وہ انہیں مبارک ہو، لیکن تعبیر و تفسیر کی صحت و عدم صحت پر باہم لڑنے جھگڑنے کے بجائے اگر وہ بیرونی ممالک میں جہاں اسلام کی روشنی نہیں پہنچی نکل جائیں اور انہیں نور اسلام سے منور کریں تو یہ بہت بڑا کام ہو گا، کاش علمائے اسلام اس طرف توجہ کریں -

امام صاحب کے لیکچر سے پہلے حضرت امیر مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ نے برلن مشن اور مسجد کی تاریخ بیان کی اور بتایا کہ ۱۹۲۳ء میں مسجد کی بنا رکھی گئی، اس وقت مصر اور ہندوستان کے جو طالب علم وہاں موجود تھے - انہوں نے شدومد کے ساتھ میری مخالفت کی اور میرے متعلق یہ مشہور کیا کہ یہ شخص انگریزوں کا جاسوس ہے، اور یہ مسجد انگریزوں کے روپیہ سے بن رہی ہے اس لئے اس شخص کو گولی مار دینی چاہیئے - اس پراپیگنڈا کے زیر اثر بخارا کا ایک بہت بڑا عالم جو اپنے قد و قامت کے لحاظ سے ایک ہیبت ناک جن معلوم ہوتا تھا، میرے پاس آیا اور بڑے تیز و تند لہجہ میں پوچھا کہ تم مرزا صاحب کو کیا مانتے ہو ؟ میں نے کہا مجدد، اس پر اس نے اپنی چھاتی پر ہاتھ مارا اور کہا اللہ اکبر، مجھے تو بتایا گیا ہے کہ آپ مرزا کو نبی مانتے ہیں، میں نے کہا ہرگز

(باقی بر صفحہ ۲ کالم ۲)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے چوّنویں سالانہ جلسہ پر اجمالی نظر

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا ولولہ انگیز مظاہرہ

(۱)

رپورٹ از بشیر احمد سوزؔ

الحمد للہ کہ اس کارسازِ حقیقی نے ہم کو ہماری انجمن کے چوّنویں سالانہ جلسہ کی تقریبات دیکھنے کا توفیق کن موقعہ عطا فرمایا۔ جہاں تک ظاہری رسوم اور اجتماع کا تعلق ہے اس میں اگرچہ غیر معمولی بات دیکھنے میں نہیں آئی لیکن جلسہ میں آنے والے امیر و غریب فدایانِ اسلام اپنے دلوں میں ایک دوسرے سے بلا امتیاز ملتے اور لذت و سرور حاصل کرتے تھے۔ اور ان سب کے سر منتظمین جلسہ سجدۂ شکر بجالانے کے لئے بے اختیار بارگاہِ الٰہی میں جھکے جاتے تھے۔ سب کے دلوں میں دین اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ایثار و قربانی کا ولولہ تھا اور استحکام جماعت کے لئے بہت بڑا جذبہ قلوب میں موجزن تھا۔ اور تمام برادرانِ سلسلہ کے لئے محبت و الفت کا جوش تھا۔ وہ پودا جس کو چوّن برس پہلے ہمارے چند بزرگوں نے انتہائی بے سرو سامانی کی حالت اور ناساعد حالات میں [illegible] احمدیہ بلڈنگس لاہور میں لگایا تھا۔ آج اس کے شیریں پھل دیکھنے میں آ رہے ہیں۔ اور مجموعی طور پر ہر پہلو سے جلسہ کی تقاریب کامیاب ہیں الحمد للہ رب العالمین۔

جلسہ کی تیاریاں تو کئی روز سے ہو رہی تھیں لیکن ماہ رمضان کے بعد ان میں تمام سرگرمی پیدا ہو گئی۔ جلسہ سالانہ کے مہتمم صاحب اور ان کے معاونین حضرات نے اس فرض کو نہایت توجہ اور خوش اسلوبی سے انجام دینے کی حتی المقدور کوشش کی۔ اور محترم و مکرم اور عزیز مہمانوں کو ہر ممکن آرام و سہولت پہنچانے میں ساعی رہے کارکنانِ انجمن، سکولوں اور کالج کے اساتذہ و طلباء و تنظیم خواتین احمدیہ اور ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے متعدد ممبروں، مبلغین سلسلہ اور دیگر رضاکاروں نے جلسہ کی سرگرمیوں میں قابل قدر حصہ لیا ہے۔ یہ سب اصحاب ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہیں۔ اور ان خواتین و حضرات کے بھی ہم مشکور و ممنون ہیں جو ہر قسم کی مصروفیات سے علیحدہ ہو کر دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے نہ صرف جلسہ کی تقریبات میں شمولیت اختیار کر کے جلسہ کی رونق اور کامیابی کا موجب ہوئے بلکہ اپنے اموال و اوقات میں سے دینِ متین کی خدمت کے لئے گرانقدر قربانی کا ثبوت دیا۔

اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ اور ان لوگوں کا بھی حامی و ناصر ہو جو کسی شدید مجبوری کے تحت جلسہ میں شریک نہ ہو سکے۔

مہمان حضرات کی آمد

مہمان خواتین و حضرات کی آمد دور و نزدیک کے شہروں اور دیہات سے شروع ہو گئی تھی، بعض دوست اپنے ہمراہ غیر از جماعت حضرات کو بھی لائے۔ مہمانوں کے استقبال کا حسب معمول باقاعدہ انتظام تھا۔ اور ان کی رہائش کے لئے مسلم ہائی سکول کے کمرے۔ انجمن کے مہمان خانے احمدیہ بلڈنگس کے مکانات۔ احمدیہ ہال کے نچلے کمرے احمدیہ مارکیٹ کے بالائی دفاتر اور فلیٹس مخصوص تھے۔ بعض مہمان شہر کے مختلف محلوں میں اپنے عزیز و اقارب کے ہاں بھی ٹھہرے۔

درسِ قرآن کریم

ایام جلسہ میں مکرم و محترم جناب خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ستارۂ خدمت نماز فجر کی امامت فرماتے رہے اور حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ درس قرآن دیتے رہے۔ قبلہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی تلاوت قرآن کریم کی خوش الحانی اور حضرت امیر کے پُر معارف درس قرآن کریم سے جو کیفیت دلوں میں پیدا ہوتی تھی اس کی وجہ سے بہت سے بیرونی دوستوں نے تمنا کی کہ کاش یہ نعمت مستقل طور پر ہمارے

جلسۂ خواتین کی مختصر روئداد

پروگرام کے مطابق ۱۸ جنوری ۱۹۶۸ء کو بروز جمعرات خواتین احمدیہ کا سالانہ اجلاس ۹½ بجے صبح احمدیہ ہال میں منعقد ہوا۔ یہ اجتماع بڑا بارونق اور کامیاب رہا۔ احمدی خواتین کے علاوہ شہر کی غیر از جماعت معزز بیگمات بھی شریک جلسہ ہوئیں۔ جلسہ کی صدارت بیگم صاحبہ الحاج شیخ میاں فاروق احمد صاحب ملزادتر نے فرمائی۔ مسلم ہائی اسکول لاہور کے ایک ننھے حافظ عزیز بلال اسلم جماعت ہفتم نے قرآن کریم کی تلاوت کی جس کو صدر صاحبہ نے دس روپے کا نقد انعام دیا۔ چک ۲۳ (دو ہاڑی) کی عزیزہ منور سلطانہ صاحبہ نے ایک نعت۔ یا رسول اللہ۔ ترنم سے پڑھ کر اور طلبا سکول ۲ لاہور نے کلام حضرت اماںؓ وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا خوش الحانی سے گا کر دربارِ رسول صلعم کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ سیکرٹری تنظیم خواتینِ احمدیہ محترمہ رضیہ علی صاحبہ نے اسٹیج سیکرٹری کے فرائض ادا فرمائے۔

صدارتی تقریر

محترمہ صدر صاحبہ نے اپنی صدارتی تقریر کا آغاز قرآنی آیت — ان الذین کفروا سواء علیهم ءانذرتهم ام لم تنذرهم لا یؤمنون ختم اللہ علیٰ قلوبهم — الخ سے کیا اور اس کا ترجمہ کرتے ہوئے فرمایا کہ قانون الٰہی اٹل ہوتے ہیں ان میں تغیر و تبدل ممکن نہیں۔ خدا تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ کائنات اور انسان کی ہر چیز اس کے قبضہ اور علم میں ہے۔ نہ زندگی انسان کے اختیار میں ہے، نہ موت۔ انسان کے اپنے عمل شور اور فکر بد سے اس کے قلب و نظر کی روح جاتی رہتی ہے۔ اور اس طرح اس پر اللہ تعالیٰ کی مہر لگ جاتی ہے۔ نیک اور سعید عمل کرنے کی توفیق چھن جاتی ہے۔ یہ بدبختی اور بدنصیبی کا انتہائی پست درجہ ہے۔

صدر محترمہ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ کسی ملک و معاشرہ اور قوم و ملت کی تہذیب اس قوم کی عورت کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ سیم و زر کے اندوختوں، خلائی و فضائی پروازوں اور شمس و قمر پر کمندیں ڈالنے سے کوئی قوم تہذیب و ثقافت اور اخلاق و کردار کی مالک نہیں بن سکتی۔ جب تک اس قوم کی عورت مہذب نہ ہو، بلند کردار نہ ہو، اور اس کی تہذیب و معاشرت کا اثر اولاد۔ کنبہ۔ برادری۔ محلہ۔ شہر اور ملک و قوم پر محیط نہ ہو۔ عورت ایک اثر انگیز وجود ہے۔ اس کا اثر ملک و معاشرہ پر ناگزیر ہے۔ اس لئے اس کی ذمہ داری بہت بھاری ہے۔

صدر محترمہ نے فرمایا کہ ہماری جماعت اعلائے کلمۃ الحق کے لئے بنی ہے۔ تبلیغ دین اسلام کا کام صرف مردوں کا ہی نہیں اس بارہ میں عورتوں کی بھی ذمہ داری ہے۔ ہمارے اسلاف کی تاریخ میں مسلمان خواتین نے تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے ایثار و قربانی اور جذب و شوق اور زہد و عبادت کے جو نمونے چھوڑے ہیں۔ ان کی روشنی میں ہمیں دین کے لئے کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اس علم و عقل کے زمانہ میں عام طور پر مذہب سے بیزاری ہو رہی ہے اس لئے نہیں کہ مذہب ماضی کی ایک الف لیلوی داستان ہے اور ہماری زندگی میں کوئی مؤثر کردار ادا نہیں کر سکتا بلکہ یہ بیزاری اس لئے ہے کہ دین کے نام لینے والے، اس کا نعرۂ حق لگانے والے اور اس پر عمل کا دعوےٰ کرنے والے ہیں ان کے تضاد عمل و فکر کی وجہ سے ان کی زندگیوں میں مذہب کا اثر نظر نہیں آتا اور ان نتائج کے اعتبار سے مذہب کو ملزم و مطعون ٹھہرایا جاتا ہے۔ یہ مذہب کے ساتھ ایک حادثہ اور ایک بے انصافی ہے۔ مذہب تو آیا ہی اس لئے ہے کہ انسان کو انسان بنا دے۔ اس کے لین دین۔ معاملات کاروبار اور رہن سہن میں انسانیت نظر آئے۔ اس لحاظ سے اس زمانہ میں جس قدر مذہب کی ضرورت ہے شاید ماضی میں اتنی نہ تھی۔ اور مذہب بھی وہ جو عملی اعتبار سے موثر ثابت ہو اس کا اثر زندگی میں نمایاں اور بابرکت نظر آئے اس لحاظ سے اسلام ہی وہ مذہب ہے جس کو اس دنیا میں عملی رنگ میں پیش کرنے کی ضرورت ہے اور اس ضرورت کے وقت ہماری جماعت کے جو محض دین اسلام کی ترویج و اشاعت کے لئے کھڑی ہوئی ہے خواتین و حضرات کا یہ دوہرا فرض ہے کہ وہ عمل صالح اور بلند کرداری کا نمونہ پیش کریں اس سلسلہ میں عورت اپنی خاندانی اور معاشرتی و معاشی بیماریوں کو دور کرنے میں بلند کرداری کا نمونہ قائم کرنے میں ایک فعال محرک کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے ہمارا فرض

ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرتے ہوئے ملک و ملت اور مذہب کی خدمت کے لئے کمربستہ ہوں۔

رخشندہ اختر صاحبہ ایم اے کی تقریر

صدر صاحبہ کی تقریر کے بعد محترمہ رخشندہ اختر صاحبہ ایم اے بنت چوہدری عبدالحق صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور نے تبلیغ دین اور اس کی اہمیت پر مقالہ پڑھا۔ جو کسی آئندہ اشاعت میں درج ہوگا۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقریر

اس کے بعد حضرت الحاج امیر قوم مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ نے خواتین سلسلہ سے خطاب فرمایا آپ نے سورۃ المجادلہ کی ابتدائی آیات کی تلاوت کی اور ترجمہ ارشاد فرمایا اور بتایا کہ ان آیات میں لکھا ہے کہ خداتعالے نے اس عورت کی آواز کو سن لیا جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بحث کر رہی تھی۔ حضرت نبی کریم صلعم خداتعالے کے محبوب ہیں تمام انبیاءؑ اور ملائک پر فضیلت رکھتے ہیں دنیا میں ایک ہی بادشاہ ہیں جنہوں نے باوجود بلند رتبہ و مرتبت ، مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی فطری۔ نظری اور عملی آزادی بخشی ہے۔ لیکن باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے جھگڑے میں جو ایک عورت نے آپؐ سے کیا رسول اللہ صلعم کے خلاف اسی کی حمایت کی اور فرمایا ہے کہ یہ جو عورت ، ہمارے پیارے رسولؐ سے مجادلہ کر رہی ہے اس کے سوال و جواب کو ہم نے سُن لیا۔ کتنا بڑا رتبہ بخشا ہے عورت کو کہ ہم عورت کی بات بھی سنتے ہیں۔ خدا رب العالمین ہے۔ اس کے سامنے رسول مقبول صلعم اور عورت برابر ہیں۔ اس ضمن میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے عورت کے مقام و مرتبہ اور اس کی اہمیت پر پُر نور روشنی ڈالی اور مرد اور عورت کے تعلقات اور ان کی ذمہ داریوں کا ذکر فرمایا اور جو ذمہ داریاں معاشرہ اور ملت کے لئے ان پر عائد ہوتی ہیں۔ اور اسلام نے جس بلند کرداری کی توقع عورت سے کی ہے اس پر ایمان افروز پیرایہ میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس مذہب بیزار اور فتنہ و فساد اور ہوا و حرص کی دنیا میں ہمیں بنات الاسلام کے کردار و اخلاق کی بیحد ضرورت ہے۔ اور اشد ضرورت ہے اس بات کی کہ جو رتبہ اور مقام اسلام نے عورت کو دیا ہے اس کے مناسب حال مسلمان عورت زندگی گذارے۔ اسی رتبہ اور عظمت کے مطابق اس کا اٹھنا بیٹھنا ہو۔ اس کا اخلاق قرآنی ہو۔ اس کا کردار اسلامی ہو۔ گھر کی ذمہ داری میں مثالی حیثیت رکھتی ہو۔ بچوں کے سامنے مثال ہو۔ بڑوں کے سامنے مثال ہو۔ اپنوں اور غیروں کے لئے نمونہ ہو۔ جہاں خداتعالے نے عورت کا رتبہ بڑھایا ہے وہاں اس کی ذمہ داریاں بھی بڑھا دی ہیں، ملک و ملت کی تعمیر میں عورت کا بہت بڑا حصہ ہے اور یہ بہت اہم اور مشکل حصہ ہے اور بڑی ذمہ داری۔ احساس اور عمل پیہم کی ضرورت ہے۔

اسی سلسلہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے فرمایا کہ ایک عورت جو خود قرآن و اسلام پر عمل نہیں کر سکتی وہ اپنی اولاد کو کیا تعلیم دے سکتی ہے اپنی اولاد کی تعظیم کرو۔ اولاد کی تعظیم یہی ہے کہ ان کو ایک باعمل مسلمان اور ملک و معاشرہ کا بلند کردار انسان بنا دو۔

حضرت ممدوح نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ کی روشنی میں اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ حضور صلعم نے عورت کی بڑی تعظیم کی ہے ساری عمر عورت کی تعظیم کی ہے۔ اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کی تعظیم کی ہے اپنی بیوی حضرت عائشہؓ اور حضرت خدیجہؓ کی تعظیم کی ہے۔ اور ایک غلام اور حبشی رضاعی ماں حضرت ام ایمن رضؓ کی تعظیم کی ہے اور انہیں کہا کہ انت امی بعد امی۔ میری ماں کے بعد تم ہی میری امی ہو۔ پھر ان کی اولاد حضرت اسامہ رضؓ کی تعظیم کی ہے۔ ایک طرف گود میں حسنؓ ہیں تو دوسری طرف گود میں اسامہؓ ہیں کالے اور گورے اور عربی اور عجمی کا یہ حسین امتزاج حضور صلعم کی گود میں عملاً نظر آتا تھا۔ حضرت اسامہؓ بڑے ہوئے تو ان کی اعلےٰ تعلیم و تربیت کی۔ فوجوں کی سپہ سالاری انہیں سونپی۔ ایک معرکہ میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ان کی زیر کمان تھے۔

اسلام میں عورت کے مقام۔ غلاموں سے سلوک و مروت۔ عورت کے کردار اور اخلاق کی اہمیت اور اس کی خانگی معاشرتی اور دینی اور ملکی ذمہ داریوں پر تاریخی نکتہ نظر سے روشنی ڈالتے ہوئے حضرت امیر ایدہ اللہ نے حاضرات کو نصیحت فرمائی کہ اپنے اندر کردار پیدا کریں اولاد کو اسلامی رنگ میں تعلیم و تربیت دیں اس سے دین کو تقویت حاصل ہوگی اور وطن کی مضبوطی اور ملت کا استحکام ہوگا۔ آپ نے فرمایا خدا ترسی اور بنی نوع انسان سے انسانی ہمدردی کے جذبہ سے زندگی گذارو۔ تقوی اللہ بڑی چیز ہے۔ تقوے اللہ سے کام لے کر اولاد کا اکرام کریں اور عزیز و اقارب کا ادب و احترام اولاد میں پیدا کریں گھر میں دینی ماحول پیدا کریں۔ حلال اور طیب رزق کھائیں صدق مقال اور اکل حلال سے کام لیں۔ یہ وہ چند امور ہیں جن پر چل کر عورتیں اپنے ملک و ملت کی خدمت کر سکتی ہیں۔

تقریر بیگم صاحبہ چوہدری ظہور احمد صاحب

حضرت امیر ایدہ اللہ کے مواعظ حسنہ کے بعد محترمہ بیگم صاحبہ چوہدری ظہور احمد صاحب نے نہایت پُر مغز تقریر کی۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمیں اللہ تعالے کا شکر گذار ہونا چاہیئے کہ اس نے ہمیں اسلام کی نعمت عطا فرمائی ہے۔ حضرت مجدد وقتؒ کی شناخت اور نصائح و ہدایات سے بہرہ ور کیا۔ اور امام وقتؑ کی جماعت میں شمولیت کی توفیق عطا فرمائی۔ ہمیں چاہیئے کہ اس نعمت کو بھول نہ جائیں۔ بلکہ اس نور کو دنیا تک پہنچائیں۔

آپ نے خواتین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ اسلام و انسان کی کئی طرح سے خدمت کر سکتی ہیں۔ اپنے اپنے حلقہ اثر میں تبلیغ کا فرض ادا کریں۔ اپنے قول سے اپنے عمل سے نیک نمونہ پیدا کریں۔ احکام الٰہی کے خلاف کہیں کوئی بات ہوتی نظر آئے تو وہاں مصلحت پسندی اور اغماض سے کام نہ لیں۔ بلکہ ایمانی جرأت کا مظاہرہ کریں آپ کی تقریر کا مکمل متن رسالہ روح اسلام کی قریبی اشاعت میں ہدیہ قارئین کرام کیا جائے گا۔

بیگم صاحبہ مولانا عبدالمنان عمر صاحب

ان کے بعد مکرمہ بیگم صاحبہ مولینا عبدالمنان عمر صاحب نے اپنی تقریر میں قیام جماعت کی ضرورت اور غرض پر سیر حاصل روشنی ڈالی۔ جس کا مکمل متن ماہنامہ روح اسلام میں ہدیہ قارئین کرام کیا جائے گا۔

مسرت بشیر صاحبہ

اس کے بعد محترمہ بیگم مسرت بشیر صاحبہ نے ایک مختصر تقریر میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ انہوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے ارشاد کی روشنی میں مسلم خواتین کو عموماً اور احمدی خواتین کو خصوصاً توجہ دلائی کہ اسلام نے اگرچہ ہمارا مقام بلند کیا ہے لیکن یہ بلندی صرف نظری اور فکری اعتبار سے ہی نہیں ہو سکتی بلکہ اعمال صالحہ کی بجا آوری اور ان فرائض کی ذمہ داریوں کی تکمیل سے حاصل ہوتی ہے جو اسلام نے تعلیم کی ہیں۔ آپ نے فرمایا آج کے جلسہ میں اچھی اچھی قابلِ فکر و عمل تقاریر ہو رہی ہیں اور مضامین پڑھے جا رہے ہیں ضرورت ہے کہ ان افکار اور نظریات اور تلقینات کو ہم اپنی زندگی میں بھی ڈھال لیں۔ اور روحانیت سے بھی حصہ پائیں۔ عورت کا زیور کردار اور سیرت کی بلندی ہے۔ ضرورت ہے کہ اس زینت سے ہم مزین ہوں۔

بیگم صاحبہ ممدوحہ نے اس جلسہ کو کامیاب اور کامران قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ خدا کے فضل سے ہمارا اجتماع بھی کافی ہوا ہے۔ اور دستکاری بھی کافی تیار ہو کر آئی ہے۔ یہ سب ہماری خواتین سلسلہ کا دین و مذہب سے تعلق اور شوق و ذوق کی علامت ہے۔ اللہ تعالے آپ سب پر اپنی برکات نازل فرمائے۔ آخر میں آپ نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے ارشادات پر غور کرنے کی طرف دوبارہ توجہ دلائی اور دعا کی تحریک کی کہ اللہ تعالےٰ حضرت امیر ایدہ اللہ کی عمر دراز فرمائے تاکہ ان کی زیر ہدایت اور زیر سایہ دین و مذہب کا قیام و استحکام ہو۔

تقریر بیگم صاحبہ میاں محمد احمد صاحب

اس کے بعد مکرمہ بیگم صاحبہ میاں محمد احمد صاحب خلف الرشید حضرت امیر مرحوم مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریر کی جس میں فرمایا:۔

خداتعالےٰ کا ہم پر بہت بڑا احسان اور اس کا خاص فضل و کرم ہے کہ اس نے ہم سب کو مسلمانوں کے گھروں میں پیدا کیا اور اسلام کی نعمت بخشی۔ ہمیں بحیثیت مسلمان عورت کے وہ حقوق حاصل ہیں جن سے کہ دوسرے مذاہب کی خواتین کسی حد تک محروم ہیں اور وہ تمام حقوق حاصل ہیں جو کہ بحیثیت بشر کے ہمارا حق ہے

خدا کی نعمتیں اس قدر ہیں کہ انسان ان کا شمار نہیں کر سکتا۔ لیکن آپ پر بحیثیت مسلمان خاتون کے کئی ایک فرائض بھی ہیں، جن کو پورا کرنا آپ پر لازم آتا ہے

آپ مسلمان ہونے کے علاوہ احمدیت کا دعوی رکھتی ہیں اس سلسلے میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں کہ بحیثیت ایک احمدی خاتون کے آپ کے فرائض کیا ہیں۔

ہمیں خوشی ہے کہ احمدیت جیسی نعمت سے خدا

ستے ہمیں نوازا ہے اور اس کے مامور کو پہچاننے کی توفیق دی ہے اور اس کے پیروؤں میں شامل کیا ہے۔

احمدیت کی بدولت ہم نے دین کو اس کے صحیح معنوں میں سمجھا ہے۔ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ دین اسلام ایک نہایت سیدھا سادا اور آسان مذہب ہے جو کہ تمام عالمین اور ہر زمانہ کے لئے آیا ہے۔

لیکن بدقسمتی سے مولویوں نے اسلام کو بگاڑ کر ایک عجیب گورکھ دھندا بنا دیا ہے۔ جس کی وجہ سے موجودہ ترقی یافتہ زمانہ میں لوگوں کو اس پر عمل کرنا مشکل نظر آتا ہے۔ اور لوگ مذہب سے بیزار ہو رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک عام تعلیمیافتہ نوجوان بعض دفعہ اس بات کا اعتراف بھی کرنا پسند نہیں کرتا کہ اس کے مذہبی خیالات کیا ہیں۔ اور وہ اس کے اعتراف میں جھجک محسوس کرتا ہے۔

اسلام کو غلط طریق سے پیش کرنے کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ لوگ مذہب سے بے دل ہو گئے ہیں۔ اس کو اولڈ فیشن سمجھ کر ترک کرنے لگے ہیں اور لامذہبی کی طرف رغبت کرنے لگے ہیں۔ لیکن میں تو سمجھتی ہوں کہ اس کے ذمہ دار ہم خود ہیں۔ یا ہمارے وہ مذہبی لیڈر ہیں جنہوں نے مذہب کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے اور دقیانوسی خیالات کو مذہب قرار دے دیتے ہیں۔ اس کے برخلاف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمارے سامنے اسلام کو سیدھے سادے اور اصلی رنگ میں پیش کیا ہے۔ اس لئے ایک احمدی نوجوان جس کو احمدیت کی صحیح تعلیم حاصل ہوتی ہو اسلام سے کبھی بے دل نہیں ہو سکتا اور کہیں بھی اسے اس بات کے اعتراف سے جھجک یا شرم محسوس نہیں ہوتی۔ کہ وہ مسلمان ہے اور احمدی مسلمان ہے۔ وہ ہمیشہ اس اعتراف میں فخر محسوس کرتا ہے۔

محترمہ نے فرمایا آپ پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اپنے بچوں کے دلوں میں یہ احساس فرض پیدا کریں۔ ہر ماں ہر بہن اور ہر بیوی کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے گھروں میں ایسا ماحول پیدا کریں۔ جس سے اس گھر کے بچوں کی صحیح تربیت ہو سکے اور ان کے گھروں میں اسلام کا چرچا ہو، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم پر عمل ہو۔ وہ وہی تعلیم ہے جس پر عمل کرنے کی ذمہ داری آپ نے بیعت کرتے وقت اٹھائی تھی کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے۔ اگر آپ واقعی ایسا کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ آپ کے گھروں میں ایسا ماحول پیدا نہ ہو سکے جس سے آپ کے بچے اسلام کو صحیح رنگ میں دیکھ سکیں اور سچے مسلمان بن سکیں۔ آپ نے فرمایا اگرچہ ماں باپ دونوں پر بچوں کی صحیح تربیت کا ذمہ ہے لیکن ماں اس کی زیادہ ذمہ دار ہے۔ کیونکہ باپ کا زیادہ وقت روزی کمانے اور دوسرے دھندوں میں گذر جاتا ہے ماں گھر میں رہتی ہے اور زیادہ وقت اپنے بچوں کے ساتھ گزارتی ہے تو ظاہر ہے کہ بچہ زیادہ اثر ماں سے لیتا ہے یہ صحیح ہے کہ گھر کے علاوہ باہر کے ماحول کا بھی بچے کے خیالات اور عادات پر اثر پڑتا ہے۔ لیکن جو اثر اپنے والدین کی زندگیوں سے اسے ملتا ہے۔ وہ بہت گہرا ہوتا ہے اور اس کے نقوش کو مٹانا ممکن نہیں ہوتا۔

اس لئے آپ کا فرض ہے کہ آپ اپنی زندگیوں کو اپنے بچوں کے لئے نمونہ بنا دیں۔ یہی ان کی تربیت کا بہترین طریقہ ہے۔

آپ کے پاس اپنے بزرگوں کی محنت اور مشقت کا ایک بیش بہا خزانہ کتابوں کی صورت میں موجود ہے۔ حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ کی کتابوں کو آپ میں سے ہر تعلیم یافتہ خاتون پڑھ سکتی ہے۔ اور ان سے فیض حاصل کر سکتی ہے۔ اس لئے آپ خود پڑھیں اور اپنے بچوں کو پڑھنے کی عادت ڈالیں۔ یہ دولت جو آپ میں سے اکثر کو وراثت میں ملی ہے ضائع نہ کریں۔

اور اب میں اس استدعا کے ساتھ ختم کرتی ہوں۔

جسارت نذر صاحبہ

آپ کی تقریر کے بعد محترمہ جسارت نذر صاحبہ ایم اے سوشل ویلفیئر آفیسر نے اپنی تقریر میں استحکام جماعت خواتین کی تنظیم۔ جماعتی سرگرمیوں میں حصہ لینے۔ اسلامی لٹریچر کی خرید و مطالعہ اور اس کو تقسیم کرنے کے متعلق توجہ دلائی اور خدمت دین کے لئے پیہم مساعی پر زور دیا۔ اور فرمایا کہ باہمی رابطہ کو مزید مضبوط کیا جائے اور جرأت ایمانی سے کام لیتے ہوئے دوسروں پر واضح کیا جائے کہ ہم احمدی ہیں اور ہمارے عقائد صحیح اسلامی عقائد ہیں۔

ازاں بعد سیکرٹری تنظیم خواتین احمدیہ محترمہ رضیہ علی صاحبہ نے بھی اپنے خیالات کا اظہار فرماتے ہوئے توجہ دلائی کہ ہمیں خوب سے خوب تر پر عمل کرنا چاہیئے۔ مایوسی گناہ ہے پھر مایوسی کاہے کی۔ جو کام ہم کر رہے ہیں وہ ہمارا اپنا کام نہیں خدا کا کام ہے۔ خدا خود اس میں برکت ڈالنے والا ہے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ اس نیک مقصد کو پورا کرنے کے لئے لگے رہیں۔ خدا تعالےٰ کے کام کسی شخص واحد اور کسی خاص قوم سے وابستہ نہیں۔ وہ جس سے چاہتا ہے کام لے لیتا ہے۔ لیتا آیا ہے اور لیتا رہے گا۔ کسی کے چلے جانے یا کسی کے نہ ہونے سے خدا تعالےٰ کے کام بند نہیں ہوتے شخصیت پرستی اسلام کا تصور نہیں ہے ہمیں اپنے کام کو جاری رکھنا ہے اس کو خلوص نیت سے کرتے چلے جائیں اور اس کے نتائج و عواقب خدا پر چھوڑ دیں۔

آپ نے خواتین احمدیہ کی تنظیم پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ ضروری ہے کہ بیرونی جماعتوں میں ہر جگہ سیکرٹری تنظیم مقرر ہو اور جماعتی تحریکات سرگرمی سے جاری کی جائیں۔ اور تنظیمی دلچسپیوں میں دل و جان سے حصہ لیا جائے اور باہمی رابطہ اور تعلق کو عام کیا جائے۔

زنانہ دستکاری کی نمائش

آپ کی تقریر کے بعد اختتام جلسہ خواتین کا اعلان ہوا اور دعائے خیر کی گئی۔

اس کے بعد تمام حاضرات دستکاری کی نمائش دیکھنے میں مصروف ہو گئیں جو ہال کی چھت پر لگائی گئی تھی۔ اس نمائش میں خواتین سلسلہ کی بنائی ہوئی اشیاء برائے فروخت رکھی گئی تھیں۔ محترمہ محمودہ بیگم صاحبہ بنت حضرت امیر قوم ایدہ اللہ نے اس نمائش کا اہتمام کیا۔ اس میں اشیائے خورد و نوش کی دوکانیں بھی لگائی گئیں اور نمائش سے حاصل شدہ آمدنی اور خواتین کے ان چندوں سے جو اس موقعہ پر اور بعد ازاں مردانہ جلسہ کے دوران میں وصول ہوئے ان کی میزان **۲۱۹۲ روپیہ** تک پہنچ گئی جو اشاعت اسلام فنڈ میں جمع کرا دی گئی۔ اس کامیاب نمائش پر ہم مہتمم صاحبہ اور جملہ کارکن خواتین کو مبارکباد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ان کو اور ان سب خواتین کو جنہوں نے اس نمائش کے لئے دستکاری بنائی اور ان خواتین کو بھی جنہوں نے خدمت اسلام کے جذبہ کے ماتحت نمائش سے اشیاء خریدیں۔ جزائے خیر دے۔

مجلس مذاکرہ

اسی روز ۲ بجے دوپہر تنظیم خواتین احمدیہ کے زیر اہتمام احمدیہ ہال میں ایک انعامی مجلس مذاکرہ منعقد ہوئی جس کی صدارت مکرمہ بیگم صاحبہ میاں فاروق احمد صاحب نے فرمائی۔ اس مذاکرہ میں پاکستان کے مختلف کالجوں اور سکولوں کی طالبات نے حصہ لیا۔ اسٹیج سیکرٹری محترمہ رخشندہ اختر ایم اے تھیں۔ اور منصفین کے فرائض محترمہ بیگم صاحبہ مولینا عبدالمنان عمر صاحب، محترمہ جسارت نذر صاحبہ ایم اے اور محترمہ بیگم صاحبہ میاں محمد احمد صاحب نے ادا فرمائے عنوان زیر بحث تھا:۔

"عالمگیر مسائل کا حل یو این او میں نہیں اسلام میں ہے"

اس مذاکرہ میں سکولوں کی جن طالبات نے حصہ لیا ان میں سے اول انعام ریحانہ عمر کانونٹ جیسس اینڈ میری سکول لاہور کو ملا۔ دوئم انعام بشریٰ آفتاب اسلامیہ ہائی سکول لاہور۔ اور سوئم انعام امۃ الودود گورنمنٹ ماڈل گرلز سکول گوجرانوالہ نے حاصل کیا۔

کالجوں کی طالبات میں سے اول انعام نزہت زہرا پنجاب یونیورسٹی شعبہ علوم اسلامیہ لاہور۔

دوئم انعام۔ نسیم اختر گورنمنٹ کالج راولپنڈی۔

سوئم انعام نجم الاسلام لیڈی میکلیگن ٹریننگ کالج لاہور کو ملا۔

کونسولیشن انعام شمیم عزیز۔ گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج باغبانپورہ لاہور کو دیا گیا۔

ٹرافی اور کپس کے ان انعامات کی تقسیم کے علاوہ ہر مقرر کو نقد انعام اور کتب انجمن کا ایک ایک سیٹ دیا گیا۔

مجلس مذاکرہ کے بعد احمدیہ ہال کی گیلری میں مہمان خواتین کو تنظیم خواتین احمدیہ کی طرف سے چائے پیش کی گئی۔

ایک پریس کانفرنس

۲۳ جنوری ۱۹۶۸ء کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے گارڈینیا ہوٹل میں ایک پریس کانفرنس بلائی گئی، جس میں سیکرٹری صاحب نے جماعت احمدیہ کے موقف اور معتقدات پر مفصل روشنی ڈالی، اور مولینا محمد یحییٰ بٹ صاحب نے جرمن مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیوں کا تفصیلاً ذکر کیا اس کانفرنس میں مختلف اخبارات اور اے پی پی کے نمائندے موجود تھے جنہوں نے جماعتی معتقدات اور مشن کے متعلق سوالات کئے اور ان کے جواب دیئے گئے۔ کانفرنس کی مفصل روئداد آئندہ

میرزا مسعود بیگ صاحب

قرآن مجید ایک زندہ جاوید معجزہ ہے

ان دنوں عالم اسلام میں نزول قرآن کی چودہ سو سالہ سالگرہ منائی جا رہی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت پر ۱۳۸۷ سال گذر چکے ہیں۔ اور اس میں حضور کی مکی زندگی کے تیرہ سال جمع کئے جائیں تو یہ عرصہ چودہ سو سال ہوتا ہے۔ گویا آج سے ٹھیک چودہ سو سال قبل رمضان کے مہینہ میں حضور پر پہلی وحی نازل ہوئی اور جبرئیل پیغام رسالت لے کر آپ کے پاس آئے۔ اللہ تعالیٰ کا ہم مسلمانوں پر کتنا بڑا احسان اور خاص فضل ہے کہ اس نے ہمیں نبی کریم صلعم جیسا ہادی و رہبر اور قرآن پاک جیسی عظیم الشان کتاب بطور شریعت و ہدایت عطا فرمائی۔ جس طرح نبی کریم صلعم تمام انبیاء کے سردار اور افضل البشر ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید تمام آسمانی کتابوں میں ممتاز اور بلند حیثیت کی حامل ہے۔ ہمارا نبی کامل، ہمارا دین کامل اور ہماری کتاب کامل۔ اس کے نزول کی چہار دہ صد سالہ سالگرہ یقیناً ہمارے ایمان کو تازہ اور مضبوط کرنے کا موجب ہوگی۔ ذیل میں قرآن مجید کے چند خصوصی فضائل کا ذکر کیا جائے گا۔

قرآن مجید کی صفات

خدا کے پاک کلام میں ذات باری کا اسم ذات اللہ ہے اور ننانوے نام اس کی دیگر صفات کے مظہر ہیں۔ جیسے رب۔ رحمن۔ رحیم۔ مالک۔ سمیع۔ بصیر۔ علیم وغیرہ۔ اسی طرح قرآن مجید کے بھی بہت سے صفاتی نام بیان ہوئے ہیں۔ ہر نام سے قرآن کی امتیازی خوبیوں اور اس کی خصوصیات کا اظہار ہوتا ہے۔ منجملہ دیگر اسماء قرآنی کے چند نام یہ ہیں جو اس کی مختلف صفات پر روشنی ڈالتے ہیں اور اپنے اندر ایک پیشگوئی کا رنگ بھی رکھتے ہیں۔ الکتاب، الفرقان، الحکیم، ذکر، تذکرۃ، شفاء، رحمۃ، وعظ، موعظۃ، الحکمۃ، بصائر، نور، الخیر، البیان، تبیان لکل شیء، برھان، الروح، نعمۃ، المھیمن، احسن الحدیث۔ کسی اور آسمانی کتاب کی یہ شان نظر نہیں آتی بلکہ بعض صحیفوں کو تو کتاب کہنا بھی مشکل ہے۔ مگر ہماری پاک کتاب نہ صرف منضبط کتاب ہے جو شروع سے ہی لکھی گئی تھی۔ بلکہ یہ حکمت سے بھری ہوئی کتاب اور الحکیم ہے۔ یہ حق و باطل میں فرق کرنے والی اور الفرقان ہے۔ یہ ہمارے شرف کا موجب ہے اور اس میں بزرگی اور نصیحت ہے۔ یہ تمام اندرونی امراض کی دوا ہے۔ یہ نور اور ہدایت ہے۔ یہ خیر کثیر ہے۔ یہ ہر بات کو واضح کرنے والی ہے، دلائل و براہین کا مجموعہ اور احسن الحدیث ہے۔ ان صفاتی ناموں میں سے ایک ایک نام پر اگر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے تو کئی مضامین لکھے جا سکتے ہیں اور ایک مختصر سے مضمون میں یہ تفاصیل بیان نہیں کی جا سکتیں۔

چند خصوصی فضائل

قرآن مجید کی بعض ایسی خصوصیات ہیں جو دیگر صحف سماوی میں یکسر مفقود ہیں۔ مثلاً جہاں دوسری تمام آسمانی کتابیں محرّف و مبدّل ہو چکی ہیں قرآن پاک کا ایک لفظ یا حرف تو کیا ایک شوشہ تک تبدیل نہیں ہوا اور جس طرح یہ نازل ہوا تھا اسی طرح آج بھی چودہ سو سال گذر جانے کے باوجود یہ محفوظ ہے اور خود ذات باری اس کے محافظ ہیں۔ پہلی کتابیں وقت کا ساتھ نہیں دے سکتیں اور ان کی تعلیمات میں کئی امور ایسے ہیں جو آج کی علمی دنیا میں غلط نظر آتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ خدائی کلام نہ تھا بلکہ وہ تحریف شدہ باتیں تھیں جو انسانوں نے از خود الہامی کتابوں میں شامل کر دی تھیں۔ لیکن قرآن مجید کا یہ کمال ہے کہ یہ نہ صرف پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے بلکہ ان کے اختلافات کا فیصلہ بھی کرتا ہے۔ علاوہ ازیں جوں جوں علوم و فنون میں ترقی ہو رہی ہے اور نت نئے انکشافات ہو رہے ہیں یہ کسی نہ کسی رنگ میں قرآنی تعلیم کی صداقت کا اظہار کرتے ہیں اور قرآن مجید کی بتائی ہوئی کوئی بات بھی آج تک غلط ثابت نہیں ہوئی۔ قرآن دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے اور یہ دعویٰ اس کے نام کے اندر موجود ہے۔ دنیا کی اور کوئی مذہبی کتاب ایسی نہیں جو اس کثرت کے ساتھ پڑھی جاتی ہو۔ جیسے قرآن۔ کسی اور کتاب کا دنیا میں کوئی حافظ موجود نہیں لیکن لاکھوں انسان قرآن کے حافظ ہیں جن میں نو عمر بچے بھی شامل ہیں، اور سارا سال تمام دنیا میں قرآن مجید اسی طور پر پڑھا جاتا ہے کہ صرف رمضان کے مہینہ میں نہیں بلکہ ہر روز نمازوں میں اور نماز کے علاوہ بھی اس کی تلاوت ہوتی ہے اور جغرافیائی اصولوں کے مطابق مختلف مقامات میں وقت کی تبدیلی کے ساتھ نماز کے اوقات بھی مختلف ہوتے ہیں یعنی کسی جگہ فجر کی نماز ہے اور کہیں عشاء کی اور کہیں مغرب کی اور کہیں عصر کی اور ان سب میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر دن بھر میں کوئی لمحہ ایسا نہیں جب دنیا کے کسی نہ کسی مقام پر قرآن مجید نہ پڑھا جاتا ہو۔

فصاحت و بلاغت

قرآن پاک انتہا درجہ کی فصیح و بلیغ کتاب ہے اس کی زبان اور طرز بیان میں اس قدر دلکشی اور دلربائی اس قدر رعب اور جلال ہے کہ کبھی اہل حال اس کی دلکشی اور حسن و جمال سے مسحور ہو گئے تو کبھی عمرؓ جیسے پہاڑ اس کی طاقت سے چکنا چور ہو گئے۔ یہ چیلنج آج تک موجود ہے کہ منکرین اسلام قرآن کی ایک آیت کی مثل آیت پیش کریں۔ مگر کوئی بھی ایسا نہیں کر سکا۔ پھر خدا نے یہ فرمایا کہ اگر انسان نہیں تو انسان و جن سب مل کر قرآن کی نظیر پیش کریں، مگر یہ بھی آج تک ممکن نہیں ہوا اور یہ چیلنج برقرار ہے ؎

خدا کے قول سے قول بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے
بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نور حق کا اس پہ آساں ہے

اس کی فصاحت و بلاغت کا یہ عالم ہے کہ بڑے بڑے عظیم شاعر اور قادر الکلام لوگوں نے اس کی عظمت کے سامنے سر جھکا دیا۔ عربی زبان کے سات بڑے شاعر گذرے ہیں جن کا کلام کعبہ میں لٹکایا جاتا تھا۔ ان میں ایک مشہور شاعر لبید ظہور اسلام کے وقت زندہ تھے۔ جب ان کے سامنے سورۃ الکوثر پڑھی گئی۔

انا اعطینک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھو الابتر۔ تو وہ بے ساختہ پکار اٹھا ما ھذا قول البشر۔ یعنی یہ انسان کا کلام نہیں۔ یہ یقیناً خدا کا کلام ہے اور قرآن پاک کی فصاحت و بلاغت سے متاثر ہو کر اسلام لے آیا۔

یہ تو پرانے زمانہ کی بات ہے۔ اس کے بعد ہر زمانہ میں اہل علم لوگوں نے قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے آگے سر جھکایا اور معاندین اسلام اور عیسائی علماء نے بھی اس کی خوبیوں کا اعتراف کیا۔ کیمبرج کے مشہور پروفیسر پامر نے ۱۸۸۰ء میں انگریزی ترجمۃ القرآن شائع کیا ہے جس کے دیباچہ میں وہ لکھتا ہے:-

"یہ امر قطعاً موجب تعجب نہیں کہ عربی کا بڑے سے بڑا عالم اور صاحب قلم قرآن کی ہم پلہ تحریر پیدا نہ کر سکا۔"

اس سے قبل ایک اور مشہور انگریزی ترجمہ جارج سیل نے ۱۷۳۴ء میں شائع کیا تھا اور اس نے بالعموم معاندانہ رنگ اختیار کیا ہے۔ لیکن اپنے دیباچہ میں سیل نے بھی یہ اعتراف کیا ہے کہ:-

"قرآن مجید کا طرز بیان نہایت دلکش اور اپنے اندر بڑی روانی رکھتا ہے۔ خصوصاً وہ مقامات جہاں خدا کی عظمت اور صفات کا بیان ہے نہایت شاندار ہیں...... قرآن اپنے سننے والوں کو مسحور کر لیتا ہے اور بسا اوقات اس کے اشد مخالفوں نے بھی محسوس کیا ہے کہ اس کے اندر جادو کی سی طاقت ہے۔"

جرمنی کے عظیم فلسفی اور مشہور عالم شاعر گوئٹے کا قول ہے:

"بارہا قارئین نے اگرچہ نفرت کے جذبات سے اسے پڑھنا شروع کیا اس نے آہستہ آہستہ قاری کے دل

سے منافرت دُور کر کے اپنی محبت پیدا کر لی اور بالآخر وہ اس کی عظمت کے آگے سر جھکانے پر مجبور ہو گیا ...... اس کا طرزِ بیان مضامین کے لحاظ سے کبھی دلکش کبھی بارعب اور کبھی ہیبت ناک اور اکثر دلفریب ہوتا ہے۔ یہ کتاب ہر زمانہ میں اور ہمیشہ کے لئے کام کرتی رہے گی۔"

ایک اور مشہور مصنف مسٹر شیبلڈ کا قول ہے:-

"قرآن اپنے طرزِ بیان، فصاحت و بلاغت اور استدلال کے لحاظ سے ایک بے نظیر کتاب ہے اور علوم و فنون میں مسلمانوں کی حیرت انگیز ترقی اسی کے فیضان کا نتیجہ ہے۔"

ایسی اور بھی کئی عبارتیں ہیں جو قلت گنجائش کے سبب درج نہیں کی جا سکتیں۔

قرآن ایک زندہ معجزہ ہے

جملہ انبیاء علیہم السلام کو مختلف معجزات دیئے گئے تھے اور اسی طرح ہمارے نبی اکرم صلعم کو بھی کئی معجزات دیئے گئے۔ لیکن حضورؐ کا سب سے بڑا اور زندہ جاوید معجزہ قرآن مجید ہے۔ دیگر انبیاءؑ کے معجزات چند خارق عادت باتیں تھیں جو ان کی زندگی میں وقوع پذیر ہوئیں اور انہیں کسی نے دیکھا اور کسی نے نہیں دیکھا۔ حضرت موسےٰؑ کے عصا اور ید بیضا، یا جناب مسیحؑ کے پرندوں کو ان کے ظہور کے وقت ہی کچھ لوگوں نے دیکھا اور آج ان کا صرف ذکر ہی باقی ہے۔ لیکن قرآن پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی معجزہ ہے۔ اسے نہ صرف آپؐ کی بعثت کے وقت اہلِ عرب نے دیکھا بلکہ چودہ سو سال سے عرب و عجم، ایشیا و یورپ اور دنیا کی تمام اقوام اسے دیکھتی آ رہی ہیں اور قیامت تک دیکھتے چلے جائیں گے۔ کسی اور نبی[۴۴] کی کتاب اس کا معجزہ نہیں اور نہ اس کی صداقت پر بطور گواہ پیش کی گئی ہے۔ انجیل حضرت مسیحؑ کا معجزہ نہیں اور نہ ہی توریت حضرت موسےٰؑ کا معجزہ ہے اور نہ ہی ان کتابوں میں ایسا کوئی دعوےٰ موجود ہے۔ لیکن قرآن میں یہ دعوےٰ موجود ہے کہ وہ محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت کی دلیل ہے یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ۝ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ پس قرآن مجید محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کا گواہ ہے۔ اگر معجزہ کسی نبی کو اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ اس کی صداقت کو منوانے کے لئے اس کے دعوئ رسالت کی تائید کرے تو یقیناً قرآن مجید آنحضرت صلعم کا سب سے بڑا معجزہ ہے جو تا قیامت آپؐ کی صداقت کو منواتا رہے گا اور آپؐ کے منجانب اللہ ہونے کی شہادت دے گا۔ نیز مستشرق باسورتھ سمتھ کا قول ہے:-

"قرآن ہی ایک معجزہ تھا جسے محمد (صلعم) نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور اسے اپنا مستقل معجزہ قرار دیا۔ اور یقیناً یہ ایک معجزہ ہے۔"

قرآن مجید کے دعاوی آج بھی وہی عظمت و شان اپنے اندر رکھتے ہیں جو آج سے چودہ سو سال پہلے نزول قرآن کے وقت کیفیت تھی۔ قیامت تک قرآن مجید کی یہ عظمت قائم رہے گی کیونکہ یہ کتاب رہتی دنیا تک رہنے والی ہے

جرمن مسلم مشن کا ذکر

بسلسلہ صفحہ اوّل

نہیں اور اس کے مطالبہ پر کہ مرزا صاحب کی کتاب سے دکھاؤ کہ وہ نبی نہیں ہیں، میں نے انہیں آئینہ کمالات اسلام کے عربی حصہ سے یہ عبارت دکھائی:-

ولست بنبی ولکن محدث اللہ
وکلیم اللہ لاجدد دین المصطفٰی
وبعثنی علیٰ راس المائۃ۔ یعنی

میں نبی نہیں ہوں بلکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے محدث اور کلیم اللہ ہوں تاکہ دین مصطفےٰ کی تجدید کروں اور اس نے مجھے صدی کے سر پر بھیجا ہے۔

اس عبارت کو پڑھ کر انہوں نے بہت افسوس کا اظہار کیا کہ انہیں غلط فہمی میں ڈالا گیا۔ پھر انہوں نے ہمارا طبع شدہ قرآن کریم طلب کیا۔ میں نے انگریزی ترجمۃ القرآن دکھایا جس کی ورق گردانی کرنے کے بعد انہوں نے پھر اپنی چھاتی پر ہاتھ مارا اور کہا کہ مجھے تو بتایا گیا تھا کہ قرآن کی بعض سورتیں جو مرزائیت کے خلاف ہیں اس میں سے نکال دی گئی ہیں، اس میں تو قرآن کی ۱۱۴ سورتیں موجود ہیں، اور کوئی بھی نکالی نہیں گئی۔

اسی سلسلہ میں حضرت امیر نے ایک اور بہت بڑے عرب عالم شکیب ارسلان کا ذکر کیا کہ ان سے جنیوا کانفرنس میں ملاقات ہوئی تھی، اور انہوں نے میرے اعزاز میں دعوت بھی دی تھی، جب وہ برلن آئے تو میں ان سے ملنے گیا۔ وہ ایک مکان کے اوپر کے حصہ میں رہتے تھے، جب میں اوپر پہنچا تو دروازہ کھلا تھا اور وہ بیٹھے ہوئے کچھ پڑھ رہے تھے۔ میں نے السلام علیکم کہا تو انہوں نے جواب نہیں دیا۔ میں چند سیکنڈ انتظار کر کے واپس مڑا اور اپنی خفگی کا اظہار کرنے کے لئے سیڑھیوں پر زور زور سے پاؤں مارتے ہوئے اترا، وہ بھی میرے پیچھے دوڑے اور مجھے پکڑ کر اوپر لے گئے اور کہا میں آپ کی شکل دیکھنا نہیں چاہتا، میں نے پوچھا کیا ہوا میری شکل کو؟ تو اس نے کہا کہ آپ خاتم النبیین کے بعد مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں، میں نے انکار کیا اور کہا کہ مرزا صاحب کا دعوےٰ صرف مجدد ہونے کا ہے نبوت کا نہیں؟ وہ حیران ہوا۔ اور پوچھا کیا اس کا ثبوت ان کی کسی کتاب سے دیا جا سکتا ہے؟ میں نے کہا ہاں، اس نے پوچھا کہاں پر؟ میں نے کہا میرے گھر پر چل کر دیکھئے چنانچہ وہ اُٹھ بیٹھے اور میرے ساتھ چل پڑے، رستہ میں ایک ریسٹورنٹ میں کافی پینے کے لئے داخل ہوئے اور ایک پیالی مجھے بھی پیش کی، میں نے پینے سے انکار کیا اور کہا میں اس شخص کی کافی ہرگز نہیں پیوں گا جو میرے سلام کا جواب نہ دے، تو ہم گھر آئے اور انہیں آئینہ کمالات اسلام کی وہی عبارت دکھائی جو اوپر نقل ہوئی ہے۔ اس کو دیکھ کر اس کی تسلی ہو گئی اور اس نے کہا کہ اس میں مرزا صاحب نے مجددیت کا دعوےٰ کیا ہے مجدد تو ہم بھی مانتے ہیں، نیز کہ انہوں نے اپنی کتاب میں بھی اس امر کا ذکر کیا۔

پھر میں نے یہ بھی بتایا کہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ یہ مسجد انگریزوں کے روپیہ سے بن رہی ہے، اگر ایسا ہوتا تو سب سے پہلے میرے لئے ایک بنگلہ بنتا، مسجد بعد میں بنتی، اور مسجد کی دیواریں جو نامکمل حالت میں کھڑی ہیں بول رہی ہیں کہ وہ انگریزوں کے روپیہ سے نہیں بن رہی بلکہ ان لوگوں کے روپیہ سے بن رہی ہیں، جو سرمایہ داری سے تہی دست ہیں۔ غرض اسی قسم کے مخالفانہ پراپیگنڈا کے دوران میں مسجد کی تعمیر ہوئی، جو مغلیہ آرٹ کا بہترین نمونہ ہے اور اس قدر شاندار ہے کہ حکومت جرمنی اس کو برلن کا زیور قرار دیتی ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ نے جرمن ترجمۃ القرآن کا بھی ذکر کیا اور آخر میں حاضرین کو توجہ دلائی کہ تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ تبلیغ اسلام کے مقدس فریضہ کی سرانجام دہی کے لئے جماعت احمدیہ کا ساتھ دیں تاکہ اسلام کا نور جلد از جلد دنیا میں پھیلے۔

اختتام جلسہ پر پاکستان امیٹی ایسوسی ایشن کی طرف سے حاضرین کو چائے کی دعوت دی گئی۔ یہ ایسوسی ایشن جیسا کہ اس کے سیکرٹری صلاح الدین ناصر صاحب نے اپنی تقریر میں بتایا مغربی اور مشرقی پاکستان میں روابط پیدا کرنے کے لئے قائم کی گئی ہے۔

شمولیت سلسلہ

لائل پور سے حافظ شبیر محمد صاحب لکھتے ہیں:-

مسمی محمد رمضان و محمد یوسف صاحب کو خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو قبول کرنے کی سعادت عطا فرمائی ہے۔ دعا ہے کہ خدا تعالےٰ انہیں استقلال عطا فرمائے۔

درخواستہائے دعا

(۱) ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب دربند احمدیت کی وجہ ابتلاء میں ہیں۔

(۲) نیام (بھارت) میں محمد عبداللہ پاشا بیمار ہیں خون میں نقص ہے۔

(۳) راولپنڈی سے ملک سلیم اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ میرا بھانجا (ڈاکٹر عصمت اللہ مرحوم کا نواسہ) سرفراز محمود عرف سجاد [illegible] میں عرصہ پانچ ماہ سے بیمار ہے۔

ان تمام دوستوں کی صحت اور ابتلاؤں سے مخلصی کے لئے دعا فرمائی جاوے۔

---

[۴۴] اس کی نظیر نہ موجود ہے۔ نہ آئندہ پیدا ہوگی۔ چھوٹے چھوٹے معجزات اس کے سامنے ہیچ ہیں اور اس کی شان کی کوئی برابری نہیں کر سکتا۔ ہمارے حضرت مسیح موعودؑ نے کیا خوب فرمایا ہے:-

پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰؑ کا عصا ہے فرقاں
پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا
یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

چوہدری حافظ محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

ایک ربوی دوست کے خط پر تبصرہ

اس وقت ہمارے سامنے ایک صاحب جناب عبدالسلام گورنمنٹ ٹی۔ بی سینی ٹوریم 13 ڈر ضلع ہزارہ کا ایک طویل مکتوب پڑا ہے جو مرکز سے ارسال کیا گیا ہے۔ اس خط کے اصل مخاطب نویسندہ کے برادر نسبتی ڈاکٹر عبدالعلی میڈیکل پریکٹیشنر ربوہ ہیں۔ ہمیں مرکز سے ہدایت ہوئی ہے کہ "کے نام" پر ایک تبصرہ ہے۔ ہم نے اس مکتوب کو دین کر بہ غور سے پڑھا ہے۔ کتنی دفعہ ہم نے اسے پڑھا ہے اور اس پر غور کیا ہے۔ ہمارا یہ گمان یقین کا درجہ حاصل کرتا جاتا ہے کہ مکتوب ہذا کے تضمنات ایک "بیمار دماغ" کے "دخان آلود خیالات" کے آئینہ دار ہیں جن میں کہیں کہیں تو اچھا خاصا تعفن موجود ہے اور کہیں زہریلا مادہ قرطاس بیاض پر بہہ نکلا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ اس مکتوب کو اپنے مضمون پر ایک "تبصرہ" کیوں کر قرار دیں۔ ہم نے اپنے مضمون میں یہ حقیقت واضح کی تھی کہ دنیا پر کوئی وقت ایسا نہیں گذرتا جس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی وقت ہونے کی شہادت کی صدائیں بلند نہیں ہوتی رہتیں۔ نبی کریم کے علو مرتبت کا یہ نقشہ کاتب مکتوب ہذا کے غضب کو بھڑکانے کا موجب ہوا ہے۔ براہ راست تو وہ اس حقیقت پر کوئی انگلی نہیں رکھ سکا اور نہ اعتراض کر سکا ہے بلکہ اس نے اس کی طرف اشارہ تک کرنے کی جرأت نہیں کی۔ مگر اس کے اثر کو زائل کرنے کے لئے اس نے بالواسطہ ایسا طریقہ اختیار کیا ہے۔ جس سے غلط بحث واقع ہو اور قارئین کی توجہ غیر متعلق امور کی طرف مبذول ہو جائے۔ اگر محمد رسول اللہ صلعم نبی وقت ہیں۔ جو یقیناً ہیں تو پھر کسی نئی اور پرانی نبوت کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ ہمارے اس مرکزی نقطہ سے صاحب مکتوب نے قطعاً صرف نظر کر دیا ہے۔ ہمارے مضمون کا دوسرا اہم نقطہ یہ تھا کہ مشترکہ دشمن کے مقابل پر مسلمانوں کی تمام صفیں بنیان مرصوص کی شکل اختیار کر جاتی ہیں اور تمام کلمہ گو ایک لڑی میں پروئے جاتے ہیں اور ان کے مقابل پر بڑی سے بڑی طاقت مغلوب ہو کر رہ جاتی ہے۔ ہم نے تخلیق پاکستان کے متعلق مسلمانوں کی مساعی کا ذکر کرتے ہوئے بتایا تھا کہ کس طرح قائداعظم نے قوم کے منتشر افراد کو مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع کیا اور اسلامی اصولوں پر کامل اتحاد پیدا کر کے دشمن کے مقابل پر متفق اور متحد کر کے لا کھڑا کیا۔ یہ ساری ہنگامہ آرائی اسلام کے نام پر کی گئی۔ اور اسلام ہی کی قوت قدسیہ سے ہندوؤں کی سازش اور انگریز کی عیاری کو شکست فاش دے کر پاکستان عالم وجود میں لایا گیا۔ مجھے یاد ہے کہ لیگ کی ایجی ٹیشن کے دنوں میں جب ہم لوگ جیل میں تھے تو قادیانی جماعت کے امیر ضلع اور ایک مشہور حافظ ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم تمام ضلع کے مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے ہمارا پیغام لے کر کراچی میں قائداعظم سے ملے تھے کسی نے انکی نمائندگی [illegible] اور بتلایا تھا کہ وطن کی سرحدوں پر حملہ آور ہونے والے مجاہدین مسلمانوں کے تمام فرقوں سے تعلق رکھتے تھے اور وہ دشمن کے مقابلے پر شانہ بشانہ کھڑے ہو کر مقابلہ کرتے رہے وہ سب کے سب اسلام کے فدائی اور ایک دوسرے کے شیدائی تھے۔ شمع رسالت پر یہ پروانے جب دیوانہ وار قربان ہو رہے تھے تو کسی کو یہ گمان تک نہ تھا کہ ہمارے رفقائے کار اور شرکائے جہاد اختلاف عقائد کی بنا پر کافر قرار دیئے جانے کے قابل ہیں۔ غیر احمدیوں کی چونکہ تعداد زیادہ تھی اور تخلیق پاکستان میں بھی ان کی قربانیاں احمدیوں سے زیادہ تھیں اور تحفظ پاکستان کے جہاد میں تعداد کے لحاظ سے ان کے شہداء اور غازیوں کو فوقیت حاصل تھی۔ ان صف آرائیوں اور قوت آزمائیوں میں نہ غیر احمدی مولوی نہ ربوی ملاؤں کا کوئی دخل تھا۔ اسلام کے نام پر یہ برپا کیا ہوا معرکہ اسلام ہی کی بدولت کامیاب ہو گیا۔ تبصرہ نگار نے ہمارے مضمون کے اس حصہ پر بھی ایک لفظ نہیں لکھا ہمارا مقصد واقعات سے یہ ثابت کرنا تھا کہ ہر کلمہ گو کی فطرت جب آزاد چھوڑ دی جائے تو وہ دوسرے کلمہ گو کو اپنا بھائی خیال کرتا ہے اور اس کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہو کر جان تک کی قربانی پیش کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ ان تمام باتوں کو صاحب تبصرہ نے بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ اور موضوع کو بدل کر بعض غیر متعلق امور پر نکتہ آفرینیاں شروع کر دی ہیں!

اس کے بعد ہم اپنے مضمون میں ایک اور امر زیر بحث لائے تھے کہ بین الاقوامی سیاست میں سرمایہ داری اور اشتراکیت آپس میں خطرناک طور پر متصادم ہونے والے ہیں۔ اور ان دونوں فلسفوں کے حامیوں کی ٹکر کے نتیجہ میں دونوں کے نظریات مٹ جائیں گے۔ ان کی بنا پر ڈھالی ہوئی تہذیبیں ختم ہو جائیں گے اور تمام معاشرہ اور اس کے لوازمات درہم برہم ہو جائیں گے۔ اور انسانی ذہنیت ایک ایسے خلا سے دوچار ہو جائے گی جس کو پُر کرنے کے لئے صرف مسلمانوں کی جماعت ہی موزوں ہو سکے گی۔ وہ مسلمان تمام اسلامی ممالک کے اسلامی عناصر سے عبارت ہوں گے یہ مسلمان چند ہزار ربوی اصحاب پر ہی مشتمل نہ ہوں گے بلکہ انڈونیشیا، ملائشیا، پاکستان، ایران، ترکی، ممالک عربیہ اور اسلامیان افریقہ پر مشتمل ہوں گے اور یہی وہ وقت ہو گا جب دنیا قرآن کی حکومت کو قبول کرے گی اور اشرقت الارض بنور ربھا کا نظارہ سامنے آ جائے گا۔ کوئی کلمہ گو کسی کلمہ گو کی تکفیر نہ کریگا تفسیق نہ تضحیک، نہ تذلیل۔ تبصرہ نگار نے اس کی طرف بھی کوئی توجہ نہیں کی۔

ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ کلمے کے احترام اور محمد نبی کے جلال کے اظہار پر مکتوب نگار کیوں بھڑک اٹھا ہے اور اس نے غیر متعلق باتیں کر کے ہم پر بلا وجہ لعن طعن کی بوچھاڑ کرنی شروع کر دی ہے۔ آج ہم [illegible] محمد رسول اللہ [illegible] ہر مسلمان اپنی زندگی کے آخری دم تک یہ خواہش رکھتا ہے کہ اس کی زبان پر کلمہ طیبہ ہو اور روح کی پرواز سے قبل اس کی زبان پر یہ جاری رہے اور یوں محمد رسول اللہ صلعم کے نبی وقت کی شہادت مسلمان کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بن چکا ہے۔ صاحب تبصرہ کے ازدیاد علم کے لئے ہم انہیں یہ بھی یاد دلا دیتے ہیں کہ اقوام عالم کی سلامتی کونسل میں اسلام کے نام پر تخلیق کی ہوئی اس سلطنت پاکستان کا فعال نمائندہ جس نے اقوام عالم کی مجلسوں میں اپنی سحر انگیز تقریروں سے تہلکہ مچا دیا تھا۔ ربوہ کی جماعت کا ممتاز لیڈر چوہدری ظفر اللہ خاں تھا۔ جو حکومت پاکستان کے وزیر خارجہ بھی رہے ہیں وہ کسی کافر حکومت کی نمائندگی نہیں کرتے رہے جس نے سلامتی کونسل میں اپنے مسلمان عرب بھائیوں کی زبردست وکالت کی تھی اور جس کی محبوبیت کے چرچے تمام عرب دنیا میں ہوتے رہے۔ یہ نمائندہ بھی مسلمان تھا اور جن کی وہ نمائندگی کرتا رہا وہ بھی مسلمان تھے۔ مگر مکتوب نگار کے اعتقاد کی رو سے یہ کہنا صحیح ہو گا کہ ظفر اللہ خان جن کی نمائندگی کرتے تھے وہ سب کافر اور بے ایمان تھے؟

یہ تو تھا ہمارے مضمون کا اصل متن جس پر ہمارے "ربوی دوست" نے ایک حرف تک نہیں لکھا۔ اس نے اپنے مکتوب میں زیادہ زور اس بات پر دیا ہے کہ ہم نے جو جماعت ربوہ کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ مسلمانوں سے دور رہنے کی بجائے ان کے نزدیک آ جائیں۔ ان سے نفرت کرنے کی بجائے ان سے محبت کرنی شروع کر دیں۔ ان کو کافر کہنا چھوڑ دیں۔ محبت اور اخلاص سے ان کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں تو اس سے ہمارے اس دوست کو بہت صدمہ پہنچا ہے اور وہ کہتا ہے کہ ہم نے اپنے مضمون میں جو یہ لکھ دیا ہے کہ اگر ہم اسی طرح مسلمانوں سے الگ تھلگ رہے تو اسلام کے اندر نئی ایسی تحریکیں اٹھ رہی ہیں جو ان کو اپنی لپیٹ میں لے آئیں گی اور انہیں گمراہ کر دیں گی۔ تو اس سے ہمارا یہ مقصد ہے کہ ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں مسلمان احمدیوں کو زد و کوب نہ کریں۔ ہم حیران ہیں کہ فاضل مکتوب نگار نے ہمارے مضمون کی کس عبارت

لئے یہ استنباط کیا ہے۔ جو لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی باتوں کو توڑ موڑ کر اور سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے اپنے مطلب کا بنا کر پیش کرنے کے عادی ہیں وہ ہمارے ساتھ کیسے انصاف کر سکتے ہیں۔ ہم نے کہیں ایسا نہیں لکھا کہ ہم اس خوف سے ربوی حضرات کو تلقین کر رہے ہیں کہ وہ مسلمانوں سے عناد کی بجائے محبت کا سلوک کریں کہ ہم ان کے زد و کوب سے ڈر رہے ہیں۔ یہ مضحکہ خیز الزام ہماری طرف ازراہ ظلم منسوب کیا گیا ہے۔ ہم آگے چل کر اپنے مضمون کے اصل الفاظ بھی نقل کر دیں گے تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ لوگ توڑ موڑ کر دوسروں کے نقطۂ نگاہ کو غلط طور پر پیش کرنے کے لئے کتنے مشتاق ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ ہم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم ایک قائم جماعت کے ایک مقتدر امام کو مخاطب کر رہے ہیں اور یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ جماعت مسیح موعودؑ کی جماعت ہے ہم نے انہیں اس عزت کا مستحق سمجھا کہ وہ تمام عالم اسلامی کی قیادت سنبھالیں اور مسلمانوں کو نا اہلوں کی راہ نمائی سے بچا لیں۔ ہم نے کبھی نہیں کہا کہ عقائد میں وہ عوام کی ہاں میں ہاں ملائیں۔ نہ ہم نے اور نہ ہماری جماعت نے کبھی ایسا کیا ہے۔ بلکہ ہم چاہتے تھے کہ وہ تجدید دین کا کام مسلمانوں سے گھل مل کر سر انجام دیں۔ اور محبت سے ان کے غلط عقائد کی اصلاح کریں۔ ہماری لاہوری جماعت نے تحریک احمدیت کی تائید میں اس قدر لٹریچر پیدا کیا ہے کہ اس کا عشر عشیر بھی جماعت ربوہ سے نہیں ہو سکا۔ ہماری جماعت کی طرف سے وفات مسیح، ضرورت مجدد، ظہور مسیح موعود اور خروج دجال یاجوج اور ماجوج کے متعلق ایک ضخیم لٹریچر شائع ہو چکا ہے اور اس کے خاطر خواہ نتائج بھی مترتب ہو چکے ہیں۔ مسلمانوں کا اہل علم اور اہل دانش طبقہ حیات مسیح کا قائل نہیں رہا۔ اور مغربی قومیں دجال اور یاجوج ماجوج کے ناموں کی مصداق ہیں ان کا دجال اور یاجوج ہونا بھی عام طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ ہم نے کبھی مداہنت سے کام نہیں لیا اور نہ ہی ہم نے اپنے مضمون میں اپنے احباب ربوہ کو ایسی کسی مداہنت کی طرف دعوت دی ہے۔ ہم نے تو اپنے خیال میں اس جماعت کو بہت بلند مقام پر پہنچا دیا تھا۔ تبصرہ نگار اسے اسفل السافلین میں گرانا چاہتا ہے تلك اذا قسمة ضيزى۔

اب ہم ذیل میں اپنے مضمون سے وہ اقتباس نقل کرتے ہیں جس کی بنا پر مضمون نگار ہم پر الزام لگاتا ہے کہ ہم ڈر گئے اور ربوی حضرات کو مسلمانوں کے قریب لانا چاہتے ہیں:۔

> "اگر آپ ہماری اس گذارش کو شرف پذیرائی بخشیں تو آپ کی شخصیت تاریخ ساز ہو گی، اور آپ کا نام تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ کے لئے ثبت ہو جائے گا۔ اور آپ اسلام کے رجال عظیم میں سے شمار ہوں گے۔ مسلمانوں سے احمدیہ جماعت کا وقتی طور پر الگ کیا جانا شاید کسی زمانے میں مدافعت اور اس کے تشخص کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری تھا مگر اب حالات بدل چکے ہیں۔ مسلمانوں کے اندر مذہب کے نام پر بہت سی جماعتیں، اصلاحی تحریکیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ ان کے قلم سے ضخیم لٹریچر معرض وجود میں آ کر وسیع پیمانہ پر شائع ہو رہا ہے ان کے ہاں بڑے بڑے ادیب اور انشاء پرداز موجود ہیں جو نہایت دلآویز اور سحر انگیز اسلوب بیان سے لوگوں پر اثر ڈال رہے ہیں۔ ان کی طرف سے اقتدار اور حکومت اور جہانبانی کے وعدے بھی دیئے جا رہے ہیں اور مسلمانوں کی قیادت کے دعویدار عوام کی صفوں میں مصلحین کا روپ دھار کر گھس آئے ہیں اور ان کو یہ غیر اسلامی اور غیر شریفانہ سبق دے رہے ہیں کہ اسلام خیالات پر بھی قدغن لگانا ضروری سمجھتا ہے اور اس کے ہاں آزادی رائے قریب قریب مفقود ہے، اسی لئے اسلام میں ارتداد کی سزا قتل ہے اسلام نے تو لا اكراه في الدين کہہ کر دنیا میں پہلی دفعہ رائے کی آزادی کا غیر مشروط اعلان کیا تھا مگر اسلام کے یہ نئے بہی خواہ دنیا کو یہ بتا رہے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایک دفعہ اسلام قبول کر لے تو وہ اسلام سے اپنی برگشتگی کا اظہار نہیں کر سکتا گو دل میں وہ اسلام کے متعلق معاندانہ خیالات ہی کی پرورش کرتا رہے بالفاظ دیگر وہ منافق رہ سکتا ہے۔ مگر کافر نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ اب بھی عامۃ المسلمین سے الگ تھلگ رہے اور نفرت اور علیحدگی کی خلیج وسیع کرتے رہے تو زمانہ حال کے یہ نئے مصلحین انسانی قافلوں کو گمراہی کے راستے پر ڈال دیں گے خدا کے لئے اب گذشتہ مضر پالیسیوں کو ترک کر کے عوام کے نزدیک ہو کر ان کی رہبری کا فرض اولین ادا کیجئے۔ آپ کی سابقہ قیادت نے لوگوں کے دلوں کو زخمی اور مسلمانوں کے قلوب پر بڑے بڑے چرکے لگائے ہوئے ہیں آپ کے دادا تو علماء سُوء کے ہاتھوں نالاں تھے اور اپنے دور کے مظلوم ترین انسان تھے۔ مگر آپ کے والد گرامی مسلمانوں کو مجروح کرتے رہے بلکہ ان کے زخموں پر نمک پاشی بھی کرتے رہے۔ خدا نے آپ کو مسلمانوں کی تسخیر قلوب کے لئے نادر موقعہ بخشا ہے۔ خدارا غضب اور انتقام کی پالیسی بدل دیجئے۔ کلمہ کا احترام پھر دلوں میں قائم کر دیجئے اور مسلمانوں کی برادری میں شامل ہو کر ان کے دکھ درد میں ہمدرد اور ان کی خوشی کو اپنی خوشی تصور کرنے لگ جائیں مسلمانوں کی اصلاح صرف تجدیدی تعلیمات سے ہو سکتی ہے۔ تحریک احمدیت اسلام کی ایک فعال اور مثبت اصلاحی تحریک ہے۔ آپ نے کسی نئے مذہب کو جنم نہیں دینا نہ ہی لوگوں کو کوئی نئی شریعت اور نئی نبوت پیش کرنی ہے آپ نے مسلمانوں سے نفرت اور حقارت کا سلوک کر کے اختلاف اور انشقاق کو بڑھایا ہے۔ اب ہمت کیجئے کہ اس نقصان کی تلافی ہو۔ آپ درحقیقت مسلمانوں سے بہت دور جا چکے ہیں۔ اب بڑی سرعت سے واپس آیئے۔ ان سے محبت، تلطف اور اخلاص سے پیش آیئے۔ آپ کے پاس زبردست تنظیم ہے آسمانی رہنمائی ہے ذرائع اور وسائل بھی وافر ہیں بے لوث کارکنوں کی بھی کمی نہیں اپنے ہاں کے اہل علم کو راہ راست پر لایئے اور انہیں تخریب کے بجائے تعمیر کی طرف متوجہ کیجئے۔ نفرت کے بجائے اب محبت کے داعی بن جایئے۔ اختلاف کی جگہ اتفاق کے منادی ہو جایئے۔"

اب ہم قارئین کرام پر یہ فیصلہ چھوڑتے ہیں کہ ہمارے مضمون کے اس مذکورہ بالا اقتباس کی روشنی میں کوئی شخص جس کے قلب میں "زیغ" نہ ہو اور "ابتغاء الفتنہ" کی زد میں نہ آتا ہو اور خوف خدا کی کوئی رمق رکھتا ہو یہ الفاظ لکھ سکتا ہے؟ کہ:۔

> "چیمہ صاحب نے لکھا ہے کہ مسلمانوں سے احمدیہ جماعت کا وقتی طور پر الگ کیا جانا شاید کسی زمانے میں مدافعت اور اس کے تشخص کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری تھا مگر اب حالات بدل چکے ہیں اور مسلمانوں کی وسیع برادری میں شامل ہو کر ان کا درد اپنا درد اور ان کی خوشی کو اپنی خوشی تصور کرنے لگ جائیں۔"

یہ چند الفاظ رقم کر کے مضمون نگار صاحب فرماتے ہیں:۔ اور یہ خدشہ اس لئے پیدا ہوا ہے "تاکہ زمانہ حال کے یہ نئے مصلحین انسانی قافلوں کو گمراہی کے راستوں پر ڈال دیں گے" ہمارے یہ چند الفاظ رقم کر کے ان کے آگے ان الفاظ کا اضافہ کر دیا ہے "دوسرے لفظوں میں قتل و غارت اور مار پیٹ شروع ہو جائے گی"۔ سخن فہمی عالم بالا معلوم شد۔ اور اس خط کے آخر میں میری طرف اتنے بڑے اتہام کو منسوب کر کے بڑے معصومانہ انداز میں فرماتے ہیں:۔ "اور اب ایسے حالات میں قتل و غارت اور مار پیٹ سے بچنے کی خاطر (اسلامی) مسلم برادری میں شامل ہو جاؤں" میں تو انہیں دنیا کی قیادت کی دعوت دے رہا ہوں اور ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة کے قرآنی ارشاد کی تلقین کر رہا ہوں اور ان کے دل میں صرف قتل و غارت اور مار پیٹ کا تصور ہی انہیں لرزہ براندام کر رہا ہے كبرت كلمة تخرج من افواههم ان يقولون الا كذبا۔ انہوں نے لاہوری جماعت پر ایک اور الزام ان الفاظ میں لگایا ہے:۔

> "جماعت لاہور کا یہ عقیدہ ہے کہ انہوں نے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی ہر بات قرآن اور حدیث کی روشنی میں پرکھ کر قبول کی ہے (گویا ان کا علم اور عرفان معصومؑ کے علم اور عرفان سے زیادہ ہے)"

اس سے ربوی مبلغ کو یہ تلقین کرنا مقصود ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو قبول کرنے کے لئے قرآن شریف اور حدیث سے کوئی روشنی نہیں لینی چاہیئے۔ جب انسان خدا اور اس کے رسول کو چھوڑ کر انسان پرستی کے خبیث مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے تو ایسی ہی بہکی بہکی باتیں کرنے لگ جاتا ہے۔ اگر لاہوری احمدیوں نے قرآن شریف اور حدیث کی روشنی میں مرزا صاحب کو پرکھا تو کیا جرم کیا ہے۔ ان لوگوں کی حالت پر خدا رحم کرے

قرآن اور حدیث سے برگشتگی ہی کی وجہ سے وہ ظن کو اصل اور مجاز کو حقیقت بنا رہے ہیں۔ مومنوں کی شان میں تو قرآن نے یوں فرمایا تھا والذین اذا ذکروا بایٰت ربھم لم یخروا علیھا صمًّا وعمیانًا۔ یعنے جب اللہ تعالےٰ کی آیات سے مومنوں کو نصیحت کی جاتی ہے۔ انہیں کبھی وہ بہروں اور اندھوں کی طرح قبول نہیں کرتے بلکہ ان نصیحتوں پر غور وفکر سے کام لے کر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ جب مومن کی شان یہ ہے کہ وہ قرآن کی آیات پر اندھا اور بہرہ ہو کر نہیں گرتا تو اگر وہ کسی مدعی ماموریت کے دعوے کو قرآن اور حدیث کی روشنی میں پرکھتا ہے تو اس میں کیا قباحت ہے۔

حقیقت یہ ہے ان لوگوں کے دلوں سے نبی کریمؐ کا احترام اٹھ گیا ہے اور انسان پرستی اور مروجہ طریقہ گدی نشینی کو انہوں نے اختیار کر لیا ہے۔ اب ان کے سامنے نہ قرآن کی کوئی عزت ہے نہ حدیث کی کوئی وقعت ہے۔

حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کے زمانہ میں بھی کسی غالی نے یہ الزام لگایا تھا کہ آپ حضرت نبی کریمؐ کے مناقب اور اللہ تعالےٰ کی توحید ہی بیان کرتے رہتے ہیں تو وہ جلال میں آ گئے۔ اور قرآن کی یہ آیت بڑے جوش کے ساتھ تمام مجمع میں پڑھ کر سنا دی واذا ذکر اللّٰہ وحدہ اشمأزت قلوب الذین لا یؤمنون بالاٰخرۃ واذا ذکر الذین من دونہٖ اذا ھم یستبشرون۔ یعنے جب توحید کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل نفرت سے بھر جاتے ہیں۔ (یہ نتیجہ ہے اس بات کا کہ وہ درحقیقت) آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔ جب خدا کے ماسوا ان کے (پیروں اور معبودوں) کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تو ان کی باچھیں کھل جاتی ہیں۔ میں حضرت مولانا نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درد کی کسک اپنے دل میں محسوس کرتے ہوئے اسی آیت کے بعد آنے والی آیات خدا سے فریاد کرتے ہوئے اور استمداد چاہتے ہوئے پڑھ دیتا ہوں۔ جو ہمارے اس موجودہ اختلاف پر صادق آتی ہیں قل اللھم فاطر السمٰوٰت والارض عٰلم الغیب والشھادۃ انت تحکم بین عبادك فی ما کانوا فیہ یختلفون ولو ان للذین ظلموا ما فی الارض جمیعًا ومثلہٗ معہٗ لافتدوا بہٖ من سوٓء العذاب یوم القیامۃ وبدا لھم من اللّٰہ ما لم یکونوا یحتسبون۔

یعنے کہہ اے اللہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! غائب اور حاضر کے جاننے والے! تو اپنے بندوں میں اس بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ اور اگر ان لوگوں کے لئے جو ظلم کرتے ہیں وہ سب کچھ بھی ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا اور ہو تو اس کے ساتھ بڑے عذاب سے بچنے کے لئے قیامت کے دن فدیہ دے دیں اور اللہ کی طرف سے ان کے لئے وہ ظاہر ہو گا جس کا انہیں گمان بھی نہ تھا۔ ہماری یہ فریاد درگاہ الٰہی میں ضرور ارتعاش پیدا کر کے رہے گی۔

اس ضمن میں آج ہم جماعت ربوہ کو ایک اور چیلنج دیتے ہیں اور ہمیں اس کی کچھ پرواہ نہیں اگر اس سے ان کا اضطراب اور قلق اور بڑھ جائے۔ اے ربوہ والو! گوش ہوش سے سن لو اور ہمارے اس چیلنج کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ یہ بڑا خطرناک چیلنج ہے۔ اس چیلنج سے تمہاری نبوت جدیدہ کی تمام عمارت دھڑام سے نیچے گر پڑے گی۔ چیلنج یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے اپنی زندگی میں تقریباً نوے کتب تصنیف فرمائی ہیں جن میں علم وحکمت کے دریا بہا دیئے ہیں۔ ان کتب میں دینی لٹریچر کا ایک بیش بہا ذخیرہ وجود میں آ چکا ہے۔ جو آنے والی نسلوں کے کام آئے گا۔ مگر ۔ وہ کتب کیا ہیں؟ اور وہ ذخیرہ کیا ہے۔ صرف؟ اور پھر میں دہراتا ہوں کہ وہ صرف کلمہ طیبہ کی تفسیر ہے اور بس۔ وہ کلمہ طیبہ جس کا احترام تمہارے دلوں سے جاتا رہا۔ ان کتب میں توحید کی کسی نہ کسی شاخ پر بحث ملتی ہے یا اسوہ رسولؐ کی کوئی ادا بیان کی جا رہی ہوتی ہے گویا حضور کی ساری تحریک کا محور توحید اور رسالت محمدیہ ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعتیں لکھتے لکھتے نہیں تھکتے۔ اردو میں بھی وہ اپنے مطاع رسول کے گیت گاتے ہیں۔ فارسی میں بھی وہ ان کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں اور عربی میں بھی اپنے والہانہ عشق کا اظہار کرتے ہیں۔ ہزاروں صفحے وہ محمد رسول اللہ کی رسالت ثابت کرنے کے لئے لکھ جاتے ہیں اور حضورؐ ہی کو وہ قیامت تک کے لئے نبی اور اسوہ حسنہ قرار دیتے ہیں یہاں تک کہ ہمارے صاحب تبصرہ ایسے لوگوں کو مخاطب کر کے عالم بے اختیاری میں یوں بھی نعرہ لگا دیتے ہیں ؎

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

یہاں تک کہ جہاں جہاں ان کی پیشگوئیاں پوری ہوئیں اور انہیں مکالمہ اور مکاشفہ کا شرف حاصل ہوا اس کی وجہ یہ بتلائی کہ میں خاک پائے رسول ہوں اور اسی وجہ سے مجھے یہ فیض حاصل ہو رہا ہے۔ لیکھرام کے متعلق بھی حضورؑ نے ان الفاظ میں پیشگوئی کی تھی کہ

بترس از تیغ بران محمدؐ!

گویا لیکھرام کے قتل کا واقعہ اس لئے معرض وجود میں آیا کہ اس نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی تھی اور اللہ تعالےٰ نے اسے اس کے اپنے ہم مذہب چیلے کے ہاتھوں اسے قتل کرا دیا۔ الغرض حضرت صاحب کے دماغ میں کبھی یہ تصور پیدا نہیں ہوا کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسری کا دعوے کرتے ہوئے خود اپنے آپ کو نبی ظاہر کریں خواہ صرف طریقہ حصول نبوت میں ہو اور اصل منصب دونوں کا ایک ہو۔

مکتوب نگار نے ہماری جماعت پر یہ بھی طعن کیا ہے کہ وہ ربوی جماعت کے مقابلے میں ہیچ ہے۔ اور ربوی جماعت کو بڑی کامیابیاں اور کامرانیاں حاصل ہو رہی ہیں۔ ہمیں تسلیم ہے کہ ہم تعداد میں تھوڑے ہیں مگر قلت تعداد کی وجہ سے ہمارے عقائد غلط نہیں ہو سکتے۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام کو خدا کا عبد ماننے والے موحدین عیسائیوں میں بھی بہت ہی قلیل تعداد میں موجود ہیں اور شاید اب وہ کہیں خال خال ہی نظر آتے ہوں۔ اس کے بالمقابل علم بردارانِ تثلیث دنیا کی تہذیب، سیاست اور اقتدار پر چھائے ہوئے ہیں۔ کیا اس سے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ پرستارانِ تثلیث اہل توحید پر اس لئے غالب ہیں کہ وہ عقیدۃً حق پر ہیں۔

مکتوب نگار نے ہم پر نخوت، خود پسندی اور خود اختیاری کا بھی الزام عائد کیا ہے۔ ان گالیوں کا تو ہمارے پاس کوئی جواب نہیں۔ مگر ہم ایک بات اہل ربوہ اور ان کے قائدین سے پوچھتے ہیں اور جواب میں جو کچھ وہ چاہیں فرما دیں قارئین خود فیصلہ کر لیں گے کہ سرکش اور خود پسند کونسا فریق ہے۔

غیر احمدیوں کے جنازہ کے متعلق مولانا محمد علی صاحبؒ نے جماعت ربوہ کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کی کہ حضرت صاحبؑ کے زمانہ میں بھی غیر احمدیوں کا جنازہ پڑھا جاتا تھا ۱۹۱۵ء میں میاں محمود احمد صاحب نے ایک بیان میں کہا جو شائع شدہ موجود ہے کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا ایک ایسا فتوے ملا ہے جس کی رو سے غیر احمدی مسلمان کا جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ اور کہا کہ اس کے متعلق ہم غور وخوض کے بعد اپنا فیصلہ صادر کریں گے۔ یہ بڑی اہم بات تھی۔ اگر فی الواقعہ حضرت صاحبؑ کا ایسا کوئی فتوے موجود ہے جس کا اقرار خود میاں محمود احمد صاحب نے ۱۹۱۵ء میں کیا تو اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ بے شک غیر احمدیوں کو مسلمان سمجھتے تھے اور اسی لئے ان کا جنازہ جائز سمجھتے تھے۔ اگر غیر احمدی حضرت صاحبؑ کی بیعت میں نہ آ کر بھی ایسا مسلمان قرار پا سکتا ہے کہ اس کا جنازہ پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں۔ تو لامحالہ اس سے یہ نتیجہ نکلے گا کہ حضرت صاحبؑ پر ایمان نہ لانا موجب کفر نہیں ہو سکتا اور حضور کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ امر مسلمہ ہے کہ نبی کا انکار مستلزم کفر ہے بس اس ایک فتوے نے بالبداہت یہ ثابت کر دیا کہ حضرت مرزا صاحب نبی نہیں تھے۔ لیکن ۱۹۱۵ء کے بعد اس فتوے پر کسی نے کچھ غور نہ کیا اور ہزاروں کی جماعت میں سے کسی ایک فرد بشر نے بھی خلیفہ مرحوم کے سامنے صدائے احتجاج بلند نہ کی کہ وہ کیوں اس فتوے پر غور کر کے کسی فیصلہ پر نہیں پہنچتے۔ ظاہر ہے کہ اس پر ایک ہی فیصلہ صادر کیا جا سکتا تھا کہ حضور مرزا صاحبؑ کو نبوت کا منصب حاصل نہیں۔ سالہا سال گزر گئے اور تمام جماعت پر سکوت طاری رہا اور کوئی رجل رشید ایسا پیدا نہ ہوا جو خلیفہ سے مطالبہ کرتا کہ آپ اس فتوے کی رو سے غیر احمدی کے جنازہ کے جواز کا اعلان کریں۔ وقت گزرتا گیا اور ۱۹۵۲ء اور ۱۹۵۳ء کا زمانہ آ گیا جبکہ احمدیوں کے برخلاف زبردست ایجی ٹیشن شروع ہوئی اور تمام ملک فسادات کی لپیٹ میں آ گیا اور احمدیوں کی جانیں خطرے میں پڑ گئیں۔

حکومت نے لاہور میں مارشل لا لگا دیا اور مولویوں کے برپا کردہ فسادات کو روک دیا۔ سنہ ۱۹۵۴ء میں ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا گیا۔ وہاں غیر احمدیوں کی نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق عدالت نے میاں محمود احمد صاحب سے سوالات کئے تو انہوں نے جواب دیا نہ "اب" ہمیں بانی سلسلہ کا ایک فتوے ملا ہے جس کے مطابق ممکن ہے کہ غور و خوص کے بعد پہلے فتوے کی ترمیم کر دی جائے۔ یعنے ہم نے جو غیر احمدیوں کا جنازہ پڑھنے کی ممانعت کر رکھی ہے اسے دُور کر دیں اور غیر احمدیوں کا جنازہ

جبکہ وہ عدالت کے روبرو شہادت دینے آئے تو میاں صاحب

پڑھنا ترک

کردیں۔ یہی بات وہ سنہ ۱۹۱۵ء میں اسی فتوے کے متعلق کہہ چکے تھے اور کمیشن کے سامنے بھی انہوں نے نہایت اطمینان سے کہہ دیا کہ اب ہمیں بانی سلسلہ کا ایک فتوے ملا ہے نہ تو انہوں نے سنہ ۱۹۱۵ء سے لے کر سنہ ۱۹۵۴ء تک اس فتوے کا کوئی احترام کیا اور نہ سنہ ۱۹۵۴ء سے لے کر اب تک ربوی جماعت کے کسی فرد نے اس فتویٰ کو کوئی اہمیت دی۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حضرت صاحب کو حکم و عدل مانتے ہیں۔ مسیح موعود مانتے ہیں۔ بلکہ غلو کر کے نبیؑ وقت بھی یقین کرتے ہیں۔ مگر ان کے فتوے کی یہ عزت ہے کہ نصف صدی سے زیادہ عرصہ گذر گیا اور لوگوں کو چکمہ دیتے رہے کہ وہ حضرت صاحب کے فتوے کی روشنی میں اپنے طرز عمل کو بدل دیں گے یہ فتوے ربوی ربویوں کے غالیانہ عقائد پر ضرب کاری کا حکم رکھتا ہے اس کی موجودگی میں کسی مزید بحث کی ضرورت نہیں، ربویوں کی یہ "خود پسندی"، "تکبر" اور "رعونت" حضرت صاحبؑ کے فتوے کی بھی بے حرمتی کر رہی ہے۔ وہ بجائے اس کے کہ دوسروں کو ان اوصاف کا طعنہ دیں انہیں خود ہی اپنے گریبان میں منہ ڈالنا چاہیئے۔

مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اب اس جہان سے رحلت فرما چکے ہیں۔ اب موجودہ خلیفہ کا یہ فرض ہے کہ وہ اس فتوے کو ملاحظہ فرمائیں اور اس کی روشنی میں اپنی جماعت کے عقائد کی اصلاح کریں۔ جماعت ربوہ کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ اپنے خلیفہ سے بڑے زور سے یہ مطالبہ کریں کہ حضرت صاحب کے فتوے کا احترام کریں اور یہ جب ہو سکتا ہے کہ وہ "تکبر" "خود پسندی" اور "رعونت" کو خیرباد کہہ دیں۔

یاد رکھو کہ حضرت مسیح موعودؑ یہ امید افزا اور حقیقت افروز حوالہ ربوی باطل عقائد پر تلوار کی طرح لٹکتا رہے گا۔ حتیٰ کہ حضرت صاحبؑ کا کوئی جانشین اس تلوار سے ان باطل عقائد کو کاٹ کر رکھ دے گا اور ربوہ ہی کی سرزمین سے ختم نبوت کی سنسنی خیز آواز کسی دن تمام مسلمان فرقوں کو متحد و متفق کر کے تبلیغ و اشاعت اسلام کی تحریک کو قوت بخشے گی۔ آج یہ حالت ہے کہ نبوت اور کفر و اسلام ایسے نزاعی مسائل نے ایسی صورت اختیار کر لی ہے کہ ہر طرف محض نکتہ آفرینیاں ہیں۔ اُلجھنیں ہیں، تاویلات کی بھرمار ہے اور غلو اور لفظ پرستی نے اصل مقصد کی طرف سے توجہ کو ہٹا کر غیر ضروری مسائل اور اختلافات کی خلیج کو وسیع سے وسیع تر کرنے کی طرف مبذول کر رکھا ہے۔ عیسائیوں کو تثلیث کے مسئلہ نے دو ہزار برس سے تضیع اوقات پر آمادہ کر رکھا ہے اور خدا ایک بھی ہے اور تین بھی ہیں کی الجھن نے ان کے مذہب کو ایک مضحکہ بنا کر رکھ دیا ہے اسی طرح تحریک احمدیت میں نبوت کے متعلق ربوہ کے غالیانہ عقائد نے ایک ایسی کثافت پیدا کر دی ہے کہ اس کی سابقہ کشش اور سحر انگیز قوت بیکار ہو جاتی ہے۔

قادیانی یا ربوی احباب نے ایک اور ناقابل معافی جرم کا مسلسل اعادہ کر رکھا ہے جس سے مسیح موعودؑ کی شخصیت داغدار ہو رہی ہے اور یہ وہ ظلم ہے جس کی تلافی بڑی مشکل سے ہو سکے گی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد پہلا انسان ہے جس نے اچانک تمام دنیا کے سامنے اور اپنے مخمور اور گم گشتہ راہ۔ اور ارادت و عقیدت میں ڈوبے ہوئے مریدوں کے سامنے استدلال اور معقولیت کی تمام طاقتوں کو سلب کر کے یہ حیرت انگیز اور قابل صد نفرین اعلان کر دیا کہ حضرت مرزا صاحبؑ اپنے بعثت کے دراز تر زمانہ میں خود اپنی نبوت اور اپنے منصب کو نہ سمجھ سکے اور صرف عمر کے آخری حصہ کی مختصر میعاد میں اپنی حقیقت سے واقف ہوئے۔ منیر عدالت نے جب آپ سے سوال کیا کہ "مرزا صاحبؑ نے پہلی مرتبہ کب کہا ہے کہ وہ نبی ہیں مہربانی فرما کر اس کی تاریخ بتایئے؟" تو جواب میں خلیفہ صاحب نے کہا کہ

"جہاں تک مجھے یاد ہے۔ انہوں نے سنہ ۱۹۰۱ء میں نبی ہونے کا دعوے کیا تھا"

(مطبوعہ بیان ص۲)

حالانکہ انہی میاں محمود صاحب نے دنیا کو یہ جانکاہ خبر سنا رکھی ہے کہ تو حضرت مرزا صاحب اپنے دعویٰ کی حقیقت کو ۱۹۰۱ء تک نہیں سمجھ سکے تھے۔ خدا انہیں نبی نبی کہہ کر پکار رہا تھا۔ انہیں مسند نبوت پر بٹھا رہا تھا مگر وہ بار بار دنیا میں یہ اعلان کرتے رہے۔ حلفیں اٹھا اٹھا کر اور ہندوستان کے دارالخلافہ دہلی کے اندر بادشاہی مسجد میں مسلمانوں کے ہجوم کے سامنے اعلان پر اعلان کرتے رہے کہ میں مدعی نبوت کو کافر اور کاذب جانتا ہوں۔ میرا دعوے نبوت کا نہیں صرف محدثیت کا دعوے ہے۔ وہ اپنی کتابوں میں یہ بھی لکھتے رہے کہ میں خدا کے حکم سے محدثیت کا دعوے کر رہا ہوں نہ صرف اپنے اجتہاد ہی سے نہیں۔

حضرت مرزا صاحبؑ پر یہ ایک خوفناک اتہام ہے کہ انہوں نے نبوت کے متعلق کبھی اپنے عقائد میں تبدیلی کر دی تھی۔ اور ایک طویل مدت کے انکار نبوت کو اقرار میں تبدیل کر دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ آپ نے اپنی پہلی کتاب توضیح مرام مطبوعہ سنہ ۱۸۹۱ء میں لکھا اور ختم نبوت کے موضوع پر اپنی دوسری کتاب ازالہ اوہام میں لکھا وہی کچھ حقیقۃ الوحی مطبوعہ سنہ ۱۹۰۷ء اور کتاب الوصیت مطبوعہ سنہ ۱۹۰۵ء میں لکھا اور ایک منٹ کے لئے بھی دعوے نبوت کے متعلق کوئی تبدیلی نہیں کی۔ ان کا دعوے صرف محدثیت کی حد تک تھا۔ اور وہ ابتداء سے لے کر آخر تک اسی پر قائم رہے۔

چنانچہ ضمیمہ حقیقۃ الوحی الاستفتاء صفحہ ۶۴ پر عربی عبارت لکھی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

"اور نبوت ختم ہو چکی ہمارے نبی صلعم کے بعد۔ ہاں میرا نام خیر البریہ کی زبان پر نبی رکھا گیا۔ اور یہ امر ظلی ہے جو پیروی کی برکات سے حاصل ہوتا ہے اور ہمارے رسول نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں۔ اور آپؐ پر رسولوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ پس کسی کا حق نہیں کہ ہمارے نبی صلعم کے بعد مستقل طور پر نبوت کا دعوے کرے۔ اور آپؐ کے بعد باقی نہیں رہا۔ مگر کثرت مکالمہ اور وہ پیروی کی شرط سے ہے۔"

اسی طرح الوصیت (مطبوعہ سنہ ۱۹۰۵ء) صفحہ [illegible] پر حضور فرماتے ہیں:۔

"اور تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں ان کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی۔ کیونکہ نبوت محمدیہ ان سب پر مشتمل اور حاوی ہے اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں۔ تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اسی کے اندر ہیں نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی اور نہ اس کے پہلے کوئی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں اس لئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیئے۔ کیونکہ جس چیز کے لئے آغاز ہے اس کے لئے انجام بھی ہے۔"

حضور کے لٹریچر سے انکار نبوت سے بھرے ہوئے ہزارہا حوالے نقل کئے جا سکتے ہیں۔ نبوت کے مدعی ہونے کا ایک بھی حوالہ پیش نہیں کیا جا سکتا اور حضور کا ہمیشہ شروع سے لے کر اخیر تک ایک ہی دعوے رہا ہے۔ اور وہ دعوے مجددیت ہے۔ اس موضوع پر فریقین میں ساٹھ سال سے بحثیں ہو رہی ہیں۔ اس وقت ہم اس بحث میں زیادہ اُلجھنا نہیں چاہتے۔ ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ربوہ کے "نادان" دوستوں نے مرزا صاحب کو نبی ثابت کرنے سے پہلے انہیں بڑے زور و شور سے غبی ثابت کر دیا کہ ان میں اپنے منصب کو سمجھنے کی صلاحیت ہی نہ تھی۔ عیسائی غالیوں نے جو سلوک پہلے مسیح سے کیا وہی سلوک ربوہ کے غالیوں نے مسیح محمدی سے کیا۔ جس طرح وہاں ہمیں موحدین کی ایک چھوٹی سی جماعت نظر آتی ہے۔ اسی طرح ربوہ والوں کے مقابلہ میں لاہور کی جماعت کی حیثیت ہے۔

ہمیں مکتوب نگار کے جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق یہ الفاظ پڑھ کر بہت دکھ ہوا تھا "اور وہ وقت چلا آ رہا ہے کہ خدا کے فضل و کرم سے یہ جماعت برائے نام رہ جائے گی یا بالکل مٹ جائے گی"۔ یعنی اس شخص کے دل کی کیفیت یہ ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ حضرت صاحبؑ کے نام لیوا ان کو مجدد ماننے والے، ان کے مسیح موعود ہونے پر اعتقاد رکھنے والے انہیں مہدی مسعود تسلیم کرنے والے ان میں انوار نبوت کی

تجلیات دیکھنے والے اور ان میں اظلالِ نبوت کی جلوہ افروزیوں کا نظارہ کرنے والے دنیا سے مٹ جائیں۔ ان لوگوں کے دلوں میں نہ نبی عربی کا کوئی احترام ہے اور نہ ہی حضرت مرزا صاحبؑ کی ذات سے کوئی حقیقی عقیدت ہے، یہ ایک جھگڑالو قوم ہے جو لڑنے جھگڑنے اور جدال و نزاع برپا کرنے کے لئے میدان میں نکل آئی ہے۔

آخر میں ہم مکتوب نگار کے ان حوالوں کو چند سطروں میں زیر بحث لا کر اس مقالہ کو ختم کرتے ہیں جو اس نے حضرت صاحبؑ کی کتب سے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے دیئے ہیں، کہ جماعت احمدیہ کو مسلمانوں سے منقطع رہنا چاہیئے ہم نے ان اقتباسات کو بار بار پڑھا ہے اور حیرت میں کھو گئے ہیں کہ مکتوب نگار ان کو پیش کر کے کیا ثابت کرنا چاہتا ہے۔ ہمارے سامنے تو ان اقتباسات سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حضرت صاحبؑ اپنی جماعت کو اپنے مخالفین، اپنے معاندین، منکرین، مکذبین، جارحین، اور شاتمین کے خلاف مدافعت کے طور پر تلقین فرما رہے ہیں کہ ان کی دست درازی کے سامنے خاموشی اختیار کرو۔ انہیں گالیاں نہ دو۔ ان کے معاملے کو خدا پر چھوڑ دو۔ ان سے الگ تھلگ ہو جاؤ۔ خدا پر بھروسہ رکھو۔ ان سے خائف ہونے کی کچھ ضرورت نہیں۔ یہ اقتباسات حضور کی ان تحریروں سے لئے گئے ہیں جن میں حضور نے خود مکتوب نگار کے عقائد کے مطابق اپنی نبوت سے صریح طور پر انکار کرنا اپنا مذہب بنا رکھا تھا اور خود کو صرف مجدد کی حیثیت سے پیش کرنا اپنا مشن سمجھ لیا ہوا تھا۔ حضور نے کبھی اپنی جماعت کو معصوم، بے زبان علماء کی گرفت میں محبوس اور مجبور عوام کو نظر انداز کرنے کی تلقین نہ کی۔ ان کی تجدید کا منصب ہی اس امر کا متقاضی تھا کہ جماعت کے مبلغین عوام کی صفوں میں گھس جائیں۔ ان سے رابطہ قائم کریں۔ ان سے محبت کا سلوک کریں۔ ان سے اخلاق سے پیش آئیں۔ ان کے قلوب کی تالیف کریں۔ ان کو تبلیغ کریں ان کی اصلاح کریں اور ان پر تجدید دین کے تمام اصول واضح کریں اور انہیں آہستہ آہستہ دائرہ احمدیت میں لے آئیں تاکہ تبلیغ کی تحریک کو تقویت پہنچے اور دنیا میں اصلاح خلق کا کام زیادہ تیزی اور سرگرمی سے شروع ہو۔ کبھی حضور نے مسلم عوام کو نظر انداز نہیں کیا۔ کبھی ان کی اصلاحی اور روحانی ضروریات کو فراموش نہیں کیا۔ تو انہیں وہ لگاتار مخاطب کرتے رہے۔ وعظ کہتے رہے، تلقین کرتے رہے، پند و نصائح سے انہیں سرفراز فرماتے رہے۔ عام جلسوں میں انہیں مخاطب کرتے رہے۔ ان کے مصائب اور آلام میں ان کے شریک رہے۔ ان کے لئے درد دل سے دعائیں کرتے رہے۔ آج یہ "نرالا مبلغ" حضور کے نام پر جماعت کو اس بات کے لئے آمادہ کر رہا ہے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جاں نثار اُمت کو نظر انداز کر دیں۔ ان کے کلمہ گو ہونے کی کچھ پرواہ نہ کریں۔ اور ان سے محبت اور نرمی برتنے کے بجائے ان سے دشمنی اور سختی کا سلوک کرنا شروع کر دیں۔ یہ لوگ واقعات عالم سے بے خبر اور زندگی کے اصولوں سے نا آشنا ہیں۔ دنیا کے مستقبل میں اُمتِ مسلمہ کو ایک بڑا کردار ادا کرنا ہے۔ اور ایک زبردست اصلاحی تحریک اُٹھانی ہے۔ جس کا ہراول دستہ خود جماعت احمدیہ ہے۔ اس مکتوب نگار نے نہ حضور کی شخصیت کو سمجھا اور نہ ان کے دردِ اسلام کا خیال کیا۔ نہ حضور کی مسلمانوں سے گہری محبت کو سمجھا، نہ حضور کی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے فدائیت اور عشق کے راز کو جانا وہ صرف نفرت اور عناد اور عداوت کا معلن ہے۔ نفرت کی بنا پر اُٹھایا ہوا فلسفہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ان لوگوں نے حضور مرزا صاحبؑ کو مسلمانوں میں لگاتار بدنام کرنے کی ایک تحریک چلا رکھی ہے اور یہ اس سے باز نہیں آتے، یہ اپنے خدا کو ناراض کر رہے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح کو بے چین کر رہے ہیں اور اپنے اعمال نامے سیاہ کر رہے ہیں۔

ہم نے "میاں ناصر احمد صاحب کے نام" مضمون لکھ کر کوئی جرم نہیں کیا۔ انہیں مصالحت کی دعوت دی ہے۔ ان کے سامنے دنیا کی قیادت پیش کی ہے۔ انہیں رجلِ عظیم کا کردار ادا کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی ہے، میاں ناصر احمد صاحب کو ایک زرّیں موقعہ ملا ہے انہیں اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ مکتوب نگار ایسے کوتاہ اندیش کم نظر اور متعصب اور مذہبی دیوانگی سے سرشار مشیروں کے ہرگز ہرگز زیر اثر نہیں آنا چاہیئے۔ یہ لوگ فساد کے بانی اور فتنہ پردازی میں مشاق ہیں یہ فتنہ ساز اور تفرقہ باز اُمتِ مسلمہ کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ اسلام کی دشمن طاقتوں کو خوش کرنے کی ذلیل کوششوں میں مشغول ہیں۔ اسلام ابھر رہا ہے وہ حرکت میں ہے، وہ ترقی کی راہ پر چل کر بڑی سرعت سے بلند درجات کی منازل طے کرنے کو ہے۔ اس کو معقول اور دانا و فرزانہ قائدین کی اس وقت سخت ضرورت ہے ایسے قائدین کی جن کے عقائد صحیح ہوں۔ جو اتحادِ عالم اسلامی کے علمبردار ہوں۔ جن کے کردار میں عالمگیر محبت کی جلوہ نمائی ہو۔ جو رحمۃ للعالمینؐ کے صحیح جانشین ہوں۔ جو ربّ العالمین کے صحیح عباد ہوں۔ ربوہ کے کنوئیں کے مینڈک دنیا کے رہبر نہیں ہو سکتے۔ ہم تو انہیں اس تاریک کنوئیں سے نکال کر روشن اور کھلی فضا میں لانا چاہتے ہیں۔ یہ آنکھیں بند کر کے اسی کنوئیں کے کونے میں دبک کر بیٹھے رہنا چاہتے ہیں۔ ہم ان کے دوست ہیں۔ خیر خواہ ہیں۔ دمساز ہیں اور ان کو نفرت کی بجائے محبت کا سبق سکھلا رہے ہیں ؎

من آنچہ شرطِ بلاغ است با تو می گویم
تو خواہ پند گیر و خواہ ملال

یہ صحیح ہے کہ احمدی مبلغ ان لوگوں کا سامنا کرتے ہوئے عاجز آگیا ہے اور یوں پکارنے پر مجبور ہو گیا ہے

گفتہ گفتہ من شدم بسیار گو
از شما یک تن نہ شد اسرار جو

اے خدا! تو ہماری مدد کر۔ تو ہماری نیتوں کو جانتا ہے ہمارے دل کے درد اور کرب کو خوب سمجھتا ہے ہمارے الفاظ میں تاثیر ڈال۔ ربوی قلوب کو نرم کر، ان میں محبت بھر اور نفرت سے ان کے دل خالی کر دے

ربّنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا۔ و ھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب ربّنا انک جامع النّاس لیوم لاریب فیہ۔ انّ اللہ لا یخلف المیعاد۔ ربّنا تقبّل منّا انک انت السمیع العلیم۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ
ربّ العالمین

ایک ادبی مجلس

مسلم ہائی سکول ۲ لاہور میں ایک ادبی مجلس موسومہ مجلس فروغ ادب کے نام سے قائم کی گئی ہے۔ اس مجلس کے قیام کا مقصد مجلس اشاعت اسلام کی تقلید میں بچوں میں ادبی ذوق و شوق پیدا کرنا ہے۔ بچوں کا ادبی شعور پروان چڑھے گا تو وہ بہتر طور پر اپنے مافی الضمیر کو بیان کر سکیں گے۔ اپنے سکول کے بچوں میں ادبی ذوق کی افزائش کے ساتھ ساتھ مجلس کا منتہائے نظر مقامی سکولوں کے بچوں کو قائد اعظم، اقبال ڈے، یوم استقلال، یوم انقلاب وغیرہ کے مواقع پر دعوت شرکت دینا ہے۔ اول، دوم، سوم آنے والے طلباء کو انعامات دیکر انکی کما حقہ حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

خیر اندیش۔ محمد الطاف حسین
انچارج مجلس فروغ ادب

سٹار بناسپتی
اصلی گھی کا بہترین بدل
صحت اور توانائی کیلئے

۱۰ پونڈ
۵ پونڈ
۲ پونڈ
دی پنجاب ویجی ٹیبل گھی اینڈ جنرل ملز لمیٹڈ، دی مال لاہور
CRESCENT

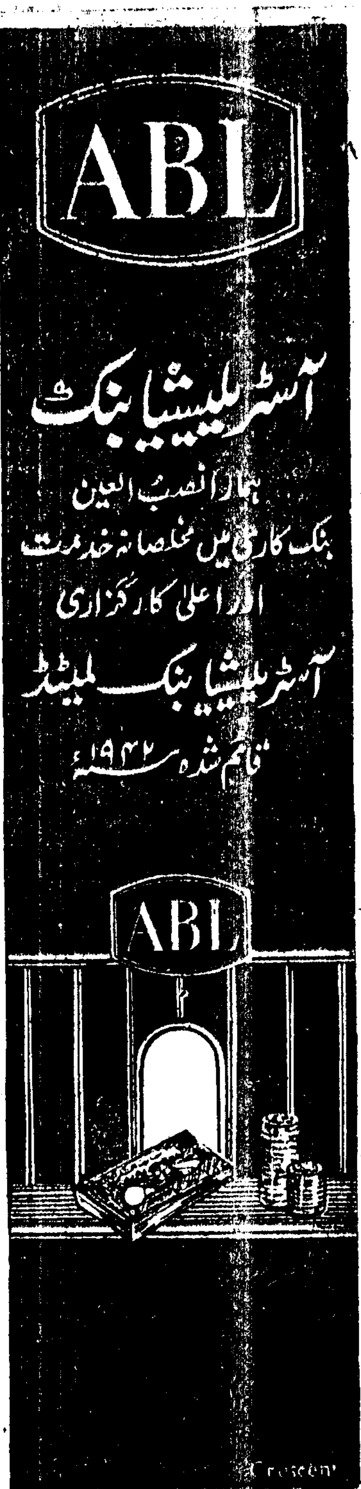
ABL

آسٹریلیشیا بنک

ہمارا نصب العین
بنک کاری میں مخلصانہ خدمت
اور اعلیٰ کارگزاری

آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ
قائم شدہ ۱۹۴۲ء

PAK CEMENT

پاک سیمنٹ فاروقیہ

یادگار عمارتیں
پائیدار سیمنٹ
پاک سیمنٹ - فاروقیہ

پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ
فاروقیہ (ضلع ...)

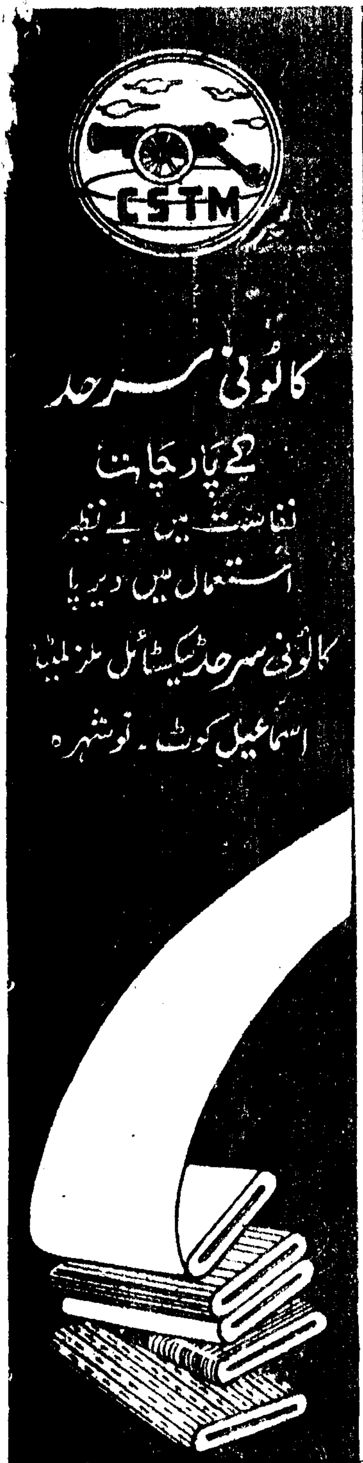
CSTM

کالونی سرحد

کے پارچاجات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا

کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل کوٹ - نوشہرہ

آفتاب الدین ہومیوپیتھک دار الشفاء
آپ کا قومی ادارہ ہے
اس مفید ادارہ کے لئے
زیادہ سے زیادہ
عطیات
مرحمت فرمائیں۔ عطیات محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام ارسال فرمائیں۔
اعزازی مہتمم دار الشفاء

بواسیر کا بہترین علاج
گیارہ روپے میں بواسیر کا مکمل علاج
بواسیر خونی ہو یا بادی، مسّے اندر ہوں یا باہر، ہر عمر
کے آدمی کے لئے بے ضرر علاج
مفت خط لکھ کر کتاب آبِ حیات منگا کر اپنی صحت و
مسرت کو چار چاند لگائیے۔
چشتیہ دواخانہ رشید و سیح
ڈاک خانہ جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان

پیغام صلح ۲۴ فروری ۱۹۶۸ء - رجسٹرڈ ایل ۳۵ شمارہ ۳

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نور الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

اے خدا نورِ ہُدیٰ از مشرقِ رحمت برآر
گمرہاں را چشم کُن روشن بہ آیاتِ مبیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ٹیلی فون نمبر ۳۰۳۰۳
تار کا پتہ، تبلیغ لاہور

ہفت روزہ پیغامِ صُلح
لاہور (پاکستان)

جلد ۵۶ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۳۰ شوال المکرم ۱۳۸۷ھ مطابق ۳۱ جنوری ۱۹۶۸ء | نمبر ۴

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں
مَیں تیرے خالص محبّوں کا گروہ بھی
بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دُوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مُسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰؐ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوّت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابلِ احترام ہیں
۴۔ سب مجدّدوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اِسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

مسلمان ایک دُوسرے کی قوّت کا موجب ہیں

عن ابی موسیٰ عن النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم انّہ قال ان المؤمن للمؤمن کالبنیان یشدّ بعضہٗ بعضًا و شبّک اصابعہٖ

ترجمہ:۔

ابو موسےٰ نبی کریم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مؤمن مومن کے لئے عمارت کی طرح ہے کہ وہ ایک دوسرے کی قوّت کا موجب ہیں اور اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کیا۔

نوٹ:۔ از حضرت مولنا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۔

یعنے انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کرکے سمجھایا کہ جیسے یوں ایسی قوّت پیدا ہو جاتی ہے کہ دوسرا انہیں کھول نہیں سکتا اسی طرح جب مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح ملے رہیں کہ ایک دوسرے کی قوّت کا موجب ہوں تو کوئی دوسرا انہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ کس قدر مثالوں سے اور کس طرح بار بار تعلیم دے کر اتحاد کی برکت کو سمجھایا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ آج مسلمان اس کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ جب تک ان کا اتحاد باہمی مضبوط نہ ہو گا ان کے اندر کوئی قوّت پیدا نہیں ہو سکتی اس وقت وہ ایک بے ترتیب اینٹوں کے ڈھیر کی طرح پڑے ہوئے ہیں اگر ان میں اتحاد ہو جائے تو وہ ایک عمارت بن جائیں گے۔

(فضل الباری)

مسیح موعودؑ کی بیعت

صرف زبانی نہیں دل سے ہونی چاہیئے

حضرت امام زمان مسیح موعود علیہ السّلام کا ارشاد گرامی

"خدا تعالیٰ نے مجھے فرمایا واصنع الفلک باعیننا و وحینا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم۔ یعنی میری آنکھوں کے رو برو اور میرے حکم سے کشتی بنا وہ لوگ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ تجھ سے بلکہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ یہ خدا کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر ہے یہی بیعت کی کشتی ہے جو انسانوں کی جان اور ایمان بچانے کے لئے ہے لیکن بیعت سے مراد وہ بیعت نہیں جو صرف زبان سے ہوتی ہے۔ اور دل اس سے غافل بلکہ روگرداں ہے۔ بیعت کے معنی بیچ دینے کے ہیں۔ جو شخص درحقیقت اپنی جان اور مال اور آبرو کو اس راہ میں بیچتا نہیں مَیں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ وہ خُدا کے نزدیک بیعت میں داخل نہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ ابھی تک ظاہری بیعت کرنے والے بہت ایسے ہیں کہ نیک ظنّی کا مادہ بھی ہنوز ان میں کامل نہیں۔ اور ایک کمزور بچہ کی طرح ہر ایک ابتلاء کے وقت ٹھوکر کھاتے ہیں۔ اور بعض بدقسمت ایسے ہیں کہ شریر لوگوں کی باتوں سے جلد متاثر ہو جاتے ہیں اور بدگمانی کی طرف ایسے دوڑتے ہیں جیسے کتا مُردار کی طرف۔ پس مَیں کیونکر کہوں کہ وہ حقیقی طور پر بیعت میں داخل ہیں۔ مجھے وقتاً فوقتاً ایسے آدمیوں کا علم بھی دیا جاتا ہے۔ مگر اذن نہیں دیا جاتا کہ ان کو مطلع کردوں۔ کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائیں گے اور کئی بڑے ہیں جو چھوٹے کئے جائیں گے پس مقام خوف ہے"۔

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم)

منوّر دل اور مخلص انسانوں کی جماعت

جن کی دعاؤں اور قربانیوں سے ممالکِ غیر میں تبلیغی مشن قائم ہوئے

مسجد برلن - احمدیہ ہال - احمدیہ مارکیٹ کی عظیم عمارات سے

حضرت مولانا صدر الدین صاحب کا نام زندہ و تابندہ رہے گا

پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس کے قریب احمدیہ کالونی کا عظیم الشان منصوبہ

شیخ اللہ بخش صاحب ملتانوی کی تقریر جو انہوں نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر جمعہ مورخہ ۱۹ر جنوری ۱۹۶۸ء کو کی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امیر جماعت، بزرگانِ قوم، بہنوں و بھائیو!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

مجھے اس مقام پر آکر آپ سے خطاب کرنے میں جھجک ضرور محسوس ہوگی۔ کیونکہ انجمن عالیہ کے اس سٹیج پر آکر کھڑا ہونا اور آپ جیسی مخلص اور بلند جماعت کو کچھ کہنا ان لوگوں کا کام ہے جو باعمل اور مومن انسان ہوں۔ میں تو اپنے آپ میں کوئی ایسی خوبی نہیں پاتا اور نہ ہی میں کوئی مقرر ہوں کہ ایسی جرأت کروں۔

جہاں ہمارے نہایت محترم مولانا مولوی صدر الدین صاحب امیر جماعت جناب خان غلام ربانی خان صاحب۔ جناب شیخ عبد الرحمان مصری خان بہادر مکرم ڈاکٹر سعید احمد جناب چوہدری محمد حسن چیمہ جناب میاں عبد المنان و دیگر مفکر ہستیاں موجود ہوں وہاں میرا

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

کا سا معاملہ ہوگا۔ بہرحال مجھے ایک فرض سونپا گیا اس لئے میں آپ کے سامنے آتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں۔

خواتین و حضرات! چند ایک فرد اکٹھے ہوتے ہیں تو جماعت قائم ہوتی ہے۔ دو انسان ملتے ہیں تو کنبہ تیار ہوتا ہے۔ اور جب جماعت بن جاتی ہے اور کنبہ تیار ہو جاتا ہے تو اس کے مابعد نشو و نما ہونے لگتی ہے۔ یہ قانونِ قدرت ہے جماعتیں چند افراد لے کر بڑھتی ہیں، بڑھ کر پھیل جاتی ہیں اور اپنے اپنے نصب العین کو لے کر جگہ جگہ نکل جاتی ہیں اور جب جماعت کے افراد اس قابل ہو جاتے ہیں کہ وہ تمام بوجھ اٹھا سکیں تو پھر جماعتوں کے دفاتر قائم کر لئے جاتے ہیں ان کے بجٹ بن جانے لگتے ہیں اور کسی تنظیم کے ماتحت تمام کاروبار آنے لگتا ہے۔ یہ سب کچھ آپ کی جماعت سے بھی ہوا اور آج آخر کار باقاعدگی کے ساتھ ایک اور صرف اہلِ نظر کو اپنا لئے ہوئے اشاعت اسلام کا بیڑہ اٹھائے ہوئے ہم نکلے ہیں، نہما لے قدوس کے نام کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں ہم نے پھیلانے کا عزم کیا اور اس جماعت نے ووکنگ میں، برلن میں، ہالینڈ میں، فجی میں اور افریقہ کے مقامات پر مشن ہائے قائم کر کے ایک عظیم الشان کردار کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ سب کچھ آپ لوگوں نے کیا۔ اس جماعت نے کیا جس کو چھوٹی سی جماعت سمجھا گیا۔

کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اتنے مشن ممالک غیر میں بغیر کسی تگ و پے کے بغیر کسی خرچ کے چل سکتے ہیں۔ ان پر زرِ کثیر خرچ ہوتا ہے تو کہیں جا کر یہ کارخانہ چلتا ہے۔ اس زرِ کثیر کو کہاں سے فراہم کیا جاتا رہا۔ آپ سے اور آپ کی چھوٹی سی جماعت کے مٹھی بھر افراد سے جو خون پسینہ کو ایک کر کے کمائی کرتے اور پھر اپنی قیمتی کمائی کا کثیر حصہ اشاعت اسلام پر بے دریغ نچھاور کرتے ہیں۔ یہ ہے وہ ایمان جس نے ہمیں اس قابل بنا دیا کہ ایک چھوٹی سی جماعت ایک مٹھی بھر انسانوں کا گروہ۔ ہندوستان سے نکلا پاکستان سے نکلا اور انگلستان۔ جرمنی۔ ہالینڈ۔ فجی۔ ٹرینیڈاڈ۔ نائجیریا میں جا پہنچا۔ اسلام کا پرچا کیا۔ محمد صلعم کا نام بلند کرتے ہوئے اسلام کا پرچم گاڑا۔

اگر ہم لوگ سوچتے رہتے کہ یہ کام کیسے کر سکیں گے تو ہماری مجال نہ تھی کہ قدم اٹھ سکتا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ہمارے سینوں کے اندر ایک چنگاری لگا دی جو شعلہ بن گئی اور جس نے ہمارے سینے منور کر دیئے اور ہم صحیح منزل کی طرف گامزن ہوئے۔ اور اللہ کے کرم سے برابر بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔

ہمارے بزرگ آئے اور یہی کام کرتے ہوئے چلے گئے یہی صدا یہی اذان ہمارے کانوں میں گونج رہی ہے کہ ہم نے اشاعت اسلام کرنی ہے اور اسی پر اپنا تن من دھن لگانا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہی راز ہے جس نے ہمیں دنیاوی منازل طے کرنے میں کامیاب کیا۔ ہماری جماعت میں **منوّر دل پیدا ہوئے ہماری جماعت مخلص افراد کی جماعت بنی۔ اور ہماری جماعت نے ایسی ہستیاں پیدا کیں جو تقویٰ و پرہیزگاری میں چمکتے ہوئے ستارے نکلے اور جن کی دعاؤں سے قوم میں اہلِ ثروت لوگوں نے کثیر سرمایہ اس ضمن میں صرف کیا اور اس طرح جماعت کو ایک بلند مقام نصیب ہوا** یہ سب کچھ آپ کے سامنے ہے۔ اور چند سالوں میں آپ کے دیکھتے دیکھتے یہ پودا اگا۔ جوان ہوا۔ پھل دار بنا۔ اور اب اس کے فیض جاری ہیں۔ ھٰذا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ۔

خواتین و حضرات! اس مقام پر جہاں آج ہم اکٹھے ہوئے ہیں ہم نے قادیان سے آکر بسیرا کیا۔ لاہور کا شہر ان دنوں چار دیواری کے اندر ہوا کرتا تھا۔ یہ جگہ شہر کے باہر کا حصہ کہلاتی تھی۔ ہم کو یہ بسیرا ان دنوں وسیع نظر آتا تھا جو آج ہمیں چھوٹی جگہ دکھلائی دے رہی ہے یہ جگہ اس قدر زیادہ آباد ہے کہ سڑک سے آگا عبور کرنا دشوار معلوم ہوتا ہے۔

اس وقت یہ فضا کھلی تھی، ہمارے آغاز کے دن تھے۔ دفتر چھوٹا۔ اشاعت کم اور چند احباب زیرِ قیادت حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب مرحوم و مغفور جناب حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب موجودہ امیر جماعت۔ جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم مغفور آکر آباد ہوئے اور چند ایک چھوٹے مکانوں میں خدا کا کام شروع کرایا آج آپ کے سامنے یہ مسجد اور یہ عظیم الشان بلڈنگ جو دکھلائی دے رہی ہے یہ اس چھوٹی سی جماعت کی کرشمہ سازی ہے۔

ہمارے دائیں طرف کی بھاری عمارت ایک اور صرف ایک ہی ممتاز شخصیت کی توجہ کا نتیجہ ہے جس کو احمدیہ ہال سے موسوم کیا جا رہا ہے اور جس کو احمدیہ مارکیٹ کا نام دیا گیا ہے اور اس کو مولانا مولوی صدر الدین کی سی شخصیت نے تیار کیا ہے۔ یقیناً مولانا کا نام اس بلڈنگ کے ساتھ ساتھ ہمیشہ کے لئے صدر رہے گا زندہ اور تابندہ۔

اس عمارت کا نقشہ نویس۔ انجینئر اور معمار وہی ہے جس کے مبارک ہاتھوں سے برلن میں کئی سال پہلے برلن مسجد اور مشن ہاؤس کی تکمیل ہوئی۔ اور ایک قابلِ نمائش مسجد کو معرضِ وجود میں لا کر یورپ کو ثابت کر دیا کہ اسلام سکھلانے والے معلم۔ اسلام کے پھیلانے والے سفیر۔ صرف مولوی یا ملّا ہی نہیں ہوتے بلکہ عمارات بنانے کے ماہر انجینئر بھی ہیں۔

میرے دوستو! وقت آگے بڑھتا بڑھ گیا۔ مہینوں کا سفر دنوں میں طے ہونے لگا۔ دنوں کا سفر گھنٹوں میں طے پانے لگا۔ ترقی کی رفتار اور بھی بڑھتی جا رہی ہے۔ اور اگر ہم نے اپنی رفتار کو سست رکھا تو ہمیں شکوہ ہوگا کہ دنیا آگے نکل گئی۔ اور ہم حسرتوں سے دیکھ رہے ہیں غبار کو۔ تعلیم کے جدید طور و طریقے ایجاد ہونے لگے۔ نئی بستیاں آباد ہونے لگیں۔ نئی طرز رہائش محدود از جو ہونے لگی اور پھر

(باقی بر صفحہ ۵)

ایک استفسار اور اس کا جواب

کچھ دن ہوئے، ایک صاحب صوفی عبدالرحمان گیلانی مجددی، حنفی دام گلی لاہور کی طرف سے ایک استفسار روزنامہ امروز مورخہ ۱۰ر دسمبر ۱۹۶۷ء میں شائع ہوا، جس کا متن حسب ذیل ہے:۔

"اکثر تفاسیر میں درج ہے کہ جب یہودیوں نے حضرت عیسےٰ کو صلیب پر چڑھانے کے لئے پکڑا تو اس وقت آپ کی عمر تینتیس برس کی تھی۔ ایسے نازک وقت میں خدا تعالےٰ کا یہ معجزہ رُونما ہوا کہ حضرت عیسےٰ کو تو خدا تعالےٰ نے ایک فرشتہ بھیجکر اور چھت پھاڑ کر آسمان پر اُٹھا لیا۔ جو آج ۱۹۶۷ء تک آسمان پر زندہ موجود ہیں لیکن ان کی بجائے ایک یہودی کو جو انہیں پکڑنے اندر گیا تھا خدا تعالےٰ نے حضرت عیسےٰ کا ہم شکل بنا دیا اور یہودیوں نے اسے سُولی پر چڑھا دیا۔ مسلمانوں کا یہ عام عقیدہ چلا آیا ہے جس کا ذکر قرآن حدیث میں ہے اور نہ انجیل میں ہے، تفاسیر کے اس بیان کے برعکس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کنز العمال جلد ۶ صفحہ نمبر ۱۲۰ پر درج ہے اور روایت حضرت فاطمۃ الزہرا سے ہے، حدیث کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

انہ لم یکن نبی کان بعدہ نبی الا عاش نصف
عمر الذی کان قبلہ وان عیسےٰ ابن مریم
عاش عشرین ومائۃ وانی لا ارانی الا ذاھبًا
علی راس الستین۔ یعنے بعد میں آنے والا نبی اپنے سے
پہلے نبی سے نصف عمر پاتا رہا اور عیسےٰ ابن مریم ۱۲۰ برس
تک زندہ رہے اور میں دیکھتا ہوں کہ میں ساٹھ برس کے سرے
پر دنیا کو ترک کر دوں گا۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ ایک سو بیس برس تک زندہ رہے۔ تفاسیر کے مندرجہ بالا بیان اور حدیث کے بیان میں صریح تناقض ہے اس تناقض اور تضاد کے حل کے بارے میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں؟"

سوال بڑا معقول ہے، لیکن علمائے دین کی طرف سے تو اس کا کوئی جواب آج تک شائع نہیں ہوا۔ صرف ایک مراسلت کسی صاحب بشیر احمد چوہدری شیخوپورہ کی طرف سے ۹ر جنوری ۱۹۶۸ء کے امروز میں شائع ہوئی ہے، جس میں لکھا ہے کہ:۔

"مسلمانوں سے قرآن حکیم صرف توحید، رسالت، ملائک، کتب مقدسہ اور قیامت پر عقیدہ رکھنے کا مطالبہ کرتا ہے، اسلام نے اور کوئی ایسا عقیدہ پیش نہیں کیا جو قرآن حکیم میں نہ ہو، وہ باتیں جو قرآن حکیم میں نہیں ہیں، انہیں عقیدے کا نام دے کر دُور از حقیقت بحث کرنا کسی طرح درست نہیں"

یہ بالکل صحیح ہے، قرآن کریم نے کہیں بھی حضرت عیسےٰ کی عمر یا موت و حیات پر عقیدہ یا ایمان رکھنے کا مطالبہ نہیں کیا، اور یہی بات سائل نے بھی لکھی ہے کہ ایک ایسا عقیدہ مسلمانوں میں چلا آیا ہے "جس کا ذکر قرآن حدیث میں ہے اور نہ اناجیل میں ہے" حقیقت یہ ہے کہ چونکہ بعض احادیث میں نزولِ عیسےٰ کی پیشگوئی پائی جاتی ہے، اس لئے اس کو سامنے رکھ کر اور عیسائیوں کے اس عقیدہ کے پیشِ نظر کہ حضرت عیسےٰ دو ہزار سال سے بجسدہ العنصری آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں، مسلمانوں میں بھی یہ خیال پیدا ہو گیا کہ وہ فی الواقعہ زندہ آسمان پر چڑھ گئے، اور آخری زمانہ میں دوبارہ نازل ہو کر اُمتِ محمدیہ کی اصلاح فرمائیں گے، اسی خیال کو ملحوظ رکھتے ہوئے قرآن کریم کی بعض آیات کے معانی بھی تفاسیر میں ایسے کر دیئے گئے جن سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر چڑھ جانا ثابت ہوتا ہے، حالانکہ انہی آیات میں صریح طور پر ان کی وفات کا ذکر ہے۔

ہم ان آیات اور ان کے معانی پر آگے چل کر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالیں گے۔ یہاں ہم ان اشکال کا ذکر کرنا چاہتے ہیں، جو مسلمانوں کے مذکورہ بالا عقیدہ یا خیال سے پیدا ہوتے ہیں۔

۱۔ خدا تعالےٰ کی طرف سے جس قدر انبیاء علیہم السلام اصلاح خلائق کے لئے مبعوث ہوئے ان سب کو مخالفین کے ہاتھوں طرح طرح کے دُکھ اور تکالیف اُٹھانی پڑیں۔ خود ہمارے رسول پاک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید ترین مصائب کا سامنا کرنا پڑا یہاں تک کہ حضور صلعم نے فرمایا ہے، کہ مجھے سب انبیاء سے بڑھ کر ایذائیں پہنچائی گئی ہیں، لیکن نہ حضورؐ کو ایسے مصائب کے وقت دشمنوں سے بچا کر آسمان پر لے جایا گیا اور نہ کسی اور نبی کو، حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ساتھ یہ خصوصی معاملہ کیوں پیش آیا، کہ انہیں دشمنوں سے بچا کر آسمان پر اُٹھا لیا گیا؟

۲۔ جس یہودی کو عیسےٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنا کر صلیب دی گئی، اس نے کیوں شور نہ مچایا کہ بھائیو! میں عیسےٰ نہیں ہوں، میں اسے پکڑنے کے لئے گیا تھا، وہ چھت پھاڑ کر آسمان پر چڑھ گیا ہے، مجھے کیوں خواہ مخواہ اس کے بدلے میں یا اس کے اشتباہ میں صلیب دی جاتی ہے؛ تاریخ میں اس قسم کے احتجاج کا کوئی اشارہ تک نہیں پایا جاتا۔

۳۔ اگر عیسےٰ علیہ السلام دو ہزار سال سے بجسدہ العنصری زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں، تو ان کی جسمانی زندگی کے لوازم کھانا پینا اور دیگر حوائج بشری مثلاً پیشاب پاخانہ وغیرہ کا ہونا بھی ضروری ہے، کیا اللہ تعالےٰ نے وہاں ان کے حوائج کے پورا کرنے کے لئے خاص انتظام کر رکھا ہے؛ یا ان کی ان حوائج کو مٹا دیا گیا ہے؟

۴۔ ان خصوصی حالات میں جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ساتھ روا رکھے گئے، عیسائیوں کے اس سوال کا کیا جواب ہے کہ جو شخص بخلاف دیگر تمام انسانوں و انبیاء علیہم السلام دو ہزار سال سے زندہ آسمان پر بیٹھا ہے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے، کیا اس کی یہ صفات الوہیت کی مظہر نہیں اور وہ خدا یا خدا کا بیٹا نہیں؟

۵۔ اگر عیسےٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں دوبارہ نازل ہو کر اُمتِ محمدیہ کی اصلاح فرمائیں گے تو یہ ختمِ نبوت پر ایک کھلی ہوئی زد ہے، اس صورت میں آخری نبی یا خاتم النبیین انہی کو ماننا پڑے گا۔ اور حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہیں رہ سکتے۔

۶۔ یہ کہنا کہ وہ (جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے) اُمتی ہو کر آئیں گے، ان کی کھلی ہوئی توہین ہے، کیا قصور انہوں نے کیا کہ انہیں نبوت کے منصب سے ہٹا کر اُمتی بنا دیا جائے گا؟

یہ وہ اشکال ہیں، جو حیاتِ مسیح اور نزولِ مسیح کے عقیدہ سے پیدا ہوتے ہیں، ان اشکال کی بناء پر ضروری ہے کہ اس عقیدہ پر نظر ثانی کی جائے، اور نزولِ مسیح کی احادیث کی ایسی تاویل کی جائے جس سے یہ تمام اشکال دُور ہو جائیں، ہم آئندہ اشاعت میں قرآن کریم کی بعض آیات کی روشنی میں بتائیں گے کہ ان احادیث کی کیا تاویل ہو سکتی ہے۔

پریس کانفرنس

گذشتہ اشاعت میں ایک پریس کانفرنس کی خبر دی گئی تھی جو ۲۳ر فروری ۱۹۶۸ء کو گارڈینا ہوٹل لاہور میں سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے بلائی تھی۔

اس کانفرنس میں مہمانِ خصوصی مولانا محمد یحییٰ بٹ امام مسجد برلن تھے، جنہوں نے جرمن مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیوں پر مفصل روشنی ڈالی، اور اس بات پر خصوصیت سے زور دیا کہ جرمن قوم بلکہ تمام یورپ میں ایسے حق پرست لوگ موجود ہیں، جو مسیح کی الوہیت و ابنیت کے قائل نہیں، اور رسمًا عیسائی کہلاتے ہیں، ایسے لوگوں کے سامنے جب اسلامی تعلیمات پیش کی جاتی ہیں تو وہ ان کی معقولیت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے اور ان میں سے کئی ایک اسلام قبول کر لیتے ہیں، اسی سلسلہ میں بعض واقعات بیان کرتے ہوئے جن کا گذشتہ اشاعت میں وائی ایم سی اے آڈیٹوریم ہال کے لیکچر کے ضمن میں ذکر کیا جا چکا ہے، یحییٰ صاحب نے یہ بھی بتایا کہ جرمنی میں میری تبلیغ سے سو آدمی مسلمان ہو چکے ہیں اور یہ بھی بتایا کہ میں وہاں آٹھ سال سے کام کر رہا ہوں۔

اس پر ایک اخباری نمائندہ نے سوال کیا کہ آٹھ سال کے عرصہ میں صرف سو آدمی کا مسلمان ہونا کیا بہت تھوڑی کامیابی نہیں؟

اس کے جواب میں امام صاحب نے کہا کہ اس کا موجب ہمارے ذرائع کی کمی ہے، مشن کا دائرہ زیادہ وسعت اور زیادہ آدمیوں کا طالب ہے، اور ہمارے ذرائع اتنے نہیں کہ اس دائرہ کو وسیع کر سکیں اور آخر میں آپ نے یہ دردمندانہ اپیل کی کہ اگر علمائے اسلام فروعی مسائل پر باہمی اختلافات کو نظر انداز کر کے تبلیغ اسلام کے لئے نکل کھڑے ہوں تو بہت زیادہ فوائد حاصل ہو سکتے اور کثرت سے لوگ مسلمان ہو سکتے ہیں۔

یحییٰ صاحب سے پہلے محترم فاضل اللہ بخش صاحب سیکرٹری انجمن نے جماعت احمدیہ اور اس کے بانی حضرت مرزا صاحبؒ کے نظریات و معتقدات پر روشنی ڈالتے ہوئے اس بات کی وضاحت کی کہ یہ جماعت حضرت مرزا صاحبؒ کے عقیدہ کے مطابق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتی ہے اور آپؐ کے بعد کسی نئے یا پرانے نبی کے آنے کی قائل نہیں، آپ نے بتایا کہ اگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام جو ہمارے نزدیک فوت ہو چکے ہوئے ہیں، عام خیال کے مطابق زندہ ہوں اور دوبارہ آ جائیں تو اس سے ختم نبوت کی مُہر ٹوٹ جائیگی، اور خاتم النبیین وہ ہوں گے نہ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے اس بات پر خاص طور پر زور دیا کہ وفاتِ مسیح کا عقیدہ ہی ہے، جس سے عیسائیت پر فتح حاصل ہو سکتی ہے اور عیسائی ممالک میں اسلام کی

سعادت اور خوش بختی کا انحصار کسی کی خواہشات دعاوی پر نہیں بلکہ خدا پرستی اور مخلوق کی خدمت پر ہے

احمدیہ کالونی کی تعمیر کا منصوبہ اور اس کے لئے سرمایہ کی اپیل

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۶۸ء فرمودہ حضرت امیر قوم مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

لیس بامانیکم ولا امانی اھل الکتاب ۔ من یعمل سوءً یجز بہ ومن یعمل من الصالحٰت من ذکر او انثیٰ و ھو مومن فاولٰئک یدخلون الجنۃ ——— ولا یظلمون نقیرا ——— (سورۃ النساء رکوع ۱۵) ———

یہود کا اسلام کے خلاف اعتراض

تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کو نہ ماننے کے لئے عرب کے مشرکین اور وہاں کے رہنے والے یہود و نصاریٰ طرح طرح کے اعتراض کرتے تھے۔ یہود کہتے تھے کہ اگر تم توراۃ اور حضرت موسیٰؑ کو مانتے ہو۔ تو بس۔ اس ہدایت اور موسیٰ نبی کے بعد کسی اور شریعت اور رسول کی حاجت کیا ہے۔ آپ پر ہم سبقت رکھتے ہیں۔ ہمارے پاس کتاب ہے۔ اور رسول ہے۔ ہماری کتاب میں لکھا ہے کہ نبی اور رسول صرف بنی اسرائیل میں سے آسکتا ہے کسی اور قوم میں سے نہیں آسکتا۔ اس لئے ہمیں آپ پر آپ کی قوم پر اور آپ کے دین پر ہر طرح کی سبقت حاصل ہے۔

نصاریٰ کا دعویٰ۔

نصاریٰ کا دعویٰ بھی اسی قسم کا ہے۔ وہ دنیا بھر کے تمام لوگوں کو خواہ وہ دن رات عبادت میں مصروف رہیں اور اپنا وقت غمر یاد اور مخلوق خدا کی خدمت میں صرف کرتے رہیں۔ چونکہ وہ حضرت عیسٰیؑ کی پھانسی پر ایمان نہیں رکھتے اس لئے وہ دوزخ میں جائیں گے۔ وہ کہتے ہیں نحن ابناء اللّٰہ احباءہ۔ ہم خدا تعالےٰ کی پیاری قوم ہیں اور خدا صرف ہم سے ہی محبت کرتا ہے۔ جنت صرف ہمارے لئے ہے۔ جو کوئی حضرت عیسےٰؑ کے مصلوب ہونے پر ایمان لاتا ہے وہ ایماندار ہے۔ اور خدا تعالےٰ کی رحمتوں، بخششوں اور فضلوں کا وارث ہے۔ ہمارے دین کے مقابلہ میں اسلام کا دین کیا ہے کہ مقابلہ میں آئے۔ اس دین کا خلاصہ یہ ہے کہ زکوٰۃ دو اور نمازیں پڑھو۔ حج کرو اور شب و روز عبادتیں کرو۔ یہ بڑا لمبا قصہ ہے۔ اس کے مقابلہ میں ہمارا مذہب آسان ہے۔ وہ یہ کہ حضرت عیسےٰؑ کے مصلوب ہونے پر ایمان لے آؤ۔ بس پھر تم جنتی ہو۔ اور تم بخشے گئے۔

مسلمانوں کا دعویٰ

صحابہ کرامؓ بھی مجالس میں بحث کرتے تھے۔ کہ آخری نبی اور رسول ہمارے پیغمبر ہیں۔ اگر یہودی اسرائیلی ہیں تو ہم اسماعیلی ہیں۔ اور ہمارے پاس خدا کی آخری کتاب ہے۔ ہمیں تم پر سبقت حاصل ہے۔

خدا تعالےٰ کا قانون ——— نجات کا انحصار نیک اعمال پر ہے

خدا تعالےٰ نے اس صورت حال کے پیش نظر فرمایا ہے لیس بامانیکم۔ اے مسلمانو! تمہاری خواہشات کے مطابق ہمارا قانون ذرائع نہیں۔ تمہارے دعوے اور خواہشات پر تمہیں خدا تعالےٰ کی خوشنودی، سعادت اور قرب میسر نہیں آسکتا۔ ولا امانی اھل الکتاب۔ اور نہ ہی ہمارا قانون اہل کتاب کی آرزوؤں کے موافق کارفرما ہے۔ ہمارا قانون معقول ہے۔ اور وہ ساری قوموں کے لئے ایک ہی ہے۔ سعادت اور خوش بختی کا انحصار کسی کی خواہشات اور دعاوی پر منحصر نہیں۔ بلکہ اس کا انحصار خدا پرستی اور مخلوق خدا کی خدمت پر ہے۔ پہلے مسلمانوں کو توجہ دلائی لیس بامانیکم۔ اے مسلمانو! تمہاری خواہشات کی بناء پر تمہیں سعادت میسر نہیں آسکتی سبحان اللّٰہ العظیم۔ کیا تہذیب اور کلچر ہے۔ دونوں قومیں سامنے ہیں۔ پہلے اپنی قوم کو وعظ فرماتے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں کلچر اور بلند تہذیب۔ اس کے بعد اہل کتاب کو مخاطب کیا ہے۔ اور فرمایا خدا تعالےٰ کا قانون سب کے لئے ایک ہے من یعمل سوءً یجز بہ۔ کوئی باشندہ مسلمان ہو یا کافر، کوئی قوم کا ہو کسی وطن، کسی رنگ و نسل کا ہو، جو کوئی بھی بدی کا ارتکاب کرے گا وہ سزا پا جائے گا۔ ہمارا یہ قانون کسی نسل۔ یا ذات یا رتبہ یا اقتدار کو خاطر میں نہیں لاتا۔ ولا یجدون ولیا ولا نصیرا اپنے اعمال بد کا نتیجہ اس کو ضرور بھگتنا پڑے گا کوئی سنکھیا کھالے تو خدا یہ نہیں دیکھتا کہ یہ مسلمان ہے یا اہل کتاب۔ سنکھیا کا اثر سب کے لئے برابر ہے اس بارہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح سے زہر بدن کو تباہ کر دیتا ہے ان الذنوب تغیر النعماء اسی طرح گناہ اور بد عملی کی زندگی بھی انسان کے روح اور جسم و جان کو تباہ و برباد کر دیتی ہے اور فرمایا ومن یعمل من الصالحات۔ ہمارے قانون کا ایک حصہ یہ ہے کہ جو کوئی نیکی کا کام کرے گا۔ من ذکر او انثیٰ۔ نیکی کرنے والا مرد ہو یا نیکی کرنے والی عورت ہو، وھو مومن۔ اور اس کے دل میں ایمان ہو فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون نیکی اس کے دل کے چین اور قلب کی طمانیت کی موجب بنتی ہے۔ اور یہ قانون عالمگیر ہے فاولٰئک ھم المفلحون اس قسم کی طرز زندگی اختیار کرنے والے۔ سعادت اخروی کے حاصل کرنے والے ہیں۔ ولا یظلمون نقیرا۔ ان کے اعمال کی جزاء میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں کی جائے گی۔ یہ قانون ہے جو خدا تعالےٰ نے ساری انسانیت کے لئے بتایا ہے۔ اس کو کہتے ہیں زمین آسمان کا بادشاہ۔ الحمد للّٰہ رب العالمین۔

تمام انسانیت کی پیدائش خدائی فطرت پر

جس طرح کائنات میں قوانین ہیں۔ اور وہ اٹل ہیں۔ ولن تجد لسنۃ اللّٰہ تبدیلا۔ خدا تعالےٰ کے قوانین کو کوئی شخص تبدیل نہیں کر سکتا۔ اسی طرح عالم روحانیات کے قانون ہیں جن میں کبھی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ فطرۃ اللّٰہ التی فطر الناس علیھا۔ تمام انسانیت کی ایک فطرت ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی عطا کردہ فطرت ہے۔ اس کی عظمت بڑھانے کے لئے خدا تعالےٰ نے اسے اپنی عظمت قرار دیا ہے۔ یہ فطرت بھی خدا تعالےٰ کی ہمہ گیر ہے۔ مشرق و مغرب اور ہندو سکھ عیسائی اور مسلمان سب کی فطرت یکساں ہے۔ غدارِ الثقلین ہے۔

اعمالِ بد پر انسانی فطرت کا انتباہ

خدا تعالےٰ کی سلطنت دلوں پر ہے۔ بد افعال کرنے سے دل میں دھڑکن شروع ہو جاتی ہے۔ برے فعل پر دل ملامت کرتا ہے۔ یہ سزا ہے جو خدا تعالےٰ نے جاری کر رکھی ہے۔ یہ قانون انسان کو مزکی اور مطہر کرنے کے لئے مقرر کیا ہے۔ اور خدا کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا۔ اس قانون کو بدلا نہیں جا سکتا۔ نجات میسر نہیں آسکتی بغیر

اعمالِ صالحہ کے۔ اعمالِ صالحہ بڑا بھاری ٹانک ہے۔ گناہ کی زندگی بہت نقصان دہ ہے۔ یہ دل کو کمزور کرتی ہے اس راستہ پر چل کر راحت اور خوشی حاصل نہیں ہوتی۔

ایک نوجوان کی بد افعالی کا نتیجہ

میرا ایک عزیز دُور کا رشتہ دار نہایت نیک اور خوبصورت نوجوان تھا۔ بڑے پایہ کا نیا قش تھا۔ رشتہ داریاں پالتا تھا میرے گھر میں بھی اس کا آنا جانا تھا۔ ہم اس کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ کسی نے اسے کہا اے فلانے! تیری یہ جوانی اور تیری یہ خوبصورتی اور تیری یہ دولت کس کام کی۔ خدا نے یہ سب کچھ دیا ہے تاکہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کرو۔ ملا مُلانہ بن جانے میں کچھ مزا نہیں۔ تھوڑی سی کوکین کھا لیا کرو۔ اس نے شروع کر دی اور پھر وہ عزیز چھ ماہ تک میرے گھر نہیں آیا۔ مجھے کسی نے کہا کہ فلاں آپ کے ہاں اس لئے نہیں آتا۔ کہ اس کا گوشت بھرا گول منہ ہڈیاں رہ گیا ہے۔ وہ کس منہ سے آئے۔ وہ نشہ کرتا ہے اسے شرم آتی ہے۔ گناہ کی زندگی صحت کو خراب کر دیتی ہے۔ روپیہ کو برباد کر دیتی ہے۔ اور عزت کو ختم کر دیتی ہے۔ آخرش وہ تھوڑے عرصہ کے بعد مر گیا۔ اولاد مصیبت زدہ ہو گئی۔ اور مشکلات اور پریشانیوں میں مبتلا ہو گئی۔ آج کل خدا نے اولاد پر پھر فضل کیا ہے۔ ایک لڑکا جوان ہے اسکے کاروبار میں برکت ہے۔ اور آج کل وہ لوگ خوش ہیں۔

گناہ سے توبہ کرو

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتلایا کہ

الذنوب للقلوب کما السموم للابدان

جس طرح زہر بدن کو ہلاک کر دیتی ہے۔ گناہ کی زندگی بھی اخلاق۔ کردار۔ رُوح اور قلب کو تباہ کر دیتی ہے۔ خدا آپ کو ہر کہیں اور ہر وقت دیکھتا ہے۔ وہ ہر شخص کے ساتھ ہے۔ کوشش کرو کہ اس بادشاہ کے رجسٹر میں اچھا نام لکھا جائے۔ یاد رکھو سلطنتیں سب مجرمین کو سزا نہیں دے سکتیں۔ لیکن خدا تعالےٰ سب کو سزا دے سکتا ہے۔ کیونکہ وہ سب کچھ دیکھتا ہے۔ اس لئے گناہ سے توبہ کر لو۔

حضرت نبی کریم صلعم کی اخلاقی بلندی۔

یہ قانون مسلمانوں کے لئے بیان کیا ہے۔ کہ دوسری قوموں کی طرح شیخیاں مارنا اچھا نہیں، جو اپنی ذات کے متعلق حضور نبی کریم صلعم نے فرمایا لا تفضلونی علی الانبیاء مجھے انبیاء پر فضیلت نہ دو۔ حضرت اگرچہ تمام انبیاء اور فرشتوں اور انسانوں سے بڑھ کر ہیں، تاہم اخلاق کی بلندی دیکھئے کہ فرماتے ہیں کہ مجھے انبیاء پر فضیلت نہ دو، اس لئے کہ لوگ متنفر ہو جائیں گے۔ یہ اخلاق مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ توجہ کے قابل ہیں۔ خدا تعالےٰ نے اس قوم کو بلند کرنے کے لئے فرمایا کہ تم با اخلاق ہو جاؤ۔ باکردار ہو جاؤ۔

احباب کے لئے دُعا

آپ کی بھلائی کے لئے دو ایک باتیں اور کرنا چاہتا ہوں۔ ایک دفعہ ساری قوم مرد اور خواتین سب کے لئے دعا کریں کہ ان پر خدا تعالےٰ کی برکات نازل ہوں۔ ان کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ دین اور اس کے شوق پورے کرتے رہیں۔ خدا تعالےٰ کا کلام سنتے رہیں، اور اس پر عمل پیرا ہوں، کچھ احباب بیمار ہیں۔ شیخ محمدی کے محمود احمد ملنگ عرصہ سے بیمار ہیں ان سب کے لئے دعا کریں کہ خدا تعالےٰ انہیں صحتِ کاملہ عطا فرمائے۔ کچھ لوگ مختلف پریشانیوں میں مبتلا ہیں، خدا تعالےٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔

صاحبزادہ عبداللطیفؒ کا واقعہ شہادت اور ان کی اولاد کے لئے دُعا۔

صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؒ کی اولاد احمدیت کی وجہ سے تکلیف میں ہے۔ موصوف کابل کے بادشاہ کے اُستاد تھے، اس کے پیر تھے۔ اس کی دستار بندی ان کے ہاتھ سے ہوئی تھی۔ بڑا مقام انہیں حاصل تھا۔ قادیان میں گئے تو انہوں نے حضرت مرزا صاحب کو پہچان لیا۔ ان کی بیعت کرنے کے بعد کو ان کا ارادہ ہوا کہ اپنے وطن واپس جانا چاہیئے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ نہ جاؤ، لوگ آپ کو قتل کر دیں گے۔ صاحبزادہ صاحب رح نے جواب دیا کہ حضور آپ کے اس وطن میں قلم کی سیاہی سے اشتہار دیا جاتا ہے۔ لیکن ہماری پتھریلی زمین میں خون سے اشتہار دیا جاتا ہے، اس عزم کے وہ انسان تھے۔ چنانچہ صاحبزادہ صاحب مرحوم وطن پہنچے تو ان کو گرفتار کر لیا گیا۔ کہ یہ کافر ہو گیا ہے۔ بیڑیاں ڈال دیئے گئے۔ روزانہ بادشاہ ان کے پاس جاتا اور انہیں کہتا کہ توبہ کر لو، تمہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ تمہارا مقام اور اونچا کر دیا جائیگا۔ تمہاری جائدادیں بڑھا دی جائیں گی۔ لیکن صاحبزادہ مرحوم روزانہ انکار کر دیتے۔ آخری وقت تک توبہ کرنے کی تحریک کی گئی لیکن انہوں نے انکار کیا۔ اور فرمایا کہ سورج کو دیکھ کر نہیں کہا جا سکتا کہ سورج نہیں ہے۔ چنانچہ انہیں زمین میں گاڑ کر ان پر خشت باری کی گئی اور شہید کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بوں کے صاحبزادہ عبدالرب اور عبدالقدوس صاحبان ان کی اولاد میں سے ہیں وہ آجکل تکلیف میں ہیں ان کے لئے دُعا کریں۔

بذلِ اموال اور ایثار و قربانی کی تحریک

اَب میں اس مختصر سے خطبہ کے بعد ایک اور بات بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اپنے اموال کو خدا کی راہ میں خرچ کرو۔ مسلمان ایثار و قربانی کا پیکر رہا ہے۔ اس کی قربانی کی تاریخ بڑی عظیم الشان ہے۔ مذہب و ملت کے لئے مسلمان نے وقت آنے پر اموال بھی دیئے اور اپنی جانیں بھی خدا کی راہ میں قربان کر دیں۔ پچھلی ہند و پاک جنگ میں مسلمان سپاہیوں نے اپنے وطن کو بچانے کے لئے جانیں قربان کر دیں۔ انہوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ اگر وہ بزدل ہوتے تو پاکستان ختم ہو گیا ہوتا۔ پاکستانی افواج نے دنیا بھر سے اپنی شجاعت و بہادری کا لوہا منوایا ہے اور تمام دنیا سے خراجِ تحسین حاصل کیا ہے۔

تبلیغ دین کے لئے اچھے نوجوانوں کو پیش کیجئے

آپ کی جماعت کے نوجوانوں کو تبلیغ دین کے لئے تیار ہونا چاہیئے۔ یتیموں اور غریبوں کے بچوں کو دین سکھانے کے لئے جمع کر لینا یہ آپ کی شان کے خلاف ہے۔ امراء کو چاہیئے کہ اپنی اولادوں کو تحریک کریں۔ ایک چوہدری صاحب کو کسی نے پُوچھا کہ ستاؤ اولاد کا کیا حال ہے۔ چوہدری صاحب نے کہا کہ ایک لڑکا بڑا ذہین ہے اس کو پڑھا لکھا کر ڈپٹی کمشنر بناؤں گا۔ دوسرا کچھ کم عقل ہے اس کو مسجد میں بٹھا دوں گا تاکہ وہ قرآن و حدیث کا سبق لے۔ آپ کا بھی یہی حال ہے۔ یتیموں اور غریبوں کو وظیفہ دیتے ہو تاکہ وہ قرآن اور حدیث سیکھ لیں۔ یہ مثال اچھی نہیں۔ کیوں نہیں وہ لوگ اپنے لڑکوں کو پیش کرتے جو دولت مند ہیں۔

احمدیہ کالونی کے بارہ میں

دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے جو پروگرام احمدیہ بستی کی تعمیر کا بنایا ہے اگر وہ تکمیل کو پہنچ گیا تو قوم کے وقار کا باعث ہو گا۔ اس بستی کی تعمیر کے پروگرام کے متعلق میں عزیزی اللہ بخش صاحب سے کہوں گا کہ وہ اس بارے تفصیلات سے قوم کو آگاہ فرما دیں۔

(اس موقعہ پر میاں صاحب ممدوح نے
ایک پُر مغز مقالہ پڑھا جس میں جماعت
کی خدمات دینی، احمدیہ بلڈنگس کی تنگ
مکانی اور مجوزہ احمدیہ بستی کے منصوبہ کی
تفصیلات بیان کیں۔ یہ مقالہ اسی پرچہ
میں دوسری جگہ درج ہے۔ اس
کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے فرمایا:-)

عزیزی میاں صاحب نے آپ کو تعمیر بستی کے متعلق بڑے خوبصورت الفاظ اور موثر انداز میں تفصیلات سے آگاہ کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس کام میں جتنی زیادہ محنت کی جائے۔ اور جتنا بڑا کام کیا جائے اتنا بڑا اجر ہے۔ یہ کام بڑا ہے بہت بڑا ہے اس کے لئے کافی روپیہ کی ضرورت ہے ساری قوم کی توجہ اور تعاون کی ضرورت ہے تعاونوا علی البر والتقویٰ۔ قوم کا ایک ایک فرد اس منصوبہ کی تکمیل میں حصہ لے۔ اپنی دعاؤں سے۔ اپنے اوقات سے۔ اپنے اموال سے۔ اپنے اپنے ایثار و قربانی سے اس میں حصہ لے۔

پھر میاں ظہور احمد صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا:-

جو روپے جمع کئے ہیں یا کچھ وعدے لئے ہیں ان کا اعلان کریں۔ میاں ظہور احمد صاحب نے اُٹھ کر فرمایا:-

"احباب کو معلوم ہے کہ ۱۹۶۴ء میں احمدیہ بستی کی زمین پر قوم نے ایک مسجد کی بنیاد رکھی تھی۔ یہ زمین پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس کے پاس ہے۔ یہ تین سال کا عرصہ یک قدم گذر گیا وہاں کچھ مزید ترقی نہیں ہو سکی۔ ہمیں کچھ تکالیف اور پریشانیوں کا سامنا رہا۔ زمین ہم سے ایک دم چھین لی گئی۔ حکومت نے فیصلہ واپس لے لیا۔ لیکن ہماری مساعی سے تھوڑے وقفہ ہی میں زمین ہمیں واپس مل گئی۔ اس بستی کی تعمیر کا منصوبہ اب زیر غور ہے۔ نقشہ جات تیار ہیں۔ یہیں مسجد کی دیواروں پر آویزاں ہیں اور احباب ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ ۱۹۶۴ء میں میں نے اپنے بھائیوں سے چندہ فراہم کرنے کی تحریک کی تھی۔ چنانچہ میرے بھائیوں نے مجلس مزار

(باقی برصفحہ کالم ۲)

احمدیہ کالونی

(بسلسلہ صفحہ ۲)

نمود صبح نیا پیام لانے لگی۔ ہمیں بھی نسیم صبح گاہی سے نیا پیام ملا ہے۔

ہمیں وہم و گمان بھی نہ تھا کہ وہ بھی کبھی آباد ہوں گے ہمیں یہ قیاس بھی نہ آسکتا تھا کہ قدرت نے ہمارے لئے بھی کوئی بستی مخصوص کر رکھی ہے۔ شہر کے ایک طرف دور اور بہت دور فیروز پور روڈ اور ملتان روڈ کے درمیان لہلہاتی کھیتیاں آباد ہونے لگیں۔ ان میں سڑکوں کے جال بچھا دیئے گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہاں سے علم۔ تہذیب و تمدن کا چشمہ پھوٹنے لگا۔ حکومت مغربی پاکستان کی یونیورسٹی کا تمام کا تمام علمی گہوارہ وہاں جا بسا اور وہ جگہ جو قدرت نے ہمارے لئے محفوظ کر رکھی تھی۔ ہماری منتظر ہونے لگی۔ اور ہماری جماعت نے ایک کمیٹی عہدہ داروں پر مشتمل تشکیل کی۔ انہوں نے اس زمین کا ٹکڑا تھاما۔ اور زیر ہدایت حضرت امیر اس کا چارج لیا اور اس کو ڈیولپ کیا اور وہاں بستی بنانے کے ارادے ہونے لگے۔

خواتین و حضرات! اس مدت میں کنبہ بڑھ گیا اس کو اپنی اولاد کے لئے۔ انجمن کو اپنے اقرار کے لئے موزوں مکانوں کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ پر فضا ماحول کی کوٹھیاں اچھے اور صاف ستھرے دفاتر تصور میں آنے لگے۔ اپنے عزیز و محترم احباب کے لئے جہاں خانوں کی طرف نگاہ چلی اور وسیع تر مسجد۔ ہال۔ جدید ترین درسگاہوں کو زیر غور لایا گیا۔ جہاں ہمارے اپنے بچے بچیاں، جہاں سارے پاکستان کے بچے و بچیاں اعلیٰ جدید ترین طور و طریقہ پر تعلیم حاصل کر سکیں۔ جہاں ہمارا اپنا ماحول ہو۔ جہاں ہمیں کانفرنس کے لئے مناسب جگہ میسر آ سکے جہاں ہم ہر صبح و شام اکٹھے مل کر منصوبے بنا سکیں کہ ہم نے اسلام کا پیغام اور کہاں کہاں بھجوانا ہے اور کون کون سی مزید خدمت خلق کرنی ہے۔

اس رقبہ کو دو سال پہلے آپ نے دیکھا تھا۔ اور بنیاد حضرت امیر قوم کے ہاتھ سے رکھی تھی۔ اسی زمین کی شکل و صورت اب اگر آپ دیکھیں گے تو آپ حیران ہوں گے کہ کس قدر فضل ربی ہے کہ ہمیں اس قدر اعلیٰ موقعہ دیا گیا جہاں ہم اپنی بستی بنائیں گے اور جہاں سے تعلیم۔ تمدن سکھلانے کی خدمت سرانجام پائے گی۔

خدا و تد کریم کے فضل سے بستی بنانے کا کام ہو جاویگا کیسے ہوگا ایسے جیسے احمدیہ ہال و احمدیہ مارکیٹ بن گئی ایسے ہی جیسے کہ ۱۲۰۰ کنال زمین بستی کے لئے خرید لی گئی جس کی مالیت کم از کم ۱۵ لاکھ کے قریب ہے۔ اس کا ڈھب ہمارے مکرم و محترم حضرت امیر قوم جانتے ہیں انشاء اللہ ایک خوبصورت بستی بنے گی جس میں ہمارے تصورات کے مطابق ہر شے ہوگی۔ جس میں ہم نئے طرز عمل سے اشاعت اسلام کریں گے، تعلیمی ادارے قائم ہوں گے، اور اس طرح خدمت خلق کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں گے۔

اس کے بعد مجھے اس کمیٹی کا جس نے یہ تمام حصول زمین کا مرحلہ مکمل کیا اسکے ممبران میاں ظہور احمد صاحب، ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، میاں سعید احمد صاحب۔ مرزا مسعود بیگ صاحب۔ میاں عبدالمنان صاحب و حبیب الرحمان صادق صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ کہ ان کی شب و روز کی سعی نے اس قدر قیمتی رقبہ انجمن کے لئے فراہم کیا اور آبادی کے ضمن میں تمام نقشہ جات تیار کروائے جو آپ کے سامنے یہاں لگا دیئے ہیں تاکہ آپ سکیم کو ملاحظہ کر سکیں۔

اس کے بعد میں حضرت امیر مولانا مولوی صدرالدین صاحب کی خدمت اقدس میں عرض کروں گا کہ وہ اس ضمن میں آپ سے خطاب فرمائیں۔ اور دعا بھی کریں کہ خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے ہمیں اس بستی کے آباد کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ایسے سامان پیدا فرمادے کہ یہ عظیم الشان یادگار ہم قائم کر سکیں۔ شکریہ

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۵)

روپیہ کی رقم دی جو پیش کرتا ہوں۔ پھر میں گذشتہ دفعہ لائل پور گیا وہاں مسجد میں میں نے تحریک کی کہ جماعت کے مقامی فنڈز وغیرہ کو احمدیہ بستی کے لئے مختص کر دیں اس پر محترم مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے بھی تحریک کی اور ۹۰۰ روپے جمع ہو گئے۔ میں دوسری جماعتوں کے صدر و سیکرٹری صاحبان سے اپیل کروں گا کہ وہ اس بستی کی تعمیر میں اموال کی فراہمی میں جوش و خروش سے حصہ لیں۔ اس کام کے لئے روپیہ کی بڑی ضرورت ہے"

تمام قوم دعا اور اموال سے تعاون کرے

میاں ظہور احمد صاحب کی اس تقریر کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے خطبہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا:۔

یہ کام بہت بڑا ہے۔ اور قوم کے وقار کو بڑھانے کا موجب ہے یہ کام اگرچہ ساری قوم کا ہے۔ مگر اس عظیم کام کو عزیزم میاں اللہ بخش صاحب ملتے اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے۔ آپ اُن کے لئے دعا کریں۔ کہ اللہ اُن کے عزم و استقلال میں برکت ڈالے۔ میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے ان کو سمجھ بھی عطا فرمائی ہے۔ روپیہ بھی عطا فرمایا ہے اور ان کا تجربہ بھی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ساری قوم ان کے ساتھ تعاون کرے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تعاونوا علی البر والتقویٰ۔ جہاں نیکی کا کام ہو اس کو سب مل کر کرو۔ ایک وقت میں سب ایک قوم ہو کر کام کرو۔ اس سے کام میں کامیابی ہوتی ہے۔ خدا کی برکات نازل ہوتی ہیں۔ آپ ان دونوں بھائیوں کے لئے دعا کریں۔

کالونی کی تعمیر کے بارہ میں ایک تجویز

انہوں نے جو تفصیل بتلائی ہے۔ اس سے مجھے تسلی نہیں ہوتی۔ وہ سمجھتے ہیں کہ آٹھ دس سال میں کام ہوگا۔ میرے نزدیک ایک سال میں اس میں تعمیر کا ایک ایسا حصہ نظر آنا چاہیئے جس کو دیکھنے سے قوم کا حوصلہ بڑھتا رہے۔ وہ یہ ہے کہ شروع شروع میں بورڈنگ کے چند مرے بنائیں۔ اساتذہ کے لئے برانڈے والے مکانات ہوں۔ اور ہر ایک کمرے کے پیچھے فلش سسٹم ہو، غسل خانہ ہو۔ دو تین سال کے بعد دو تین کلاسیں بن سکیں گی اسی طرح آہستہ آہستہ تعمیر کی جائے یہ قوم کو اپیل کرے گا۔ یہی کامیابی کا راستہ ہے۔ چند کلرکوں کو وہاں بسا دینے سے بستی نہیں بن سکتی۔ قوم اس منصوبہ کے لئے اپنے اموال پیش کرے۔ میں خود اس میں ایک سو روپیہ کی ایک حقیر رقم پیش کرتا ہوں۔ اس کے لئے فنڈ کیا جائے۔ اور میں فنڈ قائم کرنے کا طریقہ بتاتا ہوں۔

مصری صاحب اور بعض دیگر احباب کی قابلِ قدر خدمات

ہمارے محترم علامہ مصری صاحب نے قوم اور سلسلہ کی بڑی خدمت کی ہے۔ وہ انجمن سے کچھ نہیں لیتے۔ خدمت دین میں مصروف رہتے ہیں۔ صبح سے بارہ ایک بجے تک بچوں کو تعلیم دیتے ہیں اور رات کے نو بجے تک کام کرتے ہیں انہوں نے کچھ معاوضہ کبھی طلب کیا ہے نہ خواہش ہے یہ قابل قدر انسان ہیں۔ صاحبزادہ عبدالمنان صاحب بھی انجمن کے کاموں میں دل و جان سے حصہ لیتے ہیں اور چند نوجوان ربوہ سے نکل کر یہاں آگئے ہیں ان نوجوانوں کو اچھی ملازمتیں حاصل ہیں بعض نوجوان مولوی فاضل ہیں۔ بعض کاروبار کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے برخلاف باتیں کرنا چھوڑ دو۔ قوم کو چاہیئے کہ دشمنوں کی باتیں نہ سنیں، ان کی قدر کرنا ضروری ہے۔

مصری صاحب کو نئے فلیٹ کی پیشکش

محترم مولینا مصری صاحب نہایت قابلِ احترام بزرگ ہیں ان کے آرام کے لئے احمدیہ مارکیٹ کے اوپر چار کمروں والا فلیٹ ان کو دینا چاہیئے۔ اس کے دو صحن ہیں۔ باورچی خانہ ہے۔ غسل خانہ ہے۔ پانی اور بجلی فراہم ہے۔ صاف ستھرا ماحول ہے۔ وہ ایک فرسودہ مکان میں اور غلیظ ماحول میں رہتے ہیں۔ تاریکی میں چڑھتے اترتے گرتے پڑتے ہیں۔ ہمارے لئے افسوس اور غیرت کا مقام ہے۔ میں مصری صاحب سے کہتا ہوں کہ وہ اس فلیٹ پر چلے آئیں۔

جدید فلیٹس اور دوکانات کا منصوبہ

مجھے ان کے موجودہ مکان کا ساٹھ ہزار روپیہ ملتا ہے میں اس سے زیادہ رقم پر فروخت کرنا چاہیئے۔ اس رقم سے نادر منزل کو گرا کر یہاں دوکانات وغیرہ تعمیر کرنا چاہیئے۔ ہال بھی دوکانات اور فلیٹ بنانے چاہئیں۔ ان دوکانات اور فلیٹس وغیرہ سے جو آمدنی ہوگی۔ وہ احمدیہ بستی کی تعمیر کے لئے مختص کر دی جائے۔

فنڈز کی اپیل اور قوم کی طرف سے لبیک

بستی کے لئے فنڈ جمع کرنے کا یہ مناسب ذریعہ ہے اگر ہم ان حضرات سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ایک سال کے اندر اندر قوم کو کچھ نہ کچھ کر کے دکھائیں، آپ اُن کے لئے دعا کریں اور ہم میں سے ہر ایک شخص تھوڑی بہت رقم ضرور اس فنڈ میں دے میں اس میں سو روپیہ پیش کرتا ہوں (حضرت امیر قوم ایدہ اللہ کی تحریک پر قوم نے اس فنڈ میں جوش و خروش سے نقد اور وعدوں کی صورت میں

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے چوّنویں جلسہ سالانہ پر اجمالی نظر

(رپورٹ از بشیر احمد سوز)

(۲)

اجلاس منعقدہ ۱۹ جنوری ۱۹۶۸ء بروز جمعہ

۱۹ جنوری بروز جمعہ صبح ۹ بجے جناب میاں غلام عباس صاحب تمیم سابق آڈیٹر جنرل پاکستان کی زیر صدارت جلسہ سالانہ کی باقاعدہ کارروائی تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوئی۔ طلباء مسلم ہائی سکول نمبر ۲ عزیز سلطان احمد اور عبدالرزاق نے بارگاہ ربّ دوعالم میں نہایت دلآویز مترنم لہجہ میں حمد و ثنا پیش کی۔

تقریر صدارت

جناب صدر جلسہ نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ آج خدا کے فضل و کرم سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے چونویں سالانہ اجلاس کا آغاز ہو رہا ہے۔ ۱۹۱۴ء کی بات ہے کہ چند مکرم بزرگ اصول اور حق کے لئے قادیان چھوڑ کر لاہور آگئے۔ یہ گنتی کے چند اصحاب تھے۔ لیکن چونکہ ان کے دلوں میں اخلاص اور دین کے لئے درد تھا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کا مقام و مقاصد ان کے قلب و نظر میں واضح تر تھا۔ اس لئے ان کی دعاؤں اور ان کے اخلاص اور جذب و تڑپ کو شرف قبولیت حاصل ہوا اور بہت جلد مخلص لوگوں کا گروہ ان کے گرد جمع ہو گیا۔ اس ایثار پیشہ مختصر سی جماعت نے بہت تھوڑے وقت میں مذہب و ملت کے لئے کارہائے نمایاں انجام دیئے اور اب تک دے رہی ہے اور انشاء اللہ دیتی چلی جائے گی۔

صدر محترم نے انجمن کی خدماتِ دینیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس انجمن نے اسلام کے متعلق عظیم الشان حقائق و معارف اور استدلال سے پُر علمِ کلام پیدا کیا ہے اور مذہبی تاریخ میں بیش بہا لٹریچر کا اضافہ کیا ہے۔ ممالک غیر میں تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے لئے مشن و مساجد قائم کیں اور پاکستان میں بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے سکول اور کالج قائم کئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس انجمن کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ کے مقاصد بعثت — تجدید دین، ابطال مذاہب باطلہ، کسرِ صلیب اور اشاعت اسلام وغیرہ پورے ہو رہے ہیں۔ یہ خوشی کا مقام ہے۔

صدر محترم نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں اسی پر اکتفا نہیں کرنا چاہیئے۔ ہمارے لئے کرنے کے اور بھی بہت سے کام ہیں۔ دعوت و تحریک اسلام کی مساعی کو تیز تر کرنے اور مناسب حال ذرائع اختیار کرنے کی انتہائی ضرورت ہے۔ استحکام اور توسیع جماعت کی بھی فکر ضروری ہے۔ اگرچہ یہ مرکز کا کام ہے لیکن جماعت کے ہر فرد و بشر پر بھی اس کی ذمہ داری ہے، کہ وہ اپنے فکر و عمل سے جماعتی یک جہتی کو بہر صورت قائم رکھیں، اور توسیع جماعت کے لئے جد و جہد کریں۔ اگر ایک، ایک فرد ایک سال میں ایک ایک شخص کو بھی جماعت میں شامل کر لینے کا عزم کر لے۔ تو جماعت عددی لحاظ سے ایک سال کے اندر دوگنی ہو سکتی ہے۔

جناب صدر جلسہ نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت عالی میں ان کی خدماتِ دینیہ اور مہماتِ اسلامیہ کو عقیدت و اعزاز کا زبردست الفاظ میں خراجِ تحسین ادا کرتے ہوئے دُعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس مجاہد اسلام و احمدیت کی عمر میں اضافہ فرمائے۔ وہ اسلام کے ایک بزرگ خادم ہیں اور عمر بھر انہوں نے اس راہ میں زندگی وقف کئے رکھی۔ ان کی ذات ہمارے لئے مغتنمات میں سے ہے۔

مکرم صدر جلسہ نے اپنی تقریر کو ختم کرتے ہوئے حضرت الحاج شیخ میاں محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مرحوم جماعت کے ایک مجاہد و محرک ستون تھے۔ ان کی وفات جماعت کے لئے حادثہ جانکاہ ہے۔ انہوں نے یہ قرارداد پیش کی :-

> "یہ جلسہ حضرت الحاج شیخ میاں محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات پر گہرے رنج و افسوس کا اظہار کرتا اور مرحوم و مغفور کی لاجواب دینی خدمات کا اعتراف کرتا ہے اور ان کی رُوح پر فتوح کے لئے اعلیٰ درجات کی دُعا مانگتا ہے۔ اور یہ جلسہ ممدوح مرحوم کے پسماندگان سے اظہار ہمدردی کرتا ہے۔"

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السّلام

صاحب صدر کی تقریر کے بعد مکرم مولینا دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات پڑھ کر سنائے جن میں حضرت صاحب نے احباب کو نصیحت کی ہے کہ وہ باہمی تعلقاتِ اخوت کو مضبوط کریں اور بلا امتیاز امیر و غریب ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک اور نیکی اور مروت کا برتاؤ کریں، اور دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے احکامِ خداوندی کو بجا لاتے رہیں۔

. . . .

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی افتتاحی تقریر۔

ملفوظات پڑھے جانے کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ وبنصرہ العزیز نے ایک ایمان افروز اور نہایت پُر معارف افتتاحی تقریر فرمائی۔ جو آئندہ اشاعت میں ہدیہ قارئین کرام کی جائے گی۔

مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب کی تقریر

اس کے بعد مکرم جناب مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب مبلغ اسلام و فانح فجی نے حضرت مسیح موعودؑ کے الہام "غلام احمد کی جے" کو موضوع تقریر بناتے ہوئے حاضرین جلسہ سے خطاب فرمایا۔ اس مؤثر تقریر میں مکرم مولینا نے تحریک احمدیت کی دینی خدمات، ابطالِ مذاہب غیر کا ذکر فرمایا۔ اور حضرت صاحبؑ کے علم الکلام نے جو ایک دنیا پر اثر کیا۔ اور اس کے خادموں نے جو اثر قلوب پر ڈالا۔ اس کو دلآویز انداز میں بیان فرمایا۔ اور حالات فجی کی روشنی میں احمدیہ خدمات اور اس کی کامیابیوں کا ذکر کرتے ہوئے اس الہام — "غلام احمد کی جے" کا بڑے یقین اور واضح طور پر پورا ہونا ثابت کیا۔ مکرم مولینا موصوف کی مفصّل تقریر پیغام صلح کی کسی آئندہ اشاعت میں درج کی جائے گی۔

حیاتِ نورؓ

جناب حکیم عبدالوہاب عمر صاحب ابن حضرت حاجی الحرمین مولانا نورالدین اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بزرگ والد مرحوم کی حیاتِ طیبہ کے ایمان افروز واقعات و حالات زندگی پیش فرمائے۔ اور اس ولی اللہ کے توکّل و تبتّل الی اللہ اس کے ایمان اور اس کے عرفان کا ذکر فرمایا۔ اور تحریک کی کہ ایسے انسانوں کی زندگیاں اور ان کے حالات افراد اور قوموں کے لئے چراغ راہ کا کام دیتے ہیں۔ اس سلسلہ کے ان مرحوم حالاتِ زندگی کا مطالعہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ مقرر موصوف نے حیات نور پر مشتمل تین کتب — مرقات الیقین، حیات نور اور تحریک احمدیت حصہ پنجم کے مطالعہ کی سفارش کی۔ تقریر کا مکمل متن کسی قریبی اشاعت میں درج کیا جائے گا۔

توسیع جماعت

موضوع مذکورہ پر پروگرام کے مطابق مکرم مولینا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے تقریر کرنا تھی لیکن ناسازی طبع کے باعث وہ تشریف نہ لا سکے۔ اور ان کی جگہ محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب آنریری جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے موضوع مذکور پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ اور یہ خیال ظاہر کیا کہ استحکام و توسیع جماعت پر اشاعتی اور عملی طور کی انتہائی ضرورت ہے۔ انجمن نے اب تک اگرچہ دوسرے مقاصد تحریکات کے لئے بہت کچھ کیا ہے لیکن تنظیم و ترتیب جماعت کی طرف بہت کم توجہ رہی ہے۔ اور اب یہ احساس عام ہوتا جا رہا ہے کہ اس کمزور پہلو کو ہر ممکن طریق سے دور کیا جائے۔ توسیع جماعت کے لئے کون کونسے ذرائع عمل میں لانے کی ضرورت ہے؟ ان پر روشنی ڈالتے ہوئے مکرم ڈاکٹر صاحب ممدوح نے فرمایا کہ سب سے پہلے ضرورت یہ ہے کہ اس جماعت کی دعوت و تحریک اور اس کے مقاصد کی زور شور سے طور پر تبلیغ کی جائے۔ اور اس جماعت کو وسیع تر کرنے

کے مطابق متعارف و روشناس کرایا جائے۔ اور بتایا جائے کہ یہ کیوں معرضِ وجود میں آئی۔ یہ کیا کام کر رہی ہے۔ اس کے عقائد کیا ہیں۔ اور ربوی جماعت اور اس انجمن کے عقائد میں کیا فرق ہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت امام زمان علیہ السلام پر جملہ اعتراضات کو صاف کیا جائے۔ ان کے دعاوی پر سیر حاصل روشنی ڈالی جائے۔ وسیع تر بنیادوں پر لٹریچر پیدا کر کے عام تقسیم کیا جائے۔ اور ثابت کیا جائے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی کو قبول کئے بغیر اور اس جماعت سے وابستہ ہوئے بغیر تبلیغ و اشاعت اسلام ہو ہی نہیں سکتی۔ حضرت صاحبؓ کے علم کلام کو پیش کیا جائے اور احمدیہ تحریک کو جو دوائی غلط عقائد سے نقصان پہنچا ہے۔ اور اس کی وجہ سے جو حضرت بانیٔ سلسلہ سے مسلمانوں کو نفرت ہوئی ہے اس کا ازالہ کیا جائے اور حضرت امامِ زمانؑ کے حقیقی دعاوی پر روشنی ڈالی جائے اور دعوئے نبوت کی تردید کی جائے۔

اور یہ سب کام اگرچہ مرکز کے کرنے کے ہیں۔ لیکن جب تک افرادِ جماعت کا فکر و عمل اور وقت اور مال اور ایثار شاملِ حال نہ ہو، اس وقت تک اس مذکورہ بالا پروگرام کو عملی جامہ پہنانا مشکل ہے۔

مکرم ڈاکٹر صاحب نے جماعتی ماحول پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ ضروری ہے کہ ہمارا ایک انفرادی اور مثالی ماحول ہو۔ اس ضمن میں احمدیہ کالونی کی تعمیر زیرِ غور ہے۔ اس بارے میں تفصیلات آپ کو نماز جمعہ کے وقت مل سکیں گی مزید برآں ہمارے نوجوان طبقہ کو بھی تحریک اور جماعت سے محبت پیدا کرنے کی طرف توجہ دلانا چاہیئے۔ ہر شخص اپنی انفرادی ذمہ داری محسوس کرے کہ مجھے اپنی اولاد کو احمدی بنانا ہے۔ اور یہ تاثر پیدا کیا جائے کہ احمدی اسلام کا ایک سرگرم مجاہد اور قوم کے لئے باعث فخر ہوتا ہے۔

اسی سلسلہ میں مکرم ڈاکٹر صاحب نے مقامی جماعتوں کی تبلیغی و تنظیمی سرگرمیوں کی ضرورت پر بھی زور دیا۔ اور کہا کہ مقامی جماعتوں میں درس و تدریس، پنجوقتہ نمازوں کے اجتماع۔ نماز جمعہ اور سالانہ اجلاس کے انعقاد اور ان کو کامیاب کرنے کی طرف توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے مرکزی جلسہ سالانہ کو بھی کامیاب کرنے کی ضرورت ہے کہ احباب کثرت سے آئیں۔ اپنے مال اور وقت کا حرج کر کے آئیں۔ مقامی جماعتوں میں مساجد و لائبریریوں کا قیام بھی ضروری ہے جہاں ہمہ وقتی امام ہوں۔ اس سے حلقہ اثر وسیع ہوگا، باہمی رابطہ پیدا کیا جائے جس کے لئے ضروری ہے کہ لڑکے لڑکیوں کے رشتے ناطے جماعت کے اندر ہوں۔

یہ ایسے امور ہیں کہ ان پر عمل کر کے ہم ایک فعال جماعت کے طور پر دنیا پر نیک اثر ڈال سکیں گے اور اس مقصد میں بہتر طریقہ سے کامیاب ہو سکیں گے جو حضرت مسیح موعودؑ سے ہمیں ملا ہے۔ وہ مقصد سوائے تبتل الی اللہ اور تبلیغ و اشاعت اسلام کے اور کچھ نہیں۔ ہمارا انفرادی اور اجتماعی عمل اس مقصد کے مطابق ہو۔ اُمید ہے کہ جماعت و احباب ان گذارشات پر غور فرما کر جماعتی توسیع و استحکام کے پیشِ نظر منظم صورت میں کوئی لائحہ عمل تیار کر کے اس پر کاربند ہوں گے۔

نمازِ جمعہ

۱½ بجے دوپہر کو خواتین و حضرات کے ایک کثیر اجتماع نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی اقتدا میں جامع احمدیہ میں نماز جمعہ ادا کی۔ یہ منظر بڑا مؤثر اور خوش کن تھا۔ حضرت ممدوح نے ایک نہایت پُر معارف اور مؤثر خطبہ ارشاد فرمایا، جو اسی اشاعت میں دوسری جگہ درج ہے۔

دوران خطبہ جناب شیخ میاں اللہ بخش صاحب فرزند رشید حضرت الحاج شیخ میاں محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امیر ممدوح کے ارشاد گرامی کی تعمیل میں جماعت کو نہایت خوبصورت انداز میں مجوزہ احمدیہ کالونی کے کوائف اور اس کی تعمیر کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالی۔

جس کے بعد حضرت امیر قوم ایدہ اللہ نے کالونی کی تدریجی تعمیر کے سلسلہ میں بعض تجاویز ارشاد فرمائیں، اور کالونی کی تعمیر کے لئے چندہ کی تحریک فرمائی۔ جس پر خواتین و حضرات نے ایثار و قربانی کا ایمان افروز مظاہرہ کیا۔ اور ایک خطیر رقم جمع ہوگئی۔ جزاہم اللہ۔ میاں اللہ بخش صاحب کی تقریر کا متن اسی اشاعت میں درج ہے۔

۲۰ر جنوری ۱۹۶۸ء بروز ہفتہ

آج کا اجلاس جناب الحاج میاں فاروق احمد صاحب شیخ ملزاوتر کی زیر صدارت شروع ہوا۔ گذشتہ رات بارش ہو جانے کی وجہ سے جلسہ گاہ بھیگ گئی تھی۔ صبح بادل چھٹ گئے تھے۔ جلسہ گاہ کی صفائی اور نشستوں وغیرہ کے انتظام میں کچھ وقت لگ جانے کی وجہ سے اجلاس کا آغاز ایک گھنٹہ تاخیر سے ہوا۔ ڈاکٹر عبدالعلی صاحب ورینڈ نے قرآن کریم کی تلاوت فرمائی۔ اور حاجی اختر دکھا صاحب نے کلام حضرت امامؑ سے

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

ترنم سے پڑھ کر سنایا۔

صدر جلسہ جناب میاں صاحب ممدوح نے حضرت مسیح موعودؑ کے وہ ارشادات پڑھ کر سنائے جن میں حضورؑ نے جلسہ سالانہ کی اہمیت اور اس کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے اس میں شمولیت کی تاکید فرمائی ہے۔

تقریر مکرم مولینا بشیر احمد صاحب منٹو

اس کے بعد مکرم مولینا بشیر احمد منٹو صاحب نے آیہ کریمہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ الخ کی تلاوت کرتے ہوئے فرمایا کہ صدر جلسہ جناب میاں صاحب کو خدا تعالےٰ نے دنیا کے ساتھ دین و ملت کا عشق بھی عطا فرمایا ہے۔ وہ ایک مجاہد انسان ہیں جو جماعت اور دین کی خدمت کرنے کے لئے ہر وقت کمربستہ رہتے ہیں، اسلام نے جو مساوات کا سبق سکھایا ہے اس پر بھی عامل ہیں اور ہر شخص سے بلا امتیاز اُلفت و محبت سے پیش آتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ صرف ان کی دینی محبت اور اُلفت کی وجہ سے ہے آپ نے فرمایا اگر دنیا میں محبت کا فقدان ہو تو امن پیدا نہیں ہو سکتا۔ امن و سلامتی کے لئے محبت ضروری ہے۔ محبت کا جذبہ انسان کو بہت کچھ کر گذرنے کے لئے مجبور کر دیتا ہے۔ یہ جذبہ شاہانہ رعب و دبدبہ سے مرعوب ہوتا ہے نہ کوئی شخص اس کی وجہ سے اپنی جان کی پرواہ کرتا ہے۔ تیمور لنگ کے جاہ و جلال۔ رعب و دبدبہ اور اس کے دربار کی عظمت و شان سے ایک بوڑھی غریب اور بے بس عورت مرعوب نہیں ہوئی۔ وہ دُور دراز کا پُرخطر اور دشوار گذار سفر کر کے اس لئے دربارِ تیمور میں بغیر کسی جھجک اور بغیر کسی خوف حاضر ہوگئی کہ اس کی مامتا نے اپنے لڑکے کا منہ چومنے پر مجبور کیا تھا جو بادشاہ کی قید میں تھا۔

ایسا ہی ہندوستان کے شہنشاہ بابر نے محض محبت کے جذبہ سے مجبور ہو کر اپنے لختِ جگر۔ ہمایوں کی شفایابی کے لئے اپنی جان پیش کر دی۔

مکرم مولینا نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ یہ تو ایک ماں اور باپ کی محبت کا ذکر ہے۔ انسان اپنے عزیز و اقارب، مذہب و ملت اور وطن کی محبت اور حفاظت کے لئے بھی سب کچھ قربان کر دیتا ہے۔

آپ نے فرمایا القرآن کریم نے محبت کے دائرہ کو بہت وسیع کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ مومن وہ ہیں جو دنیا جہان کی محبت سے بڑھ چڑھ کر خدا سے محبت کرتے ہیں والذین امنوا اشد حبا للہ۔ خدا سے محبت اور تعلق ہی اطمینان قلب کا ذریعہ ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ ذکر الٰہی سے ہی اطمینان و سکون حاصل ہوتا ہے۔ خدا تعالےٰ کی محبت کے علاوہ دنیا جہان کی کوئی اور محبت انسان کے لئے طمانیت قلب کا موجب نہیں بن سکتی۔

اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے مکرم مولینا نے فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی زندگی اور مدنی زندگی کے مصائب و شدائد میں اور پھر بادشاہ وقت ہو کر ہمیشہ التعظیم لامر اللہ والشفقت علےٰ خلق اللہ کو سامنے رکھا اور اس پر عمل فرمایا۔ اسی لئے آپؐ امین اور رحمۃ للعالمین کہلائے۔

مکرم مولانا نے اپنی تقریر کے موضوع ——— احمدیت کا مستقبل ——— پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ سوچیں اور تنہائی میں سوچیں، اور اس وقت سوچیں جب کوئی آنکھ دیکھنے والی نہ ہو۔ کہ ہم اس جماعت میں کیوں شامل ہوئے ہیں، اس بات پر غور کریں کہ آپ میں اور غیر از جماعت لوگوں میں کیا فرق ہے خدا کو ماننے والے اور دہریہ میں کیا فرق ہے اور وہ کونسی بات ہے جو آپ میں ہے اور مجھ میں نہیں، آپ سوچیں اور غور کریں اور تہیہ کر لیں کہ آپ نے جو بھی قدم اُٹھانا ہے خدا کے لئے اور اس کی محبت کے جذبہ سے اُٹھانا ہے۔ زبان سے نہیں بلکہ عملاً یہ قدم اُٹھانا ہے۔ جو زبان پر ہے وہی دل میں ہو، اور جو دل میں ہو وہی زبان پر ہو۔ یہ نہ سوچیں کہ ہم نے کیا کام کیا ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم نے کیا کام کرنا ہے۔ جو کچھ کیا ہے کافی نہیں ہے جو مال اس راہ میں اب تک صرف کیا ہے وہ بھی کافی نہیں ہے۔ مسلسل ایثار و

قربانی سے کام لیں۔ ایک دوسرے کی خطاؤں سے درگذر کرکے بھائی بھائی بن جائیں۔ ایک دوسرے کے لئے دعا کریں، جماعت سے محبت کریں، یہ طریق کار ہمارے مستقبل کو روشن اور تابناک کرے گا۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔

خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد صاحب کی تقریر

جناب ملنڈ صاحب کے بعد مکرّم خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ستارہ خدمت نے موجودہ زمانہ کے مقاصد اور ہماری ذمہ داریاں" کے زیر عنوان اپنی تقریر کا آغاز کرتے ہوئے آیت قرآنی ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الخ کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ یوں تو دنیا میں کرنے کے بہت سے کام ہیں۔ لیکن ایک کام جس کے لئے انبیاء کرام اور اولیائے عظام رح کو بھیجا گیا وہ اللہ تعالےٰ کا نام دنیا میں بلند کرنا، دنیا کو گناہوں سے نجات دلانا اور شیطان کی غلامی سے آزاد کرنا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اس زمانہ میں اس عظیم الشان مقصد کو حضرت امامِ وقتؑ نے پورا کیا ہے، اور یہ خوشی کی بات ہے کہ مامورِ وقتؑ کے بعد اب اس کی جماعت اس ربّانی اور آسمانی کام کو سرانجام دے رہی ہے۔ مامورِ الٰہی نے اس بارہ میں ایک خوشخبری بھی دی ہے کہ خدا تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ میری جماعت کے ذریعہ سے اسلام دنیا میں پھیل کر رہے گا۔ اور یہ وعدہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ اور پورا ہو رہا ہے۔

مکرم ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ حضرت امامِ وقتؑ کی دو حیثیتیں تھیں، ایک ان کی حیثیت مسیح موعود کی تھی اور دوسری مہدی کی حیثیت تھی۔ پہلی حیثیت سے تو آپ نے مسیحی عقائد کا ابطال اور کسرِ صلیب کرنا تھی۔ اور دوسری حیثیت سے مسلمان را مسلمان باز کردند کے مطابق مسلمانوں کے عقائد کو درست کرنا تھا۔ چنانچہ اسلام اور مسلمانوں کی جو خدمت آپؑ نے اپنی تقریروں اپنی تحریروں، مناظروں، مباحثوں سے کی اور صداقت اسلام کو دلائل و براہین سے واضح کیا اور اسلام کو غالب دین کے طور پر پیش کیا۔ وہ آپ کا ہی حصّہ ہے۔ اسلام کی تاریخ میں ایسی مثال ہماری نظروں سے نہیں گزری۔

قبلہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ سنّتِ الٰہی کے مطابق حضرت امامِ زمانؑ سے بھی منافرت و بغض لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوا۔ غیر احمدی علماء نے کیا کیا دشمنیاں آپ سے روا نہیں رکھیں، اور اپنوں کا جہاں تک تعلق ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے مجھے دکھ ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی حضرت امامؑ کو بدنام کرنے کے لئے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ آپ کی طرف دعوےٰ نبوّت منسوب کرکے مسلمانوں کے دلوں میں خطرناک طور پر عناد اور دشمنی کا بیج بو دیا۔

قبلہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ حضرت امام زمانؑ کی وفات کے بعد آپ سے نفرت کم ہو گئی تھی۔ چنانچہ غیر احمدی اخبارات نے آپ کی وفات پر تعریف و توصیف کے مضامین لکھے۔ اور ان میں حضورؑ کی خدماتِ دینیہ کو زبردست الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا۔

پھر حضرت مولٰنا نور الدین رح کے زمانہ میں رہی سہی نفرت بھی ختم ہونے لگی۔ جماعت کے مبلغین کو عام طور پر جلسوں اور مذاکروں میں بلایا جاتا۔ ان کی عزت و توقیر کی جاتی اور قادیان سے فتاوےٰ طلب کئے جاتے تھے۔ لیکن میاں محمود احمد صاحب نے اپنی خلافت چلانے کے لئے اپنے والد بزرگوار کے خلاف غلط عقائد وضع کر لئے جو حضرت صاحب کی بدنامی اور رسوائی کا موجب ٹھہرے۔

ان کے اس باطل طرزِ عمل سے دنیا میں تحریکِ احمدیت کو سخت دھکا لگا۔ جس کی تلافی ایک عرصہ تک ناممکن ہے۔ ۱۹۵۳ء میں اصلاحِ احوال کا ایک موقعہ ہاتھ آیا تھا میاں صاحب نے تحقیقاتی عدالت میں اپنے غلط عقائد کو چھوڑ کر صحیح موقف اختیار کیا۔ اور وہی موقف اختیار کیا جو حضرت مسیح موعودؑ اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا موقف ہے۔ خدا جانتا ہے کہ ہمارے دل شاد ہو گئے ہماری ذاتی مخالفت کوئی نہیں تھی۔ میں پُر اُمید تھا۔ اور میں نے ان کو مبارک دی۔ کہ اب تو ہم ایک جماعت ہیں ہم ایک ہو جائیں گے۔ مل جل کر کام کریں گے۔ اور اسلام کا پیغام اتحاد و اتفاق کی قوّت سے دنیا تک پہنچائیں گے لیکن افسوس صد افسوس اس رجوع کی تاویل زمیں جنبد نہ جنبد گل محمدؐ۔ کے مصداق کرکے سابقہ خطوط پر ہی چل کھڑے ہوئے۔ اور اب تو منافرت کی ایک اور لشدّت یوں پیدا کی گئی ہے کہ پہلے تو غیر از جماعت مسلمانوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کا فتوےٰ تھا۔ اور اب ربوہ کی قصرِ خلافت سے ایک اور فتوےٰ صادر ہوا ہے کہ کسی احمدی کا جنازہ بھی غیر مبائع احمدی امام کے پیچھے نہیں پڑھنا چاہیئے۔ مکرم ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ہم غیر مبائع تو نہیں کیونکہ ہم نے مسیح موعودؑ کی بیعت کی ہوئی ہے باوجود اس کے ہمارے پیچھے بھی نماز اور جنازہ پڑھنے سے منع کر دیا گیا ہے آپ نے فرمایا کہ ربوہ کا مسلمانوں کے خلاف بغض اور اس جماعت کے ساتھ خدا واسطے کا بیر ایک افسوسناک بات ہے۔ جو اسلام اور امتِ مسلمہ کے لئے موجبِ نقصان ہے تاہم جہاں تک دنیا کے دیگر مقاصد کا تعلق ہے اس کا علاج آپ کے پاس ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ قرآن کی تعلیمات کو دنیا میں رائج کریں تعلق باللہ میں طمانیت ہے اور طمانیت ذکر الٰہی سے حاصل ہوتی ہے۔ غلط فہمیوں کو دور کرنا آپ کی ذمہ داریوں میں سے ہے چاہیئے کہ لوگوں کو بدی سے روکیں، ناپسندیدہ افعال سے منع کریں، بدی سے نہ روکنا یہ زمانہ کا فیشن تو ہو سکتا ہے۔ لیکن قرآن اور مسلمان کا فیشن نہیں ہو سکتا۔ ہماری جماعت کا یہ عہد ہے حضرت امامِ زمانؑ کے ہاتھ پر کہ دین کو دنیا پر مقدم کریں گے اس لئے ہمیں دین جان سے عزیز ہے۔ اور دنیا جہان کی دوسری باتوں اور مناقشات سے فائدہ بخش اور سب چیزوں پر مقدم ہے۔ دین ہمارے عمل میں نظر آنا چاہیئے۔ نمونہ جاذبیت اور کشش کا موجب ہوتا ہے۔ عمل اور نمونہ ہو تو غول میں بھی اثر ہوتا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے اس بات کی کہ جس طرح ہماری جماعت کے عقائد اور نظریات اعلےٰ درجہ کے ہیں اور حقیقی اسلامی ہیں اسی طرح ہمارے اعمال بھی ایسے ہوں کہ ان کے ذریعہ سے ماحول پر یہ اثر پڑے کہ یہ لوگ جس کو زمانہ کا امام و مجدد تسلیم کرتے ہیں وہ صادق اور منجانب اللہ تھا۔

قبلہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے جو باتیں بیان کی ہیں نیک نیتی سے، محبت سے، درد اور پیار سے اور دل کی گہرائیوں سے بیان کی ہیں کسی کے ساتھ بغض میرے دل میں نہیں، خدا کرے کہ یہ اثر پذیر ہوں۔

اختتام تقریر کے بعد ایک صاحب کی فرمائش پر آپ نے قرآن کریم کا ایک رکوع خوش الحانی سے تلاوت فرما کر قلوب کو گرمایا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

سالانہ رپورٹ

بعد ازاں جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب آنریری جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی سالانہ رپورٹ پیش کرتے ہوئے فرمایا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علےٰ رسولہ الکریم

محترم برادران و خواتین سلسلہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

خدا کے فضل سے آج ہم پھر اس جگہ جمع ہوئے ہیں کہ اعلائے کلمۃ الاسلام و اشاعتِ علومِ فرقان کی مقدس اغراض کے لئے اپنی گزشتہ سال کی جدّ و جہد کا جائزہ لیں نیز آئندہ سال کے لئے زیادہ جوش کے ساتھ عملی پروگرام مرتب کریں، یہ امر یقینی ہے کہ اگر ہم میں سے ہر ایک فردِ جماعت ان مقدس اغراض کے حصول کے لئے بے نفسی و للہیت سے سعی کرے گا تو خدا تعالےٰ کی برکات اس جماعت کے ساتھ ہیں۔ اس جماعت کے مقدس بانی حضرت مسیح موعودؑ کا الہام ہے:۔

" دنیا میں ایک نذیر آیا، پر دنیا نے اسے
قبول نہ کیا لیکن خدا تعالےٰ اسے قبول
کرے گا اور بڑے زور آور حملوں
سے اس کی سچائی کو ثابت کر دے گا۔"

یہ بات انسان کی بنائی ہوئی نہیں بلکہ خدائے ذو الجلال کا پُر شوکت کلام ہے۔ اور اس کی صداقت کے بیّن نشانات ہم مشاہدہ بھی کر چکے ہیں۔ چنانچہ دو عالمگیر جنگیں اس الہامِ ربانی کی صداقت کی گواہ ہیں۔ مغربی فلسفۂ زندگی کی بنا، مادیت، عقلیت اور قوم پرستی کے عناصر سے مرکب ہے مگر ان دو ہولناک اور عظیم و عالمگیر "خدائی حملوں" نے مغربی دنیا کے مفکّروں کو اس امر کا قائل کر دیا ہے کہ دنیا کی نجات کا ایک ہی ذریعہ باقی ہے کہ فلسفۂ حیات کی بنا ایمانی و اخلاقی اقدار پر قائم ہونا چاہیئے۔ یہ بدلا ہوا نظریہ ایک عالمگیر انقلابِ عظیم کا پیش خیمہ ہے جس کی داغ بیل اس تبدیل شدہ ذہنیت کی اساس پر قائم ہونے والی ہے۔ خدا تعالےٰ کے یہ دو زبردست حملے نئی زمین اور نیا انسان کا عام طور پر پیدا کرنے کے لئے کئے گئے تھے۔

گذشتہ سال کا عالمِ اسلام کے نقطۂ نگاہ سے

[illegible] کا [illegible] اور [illegible] سے

عرب اقوام کے برخلاف بیت المقدس اور فلسطین میں کیا اس اقدام سے دنیا بھر کے مسلمانوں میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ مسلمان اقوام کو بیدار کرنے کے لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ بھی ایک تازیانہ ہے۔ چنانچہ خود شاہ فیصل نے اس حملہ کے بعد اعتراف کیا کہ یہ شکست مسلمانوں کی بداعمالی اور انتشار کے نتیجہ میں ہوئی ہے۔ مغربی فلسفہ زندگی کے بڑھتے ہوئے اثر کے ماتحت مسلمانوں میں ایمانی و اخلاقی اقدار کی طرف سے یکسر بے توجہی اور مادیت، عقلیت اور قوم پرستی میں ہمہ تن انہماک ہی مسلمان اقوام کی کمزوری کا اصل باعث ہیں۔ خدا تعالےٰ نے ہماری غفلت کو دُور کرنے کے لئے عبرت کا تازیانہ بنا کر اپنے زور آور حملوں کا ایک زبردست نشان دکھلایا ہے۔ اور اس خدائی نشان کے اثرات ہویدا ہیں۔ خود عرب اقوام اپنی باہمی خانہ جنگی اور مادہ پرستی کی امراض کو شناخت کر چکی ہیں، اب عربوں کو اپنی نجات بجائے مغربی قوم پرستی اور مادہ پرستی کے اسلام پر ایمان اور عالم اسلام سے اتحاد میں نظر آ رہی ہے۔

اسرائیلی یا مغربی جارحیت کا حقیقی دفاع اسلامی ایمانی و اخلاقی اقدار کو عملی جامہ پہنانے میں نظر آنے لگا ہے۔ یقین ہے مسلمانانِ عالم اور خود عرب اقوام اب تیزی سے ان تحریکات کو فروغ دینے میں مصروف ہو جائیں گی جن کی طرف قرآنی تعلیم نے توجہ دلائی ہے۔ اس میں کیا شبہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کی اغراض بھی یہی تھیں۔ آپ کے انذار کا خلاصہ یہی تھا کہ دنیا مادیت اور عقلیت کے جس دجل میں گرفتار ہو چکی ہے اس سے نجات حاصل کر کے ایمانی و اخلاقی بلندیوں پر فائز ہو جائے۔ نیز مسلمان جو اپنی طاقت کا سرچشمہ مغربی قوم پرستی اور مادی قوت میں سمجھے بیٹھے ہیں اس کی بجائے وہ ایمان باللہ عمل صالحہ پر بنا ایک ایسے اتحاد و تنظیم میں یقین کر لیں جو کلمہ طیبہ پر قائم ہو اور جو اشاعتِ علوم فرقان کے جہادِ زمانہ میں ہمہ تن مصروفِ عمل ہو جائے، مگر عام طور پر مسلمانوں نے آپ کی تحریک کی اصل اغراض کو تنگ نظرانہ فرقہ پرستی اور بے معنی دعاوی پر محمول کر لیا۔

اس برصغیر میں پاکستان کی مملکت کی بنا اس لئے پڑی کہ اس خطے کے مسلمانوں کا یقین اسلامی نظریہ حیات اور اتحاد کلمہ گویاں پر پیدا ہو گیا تھا، جب روحانی و اخلاقی اقدار مقدم کر لی گئیں تو خدا تعالےٰ کے ازلی قانون کے ماتحت مادیت حکومت کی طاقتیں سرنگوں کر دی گئیں اور ناممکن کو ممکن بنا دیا گیا۔ مگر سوال یہ ہے کہ حصول حکومت و مادیت نے بعد پاکستان کے مسلمانوں کا عمل ایمانی و اخلاقی اقدار پر بڑھتا گیا یا اس کے برعکس معاملہ ہوا؟ اگر پاکستان کے مسلمان حقیقتِ اسلام پر قائم ہوتے چلے جا رہے ہیں یعنی مادیت و عقلیت کے تقاضوں پر عمل پیرا ہونے کی بجائے ایمانی و اخلاقی اقدار کو اپناتے چلے جا رہے ہیں تو پھر انہوں نے صحیح معنوں میں ایک اسلامی حکومت کی بنا ڈالی ہے لیکن اگر اس کے برخلاف دولت پرستی و ہوسِ اقتدار کے نشہ میں بدمست ہوتے جا رہے ہیں تو ہوشیار ہونے کی ضرورت ہے۔

[illegible] اور دل [illegible] دین [illegible]
پھر بھی کہتے ہیں کہ کوئی مصلح دیں کیا بکار

اسی طرح فلسطین میں عربوں کی عظیم شکست بھی خدا تعالےٰ کا ایک زور آور حملہ ہے جو عالم اسلام کو حقیقت سے آگاہ کرنے کی غرض سے بطور نشان ظہور میں آیا ہے جسے حضرت مجددِ وقتؑ نے اس شعر میں ادا کیا ہے۔ ؎

کیوں نہ آویں زلزلے تقویٰ کی راہ گم ہو گئی
اک مسلماں بھی مسلماں صرف کہلانے کو ہے

یہ تمام واقعات ہماری جماعت کے لئے بھی درس عبرت اور مشعل راہ کا کام دے سکتے ہیں۔ ہمارے سامنے بھی ہر وقت یہ اہم سوال رہنے چاہئیں کہ ہماری حرکات و اقدامات کا محور و مرکز کیا ہے؟ کیا تقویٰ، خوشنودیٔ خدا ہی ہماری سعی و عمل کا نقطہ ہیں؟ کیا ہم نے حضرت مجدد زمانؑ سے عہد کے مطابق کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا" ایمانی و اخلاقی اصولوں کو برقرار رکھ کر مادی و عقلی مفادات کو ٹھکرا دیا ہے؟ اس جماعت کو ترقی و فروغ دلانے کے لئے سال بھر میں کس قدر مصروف عمل رہا اور اس کے حصول کے لئے اپنے دنیاوی مقاصد کی کیا کیا قربانیاں پیش کی ہیں؟ نورِ اسلام و علوم فرقان کو دنیا میں پھیلانے کے لئے ہم سے کیا کیا عملی کاوشیں اور قربانیاں سرزد ہوئیں۔

دوستو! اس جماعت کی تنظیم، تعلیم اور تربیت اس کے اتحاد اور اس کی توسیع و ترقی کا محوری نقطہ یہی ہے کہ ہم میں سے فرداً فرداً ہر شخص اپنے اپنے سینوں میں جھانک کر دیکھے کہ اس طہارت و تزکیہ نفس اور جہاد زمانہ کے لئے کیا کیا عملی اقدامات کئے؟ مسلمانوں کی سچی ہمدردی اور انہیں حقیقی مسلمان بنانے کی غرض سے حضرت مجدد وقت کے دامن سے وابستگی کے لئے کس قدر کوشش و سعی کی؟ یقیناً یاد رکھیئے کہ بجز حقیقی وابستگی حضرت مسیح موعودؑ، جہادِ زمانہ و احیاءِ دین کے مقاصد حاصل ہونا ممکن نہیں ؎

ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

آؤ! ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھ کر اپنی عملی زندگی میں اس نور کی چمک کو دکھلاتے رہیں تا وہ اس نور کی شعاعوں سے ہمیشہ مستفید ہوتے رہیں۔

"اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ طلب
کرتا ہے وہ کیا ہے ہمارا اسی راہ میں مرنا یہی
وہ موت ہے جس پر اسلام کی زندگی مسلمانوں
کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے"

خلق الموت والحیات کے ازلی قانون کے ماتحت جب تک انفرادی اغراض پر جماعتی اقدامات کو ترجیح نہ دی جائے گی اجتماعی حرکت و زندگی پیدا نہیں ہو سکتی۔ ہمارے دلوں میں سچی تبدیلی پیدا کرنا خدا تعالےٰ کے نفخ روح اور خود ہمارے دلوں میں درد اور تڑپ پیدا ہونے پر منحصر ہے اس لئے آؤ دعا کریں کہ ہماری باتیں ہی باتیں نہ رہ جائیں بلکہ ہمارے اندر ایسی خارق عادت تبدیلی پیدا ہو جائے کہ ہم مجسمۂ عمل بن جائیں۔ آمین

اس تمہید کے بعد ڈاکٹر صاحب نے انجمن کے جملہ شعبہ جات کی رپورٹ مختصراً پیش فرمائی جس میں ہر شعبہ کی کارگزاری کا ذکر کیا یہ مفصل رپورٹ طبع ہو کر حاضرین جلسہ میں تقسیم ہوئی۔ ضرورت مند اصحاب خط لکھ کر طلب فرما سکتے ہیں۔

مولانا عبدالمنان صاحب

رپورٹ پڑھی جانے کے بعد مکرم مولینا عبدالمنان صاحب عمر ایم اے نے "اسلام کا معاشی نظام" کے موضوع پر ایک مفصل تقریر کرتے ہوئے دنیا کے نظام سرمایہ داری اور اشتراکیت پر ناقدانہ تبصرہ فرمایا اور اسلام کے معاشی نظام کی اہمیت و افادیت پر مفصل روشنی ڈالی اور ثابت کیا کہ اسلامی نظام معیشت ہی عالم انسانیت کو فلاح و بہبود سے ہم کنار کر سکتا اور انسان و اقوام کو آرام و راحت کی زندگی عطا کر سکتا ہے۔

یہ تقریر ٹریکٹ کی صورت میں طبع ہو چکی ہے، اور دفتر انجمن سے حاصل کی جا سکتی ہے

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقریر

آخر میں حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالےٰ نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان کامیابیوں کا ذکر فرمایا اور حضور صلعم کی عالمگیر تعلیمات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرقہ بندی کی ہرگز ہرگز تعلیم نہیں دی۔ اور اسلام فرقہ بندی کا مخالف ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ ہے کہ آپ اللہ تعالےٰ کی طرف سے تمام نسلِ انسانی کے لئے پیغمبر بن کر آئے ہیں۔ یہ بہت بڑا دعویٰ ہے۔ اس میں فیل ہو جانے کے بڑے مواقع ہیں۔ لیکن اس کے باوجود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعویٰ میں پوری طرح کامیاب ہوئے جس کی گواہی حالات و واقعات پکار پکار کر دے رہے ہیں۔ آپ نے اسلامی اخوت و مساوات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اسلام کے اندر کوئی فرقہ نہیں۔ چھوٹائی بڑائی کا معیار محض تقوےٰ پر ہے۔ رنگ و نسل کے سب امتیازات کو اسلام نے باطل کر دیا ہے۔ اخوت اسلامی کے نظارے جو اس زمانہ میں بھی وقتاً فوقتاً دیکھنے میں آتے ہیں ان کو دیکھ کر یقین کرنا پڑتا ہے۔ کہ حضرت نبی کریمؐ ایک کامیاب اور زندہ نبی ہیں۔

آپ نے تکفیر المسلمین کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ کوئی کلمہ گو کسی حالت میں کافر نہیں ہو سکتا۔ خواہ اس سے کتنا بڑا ہی قصور اور گناہ سرزد ہو جائے۔ وہ مجرم ہو سکتا ہے لیکن دائرہ اسلام سے باہر اسے کوئی نہیں نکال سکتا۔ جو پیر، مولوی اور گدی نشین کلمہ گو مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں وہ بہت بڑا ظلم کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل میں قرآن کریم اور حضرت نبی کریمؐ نے کلمہ گو کی تکفیر سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔

سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا [illegible] کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کو مولویوں اور پیروں کے حوالہ نہیں کیا اسی سلسلہ میں آپ نے ربوائی جماعت کے غلط عقائد پر جو قرآن، حدیث اور حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہیں اور ان کی وجہ سے جو عالم اسلام میں اضطراب اور فساد پیدا ہوا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآ
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۳۸

ہفت روزہ

ٹیلی فون نمبر ۳۰۳۰۳
[illegible] تبلیغ لاہور

پیغام صلح

لاہور
"پاکستان"

جلد ۵۶ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۷ ذیقعد ۱۳۸۷ھ مطابق ۷ فروری ۱۹۶۸ء | نمبر ۵

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص محبوں کا گروہ بھی
بڑھاؤں گا اور اُن کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰؐ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیت

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا نہ نیا اور نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابلِ احترام ہیں
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

کسی کی مطلق سفارش بھی قابلِ اجر ہے

عن ابی موسیٰ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جاءہ السائل او طلبت الیہ حاجۃ قال اشفعوا تؤجروا ویقضی اللہ علیٰ لسان نبیہ ماشاء

ترجمہ:—

ابو موسیٰؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب سائل آتا یا کوئی شخص آپ سے حاجت بیان کرتا تو فرماتے سفارش کرو تمہیں اجر ملے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان سے جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

نوٹ:- از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:—

گویا مطلق سفارش پر بھی قابلِ اجر ہے ایک شخص کی حاجت براری نہیں کر سکتے تو اس کی سفارش ہی کر دو۔

عن عبد اللہ بن عمرو عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ والمہاجر من ھجر ما نہی اللہ عنہ۔

ترجمہ:- عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلم وہ ہے کہ اس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں اور مہاجر وہ ہے جو اسے ترک کر دے جس سے اللہ نے روکا ہے۔

اعلان بابت بیعت

از امام زماں حضرت مسیح موعود علیہ السلام

میں اس جگہ ایک اور پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کی راہ دیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں۔ انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں کہ میں اُن کا غمخوار ہوں گا اور ان کا بار ہلکا کرنے کے لئے کوشش کروں گا اور خدا تعالیٰ میری دعا اور میری توجہ میں ان کے لئے برکت دے گا۔ بشرطیکہ وہ ربانی شرائط پر چلنے کے لئے بدل و جان طیار ہوں گے۔ یہ ربانی حکم ہے جو آج میں نے پہنچا دیا ہے۔ اس بارہ میں عربی الہام یہ ہے:—

"اِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا۔ اَلَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ۔ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔"

(ترجمہ از مرتب) جب تو عزم کرے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر اور ہمارے سامنے اور ہماری وحی کے ماتحت نظامِ جماعت کی کشتی تیار کر (جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے) جو لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت کریں گے وہ دراصل خدا تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اُن کے ہاتھ پر ہوگا۔

یکم دسمبر ۱۸۸۸ء سبز اشتہار صفحہ ۲۴
بحوالہ تذکرہ صفحہ ۱۷۲

بھارت میں جماعت احمدیہ کی تنظیم اور تبلیغی سرگرمیاں

اے آئی شیخ سیکرٹری جماعت احمدیہ بمبئی

بمبئی (بذریعہ ڈاک) اگرچہ تقسیم ملک کو بیس سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ بھارت کے مختلف گوشوں میں جو احمدی آباد ہیں، نہ صرف ان کا باہمی رابطہ ٹوٹ گیا تھا بلکہ مرکز کے ساتھ تعلقات بھی منقطع ہو گئے تھے۔ تقسیم وطن کے بعد کافی عرصہ تک دونوں ملکوں کے درمیان سلسلۂ ڈاک رسانی موجود نہیں تھا۔ ان حالات کے پیش نظر اور بھارت میں کسی مرکزی تنظیم کی عدم موجودگی کے نتیجہ میں جماعت پر جمود کی سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے بمبئی کے سرگرم مجاہد جناب عبدالرزاق صاحب نے اپنے چند ہم خیال مگر پرجوش بھائیوں کے ساتھ مل کر ۸ رمئی ۱۹۶۷ء کے روز بمبئی میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام سے مرکزی بھارتی جماعت کی بنیاد ڈالی۔ اگرچہ بھارت میں اس مرکزی جماعت کے قیام کو صرف آٹھ ماہ گذرے ہیں۔ مگر چونکہ سال ۱۹۶۷ء کا اختتام ہو چکا ہے اس لئے آٹھ ماہ کی ہی اس کارگذاری کو سالانہ رپورٹ کا نام دیا جاتا ہے۔

خدا تعالے کا شکر ہے کہ اس قلیل سی مدت میں بھی مرکزی جماعت نے نہ صرف ملک کی مختلف جماعتوں کے ساتھ پھر سے رابطہ پیدا کر لیا بلکہ سلسلہ کو وسعت دینے اور تبلیغی کام کرنے میں بھی کافی حد تک نمایاں کارگذاری دکھائی ہے۔

عرصہ زیر رپورٹ کے دوران بمبئی کے دس مقامی احباب کے علاوہ دو بیرونی احباب نے بھی سلسلۂ احمدیہ میں بیعت کا شرف حاصل کیا۔ دعا ہے اللہ تعالے انہیں استقامت عطا فرمائے اور خادم دین بنائے۔

تبلیغی سرگرمیاں

۱۔ "ہمارے عقائد" کی ایک ہزار کاپی مفت تقسیم کے لئے شائع کی گئیں۔ جن کی طباعت کے اخراجات عبدالرزاق صاحب نے برداشت کئے۔

۲۔ اسی طرح جناب شیخ عبدالقادر صاحب، اعزازی سیکرٹری، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بمبئی نے "مذہب کی غرض" نامی کتابچہ کی اشاعت کے اخراجات برداشت کئے۔

۳۔ مرکزی و مقامی جماعت نے مل کر تین تین ہزار کی تعداد میں پمفلٹ نمبر ۱ "مجدد صد چہاردہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ" پمفلٹ نمبر ۵ "کونسے معتقدات صحیح ہیں؟" اور "ربوی خلافت کی مشابہت پاپائیت سے" اور پمفلٹ نمبر ۲ "ایک ضروری گذارش" شائع کرائے۔ پمفلٹ نمبر ۲ جماعت ربوہ کے معتقدات اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور کتابچہ نمبر ۱ "ہم کون ہیں" کی اشاعت کے اخراجات بھی مرکزی اور مقامی جماعتوں نے مل کر برداشت کئے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بھارت مرکز کا نہایت خلوص کے ساتھ شکریہ ادا کرتی ہے اور توقع رکھتی ہے کہ وہ آئندہ بھی ہمیں اشاعتی کاموں میں اپنا تعاون دیتی رہے گی۔

بمبئی کی مقامی جماعت نے ماہ صیام کے دوران نقشہ افطار و سحر ایک ہزار تعداد میں طبع کرا کے مفت تقسیم کیا۔ مقامی جماعت نے مرکزی جماعت کے اشتراک اور عملی تعاون کے ساتھ انگریزی اور اردو میں مالی تعاون کے لئے تین تین ہزار کی تعداد میں اپیل شائع کی، جس میں خاطر خواہ کامیابی نصیب ہوئی۔ بھارت کی مرکزی جماعت کے محاسب اور نہایت ہی سرگرم اور پرجوش رکن جناب عبدالرزاق صاحب نے نزول قرآن کے چودہ سو سالہ جشن کی اپیل اور اسلامک ریویو کی خریداری کے لئے اپیل بھی ایک ایک ہزار کی تعداد میں اپنے خرچ پر شائع کرائیں۔ اور اہل خیر حضرات کی خدمت میں بذریعہ ڈاک ارسال کرایا۔ نزول قرآن کے جشن کی اپیل کے اخراجات کے سلسلے میں طباعت کی غلطی سے جناب کے ڈی۔ رحمان صاحب کا نام شائع ہوا ہے جب کہ اپیل ان کی جانب سے ارسال کی گئی تھی۔ لیکن اس کی طباعت اور ترسیل کے اخراجات جناب عبدالرزاق صاحب نے برداشت کئے تھے۔

علاقائی جماعتوں کے ساتھ رابطہ

اب تک بھدرواہ، سری نگر، اننت ناگ، یاری پورہ، چنبہ، سہارنپور، بنارس، شیلی، شولاپور، گدگ، یانم (ضلع گوداوری) واردرہ (ضلع چیانڈہ) اور شیلانگ کے احباب کے ساتھ رابطہ قائم ہو چکا ہے۔ اور خط وکتابت کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ بمبئی کے علاوہ بھدرواہ، چنبہ اور دیگر مذکورہ بالا مقامات کے احباب مرکز کو باقاعدہ چندہ ارسال کرتے ہیں اور [illegible] احباب فطرہ اور زکوٰۃ کی رقم بھی عنایت کرتے رہتے ہیں۔

بھدرواہ جماعت کے انتہائی پرجوش مبلغ جناب عبدالکریم صاحب ماسٹر ہیں۔ ان کی نگرانی میں بھدرواہ کی جماعت کافی سرگرمی سے اشاعتی اور تبلیغی خدمات انجام دے رہی ہے۔ خدا انہیں دین کی خدمت کی توفیق عطا کرے۔ اسی طرح سرینگر کی جماعت سرگرم عمل ہے۔ اس نے "الہدیٰ" کے نام سے ایک سہ ماہی رسالہ کی اشاعت شروع کر دی ہے۔ سرینگر کے احباب میں جناب نورالدین زاہد صاحب اور جناب عبدالعزیز شورہ صاحب ایسے ہیں جو خاص طور پر سرگرم عمل ہیں۔ یاری پورہ کی جماعت نے مسلم ڈائری شائع کی ہے اور دیگر تبلیغی کاموں میں سرگرم حصہ لیا۔ اس سلسلے میں جناب محمد یوسف تاثیر صاحب کا نام قابل ذکر ہے۔

چنبہ میں ڈاکٹر غلام نبی، سہارنپور میں ڈاکٹر عبدالسلام خضری اور جناب ایس اے خاکی، بنارس میں محترمہ اُم داؤد صاحبہ، شولاپور میں جناب آئی بخشی اور جناب اے ایم منیار صاحب، گدگ میں جناب ایم ایم شیخ اور مولانا محمد ڈھن بردور صاحب، یانم (ضلع گوداوری) میں جناب عبداللہ پاشا صاحب، وارورہ (ضلع چیانڈہ) میں جناب محمد بشیرالدین احمد صاحب صاحب، اور شیلانگ میں ڈاکٹر خادم رحمانی نوری صاحب جماعتی کاموں میں اور دین اسلام کی نشر و اشاعت میں تندہی سے اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔

بمبئی میں جناب عبدالرزاق صاحب، جناب شیخ محمد حسین صاحب، آغا صاحب، یونس انصاری صاحب، آدم خان صاحب، اور شیخ علی صاحب، حتی المقدور دین کی خدمت کے لئے اپنا وقت دے رہے ہیں۔ بمبئی کے احباب کی سرگرم دلچسپی کے نتیجہ میں متعدد سرکردہ غیراز جماعت اصحاب بھی جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے ہیں۔ خدا تعالے سے دعا ہے کہ وہ جلد سے جلد انہیں بھی حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ تعالے کے ہاتھوں پر امام الزمان کی بیعت کی توفیق عطا کرے۔

جماعتی جرائد کی توسیع اشاعت

عرصہ زیر رپورٹ کے دوران "اسلامک ریویو" کے بیس نئے خریدار بنائے گئے۔ اسی طرح "پیغام صلح" کے لئے بارہ خریدار، "لائٹ" کے لئے تیس اور "روح اسلام" کے لئے دو نئے خریدار بنائے گئے۔

کتابوں اور لٹریچر کی مفت تقسیم

(۱)۔ میرا قبول اسلام	پانچ عدد
(۲)۔ کلید القرآن	دو عدد
(۳)۔ مسائل شریعت	تین عدد
(۴)۔ آئینہ حق حصہ اول	دو عدد
(۵)۔ فتح حق	پانچ عدد
(۶)۔ زندگی کی زندہ تعلیم	دو عدد
(۷)۔ ولادت مسیح	پانچ عدد
(۸)۔ راہ راست	پانچ عدد
(۹)۔ تحریک احمدیت	پانچ عدد
(۱۰)۔ مجاہد کبیر	ایک عدد
(۱۱)۔ سیرت خیر البشر	دو عدد
(۱۲)۔ تعلیم اسلام	پانچ عدد
(۱۳) سورۂ فاتحہ کا چیلنج	ایک عدد
(۱۴)۔ محمدؐ ان ورلڈ سکرپچرز	ایک عدد
(۱۵) فینالیٹی آف پرافٹ ہڈ	دو عدد
(۱۶)۔ اسلام اینڈ مسلم پریئر	چار عدد
(۱۷) نزول قرآن کا چیلنج	ایک عدد
(۱۸) ٹیچنگ آف اسلام	[illegible] عدد۔

علامہ شلتوت مصری کے فتوے

دربارہ وفات مسیح

پر ایک لکھنوی مولوی کے اعتراضات

گذشتہ اشاعت میں ایک استفسار کے جواب میں ہم بتا چکے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کی حیات کا عقیدہ اس حدیث کی بناء پر وضع کیا گیا، جس میں آخری زمانہ میں ان کے نزول کی پیشگوئی پائی جاتی ہے، حالانکہ کئی ایک اشکال ایسے موجود ہیں جن کی وجہ سے اس پیشگوئی کو حقیقی معنوں میں تسلیم کرنا مشکل ہے، ہم گذشتہ اشاعت میں ان اشکال کا بالتفصیل ذکر چکے ہیں

اب ہم بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن کریم کی متعدد آیات سے یہ ثابت ہے کہ مسیح علیہ السلام اسی دنیا میں وفات پا چکے ہیں، اس لئے ان کا بجسدہ العنصری آسمان پر جانے اور آخری زمانہ میں نازل ہونے کا عقیدہ سراسر باطل ہے۔ قرآن کریم میں مسیح علیہ السلام کے متعلق جگہ جگہ **توفی** کا لفظ آیا ہے مثلاً **یا عیسٰے انی متوفیک و رافعک الی الخ** اور **فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم**۔ ان دونوں آیات میں **متوفیک** اور **توفیتنی** کے الفاظ وفات یا موت کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں لیکن عقیدہ نزول مسیح کے پیش نظر ان الفاظ کے معنے پورا پورا بجسدہ العنصری لے جانے کے کر دیئے گئے ہیں، اور دلیل یہ دی گئی ہے کہ لغت میں توفی یا وفی کے معنے پورا کرنے یا لے لینے ہیں۔

اس وقت ہمارے سامنے یو پی (بھارت) کا ایک رسالہ "دارالعلوم" ہے جس میں ایک لکھنوی مولوی صاحب نے مصر کے علامہ شیخ شلتوت کے اس فتوے پر جرح قدح کی ہے جس میں علامہ ممدوح نے مسیح علیہ السلام کو آیات قرآنی سے وفات یافتہ ثابت کیا ہے، مضمون نویس نے سب سے پہلے علامہ شلتوت کی حیثیت کو گرانے کے لئے ان کے عالم دین ہونے سے انکار کیا ہے اور بتایا ہے کہ وہ محض ایک جج تھے جن کو حکومت مصر نے جامع ازہر کا نگران مقرر کر دیا، یہ عجیب دلیل ہے بھلا جو شخص جج ہو اور جامعہ ازہر کا نگران ہو وہ عالم دین نہیں ہو سکتا۔

بہرحال جہاں تک علامہ شلتوت کے پیش کردہ دلائل کا تعلق ہے مضمون نگار نے ان پر جرح کرتے ہوئے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ

> "توفی کے حقیقی معنے موت کے ہرگز نہیں ہیں بلکہ کسی چیز کی تکمیل اور پوری پوری شے لینے کے معنی اس کے حقیقی معنی ہیں، قرآن مجید میں جہاں یہ لفظ موت کے معنی میں استعمال ہوا ہے وہاں کوئی قرینہ صارفہ موجود ہے اور اگر قرینہ موجود نہ ہو تو اس کے معنے موت کے ہرگز نہیں لئے جا سکتے اس لئے کہ موت کے معنی مجازی ہیں"

اس کے ثبوت میں مقالہ نگار نے لغت کے جو حوالے دیئے ہیں وہ بھی سن لیجئے:۔

> " علامہ زمخشری جو فن لغت عربی کے امام ہیں فرماتے ہیں **اوفاہ و توفاہ استکمل ومن المجاز توفی وتوفاہ اللہ ادرکہ الوفات**۔
>
> اساس البلاغۃ جلد دوم
>
> یعنے اوفاہ و توفاہ کے معنے استکمال (کسی شئے کو پورے طور پر لینے یا کرنے کے ہیں) اور توفی اور توفاہ اللہ کے مجازی معنی یہ ہوتے ہیں کہ اس کی وفات ہو گئی ہے"

اس حوالہ میں صاف طور پر توفاہ اللہ کے معنے **ادرکہ الموت** بتائے گئے ہیں اور سارے ہی اہل لغت نے توفی کے معنے بیان کرتے ہوئے **توفاہ اللہ** کے محاورہ کو خاص طور پر الگ کر کے بیان کیا ہے۔ چنانچہ تاج العروس میں ہے **توفاہ اللہ عزوجل اذا قبض نفسہ و فی الصحاح روحہ** یعنے جب کسی کے متعلق توفاہ اللہ کہا جائے تو اس کے معنے ہوتے اس کی جان قبض کر لی گئی اور صحاح میں ہے اس کی روح قبض کر لی گئی، یہی محاورہ لسان العرب میں بھی الگ کر کے لکھا ہے، ان معنوں کی تائید قرآن کریم کی ایک آیت سے بھی ہوتی ہے جہاں فرمایا ہے **اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری**، یعنے اللہ تعالیٰ نفسوں کو موت کے وقت توفی کرتا ہے اور جو نیند میں مرا نہ ہو پس جس پر موت وارد ہو گئی اس کو روک لیا جاتا ہے، اور دوسرے (یعنے نیند والے نفسوں کو) کو واپس بھیج دیا جاتا ہے۔

اس آیت اور لغت کے مذکورہ بالا حوالوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ جب **توفی** کا فاعل اللہ تعالیٰ ہو اور ذی روح مفعول، تو اس کے معنے قبض روح ہی کے ہوتے ہیں، موت کی صورت میں ہو یا نیند میں۔

اب غور کیجئے حضرت عیسٰے علیہ السلام کے متعلق جہاں جہاں **توفی** کا لفظ قرآن کریم میں آیا ہے وہاں فاعل اللہ ہی ہے، اس لئے وہاں موت کے سوائے اور کوئی معنے نہیں ہو سکتے۔ مثلاً آیہ کریمہ **یٰعیسیٰ انی متوفیک** کے معنے یہی ہوں گے اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں، اور دوسری آیت جس میں حضرت عیسٰے اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ عرض کرتے ہیں **فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم** اس کے بھی یہی معنے ہو سکتے ہیں، جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تو ہی ان کا نگہبان تھا۔

ان دونوں آیات میں پورا پورا لینے یا کر لینے ہرگز معنے نہیں ہو سکتے پھر یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ علامہ شلتوت نے جو یہ فرمایا ہے کہ

> "توفی پر موت کے معنے اس قدر غالب ہیں کہ اطلاق کی صورت میں یہی اس سے سمجھ میں آتے ہیں" بالکل باطل اور دروغ محض ہے"۔

یہ باطل اور دروغ نہیں بلکہ یہی حقیقی معنی مندرجہ بالا آیات اور تمام ان آیات کے ہیں جن میں توفی کا لفظ خدا تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔ "پورا پورا لینے یا کرنے" کے معنے ان آیات سے ہرگز متبادر نہیں۔ اول الذکر آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بتایا ہے کہ تیرے قتل کرنے یا صلیب پر مارنے کے جو منصوبے بنائے گئے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے اور تجھے ہم طبعی طور پر وفات دیں گے، ایسا ہی دوسری آیت کے سیاق و سباق کو پڑھئے، وہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰے علیہ السلام سے سوال کیا ہے کہ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوائے معبود بناؤ؟ تو حضرت عیسٰے علیہ السلام جواب دیں گے **سبحانک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق**۔ اے اللہ تو پاک ہے میرے لئے یہ شایاں نہیں کہ میں بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں، **ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی و ربکم و کنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم**۔ میں نے ان سے سوائے اس کے کچھ نہیں کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا و تمہارا رب ہے، اور جب تک میں ان میں رہا میں ان پر گواہ ہوں۔

اور اس کے ساتھ ہی حضرت عیسٰے عرض کرتے ہیں **فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم** جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تو ہی ان کا نگہبان تھا۔

غور کیجئے اگر حضرت عیسٰے علیہ السلام ابھی زندہ ہیں اور دوبارہ اصلاح خلق کے لئے آئیں گے تو وہ تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ ان کی قوم انہیں اور ان کی والدہ کو معبود بنا رہی ہے پھر وہ قیامت کو کس طرح اللہ تعالیٰ سے کہیں گے کہ انہیں اس کا علم نہیں، نہ انکی موجودگی میں ان کی قوم نے انہیں اور ان کی والدہ ماجدہ کو معبود بنایا، اس سے ثابت ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور یہی **فلما توفیتنی** کے حقیقی معنے ہیں۔

اور بھی کئی ایک آیات ہیں، جن سے حضرت عیسٰے علیہ السلام کی وفات ثابت ہوتی ہے، ان پر کسی آئندہ اشاعت میں روشنی ڈالی جائے گی اور علامہ شلتوت پر جو اعتراضات لکھنوی مولوی صاحب نے کئے ہیں ان کا جواب دیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ ؂

معذرت ۱۴ر جنوری ۱۹۶۸ء کے "پیغام صلح" میں بی این آر آڈیٹوریم ہال میں مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب کے لیکچر کا ذکر کرتے ہوئے صاحب صدر کا نام غلطی سے قاضی نذیر الاسلام لکھا گیا ہے حالانکہ اصل نام ڈاکٹر نذیر الاسلام ہے، اس غلطی کے لئے ہم ڈاکٹر صاحب ممدوح سے معذرت خواہ ہیں ؂

خواتین کا چندہ جلسہ سالانہ پر خواتین کا کل چندہ جو داخل خزانہ انجمن ہوا، اس کی میزان تقریباً تین ہزار روپیہ ہے

شذرات

(شاہین)

مِیثاقُ النّبیین

قرآن مجید میں ایک عہد کا ذکر آتا ہے جو اللہ تعالے نے نبیوں کے ذریعہ تمام اُمتوں سے لیا کہ جس نبی موعود کے متعلق اللہ تعالےٰ کی طرف سے بشارات دی گئی ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں مبعوث ہوگا تمام اُمتوں اور نبیوں کے ماننے والوں کا فرض ہوگا کہ وہ اس پر ایمان لائیں اور اس کی نصرت کریں - قرآن کریم نے اس امر پر وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے کہ وہ نبی موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے عیاں ہے -

۱- وَاِنَّهٗ لَفِی زُبُرِ الاوّلین (الشعراء) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جملہ صحفِ سابقہ میں پیشگوئی موجود ہے -

۲- یجدونہ مکتوبًا عندھم فی التوراۃ والانجیل (الاعراف) یعنی آپؐ کا ذکر مبارک اور بعثت کی پیشگوئی توراۃ اور انجیل میں اب تک موجود ہے -

۳- ومبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمہٗ احمد (الصف) حضرت مسیح ناصری نے بشارت دی کہ میرے بعد جو عالیشان نبی موعود مبعوث ہوگا اس کا نام احمدؐ ہوگا -

۴- ربّنا وابعث فیھم رسولًا منھم یتلوا علیھم ایاتک (البقرہ) حضرت ابوالانبیاء ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے دعا مانگی کہ اے خدا ان میں وہ عالیشان رسول بھیج جو ان پر تیری آیات پڑھے ان کو کتاب و حکمت سکھلائے اور ان کا تزکیہ کرے -

انجیل کی مندرجہ ذیل شہادت اس امر پر گواہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام جس عظیم الشان نبی کے ظہور کی پیشگوئی کرتے چلے آئے تھے وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی آمد تک نہ آیا تھا اور ان کے بعد تک اس نبی کی دنیا منتظر تھی جیسا کہ اعمال رسل باب ۳ - آیت ۲۱ میں یوں آتا ہے :-

” ضرور ہے کہ آسمان اس لئے رہے اس وقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا اپنی حالت پر آویں کیونکہ موسےٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے ایک نبی میری مانند اٹھائے گا جو کچھ وہ تمہیں کہے اس کی سب سنو “

اس امر پر جملہ آئمہ کرام اور سلف صالحین کا اتفاق ہے کہ وہ موعود کل اقوام نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جیسا کہ ابنِ جریر نے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مندرجہ ذیل روایت نقل کی ہے :-

” لم یبعث اللہ تعالیٰ نبیًا ادم فمن بعدہٗ الا اخذ علیہ العھد فی محمد صلعم “

یعنی ”آدم سے لے کر آخر تک اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی مبعوث نہیں کیا جس سے محمد صلعم کے متعلق عہد نہ لیا گیا ہو “

حضرت مسیح موعود کا عقیدہ

اس زمانہ کے امام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ موعود کل اقوام نبی آنحضرت صلعم ہی ہیں جیسا کہ آپ نے فرمایا :-

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین .....

وانا معکم من الشاھدین (الجزء $\frac{۳}{۱۷}$) اور یاد کر وکہ جب خدا نے تمام رسولوں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں گا اور پھر تمہارے پاس آخری زمانہ میں میرا رسول آئے گا جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے گا تمہیں اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی امداد کرنی ہوگی ... اب ظاہر ہے کہ انبیاء تو اپنے اپنے وقت پر فوت ہو گئے تھے - یہ حکم ہر نبی کی اُمت کے لئے ہے کہ جب وہ رسول ظاہر ہو تو اس پر ایمان لاؤ ورنہ مواخذہ ہوگا۔

اب بتلادیں میاں عبد الحکیم خاں نیم مُلّا خطرہ ایمان کہ اگر صرف توحید خشک سے نجات ہو سکتی ہے تو پھر خدا تعالےٰ ایسے لوگوں سے کیوں مواخذہ کرے گا جو گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے مگر توحید باری کے قائل ہیں علاوہ اس کے توریت استثناء باب ۱۸ میں ایک یہ آیت موجود ہے کہ جو شخص اس آخر الزمان نبی کو نہیں مانے گا میں اس سے مطالبہ کروں گا “

(حقیقۃ الوحی ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۳۱-۱۳۰)

جماعت ربوہ کا عقیدہ

ہم نے ان کالموں میں بارہا یہ امر بیان کیا ہے کہ جماعت احمدیہ قادیان (حال ربوہ) اپنے عقائد کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مسلک سے بہت دور جا پڑی ہے اور حضور علیہ السلام جو اس زمانہ میں حکم اور عدل ہو کر مبعوث ہوئے ہیں کے عقائد کے خلاف بلکہ صریح خلاف عقائد اختیار کرتے کرتے گمراہی کی طرف قدم زن ہو رہی ہے جیسا کہ:-

۱- ”ختم نبوت“ کے عقیدہ کے خلاف نبوت کو اُمتِ محمدیہ میں جاری مانتے ہیں -

۲- ”اسمہٗ احمد“ کا مصداق بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت صاحب کو مانتے ہیں -

۳- ”آیت استخلاف“ کے مطابق بجائے ملوکیت کی خلافت کے خود ساختہ خلیفوں کا انتخاب کر لیتے ہیں -

۴- حضرت مسیح موعودؑ کے عقیدہ کے خلاف آپ کو نہ ماننے والوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج مانتے ہیں - وغیرہ وغیرہ -

بعینہٖ جماعت ربوہ ”میثاق النبیین“ کے مطابق برپا ہونے والے موعود کل اقوام نبی سے بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت مسیح موعود کو مراد لیتی ہے جو ایک کھلی ہوئی گمراہی ہے جیسا کہ ان کی مندرجہ ذیل عبارت اس کی خود وضاحت کرتی ہے :-

” واذ اخذ اللہ میثاق النبیین ۔۔ .... لتومننّ بہ ولتنصرنّہٗ (آل عمران) کی تفسیر - جب اللہ تعالےٰ نے سب نبیوں سے عہد لیا (النبیین میں سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام شامل ہیں کوئی نبی بھی مستثنےٰ نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان النبیین کے لفظ میں داخل ہیں) کہ جب کبھی میں تم کو کتاب اور حکمت دوں .... پھر تمہارے پاس ایک رسول آئے یعنی وہ رسول مسیح موعود ہے .... تم سب اس پر ایمان لانا اور ہر ایک طرح سے اس کی مدد فرض سمجھنا - جب تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ کو مجملاً حضرت مسیح موعود پر ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنا فرض ہوا تو ہم کون ہیں کہ نہ مانیں “

(اخبار الفضل جلد ۳ نمبر ۳۹ - ۳۸ مورخہ ۱۹ و ۲۱ ستمبر ۱۹۱۵ء صفحہ ۶ کالم ۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب ہو کر اس قسم کے عقائد رکھنا جو آپ کی تعلیم کے سراسر منافی اور نقیض ہوں آپ سے دوستی نہیں بلکہ دشمنی کے مترادف ہے نہایت افسوس ہے کہ جماعت ربوہ دوستی کے روپ میں امام الزمان علیہ السلام سے دشمنی کر کے آپؑ کو بدنام کرنے کی مرتکب ہو رہی ہے -

جماعتِ ربوہ کو چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقدس روح کی اس پکار کو سنیں اور اپنے آپ کو صحیح عقائد کی طرف لانے کی سعی کریں کہ ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

تمام اقوام عالم کی طرف

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام اتحاد

قوموں کی عصبیت ومنافرت اور انہیں ایک نکتۂ وحدت کی تعلیم

ماحول کیخلاف امور سلطنت میں مشورہ لینے کا حکم ــــــ ماہرین نفسیات کیلئے قابل غور

فوقیت وعظمت کا انحصار نیک اعمال پر ــــ نبی کریم صلعم کا بے نظیر عدل و انصاف

جلسہ سالانہ مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۶۰ء میں حضرت امیر قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ کی افتتاحی تقریر

قل یا یھا النّاس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ہ الذی لہ ملک السمٰوات والارض

حضرت نبی کریم صلعم کا عالمگیر پیغام

اللہ تبارک وتعالےٰ کی طرف سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ آپ نے تمام دنیا تک میرا پیغام پہنچانا ہے۔ قل یایھا النّاس۔ تمام عالم انسانیت کو مخاطب کر کے کہدو انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔ مشرق و مغرب کے لوگوں اور مختلف مذاہب و ملل کے لوگوں، سب کے لئے میں جناب الٰہی کی طرف سے پیغام لایا ہوں۔ جناب الٰہی کون ہیں الذی لہٗ ملک السمٰوات والارض۔ وہ زمین وآسمانوں کا بادشاہ ہے۔ میں اس شہنشاہ کائنات کی طرف سے ایمبیسیڈر ہو کر آیا ہوں۔

دنیوی سلطنتوں کی حیثیت کے مطابق سفیروں کی تقرری

ایک سلطنت کا سفیر جب دوسری سلطنت کی طرف جاتا ہے تو دونوں سلطنتوں کے لحاظ سے اس کی پوزیشن کا خیال رکھا جاتا ہے۔ لارڈ اردن ہندوستان کے وائسرائے تھے وہ بڑے قابل ترین انسان تھے۔ جب وہ اپنا مقررہ وقت ہندوستان میں گذار کر واپس اپنے وطن پہنچے تو واپسی پر ان کو ایمبیسیڈر بنا کر امریکہ بھیجدیا گیا۔ امریکہ اور انگلستان کی پوزیشن اس بات کی مقتضی تھی کہ ایک قابل ترین انسان ان کے درمیان حق سفارت ادا کرے۔ لارڈ اردن کو اس کا اہل سمجھا گیا۔

حضرت نبی کریم صلعم کی عظمت بطور سفیر عالم

یہ تو امریکہ انگلستان کی بات ہے۔ ان سلطنتوں کی حقیقت اور وقعت خداتعالےٰ کی بادشاہت کے آگے کچھ نہیں۔ وہ تو کائنات کا بادشاہ ہے۔ اسکی زمین اور آسمانوں پر حکومت ہے۔ اس بادشاہ دو عالم کی طرف سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا جہان کے انسانوں کی طرف سفیر بنا کر بھیجا گیا۔ اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، ان کے مقام ومرتبہ اور ان کے فرائض کی ادائیگی میں پیش آمدہ مشکلات کا اندازہ لگائیے۔

فرائض سفارت کی اہمیت اور پیش آنے والی مشکلات کے اندازہ سے حضرت نبی کریم صلعم کی پریشانی

جب یہ فرائض سفارت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تفویض ہوئے، تو حضور صلعم کانپ اٹھے۔ ان کے سامنے مشکلات کے پہاڑ تھے۔ قوم بت پرست ہے۔ یہودی بھی رہتے ہیں۔ جن کی شان وشوکت۔ رعب علم۔ دولت اور جمعیت بہت بڑی ہے۔ پھر وہاں عیسائی بھی ہیں، اور حضور صلعم کو معلوم ہے کہ ان قوموں کے اعتقادات کے خلاف تبلیغ کرنا آسان نہیں۔ یہ تمام میرے دشمن ہو جائیں گے، آپ اسی غم و فکر میں کپڑا اوڑھ کر لیٹ گئے۔ آپ کو جان کے لالے پڑ گئے ہیں۔

حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کے اخلاق عالیہ کی بنا پر تسلی دی

ایسی حالت میں حضرت خدیجہ رضہ آپؐ کو تسلی دیتی ہیں کلا واللہ لا یخزیک اللہ ابدا انک لتصل الرحم وتحمل الکلّ وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علےٰ نوائب الحق۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں۔ کہ خدا آپؐ جیسے انسان کو کبھی ذلیل وخوار نہیں کر سکتا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، اور ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، اور جن کے پاس کچھ نہیں انہیں کما کر دیتے ہیں، اور مہمان نوازی کرتے ہیں اور حسادثوں میں حق کی مدد کرتے ہیں۔ یہ گھر کی گواہی ہے اس کی بڑی قیمت ہے۔

اقوام کی عصبیت اور دنیا کو ایک کرنے کا کام

حضور صلعم کے سامنے دنیا کو ایک کرنے کا مشن ہے۔ یہ بہت بڑا کام ہے۔ ان کو معلوم ہے کہ ہر ایک قوم اپنے اندر ایک عصبیت اور بہت بڑا بغض رکھتی ہے۔ اور دوسری اقوام کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ ان سب کو اکٹھا کرنا بڑا مشکل کام ہے۔

سابق انبیاء ایک ایک قوم کی طرف آئے اور حضرت نبی کریم صلعم تمام اقوام عالم کیطرف مبعوث ہوئے

آپؐ فرماتے ہیں بعثت الی النّاس عامۃ آپ کو معلوم ہے کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کا دائرہ عمل و تبلیغ ایک خاص قوم اور خاص وقت کے لئے مختص ہوتا تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت تک کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں، قرآن کریم میں لکھا ہے کہ و اتینا موسٰی الکتاب وجعلنٰہ ھدی لبنی اسرائیل۔ موسوی نبوت کا دائرہ تبلیغ صرف بنی اسرائیل تک محدود تھا۔ اور حضرت عیسٰےؑ کے متعلق لکھا ہے ورسولا الٰی بنی اسرائیل یعنے حضرت عیسٰےؑ یہودی قوم کے پیغمبر ہیں۔ ان کا دائرہ عمل صرف بنی اسرائیل تک محدود تھا۔ لیکن جس نبی و رسول کا دائرہ عمل دنیا جہان پر محیط ہے وہ نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اقوام کی ایک دوسرے سے منافرت

پاکستان میں ہندو، سکھ اور دوسری قومیں رہتی رہی ہیں، وہ قومیں مسلمانوں سے نفرت کرتی تھیں ایک مسلمان، پاک وصاف مسلمان، جس کے خیالات پاکیزہ ہوں جس کے کپڑے صاف ستھرے ہوں، ہندو اس مسلمان کو کبھی اپنے دسترخوان پر بیٹھنے کی قطعاً اجازت نہیں دے سکتا تھا۔ یہودیوں کا بھی یہی حال ہے۔ وہ غیر یہودوں کو کتے اور سؤر کے برابر یقین کرتے ہیں۔ اور عیسائیوں کا بھی یہی حال ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا کی پیاری قوم صرف ہم ہی ہیں اور جنت ہمارے لئے مختص ہے۔

تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ایک ہے

ان اعتقادات و عادات کے لوگوں کو ایک کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ اعلان فرما دیجئے کہ تمام پیغمبروں کا دین ایک ہے۔ شرع لکم من الدین ما وصّی بہ نوحًا والذی اوحینا الیک وما وصّینا بہ ابراھیم و موسٰے و عیسٰے ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ۔ یعنے حضور صلعم کو وہی دین دیا گیا ہے۔ جو نوحؑ کو دیا گیا تھا۔ حضرت نوحؑ ایک بزرگ اور قدیم پیغمبر

ہیں ان کا اور حضورؐ کا ..... دین ایک ہی ہے۔ حضرت نوحؑ کے بعد حضرت ابراہیمؑ آئے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کو عرب کی قومیں اپنا باپ یقین کرتی تھیں۔ فرمایا کہ ان تمام قوموں کے باپ کا دین وہی ہے۔ جو حضرت نوحؑ کا دین تھا۔ پھر حضرت موسٰےؑ اور حضرت عیسٰےؑ کا بھی دین یہی تھا۔ تمام انبیائے کرامؑ کی فہرست کھول کر نہیں بتائی بلکہ بڑے بڑے تاریخی نبیوںؑ کا ذکر فرمایا جن کی قدر و منزلت عرب کے یہودیوں، نصرانیوں اور بت پرستوں کے دلوں میں تھی۔

انبیاءؑ کی تعلیمات کا مرکزی نکتہ اور نبی کریم صلعم کا اعلان اتحاد

یہ ان قوموں کے لئے اپیل ہے جو اپنے تئیں خدا کی پیاری سمجھتی ہیں اور دوسروں سے سخت نفرت کرتی ہیں فرمایا ان تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اور تبلیغ و تلقین کا مرکزی نکتہ یہ تھا کہ ان أقیموا الدین۔ توحید، تقوٰے استقلال و استقامت کا سبق تمام انبیاءؑ کو دیا گیا۔ اور یہ کہ ولا تتفرقوا۔ وحدت کو قائم رکھنا۔ ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جانا۔ یہ علم بھی حضرت نبی کریمؐ کو دیا گیا۔ کہ قوموں میں تفرقہ ہے چنانچہ فرمایا کہ وہ جو حضرت نوحؑ۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسٰےؑ و عیسٰےؑ کا دین ہے فلذالک فادع اسی دین کی دعوت دو۔ واستقم کما أمرت۔ اس راہ تبلیغ کی مشکلات سے گھبرانا نہیں۔ استقلال سے کام لینا ولا تتبع أهواءهم۔ ان لوگوں کی خواہشات کی اتباع نہیں کرنی چاہیئے اور اعلان کر دو وقل آمنت بما أنزل الله من كتاب کہ میں خدا کو مانتا ہوں اور کوئی ہدایت جو کسی قوم پر کسی زمانہ میں کسی نبی کے ذریعہ خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہو۔ اس پر عمل کرتا ہوں۔ اور تمام سابقہ نبیوںؑ پر بلاتخصیص و امتیاز ایمان لاتا ہوں اور انکی تکریم تکریم کرتا ہوں۔ سبحان الله العظیم۔ یہ کیا اعلان ہے۔ کس قدر اپیل کی گئی ہے کہ میں عالم انسانیت کا تفرقہ مٹانے آیا ہوں۔ اور ان میں اخوت و مساوات قائم کرنے آیا ہوں۔ تفرقہ کو مٹانے کا طریق یہ ہے۔ کہ یقین کیا جائے کہ ہر نبیؑ و رسولؑ کی تعلیم ایک ہے و أمرت لأعدل بينكم مجھے حکم ہوا ہے کہ عدل و انصاف سے کام لیا جائے۔ اور فرمایا الله ربنا وربكم۔ اللہ ہی ہمارا اور تمہارا رب اور خالق و مالک ہے۔ اس نے ہمیں اور تمہیں پیدا کیا ہے۔ وہی ہمارا اور تمہارا مربی و محسن ہے۔ اسی نے ہم سب کو جسمانی اور روحانی استعدادیں اور صلاحیتیں عطا کی ہیں۔ اور وہی ہماری صلاحیتوں اور استعدادوں کی نشو و نما اور تربیت کے مناسب اسباب فراہم کرتا ہے۔ زمین و آسمان کی تمام نعمتیں اس نے تمام انسانوں اور قوموں کو عطا کر رکھی ہیں۔

فوقیت و عظمت کا انحصار نیک اعمال پر

نصرانی اور یہودی کا خدا علیحدہ نہیں۔ فرمایا۔ لنا أعمالنا ولكم أعمالكم۔ صرف اعمال کے لحاظ سے فوقیت ہو سکتی ہے۔ اعمال کے سوا کسی اور صورت سے فضیلت و عظمت کا ڈھونڈورا پیٹنا بے فائدہ ہے اعمال فیصلہ کریں گے کہ تم معزز ہو یا نہیں، اگر ہمارے اعمال کم تر ہوں گے، ناقص ہوں گے تو تم ہم پر سبقت لے جاؤ گے۔ اور اگر ہمارے اعمال اچھے ہوئے تو ہم کہیں گے کہ ہمیں تم پر سبقت حاصل ہے۔

اعمال کا ذکر آیا تو مجھے یاد آگیا کہ کسی زمانہ میں رنگ محل میں ایک ہندو عطار کی دوکان تھی۔ گوبند رام اس کا نام تھا۔ وہ ہندو دواسازی میں یکتا تھا۔ میں نے بھی اس سے ایک دفعہ معدے کے لئے جوارش جالینوس خریدی دوائی بڑی مفید اور صاف ستھری بنی ہوئی تھی۔ کس قدر خوشبو تھی۔ طبیعت اسے دیکھ کر خوش ہوتی تھی۔ بڑے اعلٰے درجہ کی دوائی تھی۔ میں نے پھر دلی کے اجمل دواخانہ سے وہی دوائی منگوائی لیکن وہ خراب نکلی، اس کا رنگ و بو خراب تھا وہ بہت خراب تھی، ہندو امانت و دیانت اور اعمال میں بڑھ گیا۔ اعمال بڑا اندھا اور مشکل ترازو ہے۔ یہ کسی مسلمان اور ہندو کا لحاظ نہیں کرتا۔

ایک اور واقعہ سُن لیجئے۔ خان بہادر محمد اسمٰعیل صاحب راولپنڈی کے ایک مشہور تاجر تھے۔ ایک دفعہ کسی میم صاحبہ نے ان کی دوکان سے سرکہ کی ایک بوتل خریدی۔ جس کے بعد اس نے شکایت کی کہ سرکہ خراب ہے۔ خان بہادر محمد اسمٰعیل صاحب نے سرکہ بنانے والی انگریز فیکٹری کو اطلاع دی کہ آپ کا ارسال کردہ سرکہ خراب ہے۔ فیکٹری والوں نے لکھا کہ آپ سارے کا سارا سرکہ گندی نالی میں پھینک دیں۔ ہم اس کی قیمت آپ کے نام آپ کے حق میں جمع کر لیتے ہیں۔ خان بہادر صاحب نے یہ خط ملنے پر خود سرکہ کا ٹیسٹ کیا۔ وہ خالص اور صحیح نکلا۔ خان بہادر نے انہیں پھر لکھا کہ میں نے سرکہ خود دیکھا ہے وہ صحیح ہے۔ میں پھینکتا نہیں۔ آپ رقم وصول کر لیں۔ یہاں ایک مسلمان کا کردار ہے، اور ایک کافر کا کردار ہے۔ کافر لندن میں بیٹھا ہوا ہے پرچ نہیں کرتا کہ میری چیز درست تھی۔ خان بہادر محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم سات نمازیں پڑھتے تھے، انہوں نے ساری عمر جھوٹ نہیں بولا، ان کا کردار بہت بلند نظر آتا ہے، خدا تعالٰے کے ہاں ایسا ہی تقوٰے قابلِ قبول ہے کردار اور عمل فیصلہ کرتا ہے، کہ کونسا انسان اچھا ہے اور کونسا بُرا۔

پاکستانیوں کا ناپسندیدہ کردار و عمل

آج ہمارا پاکستانیوں کا وہ کیرکٹر نہیں۔ جہاں چاہیئے تصویر اچھی نظر نہیں آتی، لین دین میں درستی نہیں معاملات تعلقات اور کاروبار میں راستی نہیں، حالانکہ پاکستان کے قیام کی بنیاد ہی اس بات پر تھی کہ یہ پاک ملک ہوگا مسلمان کا ملک ہوگا۔ ایمان و انصاف کا ملک ہوگا۔ تقوٰی و طہارت کا ملک ہوگا۔ مواخات اور بھائی چارہ مستحکم تر ہوگا۔ اسلام اور توحید و رسالت کا گہوارہ ہوگا۔ امن ہوگا، سلامتی ہوگی، عہد و معاہدات کی پابندی ہوگی۔ ایک دوسرے کی عزت احترام کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ پاکستان تو بن گیا لیکن یہ سب چیزیں نظر نہیں آتیں۔ ہماری یہ تصویر اچھی نہیں ہے۔ ابھی تک ہمارے اندر مسلمان کی صفات پیدا نہیں ہوئیں۔

. . . .

نبی کریم صلعم کا نسخۂ اتحاد کارگر ثابت ہوا۔

حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں یہودیوں، نصرانیوں اور بُت پرستوں کو ایک کر کے دکھلا دیا معلوم ہوا کہ یہ نسخہ کارگر ہے۔ توحید الٰہی اور وحدت انسانی کا یہ پیغام آج دُنیا میں پہنچانے کی ضرورت ہے۔ اسی نظریہ کے تحت آج دنیا ایک ہو سکتی ہے۔ اس نظریہ کی تعلیم و تلقین کسی دوسری قوم اور پیغمبر کو نصیب نہیں ہوئی سوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نامساعد حالات میں قوموں کو ایک کر دیا یہ ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔

نبی کریم صلعم کے اخلاق و کردار پر تمام قوم کی فدائیت

آپؐ کے اخلاق و کردار، آپؐ کے قول و فعل سے قوم متاثر ہے آپؐ پر شیدا اور فدائی ہے، خود حضور صلعم قوم پہ عاشق ہیں ایک ایک کی قدر اور تعریف کرتے ہیں۔ قوم پروانہ وار حضورؐ پر فدا ہے۔ قوم نے جان اور مال کے ایثار اور قربانی کا عظیم نمونہ قائم کر کے دکھلایا۔ حکم دیتے ہیں تو لوگ جانیں قربان کر دیتے ہیں۔ اشارہ ہوتا ہے تو گھر کی تمام پونجی سمیٹ کر حضور صلعم کے قدموں میں لا گراتے ہیں۔ فدائیت موجود ہے۔ اطاعت موجود ہے، اور غضب کی اطاعت ہے۔

امور سلطنت میں مشورہ لینے کا حکم۔ سائیکالوجسٹس کے لئے قابلِ غور

باوجود اس کے حکم ہوتا ہے شاورهم فی الامر۔ امور سلطنت صلاح و مشورہ سے طے کئے جائیں۔ سائیکالوجسٹس کہتے ہیں کہ الہام ماحول کا اثر ہوتا ہے۔ اگر یہ حقیقت ہے تو اس الہام کو جانچئے۔ یہاں سائیکالوجسٹ فعل ہے۔ حضور صلعم کا یہ ماحول ہے کہ جو حکم دیں قوم ماننے کے لئے تیار ہے باوجود اس کے الہام یہ ہوتا ہے کہ مشورہ سے امور سلطنت انجام دیئے جاویں۔ اس کے علاوہ ایک اور ماحول ہے، جو اردگرد کے ملکوں میں پایا جاتا ہے۔ وہ اس ماحول سے جُدا ہے۔ ایران و مصر اور شام میں شہنشاہیت ہے۔ اس کا دبدبہ ہے شان و شوکت ہے۔ یورپ میں پوپ کی بادشاہت ہے۔

پوپ کا نیا عقیدہ

پوپ آج بھی عیسائی دُنیا کا بادشاہ ہے۔ اس کے منہ سے نکلی ہوئی آواز قانون ہو جاتا ہے پوپ [illegible] نے ہمارے سامنے مسیحی دنیا کو پیغام دیا کہ حضرت عیسٰےؑ تو آسمان پر خداوند کے ساتھ بیٹھے ہی ہیں۔ لیکن آج سے ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ حضرت مریمؑ بھی آسمان پر خدا کے ساتھ زندہ بیٹھی ہیں، پوپ صاحب کا یہ اعلان کرنا تھا کہ اس دن سے رومن کیتھولک عیسائیوں کا یہ مذہب ہو گیا کہ حضرت مریمؑ بھی آسمان پر زندہ ہیں۔

ماحول کے خلاف شاورهم کا الہام

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ماحول تھے۔ ایک تو اپنا کہ قوم فدا ہے۔ عاشق ہے۔ اور دوسرا ہمسایہ کا ماحول

کہ وہاں بادشاہ پرستی ہے۔ ان دونوں ماحولوں کے برعکس اسلام ہوتا ہے وشاورھم فی الامر۔ کون اس کو ماحول کا نتیجہ قرار دے سکتا ہے۔ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دلیل ہے۔ اس کے خلاف انگلستان کی پارلیمنٹ اس خونین انقلاب کا نتیجہ ہے جو ماحول نے پیدا کیا۔

غیر اقوام کے ساتھ
اللہ اور اس کے رسول کا معاہدہ

دوسری بات یہ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکومت کرنے کا دستور رائج کیا جو ساری دنیا کے لئے قابل عمل ہے۔ فرمایا اوصیہ بذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ ان یوفی لھم بعھدھم وان یقاتل من ورائھم وان لا یکلفوا فوق طاقتھم۔ میں خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں جو میرے بعد مسند خلافت پر بیٹھنے والا ہے کہ ہماری حکومت میں عیسائی بھی ہوں گے۔ اور یہودی بھی ہوں گے۔ اور مشرک بھی ہوں گے۔ ان کے ساتھ ہمارا عہد ہے ان کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کا عہد ہے۔ وہ عہد یہ ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو ان کی حفاظت کے لئے ان کے دشمن سے جنگ کی جائے۔ اور ان کی طاقت سے زیادہ کوئی کام ان سے نہ لیا جائے۔ ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کی جائے۔ اس عہد کو پورا کیا جائے اس لئے کہ مسلمان اور غیر مسلمان سب کے لئے قانون ایک ہے۔

بادشاہوں کا اپنے متعلق قانون اور
حضرت نبی کریم صلعم کی طرف سے
تمام قانونوں کی فرمانبرداری

دنیا کے بادشاہوں کے متعلق تو یہ مشہور ہے کہ بادشاہ کے دل میں جو آیا وہ کر دیا۔ جس کو چاہا قتل کروایا۔ جس کو چاہا اس کی عزت لے لی۔ بادشاہ کی آواز قانون اور حکم کی حیثیت رکھتی تھی۔ اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ The King can do no wrong بادشاہ جو جھک مارے، جو بیہودہ حرکت کرے جو عمل رائج الوقت امور کے برخلاف کرے، وہ جوابدہ نہیں ہے۔ لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم۔ اگر خدا تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو میرے لئے بھی سزا ہے۔ The King can do no wrong یہ دنیا کا مقولہ ہے۔ یہ خدا اور رسول کا مقولہ نہیں۔ ایک پیغمبر کو حکم ہوتا ہے یاداؤد انا جعلنک خلیفۃ فی الارض۔ فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوی۔ فیضلک عن سبیل اللہ۔ ان الذین یضلون عن سبیل اللہ۔ لھم عذاب شدید۔ اے داؤدؑ! ہم نے تم کو بادشاہ بنایا ہے۔ عدل و انصاف سے حکومت کرنا۔ ولا تتبع الھوی خواہشات کا بندہ نہ بننا۔ خواہشات کا بندہ بنو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ اس کو کہتے ہیں رب العالمین۔ پیغمبر جو معصوم ہیں ان کو کہا ہے کہ خواہشات کی پیروی نہ کرنا۔ گمراہ ہو جاؤ گے۔ پیغمبری جاتی رہے گی۔ یہ تعلیم پیغمبروں کے لئے ہے ایسا ہی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہراتؓ کو حکم ہوتا ہے کہ تمہارے گھروں میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔ تم پر ذمہ داری زیادہ ہے۔ نافرمانی کرو گی تو تمہارے لئے دگنی سزا ہے

مقدمات میں عدل و انصاف
اور سچی گواہی دینے کا حکم۔

حالات اور قوانین بدلتے رہتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے جو قوانین بنائے ہیں وہ غیر متبدل اور اٹل ہیں لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ اس کائنات میں جس قدر قوانین ہیں، ان کے اندر کوئی تبدیلی نہیں آسکتی جس طرح وہ قوانین غیر متبدل ہیں جو نیچر میں کام کر رہے ہیں اسی طرح وہ قوانین غیر متبدل ہیں جو قرآن میں ہیں۔ فرمایا یایھا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم اوالوالدین والاقربین۔ اے مسلمانو! گواہی دینے لگو تو بڑی احتیاط سے گواہی دو۔ گواہی دیتے وقت نہ رشتہ دار کی حمایت کرو اور نہ دشمن کی پرواہ کرو۔ اپنے برخلاف بھی گواہی دینا پڑے یا اپنے والدین اور رشتہ داروں کے خلاف گواہی دینا پڑے تو حق بات کہنا ہے۔ تمہارے ماں باپ کے برخلاف مقدمہ ہو تو بھی حق کی طرفداری کرنا۔ خواہشات کی پیروی نہیں کرنا۔ جو حکم حضرت داؤدؑ کو ہوا وہی حکم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوم کو ہوا۔ فرمایا چالاکی سے گواہی دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ فلا تتبعوا الھوی ان تعدلوا ایسا نہ ہو کہ کسی خواہش کو پورا کرنے کے وجہ سے عدل و انصاف ہاتھ سے دے دو۔ اور فرمایا وان تلوا او تعرضوا فان اللہ کان بما تعملون خبیرا، اگر زبان کی چالاکی سے بگاڑ کر گواہی دو گے۔ تو خدا جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو، گواہی دیتے وقت یا فیصلہ دیتے وقت بات کے توڑنے مروڑنے کا طرز طریق اختیار نہ کرو۔ گواہی کے لئے سمن آئے تو لے لینا ہوگا۔ شہادت دینا ہوگی۔ دو روپے دے کر چپڑاسی سے سمن وصول نہ کرنا مسلمانی نہیں۔ سمن لینے سے روگردانی نہ کرو خدا تمہارے دلوں کے رازوں اور زبانوں کی چالاکیوں سے خوب واقف ہے۔ یہ تعلیم آج سے چودہ سو سال پہلے دی جا رہی ہے۔

یعنی [illegible]

حضرت امام الزمانؑ پر
خطرناک مقدمہ میں آپ کی راستبازی

یہاں میں امام الزمانؑ کا بھی ذکر کرتا ہوں۔ ایک دفعہ آپؑ پر ایک فوجداری مقدمہ بن گیا۔ آپ نے امرت سر کے ایک اخبار کو ایک مضمون بھیجا، اور اس میں ایک خط بھی ڈال دیا۔ چونکہ پیکٹ میں خط رکھنا جرم ہے اس لئے حضرت صاحب پر فوجداری مقدمہ بن گیا۔ یہ بڑے امتحان کا وقت تھا۔ انہوں نے سمن لے لیا۔ پیسے دے کر سمن لینے سے انکار نہیں کیا۔ یہاں لاہور میں مولوی فضل دین صاحب ایک نامی گرامی وکیل تھے، حضرت صاحب نے ان سے رابطہ پیدا کیا۔ وکیل صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب! یہ تو مقدمہ ہے ہی نہیں۔ آپ عدالت میں جا کر کہہ دیں کہ یہ خط میرا نہیں ہے، حضرت صاحب نے فرمایا کہ خط تو میرا ہے۔ میں کس طرح کہہ دوں کہ میرا نہیں۔ وکیل صاحب نے کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد پھر کہا کہ مرزا صاحب! یہ مقدمہ تو کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ آپ کہہ دیں کہ خط میں نے نہیں ڈالا۔ لیکن حضرت صاحب نے جواب دیا کہ خط تو میرا ہے۔ وکیل صاحب کہنے لگے تو پھر جاؤ اور قید ہو جاؤ۔ مجھے خواہ مخواہ وکیل بنایا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اسباب کو استعمال کرو اس لئے آپ کو اس مقدمہ میں وکیل کیا گیا ہے۔ لیکن ایک تو میں نے انسان کا گناہ کیا ہے، دوسرے آپ کہتے ہیں کہ جھوٹ بول کر میں خدا کا بھی گناہ کروں۔ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ بہر حال مقدمہ کی سماعت ہوئی۔ جج صاحب نے پوچھا کہ مرزا صاحب کیا یہ آپ کا خط ہے۔ جواب دیا کہ ہاں میرا ہے۔ پوچھا کیا آپ نے یہ خط مضمون میں ڈالا تھا۔ فرمایا جی میں نے ڈالا تھا۔ کیوں ڈالا تھا۔ فرمایا کہ میری کوئی نمک مرچ کی دکان نہیں، نہ میں کاروباری اور تاجر آدمی ہوں۔ میں نے یہ خط مضمون سے متعلق ہی لکھا ہوگا۔ خط پڑھا گیا۔ وہ مضمون کا ایک حصہ تھا۔ آپ بری کر دیئے گئے۔ مولوی فضل دین صاحب وکیل نے لاہور میں اکثر جگہ بیان کیا کہ بے شمار علماء ہیں جن کو کسی مقدمہ کے وقت جو کچھ جھوٹ سکھایا گیا۔ انہوں نے وہی عدالتوں میں جا کر کہہ دیا۔ مرزا صاحب کے دعاوی کو مانوں یا نہ مانوں لیکن اس مقدمہ میں ان کے رویہ سے ظاہر ہے کہ وہ نہایت بلند کیرکٹر کے آدمی ہیں۔

غیر اقوام کے بارہ میں
عدل و انصاف کا حکم۔

اسی ضمن میں ایک انٹرنیشنل قانون اللہ تعالیٰ نے تلقین فرمایا وہ یہ کہ یایھا الذین امنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی، اتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون۔ اے ایماندارو! خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی غرض سے نہایت مضبوطی سے عدل و انصاف قائم کرنے والے بنو۔ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل و انصاف کرنے سے ہٹ جاؤ۔ اعدلوا۔ ضرور بالضرور تم عدل کرو۔ ایسا کرنا خدا خوفی کا تقاضا ہوگا، اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور یہ بات بھی سن لو کہ خدا تعالیٰ تمہاری کارروائیوں کو جانتا ہے۔ ان احکام سے عیاں ہوتا ہے کہ جس طرح مسلمان رعایا کے معاملات میں عدل و انصاف کی تلقین کی ہے اسی طرح غیر مسلم اقوام کے ساتھ بھی عدل و انصاف کرنے پر قرآن کریم نے زور دیا ہے۔

انگریز کے عدل و انصاف کے متعلق
انگریز چیف جسٹس سے میری گفتگو۔

میرا بچہ ملک مختار احمد ایڈووکیٹ تھا۔ اس نے مجھے کہا کہ سر ٹریور ہیرس چیف جسٹس کے پاس اسد اللہ صاحب کے لئے ان کے بھائی چوہدری ظفر اللہ صاحب نے سفارش کی ہے اور جج مذکور نے مجھے کہا ہے کہ تم اپنے چچا سے بھی سفارش کرا دو

(باقی بر ص ۱۱)

"غلام احمد کی جے"

لیکچر مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب مبلغ جزائر فیجی برموقعہ جلسۂ سالانہ

(اذا جاء نصر اللہ والفتح - (سورۃ النصر)

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
رخِ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں
اُدھر جاتا ہے دیکھیں یا اِدھر پروانہ آتا ہے

حضرات: میرے لیکچر کا عنوان ہے:-

"غلام احمد کی جے"

یہ دراصل حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام ہے آج مجھے اسی الہام کی صداقت پر بحث کرنا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

اس صدی میں دو عظیم الشان تحریکیں بیک وقت اُبھر کر سامنے آئیں۔ ایک تحریک کا نام احمدیت تھا دوسری تحریک کا نام آریہ سماج تھا۔ احمدی جماعت کے بانی حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام تھے اور آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند سرسوتی تھے۔ یہ دونوں عظیم قوتیں پوری شدت کے ساتھ آپس میں ٹکرائیں اور ایسا دکھائی دیتا تھا کہ دو پہاڑ ہیں جو آپس میں ٹکرا گئے ہیں۔ زمانہ انتظار میں لگ گیا کہ دیکھئے فتح و نصرت کا سہرا کس کے سر پہ باندھا جاتا ہے ابھی چند سال بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ مرزا غلام احمدؑ نے دیانند کو اسلام نے وید دھرم اور قرآن نے ویدوں کو شکست فاش دے دی اور ہندوستان کے در و دیوار سے "مرزا غلام احمدؑ کی جے" کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ احمدی پہلوان آریہ پہلوانوں کو ہر میدان میں پچھاڑتے لتاڑتے چلے گئے۔ آریہ پہلوان منہ کے بل گرنے اور توبہ توبہ کرنے لگے۔ سانپ کی طرح ان کا سر کچل دیا گیا۔ اور پھر وہ نہ اُٹھ سکے اور نہ سنبھل سکے۔

دنیا نے پھر ایک بار جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا - کا نظارہ دیکھا۔ اور آسمان سے قادیان کی فضا میں گونجنے والا پیغام "غلام احمدؑ کی جے" اپنی پوری شان سے سامنے آیا۔

آج بفضل خدا زمین کے سارے گولے پہ مرزا غلام احمد کے مبلغ فتح و نصرت کے جھنڈے لہرا رہے ہیں مگر بھارت کے سوا باہر کی دنیا میں آریوں کا کوئی مشن کام نہیں کر رہا اور پوری صدی گذر جانے کے بعد آریوں کی اس ناکامی سے حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی وہ عظیم الشان پیشگوئی پوری ہو گئی کہ:-

"آریہ سماج سو سال کے اندر اندر مر جائے گا"

ابتداء صدی میں آریوں کا یہ نعرہ:-

"ویدوں کا ڈنکا عالم میں بجوا دو یا رشی دیانند نے"

پورے ہندوستان میں گونج رہا تھا۔ مگر سو سال کا عرصہ گذر گیا آریہ لوگ ان کے رشی دیانند سارے عالم میں ویدوں کا ڈنکا بجانے میں بری طرح ناکام ہو گئے - ادھر اسلام کے فتح نصیب جرنیل حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام اور آپ کی فتح نصیب احمدی جماعت نے قرآن کا ڈنکا سارے عالم میں بجا کر دکھا دیا۔ سچ ہے ؎

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

آریوں کا ایک مشن جنوبی امریکہ اور نیوزی لینڈ کے درمیان جزائر فیجی میں مدتوں سے کام کر رہا تھا۔ مگر وہاں بھی مرزا غلام احمد علیہ السلام کی فوج ظفر موج کا ایک ادنےٰ سپاہی مرزا مظفر بیگ ساطع پہنچ گیا۔ اس سپاہی نے آریوں کے مشن کے ٹکڑے ٹکڑے فضائے آسمانی میں اڑا دیئے۔ ایک وقت تھا کہ آریہ سماج کے پریذیڈنٹ جے پی آر مہاراج کی بیوی آریہ عورتوں کے جلوس نکالتی جن کے ہاتھوں میں جھنڈے ہوتے اور وہ نعرے لگاتی پھرتیں:-

"ہم اوم کے جھنڈے کو گھر گھر پہ اڑا دیں گے"

کہاں یہ بے بسی کہ آریہ مرد اور عورتیں چوہوں کی طرح اپنے اپنے بلوں میں گھس گئے اور میدان خالی کر گئے۔ ان حالات کے پیشِ نظر میں نے چند اشعار موزوں کئے جو فیجی کے چھوٹے چھوٹے بچے گلی کوچوں میں گاتے پھرتے تھے ؎

دم مست قلندر دھر رگڑا
مٹ گیا دیانندی جھگڑا
کہیں وشنو بھاگا بھاگا پھرے
کہیں کندن جان بچاتا پھرے
ان دونوں کو مرزا نچاتا پھرے
اسلام کا ڈنکا بجاتا پھرے
دم مست قلندر دھر رگڑا
مٹ گیا دیانندی جھگڑا

فیجی کے ایک آریہ پنڈت نے ایک لمبا چوڑا پوسٹر شائع کیا جس میں لکھا گیا کہ اگر مرزا مظفر بیگ فیجی سے واپس جا کر ہندوستان کی تمام اخباروں میں یہ اعلان کرے کہ اس نے فیجی کے تمام آریہ پنڈتوں کو شکست فاش دے دی ہے تو یہ بات جھوٹ نہ ہو گی۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے آریہ پنڈتوں کی شکست کو دیکھا ہے۔ آریہ پنڈت کیوں شکست کھا گئے؟ اس کا صرف ایک ہی جواب ہے کہ فیجی کے آریہ پنڈت دراصل رشی دیانند کے اصلی سینک (سپاہی) نہ تھے۔

"میں دیانند کا اصلی سینک ہوں میں مرزا مظفر بیگ کا مقابلہ کروں گا"

یہ پوسٹر جب مجھے ملا تو فوراً میں نے اس کا جواب لکھا جس کی پیشانی پر یہ اشعار تھے ؎

. . . .

دیانندی سینک لتاڑے گئے ہیں
محمدؐ کے شیروں سے پچھاڑے گئے ہیں
کہاں ان میں دم ہے کہ آگے بڑھیں گے
کہ اب تک ہر اک جا پچھاڑے گئے ہیں

میں نے دیانندی سینک کا چیلنج منظور کرتے ہوئے اس کو میدان میں نکلنے کے لئے للکارا مگر یہ "اصلی سینک" بھی جھاگ کی طرح بیٹھ گیا اور ایک آریہ کو جو صووا شہر میں تمباکو فروش تھا میرے پاس بھیجا جس نے "اصلی سینک" کا مجھے یہ پیغام دیا:-

"مرزا صاحب! میں نے ایک رنگ میں آپ کی فتح کا اعلان کیا ہے آپ میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔ میں آپ کے مقابلے میں نہیں آنا چاہتا"

مقابلہ نہ ہوا مگر اس دیانند کے اصلی سینک کی اس بے بسی پہ دوسرے آریہ پنڈتوں نے خوب بغلیں بجائیں اور معاملہ ختم ہو گیا۔

فیجی میں عیسائیوں کے پہلوان جو میرے وہاں پہنچنے سے قبل اسلام کے خلاف بہت گرجتے اور برستے تھے ایک پادری سیموئل شرلی سے نصوریہ شہر میں میرا مقابلہ ہوا میرے دلائل کی بمباری اور گولہ باری کے سامنے وہ نہ ٹھہر سکے۔ ایک بار وہ میرا جواب دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو پورے پندرہ منٹ تک وہ ساکت و صامت کھڑے رہے اور ان کی زبان سے ایک لفظ تک نہ نکل سکا۔ اس پہ جلسہ کے پریذیڈنٹ نے انہیں توجہ دلائی تو پادری صاحب ہوش میں آئے۔ ان کی ٹانگیں لرز رہی تھیں اور ہاتھ کانپ رہے تھے۔ بائبل اٹھا کر ایک حوالہ پڑھنے لگے تو بائبل بھی ان کے کانپتے ہوئے ہاتھوں میں کانپ رہی تھی، اور پھر خدا نے ان کی زبان پر وہ تصرف کیا کہ ساری مجلس حیرت زدہ رہ گئی۔ مجھے مخاطب کر کے کہا:-

"واقعی آپ سفیر ہیں"

مجھے موقعہ مل گیا۔ جھٹ اپنے بکس سے حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی ایک بڑے سائز کی تصویر نکال کر دونوں ہاتھوں میں تھامی اور تصویر کو بلند کر کے چاروں طرف گھمایا اور اعلان کیا:-

حضرات! میں تو اسلام کا ایک ادنےٰ سپاہی ہوں۔ یہ ہے وہ شخص جس کو خدا نے اس زمانہ میں اسلام کی حفاظت کے لئے بھیجا ہے۔

حضرت اقدسؑ کی تصویر کو خدا نے یہ عزت بخشی ادھر سوامی دیانند کی تصویر پر کیا گذری۔ یہ خدائی فیصلے ہیں جن کو چھپایا نہیں جا سکتا۔

پاکستان بننے سے بہت پہلے یہاں لاہور کے ایک آریہ اخبار کا سالانہ نمبر شائع ہوا تھا۔ یہ نمبر بہت ضخیم تھا اس میں مضامین کے علاوہ کافی تعداد میں اشتہارات بھی تھے۔ نصرت الٰہی ملاحظہ ہو یہ اتفاق کی بات ہے کہ اس سالانہ نمبر کے ایک صفحہ پر سوامی دیانند کی تصویر چھپی تھی اس کے سامنے والے صفحہ پہ ایک بوٹ فیکٹری کا اشتہار تھا جس میں بوٹ کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ جب اخبار بند کیا جاتا تو اشتہار والا بوٹ

سیدھا سوامی دیانند کے منہ پر پڑتا۔ تمام آریوں نے اس اپنے آریہ اخبار کے خلاف غوغا آرائی کی مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ ؎

گی ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر

اس کے بعد سوامی دیانند کی تصویر کے ساتھ اس سے بھی زیادہ بھیانک اور ہولناک واقعہ پیش آیا۔

آریوں اور سناتن دھرمیوں کے درمیان ایک مناظرہ طے پایا۔ مضمون تھا۔ "مورتی پوجا"۔ سناتن دھرمی پنڈت نے آریہ پنڈت کو طعنہ دیا کہ اگر ہم مورتی پوجا کرتے ہیں تو آپ آریہ حضرات بھی سوامی دیانند کی مورت (تصویر) کی پوجا کرتے ہیں۔ اس پر آریہ پنڈت نے سختی کے ساتھ احتجاج کیا کہ ہم پر یہ بہتان باندھا گیا ہے کہ ہم سوامی دیانند کی تصویر کی پوجا کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں اس تصویر کی کوئی اہمیت نہیں۔ اس جواب پر سناتن دھرمی پنڈت نے سوامی دیانند کی تصویر نکال کر میز پر رکھ دی اور آریہ پنڈت کو للکارا کہ آپ سوامی دیانند کی تصویر کی پوجا نہیں کرتے تو پھر ہمارے سٹیج پر تشریف لے آئیں اور پاؤں سے جوتا نکال کر سوامی جی کی تصویر پر سات جوتے رسید کریں۔ آریہ پنڈت نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ سیدھے سناتن دھرمی سٹیج پر پہنچے پاؤں سے جوتا نکال سات جوتے سوامی دیانند کے منہ پر دے مارے آریوں میں ایک کہرام مچ گیا اور سناتن دھرمیوں نے خوشی کے شادیانے بجائے۔ سوامی دیانند کی تصویر کے ساتھ یہ سلوک غیروں نے نہیں کیا بلکہ خود سوامی جی کے عقیدت مندوں نے کیا۔ سچ ہے کہ ؎

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے

حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے عیسائیوں اور آریوں پر بفضل خدا جو فتح و نصرت پائی اس پر ایک زمانہ گواہ ہے۔ ؎

نہ اس کے پاس توپیں تھیں نہ تیغیں تھیں نہ بھالے تھے
فقط قرآن تھا اک اور کچھ اللہ والے تھے
نہاں تھیں بجلیاں اس کی زباں اور بیانوں میں
لگا دی آگ اس نے دشمنوں کے آشیانوں میں
لگا وہ آگ برسانے دلائل کی براہیں کی
وہ شعلہ تھا جلانے لگ گیا ہستی شیاطیں کی
پڑی اک کھلبلی سی کفر کی فوجوں رسالوں میں
اُدھر سینے کلیجوں میں اُدھر بھارت کے لالوں میں
کلیساؤں میں پہنچا مندروں میں دندنایا وہ
ہر ایک جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچا کے آیا وہ
غرض عبداللہ آتھم قوم کے ہرگز نہ کام آیا
پلٹ کر پھر نہ جاتی میں دوبارہ لیکھرام آیا
صدائے نوحہ پیدا ہو گئی گھنٹوں میں باجوں میں
صفِ ماتم بچھا دی اس نے گرجوں میں سماجوں میں
غلام احمد تھا نام اس مردِ غازی کا مجاہد کا
مسلمانوں کی فوجوں کے سپہ سالار و قائد کا (ساقی)

جب اٹلی کے ڈکٹیٹر مسولینی نے اپنے جہازوں اور ٹینکوں کی مدد سے ایبے سینیا پر حملہ کیا اور شہنشاہ ہیل سلاسی اپنے ملک سے جان بچا کر فرار ہو گئے اس سے اٹلی کے لوگوں کی ایک دھاک بیٹھ گئی۔ اس زمانہ میں ایک نظم میں نے موزوں کی تھی ملاحظہ ہو:۔

اللہ اکبر کی قسم - اس کے پیمبر کی قسم
بازوئے حیدر کی قسم - اور اس کے خیبر کی قسم
خالد کے خنجر کی قسم - اور اس کے لشکر کی قسم
محمود و بابر کی قسم - ان کے مقدر کی قسم
اس احمدیت نے ہی آج
اسلام کی رکھ لی ہے لاج
انگریزی فوجوں کی قسم - ان کے تلنگوں کی قسم
جرمن کی توپوں کی قسم - اور ان کے گولوں کی قسم
اٹلی کے لوگوں کی قسم - ان کے جہازوں کی قسم
امریکہ والوں کی قسم - اور ان کے پونڈوں کی قسم
ان سب کے مشنوں کی قسم - ان کی انجیلوں کی قسم
یہ سارے ساماں اک طرف
مرزا کا قرآں اک طرف

عیسائیوں اور آریوں سے جنگ کے ساتھ ساتھ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے ہندوستان کے تمام سجادہ نشینوں اور تمام علماء کو نام بنام للکارا کہ وہ حضرت اقدس کے مقابل پر نکل کر اپنی روحانیت اور اپنے علم کا ثبوت پیش کریں۔ اس چیلنج نے سجادہ نشینوں اور علماء کو لرزہ براندام کر دیا صرف دو آدمی اپنے اپنے رنگ میں سامنے آئے ایک خواجہ غلام فریدؒ جو کہ نواب بہاولپور کے پیر و مرشد تھے جن کی کافیاں آئے دن آپ ریڈیو پر سنتے ہیں اور دوسرے پیر مہر علی شاہ آف گولڑہ۔ خواجہ غلام فریدؒ نے عربی زبان میں حضرت اقدس کی خدمت میں ایک خط لکھا جس میں حضرت اقدس کے دعوے کی تصدیق کی اور اپنے لئے انجام بخیر ہونے کی درخواست کی۔

پیر مہر علی شاہ نے حضرت اقدس کی تکذیب کی اور مقابلے کی ٹھانی۔ انہیں اپنی پیری اور علم پر گھمنڈ تھا۔ مگر جب حضرت اقدسؑ نے انہیں للکارا کہ وہ قرآن کریم کے کسی مقام کی تفسیر عربی زبان میں ان کے پہلو بہ پہلو بیٹھ کر لکھیں تو پیر صاحب کا سارا علم انہیں جواب دے گیا۔ پھر حضرت اقدسؑ نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر عربی زبان میں لکھ کر پیر صاحب کو پیش کی اور چیلنج کیا کہ ہماری فصاحت و بلاغت کے جواب میں آپ بھی اپنی فصاحت پیش کریں۔ مگر پیر صاحب کا گولڑہ سے لاہور تک کا سفر ناکام گیا اور پیر صاحب اپنا کوئی علمی کمال دکھا سکے۔ اور نہ وہ کوئی روحانی کرامت ہی دکھا سکے۔ حضرت اقدسؑ نے نہ صرف ہندوستان کے علماء کو للکارا بلکہ ایک قدم اور آگے بڑھ کر عرب و عجم کے تمام علماء کو للکارا کہ وہ عربی فصاحت و بلاغت میں ان کا مقابلہ کریں مگر کوئی سامنے نہ آیا۔ اس علمی فتح کے ساتھ آپ کے وجود سے بے شمار کرامتوں کا ظہور بھی ہوا۔ آپ فرماتے ہیں۔

کرامت گرچہ بے نام و نشاں است
بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

نئی دنیا امریکہ کے ڈاکٹر ڈوئی نے حضرت اقدس کا روحانی مقابلہ کیا اور دنیا نے دیکھا ڈاکٹر ڈوئی حضرت اقدس کی پیشگوئی کے مطابق ہلاک ہو گیا۔ ہماری اس پرانی دنیا میں عیسائیوں کے بزرگ ڈپٹی آتھم اور آریوں کے بزرگ پنڈت لیکھرام حضرت اقدس کی پیشگوئی کے مطابق ہلاک ہو گئے اور یوں نئی اور پرانی دنیا پر حضرت اقدسؑ نے اپنی روحانی قوت سے ایک زبردست حجت قائم کر دی مگر پیر مہر علی شاہ صاحب نہ اپنا کوئی علمی شاہکار پیش کر سکے اور نہ کوئی کرامت دکھا سکے جس سے اسلام کی شان ظاہر ہوتی۔ آج پیر مہر علی شاہ صاحب کے مرید ان کا سالانہ عرس تو بڑے دھوم دھام سے مناتے ہیں اور ایک لاکھ مرید "خواجہ کی مہندی" کا جلوس نکالتے ہیں۔ مگر خدا نے انہیں یہ توفیق نہیں دی کہ وہ بھی احمدیوں کی طرح باہر کی دنیا میں نکل کر خدمت اسلام کا کوئی کام کر کے دکھا سکیں سال میں ایک بار عرس کی ایک غیر ضروری رسم ادا کر کے گھروں میں بیٹھ جاتے ہیں۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:۔

فضل اللہ المجاہدین علی
القاعدین۔ اللہ نے مجاہدین کو ان
لوگوں پر جو گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں فضیلت دی۔

یہ خدائی فیصلہ ہے جس کی روشنی میں مرزا غلام احمد اور ان کے مریدوں اور پیر مہر علی شاہ اور ان کے مریدوں کا مقام سامنے آ گیا۔ مولانا مودودی اور جناب پرویز صاحب اور انکی جماعتوں کا نام بھی اسی ذیل میں آتا ہے۔ ان کے بے برکت وجود بھی اسلام کے کسی کام نہ آ سکے اور وہ بھی باہر کی دنیا میں نکلنے کی ہمت نہ کر سکے۔ ؎

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے قرآن کریم کی روشنی میں ایک منور علم کلام ترتیب دیا۔ اس جدید علم کلام نے اسلام بانیٔ اسلام اور قرآن کریم کا اصل چہرہ دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:۔

ایبٹ آباد پولیس لائن کے مسجد کے امام

مولوی فیروز دین صاحب سے جو کہ پیر مہر علی شاہ صاحب کے غالی مریدوں میں سے تھے میں نے ایک ملاقات پر پوچھا کہ قرآن کریم میں آیا ہے ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیم۔ مہر کر دی اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔ اور ان کے واسطے عذاب عظیم ہے۔ یہ اچھا انصاف ہے کہ خود ہی ان بیچاروں کے دل کان اور آنکھیں بند کر دیں اور جب وہ ایمان نہ لا سکیں تو ان کے لئے عذابِ عظیم ہے۔ مجبور لوگوں کو سزا دینا کہاں کا انصاف ہے۔ مولانا صاحب عیسائیوں اور آریوں کے اس اعتراض کا جواب فرما کر مشکور فرمائیں۔

مولوی فیروز دین صاحب نے فرمایا کہ ہمارے پیر و مرشد حضرت مہر علی شاہ صاحب نے اس اعتراض کے جواب میں چار روز تک تقریر فرمائی تھی اور کمال کر دیا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے مستفید فرمائیے تو فرمایا:۔

"تلوار لوہار بناتا ہے آپ اگر لوہار سے تلوار خرید کر کسی کو قتل کر دیں تو اس قتل کا ذمہ دار کون ہو گا؟ آپ یا لوہار؟ میں نے عرض کیا اس قتل کا ذمہ دار میں ہوں گا۔ مولانا صاحب فرمانے لگے کہ اسی طرح مہر بناتا تو اللہ ہے۔ مگر لگاتا شیطان ہے۔ میں نے جواب دیا کہ قرآن کریم میں تو لکھا ہے ختم اللہ۔ اللہ مہر لگاتا ہے آپ فرماتے ہیں شیطان مہر لگاتا ہے۔ اس پر مولانا فیروز دین صاحب خاموش ہو گئے۔

میں نے عرض کیا کہ جس طرح ایک مجسٹریٹ یا جج کسی ملزم کو سزا دیتا ہے تو یہ سزا ملزم کو اس کے مبینہ جرم کی پاداش میں دی جاتی ہے ٹھیک اسی طرح جن کے دلوں اور کانوں پر مہریں اور آنکھوں پر اللہ نے پردہ ڈالا تو ان مجرموں کے جرم کا پہلے ذکر کیا ہے کہ ان الذین کفروا سواءٌ علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون ۔ یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا برابر ہے ان پر کہ آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے ۔ گویا سزا دینے سے پہلے ان کے جرم کا ذکر ان الذین کفروا میں کر دیا ۔ ہندو جوگی بعض اوقات اپنا بازو اوپر اٹھاتے اور پھر نیچے نہیں لاتے یہ ان کے نزدیک اعلیٰ درجے کی ریاضت ہے اگرچہ اسلام ان بیہودگیوں اور خلاف نیچر کارروائیوں کا مطلق قائل نہیں ۔ بازو کا دوران خون بند ہو جاتا ہے اور وہ بازو سوکھ کر ٹنڈ منڈ بن جاتا ہے اور پھر کبھی نیچے نہیں آتا ۔ قدرت اس پر اپنے فیصلے کی ایک مہر لگا دیتی ہے اور وہ ہمیشہ کے لئے بیکار ہو جاتا ہے اسی طرح روحانی قوتوں سے جو لوگ کام نہیں لیتے قدرت اپنی سنت کے مطابق ان روحانی قوتوں پر بھی مہر لگا دیتی ہے ۔

یہاں فلسفہ اور منطق کی رو سے ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ نے حضور سرور کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نذیر بنا کر بھیجا اور قرآن کریم میں حضور صلعم کو مخاطب کر کے فرمایا انما انت منذر ۔ آپ ڈرانے والے ہیں پھر فرمایا کہ جن لوگوں کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی آپ انہیں ہزار ہا ڈرائیں ایمان نہیں لائیں گے ۔ آپ کے مقام نذیر و منذر کے خلاف ہے بات دراصل یہ ہے کہ غلّے کا دانہ توے یا دہکتے ہوئے کوئلے پر بھون ڈالا جائے تو اس کی زندگی کا جوہر جل اور مر جاتا ہے ۔ پھر اس بھونے ہوئے دانے کو زمین میں بو دیں ۔ اس کو پانی دیں ۔ کھاد ڈالیں ۔ زمین کی ساری قوتیں اپنا زور لگائیں ۔ سورج اپنی پوری شان سے چمکے ۔ بارشیں وقت پر برسیں اس بھنے ہوئے دانہ پر جس کا جوہر جل اور مر چکا ہو کوئی اثر نہ ہوگا ، دانہ نہ اُگے گا نہ پھلنے پھولنے کا شرف حاصل کر سکے گا ۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ ان ھو الا ذکرٌ وقرآنٌ مبین لینذر من کان حیاً قرآن (اور صاحب قرآن) کے ڈرانے سے ان لوگوں کو فائدہ پہنچے گا جن کا جوہر زندہ ہے ، جن کا جوہر مر چکا ہے ان کو ڈرانا نہ ڈرانا برابر ہے ۔

قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکراً ۔ ایک ایک مولوی سے دریافت کریں سب مولوی صاحبان اس آیت کا یہی ترجمہ کریں گے کہ اللہ کو اس محبت سے یاد کریں جس طرح باپ کو یاد کیا جاتا ہے یا باپ کی محبت سے بھی بڑھ کر محبت کریں ، مگر معاملہ ایسا نہیں ۔ کسی شخص سے آپ دریافت کریں کہ آپ کے ماموں کتنے ہیں فخر سے جواب دے گا دو یا تین یا چار وغیرہ ۔ اسی طرح دریافت کیا جائے کہ آپ کے چچا ۔ بھائی یا بیٹے کتنے ہیں تو وہ خوشی سے گنتی بتلائے گا لیکن اگر آپ اس سے یہ دریافت کریں کہ آپ کے باپ کتنے ہیں تو وہ مارے غیرت کے آپ سے لڑ پڑے گا ۔ اس کی غیرت یہی فیصلہ کرے گی کہ اس کا باپ ایک اور صرف ایک ہے ۔ یہ محبت کا نہیں غیرت کا معاملہ ہے قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ جس طرح تم اپنے باپ کے لئے غیرت دکھاتے ہو کہ تمہارا باپ ایک ہے ٹھیک اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر تمہیں اپنے خدا کے لئے غیرت ہونا چاہیئے کہ تمہارا خدا بھی ایک اور صرف ایک ہے ۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوا :- قل ان کان للرحمٰن ولدٌ فانا اول العٰبدین تمام مولوی صاحبان اس آیت کا یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ خدا نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کرایا کہ اگر خدا کا کوئی بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوتا یہ آیت حضرت عیسٰے علیہ السلام کے ذکر کے دوران بیان ہوئی ہے گویا اگر حضرت عیسٰے علیہ السلام خدا کے بیٹے ہوتے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے ان کی پوجا کرتے ۔ اسی ترجمہ سے حضور نبی کریم صلعم کی شان کس قدر گر جاتی ہے ۔ حالانکہ یہ بالکل اس کے برعکس ہے حضرت محمد مصطفےٰ صلعم سے اعلان کرایا گیا کہ اگر خدا کا بیٹا ہوتا تو سب سے اول نمبر پر عبادت کرنے والا میں ہوں میں خدا کا بیٹا ہوتا اور عیسٰے وغیرہ میری پوجا کرتے خدا کی عبادت کی کثرت کا جو نمونہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا عیسٰے کو وہ مقام کہاں نصیب ۔

فیجی میں پادری جوآن براگی میرے وہاں پہنچنے سے پہلے مسلمانوں کے گھروں میں پہنچتے ۔ اور اپنے دلائل سے انہیں مرعوب کرتے ۔ میں نے براگی صاحب سے مناظرہ کی خواہش ظاہر کی تو مجھے بتلایا گیا کہ براگی پادری صاحب چند آدمیوں میں گفتگو تو کر سکتے ہیں لیکن پبلک مناظرہ نہیں کر سکتے ۔ میں نے خان محمد طاہر خان (جو کہ جزائر کی تمام احمدی جماعتوں کے امیر تھے) کے بنگلہ پر پادری براگی صاحب کو بلوایا ۔ براگی نے آتے ہی مجھے مخاطب کر کے کہا کہ آپ ہم سے کیا بات کر سکتے ہیں آپ تو ہمارے شاگرد ہیں ۔ دیکھئے قرآن کہتا ہے :-

فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۔ اگر کسی چیز کا تمہیں علم نہ ہو تو ہم اہل ذکر یعنے انجیل والوں سے پوچھ لیا کرو ۔ اس آیت کی رو سے ہم عیسائی آپ مسلمانوں کے معلم ہیں اور ہم نے آپ کو تعلیم دینا ہے ۔

میں نے جواب دیا :- پادری براگی صاحب وہ زمانے لد گئے جب خلیل خاں فاختہ اڑایا کرتے تھے اس زمانے کے امام حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے ہمیں بفضلِ خدا ۔ منور اور سنہری علم کلام بخشا ہے کہ دشمنانِ اسلام کے تمام اعتراضات اور دھوکہ دہیوں کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا گیا ہے ۔ جو آیت آپ نے پیش کی ہے اس میں مسلمانوں کو عیسائیوں کی شاگردی کی ہرگز تلقین نہیں کی گئی ۔ اہل ذکر سے مراد اہل انجیل یا اہل توریت ہرگز نہیں ۔ الذکر خود قرآن کریم کا نام ہے ۔ جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے :- انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحٰفظون ۔ ہم نے الذکر (قرآن) کو اُتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں ۔ اسی طرح فرمایا گیا ہے کہ :-

ان ھو الا ذکرٌ وقرآن مبین ۔

قرآن مبین کا ہی دوسرا نام ذکر ہے ۔ لہٰذا اہل ذکر سے مراد اہل انجیل یا اہل توریت نہیں بلکہ اہل ذکر سے مراد اہل قرآن ہے یعنی اگر کسی چیز کو دریافت کرنا ہو تو جن لوگوں کو خدا نے قرآن کریم کا علم دیا ہو ان سے دریافت کر لو ۔ ویسے یہ چیز عقل سلیم کے بھی خلاف ہے کہ عیسائی پادریوں سے صداقت اسلام ۔ صداقتِ قرآن اور صداقت نبی کریم صلعم کے متعلق پوچھا جائے ۔ عیسائی پادری تو پہلے ہی مخالف ہیں انہوں نے ان صداقتوں کو کب تسلیم کرنا ہے ۔ ان صداقتوں پر تو اہل قرآن اور قرآن کا علم رکھنے والے ہی اپنے زبردست قرآنی دلائل سے چار چاند چڑھا کر لا سکتے ہیں ۔

اس پر پادری جوآن براگی صاحب فرمانے لگے کہ تمام مولوی صاحبان اہلِ ذکر سے مراد اہل انجیل و اہل توریت لیتے ہیں مگر آپ اہلِ ذکر سے مراد اہل قرآن لیتے ہیں ۔ میں آپ سے کیا بات کروں آپ نے تمام نقشہ ہی بدل دیا میں نے جواباً عرض کیا یہ نقشہ میری طرف سے نہیں ہے بلکہ خود قرآن کریم نے یہ نقشہ پیش فرمایا ہے کہ اہل ذکر سے مراد اہلِ قرآن ہیں ۔ پادری جوآن براگی صاحب اُٹھ کھڑے ہوئے اور روکنے کے باوجود وہ باہر نکل گئے ۔

میں ایک موقعہ پر لائل پور سے ملتان جا رہا تھا گاڑی کی روانگی کی تھوڑی دیر بعد ایک شخص نے اپنے قریب کے مسافروں کا ناطقہ بند کرنا شروع کر دیا ۔ اور کوئی آدمی اس کا صحیح جواب نہیں دے رہا تھا ۔ آخر مجھے دعوت دی گئی کہ آپ جواب دیں ۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے تحصیلدار نے جو مرکزی نشست پر تھے اپنی سیٹ میرے لئے خالی کر دی تاکہ چلتی گاڑی کے شور میں میری آواز آسانی سے ہر ایک آدمی تک پہنچ سکے ۔ میں نے اس شخص کی باتوں کے نقائص اور اعتراضات کے جوابات شروع کئے تو تمام کمرہ آفرین و تحسین کی صداؤں سے گونج اٹھا ۔ گوجرہ کے اسٹیشن پر وہ شخص اتر گیا تو مجلس میں سے ایک شخص نے کہا :-

"ڈاکٹر! مرزائی تھا آپ نے اس کی خوب خبر لی؟" میں نے جواب دیا وہ مرزائی نہیں تھا ۔ مرزائی تو میں ہوں ساری مجلس حیرت زدہ ہو گئی ۔

یہ میں نے اس لئے ذکر کیا ہے کہ لوگ ہمیں احمدی نہیں کہتے بلکہ چڑانے کے لئے "مرزائی" کہتے ہیں اور ہم احساس کمتری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس لفظ مرزائی سے چڑتے ہیں اور اس نام کو اپنے لئے کچھ اچھا نہیں سمجھتے ۔ حالانکہ غیر از جماعت مسلمان حضرات نادانستہ طور پر ہمیں ایک عزت کا خطاب دے رہے ہیں اور ہم الٹا گھبرا رہے ہیں ۔

میرزا کے معنے ہیں پرنس یعنے شاہزادہ ۔ میرزائی کے معنے ہوئے شاہزادے والے ۔ ہمیں تو یہ نام بطور فخر قبول کر لینا چاہیئے اور اس کو ایک عزت کا

خطاب سمجھنا چاہیئے۔

عرصہ گزرا مجھے اپنے ایک فاضل دوست سے (جو کہ خود بھی کئی سال تک میرے ساتھ مل کر تبلیغ اسلام کا کام کرتے رہے) راولپنڈی میں ملنے کا اتفاق ہوا تو فرمانے لگے:۔

مرزا صاحب! آپ کن کاموں میں لگے ہوئے ہیں اور مرزا غلام احمد کو منواتے پھر رہے ہیں، یہ صدی ختم ہو رہی ہے چھوڑو مرزا غلام احمد کو اب تو نیا مجدد آنے والا ہے۔ میں نے اپنے فاضل دوست کو جواب دیا کہ مرزا غلام احمد صرف مجدد ہی نہیں کہ صدی ختم ہوتے ہی ان کے کاروبار کی صف لپیٹ دی جائے، بلکہ مرزا غلام احمد امام مہدی بھی ہیں اور مسیح موعود بھی ہیں۔ آپ کے ان دونوں منصبوں کا دائرہ قیامت تک پھیلا ہوا ہے ہم نے مرزا غلام احمد کا ساتھ قیامت تک دینا ہے اور ان کے لئے کام کرنا ہے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جس قدر انبیاءؑ اور رسولؑ آئے وہ سب اپنی اپنی قوم کی طرف آئے گویا وہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے راجے تھے یا نواب تھے مگر حضور نبی کریم صلعم انما انت منذر ولکل قوم ھاد کے مطابق سب قوموں کی طرف تشریف لائے۔ آپ ان راجوں مہاراجوں اور نوابوں کے مقابلہ میں ایک شہنشاہ کی حیثیت سے تشریف لائے۔ ٹھیک اسی طرح آپ کے غلام مرزا غلام احمد علیہ السلام سے پہلے کس قدر مجددین تشریف لائے ان کا دائرہ عمل محدود تھا۔ کوئی بغداد شریف کوئی دہلی کوئی سرہند وغیرہ وغیرہ مقامات پر بیٹھ گئے اور اپنے اردگرد کام کیا مگر حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کا کام ساری دنیا پر پھیلا ہوا ہے ؎

یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

بلکہ اب تو یہ نظر آ رہا ہے کہ آدمی بحر سے ستاروں میں آگے روس اور امریکہ کے جہاز پہنچیں گے تو پیچھے پیچھے احمدی مبلغین قرآن کو ہاتھوں میں تھامے ان مقامات پر ان ہی جہازوں میں بیٹھ کر تبلیغ اسلام کی غرض سے پہنچیں گے۔ دیگر علماء اس زمین پر بھی اپنے اپنے گھروں سے نکل کر خدمت اسلام کا کوئی کام نہ کر سکے تو انہوں نے مریخ وغیرہ پر کہاں جانا ہے۔

حضرات! میں کل ۱۸ کو لائل پور سے جلسہ میں شرکت ہونے کے لئے لاہور آ رہا تھا کہ راستے میں شاہکوٹ کے مقام پر میں نے روزنامہ مشرق کا ایک پرچہ خریدا۔ اس پرچے میں ایک دلچسپ خبر درج تھی کہ امریکہ کی مشہور منجمہ مسز ڈکسن نے اعلان کیا ہے کہ مہدی کا ظہور ہو چکا ہے اور وہ عنقریب ظاہر ہونے والے ہیں۔ وہ ساری دنیا میں روحانی جہاد شروع کریں گے۔ اس جہاد کے خاتمے پر ساری دنیا میں امن و امان قائم ہو جائے گا۔ اس خبر سے یقیناً غیراز جماعت حضرات کو ایک گونہ خوشی ہوگی کہ میرزائیوں ۴۴

۴۴ کے مہدی کے مقابلے میں ہمارا مہدی تشریف لا چکا ہے اور عنقریب ظاہر ہوگا۔ کسی زمانے میں جناب خواجہ حسن نظامی صاحب مرحوم نے اپنی مشہور کتاب "یورپ کا شہنشاہ" میں "در سال کنت کنزاً" کے ابجد کے اعداد سے امام مہدی کے ظہور کا سال سنہ ۱۳۴۰ھ مقرر کیا تھا مگر اس مہدی نے نہ آنا تھا نہ آیا۔ اب ایک غیر مسلمہ منجمہ اور اس کے فریب میں آنے والے بھولے بھالے مسلمان انتظار کر دیکھیں۔ آنے والا تو کبھی کا آ چکا اور اس کی فتوحات کا ڈنکا سارے عالم میں بج رہا ہے اب اور کوئی نہیں آئے گا اور قیامت تک نہیں آئے گا اس غیر مسلمہ منجمہ مسز ڈکسن نے یہ لکھ کر کہ مہدی روحانی جہاد شروع کرے گا۔ ان مولویوں اور مسلمانوں کو مایوس ہی کر دیا جن کے دل و دماغ میں ایک خونی مہدی کا تصور ایسا ہوا تھا جس نے آتے ہی قتل عام شروع کرنا ہے

بھلا یہ روحانی جہاد کیا ہے یہ تو مرزا غلام احمد کی صدائے بازگشت ہے۔ اس مسز ڈکسن کو کیا ہو گیا کہ مرزا کی ہاں میں ہاں ملا دی۔ "غلام احمد کی جے" کی صدائیں حالات حاضرہ سے سنو، آئے دن کے واقعات سے سنو، مرزا غلام احمد کی فتوحات سے سنو، انشاء اللہ العزیز مرزا غلام احمد کے حق میں یہ جے کارے قیامت تک جاری رہیں گے، اور انہیں کوئی نہیں روک سکے گا۔

بقیہ تقریر از حضرت امیر ایدہ

چنانچہ میں نے ایک دوست کی کار مستعار لی اور وقت مقررہ پر ان کی کوٹھی پہنچ گیا۔ دروازے پر پہنچا تو وہاں کوٹھی سے باہر بے شمار موٹریں کھڑی تھیں۔ مگر میں احاطہ کے اندر چلا گیا۔ سر ترلوپ مہرس نے میری تعظیم کی۔ وہ بڑی تیز باتیں کیا کرتا تھا۔ خود باتیں کرتا رہتا اور دوسرے کو بولنے نہیں دیتا تھا۔ میں نے کہا آج میں آپ کو باتیں سنانے کے لئے آیا ہوں۔ اس پر وہ حیران سا ہو کر چپ ہو گیا، میں نے کہا یہ قرآن کریم آپ کے لئے تحفہ لایا ہوں۔ اس میں خاص خاص موقعوں پر نشانات لگا دیئے ہیں آپ فرصت میں اس کا مطالعہ کریں۔ اس وقت میں دو ایک باتیں قرآن کریم سے بیان کرتا ہوں۔ میں نے کہا کہ میں انگریز کے انصاف کا قائل ہوں۔ جب کسی ہندو اور مسلمان کے مقدمہ کا فیصلہ کرنا ہو تو انگریز کا انصاف اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے۔ اور جب کسی دیسی کا اور گورے کا مقدمہ پیش درپیش ہو تو۔ آپ لوگ عدل و انصاف بھول جاتے ہیں۔

You are always
a failure.

وہ یہ سن کر حیران ہو گیا اور میرا منہ دیکھنے لگا۔ میں نے کہا سنو! قرآن میں لکھا ہے انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ ولا تکن للخائنین خصیما۔ اے پیغمبر ہم نے حق و حکمت کے ساتھ تجھ پر کتاب اتاری ہے۔ تاکہ آپ خدا تعالےٰ کی عطا کردہ روشنی کے مطابق لوگوں کے معاملات میں فیصلہ دیا کریں۔ اور یاد رکھیں کہ خائن کی حمایت نہیں کرنا۔

محسن قوم کے مقابلہ پر حضرت نبی کریم صلعم کی طرف سے یہودی بری اور مسلمان کو سزا

یہ حضور نبی کریم صلعم کے لئے حکم ہے۔ اس حکم کی تعمیل آپ نے کس طرح کی؟ انصاری قوم کا ایک فرد طعمہ نامی تھا۔ جس نے کسی کا مال چرا کر ایک یہودی کے گھر میں پھینک دیا تھا۔ اس پر مقدمہ چلا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش ہوا۔ انصاری قوم کا حضور صلعم پر بہت احسان تھا۔ انصار نے حضور صلعم کو اور حضورؐ کے متبعین کو پناہ دی تھی۔ ان کی تکالیف کو رفع کرنے کے لئے ان کے سامنے اپنے مکانات، اموال اور دوسری سہولتیں پیش کر دی تھیں۔ یہ انصار مدینہ اپنے بھائی کی مدد پر تل گئے تھے۔ اور عرض کیا کہ طعمہ کو سزا ملنے سے قوم کی ذلت ہوگی۔ قوم کو اس ذلت سے بچایا جائے۔ انہوں نے حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہودی کی مذمت کی اور طعمہ کے حق میں پرزور سفارش کی۔ رسول خدا صلعم خود بھی انصار کے احسانات کے معترف تھے۔ باوجود ان سب امور کے حضورؐ نے مقدمہ کی سماعت فرمائی۔ اور یہودی کو بری کر دیا۔ اور طعمہ کو سزا مل گئی۔ یہ واقعہ دنیا کے بادشاہوں کے لئے نمونہ ہے۔

(باقی صفحہ ۱۲ کے نیچے کالم اول)

ستار بناسپتی
اصلی گھی کا بہترین بدل
صحت اور توانائی کیلئے

۱۰ پونڈ ۵ پونڈ ۲ پونڈ
دی پنجاب ویجی ٹیبل گھی اینڈ جنرل ملز لمیٹڈ، دی مال لاہور

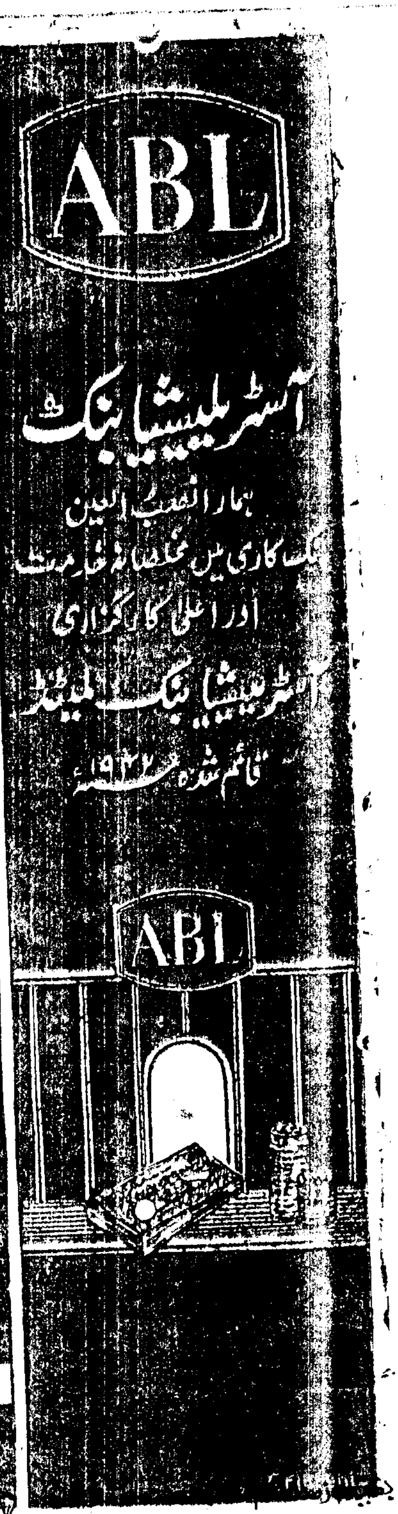

آسٹریلیشیا بینک
ہمارا نصب العین
بنک کاری میں مخلصانہ خدمت
اور اعلیٰ کارگزاری
آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ
قائم شدہ ۱۹۴۲ء

پاک سیمنٹ فاروقیہ
یادگار عمارتیں
پائیدار سیمنٹ
پاک سیمنٹ ۔ فاروقیہ
پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ
فاروقیہ (ضلع ہزارہ)

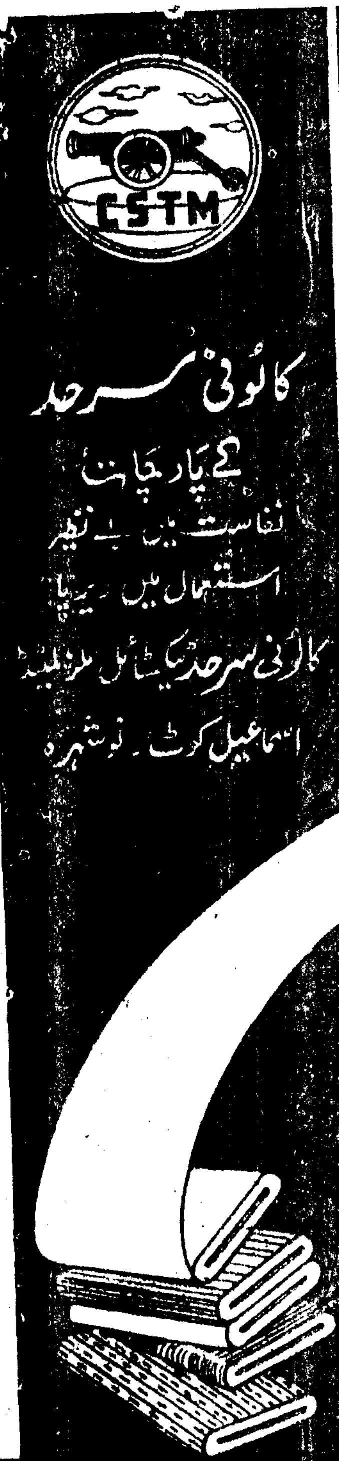

کالونی سرحد
کے پارچہ جات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا
کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل کوٹ ۔ نوشہرہ

نبی کریم صلعم کی سادہ زندگی بادشاہوں کے لئے نمونہ ہے

ایک معمولی حجرہ آپؐ کا محل تھا۔ کھجور کی چٹائی آپؐ کا تخت تھا۔ بوسیدہ عمامہ آپؐ کا تاج تھا۔ کوئی کراکری نہیں رکھی اور کوئی باورچی نہیں رکھا۔ باقاعدہ اور سبزہ گاہیں نہیں بنائیں۔ سواریاں نہیں رکھیں۔ آپ قیامت تک کے لئے بادشاہوں کے لئے نمونہ ہیں۔ آج دنیا کو ضرورت ہے کہ اس بادشاہ کے نمونہ کے مطابق بادشاہت قائم کی جائے۔

بواسیر کا بہترین علاج
گیارہ روپے میں بواسیر کا مکمل علاج
بواسیر خونی ہو یا بادی ۔ مسّے اندر ہوں یا باہر، ہر عمر کے آدمی کے لئے بے ضرر علاج
مفت خط لکھ کر کتاب آبِ حیات منگا کر اپنی صحت و مسرت کو چار چاند لگائیے ۔
چشتیہ دواخانہ شبرو ۔ ج
ڈاک خانہ جام پور ۔ ڈیرہ غازی خاں

پیغام صلح مورخہ ۷ فروری ۱۹۶۸ء رجسٹرڈ ایل ۴۳۳ شمارہ ۵

[illegible] سے شائع ہوگی۔

اے خدا نور ہدیٰ از مشرق رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیات مبیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
ٹیلیفون نمبر ۳۷۳۷
تار کا پتہ: تبلیغ لاہور
ہفت روزہ

پیغام صلح

لاہور پاکستان
جلد ۵۶ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۴ ذیقعد ۱۳۸۷ھ - مطابق ۱۴ فروری ۱۹۶۸ء | نمبر ۶

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
میں تیرے خالص محبّوں کا گروہ بھی
بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور ائمہ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

اچھا صدقہ وہ ہے جو مالدار ہونے کی حالت میں کیا جائے

عن حکیم ابن حزام عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال الید العلیا خیرٌ من الید السفلیٰ و ابدأ بمن تعول وخیر الصدقۃ ما کان عن ظہر غنی ومن یستعفف یعفّہُ اللہ ومن یستغن یغنہ اللہ۔

ترجمہ:۔

حکیم بن حزامؓ نبی صلعم سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا اونچا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے اچھا ہے اور جس کا خرچ تیرے ذمہ ہے اسے پہلے دے اور اچھا صدقہ جو مالدار ہونے کی حالت میں دیا جائے اور جو بچنا چاہتا ہے اللہ اسے بچا لیتا ہے اور جو غنا چاہتا ہے اللہ اسے غنی کر دیتا ہے۔

نوٹ:۔ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۔

الید العلیا یعنے اونچے ہاتھ سے مراد دینے والا ہاتھ ہے اور الید السفلیٰ سے مراد مانگنے والا ہاتھ ہے۔ بعض کے نزدیک یہ تفسیر خود نبی صلعم نے فرمائی اور بعض کے نزدیک یہ ابن عمرؓ کا قول ہے تو مطلب یہی ہے کہ دے ہی سکتا ہے جو خود مالدار ہو اور جو اپنے آپ کو محتاج کر دے گا وہ آخر سوال

(باقی بر ص۱۱ کالم ۳)

بیعت کرنے کے بعد

اس کا مغز حاصل کرنے کی کوشش کرو

ارشادات حضرت امام زمان مسیح موعود علیہ السلام

"یہ مت خیال کرو کہ صرف بیعت لینے سے ہی خدا تعالےٰ راضی ہو جاتا ہے یہ تو صرف پوست ہے مغز تو اس کے اندر ہے، اکثر قانونِ قدرت یہی ہے کہ ایک چھلکا ہوتا ہے اور مغز اس کے اندر ہوتا ہے۔ چھلکا کوئی کام کی چیز نہیں ہے۔ مغز ہی لیا جاتا ہے۔ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں مغز رہتا ہی نہیں۔ وہ مرغی کے ہوائی انڈوں کی طرح ہوتے ہیں جن میں نہ زردی ہوتی ہے نہ سفیدی جو کسی کام نہیں آ سکتے۔ اور ردّی کی طرح پھینک دیئے جاتے ہیں۔ ہاں ایک دو منٹ تک کسی بچے کے کھیل کا ذریعہ ہو تو ہو۔ اسی طرح پر وہ انسان جو بیعت اور ایمان کا دعوےٰ کرتا ہے اگر وہ ان دونوں باتوں کا مغز اپنے اندر نہیں رکھتا تو اسے ڈرنا چاہیئے کہ ایک وقت آتا ہے کہ وہ اس ہوائی انڈے کی طرح ذرا سی چوٹ سے چکنا چور ہو کر پھینک دیا جائے گا۔ اسی طرح جو بیعت اور ایمان کا دعوےٰ کرتا ہے۔ اس کو ٹٹولنا چاہیئے کہ کیا میں چھلکا ہی ہوں یا مغز؟ جب تک مغز پیدا نہ ہو ایمان، محبت، اطاعت، بیعت، اعتقاد، مریدی، اسلام کا مدعی سچا مدعی نہیں ہے۔ یاد رکھو کہ یہ سچی بات ہے کہ اللہ تعالےٰ کے حضور مغز کے سوا چھلکے کی کچھ بھی قیمت نہیں ہے۔ خوب یاد رکھو کہ معلوم نہیں موت کس وقت آ جاوے لیکن یہ یقینی امر ہے کہ موت ضرور ہے پس نرے دعوے پر ہرگز کفایت نہ کرو۔ اور خوش نہ ہو جاؤ، وہ ہرگز ہرگز فائدہ رساں چیز نہیں۔ جب تک انسان اپنے آپ پر بہت سی موتیں وارد نہ کرے اور بہت سی تبدیلیوں اور انقلابات میں سے ہو کر نہ گذرے۔ وہ انسانیت کے اصل مقصد کو نہیں پا سکتا۔

انسان اصل میں اُنسان سے لیا گیا ہے یعنی جس میں دو حقیقی اُنس ہوں ایک اللہ تعالےٰ سے اور دوسرا بنی نوع کی ہمدردی سے۔ جب یہ دو اُنس اس میں پیدا ہو جاویں اس وقت وہ انسان کہلاتا ہے۔ اور یہی وہ بات ہے جو انسان کا مغز کہلاتی ہے۔ اور اسی مقام پر اُولوا الالباب کہلاتا ہے۔ جب تک یہ نہیں کچھ بھی نہیں۔ ہزار دعوے کر دکھاؤ مگر اللہ تعالےٰ کے نزدیک، اس کے نبی اور اس کے فرشتوں کے نزدیک ہیچ ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۶۷-۱۶۸)

فیجی میں احمدیت کا پودا

جناب سیّد محمدؐ آزاد کی زبانی

از - اے - انی شیخ - سیکرٹری - احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بمبئی

فیجی میں عیسائی پادریوں اور آریہ پنڈتوں کی یلغار کا مقابلہ وہاں کے مسلمانوں نے کس طرح کیا اور کن حالات میں وہاں احمدیہ مشن کا بیج بویا گیا اور کس طرح اس پودے کی پرداخت ہوئی؟ ان سب کوائف کو خود فیجی کے جناب سید محمد آزاد صاحب کی زبانی سننے کے لئے بمبئی کے احباب اسی وقت سے بے چین تھے جب انہیں یہ پتہ چلا کہ جناب آزاد صاحب حج بیت اللہ کے لئے فیجی سے مکہ شریف تشریف لے جاتے ہوئے بمبئی بھی آئیں گے اور چند روز یہاں قیام بھی فرمائیں گے۔ بالآخر خدا خدا کر کے انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں ہمارے مقامی صدر جناب عبدالرزاق صاحب کو جیسے ہی جناب آزاد صاحب کے بمبئی پہنچ جانے کی اطلاع ملی وہ ان سے ملاقات کے لئے گئے اور انہیں چائے کی دعوت دے آئے۔ جناب سید محمد آزاد اور ان کے اہل و عیال کے اعزاز میں ٹی پارٹی یکم دسمبر کے روز منعقد ہوئی۔ اس کے بعد ۱۳ تاریخ اتوار کے دن کی شکل میں وہ دن آ ہی گیا جس کے لئے بمبئی کے تمام احباب منتظر تھے۔

جناب سید محمد آزاد صاحب سے احباب کی اس ملاقات کا اہتمام انجمن کے دفتر میں کیا گیا۔ جناب آزاد صاحب سلسلہ میں شمولیت سے پہلے فیجی کی جامع مسجد میں پیش امام تھے۔ انہوں نے احباب سے تعارف کے بعد سلسلۂ کلام شروع کرتے ہوئے بتایا کہ ۳۲-۱۹۲۰ء کا واقعہ ہے جب فیجی کے مسلمان آریہ پنڈتوں اور عیسائی پادریوں کی مذہب اسلام پر یلغار سے گھبرا چکے تھے۔ ان لوگوں نے ہر طرف سے جب اسلام کی سچائی پر یلغار شروع کی تب وہیں کے مسلمانوں نے ان کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلم لیگ کے نام سے ایک تنظیم قائم کی۔ جناب آزاد صاحب نے بتایا کہ یوں تو مقامی طور پر وہاں متعدد عالم موجود تھے۔ مگر وہ سب آریہ پنڈتوں اور عیسائی پادریوں کے دلائل کا جواب نہیں دے سکتے تھے۔ اور خود کو بے بس محسوس کرنے لگتے تھے۔ اس لئے مسلم لیگ نے جمعیت العلماء ہند کو لکھا کہ مذہب اسلام کا کوئی ایسا عالم فیجی میں بھیجے جو بائبل اور آریوں کے شاستروں سے بھی کما حقہ واقف ہو۔ مگر جمعیۃ العلماء نے ایسا کوئی عالم بھیجنے سے اپنی لاچاری ظاہر کی جو دیگر مذاہب سے بھی واقفیت رکھتا ہو۔ اس کے بعد فیجی کے مسلمانوں نے مسلم لیگ [illegible] انبالہ کے سید غلام بھیک نیرنگ صاحب کو لکھا کہ آپ بھی تبلیغ کا کام کر رہے ہیں۔ فیجی کے حالات کے پیش نظر آپ ہی ہماری کوئی مدد کیجئے۔ مگر وہاں سے بھی مایوسی ہوئی۔ بالآخر جب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے رجوع ہوئے تب وہاں سے مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مع اہل و عیال فیجی آئے اور فیجی میں قدم رکھنے کے پہلے ہی دن انہوں نے بحری سفر کی تھکن کی پرواہ کئے بغیر متواتر تین گھنٹے تک ٹاؤن ہال میں تقریر کی۔ ان کی تقریر سننے کے لئے وہ آریہ پنڈت اور عیسائی پادری بھی وہاں موجود تھے جنہوں نے فیجی کے مسلمانوں کا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ وید، شاستروں، بائبل اور قرآن کریم کی روشنی میں آریوں کے ویدک دھرم، عیسائیت اور اسلام کا مقابلہ ان ٹھوس دلائل کے ساتھ کیا جن کا جواب آریہ پنڈت اور عیسائی پادری نہیں دے سکے۔ مرزا صاحب کے چیلنج کے باوجود ان میں سے کسی کی بھی ہمت نہ ہوئی کہ وہ ان کے استدلال کا جواب دے سکے۔ مرزا صاحب متواتر نو مہینے تک سارے فیجی میں پنڈتوں اور پادریوں کو للکارتے رہے مگر کسی بھی جگہ ان میں سے کوئی ایک بھی مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ کر سکا۔

آئے دن فیجی کے مسلمانوں کو مقابلہ کی دعوت دینے والے پنڈتوں اور پادریوں کے راہ فرار اختیار کر لینے سے ہر جگہ مرزا صاحب کی قدر و منزلت انتہا تک پہنچ گئی مگر جیسے ہی مرزا صاحب نے احمدیت کی داغ بیل ڈالی تو فیجی کی مسلم لیگ اپنے تین سال کے تحریری معاہدہ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مرزا صاحب اور ان کے اہل و عیال کی کفالت اور سرپرستی سے کنارہ کش ہو گئی۔ پھر بھی چند افراد مرزا صاحب کے ہم خیال ہو گئے اور انہوں نے احمدیت قبول کر لی۔ ابھی کچھ ہی عرصہ گذرا تھا کہ ایک روز میرا گذر مرزا صاحب کے ایک دوست کے بنگلہ کی طرف سے ہوا جہاں باہر میدان میں مرزا صاحب اور ان کے رفقاء بیٹھے ہوئے تھے۔

جناب آزاد صاحب نے بتایا کہ "مجھے آج بھی اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں وہاں سے گذر رہا تھا تب مرزا صاحب نے مجھے آواز دے کر بلوایا اور "احمدیوں کی مجلس" میں شرکت کی دعوت دی۔ جس کے تھوڑے ہی دنوں بعد ایک خواب میں بشارت ملتے ہی میں نے مرزا صاحب کے ہاتھ پر بیعت قبول کر لی اور جیسا کہ خود مرزا صاحب کے ساتھ مسلم لیگ نے معاہدہ شکنی کی تھی اسی طرح جامع مسجد کی امامت بھی میرے ہاتھ سے چھین لی گئی۔ اس کے بعد کافی عرصہ انتہائی بے کسی کے عالم میں گذارنا پڑا مگر آج ہر طرح اللہ کا فضل و کرم ہے اور احمدیت بھی اچھی طرح جڑ پکڑ چکی ہے۔ جو لوگ اس کے کٹر ترین مخالف تھے وہ بھی رفتہ رفتہ جماعت میں شامل ہو گئے۔ آریہ پنڈتوں اور عیسائی پادریوں کا تو کہنا ہی کیا۔ میرے پیر و مرشد مرزا مظفر بیگ صاحب نے پہلے ہی دن سے ان کی جو بولتی بند کی تو آج تک لگ بھگ چوتھائی صدی گذر جانے پر بھی انہیں دوبارہ سر اٹھانے کی جرأت نہیں ہوئی۔

جناب آزاد صاحب کے بیان کے بعد جناب عبدالرزاق صاحب نے ان کے اعزاز میں دوپہر کی دعوت دی اور پھر انہیں رخصت کیا گیا۔ اس کے چند روز بعد ہی وہ انگلینڈ کے لئے روانہ ہو گئے جہاں سے آپ کویت وغیرہ ہو کر حج کے لئے تشریف لے جائیں گے۔ بمبئی کے تمام احباب ان کے بخیر و خوبی سفر کے لئے دعاگو ہیں۔

اخبارِ احمدیہ

وصیت برائے انجمن

—— احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے افسر تحصیل اطلاع دیتے ہیں کہ:-

چوہدری علی محمد صاحب سکنہ چک نمبر ۲۳ گسم سر تحصیل وہاڑی ضلع ملتان نے اپنی جائیداد مالیتی ساٹھ ہزار روپے کا ۱/۱۰ حصہ انجمن کو وصیت کیا ہے۔ چوہدری صاحب موصوف اپنی زندگی میں پانچ صد روپے سالانہ دفتر انجمن میں بھیجتے رہیں گے اور اگر چھ ہزار روپے میں سے کچھ بقایا رہ جائے گا تو موصی کے ورثاء ادا کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔

عطیات

—— افسر تحصیل صاحب لکھتے ہیں کہ:-

شیخ فضل الرحمان اینڈ سنز کی طرف سے حسب ذیل رقوم وصول ہوئی ہیں:-

برائے مشن ووکنگ و برلن - -	7500/- روپے
برائے النور فاؤنڈیشن -	5000/- روپے

فجزاہ اللہ احسن الجزاء

شمولیت سلسلہ

—— مندرجہ ذیل اصحاب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں۔

(۱) الشفیقہ بانو دختر پیر غلام محی الدین اویسی سرینگر کشمیر

(۲) مسعودہ بانو " " " " " "

مندرجہ بالا دونوں بیعت فارم عبدالعزیز شورہ گر ایڈیٹر اخبار روشنی سرینگر نے معرفت عبدالرزاق صاحب بمبئی ارسال کئے ہیں۔

(۳) محمد رمضان صاحب ولد محمد بخش صاحب۔ محمد یوسف صاحب ولد محمد رمضان صاحب محمد پورہ۔ لائل پور۔

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا علماء سے شکوہ

مودودی صاحب لکھتے ہیں :-

"اصل صورت معاملہ یہ ہے کہ مفتی صاحب کی اس کتاب ("مولینا مودودی پر اعتراضات کا علمی جائزہ" ـ ناقل) سے ان بہت سے حضرات کی دیانت مشتبہ ہوگئی ہے۔ جو جان بوجھ کر میری عبارتوں کو توڑنے مروڑنے اور زبردستی ان کے اندر کفر و الحاد اور ضلالت کے معنے بھرنے میں مشغول رہے ہیں ..... سوال یہ ہے کہ اگر بالفرض میری طرف مفتی صاحب کی توجیہات کی کوئی تصدیق یا تردید نہ ہو اور مفتی صاحب نے بھی میری عبارتوں سے میرا مدعا واضح کرنے کی بجائے خود اپنی طرف سے ہی میرے اقوال کی ایک ایسی توجیہہ کر دی ہو جس سے وہ اعتراضات رفع ہو جاتے ہوں، جو مخالفین کی طرف سے مجھ پر وارد کیئے جاتے ہیں۔ تو آخر شریعت کے کس قاعدے کی رُو سے ایک دیانت دار انسان یہ رویہ اختیار کر سکتا ہے کہ ایک مسلمان کے قول کی جہاں دو توجیہیں ممکن ہوں، جن میں سے ایک کی بناء پر اسے مطعون نہ کیا جا سکتا ہو۔ اور دوسری کی بناء پر وہ ملزم قرار پاتا ہو تو وہ پہلی توجیہہ کو قبول کرنے سے انکار کر دے اور دوسری توجیہہ پر ہی اصرار کرتا رہے۔ اس کا یہ اصرار تو خود اس بات کی علامت ہو گا، کہ وہ للہ فی اللہ اس مسلمان سے اختلاف نہیں رکھتا، بلکہ عناد اور کینہ کی بناء پر مخالفت کر رہا ہے"۔

(ترجمان القرآن جنوری ۱۹۶۸ء صفحہ ۵۴-۵۵)

"معترضین نے پہلا ظلم تو یہ کیا کہ اسے عصمت انبیاء کے مسئلے پر ایک عام بحث قرار دے دیا، حالانکہ وہ خاص بحث تھی، ...... پھر انہوں نے دوسرا ظلم یہ کیا کہ صدورِ لغزش کے امکان کو ہر قسم کے معاصی اور کبائر حتٰی کہ کفر تک کے حدود تک وسیع کر دیا .... اس سے بڑھ کر ظلم انہوں نے یہ کیا کہ عصمت کے ارتفاع کو کلی ارتفاع فرض کر کے یہ احتمالات پیدا کر ڈالے کہ جب عصمت مرتفع ہو گئی تو پھر کفر و کذب اور تمام کبائر و صغائر سرزد ہو سکتے تھے۔ .... جن حضرات کی عمریں منطق و فلسفہ کے سبق پڑھاتے گذری ہیں۔ ان کے بارے میں یہ ماننا میرے لئے سخت مشکل ہے۔ کہ وہ عصمت کے کلی ارتفاع اور جزئی ارتفاع میں کوئی فرق محسوس نہیں کر سکتے ہوں گے، اس لئے میں یہ گمان کرنے میں حق بجانب ہوں کہ یہ کرتب جان بوجھ کر دکھایا گیا ہے تاکہ مجھے کسی نہ کسی طرح عصمتِ انبیاء کا منکر قرار دیا جا سکے، اور اب میری اس توضیح کے بعد بھی کچھ بعید نہیں کہ یہ حضرات اپنی تقریروں اور تحریروں میں اسی الزام کو اسی طرح دہراتے چلے جائیں، جس طرح سالہا سال سے دہراتے چلے آ رہے ہیں۔ اصل معاملہ کسی علمی اختلاف کا نہیں، بلکہ بغض کا ہے، جس کے ساتھ خدا ترسی مشکل ہی سے کبھی جمع ہو سکتی ہے۔ میرا بارہا کا تجربہ ہے کہ جن الزامات کا میں مفصّل جواب دے کر ان حضرات کی حجت قطع کر چکا ہوں، ان کو یہ اسی طرح دہراتے رہے ہیں، گویا انہیں سرے سے کوئی جواب دیا ہی نہیں گیا"۔

(ترجمان القرآن۔ فروری ۱۹۶۸ء۔ صفحہ ۵۹-۶۰)

مذکورہ بالا تحریروں میں جناب مودودی صاحب نے اکثر علماء کی فطرت کی نقاب کشائی کی ہے۔ اور اپنے سالہا سال کے ذاتی تجربے سے جان لیا ہے کہ اکثر علماء دیانت، صدق اور خدا ترسی ترک کر کے محض بغض و عناد کی بناء پر دوسرے علماء کی تحریروں کو سیاق و سباق سے الگ کر کے غلط معنے پہناتے ہیں، اور مصنّف کی توضیحات کو نظر انداز کر کے اپنے خیالات پر اصرار کرتے ہیں، اور اس طرح شرافت و حق گوئی کے تقاضوں کو نظر انداز کرتے ہیں۔ آپ نے اس بات پر بھی افسوس کا اظہار کیا ہے کہ جب ان کی تحریروں کی دو توجیہات ممکن ہوں، اور ایک توجیہہ ایسی ہو جس کے قبول کرنے سے آپ مطعون نہ ہوں تو ایسی توجیہہ کو ترک کرنا محض بغض و عناد کا اظہار ہے۔

جناب مودودی صاحب مامور من اللہ ہونے کے مدعی نہیں، ان کی تحریرات چالیس سال سے زیادہ مدت پر پھیلی ہوئی ہیں۔ اس مدت میں آپ ذہنی اور علمی ارتقاء کی مختلف منازل سے گذرے ہیں، خارجی حالات کی گوناگونیت سے متاثر ہوئے، آپ کے خیالات، نظریات اور فہم دین گہرائی اور گیرائی کے لحاظ سے سمٹے اور پھیلے۔ ایک عالم اور مصلح کے نقطہ نظر سے آپ نے اپنے قول و عمل میں حسب ضرورت قطع و برید کی اور علمی دنیا میں یہ انداز قابلِ ستائش ہے باعثِ مذمت نہیں، پھر انسانی تحریرات میں کبھی کوئی خاص خیال موضوعِ بحث ہوتا ہے اور اس پر سیر حاصل تبصرہ مقصود ہوتا ہے، اور کسی دوسرے مقام پر اس کا ذکر ضمناً آتا ہے، اور اشارہ و کنایہ سے کام لینا پڑتا ہے۔ ایسے حالات میں طالبانِ حق اور انصاف پسند ناقدوں کا فرض ہے کہ وہ مصنّف کی تحریرات کو مجموعی نظر سے دیکھ کر کسی فیصلے پر پہنچیں اور اگر کسی تحریر سے کوئی ایسی بات مترشح ہو، جو صاحب تحریر کے اپنے معتقدات اور منشاء کے خلاف نظر آتی ہو اور اس سے ذم کا پہلو نکلتا ہو تو ان ہی سے وضاحت طلب کی جائے اور وضاحت کو حسن ظن سے قبول کیا جائے۔

جناب مودودی صاحب کی منقولہ بالا تصریحات کو ہم قدر و منزلت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ لیکن افسوس سے کہتے ہیں کہ مولینا موصوف نے مجدد صد چہاردہم حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے متعلق جو روش اختیار کر رکھی ہے وہ اس سے بھی زیادہ محلِ نظر ہے جو آج علماء نے آپ کے متعلق اختیار کی ہے، حضرت مرزا صاحب تو مجدد ہونے کے مدعی تھے، اور ان کے متعلق لب کشائی سے پہلے مزید احتیاط کی ضرورت تھی، کیونکہ مامور ایک ایسے بلند مقام سے بولتا ہے، جس کی حقیقت کو خاص اہل علم ہی سمجھ سکتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ کم علم اور حقیقت نا شناس علماء اولیائے اُمت کے متعلق ٹھوکر کھا کر ان کی مخالفت اور تکفیر کرتے رہے ہیں، آپ کی نظر چونکہ مجددین کی تعلیمات پر رہی ہے اور اس احتیاط کی ضرورت مزید بڑھ جاتی ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت صاحب کے زمانے میں فقید المثال علماء مثلاً حضرت مولانا نورالدین اعظم رح۔ مولانا محمد احسن امروہی، مولینا عبدالکریم سیالکوٹی وغیرہم اور صوفیا میں سے حضرت خواجہ غلام فرید صاحب سجادہ نشین (چاچڑاں شریف) حضرت صوفی الحاج جان محمد لدھیانوی رح وغیرہم نے آپ کے دعاوی پر تصدیق و عقیدت کا اظہار کیا۔ لہذا آپ کا فرض خاص ہے کہ آپ حضرت صاحب کی جملہ تحریرات کو بنظرِ غائر دیکھیں، اور ان کے دعوے کی نوعیت کو ان کی مخصوص اصطلاحات، مجازات، استعارات اور تصریحات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کریں، مگر بدقسمتی سے آپ نے دابۃ الارض علماء کی پیروی کی۔ اور خود غرض سیاستدانوں سے متاثر ہو کر، اور ارزاں قسم کی شہرت اور قیادت کے حصول کے لئے ۱۹۵۳ء میں "قادیانی مسئلہ" لکھا، آج کے علماء تو کجا پھر بھی جناب کی تحریرات کو پڑھ کر آپ کے مفہوم کو بگاڑ رہے ہیں۔ لیکن جناب مودودی صاحب نے تحقیق کے مسلمہ حقیقت پسندانہ طریق کو ترک کر کے، حضرت امام زماںؑ کی کتابوں کو بلا واسطہ پڑھے بغیر آپ کی طرف وہ دعاوی منسوب کر دیئے جس کی حضرت ممدوح نے بار بار تردید کی، حالانکہ مودودی صاحب کی طرح حضرت مرزا صاحب بھی علماء کے شاکی تھے۔ چنانچہ آپ نے مختلف مواقع پر تحریر فرمایا:-

"میری کتابوں کے یہودیوں کی طرح معنے تحریف و تبدیل کر کے اور بہت کچھ اپنی طرف سے ملا کر میرے پر صدہا اعتراض کئے گئے ہیں۔ کہ گویا میں ایک مستقل نبوت کا دعوٰے کرتا ہوں۔ اور گویا میں خدا کے نبیوں کو گالیاں نکالتا ہوں، اور توہین کرتا ہوں اور گویا میں معجزات کا منکر ہوں، سو میری یہ تمام شکایات خدا تعالیٰ کی جناب میں ہیں۔ اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ اپنے فضل سے میرے حق میں فیصلہ کرے گا"۔

(چشمہ معرفت مطبوعہ ۱۹۰۸ء صفحہ ۳۱۹)

"اور دوسرے الزامات جو میرے پر لگائے جاتے ہیں کہ یہ شخص لیلۃ القدر کا منکر ہے، اور معجزات کا انکاری اور معراج کا منکر اور نیز نبوت کا مدعی اور ختم نبوت سے انکاری ہے۔ **یہ سارے الزامات باطل اور دروغ محض ہیں** ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل سنت و جماعت کا ہے ...... اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانۂ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو۔ **اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں**"۔

(مجموعہ اشتہارات حصہ چہارم صفحہ ۲۲۳)

افسوس! مودودی صاحب نے حضرت صاحب کی تحریرات کو نہ پڑھا، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے جماعت لاہور کے موقف

(باقی بر صلا کالم ۳)

شذرات

((شاہین))

خودکشی کی تعلیم

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالے نے انسان کو جس حالت میں بھی رکھا ہے اس حالت میں اس کی آزمائش اور امتحان ہوتا رہتا ہے۔ اگر کسی کو دولت زیادہ دی ہے تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ اس کا استعمال جائز ذرائع پر کرتا ہے یا دولت کی فراوانی کے باعث صراط مستقیم سے بھٹک جاتا ہے اور اگر کوئی غربت اور فقیری کی حالت میں ہے تو قدرت کو اسی رنگ میں اس کی ثابت قدمی، ایمان باللہ، اور شکر کی حالتوں کا امتحان مقصود ہوتا ہے اور یہ مقصد یہ ہوتا ہے "لیبلوکم ایکم احسن عملاً" حسن عمل کے جوہر کون دکھاتا ہے۔ جو لوگ کسی وجہ سے دنیا سے تنگ آکر راہ فرار اختیار کرنے کے لئے خدا کی رحمتوں سے نا امید ہوتے ہوئے خودکشی پر آمادہ ہو جاتے ہیں وہ اللہ کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہیں اس لئے خودکشی کے خلاف قرآن کریم نے واضح طور پر لاتقتلوا انفسکم فرمایا ہے۔

جماعت ربوہ جو ایک دینی جماعت ہونیکی دعویدار ہے ان کے سربراہ نے ایک مرتبہ لاہور کے جلسۂ عام میں اپنی جماعت کی اطاعت اور فرمانبرداری کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا کہ جماعت میری اس درجہ مطیع ہے کہ اگر میں اس مجمع میں پچاس احمدیوں کو کہوں کہ وہ اپنے سینوں میں خنجر اتار لیں تو وہ بلاسوچے سمجھے ذرا بھی توقف سے کام نہ لیں گے۔ اسی طرح قرآنی تعلیم کے خلاف مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ ربوہ کی خودکشی کے متعلق مندرجہ ذیل تعلیم ملاحظہ ہو۔ جو انہوں نے ایک مرید کے جواب کے سلسلہ میں بیان کی ہے:۔

> سوال:۔ امتحان اور آزمائش کی کوئی حد ہونی چاہیئے۔ دنیا میں اندھے، لولے، لنگڑے ہیں، ان کو اندھا، لولا یا لنگڑا بنانے میں کیا حکمت ہے۔
>
> جواب:۔ آپ نے اندھے، لولے، لنگڑے کی مثالیں پیش کی ہیں مگر کیا آپ نے کبھی اُن سے پوچھا ہے کہ آیا وہ بھی اس دنیا کو چھوڑنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں؟ یا آپ یونہی اپنی طرف سے ان کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ میرے پاس کشمیر میں ایک ایم اے پاس آیا اس نے بھی اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا میں نے کہا کہ اگر آپ ایسا ہی سمجھتے ہیں تو اس سے رہائی حاصل کرنا کوئی مشکل بات نہیں ہے آپ اس مصیبت کی دنیا میں کیوں رہیں اس نے کہا کہ آپ کوئی رہائی کی صورت نکال سکتے ہیں؟ میں نے کہا یہ تو بڑا آسان ہے آپ بازار سے دو پیسے کا سنکھیا لے لیجئے اور کھا لیجئے، اگر آپ کے پاس دو پیسے نہیں ہیں تو سامنے چنار کا درخت کھڑا ہے اس کے ساتھ لٹک کر مر جائیے"۔
>
> (مجلس علم و عرفان مندرجہ الفضل ۱۴ر جنوری ۱۹۴۷ء)

قیام پاکستان اور جماعت قادیان

قیام پاکستان سے قبل ہر آزادی پسند جماعت نے اپنی اپنی جگہ یہ کوشش کی کہ کسی طرح انگریزوں کی صد سالہ غلامی کا جوا ان کی گردن سے اُتر جائے اور وہ اپنے ملک میں آزادی کا سانس لے سکیں۔ اس کے لئے ہر کسی نے ہر ممکن قربانی بھی پیش کی۔ جب آزادی پسند عناصر کی انتھک محنتوں اور بے پناہ قربانیوں کے بعد ایک آزاد اسلامی مملکت "پاکستان" معرض وجود میں آئی تو وہ لوگ بھی جو اس کو ایک "احمق کا خواب" یا ایک مجذوب کی بڑ سے زیادہ وقعت نہ دیتے تھے اپنی "مساعی جمیلہ" کا ذکر کرنے لگ گئے اور بعض پیروں کے اندھے مریدوں نے "حضور" کی "آزادی" اور "قیام پاکستان" کے متعلق مساعی حسنہ کا ذکر بڑے نرالے انداز میں شروع کر دیا۔

کون نہیں جانتا کہ جماعت قادیان قیام پاکستان کی سرے سے ہی مخالف تھی مگر انہیں کے اخبارات میں آپ حضور کی "مساعی جمیلہ" کے تذکرے شائع ہوتے رہتے ہیں حالانکہ خلیفہ صاحب مرحوم کا خیال تھا کہ انگریزوں کی غلامی کا جوا اپنی گردنوں سے اتار کر ہندوستانی مضبوطی سے قائم نہیں رہ سکتے جیسا کہ انہوں نے آزادی سے قبل ایک موقعہ پر فرمایا:۔

> " ابھی جنگ شروع نہ ہوئی تھی کہ میں نے حکومت برطانیہ کو توجہ دلائی تھی کہ وہ ہندوستان کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھائے اور ہندوستان کو کہا تھا کہ وہ انگلستان کی طرف دوستی کا قدم بڑھائے کیونکہ دونوں کی بہتری ایک دوسرے کے تعاون میں ہے اب حالات ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ انگریز زیادہ دیر تک ہندوستانیوں کو اپنے غلام نہیں رکھ سکتے اور نہ ہی ہندوستان انگریزوں سے چھٹکارا پاکر مضبوطی سے قائم رہ سکتا ہے"۔
>
> (الفضل ۲۷ر فروری ۱۹۴۷ء)

مگر جب ہندوؤں اور مسلمانوں نے خاک و خون میں نہا کر انگریزوں کو ہندوستان سے چلے جانے پر مجبور کر دیا اور آزادی کا سورج ہمارے ملک پر طلوع ہوا تو مسلمانانِ برصغیر کے لئے پاکستان ایک روشنی کا مینار بن کر ابھرا اور مسلمانوں نے اس پاک دھرتی کی خاک کو اپنی آنکھوں سے لگایا اور اس مبارک وطن کے لئے سب کچھ قربان کر دینے سے بھی گریز نہ کیا کہ یہی مسلمانوں کا واحد سہارا تھا۔ اس وقت بھی جماعت قادیان نے بھرپور کوشش کی کہ کسی طرح پاکستان میں آنے کی بجائے انہیں متعصب ہندو اپنے زیر سایہ بھارت میں ہی رہنے کی اجازت دیدے، اور انہیں اس پاک اور مبارک وطن میں آکر آباد نہ ہونا پڑے۔ گویا انگریزوں کا جوا اترنے کے بعد ہندوؤں کی غلامی پر رضامند ہونے کی خواہش کا اظہار کیا اور "انجمن احمدیہ" نے ایک قرارداد کے ذریعہ مسلم دشمن "گاندھی جی" سے ہندوستان میں آباد رہنے دینے کی بھیک یوں مانگی:۔

> " احمدیہ جماعت کے افراد گاندھی جی کو یقین دلاتے ہیں کہ وہ مشرقی پنجاب میں اپنے اپنے گھروں میں خوشی سے آباد ہونے کے لئے تیار ہیں اور ان سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنا پورا اثر استعمال کریں کہ حکومت ان لوگوں کی حفاظت کا یقین دلائے جو اپنے گھروں کو واپس ہونا چاہتے ہیں۔"
>
> (اخبار الفضل ۱۹ر ستمبر ۱۹۴۷ء)

تبلیغی سفر (بسلسلہ ص۱۱)

باتوں کی تحقیق کے لئے آیا ہوں۔ جن سے آپ لوگ عمداً گریز کر رہے ہیں۔ پھر میں نے خلیفہ ثالث صاحب سے ملاقات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ مجھے یہ سُن کر نہایت ہی صدمہ ہوا کہ خانہ ساز خلافت کو خلافت راشدہ کے برابر قرار دینے والا شخص تفریح اور شکار پر ربوہ سے باہر گیا ہوا ہے۔ مجھے شکار کے حلال و حرام پر بحث کرنا مقصود نہیں۔ صرف یہ عرض کرنا ہے کہ خلفائے راشدین کب تفریح کے لئے شکار کو جاتے تھے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلیفہ اول نے کتنے دن شکار کے لئے ہفتہ میں مقرر کئے تھے؛ (باقی وارد)

عبدالرحمٰن لائبریرین۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ڈیرہ غازیخان

درخواست دعا۔ حاجی اللہ رکھا درویش مجھونوں کو بیمار ہیں احباب سے دعائے صحت کی درخواست کرتے ہیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی اور استغفار کی حقیقت

نسلی و قومی مساوات کے قیام میں امراض عالم کا حتمی علاج

حضرت مسیح موعودؑ کی کرامتیں اور دعوی نبوت سے انکار —— کوئی کلمہ گو کافر نہیں

حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت میں بیٹھنے والوں کو گمراہ کہنا مسیح موعودؑ کو گمراہ قرار دینا ہے

جلسہ سالانہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے کی دوسری تقریر جو ۲۰ر جنوری ۱۹۶۸ء کو فرمائی

اذا جاء نصر اللہ والفتح ۔ ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجًا ۔ فسبح بحمد ربك
واستغفرہ ۔ انه كان توابا
(سورۃ النصر)

کامیابی کے بعد استغفار کا حکم

اس سورہ شریفہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابیوں کا ذکر ہے ۔ خدا تعالے آپؐ کی کامیابی کو اس رنگ میں بیان فرماتا ہے ۔ کہ جب اللہ تعالے کی نصرت آپؐ کے شامل حال ہوئی ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجًا اور وہ نصرت الٰہی آپؐ اس رنگ میں دیکھتے ہیں ، کہ عرب کے لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہے ہیں فسبح بحمد ربك اس کامیابی کے بعد اللہ تعالے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سبق دینا چاہتے ہیں ، وہ یہ ہے کہ نصرت الٰہی شامل حال ہو جائے ۔ تو پھر خدا تعالے کے ذکر میں لگ جاؤ ۔ یہ سبق اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو سکھاتا ہے ۔ اور پھر اس سے بڑھ کر ایک اور بڑا مشکل مسئلہ ہے جس کی تلقین کی گئی ہے ، فرمایا ہے ۔ واستغفرہ ۔ جناب الٰہی میں استغفار کرتے رہو ۔ یہ اس لئے ہے کہ کامیابی کے بعد خیال گذرتا ہے کہ یہ سب کچھ میری جد و جہد کی وجہ سے ہوا ہے ۔ دماغ میں تکبر کا کیڑا پیدا ہو جاتا ہے ۔

نماز اور حج کے بعد استغفار

نماز کے بعد بھی خدا تعالے نے حکم دیا ہے کہ استغفار کرتے رہو ۔ حج کا فریضہ جو بہت بڑا مقام اور عبادات کی آخری منزل ہے ۔ اس موقعہ پر بھی فرمایا کہ استغفار پڑھو انسان کامیاب ہو جائے تو اس کے دماغ پر عموماً تکبر کا بھوت سوار ہو جاتا ہے اور اپنی ہی ستائش کرتا ہے ۔

سورۃ النصر میں حضور صلعم کی رخصتی کا اشارہ

یہ سورۃ شریفہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ۔ تو حضور صلعم کو یقین ہو گیا کہ اس کامیابی کے بعد اب میرا کوچ ہے ۔ یہ دنیا اب میرے ٹھہرنے کی جگہ نہیں رہی ۔ اسی طرح حضرت ابو بکرؓ متفکر ہوئے کہ اس آیہ کا نزول یہ اشارہ کرتا ہے کہ اب حضورؐ اس جہان سے رخصت ہو جائیں گے ۔

کامیاب ترین انسان

مسلمانوں ، عیسائیوں اور یہودیوں نے دیکھ لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کامیاب ترین انسان ہیں ۔ عموماً ایک بستی کی اصلاح کرنی مشکل ہے ۔ عرب کے لوگ راجپوتوں اور پٹھانوں کی طرح الھڑ اور اکھڑ تھے ۔ وہ بُت پرستی کرتے تھے اور حضور صلعم کے جانی دشمن تھے ۔ خدا تعالے نے ان سب کو مشاہدہ کروا دیا کہ آپؐ کامیاب ترین انسان ہیں ۔

حضور صلعم کی بلندی مرتبت کی دعائیں

اور آج اکناف عالم میں شب و روز ان اللہ وملئکته یصلون علی النبی ۔ خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضورؐ پر درود پڑھتے ہیں ۔ اس طرح آپؐ کے مرتبہ کو اور بھی بلند فرمایا ۔ اور اللہ تعالے نے حکم دیا ہے یایها الذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما ۔ اے مسلمانو ! تم بھی آپؐ پر درود اور سلام بھیجا کرو اور بالخصوص عبادت کے وقت ، نماز کے اندر حضورؐ پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے ۔ آج ساٹھ ستر کروڑ مسلمان بار بار دہراتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمۃ للعالمین ہیں ، ان کے مراتب کو اللہ تعالے بلند کرے ۔ ان کے احسانات کا معاوضہ ہم نہیں دے سکتے ۔ کس قدر عظیم الشان انسان دنیا میں پیدا ہوا ہے جس کی بلندی مرتبت اور عظیم الشان کامیابیوں کے دوست اور دشمن سب قائل ہیں ۔

وفات کے خیال سے حضور صلعم کی وصیت

غرض اس سورت کے نزول کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوا کہ میرا یہاں سے کوچ ہے ، حضرت ابو بکرؓ رو پڑے ۔ آپؐ فرماتے ہیں یوشك یاتنی رسول اللہ ۔ قریب ہے کہ اللہ تعالے کا فرشتہ آ جائے ۔ اور وہ اللہ تعالے کا بلاوا لے آئے ۔ واجیب اور میں جواب دوں کہ میں حاضر ہوں یعنی میں مرنے کے لئے تیار ہوں ۔ اس صورت حال میں میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ۔ کتاب اللہ وسنتی ایک کتاب اللہ اور دوسری میری سنت ۔ اگر تم ان پر پنجہ مارو گے ۔ لن تضلوا ابدًا ۔ تو تم کبھی اور کسی حالت میں گمراہ نہیں ہو گے ۔

ذاتی خواہشات سے مبرا محض دین کے لئے وصیت

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت بتلاتی ہے کہ وہ کس قدر ذاتی خواہشات و اغراض سے پاک ہیں ۔ وفات کے وقت رشتہ داروں کا ذکر نہیں فرماتے ۔ اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رض کا ذکر نہیں فرماتے ۔ حضرت علیؓ کا ذکر نہیں فرماتے حضرت حسنؓ حسینؓ کا ذکر نہیں فرماتے ۔ خیال ہے تو خدا تعالے کا پیغام کا ہے جو حضور صلعم خدا تعالے کی طرف سے لے کر آئے تھے ۔

جاہلیت کا تکبر اور عادات ختم قریشی قوم کو وعظ

آخری وعظ میں قریشی قوم کو جو ارشاد فرماتے ہیں اس کے متعلق لکھا ہے ۔ قال رسول اللہ خطیبًا حضرت نبی کریم صلعم حج کے موقعہ پر اٹھے اور وعظ فرمایا یہ آخری حج ہے ۔ فرمایا یا معاشر القریش اے میری قوم کے لوگو ! خدا نے تم پر احسان کیا ہے ۔ وہ یہ کہ وہ تکبر جو جاہلیت کے زمانہ میں تمہارے دل و دماغ میں رچ گیا تھا ۔ خدا تعالے نے وہ تم سے دور کر دیا ہے تم سب آدم کی اولاد ہو ، اور آدم مٹی سے پیدا ہوا تھا

تمہارے لئے یہ تکبر و نخوت کوئی فخر کی بات نہیں اور فرمایا کہ تمہارا اپنے باپ دادا پر فخر کرنا یہ بھی زمانہ جاہلیت کی عادات میں سے ہے۔ یہ بھی خدا تعالیٰ نے دور کر دیا ہے

قومی اور نسلی برتری ختم

اور فرمایا لا فضل لعربی علی اعجمی ولا لاعجمی علی عربی ولا لاسود علی احمر ولا لاحمر علی اسود۔ عرب کے کسی آدمی کو غیر عرب پر فضیلت نہیں ہے نہ کسی غیر عرب کو عربوں پر فضیلت حاصل ہے نہ کسی کالے کو گورے پر نہ گورے کو کالے پر فضیلت حاصل ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔ یہ اس وقت کا اعلان ہے جب آپؐ بادشاہ وقت ہیں۔ ہٹلر اس وقت ہوتا تو ضرور کہتا کہ میری قوم ساری دنیا کی قوموں سے برتر ہے۔ لیکن حضور صلعم کا دل گردہ کس قدر وسیع ہے۔ آج پھر اس وقت دنیا کو اس سبق کی ضرورت ہے۔ ہندو دس کروڑ اچھوت انسانوں کو انسان نہیں سمجھتا۔ انگریز بھی یہی سمجھتا ہے کہ EAST is EAST AND WEST is WEST مشرق و مغرب کا فرق اس کے دل کو مغرور و متکبر بنائے بیٹھا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مشرق کے لوگ تو ہماری نوکری اور غلامی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ ہندو کی طرح یہود کے دماغ میں بھی یہ کیڑا ہے کہ یہودی نسل پر خدا تعالیٰ کے افضال اترتے ہیں۔ باقی تمام قومیں کتے اور سؤر کے برابر ہیں عیسائی بھی یہی کہتے ہیں کہ جنت ہمارے لئے ہے، اور دوسری قومیں جہنمی ہیں

انسانی اور قومی مساوات میں امراض عالم کا حقیقی اور حتمی علاج

لیکن حضور صلعم غالب اور فاتح کی حیثیت سے اعلان فرماتے ہیں کہ کسی عربی کو غیر عربی پر کسی قسم کی فضیلت برتری حاصل نہیں ہے۔ یہ سبق دنیا کے لوگوں کے لئے مفید ہے اور یہ سبق انسانیت کا درجہ بلند کرنے کا ہے اور دنیا کے لوگ جن امراض میں مبتلا ہیں ان کا حتمی علاج ہے، حضور صلعم نے فرمایا ان ربکم واحد۔ اے لوگو! تمہارا خدا ایک ہے، وان اباکم واحد۔ اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ تم خدا تعالیٰ کا بڑا بھاری کنبہ ہو اس لئے سب کے درمیان خلوص و محبت بھرا اتحاد ہونا چاہیئے، اور ایک دوسرے کے لئے خیر خواہی کے جذبے سے سرشار ہونا چاہیئے۔

فضیلت خدا خوفی اور مخلوق کی خدمت سے ملتی ہے

فرمایا الخلق عیال اللہ۔ ساری کی ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے۔ خدا کا پیارا وہ ہے جو مخلوق خدا کو فائدہ پہنچاتا ہو۔ رہا فضیلت کا سوال۔ فضیلت کا معیار دنیا کے لئے ایک ہی ہے۔ جو خدا خوفی اختیار کرتا ہے۔ اس کی مخلوق کی خدمت کرتا ہے اسے فضیلت ملتی ہے۔ غریب سے غریب اور مشرق یا مغرب کسی بھی جگہ کا رہنے والا اس مقام کو حاصل کر سکتا ہے۔

چند ضروری باتیں

حضرت مسیح موعودؑ کی کرامتیں

اس کے بعد اس مضمون کو ختم کرتا ہوں، اور چند اور امور ہیں جن کا ذکر کرتا ہوں:۔

میں حضرت مرزا صاحبؒ کا مرید ہوں، ان کے پاس بیٹھنے والوں میں سے ہوں۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں میں سے ہوں۔ انہوں نے معجزات بھی دکھلائے اور ان سے کرامتیں بھی ظاہر ہوئیں۔ سب سے بڑا معجزہ اور سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ انہوں نے ستر اسی کتابیں قرآن کریم کے معارف و حقائق پر قلمبند کی ہیں۔ اسلام کی صداقت و حقانیت کا پرچار کیا، آریوں، ہندوؤں اور سکھوں کا مقابلہ کیا۔ انگریز کی حکومت میں بیٹھ کر اس کی حاکم قوم کے مذہب کا مقابلہ کیا۔ اور پھر عرفان اور حقائق و معارف کے دریا بہا دیئے۔

فصیح و بلیغ عربی تصانیف اور علمائے عرب کو چیلنج

آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فصیح و بلیغ عربی زبان میں حقائق و معارف سے پُر ایک کتاب لکھوں۔ اس کتاب کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکے گا۔ اور عربی، سوڈانی۔ مصری، شامی۔ ایرانی، افغانی اور ہندوستانی علماء کے لئے عام چیلنج ہے۔ ان کو چیلنج دیا کہ اس جیسی کتاب کوئی نہیں لکھ سکے گا۔ حضرت صاحب ایک غیر معروف گاؤں کے رہنے والے ہیں، جہاں کی زبان عربی نہیں نہ آپ نے کسی یونیورسٹی میں عربی کی تعلیم حاصل کی۔ ان حالات میں حضرت مرزا صاحب اعلان فرماتے ہیں کہ خدا نے مجھے کہا ہے کہ عربی زبان میں کتاب لکھو۔ اس کی فصاحت و بلاغت اور حقائق و معارف کا کوئی بھی مقابلہ نہیں کر سکے گا ان ایام میں دشمنی بڑے زوروں پر تھی علماء موجود تھے، ان کے فتوے آپ کے متعلق موجود تھے۔ وہ عربی زبان جانتے تھے۔ لیکن کسی کو اس چیلنج کو قبول کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور وہ چیلنج آج تک موجود ہے۔

جرمنی میں میرے خلاف فتوے

میں انگلستان اور جرمنی میں بھی رہا ہوں۔ مجھے عربوں کے ساتھ باتیں کرنے کا بھی موقعہ ملا ہے۔ ان ممالک میں بھی حضرت مرزا صاحبؒ کے متعلق یہ پراپیگنڈا ہے کہ انہوں نے نبوت کا دعوےٰ کیا تھا۔ میرے خلاف ۷۵ صفحوں کا فتوےٰ علماء نے لکھ کر شائع کر دیا تھا کہ یہ شخص بے ایمان ہے، کافر ہے، انگریزوں کا جاسوس ہے۔ افغانی طالب علم جو جرمنی میں پڑھتے تھے اس فتوے کے ذریعہ ان طلباء کو بھی اشتعال دلانا مقصود تھا۔ مصر کے بھی طالب علم تھے ان کو بھی بھڑکانا مد نظر تھا۔ جاسوس ظاہر کر کے جرمن حکومت کو میرے خلاف کرنے کی تجویز تھی کہ یہ دوران جنگ یہیں رہا ہے۔ اور یہ اب انگریز کے روپے سے مسجد بنا رہا ہے۔

ایک دیو ہیکل انسان سے مکالمہ

ایک بخارا کا دیو ہیکل انسان میرے گھر میں آ پہنچا۔ اس نے آتے ہی تلخ اور بارعب لہجے میں سوال کیا کہ آپ مرزا صاحب کو کیا مانتے ہیں۔ میں نے کہا مجدد مانتا ہوں۔ کیا کہا مجدد؟ اس نے دونوں ہاتھ اپنے سینہ پر مارے اور کہا کہ مسلمانوں نے جھوٹ بکا اور مجھے مشتعل کیا۔ کہ یہ شخص مرزا کو نبی مانتا ہے۔ اس نے کہا کہ سنا ہے کہ آپ نے انگریزی میں قرآن کریم شائع کیا ہے اس کی زیارت کرائیں۔ میں نے ان کو قرآن کریم دیکھنے کے لئے دیا۔ اس نے الٹ پلٹ کر دیکھا۔ اور پھر اپنے سینہ پر ہاتھ مارا۔ اور کہا کہ لوگوں نے مجھے دھوکا میں رکھا ہے یہ کہہ کر کہ احمدی لوگوں نے قرآن کریم کی سورتوں میں قطع و برید کر رکھی ہے، جو سورتیں ان کے خلاف تھیں وہ نکال دی ہیں یہ تو پوری کی پوری ۱۱۴ سورتیں ہیں، اس نے کہا کہ کیا آپ کے پاس مرزا صاحب کے دعوے کے متعلق ان کی اپنی کتاب ہے میں نے کہا ہاں میں آپ کو ان کی عربی کتاب دکھلاتا ہوں حضرت صاحب کی کتاب آئینہ کمالات اسلام کا ایک حصہ عربی میں ہے اور ایک حصہ اردو میں ہے۔ حصہ عربی میں سے میں نے دکھایا کہ آپ نے لکھا ہے لست بنبی ومن ادعی النبوۃ فقد کفر۔ وہ حیران رہ گیا۔ میں نے کہا اور سنیئے گا بعثنی علی راس المائۃ لاجدد دین المصطفیٰ اور لکھا ہے میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں۔ اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ جو شخص بعد حضرت نبی کریمؐ نبوت کا دعوے کرے وہ کافر ہے گردن زدنی ہے۔ فرمایا کہ میں اس صدی کے سر پر کھڑا کیا گیا ہوں اور حضرت نبی کریم صلعم کے دین کو تازہ کرنے کے لئے آیا ہوں۔ یہ سن کر اس شخص نے کفِ افسوس ملا۔ اور کہا اللہ اکبر۔ کس قدر بہتان ہے جو حضرت مرزا صاحب پر باندھا گیا ہے، مجھے کس قدر اندھیرے میں رکھا گیا۔ اور گمراہ کیا گیا اگر یہی مرزا صاحب کا مقام ہے تو میں بھی ان کو مجدد مانتا ہوں۔

برلن مسجد کے افتتاح میں مخالفین کی پشیمانی

اس شخص نے یہ سارا ماجرا ہماری مسجد میں بیان کیا۔ یہ موقعہ مسجد کی افتتاح کا تھا۔ اور بہت سے لوگ جو مجھے کافر سمجھتے تھے اور مسجد کے برخلاف پروپیگنڈا کرتے تھے۔ میں نے ان تمام لوگوں کو دعوت دی چنانچہ وہ سب کے سب آ موجود ہوئے۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم صاحب مرحوم ان دنوں نظام حیدرآباد کی طرف سے عنایت شدہ وظیفہ پر وہاں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا آپ نے خوب کیا کہ اپنے مخالفین کو اس تقریب میں شریک کیا۔ میں نے کہا المسجد جامع۔ وہ نہایت خوش ہوئے اس وقت لوگوں نے کہا کہ افسوس ہم نے تعمیر مسجد میں روڑے اٹکائے۔ کاش ہم آپ کے بازو بن جاتے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا دعوےٰ نبوت سے انکار

اس موقعہ پر میں نے حضرت مسیح موعودؑ کو پیش کیا ان کے مقام و دعاوی پر روشنی ڈالی اور ان کی خدمات دینیہ کا ذکر کیا میں نے بتلایا کہ حضرت مرزا صاحب نے دہلی کی جامع مسجد میں کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ۔

"میں صاف صاف اقرار اس خانہ خدا
مسجد (جامع مسجد دہلی) میں کرتا ہوں۔ کہ میں
جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
کی ختم نبوت کا قائل ہوں۔ اور جو شخص
ختم نبوت کا منکر ہو۔ اس کو بے دین
اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"

قرآن کریم کا اعلان ہے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ اس آیت کے مطابق کوئی مسلمان ایسا نہیں جو قرآن کریم کو خاتم الکتب نہ مانتا ہو۔ اس کے بعد اب کوئی وحی رسالت و نبوت نازل نہیں ہو سکتی۔ اگر وحی اترے تو نعوذ باللہ یہ کتاب ناقص ٹھہرے گی۔ حضرت امام زمان نے فرمایا اگر ایک فقرہ وحی نبوت کا نازل ہو تو اسلام کا تختہ الٹ جاتا ہے۔

اور فرمایا "رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ بات داخل ہے۔ کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرائیل حاصل کرے اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے۔" اور فرمایا کہ "ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی حاجت نہیں"۔ اور فرمایا "ہمارے نبی کے بعد کس طرح کوئی نبی آ سکتا ہے جبکہ ان کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی اور اللہ تعالےٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ کر دیا" اور فرمایا کہ

"اللہ کو یہی شایاں نہیں کہ خاتم النبیین کے
بعد نبی بھیجے اور نہیں شایاں اس کو کہ سلسلہ
نبوت کو دوبارہ از سر نو شروع کر دے
بعد اس کے کہ اسے قطع کر چکا ہے۔"

اور فرمایا:۔

"قرآن کریم بعد خاتم النبیین کسی رسول کا آنا
جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا
کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے
اور باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت
مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ
دنیا میں رسول تو آئے مگر سلسلہ وحی رسالت
نہ ہو"

الہام نبوت نہیں

اب رہا الہام کا معاملہ تو تمام مجددینؒ اُمت سے خدا تعالےٰ کا مکالمہ مخاطبہ ہوتا آیا ہے ان پر خدا کا کلام نازل ہوا لیکن انہوں نے اس الہام کو الہام نبوت و رسالت قرار نہیں دیا اور انہوں نے اپنے آپ کو نبی نہیں کہا۔

ایک شخص نے حضرت مرزا صاحبؑ پر اعتراض کیا کہ آپ اپنے سارے کے سارے الہام کیوں نہیں شائع کرتے۔ معلوم ہوا کہ چھوٹے ہیں اور ڈرتے ہیں حضرت مرزا صاحب نے فرمایا کہ مجدد و مامور کو اپنے الہام کا شائع کرنا ضروری نہیں ہے۔ البتہ صاحب شریعت رسول کے لئے اپنی وحی کو شائع کرنا ضروری ہے حضرت صاحب شریعت کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں اپنے الہام کو قرآن پر پیش کرتا ہوں تاکہ اس کی صحت معلوم کر دوں۔

دعوےٰ مجددیت

حقیقت الوحی حضرت صاحب کی آخری کتاب ہے۔ اس کے بعد بھی ایک کتاب رقم فرمائی لیکن اعتقادات کے متعلق مفصل بحث اس کتاب میں کی ہے آپ نے اس کتاب میں لکھا ہے:۔

"حدیث نبوی صلعم قال رسول اللہ صلعم
ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی
راس کل مائۃ سنۃ من
یجدد لھا دینھا۔"

فرمایا۔ "اب اس صدی کا چوبیسواں سال جاتا
ہے ممکن نہیں کہ رسول اللہ صلعم کے فرمودہ
میں تخلف ہو۔ یہ حدیث علماء امت میں
مسلّم چلی آئی ہے۔ بعض اکابر محدثین نے اپنے اپنے
زمانہ میں خود مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا ہے
یہ بھی اہل سنت میں متفق علیہ امر ہے، کہ
آخری مجدد اس اُمت کا مسیح موعود ہے۔
میں ہی وہ ایک شخص ہوں کہ جس کے دعوے
پر پچیس برس گذر گئے اور اب تک زندہ
موجود ہوں۔ وہ مسیح موعود جو آخری زمانہ
کا مجدد ہے وہ میں ہی ہوں۔"

مجدد اور نبی کے الہام میں فرق

یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے اللہ تعالےٰ نبی اور مجدد و مامور سے کلام کرتا ہے تو اس کلام میں مجدد اور نبی کے ساتھ کلام کرنے میں فرق ہوتا ہے مثلاً ڈپٹی کمشنر جب چپڑاسی سے بات کرتا ہے تو اس کا طرز کلام اور ہوتا ہے۔ جب وہ ایڈووکیٹ سے کلام کرتا ہو تو اس کا انداز گفتگو اور ہوتا ہے اور جب وہ کمشنر سے بات کرتا ہے تو اس کا بیان تخاطب اور ہوتا ہے ہر شخص کے کلام کا طرز مخاطب کے مقام و حیثیت کے مطابق بدلتا رہتا ہے۔ خدا تعالےٰ کا کلام انبیاء کرامؑ سے بھی ہوتا ہے اور اولیاؒ سے بھی۔ دونوں کی حیثیت کے مطابق خدا تعالیٰ انکو مخاطب کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ کا بعض کلام حضور نبی کریمؐ کے ساتھ بھی ایسا ہے کہ ان کو وحی نبوت قرار نہیں دیا گیا۔ مثلاً وہ حدیث جس کو حدیث قدسی کہتے ہیں اگرچہ خدا کے کلام کو بیان کرتی ہے تاہم وہ قرآن کریم کا حصہ نہیں کہلا سکتی۔ مثلاً بیئر معونہ پر ستر قاری شہید کر دیئے گئے۔ حضورؐ کو اس واقعہ نے شدید صدمہ پہنچایا شہداء نے خدا تعالیٰ کی خدمت میں عرض کی کہ بلغوا قومنا ان قد لقینا ربنا رضی عنا و رضینا عنہ یہ حدیث قدسی ہے۔ خدا اس کا راوی ہے مگر یہ حدیث قرآن کریم کا حصہ نہیں ہے، اسی طرح سے مجدد کا الہام وحی نبوت نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کو حجت شرعیہ قرار دیا جاتا ہے۔

نیک و بد اعمال کا نتیجہ

اسی طرح ایک حدیث قدسی اور ہے۔ فرمایا یا عبادی۔ اے میرے بندو! اگر تم میں سے ہر شخص بدترین بدمعاش ہو جائے تو میری شان اور کبریائی میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ اور اگر ہر ایک آدمی متقی ہو جائے۔ تو بھی وہ میری شان میں اضافہ کا موجب نہیں ہوگا۔ میں غنی ہوں۔ یہ تو تمہارے اپنے اعمال ہیں جن کا میں بدلہ دیتا ہوں۔ جس کسی کے اعمال اچھے ہوں وہ شکر کرے۔ اور جس کسی کے اعمال بد ہوں وہ اپنے آپ کو ملامت کرے۔ یہ میرا قانون ہے۔ بد اعمال کبھی خوش نہیں ہو سکتا۔ کوئی مجرم کوئی بدعمل کوئی بدکار۔ کوئی گناہ گار خدا تعالےٰ کی نظر سے نہیں بچ سکتا۔ اچھے اعمال تفریح قلب کا باعث ہوتے ہیں۔ بدکار انسان شرمندہ رہتا ہے۔ ایک شخص ایرانی النسل تھا حکومت نے اس کی قدر کرتے ہوئے اسے سپرنٹنڈنٹ پولیس مقرر کر دیا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ ایک دفعہ میں نے رشوت لے لی۔ ساری رات یہ سانپ میرے سینے پر لوٹتا رہا۔ نیند اُچاٹ ہو گئی۔ صبح ہوتی یہ سانپ واپس لوٹایا تو دل کو چین نصیب ہوا۔ کوئی دنیا کی آنکھ دیکھے یا نہ دیکھے۔ کوئی سزا دے یا نہ دے، لیکن تمہارے اعمال تمہیں جزا سزا دیتے رہتے ہیں۔

مولانا محمد علی صاحبؒ کو گمراہ کہنا امام زمانؑ کو گمراہ کہنا ہے۔

میں حضرت صاحبؑ کے پاس بیٹھنے والوں میں سے ہوں۔ حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ نے دنیا پر رحم کیا ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر لکھ کر دنیا کی رہبری کی ہے۔ کیا دنیا میں ایم اے ایل ایل بی اور نہیں ہیں۔ بے شمار لوگ ان سے علم میں بڑھ چڑھ کر ہیں۔ لیکن مولانا محمد علی رح کو یہ توفیق حضرت امام زمانؑ کے فیض صحبت سے نصیب ہوئی۔ حضرت مولانا رح نے اس تفسیر پر بڑی محنت کی۔ سات سال تک برابر تمام تفاسیر کا مطالعہ کیا۔ احادیث و شروح کو دیکھا لغات دیکھیں اور روزانہ ایک ایک رکوع کی تفسیر حضرت مولٰنا نورالدین رح کو سنایا کرتے تھے اور وہ بڑے خوش ہوتے۔ اگر کبھی دیر ہو جاتی تو بے قرار ہو جاتے۔ اسی دوران بدوملہی کے سید حامد علی شاہ صاحب کو الہام ہوا محمد علی کا ترجمہ قبول ہو گیا۔ حضرت مولٰنا نورالدین رح یہ سن کر سجدہ میں گر گئے۔ انگریزی میں حضرت مولانا نے بے نظیر لٹریچر پیدا کر کے دین کی عظیم الشان خدمت کی ہے۔ ایک دنیا نے انہیں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ جو لوگ اس شخص کو گمراہ قرار دیتے ہیں وہ لوگ حضرت مولٰنا نورالدینؒ کو گمراہ قرار دیتے ہیں۔

حضرت خواجہ کمال الدین صاحبؒ کی روشن خدمات

حضرت خواجہ کمال الدینؒ نے حضرت امام زمانؑ کا نام دنیا میں روشن کیا۔ اسلام کی بے نظیر خدمت کی۔ یہ کس کی وجہ سے ہے۔ وکیل اور ایڈووکیٹ تو دنیا میں اور بھی ہیں

یہ اگر موجب افتخار ہے تو حضرت امام زمانؑ کی وجہ سے۔ ان لوگوں کی وجہ سے حضرت صاحبؑ سے دنیا متعارف ہوئی۔ جو انسان اس قسم کے شاگرد پیدا کر سکتا ہے وہ یقیناً اعلیٰ درجہ کا انسان ہے۔

امام زمانؑ کے ساتھ بیٹھنے والوں کے اعتقادات باطل نہیں ہیں۔

خواجہ صاحبؒ کے اعتقادات کو غلط قرار دینا حضرت مرزا صاحبؑ کی سخت ہتک ہے۔ توبہ کرو۔ اس کے تو یہ معنے ہیں کہ حضرت صاحبؑ نے مسیحائی نہیں کی۔ وہ تو بیکار گئے۔ ان کے پاس بیٹھنے والوں کے اعتقادات باطل رہے۔ حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحبؒ پر حضرت عاشق تھے۔ ان سے محبت کرتے تھے، خواجہ صاحب رحمۃ اگر نماز کے وقت قادیان میں پہنچنے میں دیر کرتے ہیں تو انکی انتظار کی جاتی ہے کہ خواجہ صاحب آئیں گے تو نماز پڑھیں گے۔ اور حضرت مولینا محمد علی صاحبؒ کے متعلق حضرت صاحبؑ کا ارشاد ہے کہ اگر مولوی محمد علی صاحبؒ کو طاعون ہو جائے تو میرا دعوے باطل۔ ان حالات میں کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ مولوی محمد علی رحؒ کے اعتقادات غلط تھے۔ خواجہ کمال الدینؒ کے اعتقادات باطل تھے۔ کیا میرے متعلق تم کہہ سکتے ہو کہ میرے اعتقادات باطل ہیں جبکہ میں نے حضرت صاحبؑ کو مانا ہے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ برلن میں مجھ پر تابڑ توڑ حملے ہوتے ہیں تو وہاں آسانی سے کہہ سکتا تھا کہ میں حضرت صاحبؑ کو نہیں مانتا۔ لیکن میں نے خود آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت صاحبؑ باخدا انسان تھے۔ میرے دل نے گواہی دی کہ وہ مامور من اللہ تھے۔ صادق انسان تھے۔ انکی سچائی پر دنیا حیران ہو جاتی ہے۔

لیکھرام کا قتل اور حضرت امام زمانؑ کی صداقت۔

حضرت صاحبؑ نے اعلان کیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والا لیکھرام آپ ہی مارا جائے گا۔ چنانچہ شاہ عالمی دروازہ کے اندر وچھو والی گلی میں اس کا قتل ہوا۔ اور قاتل کا پتہ نہ چل سکا اور اب تک نہیں چلا۔ آریوں۔ ہندوؤں، سکھوں اور خود مسلمانوں نے کہا کہ یہ مرزا صاحبؑ کی سازش سے ہوا ہے۔ مرزا صاحبؑ کے مرید نے اس کو قتل کیا ہے۔ پھر اس قاتل کو مار کر مرزا صاحبؑ کے مکان میں دفن کر دیا گیا ہے۔ پولیس نے گھر کی تلاشی لی۔ خطوط اور تاریں دیکھیں۔ ان میں لیکھرام کے قتل پر خوشی کا اظہار کیا گیا۔ حضرت صاحبؑ سے پوچھا گیا یہ تاریں اور مبارکبادیں کیسی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میرے خدا کا کلام پورا ہوا ہے۔ اس لئے میرا تو من خوش ہے۔ حضرت صاحبؑ بار بار مکان کے حصہ کی ایک جگہ کھڑے ہو کر بات کرتے اور پھر پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو جاتے پولیس کو خیال ہوا۔ شاید جہاں مرزا صاحب بار بار جا کر کھڑے ہوتے ہیں۔ وہیں قاتل کی لاش دفن ہے۔ اس جگہ کو کھدوا گیا لیکن کچھ نہ نکلا۔

جلسہ اعظم مذاہب میں حضرت امام الزمانؑ کی برتری اور صداقت

حضرت صاحبؑ نے جلسہ مذاہب کے موقعہ پر اشتہار دیا کہ خدا تعالےٰ نے مجھے بتلایا ہے کہ تمہارا مضمون بالا رہا۔ ابھی جلسہ منعقد نہیں ہوا۔ مضمون پڑھا نہیں گیا۔ دنیا کے مذاہب کے علماء و فضلاء نے لیکچر دینے ہیں لیکن قبل از وقت آپ اعلان فرماتے ہیں اور لاہور کے گلی کوچوں میں اشتہار لگا دیتے ہیں کہ میرا مضمون بالا رہا۔ یہ کسی جھوٹے اور مکار انسان کا کام نہیں۔ جھوٹے کی تو جان نکل جائے۔ ہائی کورٹ کے ہندو جج پرتول چند چیٹرجی اس کمیٹی کے صدر تھے۔ جس نے فیصلہ دینا تھا۔ یہ لیکچر مولینا عبدالکریم صاحبؓ نے پڑھا۔ بڑے موثر انداز میں پڑھا۔ ہندو سکھ۔ آریہ اور مسلمان سب کے سب جمع تھے۔ ان پر سکوت کا عالم طاری تھا۔ اختتام جلسہ پر فیصلہ ہوا کہ حضرت مرزا صاحب کا مضمون بالا رہا، حضرت امام زمان عرفان اور کرامات کے لحاظ سے سچے ثابت ہوئے انہوں نے یقین دلایا کہ میں حضرت نبی کریم صلعم اور صحابہ کرام رضؓ کا کفش بردار ہوں اور خاک پا ہوں۔

کلمہ گو کو کافر کہنا جائز نہیں

حضرت صاحبؑ نے مکفرین سے کہا کہ کیا وہی کلمہ وہی نماز پڑھتا اور وہی روزہ رکھتا ہوں جو تم رکھتے ہو۔ تم کس وجہ سے مجھے کافر کہتے ہو، اگر یہی بات مسلمان اہل ربوہ سے کہیں جو حضرت صاحب کے نہ ماننے والے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں تو بتاؤ ان کے پاس کیا جواب ہے۔ جو شخص کلمہ پڑھتا ہے۔ اس کو کافر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ایک مسلمان بدکار ہو سکتا ہے۔ شرابی ہو سکتا ہے، جوا باز ہو سکتا ہے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ لیکن کافر نہیں ہو سکتا۔ اس کو پرلے درجہ کا گنہگار کہہ دیجئے لیکن کافر نہیں قرار دیا جا سکتا۔ ان مکفرین کی کرامت سے امت محمدیہ ختم ہو جاتی ہے اور جو امت ختم ہو جائے اس کا پیغمبر بھی ختم ہو جاتا ہے توبہ کرو۔ جناب الٰہی سے ڈرو۔ توبہ کرو۔ توبہ کرو۔ توبہ کرو۔

احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام
کراچی جماعت کا جلسہ اور درسِ قرآن کریم

محترمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

بروز جمعہ مورخہ ۱۲ جنوری ۶۲ء احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن نے اپنی میٹنگ میں فیصلہ کیا۔ کہ بروز اتوار مورخہ ۱۴ جنوری کو جماعت کراچی کو ایک پارٹی دی جائے اور اس میں درس کا بھی انتظام کیا جائے۔ اس فیصلہ کے مطابق نماز جمعہ کے بعد اعلان کیا گیا اور تمام جماعت کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ اور درس کے لئے ۴½ بجے کا وقت مقرر ہوا۔ چنانچہ بروز اتوار ۴½ بجے میاں رحیم بخش صاحب نے درس دیا۔ جس میں اور احباب کے علاوہ کافی تعداد میں خواتین نے بھی شرکت کی۔

میاں رحیم بخش صاحب نے سورۃ بقرہ کے تیسرے رکوع کی تلاوت فرمائی اور ایک آیت وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداء کم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین۔ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن عظیم کے اس چیلنج کا کہ کوئی ایک سورت اس جیسی نہیں لا سکتا اور نہ لا سکے گا کوئی جواب دنیا کے پاس نہیں۔ اور آج تک یہ چیلنج برقرار ہے۔ اور ایک معجزانہ رنگ رکھتا ہے۔ یہ اعجاز کئی پہلوؤں سے عیاں ہے۔ ظاہری پہلو کے لحاظ سے ان علینا جمعہ و قرانہ کی آیہ کریمہ کے مطابق قرآن مجید کا جمع ہونا ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔ کوئی ایسی کتاب دنیا میں نہیں ہے۔ جو اس صحت کے ساتھ چودہ سو برس سے بلا کسی تبدیلی کے آج تک موجود ہو اور اس کی تلاوت اس کثرت کے ساتھ ہوتی ہو، جیسے قرآن کی، دنیا میں اس چودہ سو برس کے عرصہ میں کوئی لمحہ خالی نہیں رہا جس میں کسی نہ کسی جگہ قرآن نہ پڑھا گیا ہو۔ اور رمضان میں تو خاص طور پر اس کی تلاوت اسلامی دنیا میں اس اہتمام سے ہوتی ہے کہ قریباً تمام مساجد میں ہر سال اس کے ایک دو دور ہوتے ہیں۔

دوسرے اعجازی پہلو بھی واضح ہیں۔ اول تو فصاحت بلاغت میں یہ عربی زبان کی ایک مستند کتاب ہے اور پھر مضامین اور ہدایات کے اصولوں کے لحاظ سے بے نظیر ہے۔ سب سے بڑا معجزانہ پہلو یہ ہے کہ اسکی تعلیم پر صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ نے مکمل طور پر عمل کر کے اپنی زندگیوں سے قرآن مجید کی صداقت کو واضح کیا اور دنیا کی کسی کتاب کو خواہ مذہبی ہو یا علمی یہ مرتبہ حاصل نہیں ہو سکا۔ پھر دنیا میں جو انقلاب نزولِ قرآن کے ذریعہ ہوا وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ دراصل دورِ جدید کی ترقی کا آغاز نزولِ قرآن سے ہی ہوتا ہے۔ اور انسانی ترقی کے تمام پہلوؤں کے متعلق قرآن کریم نے تعلیم دی ہے۔ اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے اس کو اپنی زندگیوں میں اپنا کر دنیا کو نور اور ہدایت دی۔ اور اگر ترقی کے صرف ایک پہلو کو لیا جائے۔ تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ دورِ جدید کے علوم کی ترویج اور سائنس کا مطالعہ قرآن عظیم کی تعلیم کا مرہونِ منت ہے۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مسلمانوں کا عروج اپنے کمال کو پہنچا اور سپین میں آٹھ سو برس تک ان کی حکومت رہی۔ اس وقت مسلمانوں نے تمام علوم کو اپنے عروج پر پہنچایا۔ اور نامور یونیورسٹیاں قرطبہ و الحمرا میں بن گئیں جس میں تمام یورپ سے طالب علم آ کر مستفید ہوتے تھے۔ یہ چودھویں اور پندرھویں صدی عیسوی کا زمانہ تھا اور یہ یورپ کی انتہائی جہالت کا دور تھا۔ اسلامی مرکزوں سے جو تعلیم پھیلی اسی کے نتیجہ میں یورپ اور مغربی دنیا میں سائنس کی طرف توجہ ہوئی، جس کا اعتراف بڑے بڑے سائنسدانوں نے کیا ہے۔ مگر ان سب خیالات کی بنیاد صرف قرآن عظیم ہے۔

(باقی کالم ۲ کے نیچے)

درس کے بعد شام کی نماز ادا کی گئی اور پھر حاضرین کی تواضع چائے وغیرہ سے کی گئی۔ احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن تمام شامل ہونیوالے حضرات و خواتین کی مشکور ہے۔ والسلام

خاکسار۔ محمد بیدار احمد اسسٹنٹ سیکرٹری جماعت

از قلم الحاج حافظ محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

قادیان کے ہفت روزہ بدر کا غضبناک رویّہ

اگلے دن ڈاک سے ہفت روزہ "بدر" قادیان ہمیں اچانک پہنچ گیا۔ اس پر ۴ر جنوری ۱۹۶۸ء کی تاریخ درج ہے اس کے صفحات ۲ اور ۱۱ ایک طویل اداریئے پر مشتمل ہیں۔ اس کا عنوان "اہل پیغام کی منافقانہ چالیں اور فتنہ انگیز حرکات" ہے۔ شروع کے ڈیڑھ کالم میں تو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور" کے خلاف عمومی رنگ میں غیض و غضب کا اظہار کیا گیا ہے، سب و شتم سے بھی کام لیا گیا ہے اور کئی طریقوں سے دل کے پھپھولے جلائے گئے ہیں۔ مگر اس کے بعد ہمارے مضمون کے متعلق اُن کا عناد یوں آتش بار ہوا ہے:۔

"۶ر دسمبر ۱۹۶۷ء کے پیغام صلح میں ۵ صفحات کا ایک طویل مضمون شائع ہوا ہے۔ جس میں شرارت آمیزی اور فتنہ انگیزی کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا گیا۔"

قارئین کو خوب یاد ہے کہ ہمارے مضمون میں "شرارت آمیزی" یہ تھی کہ اس میں ہم نے یہ عرض کیا تھا کہ دنیا کے تمام اکناف و اطراف میں حضرت محمد صلعم کی رسالت اور ان کے نبی وقت ہونے کی شہادت اذانوں اور تکبیروں کی شکل میں ہر آن انسانیت کے کانوں میں گونجتی رہتی ہے اور یوں حضورؐ کے بعد کسی اور نبی کے ظہور کے امکان کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیتی ہے، اور فتنہ انگیزی ہماری یہ ہے کہ ہم نے اس مضمون میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ مشترکہ دشمن کے مقابل پر تمام کلمہ گو اور اہل قبلہ شانہ بشانہ کھڑے ہو کر کالبنیان المرصوص کا نظارہ پیش کر دیتے ہیں۔ اور جس سے دشمن پر ایک ہیبت چھا جاتی ہے۔ اور شمع اسلام پر پروانوں کی طرح جل مرنا ہر کلمہ گو اپنی سعادت سمجھنے لگ جاتا ہے۔ میدانِ جنگ میں تحریک آزادی کو کامیاب بنانے میں اسلام کے ہر فرقے کے لوگ بڑی سے بڑی قربانی دینے کو تیار ہو جاتے ہیں اور ہر قربانی دینے والے کا نام بلا تکلف "شہید" رکھتے ہیں۔ تخلیق پاکستان کے وقت بھی تمام قوم کلمہ کی لڑی میں پروئی گئی۔ اور ۱۹۶۵ء کی جنگ میں بھی تمام کلمہ گو ایک دوسرے کے جان نثار بن کر دشمن کے چھکے چھڑاتے رہے۔ مولوی بیشک اپنے حجروں اور گھروں کے خلوت خانوں میں بیٹھ کر ایک دوسرے کے خلاف تکفیر بازی اور کفر سازی کے مشغلوں میں منہمک رہیں۔ مگر عوام سب کلمہ گوؤں کو مسلمان ہی تسلیم کرتے ہیں۔ ہمارے اس مضمون میں صرف یہی دو نکات تھے، جنہیں پڑھ کر "بدر" کا عملہ آپے سے باہر ہو گیا۔ اور ہم پر بے تحاشا برسنے لگا۔

ہمارے خلاف الزامات

اس کے بعد وہ بڑے زور شور سے ہم پر منافقت کا الزام عائد کرتا ہے حضور صلعم کے زمانہ میں منافقوں کا ایک گروہ موجود تھا۔ مگر جب تک اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی پر ان کو ظاہر نہیں کیا مسلمانوں نے کبھی ان کو منافق نہیں کہا۔ بلکہ اگر کسی مسلمان نے جہاد میں کسی شخص کو اس کے زبانی اقرار اسلام کے باوجود قتل کر دیا تو حضورؐ نے اس سے اپنی بریت کا اظہار کیا۔ اور فرمایا کہ اے قاتلو! کیا تم نے اس کا سینہ چیر کر دیکھ لیا تھا؟ ہاں جب خود اللہ تبارک و تعالےٰ نے حضورؐ کو مطلع کیا۔ کہ فلاں فلاں شخص منافق ہے تو اس علم کے بعد اس کو کافر سمجھ لیا گیا۔ منافق وہ تھا جس کی زبان اسلام کا اقرار کرتی تھی، مگر دل میں انکار بھرا ہوا تھا۔ ہمارے قادیانی دوست ہمیں عجیب قسم کا منافق ظاہر کر رہے ہیں۔ ہم وہ منافق ہیں جن کے دلوں میں ایمان ہے۔ مگر زبان پر انکار ہے۔ جب ہم ان پر ظاہر ہو گئے اور منافقت کے پردے ہٹ گئے۔ تو ہم تو پھر خالص مومن بن کر سامنے آ گئے۔ اس پر تو قادیانیوں کو خوش ہونا چاہیئے کہ عوام پر ہمارا اصل ایمان ظاہر ہو گیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ جب ان کے ہاں ہماری جماعت کا نام لیا جاتا ہے، تو وہاں صف ماتم بچھ جاتی ہے۔

ایک اور عجیب بات ہمیں قادیانی علم کلام میں بڑی کھٹکتی ہے، جسے پڑھ کر ہم ہمیشہ حیرت میں ڈوب جاتے ہیں۔ وہ یہ کہ وہ ہماری مخالفت کی تائید میں مکفرین حضرت مسیح موعودؑ کے اقوال کو نہایت فخر و مباہات سے بغیر کسی احساس شرم و حیا کے پیش کر دیتے ہیں، بلکہ خود حضرت صاحبؑ کی پوزیشن کو مشکوک کرنے کے لئے بھی ان معاندین کا سہارا بڑی خوشی سے لیتے رہتے ہیں۔ مثلاً وہ حضرت مرزا صاحبؑ کے متعلق اپنا یہ عقیدہ پیش کرتے ہیں۔ کہ نو دس سال کے طویل عرصہ تک اللہ میاں انہیں نبوت کا مقام عطا کرتا رہا۔ مگر وہ نعوذ باللہ کم فہمی کی وجہ سے اپنے منصب کا خود انکار کرتے رہے۔ اور جس راز کو حضرت مرزا صاحبؑ نو دس سال تک نہ سمجھ سکے تھے اسے غیر احمدی علمائے مکفرین فوراً سمجھ گئے۔ اور ان کے خلیفہ مرحوم نے ان علماء کے علم و دانش اور فہم و فراست کے عمق قلب و خلوص نیت سے خراج تحسین ادا کیا تھا اور بڑے زور سے تلقین کی تھی کہ انصاف کا تقاضا ہے کہ ہم ان لوگوں کی دُور بینی اور تیزبینی کا اعتراف کریں۔ اپنی

اسی پرانی سنت کے ماتحت اب ہمارے ان کرم فرماؤں نے ہمارے متعلق بھی یہی وطیرہ اختیار کیا ہے۔ اور ہمارے خلاف اپنے موقف کی تائید میں انہی مکذبین اور شاتمین مسیح موعودؑ سے ہمارے لئے کچھ سرٹیفکیٹ مہیا کئے ہیں۔ چنانچہ بدر کے اداریہ نویس نے اخبار "سیاست" مورخہ ۱۹ر فروری ۱۹۲۵ء کا یہ حوالہ نقل کیا ہے:۔

"لاہوری احمدیوں کا مسلمانوں کو یہ بتانا کہ وہ انہیں مسلمان سمجھتے ہیں سرتاپا منافقت ہے جس سے مسلمانوں کو آگاہ ہو جانا چاہیئے۔"

اس کے بعد اخبار "احسان" مورخہ ۲۵ر فروری ۱۹۲۵ء کا یہ حوالہ نقل کیا ہے:۔

"مرزائیوں کے لاہوری جماعت کے فریب کاروں کا گروہ **مرزا کو نبی سمجھنے اور کہنے** میں قادیانیوں سے کم نہیں ہے اور جب وہ مسلمانوں سے یہ کہتے دکھائی دیتے ہیں کہ ہم قادیان کے مدعی نبوت کو محض محدث اور مجدد بلکہ محض ایک نیک مولوی سمجھتے ہیں تو انکا مقصد دھوکا دینے کے سوائے اور کچھ نہیں"

یعنی ہم ایسے منافق ہیں جو دل سے مامور الٰہی کے غلو کی حد تک معتقد ہیں اور زبان سے اعتدال کا رنگ اختیار کئے ہوئے ہیں۔

پھر ایک حوالہ پروفیسر الیاس برنی کا اس کی کتاب "قادیانی مذہب" کے ایڈیشن ششم سے نقل کیا ہے۔ جس میں وہ جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق یوں لکھتے ہیں:۔

"قادیانی جماعت جو مرزا قادیانی صاحب کے تمام دعووں پر ایمان رکھتی ہے۔ اور جماعت لاہور کی طرح نبوت کے دعووں سے اعراض و انکار نہیں کرتی اور نہ تذبذب اور تلون نہیں دکھاتی قادیانی فرقہ بہت مقبول ہے۔ جماعت لاہور اپنی دو رُخی کے طفیل اسلام کے نام پر قادیانیت کی تبلیغ کے واسطے مسلمانوں سے بھی امداد حاصل کر لیتی ہے چنانچہ مرزا قادیانی صاحب کو مجدد، محدث، مہدی اور مسیح موعود لازمی مانتی ہے۔ اور ان کو نہ ماننے کی بناء پر مسلمانوں کو فاسق فاجر مانتی ہے اور لطف یہ ہے کہ خود واویلا کرتی رہتی ہے۔ کہ جماعت قادیان نے مسلمانوں کو مرزا صاحب کے انکار کی بناء پر کافر قرار دے کر اسلام میں بڑا فتنہ پھیلا دیا۔ گویا خود را فضیحت دیگراں را نصیحت"

اس بیان میں حضرت صاحبؑ سے متعلق ہم [illegible] ہے وہی بیان کیا گیا ہے منافق [illegible] پروفیسر الیاس برنی سے مطابقت کرتے ہوئے اداریہ نویس [illegible] دعویدار ہے۔

" پروفیسر الیاس برنی صاحب نے درست

لکھا ہے۔ کہ لاہوری فریق حضرت مرزا صاحبؑ کے منکر مسلمانوں کو فاسق جانتا ہے۔ چنانچہ اہل پیغام کے سابق امیر مولوی محمد علی صاحب اپنی کتاب النبوت فی الاسلام کے صفحہ ۱۸۹ پر صاف کہتے ہیں "مجددوں کا ماننا ضروری ہے اور ان کے انکار سے انسان فاسق ہو جاتا ہے" پھر اسی صفحہ پر لکھتے ہیں۔ "مجدد سے انحراف کرنے والا جاہلیت کی موت مرتا ہے"

یہ تو اداریہ نویس نے خود تسلیم کر لیا ہے کہ ہم حضرت صاحبؑ کے سخت معتقد اور ان کے مخالفوں کے سخت مخالف ہیں۔ پھر یہ نفاق کا الزام خود ایک نفاق نہیں بن جاتا؟ پھر اسی مداہنت سے کام لیتے ہوئے زمیندار کے حوالے سے ہماری یہ تصویر کھینچی ہے۔

"لاہوری مرزائی قادیانیوں سے کہیں زیادہ
مسلمانوں کے لئے خطرناک ہیں"
(۱۸ر فروری ۱۹۳۵ء)

اہل انصاف سے اپیل

اب منصف مزاج حضرات اس بات کا خود فیصلہ کریں گے کہ مکذبین سے مداہنت کون کر رہا ہے۔ اسی اداریہ میں "بدر" نے قرآن کریم کی آیت "ودّوا لو تدھن فیدھنون" لکھ کر آگے یہ الفاظ رقم کئے ہیں:۔

"بلکہ اس کے بعد کا حصہ جو فلا تطع کل حلاف ..... سے شروع ہوتا ہے۔ مداہنت کی پالیسی کو اور زیادہ روشن کر دیتا ہے"

میں نہیں جانتا کہ اداریہ نگار نے اس آیت کو کس غرض کے لئے یہاں ادھورے الفاظ میں لکھ دیا ہے۔ یہ الفاظ تو اسلام کے سخت معاند ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئے بیان کئے جاتے ہیں۔ سارے قرآن میں ان سے زیادہ سخت الفاظ میں کسی بڑے سے بڑے کافر کو بھی تنبیہ نہیں کی گئی۔

اس آیت کو یہاں درج کرنا ان لوگوں کی قلبی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے۔ آہ! ان لوگوں کے دلوں میں مسلمانوں کے لئے کس قدر بغض اور خیانت بھری ہوئی ہے۔ ہم تو ان آیات کے الفاظ کو کسی مسلمان پر چسپاں کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے خواہ وہ کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو، ہاں اپنے متعلق یہ اعلان کر سکتے ہیں کہ ہم نہ تو جھوٹی قسمیں کھانے والے ہیں۔ اور نہ ہی جھوٹے دعوے کرنے والے ہیں۔ اور نہ دنی الطبع نہ پست ذہنیت کے مالک ہیں کہ فروعی اختلافات کو زندگی اور موت یا اسلام و کفر کا سوال بنا دیں، نہ ہی اپنے لوگوں کی جاسوسیاں سرکار انگریزی میں کرنے کے عادی تھے اور نہ ہی کلمہ گو حکومت کی شکست پر گھروں میں چراغاں کیا کرتے تھے۔ ہمارا تو روحانی باپ صرف ایک ہی ہے یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہماری حضرت مرزا صاحبؒ سے بھی بیعت اخوت کی بیعت ہے۔ پس انا بریٔ مما تقولون۔

کاش کہ "بدر" کا مقالہ نویس ہمارے مضمون کے اصل متن پر غور کرتا۔ ہماری دعوت مصالحت کو سمجھنے کی کوشش کرتا۔ ہم جماعت ربوہ کی توجہ بعض اہم امور کی طرف مبذول کرنا چاہتے تھے۔ اس پر کچھ اظہار خیال کرتا۔

ربوہ سے ہماری مخالفت

مقالہ نگار نے تکبر اور رعونت سے یہ شیخی بھی بگھار دی ہے۔ کہ ہماری (لاہوری) جماعت نے اہل ربوہ کی مخالفت کر کے کیا بگاڑا ہے جواباً عرض ہے کہ ہم نے ان کے بگاڑ کے لئے تو کبھی مخالفت نہیں کی وما ارید ان اخالفکم الی ما انھٰکم عنہ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت ط یعنی میں نہیں چاہتا کہ تمہاری مخالفت کر کے وہ کام کروں جس سے میں تمہیں روکتا ہوں سوائے اصلاح کے میں کچھ نہیں چاہتا جہاں تک میری طاقت ہے (وما توفیقی الا باللہ ط علیہ توکلت والیہ انیب ۵ اور مجھے توفیق ملنا اللہ کی مدد سے ہی ہے اس پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں)

(سورۃ ھود رکوع ۸)

حاصل کلام ہمارے مد نظر ان کی اصلاح رہی ہے اور اس میں ہماری کامیابی کا نظارہ لوگوں نے جسٹس منیر کی عدالت میں اس وقت دیکھا جب میاں محمود احمد صاحب مرحوم بطور گواہ پیش ہو کر اپنی زبان میں ہمارے ہی عقائد بیان کرنے لگ گئے۔ وہ کیا سریلی آواز تھی۔ جس نے بلند آہنگی سے لحن داؤدی کا سا سماں باندھ دیا۔ اور یہ فرمایا کہ:۔

"حضرت مرزا صاحب کا ماننا ایمانیات
میں سے نہیں اور مسیحیت کے دعوے
کے انکار سے کوئی شخص دائرہ اسلام
سے خارج نہیں ہو سکتا"

کیا اس اظہار حق سے یہ متصور نہیں ہوتا کہ جماعت کی نہ سہی ان کے امام کی اصلاح تو ہو گئی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

اس کے بعد خلیفہ مرحوم نے کئی سال تک زندہ رہنے کے باوجود اپنے اس مبنی بر صدق اعلان کی تردید نہیں کی۔ ہمارا مقصد تو امام کی اصلاح کرنا تھا۔ اس میں نہ صرف ہم کامیاب ہو گئے بلکہ اس قوم کے امام نے آلہ صوت مکبر بن کر اپنی اس اصلاح کا ایسا اعلان کر دیا کہ اس کی نشر و اشاعت تمام دنیا میں ہو گئی

فجعلنٰھا نکالا لما بین یدیھا وما خلفھا وموعظۃ للمتقین ۵۔ یعنی پس ہم نے اس (فیصلہ کو) عبرت بنایا۔ ان کے لئے جو ان کے سامنے تھے اور جو ان کے بعد آنے والے تھے اور متقیوں کے لئے نصیحت۔

برادران اہل ربوہ! ہماری کبھی خواہش آپ کے اندر بگاڑ پیدا کرنے کی نہیں ہوئی بلکہ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت۔ آپ کی اصلاح ہی ہمارے مد نظر رہی ہے۔

آخر میں ہم ایک اور امر کی طرف قارئین کرام کی توجہ مبذول کرتے ہیں تاکہ اداریہ زیر بحث پر ہمارا تجزیہ تشنہ نہ رہ جائے۔ ہمارے ۶ر دسمبر ۱۹۶۷ء والے مضمون بعنوان "میاں ناصر احمد صاحب کے نام" کے سلسلہ میں احباب ربوہ کی طرف سے بہت سے خطوط آئے ہیں۔ مگر کسی ایک خط میں بھی ہمارے اس مضمون میں اٹھائے ہوئے مسائل پر کوئی اظہار رائے نہیں کیا گیا بلکہ غیر متعلق باتوں سے اور ناحق کے الزامات اور اتہامات سے خطوط کو بھرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہاں ان تمام خطوط میں بطور قدر مشترک اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ ہمارے ہاں چندوں کی بھرمار ہے املاک کثیر وقف کئے جاتے ہیں۔ سالانہ جلسہ پر لوگ دور دور سے بکثرت آتے ہیں بڑا اجتماع ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم حق پر ہیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ اس بار بار دہرائے ہوئے ادعا کا بھی ایک دفعہ مسکت جواب دے دیں تاکہ اسے پھر نہ دہرایا جائے۔ ہم نے اس کا کیا جواب دینا ہے ایسے تعلی بازوں کو آج سے چودہ سو برس قبل تو خداوند تعالیٰ نے جواب دیا ہوا ہے۔ جب کسی تعلی باز کے دل میں اس قسم کا کبر یا فخر پیدا ہو تو وہ آرام سے قرآن پاک کو کھول کر سورہ المومنون کی آیات مقدسہ ۵۴-۵۵-۵۶ کی تلاوت کر لیا کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کی بیماری دور ہو جائے گی۔ اور اس کی تعلی فرو ہو جائے گی۔ یہ ارشاد الٰہی یوں ہے:۔

فذرھم فی غمرتھم حتی حین ۵ ایحسبون انما نمدھم بہ من مال وبنین ۵ نسارع لھم فی الخیرات بل لا یشعرون ۵

ترجمہ:۔ سو انہیں اپنی تعلی بازیوں کی وجہ سے ایک مدت تک جہالت میں پڑا رہنے دے، کیا یہ (بدقسمت)
جو مال اور بیٹوں سے مدد دے رہے ہیں تو کیا ہمیں ان کو
خیال کرتے ہیں کہ یہ جو ہم ان کو بھلائی پہنچانی (مقصود ہے! اور ہم اس لئے) جلدی جلدی کر رہے ہیں؟ اصل بات یہ ہے کہ ان (نادانوں) کو کوئی شعور ہی نہیں۔"

اس پر ہم کچھ اضافہ نہیں کر سکتے۔ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اور وہی اپنی مخلوق کے دلوں کی کیفیت صحیح طور پر بیان کر سکتا ہے۔ اور اسی کی اس کپکپا دینے والی تنبیہ پر ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں:۔

رب احکم بالحق ط وربنا الرحمٰن المستعان علی ما تصفون ۵

بقیہ مقالہ (از صفحہ ۳)

کو نہ سمجھے حالانکہ ایک شیعہ عالم سید امیر حسین شاہ بخاری نے بھی ثابت کیا ہے کہ حضرت صاحب ختم نبوت پر ایمان رکھتے تھے اور ان کا دعوےٰ نبوت کا ہرگز نہ تھا۔ اس لئے ہم جناب مودودی صاحب سے متوقع ہیں کہ وہ حضرت صاحب کے دعاوی کا ان کی تحریرات کی روشنی میں جائزہ لیں گے اور علماء کا شکوہ کرنے کے ساتھ ساتھ حدیث قدسی "لایؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ" پر عمل پیرا ہوں گے۔

تبلیغی سفر

کافی عرصہ سے میرے دل میں خلیفہ ثانی مرحوم ربوہ کے متعلق چند شبہات کھٹکتے تھے جو کہ ان کے مریدوں نے ان کی ذات گرامی پر لگائے تھے۔ بغرض تحقیق حق خاکسار نے مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا اور میرے لڑکے شفیق الرحمن خاں نے صاحبزادہ مرزا رفیع احمدؐ صاحب سے خط و کتابت اس بارہ میں کی جو کہ چھپ کر تقسیم ہو چکی ہے۔ نومبر کے مہینہ میں خاکسار لاہور آگیا۔ اپنے ضروری کام سے فارغ ہونے کے بعد دل میں خیال آیا کہ مرزا عبدالحق صاحب سے سرگودھا جا کر ملاقات کروں چنانچہ میں سید غلام الہ شاہ صاحب کے ہمراہ سرگودھا پہنچا۔ اور مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ کی کوٹھی پر عصر کی نماز مرزا عبدالحق صاحب کے ساتھ ادا کی۔ ان کے دریافت کرنے پر خاکسار نے عرض کیا کہ میرا نام عبدالرحمن ہے اور خاکسار نے ہی آپ سے خلیفہ ثانی کے متعلق خط و کتابت کی تھی مگر آپ نے میرے شبہات کا ازالہ نہیں کیا اس لئے میں خود ہی جناب کی خدمت میں تحقیق حق کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ ایک خط میں آپ نے مجھے سرگودھا آنے کی دعوت دی تھی۔ اس کے بعد مرزا صاحب نے کہا کہ میں نے کلب جانا ہے۔ خاکسار نے عرض کی کہ کلب جانا کوئی اتنا ضروری نہیں جتنا دینی کام کی اہمیت ہوتی ہے۔ خاکسار نے بہتیرا ان کو کہا مگر وہ ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ اور کئی دفعہ اُٹھ اُٹھ کر کلب کو جانے کے لئے تیار ہو جاتے آخر کار مجبور ہو کر مرزا صاحب نے کہا کہ آپ کل صبح ۸ بجے میرے پاس آنا اور میں آپ کی تشفی کرا دوں گا۔ کیونکہ میرے پاس لائبریری ہے۔

میں نے کہا کہ مرزا صاحب یہ کوئی کتابی مسئلہ نہیں ہے جو آپ مجھے کتب سے دکھائیں گے۔ یہ تو ایک سیدھی سادی بات ہے۔ کہ خلیفہ ثانی کی ذات گرامی پر ان کے مریدوں نے الزام لگایا تھا یا نہ؟ اس بارہ میں آپ کی بیوی صاحبہ کی شمولیت بھی ضروری ہے جیسا کہ آپ کی بیوی نے آپ کو بتایا اور آپ اپنے پیر خلیفہ صاحب کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ میں صرف یہی چاہتا ہوں کہ خلیفہ صاحب ثانی نے آپ کی تسلی کس طرح کرائی تھی۔ جس طرح خلیفہ صاحب نے آپ کی تشفی کرائی تھی اسی طرح سے آپ ہماری بھی تشفی کر دیں۔ مگر مرزا صاحب نے ایک نہ مانی۔ اور مجھے اور میرے ساتھی کو چھوڑ کر چلتے بنے اور چلتے چلتے یہ فرما گئے۔ کہ کل صبح آٹھ بجے آنا۔ خاکسار نے کہا کہ جس طرح آج آپ نے ہمارے ساتھ برتاؤ کیا ہے کل بھی اسی طرح سے کریں گے؟ دوسرے دن صبح ½ ۷ بجے ہم دونوں ان کی کوٹھی پر پہنچے مگر مرزا عبدالحق صاحب موجود نہ تھے۔ ان کی کوٹھی کے مالی سے ہم نے دریافت کیا کہ مرزا صاحب کہاں ہیں؟ اس نے کہا کہ مرزا صاحب یہاں کوٹھی پر نہیں ہیں اور کہیں چلے گئے ہیں۔ آخر ہم دونوں تین گھنٹے تک انتظار کرنے کے بعد گیارہ بجے کوٹھی سے واپس آئے۔ مرزا صاحب ہمیں اس دن نہ ملے۔ آخر ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ مرزا صاحب نے عمداً جواب دینے سے گریز کیا ہے۔ یقیناً اس معاملہ میں ضرور کچھ نہ کچھ حقیقت ہے جو کہ مرزا صاحب نے ہم کو دوبارہ وعدہ کرکے بھی جواب دینے سے گریز کیا ہے۔ سرگودھا سے واپسی پر اپنے ساتھی سمیت ربوہ اُترا۔ اور رات مہمان خانہ میں گذاری۔ نسیم سیفی صاحب قاضی نذیر احمدؐ صاحب لائل پوری۔ میاں غلام محمد صاحب اختر سے فرداً فرداً ملاقاتیں ہوئیں۔ ان حضرات نے اصولی مباحث مسئلہ کفر و اسلام، مسئلہ نبوت وغیرہ کو چھوڑ کر مولوی محمد علی صاحب مرحوم مغفور کی ذات کو مرکز موضوع بنا لیا۔ سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ وہ قرآن مجید چوری لے آئے تھے۔ میں نے عرض کی کہ جو ترجمہ کرے یا جو کوئی کتاب لکھے وہ ترجمہ اور کتاب تو اسی شخص کے نام سے شائع ہوگی۔ اگر مرحوم قادیان کی جماعت کو ترجمہ دے آتے تو وہ اس ترجمہ کو ہرگز شائع نہ کرتے۔ وہی ترجمہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مولوی صاحب کے نام سے شائع کر دیا ہے اس میں کونسی قباحت ہے اور کونسی چوری ہے؟ اس طرح جماعتوں کی تعداد کی کثرت و قلت چندہ کی زیادتی اور کمی پر باتیں ہوئیں۔ میں نے ہر چند ان حضرات سے کہا کہ میں اس غرض کے لئے نہیں آیا میں تو صرف بعض اصولی

(باقی دوسرے کالم کے نیچے)

اخبار احمدیہ

(سلسلہ صفحہ ۲)

(۴) محمد اقبال خاں ولد محمد شفیع صاحب چک 27/2-R-A کوٹ باری صاحب۔ ساہی وال۔

(۵) منیر حسین صاحب ولد حکیم چنول خاں صاحب چک 27/2-R-A کوٹ باری صاحب ساہی وال۔

(۶) ملک ارشاد احمد صاحب ولد ملک اکرم صاحب چک 27/2-R-A کوٹ باری صاحب ساہی وال

(۷) وریام خاں صاحب ولد نواب خاں صاحب چک 2/2-R-A کوٹ باری صاحب ساہی وال۔

(۸) منظور صاحب ولد سلیمان کسیر پانی۔ ڈاکخانہ لسان نواب تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ

روانگی حج

کراچی سے چوہدری خوشی محمد صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ اور ان کے ہمراہ دو اور خواتین حج کے لئے تشریف لے جا رہی ہیں۔ ان کے لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بخیر و عافیت حج سے مشرف فرمائے اور خیریت کے ساتھ واپس لائے۔

بحر حکمت کے موتی

(بقیہ از صفحہ اوّل)

کرے گا اور دوسرے کا دست نگر بنے گا۔ گویا انسان اس قدر نہ دے کہ دوسروں کا محتاج ہو جائے۔ اسی لئے فرمایا وابدأ بمن تعول اور شروع اس سے کر جس کا نان نفقہ تجھ پر ہے یعنی جب انسان کے پاس کچھ ہو تو سب سے پہلے اسے ان لوگوں پر خرچ کرنا چاہیئے جس کی ذمہ داری اس پر ہے، عورت اور اولاد اور ماں باپ بہن بھائی وغیرہ جو اس کی کفالت کے محتاج ہیں۔ چنانچہ نسائی کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہؐ میرے پاس ایک دینار ہے اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں۔ تو آپؐ نے فرمایا اپنے اوپر خرچ کرو۔ اس نے کہا ایک اور ہے فرمایا اپنی بیوی پر خرچ کر۔ اس نے کہا ایک اور ہے فرمایا اولاد پر خرچ کر۔ یہ اس اعلیٰ درجہ کی عملی تعلیم ہے جس پر انسان کی زندگی کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے من یستعفف سے مراد یہاں سوال سے بچنا ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ ذکر یہی ہے تو سوال سے بچنے کا ذریعہ یہی ہے کہ انسان مصیبت کے وقت کے لئے کچھ بچا کر رکھے۔ اور غنا چاہنے سے بھی یہی مطلب معلوم ہوتا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ دوسرے انسانوں کا محتاج نہ ہو۔ کس قدر خودداری نبی کریم صلعم نے دکھائی تھی کہ خدا کی راہ میں بھی اتنا دو کہ محتاج نہ ہو جاؤ۔ مگر آج مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ کثرت سے بھیک مانگنے والے اور مقروض اور دوسروں کے محتاج بلکہ دوسروں کے غلام بنے ہوئے نظر آتے ہیں اور یہ خدا کی راہ میں دینے کے نہیں بلکہ اپنی فضول خرچیوں اور رسم و رواج کے اسرافات کی وجہ سے مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اپنے اہل و عیال کی پرورش کو صدقہ سے رکنے کا بہانہ نہ بنایا جائے کیونکہ بخل سے بڑھ کر کوئی بیماری نہیں۔

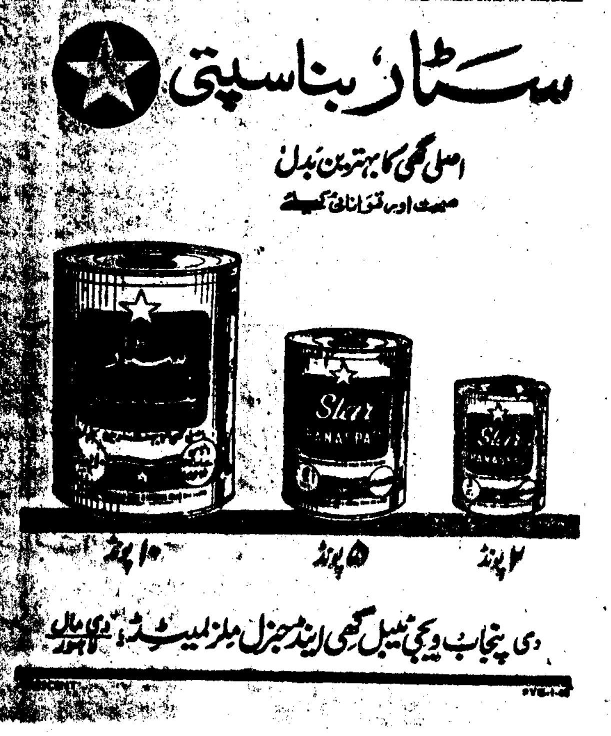

ستار بناسپتی

اصلی گھی کا بہترین بدل

صحت اور توانائی کیلئے

۱۰ پونڈ ۵ پونڈ ۲ پونڈ

دی پنجاب ویجی ٹیبل گھی اینڈ جنرل ملز لمیٹڈ، دی مال لاہور

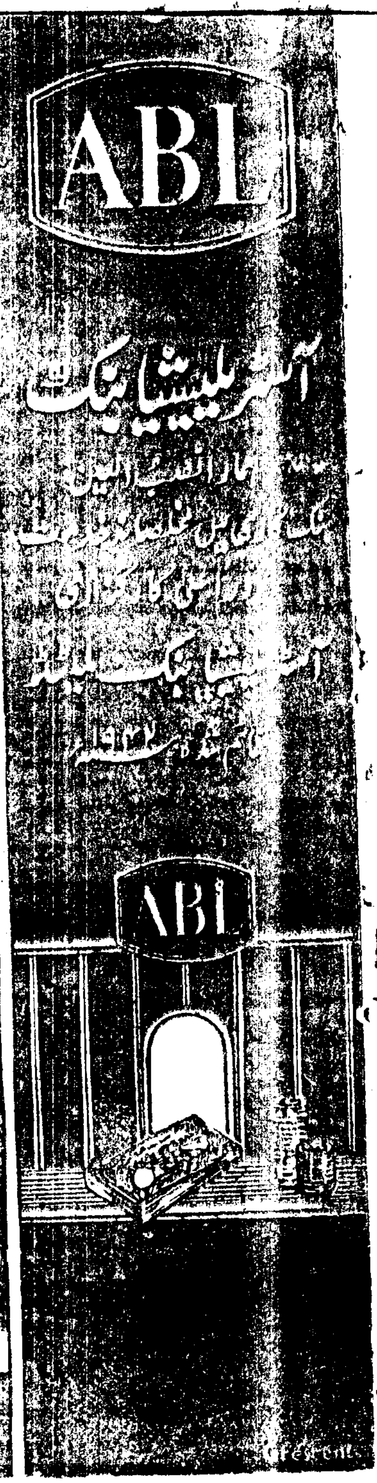

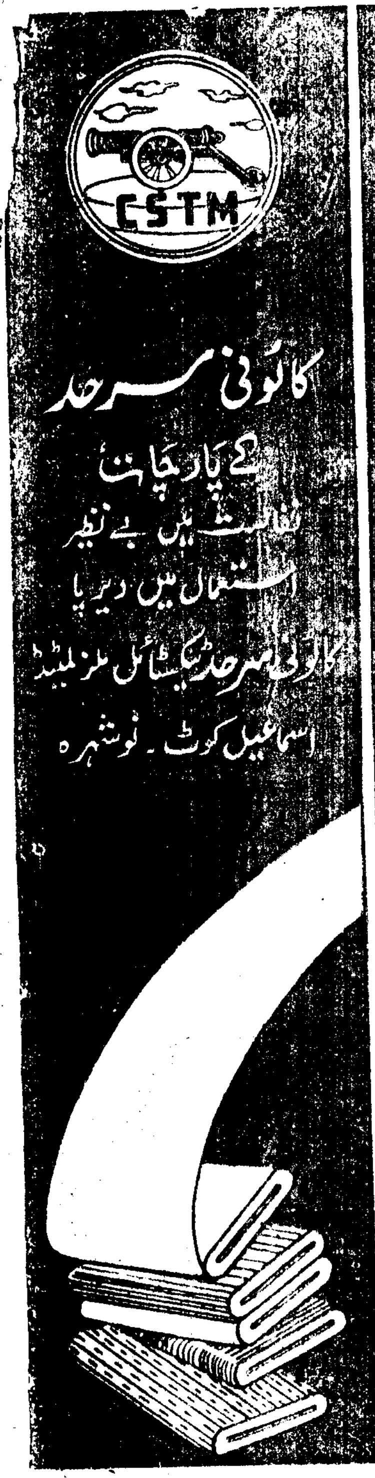

ہیلتھ میڈیکو
ڈے اینڈ نائٹ ایمبولنس سروس
معیاری ادویات
چوک میو ہسپتال ۔ لاہور

بواسیر کا بہترین علاج
گیارہ روپے میں بواسیر کا مکمل علاج
بواسیر خونی ہو یا بادی، مسّے اندر ہوں یا باہر، ہر عمر کے آدمی کے لئے بے ضرر علاج ۔
مفت
نوٹ لکھ کر کتاب آب حیات مفت منگوائیں
صحت و مسرت کو چار چاند لگا دیجئے ۔
چشتیہ دواخانہ شیرو ۔ ج
ڈاک خانہ جام پور ضلع ڈیرہ غازی خاں

پیغام صلح مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۶۸ء ۔ رجسٹرڈ ایل ۸۳۵ شمارہ ۷

اے خدا نور ہدیٰ از مشرق رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیات مبین

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸۰

ٹیلی فون نمبر ۳۷۳۷
تار کا پتہ: تبلیغ لاہور

ہفت روزہ

پیغام صلح

لاہور
پاکستان

جلد ۵۶ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۱ فروری ۱۹۶۸ء | نمبر ۷

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص محبوں کا گروہ بھی
بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحر حکمت کے موتی

قلب سلیم

جو جنت کا حقدار ہے

عن ابی ھریرۃ اعرابیاً اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال دلنی علی عملٍ اذا عملتہ دخلت الجنۃ قال تعبد اللہ لا تشرک بہٖ شیئاً و تقیم الصلوٰۃ المکتوبۃ و تؤدی الزکوٰۃ المفروضۃ و تصوم رمضان قال والذی نفسی بیدہٖ لا ازید علی ھذا فلما ولی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سرہٗ ان ینظر الی رجلٍ من اھل الجنۃ فلینظر الی ھذا۔

ترجمہ:۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبی صلعم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے ایسا کام بتلایئے کہ اسے کرکے جنت میں چلا جاؤں۔ فرمایا اللہ کی عبادت کر اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور فرض نماز کو قائم رکھ اور مقررہ زکوٰۃ دیا کر اور رمضان کے روزے رکھ۔ اس نے کہا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس پر نہ بڑھاؤں گا۔ جب وہ پھر کر چلا گیا تو نبی صلعم نے فرمایا جو اہل جنت میں سے کسی شخص کو دیکھ کر خوش ہوتا ہو وہ اسے دیکھ لے۔

نوٹ:۔ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۔

لا ازید علی ذالک ولا انقص بھی آجاتا ہے۔ کیونکہ ایک طرف کا ذکر کرکے دونوں طرفیں مراد لینا عام ہے اور مسلم میں اسی واسطے باقی پر مطلب کا نام ہے

جزائر فیجی کے لٹوکا نامی مقام کی جماعت احمدیہ جنہوں نے مولوی عبد الجلیل خان صاحب (نشان) کی امامت میں نماز عید الفطر ادا کی۔ مولوی صاحب مذکور کو جماعت میں شامل ہوئے ایک سال کا عرصہ ہوا ہے نماز گاہ کی زمین انہی مولوی صاحب کی ملکیت ہے۔ دائیں لگائے ہوئے صاحب (نشان ×) کا نام امیر خان صاحب ہے۔ یہ گورنمنٹ فیجی میں سپلائی آفیسر ہیں ٹریژرر اور مخلص کارکن ہیں۔ متعلق مضمون صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

جزائر فیجی کے مرکزی مقام سووا کی جماعت احمدیہ جنہوں نے مولانا احمد یار صاحب کی امامت میں عید الفطر کی نماز پڑھی جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے تمام افراد جماعت اس فوٹو میں نہیں [illegible]

شذرات

(شاہین)

مسیح موعودؑ کی مہمات

احادیث میں مسیح موعودؑ کی مہمات کا ذکر کرتے ہوئے جو امور بیان کئے گئے ہیں ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں :۔

(ا) "یحی الدین ویقیم الشریعۃ" جس وقت لوگ دین اسلام کی اصل تعلیمات کو فراموش کرکے غلط راستہ اختیار کرلیں گے تو اس مُردگی کی حالت میں مسیح موعودؑ زندگی اور تابندگی کا باعث ہوگا اور جب مسلمان کہلانے والے شریعت غرّا پر عمل پیرا ہونا چھوڑ دیں گے تو وہ نئے سرے سے شریعت حقہ پر کاربند ہونے کی تلقین کرے گا ؎

چوں دورِ خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

وہ آپکا اور رسمی مسلمانوں کو نئے سرے سے سچّا اور حقیقی مسلمان بنانے کے لئے خداتعالےٰ کی طرف سے مامور کیا جائے گا۔

(ب) "لوکان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجلٌ من ابناءِ فارس" جب اسلام کا صرف نام رہ جائے گا قرآن کے صرف حروف رہ جائیں گے لوگ صحیح اور سچّے مسلمان نہ رہیں گے اور تعلیمات قرآنی پر عمل ترک کردیں گے۔ اور ایمان لوگوں کے دلوں سے اُٹھ چکا ہوگا اس وقت ایک فارسی الاصل اپنے مسیحائی دم سے ایمان کو ثریا سے واپس لاکر لوگوں کے قلوب میں ایمان کی شمع روشن کرے گا۔

(ج) "کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم حکمًا عدلًا و امامکم منکم" آخری زمانہ میں اُمتِ محمدیہ کی اصلاح کے لئے ابن مریم کی صفات سے متصف ہوکر ایک شخص حَکم اور عدل ہوکر آئے گا وہ تمام اختلافات کا فیصلہ کرے گا اور مسائل دینیہ میں اس کی رہنمائی کو حرفِ آخر کا مقام حاصل ہوگا اور وہ امام اُمتِ محمدیہ کا ہی ایک فرد ہوگا۔

اصلاحِ اُمّت کیلئے جہاد

الغرض یہ مقدر تھا کہ اُمتِ محمدیہ کی اصلاح اور رہنمائی کے لئے ایک شخص کو اسی اُمت میں سے امام بنا کر مبعوث کیا جاتا سو اللہ تعالےٰ نے عین ضرورت وقت کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تجدید دین کی خاطر اس صدی میں مبعوث فرمایا اور آپ نے ہر رنگ میں اُمت کی اصلاح کا بیڑا اُٹھایا اور تمام تر زندگی اسی جہاد اور جتن میں گذار دی کہ کسی طور مسلمان اپنے خدا کے سچّے اور فرمانبردار بندے بن جائیں۔ آپ کو ایک دُعا بطور الہام نازل ہوئی، جو آپ کی بعثت کو ظاہر کرتی ہے "رَبِّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ" (تحفہ بغداد ص۲۳) کہ اے میرے مولیٰ میرے کام کو آسان کردے اور میرے پیارے مقتدا اور رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی اصلاح کے سامان فرما۔

اُمتی ہونے پر فخر

حضرت مسیح موعودؑ نے اُمتِ محمدیہ کا ایک فرد ہونے پر ہر لحہ فخر فرمایا ہے اور آنحضرت صلعم کی غلامی کو دو جہان کی نعمتوں سے بڑھ کر قرار دیا ہے آپ فرماتے ہیں :۔

ہم ہوئے خیر اُمم تجھ سے ہی اے خیرِ رُسلؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

نیز فرمایا :۔

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی مَیں ہوا ہوں
وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

آپؑ نے تمام زندگی حضرت ختم المرسلینؐ کی مدح میں ترانے گائے ہیں اور حضور صلعم کی تعریف و توصیف سے آپؑ کی تحریرات بھری پڑی ہیں۔ آپؑ نے جس قدر فخر اپنے اُمتی ہونے پر کیا ہے اور کسی نے کیا کیا ہوگا وہی تعلیم اسی ایک خدا کی پرستش، اسی ایک رسولؐ کا کلمہ۔ وہی نماز، وہی روزہ حج، زکوٰۃ، الغرض تمام تر تعلیم وہی تھی جو اسلام کی خالص تعلیم تھی اور آپ نے تعلیماتِ اسلامیہ سے سرمو انحراف کو موجبِ کفر گردانا۔ اور اُمتِ محمدیہ کی اصلاح کے لئے قلمی لسانی حالی اور قالی خدمات سرانجام دیں۔

جماعت ربوہ کا غلو

مخالف اگر یہ اعتراض کرے کہ مرزا صاحب نے ایک نئی اُمت بنائی ہے تو اسے کسی حد تک اس کا حق پہنچتا ہے کہ

"دشمن بات کرے انہونی"

مگر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حضور کی طرف منسوب ہونے والا گروہ اور آپ کی جماعت کہلانے والے لوگ حضور کی تحریرات کے خلاف آپ کو نبوت کے مقام پر سمجھتے ہوئے یہ اعلان کرتے ہیں کہ

"ہم ایک نبی کی اُمّت ہیں"

تو حد درجہ دُکھ اور قلق ہوتا ہے۔ گو منیر انکوائری کورٹ میں جماعت ربوہ نے یہ اظہار کیا تھا کہ ہم کوئی علیحدہ اُمت نہیں ہیں مگر عدالت میں تو تمام سابقہ تحریرات سے وقتی طور پر انحراف کیا گیا تھا اور اب اس انحراف کا ذکر انکی جماعت کی طبع نازک پر گراں گذرتا ہے اور وہ کہدیا کرتے ہیں کہ عدالت کا بیان ہماری کمزوری تھا ہے اور اقلیت قرار دیئے جانے کے ڈر سے تقیہ کیا گیا ہے۔

ایک نئے نبی کی اُمّت

اس جگہ جماعت ربوہ کے قمرالانبیاء صاحبزادہ مرزا بشیراحمد صاحب کی ایک تحریر اصحاب بصیرت کے لئے سرمۂ چشم احمدیہ کے طور پر پیش کی جاتی ہے۔ صاحبزادہ صاحب جماعت احمدیہ قادیان کو نئے نبی کی اُمّت قرار دیتے ہوئے حضرت صاحب کے مرض الموت کے ذکر میں رقمطراز ہیں :۔

"خاکسار عرض کرتا ہے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ مرض موت میں آنحضرت صلعم کو بھی سخت کرب تھا اور نہایت درجہ بے چینی گھبراہٹ اور تکلیف کی حالت تھی اور ہم نے دیکھا ہے کہ مسیح موعودؑ کا بھی بوقت وفات ایسا ہی حال تھا۔ یہ بات ناواقف لوگوں کے لئے موجب تعجب ہوگی کیونکہ دوسری طرف وہ یہ سنتے اور دیکھتے ہیں کہ صوفیاء اور اولیاء کی وفات نہایت اطمینان اور سکون کی حالت میں ہوتی ہے سو اصل بات یہ ہے کہ نبی جب فوت ہونے لگتا ہے تو اپنی اُمّت کے متعلق اپنی ذمہ داریاں اس کے سامنے ہوتی ہیں اور ان کے مستقبل کا فکر مزید براں اس کے دامنگیر ہوتا ہے۔ تمام دنیا سے بڑھ کر اس بات کو نبی جانتا اور سمجھتا ہے کہ موت کا ایک دروازہ ہے جس سے گذر کر انسان خدا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ پس موت کی آمد جہاں اس لحاظ سے اس کو مسرور کرتی ہے کہ وصالِ محبوب کا وقت قریب آن پہنچا ہے وہاں اس کی عظیم الشان ذمہ داریوں کا احساس اور اپنی اُمّت کے متعلق آیندہ کا فکر ایسے غیرمعمولی کرب میں مبتلا کردیتے ہیں مگر صوفیاء اور اولیاء ان فکروں سے آزاد ہوتے ہیں ان پر صرف ان کے نفس کا بار ہوتا ہے مگر نبیوں پر ہزاروں، لاکھوں کروڑوں انسانوں کا بار۔ پس فرق ظاہر ہے"

(سیرت المہدی حصہ اول ص۱۲۔۱۳)

مسیح موعودؑ کی طرح اپنے مولا و مقتدا کی ثنا خواں ہیں

اپنے آپ کو ایک نئے نبی کی اُمت کہنے والوں کی خدمت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند اشعار پیش ہیں

(باقی بصفحہ کالم ۱)

بین الاسلامی کانفرنس

۱۰-۱۱-۱۲-۱۳ر فروری ۱۹۶۸ء کو نزول قرآن کریم کی چودہ سو سالہ سالگرہ کی تقریب پر ادارہ تحقیقات اسلامی کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان بین الاسلامی کانفرنس راولپنڈی میں منعقد ہوئی، جس میں بعض پاکستانی علماء کے علاوہ ۱۸ بیرونی ممالک سے تیس ممتاز علماء بھی شامل ہوئے۔ اس کانفرنس میں تمام مقررین نے قرآن کریم کی تعلیمات کو ہر زمانہ اور ہر ملک کی سیاسی معاشرتی، تمدنی و اخلاقی ضروریات کیلئے مکتفی قرار دیتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ ان تعلیمات کو دنیا میں پھیلایا جائے اور ان پر عمل درآمد کی کوشش کی جائے، اس کے علاوہ سب سے زیادہ زور اس بات پر دیا گیا کہ قرآن کریم ہی تمام عالم اسلامی میں اتحاد و اتفاق کا واحد ذریعہ ہے، اس لئے تمام مسلمان ممالک اور تمام اسلامی اقوام کو بلا امتیاز رنگ و نسل قرآن کریم کو اپنا لائحہ عمل بنانا چاہیئے اور باہم متحد ہو کر ایک دوسرے کے دُکھ درد میں شریک ہونا اور بوقت ضرورت ایک دوسرے کی امداد کرنی چاہیئے۔ کانفرنس کا افتتاح صدر ایوب نے کرنا تھا، لیکن وہ بوجہ علالت شریک نہ ہو سکے اور ان کی طرف سے ایک پیغام پڑھ کر سنایا گیا، جس میں انہوں نے مسلمان مقررین پر زور دیا کہ وہ لوگوں کے انداز فکر میں توازن پیدا کرنے کے لئے انسانی معاشرے کی ہمیشہ تغیر پذیر احتیاجات کو لازوال خدائی قوانین کے ہم آہنگ بنانے کی کوشش کریں۔ انہوں نے کہا کہ صرف اسی طرح انسانوں کو قومی اور بین الاقوامی۔ اخلاقی اور دینی اقدار کا پابند بنایا جا سکتا ہے۔

صدر صاحب کے پیغام کے علاوہ قومی اسمبلی کے سپیکر عبدالجبار خان صاحب نے کانفرنس کا باقاعدہ افتتاح کرتے ہوئے بتایا کہ قرآن کریم بھٹکی ہوئی انسانیت کے لئے رشد و ہدایت کا لاثانی سرچشمہ ہے اور انسان کی بے پناہ ترقی کے باوجود موجودہ دَور کا ہر تقاضا پُورا کر سکتا ہے، اُنہوں نے کہا کہ قرآن کی تعلیمات زندگی کے کسی ایک پہلو تک محدود نہیں بلکہ اس کے ہر پہلو پر محیط ہیں، اسلام کا تخلیقی ارتقا یہ ظاہر کرتا ہے کہ کسی بھی نئی صورتِ حال پر قابو پانا مسلمانوں کی دسترس سے باہر نہیں، انہوں نے کہا کہ مسلمان اس انداز فکر و نظر کا از سر نو جائزہ لیں جو انہیں ورثہ میں ملا ہے حالات کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مسلمان اپنی تمام ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں تاکہ نئے حالات میں قرآنی تعلیمات پر عمل کیا جا سکے۔

سید محمد ظفر صاحب وزیر قانون نے جو ادارہ تحقیقات اسلامی کے بورڈ آف گورنرز کے سربراہ بھی ہیں غیر ملکی علماء کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ قرآن حکیم کو پڑھنے اور سمجھنے سے انسان کی تخلیقی قوتیں بیدار ہوتی ہیں، اس لئے ہمیں رشد و ہدایت کے اس سرچشمہ کو پڑھنا اور سمجھنا چاہیئے، وزیر قانون نے کہا کہ اسلامی دنیا نے ماضی کے تلخ تجربات سے یہ سبق سیکھا ہے کہ خدا صرف اُن کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں، ہمیں چاہیئے کہ ہم قرآنی احکامات و ہدایات کی روشنی میں اسلامی اتحاد کے لئے کوشش کریں۔

بعض اسلامی حکمرانوں کے پیغامات بھی پڑھے گئے۔ جن میں قرآن کریم کو اسلامی دُنیا کا واحد رشتہ قرار دیتے ہوئے اتحاد و اتفاق پر زور دیا گیا تھا۔ اور تمام تقاریر اور مقالات میں جو ملکی یا غیر ملکی علما کی طرف سے پڑھے گئے، اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا گیا جو ہر طرح قابل تحسین اور لائق تائید ہیں۔ ہمیں خوشی ہوئی کہ جس تحریک کو حضرت امام زمان، مجددِ صد چہاردہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے شروع کیا تھا، اور ان کی جماعت کا ایک حصہ اس کو ایک عرصہ سے چار دانگ عالم میں پھیلا رہا ہے، اسی کا پرچار اس کانفرنس میں کیا گیا، اگرچہ اس جماعت کے سربراہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب کو کانفرنس میں مقالہ پڑھنے کی دعوت دینے کے بعد نہ معلوم کن وجوہات کی بنا پر منتظمین کانفرنس نے پروگرام سے ان کا نام خارج کر دیا، اور انہیں تقریر کا موقعہ نہ ملا جو حد قابل افسوس اور تحریک اتحاد اسلامی کے سراسر منافی ہے (خدا کرے یہ اقدام کسی فرقی اختلاف کا نتیجہ نہ ہو) تاہم قرآن کریم کی عالمگیر تعلیمات کو پھیلانے اور اس کو ذریعہ اتحاد قرار دینے کا جہاں تک تعلق ہے، یہ حضرت مسیح موعود علیہ الرحمۃ اور جماعت احمدیہ ہی کی صدائے بازگشت ہے۔ اور ہمیں امید ہے کہ یہ آواز نشستند و گفتند و برخاستند ہی تک محدود نہ رہے گی بلکہ قرآنی تعلیمات اور اسلامی اصولوں کو دُنیا میں پھیلانے اور عملی صورت دینے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی کہ اسی میں مسلمانوں کی فلاح اور پاکستان کی ترقی ہے۔

صدقۂ جاریہ

از حضرت امیر ایدہ اللہ

محترم ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب نے بیس ہزار روپے کی رقم بطور وصیت ارسال کی ہے۔ ان کی خواہش کے مطابق اس رقم سے احمدیہ مارکیٹ کے اُوپر دو فلیٹ تعمیر کئے جائیں گے جن کا کرایہ ماہوار چار سو روپے ہوگا یہ روپے بطور صدقہ جاریہ صرف ہوا کریں گے۔

ایک فلیٹ پر بارہ ہزار روپے خرچ ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف اپنی موجودہ رقم میں اضافہ کر دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ جماعت کے احباب کرام کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب کی اس مفید مثال سے فائدہ اُٹھائیں۔ اور اپنے اپنے بزرگ والد یا والدہ ماجدہ کو ثواب پہنچانے کے لئے ایک ایک فلیٹ تعمیر کرائیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خیرات کرنے کا ثواب اُن ہستیوں کو پہنچ جاتا ہے جو ہم سے جُدا ہو کر اپنے خدا کے ہاں چلی گئی ہوں۔

صدر الدین - ۱۹ر فروری ۱۹۶۸ء

حضرت الحاج شیخ میاں محمد صاحب مرحوم و مغفور کا یوم وصال

۱۴ر فروری ۱۹۶۸ء کو بروز منگل بوقت پونے چار بجے سہ پہر میاں محمد ٹرسٹ ہسپتال [illegible] کے احاطہ میں حضرت الحاج شیخ میاں محمد صاحب مرحوم و مغفور کا یوم وصال منایا گیا اور اُن کی رُوح کی بلندیٔ درجات کے لئے دعائیں کی گئیں، جناب ایس اکرام الحق صاحب ایس پی سی - ایس، پی چیف سیکرٹری حکومت مغربی پاکستان نے جہاں خصوصی کی حیثیت سے اپنی تقریر میں میاں صاحب مرحوم و مغفور کی دینی و ملی اور سماجی خدمات کو سراہتے ہوئے ان کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا۔ کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مسٹر خلیق قریشی صاحب نے [illegible] پڑھا۔ جناب میاں فضل احمد صاحب سفیر پاکستان آنریری سیکرٹری میاں محمد ٹرسٹ نے ٹرسٹ کی سالانہ رپورٹ [illegible] ٹرسٹ کے زیر انتظام جاری شدہ خیراتی اور سماجی اداروں کی کارکردگی پر مفصل روشنی ڈالی۔ ٹرسٹ [illegible] میاں اللہ بخش صاحب نے خطبہ استقبالیہ دیتے ہوئے بانی ٹرسٹ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے [illegible] واقعات و مشاہدات بیان کئے۔ معزز مہمانِ خصوصی نے عملہ ہسپتال کو انعام تقسیم فرمائے اور [illegible] ہسپتال کے [illegible] پرتکلف چائے پیش کی گئی۔ اس تقریب کی مفصل رپورٹ [illegible]

مولانا احمد یار صاحب فجی

جزائر فیجی میں نمازِ عید الفطر

امسال عید الفطر کی تقریب سعید احباب جماعت نے پانچ مقامات پر منائی - یعنی سووا - ناندی - لٹوکا - نسوری اور مارو میں - یہ مقامات ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر واقع ہیں - سووا سب سے دور واقع ہے - یہ ناندی سے تقریباً ۱۳۰ میل دور واقع ہے - لٹوکا سے تقریباً ۱۵۰ میل اور مارو سے ۱۱۲ میل - چونکہ سووا حکومت کا صدر مقام ہے اس لئے جماعت کا مرکز بھی سووا میں ہے اور احباب جماعت کی زیادہ تعداد بھی سووا ہی میں ہے - سووا میں خاکسار نے عید کی نماز پڑھائی - ناندی میں عبد اللطیف خان صاحب - لٹوکا میں مولوی عبد الجلیل خانصاحب نے - مارو میں مولوی محمد ناظر خانصاحب نے اور نسوری میں مولوی حیدر بخش صاحب نے، نسوری سووا سے تقریباً ۱۷ میل دور ہے - چونکہ پہلے سے اس جگہ احباب نماز پڑھتے چلے آرہے ہیں اس لئے امسال بھی احباب جماعت نے مسلم اسکول میں عید سعید کی نماز پڑھی - ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب اسی اسکول میں بطور استاد کام کر رہے ہیں - جب یہ خاکسار فیجی میں پہنچا تو لٹوکا میں جتنے آدمی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے ساتھ وابستہ تھے وہ کافی عرصہ پہلے دوسری جماعت میں شامل ہوچکے تھے، جو دو چار دوست رہ گئے تھے وہ سُنی حضرات کے ساتھ نماز پڑھتے تھے - کوئی تقریباً ایک سال سے زائد عرصہ ہوا ہے کہ ہمارے جماعت کے مخلص دوست مسٹر امجد خانصاحب لٹوکا تبدیل ہوگئے، ان کی سعی و کوشش سے جماعت کی تنظیم کی گئی اور درس قرآن باقاعدہ شروع کیا گیا کچھ اور حضرات بھی جماعت میں شامل ہوگئے -

امسال محترم امجد خان صاحب نے ماہ رمضان المبارک میں لٹوکا کی جامع مسجد کے امام صاحب کو خط لکھا کہ آپ ہم احمدیوں کو جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ساتھ وابستہ ہیں مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر - اگر آپ بھی مکفرین میں شامل ہیں تو ہم آپ کے پیچھے کبھی نماز نہیں پڑھیں گے اس خط کی ایک کاپی مسلم لیگ کے سیکرٹری کو ارسال کی گئی - عید قریب آگئی - مگر اس طرف سے کوئی جواب نہ آیا - مولوی عبد الجلیل خان صاحب کے گھر کے پاس ان کی زمین خالی پڑی ہے - اس جگہ کو پہلے مٹی اور پتھر ڈال کر اونچا کیا گیا - پھر تین فٹ اونچی اردگرد دیوار اینٹوں سے بنادی گئی - اب یہ جگہ بطور مسجد استعمال ہوتی ہے -

جمعہ نماز بھی احباب لٹوکا اسی جگہ ادا کرتے ہیں - پچھلے پہر بچوں کو قرآن مجید مولوی عبد الجلیل خانصاحب اسی جگہ پڑھاتے ہیں - امسال عید کی نماز بھی اسی جگہ ادا کی گئی - جب تک مسجد نہیں بنتی یہی جگہ نماز وغیرہ کے لئے استعمال کی جائے گی - مولوی عبد الجلیل خانصاحب نے نماز پڑھائی خطبہ محترم امجد خانصاحب نے پڑھا - کافی تعداد میں خواتین اور مرد شامل ہوئے - اس مجمع کے کئی فوٹو مختلف زاویوں سے لئے گئے - ایک فوٹو ہمراہ ہذا برائے اشاعت مرسل ہے - محترم امجد خان صاحب اور مولوی عبد الجلیل خانصاحب پر × نشان لگایا گیا ہے کہ احباب اپنے دور افتادہ بھائیوں سے قدرے متعارف ہوسکیں - یہ سب بھائی آپ بزرگوں کی دعاؤں کی طفیل ہیں - الحمد للہ علیٰ ذالک -

سووا میں بھی احباب جماعت نے عید الفطر کی تقریب سعید نہایت جوش و خروش سے یکم جنوری ۱۹۶۸ء کو منائی - مستورات بھی کافی تعداد شامل ہوئیں حاضرین کی تعداد سات آٹھ سو کے درمیان تھی - مرکزی بلڈنگ کا ہال جو چالیس فٹ چوڑا اور چالیس فٹ لمبا ہے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا - کچھ دوستوں نے جگہ نہ ملنے کی وجہ سے ساتھ والے لائبریری کے کمرہ میں نماز ادا کی صدقۃ الفطر یک صد پونڈ سے زیادہ جمع ہوا - الحمد للہ علیٰ ذالک

خاکسار نے نماز پڑھائی اور خطبہ پڑھا - خطبہ میں احباب جماعت کو ایثار و قربانی کی تاکید کی گئی اور انہیں وضاحت سے بتایا کہ روزہ کی سب سے بڑی غرض یہی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہوجائے - اور اس کی مقدس کتاب جو قرآن مجید ہے جس کا نزول اسی ماہ مبارک میں شروع ہوا اسی کی اشاعت میں تن من دھن سے لگ جائے - تمام دنیا کے دکھوں اور مشکلات کا واحد حل اسی کتاب میں ہے - احمدیہ جماعت کے قیام کا مقصد بھی یہی ہے کہ اس کتاب کی خوبیوں اور معارف کو تمام دنیا میں پھیلایا جائے - مختلف زاویوں سے اس اجتماع کے فوٹو بھی لئے گئے - ایک فوٹو برائے اخبار ہمراہ ہذا مرسل ہے -

حضرت امیر قوم و جملہ احباب سے درخواست دعا ہے کہ جماعت کی ترقی و توسیع کے لئے اللہ تعالیٰ اس عاجز بندے کو توفیق مزید عطا فرمادے - آمین - والسلام

نیاز کیش خاکسار احمد یار
المبشر الاسلامی جزائر فیجی جنوبی بحر الکاہل

اخبار احمدیہ

اعلان نکاح

(۱) چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب (راولپنڈی) کی صاحبزادی مسرت افزاء کا نکاح مسٹر رکن الدین ملازم محکمہ جنگلات مظفر آباد کے ساتھ ۸ فروری ۱۹۶۸ء کو بعوض حق مہر مبلغ پانچ ہزار روپیہ معجل محترم شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری نے مسلم ہائی سکول [illegible] میں پڑھا، چوہدری صاحب موصوف نے اس موقعہ پر حاضرین کی تواضع چائے اور مٹھائی سے کی اور مبلغ پانچ روپے انجمن کو دیئے - دعا ہے اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت فرمائے -

(۲) ملتان سے مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں :-

" مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۶۸ء کو عزیزہ سلیمہ بیگم دختر چوہدری اکبر دین صاحب آف چک ۲ اوکاڑہ کا نکاح ہمراہ عزیز عبد الخالق صاحب خلف الرشید چوہدری شاہ محمد صاحب مبلغ تین ہزار روپیہ حق مہر پر خاکسار نے پڑھا - خاکسار نے خطبہ نکاح میں نکاح کے مطلب و مفہوم اور حقوق زوجین پر روشنی ڈالی جس کا سامعین پر اچھا اثر ہوا - اس خوشی میں دلہا کے چچا مکرم چوہدری غلام قادر صاحب نے انجمن کو بمد عطیہ اشاعت اسلام دس روپے دیئے اور دلہن کی طرف سے ان کے بھائی مکرم چوہدری عبد الرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ نے بمد عطیہ اشاعت اسلام مبلغ پچیس روپے مرحمت فرمائے - جزاھم اللہ احسن الجزاء - دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے - آمین -

انتقال پُر ملال

محترم محمد فاضل رمضان صاحب از جنوبی امریکہ کی والدہ محترمہ گذشتہ ہفتہ اپنے وطن جنوبی امریکہ میں وفات پا گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون - اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت میں جگہ دے -

ہمیں اس صدمہ میں فاضل رمضان صاحب سے دلی ہمدردی ہے - دعا ہے انہیں اور دیگر لواحقین کو اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطا فرمائے - احباب جماعت سے مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے -

پتہ :- محمد فاضل رمضان صاحب از جنوبی امریکہ
C/8 - رہائشی علاقہ - پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز
فاروقیہ براستہ ٹیکسلا

امتحان میں کامیابی اور عطیہ

چوہدری ظہور احمد صاحب ساکنہ چک 50/2-L حضرت کرمانوالہ (اوکاڑہ) نے اپنی لڑکی خالدہ ظہور کے اچھے نمبروں میں پاس ہونے کی خوشی میں انجمن کو پانچ روپیہ عطیہ دیا ہے - جزاہ اللہ -

شمولیت سلسلہ :- حسب ذیل اصحاب حضرت امیر ایدہ اللہ کی بیعت کرکے سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں :-

(۱) محمد اقبال صاحب ولد محمد شفیع چک [illegible]/2-R-A کوٹ باری اوکاڑہ
(۲) امام خان صاحب ولد نواب خان صاحب " " " "
(۳) ملک ارشاد احمد صاحب ولد ملک اکبر صاحب چک 27/2-R-A کوٹ باری اوکاڑہ
(۴) میر حسین صاحب ولد حکیم جیون خان " " "
(۵) محمد رمضان ولد محمد بخش صاحب، محمد یوسف صاحب ولد محمد رمضان گلی نمبر ۳ نزد پرانی چونگی نمبر ۵ محمد پورہ - لائل پور -
(۶) مظفر صاحب ولد سلیمان صاحب [illegible] مانسہرہ
(۷) مسعودہ بانو بنت پیر غلام محی الدین صاحب ادریسی محلہ وانگن پورہ متصل چرنگ ٹینگ ہائی سکول سرینگر - (۸) شفیقہ بانو بنت پیر غلام محی الدین آدیسی محلہ وانگن پورہ - سرینگر کشمیر

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عزم و مستعدی اور دانشمندانہ اقدام

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جاں نثاری اور فرمانبرداری کا نقشہ اور ہمارے لئے سبق

چوہدری فضل حق صاحب کی خدمات اور قوم کے ریٹائر شدہ اصحاب سے اپیل

خطبۂ جمعہ مورخہ ۱۶ فروری ۱۹۶۸ء۔ فرمودہ حضرت امیر قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

لقد تاب اللہ علی النبی والمھاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منھم ثم تاب علیھم۔ انہ بھم رؤف رحیم ——— ان اللہ ھو التواب الرحیم ——— (سورۃ التوبۃ - ۱۱۷-۱۱۸)

رومی فوجوں کے مقابلہ کے لئے حضرت نبی کریم صلعم کا پُر خطر سفر۔

اس آیت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرام رضؓ کا ایک نہایت قیمتی نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اس کی وجہ یوں پیدا ہوئی کہ روم کے عیسائی بادشاہ نے عرب کی سرحد پر بہت بڑا لشکر جمع کر دیا تھا۔ اس کا ارادہ مکہ و مدینہ کو فتح کرنے کا تھا۔ حضور صلعم کو جب علم ہوا تو ارشاد فرمایا ہم دشمن کی سرحد پر جا کر جہاد کریں گے۔ یہ سفر لمبا ہے۔ راستہ بھر سوائے ریگستان کے اور کچھ نہیں۔ گرمی بھی شدت کی ہے۔

نبی کریم صلعم کی دانشمندی اور عزم و ہمت۔

سامان تھوڑا ہے۔ سواریاں کم ہیں۔ رسد کم ہے صحراء بیچ گذرنا ہے۔ باوجود ان سب مشکلات کے حضور صلعم کی دانشمندی دیکھئے۔ کہ ہمت نہیں ہارتے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اولوالعزم ہیں اور مستعد ہیں۔ ہر بڑی سے بڑی مصیبت کو جھیلنے کے لئے بڑا استقلال دکھاتے ہیں۔ آپؐ حجرے میں نہیں بیٹھ گئے۔ صرف دعاؤں سے ہی کام نہیں لیا بلکہ دعا کرنے کے ساتھ مشکلات کا مقابلہ کیا اور دانشمندی اور عزم و ہمت سے کام لیا۔

مدینہ کے خوشگوار موسم اور سفری مشکلات کے باوجود روانگی

ایک طرف سخت مشکلات کا سامنا ہے اور دوسری طرف مدینہ میں میوہ پک چکا ہے۔ درختوں کا سایہ اس گرم موسم میں خوشگوار ہے تاہم لوگ جہاد کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو ہم نے چندہ پیش کیا سواریاں کم ہیں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا تین تین چار چار اشخاص باری باری اپنے اونٹوں پر سفر کریں میں خود بھی اکیلی سواری پر نہیں بیٹھوں گا چنانچہ حضورؐ کے ساتھ دو سوار اور بھی تھے۔ راستہ میں حضور صلعم کی باری نیچے اُترنے کی آئی تو آپ نیچے اُتر گئے۔ ساتھیوں نے عرض کی کہ حضور آپ سوار رہیئے ہم اونٹ کی نکیل پکڑ کر چلتے ہیں۔ فرمایا لستم باقوی منی علی المشی۔ یعنے پیدل چلنے کے لئے تم میرے سے زیادہ مضبوط نہیں ہو۔ اور میں تم سے زیادہ ثواب کا محتاج ہوں۔

دشمن پر رُعب اور پسپائی

جب سرحد شام پر پہنچے تو دشمن پر رُعب طاری ہو گیا۔ وہ لوگ سرحد کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دانشمندی ہے کہ وطن کی حفاظت میں اپنی جان جوکھوں میں ڈالی۔

تین آدمی جو پیچھے رہ گئے

اس وقت جو معذور اور لولے لنگڑے پیچھے رہ گئے وہ تو معذور ہی تھے۔ لیکن بعض تندرست آدمی بھی پیچھے رہ گئے اور اس جہاد میں شریک نہ ہو سکے۔ تین آدمیوں کا ذکر خاص طور پر اس آیت میں کیا گیا ہے۔ ایک اُن میں سے کعب بن مالک ہیں۔ یہ بڑے آدمی تھے اور بڑی وجاہت کے مالک تھے۔ وہ بیعت عقبہ میں شامل تھے، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ حضورؐ مدینہ میں تشریف لائیں تو ہم اپنے بیوی بچوں کی طرح آپؐ کی حفاظت کریں گے۔ انہوں نے کئی جنگوں میں حصہ لیا تھا اور جہاد میں کمال کر کے دکھایا۔ دوسرے ہلال بن اُمیہ تھے۔ اور تیسرے مرارہ بن ربیع تھے۔ ان کا ذکر احادیث میں آتا ہے۔ قرآن کریم میں یوں مذکور ہے الثلثۃ الذین خلفوا یعنے ایسے اشخاص جن کے بارے میں فیصلہ ملتوی کیا گیا تھا۔

کعب بن مالک کا بیان

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کامیاب و کامران ہو کر واپس تشریف لائے۔ تو لوگ ان کے استقبال کے لئے گئے۔ اس موقعہ پر پیچھے رہنے والے لوگوں میں سے جنہوں نے عذر کیا تھا حضور صلعم نے ان کو معاف کر دیا لیکن کعب بن مالک نے عرض کیا۔ حضورؐ! میرا کوئی عذر نہیں میں بالکل تندرست تھا۔ سب سے زیادہ سفر کی استطاعت رکھتا تھا۔ میں اس وقت خوشحال بھی تھا میرے پاس سواریاں ہیں، کپڑے ہیں لیکن باوجود ان سب باتوں کے میں پیچھے رہ گیا۔ میرے پاس عذر کوئی نہیں ہے۔ میں لسّان بھی ہوں، مباحثہ کر سکتا ہوں۔ اس میں جیت بھی سکتا ہوں۔ لیکن آپؐ کے سامنے سچ بولتا ہوں۔ اگر سچ بولنے سے آپؐ ناراض ہو جائیں تو خدا میری مدد کرے گا۔ اگر جھوٹ بولتا ہوں تو خدا آپؐ کو پتہ دیدیگا۔

مہم میں شامل ہونیوالوں پر خدا کا فضل

جن لوگوں نے اس مہم میں حصہ لیا، ان کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ۔ اس تنگی اور تکلیف کے وقت جبکہ بڑی شدت کی گرمی ہے۔ سامان کی قلت ہے دور کی مسافت ہے۔ اس حالت میں لوگوں نے حضور صلعم کی بیعت کی ہے من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منھم اس قدر تکلیف کی حالت میں کہ ممکن تھا کہ بعض لوگ ڈانواں ڈول ہو جائیں۔ ثم تاب علیھم خدا نے انہیں بچا لیا کہ اُن کے ارادے مضبوط ہو گئے تھے فرمایا کہ ہم نے فضل کیا ہے حضورؐ پر۔ مہاجرین پر اور انصار پر جن لوگوں نے مشکل وقت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ ان پر ہمارا فضل اُترا۔

پیچھے رہنے والے تین آدمیوں کے متعلق حکم

وعلی الثلثۃ الذین خلفوا اور ان تین اشخاص پر بھی فضل کیا جن کا معاملہ فیصلے کے لئے ملتوی رکھا گیا تھا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دے دیا کہ کوئی شخص ان سے کلام نہ کرے، ان کی اولاد ان کے بھائی بند، ان کی بیویاں ان سے قطع تعلق کر لیں حتیٰ اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت ان پر زمین باوجود فراخی کے تنگ ہو گئی۔ وضاقت علیھم انفسھم اور ان کی جان بھی تنگ ہو گئی وظنوا ان لا ملجا من اللہ الا الیہ کہ اللہ کے سامنے اس

کی گرفت سے کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ ان تین اشخاص کے لئے دنیا اندھیر ہو گئی۔ کوئی شخص ان سے بات نہیں کرتا تھا۔

کعب بن مالک کی حالت

کعب نماز کے لئے جاتا ہے آنکھ بچا کر دیکھتا ہے کہ شاید حضورؐ میری طرف دیکھ رہے ہوں۔ لیکن حضورؐ دیکھتے نہیں اور سلام کا جواب تک بھی نہیں دیتے۔ کعب بن مالک کی حالت یہ تھی کہ ایک دفعہ اپنے چچازاد بھائی ابو قتادہ کے باغ میں گئے۔ اور کہا السلام علیکم۔ ابو قتادہ نے جواب نہ دیا کعب بن مالک نے کہا میں کعب ہوں تمہارا بھائی۔ السلام علیکم اس نے پھر بھی جواب نہ دیا، کعب نے کہا کیا میں مسلمان نہیں ہوں؟ کیا میں خدا اور رسول صلعم کو نہیں مانتا؟ ابو قتادہ نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ ہی جانتا ہے۔ یہ بے تعلقی کا نقشہ کعب کے لئے، بے حد تکلیف دہ تھا اسی طرح کعب کے سامنے ایک اور ابتلاء کھڑا ہوا تھا غسان کے عیسائی بادشاہ نے اپنا ایک ایلچی کعب کی طرف بھیجا جس نے غسان کے بادشاہ کی جانب سے ایک خط دیا جس میں یہ مذکور تھا کہ آپ کے آقا نے آپ سے برا سلوک کیا ہے۔ تم ہمارے پاس آجاؤ۔ تمہاری طرح کی عزت کی جائے گی۔ کعب نے سوچا کہ یہ ایک اور مصیبت مجھ پر آئی ہے۔ کعب نے یہ خط تنور میں ڈال کر جلا دیا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بریت کا حکم اور نبی کریمؐ اور صحابہؓ کی خوشی و خرمی

ثم تاب علیھم لیتوبوا۔ اس حالت میں خدا تعالیٰ نے بریت نازل فرما دی۔ حضورؐ جہاں اس کی طرف دیکھتے تک نہیں تھے۔ اب آپ ہی سب سے زیادہ خوش ہیں۔ لوگوں کو فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان کی بریت نازل فرمائی ہے۔ حضور صلعم کا یہ فرمانا تھا کہ ساری قوم اٹھ کھڑی ہوئی۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ سب سے پہلے میں ان کو بریت کی خوشخبری دوں۔ کوئی پہاڑ پر چڑھ گیا کہ میری آواز پہلے پہنچ جائے اور کوئی گھوڑی پر سوار ہو کر دوڑا ایک ایک آدمی بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ حضور صلعم ان تین آدمیوں کی بریت پر بہت خوش ہوئے اسی طرح سے صحابہ کرام رضی بھی بہت خوش ہوئے۔

ہمارے لئے سبق

ان آیات میں ہمارے لئے کتنے سبق ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مشکلات کا سامنا کرنے کے لئے مستعد ہیں، دانشمند ہیں اور مصیبت پر قابو پانے کے لئے عزم کے مالک ہیں۔ وطن کی حفاظت کے لئے مشکلات کا سامنا کرتے ہیں۔ صحابہ کرام رض کس قدر مشکلات میں حضور صلعم کی فرمانبرداری اور اطاعت لازم رکھتے ہیں۔ ان کے دلوں میں تنگی نہیں۔ آپ لوگ بھی اس سبق کی طرف توجہ کریں۔ فرمانبرداری اور یکجہتی پیدا کریں۔ تمام کام مستعد ہو کر کرنے چاہئیں۔ اخلاص کے ساتھ کام کرنے چاہئیں۔ اگر آپ خدا تعالیٰ کے احکام پر عمل کریں گے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر کاربند ہوں گے تو آپ پر خدا تعالیٰ کا فضل اترے گا۔

چوہدری فضل حق صاحب کی خدمات

ایک دو اور باتیں میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ ہے کہ آزاد کشمیر کے ایک اعلیٰ افسر چوہدری فضل حق صاحب ریٹائر ہو کر جماعت کے استحکام کے لئے مستعدی سے کام کر رہے ہیں وہ معاوضہ نہیں لینا چاہتے۔ آج کل وہ ڈاکٹر محمد یحییٰ صاحب کے ساتھ گجرات اور آزاد کشمیر وغیرہ وغیرہ کی جماعتوں کے دورے پر بھی ہو آئے ہیں۔ اب لائل پور، بدوملھی، ملتان، دو تین تینوں جگہوں پر جا رہے ہیں، اور بعض مقامات پر لوگوں کو جمع کر کے تلقین کرتے رہے ہیں۔

قوم سالہا سال سے ان کو جانتی ہے۔ وہ مقبوضہ کشمیر سے مہاجر ہو کر آزاد کشمیر میں آکر مقیم ہو گئے، اور وہاں بڑے اچھے عہدہ پر کام کرتے رہے ہیں اب ملازمت سے ریٹائر ہو چلے ہیں اور کہتے ہیں میرے بچے اب برسر روزگار ہیں۔ مجھے پنشن ملتی ہے۔ میں اب دین اور جماعت کی خدمت آنریری طور پر کرنا چاہتا ہوں۔ میری تمام قسم کی خدمات جماعت کے لئے حاضر ہیں۔

ایسے مخلص ایسے لائق اور محنت سے کام کرنے والے شخص کا میسر آنا بہت خوشی کا باعث ہے۔ ان کے لئے دعا کریں اور یہ بھی دعا کریں کہ اور بھی ایسے لوگ جماعت کی خدمت کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ جن میں یاقت بھی موجود ہے۔ اخلاص بھی رکھتے ہیں اور بغیر معاوضہ کے کام بھی کر سکتے ہیں۔

چوہدری فضل صاحب کہتے ہیں کہ جب تک میں آٹھ دس گھنٹے کام نہ کروں میری صحت ٹھیک نہیں رہتی۔ وہ اس قابلیت کے مالک ہیں کہ انہوں نے آزاد کشمیر گورنمنٹ کے قواعد و ضوابط بھی مرتب کئے۔ الحمدللہ ایک لائق انسان جماعت کو میسر آگیا ہے۔

ریٹائر شدہ اشخاص خدمت دین کیلئے آئیں

میں چاہتا ہوں کہ احباب جماعت اس مثال کو سامنے رکھیں اور مختلف جماعتوں میں جو لوگ پنشن یافتہ ہوں، اور جو استعداد رکھتے ہوں کہ خدمت دین کے لئے دوڑ دھوپ کر سکیں وہ ضرور مرکز میں آکر کام میں لگ جائیں۔ اگر کام کے لئے مستعد ہو گئے تو ان کا ایسا کرنا نفع رساں ہوگا۔ قوم کے ترقی کرنے کے آثار پیدا ہو گئے ہیں۔ **میں بڑے زور کے ساتھ اپیل کرتا ہوں کہ جو جو دوست اس خدمت کے لئے تیار ہوں وہ ضرور یہاں پہنچ جائیں۔**

پسندیدہ عقائد

یہ خدا کا فضل ہے کہ دنیا جن عقائد کو پسند کرتی ہے وہ ہمارے ہی عقائد ہیں۔ ہمارے اور مسلمانوں کے درمیان صرف یہی فرق ہے کہ ہم حضرت مرزا صاحبؑ کو مجدد مانتے ہیں۔ اگر مسلمان حضرت صاحب کو مجدد مان لیں تو ان کا فائدہ ہے لیکن نہ ماننے سے وہ کافر نہیں ہو جاتے یہ بات مسلمانوں کو اپیل کرتی ہے۔

بیماروں اور ضرورتمندوں کیلئے دعا

پشاور کے ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب بڑے مخلص فرد تھے وہ انجمن سے خلوص رکھتے تھے اور ہمیشہ چندہ پر سو چڑھ کر دیا کرتے تھے۔ جماعتی کاموں میں ہمیشہ امداد کرتے تھے۔ وہ تو فوت ہو چکے ہیں ان کی بیگم صاحبہ کا رقعہ آیا ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ میرا بیٹا ہسپتال میں زیر علاج ہے تمام جماعت اس کی صحت یابی کے لئے دعا کرے۔ اور دوسرا لڑکا عبداللہ جان مزید ترقی کے لئے امریکہ گیا ہے۔ اس کی صحت و سلامتی اور ترقی کے لئے دعا کریں۔ اور ان سب خواتین و مردوں کے لئے دعا کریں جو بعض عوارض اور مشکلات میں مبتلا ہیں۔ (دعا کی گئی)

مغربی پاکستان کے مختلف شہروں میں مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب کی تقاریر

کچھ دنوں سے ہمارے جرمنی کے مبلغ مولانا محمد یحییٰ صاحب امام مسجد برلین محترم چوہدری فضل حق صاحب کی معیت میں مغربی پاکستان کے مختلف شہروں کا دورہ کرتے ہوئے جرمنی میں تبلیغ اسلام کے اہم نتائج اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی تبلیغی سرگرمیوں پر پبلک لیکچر دے رہے ہیں، اسی قسم کے دو لیکچر لاہور میں ہو چکے ہیں جن کی روئداد قبل ازیں ان صفحات میں آچکی ہے، اس کے بعد سیالکوٹ کے طبقہ وکلا میں آپکا لیکچر ہوا، جو بہت ہی پسند کیا گیا۔ ایک لیکچر گجرات میں انہوں نے دیا جس کا انتظام چوہدری اللہ دتہ صاحب پروپرائٹر ۴۲ نے کیا۔ چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ نے اس جلسہ کی صدارت کی اور خدا کے فضل سے تمام حاضرین اس لیکچر سے بہت متاثر ہوئے، ۹ فروری ۱۹۶۵ء کو پشاور کی مسجد احمدیہ میں تقریر ہوئی جس میں مقامی جماعت احمدیہ اور مضافات سے بھی لوگ آئے ہوئے تھے، اچھا اجتماع تھا، پون گھنٹہ تقریر ہوئی اور اس کے بعد سوالات و جوابات کا سلسلہ کافی دیر تک رہا جماعتی استحکام پر بھی کافی بحث ہوئی اور سیکرٹری جماعت شیخ شریف احمد صاحب نے ایک پرجوش تقریر میں جماعت کے استحکام پر بہت زور دیا۔

۱۰ فروری کو مظفر آباد کے کلب ہال میں بزم فکر و دانش کے زیر اہتمام محترم مولانا محمد یحییٰ صاحب نے تقریر کی جس کی صدارت چوہدری محمود علی صاحب انسپکٹر جنرل پولیس نے فرمائی۔ چوہدری صاحب ممدوح جسٹس یعقوب علی صاحب کے برادر خورد ہیں اور اچھے صاحب علم ہیں حکومت آزاد کشمیر کے سیکرٹری جنرل مقبول احمد شیخ سی ایس پی اور تقریباً تمام سرکاری سیکرٹری صاحبان، ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹس اور دیگر گزیٹڈ افسر اور شرفاء شہر و وکلاء صاحبان اس مجلس میں موجود تھے۔

اس کے بعد ۱۶ فروری کو لائل پور اور ۱۸ کو بدوملھی میں تقریریں ہوئیں، عنقریب ملتان جانے کا ارادہ ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ محترم یحییٰ صاحب کی ان تقاریر سے مسلمانوں میں تبلیغ اسلام کی روح پیدا کر دے اور ان کی اور ان کے ساتھی چوہدری فضل حق صاحب کی جو ان کے ہم رکاب ہو کر ان جلسوں کے انعقاد کا بندوبست کر رہے ہیں، عمر اور صحت میں برکت عطا فرمائے۔

میاں رشید احمد مسرت صاحب

جماعت احمدیہ لاہور کا ایک جلیل القدر بزرگ

شیخ میاں محمد صاحب مرحوم و مغفور

کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا!

وہ چال چل کہ عمر خوشی سے کٹے تیری ٭ وہ کام کر کہ یاد تجھے سب کیا کریں
جس جا پہ تیرا ذکر ہو ہو ذکرِ خیر ہی ٭ اور نام تیرا لیں تو ادب سے لیا کریں

میں خداوند کریم کا شکر گذار ہوں کہ اس کے خاص فضل سے مجھے اس گرامی مرتبہ ہستی کی یاد میں چند سطور لکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے جس نے مذکورہ بالا اشعار میں مندرجہ اصول کو اپنا کر اسے اپنی زندگی کی مشعلِ راہ بنایا۔ اور تادم آخر اس پر عمل کیا۔ اس شخصیت کا اسم گرامی "الحاج شیخ میاں محمد" ہے۔

جماعت احمدیہ لاہور کے بزرگوں کی قلیل تعداد اور پھر یکے بعد دیگرے ان کی جدائی ایک ایسا خلا پیدا کر رہی ہے جس کا دوبارہ پُر کرنا ایک امر محال نظر آتا ہے۔ ان بزرگ ہستیوں میں جنہیں موجودہ صدی کے درخشاں ستاروں سے منسوب کیا جا سکتا ہے ہمارے محبوب حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحبؒ۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحبؒ، حضرت میاں محمد اسمٰعیل صاحبؒ۔ حضرت میاں مولا بخش صاحبؒ۔ حضرت شیخ نیاز احمد صاحب۔ حضرت میاں غلام رسول صاحب تمیمؒ۔ حضرت ڈاکٹر غلام محمد صاحبؒ و دیگر بزرگان اور ان کے سرگرم رفیق کار ہمارے بزرگ حضرت شیخ میاں محمد صاحب تھے۔ جناب میاں محمد صاحب مرحوم و مغفور کا شمار جماعت احمدیہ کے جلیل القدر انسانوں میں تھا جنہیں حضرت مرزا غلام احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجدد زمان کی مجالس میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا۔ انہوں نے حضرت امام وقت کی صحبت قدسیہ سے فیض یاب ہو کر اپنے خاص انداز میں دین کو دنیا پر فوقیت دی اور اصلاح حال کے اس اصول پر اپنی روزمرہ زندگی میں عمل پیرا رہے۔ حضرت میاں صاحب مکرم کو خدا تعالےٰ نے وہ وہ اوصاف بخشے تھے جن کی مثال ملنا مشکل ہے۔ آپ جماعت کے کاموں میں اس قدر منہمک رہتے کہ اپنی کاروباری مصروفیات کے باوجود انجمن کو اپنے قیمتی مشوروں سے ہمیشہ مستفیض فرماتے۔ اسلام کی ترقی کی امنگ ہمیشہ آپ کے دل میں موجزن رہتی۔ اس ضمن میں جناب خان بہادر غلام ربانی صاحب کی تحریر کا ایک حصہ درج کرتا ہوں۔

"ووکنگ مسجد کی تاریخ میں وہ دن قابلِ یادگار ہے جب وہاں آپ کو لاہور سے انجمن کے باہمی اختلافات کی خبر ملی تو حضرت میاں صاحب بے تاب ہو گئے اور مجھے بھی حکم دیا کہ میں ان کے ساتھ واپس کراچی چلا آؤں حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور ان دنوں کراچی میں تھے۔ ہم دونوں ان کی خدمت میں پہنچے اور ان سے ملاقات کر کے اختلاف کی مشکل کا حل نکال لیا اور بڑی خوش اسلوبی سے معاملہ سلجھا دیا۔ مگر افسوس کہ مولانا مرحوم و مغفور اس جہانِ فانی سے جلد ہی رخصت ہو گئے۔ حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا صدر الدین صاحب مد ظلہ کو امیر منتخب کیا گیا اور حضرت شیخ میاں محمد صاحب مرحوم و مغفور صدر منتخب ہوئے۔ اس اقدام سے اس نازک وقت میں جماعت ابتلاء و آزمائش سے بچ گئی۔ یہ بڑا کٹھن مرحلہ تھا جس میں حضرت میاں صاحب نے اس نازک وقت میں کسی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ اور جماعت کو ابتلاء سے بچایا۔ آپ خود اپنی فراست اور تدبر سے ہر ایک اختلاف کو دور کرتے رہے آپ کا یہ جذبہ، ایثار و قربانی، دور اندیشی اور حقیقی درد انجمن کی تاریخ کا ایک بڑا تابندہ باب ہے۔"

میں یہاں ایک اور واقعہ درج کرتا ہوں جو ہمارے محترم سیکرٹری جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے۔ اس سے مرحوم و مغفور جناب میاں صاحب کے جماعتی ترقی و توسیع کے ان جذبات کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے جو ان کے دل میں جاگزیں تھا۔

"۱۹۴۴ء یا اسی کے قریب کا واقعہ ہے جب ایک مرتبہ انجمن کا اجلاس منعقد ہوا تو اس کی ابتداء میں ہی حضرت میاں صاحب موصوف نے حضرت امیر سے اپنے اس صادق جذبہ کا اظہار فرمایا کہ حضرت! جماعتی ترقی و توسیع کا مقصد تشنۂ تکمیل ہے اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ حضرت امیر کا جواب یہ تھا کہ انجمن اپنے اصل مقصد اشاعت و تبلیغ دین پر بحمد اللہ قائم و دائم ہے۔ جواب الجواب میں میاں صاحب نے کہا کہ آخر تبلیغ و اشاعت کا انحصار بھی تو جماعتی ترقی و توسیع پر ہی ہے اس لئے اس طرف توجہ کرنا گویا اشاعت کے مقصد کو تقویت پہنچانا ہے مگر اس پر بھی حضرت امیر نے اپنا پہلا جواب دوہرایا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ان دونوں بزرگوں میں اس امر پر چار پانچ مرتبہ اس مجلس میں یہی گفتگو ہوئی اور دونوں بزرگوں نے اپنے ذوق و رحجانِ طبعی کے مطابق اپنے اپنے موقف کو دوہرایا۔ مگر ان کے استدلال میں قطعاً کوئی تلخی نہ تھی۔ یہ تھا سچی اسلامی آزادی و جمہوریت کا وہ عملی نمونہ جو ان بزرگوں کی زندگیوں کی ایک نمایاں خصوصیت تھی جس میں آمرانہ تحکم کا کہیں نام و نشان تک نظر نہیں آتا۔ یہ اصحاب باوجود اختلاف رائے اور اس آزادانہ اظہار خیال کے آپس میں باہم جذباتِ محبت و اتحاد سے مربوط تھے۔ اس واقعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت میاں صاحب مرحوم کے دل میں جماعتی ترقی و توسیع کے جذبات کس قدر موجزن تھے۔ چنانچہ حضرت امیر کی وفات کے بعد جب انجمن نے حضرت میاں صاحب کو صدر تجویز کیا تو اس وقت راقم الحروف نے بھی اخبار میں اپنے ایک مضمون میں میاں صاحب موصوف کی صدارت پر اس وجہ سے اطمینان کا اظہار کیا کہ آپ کی رہنمائی میں جماعت کی ترقی و توسیع کے سلسلہ میں مالی پہلوؤں کی طرف کماحقہ توجہ دی جائے گی۔"

حضرت میاں صاحب مرحوم کی زندگی کے حالات اکثر میاں صاحب مرحوم کی خط و کتابت کے آئینہ میں منعکس ہوتے ہیں۔ آپ اپنے مخلص دوستوں سے خط و کتابت کا سلسلہ برابر قائم رکھتے تھے جن میں اپنے عزیز، اپنے اہل جماعت یا جماعت کے باہر کے لوگ بھی شامل ہوتے تھے۔ چنانچہ میاں صاحب مکرم کے اخلاق حسنہ اور حسنِ سلوک کی مثالیں خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد صاحب ستارۂ خدمت کی تحریروں میں ملتی ہیں۔

"حضرت میاں صاحب کی صفات تحمل و تدبر۔ ان کی خداداد فراست اور ان کا تجربہ جماعت کے لئے بڑی تقویت کا موجب تھے۔ ان کے چلے جانے کے بعد ہمیں اپنی محرومی کا شدت سے احساس ہو رہا ہے۔ اور اس کمی کو پورا کرنے والا کوئی شخص نظر نہیں آتا۔ ہماری نگاہیں آسمان کی طرف اٹھتی ہیں اور ہماری زبانوں پر بے اختیار یہ الفاظ آتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم اجرنا فی مصیبتنا واخلف لنا خیرا منھا

حضرت میاں صاحب نے اپنی زندگی میں خدمت خلق اور اشاعت اسلام کے لئے جو کچھ کیا

اور مستحق طالب علموں اور ہزاروں حاجتمندوں کو جو نفع وہ اپنے مال و زر سے پہنچا گئے وہ اعمالِ صالح کا ایک لازوال خزانہ ہے جسے وہ اپنے ساتھ لے گئے اور جو یقیناً وہاں ان کے کام آئے گا۔ وہ ٹھوس بنیادوں پر بعض ادارے بھی قائم کر گئے ہیں جو بطور ان کی مقدس یادگاروں کے مدتوں تک قائم رہیں گے اور ان کے اس فیض کی بدولت زمانوں تک ان کا نام نیکی سے یاد کیا جائے گا۔ قلبِ یورپ میں ان کا قائم کردہ ڈچ مسلم مشن عرصہ سے مغربی دنیا کو پیغامِ حق پہنچا رہا ہے۔ اور کئی پاک روحوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ بن چکا ہے۔ وہ ایک روشنی کا مینار ہے جو کئی گم کردہ راہ انسانوں کے لئے نجات کا موجب بنتا رہے گا۔"

علیٰ ہذا القیاس میاں صاحب مرحوم کے جذبۂ محبت اور تبلیغ اسلام کے درد اور تڑپ سے متعلق کئی حضرات نے ذکر کیا ہے۔ ایک جگہ کرنل سعید احمد صاحب نے ایک واقعہ بیان کیا ہے:

"۱۹۵۶ء - ۱۹۵۷ء میں راقم الحروف راولپنڈی جماعت کا صدر تھا۔ سالانہ جلسہ پر حضرت میاں صاحب تشریف لائے اور مجھ سے مل کر آپ نے انتہائی خوشی کا اظہار کیا اور میری تقریر سننے کے بعد ان الفاظ میں میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ آپ جیسے نوجوانوں کی ہم کو اشد ضرورت ہے۔

ایسا ہی ۱۹۶۲ء میں ہوا۔ میں ملتان ائیرپورٹ پر اپنے ایک دوست کو ملنے گیا کیا دیکھتا ہوں کہ جناب میاں صاحب مرحوم جہاز سے اتر کر ویٹنگ روم کی طرف تشریف لا رہے ہیں۔ آپ کراچی سے لائلپور جا رہے تھے چنانچہ میں سلام کے لئے حاضر ہوا تو بڑی شفقت کے ساتھ مجھے گلے لگا لیا اور فرمانے لگے۔ جو کام جماعت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علمِ کلام پھیلانے کے لئے آپ کر رہے ہیں مجھے وقتاً فوقتاً ان کا علم ہوتا رہتا ہے اللہ تعالےٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ ان کوششوں کو جاری رکھیئے۔"

جناب میاں صاحب مرحوم کا ذکر کرتے ہوئے ہمارے بزرگ جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری فرماتے ہیں :-

"مجھے تنہائی میں متعدد مرتبہ ان سے گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا۔ ہمیشہ ان کی گفتگو معرفت کی باتوں پر مشتمل ہوتی تھی۔ تقوی اللہ نور ہوتا تھا۔ سلسلہ کو ترقی دینے کی خواہش کا اظہار ہوتا تھا۔ اور اس کے لئے آپ کے دل میں جو درد تھا وہ خود بخود نمایاں ہو جاتا تھا اور وہ دوست جو بعض باتوں میں ان سے اختلاف رکھتے تھے اُن کے حق میں بھی آپ کبھی بُرا کلمہ زبان پر نہ لاتے تھے۔ غیبت اور نکتہ چینی کو سخت ناپسند کرتے تھے"

اس جگہ چند تراشے اُن مضامین سے درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن میں ہمارے اخبار نویس اور صحافی حضرات نے اپنے خیالات کو یوں تحریر کیا ہے۔ جناب خلیق قریشی صاحب مدیر روزنامہ "عوام" لائلپور نے جناب میاں صاحب مرحوم کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :-

"الحاج شیخ میاں محمد کی زندگی ایک بھرپور زندگی تھی۔ انہوں نے تجارت و صنعت میں نام پیدا کیا اور یہ نام اچانک اور سازگار ماحول میں انہیں حاصل نہیں ہوا بلکہ ایسے وقت میں جب غیر مسلم پورے اقتدار کے ساتھ ان دونوں اصنافِ کار پر قابض تھے اور ان کی کوشش تھی کہ مسلمانوں پر یہ دروازے بند رہیں۔ ایسے وقت میں شیخ میاں محمد مرحوم کو حالات کا مقابلہ کرنا پڑا اور اُوپر کی سطح پر ان کے حالات میں کئی نشیب و فراز آئے اور ہر نشیب کو انہوں نے فراز میں بدلا اور ہر فراز پر انہوں نے پہلے سے زیادہ خدائے قدوس کا شکر ادا کیا۔

لائل پور زیرک اور سیاست آزما ہندوؤں کا مرکز اور محور تھا۔ میونسپل کمیٹی کے امور پر انہیں مکمل تصرف حاصل تھا۔ لیکن ہمارے دیکھتے دیکھتے ایک طویل وقت ایسا آیا جب ہندوؤں نے الحاج شیخ میاں محمد کو صدر بلدیہ کی حیثیت سے نہ صرف قبول کیا بلکہ ان سے یہ منصب قبول کرنے کی درخواست کی۔ اور اگر کوئی ایسا شخص ہوتا جو ذاتی صلاحیتوں سے عاری اور ہندوؤں کا ذیل ہوتا تو ایک بات بھی تھی۔ یہاں یہ کیفیت تھی کہ شیخ میاں محمد ہر میدان میں ہندوؤں کے غالب حریف تھے اور ان کی صدارت کے دوران کبھی ہندو اکثریت کو مسلمان عوام کے خلاف کوئی بات کہنے تک کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

الحاج شیخ میاں محمد کو ملکی، ملی تحریکوں اور قومی و اصلاحی سرگرمیوں سے والہانہ ربط تھا۔ مسلم لیگ کے باقاعدہ عہدہ دار رہے اور مسلمانوں کی جنگِ آزادی میں انہوں نے بڑھ کر حصہ لیا۔ پاکستان کے حصول میں ان کی ذاتی دلچسپی کسی بھی رہنما سے کم نہ تھی۔"

بعینہٖ اس حقیقت کو لائل پور کے ایک مشہور جرنلسٹ جی۔ ایم رشیدا نے بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے :-

"مرحوم و مغفور میاں محمد ایک کامیاب صنعتکار اور تاجر ہونے کے علاوہ سیاست میں بھی گہرا شغف رکھتے تھے۔ چنانچہ جب لائل پور کی تاریخ لکھی جائے گی تو ان کی عوامی خدمات کو سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

آپ کے خلوص اور جود و سخا کا یہ عالم تھا کہ ہم نے ان کے انتقال پر ایسے لوگوں کو دھاڑیں مار مار کر روتے دیکھا ہے جنہیں زندگی میں شاید ان کی ایک جھلک دیکھنا بھی نصیب نہیں ہوئی ہوگی۔ اہلِ شہر کی عقیدت اور قلبی لگاؤ کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپکی رحلت سے اس وقت تک اکثر گھروں میں قرآن خوانی ہو رہی ہے۔"

غرضیکہ جناب میاں محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا نقشہ ایک ایسا مجاہدانہ رنگ رکھتا ہے کہ اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ مختلف طریقوں سے دین اسلام کی خدمت سرانجام دیتے تھے اور ایسے ایسے عظیم کارناموں میں مشغول رہتے تھے جن کا قلمبند کرنا دشوار ہے۔ آپ کو خدا نے ایسی کامیابیاں عطا کیں جن سے آج مسلمانانِ لائل پور کا سر فخر سے اونچا ہے۔

یورپ کے ممالک میں آپکے ہاتھوں قدرت نے وہ عظیم الشان کام لئے جن کے نقش یورپ کے لاتعداد انسانوں کے دل و دماغ پر ہمیشہ تازہ رہیں گے۔ آپ کا قائم کردہ ہالینڈ مسلم مشن دنیائے اسلام کے ہر فرد کے لئے مشعلِ راہ کا کام دیتا رہے گا۔ آپ کی اس مشن سے والہانہ محبت و عقیدت کا یہ حال تھا کہ ہر سال کشاں کشاں اس کی طرف جاتے اور یورپ کا سفر اختیار کرنے سے ایک گونہ راحت و تسکین حاصل کرتے تھے۔ آپکا وجود ہالینڈ میں ایسا بابرکت وجود ثابت ہوتا تھا کہ سینکڑوں انسان انگلستان - جرمنی - بلجیئم - اور دیگر ممالک سے ڈین ہیگ (ہالینڈ) ملاقات کے لئے آتے اور اسلام سے متعلق تبادلۂ خیالات کرتے تھے۔ جناب میاں صاحب بڑے فخریہ رنگ میں اسلام کے فیوض و برکات کو ہر شخص پر عیاں کرنا اپنی زندگی کا جزو تصور کرتے تھے۔ اسی جذبہ کے پیشِ نظر ہالینڈ کی ملکہ سے آپ کی ملاقات کا انتظام کیا گیا اور آپ نے قرآن مجید کا ڈچ ترجمہ مع تفسیر ملکہ کو پیش کیا۔ اس جذبۂ ایثار سے میاں صاحب مرحوم کو اتنا روحانی سرور حاصل ہوتا تھا کہ رات گئے تک مشن ہاؤس میں مصروفِ گفتگو رہتے تھے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ آپ کا وجود آنے والی نسلوں کے لئے ایک نمونہ بنے گا۔ آج حضرت میاں محمد صاحب مرحوم کو ہم سے جدا ہوئے کامل ایک برس گذر چکا ہے لیکن آپکی نیک و پاک سیرت اور آپ کی پُر وقار صورت اب تک ہمارے صفحۂ دل پر ثبت ہے۔ آپ کی برسی کے موقعہ پر آج پھر ان کی قابلِ تقلید زندگی کا سنہرا ورق ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔

یہ دُعا بے اختیار آتی ہے لب پہ آج
رحمتیں برسائے اُنکی لحد پر ربّ الانام

اللّٰھم اغفر عبدك میاں محمّد وارحمه وادخله فی عبادك الصالحین الذین لاخوفٌ علیھم ولاھم یحزنون ۔

ایک تبلیغی خط

ذیل کا خط چوہدری فضل داد صاحب ایڈمنسٹریٹر اخوند فارم چک 6/4-L اوکاڑہ نے اپنے ایک دوست کو تحریر کیا تھا، چونکہ اس میں بعض اہم مذہبی امور کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، اس لئے حسب فرمائش چوہدری صاحب موصوف افادہ عام کے لئے اسے اخبار میں (بحذف اسماء مکتوب الیہ وغیرہ) درج کیا جاتا ہے:—

مخدومی و مکرمی ...... صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

محترم .... کے تازہ خط سے معلوم ہوا۔ کہ آپ دوسری دفعہ حج کے لئے تشریف لے گئے اور واپس آنے والے ہیں۔

میں انجمن کے کام کے سلسلہ میں ساہیوال گیا ...... کو ملنے کا اتفاق ہوا۔ اثنائے گفتگو میں انہوں نے آپ کی حج سے واپسی کا ذکر کیا اور چوہدری .... کا بھی ذکر ہوا کہ وہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

مجھے دلی مسرت ہوئی۔ دعا ہے۔ کہ آپ حج کو صحیح معنوں میں لائیں، اور یوں اپنا کردار دوسروں کے لئے نمونہ کا بنائیں۔ کیونکہ عوام میں حاجیوں کے متعلق کچھ اچھے جذبات نہیں ہیں ذاتی طور پر جانتا۔ کہ بعض حاجیوں کا بُرا نمونہ ٹھوکر کا باعث بنا۔

برادرم! کسی چیز کا علم ہونا اور چیز ہے۔ اور اس کے مطابق عمل کرنا اور۔ انسان کے قول و فعل میں تضاد اس کی ذلت اور جگ ہنسائی کے سامان پیدا کرتا ہے۔

ہمارے بھائی! جب تک لوگوں کے دلوں میں خدا نہ بستا ہو۔ چھوٹے سے بڑے تک خدا کا خوف نہ ہو۔ دل میں ایمان کی شمع روشن نہ ہو۔ اس وقت تک خدا کی نصرت و تائید اس کا ساتھ نہیں دیتی۔

خوب یاد رکھیئے! روح کی پاکیزگی، دل کی طہارت۔ اور عمل کا اخلاص ہی عبادت کا اہم ترین مقصود ہے۔ بہترین جہاد ہے کہ ہم اپنے نفس اور اپنی خواہش سے جہاد کریں۔ اور اپنی روزمرہ کی زندگی سے ثابت کریں کہ ہم خدا کے پرستار ہیں۔ اگر یہ نہیں تو یاد رکھیئے! کہ ہمارا کوئی عمل بارگاہ رب العزت میں قابل قبول نہیں ہوگا۔

جو شخص مروت سے خالی ہے اس کی عبادت بھی قبول نہیں۔ کیونکہ وہ عبادت کے مفہوم کو نہیں سمجھا۔

جس شخص کی روزی حلال نہیں۔ وہ چاہے کتنا ہی خشوع خضوع سے بارگاہ رب العزت میں دعا کرے۔ وہ قبول نہیں ہوگی۔ رسول اکرم صلعم نے فرمایا کہ جب تک انسان حلال ذریعہ سے روزی کمانے کا اہتمام نہ کرے۔ اس وقت تک اللہ تعالےٰ کے افضال و انعام کا مستحق نہیں بنتا۔ اس لئے ہمیں عملی زندگی کو ہر طرح کی بددیانتی سے پاک کرنا چاہیئے۔ جو شخص دولت کمانے میں ناجائز، ناپسندیدہ ذرائع اختیار کرتا ہے۔ غلط ناپتا اور تولتا ہے۔ ہیرا پھیری کرتا ہے۔ ایسا شخص عبادت کی قبولیت اور دعاؤں کی اجابت کی کیسے توقع رکھ سکتا ہے۔ وہ اپنے نفس کو دھوکا دیتا ہے۔

پیارے بھائی! آپ کو اللہ تعالےٰ نے وافر دولت دی ہے۔ آپ کے ذمہ جو حقوق تھے آپ نے ادا کئے اور پھر ارضِ مقدس اور بیت اللہ کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے اور یہ سعادت آپ نے ایک دفعہ نہیں دو دفعہ حاصل کی۔ یقیناً یہ بہت بڑی نیکی ہے۔ دعا کرتا ہوں کہ خداوند ذوالجلال۔ قدیر و بے مثال۔ خالق اللیل والنہار آپ کے لئے یہ نجات کا ذریعہ بنائے۔

برادرم! مجھے تو حقوق اللہ اور حقوق العباد سے ہی فراغت نہیں ہوئی۔ اپنے اہل و عیال کی نگہداشت و پرورش۔ والدین مرحوم و مغفور کے حقوق۔ بہن بھائی کے حقوق۔ رشتہ داروں اور برادری کے حقوق۔ ہمسایوں اور آپ جیسے محسنوں کے حقوق وغیرہ وغیرہ۔

آپ ابھی ابھی تازہ دم توبہ کر کے آئے ہیں۔ میرے لئے درد دل اور سوز سے دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ مجھے ہر برائی سے بچائے اور نیکی کی توفیق دے۔

برادرم! سب سے بڑی نیکی اور احسن عبادت یہ ہے کہ ہم دوسروں کے لئے کتنے مفید اور کارآمد ہو سکتے ہیں

(Live for others)

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

یہی ہے عبادت یہی دین و ایمان
کہ دنیا میں کام آئے انسان کے انسان

ایک بات کا مجھے بے حد رنج ہے۔ کہ نہ ہم نے کوئٹہ کے مئی 1935ء والے قیامت خیز زلزلہ سے کوئی سبق لیا۔ جس نے [illegible] میل لمبے اور [illegible] میل چوڑے علاقہ میں تباہی مچائی۔ اور نہ ہی 1947ء کے لرزہ براندام اور ہولناک تباہ کاریوں سے کوئی عبرت حاصل کی۔

اگر ہم انصاف سے بات کریں تو اپنی اندرونی حالت پر آپ ہی گواہ ہو سکتے ہیں۔ بجائے خدا پرستی کے ہر آن دنیا پرستی کا ایک قوی ہیکل بت ہمارے دل کے سامنے ہے۔ جس کو ہم ایک ایک سیکنڈ میں ہزار ہزار سجدہ کرتے ہیں۔ ہمارے تمام اوقاتِ عزیز دنیا کے دھندوں میں ایسے مستغرق ہو رہے ہیں کہ ہمیں دوسری طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی فرصت نہیں۔ ہم میں دیانت۔ راست بازی۔ خدا خوفی۔ خدا ترسی نام کو نہیں۔ جس کے لئے قرآن بلاتا ہے۔ کبھی ہمارے دل میں وہم بھی نہیں آیا کہ ہمارا کوئی خدا بھی ہے۔ اور اس کے حقوق ہمارے ذمہ کیا ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم نے کوئی واسطہ کوئی تعلق بھی رب العزت سے نہیں رکھا ہوا۔ اس کا نام لینا ہم پر گراں۔ کیا یہ بدبختی اور بدقسمتی نہیں کہ بڑے امر اہم سے ہم قطعاً غافل اور آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں۔ اور دنیوی امور میں دن رات سرپٹ دوڑ رہے ہیں۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ بلاشبہ وہ وقت ہم پر آنے والا ہے۔ کہ یہ ایک دم میں ہماری زندگی اور ساری آرزوؤں کا خاتمہ کر دے گا۔

ان تمام خطرناک۔ حیاسوز جرائم ہو کہ ہم میں پھیلے ہوئے ہیں کہتے ہوئے ندامت محسوس نہیں کرتے کہ آسمانی نور اور آسمانی سلسلہ کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اس سے سخت عداوت رکھتے ہیں۔

برادرم! اب تو چودھویں صدی کا اختتام ہو رہا ہے اور آپ کے مجدد بھی آئے۔ آپ جیسی بزرگ ہستیوں نے ان کی شناخت کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ رسولِ خدا کی صحیح حدیث کی رو سے مجدد کا آنا لازمی اور لابدی تھا۔ اس طرف کی سستی، سہل انگاری اور غفلت آپ کو لے ڈوبے گی۔

حدیث مجدد اور موجودہ صدی کا مجدد

مولوی رحمان علی صاحب اپنی کتاب تذکرہ علمائے ہند شائع کردہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی (طبع اول 1961ء) کے صفحہ 90 پر لکھتے ہیں:—

" حدیث شریف ان اللہ یبعث لهٰذہ الامۃ علیٰ رأس کل مائۃ من یجدد لها امر دینها۔

ترجمہ:— اللہ تعالےٰ اس امت میں ہر صدی کے شروع میں ایسے شخص کو بھیجتا ہے۔ جو اس کے دین کی تجدید کرتا ہے۔ سنن ابی داؤد وغیرہ کتب معتبرہ میں مروی ہے۔ اور اہل حدیث کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ راس مائۃ سے مراد آخری صدی ہے اور مجدد کی علامات و شرائط یہ ہیں۔ کہ وہ علوم ظاہر و باطن کا عالم ہو۔ اور اس کے درس و تالیف سے مخلوق کو فائدہ ہو۔ اور سنت کے احیاء اور بدعت کے رد میں سرگرم رہے اور ایک صدی کے آخر میں دوسری کے شروع میں علوم کا انتشار اور فوائد دینیہ کی اشاعت ہو۔"

واقعات شاہد ہیں کہ یہ تمام علامات و شرائط سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد علیہ السلام کی ذات مبارکہ میں متحقق ہیں۔

اگر حضرت مرزا صاحب اس صدی کے مجدد نہیں تو پھر مدعی کا نام بتایا جائے۔ اور مدعی بھی وہ جس نے خود دعویٰ کیا ہو۔

مکرم چوہدری صاحب! آپ نے دو دفعہ حج کیا۔ میری دلی تڑپ ہے۔ کہ آپ اس زمانہ کے امام کی شناخت بھی کر لیں۔ اس میں آپ کا بھلا ہوگا۔ قرآن مجید مثالوں سے بھرا ہوا ہے۔ جہاں پہلے لوگوں نے فرستادہ کی نافرمانی کی اور درگاہ سے راندے گئے۔

گو میں نے زمانہ ملازمت میں آپ کو متعدد دفعہ اس طرف توجہ دلائی۔ اب ہم دونوں عمر کے اس حصہ میں ہیں جہاں زیادہ مدت اس ناپائدار دنیا میں نہیں رہ سکیں گے۔

احمدیہ جماعت لاہور کی کارگزاری کا مختصراً نقشہ حسب ذیل ہے۔ خدارا آپ اور چوہدری ( ) صاحب غور و فکر کریں۔ کیونکہ کسی چیز کے حقائق معلوم کرنے کے لئے ہمیں غور و فکر کرتے وقت اپنے جذبات کو علیحدہ رکھنا چاہیئے۔ اور غیر جانبداری اور دیانت داری سے حقائق معلوم کرنے چاہئیں:—

1917ء:— لاہور میں ہائی سکول قائم ہوا
1918ء:— قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ۔

۱۹۲۰ء:- سیرت خیر البشر شائع ہوئی۔

۱۹۲۱ء:- بدوملہی ضلع سیالکوٹ میں ہائی سکول۔

۱۹۲۲ء:- برلن میں مشن قائم ہوا

۱۹۲۳ء:- محمدؐ دی پرافٹ پیغمبر صلعم کی سیرت، انگریزی میں شائع ہوئی۔

۱۹۲۴ء:- جاوا مشن قائم ہوا

۱۹۲۵ء:- بیان القرآن ڈھائی ہزار صفحات پر مشتمل تفسیر شائع ہوئی۔

۱۹۲۹ء: قرآن کریم زیادہ سے زیادہ غیر مسلموں میں پہنچانے کا بندوبست کیا گیا۔

۱۹۳۰ء: صحیح بخاری کا اُردو ترجمہ شائع ہوا

۱۹۳۴ء:- انگریزی میں تاریخ راشدہ

۱۹۳۵ء:- میں ڈچ زبان میں ترجمہ قرآن کریم

۱۹۳۶ء:- میں ریلیجن آف اسلام جس میں مذہب اسلام کے ہر پہلو پر مکمل و مدلل بحث ہے۔

۱۹۳۹ء:- میں ہالینڈ میں مسلم مشن قائم ہوا۔

۱۹۴۰ء:- میں جرمن زبان میں ترجمۂ قرآن مع متن و تفسیر شائع ہوا۔

۱۹۴۳ء:- دو لاکھ روپیہ کا فنڈ قرآن کریم کے تراجم کے لئے قائم ہوا۔ جس کی وجہ سے اس وقت تک حسب ذیل تراجم مکمل ہو چکے ہیں۔ سندھی۔ گورمکھی۔ کھاسی اور ملائی۔

۱۹۴۴ء:- بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کے کام کی توسیع کی بنیاد رکھی گئی۔

۱۹۴۵ء:- انگریزی میں مینول آف حدیث شائع ہوئی۔ نیز نیو ورلڈ آرڈر دس ہزار کی تعداد میں طبع کر کے مفت تقسیم ہوا۔

۱۹۴۶ء:- نیو ورلڈ آرڈر اور محمدؐ دی پرافٹ کے عربی زبان میں تراجم شائع ہوئے۔ اور ریلیجن آف اسلام کا ترکی زبان میں ترجمہ ہوا۔

۱۹۴۷ء:- امریکہ میں سان فرانسسکو میں نیا مسلم مشن قائم کیا گیا۔

۱۹۴۸ء:- کتاب لونگ تھاٹس انگریزی میں شائع ہوئی اور اس کا اُردو میں ترجمہ اور مینول آف حدیث کا اُردو میں ترجمہ شائع ہوا۔

نیز تیسرا ہائی سکول لاہور میں جاری ہوا۔

اس کے علاوہ صحیح بخاری کے انگریزی ترجمہ کی بنیاد رکھی گئی۔

۱۹۵۴ء:- میں حدیث کے خلاف پرویز صاحب کی پیدا کردہ غلط فہمیوں کو دُور کرنے کے لئے حضرت امیر مولانا مولوی صدر الدین صاحب نے ضرورت حدیث لکھ کر ایک اہم ضرورت کو پورا کیا۔

اس سلسلہ میں موقعہ اور محل کے مطابق مضامین اور لٹریچر انجمن نے کثیر تعداد میں شائع کیا۔

ان ناقابلِ تردید حقائق کی موجودگی میں آپ اور مکرمی چوہدری .... صاحب اپنے آپ کو جذبات سے بلند ہو کر نظر عمیق سے غور و فکر کریں۔ کہ تبلیغ اسلام کا اتنا بڑا کام اور اس کے لئے اتنے وسیع لٹریچر کی تیاری نصرت الٰہی کے بغیر ممکن ہے؟ اور دیگر مسلمانانِ عالم کے مقابلہ میں ہماری تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔

۱۹۱۴ء میں انجمن کا بجٹ سات ہزار تھا۔ اور اب یہ بجٹ پندرہ لاکھ ساٹھ ہزار کے لگ بھگ ہو گا۔

اس وقت دنیا میں اسلامی ملکوں کی تعداد ۳۶ ہے اور ان کی مسلم آبادی بیالیس کروڑ، اکتیس لاکھ کے قریب ہے۔ کیا آپ کسی اسلامی ملک کا نام بتا سکتے ہیں؟ جہاں تبلیغ اسلام کا کام ہو رہا ہو۔ دنیا میں صرف اور صرف بحیثیت جماعت۔ احمدیہ انجمن ہی تبلیغ اسلام کا کام کر رہی ہے

(۱) ہماری بنیادی خصوصیات:- زندہ خدا۔ زندہ رسولؐ۔ زندہ کتاب۔

(۲) ہمارے عقائد:- ایک خدا۔ ایک رسول۔ ایک کتاب۔

(۳) احمدیہ تحریک کی غرض و غایت ہی اشاعت اسلام ہے، ہمارا سیاست ملکی سے دُور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

اب قدرتی سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ توفیق دیگر مسلمانان عالم سے کیوں چھن گئی؟۔ میرے نزدیک اس کی وجہ محض یہ ہے۔ کہ مسلمانوں نے امام وقتؑ کا ساتھ نہ دیا۔ اور اس کی شناخت نہ کی۔ خوب یاد رکھیئے! جب تک امام وقت کا ساتھ نہ دیا جائے گا۔ اشاعت اسلام کا کام بطریق احسن ہرگز سرانجام نہ پا سکے گا۔ اگر جملہ مسلمانان اس طرف پوری توجہ مرکوز کریں۔ تو سالوں کا کام مہینوں میں اور مہینوں کا دنوں میں ہو سکتا ہے۔

اس وقت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی بہت سی شاخیں پاکستان میں اور بیرونی ممالک میں بھی تبلیغی مشن کام کر رہے ہیں

اتحاد انسانیت ہی اسلامی تعلیمات کا حقیقی منشا ہے

لیکن آج خود امت مسلمہ کو اتحاد و اتفاق کی شدید ضرورت ہے۔ آج ہم تاریخ کے نازک دور سے گذر رہے ہیں۔ عالم اسلام ظلم و کفر میں گھرا ہوا ہے۔ انسان پر جنگ کی تباہی کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ پاکستان کی سرحدوں پر دشمن کی نگاہیں لگی ہوئی ہیں۔ اس خطۂ زمین کے امن کو شدید خطرہ لاحق ہے۔ ہم ہیں کہ ایک دوسرے کی تکفیر اور باہمی حسد و عناد کی آگ میں جل رہے ہیں۔

اس وقت عرب ممالک ایک انتہائی سنگین صورت حال سے دوچار ہیں۔ مغربی طاقتیں مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کی پشت پناہی کر رہی ہیں۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کل کیا ہو گا۔

گذشتہ تیرہ صدیوں کے مجددین کے نام حسب ذیل ہیں:-

پہلی صدی:- حضرت عمر بن عبد العزیزؒ
دوسری صدی:- حضرت امام شافعی اور احمد حنبل
تیسری صدی:- حضرت ابو شرح و ابو الحسن اشعری
چوتھی صدی:- حضرت عبد اللہ نیشاپوری، و قاضی ابوبکر باقلانی رح
پانچویں صدی:- حضرت امام غزالی رح
چھٹی صدی:- حضرت سید عبد القادر جیلانی رح
ساتویں صدی:- حضرت امام ابن تیمیہ و حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح
آٹھویں صدی:- حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی و حضرت صالح بن عمرؒ
نویں صدی:- حضرت سید محمد جونپوریؒ۔
دسویں صدی:- حضرت امام سیوطی۔
گیارہویں صدی:- حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رح
بارہویں صدی:- حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔
تیرھویں صدی:- حضرت سید احمد بریلوی رح
چودھویں صدی:- حضرت مرزا غلام احمد صاحب (مسیح و مہدی)

گر تو میخواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بقرآن زیستن

شذرات

(بسلسلہ صفحہ (۲))

پیش ہیں۔ جو آپ نے اپنے مولا و مقتدا کی مدح میں رقم فرمائے ہیں:-

احمدِ آخر زماں کو اولیں را جائے فخر
آخریں را مقتدا و ملجا و کہف و حصار
ہست درگاہِ بزرگش کشتیٔ عالم پناہ
کس نگردد روزِ محشر جز بناہش رستگار
از ہمہ چیزے فزوں تر در ہمہ نوعِ کمال
آسمانہا پیش اوجِ ہمتِ او ذرہ وار
مظہرِ نورے کہ پنہاں بود از عہدِ ازل
مطلعِ شمسے کہ بود از ابتداء در استتار
صدرِ بزم آسمان و حجۃ اللہ بر زمیں
ذاتِ خالق را نشانے بس بزرگ و استوار
ہر رگ و تار وجودش خانۂ یارِ ازل
ہر دم و ہر ذرہ اش پُر از جمالِ دوستدار
حسنِ روئے او بہ از صد آفتاب و ماہتاب
خاکِ کوئے او بہ از صد نافۂ مشکِ تتار

اِصلاحِ جماعت کی دُعا اور وعدہ الٰہی

دعا ہے کہ اے خدا ہمارے ان بھائیوں کی آنکھیں کھول اور ان کو حضور علیہ السلام کی صحیح تعلیم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ اگر ایسا ہو جائے تو یقیناً حضرت مسیح موعودؑ کی رُوح کو تسکین ہو گی اور حضورؑ کا تو الہام بھی ہے کہ

"یصلح اللہ جماعتی انشاء اللہ تعالیٰ"

کہ میری جماعت جب گمراہی میں دُور نکل جائے گی تو خدا تعالیٰ بغیب سے اس کی اصلاح کے سامان فرمائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب لائبریرین احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ڈیرہ غازی خان

نبوّت کا مقصد
اور
ختمِ نبوّت کے دلائل

انسان کو صحیح پُرامن اور کامیاب زندگی بسر کرنے اور آخرت میں رضائے الٰہی اور نجات ابدی حاصل کرنے کے لئے صحیح اور معتدل ضابطہ و قانون کی ضرورت ہے کوئی ایک انسان یا انسانوں کا کوئی گروہ اللہ کی ہدایت و رہنمائی کے بغیر اس اہم ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا لیکن خدا کی ہدایت کیسے حاصل ہو براہِ راست خدا تک رسائی حاصل کر کے اُس کی ہدایت کا علم حاصل کرنا ہر انسان کی طاقت سے باہر ہے اور خود اللہ تعالیٰ کا ہر انسان کو مخاطب کر کے اسے اپنی ہدایت سے آگاہ کرنا اس کی شانِ خداوندی کے خلاف ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسانی کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے اپنی خاص مہربانی سے نبوّت اور رسالت کا سلسلہ قائم فرمایا اور دنیا میں اپنے برگزیدہ و پاک نفس بندوں کو اپنا رسول اور پیغمبر بنا کر بھیجا اور اُن پر اپنی ہدایت کی کتابیں نازل فرمائیں۔ ہر زمانے میں اللہ کے رسولوں نے اُن کتابوں کی تعلیم پر اپنے پاکیزہ اخلاق و کردار اور اصلاح کی مسلسل جد و جہد کے ذریعے انسانوں کو اللہ کی ہدایت اور قانون کے مطابق صحیح اور کامیاب زندگی بسر کرنے کا طریقہ سکھایا۔ نوعِ انسانی کے ان سچے رہنماؤں کا سلسلہ آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ اب اسلام کا سچا اور سیدھا راستہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور قرآن مجید کے سوا نہیں ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام نوعِ انسانی کے لئے آخری پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ انسان کی جس قدر ہدایت کرنا چاہتا تھا۔ وہ سب کے سب اس نے اپنے آخری پیغمبر کے ذریعے بھیج دی اور قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیّین کہہ کر آپؐ پر نبوّت کے ختم ہونے کا اعلان کر دیا۔ آپ کے بعد اب کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ نبوّت کے مفہوم کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ ختمِ نبوّت کے مسئلہ پر [illegible] غور کیجئے ایک پیغمبر کے بعد دوسرے پیغمبر کے آنے کی صرف تین ہی وجہیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ یا تو پہلے پیغمبر کی تعلیم وہدایت مٹ گئی ہو اور اس کو پھر پیش کرنے کی ضرورت ہو۔

۲۔ یا پہلے پیغمبر کی تعلیم نامکمل ہو اور اُس میں ترمیم یا اضافہ کی ضرورت ہو۔

۳۔ یا پہلے پیغمبر کی تعلیم ایک خاص قوم تک محدود ہو اور دوسری قوم یا قوموں کے لئے دوسرے پیغمبر کی ضرورت ہو۔

اب یہ تینوں وجہیں نہیں رہیں

(۱) حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم و ہدایت زندہ ہے اور وہ ذرائع پوری طرح محفوظ ہیں جن سے ہر وقت یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ حضورؐ کا دین کیا تھا کیا ہدایت لے کر آپ آئے تھے۔ کس طریق زندگی کو آپ نے رائج کیا اور کن طریقوں کو آپ نے مٹانے اور بند کرنے کی کوشش فرمائی۔ پس جبکہ آپ کی تعلیم و ہدایت مٹی ہی نہیں تو اس کو از سرِ نو پیش کرنے کے لئے کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہیں۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دنیا کو اسلام کی مکمل تعلیم دی جا چکی ہے اب نہ اس میں کچھ گھٹانے بڑھانے کی ضرورت ہے اور نہ کوئی ایسا نقص باقی رہ گیا ہے جس کی تکمیل کے لئے کسی نبی کے آنے کی حاجت ہو لہٰذا دوسری وجہ بھی دُور ہو گئی۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی خاص قوم کے لئے نہیں بلکہ تمام دنیا کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے۔ (یا یہا النّاس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعاً) اور تمام انسانوں کے لئے آپ کی تعلیم کافی ہے لہٰذا اب کسی خاص قوم کے لئے الگ نبی کے آنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

اس طرح تیسری وجہ بھی دُور ہو گئی۔

اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیّین کہا گیا ہے یعنی سلسلہ نبوّت کو ختم کر دینے والا اب دنیا کو کسی دوسرے نبی کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صرف ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقہ پر خود چلیں اور دوسروں کو چلائیں۔ آپ کی تعلیمات کو سمجھیں اُن پہ عمل کریں اور دنیا میں اس قانون کی حکومت قائم کریں جس کو لے کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تھے۔ . . . . . .

. . . .

علامہ اقبال مرحوم فرماتے ہیں ؎

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد
بر رسولِ ما رسالت ختم کرد
رونق از ما محفلِ ایّام را
او رسل را ختم و ما اقوام را
خدمتِ ساقی گری با ما گذاشت
داد ما را آخریں جامے کہ داشت
(لا نبی بعدی) ز احسانِ خدا است
پردۂ ناموسِ دینِ مصطفےٰ است

منطقی نتیجہ ملاحظہ فرمائیں:-

قوم را سرمایۂ قوّت ازو
حفظِ سرِّ وحدتِ ملّت ازو
حق تعالیٰ نقشِ ہر دعویٰ شکست
تا ابد اسلام را شیرازہ بست

(رموزِ بے خودی صفحہ ۱۱۱)

حضرت مسیح موعودؑ ختم نبوّت کا یوں اعلان فرماتے ہیں:-

؎ ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوّت را برو شد اختتام (درثمین)

بحرِ حکمت کے موتی

از صفحہ اول — [illegible] نقص [illegible] ہے اور نہ اس سے گناہوں کا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ اہلِ جنت میں سے ہے اس کا شوق اور اس کا عزم کہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کا [illegible] سمجھ کر عمل میں لائے گا۔ گویا اس کے اہلِ جنت میں سے ہونے کا نشان [illegible]۔ دیکھ کہ اس میں بہت سے دیگر احکام کا ذکر نہیں تو ظاہر ہے کہ [illegible] عزم اپنے اندر رکھتا ہوا ہے جو بھی اللہ تعالیٰ کا یا اس کے رسول کا حکم پہنچے گا وہ اس کی تعمیل سے انکار نہیں کرے گا۔ [illegible] بتایا ہے کہ جنت کا تعلق انسان کی دل کی حالت سے ہے [illegible] قلبِ سلیم لے کر اللہ تعالیٰ کے حضور آتا ہے۔ وہ جنت سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔

(فضل الباری تفسیر بخاری)

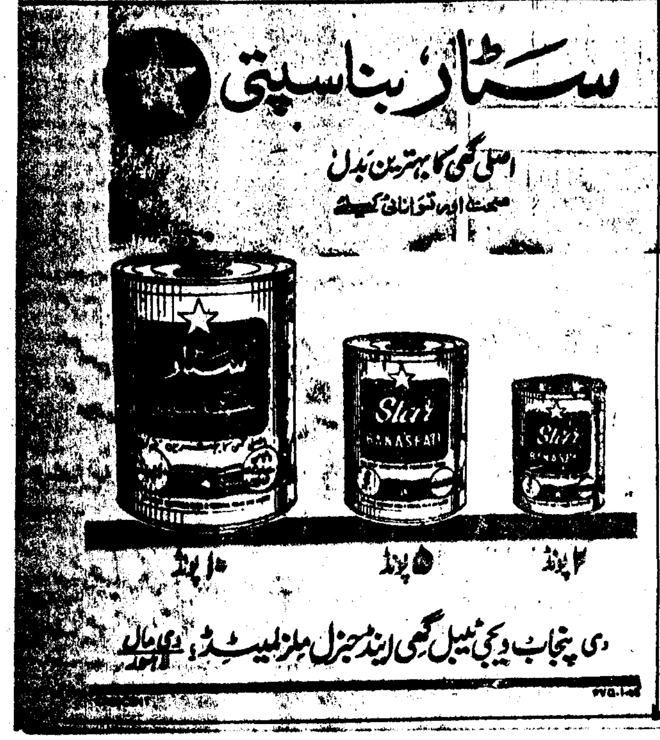

ABL

آسٹریلیشیا بنک

ہمارا نصب العین
بنک کاری میں مخلصانہ خدمت
اور اعلیٰ کارگزاری

آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ

قائم شدہ سنہ ۱۹۴۲ء

PAK
CEMENT

پاک سیمنٹ فاروقیہ

یادگار عمارتیں
پائیدار سیمنٹ
پاک سیمنٹ ۔ فاروقیہ

پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ

فاروقیہ (ضلع ہزارہ)

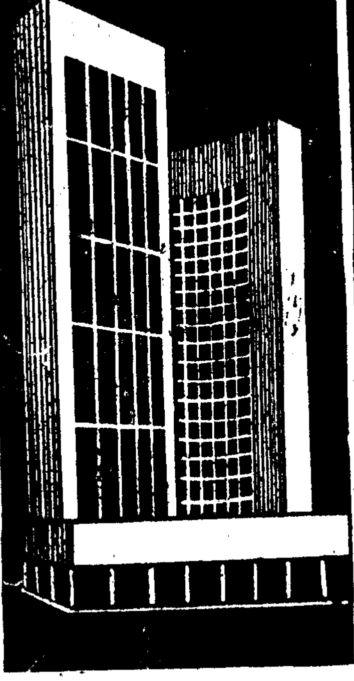

CSTM

کالونی سرحد

کے پارچات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا

کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

اسماعیل کوٹ ۔ نوشہرہ

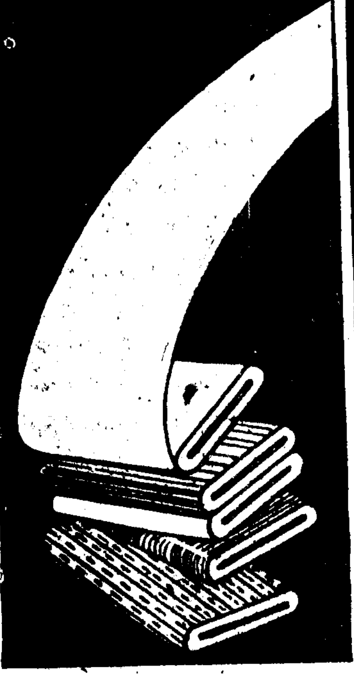

ہیلتھ میڈیکو

ڈے اینڈ نائٹ ایمبولنس سروس

و

معیاری ادویات

چوک میو ہسپتال ۔ لاہور

بواسیر کا بہترین علاج

گیارہ روپے میں بواسیر کا مکمل علاج

بواسیر خونی ہو یا بادی، مسے اندر ہوں یا باہر، ہر عمر کے آدمی کے لئے بے خطر علاج۔

مفت خط لکھ کر کتاب آب حیات منگا کر اپنی صحت مسرت کو چار چاند لگائیے۔

چشتیہ دواخانہ شیرو ۔ جہ
ڈاک خانہ جہم پور ضلع ڈیرہ غازی خان

پیغام صلح مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۶۲ء ۔ رجسٹرڈ ایل ۵۳۰۳ شمارہ ۸

علیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نور الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا نور ہدیٰ از مشرق رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیات مبیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ٹیلی فون نمبر ۳۰۳۰۳
تار کا پتہ تبلیغ لاہور

ہفت روزہ
پیغام صلح
لاہور
پاکستان

جلد ۵۶ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۸ ذی قعدہ ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۸ فروری ۱۹۶۸ء | نمبر ۸

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
میں تیرے خالص محبوں کا گروہ بھی
بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دُوں گا"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۶۔ اسلام تمام دُنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

مُسلمان کسی مُسلمان کو کافر یا فاسق نہ کہے

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذالک۔

ترجمہ:۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا فرماتے تھے کہ کوئی شخص دوسرے آدمی کی طرف فسق منسوب نہیں کرتا۔ اور نہ اس کی طرف کفر منسوب کرتا ہے مگر وہ لوٹ کر اسی پر پڑتا ہے اگر اس کا ساتھی ایسا نہیں۔

نوٹ: از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اس میں تعلیم دی ہے کہ مسلمان مسلمان کو کافر و فاسق نہ کہے ورنہ وہ کفر و فسق کہنے والے پر ہی لوٹ کر پڑے گا۔ اس کی غرض صرف یہ ہے کہ اس طرح ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق کو چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ یہی وہ مہلک مرض ہے جس نے مسلمانوں کی قوت کو پاش پاش کر دیا ہے۔

فضل الباری
شرح صحیح بخاری

آنے والی نسلیں

تمہارے نمونہ کو دیکھ کر ہی ترقی کریں گی

ہمیشہ ملتے رہو۔ یہ دُنیا چند روزہ ہے۔ ایک دن آتا ہے کہ نہ ہم ہوں گے اور نہ تم اور نہ کوئی اور۔ یہ سب جنگل ویرانہ ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ کی کیا حالت ہوئی۔ ہر ایک حالت میں تبدیلی ہے۔ پس اس تبدیلی کو مدِنظر رکھو۔ اور آخری وقت کو ہمیشہ یاد رکھو۔ آنے والی نسلیں آپ لوگوں کا منہ دیکھیں گی اور اس نمونہ کو دیکھیں گی۔ اگر تم پورے طور پر اپنے آپ کو اس تعلیم کا عامل نہ بناؤ گے تو گویا آنے والی نسلوں کو تباہ کرو گے۔ انسان کی فطرت میں نمونہ پرستی ہے۔ وہ نمونہ سے بہت جلد سبق لیتا ہے۔ ایک شرابی اگر کہے کہ شراب نہ پیو یا ایک زانی کہے کہ زنا نہ کرو یا ایک چور دوسرے کو کہے کہ چوری نہ کرو تو انکی نصیحتوں سے دوسرے کیا فائدہ اُٹھائیں گے بلکہ وہ تو کہیں گے وہ بڑا ہی خبیث ہے وہ جو خود کرتا ہے اور دوسروں کو اس سے منع کرتا ہے۔ جو لوگ خود ایک بدی میں مبتلا ہو کر اسکا وعظ کرتے ہیں وہ دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ دوسروں کو نصیحت کرنیوالے خود عمل نہ کرنیوالے بے ایمان ہوتے ہیں۔ اور اپنے واقعات کو چھوڑ جاتے ہیں۔ ایسے واعظوں سے دُنیا کو بہت بڑا نقصان پہنچا ہے۔

...... غرض ایسے نمونوں سے دنیا کو بہت بڑا نقصان پہنچا ہے۔ ہماری جماعتوں کو ایسی باتوں سے پرہیز کرنا چاہیئے تم ایسے نہ بنو۔ چاہیئے کہ تم ہر قسم کے جنایات سے بچو۔ ہر ایک اجنبی جو تم کو ملتا ہے وہ تمہارے منہ کو تاڑتا ہے۔ اور تمہارے اخلاق۔ عادات۔ استقامت۔ پابندی احکامِ الٰہی کو دیکھتا ہے کہ کیسے ہیں۔ اگر عمدہ نہیں تو تمہارے ذریعہ ٹھوکر کھاتا ہے پس ان باتوں کو یاد رکھو۔ (الحکم جلد نمبر ۴ صفحہ ۲ مؤرخہ ۲۱ جنوری [illegible])

شذرات

(شاہین)

جمال ہمنشیں درمن اثر کرد ✤ وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

آج کے شذرات حضرت مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رشحاتِ قلم کے لئے وقف کئے جاتے ہیں۔

انفرادی کامیابی کا گُر

مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کی شرح میں بیان فرماتے ہیں:۔

"اب بھی مسلمانوں پر سے ذلت وادبار کی حالت دُور نہیں ہوسکتی جب تک وہ خدا کی راہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرنا نہ سیکھیں۔ اپنے شغلوں پر، شادیوں اور ماتموں کے موقعوں پر بیدریغ روپیہ خرچ کرتے ہیں مگر خدا کی راہ میں دینے کے وقت مفلس بن جاتے ہیں۔ دینِ اسلام کی ترقی "انفاق فی سبیل اللہ" سے وابستہ ہے۔ جب تک اس اصولِ قرآنی کو اپنی زندگیوں کا عملی رہنما نہ بنائیں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ مسلمانوں میں مال و دولت کی کمی نہیں مگر وہ دل نہیں جو خدا کے وعدوں پر سچا ایمان رکھتا ہو اور اس کی راہ میں مال و دولت کو لٹا دے۔"

کامیابی کے تین عظیم الشان گُر

یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقتہٖ کی شرح میں رقم فرماتے ہیں اس رکوع میں کامیابی کے تین عظیم الشان گُر بتائے ہیں:۔

اوّل۔ سب سے پہلی بات ہے اتقوا اللہ حق تقتہٖ یعنی اللہ تعالےٰ کے مقرر کردہ حقوق کی نگہداشت یا ان حقوق و ذمہ داریوں کی حفاظت جو اللہ تعالےٰ نے ہر انسان کے ذمہ ڈال رکھی ہیں خواہ ان کی طرف شریعت ہدایت کرتی ہو یا عقلِ انسانی۔ گویا قوم کے ہر فرد کے اندر پہلے فرداً فرداً ذمہ داری کا احساس پیدا ہونا ضروری ہے اور یہی کامیابی کی عمارت کی خشتِ اول ہے۔ مگر صرف اس احساس کا پیدا ہونا ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ حق تقتہٖ بڑھا کر بتایا کہ اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے قوم کے ہر فرد کو اپنی اپنی جگہ پورا زور لگانا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ کے تقویٰ کا حق اس انسان نے ادا کر دیا جس نے اپنی طرف سے پورا زور لگا دیا........ اور آخر پر فرمایا لا تموتن الا و انتم مسلمون جس میں یہ بتایا کہ تم پر کوئی آن ایسی نہ آئے کہ کامل فرمانبرداری کی حالت نہ ہو کیونکہ موت کا وقت تو مقرر نہیں۔

دوم۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو کامیابی کا دوسرا گُر بتایا ہے اور وہ اتحاد اور جماعت کا رنگ ہے کتنا بھی افراد قوم کے اندر انفرادی ذمہ داری کا احساس موجود ہو صرف اس سے کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی جب تک کہ افرادِ قوم کے اندر ایک اجتماعی رنگ پیدا نہ ہو وہی کوشش عظیم الشان نتائج پیدا کرسکتی ہے جس کے کرنے والی ایک قوم کی قوم ہو، پس بتا دیا کہ انفرادی احساس اور انفرادی کوشش کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ سب مل کر ایک کام کو کریں اور یوں وحدتِ قومی کو کامیابی کا دوسرا اصول قرار دیا۔

سوم۔ اس آیت میں کامیابی کا تیسرا اصول دعوت الی الخیر کو بیان فرمایا ہے ارشادِ الٰہی یہاں یہ ہے کہ مسلمانوں میں ایک جماعت ہمیشہ ایسی موجود رہے جو دعوت الی الاسلام کے کام میں لگی رہے۔ ابتدائے اسلام کا زمانہ تو وہ تھا کہ ہر ایک مسلمان کے اندر ایک ایسی رُوح دعوت الی الاسلام کی پھونکی گئی تھی کہ وہ سب کے سب ہی داعیانِ اسلام تھے اور اس جوش اور تڑپ کو لے کر وہ دنیا کے مختلف ممالک اور مختلف شہروں اور جزیروں میں نکل گئے اور تھوڑے ہی سالوں میں دنیا میں ایک انقلابِ عظیم پیدا کر دیا۔ یعنی اسلام کا نام دُنیا کے دُور دُور ملکوں میں روشن کر دیا۔ ہر ملک اور ہر شہر میں اسلام کا جھنڈا لگا دیا........ بہت سے وہ بزرگ جن کے ناموں پر آج ہزارہا لوگ قربان ہوتے ہیں ان کی یہ عزت محض اسلام کی خدمتگذاری سے ہوئی وہ درحقیقت رُوحانی بادشاہ تھے اور جب دنیوی بادشاہوں نے دعوت الی الاسلام کے کام کو چھوڑ دیا تو روحانی بادشاہوں نے یہ کام اپنے ذمہ لے لیا........ لوگ خیال کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا تنزل ان کی سلطنت اور حکومت کے جاتے رہنے سے ہوا ہے حالانکہ حق یہ ہے کہ مسلمانوں کا تنزل اس وقت سے شروع ہوا ہے جب سے انہوں نے دعوت الی الاسلام کے کام کی طرف کم توجہی کر دی ہے اور سلطنتوں کا جاتے رہنا محض اس کے نتائج میں سے ایک نتیجہ ہے۔ پھر جب مسلمان دعوت الی الاسلام کے کام پر پوری توجہ کریں گے تو پھر وہی کامیابی اور وہی شان و شوکت ان کے لئے ہوگی جس کا وعدہ اولٰئک ھم المفلحون میں ہے۔

قوم کی کامیابی کے پانچ گُر

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب کی تفسیر میں قوموں کی کامیابی کے پانچ اصول بیان فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

۱۔ اس آیت میں قوم کی کامیابی کا اصل گُر یہ بتایا ہے کہ وہ مشکلات کے مقابلہ کے وقت گھبرائے نہیں۔

۲۔ دوسرا عظیم الشان اصل کامیابی کا عملی رنگ رکھتا ہے اور وہ ایثار ہے یعنی اپنے مال کا دوسروں کی بہبودی کے لئے خرچ کرنا۔

۳۔ اس کے بعد تیسرا اصل فرمایا نماز قائم کرے جو انسان کے اپنے نفس کی تکمیل کے لئے ضروری ہے اور زکوٰۃ دے جو دوسروں کی بہبودی کے لئے ہے۔

۴۔ اس کے بعد چوتھا اصل فرمایا کہ عہد کرے تو اس عہد کو پورا کرے خواہ اس کی وجہ سے کتنا ہی نقصان کیوں نہ اُٹھانا پڑے اور خواہ وہ اقرار کافر سے ہو یا مسلمان سے۔

۵۔ اور آخر میں پانچواں اور سب سے ضروری اصل بیان فرمایا اور وہ ہے صبر۔ تنگی میں جب فقر و فاقہ اُٹھانا پڑے دُکھ درد اور تکلیف کی حالت میں جب انسان کو جسمانی طور پر دُکھ پہنچ رہا ہو اور سب سے بڑھ کر حین الباس۔ مشکلات سے مقابلہ کے وقت میں یا دشمن سے مقابلہ کے وقت میں جیسے جنگ کی حالت میں۔ یہی اصل گُر کامیابی کا ہے اس لئے اس کو آخر پر رکھا اور منصوب علی المدح کہا۔ جن قوموں میں پہلی چار چیزیں نہیں وہ بھی صبر سے کامیاب ہو جاتی ہیں۔ مگر حقیقی نیکی اور راستبازی ان کے اندر پیدا نہیں ہوتی۔

اخبارِ احمدیہ

اعلانِ نکاح

مسٹر راجہ اسلم مجید خلف راجہ عبدالمجید صاحب کی رسم نکاح پروین اختر دختر چوہدری غلام احمد صاحب کے ساتھ مورخہ ۸ ۲/۹۸ اکو بستی رحمت پورہ اوکاڑہ میں بخیر و خوبی سر انجام پائی۔ خطبہ نکاح جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے ارشاد فرمایا۔ دلہا کے والد نے -/۲۰ روپے انجمن کے لئے عطیہ دیئے۔ اللہ تعالےٰ مبارک کرے۔

روانگی برائے حج

(۱)۔ جناب میاں نصیر احمد فاروقی صاحب چیف ایلیکشن کمشنر راولپنڈی ۱۰ فروری کو حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔

(۲)۔ جناب ڈاکٹر عبدالمجید صاحب، بیگم عبدالمجید صاحب اور ڈاکٹر مس قمر المجید صاحب ماہ رواں کے آخر میں حج کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں۔

(۳) کراچی سے چوہدری خوشی محمد صاحب معہ اہلیہ محترمہ خورشید امن صاحبہ حج کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں انکے

باقی بر صفحہ کالم ۳

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۶۸ء

"المنبر" کی غلط بیانی

لائل پوری رسالہ "المنبر" نے اپنی ۹ فروری کی اشاعت میں حضرت مسیح موعود کی بعض کتابوں سے انکارِ نبوت کی عبارات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے :-

"مرزا غلام احمد کے اقوال جن میں انہوں نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کی نبوت کو بلا استثنا ختم مانا ہے اور جن میں حضور کے بعد ہر قسم کی نبوت کے مدعی کو بدبخت مفتری، قرآن پر ایمان سے محروم بے شرم اور دائرہ اسلام سے خارج کہا ہے، اور یہ وہ تصورات و عقائد ہیں جو پوری امتِ مسلمہ کے عقائد و مسلمات ہیں اور ان کی اہمیت و صداقت ہی کا تابندہ ثبوت یہ ہے کہ مرزا غلام احمد جب تک مسلمان رہے یا جب انہیں اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی انہوں نے انہی عقائد کا سہارا لیا ۔ اور جیسا کہ انہوں نے مذکورہ عبارتوں میں مسلمانوں کو یقین دلایا برملا و بے شمار مرتبہ کہا کہ وہ نہ تو حضور کے بعد اجرائے نبوت کے قائل ہیں اور نہ ہی وہ خود مدعی نبوت ہیں، لیکن متعدد مراحل طے کرنے اور مسلمانوں سے طویل ترین آنکھ مچولی کے بعد انہوں نے اعلان کر دیا کہ وہ اجرائے نبوت کے قائل بھی ہیں اور نبی بھی ہیں"

آخری جملہ کی تائید میں "المنبر" حضرت مسیح موعود کی بعض ایسی عبارات نقل کی ہیں، جن میں آپ نے اپنی نسبت نبی کا لفظ استعمال کیا ہے، لیکن اس کے معنے اور تشریحات جو آپ نے کی ہیں ان کو نظر انداز کر دیا ہے مثلاً حقیقۃ الوحی سے یہ فقرہ نقل کیا ہے :-

"واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم .... یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک پیشگوئی ہے" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۷)

اس عبارت میں جہاں نقطے ڈالے گئے ہیں وہاں ایک لمبی عبارت کو حذف کر دیا گیا ہے جو حسب ذیل ہے :-

"واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک اور فرقہ ہے جو ابھی ظاہر نہیں ہوا، یہ تو ظاہر ہے کہ اصحاب وہی کہلاتے ہیں جو نبی کے وقت میں ہوں، اور ایمان کی حالت میں اس کی صحبت سے مشرف ہوں اور اس سے تعلیم اور تربیت پاویں، پس اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنے والی قوم میں ایک ہی نبی ہوگا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہوگا اس لئے اس کے اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کہلائیں گے، اور جس طرح صحابہ نے اپنے رنگ میں خدا تعالے کی راہ میں دینی خدمتیں کی تھیں وہ اپنے رنگ میں ادا کریں گے، بہرحال یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی پیشگوئی ہے"

دیکھ لیا آپ نے؟ صرف پہلے اور آخری فقرہ کو لے کر درمیانی تمام عبارت کو جس میں حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا **بروز** کہا ہے حذف کر دیا ہے، کیونکہ **بروز** کے لفظ سے نبوت حقیقی کی نفی ہوتی ہے ۔

اور سن لیجئے اسی حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۵۰ سے یہ لفظ نقل کئے ہیں :-

"صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا" لیکن اس کے ساتھ کا فقرہ "مگر ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی" حذف کر دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی وہ نوٹ بھی جو مزید وضاحت کے لئے حاشیہ میں دیا ہے، نقل نہیں کیا کیونکہ اس سے آپ نے حقیقی نبوت سے انکار کیا ہے چنانچہ لکھا ہے :-

"یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سن کر دھوکا کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعوے کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہِ راست نبیوں کو ملی ہے لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں، میرا ایسا دعوے نہیں ہے بلکہ خدا تعالے کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی اور میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت"

اس وضاحت کے بعد یہ کہنا کہاں تک حق بجانب ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اصلی اور حقیقی نبوت کا دعوی کیا ہے، اور ان واضح عبارات کے ہوتے ہوئے المنبر کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب نے انکارِ نبوت کے بعد آخری تحریرات میں نبوت کا دعوے کر دیا، نہایت ہی افسوسناک غلط بیانی ہے ۔ اور بھی بعض عبارات "المنبر" نے نقل کی ہیں، جن پر آئندہ روشنی ڈالی جائے گی انشاء اللہ ۔

بیان القرآن کا عکسی ایڈیشن

پیشگی رقوم ارسال کرنے والوں کے لئے خصوصی رعایت

انجمن حضرت مولینا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کی مایۂ ناز تفسیر قرآن مجید موسومہ بیان القرآن کے عکسی ایڈیشن کی طباعت کا اہتمام کر رہی ہے ۔ اس پر مجموعی طور پر 40000.00 روپے خرچ ہونگے کوشش کی جا رہی ہے کہ تفسیر کی ضخامت 2200 صفحات سے گھٹا کر 1500 صفحات ہو جائے ۔

آپ کو یہ سن کر خوشخبری ہوگی کہ بیان القرآن کی مکمل کتابت کے تمام اخراجات کے لئے مکرم محترم الحاج شیخ میاں فضل الرحمان صاحب لمنادر نے 15000.00 روپے کا گرانقدر عطیہ مرحمت فرمایا ہے جس کے لئے ہم ان کے شکرگزار ہیں ۔ بقیہ 25000.00 روپے کا بوجھ انجمن پر ہے ۔ اگر آپ اس میں ذرا سا دستِ تعاون بڑھائیں تو اس بوجھ میں کافی حد تک کمی واقع ہو سکتی ہے ۔ اس کا طریق یہ ہے کہ احباب بیان القرآن عکسی کی خرید کے لئے پیشگی رقوم ارسال کریں ۔ ان پیشگی رقوم ارسال کرنے والوں کو انجمن 10.00 روپے فی سیٹ کی خصوصی رعایت دے گی ۔ یعنے قسم اول 40.00 روپے کی بجائے 30.00 روپے میں ۔ قسم دوم 30.00 روپے کی بجائے 20.00 روپے میں

پہلے اندازہ کے مطابق بیان القرآن کی پہلی جلد دسمبر ۱۹۶۷ء تک شائع ہونی تھی، لیکن کتابت کی مشکلات کی وجہ سے ابھی تک دس پارے مکمل ہو سکے ہیں ۔ پہلے پاروں میں تفسیر کا حصہ زیادہ ہے اس لئے بھی اندازے سے زیادہ وقت لگ گیا ۔ ہماری پوری کوشش ہوگی کہ مکمل بیان القرآن دسمبر ۱۹۶۸ء تک شائع ہو جائے ۔

تصحیح :- ۲۰ دسمبر ۱۹۶۷ء کے شمارہ میں پیشگی رقوم ارسال کرنے والوں کی فہرست میں چوہدری علی محمد صاحب چک ۳۲ کسم سر کی طرف سے ارسال کردہ رقم چوہدری علی محمد صاحب اوکاڑہ کے نام سے درج ہو گئی ہے ۔ ہم اس غلطی کے لئے معذرت خواہ ہیں ۔

مینیجر دار الکتب اسلامیہ

گذشتہ میزان	10575.00	چوہدری بشیر احمد صاحب اوکاڑہ	50.00
بیگم صاحبہ چوہدری سردار [illegible] صاحب	30.00	بابو عبدالعزیز صاحب خانپور	30.00
عبدالحکیم صاحب جہلم	20.00	محمد خلیل صاحب ایس ڈی گجرات	30.00
مصباح الدین صاحب راولپنڈی	30.00	ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ	15.00
عبدالباقی صاحب بنوں	20.00	شیخ محمد حسین صاحب ٹھیکیدار	30.00
میاں غلام عباس صاحب	30.00	ملک ابراہیم صاحب ننگریال	30.00
فاضل رمضان صاحب فاروقیہ	60.00	محمد اسحاق صاحب مدرس زردبی	10.00
خواجہ عبدالغنی صاحب کراچی	20.00	شیخ محمد حسین صاحب جھنگ صدر	20.00
رشیدہ بیگم بنت چوہدری احمد علی صاحب	10.00	والدہ عبداللہ جان صاحب پشاور	30.00
کرنل عبداللہ سعید صاحب کوئٹہ	30.00	چوہدری شاہدین صاحب کراچی	30.00
عبدالصمد صاحب پشاور	30.00	میاں محمد بخش صاحب لائل پور	20.00
شیخ رحمت اللہ صاحب ملتان	30.00	ماسٹر اصغر علی صاحب ایبٹ آباد	10.00
عبداللطیف صاحب پشاور	30.00		
عبدالرب صاحب لائل پور	10.00	کل میزان	11230.00

پیغام صلح کا سالانہ چندہ یکم جنوری ۱۹۶۸ء سے بوجہ

چندہ اخبار

گرانی کاغذ طباعت وغیرہ آٹھ روپیہ سالانہ کر دیا گیا ہے ناظرین کرام مطلع رہیں، اور جن صاحبان کے ذمہ سالِ رواں کا چندہ قابلِ ادائیگی ہے ان کی خدمت میں التماس ہے کہ آٹھ روپیہ سالانہ کے حساب سے پیشگی چندہ ارسال فرما کر ممنون فرمائیں ۔

خاکسار مینیجر پیغام صلح لاہور

میاں ظہور احمد صاحب

دار الامان

نئی بستی نئی فضا

احمدیہ بستی جسے دار الامان کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، قوم کی آرزوؤں اور تمناؤں کا نتیجہ ہے۔ حضرت مولانا مولوی محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی خواہش کے زیر نظر مسلم ٹاؤن میں انجمن کے لئے کچھ اراضی خریدی تھی۔ تحصیل علم کے لئے درسگاہ، علاج کے لئے ہسپتال اور قوم کی نشو و نما کے لئے ملک درکار ہوتا ہے۔ اسی غرض کے لئے اور اسی خواہش کے ماتحت جماعت نے فیصلہ کیا کہ اشاعت اسلام اور نشر و اشاعت علوم قرآن کے لئے لاہور میں لیکن اس شہر کی گنجان آبادی سے باہر نکل کر ایسا مرکز قائم کیا جائے۔ جہاں ماحول اور فضا الگ ہو۔ چنانچہ ۱۹۶۴ء کے اخیر میں انجمن کی سلور جوبلی کے موقعہ پر امیر قوم نے اپنے دست مبارک سے دار الامان بستی کا سنگ بنیاد نصب کیا گزشتہ تیس برس اراضی کے قبضہ کو قائم رکھنے کی کشمکش میں گذر گئے۔ اس کشمکش کی تفصیلات میں جانا لاحاصل ہوگا۔

اراضی دار الامان دراصل لاہور امپرومنٹ ٹرسٹ کی سکیم میں کی جا چکی تھی۔ اس لئے مجلس منتظمہ نے سب کمیٹی مقرر کی جو حصول اراضی کا بندوبست کرے۔ بندہ بھی اس کمیٹی کا ممبر تھا۔ چنانچہ کمیٹی مذکورہ نے مناسب اقدام اٹھائے اور اراضی کا قبضہ مل جانے پر دفتر کو اطلاع دی کہ جو کام اُن کے سپرد کیا تھا بفضلہ تعالےٰ پایۂ تکمیل تک پہنچ چکا ہے۔ لہذا انجمن مستقبل کے لئے غور کرے۔ مجلس منتظمہ نے حصول زمین پر اطمینان ظاہر کرتے ہوئے فیصلہ کیا کہ بلڈنگ کا کام بھی یہی سب کمیٹی سرانجام دے، ادھر بلڈنگ کا اہم فریضہ سپرد کیا گیا۔ ادھر حکومت نے ایک مختصر چٹھی کے ذریعہ قبضہ سے دستبرداری کی اطلاع دے دی۔ لیکن خدا کے فضل سے طویل جد و جہد کے بعد ۲۳۱ کنال اراضی جوں کی توں بحال ہو گئی، اور پلاننگ کا کام شروع ہو گیا یکے بعد دیگرے نقشہ جات (SITE PLANS) بنائے گئے آخر کار فائنل سکیم تیار کی گئی۔ اس میں مسجد، لائبریری۔ احمدیہ ہال۔ نیو مسلم کالج، طلباء اور طالبات کے لئے علیحدہ علیحدہ ہائی سکول دار الشفقت۔ الیکٹرک و ڈسپنسری، رہائشی مکانات کے لئے گراؤنڈ۔ اور تمام دیگر ضروریات موجود ہیں۔ مندرجہ بالا اداروں کے علاوہ ایک حصہ یا سیکٹر ایسا رکھا گیا جس پر غور و فکر کی دعوت ہر احمدی بھائی و بہن کو دیتا ہوں۔ آپ سب متفق ہوں گے **کہ آبادی اور آبادی ہی سے کسی قطعہ ارضی کو پُر رونق اور مفید بنایا جا سکتا ہے**۔ امریکہ کا بر اعظم بیابان اور جنگل تھا۔ کولمبس نے اپنی محنت شاقہ سے خطرات کا سامنا کرتے ہوئے یہاں تک رسائی پائی۔ انگلستان کے لوگ پیدل دریا کے تلاش روزی میں وہاں پہنچے۔ اور چند رسول کے بعد یہ ٹکڑہ زمین پُر رونق، پر وقار اور دنیا کے کاروبار کی کشش کا مرکز بن گیا۔ اسی محنت اور کوشش سے جنگل میں منگل بنتے ہیں۔ آبادی کے بعد ہر سامان مہیا ہوتا ہے صنعت، زراعت، درسگاہیں، اخلاق، قومی تربیت اور دیگر ضروریات زندگی خود بخود معرض وجود میں آتی ہیں۔ ذرا دیکھئے لائل پور کا بلدیہ جو آج فیصل آباد، زرخیز اور مرکز صنعت و حرفت ہے۔ جب اس کی بنیاد رکھی گئی تو محض آٹھ بازار اور درمیان میں ایک کنواں موجود تھا۔ جسے بعد میں گھنٹہ گھر کی شکل دے دی گئی مذکورہ بالا سطور سے مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ رونق، خدمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کو عملی جامہ پہنانے کے ساتھ آبادی کا انتظام لازم ہے۔ تاکہ چند افراد اعلیٰ مقاصد کو جرأت اور رفتار زمانہ کے مطابق بروئے کار لا سکیں۔ اسلامی تاریخ میں مثالیں موجود ہیں کہ کس بے سر و سامانی میں اہل دل اور اہل تقویٰ بزرگوں نے اعلائے کلمۃ اللہ کا کام شروع کیا، لیکن جلد ہی عزت، دولت، ثروت اور شوکت نے اُن کے قدم چومے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ملا کہ اپنی زوجہ محترمہ کو مع اپنے لعل حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو مکہ کی وادی میں چھوڑ دو۔ آخر اس کی غرض و غایت کیا تھی؟ یہی کہ خانہ خدا میں رونق، کشش اور ایمان کی فراوانی ہو۔ اسی مقصد کے لئے ضروری تھا کہ آبادی کا آغاز کیا جاوے۔ ورنہ اگر اللہ چاہتا تو وادی غیر ذی زرع میں بغیر آبادی بھی پھل اور رزق مہیا کر دیتا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے اپنے پیارے پیغمبر کو چند احکام سے آزمایا اور وادی غیر ذی زرع میں آشیانہ بنانے کو کہا۔ احکام کی تکمیل پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ آپ کو لوگوں کے لئے پیشوا بناؤں گا۔ اس کے بعد حضور نے درخواست کی کہ مکہ کو امن والا شہر بنا دے اور اس کے بسنے والوں کو پھلوں سے رزق دیجئے۔ ہر دو دعاؤں کی قبولیت کا ثبوت ان خوش قسمت مومنوں کو ملتا ہے جنہیں بیت اللہ و بیت الرسول کی زیارت میسر آوے۔

پس ضروری ہے کہ نئی بستی میں رہائشی سیکٹر پر پوری پوری توجہ دی جائے۔ اور جماعت کے احباب اس سیکٹر کی آبادی کے لئے تجاویز اور مشورے بھیجکر منتظمین کی حوصلہ افزائی فرماویں۔ ساکنانِ لاہور میں سے چند نوجوانوں اور بزرگوں نے خواہش ظاہر کی ہے کہ اس .... Residential Sector میں دس دس مرلہ زمین پر اپنا مکان یا فلیٹ بنا دیں، اس ضمن میں کچھ خطوط بھی موصول ہوئے، چونکہ یہ سیکٹر اُن ممبران جماعت کیلئے مخصوص ہے جو انجمن کے مفاد سے دلچسپی رکھتے ہوں، جو ذاتی کاروبار کرتے ہوں۔ یہ معاملہ غور طلب ہے اس لئے بذریں چند سطور جماعت کو اطلاع دی جاتی ہے کہ پہلی فرصت میں اپنے قیمتی مشورے قلمبند کر کے مرکزی دفتر کو بھیجدیں تاکہ دار الامان کمیٹی ان تمام مشوروں کی روشنی میں اپنی سفارشات مجلس منتظمہ کی خدمت میں پیش کر سکے۔ کمیٹی متعلقہ مشکور ہوگی اگر اس قسم کی تجاویز ۱۸ مارچ تک دفتر میں موصول ہو جاویں۔ لفافہ پر "دار الامان کمیٹی" کے الفاظ درج کئے جاویں تاکہ وصولی میں تاخیر نہ ہونے پائے۔

تجویز یہ ہے کہ صرف ان اصحاب کو جو کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں شامل اور اس مقصد سے گہرا قلبی اور عملی لگاؤ رکھنے والے ہوں اور اپنے کاروبار کے علاوہ سلسلہ کے کاموں کے لئے بھی وقت دے سکیں اور اس کے مقاصد کی تکمیل میں دامے، درمے، قدمے سخنے حصہ لے سکیں، بعض شرائط کے مطابق انجمن کی اراضی پر اپنے خرچ سے مکان بنانے کی اجازت دی جا سکتی ہے ضروری ہوگا کہ مکان بنانے کی اجازت کے لئے کچھ رقم فی مرلہ کے حساب سے انجمن کو ادا کی جائے۔ لیکن اگر کوئی صاحب حسب قانون انجمن کے نام وصیت کر جائیں کہ اُن کی زندگی یا اُن کے فلاں فلاں عزیز کی زندگی کے بعد مکان انجمن کی ملکیت ہو جائے گا تو اس رقم کی ادائیگی کے بغیر بھی مکان بنانے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔

خاکسار

(میاں) ظہور احمد

مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور کی سالِ نو کی پہلی فتح

امسال مسلم ہائی سکول نمبر ۲ میں ۱۰۔ اور ۱۱ فروری کو حسن قرأت، علم القرآن، سیرت النبی صلعم اور نعت خیر البشر کے موضوعات پر بین المدارس تقریری مقابلے منعقد ہوئے ان مقابلوں میں لاہور کے مشہور چوٹی کے سکولوں کے طلباء نے حصہ لیا۔

ہمارے سکول کے چار بچوں نے بھی ان چاروں مقابلوں میں حصہ لیا۔ اور سہیل شوکت جماعت نہم نے تفسیر سورۃ فاتحہ بیان کر کے اپنے مقابلہ میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ محمد اشفاق جماعت نہم نے سیرت کے مقابلہ میں شرکت کی اور اول انعام جیت لیا۔ بحیثیت مجموعی ہمارا سکول دوسرے نمبر پر رہا اور حضرت میاں محمد میموریل شیلڈ نمبر ۲ جیت لی۔

۱۱ فروری کو حلقہ علم و ادب مزنگ کے زیر اہتمام سیرت کے موضوع پر ایک اور مقابلہ منعقد ہوا اور ہمارے بچے محمد اشفاق نے اس مقابلہ میں بھی دوسری پوزیشن حاصل کی۔ اس طرح محمد اشفاق نے ایک ہی دن میں دو اوّل انعام جیت لئے۔ خالحمد للہ علی ذالک۔

خاکسار۔ برکت علی رستاف سیکرٹری

مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور

صرف ایمان اور اعمالِ صالحہ ہی قربِ الٰہی کا ذریعہ ہیں نہ کہ مال و اولاد

ایک بی بی اور ایک نوجوان کی پیشکش اور صدقہ جاریہ کی تحریک

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۳ فروری ۱۹۶۸ء ۔ فرمودہ حضرت امیر مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

وما ارسلنا فی قریۃ من نذیر الا قال مترفوھا انا بما ارسلتم بہ کافرون وقالوا نحن اکثر اموالاً واولاداً وما نحن
بمعذبین قل ان ربی یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر ولکن اکثر الناس لا یعلمون وقال اللہ تعالیٰ انما یخشی
اللہ من عبادہ العلماء ان اللہ عزیز غفور ان الذین یتلون کتاب اللہ واقاموا الصلوٰۃ وانفقوا مما رزقنھم سراً وعلانیۃ
یرجون تجارۃ لن تبور ـــــ (پارہ ۲۲ رکوع ۱۰-۱۲-۱۶) ـــــ

انبیاءؑ و مرسلین کا انکار اور مخالفت

خدا تعالےٰ نے ایک قانون بیان فرمایا جو یہ ہے کہ انبیاءؑ کی بعثت کے وقت امراء اور اہلِ ثروت لوگ عموماً ان کا انکار کر دیتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ بات تھی اللہ تعالےٰ نے آپؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ عرب کے امراء آپؐ کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اور آپؐ سے دشمنی رکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ نحن اکثر اموالاً و اولاداً۔ اور الولید بن مغیرہ نے کہا کہ نبوّت و رسالت کا حقدار تو میں ہوں میرے پاس مال ہے۔ میرے پاس جتھہ ہے اللہ تعالےٰ نے حضور اکرمؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ ایسا ہوتا ہی رہا ہے کہ مامورین الٰہی کا ہمیشہ امراء اور رؤساء انکار ہی کرتے چلے آرہے ہیں۔ فرمایا۔ وما ارسلنا فی قریۃ من نذیر الا قال مترفوھا انا بما ارسلتم بہ کافرون کوئی نبی رسول اور نذیر ایسا نہیں آیا جس کا اہلِ ثروت نے انکار نہ کیا ہو۔ اور یہ نہ کہا ہو کہ یہ منصب نبوت و ہدایت تو ہمیں ملنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ ہم مال اموال والے اور آل اولاد والے ہیں، ہمارے پاس روپیہ بھی ہے جتھہ بھی ہے۔

مال و اولاد قربِ الٰہی کا ذریعہ نہیں

وہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارے پاس جو مال و اولاد کی نعمتیں ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ خدا ہم پر راضی ہے وہ ہم پر مہربان ہے۔ حالانکہ خدا نے دولت کی تقسیم اسی طرح کر رکھی ہے کہ کسی کے پاس دولت زیادہ ہے کسی کے پاس کم ہے۔ یہ خدا تعالےٰ کی مصلحت اور حکمت ہے۔ جس کو اکثر لوگ نہیں جانتے وہ فرماتا ہے وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقربکم عندنا زلفیٰ دولت کا مل جانا اور اولاد کا زیادہ ہو جانا یہ خدا تعالےٰ کے قرب کی نشانی نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان کے ذریعہ سے قربِ الٰہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔

ایمان اور عمل صالحہ ہی قربِ الٰہی کا ذریعہ ہیں۔

قربِ الٰہی کا ذریعہ ایمان اور عمل صالحہ ہیں۔ ایمان اور عملِ صالحہ کی نعمتیں امیر کو بھی میسر ہیں، اور غریب کو بھی۔ خدا رب العلمین ہے۔ جس طرح سے سورج، قمر، ہوا پانی سب کے لئے ہیں۔ اسی طرح سے فطرت انسانی بھی سب کی ایک ہے دنیا کا کوئی حصہ ایسا نہیں جس میں سب انسانوں کی فطرت یکساں نہ ہو۔ تمام کے تمام لوگ نیکی کو نیکی اور بدی کو بدی سمجھتے ہیں فرمایا اگر ہم نے تمام دنیا کے لوگوں کو ایک فطرت صحیحہ دے رکھی ہے تو ہمارا قرب بھی امارت و غربت کے پیمانوں سے نہیں بلکہ نیک اعمال کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ قربِ الٰہی کا یہ قانون عالمگیر ہے۔ غریب آدمی اگر راست رو ہے عمل صالحہ بجالاتا ہے تو وہ اس امیر سے زیادہ خدا کے قریب ہے جو راستی سے کام نہیں لیتا۔ ظلم کرتا ہے، اور حلال و حرام میں تمیز روا نہیں رکھتا۔

مال قابلِ مذمت نہیں

بخیل ہونا قابلِ مذمت ہے

مال کی خدا اور رسولؐ نے کبھی مذمت نہیں کی۔ مال جس طرح دنیا کے لئے ضروری ہے اسی طرح دین کے لئے بھی ضروری ہے۔ مال کے بغیر نہ دنیا کے کام ہو سکتے ہیں نہ دین کے۔ لیکن مال رکھ کر بخیل بننا یہ قابلِ مذمت بات ہے مال کی ہوس بڑھتے چلے جانا اور اس کو نیکی اور خیرات کے کاموں میں صرف نہ کرنا یہ بری بات ہے۔ یہ خدا تعالےٰ کے قرب حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں ہے۔ قربِ الٰہی تو اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ خدا پر ایمان ہو اور یقین ہو کہ وہ زمین و آسمان کا بادشاہ ہے وہ ہر ظاہر و باطن کو دیکھتا ہے جو شخص ایمان کے ساتھ عمل بھی اچھے کرے اس کے لئے نیک بدلہ ہے۔ ایمان باللہ کے بعد اعمالِ صالحہ کا بجا لانا یہ خدا کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

خدا پر علم و یقین اور نیک زندگی قربِ الٰہی کا موجب ہے۔

فرمایا انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء جب انسان کو علم اور یقین ہو جائے کہ خدا ہے تو وہ اس سے ڈر کر زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ تمام کاروبار میں خدا سے ڈرتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ خدا مجھے دیکھتا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ان الذین یتلون کتاب اللہ واقاموا الصلوٰۃ وانفقوا مما رزقنھم۔ جو لوگ خدا کی کتاب کو پڑھتے ہیں اور پڑھنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں اور پھر خدا تعالےٰ کے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرتے ہیں۔ کبھی خفیہ خرچ کرتے ہیں اور کبھی علانیہ دوسرے لوگوں کی ترغیب و تحریص کے لئے خیرات میں حصہ لیتے ہیں۔ وہی اللہ تعالےٰ کے مقرب ہیں۔

تین ضروری باتیں

یہاں تین باتوں کا ذکر ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ انسان کے قلب پر خدا تعالےٰ کی خشیت و خوف ہو کہ پہلا [illegible] ہو جائے۔ پھر اس کی عبادت تین طرح سے ہے کتاب کا پڑھنا زبان کی عبادت ہے اقاموا الصلوٰۃ عبادت بدنی ہے اور انفقوا عبادت مالی ہے۔ اس آیت میں قلب کا ذکر ہے کہ اس سے اعمال پیدا ہوتے ہیں قلب میں ایمان ہو تو اس کا اعضاء پر اثر پڑتا ہے۔ خدا کا کلام پڑھنے سے خدا کے حضور جھک جاتا ہے۔ پھر اس کا اثر مال پر پڑتا ہے کہ اس کو خدا تعالےٰ کی منشاء کے مطابق خرچ کرتے ہیں، یہ تجارت اور سودا گھاٹے کا نہیں ہے۔

ایک خاتون کی پیشکش

کل میرے پاس ایک بی بی آئیں اور بتایا کہ میں حج کرنے کو جا رہی ہوں۔ یہ بی بی وزیر آباد کے ایک ممتاز اور معتبر خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ وزیر آباد کے ذیل کے اصحاب نے امامِ زمانؑ کو ابتدائی وقت میں مانا۔ شیخ محمد جان صاحب شیخ نیاز احمد صاحب، شیخ عبدالرحمان صاحب۔ شیخ مولا بخش صاحب اور حافظ غلام رسول صاحب۔ عبدالرحمان صاحب ناظر آج کل کراچی میں ہیں اور یہ مرحوم شیخ محمد جان صاحب کے فرزند ارجمند ہیں۔ یہ بی بی (حمیدہ بیگم) جو حج کو جا رہی ہیں ناظر صاحب کی بہن ہیں۔ انہوں نے ایک تھیلی روپوں کی پیش کی اور کہا یہ خزانہ مستورات سے فراہم کرتی رہی ہوں [illegible] دین کے کام میں لایئے۔ میں چاہتی ہوں کہ اس طرح جماعت کی دوسری بہنیں اپنی اپنی جماعت کی خواتین سے رقوم جمع کیا کریں۔ تھوڑی تھوڑی رقوم سے خزانہ بن جاتا ہے

ایک نوجوان کی مرسلہ رقم

علاوہ ازیں کسی کی طرف سے ایک سو روپے کے پوسٹل آرڈر وصول ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا صرف اتنا لکھا ہے کہ میں آپ کا ساتھ اگر دے ہوں۔ اس نوجوان کو اخبار کے ذریعہ رسیدگی رقم کی اطلاع کر دی جاتی ہے۔

اسلام میں اقتصادیات

میں نے ایک دفعہ گردن چھڑائی فنڈ کی تحریک کی تھی اس میں سات ہزار روپیہ جمع ہو گیا تھا۔ اس سے کئی ایک آدمیوں کے قرض کا بار گراں ان کی گردنوں سے اتر گیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف نماز روزہ کا ہی درس نہیں دیا بلکہ اقتصادیات کی بھی تعلیم دی ہے۔ زکوٰۃ کے ذریعہ سے لاکھوں روپے سالانہ اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ اس خطیر رقم سے غرباء کی مسکنت ختم ہو سکتی ہے ٹیکنیکل سکولز قائم کئے جا سکتے ہیں۔ ہسپتال قائم ہو سکتے ہیں۔ اس طرف خصوصی توجہ اور ہمہ گیر انتظام کی ضرورت ہے۔ فطرانہ کا لاکھوں روپیہ ہر سال ضائع ہو جاتا ہے۔ اگر اس رقم کو ایک جگہ جمع کر لیا جایا کرے تو رفاہِ عامہ کے کام بڑے احسن طریق سے انجام پا سکتے ہیں۔ صرف لاہور کے اندر بیس لاکھ کی آبادی ہے۔ ایک روپیہ فی کس فطرانہ سے ہر سال اسی ایک شہر سے بیس لاکھ روپیہ کی رقم میسر آ سکتی ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے قوم کو غریب نہیں چھوڑا ایسا ذریعہ بنایا ہے کہ قوم کے لئے خزانہ جمع ہو سکے۔

صدقہ جاریہ

سیالکوٹ کے ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ صاحب نے میرے پاس بیس ہزار روپے کی رقم بطور وصیت ارسال فرمائی ہے وہ اس وصیت کے روپے سے احمدیہ مارکیٹ کے اوپر دو فلیٹ بنانا چاہتے ہیں ان دو فلیٹوں کا ماہوار کرایہ چار صد روپے ہو گا۔ وہ اس رقم میں مزید چند ہزار روپے بھی بڑھانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ایک فلیٹ کی تعمیر پر بارہ ہزار روپے صرف ہوتے ہیں جس کا ماہوار کرایہ دو صد روپے مقرر ہو گا۔ ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب کی طرح اگر اور لوگ بھی اپنے والدین کے لئے بطور صدقہ جاریہ بارہ ہزار روپیہ سے ایک فلیٹ بنوا دیں تو ان کا کرایہ صدقہ جاریہ کے طور پر خدمت دین کے کام آتا رہے گا۔ کسی نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ میری والدہ فوت ہو گئی ہیں اگر میں ان کے حق میں خیرات کروں تو کیا اس کا ثواب ان کو پہنچے گا فرمایا ضرور ایسا ہو گا۔ اسی طرح جو لوگ اپنے کسی بزرگ کے حق میں ایک فلیٹ تعمیر کریں گے اس صدقہ جاریہ کا ثواب ان کے بزرگ کو پہنچتا رہے گا۔

دعا کی تحریک

خزانہ پیش کرنے والی بی بی فہمیدہ بیگم کے لئے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ان کا حج قبول کرے اور وہ سلامتی سے اپنے وطن میں واپس آئیں۔ ٹھیکیدار محمد حسین صاحب کے لڑکے کیلئے بھی دعا کریں۔ ایک صاحب پنڈی بھٹیاں سے چل کر آئے ہیں وہ جماعت سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کے فرزند کے لئے دعا کریں کہ وہ سیدھے راستہ سے منحرف نہ ہو، باپ کی تڑپ ہے کہ خدا تعالیٰ کسی طرح اس بچہ کو سیدھے راستہ پر لے آئے اور دین کا خادم بنا دے۔ ان کے لئے ساری جماعت دعا کرے۔ علاوہ ازیں سب مردوں اور عورتوں اور ان کی اولادوں کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا فضل نازل فرمائے۔

بدوملہی میں ڈاکٹر مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب

مبلغ جرمنی کی ۲ دو بصیرت افروز تقاریر

۱۸ اکتوبر بروز اتوار بوقت ۱۲½ بجے دوپہر ڈاکٹر مولانا محمد یحییٰ صاحب بمعیت چوہدری فضل حق صاحب اور مجیب اشرف صاحب ایم اے بدوملہی پہنچے۔ اور ایک بجے بعد از دوپہر مسلم ہائی سکول بدوملہی کے وسیع ہال میں طلباء اساتذہ اور معززین شہر کو مخاطب فرمایا۔ تمام ہال پُر تھا۔

جلسہ کی صدارت چوہدری محمد شفیع صاحب رئیس اعظم بدوملہی نے فرمائی۔ عبدالحفیظ بٹ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول بدوملہی نے ڈاکٹر صاحب موصوف کا تعارف کراتے ہوئے یورپ میں تبلیغ اسلام کا ذکر کیا اور فرمایا کہ حضور نبی کریم صلعم کی پیشگوئی ہے کہ آخری زمانہ میں سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہو گا۔ حضرت مرزا صاحب مجدد زمان و مہدی دوران نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آخری زمانہ میں اسلام کا سورج یورپ سے طلوع ہو گا۔ اسی ضمن میں حضرت مرزا صاحب نے اپنا کشف بیان کیا ہے کہ وہ لندن میں منبر پر وعظ کر رہے ہیں اور سفید پرندے جو درختوں پر بیٹھے ہیں ان کو پکڑ رہے ہیں۔ اس کا مفہوم انہوں نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ان کی تقاریر اور ان کی تصنیفات کے تراجم وہاں پہنچیں گے، اور سفید فام لوگ اسلام کا شکار ہو جائیں گے۔

چنانچہ ۱۹۱۲ء میں حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم انگلستان تشریف لے گئے اور لندن میں تبلیغ اسلام کا آغاز کیا اور حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ نے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ انگریزی زبان میں کیا۔ خواجہ صاحب اور مولانا صدرالدین صاحب کی تبلیغ سے جو بعد میں وہاں گئے بہت سے انگریز مسلمان ہوئے۔ اس کے بعد وسط یورپ میں یعنی جرمنی کے دارالخلافہ برلن میں ایک عظیم الشان مسجد حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے تعمیر کی اور انہوں نے ہی جرمنی زبان میں قرآن شریف کا ترجمہ اور تفسیر کی۔ اسی غرض یعنی اشاعت اسلام کے لئے ڈاکٹر مولانا محمد یحییٰ صاحب پہلے لندن میں کئی سال تبلیغ کرتے رہے پھر اب تقریباً ۱۲ سال جرمنی میں اشاعت اسلام کرنے کے بعد واپس تشریف لائے ہیں۔

ہیڈ ماسٹر صاحب کی اس تعارفی تقریر کے بعد ڈاکٹر محمد یحییٰ صاحب نے تقریر شروع کی اور فرمایا۔ کہ یورپ کے لوگ بہت زیادہ تعلیم یافتہ ہیں۔ اور اسلام ایک ایسا معقول دین ہے۔ جو جتنا زیادہ علم والا اور سلجھے ہوئے دماغ والا آدمی ہو۔ اتنا ہی اس کو زیادہ اپیل کرتا ہے۔ اسلام کی تبلیغ کرنے کا جو لطف اس لحاظ سے جرمنی یا لندن میں آتا ہے وہ یہاں کہاں؟ وہ لوگ بہت فراخ دل واقع ہوئے ہیں۔ بحث میں حق بات کو بہت جلد قبول کر لیتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمیں عیسائی اپنے گرجوں، سکولوں اور کالجوں میں اسلام پر لیکچر دینے کے لئے بلاتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک سکول میں میں نے طلباء کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ ایک نہایت خوبصورت ۳۲ برس کا نوجوان نہایت ہی میٹھی میٹھی باتیں کرنے والا یہاں آ جائے اور ساتھ ہی یہ کہے کہ میں خدا کا بیٹا ہوں تو آپ کا کیا تاثر ہو گا؟ کیا آپ اس کو خدا کا بیٹا مان لیں گے؟ وہ سب یک زبان ہو کر بولے ہم اُسے خدا کا بیٹا ہرگز تسلیم نہیں کریں گے۔ بلکہ انسان کا بیٹا سمجھیں گے۔ اس پر میں نے کہا کہ پھر حضرت مسیح خدا کا بیٹا کیسے ہوئے۔ ڈاکٹر یحییٰ صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ وہاں عوام سے استفسار کیا گیا کہ کیا آپ حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں یا انسان تو ۸۰ فیصد لوگوں نے یہی رائے دی کہ "انسان"۔ ان واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ عیسائیت کے نامعقول عقائد سے وہ لوگ متنفر ہو رہے ہیں۔ اس کے بالمقابل جب ہم اسلام کے اصول توحید وغیرہ پیش کرتے ہیں تو وہ لوگ انشراح صدر سے ان کو قبول کرتے ہیں دوسرے وہ لوگ بڑے جرأت مند بھی ہیں، جب ان پر اسلام کی حقانیت ثابت ہو جاتی ہے تو وہ اپنے اسلام کا اعلان بھی کر دیتے ہیں۔

مولانا صاحب نے وہاں کے طلباء کی چند ایک خصوصیات بیان فرمائیں۔ انہوں نے بتایا کہ وہاں طالب علم وقت کے بڑے پابند ہیں۔ برف باری یا برسات میں وہ سکول میں وقت پر حاضر ہوتے ہیں۔ طلباء کے والدین انکی پڑھائی میں بہت دلچسپی لیتے ہیں اور وہ ان کی پڑھائی میں مدد بھی کرتے ہیں۔ اُن کے سکول ۷ بجے لگتے ہیں حالانکہ سورج آٹھ بجے طلوع ہوتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف کا لیکچر بہت دلچسپ تھا طلباء، اساتذہ کرام اور معزز حاضرین شہر نے بہت زیادہ پسند فرمایا اور خوشنودی کا اظہار کیا۔ صدر مجلس جناب چوہدری محمد شفیع صاحب نے لیکچر کی تعریف کرتے ہوئے اہالیان بدوملہی کی طرف سے ان کا شکریہ ادا کیا۔ (باقی آئندہ)

روانگی ڈھاکہ لاہور مورخہ ۲۷ فروری ۱۹۶۸ء انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کی طرف سے چار احباب (ڈاکٹر اللہ بخش صاحب سیکرٹری انجمن، مولانا ڈاکٹر محمد یحییٰ بٹ صاحب، مولانا عبدالمنان عمر صاحب، چوہدری فضل حق صاحب) [illegible] برائے تبلیغ ڈھاکہ (مشرقی پاکستان) تشریف لے گئے ہیں، انکی کامیابی اور بخیریت واپسی کے لئے احباب سے دعاؤں کی درخواست ہے۔

غلام نبی مسلم

کیا زمینداری نظام
قرآنی احکام کے منافی ہے؟

ناظم اوقاف مغربی پاکستان مسٹر ایم۔ محمود نے راولپنڈی میں اسلامی مجلسِ مذاکرہ میں (بقول روزنامہ مشرق) "ملکیت زمین کے موضوع پر ایک جامع مقالہ پیش کیا ہے جس میں انہوں نے قرآن، احادیث اور آئمہ کرام کے مستند حوالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ زمینداری نظام قرآن کے اصولوں کے منافی ہے۔" معلوم ہوتا ہے کہ "مشرق" کے مدیر روشن ضمیر نے مقالہ پڑھے بغیر اسے "مستند" اسلامی حوالوں کا شاہکار قرار دے دیا ہے۔ غالباً انہوں نے یہ "مقالہ" "اسلامی مجلس مذاکرہ" میں پڑھے جانے کی بنا پر جامع قرار دیا ہے حالانکہ اس میں قرآن سے تو کوئی سند پیش نہیں کی گئی۔ البتہ احادیث کی غلط روایت کر کے تلبیس آرائی کی گئی ہے۔ اور مسلمان زعماء کے غیر متعلق اقوال درج کر دیئے ہیں۔

اس مقالہ کے مطالعہ سے ہر فہیم انسان یہ تاثر لینے پر مجبور ہے کہ صاحب مقالہ نے معقولیت اور حقائق پر جذباتیت کو ترجیح دی ہے اور مفلوک الحال ہاریوں کی پسماندگی ذلت اور غربت سے متاثر ہو کر زمینداری، نظام کو بیخ و بن سے اُکھاڑ پھینکنے کو ہی مسئلہ کا حل فرض کر لیا ہے، اور اپنے مفروضے کی تائید میں تاریخ سے ایسے حوالے تلاش کئے ہیں جو زمینداری نظام کی خرابیوں کے عکاس ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:—

> "انسانوں پر انسانوں کے مظالم کا دوسرا مشاہدہ مجھے سابق صوبہ سندھ میں ملازمت کے دوران ہوا۔ جہاں میں نے دیکھا کہ غریب کسانوں اور ہاریوں کو زمیندار طبقہ کس بغیر انسانی طریقہ پر لوٹ رہا ہے۔ ہاریوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کوئی چیز محفوظ نہ تھی"

اسی زمینداری نظام کی خرابی کے زمرہ میں آپ نے حضرت امام ابن تیمیہ رح اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ ذیل دو حوالے بھی درج کئے ہیں

ابن تیمیہ :-

> "آج ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ سب سے تباہ حال پسماندہ اور مظلوم طبقہ کسانوں کا ہے"

شاہ ولی اللہ :-

> "زمینداری انسانوں کے درمیان عدم مساوات اور کشیدگی پیدا کرتی ہے"

قرون اوسطیٰ یا ماضی قریب میں انسانوں کی حالت ناگفتہ بہ رہی ہے۔ لیکن کسانوں کے علاوہ عوام کا ایک کثیر گروہ کم و بیش انہی حالات سے دوچار رہا ہے۔ جن کا سامنا کسانوں کو کرنا پڑا۔ جیسا کہ شہروں اور قصبوں میں انسانوں کا ایک گروہ روزی کمانے کے لئے عصمت فروشی پر مجبور ہوتا رہا۔ اس قسم کی خرابیوں کا سرچشمہ زمینداری نظام کی بجائے مرکزی حکومت کی کمزوری، قانونی گرفت کی ڈھیل اور اخلاقی اقدار کی تباہی ہے۔ ایسے حالات میں تو ہر فرد، مادی قوت کے مطابق فرعون اور شداد کا روپ دھار لیتا ہے۔

اسلام اور زمین کی ملکیت

جناب مقالہ نگار نے نظام کاشت، آبادی کی کثرت، اور نظام حیات کی موجودہ صورتِ حالات کو نظر انداز کر کے، ماضی کی خلاؤں میں گم ہو کر معاشی ناہمواری اور تقسیم زمین کی عدم مساوات کا جائزہ لینے کی نامسعود سعی فرمائی ہے۔ تاہم کاشتکاری اور زمینداری کے مالۂ اور ماعلیہ پر نگاہ ڈالنے سے قبل ضروری ہے کہ آپ نے اپنے نظریئے کی تائید میں قرآن و سُنّت اور ادوارِ اسلام کا جو سہارا لیا ہے اس کا سرسری جائزہ لیا جائے۔ جہاں تک قرآن کا تعلق ہے، آپ لکھتے ہیں:—

> "قرآن کا قانونِ ملکیتِ زمین چند مستثنیات کو چھوڑ کر قطعی طور پر زمین پر کاشتکار کی ملکیت کے اصول پر مبنی ہے۔ اور مسلمانوں نے پوری تاریخ میں اس سلسلے میں قرآن کے اصول پر عمل نہیں کیا، سرمایہ دار طبقے نے قرآن کے اصولوں کی جان بوجھ کر ایسی تشریح کی، جو اُن کے مفادات کے مطابق تھی اور ان کی اس لوٹ کھسوٹ میں حائل نہ تھی، جو پیغمبر اسلام کے وصال کے فوراً بعد شروع ہو گئی تھی"
>
> "قرآن زمینداری سسٹم کا حامی نہیں ہے کیونکہ اس معاملہ میں قرآن کا قانون کاشتکاروں میں زمین کی مساوی تقسیم پر مبنی ہے۔ قرآن زمین پر شخصی ملکیت تسلیم نہیں کرتا۔ کیونکہ قرآن کی رُو سے زمین اللہ کی ملکیت ہے اور اس کے واسطے سے مملکت کے تصرف میں ہے"

ان اقتباسات کو دیکھ جایئے۔ قرآن حکیم کی کسی آیت کا حوالہ نہیں ملے گا۔ البتہ اس میں چند ایک مفروضے ہیں:-

(۱) "قرآن کا قانون ملکیتِ زمین کاشتکاروں کی ملکیت کے اصول پر مبنی ہے"

(۲) "قرآن کا قانون کاشتکاری کاشتکاروں میں زمین کی مساوی تقسیم پر مبنی ہے"

(۳) "پیغمبر اسلام کے وصال کے فوراً بعد قرآن کے اصول کے خلاف زمین کی لوٹ کھسوٹ شروع ہو گئی"

کیا اچھا ہوتا کہ اگر صاحب مقالہ اُن آیات کا حوالہ بھی درج کر دیتے جن سے پہلے دو مفروضوں کی تصدیق ہو جاتی لیکن قرآن شریف میں اس کا اشارہ تک نہیں ملتا، بعض لوگ قرآن حکیم کی اسی آیت سے زمین کی قومی ملکیت کا جواز نکالتے ہیں "زمین اللہ کی ہے۔ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے وارث بناتا ہے" ویسے تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ انسان زمین پر خدا کا خلیفہ ہے۔ اس لئے ہر انسان کا ہر شئے پر تصرف ہونا چاہیئے۔ پھر قرآن حکیم میں تو یہ بھی آتا ہے

> "آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے"

اس طرح تو آسمانوں اور زمین کی ہر شئے پر حکومت کا تصرف ہونا چاہیئے۔ لیکن اس طرح کے غیر معقول دلائل کو نظریات کی اساس ٹھہرانا مقام افسوسناک اور آیاتِ الٰہی سے کھیلنا ہے۔ اور جب یہ تصور کر لیا کہ زمین حکومت کی ملکیت ہے تو پھر کاشتکاروں کی ملکیت کیسے ہوئی۔ پھر تو تمام انسانوں میں مساوی تقسیم ہونی چاہیئے۔ اور جو شخص بھی زراعت کا پیشہ اختیار کرنا چاہے اسے فوراً زمین ملنی چاہیئے اور اگر زمین کی تقسیم کا اصول یہی ہو کہ جو شخص جس قدر زمین زیرِ کاشت لا سکے اس کا مالک بن جائے۔ تو اس میں مساوات کہاں رہے گی اور زراعت کے بدلے ہوئے حالات میں زمین کی ملکیت کی حد بندی کس طرح ہو گی؟

انبیاء علیہم السلام کی تاریخ بتاتی ہے کہ ان کے زمانوں میں زمین کے مالک بڑے بڑے زمیندار یا عمال حکومت تھے، لیکن انبیاء نے ان کی ملکیت سے تعرض نہ کیا، بلکہ اُن خرابیوں سے روکنے کی کوشش کی جو منصب، مال اور اقتدار کی وجہ سے ان کی تعدی مظالم اور انسان دشمنی کی شکل میں رونما ہو چکی تھیں۔ اسلامی نظام کی غرض و غایت اسی قدر ہے، کہ ہر طبقے کے انسانوں پر ایسی قیود عاید کی جائیں، کہ وہ عدل و انصاف کے پابند ہو جائیں۔ تمام لوگوں کو زندگی بسر کرنے اور اکتساب کے مساوی مواقع دستیاب ہوں اور ایک ایسی فضا پیدا ہو جائے جس میں ہر انسان کو اپنی صلاحیتیں اُبھارنے اور رضائے الٰہی کے مطابق زندگی گذارنے کے مواقع میسر آ جائیں۔

فاضل مقالہ نگار نے زمین کی لوٹ کھسوٹ سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو مستثنےٰ کر کے اسلام پر احسانِ عظیم کیا ہے۔ ورنہ ان کے نظریات سے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کے زمانے میں بھی یہ سلسلہ اختلالی موجود تھی۔ چنانچہ خیبر کی فتح کے بعد آپ نے اہلِ خیبر کی زمین مسلمانوں میں تقسیم کر دی، اور اس کی کاشت کا کام نصف بٹائی پر اہلِ خیبر ہی کے سپرد کر دیا اور یہ نظام آپؐ کے وصال کے بعد تک جاری رہا۔

……

احادیث کا حوالہ

قرآن کے دلائل تو آپ نے پڑھ لئے، آپ کی رائے میں "قرآن کریم کا اصول اسلام کے معاملے میں حرف آخر ہے لیکن بعض لوگ اس معاملے میں تصدیق اور توثیق کے لئے حدیث کو ضروری سمجھتے ہیں"۔ اس لئے آپ نے ہم پر احسان فرماتے ہوئے حدیث کا حوالہ بھی دینا گوارہ فرمالیا ہے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ گو کوئی قرآنی حوالہ تو ہمیں آپ کے مقالے میں کہیں نظر نہیں آیا۔ تاہم آپ نے حدیث کا مندرجہ ذیل حوالہ دیا ہے جس کی موجودگی میں زمینداری سسٹم دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

> "جس شخص کے پاس زمین کا کوئی ٹکڑا ہے تو اسے خود کاشت کرنا چاہیئے۔ اور اس کے کسی حصے کو بغیر کاشت نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ اگر وہ اس پر کاشت نہ کرے تو چاہیئے کہ اسے کاشت کے لئے کسی دوسرے کے حوالے کر دے لیکن اگر وہ کاشت نہیں کرتا اور نہ ہی کسی دوسرے کو دیتا ہے۔ تو بے شک اسے اپنے پاس رکھے، **ہمیں اس سے کوئی واسطہ نہیں**" (صحیح بخاری)

آیئے اب ہم جناب کے اس احسان کا جائزہ لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:-

> "جس نے مجھ پر دانستہ جھوٹ بولا اس نے اپنا ٹھکانا جہنم بنا لیا"

معلوم ہوتا ہے کہ مقالہ نویس نے نادانستہ ایسا کیا ہے اس لئے قابل مواخذہ نہ ہوں گے۔

صحیح بخاری کتاب الحرث والمزارعۃ میں کئی احادیث ہیں کاشتکاری اور اس کی حدود و شرائط بیان کی گئی ہیں۔ اسی باب میں اس سے پہلے ایک حدیث میں ہے کہ مسلمانوں نے اپنی زمینیں خیبر کے یہودیوں کو نصف پیداوار کی شرط پر زراعت کے لئے دیں:-

ترجمہ:- "(عبداللہ) ابن عمر سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے یہودیوں اور عیسائیوں کو زمین حجاز سے نکال دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو جب فتح کیا، تو یہود کو اس سے نکالنا چاہا، کیونکہ فتح کے بعد (خیبر کی زمین) اللہ اور اس کے رسول صلعم اور مسلمانوں کی ہو گئی۔ اور آپ نے اس سے یہود کو نکال دینا چاہا، تو یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ انہیں وہاں رہنے دیں، وہ مشقت کریں گے اور آدھا حصہ لیں گے۔ تو رسول اللہ صلعم نے انہیں فرمایا۔ ہم تمہیں یہاں رہنے دیں گے جب تک ہم چاہیں گے۔ پس وہ وہاں رہنے لگے، یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے انہیں تیما اور اریحا کی طرف نکال دیا۔"

یہ حدیث قرآن پاک کے اصول پر بھی روشنی ڈالتی ہے کیونکہ مسعود صاحب کے اپنے بیان کے مطابق بھی رسول خدا صلعم نے قرآن کے حکم کے مطابق ہی یہ فیصلہ کیا، اوّل تو زمین کاشتکاروں اور غیر کاشتکاروں سب میں تقسیم کی گئی۔ پھر اہل مدینہ کو گھر بیٹھے خیبر کی زمینوں سے نصف پیداوار ملتی رہی۔ نیز یہ طریق نہ صرف آنحضرت صلعم بلکہ عہد فاروقی تک جاری رہا، اس حدیث کی روشنی میں کسی بڑے سے بڑے امام کا قول یا عمل بھی اگر اس سنت نبویؐ کے خلاف ہو تو وہ کسی مسلم کے لئے قابل قبول نہیں۔

اب آپ کی پیش کردہ حدیث کو لیجئے۔ اوّل تو آپؐ کے عمل کے خلاف آپؐ کی طرف منسوب کردہ قول چنداں اہمیت نہیں رکھتا، کیونکہ عمل میں تو ہزاروں صحابی شامل تھے لیکن قول میں ایک شخص کو غلطی لگ سکتی ہے مگر مقالہ نگار نے آنحضرت صلعم کا قول نہ صحیح نقل کیا ہے اور نہ ہی اس کا درست مفہوم سمجھا ہے۔ کیونکہ آپ نے رنگین عینک استعمال کی تھی۔ اس مضمون کی دو حدیثیں درج ذیل ہیں:-

حدیث نمبر ۱:-

"ظہیر سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلعم نے ایک ایسے کام سے منع کر دیا ہے جس میں ہمارا فائدہ تھا۔ میں (رافع) نے کہا رسول اللہ نے جو فرمایا وہی حق ہے ظہیر نے کہا مجھے رسول اللہ نے بلایا اور فرمایا۔ کہ تم اپنے کھیتوں کو کیا کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ نالیوں کی پیداوار لے کر اجرت پر لوگوں کو دیتے ہیں۔ اور جو اور کھجور کے چند وسق دے دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایسا مت کرو، **خود کاشت کرو یا کاشت کراؤ**۔ یا یوں ہی رہنے دو۔ رافع نے کہا میں نے کہا سنا اور مان لیا۔"

حدیث نمبر ۲:-

"جابر سے روایت ہے کہ انصار تہائی اور چوتھائی اور آدھی پیداوار پر کاشت کیا کرتے تھے۔ تو نبی صلعم نے فرمایا۔ جس کے پاس زمین ہو وہ خود کاشت کرے، یا اسے مفت دے دے۔ اور ایک روایت میں ہے "رسول اللہ صلعم نے فرمایا جس کی زمین ہو وہ خود اس میں کاشت کرے، یا مفت اپنے بھائی کو دیدے، اگر ایسا نہیں کرتا تو اپنی زمین کو خالی پڑا رہنے دے۔"

ان احادیث کو دیکھئے ان میں جناب مسعود کی پیش کردہ حدیث کے آخری الفاظ "**ہمیں اس سے کوئی واسطہ نہیں**" کہیں نظر نہیں آتے اور انہیں الفاظ کو سامنے رکھ کر آپ نے ایک بے بنیاد عمارت کھڑی کی ہے۔ پھر اس حدیث سے یہ مفہوم لینا کہ یہ مزارعت کے خلاف ہے۔ قائل کے منشاء کے خلاف ہے۔ اوّل تو آنحضرت صلعم کا اپنا عمل اس کے خلاف تھا۔ اور خیبر کی زمین اس پر شاہد تھی۔ نیز پہلی حدیث **خود کاشت کرو یا کاشت کراؤ** کے الفاظ بھی مزارعت کی تائید کرتے ہیں۔ دراصل اس حدیث میں مزارعت کی ایک غلط قسم کی ممانعت ہے۔ یعنی مالک اراضی اپنے لئے اچھی زمین کی پیداوار مخصوص کر لیتا تھا۔ اور مزارع کو خراب زمین دے دیتا تھا۔ جس سے بعض اوقات دونوں میں سے کسی ایک کو خسارہ ہوتا تھا جس سے جھگڑا پیدا ہوتا تھا۔ آپ کے پیش نظر اس جھگڑا کا خاتمہ تھا۔ اس لئے فرمایا کہ بہتر ہے کہ خود کاشت کرو اور اگر کوئی زمین فالتو ہے تو کسی بھائی کو اس سے استفادہ کرنے دو۔ اور اگر یہ دونوں صورتیں ممکن نہ ہوں تو پھر مزارعت کا غلط طریق اختیار نہ کرو زمین بے کار پڑی رہنے دو، چنانچہ امام طحاوی نے اس حدیث کے سلسلے میں چند مزید الفاظ کا ذکر کیا ہے۔ **ان کان ھذا شانکم فلا تکروا المزارع**، اگر تمہاری یہی حالت ہے تو زمینوں کو بٹائی پر مت دیا کرو۔

پھر مسعود صاحب نے ابن عمرؓ کا حوالہ دیا ہے جو ہرگز ان کے مفید مطلب نہیں اور آنحضرت صلعم کی سنت کے بعد ابن عمرؓ کے خلاف سنت قول کی کیا قیمت ہے مگر ابن عمرؓ تو سنت کے فدائی تھے۔ آپ پر اتہام تراشی درست نہیں۔ جناب نے ابن عمرؓ کے متعلق لکھا ہے:-

> "یہ بات واضح ہے کہ رسول اکرمؐ نے زمین کو نقد یا فصل کی بنیاد پر بٹائی پر دینے کی ممانعت کی، اور اسی حدیث کی بنا پر عبداللہؓ نے امیر معاویہ کے دور میں جب کہ سرمایہ داری پورے طور پر مسلمانوں میں رواج پا چکی تھی۔ زمین کی بٹائی وصول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔"

معلوم ہوتا ہے کہ یا تو مقالہ طویل کرنے اور قارئین کو مرعوب کرنے کے لئے غلط سہارے ڈھونڈے گئے ہیں، یا معاونین نے غلط حوالے دے کر پیچھا چھڑایا ہے اور ابن عمر کے نام پر غلط بیانی کوئی اتنا بڑا جرم بھی نہیں۔ اب صحیح بخاری میں ابن عمرؓ کے واقعہ کو لیجئے۔ اور مقالہ نگار کی داد دیجئے۔

حدیث نمبر ۱

"نافع سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ اپنے کھیتوں کو حضرت نبی صلعم اور حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور اوائل حکومت معاویہؓ کے زمانے میں بٹائی پر دیا کرتے تھے۔ پھر ان کو رافع بن خدیج کی حدیث پہنچی کہ نبی صلعم نے کھیتوں کو بٹائی پر دینے سے ممانعت کی ہے، تو ابن عمر رافع کے پاس گئے میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ ابن عمر نے رافع سے پوچھا تو اس نے کہا۔ کہ نبی صلعم نے کھیتوں کی بٹائی سے ممانعت فرمائی ہے۔ تو ابن عمر نے کہا کہ تم جانتے ہو۔ کہ ہم اپنے کھیتوں کو نبی صلعم کے زمانے میں بٹائی پر دیتے تھے اس کے عوض جو نالیوں پر ہو اور تھوڑے سے بھوسے پر۔"

حدیث نمبر ۲:-

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ کہا

مجھے علم ہے کہ نبی صلعم کے زمانے میں زمین بٹائی
پر دی جایا کرتی تھی۔ پھر عبداللہ کو خوف ہوا
پس عبداللہ نے زمین کو بٹائی پر دینا چھوڑ دیا۔"

ان احادیث کو پڑھ جائیے، اور صاحب مضمون نے تنکوں کا جو پکڑو سہارا لیا۔ .. اس کی بے بسی دیکھئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے صحابہ عظام اور خود حضرت عبداللہ بن عمرؓ نصف صدی تک زمین بٹائی پر دیتے رہے، لاکھوں صحابی موجود تھے، انہوں نے حضرت رافع کی حدیث بھی سنی ہوگی لیکن کسی نے سنت نبوی کو ترک نہ کیا۔ حتّٰی کہ امیر معاویہ کے عہد حکومت میں حضرت عبداللہ نے حدیث سنی اور رافع کو اپنا اور اصحاب النبی صلعم کا تواتر عمل بیان کرنے کے باوجود مزارعت کو ترک کر دیا جس کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ وہ زمین پیداوار کی بٹائی پر نہ دیتے ہوں گے بلکہ رافع والی حدیث کے مطابق اچھی زمین کی پیداوار اپنے لئے مخصوص کرتے ہوں گے اور ناقص مزارعین کو دیتے ہوں گے اور اسی سے حضور نے روک دیا تھا اگر حضرت عبداللہؓ کا ترک مزارعت کا واقعہ درست تسلیم کر لیا جائے تو یہ ان کے تقوے اور احتیاط پر بھی دلالت کرتا ہے جیسا کہ ممکن ہے کہ نبی صلعم نے اس کے متعلق کوئی نیا حکم دیا ہوگا جس کا انہیں علم نہ ہوا ہو۔ پھر رافع کی مبیّنہ حدیث انہوں نے خود آنحضرتؐ سے نہیں سنی تھی، بلکہ اس کے راوی ایک دوسرے صحابی ظہیرؓ ہیں اور ظہیرؓ کو آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ خود کاشت کر دیا کاشت کرواؤ۔ پھر نافع نے حضرت عبداللہؓ سے جب رافع رضؓ کی روایت بیان کی تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یا کی کاشت کراؤ کے الفاظ کا ذکر نہیں کیا ہوگا۔ کیونکہ رافع رضؓ والی حدیث کی قرانی کرکے تو تمام صحابہ کرام زد میں آتے ہیں۔ لیکن صاحب مقالہ کی نظر میں تو آنحضرت صلعم کے وصال کے فوراً بعد تمام اصحاب لوٹ کھسوٹ میں پڑ گئے تھے، جن میں سے صرف عبداللہ بن عمرؓ کو پچاس سال بعد توبہ کی توفیق ملی۔

بنائے فاسد علی الفاسد کی اس سے عمدہ مثال کیا ہو سکتی ہے

زمینداری کے متعلق جو مفروضے قائم کئے گئے ہیں، قرآن سنّت اور خیر القرون کے مسلمانوں کے عمل سے تو اس کی تائید نہیں ہوتی۔ البتہ ہرچہ خواہی کن کا میدان ہر وقت وسیع رہا ہے۔ ہم کچھ عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔ ان تصریحات کی روشنی میں بعد کے لوگوں کی مفروضہ تحریروں کا حوالہ اس قابل نہیں کہ اسے چنداں اہمیت دی جائے۔ جب کہ ایک آدھ شخص کے مقابل صاحب شریعت، اور ہزاروں اکابر امت کی تعلیم و عمل اس کے خلاف ہو، پھر جن دو چار بزرگوں کا سہارا لیا گیا ہے انہوں نے اپنے زمانے کے مروّجہ زمینداری نظام کی خرابیوں کا ذکر کیا ہے۔ اور اس معاملے میں کوئی صاحب الرائے ان بزرگوں کے مشاہدات اور تاثرات کا انکار نہیں کر سکتا۔

باقی ــــ باقی

اخبارِ احمدیہ

(بسلسلہ صفحہ ۲)

ہمراہ بیگم صاحبہ شیخ شریف احمد صاحب بھی تشریف لے جا رہی ہیں دعا ہے اللہ تعالٰے ان سب کو حج مبارک کرے اور صحت وسلامتی کے ساتھ واپس تشریف لائیں۔

ترقی عہدہ

ــــ احباب جماعت کو یہ خبر سن کر بے حد مسرت ہوگی کہ ڈاکٹر عبدالمجید صاحب قریشی میڈیکل آفیسر نائیجیریا ترقی کرکے سینیئر میڈیکل آفیسر آف ہیلتھ کے عہدہ پر فائز ہو گئے ہیں۔

ہم اس ترقی پر ڈاکٹر صاحب موصوف کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالٰے انکے درجات میں ترقی دے۔ آمین۔

نائیجیریا میں ڈاکٹر صاحب نہایت خوبی سے اسلام اور سلسلہ کی خدمات کا کام آنریری طور پر سرانجام دیتے ہیں لٹریچر کی تقسیم اور ملاقاتوں کے ذریعہ سے اسلام کا پیغام پہنچانا ڈاکٹر صاحب کا روزمرہ کا کام ہے، انجمن کے جو کام نائیجیریا سے متعلق ہوتے ہیں وہ بھی ڈاکٹر صاحب موصوف بلا معاوضہ سرانجام دیتے ہیں۔ اللہ تعالٰے ان کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔ اللہ بخش سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

وفات

ــــ بندہ کے ماموں جان حافظ قادر بخش صاحب مہار

(باقی بر صفحہ [illegible] کالم [illegible])

ٹیلیگرام:- فائن ٹیکس

فون نمبر
۲۰۱۴
۲۸۵۹
۷۷۶۶

فائن ٹیکس

دیدہ زیب ـــ خوشنما نمونے ـــ پختہ رنگ ـــ شرٹنگ

بستر کے سیٹ ـــ صوفہ و ـــ پردہ کلاتھ

آج ہی فائن ٹیکس کی مصنوعات سے اپنے گھر کو سجائیے

یونائیٹڈ ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ فضل آباد ملتان

محمد الطاف حسین صاحب مسلم ہائی سکول نمبر۱ لاہور

سہ روزہ جلسہ سیرت النبی صلعم

مجلس اشاعت اسلام مسلم ہائی سکول نمبر۲ لاہور کے زیر اہتمام ۱۰ ار فروری ۱۹۶۸ء کو سہ روزہ جلسہ سیرت النبی صلعم منعقد ہوا۔ اس میں بین المدارس مقابلہ ہائے حسن قرأت۔ علم القرآن۔ تقاریر سیرت رسول صلعم اور نعت خوانی کا انعقاد ہوا۔ ان سہ روزہ مقابلوں میں لاہور کے بیس ممتاز سکولوں کی جانب سے ہر چہار شعبہ میں طلباء شریک ہوئے۔

ہمارا خیال تھا کہ اس جلسے کا اہتمام ماہ اکتوبر ۶۷ء کے وسط یا نومبر کے اوائل میں کیا جائے۔ لیکن چند ناگزیر وجوہ کی بناء پر ہمیں اسے فروری پر ملتوی کرنا پڑا۔ الحمد للہ کہ ہم اپنے نیک مقاصد میں کامیاب ہوئے اور ۱۰ ار فروری کو جلسے کی کارروائی کا باقاعدہ آغاز کر دیا گیا۔

پروگرام کے مطابق نشست اول مقابلہ حسن قرأت کی صدارت جناب میاں ظہور احمد صاحب ملزاد نہ نے کرنی تھی میاں صاحب کو فوری طور پر کراچی جانا پڑا۔ اس بات کا قوی امکان تھا کہ میاں صاحب اپنی ناگزیر مصروفیات کی بناء پر جلسے کی صدارت نہ فرماسکیں گے۔ ہمیں آغاز سے ہی مایوسیوں نے آن دبوچا۔ لیکن میرا قلم بے ساختہ عالی مرتبت میاں ظہور احمد صاحب کو ہدیہ تبریک پیش کر رہا ہے کہ آپ ایسا مصروف انسان محض اپنے دینی لگاؤ کی بناء پر نہ صرف یہ کہ جمعہ کی شب کو کراچی سے لاہور آن پہنچے بلکہ وقت مقررہ پر آپ نے کرسی صدارت کو رونق بھی بخشی۔ ہم اراکین مجلس اشاعت اسلام صمیم قلب سے ان کے ممنون اور درگاہ رب العزت میں ان کے لئے دست بدعا ہیں۔ ربّ ذوالجلال آپ ایسے مخیر اور مشفق شخص کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

۱۰ ار فروری بروز ہفتہ صبح کی نشست مقابلہ حسنِ قرأت کے لئے مخصوص کی گئی تھی۔ جلسے کا آغاز ہمارے سکول کے متعلم حافظ محمد زاہد کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اس کے بعد سربراہ ادارہ جناب چوہدری عبدالحق صاحب نے میاں ظہور احمد صاحب کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا۔ چوہدری عبدالحق صاحب نے فرمایا۔ ”کفر و الحاد اور فسق و فجور کی تیرہ و تار فضا جب اس عالم پر محیط ہو گئی تو رب العالمین نے سراج منیرؐ کا ظہور فرمایا۔ اور اسے ایک فقید المثال دستور العمل قرآن مجید کی صورت میں عطا فرمایا۔ اور یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک کا اذن فرمایا، قرآن مجید رسول خدا صلعم کو ایک ناقابل تردید معجزہ کے طور پر ودیعت کیا گیا ہے۔ یہ آسمانی صحائف میں آخری اور مکمل ترین صحیفہ ہے اور الٓمّٓ ذالک الکتاب لاریب فیہ کے مصداق اس کی صداقت میں کسی قیل و قال کی گنجائش نہیں۔

ہادی برحق صلعم احکام خداوندی کے عین مطابق عوام الناس کی رہنمائی فرماتے رہے اور فوز و فلاح کی راہ دکھاتے رہے خاتم النبیین صلعم کی رحلت کے بعد بھی یہ پیغام جاری و ساری ہے اور تاقیامت جاری رہے گا۔ کیونکہ انّ علینا جمعه وقرانه یعنی قرآن مجید کا جمع کرنا اور پڑھانا خدائے رحمان و رحیم کا ذمہ ہے۔

مختصر یہ کہ قرآن مجید اپنی حکیمانہ ہدایت کے لحاظ سے معجزہ اور روحانیت کے لحاظ سے بے مثال ہے زندگی کا کونسا ایسا پہلو ہے جس سے متعلق کلام اللہ میں واضح احکام موجود نہ ہوں۔ قرآن نے ایک نیا معاشرہ ایثار و تقوے کی بنیاد پر قائم کیا۔ اس معاشرے کو سیاسی سماجی۔ اقتصادی اصول اور منفرد آئین عطا کیا۔ غرضیکہ اس مقدس کتاب ہدایت میں حضرت انسان کے لئے درس عبرت و موعظت ہے۔ ضرورت صرف دیدۂ بینا کی ہے۔ جو اس علم و حکمت کے مخزن کو بنظر غائر دیکھے اس کی تعلیمات عالیہ پر عمل کرے اور اپنے من کی دنیا کو بدل کر اس دھرتی میں ایک صالح اور مثالی معاشرہ پیدا کر دے۔“

سپاسنامے کا جواب دیتے ہوئے جناب میاں ظہور احمد صاحب نے فرمایا:۔

”جناب ہیڈ ماسٹر صاحب اور اراکین مجلس اشاعت اسلام کا سپاس گذار ہوں کہ انھوں نے مقابلۂ حسنِ قرأت کی صدارت کا اعزاز مجھے بخشا۔ پیشتر اس کے کہ میں خطبۂ استقبالیہ کے جواب میں کچھ کہوں میں چاہتا ہوں کہ قرآن حکیم کی مدح میں حضرت امام زمانؑ نے جو فرمایا ہے وہ پیش کروں؎

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اَجلا نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفٰی نکلا

الحمد للہ! آج اس مادیت کے دور میں بھی ایسی سعید روحیں ہنوز باقی ہیں جو دہر میں اسم محمدؐ سے اُجالا کر دینے میں مصروف ہیں۔ آپ اساتذہ کرام یقیناً مبارک باد کے مستحق ہیں جنھوں نے بچوں کو نورِ قرآن سے آراستہ کیا۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی ہے کہ تمام قُرّاء بچوں نے نہایت ادب و احترام سے کلام مجید کی تلاوت کی۔

ہم چھوٹے تھے تو سنا کرتے تھے کہ چودھویں صدی میں انسان کے کان شمال سے جنوب تک لمبے ہو جاویں گے۔ ہمیں اس وقت اس بات کو سن کر اچنبھا ہوا کرتا تھا لیکن آج کے سائنسی دور نے اس بات کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا ہے۔ ریڈیو۔ ٹیلیفون۔ لاسلکی مواصلات اور ٹیلی ویژن سے محیر العقول کارنامے سرانجام دیئے جا رہے ہیں۔ یہ سب کچھ کیوں اور کیسے ہوا؟ اس کا جواب سیدھا سادا ہے۔ یہ سب کچھ قرآن حکیم کا اعجاز ہی تو ہے، کیونکہ قرآن مجید علم و حکمت کا خزانہ ہے۔

جناب ہیڈ ماسٹر صاحب نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

”اس سے بڑی بدبختی اور کیا ہوگی کہ ہم اپنے چشمۂ رشد و ہدایت سے منہ موڑ کر فیشنہ گران فرنگ کا احسان اُٹھاتے پھریں اور تارک قرآن ہو کر ذلیل و خوار ہوں جبکہ ہماری دنیاوی اور اُخروی کامرانیوں کا راز قرآن حکیم میں مضمر ہے۔“

اب وہ زمانہ گذر گیا یہ بات پرانی ہو چکی ہے۔ ہم اب آزاد ہیں۔ ہمارا اپنا ملک ہے اور اپنا دستور۔ ایک زمانہ تھا جبکہ میں نیو ہوسٹل میں مقیم تھا تو اکثر ایسا دیکھنے میں آیا کہ اگر کوئی مسلمان طالب علم اپنے کمرے میں قرآن کی تلاوت کر رہا ہوتا اور اسی دوران اس کا کوئی ہندو یا سکھ دوست اس کے کمرے میں آجاتا تو وہ قرآن کو فوراً ہی لپیٹ کر رکھ دیتا کیونکہ اس زمانے میں وہ احساس کمتری کا شکار تھا۔ لیکن آج معاملہ برعکس ہے۔ جس کا واضح ثبوت آج کا بین المدارس مقابلہ حسنِ قرأت ہے۔ جس میں لاہور کے بیس سکولوں کے طلباء شرکت کر رہے ہیں۔

مقابلۂ حسنِ قرأت میں منصفین کے فرائض جناب میجر قاری شبیر احمد ریٹائرڈ پرنسپل گورنمنٹ کالج میانوالی۔ جناب قاری عبدالرحمٰن اور جناب قاری جلال احمد نے انجام دیئے۔ منصفین حضرات نے مندرجہ ذیل بچوں کو اوّل۔ دوم۔ سوم قرار دیا:۔

اوّل:۔ قاری عبدالعزیز متعلم کارپوریشن ہائی سکول مزنگ
دوم:۔ حافظ عطا محمد متعلم اسلامیہ ہائی سکول بھاٹی گیٹ
سوم:۔ قاری سخاوت علی متعلم گورنمنٹ سنٹرل ماڈل

جلسہ گجرات کے متعلق ایک غلط خبر کی تصحیح

گذشتہ اشاعت میں گجرات میں ڈاکٹر یحییٰ صاحب کی تقریر کی رپورٹ کے ضمن میں یہ لکھا گیا تھا کہ جلسہ کا انتظام پاکستان پارٹس ورکس کے پروپرائٹر جناب اللہ دتہ صاحب نے کیا تھا بعد میں یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ یہ خبر صحیح نہ تھی، جلسہ کا سارا انتظام جناب فتح محمد عزیز صاحب ایڈووکیٹ نے کیا تھا اور انہوں نے اس موقعہ پر حاضرین کی تواضع پر تکلف چائے وغیرہ سے کی۔ ہم اس غلطی کیلئے جناب فتح محمد عزیز صاحب سے معذرت خواہ ہیں۔

مسلم ہائی سکول نمبر ا کی فتح

۲۱ ر فروری ۱۹۶۸ء کو لاہور انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن بورڈ کے زیر انتظام آڈیٹوریم میں ایک تقریری مقابلہ منعقد ہوا۔ اس مقابلہ میں بورڈ کے سابقہ مقابلوں میں مختلف ڈویژن کے اوّل اور سیکنڈ قرار دیئے گئے مقررین نے حصہ لیا۔ جنہیں بورڈ نے خود دعوت نامے ارسال کئے ہوئے تھے اور جن میں ہمارے سکول کا بچہ محمد اشفاق بھی شامل تھا۔

بورڈ نے گیارہ مقررین کو پانچ مختلف موضوعات دیئے ہوئے تھے۔ جن پر ہر مقرر اپنی پسند کے موضوع پر تقریر کرنے کا مجاز تھا۔ ہمارے بچے نے طلبا کو اپنی سیرت و کردار کی

آپکے ذوق کی تسکین کے لئے
کالونی
کی سُوتی مَصنُوعات
لٹھا، پاپلین، ٹسر، زین، ململ، لون، وائل،
(اور)
دِیدہ زیب پرنٹ
کالونی
کی اُونی مصنوعات
فلالین، ٹوئیڈ، ویلور، ورسٹیڈ، سُوٹنگ، بلیزر، ٹراپیکل
اعلیٰ کمبل، کیتڈ لوک، پلنگ پوشش، شالیں اور مفلر
نیز
کالونی
کے سِلے سلائے مُلبُوسات
کالونی سیلز ڈپو ۔ ۴۸ ۔ دی مال، لاہور
جاری کردہ
کالونی ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ اسمٰعیل آباد ملتان

بقیہ اخبار احمدیہ (بسلسلہ صفحہ ۹)

مورخہ ۲/۴۸ ۔ ا کو دو بجے حرکت قلب بند ہو جانے سے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ مرحوم نیک سیرت بلند کردار انسان تھے۔ اگرچہ سلسلہ عالیہ میں شامل نہ ہو سکے مگر جماعت احمدیہ کو قدر و منزلت اور اس کے مخالف کو تحقیر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ والد بزرگوار کے دست راست تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون جماعت سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔ (محمد اقبال بنالوی)

شکریہ احباب اور درخواست دُعا

گیا۔ بہار (انڈیا) جناب ایم اے صمد صاحب لکھتے ہیں:۔

"ہم اپنی سخت علالت کے بعد ابھی تک بہت کمزور ہیں۔ اور چلنے پھرنے میں تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے۔ کہ اپریشن کامیاب رہا ہے۔ چونکہ ہر مہربان کا جنہوں نے ہمارے لئے دُعا کی۔ اور جن کو ہمارے شفا پانے سے خوشی ہوئی شکریہ فرداً فرداً ادا کرنا میرے لئے غیر ممکن ہے اس لئے بذریعہ اخبار پیغام صلح ۔ ان کے احساس کا شکریہ ہماری طرف سے پہنچا دیا جائے۔ ہمارے چھوٹے بھائی عبدالرب صاحب وکیل بفضلہ اپریشن کے بعد دو مرتبہ ہوا۔ اب بالکل اچھے ہیں۔ وہ بھی احباب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔"

اچھے لوگ عمدہ لباس پسند کرتے ہیں
پریمیئر فیبرکس
اپنی
سادگی اور پائداری کے لئے مشہور ہیں
امریکن رُوئی سے تیار شدہ PCM-84 لٹھا اور سنہری چترا پاپلین

لٹھا — 55000	پاپلین۔ چاندنی	کیمرک رنگدار۔ CM-72
" — EX-5	" " ۔ سفینہ	کیمرک سفید۔ EX-259
" — 7000	" " ۔ ظفر	وائل — V-445
" — پرچم	" " ۔ شہزادی	ٹسر — PCM-75
	" " ۔ شیرازی	
	4040 " "	

سُوت ہر قسم سنگل و ڈبل۔ بنڈلوں اور کونوں میں
المشتہر
کمرشل آفیسر پریمیئر کلاتھ ملز لمیٹڈ۔ لائلپور
(ٹیلیفون نمبر 2102، 2166، 4917، 2548)

سٹار بناسپتی
اصلی گھی کا بہترین بدل
صحت اور توانائی کیلئے

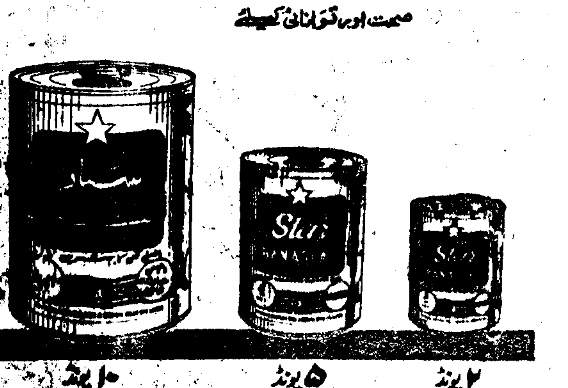

دی پنجاب ویجی ٹیبل گھی اینڈ جنرل ملز لمیٹڈ، دی مال لاہور

ABL
آسٹریلیشیا بنک
ہمارا نصب العین
بنک کاری میں مخلصانہ خدمات
اور اعلیٰ کارگزاری
آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ
قائم شدہ ۱۹۴۲ء

PAK CEMENT
پاک سیمنٹ فاروقیہ
یادگار عمارتیں
پائیدار سیمنٹ
پاک سیمنٹ ۔ فاروقیہ
پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ
فاروقیہ (ضلع ہزارہ)

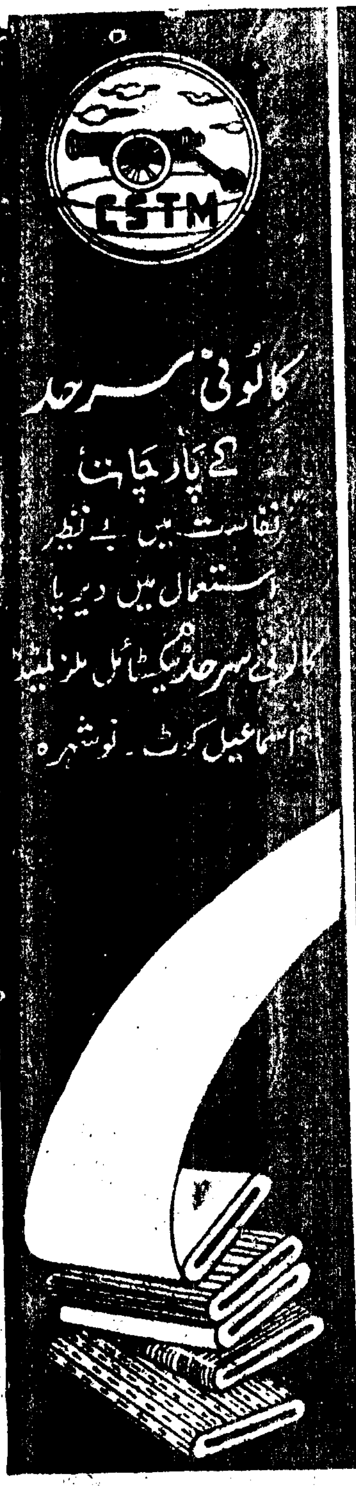

CSTM
کالونی سرحد
کے پارچاجات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا
کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل کوٹ ۔ نوشہرہ

ہیلتھ میڈیکو
ڈے اینڈ نائٹ ایمبولنس سروس
و
معیاری ادویات
چوک میو ہسپتال ۔ لاہور

بواسیر کا بہترین علاج
گیارہ روپے میں بواسیر کا مکمل علاج
بواسیر خونی ہو یا بادی، مسے اندر ہوں یا باہر، ہر عمر کے آدمی کے لئے بے ضرر علاج۔
مفت
خط لکھ کر کتاب آبِ حیات منگا کر اپنی صحت و مسرت کو چار چاند لگائیے۔
چشتیہ دواخانہ شیرو ۔ جم
ڈاک خانہ جام پور ۔ ضلع ڈیرہ غازی خان

پیغام صلح مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۶۸ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۳۸ شمارہ ۸

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نور الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس [illegible]

[illegible]
ٹیلیفون [illegible] ۳۷۳۴۷
تار کا پتہ [illegible] لاہور

مدیر: دوست محمد

مدیر معاون: بشیر احمد سوز

جلد ۵۶ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۶ ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ مطابق ۶ مارچ ۱۹۶۸ء | نمبر ۹

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص محبوں کا گروہ بھی
بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰؐ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہ اور ائمہ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

نبی کریم صلعم نے کبھی کسی چیز کے سوال پر انکار میں جواب نہیں دیا

عن جابر رضی اللہ عنہ یقول ما سُئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن شیءٍ قطّ فقال لا۔

ترجمہ: حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی بھی کوئی چیز نہیں مانگی گئی کہ آپؐ نے نہیں کہا ہو۔

خدمت گار کو کبھی اُف تک نہیں کہی

عن انس رضی اللہ عنہ قال خدمت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشر سنین فما قال لی اُفٍّ ولا لِمَ صنعت ولا الّا صنعت۔

ترجمہ:۔ انس رضؓ سے روایت ہے کہا میں نے دس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ تو مجھے آپؐ نے کبھی اُف تک نہیں کہا اور نہ یہ کہ یہ کام تم نے کیوں کیا اور نہ یہ کہ یہ کام تم نے کیوں نہ کیا۔

نوٹ:۔ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۔

نبی کے ملازم کے ساتھ اس قدر اعلیٰ اخلاق کا برتاؤ بے نظیر ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کے اخلاق کس قدر بلند مقام پر پہنچے ہوئے تھے۔

(فضل الباری۔ شرح صحیح بخاری)

ادائیگی نماز میں انسان سست نہ ہو اور نہ غافل

ہماری جماعت اگر جماعت بننا چاہتی ہے تو اسے ایک موت اختیار کرنی چاہیئے

ارشادات حضرت امام الزمان مسیح موعود علیہ السلام

"ابدال، قطب اور غوث وغیرہ جس قدر مراتب ہیں۔ یہ کوئی نماز اور روزوں سے ہاتھ نہیں آتے۔ اگر ان سے یہ مل جاتے تو پھر یہ عبادات تو سب انسان بجا لاتے ہیں سب کے سب کیوں نہ ابدال اور قطب بن گئے۔ جب تک انسان صدق و صفا کے ساتھ خدا تعالیٰ کا بندہ نہ ہوگا تب تک کوئی درجہ ملنا مشکل ہے۔ جب ابراہیمؑ کی نسبت خدا تعالیٰ نے شہادت دی وابراھیم الذی وفّٰی۔ کہ ابراہیمؑ وہ شخص ہے جس نے اپنی بات کو پورا کیا تو اس طرح سے اپنے دل کو غیر سے پاک کرنا اور محبت الٰہی سے بھرنا۔ خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق چلنا اور جیسے ظل اصل کا تابع ہوتا ہے۔ ویسے ہی تابع ہونا کہ اس کی اور خدا کی مرضی ایک ہو۔ کوئی فرق نہ ہو۔ یہ باتیں دعا سے حاصل ہوتی ہیں۔ نماز اصل میں دعا کیلئے ہے کہ ہر ایک مقام پر دعا کرے لیکن جو شخص سویا ہوا نماز ادا کرتا ہے کہ اسے اس کی خبر ہی نہیں ہوتی تو وہ اصل میں نماز نہیں۔ جیسے دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ پچاس پچاس سال نماز پڑھتے ہیں لیکن ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ حالانکہ نماز وہ شئے ہے کہ جس سے پانچ دن میں روحانیت حاصل ہو جاتی ہے بعض نمازیوں پر خدا تعالیٰ نے لعنت بھیجی ہے۔ جیسے فرماتا ہے ویلٌ للمصلّین ویل کے معنے لعنت کے بھی ہوتے ہیں۔ پس چاہیئے کہ ادائیگی نماز میں انسان سست نہ ہو اور نہ غافل ہو۔ ہماری جماعت اگر جماعت بننا چاہتی ہے تو اسے چاہیئے کہ ایک موت اختیار کرے۔ نفسانی امور اور نفسانی اغراض سے بچے۔ اور اللہ تعالیٰ کو سب شئے پر مقدم رکھے۔"

(ملفوظات جلد ششم ص[illegible])

کتاب "اہلِ فارس اور سلمان فارسی"

مصنفہ محمّد سلطان نظامی پر تبصرہ

از قلم:- چوہدری محمّد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

نظامی صاحب نے یہ کتاب بڑی محنت اور کاوش سے لکھی ہے۔ اور حق الواقع ارباب تحقیق کے لئے نئی راہیں کھول دیں ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے کتاب کے آخر میں خود لکھا ہے کہ اُن کی "یہ سعی اور تحقیق حرفِ آخر نہیں۔ اُمّت مسلمہ کے محققین کو دعوتِ عام ہے۔ کہ وہ اس کی تحقیق کر کے اُمتِ مسلمہ کو حقائق سے آگاہ کریں اور ثوابِ دارین حاصل کریں۔"

دانشوروں کو اس طرف توجّہ دینی چاہیئے۔ یہاں علمی کاوش کا ایک وسیع میدان ہے۔

نظامی صاحب نے حسب ذیل الفاظ لکھ کر ایک بڑی حقیقت سے پردہ اُٹھایا ہے:-

"ابن جریر طبری طبرستان کے رہنے والے ایک شیعہ اہل قلم تھے۔ ان کی ولادت تیسری ہجری اور وفات چوتھی ہجری ہے۔ انہوں نے اتنا عرصہ بعد تاریخ اسلام اور تفسیر قرآن لکھیں اور تاریخ و تفسیر کی یہی دو کتب ہیں۔ جو سب سے پہلے لکھی گئیں۔ لہٰذا ان کی تاریخ کی کتاب ام التواریخ اور تفسیر ام التفاسیر کہلاتی ہیں اور بعد میں آنے والے مورخین اور مفسرین انہی کتب سے روایات نقل کرتے ہیں۔ جیسے مسلمانوں کی تاریخ کا ماخذ تاریخ طبری اور تفسیر قرآن کا اوّل ماخذ تفسیر طبری ہی ہیں۔ ان کتب کی بنیاد کوئی تحریری مواد نہیں۔ بلکہ زبانی روایات ہیں۔"

یہ حال صرف اسلامی تاریخ کا نہیں بلکہ ان تمام تاریخوں اور الہامی کتابوں کا بھی ہے۔ جن کو روایات کی بنا پر ان کے وقوع پذیر ہونے سے کئی صد سال بعد جمع کیا گیا ہے۔ اور تو اور خود انجیل مقدس کی بھی یہی کیفیت ہے۔ یہ امتیاز تو صرف قرآنِ کریم کو حاصل ہے۔ کہ وہ نزول کے ساتھ ہی کتابت کے ذریعے بھی محفوظ ہوتا رہا۔ اور حفاظ کے سینوں میں بھی اسے محفوظ کر دیا گیا۔ خود نبی کریم صلعم اور حضورؐ کے اکثر صحابہ رضؓ حفاظِ قرآن تھے۔ خود قرآن کریم میں یہ دعوے موجود ہے کہ قرآن کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ اسی لئے دنیا چودہ سو سالوں سے اپنی آنکھوں سے یہ معجزہ دیکھ رہی ہے کہ تمام اطراف و اکناف میں ایک ہی شکل کا قرآنِ کریم لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ اور اسی شکل میں حافظوں کے سینے میں بھی۔ نظامی صاحب نے اپنی اس کتاب میں یہ سنہری گُر مدِنظر رکھا ہے۔ کہ جو روایت قرآن کریم کے خلاف نظر آئے اسے بغیر کسی تامل کے رد کر دینا چاہیئے۔

حضرت سلمان فارسی کے متعلق بہت سی متضاد روایات سُنّی اور شیعہ فرقوں نے جمع کر رکھی ہیں یہاں تک کہ بعض روایات میں ان کی عمر چھ سو برس تک بھی بیان کی گئی ہے جو سراسر کذب و افتراء ہے۔ سلمان فارسیؓ بلاشبہ بڑے پائے کے صحابی تھے۔ مگر ان کی شان کے متعلق بے حد غلو سے کام لیا گیا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ وہ متلاشیٔ حق تھے۔ اور سفر کرتے کرتے مدینہ پہنچ گئے تھے اور حضورؐ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ ان کا یہ سفر اور تلاشِ حق کا ولولہ ان کی عظمت کا باعث ہوا۔ مگر ان عظیم الشان مہاجرین اور انصار کی شان ہی نرالی ہے۔ جو غزوات بدر و اُحد میں شامل ہوئے۔ صدیق اکبرؓ کا مقابلہ تو کوئی بڑے سے بڑا صحابی بھی نہیں کر سکتا۔ مگر روایات نے حضرت سلمان فارسیؓ کے متعلق ان مبالغہ آمیز روایات کا خوب تجزیہ کیا گیا ہے۔ اور ان کے حسن و قبح پر آزادانہ اور محققانہ تنقید کی گئی ہے۔

فاضل مصنف کا خیال ہے کہ غزوہ خندق میں حضرت سلمان فارسی رضؓ سے کوئی رائے نہیں لی گئی تھی۔ اور یہ خندق حضور نبی کریمؐ ہی کی رائے سے ہی مدینہ کے نواح میں کھودی گئی تھی۔ اور اس کا علم حضورؐ کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے پہلے دے دیا گیا تھا اور فتح کی نوید بھی سنا دی گئی تھی۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ حضورؐ کو فی الواقع فتح کی بشارتیں تو پہلے ہی مل چکی تھیں۔ لیکن اس کے باوجود حضور صلعم اپنی جد و جہد میں ظاہری اسباب سے بھی کام لیتے رہے۔ اگر مدینہ کے دفاع کے سلسلہ میں حضورؐ نے اپنے ایک مخلص صحابی کے مشورے کو قبول کر لیا ہو، تو اس سے خدا کی دی ہوئی بشارت کسی طرح سے بھی متاثر نہیں ہوتی۔ ممکن ہے سلمان فارسی رضؓ نے کسی فریق محارب کا یہ طریقہ مشاہدہ کیا ہو۔ بہرحال یہ کوئی ایسا واقعہ نہیں جس سے سلمان فارسیؓ کے گرد ایک غیر معمولی تقدّس کا ہالہ قائم کر دیا جائے۔

بلاشبہ وہ تمام روایات جن کی رُو سے اہل فارس کو اہلِ عرب پر بلاوجہ فضیلت دی گئی ہے۔ وہ اہل فارس کی قوم پرستانہ نظریات کی پیداوار ہیں۔ ورنہ بانیٔ اسلام صلعم تو عرب کو عجم پر اور عجم کو عرب پر کوئی فضیلت نہیں دیتے۔ وہاں تو فضیلت کا معیار صرف تقوےٰ ہے۔ سورہ محمّد کی آخری آیت یعنی:-

وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ (محمّد - ۳۸)

"اور اگر تم پھر جاؤ تو وہ تمہارے سوا کسی اور قوم کو بدل کر لے آئے گا۔ پھر وہ تمہاری مثل نہ ہوں گے۔"

کے متعلق روایات میں یوں آیا ہے کہ صحابہ رضؓ نے پوچھا کہ حضورؐ یہ کون لوگ ہیں۔ تو حضورؐ نے سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یہ اس شخص کی قوم ہوگی جو ایمان کو ثریا پر بھی چلا گیا ہو تو واپس لائیں گے۔ فاضل مصنف نے ثابت کیا ہے کہ یہ سورت جنگ بدر سے پہلے کی ہے۔ اور اس میں دیگر حوالوں کے علاوہ مولانا محمّد علی صاحبؒ کے بیان القرآن سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

"یہ سورت مدنی ہے۔ اور جیسا کہ مضمون سے ظاہر ہے۔ ابتدائی مدنی زمانہ کی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ سورۃ بقرہ کا کچھ حصہ اس کے نزول سے پیشتر نازل ہو چکا تھا بالخصوص وہ حصہ جس میں جنگ کی اجازت دی گئی تھی۔ لیکن جنگ بدر سے قبل کی یہ سورت معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں کوئی ذکر اس جنگ کا نہیں بلکہ مسلمانوں کے غلبہ کا ذکر محض بطور پیشگوئی ہے۔"

خود سلمان فارسیؓ کا اپنا بیان ہے کہ وہ غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں شامل نہیں تھے۔ مگر معلوم نہیں ہو سکتا کہ ان کے عدم شمولیت کی وجہ ان کا اس وقت تک دائرۂ اسلام میں داخل نہ ہونا ہے۔ یا ایک روایت کی رُو سے اس کی وجہ جو خود انہوں نے یہ بیان کی ہے وہ یہ ہے:-

"پھر میں اپنے غلام ہونے کی وجہ سے آپ کے ساتھ بدر و احد میں شریک نہ ہو سکتا تھا"

اگر اس وقت تک ان کو یہ مرتبہ حاصل ہو چکا تھا کہ ان کے کندھے پر حضورؐ ہاتھ رکھ کر یہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ اور اس کی قوم ایمان کو ثریا سے واپس لائے گی۔ تو یہ ممکن نہ تھا۔ کہ انہیں غلامی سے آزاد نہ کرا دیا جاتا۔ بہرحال اگر کسی وقت حضورؐ نے بطور پیشگوئی کے یہ فرما ہی دیا ہو۔ اور کوئی ایرانی النسل شخص امّتِ محمّدیہ میں پیدا ہو کر کوئی عظیم الشان کام سر انجام دے گا تو اس سے ایران کے ملک یا تمام ایرانی قوم کو کیا فضیلت حاصل ہو سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ایرانی النسل انسان یا اس کے آباؤ اجداد ایران سے ہجرت کر کے کسی اور ملک میں صدیوں سے مقیم ہو چکے ہوں۔ بہرحال ایرانیوں نے جو اپنی فضیلتیں، جو من گھڑت قصے وضع کئے ہیں اس کتاب میں ان کی خوب قلعی کھولی گئی ہے اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ ایران نے بھی عربوں کی کوشش اور تبلیغ اور فتوحات سے متاثر ہو کر ہی اسلام قبول کیا تھا۔ مگر ان کے بعض رہنما اپنی قدیم جاہلی روایات کو نہ بھول سکے۔ اور اپنی فضیلت کا ہی ڈھنڈورا پیٹتے رہے۔ اسلام نے تمام اقوام اور افراد کے لئے ترقی کی راہیں کھول دی ہیں۔ اور جو ان راہوں پر چلے گا غالب و منصور ہو گا۔ ایران سے جہاں اسلام کو فائدہ بھی پہنچا ہے۔ وہاں ان کے غالیانہ عقائد اور قومی تفاخر سے اسلام کو بے حد نقصان بھی پہنچا ہے۔ اسلام میں تفرقہ بازی کی بنا اسی ملک نے دی اور صحابہ کرامؓ کی سیرتوں پر خطرناک حملے بھی اسی سرزمین سے ہوئے۔

ہم اس کتاب کی افادیت کا اعتراف کرتے ہیں اور اہلِ تحقیق سے توقع کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب کو غور سے پڑھیں گے۔ اور فاضل مصنف کی محنت کی داد دیں گے اور ان کے اس زرّیں اصول کو تسلیم کریں گے جو روایت قرآن کریم کے خلاف ہے۔ وہ

حجّ اور عید

عیدالاضحیٰ اور حج اسلام کے ان عظیم الشان ارکان میں سے ہیں، جن کی بنا چند ایسے تاریخی واقعات پر رکھی گئی ہے جن میں اللہ تعالےٰ کی کامل اطاعت اور کامل فرمانبرداری کا بے نظیر نمونہ نظر آتا ہے، اور یہ دونو ارکان بعض ایسے معجزات پر مشتمل ہیں، جن سے ہستی باری تعالےٰ کا زندہ ثبوت ملتا ہے۔ یہ واقعات اور معجزات ایک عالی مرتبت پیغمبر حضرت ابراھیم علیہ السلام کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوئے ان کو اللہ تعالےٰ نے ایسی سخت ترین آزمائشوں میں ڈالا تھا جن سے عہدہ برآ ہونا عام انسانی نظروں میں ناممکن نظر آتا ہے۔ لیکن یہ عظیم الشان پیغمبران آزمائشوں میں ایسا پورا اترا کہ اس کی نظیر تاریخ عالم میں نظر نہیں آتی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالےٰ ہے وَاِذِ ابْتَلٰۤی اِبْرٰھٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ جب ابراھیم کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا تو وہ ان میں پورے اترے وہ کونسی باتیں تھیں، جن سے ان کی آزمائش کی گئی۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو حکم دیا کہ اپنی بیوی اور نوزائیدہ بچہ حضرت اسمٰعیل کو عرب کے بے آب وگیاہ ریگستان میں چھوڑ آؤ، چنانچہ انہوں نے فوراً تعمیل کی اور کعبۃ اللہ کے نزدیک مکّہ کی سرزمین میں جہاں اس وقت ریگستان کے سوا اور کچھ نہ تھا، ان دونو ماں بیٹوں کو لے جاکر چھوڑ دیا اور یہ دُعا کی کہ رَبَّنَاۤ اِنِّیۡۤ اَسۡكَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِكَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُـقِیۡمُوا الصَّلٰوةَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ وَارۡزُقۡهُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمۡ یَشۡكُرُوۡنَ۔ ہمارے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے عزت والے گھر کے پاس اس وادی میں بسایا ہے جہاں کھیتی نہیں ہمارے ربّ! تاکہ وہ نماز قائم کریں سو تو کچھ لوگوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور ان کو پھلوں سے رزق دے تاکہ وہ شکر بجالائیں۔

خدا کی شان دیکھئے اس کے بعد اسی بے آب وگیاہ وادی میں ہر سال ہر چہار اطراف عالم سے لکھو کھہا کی تعداد میں لوگ خانہ کعبہ کی زیارت اور عبادت کے لئے وہاں پہنچ جاتے ہیں جس کو حج کے نام سے پُکارا جاتا ہے بلکہ سال کے بارہ مہینے لوگ عمرہ کرنے کے لئے بھی وہاں جاتے رہتے ہیں، جس کے نتیجہ میں اس جگہ اشیائے صرف اور پھلوں کی وہ ریل پیل رہتی ہے کہ شاید ہی دنیا کے کسی ملک میں اتنی فراوانی دیکھنے میں آئی ہو یہی نہیں حضرت ابراھیمؑ نے یہ بھی دُعا کی تھی کہ ہمارے ربّ! اس شہر (مکّہ) کو امن والا بنا دے اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے بچا، غور کیجئے اس دُعا کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ نے اس جگہ ایسا امن قائم کر رکھا ہے کہ باوجودیکہ لکھو کھہا لوگ وہاں ہر سال جمع ہوتے ہیں لیکن کوئی دنگا فساد، کوئی بدکلامی نہیں ہوتی اور اس کے لئے پولیس کی بھی ضرورت نہیں پڑتی کیا یہ کوئی چھوٹا سا معجزہ ہے؟

اور دیکھئے جب حضرت ابراھیم علیہ السلام اپنے بیوی بچے کو اس بے آب وگیاہ صحرا میں چھوڑ کر جانے لگے تو ان کی بیوی نے پُوچھا آپ ہمیں کس کے سپرد کرکے جا رہے ہیں انہوں نے کہا میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور بیوی نے یہ کہکر اپنی پختہ ایمانی کا ثبوت دیا کہ پھر اللہ ہمیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ اور فی الواقعہ اللہ نے انہیں ضائع نہ کیا اور نہ صرف ان کی حفاظت کی، بلکہ ہمیشہ کے لئے ان کا نام روشن کردیا۔

یہاں تک کہ جب ابراھیم علیہ السلام بیوی بچہ کو چھوڑ کر چلے گئے تو بچہ پانی کی پیاس سے تڑپنے لگا۔ اس وقت ماں نے بے قرار ہو کر صفا اور مروہ کی دو پہاڑوں پر یکے بعد دیگرے پانی کی تلاش میں دوڑنا شروع کیا، اور خدا جانے ان کے دل کی تڑپ کہاں تک پہنچی کہ رحم خداوندی جوش میں آگیا اور بچّہ کے پاؤں کے نیچے سے پانی کا چشمہ اُبل آیا جو آج تک جاری ہے اور نہ صرف عرب بلکہ دنیا جہان کے لوگ تبرکاً اسے بوتلوں میں بھر بھر کر دُور دراز مقامات پر لے جاتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی حضرت ہاجرہ کی سعی کی یاد میں صفا اور مروہ پر حاجیوں کی سعی حج کا ایک ضروری رُکن قرار دیدیا گیا۔

ایک اور بڑی آزمائش حضرت ابراھیم علیہ السلام کی یہ کی گئی کہ دہی کمسن بیٹا جوان ہوتا ہے، تو جناب الٰہی سے اسے قربان کرنے کا حکم صادر ہوتا ہے اور حضرت ابراھیمؑ بیٹے سے مشورہ کرنے کے بعد (جو بڑی خوشی سے اس قربانی کے لئے تیار ہو گیا) اسے لٹا کر چھری پھیرنا ہی چاہتے تھے کہ جناب الٰہی سے ارشاد ہوا اے ابراھیمؑ تو نے خواب سچ کر دکھایا۔ یہ ایک کھلا امتحان تھا جس میں تم پُورے اُترے۔ اور اب اس کے بدلے میں ایک عظیم الشان قربانی ہم نے مقرر کر دی ہے۔

یہ ہے عیداضحےٰ کی قربانی جو حضرت ابراھیم علیہ السلام کی اس عظیم قربانی کی یاد میں کی جاتی ہے۔ کیا یہ اللہ تعالےٰ کی ہستی کا ایک بہت بڑا نشان اور ایک عظیم الشان معجزہ نہیں کہ ہزارہا سالوں سے یہ قربانی رائج ہے، اور باوجودیکہ بعض وقت اس کو مٹانے کی بھی کوششیں کی گئیں لیکن وہ مٹ نہ سکی۔

ایک اور سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کی یہ بھی دُعا تھی کہ ان لوگوں میں ایک رسول مبعوث کیا جائے جو اللہ تعالےٰ کی آیات اور احکام انہیں سنائے اور انہیں ہر قسم کی برائیوں سے پاک کر دے۔ اس دعا کو بھی اللہ تعالیٰ نے سُنا اور وہ عظیم الشان رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاک وجود کی شکل میں مبعوث فرمایا جو نہ صرف اہلِ عرب کے لئے احکام الٰہی اور کتاب وحکمت لیکر آیا، نہ صرف عرب کی سرزمین کو اس نے ہر قسم کی بدیوں اور برائیوں سے پاک کر دیا بلکہ دنیا کی ہر قوم اور ہر خطہ کو اس کتاب الٰہی اور حکمتِ خداوندی سے نوازا اس کی عالمگیر تعلیمات تمام اقوام عالم کی ہدایت اور رہبری کا موجب ہیں، اس نے ان سب لوگوں کو گناہ کی آلائش سے پاک صاف کر دیا جنہوں نے آپ کی متابعت کی راہ اختیار کی۔ وصلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

یہ ہے وہ عید قُربان جو اسلام نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کی سنّت کو قائم رکھنے کے لئے مقرر کی ہے جو ان کی عظیم الشان قربانیوں سے اور ان کے شاندار نتائج سے حاصل ہو سکتی ہے، خدا کرے کہ یہ عید قارئین پیغامِ صلح اور تمام قوم کے لئے بابرکت اور موجب افضالِ الٰہی ثابت ہو۔ آمین ؞

قربانی کی کھالیں اور عید فنڈ

عید اضحےٰ کی مبارک تقریب پر جو دوست قربانیاں دینے کی سعادت حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اُنکی خدمت میں درخواست ہے کہ قربانیوں کی کھالیں یا اُنکی قیمت انجمن کے خزانہ میں بھیجکر ثواب دارین حاصل کریں۔ مرکزی دفتر میں حسب معمول مقامی جماعت سے کھالیں جمع کرنے اور بیچنے کا انتظام کیا جائے گا۔ بیرونی جماعتیں بھی اگر ایسا کر سکیں تو بہتر ہوگا۔ ورنہ فرداً فرداً کھالیں بیچ کر اُن کی قیمتیں براہ راست یا سیکرٹری صاحبان کی وساطت سے خزانہ انجمن میں بھجوا دی جائیں۔

اس کے علاوہ عید کی خوشی میں سب دوست حسب استطاعت

عید فنڈ اور مساجد فنڈ

میں کچھ رقم دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

جناب چوہدری فضل حق صاحب

جماعت احمدیہ لاہور کا تبلیغی وفد مشرقی پاکستان میں

("پیغام صلح" کی سابقہ اشاعت میں یہ اعلان کیا جا چکا ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ایک تبلیغی وفد جو ڈاکٹر اللہ بخش صاحب آنریری سیکرٹری انجمن۔ ڈاکٹر محمد یحییٰ بٹ صاحب مبلغ جرمنی۔ مولانا عبدالمنان عمر صاحب اور چوہدری فضل حق صاحب آف آزاد کشمیر پر مشتمل ہے مشرقی پاکستان میں بغرض تبلیغ روانہ ہوا ہے اس وفد کی تبلیغی سرگرمیوں کی ابتدائی رپورٹ درج ذیل ہے) —— ادارہ

۲۷ فروری ۱۹۶۸ء:- مشرقی پاکستان کے وقت کے مطابق دو بجے بعد دوپہر ڈھاکہ ہوائی اڈہ پر پہنچے تو ڈپٹی خلیل الرحمٰن خادم و مولوی عبدالصمد جمالی مبلغ جماعت معہ دیگر احباب کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ خادم صاحب ہمیں سیدھا اپنے بنگلہ واقعہ دھان منڈی لے گئے۔

۵ بجے شام پریس کلب ڈھاکہ میں پریس کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں احباب جماعت کے علاوہ لوکل اخبارات و پریس کے نمائندے شامل تھے۔ خادم صاحب نے ممبران وفد کا تعارف کرایا۔ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے مقاصد کام حضرت مسیح موعودؑ کے مشن و جماعت لاہور و جماعت قادیان کے اختلافات پر روشنی ڈالی۔ ڈاکٹر محمد یحییٰ بٹ صاحب نے انگلستان و جرمنی و دیگر ممالک غیر میں اشاعت اسلام کے مواقع پر سیر حاصل بحث کی اور بتایا کہ کس طرح وہ لوگ روحانی سکون کے متلاشی ہیں اور اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو ان کی روحانی پیاس کو بجھا سکتا ہے۔ سوالات و جوابات کا سلسلہ بھی کچھ دیر جاری رہا۔ ایک بات جو خاص طور پر نوٹ کی گئی وہ یہ تھی کہ مشرقی پاکستان کے عام لوگ ہر احمدی کو قادیانی (یعنے ربوائی) سمجھتے ہیں جنہوں نے نبوت کو جاری کر رکھا ہے اُن کو بالوضاحت بتایا گیا کہ لاہور جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور لانبی بعدی کے مصداق اُنکے بعد وحی نبوت کا باب مسدود ہو چکا ہے۔ حاضرین کی تواضع چائے سے کی گئی۔ سوالات سے معلوم ہوتا تھا کہ تاثرات اچھے ہیں۔ ڈپٹی خلیل الرحمٰن خادم بہت ہی پُرجوش رکن ہیں اور تبلیغ کا کام بڑے جوش سے کر رہے ہیں کوئی موقعہ تبلیغ کا ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ اس دوران دو تین اصحاب زیر تبلیغ بھی رہے۔ جنہوں نے اچھا تاثر لیا ہے۔ ایک بہائی نوجوان بھی تھے۔ اب وہ ہمارے عقائد کے ساتھ متفق ہو رہے ہیں۔

۲۸ فروری ۱۹۶۸ء۔ آج صبح کے پونے پانچ بجنے بھی نہ پائے تھے کہ خادم صاحب کے گھر میں اذان کی آواز گونجی۔ جو خود خادم صاحب ہی نے دی۔ محترمی یحییٰ بٹ صاحب نے امامت کرائی اور مولوی عبدالمنان عمر صاحب نے درس قرآن دیا جس میں سورۃ الشمس کی تفسیر کی گئی۔ درس بڑا ہی محققانہ تھا اور حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔ صبح کی سیر کے دوران ایک صاحب امداد علی ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر سے ملاقات ہوئی۔ خادم صاحب نے فوراً اُن کے ساتھ جماعت لاہور کے عقائد کے متعلق گفتگو شروع کر دی۔ اور کہا کہ ہم مرزا صاحب کو مجدد جانتے ہیں۔ تو وہ فوراً بول اُٹھے کہ مجدد ہم بھی مانتے ہیں مگر نبی نہیں مان سکتے۔ ان کی تشفی کی گئی۔

۷½ بجے صبح ڈھاکہ سے چل کر برہمن بڑیا پونے گیارہ بجے بذریعہ ٹرین پہنچے۔ برہمن بڑیا مشرقی پاکستان میں قادیانی احباب کا گڑھ ہے۔ یہ سید عبدالواحد مرحوم کا وطن مولود ہے، جنہوں نے حضرت مولوی نورالدینؓ کے ہاتھ پر ۱۹۱۲ء میں بیعت کی تھی۔ اور جنہوں نے مشرقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی۔ جونہی ٹرین ڈھاکہ سے چلی خادم صاحب نے مسافروں کے ساتھ تبلیغی گفتگو شروع کر دی، بنگالی میں لکھے گئے ٹریکٹ بھی تقسیم کئے گئے سامعین میں ایم ایس اسلام کلیم انسپکٹر ریلوے ڈھاکہ خاص طور پر متاثر ہوئے۔ برہمن بڑیا پہنچتے ہی قصبہ کے دورے پر چل پڑے سب سے پہلے سید عبدالواحد مرحوم کی قبر پر فاتحہ کہی۔ پھر پڑھے لکھے طبقہ کے ساتھ رابطہ پیدا کرنے کے لئے بار لائبریری اور ٹاؤن ہال لائبریری میں جاکر گفتگو کی۔ ایس ڈی او - ایس۔ ڈی۔ ایم اور اگریکلچر ڈویلپمنٹ بنک کے منیجر سے ملے۔ مؤخرالذکر کا نام مسٹر بشیر احمد ہے اور مولانا آفتاب الدین احمد صاحب مرحوم کے بھتیجے ہیں۔ ان سب کو شام کے جلسہ میں شمولیت کی دعوت دی۔ قصبہ میں ٹریکٹ تقسیم کئے گئے اور منادی بھی کرائی گئی۔

جلسہ شام کو ساڑھے پانچ بجے کمیونٹی ہال میں زیر صدارت ڈپٹی خلیل الرحمٰن خادم شروع ہوا۔ قرآن کریم کے دو رکوع یحییٰ بٹ صاحب نے سنائے۔ خادم صاحب نے وفد کے اراکین کا تعارف حاضرین سے کرایا۔ جماعت احمدیہ کے عقائد بیان کئے۔ جماعت قادیان و لاہور کے اختلافات کی وجہ بتائی اور مسیح موعودؑ کے صحیح مقام پر روشنی ڈالی۔ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے بھی بڑی پُرجوش تقریر میں انہی امور کو تفصیلاً بیان کیا۔ ان کی تقریر جاری تھی کہ مغرب کا وقت ہو گیا۔ جلسہ کو ملتوی کیا گیا۔ اور سٹیج پر ہی نماز مغرب باجماعت ادا کی گئی۔ اس وقت زور کی بارش بھی شروع ہو گئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لوگ پھر اکٹھے نہ ہوں گے۔ مگر تائید ایزدی ہمارے ساتھ تھی۔ بھلا ہو مسٹر عبدالحی ریٹائرڈ ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر کا جنکی کوشش سے اور خادم صاحب کی تگ و دو سے جلسہ کا پھر رنگ جم گیا اور پہلے سے بہتر۔ شروع میں حاضری ساٹھ ستر کے قریب تھی مگر آخر میں ایک سو کے قریب ہو گئی جس میں بہت سے قادیانی اصحاب بھی شامل تھے۔ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے اپنی تقریر مکمل کی۔ ان کے بعد مولوی عبدالمنان صاحب اور ڈاکٹر یحییٰ بٹ صاحب نے حاضرین کو مخاطب کیا۔

مولوی صاحب نے جماعت قادیان و لاہور کے اختلافات پر تفصیلاً بحث کی اور حضرت مرزا صاحب کے مجدد - مسیح موعودؑ و مہدویت کے دعاوی کی وضاحت کی اور فرمایا کہ حضرت مرزا صاحب نے حقیقی نبوت کا دعوےٰ ہرگز ہرگز نہیں کیا۔ اس دوران دو مولویوں نے گڑبڑ پیدا کرنے کی کوشش کی ان کو سٹیج پر آکر بولنے کی اجازت بھی دی گئی۔ مگر وہ سوالات کم اور تقریر زیادہ کرتے رہے۔ ڈاکٹر یحییٰ بٹ صاحب نے ان مسائل پر بھی روشنی ڈالی اور یورپ میں تبلیغ اسلام کی تفصیل بھی بیان کی۔

خادم صاحب نے ایک دفعہ پھر جماعت کے موقف کو دہرایا اور آخر میں مسٹر عبدالحی صاحب ریٹائرڈ ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر نے حاضرین کو مخاطب کیا اور کہا کہ مسلمان کا اللہ ایک۔ قرآن ایک۔ رسول ایک ہے تو پھر اختلافات کیوں؟

جلسہ کے بعد بحث و تمحیص کے لئے گروپ بن گئے۔ اس میں خاص طور پر ڈاکٹر یحییٰ بٹ صاحب کافی سرگرم رہے۔ بعض لوگ تشنہ رہ گئے لہٰذا ان کو دوسرے دن ۸ بجے صبح کا وقت گفتگو کے لئے دیا گیا۔ (باقی ــــ باقی)

کفر سازی کی ایک جدید مشین

جمعیۃ اہلحدیث ان دنوں نظری انتشار کی بری طرح شکار ہے۔ تشدد پسند عناصر جماعت کے بٹوارے میں پیش پیش ہیں۔ ایک طبقہ اماراتی نظام چاہتا ہے اور دوسرا صداراتی۔ ایک صاحب نے جو اماراتی نظام کے خواہش مند ہیں اور مولوی محمد حسین صاحب شیخوپوری کو امیر تسلیم کرتے اور ان کی بیعت کرتے ہیں ایک پوسٹر کے ذریعہ مولوی صاحب مذکور کا ایک ارشاد درج کیا ہے:-

> "تحقیق کافر ہوئے وہ لوگ جنہوں نے اذانیں دیں اور نمازیں ادا کیں بحساب اوقات گھڑیوں مروجہ کے اور ترک کیا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ اور نہ حساب رکھا سایہ کا واسطے اذان اور نماز کے روزانہ اور توڑا تعلق سنت سے براہ راست" اور فرمایا:-

"اور وہ لوگ بھی ظالم ہو کر کافر ہوئے جنہوں نے مسجدوں میں گھڑیاں لٹکا دیں اور پھر مسجدوں پر رات اور دن کے کسی حصہ میں تالے لگا دیئے۔ اور وہ لوگ بھی شیطان کے پیروکار ہو کر کافر ہوئے جنہوں نے ڈاڑھی مونڈھی یا منڈھوائی اور ملعون ہوئے"

کفر سازی کی یہ مشین جو گھڑیوں۔ تالوں اور ڈاڑھیوں کو آڑ بنا کر چلائی گئی ہے اپنی نوعیت میں جدید ترین حیثیت رکھتی ہے - عالم اسلام کا کونسا طبقہ ہے جو اس مشین کی زد سے بچ سکے، کاش ایسے فتوؤں پر کوئی تعزیر لگ سکے۔ (م - ا - ص)

عزت و رفعت اخلاقِ فاضلہ اور اعمالِ صالحہ سے پیدا ہوتی ہے

اسلام کے بلند نظریات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند اخلاق آپؐ کی نیک شہرت اور عزت کا موجب ہوئے

حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاقِ فاضلہ سے آپکی نیک شہرت۔ اہلِ ربوہ اپنے تنگ نظریات سے اس شہرت کو برباد نہ کریں۔

خطبہ جمعہ مورخہ یکم مارچ ۱۹۶۸ء۔ فرمودہ حضرت امیر قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

من کان یرید العزۃ فللہ العزۃ جمیعًا۔ الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل صالح یرفعہ ۔۔ (سورۃ فاطر ۳۵:۱۰) ۔۔

حصولِ عزت کیلئے قانونِ الٰہی

اس آیہ کریمہ میں ایک قانون بیان فرمایا ہے۔ خدا تعالےٰ نے مختلف مقامات پر مختلف الفاظ میں ایسے اصول بیان فرمائے ہیں جو دنیا بھر کی رہبری کے کام آتے ہیں۔ اس آیت میں فرمایا ہے۔ من کان یرید العزۃ۔ جو شخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہے (اور وہ کون ہے جو عزت حاصل نہیں کرنا چاہتا۔ دنیا بھر کے تمام انسان خواہ وہ بادشاہ ہوں یا رعایا کے فرد ہوں تمام کے تمام عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ فرمایا کہ) یہ عزت کا مقام ان لوگوں کو نصیب ہو سکتا ہے۔ جو خدا تعالےٰ سے تعلق لگائیں۔ کیونکہ عزت خدا تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے۔ عزت ان لوگوں کو میسر آتی ہے جو خدا تعالےٰ کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ اور دین و ایمان کے مطابق اخلاق رکھتے اور اعمال بجالاتے ہیں۔ صحیح ایمان۔ صحیح نظریہ۔ صحیح عقیدہ اور صحیح عمل یہ خدا کے ہاں شرفِ قبولیت حاصل کرتے ہیں۔

مختلف اقوام کے تنگ نظریات

ہمارا ہمسایہ ہندو یقین کرتا ہے کہ ہندوستان کے باہر جو لوگ ہیں وہ اچھوت اور ملیچھ ہیں ان کو چھو جانے سے ایک ہندو ناپاک ہو جاتا ہے۔ یہ نظریہ ان کے ملک میں تنگ نظری پیدا کرتا ہے وہ غیر ہندو کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اسی طرح سے ایک اور قوم ہے جو اپنے سوا دوسرے انسانوں کو کتے اور سؤر یقین کرتی ہے، یہ یہودی قوم ہے۔ اس کا ایمان ہے کہ "یہوواہ" صرف ہمارا خدا ہے۔ ہم ہی اس کی پیاری قوم ہیں اور وہ صرف ہماری قوم کے اندر ہی رسول بھیجتا رہا ہے نبوت و رسالت ہماری قوم سے ہی مختص ہے۔ یہ قوم دوسری قوموں کو جنٹائل کے نام سے یاد کرتی ہے۔ جنٹائل کا لفظ جو بائبل میں استعمال ہوا ہے ڈکشنریوں میں اس سے مراد کافر ہیں۔ وہ کافر کو کتے اور سؤر کے برابر سمجھتے ہیں۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو تمام مسلمان اپنا بزرگ پیغمبر تسلیم کرتے ہیں۔ وہ یہودی قوم میں رسول ہو کر آئے تھے جو یہود کی شریعت کے پابند تھے۔ معلوم نہیں کہ اناجیل میں جو جملہ ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ حضرت عیسےٰ کا کلام ہے یا نہیں۔ اس لئے کہ کئی غلط روایتیں انجیل میں درج ہیں ایک روایت حضرت عیسےٰ کے متعلق یہ لکھی ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو نصیحت فرمائی ہے کہ اپنے موتی کتوں اور سؤروں کے آگے مت پھینکو۔

ہندو اور یہودی قوم کے نظریئے آپ نے سنے۔ عیسائی دنیا کا بھی ایسا ہی نظریہ ہے کہ انسان گناہ گار ہے گناہگار پیدا ہوتا ہے۔ اس نظریہ کے مطابق عیسائی پادری کے سامنے اتوار کو اپنی گناہ گاری کا اقرار کرتا ہے اور لنڈن کا ہر پادری عبادت کے وقت یہ دعا کرتا ہے O Lord! forgive us miserables پوپ اور بشپ جب ہر اتوار کو یہ کلمات دوہراتا ہے۔ تو گرجے میں بیٹھے ہوئے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں حیران ہوتے ہیں کہ خدا جانے یہ بوڑھا ہر ہفتہ کیا کچھ بڑے کام کرتا رہتا ہے۔ یہ نظریہ انسان کو ذلیل و خوار کرنے والا ہے۔

اسلام کا وسیع اور عالمگیر نظریہ

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نظریات تلقین فرمائے ہیں وہ عالمگیر ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ہے کہ کوئی قوم خصوصی طور پر خدا کی پیاری قوم نہیں ساری قومیں خدا تعالےٰ نے پیدا کی ہیں۔ وہ سب کی ربوبیت کرتا ہے۔ اس کے ہاں قابلِ قدر وہی لوگ ہیں جن کے اعمال اچھے ہوں اور اچھے اعمال اچھے اعتقاد سے پیدا ہوتے ہیں۔

آج کی دنیا ایک گھرانہ بن گئی ہے۔ تھوڑے وقت میں انسان ایک ملک سے دوسرے ملک میں ایک براعظم سے دوسرے براعظم میں چلا جاتا ہے۔ اس دنیا میں ہندو یہودی اور عیسائی قوم کے نظریات پروان نہیں چڑھ سکتے۔ ان تنگ نظریات کو لوگ مان نہیں سکتے۔ اسلام کے نزدیک تمام انسان خدا کا کنبہ ہیں۔ تمام انسانوں کی ربوبیت کرنے والا ایک ہی خدا ہے۔ اس خدا نے تمام قوموں میں نبی اور رسول مبعوث فرمائے ہیں۔

اسلام کے وسیع نظریہ کی وجہ سے نبی کریم صلعم کا بلند مقام

خدا تعالےٰ کی ذات کے متعلق یہ اعتقادات حضور نبی کریم صلعم کے مقام کو اونچا کر دیتے ہیں۔ اور جوں جوں علم بڑھتا چلا جائے گا۔ حضور صلعم کے نظریات و اخلاق فاضلہ کو اونچا مقام ملتا جائے گا۔ ہندومت یہودی ازم اور عیسائیت علم و عقل کی دنیا میں قابل قبول نہیں ہو سکتے۔ اگر کوئی نظریہ قبول ہو سکتا ہے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نظریہ ہی قبول ہو سکتا ہے۔

اسلامی نظریہ سے اخلاق بلند اور اعمال صالحہ پیدا ہوتے ہیں۔

قرآن کریم کی پہلی آیت الحمد للہ رب العٰلمین میں بتایا ہے کہ خدا ساری قوموں کا خدا ہے وہ ساری قوموں سے پیار رکھتا ہے۔ اچھے اعمال کرنے والی قوم سربلند ہو سکتی ہے۔ ان لفظوں میں کس قدر اختصار ہے اور یہ کس قدر معنی خیز ہیں۔ مسلمان فخر کر سکتا ہے کہ ہمارے اعتقادات عالمگیر ہیں۔ یہ اعتقادات مسلمان کو دنیا جہان کے لئے مفید انسان بنا دیتے ہیں اس نظریئے کی خوبی سے بہترین اخلاق اور اعمال صالحہ پیدا ہوتے ہیں۔

ظلم اور اذیتیں اٹھانے کے باوجود دشمنوں کو معافی۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد عرب کی سلطنت کے مالک بن گئے۔ اس وقت حضورؐ نے جو اخلاق فاضلہ کا نمونہ دکھلایا وہ کسی بادشاہ کو نصیب نہ ہوا آپؐ اور آپؐ کی قوم کو پہلے ایک دفعہ مکہ سے نکال دیا گیا تھا

طرح طرح سے ان کو دکھ اور اذیتیں پہنچائی گئیں۔ پھر مدینہ میں بھی ان کو آرام سے رہنے نہ دیا گیا۔ حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کو زخم آئے۔ خود حضورؐ زخمی ہو کر گر گئے باوجود ان صدمات اور تکالیف کے آپؐ نے کسی سے انتقام نہیں لیا۔ اور فرمایا لا تثریب علیکم الیوم۔ آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں۔ یہ مقام اور یہ حوصلہ آسان نہیں ہے۔

صحابہ کرامؓ کی قربانیاں اور فدائیت

میں نے ایک دفعہ آپ کو سنایا تھا کہ میدان جنگ میں حضور صلعم زخمی ہو کر گر پڑے تو کس طرح قوم نے آپؐ کی حفاظت کی۔ ابو دجانہ، سعد بن وقاصؓ اور دوسرے صحابہؓ نے پردے کی طرح اڑ کر آپؐ کے گرد دیوار بنا دی۔ ایک شخص مصعبؓ نے اپنا سر کٹوا دیا۔ ابو دجانہؓ نے اپنی پیٹھ تیروں کی نشانہ گاہ بنا دی۔ ابو طلحہؓ نے ہاتھ کٹوا دیئے۔ ابو طلحہؓ اور سعدؓ بن وقاص نے دشمن کی کمانیں اور تیر توڑ دیئے۔ بے جگری سے تیر اندازی کی۔ حضور صلعم فرماتے ہیں:۔

ارم یا سعد فداک امی وابی

اے سعدؓ تیر چلاتے جاؤ۔ تجھ پر میری ماں اور باپ قربان ہوں۔

یہ واقعہ میں نے ایک پادری کے سامنے بیان کیا تو وہ کہنے لگا کہ کاش! حضرت عیسٰیؑ کو ایسی ہی قوم نصیب ہوتی۔ جب حکومت کے سپاہی ان کو گرفتار کرنے آئے تو ان کے ساتھی حضرت نبی کریم صلعم کے ساتھیوں کی طرح نمونہ نہیں دکھلا سکے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔

حضرت نبی کریم صلعم کی وسعت قلبی اور بلند حوصلہ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قوم نے جو دکھ درد دیئے کئی سال مبتلا رکھا فتح مکہ کے وقت وہ تمام حالات اور تمام مصائب ہرے اور تازہ ہو گئے لیکن فتح مکہ کے دن آپ اہل مکہ کو یہ کہکر معاف کر دیتے ہیں:۔ لا تثریب علیکم الیوم۔ آج کے دن تمہیں کوئی ملامت نہیں کی جائے گی۔ کتنا بڑا کلیجہ ہے حضور صلعم کا۔ انتقام نہیں لیتے۔ ملامت تک نہیں کرتے۔ اس بیسویں صدی میں انگریزوں اور امریکنوں نے بہت ہی خطرناک طور پر محکوم و مغلوب قوموں پر وحشیانہ مظالم کئے ہیں۔ جاپانیوں کو تختہ مشق بنایا اور جرمنوں پر انہوں نے ظلم کیا۔ اور ان سے وحشیانہ سلوک روا رکھا۔ فاتح ہو کر انہوں نے کس اخلاق کا نمونہ دکھایا۔ حضورؐ کے اس قسم کے بلند اخلاق ان کو رفعت کا مقام دیتے ہیں۔

فتح مکہ کے وقت نبی کریم صلعم کا اعلان

حضورؐ نے اعلان فرمایا کہ مکہ میں امن قائم کیا جائے گا کعبۃ اللہ کی تکریم کی جائے گی کعبۃ اللہ کو کسوۃ پہنایا جائے گا۔ اس اعلان نے مکہ کے لوگوں کے دلوں میں اطمینان و سکون بخشا۔ یہ غیر متوقع بات تھی۔ یہ قوم تو انتقام لینا ضروری سمجھتی تھی۔ اس اعلان کے بعد حضورؐ کے ایک جرنیل سے تھوڑی سی لغزش ہوئی۔ سعد بن عبادہ بڑے آدمی تھے حضور صلعم ان کی قدر کرتے تھے۔ فتح مکہ کے دن وہ ایک حصہ لشکر کے جرنیل تھے۔ ابو سفیان سے جب ان کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا الیوم یوم الملحمۃ۔ آج تمہیں لڑائی کا پتہ چل جائے گا۔ ابو سفیان حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا آپ کا اعلان ہے کہ یہ امن کا دن ہو گا کعبہ کی تکریم کی جائے گی۔ لیکن آپؐ کا جرنیل مجھے یہ دھمکی دیتا ہے اور کہتا ہے آج لڑائی کا مزہ چکھو گے۔ اس پر حضورؐ نے سعد بن عبادہ کو معزول کر دیا۔

یورپی حکمرانوں کا مفتوحین سے سلوک

یورپ کے حکمرانوں کو ایسے مقامات پر ایسے اخلاق کا مظاہرہ کرنا نصیب نہیں ہوتا۔ وہ مفتوح قوم پر ہر طرح سے رعب جماتے اور Prestige قائم کرنے کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کے مقابلہ میں حضور صلعم کے فعل میں کس قدر بلندیاں ہیں۔ اسی وجہ سے فرمایا والعمل الصالح یرفعہ۔ اچھے اعمال سے انسان کو رفعت کا مقام حاصل ہوتا ہے۔

کعبہ کے چابی بردار کا رویہ اور نبی کریم صلعم کا حسن سلوک

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے چابی بردار عثمان کو کہلا بھیجا کہ کعبہ کی چابیاں دے دی جائیں اس نے کہا کہ چابی میرے ہاتھوں میں رہے گی۔ اس کی ماں نے کہا کہ تم پر میرا دودھ حرام ہے اگر تم نے چابی کسی کے حوالہ کی۔ حضرت علیؓ نے تلوار نکال لی اور چابیاں چھین لیں۔ حضرت عباسؓ نے کہا کہ یہ مردود گستاخ اور بے ادب انسان ہے اسے سزا دی جائے اور چابی میرے حوالے کر دی جائے۔ ایک طرف چچا ہیں۔ ان کی تعظیم و تکریم ملحوظ ہے۔ لیکن یہ آیت نازل ہوتی ہے ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا۔ امانتوں کو ان کے مالکوں کے سپرد کرو۔ چنانچہ حضور صلعم نے عثمان کو فرمایا۔ یہ چابی تمہارے پاس رہے گی۔ تمہارے خاندان میں چابی برداری کا فخر ہمیشہ رہے گا۔ اس کو کوئی نہیں چھین سکتا۔ سوائے اس کے جو ظالم ہے۔ یہ اخلاق فاضلہ حضورؐ کا مقام بلند کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ اور دیگر انبیاءؑ کے اخلاق فاضلہ اور دعائیں۔

ان اخلاق فاضلہ کا ذکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے کہ نظریات اعلٰے درجہ کے ہوں عقیدہ اعلٰے درجہ کا ہو، اعمال صالحہ ہوں۔ اس کو حضرت ابراہیمؑ اپنی دعاؤں میں یوں بیان فرماتے ہیں رب ھب لی حکما والحقنی بالصالحین واجعل لی لسان صدق فی الاخرین واجعلنی من ورثۃ جنۃ النعیم ...... یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم۔

(الشعراء ۸۳ — ۸۹)

یعنی میرے اعتقادات میں دانائی ہو، میرے نظریات مقبول ہوں اور حکمت بھرے ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ خدا کے محبوب ہیں جن کی دعائیں خدا تعالےٰ نے قبول فرمائیں۔ وہ دولت کی خواہش نہیں کرتے۔ نہ دنیا کی بلکہ دعا کرتے ہیں کہ مجھے معقول نظریات پر قائم رکھے۔ میرے اعمال میں صلاحیت ہو۔ جن کی برکت سے مجھے صالحین کے گروہ میں شمار ہونے کا فخر حاصل ہو۔ یہی دعائیں حضرت موسٰیؑ اور حضرت عیسٰیؑ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے جہاں یہ تمنائیں ان کو عطا فرماتا ہے وہ یہ بھی اعلان فرماتا ہے وکذلک نجزی المحسنین یعنی یہ عطایا صرف پیغمبروں کے لئے مخصوص نہیں ہیں بلکہ وہ شخص جو محسن ہو اس کو یہ نصیب ہو سکتی ہیں۔

احسان اور محسن کی تعریف

اس بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا۔ ما الاحسان یا رسول اللہ۔ یا رسول اللہ احسان کس کو کہتے ہیں۔ حضور صلعم نے فرمایا ان تعبد اللہ کانک تراہ۔ احسان یہ ہے کہ تو خدا کی عبادت کرتے ہوئے یقین کرے کہ تو خدا کو دیکھتا ہے فان لم تکن تراہ فانہ یراک اگر یہ مقام تجھے میسر نہیں تو تو یہ یقین کر کہ خدا تجھے دیکھتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کا مقام رفعت

ان تعلیمات پر کاربند ہونے کے باعث حضور کے صحابہ رضؓ نے بلند ترین مقام حاصل کیا۔ ایک دفعہ گاندھی نے کہا تھا یہ ٹھیک ہے کہ ہمارے وزراء کی تنخواہیں پانصد روپے مقرر ہوئیں ہیں لیکن پھر بھی تم محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلفاء کی مثال نہیں بن سکتے۔ انہوں نے تو کچھ نہ لیا۔ نہ محل بنائے اور نہ سواریاں رکھیں۔ اس کو کہتے ہیں رفعت کا مقام جس کو غیر لوگ بھی یقین کریں۔

حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاق فاضلہ اور نیک شہرت

اس زمانہ کے امامؑ کو بھی خدا تعالےٰ نے صاحب اخلاق بنایا۔ ان کو خدا تعالےٰ نے بڑا بلند مقام دیا۔ ہندو، آریہ اور سکھ سب کے سب حضرت مرزا صاحب کو بزرگ اور باخدا انسان مانتے تھے اور بیوی بچوں کی بیماری کے وقت حضرت صاحب سے امداد لیتے تھے۔ ان کے اخلاق نے ان کو اچھی شہرت کا مالک بنا دیا تھا۔ شہرت نیک اور شہرت بد ہر ایک شخص کی زندگی بھر کے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے جس کی شہرت اچھی ہو وہ یقیناً اچھا شخص ہے اور جس کی شہرت بد ہو وہ یقیناً خراب شخص ہے۔

باپ کے خلاف حضرت مرزا صاحبؒ کی سچی شہادت

ایک دفعہ ایک سکھ ایک مسلمان کے ساتھ بٹالہ

سے قادیان جا رہا تھا اس سے پوچھا بھائی سکھا! مرزا قادیانی کا کیا حال ہے۔ اس نے کہا مرزا جی تو بھگت ہیں۔ میں تمہیں ان کے متعلق ایک واقعہ سناتا ہوں۔ وہ یہ کہ بڑے مرزا جی (آپ کے والد) نے ہماری زمین مع کیکروں کے اپنے قبضہ میں کر لی۔ مقدمہ چلا۔ ہم نے چھوٹے مرزا جی کو اپنا گواہ بنا لیا۔ مرزا صاحب نے سمن لے لئے۔ جو ان کے باپ کے خلاف تھے۔ باپ کے خلاف سمن لینا بڑا مشکل ہے۔ دو روپے دے کر ہرکارے کو واپس نہیں کر دیتے۔ مقدمہ کی سماعت ہوئی تو حضرت مرزا صاحب بطور گواہ پیش ہوئے۔ گواہی دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ زمین جس پر کیکر کے درخت ہیں سکھوں کی ملکیت ہے۔ وکیل نے جرح کی کہ تم تو مسیتڑ ہو تمہیں کیا تعلق دنیا کے دھندوں سے۔ حضرت صاحب نے کہا کہ جس زمین کے متعلق یہ مقدمہ پیش ہے ایک دفعہ ابا جان مجھے اس زمین پر لے گئے اور کہتے تھے کہ یہ زمین اور کیکر سکھوں کے ہیں۔ اس قسم کے اعمال رفعت بخشتے ہیں۔

فوجداری مقدمہ میں اپنے خلاف بیان

لاہور میں مولوی فضل دین صاحب وکیل کہا کرتے تھے کہ مرزا صاحب کے عقائد کو میں مانوں یا نہ مانوں مگر ان کے اعمال مومنانہ ہیں۔ ان پر مقدمہ فوجداری ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جس خط کی بناء پر مقدمہ کھڑا کیا گیا ہے آپ کہہ دیں کہ وہ میرا نہیں لیکن وہ بار بار کہتے ہیں کہ خط تو میرا ہے۔ میں نے کہا اگر یہ بات ہے تو مجھے وکیل کیوں بنایا ہے۔ حضرت صاحبؑ فرماتے ہیں اسباب کو استعمال کرنا ضروری ہے۔ میں نے ایک انسان کا گناہ کیا ہے کہ ایک خط ایک پوسٹ پیکٹ میں مضمون کے ساتھ ڈال دیا۔ اور اب تم کہتے ہو کہ خدا کا بھی جرم کروں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے

اسلامی نظریات کو تازہ کیا۔

یہ وہ روشنی کے مینار ہیں۔ جن کو لوگ دور دور سے دیکھنے آتے ہیں اور مانتے ہیں کہ وہ باکردار، باخدا اور مخلوق خدا پر رحم کرنے والا ہے۔ حضرت مرزا صاحبؒ نے اپنی مسیحائی اور مہدویت کے مقام سے قوم کو باخدا اور بااخلاق اور باکردار بنایا۔ اور ہمہ گیر نظریات جو اسلام نے تلقین فرمائے ہیں ان کو تازہ کیا۔ حضرت صاحبؑ نے جو تعلیم دی وہ بے نظیر ہے۔

اہل ربوہ سے خطاب

میں ربوہ کے لوگوں کو ملامت نہیں کرنا چاہتا اس کو میں برا سمجھتا ہوں۔ ان کی بھلائی کے لئے کہتا ہوں کہ رسول کریمؐ کے یہ اعتقادات ہیں کہ ساری قومیں خدا کی مربوب ہیں۔ یہ تعلیم غیر مسلموں کے دلوں میں محبت پیدا کرنے کا موجب ہے۔ لیکن ربوہ کے بھائی کہتے ہیں کہ مرزا صاحبؑ کے آنے سے خود مسلمان کافر ہو گئے ہیں

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اہل ربوہ پر پیغام

ساری قوموں کو نہیں دے سکتے۔ اسلام نے تو تنگ ظرفی کو دور کیا اور حکم دیا تھا کہ قوموں کو برا مت کہو۔ ان کو ملامت نہ کرو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اہل قبلہ اور اہل کلمہ کو کافر نہ کہو۔ اس کے برعکس تم کہتے ہو کہ جو حضرت مرزا صاحبؑ کو نہیں مانتا وہ کافر ہے۔ تم نماز روزہ ادا کرنے والوں، زکوٰۃ خیرات دینے والوں، مسجدیں بنانے والوں کو کافر کہتے ہو۔ اے اہل ربوہ ان امور پر غور کرو کہ تمہارا یہ عقیدہ چل نہیں سکتا۔ یہ عقیدہ امت مسلمہ میں نفرت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ ہندوؤں کی طرح مسلمانوں سے نفرت کرنا اچھا نہیں۔ حضرت امام الزمانؑ شریعت محمدیہ پر چلنے والے تھے۔ آپ نے فرمایا لا کتاب بعد الفرقان ولا شریعة بعد شریعة المحمدیه۔ وہ تو شریعت محمدیہ پر عمل کرنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ انہوں نے دین اسلام پر ستر، اسی کتابیں لکھ کر مسلمانوں کے دلوں میں گھر کر لیا تھا۔ ان کے ذریعہ سے مساجد بنی ہیں۔ قرآن کے تراجم ہوئے ہیں جو یورپ میں شائع ہو کر تقسیم ہو رہے ہیں۔ ان اعتقادات و اعمال کی وجہ سے حضرت صاحبؑ کا مقام بلند ہے۔ حضرت صاحب کے اس بلند مقام کو بلند رکھو۔ گراؤ نہیں۔ اس مقام کی عزت و غیرت رکھو۔ اخلاق فاضلہ کی طرف توجہ کرو۔ اعمال صالحہ کی طرف توجہ کرو۔ اس زمانہ میں ایک امام آیا۔ اس نے قوم میں اسلام کا ولولہ پیدا کیا۔ یہ ان کا بہت بڑا کام تھا۔ اس اچھے کام کو اپنے سامنے رکھو۔ ربوہ کے دوست ان اعتقادات کو نہ پھیلائیں جن سے ان کے امام کی اور ان کی جماعت کی اور امت محمدیہ کی رسوائی ہوتی، اور جن کی وجہ سے فساد اور اضطراب پیدا ہو۔

اگر ہم قرآن کریم کی یہ تعلیمات اپنا لیں۔ اور ہم یقین کریں کہ خدا حاضر و ناظر ہے اور اس ایمان و یقین کے مطابق ہمارے اعمال ہوں۔ تو قوم اعلیٰ مقام پر فائز ہو سکتی ہے۔

شکریہ تعزیت

محترم جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے نواسے عزیز مامون الرشید کی وفات کے سلسلے میں جن بہنوں اور بھائیوں نے خطوط۔ تاروں اور ملاقات کے ذریعہ اظہار افسوس کیا ہے ان سب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں۔

چونکہ فرداً فرداً سب کو جواب دینے سے قاصر ہوں اس لئے بذریعہ اخبار شکریہ ادا کرتی ہوں۔ فقط والسلام

شہزادہ بیگم جلال الدین
ویسٹرج راولپنڈی

اہل ربوہ کے ہاتھی کے دانت

۱۰ر جنوری ۱۹۶۸ء کو کراؤن ہوٹل لاہور میں ۳-۴ بجے شام ربوہ کے مولوی ابو العطا جالندھری نے چند ایک احباب کو چائے کی دعوت دی اس مجلس میں ایک صاحب نے ایک سوال کیا کہ کیا جناب میاں محمود احمد صاحب مرحوم نے منیر ٹربیونل میں عدالت کے اس سوال پر کہ "کیا حضرت مرزا صاحب کا ماننا جزو ایمان ہے؟" جو انکار میں جواب دیا تھا وہ کہاں تک صحیح ہے؟

اس کے جواب میں جالندھری صاحب نے قریباً ۲۰ منٹ لیکچر دیا اور کوشش کی کہ سامعین کو اس سوال اور جواب کا پس منظر سمجھایا جائے۔ اس تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ غیر احمدیوں نے احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کی تحریک کر رکھی تھی لہذا اس سٹیج پر اگر جواب مثبت میں دیا جاتا تو نتیجہ یہ ہوتا کہ غیر احمدیوں کا موقف درست قرار دیا جاتا اور ہم کو اقلیت قرار دے دیا جاتا۔ اس لئے مصلحت وقتی اس بات کی مقتضی تھی کہ ہم "نہیں" میں اس کا جواب دیتے ورنہ ہم نے کوئی عقیدہ وغیرہ تبدیل نہیں کیا تھا۔

اسی وقت خاکسار نے کہا کہ پھر یہ تو ہاتھی کے دانت ہوئے جو دکھلانے کے اور ہیں اور کھانے کے اور۔ اس کو منافقت نہیں تو اور کیا کہا جائے گا؟

خاکسار عبد الحفیظ بٹ بدوملہی

فوری ضرورت ہے

لاہور میں ٹیکسی موٹر کار میں کام کرنے کے لئے ایک تجربہ کار شریف محنتی اور دیانتدار اور موٹر ٹیکسی ڈرائیور کی فوری ضرورت ہے جو مکینک کا کچھ تجربہ بھی رکھتا ہو۔

تنخواہ حسب قابلیت اور تجربہ دی جاوے گی

ڈرائیور کا دیانتدار اور محنتی ہونا نہایت ضروری ہے۔

ڈرائیور کا ٹیکسی ڈرائیونگ کا لائسنس ہولڈر ہونا اشد ضروری ہے۔

درخواستیں بھیجیں یا خود ملاقات کریں۔

ڈرائیور کا لاہور کے راستوں کا جاننا نہایت ضروری ہے۔

جو لوگ لاہور کے راستوں سے ناواقف ہیں درخواست نہ کریں۔

درخواستیں یا ملاقات بنام ملک محمد حسین
محلہ رنگ پورہ شہر
متصل تھانہ سٹی پولیس
گجرات شہر
خاکسار۔ ملک محمد حسین از گجرات

غلام نبی مسلم

کیا زمینداری نظام قرآن کے احکام کے منافی ہے؟

(۲)

جاگیرداری اور زمینداری نظام میں خلط مبحث

صاحب مقالہ نے کاشتکاروں کی غربت کا بجا ذکر کیا ہے۔ لیکن دورِ ملوکیت کے جاگیرداری نظام اور موجودہ زمینداری نظام کو ایک فرض کر کے مسئلہ کو الجھانے کی کوشش کی ہے۔ پھر زراعت میں سائنسی وسائل و ذرائع کی درآمد، ملک کی بڑھتی ہوئی آبادی، زمین کے متواتر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بٹوارے کی خرابیوں اور موجودہ نظامہائے سیاست معیشت اور معاشرت کو نظر انداز کر دیا ہے۔ جاگیرداری نظام کسی معاشی تقاضے کی پیداوار نہ تھا، بلکہ اس کی غرض و غایت سلطنت کا استحکام تھا اور باقی باتیں اس کے ذیلی پیداوار ہیں۔ فوجوں کا باقاعدہ نظام نہ ہونے کی وجہ سے حکمران اپنے گروہ کے اکابر میں ملک کے حصص تقسیم کر دیتا تھا۔ جو دولت کے سب سے بڑے اور کسی حد تک واحد ذریعے زراعت کو ترقی دیتا تھا۔ فوج مہیا کرتا تھا۔ اپنے علاقے میں امن قائم کرتا تھا۔ اور آڑے وقت بادشاہ کی مدد کے لئے پہنچتا تھا۔ وہ محض زمیندار نہ تھا بلکہ حاکم تھا۔ اس کے پاس مرکز کی طاقت یا کمزوری کے پیش نظر انتظامیہ، عدلیہ وغیرہ کے اختیار کم و بیش ہوتے تھے، اور کسی اخلاقی یا آئینی دباؤ کی عدم موجودگی میں وہ درندگی پر اتر آتا تھا۔ مغلیہ دور کے اختتام تک ہمارے پاس یہی انتظام رہا، اس دور میں مضبوط مرکز کے زیر اثر جاگیردار بھی بدلتے رہتے تھے۔ لیکن انگریز کے زمانے میں حالات نے پلٹا کھایا، انگریز اپنی فوج پر بھروسہ کرتا تھا۔ اس لئے اس نے جاگیرداروں سے انتظامیہ کے اختیارات چھین لئے۔ مگر ملک میں امن اور انتظام کی خاطر ان جاگیرداروں کی پشت پناہی کی اور اس طرح یہ لوگ حکومت اور عوام کے درمیان واسطہ بن گئے۔ اس کے علاوہ انگریز کو خیال تھا کہ جاگیردار اپنے ہم وطنوں سے بہتر سلوک کریں گے، اور ان کے لئے انتظامی مسائل پیدا نہیں ہوں گے۔ مگر اپنے آپ کو محفوظ سمجھ کر جاگیردار کا رویہ اپنوں سے ظالمانہ ہوتا گیا اور اس طرح وہ خرابیاں پیدا ہوئیں، جن کی مقالہ نگار کو شکایت ہے۔ ان جاگیرداروں کے علاوہ مقامی آبادیاں قبائلی سرداروں کے زیر اثر تھیں۔ یہ قبائلی اور علاقائی سردار بھی زمینوں کے مالک تھے، اور حاکم وقت نے ان کی زمینوں کی حفاظت کی، اور اس طرح اس دور میں مزارعین اور دست نگروں کی حالت خراب تر ہو گئی۔

مختلف ادوار میں کاشتکاروں کی بدحالی کی وجہ مزارعت اور بٹائی کا اصول نہیں۔ بلکہ اس کا سبب کسی ایسے نظامِ عدل کا نہ ہونا ہے، جو مزارعین کی محنت، عزت، ناموس اور جان کی حفاظت کی ذمہ داری لیتا۔ جو زمیندار کو مجبور کرتا کہ وہ مزارع کو تمام جائز مراعات دے اور اس پر ظلم نہ کر سکے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ زمین تمام کاشتکاروں یا بالفاظ دیگر تمام انسانوں میں برابر تقسیم کر دی جائے، کیا یہ زمین سب کے پاس یکساں حالت اور مقدار میں رہ سکتی ہے۔ کیا مساوی تقسیم سے ملکی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں، کیا تمام انسانوں کی ذہانت، امنگیں، توانائیاں، استقامت، اور خاندانی اور مالی حالات تقاضا کرتے ہیں کہ سب کے پاس یکساں زمین رہے، اور مسابقت کا جذبہ ختم کر دیا جائے۔ اسلام کی رُو سے ہر شخص کو یکساں مواقع حاصل ہونے چاہئیں کہ وہ اپنی صلاحیتوں سے کام لے کر اپنے آپ کو انسانیت کے لئے زیادہ سے زیادہ بہتر بناتا جائے۔ اور جو لوگ میدان جدوجہد میں بڑھنے سے گریز کرتے ہیں وہ زیادہ باہمت لوگوں کے لئے راستہ چھوڑ دیں۔ اس طرح ملک و قوم کے معاشی مسائل بڑھیں گے۔ اور پھر لوگوں میں ایک گروہ پیدا ہوگا جو اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کو محنت پر بھی لگا لے گا، لیکن حکومت کی نگرانی اور اسلامی قوانین زکوٰت، اور مالیہ، صدقات اور وراثت کی موجودگی میں اس طرزِ عمل کی خرابیاں دبی رہیں گی۔ اور ملک کے اندر اس قسم کی روایات پیدا نہیں ہوں گی۔ جو معاشی اور مجلسی ناہمواریوں کو جنم دیتی ہیں۔

اس وقت ملک کی معیشت کا انحصار محض زراعت پر نہیں۔ بلکہ زراعت بیسیوں دیگر وسائل حیات میں سے ایک ہے۔ ملک میں آمدنی کا اب بڑا ذریعہ صنعت اور تجارت ہے۔ جس کی بدولت ایک ایک خاندان کئی کئی کارخانوں کا مالک ہے، کئی ایک مقامات پر ایک ہی خاندان کی فرمیں موجود ہیں۔ وہ کروڑوں روپے کماتے ہیں۔ ان کے ماتحت ہزاروں آدمی محنت کرتے ہیں۔ یہ محنت کش ان کی دولت کا نہایت حقیر حصہ وصول کرتے ہیں اور اکثر ایسی زندگی گزارتے ہیں جو بنیادی آسائشوں سے بھی تہی دامن ہوتی ہے لیکن کسی کو احساس تک نہیں ہوتا کہ ایسا کیوں ہے اور کیوں ایک گروہ دوسروں کی محنت کا صلہ اپنی تجوریوں میں ڈال لیتا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ کارخانہ دار، قانون کی گرفت میں ہے اور اسے یہ جرأت نہیں کہ وہ محنت کش کی عزت، آبرو اور جان و مال سے کھیل سکے۔

اگر ایک کارخانہ دار یا تاجر کو یہ تحفظ حاصل ہے تو زمیندار کس طرح اس سہولت سے محروم رہے اور اسے کیوں موقعہ نہ ملے کہ وہ بھی اپنی خداداد صلاحیتوں سے استفادہ کرے۔ البتہ حکومت مزدوروں کی طرح مزارعین کو بھی تحفظات دے سکتی ہے۔ اور یہی اس الجھن کا حل ہے، جو مقالہ نگار کو پریشان کئے ہوئے ہے۔

ویسے بھی یہ بات خلاف انصاف ہے کہ کارخانہ دار اپنے کام کو جس قدر چاہے وسیع کر لے، اس کے لئے اکتناز پر کوئی قید نہیں، وہ اپنے بچوں کے لئے کروڑوں روپے کا ورثہ چھوڑ سکتا ہے۔ لیکن زمیندار کا کیا قصور ہے کہ وہ مٹی سے دولت پیدا نہ کرے، اپنی زمین کو نہ بڑھائے۔ اپنے مال میں اضافہ نہ کرے، اور اپنے بچوں کے لئے زمین اور بینک بیلنس کی شکل میں زندگی کے سہارے کو نہ چھوڑ مرے، اگر صاحب مقالہ کی نظر میں کسی شخص کے پاس بھی زمین، کارخانے اور کاروبار ہونے مناسب نہیں تو پھر انہیں کمیونزم کا پرچار کرنا چاہیئے اس کے لئے اسلام کا ذکر کرنا عبث ہے، اسلام کا تو اپنا مخصوص نظام معیشت ہے جو فطری تقاضوں کو ملحوظ رکھتا ہے۔ لیکن جزئی نہیں کلی نفاذ کا حامی ہے۔ **اُدخلوا فی السلم کافۃ۔**

ملک میں زرعی انقلاب اور اس کے تقاضے

مقالہ نگار نے جو کچھ لکھا ہے وہ مفروضات اور مخصوص نظریئے پر مبنی ہے۔ اب صنعت و حرفت اور تجارت کی طرح زرعی مسائل کا تعلق کسی خاندان کی روزی یا چند افراد کے رجحانات سے نہیں رہا۔ بلکہ اس کا تعلق قومی زندگی، استحکام و استقلال سلطنت اور اجتماعی حیات سے ہے۔ اور زراعت ان وسائل قومی میں سے ہے جس کی دیگر وسائل کے پہلو بہ پہلو ترقی ملک کی بقا کے لئے لابد ہے۔ ملک کی آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے، جس کے لئے اناج کی ضرورت ہے، اور اس معاملے کو چند زمینداروں یا کاشتکاروں کو جہاں تحفظات مل رہے ہیں۔ وہاں دیگر وسائل معاش نے اس پر کاشتکاری کے علاوہ بھی رزق کے بے شمار دروازے کھول دیئے ہیں۔ اس لئے وہ مجبور نہیں کہ ناساز گار حالات میں دن گذارے۔

پر چھوڑنا حماقت ہے پھر کاشتکاروں

پھر کاشتکاری کا پرانا نظام فرسودہ ہو چکا ہے۔ زمین کا چھوٹے چھوٹے قطعات میں تقسیم ہونا زرعی پیداوار کے بڑھانے میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ اسی غرض کے پیش نظر حکومت اشتمال اراضی کر رہی ہے۔ اور کواپریٹو فارمنگ کی ترغیب دلا رہی ہے۔ اس کے علاوہ مشینی آلات ترقی یافتہ بیج اور ولایتی کھاد کے ذریعے زیادہ سے زیادہ اناج اگانے پر زور دیا جا رہا ہے۔ نیز کوشش کی جا رہی ہے کہ ملک میں چپہ چپہ زمین کو زیر کاشت لایا جائے۔ بند باندھ کر اور ٹیوب ویل لگا کر آب رسانی کی سہولتیں مہیا کی جائیں۔ پھر بڑے بڑے زمینداروں کی زرعی اراضی کو محدود کر کے مزارعین کو بھی حقوق دلایا گیا ہے کہ وہ ملکیت کے جذبے سے پہلے سے زیادہ کام کریں حکومت نے مختلف پیرایوں

(باقی صفحہ ۱۰ کالم ۳)

آہ! جنت آرا بیگم

سوگوار مرزا مظفر بیگ ساطع - لائل پور

دنیا اگر کسے پائندہ بودے
ابوالقاسم محمدؐ زندہ بودے

۲۸ و ۲۹ جنوری ۱۹۶۸ء کی درمیانی شب ٹھیک چار بجے میری رفیقۂ حیات جنت آرا بیگم مجھے داغ مفارقت دے کر رفیق اعلیٰ سے جا ملیں ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ سبحان ربی العظیم بے عیب ہے میرا رب جو عظیم ہے ۔ سبحان ربی الاعلیٰ ۔ بے عیب ہے میرا رب جو اعلیٰ ہے ۔ جس طرح اس کی ذات بے عیب ہے اسی طرح اس کے فیصلے بھی بے عیب ہیں وہ عظیم ہے میں حقیر ہوں ۔ وہ اعلیٰ ہے میں ادنیٰ ہوں ۔

مرحومہ سے میری شادی ۱۹۳۱ء میں ہوئی اور ۱۹۳۳ء میں ہم دو بچوں سمیت جزائر فیجی کے طویل سفر پر روانہ ہو گئے ۔ جنوری ۱۹۶۸ء میں مرحومہ سفر آخرت پر روانہ ہو گئیں ۔ اللہ کریم انہیں اپنی ستاری و غفاری کی چادر میں لپیٹ لیں ۔ آمین ۔ اور جنت کو جنت میں جگہ ملے اس سینتیس سالہ دور میں مرحومہ نے میرے ہر دکھ اور مصیبت میں ساتھ دیا ۔ اور میری دلجوئی اور ڈھارس کا باعث بنی رہی وہ ایک بلند پایہ خاتون تھیں ۔ ان کی عاجزانہ طبیعت اور چہرے کی معصومیت ہر ایک پر فوراً اثر انداز ہو جاتی تھی اور اکثر مستورات انہیں فرشتہ کہا کرتی تھیں ۔ چال ڈھال ۔ اخلاق سیرت وصورت میں اپنے بلند مرتبت باپ حضرت مولینا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی تصویر تھیں ۔ ریاکاری مزاج میں مطلق نہ تھی ۔ ہر ایک کی خدمت سچے دل سے کرتیں اور فرحت محسوس کرتیں طبیعت میں نفاست تھی ۔ گھر سجانے اور اچھی اور خوبصورت چیزیں جمع کرنے کا شوق تھا اور پھولوں سے خاص محبت تھی ۔ موسمی پھولوں کے گملے منگوا کر خوش ہوتیں ۔ ہر ایک کے دکھ سکھ میں پیش پیش ہوتیں ۔ اپنے سوتیلے بھائی پروفیسر عبدالسلام کی شادی کے موقع پر فرمایا کہ :- "اباجی امریکہ میں ہیں ۔ والدہ وفات پا چکی ہیں بیچارے عبدالسلام کی شادی کا انتظام کون کرے گا ؟" ۔ دو بیمار بچوں کو چھوڑ کر لاہور پہنچ گئیں ۔ ڈیڑھ مہینہ وہاں رہ کر سارا کام سنبھالا اور انتظام کیا ۔ انتہائی مصروفیت کی وجہ سے اپنے بچوں میں عید کرنے کے لئے بھی لائل پور نہ آئیں ۔ وہ انہیں چیزوں میں اپنی عاقبت کے درجات تلاش کرتی رہتیں ، ان کی اپنی حقیقی ماں تو ان کے بچپن میں ہی وفات پا گئی تھیں ۔ سوتیلی ماں ۔ سوتیلے بہن بھائیوں کی خدمت کا ایک خاص نمونہ پیش کیا ۔ ان کی سوتیلی ماں مرحومہ اکثر کہا کرتی تھیں کہ جنت نے میری حقیقی بیٹیوں سے بڑھ کر خدمت کی ہے اپنی سوتیلی بہن اختر کو تو پالا ہی جنت نے تھا ۔ اس کا اجر تو خدا دے گا مگر یہ حقیقت ہے کہ مرحومہ کی خدمات کی عملی طور پر کوئی قدر نہیں کی گئی جس کا ہمیں سخت افسوس ہے صرف الفاظ سے ٹرخا دیا جاتا رہا ۔

غریبوں محتاجوں ، یتیموں اور بیوگان کے لئے دل میں ایک خاص درد تھا ۔ جو بن سکتا روپیہ ، کپڑا لتّا وہ خفیہ طور پر پیش کر دیتیں ۔ غرض خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والی میں ۔ ایک نوجوان بیٹی ناصرہ سلطانہ اپنے دو معصوم بچوں کو چھوڑ کر قبر میں جا لیٹی اور ایک نوجوان بیٹا مرزا ٹیپو سلطان بیگ ایک مبینہ قتل کے مقدمہ میں ماخوذ ہو کر عمر قید کی سزا پا گیا ۔ ان دونوں حادثات نے مرحومہ کی صحت کو اندر ہی اندر گھن کی طرح چاٹ لیا سات سال رات دن گریہ وزاری سے کام لیا اور آخر جان دے دی ۔ وفات کی رات بار بار یہ فقرہ دہرایا :- " میں مکہ شریف میں گھوم رہی ہوں " ۔ گلوکوز کو زامین ملا پانی پیش کیا گیا تو کہا - "یہ مدینہ شریف کا پانی ہے" ، اور پھر چھت پر نظریں گاڑ دیں اور زیر لب کچھ پڑھنے لگیں اور پھر کسی سے باتیں شروع کر دیں اور پھر کسی سے معانقہ کرنے کے لئے ہاتھ پھیلائے اور مجھے پکارا "مرزا جی ۔ فرشتے مجھے لے چلے ہیں " بدن نے جھرجھری لی اور ایک ہچکی آئی اور " ففروا الی اللہ " ۔ خدا کی طرف پرواز کر گئیں ـــ

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

خیال آیا کہ مرزا ٹیپو سلطان بیگ پولیس کی نگرانی میں صرف نصف گھنٹہ کے لئے گھر آ کر اپنی ماں کا آخری دیدار کر لے مگر جیل کے قوانین میں اس کی گنجائش نہ نکل سکی ۔ آخری تکفین کے بعد پھولوں میں سجائی ہوئی میت جیل میں پہنچائی گئی ۔ مرزا ٹیپو سلطان بیگ چیخ مار کر ماں کی میت پر گر پڑا اور پھر کہا :-

" اماں جی ۔ میری رہائی میں صرف دو مہینے باقی رہ گئے تھے ۔ آپ نے میرا انتظار بھی نہ کیا ــ

قسمت ہماری دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا

اماں جی ! آپ اکثر فرمایا کرتی تھیں کہ جب تم رہا ہو کر گھر آؤ گے اور پانچوں بھائی صف باندھ کر میرے سامنے کھڑے ہونگے تو میں بہت خوش ہونگی ۔ اماں جی ! اس وقت ہم پانچوں بھائی صف باندھے کھڑے ہیں ۔ آپ خوش ہوں "

میت واپس گھر لائی گئی اور جب قبرستان پہنچانے کے لئے جنازہ کندھوں پر اٹھایا گیا تو سوگواروں نے نالہ و شیون کے شور میں میرے دل حزیں سے یہ صدا ابھری :-

ہم رہ گئے اکیلے
اے دور کے مسافر ....

مرحومہ میرے بلند پایہ استاد وعظیم محسن حضرت مولینا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی صاحبزادی تھیں ۔ مجھے یہ چیز ہمیشہ پیش نظر رہی ۔ علاوہ ازیں اگر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے تو یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ **خیرکم خیرکم لاھلہ** ۔ تم میں سے بہترین انسان وہ ہے جو اپنی بیوی کے نزدیک بہترین ہو ۔ گویا اگر جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے تو انسان کے بہترین ہونے کا سرٹیفکیٹ بیوی کے ہاتھ میں ہے ۔

میں جب تیار ہو کر باہر جاتا تو ان سے مصافحہ کرتا وہ مسکرا دیتیں اور جب گھر واپس آتا تو سیدھا ان کے کمرے میں جا کر سلام کرتا وہ پھر مسکرا دیتیں اور سلام کا جواب دیتیں مگر اب مجھے کوئی نظر نہیں آتا اور کلیجہ منہ کو آتا ہے ۔ یہ میری زندگی کا ریکارڈ ہے کہ مرحومہ نے جو چیز طلب کی جس طرح بھی بن پڑا میں نے حاضر کی ۔ انہی باتوں کو دیکھ کر وہ اکثر مجھے کہا کرتی تھیں کہ آپ دعا کریں کہ خدا مجھے آپ کے ہاتھوں میں آگے لے جائے ورنہ آپ کے بعد میں نے یہاں کیا کرنا ہے ۔ ایک بار میں سخت بیمار ہو گیا ۔ مرض بڑھتا چلا گیا ۔ بیگم مرحومہ نے سجدے میں سر رکھ کر خدا کے حضور فریاد کی ۔ " اے اللہ میری بقایا عمر میرے مرزا کو دیدے " اس بیماری کی اطلاع کسی طرح حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچ گئی ۔ حضرت کا خط آیا ۔ آپ اجازت دیں ۔ میں آدمی بھیج رہا ہوں جو آپ کو لاہور لے آئے گا ۔ میں اپنی کوٹھی پر اپنی نگرانی میں آپ کا علاج کراؤں گا ۔ میں چونکہ سفر کے قابل نہ تھا ۔ اس ہمدردانہ پیشکش کا شکریہ ادا کیا گیا اور میں لاہور نہ جا سکا ۔

ہر گھر میں میاں بیوی کے درمیان تلخی پیدا ہو جاتی ہے قصور ان کا ہوتا یا قصور میرا ہوتا میں معافی مانگ لینے میں پہل کر دیتا اور یوں یہ تلخی دور ہو جاتی ۔ ایک تلخی کے موقعہ پر میں نے کہا ۔ آپ مجھے معاف کر دیں میں اپنے آپ پر پچاس روپیہ جرمانہ کرتا ہوں ۔ جرمانہ کی رقم حاضر ہے ۔ مسکرا دیں یہ رقم جماعت کے ایک بزرگ کو جو بیمار اور بے کار تھے بھیجدی گئی ۔

جس طرح ہر عورت کو اپنے گھر اور اس کے سامان سے محبت ہوتی ہے ۔ یہی حال بیگم مرحومہ کا بھی تھا کوئی قیمتی برتن ٹوٹ جاتا تو انہیں شاق گذرتا ۔ آخر ایک بار میں نے عرض کیا :-

" اس فانی دنیا کی ہر شئے فانی ہے ۔ **خلق کل شیء فقدرہ تقدیرا** ۔ خدا نے ہر شئے کو پیدا کیا اور اس کے بقا اور فنا کی ایک حد مقرر فرمائی ۔ گھر کے افراد ہوں یا سامان ہو ۔ سب اسی قانون خداوندی کے تحت اپنا اپنا وقت گذار رہے ہیں ۔ اگر کوئی برتن ٹوٹ جائے تو سمجھ لیں کہ آج اس کا وقت ختم ہو گیا ہے شہنشاہ چین کی بیٹی نے شہنشاہ ہندوستان حضرت عالمگیر اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی کو ایک بیش قیمت چینی آئینہ تحفہ کے طور

پر بھیجا۔ شہزادی دھوپ میں بیٹھی تھی کہ اس کا خیال آئینہ کی طرف گیا تو ایک ملازمہ کو حکم دیا کہ آئینہ حاضر کرو۔ ملازمہ آئینہ لے کر آ رہی تھی کہ ٹھوکر کھا کر گر پڑی۔ آئینہ کے ٹکڑے اُڑ گئے۔ اس عظیم نقصان پر ملازمہ کانپ اُٹھی اور اس کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا :۔

از قضا آئینۂ چینی شکست

شہزادی سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ فوراً جواب دیا :۔

خوب شد سامانِ خود بینی شکست

میں نے اپنی بیگم اور بچوں کو ہدایت کر رکھی تھی کہ جو غربا در مانگنے کے لئے آپ کے دروازے پر آئیں انہیں ضرور کچھ نہ کچھ دیں۔ خبردار کسی کو خالی ہاتھ نہ لوٹائیں جب یہ سچ ہے اور یقیناً سچ ہے کہ ہر نیکی کا اجر دس گنا اس جہان میں اور ستر یا سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ اگلے جہان میں ملتا ہے تو پھر غور کریں کہ یہ لوگ دینے آتے ہیں کہ لینے آتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ نے رات کسی گاؤں میں گذاری۔ گاؤں والوں نے انہیں نکما سمجھ کر کوئی خدمت نہیں کی اور نہ کھانا پیش کیا۔ دونوں بزرگ رات بھوکے سو گئے۔ گاؤں والوں کو کیا خبر تھی کہ ایک نبی ہے اور ایک ولی ہے۔ ٹھیک اسی طرح آپ کو کیا معلوم کہ ان پھٹے پرانے پیوند لگے ہوئے کپڑوں میں آنے والوں میں کوئی کس مقام کا مالک ہے؟

اور پھر میں نے یہ بھی ہدایت کر رکھی تھی کہ اگر دوپہر کو یا رات کو مجھے سوئے ہوئے صرف پانچ منٹ بھی گذرے ہوں اور کوئی مجھ سے ملنے آئے تو اسے بیٹھک میں بٹھا کر مجھے فوراً جگا دیں ایسا نہ ہو کہ وہ میرے سونے کی اطلاع پا کر واپس چلا جائے اور پھر آئے کہ نہ آئے اور یوں شاید اس کا کوئی کام ہو اور ہم کر سکتے ہوں تو ہم اس نیکی سے محروم رہ جائیں۔ بیگم مرحومہ کی زندگی میں ان امور پر عمل ہوتا رہا اور انشاء اللہ آئندہ بھی ہوگا۔ نہ جانے آخری ایام میں انہیں یہ خیال کیوں پیدا ہوا بار بار کہتی۔ "مرزا صاحب! بفضلِ خدا آپ کی صحت بہت اچھی ہے۔ میں اکثر بیمار رہتی ہوں نہ آپ کی خدمت کر سکتی ہوں نہ گھر پر پوری توجہ دے سکتی ہوں۔ میں خوشی سے اجازت دیتی ہوں کہ آپ میری زندگی میں ہی دوسری شادی کر لیں۔ میں جواب دیتا کہ آپ کس خیال میں پڑ گئی ہیں خدا آپ کو اپنے مرزا اور اپنے گھر کے لئے سلامت رکھے۔

اب زمانے کی نیرنگیوں پر ایک دو باتیں سُن لیں :۔

(۱) بیگم مرحومہ کی میت پر مستورات ماتم میں مصروف تھیں گھر کی فضا آہ و فغاں سے معمور تھی کہ اس دردناک منظر کے باوجود کوئی عورت ایسی بھی تھی جس نے موقعہ پا کر بیگم مرحومہ کی سونے کی چوڑیوں میں سے دو چوڑیاں چپکے سے اتار لیں۔ اس عورت کے دل میں نہ خدا کا خوف آیا اور نہ اپنی موت کو پیش نظر رکھا اس کے سامنے جو کچھ تھا وہ صرف سونے کی چوڑیاں تھیں۔

(۲) بیگم مرحومہ کی وفات کی خبر پا کر لاہور سے دو ایسی خواتین جنازہ اُٹھنے سے پہلے لائل پور پہنچ گئیں جن سے ہمارا کوئی رشتہ ناطہ نہ تھا۔ ہاں انسانی ہمدردی اور احمدیت کے رشتے کو انہوں نے ملحوظ رکھا۔ رات ہمارے ہاں قیام فرمایا اور بچوں کو تسلی دیتی رہیں مگر اس کے برعکس اسی لاہور میں ہماری دو رشتے دار عورتیں تھیں جو ڈھائی گھنٹے کا سفر برداشت نہ کر سکیں اور پیچ در پیچ بہانوں سے اپنے نفس کو دھوکا دیا اور ہمیں بھی زخمی کیا۔ یہ دونوں عورتیں تعلیم یافتہ ہیں۔ لائل پور تو انہوں نے کیا آنا تھا ہمدردی کے دو لفظ لکھ کر بھیجنے کی توفیق نہ مل سکی۔

بیگم مرحومہ نے تو ان دونوں کی ساری عمر بھرپور خدمت کی تھی۔ احسان فراموشی اور سنگدلی کا یہ نمونہ دیکھ کر حالات سے آگاہ مردوں عورتوں کو سخت دکھ ہوا۔

جب میں نے بیگم کی وفات کی خبر فون پر میاں محمد انور صاحب کو سرگودھا میں کی تو میاں صاحب اتفاقاً بخار کی وجہ سے بستر پر پڑے تھے۔ میں نے انہیں سختی سے منع کیا کہ آپ ایسے حالات میں لائل پور آنے کی ہرگز کوشش نہ کریں مگر میاں صاحب تیسرے روز بیگم صاحبہ سمیت لائل پور پہنچ گئے۔

ہمارے ایک ڈاکٹر عزیز لنڈی کوتل سے اور ایک سیکنڈ لفٹننٹ عزیز کوئٹہ کے برفانی علاقوں سے اُفتاں و خیزاں پہنچے۔ آخر دنیا میں یہ بھی نمونے ہیں :۔

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب آنریری جنرل سیکرٹری اپنے رفقاء سمیت جنازہ اُٹھنے سے پہلے لائل پور پہنچ گئے۔ میاں اللہ بخش صاحب و میاں ظہور احمد صاحب ہوائی جہاز کے ذریعہ لاہور سے لائل پور پہنچے۔ میاں رشید احمد صاحب کار کے ذریعہ آئے۔ اس وقت بیگم مرحومہ کو دفن کیا جا رہا تھا۔ پھر راولپنڈی سے ہمارے چار عزیز ہوائی جہاز سے پہنچے اور نماز جنازہ میں شریک ہو گئے جن کو بسوں پر آنا پڑا وہ رات کے ۹ بجے پہنچے۔ غرض دور اور نزدیک کے بہت سے شہروں سے رشتے دار اور احباب تعزیت کے لئے تشریف لائے اور تشریف لا رہے ہیں۔

مرکزی انجمن کے عملہ نے ہمدردی و تعزیت کا ایک ریزولیوشن پاس کر کے ہر ایک نے اپنے دستخط کئے اور مجھے بھیجا۔ کثیر تعداد ایسے حضرات کی بھی ہے جنہوں نے تاروں اور خطوط کے ذریعہ ہمارے غم میں شرکت فرمائی اور ہماری تسکین اور دلجوئی کے لئے ایسے ایسے الفاظ استعمال کئے کہ روح وجد کر اُٹھی۔ نہاں خانۂ دل سے اس روحانی برادری کے حق میں دعائیں اور شکریہ کے جذبات۔

۲۹ر جنوری چار بجے عصر جنازہ کے لئے وقت مقرر کیا گیا تھا۔ جس کا اعلان اپنے ذرائع کے علاوہ طارق آباد کی دونوں مسجدوں کے لاؤڈ سپیکروں کے ذریعہ کیا گیا۔ نماز جنازہ میں نے خود پڑھائی۔ احمدیوں غیر احمدیوں سب نے میری اقتداء میں نماز ادا کی ؎

موت تجدیدِ مذاقِ زندگی کا نام ہے
خاک کے پردے میں آزادی کا اک پیغام ہے

مجھ سوگوار کو بیگم مرحومہ کی یاد ساری عمر ستاتی رہے گی اور میں اشک بہاتا رہوں گا۔

کیا زمینداری نظام
قرآن کے احکام کے منافی ہے؟

(بسلسلہ صفحہ ۸)

میں تیزی سے ارزاں نرخ پر اراضی بانٹی ہے، تاکہ ان وسیع رقبہ جات پر مشینی آلات سے زراعت کر کے قلیل ترین مدت میں ملک کو اناج کے سلسلے میں خود کفیل بنایا جائے ایسے زرعی نظام میں کاشتکار کا وجود ہی ختم نظر آتا ہے چہ جائیکہ اس کے مسائل کا رونا رویا جائے۔ اور اس لیے میں تو وہ زمیندار بھی ختم ہو جائیں گے جو اپنے آپ کو نہیں بدلتے۔ کیونکہ کوئی قوم ایسے افراد کو برداشت نہیں کر سکتی جو اس کے وسائل زندگی پر سانپ بن کر بیٹھا رہے۔

اس زرعی انقلاب کو تیز تر کرنے کے لئے حکومت نے جہاں بڑے بڑے زمینداروں سے فالتو اراضی لے لی ہے۔ وہاں حکومت ان کے کام کی رفتار کو تیز تر کرنے کے لئے غیر مزروعہ اراضی پر بھی ٹیکس لگا سکتی ہے۔ جس طرح کہ اس نے کارخانوں پر ان کی قوت کارکردگی کے مطابق لگایا ہے۔ اس سے زرعی پیداوار میں یقیناً اضافہ ہوگا۔ بصورت دیگر زمیندار اپنی فالتو اراضی کو بیچنے پر مجبور ہوں گے، اور جن لوگوں نے زمینوں پر قبضہ کر کے ابھی تک ان کی ترقی کی طرف توجہ نہیں دی، وہ بھی مجبور ہوں گے کہ خود دلچسپی لیں اور اس طرح ملک کی پیداوار میں اضافہ کا موجب ہوں۔

ہمیں مقالہ نگار کے جذبہ ہمدردی سے پورا اتفاق ہے۔ لیکن انہوں نے جو طریق سوچا ہے جو مسئلے کا حل نہیں۔ بلکہ انہیں بدلتے ہوئے حالات میں کوشش کرنی چاہیئے کہ جہاں حکومت کاشتکاروں کو مزید تحفظات دے وہاں وہ بھی اپنے آپ کو بدلیں، اپنے فالتو افراد کو دیگر وسائل رزق اختیار کرنے پر آمادہ کریں، اور زراعت کے نئے وسائل اختیار کر کے اپنی حالت کو بہتر بنائیں۔

نظام جسم میں صحت مندانہ انقلاب کے لئے
معجون اکسیر الابدان

- کیا آپ ہر وقت تھکاوٹ محسوس کرتے ہیں؟
- کیا آپ کا کام کاج ہی میں دل نہیں لگتا؟
- کیا آپ بے خوابی کا شکار ہیں؟
- کیا آپ کو پیشاب بار بار آتا ہے؟
- تو آپ صرف ایک بار معجون اکسیر الابدان ضرور استعمال فرمادیں۔

معجون اکسیر الابدان
کے چند روزہ استعمال ہی سے نئی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ قیمت ۵۰/۱۲ (بارہ روپے پچاس پیسے) معہ محصول ڈاک۔ پتہ :۔
دواخانہ مسیح الملک ۳۳۵ گلستان کالونی
مصطفیٰ آباد۔ لاہور

تبلیغ و تربیت

دکھو خدا نے اک جہاں کو جھکا دیا

امریکہ

ترجمہ خط از غلام محمد صاحب۔ امریکہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں کچھ عرصہ سے اس ملک کے لوگوں کو اسلام کی تعلیم کے متعلق بتاتا رہا ہوں۔ اور سوالات کے جواب دیتا رہا ہوں مگر چند ایک کے جواب نہ دے سکا۔ جب میں گھر واپس آیا تو میں نے آپ کا پرچہ پیغام صلح اور انگریزی پرچہ لائٹ کا مطالعہ کیا اور ان کو بہت مفید پایا۔ مہربانی کرکے مجھے یہ پرچے ضرور ارسال کیا کریں۔

مجھے اردو اور انگریزی لٹریچر بھی ارسال کریں اگر کوئی اور اخبار آپ نکالتے ہیں تو وہ بھی مجھے بھیج دیا کریں اور فہرست کتب بھی ارسال کریں۔ کیونکہ میرے دوست کچھ کتابیں خریدنا چاہتے ہیں۔ شکریہ۔

(ان کو فہرست کتب۔ ایسنس آف اسلام۔ اسلام اور کرسچینٹی۔ حقیقت نماز۔ ہمارے عقائد۔ نماز اور ترقی کی تین راہیں وغیرہ ارسال کی گئیں)

گھانا

ترجمہ خط از پرنس اموسا ادیبالو۔ گھانا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں بڑی خوشی سے واضح کرتا ہوں کہ مجھے اسلام سے بہت لگاؤ ہے اور میں اپنے شہر کے اردگرد اس کی اشاعت کرتا ہوں۔ اس کو زیادہ موثر بنانے کے لئے مجھے کتابوں کی ضرورت ہے تاکہ میں مطالعہ کرکے اچھی طرح اشاعت کر سکوں۔ میری درخواست ہے کہ میری امداد کی جائے۔ میں آپ کا بہت مشکور ہوں گا اگر آپ مجھے قرآن شریف انگریزی ارسال کریں تاکہ میں اس کا بغور مطالعہ کرکے اپنے نواحی علاقہ میں اسلام کی اشاعت کر سکوں۔ امید ہے کہ میری درخواست پر ضرور غور کیا جاوے گا۔ والسلام

(انکو ٹیچنگز آف اسلام۔ اسلام اور کرسچینٹی ارسال کی گئیں)

آسام

ترجمہ خط از مسٹر جلال الدین لشکر صاحب۔ آسام۔ انڈیا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں نے ایک دوست کے ذریعے احمدیت کے مشن کے متعلق حالات معلوم کئے۔ مجھے اس سے بہت انس ہو گیا اور میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے کچھ لٹریچر ارسال کریں تاکہ میں اپنی سکول لائبریری میں رکھوں اور مندرجہ ذیل کتابیں ہماری لائبریری کے لئے ارسال کریں:- قرآن شریف انگریزی۔ رسول کریم صلعم کی سوانح حیات۔ اسلامک لا آف میرج اینڈ ڈائیوورس۔

امید ہے کہ یہ کتابیں آپ جلدی مجھے ارسال کریں گے سب کو السلام علیکم۔

(ان کو اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی۔ ایسنس آف اسلام۔ پروفیسیز آف پرامسڈ مسیح۔ اسلامک لا آف میرج اینڈ ڈائیوورس اور فہرست کتب ارسال کی گئیں)

فلپائن

ترجمہ خط از:- امعانی علی صاحب۔ فلپائن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پچھلے چند دنوں سے میں نے آپ سے کوئی خط وکتابت نہیں کی۔ اور جو کتابیں آپ نے ارسال کی ہیں وہ سب مجھے مل گئی ہیں۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں میں جانتا ہوں کہ یہ کتابیں مجھے عیسائیت اور اسلام کے متعلق کافی علم دیں گی۔ میری بیوی کسی حد تک ٹھیک ہو گئی ہے اور امید ہے کہ مزید چند دنوں میں مکمل ٹھیک ہو جاوے گی۔ نیز آپ نے لکھا تھا کہ اگر کسی مسئلہ کی سمجھ نہ آئے تو دفتر ہذا میں لکھیں تاکہ ان کا جواب ٹھیک ارسال کیا جائے۔ جو سوال ارسال کئے ہیں ان کا جواب جلد ارسال کریں۔

(ان کو ٹیچنگز آف اسلام اور توضیح مرام ارسال کی گئیں۔)

نائیجیریا

ترجمہ خط از عبداللہ حمیدو صاحب از نائیجیریا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں یہ چند حروف آپ کو لکھ رہا ہوں۔ میں عیسائی ہوں۔ اور مشن سکول میں تعلیم حاصل کرتا رہا ہوں وہ سکول بند ہو گیا اور پھر میں ایک مسلمان کے پاس اسلامی تعلیم حاصل کرتا رہا اور اب مسلمان ہوں اور مجھے عربی سے بہت دلچسپی ہے۔ اور کورس کرنے میں مجھے آپ کی امداد درکار ہے۔ والسلام

(ان کو اسلام اور کرسچینٹی۔ اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی۔ ایسنس آف اسلام ارسال کی گئیں)

ترجمہ خط از قاسم۔ ایس۔ یوسف صاحب۔ نائیجیریا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کی ارسال کردہ کتابیں اسلام کے متعلق سب مجھے موصول ہو گئی ہیں۔ میں بہت مشکور ہوں گا اگر آپ مجھے قرآن شریف انگریزی اور دوسری ضروری اسلامی کتابیں ارسال کریں۔ جو کتابیں آپ نے ارسال کی تھیں وہ میں نے اردگرد کے مسلمانوں میں تقسیم کر دیں اور وہ بہت مفید کتابیں تھیں۔ اس لئے آپ سے میری التماس ہے کہ میری درخواست پر غور فرما کر کتابیں اور قرآن شریف ارسال کریں گے۔

(انکو اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی۔ ڈیتھ آف کرائسٹ اور توضیح مرام ارسال کی گئیں)

ترجمہ خط از عبدالرحمن الحاجی گر۔ ڈکو۔ نائیجیریا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مہربانی کرکے مجھے مفت لٹریچر ارسال کریں میرا نام عبدالرحمن الحاجی ہے اور شمالی علاقہ میں رہتا ہوں۔ مجھے آپ کے لٹریچر سے انس ہے اور میں عربی ٹریننگ سکول میں پڑھتا ہوں۔ میں بہت مشکور ہوں گا اگر یہ میری التماس قبول فرمائی جائے میں ۱۲ سال کا ہوں مجھے عربی کتابیں ارسال کریں۔ میرا باپ شمالی علاقہ میں بہت بڑا آدمی ہے اور وہ افریقہ کی تجارت بمبئی میں نیچرے اور چمڑے وغیرہ کی تجارت کرتے ہیں۔ والسلام

سٹار بناسپتی

اصلی گھی کا بہترین بدل

صحت اور توانائی کیلئے

دی پنجاب ویجی ٹیبل گھی اینڈ جنرل ملز لمیٹڈ، دی مال، لاہور

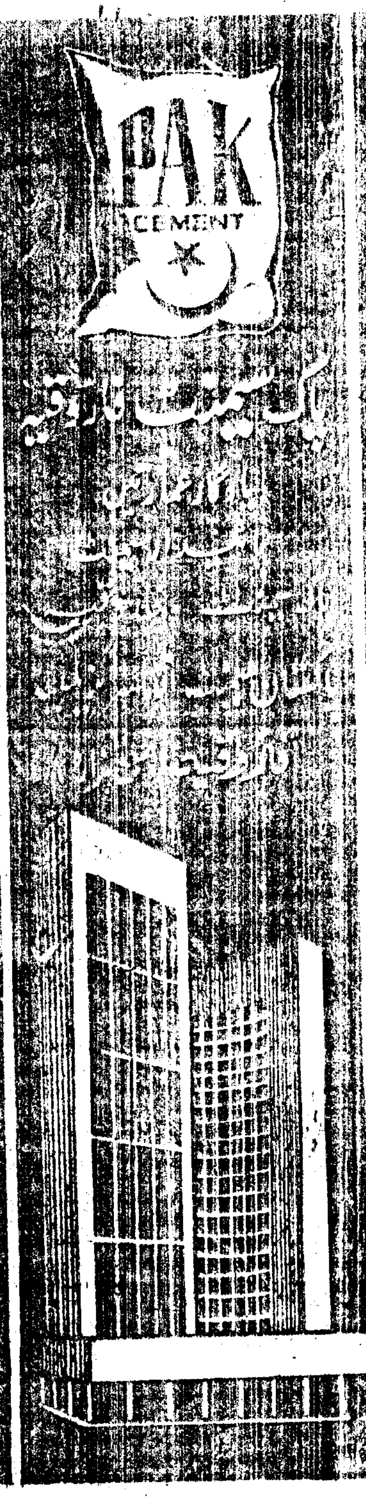

ہیلتھ میڈیکو
ڈے اینڈ نائٹ ایمبولنس سروس
و
معیاری ادویات
چوک میو ہسپتال ۔ لاہور

بواسیر کا بہترین علاج
گیارہ روپے میں بواسیر کا مکمل علاج
بواسیر خونی ہو یا بادی، مسّے اندر ہوں یا باہر ہر عمر کے آدمی کے لئے بے ضرر علاج
مُفت خط لکھ کر کتاب آبِ حیات منگا کر اپنی صحت و مسرت کو چار چاند لگائیے۔
چشتیہ دواخانہ شیرو۔ج
ڈاک خانہ جام پور ضلع ڈیرہ غازی خاں

[illegible]

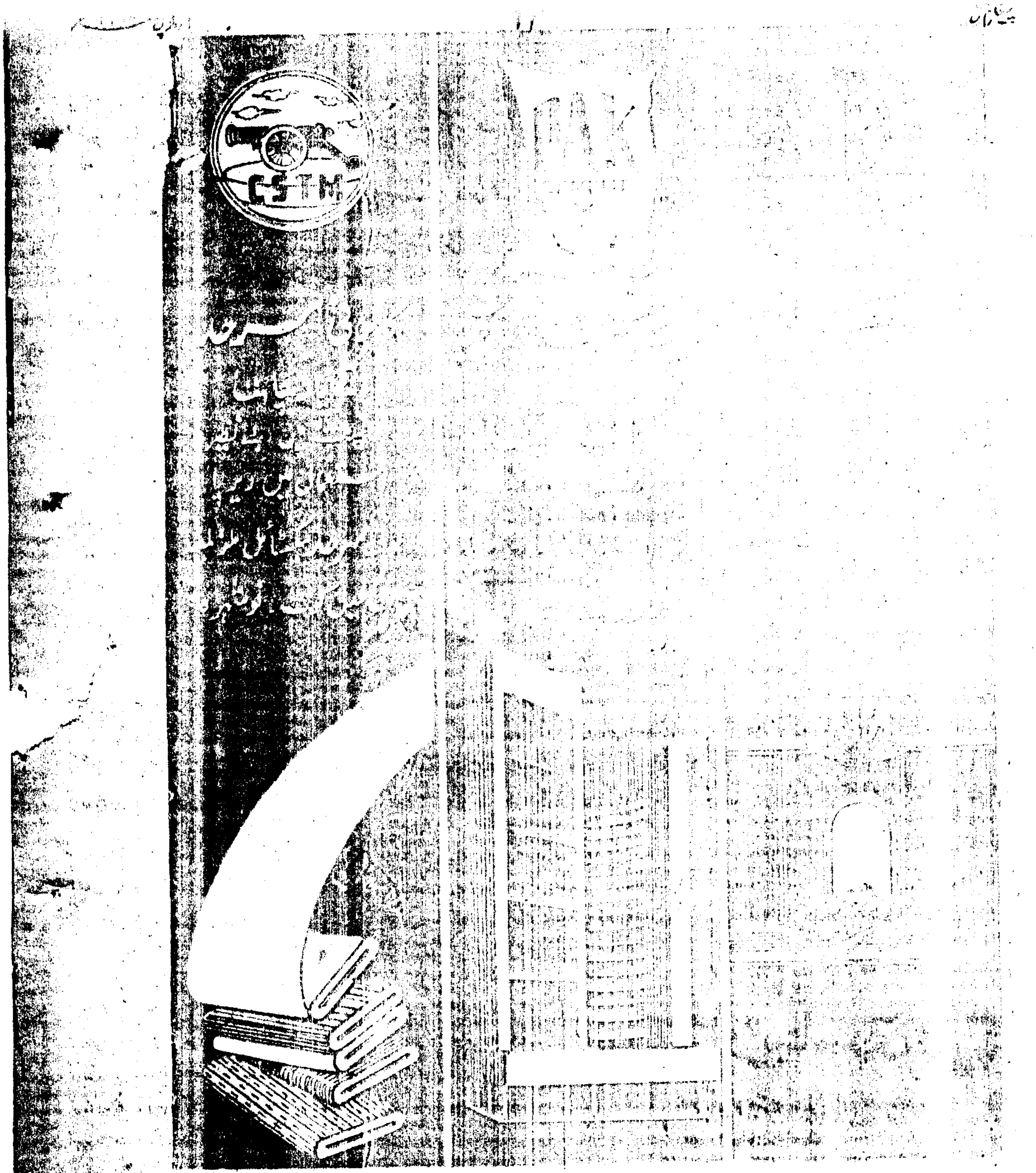

پیغام صلح مورخہ ۶ مارچ ۱۹۶۸ء - رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۶ - شمارہ نمبر ۹

بواسیر کا بہترین علاج
گیارہ روپے میں بواسیر کا مکمل علاج
بواسیر خونی ہو یا بادی، مسّے اندر ہوں یا باہر ہر
عمر کے آدمی کے لئے بے ضرر علاج۔
مُفت خط لکھ کر کتاب آبِ حیات منگا کر اپنی
صحت و مسرت کو چار چاند لگائیے۔
چشتیہ دواخانہ شیرو - ج
ڈاک خانہ جام پور ضلع ڈیرہ غازی خاں

ہیلتھ میڈیکو
ڈے اینڈ نائٹ ایمبولنس سروس
و
معیاری ادویات
چوک میو ہسپتال - لاہور

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

ہفت روزہ

پیغام صلح لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

مدیر:۔ دوست محمد

مدیر معاون:۔ بشیر احمد سوز

ٹیلیفون نمبر:۔ ۳۷۳۷
تار کا پتہ:۔ "تبلیغ" لاہور
سالانہ چندہ:۔ آٹھ روپے
بیرونی ممالک سے ایک پونڈ

سو روپیہ پیشگی آنے پر تا زندگی جاری ہو سکتا ہے

جلد ۵۶ | یوم چہار شنبہ۔ مؤرخہ ۱۳؍ ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۳؍ مارچ ۱۹۶۸ء | نمبر ۱۰

لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص محبوں کا گروہ بھی
بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ ہو گی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ رحؒ قابلِ احترام ہیں
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

مسلمان کی تکفیر و تفسیق ایک مہلک مرض ہے

عن ابی ذرؓ رضی اللہ عنہ انّہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یرمی رجلٌ رجلًا بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذالک۔

ترجمہ:۔

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا۔ فرماتے تھے کہ کوئی شخص دوسرے آدمی کی طرف فسق منسوب نہیں کرتا اور نہ اس کی طرف کفر منسوب کرتا ہے مگر وہ لوٹ کر اسی پر پڑتا ہے اگر اس کا ساتھی ایسا نہیں۔

نوٹ:۔ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۔

اس میں تعلیم دی ہے کہ مسلمان، مسلمان کو کافر و فاسق نہ کہے۔ ورنہ وہ کفر و فسق کہنے والے پر ہی لوٹ کر پڑے گا۔ اس کی غرض یہ ہے کہ اس طرح ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق کو چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ یہی وہ مہلک مرض ہے جس نے مسلمانوں کی قومی قوت کو پاش پاش کر کے رکھ دیا ہے۔

(فضل الباری)

راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر دُعائیں مانگو

ارشادات حضرت امام الزمان مسیح موعود علیہ السلام

خدا تعالیٰ بڑا کریم ہے۔ اس کی کریمی کا بڑا گہرا سمندر ہے۔ جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ اور جس کو تلاش کرنے والا اور طلب کرنے والا کبھی محروم نہیں رہا۔ اس لئے تم کو چاہیئے کہ راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر دُعائیں مانگو۔ اور اس کے فضل کو طلب کرو۔ ہر ایک نماز میں دُعا کے لئے کئی مواقع ہیں۔ رکوع۔ قیام۔ قعدہ۔ سجدہ وغیرہ۔ پھر آٹھ پہر دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھی جاتی ہے۔ فجر۔ ظہر۔ عصر۔ شام اور عشا ان پر ترقی کر کے اشراق اور تہجد کی نمازیں ہیں یہ سب دُعا ہی کے لئے مواقع ہیں۔ نماز کی اصلی غرض اور مغز دعا ہی ہے۔ اور دعا مانگنا اللہ تعالےٰ کی قدرت کے عین مطابق ہے۔ مثلاً عام طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ جب بچہ روتا ہوتا ہے، اضطراب ظاہر کرتا ہے تو ماں کس قدر بیقرار ہو کر اس کو دُودھ دیتی ہے۔ اُلوہیت اور عبودیت میں اسی قسم کا ایک تعلق ہے۔ جس کو ہر شخص سمجھ نہیں سکتا۔ جب انسان اللہ تعالےٰ کے دروازہ پر گر پڑتا ہے۔ اور نہایت عاجزی اور خشوع و خضوع کے ساتھ اسکے حضور اپنے حالات کو پیش کرتا ہے اور اس سے اپنی حاجات کو مانگتا ہے تو اُلوہیت کا کرم جوش میں آتا ہے اور ایسے شخص پر رحم کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم کا دُودھ بھی ایک گریہ کو چاہتا ہے۔ اس لئے اس کے حضور رونے والی آنکھ پیش کرنی چاہیئے۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۵۱-۳۵۲)

رپورٹ مرتبہ چودھری فضل حق صاحب آزاد کشمیر

جماعت احمدیہ لاہور کا تبلیغی وفد مشرقی پاکستان میں

(۲)

ڈھاکہ ۲۹ فروری۔ ڈپٹی خلیل الرحمان خادم برہمن بڑیا کے قریب ایک گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ وہیں انہوں نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اعلےٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد مشرقی پاکستان میں ڈپٹی کمشنر کے عہدہ پر پہنچے، اور اسی عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ دو سال پہلے تک وہ جماعت ربوہ سے منسلک تھے۔ جب انہوں نے تحقیق کی تو حق اُن پر آشکارا ہوگیا اور جماعت لاہور سے وابستہ ہوگئے۔ لاہور احمدیہ بلڈنگس میں بھی آکر کچھ دن رہے۔ مشرقی پاکستان کی جماعت ربوہ میں ان کی خاصی واقفیت ہے۔ برہمن بڑیا میں ربوائی جماعت کی دو مساجد ہیں۔ ان کی نئی مسجد دیکھنے کے لئے ہم صبح ہی صبح گئے وہاں قادیانی حضرات سے کافی دیر تک گفتگو رہی۔ صبح آٹھ بجے دونوں مولوی صاحبان جن کا ذکر پہلے آچکا ہے معہ چند طلباء و دیگر اصحاب آئے یہ سب لوگ بیس کے قریب تھے۔ ایک مولوی کا نام نور اللہ امام جامع دوسرے کا نام مولوی عبدالوہاب تیسرے کا نام مولوی علی اطہر مدرس جامعہ ہے۔ کوئی ڈیڑھ گھنٹہ بحث و تمحیص جاری رہی جس کو مولوی عبدالمنان صاحب نے خوب نبھایا۔ مولوی نور اللہ اعتراضات لکھ کر لائے ہوئے تھے حقیقۃ الوحی بھی تھی۔ جس میں سے سیاق و سباق ادھر ادھر کر کے پڑھنے لگے۔ انہیں بڑی مشکل سے الاستفتاء کی طرف جو کہ حقیقۃ الوحی کے آخر میں بزبان عربی ہے لایا گیا۔ اور حاضرین کو یحییٰ بٹ صاحب نے وہ حصہ پڑھ کر سنایا اور ساتھ ساتھ ترجمہ کرتے گئے۔ جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ قطعاً بند ہوچکا ہے اور ان کو نبی صرف مجازی طور پر کہا گیا ہے اور "کہا گیا ہے" پر زور دیا گیا۔ یہ سن کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا مخالف سامعین سُن ہوگئے۔ مگر مولوی کیا جو سیدھی بات کو سیدھی طرح سمجھ سکے وہ پھر ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے اور چلے جانے ہی میں خیریت جانی۔ مولوی صاحبان بڑی سج دھج کے ساتھ آئے تھے بہت سے حوالے لکھ کر لائے تھے حقیقۃ الوحی میں نشان کے طور پر درجنوں کاغذ رکھے تھے۔ مگر اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے مایوس ہی گئے طلباء اور حاضرین پر بڑا اچھا اثر ہوا۔ اس بحث میں ڈپٹی خلیل الرحمٰن خادم شامل نہ ہوسکے کیونکہ صبح ہی صبح ان کو اپنے گاؤں جانا پڑا۔ پہلی رات ان کی ہمشیرہ فوت ہوگئی تھیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۱-½ بجے صبح ہمیں بذریعہ ریلوے ٹرین چاندپور روانہ ہونا تھا۔ گاڑی چلنے سے پہلے خادم صاحب ہمیں خدا حافظ کہنے کے لئے پہنچ گئے۔ وہ اسی دن ڈھاکہ چلے گئے کہ یکم و دوئم مارچ کیلئے ڈھاکہ میں اجلاس کا انتظام کرسکیں۔

لکشم، چاندپور سے ادھر ایک اسٹیشن ہے جہاں سے گاڑی بدلتی تھی۔ وہاں سے ہم چاندپور بذریعہ جیپ گئے۔ اس کا انتظام مولوی عبدالصمد جمالی کے داماد مسٹر عبدالصمد نے کیا جو کہ چاندپور میں محکمہ رورل ایلفٹ کے پراجیکٹ ڈائرکٹر ہیں۔ وہ بڑے ہی نیک اور پُرجوش احمدی نوجوان ہیں۔ ہم انہی کے گھر ٹھہرے اور انہوں ہی نے چاندپور میں جلسہ کا اہتمام کیا۔ ٹرین میں مسافروں سے تمام راستہ تبلیغی گفتگو ہوتی رہی اور ان کو ٹریکٹ بھی دیئے گئے۔

جلسہ کمیونٹی ہال میں ۳ بجے بعد دوپہر زیر صدارت مسٹر عبدالصمد پراجکٹ ڈائرکٹر منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کے بعد عبدالصمد صاحب نے اراکین وفد کا تعارف حاضرین سے کرایا۔ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب مولوی عبدالمنان صاحب اور ڈاکٹر محمد یحییٰ بٹ صاحب نے تقاریر کیں۔ موضوع وہی تھے جو پہلے جلسوں میں بیان ہوچکے ہیں۔ ڈاکٹر اللہ بخش کی تقریر کا بنگالی ترجمہ مولوی عبدالصمد جمالی نے کیا اور باقی دو مقررین کا بنگالی ترجمہ صاحب صدر نے کیا۔ آخر میں ایک نوجوان نے اراکین وفد کا شکریہ ادا کیا حاضرین کوئی ستر اسی کے قریب تھی جن میں زیادہ تعداد پڑھے لکھے آدمیوں کی تھی۔ شام کے وقت لوگ ذاتی گفتگو کے لئے آئے اس گفتگو کو ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے خوب نبھایا جس سے ایک نوجوان بہت ہی متاثر ہوئے اور رات کے گیارہ بجے تک بڑے انہماک سے بحث میں حصہ لیتے رہے ان کا نام حبیب اللہ خان ہے اور چاندپور کالج میں اسلامک ہسٹری کے پروفیسر ہیں۔ انہوں نے کالج میں طلباء کے سامنے احمدیہ نقطہ نظر پیش کرنے کے لئے انتظام کرنے کی پیشکش کی۔ مگر وقت کم تھا کیونکہ یکم دوئم مارچ کو ڈھاکہ میں جلسوں کا انتظام ہوچکا تھا۔ اگر قیام عید کے بعد تک رہتا تو دوستوں کا چاندپور میں جلسہ کی کامیابی کا سہرا مسٹر عبدالصمد کے سر ہے۔ جن کا اب تبادلہ ڈھاکہ میں بحیثیت ڈپٹی مجسٹریٹ ہوگیا ہے۔

پروفیسر صاحب و دیگر نوجوانوں نے بڑے دلچسپ سوال کئے مثلاً

(۱) مسلمانوں میں فرقے کیوں بنے اور انکی نوعیت کیا ہے۔

(۲) وحی الٰہی کی حقیقت کیا ہے اور ضرورت کیا تھی

(۳) دیگر صدیوں میں کیا مجددیت و ماموریت کے دعوے کئے گئے اور

(۴) ایسے مدعی کی شناخت کیا ہے۔

ان کو ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اور ڈاکٹر محمد یحییٰ صاحب نے بڑے معقول جواب دیئے۔

یکم مارچ کو لانچ پر چاندپور سے ڈھاکہ آئے اور ½ ۶ بجے شام اسلامک اکیڈیمی ڈھاکہ میں جلسہ ہوا جس کی کارروائی آئندہ خط میں دی جائے گی۔

تبدیلی پتہ

بھارت میں انجمن کے نمائندہ مسٹر عبدالرزاق صاحب کا پتہ تبدیل ہوگیا ہے۔ اب ان سے مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کی جاسکتی ہے:۔

Mr. ABDUL RAZAK C/O
M/S Richardson and Cruddas Ltd.
Post Atul, Distt Bulsar
(Gujrat) INDIA

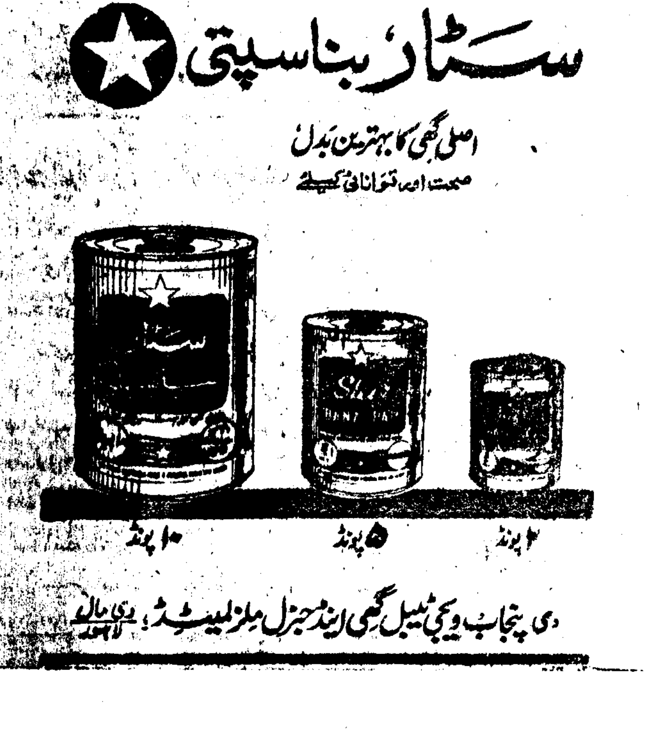
سٹار بناسپتی

اصلی گھی کا بہترین بدل
صحت اور توانائی کیلئے

۱۰ پونڈ ۵ پونڈ ۲ پونڈ

دی پنجاب ویجی ٹیبل گھی اینڈ جنرل ملز لمیٹڈ، وی مالے لاہور

[illegible]

حجّ اور صفا و مروہ کی سعی حضرت ابراہیمؑ و ہاجرہؑ کی عظیم الشان یادگار ہیں

ابتلاء اور آزمائش میں پورا اترنا اور احکام الٰہی بجا لانا موجب اجر و ثواب ہے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ حجۃ الوداع صرف تقوے اللہ باعث فضیلت ہے نہ کہ نسل و قومیت

اسلام کا پیغام اخوّت و وحدت نسل انسانی

خطبہ عید الاضحیٰ مؤرخہ ۱۰ مارچ ۱۹۶۸ء فرمودہ حضرت امیر قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ بلڈنگس لاہور

ربّ ھب لی من الصالحین فبشرنٰہ بغلام حلیم۔ فلما بلغ معہ السعی قال یٰبنیّ انی اریٰ فی المنام انی اذبحک
فانظر ماذا تریٰ قال یٰابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصّٰبرین۔ فلما اسلما وتلہ للجبین
ونادینٰہ ان یٰابرھیم۔ قد صدقت الرءیا۔ انا کذالک نجزی المحسنین ——— (الصّٰفّٰت رکوع ۳) ———

وقال اللہ تعالےٰ

انّ الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حجّ البیت او اعتمر فلا جناح ان یطوف بھما ومن تطوع خیراً
فانّ اللہ شاکرٌ علیم
——— (البقرہ رکوع ۱۹) ———

حضرت ابراہیمؑ اور ہاجرہؑ کی آزمائش اور ابتلاء

میں نے قرآن کریم کی یہ دو آیتیں اس لئے پڑھی ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ہاجرہؑ دونوں کی وجہ سے آج کا دن منایا جا رہا ہے، ان دونوں نے بہت بڑی قربانی کی حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہوا کہ توحید الٰہی کو منوانے کے لئے کسی سے مت ڈرو، بادشاہ ظالم ہے، وہ آگ میں ڈالنا چاہتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ بت پرست بادشاہ کے سامنے نہ جھکے اور آگ میں جل مرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کی طرف سے حکم ہوا، بیوی بچے کو لے کر مکّہ کی وادی میں چھوڑ آؤ، یہ وہ جگہ ہے، جہاں نہ پانی ہے نہ گھاس، نہ روئیدگی۔ وہاں لق و دق صحرا کے اندر بیوی بچے کو چھوڑ کر چند دن بعد واپسی کی تیاری کرتے ہیں۔ بیوی یہ دیکھ کر حیران ہوتی ہے اور پوچھتی ہے، آپ کہاں جا رہے ہیں الی من تکلنا ہمیں کس کے سپرد کر کے آپ جا رہے ہیں؟ جواب دیا اکلکم الی اللہ میں تمہیں خدا کے سپرد کر کے جا رہا ہوں، حضرت ہاجرہؑ نے اس پر کہا اذاً لا یضیعنا۔ اگر ہم کو خدا کے سپرد کیا جا رہا ہے تو پھر خدا ہم کو ضائع نہ کرے گا۔

حضرت ہاجرہؑ کا ایمان

بیوی کا ایمان دیکھئے کس قدر خدا پر توکل اور بھروسہ ہے۔ اس بے آب و گیاہ جنگل میں ہاجرہؑ کے امتحان کا وقت آگیا۔ بچہ پیاس سے تڑپنے لگتا ہے، پانی نہیں ماں مضطرب ہو جاتی ہے، یہ مامتا کا جذبہ خدا نے ہر ماں کے اندر رکھا ہے کہ وہ بچہ کی تکلیف کو نہیں دیکھ سکتی اسی اضطراب میں صفا کی پہاڑی پر چڑھتی ہیں کہ شاید کہیں کوئی پانی یا روئیدگی نظر آجائے یا کوئی پرندہ ہی اڑتا ہوا دکھائی دے جس سے پانی کا پتہ لگ جائے لیکن کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ پھر دوڑ کر مروہ کی پہاڑی پر جا چڑھتی ہیں، شاید وہیں سے پانی کا کوئی نشان نظر آجائے لیکن کچھ نہیں، پھر صفا پر اور پھر مروہ پر جا کر دیکھتی ہیں اور اسی طرح سات دفعہ چڑھتی اور اترتی ہیں۔

محنت اور کوشش پر فضل الٰہی

اس طرح سعی کرنے سے اللہ تعالےٰ ان کی کوششوں کو بار آور کرتا ہے۔ خدا کا فضل اسی وقت اترتا ہے جب انسان خود کوشش کرے، اسی وقت فرشتہ اترا۔ جہاں جا کر وہ بیٹھا وہاں پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا جس سے نہ صرف وہ بچہ اور اس کی ماں سیراب ہوئے بلکہ آج بھی لاکھوں اور کروڑوں انسان اس چشمہ کے پانی سے سیراب ہوتے ہیں۔ یہ ہے وہ اجر جو اس خاتون کے ایمان اور حسن عمل پر اللہ تعالےٰ نے انہیں دیا چنانچہ فرمایا ومن تطوع خیراً فان اللہ شاکر علیم۔ جو بھی نیکی کا کام خوشدلی سے کرے اللہ تعالےٰ اس کی قدر کرتا ہے اور حضرت ابراہیمؑ کی قربانی کا ذکر کر کے فرمایا کذالک نجزی المحسنین۔

نیک اعمال پر فضل الٰہی کا عالمگیر قانون

خدا تعالےٰ کا یہ قانون عالمگیر ہے۔ کسی ایک شخص کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ کوئی مرد ہو یا عورت جو کوئی خدا کا حکم بجا لائے اور نیک عمل کرے اس کے لئے نجزی المحسنین کا ارشاد ہے۔ ہر مرد اور عورت غور کرے کہ اس کے لئے راستہ کھلا ہے۔ خدا تعالےٰ کا بیان کردہ یہ قانون عالمگیر ہے لیکن جب انسان حرص و ہوا کا بندہ بن جاتا ہے، اور خدا کے حکموں کی پروا نہیں کرتا تو اس کے لئے افضال الٰہی کا رستہ بند ہو جاتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ و حضرت ہاجرہؑ کی یادگار

حضرت ہاجرہؑ کے متعلق فرمایا تھا فانّ اللہ شاکر علیم۔ ہم قدردان ہیں انہوں نے صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر جو سعی کی، اس کی یادگار قائم کر دی گئی کہ چاروں طرف سے دنیا جہان کے مرد اور عورتیں وہاں جاتی ہیں اور ان کے قدموں پر ان پہاڑیوں کے درمیان سعی کرتی ہیں، کتنی بڑی قدر کی اللہ تعالےٰ نے اس عورت کی اور کتنی قدر کی اس مرد کی جس نے اس بے آب و گیاہ وادی میں خدا کے حکم سے خدا کے گھر کے پاس اپنے فرزند اور بیوی کو بسایا جس کا یہ نتیجہ ہے کہ آج دنیا جہان کے مرد اور عورتیں وہاں حج کے لئے جاتی ہیں۔ کعبۃ اللہ میں مرد اور عورتیں بلا امتیاز رنگ و نسل خدائے واحد کی عبادت کے لئے جمع ہوتے ہیں اور حضرت ہاجرہؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی قربانیوں کی یاد تازہ کرتے ہیں۔

توحید الٰہی اور وحدت انسانی

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عالمگیر پیغام کا نتیجہ ہے جو آپ نے نسل انسانی کو ایک کرنے کے لئے دیا

کے متعلق یورپین مصنفین نے لکھا ہے:۔

The greatest organizer in the world.

خدا کی توحید چاہتی ہے کہ تمام انسان ایک ہو جائیں۔ کان الناس امۃ واحدۃ سب انسان ایک امت کی حیثیت رکھتے ہیں اور اسلام سب کو ایک کرنے کے لئے آیا ہے۔

نبی کریم صلعم کا خطبہ حجۃ الوداع

اس موقع (حج) پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطبہ ارشاد فرمایا میں اس کو یہاں دوہراتا ہوں، یہ حجۃ الوداع کا موقع تھا، آپؐ نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ اس کے بعد میں زندہ رہتا ہوں یا نہیں اس لئے میں تمہیں وصیت کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت نبی کریم صلعم کی وصیت
قومیت باعث عزت نہیں

یہ کس بات کی وصیت تھی؟ کیا اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے متعلق کوئی تلقین کرتے ہیں کہ انہیں فلاں جاگیر ملنی چاہیئے؟ کیا اپنے چچازاد بھائی اور داماد حضرت علیؓ کے متعلق کوئی وصیت کی کہ انہیں یہ دیا جائے؟ کیا اپنے نواسوں حسنؓ اور حسینؓ کو کچھ دینے کے لئے تلقین فرمائی۔؟ نہیں بلکہ تلقین یہ کرتے ہیں لا فضل لعربی علی اعجمی میری قوم کو کسی دوسری قوم پر کوئی فضیلت نہیں سبحان اللہ العظیم۔

ہٹلر اور دیگر اقوام کا
جذبۂ قومیت و برتری

اس زمانہ میں ہمارے سامنے ہٹلر نے یہ دعوے کیا کہ میری قوم دنیا پر راج کرے گی۔ اور ایک چھوٹے سے سکھ نے بھی یہ نعرہ لگایا "خالصہ کرے گا راج" اور آج روڈیشیا میں لوگوں کو اس بنا پر پھانسی دی جا رہی ہے کہ وہ کالے ہونے کے باوجود اپنا حق خود اختیاری چاہتے ہیں ان کا جذبۂ انتقام اور برتری اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ وہ انگریز ہو کر ملکہ معظمہ کا حکم ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قوموں میں یہ مرض ہے اور بڑی شدت کے ساتھ وہ اس خیال پر قائم ہیں کہ انہیں دوسری قوموں پر فوقیت اور برتری حاصل ہے، آپ کا ہمسایہ ہندو بھی اپنے سوائے دوسروں کو ملیچھ سمجھتا ہے اور انگریز تو سب سے بڑھ کر اپنے آپ کو بڑا سمجھتا اور دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور یہ جو ڈینگ مارتا ہے کہ وہ گاڈز لینڈ ہے، وہاں حبشیوں کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے وہ انسانیت کی توہین کا موجب ہے۔ آج باوجود دعوے جمہوریت کے کروڑ ہا انسان امریکی ظلم و ستم کا تختہ مشق بنے ہوئے ہیں، ایسے حالات میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعلان کہ لا فضل لعربی علی اعجمی آپؐ کی انسان دوستی اور وسعت کا مظاہرہ ہے۔ اور یہی نہیں کہ اہل عرب کو غیر قوم پر فضیلت نہیں فرمایا ولا لاعجمی علی عربی۔ کسی دوسری قوم کو بھی عربوں پر فضیلت نہیں ہو سکتی ولا لاحمر علی اسود اور ہم یہ بھی ماننے کے لئے تیار نہیں کہ انگریز یا امریکی قوم سفید رنگ ہونے کی وجہ سے سیاہ اقوام سے افضل ہیں۔

صرف تقوے اللہ باعث فضیلت ہے

تو پھر فضیلت کس کو ہے؟ رب العالمین کا قانون سب کے لئے ایک ہونا چاہیئے۔ فرمایا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ تم میں سب سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے، مرد، عورت، عرب، انگریز، کالا گورا جو بھی خدا سے ڈرتا ہے۔ مخلوق کی خدمت کرتا ہے وہی سب سے معزز ہے۔

اخوتِ انسانی کا پیغام

یہ کس قدر وسعت قلبی اور کتنا عالمگیر قانون ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کلکم بنوا آدم۔ تمام کے تمام انسان آدم کے بچے ہیں و آدم من تراب اور آدم مٹی سے پیدا ہوا۔ تمام جہان کے انسان بھائی بھائی ہیں۔ فرمایا اللھم ربنا و رب کل شیء انا شھیدان المخلوق کلھم اخوۃ یہ اخوت کا سبق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا۔ اس کا نظارہ آج مکہ معظمہ میں نظر آتا ہے۔

یہ خطبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت دیا جب آپؐ بادشاہ ہو چکے تھے۔ تمام عرب پر آپؐ کا تسلط ہے۔ تمام بادشاہوں کو تبلیغی خطوط لکھ چکے ہیں۔ آپؐ نے نہ صرف مسلمانوں کو بھائی بھائی بنایا بلکہ ارشاد ہوا ولقد کرمنا بنی آدم جس شخص پر انسانیت کا لفظ آتا ہے ہم نے اس کو عزت دی ہے تمام انسان قابل تعظیم ہیں۔

کوئی چوہڑا ہو چمار، حبشی ہو یا انگریز تمام انسان قابل تعظیم ہیں۔ اور مسلمان بحیثیت انسان ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ یہودی بیشک دوسروں کو کتے اور سؤر کہیں، ہندو بے شک مسلمانوں کو ملیچھ قرار دیں، انگریز یا دوسری اقوام بے شک بنی نوع انسان میں منافرت کا بیج بوئیں۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم دوسری اقوام کے متعلق عزت و احترام کی تعلیم ہے۔ اس کے سوا کیا کوئی اتحاد کی تعلیم دے سکتا ہے۔ ہمارا سر بلند ہے کہ ہمیں سب سے بہتر تعلیم دینے والی کتاب ملی۔ سب سے افضل رسولؐ کی امت ہونے کا فخر حاصل ہے۔

مسلمانوں کا افسوسناک افتراق

افسوس ہے کہ آج اس رسول کریمؐ کی قوم میں بھی تشتت و افتراق ہے۔ ضرورت ہے کہ اس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو سب مسلمان اپنا شعار بنائیں۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

تمام خواتین اور مردوں کو
عید مبارک
کہتا ہوں

خلاء میں زندگی

اس دور کا نیا انسان چاند پر کمندیں ڈال رہا ہے اور ذکر الٰہی کو ترک کر کے آسمان کی پہنائیوں میں سکون کا متلاشی ہے اور اس زعم میں ہے کہ شاید انسان اس زمین اور کرۂ ہوا سے باہر جا کر بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ زمین پر بسنے والے انسان کا اس کرۂ ہوا سے باہر جا کر زیادہ دیر تک زندہ رہنا نصوص قرآنیہ کے صریح منافی ہے۔ اس زمانہ کے امام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس امر کو تفصیل کے ساتھ یوں بیان فرمایا ہے:۔

"دوسرے یہ کہ قرآن شریف صاف اور صریح لفظوں میں فرماتا ہے کہ کوئی انسان بجز زمین کے کسی اور جگہ زندہ نہیں رہ سکتا جیسا کہ وہ فرماتا ہے "فیھا تحیون و فیھا تموتون و منھا تخرجون" یعنی تم زمین ہی میں زندہ رہو گے اور زمین میں ہی مرو گے اور زمین سے ہی نکالے جاؤ گے مگر یہ لوگ کہتے ہیں کہ نہیں اس زمین اور کرۂ ہوا سے باہر بھی انسان زندہ رہ سکتا ہے جیسا کہ اب تک جو قریباً انیسویں صدی گذرتی ہے حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں۔ حالانکہ زمین جو قرآن کی رو سے انسانوں کے زندہ رہنے کی جگہ ہے باوجود زندگی قائم رکھنے کے سامانوں کے کوئی شخص انیس سو برس تک کبھی زندہ نہیں رہا تو پھر آسمان پر انیس سو برس تک زندگی بسر کرنا باوجود اس امر کے کہ قرآن کی رو سے ایک قدر قلیل بھی بغیر زمین کے انسان زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ کس قدر خلاف نصوص صریحہ قرآن ہے"

(کتاب البریہ ص ۱۹۰ - ۱۸۹ حاشیہ)

مولانا احمد علی صاحب کا انتقال

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج و افسوس کے ساتھ پڑھی جائیگی کہ مولانا احمد علی صاحب برادر خورد حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر مرحوم جمعہ مورخہ ۸ر مارچ [illegible] کو اپنے وطن حضرت کرمانوالہ (اوکاڑہ) میں وفات پا گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

مرحوم نہایت پارسا بزرگ تھے۔ ان کے پسماندگان میں سے دو فرزندان چوہدری فضل حق صاحب . . . . . . اور چوہدری عبدالحق صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول احمدیہ بلڈنگس لاہور میں سکونت رکھتے ہیں، تیسرے فرزند احسان الحق صاحب کراچی میں سکوئیڈرن لیڈر ہیں۔ ان تینوں صاحبان اور دیگر پسماندگان سے ہم دلی افسوس اور ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ تمام جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

مکہ معظمہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کا مظاہرہ

عرب کی غیر ذی زرع وادی میں کعبۃ اللہ کی رونق اور کشش

مسلمان کی جان و مال اور آبرو قابل عزت ہیں۔ (خطبہ حجۃ الوداع)

کلمہ گو کو کافر کہنا غیر اسلامی فعل ہے (حضرت امام الزمانؑ کا ارشاد) کلمہ گو گنہگار ہو سکتا ہے کافر نہیں ہو سکتا

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۸ مارچ ۱۹۶۸ء فرمودہ حضرت امیر قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسمٰعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ ربنا واجعلنا مسلمین
لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک وارنا مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم۔ ربنا وابعث فیھم
رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیٰتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم۔ (بقرہ رکوع ۱۵)

وقال اللہ تعالےٰ

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبٰرکا وھدًی للعالمین۔ فیہ اٰیٰت بیّنٰت مقام ابراھیم ومن دخلہ
کان اٰمنا وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین (سورۃ اٰل عمران ع ۹)

مکہ میں حضرت نبی کریم صلعم کی کامیابی کا مظاہرہ

آج حج کا دن ہے۔ یہ بڑی عظمت کا دن ہے۔ آج حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان کامیابی کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ حضور رحمۃ للعالمین ہیں آپ نے تمام دنیا کو اکٹھا کرنے کے لئے ایک راستہ یعنی دین مقرر فرمایا۔ آج کا یہ مظاہرہ اعلان کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت بڑی کامیابی نصیب ہوئی۔ ایسا کامیاب انسان دنیا میں کوئی دوسرا پیدا نہیں ہوا۔ بعض انگریز محققوں نے حضور صلعم کے متعلق لکھا ہے کہ

The greatest organizer in the world.

مکہ معظمہ میں اکناف عالم کے لوگوں کا اجتماع

مکہ معظمہ میں آج تمام دنیا کے اکناف و اطراف سے آئے ہوئے لوگ جمع ہیں۔ آج بیسویں صدی میں جبکہ دنیا کے دل و دماغ عقل و علم کی ترقی کی وجہ سے روشن ہیں، بیت اللہ میں دنیا بھر کے لوگ بڑے ذوق و شوق سے اپنا مال اور وقت قربان کر کے جمع ہوتے ہیں۔

اٹلی کا شاندار گرجا

میں نے وہ گرجا بھی دیکھا ہے جس کو حضرت عیسےؑ کے فرمان کی تعمیل میں بنایا گیا ہے۔ حضرت عیسےؑ نے اپنے حواری پطرس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تجھ پر میرا گرجا تعمیر کیا جائے گا۔ پطرس یا پیٹر کے معنی چٹان کے ہیں۔ حضرت عیسےؑ کے ان الفاظ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے عیسائی بادشاہوں نے اٹلی میں ایک عالیشان گرجا بنایا جس کے لئے بادشاہوں نے اپنے خزانے انڈیل دیئے۔ یہ سب سے پہلا گرجا تھا جو حضرت عیسےؑ کی یاد میں بنایا گیا۔ اور جس پر ایک زرِ کثیر صرف کیا گیا۔ عیسائی دنیا نے ایک دوسرے کے مقابلہ میں عقیدت و محبت کے اظہار کے لئے بے شمار روپیہ دیا۔ یہ بہت بڑی عالیشان عمارت ہے۔ بڑی اونچی بڑی لمبی اور بڑی وسیع عمارت ہے۔ روپہلی اور سنہری زرکاری کی گئی ہے۔ بڑے قیمتی پتھر اس میں لگے ہوئے ہیں۔ میں بڑے شوق سے اس گرجا کو دیکھنے گیا تھا۔ ایک ضمنی بات جو میرے اصل مضمون سے تعلق نہیں رکھتی یہ ہے کہ جونہی میں صدر دروازے کے اندر گیا تو مجھے یہ دیکھ کر صدمہ ہوا کہ وہاں سینٹ مرقس کا ایک بت پتھر کے ستول پر رکھا ہوا ہے۔ اس کا ایک پاؤں آگے کی طرف نکلا ہوا ہے جس کو چاٹ چاٹ کر عیسائی میموں اور صاحبوں نے چاندی کی طرح سفید کر دیا ہے اس سے مجھے بڑی نفرت ہوئی بہرحال یہ مضمون سے تعلق رکھنے والی بات نہیں۔ میرے ساتھ گرجے کا دربان تھا جو میری رہنمائی کر رہا تھا۔

اس شاندار گرجا کی ویرانی

میں نے اس عمارت کو دیکھ کر بڑی خوشی کا اظہار کیا اور اس سے کہا کہ میں اتوار کے دن یہاں آؤں گا۔ اس نے کہا کہ یہاں گرجا نہیں ہوتا۔ مجھے حیرانی ہوئی اور خیال آیا کہ اتنا بڑا خوبصورت گرجا۔ اٹلی کے مشہور و معروف اور خوبصورت شہر میں بنایا گیا، اس شہر میں چشمے ہیں دریا ہیں، باغات ہیں سب بے نظیر سنگ تراشی اور مجسمہ سازی کے نمونے موجود ہیں، ہرا بھرا اور سرسبز علاقہ ہے۔ اس حسین ملک میں پطرس کا یہ گرجا بنایا جاتا ہے جس کی تعمیر حضرت عیسےؑ کے فرمان کی بناء پر ہوئی، لیکن اس میں گرجا نہیں ہوتا۔ میں نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ اس میں عبادت نہیں ہوتی۔ دربان نے بتایا کہ اس سے متصل ہی پوپ صاحب کا محل ہے۔ وہاں ایک چھوٹی سی گرجی بنائی گئی ہے۔ وہاں پر گرجا کر لیا جاتا ہے۔ یہاں پر تو مہینوں اور سالوں کے گزر جانے کے بعد کسی خاص موقعہ پر گرجا ہوتا ہے۔

عرب کی غیر ذی زرع وادی میں کعبۃ اللہ کی رونق اور کشش۔

معاً مجھے خیال آیا کہ عرب کی وادی غیر ذی زرع میں ایک بے ڈھنگا سا کوٹھا ہے، جہاں کوئی کشش کی چیز نہیں وہاں خدا نظر آتا ہے، حضرت آدمؑ اس کوٹھے کی بنیاد رکھتے ہیں، اور حضرت ابراہیمؑ نے اس کو دوبارہ تعمیر کیا تھا اور دعا مانگی تھی انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم۔ آج وہاں اطراف و اکناف عالم کے پڑھے لکھے لوگ، بادشاہ اور عالم فاضل سب جمع ہوتے ہیں عورتیں اور مرد جمع ہوتے ہیں۔ لیکن وہ گرجا جس پر یورپ کے بادشاہوں نے اپنے خزانے انڈیل دیئے تھے۔ وہ ویران پڑا ہے۔ یہ کیا عظمت ہے خدا کی۔ اس کے رسول مقبول کی اور بیت اللہ کی۔ حالانکہ یہ تو صرف ایک چھوٹا سا کوٹھا ہے جس کی دیواریں بھی سیدھی نہیں۔ بڑے بڑے بے ڈھنگے پتھر لگے ہوئے ہیں۔ کوئی بڑا ہے تو کوئی چھوٹا فن تعمیر کا کوئی کرشمہ اس میں نظر نہیں آتا۔ لیکن اس کوٹھے پر دنیا جہان کے مسلمان بادشاہ، شہزادے، شہزادیاں اور کتنے رتبہ و اقتدار کے لوگ فدا ہیں۔

حج میں اخوّت اور یگانگت کا نظارہ

جب میں حج کے لئے گیا تو مجھے فخر محسوس ہوا کہ میرے دونوں طرف کالے کلوٹے حبشی کھڑے ہیں۔ میں فخر کرتا تھا۔ اور وہ مجھے پیارے معلوم ہوتے تھے۔ یہ اخوّت، یہ یگانگت، یہ یک جہتی جو وہاں نظر آتی ہے دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب و مشرق کی قوموں کو یہاں لا کھڑا کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور کامیاب ترین انسان ہیں۔ اور آپ کی کامیابی کا مظاہرہ ہر سال ہوتا ہے۔ آپؐ نے مختلف عادات و اطوار والی قوموں کو ایک کر کے دکھلا دیا۔

ایک غیر متوقع اور عظیم انقلاب

فتح مکہ کے دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اخوّت و مساوات کا عظیم الشان نمونہ قائم کر کے دکھایا ایک غلام زادہ اسامہ کو اپنے ساتھ اونٹنی پر سوار کر رکھا ہے۔ اور ایک اور حبشی بلالؓ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دے رہا ہے۔ اس عمل کے اندر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت قلبی کا ثبوت ملتا ہے کہ حضورؐ کس دل گردہ کے مالک تھے۔ بڑے بڑے سردار حیران تھے کہ ایک کالے کلوٹے اور کالے بھجنگ آدمی کو بیت اللہ پر چڑھا رکھا ہے اور ایک غلام زادے کو اپنے ساتھ سانڈنی پر سوار کر رکھا ہے۔ اس عملی نمونہ سے لوگوں نے ایک غیر متوقع اور عظیم انقلاب کا مشاہدہ کیا۔

امراء کا غریبوں کے ساتھ بیٹھنے سے انکار

ایک وقت تھا کہ قوم کہتی تھی کہ ہم آپؐ کے پاس کیسے بیٹھیں۔ یہ غریب غرباء ہماری مجلس کے لائق نہیں یہ بالکل ٹیڑھی قوم تھی۔ یہ قوم غلاموں اور غریبوں کے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں کرتی تھی۔ اس ٹیڑھی قوم کو اخوّت و مساوات کا سبق دینا کوئی آسان بات نہیں۔

ایک دفعہ جنوبی ہندوستان میں میرا جانا ہوا۔ وہاں ایک راجہ نہر سنگھ مسلمان ہو چکے تھے۔ اور اس کی اولاد بھی مسلمان ہو گئی تھی۔ اس کے ایک بیٹے کی شادی ایک مسلمان نواب کی لڑکی سے ہوئی۔ مجھے اس میں شرکت کا موقعہ ملا۔ راجہ نہر سنگھ نے میری بڑی تعظیم کی۔ جب مسجد میں اذان ہوئی تو میں نے نہر سنگھ کو مسجد میں چلنے کے لئے کہا۔ اس نے کہا کہ مسجد میں میرا جانا مشکل ہے اس لئے کہ وہاں عام لوگ نماز پڑھتے ہیں۔

حج میں قریش کا امتیاز مٹا دیا گیا

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی قریشی قوم مزدلفہ کے مقام پر ہی جایا کرتی تھی۔ وہ عرفات کے میدان میں نہیں جاتے تھے وہ کہتے تھے کہ ہم کعبہ کے پاسبان ہیں خدا کے ہمسایہ ہیں اور خدا کے ہمسائے عام لوگوں کے ساتھ مل بیٹھ نہیں سکتے۔ لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عربی، عجمی، قریشی، غیر قریشی، مہاجر و انصار اور چھوٹے بڑے، مرد اور عورت کو ایک کر دیا۔ یہ بہت بڑا انقلاب ہے اور بڑا مشکل انقلاب ہے۔ جو آیات میں نے پڑھی ہیں ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ذکر کر کے فرمایا انک انت العزیز الحکیم یہ انقلاب تو ہی کر سکتا ہے۔ تیرے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا کیونکہ تو عزیز و غالب اور حکمت والا ہے۔ اس بے نظیر انقلاب کے برپا ہونے سے خدا تعالےٰ کی قدرت نظر آتی ہے۔ اور قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت سامنے آتی ہے۔

اسلام کی قوّت و اتفاق کا مبارک دن

آج کا دن بڑا مبارک دن ہے۔ آج کے دن اسلام کی شان و شوکت کا اظہار ہوتا ہے اور اسلام کی قوّت و اتفاق کا اظہار ہوتا ہے۔ اور مسلمانوں کی اخوّت و مودّت کا نظارہ سامنے آتا ہے۔ سبحان اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر کامیاب انسان ہیں

کعبۃ اللہ کی تعمیر اور حضرت ابراہیمؑ کی دعائیں

ان آیات میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور آپؑ کے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ بیت اللہ کی دیواریں چن رہے تھے۔ پہلے اس گھر کو حضرت آدمؑ نے بنایا پھر حضرت ابراہیمؑ نے اور پھر حضرت نبی اکرمؐ نے۔ اس مکان کے معمار کتنے بڑے بلند پایہ لوگ ہیں یہ مکان کیا چیز ہے ان کی دعائیں اور مقاصد دیکھئے۔ اللہ اکبر! پطرس کا گرجا بنا مگر اس کا مقصد و مصرف کوئی نہیں۔ عیسائی عقیدہ کے مطابق حضرت عیسٰیؑ تو خدا تھے اس خدا سے یہ نہ ہو سکا کہ اس گرجا کی تعمیر کے مقاصد کے سلسلہ میں دو چار باتیں کہہ جائیں۔ لیکن حضرت ابراہیمؑ تعمیر کعبہ کے وقت خدا تعالےٰ کے حضور دعائیں مانگ رہے ہیں ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ یہ شان بھی قرآن کریم کی ہے کہ وہ رسولوںؑ اور انبیاءؑ کی صحیح تصویر دکھلاتا ہے۔ ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام جناب الٰہی میں گر جاتے ہیں منکسر المزاجی کا اظہار کرتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں ربنا تقبل منا اے خدا ہم صرف دو شخص مل کر دعائیں مانگ رہے ہیں تقبل تفعّل کا صیغہ ہے۔ اس میں تکلف پایا جاتا ہے۔ کہ اے خدا ہماری اس خدمت کو تکلف سے منظور فرما ربنا واجعلنا مسلمین لک اے خدا ہم دونوں کو اپنے احکام کا فرمانبردار بنا ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک اور ہماری اولاد سے امت پیدا کر جو تیری فرمانبردار ہو وارنا مناسکنا اور ہمیں عبادت کے طریقے بتا۔ چنانچہ یہ تمام طریقے خدا تعالےٰ نے سکھائے۔

پیغمبر اپنی قوم میں سے ہونا چاہیئے

حضرت عیسٰیؑ غیر قوم کے نبی ہیں

پھر عرض کی ربنا وابعث فیھم رسولا منھم اے مولا! اس قوم میں ایک عظیم الشان رسول بھیجو جو اس قوم میں سے ہو۔ اگر اس قوم کے باہر سے ہو تو فائدہ کچھ نہیں۔ حضرت عیسٰیؑ آ جائیں تو کیا فائدہ ہے۔ ان کو کون شناخت کرے گا وہ کس سے متعارف ہوں گے۔ دوسری قوم اور دوسرے ملک کے انسان کو کون جانتا ہے۔ کہ وہ کیسا ہے۔ اور کس کردار کا شخص ہے۔ مامور پر اعتماد چاہیئے بھروسہ چاہیئے۔ اس کے اطوار قوم کے سامنے ہوں۔ قوم کو پتہ ہو کہ وہ حرص و ہوا کا بندہ نہیں ہے۔ وہ قوم کا خیر خواہ ہے۔ وطن کا پاسبان ہے۔ حضرت عیسٰیؑ آ جائیں تو سوال ہو گا کہ پونے دو ہزار سال آپ آسمان پر کیا کرتے رہے۔ اب تو ہوائی جہاز کا زمانہ ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ انسان کہاں سے آیا ہے۔ کیسا ہے۔

ایک خطرناک غلطی جو علمائے کرام کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی واضح تعلیمات بھول جاتے ہیں کہ حضرت عیسٰیؑ کا دائرہ عمل مقرر ہے۔ اس کتاب کو ماننا اور حضرت عیسٰیؑ کے دائرہ عمل کی طرف توجہ نہ کرنا یہ ایمانداری کی بات نہیں۔ قرآن کریم میں لکھا ہے ورسولا الی بنی اسرائیل حضرت عیسٰیؑ تو بنی اسرائیل کے رسول ہیں۔ اس طرح قرآن کریم نے ان کا دائرہ عمل مقرر کر دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں وہ نہیں آ سکتے۔

نبی کریم صلعم کے متعلق حضرت ابراہیمؑ کی دعا۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس رسول کے متعلق دعا مانگی کہ یتلوا علیھم اٰیٰتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ۔ اے خدا! وہ تیرے احکام پڑھ کر سنائے۔ لوگوں کو تعلیم دے۔ مذہب کا فلسفہ بیان کرے۔ اس سے بہت بڑا کام یہ ہو کہ وہ لوگوں کے اخلاق سنوارے اور انہیں اخلاق فاضلہ سے مزیّن کرے۔

حضرت ابراہیمؑ اور محمد رسول اللہ صلعم کی بے نفسی اور وسعت نظر

حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظر کس قدر وسیع ہے، یہی نظر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اپنی اولاد کی فکر نہیں۔ نہ فاطمہؓ نہ علیؓ نہ امام حسنؓ حسینؓ کے لئے جاگیریں مقرر کیں اور نہ بیویوں کے لئے زیورات مہیا کئے۔ نہ سیر کرنے کے لئے باغات بنائے دنیا و مافیہا کا قطعاً کوئی خیال نہیں۔

خانہ کعبہ اور قرآن کریم کی برکات ختم نہیں ہو سکتیں

خانہ کعبہ کے متعلق فرمایا ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعٰلمین یہ بڑا مبارک مقام ہے، اس کی برکات کبھی ختم نہیں ہو سکیں خانہ کعبہ کی منفعت کبھی ختم نہیں ہو گی۔ جس طرح سے پانی کی منفعت کبھی ختم نہیں ہوتی۔ اسی طرح قرآن کی برکات بھی کبھی ختم نہیں ہوتیں کہ خدا تعالےٰ نے اس کو کتاب انزلناہ مبارک فرمایا ہے اور اسی طرح سے خانہ کعبہ کے لئے لفظ مبارک استعمال کیا۔

خطبۂ ثانی

مسلمان کی جان و مال اور عزت و حرمت

حضرت نبی کریم صلعم کا وعظ حجۃ الوداع میں

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ میں اپنی قوم کے لئے وعظ فرمایا اس وعظ کے ایک حصہ کا ذکر آج کر رہا ہوں۔ دوسرا حصہ اتوار کو عید کے موقعہ پر سناؤں گا۔ آج کے دن جو وعظ فرمایا اس میں حضور صلعم نے لوگوں کو مخاطب کر کے پوچھا کہ اے لوگو! تمہیں پتہ ہے کہ یہ کونسا دن ہے کونسا مہینہ ہے اور کونسی جگہ ہے حضورؐ نے یہ سوال لوگوں سے کیوں کئے۔ کیا لوگ نہیں جانتے تھے۔ ضرور جانتے تھے۔ یہ انداز تخاطب لوگوں کی توجہ کو کھینچنے کے لئے اور غور کرنے کے لئے ہوتا ہے اور کسی اہم امر کی عظمت و اہمیت کی طرف توجہ دلانا مقصود ہوتا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا حضورؐ آپ خود جانتے ہیں۔ حضور صلعم نے فرمایا کہ میں تمہیں اس دن کی عظمت اس مہینہ کی عظمت اور اس جگہ کی عظمت کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تم مسلمان آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ تم نے ایک دوسرے کی جان۔ عزت اور مال پر حملہ نہیں کرنا ان دمائکم و اموالکم و اعراضکم حرام علیکم کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا فی بلدکم ھذا۔

مسلمانوں کا باہمی افتراق

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وعظ آج تک علمائے امت۔ احادیث۔ تواریخ اور سیرت نبی کریم صلعم کی کتابوں میں لکھتے چلے آرہے ہیں اور قوم کو سناتے چلے آرہے ہیں۔ باوجود اس کے اس قیمتی ارشاد نبویؐ پر عمل نہیں ہو رہا اور قوم میں برابر افتراق چلتا ہے۔ میلاد النبی کے جلسے ہوتے اور جلوس نکلتے ہیں اور یہ سنتے سناتے ہیں کہ مسلمان کی جان لینا حرام ہے۔ اس کا مال کھانا حرام ہے۔ اس کی عزت پر حملہ کرنا حرام ہے۔ اس کے باوجود ایک دوسرے کو کافر کہنا کس قدر ظلم اور کتنا بڑا گناہ ہے یہ کعبۃ اللہ کی شان کے خلاف ہے۔

کلمہ گو کو کافر کہنا غیر اسلامی فعل ہے

یاد رکھیئے کہ جو شخص کلمہ پڑھتا ہے وہ کافر کبھی نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کے منہ میں کلمہ ہے کوئی اس کو کافر قرار نہیں دے سکتا۔ مجنوں نے تو کُتے کا منہ چوم لیا تھا کہ اس نے اس کو ایک بار لیلیٰ کی گلی میں دیکھا تھا۔ لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ماننے والا اس شخص کو کافر کہکر نفرت کرتا ہے جس کے منہ میں کلمہ ہے۔ باز آجاؤ۔ باز آجاؤ کہ یہ غیر اسلامی فعل ہے۔ یہ ظلم اور گناہ کا کام ہے۔

کلمہ گو کو کافر کہنے کے متعلق حضرت امام زمانؑ کا ارشاد

اس زمانہ میں ایک امام آیا۔ اس کو لوگوں نے کافر کہا۔ حضرت امام زمانؑ نے ان لوگوں کو ایمان کا واسطہ دے کر جو کچھ کہا ہے میں اسے انکے اپنے الفاظ میں دہراتا ہوں فرمایا:۔

> "اے عزیزی لوگو بہتر تو یہ ہے کہ باز آجاؤ اور خدا تعالےٰ سے ڈرو۔ اور اس سے لڑائی مت کرو۔ جس چراغ کو وہ آپ ہی روشن کرے تم اس کو بجھا نہیں سکتے۔ پس فولادی قلعہ کے ساتھ ٹکر بھی مت مارو کہ تمہاری ٹکروں سے قلعہ ہرگز نہیں ٹوٹے گا۔ آخر نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے ہی سر پاش پاش ہو جائیں گے۔ کیا تمہیں ذرا خوف نہیں کہ مسلمانوں کو کافر بناتے اور کلمہ گوؤں کا بے ایمان نام رکھتے ہو۔ **بتلاؤ کہ عملی حالت میں ہم اور تم میں کیا فرق ہے۔** کیا ہم کوئی شرک کا کام کرتے ہیں کیا نمازوں کو چھوڑ دیا ہے یا روزہ اور دیگر ارکان اسلام سے منکر ہو گئے ہیں۔ یا حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا دیا ہے۔ اور **کچھ تو بتلاؤ کہ عملی حالت اور اسلام کے ضروری عقائد کے بارہ میں ہم میں اور تم میں کیا فرق ہے"**
>
> (انوار الاسلام ص۳۳)

غیر از جماعت کلمہ گوؤں کو کافر کہنے کی کیا دلیل ہے؟

اگر حضرت امام زمانؑ نے یہ تعلیم دی ہے، اور فرمایا ہے کہ میرے نہ ماننے والا کافر نہیں تو اس کے بعد ہمارے پاس کیا دلیل ہے کہ ہم کسی مسلمان کو کافر کہیں۔ حضرت امام زمانؑ نے دوہائی دیکر کافر کہنے والوں پر واضح کیا ہے کہ میری اور تمہاری عملی حالت میں کوئی فرق نہیں اگر یہ دلیل ایک امام اور حکم و عدل کی طرف سے دی گئی ہے تو بتلاؤ کہ اس کے ماننے والوں کو یہ کیسے جرأت ہوتی ہے کہ دوسرے مسلمانوں کو کافر کہیں۔ حضرت صاحب نے ذیل کے شعر میں کافر کہنے والوں کو ملامت کی ہے ؎

گر کنی تکفیر قوم خود چہ کارے کردۂ
رو اگر مردی یہودی را باسلام اندر آر

اہل ربوہ کیا جواب دیں گے؟

یہ تعلیم سن کر سمجھ لو۔ کہ خدا اور اس کے رسولؐ کا حکم ہے کہ جو کلمہ گو ہے وہ کافر نہیں ہو سکتا۔ کلمہ گو مجرم ہو سکتا ہے مگر کسی صورت میں کافر نہیں قرار دیا جا سکتا ہے اگر حضرت صاحب کی طرح اسی دلیل کو مسلمان بھائی بھی اہل ربوہ کے سامنے پیش کریں کہ بتاؤ کہ ہمارے اور تمہاری عملی حالت میں کیا فرق ہے جس کی وجہ سے تم ہمیں کافر کہتے ہو تو بتاؤ ان کے پاس کیا جواب ہے۔ کوئی جواب ان کے پاس نہیں۔ اس لئے کسی کلمہ گو کو کافر کہنے کی جرأت نہ کرنی چاہیئے۔ یہ بہت نقصان دہ بات ہے۔ خدا اور رسولؐ کے نزدیک یہ بہت برا فعل ہے۔ اس ظلم اور گناہ سے باز آجاؤ۔ ورنہ اس کی جوابدہی سے خوف کرو۔

حضرت نبی کریمؐ اور قرآن مجید کے نزدیک مسلمان کا نشان

حضور صلعم نے فرمایا ہے۔ من صلی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم اس فرمان کے ذریعہ اللہ کے رسول صلعم نے مولویوں سے فتوے چھین لیا ہے۔ کوئی خلیفہ ہو یا امیر۔ مولوی ہو یا مجتہد کوئی ہو۔ ان سے نہ پوچھو۔ تم خود اپنی آنکھ سے دیکھو۔ کہ وہ تمہاری طرح عبادت کرتا ہے یا نہیں۔ تمہارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے یا نہیں۔ تمہارے اکل و شرب میں شامل ہے یا نہیں اگر وہ اس طریق پر عامل ہے تو وہ مسلمان ہے اور فرمایا لا تکفروا اھل قبلتکم۔ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرو۔ اہل ربوہ کیا اس حدیث کو منسوخ کر دیں گے۔ کیا مجدد اسی لئے آیا کرتا ہے کہ وہ کہے کہ ساری امت کافر ہے۔ قرآن کریم نے تو اس مسئلہ کو اور بھی سہل کر دیا ہے۔ فرمایا لا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا جو شخص تمہیں سلام علیکم کہے تو تم اسے کافر نہ کہو یعنی کسی کو مسلمان سمجھنے کے لئے السلام علیکم کی نشانی کافی ہے۔

کلمہ گو گنہگار ہو سکتا ہے کافر نہیں ہو سکتا۔

رہے درجات! تو ان کا علم خدا کو ہے لیکن دنیا میں بھائی بھائی کے طور پر رہنے کے لئے السلام علیکم کافی ہے۔ ہاں ایک مسلمان گناہ کرتا ہے وہ مستوجب سزا ضرور ہے لیکن وہ کافر نہیں ہو جاتا ہے۔ اگر کسی کے کہنے سے کوئی کافر بن سکتا ہے تو چاہیئے تھا کہ جس قدر کفر کے فتوے دیئے گئے، لوگ کافر ہو جاتے ہیں [illegible] کوئی مسلمان نظر نہ آنا چاہیئے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں۔ معلوم ہوا کہ کسی کے کافر کہنے سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔

اہل ربوہ کے لئے قابل غور

حضرت امام زمانؑ نے فیصلہ دیا ہے کہ جس کی عملی حالت مسلمانوں جیسی ہے وہ کافر نہیں ہو سکتا اب آپ غور کریں۔ اور ربوہ کے ہمارے بھائی غور کریں کہ مسلمانوں کو کافر کہنا کتنا بڑا ظلم ہے، خدا اور رسولؐ کی کس قدر نافرمانی ہے۔ امام زمانؑ کے ارشادات سے کس قدر خلاف ہے۔

اخبار و افکار

بشیر احمد سوز

بے علم علماء

کراچی کے روزنامہ "جنگ" میں ابن انشاء لکھتے ہیں :-

"ایک دوست بیان کرتے ہیں کہ جب میں جیل میں تھا تو بہت سے لوگ ختم نبوت کی تحریک کے سلسلے میں جیل میں آ گئے ۔ ان میں کچھ بڑے ناموں والے مولوی بھی تھے ۔ میں ان دنوں قرآن اور عربی زبان پڑھا کرتا تھا ۔ ایک روز ایک آیت کے معنوں پر اٹکا تو ایک لیڈر مولوی سے پوچھا کہ مولینا ذرا رہنمائی فرمائیے ۔ وہ بہت دیر تک قرآن شریف کے صفحے کو تکتے رہے ۔ آخر کہنے لگے "میاں سچی بات یہ ہے کہ مجھے تو علم نہیں کسی اور سے پوچھو"

یہ ہے ان لوگوں کی حالت جو عالم بن کر تحفظ ختم نبوت کے نام سے اس تحریک کو ختم کرنے اور اس مقدس انسان کا نام مٹانے کے لئے کھڑے ہوئے جو ختم نبوت کا سب سے بڑا حامی اور سب سے بڑا محافظ تھا اور کسی نئے یا پرانے نبی کا آنا ختم نبوت کے منافی سمجھتا تھا ۔ ایسے ہی نام نہاد علماء کے متعلق صادق مصدوق پیغمبر دو عالم حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-

اتخذ الناس رؤساً جهالاً فسئلوا فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا (بخاری) لوگ اپنا لیڈر بے علموں اور جاہلوں کو بنائیں گے وہ ان سے مسئلے دریافت کریں گے ۔ اور وہ لیڈر بغیر علم و سمجھ کے فتوے صادر کریں گے وہ لیڈر بھی گمراہ ہوں گے اور دوسرے لوگوں کو بھی راہ ضلالت پر ڈالیں گے ۔

انگریزوں کے ساختہ پرداختہ

معارف اسلام لاہور شمارہ فروری ۱۹۶۹ء کا ایک اقتباس :-

"سید صاحب (حضرت سید احمد شہیدؒ) کو انگریزوں نے اپنا آلہ کار بنایا آپ انگریزی جرنیلوں اور افسروں سے ملاقات کرتے رہے اور مع اپنے مریدوں کی فوج کے انگریزوں کے ہاں پرتکلف دعوتیں اڑاتے رہے آپ نے انگریزوں سے جہاد کرنا ناجائز قرار دیا ۔ سید صاحب چونکہ انگریزوں کے ساختہ پرداختہ تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ اپنے ان آقاؤں کے خلاف مسلمانوں کو جنگ کرنے دیں"

لیجئے حضرت مسیح موعود کو انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ، ان کا ایجنٹ اور کیا کیا کچھ کہا جاتا تھا ۔ اب سید احمد شہید کو بھی انہی جرائم کا مرتکب قرار دیا جا رہا ہے ، کیا کوئی راستباز ایسا ہے جو ان افترا پرداز مولویوں کے فتووں سے بچا ہو ؟

اشہد ان علیؓ ولی اللہ

شیعی معاصر "پیام عمل" لاہور محریہ فروری ۱۹۶۹ء کے صفحہ ۳۲ پر "تبلیغ کا ایک نیا مرکز" کے عنوان سے ایک خبر درج کی گئی ہے ۔ کہ ضلع شیخوپورہ کے موضع ماڑی خورد کی جامع مسجد کے خطیب دامن اہل بیت سے متمسک ہو گئے ہیں ۔ انہوں نے اپنے مکان کے ایک حصہ میں امام باڑہ اور اوپر مسجد کے لئے مخصوص کر دیا ہے ۔ تاکہ مجلس و ماتم ، اذان و نماز با جماعت ہوتی رہے ۔ ان صاحب کی خواہش ہے کہ مخیر حضرات ایک لاؤڈ سپیکر سے اس مسجد کی اعانت فرمائیں تاکہ اشہد ان علیؓ ولی اللہ کی صدا امکانی حد تک پہنچ سکے"۔

سوال یہ ہے کہ اذان میں اشہد ان علیؓ ولی اللہ کا فقرہ کہاں سے لیا گیا ہے ؟ کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت اذان میں یہ کلمہ ہوتا تھا ؟ کیا صحابہ کرامؓ اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ کلمہ اذان کے اندر بولا جاتا تھا ؟ کیا تابعین و تبع تابعین کے وقت اشہد ان علیؓ ولی اللہ کی صدا اذان میں بلند ہوتی تھی یا اشہد ان محمد رسول اللہ کی آواز گونجتی تھی اور آج تک گونج رہی ہے : پھر یہ کلمہ کہاں سے اور کب کیا گیا ؟ کیا "پیام عمل" اس پر روشنی ڈالے گا ؟

"پیام عمل" نے اسی اداریہ کے شروع میں یہ بھی لکھا ہے کہ :-

"ہم اس بات کے دل سے قائل ہیں کہ مسلمانوں کے جملہ فرقوں میں یکرنگی اور یکجہتی ہو"

ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے جملہ فرقوں میں یکرنگی و یکجہتی اشہد ان محمد رسول اللہ کے کلمہ سے ہو سکتی ہے یا اشہد ان علیؓ ولی اللہ سے ؟ ۔

ضمیر کی بیداری

کراچی کے ایک ماہنامہ میں ایک شخص نے لکھا ہے کہ :-

"مجھے محکمہ سیٹلمنٹ میں ملازم ہوئے ابھی چند روز ہوئے تھے ایک دن حسب معمول میں دفتر میں کام کر رہا تھا کہ ایک بڑے میاں آئے اور نہایت خوشامدانہ لہجے میں مجھ سے کہنے لگے "بیٹا میرے مکان کا کلیم گم ہو گیا ہے اور کل عدالت میں مجھے اس کی نقل پیش کرنی ہے ۔ اس لئے اپنے ریکارڈ سے کاپی نکال دو تاکہ اس کی نقل نکلوا کر عدالت میں پیش کر سکوں"۔ "پچاس روپے لگیں گے"۔ ...... میں نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا ۔ جیب میں پھوٹی کوڑی تک نہیں پچاس روپے کہاں سے لاؤں ...... ! ؟ اس نے مردہ سی آواز میں جواب دیا ۔ "جیب خالی ہے تو میں کیا کروں .... ؟" میں نے ترشروئی سے جواب دیا اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا ۔ کچھ دیر بعد سر اٹھا کر دیکھا تو وہ جا چکے تھے ۔

دوسرے روز میں ابھی دفتر میں داخل ہوا ہی تھا کہ وہی بڑے میاں آئے اور پچاس روپے میری طرف بڑھاتے ہوئے بولے "لو بابو جی ! اب تو کام ہو جائے گا !" قبل اس کے کہ میں انہیں کچھ جواب دیتا ۔ میری نظر ان کے چہرہ پر پڑی بڑے میاں کی آنکھوں سے آنسو نکل کر داڑھی میں جذب ہو رہے تھے اور وہ انہیں صاف کرنے کی کوشش میں مصروف تھے ۔ میں نے رونے کی وجہ پوچھی ۔ پہلے تو وہ پس و پیش کرتے رہے مگر میرے اصرار پر انہوں نے بتایا کہ کل یہاں سے جا کر اپنی جواں سال بیٹی کے بندے جو میں نے چند آنے روزانہ کی بچت کر کے اس کی شادی کے لئے بنوائے تھے ، فروخت کر دیئے تاکہ آپ کا خرچ پورا کر سکوں"۔ اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکے ۔

میں نے اٹھ کر فائل سے اس کی کاپی نکال دی اور جبراً وہ نوٹ ان کی جیب میں ٹھونس دیئے ان کے جاتے ہی میں نے عہد کیا کہ آئندہ کبھی رشوت نہ لوں گا ۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے بڑے میاں کے ضعیف و ناتواں بازوؤں نے مجھے دوزخ کے دہانے سے کھینچ لیا ہے"۔

کیا پاکستانی دفاتر کے دوسرے کارکن اس واقعہ سے سبق حاصل کریں گے ؟ کاش یہ خبر ہر رشوت خور پاکستانی کے ضمیر کو بیدار کرنے کا موجب ہو ۔

دجّال کی دجالیّت

پچھلے دنوں یہ خبر نظر سے گزری کہ ایک امریکن یونیورسٹی کے شعبہ نفسیات کے صدر نے کینسر کی موذی اور مہلک بیماری سے وفات پائی ۔ تو ان کی وصیت کے مطابق ان کے دل و دماغ کو مخصوص آلات و ادویات کے ذریعہ محفوظ کر لیا ہے اور جسم کو ایک محلول میں ڈبو کر منجمد کر لیا گیا ہے کہ جب کینسر کا یقینی علاج دریافت ہو جائے گا تو وقت اس کو خشک کر کے اسے جلا لیا جائے گا ۔

یہ خبر حضرت مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کی صداقت کو ظاہر کرتی ہے کہ قرب قیامت کے وقت دجال

آج دجال اپنی تمام تر ترقیوں کے ساتھ ساتھ موت و حیات کو بھی اپنے دست قدرت میں لے لینے کے خواب دیکھتا ہے گویا وہ اپنی دجالیت سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ روح باطل ہے اور عالم ارواح کا کوئی وجود نہیں حالانکہ اسے نہیں خبر کہ خدا نے کائنات کی ہر ہر شئے کی استعداد اور صلاحیت و افادیت کو تو انسان کے لئے مسخر کر دیا ہے ۴

۴ مگر نہیں سمجھ کیا تو موت و حیات کو اور موت و حیات ہی ہے وہ امر ہیں جو خالق کو مخلوق سے اور مالک کو مملوک سے اور رب کو مربوب سے ممیز کرتے ہیں ۔

ڈاکٹر محمد عبدالسلام خیری صاحب سہارنپوری

سیدنا حضرت مرزا صاحب کی صحیح جانشین

انجمن ہے نہ کہ شخصی خلافت

جب سے ہمارے مضامین پیغام صلح میں شائع ہوئے، تب سے مختلف سوالات بذریعہ خطوط لوگ ہم سے پوچھتے ہیں۔ جن کے جوابات ہم نے باوجود مصروفیت کے دیئے ہیں۔ اب حال ہی میں ایک صاحب نے سوال لکھا ہے کہ :-

"خیری صاحب! آپ نے خیر سے اپنے مضامین میں مولوی محمد علی اور خواجہ کمال الدین کی قصیدہ خوانی کی ہے مگر آپ یہ بتائیں کہ مندرجہ بالا لوگوں کے عقیدہ کے مطابق انجمن ہی حضرت مسیح موعودؑ کی جانشین تھی، تو اس کی خلاف ورزی کر کے ان لوگوں نے مولانا نورالدین رح کو خلیفہ کیوں تسلیم کیا تھا اور دوبارہ بیعت کیوں کی؟ ان لوگوں نے جب پہلے خلیفہ کی بیعت کی تو دوسرے خلیفہ کی بیعت میں کیا عذر تھا"۔ چونکہ اسی قسم کے سوالات قادیان کے اخبار بدر کے مضمون نگار بھی کرتے رہتے ہیں، اس لئے آج کی صحبت میں مفصل جواب دوں گا۔

(۱) واضح رہے ضمیمہ الوصیت کے قاعدہ نمبر ۱۳ پر حضرت مرزا صاحب لکھتے ہیں "انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے"۔ اور اس کی تائید ضمیمہ کے قاعدہ نمبر ۲ تا ۵ سے بھی ہوتی ہے جس میں ہر قسم کے اختیارات انجمن کو سونپ دیئے ہیں۔ اسی لئے جب خود مرزا صاحب کی زندگی میں کچھ اختلافات رونما ہو کر یہ سوال پیدا ہوا کہ آیا انجمن کو کلی اختیار حاصل ہیں۔ اور اس کے احکام واجب التعمیل ہیں یا نہ۔ تو اس کا فیصلہ حضرت مرزا صاحب نے خود اپنے قلم سے یہ لکھا :-

> "میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیئے اور کثرت رائے اسی میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے۔ اور وہی قطعی ہونا چاہیئے۔ لیکن اس قدر زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو خاص اغراض سے تعلق رکھتی ہیں مجھ کو اطلاع دی جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشاء میرے ہرگز نہیں کرے گی لیکن صرف احتیاطاً لکھ دیا جاتا ہے کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالےٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو۔ اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا۔ والسلام مرزا غلام احمد عفی عنہ - ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء"

اس عبارت سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ جو استثناء اور امتیاز حضرت مرزا صاحب نے اپنی حیات میں اپنے لئے مخصوص کیا تھا۔ اپنے بعد وہ سب اختیار بھی انجمن کو دے دیا۔ یہاں تک کہ قاعدہ نمبر ۱۸ میں تو جماعت کے غیر مستطیع مگر صالح متقی اور خالص مؤمن کو بہشتی مقبرہ میں دفن کرنے کی اجازت دینے کے متعلق بھی فرمایا :-

> "وہ بھی میری اجازت سے یا میرے بعد انجمن کی اتفاق رائے سے مقبرہ میں دفن ہو سکتا ہے"

لہٰذا مرزا صاحب کے بعد جانشین تو بے شک انجمن ہی تھی لیکن اگر خود انجمن نے بعض حالات کے ماتحت متفقہ رائے سے اپنے مسلمہ بلند پایہ بزرگ حضرت علامہ نورالدین رح کو بعض اختیارات دے دیئے تو اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ انجمن مرزا صاحب کی جانشین نہ رہی تھی۔ بلکہ وہ جب چاہے کسی کو اختیار دے مگر حقیقی مختار پھر بھی انجمن ہی تھی۔ چنانچہ مولانا نورالدین رح نے جو کچھ فرمایا اس پر بھی غور کرنا چاہیئے۔

> "حضرت صاحب کی تصنیف میں معرفت کا ایک نکتہ ہے۔ وہ میں کھول کر سناتا ہوں کہ جس کو خلیفہ بنانا تھا۔ اس کا معاملہ تو خدا کے سپرد کر دیا اور ادھر چودہ ۱۴ اشخاص کو فرمایا کہ تم بحیثیت مجموعی خلیفۃ المسیح ہو۔ تمہارا فیصلہ قطعی ہے۔ اور گورنمنٹ کے نزدیک بھی وہی قطعی ہے۔ پھر ان چودہ کو باندھ کر ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرا دی کہ اسے اپنا خلیفہ مانو۔ اور اس طرح تمہیں اکٹھا کر دیا پھر نہ صرف چودہ کا بلکہ تمام قوم کا میری خلافت پر اجماع ہو گیا۔"
>
> (خطبہ عید الفطر ۱۹۰۹ء)

گویا آپ نے انجمن کو نہ صرف حضرت مرزا صاحب کا جانشین اور خلیفۃ المسیح تسلیم کیا۔ بلکہ انجمن کے فیصلوں کو قطعی بھی قرار دیا۔ اور اپنی خلافت کے عرصہ میں اس پر پوری پابندی سے عمل کیا۔ اس سے بڑھ کر اس امر کا ثبوت کہ آپ نے انجمن ہی کو مرزا صاحب کا جانشین تسلیم کیا اور کیا ہو سکتا ہے پس حضرت مولانا کے قول کے مطابق اُن کو خلیفہ بنانا صرف قوم کو اکٹھا رکھنے کے لئے تھا۔ نہ الوصیت کی رُو سے۔ اور سب سے زیادہ نام نہاد خلیفہ ثانی میاں محمود احمد کی تحریر ذیل سے بھی اس کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

> "اگر قوم کو خوش قسمتی سے مولٰینا نورالدین جیسا بے نفس انسان جو اپنے لئے قوم کے ایک پیسہ کو بھی حرام سمجھتا ہے مل جائے تو قوم کیوں اپنے اداروں کو اس کے ماتحت کر کے نہ چلائے گی۔"
>
> (الفضل - ۱۳ نومبر ۱۹۲۵ء)

لہٰذا مولانا کو ان کی ذاتی خوبیوں کی بناء پر قوم نے اتفاق رائے سے خلیفہ بنایا۔ مگر ان کی وفات کے بعد جب قوم میں نہ اتفاق رہا اور نہ نورالدین رحؒ کی خوبیوں کا حامل مرد مل سکا تو شخصی خلافت تو ختم ہو گئی۔ لیکن الوصیت والی خلافت قائم ہے اور قائم رہے گی۔

۲ - واضح رہے علامہ نورالدین رح کی بیعت کو پرانے احمدیوں نے فرض قرار نہیں دیا تھا جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ انجمن کے ایک سربرآوردہ عالم جانبہادر مولانا غلام حسن پشاوری نے اگرچہ مولانا رح کی بیعت نہ کی تھی۔ تاہم وہ ان کی خلافت کے سارے عرصہ میں صدر انجمن احمدیہ کے ممبر رہے۔ اور کتنے ہی لوگ تھے جنہوں نے بیعت نہ کی مگر ان کو جماعت سے خارج اور فاسق قرار نہیں دیا گیا تھا۔

۳ - جناب مرزا صاحب نے الوصیت میں پہلے ہی یہ لکھ دیا تھا کہ :-

> "نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن ...... یقین کر لیتے ہیں۔ کہ یہ جماعت نابود ہو جائے گی۔ اور خود جماعت کے لوگ تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمر ٹوٹ جاتی ہے۔ کئی بدقسمت مرتد ہو جانے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں جب خدا تعالےٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قوت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا۔ جب آنحضرتؐ کی موت بے وقت سمجھی گئی۔ اور بہت سے پریشان و مرتد ہو گئے .... تب خدا تعالےٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا۔ اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا ...... ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا۔ حضرت موسیٰ مصر

اور کنعان کی راہ میں اس سے پہلے جو
بنی اسرائیل کو وعدہ کے مواقف منزل
مقصود تک پہنچا دیں۔ فوت ہو گئے
. . . . ایسا ہی حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا کہ
واقعہ صلیب کے وقت تمام حواری
تتر بتر ہو گئے۔ ایک مرتد بھی ہو گیا۔"

یہ واقعات مرزا صاحب نے الوصیت میں کیوں تحریر فرمائے؟ صرف بطور وصیت اپنے متبعین کے انتباہ اور رہنمائی کے لئے کہ میری وفات بھی بے وقت سمجھی جائے گی۔ اور مشکلات پیدا ہوں گی۔ دشمن زور پکڑ کر خیال کریں گے کہ اب یہ سلسلہ برباد ہو گیا۔ چنانچہ واقعات گواہ ہیں کہ مرزا صاحب کی اچانک وفات پر مولوی ثناء اللہ امرتسری اور دیگر مخالفین نے بڑا فتنہ اٹھایا تو مشکلات پیدا ہو گئیں۔ مرزا صاحب کی وفات ایک ایسا سانحہ تھا جو سخت غم اور ابتلاء کا باعث بن گیا۔ حالانکہ شرعی مسئلہ کے لحاظ سے پرانے مریدوں کو بھی بیعت کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ تاہم الوصیت کے اس حکم پر کہ "میرے بعد مل کر کام کرو" عمل کرتے ہوئے اکابرین جماعت احمدیہ لاہور نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ مولینا کو خلیفہ بنا کر بیعت کر لی جائے تاکہ جماعت احمدیہ تباہی اور ابتلاء سے بچ جائے۔ اور یہ ایک ایسا دانشمندانہ اقدام تھا جس سے جماعت کا اتحاد قائم رہ سکا۔ وگرنہ نہ ہی مولانا رح اور نہ ہی حضرت مرزا صاحب اس مسئلہ کو صحیح مانتے تھے۔ کہ دوبارہ بیعت ضروری تھی -- اور ہر دو بزرگ اپنے عمل سے اس کی تصدیق بھی فرما گئے۔

قارئین کرام! اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا صاحب نے مشہور صوفی بزرگ خواجہ غلام فرید آف چاچڑاں کو اپنا مصدق سمجھ کر ان کی تعریف میں ایک طویل نظم لکھی ہے جس کے دو مصرعے ملاحظہ ہوں:۔

(۱) اے فرید وقت در صدق و صفا
(۲) دیدمت مردے درین قحط الرجال

گویا وہ صداقت اور پاکیزگی میں فرید وقت مرد خدا تھے مگر چونکہ وہ پہلے ہی ایک بزرگ سے بیعت شدہ تھے۔ اس لئے اس بناء پر دوبارہ مرزا صاحب کی بیعت کرنے کی ضرورت نہ سمجھتے تھے۔ اور یہ بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مرزا صاحب نے بیعت پر اصرار نہ کیا اور نہ ہی انہیں فاسق کہا بلکہ بے حد تعریف کی۔ ہاں البتہ نام نہاد خلیفہ ثانی میاں محمود احمد نے یہ اعلان ضرور کیا ہے:۔

"پس نہ صرف اس کو جو آپ کو کافر
نہیں کہتا مگر آپ کے دعوے کو نہیں مانتا
کافر کہا ہے بلکہ وہ بھی جو آپ کو دل
سے سچا قرار دیتا ہے۔ اور زبانی بھی
انکار نہیں کرتا لیکن بیعت میں کچھ توقف
ہے۔ کافر قرار دیا ہے۔"

اس سے زیادہ جرأت کی حد کیا ہو سکتی ہے کہ جو بزرگ صدق و صفا میں مردان خدا میں یکتا تھا۔ وہ اس نام نہاد خلیفہ کے اعلان بالا کے رو سے اس لئے کافر ہے کہ اس نے مرزا صاحب کی بیعت نہیں کی۔ مگر ستم بالائے ستم یہ کہ محمود احمد کے اس عقیدہ کے خلاف خود جماعت قادیان نے اُن کی زندگی میں بھی خواجہ صاحبؒ کو مرزا صاحبؒ کی جماعت میں فخریہ شامل کر کے اپنے لٹریچر میں مشتہر بھی کرتی رہی ہے۔ حالانکہ غیر مامور کی بیعت سے زیادہ اہم اور ضروری تو خود مرزا صاحب کی تھی مولانا نورالدین رحؒ نے بھی اپنی بیعت نہ کرنے والے پرانے احمدیوں کو فاسق قرار نہیں دیا تھا۔ اسی لئے تو مولوی غلام حسن صاحب کو انجمن کا ممبر بنائے رکھا۔ پس اگرچہ ان بزرگان کے عمل سے ثابت ہے کہ دوبارہ بیعت کرنا تو ضروری نہ تھا تاہم مصلحت وقت کے تقاضا سے ممبران مجلس معتمدین نے اتحاد کی خاطر اسے ضروری سمجھا اور یہ ان کا ذاتی فعل تھا نہ کہ الوصیت کے رو سے ایسا کرنے کے لئے مجبور تھے اس لئے یہ نہ بیعت خلافت تھی اور نہ ہی مولاناؒ نے اپنی خلافت کی بیعت لی تھی۔

الوصیت تو بنیادی طور پر جمہوریت اور شوریٰ کے اصول پر مبنی ہے۔ اس میں کسی فرد واحد کی خلافت کا تو ذکر ہی نہیں بلکہ نہایت وضاحت سے انجمن کو ہی اپنا جانشین اور خلیفہ قرار دیا ہے۔ جس کی تصدیق خود نام نہاد خلیفہ الثانی کی مندرجہ ذیل تحریر سے ہوتی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ ؎

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر چڑھ بولے

"اگر اتنی قربانی کے بعد بھی سلسلہ کی حالت
غیر محفوظ ہو یعنے چند لوگوں کے رحم و
کرم پر ہو۔ جو اگر چاہیں خلافت کا انتظام
قائم رہے تو قائم رہے اور اگر نہ چاہیں تو
نہ رہے تو یہ کبھی گوارا نہیں کیا جا سکتا
اور چونکہ مسئلہ خلافت جماعت کے بنیادی
اصول میں شامل نہ ہونے سے جماعت
ایسے خطرات میں رہ سکتی ہے جو مبائعین
کو غیر مبائعین میں بدل دے اور دس
بارہ آدمیوں کی جنبش قلم سے قادیان معاً
لاہور بن جائے۔"

(الفضل۔ ۳۰ نومبر ۱۹۲۵ء)

یعنے دس بارہ ممبران مجلس معتمدین اپنا اختیار استعمال کر کے خلافت توڑ دیں۔ نام نہاد خلیفہ ثانی نے اس لئے کہہ دیا کہ خلیفے خدا بناتا ہے اور وہ بھی خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ ہیں۔ لیکن مندرجہ بالا تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ میاں محمود احمد حضرت مرزا صاحب کے قائم کردہ اصول شوریٰ کو اس لئے گوارا نہیں کرتے اور منسوخ کرنا نہایت ضروری خیال کرتے تھے کہ الوصیت کی رو سے تو دس بارہ ممبران مجلس معتمدین کو ہی یہ حق حاصل تھا کہ وہ چاہیں تو شخصی خلیفہ بنائیں اور چاہیں تو اسے معزول کر دیں۔ اس لئے ان کو ڈر ہوا کہ اسی حق کی بناء پر ہی ان کی اپنی جماعت کی مجلس معتمدین کسی وقت ہوش میں آ کر اور ان کے عقیدہ اور اعمال (واضح رہے کہ قادیانیوں کے پیشوا مرزا محمود احمد کے کردار کے متعلق خود ان کے مریدوں نے الزامات لگائے۔ صرف یہی نہیں بلکہ میاں صاحب کو چیلنج پر چیلنج دیئے جن کو قبول کرنے کی جرأت میاں صاحب کو نہ ہوئی۔ اس بارے میں ایک طویل مضمون راقم الحروف جلد ہی سپرد قلم کرے گا۔) میں فساد دیکھ کر کثرت رائے سے انہیں نااہل قرار دے اور معزول کر دے لہذا الوصیت کے قواعد میں ترمیم و تنسیخ کر کے پوپ کی طرز انتخاب کے مطابق قوانین وضع کرنا ضروری سمجھا اگر وہ خدا کا خلیفہ بنایا ہوا خلیفہ ہوتا یا الوصیت کی رو سے خلیفہ بنا ہوتا۔ تو وہ ایسا ہرگز نہ کرتا۔ خدا کے مقرر کردہ خلیفے تو اپنے مخالفین کو مردہ اور اپنے آپ کو زندہ یقین کرتے ہیں۔ اور ان سے ہرگز نہیں ڈرتے جناب مرزا صاحب خلیفۃ اللہ کو نہ جامع مسجد دہلی کا اجتماع کچھ گزند پہنچا سکا اور نہ سیالکوٹ کی سرائے مہاراجہ کشمیر میں معاندانہ اجتماع۔ بلکہ جب آپ کے ماننے والوں نے عقیدت اور محبت کے تقاضے سے کچھ احتیاطی تدابیر کا مشورہ دیا تو آپ نے مخالف علماء اور عوام کے متعلق یوں جواب دیا:۔

بشنوید اے مردگاں من زندہ ام

یعنے یہ لاکھوں مردے ایک زندہ کا کیا بگاڑ سکتے ہیں اور اس لئے ان مخالفوں سے جو آمادہ فساد تھے ہرگز نہیں ڈرتے تھے۔ لیکن خلیفہ صاحب چونکہ خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ نہ تھے۔ اس لئے جائز طور پر ان کو یہ خطرہ لاحق ہوا اور صحیح بھی ثابت ہوا۔ کیونکہ بعض مخالفین نے اُن پر اس لئے حملہ بھی کر دیا کہ الوصیت میں تغیر و تبدل کرنے کے بعد ایسے نئے قواعد بنا لئے تھے جن کی رو سے خلیفہ کو معزول کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔ تو مخالفین کو ایسا خطرناک اقدام کرنا پڑا۔ خلیفہ صاحب ربوہ کی زندگی خطرات سے خالی نہ تھی۔ اور نہ ایسی تھی جو ایک ولی اللہ کی ہونی چاہیئے۔ اس لئے باڈی گارڈ بھی مقرر کر رکھے تھے اندر بند رہتے تھے۔ جہاں کوئی شخص بلا اجازت ان کے پاس نہ جا سکتا تھا۔ اور میاں صاحب کا یہ طرز زندگی تو خلفائے راشدین رضؓ اور خود حضرت مرزا صاحبؒ کے معمول زندگی کے بھی بالکل برعکس تھا۔ حالانکہ خلفائے راشدینؓ تو ملکی بادشاہ بھی تھے اور اس لحاظ سے اُن کی زندگیاں زیادہ معرض خطر میں تھیں۔ مگر ان کو خدا پر بھروسہ تھا۔

غرض کسی پہلو سے بھی خلیفہ ربوہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ نہ تھے اور نہ ہی الوصیت کی رو سے کثرت رائے سے منتخب شدہ تھے۔ بلکہ میاں صاحب کے بقول خود ۲٪ کی مدد سے ۹۸٪ پر دھاندلی سے غلبہ پایا تھا۔ جو کسی بھی طرح جائز نہ تھا۔ سب جانتے ہیں صحیح طریق انتخاب کی رو سے یہ قطعی ناممکن ہے کہ اقلیت کے زور سے اتنی بھاری اکثریت پر فتح حاصل کر لی جائے۔

یقین کامل ہے کہ وہ لوگ جن کے دماغ میں یہ سوال ہے کہ اکابرین جماعت احمدیہ لاہور نے میاں محمود احمد کی بیعت کیوں نہیں کی۔ سمجھ گئے ہونگے۔

تبلیغی خط و کتابت

دیکھو خدا نے اِک جہاں کو جھکا دیا
گمنام پا کے شہرۂ عالم بنا دیا (حضرت مسیح موعودؑ)

مرتبہ:- (الحاج میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی)

نائیجیریا

ترجمہ خط از رحیم مولک - نائیجیریا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ -

میں بہت ممنون ہوں گا اگر آپ مفت لٹریچر مجھے ارسال کریں اور لٹریچر اسلام کے متعلق ہو تاکہ میں مطالعہ کروں اور مزید معلومات اسلام کے متعلق حاصل کروں - میں نائیجیریا پولیس میں ملازم ہوں اور مجھے اسلام سے بہت اُلفت ہے چونکہ میں مسلمان ہوں اس لئے مجھے یقین ہے کہ یہ مذہب تمام دیگر مذہبوں سے بہتر ہے - لیکن مجھے بہت سی غلط فہمیاں ہیں جو مطالعہ کرنے سے دُور ہو جائیں گی -

مزید میری خواہش ہے کہ مجھے ایک قرآن شریف انگریزی عنایت کیا جائے - کیوں کہ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ مذہب ٹھیک نہیں اس لئے مَیں ان کو دکھانا چاہتا ہوں کہ یہ مذہب سب پر غالب ہے - اس لئے مہربانی کر کے ضرور میری مدد کریں اور ایک نسخہ قرآن کریم بھیجدیں - میرے زیادہ دوست عیسائی ہیں اور مَیں ان کو دکھانا چاہتا ہوں کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس پر انسان کی نجات ہو سکتی ہے - والسلام

(ان کو خط لکھا گیا اور اسلام اینڈ کرسچینٹی - ایسنس آف اسلام بھیجے گئے -)

ترجمہ خط از محمد مصطفٰے ادیبانی - نائیجیریا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ تعالےٰ کی رحمتیں آپ پر نازل ہوں۔ ایک عدد قرآن شریف انگریزی اور چند بیعت فارم مجھے بھیجے جائیں - مجھے ان کی سخت ضرورت ہے - اُمید ہے کہ آپ میری گذارش کو ضرور قبول فرمائیں گے اور میں انشاء اللہ اسلام کی اشاعت میں کوئی کمی باقی نہیں رکھوں گا - والسلام -

(ان کو چند فارم اور قرآن شریف ارسال کیا گیا)

ترجمہ خط از محمد کمال الدین - نائیجیریا - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ -

اللہ تعالےٰ اپنی رحمتیں آپ پر نازل کرے - آپ کا ارسال کردہ پارسل کتب موصول ہوا بہت بہت شکریہ اور میں نے ان کتابوں کو لوگوں میں تقسیم کر دیا ہے - مزید گذارش ہے کہ مجھے انگریزی قرآن شریف مینول آف حدیث - لونگ تھاٹس آف پرافٹ محمدؐ کی ضرورت ہے یہ کس طرح مل سکتے ہیں اور کس کے نام آرڈر دوں - تمام خطوط اور کتابیں میرے نام ارسال کریں کیونکہ میرا بھائی میرے سے ۲۶ میل کے فاصلے پر رہتا ہے - رخصت کے روز مَیں اس کے پاس جاتا ہوں اور جو خط یا کتابیں وغیرہ اس کے پاس آتے ہیں - لاتا ہوں - اللہ تعالےٰ آپ کو بہشت میں جگہ دے جہاں دُودھ کی نہریں ہر وقت بہتی رہتی ہیں - والسلام

(ان کو خط کا جواب دیا گیا)

انڈیا

ترجمہ خط از لے بیجے - مخدوم - انڈیا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - میں نے ایک لائبریری کا اجراء کیا ہے اور آپ اپنی جماعت کا لٹریچر مفت لائبریریوں میں دیتے ہیں - اس لئے مجھے مفت کتابیں ارسال کریں اور آپکا مفت لٹریچر انشاء اللہ لائبریری میں رکھا جائے گا - جس کے لئے میں بہت مشکور ہوں گا - (ان کو کرائیسٹ آف دسا ... گاڈ - اینس آف اسلام - ڈیٹ فادر گاڈ ان ارسال کی گئیں)

فون نمبر
۲۰۱۴
۲۸۵۹
۷۷۶۶

ٹیلیگرام :- فائن ٹیکس

فائن ٹیکس

ڈیدہ زیب — خوشنما نمونے — پختہ رنگ — شرٹنگ
بستر کے سیٹ — صوفہ — و — پردہ کلاتھ

آج ہی فائن ٹیکس کی مصنوعات سے اپنے گھر کو سجائیے

یونائیٹڈ ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ فضل آباد مُلتان

افتاب الدین احمد
ہومیوپیتھک دار الشفا

سہ ماہی اول (نومبر، دسمبر، جنوری) میں سات ہزار سے اوپر مریض آئے جن کو مفت دوا دی گئی۔ ہومیوپیتھک طریق علاج کے موثر اور بے ضرر ہونے کی وجہ سے کئی اکابرین جماعت نے بھی استفادہ فرمایا۔

آپ کے عطیات اور تعاون کا شکریہ

اعزازی مہتمم دار الشفاء

بواسیر کا بہترین علاج

گیارہ روپے میں بواسیر کا مکمل علاج

بواسیر خونی ہو یا بادی۔ مسّے اندر ہوں یا باہر۔ ہر عمر کے آدمی کے لئے بے ضرر علاج۔

مفت خط لکھ کر کتاب آب حیات منگا کر اپنی صحت و مسرت کو چار چاند لگائیے

چشتیہ دواخانہ شیرو۔ جے
ڈاک خانہ جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان

پیغام صلح مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۸ء جلد ۵۵ شمارہ ۱۱

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نور الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

اے خدا نور ہدی از مشرق رحمت برآر
[illegible]

ہفت روزہ
پیغام صلح
لاہور
"پاکستان"

جلد ۵۶ | یوم چہارشنبہ۔ مورخہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۶۸ء | نمبر ۱۱

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
مَیں تیرے خالص محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اَموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک ذرہ دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیت

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا
۲- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ ہوگی۔
۳- سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابل احترام ہیں
۴- سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵- کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۶- اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحر حکمت کے موتی

تین دن سے زیادہ
قطع تعلق جائز نہیں

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال لا تباغضوا ولا تحاسدوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا ولا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاثۃ ایام۔

ترجمہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپس میں بغض اور حسد نہ رکھو اور ایک دوسرے سے مقاطعت نہ کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے۔

نوٹ:

از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:

تین دن سے زیادہ قطع تعلق کو صراحت سے منع فرمایا۔ یعنی اگر کوئی باہمی ناراضگی ہو بھی تو تین دن کے اندر اندر اسے دور کر لینا چاہیئے۔

(فضل الباری شرح صحیح بخاری)

ہفت روزہ پیغام صلح
خود پڑھیں اور دیگر احباب تک پہنچائیں۔

برکت باتیں بنانے سے نہیں
عمل کرنے سے ملتی ہے

ارشادات حضرت امام الزمان مسیح موعود علیہ السلام

جو لوگ برکت پاتے ہیں۔ ان کی زبان بند اور عمل انکے وسیع اور صالح ہوتے ہیں پنجابی میں کہاوت ہے کہ کہنا ایک جانور ہوتا ہے اس کی بدبو سخت ہوتی ہے اور کرنا تو خوشبودار درخت ہوتا ہے سو ایسا ہی چاہیئے کہ انسان کہنے کی نسبت کر کے بہت کچھ دکھائے۔ صرف زبان کام نہیں آتی۔ بہت سے ہوتے ہیں، جو باتیں بہت بناتے ہیں اور کرنے میں نہایت سست اور کمزور ہوتے ہیں۔ صرف باتیں جن کیساتھ روح نہ ہو، وہ نجاست ہوتی ہے۔ بات وہی برکت والی ہوتی ہے جس کیساتھ آسمانی نور ہو۔ اور عمل کے پانی سے سرسبز کی گئی ہو۔ اسکے واسطے انسان خود بخود ہی نہیں کر سکتا۔ چاہیئے کہ ہر وقت دعا سے کام کرتا رہے اور درد و گداز سے اور سوز سے اسکے آستانہ پر گرا رہے اور اس سے توفیق مانگے ورنہ یاد رکھے کہ اندھا رہیگا۔

دیکھو جب ایک شخص کو کوڑھ کا ایک داغ پیدا ہو جاوے تو اسکے واسطے فکرمند ہوتا ہے۔ اور دوسری باتیں بھول جاتی ہیں۔ اسی طرح جسکو روحانی کوڑھ کا پتہ لگ جائے اُسے کلی ساری باتیں بھول جاتی ہیں۔ اور وہ پیچھے علاج کی طرف دوڑتا ہے مگر افسوس کہ اس سے آگاہ بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۳۴۶)

چوہدری فضل حق صاحب آف آزاد کشمیر

جماعت احمدیہ لاہور کا تبلیغی وفد
مشرقی پاکستان میں
(۳)

ڈھاکہ یکم مارچ ۱۹۶۶ء۔ جمعہ کی نماز ڈپٹی خادم صاحب کے گھر ادا کی گئی۔ جس میں چند اور اصحاب کے علاوہ مرغوب عالم صاحب چٹاگانگ سے اور بشیر احمد سمانزل صاحب مالک ایس بی انڈسٹریز ڈھاکہ شامل ہوئے۔ حیران کن امر یہ ہے کہ دونوں میں سے ایک کو بھی علم نہ تھا کہ ہمارے مشن کا دفتر کہاں ہے۔ ویسے ہے بھی بڑا غیر معروف جگہ پر جہاں جانے کے لئے بڑی ہمت چاہیئے یہ خط میں وہیں سے بیٹھے لکھ رہا ہوں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے لاہور میں اکبری منڈی کا علاقہ یا راولپنڈی میں بازار صرافاں۔ فرق یہ ہے کہ دولت کم ہے بازاروں کی فراخی بھی بہت کم ہے۔ خطبہ ڈاکٹر یحیٰی بٹ صاحب نے دیا۔ مرغوب عالم صاحب کی دعوت پر فیصلہ ہوا کہ یحیٰی بٹ صاحب و مولوی عبدالصمد بنگالی صاحب چٹاگانگ جائیں اور ۷-۸ مارچ کو وہاں جلسے منعقد ہوں۔

شام کو اسلامک اکاڈمی ڈھاکہ ہال میں جلسہ ہوا جلسہ سے پہلے اکاڈیمی کے ڈائرکٹر ابوالہاشم صاحب سے ملاقات ہوئی اور جماعت کے کام پر تفصیلاً اور عقائد پر مختصراً گفتگو ہوئی۔ ابوالہاشم صاحب کی آنکھیں نہیں ہیں مگر اُن کی ذہانت علمیت اور یادداشت دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ آپ مولٰینا آفتاب الدین احمد صاحب مرحوم کو اچھی طرح جانتے ہیں، ان کی صلاحیتوں کے بہت معترف ہیں۔ حضرت مولٰینا محمد علی صاحب مرحوم و حضرت مولٰینا صدرالدین صاحب کو اچھی طرح جانتے ہیں ان کی خدمات کو بہت ہی سراہا۔ ان سے ملاقات کر چکے ہیں۔ مغرب کی نماز باجماعت اکاڈیمی ہی میں پڑھی گئی چند غیر از جماعت اصحاب بھی شامل تھے۔ ۷ بجے شام جلسہ شروع ہوا۔ حاضری یک صد کے لگ بھگ تھی۔ صدارت کے فرائض ابوالہاشم صاحب نے ادا کئے۔ آپ صرف خاص موقعوں پر صدارت کرتے ہیں۔ مضمون یہ تھا:۔

Causes of the decadence of the muslim nations of the world.

(دنیا کی مسلمان قوموں کے زوال کی وجوہ)

تقاریر انگریزی میں ہوئیں اور ٹیپ ریکارڈ کی گئیں ان کو پمفلٹ میں چھپوانے کا بندوبست کیا جائے گا۔ پہلی تقریر یحیٰی بٹ صاحب کی تھی۔ انہوں نے مضمون کو یوں پیش کیا:

Golden principles of Islam to make a nation great.

(ایک قوم کو عظیم بنانے کیلئے اسلام کے سنہری اصول)

اس پر انہوں نے سیر حاصل بحث کی اور ثابت کیا کہ اسلام کے زرّیں اصول چھوڑ کر مسلمانوں میں زوال کے آثار پیدا ہو گئے اور ان پر چل کر ہی مسلمان پھر اپنی کھوئی ہوئی عظمت حاصل کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے بھی مضمون کو تھوڑا سا گھمایا اور سائنس کی طرف لے گئے۔ تقریر کا ماحصل یہ تھا کہ جس طرح ایٹم بم میں دو اجزا آپس میں یگانگت نہ رکھ سکیں تو بم پھٹ جاتا ہے اسی طرح اگر انسان کی روح و جسم کی نشوونما میں یگانگت نہ ہو تو زوال آنا شروع ہو جاتا ہے۔ آپ نے بلیک بورڈ پر پہلے ہی چاک سے اشکال بنائی ہوئی تھیں اور ان کی مدد سے حاضرین کو سمجھا رہے تھے۔ وہ مائک سے بے پرواہ ہو کر چہل قدمی کرتے ہوئے تقریر کرتے رہے۔ ہو سکتا ہے کہ اُن کی تقریر کے کچھ حصے ٹیپ پر صحیح ریکارڈ نہ ہوئے ہوں۔ ان کی طرزِ تقریر اتنی دلکش تھی کہ سامعین بہت مسرور ہوئے۔ مجھے تو اس وقت سر راس مسعود مرحوم یاد آ گئے جو علیگڈھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہوا کرتے تھے۔ وہ اسی دلکش پیرایہ میں تقریر کیا کرتے تھے۔

صاحبزادہ عبدالمنان عمر صاحب کی تقریر جو انہوں نے لکھی ہوئی تھی بہت ہی عالمانہ تھی۔ ماحصل یہ تھا کہ قرآن اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیگانگی زوال کا اصل سبب ہے اور ان سے وابستگی مسلمانوں کی عظمت واپس لا سکتی ہے۔

آخر میں صاحب صدر نے صدارتی تقریر کی انہوں نے تمام تقاریر پر تبصرہ کیا (ڈاکٹر صاحب کی تقریر پر زیادہ) اور کہا کہ ایک جماعت قابل اور بے غرض نفوس کی ہونی چاہیئے۔ جو قرآن کا پیغام دنیا میں پھیلائے مگر انہوں نے شاید کسی مصلحت کے ماتحت ہماری جماعت کا نام نہ لیا۔ انہوں نے دوسرے دن یعنی ۲ مارچ کو ۱۰ بجے گھر آنے کی دعوت دی جو ہم نے قبول کر لی جلسہ میں ان کی بیگم صاحبہ بھی آئی تھیں۔ جلسہ کا تاثر بہت اچھا تھا۔ ایک صاحب غیر از جماعت نے تو ڈاکٹر صاحب کی تقریر ختم ہونے کے فوراً بعد ان کے پاس آ کر ان کو مبارک باد دی۔

۲ مارچ ۱۹۶۶ء۔ صبح کی نماز باجماعت ادا ہوئی صاحبزادہ مولوی عبدالمنان عمر صاحب نے درس قرآن کریم دیا۔ ۱۰ بجے ابوالہاشم صاحب کے ہاں گئے۔ گفتگو کا سلسلہ ۳ گھنٹے جاری رہا۔ ابوالہاشم صاحب بڑے فراخ دل بزرگ ہیں۔ جو بات سمجھ آئی وہ فوراً تسلیم کر لی۔ انہوں نے تسلیم کیا کہ حضرت مرزا صاحبؑ عظیم انسان تھے۔ پھر تسلیم کیا کہ وہ مجدّد تھے۔ پھر تسلیم کیا کہ وہ مسیح موعود تھے۔ صرف مہدی پر آ کر رُک گئے اور مضمون تبدیل کر دیا۔ کہنے لگے کہ جب میں لاہور جاتا ہوں تو احمدیہ بلڈنگس میں ہی نماز جمعہ ادا کرتا ہوں۔ ان کے ساتھ تبلیغ کے ہر پہلو پر بحث ہوئی۔ چونکہ یہ گفتگو تفصیلاً ہوئی اور اہم بھی ہے اس لئے اس کو تفصیلاً ہی علیحدہ لکھوں گا۔

صاحبزادہ عبدالمنان عمر صاحب نے جس عالمانہ اور دلکش طرز سے ابوالہاشم صاحب جیسے عالم اور جہاندیدہ شخص کے ساتھ گفتگو نبھائی یہ انہیں کا حصہ ہے۔ میں تو بہت ہی متاثر ہوا۔ اللہ تعالےٰ انکو جزا دے۔

شام کو محمد پور ڈھاکہ کمیونٹی ہال میں جلسہ ہوا۔ حاضری بہت کم تھی۔ جلسہ کے اختتام پر ایک نوجوان اُٹھے اور انہوں نے بڑے مایوسانہ انداز میں حاضرین جلسہ کو مخاطب کیا کہ ہمارے پاس اتنے لیڈر آتے ہیں۔ ہم کس کی مانیں اور کس کی نہ مانیں۔ تقریر بڑی پُر جوش تھی۔ ہوا یہ صاحبزادہ عبدالمنان صاحب نے بڑے دلکش پیرایہ میں مختصر سی تقریر کی۔ رسٹینڈ جس کے پاس کھڑے ہو کر تقریر کر رہے تھے اس کے سامنے لٹکے ہوئے کپڑے پر حضرت مرزا صاحبؑ کے یہ اشعار لکھے تھے؎

ما مسلمانیم از فضل خدا ✤ مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام ✤ ہر نبوّت را بروشد اختتام

انہوں نے "مصطفےٰ" کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ ہے ہمارا لیڈر، ہمارا پیشوا۔ مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ اور پھر اسی لفظ پر مزید روشنی ڈالی۔ تاثر ڈرامائی تھا۔ اس سے پہلے ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اور ڈاکٹر یحیٰی بٹ صاحب نے مختصر تقریریں کیں۔ صدارت کے فرائض ڈپٹی خلیل الرحمان خادم صاحب نے ادا کئے۔

رات کو کیپٹن سلام خاں صاحب کھلنا سے آ گئے۔ اور کھلنا چلنے کی دعوت دی۔ مگر عید کی وجہ سے وہاں کا پروگرام بن نہ سکا۔ چونکہ ڈاکٹر اللہ بخش اور صاحبزادہ صاحب کی واپسی کی بکنگ نہ ہو سکی لہذا عید وہ ڈھاکہ ہی میں منائیں گے۔ ہو سکتا ہے ڈاکٹر اللہ بخش۔ صاحبزادہ عبدالمنان۔ ڈاکٹر محمد یحیٰی بٹ۔ ڈپٹی خلیل الرحمان خادم و مولوی عبدالصمد بنگالی صاحب ۱۱ بجے رات کی گاڑی سے شمالی بنگال کی طرف روانہ ہوں۔ جہاں سے ۹ مارچ کو یحیٰی بٹ صاحب و بنگالی صاحب واپس ڈھاکہ آ کر ۵ مارچ کو چٹاگانگ چلے جائیں گے۔ باقی پارٹی اسی روز ڈھاکہ واپس آ کر لوکل آدمیوں سے ملاقات کریں گے۔ گورنر صاحب سے بھی ملنے کا پروگرام ہے۔ راقم کو مشن کے دفتر کے

لانبقی لک من المخزیات شیئاً

ہم تیرے لئے کوئی رُسواکن چیز باقی نہیں رہنے دینگے

یہ حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، جو الہاماً دیا گیا۔ ایک اور الہام میں شیئاً کی جگہ ذکراً کا لفظ ہے (لانبقی لک من المخزیات ذکراً) ہم تیرے لئے رُسواکن باتوں کا ذکر بھی باقی نہیں رہنے دیں گے۔

یہ بڑے خوش کن الہام ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی وقت آنے والا ہے، جب حضرت مسیح موعودؑ کی مقبولیت اس قدر عام ہوگی۔ کہ جو الزامات عام طور پر مخالفین کی طرف سے آپ کی طرف منسوب کرکے آپ کو رسوا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے ان کا نام ونشان باقی نہیں رہے گا۔

وہ وقت کب آئے گا؟ یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، لیکن عام طور پر سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے وعدے اسی صورت میں اور اسی وقت پورے ہوتے ہیں جب بندوں کی طرف سے بھی ان کے لئے کوشش اور جدوجہد کی جائے۔ جتنی زیادہ کوشش بندوں کی طرف سے ہو، اتنی ہی جلدی اور اسی نسبت سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان وعدوں کا ایفا ہوتا رہتا ہے، لیکن اگر بندے اس کی طرف متوجہ نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کے وعدے بھی معرض التوا میں پڑے رہتے ہیں، تاوقتیکہ ایسے لوگ پیدا ہو جائیں جو ان کے لئے پوری سعی اور جدوجہد سے کام لیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کو فوت ہوئے آج پورے ساٹھ برس ہو گئے۔ اس لمبے عرصہ میں احمدی قوم نے ان الزامات کے ازالہ کے لئے کیا کوشش کی جو اس مامور الٰہی پر لگائے گئے، سب سے بڑا الزام جو آپ پر لگایا گیا وہ نبوت کا دعوےٰ ہے، نہ صرف مخالفین نے از راہ تعصب یہ الزام آپ پر لگایا، کہ آپ نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے بلکہ آپ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد معتقدین کے بھی ایک گروہ نے نہایت زور وشور سے اس کی تائید کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ فی الواقعہ آپ کا دعوےٰ نبی ہونے کا تھا، اور آپ فی الحقیقت نبی تھے، جس کے نتیجہ میں تمام لوگ جو آپ کی نبوت کے قائل نہیں کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے، یہ ایسی رُسواکن بات ہے کہ اس کے مقابلہ میں دوسرے الزامات کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہ جاتی۔ جس بات کو نہ صرف مخالفین ہی آپ کی رسوائی کے لئے آپ کی طرف منسوب کریں بلکہ موافقین بھی اس کے حامی اور مؤید ہوں اور یہاں تک کہدیں کہ کبھی کبھی مخالفت کی بھی سچی بات کو تسلیم کر لینا چاہیئے (گویا مخالفین نے دعویٰ نبوت کا جو الزام آپ کی رسوائی کے لئے لگایا تھا وہ سچا تھا) اس سے بڑھ کر رسواکن بات اور کونسی ہوگی، حضرت مسیح موعودؑ تو مخالفین کے جواب میں قسمیں اُٹھا اُٹھا کر دعوےٰ نبوت کی تردید کرتے رہے، اور کھلے طور پر اس کو افتراء قرار دیتے رہے، لیکن آج کہا جا رہا ہے کہ مخالفین کی بات سچی تھی، حضرت مسیح موعودؑ کو سمجھ نہیں آئی، وہ فی الواقعہ نبی تھے، اور ان کے تردیدی کلمات نا سمجھی کا نتیجہ تھے، مخالفین کو سمجھ آ گئی اور ایک عرصہ بعد موافقین کو بھی مخالفین ہی کی بات سچی نظر آنے لگی، لیکن مدعی کو مامور من اللہ ہونے کے باوجود دعوے کی سمجھ نہ آئی۔

یہ کس قدر رُسواکن بات ہے جو آج حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق گھر گھر میں ایک ایک متنفس کے دل میں نفرت وحقارت پیدا کر چکی ہے۔

ایسے حالات میں مذکورہ بالا خدائی وعدہ کے پورا نہ ہونے کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ اس کی ذمہ داری اسی فریق پر عائد ہوتی ہے، جو ان تمام الزامات کو جھوٹا سمجھتا ہے، اور یقین کرتا ہے کہ حضرت مرزا صاحبؒ نے ہرگز نبوت کا دعوےٰ نہیں نہ دوسرے مسلمانوں کو کافر قرار دیا۔

سوال یہ ہے کہ اس ذمہ داری کو ہم نے کس طرح ادا کیا اور کر رہے ہیں، اس میں شک نہیں کہ جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے کثرت سے ایسا لٹریچر شائع ہوا جس میں مخالفین اور قادیانی جماعت کے منسوب کردہ دعوےٰ نبوت کی سختی کے ساتھ تردید کی گئی اور حضرت مرزا صاحبؒ کو اس الزام سے بری قرار دیا گیا، لیکن اس لٹریچر کو دوسرے مسلمانوں اور خود قادیانی جماعت کے عوام تک پہنچانے کے لئے کیا کوشش کی گئی؟ اگر یہ لٹریچر زیادہ سے زیادہ عوام کے ہاتھوں میں پہنچایا جاتا تو حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق ایسی رُسواکن بات کا بہت حد تک ازالہ ہو جاتا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اب تک کثرت سے ایسے لوگ موجود ہیں جن کو یہ بھی علم نہیں کہ قادیانی جماعت کے علاوہ بھی کوئی ایسی احمدی جماعت موجود ہے، جو اس بات کی قائل نہیں کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعوےٰ کیا تھا، اس کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے، اور ایک تجربہ حال ہی میں مشرقی پاکستان میں اس وفد کو ہوا ہے، جو چند دن ہوئے وہاں تبلیغ کے لئے گیا تھا۔ وہاں بھی قادیانی جماعت اور ان کے عقیدہ نبوت مسیح موعود کے سوائے جماعت احمدیہ لاہور اور اس کے عقائد سے غیر از جماعت مسلمان واقف نہیں اور جوں جوں اس وفد کا دائرہ تبلیغ بڑھتا گیا لوگوں کو اس جماعت کے وجود اور حضرت صاحب کے انکار دعوےٰ نبوت کا علم حاصل کرکے خوشی ہوئی، اور وفد کی تقاریر بہت ہی مؤثر اور لوگوں کے دلوں میں سلسلہ عالیہ کے ساتھ محبت اور کشش کا موجب ہوئیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے صحیح عقائد کو پھیلانے اور عوام الناس تک ان کو پہنچانے میں ہم سے بہت کوتاہی ہوئی ہے اسی لئے لانبقی لک من المخزیات شیئاً کے وعدہ الٰہی میں تاخیر ہوتی جا رہی ہے، ضرورت ہے کہ جماعت کا ہر فرد اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے جہاں تک ممکن ہو عوام پر حقیقت حال کو واضح کرنے اور مسئلہ نبوت اور دیگر الزامات سے آپ کی برأت ثابت کرنے اور آپ کے حقیقی دعوےٰ مجددیت اور خدمات اسلام سے لوگوں کو واقف کرنے کی پوری پوری کوشش کرے تاکہ لانبقی لک من المخزیات شیئاً کا وعدہ الٰہی جلد از جلد پورا ہو اور ایسا نہ ہو کہ ہماری غفلت اور کوتاہی سے کسی آئندہ نسل کے ذریعہ جو ہم سے زیادہ سرگرم عمل ہو اس کا پورا ہونا مقدر ہو اور ہم اس کے ثواب سے محروم رہ جائیں۔

اخبار احمدیہ

فاروقی صاحب کی حج سے واپسی

—— یہ امر موجب مسرت ہے، کہ جماعت احمدیہ کے جلیل القدر رکن جناب این اے فاروقی۔ چیف الیکشن کمشنر معہ ساس و اہلیہ محترمہ ۱۹ مارچ ۱۹۶۸ء کو حج بیت اللہ سے بخیر وعافیت واپس تشریف لے آئے، آپ تیزگام سے قریباً ۱۲ بجے لاہور سٹیشن پر پہنچے، جہاں کثیر التعداد احباب جماعت، عملۂ انجمن اور ہر دو اسکولوں کے اساتذہ اور ہیڈ ماسٹر صاحبان استقبال کے لئے موجود تھے۔ محترم فاروقی صاحب ٹرین سے اُتر کر تھوڑی دیر کے لئے احباب سے ملاقات کرتے رہے سب احباب نے ان سے معانقہ کرتے ہوئے خوش آمدید کہا اور مبارک باد دی، پلیٹ فارم پر ہی کھڑے کھڑے انہوں نے حج کے کچھ حالات بیان کئے اور یہ بھی بتایا کہ دوران حج طبیعت کچھ ناساز ہو گئی تھی بخار بھی ہو گیا تھا لیکن خدا کے فضل سے تمام ارکان حج بخیر وخوبی سرانجام پائے فالحمد للہ۔

معزز مہمان اسی ٹرین سے راولپنڈی چلے گئے۔

مشرقی پاکستان سے وفد کی واپسی

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا جو وفد تبلیغ کے لئے مشرقی پاکستان گیا تھا، چند دن ہوئے واپس آ گیا، چودھری فضل صاحب تو عید سے تین چار دن پہلے آ گئے تھے، اور لاہور سے ہوتے ہوئے اپنے گھر مظفر آباد تشریف لے گئے، ڈاکٹر یحییٰ بٹ صاحب عید سے ایک دن پہلے سیالکوٹ پہنچ گئے، اور ڈاکٹر اللہ بخش صاحب سیکرٹری انجمن اور مولوی عبدالمنان عمر صاحب عید کے بعد لاہور آئے۔ ہم وفد کو اس کامیاب دورہ پر مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

(باقی بر صـ کالم نمبر ۲)

شذرات

(شاہین)

بہترین انجام!

جماعت ربوہ کے سابق سربراہ مرزا محمود احمد صاحب ایک الہام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

> "اس الہام میں مجھے حسن رضی اللہ عنہ کا بروز کہا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ میری ذات سے تعلق رکھنے والی پیشگوئیوں کو پورا کرے گا اور میرا انجام بہترین ہو گا اور جماعت میں کسی قسم کی خرابی پیدا نہ ہو گی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔"
>
> (تفسیر کبیر جلد ششم جزو چہارم حصہ چہارم صـ۱۸۹)

امریکہ میں ایک شخص ڈاکٹر ڈوئی نے نبوت کا دعوےٰ کیا تھا اور وہ اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں گستاخی سے کلام کیا کرتا تھا اس کے بدانجام کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

> "آخرکار اس پر فالج گرا اور ایک تختہ کی مانند آدمی اس کو اٹھا کر مجلسوں میں لے جاتے رہے اور پھر بہت غموں کے باعث پاگل ہو گیا اور حواس بجا نہ رہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صـ۷۲)

اسی قسم کے "بہترین انجام" کے متعلق خلیفہ صاحب مرحوم کی اپنی تحریر پیش کی جاتی ہے۔ یہ تحریر مارچ ۱۹۵۵ء کی ہے اور گیارہ سال تک دن بدن خلیفہ صاحب کی حالت گرتی چلی گئی تاآنکہ نومبر ۱۹۶۶ء میں آپ راہیٔ ملکِ بقا ہوئے۔ اس تحریر میں انہوں نے اپنی بیماری کی ابتدائی حالت کا نقشہ کھینچا ہے اور جیسا کہ ڈاکٹری رپورٹیں شاہد ہیں اس طویل عرصہ میں افاقہ کی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکی اور دعا اور دوا کا کوئی حیلہ بھی کارگر ثابت نہ ہوا۔ خلیفہ صاحب موت کی تمنا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

> "۲۶ر فروری کو مغرب کے قریب مجھ پر بائیں طرف فالج کا حملہ ہوا.........
>
> یعنی بعض شریانوں میں خون منجمد ہو گیا اور جو خون دماغ کو غذا پہنچاتا ہے اور جس سے تفکر انسانی اور عقل انسانی پیدا ہوتے ہیں اس کی وجہ سے دماغ کا عمل معطل ہو گیا اور دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا.............. دماغ اور زبان کی کیفیت ایسی ہے کہ میں تھوڑی دیر کے لئے خطبہ نہیں دے سکتا۔ میں اس وقت بالکل بیکار ہوں اور ایک منٹ سوچ نہیں سکتا........
>
> تمام بہنوں اور بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ دعا کریں کہ خدا تعالےٰ مجھے بے عملی کی زندگی سے بچا لے کیونکہ اگر زندگی خدانخواستہ لمبی ہوتی ہے تو مجھے اپنی زندگی سے موت زیادہ بھلی معلوم ہو گی۔"
>
> (اشتہار از مرزا محمود احمد صاحب مورخہ ۱۱ر مارچ ۱۹۵۵ء)

شریعت کا مجرم اور فتنہ انگیز

جماعت ربوہ کے سابق سربراہ مرزا محمود احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

> "جو شخص غیر احمدیوں کو کافر، یہودی اور جاہل بلا ضرورت کہتا پھرتا ہے وہ درحقیقت شریعت کا مجرم اور فتنہ انگیز ہے۔ اگر غیر احمدی اس کے نزدیک کافر ہیں تو اس کو یہ کہاں سے حق حاصل ہو گیا کہ وہ ان کو کافر کہتا پھرے...... بلاوجہ اور بے ضرورت اس قسم کے مضامین اخبار میں نکالنا اور زبانی کہتے پھرنا واقعہ میں فتنہ کا موجب ہے اور اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو میں اس کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے اخلاق کو درست کرے ورنہ وہ خدا کے نزدیک گنہگار ہے۔" (ریویو آف ریلیجنز جولائی ۱۹۲۳ء)

جیسا کہ جماعت احمدیہ لاہور کا موقف ہے کہ کوئی کلمہ گو کافر نہیں ہے بعینہٖ حضرت امام الزمان علیہ السلام کا بھی یہی فرمان ہے کہ میرے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہو جاتا۔ مگر جماعت ربوہ کا عقیدہ ہے کہ جو شخص بھی حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان نہیں لاتا خواہ اسکے ایمان نہ لانے کی کوئی بھی وجہ کیوں نہ ہو اور خواہ اس نے حضرت مسیح موعودؑ کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

ذیل میں خلیفہ صاحب مرحوم کے چند حوالہ جات پیش کئے جاتے ہیں اور یہ امر قارئین پر چھوڑا جاتا ہے کہ شریعت کا مجرم، فتنہ انگیز، گنہگار اور فتنہ کا موجب کون ہے اور کسے اپنے اخلاق کی درستی کی طرف توجہ دینی چاہیئے:۔

(۱) "قرآن شریف میں انبیاء کے منکرین کو کافر کہا گیا ہے اور ہم لوگ مسیح موعود کو نبی اللہ مانتے ہیں اس لئے ہم آپ کے منکروں کو کافر کہتے ہیں"

(تشحیذ الاذہان صـ۱۲۱ سنہ ۱۹۱۱ء جلد ۶)

(۲) "ہمارا فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں...... کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالےٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔ یہ دین کا معاملہ ہے۔"

(انوار خلافت صـ۹۰)

(۳) "میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ دنیا میں دو گروہ ہیں ایک مومن دوسرے کافر پس جو حضرت مسیح موعود پر ایمان لانے والے ہیں وہ مومن ہیں اور جو ایمان نہیں لاتے خواہ ان کے ایمان نہ لانے کی کوئی وجہ ہو وہ کافر ہیں"

(ذکر الٰہی صـ۲۲)

جماعت ربوہ کو چاہیئے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحیح عقائد کی طرف رجوع کرے کیونکہ ہمارے پیارے امامؑ کی دینی تعلیم ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی کہ وہ شخص مسلمان ہے

- ● جو ہماری طرح عبادت کرتا ہے
- ●● جو ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے
- ●●● جو ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے

اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو کلمہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا اقرار کرنیوالے کو مسلمان سمجھنے میں پس و پیش سے کام لیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے کہ ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومناً۔ جو شخص آداب اسلامی کے تحت تمہیں سلام کرتا ہے اس کے ایمان اور اسلام میں شبہ مت کرو۔

اے دل تو نیز خاطر اینان نگاہ دار
کاخر کنند دعویٔ حُبّ پیمبرم

موزون ترین رشتے

ہمارے ہاں ہر قوم و مذہب کے، ہر علاقہ کے مہاجر و مقامی شریف رئیس اور وضع دار خاندانوں کے لڑکے و لڑکیوں کے رشتے موجود ہیں۔ خواہشمند افراد اپنی اولین فرصت میں تفصیلات کے لئے لکھیں۔

ہمدم بھایانی چیمبرز بالمقابل حیدری مین روڈ
نارتھ ناظم آباد۔ کراچی ۳۳

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔

سورج اور چاند رات اور دن میں معرفت الٰہی کا حکمت بھرا انتظام

قیام نسل انسانی کے لئے اخلاق کی تربیت اور نشوونما ضروری ہے

خدمت خلق کرنے والے کی راحت بھری زندگی۔ بخیل کا مال اسے ذلیل کر دیتا ہے

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۵ مارچ ۱۹۶۸ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

واللیل اذا یغشیٰ۔ والنہار اذا تجلّٰی۔ وما خلق الذکر والانثیٰ ـــــ ولسوف یرضیٰ ـــــ (سورۃ الیل ۹۳) ـــ

اجرام فلکی میں سے سورج کے فوائد

اللہ تعالےٰ نے اپنی ذات کے متعلق معرفت عطا کرنے کے لئے کائنات کی ان چیزوں کا ذکر کیا ہے جن کو تمام دنیا دیکھتی ہے۔ ان چیزوں میں خدا تعالےٰ کا باریک علم اور بے نظیر حکمت اور عظیم احسان نظر آتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں سورج کا ذکر بہت جگہ آیا ہے۔ یہ کائنات میں سب سے ممتاز اور سب سے زیادہ روشن اجرام فلکی میں سے ہے۔ عالم و جاہل، چھوٹا و بڑا اور مرد و عورت اس کو دیکھتے ہیں۔ سورج میں خدا تعالےٰ کے بڑے افضال و برکات اور بڑے احسانات پنہاں ہیں۔ کائنات کی زندگی اور رونق کا اس سے بنیادی اور گہرا تعلق ہے۔ یک لمحہ کے لئے اگر یہ سورج کائنات سے علیحدہ ہو جائے تو دنیا ختم ہو جائے۔ اگر پانی پر زندگی کا مدار ہے تو روشنی اور حرارت بھی زندگی کے قیام کے لئے ازبس ضروری ہے حرارت کے بغیر ہم زندہ نہیں رہ سکتے اور روشنی کے بغیر ہم کام نہیں کر سکتے۔ اگرچہ سورج اور قمر ہم سے بہت دور پڑے ہوئے ہیں۔ مگر دن اور رات جو ان کی وجہ سے نمودار ہوتے ہیں وہ تو ہم سے چمٹے ہوئے ہیں اور ہم ان سے کہ اور وہ ہم سے علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ان دونوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

رات اور دن کا حکمت بھرا انتظام

فرمایا واللیل اذا یغشیٰ رات جب تمام اشیاء کو ڈھانپ لیتی ہے تو ساری کی ساری مخلوق رات کی گود میں آرام و سکون کے مزے لوٹتی ہے۔ مخلوق کی فطرت میں ہے کہ وہ آرام و سکون حاصل کرے۔ رات اس کے سکون و قرار کا ذریعہ ہے۔ غروب آفتاب کے وقت پرندے پرے کے پرے باندھے اپنے مسکنوں اور آشیانوں کی طرف جا رہے ہوتے ہیں۔ ان کو پتہ لگ جاتا ہے کہ رات آنے کو ہے۔ یہ ان کو کس نے علم دیا۔ یہ رہنمائی کس کی طرف سے ہے۔ ان کی فطرت میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ شام ہوتے ہی وہ کاشانے آرام کی طرف پرواز کر جاتے ہیں۔ وہ لوگ جو کھیتوں، ریلوے اسٹیشنوں اور جہازوں کی گودیوں اور کارخانوں وغیرہ میں کام کرتے کرتے تھک جاتے ہیں۔ دن ڈھلے وہ خوش ہوتے ہیں کہ آرام کا وقت آ گیا۔ وجعلنکم النوم سباتاً۔ رات راحت کے لئے آتی ہے۔ یہ دنیا جہان کے تمام تعلقات و تفکرات کو کاٹ دیتی ہے۔ ان سے تعلق ختم ہو جاتا ہے تو آرام میسر آتا ہے۔ آرام میسر نہ آئے تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ رات بھر کے آرام سے بیٹریاں پھر سے پُر ہو جاتی ہیں اور وہ پھر سے کام میں لگ جاتا ہے۔ ہر انسان کو بے شمار تفکرات لاحق ہوتے ہیں۔ بادشاہ ہو یا رعیت ہو، مجدد ہو یا پیغمبر۔ زندگی کے کسی بھی شعبہ سے تعلق رکھنے والا انسان تفکرات سے خالی نہیں۔ رات آتی ہے تو یہ فکر اور ذہنی الجھنیں بھی ختم ہو جاتی ہیں۔ ورنہ انسان ختم ہو جائے۔ رات نہ ہو تو راحت نصیب نہیں ہو سکتی۔ والنہار اذا تجلّٰی اور اگر دن نہ ہو تو معاش کا سامان میسر نہیں آ سکتا۔ اور دنیا کی چہل پہل قائم نہیں رہ سکتی۔ یہ انتظام اور حکمت بھرا انتظام کس نے جاری کیا ہے۔ کیا یہ سورج کا اپنا انتظام ہے کیا اس کے اندر قوت متخیلہ۔ قوت ادراک۔ قوت عمل۔ اور جذبۂ ترحم موجود ہے قطعاً نہیں۔ یہ تو خدا تعالےٰ کے حکم کی تعمیل میں بلا ارادہ اپنا کام کر رہا ہے اسے خود بھی پتہ نہیں کہ میں کیا ہوں اور کیا کر رہا ہوں نہ سورج جانتا ہے نہ قمر۔ ھو الذی جعل الیل والنہار خلفۃ۔ یہ تو صرف خدا تعالےٰ کی ذات ہے جس نے دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن بنایا ہے۔ وسخر لکم الیل والنہار۔ خدا تعالےٰ نے یہ دن رات تمہاری خدمت میں لگا رکھے ہیں۔ اس نے انسان کی پیدائش سے پیشتر اس کے لئے یہ گھر تیار کیا اور دو لالٹینیں رکھ دی ہیں۔

پانی سے زندگی

پھر اس گھر کو فرنش کیا ہے اور تمام قسم کی ضروریات اس میں مہیا کی ہیں۔ پانی سے ہی زندگی ہے وجعلنا من الماء کل شیءٍ حیّ۔ زندگی عطا کرنا بہت بڑی نعمت ہے۔

……

زندگی کے قیام کے لئے نسل جاری کرنے کا انتظام

اور پھر زندگی کے قیام و استحکام کے سامان مہیا کرنا بھی بہت بڑی نعمت ہے۔ خدا تعالےٰ نے یہ دونوں چیزیں عطا کی ہیں اس زندگی کو قائم رکھنے کے لئے نسل جاری رکھنے کا انتظام فرمایا ہے۔ فرمایا وما خلق الذکر والانثیٰ۔ زندگی کی نسل چلانے کے لئے مرد اور عورت مذکر اور مونث بنا رکھے ہیں۔ ہر انسان کی طبیعت میں ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ اس کی نسل چلے۔ حضرت ابراہیمؑ نے بھی خدا تعالےٰ سے یہی دعا مانگی تھی کہ اے خدا! مجھے بیٹا عطا فرما۔ حضرت زکریاؑ نے بھی بیٹے کے لئے دعا کی، خدا تعالےٰ نے نسل چلانے کے لئے یہ سامان کیا ہے اس کے بغیر نسل نہیں چل سکتی۔

نسل کے قیام کیلئے اخلاق کی تربیت

جس طرح خدا تعالےٰ نے عالم جسمانیات کے لئے نظام قائم کیا اسی طرح سے نسل کے قیام کے لئے اخلاق کی تربیت اور نشوونما کا بھی انتظام فرمایا جس خاندان قوم، معاشرہ اور ملک کو اخلاق نصیب نہیں وہ تباہی کی طرف جا رہا ہے۔

نیکی اور بدی کی تمیز فطرت انسانی میں

خدا تعالےٰ نے انسان کی فطرت کے اندر نیکی اور بدی کی تمیز رکھی ہے۔ ہر انسان جانتا ہے کہ یہ کام اچھا ہے یا برا ہے۔ ایک برا کام کرنے والا اس پر ہزار چالاکیوں کے پردے چڑھاتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں دوسروں کو پتہ نہ لگ جائے۔ اور فطرت انسانی میں نیکی اور بدی کا علم رکھ دیا اور آسمان سے اس کی تربیت کے لئے وحی نازل فرمائی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا البر ما اطمئن الیہ نفسک۔ نیکی وہ ہے جس کے کرنے سے انسان کا دل مطمئن اور خوش ہوتا ہے اور بدی کے کرنے سے دل دھڑکتا ہے۔ اور بار بار خیال آتا ہے۔ بلکہ خوف طاری ہوتا ہے۔ یہ نفس لوامہ ہے جو انسان کو باقی برے کام سے

خُطبہ نکاح

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ اور عورتوں سے حُسنِ سلوک

جمعہ ۱۵ مارچ ۱۹۶۸ء کو بعد از نماز جمعہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے مولوی بشیر علی مرحوم کی نواسی ڈاکٹر ذکیہ طلعت ایم بی بی ایس کا نکاح محمود حسن حبیب الدین انصاری ایگزیکٹو انجینئر لائل پور کے ساتھ پڑھا، اور اس ضمن میں جو خطبہ ارشاد فرمایا حسب ذیل ہے :۔

حضرت نبی کریم صلعم کا بیان کردہ خطبہ نکاح ۔ آیات مسنونہ پڑھنے کے بعد فرمایا یہ وہ خطبہ ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نکاح کے موقعہ پر ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اس واقعہ پر چودہ سو سال گذر گئے۔ لیکن آج اتنے لمبے عرصہ کے گذر جانے پر بھی تمام اسلامی دنیا میں یہی خطبہ نکاح کے وقت پڑھا جاتا ہے، جس طرح سے قرآن کریم آج بھی اسی طرح محفوظ ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آج سے چودہ سو سال پہلے نازل ہوا تھا۔ ویسے ہی آپؐ کی سنت بھی محفوظ چلی آتی ہے اور تمام اسلامی دنیا اسی پر کاربند ہے جس عظیم الشان پیغمبر کو خاتم النبیینؐ فرمایا اور جن کو اسوۂ حسنہ قرار دیا ان کی زندگی کا ہر پہلو محفوظ فرمایا۔ دوسرے کسی پیغمبرؑ کی زندگی کے حالات محفوظ نہیں ہیں۔ نہ ہی کسی پیغمبر کا خطبہ نکاح موجود ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خطبہ نکاح اس لئے قابل قدر نہیں کہ وہ پرانی چیز ہے بلکہ اس کے الفاظ ایسے ہیں جو آج بھی نہایت معقول ہیں اور ان پر عمل کرنا نہایت مفید ہے۔ فرمایا

خطبہ نکاح میں تقوے اللہ کی تاکید

یاایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبًا۔ اس میں تمام انسانوں کو مخاطب کیا۔ نکاح ایک مرد وعورت کا ہے اور مخاطب کیا ہے تمام انسانیت کو، اور فرمایا ہے کہ اپنے ربّ سے ڈر کر زندگی بسر کرو، جس نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا۔ اس لئے ساری انسانیت ایک جماعت کا حکم رکھتی ہے۔ دو دفعہ فرمایا ہے واتقوا اللہ، خدا کا خوف دل میں ہو تو انسان ہر قسم کی برائیوں سے بچتا رہتا ہے اور فرمایا ان اللہ کان علیکم رقیبا ہم تمہیں تاڑتے رہتے ہیں کہ کس طرح تم زندگی بسر کرتے ہو، جب کسی شخص کو یقین ہو کہ اسکا حاکم اسے دیکھ رہا ہے تو وہ زیادہ مستعدی کے ساتھ کام کرتا ہے، اور جب احکم الحاکمین اسے دیکھ رہا ہو اور یہ یقین دل میں ہو کہ خدا تعالےٰ ہمیں دیکھ رہا ہے تو کوئی شخص بدی کی طرف نہیں جاسکتا اور اس کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا۔

مزید فرمایا یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہٖ ولا تموتن الا وانتم مسلمون

اے مسلمانو! تقوے کا جو حق ہے اس کے مطابق خدا کو سامنے رکھو اور اس کے احکام کی خلاف ورزی کرنے سے بچتے رہو، اور اپنی زندگی اس طرح بسر کرو کہ جب تم پر موت آئے تو تم کو پورا فرمانبردار پائے اور فرمایا

یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولًا سدیدًا یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزًا عظیما، مسلمانو! اللہ تعالےٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور جو بات کرو سیدھی سیدھی اور صاف کرو، تمہارے اعمال سدھر جائیں گے۔ تمہارے قصور بخش دیئے جائیں گے۔ اور جو شخص اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرے وہی کامیاب ہوگیا۔

حضرت نبی کریم صلعم کا عورتوں سے حُسنِ سلوک

یہ ان آیات کا ترجمہ ہے، ان آیات میں تقوے کی جو تاکید کی گئی ہے اس پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا عمل کرکے دکھایا اور دیگر معاملات کے علاوہ عورتوں کے ساتھ ہمیشہ بے نظیر حسن سلوک کا برتاؤ کیا گیا آپؐ کی والدہ صاحبہ جب آپ گود میں تھے مدینہ سے مکہ کی جانب سفر کرتی ہوئیں ابوا کے مقام پر وفات پاگئیں، آپ کی خادمہ ام ایمن ساتھ تھیں، وہ آپؐ کو لے کر مکہ آئیں اور ان کے بزرگ دادا عبدالمطلب کے سپرد کیا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے ہمدرد اور مہربان چچا ابوطالب کے سپرد کیا گیا۔ ام ایمن کو جو ایک حبشی اور غلام عورت تھیں آپ ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھتے رہے اور فرمایا کرتے تھے انت امی بعد امی۔ میری ماں کے بعد تم میری ماں ہو، اور یہیں تک نہیں اس کے بیٹے اسامہ کو بہت پیار کرتے تھے یہاں تک کہ اپنی گود میں ایک طرف اپنے نواسے حسنؓ کو بٹھاتے تھے اور دوسری طرف اسامہؓ کو۔ اسامہ ماں کی طرح خدوخال رکھتے تھے۔ اور حسنؓ جس کے معنے ہیں خوبصورت فی الواقعہ حسن تھے۔ اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر جب حضرت نبی کریم صلعم عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہونے کے لئے تیار ہوئے، تو کھڑے ہوئے ادھر ادھر دیکھتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا حضور کیا بات ہے۔ فرمایا اسامہ نظر نہیں آتا اس کی انتظار ہے۔ جب اسامہ آموجود ہوا تو حضورؐ اسامہ کو اپنے ساتھ سوار کرلینے کے بعد مزدلفہ کی طرف چلے۔ یہ تھی قدر اس حبشی عورت کی جس نے بچپن میں آپؐ کی خبرگیری کی تھی، اور نہ صرف آپؐ نے ہی زندگی میں اس کی قدر کی بلکہ حضورؐ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی ان کی ویسی ہی قدر کرتے تھے اور احوال پرسی کے لئے اُن کے گھر جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کے گھر گئے تو وہ رو رہی تھیں کہ رسول اللہ صلعم تو اللہ تعالیٰ کے ہاں نہایت بلند مراتب حاصل کئے ہوئے ہیں، اس پر تو خوش ہونا چاہیئے۔ ام ایمن نے کہا کہ میں اس لئے نہیں روتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے بلکہ اس بات پر مجھے رونا آتا ہے کہ الوحی انقطعت کہ آپکی وفات سے وحی کا آنا منقطع ہوگیا۔ اللہ اللہ کیا عرفان تھا ان عورتوں کا۔

حضورؐ کے اخلاقِ فاضلہ کا مزید نمونہ

جب آپؐ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ نہایت گھبراہٹ کی حالت میں گھر تشریف لائے اور فرمایا خشیت علٰی نفسی۔ میری تو جان جارہی ہے، کیا میں اس قوم کو درست کرسکوں گا جو شراب خور ہے، جوا کھیلتی ہے ڈاکہ زنی کرتے ہیں اور میری تو جان پر بنی ہوئی ہے کہ میں کس طرح اس قوم کی اصلاح کرسکوں گا، اس پر آپؐ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ نے فرمایا واللہ لا یخزیک اللہ ابدا آپؐ جیسے انسان کو خدا تعالےٰ ہرگز رسوا نہیں کرے گا۔ انک تصدق الحدیث آپ تو راستباز ہیں، اور راست باتوں کی تصدیق کرتے ہیں، وتقری الضیف اور مہمان نوازی آپ کا شیوہ ہے، وتحمل الکل اور بےکس کا بوجھ آپ اٹھاتے ہیں وتعین علٰی نوائب الحق، اور مصیبت کے وقت آپ دوسروں کی امداد کے لئے کمر باندھ لیتے ہیں، یہ آپ کی بیوی کی شہادت ہے کہ بعثت سے پہلے بھی آپ اس درجہ بلند اخلاق تھے۔ بھلا ایسے شخص کو اللہ تعالےٰ کیوں رسوا کرے گا، اور فی الواقعہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو رسوا نہیں کیا بلکہ پوری مدد کی، اور آپؐ خدا کے فضل سے اپنے مشن میں پوری طرح کامیاب ہوئے۔ اور اسی فاسق وفاجر عرب قوم کو نہایت بلند اخلاق اور دنیا کا رہبر ومقتدا بنادیا، پھر عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کے واقعات میں سے ایک یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد آپؐ اپنی چچا زاد بہن اُم ہانی کے ہاں تشریف لے جاتے ہیں، آپ اس وقت بادشاہ ہیں کہہ سکتے تھے کہ اُم ہانی کو بلاؤ لیکن نہیں خود اُن کے گھر جاتے ہیں، اور ان کی دلداری کے لئے کہتے ہیں کچھ کھانے کو ہے؟ انہوں

نے کہا کچھ نہیں۔ پوچھا کوئی سوکھی روٹی نہیں؟ ام ہانی نے کہا کہ ہاں سوکھی روٹی ہے۔ فرمایا لے آؤ۔ سوکھی روٹی لے کر پانی میں ڈال کر کھانی شروع کی، پوچھا کہ گھر میں سرکہ ہے؟ انہوں نے کہا ہاں سرکہ ہے چنانچہ سرکہ سے روٹی کھائی اور فرمایا نعم الادم الخل سرکہ بہترین سالن ہے، یہاں تک چچازاد بہن کی دلداری کی، اس کے بعد ایک کافر نے آکر ام ہانی سے پناہ مانگی انہوں نے پناہ دے دی۔ اُن کے بھائی حضرت علی رض کو خبر ہوئی وہ آئے اور کہا کہ دروازہ کھولو، میں اس کافر بے ایمان کو قتل کر دوں گا ام ہانی نے کہا ہرگز نہیں وہ میری پناہ میں ہے، حضرت علی رض نے دروازہ کھٹکھٹایا اور توڑنا چاہا لیکن نہ ٹوٹا اور واپس چلے گئے۔ اس کے بعد ام ہانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہا کہ میں نے فلاں کافر کو پناہ دی ہے اور میرا بھائی علی رض اس کو قتل کرنا چاہتا ہے فرمایا اجرنا من اجرت جس کو تو نے پناہ دی ہم نے بھی اس کو پناہ دی، اللہ اکبر، یہ تھا آپ کا سلوک عورت ذات کے ساتھ، اور صرف مسلمان یا رشتہ دار عورتوں کے ساتھ ہی نہیں، سفانہ جو حاتم طائی کی لڑکی تھی (حاتم طائی کو لوگ مسلمان سمجھتے ہیں حالانکہ وہ عیسائی تھا، اپنی سخاوت اور مخلوق خدا کی خدمت کی وجہ سے بہت مشہور ہو گیا) وہ ایک جنگ میں دوسری عورتوں کے ساتھ قید ہو کر آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ ہم ایسے سخی مرد کی لڑکی کو قید نہیں رکھ سکتے اس لئے آپ آزاد ہیں، وہ بھی بڑے باپ کی بیٹی اور بلند اخلاق کی مالک تھی اس نے کہا میں یہ نہیں کر سکتی کہ میں آزاد ہو کر چلی جاؤں اور میری سہیلیاں قید میں رہیں۔ فرمایا تمہاری وجہ سے تمہاری سہیلیوں کو بھی آزاد کیا جاتا ہے اور حکم دیا کہ ان کو بعافیت ان کے گھر پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ ایک قافلہ انہیں گھر پہنچانے گیا، اور جب سفانہ اپنے بھائی عدی کے پاس پہنچی تو اس نے بتایا کہ میں ایک نہایت بلند اخلاق اور بلند شخصیت کے پاس سے آئی ہوں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی تعریف کی، اور یہ بھی کہا کہ یہ لوگ جو ہمیں پہنچانے آئے ہیں یہ تو فرشتے ہیں۔ تمام رستہ بھر انہوں نے ہماری طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا نہ کوئی کلمہ ان کی زبان سے نکلا جو ناگوار ہو، یہ سن کر عدی بھی مسلمان ہو گیا۔

عورتوں سے سلوک کے بارہ میں نبی کریم صلعم کا طریق اختیار کیا جائے

یہ تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور یہ تھا عورتوں کے ساتھ آپ کا سلوک، اس طرز کو آپ بھی اختیار کریں اور عورتوں کے ساتھ ہمیشہ نرمی اور حسن سلوک سے پیش آئیں۔ اور انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائیں۔

اعلان نکاح

اس خطبہ کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے نکاح کا اعلان کیا اور فریقین سے ایجاب و قبول کرایا مولانا عبدالمنان عمر صاحب نے دلہن ڈاکٹر ذکیہ طلعت ایم-بی-بی-ایس- کی طرف سے بطور وکیل تجویز نکاح کی اجازت دی، اور دولہا محمود حسن جمیل الدین انصاری ایگزیکٹو انجینئر لائل پور نے بذات خود دس ہزار روپے حق مہر پر ڈاکٹر ذکیہ طلعت سے نکاح کرنا قبول کیا۔

اخبار احمدیہ (بسلسلہ ص۳)

ایک قابل نوجوان ریلوے آفیسر کی شمولیت جماعت

جمعہ مورخہ ۱۵؍ مارچ ۱۹۶۸ء کو ایک قابل نوجوان محمد یوسف خان خٹک آف کوہاٹ نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے مسجد احمدیہ میں تشریف لائے، خطبہ جمعہ اور خطبہ نکاح (جو اوپر درج ہیں) سننے کے بعد وہ حضرت امیر ایدہ اللہ سے ملاقی ہوئے اور تھوڑی سی گفتگو کے بعد انہوں نے حضرت امیر کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر سلسلہ عالیہ میں شمولیت اختیار کی، اور آئندہ چندہ دینے کا بھی ارادہ ظاہر کیا۔

اس نوجوان افسر نے ابتداءً گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے کا امتحان پاس کیا۔ جس کے بعد پی سی ایس کا امتحان دیا، جس میں انہیں کامیابی حاصل ہوئی۔ بعد ازاں انہیں ریلوے ڈیپارٹمنٹ میں اکونٹس آفیسر کے عہدہ پر تعینات کیا گیا۔

اس نوجوان افسر کی جماعت میں شمولیت کے بعد سربرآوردہ احباب نے ان سے خاص طور پر مصافحہ کیا اور مبارکباد دی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں استقامت بخشے اور خدمت دین کی توفیق مرحمت فرمائے ؛

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۵)

اس کے لئے پشیمان کرتا ہے۔

خدمت خلق اور نیکی کرنے والا راحت کی زندگی پاتا ہے۔

فرمایا فاما من اعطٰی۔ جس کسی نے نیکی اختیار کی اور مخلوق خدا پر ہمدردانہ رنگ میں خداتعالےٰ کا دیا ہوا مال خرچ کیا اور وہ اپنی لیاقت اور ذہانت سے بنی نوع انسان کی خدمت کرتا ہے واتقی اور تمام ان چیزوں سے بچا رہتا ہے جو نقصان کا موجب ہیں وصدق بالحسنٰی اور اپنی زبان و عمل سے نیکی کی تصدیق کرتا ہے فسنیسرہ للیسرٰی۔ تو اس کی زندگی راحت کی زندگی بن جاتی ہے۔ خوف خدا اور تقوے اللہ کے بغیر اعلیٰ درجہ کی زندگی میسر نہیں آسکتی، بادشاہ ہو یا محکوم عالم ہو یا جاہل جب تک اعمال اچھے نہ ہوں اس وقت تک راحت کی زندگی میسر نہیں آسکتی فسنیسرہ للیسرٰی۔ نیکی وہ ہے جس کے کرنے سے لطف حاصل ہو۔ ایک غریب مریض کو اپنی کار میں بٹھا کر ہسپتال لے جانا یہ راحت کا موجب ہے۔ تفریح اور راحت سے زندگی بڑھتی ہے نیکی کا کام کرنے سے عمر بڑھتی ہے۔

بخیل اور خدا سے غافل کی بدمزہ زندگی

اس کے برخلاف کسی پر ظلم کرنا، کسی پر تنگی وارد کرنا اور کسی کو دکھ دینا اس سے انسان کا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور زندگی بدمزہ ہو جاتی ہے واما من بخل واستغنٰی جس کسی نے بخل سے کام لیا۔ اور جس کا مال کی وجہ سے غریبوں کے لئے دل نہیں پگھلتا واستغنٰی مال نے اس کو خدا سے غافل کر دیا اور وہ اپنے آپ کو مستغنی خیال کرنے لگا۔ وکذب بالحسنٰی۔ اور اچھی باتوں کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ ان کی تکذیب کرتا ہے فسنیسرہ للعسرٰی۔ اس کی زندگی بدمزہ ہو جاتی ہے۔

بخیل کا مال اسے ذلیل کر دیتا ہے

وما یغنی عنہ مالہ اذا تردّٰی۔ اور یہ مال جس کو وہ بچائے رکھتا ہے۔ اور مخلوق خدا کی حاجتوں پر خرچ نہیں کرتا اور جھوٹی شیخی سے کام لیتا ہے کہ میں اسراف سے بچتا ہوں، اور اپنے بخل کو چھپانے کے لئے ڈینگیں مارتا ہے اس کی زندگی ذلت کی زندگی ہے۔ جس شخص کو خدا تعالےٰ نے مال دیا ہے۔ وہ مال کی وجہ سے متکبر ہو جائے مخلوق خدا پر رحم نہ کرے تو اس کو اس کا مال بچا نہیں سکتا بلکہ ذلیل کر دیتا ہے۔ تردّٰی کے معنی ہیں المتردیہ وہ جانور ہے جو چٹان کی چوٹی پر سے گر کر مر جائے۔ بخیل اور کنجوس بھی اونچے مرتبہ سے گر کر مر جاتا ہے اس کا مال اسے اس منزل سے بچا نہیں سکتا جو اس کے عہد میں آنیوالی ہے۔

مولوی احمد علی صاحب چوہدری عبدالحق صاحب اور فضل حق صاحب کے والد اور حضرت مولینا محمد علی صاحب کے بھائی تھے ۲م

مم ان کا انتقال ہو گیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون نماز کے بعد جنازہ غائبانہ کی صورت میں مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی۔

(جنازہ غائبانہ پڑھا گیا)

بشیر احمد سوز

قربانی ـــ اطاعت و فرمانبرداری

اب سے پانچ ہزار سال پہلے کی بات ہے کہ دنیا کے ایک غیر معروف ویرانے ریگ زار اور وادی "غیر ذی زرع" کو خدا تعالے کے دو محبوب و مخلص بندوں نے انسانی آبادی اور خدا تعالے کی پرستش و عبادت کے لئے منتخب کیا۔ وہ پتھر چنتے جاتے تھے اور دیوار بناتے جاتے تھے۔ اور ان کی زبان پر یہ دعا تھی۔

> "الٰہی! یہ تیرے ہاتھ تیری پرستش اور تیرے جلال و قدوسیت کے نام پر جو کچھ کر رہے ہیں اس کو قبول کرلے بے شک تو ہی دعاؤں کا سننے والا اور نیتوں کا دیکھنے والا ہے الٰہی! ہم کو اپنا مسلم اور اطاعت شعار بنا اور پھر ہماری نسل میں سے بھی ایک ایسی ہی اُمت پیدا کر جو ہماری طرح مسلم و مومن ہو، الٰہی! ہم کو اپنی عبادت و بندگی کے مقبول طریقے سکھا دے اور ہمارے قصوروں سے درگذر کر کہ تو ہی بڑا درگذر کرنے والا ہے۔ اور تو ہی اپنے عاجز بندوں پر مہربان ہے۔ الٰہی ہماری اس دعا کو بھی ان گھڑیوں میں قبول کر کہ جو قوم ہماری نسل سے پیدا ہو ان میں اپنا ایک ایسا برگزیدہ رسول بھیج جو ان کو تیری آیتیں پڑھکر سنائے علم و حکمت کی تعلیم دے اور ان کے نفوس و قلوب کی اصلاح کرے۔ الٰہی ان تمام باتوں کا تجھی کو اختیار ہے۔ اور تیری ہی تدابیر اور تیری ہی حکمت اصلی حکمت ہے۔"

اللہ تبارک و تعالے نے ان مخلص و مسلم بندوں کی یہ دعائیں قبول فرمائیں۔ ان میں سے ایک فرزند عزیز کا اور دوسرا اپنی جان عزیز کو راہ خدا میں قربان کر دینے میں کوئی ڈر، خوف اور ہچکچاہٹ محسوس کرنے والا نہ تھا۔ ان بندگان خدا کے ہاتھوں کی چنی ہوئی دیوار اب تک دنیا جہان کے انسانوں کی مرجع ہے، یہ حیرت انگیز معجزہ ہے کہ دنیا کے ہولناک اور وحشت انگیز حوادث و انقلاب بھی اس کو صدمہ نہ پہنچا سکے۔

ان دو مقبول و مقرب انسانوں کی راہ خدا میں ایثار و قربانی کی داستان بھی لازوال ہے۔ اور خدا وند تعالے نے اس قربانی کی یادگار عید الاضحی کی صورت میں قائم کر دی ہے۔ اس دن مسلمان حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی اس قربانی کو بھیڑ بکریوں کی قربانی کے ذریعہ تازہ کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانی کے دن آدمی کا کوئی عمل بھی خون بہانے سے زیادہ اللہ تعالے کو پسند نہیں ہے۔ اور جو جانور اس دن اللہ کی راہ میں قربان کیا جاتا ہے وہ قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت لایا جائے گا۔ اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے خدا کے ہاں مقبول ہو جاتا ہے۔ لہذا تم لوگ عید الاضحے کی قربانی کرکے اپنے کو خوش کرو۔ (ترمذی)

اس حدیث شریف میں دو چیزوں کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی گئی ہے۔ کہ اس دن خدا تعالے کو خون بہانے سے زیادہ اور کوئی کام پسند نہیں اور اس دن نفلی عبادات کی اتنی اہمیت نہیں جتنی اس کی ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ قربانی میں فی سبیل اللہ خرچ کرنا اور صدق دل سے اس سنت کو بجا لانا ان دونوں باتوں کا امتحان ہوتا ہے۔ صرف جانوروں کا خون بہا دینے میں کوئی بھی خیر و خوبی پنہاں نہیں۔ جب تک نیت میں خلوص و صدق نہ ہو، کیونکہ حضرت احدیت میں نہ تو اس قربانی کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ اس کا خون۔ بلکہ خدا تک رسائی حاصل کرنے کے لئے تو صرف طہارت و پرہیزگاری اور تقوے کی ضرورت ہے۔

اگر کسی نے معمولی قیمت کی قربانی بھی خلوص، جذبہ صدق عشق اور سنت ابراہیمؑ اور سنت محمدی کی تعمیل و تکمیل میں کی۔ تو اس کی قبولیت میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور اگر کسی نے اس پر زر کثیر خرچ کر دیا اور وہ صرف دنیا کی نام و نمود اور شہرت کے لئے تھی تو یہ قربانی بالکل بے معنی و بے نتیجہ ہے۔ اس کا آخرت کے اجر و ثواب سے کوئی تعلق نہیں۔

دوسرا اشارہ اس حدیث میں یہ ہے کہ قیامت کے روز یہ قربانیاں جوں کی توں لائی جائیں گی۔ اور خدا تعالے اس کے ایک ایک بال کے عوض میں نیکی کے ثواب عطا فرمائے گا۔ اگر یہی حالت ہے تو کیا وجہ ہے کہ مسلمان اس تقریب قربانی سے فائدہ اُٹھا کر خدا تعالی کی خوشنودی حاصل نہ کریں۔ جس سے ان کے دل خوشی و مسرت سے ہمکنار ہوں۔

اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اللہ تبارک و تعالے نے عید الاضحے میں خون بہانے کو کیوں اتنا پسند فرمایا ہے۔ اس ضمن میں اسلام کی مالی اور بدنی عبادات پر غور کریں تو اس کے پس پردہ ایک ہی جذبہ نظر آسکے گا وہ ہے خدا تعالے کے احکام و ارشادات کی اطاعت و فرمانبرداری۔ یہی بات قربانی میں بھی نظر آتی ہے۔

خدا تعالے کو فی الحقیقت حضرت ابراہیمؑ کے لخت جگر حضرت اسمٰعیلؑ کی جان لینا مقصود نہ تھا۔ بلکہ ان کی اطاعت و فرمانبرداری کا امتحان مقصود تھا۔ اور وہ اس امتحان میں کس طرح کامیاب ہوئے اس کامیابی پر خدا تعالے نے خود انکو سرٹیفکیٹ دیا ہے۔ فرمایا۔

نادینہ ان یا براھیم قد
صدقت الرویا انا کذلک
نجزی المحسنین۔

ہم نے اسے پکارا اے ابراہیم بے شک تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا اور ہم بھی ایسے اچھے کام کرنے والوں کو اچھا بدلہ دیتے ہیں۔

یہ کریڈٹ حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ کو جو اللہ تبارک و تعالے نے دیا۔ اس پر ہی بس نہیں کیا بلکہ اطاعت و فرمانبرداری کے اس مکمل عمل کو اس درجہ پسند فرمایا کہ رہتی دنیا تک قربانی کی اس سنت کو قائم کر دیا اور ہر مستطیع مسلمان پر یہ عمل ضروری ٹھہرایا تاکہ اپنے پیارے کی پیاری اور پر خلوص قربانی کا نمونہ زندہ رہے۔

قربانی کی وہ روح جو حضرت ابراہیمؑ نے قائم کرکے دکھلائی۔ خدا کرے کہ آج کل کے کروڑوں مسلمانوں کا فریضہ قربانی حضرت ابراہیمؑ کے عظیم جذبہ کو اپنے اندر لئے ہوئے ہو اور محض رسم و رواج بن کر نہ رہ جائے۔

ضرورت ہے کہ قربانی کے حقیقی مقاصد کو بروئے کار لا کر اطاعت شعاری اور فرمانبرداری کے مفید نتائج پیدا کرکے خالق و مخلوق کا رشتہ قریب تر کیا جائے۔ اور عبد و معبود اور خالق و مخلوق کے تعلق کو لطف و عنایات کی نعمتوں اور فضلوں سے استوار کیا جائے۔

خط و کتابت کرتے وقت
چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔ منیجر

نظام جسم میں صحت مندانہ انقلاب کیلئے
معجون اکسیر الابدان

- کیا آپ ہر وقت تھکاوٹ محسوس کرتے ہیں؟
- کیا آپ کا کام کاج ہی میں دل نہیں لگتا؟
- کیا آپ بے خوابی کا شکار ہیں؟
- کیا آپ کو پیشاب بار بار آتا ہے؟
- تو آپ صرف ایک بار معجون اکسیر الابدان ضرور استعمال فرمادیں۔

معجون اکسیر الابدان

کے چند روزہ استعمال ہی سے نئی طاقت پیدا ہو جاتی ہے
قیمت -۵۰ / ۱۲ (بارہ روپے پچاس پیسے) علاوہ محصول ڈاک ۲-۲۔ پتہ:۔
دواخانہ مسیح الملک ۳۳۵ گلستان کالونی مصطفیٰ آباد لاہور

مولانا شیخ عبدالرحمان صاحب مصری

"محدث ہونے کا اقرار ۱۹۰۱ء سے قبل اور ۱۹۰۱ء سے بعد یعنی دونوں زمانوں کی کتب میں"

(۱)

جماعت ربوہ کا ایک اہم لیکن مغالطہ آمیز مطالبہ

علماء ربوہ کی طرف سے اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سن ۱۹۰۱ء کے بعد کبھی اپنے آپ کو محدث نہیں لکھا اور یہ قول ان کے نزدیک زبردست دلیل ہے اس بات پر کہ حضور نے ۱۹۰۱ء کے بعد زمرۂ محدثین یا اولیاء سے نکال کر اپنے آپ کو زمرۂ انبیاء میں داخل کر دیا تھا چنانچہ قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری نے بھی اپنی کتاب "بستان مسیح موعود" میں خاکسار سے اپنی مندرجہ ذیل عبارت میں یہی سوال کیا ہے لکھتے ہیں:۔

"شیخ صاحب! (مراد خاکسار) اگر آپ یہ کہنے میں سچے ہیں کہ حضرت اقدس نے افضلیت کے عقیدہ میں تبدیلی کے ساتھ اپنی نبوت کے عقیدہ میں کوئی تبدیلی نہیں کی تو پھر آپ ہمارے سامنے حضرت اقدس کی سن ۱۹۰۱ء سے بعد کی کوئی تحریر پیش کریں جس میں حضور نے اپنی نبوت کو ناقصہ نبوت قرار دیا ہو یا یہ لکھا ہو کہ میری نبوت سے مراد محض محدثیت ہے"

(صفحہ ۱۹۱-۱۹۲)

پھر صفحہ ۱۹۴ پر لکھتے ہیں:۔

"اگر شیخ مصری صاحب کا یہ قول درست ہے کہ ازالہ اوہام اور حقیقۃ الوحی کی تحریروں میں سرِ مو فرق نہیں تو وہ ایک ہی عبارت "حقیقۃ الوحی" سے ایسی پیش کریں جس میں حضور نے اپنے آپ کو نبی بمعنی محدث یا ناقص نبی کہا ہو ناممکن ہے کہ شیخ صاحب ایسی عبارت پیش کر سکیں"

علماء ربوہ سے ایک سوال

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم اور اسی کی عطا کردہ توفیق سے قاضی صاحب کے ناممکن کو خاکسار ممکن بنا کر دکھلا دیگا۔

لیکن اس سے قبل میں علماء ربوہ سے عموماً (کیونکہ یہ سوال تمام علماء ربوہ کی طرف سے اکثر کیا جاتا ہے) اور قاضی صاحب سے خصوصاً یہ دریافت کرنے کا حق رکھتا ہوں کہ جبکہ آپ صاحبان کو یہ مسلّم ہے کہ سن ۱۹۰۱ء سے قبل حضور اپنے آپ کو ہمیشہ زمرۂ محدثین کا فرد ہی قرار دیتے رہے ہیں تو اس اصل کی رو سے جو تمام محققین کے نزدیک مسلّم ہے کہ ایک دفعہ کا اقرار قائم رہے گا جب تک انکار نہ دکھلایا جائے آپ اس سوال کا جواب دینے کے ذمہ دار ہیں یا نہیں کہ حضور نے محدث ہونے سے انکار کہاں کیا ہے اگر آپ غور کریں گے تو ازراہِ انصاف یہ ذمہ داری آپ پر ہی عائد ہوتی ہے کہ آپ محدث کہلانے سے حضور کا انکار دکھلائیں اقرار تو موجود ہے جس کے آپ بھی قائل ہیں، اب انکار دکھلانا آپ کا کام ہے۔ ہر منصف مزاج کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ کسی مصنف کا اپنی تصنیف میں کسی بات کا اقرار خواہ وہ اپنی تصنیف کے بالکل ابتداء میں ہی کیا گیا ہو آخر تک قائم رہے گا جب تک اس کی طرف سے اس کا انکار ثابت نہ ہو اور یہاں تو صرف ایک تصنیف میں نہیں بلکہ آپ لوگوں کے اپنے قول کے مطابق بھی متعدد تصنیفوں میں حضور کا یہ اقرار موجود ہے لیکن انکار کسی ایک تصنیف میں بھی نہیں پایا جاتا اگر ایسا ہے تو مہربانی فرما کر حضور کی تمام تصانیف میں سے حضور کا ایک ہی قول پیش کریں جس میں حضور نے لکھا ہو کہ میری نبوت نبوتِ ناقصہ نہیں بلکہ کاملہ یا تامہ نبوت ہے یا یہ لکھا ہو کہ میں محدث نہیں ہوں، اس صراحت کے خلاف کہ میری وحی وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت ہے یہ لکھا ہو کہ میری وحی وحی ولایت نہیں بلکہ وحی نبوت ہے کیونکہ نبی تو وحی نبوت سے ہی نبی بن سکتا ہے بغیر اس کے تو کوئی شخص نبی بن ہی نہیں سکتا پس قاضی صاحب کے الفاظ کو ہی دہراتے ہوئے میں کہتا ہوں کہ ناممکن ہے کہ قاضی صاحب یا دیگر علماء ربوہ مندرجہ بالا امور میں سے کوئی ایک امر بھی حضور کی کسی تصنیف سے دکھلا سکیں۔

سن ۱۹۰۱ء کے بعد کی تصنیف سے محدث ہونے کا اقرار

بہرحال چونکہ میری غرض محض احقاق حق اور ابطال باطل ہے اس لئے علماء ربوہ پر حجت تمام کرنے کی غرض سے میں بتوفیقہ تعالیٰ ان کے مطالبہ کو بھی پورا کئے دیتا ہوں۔ ان کے مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے کئی طریق ہیں اس لئے اس مختصر مقالہ میں تمام طرق تو استعمال نہیں کئے جا سکتے البتہ چند اقساط میں ہی انشاء اللہ تمام طرق کو پیش کیا جائے گا۔ سردست ذیل میں صرف ایک ہی طریق کو پیش کیا جاتا ہے اور وہ طریق یہ ہے۔

دعوئے مسیحیت کے ساتھ ہی محدثیت کا اقرار

حضور دعوئے مسیحیت کے معاً بعد اپنی پہلی کتاب "توضیح مرام" کے صفحہ ۱۶ پر فرماتے ہیں:۔

"اب ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے ہادی اور سید و مولیٰ جناب سید المرسلین نے مسیح اوّل اور مسیح ثانی میں مابہ الامتیاز قائم کرنے کے لئے صرف یہی نہیں فرمایا کہ مسیح ثانی ایک مرد مسلمان ہوگا اور شریعت قرآنی کے موافق عمل کرے گا اور مسلمانوں کی طرح صوم و صلوٰۃ وغیرہ احکام فرقانی کا پابند ہوگا اور مسلمانوں میں پیدا ہوگا اور ان کا امام ہوگا اور کوئی جداگانہ دین نہ لائے گا اور کسی جداگانہ نبوت کا دعوے نہیں کرے گا بلکہ یہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ مسیح اوّل اور مسیح ثانی کے حلیہ میں بھی فرق بیّن ہوگا۔"

عبارت مندرجہ بالا میں علاوہ اور باتوں کے یہ بات خصوصیت سے بیان کی گئی ہے کہ اس امت میں ظاہر ہونے والا مسیح نہ جداگانہ دین لائے گا اور نہ جداگانہ نبوت کا دعوے کرے گا۔ یعنی بالالفاظ دیگر اس میں نبوتِ محمدیہ ہی جلوہ گر ہوگی اور یہ حقیقت حضور کی دونوں جماعتوں میں مسلم ہے کہ مندرجہ بالا قول کو حیزِ تحریر میں لانے کے وقت حضور کا یہی مذہب تھا کہ جس امتی میں نبوۃ محمدیہ جلوہ گر ہوتی ہے وہ نبی نہیں بلکہ محدث ہی ہوتا ہے۔

اب اگر سن ۱۹۰۱ء کے بعد کی کسی کتاب میں بعینہٖ یہی قول موجود ہو تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس کتاب میں بھی حضور اپنے آپ کو محدث ہی ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔

کتاب "نزول المسیح" کی عبارت

اب میں حضور کی کتاب "نزول المسیح" کی مندرجہ ذیل عبارت کی طرف علماء ربوہ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں جو سن ۱۹۰۱ء کے بعد کی کتاب ہے جس میں کتاب "توضیح مرام" کی پیش کردہ عبارت کی نہ صرف تائید واضح طور پر پائی جاتی ہے بلکہ اس میں حضور نے صریح طور پر اپنے آپ کو زمرہ اولیاء کا فرد بھی ظاہر فرما دیا ہے وہ عبارت یہ ہے:۔

"اگر یہ ثابت شدہ امر ہے کہ خدا کے مخالفت اور اس کے ارادہ کے مخالف جو آسمان پر کیا گیا ہو ہمیشہ ذلت اور شکست اٹھاتے ہیں تو پھر ان لوگوں کے لئے بھی ایک دن ناکامی اور نامرادی اور رسوائی درپیش ہے خدا کا فرمودہ کبھی خطا نہیں گیا اور نہ جائے گا وہ

> فرماتا ہے کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی یعنی خدا تعالےٰ نے ابتداء سے لکھ چھوڑا ہے اور اپنا قانون اور اپنی سنّت قرار دے دیا ہے کہ وہ اور اس کے رسول ہمیشہ غالب رہیں گے
>
> پس چونکہ میں اس کا رسول یعنی فرستادہ ہوں (فرستادہ کے لفظ سے حضور نے بتلا دیا کہ رسول کا لفظ حضورؑ کے لئے محض لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے شرعی اصطلاح میں نہیں اور یہی بات حضورؑ ۱۹۰۱ء سے قبل کی کتب میں بھی لکھتے رہے ہیں۔ ناقل) مگر بغیر کسی نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے بلکہ اسی نبی کریم خاتم الانبیاء کا نام پاکر اور اسی میں ہو کر اور اسی کا مظہر بن کر آیا ہوں اس لئے میں کہتا ہوں کہ جیسا کہ قدیم سے یعنی آدم کے زمانہ سے لے کر آنحضرت صلعم تک ہمیشہ مفہوم اس آیت کا سچا نکلتا آیا ہے ایسا ہی اب بھی میرے حق میں سچا نکلے گا۔"

مندرجہ بالا عبارت میں الفاظ "بغیر کسی نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے" کیا "توضیح مرام" والے الفاظ کا اعادہ ہی نہیں اگر ہے اور یقیناً ہے تو ان الفاظ کا جو مفہوم اس کتاب میں لیا گیا ہے اور وہ علماء ربوہ کو بھی مسلّم ہے تو وہی مفہوم "نزول المسیح" کے مندرجہ بالا الفاظ کا علماء ربوہ کیوں نہیں لیتے۔ اگر ان الفاظ سے مراد وہاں محدثیت ہی ہے تو یہاں ان الفاظ سے محدثیت مراد لینے میں علماء ربوہ کے لئے کیا روک ہے۔

حضرت اقدسؑ کی اپنی وضاحت

لیکن حضرت اقدسؑ نے قارئین پر ہی مراد کی تعیین نہیں چھوڑی بلکہ مندرجہ بالا عبارت کے حاشیہ پر خود ہی اس کی وضاحت بھی فرمادی ہے تا علماء ربوہ کے لئے چون چرا کی قطعاً کوئی گنجائش باقی نہ رہے حاشیہ میں فرماتے ہیں:۔

> "یہ قول اس حدیث کے مطابق ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ آنے والا مہدی اور مسیح موعود میرا اسم پائے گا اور کوئی نیا اسم نہیں لائے گا یعنی اس کی طرف سے کوئی نیا دعویٰ نبوۃ اور رسالت کا نہیں ہوگا بلکہ جیسا کہ ابتداء سے قرار پاچکا ہے وہ محمدی نبوت کی چادر کو ہی ظلی طور پر اپنے پر لے گا اور اپنی زندگی اسی نام پر ظاہر کرے گا۔"

اس عبارت میں صراحت سے واضح کر دیا کہ نئی نبوت اور نئی رسالت کی نفی سے مراد یہی ہے کہ محمدی نبوت کی چادر اوڑھ کر ہی آئے گا دوسری جگہ اس مفہوم کو ان الفاظ میں ادا کیا کہ نبوت محمدیہ اس میں جلوہ گر ہوگی اور جب یہ ثابت ہوچکا ہے کہ نئی نبوت کا دعوےٰ نہ کرنے والا محدث ہی ہوتا ہے تو جس طرح ۱۹۰۱ء سے قبل حضور نے اپنے آپ کو ان الفاظ کے ذریعہ محدث قرار دیا اسی طرح ۱۹۰۱ء کے بعد بھی انہی الفاظ کے ذریعہ اپنے آپ کو محدث ہی ظاہر کیا۔ ایک مفہوم کو ادا کرتے ہوئے

مزید وضاحت

لیکن اس کے بعد اس حقیقت کی مزید وضاحت کرتے ہوئے اسی حاشیہ میں فرماتے ہیں:۔

> "اس نکتہ کو یاد رکھو کہ میں رسول اور نبی نہیں ہوں یعنی باعتبار نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے اور میں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے اگر میں کوئی علیحدہ شخص نبوت کا دعوےٰ کرنے والا ہوتا تو خدا تعالےٰ میرا نام محمد اور احمد اور مصطفےٰ اور مجتبیٰ نہ رکھتا اور نہ خاتم الانبیاء کی طرح خاتم الاولیاء کا مجھ کو خطاب دیا جاتا بلکہ میں کسی علیحدہ نام سے آتا لیکن خدا تعالےٰ نے ہر ایک بات میں وجود محمدی میں مجھے داخل کر دیا یہاں تک کہ یہ بھی نہ چاہا کہ یہ کہا جائے کہ میرا کوئی الگ نام ہو"

اس پہلی حقیقت کو دوہراتے ہوئے صاف الفاظ میں فرمادیا کہ یہ حقیقت جس امتی کے وجود میں پائی جائے یعنی جس امتی میں نبوت محمدیہ جلوہ گر ہو وہ امتی جماعت انبیاء کا نہیں بلکہ جماعت اولیاء کا فرد ہوتا ہے اور یہ بات خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء کے تقابل سے واضح ہو رہی ہے حضرت نبی کریم صلعم کی شان میں تو فرمایا کہ آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور اپنے متعلق فرمایا مجھے اللہ تعالےٰ کی طرف سے خاتم الاولیاء کا خطاب دیا گیا ہے کیا اس سے بھی واضح اس امر کا ثبوت ہو سکتا ہے کہ حضور نبی کریم صلعم کا بروز اور ظل ہونے کی حیثیت سے زمرۂ انبیاء میں نہیں بلکہ زمرۂ اولیاء میں ہی داخل کئے جاسکتے ہیں۔

اسی لئے حضور نے فرمایا کہ النبی کالاصل والولی کالظل اور اسی لئے فرمایا قد اتفق اھل القلوب علی ان الولایۃ ظل للنبوۃ اور پھر اسی لئے فرمایا:۔

انبیاء در اولیاء جلوہ دہند
ہر زماں آیند در رنگ دگر ٭

آئندہ قسط میں مزید ثبوت پیش کیا جائیگا

گو اس طریق سے بھی علماء ربوہ کا یہ مطالبہ پورا ہو جاتا ہے کہ کیا حضور نے ۱۹۰۱ء کے بعد کی کسی کتاب میں اپنے آپ کو محدث کہا ہے لیکن انشاء اللہ وبتوفیقہ آئندہ قسط میں مزید طریق سے بھی دکھلایا جائے گا کہ ۱۹۰۱ء کے بعد کی کتب میں بھی حضورؑ نے صریح الفاظ میں اپنے آپ کو محدث کہا ہے۔

قرارداد ہائے تعزیت

(۱)

آج مؤرخہ ۱۲ مارچ ۱۹۶۸ء کو جناب چوہدری عبدالحمید صاحب ہیڈ ماسٹر کی زبانی یہ نہایت المناک خبر سنی گئی کہ حضرت مولانا احمد علی صاحب برادر خورد حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ امیر جماعت احمدیہ لاہور اس جہانِ فانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔

چنانچہ اساتذہ مسلم ہائی سکول ۱ لاہور کا ایک غیر معمولی اجلاس زیر صدارت جناب چوہدری عبدالحمید صاحب ہیڈ ماسٹر منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں حسب ذیل قرارداد متفقہ طور پر پاس ہوئی۔

(۱)۔ یہ اجلاس حضرت مولانا احمد علی صاحب مرحوم مغفور کی وفات حسرت آیات پر گہرے دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔

(۲)۔ ہم سب صدمۂ جانکاہ میں مرحوم و مغفور کے صاحبزادگان چوہدری فضل حق صاحب، چوہدری عبدالحق صاحب ہیڈ ماسٹر سکول ۲، چوہدری احسان الحق صاحب اور دیگر لواحقین کے رنج و غم میں برابر کے شریک ہیں۔

(۳)۔ ہم سب حضرت مولینا مرحوم کی روح پر فتوح کو ثواب بھیجنے کے لئے بارگاہ ربّ العزت میں دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

(۴)۔ ہم بارگاہ باری تعالےٰ سے اس بات کے لئے بھی ملتجی ہیں۔ کہ خداوند تعالےٰ مرحوم و مغفور کے صاحبزادگان اور تمام لواحقین کو صبر و استقامت کی توفیق عطا فرمائے۔

(۵) اس قرارداد کی ایک ایک کاپی چوہدری عبدالحق صاحب اور چوہدری فضل صاحب کی خدمت میں ارسال کی جائے۔

برکت علی سٹاف سیکرٹری مسلم ہائی سکول ۱ لاہور

(۲)

آج بتاریخ ۱۲ مارچ۔ اساتذہ کرام کا ایک ہنگامی اجلاس زیر صدارت سید منور حسین سیکنڈ ماسٹر منعقد ہوا۔ چوہدری عبدالحق صاحب کے والد بزرگوار کو ایصالِ ثواب کے لئے فاتحہ خوانی ہوئی اور متفقہ طور پر مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس کیا گیا۔

"ہم اساتذہ مسلم ہائی سکول ۲ لاہور۔ چوہدری عبدالحق صاحب کے والد بزرگوار کی رحلت پر دلی غم و رنج کا اظہار کرتے ہیں اور صمیم قلب سے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ مرحوم ایک متقی، پارسا اور دیندار انسان تھے خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

چوہدری صاحب کو ان کی ناگہانی وفات سے جو ناقابل تلافی ذہنی اور روحانی صدمہ پہنچا ہے ہم اس میں برابر کے شریک ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ چوہدری صاحب کو اس حادثہ جانکاہ کے برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔

(ا) اس ریزولیوشن کی ایک نقل اظہار تعزیت کیلئے چوہدری صاحب کو سا

بدوملہی میں ڈاکٹر مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب
کی دوسری تقریر

(بسلسلہ اشاعت مورخہ ۲۸ فروری سنہ ۱۹۶۸ء)

میں ڈاکٹر صاحب نے چوہدری سید احمد صاحب رئیس بدوملہی کی صدارت میں حاضرین کو خطاب کیا۔ یہاں مستورات کے لئے پردہ کا انتظام تھا۔ اور مستورات کافی تعداد میں موجود تھیں۔ ڈاکٹر صاحب نے یہاں پر عیسائی مذہب کے غلط عقائد مثلاً تثلیث۔ گناہ کا ورثہ میں ہونا۔ اور کفارہ پر سیر حاصل بحث فرمائی۔

آپ نے فرمایا۔ عیسائی پادری جب ۳ = ۱ ثابت نہیں کر سکتے تو کہتے ہیں۔ کہ یہ عقل سے بالا ہے۔ ہم ان کو کہتے ہیں۔ کہ پادری صاحب یہ عقل کے خلاف ہے نہ کہ عقل سے بالا۔ ایک چھوٹے بچے کے لئے جو مربع کا مطلب ابھی نہیں جانتا یہ مساوات (ج²) - 6=3ج عقل سے بالا ہو سکتی ہے۔ اسی طرح گناہ کے وراثت میں ملنے کا اصول بھی بالکل غلط ہے۔ پہلے ہم پادری صاحب سے گناہ کی تعریف پوچھتے ہیں۔ تو پتہ لگتا ہے کہ گناہ خدا تعالےٰ کے عطا کردہ قویٰ اور انعامات کے غلط استعمال کا نام ہے۔ اور اگر ہمارے قوے ہی اللہ تعالےٰ نے ایسے بنائے ہیں۔ جو ہم غلط طور پر استعمال کرنے پر مجبور ہیں۔ تو ہمارا کیا قصور ہے اور ہم پر گرفت کیسی؟

اور اس طرح سے کفارہ کا عقیدہ بھی نامعقول بیٹا ملعون موت مرنے کے لئے بھیجا۔ پھر ہم ان پادریوں سے یہ پوچھتے ہیں۔ کہ کیا خدا مر بھی سکتا ہے؟ تو اس کا جواب نفی میں دیتے ہیں۔ لہذا حضرت عیسےٰؑ مصلوب ہوئے اور تین دن مرے رہے۔ کیا خدا مرا رہا؟ وہ تو مر نہیں سکتا پس حضرت عیسےٰؑ جو مرے وہ انسان ہی تھے۔ پھر کیا قتل زید کرے اور بکر کو پکڑ کر زید کے قصور میں صلیب پر چڑھا دیا جائے۔ تو وہ اس کا کفارہ ہو سکتا ہے؟ ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ یہ تو ظلم ہے۔

یہاں مولانا صاحب نے بتایا۔ کہ وہ لوگ مذہب کی روح سے ناواقف ہیں۔ ایک دفعہ ایک خاتون جو کسی وجہ سے بہت پریشان تھی میرے پاس آئی۔ تو میں نے انہیں کہا کہ خدا سے دعا کرو وہ تمہاری اس پریشانی کو دور کرے گا تو اس نے کہا بھلا میں ایسے خدا سے کیا مانگوں جو اپنے اکلوتے بیٹے کو نہ بچا سکا۔

اس کے مقابل اسلام کا اصول کہ ما کسبت وعلیها ما اکتسبت بالکل صحیح ہے۔ الغرض ڈاکٹر صاحب نے بتایا۔ کہ عیسائیت یورپ میں اپنی نامعقولیت کی وجہ سے ختم ہو رہی ہے، وہ لوگ حق اور اسلام کے پیاسے ہیں۔ اب مسلمانوں کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ وہاں جائیں اور قرآن کریم سے حضور صلعم کی سیرت پیش کریں۔

حاضرین مولانا یحییٰ صاحب کی تقریر سے خوب لطف اندوز ہوئے۔ اس کے بعد ہیڈ ماسٹر عبدالحفیظ صاحب نے مولانا صاحب چوہدری فضل حق صاحب اور مسٹر محبوب اشرف صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ ان نامعقول عقائد کو انگریزی میں Dogmas کہتے ہیں ان کے خلاف یورپ میں دانا اور عقلمند لوگوں نے جو اپنے آپ کو Rationalists کہتے ہیں، ایک سلسلہ Rational Series پڑھا لکھا طبقہ ان سے متاثر ہو کر اسلام سے دور جا رہا ہے حالانکہ اسلام میں کوئی Dogmas نہیں ہیں۔ مثلاً کفارہ کا غلط اور نامعقول ہونا واقعات سے بھی ثابت ہے۔ جب کوئی عیسائی حضرت عیسےٰؑ کے مصلوب ہونے پر ایمان لائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اس کے گناہوں کا کفارہ کیسے ہو گیا۔ کیا اب وہ گناہ کرنے کے قابل نہیں رہا اور معصوم ہو گیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ وہ گناہ پر زیادہ دلیر نظر آتا ہے۔ پھر کیا گناہ کرنے کے بعد کفارہ نے اس کو سزا سے بچا لیا ہے۔ یہ بھی ہرگز درست نہیں کیونکہ بائبل میں ہر انسان کے لئے گناہ کی سزا یہ ملی کہ مرد ماتھے کے پسینہ سے روٹی کمائے گا اور عورت درد زہ سے بچہ جنے گی۔ ہر دو سزائیں (اگر یہ گناہ کی سزائیں ہیں) عیسائیوں کو کفارہ پر ایمان لانے کے بعد بھی اسی طرح سے مل رہی ہیں۔ پھر کفارہ کیسا ہے؟ اس کے برعکس اسلام معقولیت پسند ہے اور عقل اور فکر کو دعوت دیتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ کہ دنیا میں حق دلائل کی وجہ سے زندہ رہتا ہے اور باطل دلائل کی کمی کی وجہ سے مرتا ہے اور اس وقت کے امام نے جو سب سے پہلی کتاب لکھی تو اس کا نام بھی براہین احمدیہ رکھا۔ جس میں دلائل سے

سٹار بناسپتی

اصلی گھی کا بہترین بدل
صحت اور توانائی کیلئے

۱۰ پونڈ
۵ پونڈ
۲½ پونڈ

دی پنجاب ویجی ٹیبل گھی اینڈ جنرل ملز لمیٹڈ، وہاڑی

اچھے لوگ عمدہ لباس پسند کرتے ہیں

پریمیئر فیبرکس
اپنی
سادگی اور پائیداری کے لئے مشہور ہیں

امریکن روئی سے تیار شدہ PCM-84 لٹھا اور سنہری چسٹر پاپلین

لٹھا — 55000
〃 — EX-5
〃 — 7000
〃 — پرچم
پاپلین۔ چاندنی
〃 ۔ سفینہ
〃 ۔ ظفر
〃 ۔ شہزادی
〃 ۔ سخیرازی
4640 ۔ ۔ ۔
کیمرک رنگدار۔ PCM-72
کیمرک سفید۔ EX-259
دائل — V-445
ٹسر — PCM-75

سوت ہر قسم سنگل و ڈبل۔ بنڈلوں اور کونوں میں

المشتہر
کمرشل آفیسر، پریمیئر کلاتھ ملز لمیٹڈ۔ لائلپور
(ٹیلیفون نمبر 2102، 2166، 4917، 2548 ——)

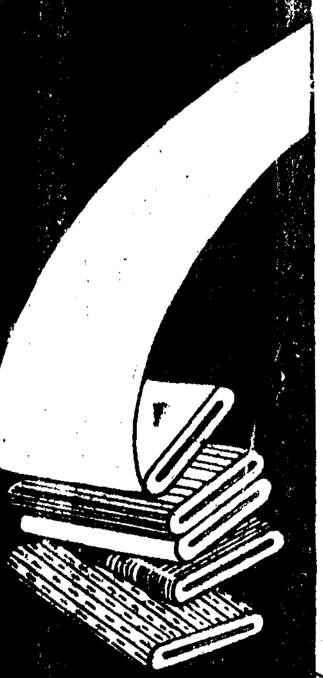
کالونی سرحد
کے پارچاجات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا
کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل کوٹ۔ نوشہرہ

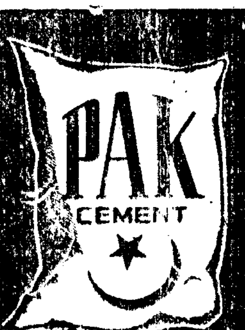

پاک سیمنٹ فاروقیہ
یادگار عمارتیں
پائیدار سیمنٹ
پاک سیمنٹ فاروقیہ
پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ
فاروقیہ (ضلع ہزارہ)
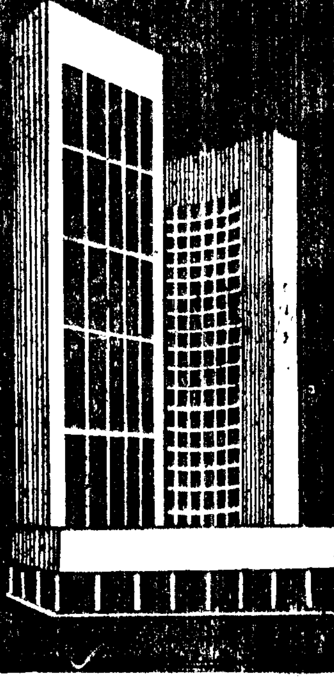

ABL
آسٹریلیشیا بنک
ہمارا نصب العین
بنک کاری میں مخلصانہ خدمت
اور اعلیٰ کارگزاری
آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ
قائم شدہ سنہ ۱۹۴۲ء
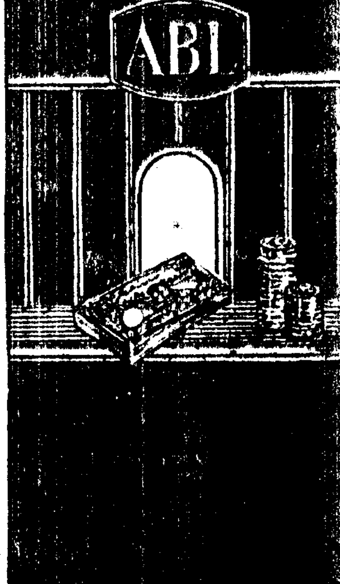

بواسیر کا بہترین علاج
گیارہ روپے میں بواسیر کا مکمل علاج
بواسیر خونی ہو یا بادی، مستے اندر ہوں یا باہر، ہر عمر کے آدمی کے لئے بے ضرر علاج۔
خط لکھ کر کتاب آب حیات منگا کر
مفت
اپنی صحت و مسرت کو چار چاند لگائیے
چشتیہ دواخانہ شیدوج
ڈاک خانہ جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان

آفتاب الدین احمد
ہومیوپیتھک دارالشفاء
سہ ماہی اول (نومبر۔ دسمبر۔ جنوری) میں سات ہزار سے زائد مریض آئے جن کو مفت دوا دی گئی۔ ہومیوپیتھک طریق علاج کے مؤثر اور بے ضرر ہونے کی وجہ سے اکابرین جماعت نے بھی امداد فرمایا۔
آپ کی عنایت اور تعاون کا شکریہ
اعزازی مہتمم دارالشفاء

کعابی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نورالٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے خدا نور ہدیٰ از مشرق رحمت برآر

گمرہاں را چشم کن روشن زِ آیات مبیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۳۸

ٹیلی فون نمبر ۳۷۳۷
تار کا پتہ۔ تبلیغ لاہور

ہفت روزہ
پیغام صلح
لاہور
"پاکستان"

جلد ۵۶ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۷ مارچ ۱۹۶۸ء | نمبر ۱۲

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
مَیں تیرے خالص محبّوں کا گروہ بھی
بڑھاؤں گا۔ اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دُوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور انکی جماعت کا مذہب

ما مُسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰؐ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

(۱)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
(۲) قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ ہوگی۔
(۳) سب صحابہؓ اور ائمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
(۴)۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
(۵)۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۶) اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

بدگمانی سے بچو۔ تجسّس اور عیب جوئی نہ کرو

کسی کے پیغامِ نکاح پر اپنا پیغام نہ دو

عن ابی ھریرۃ یاثر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تجسسوا ولا تحسسوا ولا تباغضوا وکونوا اخوانًا ولا یخطب الرجل علیٰ خطبۃ اخیہ حتّٰی ینکح او یترک۔

ترجمہ:۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا بدگمانی سے بچو۔ کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔ اور ایک دوسرے کے بھید نہ ٹٹولو اور نہ عیب جوئی کرو اور نہ آپس میں بغض رکھو اور بھائی بھائی ہو جاؤ۔ اور کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغامِ نکاح پر پیغامِ نکاح نہ دے یہاں تک کہ وہ نکاح کرلے یا چھوڑ دے۔

فضل الباری شرح صحیح بخاری۔ کتاب النکاح

ہفت روزہ پیغام صلح:۔ خود پڑھنے کے بعد حلقہ احباب تک پہنچائیں۔

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے وہ کام کیا جو نہ الگ الگ اور نہ مِل مِل کر کسی سے ہوسکتا تھا۔

ارشادات حضرت امام الزّمان مسیح موعود علیہ السّلام

جہاں تک غور کرتے جاؤ۔ یہ پتہ ملے گا۔ کہ کوئی نبی اس مبارک نام کا مستحق نہ تھا۔ یہاں تک کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آگیا۔ اور وہ ایک خارستان تھا جس میں نبی کریمؐ نے قدم رکھا۔ اور ظلمت کی انتہاء ہو چکی تھی۔ میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ کیا جاتا اور کُل نبی جو اس وقت تک گذر چکے تھے سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور اصلاح کرنا چاہتے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی، ہرگز نہ کر سکتے۔ اُن میں وہ دل وہ قوّت نہ تھی۔ جو ہمارے نبی کو ملی تھی۔ اگر کوئی کہے کہ یہ نبیوں کی معاذ اللہ سوء ادبی ہے۔ تو نادان مجھ پر افتراء کرے گا۔ میں نبیوں کی عزت اور حرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں لیکن نبی کریمؐ کی فضیلت کل انبیاء پر میرے ایمان کا جزوِ اعظم ہے۔ اور میرے رگ و ریشہ میں ملی ہوئی بات ہے۔ یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو نکال دوں۔ بدنصیب اور آنکھ نہ رکھنے والا جو چاہے سو کہے۔ ہمارے نبی کریم صلعم نے وہ کام کیا جو نہ الگ الگ اور نہ مل مل کر کسی سے ہوسکتا تھا۔ اور یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یّشاء

رسول اللہ صلعم کے واقعات پیش آمدہ کی اگر معرفت ہو۔ اور اس بات پر پوری اطلاع ملے کہ اس وقت دنیا کی کیا حالت تھی۔ اور آپ نے آکر کیا کیا۔ تو انسان وجد میں آکر اللھم صل علیٰ محمد کہہ اُٹھتا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں۔ یہ خیالی اور فرضی بات نہیں ہے۔ قرآن شریف اور دنیا کی تاریخ اس امر کی پوری شہادت دیتی ہے کہ نبی کریمؐ نے کیا کیا اور وہ کیا بات تھی۔ جو آپ کے لئے مخصوص فرمایا گیا۔ انّ اللہ وملائکتہ یصلون علی النّبی یا ایھا الذین امنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیما۔ کسی دوسرے نبی کے لئے یہ صدا نہیں آئی۔ پوری کامیابی پوری تعریف کے ساتھ یہی ایک انسان دنیا میں آیا جو محمّد کہلایا۔ صلی اللہ علیہ وسلّم۔

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۱۷۴-۱۷۵)

شذرات

(شاہین)

جانوروں سے تشبیہات

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم کی مثالیں دے کر حق و باطل میں نمایاں فرق کو واضح فرمایا ہے۔ اور جہاں یہ فرمایا کہ "وکلمۃ اللہ ھی العلیا" ہمیشہ حق ہی بلند و بالا رہتا ہے وہاں "وما یبدئ الباطل وما یعید" کہہ کر قرآن پاک کے مضبوط اصولوں کے سامنے باطل عقائد کے ہمیشہ کے لئے خاتمے کا اعلان بھی فرما دیا ہے۔ اس جگہ ان مشابہتوں اور تمثیلوں کا ذکر مضمون کی مناسبت کے لحاظ سے کیا جاتا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے بعض طبقات اور گروہوں کو بعض جانوروں کے ساتھ تشبیہہ دی ہے اور ان جانوروں کی خاصیات اور خصلتوں کے ضمن میں ان طبقات یا قوموں اور گروہوں کے عادات و خصائل کا بیان فرمایا ہے۔

(۱) مکڑی سے مشابہت

اسلام کے مقابلہ میں کفر کو مکڑی کے جالے سے تشبیہہ دیتے ہوئے فرمایا:۔

"ان لوگوں کی مثال جو اللہ کے سوا دوست
بناتے ہیں مکڑی کی مثال کی طرح ہے وہ
ایک گھر بناتی ہے اور یقیناً سب گھروں
سے کمزور مکڑی کا گھر ہے" (عنکبوت)

اس مثال میں پیشگوئی فرمائی کہ شرک آخر کار دنیا سے اُٹھ جائے گا کیونکہ وہ مکڑی کے جالے کی طرح ہے جو نہایت کمزور چیز ہے کفار کو بتلایا کہ اُن کے شریک جنہیں وہ اپنا مددگار سمجھتے ہیں ان کی کمزوری مکڑی کے جالے کی طرح ہے جو ایک ہوا کے جھونکے کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتا۔ نیز بتلایا کہ مخالفین اسلام جو تدابیر اسلام کے خلاف کرتے ہیں ان کی حیثیت ایک مکڑی کے جالے سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اور آخر کار اسلام کامیاب و کامران ہوگا۔

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ یورپ میں ایک ایسی مکڑی بکثرت پائی جاتی ہے جس کی پشت پر ✝ نمایاں ہوتا ثبوت اس امر کا ہے کہ اصل تثلیث کا مذہب مکڑی کی طرح کمزور و ناتواں ہے۔ اور یہ مذہب خدا کی طرف سے نہیں۔

ہ صلیب کا نشان جس سے [illegible]

(۲) مکھی سے مشابہت

معبودانِ باطل اور پرستارانِ باطل کی کمزوری اور عاجزی کے ذکر میں قرآن نے فرمایا:۔

"اے لوگو ایک مثال بیان کی جاتی ہے سو
اسے سُن رکھو وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے
ہو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے گو وہ
سب اس کے لئے اکٹھے ہو جائیں اور
اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے
تو اسے اس سے چھڑا نہیں سکتے طالب
اور مطلوب دونوں کمزور ہیں" (الحج)

اس جگہ معبودانِ باطل کی کمال درجہ کی کمزوری بیان کی گئی ہے کہ تمام دنیا میں جس قدر انسانوں یا دوسری چیزوں کو معبود بنایا جاتا ہے وہ خدائے واحد کے مقابل پر ایک مکھی کی حیثیت بھی نہیں رکھتے اور ان میں ایک مکھی کے پیدا کرنے کی بھی صلاحیت نہیں ہے بلکہ ان کی حالت یہ ہے کہ مکھی اُن سے اس لحاظ سے افضل ہے کہ اُن سے چیز چھین کر لے جائے تو وہ واپس نہیں لے سکتے یہ سورت مکہ کے آخری ایام میں نازل ہوئی اور کس مپرسی کے عالم میں اللہ تعالیٰ نے یہ مثال دے کر سمجھایا کہ باطل کی بنیاد کس قدر کمزور ہے اور ان کی حیثیت ایک مکھی جتنی بھی نہیں ہے اور وہ وقت نزدیک ہے کہ حق اُن پر غالب آ جائے گا۔

(۳) مچھر سے مشابہت

پھر فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ اس بات سے شرم نہیں کرتا
کہ کوئی سی مثال بیان کرے خواہ وہ مچھر کی ہو"
(البقرہ)

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے غایت درجہ کمزور چیز سے باطل معبودوں کی مثال دی ہے۔ عربی زبان کا محاورہ ہے کہ جب کسی چیز کی انتہائی عاجزی اور کمزوری بیان کرنا مقصود ہو تو اسے مچھر سے تشبیہہ دی جاتی ہے۔ اور واقعتہً اسلام کو اس قدر جلدی طاقت نصیب ہوئی کہ کفر اور شرک اس کے مقابل پر مچھر کی طرح مسل کر رکھ دیئے گئے۔

(۴) کُتّے سے مشابہت

جو لوگ احکام الٰہی کو جھٹلاتے ہیں ان کی مثال دیتے ہوئے فرمایا:۔

"تب شیطان اس کے پیچھے گیا سو وہ
گمراہوں میں سے ہو گیا اور اگر ہم چاہتے
تو ان کے ذریعہ سے اس کا مرتبہ بلند کرتے
لیکن وہ زمین کے ساتھ لگ گیا اور
اپنی خواہش کی پیروی کی سو اس کی مثال
کُتّے کی مثال کی مانند ہے اگر تو اس پر
حملہ کرے تو ہانپے اور چھوڑ دے
تو ہانپے"۔ (الاعراف)

جو لوگ احکامِ الٰہی کو جھٹلاتے ہیں یہاں پر ان کی مثال کُتّے سے دی ہے جو ہر حال میں ہانپتا ہے خواہ اس پر کوئی حملہ کرے یا نہ کرے گویا قلق اور اضطراب ہر وقت ایسے انسان کے لاحق حال رہتا ہے اور اطمینانِ قلب سے وہ یکسر محروم ہوتا ہے کیونکہ اطمینانِ قلب تو صرف اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی سے نصیب ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

"اطمینانِ قلب صرف ذکر الٰہی سے میسّر
آتا ہے۔" (الرعد ۲۸)

اس لئے جو شخص الہام الٰہی یا وحی الٰہی کو ردّ کرتا ہے اسے اطمینانِ قلب کیونکر اور کس طرح میسّر آ سکتا ہے۔

(۵) گدھے سے مشابہت

توریت کی تعلیم پر عمل نہ کرنے والوں کے ذکر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"ان لوگوں کی مثال جن پر توریت کا بوجھ
ڈالا گیا پھر انہوں نے اسے نہ اُٹھایا
گدھے کی مثال کی طرح ہے جو کتابیں
اُٹھاتا ہے کیا ہی بُری مثال ان لوگوں
کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے
ہیں" (الجمعہ)

یہاں پر یہ بیان کیا کہ جب کوئی تعلیم خدا تعالیٰ بھیجتا ہے تو اس قوم کو عمل کے لئے مکلف کرتا ہے۔ جو اس تعلیم پر عمل نہیں کرتا وہ گویا گدھے کی طرح ہے کہ اس نے تعلیم سے نفع نہ اُٹھایا اور اپنے اوپر ترا بوجھ لاد لیا۔ اس مثال میں ہر وہ قوم مراد ہے جو خدا کی دی ہوئی تعلیم کو پسِ پشت ڈال کر اپنی خواہشات کی پیروی کرتی ہے۔

(۶) بندر سے مشابہت

یہودیوں کو بندر سے مشابہت دیتے ہوئے فرمایا:۔

"اور بے شک تم ان کو جانتے ہو جو تم
میں سے سبت کے معاملہ میں حد سے
نکل گئے پس ہم نے ان سے کہا کہ تم
ذلیل بندر ہو جاؤ" (البقرہ)

جن قوموں نے عبادات کو محض رسوم اور ارکان کے طور پر ادا کرنا شروع کر دیا اور محض چھلکے پر قناعت کر کے بیٹھ گئے اور مغز سے بے بہرہ ہو گئے انہیں بندر سے مشابہت دے کر بیان کیا کہ یہ تو بندر کی طرح سے نقل کرنے کے مترادف ہے اور یہ واقعہ ہے کہ یہودیوں کی صورتیں مسخ ہو کر وہ بندر نہ بنتے تھے بلکہ ان کے دل مسخ ہو گئے تھے۔ مفردات میں ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کے اخلاق بندروں کے سے ہو گئے تھے۔

(۷) سُور سے مشابہت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جن لوگوں نے مائدہ نازل کرنے کے متعلق خدا سے دُعا کرنے کو کہا تھا انہیں اللہ تعالیٰ نے سؤروں سے تشبیہہ دیتے ہوئے فرمایا:۔

"اور ہم نے اُن میں سے بندر اور سؤر

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۱)

جمہوریہ پاکستان

۲۳ مارچ کا دن پاکستان کی تاریخ میں نہایت اہم اور قابل یادگار دن ہے۔ آج سے اٹھائیس سال پہلے اسی تاریخ کو لاہور کے ایک عظیم الشان جلسہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کے زیر اہتمام مسلمانوں نے قیام پاکستان کی قرارداد پاس کی، اور یہ مطالبہ کیا کہ برصغیر کی آزادی کے موقعہ پر مسلمانوں کی اکثریت کا علاقہ ان کا وطن قرار دیا جائے، کہنے کو یہ ریزولیوشن پاس ہوگیا لیکن اس کو عمل میں لانے کے لئے جو جدوجہد کرنی پڑی، جس قدر قربانیاں دینی پڑیں اس کا آج اندازہ نہیں ہوسکتا۔ ہندوؤں نے اس کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور ہر طرح سے اس کو ناکام بنانے کی پوری کوشش کی، اس کوشش میں مسلمانوں کے بھی ایک طبقہ نے ان کا ساتھ دینے سے گریز نہ کیا، اور جلسوں، لیکچروں اور استہزائیہ کلمات سے پیش از وقت پاکستان کی مفروضہ خرابیاں بیان کرکے انگریز حکام کو اکسانے اور عام مسلمانوں کو متنفر کرنے کی پوری کوشش کی گئی۔ احراری لیڈر عطاء اللہ شاہ بخاری، مولوی مودودی، اور اسی قسم کے دوسرے خودساختہ لیڈروں نے اس پر وہ پھبتیاں اڑائیں جس کی انتہا نہیں۔ مولوی مودودی نے یہاں تک کہدیا کہ یہ پاکستان نہیں ناقستان ہوگا جس کا مطالبہ جنت الحمقاء میں رہنے والے لوگ کر رہے ہیں، کبھی اس کو لنگڑا اور لولا پاکستان کا نام دیا گیا اور قائد اعظم محمد علی جناح کی یہ کہکر تضحیک کی گئی کہ مسلمانوں نے ہٹلر اور مسولینی کو دیکھ کر کہ انہوں نے اپنی قوموں کو زمین پستی سے اٹھا کر آسمان رفعت پر پہنچا دیا، یہ اشتہار دینا شروع کیا کہ "ضرورت ہے ایک ہٹلر اور مسولینی کی" یہ اشتہار آخر کار نتیجہ خیز ثابت ہوا اور مسٹر جناح نے اپنی درخواست قیادت قوم کے حضور میں گذران دی۔ قوم نے باقی سب امیدواران قیادت کو برخواست کر دیا اور مسٹر جناح کو اپنا لیڈر تسلیم کر لیا۔" (ملاحظہ ہو جماعت اسلامی کا اخبار کوثر مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۴۷ء)

غرض ہر طرح سے مطالبہ پاکستان کو ناکام بنانے اور مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کی پوری کوشش کی گئی، تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ مسلمانوں کی اکثریت اس مطالبہ کی حامی نہیں لیکن جو کام خدا تعالے کرنا چاہے اس کو کون روک سکتا ہے۔ خدا نے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ ہر مکتب خیال کے مسلمان ماسوائے احرار و جماعت اسلامی اس مطالبہ پر متحد ہوگئے اور قائد اعظم کو اپنی تائید و حمایت کا یقین دلاتے ہوئے مسلم لیگ کے جھنڈے تلے آگئے۔

اسی جدوجہد کے سلسلہ میں مسلم لیگ کا ایک جلسہ لاہور میں ہونا قرار پایا۔ جس میں شہید ملت نواب لیاقت علی خاں، قائد اعظم محمد علی جناح اور دیگر بڑے بڑے مسلمان زعماء شامل ہوئے، انعقاد جلسہ سے پیشتر اس کا جو ایجنڈا شائع ہوا۔ اس میں مولوی عبدالحامد بدایونی کی طرف سے یہ قرارداد بھی درج تھی کہ

> "چونکہ دنیائے اسلام اور ہر طبقہ و خیال کے مقتدر علماء نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے پیروکار دائرہ اسلام سے خارج ہیں لہذا انہیں مسلم لیگ کے دائرے میں شرکت کی ہرگز اجازت نہیں ہونی چاہیئے اب قادیانیوں کی مسلم لیگ میں شمولیت یا عدم شمولیت کے متعلق بعض حلقوں میں بڑا چرچا ہے۔ اس لئے آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ اجلاس قرار دیتا ہے کہ علمائے اسلام کے متفقہ فیصلہ کے مطابق کوئی قادیانی مسلم لیگ میں شریک نہیں ہوسکتا۔"

اس ریزولیوشن کو دیکھ کر سیکرٹری صاحب، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے ایک پمفلٹ شائع کیا جس میں یہ سوال کیا گیا کہ کیا یہ صحیح ہے کہ جس شخص کو علماء کافر قرار دے دیں وہ فی الواقعہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ خواہ اس کے عقائد اسلام کے عین مطابق ہوں اور وہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھتا ہو؟ اسی ضمن میں اس پمفلٹ میں وہ تمام فتوے نقل کئے گئے جن میں سابق بزرگان دین کو بھی کافر قرار دیا گیا تھا اور آج بھی ہر فرقہ کے علماء نہ صرف ایک دوسرے کو کافر ٹھہراتے ہیں بلکہ کوئی بھی خادم ملت مسلمان انکے فتووں سے نہیں بچ سکا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود کے عقائد ان کے اپنے الفاظ میں نقل کئے گئے اور آخر میں یہ کہدیا گیا کہ ہمیں علماء کے فتووں یا مسلم لیگ سے اخراج کی پرواہ نہیں۔ لیکن اس نازک موقعہ پر جس رستہ کو اختیار کیا جا رہا ہے وہ مسلمانوں کے لئے کامیابی اور فلاح کا رستہ نہیں۔ اس پمفلٹ کا شائع ہونا تھا کہ قائد اعظم کی طرف سے مولوی عبدالحامد بدایونی کو وہ جھاڑ پلائی گئی کہ الامان جس سے اس کو مذکورہ بالا قرارداد واپس لئے بغیر چارہ نہ رہا۔

اس کے بعد بھی اگرچہ مولویوں کی طرف سے جماعت احمدیہ کو پاکستان سے خارج کرنے یا اقلیت قرار دینے کی پوری کوشش کی گئی یہاں تک کہ ۱۹۵۳ء میں احرار کی نام نہاد مجلس تحفظ ختم نبوت نے احمدیوں کا نام و نشان مٹانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جو فی الحقیقت پاکستان کے تحفظ پر ایک خطرناک چوٹ تھی لیکن خدا کا شکر ہے کہ حکام پاکستان نے اس خطرناک منصوبہ کو کامیاب نہ ہونے دیا، ورنہ معلوم نہیں اس ملک کا آج کیا حشر ہوتا۔

غرض ان تمام مخالفانہ کوششوں کے باوجود پاکستان خدا کے فضل سے بن کر رہا جس کی حیثیت ابتداءً مختلف طالع آزما لوگوں کی قیادت میں ڈانواں ڈول رہی۔ لیکن جس دن سے موجودہ صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے زمام قیادت ہاتھ میں لی ہے خدا کے فضل سے اسے ہر رنگ میں ترقی استحکام اور ممالک غیر کی نظروں میں ایسی عزت کا مقام حاصل ہوا ہے جو نہایت قابل استحسان اور لائق مبارکباد ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

تحریک تحفظ ختم نبوت — جوئے کا داؤ

روزنامہ نوائے وقت کے بانی اور مدیر مرحوم حمید نظامی کی چھٹی برسی کے موقعہ پر جماعت اسلامی کے ایک بہت بڑے رکن نے بقول معاصر "شہاب" یہ تجویز پیش کی کہ حمید نظامی مرحوم کے تحریر کردہ اداریوں کو ایک کتابی صورت میں مرتب کرکے شائع کیا جائے۔ معاصر "شہاب" نے اس تجویز کی تائید کرتے ہوئے مرحوم کے تحریر کردہ چند اداریوں کے اقتباسات نقل کئے ہیں جن میں سے ایک اداریہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"۲ جولائی ۱۹۵۵ء کو روزنامہ تسنیم لاہور (یہ جماعت اسلامی کا اخبار تھا۔ جسے جماعت خود اشاعت کی کمی کی وجہ سے بند کرنے پر مجبور ہوگئی تھی۔ ویسے یہ جماعت کے نظریات کی "مقبولیت" کی بھی ایک دلیل ہے) میں مولانا مودودی کا ایک بیان شائع ہوا جس میں انہوں نے فرمایا کہ تحریک ختم نبوت چلانے کے لئے احرار کے سامنے "اصل سوال تحفظ ختم نبوت کا نہیں ہے بلکہ نام اور سہرے کا ہے اور یہ لوگ مسلمانوں کے جان و مال کو اپنی اغراض کے لئے جوئے کے داؤ پر لگا دینا چاہتے ہیں"۔ اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے نوائے وقت کے اداریہ مورخہ ۶ جولائی ۱۹۵۵ء میں حمید نظامی مرحوم نے یہ لکھا کہ:-

مولانا مودودی صاحب سے بجا طور پر دو سوال کئے جاسکتے ہیں:-

ا- کیا یہ راز آپ پر آج فاش ہوئے ہیں —؟ اگر آپ پر یہ خود غرضی شروع ہی سے روشن تھی تو جب "مسلمانوں کے سروں کو" آپ کے قول کے مطابق شطرنج کے مہروں کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا، اس وقت آپ نے قوم کو کیوں خبردار نہ کیا کہ اس سے دھوکا کیا جا رہا ہے؟ ۵ مارچ کو گورنمنٹ ہاؤس کے اس جلسہ میں جو امن کی اپیل کے لئے بلایا گیا تھا، آپ کا رویہ آپ کے اس بیان کے بالکل برعکس تھا اور مسلمانوں کے سروں کو بچانے کے لئے امن کی اپیل پر دستخط کرنے سے آپ نے صاف انکار کر دیا تھا۔ اس کے لئے اس اجلاس کی ناکامی کی ذمہ داری اگر کسی فرد واحد پر عائد کی جاسکتی ہے تو وہ آپ ہیں ...... آج ۲۸ ماہ بعد اس انکشاف سے تو ایک عام آدمی اس نتیجے پر پہنچے گا کہ آپ کے سامنے بھی سوال تحفظ ختم نبوت کا نہیں "نام اور سہرے" کا تھا......"

حمید نظامی مرحوم کے اس اداریہ پر ہم کسی قسم کی رائے زنی کی ضرورت نہیں سمجھتے، صرف مودودی صاحب سے یہ سوال کرنا چاہتے ہیں کہ جوئے کے اس داؤ میں آپ نے "قادیانی مسئلہ" جیسی کتاب کے ذریعہ جو شمولیت اختیار کی وہ کہاں تک حق بجانب تھی؟

اخبار و افکار

(بشیر احمد سوز)

مسیحی درسگاہوں کی اسلام دشمنی

کراچی کے ایک روزنامہ کی خبر کے مطابق پنڈی پاکستان میں ہفتہ طلباء کے درمیان طلباء کی ذہانت کے سلسلہ میں سینٹ جوزف کے دو مسلم طلباء سے جب کلمہ طیبہ پڑھنے کے لئے کہا گیا تو وہ صحیح طور پر نہ پڑھ سکے۔ اور نہ اس کے معنی بتا سکے۔ اس پر کراچی کے اخبارات غصہ کا اظہار کر رہے ہیں کہ جس کلمہ پر نجات کا دارومدار ہے اس کی طرف سے نئی پود کی یہ بے خبری ناقابلِ برداشت ہے، اور مشنری درسگاہیں سخت بازپرس کی مستحق ہیں۔ راقم الحروف کو بھی کچھ اس قسم کا غصہ آیا جبکہ ایک بڑے معزز مسلمان گھرانے کا ایک طالب علم جو لاہور کے ایک مسیحی سکول میں جماعت ہفتم میں زیر تعلیم ہے۔ میرے پاس اردو کی کتاب کے خاص خاص ابواب پر امتحانی نکتہ نگاہ سے نشان دہی کروانے آیا۔ میں نے اس کتاب کے اوّل تا آخر عنوانات پر نظر ڈالی اس میں سیرت نبوی اور اسلامی تاریخ و عقائد پر بھی مضمون لکھے گئے ہیں۔ میں نے ان سب کو اپنے "گیس" میں شامل کر لیا۔

طالب علم موصوف نے میرا "گیس" پڑھ کر کہا:۔

"جناب! یہ سبق تو نہ ہم پڑھتے ہیں اور نہ
یاد کرتے ہیں۔ کیونکہ ہماری مس ان کو
نہیں پڑھاتی اور نہ یہ امتحان میں آئیں گے"

اور جب میں نے پرچہ سوالات دیکھا تو واقعی اسلامی سیرت و تاریخ پر کوئی سوال نہیں تھا۔

اگر اخبار والوں اور میرے غصہ کو دیکھا جائے تو بجا نہیں [illegible] ہسپتال۔ مسیحی رفاہی ادارے اور مسیحی درسگاہیں تو مسیحی تعلیم و تبلیغ کے ذرائع ہیں۔ ان کے قیام میں بنیادی غرض مسیحی پرچار ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں ان درسگاہوں سے یہ توقع رکھنا غلط ہے کہ وہ اپنے بنیادی مقاصد کے خلاف اور پھر اپنے مذہب کے خلاف طلباء کے ذہنوں کی تربیت کریں گے اور ان پر اسلامی سیرت کی چھاپ لگائیں گے۔ کرنے کا کام یہ ہے کہ مسیحی تعلیمی اداروں کے برابر بلکہ ان سے اعلیٰ تر معیار کے پبلک سکول کھولے جائیں۔ اور مسلمان خصوصاً "اعلیٰ" خاندان کے مسلمانوں کو تحریک کی جائے کہ وہ اپنے بچوں کو ان اسلامی پبلک سکولوں میں داخل کرائیں۔ اس طرح مسیحی اداروں کی اسلام دشمن اور مسلمان کش سرگرمیاں خود بخود ماند پڑ جائیں گی۔

قرآن پڑھانے والے مولوی صاحب

صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صاحب کی خود نوشت سوانح عمری "فرینڈز ناٹ ماسٹرز" کا اردو ترجمہ "جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی" کے نام سے شائع ہوا ہے، اس میں ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

"قرآن شریف پڑھانے والے مولوی
صاحب مجھ سے خوش نہیں تھے
کیونکہ مولوی صاحب جو کچھ پڑھایا
کرتے تھے۔ میں ان سے اس کے
معنی پوچھا کرتا تھا۔"

یہ عام مساجد کے مولوی صاحبان کا حال ہے الا ما شاء اللہ، اسی وجہ سے اب محکمہ اوقاف نے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ قرآن کریم کا جو حصہ نمازوں میں پڑھایا جائے بعد میں اس کا ترجمہ بھی سنایا جائے، اور آئمہ مساجد کو قرآن کریم کا ترجمہ و تفسیر پڑھنے کی خاص طور پر ہدایت کی گئی ہے۔

پاکستانیوں کی عید

پاکستان اسلام کے نام پر، اسلام کے لئے اور ایک ایسا اسلامی اور صالح معاشرہ پیدا کرنے کی غرض سے معرض وجود میں آیا تھا۔ جہاں مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہوں گے۔ ایک دوسرے کی جان و مال اور عزت و عصمت کا پاس ہوگا۔ لیکن اپنی بائیس تئیس سالہ مختصر سی تاریخ میں ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان بھائی کے لئے کیا کیا سلوک روا رکھا۔ یہ ایک شرمناک اور افسوسناک داستان ہے مسلمان، مسلمان کو مار رہا ہے۔ مسلمان، مسلمان کے مال کو کھا رہا ہے۔ اور مسلمان مسلمان کی عزت و آبرو کو لوٹ رہا ہے۔ اور اصلاح کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

گزشتہ عید کے موقعہ پر لاہور کے روزنامہ کے مطابق یہاں کے تفریحی مقامات پر غنڈہ عناصر نے شہریوں کو پریشان کیا۔ خواتین کی بے عزتی کی، سرعام ہلڑبازی کی اور نشہ پی کر گالی گلوچ اور جھگڑا کیا۔ اسی دن یہاں تین افراد کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ اور مختلف وارداتوں میں کئی افراد سخت زخمی ہوئے۔

حالانکہ عید قربان کا یہ تہوار ہماری اجتماعی زندگی میں طہارت و پاکیزگی اور خیر و خوبی پیدا کرنے کے لئے ایک قسم کا سالانہ ریفرشنگ کورس ہے اپنے انفرادی اور اجتماعی اخلاق و کردار کے محاسبہ و اصلاح کا ٹھیک اسی موقعہ پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وعظ فرمایا تھا کہ:۔

"اے لوگو! تمہارے خون اور تمہارے
مال آپس میں ایک دوسرے کے لئے
حرام ہیں۔ سب مسلمان
آپس میں بھائی بھائی ہیں کسی مسلمان
کے واسطے اپنے بھائی کا مال اس کی
مرضی کے بغیر لینا جائز نہیں ہے۔ لوگو
میرے بعد تم کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے
کی گردنیں مارنے لگو۔"

افسوس آج مسلمان اپنے ہادی و رہبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پیغام کو اپنی عملی زندگی میں بھلا چکے ہیں، جو نہایت شرمناک بات ہے۔

اخبار احمدیہ

ایک نوجوان فاروق احمد کی سلسلہ عالیہ میں شمولیت

گزشتہ جمعہ کے دن ایک نوجوان فاروق احمد اس خیال سے جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے آیا کہ کیا واقعی ہمارا دین اور ہے جیسا کہ لوگ ہمارے متعلق بیان کرتے ہیں اس نے خطبہ سنا اس پر خوشی کا اظہار کیا اور حضرت امیر سے درخواست کی مجھے کچھ وقت دیا جاوے تاکہ میں آپ کی جماعت کے اعتقادات کے بارے میں علم حاصل کر سکوں۔ چنانچہ وہ دوسرے دن احمدیہ بلڈنگس آیا اور حضرت امیر سے حضرت صاحبؑ کے حالات اور اعتقادات سننے کے بعد سلسلہ عالیہ میں داخل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔

چوہدری سلطان علی صاحب کی وفات

نہایت افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے کہ چوہدری سلطان علی صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی ڈائرکٹر زراعت کا انتقال پُرملال موضع چھ کسی ضلع ملتان میں بروز ہفتہ بتاریخ ۲۸ مارچ ہو گیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

چوہدری صاحب مرحوم حضرت امیر مولانا محمد علی صاحبؒ کے بھتیجے اور جماعت کے سرگرم رکن تھے۔

آپ نے اپنے پیچھے ایک بیوہ تین لڑکے (اعجاز سلطان، مبارک احمد، بشارت احمد) اور ایک لڑکی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ احباب جماعت سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے

مرزا ٹیپو سلطان بیگ کی رہائی اور عطیہ

لائل پور سے مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب نے اپنے فرزند مرزا ٹیپو سلطان بیگ کی رہائی کی خوشی میں انجمن کو مبلغ پچاس روپیہ اشاعت قرآن فنڈ میں عطا فرمایا ہے فجزاہ اللہ خیرا۔ احباب کرام عزیز مذکور کے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔

ولادت

شیخ محمد یوسف گرنتھی مرحوم کے بیٹے عزیز احمد کو اللہ تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے، مولود مسعود چوہدری

انسانیت کی تخلیق اور اسکی جسمانی روحانی تربیت کے سامان خالقِ حقیقی کی طرف سے

دشمنانِ اسلام کو قرآن کریم کی مثل لانے کا چیلنج اور ان کی ناکامی

قرآن کریم کے معارف بے نظیر عربی میں لکھنے کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا چیلنج اور مخالفین کی ناکامی

حضرت نبی کریم صلعم کے ذریعہ تمام قوموں کا اتحاد۔ اگر سلسلۂ نبوت پھر شروع ہو جائے تو اتحادِ اسلامی پارہ پارہ ہو جائے۔

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۲ مارچ ۱۹۶۸ء فرمودہ حضرت امیر قوم مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

یاایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون —
وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین —

—(سورۃ البقرۃ ۲۱-۲۳)—

تمام انسانیت کا خالق خدا ہے

خدا تعالیٰ نے ان آیتوں میں ساری انسانیت کو مخاطب کیا ہے جس طرح سے خدا تعالیٰ زمین و آسمان کی ہر چیز کا خالق ہے۔ اسی طرح سے ہر ایک انسان جو تمام مخلوق سے بڑھ کر ہے خواہ وہ کسی قوم کا ہو، اس کا خالق خدا ہے بالفاظ دیگر تمام کی تمام انسانیت کا خالق خدا ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے شروع ہی میں یہ کہہ کر فرمایا ہے الحمد للہ رب العالمین [illegible]۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے ایک اعلان کیا ہے کہ میں ساری کی ساری کائنات کا خالق اور سب کا رب ہوں۔

. . . . .

پھر اس آیت کی تفسیر کے طور پر فرمایا —— یاایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم — ساری کی ساری انسانیت! میں تمہارا رب اور خالق ہوں۔ تم جانتے ہو کہ زندگی کس قدر عزیز چیز ہے۔ ہر وہ شخص جو زندہ ہے وہ اپنی زندگی کے قیام کے لئے سب کچھ کرتا ہے کسی نوجوان عورت کا خاوند مر جائے تو اس پر مصیبت کے پہاڑ گر پڑتے ہیں کسی کے ہاں لڑکا پیدا نہیں ہوتا تو اولاد کے لئے دعائیں مانگتا ہے معلوم ہوا کہ زندگی بڑی نعمت ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے خلقکم میں نے تمہیں زندگی عطا کی ہے۔ والذین من قبلکم۔ اور تمہارے ماں باپ اور تمہارے خاندان جن پر تم کو فخر ہے۔ جن کے اخلاق اور دولت کے تم وارث ہو۔ ان کو بھی ہم نے ہی پیدا کیا تھا اس طرح انسان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ نہ صرف ہم نے تم کو پیدا کیا ہے۔ بلکہ تخلیق کا یہ نظام بڑا لمبا چوڑا ہے۔ ہماری تخلیق اور ربوبیت کا انتظام تمہارے آباؤ اجداد سے چلا آ رہا ہے۔

زمین —— تمام انسانیت کی قرارگاہ

الذی جعل لکم الارض فراشا۔ تمہارے رہنے سہنے اور چلنے پھرنے کے لئے ہم نے زمین کو تمہارے لئے جائے قرار بنا دیا ہے۔ والسماء بناءً اور آسمان کا ایک قبہ ساری انسانیت کے لئے کھڑا کیا ہے۔

انسان کی پیدائش سے پہلے اس کی جسمانی ضروریات اور پرورش کے سامان

دن بھر عالم انسانیت پر سورج کی روشنی اور رات کو چاند کی چاندنی جلوہ گر رہتی ہے۔ یہ دو لالٹینیں ساری انسانیت کے لئے بنائیں۔ وانزل من السماء ماءً پھر آسمان سے پانی کا انتظام کیا ہے۔ اس گھر میں ہر طرح کا سامان بہم پہنچانے کے لئے بارش اتارتا ہے خدا تعالیٰ نے پیدائش آدم سے پہلے اس گھر کو فرنش کیا۔ فاخرج بہ من الثمرات رزقًا لکم پھر تمہارے لئے نباتات کا غلہ اور درختوں کے پھل کھانے پینے کے لئے پیدا کئے اور تمہاری ہر ضرورت کو مہیا کیا۔ رزق صرف کھانے پینے کی چیز کو ہی نہیں کہتے ساری کی ساری ضروریات جس کا انسان محتاج ہے۔ ان سب کو رزق کہتے ہیں۔ زمین و آسمان کی ہر ہر چیز تمہاری خدمت میں لگا رکھی ہے۔ اگر آنکھ عطا کی ہے۔ تو اس کی بصارت کے لئے سورج اور چاند کی روشنی بھی پیدا کر دی ہے۔ آنکھ روشنی کی محتاج ہے۔ کان ہوا کا محتاج ہے۔ اگر خدا تعالیٰ نے آنکھ کیلئے روشنی پیدا کی ہے تو کان کے لئے ہوا کو پیدا کیا ہے۔ اسی طرح اگر عالم انسانیت کو قلب دیا ہے تو کائنات کی کتاب اس کے سامنے رکھ دی ہے، کہ اس پر غور کرو۔ انسان کا کوئی حصہ جسم ایسا نہیں کہ جس کی کسی ضرورت کو خدا تعالیٰ نے مہیا نہ کیا ہو۔ بعض درخت پھل دینے کے علاوہ ادویات میں کام آتے ہیں۔ سمندر میں مچھلیاں ہیں۔ ان کے کارڈ لیور میں اعلیٰ درجہ کی طاقت ہے جو انسان کے پھیپھڑوں کو صحت دیتے ہیں۔ سمندر کے اندر موتی اور سیپیاں ہیں، جن میں اعلیٰ درجہ کی کیلشیم ہوتی ہے۔ جو انسان کے لئے ضروری ہے۔ کسی پہاڑ کی اونچی چوٹی پر ہرن ہے جس کے بطن میں نافہ ہوتا ہے کوئی چیڑ کا درخت ہے جو پھیپھڑوں کے لئے مفید ہے غرض انسان کا کوئی حصہ ایسا نہیں جس کی تربیت و نشوونما کے لئے خدا نے کوئی نہ کوئی چیز نہ بنا رکھی ہو۔

قلب انسانی کی تربیت کے لئے وحی الٰہی کا نزول۔

اگر انسان کے جسم اور اس کے ہر عضو کے لئے خدا تعالیٰ نے ضروری اسباب مہیا کر رکھے ہیں تو قلب جس کی وجہ سے انسان انسان ہے اس کے لئے وحی الٰہی نازل فرماتا ہے۔ چنانچہ ساری اقوام عالم کے لئے اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی۔ فرمایا ولکل قوم ھاد ہر قوم کے لئے ہادی ہوئے ہیں وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ کوئی قوم ایسی نہیں جس میں کوئی نہ کوئی نذیر نہ آیا ہو۔ مگر انسان نے اس وحی کی قدر نہ کی۔ بلکہ ہر زمانہ میں اس کی مخالفت کی گئی۔

حضرت نبی کریم صلعم کے مخالفوں کو قرآن کی مثل لانے کا چیلنج

اسی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی اترتی ہے۔ ضرور ہے کہ لوگ مخالفت کریں۔ چنانچہ فرمایا وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا اگر تم اس وحی کو جو حضور صلعم پر اترتی ہے تسلیم نہیں کرتے تو پھر فاتوا بسورۃ من مثلہ۔ اس کی مثل سورۃ تیار کرو۔ وادعوا شھداءکم اور اپنے اپنے

جاہلی سرداروں کو بھی جمع کر لو۔ اور سب مل کر قرآن کی مثل بنا لاؤ۔ حضور نبی کریم صلعم اکیلے ہیں۔ اور تم ایک قوم کی حیثیت رکھتے ہو اور انہیں تباہ کرنا چاہتے ہو۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ قرآن حضورؐ کا خود ساختہ ہے تو پھر تم سارے مل کر اس قسم کی کتاب بنا لاؤ۔ تم تو شعر کہنے میں ماہر ہو، تم میں بڑے بڑے جادو بیان شاعر ہیں تم مشاعرے اور مجلسیں منعقد کرتے ہو۔ ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتے ہو۔ اس کے برعکس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال تک شعر نہیں کہا۔ قوم کو پتہ ہے کہ حضورؐ نے شعر و شاعری کی مجالس میں کبھی حصہ نہیں لیا۔ وہ شعر کہنا جانتے ہی نہیں۔ قوم کے اندر لبید بہت بڑا شاعر ہے حسان جیسا جادو بیان شاعر ہے۔ ولید بن مغیرہ شاعر ہے، قوم میں اور بھی کہنہ مشق شاعر موجود ہیں۔ لہٰذا اگر تم قرآن کو انسان کا کلام خیال کرتے ہو، تو سارے مل کر اس جیسا یا اس سے بڑھ کر کلام بنا لاؤ۔

چیلنج کے مقابلہ میں مخالفین کی ناکامی

قرآن کریم کے اس چیلنج کا جواب ان میں سے کوئی نہ دے سکا۔ جس قوم کے دل میں آگ لگی ہوئی ہو، اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برباد کرنا چاہتے ہوں وہ اگر کر سکتے تو سارے مل کر کوئی سورۃ یا چند آیتیں ہی بنا لاتے لیکن وہ ایسا نہ کر سکے، تبھی سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم خدا کا کلام ہے۔ خدا کے کلام سے مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا

بڑے بڑے شعراء پر کلامِ الٰہی کا اثر

اس کلامِ الٰہی کو دیکھ کر حسان مسلمان ہو گیا۔ لبید مسلمان ہو گیا۔ ابوذر غفاری کا بھائی جو بڑا شاعر تھا مسلمان ہو گیا۔ ابوذر غفاری حضور صلعم کی زیارت کو آیا اور مسلمان ہو گیا۔ قوم میں ولید بن مغیرہ امیر کبیر انسان تھا، اونچے پایہ کا شاعر تھا جب وہ حضورؐ سے ملاقات کرنے کے لئے آیا تو لوگوں نے کہا کہ محمد (رسول اللہ) جادوگر ہیں ان سے بچنا۔ ایک دن چپکے سے حضورؐ کے گھر جا پہنچا وہاں کلام الٰہی کو سن کر اس پر اثر ہو گیا۔ وہ حیران رہ گیا، اس نے خود شعر کہے۔ جن میں بیان کیا گیا کہ یہ وہ شعر ہے جس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ لوگوں نے کہا ولید پر جادو ہو گیا ہے اس سے ابوجہل نے کہا یا عم! اے چچا جان۔ جتنی دولت چاہو لے لو۔ خدا کے لئے محمد صلعم کو نہ ماننا لیکن اس نے کہا کہ محمدؐ کے کلام پر کوئی چیز غالب نہیں آ سکتی۔ یہ ایک درخت ہے جس کی چوٹی پر پھل لگا ہوا ہے۔ اس کے نیچے سیرابی ہے۔ وہ سیراب کرنے والا پانی ختم نہیں ہو سکتا اس لئے یہ درخت سوکھ نہیں سکتا۔ اور اس کا پھل ختم نہیں ہو سکتا۔ یہ غالب رہے گا۔ اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔

یورپ اور امریکہ کی اسلام دشمنی

یورپ کی قوم چودہ سو سال سے اسلام کی دشمن چلی آ رہی ہے اور اسلام کو برابر نیست و نابود کرنے کے درپے ہے۔ یہ اسرائیل جو اسلام کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے پیچھے انگریز اور امریکہ کا ہاتھ ہے۔ امریکہ میں کثرت کے ساتھ یہودی آباد ہیں جو ایسے امیر کبیر ہیں کہ امریکہ کو خرید سکتے ہیں، اور ایسا ہی انگلستان میں بھی یہودی موجود ہیں۔ اس وجہ سے انگریز بھی اور امریکہ بھی اسرائیل کا ساتھ دیتا ہے

یورپ اور امریکہ کو چیلنج

اے یورپ والو! اے انگریزو اور امریکنو! سنو۔ جب تک قرآن دنیا میں موجود ہے۔ تم اسلام کو ختم نہیں کر سکتے۔ اسلام کو مٹانا چاہتے ہو تو قرآن کی مثل کوئی کتاب لے آؤ۔ لیکن تم ایسا ہرگز نہیں کر سکو گے۔ آج سے نہیں چودہ سو سال سے یہ چیلنج موجود ہے۔ اور قیامت تک رہے گا۔ اب تو علم بڑھ رہا ہے۔ عقل تیز ہو رہی ہے۔ لیکن اس علم اور دانش کے زمانہ میں بھی قرآن سے بڑھ کر یا اس کی مثل کوئی کتاب معرض وجود میں نہیں آ سکتی۔

عربی دان پادری اور عیسائی چیلنج کو قبول کرنے کی جرأت نہ کر سکے

یورپ میں بہت سے انگریز عربی دان ہیں لیکن وہ اس چیلنج کو قبول کرنے کی جرأت نہیں رکھتے۔ جرمنی میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے عربی میں اونچی سے اونچی ڈگریاں حاصل کی ہیں۔ اور کثرت کے ساتھ عربی لٹریچر پڑھا اور پیدا کیا ہے۔ چودہ سو سال سے یورپ کی قومیں برابر اسلام سے دشمنی کرتی چلی آ رہی ہیں اور اس وقت تک دشمنی جاری ہے۔ لیکن اسلام کو ختم کرنے کے لئے قرآن کے مثل کتاب لانے سے عاجز ہیں، اور عاجز رہیں گے۔

پھر وہ عیسائی بھی ہیں جن کی مادری زبان عربی ہے۔ عربی کتابیں اور ڈکشنریاں انہوں نے لکھی ہیں۔ وہ اس زبان کے شاعر اور ادیب ہیں۔ لیکن قرآن کے اس چیلنج کو قبول کرنے سے عاجز ہیں۔

قرآن کی فصاحت کے متعلق ایک عیسائی پادری کا اعتراف

ایک عیسائی پادری نے عربی زبان میں ڈکشنری لکھی ہے اس میں اکثر قرآن کے الفاظ یا آیات اپنی تائید میں نقل کرتا ہے اور اس طرح وہ عملاً اعلان کرتا ہے کہ قرآن کی فصاحت و بلاغت کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

قرآن کریم کے معارف بے نظیر عربی میں لکھنے کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا چیلنج

قرآن کریم کا ایک اور کمال یہ ہے کہ اس کی تعلیمات سے روحانی شخصیتیں پیدا ہوئیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی اور آپؐ کے بعد بھی اولیاء غوث، قطب، مجدد اور محدث پیدا ہوتے رہے اس زمانہ میں بھی ایک مجدد مبعوث ہوا۔ اس کی بھی سخت، مخالفت ہوئی اور انہوں نے اپنے آقا کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مخالف علماء کو چیلنج دیا کہ میں فصیح و بلیغ عربی میں قرآن کریم کے حقائق و معارف اور مطالب و مفاہیم بیان کروں گا اور خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ اس کے مثل کوئی بھی نہیں لکھ سکے گا۔ اور آپ نے مقابلہ کے لئے سب اسلامی اور غیر اسلامی ممالک کے عالموں فاضلوں کو چیلنج کیا۔

یہ ایک زندہ معجزہ ہے جو آج حضرت صلعم کے ایک غلام نے دکھایا۔ پنجاب میں علماء کے پرے کے پرے موجود تھے۔ دشمنی موجود تھی۔ ان میں علم و فضل موجود تھا۔ لیکن کوئی مقابلہ پر نہ اتر سکا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی عربی کتب جن کا مقابلہ کوئی نہ کر سکا۔

حضرت امامؑ نے عربی میں حمامۃ البشریٰ، سر الخلافہ، خطبہ الہامیہ۔ آئینہ کمالات اسلام کا عربی حصہ حقیقۃ الوحی کا آخری حصہ اور منن الرحمٰن جیسی قیمتی کتابیں لکھیں۔ لیکن مقابلہ پر مخالف علماء میں سے کوئی بھی کچھ نہ لکھ سکا۔ حضرت صاحب کی تحریک کو ختم کرنے کا سہل طریقہ تو یہ تھا کہ ان کے چیلنج کے جواب میں کوئی کتاب عربی زبان میں لکھ دی جاتی۔ لیکن برصغیر ہند و پاک کے علماء میں سے کوئی بھی نہ لکھ سکا۔ یہ معجزہ بڑا مشکل ہے، عربی کتابیں اور ڈکشنریاں موجود ہیں۔ دشمنی موجود ہے۔ علم موجود ہے۔ لیکن عاجزی اور درماندگی کی انتہا ہے کہ سب سامانوں کے باوجود کچھ نہ کر سکے۔

مولوی عبداللہ ٹونکی کی طرف سے عربی دانی کا امتحان

اورینٹل کالج کے پرنسپل مولوی عبداللہ ٹونکی ایک بہت بڑے عالم و فاضل تھے۔ وہ عربی دان تھے اس نے عربی ڈکشنریاں سامنے رکھ کر ایک خط حضرت صاحب کے نام لکھا اور اپنے ایک شاگرد کو دیا، جو وہ بھی بڑا عالم تھا۔ اس کو ہدایت کی کہ وہ خط حضرت مرزا صاحب کے پاس لے جائے اور جب وہ مسجد میں آئیں تو یہ خط دے کر وہیں اس کا جواب لے لیا جائے۔ اگر وہ جواب لکھنے کے لئے اٹھ کر جانے لگیں تو کہدو کہ یہیں جواب لکھ دیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ وہاں بیٹھ کر عربی میں خط نہیں لکھ سکیں گے اور یوں انکی عربی دانی کا بھانڈہ پھوٹ جائے گا۔ چنانچہ وہ شخص خط لے کر قادیان گیا۔ حضرت صاحب نہیں جانتے تھے کہ وہ کون ہے۔ آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے خط دیا۔ آپ نے خط پڑھا۔ اور اندر جانے لگے کہ جواب لکھ کر لائیں تو اس شخص نے اصرار کیا کہ آپ یہیں بیٹھ کر جواب لکھ دیں۔ حضرت صاحب سمجھ گئے۔ چنانچہ آپ نے قلم دوات منگوایا۔ اور قلم برداشتہ جواب لکھ دیا۔ جب یہ جواب عبداللہ ٹونکی کے پاس آیا تو ان کو یہ خط

پڑھنے کے لئے بار بار عربی ڈکشنری دیکھنا پڑی۔

ایک عرب کی طرف سے امتحان

ایک عرب عبدالمحی قادیان آئے۔ وہ میرے پاس ووکنگ بھی پہنچے تھے۔ انہوں نے سمجھا کہ مرزا صاحب پنجابی آدمی ہیں۔ ان کو عربی نہیں آتی ہوگی۔ اس نے ان کے امتحان کا یہ طریقہ نکالا کہ جب مرزا صاحب سیر کو نکلتے تو وہ ایک چھوٹے سے رقعہ پر سوال لکھ دیتا تو حضرت وہیں دیوار کے ساتھ وہی رقعہ الٹا کر اسی پر جواب عربی میں لکھ دیتے۔ اس کے پاس ایسے بہت رقعے جمع ہو گئے۔ تو وہ حیران رہ گیا۔

حضرت کی معیاری عربی نظم و نثر

حضرت صاحب نے کوئی ستر اسی کتابیں لکھی ہیں جن میں سے پانچ سات عربی میں ہیں۔ جب نثر لکھتے ہیں تو بڑی معیاری نثر لکھتے ہیں۔ نظم لکھنے پر آتے ہیں تو صفحوں کے صفحے عربی نظم لکھتے چلے جاتے ہیں۔

حضرت کے گھر میں علماء کی سکونت اور آپ کی پاک بازی کا اثر۔

حضرت صاحب کے پاس بیٹھنے والے اس علم و عرفان سے سرشار ہوئے۔ جو قادیان گیا ان کا عاشق ہو گیا یہ ان کا ایک عظیم معجزہ ہے۔ حضرت مولانا نورالدین صاحب جو بہت بڑے عالم و فاضل تھے۔ حضرت صاحب سے بھی وسیع مطالعہ رکھتے تھے۔ مکہ مدینہ میں رہ چکے تھے بڑے بڑے علماء سے علم حاصل کیا تھا۔ راجہ کشمیر کے شاہی طبیب تھے۔ ان کو اپنے گھر میں رکھا۔ مولوی عبدالکریم صاحب کو جو بہت بڑے نقاد تھے گھر میں جگہ دی مولانا محمد علی صاحب کو اپنے گھر میں جگہ دی۔ کوئی پیر کسی مرید کو اپنے گھر میں رکھ نہیں سکتا۔ اسے ڈر ہوتا ہے کہ اس کی قلعی کھل جائے گی۔ دو دن میں اس کا پردہ فاش ہو جائیگا۔ یہ سب بزرگ حضرت مرزا صاحب کے گھر میں رہ کر اور بھی ان پر فریفتہ ہو گئے۔

ایک دن حضرت مولانا نورالدین صاحب کی بیگم صاحبہ نے کہا کہ رات زیادہ ہو گئی آپ آرام کریں۔ انہوں نے کہا کہ پردہ اٹھا کر دیکھو میرا پیر نہیں سویا میں کیسے سو جاؤں۔

ساری انسانیت کو خدائے واحد کی عبادت کا حکم۔

غرض مندرجہ بالا آیات میں قرآن شریف نے ساری انسانیت کو مخاطب کیا ہے۔ کہ میری عبادت کرو۔ پھر اس نے دلائل دیئے ہیں کہ میں نے تم سب کو پیدا کیا ہے۔ میرے کمالات اور احسانات کو یاد رکھو میری فرمانبرداری اختیار کرو۔ تم تمام قسم کے رذائل سے بچ جاؤ گے۔

انسانیت کا اتحاد اور اخوت قائم کرنے میں نبی کریم صلعم کی کامیابی

تمام انسانیت کو متحد کرنے میں حضور نبی کریم صلعم کامیاب ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس کا اظہار ہر سال حج اور عید کے موقعہ پر ہوتا ہے۔ کالے سیاہ۔ زنگی۔ شامی ایرانی افغان اور دنیا جہان کے مسلمان وہاں خانہ کعبہ میں جمع ہوتے ہیں۔ اور بھائیوں کی طرح شانہ بشانہ کھڑے ہو کر نمازیں پڑھتے ہیں۔ سفید آدمی کالے آدمی کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہو کر لذت محسوس کرتا ہے یہ اس بین الاقوامی اتحاد کا عملی نشان ہے جو اسلام نے پیدا کیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہی دنیا کو ایک کر سکتی ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب آدم کی اولاد ہو۔ تم سب بھائی بھائی ہو۔ تمہارا خالق اور رب ایک ہے ان ربکم واحد و ان اباکم واحد۔

ہر قوم میں نبی آنے سے بین الاقوامی منافرت

پہلے قاعدہ یہ تھا کہ قومیں دور دور آباد تھیں ہر قوم میں الگ الگ نبی بھیجا جاتا تھا۔ اس لئے ہر قوم نے سمجھ لیا کہ خدا صرف ہمارا ہے اور ہم ہی خدا کی پیاری قوم ہیں۔ ہماری قوم میں ہی نبی اور رسول آ سکتا ہے۔ ہمارے سوائے دوسری قومیں جہنمی ہیں۔

عالمی نبی صلعم کے ذریعہ قوموں کا اتحاد۔

پھر وہ وقت آیا کہ دنیا کے ایک محلہ ہو جانے کا امکان ہو گیا۔ اس وقت خدا تعالےٰ نے تمام انسانیت کے لئے اور قیامت تک کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قوموں کو متحد کر دیا۔

اگر نبوت کا سلسلہ پھر سے شروع ہو جائے

اگر حضور صلعم کے بعد پھر نبیوں کا سلسلہ شروع ہو جائے تو پھر وہی دور شروع ہو جائیگا۔ کہ نبی کے آنے سے مسلمان اس کا انکار کریں گے۔ اور نبی ان کو کافر گردانے گا اور اتحاد ختم ہو جائے گا۔ پھر قوموں کا اتحاد اور وحدت پارہ پارہ ہو جائے گی ہر قوم پھر سے اپنے آپ کو ہی مقرب الٰہی خیال کرنے لگے گی۔ اور دوسری قوموں کو حقیر و ذلیل سمجھے گی۔ اور یوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا کرایا سب خاک میں مل جائے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جو قرآن نے خود پیش کی ہے کہ جیسے ایک بڑھی نے سوت کاتا اور پھر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اسی طرح دوبارہ سلسلہ نبوت جاری کرنے سے وہ اتحاد پارہ پارہ ہو جائے گا جس کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا۔

مشرقی پاکستان جانیوالے وفد کی کامیابی

اب میں آپ کو ایک خوشخبری سناتا ہوں گذشتہ دنوں ہمارا ایک تبلیغی وفد مشرقی پاکستان گیا تھا۔ اس وفد کے ممبر ڈاکٹر اللہ بخش صاحب۔ صاحبزادہ عبدالمنان عمر صاحب، ڈاکٹر یحییٰ بٹ صاحب، اور چوہدری فضل حق صاحب تھے۔ انجمن نے پہلے تین اصحاب کے جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اور چوہدری فضل حق صاحب کا ٹکٹ نہیں خریدا گیا تھا۔ اس لئے چوہدری فضل حق صاحب نے اپنے ٹکٹ کیلئے پانصد روپے صرف کئے۔ انہوں نے واپسی پر جو رپورٹ دی ہے وہ اخبار میں چھپ چکی ہے اس کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے اس وفد کو بڑی کامیابی سے نوازا ہے۔ اس کامیابی پر میں سب صاحبان کو مبارکباد دیتا ہوں۔ چٹاگانگ سے متعلق رپورٹ نہایت خوش کن ہے۔ وہاں پر مرغوب عالم صاحب جو بحری فوج کے کمانڈر تھے، اب جہازوں کے افسر ہیں۔ انہوں نے چار مقامات پر جلسہ کا انتظام کیا اور دو سو اشخاص کو چائے پر مدعو کیا۔ اس دورہ میں ایک اور صاحب ڈپٹی خلیل الرحمان جو مشرقی پاکستان کے رہنے والے ہیں اور ڈپٹی کمشنر رہ چکے ہیں۔ نوجوانوں کیطرح اس وفد کیساتھ ملکر کام کیا انکے اندر جوش اور اخلاص ہے۔ ان کا رسوخ وہاں بہت ہے اور لوگوں پر ان کا بڑا اثر ہے۔ وہ پہلے قادیانی جماعت میں تھے۔ اب دو تین سال سے ہماری جماعت میں شامل ہیں۔

گوجرانوالہ کے ایک شخص وہاں تجارت کرتے ہیں۔ ان کے ایک بھائی جو یہی کام ہیں سلسلہ عالیہ میں شامل ہو گئے ہیں۔ ان کا نام عبدالعزیز ہے۔ وہ یہاں آ چکے ہیں آپ ان کو دیکھیں (اس نوجوان کو حاضرین کے سامنے کھڑا کیا گیا) اپنی آنکھوں سے دیکھ مسرت حاصل ہوتی ہے۔ فالحمد للہ رب العالمین ۔

(بقیہ اخبار احمدیہ سلسلہ ص۲)

عبدالمجید صاحب کارکن انجمن (سابق منیجر ارامنیات اوکاڑہ) کا نواسہ ہے۔ چوہدری صاحب نے اس خوشی میں مبلغ پانچ روپیہ انجمن کو مرحمت فرمائے ہیں۔ جزاہ اللہ۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ نومولود کو عمر دراز عطا فرمائے اور خادم دین بنائے۔

— خواجہ انوار الحق خالد ایم اے ڈی ای او گجرات کو اللہ تعالےٰ نے فرزند نرینہ عطا کیا ہے جس کا نام فواد خالد رکھا گیا ہے۔ اس خوشی میں نومولود کے دادا ماسٹر عبدالحفیظ بٹ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول بدوملہی نے انجمن کو دس روپیہ عطیہ دیا ہے۔ جزاہ اللہ، دعا ہے اللہ تعالیٰ نومولود کو عمر طویل عطا فرمائے اور خادم دین بنائے۔

مقبوضہ کشمیر کی احمدیہ جماعتیں

— جموں سے ماسٹر عبدالکریم صاحب لکھتے ہیں کہ خدا کے فضل سے جموں سرینگر، سید رواہ کی جماعتیں بڑی منظم اور مستحکم ہیں۔ جموں کی مسجد احمدیہ واقعہ محلہ پیر مٹھا اور اس سے ملحقہ جائداد کی واگذاری کے بعد ہم وہاں ریڈنگ روم اور لائبریری قائم کرنے کے علاوہ جلسہ سالانہ کی بھی بنیاد ڈالیں گے انشاء اللہ خدا کے فضل سے ہر جگہ انفرادی حیثیت سے بہت سے احمدی بھائی [illegible]

ایک عازمِ حج سے حضرت امام الزمانؑ کی درخواستِ دُعا

ذیل میں حضرت مسیح موعودؑ کا ایک خط اخبار الحکم مؤرخہ ۶، و ۱۳ اگست ۱۸۹۸ء سے نقل کیا جاتا ہے۔ جو آپ نے اپنے ایک مخلص مرید منشی احمد جان کو اس وقت لکھا تھا جب وہ حج بیت اللہ کے لئے جا رہے تھے۔ اس خط میں آپ نے منشی صاحب موصوف سے زیارتِ کعبہ کے وقت دُعا کی جو درخواست کی ہے اور جس عاجزی اور انکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے طلب رضا و مغفرت اور خدمتِ دین کے جوش و ولولہ کو انجام تک پہنچانے کے لئے بحضور خداوندی التجا کرنے کی استدعا کی ہے اس سے آپ کی کیفیتِ قلبی اور دلی خلوص اور جوشِ ایمانی کا پتہ لگتا ہے۔

اصل خط منشی احمد جان صاحب کے صاحبزادہ منظور محمدؐ صاحب نے حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ کو (جن کی وساطت سے یہ خط اخبار الحکم میں شائع ہوا) بھیجتے ہوئے یہ لکھا ہے:۔

"اس خط کی پُوری پوری تعمیل کی گئی ۔ یعنے منشی صاحب جن کے نام یہ خط ہے بخیر و عافیت حج کو گئے اور وہاں پہنچکر حسب الحکم اس خط کو باواز بلند پڑھا اور ساتھ کی جماعت آمین کہتی رہی، اس سال حج اکبر ہوا یعنے جمعہ کے دن، حج سے فراغت پاکر بخیر و عافیت جیسا کہ حضرت اقدس کی دُعا تھی واپس گھر پہنچ گئے، اور گیارہ بارہ روز زندہ رہ کر ۱۳۰۳ھ میں لودیانہ میں وفات پائی۔ اس خط میں جہاں نقطے دیئے ہوئے ہیں اس جگہ سے بباعث دیرینہ ہونے کے پھٹ کر ضائع ہو گیا ہے۔ لیکن یہ ضائع شدہ چند الفاظ ہیں زیادہ نہیں مضمون کا ربط معلوم ہو سکتا ہے۔"

اصل خط حسب ذیل ہے:۔

از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد باخویم مخدوم و مکرم منشی احمد جان سلّمہ اللہ تعالےٰ۔

بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، عنایت نامہ آں مخدوم پہنچا۔ اس عاجز کی غرض پہلے خط سے حج بیت اللہ کے بارے میں صرف اس قدر تھی کہ سامان سفر میسّر ہو جانا چاہیئے اب چونکہ خدا تعالےٰ نے زادِ راہ میسّر کر دیا اور عزم مصمم ہے۔ اور ہر طرح سامان درست ہے اس لئے اب یہ دُعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم آپ سے یہ عمل قبول فرما دے اور آپ کا یہ قصد موجب خوشنودی حضرت عزّ اسمہٗ ہو اور آپ خیر و عافیت اور سلامتی سے بہ تحصیل مرضات اللہ واپس آویں۔ (آمین یا ربّ العالمین)۔ اور انشاء اللہ یہ عاجز آپ کے لئے بہت دُعا کرے گا۔ آپ کے پچیس روپے پہنچ گئے ہیں۔ آپ نے اس ناکارہ کی بہت مدد کی اور خالصاً للّٰہ اپنے قول اور فعل اور خدمت سے حمایت اور نصرت کا حق بجا لائے جزاکم اللہ خیر الجزا واحسن الیکم فی الدنیا والعقبیٰ۔ یہ عاجز یقین رکھتا ہے کہ آپ کا یہ عمل بھی حج سے کم نہیں ہو گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ دل تو آپ کی اس قدر جُدائی سے محزون اور مغموم رہے گا۔ لیکن آپ جس دولت اور سعادت کو حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ اس روزِ عظیم پر نظر کرنے سے انشراح خاطر ہے۔ خدا تعالےٰ آپ کا حامی اور ناصر رہے۔ اور یہ سفر من کل الوجوہ مبارک کرے۔

اس عاجز ناکارہ کی ایک عاجزانہ التماس یاد رکھیں۔ کہ جب آپ کو بیت اللہ کی زیارت بفضل تعالےٰ میسّر ہو تو اس مقام محمود و مبارک میں اس احقر عباد اللہ کی عرض ان ہی لفظوں سے مسکنت اور غربت کے ہاتھ بحضور دل اُٹھا کر گذارش کریں۔ کہ اے الرحم الراحمین ایک تیرا بندہ عاجز اور ناکارہ پُر خطا اور نالائق غلام احمد جو تیری زمین ملک ہند میں ہے اُس کی یہ عرض ہے کہ اے الرحم الراحمین تو مجھ سے راضی ہو۔ اور میری خطیئات اور گناہوں کو بخش کہ تو غفور و رحیم ہے۔ اور مجھ سے وہ کام کرا جس سے بہت ہی راضی ہو جائے مجھ میں اور میرے نفس میں مشرق اور مغرب کی دُوری ڈال اور میری زندگی اور میری موت اور میری ہر ایک قوت اور جو مجھے حاصل ہے اپنی ہی راہ میں کر، اور اپنی ہی محبت میں مجھے زندہ رکھ اور اپنی ہی محبت میں مجھے مار اور اپنے ہی کامل محبّین میں مجھے اُٹھا۔ اے ارحم الراحمین جس کام کی اشاعت کے لئے تو نے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کے لئے تو نے میرے دل میں جوش ڈالا ہے اس کو اپنے ہی فضل سے انجام تک .... عاجز کے ہاتھ سے حجّت اسلام مخالفین پر اور ان سب پر .... اسلام کی خوبیوں سے بے خبر ہیں۔ پُوری کر۔ اور اس عاجز اور .... اور مخلصوں اور ہم مشربوں کو مغفرت اور مہربانی کے .... حمایت میں رکھ کر دین و دنیا میں آپ ان کا متکفل .... اور سب کو اپنے دار الرضا میں پہنچا اپنے ...... اور ان کے آل و اصحاب پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام و برکات نازل کر۔ آمین یا رب العالمین۔ یہ دعا ہے جس کے لئے آپ پر فرض ہے کہ انہی الفاظ سے بلا تبدیل و تغیر بیت اللہ میں حضرت الرحم الراحمین اس عاجز کی طرف سے کریں۔ والسلام

خاکسار غلام احمد

مکرر کہ خط ہذا بطور یادداشت اپنے پاس رکھیں۔ خط دیکھ کر بہ تمام تر حضور و رقت دل دعا کریں۔

والسلام

جماعتِ احمدیہ کے لئے لمحۂ فکریہ

امریکہ کی نیگرو آبادی میں سے پانچ لاکھ کی ایک جمعیت محمد علی ایلیجا کی راہ بری میں اسلام قبول کر چکی ہے۔ یہ صاحب احمدیہ لٹریچر سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے تھے۔ ان میں خدمتِ اسلام کا عظیم جذبہ کار فرما تھا۔ اب یہ بوڑھے کمزور اور موت کی دہلیز پر پہنچ چکے ہیں اور ان کے پانچ لاکھ حواری عنقریب یتیم ہونے والے ہیں۔ وہ خاک اُڑاتے ہوئے پھر میخانوں تک چلے جائیں گے۔ اور یہ پُرجوش خون تثلیث کی ندیوں میں بہہ نکلے گا یا لینن کی رُوح پر نثار ہو جائے گا۔ کوئی ہے جو اس قافلے کو راستہ دکھلائے؟ اگر جلد تر دستِ تعاون نہ بڑھایا گیا تو یہ قافلہ لُٹ جائے گا قزاق منہ کھولے بیٹھے ہیں۔ امریکہ میں اسلام کی متاع برباد ہو جائے گی۔ قربان گاہ خالی پڑی ہے۔ آسمان کی نظر خدمتگاروں کو ڈھونڈتی پھرتی ہے۔ شانِ کریمی عرق انفعال کے قطروں کو موتی بنانے کے لئے بیتاب ہے لیکن پسینے کی بوندیں نہیں مل رہیں۔ ضرورت ہے کہ ان لوگوں کو سہارا دیا جائے۔ انہیں اسلام سے وابستہ رکھا جائے اور اُن میں سے ایک ایک شخص کے ہاتھ میں قرآن مجید کا نسخہ پہنچایا جائے اور انہیں بتایا جائے کہ ہم تمہارے اسلامی بھائی تمہاری ہر خدمت کے لئے حاضر ہیں۔ ہر قسم کا ضروری لٹریچر تمہیں مہیا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہ حالات ہمارے لئے لمحۂ فکریہ مہیا کرتے ہیں۔ جماعت کا فرض ہے کہ اس طرف توجہ کرے۔

خاکسار۔ عبدالمنان عُمر

درخواستہائے دُعا

(۱) شیخ محمد عبداللہ صاحب پنشنر ماسٹر جھنگ بیمار ہیں احباب سے دُعا کی درخواست کرتے ہیں۔

(۲) مسٹر خورشید عالم ترین متعلم ایم بی بی ایس سرگودھا لکھتے ہیں کہ اچانک کار کو آگ لگ جانے کی وجہ سے میرے دونوں ہاتھ جل گئے خدا کا شکر ہے جان بچ گئی جمعہ میں دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ میرے ہاتھوں کو ٹھیک کر دے۔ امتحان بھی دینا ہے اس میں کامیابی کی دعا کی جائے۔

(۳) کراچی سے محمد بیدار صاحب لکھتے ہیں کہ شیخ نعیم الحق صاحب کا پیشاب بند ہو جانے کی وجہ سے اپریشن ہوا ہے۔ کمزوری بہت زیادہ ہے ان کی صحت کاملہ کے لئے دعا کی جائے۔

مولانا شیخ عبدالرحمن صاحب مصری

سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد کی کتب میں بھی

حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے محدث ہونے کا اقرار موجود ہے

(۲)

گذشتہ قسط کا خلاصہ

گذشتہ قسط میں بالوضاحت یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب "نزول المسیح" میں جو یقیناً سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد کی کتاب ہے اور جس کا سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد کی تصنیف ہونا فریقین کو بھی مسلّم ہے اسی طرح اپنا محدث ہونا ظاہر فرمایا ہے جس طرح دعوئے مسیحیت کے بعد اپنی سب سے پہلی کتاب "توضیح مرام" میں اپنا محدث ہونا ظاہر فرمایا ہے۔ اس طریق کو میں نے اسی قسط میں پہلے طریق کے نام سے نامزد کیا ہے جس کے ذریعہ اس بات کا ثبوت بہم پہنچا دیا گیا ہے کہ سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی حضورؑ اپنے آپ کو محدث ہی قرار دیتے رہے ہیں۔ اب ذیل میں اسی غرض کو ثابت کرنے کے لئے دوسرا طریق پیش کیا جاتا ہے۔

دعوئے محدثیت کے اظہار کے لئے دوسرا طریق

علماء ربوہ کے اس مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے کہ سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد کی کتب سے دکھلایا جائے کہ حضورؑ نے اپنے آپ کو ان میں محدث ظاہر کیا ہو ذیل میں دوسرا طریق پیش کیا جاتا ہے سنہ ۱۸۹۳ء میں حضرت مسیح موعودؑ اور عیسائی صاحبان کے درمیان ایک مباحثہ کے انعقاد کے سلسلہ میں خط و کتابت ہوئی۔ اس خط و کتابت کے دوران حضورؑ کی طرف سے ۵ مئی سنہ ۱۸۹۳ء کو ایک اشتہار شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے:۔

"قد افلح من زکّٰھا"

جسے من و عن ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

"کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے
کرے پاک آپ کو تب اسکو پاوے

یہ تو ہر ایک قوم کا دعوے ہے کہ بہتیرے ہم میں ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں مگر ثبوت طلب یہ بات ہے کہ خدا تعالیٰ بھی اُن سے محبت رکھتا ہے یا نہیں اور خدا تعالیٰ کی محبت یہ ہے کہ پہلے تو اُن کے دلوں پر سے پردہ اُٹھا وے جس پردہ کی وجہ سے اچھی طرح انسان خدا تعالیٰ کے وجود پر یقین نہیں رکھتا اور ایک دھندلی سی اور تاریک معرفت کے ساتھ اس کے وجود کا قائل ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات امتحان کے وقت اُس کے وجود سے ہی انکار کر بیٹھتا ہے اور یہ پردہ اُٹھایا جانا بجز مکالمہ الٰہیہ کے اور کسی صورت سے میسّر نہیں آ سکتا پس انسان حقیقی معرفت کے چشمہ میں اُس دن غوطہ مارتا ہے جس دن خدا تعالیٰ اس کو مخاطب کر کے انا الموجود کی اس کو آپ بشارت دیتا ہے تب انسان کی معرفت صرف اپنے قیاسی ڈھکوسلے یا محض منقولی خیالات تک محدود نہیں رہتی بلکہ خدا تعالیٰ سے ایسا قریب ہو جاتا ہے کہ گویا اس کو دیکھتا ہے اور یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ خدا تعالیٰ پر کامل ایمان اُسی دن انسان کو نصیب ہوتا ہے کہ جب اللہ جلشانہٗ اپنے وجود سے آپ خبر دیتا ہے اور پھر دوسری علامت خدا تعالیٰ کی محبت کی یہ ہے کہ اپنے پیارے بندوں کو صرف اپنے وجود کی خبر ہی نہیں دیتا بلکہ اپنی رحمت اور فضل کے آثار بھی خاص طور پر ان پر ظاہر کرتا ہے اور وہ اس طرح پر کہ ان کی دعائیں جو ظاہری امیدوں سے زیادہ ہوں قبول فرما کر اپنے الہام اور کلام کے ذریعہ سے ان کو اطلاع دے دیتا ہے۔ تب اُن کے دل تسلّی پکڑ جاتے ہیں کہ یہ ہمارا قادر خدا ہے جو ہماری دعائیں سنتا اور ہم کو اطلاع دیتا اور مشکلات سے ہمیں نجات بخشتا ہے اُسی روز سے نجات کا مسئلہ بھی سمجھ آتا ہے اور خدا تعالیٰ کے وجود کا بھی پتہ لگتا ہے اگرچہ جگانے اور متنبہ کرنے کے لئے کبھی کبھی غیروں کو بھی سچی خواب آ سکتی ہے مگر اس طریق کا مرتبہ اور شان اور رنگ اور ہے یہ خدا تعالیٰ کا مکالمہ ہے جو خاص مقربوں سے ہی ہوتا ہے اور جب مقرب انسان دعا کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اپنی خدائی کے جلال کے ساتھ اس پر تجلّی فرماتا ہے اور اپنی روح اس پر نازل کرتا ہے اور اپنی محبت سے بھرے ہوئے لفظوں کے ساتھ اس کو قبول دعا کی بشارت دیتا ہے اور جس کسی سے یہ مکالمہ کثرت سے وقوع میں آتا ہے اس کو نبی یا محدث کہتے ہیں اور سچے مذہب کی یہی نشانی ہے کہ اس مذہب کی تعلیم سے ایسے راستباز پیدا ہوتے ہیں جو محدث کے مرتبہ تک پہنچ جائیں۔ جن سے خدا تعالیٰ آمنے سامنے کلام کرے اور اسلام کی حقیقت اور حقانیت کی اوّل نشانی یہی ہے کہ اس میں ہمیشہ ایسے راستباز جن سے خدا تعالیٰ ہم کلام ہو پیدا ہوتے ہیں تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا۔ سو یہی معیار حقیقی سچے اور زندہ اور مقبول مذہب کی ہے اور ہم جانتے ہیں کہ یہ نور صرف اسلام میں ہے عیسائی مذہب اس روشنی سے بے نصیب ہے اور ہماری یہ بحث جو ڈاکٹر کلارک صاحب سے ہے اس غرض اور اس شرط سے ہے کہ اگر وہ اس مقابلہ سے انکار کریں تو یقیناً سمجھو کہ عیسائی مذہب کے بطلان کے لئے یہی دلیل ہزار دلیل سے بڑھ کر ہے کہ مُردہ ہرگز زندہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور نہ اندھا سوجاکھے کے ساتھ پُورا اُتر سکتا ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ ۵ مئی سنہ ۱۸۹۳ء

خاکسار۔ میرزا غلام احمد

از قادیان ضلع گورداسپور۔

اشتہار مذکورہ میں خدا کی محبت کی علامات

اس اشتہار میں اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ آیا خدا بھی اپنے کسی بندہ سے محبت کرتا ہے حضور نے مندرجہ ذیل ۵ علامتیں تحریر فرمائی ہیں:۔

(۱)۔ خدا تعالیٰ ایسے بندہ کو بذریعہ اپنے مکالمہ مخاطبہ کے اپنی ہستی کا یقین دلا دیتا ہے۔

(۲)۔ اپنے ایسے پیارے بندوں کی ان دعاؤں کو قبول فرما کر جو ظاہری امیدوں سے زیادہ ہوتی ہیں اپنے الہام اور کلام کے ذریعہ انکی قبولیت کی اطلاع دیتا ہے اس سے امور غیبیہ پر اطلاع پانے کا ثبوت ملتا ہے۔

(۳)۔ اگرچہ جگانے اور متنبہ کرنے کے لئے کبھی کبھی غیروں کو بھی سچی خواب آ سکتی ہے مگر اپنے خاص مقربوں کو اپنے جس مکالمہ مخاطبہ سے نوازتا ہے اس کی شان اور اس کا مرتبہ اور ہی رنگ رکھتا ہے۔

(۴)۔ جس بندے سے کثرت سے ایسا مکالمہ مخاطبہ وقوع میں آتا ہے اسکو نبی یا محدث کہتے ہیں۔

(۵)- سچے مذہب کی یہی نشانی ہے کہ اس مذہب کی تعلیم سے ایسے راستباز پیدا ہوتے ہیں جو محدّث کے مرتبہ تک پہنچ جائیں جن سے خدا تعالےٰ آمنے سامنے کلام کرے اور ایسا سچا مذہب اس وقت صرف اسلام ہی ہے -

علمائے ربوہ کا موقف اور ان سے ایک اہم سوال

علمائے ربوہ کا موقف یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ۱۹۰۱ء سے قبل نبی کی تعریف یہ کی تھی کہ وہ کامل شریعت یا شریعت کا کوئی جزو لانے یا براہ راست یعنے بغیر کسی نبی کی اتباع کے نبی بنایا جائے لیکن ۱۹۰۱ء کے بعد حضورؑ نے بقول علماء ربوہ اس تعریف کو بدل کر نبی کی تعریف بدیں الفاظ کی کہ جس کے ساتھ کثرت سے مکالمہ مخاطبہ مشتمل بر امور غیبیہ ہو شریعت کی رُو سے وہی نبی ہوتا ہے شریعت کا لانا یا براہ راست ہونا اس کے لئے ضروری نہیں بلکہ شریعت کا لانا یا براہ راست ہونا نبی کی تعریف میں داخل ہی نہیں -

اب سوال یہ ہے کہ اشتہار مذکورہ بالا تو ۵ رمئی ۱۸۹۳ء کا ہے جو یقیناً ۱۹۰۱ء سے قبل کا زمانہ ہے اس اشتہار میں تو حضور جسے حضورؑ نے یقیناً ۱۹۰۱ء سے قریباً آٹھ سال قبل سپرد قلم کیا صرف کثرت سے مکالمہ مخاطبہ مشتمل بر امور غیبیہ پانے والے کو نبی قرار دیتے ہیں حالانکہ علماء ربوہ کا موقف یہ ہے کہ کثرت سے مکالمہ مخاطبہ مشتمل بر امور غیبیہ پانے والے کو نبی حضورؑ نے ۱۹۰۱ء کے بعد کہنا شروع کیا -

کیا علماء ربوہ اس تضاد کو اٹھانے کی کوئی سبیل بتلا سکتے ہیں جو بظاہر ان کے موقف اور حضورؑ کے اشتہار مذکورہ بالا کی عبارت میں نظر آ رہا ہے -

قابلِ غور دوسری بات

اس اشتہار میں دوسری بات جو علمائے ربوہ کو غور کی دعوت دے رہی ہے یہ ہے کہ اس اشتہار میں حضورؑ نے جس طرح کثرت مکالمہ مخاطبہ مشتمل بر امور غیبیہ کو نبی کے لئے بطور ضروری شرط کے قرار دیا ہے بعینہٖ اسی طرح محدّث کے لئے بھی اسی قسم کی کثرت کو بطور ضروری شرط کے ٹھہرایا ہے دونوں میں قطعاً کوئی فرق نہیں کیا اور یہ آپ صاحبان کو بھی مسلّم ہے کہ محدّث اس اُمت میں بکثرت پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ قاضی صاحب اپنی کتاب "شان مسیح موعودؑ" کے صفحہ ۱۹۲ پر لکھتے ہیں :-

> " محدثین اُمت محمدیہ میں بکثرت گذر چکے ہیں جیسا کہ حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے :-
>
> " اُمت محمدیہ میں محدثیت کا منصب اس قدر بکثرت ثابت ہوتا ہے جس سے انکار کرنا بڑے غافل اور بے خبر کا کام ہے
>
> (براہین احمدیہ حاشیہ ۴ صفحہ ۴۴۵)"

اور اشتہار کی عبارت سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس اُمت میں محدّث ہمیشہ پیدا ہوتے رہیں گے جن سے اللہ تعالےٰ آمنے سامنے بکثرت کلام کرتا رہے گا دیکھتے ہیں کہ علماء ربوہ اپنے موقف کو مدنظر رکھتے ہوئے اور فرمائیں ان عبارتوں کی تطبیق کی کیا سبیل نکالتے ہیں - ان کی طرف سے جواب موصول ہونے پر انشاء اللہ خاکسار اس عبارت پر جو لیکچر سیالکوٹ سے میں نے آگے پیش کی ہے حضورؑ کا جو اصل منشا ہے اس پر روشنی ڈالوں گا سردست تو صرف اتنا ہی ثابت کرنا مقصود ہے کہ حضورؑ نے ۱۹۰۱ء کے بعد بھی اپنے آپ کو اسی طرح محدّث قرار دیا ہے جس طرح ۱۹۰۱ء سے قبل قرار دیتے رہے جو اشتہار مذکورہ بالا اور لیکچر سیالکوٹ کی عبارتوں سے واضح ہے -

۱۹۰۱ء کے بعد کا حوالہ

اشتہار مذکورہ بالا تو ۱۹۰۱ء سے قبل یعنے ۱۸۹۳ء کا شائع کردہ ہے اب ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۹۰۱ء کے بعد حضورؑ کیا فرماتے ہیں -

۲ ر نومبر ۱۹۰۴ء کو حضور کا ایک لیکچر موسومہ بہ "اسلام" شہر سیالکوٹ کے ایک عظیم الشان جلسہ میں پڑھا گیا - اس کے صفحہ ۳ پر حضورؑ بعینہٖ اسی حقیقت کا اظہار فرماتے ہیں جس کا اظہار حضورؑ ۱۸۹۳ء میں اشتہار مذکورہ بالا میں فرما چکے ہیں چنانچہ اللہ تعالےٰ سے خاص تعلق رکھنے والے مامورین کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

> "ایسے شخص میں ایک طرف تو خدا تعالےٰ کی ذاتی محبت ہوتی ہے اور دوسری طرف بنی نوع کی ہمدردی اور اصلاح کا بھی ایک عشق ہوتا ہے اسی وجہ سے ایک طرف تو خدا کے ساتھ اس کا ایسا ربط ہوتا ہے جو اس کی طرف ہر وقت کھینچا چلا جاتا ہے اور دوسری طرف نوعِ انسان کے ساتھ بھی اس کو ایسا تعلق ہوتا ہے جو اُن کی مستعد طبائع کو اپنی طرف کھینچتا ہے جیسا کہ آفتاب زمین کے تمام طبقات کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے اور خود بھی ایک طرف کھنچا جا رہا ہے - یہی حالت اس شخص کی ہوتی ہے ایسے لوگوں کو اصطلاحِ اسلام میں نبی اور رسول اور محدّث کہتے ہیں اور وہ خدا کے پاک مکالمات اور مخاطبات سے مشرف ہوتے ہیں اور خوارق ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں اور اکثر دعائیں ان کی قبول ہوتی ہیں اور اپنی دعاؤں میں خدا تعالےٰ سے بکثرت جواب پاتے ہیں - لیکچر اسلام سیالکوٹ صفحہ ۳"

علماء ربوہ غور فرمائیں کہ لیکچر سیالکوٹ میں بھی کیا حضورؑ نے یہی نہیں فرمایا کہ کثرت سے مکالمہ مخاطبہ پانے والا اور کثرت سے قبولیت دُعا کے شرف سے مشرف ہونے والا شخص

اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول اور محدّث کہلاتا ہے

کیا اس عبارت میں بھی حضورؑ نے صریح الفاظ میں اپنے آپ کو محدّث نہیں قرار دیا کیا یہ عبارت ۱۹۰۱ء کے بعد کی نہیں اور پھر کیا اس عبارت میں بھی حضور نے جہاں تک مکالمہ مخاطبہ قبولیت دُعا اور خوارق کے ظہور کا تعلق ہے نبیوں اور محدثین میں کوئی فرق کیا ہے کیا دونوں کو ایک ہی مقام پر کھڑا نہیں کیا -

پھر اسی عبارت کے آگے معترضین کے اس سوال کا کہ دوسروں کو بھی سچے خواب یا سچے الہام ہو جاتے ہیں کیا بالکل وہی جواب نہیں دیا جو اشتہار مذکورہ بالا میں دے چکے ہیں - فرماتے ہیں :-

> "خدا نے جو عام لوگوں کے نفوس میں رُؤیا اور کشف اور الہام کی کچھ کچھ تخم ریزی کی ہے وہ محض اس لئے ہے کہ وہ لوگ اپنے ذاتی تجربہ سے انبیاء علیہم السلام کو شناخت کر سکیں اور اس راہ سے بھی اُن پر حجت پوری ہو اور کوئی عذر باقی نہ رہے -"

پھر ایک مثال سے خاص مقربین کے مکالمہ مخاطبہ اور عوام کی خوابوں وغیرہ میں جو فرق ہے اس کو ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

> "جیسا کہ ظاہر ہے کہ ایک مفلس گدائی پیشہ کے پاس بھی چند درہم ہوتے ہیں اور ایک شہنشاہ کے خزائن بھی دراہم سے پُر ہوتے ہیں مگر وہ مفلس نہیں کہہ سکتا کہ میں اس بادشاہ کے برابر ہوں -"

ایک امر کی وضاحت

میں اس جگہ اس امر کی وضاحت کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اسلامی اصطلاح میں حضرت مسیح موعود نے کبھی بھی محدّث ہونے سے انکار نہیں کیا - انکار محض لغوی معنی میں محدّث ہونے سے کیا ہے اور باقی رہا اسلامی اصطلاح تو امیں محدّث ہونے کا اقرار حضورؑ کی تمام تحریروں میں موجود ہے - چنانچہ اختلاف سے قبل علماء سلسلہ اسی حقیقت کا اعتراف کرتے رہے ہیں جیسا کہ اس کے ثبوت میں حافظ روشن علی صاحب مرحوم کا حوالہ متعدد مرتبہ پیش کیا جا چکا ہے اور اس کے بالمقابل نبی ہونے سے انکار ہمیشہ اسلامی اصطلاح میں کیا ہے حضور کی ایک بھی تحریر ایسی پیش نہیں کی جا سکتی جس میں حضور نے اپنے آپ کو اسلامی اصطلاح میں نبی کہا ہو اور نبی ہونے کا اقرار ہمیشہ محض لغوی معنی میں ہی کیا ہے - یہ فرق ہے جسے نظر انداز کرنے کی وجہ سے علماء ربوہ خود بھی غلطی میں مبتلا ہو گئے ہیں اور اپنی جماعت

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۲)

شذرات

(بسلسلہ صفحہ ۲)

بنائے"۔ (المائدۃ)

جب اس گروہ نے خدا کے نبی حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے کہا کہ خدا سے دعا کرو کہ وہ ہم پر مائدہ نازل کرے اور ہم کھائیں اور پیئیں اور عید منائیں تو پہلے تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے انہیں تقوےٰ اور پرہیزگاری کی تلقین کی اور پھر انکے اصرار پر خدا سے ان کے لئے مائدہ مانگا۔ مگر مسیح سے مائدہ طلب کرنے والی یہ قوم بھی مائدہ پر ہی قناعت کر کے بیٹھ گئی اور روٹیوں پر گر گئی اور ان کے نزدیک مذہب کی غرض و غایت سوائے حظ جسمانی کے اور کوئی نہ رہی جس طرح بندر بننے سے مراد مسخ قلوب تھا اور اصحاب سبت کو ان سے تشبیہہ دی گئی اسی طرح خنزیر سے مراد خنزیر صفت بناتا ہے اور اصحاب مائدہ کو اس سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ کہ انہوں نے خدائی تعلیم پر دنیا کو اور دنیاوی نعماء کو مقدم رکھا۔ ایسے ہی گروہ کا جو دین کو دنیا پر مقدم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ نے یوں حال بیان فرمایا ہے:۔

"پس ان نیک لوگوں کے بعد ایسی ناخلف اولاد آئی جس نے نمازوں کو ضائع کیا اور خواہشاتِ نفسانی کے پیچھے لگ گئے" (مریم)

علماءِ ربوہ کی مشابہت

جس طرح قرآن کریم میں بعض طبقات اور قوموں کو بعض جانوروں کے خصائل پا لینے کی وجہ سے ان سے مشابہت دی گئی ہے اسی طرح جماعت ربوہ کے سابق خلیفہ صاحب نے اپنی جماعت کے مختلف طبقوں کی حالت کو مختلف مثالوں اور تشبیہات سے واضح فرمایا ہے۔ اپنی جماعت کے علماء کی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے خلیفہ صاحب مرحوم فرماتے ہیں:۔

> میں نے کرید کرید کر ان کے دماغ میں داخل ہونا چاہا مگر چاروں طرف سے انکے دماغ کا رستہ بند نظر آیا اور مجھے معلوم ہوا کہ سوائے اس کے کہ انہیں کہا جاتا ہے کہ وفات مسیح پر یہ آیتیں رٹ لو یا نبوت کے مسئلہ کی یہ دلیلیں یاد کر لو انہیں اور کوئی بات نہیں سکھلائی جاتی ....
>
> جب سوال کیا کہ کس طرح تبلیغ کرو گے تو یہ جواب دیا کہ جس طرح بھی ہو گا تبلیغ کریں گے۔ یہ الفاظ کہنے والوں کی ہمت تو بتاتے ہیں۔ مگر عقل تو نہیں بتاتے۔ الفاظ سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کہنے والا ہمت رکھتا ہے۔ مگر یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ کہنے والوں میں عقل نہیں اور نہ وسعت خیالی ہے۔ جس طرح ہو گا تو سُؤر کہا کرتا ہے۔ اگر سُؤر کی زبان ہوتی اور اس سے پوچھا جاتا کہ تو کس طرح حملہ کرے گا تو وہ یہی کہتا کہ جس طرح ہو گا کروں گا۔ ....
>
> پس یہ تو سؤروں والا حملہ ہے کہ سیدھے چلے گئے اور عواقب کا خیال نہ کیا۔"

(اخبار الفضل ۲۴ جنوری ۱۹۲۵ء)

جن کو تم نے قطرۂ صافی تھا سمجھا او نقی
غور سے دیکھا تو نکلے ان میں بھی کیڑے ہزار

تعزیتی قرارداد

بورڈران احمدیہ بلڈنگس کا یہ غیر معمولی اجلاس چوہدری عطاء اللہ خاں صاحب صدر مجلس کی زیر صدارت جناب چوہدری عبدالحق صاحب کے والد محترم کی وفات حسرت آیات پر شدید غم کا اظہار کرتا ہے اور اس جانکاہ صدمہ میں جو جناب چوہدری صاحب موصوف کو اپنے عظیم القدر باپ کی وفات کی وجہ سے اٹھانا پڑا، برابر کا شریک ہے اور تہ دل سے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، اور چوہدری صاحب اور مرحوم کے دیگر پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ خاکساران:۔

۱۔ چوہدری عطاء اللہ خاں متعلم۔ ایل ایل۔ بی۔
۲۔ اسعد شاد متعلم ایل ایل بی۔
۳۔ عبدالحمید سلطان ایم۔ اے
۴۔ اللہ بخش بی اے
۵۔ ظفر مسعود
۶۔ عبدالوحید بی اے
۷۔ وقار احمد۔ متعلم بی کام
(۸) محمد صدیق متعلم ایف ایس سی۔
(۹) عبدالصمد متعلم ایم اے
(۱۰)۔ عبدالغفور متعلم ایم اے
(۱۱) مرزا عبداللطیف متعلم ایم اے
(۱۲) کے۔ کے مسعود۔ بی اے۔
(۱۳) ہمایوں محمود۔ ایم ایس۔ سی۔
(۱۴) عامر اقبال ایم ایس سی۔

سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد کی کتب میں بھی

حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے محدثیت ہونیکا اقرار موجود ہے

(بسلسلہ صفحہ نمبر ۱۰)

کو بھی غلطی میں ڈالا ہوا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہی اپنے فضل سے اس حقیقت تک رسائی حاصل کرنے کے لئے ان کی آنکھیں کھول دے تاکم از کم حضرت اقدسؑ کے مقام کے متعلق دونوں جماعتوں میں جو اختلاف ہے وہ تو دور ہو جائے۔

خلاصہ کلام یہ کہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر علماء ربوہ تعصب اور بے جا ضد سے دلوں کو صاف کر کے میرے مندرجہ بالا بیان پر غور کریں گے تو ان پر واضح ہو جائے گا کہ اس سے ان کا یہ مطالبہ کہ کیا حضور نے سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد اپنے آپ کو محدث کہا ہے ان کو پورا ہوتا ہوا نظر آ جائے گا خدا ہی ان کو غور کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین انشاء اللہ آئندہ قسط میں تیسرا طریق بھی ان کے مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے پیش کیا جائے گا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ؀

مولانا احمد علی صاحب مرحوم

مکرم جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مزاج شریف۔ اخبار میں قبلہ محترم مولوی احمد علی صاحب کی وفات کا پڑھ کر بے حد صدمہ ہوا۔ مرحوم حضرت امیر مرحوم کے بھائیوں میں سے سب سے چھوٹے تھے۔ نہایت متقی، پرہیزگار، نیک، دین کے صاف بات کے نہایت سچے۔ دینداری میں اچھا نمونہ۔ بڑھاپے میں بھی ادائیگی ارکان عبادت میں مستعد، گویا کہ اسلام کے اعلیٰ اخلاق کا نمونہ تھے۔ کبھی بھی ہیر پھیر کی بات نہیں کی، صاف بات منہ پر کہہ دیتے تھے۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے جوار رحمت میں اعلیٰ

ABL

آسٹریلیشیا بنک
ہمارا نصب العین
بنک کاری میں مخلصانہ خدمت
اور اعلیٰ کارگزاری
آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ
قائم شدہ ۱۹۴۲ء

PAK CEMENT

پاک سیمنٹ فاروقیہ
یادگار عمارتیں
پائیدار سیمنٹ
پاک سیمنٹ - فاروقیہ
پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ
فاروقیہ (ضلع ہزارہ)

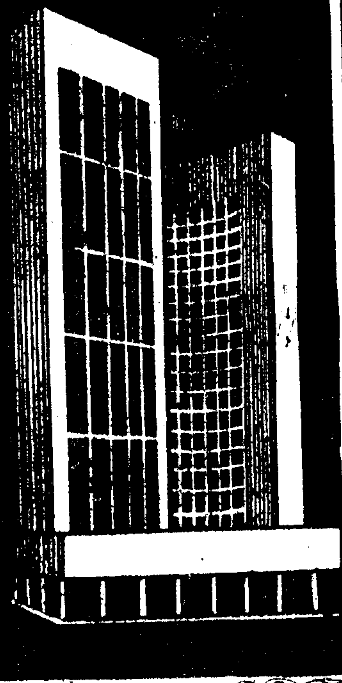

CSTM

کالونی سرحد
کے پارچا جات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا
کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل آباد نوشہرہ

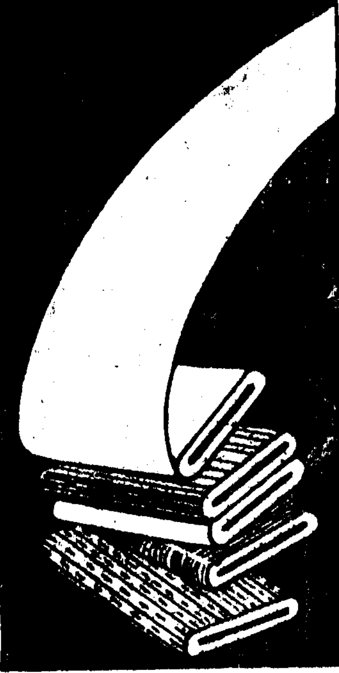

استاد کی ضرورت

مجھے اپنی دو بچیوں کے لئے جو ان میں سے ایک گذشتہ سال میٹرک کر چکی ہے اور اب انٹرمیڈیٹ کی تیاری کرنا چاہتی ہے اور دوسری اب نویں جماعت کی طالبہ ہے ایک معقول لائق استاد کی ضرورت ہے جو بچیوں کو گھر پر تیاری کرا سکے۔ اول الذکر بچی کو فارسی انگلش و سیوکس میں رہنمائی کی ضرورت ہو گی اور چھوٹی کو صرف حساب انگلش میں۔ کھانا و رہائش (معقول) میرے ذمہ ہو گا۔ اور باقی تنخواہ وغیرہ کا فیصلہ کر لیا جائے گا۔ والسلام۔ خاکسار۔ آمنہ تمیم
پتہ:- کہکشاں - کمالیہ - ضلع لائل پور

بہترین علاج

بواسیر۔ جسمانی کمزوری۔ ضعفِ اعصاب۔ فالج۔ گنٹھیا۔ تلی۔ ریح - سل۔ پرانے بخار کے شفا بخش علاج ڈاک سے منگوائیے۔

خط ملنے پر طبی کتاب مفت
حکیم محمد شفیع چشتی
شیرو P-5 - جام پور - ڈیرہ غازی خان

پیغام صلح ۲۷ مارچ ۱۹۶۸ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳ - شمارہ ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ٹیلی فون نمبر [illegible]
تار کا پتہ [illegible]

ہفت روزہ

پیغام صلح

لاہور
"پاکستان"

جلد ۵۶ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۴ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ مطابق ۳ اپریل ۱۹۶۸ء | نمبر ۱۳

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص محبّوں کا گروہ بھی
بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا"۔

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

(۱)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نیا نہ پرانا۔
(۲)۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ ہوگی۔
(۳)۔ سب صحابہؓ اور ائمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
(۴)۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
(۵) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۶) اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

شادی کے موقعہ پر عورتوں کا گانا اور ڈھولک بجانا

عن الربیع بنت معوّذ قالت دخل علیّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم غداۃ بُنِیَ علیّ فجلس علی فراشی کمجلسك منّی وجویریات یضربن بالدُف یندُبن من قُتِل من اٰبائھن یوم بدر حتی قالت جاریة وفینا نبیٌ یعلم ما فی غدٍ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تقولی ھکذا وقولی ما کنت تقولین۔

ترجمہ :۔

ربیع بنت معوذ سے روایت ہے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری شادی کے دن صبح کو میرے یہاں تشریف لائے اور میرے بچھونے پر بیٹھ گئے جیسے آپ میرے پاس بیٹھے ہیں اور کچھ لڑکیاں دف بجا رہی تھیں۔ بدر کے دن جو ان کے بزرگ مارے گئے تھے ان کی تعریفیں کر رہی تھیں۔ یہاں تک کہ ایک لڑکی نے کہا کہ ہم میں نبی موجود ہے جو کل کی بات جانتا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا مت کہہ۔ اور جو کچھ تو کہہ رہی تھی وہی کہہ۔

نوٹ : از حضرت مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:
غیب کی نسبت مخلوق کی طرف ہی نہیں بلکہ خصوصیت سے اپنی طرف بھی منع کی۔

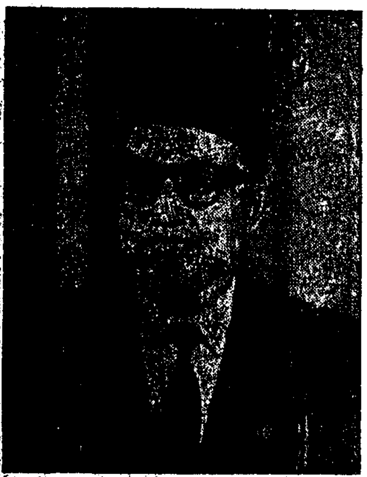

ڈپٹی خلیل الرحمن خادم صاحب
جن کا تعارف اور انٹرویو اندر کے صفحات پر درج ہے

پنجاب یونیورسٹی میں کتاب میلہ منعقدہ ۱۲ تا ۱۸ فروری ۱۹۶۸ء کے موقعہ پر جناب مختار مسعود کمشنر لاہور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے سٹال پر حضرت مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انگریزی ترجمہ قرآن مع متن کو ملاحظہ فرما رہے ہیں ان کی دائیں طرف قومی کتاب مرکز پاکستان کی لاہور شاخ کے اسسٹنٹ ڈائرکٹر [illegible]

الحاج ممتاز احمد فاروقی صاحب۔ لاہور

درود شریف کی برکات

قرآن مجید میں آتا ہے :۔

ان اللّٰہ وملئکتہٗ یصلّون علی النّبیّ یاَیّھا الّذین اٰمنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیما۔ (سورۃ الاحزاب – ۵۶)

ترجمہ :۔

"اللہ اور اس کے فرشتے نبی (صلعم) پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اس پر صلوٰۃ بھیجو (اچھا) سلام"۔

صلوٰۃ کے اصل معنے دعا اور برکت دینا ہیں چنانچہ صلّیت علیہ کے معنی دعوت لہٗ آتے ہیں۔ یعنی میں نے اس کے لئے دعا کی۔ اور صلوٰۃ سے وہ نماز مخصوص بھی مراد ہے جو نبی کریم صلعم نے مسلمانوں کو سکھائی اور وہ اقامت کے ساتھ صرف اسی ہیئت خاص سے ہی مخصوص ہے یعنی اقامت صلوٰۃ سے مراد نماز پڑھنا ہی ہے۔ اسی طرح عبادت کی جگہ کو بھی صلوٰۃ کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ اپنے بندہ کے حق میں اس کا تزکیہ یعنی گناہوں سے پاک کرنا ہے۔ اور اللہ کی صلوٰۃ خود اس کی طرف سے مغفرت اور اس کی رحمت ہے۔ اور بندہ یا فرشتہ کی صلوٰۃ بندہ کے حق میں دعائے مغفرت اور حفاظت الٰہی کا طلب کرنا ہے۔

اللہ کی صلوٰۃ اور بندوں کی صلوٰۃ میں دو مختلف چیزیں ہیں۔ بندے تو کوئی طاقت نہیں رکھتے کہ وہ نبی پر صلوٰۃ یعنی مغفرت یا برکت براہ راست بھیج سکیں۔ مغفرت اور برکات کا سرچشمہ تو اللہ تعالیٰ ہے اس لئے مومنوں کا صلوٰۃ بھیجنا سوائے اس کے کچھ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ آپ کو مغفرت اور برکت دے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجنے سے نہ صرف آنحضرت صلعم سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ آپ کے فیوض و برکات کا دائرہ بھی وسیع ہوتا ہے جو آپ کی وساطت سے دنیا کو پہنچ رہے ہیں۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد صدی چہار دہم و مسیح موعود کثرت سے اور سمجھ سمجھ کر درد دل کے ساتھ دعا کے رنگ میں درود شریف کا ورد کیا کرتے تھے۔ چنانچہ براہین احمدیہ حصہ چہارم میں صفحہ ۵۰۲ پر تحریر فرماتے ہیں :۔

"ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان معطر ہو گیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ آب زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں۔ اور ایک (فرشتے) نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمدؐ کی طرف بھیجے تھے صلی اللہ علیہ وسلم"

اصل میں یہی وہ عشق رسولؐ تھا جو آپ کے امام زمان کے عہدہ جلیلہ پر سرفراز ہونے کا ایک بڑا باعث بنا۔

احادیث نبوی درود شریف کی برکات کے بیان سے بھری پڑی ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلعم سے دریافت کیا گیا کہ کس طرح آپ پر صلوٰۃ بھیجیں تو آپ نے فرمایا :۔

اللّٰھم صلّ علی محمد وعلی اٰل محمد کما صلّیت علی ابراھیم وعلی اٰل ابراھیم انک حمید مجید

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھ پر جو شخص ایک مرتبہ درود بھیجے گا۔ اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا۔

ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں میں سے سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر اکثر درود پڑھنے والا ہے۔ (ترمذی)

حضرت عمرؓ بن خطاب کہتے ہیں کہ دعا اس وقت تک آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے اور اس میں سے کوئی چیز اوپر نہیں چڑھتی جب تک کہ تو درود نہ بھیجے اپنے نبی پر (ترمذی)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ کسی دعا کے پہلے اور آخر درود شریف پڑھنا گویا دو پروں کا کام دیتا ہے جو دعا کو اوپر اڑا کر خدا کے حضور لے جاتے ہیں۔

دعا کے ساتھ درود کی ایک مختصر شکل یہ بھی ہے :۔

اللّٰھم صلّ علی محمد وعلی اٰل محمد وبارک وسلّم انک حمید مجید۔

بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ آل محمد سے مراد ان کے اہل یا ذریت ہیں یا امت؟۔ سو اس کے لئے قرآن کریم کی طرف رجوع کریں۔ سورہ بقرہ کی ۴۹، اور ۵۰ ویں آیات میں آتا ہے :۔

واذ نجّینٰکم من اٰل فرعون ...

(جب ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے چھڑایا)۔

پھر آتا ہے فانجینٰکم واغرقنا اٰل فرعون وانتم تنظرون (پس ہم نے تمہیں بچا لیا اور فرعون کے لوگوں کو غرق کر دیا اور تم دیکھ رہے تھے۔)

آل۔ اہل کی بدلی ہوئی صورت ہے۔ آل اور اہل میں فرق یہ ہے کہ آل صرف معرفہ کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اَھل عام ہے۔ نکرہ کی طرف یا مکان یا زمانہ کی طرف بھی منسوب ہو سکتا ہے۔ اور دوسرے آل کا لفظ اشرف اور افضل لوگوں کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اھل ہر ایک کی طرف منسوب ہو سکتا ہے اور بعض کے نزدیک اس کا استعمال سوائے خصوصیت ذاتی کے نہیں ہوتا۔ خواہ وہ قریبی قرابت کے لحاظ سے ہو یا دوستی اور تعلق کے لحاظ سے ہو۔ اس لئے آل محمد (صلعم) اور امت محمد صلعم میں یہ فرق ہے کہ امت محمد صلعم میں سب نام لیوا داخل ہیں۔ مگر آپ کی آل میں وہی لوگ کہلائیں گے جو علم یقینی اور عمل مضبوط کی خصوصیت رکھتے ہیں۔

ایک تقریب پر ایک صاحب نے سوال اٹھایا تھا کہ درود شریف کے الفاظ میں نبی کریم صلعم پر ایسی برکات کے نزول کے لئے دعا کی جاتی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل فرمائیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قریباً چودہ سو سال سے مسلمان دنیا بھر میں روزانہ کروڑوں بار آنحضرت صلعم پر درود بھیجتے ہیں۔ اور آپ بے شک افضل الانبیاء اور رحمۃ للعٰلمین ہیں۔ تو پھر وہ کیا برکات ہیں جو کہ حضرت ابراہیم کو حاصل ہوئیں اور مسلمان آنحضرت صلعم کے لئے مانگتے رہتے ہیں۔ کیا وہ ابھی تک حاصل نہ ہو سکیں؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ انّی جاعلک للنّاس اماما۔ یعنے تجھے لوگوں کے لئے پیشوا بنانے والا ہوں۔

(سورۃ بقرۃ۔ رکوع ۱۵)

سو ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے تین بڑے مذاہب میں حضرت ابراہیمؑ کو ایک نبی۔ اور امام کی حیثیت اور عزت حاصل ہے۔ یعنے اسلام میں عیسائیت میں۔ اور یہودی مذہب میں۔ بعض محققین تو یہاں تک کہتے ہیں کہ ہندو مذہب میں خدائی اوتار برہما۔ حقیقت میں ابراہیم کا ہی بگڑا ہوا نام ہے۔

ادھر سورۃ آل عمران رکوع ۹ میں اس میثاق النبیین کو پڑھتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے عہد کی شکل میں لیا تھا کہ جب وہ آخری بڑا مصدق نبی دنیا میں بھیجا جائے تو تم اپنی امتوں کو وصیت کر دو کہ وہ اس کو تسلیم کریں اور اس کی اطاعت کریں۔ چنانچہ دیگر مذاہب کی کتب مقدسہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی پیشگوئیاں موجود ہیں۔ مگر ان بدقسمت لوگوں نے بہت ہی کم آنحضرت کی نبوت و صداقت کو ابھی تک تسلیم کیا ہے۔ مسلمان سب نبیوں کو مانتے ہیں اور اپنے نبی صلعم کے لئے درود پڑھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ دنیا کے لوگوں کو ہدایت دے کہ وہ (حضرت ابراہیمؑ کی طرح) اس نبی آخر الزمان کو بھی اپنا پیشوا اور ہادی تسلیم کریں۔ آمین

ہفت روزہ پیغام صلح —— لاہور —— مؤرخہ ۱۳ اپریل ۱۹۶۸ء

وفاتِ مسیح کے متعلق چند سوالات

وفاتِ مسیحؑ کے مسئلہ پر جماعت احمدیہ کی طرف سے اس قدر دلائل دیئے جا چکے ہیں کہ کوئی صاحب بصیرت انسان ان پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرتے ہوئے اس بات کا قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مسیح علیہ السلام بھی دیگر انبیائے کرام کی طرح وفات پا چکے ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں کے بعض جید علماء نے اس حقیقت کا کھلے طور پر اعتراف کر کے اپنی حق پرستی کا ثبوت دیا ہے۔ اس بارہ میں مصر کے علامہ محمد عبدہٗ اور ان کے شاگرد رشید علامہ رشید رضا، اور جامعہ ازہر کے علامہ محمود شلتوت کے اسمائے گرامی خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں، اور ابھی حال میں رابطۂ عالمِ اسلامی نے مکّہ معظمہ سے قرآن کریم کا جو انگریزی ترجمہ اور تفسیر شائع کی ہے، اس میں بھی وفاتِ مسیح پر کھلے کھلے دلائل پیش کئے گئے ہیں، لیکن باوجود اس کے اب تک ایسے لوگ موجود ہیں جو اس بات پر مصر ہیں کہ مسیح علیہ السلام اسی جسم عنصری کے ساتھ دو ہزار سال سے موجود آسمان پر تشریف فرما ہیں، اور آخری زمانہ میں اُمّتِ محمدیہ کی اصلاح کے لئے نازل ہوں گے۔

ایسے ہی معتقدین حیاتِ مسیح میں سے ایک صاحب نے ہمارے ایک دوست سے خط و کتابت کرتے ہوئے ان کے اس سوال پر

> "کیا حضرت عیسٰےؑ کو زندہ ماننا شرائط ایمان میں شامل ہے اگر نہیں
> تو ان کو فوت شدہ ماننے سے ایک مسلمان کافر کیوں ہو جاتا ہے"

یہ جواب دیا ہے کہ:۔

> "اگر وفاتِ مسیح قرآن سے ثابت ہے تو وہ ایمان میں داخل ہے اور اگر
> حیاتِ مسیح قرآن کریم سے ثابت ہو جاتی ہے تو وہ بھی جزو ایمان ہو گی"

معلوم ہوتا ہے ان صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کونسی وہ شرائط ایمان ہیں جن کو ماننے سے کوئی شخص مسلمان ہوتا ہے، اور نہ ماننے سے کافر ہو جاتا ہے ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ شرائط ایمان میں صرف پانچ باتیں داخل ہیں:۔

ایمان باللہ، ایمان بالملائکہ، ایمان بالکتب، ایمان بالرسل اور ایمان بالآخرت، یہی وہ شرائط ایمان ہیں جن کو ماننے سے انسان مسلمان ہوتا ہے، ان میں عیسٰی علیہ السلام کی وفات و حیات پر ایمان کی کوئی شرط نہیں، وہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے جس کے متعلق اُمت میں ہمیشہ سے اختلاف چلا آیا ہے چنانچہ جہاں عام طور پر مسلمان عیسٰے علیہ السلام کو زندہ مانتے اور قرآن کریم کی آیت اِنّی متوفیک کے معنے مع جسم پورا پورا لے جانے کے کئے جاتے ہیں، وہاں حضرت ابن عباس جیسے رئیس المفسرین نے اسی متوفیک کے معنے ممیتک کئے ہیں یعنے میں تمہیں موت دینے والا ہوں اور امام مالک جیسے عظیم المرتبت انسان کے متعلق عتبیہ اور مجمع البحار میں صاف لکھا ہوا موجود ہے کہ قال مالک مات یعنے امام مالک نے فرمایا کہ عیسٰے علیہ السلام فوت ہو گئے، اب کیا ایسی عظیم المرتبت ہستیوں کو کافر قرار دینا چاہیئے یا ان تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا جائے جو مسیح علیہ السلام کو زندہ آسمان پر مانتے ہیں، ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی بھی کافر نہیں کیونکہ یہ ایمانیات کا مسئلہ نہیں نہ ہی عیسٰے علیہ السلام کی موت یا حیات جو بھی قرآن سے ثابت ہو جزو ایمان ہو سکتی ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس زمانہ میں جبکہ مسلمانوں کے اسی عقیدہ کی بناء پر کہ مسیح علیہ السلام زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں اور مسلمانوں کی اصلاح کے لئے دوبارہ نازل ہونگے، عیسائیت اسلام پر حملہ آور ہو رہی ہے اور جبکہ قرآن کریم اور حدیث اور دیگر شواہد بینہ سے مسیح علیہ السلام کی وفات ثابت ہو چکی ہے، اور اسی پر عیسائیت کی موت منحصر ہے، حیاتِ مسیح کے عقیدہ پر قائم رہنا بہت بڑا گناہ ہے جس سے توبہ کرنی ضروری ہے۔ بلکہ جیسا کہ مراسلہ نگار نے آئینہ کمالات اسلام سے حضرت مسیح موعودؑ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ "یہ طریقہ شرک کی تائید نہیں تو اور کیا ہے" فی الواقعہ عیسٰے علیہ السلام کو دو ہزار سال سے بغیر کھائے پیئے، اور بغیر اس کے کہ ان کے جسم پر کوئی تغیر وارد ہو جو انسانی جسم کا خاصہ ہے آسمان پر زندہ ماننا گویا انہیں خدائی صفات میں شریک کرنا ہے، پس ایک طرف تو اس عقیدہ سے شرک لازم آتا ہے اور دوسری طرف اسلام کو ضعف پہنچتا ہے اور عیسائیت کو تقویت حاصل ہوتی ہے، پہلے لوگ جو حیاتِ مسیح کو مانتے چلے آئے ہیں وہ ایک تقلیدی بات تھی اور یہ مسئلہ اُن پر واضح نہ ہوا تھا، لیکن اب جبکہ روشن دلائل سے حضرت عیسٰےؑ کی وفات ثابت ہو گئی تو اس پرانے عقیدہ پر اڑے رہنا بالکل ناجائز اور پرلے درجے کا گناہ اور شرک ہے جس سے توبہ کرنی چاہیئے۔

مراسلہ نگار نے یہ بھی سوال اُٹھایا ہے کہ حضرت مرزا صاحب بھی ایک زمانہ میں حیاتِ مسیح کے قائل تھے جیسا کہ انہوں نے براہین احمدیہ میں لکھا ہے، اس سے ثابت ہے . . . . کہ وہ بھی شرک میں مبتلا رہ چکے ہیں، جو کبھی بخشا نہ جائیگا ورنہ ان کی تحریرات سے ثابت کیا جائے کہ اس شرک سے انہوں نے توبہ کر لی تھی، اور یہ بھی بتایا جائے کہ آیا کوئی مامور من اللہ پہلے مشرکانہ عقائد پر ہو سکتا ہے؟ اور کیوں؟

اس بارہ میں ہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ جس وقت تک اس عقیدہ کی وضاحت نہ ہوئی تھی اور وفاتِ مسیح کے متعلق دلائل سامنے نہ آئے تھے، اس وقت اس کی اتنی اہمیت نہ تھی نہ اس عقیدہ کا مشرکانہ ہونا واضح تھا۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب پر شرک لازم نہیں آسکتا، نہ پہلے لوگ جو حیاتِ مسیح کے قائل تھے، شرک میں مبتلا قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ لیکن جب بات کھل گئی اور یہ ثابت ہو گیا کہ حیاتِ مسیح کے عقیدہ سے شرک لازم آتا ہے تو پھر اس پر جمے رہنا مشرکانہ طرز عمل ہے، رہا حضرت مرزا صاحبؑ کی توبہ کا سوال، توبہ کے معنے رجوع کرنے کے ہوتے ہیں، جب انہوں نے حیاتِ مسیح کے عقیدہ سے رجوع کر کے وفاتِ مسیح پر زور دینا شروع کر دیا اور دلائل بینہ سے ان کو وفات یافتہ ثابت کر دیا تو اس سے بڑھ کر توبہ اور کیا ہو سکتی ہے، مامور من اللہ کسی عقیدہ کو مشرکانہ سمجھتے ہوئے اس کو اختیار نہیں کرتے بھول چوک ہونا الگ بات ہے، اور بھی ایک دو سوال ہیں جن پر آئندہ غور کیا جائے گا انشاء اللہ تعالےٰ۔

کتب کی نمائش

قومی کتاب مرکز پاکستان ملک میں شائع شدہ کتب کو پاکستان اور غیر ممالک میں متعارف کرنے کی غرض سے مختلف مواقع پر کتب کی نمائش کا اہتمام کرتا رہتا ہے۔ اسی سلسلہ میں مرکز کی لاہور شاخ نے ۱۲ فروری سے ۱۷ فروری تک پنجاب یونیورسٹی ہال میں کتاب میلہ کا انعقاد کروایا۔ جس میں مغربی پاکستان کے مشہور ناشرین کے علاوہ چین، جرمنی، ترکی، اور ایران کی چیدہ چیدہ کتب بھی موجود تھیں

کتاب میلہ کا افتتاح لاہور کے کمشنر جناب مختار مسعود صاحب نے کیا، اس موقعہ پر آپ نے ایک نہایت ہی دلچسپ اور خیال آفرین تقریر کی جس میں انہوں نے قوم میں خیالات کی پختگی اور ترقی کے لئے کتب کے مطالعہ کی اہمیت پر زور دیا۔

کمشنر صاحب ہماری انجمن کے سٹال پر تشریف لائے تو ان کو انگریزی ترجمۃ القرآن مع متن از حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کی اعلےٰ قسم تحفۃً پیش کی گئی۔

اس کے علاوہ قومی کتاب مرکز پاکستان۔ کراچی کے توسط سے لاگوس ہیں کا من ویلتھ ممالک کی بین الاقوامی نمائش میں شرکت کے لئے بھی ہماری انگریزی مطبوعات بھیجی گئی ہیں۔

ہفت روزہ پیغام صلح خود مطالعہ کرنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں

بازید خیل میں ایک مولوی کی فتنہ پردازی

حکومت اور احمدیوں کے خلاف اشتعال انگیزی

ذیل کا ریزولیوشن جماعت احمدیہ بازید خیل ضلع پشاور کی طرف سے موصول ہوا ہے۔

آج مورخہ ۲۴/۳/۶۸ کو جماعت احمدیہ بازید خیل کا ایک غیر معمولی اجلاس زیر صدارت عبدالودود صاحب منعقد ہو کر مندرجہ ذیل ریزولیوشن بالاتفاق پاس ہوا۔

(۱) ممبران جماعت (احمدیہ) عرصہ چار ماہ سے نہایت صبر و سکون اور استقلال سے دل آزار اور دکھ دینے والی گالیاں سلسلۂ جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام مجدد صدی چہاردہم کے خلاف سنتے چلے آرہے ہیں۔ یہ گالیاں ملک نصر اللہ خان کی مسجد میں لاؤڈ سپیکر پر ایک غیر مقامی مولوی دے رہا ہے۔ افسوس یہ بھی ہے کہ خود صدر محترم اور حکومت کے معزز ارکان پر بھی سخت نازیبا نکتہ چینی کر رہا ہے۔ اس وقت حکومت کے خلاف اس نے خاندانی منصوبہ بندی کی آڑ لی ہوئی ہے۔ حال ہی میں چند مظلوم احمدیوں کے خلاف عوام کو تشدد پر آمادہ کیا جا رہا ہے۔ جس کی وجہ سے احمدیوں کی جان، مال خطرے میں ہے۔ ہم نہایت ادب سے حکومت کے فرض شناس اور ذمہ دار افسران سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ اس مولوی کو شر انگیزی سے باز رکھیں۔ اور جماعت احمدیہ کے ممبران کی حفاظت فرمادیں۔

(۲) قرار پایا کہ مندرجہ بالا ریزولیوشن کی نقول مندرجہ ذیل افسران کو ارسال کی جاویں۔

(۱) بخدمت عالی جناب گورنر صاحب مغربی پاکستان۔ لاہور
(۲) بخدمت جناب کمشنر صاحب پشاور ڈویژن۔ پشاور
(۳) بخدمت جناب ڈپٹی کمشنر صاحب ضلع پشاور۔
(۴) بخدمت جناب ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس۔ پشاور
(۵) بخدمت جناب ایس۔ ایس۔ پی۔ صاحب پشاور
(۶) بخدمت جناب چیئرمین صاحب بنیادی جمہوریت۔ بازید خیل۔ پشاور
(۷) بخدمت جناب جنرل سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور۔ آپ سے درخواست کی جاتی ہے۔ کہ خود جماعتی سطح پر ہماری حفاظت کا بندوبست فرماویں۔ اور اگر مناسب سمجھیں تو اخبار پیغام صلح میں شائع فرمادیں۔
(۸) بخدمت جناب شمس الدین خان۔ علاقائی امیر جماعت ہائے سابق صوبہ سرحد پشاور۔

دستخط کنندگان

(۱) دستخط۔ عبدالودود
(۲) ″ ″ ۔ صفدر علی
(۳) ″ ″ ۔ عطاء الرحمن
(۴) ″ ″ ۔ صاحبزادہ فضل علی۔
(۵) ″ ″ ۔ صاحبزادہ صدیق احمد
(۶) ″ ″ ۔ منظور احمد
(۷) ″ ″ ۔ سید حبیب
(۸) ″ ″ ۔ داؤد احمد
(۹) ″ ″ ۔ عبدالجبار
(۱۰) ″ ″ ۔ فضل نعیم
(۱۱) ″ ″ ۔ صاحبزادہ رفیق احمد
(۱۲) ″ ″ ۔ فضل مجید
(۱۳) ″ ″ ۔ سعید احمد
(۱۴) ″ ″ ۔ عبدالباسط
(۱۵) دستخط۔ فاروق احمد
(۱۶) ″ ″ ۔ عبدالحکیم
(۱۷) ″ ″ ۔ بشارت احمد
(۱۸) ″ ″ ۔ محمد علیم
(۱۹) ″ ″ ۔ عبدالکریم
(۲۰) ″ ″ ۔ محمد طیب
(۲۱) ″ ″ ۔ سید لطیف
(۲۲) ″ ″ ۔ بشیر احمد
(۲۳) ″ ″ ۔ مسعود احمد
(۲۴) ″ ″ ۔ عبدالرؤف
(۲۵) ″ ″ ۔ وزیر احمد
(۲۶) ″ ″ ۔ محمد علی
(۲۷) ″ ″ ۔ ظہور احمد
(۲۸) ″ ″ ۔ نشان انگشت لال میر

(ساکنان موضع بازید خیل۔ تھانہ بڈھ بیر۔ تحصیل و ضلع پشاور)

پیغامِ صلح جماعت احمدیہ بازید خیل کے اس محضر نامہ کی طرف ہم جناب گورنر صاحب مغربی پاکستان اور ضلع پشاور کے ذمہ دار افسران کو خاص طور پر توجہ دلانا چاہتے ہیں، ضروری ہے کہ ایسے فتنہ پرداز مولوی کو فی الفور اس علاقہ سے نکال کر اس کی زبان بندی کی جائے تاکہ یہ فتنہ زیادہ پھیلنے نہ پائے، احمدی جماعت سب سے زیادہ امن پسند اور خیر خواہ حکومت جماعت ہے، اس کے خلاف اشتعال انگیزی اور حکومت پر نکتہ چینی ہر طرح ناقابل برداشت اور قابل مذمت فعل ہے جس کا تدارک فی الفور ہونا چاہیئے۔

مشرقی پاکستان میں جماعت احمدیہ لاہور سے تعلق رکھنے والے اصحاب

احباب کرام یہ سن کر خوش ہوں گے کہ مشرقی پاکستان میں ہماری ایک اچھی خاصی جماعت بن چکی ہے کچھ لوگ تو پہلے ہی سے جماعت سے تعلق رکھتے تھے لیکن ان کی باقاعدہ تنظیم نہ تھی، ڈپٹی خلیل الرحمن صاحب کی کوششوں سے وہ سب ایک تنظیم کے اندر آگئے ہیں، ان کے علاوہ سترہ اصحاب اس وفد کے جو حال ہی میں وہاں انجمن کی طرف سے بھیجا گیا تھا لیکچروں اور ملاقاتوں سے متاثر ہو کر جماعت میں شامل ہوئے ہیں ان سب پرانے اور نئے اصحاب کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:۔

ڈھاکہ

(۱) ڈپٹی خلیل الرحمن خادم صاحب
۲۔ مولوی عبدالصمد جمالی صاحب
۳۔ مولانا عبدالمتین جلال آبادی بی اے ممتاز المحدثین۔
۴۔ بیگم صاحبہ مولانا عبدالمتین
۵۔ سید احسان علی صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی سیکرٹری
۶۔ بیگم صاحبہ سید احسان صاحب
۷۔ مولوی عبدالرحمن بھیا اسسٹنٹ انجینئر
۸۔ بیگم صاحبہ عبدالرحمن بھیا
۹۔ مولوی میا حسین بھیا اکرڈنی ڈیپارٹمنٹ
۱۰۔ بیگم صاحبہ میا حسین بھیا
۱۱۔ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب آف مغل ٹولی
۱۲۔ بیگم صاحبہ ڈاکٹر ضیاء الدین۔
۱۳۔ سید امجد حسین آف محمد پور
۱۴۔ مولوی عبدالحی ایم اے آف محمد پور
۱۵۔ مولوی عبدالصمد ایم اے ای پی آئی ایم
۱۶۔ امین الرحمن ایم اے
۱۷۔ عزیز الرحمن کلرک نیشنل بنک آف پاکستان ڈھاکہ
۱۸۔ محفوظ الرحمن کلرک ای پی سیکرٹریٹ
۱۹۔ مولوی عبدالرشید مرچنٹ ڈھاکہ
۲۰۔ ماسٹر حفیظ الرحمن ڈھاکہ
۲۱۔ ماسٹر ہارون الرشید ڈھاکہ
۲۲۔ ماسٹر مامون الرشید ڈھاکہ
۲۳۔ مسٹر مجیب الرحمن بی اے دھن منڈی ڈھاکہ

چٹاگانگ

۲۴۔ مسز امینہ عالم صاحبہ
۲۵۔ خورشید اختر صاحب
۲۶۔ زبیدہ چوہدری صاحبہ
۲۷۔ غزالہ عالم صاحبہ
۲۸۔ فاروق عالم صاحب
۲۹۔ نعیم عالم صاحب
۳۰۔ نوید عالم صاحب
۳۱۔ عبدالعزیز کھوکھر صاحب
۳۲۔ تنویر عالم صاحب
۳۳۔ اشتیاق علی خان صاحب
۳۴۔ تعمیر احمد خان صاحب

رنگ پور

۳۵۔ ایم ڈی عباس علی شاہ صاحب
۳۶۔ کیپٹن سید منصور علی صاحب
۳۷۔ ابوالحسین منڈل صاحب
۳۸۔ ابو عبید منڈل صاحب
۳۹۔ ابوادھام منڈل صاحب
۴۰۔ ٹی ٹی ایم۔ رفیع الدولہ چوہدری صاحب
۴۱۔ مسٹر کرامت علی از کوری گرام

نوٹ:۔ چٹاگانگ اور رنگ پور اور کوری گرام کے اصحاب وفد کی تبلیغ سے جماعت میں شامل ہوئے۔

ڈچ گیانا (جنوبی امریکہ) سے چھ حاجی صاحبان کی آمد

لاہور ۲-اپریل ۱۹۶۸ء آج صبح ساڑھے چھ بجے کراچی ایکسپریس سے چھ حاجی صاحبان مرکز احمدیت (احمدیہ بلڈنگس لاہور) میں تشریف فرما ہوئے جن میں سے دو مرد اور چار خواتین ہیں۔ مردوں میں سے ایک صاحب مسٹر عبدالرحیم سنگو ہیں، جو اس سے پہلے پانچ مرتبہ پاکستان آچکے ہیں، پہلی مرتبہ یہاں دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آئے تھے، جس کے بعد ڈچ گیانا میں اپنے کاروبار کے ساتھ ساتھ تبلیغی خدمات بھی سرانجام دیتے ہیں۔ اور وہاں اچھی خاصی جماعت بنالی ہے، انہوں نے چار مرتبہ حج کیا ہے اور ہر بار حج کے بعد پاکستان تشریف لائے ہیں۔

دوسرے صاحب کا اسم گرامی مسٹر گمان علی ہے وہ ڈچ گیانا میں سیکرٹری وزارت اکنامک ڈیپارٹمنٹ کے عہدہ جلیلہ پر متعین ہیں اور جماعت احمدیہ کے وائس پریذیڈنٹ ہیں۔ خواتین میں سے دو مذکورہ بالا صاحبان کی بیگمات ہیں اور دو رشتہ دار ہیں۔ یہ سب لوگ ڈچ گیانا (جنوبی امریکہ) سے حج کرنے کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تھے، وہاں سے فارغ ہو کر مرکز احمدیت کو دیکھنے اور احباب جماعت بالخصوص حضرت امیر ایدہ اللہ سے ملاقات کے لئے لاہور تشریف لائے ہیں لاہور اسٹیشن پر ان کے استقبال کے لئے احباب موجود تھے۔ جنہوں نے فرداً فرداً سب کو پھولوں کے ہار پہنائے۔ مشرقی پاکستان کی جماعت کی طرف سے ڈپٹی خلیل الرحمن صاحب نے ہار پہنائے یہ لوگ جماعت کے دیگر مراکز کو بھی دیکھنے اور احباب سے ملاقات کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اسی غرض سے چند دن تک بعض دیگر شہروں میں بھی تشریف لے جائیں گے۔ ہم اس قافلہ کو خوش آمدید کہتے ہوئے فریضۂ حج کی ادائیگی پر مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اس طویل دینی سفر کے لئے اجر عظیم عطا فرمائے اور بخیر و عافیت وطن واپس پہنچائے۔

ڈپٹی خلیل الرحمن خادم صاحب سے ایک ملاقات

(انٹرویو: بشیر احمد سوز)

مشرقی پاکستان سے ان دنوں جناب قاضی ڈپٹی خلیل الرحمن خادم صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور میں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ آپ کا تعلق مشرقی پاکستان کے ایک مقام برہمن بڑیا سے ہے۔ اور آپ ایک معزز و معروف خاندان کے فرد ہیں۔ جو دنیوی حسنات کے ساتھ ساتھ دین کی نعمتوں سے بھی مالا مال ہیں۔ خادم صاحب ایک دراز قد۔ خوش شکل، ہنس مکھ خوش گفتار اور ذہین و متین متشرع مسلمان اور خدمت اسلام کے جذبہ سے سرشار ہیں۔ اس پیرانہ سالی میں مذہب و ملت کے لئے ان کا ذوق و شوق نوجوانوں کے لئے چراغ راہ ہے۔

یوں تو دو تین بار پہلے بھی وہ مشرقی پاکستان سے لاہور تشریف لائے۔ لیکن اس وقت ان کا مقصد سفر تحقیقاتی تھا۔ اب کی دفعہ وہ نیا عزم اور نیا مقصد لیکر آئے ہیں۔ یعنی وہ راہ اور وہ منزل جو انہیں ملی ہے۔ اس راہ پر اپنے بھائی بندوں کو بھی چلانے اور اس منزل پر پہنچانے کا فکر انہیں لاحق ہے، اور اس کے عملی پہلوؤں پر مرکز سے مشاورت کرنے آئے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کے اس نیک مقصد کو محض اپنے فضل و کرم سے تکمیل تک پہنچائے۔ آمین ثم آمین

اس دفعہ جب وہ احمدیہ بلڈنگس لاہور تشریف لائے تو فضائی سفر میں ہوا لگ جانے سے بخار کی شکایت ہوگئی۔ پہلے روز نماز عشاء کے بعد میں مزاج پرسی کے لئے ان کی آرام گاہ پر حاضر ہوا تو وہ لیٹے ہوئے تھے ہلکا ہلکا بخار تھا۔ علیک سلیک اور مزاج پرسی کے بعد عرض کی کہ میں احباب کیلئے انٹرویو لینے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ طبیعت بحال ہونے پر وقت دیجئے ——
انہوں نے کہا کہ کوئی ایسی بات نہیں۔ جب آپ چاہیں مجلس کرلیں۔

اتنے میں محترم ناصر احمد صاحب پہلے ہی بیٹھے تھے اب مکرم مولینا دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح بھی تشریف لے آئے خادم صاحب، تھکان اور تکلیف کے باوجود اٹھ بیٹھے۔ اپنی بیماری کو بھول گئے اور خوشی خوشی باتیں کرنے لگے۔ انہوں نے سرہانے سے اپنی رومی ٹوپی اٹھائی اور سر پر رکھی۔ تو میں نے کہا خادم صاحب آپ تو ظفر اللہ دکھائی دیتے ہیں۔ سب ہنس پڑے۔ خادم صاحب کہنے لگے کہ یہ ٹوپی پچھلی دفعہ جب میں آیا تو مولینا دوست محمد صاحب کو ساتھ لیکر لاہور سے خریدی تھی۔ مشرقی پاکستان میں اس ٹوپی کی وجہ سے اکثر دوست مجھے ظفر اللہ کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ پچھلی دفعہ جب مجھے ربوہ جانے کا اتفاق ہوا اور اسٹیشن پر اترا۔ تو تین چار نوجوان میری طرف لپک کر آئے کہنے لگے چوہدری صاحب آپ کیسے؟ خیریت تو ہے بغیر پروگرام اور اطلاع کے ورود ہوا۔ وہ مجھے چوہدری ظفر اللہ صاحب سمجھ بیٹھے تھے۔ میں نے کہا کہ بھئی میں تو چوہدری ظفر اللہ نہیں ہوں۔ اس پر راقم الحروف نے کہا! خادم صاحب! آپ نے کہہ دیا ہوتا کہ "میں حقیقی چوہدری صاحب" نہیں بروزی اور ظلی چوہدری صاحب ہوں۔

خادم صاحب فوراً بھڑک اٹھے! اچھی مصیبت پڑی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں تو مجھے "چوہدری صاحب" ہی سمجھتے اور مجلس گل زعفران بن گئی۔ جیسے ان کا بخار اتر گیا۔

[illegible]

وہ بنگالی اردو میں باتیں کر رہے تھے کہیں کہیں انگریزی بھی بول لیتے۔ بہرحال ان کا انداز بیان واضح اور جچا تلا تھا۔ وہ مجھے "بیٹا" کہتے رہے۔ اور میں انہیں "انکل" کہکر عرض معروض کرتا رہا۔

میرے سوال پر خادم صاحب نے کہا کہ ۱۹۱۵-۱۶ء کی بات ہے میں نویں جماعت میں پڑھتا تھا اس وقت حضرت مولینا سید عبدالواحد صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت کرکے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوا۔ وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے سرزمین بنگال میں احمدیت کا پودا لگایا۔ اتنے عرصہ کے دوران میں بڑھا۔ پھولا پھلا۔ اور تناور ہوا۔

خادم صاحب نے کہا کہ ۱۹۱۵-۱۶ء سے لیکر آج سے تین چار سال پہلے تک میں جماعت قادیان سے منسلک رہا اور میری ہر قسم کی خدمات اس سلسلہ کے لئے وقف رہیں۔ اور جماعت کے لئے ہر آڑے وقت میں میں نے اپنے بھرپور اخلاص سے کام کیا۔ ۱۹۵۳ء میں پنجاب میں "تحفظ ختم نبوت" کے نام سے ایک فتنہ کی صورت میں تحریک احمدیہ کے خلاف اشتعال برپا ہوا۔ بظاہر یہ فتنہ احمدیوں کے خلاف تھا لیکن شاید خدا کو یہ منظور تھا کہ اس "اشتعال" میں تحریک احمدیہ کا حقیقی چہرہ دکھایا جائے

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ۱۹۵۳ء کی منیر رپورٹ کی صورت میں فیصلہ ہو گیا۔

خود جناب خلیفہ صاحب نے اپنے صحیح عقائد بیان کر دیئے اور حقیقی احمدیت کا پیرو ہونے کا عدالت نہ صرف اظہار بلکہ اقرار کیا۔

جناب خلیفہ صاحب کا عدالتی بیان اور ان کا چالیس سالہ جماعتی موقف ایک دوسرے کے متضاد تھا۔ اس ٹکراؤ اور تضاد نے میری سوچ و بچار کا رخ موڑ دیا۔ چالیس سال تک تو میں جناب خلیفہ صاحب اور ان کی پیدا کردہ جماعت کو عقیدت کی عینک سے دیکھتا رہا۔ آپ کے عدالتی بیان نے مجھے حقائق میں جھانکنے پر مجبور کیا۔ میں نے خلیفہ صاحب کے ارشادات اور ان کے "داعیوں" کے فرمودات کو الگ رکھ کر خود امام زمان مہدی دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا تنقیدی رنگ میں بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ نبی اور غیر نبی حقیقی نبی اور ظلی نبی اور دیگر مخصوص عقائد پر ناقدانہ نظر ڈالی۔ اور میرا نتیجہ خلیفہ صاحب کے عدالتی بیان کے مطابق تھا۔ میرے قادیانی عقائد متزلزل ہوگئے۔ اور اس وقت سے قادیانی عقائد سے ذہنی طور پر دور ہوتا گیا۔ گرچہ پھر بھی اس جماعت اور اس کے افراد کے ساتھ میرے تعلقات ہمدردانہ اور مخلصانہ ہیں اور جہاں کہیں سلسلہ احمدیہ کے خلاف کوئی تحریک اٹھی وہاں سینہ سپر ہو جاتا ہوں۔

۱۹۶۳ء کی بات ہے کہ مشرقی پاکستان میں بھی ۱۹۵۳ء کے فتنہ کی طرح تحفظ ختم نبوت کی تحریک نے سر اٹھایا۔ برہمن بڑیا میں ایک طرف قادیانی جماعت کا جلسہ ہو رہا تھا۔ اور دوسری طرف غیر احمدی حضرات مجلس جما رہے تھے اور ایک مولوی صاحب مجمع کو مشتعل کر رہے تھے کہ "مرزائیوں" نے نبوت محمدیہ کو چوری کر لیا ہے۔ اور تم ہو کہ گھوڑے بیچ کر سوئے ہوئے ہو۔ قیامت کے دن تم رسول مقبول صلعم کو اپنی بے پرواہی اور غفلت شعاری کا کیا جواب دوگے اور کس برتے پر شفاعت محمدؐ طلب کروگے۔ رضاء الٰہی اور خوشنودی رسولؐ چاہتے ہو تو ایک ہی راستہ ہے کہ تم ان مرزائیوں سے نبوت واپس لے لو کہ یہ "کافر"، "مرتد" اور "فاسق" ہیں۔ نبوت محمدیہ کے چور ہیں۔ تمہیں کافر کہتے ہیں۔ تمہارا جنازہ جائز نہیں سمجھتے وغیرہ وغیرہ۔ پھر کیا تھا۔ یہ مجمع بھیڑ چال کی صورت میں مشتعل ہو گیا اور اینٹوں اور لاٹھیوں سے لیس ہوکر قادیانیوں کے سالانہ جلسہ میں آکر مار پیٹ شروع کر دی۔ وحشت و بربریت کا عالم طاری ہو گیا۔ دو احمدی شہید ہو گئے اور ۸۰ کے قریب زخمی ہو گئے۔ اس وقت - - - - احمدی بھائیوں کے لئے - - - - جو کچھ میں کر سکتا تھا وہ کیا۔ ممکن تھا کہ ان دو ڈھائی سو احمدیوں میں سے کوئی نہ بچتا کہ اسی وقت آندھی کا ایسا زبردست طوفان آیا کہ ایک کو ایک سوجھائی نہ دیتا تھا۔ بارش بھی کھل کر ہونے لگی اور مشتعل ہجوم منتشر ہو گیا۔ اسی طرح کا ایک واقعہ ڈھاکہ میں ۱۹۶ء میں بھی رونما ہونے والا تھا جہاں صوبائی سالانہ جلسہ منعقد کیا جا رہا تھا تو دینی مدارس کے طلباء اور اساتذہ اور مولویوں نے تحفظ ختم نبوت کا جلوس نکالا لیکن ہجوم [illegible]

یہ افسوسناک واقعات آخر کیوں پیدا ہوتے ہیں؟ مکرم خادم صاحب اس لمحے بڑی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ان کی نگاہیں چشمے سے گزر کر کہیں دور کی راہ دیکھ رہی تھیں۔ ان کے چہرے سے فکر کے آثار ہویدا تھے۔ انہوں نے ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا کہ آخر یہ نبوت کا ٹھیکہ کب تک رہے گا جس نبوت کی کوئی نہ مانے لیکن اس کی وجہ سے یہ ستر اسی کروڑ امت مسلمہ کافر قرار دیدی گئی۔ یہ ایک ٹریجڈی نہیں تو اور کیا ہے۔ ایسی حالت میں روحِ محمدیؐ حرکت میں نہ آئے تو اور کیا ہو۔ افسوس کہ قادیانی جماعت کے عقائد نے جہاں امتِ محمدیہ کو ختم کر دیا ہے وہاں حضرت مامورِ وقتؑ کے مقام و مقاصد اور ان کی خدمات پر بھی پانی پھیر دیا ہے۔ یہ ایک ایسا ظلم اور گناہ ہے جس کی تلافی صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ یہ لوگ جناب خلیفہ ثانی کے وہ عقائد اپنا لیں جو انہوں نے عدالتی بیان میں دیئے تھے۔ مسلمان کو مسلمان سمجھیں اور کسی کلمہ گو کو کافر نہ کہیں۔

میرے سوال پر خادم صاحب نے کہا کہ میں آہستہ آہستہ قادیانی عقائد سے منحرف ہوتا گیا۔ یہ انحراف کسی جذباتی یا بے عقیدتی . . . کی وجہ سے نہیں بلکہ حقیقتِ حال کے انکشافات سے ہوا ہے جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے۔ خلیفہ صاحب کے عدالتی بیان نے میرے لئے "دیدۂ عبرت نگاہ" کا کام کیا۔ میں نے احمدیہ لٹریچر خصوصاً حضرت مسیح موعودؑ کی تصانیف پر نظر ڈالی۔ قادیانی اور لاہوری علماء و فضلاء سے بحث و مباحثہ کیا۔ اس سلسلہ میں مجھے نہ صرف مراسلت کرنا پڑی بلکہ مشرقی و مغربی پاکستان کے مختلف علاقوں میں بھی تحقیقِ حق کے لئے آنا جانا پڑا۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں ربوہ بھی گیا اور لاہور بھی آیا۔ مذاکرات ہوئے۔ مختلف دلائل و براہین اور واقعات سامنے آئے جن کے نتیجہ میں قادیانی عقائد سے کنارہ کش ہو کر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے وابستہ ہو گیا۔ جو حقیقی رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جانشین ہے اور حضورؑ کی وصیت کے مطابق خدماتِ دین میں اپنے ذرائع اور وسائل کو کام میں لا رہی ہے۔

مکرم خادم صاحب نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ میرے "انحراف" کا جونہی قادیانی حلقہ میں شور ہوا۔ مغربی پاکستان سے مولوی عبدالقادر صاحب اور مولوی ابوالعطاء جالندھری اور انڈونیشیا کے ایک مبلغ محمد صادق صاحب مشرقی پاکستان پہنچے اور صوبائی انجمن کے دفتر میں ان سے تبادلہ خیالات ہوا۔ ایسی حالت میں کسی نے کہا اس بوڑھے کا دماغ سٹھیا گیا ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ مجدد بننا چاہتا ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ لیڈری کے خواب دیکھتا ہے۔ کسی نے کہا کہ اس کے کان میں "لاہوری پھونک" پڑ گئی ہے، کسی نے کہا کہ منافق اور مرتد ہو گیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ میں یہ سب کچھ سنتا رہا۔ یہ علماء اور ایلچی منفی پہلو اختیار کرتے تھے اور میں ان کے عقائد۔ نبوت، تکفیر المسلمین وغیرہ کو سامنے لاتا جن کا کوئی بھی تسلی بخش حل نہ نکلا۔

مکرم خادم صاحب نے اپنے منہ میں پان کی ایک گلوری دباتے ہوئے کہا کہ قادیانی حلقہ میں میرے انحراف کو بری طرح محسوس کیا جاتا رہا۔ میرے سمجھانے بجھانے کے لئے بہت حربے استعمال میں لائے گئے۔ جناب مرزا ناصر احمد صاحب کی بیعت کرنے پر زور دیا گیا۔ بیعت فارم میرے سامنے رکھے گئے۔ دستخط کرنے پر اصرار ہوا۔ میں نے کہا کہ بیعت کرنا یا لینا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ میں بھولا بھی نہیں ہوں کہ تم مجھے کہ بیعت نامہ کے دھوکے سے داخل نہیں کیا گیا۔ مجھے یاد ہے۔ میں بیعت کرنے کے لئے اسی صورت میں تیار ہوں گا جبکہ میری اپنی تسلی کرا دی جائے۔ وہ یہ کہ جناب خلیفہ ثانی صاحب نے جو عدالتی بیان دیا ہے اس پر عملاً پابندی کا خلیفہ صاحب ثالث اقرار کریں۔ جس کی رو سے حضرت مسیح موعودؑ مجدد، محدث مامور اور مہدی قرار پاتے ہیں۔ اور غیر احمدی مسلمان قرار پاتے ہیں، جس کی رو سے غیر احمدیوں کا جنازہ جائز اور ان سے رشتہ ناطہ جائز ٹھہرتا ہے۔ میں ناصر احمد صاحب کی عزت کرتا ہوں۔ میں جناب خلیفہ ثانی کا مرید ہوں اور ان کے عدالتی بیان کو مشرقی پاکستان کے ہر گھر میں پہنچا دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

لوگوں نے کہا کہ تم خلیفہ صاحب کو حکم دیتے ہو؟ میں نے کہا کہ یہ حکم نہیں میری التجا ہے۔ اگر خلیفہ صاحب یہ بیان دے دیں۔ تو میں ان کی بیعت کر لوں گا۔ میں دوسروں کو بھی تحریک کروں گا۔ اور "غیر مبائعین" سے بھی کہوں گا کہ جب عقائد میں کوئی اختلاف نہیں رہا تو سب مل کر کام کرو۔ متحد ہو جاؤ، کہ اتحاد میں برکت ہے۔

خادم صاحب نے اپنی تازہ تصنیف ——— "جماعت احمدیہ کس راہ پر" ——— کی ایک کاپی مجھے دیتے ہوئے کہا کہ ۱۴۶ صفحات پر مشتمل یہ کتاب بنگالی زبان میں میں نے اپنے خرچ سے کافی تعداد میں شائع کر کے مفت تقسیم کی ہے۔ اس میں عقائد و نظریات کے بارے میں اپنے حاصلِ مطالعہ کو بیان کیا ہے۔ اور تصاویر سے اس کتاب کو مزین کیا ہے۔ یہ ایک مدلل مبسوط محققانہ کاوش ہے اور لائقِ مطالعہ ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن بھی اضافہ کے ساتھ شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ تصانیفی مراحل کا ذکر کرتے ہوئے مکرم خادم صاحب نے بتایا کہ شروع سے آخر تک کتاب کی تیاری سے تقسیم تک مجھ بوڑھے نے ہی تن تنہا کام کیا ہے اور دوسرا کوئی میرا شریکِ کار نہیں تھا۔ یہ کتاب بڑی پڑھی گئی۔ میں نے جب یہ کتاب حضرت امیر مولینا صدرالدین صاحب کی خدمت میں بھیجی تو انہوں نے دلی خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے "مجاہدِ بنگال" کا خطاب مجھے دیا۔

اس کتاب کے لکھنے کی غرض پر روشنی ڈالتے ہوئے مکرم ڈپٹی صاحب نے کہا کہ اہلِ ربوہ نے عام اعلان کر دیا تھا کہ ڈپٹی صاحب نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس لئے ان کا جماعت سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ اس کے جواب میں میں نے یہ کتاب لکھی اور میں نے کہا کہ جماعت ربوہ سے تعلق نہیں تو نہ سہی۔ میرا تعلق جماعت احمدیہ سے تو ہے۔ لاہوری بھی تو ایک بھاری جماعت ہے ان سے مل کر کام کروں گا۔ اس کے علاوہ ایک تیسری جماعت احمدیہ آسمان میں ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے ایک نظارہ میں اس جماعت کے ایک رکن کی حیثیت سے دکھلایا ہے۔ میں نے اس نظارہ میں دیکھا کہ مسجد میں حضرت مسیح موعودؑ تشریف لائے ہیں، جنت کا میوہ ساتھ ہے۔ حضورؑ نے یہ میوہ تقسیم کیا اور کھانے کیلئے فرمایا۔ میں نے اور مسجد والوں نے یہ میوہ کھایا۔ اس اجتماع میں میں نے اپنے مخالفین کو تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ آسمان میں بفضلِ خدا میرا نام تو ہے لیکن میرے مخالفین کا نام نہیں۔

میں قادیانی احباب سے التجا کرتا ہوں۔ اپیل کرتا ہوں کہ خدارا۔ حضرت امام زمانؑ کے حقیقی مقام کو پہچانو اس کے لئے ذلت و رسوائی کے سامان نہ کرو۔ امتِ محمدیہ کو کافر نہ بناؤ۔ آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ لاہور والوں کو برا بھلا نہ کہو۔ مل کر کام کرو۔ اسلام اور مسلمانوں کے لئے کام کرو۔ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ میں اب بھی تمہارا خادم ہوں اور خادم رہوں گا۔ میرا اخلاص، ہمدردی اور خیرخواہی اب بھی تمہارے لئے وقف ہے۔ میرے دن اور رات، میری جان اور میرا مال تمہارے لئے حاضر ہے۔ آؤ مل کر اسلام کے لئے کام کریں۔ محمد رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کام کریں۔ حضرت امام زمانؑ کے لئے کام کریں۔ مسلمانوں کے لئے کام کریں۔ تمہارے عقائد کی وجہ سے عالم اسلام میں انتشار ہے، افتراق ہے، بے چینی ہے، نفرت ہے، بیزاری ہے۔ خدا اور رسولؐ کے لئے اور امام وقتؑ کے لئے اس انتشار و نفرت کو دور کرو۔ غیر احمدی بھائی تمہارے عقائد سے سخت مشتعل ہو جاتے ہیں۔ تم ان عقائد سے رجوع کرو یہ بھائی تمہارا ساتھ دینے کیلئے تیار ہیں۔ آؤ مل کر غیر احمدی بھائیوں کے سامنے حضرت امام زمانؑ کو مجدد و محدث کے طور پر پیش کریں، امید ہے کہ فتنہ و فساد تمہاری راہ سے کم ہو جائے گا۔ بہت سے مسلمان ہیں جو صرف اس وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ کا دم نہیں بھرتے کہ تم نے انہیں وہ مقام دے رکھا ہے جس کا حضور نبی کریم صلعم کے بعد کوئی مستحق نہیں ہو سکتا۔ تمہارے ان عقائد کی وجہ سے فتنہ و فساد بھی کبھی کبھی برپا ہو جاتا ہے۔ مسلمان کی جان چلی جاتی ہے اور اسلام کی رسوائی ہوتی ہے۔ خدا کیلئے صحیح راستہ پر آ جاؤ۔ اور اپنی نسل کو آگ سے بچا لو۔ جب تم صحیح موقف اختیار کر لوگے تو یدخلون فی دین اللہ افواجا کا نظارہ دیکھ لوگے انشاء اللہ۔ آخر میں خادم صاحب نے دعا کی کہ اے خدا میں یہ التجا صرف تیری جناب میں تیری رضا کے لئے کر رہا ہوں کہ ہمارے بھائیوں کو راہِ راست پر لا اور اپنے اسلام اور مسلمان کو ترقی و برکت نصیب کر۔ یہ کہتے ہوئے مکرم خادم صاحب کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور میں نے رخصت چاہی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ پر علم و دانش کی شہادت

حضور صلعم کے خلقِ عظیم کے بے نظیر نمونے جنگوں اور امن کی حالت میں

مشرقی پاکستان سے ڈپٹی خلیل الرحمٰن صاحب کی آمد اور ان کی مجاہدانہ سرگرمیاں

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۹ مارچ ۱۹۶۸ء فرمودہ حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

> ن والقلم وما یسطرون - ما انت بنعمة ربك بمجنون وان لك لاجراً غير ممنون وانك لعلى خلق عظيم
> (سورة القمر)

نبی کریمؐ کی بلندی اخلاق کا دعویٰ اور علوم کی شہادت

ان آیات میں خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ہم قلم اور دوات کی شہادت پیش کرتے ہیں کہ جس قدر علوم قلم و دوات کے ذریعہ لکھے جائیں گے ان کی شہادت پر ہم اعلان کرتے ہیں کہ یہ لوگ جو محمد رسول اللہ کو شاعر کہتے ہیں یا مجنون کہتے ہیں، یہ غلط ثابت ہوگا بلکہ اس کے برخلاف یہ فیصلہ ہوگا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعلےٰ درجے کے مقام پر کھڑے ہیں اور ان کے اخلاق میں عظمت نظر آئے گی۔ یہ بہت بڑا دعوےٰ ہے ایک اُمّی شخص کے لئے، جس کو دنیا جہان کا علم نہیں نہ آئندہ پیدا ہونے والے علوم کا پتہ ہے۔ یہ کہنا کہ دنیا جہان کے مصنف مفکر یہ اعتراف کرنے کے لئے مجبور ہو جائیں گے کہ حضورؐ کا دین سچا اور آپؐ کے اخلاق بلند ہیں بہت بڑا دعوےٰ ہے لیکن کیا یورپ کے بعض مصنفین نے یہ نہیں کہا کہ He was the greatist arganizar یہ دشمن کی گواہی ہے۔

نبی کریم صلعم کا دائمی معجزہ

یہ جو دن میں پانچ مرتبہ مسلمان مساجد میں جمع ہو جاتے ہیں پھر جمعہ کے دن بڑا اجتماع ہو جاتا ہے۔ پھر عیدین کے موقعہ پر یہ اجتماع بہت بڑا ہو جاتا ہے اور مکہ معظمہ میں حج کے موقعہ پر دنیا جہان کے لوگ لاکھوں کی تعداد میں جمع ہو جاتے ہیں اور ہر سال یہ نظارہ دیکھنے میں آتا ہے۔ یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دائمی معجزہ ہے۔

اٹلی کا عظیم الشان گرجا اور اس کی ویرانی

یورپ نے ایک گرجا گھر بنانے پر اپنی ساری دولت صرف کر دی۔ اٹلی میں پطرس کے نام پر ایک خوبصورت گرجا بنایا گیا جو سینٹ پیٹرز چرچ کہلاتا ہے۔ حضرت عیسےٰؑ کو تو عیسائی اپنا خدا مانتے ہیں۔ اپنے اس خدا کے الفاظ کو کہ انہوں نے اپنے حواری پطرس سے کہا کہ تجھ پر میرا گرجا بنایا جائے گا، عملی جامہ پہنانے کے لئے یورپ بھر کی دولت صرف کر کے گرجا بنایا گیا۔ پطرس کے معنے چٹان کے ہیں اور اس کے یہ بھی معنے ہیں کہ چٹان پر گرجا بنایا جائے گا۔ میں نے اس گرجے کو دیکھا ہے۔ یہ ایک عالی شان اور بلند و بالا عمارت ہے۔ بڑا سنہری اور روپہلی کام اس کی دیواروں پر کیا گیا ہے۔ میں اس عمارت کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور خواہش ظاہر کی کہ میں اتوار کو پھر یہاں آؤں گا۔ تاکہ گرجا کی عبادت کو دیکھ سکوں۔ وہاں کے مہتمم نے کہا کہ یہاں تو گرجا نہیں ہوتا۔ میں نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا اس گرجا کے ساتھ پوپ صاحب کا محل ہے۔ اس میں ایک چھوٹی سی گرجی ہے اس کے اندر سروس ہوتی ہے۔

عرب کی ریتلی سرزمین کعبۃ اللہ کی دائمی کشش۔

اس وقت مجھے یاد آیا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا بڑا معجزہ ہے کہ ریت کے میدان میں جہاں کشش کے کوئی سامان نہیں۔ کوئی سبزی نہیں۔ اور کوئی رنگینی وہاں نہیں۔ دریا نہیں چشمے نہیں وہاں پر ایک بے ڈھنگا سا کوٹھا ہے جس کا طواف کرنے کے لئے لاکھوں آدمی وہاں جمع ہوتے ہیں اور سارا سال چوبیس گھنٹے طواف جاری رہتا ہے۔ حضرت مولانا نورالدین رح کئی سال تک مکہ معظمہ میں رہے۔ انہوں نے سیرت میں پڑھا تھا کہ بیت اللہ میں جب کوئی اور نہ ہو، اس وقت جو دعا کی جائے۔ خدا اس کو قبول کر لیتا ہے۔ میں کافی مدت انتظار میں رہا کہ تنہائی کا کوئی موقعہ مجھے میسر آ جائے۔ خوش قسمتی سے ایک دفعہ موقعہ مل گیا۔ اور میں نے اس وقت یہ دعا کی کہ اے خدا! جب بھی میں کوئی دعا کروں وہ قبول کر لیا کر۔ انہوں نے ایک جامع دعا مانگ لی۔

اٹلی میں دریا اور چشمے ہیں۔ خوبصورت سبزی سے مستور پہاڑ ہیں۔ خوبصورت سنگ سازی اور مجسمہ سازی کا کام وہاں ہوتا ہے۔ اس حسین و جمیل ملک میں عیسائیوں کے خدا کا گرجا ہے جس پر لاکھوں روپیہ خرچ ہوا، اور نہایت خوبصورت بنایا گیا مگر وہ عملاً برباد ہے۔ اس کے برعکس حضرت ابراہیمؑ اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا قائم کردہ خدا کا گھر آباد ہے اور اتنا بارونق ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ دنیا جہان کی کوئی نعمت ایسی نہیں جو وہاں نظر نہ آتی ہو، لاکھوں انسان وہاں ہر سال جمع ہوتے ہیں اور ہر طرح کا امن و امان وہاں رہتا ہے

کرسمس کے حادثات اور کعبہ کے پُرامن اجتماعات

کرسمس کا دن آتا ہے تو یورپ اور امریکہ میں لوگوں کا جم غفیر ہوتا ہے انسانوں کا دریا بہتا نظر آتا ہے۔ اس ریل پیل میں یورپ اور امریکہ کے کئی شہروں میں اس موقعہ پر متعدد لوگ مر جاتے ہیں۔ اور دوسری قسم کے سینکڑوں حادثات واقع ہو جاتے ہیں۔ اس کے بالمقابل حج کے موقعہ پر لاکھوں آدمی ایک ہی مقام پر جمع ہوتے ہیں جو دنیا کے مختلف خطوں سے آتے ہیں۔ ایک دوسرے سے واقف بھی نہیں ہوتے۔ مگر وہاں کوئی حادثات نہیں ہوتے اللہ تعالےٰ نے اس موقعہ کے لئے فرمایا لا رفث ولافسوق ولاجدال فی الحج وہاں ہزارہا عورتیں بھی ہوتی ہیں اور مرد بھی اس موقعہ پر عورتوں کو پردہ کرنے کی اجازت نہیں۔ کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی دشمن مرد برقع پہن کر آ جائے اور تکلیف کا موجب ہو، ایسی حالت میں فرمایا لا رفث لوگو! اس موقعہ پر بے حیائی کی کوئی بات دل میں نہ لانا لافسوق کوئی ناپسندیدہ اور برا کلمہ نہیں کہنا۔ ولاجدال کوئی لڑائی دنگا وغیرہ نہ ہو۔ وہاں کوئی پولیس نہیں جو اس کا انتظام کرے، تاہم کوئی بدی یا دنگا فساد نہیں ہوتا۔ اور سب لوگ تعظیم و محبت سے ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ یہ ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ۔

نبی کریم صلعم کی بلندی اخلاق

حضورؐ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ سرٹیفکیٹ ملا ہے کہ انک لعلی خلق عظیم۔ یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں۔ حضورؐ نے خود فرمایا انی بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ میری رسالت کا مقصد یہ ہے کہ میں اعلیٰ درجہ کے اخلاق کو کمال تک پہنچاؤں۔ چنانچہ آپؐ نے زندگی کے ہر شعبہ میں اخلاق فاضلہ کا بے نظیر نمونہ قائم کر کے دکھلایا۔ قوم کو آپؐ کے ساتھ انتہا درجہ کی دشمنی ہے لیکن غلبہ کے وقت آپؐ نے ان کے ساتھ نہایت حسنِ سلوک کا برتاؤ کیا ان میں سے قیدی بھی آپؐ کے پاس آئے۔ لیکن آپؐ نے ان کے ساتھ انتہائی حسنِ اخلاق سے کام لیا۔

ہر قسم کے لالچ کو آپؐ نے ٹھکرا دیا۔

ناقدانہ نگاہ سے حضور صلعم کی حکومت پر نگاہ ڈالی جائے۔ تو اپنوں اور غیروں سب کے لئے آپؐ نمونہ ہیں۔ یہاں انگریزوں کی حکومت کے خلاف لوگوں نے ایجیٹیشن کی اور جلسے جلوس نکالے ان کو رام کرنے کے لئے کسی کو خطاب دیئے گئے کسی کو مربعے مل گئے۔ کسی کی اولاد کو اعلیٰ عہدے میسر آ گئے۔ حضرت صلعم نے ۱۳ سال تک دشمنوں کا مقابلہ کیا دشمنوں نے طرح طرح کے لالچ دیئے۔ کہ ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں۔ دولت کا چکمہ دیا۔ اور بڑے بڑے سردار کی لڑکی سے نکاح کر دینے کا لالچ دیا۔ لیکن حضور صلعم نے فرمایا کہ یہ تو دنیا کی چیزیں ہیں اگر تم ساری کائنات کا مجھے مالک بنا دو تو بھی میں اس مقصد کو نہیں چھوڑ سکتا جس کے لئے کھڑا کیا گیا ہوں لا اسئلکم علیہ من اجر۔ کوئی اپنا داعی اور کوئی ذاتی لالچ میرے مدنظر نہیں ہے میں تو قوم کی اصلاح کرنا چاہتا ہوں۔ اگر میں تمہارا بادشاہ بن جاؤں۔ دولت کے انبار میرے سامنے لگ جائیں اور دنیا کی ہر چیز تم میرے لئے مہیا کر دو لیکن شراب چلتی رہے۔ قتل و مقاتلہ ہوتا رہے۔ ہر بدی اور برائی قائم رہے تو یہ میرے مقصد کے خلاف ہے

راہ خدا میں شہادت کا ولولہ

۱۳ سال قوم کے دکھ درد سہے۔ آپؐ نے اس عرصہ میں لاجواب عزم و استقلال کا نمونہ دکھایا۔ جب مکہ کو چھوڑ کر مدینہ جانا پڑا تو وہاں بھی دشمن نے آرام نہ لینے دیا۔ بہت بڑے لشکر جرار نے آپؐ پر حملہ کیا۔ حضرت نبی کریم صلعم نے دیکھا کہ میرے پاس خزانہ اور رسالہ نہیں۔ صرف دو گھوڑے ہیں۔ باوجود اس کے فرمایا۔ لو ددت انی اقتل فی سبیل اللہ ثم احی ثم اقتل ثم احی ثم اقتل، اور لوگوں کو تلقین کی کہ اگر تم جینا چاہتے تو جہاد میں جان دینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ زندگی اسی میں ہے۔ فرمایا میرے اندر ولولہ ہے کہ خدا کے راستہ میں میری جان جائے۔ پھر زندہ ہوں پھر شہید ہوں پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر شہید ہوں، یہ تھا آپؐ کا ولولہ جس کو دیکھ کر قوم بھی جان دینے کے لئے تیار ہوگئی۔

بدر اور اُحد کی لڑائی میں شجاعانہ کارنامے

آپؐ خود بدر اور اُحد کی لڑائی میں شریک ہوئے اُحد کی لڑائی میں زخمی ہوتے ہیں۔ بادشاہ ہیں صفِ اول میں لڑتے ہیں دانت شہید ہو جاتا ہے زخمی ہو کر بے ہوش ہو جاتے ہیں جب ہوش آتا ہے تو قوم کو تتر بتر دیکھ کر باواز بلند اعلان فرماتے ہیں انا النبی لاکذب انا ابن عبد المطلب۔ میرا دعوےٰ سچا ہے۔ میں نبی ہوں۔ میری تکذیب نہ کرو انا ابن عبد المطلب۔ خاندان کے لحاظ سے بھی میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔ میرے خون کے اندر شجاعت ہے۔ واپس آجاؤ۔ قوم پھر جمع ہو جاتی ہے۔ آپؐ کا شہادت حاصل کرنے کا ولولہ اس قدر مؤثر تھا کہ آپؐ کے چچا میدانِ جنگ میں جوہر دکھاتے دکھاتے شہید ہو گئے۔ حضرت علی رض زخمی ہو گئے۔ زبیر رض زخمی ہو گئے۔ حمزہؓ شہید ہو گئے۔

جنگ حنین میں آنحضرت صلعم کی شجاعت کا نظارہ

فتح مکہ کے بعد حنین کی جنگ پیش آگئی۔ بنی ہوازن تیر اندازی میں بہت ماہر تھے۔ ان کی نشانہ بازی سے حضور صلعم کا ۱۲ ہزار کا لشکر بھاگ نکلا۔ تیروں کی برسات آپؐ پر ہو رہی ہے، آپؐ کے چچا عباسؓ رکاب تھامے ہوئے ہیں۔ ابو سفیان بھی آپ کا رشتہ دار تھا آپؐ کے ساتھ ہے۔ کہتے ہیں آپ کی آواز اونچی ہے ان کو کہو کہ کیا تم وہ لوگ نہیں ہو جنہوں نے موت کے لئے بیعت کی ہوئی ہے۔ پھر خود آواز دی الیّ عباد اللہ انا رسول اللہ خدا کے بندو میری طرف آجاؤ، میں اللہ کا رسول ہوں۔ یہ آواز سن کر لوگ آپؐ کے گرد جمع ہو گئے اس موقعہ پر حضور صلعم نے شجاعت کا بے نظیر نمونہ قائم کیا۔ آپ میدانِ جنگ میں خچر پر سوار ہیں وہ charger پر سوار نہیں ہوتے کہ موقعہ ہاتھ آنے پر بھاگ جائیں چارجر اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو میدان جنگ میں دوڑنے میں بہت تیز ہوتا ہے۔

پاکستانی افواج کی شجاعت آنحضرت صلعم کا نمونہ ہے

اس طرح قوم کے اندر آپؐ نے عظیم جذبہ شہادت پیدا کیا۔ جو اب بھی قائم ہے اور پاکستان کی فوج جانتی ہے کہ شہادت کے اندر زندگی ہے۔ اگر ہمارے جرنیلوں کرنیلوں میں یہ ولولہ نہ ہوتا تو اپنے سے پانچ گنا زیادہ مسلح اور جابر دشمن کی فوج کا مقابلہ نہ کر سکتے۔ لیکن اس شوقِ شہادت کے طفیل دشمن کی ایک بڑی بھاری فوج کو شکست دی۔ اور دنیا میں نام پیدا کیا۔

نبی کریم صلعم کی سخاوت اور بے نفسی کا بے نظیر نمونہ

پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا حال سنیئے۔ حنین کی لڑائی میں چالیس ہزار بھیڑ، بکری، ۲۴ ہزار اونٹ اور چار ہزار سکہ چاندی ہاتھ آیا۔ یہ مالِ غنیمت سارے کا سارا آپؐ نے بانٹ دیا۔ عراق سے لاکھوں کا مال آیا۔ اطلاع دی گئی تو فرمایا مسجد میں ڈال دو۔ اگر دیکھا تک نہیں۔ کوئی خواہش نہیں کہ اپنے لئے ہی عمدہ چیز کا انتخاب کر لیں۔ ظہر کے وقت تشریف لائے۔ آتے ہی نماز میں شامل ہو گئے، نماز پڑھ کر سارا مال تقسیم کر دیا گھر کچھ نہیں لے گئے۔ ان کی اس قیمتی مثال نے صحابہؓ کے دلوں سے ذاتی مفاد کا خیال تک نہ رہنے دیا۔ خود قوم کے لئے مرتے ہیں رشتہ داروں کو مرواتے ہیں۔ لیکن جب مال و متاع کے حاصل کرنے کا وقت آتا ہے تو کچھ نہیں لیتے یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں۔

دشمن کو مرعوب کرنے کے لئے کمال دانشمندی کا اظہار

فتح مکہ کے وقت آپؐ کی عظیم دانشمندی اور اخلاقی عظمت کا اظہار ہوا مکہ سے ڈیڑھ ڈھائی میل کے فاصلہ پر مر الظہران کے مقام پر حضورؐ نے اپنے لشکر کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔ یہ لشکر دس ہزار قدوسیوں پر مشتمل تھا۔ آپؐ نے فرمایا رات کے وقت مختلف مقامات پر ایک ہزار آگ روشن کی جائے تا کہ اہل مکہ اس سے متاثر ہو کر لڑنے مرنے کا ارادہ ترک کر دیں اور بغیر کوئی قطرہ خون گرانے کے مکہ فتح ہو جائے۔ مکہ والوں کی طرف سے ابو سفیان آیا اس نے دیکھا کہ سارا جہان روشن نظر آتا ہے۔ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ہر ایک پلٹن ساز و سامان سے لیس ہو کر سامنے سے گزرے۔ ابوسفیان یہ دیکھ کر مرعوب ہو گیا۔

امن و امان کا اعلان اور ایک سردار لشکر کی معزولی

حضورؐ نے اعلان فرمایا کہ اب کوئی قتل مقاتلہ نہ ہوگا بلکہ امن قائم کیا جائے گا۔ سعد بن عبادہ ایک لشکر کے سردار تھے۔ ابوسفیان جب ان کے سامنے آیا تو انہوں نے کہا آج تمہیں لڑائی کا پتہ چل جائے گا۔ ابو سفیان کی جان نکل گئی۔ وہ دوڑا ہوا حضور صلعم کے پاس آیا اور کہا کہ کیا آپؐ نے نہیں فرمایا کہ آج کے دن بیت اللہ کی عزت قائم کی جائے گی کعبہ کو کسوت پہنائی جائے گی اور کوئی لڑائی نہ ہوگی؟ فرمایا ہاں اس نے کہا کہ آپؐ کا ایک جرنیل یہ کہتا ہے کہ آج لڑائی کا پتہ چل جائے گا فرمایا کہ ہمارے اعلان کے ہوتے ہوئے سعد سے غلطی ہو گئی ہے ہم اس قوم کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

اگرچہ اس قوم کے دیئے گئے دُکھ اور اذیتیں ہمیں یاد ہیں۔ تاہم سعد کو معزول کیا جاتا ہے غور کیجئے ایسے موقعہ پر یورپ والوں کے سامنے صرف PRESTIGE کا سوال پیدا ہو جاتا ہے لیکن آپ اپنے جرنیل کو معزول کر دیتے ہیں۔

فتح مکہ کے وقت بارگاہِ الٰہی میں عجز و نیاز

فتح مکہ کے موقعہ پر آپ نے ایک عظیم الشان مثال قائم کر دی۔ اس دن اونٹنی پر سرنگوں ہو کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ الحمد للہ الذی انجز وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ۔ اے خدا یہ میری طاقت سے نہیں تیری طاقت اور نصرت سے سب کچھ ہوا ہے۔ یہ فتح کے دن کا نمونہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا۔

کعبہ کی چابی حاصل کر کے واپس کر دی

ایک اور نمونہ یہ دکھایا کہ فرمایا کعبۃ اللہ کی چابی لاؤ تاکہ نفل ادا کئے جائیں۔ عثمان جو چابی بردار تھا اس نے چابی دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت علیؓ نے زبردستی چابی چھین لی۔ اس موقعہ پر حضرت عباس رضؓ نے کہا کہ اس شخص نے نافرمانی کی ہے اب یہ چابی مجھے حاصل ہو جائے تو مناسب ہوگا۔ میرے پاس پہلے ہی سقاوہ (پانی پلانے) کا منصب ہے اونٹوں پر پانی لاد کر عرفات تک پہنچاتا ہوں، یہ بہت بڑا عہدہ میرے پاس ہے سدانۃ (کعبۃ اللہ کا چابی بردار ہونا) بھی ایک بڑا عہدہ ہے۔ اس لئے مجھے چابی دے دی جائے۔ میں ہی اس کا مستحق ہوں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے اس حکم کے پیش نظر کہ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا۔ حضور صلعم نے فرمایا کہ نہیں یہ چابی عثمان ہی کے پاس رہے گی۔ چنانچہ اس کو چابی سپرد کرتے ہوئے حضورؐ نے فرمایا کہ یہ چابی ہمیشہ تمہارے پاس اور تمہارے خاندان میں رہے گی۔ وہ ظالم ہوگا جو تم سے یہ چابی چھین لے۔ اس کو کہتے ہیں اخلاق کی عظمت۔

صفوان بن امیہ کے ساتھ سلوک

صفوان بن اُمیہ مکہ میں سردار تھا۔ اُس نے کہا کہ میں اسلام قبول نہیں کروں گا۔ فرمایا کہ تم اسلام قبول نہیں کرنا چاہتے تو نہ کرو۔ تم آزاد ہو۔ اسلام جبر کی تعلیم نہیں دیتا۔ اس کے بعد حنین کی لڑائی میں جو مال غنیمت ہاتھ آیا اس میں سے دو سو اونٹ اس کو دیئے وہ خوش ہو گیا کہنے لگا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق نے میرا سر نیچا کر دیا ہے۔

کافر کو پناہ دینے والی کی تائید

پھر ایک شخص نے ابو طالبؓ کی بیٹی ام ہانی کے ہاں پناہ لی۔ حضرت علی رضؓ کو غصہ آ گیا کہ اس بدبخت قوم کے انسان کو اس نے پناہ دی ہے۔ دروازہ توڑنے کیلئے زور لگایا تو ام ہانیؓ نے کہا میں اس کو پناہ دے چکی ہوں دروازہ توڑنے کی سعی نہ کرو۔ پھر ام ہانیؓ نے یہ بات حضرت صلعم تک پہنچائی کہ میرے بھائی اس شخص کو قتل کرنا چاہتے ہیں جس کو میں نے پناہ دی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اجرنا من اجرت۔ جس کو تو نے پناہ دی ہم بھی اسکو پناہ دیتے ہیں۔

چوری کرنے والی قریشی عورت کو سزا

مزید سنیئے گا۔ ایک قریشی عورت نے چوری کی۔ قریش کو صدمہ ہوا کہ اس عورت کو سزا مل گئی تو قوم کی بے عزتی ہوگی۔ اسامہ رضؓ حضورؐ کے لاڈلے تھے سفارش کے لئے ان کو حضورؐ کی خدمت میں بھیجا گیا۔ فرمایا تمہیں یہ جرأت کیسے ہوئی کہ خدا کے قانون کو توڑنے کے لئے سفارش کرتے ہو۔ تم سے پہلے قومیں اسی لئے برباد ہوئیں کہ اگر ان میں سے کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیا جاتا۔ اور چھوٹا آدمی چوری کرتا تو اس کو سزا دی جاتی۔ اللہ کی قسم یہ تو ایک قریشی عورت ہے اگر میری بیٹی فاطمہ رضؓ نے بھی چوری کی ہوتی تو وہ سزا سے نہ بچ سکتی۔

انصاری چور کو سزا اور یہودی کی بریت

اسی طرح انصاری قوم کے ایک شخص طعمہ نے چوری کی اور کسی کی زرہ پکڑا اُٹھا لی۔ جب پکڑے جانے کا فکر ہوا تو ایک یہودی کے گھر پھینک دی۔ یہودی نے اپنی بریت پیش کرتے ہوئے کہا کہ طعمہ انصاری نے یہ حرکت کی ہے۔ جب تحقیقات شروع ہوئی تو انصاری جو آپؐ کے محسن تھے انہوں نے عرض کی کہ طعمہ چور نہیں ہے اس کو بری کر دیا جائے۔ لیکن حضورؐ نے مقدمہ کی سماعت کی تو طعمہ کی چوری ثابت ہو گئی اور اسے سزا مل گئی۔

کرم و فضل کی حکومت

یہ کرم و فضل کی حکومت جو زمین پر اُتر آئی یہ حضرت صلعم کے اخلاق عالیہ کی وجہ سے ہے۔ اس خلق عظیم کا سرٹیفکیٹ خود اللہ تبارک وتعالےٰ نے بھی دیا ہے و انک لعلی خلق عظیم اور لوگوں نے عملاً دیکھ لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خلق عظیم پر قائم ہیں۔

چوہدری سلطان علی صاحب کا انتقال

آپ نے سُن لیا ہوگا کہ چوہدری سلطان علی صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نہایت قابل اور اعلےٰ درجہ کے آفیسر تھے جنہوں نے ان کو دیکھا ہے ان سب کو تکلیف ہوئی ہے مجھے بڑی تکلیف ہوئی ہے۔ نماز جمعہ کے بعد ان کے جنازہ غائبانہ کی صورت میں دعائے مغفرت کی جائے گی۔

ڈپٹی خلیل الرحمن صاحب کی آمد اور مشرقی پاکستان میں اُنکی مجاہدانہ سرگرمیاں

ڈپٹی خلیل الرحمن صاحب جو مشرقی پاکستان سے تشریف لائے ہیں وہ دوران سفر میں کسی قدر بیمار ہو گئے۔ آج خدا کے فضل سے وہ تندرست ہو کر جمعہ میں شامل ہوئے ہیں۔ انہوں نے ہمارے دوستوں کی جو وفد کی صورت میں پچھلے دنوں مشرقی پاکستان گئے تھے بڑی خدمت کی اور وہاں وفد کو بڑی کامیابی ہوئی وہ سب لوگ جنہوں نے اُن کے ساتھ مل کر کام کیا۔ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ان لوگوں کی وجہ سے وہاں وفد کو کامیابی حاصل ہوئی۔

ڈپٹی صاحب کی ساری عمر قادیانی جماعت کے ساتھ گذری۔ بڑی دولت انہوں نے وہاں صرف کی۔ اور اولاد کو ربوہ میں تعلیم دلوائی۔ ڈیڑھ دو سال پہلے۔ وہ یہاں تشریف لائے۔ ان سے گفت و شنید میں اختلافی مسائل زیر بحث آئے۔ خدا کے فضل سے ان کو انشراح صدر حاصل ہو گیا۔ روشنی عطا ہو گئی کہ حضرت مرزا صاحبؒ نبی نہیں مجدد ہیں اور ان کے نہ ماننے والے کافر نہیں۔ اب انہوں نے مشرقی پاکستان میں ہمارے وفد کا اہتمام کیا اور ان کے قیام اور دورہ کا انتظام کیا۔ انہوں نے اس موقعہ پر نوجوانوں کی طرح کام کیا۔ وہ کتنے بڑے مجاہد ہیں۔ ان کا بہت بڑا رسوخ ہے۔ اس کی وجہ سے کئی احباب سلسلہ میں شامل ہو رہے ہیں ان کا کہنا ہے کہ تھوڑے وقت میں وہ دو ہزار کے قریب اشخاص کو سلسلہ میں داخل کر لیں گے۔ خدا تعالےٰ انکو خدمت

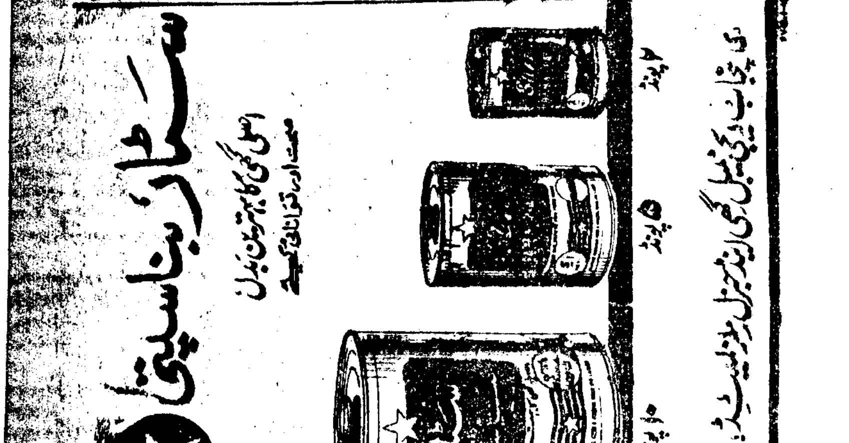

جماعتِ احمدیہ لاہور کا تبلیغی وفد مشرقی پاکستان میں

بہ زبانی ڈاکٹر اللہ بخش صاحب مرتبہ چوہدری فضل حق صاحب

(۴)

۲ مارچ کو ۱۱ بجے رات کی گاڑی سے وفد کے ارکان جو ڈاکٹر اللہ بخش، صاحبزادہ عبدالمنان۔ ڈاکٹر مولوی محمد یحییٰ بٹ۔ ڈپٹی خلیل الرحمٰن خادم اور مولوی عبدالصمد جمالی پر مشتمل تھا۔ کوڑی گرام جو کہ شمال کی طرف واقع ہے روانہ ہوئے۔ کچھ سفر سٹیمر میں ہوا۔ اور ۳ مارچ کو ۲ بجے بعد دوپہر وہاں پہنچے۔ کھانا کھانے کے فوراً بعد جلسہ شروع ہوا۔ صدارت کے فرائض مولوی خیرات حسین صاحب نے ادا کئے۔ آپ وہاں کے ایک معزز خاندان کے فرد ہیں۔ جلسہ سنیما ہال میں ہوا حاضری 500 کے لگ بھگ تھی۔ لوگ ہال کے باہر بھی کھڑے تھے۔ وفد کے اراکین کو پھولوں کے ہار پہنائے گئے۔ ڈپٹی خادم صاحب نے اراکین وفد کا تعارف کرایا۔

پہلی تقریر ڈاکٹر یحییٰ بٹ صاحب نے کی۔ انہوں نے اسلام اور عیسائیت کی تعلیم کا مقابلہ کیا۔ اور بتایا کہ عیسائیت کیسے پھیلی کہ وہ لوگ غریبوں کی مدد کرتے ہیں، سکول کھولتے ہیں، ہسپتال قائم کرتے ہیں۔ اور اس طرح اپنی تعلیم کو ہر دلعزیز بناتے ہیں۔ ادھر آجکل ہمارا نمونہ اچھا نہیں۔ انہوں نے یورپ اور امریکہ کے حالات بتائے کہ کس طرح وہ لوگ روحانی سکون کے متلاشی ہیں اور عیسائیت کے عقائد خلاف عقل ہونے کی وجہ سے اُن سے بیزار ہیں۔ وہاں تبلیغ کے لئے میدان بہت وسیع ہے۔

صاحبزادہ عبدالمنان صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ ہم مسلمانوں کا خدا ایک۔ رسول خاتم الانبیاء ایک۔ دین ایک۔ قرآن ایک پھر تفریق کیوں ہے؟ آپ نے ضرورت مجدد پر بحث کی اور کہا کہ جو شخص زمانے کے امام کو نہیں پہچانتا وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ احمدی بن کر آپ کچھ کھوتے نہیں بلکہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کرتے ہیں۔

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے اپنی تقریر میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے کارہائے نمایاں بیان کئے اور کہا کہ کھیر کا مزا کھیر کھانے سے ملتا ہے۔ آپ انجمن کا کام دیکھئے اور پھر رائے قائم کیجئے۔ اسلام نے جو فتوحات کی ہیں وہ تبلیغ سے حاصل ہوئیں۔ تلوار سے نہیں۔ آیئے احمدیہ انجمن کے کام میں آپ بھی شامل ہو جائیے۔ یہ کوئی فرقہ نہیں نئی چیز نہیں یہ تو تبلیغ و اشاعت اسلام کی ایک تحریک ہے ہمارا عقیدہ ہے کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے اور باب نبوت مسدود ہو چکا ہے اب کوئی نبی نہیں آسکتا نہ نیا نہ پُرانا۔

آخر میں صدر نے مقررین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا ہے۔ آپ نے ایک بیج بویا ہے اب اس کی آبیاری اور رکھوالی کی ضرورت ہے شکوک و شبہات کی خار دار جھاڑیوں کو اُکھاڑ کر باہر پھینکنا آپ کا کام ہے۔ انشاء اللہ یہ بیج بویا ہوا پودا بنے گا اور پھر تناور درخت اور پھر میٹھے اور مزیدار پھل لگیں گے غرض ان کے تاثرات بہت ہی اچھے تھے۔

۴ مارچ کو ہم نے صبح کا ناشتہ مولوی خیرات حسین صاحب کے ہاں کھایا اور مندرجہ ذیل اصحاب سلسلہ عالیہ میں شامل ہوئے:-

(۱) ابوالہاشم منڈل صاحب اور ان کے دو لڑکے
(۲) کپتان سید منصور علی صاحب۔ جو کہ ایک سوشل ورکر ہیں۔
(۳) ایم۔ ڈی۔ عباس علی صاحب

۵ مارچ کو یحییٰ بٹ صاحب اور ڈپٹی خلیل الرحمٰن خادم صاحب، قاضی اظہر علی صاحب سی ایس پی سے ملے۔ انہوں نے ظاہر کیا کہ صرف احمدیہ جماعت ہی ایسی جماعت ہے جو دنیا میں اشاعت اسلام کا کام کر رہی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے خود برلن میں جا کر برلن مسجد میں بٹ صاحب کی امامت میں نماز پڑھی ہے۔ ایک ہندو صاحب سچیت کا نجائی جن کا بہت بڑا کاروبار ہے اور سوشل ورکر بھی ہیں انہوں نے ہماری دعوت کی اور ہمارے جلسوں میں شمولیت کرتے رہے۔ انہی کی کار پر ہم رنگ پور گئے۔ رنگپور میں جلسہ ڈسٹرکٹ کونسل ہال میں ہوا۔ کافی تعداد وکلاء صاحبان کی موجود تھی۔ انہوں نے سوالات بھی کئے۔ تقاریر کے موضوع گذشتہ دن والے تھے تاثر بہت اچھا تھا۔ رفیع الدولہ صاحب جو پہلے جماعت ربوہ سے منسلک تھے ہماری جماعت میں شامل ہوئے۔

رنگ پور سے ڈاکٹر مولوی یحییٰ بٹ صاحب مولوی عبدالصمد جمالی صاحب ڈھاکہ واپس چلے گئے۔ تاکہ چٹا گانگ جا سکیں۔ ان کے دورہ چٹا گانگ کی رپورٹ بعد میں آئے گی۔

۶ مارچ ۱۹۶۸ء کو ہم بذریعہ کار دیناج پور گئے۔ جلسہ زیر صدارت امیر الدین مختار صاحب منعقد ہوا۔ حاضری مختصر تھی۔ تقاریر وہی تھیں جو گذشتہ روز کی گئیں۔ ڈاکٹر نورالاسلام بنگالی جو جماعت ربوہ سے تعلق رکھتے ہیں گفتگو ہوئی۔ مسٹر حبیب الرحمٰن سے بھی گفتگو ہوئی۔ صاحبزادہ عبدالمنان صاحب و ڈپٹی خلیل الرحمٰن خادم صاحب ڈپٹی کمشنر صاحب سے ملے۔ جنہوں نے کہا کہ یہاں عیسائیوں کا بڑا زور ہے سنتھال قوم یہاں آباد ہے جو کہ پرانی قسم کے لوگ ہیں اور غریب بھی ہیں۔ ان میں سے بہت سے لوگوں کو عیسائی بنایا جا چکا ہے۔ گورنمنٹ کی خواہش ہے کہ ان کے مقابلہ میں یہاں مشن قائم کیا جائے۔

۷ مارچ کی رات کو ہم واپس ڈھاکہ پہنچے۔

۸، ۹، ۱۰ ڈھاکہ میں قیام کیا۔ تبلیغ اور ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ مسٹر یحییٰ کو ملے۔ جن کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔ مسٹر اے سلام آف Holiday Weekly سے ملے۔ پاک جمہوریت کے ایڈیٹر مسٹر مزمل صاحب سے ملے۔ ایم ایس علی صاحب ڈینٹسٹ سے ملے۔ عبدالرزاق صاحب جو بڑے کاروباری آدمی ہیں اور جنیوٹ کے رہنے والے ہیں ان سے ملاقات ہوئی۔ ان کو مترجم قرآن کریم بھی دیا۔ مسٹر ابن حسن بھی بڑے کاروباری آدمی ہیں وہ زیر تبلیغ رہے۔ ان کے بھائی کو بھی قرآن کریم اور Manual of Hadis دیئے۔ بہت سے دیگر احباب سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔

ربوائی حضرات سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔ ایک صاحب کو ہسپتال میں ملنے گئے وہ بیمار تھے۔ ان کو قرآن کریم بھی دیا۔ انہوں نے برلب سڑک ٹکڑا زمین برائے تعمیر مسجد دینے کا وعدہ کیا۔

۹ مارچ کو ڈاکٹر یحییٰ بٹ صاحب اور مولوی عبدالصمد جمالی صاحب چٹا گانگ سے واپس آئے اور ڈاکٹر یحییٰ بٹ صاحب لاہور روانہ ہو گئے۔ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب و صاحبزادہ عبدالمنان عمرؐ صاحب نے عید الاضحٰے ڈھاکہ میں ہی منائی۔ خطبہ عید مولوی عبدالمنان عمرؐ صاحب نے دیا۔

۱۱ مارچ کو دونوں اصحاب واپس لاہور آگئے۔

(بقیہ خطبہ جمعہ۔ سلسلہ صفحہ ۹)

ڈپٹی صاحب کی ہمشیرہ کی وفات اور نماز جنازہ غائبانہ

ڈپٹی صاحب نے لکھا ہے کہ جب وہ وفد کے ساتھ دورہ کر رہے تھے۔ تو اس دوران ان کی ہمشیرہ کا انتقال ہو گیا۔ اور وہ نماز جنازہ ادا نہیں کر سکے۔ مرحومہ کو اپنے بھائی سے بڑی محبت تھی سو وہ بڑی پارسا خاتون تھیں ۶۵ سال کی عمر میں انہوں نے وفات پائی۔ ان کو ایک کشف میں بتایا گیا تھا کہ سلسلہ احمدیہ برحق ہے۔ مرحومہ کے لئے جنازہ غائبانہ کی نوٹس ہو گئے مغفرت کی جائیگی

ایک بیمار کے لئے دُعا

جماعت کے ایک فرد فیض محمد بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے

حضرت مولانا نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگردِ رشید کا آنکھوں دیکھا واقعہ

(بشکریہ ہفت روزہ لاہور)

ایک دن علم و حکمت کا دربار لگا ہوا تھا ——— ایک مولوی صاحب (زرق برق جبّہ و دستار سجائے) اپنے بھاری بھرکم علم کے نشے میں بڑے بڑے ڈگ بھرتے ہوئے اندر آئے۔ ——— اور بیٹھتے ہی

(بغیر اس بات کا احساس کئے کہ اس وقت حضرت
حکیم صاحب قرآن کی کسی آیت کی تفسیر فرما
رہے تھے)

نقل در معقولات کا مظاہرہ فرما دیا اور ان کے مرشد و مقتدا کی زندگی پر کوئی غلیظ سا اعتراض داغ دیا اور جب پہلی دفعہ حضرت حکیم صاحب نے نہ سُنا تو دوبارہ قدرے اُونچی آواز میں دہرا دیا ——— بس حضرت حکیم صاحب کا انہماک ایسا مجروح ہوا کہ آپ نے پُوری آنکھیں کھول کر اس طعنہ زن کی طرف دیکھا۔

میں آپ سے پر یقین کے ساتھ کہہ سکتا
ہوں کہ میں نے اپنے ایک سالہ قیام میں
اس دن پہلی دفعہ حضرت حکیم صاحب کی پُرجلال
آنکھیں دیکھی تھیں۔ ورنہ عام طور پر غضِ بصر
ہی کی کیفیت رہتی تھی۔

وہ نگاہیں کیا کھلیں۔ حاضرین فرطِ رُعب سے لرز لرز گئے ——— اللہ رے فقر کا قلوب پر رُعب ——— حتیٰ کہ مخاطب بھی سہم گیا۔ بلکہ جب اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے حضرت حکیم صاحب نے اسی جلال دار آواز میں یہ پوچھا

"مگر آپ یہ جہنّم کا تحفہ کس بازار سے خرید
کر لائے ہیں؟"

تو اس کے جسم پر فی الواقعہ رعشہ سا طاری ہو گیا اور وہ قدرے توقف کے بعد بولا۔ "حضور! علیحدگی میں عرض کر سکوں گا" ——— اُف توبہ! اب کے تو مولوی صاحب کی آواز میں وہ فروتنی، لجاجت اور اضمحلال تھا جو عام طور پر اس چور کی آواز میں پیدا ہو جایا کرتا ہے جسے ایک آدمی کی بجائے کسی بڑے ہجوم نے جائے واردات پر ہی نقب زنی کرتے گرفتار کر لیا ہو ——— اور پھر مولوی صاحب نے تخلیے میں سب کچھ بتا دیا۔ کہ وہ کس طرح ایک دن جب اپنے اعصاب اور نفس کے شر پر قابو نہ رکھ سکے۔ تو بازارِ نشاط کی طرف نکل گئے اور پھر وہاں سے ذرا سی لذت کے لئے یہ دائمی آگ اور عذابِ مستقل خرید لائے ——— ہم شاگردوں نے تجسس میں کھڑکی سے اندر کی بات جھانکا تو وہ حضرت حکیم صاحب کے سامنے التجا گزاروں کی طرح دوزانو بیٹھا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا۔

"للہ تشخیص کی ہے تو آپ میرا علاج بھی فرمایئے۔"

آخر ایک ماہر حکیم سے کیا چھپایا جا سکتا تھا اور پھر وقت کے ایسے بوعلی سینا سے جس نے آنکھوں کے پپوٹوں کی رنگت دُور ہی سے دیکھ کر یہ بتا دیا ہو کہ اس کا مخاطب آتشک گزیدہ ہے۔

باہر تشریف لائے تو سب کے سامنے فرمایا۔ مولوی صاحب آپ بڑے خوش قسمت ہیں۔ جب آپ آئے اس وقت قرآن حکیم کا درس شروع تھا۔ اور اس میں سے بھی اُن آیاتِ مبارکہ کا درس جن میں جہنّمیوں کے لیے شراب اور خوراک وغیرہ کا ذکر ہے۔ اور پھر اسی طالب علم سے کہا۔ کھڑے ہو کر بتاؤ (بلکہ وہ آیت پڑھو) کہ جہنّمیوں کو وہاں کھانے کو کیا ملے گا؟ ——— شاگرد نے آیت پڑھی جس کا مفہوم تھا کہ وہاں کی خوراک زقوم (تھوہر) ہو گی ——— پھر آپ مولوی صاحب سے مخاطب ہوئے "یہ خوراک یہیں کھا لینے کا ارادہ ہے یا کچھ حصّہ وہاں کے لئے اُٹھا رکھنا چاہتے ہو؟ جواب ملا

"حضور میرا علاج کریں خواہ مجھے
اپنے ہاتھ سے زہر دے دیں۔"

قرآن کریم کا درس ختم ہوا تو آپ نے اپنے شاگرد کو نواب صاحب کی کوٹھی کی غلام گردش سے زقوم لانے کو کہا پھر اس زقوم کو چھیل کر نیم گرم کر کے اس پر ایک رتّی بھر کوئی دوا سی ملی اور مولوی صاحب کو کھلا کر مہمان خانے بھیج دیا گیا ——— اور مہمان خانے کے منتظم کو علیحدہ بلا کر حکم دے دیا کہ

دیکھو جب تک میں نہ کہوں۔ اس
کے کمرہ کا دروازہ بند رہے گا
ایک دن، دو دن، تین دن اسے
صرف زقوم ہی کھانے کو دیا جائے
گا ——— یا گرم پانی جو جہنمیوں کی
دوسری بڑی خوراک ہے۔

بس ایک کھڑکی کا پٹ تھوڑا سا کھولا۔ اور اس میں گرم پانی کا پیالہ یا زقوم کی قاشیں رکھ دیں ——— مریض کو ابھی کمرہ کے اندر بند کئے چند گھنٹے بھی نہ گزرے تھے کہ اس نے چیخنا شروع کر دیا۔ پھر رفتہ رفتہ اس چیخ و پکار نے "دھاڑ" کی شکل اختیار کر لی۔ پھر وہ حضرت حکیم صاحب ان کے مرشد و مقتدا، اور ان کے تمام ملنے والیوں کو گالیاں دینے لگا۔ اور کفر بکنے لگا۔ اور یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ

جن لوگوں کو اعصاب کا کھچاؤ ہڈیوں کے
پچکلوں تک بھی لے جایا کرتا ہے انہیں
گالیاں [illegible]

دن تک مہمان میں تشریف نہ لائے۔ حالانکہ ہر دو گھنٹے کے بعد مریض کی حالت پوچھتے اور دریافت فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ تیسرے دن بعد دوپہر جب یہ اطلاع دی گئی۔ کہ مریض دو گھنٹے سے بالکل بولا تک نہیں ہے۔ بس منہ پر اوندھا بے سُدھ پڑا ہے شاید مر گیا ہے۔ اس کے جسم پر کوئی کپڑا نہیں ہے۔ اور جسم کے تمام زخموں سے پیپ بہہ رہی ہے۔ بلکہ کمرے سے پیپ کے باعث بُو آنے لگی ہے۔ ——— تو فرمایا۔ "چلو اُسے دیکھیں۔"

پھر جونہی آپ نے کمرہ کھلوایا ——— اور مریض کے اوپر کپڑا پھنکوا کر اس کا حال دریافت کیا۔ وہ پھڑک کر بولا

"حضور۔ اب کامل سکون ہے۔ جسم کی
تمام آگ نکل گئی ہے۔ اب ان زخموں کو
مندمل کرنے کی کوئی دوائی بتایئے۔ میں
پُورے چھ گھنٹے سے سویا ہوا ہوں اور
اتنی گہری نیند مجھے گزشتہ تین سال میں
پہلی دفعہ نصیب ہوئی۔"

مہمان خانے کے انچارج کو بلا کر حکم دیا گیا کہ پانی گرم کیا جائے۔ اس میں کپڑے میں لپیٹ کر زقوم کی پوٹلیاں بھی ڈال دی جائیں۔ اور پھر پوٹلیاں نکال کر جب یہی پانی قدرے ٹھنڈا ہو جائے۔ مریض کو زقوم کے اسی پھوگ سے مل مل کر نہلایا جائے۔ لیکن اس پانی میں کوئی دوسرا پانی نہ ملنے پائے۔

اللہ کا کرنا یہ ہوا۔ کہ اس پانی سے نہلائے جانے کے بعد اس کے تمام زخم خشک ہو گئے۔ بلکہ چند گھنٹوں کے بعد نیم کھرنڈ نما کھردراہٹ سی بھی اُبھرتی آئی۔ شام کو حضرت حکیم صاحب نے جیب سے سفر خرچ دے کر رخصت کیا ——— ساتویں دن اس کا ایک خط آیا۔ جو حضرت حکیم صاحب نے اپنے تمام (طبابت کے) شاگردوں کو بھی سُنایا۔ مجھے اس کے یہ تین چار فقرے اب تک یاد ہیں۔

"حضرت! تیسرے غسل ہی سے جسم بالکل صاف
ہو گیا تھا بلکہ رُوح بھی۔ میری گستاخی میرے
کام آ گئی۔ ورنہ نہ ان پُرنُور آنکھوں سے آپ
مجھے دیکھتے ——— نہ میرے اندر کے جہنم
کو بھانپتے۔ یہ میری مشکل کشائی ہوتی۔ اللہ آپ
کو دنیا جہان کی نعمتوں سے نوازے۔ میری
نسلیں تک آپ کی احسان مند رہیں گی۔"

اور پھر آخر میں اپنے وقت کے بوعلی سینا کے یہ شاگرد عزیز لکھتے ہیں ——— جناب والا۔ اور اب بھی جب اس مردِ قلندر کی یاد آتی ہے تو اس دنیا کے مقدر پر افسوس سا ہونے لگتا ہے کہ اس کا دامن کیسے کیسے متوکلوں، اپنے رب کے سچے، اطاعت گزاروں اور ارسطوؤں سے خالی ہو گیا ——— یہ زمین ظالم کیسے کیسے انمول ہیروں کو ڈکار گئی ہے۔

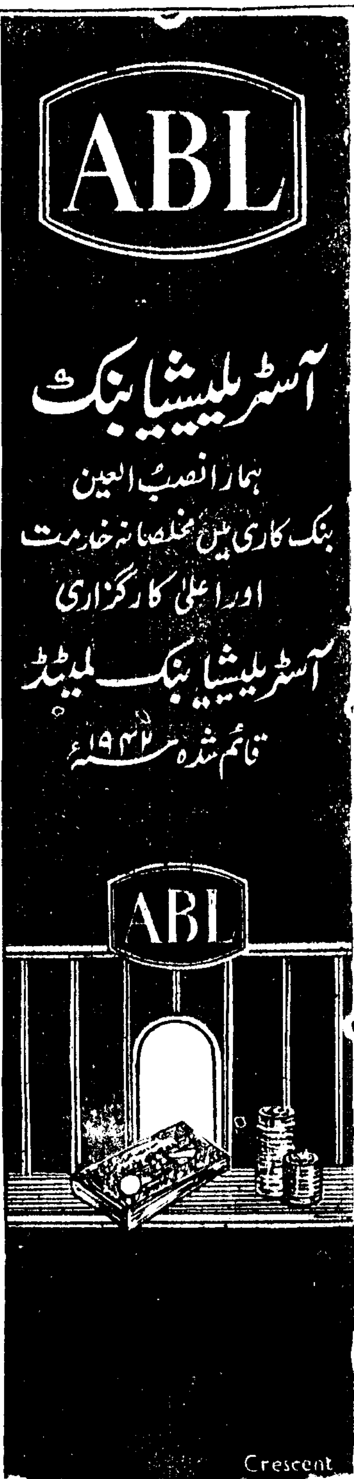

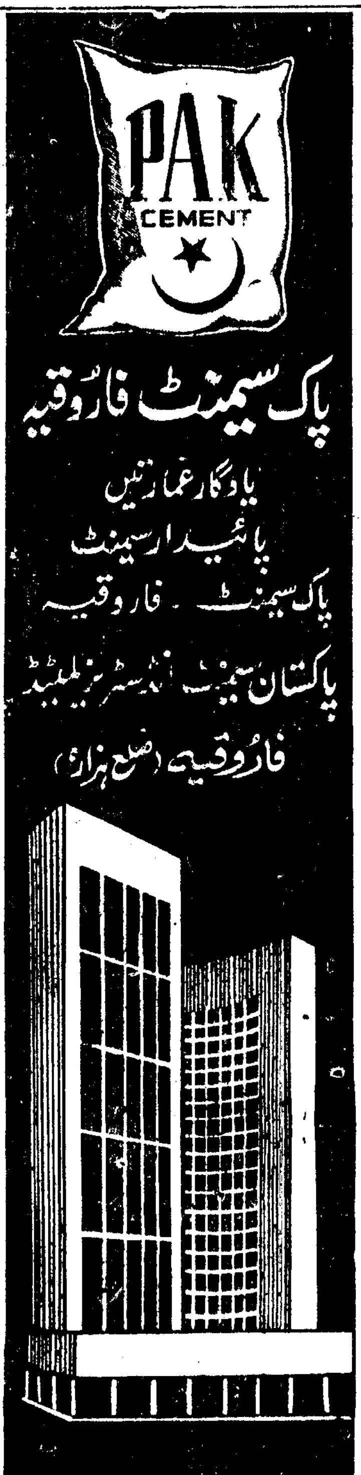

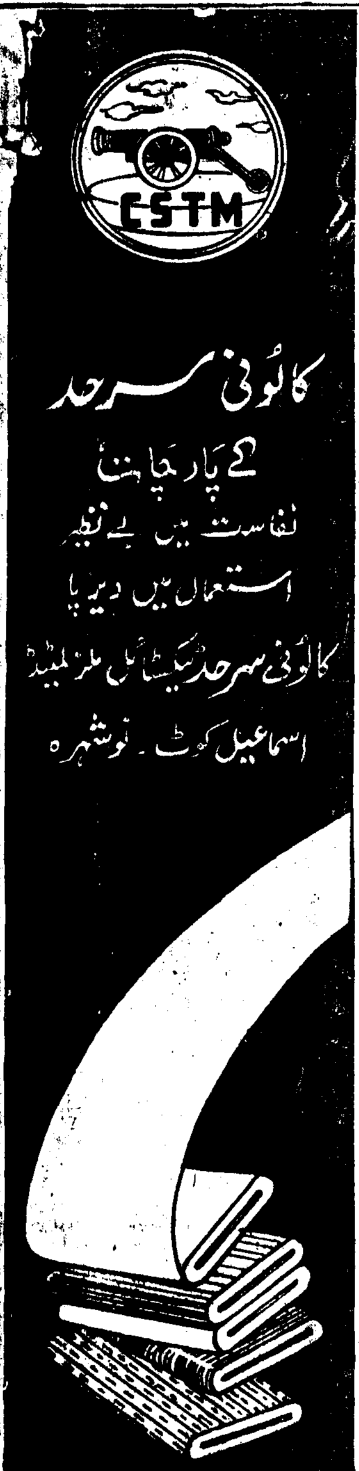

ضرورت اساتذہ

مسلم ہائی سکول ... کیلئے حسب ذیل اساتذہ کی ضرورت ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور سے تعلق رکھنے والے اصحاب کو ترجیح دی جائے گی۔

(۱) میٹرک ۔ ایس وی .. - - ۲
(۲) ڈرائنگ ماسٹر - - - ۱
(۳) مولوی فاضل ادیب - - - ۱

درخواستیں معہ نقول اسناد بنام سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور بھیجی جائیں۔

بہترین علاج

بواسیر ۔ جسمانی کمزوری ضعفِ اعصاب ۔ فالج گنٹھیا ۔ تلی ۔ ریح ۔ سل ۔ پرانے بخار کے شفا بخش علاج ڈاک سے منگائیے۔

خط ملنے پر طبی کتاب مفت

حکیم محمد شفیع چشتی

میرو ۔ ۵ ۔ P جام پور ۔ ڈیرہ غازی خاں

پیغام صلح ۔ ۱۳ اپریل ۱۹۶۸ء ۔ رجسٹرڈ ایل ۸۳۶۸ شمارہ [illegible]

اے خدا نور ہدی از مشرق رحمت برآر — گمرہاں را چشم کن روشن ز آیات مبیں

ہفت روزہ

پیغام صلح

لاہور

ٹیلی فون نمبر ۲۷۲۳۷
مرکزیہ تبلیغ لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۳۸

جلد ۵۶ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۱ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۰ اپریل ۱۹۶۸ء | نمبر ۱۴

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص محبوں کا گروہ بھی
بڑھاؤں گا اور انکے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادہ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحر حکمت کے موتی

سورہ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت

عن ابی مسعود البدری رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الآیتان من اخر سورة البقرة من قرأهما فی لیلة کفتاه قال عبد الرحمٰن فلقیت ابا مسعود وهو یطوف بالبیت فسألته فحدثنیه۔

ترجمہ:—

ابو مسعود بدریؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں جو بھی ان کو رات کو پڑھ لے (یعنی نماز تہجد میں) تو وہ اس کے لئے کافی ہیں عبدالرحمٰن کہتے ہیں میں ابو مسعود سے ملا وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا تو یہی حدیث مجھ سے بیان کی۔

نوٹ:۔ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:—

یہ حدیث کئی طریقوں سے مروی ہے چنانچہ امام بخاری فضائل القرآن میں لائے ہیں اور مسلم ابو داؤد و ترمذی سب میں یہ روایت آئی ہے۔ اس حدیث سے یہ کھلی شہادت ملتی ہے کہ سورتوں میں آیتوں کی ترتیب آنحضرت صلعم نے خود فرمائی تھی۔ یہاں مراد ان دو آیات کا قیام لیل میں یعنی تہجد میں پڑھنا ہے۔ (ص ۲ کالم ۲)

گناہ سے نجات

صرف یقین سے حاصل ہوتی ہے

ارشادات حضرت امام الزمان مجدد دوران مسیح موعود علیہ السلام

"اے وے لوگو! جو نیکی اور راستبازی کے لئے بلائے گئے ہو تم یقیناً سمجھو کہ خدا کی کشش اس وقت تم میں پیدا ہوگی۔ اور اسی وقت تم گناہ کے مکروہ داغ سے پاک کئے جاؤ گے جبکہ تمہارے دل یقین سے بھر جائیں گے۔ شاید تم کہو گے کہ ہمیں یقین حاصل ہے۔ سو یاد رہے کہ یہ تمہیں دھوکا لگا ہوا ہے۔ یقین تمہیں ہرگز حاصل نہیں۔ کیونکہ اس کے لوازم حاصل نہیں۔ وجہ یہ کہ تم گناہ سے باز نہیں آتے۔ تم ایسا قدم آگے نہیں اٹھاتے، جو اٹھانا چاہیئے تم ایسے طور سے نہیں ڈرتے جو ڈرنا چاہیئے۔ خود سوچ لو کہ جس کو یقین ہے کہ فلاں سوراخ میں سانپ ہے۔ وہ اس سوراخ میں کب ہاتھ ڈالتا ہے۔ اور جس کو یقین ہے کہ اس کے کھانے میں زہر ہے۔ وہ اس کھانے کو کب کھاتا ہے۔ اور جو یقینی طور پر دیکھ رہا ہے کہ اس فلاں بن میں ایک ہزار خونخوار شیر ہے اس کا قدم کیونکر بے احتیاطی اور غفلت سے اس بن کی طرف اٹھ سکتا ہے۔ سو تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں اور تمہارے کان تمہاری آنکھیں کیونکر گناہ پر دلیری کر سکتی ہیں۔ اگر تمہیں خدا اور جزاء سزاء پر یقین ہے۔ گناہ یقین پر غالب نہیں ہو سکتا۔ اور جب کہ تم ایک بھسم کرنے اور کھا جانے والی آگ کو دیکھ رہے ہو۔ تو کیونکر اس آگ میں اپنے تئیں ڈال سکتے ہو۔ اور یقین کی دیواریں آسمان تک ہیں۔ شیطان ان پر چڑھ نہیں سکتا۔ ہر ایک جو پاک ہوا۔ وہ یقین سے پاک ہوا۔ یقین دکھ اٹھانے کی قوت دیتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک بادشاہ کو تخت سے اتارتا ہے۔ اور فقیری جامہ پہناتا ہے۔ یقین ہر ایک دکھ کو سہل کر دیتا ہے۔ یقین خدا کو دکھاتا ہے۔ ہر ایک کفارہ جھوٹا ہے اور ہر ایک فدیہ باطل ہے۔ اور ہر ایک پاکیزگی یقین کی راہ سے آتی ہے۔ وہ چیز جو گناہ سے چھڑاتی اور خدا تک پہنچاتی اور فرشتوں سے بھی صدق اور ثبات میں آگے بڑھا دیتی ہے وہ یقین ہے۔ ہر ایک مذہب جو یقین کا سامان پیش نہیں کرتا، وہ جھوٹا ہے ہر ایک مذہب جس میں بجز پرانے قصوں کے اور کچھ نہیں وہ جھوٹا ہے۔"

(کشتی نوح صفحہ ۸۵ مطبوعہ ۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

شذرات

(شاہین)

ہونہار بروا..........

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی مرحوم فرماتے ہیں :—

" ایک دفعہ کا ذکر ہے محمود چار برس کا تھا حضرت معمولاً اندر بیٹھے لکھ رہے تھے۔ میاں محمود دیا سلائی لے کر وہاں تشریف لائے اور آپ کے ساتھ بچوں کا ایک غول بھی تھا۔ پہلے کچھ دیر تک آپس میں کھیلتے جھگڑتے رہے پھر جو کچھ دل میں آئی ان مسودات کو آگ لگا دی اور آپ لگے خوش ہونے اور تالیاں بجانے اور حضرت لکھنے میں مصروف ہیں سر اٹھا کر دیکھتے بھی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے اتنے میں آگ بجھ گئی اور قیمتی مسودے راکھ کا ڈھیر ہو گئے اور بچوں کو کسی اور مشغلہ نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ حضرت کو سیاق عبارت کو ملانے کے لئے کسی گذشتہ کاغذ کے دیکھنے کی ضرورت ہوئی اس سے پوچھتے ہیں خاموش۔ اس سے پوچھتے ہیں دبکا جاتا ہے آخر ایک بچہ بول اٹھا کہ میاں صاحب نے کاغذ جلا دیئے ،،

(سیرت مسیح موعود صـ۹)

بچے کے پاؤں تو پنگھوڑے میں ہی نظر آجاتے ہیں۔ یہ تو تھا بچپن کا واقعہ۔ مگر جب بچوں کا یہی غول جوان ہوا اور انہوں نے دین کو بچوں کا کھیل بنایا تو یہی میاں محمود دیا سلائی لے کر آن موجود ہوئے اور جماعت میں ایک آگ لگا دی اور خلافت کی مسند پر خوشیوں اور تالیوں کی گونج میں جلوہ افروز ہونے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک لمبے عرصہ پر پھیلے ہوئے علم الکلام کو مندرجہ ذیل بیان دیکر نذر آتش کے قابل قرار دے دیا جس حضرت مسیح موعود کو "سلطان القلم" ماننے والے انگشت بدنداں رہ گئے :—

۱۹۰۱ء سے پہلے کی تمام تحریرات منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنا غلط ہے

اسے کہتے ہیں " **ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات** "

نافلہ — ناصر احمد یا نصیر احمد

مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے۔ اپنی کتاب "سیرت المہدی" میں یوں فرماتے ہیں :—

" حضرت مسیح موعود علیہ السلام بعض اوقات گھر میں بچوں کو بعض کہانیاں بھی سنایا کرتے تھے...... والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ ایک بینگن کی کہانی بھی آپ سنایا کرتے تھے جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ایک آقا تھا اس نے اپنے نوکر کے سامنے بینگن کی تعریف کی تو اس نے بھی بہت تعریف کی چند دن کے بعد آقا نے مذمت کی تو نوکر بھی مذمت کرنے لگا آقا نے پوچھا یہ کیا بات ہے کہ اس دن تو تو تعریف کرتا تھا اور آج مذمت کرتا ہے، نوکر نے کہا میں تو حضور کا نوکر ہوں بینگن کا نوکر نہیں ہوں ،،

(سیرت المہدی صـ۴۲)

ربوہ میں آج کل "حضور" کے نوکروں کا یہی حال ہے وہ آؤ دیکھتے ہیں نہ تاؤ ہر الہام اور پیشگوئی مرزا ناصر احمد پر چسپاں کرتے چلے جاتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ "حضور" اس قسم کی باتوں سے تمغہ خوشنودی عطا فرمائیں خواہ وہ الہام یا پیشگوئی مامور من اللہ نے کسی دوسرے پر ہی کیوں چسپاں کی ہو۔ بار بار اس امر کا ذکر کیا جا رہا ہے اور افسوس تو یہ ہے کہ ہماری قابل صد احترام ذات مبارکہ بیگم صاحبہ نے بھی ایسا ہی کیا ہے کہ الہام میں جس کو "نافلہ" کہا گیا ہے اس سے مراد مرزا ناصر احمد کو لیا جا رہا ہے حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس سے وہ پوتا مراد لیا ہے جو حضور کی زندگی میں ہی پیدا ہوا اور اس کا نام نصیر احمد رکھا گیا جیسا کہ حضور فرماتے ہیں :—

" بیالیسواں نشان یہ ہے کہ خدا نے نافلہ کے طور پر پانچویں لڑکے کا وعدہ کیا تھا جیسا کہ اسی کتاب مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۱۳۹ میں اس طرح پر پیشگوئی لکھی ہے ویبشرنی بخامس فی حین من الاحیان" یعنی پانچواں لڑکا جو چار کے علاوہ بطور نافلہ پیدا ہونے والا تھا اس کی خدا نے مجھے بشارت دی کہ وہ کسی وقت ضرور پیدا ہوگا اور اس کے بارہ میں ایک اور الہام بھی ہوا کہ جو اخبار البدر اور الحکم میں مدت ہوئی شائع ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے انا نبشرک بغلام نافلۃ لک۔ نافلۃ من عندی یعنی ہم ایک اور لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں کہ جو نافلہ ہوگا۔ یعنی لڑکے کا لڑکا یہ نافلہ ہماری طرف سے ہے چنانچہ قریباً تین ماہ کا عرصہ گذرا ہے کہ میرے لڑکے محمود احمد کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام نصیر احمد رکھا گیا یہ پیشگوئی ساڑھے چار برس کے بعد پوری ہوئی "

(حقیقۃ الوحی صـ۲۱۸-۱۹ نشان ۱۴۲)

ضعیف راوی

اسماء الرجال میں ایسے راوی کو جس نے زندگی میں ایک مرتبہ بھی جھوٹ بولا ہو یا کسی قسم کی غلط بیانی سے کام لیا ہو ضعیف راوی قرار دیا گیا ہے اور اس کی بیان کردہ روایت کو "مستند" اور "صحیح" کا مقام نہیں دیا جاتا۔

مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے "سیرت المہدی" کے نام سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض روایات جمع کی ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ اس امر کو مدنظر رکھ لیتے کہ کیا کوئی ضعیف راوی تو یہ بات بیان نہیں کر رہا تو ان راویوں میں ہندو اور سکھ بھی ہیں مگر ہم ایک ایسے ضعیف راوی کا یہاں ذکر کر رہے ہیں جس نے "مامور من اللہ" سے جھوٹ بولا اور اس قسم کا جھوٹ کہ ممکن تھا کہ وہ حضرت مسیح موعود کی اہلیہ کے لئے جان لیوا ثابت ہو جاتا۔ حضور اس سلسلہ میں بیان فرماتے ہیں :—

" ایک دفعہ میری بیوی کے حقیقی بھائی سید محمد اسمٰعیل کا (جو اس وقت اسسٹنٹ سرجن ہیں) پٹیالہ سے خط آیا جس میں لکھا تھا کہ میری والدہ فوت ہو گئی ہے اور خط کے اخیر میں یہ بھی لکھا تھا کہ اسحٰق میرا چھوٹا بھائی بھی فوت ہو گیا ہے اور تاکید کی تھی کہ خط کو دیکھتے ہی چلے آویں اور اتفاق ایسا ہوا کہ ایسے وقت میں وہ خط پہنچا کہ جب خود میرے گھر کے لوگ سخت تپ سے بیمار تھے اور مجھے خوف تھا کہ اگر ان کو اس خط کے مضمون سے اطلاع دی جائیگی تو اندیشہ جان ہے۔ تب میرا دل نہایت اضطراب میں پڑا۔ اسی اضطراب کی حالت میں مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے اطلاع دی گئی کہ یہ خبر وفات صحیح نہیں اور میں نے اس الہام سے

(باقی بر صـ۴ کالم ۲)

سٹار بناسپتی

اصلی گھی کا بہترین بدل

صحت اور توانائی کیلئے

۱۰ پونڈ
۵ پونڈ
۲ پونڈ

دی پنجاب ویجی ٹیبل گھی اینڈ جنرل ملز لمیٹڈ، دی مال لاہور

CRESCENT

مسیح موعود اور اظہارِ دین

حیات و ممات مسیحؑ کے متعلق جن صاحب کے سوالات کے جوابات گزشتہ اشاعت میں دیئے گئے تھے، ان کا ایک سوال یہ بھی ہے کہ آیہ قرآنی ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کے مطابق غلبۂ دین کی جو پیشگوئی مسیح موعودؑ کے زمانہ کے متعلق بتائی جاتی ہے اس کے بارہ میں حضرت مرزا صاحب اور حضرت مولانا محمد علی صاحب کے بیانات مختلف ہیں مثلاً یہ کہ حضرت مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں لکھا تھا کہ

"یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ دینِ اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق و اقطار میں پھیل جائے گا"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۴۹۸ — ۴۹۹ حاشیہ در حاشیہ)

حضرت مسیح موعودؑ کا یہ بیان اس زمانہ کا ہے، جب آپ دوسرے مسلمانوں کی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کو آسمان پر زندہ سمجھتے اور ان کے دوبارہ نزول کے قائل تھے، اور اسی سلسلہ میں جو عام خیالات پائے جاتے تھے کہ مسیح علیہ السلام تلوار کے زور سے جسمانی غلبہ حاصل کریں گے، انہی خیالات کا آپ نے ذکر کر دیا لیکن اس کے بعد جب آپ پر وفات مسیحؑ کا انکشاف ہوا اور آپ کو منصب مسیحیت پر کھڑا کیا گیا، تو غلبۂ دین کی حقیقت بھی آپ پر کھل گئی کہ اس سے روحانی اور دینی غلبہ مراد ہے نہ کہ جسمانی اور سیاست ملکی، چنانچہ اپنی کتاب آئینہ کمالاتِ اسلام میں آپ لکھتے ہیں

"اب زمانہ اسلام کی روحانی تلوار کا ہے جیسا کہ وہ کسی وقت اپنی ظاہری طاقت دکھلا چکا ہے۔ یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہو گا اور اسلام فتح پائے گا .... اسلام کی سلطنت کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں ہے جو فلسفہ اور طبعی کی طرف سے ہو رہی۔ ہیں اس کے اقبال کے دن نزدیک ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں یہ اقبال روحانی ہے اور فتح بھی روحانی، تا باطل علم کی مخالفانہ طاقتوں کو ایسا ضعیف کر دے کہ کالعدم کر دیوے۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۲۵۴ - ۲۵۶)

اس کے بعد ۱۸۹۶ء میں وہ وقت بھی آیا جب اسلام کا غلبہ حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ عملی رنگ میں دنیا نے دیکھا، اس سال لاہور میں ایک عظیم جلسہ مذاہب منعقد ہوا جس میں تمام مذاہب کے پیروؤں نے اپنے اپنے مذہب کی خوبیوں اور علمی کمالات پر مقالات پڑھے حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے بھی ایک مقالہ پڑھ کر سنایا گیا، جس کے متعلق آپ نے پہلے سے اعلان کر دیا تھا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ "مضمون بالا رہا"۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اس مضمون کو ہر موافق و مخالف نے بہت سراہا اور چونکہ ساڑھے تین گھنٹوں میں جو اس کے لئے مقرر تھے، مضمون پورا نہ سنایا جا سکا۔ اس لئے پبلک کے مطالبہ پر اس مضمون کے لئے ایک دن اور بڑھایا گیا اور سارا مضمون ختم ہونے پر یہ اعلان کیا گیا کہ یہ مضمون بالا رہا یہی اعلان اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ میں بھی ہوا اور اخبار آبزرور نے یہ بھی تجویز کی کہ اس کا انگریزی ترجمہ مغربی ممالک میں پہنچایا جائے چنانچہ بعد میں ٹیچنگز آف اسلام کے نام سے اسے انگریزی میں شائع کیا گیا جو بلاد یورپ و امریکہ میں بے شمار لوگوں کے دلوں پر اسلام کی عظمت کا نقش بٹھا چکا ہے اور کئی لوگ اس کے مطالعہ سے مسلمان ہو چکے ہیں۔

یہ ہے اسلام کا غلبہ جو مسیح موعود کے ذریعہ ظہور پذیر ہوا، اسی غلبہ کا ذکر ......

حضرت مولانا محمد علی صاحب نے ایک اور رنگ میں کیا ہے جس کو مراسلہ نگار نے خود نقل کرتے ہوئے اسے حضرت مسیح موعودؑ کے بیان مندرجہ براہین احمدیہ کے خلاف قرار دیا ہے حالانکہ جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں، وہ بیان اس وقت کا ہے جب آپ حیات مسیح کا عقیدہ رکھتے تھے اور مسیح کے ذریعہ تلوار سے غلبۂ اسلام کا خیال تھا، اس لئے وہ قابل حجت نہیں۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب نے آیہ کریمہ لیظھرہ علی الدین کلہ کی تفسیر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ:-

"اکثر مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ اظہارِ دین اس اُمت میں مسیح موعودؑ کے ظہور کے بعد ہو گا البتہ یہ خیال صحیح نہیں کہ اظہار اسلام سے مراد کل دینوں کا ہلاک ہو جانا ہے بلکہ غلبہ یا اظہار کا لفظ صاف بتاتا ہے کہ دوسرے دین بھی رہیں گے مگر غالب دین اسلام ہو گا۔ اس زمانہ میں دین عیسوی کے عقائد خود بخود اس طرح دلوں سے نکلتے چلے جائیں گے اور خود عیسائی ان سے اس طرح بیزار ہو رہے ہیں اور دوسری طرف عقائد حقہ اسلامیہ کی قبولیت یوں خود بخود بڑھتی چلی جاتی ہے کہ صاف ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کا زمانہ آ چکا ہے"

(بیان القرآن صـ۸۴۸)

اس کے خلاف مراسلہ نگار نے حضرت مولانا مرحوم کے ایک خطبہ میں سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ:-

"اٹھو اور روؤ اور خدا سے مدد مانگو کہ وہ جلد دین کے غلبہ اور کامیابی کے دن لائے ...."

کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ حضرت مولانا مرحوم کے نزدیک دین کا غلبہ اس وقت نہیں ہو رہا؟ حضرت مولانا کا یہ مطلب ہرگز نہیں بلکہ انہوں نے ان الفاظ میں دین کے کامل غلبہ کے لئے دعا کی تحریک کی ہے، اسی خطبہ میں انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے کہ:-

"نری یہ بات نہیں کہ تبلیغ کا خیال ہی پیش کر دیا ہو بلکہ عملی رنگ میں اس کو کر دکھایا اتنا زور سے کر دکھایا کہ باوجودیکہ قوم کا ایک کثیر حصہ اس اصل مقصد سے ہٹ بھی چکا ہے وہ کام بفضلہ تعالیٰ جاری ہے اور یورپ میں جگہ جگہ تبلیغ اسلام کے مرکز اور مسجدیں بن گئی ہیں اور اللہ اکبر کی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔"

کیا حضرت مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ کا یہ کام غلبۂ اسلام کا نشان نہیں؟ کیا مسیح موعود کا زمانہ ختم ہو چکا ہے کہ غلبۂ اسلام کی تحریک اور کوشش کو لیظھرہ علی الدین کلہ میں شامل نہ کیا جائے، خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی حین حیات میں عرب سے باہر اسلام کا غلبہ نہ دیکھ سکے، پھر کیا بعد میں آپ کے متبعین کے ذریعہ اسلام کو جو ترقی اور غلبہ نصیب ہوا وہ آپ کے کارناموں میں شامل نہیں؟ اور یقیناً مسیح موعودؑ کا پیدا کردہ غلبہ بھی آپؐ ہی کے فیضان کا ایک حصہ ہے۔ یہ فیضان قیامت تک جاری رہے گا اور مسیح موعود کے کارناموں میں شمار ہو گا، باہر سے اگر مسیح ناصری آ کر اس کام کو کرے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان کا نتیجہ نہ ہو گا، اس لئے مسیح کو دوبارہ لانا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے، آپ کی عزت اسی میں ہے کہ آپ کے امتی کے ہاتھوں دین کا غلبہ ہو، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہو رہا ہے۔

میاں محمد نمبر

میاں محمد نمبر کے تقریباً ۱۰۰ پرچے ہمارے پاس فالتو پڑے ہوئے ہیں۔ جن اصحاب کو ان کی ضرورت ہو وہ ایک روپیہ فی پرچہ کے حساب رقم بھیجکر خرید سکتے ہیں۔ یہ پرچہ بڑا دیدہ زیب ہے۔ آفسٹ پر چھپا ہوا ہے۔ کاغذ بھی عمدہ ہے۔

(مینیجر پیغام صلح)

سووا (جزائر فجی) میں نماز عید الاضحیٰ

مولانا احمد یار صاحب کا مکتوب

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امسال بھی عید الاضحیٰ کی تقریب سعید احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جزائر فجی شاخ لاہور کے وابستگان نے احمدیہ حال سووا میں نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منائی۔ مردوں کے علاوہ مستورات بھی کافی تعداد میں شامل ہوئیں۔ یہاں کے مولوی صاحبان نے یہ فتویٰ دیا ہوا ہے کہ مستورات کا مرد کی اقتدا میں دوسرے مردوں کے ساتھ عیدین کی نماز ادا کرنا قطعاً ناجائز اور ممنوع ہے۔ یہاں سووا میں کچھ عورتیں عیدین کی نماز کا ایک مسلم سکول میں انتظام کرتی ہیں ایک عورت کی اقتدا میں نماز ادا کی جاتی ہے۔ گذشتہ عید الفطر کے موقعہ پر ایک قصبہ میں جو یہاں سے قریباً ایک سو میل دور ہے کچھ عورتوں نے مل کر عید الفطر کی نماز کا انتظام کیا۔ وہاں کے مولوی کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ کچھ آدمیوں کو ہمراہ لے کر وہاں اسکول میں پہنچ گیا اور ان نماز پڑھنے والی مستورات کو بغیر نماز عید ادا کئے اسکول سے نکال دیا گیا۔ اسی قسم کا ایک اور واقعہ نسوری میں بھی ہوا۔ کچھ آدمی اپنی مستورات کو ہمراہ لے کر نماز عید الفطر ادا کرنے کے لئے عیدگاہ میں گئے۔ جب مولوی صاحب نے انہیں نماز ادا کرنے کی اجازت نہ دی تو اس پر ان کے آدمیوں نے جب اصرار کیا اس پر انہیں بھی عیدگاہ سے نکال دیا گیا۔ خاکسار نے جب نماز عید کے بعد خطبہ دیا تو مستورات کے عیدگاہ میں مرد امام کی اقتدا میں نماز عید پڑھنے کے مسئلہ پر پوری روشنی ڈالی اور آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ کو پیش کرتے ہوئے وہ احادیث سنائیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ عورتیں بھی نماز عیدین ادا کرنے کے لئے عیدگاہ میں ضرور جائیں۔ اگر کسی بی بی کے پاس اوڑھنی نہیں تو دوسری بی بی آدھی اوڑھنی اسے پہنا دے اور دونوں اکٹھی عیدگاہ میں چلی جائیں اور مسلمانوں کی دعا میں ضرور شامل ہوں۔ پھر قربانی کے مسائل حاضرین کو بتائے۔ اور ان پر واضح کیا کہ اس وقت سب سے زیادہ ایثار اور قربانی کی دین متین کے لئے ضرورت ہے۔ آخر پر اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے لئے دعا کی گئی۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خاکسار۔ احمد یار عفی عنہ۔ المبشر الاسلامی

بزرگان قوم کی اعلیٰ تبلیغی خدمات اور نوجوانان جماعت کی دلی تڑپ

وفد مشرقی پاکستان کی کامیابی پر بورڈران احمدیہ بلڈنگس کی طرف سے مسرت و عقیدت کا اظہار

مکرمی و محترمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مورخہ ۲۲ر مارچ بعد نماز جمعہ مشرقی پاکستان میں کامیاب سرگرمیوں کا خاکہ سامنے آیا جس محنت شاقہ اور استقلال کے ساتھ ارکان وفد نے بیش از بیش کامیابیاں حاصل کی ہیں ان پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے اس موقعہ پر بورڈران احمدیہ بلڈنگس کا یہ خصوصی اجلاس زیر صدارت چوہدری عطاء اللہ خاں صاحب تبلیغی وفد کے جلیل القدر ارکان کی غیر معمولی اور نمایاں کامیابی پر مسرت و عقیدت کا اظہار کرتا ہے اور انہیں سراہتا ہے اس لئے ہم تہ دل سے ان کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف

وفد کی ان پے در پے کامیابیوں نے ہماری آنکھیں کھول دی ہیں کہ مامور من اللہ کی اس جماعت پر واقعی خدا تعالیٰ کا خاص سایہ رحمت ہے اور جب بھی ہماری جماعت تبلیغی میدان میں جہاد کے لئے اترے گی خدا تعالیٰ کی انوار و برکات کا نزول قدم قدم پر بارش کی طرح ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ جب بھی بزرگان قوم کی ایسی اعلیٰ خدمات کا ذکر ہوتا ہے تو ہم نوجوانوں کے دل میں بھی یہ تڑپ پیدا ہوتی ہے کہ بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود جن کی جوتیوں کی طفیل ہمیں دنیاوی برکات حاصل ہیں، کے عظیم و مقدس مشن کو پورا کرنے میں حتی الامکان ہاتھ بٹائیں اور دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے دنیاوی تعلیم کو پورا کرنے کے بعد معاشرے اور حکومت میں جہاں جائیں جماعت کے اجتماعی مفاد کی حفاظت کریں۔

اس لئے ہم بورڈران احمدیہ بلڈنگس جو پندرہ گریجوایٹ اور پوسٹ گریجویٹ سٹوڈنٹس افراد پر مشتمل ہیں اس خواہش کا بھی اظہار کرتے ہیں کہ ہمارے محترم بزرگان دین بانی سلسلہ احمدیہ کے عظیم خیالات اور جدید نظریات کو مارکس ازم اور لینن ازم کے مقابلے پر بطور ایک عظیم انسان کے خیالات اور ازم کے ہمیں متعارف کرائیں تاکہ ہم موجودہ دور کی اس سب سے بڑی عظیم ہستی کے خیالات کو اچھی طرح سمجھ سکیں اور حصول تعلیم کے بعد باطل خیالات اور ازموں کے سامنے ایک مضبوط چٹان کی طرح سینہ سپر ہونے کے قابل ہو سکیں۔

خدا کے فضل سے اس وقت نوجوانان قوم کی اس تنظیم میں ایسے افراد بھی موجود ہیں جو تعلیم مکمل کرنے کے بعد دنیاوی وجاہت اور چمک دمک [illegible] دین کی خاطر اپنا تن من دھن قربان کر دینے کا حوصلہ اور سپرٹ رکھتے ہیں۔ تبلیغی مشن کے ارکان کی خدمت میں ہماری مبارکباد اسی پرجوش آرزو کا ایک [illegible] تحفہ ہے۔ ہم خدا تعالیٰ کے حضور صمیم قلب سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ آئندہ بھی جماعت کی خاطر قربانی کرنے والوں کو اپنی رحمت کے جلوے دکھاتا رہے اور ہمارے عہدیداروں کو روز بروز ترو تازگی سے ہمکنار کرتا رہے۔ آمین ثم آمین۔

ہم ہیں آپ کی خدمات عالیہ کو سراہنے والے:-

۱- چوہدری عطاء اللہ خاں ایل ایل بی سٹوڈنٹ
۲- احمد شاہ کھگا ایل ایل بی سٹوڈنٹ
۳- عبد الحمید سلطان ایم اے
۴- اللہ بخش بی۔ اے
۵- اشتیاق احمد بی۔ اے
۶- عبد الوحید بی۔ اے
۷- عبد الصمد ایم اے سٹوڈنٹ
۸- عبد الغفور ایم اے سٹوڈنٹ
۹- ظفر مسعود بی۔ ٹی۔ ٹی۔ اے
۱۰- مرزا عبد اللطیف ایم اے۔ فائن آرٹس سٹوڈنٹ
۱۱- محمد صدیق ایف ایس سی سٹوڈنٹ
۱۲- وقار احمد بی کام سٹوڈنٹ
۱۳- ہمایوں محمود ایم ایس سی سٹوڈنٹ
۱۴- طاہر اقبال ایم ایس سی سٹوڈنٹ
۱۵- خالد مسعود ایم۔ اے

بحر حکمت کے موتی (بسلسلہ صفحہ اول)

اس کی وجہ ان دونوں آیتوں کا عجیب مضمون ہے۔ پہلی آیت میں تعلیم اسلامی کی وسعت کا ذکر ہے کل امن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ۔ اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کے عفو و مغفرت اور رحمت کو چاہتے ہوئے کافر قوم کے مقابلہ پر نصرت کی دعا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کے سینے میں یہ بات ہر وقت رہنی چاہیئے کہ اس کا اصل مقابلہ کفر سے ہے اور کافروں پر نصرت کی دعا میں لگے رہنا اس کے لئے بس ہے۔

(فضل الباری شرح صحیح بخاری)

شذرات —— بقیہ بسلسلہ صفحہ ۲

مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم اور شیخ حامد علی اور بہت سے لوگوں کو اطلاع دی اور پھر بعد اس کے شیخ حامد علی کو جو میرا ملازم ہے پٹیالہ میں بھیجا تو معلوم ہوا کہ درحقیقت وہ خبر خلاف واقعہ تھی"

(حقیقۃ الوحی ص ۳۴۳ نشان نمبر ۱۸۴)

اب بھلا اس قسم کے راویوں کی بیان کردہ روایتوں کی صداقت کا معیار کیا ہو سکتا ہے؟

اخبار احمدیہ

پروفیسر ارشاد احمد صاحب آف ملتان کی شادی مورخہ [illegible] کو بخیر و خوبی سر انجام پائی ہے۔ پروفیسر صاحب کے والد چوہدری مراد علی صاحب نمبردار موضع [illegible] نے اس خوشی میں انجمن کو دس روپے عطیہ دیئے ہیں۔ (عبد المجید دفتر تحصیل)

حضرت داؤدؑ کے قصہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کو حق و حکمت سے حکومت کرنے کا سبق

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حسنہ اور خلافتِ راشدہ کی خصوصیات

حضرت مرزا صاحب خلیفۂ راشد تھے۔ آپ کا پاکیزہ نمونہ اور حُسنِ کردار

ڈچ گیانا (جنوبی امریکہ) سے آنے والے حاجیوں کا استقبال

خطبۂ جمعہ مؤرخہ ۵ اپریل ۱۹۶۸ء فرمودہ حضرت امیر مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

یاداؤد انا جعلنٰک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین النّاس بالحق ولاتتبع الھوٰی فیضلک عن سبیل اللہ۔ ان الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب۔ ——(سورہ صٓ ۳۸ : ۲۵)——

عہدہ کے مطابق فرائض

حضرت داؤد علیہ السلام نبی اللہ تھے اور بادشاہ وقت بھی۔ ان کو خدا تعالےٰ نے مخاطب کر کے فرمایا ہے۔ کہ تمہارا جتنا بڑا عہدہ ہے اتنے ہی بڑے تمہارے فرائض ہیں۔ عہدہ تو یہ ہے کہ تم خدا کے نبی اور رسول ہو اور ملک کے بادشاہ بھی ہو۔ عہدے کے مطابق فرائض ہوتے ہیں۔ بعض لوگوں کو اپنے عہدے کا بڑا فخر ہوتا ہے اور اس عہدے کا ذکر کر کے اپنی بڑائی کا اظہار کرتے ہیں۔ مگر فرائض ادا کرنے سے غافل ہوتے ہیں۔

حضرت داؤد نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی انہیں حق و حکمت کیساتھ فیصلے کرنے کی ہدایت

سب سے بڑا انسان ایک نبی اللہ ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد سب سے بڑا انسان ایک بادشاہ ہوتا ہے۔ حضرت داؤد کو دونوں عظمتیں میسر ہیں۔ وہ نبی اللہ بھی ہیں اور بادشاہ بھی۔ ان کو مخاطب کر کے اللہ تعالےٰ نے فرمایا فاحکم بین الناس بالحق۔ صداقت اور حق و حکمت کے ساتھ لوگوں کے درمیان فیصلہ جات کیا کریں۔ تمہارے سامنے اپنی قوم اور اپنے مذہب کا سوال نہ ہو۔ دوسری قوم یا دوسرے مذہب کے لوگوں سے بھی برابری کا برتاؤ کرنا ہے۔ تمہارے رشتہ دار ہوں، عزیز و اقارب ہوں یا عامۃ الناس ہوں۔ تمہاری عدل و انصاف کی کرسی کے سامنے وہ سب برابر ہوں۔ اس سے نازک تر فرض تمہارا یہ ہے ولا تتبع الھوٰی۔ تم خواہشات کا بندہ نہ بن جانا۔ جنبہ داری اور اقربا پروری، دوست نوازی کے نزدیک نہ جانا۔ مظلوم کی حق رسی کرنا۔ عموماً جس کے اختیار میں کوئی منصب ہوتا ہے۔ وہ اپنے رشتہ داروں کو برابر عہدے دیتا چلا جاتا ہے اور دوسروں کو گراتا چلا جاتا ہے۔

بادشاہوں کا دستور العمل فساد برپا کرنا اور معززین کو ذلیل کر دینا۔

ایسا ہی سبق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے۔ فرمایا ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ۔ اس میں دنیا کے بادشاہوں کی تاریخ سامنے رکھ دی ہے کہ عموماً یہ بادشاہ جس قوم اور جس ملک پر غلبہ پاتے ہیں تو وہاں فساد برپا کرتے ہیں۔ اور اس ملک اور قوم کے بڑے بڑے آدمیوں کو ذلیل و خوار کر کے رکھ دیتے ہیں۔ تاریخ میں اس قسم کے حالات اکثر آتے ہیں۔

انگریزوں اور امریکیوں کی طرف سے جرمنوں اور جاپانیوں سے بدسلوکی۔

اس زمانہ میں بھی انگریزوں اور امریکہ نے مل کر جاپان اور جرمنی کیساتھ وہی بدسلوکی کی جو قرآن کریم نے بیان کی ہے۔ امریکہ نے حبشیوں کا لشکر جرمنی میں وہاں کے باشندوں کی عزت برباد کرنے کے لئے بھیج دیا۔ اس لشکر نے جرمن قوم کے بڑے بڑے خاندانوں اور وہاں کے بڑے بڑے لوگوں کی عزت خاک میں ملا دی۔

حضرت داؤد کے قصہ میں نبی کریم صلعم اور مسلمانوں کو سبق

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں یہ سبق دیا ہے کہ آپؐ کو بھی سلطنت ملے گی اس لئے بادشاہوں کی اس تاریخ کو دہرانا آپؐ کے شایانِ شان نہ ہوگا۔ یہی سبق حضرت داؤدؑ کو دیا کہ تم خدا تعالےٰ کا خوف سامنے رکھنا۔ خواہش کے بندے نہ بن جانا۔ خواہش کا بندہ بنو گے تو تم طریق حق سے انحراف کرو گے۔ ان الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب جو لوگ صحیح راستہ سے بھٹک جاتے ہیں۔ نابکار لوگوں کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔ خواہشات کے بندے بن جاتے ہیں اور عیش کی زندگی اختیار کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے عذاب الٰہی ہے اس لئے کہ انہوں نے خدا تعالےٰ کی ذات کو فراموش کر دیا ہے اور یوم حساب کو بھول گئے ہیں۔ اس میں ایک پیغمبر حضرت داؤدؑ کو تلقین کی گئی ہے۔ اور اسکے ساتھ مسلمان اور دنیا جہان کے بادشاہوں کے لئے سبق ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سبق دیا ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کی پاکیزہ زندگی پر دشمنوں کی شہادت

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انا اول المسلمین۔ اطاعتِ الٰہی کے لحاظ سے میں سب سے بڑھ کر فرمانبردار ہوں انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم۔ اگر میں نے بھی خدا تعالےٰ کے احکام کی نافرمانی کی تو مجھے بھی عذاب ملے گا۔ میں اس عذاب سے ڈرتا ہوں۔ یہ حالات تو قرآن کریم میں وعظ و نصیحت کے طور پر درج کئے گئے ہیں ورنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود تو ہر لحاظ سے

سے لوگوں کے لئے زحمت کا موجب تھا، آپ کی قبل از بعثت کی زندگی پر دشمن بھی گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا ما کذب محمدٌ قط آپ صادق الوعد ہیں۔ صادق القول ہیں۔ انسانوں کی خیر خواہی کا جذبہ رکھتے ہیں۔ اور جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس قوم کی بہتری کے لئے مجھے خدا تعالےٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے تو قوم دشمن بن گئی کہ ان کے بتوں کی ذلت ہوتی تھی۔ تاہم اس دشمنی کی حالت میں بھی لوگ اعتراف کرتے ہیں کہ آپؐ نے جھوٹ کبھی نہیں بولا۔ کبھی بدعہدی نہیں کی۔ قوم کی بھلائی کے برخلاف کوئی کام نہیں کیا۔ آپؐ کے شدید ترین دشمن ابوجہل نے بھی اعلان کیا کہ ما کذب محمد قط۔ محمد صلعم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

حضرت نبی کریم صلعم کی بے نفسی اور قوم کے ساتھ حسنِ سلوک

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بادشاہ بنے تو آپؐ نے لاجواب عدل و انصاف قائم کر کے دکھلایا۔ آپ اگر چاہتے تو اپنے لئے سب کچھ کر سکتے تھے لیکن آپؐ اپنے لئے عیش کے سامان حاصل کئے۔ نہ فاطمہ رضؓ کو جاگیر دی اور نہ حسن حسین کو۔ جنگ کا وقت آتا ہے تو اپنے رشتہ داروں کو آگے کرتے ہیں۔ حضرت حمزہ شہید ہو جاتے ہیں۔ حضرت علی رضؓ حضرت زبیرؓ اور خود زخمی ہو جاتے ہیں۔ تقسیم مال کا وقت آتا ہے تو قوم کے لوگوں کو جھولیاں بھر دیتے ہیں۔ تختِ حکومت پر بیٹھتے ہیں تو فرماتے ہیں من مات وترک مالاً فلورثتہ۔ تمہارے میں سے کوئی آدمی وفات ہو جائے تو اس کا مال سلطنت کا نہیں ہے۔ وہ مال اس کے ورثاء کا ہے۔ ومن مات وترک دیناً او ضیاعاً فالیّ وعلیّ۔ لیکن اگر تم میں سے کوئی غریب آدمی فوت ہو جائے۔ اور پیچھے مال چھوڑنے کی بجائے قرض چھوڑ جائے۔ یا چھوٹے چھوٹے یتیم بچے چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آ جائیں۔ میرا فرض ہے کہ میں ان کا قرض اتاروں۔ اور میرا فرض ہے کہ ان یتامےٰ کی پرورش اور تربیت کروں۔ یہ ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپؐ سب سے بڑھ کر بے نفس انسان ہیں۔

حکام کو تنبیہہ کہ دوسری قوموں پر ظلم نہ کیا جائے۔

حضور نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ اگر کوئی قوم خدا کے ساتھ شرک کرے یا بتوں کو پوجے۔ تو خدا کی شان میں کوئی کمی نہیں آتی۔ لیکن اگر کوئی خدا کی مخلوق کے ساتھ ظلم کرے۔ تو خدا تعالےٰ کی غیرت جوش میں آ جاتی ہے۔ آپؐ نے جو حاکم مقرر کئے ان کو نصیحت فرمائی ایاکم والظلم دیکھو تم نے ظلم و جور سے کام نہیں لینا۔ دوسری قوموں میں نائب اور دوست مقرر فرمائے تو حکم دیا ایاکم وکرائم اموالھم۔ تم نے لوگوں کے حقوق کی ہڑپ کرنے کے لئے نہیں جانا۔ اتق دعوۃ المظلوم مظلوم خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی بد دعا آسمان پر سنی جائے گی۔

تلاشِ رزق میں اچھے طریق اختیار کرنے کا حکم

آپؐ نے قوم کو فرمایا اتقوا اللّٰہ واجملوا الطلب۔ خدا سے ڈرو اور رزق تلاش کرنا ہو تو نیک طریقوں سے تلاش کرو۔ ساری قوم کے لئے ایک بات کہہ دی۔ کہ رزق کے طلب کرنے میں اچھے طریقے اختیار کرو۔ لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بازار سے گذر رہے تھے۔ کہ ان کو گندم کا ایک ڈھیر نظر آیا۔ آپ نے اس کے نچلے حصہ میں ہاتھ مارا تو نیچے سے گندم گیلی معلوم دی۔ آپؐ نے پوچھا یہ کیا بات ہے۔ دوکاندار نے کہا کہ حضور بارش کا چھینٹا پڑ گیا تھا۔ اس وجہ سے یہ گیلی ہو گئی میں نے اس کو نیچے کر دیا۔ فرمایا کہ کیا اچھا ہوتا کہ یہ گیلی گندم اوپر ہی رکھتے۔ تاکہ گاہک اس کو دیکھ لیتا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا کردار

ساری قوم کو حضورؐ نے اسی کردار کا مالک بنا دیا۔ حضرت ابوبکر رضؓ بے نفس انسان ہیں۔ قربانی کے نمونہ ہیں۔ سارا روپیہ خدا تعالےٰ کے رستہ میں لگا دیا۔ کسی غلام سے جب اس کا مالک ظلم و جور سے پیش آتا۔ تو حضرت ابوبکر رضؓ روپیہ دے کر اس کی گلو خلاصی کرا دیتے۔ اپنے روپے سے کتنے ہی غلام آپؓ نے آزاد کروائے۔ ایک دفعہ چندہ کی تحریک ہوئی تو حضرت ابوبکر رضؓ گھر کا تمام اثاثہ اٹھا لائے۔ حضور صلعم نے دریافت کیا! اپنے بال بچوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو۔ جواب دیا کہ میں اپنے بال بچوں کے لئے اللہ اور رسول کا نام چھوڑ آیا ہوں۔ اور سلطنت کے تخت پر بیٹھ کر حرام ہے جو اپنے اقرباء کو کچھ دیا ہو یا ان کو کوئی امتیازی عہدہ دیا ہو۔

حضرت عمر رضؓ اور حضرت عثمانؓ کا کردار

حضرت عمر رضؓ نے اپنے حصہ کی خیبر کی زمین خدا کے رستہ میں دے دی۔ حضرت عثمان رضؓ نے مدینہ میں مسلمانوں کے لئے ایک کنواں خرید کر دیا۔ عرب میں کنوئیں کے بغیر موت ہے۔ مدینہ میں پانی حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کو یہودیوں کے کنوئیں پر جانا پڑتا تھا۔ حضرت عثمان رضؓ نے کنواں خرید کر مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ بڑائی یونہی میسر نہیں آتی۔ کہ نفل پڑھ لئے اور بڑے بن گئے۔ بڑائی ملتی ہے بڑا کام کرنے سے۔ بڑے آدمیوں کی طرز اختیار کرنے سے۔ حضرت عثمان رضؓ نے جہاد کے موقعہ پر کئی دفعہ دو دو سو اونٹ مع پالان و سامان پیش کئے اور ایک موقعہ پر اشرفیوں کے توڑے بھی پیش کئے۔ ان کو بڑائی اسی وجہ سے حاصل ہوئی۔ حضرت عمر رضؓ نے اپنے بعد خلیفہ کے متعلق وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ عبداللہ ابن عمر رضؓ خلافت کی گدی پر نہیں بیٹھے گا۔ کیونکہ بڑے بڑے صحابہ رضؓ موجود ہیں۔ جو اس بات کے اہل ہیں کہ ان کو خلیفہ بنایا جائے۔ اپنے خاندان کو آپ نے آگے نہیں کیا۔

خلافت کی خصوصیات

اس کو کہتے ہیں خلافت حقہ۔ حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ نے عدل و انصاف اور قربانیوں کی مثال قائم کر دی۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے اعلان کیا یا ایھا الناس انی ولیت امرکم ولست بخیرکم اے لوگو! قوم کی امارت میرے سپرد کی گئی ہے حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ میں سیدھا چلوں تو میری اطاعت کرو۔ اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کر دو اطیعونی ما اطعت اللّٰہ ورسولہٗ۔ میری اطاعت اسی صورت میں جائز ہو گی جبکہ میں اللہ اور رسول کے احکام کی پابندی کرتا نظر آؤں۔ فان زغت فقوّمونی۔ اگر میں ٹیڑھا چلوں تو آپ کی ذمہ داری ہے کہ مجھے سیدھا کر دیں۔ قوم نے پوری طرح اپنی ذمہ داری کا اظہار کرتے ہوئے جواب دیا۔ ان زغت لقومناک بالسنۃ رماحنا۔ اگر آپ ٹیڑھا چلتے ہوئے پائے گئے تو ہم آپ کو اپنے نیزوں کی نوکوں سے سیدھا کر دیں گے۔ اس کو کہتے ہیں خلافت حقہ اور جمہوریت۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی قسم کا اعلان کیا تھا۔ من وجد منّی عوجاً فلیقومہ۔ جو شخص میرے اندر ٹیڑھا پن دیکھے۔ اس کو چاہیئے کہ سیدھا کر دے۔ یہ ہے خلافت حقہ

حضرت مجددِ وقت کا فرمان

اس زمانہ کے مجدد و مامور حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ نے سر الخلافہ میں لکھا ہے کہ خلیفہ کا یہ کام نہیں کہ اپنی اولاد یا رشتہ داروں کو امیر بنا دے۔ قوم کے مال سے عیش کرنا اور رشتہ داروں کو عہدے دے دینا یہ خلیفہ کا کام نہیں ——— بلکہ خلافت کو بدنام کرنا ہے

خلفائے راشدہ کا باریک تقوےٰ اور لوگوں کی آزادی رائے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثالی حکومت قائم کی۔ اور وہ خلیفے پیدا کئے جنہوں نے پوری ایمانداری اور باریک تقوےٰ کو مدنظر رکھ کر خدا اور خدا کے رسول کی اطاعت کی اور احکاماتِ اسلامیہ سے سرِمو انحراف نہ کیا جہاں یہ رنگ نظر نہ آتا ہو وہ خلافت کی ہتک ہے اور اسلام کو بدنام کرنا ہو گا۔ انہوں نے قرآن کریم پر پورا عمل کیا۔ اور کبھی یہ موقعہ نہ دیا کہ لوگ کہیں کہ بادشاہ ہو کر یہ خلافِ اسلام عمل کرتے ہو۔ ایک دفعہ ایک صحابی نے حضرت عمر رضؓ کے پاس اپنا مقدمہ پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا۔ اس حالت میں میں نے ایک ہرن مار ڈالا۔ اس کی جو سزا ہے اس کو پوچھنے کے لئے آیا ہوں۔ یہ لوگ کس قدر پاک ہیں کہ اپنی کمزوری اور عیب نہیں چھپاتے اس پر حضرت عمر رضؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو بلا بھیجا جب وہ تشریف لائے تو صورت بیان کی

اور فتوے پوچھا ۔ انہوں نے اس کی سزا یہ بتائی کہ اس جرم کے بدلہ میں ایک بھیڑ یا بکری قربان کی جائے ۔ جس شخص نے مقدمہ پیش کیا تھا اُس نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ تو خلیفۂ وقت ہیں آپ کو یہ مسئلہ نہیں آتا کہ آپ نے عبدالرحمٰن بن عوف سے پوچھا ؟ قوم کی آزادی کا یہ حال ہے وہاں یہ نہیں تھا کہ خلیفہ کے سامنے کوئی بول نہ سکے وہ لوگ علانیہ خلیفہ سے بحث کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں فرمایا کہ قرآن کریم میں لکھا ہے کہ جب ایسا موقعہ آئے ۔ تو ایک آدمی نہیں بلکہ پنچ بیٹھنا چاہیئے ۔ تو مَیں نے دو آدمیوں کا پنچ قائم کیا ہے ۔ ایک مَیں ہوں اور دوسرے عبدالرحمٰن بن عوفؓ ۔ یہ تھی خلافت اسلامیہ کہ وہ اپنے تئیں خود مختار نہ سمجھتے تھے ۔ وہ اپنی ذاتی رائے سے احکام جاری کرنا گناہ سمجھتے تھے ۔

بعد میں آنیوالے خلفاء کا غیر اسلامی طریق

اور بعد میں وہ بھی خلیفے ہوئے ہیں جن کے ہاتھ سے تقوےٰ جاتا رہا ۔ لکھا ہے خلیفہ مروان ایک دفعہ عید کے موقعہ پر منبر پر چڑھا ۔ اس نے کہا کہ پہلے مَیں خطبہ دُوں گا ۔ پھر نماز پڑھاؤں گا ۔ لوگوں نے کہا کہ نیچے اُتر یہ طریقہ اسلامی نہیں ہے ۔ اس نے کہا کہ لوگ نماز پڑھ کر چلے جاتے ہیں اور خطبہ نہیں سنتے اس لئے میں پہلے خطبہ دوں گا ۔ جہاں ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ اور علیؓ جیسے متقی خلیفہ ہوئے ۔ وہاں اس قسم کے بھی خلیفے ہوئے جنہوں نے دین کی کوئی پرواہ نہیں کی ، ایک ایسا بھی خلیفہ ہوا ہے جس نے کہا کہ میری لونڈی جمعہ کا خطبہ دے گی ۔ لوگوں نے شور مچایا کہ یہ جائز نہیں ۔ اس نے کہا لو مت مَیں امیر المومنین ہوں ۔ تم پر خلیفہ کی اطاعت لازم ہے لوگوں نے کہا یہ اچھی اطاعت ہے ؟ حکمرانوں اور خلفاء سے متعلق حکم ہے لا طاعۃ فی معصیۃ اللّٰہ ۔ الطاعۃ فی المعروف ۔

خلیفہ رسول حضرت مرزا صاحب کا طریق عمل

ہمارے سامنے بھی ایک خلیفہ رسول حضرت مرزا صاحب پیدا ہوئے ۔ انہوں نے دین کے لئے اپنا مال خرچ کیا ۔ اپنا باغ مقبرہ کے لئے دے دیا ۔ ان کا مکان قوم کے ممتاز ارکان کے استعمال میں آیا ۔ انہوں نے اپنا وقت قوم کی اصلاح پر صرف کیا ۔ اور اپنے بعد اموال کی حفاظت اور دین کی خدمت کے لئے انجمن قائم کر دی ۔ صداقت کا یہ حال تھا کہ انہوں نے اپنے باپ کے خلاف سکھوں کے حق میں گواہی دی یہ ہیں خلافت حقہ کے آثار ۔ انہوں نے فرمایا کہ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں عربی میں ایک کتاب لکھوں جو معارف و بلاغت کا ایک نمونہ ہوگا جس میں قرآن کے مطالب و معارف بیان کئے جائیں گے اور کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گا ۔ یہ دنیا جہان کے لوگوں کے لئے چیلنج ہے جس کا فی الواقعہ کوئی مقابلہ نہ کر سکا آپؑ نے فرمایا کہ خلافت دو طرح پر ہوتی ہے ایک دنیاوی بادشاہت اور دوسری روحانی بادشاہت

آیت استخلاف میں اسی کا ذکر ہے ، اسی آیت کی رُو سے مجھے روحانی خلیفہ بنایا گیا ہے ۔ انہوں نے عیاں طور پر بیان فرمایا کہ میں خلیفہ ہوں ۔ آپ مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے تھے ۔ آپ فرماتے ہیں کہ میرا کام ایک متقی جماعت پیدا کرنا ہے ۔ اگر مَیں یہ کام نہ کر سکا تو میری ساری تصانیف و تالیف اور لیکچر وغیرہ عبث ہیں ۔ میرا کام دولت جمع کرنا نہیں چنانچہ آپ کی وفات کے وقت آپ کا کوئی اثاثہ نہیں تھا ۔ آپ کی بیوی بچوں کے لئے انجمن نے ۲ ½ سو روپے وظیفہ مقرر کیا تھا ۔ سر الخلافہ میں آپ نے لکھا ہے کہ خلافت کا مقصد دولت اور مال جمع کرنا نہیں ہے ۔

ڈچ گیانا سے آنے والے حاجیوں کا استقبال ۔

اس خطبہ کے بعد مَیں ان دوستوں کا استقبال کرنا چاہتا ہوں ۔ جنہوں نے امریکہ سے چل کر خانہ کعبہ کا حج کیا اور وہاں سے محض اس جماعت کے احباب اور اس کے مرکز کی زیارت کی خاطر چل کر یہاں آئے ہیں ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ وہ مکہ معظمہ سے ہی واپس اپنے وطن چلے جاتے ۔ لیکن بڑے اخلاص کے ساتھ سفر کی تکلیفیں برداشت کر کے اور کافی روپیہ خرچ کر کے وہ ہمارے لئے یہاں آئے ہیں ۔ ہم ان کے بڑے ممنون ہیں ، اور ہم بھی ان کی زیارت کر کے مسرور ہوئے ہیں ۔ ان میں دو رجال ہیں اور چار خواتین ہیں ۔ ایک مرد الحاج عبدالرحیم جگو صاحب ہیں ۔ دیر ہوئی وہ بطور طالب علم یہاں آئے تھے ۔ طالب علمی میں بھی انہوں نے حج کیا ۔ پھر تین بار اپنے وطن سے حج کے لئے گئے اور یہاں بھی آئے ۔ اور اب پھر تشریف لائے ہیں ۔ ان کے ہمراہ ان کی بیگم صاحبہ لیلےٰ بھی تشریف لائی ہیں ۔ وہ اپنے ساتھ ایک مرد اور چار عورتیں بھی لائے ہیں ۔ دوسرے صاحب محمد علی گمن ہیں جو ڈچ گیانا کی حکومت کی وزارت اقتصادیات کے سیکرٹری ہیں اور وہاں کی جماعت احمدیہ کے وائس پریذیڈنٹ ہیں ۔ وہ اپنے فرائض کو بڑی لگن اور تندہی سے سرانجام دے رہے ہیں ۔ اپنی کار میں اپنے خرچ پر جماعتوں کا دورہ کرتے اور جماعتی امور انجام دیتے ہیں ۔ ان کی بیگم صغریٰ صاحبہ بھی ان کے ساتھ ہیں ۔ وہ بھی ان کی طرح عورتوں میں وعظ کرتی ہیں ۔ دو اور خواتین سعیدن صاحبہ اور آمنہ صاحبہ ہیں ۔ ہم ان سب کے بہت مشکور ہیں کہ انہوں نے مشقت برداشت کی ۔ روپیہ صرف کیا اور ہماری جماعت سے ملاقات کے لئے تشریف لائے ۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالےٰ ان کا حج قبول کرے ۔ اُن پر اُنکی اولاد پر اور اُنکی مساعی پر خدا تعالیٰ کے افضال نازل ہوں

درخواست دُعا ۔

ہمارے بھائی محمد حیات ماسٹر صاحب کا بچہ

ہرنیا میں مبتلا ہے ۔ اس بچے کا اپریشن ہونے والا ہے دُعا کریں کہ اللہ تعالےٰ اس اپریشن کو کامیاب کرے بچے کو صحت میسر آئے اور ماں باپ کو تسکین عطا ہو ۔ دعا کی گئی ۔ اپریشن ہفتہ کے دن ہوا اور خدا کے فضل سے کامیاب ہوا

جنازۂ غائبانہ

سیالکوٹ میں جماعت کے ایک بڑے مخلص ممبر حاجی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم ہوتے تھے ۔ وہ بڑے مخلص اور فیاض انسان تھے ۔ ان کے دو صاحبزادے ذکی صاحب اور ہارون الرشید صاحب ہیں جو اپنے والد مرحوم کی طرح قدر کے قابل ہیں ۔ میرے دل میں ان کی قدر ہے ۔ عزیزم ہارون الرشید نے اطلاع دی ہے کہ میری اہلیہ صاحبہ وفات پا گئی ہیں ۔ انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون ۔ مجھے دُکھ ہوا ہے تعزیت کا خط بھی میں نے ان کو لکھا ہے ۔ نماز کے بعد جنازۂ غائبانہ میں مرحومہ کی مغفرت کے لئے دعا کی جائے ۔ (جنازۂ غائبانہ پڑھا گیا)

درخواست دُعا

(۱) مولوی عبدالسلام مرحوم (ابن حضرت مولانا نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے بیٹے منیر احمد کے دونوں کانوں میں تکلیف ہے ۔ احباب سے دعائے صحت کی درخواست ہے ۔ (حاجی عبدالحکیم)

(۲) میاں محمد حسین آف جھنگ کی ایک آنکھ کا اپریشن یکم اپریل کو ہوا ہے احباب سے دعائے صحت کی درخواست ہے ۔

خاکسار ظفر حسین جھنگوی

نظام جسم میں صحت مندانہ انقلاب کیلئے
معجون اکسیر الابدان
- کیا آپ ہر وقت تھکاوٹ محسوس کرتے ہیں ؟
- کیا آپ کا کام کاج ہی میں دل نہیں لگتا ؟
- کیا آپ بے خوابی کا شکار ہیں ؟
- کیا آپ کو پیشاب بار بار آتا ہے ۔
- تو آپ صرف ایک بار معجون اکسیر الابدان ضرور استعمال فرماویں ۔

معجون اکسیر الابدان
کے چند روزہ استعمال ہی سے نئی طاقت پیدا ہو جاتی ہے قیمت 12.50 / (بارہ روپے پچاس پیسے) بمعہ محصول ڈاک ۔ پتہ :- دواخانہ مسیح الملک ۳۵ گلستان کالونی مصطفےٰ آباد لاہور

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں ۔ (مینیجر)

مولانا شیخ عبدالرحمن صاحب مصری

حضرت مسیح موعود کی ۱۹۰۱ء کے بعد کی کتب میں بھی

دعویٰ محدثیت کا اقرار موجود ہے

(۳)

دعوائے محدثیت کے اظہار کا تیسرا طریق

اس سے قبل دو قسطوں میں دو طریقوں سے اس بات کا ثبوت بہم پہنچایا جا چکا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ۱۹۰۱ء کے بعد کی اپنی کتب میں بھی اپنے محدث ہونے کا اقرار فرمایا ہوا ہے اب اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لئے تیسرا طریق پیش کیا جاتا ہے اور وہ طریق یہ ہے کہ حضرت اقدسؑ اپنے آپ کو محدث ظاہر کرنے کے لئے اپنی تحریروں میں ہمیشہ یہ طرز اختیار کرتے رہے ہیں کہ اپنی بعثت کو محدثین کے لفظ سے نبیوں اور رسولوں کی بعثت کے ساتھ ملا کر پیش کرتے رہے ہیں اور یہ طرز محض اس لئے اختیار کی جاتی رہی تھی کہ اپنا مقام محدث ہونے کا واضح کیا جائے۔ چنانچہ ۱۹۰۱ء کے بعد کی کتب میں بھی آپ نے اپنے آپ کو محدث ظاہر کرنے کے لئے حضور نے یہی طریق اختیار کیا جیسا کہ عنقریب قارئین کرام پر واضح ہو جائیگا۔ چنانچہ ذیل کے حوالے اس حقیقت پر کافی روشنی ڈال رہے ہیں

پہلا حوالہ

دعوائے مسیحیت کے بعد سب سے پہلی کتاب حضورؑ نے "فتح اسلام" تصنیف فرمائی دوسری "توضیح مرام" اور تیسری "ازالہ اوہام" تصنیف فرمائی چند حوالے انہی تین کتابوں سے پیش کئے جاتے ہیں چنانچہ فتح اسلام کے ص۱۸ کے حاشیہ پر فرماتے ہیں:۔

> "سو واضح ہو کہ عادت اللہ اس طرح پر جاری ہے کہ جب کوئی رسول یا نبی یا محدث (ظاہر ہے کہ محدث کا لفظ محض اپنے آپ کو محدث ظاہر کرنے کے لئے ہی زائد کیا گیا ہے۔ ناقل) اصلاح خلق کے لئے آسمان سے اترتا ہے۔ الخ"

اسی کتاب کا دوسرا حوالہ

ص ۲۹ کے حاشیہ پر فرماتے ہیں:۔

> "اور یہ سچ ہے کہ ادنیٰ کسی فوق القدرت بات کا کوئی بھی نہیں کر سکتا مگر کیا ایسا ادعا بتوسط کسی نبی یا رسول یا محدث کے خدا تعالیٰ کی طرف سے بھی جائز نہیں"

(ظاہر ہے یہاں بھی لفظ محدث اپنے آپ کو محدث ظاہر کرنے کے لئے ہی زائد کیا گیا ہے بعد کے حوالوں میں بھی اسی غرض کے لئے ہی لفظ محدث زائد کیا گیا ہے اس لئے اس غرض کا اعادہ ان حوالوں کو پیش کرتے وقت نہیں کیا جائے گا۔ ناقل)

توضیح مرام کا حوالہ

اس کتاب کے ص۸۴ تا ص۸۶ پر اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہ عوام سے بھی بعض آدمی سچی خوابیں دیکھ لیتے ہیں پھر عوام اور ماموروں میں کیا فرق ہوا لکھتے ہیں:۔

> "اس جگہ میں ان لوگوں کے وہم کو بھی دور کرنا چاہتا ہوں جو ان شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں جو اولیاء اور انبیاء کے الہامات اور مکاشفات کو دوسرے لوگوں کی نسبت کیا خصوصیت ہو سکتی ہے کیونکہ اگر نبیوں اور ولیوں پر امور غیبیہ کھلتے ہیں تو دوسرے لوگوں پر بھی کبھی کبھی کھل جاتے ہیں"

(ظاہر ہے کہ اولیاء سے مراد یہاں خصوصیت سے محدثین ہی ہیں اور اپنے آپ کو اسی گروہ کا فرد ثابت کرنے کے لئے اس لفظ کو بڑھایا ہے چنانچہ براہین احمدیہ کے ص۵۴۵ ص۵۴۶ پر محدثین اور اولیاء کو ہم معنی قرار دیا ہے۔ ناقل)

اس کے بعد پھر نبیوں اور ولیوں کی فضیلت بیان کی ہے پھر ص۸۶ پر نبوت اور ولایت کو اکٹھا کر کے ان کے الہامات کی امتیازی خصوصیت بیان کی ہے گویا اس جگہ چار دفعہ نبیوں کے ساتھ اولیاء کو جمع کر کے اپنا ولی یا بالفاظ دیگر محدث ہونا ظاہر کیا ہے۔

ازالہ اوہام کے حوالے

ابتدائی کتب میں سے تیسری کتاب "ازالہ اوہام" ہے ذیل میں چند حوالے اس کتاب کے بھی درج کئے جاتے ہیں:۔

پہلا حوالہ:۔

> "یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ کے وعدے جو اس کے رسولوں اور نبیوں اور محدثوں کی نسبت ہوتے ہیں کبھی تو بلا واسطہ پورے ہوتے ہیں اور کبھی بالواسطہ ان کی تکمیل ہوتی ہے" ص۴۱۶

دوسرا حوالہ:۔

> "جو شخص نفسانی تمنا سے کسی امر غیب کا منکشف ہونا چاہتا ہے تو شیطان اس کی تمنا میں ضرور دخل دیتا ہے بجز انبیاء اور محدثین کے کہ ان کی وحی شیطان کے دخل سے منزہ کی جاتی ہے" ص۲۵۵

تیسرا حوالہ:۔

> "سوال رسالہ فتح اسلام میں نبوت کا دعوےٰ کیا ہے اما الجواب نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے جو خدا تعالےٰ کے حکم سے کیا گیا ہے"۔

علماء ربوہ بتلائیں کہ حضورؑ کے مندرجہ بالا ارشاد کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کا یہ موقف کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے کہ حضورؑ اپنے ہم عصر علماء کی بیان کردہ تعریف نبوت (جو فی الحقیقت علماء ربوہ کے نزدیک غلط تھی۔ ناقل) کو صحیح سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو نبی کہنے سے گریز کرتے تھے اور اس کی بجائے اپنے آپ کو محدث کہنے پر اکتفا کرتے تھے۔ کیونکہ یہاں تو حضورؑ صاف لفظوں میں فرما رہے ہیں کہ دعوائے محدثیت علماء عصر کی اقتداء میں نہیں بلکہ خدا کے حکم سے کیا گیا تھا اور جو دعوے خدا کے حکم سے کیا جائے کیا اس میں بھی تبدیلی کا سوال پیدا ہو سکتا ہے خواہ اس کا ذکر ۱۹۰۱ء کے بعد کی کسی کتاب میں بھی نہ پایا جائے لیکن تسلیم یہی کرنا پڑے گا کہ آخر عمر تک حضورؑ کا دعوےٰ محدث ہونے کا ہی رہا ہے کیونکہ خدا کا حکم بدلا نہیں کرتا۔

اس کے علاوہ حضورؑ کا صریح الہام بھی ہے

انت محدث اللہ فیك مادة فاروقیه

اس کے متعلق حضورؑ اپنی کتاب "فتح اسلام" کے ص۱۶ کے حاشیہ پر فرماتے ہیں:۔

> "جو عمر فاروق کا دل رکھتا ہے وہ خدا تعالےٰ کے نزدیک عمر فاروق ہے کیا تم یہ حدیث پڑھتے نہیں کہ اگر اس امت میں بھی محدث ہیں جن سے اللہ تعالےٰ کلام کرتا ہے تو وہ عمر ہے اب کیا اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ محدثیت حضرت عمرؓ پر ختم ہو گئی ہرگز نہیں بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کی روحانی حالت عمرؓ کی روحانی حالت کے موافق ہو گئی وہی ضرورت کے وقت پر محدث ہوگا چنانچہ اس عاجز کو بھی ایک مرتبہ اس بارے میں الہام ہوا تھا فیك مادة فاروقیة"

چوتھا حوالہ:۔

> "تب ایسا انسان اس لائق ہو جاتا ہے کہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے بکثرت مشرف ہو اور مکالمہ الٰہیہ کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ حدود اور مشتبہ معرفت سے انسان ترقی کر کے اس درجہ شہود پر پہنچ جاتا ہے کہ گویا خدا تعالےٰ کو اس نے دیکھ لیا ہے سو یہ وہ مقام ہے جس پر تمام مقامات معرفت و خداشناسی کے ختم ہو جاتے ہیں اور یہی وہ آخری نقطہ کمالات

بشریہ کا ہے جس سے بڑھ کر عرفان کے پیاسوں کے لئے اس دنیا میں ہرگز میسّر نہیں آ سکتا اور نبیوں اور محدثوں کے لئے اس کے حصول کا اکثر طور پر قدرتی طریق یہی ہے" الخ (یہاں وہ طریق بتلایا ہے۔ ناقل)

تحفہ بغداد کا حوالہ:—

"اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے وحی بھیجے خواہ وہ رسول ہو یا غیر رسول اور جس سے چاہے کلام کرے خواہ وہ نبی ہو یا محدثوں میں سے ہو۔"
(ص ۱۲ حاشیہ)

تریاق القلوب کے دو حوالے:—

اس کتاب کے صفحہ ۴۷ پر فرماتے ہیں:—

(۱) "لیکن ان کے مقابل پر ایک دوسری قسم کے دل ہیں جو رسول یا نبی یا محدث کہلاتے ہیں"

(۲) "ہر ایک رسول یا نبی یا محدث مامور من اللہ جو دنیا میں آتا ہے" الخ

سراج منیر کا حوالہ:—

"جس قدر دنیا میں نبی اور مرسل گذرے ہیں یا آگے مامور اور محدث ہوں"
(ص ۲۳ و ص ۲۴)

انوار الاسلام کا حوالہ

"یہ کبھی نہیں ہوا اور ہرگز نہیں ہوا کہ بجز ہمارے اس زمانہ کے دنیا کی ابتدا سے آج تک کبھی چاند گرہن اور سورج گرہن رمضان کے مہینہ میں ایسے طور پر اکٹھے ہو گئے ہوں کہ اس وقت کوئی مدعی رسالت یا نبوت یا محدثیت بھی موجود ہو" (ص ۴۸ و ص ۴۷)

یہ حوالہ بالصراحت بتلا رہا ہے کہ محدّث کا لفظ محض اپنے آپ کو محدث ظاہر کرنے کے لئے ہی اختیار کیا گیا ہے۔

ایام الصلح کے حوالے

"یہ بات نہایت کارآمد اور یاد رکھنے کے لائق تھی کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے مامور ہو کر آتے ہیں خواہ وہ رسول ہوں یا نبی یا محدّث اور مجدد" ص ۳۴

اسی طرح ص ۱۷۱ پر بھی یہی الفاظ دہرائے گئے ہیں۔ ص ۷۴ پر فرماتے ہیں:—

"حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ محدث بھی نبیوں اور رسولوں کی طرح خدا کے مرسلوں میں داخل ہے"

ضرورت الامام کے حوالے

(۱) "یاد رہے کہ امام الزمان کے لفظ میں نبی۔ رسول۔ محدّث۔ مجدد سب داخل ہیں" ص ۲۴

(۲) "بسا اوقات نبیوں اور رسولوں اور محدثوں کو جو امام الزمان ہوتے ہیں" الخ ص ۱۱

کتاب البریہ کا حوالہ

"ماسوا اس کے یہ کہنا کہ سچے نبیوں اور محدثوں کی تمام پیشگوئیاں عوام کی نظر میں صفائی سے پوری ہوتی رہی ہیں بالکل جھوٹ ہے" (ص ۲۱ و ص ۲۲)

آئینہ کمالات کا حوالہ:—

"پھر ان فرشتوں سے تعلق رکھنے والی طبیعتیں جو انبیاء اور رسل اور محدثین ہیں اپنے حقانی جوشوں سے ان کو حرکت میں لاتی ہیں" ص ۵

اربعین نمبر ۳:—

اس کتاب میں بار بار نبی۔ رسول اور مامور من اللہ کو اکٹھا کر کے بیان کیا ہے اور مامور من اللہ سے مراد اپنا وجود ہی لیا ہے۔ چنانچہ ذیل میں ایک حوالہ بھی درج کیا جاتا ہے:—

"خدا تعالیٰ اس کاذب کو جو نبوت یا رسالت اور مامور من اللہ ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرے مہلت نہیں دیتا اور ہلاک کرتا ہے" ص ۱۱

اربعین نمبر ۲ کے حوالے:—

"اور یہی انبیاء اور مامورین عظام میں خدا تعالیٰ کی عادت ہے" ص ۱۶

ص ۲۵ پر فرماتے ہیں:—

"لہٰذا ہر ایک نبی یا محدث جو حکم ہو کر آتا ہے" الخ

کرامات الصادقین کا حوالہ:—

عربی عبارت کا ترجمہ:—

"اس آیت میں اللہ تعالیٰ اشارہ فرماتا ہے کہ خدا کے منعم علیہم بندے جو مرسل۔ نبی اور محدث ہوتے ہیں مبعوث کئے جاتے ہیں کہ لوگ ان کے رنگ سے رنگین ہوں" ص ۸۹

نور الحق حصہ اوّل کا حوالہ

"اور میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ آیت یوم یقوم الروح میں روح سے مراد رسولوں نبیوں اور محدثین کی جماعت ہے" ص ۴۳

۱۹۰۱ء کے بعد کے حوالے:—

ایسے حوالوں سے حضرت اقدس مسیح موعود ؑ کی کتب بھری ہوئی ہیں۔ مندرجہ بالا چند حوالے محض نمونہ کے طور پر پیش کئے گئے ہیں، ان حوالوں سے قارئین کرام پر حضرت اقدس ؑ کا اپنے آپ کو محدث ظاہر کرنے کے لئے طریق استدلال واضح ہو جائے گا۔ اب اگر حضورؑ کی ۱۹۰۱ء کے بعد کی کتب میں بھی حضور کا یہی طریق استدلال پایا جائے تو ہر عقلمند کو جس کا دل تعصب اور بے جا ضد سے خالی ہو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ۱۹۰۱ء کے بعد کی کتب میں بھی حضورؑ کا منشاء اپنے آپ کو محدث ظاہر کرنا ہی ہے۔

حقیقۃ الوحی کے حوالے:—

چونکہ قاضی محمد نذیر صاحب نے خصوصیت کے ساتھ مجھ سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ میں حضورؑ کی کتاب حقیقۃ الوحی سے ایسا حوالہ دکھلاؤں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ حضورؑ اپنے آپ کو زمرہ محدثین کا فرد ہی قرار دیتے ہیں اس لئے سب سے پہلے میں حقیقۃ الوحی کے ہی دو حوالے پیش کرتا ہوں۔

پہلا حوالہ

اس کتاب کے ص ۳۸۹ کے حاشیہ پر فرماتے ہیں:—

"جس بلا سے اللہ تعالیٰ بذریعہ کسی نبی یا رسول یا محدث کے اطلاع دیتا ہے وہ اس بلا سے زیادہ رَدّ ہونے کے لائق ہوتی ہے جس کی اطلاع نہیں دی جاتی"

علماء ربوہ دیکھ لیں کہ مندرجہ بالا عبارت میں کیا اسی صفائی سے اپنا محدث ہونا ثابت نہیں کیا جس صفائی سے ۱۹۰۱ء سے قبل کی کتب میں ثابت کرتے چلے آئے ہیں۔

دوسرا حوالہ

دوسرا حوالہ نقل کرنے سے قبل میں حضورؑ کی کتاب "ازالہ اوہام" ص ۳۴۹ کی عبارت نقل کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ ان دونوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے وہ حوالہ یہ ہے:—

"اور مسیح گذشتہ کی نسبت قطعی طور پر کہا ہے کہ وہ نبی تھا لیکن آنے والے مسیح کو اُمتی کر کے پکارا ہے۔ جیسا کہ حدیث اِمامکم منکم سے ظاہر ہے اور حدیث علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل میں اشارۃً مثیل مسیح کے آنے کی خبر دی ہے، چنانچہ اس کے مطابق آنے والا مسیح محدّث ہونے کی وجہ سے مجازاً نبی بھی ہے پس اس سے زیادہ اور کیا بیان ہوگا۔"
(ازالہ اوہام ص ۳۴۹)

حضور کی مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہے کہ مجاز کے طور پر نبی کا اطلاق اسی کامل اُمتی پر کیا جاتا ہے جسے محدثیت کا منصب عطا کیا جاتا ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ مجازی طور پر نبی اور محدّث ہم معنی الفاظ ہیں اس اصل کو اگر علماء ربوہ مدِنظر رکھیں تو اُن پر واضح ہو جائے گا کہ حضورؑ اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں بھی جو ۱۹۰۷ء کی تصنیف ہے اپنے آپ کو محدّث ہی قرار دے رہے ہیں کیونکہ اس میں حضور فرماتے ہیں سمّیت نبیًّا من اللّٰہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ۔ یہ حقیقۃ الوحی کا دوسرا مطلوبہ حوالہ ہے جس کے معنی ہیں کہ میرا نام اللہ تعالیٰ نے مجاز کے طور پر نبی رکھا ہے۔ چونکہ اوپر ثابت کیا جا چکا ہے کہ مجاز کے طور پر نبی اور محدّث ہم معنی الفاظ ہیں اس لئے تسلیم کرنا پڑے گا کہ حقیقۃ الوحی کی مندرجہ بالا عبارات میں بھی حضور نے اپنے آپ کو محدث ہی کہا ہے۔

کیا اس سے صاف ثابت نہیں ہوتا کہ علماء ربوہ کا یہ کہنا کہ ۱۹۰۱ء کے بعد حضور نے اپنے آپ کو محدّث نہیں کہا خلاف واقعہ ہے اس کے ساتھ ہی قاضی صاحب کا مطالبہ کہ حقیقۃ الوحی سے دکھلایا جائے کہ حضورؑ نے

اس کتاب میں اپنے آپ کو محدث کہا ہے صفائی سے پورا ہو گیا۔ محدث کو مجازی نبی قرار دینے سے حضورؑ کی کتب بھری ہوئی ہیں۔

علماء ربوہ پر یہ بات واضح رہنی چاہیئے کہ کسی ایک مفہوم کو مختلف اوقات میں ادا کرنے کے لئے بر مصنف مختلف الفاظ اور مختلف طریق استعمال کرتا ہے لیکن الفاظ کی تبدیلی سے مفہوم میں فرق نہیں آیا کرتا جب حضورؑ نے یہ واضح فرما دیا کہ مجازی نبی جو مجھے کہا گیا ہے وہ محض محدث ہونے کی وجہ سے کہا گیا ہے تو خواہ لفظ محدث سے اپنے مقام کو واضح کریں اور خواہ مجازی نبی کے لفظ سے اس کی وضاحت فرمائیں دونوں کا مفہوم ایک ہی ہوگا۔ اب جب حقیقۃ الوحی میں صریح الفاظ میں فرما دیا کہ اللہ تعالےٰ نے میرا نام نبی بطور مجاز کے رکھا ہے تو دوسرے لفظوں میں گویا یہ فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نام محدث رکھا ہے اور یہ بالکل الہام "انت محدث اللہ فیک مادۃ فاروقیۃ" کے مطابق ہے۔

حمامۃ البشریٰ اور براہین احمدیہ پنجم کا حوالہ

"اور تحدیث مثل تخم کے ہے جس میں وہ سب باتیں بالقوۃ پائی جاتی ہیں جو شجر میں بالفعل پائی جاتی ہیں اور بالخارج اور یہ مثال ان لوگوں کے لئے واضح ہے جو دین کے معارف کے طلبگار ہیں اور اس بات کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اشارہ فرمایا ہے۔ کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں اور علماء سے مراد وہ محدث ہیں جن کو اپنے ربّ کی جانب سے علم دیا جاتا ہے، اور مکلمین ہو جاتے ہیں۔

(حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۲)

عبارت مندرجہ بالا میں حضورؑ نے حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے ماتحت اپنے آپ کو محدث قرار دیا ہے یہ کتاب حمامۃ البشریٰ سنہ ۱۹۰۱ء سے قبل کی ہے لیکن یہی مضمون سنہ ۱۹۰۵ء کی کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۸۳ پر بھی بیان فرمایا ہے فرماتے ہیں:۔

"اسی وجہ سے حدیث میں آیا ہے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علماء ربانی بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں اس حدیث میں بھی علماء ربانی کو جن سے مراد خصوصیت سے حضورؑ نے محدثین لی ہوئی ہے ایک طرف امتی کہا اور دوسری طرف نبیوں سے مشابہت دی ہے۔"

قاضی صاحب! اس عبارت میں کیا حضورؑ نے تمام محدثین امت کو امتی نبی نہیں قرار دیا؟ غور! غور! غور! اس امر کے متعلق حضورؑ کا الہام بھی ہے:۔

"تو مجھ سے ایسا ہے جیسے انبیاء بنی اسرائیل"

(تذکرہ ص ۱۴۴)

کیا علماء ربوہ الہام الٰہی کو بھی منسوخ مانتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو واضح فرما دیں۔

براہین احمدیہ پنجم کا دوسرا حوالہ

ص ۸۱ پر پہلے مندرجہ ذیل سوال کو نقل کرتے ہیں

"احادیث میں نازل ہونے والے عیسیٰ کو نبی اللہ کے نام سے پکارا گیا ہے تو کیا قرآن اور حدیث سے ثابت ہو سکتا ہے کہ محدث کو بھی نبی کہا گیا ہے۔"

اگر بقول علماء ربوہ حضورؑ نے سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد اپنے آپ کو محدث کہنا بند کر دیا ہوا تھا اور اس کی بجائے نبی کے لفظ سے اپنے مقام کی وضاحت فرمایا کرتے تھے تو جواب سائل کے سوال کا یہ ہونا چاہیئے تھا کہ محدث کو نہیں بلکہ نبی کو ہی نبی کہا گیا ہے لیکن جواب میں حضورؑ اپنے آپ کو محدث ہی قرار دیتے ہوئے اپنے لئے لفظ نبی کے استعمال کی ہی صرف وجہ بیان کر رہے ہیں اور وہ وجہ بالکل وہی بیان فرمائی جو اپنی بالکل ابتدائی کتاب "توضیح مرام" میں فرمائی کہ محدث پر لفظ نبی کا اطلاق حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات الا وھی الرؤیا الصالحۃ کی رو سے بوجہ نبوت کی ایک نوع حاصل کرنے کے ہوتا ہے۔ علماء ربوہ غور کرکے بتلائیں کہ کیا حضورؑ کے اس جواب سے ان کا ناسخ منسوخ والا عقیدہ ھباً منثورا نہیں ہو جاتا۔ پھر کیا اسی کتاب کے ص ۱۳۹ پر امتی نبی کو واضح الفاظ میں زمرہ اولیاء میں داخل نہیں کیا جیسا کہ فرمایا:۔

"خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں اکثر جگہ یہ امید دلائی ہے کہ ایک امتی شرف مکالمہ مخاطبہ سے مشرف ہو سکتا ہے اور خدا تعالےٰ کو اپنے اولیاء سے مکالمات اور مخاطبات ہوتے ہیں۔"

اب ذیل میں ان دیگر کتب کے چند حوالے نقل کئے جاتے ہیں جو سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد تصنیف ہوئیں۔

تحفہ گولڑویہ کا حوالہ

"پھر جب اللہ تعالےٰ نے اپنے رسولوں اور نبیوں اور محدثوں کو دنیا میں بھیجتا ہے الخ"

(ص ۸۱)

کیا یہ طرز کلام بالکل اسی نوعیت کا نہیں جس نوعیت کا سنہ ۱۹۰۱ء سے قبل کی کتب میں گذر چکا ہے؟

خطبہ الہامیہ کا حوالہ

"میں اسی طرح خاتم الاولیاء ہوں جس طرح میرے آقا محمد رسول اللہ صلعم خاتم الانبیاء ہیں"

اسی تقابل کو دافع البلاء میں قائم رکھا ہے جو سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد کی کتاب ہے۔

اعجاز احمدی کا حوالہ

"اور بعض کا یہ خیال ہے کہ اگر کسی الہام کے سمجھنے میں غلطی ہو جائے تو امان اٹھ جاتا ہے اور شک پڑ جاتا ہے کہ شاید اس نبی یا رسول یا محدث نے اپنے دعوے میں بھی دھوکا کھایا ہو۔ یہ خیال سراسر غلط ہے اور جو لوگ نیم سودائی ہوتے ہیں وہ ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں۔"

(اعجاز احمدی ص ۲۴)

تجلیات الٰہیہ کا حوالہ

"اگر کسی مامور من اللہ کی دعا سے کسی کے گھر میں لڑکا پیدا ہو یا وہ مامور لڑکا پیدا ہونے کی خبر دے اور لڑکا پیدا ہو جائے تو بہت سے لوگ بول اٹھتے ہیں کہ یہ کوئی خاص نشان نہیں بہتیری عورتوں کو بھی اپنی نسبت یا ہمسایہ عورت کی نسبت خوابیں آجاتی ہیں کہ اس کے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا تو پھر لڑکا پیدا بھی ہو جاتا ہے تو کیا اس عورت کو خدا کا نبی یا رسول یا محدث مان لیا جائے اور گو ایسے توہمات میں یہ لوگ جھوٹے ہیں مگر جاہلوں کی زبان کون بند کرے۔" ص ۲۵

اس شبہ کا ازالہ حضورؑ نے اپنی کتب میں متعدد مرتبہ کیا ہے اور اس کتاب میں بھی اس شبہ کو دلائل سے دور کیا گیا ہے جسے طویل ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے۔

انشاء اللہ آئندہ قسط میں ایک اور طریق سے بھی ثابت کیا جائے گا کہ حضورؑ نے سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی محدثیت کا دعوےٰ قائم رکھا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ❊

(بقیہ اخبار احمدیہ از ص ۲)

اعلیٰ تعلیم کے لئے روانگی

—— پروفیسر شیخ عبدالسلام صاحب ایم ایس سی خلف حضرت مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی ٹوڈ ٹیکنالوجی کے کورس کی تکمیل کے لئے آسٹریلیا تشریف لے جا رہے ہیں۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں اپنے باپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور کورس میں کامیابی عطا کرے۔ انکا پتہ درج ذیل ہے:۔

Shaikh Abdussalam
262-Alison Road
Randwick N.S.W. 2031
Australia

آفتاب الدین احمد دارالشفاء
آپ کا قومی ادارہ ہے
اس کی مالی اعانت فرما کر
عند اللہ ماجور ہوں
—— (اعزازی مہتمم دارالشفاء) ——

قبولِ اسلام

یہ لوگ جن کے نام نیچے دیئے گئے ہیں اس عقیدہ سے کہ :-
ایک خدا نے دوسرے خدا کی ماں سے تیسرے خدا کو پیدا کیا اور وہ خدا کا بیٹا کہلایا - بیٹا جوان ہو گیا تو خدا باپ مع زمین آسمان کا سارا اختیار اسے سونپ دیا پر خدا بیٹے کو اس کی قوم کے اپنے لوگوں نے صلیب پر لٹکا کر مار ڈالا -

توبہ کر کے ایک خدا جو پیدا نہیں ہوتا اور نہ مرتا ہے - ہمیشہ سے زندہ ہے اور زندہ رہے گا - اور اس کے آخری سچے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لے آئے ہیں اور کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے ہیں -

تمام مسلمان بھائیوں سے التماس ہے کہ ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا سلوک کریں اور ان کے حق میں دُعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ان کو دین اسلام پر قائم رکھے - آمین -

۱ - سردارا	(۵) بہادین بنت سردارا
۲ - سرداراں زوجہ سردارا	(۶) یونس ابن سردارا
۳ - گلزار ابن سردارا	(۷) رشیدہ بنت سردارا
۴ - بختیار ابن سردارا	

عبدالحق صاحب ودیارتھی - امام مسجد احمدیہ مسلم ٹاؤن لاہور

مولانا احمد علی صاحب و چوہدری سلطان علی صاحب کی وفات پر جماعت گجرات کا اظہارِ تعزیت

مکرمی مدیر صاحب پیغام صلح ! السلام علیکم - مولانا احمد علی اور چوہدری سلطان علی صاحبان کی وفات کی خبریں پڑھ کر گجرات کی جماعت کو بہت صدمہ ہوا - آج ۲۹ مارچ - نماز جمعہ کے بعد ہر دو مرحومین مغفورین کا غائبانہ جنازہ پڑھا گیا - ہر دو صاحبان ہماری جماعت کی عزیز ترین متاع تھے - وہ سب جماعت کے عزیز اور قرابت دار تھے - جماعت کا صدمہ کسی لحاظ سے بھی انکے جسمانی عزیز و اقربا سے کم نہیں - ہم ان کی تعزیت تہہ دل سے تمام جماعت کے حضور پیش کرتے ہیں - اللہ تعالیٰ سے انکی مغفرت کی بڑے درد اور الحاح سے دعا کرتے ہیں - اللہ تعالےٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے - اراکین احمدیہ انجمن اشاعت اسلام گجرات

بذریعہ چوہدری محمد حسن چیمہ صاحب صدر گجرات جماعت

اچھے لوگ عمدہ لباس پسند کرتے ہیں

پریمیئر فیبرکس
اپنی
سادگی اور پائداری کے لئے مشہور ہیں

امریکن روئی سے تیار شدہ PCM-84 لٹھا اور سنہری چڑیا پاپلین

لٹھا — 55000	پاپلین - چاندنی	کیمرک رنگدار - PCM-72
" — EX-5	" " - سفینہ	کیمرک سفید - EX-259
" — 7000	" " - ظفر	وائل — V-445
" — پرچم	" " - شہزادی	نسر — PCM. 75
	" " - شیرازی	
	4040 — " "	

سُوت ہر قسم سنگل و ڈبل - بنڈلوں اور کونوں میں

المشتہر
کمرشل آفیسر پریمیئر کلاتھ ملز لمیٹڈ - لائلپور
(ٹیلیفون نمبر 2102، 2166، 4917، 2548)

فون نمبر
۲۰۱۴
۲۸۵۹
۷۷۶۶

ٹیلیگرام :- فائن ٹیکس

فائن ٹیکس

دیدہ زیب — خوشنما نمونے — پختہ رنگ — شرٹنگ

بستر کے سیٹ — صوفہ — و — پردہ کلاتھ

آج ہی فائن ٹیکس کی مصنوعات سے اپنے گھر کو سجایئے

یونائیٹڈ ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ فضل آباد ملتان

پیغام صلح ۱۰ اپریل ۱۹۶۸ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۱۲

بہترین علاج

بواسیر۔ جسمانی کمزوری ضعف اعصاب۔ فالج گنٹھیا۔ تلی۔ ریح۔ سِل۔ پرانے بخار کے شفا بخش علاج ڈاک سے منگایئے۔

خط ملنے پر طبّی کتاب مفت

حکیم محمد شفیع چشتی

شیرو۔ ڈ۔ ۵۔ جام پور ڈیرہ غازی خاں

ہیلتھ میڈیکو
ڈے اینڈ نائٹ ایمبولنس سروس
و
معیاری ادویات
چوک میو ہسپتال۔ لاہور

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نور الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

گر ہاں راچشم کن روشن ز آیات مبیں

ٹیلیفون نمبر ۳۷۸۳
تار کا پتہ پیغام لاہور
[illegible]
بیرونی ممالک [illegible]
[illegible]

پیغام صلح

[illegible]

مدیر
دوست محمد

مدیر معاون
بشیر احمد سوز

جلد ۵۶ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۱۸ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۷ اپریل ۱۹۶۸ء | نمبر ۱۵

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص محبوں کا گروہ بھی
بڑھاؤں گا۔ اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ ہو گی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابل احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

کسی کا محض منہ سے اقرار اسلام کر لینا اسے مسلمان سمجھنے کے لئے کافی ہے

عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ عَمْرٍو الْكِنْدِيِّ وَكَانَ حَلِيفًا لِبَنِي زُهْرَةَ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ فَاقْتَتَلْنَا فَضَرَبَ إِحْدَى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّي بِشَجَرَةٍ فَقَالَ أَسْلَمْتُ لِلّٰهِ أَأَقْتُلُهُ يَا رَسُولَ اللهِ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهُ قَطَعَ إِحْدَى يَدَيَّ ثُمَّ قَالَ ذَالِكَ بَعْدَ مَا قَطَعَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ وَإِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ۔

ترجمہ: مقداد بن عمرو کندی سے روایت ہے جو بنی زہرہ کا حلیف تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر میں شریک تھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا فرمائیے اگر جنگ میں کافروں میں سے ایک شخص سے میرا مقابلہ ہوتا ہے اور ہم دونوں جنگ کریں اور وہ میرے دونوں ہاتھوں میں سے ایک کو تلوار سے مارے اور اس کو کاٹ دے پھر وہ درخت کی پناہ لے اور کہہ دے کہ میں اللہ کا فرمانبردار بن گیا (یعنی مسلمان ہو گیا) یا رسول اللہ کیا میں اسے قتل کروں بعد اس کے کہ اس نے ایسا کہا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا اسے قتل نہ کرو۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے میرے دونوں ہاتھوں میں سے ایک کو کاٹ دیا ہے پھر اس نے یہ اس کے بعد کہا کہ میرا ہاتھ کاٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے قتل نہ کرو اگر تم اسے قتل کرو گے تو اس کو تمہارا درجہ مل جائے گا جو اس کے قتل کرنے سے پہلے حاصل تھا اور تمہیں اس کا درجہ مل جائے گا جو اس کو اپنے اس کلمے کے کہنے سے پہلے حاصل تھا جو اس نے کہا۔

نوٹ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ: عنوان باب سے تعلق تو صرف اسی قدر ہے کہ مقداد بن عمرو الکندی بدر میں شامل تھے لیکن یہ دو نہایت اہم مسائل پر ایک فیصلہ کن دلیل ہے۔ اقلاً

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم اول)

اولیاء اللہ کو ظلی مرتبہ ملتا ہے

بایزید بروزی اور ظلی مرتبہ کی وجہ سے محمد کہلایا

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

یہ یقیناً یاد رکھو کہ کامل اتباع کے ثمرات ضائع نہیں ہو سکتے۔ یہ تصوف کا مسئلہ ہے اگر ظلی مرتبہ نہ ہوتا تو اولیائے امت مر جاتے۔ یہی کامل اتباع اور بروزی اور ظلی مرتبہ ہی تو تھا جس سے بایزید محمد کہلایا اور اس بنا پر ستر مرتبہ کفر کا فتوٰے ان کے خلاف دیا گیا۔ اور انہیں شہر بدر کیا گیا۔

مختصر یہ کہ لوگ ہماری مخالفت کرتے ہیں انہیں اس بات کا علم نہیں اور وہ اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔ کاش وہ ان عالی کیفیات سے واقف ہوتے تو انہیں معلوم ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر اور حقیقت ان لوگوں نے سمجھی ہی نہیں۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی تاثیرات اور ثمرات بھی باقی نہیں ہیں تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ثبوت ہی کیا ہے؟ اور اسلام کی فضیلت ہی کیا؟ اور اس شریعت کے اتباع کی حاجت ہی کیا جبکہ اس کے نتائج و برکات ہم کو مل نہیں سکتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ ایک بیہودہ اور کفریہ خیال ہے۔ اسلام کی اتباع کے ثمرات اب بھی اور ہمیشہ مل سکتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی ذات میں بخل نہیں اور نہ اس کے ہاں کسی بات کی کمی ہے۔

بعض آدمی اپنی بیوقوفی اور رستاکاری سے یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ کیا ہم نے ولی بننا ہے۔ میرے نزدیک ایسے لوگ کفر کے مقام پر ہیں۔ اللہ تعالےٰ تو سب کو ولی کہتا ہے اور سب کو ولی بنانا چاہتا ہے اسی لئے وہ اھدنا الصراط المستقیم کی ہدایت کرتا ہے وہ چاہتا ہے کہ انعمت علیہم گروہ کی مانند ہو جاؤ۔ جو کہتا ہے کہ میں ایسا نہیں ہو سکتا وہ اللہ تعالےٰ پر بخل کی تہمت لگاتا ہے۔ اور اس لئے یہ کلمہ کفر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا مقام تو یہ تھا کہ آپؐ محبوب الٰہی تھے لیکن اللہ تعالےٰ نے دوسرے لوگوں کو بھی اس مقام پر پہنچنے کی راہ بتائی جیسا کہ فرمایا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ یعنی ان کو کہہ دو کہ اگر تم چاہتے ہو کہ محبوب الٰہی بن جاؤ تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالےٰ تم سب کو اپنا محبوب بنا لے گا۔ اب غور کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع محبوب الٰہی بنا دیتی ہے تو پھر اور کیا چاہیئے؟ مگر اصل یہ ہے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالےٰ ہی کو شناخت نہیں کیا۔ ما قدروا اللہ حق قدرہ (مقتبس از تقریر ۲ ستمبر ۱۹۰۵ء منقول از ملفوظات شائع کردہ الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ جلد ہشتم صفحہ ۹۲)

شذرات

—— شاہین ——

نبی یا شیخ؟

جماعت احمدیہ لاہور اور جماعت ربوہ کے درمیان بنیادی طور پر نبوت کا مسئلہ ما بہ النزاع ہے اس سلسلہ میں دو سوال حل طلب ہیں

جماعت ربوہ حضرت کی تحریرات اور ارشادات کے خلاف آپ کو مقام نبوت پر فائز سمجھتی ہے جبکہ جماعت لاہور حسب ارشاد حضرت مسیح موعودؑ یہ کہتی ہے کہ :—

"ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رُو سے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے"

(سراج منیر ص ۳)

ربوہ سے ایک کتابچہ بعنوان "نبوت و خلافت" شائع ہوا ہے اس کا صفحہ ۲۸ ملاحظہ فرمایئے جو مندرجہ ذیل ہے :—

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وفات سے ڈیڑھ ماہ قبل لاہور میں ایک تقریر فرمائی تھی جس میں خلافت کے متعلق ایک واضح ارشاد ہے حضور فرماتے ہیں :—

"صوفیاء نے لکھا ہے کہ جو شخص کسی شیخ یا رسول اور نبی کے بعد خلیفہ ہونے والا ہوتا ہے تو سب سے پہلے خدا کی طرف سے اس کے دل میں حق ڈالا جاتا ہے۔ جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاجاتے ہیں تو دنیا پر ایک زلزلہ آجاتا ہے اور وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے مگر خدا کسی خلیفہ کے ذریعہ اس کو مٹاتا ہے اور پھر گویا اس کا از سرِ نو اس خلیفہ کے ذریعہ اصلاح و استحکام ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں اپنے بعد خلیفہ مقرر نہ کیا اس میں بھی یہی بھید تھا کہ آپ کو خوب علم تھا کہ اللہ تعالےٰ خود ایک خلیفہ مقرر فرمائے گا کیونکہ یہ خدا ہی کا کام ہے۔ پھر فرمایا ایک الہام میں اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام بھی شیخ رکھا ہے اَنْتَ الشَّیْخُ الْمَسِیْحُ الَّذِیْ لَا یُضَاعُ وَقْتُہٗ"

(الحکم ۱۴ اپریل ۱۹۰۵ء)

"اس ارشاد سے بھی واضح ہے کہ حضور کے بعد خلفاء ہوں گے"

(النبوت و خلافت ص ۲۸ مطبوعہ ربوہ)

اُوپر جو عبارت نقل کی گئی ہے اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ الہام میں اللہ **تعالےٰ نے حضور کو شیخ فرمایا ہے نہ کہ نبی۔**

خدا تعالےٰ کے کلام اور الہام کے علی الرغم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مشائخ سے بڑھا کر انبیاء کے زمرہ میں داخل کرنا کس قدر کم فہمی اور کم عقلی ہے۔ وائے افسوس ؎

نورِ دل جاتا رہا اور عقل موٹی ہو گئی
اپنی کجرائی پہ ہر دل کر رہا ہے اعتبار (حضرت مسیح موعودؑ)

رہ گیا حضور کے بعد خلفاء کا ہونا، سو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے بعد انجمن کو خلیفہ یا جانشین مقرر کیا ہے، جیسا کہ الوصیت میں لکھا ہے کہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے، آپ نے اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اور انجمن کو اپنا جانشین ٹھہرایا ہے، پھر دوسرا سلسلۂ خلافت کیوں؟

حضرت مسیح موعودؑ کا کُنبہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :—

"اور ضرور میرا کنبہ بہت جلد **دوسری دفعہ** بگڑنے کی طرف رجوع کرے گا اور **خباثت اور دشمنی** میں ترقی کرے گا پس اس روز امر مقدر خدا تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوگا۔ کوئی شخص اس کے **فیصلہ کو رد نہیں کرسکتا اور اس کی بخشش** کو روک نہیں سکتا اور میں دیکھتا ہوں کہ انہوں نے بُری **عادتوں کی طرف** میلان کر لیا ہے ان کے **دل سخت** ہو گئے ہیں جیسا کہ **جاہلوں** کی عادت ہے اور موت کے وقتوں کو بھلا دیا ہے اور **زیادتی اور تکذیب** کی طرف پھر واپس ہو گئے ہیں پس بہت جلد خدا کا امر ان پر نازل ہوگا جب وہ دیکھے گا کہ انہوں نے اپنے غلو میں زیادتی کرلی ہے اور خدا کسی قوم کو سزا نہیں دیتا جبتک وہ دیکھتا ہے کہ وہ ڈرتے ہیں۔"

(انجام آتھم ص ۲۲۳)

اس مقام پر مندرجہ ذیل امور جو زمانۂ استقبال سے متعلق ہیں عالم الغیب ہستی نے اپنے مامور کو دکھلائے ہیں جو اپنے اندر پیشگوئی کا رنگ رکھتے ہیں۔ واقفِ حال لوگوں کے لئے اس میں زیادتی ایمان کے سامان ہیں :—

(۱) آپ کا خاندان ایک دفعہ پہلے بگڑ گیا تھا پھر اس کی اصلاح خدا کے مامور نے کی، اصلاح ہو جانے کے بعد باردگر پھر بگڑے گا۔

۲۔ آپ کے کنبہ کے افراد پاکیزگی اور طہارت کو چھوڑ کر اور محبت اور دوستی کو ترک کر کے دشمنی اور خباثت کی راہ اختیار کریں گے۔ ان کے دل سخت ہو جائیں گے اور وہ جاہلوں کی عادت اختیار کریں گے۔

۳۔ خدا تعالےٰ کی عنایات اور بخششیں کسی خاندان سے وابستہ نہیں ہوتیں لازال لفضلہٖ کے مطابق کنبہ کے علاوہ دوسرے افراد جو تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر ہوں گے ان پر خاص انعامات الٰہیہ کے نزول کے راستہ میں کوئی روک پیدا نہ کرسکے گا کیونکہ خدا تعالےٰ کا فیصلہ ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ تقویٰ شعار ہی خدا کے ہاں معزز ہے۔

۴۔ آپ کا کنبہ مامور من اللہ کے اصل مقام کو سمجھنے میں غلو سے کام لے گا انہیں مقام مجددیت سے اُٹھا کر نبی بنا دے گا جیسا کہ مسیح اول کے ماننے والوں نے غلو سے کام لے کر انہیں مقام نبوت سے اُٹھا کر خدا کا بیٹا بنا دیا۔ مامور من اللہ کی یہ پیشگوئی جس صراحت کے ساتھ پوری ہوئی ہے وہ قابلِ غور ہے **فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ**۔

چوہدری فضل حق صاحب آزاد کشمیر

مشرقی پاکستان کا تبلیغی دَورہ اور میرے تاثرات

پیغام صلح کے گزشتہ چار پانچ شماروں میں مشرقی پاکستان میں تبلیغی دورہ کے متعلق میرے خطوط چھپتے رہے ہیں۔ مختصراً یہ کہ یہ تبلیغی دورہ مشتمل بر ڈاکٹر اللہ بخش صاحب۔ صاحبزادہ عبدالستار صاحب۔ ڈاکٹر محمد یحییٰ بٹ صاحب و راقم ۲۷ فروری کو شروع ہوا اور ۱۱ مارچ کو ختم ہوا۔ ڈھاکہ میں ایک پریس کانفرنس اور دو جلسے ہوئے جن میں سے ایک اسلامک اکیڈیمی میں ہوا۔ اکیڈیمی کے ناظم ابوالہاشم صاحب سے سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ برہمن بڑیا میں جلسہ ہوا، غیر احمدی مولویوں کے ساتھ مباحثہ ہوا، چاند پور میں جلسہ ہوا۔ اوڈی گرام۔ رنگ پور اور دیناج پور جو شمال کی طرف واقع ہیں جلسے ہوئے۔ چٹا گانگ میں جلسے ہوئے وہاں صرف ڈاکٹر محمد یحییٰ بٹ، مولانا عبدالصمد جمالی جا سکے۔ ماسوا دو ایک کے باقی تمام جلسے کامیاب رہے۔ اس کے علاوہ متعدد اصحاب سے گفتگو ہوئی۔ غیر احمدیوں سے بھی اور ربوی اصحاب سے بھی موافق و مخالف سے بھی۔ اس مقصد کے لئے لوگوں کے گھروں میں بھی گئے۔ دفتروں میں بھی۔ لائبریریوں میں بھی گئے اور بار کونسلوں میں بھی۔ صبح کو سیر کو نکلے ہوں یا ریل کا سفر ہو تبلیغ جاری رہی۔ عام گفتگو سے بھی، اور تقسیم کتب سلسلہ کے ذریعہ بھی، ہر قسم کے لوگوں کو ملے سرکاری ملازم بھی، تاجر بھی، وکیل بھی اور پروفیسر بھی۔ بڑے بڑے انٹلکچول بھی اور عام لوگ بھی۔ غریب بھی اور امیر بھی، ملتے رہے افسوس ہے کہ عید الاضحیٰ قریب ہونے کی وجہ سے مشرقی پاکستان کے کچھ حصوں میں دورہ نہ ہو سکا حالانکہ دعوت نامے موجود تھے۔ راقم تو صرف مبصر تھا۔ باقی احباب نے تقاریر میں ہر جگہ حصہ لیا۔ بعض تقاریر بڑی ہی دلکش تھیں جن کا ذکر میں نے گزشتہ ڈائریوں میں کیا ہے۔ عوام کے نقطۂ نگاہ سے سب سے زیادہ جاذبیت ڈاکٹر محمد یحییٰ بٹ کی تقاریر میں تھی۔ جب ان کا تعارف کرایا جاتا کہ وہ پی۔ ایچ۔ ڈی ہیں اور انگلستان میں تین سال اور برلن میں ۸ سال سے تبلیغ اسلام کر رہے ہیں تو لوگ ہمہ تن گوش ہو جاتے۔ ان کی ہر تقریر نپے تلے الفاظ میں ہوتی۔ میں نے اُن کی درجنوں تقریریں سنی ہیں (پہلے مغربی پاکستان میں بھی ان کے ساتھ دورہ کیا تھا) اور حالانکہ دو ایک تقریروں کے علاوہ باقی کا مضمون قریباً ایک ہوتا تھا مگر کبھی اکتاہٹ نہیں ہوئی ہر دفعہ انداز ادائیگی مختلف ہوتا تھا اور پہلے سے زیادہ دلکش۔

مشرقی پاکستان میں میں نے دیکھا کہ لوگوں کے بڑے [illegible] ہیں۔ کام کرنے والوں کی ضرورت ہے۔ جیسے جو خود نمونہ پیش کر سکیں اور پُرجوش ہوں۔ جماعت کے جن مبلغین نے ممالک غیر میں کام کیا ہے وہ وہاں

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۳)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۶۸ء

پاکستان میں عیسائیت کا اثر و نفوذ

روزنامہ نوائے وقت نے ۷ اپریل کی اشاعت میں پاکستان میں عیسائیت کے اثر و نفوذ کے متعلق ایک طویل مضمون شائع کیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ:—

"پاکستان میں چرچ کو اپنے تبلیغی مشن میں عظیم ترین کامیابی حاصل ہوئی ہے اور صرف گزشتہ ایک سال میں آٹھ ہزار مسلمانوں کو بپتسمہ دے کر عیسائی بنایا گیا ہے۔"

یہ الفاظ بقول مقالہ نگار کینیڈا کے مسیحی مشنری رسالے "پراسپیکٹر" نے آج سے دس سال پہلے اکتوبر ۱۹۵۷ء کے شمارے میں لکھے تھے، اور بتایا تھا کہ:—

"۱۹۵۱ سے ۱۹۶۱ تک کے دس برسوں میں مردم شماری کے اعداد و شمار کے مطابق مغربی پاکستان میں عیسائی آبادی میں ۳۵ فی صدی اضافہ ہوا ہے جب کہ اسی مدت میں مسلمان آبادی میں ۲۷ فیصد اضافہ ہوا ہے۔ مسلمانوں کے مقابلے میں عیسائیوں کی آبادی میں آٹھ فیصد اضافہ دونوں قوموں کی شرح پیدائش کے فرق کی بناء پر نہیں ہوا بلکہ یہ اضافہ مسلمانوں کو عیسائی بنا کر کیا گیا ہے۔ ان مسلمانوں کے علاوہ جو باقاعدہ عیسائیت کے پھندے میں گرفتار ہو کر عیسائی کہلانے لگے —— ایسے نام نہاد اور نیم عیسائی مسلمانوں کی تعداد لاکھوں تک جا پہنچتی ہے جو عیسائی مشنریوں کے تعلیمی اور دوسرے خیراتی اداروں سے متاثر ہو کر دولتِ ایمان سے محروم ہو چکے ہیں۔ اسلام کے نقطۂ نظر سے وہ چلتی پھرتی لاشیں ہیں جن میں روح نہیں ہے۔ اس حقیقت کو اسلامی دنیا میں سب سے بڑے عیسائی مشنری تعلیمی ادارے، بیروت یونیورسٹی کے وائس چانسلر نے یوں بیان کیا ہے کہ:—

"کیا ہوا اگر مسلمانوں کی بڑی تعداد عیسائیت کے حلقے میں داخل نہیں ہو رہی ایسے مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جو ہمارے اداروں میں تعلیم پا کر اسلامی جذبے اور عقیدت سے محروم ہو چکے ہیں۔"

عیسائیت کے اس اثر و نفوذ کی وجوہات بتاتے ہوئے مقالہ نگار نے لکھا ہے:—

"مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے مسیحی مشن کا پہلا اور کامیاب حربہ مالی امداد ہے۔ معاشی طور پر پست حال پاکستانی گرانی اور بے کاری سے اکثر پریشان رہتے ہیں اور مسیحی مشن ان لوگوں کی امداد کی مختلف صورتیں نکالتے ہیں (۱) سادہ لوح اور اسلامی تعلیم سے بے بہرہ عوام کو خشک دودھ، گھی کے ڈبوں اور پرانے گرم کپڑوں کا لالچ دے کر عیسائیت کے قریب لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ گرجوں اور دوسرے اداروں میں اتوار، کرسمس کے دنوں میں اور دوسرے مناسب موقعوں پر چیزیں تقسیم کی جاتی ہیں اور اس طرح مسلمانوں کو لالچ دے کر ان سے قریبی رابطہ قائم کر لیا جاتا ہے۔ (۲) بیکار افراد سے ملازمتوں کے وعدے کئے جاتے ہیں کئی سرکاری افسر چونکہ مشنری تعلیمی اداروں کے پڑھے ہوئے .... ہوتے ہیں اور فادر کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ اور اس کا اثر و رسوخ عموماً کامیاب ہو جاتا ہے (۳) جو لوگ عیسائی ہو جاتے ہیں انہیں پانچ روپے فی بچہ کے حساب سے وظیفہ ملتا ہے۔ عیسائی بچوں کو مفت کتابیں۔ فیسوں کی عام معافی اور ہر بچے کو پندرہ روپے ماہوار سکول میں اور پچیس روپے ماہوار کالج میں وظیفہ ملتا ہے۔ نوجوانوں کو اعلیٰ تعلیم کے لئے بیرونی ممالک میں اپنے خرچ پر بھیجنے کی پیشکش کی جاتی ہے۔ (۴) لوگوں کی بے کاری سے فائدہ اٹھا کر مسیحی مشن یہاں تک بھی کرتے ہیں کہ جو مسلمان نوجوان مڈل یا میٹرک کر کے بیکار رہتے ہیں انہیں مسیحی سالویشن ٹریننگ کالج میں داخلہ کی پیشکش کی جاتی ہے۔ اور جو داخل ہو جاتے ہیں انہیں تعلیم کے دوران معقول وظیفہ ملتا ہے۔ عیسائیت کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے اور عیسائی نہ ہوتے ہوئے بھی وہ عیسائیت کے مبلغ بن جاتے ہیں۔ اگر وہ تبلیغ کے لئے تیار ہو جائیں تو پھر انہیں معقول تنخواہ بھی دی جاتی ہے —— (۵) عیسائی مشنریوں کی طرف سے مالی امداد کرسچین ریلیف کمیٹیوں کی معرفت بھی دی جاتی ہے اور مختلف مواقع پر یہ کمیٹیاں سرگرم عمل رہتی ہیں۔ مصائب، اور وباؤں کے ایام میں جب یہ کمیٹیاں کام کرتی ہیں تو حکومت کے کارندے بھی ان کے ممنون ہو جاتے ہیں۔ کسی باغیرت پاکستانی مسلمان کو امریکہ کے مشہور مسیحی رسالے "مسلم ورلڈ" ۱۹۵۰ء میں شائع ہونے والے ان الفاظ کو ہرگز نہیں بھولنا چاہیئے:—

"[illegible] مغربی پاکستان کے لئے کرسچین ریلیف کمیٹی قائم ہو چکی ہے۔ حکومت پاکستان نے "امداد کی مہم" کے دوران "چرچ ورلڈ سروس" کا برابر ہاتھ بٹا رہی ہے۔ ہمارے نمائندے پاکستان سے برابر اطلاعات بھیجتے رہتے ہیں کہ سرکاری حکام کی طرف سے انہیں دل کھول کر تعاون اور سہولتیں حاصل ہو رہی ہیں۔"

اس کے علاوہ مسیحی مشنری ادارے، مسیحی ہسپتال، مسیحی سکول اور کالج جو کچھ کام کر رہے ہیں اس پر بھی اس مقالہ میں تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مسیحی مشن بڑی بھاری تعداد میں تبلیغی لٹریچر شائع کرتے رہتے اور مفت لوگوں تک پہنچاتے ہیں، اخبارات میں اشتہار دے کر تحصیل علم کے لئے مفت کتابت کی دعوت دی جاتی ہے اور مشنری عورتیں گھروں میں جا جا کر مسیحیت کا پیغام پہنچاتی ہیں، اور ان سب سرگرمیوں اور جدوجہد کا یہ نتیجہ ہے کہ صرف ایک سال میں آٹھ ہزار پاکستانی مسلمان عیسائی ہو چکے ہیں۔

یہ حالات و واقعات ہر درد دل رکھنے والے مخلص مسلمان کے لئے سوہانِ روح کا موجب اور مسلمان تبلیغی اداروں کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں، جہاں تک پست حال لوگوں کی معاشی امداد کا تعلق ہے اگرچہ اس کو مسیحی معتقدات کی معقولیت یا برتری پر محمول نہیں کیا جا سکتا، تاہم ایسے لوگوں کا ارتداد بھی ایک بہت بڑا الم ناک حادثہ ہے جس پر غور کرنا اور لوگوں کی معاشی بدحالی کو دور کر کے انہیں مسیحی امداد سے مستغنی کرنا اسلامی تبلیغی اداروں کا سب سے بڑا فرض ہے۔ اس سلسلہ میں اگر ملک کے متمول طبقہ کی امداد سے کوئی مشترکہ فنڈ قائم کیا جا سکے تو بہت بہتر ہو گا، لیکن ان کے علاوہ ایک طبقہ وہ بھی ہے جن کے دل و دماغ مسیحی تعلیمی اداروں میں حصول تعلیم کے ساتھ ساتھ مسیحی تاثرات سے بھی متاثر ہو چکے ہیں، اور وہ طبقہ بھی ہے جو مغربی تہذیب میں پرورش پانے اور اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے عیسائی مشنریوں کے زیر اثر آ چکا ہے الا ما شاء اللہ، اور جیسا کہ نوائے وقت کے مقالہ نگار نے لکھا ہے ان میں کئی سرکاری افسر بھی شامل ہیں۔

ان حالات میں سب سے پہلی بات جس کی طرف اسلامی تبلیغی اداروں کو توجہ کرنی چاہیئے وہ متذکرہ دونوں طبقات کی اصلاح کا کام ہے، ضرورت ہے کہ کثرت سے ایسا لٹریچر لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچایا جائے جس میں مسیحی معتقدات کی غیر معقولیت اور خامیاں بیان کرتے ہوئے اسلامی معتقدات و تعلیمات پر بھرپور روشنی ڈالی جائے، اور واضح اور بیّن دلائل کے ساتھ تعلیمات اسلامی کی برتری ثابت کی جائے۔

اس سلسلہ میں ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس وقت جماعت احمدیہ ہی ایک ایسی تبلیغی جماعت ہے جو اسلام کی معقولیت اور خوبیوں اور مسیحی تعلیمات کی غیر معقولیت کو نہایت پختہ دلائل سے ثابت کر سکتی ہے، اس جماعت اور اس کے امام نے عیسائیت کی تردید میں جو لٹریچر شائع کیا ہے عیسائی پادریوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہونے کی وجہ سے انہیں احمدیوں کے مقابلہ سے گریز کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے یہ سرکلر جاری کر رکھا ہے کہ کسی احمدی کے ساتھ کوئی مسیحی مناد بات نہ کرے۔

اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ مسلمانوں پر عیسائیوں کی یہ حجت ہے اور وہ علی العموم اس بات کو

(باقی بر [illegible] کالم [illegible])

صدقۂ جاریہ

ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ صاحب سیالکوٹی کی عطا کردہ رقم سے ۲ دو فلیٹوں کی تعمیر شروع کر دی گئی ہے۔ ان فلیٹوں کا کرایہ چار سو روپے ہو گا جو صدقہ جاریہ کے طور پر اشاعتِ اسلام کے لئے صرف ہوتا رہے گا۔ جو شخص اپنی والدہ مرحومہ یا والد مرحوم کے لئے **ایصال ثواب** چاہیں وہ فلیٹ تعمیر کرنے کے لئے رقم ارسال کریں۔ ایک فلیٹ پر بارہ ہزار روپے صرف ہوں گے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے استفسار کیا کہ آیا میری وفات یافتہ والدہ کو میری خیرات کا ثواب پہنچے گا تو حضور نے فرمایا پہنچے گا۔

صدر الدین ۔ ۱۳ اپریل ۶۸ء

اخبار و افکار

مسیح موعودؑ کا اصل منصب مجددیت ہے

معاصر "الفرقان" ربوہ بابت مارچ ۱۹۶۶ء نے "غیر مبائعین کے موقف میں خوشگوار تبدیلی" کے عنوان سے "پیغام صلح" سے مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کے ایک مضمون کا اقتباس نقل کیا ہے، جس میں انہوں نے کسی دوست کے اس سوال پر کہ اب نیا مجدد آنے والا ہے، مرزا غلام احمد کی مجددیت کی تبلیغ کی اب کیا ضرورت ہے، یہ جواب دیا تھا کہ:—

"مرزا غلام احمد صرف مجدد ہی نہیں کہ صدی ختم ہوتے ہی ان کے کاروبار کی صف لپیٹ دی جائے بلکہ مرزا غلام احمد امام مہدی بھی ہیں اور مسیح موعود بھی ہیں، آپ کے ان دونوں منصبوں کا دائرہ قیامت تک پھیلا ہوا ہے، ہم نے مرزا غلام احمد کا ساتھ قیامت تک دینا ہے اور ان کے لئے کام کرنا ہے"

(پیغام صلح، ۲ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۱)

مرزا صاحب کے اس بیان کی تائید کرتے ہوئے معاصر الفرقان رقمطراز ہے:—

"یہ جواب تو درست ہے مگر سوال تو یہ ہے کہ آیا امیر غیر مبائعین جناب مولوی صدرالدین صاحب بھی اس کی تصدیق کریں گے؟ اگر ایسا ہو جائے تو ہمیں غیر مبائع دوستوں کے موقف میں اس خوشگوار تبدیلی سے بہت مسرت ہوگی۔"

ہمیں حیرت ہے کہ معاصر "الفرقان" نے کس بناء پر اس کو "خوشگوار تبدیلی" قرار دیا ہے؟ کب حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے حضرت امام الزمان کو مسیح موعودؑ اور مہدی معہود تسلیم کرنے سے انکار کیا؟ اور کس وقت انہوں نے یہ اعلان کیا کہ صدی کے ختم ہوتے ہی حضرت مرزا صاحب کے کاروبار کی صف لپیٹ دی جائے گی؟ حضرت مرزا صاحب کا کاروبار کیا ہے؟ کیا وہ مسلمانوں کی اصلاح اور تربیت اور تبلیغ اسلام کے علاوہ کچھ اور ہے؟ کیا ان کی مجددیت اور مسیحیت ان چیزوں کے علاوہ کسی اور کاروبار کی متقاضی ہے؟ اگر نہیں تو حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے اس کے قیامت تک جاری رہنے سے کب انکار کیا کہ اب اس معروضہ موقف میں "خوشگوار تبدیلی" کی توقع کی جا رہی ہے۔

حضرت مولانا صدرالدین صاحب اور تمام جماعت احمدیہ کا موقف تو ابتدا ہی سے وہی ہے جس کا ذکر مرزا مظفر بیگ صاحب نے کیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا اصل منصب مجددیت ہی ہے، مسیح اور مہدی القابی نام ہیں جو ان کے کام کی نوعیت کے لحاظ سے انہیں دیئے گئے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود نے خود لکھا ہے:—

"یاد رکھنا چاہیئے کہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ کے دعویٰ سے کچھ بڑا نہیں ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جس کو یہ مرتبہ حاصل ہو کہ وہ خدا تعالیٰ کا ہم کلام ہو اس کا نام منجانب اللہ خواہ مثیل مسیح ہو اور خواہ مثیل موسیٰ ہو یہ تمام نام اس کے حق میں جائز ہیں۔ مثیل ہونے میں کوئی اصلی فضیلت نہیں اصلی فضیلت اور حقیقی فضیلت ملہم من اللہ اور کلیم اللہ ہونے میں ہے پھر جس شخص کو مکالمہ الٰہیہ کی فضیلت حاصل ہو گئی اور کسی خدمت دین کے لئے مامور من اللہ ہو گیا تو اللہ جلشانہ وقت کے مناسب حال اس کا کوئی نام رکھ سکتا ہے یہ نام رکھنا تو کوئی بڑی بات نہیں"

(آئینہ کمالات اسلام ص ۳۴۰)

حضرت مسیح موعودؑ کے اس ارشاد کی روشنی میں ہم ربوائی دوستوں سے یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ انہوں نے حضرت امام الزمان کو مسیح کا خطاب ملنے کی وجہ سے مجددیت کے منصب سے اٹھا کر نبوت کے منصب پر بٹھانے کا جو موقف اختیار کیا ہے وہ بالکل صحیح نہیں، ان کا اصل منصب مجددیت ہی ہے اور جیسا کہ "الفرقان" نے مرزا مظفر بیگ صاحب کی تائید کرتے ہوئے ان کے منصب مجددیت کو تسلیم کیا ہے اگر تمام ربوائی حضرات اور ان کے خلیفہ صاحب بھی اس کی تصدیق کرتے ہوئے یہ اعلان کر دیں کہ حضرت مسیح موعودؑ مجدد تھے نہ کہ نبی تو ان کی اس خوشگوار تبدیلی سے بہت مسرت ہوگی۔

آئندہ مجدد

اسی ضمن میں حضرت مسیح موعودؑ کا حسب ذیل ارشاد بھی "الفرقان" کی توجہ کے قابل ہے:—

"ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا آپ کے بعد بھی مجدد آئے گا؟ اس پر فرمایا:—

"اس میں کیا حرج ہے کہ میرے بعد کوئی مجدد آ جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت ختم ہو چکی تھی اس لئے مسیح علیہ السلام پر آپ کے خلفاء کا سلسلہ ختم ہو گیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ قیامت تک ہے اس لئے اس میں قیامت تک ہی مجددین آتے رہیں گے اگر قیامت نے فنا کرنے سے چھوڑا تو کچھ نہیں کہ کوئی اور بھی آ جائے گا ہم ہرگز اس سے انکار نہیں کرتے کہ صالح اور ابرار لوگ آتے رہیں گے اور پھر یک دفعہ قیامت آ جائے گی"

اب فرمایئے نیا مجدد آ جانے پر "الفرقان" اور ربوائی حضرات کا موقف کیا ہوگا۔

ڈچ گیانا کے حاجی صاحبان کی واپسی

گذشتہ اشاعت میں یہ اطلاع دی جا چکی ہے کہ ڈچ گیانا (جنوبی امریکہ) سے دو مرد اور چار خواتین مکہ معظمہ کا حج کرنے کے بعد مرکز احمدیت کی زیارت اور احباب جماعت سے ملاقات کے لئے دور دراز کا سفر طے کر کے آئے، ان حاجی صاحبان کا اتنی دور سے چل کر آنا حضرت مسیح موعودؑ کے اس الہام کی صداقت کا نشان ہے جس میں آپ کو اطلاع دی گئی کہ یاتون من کل فج عمیق دور دور سے لوگ چل کر تیرے پاس آئیں گے، یہ اس وقت کا الہام ہے جب قادیان سے باہر بہت کم لوگ آپ کو جانتے تھے، آج دنیا کے کناروں سے لوگ چل کر آتے ہیں، اس الہام کی صداقت کئی مرتبہ دیکھی گئی، حضرت مسیح موعود کی زندگی میں بھی اور آپ کے بعد بھی آج تک ہم دیکھ رہے ہیں، بہرحال مذکورہ بالا حاجی صاحبان آٹھ دن یہاں رہ کر ۱۱ اپریل کو واپس تشریف لے گئے۔ جناب گن علی صاحب ۱۰-۱۱ کی درمیانی شب کو بوقت دو بجے ہوائی جہاز بمعہ اہلیہ صاحبہ کراچی تشریف لے گئے اور محترم عبدالرحیم جگو صاحب اور ان کی اہلیہ صاحبہ اور باقی دو خواتین اڑھائی بجے کی ٹرین سے کراچی روانہ ہوئے۔ وہاں سے سب صاحبان بمبئی کے رستہ وطن تشریف لے جائیں گے، دوران قیام احمدیہ بلڈنگس میں، دو دن کے لئے راولپنڈی بھی تشریف لے گئے جہاں جماعت نے ان کی خوب آؤ بھگت کی اور واپسی پر ٹرین میں جگو صاحب نے ایک معزز غیر از جماعت کو حضرت امیر ایدہ اللہ کی کتاب "قرآن کریم کی بیان کردہ سائنس" اور کچھ لٹریچر دیا اور سلسلہ عالیہ کی باتیں کیں جن سے وہ صاحب اس قدر متاثر ہوئے کہ لاہور پہنچ کر دوسرے دن حضرت امیر ایدہ اللہ کی ملاقات کے لئے تشریف لائے، اور حضرت ممدوح کی گفتگو کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کو تسلیم کر لیا اور انجمن کو چندہ بھی دینے کا وعدہ کیا۔ اور اسی دن شام کو دونوں حاجی صاحبان کو چائے پر مدعو کیا، اللہ تعالیٰ انہیں استقامت بخشے اور خدمت دین کی توفیق مرحمت فرمائے۔

حاجی صاحبان کی مشایعت کے لئے جماعت کے کئی اصحاب سٹیشن پر موجود تھے۔ جنہوں نے ان سب کے گلے میں پھولوں [illegible]

بقیہ مقالہ از صفحہ ۳

پیش کر کے مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے اعتقاد کے مطابق مسیح علیہ السلام دو ہزار سال سے بجسدہ العنصری آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں جہاں نہ انہیں وہاں کھانے پینے کی حاجت ہے اور نہ کوئی اور جسمانی عوارض لاحق ہیں۔ اس دو ہزار سال کے عرصہ میں ان کے جسم پر کوئی تغیر بھی وارد نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ وہ خالق طیور اور محی الموتیٰ بھی ہیں اور وہ آخری زمانہ میں مسلمانوں کی اصلاح کے لئے دوبارہ نازل ہوں گے گویا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ معاذ اللہ ایسی ناقص ہے کہ ان کی امت کا کوئی فرد مسلمانوں کی اصلاح نہیں کر سکتا اور عیسائیت کا خدا جو ہمارے نزدیک بنی اسرائیل کا نبی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گدی پر آ بیٹھے گا۔

مسلمانوں کے انہی معتقدات کو عیسائی ان کے سامنے پیش کر کے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ ان صفات کا رکھنے والا خدا یا خدا کا بیٹا نہیں تو اور کیا ہے؟ تمہارا رسول تو چودہ سو سال ہوئے وفات پا کر زیر زمین دفن ہو گیا اور مسیح دو ہزار سال سے زندہ آسمان پر بیٹھا ہے اور وہی تمہاری اصلاح کے لئے آئے گا، پس اس زندہ خدائی صفات رکھنے والے کو ماننا چاہیئے یا نعوذ باللہ مردہ کو؟ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں، بڑے بڑے علماء اس کے جواب سے قاصر ہیں اور ان میں سے کئی ایک اسی وجہ سے عیسائیت کی آغوش میں چلے گئے اور اب بھی عیسائیوں کی اسی حجت بازی کی وجہ سے مسلمان مرتد ہو رہے ہیں۔ اس کا ایک ہی علاج ہے کہ مسیح علیہ السلام کو وفات یافتہ تسلیم کیا جائے اور یہ حقیقت ہے کہ وہ دو ہزار سال ہوئے اس دنیا میں وفات پا کر کشمیر کی وادی میں دفن ہو چکے ہیں، حضرت مرزا صاحب نے اس امر واقعہ کو قرآن کریم، انجیل اور مستند تاریخی شواہد سے ثابت کر دیا، جس کی وجہ سے عیسائی جماعت احمدیہ کے مقابل آنے سے ڈرتے ہیں۔ اور جیسا کہ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ہے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہی میں عیسائیت کی موت ہے۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس بارہ میں حضرت مرزا صاحب کی مخالفت کر کے اسلام کو وہ نقصان پہنچایا ہے جس کی انتہا نہیں اس کا یہ نتیجہ ہے کہ ہزارہا مسلمان مرتد ہوتے چلے جا رہے ہیں، اگر آج مسلمان اس اعتقاد کو اپنا لیں، تو عیسائیت کا کوئی وار کارگر نہیں ہو سکتا۔ سوائے ان پست حال لوگوں کے جو معاشی امداد حاصل کرنے کی غرض سے اس مذہب کو قبول کرنے کے لئے مجبور ہیں، ان میں سے بھی اکثریت ان پڑھ بے چاروں کی ہے جو مسلمانوں کے نام رکھتے ہوئے عیسائیت کی گود میں چلے گئے۔ ضرورت ہے کہ تبلیغی ادارے ایسے لوگوں کے لئے مشترکہ سرمائے سے ایسا منصوبہ تیار کریں کہ انہیں اسلام کو چھوڑنے کی ضرورت پیش نہ آئے، اس کے علاوہ جماعت احمدیہ کا پیدا کردہ لٹریچر پڑھے لکھے لوگوں میں کثرت ۱۲

۱۲ سے پھیلانا چاہیئے تاکہ وہ اسلامی تعلیمات کی معقولیت کو سمجھ کر مسیحی حجت بازیوں کے اثرات سے محفوظ رہ سکیں یہی ایک علاج ہے جو موجودہ فتنہ کے سدباب کا موجب ہو سکتا ہے اور اسی کی طرف جماعت احمدیہ کے ہر فرد کی خصوصی توجہ درکار ہے۔

کمزور اور طاقتور کے مقابلہ میں

قدرتِ الٰہی کا مشاہدہ

میدانِ جنگ میں باریک ترین تقوےٰ کی تعلیم

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۶۸ء۔ فرمودہ حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ۔ بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

واعلموا انما غنمتم من شیءٍ فان للّٰہ خمسہٗ و
للرسول ولذی القربیٰ والیتٰمی والمسٰکین و
ابن السبیل ـــــ انہ علیم بذات الصدور
(الانفال: ۴۱-۴۳)

قرآن میں اللہ تعالےٰ کے کمالات و احسانات کا ذکر

قرآن کریم کے ہر صفحہ پر خدا تعالےٰ کی ذات و صفات کا ذکر ہے۔ اس کی قدرت کاملہ اس کے علم محیط اور اس کے کمالات و احسانات کا ذکر ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبلت القلوب الی من احسن علیھا یعنی خدا تعالےٰ نے انسان کو ایسی فطرت عطا کر رکھی ہے کہ احسان کے سامنے جھکتی ہے۔ اس انسانی فطرت کو ملحوظ رکھتے ہوئے خدا تعالےٰ نے اپنے کمالات و احسانات کا ذکر بار بار فرمایا ہے۔ بجائے اس کے کہ خدا تعالےٰ ہمیں حکم دیتا کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو۔ اور یہ یہ کرتے چلے جاؤ۔ اس نے اپنے کمالات و احسانات کا ہر صفحہ پر ذکر کیا ہے اور انسان کی طبیعت کے اندر کشش رکھ دی ہے کہ وہ احسانات کے آگے جھکے۔ علاوہ ازیں قرآن کریم میں نہایت مشکل واقعات کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے کمزوروں کی حمایت
بنی اسرائیل کا بچاؤ اور فرعون کی غرقابی

واقعات کا اثر طبیعتوں پر ایسا نقش ہو جاتا ہے کہ وہ مٹنے میں نہیں آتا۔ مثلاً فرعون کے ظلم سے جب اللہ تعالےٰ نے ایک قوم کو تخلصی دینے کے لئے حکم دیا کہ اس ملک سے ہجرت کر جاؤ۔ وہ راتوں رات وہاں سے چل پڑے اور صبح ہوتے ہوتے یہ مظلوم قوم دریائے نیل تک پہنچ گئی۔ فرعون کو خبر ہوئی تو وہ آگ بگولا ہو گیا اور غیظ و غضب سے بھر گیا۔ اس نے کہا کہ وہ بچ کر کیسے جا سکتے ہیں۔ کمزوروں پر طاقتور کا غصّہ بہت جلد بھڑکتا ہے۔ کشمیر میں وہاں کے راجہ ہری سنگھ اور اس کی رانی نے کمزور اور نہتے کشمیری مسلمانوں پر گولی چلائی یہ دکھلانے کے لئے کہ ہم طاقت والے ہیں ایسے لوگ کمزوروں پر غیر معمولی طور پر غیظ و غضب کا جوش ٹھنڈا کرتے ہیں۔ چنانچہ فرعون نے کہا کہ یہ لوگ جانے نہ پائیں اور وہ اپنے لشکر کے ساتھ بڑے طمطراق سے تعاقب کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ ہوا میں نیزے لہرا رہے ہیں۔ تلواروں اور تیروں کی چمک دمک سے دل دہل رہے ہیں گھوڑوں کی ٹاپوں سے گرد و غبار اٹھ رہا ہے گویا کہ ایک بادل ہے جس میں بجلیاں کوند رہی ہیں۔ اور یہ کمزور انسان اس لشکرِ جرار کو آتا ہوا دیکھتے ہیں ان کی جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ وہ سہم کر رہ جاتے ہیں۔ ایک طرف پانی کی روک ہے اور دوسری طرف لشکرِ جرار ہے۔ وہ بول اٹھے یا موسٰے انا لمدرکون۔ ہم مارے گئے اس حالت مایوسی میں خدا تعالےٰ نے اس کمزور قوم کو دریا کے پار کر دیا اور فرعون اور اس کے لشکر کو دریا کے اندر غرق کر دیا۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا فلما ادرکہ الموت جب وہ مرنے لگا تو پکار اٹھا امنت برب موسٰے وھارون۔ میں ہارون اور موسٰے کے رب پر ایمان لاتا ہوں کتنا بڑا معجزہ ہے۔ کمزور قوم کی کس طرح اللہ تعالےٰ نے مدد کی ہم اس وقت دیکھ سکتے [illegible] آنکھوں کے سامنے غرق ہو رہا ہے۔

لارڈ کچنر کی اسلام دشمنی اور غرقابی

میں نے ایک واقعہ پہلے بھی ایک دو دفعہ دوہرایا ہے۔ کیا کروں ایسے موقعہ پر دوہرانا پڑتا ہے۔ لارڈ کچنر نے سوڈانی مہدی کی ہڈیاں نکال کر دریائے نیل میں بہا دیں۔ اس کو اسلام سے بہت بڑی دشمنی تھی۔ میں پہلی جنگ عظیم کے دوران انگلستان میں تھا۔ میں نے اس فرعون لارڈ کچنر کو اپنی آنکھوں سے غرق ہوتے دیکھا۔ یہ پہلی جنگ عظیم کا زمانہ تھا۔ وہ روسیوں کی مدد کے لئے جنگی جہاز پر سوار ہو کر شمال کی طرف سے جا رہا تھا۔ کیونکہ سیدھے رستہ کو جرمنوں نے روک رکھا تھا٭ وہ سمندر میں غرق ہو گیا۔ اس وقت میں خوشی سے پھولا نہ سمایا اور اس فرعون کی غرقابی سے خوش ہو کر ووکنگ مسجد کے اوپر جھنڈا لہرا دیا اور خوشی کی کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ایک فرعون کو غرق ہوتے دیکھا ہے۔ کسی نے مجھے ڈرایا کہ جھنڈا نہ لہراؤ گولی کا شکار ہو جاؤ گے۔ میں نے کہا کہ گولی کا شکار ہوں یا نہ ہوں میں اس کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہم نے آج ایک فرعون کو غرق ہوتے دیکھا ہے۔

٭ جس طرف سے اس کا جہاز جا رہا تھا، وہاں بھی جرمنوں کی تباہ کن آبدوزوں نے اس کو نہ چھوڑا اور اس کا جہاز تباہ کر دیا

اس قسم کے واقعات بھی قرآن کریم بیان کرتا ہے۔ جو دلوں سے محو نہیں ہو سکتے۔ یہ اس لئے کہ مسلمانوں کو خدا تعالےٰ کی طاقت کا یقین ہو جائے۔

جنگِ بدر و احزاب میں مسلمانوں کی نصرت

ان آیات میں بھی اسی قسم کے ایک واقعہ کا ذکر ہے۔ بدر کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے اس کمزور ترین قوم کی جو ۳۱۳ افراد پر مشتمل تھی، معجزانہ طور پر مدد کی اور ایک ہزار کے مقابلہ میں ۳۱۳ کو کامیاب کیا۔ بارش اس وقت نازل ہوئی تو مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ خدا ہمارے ساتھ ہے بارش کی وجہ سے ان کے پاؤں مضبوط ہو گئے زمین سخت ہو گئی پھر جنگِ احزاب میں آندھی کے ذریعہ سے مسلمانوں کو نصرت ملی۔

کثرت کے گھمنڈ کی سزا

لیکن حنین کی جنگ میں مسلمانوں کا لشکر بارہ ہزار آدمیوں پر مشتمل ہونے کے باوجود ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ جس پر خدا تعالےٰ نے فرمایا:۔ اعجبتکم کثرتکم۔ تمہاری تعداد زیادہ تھی۔ تمہیں یقین تھا کہ تمہارا مقابلہ کوئی نہیں کر [illegible] تیرہ تھے۔ اور تمہارے مقابلہ میں دشمن کی تعداد ایک ہزار کی تھی۔ تم نے ستر آدمی مارے اور ستر کو قید کیا۔ اور بہت سا مال بھی تمہارے ہاتھ آیا سن لو یہ جو مال تمہارے ہاتھ آیا ہے۔ اس کی تقسیم یوں ہو گی فان للّٰہ خمسہٗ وللرسول اس کا پانچواں حصہ شاہی خزانہ میں چلا جائے گا۔ یہ خدا اور رسول کا مال ہے اور اس کی تقسیم خدا اور رسول کے احکام و ارشاد کے مطابق ہو گی۔ جہاد کے لئے تیاریاں اس کے ذریعہ کرنی ہوں گی۔ محمد رسول اللہ کے خاندان کا خرچ بھی وہاں سے ادا ہو گا۔

شاہی خزانہ میں غرباء کا حصّہ

اور پھر شاہی خزانہ میں جس شخص نے غرباء کا حصّہ رکھا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور آپ دنیا کی تاریخ میں پہلے انسان ہیں جنہوں نے غرباء کی امداد شاہی خزانہ سے کی چنانچہ فرمایا ایک سو میں سے بیس حصّہ اللہ اور رسول کے لئے ہے جو مجاہدین میں تقسیم ہوں گے۔ یہ خدا تعالےٰ کا حکم ہے۔ اب اس سے زیادہ حضور نبی کریم صلعم نہ کچھ لے سکتے اور نہ کچھ دے سکتے ہیں۔

رسول اللہ صلعم اور خلفاء راشدین نے بیت المال میں سے مقررہ حصّہ سے زیادہ نہ لیا

حضور صلعم نے فرمایا انا اول المسلمین میں اللہ تعالےٰ کی اطاعت میں سب سے اوّل ہوں ان کے لئے تعیین ہو گئی کہ اس سے زیادہ نہیں لے سکتے۔ یہ نہیں کہ رسول جتنا چاہے لے لے یا دے دے۔ نہ حضور صلعم نے جتنا چاہا لیا اور نہ دیا اور نہ خلفاء راشدین رضہ نے اپنی من مانی کی۔ اور جتنا چاہا خرچ کر دیا۔ خلفاء راشدین رضہ نے اطاعت قرآن و رسول میں کمال کر کے دکھلایا۔

حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ منبر پر چڑھ کر کہا کہ مجھے شہد کی ضرورت ہے، اگر قوم کی اجازت ہو تو بیت المال سے کچھ شہد لے کر استعمال کر لوں ان لوگوں نے نمونہ قائم کیا ہے کہ قوم کا مال خلیفہ

استعمال نہیں کرسکتا۔ وہ اپنی ذات کے لئے اپنے آرام کے لئے اپنی عیش و عشرت کے لئے، اپنی سواریوں اور زمین و مکانات کے لئے قوم کا مال استعمال نہیں کرسکتا۔

قدرت الٰہی ایمان اور مشاہدہ سے نظر آگئی۔

فرمایا ان کنتم آمنتم باللہ وما انزلنا علیٰ عبدنا۔ تمہارا ایمان ہے اور تمہارا مشاہدہ بھی ہے۔ مشاہدہ سے ایمان مضبوط ہوتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو احکام اترتے ہیں، اور جو اللہ نے وعدے کئے تھے ان کو پورا ہوتا دیکھ لیا ہے یوم الفرقان۔ فرقان کے روز۔ جب حق باطل کے درمیان فرق پیدا کر دیا گیا۔ تم تین سو تیرہ تھے اور دشمن ایک ہزار تھے۔ یوم التقی الجمعان اس دن دو لشکروں کی مڈھ بھیڑ ہوئی۔ ان میں سے ایک مومنین کا لشکر ہے اور دوسرا کفار کا لشکر ہے جو ایمانداروں کو تباہ کرنے کے لئے مکہ سے چل کر آیا ہے۔ فرمایا تمہارا ایمان اور تمہارا مشاہدہ تمہیں یقین دلاتا ہے کہ واللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر۔ خدا بڑی قدرتوں کا مالک ہے اور اس کی قدرت کو تم آنکھوں سے دیکھ چکے ہو۔

ابوسفیان کا قافلہ اور ابوجہل کا مسلمانوں پر حملہ اور ناکامی

اذ انتم بالعدوۃ الدنیا تم مدینہ کے قریب تھے وھم بالعدوۃ القصویٰ اور دشمن پرلی طرف سے بڑھ کر آیا ہے۔ والرکب اسفل منکم۔ اور قافلہ تم سے نچلے رستہ سے بچ کر نکل گیا۔ ابوسفیان اس قافلہ کا سالار تھا۔ وہ شام سے آرہا تھا۔ وہاں سے بہت بڑا مال لایا تھا۔ اس کو اندیشہ تھا کہ مسلمان قافلہ کو لوٹنے کے لئے نہ آجائیں۔ اس پر ابوجہل نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر دہائی دی النجاء النجاء لوگو! دوڑو۔ دوڑو۔ بچاؤ۔ بچاؤ۔ اگر آج مسلمانوں نے ہمارے قافلے کو لوٹ لیا تو تم پھر کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔ اس دہائی پر لشکر تیار ہوگیا۔ لوگوں نے سواریاں لے لیں، تلواریں اٹھائیں سامان جنگ لے لیا۔ اور مکہ سے چل کر مدینہ کے قریب پہنچ گئے لیکن قافلہ جو ابوسفیان کی سرکردگی میں شام کی طرف سے بہت بڑی مقدار میں مال لا رہا تھا۔ دوسرا راستہ اختیار کرکے مکہ کا رخ کر لیا تھا۔ ابوسفیان نے لشکر کو پیغام بھیجا کہ لڑنے کی ضرورت نہیں۔ ارجعوا واپس جلد آؤ ہم محفوظ ہیں۔ ابوجہل نے کہا کہ واللہ لا نرجع حتی ننحر الجزور ونشرب الخمور وتعزف علینا القینات اللہ کی قسم ہم واپس نہیں جائیں گے مسلمانوں سے لڑیں گے۔ ان کو مار بھگائیں گے پھر اونٹ ذبح کرکے کباب کھائیں گے۔ شراب پئیں گے ناچنے والی عورتیں گانے بجائیں گی۔ اور عرب کے لوگ دیکھ لیں گے کہ ہمارا حملہ کیسا رہا۔ عرب میں ہماری شہرت ہوجائے گی اور سارا عرب ہم سے ڈرتا رہے گا۔ خدا کی شان کہ شراب کے پیالوں کی بجائے انہوں نے موت کے پیالے پیئے، عورتوں کے ناچ رنگ کے بجائے ان کے گھروں میں عورتوں نے نوحہ گری کی۔

اسلامی فوج کی کمزور حالت اور نبی کریم صلعم کی دانشمندی۔

یہ خدا کی شان ہے مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے ہیں۔ فوج بھی تربیت یافتہ نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف نماز روزہ سکھانے کے لئے نہیں آئے۔ مشکلات میں ان کا دماغ خوب کام کرتا ہے۔ ان کے پاس سواریاں نہیں۔ فوج نہیں۔ خزانہ نہیں تلواریں اور نیزے نہیں۔ ایسی حالت میں محمد رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مسلمان اپنی اپنی سواری۔ اپنی اپنی تلوار اور نیزے اور اپنا اپنا زادِ راہ لے کر نکلیں۔

بارگاہ الٰہی میں نوحہ گری

ایسی حالت میں آپ ایک چھپر کے نیچے بارگاہ الٰہی میں اپنی بے بسی اور مجبوری اور کمزوری کا اظہار کر رہے ہیں، دہائی دے رہے ہیں۔ زار و قطار رو رہے ہیں کہ اے مولا! ھٰذہ قریش اقبلت علیک بخیلائہا وفخرھا یہ لوگ اس شان و تمکنت کے ساتھ ہم پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ تیرے دین کو جس کو یہ جھوٹا سمجھتے ہیں، اس کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔ اے خدا اگر تو نے اس چھوٹی سی جماعت کو ہلاک کر دیا تو زمین میں تیری عبادت کرنے والا اور توحید کا پیغام پہنچانے والا کوئی نہ رہے گا۔ آپ روتے روتے بے حال ہوگئے۔ آپ کے کندھے سے چادر گر گئی۔ حضرت ابوبکر رض یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے چادر آپ کے کندھے پر ڈالی اور عرض کی یا رسول اللہ! آپ کا رونا اللہ تعالیٰ تک پہنچ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی فریاد کو سن لیا

مسلمانوں کی فتح اور کفار کی ہزیمت

حضرت اٹھے اور بلند آواز سے یہ آیت پڑھی سیھزم الجمع ویولون الدبر۔ دشمن کو شکست ہوگی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

ادھر تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رونا ہے اور ادھر ابوجہل کی ڈینگیں ہیں۔ فرمایا ولٰکن لیقضی اللہ امرا کان مفعولا خدا تعالیٰ جس بات کو کرنا چاہتا ہے وہ کرکے دکھا دیتا ہے لیھلک من ھلک عن بینۃ۔ جو قوم تباہ ہوئی اس کے ایک حصہ کو یقین ہوگیا کہ خدا تعالیٰ کی قدرت برحق ہے اسلام برحق ہے وہ مرتے ہیں تو ان پر حجت قائم ہوگئی و یحییٰ من حی عن بینۃ۔ اور مسلمانوں کو بھی یہ مشاہدہ ہوگیا کہ خدا تعالیٰ ہے اور وہ حضرت محمد رسول اللہ اور مسلمانوں کے ساتھ ہے ان کی مدد کرتا ہے وان اللہ سمیع علیم خدا دشمن کی ڈینگوں کو بھی سنتا ہے اور حضور نبی کریم اور آپ کی قوم کی کمزوری کو بھی جانتا ہے کبھی انسان کمزوری کی وجہ سے سوچتا ہے کہ بھاگ جانا اچھا ہے ہوسکتا تھا کہ مسلمان بھی ایسا کرتے لیکن خدا تعالیٰ نے آڑے وقت میں ان کو روشن فتح عطا کی۔

حکمت الٰہی نے کشف میں دشمن کی قلت دکھائی

اذ یریکھم اللہ فی منامک قلیلا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلعم کو آپ کی اور مسلمان قوم کی تسلی کے لئے ایک کشف دکھایا جس میں دشمن گھٹ کر آپ کو تھوڑا دکھائی دیا۔ اس کے معنی یہ تھے۔ کہ اگرچہ تعداد دشمن کی زیادہ ہے لیکن وہ فی الحقیقت کمزور ہیں اس لئے تھوڑے ہیں ولو اراکھم کثیرا لفشلتم اگر کشف کے اندر دشمنوں کی تعداد زیادہ دکھلا دی جاتی۔ تو تم ڈر کر پھسل جاتے ولتنازعتم فی الامر۔ تم میں تنازعہ پیدا ہوجاتا۔ ولٰکن اللہ سلّم۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو پھسلنے سے اور اختلاف کرنے سے بچا لیا۔ انہ علیم بذات الصدور۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ دلوں میں کبھی کبھی کمزوریاں پیدا ہوجاتی ہیں لیکن خدا تعالیٰ نے تمہارے دلوں کو ثبات و قرار عطا کیا۔

میدان جنگ میں تقوےٰ کی تعلیم غنیمت کی چھوٹی سی چھوٹی چیز بیت المال میں۔

غور کیجئے حضرت نبی کریم صلعم نے جہاں مال غنیمت کی تقسیم اللہ کے حکم کے مطابق کی وہاں جنگ کے میدان میں بھی تقوےٰ سکھایا حنین کی جنگ میں چالیس ہزار بھیڑ بکری۔ چوبیس ہزار اونٹ اور چار ہزار سکے چاندی ہاتھ آئے تھے حضور نے مجاہدین کو مخاطب کرکے فرمایا۔ کہ کوئی شخص یہاں سے کچھ نہ اٹھائے۔ کسی نے سوئی کا دھاگہ اور عقال (اونٹ کا گھٹنا باندھنے کی رسی) بھی اٹھا لی ہو تو وہ بھی رکھ دے۔ اللہ اکبر! میدان جنگ میں تقوےٰ کی یہ تلقین! اس کی نظیر نہیں ملتی۔

ایک بڑا آدمی سعد بن ابی وقاص تھے۔ ان کا بھائی عمیر احد کی لڑائی میں شہید ہوگیا تھا۔ سعد نے انتقام لینے کی غرض سے قاتل سعد بن عاص کو قتل کر دیا اور اس کی تلوار اٹھا لی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یہ تلوار مجھے دے دی جائے تاکہ میرے پاس اس واقعہ کی نشانی رہے۔ حضور نے فرمایا کہ میرے اختیار میں نہیں ہے کہ غنیمت کے مال کو از خود تقسیم کردوں یہ ہے ہمارا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم۔ جس نے امانت و دیانت کی مثال قائم کر دی۔ جب تقسیم غنیمت کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا تو آپ خود سعد بن ابی وقاص کے پاس پہنچے اور تلوار ان کے حوالہ کی۔ وہ حیران ہوا کہ حضور خود چل کر میرے پاس آئے ہیں۔ ان واقعات سے ظاہر ہے کہ میدان جنگ کیا تھا یہ روحانیات کا کالج تھا۔ جہاں سے اخلاقیات، دینیات، اور امانت و دیانت کی تعلیم دی جا رہی ہے۔

قیمتی سبق

ان آیات میں ہمارے لئے کتنے قیمتی سبق ہیں۔ خدا تعالیٰ ہماری قوم کو قرآنی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور باریک سے باریک رنگ میں تقوےٰ اور دیانت کے راستوں پر چلنے کی توفیق دے۔ نافرمانیاں اور غداریاں قومی نقصان کا موجب بنتی ہیں۔ ان سے بچنا چاہیئے۔

کرنل بشیر حسین کی صحت کے لئے دعا

ہمارے کرنل بشیر حسین شاہ صاحب بیمار ہیں وہ بڑے قیمتی آدمی اور قابل قدر آدمی ہیں۔ ان کے والد صاحب بھی بڑے قیمتی اور قابل قدر شخصیت کے مالک تھے کرنل صاحب بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے درد دل سے دعا کریں۔

(دعا کی گئی)

آفتاب الدین احمد
ہومیوپیتھک دار الشفاء
کے لئے آپ کے عطیات
اور تعاون کا شکریہ
اعزازی مہتمم دار الشفاء

غلام نبی مُسلم

معاشی مساوات نہیں معاشی انصاف

کچھ عرصہ سے ملک کے بعض عناصر معاشی مساوات کے نعرے اسلام سے ملا کر کسی ایسے نظام معیشت کے نفاذ پر زور دے رہے ہیں جس میں ضروریات زندگی پر حکومت کا اختیار ہو، اور حکومت تمام وسائل معیشت پر تصرف حاصل کر کے لوگوں کی ضروریات زندگی مساویانہ پوری کرے، بالفاظ دیگر معاشی آمریت قائم ہو جائے۔ ایسے اصحاب کی نظر میں اشتراکیت (سوشلزم) اور اسلام میں اس قدر فرق ہے کہ اسلام اشتراکیت کی معاشی مساوات کے علاوہ خدا رسالت اور قیامت پر ایمان کا بھی داعی ہے۔ ایسا نظام اسلام کے جدید مفسرین کی نظر میں اسلامی سوشلزم سے عبارت ہے۔

اس اسلامی سوشلزم کے حامیوں میں اعلیٰ سرکاری عہدہ دار بھی ہیں اور سیاسی رہنما بھی۔ چنانچہ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ محکمۂ اوقاف کی طرف سے "اسلام میں زمینداری نظام نہیں ہے" کے عنوان سے ایک مقالہ بعض اخبارات میں شائع کروایا گیا تھا جو قرآن و سنت اور اسوۂ صحابہ کے خلاف تھا۔ اس مقالہ کی بنیاد پر نوائے وقت ۲۵ مارچ میں خواجہ محمد رفیق کا مضمون بعنوان "اسلامی سوشلزم وقت کا تقاضا" شائع ہوا جس میں مذکورہ مقالہ کے مبہم ماخذوں اور حوالوں کو بلا تحقیق مستند مان کر یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ اسلام کی رو سے زمینداری ناجائز ہے دولت کی مساوی تقسیم ہونی چاہیئے، اسلام اور اشتراکیت کا نظام معاش ہم آہنگ ہے دولت کے وسائل پر حکومت کا تصرف ہونا چاہیئے وغیرہم۔

یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں کہ ملک کے موجودہ معاشی نظام کی خرابیوں کی آڑ میں اسلامی سوشلزم کے نام پر ان اشتراکی نظریات معاش کو رائج یا مسلط کرنے پر زور دیا جا رہا ہے جو اشتراکی ممالک میں بری طرح ناکام ہو چکے ہیں جنہیں وہاں ذاتی ملکیت کے سانچے میں از سر نو ڈھالا جا رہا ہے، اور جس کی قرآن و سنت میں گنجائش نہیں جہاں تک پاکستان کے موجودہ معاشی ڈھانچے کا تعلق ہے اس کی خرابیوں سے کیسے اختلاف ہو سکتا ہے لیکن یہ نظام غیر اسلامی ہے اس میں اشتراکیت اور سرمایہ داری ہر دو کی قباحتیں موجود ہیں یہ نظام تو بے لگام ہوتی انفرادیت اور بے جا اجارہ داریوں اور اشتراکی اداروں کا ایک منعکس مرقع ہے اور اس کی جگہ اسلامی نظام کی ترویج ہی خرابیوں کا علاج ہے لیکن اس خرابی کی آڑ میں اشتراکی نظام کے لئے راہ ہموار کرنا ایسا ہی ہے جیسے پاکستان کو اسلام کے نام پر حاصل کرنے کے بعد وہ عناصر ابھر آئے جو اتحاد پارٹی کے اجراء اور پاکستان کے مخالف تھے۔ اسلام کا معاشی نظام اپنے مقاصد اور طریق کار کے پیش نظر سرمایہ داری اور سوشلزم ہر دو کا حریف اور جداگانہ حیثیت کا حامل ہے سرمایہ دارانہ نظام میں ہر فرد کو آزادی حاصل ہوتی ہے کہ وہ ہر طریق سے زیادہ سے زیادہ دولت کمائے اور اجتماعی مفاد کو نظر انداز کر کے جس طرح چاہے اسے صرف کرے اس میں دولت سمٹ سمٹا کر ایک محدود گروہ کے قبضہ میں چلی جاتی ہے ملک کی تمام قوتیں ان کے اشاروں پر رقص کرتی ہیں۔ عوام کی غالب اکثریت ان کے رحم و کرم پر ہوتی ہے اور اکثریت کی جان، مال اور آبرو ان کی ہوس رانیوں کا شکار بن جاتی ہے۔ اس کے برعکس اشتراکیت انسان کی شرافت، دیانت اور ذہنی صلاحیتوں کی منکر اور اس سے مایوس ہے۔ اس نظام میں زندگی کے تمام وسائل پر ایک گروہ یا پارٹی کا اقتدار ہوتا ہے۔ یہ نظام کسی مخالف نظام، پارٹی کا متحمل نہیں ہو سکتا اس نظام میں انسان سے زیادہ سے زیادہ کام لیا جاتا ہے اس نظام میں فرد نہ تو مالک محنت کش کی طرح زندگی کو بہتر بنانے کے جذبے سے اپنی فنی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں سے پورا کام لیتا ہے اور نہ ہی اس کی محنت کا اسے مساوی معاوضہ ملتا ہے اور اسے صرف وہ ضروریات بہم پہنچائی جاتی ہیں جن کی تعیین حکومت کرتی ہے اپنی ضروریات یا پسندیدہ کام کی تعیین کا حق کسی فرد کو نہیں ہوتا۔ حکومت حسب ضرورت ہر شخص کو کسی کام پر لگاتی ہے اس طرح انسان کی حیثیت ایک بردہ غلام یا حیوان کی سی ہو جاتی ہے یہ صورت حالات اس وقت اور بھی ظالمانہ ہو جاتی ہے جبکہ معاشرے کی اساس دہریت اور لادینیت پر ہو اور انسان کے سامنے اعلٰے اخلاق اور روحانی مقاصد کی تکمیل نہ ہو۔ لیکن اسلام ان خرابیوں سے مبرّا ہے اس میں انسان کے سامنے ضروریات زندگی کی تکمیل مقصد حیات نہیں بلکہ یہ حیات کی بقا کا ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ادیان مذاہب اور ان کے حقیقی امام انبیاء کی زندگیاں دنیاوی آسائشوں کی موجودگی سے متاثر نہ ہوئیں۔ اور انہیں جن باتوں نے روحانی بلندی اور سکون بخشا وہ مادی اسباب نہ تھے اور اس کے برعکس تاریخ عالم شاہد ہے کہ قوموں کو مفلسی اور وسائل کی کمی کے زمانے میں تو زوال نہ آیا۔ بلکہ یہی زمانہ ان کے عروج کا پیش خیمہ بنتا رہا، زوال ہمیشہ اس وقت آیا جبکہ مال و دولت کی بہتات ہوتی تھی۔ اور اس فراوانی کی وجہ سے وہ تمام اخلاقی قیود اور روحانی اقدار سے آزاد ہو جاتی تھیں ؎

سبب کچھ اور ہے تو جس کو خود سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں
جہاں میں میرا اگر جوہر آشکار ہوا
قلندری سے ہوا ہے سکندری سے نہیں

تاہم عام انسان کا معاملہ قدرے مختلف ہے پھر زندگی کی بقاء اور ترقی کے لئے لابدی ہے کہ انسان کی حاجات پوری ہوں اور حکومت کا فرض ہے کہ وہ بنیادی ضرورتوں مثلاً مکان، خوراک، لباس، تعلیم اور علاج اور آسودگی کی سہولتیں مہیا کرے تاکہ انسان اپنی فطری استعداد کی کما حقہٗ نشوونما کر سکے اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے مواقع حاصل کر سکے۔

• معاشی مساوات

ان دنوں معاشی مساوات کو اسلام کی طرف منسوب کر کے اشتراکی نظام کو رائج کرنے پر زور دیا جا رہا ہے اور اس بات کی تلقین کی جا رہی ہے کہ وسائل حیات عوام سے چھین کر برسر اقتدار گروہ کے قبضے میں دے دیئے جائیں، لیکن یہ نہیں بتایا جاتا کہ وہ فرشتے...... ضروریات سے بے نیاز لوگ ...... کہاں سے اتریں گے جو برسر اقتدار آنے کے بعد جھونپڑیوں میں رہائش اختیار کر لیں گے۔ عوام کے ساتھ فاقہ کریں گے آسائشوں سے کنارہ کش ہو جائیں گے۔ اور اسی قدر وسائل حیات سے استفادہ کریں گے جو معاشرے کے پست ترین رکن کو حاصل ہوں گے۔

اسلام میں معاشی مساوات کا کہیں ذکر نہیں قرآن کی تعلیمات اس سے بیگانہ ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ملت اسلامیہ میں معاشی مساوات کا وجود تھا اور نہ ہی آپ نے اسے قائم کرنے کی کوشش کی صحابہ کرام اور بعد کے آنے والے اکابر قوم اس مساوات سے ناآشنا تھے۔ معاشی مساوات ایک غیر فطری اور ناممکن العمل تصوّر ہے۔ اور نہ ہی انسانی بقاء اور روحانی ترقی کے لئے اس کا وجود ضروری ہے۔ کیا اشتراکی ملکوں میں اس نام کی کوئی شئے ہے؟ کیا وہاں صدر، وزرائے حکومت، عمال سلطنت، فوجی افسروں، فیکٹریوں کے ناظموں، پرنسپلوں، پروفیسروں اور عام مزدوروں، اہل فن خانساموں اور چوکیداروں کو یکساں تنخواہ ملتی ہے، سب کو یکساں مکان میسر ہیں سب کے پاس یکساں ذرائع آمد و رفت ہیں۔ سب کو نگرانی حفاظت اور کام کے یکساں مواقع نصیب ہیں۔ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو پھر معاشی مساوات کی رٹ کیا معنے رکھتی ہے۔ اسلام معاشی مساوات کا نہیں، معاشی انصاف، اور حریت فکر و عمل کا داعی اور حامی ہے۔ اسلام انسان کو ظلم سے بچاتا ہے۔ اپنے دائرے میں مساوی آزادی نظر و عمل کا ضامن ہے، ہر انسان کو موقع دیتا ہے کہ وہ اپنے رجحانات عقیدے اور سوجھ بوجھ کے مطابق زندگی بسر کر سکے

. . . .

اسلام کی رو سے زندگی کی غرض، وسیع حدود کے اندر رہ کر رضائے الٰہی کا حصول ہے، مادی اشیاء کا [illegible] و ارتقاء بھی اس مقصد کے [illegible]۔ ایک ایسے سیاسی اخلاقی اور معاشی نظام کا نوید ہے جو انسان کی جسمانی، ذہنی اور روحانی نشوونما میں معاون ہو اس نظام کا بنیادی نقطہ دنیا میں عدل و انصاف کی ترویج اور امن کا قیام ہے انبیاء بھی کتاب اور میزان لے کر آئے تاکہ وہ انسانی معاشرے کو انصاف پر قائم کریں اسلامی انصاف کی حدود کے اندر ہر انسان آزاد ہے کہ وہ اپنی ضروریات متعین کرے، ان کے حصول کیلئے ہاتھ پاؤں مارے، ضمیر کی آواز کے مطابق رضائے الٰہی کے حصول میں کوشاں رہے اور برادران نوع انسان کو لوٹنے کی بجائے ان کی خدمت کو نجات اُخروی کا وسیلہ بنائے لیکن اسلام دولت کے فوائد و مضرات سے آگاہ ہے وہ دولت کے حصول اور صرف پر پابندیاں عائد کرتا ہے اور اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ کسی خاص طبقے میں نہ گھومتی رہے جہاں وہ دولت کو فضل الٰہی قرار دیتا ہے اور نہیں چاہتا کہ یہ احمقوں اور نا اہلوں کے ہاتھوں میں چلی جائے تاکہ اس سے استحکام و قیام جماعت کا کام لیا جائے۔ وہاں وہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ انسان دولت کو جمع کر رکھے یا وسائل معاش کو اس غرض سے روک رکھے کہ مصنوعی گرانی پیدا کر کے نوع انسان کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالے اور ان کی پریشانیوں میں اضافہ کر کے دولت اکٹھی کرے، اب ذرا ان وسائل معاش کو نگاہ میں رکھئے جنہیں اسلام نے ممنوع ٹھہرایا ہے اور یہ وسائل ایسے ہیں جو انصاف کے تقاضوں کو کچلتے ہیں یا انسانوں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھانے سے تعلق رکھتے ہیں یا انسانی دولت میں اضافہ کئے بغیر دولت کمانے سے متعلق ہیں یا انسانی مجد و شرف کے منافی ہیں۔ چنانچہ اسلام نے رشوت ستانی، غصب مال، خیانت، چوری، ناپ تول میں کمی، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی، منشیات فروشی، جوئے، عصمت فروشی، سٹہ وغیرہ سے منع کیا ہے۔ روپیہ کمانے کے یہ ذرائع ظلم، بے انصافی انسان دشمنی اور رذالت پر مبنی ہیں اور جو معاشرہ ان وسائل کے چکر میں پھنس جاتا ہے وہ ناہمواریوں اور جور و ستم کا شکار ہو کر زوال پذیر ہو جاتا ہے اور خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بن جاتا ہے ان ذرائع کی بندش سے مجلسی زندگی ناکارہ اور انسان دشمن عناصر سے پاک ہو جاتی ہے، اور لوگ تخلیقی وسائل اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

معاملات کے سلسلے میں اکتناز (زر اندوزی) احتکار (ذخیرہ اندوزی) اور ربوٰ (ہر گونہ سود) کی ممانعت پر بہت بہت زور دیا گیا ہے یہ ہر سہ وسائل لوٹ کھسوٹ انسان دشمنی اور ظلم پر مبنی ہیں اور سرمایہ داری نظام کے سنگہائے بنیاد ہیں جن کو اسلام نے توڑا ہے اکتناز اور دولت کمانے میں بہت فرق ہے اسلام دولت کے حصول پر پابندی نہیں لگاتا بشرطیکہ اس میں انسانی خون کی آمیزش نہ ہو تاہم وہ اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ انسان دولت جمع کر کے رکھ چھوڑے اور اسے کام میں نہ لائے کیونکہ اکتناز سے ملک کی معاشی حالت برباد ہو جاتی ہے لیکن جو لوگ دولت کاروبار میں لگاتے ہیں ان کی دولت کاروبار میں گھومتی ہے اور تخلیقات کا موجب بن کر آسانیاں پیدا کرتی ہے۔ اسلام کو دولت کی حالت گردش سے سروکار ہے کون کرتا ہے اور کتنی کرتا ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اسی طرح جو شخص مال کو اس غرض

سے دکھ پہنچتا ہے کہ گراں ہونے پر فروخت کروں گا۔ وہ اسلام کا دشمن ہے وہ احتکار اور اکتناز ہر دو کا مرتکب ہوتا ہے اور ظلم پر ظلم کرتا ہے اور اس طرح ایسی بدرسم ڈالتا ہے جس پر وسیع اور دیرپا مکمل تباہی لاتا ہے سود خوری سے تخلیقی عمل ختم ہو جاتا ہے انسان کی مجبوری سے ناجائز انتفاع کیا جاتا ہے احساس مروت کچلا جاتا ہے دولت سمٹنے لگتی ہے یہ امور اسلام کی روح کے خلاف ہیں اور انہیں کچل کر اسلام نے سرمایہ دارانہ ذہنیت کو کچلا ہے۔

البتہ اسلام انسان کو اپنی صلاحیتوں سے استفادہ کر کے تخلیقی جدوجہد سے نہیں روکتا کیونکہ انسان جسمانی محنت اور ذہنی کاوش سے کام لے کر وسائل معاش میں جس قدر اضافہ کرے گا معاشرے کے لئے اسی قدر مفید ہوگا لیکن اسلام رقابت کے ان اسباب کا بھی خاتمہ کرتا ہے۔ جو سرمایہ دارانہ نظام کی خودغرضی، بے راہ روی، استیصال، ظلم و تشدد اور ناجائز انتفاع کے محرک ہیں مادہ پرست سرمایہ دار چونکہ اخلاقی قیود سے آزاد ہوتا ہے اس لئے وہ حیات مستعار کو ہی سب کچھ سمجھ کر محلات کی تعمیر، سامان عیش کی فراہمی اظہار غرور و تمکنت، عیاشی اور لہو و لعب کی خاطر دولت صرف کرتا ہے اس طرح دولت اینٹوں پتھروں میں ڈھل جاتی ہے یا ہم جنسوں کی تذلیل کا موجب بنتی ہے جس سے انسانوں کے دلوں میں نفرت اور انتقام کی آگ بھڑکتی ہے طبقاتی کشمکش جنم لیتی ہے اس کے انسداد کے لئے اسلام اور محض اسلام نے جہاں تکبر، خودستائی، نمائش اور مردم آزاری کو اخلاق رذیلہ میں شمار کیا ہے وہاں بدکاری، قماری، شراب نوشی، اسراف، تبذیر، لہو و لعب، رقص و سرود، زر و جواہرات، اور سونے چاندی کے ظروف کے استعمال سے روک دیا ہے البتہ اسلام نے خوش پوشی، خوش خوری، نفاست پسندی اور پرسکون اور صحت مند ماحول کی بہم رسانی پر قدغن نہیں لگائی اور ظاہر ہے کہ انسان کھانے پینے وغیرہ پر کس قدر اسراف کر لے گا اور اسلامی اخلاق کا پابند انسان ان امور میں کہاں تک بہک سکے گا۔ پھر جہاں اسلام نے کسب زر اور اس کے استعمال کی حد بندی کر دی ہے وہاں اس نے دولت کے چند ہاتھوں میں مرکوز ہونے کا بھی انسداد کر دیا ہے۔ چنانچہ ہر سال جمع شدہ پس انداز رقم پر زکوٰۃ عائد کر کے ایک طرف تو دولت کے اکتناز کو کم کیا ہے تو دوسری طرف قوم کے ناداروں، یتیموں، اپاہجوں، مسکینوں، بیواؤں اور محتاجوں کی غربت کو ختم کر کے معاشی تفاوت کو بھی کم کرنے کا قدم اٹھایا ہے۔ زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ خیرات پر زور دیا ہے، چنانچہ فطرانہ، قربانی، نذر، غلاموں کی آزادی کی ترغیب اور انفاق فی سبیل اللہ کے ذریعے دولت کی محبت کو کم کیا ہے اس کے بعد بھی اگر مال بچ جائے تو وصیت کی تاکید کر دی اور انجام کار وراثت کے ذریعے دولت کو ایک کی بجائے زیادہ ہاتھوں میں تقسیم کرنے کا حکم دیا پھر دولت کو سنبھل کر خرچ کرنے اور اپنے خویش و اقرباء کے لئے چھوڑ جانے کا فطری جذبہ بھی ابھارا ہے جس کے ہوتے ہوئے انسان دنیا سے خوش و خرم رخصت ہوتا ہے اور بچوں کو خود غرض معاشرے کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ جاتا۔

اسلام کا معاشی نظام جہاں انسانی جذبات و احساسات کو ملحوظ رکھتا ہے اور جہاں اسے بال بچوں اور اقرباء کی محبت دولت پیدا کرنے، ان پر صرف کرنے اور ان کے لئے خوشی خوشی چھوڑ جانے پر آمادہ کرتی ہے، وہاں اس کے جذبۂ محبت و قربانی کا دائرہ تمام بنی نوع انسان تک وسیع ہو جاتا ہے اور اسے باہمی ہمدردی، ایثار، قربانی اور انسان دوستی کے ارفع و اعلیٰ جذبات پیدا کر کے کمال تک پہنچانے کا موقع میسر آجاتا ہے۔ ان جذبات کی آبیاری اشتراکی نظام میں کہاں ممکن ہے وہاں تو راہبوں اور سادھوؤں کی طرح استعداد کار کو کچل دیا جاتا ہے، یا وہ خود بخود مواقع کی عدم موجودگی کی وجہ سے بن کھلے غنچوں کی طرح مرجھا جاتے ہیں۔ وہاں ہر شخص عملاً حکمرانوں کے رحم و کرم پر ہوتا ہے اسے کمانے اور بچانے کی اجازت نہیں وہ تو خود ہمدردی کا محتاج ہوتا ہے سرمایہ دارانہ نظام میں گو سرمایہ دار دولت خرچ کرنے کے لئے آزاد ہوتا ہے لیکن اس کے فلسفۂ حیات میں کمانا ہوتا ہے دوسروں پر خرچ کرنا نہیں ایثار کی بجائے استیصال کی روح اس کے رگ و ریشے میں متحرک ہوتی ہے اور اگر وہ نام و نمود کی خاطر یا دباؤ کے زیر اثر کچھ خرچ کرنے پر آمادہ ہوتا بھی ہے تو اس کی ہوس پرستی اسے کسی نہ کسی طرح اس سے زیادہ رقم واپس لینے پر ابھارتی ہے۔

اسلام کا مقصد، طریق کار اور فطری اسلوب سوشلزم اور سرمایہ داری سے قطعاً جداگانہ ہے اور جو لوگ اسلامی سوشلزم کے نام پر اسلام اور سوشلزم کو ایک بتاتے ہیں۔ وہ خود فریبی کا شکار ہیں اور اگر اسلام کے طریق کار اور مقصد کو نظرانداز کر کے اشتراکیت کو اسلام کہہ دیا جائے تو ایسا نظام اسلامی نظام نہیں ہوگا اسلامی نظام تو وہی ہے جو اسلامی طرز عمل اور تعلیمات پر مبنی ہو کیونکہ سوشلزم سرمایہ داری کی طرح حریت فکر کو چھین لیتا ہے جب کہ اسلامی معاشرے میں فرد کو مرکزی مقام حاصل ہے، حریت ضمیر اس کا فطری حق ہے اسلامی معاشی انصاف کے ساتھ ساتھ ہر شخص کی جان، مال اور آبرو کی حفاظت کا ذمہ لیتا ہے۔ لوٹ، کھسوٹ کے چشمے بند کرتا ہے۔ باہمی روابط اور اعلیٰ اخلاق کی نشوونما کے مواقع مہیا کرتا ہے۔ بال بچوں، والدین، اعزہ و اقرباء، دوست و احباب کی فطری محبت کے شجر طیبہ کی آبیاری کی آزادی دیتا ہے اور طبقاتی کشمکش کو ختم کر کے مواخات، مساوات، بے نفسی کے ستونوں پر زندگی کو استوار کرتا ہے۔

یہ اعجاز ہے ایک صحرا نشیں کا
بشیری ہے آئینہ دار نذیری ٭

عبدالکریم صاحب سیکرٹری نشر و اشاعت جماعت احمدیہ بھدرواہ

جماعت اسلامی بھدرواہ کے جلسہ سالانہ میں
ایک نظم کے ذریعہ جماعت احمدیہ کی دل آزاری

چند دن ہوئے جماعت اسلامی بھدرواہ (مقبوضہ کشمیر) کے زیر اہتمام اس جماعت کا صوبائی سالانہ جلسہ بھدرواہ میں منعقد ہوا۔ جلسہ نہایت پرامن طریق سے جاری تھا کہ ایک شخص عبدالرحمن دیوانہ نے ایک ناپاک نظم کے ذریعہ ہمارے محبوب امام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں گستاخی اور توہین کا ارتکاب کر کے ہر احمدی کے مذہبی احساسات کو مجروح کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اس سلسلہ میں اسی وقت ہماری جماعت کی ایک ہنگامی میٹنگ ہوئی اور ایک قرارداد کے ذریعہ سے مذکورہ شاعر کی بدکلامی کی اطلاع مقامی افسران ضلع اور ریاست کے علاوہ حکمرانہائے کشمیر و بھارت کو پہنچائی گئی اس ستم ظریفی کے ساتھ جبکہ ہمارے چند نوجوان آفیسران پولیس سرکاری کی طرف احتجاجی مراسلہ جات پہنچا رہے تھے تو دیوانہ مذکور اور اس کے کچھ ہمنواؤں نے ہمارے ان نوجوانوں پر بیچ بازار کے حملہ کر دیا اس جگہ پر پولیس اور فرض شناس آفیسر پولیس کے علاوہ بعض شریف الطبع لوگوں نے ان نوجوانوں کو حملہ آوروں کی دستبرد سے بچا لیا۔ الحمد للہ

دیوانہ مذکور اور اس کے حامیوں کی اس بربریت اور ظلم کے خلاف اکثر شرفاء، مذہبی لیڈروں، پولیس افسروں اور حکام مقامی نے مذمت کی اور ہر ممکن طور ہماری جماعت کو بچایا۔

اس کے ساتھ ہی دیوانہ مذکور نے اپنے آپ کو قانون کی گرفت سے بچانے کی خاطر ہمارے تین افراد ماسٹر عبدالکریم۔ چوہدری عبداللطیف۔ چوہدری محمد ابراہیم کے خلاف سازش قتل کا مقدمہ اور ہمارے متذکرہ بالا نوجوانوں کے خلاف فرضی قسم کا بہتان یہ باندھا کہ یہ جوان ایک سازش کے تحت دیوانہ مذکور کو قتل کرنے گئے وغیرہ اور یہ مقدمہ بڑی آن بان و مکروہ ارادوں کے ساتھ پیش کیا۔ خدا کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ یہاں کے بیدار مغز اور معاملہ فہم، حق پرست حکام اور پولیس نے مقدمہ رد کر دیا۔ اس طرح ہماری نالش اور عائد کردہ جرم توہین بدستور قائم ہے۔ اس قسم کی سہ روزہ کشمکش اور معاندین کے ظلم و ستم کا مقابلہ ہم لوگوں نے بڑے تحمل اور صبر کے ساتھ کیا۔ خدا تعالیٰ نے ہماری تضرعات کو ضرور سنا، مخالفت ناکام اور ارادوں میں تبدیل ہو گئی بلکہ اسے اب اپنے کو بچانے کی فکر دامنگیر ہے۔ بہرکیف کچھ صلح کل آفیسران سرکاری، شرفائے بھدرواہ نے جن میں ہمارے اہل ہنود بھائی بھی شامل تھے باہم سمجھوتہ اور درگذر کرنے کی خواہش کی۔ ان شریف اور بہی خواہان ملک کی خواہش پر ہم مقامی طور پر اپنے مقدمہ سے دستبردار ہونے پر مجبور ہو گئے۔ فریق ثانی بے حد مغموم و پریشان تھا۔ اس کا ہر حملہ بیکار۔ ہر فریب ناکام ہو کر اس کی پردہ دری کا موجب بن چکا تھا چنانچہ آفیسران سرکاری و شرفائے مقامی کے کہنے پر اور بالخصوص لا تثریب علیکم الیوم سنت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام کہ

اے میرے پیارو صبر کی عادت کرو
وہ اگر پھیلائیں بدبو تم بنو مشک تتار
گالیاں سن کر دعا دو۔ پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

ہماری ساری جماعت کے علاوہ قادیانی جماعت کے دوستوں نے بھی اعلیٰ درجہ کے نظم و ضبط کا ثبوت دیا ہے اور ہر مخالف و موافق انگشت بدنداں ہو کر رہ گیا۔ ہر مخالف اور موافق پر یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ جماعت کو سنت رسول اکرم کا پورا احترام ہی نہیں بلکہ یہ ان خصائل کی حامل بھی ہے۔ الحمد للہ۔

اس جگہ یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ جماعت اسلامی کے امیر جموں و کشمیر (جناب سعداللہ صاحب) مبلغ حکیم غلام نبی صاحب اور دیگر افراد نے اور مقامی اور غیر مقامی اصحاب سب نے دیوانہ مذکور کی اس حرکت نازیبا پر افسوس کا اظہار کیا ہے۔ ہمیں اعتراف ہے کہ جماعت اسلامی کا یہ جلسہ اور علماء کی تقاریر نہایت پرامن نظم و ضبط کے ساتھ ہوئیں۔ مگر افسوس دیوانہ شاعر کی اس نامناسب حرکت نے اس ساری کارگزاری اور اس کے نیک اثر کو زائل کر کے اس بستی میں ایک شدید فتنہ پیدا کر دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

ہم جماعت اسلامی کے اراکین اور مبلغین کے مشکور ہیں کہ انہوں نے صبر و تحمل کی تلقین کے ساتھ ہم سے اظہار ہمدردی بھی کیا ہے۔ جزاہم اللہ

اس سلسلہ میں جن مقامی اور بیرونی ....

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۳)

۞ اسی میں حفاظت ہے انسانیت کی
کہ ہوں ایک جنیدی و اردشیری

کچھ حضرت مولانا احمد علی صاحب اور چوہدری سلطان علی صاحب کی یاد میں

صداقت، صاف گوئی، خلوص، ہمت و عزم، محنت و جانفشانی کے پیکر

(از ڈاکٹر اللہ بخش صاحب)

یہ ایک المناک سانحہ ہے کہ صرف دو ہفتہ کے وقفہ سے ہمارے خاندان کی دو ممتاز ہستیاں انتقال کر گئیں۔ ۸ مارچ ۱۹۶۸ء کو جمعۃ المبارک اور حج اکبر کا یوم سعید تھا جب عموی حضرت مولانا احمد علی صاحب کی وفات ہوئی۔ راقم الحروف ابھی مشرقی پاکستان میں ہی تھا واپسی پر ۱۱ مارچ کو یہ دلدوز خبر ملی۔ ابھی یہ صدمہ تازہ ہی تھا کہ ۲۳ مارچ کو چک کسی ملتان سے اطلاع آئی کہ چوہدری سلطان علی صاحب کی بھی وفات ہو گئی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت مولانا احمد علی صاحب حضرت مولانا محمد علی صاحب رح قائد اول جماعت احمدیہ لاہور کے حقیقی اور چھوٹے بھائی تھے اور ابتداء سے ہی حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے بیعت شدہ اور اپنے بڑے بھائی کا پورے اخلاص و عقیدت سے ساتھ دینے والے تھے۔

حضرت اقدسؑ کو فوت ہوئے اب پورے ساٹھ برس ہونے کو آتے ہیں، اس لیے [illegible] میں آپ سے براہ راست بیعت کرنے والے اکثر صحابہ بھی وفات پا چکے ہیں، باقی جو تھوڑے بزرگ رہ گئے ہیں۔ ان میں سے مولانا احمد علی صاحب کا گذر جانا اور بھی کمی کا موجب ہو گیا ہے اور یہ ایسا خلا ہے جس کا پُر کرنا ممکن نہیں۔

مولانا احمد علی صاحب رح کے والد ماجد حافظ فتح دین صاحب سکنہ مرار ریاست کپورتھلہ کے ہاں چھ بیٹے اور ایک لڑکی تولد ہوئی۔ مولانا احمد علی صاحب کی حالیہ وفات سے آپ تمام بھائی بہن عالم جاودانی کو سدھار چکے ہیں۔

ان چھ بھائیوں میں حضرت مولانا محمد علی صاحب رح کے مبارک مقدر میں یہ امر لکھا تھا کہ آپ مسیح موعودؑ کی جماعت کے منصور سپہ سالار ہوں جس کا ذکر بعض احادیث میں بھی آیا ہے کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ قرآن کریم کے جن مطالب و معانی سے دنیا کو آگاہ کرنے کے لئے نازل ہوئے تھے وہ تمام کمال حضرت مولانا محمد علی صاحب رح کے رشحات قلم سے اہل عالم کو نصیب ہوئے۔

"حضرت مولانا احمد علی مرحوم بھی اپنے بڑے بھائی کے نقش قدم پر چلنے والے تھے اگرچہ آپ کا حلقۂ اثر زمیندار طبقہ تھا۔ اس طبقہ میں آپ ایک روشن خیال، اولوالعزم، محنت شاقہ کی صفات کے مالک مشہور تھے اسی لئے ریاست کپورتھلہ کی کونسل کے ہمیشہ اعلیٰ رکن و ممبر رہے۔ حالانکہ آپ نے باقاعدہ تعلیم نہ پائی تھی۔ تاہم بعض ابتدائی احمدیوں کی مانند جملہ مسائل دینیہ پر گہرا عبور اور واقفیت رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ مخالف کو بہ دلائل ساکت کرنے کی قابلیت رکھتے تھے۔

تقسیم ملک کے بعد کالڈہ سے تین میل ادھر "پکا چک" میں آباد ہو گئے۔ بعد میں ایک پیر صاحب کے نام پر اس چک کا نام "حضرت کرمانوالہ" پڑ گیا۔ اس جگہ پر آباد ہونے کے بعد اپنی الاٹ شدہ زمین پر مولانا صاحب نے جب ایک باغ لگانا شروع کیا تو وہاں کے زمینداروں نے اسے ناممکن قرار دیا بلکہ یہاں تک کہا کہ اس بڈھے کے دماغ میں کیا خبط سمایا ہے یہاں باغ کیسے کامیاب ہو سکتا ہے۔ لیکن آپ کی اولوالعزمی ثابت قدمی اور محنت شاقہ سے آج وہاں نہایت عمدہ باغ آموں، مالٹوں وغیرہ کا پھل دے رہا ہے

شرافت، دینداری کے باعث عزت و توقیر

جیسے کہ ذکر ہوا، ایک پیر صاحب "حضرت کرمانوالے" اس چک میں آباد ہو گئے تھے۔ مولانا احمد علی صاحب کے تعلقات ہمسایہ پیر صاحب سے اس قدر عمدہ تھے اور پیر صاحب آپ کی اتنی توقیر کرتے تھے کہ ۱۹۵۳ء میں جب سلسلہ احمدیہ کے برخلاف طوفان مخالفت کھڑا ہوا جس کا شدید ترین زور اوکاڑہ اور مضافات میں تھا تو پیر صاحب نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص مولانا احمد علی کو نقصان پہنچائے گا وہ ہمارا دشمن ہوگا۔ چنانچہ اس اعلان کا نتیجہ یہ نکلا کہ کسی نے مولانا صاحب کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ پیر صاحب کے اس طرح دل سے مولانا صاحب کی عزت و توقیر کرنے کا باعث بجز اس کے اور کوئی بات نہ تھی کہ ان کے نزدیک مولانا صاحب نہایت شریف النفس اور دیندار انسان تھے جن کے مدنظر ہر ایک کی خیر خواہی تھی ورنہ یہ امر ظاہر ہے کہ پیروں کا عام طور پر طریق یہ ہوا کرتا ہے اور ان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ دوسرے لوگ ان کی عزت و توقیر کریں۔

پیر صاحب سے ایک مکان کے معاملہ میں مولانا صاحب کا کچھ تنازع و مقدمہ بھی رہا تھا لیکن باوجود اس کے پیر صاحب ہمیشہ مولانا صاحب کے لئے جب وہ اُن کے پاس جاتے تھے کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور خاص تعظیم و تکریم سے اپنے پاس بٹھلاتے۔

اختلاف عقائد کے باوجود ایک پیر صاحب کا یہ احترام مولانا صاحب کے ذاتی کردار کی وجہ سے ہی تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے انفاس طیبہ کا پیدا کردہ باطنی انقلاب

حضرت اقدسؑ کے انفاس طیبہ نے زندگیوں میں اندرونی تبدیلی کا جو معجزنما اثر پیدا کیا، آپ کی صداقت پر کیا یہی ایک دلیل کافی نہیں؟ جن اصحاب نے حضرت اقدس سے براہ راست تعلق پکڑا ان کی زندگیوں کے دھارے بدل دیئے اور یہ نقوش اس قدر گہرے، پائدار و دائمی ثابت ہوئے کہ حوادث زمانہ بھی ان کو بدل نہ سکے۔ اس بارہ میں دین سے از حد شیفتگی کی ایک نمایاں مثال مولانا صاحب کی زندگی کے واقعہ سے پیش کی جاتی ہے۔

چند برسوں سے آپ نے اپنے خاندان کے بچوں کے لئے دین سے وابستگی پیدا کرنے کی خاطر ایک تحریک جاری کر رکھی تھی اپنے پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں کی ایک دینی مجلس قائم کی تھی جس میں مختلف اسلامی موضوعات پر بچے انعامی تقریریں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب مولانا صاحب کسی وجہ سے شامل نہ ہو سکے تو راقم الحروف کو ایسی ایک مجلس میں شرکت اور تقسیم انعامات کا موقعہ ملا۔ اس مرتبہ موضوع بحث "سیرت نبوی" تھا۔ اور مجلس چوہدری فضل حق صاحب کے گھر میں منعقد ہوئی تھی۔

وفات سے قریباً دو ماہ پیشتر جب بیمار ہو کر اپنے منجھلے فرزند چوہدری عبدالحق صاحب کے گھر میں اقامت پذیر تھے تو مجھے بلایا اور اپنے دونوں فرزندوں چوہدری فضل حق اور چوہدری عبدالحق کے سامنے یہ وصیت فرمائی کہ وفات اگر لاہور میں ہو تو میانی قبرستان میں دفنایا جائے اور اگر چک میں ہو تو باغ کے اندر ایک طرف قبر بنائی جائے۔ نیز یہ وصیت فرمائی کہ بجز مسنون طریق تکفین و نماز جنازہ کوئی رسوم ادا نہ کی جائیں اس لئے کہ سلسلہ احمدیہ نے تمام بدعات کو ترک کر دیا ہے آپ کی وفات جمعرات و جمعہ کی درمیانی شب کو واقع ہوئی جبکہ کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔ رات کو حسب معمول اپنے دن کے کام کاج سے فراغت کے بعد اپنے کمرہ کو اندر سے بند کر دیا اور اپنے حساب کے کاغذات دیکھنے میں مشغول ہو گئے۔ صبح کو دروازہ نہ کھلنے پر جب اسے کھولا گیا تو چارپائی پر صرف جسم خاکی تھا روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ نے اپنے پیچھے تین لڑکے اور تین لڑکیاں چھوڑی ہیں۔ سب سے چھوٹے لڑکے احسان الحق کی جو ملٹری میں ہیں شادی حضرت مولانا محمد علی صاحب رح کی سب سے چھوٹی لڑکی کے ساتھ ہوئی ہے۔

چوہدری سلطان علی صاحب مرحوم

آپ اپنے والد ماجد چوہدری نبی بخش صاحب کے بڑے فرزند تھے۔ ابتدائی تعلیم قادیان کے تعلیم الاسلام ہائی سکول میں معہ اپنے چچا زاد بھائی چوہدری فضل احمد صاحب مرحوم اور پھوپھی زاد بھائی میاں شاہدین صاحب سکنہ کراچی حاصل کی۔ قادیان میں یہ تینوں بھائی اس وقت تک حضرت مولانا محمد علی صاحب رح کے پاس اقامت پذیر رہے جب تک اختلاف ہو کر حضرت مولانا رح لاہور نہیں آ گئے۔

میٹرک کے بعد آپ نے زراعتی کالج لائلپور میں داخلہ لے لیا۔ اور وہیں سے بی۔ ایس۔ سی۔ زراعت کا امتحان اعلیٰ اعزاز سے پاس کیا۔ اور اسی محکمہ میں ملازم رہے۔ نہایت محنتی انتہائی فرض شناس اور از حد خلیق انسان تھے۔ ان صفات کی وجہ سے آپ کا دائرہ ملاقات بہت ہی وسیع تھا۔ زراعتی محکمہ سے جو بھی امداد و خدمت کسی کو درکار ہوتی آپ اسے بخوشی و انشراح صدر بجا لاتے۔ ۱۹۲۰ء کے قریب حکومت کی طرف سے آپ کے انگلینڈ بھیجا جانے کا انتخاب ہوا جو کہ وہاں مزید اعلیٰ ترین تعلیم زراعت حاصل کر سکیں۔ محنت شاقہ کا یہ عالم تھا کہ مجھے خود سنایا کرتے تھے کہ تمام مضامین کو کتب میں پڑھ کر خلاصہ متعدد بار لکھنے کے عادی تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آخر کار امتحان میں اول آئے۔ حالانکہ کئی انگریز طلباء مقابلہ میں تھے۔

واپسی پر آپ کو بطور پروفیسر زراعت کے مضمون کا پروفیسر لائلپور کالج میں لگایا گیا۔ طلباء کو تعلیم دینے کی یہ حالت تھی کہ جب آپ کی باری بطور ڈپٹی ڈائرکٹر کے باہر جانے کی آئی تو میاں افضل حسین صاحب نے جو اس وقت وہاں پرنسپل تھے بار بار آپ سے استدعا کی کہ آپ کالج میں ہی رہیں اور باہر نہ جائیں۔ وجہ یہ بتائی کہ آپ کے

(باقی برصفحہ [illegible] کالم ۳)

[illegible]

دولت سمیٹنے کی کوئی حد تو ہونی چاہیئے

دولت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک دین کی دولت اور دوسری دنیا کی دولت۔ الحمد للہ کہ دین کی دولت کے آرزومندوں کی کمی نہیں ہے بہت سے ایسے لوگ ہیں جو رزق حلال پر ایمان رکھتے ہیں۔ اقربا اور ہمسائیوں کا خیال رکھتے ہیں۔ غریبوں کی مدد کرتے ہیں۔ اور دنیا کی دولت کو جائز طور پر صرف کر کے آخرت کی دولت سمیٹ لیتے ہیں۔ لیکن معاشرے کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے۔ جو آخرت کی دولت کو ادھار سمجھ کر محبت کی قینچی قرار دیتا ہے اور صرف دنیا کی دولت کو سمیٹنے کا آرزومند ہے۔ یہ کوئی غیر فطری بات نہیں۔ بہت سے انسانوں کا شعار ازل سے یہی رہا ہے۔ اور شاید آئندہ بھی رہے بشرطیکہ کوئی ایسی آندھی نہ آجائے جو ان سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے اور دولت سمیٹنے کی محرکات ہی باقی نہ رہیں۔ بہرحال دولت سمیٹنے کی کوئی حد ہونی چاہیئے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ عام طور پر اس کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ اور جوں جوں زیادہ دولت حاصل ہوتی ہے توں توں لالچ بھی بڑھتا چلا جاتا ہے۔ جب یہ لالچ حدود سے بڑھ جائے۔ تو اس کے بطن سے انقلاب جنم لیتا ہے۔ انقلاب میں برائی صرف ایک ہے۔ کہ وہ بُری چیزوں کے ساتھ ساتھ بعض اچھی چیزوں کو بھی بہا لے جاتا ہے۔ اور اچھی چیزیں بہت مشکل سے ملتی ہیں۔ اور کوئی معاشرہ ان کا ضیاع برداشت نہیں کرسکتا۔ اگر کوئی شخص اتنی دولت جمع کرلے کہ:-

(۱) ایک عظیم الشان کوٹھی تعمیر کرے یا زیادہ کوٹھیاں بنالے (۲) تزئین و آرائش اور سہولت کے تمام ذرائع اکٹھے کرلے (۳) لڑکے اور لڑکیوں کی شادی بڑے تزک و احتشام سے کرے (۴) اپنے لئے اور اولاد کے لئے دو نہیں بلکہ چار موٹر کاریں خرید لے (۵) آمدنی کے ایسے ذرائع پیدا کرے جن سے دوسری نسل کی زندگی بھی آسانی سے گزر سکے (۶) جملہ عیاشیوں کا بھی سامان فراہم ہو جائے۔ تو اس کے بعد بظاہر کوئی دنیاوی خواہش باقی نہیں رہتی۔ سوال یہ ہے کہ اس کے بعد بھی دولت کے حصول کی تڑپ کیوں باقی رہتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ غریب لوگ معمولی آسائشوں سے خوش اور مطمئن ہو جاتے ہیں۔ لیکن امیر لوگ کبھی مطمئن نہیں ہوتے۔ یہ سوچنے کی بات ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آتا اگر قارئین پیغام صلح میں سے کوئی بتا سکیں تو بہت نوازش ہوگی !!

حکومت پاکستان نے افراد کی آمدنی پر جو ٹیکس لگا رکھے ہیں ان کا گوشوارہ دیکھا جائے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ آمدنی کی ایسی حد بہت جلد آجاتی ہے۔ جب مزید آمدنی کے محرکات ختم ہو جانے چاہئیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص سال بھر میں ایک لاکھ روپیہ کماتا ہے۔ تو اسے تقریباً پچاس ہزار کی رقم ٹیکس کے طور پر ادا کرنی پڑتی ہے۔ دو لاکھ کماتا ہے تو اسے ایک لاکھ بیس ہزار کے لگ بھگ صرف انکم ٹیکس دینا ہوتا ہے سپر ٹیکس اور سرچارج اس کے علاوہ ہوتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ایک لاکھ سے زیادہ آمدنی ہو۔ تو تقریباً تین چوتھائی رقم ٹیکسوں میں چلی جاتی ہے۔ ایسے میں دولت کی مزید ہوس سے کیا حاصل ہوتا ہے۔ یہ درست ہے کہ بہت سے دولت مند لوگ اپنی آمدنی چھپا لیتے ہیں۔ آخر کہاں تک چھپا سکتے ہیں۔ بعض لوگ فالتو دولت بینک میں جمع نہیں کراتے بلکہ نوٹوں کی صورت میں پاس رکھتے ہیں۔ ایسے بہت سے لوگوں نے اکتوبر ۱۹۵۸ء کے انقلاب کے بعد نوٹوں کی گٹھڑیاں جلا دی تھیں۔ تاکہ کوئی یہ نہ پوچھ سکے۔ کہ روپیہ کیسے اور کہاں سے حاصل کیا۔ اور ٹیکس کیوں نہ ادا کیا؟ فرض کیجئے۔ کسی کے پاس اتنے نوٹ جمع ...... ہو جاتے ہیں کہ اس کی الماری یا تجوری ان سے بھر جاتی ہے سوال یہ ہے کہ ان نوٹوں سے حاصل کیا ہوتا ہے جملہ آسائش اور عیش و عشرت کے سامان تو پہلے ہی مہیا ہوتے ہیں۔ ان میں یہ نوٹ کیا اضافہ کرتے ہیں؟ اگر وہ شخص اس سرمائے کو کسی صنعت یا کاروبار میں لگا دیتا ہے۔ تو اس کے سوا اور کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ ان کے نوٹوں میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ پچھلے دنوں میں ایسے دولت مندوں کی کمی نہیں ہوتی تھی۔ جو اپنی فالتو دولت کا ایک حصہ نیک کاموں میں صرف کر دیتے تھے اور اس زمانے میں ایسے کاموں کے لئے ٹیکس میں چھوٹ نہیں ملتی تھی اب چھوٹ ملتی ہے۔ اس کے باوجود اگر دیکھا جائے۔ کہ ہمارے دولت مند طبقے نے کتنے خیراتی اداروں کی مدد کی یا کتنے نئے ادارے قائم کئے۔ تو مایوسی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ ان میں نہ کوئی دیال سنگھ مجیٹھیا پیدا ہوا جس نے دیال سنگھ کالج۔ دیال سنگھ لائبریری اور دیال سنگھ ٹرسٹ کو محض رفاہ عامہ کے لئے قائم کیا نہ کوئی سر گنگارام پیدا ہوا جس نے گنگارام ہسپتال اور گنگارام بلڈنگس سے خلق خدا کی خدمت کی۔ یہ درست ہے۔ کہ بعض صنعتکاروں نے کچھ رفاہی کام کئے ہیں۔ لیکن ان کی دولت کے انبار دیکھئے تو یہ کام آٹے میں نمک سے زیادہ معلوم نہیں ہوتے۔ (باقی آئندہ)

کچھ حضرت مولانا احمد علی صاحب اور

اور چوہدری سلطان علی صاحب کی یادیں

(بسلسلہ صفحہ ۹)

وجہ سے کالج میں تعلیمی میدان میں قومی خدمت کے بہترین مواقع میسر ہیں۔ مجھے بھی یہ اتفاق پیش آیا کہ ۱۹۶۳ء میں جب کسی تعلق میں میاں صاحب موصوف سے ملنے کا اتفاق ہوا اس وقت میاں صاحب زراعتی بورڈ کے صدر بن چکے تھے تو چوہدری سلطان علی کے ذکر پر فوراً فرمایا کہ میں چوہدری صاحب کو لکھوں کہ یہاں آکر میاں صاحب سے ملیں کیونکہ وہ ان سے اس محکمہ کا کام لینے کے خواہشمند اور عہدہ دینے کو تیار تھے۔ غرضیکہ جو مہارت علمی اور عملی زراعتی علم میں چوہدری صاحب کو حاصل ہوئی تھی وہ شاید ہی یہاں کسی اور کو نصیب ہوئی ہو۔ ریٹائرمنٹ کے بعد کچھ عرصہ کالونی ٹیکسٹائل ملز میں بھی بطور کاٹن ایکسپرٹ کام کرتے رہے۔

چوہدری صاحب ایک نہایت شریف النفس، خلیق اور خدمت گذار انسان تھے آپ کی یہ صفات ہر اس شخص کو معلوم ہیں جن کو آپ سے واقفیت کا موقع ملا۔ اور تمام لوگ اس معاملہ میں رطب اللسان ہیں۔ ڈپٹی ڈائرکٹر کے عہدہ سے ریٹائر ہونے پر آپ نے ملتان کے قریب موضع چھ کسی میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ آپ نے اپنے پیچھے تین بیٹے اور ایک بیٹی اپنی اہلیہ کے علاوہ چھوڑے ہیں۔ منیر اعجاز سلطان صاحب چوہڑ ملز میں انجنیئر اور آج کل سیالکوٹ میں ہیں، مسٹر مبارک احمد جو پی ڈبلیو ڈی میں انجنیئر ہیں اور لاہور میں تعینات ہیں۔ سب سے چھوٹے میجر بشارت احمد جو فوج میں آفیسر ہیں اور جن کو گذشتہ جنگ ۱۹۶۵ء میں بہادری کا اعزاز بھی ملا تھا۔ دعا ہے کہ ان عزیزان کو اپنے والد مرحوم کے نقش قدم پر چلنا نصیب ہو۔ آمین۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بفضلہٖ بخیر و عافیت ہیں۔

ڈپٹی خلیل الرحمن صاحب راولپنڈی میں

— مشرقی پاکستان کے ڈپٹی خلیل الرحمن صاحب چند دنوں سے راولپنڈی تشریف لے گئے ہوئے ہیں جہاں تبلیغی سلسلہ میں بہمہ تن مصروف ہیں، وہاں سے آزاد کشمیر بھی جانے کا ارادہ ہے، امید ہے آئندہ جمعہ تک واپس تشریف لے آئیں گے۔

اشاعت قرآن کے لئے عطیہ

— جنابہ بیگم صاحبہ خان غلام حسن خانصاحب مرحوم مغفور نے برائے اشاعت قرآن مجید مبلغ بیس روپے مرحمت فرمائے ہیں اور وہ استدعا کرتی ہیں کہ ان کے لئے اور ان کے بچوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی جناب میں احباب جماعت بہت بہت دعائیں فرمائیں۔ رقم داخل خزانہ انجمن کر دی گئی ہے (بندہ سمیع اللہ)

وفات

— یہ خبر نہایت افسوس اور رنج سے پڑھی جائے گی کہ منشی فیض محمد صاحب جو سالہا سال تک انجمن میں بطور اکاؤنٹنٹ کام کرتے رہے ہیں بعارضہ نمونیہ بیمار ہو کر ۱۲؍اپریل ۱۹۶۶ء کی شب کو ۹ بجے مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم خاموش طبع مرنجاں مرنج اور نیک طبع انسان تھے۔ انجمن کے مرکزی دفتر میں اور اراضیات سندھ پر بطور اکاؤنٹنٹ کئی سال تک نہایت محنت اور دیانتداری سے کام کرتے رہے، گذشتہ ماہ ان پر نمونیہ کا حملہ ہوا تھا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

احباب جنازہ غائبانہ پڑھ کر ان کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

درخواستہائے دُعا

(۱) اہلیہ صاحبہ قاضی عبدالعزیز صاحب لاہور چھاؤنی عرصہ تین ماہ سے بیمار ہیں۔

(۲) سید سلطان علی صاحب لاہور چھاؤنی کا بچہ مکان کی چھت سے گر گیا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ ہسپتال میں زیر علاج ہے۔

احباب جماعت سے دونوں کے لئے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

(۳) بغداد سے عبدالصمد بتی صاحب لکھتے ہیں کہ:—

"میرے لئے اور میرے دوست صوفی محمد طیب علی صاحب کے لئے جماعت سے دعا کی التماس فرمائیں، صوفی صاحب کا داہنا ہاتھ تقریباً ڈیڑھ ماہ سے ایک

(باقی کالم ۲ کے نیچے)

اخبار احمدیہ

بقیہ کالم ۲

حادثہ میں ٹوٹ گیا تھا۔ اب افاقہ ہے لیکن شفائے کامل کے لئے دعا کی درخواست ہے۔"

بحرِ حکمت کے موتی

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

کہ ایک شخص کا منہ سے اقرارِ اسلام کرنا اس بات کے لئے کافی ہے کہ اسے مسلمان سمجھا جائے۔ یہاں ایک شخص دشمن کی فوج میں شریک ہو کر مسلمانوں کے ساتھ جنگ کر رہا ہے۔ ایک مسلمان کے ساتھ اس کی دست بدست لڑائی بھی ہو چکی ہے۔ اس مسلمان کا ہاتھ بھی کاٹ چکا ہے اور وار چل جاتا تو سر بھی کاٹ دیتا۔ اسی وقت وہ کسی طرح اپنا بچاؤ کر کے ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہو کر مسلمان ہو جانے کا اقرار کرتا ہے صرف اتنا کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں تو رسول اللہ صلعم ارشاد فرماتے ہیں کہ اسے مسلمان سمجھو۔ کاش کافر گر بھی ان احادیث پر غور کرتے تو کبھی ان مسلمانوں کو کافر کہنے کی جرأت نہ کرتے جو لا الٰہ الا اللہ کے قائل قرآن پر ایمان لاتے، نمازیں پڑھتے، روزے رکھتے زکوٰۃ دیتے حج کرتے ہیں دوسری بات جو قابلِ غور ہے وہ یہ ہے کہ یہ حدیث درحقیقت اس آیت قرآنی کی تفسیر ہے جس میں فرمایا فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین۔ یعنی وہ بدعہد مشرک جو بار بار اپنے عہد توڑتے اور مسلمانوں پر حملہ کرتے ہیں وہ بھی اگر توبہ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں پچھلے سے کوئی جھگڑا مت کرو۔ اور ہوتی ہوئی جنگ کو بھی بند کر دو۔ اور انہوں نے قتل بھی کیا ہے تو بھی انہیں معاف کر دو۔ اس آیت کا منشاء تو یہی تھا جو اس حدیث میں صراحت سے بیان ہوا کہ لڑائی کرنے والے لوگ بھی مسلمان ہو جائیں تو ان سے جنگ بند کر دو لیکن غلطی سے اس کا یہ مفہوم سمجھ لیا گیا ہے کہ تمام دنیا جہان کے لوگوں سے جنگ کرو سوائے ان لوگوں کے جو مسلمان ہو گئے ہیں اس آیت میں یہ قطعاً ذکر نہیں کہ غیر مسلموں سے جنگ کرو بلکہ اس میں یہ بتایا ہے کہ جو تمہارے ساتھ جنگ کر رہے ہیں وہ مسلمان ہو جائیں تو جنگ فوراً بند کر دو۔ یہی وہ بات تھی جو سفرائے اسلام ایران اور روما کے ساتھ جنگ شروع ہونے کے بعد مصالحت کے لئے پیش کر دیا کرتے تھے کہ جنگ تو ہماری تمہاری شروع ہے اور ہم میں فیصلہ تلوار کرے گی تم یا شکست مان کر خراج ادا کرو تو جنگ بند ہو سکتی ہے اور یا اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو پھر بھی ہمیں تمہارے ساتھ جنگ کرنے کا حکم نہیں۔ اور یہی منشاء اس حدیث کا ہے امرت ان اقاتل الناس حتّٰی یقولوا لا الٰہ الا اللہ یعنی جن لوگوں کے ساتھ جنگ شروع ہے وہ بھی مسلمان ہو جائیں تو تو بھی حکم ہے کہ جنگ بند کر دو۔

(فضل الباری شرح صحیح بخاری)

خط و کتابت کرتے وقت
چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔ منیجر

جماعت اسلامی بھڈواہ جلسہ

(بسلسلہ صفحہ ۳)

مذہبی اداروں۔ جماعتوں، انجمنوں اور انفرادی طور پر بھائیوں اور بزرگوں نے اظہار افسوس کیا ہے۔ ہم اُن سب کا شکریہ ادا کرتے ہیں نیز مقامی پولیس۔ مجسٹریٹ صاحبان سی۔آر۔پی اور دیگر فرض شناس ملازمین سرکار کے بھی شکر گذار ہیں کہ ان سب نے محنت، حق پرستی۔ رواداری اور صحیح معنوں میں فرض شناسی کا ثبوت دیا ہے جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن بھڈ ڈواہ کے سربراہان چوہدری عبدالجبار صاحب، عبدالحی صاحب، عبدالشکور صاحب، عبدالرشید صاحب و عبدالحفیظ صاحب نے اپنی جان کی بازی لگا کر بڑی پامردی اور حوصلہ مندی سے مومنانہ شعار کا نمونہ دکھلا کر نہ صرف جماعت کو معزز کیا بلکہ یہاں کے خرمنِ امن کو معاندی دستبرد اور ناپاک ارادوں سے بچایا ہے ان جوانوں کو نقصان پہنچانے کی نیت سے مخالف نے اقدامِ قتل کے جرم میں پھنسانے کی کوشش کی تھی۔

اس سلسلہ میں چوہدری عبداللطیف صاحب پسر چوہدری عبدالرزاق صاحب مرحوم اور چوہدری عبدالرحمان صاحب جنرل کنٹریکٹر نے جماعت کی تنظیم وقار جاہ و حشم عزت و آبرو بچانے کی خاطر جو انتھک کوشش کی ہے وہ آئندہ تواریخ میں سنہری الفاظ میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ ان دونوں بزرگوں اور بھائیوں کی سوجھ بوجھ۔ تجربہ کاری پُر تکریم شخصیت ہمیشہ جماعت کی ترقی اور سربلندی کا ذریعہ بنی ہے۔

امید ہے کہ ہمارا یہ مراسلہ ہماری ہر ایک جماعت ضرور پڑھے گی اور ہماری فلاح، ترقی دینی و دنیاوی کی خاطر اجتماعی و انفرادی دعا کرے گی عرصہ تریسٹھ برس سے بھڈ واہ میں جماعت احمدیہ قائم ہے اور یہی تریسٹھ برس ہوئے کہ ہم اور ہمارے اسلاف مختلف قسم کے ظلم و ستم کا تختۂ مشق بنتے رہے ہیں۔ باوجود شدید مشکلات مصائب کے جماعت روز افزوں ترقی اور وسعت پکڑ رہی ہے۔ بلکہ دلائل کے میدان میں ہماری جماعت فتحیاب ہو چکی ہے۔ الحمد للہ۔

پیغام صلح میں اشتہار دینا
تجارتی فروغ کا موجب ہے

مشرقی پاکستان کا تبلیغی دورہ

(بسلسلہ صفحہ ۲)

کے لوگوں میں فوری طور پر کامیاب ہو سکتے ہیں۔ انجمن کی طرف سے مشرقی پاکستان میں کوئی کام نہیں ہوا ہے۔ جو مشن وہاں قائم ہے وہ محض نمائشی ہے۔ جو خرچ کیا گیا ہے اس کا خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوا۔ صرف ایک کام ہوا ہے کہ قرآن کریم کا بنگالی ترجمہ ہوا ہے۔ غیر احمدیوں کا کیا کہنا اپنی ہی جماعت کے لوگ جو مغربی پاکستان سے گئے ہوئے ہیں۔ وہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ہمارا مشن وہاں کام بھی کر رہا ہے اور اگر ہے تو کہاں واقع ہے اس کے برعکس قادیانی جماعت نے خوب کام کیا ہوا ہے۔ ان کی متعدد مسجدیں ہیں۔ صرف برہمن بڑیا میں دو مسجدیں ہیں، وہاں احمدی، ربوی اصحاب کو گردانا جاتا ہے۔ جنہوں نے نبوت کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ ان کے خلاف کافی جذبہ ہے۔ برعکس اس کے جب ہم لوگوں نے اپنی جماعت کے عقائد بیان کئے تو بسا اوقات ایسا ہوتا کہ لوگ ہم سے متفق دکھائی دیتے۔ ربوی جماعت میں بھی ایسے اصحاب ملے جو ہمارے عقائد ہی کو صحیح سمجھتے ہیں۔ مگر چونکہ ہماری کوئی فعال جماعت وہاں نہیں لہذا ربوی جماعت سے وابستگی کر لی ہے، ایسے بھی لوگ ہیں جو ہماری جماعت سے نکل کر اس جماعت میں چلے گئے صرف اس لئے کہ ادھر سے سرد مہری دکھائی گئی خاص طور پر دفتر مرکزی انجمن نے۔ شمالی بنگال میں چند ایسی قومیں آباد ہیں جو کہ پادریوں کے ہتھکنڈوں کی وجہ سے عیسائی ہو چکی ہیں ان میں تبلیغ کی اشد ضرورت ہے وہاں کامیابی کا بہت امکان ہے۔ میری رائے میں مشرقی پاکستان میں چار مقامات پر مشن قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ مبلغ بنگالی ہی تیار کرنے چاہئیں مگر فوری طور پر مغربی پاکستان سے بھیجے جائیں۔ جو مبلغ غیر ممالک میں کام کر چکے ہیں وہ وہاں زیادہ کامیاب ہو سکتے ہیں۔

۲۔ قرآن کریم کا بنگالی میں ترجمہ ہو چکا ہے تفسیری نوٹ کچھ باقی ہیں۔ اسے فوراً طبع کرانے کے لئے اہتمام کی ضرورت ہے۔

۳۔ بنگالی میں ایک پرچہ مہینہ میں دو بار لائٹ کی طرز پر جاری ہونا چاہیئے۔

۴۔ مناسب لٹریچر بنگالی میں ترجمہ کر کے کافی تعداد میں تقسیم کیا جائے

۵۔ ڈھاکہ میں انجمن کا مشن کسی بارونق جگہ پر فوری طور پر منتقل ہونا چاہیئے۔

۶۔ انجمن کا وفد سال میں دو دفعہ مشرقی پاکستان کا دورہ کرے۔

ان تجاویز کی منظوری انجمن نے دیدی ہے اور عنقریب ان پر عمل شروع ہو جائے گا۔

ضرورت رشتہ

مشرقی پاکستان کے ایک احمدی دوست کے لڑکے کے لئے کسی احمدی خاندان کی تعلیم یافتہ دیندار لڑکی کے رشتہ کی ضرورت ہے۔

لڑکا بار ایٹ لاء ہے، اور ڈھاکہ میں قریباً دو ہزار روپیہ کی پریکٹس کر رہا ہے۔ والد صاحب جائیداد ہیں۔

خواہشمند اصحاب فوری طور پر سیکرٹری انجمن سے خط و کتابت کریں۔

سیکرٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

سٹار بناسپتی
اصلی گھی کا بہترین بدل
صحت اور توانائی کیلئے

۲ پونڈ
۵ پونڈ
۱۰ پونڈ
دی پنجاب ویجی ٹیبل گھی اینڈ جنرل ملز لمیٹڈ، دی مال لاہور

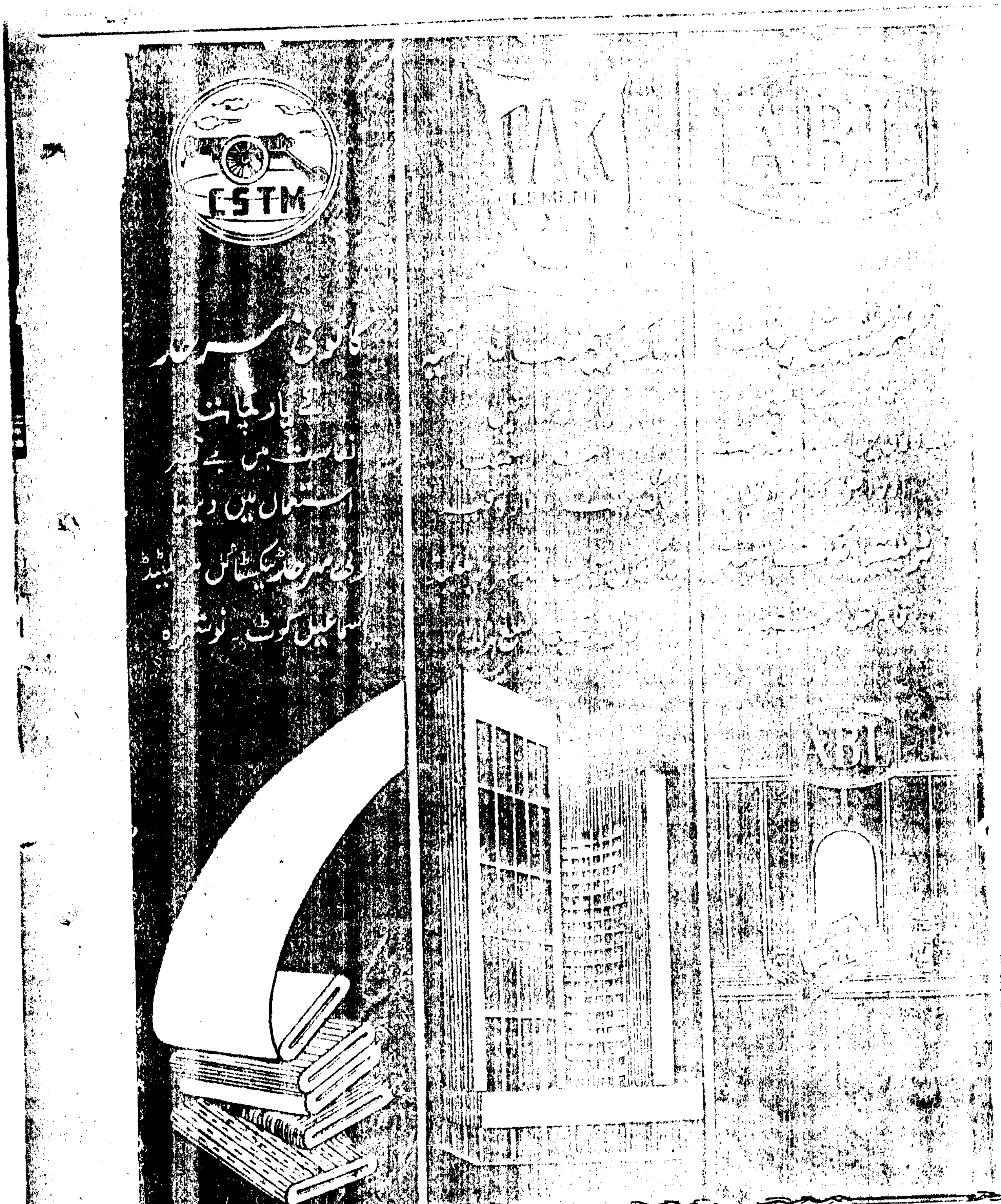

پیغام صلح ۲۷ اپریل ۱۹۶۶ء۔ رجسٹرڈ ایل ۸۳۶ شمارہ ۱۵

بہترین علاج

بواسیر۔ جسمانی کمزوری۔ ضعف اعصاب۔ فالج
گنٹھیا۔ زنانی ریح۔ سل۔ پرانے بخار کے شفا بخش علاج
ڈاک سے منگائیے۔

خط ملنے پر کتاب رفیق شباب مفت

حکیم محمد شفیع چشتی

بیشرہ۔ P.O جام پور ڈیرہ غازی خاں

ہیلتھ میڈیکو

ڈے اینڈ نائٹ ایمبولنس سروس
و
معیاری ادویات

چوک میو ہسپتال ۔ لاہور

تعلیمی پریس بٹلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نورالٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

اے خدا [illegible] رحمت
[illegible] آیات ہیں
ہفت روزہ
پیغام صلح
لاہور
ٹیلی فون نمبر ۳۷۳[illegible]
تار کا پتہ: تبلیغ لاہور
رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۸[illegible]
مدیر [illegible]

جلد ۵۶ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۴ اپریل ۱۹۶۸ء | نمبر ۱۶

”لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص محبوں کا گروہ بھی
بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا“

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابلِ احترام ہیں
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

عیب پر پردہ ڈالنا چاہیئے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ كُلُّ اُمَّتِیْ مُعَافًى اِلَّا الْمُجَاهِرِیْنَ وَاِنَّ مِنَ الْمُجَاهَرَةِ اَنْ یَّعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّیْلِ عَمَلًا ثُمَّ یُصْبِحَ وَقَدْ سَتَرَهُ اللّٰهُ فَیَقُوْلُ یَا فُلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا وَقَدْ بَاتَ یَسْتُرُهُ رَبُّهُ وَیُصْبِحُ یَكْشِفُ سِتْرَ اللّٰهِ عَنْهُ۔

ترجمہ:۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا۔ فرماتے تھے کہ میری ساری امت قابلِ معافی ہے سوائے (دینی بدیوں کا) اعلان کرنے والوں کے اور مجاہرہ میں سے یہ ہے کہ کسی آدمی نے رات کو کوئی برا کام کیا پھر صبح کی اور اللہ نے اس پر پردہ ڈالا تو وہ کہتا ہے آج رات میں نے ایسا ایسا کیا اور اس نے رات اس حالت میں کاٹی کہ اس کے رب نے اس پر پردہ ڈالا اور وہ صبح اس حال میں کرتا ہے کہ اللہ کا پردہ اپنے پر سے اٹھا دیتا ہے۔

نوٹ:۔ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ اس میں بتایا ہے کہ عیب کا کام یا برائی ہو بھی جائے تو اس کی پردہ پوشی کرے گویا عیب یا برائی ایسا پردہ ڈالنے کی چیز ہے کہ غیر کی عیب جوئی تو ایک طرف رہی اپنے عیب پر بھی انسان کو پردہ ڈالنا چاہیئے، اور اسے ظاہر نہ کرنا چاہیئے۔

لونڈی جہاں چاہتی رسول اللہ صلعم کو ہاتھ پکڑ کر لے جاتی

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَتِ الْاَمَةُ مِنْ اِمَاءِ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ لَتَاْخُذُ بِیَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(باقی بر صفحہ کالم)

نوعِ انسان سے شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا

بہت بڑی عبادت ہے

اللہ تعالیٰ نے جن پر فضل کیا ہے انکی شکر گذاری یہی ہے کہ اُسکی مخلوق کے ساتھ احسان اور سلوک کریں

ارشادات حضرت امامِ زمان مجددِ دوران مسیح موعود علیہ السلام

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ بعض بندوں سے فرمائیگا کہ تم بڑے برگزیدہ ہو اور میں تم سے بہت خوش ہوں کیونکہ میں بہت بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا میں ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا دیا میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا میں بیمار تھا تم نے میری عیادت کی۔ وہ کہیں گے یا اللہ تو تو ان باتوں سے پاک ہے تو کب ایسا تھا جو ہم نے تیرے ساتھ ایسا کیا؟ تب وہ فرمائیگا کہ میرے فلاں فلاں بندے ایسے تھے تم نے انکی خبر گیری کی وہ ایسا معاملہ تھا کہ گویا تم نے میرے ساتھ ہی کیا۔ پھر ایک اور گروہ پیش ہوگا ان سے کہیگا کہ تم نے میرے ساتھ برا معاملہ کیا میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ دیا میں پیاسا تھا پانی نہ دیا میں ننگا تھا مجھے کپڑا نہ دیا میں بیمار تھا میری عیادت نہ کی۔ تب وہ کہیں گے کہ یا اللہ تعالیٰ تو تو ایسی باتوں سے پاک ہے تو کب ایسا تھا جو ہم نے تیرے ساتھ ایسا کیا۔ اس پر فرمائیگا کہ میرا فلاں فلاں بندہ اس حالت میں تھا اور تم نے اس کے ساتھ کوئی ہمدردی اور سلوک نہ کیا وہ گویا میرے ہی ساتھ کرنا تھا۔

غرض نوعِ انسان پر شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ اس پہلو میں بڑی کمزوری ظاہر کی جاتی ہے۔ دوسروں کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ ان پر ٹھٹھے کئے جاتے ہیں۔ ان کی خبر گیری کرنا اور کسی مصیبت اور مشکل میں مدد دینا تو بڑی بات ہے۔ جو لوگ غرباء کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش نہیں آتے بلکہ انکو حقیر سمجھتے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ خود اس مصیبت میں مبتلا نہ ہو جاویں۔ اللہ تعالیٰ نے جن پر فضل کیا ہے اس کی شکر گذاری یہی ہے کہ اس کی مخلوق کے ساتھ احسان اور سلوک کریں۔ اور اس خداداد فضل پر تکبر نہ کریں اور وحشیوں کی طرح غرباء کو کچل نہ ڈالیں۔

شذرات

(شاہین)

درود شریف — نور کی مشکیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے:-

"یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پاک پر درود بھیجتے ہیں اس لئے مومنو! تم پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ تم بھی اپنے محسنِ اعظم پر درود و سلام بھیجتے رہا کرو"

بزرگانِ دین کے تجربہ اور ملفوظات سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ محسنِ انسانیت کے لئے اس دعا کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں انسان پر نازل کی جاتی ہیں اور درود شریف کے ورد سے خدا تعالیٰ کے خاص افضال شاملِ حال ہوتے ہیں۔ اس زمانہ کے مصلح اور امام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کا ایک بے مثال نمونہ پیش فرمایا ہے۔ جیسا کہ آپ نے اپنے وجود کو اور اپنے علم الکلام کو آنحضرت صلعم کے قلزم بیکراں کے ایک قطرہ سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا:— ؎

ایں چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

حضرت امام الزمان علیہ السلام نے درود شریف کے نتیجہ میں اپنے اوپر خدا کے فضلوں کے نزول کا ذکر یوں فرمایا ہے:-

"ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ درود شریف کے پڑھنے میں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ایک زمانہ تک مجھے بہت استغراق رہا۔ کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں وہ بجز وسیلہ نبی کریمؐ کے مل نہیں سکتیں جیسا کہ خدا بھی فرماتا ہے "وابتغوا الیہ الوسیلۃ" تب ایک مدت کے بعد کشفی حالت میں میں نے دیکھا کہ دو سقے یعنی ماشکی آئے اور ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راہ سے میرے گھر میں داخل ہوئے ہیں اور ان کے کاندھوں پر **نور کی مشکیں** ہیں اور کہتے ہیں "ھذا بما صلیت علی محمدٍ"

(حقیقۃ الوحی ص ۱۲۸)

اللھم صل علی محمدٍ و علی آل محمدٍ و بارک وسلم انک حمیدٌ مجیدٌ

توحید و رسالت — اور نجاتِ اُخروی

قرآن حمید میں ایک مقام پر باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:-

"جو لوگ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں اور جو لوگ یہود و نصاریٰ اور ستارہ پرست ہیں جو شخص ان میں سے اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئے گا اور اعمالِ صالحہ بجا لائے گا خدا تعالیٰ اس کو ضائع نہیں کرے گا اور ایسے لوگوں کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان کو کچھ خوف نہیں ہوگا اور نہ غم"

بعض نادان اور کج فہم اس ارشاد سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اُخروی نجات کے لئے نیک اعمال اور توحید اور یوم آخرت پر ایمان لانا کافی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے جب ہم قرآن پاک کے دوسرے مقامات پر نظر کرتے ہوئے تدبر سے کام لیتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ توحید کے ساتھ رسالت پر ایمان لانا نجاتِ اُخروی کے لئے لابدی ہے۔

اس زمانہ کے حَکَم و عَدَل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تمام ایسے معاملات پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے جن سے ٹھوکر لگ جانے کا ذرا سا بھی احتمال ہو سکتا تھا۔ آپ کی تحریرات اور ملفوظات سے جہاں آپ کی دینی امور میں عمیق نگاہ کا سراغ ملتا ہے وہاں ہم اس یقین پر بھی قائم ہو جاتے ہیں کہ اس دور میں اس درجہ عشقِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سرشار اور کوئی وجود نظر نہیں آتا اور آپ یقینی طور پر "فنا فی الرسول" کے مقام پر فائز تھے۔ توحید کے ساتھ رسالت پر ایمان لانے کو لازمی قرار دیتے ہوئے آپ اپنے ایک جلالی کلام میں فرماتے ہیں:—

"جو شخص بغیر پیروی رسول کے توحید کا دعویٰ کرتا ہے اس کے پاس صرف ایک خشک ہڈی ہے جس میں مغز نہیں اور اس کے ہاتھ میں محض ایک مُردہ چراغ ہے جس میں روشنی نہیں ہے اور ایسا شخص کہ جو یہ خیال کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص خدا کو واحد لاشریک جانتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانتا ہو نجات پائے گا یقیناً سمجھو کہ اس کا دل مجذوم ہے اور وہ اندھا ہے اور اس کو توحید کی کچھ بھی خبر نہیں کہ کیا چیز ہے اور ایسی توحید کے اقرار میں شیطان اس سے بہتر ہے .... جو لوگ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں کہ بغیر اس کے کہ کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے صرف توحید کے اقرار سے اس کی نجات ہو جائے گی ایسے لوگ **پوشیدہ مرتد ہیں اور درحقیقت وہ اسلام کے دشمن ہیں** اور اپنے لئے ارتداد کی ایک راہ نکالتے ہیں ان کی حمایت کرنا کسی دیندار کا کام نہیں ہے"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۹)

رحمتِ الٰہی کا مقتضاء!

جماعت احمدیہ کے دونوں گروہوں میں خلیفہ صاحب ربوہ کا ایک حوالہ ایک عرصہ سے باعثِ بحث و تمحیص چلا آ رہا ہے۔ جو حسب ذیل ہے:-

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا نام بھی نہیں سنا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں"۔

(آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

اس کے برعکس جماعتِ احمدیہ لاہور کا یہ عقیدہ ہے کہ:—

"جس شخص کو حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام نہیں پہنچا وہ قابلِ پرسش نہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں شامل نہ ہونے سے کوئی کلمہ گو، کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا۔"

اور یہ تصور ہی سراسر خلافِ عقل ہے کہ حجت تمام کئے بغیر خدا تعالیٰ کسی کی گرفت کرے اور حقیقت یہ ہے کہ ایک ایسا شخص جسے مامور من اللہ کا پیغام نہ پہنچ سکا ہو وہ لائق تعزیر اور قابلِ گردن زدنی کیوں کر ہو سکتا ہے جبکہ خدا تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ وہ حجت تمام کئے بغیر کسی قوم کی گرفت نہیں کرتا جیسا فرمایا کہ:-

"ہم نے ہر قوم کی طرف ڈرانے والے بھیجے ہیں"

اور پھر یہ بھی فرمایا:-

"ہم نے کسی قوم پر بغیر فرستادہ بھیجے عذاب نازل نہیں کیا"

اللہ تعالیٰ کے ان فرمودات کے ہوتے ہوئے یہ کیسے ممکن ہے کہ جن لوگوں کو حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام نہ پہنچا ہو یا جنہوں نے حضور کا نام بھی نہ سنا ہو وہ قابلِ گرفت ہوں یا کلمہ گو ہوتے ہوئے انہیں خارج از اسلام کیسے گردانا جا سکتا ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کو آیات قرآنی کی روشنی میں لازمی قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ جس شخص کو رسول کریمؐ کے وجود کی اطلاع نہیں ملی وہ رحمت خداوندی کا مستحق ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:—

"یہ تمام آیات ان لوگوں کے متعلق ہیں جنہوں نے رسولؐ کے وجود پر اطلاع پائی اور رسولؐ کی دعوت ان کو پہنچ گئی اور جو لوگ رسولؐ کے وجود سے بے خبر رہے اور دعوت ان کو نہیں پہنچی ان کی نسبت ہم کچھ نہیں کہہ سکتے ان کے حالات کا علم خدا کو ہے ان سے وہ معاملہ کرے گا جو اس کے رحم اور انصاف کا مقتضاء ہے"

(حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۹)

سٹار بناسپتی
اصلی گھی کا بہترین بدل
صحت اور توانائی کیلئے
دی پنجاب ویجی ٹیبل گھی اینڈ جنرل ملز لمیٹیڈ، دی مال لاہور

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۲۴ر اپریل ۱۹۶۸ء

احمدیت اسلام کے علاوہ کوئی نیا مذہب نہیں

بلکہ زندہ اسلام کا نام ہے

دیوبندی اخبار ترجمان اسلام نے محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے ایک بیان مندرجہ نوائے وقت مؤرخہ ۲۹ر فروری ۶۸ء کا حوالہ دیتے ہوئے جس میں انہوں نے مشرقی پاکستان میں تبلیغی سلسلہ کو شروع کر کے وسیع کرنے کا ذکر کیا تھا، اور لاہوری اور قادیانی پارٹی کے درمیان ختم نبوت کو اختلافات کی بنیاد قرار دیا تھا، چند سوالات کئے ہیں۔

اوّل:- "انجمن احمدیہ لاہور مشرقی پاکستان میں کیا کام سرانجام دے گی، اگر اس کام سے مراد محض مرزائیت کو فروغ دینا ہے تو واضح طور پر اس کا اعلان کر دیا جاتا کہ اسلام کی تبلیغ سے ہماری مراد تبلیغ مرزائیت ہے جیسا کہ تبلیغ اسلام کے نام پر آپ پہلے بھی بیرونی ممالک میں لوگوں کو گمراہ کرنے میں مصروف ہیں۔"

الجواب:- ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ترجمان اسلام اور اسی قسم کے دوسرے پرچے یہ جانتے ہوئے کہ احمدیت اسلام کے علاوہ کوئی نیا مذہب نہیں، وہی کلمہ، وہی نماز، وہی روزہ، وہی حج، وہی زکوٰۃ جو اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہیں اور تمام دنیا کے مسلمان ان پر عمل پیرا ہیں، جماعت احمدیہ کے عقائد اور عمل میں داخل ہیں، اور اسی کی تبلیغ ہم دنیا میں کرتے ہیں، پھر بھی عوام الناس کو مشتعل کرنے کے لئے احمدیت اور اسلام کو دو الگ الگ مذہب قرار دیکر دنیا میں ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ اسلام کے نام سے "مرزائیت" کی تبلیغ کر کے لوگوں کو گمراہ کرتی رہتی ہے، ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ "مرزائیت" کس چیز کا نام ہے؟ کیا مرزا صاحب کو ماننا؟ بے شک ہم مرزا صاحب کو بطور ایک مجدد اور مصلح کے پیش کرتے ہیں کیونکہ ان کا وجود اور ان کے کارنامے صداقت اسلام کا ایک بیّن ثبوت ہیں، لیکن اس کیا اسلام کی صداقت کے ثبوت میں جو ایک دلیل کے پیش کیا جاتا ہے نہ کہ بنیادی مذہب کے طور پر، بنیادی طور پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو پیش کیا جاتا ہے اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی کی تبلیغ کی جاتی ہے۔ اگر مرزائیت کوئی الگ مذہب ہوتا تو مرزا صاحب کا کلمہ پڑھایا جاتا۔ کیا ہمارے مخالفین کوئی ایک بھی مثال ایسی پیش کر سکتے ہیں جس میں کسی کو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی بجائے مرزا غلام احمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھایا گیا ہو؟ اگر نہیں تو پھر مرزائیت کو الگ مذہب قرار دے کر اس کو گمراہی کا ذریعہ ٹھہرانا کہاں تک جائز ہے؟ کیا اگر کوئی شخص اسلام کی صداقت کے ثبوت میں حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اولیاء اللہ کا ذکر کرے کہ انہوں نے اسلام کی اتباع اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے وہ انوار و برکات حاصل کیں جو دنیا کی ہدایت و رہنمائی کا موجب ہوئیں تو اس کو جیلانی مذہب یا چشتی مذہب یا ولی اللّٰہی مذہب قرار دیا جائے گا اور اس کی تبلیغ کو گمراہی کا ذریعہ ٹھہرایا جائے گا۔ حضرت مرزا صاحب کا نام بھی انہی لوگوں کی فہرست میں شامل ہے ان کے اسی قسم کے ذکر کو "مرزائیت" کہہ کر اسلام سے الگ اور موجب گمراہی قرار دینا کہاں تک جائز ہے؟

اسی ضمن میں ترجمان اسلام نے یہ بھی لکھا ہے کہ:-

> "۱۹۰۵ء میں ایڈیٹر صاحب اخبار وطن نے ایک فنڈ اس غرض سے شروع کیا تھا کہ اس سے ریویو آف ریلیجنز کی کاپیاں بیرونی ممالک میں بھی جائیں بشرطیکہ اس میں مرزا صاحب کا نام نہ ہو۔ مگر مرزا صاحب نے اس تجویز کو نا پسند کر دیا کہ مجھ کو چھوڑ کر کیا مردہ اسلام پیش کرو گے؟ اس پر ایڈیٹر صاحب وطن نے اس چندہ کو بند کرنے کا اعلان کر دیا۔
>
> مذکورہ بالا اقتباس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا نام لئے بغیر جس اسلام کی تبلیغ کی جائے وہ مردہ اسلام ہے اور زندہ اسلام صرف مرزائیت کا نام ہے۔"

مذکورہ بالا واقعہ تو صحیح ہے لیکن جو نتیجہ اس سے اخذ کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں، زندہ اسلام سے مراد "مرزائیت" نہیں بلکہ وہ خیالات اور عقائد ہیں جو اسلام کو زندہ اور منور کرنے کے لئے حضرت مرزا صاحب نے پیش کئے ہیں مثلاً وفات مسیح یا سلسلہ مکالمات الٰہیہ۔ اول الذکر یعنے وفات مسیح گو اسلام کا کوئی بنیادی مسئلہ نہیں لیکن اس کو چھوڑ کر اور مسیح کو زندہ مانتے ہوئے عیسائیت کو زندہ اور اسلام کو ...... مردہ ماننا پڑتا ہے کیونکہ مسیح علیہ السلام اگر دو ہزار سال سے بجسدہ العنصری زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں اور آخری زمانہ میں امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے آئیں گے، تو اس سے صاف ثابت ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی معاذ اللہ ختم ہو گئی، اور مسیحیت کا خدا یا خدا کا بیٹا امت محمدیہ کا پیشرو بن گیا، بتائیے ایسا اسلام زندہ ثابت ہوگا یا مردہ؟ پھر اسلام کی صداقت کا یہ ایک زندہ ثبوت ہے کہ اس کے کامل متبعین کو اللہ تعالیٰ اپنے الہام و کلام سے مشرف فرماتا ہے اور دوسرے کاملین امت کی طرح اس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب کو بھی یہ شرف حاصل ہوا، یہ وہ زندہ حقیقت ہے جو دوسرے مذاہب میں نہیں پائی جاتی، مگر افسوس ہے کہ آج مسلمان بھی سلسلہ مکالمات الٰہیہ سے منکر ہو چکے ہیں اور ان کا یہ خیال ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ ایسا چپ ہوا کہ خواہ کوئی کتنا بھی اس کے احکام کی اتباع کرتے ہوئے اس کی درگاہ میں عجز و نیاز کا اظہار کرے اور اس سے شرف ہمکلامی کا طالب ہو وہ ہرگز اس سے کلام نہیں کرتا، اس میں شک نہیں کہ نبوت اور شریعت کی وحی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو چکی ہے۔ لیکن اس کے یہ معنے سمجھنا کہ سلسلہ الہام و کلام الٰہی بھی بند ہو گیا، اسلام کو دوسرے مذاہب کی طرح مردہ قرار دینا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے نزدیک یہ سلسلہ جس کو وحی ولایت کہا جاتا ہے، بند نہیں اور چودہ سو برس میں کاملین امت اس سے مشرف ہوتے رہے اور خدا تعالیٰ سے علم پا کر تازہ بتازہ پیشگوئیوں سے لوگوں کے ایمان تازہ کرتے رہے، حضرت مرزا صاحب بھی انہی کاملین امت میں سے ہیں، ان کے الہامات اور پیشگوئیاں بھی آج ایمان کو بڑھانے اور تازہ کرنے کا موجب ہیں۔ یہی وہ زندہ اسلام ہے جس کو وہ دنیا میں پیش کرنا چاہتے ہیں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی زندگی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان و برکات کے جاری رہنے کا ثبوت ملتا ہے۔ اسی کی طرف قرآن کریم نے اس آیہ کریمہ میں توجہ دلائی ہے: ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملٰئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیاؤکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون

یعنے وہ لوگ جو کہتے ہیں اللہ ہمارا رب ہے اور اس پر استقامت اختیار کرتے ہیں ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی خوف اور حزن نہ کرو اور اس جنت کی خوشی مناؤ جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا تھا۔ ہم تمہارے دوست ہیں اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور تمہارے لئے اس میں وہ سب کچھ ہے جس کو تمہارے دل چاہیں اور اس میں تمہارے لئے وہ بھی ہے جس کا وعدہ کیا گیا تھا۔

یہ ہے وہ زندہ اسلام جس کو مرزا صاحب پیش کرنا چاہتے ہیں، اس کو "مرزائیت" کہنا اور گمراہی کا موجب قرار دینا اسلام کی مردگی کا ثبوت دینا نہیں تو اور کیا ہے؟

ترجمان اسلام نے حکومت سے پرزور اپیل کی ہے کہ:-

> "وہ مرزائیوں کی تبلیغی سرگرمیوں پر پابندیاں عائد کر کے اپنی اسلام دوستی کا ثبوت دے اور عامۃ المسلمین کو اس فتنہ فساد سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرے نیز بیرونی ممالک میں اسلام کے نام پر گمراہی پھیلانے کے لئے جو زرمبادلہ دیتی ہے اسے فوراً بند کر کے مسلمانان پاکستان کے اضطراب کو دور کرے۔"

ماشاء اللہ! کیا اسلام دوستی ہے کیا کہنے کہ عیسائیت اپنے تمام ہتھکنڈوں اور لاؤ لشکر کے ساتھ اسلام پر حملہ آور ہو اور مسلمانان پاکستان کو کوئی اضطراب نہ ہو، صرف ایک سال میں آٹھ ہزار مسلمان عیسائی ہو جائیں تو بھی مسلمانوں کو کوئی اضطراب لاحق نہ ہو، پادری رات دن مسیح کو زندہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ مردہ کہہ کر مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرتے رہیں تو مسلمان بڑے امن کے کانوں پر جوں تک نہ رینگے لیکن احمدی مسیح کو وفات یافتہ کہہ کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا اعلان کریں، اور آپ کے فیضان و برکات کے جاری ہونے اور مکالمات الٰہیہ سے اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت دینا چاہیں، تو اس سے انہیں اضطراب لاحق ہو جائے اور ان کی "اسلام دوستی" سلسلہ تبلیغ اسلام کو بند کرانے کی موجب ہو، لعنت ہے اس اسلام دوستی پر۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ حکومت ایسی احمق نہیں کہ ایسی ناپاک "اسلام دوستی" نہیں اسلام دشمنی کے لئے تبلیغی سرگرمیوں پر پابندیاں عائد کرتی پھرے یا زرمبادلہ بند کر دے۔ ہاں ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے اسلام دوست دشمنوں کی خرافات پر پابندی عائد کی جائے، تاکہ اسلام ان نادان دوستوں کے مزید نقصان سے بچ سکے۔

بکوشید اے جوانان تا بدیں قوت شود پیدا ٭ بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا
اگر یاراں کنوں بر غربت اسلام رحم آید ٭ باصحاب نبی نزدیکتر نسبت شود پیدا
بجنبید از پئے کوشش کہ از درگاہ ربانی ٭ زبہر ناصران دین حق نصرت شود پیدا
اگر امروز فکر عزت دیں در شما جوشد ٭ شمارا نیز واللہ رحمت و عزت شود پیدا

جنوبی امریکہ کے حاجی صاحبان کی سفر میں تبلیغ

اور جماعتوں سے ملاقاتیں

جناب عبد الرحیم جگو صاحب کا خط ڈھاکہ سے

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ سب سے رخصت ہو کر جب ہم ریل سے کراچی جا رہے تھے تو اسی ڈبے میں دو غیر احمدی صاحبان بھی بیٹھے تھے۔ ان پھولوں کے ہاروں کو دیکھ کر جو آپ لوگوں نے رخصت کے وقت ہمارے گلے میں ڈالے تھے حیرانی سے پوچھنے لگے کہ آپ سب کون ہیں اور کہاں جا رہے ہیں .... میں نے ان سے کہا کہ ہم سب جنوبی امریکہ سے حج بیت اللہ پر آئے ہوئے تھے اور حج کے بعد کراچی ہو کر احمدیہ انجمن کے اکابرین سے اور بزرگانِ دین کی زیارت و ملاقات کے لئے لاہور آئے تھے۔ اور اب ہم واپس وطن جا رہے ہیں۔ وہ لوگ میری اس بات کو سن کر حیران ہو گئے کہ احمدیہ انجمن تو لاہور میں ہے پھر جنوبی امریکہ میں کس طرح پہنچ گئے۔ اس پر میں نے ان کو بتایا کہ شاید تمہیں یہاں بیٹھ کر علم نہیں ہوا کہ احمدیہ انجمن تو تمام دنیا میں اسلام کی تبلیغ کر رہی ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔ کیا آپ کو پتہ نہیں؟ اور پھر گفتگو کا سلسلہ دورانِ سفر میں جاری رہا۔ یہاں تک کہ وہ دونوں صاحبان بڑے متاثر ہوئے حالانکہ اول تو کچھ اختلاف کرتے تھے۔ بعد میں میری باتوں پر لبیک کہنے لگے۔ آخر ان دونوں صاحبان میں سے ایک نے منزل پر پہنچنے سے پہلے خود کہہ دیا کہ حضرت عیسیٰ کو آسمان پر زندہ ماننا جاہلیت ہے۔ اور اس سلسلہ میں احمدیت بیشک کامیاب ہو گئی۔ اور اس نے سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے کا وعدہ کیا اور کہا کہ لاہور جاؤں گا تو حضرت امیر سے ملاقات کروں گا۔

پھر کچھ عرصہ کے بعد ریل کراچی اسٹیشن پر پہنچ گئی۔ اسٹیشن پر جناب رحیم بخش صاحب موجود تھے اور جناب میاں مقصود احمد صاحب نے بھی اپنی گاڑی بھیجی ہوئی تھی۔ پھر ہم سب نے کراچی میں دوسرے دن جمعہ کی نماز پڑھی۔ نماز کے بعد مولوی عبد الحق صاحب ناظر اسلام امام مسجد نے ہمارے آنے کے متعلق بیان دیا اور مجھے جماعت سے خطاب کرنے کا موقعہ دیا۔ میں نے تمام سفر کے حالات سنائے اور نوجوانوں کی طرف خاص طور پر مخاطب ہو کر دین کے معاملے میں زیادہ دلچسپی لینے کی درخواست کی۔ اس کے بعد ڈاکٹر محمد حسین اور ڈاکٹر یوسف احمد صاحب کی دعوت آئی۔ جن میں سے فقط ڈاکٹر محمد حسین صاحب کی دعوت قبول ہو سکی۔ کیونکہ اس کے دوسرے دن صبح ہم کو انڈیا جانا تھا۔

انڈیا میں بمبئی پہنچ کر جناب عبد الرزاق صاحب کو تلاش کیا۔ معلوم ہوا وہ بمبئی میں کسی دورہ کے مقام پر گئے ہوئے تھے۔ شام کے وقت وہاں کے تمام ممبر میری تلاش میں ہوٹل میں آ گئے .... اور رات کے کھانے پر بلایا۔ وہاں کی جماعت سے خصوصاً شیخ صاحب صدر جماعت احمدیہ بمبئی سے ملاقات ہوئی جنہوں نے کافی خوشی کا اظہار کیا۔ جنوبی امریکہ کے احمدیوں کے متعلق خوب پوچھتے رہے۔ پھر خود ان کے مکان پر پہنچے جہاں ان کے اہل و اقارب ہمارے آنے کے منتظر تھے۔ انہوں نے خوش آمدید کے ساتھ پھولوں کے ہاروں سے استقبال کیا۔ چائے اور مٹھائی پیش کی۔ وہاں بھی ہم نے تقریر کی.... ان سب پر اچھا اثر پڑا۔ میں نے یہ بھی کہا کہ آپ جماعت کے کاموں کو اچھی طرح سے سر انجام دیویں۔ کیونکہ اب آئندہ جنوبی امریکہ سے لوگ حج پر اور اس کے بعد یہاں آتے رہیں گے۔

وہاں سے دوسرے دن ہم سب پھر کراچی آ گئے۔ جہاں سے خواتین کو ہالینڈ روانہ کر کے میں خود اب ڈھاکہ آ گیا۔ ہوائی اڈے پر خیال کرتا رہا کہ شاید جماعت کا کوئی فرد ملنے آیا ہو گا۔ کیونکہ کراچی سے ناصر صاحب کے دیئے ہوئے پتہ پر جناب رحیم بخش صاحب نے تار دے دیا تھا۔ جب کسی کو وہاں نہ پایا تو خود ایک ٹیکسی لے کر ڈھاکہ شہر آیا اور رالیمائر ہوٹل میں قیام کیا۔ بہت مشکل سے ناصر صاحب کے دیئے ہوئے پتہ پر پہنچا۔ مگر خود وہ صاحب نہ مل سکے۔ دوسرے دن وہ خود ہوٹل میں آ کر ملے اور باقی تمام احمدیہ جماعت کے افراد سے ملاقات کرائی۔ معلوم ہوا کہ عبد الصمد جمالی صاحب ڈھاکہ کی احمدیہ جماعت کے انچارج ہیں۔ ان سے مل کر بہت خوش ہوا۔ وہ دوسرے دن جمعہ کی نماز کے لئے خود ہوٹل میں لینے آئے۔ جمعہ کی نماز خاص کر ڈپٹی خلیل الرحمٰن صاحب کے مکان پر پڑھی جاتی ہے۔ وہاں چند احباب جمع ہو گئے جن میں ڈپٹی صاحب کے ایک بیٹے بھی تھے۔ امام صاحب نے مجھے جمعہ کا خطبہ اور نماز پڑھانے کے لئے کہا۔ میں نے خطبہ دیا اور نماز پڑھائی۔ اس کے بعد مجھے ڈپٹی صاحب کے صاحبزادے نے خود ہوٹل میں پہنچا دیا۔ ہوٹل میں رات کو احمدی و غیر احمدی صاحبان سے ملاقات ہوتی رہی۔ میں نے اپنی جماعت کو ڈھاکہ میں مضبوط کرنے کی خوب نصیحت کی اور ہر ایک سے یہی کہا کہ ڈھاکہ میں اسلام کی صحیح تعلیم اور تبلیغ کی بہت ضرورت ہے۔ یہاں ایک مضبوط جماعت

ڈاکٹر محمد یحییٰ بٹ صاحب

میرا دورہ چٹاگانگ

گزشتہ ماہ مشرقی پاکستان میں تبلیغی دورہ کے دوران لفٹننٹ کمانڈر مرغوب عالم صاحب نے مجھے چٹاگانگ آنے کی دعوت دی۔ چنانچہ مشرقی پاکستان کے شمالی علاقہ کوری گرام، ڈگ بور میں لیکچرز کے بعد مولوی جمالی صاحب اور وفد کے دیگر اراکین ملک اللہ بخش صاحب، مولانا عبد المنان عمر صاحب اور ڈپٹی خلیل الرحمٰن خادم صاحب سے الگ ہو کر ۶ مارچ کو واپس ڈھاکہ پہنچے۔ اور صبح ۷ مارچ بذریعہ طیارہ چٹاگانگ کو روانہ ہو گئے۔ وہاں مرغوب عالم صاحب ہوائی اڈے پر موجود تھے۔ انہوں نے میری آمد کی خبر مقامی انگریزی اخبار میں شائع کروا دی تھی اور اس کے ساتھ برلن مسلم مشن کی تاریخ اور اس کی تبلیغی مساعی کا ذکر بھی اخبار کے پہلے صفحہ پر چھپوا دیا تھا۔ مرغوب عالم سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں اور ایک مخلص احمدی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے اس تبلیغی دورہ کو کامیاب بنانے کے لئے بڑا اچھا انتظام کر رکھا تھا۔

چٹاگانگ پہنچنے کے چند گھنٹے بعد میں ایک مقامی گرلز ہائی سکول میں لیکچر دینے کے لئے گیا۔ طالبات و معلمات ہال میں جمع تھیں۔ ہیڈ مسٹریس صاحبہ مجھے ہال میں لے گئیں۔ مولوی جمالی صاحب بھی میرے ساتھ تھے۔ اس اجتماع میں میں نے اسلام کی چند خصوصیات کو بیان کیا۔ اور بتایا کہ سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو اسلامی سوسائٹی میں کتنا معزز مقام عطا کیا ہے۔

اس سلسلہ میں جو مشکلات آپ کو پیش آئیں ان کا بھی ذکر کیا۔ اسی دن ڈیڑھ بجے کے بعد دوپہر روٹری کلب میں میرے دوسرے لیکچر کا انتظام تھا۔ حاضرین کی تعداد پچاس سے زائد تھی۔ پہلے کھانا ہوا۔ بعد میں میں نے آدھ گھنٹہ کے قریب لیکچر دیا۔ اور قرآن کریم کے پُر حکمت کلام ہونے کا ذکر کیا اور اس کے اعلیٰ اصولوں کو بیان کیا جس سے افراد اور قومیں دنیا میں معزز ہو سکتی ہیں۔ پریزیڈنٹ روٹری کلب نے شکریہ ادا کیا اور حاضرین میں سے ایک صاحب کو فارمل طور پر شکریہ ادا کرنے کے لئے کہا گیا۔ مقرر نے لیکچر کے تاثر کو بیان کیا۔ اور کہا کہ یہ لیکچر قلوب کو متاثر کرنے والا تھا۔ اور اس لیکچر کو نہ صرف پاکستان بھر میں بلکہ تمام دنیا میں پھیلانے کی ضرورت ہے۔ اس لیکچر کو ریڈیو کے لئے ریکارڈ بھی کیا گیا۔ اور اس کے بعض اقتباسات ہم نے ۲۰ تاریخ کو بعد میں پروگرام میں ریڈیو پر سنے۔

تیسرا لیکچر اسی تاریخ کو پاکستان گورنمنٹ کے ایک ادارہ میں ہوا۔ اس ادارہ کے ڈائرکٹر صاحب بھی موجود تھے۔ حاضرین کی تعداد ساٹھ کے قریب موجود تھی۔ اس اجتماع کی صدارت مقامی اسلامیہ کالج کے پرنسپل صاحب نے کی۔ میں نے اس اجتماع میں ایک گھنٹہ کے قریب لیکچر دیا۔ حضرت امام الزمان مرزا غلام احمد صاحب کے مہدی اور مسیح ہونے کی اہمیت کو بیان کیا۔ جماعت احمدیہ لاہور کی تبلیغی مساعی کا ذکر کیا اور سامعین کو دعوت دی کہ وہ بھی اس تبلیغی کام میں حصہ لیں۔ صاحب صدر نے لیکچر میں بیان کردہ نظریات کو سراہا اور کہا کہ یہ لیکچر یہاں ہزاروں کے مجمع میں ہونا چاہیئے تھا۔ ہماری تبلیغی مساعی کو سراہتے ہوئے میری طرف اشارہ کیا اور حاضرین کو یوں مخاطب کیا:۔

> "یہ ہیں وہ لوگ جو اسلام
> کی خوبصورت تعلیم کو یورپ
> بھر میں پھیلانے کے لئے
> بڑا مفید کام کر رہے ہیں۔
> لیکن آپ ہیں کہ بی۔اے
> کیا۔ ایم۔اے کیا۔ نوکری
> کی۔ پنشن پائی اور مر گئے"

جلسہ کے اختتام پر میں نے ڈائرکٹر صاحب کو ان کی لائبریری کے لئے چند ایک کتب بطور تحفہ دیں۔ ان کتب میں حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمۃ القرآن۔ حضرت امام زمان کا لیکچر ٹیچنگز آف اسلام بھی شامل تھے۔ یہ لیکچر بھی ریڈیو والوں نے ریکارڈ کیا۔

دوسرے دن جمعہ کے روز ۹ بجے صبح مقامی جماعت ربوہ کا پریزیڈنٹ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ میری ملاقات کو آیا۔ حضرت مسیح موعود کے دعوے کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ اس نے کہا ہم حضرت مسیح موعودؑ کو حقیقی نبی مانتے ہیں۔ میں نے کہا ایسا تو کوئی دعویٰ حضرت امام زمان نے نہیں کیا۔ اس ضمن میں حقیقۃ الوحی سے ایک حوالہ پیش کیا جس میں صاف طور پر لکھا ہے کہ میں حقیقی نبی نہیں ہوں ہاں مجازی طور پر نبی کا نام دیا گیا ہے۔ اس حوالہ کو دیکھ کر یہ صاحب خاموش ہو گئے۔ میں نے کہا تمہارا عقیدہ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے جبکہ حضرت مسیح موعود کی اپنی تحریر کے خلاف ہے۔ ان کے ساتھی بالآخر

(باقی بر صفحہ کالم ۳)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوئے رحمۃ للعالمین پر ناقدانہ نظر

دنیا میں رنگ و نسل اور قوموں کے اختلافات اور ان کا حل

نبی کریم صلعم نے کالے اور گورے کا فرق مٹا دیا

آپ خاتم النبیین ہیں کیونکہ قرآن خاتم الکتب ہیں

خطبۂ جمعہ۔ مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۶۸ء۔ فرمودہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ

بمقام جامع احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس لاہور

من اٰیٰتہ خلق السمٰوٰت والارض واختلاف السنتکم والوانکم ان فی ذالک لاٰیٰت للعٰلمین۔ (روم۔ ۲۱-۲۲)

حضرت نبی کریم صلعم کا مشکل ترین دعویٰ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اعلان کر دیجئے یٰایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا۔ اے اولاد بنی نوع آدم۔ مجھے خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں ساری کی ساری انسانیت کے لئے خدا تعالیٰ کی جناب سے پیغام لایا ہوں۔ لفظ جمیعًا میں قیامت تک کے لئے ساری کی ساری انسانیت مخاطب ہے

اگرچہ یہ بہت بڑا مرتبہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا لیکن اس مرتبہ کے لحاظ سے کام بڑا مشکل ہے۔ عرب میں ایک اُمی قوم کے اندر ایک شخص پیدا ہوا ہے اور یہ دعوے کرتا ہے کہ میں دنیا جہان کے انسانوں کے لئے پیغام لایا ہوں۔ یہ دعوے بہت اہم ہے۔

اس دعوے پر ناقدانہ نظر

آج بھی اگر اس دعوے پر ناقدانہ نظر ڈالی جائے کہ کیا حضور صلعم اس دعویٰ کے وقت دنیا جہان کے انسانوں کی مشکلات کو جانتے تھے۔ اور کیا ان ہمہ گیر اور عالمگیر مشکلات و مصائب کا علاج آپ نے بتایا ہے۔ تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور کا یہ دعویٰ غیر معمولی اور بڑا اہم اور مشکل ہے۔ مگر حضور کی تعلیمات واضح طور پر ظاہر کرتی ہیں کہ انہوں نے اس دعویٰ کے مطابق قوموں کی مشکلات کو حل کر دکھایا۔

کائنات کبریٰ اور کائنات صغریٰ

اور ان مشکلات کا تھوڑا ذکر اس آیت میں آیا ہے۔ فرمایا ومن اٰیٰتہ خلق السمٰوٰت والارض زمین و آسمان کی تخلیق میں خدا تعالیٰ کی قدرت علم اور حکمت نظر آتی ہے اس میں ہستی باری تعالیٰ کے کھلے کھلے نشانات ہیں۔ و اختلاف السنتکم والوانکم اور انسانوں کے اختلاف رنگ زبان سے بھی یہی حقیقت سامنے آتی ہے۔ ان فی ذالک لاٰیٰت للعٰلمین اس کارگہ عالم میں اہل علم و دانش کے لئے خدا تعالیٰ کی قدرت اس کی حکمت اور اس کے علم کے بڑے بڑے نشان موجود ہیں۔ اسی مضمون کو دوسری جگہ فرمایا ہے سنریھم اٰیٰتنا فی الاٰفاق وفی انفسکم زمین آسمان کی یہ دنیا کائنات کبریٰ ہے۔ اس کائنات کبریٰ میں انسان ایک کائنات صغریٰ کا حکم رکھتا ہے۔ ہر دو کائنات سے خدا تعالیٰ کے علم و حکمت اور قدرت اور اس کے احسانات۔ کمالات کا پتہ چلتا ہے۔

کائنات میں اختلافات

اس زمین و آسمان میں بے شمار اختلافات ہیں کشمیر کے مرغزار، سوئٹزرلینڈ کی سرسبز آبادی؛ اور اس کی خوبصورتی کے مقابلہ میں جیسلمیر کے ریگستان، عرب اور افریقہ کے ریگستان ہیں۔ کہیں پہاڑ اور وادیاں ہیں۔ کہیں چٹیل میدان ہیں۔ کہیں سبزی اور تری ہے اور کہیں دریا اور سمندر ہیں

اسی طرح جانوروں اور پرندوں میں بھی اختلافات ہیں ان اختلافات کی کچھ انتہا نہیں۔ ان کے رنگ الگ الگ ہیں۔ ان کی عادات الگ الگ ہیں۔ ان کی خوراک ایک دوسرے سے علیحدہ ہے۔ ان کے رہنے سہنے کی جگہ علیحدہ ہے۔ جنگل میں جہاں ہرن خراماں ہیں وہاں تو خونخوار چیتے اور شیر بھی ہیں۔

اب لیجئے انسان۔ ہندوستان کے چپے چپے پر علیحدہ علیحدہ بولیاں ہیں۔ ہندو قوم نے خود اپنے اندر اختلاف پیدا کر رکھے ہیں۔ ان میں ذات پات کا مسئلہ ہے کوئی پنڈت ہے تو کوئی کھشتری اور ویش اور شودر ہیں اور پٹھانوں کی طرح ان میں راجپوت بھی ہیں۔ سب کی بولیاں الگ الگ ہیں۔ یہاں بھی ہماری بولی اور ہے اور سرحد والوں کی اور۔ اسی طرح افغانستان۔ ایران اور ترکی میں بولیاں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ جاپان و چین کا تمدن علیحدہ علیحدہ ہے اور ان کے خد و خال بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اسی طرح انگلستان تک چلے جائیے۔ انسانوں کے مزاج، عادات اور رنگ و زبان میں بہت اختلافات ہیں۔ رنگ کا اختلاف تو فسادات برپا کر رہا ہے۔

اختلافات کے باوجود ہم آہنگی و تعاون

لیکن اختلافات کے باوجود کائنات کے نظام میں ہم آہنگی اور تعاون ہے باہم تعلق ہے چنانچہ فرمایا انا صببنا الماء صبًا و شققنا الارض شقًا اور زمین کو ہم نے شق کیا ہے ان دونوں کے اندر ربط ہے۔ یہ دونوں مل کر کام کرتے ہیں۔ نہ زمین کے اندر عقل و فہم ہے نہ سیارگان کے اندر ادراک ہے تاہم دونوں مل کر طرح طرح کے میوے اور پھل پیدا کرتے ہیں جو انسان کے کام آ رہے ہیں ان کا انسان کے ساتھ تعلق ہے۔ پھر جانوروں کا انسان کے ساتھ ربط ہے۔ پھر سمندر کے اندر مچھلیاں ہیں و مگرمچھ بھی ہیں، ان سب کا انسان کے ساتھ تعلق ہے فرمایا کہ باوجودیکہ ان سب کے اندر اختلافات ہیں ان میں ہم آہنگی اور ربط بھی موجود ہے۔

فطرت انسانی کی یکسانیت

انسان کے اندر رنگ و نسل اور بولی کا اختلاف ہونے کے باوجود سب کی فطرت ایک ہے فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا خدا تعالیٰ نے عالم انسانیت کو ایک فطرت عطا کر رکھی ہے۔ رب المشرق والمغرب۔ وہ انسان مشرق کے رہنے والے ہوں یا مغرب کے، شودر اور چمار ہوں یا پنڈت سب کی فطرت ایک ہی ہے۔ اور سب کی فطرت میں نیکی و بدی کی تمیز ودیعت کر دی گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا وھدینٰہ النجدین۔ دو پہاڑیاں ہم نے ان سب کو دکھائی ہیں کسی انسان کے چلتے چلتے راستہ میں دو پہاڑیاں آ جائیں تو ممکن نہیں کہ وہ نظر نہ آئیں اسی طرح سے نیکی اور بدی گویا دو اونچی اونچی پہاڑیاں ہیں جو صاف طور پر انسان کو نظر آتی ہیں۔ کوئی بھی انسان گناہ کر بیٹھتا ہے۔ تو اس کا نفس اس کو ملامت کرتا ہے۔ تمام انسانوں میں اختلافات کے ہوتے ہوئے خدا تعالیٰ نے ان میں فطرت کی یکسانیت پیدا کر رکھی ہے۔ انسان کسی وطن کا اور کسی قوم کا ہو۔ فطرت سب کی ایک ہے۔ اس میں دونوں باتوں کا ذکر کر دیا ہے کہ دنیا کے اندر اختلافات کے ہوتے ہوئے ارتباط بھی ہے۔

رنگ و نسل کے اختلافات کی وجہ سے فسادات۔

قرآن کریم نے رنگ و نسل اور مشرق و مغرب کے الفاظ استعمال کر کے بتلایا ہے کہ انسان کسی وجہ سے رنگ اور نسل کی بناء پر فساد برپا کرتے ہیں چنانچہ آج۔ رنگ اور نسل کے سوال نے دنیا میں کس قدر فساد پیدا کر رکھا ہے۔ ڈاکٹر کنگ کے مرنے سے سارے کے سارے امریکہ میں فسادات کا بازار گرم ہے۔ امریکہ کو اپنی جمہوریت پر فخر ہے۔ مگر حقیقت ان دعاوی کی تکذیب کرتی ہے۔ امریکہ کو خدا کی زمین [illegible] قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن آج امریکہ میں کالے آدمی کے بچے سفید آدمی کے بچوں کے سکول میں نہیں جا سکتے۔ کالے آدمی عیسائی ہو جانے کے باوجود سفید آدمی کے گرجے میں نہیں جا سکتے۔ کالے آدمی افواج کے کمانڈر تو بن گئے لیکن ان کو سفید آدمی کے حقوق حاصل نہیں اس کا ذلت میں انسانیت کی بڑی تذلیل ہو رہی ہے بے اندازہ ظلم انسانوں پر ہو رہا ہے۔ ایسا ہی آپ کا ہمسایہ ہندو دس کروڑ اچھوتوں کو پاس پھٹکنے نہیں دیتا، انہوں نے پانچ چھ کروڑ مسلمانوں کا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ ان پر زبان کی پابندی لگا رکھی ہے کہ ہندی زبان اختیار کرو اور ہندو ہو ورنہ مکہ مدینہ میں چلے جاؤ۔

نبی کریم صلعم نے کالے اور گورے کا فرق مٹا دیا۔

خدا تعالیٰ نے رنگ و نسل کے اختلافات کا ذکر کرنے کے علاوہ یہ بھی فرمایا ہے کہ کان الناس امۃ واحدۃ۔ تمام کے تمام انسان ایک جماعت کا حکم رکھتے ہیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک جماعت بنا کر دکھا دیا۔ ایک ایران کا رہنے والا سفید رنگ سلمان آیا تو فرمایا سلمان منا اھل البیت اور دوسری طرف کالے کلوٹے حبشی بلال کو گلے سے لگایا ہے انسانیت کا احترام جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً کر کے دکھایا۔

پادری نے چوہڑوں چماروں اور کالے لوگوں کو عیسائی بنانے میں بہت محنت کی ہے اور بہت روپیہ صرف کیا ہے۔ لیکن کوئی انگریز پادری چوہڑے یا کالے عیسائی کو گلے نہیں لگا سکتا۔ اور نہ ہی اس کے ساتھ ایک میز پر بیٹھ کر کھانا کھا سکتا ہے۔ یہ قرآن ہی ہے

کاحل ہے جو علم و عقل کی صدی کہلاتی ہے لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ میں جو تہذیب و تمدن سے کوسوں دور تھا۔ بلال حبشی کو گلے لگا لیا اور فرمایا انی اسمع دق نعلیک بین یدی فی الجنۃ۔ یعنی تم جنت میں میرے آگے آگے چل رہے ہو اور میں تمہاری جوتی کی آہٹ سن رہا ہوں۔

تمام زبانیں اور فطرت انسانی خدا کی ہے

قرآن کریم نے مسلمان کا سینہ چوڑا کرنے کے لئے فرمایا وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ۔ ہم نے جس قدر انبیاء کرام دنیا میں بھیجے ہیں ان کو ان کی زبان میں ہدایت دی ہے، ہر قوم کی زبان میں ہدایت بھیجی گئی ہے گویا تمام زبانیں خدا کی ہیں اور تمام انسان خدا کے بندے ہیں جن کے متعلق فرمایا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا، خدا کی فطرت ان کے اندر رکھی گئی ہے۔

ان فی ذالک لایٰت العلمین

پس اہل علم کے لئے کائنات میں اور اختلافات رنگ وغیرہ میں خدا تعالیٰ کے بڑے بڑے نشانات ہیں۔ افریقہ کے حبشی، امریکہ کے سفید آدمی، ہندوستان کے پنڈت اور شودر عرب کے مسلمان سب کی فطرت ایک ہی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی مصلحت اور اس کے علم و حکمت کا بہت بڑا نشان ہے۔

توحید الٰہی اور وحدت انسانی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام نبیوں کا دین ایک ہی ہے۔ ان سب نے توحید الٰہی کا ہی سبق دیا ہے وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الٰہ الا انا فاعبدون سب رسولوں نے یہی سبق دیا ہے کہ خدا ایک ہے اس کی مخلوق ایک ہے توحید الٰہی کے اعتقاد سے وحدت انسانی کا قائم کرنا مقصود ہے۔ اور بولی، رنگ اور نسل کے تعصبات کو ختم کرنے کے لئے فرمایا یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثٰی وجعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا۔ تم ایک مرد اور عورت کی اولاد ہو۔ تم ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جاتے ہو۔ وہاں کی آب و ہوا کے اثر سے تمہارے رنگ اور قد و قامت بنتے ہیں کوئی پہاڑوں پر چلا جاتا ہے کوئی سمندر کے کنارے ریگستان میں ٹھکانا بناتا ہے پہاڑوں پر رہنے والوں کا رنگ سفید ہو جاتا ہے اور ریگستانوں میں بسنے والوں کا سرخ ہو جاتا ہے لیکن سب کی جلدیں انسانیت ایک ہی ہے

صرف متقی ہی نبی کریم صلعم کے ساتھی خواہ کسی رنگ و نسل کے ہوں

یہ تعلیمات آج سے چودہ سو سال پہلے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیں۔ ان تعلیمات کی برکت سے دنیا بھر کی قوموں میں یگانگت پیدا ہو سکتی ہے۔ نسل، زبان اور رنگ کے اختلافات کو مٹا کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب قوموں کو ایک کر دکھایا ان میں وحدت پیدا کر دکھائی اور ایک عالمگیر قانون ان الفاظ میں بیان فرما دیا ان اولی الناس بی المتقون میرا قریبی وہ ہے جو خدا خوف ہے اور مخلوق خدا کی خدمت کرتا ہے من کانوا۔ کوئی ہو کسی قوم کا ہو۔ حیث کانوا۔ کسی وطن کا ہو، جو بھی تقوے رکھتا ہو وہ کالا کلوٹا ہو یا سفید، وہی میرا قریبی ہے۔

دنیا جہان کی مشکلات کا حل نبی کریم صلعم کی تعلیمات میں

یہ وہ دین فطرت ہے جو دنیا میں پھیلے گا اس کو اپنانے کے لئے دنیا مجبور ہو جائے گی کیونکہ دنیا جہان کی مشکلات کا حل اس کے اندر موجود ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایک شخصیت ہیں جنہوں نے فرمایا کہ میں تمام دنیا کے انبیاء کی تعظیم کرتا ہوں۔ اور ان کی تعلیمات پر ایمان لاتا ہوں۔ آپ نے دنیا جہان کے نبیوں اور ان کی کتب پر ایمان لانا ہر مسلمان کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔

نبی کریم صلعم خاتم النبیین ہیں کیونکہ قرآن خاتم الکتب ہے

یہی ایک شخصیت ہیں جو بجا طور پر خاتم النبیین ہونے کا دعوے کر سکتی ہے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لئے رسول ہیں آپ کے بعد کسی دوسرے نبی اور رسول کی ضرورت نہیں حضرت امام زمانؑ نے قرآن کریم کے متعلق کیا حقیقت و معرفت سے بھرا شعر کہا ہے ؎

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

اور ایک فارسی عبارت میں فرمایا ہے کہ چونکہ قرآن کریم پر شریعت کامل ہو چکی ہے اس لئے اب کسی نبی کی حاجت نہیں رہی۔ اور فرمایا آیت قرآنی الیوم اکملت لکم دینکم کے مطابق اب قطعاً کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اگر کوئی حکم آجائے تو الیوم اکملت لکم دینکم کا دعوے باطل ہو جاتا ہے۔ اگر وحی نبوت کا ایک فقرہ بھی نازل ہو تو دین کا تختہ الٹ جاتا ہے۔ اور فرمایا اللہ کو بھی شایاں نہیں کہ خاتم النبیین کے بعد نبی بھیجے اور نہیں شایاں ہے کہ سلسلہ نبوت کو دوبارہ از سر نو شروع کر دے۔ بعد اس کے کہ قطع کر چکا ہے خود دنیا میں نبی بھیجنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔

اس سے بھی بڑھ کر حضرت مرزا صاحب کی غیرت دیکھئے کہ اپنے آپ کو گالی دے کر فرماتے ہیں :۔

"کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعوے کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں"

(انجام آتھم)

اور فرمایا :۔

وما عنی اللہ من نبوتی الا کثرۃ المکالمۃ والمخاطبۃ ولعنۃ اللہ علی من اراد فوق ذالک

اور دوسری جگہ فرمایا :۔

وان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین۔

پھر فرمایا :۔

والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم

(الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی)

دنیا جہان کے اضطراب کا حل اسلام میں۔

آج زمانہ میں وہ اضطراب ہے جو کبھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ ساری دنیا میں اضطراب ہے۔ روس اور امریکہ دونوں مضطرب ہیں۔ دونوں کو پتہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کے مہلک ہتھیاروں سے تباہ ہو جائیں گے۔ وہ شمالی قطب میں جگہ تلاش کرتے ہیں کہ بوقت ضرورت وہاں پناہ لے لی جائے۔ نہایت اضطراب ہے۔ اس اضطراب کا حل اسلام میں ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔ توحید الٰہی کا سبق پڑھا جائے حلال طیب روٹی کھائی جائے۔ سچ بولا جائے۔ اللہ کا خوف اختیار کر کے مخلوق خدا کی خدمت کی جائے۔

بیماروں کے لئے دعا اور فوت شدگان کیلئے جنازہ غائبانہ

ہمارے کچھ دوست بیمار ہیں۔ میاں سعید احمد صاحب بھی علیل ہیں ان کی صحت کے لئے درد دل سے دعا کی جائے۔ (دعا کی گئی)

آپ کو معلوم ہے کہ بادشاہ عبدالمجید صاحب بڑے مخلص اور متقی اور پرہیزگار انسان تھے۔ ان کے فرزند ارجمند شاہ شجاع سماٹرا میں فوت ہو گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا عبدالہادی صاحب بھی مبلغ سماٹرا ہوا کرتے تھے اور وہ ایک بھاری بھرکم اور بارعب شخصیت کے مرد تھے۔ ان کے بیٹے عبدالباقی صاحب نے لکھا ہے کہ میری والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نماز جمعہ کے بعد شاہ شجاع کے لئے اور مولوی عبدالباقی صاحب کی والدہ محترمہ کے لئے جنازہ غائبانہ کی صورت میں دعائے مغفرت کی جائے گی۔ (بعد نماز جمعہ ہر دو کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا۔)

دورہ ہانگ کانگ از صـ۲

بولے اور کہا کہ ہم اس کا جواب اپنے کسی عالم سے پوچھ کر دیں گے۔ یہ تمام گفتگو ٹیپ ریکارڈ کر لی گئی۔ ریکارڈ کرنے کا انتظام مرغوب عالم صاحب کے بیٹے نوید عالم صاحب نے کیا تھا۔

نوید صاحب نے کہا کہ وہ اس گفتگو کو اپنے دیگر دوستوں کو سنائیں گے تا حضرت مسیح موعودؑ کے دعوے کی حقیقت دوستوں پر واضح ہو سکے۔

جمعہ کا انتظام مرغوب عالم صاحب نے اپنی کوٹھی پر کیا ہوا تھا۔ بعض یونیورسٹی سٹوڈنٹس بھی اس اجتماع میں شریک تھے۔ جمعہ کے خطبہ میں میں نے آیت قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی ... کو بیان کیا۔ نماز ادا کرنے کے بعد گیارہ مرد و زن نے جماعت میں شمولیت کا اعلان کیا ان میں دو خواتین میڈیکل سٹوڈنٹ تھیں۔ پانچ نوجوان سیکنڈ اور تھرڈ ایئر کے سٹوڈنٹ تھے۔

تمام نوجوانوں نے وعدہ کیا کہ وہ حضرت امام زمان کے پیغام کو دوسرے دوستوں تک پہنچانے کی ہر ممکن سعی کریں گے۔ اسی دن چار بجے بعد دوپہر مرغوب عالم صاحب نے اپنے دوست و احباب کو اپنی کوٹھی میں عصرانہ دیا۔

اس دعوت کے لئے مرغوب صاحب نے باقاعدہ دعوتی کارڈ چھپوائے تھے۔ حاضرین کی خاصی تعداد عصرانہ پر جمع تھی۔ ان میں معززین شہر کے ساتھ جہاز رانی کے بورڈ کے چیئرمین مسٹر علوی بھی شامل تھے۔ حاضرین کے سامنے۔ جن میں مرد و زن موجود تھے۔ میں نے ایک گھنٹہ لیکچر دیا۔ اور بتایا کہ حضرت امام الزمان نے مسلمانوں کو بیدار کرنے اور قرآن کریم کو دیگر اقوام میں پھیلانے کے لئے کیا کام کیا ہے۔ جلسے کے بعد نماز ادا کی گئی۔ اور پھر پندرہ بیس احباب کے حلقہ میں سوال و جواب کا سلسلہ ۱½ گھنٹے تک جاری رہا۔

اس تمام پروگرام کو کامیاب بنانے میں بیگم صاحبہ مرغوب عالم صاحب اور خود مرغوب عالم صاحب اور ان کے صاحبزادوں نے بڑی محنت کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

مرغوب عالم صاحب نے بتایا کہ کچھ عرصہ پیشتر حضرت شیخ نثار احمد صاحب مرحوم [illegible]

ماسٹر عبدالکریم احمدی بھدرواہ کشمیر سٹیٹ

احمدیہ تحریک

ہرگز کسی جماعت یا فرد کی دلآزاری کی اجازت نہیں دیتی

خدا کے فضل و کرم سے یہ حقیقت اب کسی بھی فرد بشر سے پوشیدہ نہیں ہے کہ جماعت احمدیہ نے جملہ مذاہب کے پیشواؤں اور بزرگوں کا احترام عملاً کر کے دکھایا اور سکھایا ہے اور یہ جماعت ہر ملک اور ہر براعظم میں سالانہ لاکھوں روپے خرچ کر کے کوشش کرتی ہے کہ انسان ہر قسم کی فرقہ دارانہ منافرت سے بالاتر ہو کر الخلق عیال اللہ کے پیش نظر کائنات کے اندر امن و سکون پیدا کرے اور محبت و پریم کی گنگا بہائے۔

تاریخ عالم میں پہلی بار بانی سلسلہ احمدیہ حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے دلائل قاطعہ سے ثابت کر دیا کہ حضرت کرشن۔ حضرت رام چندر۔ حضرت بدھ علیہم السلام بھی خدا تعالیٰ کے سچے پیغمبر تھے۔ اور ان بزرگوں نے اپنے اپنے ماحول اور زمانہ کی ضروریات کے مطابق انسانیت کی اصلاح کی۔ چنانچہ حضرت میرزا صاحب علیہ السلام نے ہی خدا تعالیٰ سے الہام پاکر یہ بات بھی ٹھوس بنیاد پر پایۂ ثبوت کو پہنچائی کہ حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ خدا تعالیٰ کے مقبول اور ولی تھے۔ غرض بانی احمدیت اور تحریک احمدیت ہرگز ہرگز اس بات کے حق میں نہیں کہ کوئی فرد یا فرقہ کسی دوسرے فرد یا فرقہ کے ذی احترام بزرگ کی توہین یا تحقیر کرے۔ یہی تعلیمات احادیث نبویہ صلعم اور صحیفہ فطرت قرآن حکیم میں بھی مذکور ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ :-

"مسلمان کسی شخص یا قوم کے باطل معبود کو بھی برا نہ کہے ایسا کرنے سے شدید احتمال ہے کہ مخاطب اس کے سچے خدا کی شان میں گستاخی کرے گا۔"

بہرکیف اسلامی تعلیمات نے عملاً بتلایا ہے کہ کسی دین و دھرم، فرقہ یا معاشرہ کی توہین کرنا۔ یا اس کی تحقیر کرنا خدا اور رسول کو ہرگز پسند نہیں ہے۔ جب طویل زمانہ گذرتا ہے تو لوگوں کے خیالات سے ٹھوس مذہبی تعلیمات و عقائد کا اثر کم ہو جاتا ہے اور وہ صرف چند ایک رسوم اور چند ایک فرضی روایات کو اصل دین خیال کر بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ محسن انسانیت حضرت فخر الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انسانی فطرت کے نبض شناس تکمیل دین کرنے والے اور دنیا سے ہر قسم کے شر و فساد کو دور کرنے کے گر بتانے والے معلم انسانیت تھے، فرمایا تھا کہ :-

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا

کہ جب بھی لوگ مذہب کے اصل مغز کی جگہ پر چند مفروضات کو جگہ دیں گے۔ جب بھی بزرگان مذاہب اور بانیان دین کا احترام کرنا بھول جائیں گے۔ جب بھی لوگ دین پر دنیا کو مقدم کریں گے۔ تو ایسے وقت میں بلکہ ہر صدی کے سر پر خدا تعالیٰ ایک مجدد دین کو کھڑا کرے گا۔ چنانچہ خدا کے انتہائی فضل و کرم ہیں کہ ہمارے نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی اور فرمان ہر صدی کے سر پر نہایت آن بان اور شان کیساتھ پورا ہوتا رہا۔ گو مبعوث ہونے والے مجدد اور امام کو ہر زمانہ اور ہر صدی میں اپنے ہمعصر لوگوں اور مولویوں نے قسم قسم کی اذیتیں دیں۔ دکھ پہنچائے۔ دل آزاریاں کیں، کفر کے فتوے دیئے وطن سے جلاوطن کرایا۔ شہید کرانے میں بھی فرق نہ کیا۔ زندیق فاسق۔ ابلیس و فاجر، غدار اور قابل مذمت ناموں سے بھی موسوم کیا۔ مگر اسلامی تواریخ گواہ ہے، آثار ہمارا قومی لٹریچر، جو ہمیں اپنے اسلاف سے ورثہ میں ملا ہے واضح طور پر پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ آخر کار مجدد و امام اور اس کی مظلوم، اقلیتی جماعت دنیاوی جاہ و حشم میں کمزور قسم قسم کے مشکلات اور آزمائشوں کا تختۂ مشق بننے والی جماعت ہی فلا خوف علیہم ولا ھم یحزنون کے پیش نظر کامیاب اور کامران رہی ہے۔ حتیٰ کہ مکفر اور مکذب علماء کی اولاد در اولاد نے ان بزرگوں کے نام سے ورد و اذکار کا ایک لامتناہی سلسلہ بھی جاری کیا۔ حتیٰ کہ پھر زبانی روایات اور ضخیم تواریخ میں مقامی طور پر ان بزرگوں کی طرف سے ایسے خوارق عادت نشانات معجزات بھی بیان کئے کہ بعض اوقات کسی مادی اور مغرب زدہ تعلیم یافتہ کے لئے وہ باتیں ایک ناممکن اور ناقابل قبول امور کہلاتے ہیں۔

مگر یہ سب کچھ امام۔ مجدد۔ مبلغ۔ محدث۔ مفسر۔ گویا جس کسی رنگ میں یہ بزرگ ہستیاں ہمارے سامنے آئیں یا اسلاف کے سامنے آتی رہیں ان کے اس دنیا سے گذر جانے کے بعد ہی ہوتا رہا۔ مامور اور ہادی کی زندگی میں یا اس کے معاً بعد بھی اقوام اس پیمانہ نہیں رکھی ہیں۔ اسی لئے قرآن حکیم نے بھی قیامت تک کے لئے مابہ التمثیل اور واجب العمل فطری قانون و قاعدہ سے فرمایا ہے یا حسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون گویا خداوند بھی اپنے بندوں پر افسوس کرتا ہے جو اپنے زمانہ کے مامور و مجدد، ملہم، محدث و مفسر کے دعاوی کے ساتھ ٹھٹھا کرتے ہیں۔

میں اس وقت طوالت کے خوف سے بچنے کیلئے اس مضمون کو اسی جگہ چھوڑ کر "مسلمانان بھدرواہ" پر یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ وہ آج سے پچاس برس قبل کی مقامی مذہبی تاریخ کو تصور میں لائیں۔ اور گذشتہ پچاس برس میں معاندین احمدیت نے ان کے سامنے تحریک احمدیت اور بانی احمدیت کی جو گھناؤنی تصویر پیش کی تھی اس میں کہاں تک خدا ترسی اور حق گوئی و حق پسندی سے کام لیا گیا تھا۔ کبھی یہ بتلایا جاتا تھا کہ میرزا صاحب نے اپنی الگ امت۔ الگ قبلہ الگ کتاب و شریعت قائم کی ہے۔ کبھی یہ بتلایا جاتا تھا کہ یہ لوگ نہ درود پڑھتے ہیں اور نہ ہی اولیائے کرام کو مانتے یا ان کا احترام کرتے ہیں۔ کبھی یہ کہا جاتا کہ اس جماعت کو انگریزی حکومت نے مسلمانوں کے اندر پھوٹ ڈالنے کی خاطر منظم کیا۔ نعوذ باللہ نعوذ باللہ من ذالک ۔۔

نام کیا کیا غم ملت میں دکھایا ہم نے

یہ سب کچھ دیکھنے اور سننے کے بعد نہ صرف بھدرواہ کی بستی میں بسنے والے مسلمانوں اور ہندوؤں نے ہی دیکھا بلکہ اقوام عالم تک اس کی چشم دید گواہی دے رہا ہے کہ احمدی فرقوں کے لوگ بہ نسبت دوسرے فرقوں کے نماز، روزہ، سنت احترام شریعت و قبلۂ مرکزی اسلامیہ کے زیادہ احترام کرتے ہیں۔ پھر مسلمانوں نے بھی اور غیروں نے بھی دیکھا کہ کس طرح بانی احمدیت اور ان کی جماعت تثلیث پرستی کی تردید کرتے ہوئے انگریز کے تثلیث پرستانہ عقیدہ کی جڑیں کاٹ رہی ہے۔ حتیٰ کہ پہلی صدی کے اندر اندر اس جماعت نے انگریزوں کے دارالخلافوں لندن، برلن .... وغیرہ وغیرہ میں اسلامی مساجد تعمیر کر کے وہاں سے پنجوقتہ اذانوں میں اشھد ان محمد رسول اللہ کی فلک شگاف صدائیں بلند کیں اور کرتے رہے ہیں۔ یورپ امریکہ۔ افریقہ...... وغیرہ ممالک میں ہزاروں عیسائیوں کو مسلمان بنایا۔ پھر صداقت اسلام و سیرت نبوی صلعم پر دنیا کی تقریباً ہر بڑی زبان میں کتب و لٹریچر کا ایک ہمالیہ تیار کر کے دنیا کے کروڑوں لوگوں تک اسلامی تعلیمات کو پہنچایا۔ الحمد للہ۔ یہ سب کچھ میرے بھائی دیکھ رہے ہیں۔

اس سلسلہ میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ایک اور حقیقت بھی انہیں یاد دلاؤں۔ وہ یہ کہ احمدیت میں داخل ہونے سے پہلے ہم لوگ کیا تھے؟ اس کا مختصر جواب میں خود ہی دوں گا۔ جو میرے دوستوں کو فراموش نہیں کرنا ہوگا۔ یہ ان کی اور ہم سب کی ضمیر کی سچی گواہی ہے ہم احمدیت میں آنے سے پہلے بدترین قسم کے مشرک تھے ہم نے خدائے واحد کا مقام پیروں اور معبودان باطلہ کو دے دیا تھا۔ ہم بے نماز تھے .... ہم روزہ بھی نہ رکھتے تھے۔ ہمیں خیرات و صدقات کا احساس بھی نہ تھا۔ نہ ہمیں اپنی قوم۔ دوست و ہمسایہ کے حقوق کا ہرگز احساس نہ تھا۔ ہمیں اکثر کلمہ طیبہ کا معنیٰ تو رہا درکنار کلمہ بھی یاد نہ تھا۔ مجھے حیا و شرم دامنگیر ہے کہ ان برائیوں۔ بدخیالات، مردہ دلی۔ تبلیغ و اشاعت دین سے بے رغبتی رسومات و مفروضات پر فریفتہ۔ ریاکاری اور دکھلاوے کے دلدادہ۔ وغیرہ وغیرہ قسم کے حالات و خیالات میں حسن بیان کروں۔ البتہ اپنے بھائیوں کی توجہ اس امر کی طرف دلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ جہاں ہم احمدی جماعتوں کے افراد پہلے اس قدر کمزوریوں میں ملوث تھے وہاں خدا تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اور حضرت میرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض شاگردوں سے ملاقات کا موقعہ ملا۔ بلکہ وہ مبلغین کرام خود ہماری بستی میں تشریف لائے تھے۔ ہم امن و سکون کے متلاشی تھے اور یہاں اس سے پہلے چند ایک سادہ مزاج بزرگ احمدی کہلاتے تھے وقتاً فوقتاً وہ بزرگ (خدا ان کو غریق رحمت کرے) ہستیاں ہمیں لٹریچر۔ اخبار کے ساتھ زبانی نصیحتیں بھی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ خوش قسمتی سے ہمارے خیالات احمدیت کی دلکش اور جانفزا تعلیمات کی طرف مانوس ہو رہے تھے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ خدائے رحیم و کریم کی کمال درجہ کی مہربانی سے بالآخر بہت سے ساتھی محلے دار اقارب سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ کسی شخص پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے۔ ایک طرف ہم لوگ مذکورہ بالا کمزوریوں میں مبتلا تھے تو دوسری طرف ہم دنیاوی جاہ و حشم کے اعتبار سے بھی گمنام تھے۔ غیر اہم تھے ہمارے احمدی بننے یا نہ بننے کی کوئی اہمیت ہی نہ تھی۔ بلکہ ہمارے ساتھ طرح طرح کے مضحکہ خیز برتاؤ ہونے لگے ہمارے استیصال اور تباہی کو آسان سمجھا جانا رہا وغیرہ، چونکہ ہم کو خدا نے ایک مامور اور سچے مجدد کی جماعت کے ساتھ ہم آہنگ کر دیا تھا لہذا ہم ہر اذیت اور تکلیف کو نعمت غیر مترقبہ جان کر برداشت کرتے تھے حضرت مجدد دوران مسیح الزمان کے ساتھ خدا تعالیٰ کا ان الفاظ میں وعدہ تھا کہ ۔۔

"میں تیرے محبوں کا گروہ بڑھاؤں گا
اور ان کے نفوس و اموال میں برکت
ڈالوں گا۔"

چنانچہ ہمارا ایمان تازہ ہو رہا ہے کہ خدا کا وعدہ ہم جیسے ناکارہ بندوں کے لئے نہایت صفائی سے پورا ہوا۔ اور ہو رہا ہے۔ حالانکہ ہمارے راستے میں روڑے اٹکانے کی سعی نامناسب ہوتی رہی۔ چنانچہ ۱۷ر اکتوبر ۵۹ء کے ایک دلدوز واقعہ کا ذکر ۲۹ر نومبر ۵۹ء کے پیغام صلح میں شائع ہوا تو اس کو اچھالنے کی کوشش کی جاتی رہی اور سادہ لوح روزہ دار مسلمانوں کو جوش دلایا جاتا رہا۔ اخبار کے مضمون کے بعض حصوں کی توڑ مروڑ کی تشریح ہوتی رہی مگر الحمد للہ بھدرواہ کا عام مسلمان اب اندھی تقلید کا قائل نہیں رہا ہے۔ وہ اب متعصب بھی نہیں ہے۔ ریاست جموں و کشمیر کے مسلمانوں کو بالعموم اور بھدرواہ کے مسلمان کی حق پرستی اور روحانیت پر فخر ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ بھدرواہ کا مسلمان لیڈروں کی تقلید ضرور کرتا ہے۔ اور بعض [illegible] شور و غوغا کرنے والے [illegible] جاتا ہے۔

چنانچہ ۲۹ر نومبر کے مضمون پیغام صلح میں تو کچھ [illegible] مقصد اس قدر تھا کہ ۱۷ر اکتوبر [illegible] جماعت اسلامی بھدرواہ کے پلیٹ فارم سے [illegible] ان کی اجلاس کے بھدرواہ [illegible] حضرت میرزا

صاحب بانیٔ احمدیت کے دعاوی کا تمسخر اور مذاق اڑاتے ہوئے ایک نظم پیش کی (اس جگہ اب یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے جبکہ مسلمانانِ بھدرواہ کو صرف یکطرفہ باتیں ہی بتلائی جاتی ہیں ۔ اور پُرامن و صلح جوئی کے داعی مسلمانوں کے سیاسی ۔ اقتصادی ۔ ملی ۔ قومی کاموں میں ایثار مندانہ طریق سے ہاتھ بٹاتے والے احمدیوں کے خلاف گھر گھر اور در در پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ گویا احمدیوں نے وعدہ شکنی کی ۔ اور دوسرے فریق یعنی عام مسلمانوں کو بُرا کہا ہے) اس پروپیگنڈا اور جسارت پر جتنا بھی افسوس اور واویلا کیا جائے کم ہے ۔ لہذا راقم الحروف اپنا فرض اولین سمجھتا ہے کہ بھدرواہ اور دیگر ملحقہ مقامات کے مسلمانوں پر یہ حقیقت پھر ایک بار واضح کرنا ضروری ہے کہ ہم احمدی کہلاتے والے لوگ کسی بھی فرد ۔ معاشرہ ۔ ولی ۔ مجدد ۔ امام کو تحقیر کی نگاہ سے نہیں دیکھتے ہیں ۔ ہم ہر کلمہ گو مسلمان کو اپنا بھائی خیال کرتے ہیں ۔ ہر مذہبی پیشوا کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلّم بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے ۔ حتیٰ کہ ہم ہندو ۔ سکھ ۔ بدھ ۔ عیسائی ۔ یہودی کسی بھی مذہب اور مکتب فکر کے پیشوا یا واجب التعظیم بزرگ کی دل و جان سے عزت و احترام کرتے ہیں ۔ مگر وائے بر حال ما ہمارے ان بعض نادان قسم کے ہمسایوں کو اتنا بھی احساس نہیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں ....

.... اور وہ کیوں ہمارے مرشد و آقا کی توہین پر کمربستہ ہیں ۔ کیا انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ کسی دوسرے کے پیشوا کی توہین کرنا آسان ہے یا دوسروں کو احساس ہی نہیں ہے ۔ یہ عجیب بات ہے کہ توہین بھی ہو ہمارے پیشوا کی ۔ تحقیر آمیز الفاظ میں ان کی ہجو کی جائے ۔ سینکڑوں لوگوں کو اس ہجو کے ذریعے سے ہنسایا جائے ۔ پھر بھی قصوروار ہم کو ہی ٹھہرایا جاتا ہے ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

ہمارے دو مسلمان بھائی اور بزرگ اس بات کا ضرور احساس تو رکھتے ہیں کہ احمدیہ جماعت بھدرواہ کی کسی شاخ نے کبھی بھی تخریب کارانہ حرکات کا ارتکاب نہیں کیا ۔ بلکہ عمومی مسلمانوں کے ہر ملی اور سماجی کاز اور مسئلہ میں ہماری جماعت نے ہمارے افراد نے شانہ بشانہ کام کیا ہے ۔ اور کبھی بھی کسی مشترکہ تحریک اور مشاغل میں مالی ۔ قالی ۔ قلمی ۔ جانی قربانیوں سے دریغ نہیں کیا ہے ۔ بلکہ خدا کے فضل و کرم سے قدیم سے احمدیوں اور ان کے آباؤ اجداد نے قومی کاموں میں بیش بہا خدمات پیش کی ہیں ۔ الحمد للہ ۔

باوجود اس قسم کے بیّن احساس اور روشن حقیقت کے نہ معلوم احمدی افراد کو کیوں مورد الزام ٹھہرایا جا رہا ہے ۔ اور کیوں بات کا بتنگڑ بنا کر عوام کو ان کے خلاف اُبھارنے کی کوشش کی جا رہی ہے ۔ جبکہ یہ لوگ توحید کے تحفظ کے قائل اور حامل ہو گئے ہیں ۔ کیا اس لئے کہ ان کا بچہ بچہ صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے ۔ کیا اس لئے کہ ان کی جلسوں اور محفلوں میں تبلیغ و اشاعت اسلام کے چرچے رہتے ہیں ۔ کیا اس لئے کہ یہ صبح و مسا سوتے تبلیغ اور ترویج [illegible] مسلمانوں کے جذبہ سے سرشار ہیں ۔ کیا اس لئے کہ ان کی راتیں .... میں تہجد گزاری اور درود خوانی میں گذرتی ہیں ۔ کیا اس لئے کہ یہ لوگ اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر اپنے بچوں کو ننگا اور بھوکا رکھ کر اپنی پاک کمائی سے سیرت رسول صلعم اور قرآن مجید کی تفاسیر و تراجم اپنے مراکز سے تیار کروا کر ان کی مفت اشاعت میں مصروف ہیں کیا احمدی اسی لئے گردن زدنی کے قابل ہیں کہ ان کے بیت المال سے درماں بیوگان ۔ یتامیٰ ۔ مساکین ۔ طلباء اور طالبات وظائف اور صدقات حاصل کر رہے ہیں ۔ کیا احمدی مسلمان اس لئے ناقابل برداشت ہیں کہ ان کی ہر جماعت میں اسلامی نظام کی روشنی میں زکوٰۃ و صدقات اور مختلف قسم کی مدّات کا باقاعدہ اہتمام ہے اور جہاں جہاں بھی ان کی جماعتیں ہیں وہاں بلا لحاظ مذہب و ملّت ہر انسان ان سے مالی اور علمی فائدہ اٹھا رہا ہے ۔ پھر اسی لئے یہ لوگ استیصال کے قابل ہیں کہ بہ نسبت دوسرے لوگوں کے یہ ہستی باری تعالیٰ ۔ رسالت محمد عربی صلعم ۔ حقانیت اسلام کے مضبوط اور ٹھوس دلائل کے حامل ہیں اور پھر اسی لئے یہ برداشت نہیں ہو رہے کہ جونہی یا جب بھی کسی ملک یا کسی بستی میں کسی مخالف دین نے اسلام اور قرآن پر حملہ کیا مسلمانوں کو دلائل کے میدان میں للکارا ۔ تو اسی تحریک کے مبلغین اور افراد سینہ سپر ہو کر آگے آئے اور فلک نے دیکھا کہ اسی جماعت نے

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

کی عملی تفسیر عالم کو دکھلا دی ۔ کیا کیا بتلاؤں کہ ؎

نطق کی وادی سے دل کا دریا بہہ سکتا نہیں
محسوس جو ہوتا ہے گر بیاں ہو سکتا نہیں

۱۱ر دسمبر ۱۹۶۷ء بروز جمعۃ المبارک جامع مسجد بھدرواہ میں اخبار پیغام صلح ۲۹ر نومبر ۱۹۶۷ء زیر بحث لایا گیا ۔ ہمارے مضمون کے چند فقرات مسلمانوں کو سنائے گئے ۔ اپنے اپنے مطلب کی حاشیہ آرائی کی گئی ۔ اور کوشش کی گئی کہ کسی طرح سے عام مسلمانوں کے قلوب و اذہان سے بالخصوص تعلیمیافتہ نوجوان طبقہ کے مصفّا اور آئینہ کی مانند صاف و شفاف ذہن سے احمدیت کا تاثر دور کیا جائے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

میں اسی مضمون میں لکھ چکا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے ہر انسان کو فطرتاً آزاد پیدا کیا ہے ۔ اس دورِ روشن اور علمی زمانہ میں کوئی بھی فرد اندھی تقلید کے پھندے میں نہیں پھنس سکتا ۔ صاحب دنیا نے اندھی تقلید کے بوسیدہ اور غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر پھینک دیا ہے ۔ تحقیق و تفتیش و ریسرچ انسان کی زندگی اور عقل کا ایک ضروری حصہ ہے ۔ اب کسی انسان کو مذہب یا عقیدے جیسی چیز کے بارے میں تحقیق اور کھوج سے روکنا نہ صرف بے عقلی ہے بلکہ نامناسب اور فضول حرکت بھی ہے ۔

بھدرواہ تعصب اور [illegible] تعصبات کا [illegible] مسلمان اور تعلیمیافتہ فرد تبلا رہا ہے کہ آئے دن سیدھی سادی باتوں کو فرقہ وارانہ رنگ دے کر احمدیوں ۔ بانیٔ احمدیت علیہ السلام اور مجموعی تحریک کو کونسا فرض یہ مطلب رکھتا ہے کہ کسی طرح سے عام مسلمانوں کی احمدیت سے نیک ظنی کو بدظنی میں بدل دیا جائے ۔ مگر یہ خواب اب پورے ہونے کے نہیں ہیں کیونکہ تحریک احمدیہ کا کردار اور عمل ایک روشن خیال اور کھلی کتاب کی شکل میں سورج کی طرح سامنے ہے ۔ جس طرح ایک بینا انسان نصف النہار سورج کا انکار نہیں کر سکتا ہے ۔ اسی طرح سے کوئی بھی خدا ترس اور محمد رسول اللہ صلعم کا سچا پیرو ہرگز ہرگز حقیقت سے انکار نہیں کرے گا ۔ اس نے دیکھا کہ یہ مٹھی بھر جماعت احمدی اپنے مضبوط عزم ۔ راسخ الاعتقاد ۔ مضبوط دلائل قرآن و سنت کی عملی تعبیر سے کفر ۔ بدعت ۔ شرک ۔ بددلی ، تنگ نظری ۔ تکفیر سازی ۔ فرقہ وارانہ ذہنیت کی جڑیں کاٹ چکے ہیں ۔ اور مسموم دشمن اسلام ہوا کے رُخ کو پلٹ کر رکھ دیا ہے ۔ پس میرے محبوں کو چاہیئے کہ وہ اب ناحق طور پر اس جماعت کی تخریب کا خیال چھوڑ دیں ۔ یہ ایک سچے مامور کی جماعت ہے ۔ جس کو خدائے قہار و جبار نے اپنے ہاتھوں سے قائم کیا ہے ۔ یہ کسی انسان کے ہاتھوں سے اب اُکھڑ نہیں سکتی بلکہ میں بار بار یہ کہہ چکا ہوں کہ اس کی جتنی مخالفت ہوگی یہ اتنی ہی بڑھے گی ۔ بلکہ مخالفت کی یہ آندھیاں اس کی خاطر ہمیشہ کھاد کا کام دیں گی ۔ انشاء اللہ

موجودہ زمانہ میں شدت کے ساتھ اقوام عالم نے ہستی باری تعالیٰ ۔ صداقت انبیاء علیہم السلام ۔ کتب سماویہ اور الہام و وحی کا انکار کیا تھا ۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کی غیرت جوش میں آئی اور ایک ملہم مجدد کو مبعوث کر کے ثابت کیا کہ خدا تعالیٰ نے جیسے آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت سرکار دو جہاں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ السلام تک تمام انبیاء سے کلام کیا تھا ۔ نعوذ باللہ کسی نبی یا ولی ۔ مجدد یا محدث یا ملہم نے از خود ہی الہام بنا کر افتراء نہیں کیا تھا ۔ دوسری طرف خدا کے منکروں پر بھی اتمام حجت کی غرض سے ثابت کر دیا کہ وہ ہے اور وہ اپنے نیکوکار بندوں سے کلام کر کے اپنی ہستی کا ثبوت دیتا ہے بہرکیف امام زمان علیہ السلام کی بعثت اور تشریف آوری پر مسلمانوں پر فرض تھا کہ وہ گھروں میں چراغاں کرتے [illegible] کے ..... نبی رحمت کی تائید کے لئے خدا نے یہ آسمانی نظام قائم کیا تھا ۔ مگر افسوس بولا ہو ۔ بدظنی اور فرقہ واریت کا جو انسان کے قوائے ذہنی کو مفلوج کر کے رکھ دیتی ہے ۔ میں اپنے مضمون کی طوالت کے خوف سے اسے اسی جگہ ختم کرتا ہوں ۔ اور اپنے ان بزرگ اور ذی احترام شفیق کی طرف اشارہ کرتا ہوں کہ وہ اب اپنی عمر کے آخری دنوں سے گذر رہے ہیں ۔ اس دنیا کو بقاء نہیں ہے ۔ دنیاوی جاہ و حشم چند روزہ ہے ۔ کوئی دوست کوئی شاعر کوئی ادیب کوئی دولت مند قبر میں ساتھ نہیں دے گا ۔ وہاں اکیلا خود ہی جواب دہ ہونا ہے میرے ان بزرگ نے دنیاوی کاروبار سے منہ موڑ کر دینی خدمات کا مشغلہ بنایا ہے اس نیک خیال اور نیک عمل کے لئے ہی انہیں میں دلی مبارکباد کا مستحق سمجھتا ہوں ۔ وہ بزرگ مخلص ہیں ۔ لائق اور ذہین ہیں ۔ انہوں نے زندگی کے مختلف موڑ کاٹے ہیں انہیں تجربات کا اچھا خاصا موقعہ ملتا آیا ہے ۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ انہوں نے بھی آج سے تیس بتیس برس پہلے امام الزمان علیہ السلام ۔ اور ان کی قائم کردہ جماعت احمدیہ کی صداقت و حقانیت کی سند پر دستخط ثبت کئے تھے ۔ اور بہت دیر تک اس خدائی سلسلہ کے ساتھ وابستہ رہے ہیں ۔ کاش ! وہ جرأت مندانہ سے کام لیکر کسی بھی قسم کی طعن و تشنیع کا خوف نہ رکھتے ہوئے حق بات کا اعلان کرتے ۔ اور اس طرح ایک مبلغ اسلام کے فرض و حق کو ادا کر کے عند اللہ ماجور ہوتے ۔ میں بلا خوف تردید یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ میرے ذی احترام اور شفیق بزرگ بذات خود ہرگز بھی احمدیت کی مخالفت کے روادار نہیں ہیں ۔ کیونکہ وہ خود عالم ہیں ۔ ان کا مطالعہ وسیع ہے ۔ وہ عابد بھی ہیں ساتھ مخلص بھی ہیں ۔ میں مصلحتاً ان کا نام سردست اس جگہ ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھتا ہوں ۔ وہ خود ہی اپنے نیک نمونہ اور رد عمل سے واضح کر دیں گے کہ ۱۱ر دسمبر ۱۹۶۷ء جمعۃ المبارک کے دن ان کو مجرم نے مجبور کیا کہ وہ مجرم کی برئیت کے لئے تقریر کریں پیغام صلح کے مضمون ۲۹ر نومبر ۱۹۶۷ء [illegible] کے شاعر [illegible] کی ہجو کے بارے میں شائع ہوا تھا کے اثر سے مسلمانوں کو متاثر ہونے دیں ۔ وغیرہ چنانچہ صاحب ممدوح بے تکلف مجبور کئے گئے ۔ امید ہے میرے یہ بزرگ آئندہ کے لئے ان دشمن نما دوستوں کی طینت سے آگاہ ہو گئے ہوں گے کہ وہ ان بزرگوں کی نیک شہرت کے خواہاں نہیں ہیں ۔

میرے ان بزرگ نے اپنی تقریر میں بتلایا تھا کہ گویا ہم احمدی معاہدہ شکن ثابت ہوئے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ ایسا کہنا درست نہیں ۔ معاہدہ مقدمہ واپس لینے کا تھا نہ کہ تبلیغ بند کرنے کا ۔ البتہ میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ میرے ان بزرگ نے صداقت احمدیت کی سند پر دستخط کر کے خود ہی معاہدہ شکنی کی ہے کیونکہ بانی احمدیت کی صداقت پر تصدیقی دستخط کرنے کے بعد اس کی مخالفت ہونا ہی اصل معاہدہ شکنی کہلاتا ہے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ۔ اس بارے میں مزید تحقیق

کے لئے ہمارے پاس آ گئے۔

آخر میں ہم اور جماعت احمدیہ بھدرواہ یہاں کے ہر مسلمان پر واضح کرتی ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہم ان تمام اعتقادات پر قائم اور عامل ہیں جو اہل سنت و الجماعت میں مسلم ہیں۔ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سچے معنوں میں خاتم النبیین مانتے ہیں۔ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ اب آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نیا ہو یا پرانا نہیں آسکتا۔ نئے یا پرانے نبی کے آنے کا عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہے۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ وحی نبوت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ قرآن کریم آخری اور قیامت تک کے لئے مکمل کتاب یا ضابطہ حیات ہے۔ دین کی تجدید و ترویج کی خاطر اب مجدد آتے رہیں گے۔ ہر مجدد کا ماننا ضروری ہے۔ آنحضرت صلعم نے اپنی پیاری اُمت کو تاکید کی ہے کہ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اپنے زمانہ کے امام کو شناخت کرے اور مسیح موعود کو پا کر اس کو میرا سلام پہنچائے۔ من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ (یعنی جس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہیں پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا (حدیث نبویؐ)

ہم اس بات پر محکم ایمان رکھتے ہیں کہ کلمہ گو کی تکفیر کرنا مسلمانوں کے شیرازہ کو منتشر کرنے کے مترادف ہے اور یہ ایک ناقابل معافی گناہ ہے۔ ہم تمام اولیائے کرام کے تقدس معجزات و کرامات کے قائل ہیں۔ خواہ وہ بزرگ دنیا کے کسی حصہ اور خطہ میں آئے ہوں یا اُٹھے ہوں۔ خواہ عرب میں ہوں یا ایران میں۔ ہندوستان میں ہوں یا پاکستان میں بغداد شریف میں ہوں یا ہمارے کشتواڑ یا بھدرواہ میں اپنی آخری آرامگاہوں میں لیٹے ہوں۔ ہمیں ان کے تقدس اور بزرگی کا احترام اور اقرار ہے۔ بلکہ ہم ڈنکے کی چوٹ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمیں خداتعالیٰ نے اس زمانہ کے ایک ولی حضرت مرزا غلام احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شناخت کی سعادت عطا کی ہے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ہمیں اولیائے کرام کا منکر کہے۔ اگر اب بھی ہمارے مخالف ہماری تکفیر، تحقیر، تکذیب و استہزاء سے باز نہ آویں تو وہ یوم آخر جزا و سزا کے دن کو یاد رکھیں۔ ان کے اور ہمارے درمیان خدائے واحد کے حضور استغاثہ دائر ہوگا۔ اور ہم اس بات کے مدعی ہوں گے کہ ان لوگوں نے کب ہمارا سینہ چیر کر دیکھا تھا کہ ہم زبان پر کہتے کچھ ہیں اور دل پر وہ ہمارے عقائد کچھ اور ہیں۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ مرنے کے بعد ہمیں اپنے ہر عمل اور اعتقاد کے لئے خدا کے حضور جواب دہ ہونا ہے۔ وہاں کسی کی سفارش، کسی کا مال، کسی کی شاطری، کسی کا جاہ و حشم ہمارے کام نہیں آسکے گا۔ وہاں صرف اور صرف اپنے نیک اعمال کام آئیں گے۔

ہم نے من حیث الاجتماع ساری جماعت کی حیثیت سے بھی اور مقامی ماحول کے پیش نظر بھی اپنے بھائیوں کے سامنے قرآن و حدیث و آثار و تواریخ اسلام حالات و شواہد پیش کئے۔ پھر اپنی درد مندانہ گزارشات کے ذریعہ سے بھی زندہ خدا کے دروازۂ کرم کی طرف دعوت دی کہ آؤ ہم سب بھائی زندہ خدا کے دروازہ کو کھٹکھٹائیں اور اس سے عجز و الحاح کریں اور اس سے صراط مستقیم اور حق و ناحق کی نشاندہی کے لئے درخواست کریں۔

دوستو! سوچو۔ پہلی قوموں نے بھی ماموروں کے وقت شناخت میں غلطیاں کی ہیں۔ ٹھوکریں کھائی ہیں۔ مبادا تم بھی ٹھوکر کھاؤ۔ دیکھو ہم یہ دعوت دے کر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتے ہیں۔ ہمارا کام پہنچانا ہے۔ ماننا یا نہ ماننا تمہارا کام ہے۔ ہم دُعا کرتے ہیں کہ خدائے علیم و خبیر ہم تم سب کو صراط مستقیم پر گامزن کرے اور ہر قسم کی گمراہی اور ٹھوکر سے بچائے۔ اپنے مقبول بندے حضور رحمۃ للعالمین صلعم کا سچا اُمتی بنائے۔ ہمیں توفیق دے کہ ہم سب کونوا مع الصادقین کے مصداق ہوں۔ ہمارے ذہن ذوق تبلیغ و اشاعت اسلام سے سرشار ہوں۔ خداتعالیٰ ہم سب کو سچے امام اور مصلحین کو پہچاننے اور ان پر ایمان لانے کی توفیق دے تا ہم سب کی قوت ایک جگہ جمع ہو کر اشاعت و تبلیغ اسلام کے کام میں صرف ہو کر مسلمانوں کو سربلند بنائے۔

میرے بزرگو اور بھائیو!

ہماری انجمن، ہماری جماعت ہمارا ایک ایک فرد آپ کا مجموعی مسلمانوں بلکہ تمام نسل انسانی کا خیر خواہ ہے۔ ہمیں مسلمان بھائیوں سے ان کی کسی تنظیم سے یا تحریک سے کسی قسم کی عداوت یا بُغض نہیں ہے۔ بخدا ہم لوگ خفیہ طور پر بھی اور ظاہرہ طور پر بھی مسلمان قوم کی سربلندی کے لئے دن کو اور راتوں کو سجدہ ریز ہو کر دعائیں کرتے ہیں۔ ہم حیران ہیں۔ باوجود سب کچھ دیکھنے کے تم لوگ ہم سے متنفر کیوں ہو؟ یقیناً یقیناً اس کا تمہارے پاس کوئی جواب نہیں۔ تمہارا پاک ضمیر تم کو کہہ رہا ہے کہ یہ اندھی تقلید سنی سنائی باتیں۔ دنیاداری لوگ تمہیں ہماری دشمنی پر آمادہ کرتی ہے۔ اور کوئی بات نہیں یا پھر ذاتی قسم کا تعصب تمہیں احمدیت کی مخالفت اور دشمنی پر آمادہ کرتا ہے۔

مگر یاد رکھو ہم تمہارے خیر خواہ ہیں۔ ہماری جماعتیں اور انجمنیں اسلامی معاشرہ کے حق میں دفاعی کام کر رہی ہیں۔ سوچو اور خوب سوچو۔ تنہائی میں بیٹھ کر سوچو کہ تم لوگ کیوں ناحق خلاف ضمیر کام کر رہے ہو۔ اور کار کافر فکر و تدبیر جہاد۔ کار مُلا فی سبیل اللہ فساد۔ کا نقشہ پیش کر رہے ہو۔

ہاں! ایک بات کی طرف پھر تمہاری توجہ مبذول کراؤں گا۔ وہ یہ کہ ہمارا مخالف تمہارے سامنے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی ذات پاک کی تحریرات پر اعتراضات کرکے تمہیں متنفر کرنے کی کوشش کرے گا مگر خوب یاد رکھو اب کوئی ایسا اعتراض باقی نہیں رہا ہے جس کا متعدد دلائل سے حدیث و قرآن کی روشنی میں ہم جواب نہ دے چکے ہوں۔ ہاں اگر اب بھی کوئی اعتراض ہو تو لاؤ۔ ہم قرآن۔ حدیث۔ آثار و اقوال بزرگان سلف کی روشنی میں اس کا جواب دینے کو تیار ہیں۔

یاد رکھو اعتراضات کی دنیا کب ختم ہوئی۔ اگر نبیوں پر سب سے زیادہ اعتراضات ہوئے وہ جناب سید الانبیاء صلعم ہیں۔ قرآن پر ہزاروں اعتراض ہیں۔ مجموعی اسلام پر مخالفین کی نکتہ چینی اور اعتراض ہیں۔ اعتراض کا پیش ہونا کسی چیز کے کذب کی دلیل نہیں ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اس سلسلہ کلام کی ایک اہم کڑی بیان کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ کہ خواجہ عبدالرحمان صاحب دیوانہ نے اخبار پیغام صلح ۲۹ نومبر ۱۹۶۷ء کے بارے میں مضمون کی مختلف پیرایوں میں خود اختراعی تشریحات کرکے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ گویا اس مضمون میں ہم مسلمانان بھدرواہ سے مخاطب ہیں گویا ہمارے بیان کا ماحصل عام مسلمانوں کے بارے میں ہے۔ واللہ ایسا نہیں ہے۔ ہم نے ۱۷ اکتوبر ۱۹۶۷ء کے منحوس دن سے ہی (جس دن ہمارے مرشد آقا میرزا صاحب کی توہین کی گئی تھی) جماعت اسلامی کے زعماء۔ اراکین۔ اور عام مسلمانوں کو اس معاملہ سے مستثنیٰ رکھا۔ اور ہم نے اپنے ہر بیان تحریر و تقریر میں صرف اور صرف واحد شاعر دیوانہ مذکور کے متعلق کہا اور لکھا ہے۔ ہمارے عام مسلمان بھائیوں کو خواہ وہ اہل سنت و الجماعت کہلاتے ہوں یا جماعت اسلامی کے ممبر، اہل حدیث ہوں یا اہل تشیع مسلمانوں کے کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ ہماری تحریر یا تقریر کے وہ ہرگز ہرگز مخاطب نہیں ہیں۔ البتہ شاعر دیوانہ مخاطب ہے جس نے دانستہ طور پر دنیا بھر کے لاکھوں احمدیوں کے قلوب کو مجروح کیا۔ اور ہمارا سکون لوٹ لیا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہماری جماعت ہر ملک اور اطراف عالم میں اپنی صلح جویانہ پالیسی اور امن پسندی کے لئے معروف ہے مشہور ہے۔ مگر افسوس دیوانہ شاعر نے ہمارے پیشوا کی توہین کرکے ہمیں دکھ دیا ہے۔ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کی خاطر یہ اعلان بار بار کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ہماری طرح کوئی بھی شریف انسان خواہ وہ کسی بھی مذہب اور فرقہ سے تعلق رکھتا ہو کسی مذہبی لیڈر یا امام و مصلح کی توہین و تحقیر کو پسند نہیں کرتا ہے۔ ہمارے مسلمان بھائیوں میں سے ماسوائے دیوانہ شاعر قسم کے لوگوں کے کوئی بھی کسی فرقہ کے قابل احترام بزرگ یا پیشوا کی توہین و تذلیل کے روادار نہیں ہیں۔ اس بات سے کسی بھی عقل مند۔ اہل انصاف۔ حق گو کو انکار نہیں ہے کہ شاعر دیوانہ اپنے کئے پر پردہ ڈالنے اور اپنے دل کا غبار نکالنے کے ارادوں سے اپنی قدیم عادت کے مطابق ہمارے سادہ مسلمان بھائیوں کو اپنی مطلب براری کے لئے آلہ کار بنا کر استعمال کرنا چاہتا ہے ورنہ اگر ہمارے بھائی ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کریں گے تو وہ ضرور اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ۱۷ اکتوبر کو ۴ بجے شام کی منحوس ساعت پر بھدرواہ کی پُر امن مذہبی فضا میں فتنہ کی چنگاری ڈالنے کی ...... ناپاک کوشش اور پہل دیوانہ شاعر نے ہی کی ہے۔ جب بھرے مجمع میں جہاں زعمائے جماعت اسلامی جموں و کشمیر، نمائندگان و اراکین جماعت اسلامیہ ضلع ڈوڈہ۔ پبلک بھدرواہ ہندو مسلمان۔ سکھ و عیسائی۔ احمدی و غیر احمدی سینکڑوں کی تعداد میں جمع تھے وہاں اتنی مخلوق خدا کے سامنے شاعر دیوانہ نے اپنی نظم میں بانی احمدیت کو فاجر، فاسق، ملحد .... وغیرہ وغیرہ الفاظ سے پکارا۔ ہم انصاف چاہتے ہیں۔ کیا ہمارا حق نہ تھا۔ کہ ہم بھی اس کے لئے صدائے احتجاج بلند کرتے۔ چنانچہ جب ہم نے مقامی پولیس میں شکایت دائر کی۔ نہایت صبر و تحمل کا ثبوت پیش کیا تو یہاں کے شفیق اور ہر دلعزیز حکام نے دیوانہ مذکور اور ہمارے درمیان مصالحت کرائی۔ چنانچہ ہماری جماعت نے اپنی قدیم روایات اور دستورالعمل کے تحت مجلس میں اعلان کیا کہ ہم اس دفعہ پھر ایک بار یہ تلخ قسم کا دکھ برداشت کرکے اس صدمہ کو بھول جاتے ہیں اور اپنے شکایت نامہ سے دستبردار ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہماری اس وسعت قلبی کو حکام بھدرواہ اور شرفائے بھدرواہ نے بے حد پسند کیا۔ اس کے بعد اس سلسلہ میں نہ کوئی بیان دیا نہ کسی قسم کی قیل و قال کی۔ البتہ نہ صرف جموں و کشمیر کے احمدیوں کو دیوانہ شاعر کی نظم نے بے چین کیا تھا بلکہ ہندوستان و پاکستان کے علاوہ دُور دُور ممالک کے احمدیوں کے قلوب بھی دیوانہ کی اس حرکت نازیبا سے مجروح ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ اس بارے میں لکھتے رہے اور نہ معلوم کب تک لکھتے رہیں گے۔ اس میں ہم بھدرواہ کے مٹھی بھر احمدیوں کا کیا قصور ہے اگر قصور ہے تو دیوانہ صاحب کا اپنا ہے۔ اگر وہ اپنی راہ میں کانٹے نہ بوتے تو انہیں یہ روز بد بار بار دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ بہرکیف ہم اس مضمون کے ذریعہ سے اپنی اطراف و اکناف عالم میں بسنے والی جماعتوں پر واضح کرتے ہیں کہ ہم نے اس بات کو یاد رکھا ہے کہ دیوانہ شاعر نے نادانستہ طور پر یہ اشعار لکھے تھے۔ اور مقامی طور پر ہم نے سرکار سے مقدمہ واپس لیا ہے۔ اور صدمہ بھول گئے ہیں یہ سب کو یہ بھلا دینا چاہیئے۔

نیز ۱۷ دسمبر ۱۹۶۷ء سے دیوانہ صاحب اور ان کا کوئی ہم خیال ساتھی یہ بھی مشہور کر رہا ہے کہ گویا احمدی جماعت نے بوقت مصالحت یا اس سے پہلے یا بعد میں اُن کے حق میں کوئی معافی نامہ تحریر کر دیا ہے۔ اس قسم کی باتیں اس کی مفسدانہ ذہنیت کے لوگوں کی پست ذہنیت پر جس قدر بھی افسوس کیا جائے کم ہے

کچھ تو خوف خدا کرو لوگو
کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ

کونسا معافی نامہ ہے۔ کیسا معافی نامہ ہے اگر ایسا پروپیگنڈا کرنے والے لوگوں کا ایمان و دیانت ہے وہ کذاب نہیں ہیں۔ اگر ان میں انسانیت ہے وہ مفسد نہیں ہیں۔ تو قسم ہو ان کو اپنے پیدا کرنے والے خدائے قادر کی اور اپنی عزیز سے عزیز ترین اولاد کی

املاک کی کہ وہ اس معافی نامہ کو پیش کریں۔ اس کو شائع کریں۔ ورنہ یہ دعا کریں کہ:۔

لعنۃ اللہ علی الکاذبین

آمین ثم آمین

باقی رہا یہ امر کہ دیوانہ مذکور کی اس حرکت ازما کو نصرت عام شرفائے بھدرواہ کشتواڑ، رام بن بانہال ڈوڈہ نے ناپسند کیا بلکہ ہمارے قابل احترام زعمائے جماعت اسلامی ہوتی کشتیر نے بھی دیوانہ کی اس حرکت کو ناپسند قرار دیا حتی کہ جماعت اسلامی کے معروف اور چیدہ چیدہ اراکین نے ہمارے پاس آکر اس بات کا اعتراف کیا کہ دیوانہ شاعر نے پست ذہنیت کا ارتکاب کیا ہے۔ ہم اپنے دوستوں اور بھائیوں کا دل و جان سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جنہیں ہمارے مجروح جذبات کا احساس تھا۔ ان سب باتوں کو بھول کر ہماری جماعت نے ایک ٹریکٹ بعنوان (مسلمان بھائیوں بزرگوں اور بہنوں کے لئے لمحہ فکریہ) شائع کرایا اور اس میں سب مسلمان فرقوں کو دعوت دی کہ وہ تمام قسم کے فروعات کو بھول کر ایک کلمہ طیبہ پر متحد ہو کر برادرانہ میل ملاپ اور دوستانہ بھائی چارہ اور ماحول میں اپنے اختلافی عقائد کو قرآن و سنت کی روشنی میں جانچیں اور خلوص کے ساتھ کونوا مع الصادقین کے مصداق ہو جائیں۔ چنانچہ ہماری اس پیشکش اور دعوت کو یہاں کی جماعت اسلامی نے قبول کیا۔ اور ۱۲ دسمبر ۵۹ء کو جماعت اسلامی بھدرواہ کا ایک وفد جناب یزدانی صاحب ایم اے صدر مدرس درگاہ اسلامی بھدرواہ کی قیادت میں ہمارے پاس آیا۔ اس وفد اور ہمارے افراد کے درمیان چار گھنٹہ سے کم و بیش وقت تک بات چیت ہوتی رہی۔ جو جو باتیں ہوئیں بڑے محبت و پیار کے ماحول میں ہوتی رہیں۔ دونوں فریق نے اپنا اپنا نقطۂ نظر صرف اشاعت اسلام بتلایا۔

البتہ اشاعت اسلام کے سلسلہ میں احمدی جماعت نے اپنا موقف یہ بتلایا کہ ہم ایک مامور اور مجدد دین کی اقتداء میں اشاعت دین کا کام انجام دینا مفید سمجھتے ہیں کیونکہ قرآن حکیم بتلاتا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ کہ میں نے ہی اس ذکر کو نازل کیا ہے میں ہی اس کی حفاظت کرونگا۔ چنانچہ رسول اکرم صلعم نے اسی نکتہ کے پیش نظر امت کو یہ مژدہ جانفزا سنایا کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد یا امام مبعوث ہوتا رہے گا۔ جو اشاعت و تبلیغ دین کا بیڑہ اٹھائے گا سو قرآن و حدیث، آثار و اقوال ائمہ دین کی روشنی اور بنیادوں پر ہم مدعی امامت و مجددیت حضرت میرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کو صادق مانتے ہیں اور ان کے منہج کے ساتھ وابستہ ہو کر ہماری جماعتیں تبلیغ و اشاعت کے کام میں منہمک ہیں۔ جیسے کہ ایک عالم اس حقیقت کا چشم دید گواہ ہے کہ خدا تعالیٰ احمدی مبلغین کو تبلیغ دین کے کام میں خلاف توقع کامیابیاں عطا کر رہا ہے۔ یہ نظارہ دیکھ کر ایک عالم انگشت بدندان ہے کہ یہ مٹھی بھر احمدیہ جماعتیں تبلیغ و اشاعت اسلام کے کام میں حیرت انگیز فتوحات حاصل کر رہی ہیں اس سلسلہ میں ہر اہل دانش کو چاہیئے کہ احمدیہ لٹریچر احمدیہ اخبارات، سلسلہ عالیہ کے مراکز کو دیکھے اور جان لے کہ یہ جماعت کیا کر رہی ہے

مسلمانوں کی بعض جماعتوں نے بھی اپنے اپنے رنگ میں تبلیغ و اشاعت دین کا کام شروع کیا ہے۔ مگر وہ از خود ہی اپنے دستور اور جماعت بندی کے بانی ہیں۔ اسی طرح کے جلیبیوں ادارے۔ جماعتیں اور تنظیمیں عالم وجود میں آتی رہیں۔ مگر آخر بقا اور کامرانی صرف احمدیہ جماعت کو ہی حاصل رہی ہے گزشتہ اسّی برس کے عرصہ میں تحریک احمدیت کے ساتھ ساتھ کتنی تحریکیں اٹھیں تھوڑے دنوں بہت شور و غوغا ہوتا رہا۔ مگر آخر کو فانی انسانوں کے ساتھ ہی وہ بھی باقی نہ رہ سکیں۔ البتہ تحریک احمدیت خدا کے فضل سے روز افزوں ترقی پہ ترقی اور فتح پر فتح حاصل کر رہی ہے۔ سوچنے والا امر در سوچے گا کہ آخر کوئی تو بات ہے۔ آیئے ہم آپ کو بتلائیں کہ کیا بات ہے۔

احمدیہ تحریک کی بناء وعدہ الٰہی کے تحت مامور ملہم کے ہاتھوں رکھی گئی ہے اور دوسری تحریکیں عام انسانوں کے ذہنوں کے اختراعات ہوتی ہیں۔ لہٰذا احمدیہ تحریک بڑھے گی۔ پھلے گی۔ پھولے گی۔ تاوقتیکہ کہ اپنا کام پورا نہ کرے۔ اس قسم کی اور بھی باتیں ہمارے اور جماعت اسلامی کے اراکین محترم کے درمیان ہوتی رہیں۔

آخر پران دوستوں اور بھائیوں نے بتلایا کہ ہمیں میرزا صاحب کی کتب اور تحریرات میں لفظ نبی۔ رسول ملتا ہے۔ اور ہمیں یہ اشتباہ ہے کہ ان کا دعویٰ نبوت کا بھی نہ ہو۔ وغیرہ۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ہم نے ان بھائیوں کو بتلایا کہ حضرت اقدس میرزا صاحب رضی اللہ عنہ کی کتب و تحریرات میں لفظ نبی و رسول ضرور آیا ہے مگر یہ مجازی، ظلّی اور لغوی و عرفانی کی عام زبان کی اصطلاح میں آیا ہے۔ نہ کہ اسلامی اصطلاح میں۔ نیز ان بھائیوں سے بالصراحت یہ بھی بیان کیا گیا کہ میرزا صاحب کی تحریرات میں ٹھوس دعوے اور تحدی کے رنگ میں نبی رسول کا لفظ نہیں آیا۔ بلکہ نام، لقب۔ القاب۔ مجاز۔ استعارۃً۔ وغیرہ کے طور پر آیا ہے۔ برعکس اس کے چند حوالہ جات پیش کئے گئے کہ بعض صوفیا کرام کے کلام میں انی انا اللہ۔ انا الحق

من نمیگویم انا الحق یار میگوید بگو ....

بلکہ اس سے بھی بڑھ چڑھ کر الفاظ اور ادعا کا جواز ملتا ہے۔

چونکہ رات زیادہ ہو چکی تھی۔ نماز عشاء کا وقت بھی ہو چکا تھا۔ ہمارے یہ واجب الاحترام بھائی اور دوست ہم سے رخصت ہوئے۔ وہ ہمارے خیالات سے متاثر ہوئے اور ہم ان کے خیالات سے متاثر ہوئے ہمیں بہت خوشی ہوئی کہ ہماری بستی میں ایسے لوگ بھی ہیں جو وحدت اسلامی کے لئے جذبہ رکھتے ہیں اور مسلمانوں کی باہمی سر پھٹول کے روادار نہیں۔ ہمارے ان دوستوں نے ضرور محسوس کیا ہوگا کہ احمدیہ جماعت ہرگز ہرگز کسی فرد۔ فرقہ، معاشرہ کی دلآزاری کی روادار نہیں ہے۔ بلکہ یہ اقوام عالم میں صلح و امن کی داعی ہے۔

اس سلسلہ میں ہم وہ تمام باتیں بیان نہیں کر سکے جو پیش نظر ہیں۔ صرف اشارات و کنایات پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ ہمارے دوست اخلاص۔ عزائم، عقائد، ارادت کو اپنے دل کی گہرائیوں میں جگہ دیں گے۔ اور کسی کے اچھالنے پر ہرگز کان نہیں دھریں گے۔ بلکہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ پر عمل کرتے ہوئے۔ ہر اچھی بات کو قبول کریں گے۔ اور بری باتوں سے دور بھاگنے کی کوشش کریں گے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ:۔

جو ہو مفید لینا جو بد ہو اس سے بچنا
عقل و خرد یہی ہے فہم و ذکا یہی ہے

انشاء اللہ العزیز اس سلسلہ میں مزید چند ایک باتیں بالوضاحت پھر ہدیہ قارئین کرام کی جائیں گی۔

والسلام

ہم ہیں آپ کے خیر اندیش ممبران احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بھدرواہ۔ بذریعہ سیکرٹری تبلیغ و اشاعت۔

اخبار احمدیہ

(بقیہ از کالم ۴)

(۲) —— ممتاز احمد ولد چوہدری مشتاق احمد صاحب اوکاڑہ نے اپنے کان کا اپریشن کروایا ہے ان کی یہ خواہش ہے کہ حضرت امیر قوم خود بھی دعا فرماویں اور جماعت سے بھی استدعا کی جائے۔

آنکھ کا اپریشن

—— محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب مغل کی بیگم صاحبہ کی آنکھ کا اپریشن علی ہسپتال لاہور میں ہوا ہے جو خدا کے فضل سے کامیاب رہا ہے۔ ان کی صحت کاملہ کے لئے احباب کرام سے دعا کی استدعا کی ہے "علی ہسپتال" میل روڈ لاہور مشہور آئی سپیشلسٹ ڈاکٹر سید رمضان علی شاہ صاحب اور انکے فرزند ڈاکٹر [illegible] صاحب کی سرپرستی میں عوام الناس کی بہترین خدمت کر رہا ہے۔

بیعت مسیح موعود کی ایک شرط

عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہ دیگا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

اخبار احمدیہ

ڈپٹی خلیل الرحمن صاحب کی مراجعت وطن

—— ڈپٹی خلیل الرحمن صاحب راولپنڈی اور آزاد کشمیر کے دورہ کے بعد ۱۶ر اپریل کو واپس لاہور آکر ۱۸ر اپریل کو لائل پور تشریف لے گئے اور جماعت لائل پور کو اپنے مواعیظ حسنہ سے مستفید فرمایا۔ ۱۹ر کو لاہور مسجد احمدیہ میں نماز جمعہ کے بعد تقریر کی اور ۲۰ر کو سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ یہاں سے ۲۱ر کی شام کو واپس آئے اور ۲۳ر اپریل کو صبح دس بجے بذریعہ ہوائی جہاز واپس ڈھاکہ تشریف لے گئے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں تادیر صحت و سلامتی خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

ڈپٹی صاحب نے احباب جماعت لاہور اور جماعت ربوہ کو مخاطب کرتے ہوئے ایک طویل مضمون لکھ کر دیا ہے جو آئندہ اشاعت میں درج ہوگا انشاء اللہ۔

شمولیت سلسلہ

—— رتن کالونی اوکاڑہ سے قاضی طالب محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

مندرجہ ذیل احباب نے سلسلہ عالیہ میں شمولیت کی ہے:۔

(۱) چوہدری محمود احمد ولد چوہدری غلام قادر صاحب چک $\frac{10}{1\text{-}A\text{-}L}$ تحصیل اوکاڑہ ضلع ساہیوال۔

(۲) سلیمان بی بی زوجہ محمود احمد صاحب چک $\frac{10}{1\text{-}A\text{-}L}$ تحصیل اوکاڑہ ضلع ساہیوال۔

بزرگان سلسلہ سے استدعا ہے کہ ان نو مبائعین کے لئے دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ انہیں سلسلہ پر ثبات قدم عطا فرماوے۔ آمین

دعائے مغفرت

—— حکیم نواب دین چک $\frac{10}{1\text{-}A\text{-}L}$ تحصیل اوکاڑہ ضلع ساہیوال کی اہلیہ صاحبہ لمبی مدت بیمار رہ کر اس دار فانی سے کوچ کر گئیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

احباب کرام سے نماز جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔ حکیم صاحب موصوف جماعت ربوہ سے تعلق رکھتے تھے۔ کچھ عرصہ سے وہ ہماری جماعت کے ساتھ منسلک ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حکیم صاحب کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

درخواست دعا

—— جھنگ سے محمد حسین صاحب پنشنر لکھتے ہیں:۔

میں نے گذشتہ ہفتہ آنکھ کا اپریشن میو ہسپتال میں کرایا تھا۔ اب میں چار پانچ روز سے واپس گھر آگیا ہوں۔ میرے واسطے نمازوں میں دعا کرائی جائے کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت کاملہ عطا فرمائے۔

(باقی کالم ۲ کے نیچے)

آپ کے ذوق کی تسکین کے لیئے
کالونی
کی سوتی مصنوعات
لٹھا، پاپلین، ٹسر، زین، ململ، لون، وائل۔
(اور)
دیدہ زیب پرنٹ
کالونی
کی اونی مصنوعات
فلالین، ٹویڈ، ویلور، ورسٹیڈ سوٹنگ، بلیزر، ٹراپیکل
اعلیٰ کمبل، کیتھڈلوک، پلنگ پوش، شالیں اور مفلر
نیز
کالونی
کے سلے سلائے ملبوسات
کالونی سیلز ڈپو۔ ۴۸۔ دی مال لاہور
جاری کردہ
کالونی ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ اسمٰعیل آباد ملتان

بیگم زمرد رمضان صاحبہ

جلسۂ خواتین احمدیہ سیالکوٹ

چند دن ہوئے سیالکوٹ کے قیام میں بہنوں کے تعاون سے خواتین احمدیہ سیالکوٹ کا جلسہ ۳-۵ کو منعقد کیا گیا۔ انتہائی خوشی کی بات ہے کہ ہر ایک نے بصد شوق شرکت کی اور جنہوں نے حصہ لیا انہوں نے بھی نہایت اچھے انداز میں اپنا اظہار خیال کیا۔ اور اس طرح مندرجہ ذیل پروگرام کے تحت جلسہ بہت کامیاب رہا۔

(۱) تلاوت قرآن پاک — نادرہ رشید نے کی اور بہت ہی اچھے اور دلکش انداز میں کی۔

۲۔ نعت: ننھی عزیزہ جمیلہ راجہ نے معصومانہ طریقے سے پڑھی۔

۳۔ تقریر: سیف خالد راجہ۔ اس ننھے بچے نے اپنے ہم عمروں اور دوستوں بلکہ بزرگوں کو بھی سچائی، صفائی، اطاعت خداوندی، اور شجاعت و دلیری کی کوششوں کی طرف توجہ دلائی، تاکہ آئندہ نسلیں ان پر فخر کر سکیں۔

۴۔ تقریر: ساجدہ جمیلہ بی اے۔ انہوں نے موجودہ زمانہ کی مذہبی بیگانگی جو بےسکونی اور بدامنی کا باعث ہے اس پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ قرآن پاک جس کی حفاظت کا وعدہ خود اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور جس کا ایک نقطہ بھی آج تک نہیں بدلا اس کے پڑھنے سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے ہم اس مادی دنیا میں روحانی سکون حاصل کر سکتے ہیں۔ نیز دین اسلام جس کو انسان کی خاطر مکمل اور مخصوص و محفوظ کر دیا گیا ہے اس کی پیروی ہم پر لازم ہے۔

۵۔ مسرت عزیز نے قرآن کی تعریف میں حضرت مسیح موعود کی نظم:۔

"قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے"

بڑے ہی پُرسوز لہجہ میں پڑھی۔

۶۔ تقریر: فضائل محرم۔ از بیگم خورشید راجہ۔ اس میں انہوں نے بتایا کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہی اسلام کی اصل زندگی ہے۔ اس عظیم قربانی کی روشنی میں انہوں نے مسیح موعود کے سچے فدائی صاحبزادہ عبداللطیف کی شہادت کا ذکر نہایت احسن انداز سے کیا۔ پھر ۱۹۶۵ء کی جنگ کا بھی جو حق و باطل کی جنگ تھی ذکر کیا اور بتایا کہ حق حق تا ابد رہا اور کفر کفر۔ ان شہیدوں کی یاد سے جنہوں نے پاکستان کے مختلف محاذوں پر جانیں دیں اور مرتبہ شہادت پایا اس سے امام حسین علیہ السلام کی قربانی کی یاد تازہ ہو گئی۔

۷۔ نعت: "ہم پاکستان کے بچے ہیں" —
فرزانہ نورین اور خالدہ نے......
پُرجوش طریقے سے پڑھی۔

۸۔ تقریر: فرحت رفیق

۹۔ نعت: بیگم خورشید راجہ۔

۱۰۔ اصغری شیخ ایم اے۔ تقریر کی اور بتایا کہ انسان کی فضیلت اس قدر ہے کہ فرشتوں کو بھی سجدہ کا حکم ملا محض اس لئے کہ عشق خداوندی انسان کے اندر جو سرفروشی کا مادہ ہے وہ فرشتوں کو جو حکم خداوندی بجا لانے پر مجبور ہیں اور گرانی ان کے پاس نہیں پھٹکتی ہے کہاں میسر ہے۔ یہی تعلق باللہ اور عشق معبود حقیقی انسان کی معراج اور فنا فی اللہ ہونے کا باعث ہے اور ستارے اس کی گرد راہ بن کر رہ جاتے ہیں۔

اس طرح جلسہ کامیابی سے ہمکنار ہوا اور آخر میں احقرہ نے اپنی مرحومہ مغفورہ ساس کے ایصال ثواب کی خاطر قرآن خوانی کروائی۔ سب نے ایک ایک سیپارہ پڑھ کر انہیں بخشا اور ان کی بخشش کے لئے دعا کی گئی۔ اور میں نے حاضرات کی چائے اور مٹھائی کے ساتھ تواضع کی۔

اب میں اس استدعا کے ساتھ رپورٹ کو ختم کرتی ہوں کہ گاہے گاہے ایسے اجتماعات اگر خواتین کرتی رہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے بچے جذبۂ اسلام اور خدمت دین سے سرشار نہ ہوں۔ بچوں کے نیک راہ اختیار کرنے میں ہی آپ کی عزت خوشی اور عاقبت کی خیر ہے۔

والسلام
بیگم زمرد رمضان

بحر حکمت کے موتی سلسلہ صفحہ اول۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنْطَلِقُ بِهِ حَيْثُ شَاءَتْ ۔

ترجمہ:۔

انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ مدینے کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیتی اور جہاں چاہتی لے جاتی۔

نوٹ:۔ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۔

یہ عرب کا بادشاہ ہے۔ اور نہ صرف دنیوی بادشاہ بلکہ روحانی بادشاہ بھی۔ ایک لونڈی آپ کا ہاتھ پکڑ کر جہاں چاہتی لے جاتی۔ آنحضرت صلعم کو یہ اعلیٰ درجہ کے اخلاق سکھلائے گئے تھے۔ انہی اخلاق کے ساتھ ہی دنیا پہلے فتح ہوئی تھی اور اب فتح ہوگی تو انہی کے ساتھ ہوگی۔

فضل انباری سیکرٹری [illegible]

آسٹریلیشیا بینک
ہمارا نصب العین
بینک کاری میں مخلصانہ خدمت
اور اعلیٰ کارگزاری
آسٹریلیشیا بینک لمیٹڈ
قائم شدہ ۱۹۴۲ء

پاک سیمنٹ فاروقیہ
یادگار عمارتیں
پائیدار [illegible]
پاک سیمنٹ فاروقیہ
پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ
فاروقیہ [illegible] ہزارہ

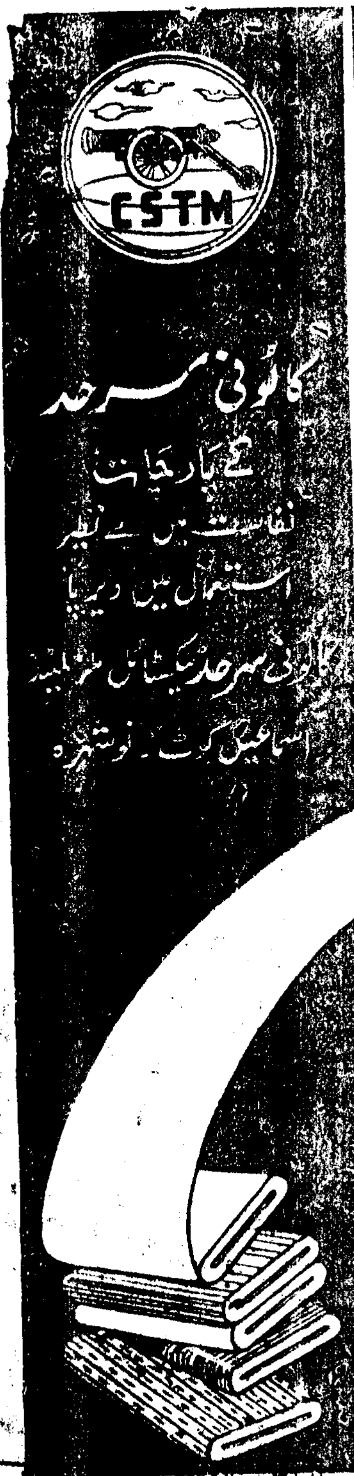

کالونی سرحد
کے پارچہ جات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا
کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل کوٹ ۔ نوشہرہ

ہیلتھ میڈیکو
ڈے اینڈ نائٹ ایمبولینس سروس
و
معیاری ادویات
چوک میو ہسپتال ۔ لاہور

بہترین علاج
لیکوریا، جسمانی کمزوری، ضعف اعصاب ۔ فالج ۔ گنٹھیا ۔ نلا ۔ ریح ۔ سل ۔ پرانے بخار کے شفا بخش علاج خاکسار سے منگائیے ۔
خط لکھنے پر کتاب رفیق شباب مفت
حکیم محمد شفیع چشتی
[illegible] P.O جام پور ۔ ڈیرہ غازی خان

پیغام صلح ۔ ۲۴ اپریل ۱۹۶۰ء ۔ رجسٹرڈ ایل ۸ ۔ شمارہ ۱۹

[illegible] نور الٰہی صاحب پرنٹر [illegible] دفتر اخبار پیغام صلح [illegible] لاہور سے شائع کیا۔

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت بر آر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ٹیلی فون نمبر ۳۷۳۷
تار کا پتہ: تبلیغ لاہور

ہفت روزہ
پیغامِ صلح
لاہور
پاکستان

جلد ۵۶ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۲ صفر المظفر ۱۳۸۸ھ مطابق یکم مئی ۱۹۶۸ء | نمبر ۱۷

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص محبوں کا گروہ بھی
بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا نیا ہو یا پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں۔ نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

صدق نیکی اور جنت کی طرف لے جاتا ہے اور کذب بدی اور دوزخ میں پہنچاتا ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الصِّدْقَ یَھْدِیْ اِلَی الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ یَھْدِیْ اِلَی الْجَنَّۃِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَصْدُقُ حَتّٰی یَکُوْنَ صِدِّیْقًا وَاِنَّ الْکَذِبَ یَھْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَھْدِیْ اِلَی النَّارِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَکْذِبُ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ کَذَّابًا۔

ترجمہ:-
حضرت عبد اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا سچ نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت میں پہنچاتی ہے اور انسان برابر سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ صدیق ہو جاتا ہے۔ اور جھوٹ بدی کی طرف لے جاتا ہے اور بدی آگ میں پہنچاتی ہے اور انسان برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔

نوٹ:- از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
یہاں سچ کو تمام نیکیوں کی جڑ قرار دیا ہے اور جھوٹ کو بدیوں کی۔ اور یہ صحیح بھی ہے۔ اور جو انسان سچ بولتا ہے وہ صدیق بن جاتا ہے۔ یعنی پھر اس سے کبھی جھوٹ سرزد نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں کو صدیق کہا جاتا ہے وہ ایسے مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ پھر کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو بھی صدیق کہا ہے۔ پس ان کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا غلطی ہے۔ کذاب بہت جھوٹ بولنے والا ہے۔ اللہ کے ہاں کذاب لکھا جانے سے یہ مراد ہے

بحرِ حکمت کے موتی (بقیہ کالم ۲)

کہ پھر اس کے سچ بولنے کی کوئی قدر اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں ہوتی۔
(فضل الباری شرح صحیح بخاری)

اولاد کے لئے مال جمع کرنے کے بجائے

اس بات کی فکر کرو کہ اولاد صالح ہو طالح نہ ہو

ارشادات حضرت مجدد زمان مسیح موعود علیہ السلام

بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ اولاد کے لئے کچھ مال چھوڑنا چاہیئے۔ مجھے حیرت آتی ہے کہ مال چھوڑنے کا تو ان کو خیال آتا ہے۔ مگر یہ خیال ان کو نہیں آتا کہ اس کا فکر کریں کہ اولاد **صالح** ہو طالح نہ ہو۔ مگر یہ وہم بھی نہیں آتا اور نہ اس کی پرواہ کی جاتی ہے۔ بعض اوقات ایسے لوگ اولاد کے لئے مال جمع کرتے ہیں اور اولاد کی صلاحیت کی فکر اور پرواہ نہیں کرتے۔ وہ اپنی زندگی ہی میں اولاد کے ہاتھ سے نالاں ہوتے ہیں اور اس کی بداطواریوں سے مشکلات میں پڑ جاتے ہیں۔ اور وہ مال جو انہوں نے خدا جانے کن کن حیلوں اور طریقوں سے جمع کیا تھا آخر بدکاری اور شراب خوری میں صرف ہوتا ہے اور وہ اولاد ایسے ماں باپ کے لئے شرارت اور بدمعاشی کی وارث ہوتی ہے۔

اولاد کا ابتلاء بھی بہت بڑا ابتلاء ہے۔ اگر اولاد صالح ہو تو پھر کس بات کی پرواہ ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے وھو یتولی الصالحین۔ یعنے اللہ تعالیٰ آپ صالحین کا متولی اور متکفل ہوتا ہے۔ اگر بدبخت ہے تو خواہ لاکھوں روپیہ اس کے لئے چھوڑ جاؤ۔ وہ بدکاریوں میں تباہ کر کے پھر قلاش ہو جائے گی۔ اور ان مصائب اور مشکلات میں پڑے گی جو اس کے لئے لازمی ہیں۔ جو شخص اپنی رائے کو خدا تعالیٰ کی رائے اور منشاء سے متفق کرتا ہے وہ اولاد کی طرف سے مطمئن ہو جاتا ہے اور وہ اسی طرح پر ہے کہ اس کی صلاحیت کے لئے کوشش کرے۔ اور دعائیں کرے اس صورت میں خود اللہ تعالیٰ اس کا تکفل کرے گا۔ اور اگر بدچلن ہے تو جائے جہنم میں اس کی پرواہ تک نہ کرے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا قول ہے کہ میں بچہ تھا۔ جوان ہوا۔ اب بڈھا ہو گیا۔ میں نے متقی کو کبھی ایسی حالت میں نہیں دیکھا کہ اسے رزق کی مار ہو اور نہ اس کی اولاد کو ٹکڑے مانگتے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ تو کئی پشت تک رعایت رکھتا ہے۔

پس خود نیک بنو اور اپنی اولاد کے لئے ایک عمدہ نمونہ نیکی اور تقویٰ کا ہو جاؤ۔ اور اس کو متقی اور دیندار بنانے کے لئے سعی اور دعا کرو جس قدر کوشش تم ان کے لئے مال جمع کرنے کی کرتے ہو اسی قدر کوشش اس امر میں کیا کرو۔

(ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد ہشتم)

شذرات

(شاہین)

سوءِ حفظ

ایک عربی شاعر نے حافظ کی کمزوری کو گناہوں کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے بیان کیا ہے۔

شَکَوْتُ اِلٰی وَکِیْعٍ سُوْءَ حِفْظِیْ
فَاَوْصَانِیْ اِلٰی تَرْکِ الْمَعَاصِیْ
وَاِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِّنْ اِلٰـہٍ
وَنُوْرُ اللّٰہِ لَا یُعْطٰی لِعَاصِیْ

ترجمہ:۔ ”میں نے وکیع کے حضور اپنے حافظ کی کمزوری کی شکایت بیان کی تو اس نے مجھے گناہوں کے ترک کرنے کی نصیحت کی۔ اور کہا کہ علم اللہ تعالیٰ کے نوروں میں سے ایک نور ہے اور یہ کبھی گناہگار کو عطا نہیں ہوتا“

حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ اپنی کتاب ”المصلح الموعود“ میں خلیفہ صاحب ربوہ کی زندگی کے متعلق ان کے دعویٰ مصلح موعود سے قبل کے حالات پر بحث فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

”حضرت مسیح موعود کے متعلق بھی متعدد گواہیاں موجود ہیں کہ آپ کے دعویٰ سے پیشتر کسی دشمن نے بھی آپ پر کوئی الزام نہیں لگایا مگر جناب میاں صاحب کے دشمنوں کو تو ایک طرف دکھو ان کے دوست ان کے نہایت مخلص مرید ایک دو نہیں بیسیوں کی تعداد میں آپ پر نہایت گندے الزام لگا رہے ہیں اور ان الزامات نے یہاں تک شہرت پکڑی کہ اخبارات کے اوراق ان سے بھر گئے ......

...... اس قدر گندے تھے کہ ایک مہذب تحریر میں ان کا حوالہ دینا بھی مشکل ہے .... دعوے سے پہلے کسی ایسے مقام کے مدعی پر کبھی کسی دشمن نے بھی کوئی الزام نہیں لگایا مگر یہاں دوست ہیں۔ دوست ہی نہیں مرید ہیں۔ ایسے مخلص مرید ہیں جو سالہا سال سے ہجرت کر کے قادیان میں رہے۔ اور پھر مصیبت یہ کہ بعض صورتوں میں ان کی اپنی بیٹیاں اور بہنوں کے متعلق یہ الزام ہیں۔“

(صفحہ ۱۲ و صفحہ ۱۳)

ان امور مندرجہ بالا کی وجہ سے خلیفہ صاحب کا حافظہ کافی کمزور رہتا جس کا ثبوت مندرجہ ذیل حوالہ جات سے ملتا ہے:۔

۱۹۰۸ء میں بطور ایڈیٹر تشحیذ الاذہان رسالہ میں اپنے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی شائع فرماتے ہیں:۔

”ایک الہام میں اس دوسرے فرزند کا نام بھی بشیر رکھا ہے چنانچہ فرمایا کہ دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا۔ یہ وہی بشیر ہے جس کا دوسرا نام محمود ہے جس کی نسبت فرمایا وہ اولوالعزم ہوگا اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ یخلق ما یشاء یہی حقیقت حال ہے جو میں نے آپ کو لکھی۔“

(رسالہ تشحیذ الاذہان، اکتوبر ۱۹۰۸ء)

۱۹۱۴ء میں حلفیہ فرماتے ہیں کہ آج سے پہلے مجھے اس پیشگوئی کا قطعاً علم نہ تھا:۔

”کیا تمہیں مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں پر اعتبار نہیں تو تم احمدی کس بات کے ہو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے سبز اشتہار میں ایک بیٹے کی پیشگوئی کی تھی کہ اس کا ایک نام محمود ہوگا دوسرا نام فضل عمر ہوگا ....

اور میں تمہیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی زندگی میں اس پیشگوئی کا مجھے کچھ علم نہ تھا بلکہ بعد میں ہوا“

(کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے صفحہ ۹، ۲۱ مارچ ۱۹۱۴ء)

۱۹۳۷ء میں ایک تحریر میں جو مولوی ابوالعطاء صاحب کو لکھ کر دی فرمایا کہ یہ پیشگوئی میرے متعلق ہے:۔

”جس حد تک میں نے اس پیشگوئی کا مطالعہ کیا ہے اس کی نوے فیصدی باتیں میرے زمانہ خلافت کے مطابق ہیں۔“

(الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۳۷ء صفحہ ۵)

۱۹۳۹ء میں فرمایا کہ یہ پیشگوئی مصلح موعود میرے متعلق ہی ہے مگر چونکہ یہ پیشگوئی غیر مامور کے متعلق ہے اس لئے اس کے لئے دعوے کی ضرورت نہیں ہے:۔

”میرے نزدیک مصلح موعود کی پیشگوئی چونکہ مامور کے متعلق نہیں بلکہ غیر مامور کے متعلق ہے اس لئے وہ ان پیشگوئیوں میں داخل ہی نہیں جن میں کسی دعویٰ کی ضرورت ہو میرا یہ مطلب نہیں کہ یہ پیشگوئی مجھ پر چسپاں نہیں ہوتی بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی پیشگوئی کسی مامور کے متعلق نہ ہو تو اس میں دعویٰ کی ضرورت*

۲* اگر مجھ پر تمام علامات چسپاں ہو رہی ہوں اور جس قدر نشانات مصلح موعود کے بتائے گئے ہوں وہ سب مجھ پر پورے ہو رہے ہوں .... تو کوئی لاکھ شور مچاتا رہے کہ یہ مصلح موعود نہیں دنیا اس کی بات پر کان نہیں دھرے گی۔“

(الفضل ۱۳ اگست ۱۹۳۹ء)

۱۹۴۴ء میں مصلح موعود کا دعوے کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے آج تک حضرت مسیح موعودؑ کی ان پیشگوئیوں کو کبھی بھی سنجیدگی سے پڑھنے کی کوشش نہیں کی:۔

”لوگوں نے کہا اور بار بار کہا کہ آپ کی ان پیشگوئیوں کے بارے میں کیا رائے ہے مگر میری یہ حالت تھی کہ میں نے سنجیدگی سے ان پیشگوئیوں کو پڑھنے کی بھی کوشش نہیں کی اس خیال سے کہ میرا نفس مجھے کوئی دھوکا نہ دے اور میں اپنے نفس کے متعلق کوئی ایسا خیال نہ کروں جو واقعہ کے خلاف ہو“

(الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء صفحہ ۵ کالم ۲)

اور پھر فرمایا کہ میں آج تک ان پیشگوئیوں کو اپنے متعلق نہیں سمجھتا تھا اس کی وجہ یہ تھی:۔

”اگر یہ پیشگوئیاں میرے متعلق نہیں تو میں کیوں یہ کہہ کر گناہگار بنوں کہ یہ پیشگوئیاں میرے متعلق ہیں“

(الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء)

۱۹۴۴ء میں ہی دعوے کی ضرورت نہ سمجھنے والے خلیفہ صاحب مصلح موعود کا دعوے کرتے ہوئے اور ۱۹۱۴ء میں حلفیہ یہ کہنے والے کہ مولانا نورالدین رض کی زندگی میں مجھے اس پیشگوئی کا قطعاً علم نہ تھا بلکہ بعد میں ہوا۔ پھر یہاں فرماتے ہیں کہ میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ ان پیشگوئیوں کو پڑھا:۔

”آج میں نے پہلی دفعہ وہ تمام پیشگوئیاں منگوا کر اس نیت سے دیکھیں کہ میں ان پیشگوئیوں کی حقیقت کو سمجھوں اور دیکھوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں کیا کچھ بیان فرمایا ہے“

(الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء صفحہ ۵ کالم ۲)

یہ امر یاد رکھنے کے لائق ہے کہ مصلح موعود کی پیشگوئی حضرت مسیح موعودؑ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو فرمائی تھی اور خلیفہ صاحب ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۴ء میں پیشگوئی پر اٹھاون سال گزر گئے جبکہ خلیفہ صاحب کی عمر پچپن سال تھی مگر اس عرصہ دراز میں بقول خلیفہ صاحب انہوں نے کبھی سنجیدگی سے اپنے متعلق ان پیشگوئیوں کو نہیں پڑھا تھا اور فروری ۱۹۴۴ء میں پہلی مرتبہ ان کو منگوا کر پڑھا۔ ان تحریرات اور سابقہ تحریرات کے تقابل سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ سوءِ حفظ کا ہی نتیجہ تھا۔

* نہیں ہوتی“ (الفضل ۱۳ اگست ۱۹۳۹ء) پھر اسی مقام پر فرماتے ہیں ۔ ۲*

نبوت کی اقسام

نبوت کے متعلق مختلف مقامات پر خلیفہ صاحب مرحوم نے مختلف طریق اختیار فرمایا ہے۔ اہل ذوق اصحاب کے لئے مندرجہ ذیل حوالہ جات اور نبوت کی اقسام کے متعلق خلیفہ صاحب کے سوءِ حفظ کے کرشمے پیش کئے جاتے ہیں:۔

ایک قسم کی نبوت:۔

”وہ دوست جنہوں نے میری اس کتاب کا شروع سے مطالعہ کیا ہے سمجھ چکے ہیں کہ میں نبوت کی ایک ہی قسم سمجھتا ہوں یعنی نبیوں کی نبوت .... پس قسم نبوت کے لحاظ سے ہم صرف ایک نبوت سمجھتے ہیں“

(حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۳۹)

دوم قسم کی نبوت:۔

”مگر مشکل یہ ہے کہ جناب مولوی صاحب اپنے رسالہ میں ...... مجھ پر الزام لگاتے ہیں کہ میں نبوت کی تین قسمیں بتاتا ہوں حالانکہ حضرت مسیح موعودؑ صرف دو ہی قسمیں قرار دیتے ہیں ایک نبیوں کی اور ایک محدثوں کی اور محدثیت بھی نبوت کا نام ہے کہ میں تیسری نبوت کو ثابت کر کے پس ان کے لئے یہ دروازہ بھی بند ہے۔ تیسری نبوت کا دروازہ کھلا [illegible] گیا ہے“

(حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۳۶)

تین قسم کی نبوت:۔

”میں نبوت کی تین اقسام مانتا ہوں۔ ایک جو شریعت لانے والے ہیں

(باقی صفحہ ۱۱ کالم ۲)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ یکم مئی ۱۹۶۸ء

معاصر ایشیا مورخہ [illegible] اپریل ۱۹۶۸ء رقمطراز ہے :-

"جس کو تاریخ نے اپنے زمانے کا سب سے سچا آدمی قرار دیا اس کے متعلق اقتدارِ وقت کی رائے یہ تھی کہ :-

شیخ احمد نامی ایک مکار نے سرہند میں مکر و فریب کا جال بچھایا ہے اور بھولے بھالے آدمیوں کو پھانسنا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ میں نے اسے دربار میں طلب کیا جتنے سوالات کئے کسی کا معقول جواب نہ دے سکا کم فہم ہونے کے علاوہ مغرور اور خود پسند بھی نکلا اس کے حالات کی اصلاح کے لئے یہی مناسب سمجھا کہ کچھ دنوں کے لئے اسے زندان میں ادب میں محبوس کیا جائے تاکہ مزاج کی شوریدگی اور دماغ کی آشفتگی دور ہو جائے۔

تزک جہانگیری - وقائع جلوس سال چہارم

جہانگیر نے نہ صرف حضرت مجدد کو قلعہ گوالیار میں قید رکھا بلکہ یہ فرمان بھی جاری کیا کہ :

شیخ احمد کی جائداد، مکان، باغ، اثاثہ، کتب خانہ حویلی چاہ سب ضبط کر لی جائے"

ملاحظہ فرمایا آپ نے؟ اقتدارِ وقت کی یہ رائے اس عظیم انسان کے متعلق ہے، جس کو آج مجدد الف ثانی کے لقب سے پکارا جاتا اور اپنے زمانہ کا سب سے بڑا پیشوائے اسلام سمجھا جاتا ہے کیا اقتدار وقت کی یہ رائے حضرت مجدد ہی کے لئے مخصوص تھی؟ تاریخ کے صفحات کو کھول کر اگر دیکھا جائے تو نظر آتا ہے کہ ہر زمانہ میں خدا تعالےٰ کے ان راستبازوں کو جنہیں اصلاح خلق کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے مامور کیا جاتا رہا ایسے ہی حالات پیش آتے رہے ہیں اور تو اور انبیاء کرام کے متعلق بھی اقتدار وقت کی یہی رائے ہر زمانہ میں رہی ہے انا لنرٰک فی سفاھۃ وانا لنظنک من الکٰذبین یعنی ہمیں تو تم بے وقوف نظر آتے ہو اور ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اقتدار وقت کی اسی رائے کی بنا پر ان راستبازوں کو ایذا دینا موجب ثواب سمجھا جاتا رہا۔

امت محمدیہ میں بھی حضرت مجدد الف ثانی رح کی طرح بیشمار ایسے با خدا لوگ گذر چکے ہیں جن پر طرح طرح کے فتوے عائد کر کے انہیں نہ صرف ملتِ اسلامیہ سے خارج قرار دیا گیا بلکہ ہر قسم کا دُکھ اور اذیتیں انہیں پہنچائی گئیں، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل الشان بزرگ کو کافر، بدعتی اور زندیق کے خطابات دیئے گئے انہیں جیل میں ڈالا گیا اور زہر دلا کر شہید کر دیا گیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے پاک باز انسان کو اضر من ابلیس (شیطان سے بڑھ کر ضرر رساں) کہا گیا اور طرح طرح کی ایذائیں انہیں پہنچائی گئیں، امام مالک رحمۃ اللہ کو بدعتی کا خطاب دے کر اُلٹے منہ اونٹ پر چڑھا کر پھرایا گیا۔ قید خانہ میں ڈالا گیا جہاں اس بیدردی سے آپ کی مشکیں باندھیں گئیں کہ ہاتھ بازوؤں سے اکھڑ گئے، امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں میں زنجیریں ڈالی گئیں، طمانچے لگوائے گئے کوڑوں سے پٹوایا گیا اور پابزنجیر ملک بدر کر دیا گیا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بخارا سے نکال دیا گیا، سمرقند کی زمین ان پر تنگ کر دی گئی، اور یہ درد بھری دعا ان کے منہ سے نکلی اللّٰھم ضاقت علی الارض بما رحبت فاقبضنی الیک - اے اللہ یہ زمین اپنی فراخی کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی ہے پس مجھ کو اپنی طرف اٹھا لے، ایسا ہی حضرت بایزید بسطامیؒ، ذوالنون مصریؒ، ابوبکر شبلیؒ، سید عبدالقادر جیلانیؒ، محی الدین ابن عربیؒ وغیرہم کو کافر قرار دیا گیا اور طرح طرح کی ایذائیں پہنچائی گئیں اور آج ہمارے اس زمانہ میں حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا گیا جو ان تمام اولیاء کرام اور مامورین الٰہی کے ساتھ ہوتا چلا آیا ہے لیکن اقتدار وقت کے فتوے اور رائیں ان سابق بزرگوں کے ناموں کو مٹا نہ سکیں بلکہ جوں جوں زمانہ گذرتا گیا، ان کے اسمائے گرامی روز بروز روشن اور منور ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ آج انہیں تمام دنیائے اسلام نہایت عزت و احترام کی نظروں سے دیکھتی اور ان کے حق میں کوئی کلمہ استخفاف استعمال کرنا گناہ عظیم سمجھا جاتا ہے۔ ایسا ہی وہ وقت بھی آنے والا ہے جب حضرت مجدد زمان رحمۃ اللہ علیہ کو امام وقت تسلیم کر کے عزت و رفعت کے بلند مقام پر فائز یقین کیا جائیگا بلکہ اب بھی ایسے سنجیدہ اور فہمیدہ لوگ موجود ہیں جو آپ کے حلقہ ارادت میں شامل نہ ہونے کے باوجود ان کو راستباز یقین کرتے ہیں، وہ لوگ جو اقتدار وقت یعنی نام نہاد علماء کی غلط بیانیوں سے متاثر ہو کر آپ سے منحرف ہو رہے ہیں انہیں سابق بزرگوں کے مخالفین کی حق ناشناسی پر نظر کر کے سمجھنے میں انحراف سے توبہ کرنی چاہئے۔

اخبار و افکار

سرینگر

"سری نگر ۶ اپریل - شہر میں مسیحی مذہب کے بانی یسوع مسیح کی قبر کی موجودگی نے اب ایک بین الاقوامی اہمیت حاصل کر لی ہے حکومت کشمیر نے اس بات کے پیش نظر پندرہ ہزار روپیہ کی ابتدائی رقم اس بات کے لئے منظور کی ہے کہ اس قبر کی موجودگی کے متعلق تاریخی شواہد اور ثبوت ایک مستند کتاب کی شکل میں شائع کئے جائیں یہ روپیہ محکمہ ریسرچ میں جمع کرا دیا گیا ہے اور امکان ہے کہ موجودہ مالی سال میں اس غرض کے لئے ایک بڑی رقم اور وقف کر دی جائے گی، اطلاع کے مطابق حکومت بین الاقوامی اور ملکی ماہرین کی ایک سرکردہ کمیٹی کو اس سلسلہ میں چھان بین کا کام سونپ رہی ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ سر محمد ظفر اللہ خاں کے انکشاف کے بعد کہ یہ قبر سرینگر میں ہے مغربی ممالک میں اس بارے میں ایک زبردست ہلچل پیدا ہو گئی ہے ایک اطلاع کے مطابق امریکی اور برطانوی حکومتوں نے اس سلسلہ میں حکومت ہند سے صورت حال کو واضح کرنے کی درخواست کی ہے، خیال ہے کہ مسیحی دنیا کے عالموں کا ایک وفد جلد ہی سرینگر آئیگا اور اگر ثبوت وغیرہ فراہم ہو گئے، تو سرینگر کو ایک بین الاقوامی زیارت گاہ بنانے کی تجویز پر سنجیدگی سے غور ہو گا، تاکہ ہر سال یہاں لاکھوں عیسائی اس قبر کی زیارت کے لئے آ سکیں"

نہایت دل خوش کن خبر ہے اس لئے کہ اسی امر پر عیسائیت کی زندگی کا دار و مدار ہے کہ یسوع مسیح زندہ ہیں اور فوت نہیں ہوئے اگر اس بین الاقوامی تحقیقات سے یسوع مسیح کی قبر سرینگر میں ثابت ہو جائے جیسا کہ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) پہلے ہی تاریخ کشمیر اور دیگر شواہد سے ثابت کر چکے ہیں اور ان کے بعد جماعت احمدیہ کے کئی محققین نے اس پر مزید روشنی ڈالی ہے، کہ

. . . .

مسیح علیہ السلام کشمیر میں آ کر فوت ہوئے اور ان کی قبر محلہ خانیار سری نگر میں موجود ہے، اگر مسیحی محققین بھی بعد تحقیقات اسی نتیجہ پر پہنچ جائیں تو اس سے مسیحی عقائد

قرآن کریم کی بیان کردہ سائنس

حضرت امیر مولانا صدر الدین ایدہ اللہ تعالےٰ کی تصنیف کتاب "قرآن کریم کی بیان کردہ سائنس" اس قدر مقبول ہوئی ہے کہ اردو اور لائل پور کا احراری اخبار "لولاک" اسے شروع سے آخر تک بلا تبدیل و حذف اور بغیر تبصرہ لفظ بلفظ نقل کر رہا ہے۔ "لولاک" کی اس حق پسندی کو ہم قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اگرچہ یہ بات ہمارے فہم سے بالا ہے کہ کتاب کے مصنف کا نام لینا اس نے کیوں گوارا نہیں کیا، یہ تو حلوائی سے بیر اور مٹھائی سے سلوک والی - - - - بات ہے، تاہم ہمیں خوشی ہے کہ مٹھائی سے لولاک نے نہ صرف خود حظ اٹھایا بلکہ اپنے قارئین کو بھی محظوظ کرنے کی خدمت سرانجام دے رہا ہے دعا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اسے حضرت مسیح موعود کے فرمودات سے بھی حظ اٹھانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

اخبار احمدیہ

اعلان بیعت

بخدمت حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں مسمی فضل قادر ولد چوہدری فیض احمد قوم مغل چک ۱۰ شمالی تحصیل و ضلع سرگودھا اس زمانہ کے امام مرزا غلام احمدؑ کو مجدد صدی چہاردہم سمجھتا ہوں ان کو مسیح موعود سمجھتا ہوں اور اس پاک وجود کی پکار پر اشاعت اسلام کے لئے جماعت احمدیہ میں شامل ہوتا ہوں، از راہ کرم مجھے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں شامل فرمایا جائے اور میرے لئے دعا کی جائے کہ میں مجددِ وقت کے بتائے ہوئے دین پر اللہ تعالیٰ پورا پورا پابند ہو جاؤں - والسلام

فضل قادر بقلم خود

وفات

مکرمی ایڈیٹر صاحب السلام علیکم

میرے خسر میاں فیض بخش صاحب ملتان انتقال فرما گئے ہیں سلسلہ کی نمازوں کے پابند [illegible] دعا کریں اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل نہ ہو سکے مگر سلسلہ کو اچھی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اولیاء کرام سے محبت رکھتے تھے جماعت سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے [illegible]

آپس میں نہ لڑو اور باہم اتحاد کی کوشش کرو

جماعت احمدیہ لاہور اور قادیانی جماعت سے ڈپٹی خلیل الرحمن صاحب کی دردمندانہ اپیل

برادران! دو ماہ کے بعد میں وطن واپس جا رہا ہوں۔ مغربی پاکستان کی بہت سی جماعتوں کا معائنہ کیا ہے۔ دونوں سے ملا۔ تقریریں کیں۔ مظفر آباد، سیالکوٹ، راولپنڈی، لائل پور وغیرہ بہت سی جگہوں پر گیا۔ ہر جگہ دوستوں میں اخلاص اور حضرت مسیح موعود کے لئے محبت و عشق والہانہ دیکھا۔ جب ربوہ یا قادیان جاتا تھا۔ وہاں بھی یہی خلوص پاتا تھا۔ محض عقائد کا اختلاف ہے۔ ربوہ کی جماعتوں میں بعض احباب ایسے ہیں کہ جماعت لاہور سے تعلق رکھنے والے حضرت مسیح موعود کے صحابیوں کے متعلق بُرے بُرے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح لاہور کے بعض دوستوں کو دیکھا کہ وہ بھی ربوہ کے اکابرین سے اختلافات رکھتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ یہ دونوں جماعتیں حضرت مسیح موعود کی روحانی اولاد ہیں اور دونوں بازو ہیں جو پیغام محبت و احمدیت کو دنیا میں پھیلانے کے لئے کمربستہ ہیں۔ کافی عرصہ سے میں خدا سے دعائیں کر رہا تھا کہ اپنے فضل سے دونوں جماعتوں کو مل کر کام کرنے کی توفیق دے۔ کیونکہ اتحاد و اتفاق میں برکت ہے اور اختلافات اور جھگڑے فساد میں جماعت کا اتحاد اور جوش دینی بھی ختم ہو جاتا ہے اور روپیہ پیسہ بھی ضائع ہو جاتا ہے۔

ایک بات خدا تعالیٰ نے مجھے ایک نظارہ دکھایا جس میں حضرت مسیح موعود کو دونوں جماعتوں پر کچھ ناراض دیکھا۔ حضور کے چہرے پر جلال ظاہر ہو رہا تھا۔ [illegible] درد دل سے دونوں جماعتوں سے اپیل کرتا ہوں کہ ایک دوسرے سے بدظنی نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت نمائی سے دونوں جماعتوں کے اختلافات کو مٹا دے۔ تاکہ ہم لوگ بھائی بھائی کی طرح متحد ہو کر اسلام کی خدمت میں کمربستہ ہو جائیں۔

جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں دونوں جماعتیں خدا کے فضل سے حضرت مسیح موعود کی دل و جان سے فدا ہیں اور آپ کے مشن کی تکمیل کے لئے کوشاں ہیں۔ میں اختلاف کی کوئی خاص بنا بھی اب نہیں دیکھتا۔ کیونکہ جن عقائد کو لیکر اکابرین میں اختلافات ہوا تھا وہ عقائد بھی منیر عدالت میں واضح ہو گئے ہیں اور اختلافات دور ہو گیا ہے۔ خلیفہ صاحب نے جو عدالت میں بیان دیا ہے وہ جماعت لاہور کے عقائد کے مطابق ہے۔ تکفیر مسلمین کے متعلق جو اختلافات تھے ان کے متعلق خلیفہ صاحب نے عدالت میں بیان دیا۔ کہ مسلمان اگر حضرت مسیح موعود پر ایمان نہ بھی لائے تب بھی وہ مسلمان رہتا ہے اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ یہی موقف جماعت لاہور کا تھا اور ہے۔

دوسرا اختلاف اجرائے نبوت اور خاتم النبیین کا رہا ہے اور یہی امر باعث اختلافات بنا۔ یہ مسئلہ بھی صاف ہو گیا۔ کیونکہ خلیفہ صاحب نے کہہ دیا ہے کہ مرزا صاحب کے دعاوی پر ایمان لانا جزو ایمان نہیں ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود حقیقی نبی ہوتے تو ان پر ایمان لانا ضروری ہوتا۔

تیسرا اختلاف غیر احمدیوں کے جنازہ کا ہے۔ یہ بھی منیر عدالت میں صاف ہو گیا۔ کیونکہ جنازہ کے متعلق حضرت مرزا صاحب کا [illegible] گیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

اب ضرورت صرف یہ ہے کہ دونوں جماعتیں اپنے دل سے منافرت اور ہٹ دھرمی چھوڑ دیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ہم حضرت مسیح موعود کی آخری خواہش کہ میرے بعد سب مل کر کام کریں کے مطابق سب مل کر کام کر سکیں۔

سنہ ۱۹۵۳ء کے فسادات پنجاب میں ایک جماعت پر نہیں بلکہ دونوں جماعتوں پر حملے ہوئے تھے۔ مسیح موعود پر ایمان لانے والے خواہ نبی مانیں یا نہ مانیں غیر احمدیوں کی نظروں میں مرتد ہیں۔ کسی کے لئے تحفظ اور امان نہیں ہے۔

جب قادیان سے بعض احباب چلے آئے تو قادیان میں ان کے لئے مقبرہ بہشتی میں جگہ نہ رہی اس لئے قادیانی احباب ان کو منافق غیر مبائعین کہتے تھے۔ اور کہ قادیان کی مقدس بستی سے خدا نے منافقین کو باہر نکال دیا ہے۔ ان کے لئے ایسا کہنا مناسب نہیں تھا۔ شاید اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی کہ وہ لوگ بھی قادیان سے نکال دیئے گئے اور مقبرہ بہشتی میں جگہ نہ پا سکے۔ اور ربوہ کے اکابرین اس مقبرہ سے محروم ہو گئے اور قادیان سے زبردستی نکال دیئے گئے یہ خدا کی طرف سے ناراضگی کا اظہار معلوم ہوتا ہے۔ میں حضرت خلیفہ ثالث سے اخلاص سے التجا کرتا ہوں کہ سابق خلیفہ صاحب کے صحیح عقائد کو جماعت میں پھیلا دیں اور جماعت لاہور کے بھائیوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے درد دل سے دعوت دیں۔ فاستبقوا الخیرات نیک کاموں میں سبقت کریں۔

میں جہاں تک سمجھتا ہوں خلیفہ صاحب کی خلافت سے لاہور والوں کو کوئی عداوت نہیں وہ صرف عقائد کی اصلاح چاہتے ہیں۔ لاہور کے دوستوں سے میں خاص طور پر اپیل کرتا ہوں کہ وہ ساری دنیا کے لئے اپنے آپ کو نمونہ بنائیں۔ اور حضرت مسیح موعود کی روحانی صورت و سیرت اپنے اندر جذب کریں تاکہ حضرت مسیح موعود کی روح کو خوشی حاصل ہو۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلانے کے لئے دیوانہ وار نکل کھڑے ہوں۔ یہی غرض تھی حضرت مسیح موعود کی۔ میں لاہوری جماعت کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنے خیالات کے اظہار کے لئے موقعہ دیا اور میرے لئے ہر مقام پر محبت و مودت کا اظہار فرمایا اور باہم گفت و شنید کا موقعہ ملتا۔ اور میرے علم میں اضافہ ہوا۔

حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب کو بڑا درد والا پایا۔ اور ان کا دل بڑا وسیع پایا۔ کسی کے خلاف ان کے دل میں کوئی بغض نہیں۔ اصلاح عقائد کے لئے ان کے دل میں تڑپ ہے اور ان کے دل میں تمنا ہے کہ سب احمدی مل جل کر خدمت دین کریں۔ خدا سبب پیدا [illegible]۔

پیغام صلح:۔ ڈپٹی خلیل الرحمن صاحب کی اس دردمندانہ اپیل کو پیش کرتے ہوئے کیا ہم قادیانی جماعت اور ان کے خلیفہ صاحب سے یہ امید کریں کہ وہ منیر عدالت میں میاں محمود احمد صاحب کے بیان کردہ عقائد کی صحت کو تسلیم کرنے اور [illegible] سے آمرانہ نظام کو ترک کر کے خلافت راشدہ کی طرز پر جمہوری نظام کو اپنانے کا اعلان کریں گے؟

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی طرف سے اشاعت لٹریچر کے لئے

پانچ سو روپے ماہوار کی پیشکش

ذیل کا مراسلہ مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی طرف سے سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو موصول ہوا ہے:۔

پاکستان میں عیسائیت کا اثر و نفوذ — از قبیل عنوانات کے ماتحت — اخبارات میں مضامین شائع ہو رہے ہیں۔ لیکن اس اثر و نفوذ کے ازالہ کے لئے کوئی عملی قدم اٹھایا نہیں جا رہا۔ دوسری طرف نہ صرف مسیحی سکولوں، کالجوں، ہسپتالوں وغیرہ وغیرہ کے ذریعہ بلکہ اخبارات، رسائل اور کتب کے ذریعہ اسے زیادہ سے زیادہ قوت پہنچائی جا رہی ہے۔ اس کے بالمقابل مسلمان اپنے اپنے فرقی اختلافات کو ہوا دینے میں مشغول ہیں۔ نہ صرف پاکستان میں بلکہ ساری دنیا میں مشنری پروپیگنڈا اسلام کے خلاف زوروں پر ہے۔ اور اس کے پیچھے مختلف انسٹی ٹیوشنوں اور حکومتوں کی بے اندازہ دولت ہے۔ اس کے بالمقابل اسلامی حکومتیں اپنی اپنی اندرونی مشکلات میں مبتلا ہیں۔ اسلامی انجمنیں اول تو مقروض اور قلاش ہیں۔ جو قلیل چندہ عوام سے وصول ہوتا ہے۔ وہ اندرونی فرقی بحثوں پر خرچ ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ علمائے اسلام میں غیر مذاہب کے متعلق علم بہت ہی کم ہے۔

ایک عرصہ سے مجھ سے لوگوں کا مطالبہ رہتا ہے۔ کہ فلاں موضوع پر کوئی اپنا آرٹیکل یا مضمون بھیجیں مگر میں بھی معذور ہوں۔ کہ ہر شخص کا مطالبہ پورا کر سکوں۔ مشکل مضامین کی فراہمی میں نہیں بلکہ ان کے شائع کرنے اور اخراجات طبع پورا کرنے میں ہے۔ اس کا حل میں نے یہ سوچا ہے۔ کہ میں خود جو اپنی عمر کی آخری منزل میں ہوں۔ اپنے علمی مضامین کی اشاعت کے لئے۔ /500 روپیہ ماہوار انجمن کو پیش کرتا ہوں جس سے عیسائیت اور غیر مذاہب میں تبلیغ اسلام کا لٹریچر شائع کیا جاوے۔ اور قرآن مجید کی آیات سے [illegible] یہ میری تدبیر ہے۔ اسے طرح کیا جائے۔ جو دوست اس کام میں مدد دینا چاہیں۔ وہ سیکرٹری صاحب انجمن کو اطلاع دیں۔ اور اس کی نقل مجھے بھیج دیں۔ میں اپنا پانچ سو روپیہ یکم مئی سے ادا کرنا شروع کر رہا ہوں۔ اس سلسلہ مضامین کا مقصد براہین احمدیہ کی تکمیل ہے۔

دستخط۔ عبدالحق ۲۲ ۴/۶۸

اندر صفاتِ خداوندی رکھنے سے انکار اور اپنی پرستش کے خلاف انتباہ

توحیدِ کامل کا پرستار گردن فراز اور منکسر المزاج ہوتا ہے

مجلسِ نبوی میں غرباء کا مقام اور انکی عزت افزائی

غرباء اور امراء کو ایک دوسرے سے محبت اور تکریم کا سبق

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۶۸ء فرمودہ حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ بلڈنگس لاہور

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول انی ملک۔ ان اتبع الا ما یوحٰی الیّ ——— ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشیّ یریدون وجھہ ——— الیس اللہ باعلم بالشٰکرین ——— (سورۃ الانعام آیات ۵۰ تا ۵۲)

دنیا میں بت پرستی اور انسان پرستی کا رواج

ان آیات میں دو بڑے قیمتی سبق اللہ تبارک تعالےٰ نے سکھائے ہیں۔ یہ دو سبق رہتی دنیا تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام و مقام بلند کرتے رہیں گے۔ پہلے حصہ میں تو توحید کامل کا سبق سکھایا ہے۔ جہاں انسانوں نے پتھروں درختوں اور حیوانوں کی پوجا کی ہے وہاں انسانوں نے انسان کی بھی پوجا کی ہے۔ انسان کی پوجا، پتھروں اور درختوں وغیرہ کی پوجا کی نسبت زیادہ نقصان کی موجب ہے۔ حضرت عیسٰیؑ اور حضرت مریمؑ کے بت یورپ کے ان حصوں میں اکثر دیکھنے میں آتے ہیں جہاں رومن کیتھولک مذہب جاری وساری ہے ان دونوں بتوں کے سامنے دعائیں مانگی جاتی ہیں ہندوستان میں بھی بدھ کی پرستش کی جاتی ہے اور ہندو لارڈ کرشنا کی پرستش کرتے ہیں۔ حضرت نبی کریم نے بت پرستی کو غیر معقول اور غیر مفید ثابت کیا ہے۔ مریم کا بیٹا عیسٰیؑ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اور اسے چاروں طرف سے دُکھ درد اور مصائب و مشکلات برداشت کرنے پڑے اور پھر موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے انہیں صلیب پر چڑھایا گیا۔ تاہم ان کی پرستش کی جاتی ہے اور ان کی قوم نے اپنے پیغمبر کو الوہیت کے تخت پر بٹھا دیا ہے۔

نبی کریم صلعم کا انتباہ کہ مجھے حد سے نہ بڑھایا جائے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری عبادت نہ کی جائے لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسٰے، میرا مرتبہ حد سے بڑھانا جس طرح نصاریٰ نے عیسٰے کا مرتبہ حد سے بڑھا دیا۔ قولوا عبدہٗ و رسولہ میری نسبت یہ کہنا کہ یہ خدا کا فرمانبردار بندہ ہے، اور پیغام الٰہی کو عالم انسانیت تک پہنچانے والا ہے۔ میرا مرتبہ اور میرا کام اتنا ہی ہے۔ اور فرمایا لا تجعلوا قبری وثنا میری قبر کو بت مت بنانا۔

لوازمات خداوندی سے انکار

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے متعلق وہ باتیں بیان فرمائی ہیں جو مسلمانوں کو ہمیشہ یاد رکھنی چاہئیں۔ لیکن مسلمان بھول گیا ہے۔ اس نے ان باتوں کو یاد نہیں رکھا۔ اس آیت میں کس صفائی کے ساتھ ان تمام چیزوں کا انکار کیا ہے جو لوازمات خداوندی ہیں فرمایا لا اقول لکم عندی خزائن اللہ میرے پاس دولت کے خزانے نہیں ہیں کہ تمہیں دوں۔ میں تمہارا رزق نہیں بڑھا سکتا۔ باغات میں پھل اور کھیتوں میں غلہ پیدا نہیں کر سکتا اور نہ تمہیں اولاد دے سکتا ہوں۔ یہ تو الوہیت کی شان ہے جو میرے اندر نہیں ہے۔ ولا اعلم الغیب۔ میں غیب کا بھی علم نہیں رکھتا۔

مسلمانوں میں غیب دانی کے مدعی

مسلمانوں میں بے شمار لوگ ہیں جو غیب دان بنے بیٹھے ہیں۔ لوگ ان کے پاس جاکر اپنی مصیبت کے متعلق پوچھتے ہیں اور وہ چند لمحے مراقبہ کر کے جیسے خدا کے ساتھ ٹیلیفون لگی ہوئی ہے، اوپر سر اٹھاتے اور سائل سے کہتے ہیں جاؤ تمہارا مقدمہ تمہارے حق میں ہوگا۔ جاؤ تمہیں کوئی چھیڑ نہیں سکتا۔ جاؤ تمہاری مراد پوری ہو گئی وغیرہ وغیرہ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گدی پر بیٹھے والے لوگ اس طرز عمل سے قوم کو گمراہ کرتے اور خود بھی گمراہ ہوتے ہیں۔ بعض نے تو کہا کہ خدا نے ہم کو یہ بتلایا ہے وہ وحی و الہام کے مدعی بن جاتے ہیں یہ بہت بڑی جسارت ہے۔ اس سے ڈرنا چاہئے الوہیت کا جامہ پہن لینا اور غیب دان بن جانا بہت بڑا گناہ ہے۔ اس سے خدا کی غیرت جوش میں آتی ہے۔ اور ایسا کاذب دردناک عذاب الٰہی میں مبتلا ہو کر مرتا ہے۔

حضرت نبی کریم کا فرشتہ ہونے سے انکار

پھر فرمایا ولا اقول لکم انی ملک میں فرشتہ نہیں ہوں۔ میں انسان ہوں۔ نہ میرے اندر الوہیت ہے نہ ملکیت ہے۔ نہ میں غائب جانتا ہوں۔ البتہ رسالات خداوندی کا کام میرے سپرد ہے۔ جو اس پر عمل کرے اسے خدا کا قرب حاصل ہوگا۔

توحید کا پرستار گردن فراز اور منکسر المزاج ہوتا ہے

توحید الٰہی کے قائم کرنے سے جہاں دلوں کے اندر مضبوطی پیدا ہوتی ہے گردن

اس کا مخلوق خدا کے ساتھ سلوک بتلاتا ہے کہ وہ خدا کا بندہ ہے، اور خدا کے بندوں اور اس کی مخلوق سے اچھی طرح پیش آتا ہے۔

مسلمانوں کا کمانڈر ایران میں گیا۔

اپنے پیچھے قالین کو چھیدتا ہوا سیدھا بادشاہ کے برابر تخت پر جا بیٹھا پوچھا گیا کیا کرنے آئے ہو اس نے جواب دیا کہ انسان کو انسان کی غلامی سے چھڑا کر خدا کا غلام بنانے آیا ہوں۔ یہ تعلیم تھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

امراء اور غرباء کا مقام اسلام میں

دوسرا حصہ جس کا ذکر اس آیت میں ہے وہ انسانی سلوک کے متعلق ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گری ہوئی انسانیت کو بلند کیا ہے۔ ویسے تو انسان کے دو حصے ہمیشہ رہیں گے۔ امراء بھی قیامت تک رہیں گے اور غرباء بھی۔ امراء اور غرباء دونوں کا ہونا مفید ہے امراء کے متعلق یہ کہنا کہ نواب ہوں گے تو اپنے گھر ہوں گے یہ تکبر کی بات ہے۔ امراء قوم کا ایک بڑا اہم حصہ ہوتے ہیں۔ ایسا ہی غرباء بھی قوم کا ایک اہم حصہ ہوتے ہیں۔ غرباء کے بغیر امراء زندہ نہیں رہ سکتے۔ تمام دنیا کے امراء اور بادشاہوں کے لئے روٹی غرباء مہیا کرتے ہیں اس لئے غرباء قابل تعظیم و تکریم ہیں۔ غرباء ہمیشہ سے چلے آ رہے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے جس شخص نے غرباء کو عزت و کرامت کا رتبہ دیا ہے وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

غریب مسلمانوں کا مقام مجلس نبوی میں

فرمایا ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجھہ۔ وہ غرباء جو آپؐ کی مجلس میں اس واسطے آتے ہیں کہ آپؐ سے الٰہیات کا سبق سیکھیں ان کا عملی رنگ یہ ہے کہ وہ صبح و شام خدا کی عبادت کرتے ہیں، وہ خدا تعالےٰ کی رضا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں کو امراء کی خاطر اپنی مجلس سے اٹھا نہیں دینا ان کو دھکا نہیں دینا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فطری طور پر غرباء سے محبت تھی۔ پھر اس کے کیا معنی ہیں کہ غرباء کو دھکا نہیں دینا۔

قرآن کریم کے احکام ماحول کی پیداوار نہیں

یہ حکم کیوں دیا گیا۔ قرآن کریم میں بعض احکام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہیں جیسے یا ایھا النبی اتق اللہ اے نبی اللہ کا

[illegible] وشاورھم فی الامر سے بی تیری قوم بے شک تیری اطاعت شعار ہے بے شک آپ کے پیش نظر کوئی ذاتی مفاد نہیں ہے۔ بے شک آپ کسی کی بے جا رعایت نہیں کرتے۔ اور کسی پر ظلم و تعدی روا نہیں رکھتے آپ ڈکٹیٹر بننے کی اہلیت رکھتے ہیں لیکن پھر بھی قوم سے مشورہ کرکے امور سلطنت کو انجام دیں۔

یہ دو حکم کیا ماحول کی پیداوار ہیں؟ یورپ کے فلاسفروں کو تو چھوڑیئے۔ بعض مسلمان فلاسفروں نے کہا ہے کہ الہام ماحول کی پیداوار ہوتا ہے اور ماحول کے زیر اثر اور اس کے تابع ہوتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد مطلق العنان سلطنتیں موجود تھیں۔ اور ان میں بادشاہوں کی پرستش ہوتی تھی۔ ایک طرف قیصر تھا دوسری طرف ایرانی بادشاہوں کے سامنے لوگ جھکتے تھے۔ مصر میں فرعون رہا۔ اس کا تکبر اور غرور آسمان سے باتیں کرتا تھا۔ انسان اس کو سجدہ کرتے تھے۔ اس ماحول کے اندر ایک بے نفس انسان کھڑا ہوتا ہے۔ اس ماحول کے اندر وہ حکم دیتا ہے کہ لوگوں کے صلاح مشورہ سے امور حکومت انجام پائیں گے یہ ماحول کی پیداوار نہیں ہو سکتا۔

عرب کے رواج کے خلاف

لونڈی غلاموں اور غرباء کی عزت افزائی

عرب میں بے شمار غلام لونڈیاں تھیں غرباء اور امراء میں فرق تھا۔ امراء غرباء میں بیٹھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اسی لئے حکم ہوا کہ ان امراء کی خاطر [illegible] کے [illegible] اور استغفار [illegible] ما علیک من حسابھم من شیء وما من حسابک علیھم من شیء فتطردھم فتکون من الظلمین۔ آپ ان کے لئے جوابدہ نہیں ہیں اور یہ بھی آپ کے لئے جوابدہ نہیں ہیں۔ ان حالات میں اگر آپ نے امراء کو راضی کرنے کے لئے غرباء کو مجلس سے نکال دیا۔ تو آپ کا شمار ظالموں میں ہو گا۔

یہ الہام اپنے نفس کی پیداوار نہیں ہو سکتا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فطرتاً غرباء کے دوست تھے۔ آپ کو چالیس سال بعد نبوت ملی۔ نبوت سے پیشتر کا سارا زمانہ غرباء کے ساتھ گذرا۔ ہمیشہ ان کی دلداری کی۔ ان کو ہمدردی سے پیار [illegible] ان کے مصائب دور کئے۔ جب کبھی [illegible] حضور صلعم کمربستہ ہو گئے کہ غرباء کی تکالیف کو دور کیا جائے۔

اس آیت کے متعلق احادیث اور تفاسیر میں لکھا ہے کہ صہیبؓ۔ خبابؓ۔ بلالؓ اور یاسرؓ وغیرہ [illegible] آپ مجلس میں بیٹھتے تھے امراء طعن کیا کرتے تھے کہ آپ کو ہم کیسے مان لیں یہ ذلیل ترین لوگ آپ کے گرد جمع رہتے ہیں

ایسی مجلس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کون ہیں۔ کیسے لوگوں میں رہتے ہیں۔ نہ ان کی اقتصادی حالت اچھی ہے نہ دماغی حالت اچھی ہے۔ ان کی نظر سرسری ہے وہ بادی النظر ہیں۔ یہ امراء نے طعن دیا کہ غرباء کو ہٹا دیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو غرباء نے خوش ہو کر کہا فینا نزلت۔ یہ ہماری شان نازل ہوئی ہے ہماری عزت افزائی ہوئی اور وہ بیان کیا کرتے تھے کان رسول اللہ ﷺ یقعد معنا ویدنو منا حتی تمس رکبتنا رکبتہ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ بیٹھتے ہیں اور قریب ہو کر بیٹھتے ہیں یہاں تک کہ ان کے گھٹنے ہمارے گھٹنے سے ملے ہوئے ہوتے ہیں۔

یہ شان ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ کہ آپ نے غرباء کو ایک بلند مقام عطا فرمایا۔ بعض غلام کمانڈر اور امام بنا دیئے گئے سالم مولیٰ ابی حذیفہ۔ جب مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ پہنچے تو امامت وہ کراتے تھے۔ حضرت عمر فاروق جیسا عظیم انسان ان کے پیچھے نماز پڑھتا تھا اور صہیب [illegible] نے حضرت عمرؓ کا جنازہ پڑھایا۔ حالانکہ بڑے بڑے سردار قوم کے اندر موجود تھے۔ زیدؓ کا بیٹا اسامہ کمانڈر بنا دیا گیا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسے انسان ان کی کمان میں کام کرتے تھے۔

امراء اور غرباء میں ایک دوسرے کیلئے محبت تکریم

جہاں آپ نے غرباء کو بلند مقام روحانی اور جسمانی عطا فرمایا وہاں ان کو امراء کے خلاف اکسایا نہیں۔ سعد بن معاذ تشریف لائے قوم کو ان کی تعظیم و تکریم کے لئے اٹھ کھڑے ہونے کا حکم دیا فرمایا قوموا الی سیدکم یہ کیسا حسین امتزاج ہے۔ روس نے غرباء کو مشتعل کرکے امراء کو ذلیل اور قتل کروا دیا۔ راجپوتوں کی طرح بڑھی قوم تھی۔ لیکن آپ نے وہاں کے امراء اور غرباء میں محبت و تکریم پیدا کر دی۔ بڑے آدمیوں کو کہا کہ یہ چھوٹے تمہارے بھائی ہیں اور چھوٹوں کو کہا کہ یہ بڑے تمہارے بھائی ہیں آپ نے اعلیٰ درجہ کی مساوات قائم کر دی

نبی کریم صلعم سے قرب کا معیار تقویٰ ہے

فرمایا وکذلک فتنا بعضھم ببعض لیقولوا اھٰؤلاء منّ اللہ علیھم من بیننا۔ ہم ایک دوسرے کا امتحان لیتے ہیں۔ اقتصادی حالت اور یہ ضروری نہیں کہ امیر کی اخلاقی حالت اچھی ہو۔ جو کوئی حلال طیب روٹی کھاتا ہے وہ معزز و مکرم ہے۔ حضور نے فرمایا ان اولی الناس بی المتقون۔ میرا قریبی وہی ہے جو خدا پرست ہے متقی ہے من کانوا کسی قوم کا ہو حیث کانوا کسی وطن کا ہو [illegible] وہ افریقہ کا حبشی ہو یا مکہ کا ابولہب جو کوئی نیک عمل کرے گا وہ معزز و مشرف ہو گا۔ اگر کوئی شخص عرب میں رہنے والا متقی نہیں ہے تو افریقہ کا رہنے والا متقی اس سے بہتر ہے۔ یہ کس قدر تسلی بخش تعلیم ہے۔ جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا بھر کے انسانوں کو دی ہے اس تعلیم کی طرف توجہ دیں۔ اس سے اپنے قلب و نظر کو مزین کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

بیماروں کے لئے دعا

(۱) ہمارے بعض دوست بیمار ہیں اگلے دن مولوی عبدالباقی صاحب کا خط آیا تھا اس میں انہوں نے اپنی والدہ کی وفات کے متعلق تذکرہ لکھا تھا۔ اب ایک اور خط آیا ہے اس میں لکھتے ہیں کہ خود بیمار ہوں اور ہسپتال میں داخل ہوں۔ مولینا عبدالہادی صاحب بڑے بھاری بھرکم جسم والے اور وجیہہ انسان تھے بڑے سوز و گداز کے مالک اور مخلص آدمی تھے۔ جلسہ سالانہ پر اکثر آیا کرتے تھے مولوی عبدالباقی صاحب ان کے بیٹے ہیں۔ وہ کوئٹہ میں ایک ہسپتال میں داخل ہیں اور التجا کرتے ہیں کہ قوم درد دل سے ان کے لئے دعا کرے۔

(۲) ہمارے دو بڑے محسن اور مخلص دوست ہیں محسن میں نے اس لئے کہا کہ جب حضرت مولینا محمد علی صاحب اور بندہ قادیان سے لاہور آئے تو ان لوگوں نے ہماری خاطر گھر بار چھوڑا اور ہمارا ساتھ دیا اور لاہور آ گئے حالانکہ ان کو وہاں دولت اور اچھا مقام مل سکتا تھا۔ ان میں سے ایک صاحب ماسٹر فقیر اللہ تھے جو فوت ہو گئے اور دوسرے عبدالمجید صاحب ہیں یہ بہت بڑے کردار کے انسان ہیں وہ ابھی زندہ ہیں۔ ان میں اسی طرح محبت ہے۔ خدا پرستی ہے اور قوم سے عشق ہے۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب تو خدا کو جا ملے ہیں۔ ان کا بیٹا بیمار ہو کر یہاں آیا ہے وہ مہمان خانہ میں ٹھہرے ہیں، اور دوستوں سے دعا کی درخواست کرتے ہیں آپ درد دل سے ان کی صحت یابی کے لئے دعا کریں۔

(۳) ایک اور ہماری جماعت کے پرانے دوست جن کو آپ نے بہت کم دیکھا ہو گا جموں کے مہاجر ہیں۔ ان کا نام چوہدری اللہ دتہ ہے۔ جب وہ جموں سے ہجرت کرکے آئے تو ان کے پاس ایک پیسہ نہ تھا۔ انہوں نے نہ انجمن سے کچھ مانگا اور نہ کسی دوست کو تکلیف دی۔ وہ جموں میں چینی کے برتن تیار کرتے تھے خدا کا نام لے کر گجرات میں انہوں نے برتن بنانے کا کاروبار شروع کر دیا۔ خدا نے ان پر فضل کیا۔ بڑی دولت حاصل ہوئی۔ ہزاروں روپیہ انجمن کو چندہ دیا۔ وہ بڑے باخدا۔ ذہین اور مخیر انسان ہیں ان کی بیگم صاحبہ ہر جلسہ پر تشریف لاتی ہیں۔ اس خاتون کی طرف سے التماس ہے کہ ان کے خاوند کی صحت و تندرستی کے لئے درد دل سے دعا کی جائے۔

(۴) ہمارے عزیز دوست میاں سعید احمد صاحب بھی بیمار ہیں وہ ہسپتال میں داخل ہیں۔ وہ جماعت کے بڑے قیمتی انسان ہیں۔ ان کے لئے بھی درد دل سے دعا کریں۔

(۵) پچھلے جمعہ میں نے کرنل سید بشیر حسین شاہ صاحب کے متعلق ذکر کیا تھا۔ سوا مہینہ گذر رہا ہے ان کو بخار آتا ہے۔ کئی ڈاکٹروں سے علاج کروا رہے ہیں۔ مرض کی تشخیص نہیں ہو رہی۔ ان کی صحت کاملہ کے لئے درد دل سے دعا کریں۔

(۶) گوجرانوالہ کے سید حسن شاہ صاحب بڑے مخلص انسان ہیں، وہ بھی بیمار ہیں۔ ان کی درخواست ہے کہ احباب ان کی صحت کے لئے دعا کریں۔

(سب کے لئے دعا کی گئی)

آپ کے عقائد صحیح ہیں

"جناب امیر جماعت احمدیہ مولانا صدر الدین صاحب۔ السلام علیکم

گزارش ہے کہ میں کافی عرصے سے آپ کی اخباروں اور کتابوں کا مطالعہ کرتا ہوں، اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ آپ کے عقائد صحیح اسلام کے موافق ہیں۔ انشاءاللہ میں بہت جلد آپ کی انجمن میں شامل ہو جاؤں گا۔

کچھ عرصہ سے میں بھی بیماری اور بہت پریشانیوں میں مبتلا ہوں۔ میرے لئے براہ کرم اپنے مبارک ہاتھوں سے اٹھا کر دعا فرمائیں۔ والسلام

بازید خان
بھائی خیل۔ پوسٹ آفس [illegible]
تحصیل صوابی۔ ضلع مردان

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی

مسئلۂ کشمیر کے متعلق جناب مسیح کا فرمان

مسیحی ممبرانِ اقوام متحدہ کے نام

مسئلہ کشمیر دنیا کے تمام ممالک میں شہرت پا چکا ہے مگر سوال یہ ہے کہ یہ مسئلہ اس قدر اہم کیوں ہے؟ کیا محض اس لئے کہ پاکستان و ہند کی سترہ روزہ جنگ نے اسے مشہور کر دیا ہے یا پاکستان کشمیر پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اس لئے کہ اس حصہ ملک میں مسلمانوں کی کثرت ہے۔

آزادیٔ کشمیر کا مسئلہ درحقیقت اس سے بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے جس قدر اہمیت آج تک اس کی سمجھی گئی ہے۔ میری تحقیق میں اہالیانِ کشمیر کی آزادی کا تعلق دنیا کے کروڑہا مسیحیوں اور مسلمانوں کے ساتھ یکساں ہے۔ اسے سمجھنے کے لئے ہر مسلمان اور مسیحی کو قرآن مجید، کتب مقدسہ مسیحی صاحبان (عہد نامہ عتیق اور عہد نامہ جدید) دونوں کا مطالعہ ضروری ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالےٰ ہے:۔

" ومن قوم موسیٰ اُمۃٌ یھدون بالحق وبہ یعدلون"

" اور موسےٰ کی قوم میں سے ایک
بہت بڑی جماعت حق کے ساتھ
لوگوں کو ہدایت کرتے ہیں اور حق کے
ساتھ ہی عدل کرتے ہیں"

قرآن مجید کی یہ آیت سورۃ الاعراف کی آیت ۱۵۹ ہے۔ اس آیت کے بظاہر چار اجزاء ہیں۔

الف: موسیٰ کی قوم دو حصوں پر منقسم ہے

ب:۔ ان میں سے ایک حصہ کی تعریف اس آیت میں کی گئی ہے۔

ج: ذکر اس امت کا ہے جو حق (اسلام) کی پابند ہے۔

د: نہ صرف وہ خود اسلام پر قائم ہے بلکہ لوگوں کو حق اور عدل کی طرف بلاتی بھی ہے۔

ان عناصر اربعہ کے بارہ میں چار ہی سوال ہیں۔

(۱) موسےٰ کی قوم ۱۲ قبائل پر مشتمل تھی وہ دو حصوں میں کب اور کیسے تقسیم ہوئی۔

(۲)۔ موسےٰ کی قوم میں سے ایک امت جس کا یہاں ذکر ہے وہ اس قوم کا بڑا حصہ ہے یا چھوٹا حصہ؟

(۳)۔ اس امت کے حق پر ہونے سے کیا مراد ہے؟

(۴)۔ یہ حصہ امت ہے یا حال و مستقبل ہے یعنی نزول قرآن مجید سے پہلے کا ہے یا بعد کا ہے؟

عجیب بات یہ ہے کہ چاروں سوالات کے جوابات میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک وہ یہود کی ایک جماعت تھی جو حضرت موسےٰ کے بعد کچھ مدت زندہ یا حق پر قائم رہی۔ انہوں نے دین میں اور تورات میں تحریف نہیں کی تھی مگر یہ جماعت حضرت مسیحؑ سے پہلے ہی ہلاک ہو گئی کیونکہ یہ امر واقعہ ہے کہ جناب مسیحؑ نے فرمایا:۔

" وہ اپنوں کے پاس آیا اور اپنوں نے اسے قبول نہیں کیا"

(یوحنا ۱:۱۱۔ متی ۲۱ و ۴۳)

اس لئے حواریان مسیح کو مجبوراً غیر قوموں میں تبلیغ کرنی پڑی (اعمال ۱۳: ۴۶)

قرآن مجید بھی اس کے متعلق فرماتا ہے:۔

لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد وعیسی ابن مریم۔ (المائدہ ۷۸)

بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ان پر داؤد اور عیسےٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی۔ (نیز دیکھو متی ۲۳: ۳۸ و ۲۴: ۸-۱۰ لوقا ۲۱: ۲۲-۲۴)

بعض علماء نے زیر بحث آیت میں چونکہ فعل مضارع ہے ماضی نہیں اس سے وہ چند لوگ مراد لئے ہیں جو آنحضرت صلعم پر مدینہ میں ایمان لے آئے تھے یعنی عبداللہ بن سلام وغیرہ۔ اس امر پر یہ اعتراض ہوا کہ وہ تو چند لوگ تھے آیت میں ایک امت کا ذکر ہے نہ چند افراد کا۔ چند لوگوں کا یہود میں سے مسلمان ہو جانا کوئی اہم امر نہیں اور نہ ان کی نسبت یہ ثابت ہے کہ وہ بالخصوص داعیان حق اور عدل و انصاف تھے۔

دوسرے مفسرین قرآن نے لکھا ہے کہ یہ لوگ حضرت موسےٰ کی قوم یعنی بنی اسرائیل کا ایک بہت بڑا حصہ ہے مگر اب وہ یاجوج و ماجوج کی طرح کہیں پوشیدہ ہے۔ اس پر پھر سوال ہوا کہ ان کو بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پہنچی ہے یا نہیں پہنچی اگر پہنچ چکی ہے تو ایسے حق پسند لوگ ضرور مسلمان ہو گئے ہوں گے اگر نہیں ملی تو کیا دنیا میں کوئی ایسی آبادی بھی ہے جس کی دنیا کو خبر نہیں ملی اور اس امر کا ثبوت کیا ہے کہ ایسی آبادی دنیا کے کسی نامعلوم خطہ میں موجود ہے؟

ان لوگوں کے متعلق جو تیسرا خیال ہے وہ یہ ہے کہ یہ کوئی مخصوص قوم یا امت نہیں۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب میں ایسے لوگ موجود ہیں جو داعیان حق ہیں اور عدل و انصاف کے دلدادہ ہیں۔ اس پر یہ سوال عائد ہوتا ہے کہ یہاں قوم موسےٰ میں سے ایک امت کا ذکر ہے جو مخصوص لوگ یا قوم و امت ہیں۔ یوں عدل و انصاف کے جویا ہر قوم میں ہو سکتے ہیں اس میں قوم موسیٰ کی کوئی خصوصیت نہیں۔

مندرجہ بالا چار قسم کے خیالات اور آراء رکھنے والے مفسرین کے علاوہ سدی اور مفسرین کی ایک جماعت نے کہا ہے:۔

ان بنی اسرائیل لما کفروا وقتلوا الانبیاء بقی سبط من جملۃ الاثنی عشر تبرؤا مما صنعوا وسألوا اللہ ان ینقذھم منھم ففتح اللہ نفقا فی الارض فساروا فیہ حتی خرجوا من وراء الصین

بنی اسرائیل نے جب کفر کیا اور انبیاء کو قتل کیا تو ان کے ۱۲ قبائل میں سے ایک گروہ بچا جنہوں نے کفر نہ کیا اور انہوں نے دعا کی کہ اللہ ان کو ان سے الگ کر دے۔ سو اللہ تعالےٰ نے زمین میں ایک سرنگ لگا دی تو وہ اس کے اندر چلے گئے اور ملک چین میں جا نکلے۔

یہ قصہ سنانے والوں میں پھر اختلاف ہوا کہ وہ چین میں پہنچ کر دین یہود پر قائم رہے یا نہیں رہے۔ بعض نے کہا دین یہود پر ابھی تک قائم ہیں دوسروں نے کہا اب وہ دین محمدیہ پر ہیں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور ایک دوسرے پر ظلم نہیں کرتے اور نہ آپس میں حسد کرتے ہیں۔ ہم میں سے کوئی ان سے ملا نہیں اور نہ ہی ان میں سے کوئی ہمیں ملا ہے تو قرآن مجید کا یہ دعویٰ کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ موسےٰ کی قوم میں سے ایک بڑی جماعت ایسی ہے جو حق پر قائم ہے اور حق کے ساتھ عدالت کرتے ہیں اور حق و انصاف کی بات کہتے ہیں۔

اس سارے قصہ کو سمجھنے کے لئے قوم موسےٰ کی تاریخ کا مطالعہ کرنا ضروری ہے یہ تاریخ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوتی ہے حضرت ابراہیمؑ وہ عظیم الشان انسان تھے جو اللہ تعالےٰ کے لئے اپنی ہر محبوب سے محبوب چیز قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی قربانیوں سے خوش ہو کر فرمایا:۔

میں تجھے بڑی قوم بناؤں گا اور
تجھے مبارک کروں گا اور تیرا نام
بڑا کروں گا اور تو ایک برکت ہوگا
اور ان کو برکت دوں گا جو تجھے
برکت دیتے ہیں اور تجھے لعنتی
کرنے والوں کو لعنتی کروں گا اور
اس زمین کے سارے گھرانے
تجھ سے برکت پائیں گے۔"

(پیدائش ۱۲: ۲)

"خدا نے ابراہام سے ہم کلام ہو کر کہا کہ دیکھ میں جو ہوں میرا عہد تیرے ساتھ ہے، اور تو بہت قوموں کا باپ ہوگا اور تیرا نام پھر ابرام نہ کہلایا جائے گا بلکہ تیرا نام ابراہام ہوگا کیونکہ میں نے تجھے بہت قوموں کا باپ ٹھہرایا اور میں تجھے بہت برومند کروں گا اور قومیں تجھ سے پیدا ہوں گی اور بادشاہ تجھ سے نکلیں گے۔"

(پیدائش ۱۷: ۵-۶)

"پھر خدا نے ابراہام سے کہا کہ تو اور تیرے بعد تیری نسل میرے عہد کو نگاہ رکھیں اور میرا عہد جو میرے اور تمہارے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے اسے تم یاد رکھو سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کرو اور یہ اس عہد کا نشان ہوگا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے تمہاری پشت در پشت کا جب وہ آٹھ روز کا ہو ختنہ کیا جائے گا۔۔۔ .... یوں میرا عہد تمہارے جسموں میں عہد ابدی ہوگا اور وہ فرزند نرینہ جس کا ختنہ نہیں ہوا وہی شخص اپنے لوگوں سے کٹ جائے کہ اس نے میرا عہد توڑا" (پیدائش ۱۷: ۹-۱۴)

" اور وہ اس کو (خدا ابراہیم کو) باہر لے گیا اور کہا کہ اب آسمان کی طرف نگاہ کر اور ستاروں کو گن اور اسے کہا کہ تیری اولاد ایسی ہی ہوگی"۔

(پیدائش ۱۵: ۵)

" تب خداوند کے فرشتہ نے دوبارہ آسمان سے ابراہام کو پکارا اور کہا کہ خداوند فرماتا ہے۔ اس لئے کہ تو نے ایسا کام کیا کہ اپنا اکلوتا بیٹا ہاں اپنا اکلوتا بیٹا دریغ نہ رکھا میں نے اپنی

قسم کھائی کہ میں برکت دیتے ہی تجھے برکت دوں گا اور بڑھاتے ہی تیری نسل کو آسمان کے ستاروں اور دریا کے کنارے کی ریت کی طرح بڑھاؤں گا اور تیری نسل اپنے دشمن کے دروازوں پر قابض ہوگی۔"

(پیدائش ۲۲: ۱۵-۱۷)

پھر حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے حضرت اسحاقؑ کو خطاب کرکے فرمایا:۔

"اور میں نے اس قسم کو جو تیرے باپ ابراہام سے کی ہے پورا کروں گا اور میں تیری اولاد کو ستاروں کی طرح وافر کروں گا اور یہ سب ملک تیری نسل کو دوں گا اور زمین کی سب قومیں تیری نسل سے برکت پائیں گی اس لئے کہ ابراہام نے میری آواز کو سُنا اور میری تاکید کو اور میرے حکموں اور قانونوں اور میری شریعتوں کو حفظ کیا ہے"

(پیدائش ۲۶: ۳-۵)

"اور تیری نسل کو میں زمین کی خاک کی مانند بناؤں گا اور اگر کوئی آدمی زمین کی خاک کو گن سکے تو تیری نسل بھی گنی جائے۔"

(پیدائش ۱۳: ۱۶)

خدا تعالےٰ نے پھر حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے حضرت یعقوبؑ کو مخاطب کرکے اس وعدہ کو دہرایا:۔

"میں خداوند تیرے باپ ابراہام کا خدا، اسحاق کا خدا ہوں میں یہ زمین جس پر تو لیٹا ہے تجھے اور تیری نسل کو دوں گا اور تیری نسل ایسی ہوگی جیسی زمین کی گرد اور تو پورب، پچھم اُتر دکھن کی طرف پھوٹ نکلے گا اور زمین کے تمام گھرانے تجھ سے اور تیری نسل سے برکت پائیں گے"

(پیدائش ۲۸: ۱۴)

اللہ تعالےٰ کے اس عہد کو جو ابراہیم علیہ السلام سے کیا گیا یعقوبؑ سے پھر پیدائش ۳۵: ۱۲ میں دہرایا اس کے ساڑھے چھ سو برس بعد موسےٰؑ نے اسی عہد کو مکرر تازہ کیا۔ تیس برس بعد پھر موسےٰؑ کا اس عہد کے پورا ہو کر رہنے پر اصرار سے فرمایا:۔

"یعقوب کی گرد کے ذرّوں کو کون گن سکتا ہے اور اسرائیل کی چوتھائی کو کون شمار کر سکتا ہے؟"

(کتاب شمار ۲۳: ۱۰)

توراۃ کی پانچویں کتاب میں حضرت موسےٰؑ نے اقرار کیا کہ یہ عہد پورا ہو کر رہے گا (استثنا ۱: ۱۰ - اور ۱۰: ۲۲)

عہد عتیق کی تواریخ کی کتابوں سے ثابت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں یعنی گیارہ سو برس تک اس عہد ابراہیمی کے مطابق بنی اسرائیل کی قوم دن دگنی رات چوگنی آسمان کے ستاروں کے شمار کی طرح بڑھتی چلی گئی (دیکھو سلاطین اول ۴: ۲۰) گویا وہ وعدہ اور عہد برابر پورا ہوتا رہا جو حضرت ابراہیمؑ اور اللہ تعالےٰ کے قول کی صداقت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

رفتہ رفتہ بنی اسرائیل کی تعداد اس کثرت کو پہنچ گئی کہ حضرت داؤدؑ نے جب اُن کی مردم شماری کرانے کا ارادہ کیا تو حسب روایت بائبل اللہ تعالےٰ کا قہر اور غضب داؤد علیہ السلام پر بھڑکا۔ (تواریخ اول ۲۷: ۲۳)

لیکن حضرت سلیمانؑ کے بعد بنی اسرائیل پر تباہی اور بربادی کی ایک ایسی وبا چلی جس نے اس قوم کے شیرازہ کو پراگندہ کر دیا۔ حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد ان کا بیٹا رحبعام تخت نشین ہوا۔ اس سے پیشتر کہ بنی اسرائیل کی تاریخ کے اس حصہ پر بحث کی جائے حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ اللہ تعالےٰ کا جو عہد ہوا تھا اس کی ضروری تفصیل ایک دفعہ پھر سُن لو:۔

(۱)۔ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالےٰ کی توحید قائم کرنے کے لئے پہلے اپنی جان کی قربانی دی اور آتشِ نمرود میں بے خطر کود پڑے جب خدا کی توحید کی تبلیغ میں اپنی جان تک کی پرواہ نہ کی تو اللہ تعالےٰ نے مشرک دشمن کی آگ کو ان پر گلزار اور سلامتی بنا دیا۔

(۲)۔ اللہ تعالےٰ کے دین کی خاطر انہوں نے اپنے رشتہ داروں، گھر بار اور وطن سے ہجرت کرکے اس کی راہ میں ایک قربانی دی۔

(۳)۔ اللہ تعالےٰ کے اشارہ پر اپنا بڑھاپے کا اکلوتا بیٹا اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے پر تیار ہوگئے۔

(۴)۔ توحید کی امانت کو برقرار رکھنے کے لئے اپنی نیک اور پیاری بیوی کو بے گھر کرکے عرب کے ریگستان میں بے یاور بنا دیا اور توحید کی امانت اپنے پیارے بیٹے کے سپرد کرکے بیت اللہ کو توحید کا مرکز قرار دیا۔

(۵)۔ ان جانکاہ مگر عظیم الشان قربانیوں کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے اُن سے یہ عہد کیا۔ تجھے بڑی قوم بناؤں گا جو دنیا کے بتکدہ میں خداوند عالم کی خالص توحید کی علمبردار ہوگی۔ تیرا نام بڑا کروں گا جو تجھے برکت دیں گے ان کو برکت دوں گا اور جو تجھے تخفیف بتائیں گے، ان پر لعنت برساؤں گا، زمین کے سارے گھرانے تجھ سے برکت (توحید کی برکت) پائیں گے۔ تو بہت قوموں کا باپ ہوگا۔ اور بادشاہ تجھ سے نکلیں گے۔

(۶)۔ اللہ تعالےٰ نے اس عہد کا نشان ختنہ مقرر کیا اور ابراہیمؑ کی اولاد میں اس کا ہونا ضروری ٹھہرایا۔ گویا یہ ختنہ پیدائش سے لے کر مرنے تک کا ایک خونی اقرار ہے کہ وہ زندگی بھر موحد رہیں گے اور ہرگز ہرگز شرک کے قریب نہیں جائیں گے، یہ ابراہیمی عہد ابدی اور دائمی عہد ہے اور اس قدر ضروری کہ جب حضرت موسےٰؑ نے اپنی کسی معذوری کی وجہ سے اپنے بیٹے کا ختنہ کرنے میں دیر کر دی تو اللہ تعالےٰ نے حضرت موسےٰؑ پر اپنے غضب کا اظہار کیا اور جب تک بیٹے کا ختنہ ہو نہیں گیا اللہ تعالےٰ ان سے راضی نہ ہوا (خروج ۴: ۲۴-۲۶) حضرت مسیح کے متعلق مسیحی دوست کہتے ہیں کہ وہ پرانے عہد نامہ کی بجائے یعنی شریعت پر چلنے کے اقرار کی بجائے نیا عہد نامہ شریعت پر نہ چلنے کا عہد نامہ لے کر آئے۔ مگر ان کا اپنا ختنہ شریعت کے عہد کو ہی تازہ دکھاتا ہے اگر خدا کا کلام حق ہے اور وہ بدل نہیں سکتا تو اللہ تعالےٰ کا دائمی اور ابدی عہد یہ ہے، فرمایا:۔

"میرا عہد تمہارے جسموں میں عہد ابدی ہوگا اور وہ فرزند نرینہ جس کا ختنہ نہیں ہوا وہی شخص اپنے لوگوں سے کٹ جائے گا کہ اس نے میرا عہد توڑا" (پیدائش)

چنانچہ مسیحؑ کا اپنا ختنہ ہوا۔ آپ کے بعد پطرس ختنہ کا قائل رہا[۵] اور پولوس نے ایک شخص کا ختنہ کروایا[۲]۔

اس عہد کے بالمقابل اللہ تعالےٰ کا عہد یہ ہے کہ ابراہیم کی اولاد اور حضرت ابراہیم پر درود بھیجنے والے آسمان کے ستاروں اور دریا کنارے کی ریت سے تعداد میں زیادہ ہوں گے۔

(۷)۔ یہ عہد نہ صرف ایک دفعہ بلکہ تاکیداً کئی مرتبہ حضرت ابراہیمؑ سے کیا گیا اور آپ کے بعد لگاتار حضرت اسحاق اور یعقوب اور حضرت موسےٰؑ کی معرفت بار بار دہرایا گیا اولاد کی کثرت کے علاوہ یہ بھی فرمایا:۔

"بادشاہ تجھ سے نکلیں گے"

بنی اسرائیل میں بادشاہ

امر واقعہ یہ ہے کہ ارض مقدس میں صرف دو بادشاہ ہوئے جو کہ بنی اسرائیل کے بادشاہ کہلاتے ہیں، حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ۔ ان کے بعد سلیمانؑ کے بیٹے رحبعام کے زمانہ میں بنی اسرائیل کی قوم کے دو ٹکڑے ہوگئے یہوداہ اور بن یمین صرف دو قبیلے رحبعام کے ماتحت رہ گئے، اور باقی کے دس قبیلے باغی ہو کر یربعام کے ساتھ شامل ہوگئے۔ یربعام حضرت سلیمانؑ کی زندگی میں ان کا میر عمارت تھا۔ یہ دس قبیلے بنی اسرائیل سے کٹ گئے اور مشرکین میں جا ملے انہوں نے اپنی حکومت الگ قائم کر لی اور سامریہ دارالسلطنت بنایا اور وہاں بچھڑا پرستی شروع کر دی۔ یہوداہ اور بن یمین دو قبیلوں کے بالمقابل یہ دس قبائل بڑا گھرانہ تھا۔ سامریہ میں یہ حکومت ۲۰۰ برس تک قائم رہی، یہ لوگ مشرکین میں شامل ہو کر دین ابراہیم سے گمراہ ہوگئے ۷۲۱ قبل مسیح اللہ تعالےٰ نے ان کو ان کی گمراہی کی سزا دی سیریا کے بادشاہ نے اس حکومت کو شکست دے کر ان کو پراگندہ کر دیا۔ قوم اسرائیل کی یہ بڑی جمعیت تاریخ نویسوں کے نزدیک ایک معمہ ہے کہ اتنی بڑی جمعیت کہاں گم ہوگئی اس کے متعلق بیسیوں قیاسات ہیں جیسا کہ سدی کی روایت اُوپر درج ہوئی کہ وہ ایک سرنگ کے راستے چین میں جا پہنچے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ منگولیا میں جا آباد ہوئے۔ بعض کے نزدیک کہیں یورپ میں جا نکلے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا وغیرہ ضخیم کتب میں اس پر بحث موجود اور قیاسات گوناگون ہیں جن کی تفصیل میں جانا ہمیں اصل مبحث سے دُور کر دے گا۔

یہ دس قبائل مسلمان ہوگئے اور کشمیر و افغانستان میں آباد ہوئے

قرآن مجید کی مندرجہ عنوان آیت اس معمہ کو حل کرتی اور مؤرخین کو سیدھی راہ بتاتی ہے کہ حضرت موسےٰؑ کی قوم کا ایک بڑا حصہ بالآخر مسلمان ہو کر دین ابراہیمؑ میں واپس آگیا۔ انہوں نے حق کو قبول کر لیا اور حق کے ساتھ ہی عدل و انصاف کے جویا ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو حضرت ابراہیمؑ پر درود و برکت بھیجتے ہیں اور کس کثرت سے درود پڑھتے ہیں کہ جس کا اندازہ کرنا مشکل ہے، پانچ نمازوں کے علاوہ کہیں کہیں کئی کئی مرتبہ درود پڑھا جاتا ہے کشمیر اور افغانستان میں اس کثرت سے مولود شریف منعقد ہوتے اور ان میں ابراہیمؑ پر حسب پیشگوئی

(باقی بر صفحہ کالم ۳)

---

[۵] نامہ گلتیوں ۲: ۱۲ [۲] اعمال ۱۶: ۳

غلام نبی مسلم

اس بات کو پڑھ کر یقیناً ہر انسان کو دکھ ہوتا ہے کہ ایک خدائے واحد کا پرستار توحید کے مقام سے گر جائے، اسلام کے عالمگیر مقام کو ترک کر دے، وحدتِ نسلِ انسانی اور اخوت کے مسلک سے دستبردار ہو جائے، خدا کی عالمگیر ربوبیت اور ہدایت کے عقیدے کو چھوڑ دے، انسان کی عظمت، نیکی اور اشرف المخلوقات ہونے کے تصور کو فراموش کر دے اور ایک اپنے جیسے، عورت کے شکم سے پیدا ہونے والے بے علم، بے بس، عاجز بندے، غلام، فرزندِ آدم کو اپنا خدا بنا لے، ایک عاجز عورت کو خدا کی زوجہ ٹھہرائے۔ انسان کو پیدائشی بدکار، فاسق، گنہگار اور شریر سمجھنے لگے، ایک انسان کو خدائی صفات کا مظہر قرار دے کر اسے لعنتی موت کا شکار بنا لے، اس کی لعنتی موت پر ایمان کو اپنے لئے [illegible] کا لائسنس سمجھے اور دنیا بھر کے انبیاء، صلحاء، مصلحین اور نیکوکار انسانوں کو پیدائشی طور پر گنہگار تسلیم کرے۔

جب کبھی کوئی مسلم مسیحیت جیسے مشرکانہ مذہب کو اختیار کر لیتا ہے اور اسلام کی باشرف تعلیم کے دائرے سے نکل جاتا ہے تو انسان کی پستی اور گراوٹ پر افسوس ہوتا ہے۔ کیونکہ انسان کی سب سے زیادہ افسوسناک گراوٹ شرک کی آلائش سے ملوث ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بلند و برتر ہستی کو کسی مخلوق کا باپ ٹھہرانا اور اس کا کسی کمزور، عاجز اور پست انسان کی شکل میں ظہور تسلیم کرنا ہے۔

تاہم اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ ایسا ہوتا ہے، آیئے ان اسباب و عوامل کا جائزہ لیں جس کی وجہ سے ایک توحید کا پرستار تثلیث کی دلدل میں پھنس جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ ماننے لگ جاتا ہے کہ وہ پیدائشی نیک ہونے کی بجائے بد اور گنہگار ہے اس کے ماں باپ، بہن بھائی، آباؤ اجداد، دوست و احباب فطرتاً سب بد ہیں۔ اور اب ان کی نجات نیک اعمال سے ناممکن ہے اور بچنے کی صورت صرف یہی ہے کہ خدا نے بیٹا بھیجا لعنتی موت مرنے دیا اور اس کی لعنتی موت پر ایمان کو نجات کا سبب ٹھہرایا۔

اس تبدیلی کا سب سے بڑا سبب پڑھے لکھے اور ان پڑھ مسلمان کی اسلام اور مسیحی دین کی تعلیمات کے متعلق جہالت اور لاعلمی ہے۔ انہیں نہ تو اسلام کی بلند پایہ اور منصفانہ تعلیم کا علم ہے اور نہ ہی مسیحیت کی انسان پرستی کے گرد گھومنے والی [illegible] اور شرکیہ تعلیم کی کما حقہٗ خبر ہے۔ اور ان حالات میں ایک ادھوری معلومات کے حامل انسان کو گمراہ کرنا چنداں مشکل نہیں۔ جبکہ انسان اغراض کا بندہ اور بعض بشری کمزوریوں کی بآسانی آماجگاہ بن سکتا ہے۔

ادھر دین سے ناواقفیت کے پہلو بہ پہلو ڈیڑھ سو سال اخلاقی اور مالی پستی اور مغرب کی عیسائی انگریز قوم کی غلامی نے اسے خودی، عزتِ نفس، اعتماد ذات اور اپنے فلسفۂ حیات کی برتری کے احساس سے محروم کر دیا۔ اور آج ۴۰ سال کی آزادی کے بعد وہ ذہنی طور پر مرعوبیت کے سحر سے اس پرندے کی طرح اڑنے سے انکاری ہے جسے قفس میں ایک مدت کی قید کے بعد رہا کر دیا جائے تو وہ اڑنے کا نام نہیں لیتا اور قفس کی طرف دوڑتا ہے۔

تنش از سایۂ بالِ تدروے لرزہ می گیرد
چو شاہیں زادہ اندر قفس با دانہ می سازد

اس کے نزدیک تعلیم وہی ہے جو مغرب سے حاصل کی جائے۔ زبان وہی ہے جو انگریز کے منہ میں ہے، تہذیب و تمدن وہی قابلِ اعتنا ہے جس پر مغرب کی چھاپ ہو، وہ پادری سے لیکر ہر مسیحی گورے کو دیکھ کر عقیدت، احترام اور تشکر کے جذبات کے ساتھ لپکتا ہے، اس لئے جب ایک ہی سفید فام مسیحی اسے خداوند یسوع مسیح کی الوہیت کا پیغام دیتا ہے تو گھر کا ہر فرد ہمہ تن گوش اور ممنون ہو کر اس کی بات سنتا اور جہالت کی بنا پر اسے قبول کرنے کی طرف مائل ہوتا ہے۔ مرعوبیت کا یہ احساس مسیحی مشنری کے لئے میدان ہموار کر دیتا ہے۔ اور وہ معروف ہتھکنڈوں سے بقیہ کام سرانجام دے لیتا ہے۔

لیکن سوچا جائے تو مسیحی مشنری کے لئے فضا کا سازگار ہونا کلیتہً اس کے بس میں نہیں اس کی ہوشیاری تو یہ ہے کہ اس نے شکار کی کمزوریوں کو بھانپ لیا ہے، اور چابکدستی سے حالات کا پورا پورا فائدہ اٹھاتا ہے۔

مسلمان کا کردار

اسے معلوم ہے کہ اس ملک میں عام مسلمان کا کردار اس قدر گھناؤنا ہے کہ اس سے نہ صرف کمزور طبائع کو نفرت دلا کر اسلام سے دور کیا جا سکتا ہے۔ بعض کمزوریوں کی تلافی کر کے افراد کو اپنی طرف جذب کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ معاشی [illegible] لوٹ کھسوٹ، ناجائز [illegible] سلام کی بدولت ہے، پھر ملک میں رفاہی ادارے اور ہسپتال نہ صرف عوام کی مجبوریوں سے ناجائز حد تک فائدے اٹھاتے ہیں بلکہ ان میں سے اکثر لوٹ کھسوٹ کا کاروبار کرتے ہیں۔ سرکاری اور نجی ہسپتالوں میں جو سلوک عوام سے ہوتا ہے، اس کی داستان المناک ہے ملک میں وقتاً فوقتاً مختلف اشیاء کی کمیابی اور گرانی روز مرہ میں شامل ہے، تعلیمی اداروں میں تعلیم و تربیت کا فقدان ہے۔ لیکن قوم کی محرومیوں سے روپے تراش کر بدتہذیبی، بد دیانتی، بداخلاقی اور جہالت کے چراغ روشن کئے جا رہے ہیں اور اگر زبان کے چلنے اور قلم کے لکھنے کا خدشہ نہ ہو تو مجلسی زندگی کے کئی بھیانک گوشے روشن کئے جا سکتے ہیں۔

ان حالات میں مشنری ہسپتال زخموں پر مرہم رکھتے ہیں اور ہمدردی کی آڑ میں مصیبت زدہ انسانوں کو اپنا ہمنوا بنا لیتے ہیں۔ اور عام انسان سے اس کے سوا کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ ہمدردی کے آگے ہتھیار ڈال دے۔

دینی تعلیم

دینی تعلیمات کے میدان میں سب سے ناقص کردار گورنمنٹ سکولوں کا ہے۔ وہاں اسلامی تعلیم تو لازمی ہے۔ لیکن اساتذہ کالمعدوم ہیں۔ میرا ذاتی علم ہے کہ مسلمان اساتذہ کی غالب اکثریت دین سے بے بہرہ ہے چہ جائیکہ وہ طالب علموں کو کما حقہٗ دینی تعلیم دے سکیں، نتیجہ عیاں ہے۔ اور اس کے پہلو بہ پہلو اساتذہ اور طلباء کے تعلقات میں جو بد دیانتی، خود غرضی اور لاتعلقی بڑھ رہی ہے وہ دینی تعلیم سے مطلوبہ اثرات کے حق میں زہر ہے اور جب دینی تعلیم دیگر مضامین کی صف میں کھڑی ہو جائے تو پھر اس سے مقصد ۳۳ فی صد نمبروں کا حصول ہی رہ جاتا ہے۔

یہ تو سرکاری سکولوں کا حال ہے۔ قومی سکولوں کی حالت اور بھی دگرگوں ہے۔ یہ اب تعلیم گاہیں کم اور تجارتی منڈیاں زیادہ ہیں۔ ناقص اور کم سہولیات، کمروں میں اگر گنجائش ہو تو ایک سو سے زائد طلباء کی کلاس فیسوں کی بھرمار امدادی کتابوں اور ٹیسٹ پیپروں کی خرید و فروخت طلباء کی بدتہذیبی اور ہلڑ بازی، ان میں سے اکثر کا طرۂ امتیاز ہے۔ ٹیوشن بازی اور امتحانات میں منظم سطح پر ناجائز ذرائع کا استعمال خصوصیات پچھلی [illegible] مکتب کے ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ اور اس سے دلچسپی معلوم۔

اسی طرح چپے چپے پر تنگ و تاریک کوٹھڑیوں کے سامنے جو نیر انگلش ماڈل سکولوں کے بورڈ ملیں گے لیکن وہ نالائقی کے ماڈل ہیں۔ لیکن افسوس یا خوشی سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے سرکاری یا نیم سرکاری ماڈل اور عام سکولوں کے مقابلے میں مشنریوں اور مسیحیوں کے ہائی سکول بھی موجود ہیں لیکن ان کا معیار ہمارے سکولوں کے مقابل کہیں بلند ہے۔ وہ اپنے کردار، سلوک اور تعلیم کے ذریعے طلباء کو متاثر کرتے ہیں۔ گرجوں میں لے جاتے ہیں۔ اپنی مذہبی تعلیم بھی دیتے ہیں۔ فیس بھی زیادہ وصول کرتے ہیں۔ لیکن لوگ بخوشی ان کی ناز برداری کرتے ہیں اور خاص کر ہوسٹلوں میں لڑکیوں کو اور لڑکوں کو متاثر کرتے ہیں۔ چنانچہ جو طلباء اور طالبات ہوسٹلوں میں رہائش پذیر ہیں۔ ان کو گرجوں میں جانے اور لڑکے لڑکیوں سے ملاپ کی سہولتیں میسر ہوتی ہیں۔ اور پادریوں کی ان تک آزادانہ رسائی ہوتی ہے۔

کسی معاشرے میں سب سے گہرا اثر امراء یا اہلِ ثروت کا ہوتا ہے۔ عوام کم و بیش ان سے متاثر ہوتے ہیں۔ اور ہمارے ملک میں امراء، اغنیاء اور صاحبانِ منصب کی تعلیم و تربیت جن اداروں کے ہاتھ میں ہے وہ مسیحی مشنریوں کے ہاتھ میں ہیں۔ جہاں امراء و رؤساء کے بچوں کے ساتھ عام مسیحی طلباء تو مفت تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن کسی متوسط گھرانے کا مسلم بچہ وہاں داخل نہیں ہو سکتا۔

ان طبقات کے لوگ اعلیٰ دنیوی تعلیم کے لئے بڑی بڑی رقوم صرف کر سکتے ہیں۔ مشنری اداروں نے ایسے پبلک سکول کھول رکھے ہیں جو اعلیٰ طبقہ کے بچوں کو مغربی تہذیب کے نام پر مسیحیت کی آغوش میں لا ڈالتے ہیں۔ بصورت دیگر وہ ان نونہالانِ ملت کو مسلم معاشرے سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دور کر دیتے ہیں۔

پاکستان میں سرکاری سطح پر پبلک سکول کھولے جا رہے ہیں۔ ان کے نتائج تو بعد میں عیاں ہوں گے، لیکن کسی بلند مقصدِ زندگی کی تعیین اور خلوص و تڑپ کی عدم موجودگی

تاثرات

پاکستان میں عیسائیت کا اثر و نفوذ

(بشیر احمد سوز)

گذشتہ ماہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ایک چار رکنی وفد مشرقی پاکستان کے تبلیغی اور تنظیمی دورہ پر روانہ ہوا۔ جہاں مختلف علاقوں کے ہفت عشرہ کے دورہ کے بعد کامیاب و کامران واپس ہوا۔ اس دورہ کی ڈائری اس وفد کے ایک معزز رکن مکرم چوہدری فضل حق صاحب آف آزاد کشمیر کی طرف سے اخبار ہذا میں چار اقساط میں شائع ہو چکی ہے۔ یہ ڈائری جہاں بڑی امید افزا اور خوش کن ہے وہاں اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مشرقی پاکستان میں اشاعت اسلام اور دعوت و تحریک سلسلہ کے وسیع تر امکانات موجود ہیں۔ ان امکانات سے فائدہ اٹھانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ ضروری ہے کہ اس علاقہ کے تحت انجمن پہلے کی نسبت سو فیصدی کوشش سے اپنا پیغام ملک کے دونوں بازوؤں میں فریضہ تبلیغ ادا کرے۔ جہاں لوگ ہماری جماعت سے واقف نہیں اور نہ اسلام کی منفعتوں اور برکتوں سے آگاہ ہیں۔ ان کی بے خبری سے فائدہ اٹھا کر عیسائی مشنری مشرقی و مغربی پاکستان بالخصوص سرحدی علاقوں میں اپنے قدم جما رہے ہیں۔ ان مشنریوں کا مقصد مسلمانوں اور دوسرے باشندوں کا مذہب تبدیل کرنا اور اس اسلامی ملک کو یورپی طاقتوں کے استعمال کے لئے ایک محفوظ مقام کی شکل دینا ہے۔ کس قدر تلخ اور افسوسناک بات ہے کہ ملک تو اسلامی ہو اور پھیل رہی ہو عیسائیت۔ خدا نہ کرے کہ یہاں بھی افریقہ کی سی حالت ہو جائے کہ مسلمانوں کے خلاف اغیار کی سازشیں یہاں کی اکثریت کو نہ دین کا چھوڑیں نہ دنیا کا اور وہ اپنے آزاد وطن کے حقیقی باسی اجنبی طاقتوں کے محکوم و مجبور ہو کر رہ جائیں۔ عیسائی مبلغین اسلامی تعلیمات کو مسخ کرنے اور ان کے بارے میں گمراہی پھیلانے میں مصروف ہیں۔ ان کی کوشش ہے کہ اسلام کی شکل و صورت کو بگاڑ کر اس ملک سے اسلام کے اثرات ختم کر دیئے جائیں۔ اور ان کی سماجی اور اقتصادی آزادی کو اپنی گرفت میں لے لیا جائے۔ اور یوں یہاں ہند و قبائل، ناگا لینڈ، سینیگال (مغربی افریقہ) کے سے مسائل کھڑے کر دیئے جائیں۔

تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ یہ مشنری اپنے پروپیگنڈا میں بڑی کامیاب و کامران رہے ہیں۔ یہاں عیسائی مشنریوں کی تبلیغی جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ براعظم افریقہ کے ۲۳ اسلامی ممالک میں سے ۱۷ مسلمان ممالک پر عیسائی حکمران ہیں۔ اس طرح تو مسلمان اپنے ہی وطنوں میں غیروں کے غلام بن کر رہ گئے ہیں۔

دوسری طرف یہاں جتنے [illegible] اپنے اپنے مسلک کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل ہیں اگرچہ بظاہر ان کی کامیابی بہت کم ہے لیکن ان کے امکانات اور خطرات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

ان حالات میں پاکستان میں بسنے والے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ شیعہ، سنی، بریلوی، دیوبندی اور احمدی و غیر احمدی کے جھگڑوں کو ترک کر کے مسلمانوں اور اسلام کی حمایت و نصرت کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ اور اپنے ملک اور مذہب کے تحفظ و مفادات کے لئے بھرپور بنیادی جدوجہد کریں۔ جیسا کہ رسول اکرم صلعم کا ارشاد ہے کہ :-

(۱) تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں۔ اگر کسی شخص کو اپنے سر میں درد محسوس ہوتا ہے تو پورا جسم اس تکلیف کو محسوس کرتا ہے۔

(۲) تمام مسلمان ایک دیوار کی مانند ہیں جس کے مختلف حصے مل جل کر ایک دوسرے کے استحکام کا باعث بنتے ہیں

(۳) تکلیف زدہ بھائی کی امداد ایک دینی فریضہ ہے۔

ضرورت ہے اس بین المسلمین اتحاد و اتفاق کی جو [illegible] اور فی سبیل اللہ پیدا کیا جائے۔ اور جو مسلمانوں اور اسلام کے لئے قائم کیا جائے۔

ہمارے ملک میں عیسائی مشنریوں کی جدوجہد کو ناکام بنانے کے لئے مناسب قوت مدافعت کا ہونا بہت ضروری ہے جہاں وہ اپنے دین اسلام کو سچا اور غالب ثابت کرنے کے لئے دلائل و براہین اور مذاہب باطلہ خصوصاً عیسائیت کے ابطال کے ہتھیاروں سے مسلح ہوں، وہاں یہاں کے عوام کی بیماری اور جہالت دور کرنے کے لئے بھی وسیع اجتماعی مالی وسائل رکھتے ہوں، کہ مسیحی اسکول، ہسپتال اور سماجی بہبود کے مراکز کے مقابلہ میں اسلامی مراکز قائم کر کے مسیحی تائید و حمایت کو عوام کے ذہنوں سے نکالا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام ایثار، قربانی، بلکہ اور دردمندی کے بغیر ممکن نہیں۔ اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کے تحفظ کے لئے ضرورت ہے کہ باہمی فرقہ وارانہ اختلافات پر جو زور ہو رہا اور جس سلسلہ میں روپیہ خرچ ہو رہا ہے اس کو بچا کر تمام ملکی اور دینی ادارے اور انجمنیں اپنے علم اور مال کے تمام وسائل کو اکٹھا کر کے تردید عیسائیت کا مؤثر پروگرام بنائیں اور جماعت احمدیہ لاہور سے بھرپور تعاون کریں، کیونکہ عیسائیت کو مکمل طور پر شکست دینے کے جو ہتھیار اس جماعت کے ہاتھ میں ہیں وہ کسی اور جماعت کو میسر نہیں۔

اشاعت اسلام کا ایک محاذ قائم کریں اور پاکستان بھر میں عیسائیت کے خلاف استعمال میں لائیں، اور ان چور دروازوں کو اپنے علم اور عمل سے بند کر دیں جن کے ذریعہ عیسائیت اپنا سر نکالتی اور پر و بال پھیلاتی، ارتداد کا بازار گرم کرتی اور بالآخر اکثر بھوکے محروموں کا شکار کر دیتی ہے۔

مسیحی مشنری اور دیگر غیر مسلم پاکستان میں جو کل [illegible] پھیلا رہے ہیں ان کی تفصیل گزشتہ اشاعت میں نوائے وقت کے حوالہ سے بتائی جا چکی ہے۔ اس سے قبل محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب آنریری جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے بھی جامع احمدیہ بلڈنگس لاہور میں مشرقی پاکستان کے دورہ کا تفصیلی حالات بیان کرتے ہوئے بتلایا تھا کہ اس تبلیغی وفد کے رکن ہونے کی حیثیت سے مشرقی پاکستان کے ایک ضلع میں گیا تو وفد کے اراکین کو وہاں کے ڈپٹی کمشنر صاحب سے بھی ملاقات کا موقع ملا۔ یہ ایک سرحدی علاقہ ہے۔ وہاں ایک قوم سنتھال نامی بستی ہے۔ اس قوم کا ذکر کرتے ہوئے ان صاحب نے بتایا کہ اس علاقہ میں عیسائیت بڑے زور و شور سے پھیل رہی ہے۔ اور یہ ایک پریشان کن اور فکر انگیز امر ہے۔ جو کسی وقت بھی زیرو قبائل کا سا معاملہ کھڑا کر سکتا ہے۔ اس علاقہ میں تبلیغ اسلام اور تردید عیسائیت کی بڑی ضرورت ہے۔

یہ اس سرحدی علاقہ میں ایک سنتھال قوم کے ارتداد کا ہی سوال نہیں، پاکستان بھر کے مختلف علاقوں کا یہی حال ہے جیسا کہ پیغام صلح کی گذشتہ اشاعت میں نوائے وقت کے حوالہ سے بتایا جا چکا ہے۔

مسئلہ کشمیر کے متعلق

جناب مسیح کا فرمان

(بسلسلہ صفحہ ۸)

کتاب پیدائش گھنٹوں اس زور سے درود پڑھے جاتے ہیں کہ ان کی آواز سے مساجد اور آسمان گونج اٹھتے ہیں۔

کبھی آپ نے یہ بھی سوچا کہ درود میں راز کی بات کیا ہے؟ انبیاء دنیا میں بکثرت ہوئے ہیں۔ حضرت نوح، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، و سلیمان مگر مسلمانوں کے درود میں محمد مصطفیٰ صلعم کے علاوہ صرف حضرت ابراہیم کا ہی ذکر کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کے ساتھ حسب ارشاد باری تعالیٰ یہ وعدہ اور عہد تھا کہ تیری اولاد کو برکت دوں گا اور جو تجھے برکت دیتے ہیں ان کو برکت دوں گا نہ تو موجودہ یہودی حضرت ابراہیم پر درود بھیجتے ہیں نہ مسیحی صاحبان، صرف مسلمان ہیں جن کی محفلیں اس درود سے گونجتی ہیں یہ ایک عالمگیر حقیقت ہے کہ حضرت ابراہیم پر درود بھیجنا ان کے دین ابراہیم پر ہونے کا بین نشان ہے جو ہر مسلم آبادی میں موجود ہے۔

باقی ــــ باقی

ضروری اعلان و اپیل

بعض احباب چندہ اخبارات و دیگر چھوٹی چھوٹی رقوم بذریعہ چیک ارسال فرماتے ہیں جس پر بینک کافی بٹہ چارج کر لیتا ہے۔ لہٰذا درخواست ہے کہ ایسی رقوم بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمایا کریں جس پر فیس منی آرڈر کا خرچ بہت ہی قلیل ہوتا ہے

محاسب انجمن

اسلامی پاکستان میں تبلیغ کفر و شرک

(بسلسلہ صفحہ ۹)

ہیں دیگر تعلیمی اداروں کی طرح بہتر نتائج کی چنداں امید نہیں رکھی جا سکتی۔ سوائے اس کے کہ عوام اور خواص میں جماعتی تفریق اور نفرت بڑھ جائے۔ کیونکہ ان اداروں میں تعلیم کا مقصد کسی اعلیٰ اسلامی معاشرے کا قیام نہیں۔ بلکہ مغرب کی غلام حکومت کے لئے کل پرزوں کی تیاری ہے۔

ہمارے ملک میں دینی تعلیم اور عوام کی دینی تربیت کا کام نجی دینی اداروں کے ہاتھ میں ہے۔ ان دینی اداروں میں جو دینی تعلیم جاری ہے اس کا اس دور میں کوئی واضح مقصد نہیں ادب، علم کلام، فلسفہ، فقہ، صرف و نحو کا ایک مبہم تصور اور غیر مربوط معلومات کا ایک ذخیرہ رٹا دیا جاتا ہے اور طلبہ تیار ہو کر روٹی کے لئے جاہل عوام کے رحم و کرم پر جا پڑتے ہیں۔ وہ موجودہ فلسفہ، علم کلام، قرآن و سنت اور مذاہب کے تقابلی مطالعہ سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ عوام کو شب و روز ایسے مسائل میں الجھائے رکھتے ہیں جنہیں زندگی کے حقائق سے واسطہ نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا کہ نہیں، آپ کو علم غائب تھا کہ نہیں۔ آمین بلند آواز سے کہنی چاہیئے یا پست آواز میں، رفع یدین کی ضرورت ہے کہ نہیں، خدا (نعوذ باللہ) جھوٹ بول سکتا ہے کہ نہیں۔ ختم کی روٹی مردے کو پہنچتی ہے کہ نہیں، وغیرہ اس کی توجہ دینی مصلحتوں پر ہے اور نہ ہی مسیحیت کے فتنے پر۔ انہیں نہ اسلام کی فوقیت کے دلائل کا علم ہے اور نہ ہی باطل ادیان کی کمزور، بوسیدہ، فرسودہ اور بے جان تعلیمات سے آگاہی ہے۔ ملک میں لاکھوں پیر، سجادہ نشین، مولوی اور دینی رہنما ہیں لیکن ان کے دماغ تاریکیوں کی آماجگاہ ہیں۔ وہ اسلام کے دلائل، خلاف اسلام تحریکوں اور مشرکانہ عقائد سے بے بہرہ ہیں نتیجہ یہ ہے کہ جب وہ ایک دشمن سے اسلام کے خلاف دلائل سنتے ہیں تو ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا اور اگر کوئی مسلم ان کے پاس تحقیق کے لئے آتا ہے تو وہ اس کی تسلی کرنے کی بجائے اسے ڈانٹتے ہیں اور غیر مسلموں سے دینی امور پر بات کرنے سے منع کرنے میں ہی سلامتی خیال کرتے ہیں۔

(باقی ــــ باقی)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں

چوہدری سلطان علی مرحوم

(از چوہدری محمد حسین صاحب۔ گریجوایٹ چک ۱۰۲)

چوہدری سلطان علی کی وفات واقعی ایک المناک سانحہ ہے۔ وہ میرے محسن کرم فرما اور عزیز دوست تھے لائلپور زراعتی کالج میں مجھ سے ایک سال سینیئر تھے لیکن ہوسٹل میں ہم اکٹھے رہتے تھے۔ اور میرے ہم قوم ہونے کی وجہ سے میرے ساتھ ہمیشہ محبت واخلاص سے پیش آتے۔ ملازمت میں ماہر ہونے کے سبب انہوں نے اس علاقہ میں بڑا نام پیدا کر لیا ہوا تھا۔ احمدیہ زراعتی بورڈ کے ساتھ منسلک ہونے پر انہوں نے پہلے سال ہی اپنی رہنمائی میں احمدیہ اراضیات اوکاڑہ کی آمدنی میں پورے بیس ہزار روپے کا اضافہ کیا۔ یہ ایک بڑا کارنامہ تھا اور وہ قوم کی مخلصانہ خدمت کا نتیجہ۔

آپ انتہائی فرض شناس اور بڑے خلیق انسان تھے۔ محکمہ زراعت کی طرف سے زراعت میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے انہیں انگلینڈ بھیجا گیا تھا جہاں زراعت کا کورس انہوں نے نہایت اعزاز سے پاس کیا۔

انگلستان کے مزدور طبقہ کی ایمان داری۔

بہت بڑی موٹر کار فیکٹری کا دیکھنے گیا۔ ہم گیٹ پر پہنچے تو ہمیں اندر جانے سے روک دیا گیا کہ آج پے ڈے یعنی ادائیگی تنخواہ کا دن ہے۔ ہم نے دیکھا کہ گیٹ کے نزدیک ایک عورت کرسی پر بیٹھی ہے اس کے سامنے ایک بڑی میز ہے جس پر سینکڑوں کی تعداد میں لفافے رکھے ہوئے ہیں۔ فیکٹری میں سے لائن میں آدمی آ رہے ہیں۔ ہر ایک اپنے نمبر اور نام کا لفافہ اٹھا لیتا جس میں اس کی ہفتہ کی تنخواہ کی رقم ہوتی تھی۔

چوہدری صاحب نے کہا کہ پھر ہم اگلے روز صبح کے وقت فیکٹری دیکھنے گئے کیونکہ ہمیں اگلے روز آنے کے لئے کہا تھا۔ اس وقت ہم نے دیکھا کہ گیٹ کے نزدیک بڑی میز پر ایک بڑی طشتری رکھی ہوئی تھی جو سکوں سے تقریباً بھری پڑی تھی۔ جب فیکٹری کے کارکن گیٹ سے اندر داخل ہوتے تو ان میں کوئی تو اس طشتری میں چند سکے ڈال دیتا اور کبھی کبھی کوئی آدمی کچھ پیسے اس میں سے اٹھا بھی لیتا اور کچھ آدمی سیدھے ایک فیکٹری کے اندر چلے جاتے۔ چوہدری صاحب کہتے ہیں کہ ہم نے ایک آدمی سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ بعض لوگوں کی تنخواہ کم ہو جاتی ہیں اور کسی میں سہواً زیادہ۔ جو لوگ کل تنخواہ والے لفافے لے جانے کے بعد معلوم کرتے ہیں کہ ان کے لفافہ میں ان کے حق سے چند پنس زیادہ ہیں وہ آج اتنے پیسے واپس کر دیتے ہیں اور جن کو کم ملے وہ طشتری میں سے اتنے پیسے اٹھا کر اس کمی کو پورا کر دیتے ہیں۔

چوہدری صاحب کہنے لگے کہ یہ بات سن کر میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے کہ یا اللہ ہمارے عام آدمیوں کے مقابلہ میں کس قدر نیک اور متقی ہیں۔ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ [illegible]

شذرات (بقیہ صفحہ ۲)

جو شریعت تو نہیں لاتے لیکن ان کو بلاواسطہ نبوت ملتی ہے …… اور ایک وہ جو نہ شریعت لاتے ہیں اور نہ ان کو بلاواسطہ نبوت ملتی ہے۔"

(القول الفصل ص ۱۴)

سینکڑوں قسم کی نبوت:۔

"باقی رہیں خصوصیات ان کے لحاظ سے سینکڑوں اقسام کی نبوت ہو سکتی ہے"

دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے خیالات و عقائد پر نظر ثانی کریں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقوال اور فرمودات کا عمیق جائزہ لیں اللہ تعالیٰ آپ کو انشراح صدر عطا فرمائے۔ اور مامور من اللہ کے صحیح اعتقادات اور تعلیمات کی طرف لے آئے آمین۔

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

فون نمبر
۲۰۱۴
۲۸۵۹
۴۴۶۶

ٹیلیگرام۔ فائن ٹیکس

فائن ٹیکس

دیدہ زیب — خوشنما نمونے — پختہ رنگ — شرٹنگ
بستر کے سیٹ — صوفہ و — پردہ کا لٹھا

آج ہی فائن ٹیکس کی مصنوعات سے اپنے گھر کو سجائیے

یونائیٹڈ ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ فضل آباد ملتان

آسٹریلیشیا بنک
ہمارا نصب العین
بنک کاری میں مخلصانہ خدمت
اور اعلیٰ کارگزاری
آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ
قائم شدہ ۱۹۴۲ء

پاک سیمنٹ فاروقیہ
یادگار عمارتیں
پائیدار سیمنٹ
پاک سیمنٹ - فاروقیہ
پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ
فاروقیہ (ضلع ہزارہ)

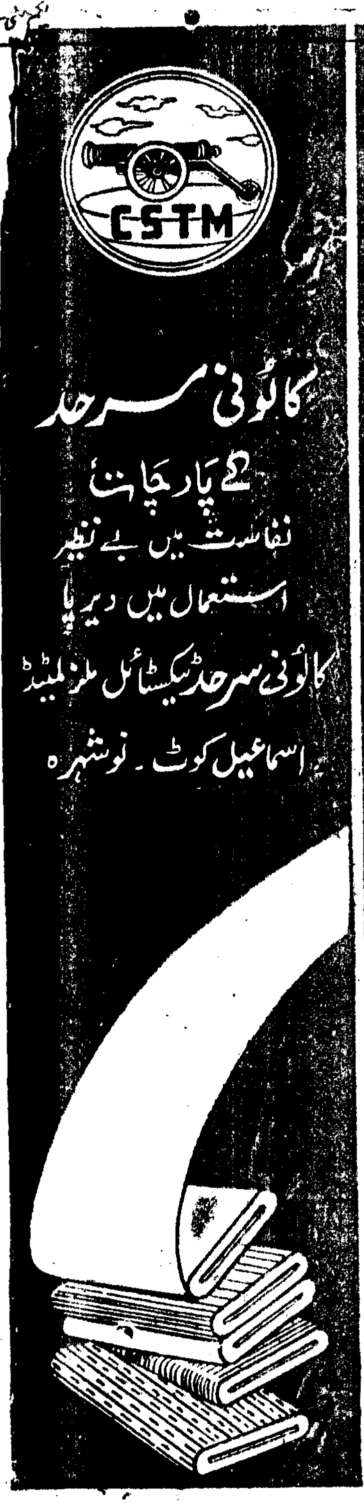

کالونی سرحد
کے پارچاجات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا
کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل کوٹ - نوشہرہ

ہیلتھ میڈیکو
ڈے اینڈ نائٹ ایمبولینس سروس
و
معیاری ادویات
چوک میو ہسپتال - لاہور

بہترین علاج
بواسیر، جسمانی کمزوری، ضعف اعصاب - فالج
گنٹھیا - تلی - ریح - رسولی - پیاس بخار کے شفا بخش
علاج ڈاک سے منگائیے -
خط ملنے پر کتاب رفیق شباب مفت
حکیم محمد شفیع چشتی
شیرو ۵-۶ جام پور - ڈیرہ غازی خاں

پیغام صلح مورخہ یکم مئی ۱۹۶۸ء جلد ۵۳ شمارہ ۱۷

اے خدا نور ہدیٰ از مشرق رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیات مبیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ہفت روزہ
پیغام صلح
لاہور
"پاکستان"

ٹیلی فون نمبر ۳۷۳۷
تار کا پتہ: تبلیغ لاہور

جلد ۵۶ | یوم چہارشنبہ۔ مؤرخہ ۹ صفر المظفر ۱۳۸۸ھ مطابق ۸ مئی ۱۹۶۸ء | ۱۸

مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب ڈاکٹر رحمن صاحب پاکستان نیشنل کونسل چٹاگانگ کو کونسل کی لائبریری کے لئے کتابوں کا تحفہ پیش کر رہے ہیں

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں۔ نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابل احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

چٹاگانگ میں جناب ڈاکٹر محمد یحییٰ امام برلن مسجد جرمنی کی اسلام پر دلپذیر تقریر

ذیل کا اعلامیہ ڈاکٹر صاحب چٹاگانگ متعین کونسل کی طرف سے برائے اشاعت موصول ہوا ہے۔

یورپ میں اسلام کے مبلغ اور برلن مسجد کے امام مولینا ڈاکٹر محمد یحییٰ بٹ صاحب مختصر دورے پر ۷ مارچ ۱۹۶۸ء کو چٹاگانگ تشریف لائے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اتحاد ملی کی پاکستانی کونسل نے اپنے ہی شام مرکز میں آپ کی تقریر کا بندوبست کیا۔ جلسے کی صدارت کے فرائض جناب ٹی ایم عبدالحی صاحب پرنسپل اسلامیہ انٹرمیڈیٹ کالج چٹاگانگ نے انجام دیئے۔

مولینا موصوف نے یورپ میں اسلام کی تبلیغ اور اسکے مستقبل پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا۔

قرآن کریم کا پیغام تمام نسل انسانی کے لئے ہے۔ اور تمام اہل اسلام کا فرض ہے کہ وہ اپنی زندگیاں احکام و تعلیمات قرآن کے مطابق بسر کریں اور درحقیقت قرآن کریم ہی وہ الہامی کتاب ہے جو دور حاضر کے انسان کے سوالات کا موزوں حل پیش کرتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف نے قرآن کریم کے حوالے سے وضاحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد تھا کہ آپ قرآنی پیغام دنیا کے کونے کونے میں تمام مذاہب کے نام لیواؤں تک پہنچائیں۔ قرآن کریم اعلیٰ علمی کتاب ہے جو موجودہ فساد زدہ دنیا کے عوارض و نزاعات کا حل پیش کرتی ہے۔ جوں جوں انسانی شعور ترقی کرتا جاتا ہے اسی قدر اس میں اسلام کے زندگی بخش پیغام کو سمجھنے کی صلاحیت بڑھتی جاتی ہے۔

مولانا موصوف نے جو آج تک سینکڑوں افراد کو حلقہ بگوش اسلام بنا چکے ہیں، سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ اسلام ان تمام انبیاء پر ایمان رکھنے کی تعلیم دیتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مختلف اقوام میں مبعوث ہوئے۔ اس لئے ہر مسلم کا فرض ہے کہ وہ دیگر مذاہب کی الہامی کتب کا احترام کرے۔ آخر میں آپ نے اس بات پر

(باقی بر [illegible] کالم ۳)

ختمِ نبوت کے متعلق بزرگانِ سلف کی تصریحات

ذیل کا مضمون ایڈیٹر پیغامِ صلح کی طرف سے اخبار "صدق جدید" کے ایک مراسلہ کے جواب میں لکھ کر اخبار مذکور کو بھیجا گیا تھا، جو افسوس ہے بلا اندراج واپس آگیا، اس کی ایک نقل مراسلہ نگار مولانا شمس تبریز کو بھی براہ راست بھیجدی گئی ہے۔

یکم مارچ ۶۰ء کے "صدق جدید" میں مولانا شمس تبریز فاضل دیوبند نے قادیانی لٹریچر سے بزرگانِ سلف کے بعض فقرات نقل کئے ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بزرگانِ کرام بھی قادیانی جماعت کی طرح حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجرائے نبوت کے قائل تھے، یہ بالکل صحیح نہیں، بزرگانِ سلف کے جو فقرات مولانا موصوف نے قادیانی لٹریچر سے نقل کئے ہیں، وہ سیاق و سباق اور دیگر عبارات سے کٹے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے اصلی مفہوم کو واضح نہیں کرتے، جیسا کہ حسب ذیل عبارات سے ظاہر ہے:۔

(۱) ۔ حضرت محی الدین ابن عربی کا یہ فقرہ کہ:۔ "الا ان اللہ لطف بعبادہ فابقی لھم النبوۃ العامۃ التی لا تشریع فیھا" ان کی کتاب فصوص الحکم سے نقل کیا گیا ہے، اس کتاب کی شرح علامہ عبد الغنی النابلسی نے کی ہے اور انہوں نے فابقی النبوۃ العامۃ کی یہ تشریح کی ہے "وھی مقام الولایۃ" (ملاحظہ ہو شرح فصوص الحکم از علامہ عبد الغنی النابلسی جلد ۲ ص ۱۱۴ مطبوعہ مصر)

خود حضرت ابن عربی نے بھی اپنی کتاب فتوحات مکیہ میں نبوت عامہ کے یہی معنے کئے ہیں چنانچہ لکھا ہے فالولایۃ نبوۃ عامۃ والنبوۃ التی بھا التشریع نبوۃ خاصۃ (فتوحات مکیہ باب الثالث والسبعون ص ۲۴ مطبوعہ مصر)

ان عبارات سے ظاہر ہے کہ حضرت ابن عربی کے نزدیک نبوت عامہ ولایت ہی کا دوسرا نام ہے جو ختم نبوت کے منافی نہیں نہ اس سے اجرائے نبوت کا مفہوم پیدا ہوتا ہے۔

(۲) ۔ دوسرا حوالہ امام شعرانی کا نقل کیا گیا ہے جس کے لفظ یہ ہیں "ان مطلق النبوۃ لم ترتفع" یہ فقرہ ایک لمبی عبارت سے کٹا ہوا ہے۔ پوری عبارت یہ ہے:۔ ادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العلم فی صورۃ اللبن ولمن کان یؤول بہ رؤیاہ ھذا ما ابقاہ اللہ تعالی علی الامۃ من اجزاء النبوۃ فان مطلق النبوۃ لم یرتفع وانما ارتفع نبوۃ التشریع فقط یؤیدہ حدیث من حفظ القرآن فقد ادرجت النبوۃ بین جنبیہ فقد قامت بہ النبوۃ بلاشک یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کو عالم رؤیا میں دودھ کی صورت میں پایا اور اسی لئے اس رؤیا کی تاویل کی جاتی ہے اور یہی (رؤیا ہی) اجزائے نبوت میں سے اللہ تعالے نے امت کے لئے باقی رکھا ہے پس مطلق نبوت نہیں اٹھائی گئی، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ جس نے قرآن حفظ کیا نبوت اس کے دونوں پہلوؤں میں داخل کر دی گئی۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ امام شعرانی کے نزدیک مطلق نبوت نہ اٹھائے جانے سے یہ مراد ہے کہ نبوت میں سے رؤیا باقی رہ گیا ہے۔ چنانچہ ایک اور حدیث میں رؤیا کو مبشرات کا نام دیا گیا ہے اور فرمایا ہے "لم یبق من النبوۃ الا المبشرات" ظاہر ہے کہ مبشرات یا رؤیا حقیقی نبوت نہیں نہ اس سے اجرائے نبوت کا مفہوم پیدا ہو سکتا ہے۔

اور امام شعرانی نے دوسری جگہ اس کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:۔ "وھذا اغلق بعد موت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلا ینبئ احد الی یوم القیامۃ ولکن بقی للاولیاء وحی الالھام الذی لا تشریع فیہ" (ملاحظہ ہو الیواقیت والجواھر مبحث الثانی والثلاثون۔ مطبوعہ مطبع الازہریہ مصر ص ۳۸)

اسی قسم کی اور بھی کئی عبارات امام شعرانی کی الیواقیت والجواہر میں موجود ہیں جن سے ظاہر ہے کہ امام شعرانی ختم نبوت کے بعد صرف اجزائے ولایت ہی کے قائل تھے نہ کہ اجزائے نبوت کے۔

(۳) ۔ تیسرا فقرہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب نمبر ۳۰۱ جلد اول سے لیا گیا ہے جس کے اول اور آخری الفاظ نقل کرکے درمیانی عبارت کو نقطے ڈال کر حذف کر دیا گیا ہے۔ پوری عبارت حسب ذیل ہے:۔

"پس حصول کمالات نبوت مر تابعان را بطریق تبعیت و وراثت بعد از بعثت خاتم الرسل علیہ وعلی جمیع الانبیاء والرسل ...... الصلوٰۃ والتحیات منافی خاتمیت او نیست"

اس فقرہ میں حضرت مجدد صاحب نے بتایا ہے کہ تابعین خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو متابعت و وراثت کے ذریعہ کمالات نبوت حاصل ہوتے ہیں اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ نبی ہو جاتے ہیں کمالات سے صرف رؤیائے صادقہ یا مبشرات و الہامات سے مشرف ہونا مراد ہے۔

(۴) ۔ چوتھا حوالہ مرزا مظہر جانجاناں کا ہے جنہوں نے لکھا ہے:۔ "ہیچ کمالی غیر از نبوت بالاصالۃ ختم نگردید" اس فقرہ میں بھی انہی کمالات کا ذکر ہے جو نبوت بالاصالۃ کے علاوہ اولیاء اللہ میں پائے جاتے ہیں، نبوت بالاصالۃ کیا ہے؟ وہی نبوت حقیقی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی اس کے علاوہ حدیث نبوی لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کے مطابق جو کمالات اولیاء اللہ میں مبشرات کے رنگ میں پائے جاتے ہیں اس کو مجازی جزوی یا لغوی نبوت کہا جا سکتا ہے نہ کہ نبوت بالاصالۃ یا حقیقی نبوت۔

(۵) ۔ مولانا رومؒ نے جو فرمایا ہے؎

فکر کن در راہِ نیکو خدمتے
تا نبوت یابی اندر امتے

(دفتر اول ص ۵۳)

اس شعر میں بھی اسی مجازی اور غیر حقیقی نبوت کا ذکر ہے جو اولیائے امت میں مبشرات کے رنگ میں پائی جاتی ہے۔

(۶) مولوی عبد الحی رح کا یہ فقرہ کہ "بعد آنحضرتؐ مجرد کسی نبی کا ہونا محال نہیں" اس سیاق سے کٹا ہوا ہے:۔ "بلکہ صاحب شرع جدید ہونا البتہ ممتنع ہے"

اور یہ حقیقت ہے کہ نبی حقیقی وہی ہوتا ہے جو صاحب شرع جدید ہو، اس کے ماسوا "مجرد نبی" صاحب مبشرات ہی ہو سکتا ہے بمصداق حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات، اور یہ صاحب مبشرات اولیاء اللہ کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں نہ کہ نبیوں کے زمرہ میں۔

یہ تو ہے ان عبارات کی حقیقت جو مولانا شمس تبریز نے قادیانی جماعت کے لٹریچر سے نقل کی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان عبارات سے قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ بزرگانِ سلف خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اصلی اور حقیقی نبوت کے اجراء کے قائل تھے۔ اصلی اور حقیقی نبوت وہ ہے جس کے انکار سے انسان کافر ہو جاتا ہے لیکن مجازی یا غیر حقیقی نبوت جو اولیاء اللہ کو مبشرات کے رنگ میں ملتی ہے اس کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا یہی وجہ ہے کہ قادیانی تمام مسلمانوں کو جو حضرت مرزا صاحب قادیانی کو نبی نہیں مانتے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں حالانکہ خود مرزا صاحب نے کسی ایسی نبوت کا دعویٰ کیا اور نہ اپنے نہ ماننے والوں کو کافر ٹھہرایا، ان کا دعوے صرف محدث اور مجدد ہونے کا تھا چنانچہ انہوں نے صاف الفاظ میں یہ اعلان کیا کہ:۔

"ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا"۔ (تریاق القلوب ص ۱۳۰)

اس اعلان کی وضاحت حاشیہ میں ان الفاظ میں کی ہے:۔

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالے کی طرف سے شریعت یا احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلےٰ شان رکھتے ہوں اور خلعتِ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔"

(تریاق القلوب حاشیہ ص ۱۳۰)

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے نزدیک:۔

(۱) ۔ نبی وہی ہوتا ہے جو صاحب الشریعت یا احکام جدید لائے

(۲) ۔ ماسوا ان کے ملہم یا محدث ہوتے ہیں جو خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوتے ہیں لیکن نبی نہیں ہوتے۔

(۳) ۔ اول الذکر نبیوں کے انکار سے کفر لازم آتا ہے لیکن ملہم و محدث کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہوتا۔

(۴) مرزا صاحب کا دعوے نبوت کا نہیں بلکہ ملہم اور محدث ہونے کا ہے اور ان کا انکار

(باقی بر ص ۱۱ کالم ۲)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۸ مئی ۱۹۶۸ء

"ختم نبوت" اور "الاعتصام"

جماعت اہل حدیث کے ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور نے ۳ مئی کی اشاعت میں ختم نبوت پر ایک مقالہ افتتاحیہ لکھا ہے، جس کا عنوان ہے:۔

"میں آخری نبی ہوں اور تم آخری اُمت ہو"

رسول اکرم، صلی اللہ علیہ وسلم (ابن ماجہ و حاکم)

"رسول اللہ کے بعد مدعی نبوت کاذب و کافر ہے"

مرزا غلام احمد قادیانی (تبلیغ رسالت)

اس مضمون میں معاصر ممدوح نے ختم نبوت کی تائید میں احادیث اور اقوال آئمہ نقل کرکے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کاذب مدعیان نبوت کے خلاف حضرت ابوبکرؓ کی لشکر کشی اور ان کی سرکوبی کا بالتفصیل ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"لیکن آج ہمارے پاس نہ عزیمت صدیقی ہے اور نہ دِرّۂ فاروقی، اور نہ سیف خالد ہے اور نہ شجاعت حیدری رضوان اللہ علیہم اجمعین کہ ہم ایسے لوگوں کے خلاف علم جہاد بلند کر سکیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم المرسلینی کا انکار کرکے کسی دجال اور کذاب کی جھوٹی و جعلی نبوت و رسالت کو اصلی اور حقیقی بتلانے پر تلے ہوئے ہیں ہم ایسے جعلساز متنبی کو آج صرف یہی کہہ سکتے ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

سیکون فی امتی کذابون ثلاثون۔ یا یخرج ثلاثون دجالون کہ وہ کذاب اور دجال ہے یا ہم مرزا غلام احمد قادیانی کی زبان میں یہ کہہ سکتے ہیں "میں ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رُو سے مسلّم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں، میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی (اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی مورخہ ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۲ ص ۲)

"اور اسی طرح جس طرح ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعوے نبوت کرنے والے کو حسب قول رسول دجال اور کذاب اور بقول مرزا قادیانی کافر و کاذب جانتے ہیں اسی طرح ایسے کذاب و دجال اور کافر کو نبی سمجھنے والوں کو بھی دجال اور کذاب اور کافر کے پیرو کار سمجھتے ہوئے کافر مانتے ہیں یہ ہمارا عقیدہ ہے اور عقیدے کے بارہ میں کسی قسم کی مفاہمت، مداہنت اور سودے بازی نہیں ہو سکتی۔"

بالکل صحیح، لیکن سوال یہ ہے کہ وہ کونسا مدعی نبوت ہے، جس کو اور جس کے ماننے والوں کو معاصر ممدوح کافر سمجھتا ہے؟ اگر مرزا غلام احمد قادیانی کے مندرجہ بالا قول سے تو (جو اس نے ختم نبوت کی تائید اور دعوے نبوت سے انکار کے بارہ میں نقل کیا ہے) یہ ثابت ہو گیا کہ وہ مدعی نبوت نہیں ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد مدعی نبوت کو کافر اور کاذب جانتے ہیں، پھر وہ کونسا مدعی نبوت ہے اور کون اس کے پیرو ہیں جو معاصر ممدوح کے نزدیک ثلاثون کذابون کے زمرہ میں شامل ہیں، ہمیں خوشی ہوگی اگر معاصر ممدوح اس بارہ میں کسی قسم کی مداہنت سے کام نہ لیتے ہوئے صاف صاف الفاظ میں ایسے مدعی نبوت اور اس کے پیروؤں کی وضاحت کرکے مومنانہ جرأت کا ثبوت دے۔

اسی ضمن میں ہمیں معاصر موصوف سے یہ بھی دریافت کرنا ہے، کہ جس حالت میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ان کے اپنے نقل کردہ الفاظ کے مطابق دعوے نبوت سے انکاری ہیں، آپ ان کو اور ان کے پیرؤں کو جو انہیں نبی نہیں مانتے اور صرف مجدد اور مسیح موعود یقین کرتے ہیں کیا سمجھتے ہیں، ہمیں اُمید ہے کہ معاصر ممدوح اس بارہ میں بھی مداہنت سے کام نہ لیتے ہوئے صاف صاف الفاظ میں اعلان کریں گے کہ ان کو آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر؟ اور کافر سمجھتے ہیں تو کیوں؟ جس حالت میں نہ حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں اور نہ ان کے ماننے والوں کا ایک گروہ انہیں نبی سمجھتا ہے، تو انہیں کس بنا پر کافر قرار دیا جا سکتا ہے؟ دعوے مجددیت تو موجب کفر نہیں ہو سکتا، اُمت محمدیہ میں تیرہ صدیوں میں مدعیان مجددیت پیدا ہوتے رہے، جنہیں آج جماعت اہل حدیث بھی مجدد اور ولی اللہ مانتی ہے، اور مسیح موعود کا دعوے تو بقول حضرت مرزا صاحب ایک لقب ہے، جو ان کے کام کی نوعیت (تردید مسیحیت) کی وجہ سے انہیں دیا گیا اور انہوں نے خدمت اسلام کا جو کام کیا ہے، اسلام کی جو دلکش تصویر دنیا میں پیش کی ہے جس کو دیکھ کر سینکڑوں غیر مسلم (عیسائی وغیرہ) اسلام کے والہ و شیدا بن گئے وہ اس بات کی متقاضی ہے کہ انہیں سچا اور پکا مسلمان سمجھا جائے، امام ابو حنیفہ رح کا ارشاد ہے کہ جس شخص میں ننانوے وجوہ کفر کے پائے جائیں اور صرف ایک وجہ اسلام کی ہو اسے بھی کافر نہیں کہنا چاہیئے، پھر کس طرح اس شخص اور اس کے ساتھیوں کو کافر کہا جا سکتا ہے، جن میں ایک بھی وجہ کفر کی نہیں بلکہ اس کے وجود میں از سرتا پا اسلام ہی اسلام رچا ہوا ہے، ہم معاصر "الاعتصام" کے محولہ بالا مضمون کی بنا پر اس سے عرض کریں گے کہ جس مؤقف کے ساتھ اس نے حضرت مرزا صاحب کا قول دربارہ انکار دعوے نبوت نقل کیا ہے اسی جرأت مومنانہ سے کام لیتے ہوئے صاف صاف الفاظ میں حضرت مرزا صاحب اور ان کے ساتھیوں کے متعلق اعلان کرے کہ وہ مسلمان ہیں اور انہیں کافر کہنا جائز نہیں، کیا ہم اس کی اُمید کریں؟

تقریب یوم وصال حضرت مسیح موعودؑ

۲۶ مئی ۱۹۶۸ء بروز اتوار

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو وہ ہستی جو اس زمانہ دجالیت میں دین اسلام کو غالب کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئی تھی۔ قضاء و قدر کے ازلی قانون کے مطابق اس دار فانی سے کوچ کر گئی۔ جماعت احمدیہ لاہور اور اس کی شاخہائے ہر سال اس موقعہ پر مجدد صد چہاردہم و مسیح زماںؑ کی یاد مناکر ان عالی مقاصد و مطالب کی تجدید کرتی ہیں جو آپ کے مدنظر تھے اس سے جماعتی زندگی میں تازگی و توانائی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے آپ سے گزارش ہے کہ اس موقعہ کو غنیمت جانئے اور اپنی جماعت اور مضافات کے احباب کو مدعو کرکے اس تقریب پر حضرت اقدسؑ کے حالات بیان کرنے کا انتظام کیجئے۔

یہ امر یقینی ہے کہ بانی سلسلہ کی ذات اقدس سے جس قدر گہری عقیدت و محبت کے جذبات سے ہم میں سے ہر شخص منسلک ہوگا اسی نسبت سے تحریک اشاعت و فتح اسلام کو اس دور میں کامیابی نصیب ہوگی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اس تقریب پر جلسہ کرنے کی عظیم توفیق عطا فرمائے۔ جلسہ کی کارروائی اگر نوٹ کرکے بھجوائیں تو اسے اخبار میں بھی شائع کیا جائے گا۔ والسلام

(ڈاکٹر) اللہ بخش۔ آنریری جنرل سیکرٹری

مسجد برلن

مصر جدید کے قلمکاروں میں العقیقی کا نام بڑی شہرت رکھتا ہے۔ اس کی عظمت کی نقیب اس کی کتاب "المستشرقون" ہے۔ یہ کتاب ۱۹۶۵ء میں دار المعارف مصر کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کی جلد دوم کے صفحہ ۶۹۲ پر "مسجد برلین" کا ذکر بھی ہے۔ اس حصے کا ترجمہ پیش خدمت ہے:۔

"یہ جرمنی کی سب سے بڑی مسجد ہے۔ اس میں بیک وقت تین سو نمازی نماز ادا کر سکتے ہیں۔ یہ مسجد ۱۹۲۴ء میں تعمیر ہوئی۔ اس کا گنبد ہندوستانی طرز تعمیر کا حامل ہے (دوسری عالمگیر جنگ میں برلین پر) ہوائی حملوں کی وجہ سے اس کے گنبد اس کے میناروں اور نقش و نگار کو نقصان پہنچا تھا۔ یہ مسجد لاہوری جماعت کے نائب صدر[1] کے اہتمام سے جو اس مسجد کے پہلے امام تھے تعمیر ہوئی تھی۔ ان کی واپسی کے بعد دوسرے امام یہاں آتے رہے۔ اب پانچویں امام محمد یحییٰ بٹ پاکستانی ہیں۔ وہ یہاں برلن کی جمعیۃ الاسلامیہ کے سربراہ ہیں۔ اور ان کے ہاتھ پر گیارہ ایسے افراد نے اسلام قبول کیا ہے، جنہوں نے اپنے نام بھی اسلامی رکھ لئے ہیں۔ امام صاحب مشرق اوسط کے مسلمانوں کے اجتماعات کرتے رہتے ہیں۔ اور عید الفطر اور عید الاضحیہ کے مواقع پر ان کی دعوتیں کرتے ہیں۔ ہر ہفتہ دسترخوان پر بھی حاضرین اور مفکرین کے ساتھ بحث مباحثہ ہوتا ہے وہ ایک رسالہ Moslem Review کے نکالنے کی فکر میں بھی ہیں۔"

---

[1] موجودہ صدر حضرت مولانا صدر الدین صاحب۔ ایڈیٹر

مولانا یحییٰ بٹ صاحب جرمنی تشریف لے جا رہے ہیں

مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب امام مسجد برلن ۱۳ مئی کو بروز پیر بوقت گیارہ بجے قبل دوپہر ہوائی جہاز سے کراچی روانہ ہوں گے اور ۱۱ بج کر ۴۰ منٹ پیان کا جہاز کراچی پہنچے گا، جہاں سے رات کے دس بجے بعزم جرمنی روانہ ہو جائیں گے دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں بخیر و عافیت منزل مقصود پر پہنچائے۔

اخبار و افکار

ایک مبارک تحریک

ربوہ کے ماہنامہ "الفرقان" بابت ماہ اپریل ۱۹۶۸ء میں مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری نے "اتحاد بین المسلمین کے لئے محکم اصول" کے عنوان سے ایک نہایت مبارک تجویز پیش کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں :-

"اتفاق اور اتحاد نہایت بابرکت چیز ہے۔ قوموں اور ملکوں کی ترقی کا دارومدار وحدت فکر و عمل پر ہوتا ہے مسلمان ممالک کو دور حاضر میں سب سے بڑھ کر اتفاق و اتحاد کی ضرورت ہے۔ غیر مسلم طاقتوں کے سامنے جب تک مسلمان متحد اور متفق ہو کر پیش نہ ہوں گے وہ اپنی عزت کو برقرار اور اپنی ہستی کو قائم نہیں رکھ سکتے۔ دنیا کے حالات کا شدید تقاضا ہے کہ مسلمان وقت کی اس ضرورت کا احساس کریں اور باہم متفق و متحد ہو کر صفحۂ عالم پر باوقار اور باعزت قوم کی طرح زندگی بسر کریں۔

مملکت خداداد پاکستان اللہ تعالیٰ کا اس زمانہ میں عظیم عطیہ اور مسلمانوں کے لئے بہت بڑا انعام ہے۔ اس نعمت کی قدردانی ہر سچے مسلمان پر واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس انعام کے نتیجہ میں مسلمانوں پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اسے سمجھنا اور ادا کرنا ہم سب کا اولین فرض ہے۔ ہمارے گرد و پیش جو حالات رونما ہو رہے ہیں ان کی وجہ سے مسلمانان پاکستان کو ہر لحظہ چوکس اور متحد رہنے کی ضرورت ہے ملک کا کوئی بہی خواہ اس ضرورت کا انکار نہیں کر سکتا۔

ہمارے نزدیک اتحاد بین المسلمین کی واضح راہ یہ ہے کہ تمام فرقے اور تمام افراد جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، قرآن پاک کو اپنی شریعت یقین کرتے ہیں اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لاتے ہیں ان سب کو مسلمان سمجھا جائے۔ دلوں کا حال تو اللہ ہی جانتا ہے اور دلوں کی اصلاح بھی وہی کر سکتا ہے لیکن ظاہر کے لحاظ سے اس سے بہتر کوئی واضح اصول نہیں اور اس سے بڑھ کر کوئی صحیح طریقہ نہیں جس سے مسلمان فرقوں میں اتحاد پیدا کیا جا سکتا ہے۔ باہمی جزوی اختلافات اور ان کے نتائج کو چھوڑ کر مذکورہ بالا اصولی مسلک کو اختیار کرنے سے سب مسلمانوں میں اتحاد اور اتفاق پیدا ہو سکتا ہے۔

اس محکم اصول کو توڑنے والے اور یہ کہنے والے کہ فلاں فرقہ اسلام کا جزو نہیں یا فلاں فرقہ کو ہم مسلمان تصور نہیں کرتے، وہی لوگ درحقیقت اتحاد بین المسلمین کے دشمن اور ملک کے بدخواہ ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ حکومت پاکستان اور اس ملک کے سنجیدہ مزاج عوام صحیح اصول کے مطابق مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کر کے ملک کو شاہراہ ترقی پر گامزن کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق بخشے، آمین"

ہم اس تحریک کا دل سے خیر مقدم کرتے ہوئے مولوی ابو العطاء صاحب کے بیان کردہ محکم اصول کی تہ دل سے تائید کرتے ہیں۔ فی الواقع یہی وہ محکم اصول ہے جس کی طرف حضرت مسیح موعود نے بار بار توجہ دلائی اور اس بات پر زور دیا کہ کلمہ گو مسلمانوں کی تکفیر ایک بہت بڑا جرم ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور بھی پچاس سال سے اسی امر کی طرف توجہ دلا رہی ہے کہ باہمی جزوی اختلافات سے قطع نظر تمام ان لوگوں کو جو کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لاتے ہیں مسلمان سمجھا جائے۔ ربوہ سے اس تحریک کا پیدا ہونا نہایت مبارک اقدام ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ خلیفہ صاحب ربوہ اس اصول پر کاربند ہو کر مکفرین کے ماسوا باقی مسلمانوں کے پیچھے نماز اور ان کا جنازہ پڑھنا جائز قرار دیں گے۔ تاکہ اتحاد بین المسلمین کا محکم اصول عملی صورت اختیار کر سکے۔

ختم نبوت کے بعد بعثت مجددین

ایڈیٹر صاحب روزنامہ الفضل ۲۵ اپریل ۱۹۶۸ء کے افتتاحیہ میں قرآن کریم پر عمل کرانے کا صحیح طریق بتاتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف قرآن کریم نازل ہی نہیں فرمایا بلکہ آپؐ سے اس پر عمل کرا کے بھی دکھایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مومنوں کے لئے اسوۂ حسنہ کے طور پر پیش کیا ہے جس کو ہم سنت رسول اللہ کہتے ہیں وہ آپؐ کا اسوۂ حسنہ ہی پیش کرتی ہے۔ چونکہ آپؐ ایک بشر تھے اور ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتے تھے، اللہ تعالیٰ کے قانون قدرت کے مطابق آپ کا وفات پانا ضروری تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے آنے والی نسلوں کے لئے مجددین کا سلسلہ قائم فرمایا جیسا کہ حدیث مجددین سے واضح ہے ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ یعنے اللہ تعالیٰ امت محمدیہ میں ہر صدی کے سر پر ایک ایسے انسان کو مبعوث کرتا رہے گا جو امت کے لئے دین کی تجدید کرے گا یہ دراصل انا نحن نزلنا الذکر کی عملی صورت ہے۔"

اسی افتتاحیہ کی اگلی قسط مورخہ ۲۷ اپریل ۱۹۶۸ء میں لکھا ہے :-

"چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپؐ کے بعد کوئی مستقل نبی اور نہ مستقل شریعت نازل ہو سکتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے سلسلۂ مجددین قائم کیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی میں اپنے زمانہ کے لوگوں کے سامنے رکھتا ہے یہی تجدید دین و احیائے دین ہے۔"

ہم اس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں سمجھتے یہی نظریہ جماعت احمدیہ لاہور پچاس سال سے پیش کر رہی ہے، کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلۂ نبوت بند ہے، اور حدیث نبویؐ کے مطابق صرف مجددین ہی امت کی راہنمائی اور تجدید دین کے لئے ہر صدی کے سر پر آتے رہے اور آتے رہیں گے اور حضرت مسیح موعود بھی انہی مجددین میں سے ایک تھے۔ الفضل نے اس بیان میں اسی صحیح نظریہ کو پیش کیا ہے جس کا ہم دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔

ویٹ نام میں تبلیغ مسیحیت

معاصر "صدق جدید" کو ایک صدق نواز مہربان کے توسط سے "بیروت کے انگریزی روزنامہ سٹار مورخہ ۹ مارچ کا ایک تراشہ موصول ہوا ہے جس میں BIBLE IN VIETNAM کے عنوان سے ویٹ نام میں بائبل کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :-

"ہسپتالوں، قید خانوں، کیمپوں وغیرہ میں تین ملین کے قریب بائبل کے ۷ ہزار نسخے تقسیم کئے جا چکے ہیں اور زبانی تبلیغ جو ہوئی وہ اس کے علاوہ — یہ سارا کام موجودہ نازک حالات جنگ کے باوجود وہاں مشنری انجمن "یونائیٹڈ بائبل ٹیم" والوں نے پیدل سفر کر کر کے انجام دیا۔"

"پچھلے سال بائبل کے کامل یا ناقص نسخوں کی تقسیم ۷ لاکھ ۳۵ ہزار کی تعداد میں ہوئی تھی۔ بائبل کا ترجمہ اب تک ۱۲۸۰ زبانوں میں یعنے دنیا کی ۹۰ فیصدی زبانوں اور بولیوں میں ہو چکا ہے۔"

"ویٹ نام کے جنگیں سرحدوں میں ……
اس وقت ۲۸ والنٹیر باہر کے کام کر رہے ہیں، یہ لوگ برطانیہ، ہندوستان، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے رہنے والے ہیں۔"

یہ حالات مسلمانوں کے لئے قابل عبرت ہیں، جنگ کی خطرناک صورت حالات کے اندر مسیحی رضا کاروں کا یہ اقدام بہت بڑا درس عبرت رکھتا ہے، نہ صرف یہی بلکہ دنیا کی ۹۰ فیصد زبانوں میں بائبل کے تراجم ایک اور عبرتناک واقعہ ہے، بلاشبہ ان مشنری سرگرمیوں کے پیچھے امریکہ اور دوسرے مسیحی ممالک کی بے شمار دولت کے انبار ہیں، لیکن کیا کسی اسلامی حکومت کو اتنا بھی خیال آیا کہ اپنی حد استطاعت کے اندر ہی قرآن کریم کے دو چار ہی زبانوں میں تراجم کرا دے، یا شائع شدہ تراجم کو یورپ اور امریکہ کے روشن خیال لوگوں تک پہنچانے کا انتظام کرے؟

مسیح کشمیر میں

"ایک تاریخی اور تحقیقاتی جائزہ" از عزیز کاشمیری ایڈیٹر روشنی سری نگر قیمت ایک روپیہ۔

یہ ۲۷ صفحات کی کتاب مسٹر عبدالعزیز شوو ایڈیٹر روشنی سرینگر نے حال ہی میں تصنیف کی ہے، جس میں تاریخی حوالوں اور مغربی مصنفین کے بیانات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اہل کشمیر بنی اسرائیل میں سے ہیں ان کی تائید میں کشمیری زبان اور عبرانی زبان کی مماثلت، کشمیری آرٹ اور فن کی اسرائیلی آرٹ سے مشابہت، کشمیری عادات و اطوار اور ذاتوں اور گوتوں کی بنی اسرائیلی عادات و اطوار اور ذاتوں سے مطابقت، واقعہ صلیب اور مسیح کا صلیب سے زندہ بچ کر کشمیر کی طرف ہجرت کرنا اور سرینگر میں وفات پا کر وہیں دفن ہونا ناقابل تردید شہادتوں سے ثابت کیا گیا ہے، یہ کتاب اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک شاہکار ہے، جو قبر مسیح کی تحقیقات کے سلسلہ میں بہت افادیت کا موجب ہو گی۔ بقول ایڈیٹر روشنی اس کتاب کو کشمیر کے فدا محمد حسنین ڈپٹی ڈائرکٹر ریکارڈس، الحاج محمد رشید الدین مفتی اعظم اول، سری متی ساہنی مالک سری پریس، مسٹر عبدالاحد میر آف سٹی زنز کونسل، مسٹر افضل مخدومی سیاسی کارکن، مسٹر رشید تاثیر ایڈیٹر محافظ مسٹر عبدالکریم سیکرٹری اشاعت اسلام جموں، مسٹر عبدالصمد ریٹائرڈ سب جج گیان دنبر وغیرہم نے ایک کارنامہ قرار دیا ہے اور مصنف کی محنت و تحقیق کی داد دی ہے۔

ہفت روزہ "پیغام صلح"

خود پڑھنے کے بعد دوسرے احباب تک پہنچائیں۔

قرآن کریم کی تعلیمات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کی عزت و شرف کا موجب ہیں

کسی کے متعلق بری باتوں کی تشہیر کی ممانعت اسکے بدنتائج اور اس کے متعلق قانونی چارہ جوئی کی ہدایت

معمولی باتوں سے درگذر اور بددیانتی اور غداری کی سزا

خطبۂ جمعہ مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۶۸ء فرمودہ حضرت امیر قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم۔ وکان اللہ سمیعا علیما۔ ان تبدوا خیراً او تخفوہ او تعفوا عن سوء فان اللہ کان عفواً قدیراً ــــ (النساء ۱۴۸ ــ ۱۴۹) ــــ

تعلیمات قرآن عزت و شرف کا موجب ہیں رسول اللہ صلعم کے متعلق پیشگوئی

خدا تعالےٰ نے ایک پیشگوئی فرمائی ہے۔ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے۔ فرمایا وانہ لذکر لک ولقومک۔ یعنے قرآن کی تعلیمات آپؐ کے لئے شرف اور بزرگی کی موجب ہوں گی اور آپؐ کے صحابہ کرام، ان کے لئے بھی شرف و بزرگی کا موجب بنیں گی۔ یہ بڑی مشکل پیشگوئی ہے جس زمانہ میں یہ پیشگوئی کی گئی۔ اس وقت عرب دوسرے ممالک سے بالکل منقطع تھا۔ اس زمانہ میں یورپ اور امریکہ کا اسے علم نہیں تھا۔ اس زمانہ میں علم و سائنس کا کوئی پوچھا نہیں تھا۔ علوم کی یونیورسٹیاں نہیں تھیں۔ رسل و رسائل کے ذرائع مفقود تھے۔ ان حالات میں یہ کہنا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم جو تعلیمات لائے ہیں وہ ان کے شرف و بزرگی کا موجب ہوں گی، یہ بہت بڑا دعوےٰ ہے۔ لیکن پھر زمانہ نے دیکھ لیا کہ یہ پیشگوئی آخرکار سچی ثابت ہوئی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ انسان کا کلام نہیں خدا کا کلام ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحرائی مقام میں رہتے تھے۔ یورپ اور امریکہ اور دوسری دنیا کا جغرافیہ انہیں معلوم نہ تھا۔ نہ انہیں دوسرے ممالک کے حالات معلوم تھے۔ خود امی ہیں، کسی یونیورسٹی کالج یا سکول میں تعلیم حاصل نہیں کی۔ کوئی استاد پڑھنے پڑھانے کو نہیں رکھا۔ قوم بھی اَن پڑھ ہے۔ ان کو یہ معلوم نہیں کہ دنیا آئندہ علوم و سائنس کے شعبوں میں حیرت انگیز ترقی کرے گی۔ ایسے حالات میں یہ بھی نہیں فرمایا کہ میری باتیں صرف عرب قوم کے لئے ہیں۔ دنیا کے دوسرے لوگوں کے لئے نہیں۔ اگر یہ کسی انسان کا کلام ہوتا تو ہرگز یہ دعوےٰ نہ کیا جاتا کہ دنیا ایک وقت یہ کہنے کے لئے مجبور ہو جائے گی کہ قرآن کی تعلیمات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عزت و شرف کا موجب ہیں۔

نبی کریم صلعم کے پیدا کردہ انسان

حضورؐ نے فرمایا انی بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ میری رسالت کی ایک بڑی غرض یہ ہے کہ میں انسانوں کے اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کر دوں۔ آپؐ کی زندگی میں اور آپؐ کے بعد لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ حضرت صلعم کے ماننے والے لوگ بلند پایہ اور شرف و معزز ہستیاں ثابت ہوئیں۔ یورپ میں عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ عمرؓ بہت بڑا آدمی تھا۔ یہ ٹھیک ہے لیکن اس سے یہ بھی تو ثابت ہوتا ہے کہ عرب کے صحرا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کا سا عظیم انسان پیدا کیا۔

مہاتما گاندھی نے ایک دفعہ جب بھارت کے وزیروں کی تنخواہیں پانصد روپے ماہوار مقرر ہوئیں یہ کہا کہ پھر بھی محمد رسول اللہ کے خلفاء ابوبکرؓ و عمرؓ کے ایثار و قربانی کا مقابلہ نہ ہو سکا جو معمولی گذارہ کے سوائے اور کچھ نہ لیتے تھے۔ یہ اس بات کا اعتراف ہے۔ کہ اب دنیا میں اتنے بڑے انسان پیدا نہیں ہو سکتے جتنے بڑے انسان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کر دکھلائے۔

غریب و امیر کیلئے بلندیٔ مرتبت کا نسخہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو پیشگوئی کی گئی ہے وانہ لذکر لک ولقومک۔ یہ تعلیمات آپ کی بھی بزرگی کا موجب ہوں گی اور آپ کے ساتھیوں اور قوم کے لئے بھی موجب شرف ہوں گی یہ بزرگی اور شرف ان پاکیزہ اخلاق سے ظاہر ہے جو آپ نے اپنی قوم کو سکھلائے۔

قرآن و حدیث میں ایسی باتیں مذکور ہیں کہ جن پر عمل کرنے سے غریب سے غریب انسان بھی باخدا بن سکتا ہے۔ اور امیر سے امیر بھی خدا تک پہنچ سکتا ہے۔ غریب و امیر سب کے لئے باخدا بننے کا ایک ہی نسخہ ہے وہ یہ کہ فرمایا اگر قرب الٰہی چاہتے ہو تو حلال طیب روٹی کھاؤ۔ اور تمہاری زبان پر راستی و صدق ہو ان دونوں باتوں پر جس کسی نے عمل کیا وہ باخدا بن گیا۔ اور فی الواقعہ اس نسخہ پر عمل کرنے سے وہ قوم دنیا کی ہادی اور رہنما بن گئی۔

ان دو آیتوں میں خاندان، معاشرہ، جماعت اور قوم کو پاک کرنے کا سبق دیا ہے ایک طرف بلندی اخلاق کی تعلیم دی اور دوسری طرف ان امور کا ذکر کیا ہے جن سے قوم کے اندر سے برائی دور ہو۔ قوم اور معاشرہ با جماعت اس تلقین پر عمل کرنے سے پاک و مطہر بن جاتی ہے۔

کسی کے متعلق بری بات کی تشہیر اور بدکاری کا نتیجہ

فرمایا لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول۔ کسی انسان یا کسی خاندان کے متعلق ایسی باتوں کی تشہیر کرنا جس سے اس فرد یا خاندان کو نقصان پہنچے یا ان کی عزت پر دھبہ لگے۔ ایسی باتیں کرنا خدا تعالےٰ کو پسند نہیں۔ بالسوء من القول کیا ہوتا ہے؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی کے متعلق کوئی ایسی بات کہی جائے جس سے اس کو دکھ یا نقصان پہنچتا ہو، ایسا کرنے سے دشمنی پیدا ہوتی اور قتل و مقاتلہ تک نوبت پہنچتی ہے اور یہی صورت حال بدکاری کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔

اس لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من یضمن لی ما بین لحییہ وما بین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ۔ جو شخص مجھے اپنی زبان اور عفت کی ضمانت دے میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ یہ زبان کبھی ایک شخص کو مجروح کرتی ہے۔ اس کی عزت برباد کرتی ہے، اور کبھی کسی خاندان پر حملہ کرتی ہے، یہ زبان نیکی کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے اس کی کاٹ چھانٹ سے بچو۔ کسی کے متعلق بری بات کی تشہیر کرنا یا کسی کی عفت پر حملہ کرنا یہ ایسی چیزیں ہیں جو قوم کو برباد کر دیتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کو یہ سخت ناپسند ہے۔

مظلوم حکام کے پاس رپورٹ کرے

الا من ظلم۔ وہ شخص جس پر ایسا ظلم کیا جائے اسے چاہیئے کہ حاکم کے پاس درخواست دے کہ مجھ پر فلاں شخص نے یہ ظلم کیا ہے۔ ان دونوں رستوں سے قرآن نے برائی کو ختم کر دیا ہے، اوّل خدا کی ناپسندیگی دوسرے حاکم کے پاس رپورٹ جو شخص کسی پر ظلم کرے گا اس کی رپورٹ حاکم کے پاس کی جائے۔

قرآن کریم کی تعلیم پر غیروں کا عمل

غیروں نے قرآن کریم کی اس تعلیم پر بڑی شدت سے عمل کیا ہے۔ یورپ میں کسی کے متعلق بری بات کہی جائے تو اس کی رپورٹ پر لاکھوں روپیہ ہرجانہ دینا پڑتا ہے۔ مسٹر آرنلڈ علیگڑھ یونیورسٹی میں پروفیسر تھے۔ بعد ازاں وہ گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفہ کے استاد رہے۔ وہ ڈاکٹر اقبال کے بھی استاد تھے۔ انکے متعلق ایک جلسہ میں کسی نے کوئی بری بات کہہ دی مسٹر آرنلڈ اس جلسہ میں موجود تھے انہوں نے فوراً کہا کہ اگر یورپ میں ہمارا قانون ہے تو ہندوستان میں بھی ہمارا قانون ہے، اگر کوئی ہماری عزت پر حملہ کرے گا تو ہندوستان میں بھی ہم اپنے قانون سے کام لیں گے۔

قرآن کامل کتاب ہے

اس سے ظاہر ہے کہ قرآن کریم کی اس آیت پر یورپ میں عمل ہے، اگرچہ توراۃ اور انجیل میں ایسی تعلیم موجود نہیں، یہ کتابیں ناقص ہیں، ناقص ان معنوں میں کہ وہ نامکمل ہیں بلکہ کتاب جو کسی قوم کی ترقی کے لئے سودمند ہو سکتی ہے وہ قرآن کریم ہی ہے۔

بری باتوں سے رکنے کی تاکید

آخر میں فرمایا وکان اللہ سمیعاً علیما اس میں تنبیہہ فرمائی ہے۔ کہ دیکھو ایسی باتیں کرنے سے رک جاؤ۔ ہم سب باتیں سنتے ہیں اور تمہارے دل

میں جو کچھ چھپا ہوا ہے اس سے واقف ہیں۔ ہمارے حلم کو سامنے رکھ کر لوگوں کی بے عزتی کرنا چھوڑ دو۔

نیکی علانیہ یا خفیہ کی جائے

ان تبدوا خیراً او تخفوہ۔ نیکی کرنے کے دو طریقے ہیں۔ قومی چندہ ہو تو لوگوں کے سامنے دو۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے وقت پبلک چندہ کی تحریک کیا کرتے تھے اور لوگ ایک دوسرے سے بڑھ کر چندہ دیا کرتے تھے۔ لیکن اگر کسی خاص فرد کو فائدہ پہنچانا ہو تو چپکے سے کر دیا جائے۔ یہ دونوں پہلو قوم کے سامنے آئے اور قوم نے ان پر عمل کر کے دکھلایا۔

معمولی بات پر درگذر

پھر فرمایا او تعفوا عن سوء فان اللہ کان عفواً قدیرا۔ اگر کسی بری بات پر درگذر کر جاؤ تو اللہ تعالےٰ معاف کرنے والا اور قدرت والا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹی موٹی باتوں سے درگذر فرماتے لیکن غداری کو معاف نہیں کرتے تھے نہ ہی بددیانتی کو معاف کرتے تھے۔ نہ ہی بدکردار کو معاف کرتے تھے۔

مجاہدین کو دیانت امانت کا سبق

ایک دفعہ جنگ حنین کے موقعہ پر چالیس ہزار بھیڑ بکری۔ چوبیس ہزار اونٹ اور چار ہزار سکہ چاندی ہاتھ آیا۔ تو آپؐ نے اس مال کی تقسیم سے متعلق وعظ فرمایا کہ اگر کسی نے ایک رسی یا ایک سوئی بھی اٹھائی ہو تو وہ یہاں رکھ دے۔ کیونکہ بددیانتی مسلمان کے لئے عار ہے۔ اور قیامت کے دن اس کے لئے نار ہے۔ یہ جنگ کا وقت ہے۔ بہت بڑا مال لوگوں کے ہاتھ آیا ہے۔ جو ان کی ہمت اور جہاد کا نتیجہ ہے۔ اس وقت حضور صلعم ان کو امانت و دیانت کا سبق بھی دیتے ہیں۔ چنانچہ بعض لوگوں نے اگر اونٹ کا گھٹنا باندھنے کی رسی بھی اٹھائی تھی تو وہ واپس کر دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان جنگ میں امانت و دیانت کی تلقین فرمائی۔ جنگ میں عموماً سپاہی بدکاری۔ لوٹ کھسوٹ کرتے ہیں۔ لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اہم موقع پر دیانت و امانت اختیار کرنے پر زور دیا۔

گستاخی پر درگذر

اس کے خلاف درگذر کا یہ حال تھا کہ فتح مکہ کے دن جب عثمان بن طلحہ سے آپؐ نے خانہ کعبہ کی چابی مانگی تو اس نے دینے سے انکار کر دیا لیکن حضرت علیؓ بزور چابی چھین کر لے آئے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے خانہ کعبہ میں داخل ہو کر دو نفل ادا کئے۔ باہر نکلے تو آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ نے کہا کہ یہ چابی میرے حوالہ کر دی جائے۔ ایک عزت کا عہدہ سقاوہ کا عہدہ مجھے حاصل ہے۔ یعنی حاجیوں کو پانی پلانا بڑا مشکل کام تھا۔ پانی صحرا میں کہاں ملتا ہے۔ اور چابی برداری یعنی سدانت بھی ایک بڑا معزز عہدہ تھا جو عثمان بن طلحہ کے پاس تھا۔ حضرت عباسؓ نے کہا ایک عہدہ تو میرے پاس پہلے ہی ہے دوسرا سدانت کا عہدہ بھی مجھے دے دیا جائے اور خانہ کعبہ کی چابی میرے حوالہ کر دی جائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں امانت اس کے اہل کے سپرد کر دوں۔ یہ بڑا نازک موقعہ ہے عثمان بن طلحہ گستاخی کر چکا ہے اور چچا اس کے بجائے چابی حاصل کرنا چاہتا ہے، لیکن حضور صلعم نے چابی عثمان ہی کے حوالہ کر دی اور آپؐ نے فرمایا چابی ہمیشہ عثمان کے خاندان میں رہے گی اور وہ شخص ظالم ہو گا جو اس کو ان سے چھینے گا۔ عثمان کی گستاخی اور اپنے چچا کی خواہش کی پرواہ نہیں کی۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔

قریشی عورت کو بددیانتی کی سزا

اس کے خلاف بددیانتی اور غداری کے جرائم کو آپ نے معاف نہیں کیا۔ ایک قریشی عورت نے چوری کی قوم نے اس خیال سے کہ اگر اس کو سزا ہو گئی تو قریشی قوم بدنام ہو جائے گی، حضور صلعم کے لاڈلے اسامہؓ کو سفارش کے لئے بھیجا۔ اس کی بات سن کر حضرت صلعم نے فرمایا:- (تشفع فی حدود اللہ۔ خدا تعالےٰ کے واضح احکام کے مقابلہ میں تم سفارش لیکر آئے ہو؟ اس قسم کی سفارشوں سے قومیں تباہ ہو گئیں کہ اگر کوئی بڑا آدمی خطا کرتا تو اس کو چھوڑ دیا جاتا۔ اور اگر کسی چھوٹے سے غلطی ہو جاتی تو اس کو دھر لیا جاتا اور سزا دی جاتی۔ یہ قوموں کی تباہی کا موجب ہے۔

انصاری کو اس کے جرم کی سزا

اور سنیئے کہ انصاری قوم کا حضور صلعم پر بڑا احسان تھا۔ مکہ سے جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ پہنچے۔ تو مدینہ والوں نے اپنے گھر، باغات اور زمینیں ان کے حوالہ کر دیں۔ ان کے ایک فرد طعمہ نے کسی کی زرہ بکتر اٹھائی اور پھر گرفتاری کے خوف سے ایک یہودی کے گھر پھینک دی مقدمہ حضور صلعم کی خدمت میں پیش ہوا انصاری قوم سفارش کے لئے آئی۔ لیکن جب حضور صلعم نے مقدمہ سنا تو یہودی کو بری کر دیا اور طعمہ کو سزا دے دی اور انصار کی سفارش کی پرواہ نہ کی۔

نبی کریم صلعم کی شجاعت

جس طرح حضور صلعم امانت و دیانت کو پسند فرماتے اور اس کی خلاف ورزی کرنے والے کو سزا دیتے تھے۔ اسی طرح سے غداری کو بھی ناپسند فرماتے تھے اُحد کی لڑائی میں آپ زخمی ہو گئے۔ [illegible] سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی رپورٹ آئی کہ کفار نے اگلے پڑاؤ حمراء الاسد پر ڈیرہ لگا لیا ہے اور موقعہ ملنے پر حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ میں خود ان کے مقابلہ پر جاؤں گا۔ آپؐ زخمی ہیں پٹی بندھی ہوئی ہے کوئی اور شخص ہوتا تو کہتا کہ میری اپنی جان نکلی جاتی ہے۔ میں کیا کروں جب وہ حملہ کریں گے دیکھا جائے گا۔ لیکن حضور فرماتے ہیں لاخرجن ولو وحدی میں تو جاؤں گا خواہ اکیلے ہی جانا پڑے۔ کیا انسان ہے شجاعت اور دانشمندی کس قدر ہے۔

غداری کی سزا

ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جنہوں نے کل مجھ سے غداری کی تھی اور میدان جنگ سے بھاگ گئے تھے آج وہ میرے ساتھ نہیں جا سکتے۔ لا تخرجون معی ابداً ہرگز ہرگز تم میرے ساتھ جہاد کے لئے نہیں نکل سکتے۔ ولا تقاتلوا معی عدواً تم نے میرے ساتھ مل کر دشمن سے لڑنا بھی نہیں اس سے ظاہر ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غداری بددیانتی اور چوری کی سزا دی ہے۔

چھوٹے بڑے سب لوگوں کی عزت کی حفاظت۔

یہ حضور صلعم کے کمالات ہیں۔ قرآن کی تعلیم ہے کہ اپنی قوم میں فساد پیدا نہ کرو۔ خاندانوں کی عزت ملحوظ رکھو۔ بڑے یا چھوٹے آدمیوں پر زبان درازی نہ کرو۔ کان اللہ سمیعاً علیماً خدا تمہاری باتوں کو سنتا ہے۔ اور جانتا ہے۔ اس لئے خدا کو سامنے رکھ کر ایسی باتوں سے باز آ جاؤ۔

شریف انسانوں کا رویہ

میں نے اپنی عمر میں بعض بڑے آدمیوں سے مجلس کی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ ان کے اندر شرافت ہوتی ہے۔ وہ دوسروں کے متعلق نازیبا باتیں نہیں کرتے اس سے قوم کے اندر زہر سرایت کرتا ہے۔ شریف آدمی کسی کا دشمن نہیں ہوتا۔ وہ ہر ایک کی بھلائی چاہتا ہے۔

فروج کی حفاظت

فرمایا جعل لکم السمع والابصار والافئدۃ۔ اللہ تعالےٰ نے انسان کو کان اور آنکھیں اور دل دیا ہے، کان علم کا ذریعہ ہیں آنکھوں سے بھی علم حاصل ہوتا ہے۔ زبان بھی نیکی کی بات پہنچانے کا ذریعہ ہے، یہ تین چار سوراخ یا موریاں ہیں آنکھ کا اثر قلب پر ہوتا ہے۔ کان کا اثر بھی روح یا قلب تک ہوتا ہے اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے والذین ھم لفروجھم حافظون۔ مومن ان موریوں کی حفاظت کرتا ہے۔ خدا کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہ تعلیم دی ضروری ہے کہ آپ قلب اور روح کی حفاظت کریں۔ حلال طیب روٹی کھائیں، زبان کو میلا نہ ہونے دیں اور اپنی خصنع کی حفاظت کریں جس سے قوم کے اندر بلندی پیدا ہوتی ہے۔ زبان پر قابو پانا ضروری ہے۔ گری ہوئی باتوں سے پرہیز ضروری ہے۔

بیماروں کے لئے درخواست دعا

ایک خاتون ہیں وہ اپنا نام نہیں بتلانا چاہتیں۔ وہ دو سال سے بیمار ہیں۔ اور چاہتی ہیں کہ قوم ان کی صحت کے لئے دعا کرے۔

ہمارے عزیز بھائی کرنل بشیر حسین صاحب ابھی تک بیمار چلے آتے ہیں اور ہمارے بھائی میاں سعید احمد صاحب بھی تا حال ہسپتال میں پڑے ہیں۔ ان کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے احباب دعا کریں (دعا کی گئی)

جنازہ غائبانہ

ایک خط مری سے اور دوسرا ایبٹ آباد سے خانصاحب ڈاکٹر سعید احمد صاحب کی طرف سے آیا ہے۔ اس علاقہ میں الحاج رحمۃ اللہ صاحب سردا خیل بھی میں رہتے تھے۔ وہ بڑے بزرگ انسان تھے۔ ان کے تقوےٰ اور پرہیزگاری کی علاقہ بھر میں شہرت تھی۔ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون بہت افسوس ہے۔ ہماری جماعت کے بزرگ ایک ایک کر کے ہمیں داغ مفارقت دیتے چلے جا رہے ہیں جو قوم کے لئے نقصان کا باعث ہے۔ ان کے دو صاحبزادے محمد عالم اور محمد ایوب ہیں ان سے ہمیں ہمدردی ہے وہ بھی اس سلسلہ سے بڑا اچھا تعلق رکھتے ہیں اللہ تعالےٰ ان کو اپنے بزرگ والد کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ ان کے لئے نماز جمعہ کے بعد جنازہ غائبانہ کی صورت میں دعائے مغفرت کی جائے۔ (جنازہ

چٹاگانگ میں ڈاکٹر محمد یحیٰی صاحب کی تقریر

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

بھی زور دیا کہ ایک سچے مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ گذشتہ چودہ سو سال کے ان مجددین کا بھی احترام کرے جو خدمت اسلام کے لئے مبعوث ہوتے رہے اور جن کا باہمی اختلاف محض حالات زمانہ کے مطابق قرآن و حدیث کی تشریح کے ضمن میں تھا۔

جناب صدر نے صدارتی کلمات میں فرمایا کہ موجودہ انسانی تہذیب ایک شدید ثقافتی بحران سے دوچار ہے اور ہم اسلامی پیغام دنیا میں پہنچا کر اس دکھی انسانیت کو دائمی مسرت سے ہمکنار کر سکتے ہیں۔

آپ نے حاضرین اور بالخصوص نوجوان پر زور دیا کہ وہ قرآن پاک کا مسلسل گہرا مطالعہ کریں اس کی تعلیمات پر عمل کریں۔ اور دین اور اپنے اہل وطن کی بھلائی کو اوڑھنا بچھونا بنائیں۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔ مینیجر

غلام نبی مسلم

اسلامی پاکستان میں تبلیغ کفر و شرک

(۲)

مسیح کے متعلق مولویانہ معتقدات

ہمارے علماء اور عوام کی مسیحیت اور اسلام سے لاعلمی تو الگ رہی۔ انہوں نے قرآن و حدیث کے خلاف مسیح کے متعلق جو عقائد گھڑ رکھے ہیں، ان کی موجودگی میں کسی مسیحی کو یہ ثابت کرنے کے لئے زور نہیں کرنا پڑتا کہ جناب مسیح، مولوی کے عقیدے کی رُو سے (نعوذ باللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ پر فوقیت رکھتے تھے، چنانچہ ان کا اس بارے میں عقیدہ یہ ہے

(۱)۔ مسیح شیطان کے مس سے پاک تھے۔ جب کہ نبی اکرم صلعم اور دیگر انسان شیطانی مس سے پاک نہ تھے۔

(۲)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے ہاتھوں دکھ اٹھاتے رہے۔ حتیٰ کہ جنگ احد میں دانت شہید ہوئے اور زخموں سے بیہوش ہو کر گر پڑے مگر مسیح کو مصیبت کے وقت خدا نے آسمان پر اٹھا لیا۔ اور ان کا بال بیکا نہ ہوا جو ان کی خدا کے ہاں عظمت پر دلیل ہے۔

(۳)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۶۳ سال میں بچپن، جوانی اور بڑھاپے کے مراحل طے کر کے فوت ہو گئے اور مدینہ منورہ میں دفن کئے گئے۔ لیکن جناب مسیح دو ہزار سال سے آسمان پر جوان و توانا تشریف رکھتے ہیں۔ دو ہزار سال کی مدت نے ان کے قوا پر اثر نہیں ڈالا۔ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات کی طرح ان پر زمانہ کا کوئی اثر نہیں۔ وہ کھانے اور پینے کی حاجات سے مبرا ہیں۔ دوسرے انبیاء اور صلحاء کے برعکس وہ بلا باپ پیدا ہوئے۔ اور آنحضرت صلعم کو یہ عظمت نصیب نہ ہوئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت خراب ہو جائے گی اور اس امت کی خرابی کو دور کرنے کا کام محض مسیح ہی سر انجام دے سکتے ہیں جس سے ان کی فضیلت آنحضرت صلعم پر ثابت ہوتی ہے۔ حالانکہ وہ بنی اسرائیل کی بھی اصلاح نہ کر سکے اور خود حواریوں کے ہاتھوں صلیب دیئے گئے۔

مجدد عصر نے کیا ہی خوب فرمایا ہے ؎

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ می فہمند
مگر مدفون یثرب را نداد ند ایں فضیلت را
ہمہ عیسائیاں را از مقال خود مدد دادند
دلیری ہا پدید آمد پرستاران میت را

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مسیح کی اس فضیلت کو جب کوئی مسیحی مشنری ایک سادہ لوح، بے علم اور جاہل مسلم کے سامنے پیش کرتے ہیں تو مولوی کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس کر وہ مسلم کفر کی آغوش میں جا گرتا ہے۔

ہم میں بے شمار فرقے ہیں، جن کے تیر دل سے دن رات اہل ایمان کے سینے چھلنی ہوتے رہتے ہیں کسی واعظ، خطیب اور حضرت مولانا کی تقریر سن جائیے۔ اس میں ذہن کی جلا اور بصیرت کا مواد نہیں ملے گا، غلط بیانیوں اور باطل عقائد کے اس مجموعے سے کسی کی تسکین ممکن نہیں اور جب صاحبان ممبر کے بودے دلائل اور معلومات کسی غیر مسلم کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں تو اس کا جواب محض ایک خندہ استہزا سے دیا جاتا ہے۔ اور اس سادہ لوح مسلم کو شرمندہ و نادم ہونا پڑتا ہے۔ اور اس طرح اسلام کی رونق بھی گھٹتی رہتی ہے۔

اسلام کے نام پر کئی ایک جماعتیں کام کر رہی ہیں۔ انہیں اپنے گرد و پیش قوم میں بے شمار کیڑے نظر آتے ہیں، وہ حکومت، دوسری اسلامی جماعتوں اور معاشرے پر تنقید کرتی ہیں لیکن اول تو انہیں اپنے گرد و پیش مسیحی مشنری سرگرمیاں نظر نہیں آتیں اور اگر چند سالوں کے بعد کوئی بندہ حق انہیں جھنجھوڑتا بھی ہے تو ان کے مردہ دلوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ وہ دیکھتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی، آپ کی غلامی سے نکل کر ان مشرکوں کی صفوں میں شامل ہو رہے ہیں۔ جن کا کام ہی اس فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو برے الفاظ میں یاد کرنا ہے . . . . . ہماری غیرت حرکت میں نہیں آتی۔ جبہ و عمامہ اپنے مخصوص حلقے میں اپنے معارف پر داد تحسین حاصل کرنے کو ہی ماحصل زندگی سمجھتا ہے۔ لیکن وہ اپنے جتھے کو ساتھ لے کر ان طاغوتی طاقتوں پر حملہ آور نہیں ہوتا، جو اسلام کے خلاف سازشوں میں شریک ہے جو کفر کا داعی ہے، اور جن کا وجود ملک و ملت کی سلامتی کے لئے حقیقی خطرہ ہے۔ غالباً ان علماء کو اسلام کی صداقت پر یقین نہیں رہا۔

مشنریوں کی مسموم مساعی کا یہ چرچا گزشتہ بیس سال سے ہو رہا ہے۔ لیکن آج تک ایک بھی مسلم جماعت نے ادھر توجہ نہیں کی، اور یہ صورت حالات افسوسناک ہی نہیں شرمناک بھی ہے۔ یہ فتنہ مغربی پاکستان ہی میں نہیں مشرقی پاکستان میں بھی پرورش پا رہا ہے۔ اور اس کا انسداد اولین فرصت میں کرنا ضروری ہے:۔

(۱)۔ حکومتوں کو مصلحتیں کبھی تبلیغی مساعی میں شرکت کی اجازت نہیں دیا کرتیں۔ بالخصوص جبکہ برسر اقتدار طبقے کا ایک مؤثر گروہ اسلام سے لاتعلق، مغربی طرز زندگی کا پرستار، مشنری اداروں سے متاثر ہو یہ کام علماء اور آئمہ مساجد کی سطح پر باسانی ہو سکتا ہے۔ مختلف دینی جماعتیں اپنے زیر اثر علماء کو اسلامی تعلیمات کی فوقیت اور مسیحیت کی مشرکانہ تعلیمات سے آگاہ کریں جو مساجد اور دیگر دینی اجتماعات میں مسلمانوں کو اپنے عقائد کی برتری کی تعلیم دیں۔

(۲)۔ پڑھے لکھے مسلمان شعور، حق شناسی اور استدلال کی قوت سے بہرہ ور ہیں۔ اگر ان کے لحاظ میں موزوں لٹریچر پہنچ جائے تو وہ نہایت آسانی سے مشنری پھندوں کا منہ موڑ سکتے ہیں۔

جہاں اسلام کی عالمگیر تعلیمات اور جناب مسیح ان کی والدہ اور مسیحیت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن حکیم کے وہ احسانات واضح کئے جائیں، جو انہوں نے یہودیوں اور غیر مسیحیوں کے الزامات کا جواب دے کر ان پر کئے، وہاں مسیح کی الوہیت، تثلیث، مصلوبیت مسیح، اور انسان کے پیدائشی گنہگار ہونے کے لچر مسیحی عقیدے کی تردید میں لٹریچر تیار کر کے ملک کے تمام طبقوں میں پھیلایا جائے۔

حکومت نے دینی تعلیم لازمی قرار دی ہے تو ضروری ہے کہ اس کے لئے موزوں اساتذہ بھی تیار کرے، اور اس سلسلے میں ٹریننگ سکول اور کالجوں میں صحیح خطوط پر اسلامی تعلیمات کو پھیلایا جائے۔ اسی طرح مسیحی سکولوں میں مسلمان طلباء کی تعلیم کے لئے باشعور اور اہل علم اساتذہ مقرر کئے جائیں۔

مختلف جماعتیں اس کام کو ترقی دینے کے لئے متحد ہو کر کام کریں، ایک دوسری سے تعاون کریں۔ اور وقتاً فوقتاً کام کا جائزہ لے کر مساعی کو تیز تر کریں کیا مختلف گروہوں کے اکابر اسلام یہ نہیں کر سکتے کہ جہاں وہ شب و روز اندرونی اختلافات کو ہوا دے کر اپنے پیروکاروں کو دوسروں کے خلاف دلائل سے مسلح کرتے رہتے ہیں۔ وہاں وہ مسیحی معتقدات کے کھوکھلے پن سے عوام کو آگاہ کریں اور اس طرح دشمنان دین کا منہ بند کریں۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو مسیحیوں میں کام کا طویل اور کامیاب تجربہ ہے حتیٰ کہ دنیا بھر کے مسیحی مشنری ان کے حملوں سے لرزاں ہیں۔ اس سلسلے میں اس کے تجربے اور علم کلام سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ یہ جماعت کسی کلمہ گو کی تکفیر کی قائل نہیں، ختم نبوت کی سختی سے قائل ہے اور اپنے امام حضرت مرزا صاحب کی قیادت میں اشاعت اسلام ہی کو مقصد حیات بنائے ہوئے ہے۔ تاہم اس سے اختلاف رکھتے ہوئے بھی اس کی خدمات حاصل کی جا سکتی ہیں اور تعاونوا علی البر والتقویٰ پر عمل پیرا ہو کر ایک بار پھر لیظھرہ علی الدین کلہ کے وعدہ الٰہی کے مطابق اسلام کو کفر پر غالب کیا جا سکتا ہے۔

لیکن ہمیں اس افسوسناک حقیقت کا اعتراف و احساس ہے کہ ہم مسلمان اپنی بے یقینی کے سبب باطل کے خلاف کبھی صف آرا نہیں ہوں گے۔ کیونکہ علماء کا اعلان ہے کہ ؎

کرتے ہیں شب و روز مسلمانوں کی تکفیر
بیٹھے ہوئے کچھ ہم بھی تو بیکار نہیں ہیں

فرمان نبوی کے مطابق مسیحیت کے دجالی فتنے کا انسداد حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت سے وابستہ تھا۔ اور جماعت احمدیہ کے اراکین نے غلبۂ اسلام اور انسداد دجالیت کے لئے ہی حضرت مسیح موعودؑ کے دست باطل شکن پر بیعت کر رکھی ہے اس لئے یہ انہی کا کام ہے۔ اور ان ہی سے اس سلسلے میں باز پرس ہو گی، اس لئے ہمارے احباب کو چاہیئے کہ جہاں وہ اپنی اپنی جگہ مسلمانوں کو اس خطرے کے عواقب و نتائج سے آگاہ کریں وہ اپنے اپنے علاقوں میں مسیحی مرکزوں پر لٹریچر اور زبانی تبلیغ سے گولہ باری شروع کر دیں۔ مسیحیت تار عنکبوت سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ ایک عاجز انسان کی خدائی کا جادو قادر مطلق و توانا کے سامنے نہیں چل سکتا، انشاء اللہ آپ کی حقیر سی توجہ جہاں پڑھے لکھے مسیحیوں پر اسلامی تعلیمات کی عظمت کا نقش مرتسم کر سکتی ہے وہاں پادریوں کی دجالانہ چالوں اور ابلیسانہ دلیلوں کو بھی تہس نہس کرنے کے لئے کافی ہے۔

پیغام صلح کا
مسیح موعود نمبر
جس میں حضرت مسیح موعودؑ کے
حالات اور آپ کی خدمات اسلام پر بہت
سے قیمتی اور فاضلانہ مضامین
درج ہوں گے۔ ۲۹ مئی کو شائع ہو گا۔

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی

مسئلہ کشمیر کے متعلق جناب مسیحؑ کا فرمان

مسیحی ممبرانِ اقوام متحدہ کے نام

(۲)

قرآن مجید کی تائید میں انسائیکلوپیڈیا آف امریکہ کی شہادت

It was formerly one of the puzzles of history to know what finally become of the Ten Tribes. There were several theories. Because of the fact that some Jewish monuments were found in China, some writers traced them to that land. Others found their descendants in India. The general consensus of scientific opinion however, is that the tribes become absorbed as subsequent vanished races have in neighbouring nations and thus were not lost in the real significance of the term. Dr. Giles Fletcher (1548-1611) identified the Tartars with the lost ten Tribes (consult his book, The Tartars printed in Israel Redux edited by S. Lee 1667). Dr. Francois Bernier (1620-1688) French physician for twelve years to the great Mogul of India, in his Voyages de Bernier contenant la description des états du Gran Mogul (Hindoustan) (1699) speculates on the Kashmiris as descent of the Lost Ten Tribes from certain customs and rites, and the prevailing type of facial features, as also of the neighboring Afghans and the Tajiks of Badakhshan being distinctly Hebraic.

Encyclopedia of America
"Lost Ten Tribes"

یعنی تاریخ کا بہت بڑا معمہ تھا کہ دس قبائل اسرائیل کے متعلق معلوم کیا جائے کہ ان کا انجام کیا ہوا اس کے بارہ میں بہت سی قیاس آرائیاں ہیں۔ چونکہ کچھ آثار چین میں پائے گئے ہیں اس لئے بعض مصنفین نے چین میں ان کی نشاندہی کی ہے بعض نے ان کی اولاد کو ہندوستان میں پایا ہے مگر اب عام متفقہ رائے یہ ہے کہ یہ قبائل دوسری ہمسایہ قوموں میں پہلی گمنام نسلوں کی طرح گم ہو گئے سو وہ حقیقی طور پر گم نہیں ہو گئے۔ ڈاکٹر فلیچر نے تاتاریوں کو دس گم شدہ قبائل بنی اسرائیل قرار دیا ہے (دیکھو اس کی کتاب۔ "دی تاتارز" جسے ہیوڈ نے خود شائع کیا ہے)

ڈاکٹر فرانسس برنیر جو ۱۲ برس تک مغل شہنشاہ اعظم کے دربار میں ہندوستان رہا اس نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ وہ کشمیریوں کے بارہ میں یقین رکھتا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے دس گمشدہ قبائل کی اولاد ہیں اور اس کی یہ رائے ان کی رسوم، عادات اور چہرہ کے خدوخال میں مماثلت کی بناء پر ہے اور اسی طرح ان کے ہمسایہ افغانی اور بدخشاں کے تاجکوں کے خدوخال بالخصوص عبرانیوں یعنی بنی اسرائیل سے ملتے ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا آف امریکا
"دس گمشدہ قبائل"

پس ڈاکٹر برنیر کی تحقیقات اور سائنٹیفک متفقہ رائے کے مطابق اہل کشمیر اور افغان بنی اسرائیل کے گمشدہ قبائل ہیں۔

کشمیر اور اہل کشمیر کی اپنی شہادت

اہل کشمیر کے بنی اسرائیل ہونے پر بقول ڈاکٹر برنیر اس قوم کے رسوم و عادات۔ قد و قامت خد و خال گواہ ہیں لیکن اس کے باوجود جو بات بعض لوگوں کے دلوں میں کھٹکتی ہے وہ یہ ہے کہ اہالیان کشمیر کے مسلمان ہونے سے پیشتر ہندو مذہب کے سوا اس ملک میں اور کوئی مذہب موجود نہ تھا البتہ دُور دُور بدھ مذہب کے پیرو ضرور تھے۔ کشمیر میں اسرائیلی مذہب کا نہ پایا جانا اس امر کی دلیل ہے کہ اہل کشمیر میں اسرائیلی نہیں۔ لیکن کشمیر کی آبادی دو قوموں پر مشتمل ہے۔ یہ خود کشمیری پنڈتوں کا خیال ہے ایک کشیپی کشمیری اور دوسرے بن ماش۔ کہا یہ جاتا ہے کہ کشمیری پنڈت کشیپ رشی کی اولاد ہیں اور یہ کشمیر کے اصل باشندے ہیں اور دوسری قوم بن ماش باہر سے یہاں آ کر آباد ہوئی ہے۔ ملک کا اصل نام کشیپ میری بتایا جاتا ہے دیکھو راج ترنگنی ۱: ۲۵ رامائن ۱: ۷۔ ۱۹ وغیرہ۔ کشیپ سنسکرت میں کچھوے کو کہتے ہیں اس لئے کہ اس کے دانت سیاہ ہوتے ہیں۔ مگر یہاں یہ کچھوے کا نام ہے وہاں یہ ایک خدائی نسل کا بھی نام ہے۔ چنانچہ اتھروید کانڈ ۱۹ سوکت ۵۳ منتر ۱۰ میں کشیپ کو خدا کہا گیا ہے خدا کے خاص بیٹے اس کا ترجمہ عبرانی میں یشرائیل ہوگا بائبل میں جگہ جگہ بنی اسرائیل کو خدا کے پلوٹھے بیٹے کہا گیا ہے۔

یشرئیل جو یشر یا یشر اور ایل کا مرکب ہے اس کے معنی ہیں حق پرست بندے چنانچہ بائبل میں اس کی دوسری قرأت یشورون ہے (یسعیا ۴۴: ۲۔ استثنا ۳۲: ۱۵ اور ۳۳: ۲۶) اس کے معنی حق پسند راستباز لوگ ہیں لیکن یہاں حق کے معنی خدا ہیں گویا یہ لوگ موحد ہیں اگر عرب میں وہ لوگ حنیفی کہلاتے تھے جو حضرت ابراہیمؑ کے دین حنیف سے موسوم اور موحد تھے تو کشمیری درحقیقت کشیپی یا کشیپ میری اسی لئے موسوم ہوئے کہ وہ خدائے واحد کے پرستار تھے خدا کے بیٹے کی اصطلاح درحقیقت موحد کے لئے لائق جیسے بیٹا باپ کے لئے غیرت مند ہوتا ہے اور اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف منسوب ہونا گالی سمجھتا ہے ایسے ہی موحد غیرت مند ہوتا ہے وہ دوسرے خدا کی شرکت گوارا نہیں کرتا یہی حضرت ابراہیمؑ کا دین تھا کہ ایک خدا پر سب کچھ قربان کرنے کو ہر آن تیار۔

قرآن مجید کی آیت کا معجزہ

قرآن مجید نے مندرجہ عنوان آیت میں فرمایا ومن قوم موسیٰ امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون یعنی موسیٰ کی قوم کا ایک بہت بڑا حصہ حق کی ہدایت کرتا اور حق پر زندگی بسر کرتا ہے اور یہ حق دین اسلام ہے جیسا کہ فرمایا جاء الحق وزھق الباطل اسلام آگیا اور شرک بھاگ گیا اور شرک بھاگنے ہی والا تھا۔

اس آیت کا دوسرا معجزہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا صفاتی نام یشرائیل یا یشورون ہے جس کے معنے ہیں: Upright Symbolical name of Israel - Worshipper of Truth. Deut. 32:15 5:26, Isaiah - 44:2

کاشمیری اصل میں بنی اسرائیل کا نام ہے

ہندوؤں میں چونکہ کچھ مچھ اور وراہ (کچھوا، مچھلی اور سؤر) بھی خدا کے اوتار سمجھے جاتے ہیں اس لئے کشمیر کو کشیپ میری بنا کر کشیپ رشی کی طرف منسوب کرنا یہ ہندو پنڈتوں کی ایجاد ہے اصل میں کاشمیری یا کاشہ میری یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے اور بنی اسرائیل کا صفاتی نام ہے۔ کاشہ مصدر ہے جو عربی زبان کے کشیٔ سے ماخوذ ہے عبرانی میں اس کے معنی فربہ اندام ہیں چنانچہ یہی نام بائبل نے خود بنی اسرائیل کو دیا ہے بائبل کے اسی مقام پر بنی اسرائیل کو یشورون یا جشورون بھی کہا ہے یہ دونوں نام بنی اسرائیل کی دو متضاد صفات کو ظاہر کرتے ہیں یشورون کا مادہ یشر یا شر ہے جس کے معنی حق پرست یا موحد ہیں اس کے لئے بائبل کے ذیل کے حوالہ جات پڑھیے۔

وشمن یشورون ویبعط شمنتہ عبیت کشیت ویطش الوہ عشہ وینبل صور یشوعتو۔

لیکن یشورون (اسرائیل) موٹا ہو گیا اور لاتیں چلانے لگا تو موٹا ہو گیا، تو بھاری پڑ گیا اور چربی میں چھپ گیا تب اس نے خدا اپنے خالق کو چھوڑ دیا اور اپنی نجات کی چٹان کو حقیر جانا۔ انہوں نے اجنبی معبودوں کے سبب اسے غیرت دلائی۔

(کتاب استثناء ۳۲/۱۵)

اس حوالہ میں یشورون یا جشورون بنی اسرائیل کا نام ہے اور یہ نام عبرانی بائبل میں متعدد مرتبہ استعمال ہوا ہے جس کے معنی حق پرست موحد ہیں (پروفیسر براؤن کی عبرانی انگریزی لغت) مگر اس جشورون یا یشر کو کاشہ یا کاشیت اس لئے کہا گیا کہ جب اس نے خداوند یہوہ کی بجائے دوسرے معبودوں یا ہندو بتوں کی پوجا شروع کر دی اور غیر ملک میں آکر اپنے خداوند یہوہ کو بھول گیا۔

موحد بت پرست کیوں ہو گیا؟

بنی اسرائیل گو خدا پرست اور توحید

کے قائل تھے مگر ان کی توحید کہ ہمارا ایک خدا ہے اور ہمارا خدا ہمارا ہی خدا ہے اور صرف ہماری قوم خدا کا اکلوتا بیٹا ہے۔ خدا اپنے بیٹے کو اپنی گود میں اٹھائے پھرتا ہے[1] اور خدا کی دونوں ہتھیلیوں پر اسرائیل کی تصویر ہے[1]۔ جیسا ان کا خدا بے مثل ہے ایسے ہی اس قوم کی مثل بھی کوئی نہیں اور خداوند یہودہ صرف اسی قوم اندر رہتا ہے اور اسی ملک کے اندر جہاں کا وطن ہے۔ ان کے اس عقیدہ نے آئندہ آنے والی نسلوں میں یہ غلط فہمی پیدا کر دی کہ جب وہ اس ارض مقدس کو چھوڑ کر دوسرے ملک اور دوسری قوم میں جا آباد ہوں۔ تو اس ملک اور قوم کا جو معبود اور خدا ہو اسی کی عبادت کرنی چاہیئے چنانچہ اس کا ذکر کتاب استثناء کے مذکورہ بالا حوالہ میں کیا گیا ہے۔

یشورن یا آشر اور یا شر حق پرست موحد کا نام ہے اس کا کاشر ہو جانا خداوند یہودہ کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں کا پرستار ہو جانا بتایا گیا ہے۔ چنانچہ پروفیسر براؤن کی عبرانی انگریزی لغت میں لکھا ہے کہ کاشر عربی کے لفظ کشی سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں befilled with food یعنی کھا کھا کر پیٹ بھر لینا اور اسی حوالہ میں استثناء ۳۲ : ۱۵ کے اس فقرہ کا ترجمہ کیا ہے:-

Thou grewest fat becomest thick

wast gorged, figuring of Israel, as fat beast

- - - - - - - - - - -

یعنی اسرائیل تو فربہ اور جسیم ہو گیا ہے اور خوب موٹا۔ گویا اسرائیل موٹے حیوان سے مشابہ ہے۔ مگر اس موٹاپے سے بائیبل غیر معبودوں کی پرستش کرنے والا مراد لیتی ہے۔ چنانچہ یہ محاورہ کئی جگہ بائبل میں مستعمل ہے:

" جب میں انہیں اس سرزمین میں پہنچاؤں
جس کی بابت میں نے ان کے باپ
دادوں سے قسم کی جس میں دودھ
اور شہد بہتا ہے اور وے کھائیں گے
اور سیر ہوں گے اور موٹے ہو جائیں
گے تب وے غیر معبودوں کی طرف
پھریں گے اور ان کی عبادت کریں
گے اور مجھے غصہ دلائیں گے
اور میرے عہد کو توڑ ڈالیں گے۔"

(استثناء ۳۱ : ۲۰)

" سو انہوں نے حصین شہروں اور
اس چکنی زمین کو پایا اور وے سب
طرح کے مال سے بھرے ہوئے
گھروں اور کھودے ہوئے کنوؤں
اور بہت سے انگورستانوں اور
زیتونی باغوں اور پھلدار درختوں کے
مالک ہوئے تب وے کھا کے سیر
ہوئے اور موٹے تازے ہو گئے اور
تیرے بڑے احسان سے نہایت حظ
اٹھایا لیکن وے نافرمانبردار نکلے
اور تجھ سے پھر گئے اور انہوں نے
تیری شریعت کو اپنی پشت کے
پیچھے پھینکا"

(نحمیا ۹ : ۲۵)

" تم میری قوم اسرائیل کے ہدیوں سے
اچھے سے اچھا کھا کے موٹے
ہو سو خداوند اسرائیل کا خدا
فرماتا ہے کہ میں نے تو کہا تھا کہ
تیرا گھرانا اور تیرے باپ کا گھرانا
ہمیشہ میرے حضور میں چلے پر اب
خداوند فرماتا ہے کہ یہ مجھ سے دور
ہوئے کیونکہ وے جو مجھے تعظیم
کرتے ہیں ان کو بزرگی دوں گا پر وے
جو میری تحقیر کرتے ہیں ذلیل ہونگے"

(سموئیل اول ۲ : ۳۰)

انسائیکلوپیڈیا آف امریکہ کے مذکورہ بالا اقتباس کی تائید ذیل کے حوالجات سے ہوتی ہے کہ اہالیان کشمیر بنی اسرائیل کے دس گم شدہ قبائل کا ایک بہت بڑا حصہ ہیں۔

Dr Francis ڈاکٹر فرانسس برنیر (Bernier) جو شہنشاہ اورنگ زیب کے دربار میں ایک عرصہ تک رہا اس کا سفرنامہ شائع ہو چکا ہے جس میں وہ لکھتا ہے:-

"There are however many* of Judaism to be found in this country.... The inhabitants in the frontier villages struck me as resembling Jews. Their countenances and manners, and that undesirable peculiarity which enables a traveller to distinguish the inhabitants of different nations, all seem to belong to that ancient people. You are not to ascribe what I say to mere fancy, the Jewish appearance of these villagers having been remarked by our fathers Jesuit, and some other Europeans long before I visited Kashmir.

* marks

اس ملک میں یہودی مذہب کے بہت سے نشانات ملتے ہیں ..... سرحدی دیہات کے باشندے یہود سے مشابہت رکھتے ہوئے معلوم ہوئے ان کے خد و خال اور عادات اور وہ انوکھی خصوصیات جن کی وجہ سے ایک مسافر مختلف اقوام کے باشندوں میں تمیز کر سکتا ہے یہ سب کچھ انہی قدیم لوگوں سے متعلق معلوم ہوتی ہیں، آپ میری اس بات کو صرف وہم ہی نہ سمجھیں، ان دیہاتیوں کی یہودیانہ شکل سے شباہت جس کا ذکر ہمارے پادری جیسوئٹ اور بعض دوسرے یورپین لوگوں نے مدتوں پہلے کیا تھا کشمیر میں نظر آتی ہے۔

2. "You will see, then my dear sir, I am not disposed to deny that Jews may have taken up there residence in Kashmir. The purity of their law, after a lapse of ages may have been corrupted untill having long degenerated into idolatory, they were induced, like many other pagans, to adopt the creed of Mohomed"

Bernier, Travels in the Moghal Empire page 433.

پھر آپ دیکھیں گے میرے پیارے جناب میں اس کا انکار نہیں کر سکتا کہ یہودیوں نے کشمیر میں سکونت اختیار کر لی ہو گی ...... ان کی شریعت میں صدیاں گذر جانے کی وجہ سے ملاوٹ ہو چکی ہو گی یہاں تک کہ مدتوں بعد ان کے اعتقادات بت پرستی میں بدل گئے اور پھر دوسرے بہت سے لوگوں کی طرح انہیں محمدی مذہب اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی۔

(سلطنتِ مغلیہ میں برنیر کا سفر صفحہ ۴۳۳)

The Jesuit father referred to by Bernier was Catron. He wrote his general History of the Moghal Empire in 1708 A.D. and and stated in it that the Kashmiris are descendants of the Jews. (Catron General History of the Moghal Empire 195.

جیسوئٹ پادری جن کا ذکر برنیر نے کیا ہے ان کا نام کیٹرون تھا، انہوں نے مغلیہ سلطنت کی تاریخ ۱۷۰۸ء میں لکھی ہے اور اس میں یہ ذکر کیا ہے کہ کشمیری یہودیوں کی اولاد ہیں۔ (کیٹرون جنرل ہسٹری آف دی مغل ایمپائر صفحہ ۱۹۵)

4- In recent times visitors to Kashmir seeing the names of Rahim-Ju, Lut-Ju-Las-Ju have imagined that the bearers of these names were of Jewish nationality. The Jewish cast of features of many of the inhabitants of Kashmir is noted by many modern travellers p. 430.

زمانہ حال میں ناظرین کشمیر رحیم جو، لاگل جو وغیرہ کے نام سن کر یہ خیال کرتے ہیں کہ ان ناموں کے حامل یہودی قوم میں سے ہیں۔ کشمیر کے بہت سے باشندوں کے یہودیانہ خصائص زمانہ حال کے بہت سے سیاحوں نے نوٹ کئے ہیں۔ (صفحہ ۴۳۰) بائبل میں کئی آدمیوں کے یہی نام ہیں مثلاً ایک نبی کا نام جوئیل ہے جس کے معنے ہیں یہوہ خدا ہے۔

---

[1] یرمیاہ ۳۱ : ۹ ہوسیع ۱۱ : ۱ استثناء ۱۴ : ۱ - سموئیل دوم ۷ : ۲۴ و ۲۳ - استثناء ۱۴ : ۱ و ۲۲ و ۲۴ - اور ۲۳ : ۲۹ - زبور ۱۴ و ۲ و ۱۷ : ۶ - یسعیاہ ۴۳ : ۶ و ۹ و ۴۶ و ۴۹ - استثناء ۱ : ۳۱ و ۳۲ : ۱۱ - یسعیاہ ۴۹ : ۱۹ - خروج ۹ : ۱۳

5. Manouchi, a Physician was also in the service of Emperor Aurangzeb. He had access to the official records and like Bernier, accompanied the Emperor to Kashmere. In his memoir he spoke of a Jew at the court of Akbar and also wrote:- There is an old tradition that these Jews who were led captives by Shalemosser settled in Kashmir and that the people of that country are the descendants of the Jews. It is certain, through we find no remain in Kashmir of the Jewish religion the people there being all either Gumtus (Hindus) or Mohammdans that there several vestiges of a race descendants from the Isroelites. The air of the face and looks of the present inhabitants have something of what is peculiar to the Jews which distinguisher them from all other people.

James Hough. The History of Christianity in India Vol. 11: 287, 288.

منوچی نامی ایک حکیم بھی شہنشاہ اورنگ زیب [illegible] حال تھی، اور برنیر کی طرح وہ بھی شہنشاہ کے ساتھ کشمیر میں جایا کرتا تھا۔ اپنی یادداشت میں اس نے اکبر کے دربار میں ایک یہودی کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ایک قدیم روایت ہے کہ یہ یہودی جن کو شالمنیسر قید کر کے لے گیا تھا کشمیر میں سکونت پذیر ہو گئے، اور اس ملک کے باشندے انہی یہودیوں کی اولاد ہیں، یہ یقینی بات ہے (اگرچہ کشمیر میں یہودی مذہب کے کوئی آثار نہیں ملتے اور لوگ یہاں بستے ہیں یا تو وہ گھنٹے (ہندو) ہیں یا مسلمان) ان کی بہت سی مشابہتیں اس قوم سے ملتی ہیں جو اسرائیل کی اولاد ہے۔ موجودہ باشندوں کے چہرے اور شکل و شباہت میں کچھ ایسی چیزیں پائی جاتی ہیں جو یہودیوں سے ملتی جلتی ہیں، جن کی وجہ سے وہ تمام دوسرے لوگوں سے امتیاز رکھتے ہیں۔

(جیمس کاخ دی ہسٹری آف کرسچینٹی جلد ۲ صفحہ ۳۸۷/۳۸۸)

6. George Forster wrote his famous letters on a journey from Bengal to England in 1873 and describing his visit to Kashmir, he said— "On first seeing the Kashmirians, in their own country, I imagined from their garb, the cast of their countenance which was long and of a grave aspect and the form of their beards, that I have come among a nation of Jews. Letters on a journey from Bengal to England."

George Forester. Vol 11: 20

جارج فارسٹر نے اپنے مشہور خطوط میں جو بنگال سے انگلستان تک کے سفر کے متعلق ۱۸۷۳ء میں لکھے اپنی کشمیر کی سیاحت کا ذکر کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ "کشمیریوں کو ان کے ملک میں پہلی ہی نظر میں دیکھتے ہوئے میں نے ان کے لباس، ان کے چہروں کے خدوخال جو لمبے اور اہم پہلو رکھتے ہیں اور ان کی داڑھیوں سے میں نے خیال کیا کہ میں یہودیوں کی ایک قوم میں آ گیا ہوں۔" (جلد ۲ صفحہ ۲۰)

7. The reverend Cloudious Buchanan toured [illegible] sively. His object was trace the history of the White and black Jews living that part of the country and their connection with the Christians of St Thomas. In his Christian researches in Asia he mentioned his discovery of an ancient manuscript of the Book of Moses in Hebrew. It was written on a roll of leather made of goatskin, dyed red.

Cladius Buchanan, Christian researches in Asia, 229

In Bible many persons bear this names and a prophets name is Joel which means Ju is God.

ریورنڈ کلاڈیس بوچینن نے ہندوستان کی بہت زیادہ سیاحت کی، اس کا مقصد یہ تھا کہ ملک کے اس حصہ میں رہنے والے سفید اور سیاہ یہودیوں کی تاریخ اور سینٹ تھوما کے عیسائیوں سے ان کے تعلقات کا پتہ لگایا جائے۔ اس نے اپنی کتاب "کرسچینز ریسرچز ان ایشیا" میں موسیٰ کی کتاب کے ایک قدیم عبرانی نسخہ کی دریافت کا ذکر کیا ہے، یہ ایک بکری کی کھال سے بنے ہوئے اور سرخ رنگ کئے ہوئے چمڑے پر لکھا ہوا ہے۔

(ملاحظہ ہو کتاب مذکور صفحہ ۲۲۹)

تبدیلی تاریخ اجلاس معتمدین

اجلاس ۱۲ مئی کی بجائے ۱۹ مئی کو ہوگا۔

بخدمت ممبران معتمدین۔

مکرمی سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ قبل ازیں آپ کی خدمت میں ایجنڈا اجلاس بھیجا جا چکا ہے جس میں انعقاد اجلاس کی تاریخ ۱۲ مئی رکھی گئی تھی۔ لیکن افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے کہ بعض ناگزیر پیش آمدہ حالات کے باعث ۱۲ کو اجلاس نہیں ہو سکتا۔ اس لئے حضرت امیر کی منظوری سے اب تاریخ اجلاس ۱۹ مئی رکھی گئی ہے اطلاعاً عرض ہے۔ والسلام۔

اللہ بخش آنریری جنرل سیکرٹری

آفتاب الدین احمد ہومیوپیتھک دار الشفاء
خیر الناس من ینفع الناس
کی عملی تفسیر ہے۔ اس نافع الناس ادارہ کی زیادہ سے زیادہ امداد فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔
[illegible]

ختم نبوت کے متعلق بزرگانِ سلف کی تصریحات

(بسلسلہ صفحہ ۲)

کرنے والا کافر نہیں ہوتا۔

اس اعلان کے ہوتے ہوئے مرزا صاحب پر دعوت نبوت کا الزام سراسر باطل اور افتراء ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا الزام لگانے والوں کو جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:۔

"کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعوےٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولٰکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں؟ صاحب انصاف طلب کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعوےٰ نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں، مگر میں اسکو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکہ لگ جانے کا احتمال ہے لیکن وہ مکالمات اور مخاطبات جو اللہ جلشانہٗ کی طرف سے مجھ کو ملتے ہیں جن میں یہ لفظ نبوت اور رسالت بکثرت آیا ہے ان کو میں بوجہ مامور ہونے کے مخفی نہیں رکھ سکتا لیکن بار بار کہتا ہوں کہ ان الہامات میں جو لفظ مرسل یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے .... وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں ہے اور اصل حقیقت جس کی میں علی رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا نہ کوئی نیا ومن قال بعد رسولنا وسیدنا انی نبی او رسول علیٰ وجہ الحقیقۃ والافتراء وترک احکام القرآن واحکام الشریعۃ الغراء فھو کافر کذاب۔ (انجام آتھم ص ۲۷)

پھر لکھا ہے:۔

"لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے بعض اوقات خدا تعالےٰ کے الہامات میں ایسے الفاظ استعارہ اور مجاز کے طور پر بعض اولیاء کی نسبت استعمال ہو جاتے ہیں۔"

(حاشیہ انجام آتھم ص ۲۸)

اس قسم کی بیسیوں عبارات حضرت مرزا صاحب کی کتابوں میں بکثرت پائی جاتی ہیں یہاں تک کہ اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی کے ضمیمہ بنام الاستفتاء میں صفائی کے ساتھ لکھا ہے:۔

"انّ رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین فلیس حق احد ان یدعی النبوۃ بعد رسولنا المصطفٰی علی الطریقۃ المستقلۃ ومابقی بعدہ الا کثرۃ المکالمۃ وھو بشرط الاتباع لا بغیر متابعۃ خیر البریۃ وواللّٰہ ما حصل لی ھذا المقام الا من انوار الاشعۃ المصطفویۃ و سمیت نبیا من اللّٰہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ"

(الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۴)

اس قسم کی تصریحات حضرت مرزا صاحب کی کتابوں میں کئی جگہ پائی جاتی ہیں جنہیں بخوف طوالت یہاں ترک کیا جاتا ہے مزید تفصیلات جماعت احمدیہ کے اس فریق سے طلب کیجئے جو قادیانی جماعت سے علیحدہ ہو کر احمدیہ بلڈنگس لاہور میں حضرت مرزا صاحب کی اصل حیثیت کو واضح کرنے اور ان کے ارشاد کی تعمیل میں یورپ اور دیگر ممالک میں دعوت و تبلیغ اسلام کے فریضہ کی سرانجام دہی کے لئے اپنا الگ مرکز قائم کئے ہوئے ہے۔

والسلام

خاکسار دوست محمد

ایڈیٹر پیغام صلح

احمدیہ بلڈنگس (مغربی پاکستان) لاہور

تبلیغی خط و کتابت

دیکھو خدا نے اک جہاں کو جھکا دیا
گمنام پا کے شہرۂ عالم بنا دیا

(مرتبہ:۔ الحاج میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی)

نائیجیریا

ترجمہ خط از عبدالوہابی صاحب نائیجیریا۔

السلام علیکم۔ آپ کی جماعت کا نام اور ایڈریس منظم اسلامی جماعت نے بتایا۔

میں یہ موقعہ غنیمت سمجھ کر آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں میں ایک مسلمان لڑکا ہوں۔ اور آپ چونکہ مذہب اسلام کی بہت خدمت کرتے ہیں اس لئے میں بے تکلف آپ سے گفتگو کا خواہشمند ہوں۔ اس لئے آپ مجھے چند اسلامی کتب ارسال کریں تاکہ میں ان سے فائدہ اٹھا سکوں۔

اُمید ہے کہ آپ جلدی اس پر غور فرما کر کتابیں ارسال کریں گے۔

(ان کو اسلام اٹ کراس روڈز۔ فہرست کتب۔ اسلام دی کانفلیکٹ آف ہیومینٹی۔ ایسنس آف اسلام بھیجی گئیں)

ترجمہ خط از الحاج یوسفی۔ نائجیریا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

چند سطور آپ کو تحریر کر رہا ہوں مجھے اُمید ہے کہ آپ میری امداد کریں گے۔ میں نے اپنے آبائی وطن میں ایک عربی سکول کھولا ہے جس کے لئے میں آپ کی مدد کا خواہشمند ہوں۔ اُمید ہے کہ آپ ایک نسخہ قرآن کریم انگریزی ضرور ارسال کریں گے اور نیز مزید اسلامی کتابیں بھی ارسال کریں گے۔

امید ہے کہ آپ میری اس گذارش پر ضرور غور فرما کر میری مدد کریں گے۔

(ان کو اسلام اٹ کراس روڈز۔ اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی۔ ایسنس آف اسلام ارسال کی گئیں)

ترجمہ خط از بودیمو لولنشو۔ نائجیریا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا ایڈریس مجھے ایک دوست کی وساطت سے معلوم ہوا۔ میں یہ چند حروف آپ کی خدمت میں لکھ کر ارسال کر رہا ہوں۔ میں بہت مشکور ہوں گا اگر آپ مجھے ایک انگریزی ترجمۃ القرآن ارسال کریں اور نیز چند کتب بھی اسلام کے متعلق ارسال کریں۔

اُمید ہے کہ آپ میری گذارش پر ضرور غور فرمائیں گے۔

(ان کو اسلام اٹ کراس روڈز۔ ایسنس آف اسلام۔ اور فہرست کتب ارسال کی گئیں)

ترجمہ خط از مصطفےٰ النصیرو۔ نائجیریا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں چند حروف آپ کو تحریر کر رہا ہوں میں ایک طالب علم ہوں اور اسلام کی اصل تصویر کی تلاش میں ہوں۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے میں نے اسلام کی اصل تعلیم کی بہت تلاش کی مگر افسوس نہیں پا سکا۔ میں نے اسلام کے متعلق بہت کتابیں تو پڑھیں مگر کوئی مفید کتاب نہ ملی۔

میں اب آپ کو تحریر کر رہا ہوں کہ آپ میری مدد کریں اور مجھے کوئی مفید کتاب ارسال فرمائیں جس میں حج۔ زکوٰۃ۔ نماز۔ روزہ کے متعلق ذکر ہو اور اگر قرآن کریم انگریزی ترجمہ ارسال کریں تو میں بہت مشکور ہوں گا۔ اب میں آپ کے جواب کا منتظر ہوں۔ والسلام

(ان کو مسلم پریئر بک۔ اسلام اٹ کراس روڈز۔ مرزا غلام احمد۔ اور فہرست کتب ارسال کی گئیں اور ان کے خط کا جواب دیا گیا)

ترجمہ خط از موسےٰ مقدمون نائجیریا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بہت بہت شکریہ۔ میں پھر ایک دفعہ آپ کا اس لئے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ کا ارسال کردہ پارسل مل گیا ہے۔ آپ کی تحریر دوستانہ نہیں بلکہ برادرانہ تھی جس سے کہ میرے دل میں بہت گہرا اثر ہوا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کس طرح اس خدا کا شکریہ ادا کروں جو کہ بہت مہربان اور رحیم ہے۔

میں نے ایک کاپی اپنی فوری ارسال کی ہے میں مطالعہ میں مشغول ہوں۔ اور کتابوں کو بہت مفید پاتا ہوں۔ پہلے میں سویا ہوا تھا اب جاگ اٹھا ہوں۔

امید ہے کہ آپ گاہے بگاہے لکھتے رہا کریں گے۔ والسلام

(انکو خط کا جواب دیا گیا اور لٹریچر ارسال کیا گیا)

گھانا

ترجمہ خط از حضرت ذکاری قیوسیفی۔ گھانا

السلام علیکم۔ میں نے ایک دوست سے آپ کا لٹریچر مطالعہ کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کتابیں بہت مفید ہیں۔ اس لئے آپ براہ مہربانی مجھے بھی چند کتابیں ارسال کریں۔ اُمید ہے کہ آپ میری گذارش پر غور فرمائیں گے اور نیز ہولی قرآن کی قیمت سے بھی اطلاع دیں گے۔

(ان کو اسلام اٹ کراس روڈز۔ اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی اور فہرست کتب ارسال کی گئیں)

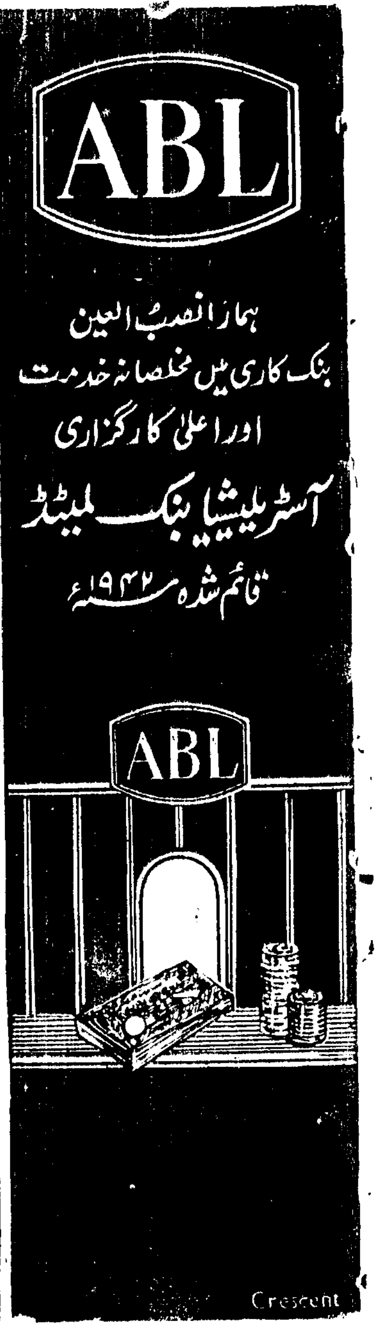

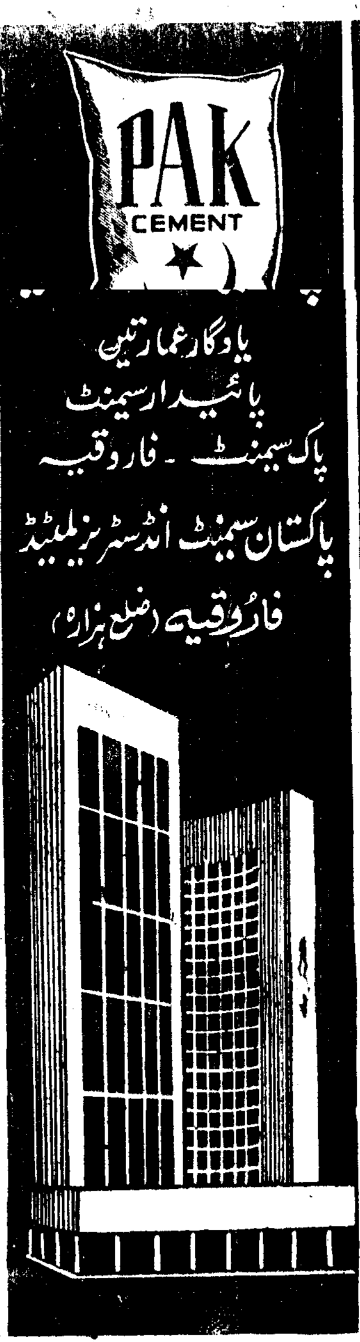

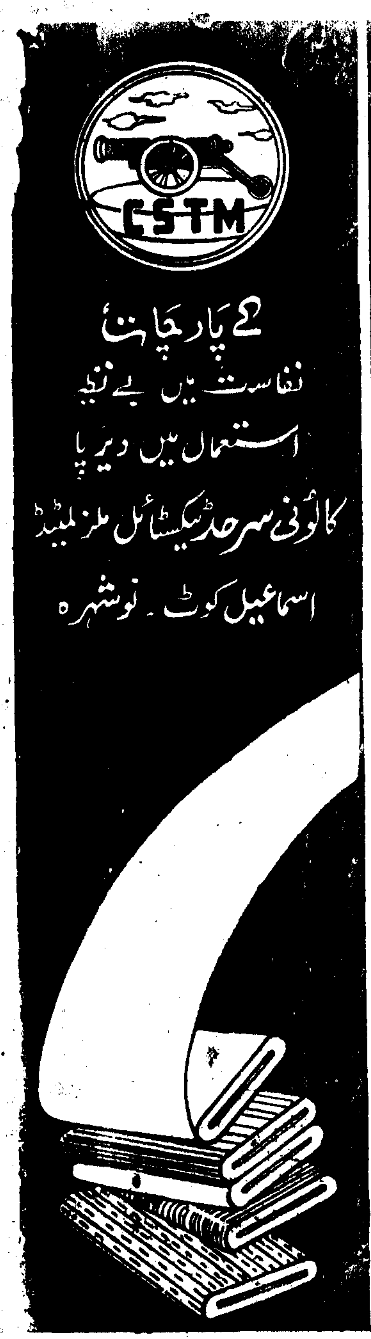

ہیلتھ میڈیکو
ڈے اینڈ نائٹ ایمبولینس سروس
و
معیاری ادویات
چوک ہسپتال ۔ لاہور

بہترین علاج
بواسیر، جسمانی کمزوری، ضعف اعصاب، فالج، گنٹھیا
تلی، دق، سل، پرانے بخار کے شفا بخش علاج
ڈاک سے منگائیے۔
خط ملنے پر کتاب رفیق شباب مفت
حکیم محمد شفیع چشتی
شیرو ۵۰۵ جام پور۔ ڈیرہ غازی خاں

پیغام صلح ۹ مئی ۱۹۶۲ء ۔ رجسٹرڈ ایل ۸۳۵ شمارہ نمبر ۱۰

سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نور الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر [illegible] شائع کیا

گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

صلح

ٹیلی فون نمبر ۳۰۲۳۷
تار کا پتہ تبلیغ لاہور

مدیر:- دوست محمد

مدیر معاون:- بشیر احمد سوز

جلد ۵۶ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۱۶ صفر المظفر ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۵ مئی ۱۹۶۸ء | نمبر ۱۹

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔ لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں مَیں تیرے خالص محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔

۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں۔ نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔

۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔

۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔

۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

پہلوان وہ ہے جو غصّہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لیس الشدید بالصُّرعۃ انّما الشّدید الّذی یملک نفسہٗ عند الغضب۔

ترجمہ:-

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلوان (دوسرے کو) پچھاڑنے سے نہیں (بنتا) پہلوان وہ ہے جو غصّہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کہ غصّہ نہ کیا کر

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ انّ رجلاً قال للنّبیِ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اوصِنی قال لا تغضب فردّد مرارًا قال لا تغضب۔

ترجمہ:-

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی حکم دیجئے۔ فرمایا غصّہ نہ کیا کر اس نے بار بار اپنی عرض کو دوہرایا۔ آپ فرماتے رہے کہ غصّہ نہ کیا کر۔

(فضل الباری شرح صحیح بخاری)

احمدی نام کیوں رکھا گیا

ارشادات حضرت امام الزمان مسیح موعود علیہ السلام

ایک مولوی صاحب آئے اور انہوں نے سوال کیا کہ خدا تعالےٰ نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے۔ آپ نے اپنے فرقہ کا نام احمدی کیوں رکھا ہے؟ یہ بات ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ کے بر خلاف ہے۔

اس کے جواب میں حضرت صاحب نے فرمایا:-

اسلام بہت پاک نام ہے اور قرآن شریف میں یہی نام آیا ہے۔ لیکن جیسا کہ حدیث شریف میں آچکا ہے اسلام کے ۷۳ فرقے ہو گئے ہیں۔ اور ہر ایک فرقہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ انہی میں ایک رافضیوں کا ایسا فرقہ ہے جو سوائے دو تین آدمیوں کے تمام صحابہؓ کو سبّ و شتم کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو گالیاں دیتے ہیں۔ اولیاء اللہ کو بُرا کہتے ہیں۔ پھر بھی مسلمان کہلاتے ہیں خارجی حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو بُرا کہتے ہیں اور پھر بھی مسلمان نام رکھاتے ہیں۔ بلادِ شام میں ایک فرقہ یزیدیہ ہے جو امام حسینؓ پر تبرّہ بازی کرتے ہیں اور مسلمان بنے پھرتے ہیں۔ اسی مصیبت کو دیکھ کر سلف صالحین نے اپنے آپ کو ایسے لوگوں سے تمیز کرنے کے واسطے اپنے نام شافعی، حنبلی وغیرہ تجویز کئے۔ آج کل نیچریوں کا ایک ایسا فرقہ نکلا ہے، جو جنّت و دوزخ، وحی، ملائک، سب باتوں کا منکر ہے یہاں تک کہ سید احمد خاں کا خیال تھا کہ قرآن مجید بھی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیالات کا نتیجہ ہے اور عیسائیوں سے سُن کر یہ قصّے لکھ دیئے ہیں۔ غرض ان تمام فرقوں سے اپنے آپ کو تمیز کرنے کے واسطے اس فرقہ کا نام احمدی رکھا گیا۔

حضرت یہ تقریر کر رہے تھے کہ اس مولوی نے پھر سوال کیا کہ قرآن شریف میں حکم ہے کہ لَا تَفَرَّقُوْا اور آپ نے تو تفرقہ ڈال دیا۔ حضرت نے فرمایا:-

ہم تو تفرقہ نہیں ڈالتے بلکہ ہم تفرقہ دُور کرنے کے واسطے آئے ہیں۔ اگر احمدی نام رکھنے میں ہتک ہے تو پھر شافعی، حنبلی، کہلانے میں بھی ہتک ہے۔ مگر یہ نام ان اکابر کے رکھے ہوئے ہیں جن کو آپ بھی صلحاء مانتے ہیں وہ شخص بدبخت ہوگا۔ جو ایسے لوگوں پر اعتراض کرے اور ان کو بُرا کہے صرف امتیاز کے لئے ان لوگوں نے اپنے یہ نام رکھے تھے۔ ہمارا کاروبار خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے اور ہم پر اعتراض کرنے والا خدا تعالےٰ پر اعتراض کرتا ہے۔ ہم مسلمان ہیں اور احمدی ایک امتیازی نام ہے۔

اگر صرف مسلمان نام ہو تو شناخت کا تمغہ کیونکر ظاہر ہو۔ خدا تعالےٰ ایک جماعت بنانا چاہتا ہے اور اس کا دوسروں سے امتیاز ہونا ضروری ہے بغیر امتیاز کے اس کے فوائد مترتب نہیں ہوتے اور صرف مسلمان کہلانے سے تمیز نہیں ہو سکتی۔ امام شافعی اور حنبل رحؒ وغیرہ کا زمانہ بھی ایسا تھا کہ اس وقت بدعات شروع ہو گئی تھیں اگر اس وقت یہ نام نہ ہوتے تو اہلِ حق اور ناحق میں تمیز نہ ہو سکتی تھی۔ ہزارہا گندے آدمی ملے جلے رہتے۔ یہ چار نام اسلام کے واسطے مثل چار دیواری کے تھے اگر یہ لوگ پیدا نہ ہوتے تو اسلام ایسا مشتبہ مذہب ہو جاتا کہ بدعتی اور

قرآن کریم بے مثل و بے نظیر کتاب ہے

اس کے عجائبات قیامت تک ختم نہیں ہو سکتے

جزائر فیجی میں قرآن کریم کی چودہ سو سالہ سالگرہ پر تقاریر

سووا (جزائر فیجی) سے مولینا احمد یار صاحب اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں :-

گرامی قدر جناب مولوی دوست محمد صاحب
ایڈیٹر پیغام صلح اطال اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اخبار پیغام صلح کا قرآن نمبر دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ اندر مضامین پڑھ کر روح کو طمانیت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالےٰ آپ سب کی مساعی کو قبول فرمائے اور مزید توفیق عطا کرے۔ آمین۔

جزائر فیجی کے مسلمان

جزائر فیجی میں کافی مسلمان آباد ہیں۔ دعاوی میں یہ کسی ملک کے مسلمانوں سے پیچھے نہیں۔ اپنے آپ کو جنت کے ٹھیکیدار سمجھتے ہیں اور بغیر عمل کے اپنے آپ کو جنت کے وارث جانتے ہیں۔ ایک دوسرے کی تکفیر ان کا مرغوب ترین مشغلہ ہے اور ایک دوسرے کی توہین و تحقیر گویا ان کا پیشہ ہے۔ کئی حضرات کی جماعت کا نام مسلم لیگ ہے۔ یہاں کی مسلم لیگ خالص مذہبی جماعت ہے معلوم ہوا ہے ابتدا میں یہ ایک پولیٹیکل جماعت تھی۔ مگر بعد میں بعض مصالح کی بنا پر اس کے آئین میں تبدیلی کر دی گئی اور اسے خالص مذہبی جماعت قرار دے دیا گیا۔ انہیں تو اپنے اندرونی جھگڑوں سے فرصت نہیں کہ یہ کچھ وقت نکال کر خدمت دین کا کام کر سکیں۔ یہ علماء اور مولوی صاحبان ہیں انہیں فاتحہ خوانی اور قل خوانی وغیرہ سے فرصت نہیں۔ تعویذ لکھنے اور جن بھوت نکالنے کا بڑا کام ہے۔ ایک مولوی صاحب جو جن بھوت نکالتے ہیں بہت مشاق مانے جاتے ہیں۔ اس خاکسار نے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ جن بھوت نہ کوکوبیتی یعنی اصلی باشندوں کی عورتوں کو پکڑتے ہیں اور نہ گوریوں (یورپین عورتوں کو) مگر اپنے ظلم کا تختہ مشق صرف بیچاری مسلمان عورتوں کو ہی بناتے ہیں۔ اس کی آخر کوئی وجہ تو ضرور ہو گی اس پر وہ مولوی صاحب ادھر ادھر کی باتیں کر کے ٹل گئے۔ بھلا اس کا کوئی جواب ہوتا تو وہ دیتے۔

قادیانی جماعت کی تنظیم

جزائر مذکورہ بالا میں ایک اور جماعت بھی ہے جو نہ صرف اسلام اور جنت کی ٹھیکیدار ہے بلکہ وحی و الہام بھی ان کے قبضہ میں ہے۔ لاہوری جماعت احمدیہ اور اس عاجز کا مقابلہ کرنے کے لئے اس وقت ان کے تین مبلغ یہاں کام کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک نے لاہوری جماعت کے آدمی سے پوچھا کہ میں حضرت اقدس کے تمام دعاوی کو مانتا ہوں۔ البتہ میں تمہاری طرح انہیں نبی نہیں مانتا۔ اگر میں حضرت خلیفہ صاحب کی بیعت کر لوں تو میرے میں اور میرے اعمال میں کیا تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔ اس پر قادیانی مبلغ جھٹ بولے کہ خلیفہ صاحب کی بیعت کے بعد فوراً وحی و الہام شروع ہو جائے گا۔

اس پر لاہوری احمدی نے کہا کہ جو اصحاب خلیفہ صاحب کی بیعت میں عرصہ طویل سے شامل ہیں وہ پھر کیوں وحی و الہام سے محروم ہیں۔ اس پر مبلغ صاحب ناراض ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور لاہوری جماعت کو حجت باز قرار دیتے ہوئے چلے گئے۔ یہ جماعت اپنی ساری طاقت نئی نبوت کی ترویج پر خرچ کر رہی ہے قرآن کریم کے بجائے حقیقۃ الوحی کے مطالعہ کی تلقین کی جاتی ہے۔

قرآن کریم کی چودہ سو سالہ سالگرہ

حضرت اقدس علیہ السلام نے نظم و نثر میں جس قدر اپنے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن حکیم کی مدح سرائی کی ہے اس کی نظیر ملنی مشکل ہے مذکورہ بالا دونوں جماعتوں میں سے کسی جماعت نے بھی اس صحیفہ خداوندی کی چودہ سو سالہ سالگرہ منانے کی طرف توجہ نہیں کی۔ یہ جماعتیں ہر قسم کے دن مناتی ہیں مگر قرآن کریم کی اس سالگرہ منانے کی طرف کسی دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام فیجی شاخ لاہور ہی واحد ادارہ ہے جس نے نہایت تزک و احتشام سے یہ سالگرہ منائی ہے۔ یہ مبارک تقریب مورخہ ۲/۴/۱۹۷۸ء کو منعقد ہوئی۔ اس کے متعلق قبل از وقت پریس اور ریڈیو کے ذریعہ جزائر کے اطراف و اکناف میں پیغامات پہنچائے گئے بہت سے لوگوں تک زبانی اور خطوط کے ذریعہ اطلاعات ارسال کی گئیں۔ الحمد للہ یہ جلسہ نہایت کامیاب رہا۔ دور دور سے احباب شمولیت کے لئے تشریف لائے۔ لٹوکہ، با اور دیگر جگہوں سے احباب سفر کی تکلیف اٹھا کر اس تقریب میں شامل ہوئے۔

نماز مغرب کے بعد حسب پروگرام مسٹر جی این ڈین صاحب پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جزائر فیجی شاخ لاہور کی صدارت میں جلسہ شروع ہوا سب سے پہلے ماسٹر حنیف اشرف صاحب نے موقعہ محل کی مناسبت سے سورہ الرحمٰن کے پہلے رکوع کی تلاوت کی۔ ان کی قرأت سے حاضرین پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔

تلاوت قرآن کریم کے بعد صدر جلسہ مسٹر جی این ڈین صاحب نے مختصراً جلسہ منعقد کرنے کی غرض و غایت بتلائی اور اس تقریب سعید کے منانے کی وجوہات بتلائیں۔

ان کے بعد محترم حسین شاہد خان صاحب ایڈووکیٹ نے قرآن کریم کی خوبیوں کو بیان کرتے ہوئے بتایا کہ قرآن کریم کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ اس کی ہر ایک بات میں ایک اعجاز ہے۔ اس کے الفاظ میں ایک اعجاز ہے۔ اس کی ترکیب اور تاثیر بھی اعجازات سے پر ہیں۔ مقرر نے بہت سی مثالیں دے کر انہوں نے حاضرین پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح کر دی کہ قرآن کریم ایک بے مثل اور بے نظیر کتاب ہے۔ اس کی خوبیوں کو بیان کرنا انسانی طاقت سے بالاتر ہے۔

ان کے بعد سید ابوالحسن صاحب نے آنحضرت صلعم کی شان میں نعت سے حاضرین کو محظوظ کیا۔ سید صاحب کے بعد محترم امجد خان صاحب نے انگریزی میں قرآن حکیم کے مناقب بیان کئے۔ آپ کی تقریر دلپذیر بہت ہی دلچسپ تھی۔ آپ نے اظہار افسوس کرتے ہوئے بتایا کہ ایسی بے نظیر کتاب اور بے مثال تعلیم کے ہوتے ہوئے مسلمان اپنی بے عملی کی وجہ سے باقی دنیا سے پیچھے ہیں، اگر آج مسلمان اس پر عمل شروع کر دیں تو کل ہی ان کو پہلے جیسا عروج حاصل ہو جائے گا۔

آپ کے بعد حاجی پیر بخش صاحب نے نعت رسول اللہ صلعم سے حاضرین کو گرمایا۔ حاجی صاحب کافی بوڑھے ہیں۔ مگر آواز میں سرور اور سوز جوانوں کا سا ہے۔ آپ مرد صالح اور یہاں کی جماعت کے لئے زینت ہیں۔ آپ کی نعت سے جملہ حاضرین جھوم اٹھے اور بہت محظوظ ہوئے۔

نعت پڑھنے کے بعد محترم یوسف خان صاحب خلف الرشید مولوی غلام نبی صاحب مرحوم نے انگریزی میں تقریر کی، آپ نے قرآن کریم کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کامل توحید صرف قرآن حکیم سے مل سکتی ہے، یہی کتاب ہے جو کامل ہدایت رکھتی ہے اور جس کی تعلیم قیامت تک انسان کی ہدایت کے لئے کافی ہے۔ آپ نے ختم نبوت پر بھی روشنی ڈالی اور اللہ تعالیٰ کی صفات کو بیان کرتے ہوئے حاضرین کو بتایا کہ اللہ تعالےٰ کی جملہ صفات کامل و مکمل ہیں۔ اور اس کی ذات تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے۔ اسی طرح اس کا کلام پاک بھی ہر قسم کے عیب اور نقائص سے پاک و صاف ہے۔

ان کے بعد خاکسار نے تقریر کی۔ اس تقریر میں خاکسار نے حاضرین پر آیت انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کی تفسیر و تشریح واضح طور پر بیان کی اور بتایا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب مقدس کی حفاظت کا جو وعدہ فرمایا اس کو دونوں طرح یعنی لفظی اور معنوی طور پر پورا کیا ہے اور ہمیشہ کرتا رہے گا۔ اس لفظی حفاظت کا بذریعہ حفاظ انتظام فرمایا۔ اور دوسری کوئی الہامی کتاب ایسی نہیں جس کی حفاظت کا کام اللہ تعالےٰ نے خود اپنے ذمہ لیا ہو۔ اس لئے ان کتابوں میں سے کسی کتاب کا ایک بھی حافظ آپ کو نہیں ملے گا۔ قرآن کریم کے حفاظ لاکھوں کی تعداد میں آپ کو اطراف و اکناف عالم میں ملیں گے۔ آپ کو یہ سن کر تعجب ہو گا کہ اس کتاب کو غیر مسلم بھی یاد کرتے ہیں۔ اور اسے اپنے لئے موجب فخر سمجھتے ہیں یہ قرآن کریم کا ایک زندہ جاوید معجزہ ہے۔

اس کے علاوہ اللہ تعالےٰ نے معنوی طور پر اس کی حفاظت کا کام مجددین کے سپرد فرمایا جنہیں وہ ہر صدی کے سر پر بھیجتا ہے۔ اس صدی میں اللہ تعالےٰ نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو اپنی جناب سے مامور بنا کر بھیجا ہے۔ آپ نے اپنی تحریرات میں جس قدر قرآن کریم کے ساتھ عشق و محبت کا اظہار فرمایا ہے وہ کسی اور مجدد کے کلام میں نظر نہیں آتا۔ آپ نے اپنی جماعت کو بھی یہی تلقین فرمائی ہے کہ اس کتاب مقدس کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دو اس کو بار بار پڑھو اور اس کے معانی و مطالب پر بار بار غور کرو۔ فرماتے ہیں :-

اے بے خبر بخدمت قرآن کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

خاکسار کے بعد محترم بابو عبد الرحمٰن شاہد خان صاحب نے چودہ سو سال پہلے کے موضوع پر انگریزی میں تقریر کی۔ آپ نے اپنی تقریر میں واضح کیا۔ کہ قرآن کریم کی تعلیم ہر زمانہ کے مسائل کو بھی یہی کتاب مقدس حل کرتی ہے۔ آپ نے مثال کے طور پر بتایا کہ کالے گورے کا سوال جو اس وقت دنیا میں اس شدت کے ساتھ اٹھا ہے کہ دنیا کا امن خطرہ میں نظر آتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم اس صحیفہ خداوندی کے ذریعہ چودہ سو سال ہوئے اسے حل فرما چکے ہیں۔

ان کے بعد صاحب صدر مسٹر جی این ڈین صاحب نے مختصر تبصرہ کے بعد مقررین و حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ اسلام اور اہل اسلام کے لئے دعا کی اور جلسہ کے اختتام کا اعلان کیا۔ آخر میں حاضرین کی تواضع چائے اور پیسٹری وغیرہ سے کی گئی۔

فقط والسلام
نیازکیش خاکسار احمد یار عفی عنہ
المبشر الاسلامی
سووا۔ فیجی

پیغام صلح میں اشتہار دیکر اپنے کاروبار کو ترقی دیں (منیجر)

ہفت روزہ پیغامِ صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۱۵ مئی ۱۹۶۸ء

سلسلۂ احمدیہ میں اختلاف کی بناء

ہفت روزہ اخبار "ترجمانِ اسلام" نے مراسلہ نگار کے ایک سوال کے جواب میں ہم تفصیل کے ساتھ اس بات کو واضح کر چکے ہیں کہ احمدیت زندہ اسلام کا نام ہے۔ دوسرا سوال جو مراسلہ نگار نے اٹھایا ہے وہ یہ ہے کہ "لاہوری اور قادیانی جماعت میں اختلاف کی بناء مسئلہ ختم نبوت نہیں بلکہ اصل بناء مسئلہ خلافت ہے یعنے ایک طرف حضرت مولینا نور الدین صاحب کی وفات کے بعد مولانا محمد علی صاحب اپنے آپکو مستحق خلافت سمجھتے تھے اور دوسری طرف صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خاندانی قرابت کی بناء پر بزعم خویش احق بالخلافت تھے۔"

ہمیں افسوس ہے کہ مراسلہ نگار نے اصل واقعات کا علم نہ ہونے کی وجہ سے سنی سنائی باتوں سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے جو بالکل غلط ہے، اگر آپ حضرت مولانا نور الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ خلافت سے لے کر ان کی وفات کے بعد کا لٹریچر مطالعہ کریں تو صاف نظر آجائے گا کہ اختلاف کی بناء یہ نہیں کہ دونوں فریق میں سے کون خلیفہ ہو، بلکہ حقیقی بناء یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے بعد کے لئے سلسلہ کا جو نظام قائم کیا تھا کہ ایک انجمن بنا کر اس کو اپنا جانشین قرار دیا اور اسی کے فیصلوں کو جو کثرت رائے سے ہوں صحیح اور قطعی ٹھہرایا تھا، وہ صحیح ہے یا کسی فرد واحد کو خلیفہ بنانا اور اس کے ہاتھ پر سب احمدیوں کا بیعت کرنا ضروری قرار دیا تھا، یہ پہلی بات ہے جو فریقین کے مابین مابہ النزاع تھی۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب انجمن ہی کو حضرت مرزا صاحب کا حقیقی جانشین یقین کرتے تھے اور کسی فرد واحد کو خلیفہ مان کر اس کی بیعت ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن میاں محمود احمد صاحب کے نزدیک خلافت یا گدی نشینی کا سلسلہ ضروری تھا جو دوسرے پیروں کی طرح آمرانہ رنگ رکھتی ہو اور انجمن اس کے ماتحت ہو، اس حقیقت کو حضرت مولانا محمد علی صاحب نے ۱۸ اپریل ۱۹۱۴ء کے پیغام صلح میں "چند کھلی کھلی باتیں" کے زیر عنوان بدیں الفاظ بیان کیا ہے:-

> "اب اس وقت ہمارے اندر جو اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ ایک فریق کہتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد تا قیامت خلفاء کا ایک سلسلہ ہوگا جن میں سے ہر ایک خلیفہ نہ صرف ساری قوم کا مطاع ہوگا بلکہ اس کے ہاتھ پر تمام احمدیوں کو خواہ وہ دنیا کے کسی کونہ میں ہوں بیعت کرنی ضروری ہوگی اور جو بیعت نہیں کریں گے وہ فاسق ہوں گے اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ نہ صرف خلفاء کا سلسلہ لازمی نہیں بلکہ یہ چل نہیں سکتا، اور کہ حضرت مسیح موعود کی اپنی تحریریں اس بات پر شاہد ہیں کہ انہوں نے اپنے بعد کسی فرد واحد خلیفہ کی اطاعت کو ضروری قرار نہیں دیا بلکہ اصلی جانشین اور ساری قوم کا اصلی مطاع ایک انجمن کو قرار دیا ہے اسی کے سپرد سارا انتظام کیا ہے اور نہ صرف سب احمدیوں کے لئے بار بار کسی شخص کی بیعت کرنا ضروری نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ایک شخص کو مطاع مان لینے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الوصیت اور آپ کی کھلی کھلی تحریروں اور آپ کے عمل کی کلیۃً تردید نظر آتی ہے اور بیعت کو ضروری قرار دینے سے بعض ایسے مفاسد پیدا ہوتے ہیں جو سلسلہ کی بنیاد کو کھوکھلا کرنے والے ہیں۔"

یہ ہے اختلاف کی سب سے پہلی بناء؛ دوسری بنائے اختلاف مسئلہ کفر و اسلام ہے، جس کو صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب نے حضرت مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ہی میں بڑی شدت کے ساتھ اٹھایا تھا اور اپنے ذاتی ماہنامہ تشحیذ الاذہان میں صاف الفاظ میں یہ لکھا تھا کہ:-

> "پس نہ صرف اس کو جو آپ کو کافر تو نہیں کہتا مگر آپ کے دعوے کو نہیں مانتا کافر قرار دیا گیا ہے بلکہ وہ بھی جو آپ کو دل سے سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا لیکن ابھی بیعت میں اسے کچھ توقف ہے کافر قرار دیا گیا ہے"

اس عقیدہ کا اظہار انہوں نے بعد میں بھی اسی شدت کے ساتھ کیا اور لکھا کہ جس طرح کسی ہندو یا عیسائی کا بچہ بھی ہندو یا عیسائی سمجھا جاتا ہے اور اگر وہ مر جائے تو اس کا جنازہ جائز نہیں ہوتا، اسی طرح جو شخص حضرت مرزا صاحب کو نہیں مانتا اس کا اور اس کے بچے کا بھی جنازہ جائز نہیں،

اس کے خلاف حضرت مولانا محمد علی صاحب اور ان کے تمام رفقاء یہ عقیدہ رکھتے تھے، کہ تمام کلمہ گو مسلمان ہیں خواہ وہ حضرت مرزا صاحب کو مانتے ہیں یا نہیں جیسا کہ خود حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ:-

> "ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔" (تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

اس اختلاف عقیدہ (دربارہ تکفیر المسلمین) کو بھی حضرت مولانا محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء نے حضرت مولانا نور الدین صاحب کی وفات کے فوراً بعد میاں محمود احمد صاحب کے سامنے رکھا اور ان سے کہا کہ:-

> "آج ہمارے درمیان ایک بڑا بھاری اختلاف ہے، ایک گروہ وہ ہے جو کہ سب مسلمانوں کو جو حضرت مرزا صاحب کو نہیں مانتے کافر سمجھتے ہیں دوسرا گروہ ہمارا ہے جو کہ ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتا ہے سوائے ان کے جو ہم پر کفر کا فتوے دیتے ہیں پس ایک گروہ کے احباب دوسرے کی بیعت نہیں کر سکتے، جب تک کہ آشتی سے کوئی فیصلہ نہ کیا جاوے۔ کیونکہ مسئلہ تکفیر میں سلسلہ کی خطرناک تباہی ہے لیکن اس پر انہوں نے (میاں محمود احمد صاحب نے) کہا کہ ہم انتظار نہیں کر سکتے جو کچھ ہونا ہے آج ہونا چاہیئے اور اس سے پہلے کہ جنازہ دفن ہو خلیفہ مقرر ہونا چاہیئے۔"
>
> (پیغام صلح مؤرخہ ۱۷ مارچ ۱۹۱۴ء)

یہ دوسری وجہ اختلاف تھی، جو قادیانی جماعت سے جماعت لاہور کی علیحدگی کا موجب ہوئی۔

تیسری وجہ اختلاف مسئلہ ختم نبوت ہے، جو تکفیر مسلمین کے عقیدہ کی پیداوار ہے۔ کیونکہ میاں محمود احمد صاحب سے جب یہ سوال کیا گیا کہ صرف نبی کا انکار کرنے والا کافر ہوتا ہے، حضرت مرزا صاحب تو نبی نہیں، پھر ان کا انکار کیونکر موجب کفر ہو سکتا ہے تو اس کے جواب میں انہوں نے حضرت مرزا صاحب کو نبی قرار دیتے ہوئے ختم نبوت کی تاویلیں شروع کر دیں جس پر ختم نبوت اور نبوت مسیح موعود پر بحث شروع ہو گئی جو آج تک چل رہی ہے، اگرچہ میاں محمود احمد صاحب نے ۱۹۵۳ء میں منیر عدالت میں یہ کہہ کر کہ مسیح موعود کا ماننا جزو ایمان نہیں ان دونوں مسائل (نبوت اور تکفیر المسلمین) کو صاف کر دیا تھا اور ہماری دلی تمنا ہے کہ موجودہ خلیفہ صاحب بھی اس بیان کی تصدیق کر کے جماعت کو تلقین کریں کہ وہ حضرت مسیح موعود کو نبی نہیں بلکہ مجدد مانتے ہوئے دوسرے مسلمانوں کی تکفیر سے رجوع کر لیں، اور اس کے ساتھ ہی اپنی آمرانہ خلافت کو ترک کر کے حضرت مسیح موعود کے وصیت کردہ نظام انجمن کو اپنا جانشین تسلیم کر لیں تاکہ اتحاد جماعت کی صورت پیدا ہو سکے،

بہرحال یہ تین وجوہ ہیں جن کی بناء پر سلسلۂ احمدیہ میں اختلاف پیدا ہوا۔ (۱) خلافت یا انجمن (۲) مسئلہ کفر و اسلام (۳) مسئلہ ختم نبوت و نبوت مسیح موعود۔ ظاہر ہے کہ اس میں مولینا محمد علی صاحب کی خلافت کا معاملہ مابہ النزاع نہ تھا، نہ انہوں نے خلیفہ بننے کی کوئی کوشش یا ارادہ کبھی ظاہر کیا، وہ تو سرے سے ایسی خلافت ہی کو جائز نہ سمجھتے تھے، اور نہیں چاہتے تھے کہ سلسلہ کا نظم کسی فرد واحد کے ہاتھ میں ہو، "ترجمان اسلام" کے مراسلہ نگار کو اصل واقعات کا علم نہ ہونے کی وجہ سے غلطی لگی ہے جس سے امید ہے کہ انہیں رجوع کرنے سے دریغ نہ ہوگا۔

اسی مضمون میں مراسلہ نگار نے حضرت مسیح موعود کے دعوے نبوت کے بھی کچھ حوالے دیئے ہیں جن پر آئندہ اشاعت میں غور کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

پیغام صلح کا آئندہ پرچہ

مسیح موعودؑ نمبر

کے نام سے ۲۹ مئی ۱۹۶۸ء کو شائع ہوگا

اور

۲۲ مئی کا پرچہ شائع نہیں ہوگا۔ قارئین کرام مطلع رہیں۔

اخبار و افکار

ندوستانی مسلمان

ہندوستانی مسلمانوں پر جب ہندوؤں کے م وستم کی خونین داستانیں سننے میں آتی ہیں تو خواہ اہ دل میں درد اٹھتا اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ لیکن علوم ہوتا ہے کہ ان مظلومین کے علاوہ بعض ایسے لمان بھی وہاں موجود ہیں، جن کو نہ صرف یہ کہ اپنے ملک میں اپنے بھائیوں کی مظلومیت کا احساس تک یں بلکہ اپنے عیش وعشرت میں اس درجہ مستغرق ہیں کہ می حمیت اور دین ومذہب کی بھی پرواہ نہیں۔ ایسے ہی لمانوں کے متعلق دہلی کے مشہور روزنامہ الجمعیۃ نے اپنی اشاعت میں ایک فکر انگیز مقالہ سپرد لم کیا ہے، جس کا ایک حصہ درج ذیل ہے:۔

"ایک طرف ہندوستان کے مسلمان فسادات کی وجہ سے بے چین ہیں اور ان پر تعطل کی حالت طاری ہے۔ دوسری طرف ان کی لاابالیت اور بے پرواہی کا یہ حال ہے کہ وہ اپنی زندگی کا رخ نہیں بدلتے انسان اپنے حالات میں ڈھلتا ہے اور اس کے مطابق اپنی زندگی کا پروگرام بناتا ہے مسلمان جن حالات سے گذر رہے ہیں ان کا اتنا بھی اثر نہیں کہ وہ مشود زوائد اور فضول باتوں سے اپنا دامن بچالیں، اگر وہ اپنے آپ کو بنا نہیں سکتے تو اپنے آپ کو بگاڑ سے بچا سکتے ہیں۔ اگر فسادات نے ان کا چین ختم کر دیا ہے تو اس کا نتیجہ یہ تو نہ ہونا چاہیئے کہ وہ اپنی خرابیوں سے چمٹے رہیں اور اپنی حرکتوں سے دوسروں کو یہ تاثر دیں کہ ان کی واجد علی شاہی میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ سینماؤں پر مسلمان مردوں اور عورتوں کا ہجوم دیکھ کر کون یقین کرے گا کہ انہوں نے حالات سے کوئی سبق لیا ہے یا ان کے دل پر کوئی چوٹ لگی ہے؟

اگر ہندوستانی مسلمان پکے دراکھے پوٹیں کھا کر فرشتے نہیں بن سکتے تو کیا یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو عفریت بن کر دکھائیں؟ تعلیم حاصل کرنے والے مسلمان بچوں کے لئے کوئی مشترک فنڈ کھولنا تو ضروری نہیں یہ ضروری ہے کہ کوئی مسلمان اپنے بچے کی تقریب منائے اور دعوتی کارڈوں کے ساتھ سینما کے ٹکٹوں کو بھی منسلک کر دے؟ آپ اس پر حیرت نہ کیجئے، دہلی کے ایک مسلم گھرانے نے اپنی فیاضی اور مہمان نوازی کا ایسا ہی ثبوت مہیا کیا ہے، اور جس کو دعوتی کارڈ بھیجے اسے سینما کے ٹکٹ سے بھی سرفراز بخشا۔ یعنی ہمارے یہاں آکر ضیافت میں بھی شرکت کرو اور ہماری طرف سے سینما بھی دیکھو۔ اگر آپ اس شخص سے درخواست کریں کہ مسلمانوں کے دس بچے ایم اے کے امتحان میں شریک ہونا چاہتے ہیں لیکن ان کے پاس اتنی رقم نہیں کہ داخلہ کی فیس ادا کر سکیں۔ اس لئے اپنا روپیہ فضولیات میں مت خرچ کرو ان سے مسلمان بچوں کی امداد کرو تاکہ وہ امتحان میں بیٹھ سکیں تو اس شخص کو سانپ سونگھ جائے گا۔

مسلمان لڑکیاں دور دور کالجوں میں جاتی ہیں، کیا متمول مسلمان ان کی آمد و رفت کے لئے چند گاڑیوں کا انتظام نہیں کر سکتے تاکہ وہ راستہ کی دشواریوں سے بچ جائیں، ڈیڑھ ڈیڑھ ہزار روپے کا بکرا خرید کر قربانی کرنے والے آپ کو ہر جگہ مل جائیں گے۔ مگر وہ یہ نہیں کر سکتے کہ مسلمان بچوں کو ٹائپ سکھانے کے لئے دو چار مشینیں خرید لیں، اور بچوں کو مفت ٹائپ سکھا دیں آپ ہندوؤں کے محلوں میں نکل جائیے وہاں آپ کو ایسی ڈسپنسری مل جائے گی جہاں مریضوں کا علاج مفت ہوتا ہے اور انہیں دوا مفت دی جاتی ہے۔ راجدھانی میں کوئی مسلمان محلہ ایسا نہیں جہاں مریضوں کی دوا مفت ملتی ہو اور علاج معالجہ کے لئے کوئی ڈسپنسری نظر آئے۔"

کیا اس داستان کو پڑھ کر کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ ان لوگوں میں غیرت ملی اور دینی حمیت کا کوئی شائبہ باقی رہ گیا ہے، کہتے ہیں بغداد پر جب ہلاکو خاں نے حملہ کر کے سلطنت عباسیہ کو تہ وبالا کیا اور مسلمانوں کو چن چن کر قتل کیا جا رہا تھا اس وقت ایک ولی اللہ کو آسمان سے یہ آواز سنائی دے رہی تھی ایھا الکفار اقتلوا الفجار، خدا نہ کرے ہمارے ہندوستانی بھائیوں کی بے عملی اور دینی بے غیرتی اس حد تک پہنچ جائے کہ مشیت الٰہی ان حالات کو پھر دہرانے پر مجبور ہو۔

تعلیم دینیات کے لئے درخواستیں مطلوب ہیں

جماعت احمدیہ لاہور سے تعلق رکھنے والے مڈل یا میٹرک پاس طلباء سے جو خدمت دین کا شوق بھی رکھتے ہوں دینی تعلیم کے لئے درخواستیں مطلوب ہیں۔ انجمن انہیں اپنے اخراجات پر دو سال یا زیادہ عرصہ (حسب قابلیت) دینیات کی تعلیم دلائے گی۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد ایسے طلباء کو انجمن کے دفتر میں یا بطور مبلغ یا اپنے سکولوں میں بطور مدرس (مناسب ٹریننگ کے بعد) مناسب مشاہرہ پر کام کرنے کے مواقع دے گی۔

درخواستیں ۳۱ مئی ۱۹۶۰ء تک آجانی چاہئیں جو مقامی جماعت کے سیکرٹری اور صدر کی مصدقہ ہوں

(ڈاکٹر) اللہ بخش۔ آنریری جنرل سیکرٹری

غنڈوں کی سرکوبی کا مسئلہ

کچھ دن ہوئے ضلع کچہری لاہور میں ایک شخص کو جو کسی مقدمہ میں شہادت دینے کے لئے گیا تھا، دن دہاڑے قتل کر دیا گیا، مقتول کے وارثان اس کی میت لے کر گورنر مغربی پاکستان جناب محمد موسٰے کی کوٹھی پر داد خواہی کے لئے پہنچے، اس کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ گورنر صاحب کے حکم سے صوبہ بھر میں غنڈوں اور سماج دشمن عناصر کی گرفتاری کی مہم چلا دی گئی ہے جو امید ہے ملک میں امن وامان قائم کرنے کا موجب ہوگی گورنر صاحب نے حال ہی میں کراچی کے ہوائی اڈے پر اخباری نمائندوں سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ صوبہ کی پولیس نے غنڈوں کے خلاف جو مہم چلائی ہے اس کے بڑے مفید نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ حکومت کسی غنڈے اور امن عامہ میں خلل انداز ہونے والے شخص کو معاف نہیں کرے گی۔

گورنر صاحب کے یہ خیالات اور غنڈوں اور سماج دشمن عناصر کی سرکوبی کے لئے عملی اقدام کو ہر امن پسند شہری تشکر و امتنان کی نظروں سے دیکھے گا، اس کے ساتھ ہی اگر ایسے لوگوں کی ہدایت کے لئے دینی اداروں کی طرف سے بھی کوئی مہم چلائی جائے تو عقاید دلوں کے بدل جانے سے زیادہ فائدہ حاصل ہو۔

زندگی کا مکمل ضابطۂ حیات

کراچی کی بار ایسوسی ایشن میں جناب محمد موسٰے گورنر مغربی پاکستان نے تقریر کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ ہمیں ایسے قانون کی ضرورت ہے جس کے ذریعہ مجرموں کو موثر سزا مل سکے اور اس کے ساتھ اس کے ذریعہ معصوم اور بے گناہ شہریوں کو انصاف میسر آسکے، انہوں نے فرمایا کہ ہمیں اس معاملہ میں کسی کی راہنمائی کی ضرورت نہیں کیونکہ ہمارے پاس زندگی کا مکمل ضابطہ حیات موجود ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال قبل پوری انسانیت کو حق وانصاف کے اصول سمجھا دیئے تھے اور یہی وجہ ہے کہ حکومت موجودہ قوانین کو اسلامی فقہ کے مطابق بنانے کے لئے اقدامات کر رہی ہے"۔

یہ بڑی خوش آئند تجویز ہے جو امید ہے بہت سے مفید نتائج اور ان لوگوں کے اطمینان کا موجب ہوگی جو اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے حکومت سے مطالبہ کرتے رہتے ہیں اگرچہ ان کی اپنی زندگی اسلام سے کوسوں دور ہو۔

جناب گورنر صاحب نے سچ فرمایا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پیشتر پوری انسانیت کے لئے حق وانصاف کے اصول سمجھا دیئے تھے، اور اسی لئے ہمارے پاس مکمل ضابطہ حیات موجود ہے۔ کیا ہی اچھا ہو اگر جرائم کی سزاؤں سے متعلق فقہی قوانین کے نفاذ سے پہلے ہی مسلمان اپنی زندگیوں کو سدھار کر اس ضابطہ حیات کے مطابق بنا سکیں کہ اسی میں قومی اور انفرادی فلاح مضمر ہے۔

آفتاب الدین ہومیو پیتھک دار الشفاء
کی زیادہ سے زیادہ امداد فرما کر
عند اللہ ماجور ہوں

قرآن کریم میں خدا تعالےٰ کی ذات و صفات کا بیان اور اس کا مقصد

خدا تعالےٰ پر ایمان سے اعلےٰ کردار پیدا ہوتا ہے جو عزت و شرف کا موجب ہے

انسان کی جسمانی اور روحانی زندگی کے لئے خدا تعالےٰ کا پیدا کردہ نظام اور اس کی برکات

خطبہ جمعہ۔ مورخہ ۱۰ رمئی ۱۹۶۸ء فرمودہ حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ۔ بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

ان اللہ فالق الحب والنوی۔ یخرج الحی من المیت ومخرج المیت من الحی ـــــ قد
فصلنا الآیات لقوم یعلمون ـــــ (سورۃ الانعام رکوع ۱۲) ـــــ

قرآن کریم کے ہر صفحہ پر خدا تعالیٰ کا ذکر

اللہ تعالےٰ نے انسان کو اپنے قریب لانے کے لئے قرآن کریم کے پہلے صفحہ سے لے کر آخری صفحہ تک ہر ورق پر اپنا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے پڑھنے والے انسان کے دل پر خدا تعالےٰ کا نقش بیٹھ جاتا ہے یہ دیکھ کر کہ قرآن کریم کا کوئی صفحہ ایسا نہیں کہ جس پر خدا تعالےٰ کی ذات اور صفات، کمالات اور احسانات کا ذکر نہ ہو۔

خدا تعالےٰ کی ذات کسی کی عبادت یا انکار سے غنی ہے

یہ ذکر کیوں ہے؟ کیا انسانوں کی عبادت سے خدا تعالےٰ کی عظمت اور جلال بڑھتا ہے۔ اگر یہ بڑھتا ہے تو پھر وہ خدا غنی نہیں محتاج ہے۔ لیکن اس نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات غنی ہے اس بات سے کہ کوئی اس کی عبادت کرے یا اسے بُرا بھلا کہے۔ اگر تمام دنیا کے انسان خدا تعالےٰ کا انکار کریں تو خدا کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اور اگر تمام انسان دن رات خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے رہیں اور زمین کے چپہ چپہ کو مسجدوں سے بھر دیں۔ تو اس کے جلال میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔

ایمان سے اعلیٰ کردار پیدا ہوتا ہے جو عزت و شرف کا موجب ہے

تو پھر کیا وجہ ہے کہ خدا اپنا ذکر اس التزام سے کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ کی ذات پر ایمان لانے کی تلقین کا مقصود یہ ہے کہ انسان خدا سے اگر غافل ہو جائے تو اس کا سب کچھ تباہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس پر ایمان ہو اور اس کے احکام کی فرمانبرداری کی جائے تو انسانی کردار میں خوبی پیدا ہو جاتی ہے۔ جب ہم یہ یقین کرتے ہیں کہ خدا ہماری نیات اور اعمال کو دیکھتا ہے اور وہ ہمارے قلم کو دیکھتا ہے کہ کس حد تک خدا تعالےٰ سے ڈر کر اور کس حد تک بے ایمانی سے اس سے کام لیا گیا ہے تو ایسا ایمان لانے سے کردار پیدا ہوتا ہے۔ وہ شخص جو کردار کا مالک ہو اپنے خاندان اور قوم کے لئے موجب شرف و بزرگی ہوتا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو خدا کو چھوڑ دیتے ہیں یا زبان تو خدا کا نام لیتے ہیں لیکن عملاً وہ خدا سے انکاری ہوتے ہیں وہ اپنے لئے اور اپنے خاندان اور اپنی قوم کے لئے مفید ثابت نہیں ہوتے۔

غرض خدا تعالےٰ کا ذکر بار بار اس لئے کیا گیا ہے کہ خدا تعالےٰ کے متعلق ایمان پیدا ہو۔ اور ہمارے اندر کردار و سیرت کی بلندیاں پیدا ہوں۔

زمین میں غلّہ کے بیج اور پھلوں کی گٹھلیوں کی پرورش کے سامان خدا ہی پیدا کرتا ہے

ان آیتوں میں بھی خدا تعالےٰ کے احسانات و کمالات کا ذکر ہے فرمایا کہ ان اللہ فالق الحب خدا تعالےٰ دانے کو پھاڑتا ہے۔ یہ دانہ جو کسان زمین میں پھینکتا ہے اس کو خدا پھاڑتا ہے۔ ایک کسان گندم۔ جَو، چنے، مکئی اور مسور کا دانہ زمین پر بکھیرتا ہے۔ جس کے بعد زمین و آسمان کا نظام اس دانہ کی پرورش کے لئے مستعد ہو جاتا ہے۔ زمین اکیلی دانہ کی نشو و نما نہیں کر سکتی جب تک آسمان ساتھ نہ دے۔ سورج، قمر، ہوا، بارش، روشنی اور حرارت یہ سب مل کر دانے کی پرورش کے لئے مصروف کار ہو جاتے ہیں۔ نیچر کے ان عناصر پر انسان کو تصرف حاصل نہیں ہے کیا بارش اس کے اختیار میں ہے؟ نہیں ہے، حرارت اور روشنی پیدا کرنا اس کا کام ہے؟ نہیں ہوا پر بھی اس کا اختیار نہیں، یہ بات اس کے اختیار میں نہیں کہ ہوا میں زہریلا مادہ پیدا نہ ہو؟ ایسا ہی زمین میں جو پرورش کے اجزاء ہیں ان سے کام لینا بھی انسان کے اختیار میں نہیں معلوم ہوا کہ کسان کھیت میں دانہ تو ڈال دیتا ہے لیکن یہ خدا ہی ہے جو دانے کی پرورش کرتا ہے یا دانے کو پھاڑتا ہے۔ والنوٰی صرف دانے کو ہی نہیں پھاڑتا۔ آم یا دوسرے پھلوں کی جو گٹھلیاں ہوتی ہیں ان کو بھی خدا تعالےٰ پھاڑتا ہے اور ان پر پھل پیدا کرتا ہے۔ غرض گٹھلی ہو یا دانہ تمام کی تمام نباتات کا پیدا کرنے والا خدا ہی ہے۔ دانہ جب پھٹتا ہے تو اس سے ایک کونپل روشنی کی تلاش میں زمین سے باہر نکل کھڑی ہوتی ہے۔ نباتات کی نشو و نما اور تربیت نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اگر حرارت نہ ہو تو نباتات کی پرورش نہیں ہو سکتی۔ پھر دانہ نچلی طرف خوراک کی تلاش میں اپنی جڑیں ادھر ادھر پھیلا دیتا ہے

خدا تعالےٰ نے دانے کے اندر یہ ہدایت رکھی ہے۔ انسان تو دانے کی رہنمائی نہیں کر سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے فاوحی ربك الی النحل۔

کائنات کا نظام ہماری زندگی اور پرورش کیلئے ہے

یہ نحل ہے۔ شہد کا کیڑا جو ہے اس کی طبیعت کے اندر ہم نے وحی کر رکھی ہے، دوسرا اور کوئی کیڑا شہد نہیں بنا سکتا۔ خدا تعالےٰ نے تمام کواکب ستاروں، سیاروں اور شمس و قمر کو وحی کر رکھی ہے اور وہ معمول کے مطابق اپنے اپنے وظیفہ میں مصروف ہیں۔ سورج حرارت اور روشنی اور بارش کا موجب ہے۔ زمین اس کے گرد چکر لگاتی ہے

واوحی ربك فی سماءِ امرھا۔ کائنات کا یہ اتنا بڑا نظام اس دانے کی پرورش کے لئے ہے جو ہماری زندگی اور پرورش کے لئے پیدا ہوتا ہے۔ اس دانے کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ دانہ پکنے سے پیشتر خدا تعالےٰ حیوانات کے لئے چارہ پیدا کرتا ہے انسان نہ دانے کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے اور نہ ہی حیوانات کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے۔

زندگی نعمت عظمےٰ ہے

آپ جانتے ہیں کہ زندگی سب سے بڑی نعمت ہے۔ کبھی کسی بڑے متمول خاندان میں اولاد پیدا نہیں ہوتی۔ تو وہ اپنا روپیہ پیسہ علاج معالجہ پر صرف کر دیتا ہے۔ میاں بیوی ڈاکٹروں کے زیر علاج رہتے ہیں وہم پرست ہوں تو قبروں اور پیروں کی طرف رجوع کرتے اور تعویذ اور گنڈے استعمال کرتے ہیں۔ کسی عورت کے ہاں بچہ نہیں ہوتا تو وہ کہتی ہے کہ کاش! کوئی کانی لڑکی ہی خدا مجھے دے دے جس سے میں کھیلا کروں۔ پھر اگر کسی کے ہاں اولاد ہوتی ہے تو کبھی کبھی نوجوانی کے عالم میں داغ مفارقت دے جاتی ہے اور گھر کا چراغ بجھ جاتا ہے۔ کسی نوجوان لڑکی کا خاوند مر جائے تو اس پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں معلوم ہوا کہ زندگی نعمت عظمےٰ ہے۔

مُردہ اشیاء اور مُردہ قوم کی زندگی کا سامان۔

اس زندگی کو قائم رکھنے کے لئے خدا تعالےٰ نے غلہ جات سبزی ترکاری۔ پھل۔ پھول اور جڑی بوٹیاں پیدا کر رکھی ہیں یخرج الحی من المیت مردہ اشیاء کو زندگی بخشتا ہے اسی طرح سے مردہ قوم سے ایماندار انسان پیدا کرتا ہے اور اس کے برعکس زندہ اشیاء کو مردہ کر دیتا۔ اور کبھی ایک قوم سے محمد رسول اللہ جیسی عظیم الشان شخصیت پیدا کرتا اور اسی سے ابولہب پیدا ہو جاتا ہے۔ خدا تعالےٰ نباتات حیوانات اور انسانوں کو زندگی عطا کرتا ہے تو کبھی کبھی زندگی کے اندر مردگی بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

نظام کائنات میں خدا تعالےٰ کا وسیع علم و حکمت اور مخلوق پر احسانات

اسی طرح فرمایا وجعل الیل سکنا رات کو ہم نے آرام کے لئے بنایا ہے۔ آفتاب سے کالا پردہ دنیا پر آ گرتا ہے اور ظلمت ہو جاتی

ہے جس سے سکون پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح فالق الاصباح کے حکم سے ظلمات کے پردہ کو پھاڑ کر آسمان سے روشنی آتی ہے۔ سورج و قمر جہاں فصلیں اُگاتے اور دانہ اُگاتے ہیں بلکہ دن رات گرمی سردی، خزاں اور بہار کے موسم بھی سورج و قمر کے وظائف میں سے ہیں دونوں بے جان بے ارادہ ہیں لیکن ان میں اللہ تعالیٰ کی رہنمائی موجود ہے۔ ازل سے یہ اس احتیاط سے کام کر رہے ہیں کہ کبھی لیٹ نہیں ہوتے۔ صدیوں سے ہم دن رات، ہفتوں اور مہینوں کا حساب لگاتے ہیں قمر کے ذریعہ سے کیلنڈر تیار کئے جاتے ہیں اور سورج کے ذریعہ سے مہینوں کا حساب لگاتے ہیں۔ فرمایا فی السماء رزقکم۔ تمہارا یہ رزق آسمان کے نظام کی وجہ سے ہے۔ وہ نظام کبھی غلطی نہیں کرتا وہ جاری و ساری ہے۔ معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کا علم اور قدرت اور حکمت نہایت وسیع ہے اور مخلوق پر احسان پر احسان کرتا چلا جاتا ہے۔ وجعل لکم النجوم لتھتدوا بھا فی ظلمٰت البر والبحر۔ سورج اور قمر رہنمائی کرتے ہیں تو ستارے بھی ہدایت کا ذریعہ ہیں۔ جہاں راتوں کو جنگلوں اور صحراؤں اور سمندروں میں انسان سفر کرتا ہے، وہاں یہ ستارے ہی اس کے رہنما ہوتے ہیں۔

انسانی رُوح اور قلب کی تربیت کا انتظام

کیا یہ ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ نے جہاں انسان کی جسمانی ضروریات کا انتظام کیا اور ہر شے اس کے لئے مہیا کر رکھی ہے تو اس کے دوسرے حصہ قلب یا روح جس کی وجہ سے یہ انسان کہلاتا ہے اور دوسری مخلوق سے متمیز ہے، اس کی تربیت کے لئے کوئی سامان نہ کیا ہو۔ خدا تعالیٰ نے قلب اور روح کی تربیت کا سامان قرآن کریم کے ذریعہ کیا ہے، یہ روحانی بارش ہے جو انسانوں کے دلوں کو سیراب کرتی ہے۔ اس لئے جان ڈالتی ہے فرمایا فلینظر الانسان الی طعامہ۔ انسان اپنے دستر خوان پر نگاہ ڈالے۔ یہ سامان زمین و آسمان کے تعلق اور سورج و قمر کی روشنی و حرارت سے مل کر تیار ہوا ہے۔ انسان اس کا محتاج ہے۔ یہ کھانا یہ دانہ اور یہ پھل پھول انسان کو وعظ کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے بغیر تمہاری زندگی کا قیام نہیں۔ اسی غرض کے پیش نظر فرمایا قد فصلنا الاٰیٰت۔ ہم نے یہ آیات نہایت وضاحت سے بیان کی ہیں تاکہ تم خدا تعالیٰ کی ذات پر ایمان لاؤ۔ جو جسمانی اور روحانی زندگی دونوں کے قیام کا سامان مہیا فرماتا ہے۔

کائنات میں علوم کے خزانے

خدا تعالیٰ نے یہ کائنات پیدا کی اور اس میں علوم کے خزانے رکھے ہیں۔ اس کائنات کے علوم حاصل کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے کان دیئے ہیں جو علم حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ زبان دی۔ اس کے ذریعہ سے انسان علم دوسرے کو سکھاتا ہے۔ آنکھ دی جس کے مشاہدہ سے علم حاصل کر سکتا ہے، دل پیدا کیا کہ وہ اس علم کے ذریعہ ہدایت حاصل کرے۔

خداوند تعالیٰ کے احسانات کو یاد کر کے اس کی فرمانبرداری میں سعادت اور راحت ہے

خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ زندگی جو نعمتوں سے بھری ہوئی ہے ہم نے تم کو عطا کی ہے۔ قلب اور رُوح اور جسم ہم نے دیا ہے۔ ان ہر دو کی تربیت کے سامان ہم نے بہم پہنچائے ہیں اگر کوئی انسان بصیرت اور صحیح فطرت رکھتا ہے تو وہ اس خدا کے احسانات و کمالات کے سامنے اپنا سر جھکاتا ہے۔ پس تم خدا تعالیٰ کے رحم و کرم اور اس کے فضل و برکات کو یاد کر کے اس کی فرمانبرداری اختیار کرو۔ کہ اسی میں زندگی اور سعادت اور راحت ہے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(سلسلہ صفحہ اوّل)

غیر بدعتی میں تمیز نہ ہو سکتی۔ اب ایسا زمانہ آ گیا ہے کہ گھر گھر ایک مذہب ہے۔ ہم کو مسلمان ہونے سے انکار نہیں مگر تفرقہ دُور کرنے کے واسطے یہ نام رکھا گیا ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے توریت والوں سے اختلاف کیا اور تمام نظروں میں تفرقہ ڈالنے والے تھے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ تفرقہ خود خدا ڈالتا ہے۔ جب کھوٹ اور ملاوٹ زیادہ ہو جاتی ہے تو خدا تعالیٰ خود چاہتا ہے کہ ایک تمیز ہو جائے۔

مولوی صاحب نے پھر وہی سوال کیا کہ خدا نے تو کہا ہے کہ ھو سمّٰکم المسلمین۔

فرمایا:—

کیا اس میں رافضی اور بدعتی آج کل کے مسلمان شامل ہیں؟ کیا اس میں آج کل کے وہ لوگ شامل ہیں جو اباحتی ہو رہے ہیں؟ اور شراب اور زنا کو بھی اسلام میں جائز جانتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اس کے مخاطب تو صحابہؓ ہیں حدیث شریف میں آتا ہے کہ قرونِ ثلاثہ کے بعد فیج اعوج کا زمانہ آئے گا جس میں جھوٹ اور کذب کا افشا ہو گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ کے لوگوں کے متعلق فرمایا ہے۔ لیسوا منی ولست منھم۔ نہ ان کا مجھ سے کوئی تعلق ہے، نہ میرا ان سے کوئی تعلق ہے۔ وہ لوگ مسلمان کہلائیں گے مگر میرے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہ ہو گا۔

جو لوگ اسلام کے نام سے انکار کریں یا اس نام کو عار سمجھیں، ان کو تو میں لعنتی کہتا ہوں۔ میں کوئی بدعت نہیں لایا جیسا کہ حنفی، شافعی وغیرہ نام تھے ایسا ہی احمدی بھی نام ہے بلکہ احمد کے نام میں اسلام کے بانی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتصال ہے۔ اور یہ اتصال دوسرے ناموں میں نہیں۔ احمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے اسلام احمدی ہے اور احمدی اسلام ہے حدیث شریف میں محمدی رکھا گیا ہے۔ بعض اوقات الفاظ بہت ہوتے ہیں مگر مطلب ایک ہی ہوتا ہے احمدی نام ایک امتیازی نشان ہے۔ آج کل اس قدر طوفان زمانہ میں ہے کہ اوّل آخر کبھی نہیں ہوا اس واسطے کوئی نام ضروری تھا خدا تعالیٰ کے نزدیک جو مسلمان ہیں وہ احمدی ہیں۔

(بدر جلد ۱ نمبر ۳۲ صفحہ ۲ کالم ۴ مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۵ء)

پیغام صلح خود پڑھیں اور اپنے حلقہ احباب تک پہنچائیں

قادیانی جماعت اور خلیفہ صاحب ربوہ سے استفسار

کچھ دن ہوئے جماعت ربوہ کے ایک جید عالم مولوی ابو العطاء صاحب جالندھری نے سابق خلیفہ ربوہ میاں محمود احمد صاحب کے اس بیان کے متعلق جو ۱۹۵۳ء میں فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں انہوں نے دیا ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ اس بیان میں میاں صاحب نے جو یہ کہا تھا کہ مسیح موعود کا ماننا جزوِ ایمان نہیں، اس میں "نہیں" کا لفظ مصلحت وقت کے لحاظ سے کہا گیا تھا، تاکہ قادیانی جماعت کو اقلیت نہ قرار دے دیا جائے۔ ورنہ ان کا اصل عقیدہ یہ نہ تھا، اور نہ انہوں نے اس عقیدہ میں کوئی تبدیلی کی تھی۔

ہم خلیفہ صاحب ربوہ اور ان کی جماعت کے فہمیدہ اصحاب سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا مولوی ابو العطاء صاحب کا یہ بیان صحیح ہے اور فی الواقعہ میاں محمود احمد صاحب نے منیر عدالت میں مصلحت وقت کے ماتحت یہ کہا تھا کہ مسیح موعودؑ کا ماننا جزوِ ایمان نہیں؟

ضرورت ہے کہ موجودہ خلیفہ صاحب ربوہ اس بارہ میں کوئی وضاحتی بیان شائع فرما دیں، جس میں مولوی ابو العطاء صاحب کے بیان کی تائید یا تردید کرتے ہوئے سابق خلیفہ صاحب کے بیان کی اصل حقیقت کو واضح کیا جائے، یہ وضاحتی بیان اتحاد بین المسلمین کے لئے بہت مؤثر ثابت ہو گا۔ کیا خلیفہ صاحب ربوہ ہمارے اس استفسار کی طرف توجہ فرما کر پیدا شدہ الجھن کو دُور کرنے کی کوشش کریں گے؟

اخبارِ احمدیہ

وفات

—— ڈیرہ غازی خان سے چوہدری علم الدین صاحب لکھتے ہیں کہ "میرے چچا زاد بھائی چوہدری قطب الدین صاحب ۱۰ اپریل ۱۹۶۸ء کو وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، وہ بڑے غریب پرور متقی اور پرہیزگار تھے۔ احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔ میں خود بھی بیمار رہتا ہوں میری صحت کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ اور احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے۔"

درخواست دُعا — بہاولپور سے مختار احمد صاحب سٹینوگرافر صادق پبلک سکول لکھتے ہیں:—

—— "میرے ابا جان عبدالعزیز صاحب ریلوے گارڈ خانپور بعارضہ درد گردہ بہاولپور ہسپتال میں داخل ہیں اور ان کے دائیں اور بائیں گردہ میں پتھری بتائی گئی ہے۔ بروز منگل ۷ مئی کو اپریشن ہوا اور دائیں گردہ کی پتھری نکال دی گئی، ابھی ایک پتھری بائیں گردہ میں ہے، دعا فرمائی جائے کہ اللہ تعالیٰ ابا جان کو بہت جلد مکمل شفا عطا فرمائے حضرت امیر قوم اور احباب جماعت سے خاص دعاؤں کی درخواست ہے۔"

مولانا یحییٰ بٹ صاحب کی روانگی

—— مولانا ڈاکٹر محمد یحییٰ بٹ صاحب امام برلین مسلم مشن و برلین مسجد ۱۳ مئی کو لاہور سے بذریعہ ہوائی جہاز کراچی روانہ ہو گئے، جہاں سے رات کے دس بجے دوسرے ہوائی جہاز سے بعزم جرمنی روانہ ہوں گے دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں بخیر و عافیت منزل مقصود پر پہنچائے اور حسب سابق اشاعت اسلام کے عظیم مقصد میں کامیاب و کامران فرمائے۔

ترجمہ
غلام نبی مسلم

سوشلزم نہیں، اسلام

جناب مرزا محمد حسین صاحب بی کام۔ ایڈیٹر ہفت روزہ لائیٹ کا ایک اداریہ...... اسلام ۔ سوشلزم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کے عنوان سے شائع ہوا ہے مرزا صاحب کو سوشلزم کے مالہ وماعلیہ پر عبور تام حاصل ہے۔ آپ نے اس مقالہ میں اسلام سرمایہ داری اور سوشلزم کے فرق کی نشاندہی کی ہے۔ ان لوگوں کو دعوت غور وفکر دی ہے جو سوشلزم کو اسلام کا چربہ قرار دے لیتے ہیں۔ اس مضمون کا ترجمہ لائٹ کے شکریہ کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ (مدیر)

سرمایہ دارانہ نظام کی لوٹ کھسوٹ اور اشتراکیت کے اجتماعی استبداد کے خلاف مجلسی زندگی کے سلسلے میں اسلامی تعلیمات کا سرچشمہ اللہ کی ذات ہے۔ نظام کائنات کا ذرہ ذرہ ان تعلیمات کی صداقت کا مؤید ہے اور اس حقیقت کا ثبوت بہم پہنچاتا ہے کہ نسل انسانی کے مابین قیام امن کا قابل عمل اور مجرب طریق وہی ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے، جب ہم کائنات کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ حقیقت آشکار ہوتی کہ فطرت نے تمام مخلوق کی ضروریات زندگی مہیا کر رکھی ہیں، نباتات کے مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر پودہ اور درخت زمین اور ہوا سے علی الترتیب جڑوں اور پتوں کے ذریعے غذا حاصل کرتا ہے۔ پتوں اور جڑوں کی شکل وصورت اور جسامت ہی ایسی بنائی گئی ہے کہ وہ مطلوبہ غذا بطریق احسن حاصل کر سکتے ہیں۔ حیوانی زندگی بھی ایسے ہی قوانین کے تابع ہے۔ باریک ترین رینگنے والا کیڑا پیدائش کے ساتھ ہی غذا پانے میں کوئی دقت محسوس نہیں کرتا۔ ہماری نگاہیں اس کے لئے غذا کی قلت سے ناآشنا رہتی ہیں، جونہی ایک حیوان کا بچہ دنیا میں آنکھ کھولتا ہے تو اس کی غذا کا ذخیرہ اس کی پہنچ کے اندر ہوتا ہے اور وہ بھوک کی حالت میں غیر شعوری طور پر اس کا رخ کر لیتا ہے۔ زندگی کی نشوونما کے ساتھ ساتھ بعد از ولادت شعور میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ زندگی کے کسی مرحلے پر بھی قدرت کسی جاندار کو آزاد چھوڑ کر کنارہ کشی نہیں کر لیتی، ہر نوع حیاتی کے ساتھ قدرت کا سلوک مختلف ہوتا ہے۔ اور اس اختلاف کی پشت پر وہ مقصد ہوتا ہے جو ہر نوع کو سطح ارضی پر ادا کرنا ہوتا ہے۔ نباتاتی اور حیوانی زندگی میں قدرت بہت فیاض نظر آتی ہے، لیکن انسانی زندگی میں اس کی فیاضی قدرے مختلف صورت اختیار کر لیتی ہے۔ زندگی کی بقاء و حفاظت کے لئے انسانوں کو ذہانت کے علاوہ جبلی استعدادوں سے بھی نوازا گیا ہے۔ قدرت انسان کی ربوبیت سے دستبردار نہیں ہوتی۔ وہ ایک فعال اتالیق کا فریضہ انجام دیتی رہتی ہے۔ تاہم وہ اس بات پر مطمئن ہوتی ہے کہ اس نے انسانوں کو شعوری ذہانت کی نعمت سے نواز رکھا ہے۔ اگر انسان میں امتیاز کی یہ استعداد نہ ہوتی تو انسان روزی کی اس پریشان کن گتھی کو نہ سلجھا سکتا جو زندگی بھر اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی لیکن اگر ایسا ہوتا تو اس کی حیثیت ایک مجبور حیوان سے بہتر ہوتی، اور سائنسی ترقیات اور ایجادات کے معجزات جو زندگی کے ہر قدم پر نظر آتے ہیں، ان کا وجود تک نہ ہوتا۔ ہماری دنیا بالکل مختلف ہوتی اور چڑیا گھر کا منظر پیش کرتی۔ انسان فطرت کے ساتھ آنکھ مچولی کا جو کھیل کھیلنے پر مجبور ہے۔ یہ انسان کے لئے مفید ہے۔ اگر انسان کی ضروریات بلا محنت پوری ہو جاتیں تو محنت کی عدم موجودگی میں اس کا ذہن ماؤف ہو کر رہ جاتا ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے ربنا الذی اعطی کل شیء خلقہ ثم ھدی۔ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شے کو شکل و فطرت عطا کی اور پھر اس کی رہنمائی کا سامان کر دیا" (۵۱:۲۰)

اللہ کے خزانوں کی کوئی حد و نہایت نہیں، اس نے انسان کو علم دیا ہے کہ وہ ان خزانوں کو کھود نکالے اور اپنے کام میں لائے، اب یہ انسان کا فرض ہے کہ جدوجہد سے کام لے اور بھوک کے عفریت کو قریب نہ آنے دے۔

انسان روزی کے لئے قدرت کا محتاج ہے وہ بھی حیوانوں کی طرح حاجات کا بندہ ہے۔ حیوانوں کی طرح اسے بھی پانی، غذا اور ہوا کی ضرورت ہے۔ وہ زیادہ آسائشوں، زوال پذیر حرارت غریزی اور قوت کا ذخیرہ پورا رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اگر وہ روزانہ غذا کا ایندھن جسم میں نہ جھونکتا رہے تو متحرک قوت کی کمی کی وجہ سے انسانی مشین بیکار ہو کر کام کرنا چھوڑ دے گی۔ زمین میں اس کی حاجات کا کامل مداوا موجود ہے۔ اسے چاہئے کہ وہ روزی حاصل کرنے کے لئے صرف تعمیری سعی سے کام لے۔ اس سلسلے میں قرآن کریم کا ارشاد ہے:۔

" ولقد مکنکم فی الارض وجعلنا لکم فیھا معایش۔ ہم نے تمہیں زمین میں استحکام بخشا ہے۔ اور اس میں تمہارے لئے تمام اسباب معیشت مہیا کر رکھے ہیں۔" (۷:۱۱)

اس قرآنی آیت سے عیاں ہے کہ زمین میں رزق کا غیر منظم ذخیرہ موجود ہے، اور قحط اور غریبوں کی ذلت کا خوف فطری نہیں انسان کا پیدا کردہ ہے۔ اگر کسی ملک میں قلت کا بھوت ناچنے لگے تو اس کی پشت پر طبعی وسائل کی بدنظمی یا غلط استعمال کارفرما...... نظر آئے گا، اس قسم کا عذاب انسان پر اس لئے نازل ہوتا ہے کہ اس کو قدرتی نعمتوں کے استعمال اور تصرف سے متنبہ کرے، اگر انسان مناسب طور پر روزی کمائے اور متوازن طریق سے استعمال کرنا سیکھ لے تو غربت ایک قصۂ پارینہ بن کر رہ جائے۔ آسمانی نظام ربوبیت میں غربت کا تصور تک نہیں ملتا۔ کیونکہ قرآن حکیم نے کثرت انعامات کے کثرت سے وعدے فرمائے ہیں۔ اس نے ہمیں بتایا ہے کہ خشکی اور تری کی تمام نعمتیں انسان کی خدمت کے لئے مسخر ہیں۔ سورج چاند، نجوم، سمندروں، پہاڑوں کی آغوش میں ان اشیاء کے وسیع ذخائر رکھے گئے ہیں، جو انسانی بقاء کے لئے ضروری ہیں۔ اور قدرت کے پاس جس قدر اشیاء کے وسیع اور گوناگوں خزانے ہیں ان کا مقصد انسان کی حاجت برآری اور اس کی زندگی کی گاڑی کو رواں دواں رکھنا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالےٰ ہے:۔

" وسخر لکم ما فی السمٰوات و ما فی الارض جمیعا۔

اللہ تعالےٰ نے زمین و آسمان کی تمام اشیاء کو تمہاری خدمت کے لئے مسخر کر رکھا ہے۔"
(۱۳:۴۵)

کثرت و فراوانی کے ان وعدوں کے باوجود ضروری ہے کہ انسان مشقت کرے اور پسینہ بہا کر روزی کمائے جب وہ جدوجہد ترک کر دیتا ہے تو اس کی زندگی کا دور بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس حیوان اگر کوشش و سعی کے بغیر روزی حاصل کرتے ہیں تو اس تقابل کا مدعا انسانوں اور حیوانوں کے باہمی فرق کو اجاگر کرنا ہے انسانی سعی کی داستان اس مختصر سے جملے میں بیان کر دی گئی ہے:۔

" ان لیس للانسان الا ما سعی۔
انسان کو وہی کچھ ملے گا جس کے لئے وہ جدوجہد کرتا ہے۔" (۳۹:۵۳)

پھر خود انسانوں کے درمیان بڑے بڑے اختلافات پائے جاتے ہیں۔ تمام انسان ایک ہی سانچے میں نہیں ڈھلے ہیں۔ بعض کی طبعی صلاحیتیں دوسروں سے بڑھ کر ہیں، بعض انسان دوسروں سے زیادہ ذہین ہیں۔ اس فرق کا اظہار ان کے معیار زندگی میں ہوتا ہے تنازع للبقاء میں ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کو بہت دخل ہے۔ ذہنی طور پر کمزور اور جسمانی طور پر معذور شخص زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتا ہے، اس کے برعکس ذہنی اور جسمانی طور پر تنومند انسان کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ کمیونسٹوں اور ان کے ہم سفروں کے نظریئے کے برعکس مجلسی طبقات اور مدارج غیر طبعی اور مصنوعی نہیں ہیں، بلکہ کئی ایک گوناگوں عناصر کی موجودگی کا ثمرہ ہیں جن میں وراثت اور ماحول کو خاص مقام حاصل ہے۔ جو مختلف طریق سے انسانوں پر اثر انداز ہوتے ہیں چنانچہ مختلف انسانوں کی جدوجہد کا انجام بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ اور اسی اختلاف کی عدم موجودگی میں انسانی زندگی تنوع اور دلچسپی سے محروم ہو جائے گی۔ جیسا کہ ایک اردو شاعر نے کہا ہے:۔

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت چمن
اے ذوق اس چمن کو ہے زیب اختلاف سے

قدرتی ذہانت کے اختلاف سے پیدا ہونے والا مجلسی امتیاز ناگزیر ہے۔ اور مجلسی زندگی کو کسی ایک معیار اور سانچے میں ڈھالنے کی کوشش صدا بصحرا ثابت ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی، قرآن حکیم کا ارشاد ہے:۔

ان سعیکم لشتی۔ تمہاری مساعی کے مقاصد جدا جدا ہیں (۹۲:۴)

جب انسانوں کے ذہنی و جسمانی قوے ایک دوسرے سے مختلف ہیں تو بلاشبہ روزی کے ضمن میں ان کی مساعی اور نتائج میں فرق ختم نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے حالات میں مجلسی زندگی میں مدارج کا اختلاف بھی ناگزیر ہے۔ اور جب تک معاشرہ ظالم و مظلوم طبقوں میں بٹ نہ جائے اس وقت تک زندگی میں تنوع زندگی کی چاشنی کا موجب ہے قرآن حکیم نے اسی طبعی مجلسی تفریق کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وھو الذی جعلکم خلئف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجٰت لیبلوکم فی ما اتاکم۔

اللہ تعالےٰ نے تمہیں زمین میں اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ اس نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے۔ تاکہ تمہیں اپنی نعمتوں کے ذریعے آزمائے (۱۶۵:۶)

ایک دوسری آیت میں قرآن حکیم نے زیادہ واضح الفاظ میں اس حقیقت کا ذکر فرمایا ہے:۔

نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیٰوۃ الدنیا ورفعنا بعضھم فوق بعض درجٰت لیتخذ بعضھم بعضا سخریا۔ ہم نے اس دنیا میں ان کی روزی ان کے درمیان تقسیم کی ہے۔ اور ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے تاکہ دوسرے سے کام لے سکیں
(۳۲:۴۳)

ایک اور مقام پر فرمایا:۔

واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق فما الذین فضلوا برادی رزقھم علی ما ملکت ایمانھم فھم فیہ سواء افبنعمۃ اللہ یجحدون

اللہ تعالےٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی۔ جن کو فضیلت دی گئی ہے وہ اپنے زیر دستوں کو رزق میں سے نہیں دیتے کہ وہ رزق میں ان جیسے ہو جائیں کیونکہ

اللہ تعالٰے کی نعمت کا انکار کرتے رہیں گے" (۱۶: ۷۲)

ان آیات سے عیاں ہے کہ انسانوں کے درمیان کسی حد تک عدم مساوات ایک فطری حقیقت ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف انسان مختلف ذہنی اور جسمانی استعدادوں کو عرصہ حیات میں بروئے کار لاتے ہیں۔ کوئی نظریہ ایسی قدرتی حقائق کو محو کر کے ایک مستقل جبری یکسانیت قائم نہیں کر سکتا۔ یہ تو بلندی کی طرف بڑھنے اور پستی کے رستے بچنے کے مترادف ہوگا۔ تاہم اس پہلو پر مزید زور دینا بھی مناسب نہیں کیونکہ اس سے اکثر دلوں میں یہ اشتباہ پیدا ہو سکتا ہے کہ موجودہ طبقاتی تقسیم کے نتیجے میں پیدا ہونے والا مجلسی انتشار بھی طبعی تقاضوں کا نتیجہ ہے۔ اور طاقتور کو حق پہنچتا ہے کہ کمزوروں کی لاش پر اپنی عظمت کا مینار تعمیر کرے، لیکن حقیقت اس سے بہت دور ہے۔ جو کوئی شخص عرصہ وجود میں قدم رکھتا ہے اسے حق پہنچتا ہے کہ وہ طبعی ضروریات زندگی کا سامان حاصل کر سکے، یہ الگ بات ہے کہ ایک شخص کسی ایسے فرد کے برابر دولت پیدا نہیں کر سکتا جسے قدرت نے بہتر ذہنی اور جسمانی قوتیں عطا کر رکھی ہیں۔ لیکن کسی ذی روح کی فاقہ کشی اور تباہ حالی غیر طبعی امر ہے۔ اگر ایک شخص دوسرے شخص کی دیانتدارانہ جد و جہد میں رکاوٹ ڈالتا ہے تو وہ مجرمانہ دخل اندازی کا باعث بنتا ہے۔ ایک شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ روزی کمائے لیکن یہ صریح جور و استبداد کا مظاہرہ ہے کہ کوئی شخص دوسروں پر معاشی غلبہ حاصل کرنے کے لئے ان کی دولت پر ناجائز تصرف حاصل کرے یا انہیں غربت کے گڑھے میں دھکیل دے۔ موجودہ دور میں یہ رجحان پیدا ہو گیا ہے کہ لوگ فلاح عامہ کے لئے نہیں بلکہ دوسروں کو اپنی خواہشات کا غلام بنانے کے لئے دولت جمع کریں، فیکٹریاں قائم کریں یا کاروبار جاری کریں۔ اس کا نتیجہ بدترین معاشی غلامی ہے اور اس میں طبقاتی کشمکش کے شدید خطرات پوشیدہ ہیں۔ ماضی بعید میں ایک غلام اپنے مالک کی جائیداد ہوتا تھا۔ مالک کے مفاد کا تقاضا تھا کہ وہ غلام کو تنومند اور خوش رکھے، وہ اپنی دیگر متاع کی طرح غلام کی دیکھ بھال بھی کرتا ہے۔ غلام کو دو وقت پیٹ بھر روٹی ضرور ملتی تھی۔ اسے نہ تو سڑکوں پر پھینک دیا جاتا تھا اور نہ موسم کی تلخیوں کے رحم و کرم پر چھوڑا جاتا تھا۔ لیکن آج بظاہر آزاد محنت کش غلاموں سے بھی بدتر حالت میں ہیں —

کارخانہ دار محنت کشوں کے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لینا چاہتا ہے۔ جب وہ خدمت کے دوران ناکارہ ہو جاتے ہیں تو انہیں کسی احساس ندامت کے بغیر لات مار کر زمانے کی ٹھوکروں کی نذر کر دیا جاتا ہے۔ اور نئے مزدور بھرتی کر کے اپنی قوت کارکردگی کو برقرار رکھا جاتا ہے۔ یہ استیصال و انتفاع کی نمایاں اور بھیانک صورت ہے۔ دور ماضی کی غلامی تو ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکی ہے۔ لیکن جب ہم موجودہ مجلسی ڈھانچے کو قریب سے دیکھتے ہیں تو اس کی اساس بھی ظلم و جبر پر نظر آتی ہے۔ اور انسان حقیقی آزادی سے محروم دکھائی دیتا ہے۔ آج منڈیوں میں انسانوں کی خرید و فروخت تو نہیں ہوتی۔ لیکن یہ دیکھ کر خون کھول اٹھتا ہے کہ انسان آج اپنے آپ کو اجرت منڈی میں فروخت کے لئے پیش کرتا ہے۔ وہ ایک محدود اجرت پر کارخانہ دار کے ہاتھ پر ہر روز بکنے پر مجبور ہوتا اسی طرح وہ سرمایہ دارانہ مشینری کا ایک پرزہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ اعتراض یہ نہیں کہ ایک محنت کش کو کیوں کام کرنا پڑتا ہے کیونکہ روٹی کمانے کے لئے اس کے لئے محنت اٹل ہے۔ شکایت اس بات کی ہے کہ سخت محنت کے باوجود وہ اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتا، اور جس معاشی نظام سے اسے روزی حاصل کرنا پڑتی ہے۔ اس میں اس کی رائے یا آواز کو کسی قسم کا دخل نہیں ہے۔ معاشی آزادی کے باوجود سیاسی آزادی ایک ایسی کھوکھلی داستان ہے جسے کسی احمق نے گھن گرج کے ساتھ بیان کیا ہو۔ تجارت جسے انسان کا خادم ہونا چاہئے تھا وہ انسان کی آقا بن کر رہ گئی ہے۔ اپنی تصنیف "سوشلزم —— تنقیدی اور تعمیری" میں ریمزے میکڈانلڈ نے کیا ہی قیمتی بات کہی ہے:—

"میں اس مقام پر ضرور بیان کر دوں کہ فیکٹری، منڈی اور دکان میں پیداوار تبادلے اور تقسیم کی وسیع اور پیچیدہ مشینری نے ایسا روپ دھار لیا ہے کہ یہ فی نفسہٖ ہی خیر اور مقصد محض بن چکی ہے۔ یہی انسانی حیات کا منتہائے نظر اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ افراد اور اقوام کا باہمی تعلق کیا ہے اور تمام معاشرے پر اس نے اپنے قواعد اور فوری تقاضے عمل اور نتائج مسلط کر دیئے ہیں حالانکہ یہ امور معاشرے کے مقاصد، اخلاق اور فطرت کی ابدی سچائیوں سے تعلق رکھتے تھے، اور محض معاشرے کے عارضی طبقاتی مفادات کے مظہر نہ تھے، بنیادی طور پر یہ امر غلامی کے لوازمات میں سے ہے۔ اور یہ غلامی اس وقت محسوس ہوتی ہے جب کہ انسان کافی بلند ذہنی سطح پر پہنچ جاتا ہے۔ اور پیشتر اس کے کہ انسانی آزادی کی طرف کافی بڑھ چکا ہو یا معاشرہ انسانی مقاصد کی تکمیل کی ایک معقول تنظیم بن چکا ہو، یہ غلامی گہرے گھاؤ لگا چکی ہے"

قرآن حکیم نے انسان کے انسان پر مظالم کے خلاف کا تحفظات عطا کئے ہیں۔ اس نے یہ اصول بتا دیا ہے کہ دولت مندوں کی دولت میں حاجتمندوں اور ناداروں کا مقررہ حصہ ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:—

"والذین فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم — اور وہ خوشحال لوگ جن کے اموال میں سائلوں اور جبری ناداروں کا معین حق ہے" (۷۰: ۲۴)

اسلام خداداد استعدادوں کی موزوں نشو و نما پر کسی قسم کی پابندیاں نہیں عائد کرتا اور روزی کمانے کے حق سے محروم نہیں کرتا۔ کیونکہ اگر اس حق کو چھین لیا جائے تو معاشی ترقی کا تمام ڈھانچہ خاک میں مل جائے۔ لوگ اس لئے خون پسینہ ایک کرتے ہیں کہ انہیں ان کی محنت کا ثمر ملے گا اور کوئی دوسرا شخص انہیں ان کی جائز محنت کے پھل سے محروم نہیں کرے گا۔ اسلام ایک بلند تر قدم آگے بڑھتا ہے۔ وہ عورتوں کو بھی حق دیتا ہے کہ وہ اپنے دائرہ کار میں رہ کر دولت کمائیں اور کوئی انہیں اس سے محروم نہ کرے۔ اسلام نے اس پہلو پر نماز اور روزے کی طرح زور دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے:—

"للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن
جو کچھ مرد کمائیں وہ ان کا حصہ ہے اور جو کچھ عورتیں کمائیں وہ ان کا بہرہ ہے"۔
(۴: ۳۳)

اجرت کے اسلامی نظام کی رو سے ایک محنت کش اپنا معاوضہ بطور حق لے سکتا ہے۔ اور آجر کا فرض ہے کہ وہ اجیر کو پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی اجرت ادا کر دے،

سرمایہ دارانہ معاشی نظام کے برعکس اسلام میں مالک اور ملازم کے تعلقات میں غلامی کا تصور نہیں ملتا۔ سوشلسٹ نظام میں ریاست ایک مستبد مالک کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور محنت کش اس کے چنگل میں ایسا پرندہ بن جاتا ہے جسے تڑپنے پھڑکنے کی بھی اجازت نہیں ہوتی۔ اور بورژوا معاشرے میں معاشی آزادی ایک کھوکھلا نعرہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں مجلسی اہمیت کا فقدان پایا جاتا ہے۔

نکولائی برڈئیف کے الفاظ میں:—

"جس آزادی میں ملاطفت موجود نہ ہو وہ شیطنت کی علمبردار ہوتی ہے۔ مارکسیت اسے اپنے مخصوص تصور آزادی سے دبا لیتی ہے اور یہ تاثر دیتی ہے کہ اس کا نظام سرمایہ دارانہ نظام پر فوقیت رکھتا ہے لیکن اس کی خود روحانی اقدار سے انکار پر مبنی ہے۔ یہ سوسائٹی کو مسخ کر کے ایک مجلسی اجتماعی بے ہوشی طاری کرتی ہے۔ فرد معاشرے کا ذلیل غلام بن کر رہ جاتا ہے۔ انصاف اور صداقت انقلابی طبقاتی کشمکش کی لونڈی بن جاتی ہے اور انجام کار ایک محدود گروہ معاشرے کی قسمتوں کا مالک بن جاتا ہے"۔

مگر اسلام میں انسانی اخوت کا تصور اس قدر مضبوط اساسی مقام رکھتا ہے کہ اس کا اثر معاشرے کے ہر پہلو پر نظر آتا ہے۔ اور کسی ادھورے اور ظالمانہ مجلسی درجہ بندی کے لئے گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اسلامی معاشرے میں کوئی شخص سکے کی جھنکار سے دوسروں پر حکومت نہیں جتا سکتا، اور ایک شخص محض تقوے اور اعلےٰ اخلاق کی بنا پر عوام میں امتیاز حاصل کر سکتا ہے۔ یہاں مجلسی معیار کا محور اخلاقی اقدار ہیں اس لئے اسلام میں مال و منصب کی بنا پر بلندی و پستی کا وجود نہیں ملتا۔

پیش قرآں بندہ و مولا یکیست
بوریا و مسند دیبا یکیست

تقریب یوم وصال
حضرت مسیح موعودؑ

۲۶ مئی ۱۹۶۸ء بروز اتوار

جماعت احمدیہ لاہور اور اس کی شاخہائے ہر سال یوم وصال حضرت مسیح موعودؑ کے موقعہ پر آپ کی یاد منا کر ان عالی مقاصد و مطالب کی تجدید کرتی ہیں جو آپ کے مد نظر تھے اس سے جماعتی زندگی میں تازگی و توانائی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے آپ سے گذارش ہے کہ اس موقعہ کو غنیمت جانئے اور اپنی جماعت اور مضافات کے احباب کو مدعو کر کے اس تقریب پر حضرت اقدسؑ کے حالات بیان کرنے کا انتظام کیجئے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اس تقریب پر جلسہ کرنے کی عظیم توفیق عطا فرمائے۔ جلسہ کی کارروائی اگر نوٹ کر کے بھجوائیں تو اسے اخبار پیغام صلح میں بھی شائع کیا جائے گا۔

والسلام

(ڈاکٹر) اللہ بخش
آنریری جنرل سیکرٹری

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی

مسئلہ کشمیر کے متعلق جناب مسیح کا فرمان

مسیحی ممبرانِ اقوام متحدہ کے نام

(۳)

8- H. Henery Wilson writes the physical and the ethnic Character which so sharply marks off the Kashmiris from surrounding races has always struck observant visitors to the valley and They have universally connected Them with the Jews (H. Henery Wilson, Travels in Himalayan provinces, 129.

(۸) ایچ ہنری ولسن لکھتا ہے کہ جسمانی اور نسلی خصوصیات جو کشمیریوں کو ماحول کی قوموں سے ممیز کرتی ہیں وادی کشمیر کے باریک بین سیاحوں کو صاف نظر آتی ہیں اور ان سب نے ان خصوصیات کا تعلق یہودیوں سے قرار دیا ہے۔

(ایچ ہنری ولسن کا ہمالیائی سفرنامہ صفحہ ۱۲۹)

1- G. T. Vigne in his Travels in Kashmir Laddakh & Iskardo says:- I could easily be persuaded to judge only from appearance that some of The Kashmiris were originally descendants from a Jewish stock.

G. T. Vigne, travels in Kashmir, Laddakh and Iskardo (1842) 395, 396.

(۹) جی ٹی وگن اپنی کتاب "ٹریولز ان کشمیر، لداخ و اسکردو" میں رقمطراز ہیں "میں نے نہایت آسانی کے ساتھ صرف شکل و شباہت سے یہ معلوم کر لیا کہ بعض کشمیری اصلیت کے لحاظ سے کسی یہودی نسل کی اولاد ہیں"۔

(ملاحظہ ہو کتاب مذکور صفحہ ۳۹۵-۳۹۶)

Baron Ch. Huged writes: Some of the old men might have served as models for Patriarchs. Baron Ch. Huged Travels in Kashmir and the Punjab (1845), 78

(۱۰) بیرن سی ایچ ہوگل رقمطراز ہے۔ بعض بوڑھے آدمی اسرائیلی نسل کے نمونہ کا کام دیتے ہیں۔

(بیرن ہوگل کی کتاب ٹریولز ان کشمیر اینڈ پنجاب ۱۸۴۵ء صفحہ ۷۸)

"The Kashmiri men are generally of medium size and usual build of Country people amongst us only not quite so strongly formed, with a mulatto complexion but with considerable of The Moses" in their faces The women have a composite face of Greek, Jew and Indian. J. B. Ireland from Wall Street to Kashmir (1853) 393-95

(۱۱)۔ کشمیری لوگ عام طور پر درمیانہ قد رکھتے اور معمولاً ہمارے درمیان رہنے والے دیہاتی لوگوں کی ساخت رکھتے ہیں لیکن اتنے مضبوط جسم کے نہیں ہیں، گندمی رنگ ہے اور چہرہ میں زیادہ تر موسوی شباہت ہے ...... عورتیں یونانیت، یہودیت اور ہندوستانیت کا مجموعہ ہیں،

(ڈاکٹر بی آئرلینڈ فرام وال سٹریٹ ٹو کشمیر ۱۸۵۳ء۔ صفحہ ۳۹۳-۳۹۵)

اس مختصر سے مضمون میں باقی سیاحوں اور مصنفین کی تحقیقات کے صرف حوالہجات درج کئے جاتے ہیں کہ اہالیان کشمیر بنی اسرائیل کے ساتھ جسمانی شکل و شباہت، خد و خال اور رسومات و عادات کے اعتبار سے نہ صرف اشد مشابہت رکھتے ہیں بلکہ دونوں ایک ہی قوم ہیں۔

12- Mrs Harvey in the Adventure of a Lady in Tartary, Thibet China & Kashmir 1854 Vol. III, 154.

13- George Moore. The Lost Tribes. 137

14- Lt. Col, H. D. Torrens Travels in Laddakh, Tartary and Kashmir (1862) 268 n.

15. Dr. Kieth John "Dictionary of Geography (1867), Art Kashmir.

16. George Bell Letters from India and Kashmir, 177, 182

17- Major H. W. Bellow, Kashmir & Kashgar (1875) 66.

18- Cowley Lambert. Trip to Kashmir & Laddakh (1877) 24.

19- Fredric Drew, Northern Barrier of India (1877) 124

20 James Milne "The Road to Kashmir (1879) 135.

کشمیر اور اہل کشمیر کی اپنی شہادت

اہل کشمیر کے بنی اسرائیل ہونے پر بقول ڈاکٹر برنیئر اس قوم کی رسوم، عادات اور قد و قامت و چہرہ کے خد و خال گواہ ہیں لیکن اس کے خلاف جو بات بعض لوگوں کے دلوں میں کھٹکتی ہے وہ یہ ہے کہ اس ملک کے مسلمان ہونے سے پیشتر اس کے اندر ہندو مذہب کے علاوہ اور کوئی مذہب موجود نہ تھا البتہ دور دور کہیں بدھ مذہب کے لوگ ضرور رہتے۔ کشمیر کے اندر اسرائیلی مذہب کا نہ پایا جانا اس امر کی دلیل ہے کہ اہل کشمیر بنی اسرائیلی نہیں ہیں لیکن کشمیر کی آبادی "دو" قوموں پر مشتمل ہے، ایک کشیپ کشمیری اور دوسرے بن ماش یعنی کشمیری کشیپ جو رشی کی اولاد کہلاتے ہیں اور یہ لوگ کشمیر کے اصل باشندے سمجھے جاتے ہیں اور دوسری قوم بن ماش ہے جو باہر سے آ کر یہاں آباد ہوئی ہے۔ اس امر پر کہ کشمیر کے باشندے بنی اسرائیلی ہیں ایک اور دلیل یہ ہے کہ اس ملک کے شہروں کے نام مثلاً پونچھ، گلگت، کابل وغیرہ وغیرہ یہ سب عبرانی نام ہیں، پونچھ فنخ اور گلگت گول گوتھا۔ اور کابل یعنی ناپسندیدہ (یوشع ۱۹: ۲۷۔ سلاطین اول ۹: ۱۳) اسلام آباد کے قریب چاہ بابل بھی موجود ہے۔ تخت سلیمان شنکر آچاریہ کے ٹھڑ کے قریب ہے۔ تاہم یہ امر قابل غور ہے کہ اہالیان کشمیر کے مسلمان ہونے سے پہلے سب لوگ ہندو کہلاتے تھے یہ سوال اگرچہ مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن بنی اسرائیل کے دس قبائل جنہوں نے بیت المقدس کو چھوڑ کر سماریہ کو اپنا مذہبی مرکز بنا لیا اور خداوند یہوواہ کی بجائے بچھڑے کو خدا بنا لیا ان سے کچھ بعید نہیں کہ انہوں نے ہندو بتوں اور دیوتاؤں کی پوجا شروع نہ کر دی ہو۔ یہود گو توحید کے قائل ہیں مگر ان کی توحید وہ توحید نہیں جو اسلامی توحید ہے علماء مذاہب کے نزدیک توحید دو قسم کی monoTheism اور HenoTheism ہینو تھی ازم یہ ہے کہ میرا خدا ایک ہے اور مونو تھی ازم یہ ہے کہ خدا ایک ہی ہے۔ میرا خدا ایک ہے کہنے والا سمجھتا ہے کہ اس کا خدا صرف اسی کا خدا ہے۔ دوسری قوموں اور دوسرے ملکوں کے خدا دوسرے ہیں۔ اور خدا صرف ایک ہی ہے ماننے والے کا تصور یہ ہے کہ تمام نسل انسانی کا خدا ایک ہے۔ بنی اسرائیل اور یہود کی توحید یہ ہے کہ جو شخص فلسطین کی مقدس سرزمین میں یعنی خداوند یہوواہ کے اپنے ملک میں رہتا ہے وہ اسرائیلی ہے [illegible] دنیا سے وطن کما کر فلسطین میں آ کر آباد ہو تو بے شک اسرائیلی ہو مگر کسی دوسرے ملک میں آباد ہونا اور اسے وطن بنا لینا یہودیت سے انسان کو خارج کر دیتا ہے۔ یہ خیال نہ صرف پہلے [illegible] کا تھا بلکہ ۱۹۶۱ء میں جب میں امریکہ میں تھا تو اسرائیلی حکومت کے صدر [illegible] ٹائمز میں یہ مضمون شائع کرایا تھا، [illegible] جب بنی اسرائیل نے ہجرت کی تو میں سمجھا کہ اپنے خداوند [illegible]

یہودہ کی مملکت اور سلطنت سے باہر نکل گئے ہیں اب ہمیں اس ملک میں اسی طرح رہنا ہے جس طرح اس ملک کے باشندے رہتے ہیں گو ہندوؤں نے ان کو ہندو نہ بنایا مگر وہ اکثر رسوم ہندوؤں کی ماننے لگے اس لئے اسلام قبول کرنے سے پہلے کشمیر کے اکثر لوگ ہندو ہی سمجھے جاتے تھے۔

اس امر کی شہادتیں پیش کر دینے کے بعد کہ سیاحان کشمیر کی کثرت کشمیری اقوام کو بنی اسرائیلی قرار دیتی ہے اور انہیں بنی اسرائیل کے دس گمشدہ قبائل کا ایک حصہ سمجھتے ہیں۔ ان میں سب سے اہم قبیلہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے۔ اس جگہ ہم بائبل کی ایک مخصوص خوبی اور طرز بیان کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اہل کتاب کی ان کتب مقدسہ میں انبیاء اور مقامات مقدسہ کے نام اپنے اندر ایک معنوی حقیقت رکھتے ہیں۔ علماء اسلام نے ان ناموں کو عبرانی زبان کے نام قرار دے کر ان کے معانی معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس لئے قرآن مجید کے حقائق کا ایک حصہ ان کی نظر سے اوجھل رہا ہے مثلاً آدم۔ ادریس۔ نوح۔ ابراہیم۔ اسحاق۔ یعقوب۔ یوسف۔ موسیٰ۔ داؤد۔ سلیمان۔ حزقیل۔ دانیال۔ عیسیٰ مسیح، علیہم السلام کے نام اور مقدس مقامات یروشلم۔ بیت اللحم وغیرہ وغیرہ اپنے اندر ایک معنوی حقیقت رکھتے ہیں ان سب پر بحث کرنا ہمارے موضوع سے خارج ہے البتہ یوسف جس کا تعلق کشمیری اقوام کے ساتھ ہے اور انبیاء کی پیشگوئیوں میں اس کا ذکر آ چکا ہے اس لئے یوسف نام پر ایک مختصر سا شذرہ ضروری معلوم ہوتا ہے یوسف کا نام قرآن مجید اور بائبل میں تین شخصیتوں کے لئے آیا ہے ایک تو یوسف یعقوب کا بیٹا ہے دوسرے ان کی اولاد اور قبیلہ جو اسی نام سے موسوم ہے، تیسرے وہ موعود نبی جو یوسف کی خو بو اور سیرت کا حامل ہو گا۔ یوسف کے معنی عبرانی اور آرامی زبان میں He shall add or increase ہیں اس کا مفہوم سمجھنے میں زیادہ غور اور فکر سے کام لیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یوسف کی ماں یا یعقوب کو بشارت دی گئی ہے کہ اس کا ایک بھائی اور ہو گا، یا یوسف گم ہو جائے گا اور پھر مل جائے گا مگر قرآن مجید میں بعض باریک نکات ہیں جن سے ایک عالم کتاب ہی لطف اٹھا سکتا ہے سورۃ یوسف میں اس ذکر کے بعد کہ بھائیوں نے یوسف کو باپ سے جدا کر دیا اور اس پر ایک مدت گزر گئی یہاں تک کہ یوسف کا ماں جایا بھائی بن یمین بھی باپ سے الگ ہو گیا۔ اس انتہائی دکھ اور مصیبت کے وقت حضرت یعقوبؑ کے منہ سے بے اختیار یہ الفاظ نکلتے ہیں:۔

یا اسفیٰ علیٰ یوسف

"آہ یوسف پر افسوس"۔ آسف کے معنی عبرانی اور آرامی زبان میں Taken away ہیں (جو زبان حضرت یعقوبؑ کی تھی) مطلب یہ ہوا کہ نام تو یوسف ہے کہ "خدا اور بھی دے گا" اسے بڑھائے گا اور یہ پھلے پھولے گا مگر ہوا یہ کہ جو ملا تھا وہ بھی لے لیا گیا۔ افسوس ہمیشہ اس بات پر ہوتا ہے کہ کوئی چیز ملی ہو اور وہ جاتی رہے۔ یعقوب کی یہ آہ آسمان کے درمیان گئی دربار میں سنی گئی اور یوسف باپ کو مل گیا بلکہ بہت بڑھ کر شان و شوکت کے ساتھ ملا۔ بائبل کی روشنی میں اگر غور کیا جائے تو یوسف کے نام میں ایک بڑی پیشگوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بڑھائے گا اور بے حد ترقی دے گا بائبل کی زبان میں اسے یوں سمجھو کہ یہ بہت پھلے پھولے گا۔ جیسے یوسف باپ سے جدا ہوا اور پھر ملا یعنی یوسف کا قبیلہ حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت موسیٰ کی پیشگوئیوں اور دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ مگر یا اسفیٰ علیٰ یوسف یوسف پر آہ یہاں بھی صادق آتی ہے یوسف کا قبیلہ اور اولاد حضرت سلیمانؑ کے بعد ان کے بیٹے احیعام کے زمانہ میں باپ دادا کے دین سے مرتد ہو کر مشرکین سے جا ملا دین اسرائیل کے دس قبیلے اسرائیلی حکومت سے بغاوت کر کے سماریہ چلے گئے اور اپنی حکومت وہاں قائم کر لی اور بچھڑا پرستی شروع کر دی ان دس قبائل میں سب سے بڑا قبیلہ یوسف کا تھا جس کے متعلق حضرت یعقوب حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی دعاؤں اور پیشگوئیوں کے مطابق بنی اسرائیل کا عقیدہ یہ تھا کہ آنے والا موعود نبی اسی کی اولاد سے ہو گا۔ مگر ان کے مشرکین کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے بنی اسرائیل کو نہایت مایوسی ہوئی۔ اور بعد کے انبیاء نے اس پر نوحہ اور ماتم کیا ہے۔

یوسفؑ کی جدائی پر ان کی ماں کی گریہ و زاری۔

جیسے اپنے بیٹے یوسفؑ کے غم میں یعقوبؑ روتے رہے اس سے بڑھ کر یوسف کی ماں راخل عمر بھر روتی رہی جب باپ کا بیٹے کے غم میں یہ حال تھا تو آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ماں کا کیا حال ہو گا۔ حضرت یعقوبؑ کی دو بیویاں تھیں ایک کا نام لیاہ اور دوسری کا نام راخل تھا۔ راخل کے لئے حضرت یعقوبؑ نے اپنے سسرال کے گھر ۱۴ سال تک نوکری کی وہ اس پر عاشق تھے۔ لیاہ کے ہاں لگاتار ۱۰ بیٹے پیدا ہوئے۔ مگر راخل مدت تک بانجھ رہی۔ آخر عمر میں بڑی زاری کے بعد یوسف پیدا ہوا۔ پس ماں باپ کی دونوں کی انتہائی تمناؤں کا نتیجہ یوسف تھا مگر ابھی جوانی کی حد تک پہنچنے نہ پایا تھا کہ بھائیوں نے ماں باپ سے جدا کر دیا۔ اس صدمہ سے باپ کے غم کا حال آپ نے قرآن مجید میں پڑھا ہو گا۔ ماں کو صدمہ باپ سے کئی گنا زیادہ تھا۔ بڑھاپے کا بیٹا جو بڑے انتظار کے بعد پیدا ہوا ایسے خوبصورت قیمتی بیٹے کی جدائی اور متواتر کئی سال تک جدائی میں روتے روتے راخل مر گئی اور اپنے بیٹے کو نہ دیکھ سکی۔ مرنے کے بعد جس وادی میں وہ گاڑی گئی اس کا نام رامہ یعنی گریہ و زاری کی وادی رکھا گیا۔ راخل مر گئی مگر اس کی گریہ و زاری ختم نہ ہوئی۔ یعقوبؑ کو یوسف مل گیا اور انہیں صبر و سکون حاصل ہوا بلکہ یوسف کی شان و شوکت دیکھ کر اور بھی خوشی اور راحت حاصل ہوئی مگر راخل کا رونا قبر میں بھی ختم نہ ہوا۔ ایک قابل غور امر ہے اس واقعہ کے ایک ہزار سال بعد یرمیاہ نبی راخل کی زاری کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے:۔

"وہ اب تک رو رہی ہے اور تسلی نہیں
پاتی کیونکہ اس کے بچے نہیں ہیں"
(یرمیاہ ۳۱: ۱۵)

اس کے بعد حزقیل نبی بنی اسرائیل کی ہڈیوں کی وادی میں اسی پر روتا اور آہیں بھرتا ہے عاموس نبی اور کئی دوسرے انبیاء بنی اسرائیل کے دس قبائل کے ارتداد اور قبیلہ یوسف کی گمشدگی پر روتے اور افسوس کرتے نظر آتے ہیں۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل کے آخری نبی جناب مسیحؑ کا زمانہ آ جاتا ہے۔

جناب مسیحؑ کا مبارک نام اور آپ کا مقدس کام

یوں تو ہر نبی دنیا میں اپنی قوم کی آزادی، نجات اور فلاح کے لئے مبعوث ہوا اسلام سے پہلے دنیا کا کوئی مذہب بھی تبلیغی یا مشنری مذہب نہ تھا تمام مذاہب قومی اور قبائلی مذہب تھے۔ بنی اسرائیل کا مذہب اور انبیاء کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

ورسولاً الیٰ بنی اسرائیل جناب مسیحؑ کو اللہ نے بنی اسرائیل کے لئے رسول بنایا (۳: ۴۸)

پھر فرمایا:۔

ان ھو الا عبد انعمنا علیہ وجعلناہ مثلاً لبنی اسرائیل (۴۳: ۵۹)

وہ صرف بندہ تھا جس پر ہم نے انعام کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لئے نمونہ بنایا۔

اس کے بعد مسیحؑ کا اپنا اقرار نقل فرمایا:۔

واذ قال عیسیٰ ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم
(۶۱: ۶)

"جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں،"

جناب مسیحؑ کا اصل نام یشوع مسیحی دنیا میں مشہور ہے۔ اس کی کئی ایک قراتیں پرانی اور نئی یہوشوعا۔ جوشوا۔ یشوع۔ یشوع مروج ہیں اس کے معنی نجات دینے والا بتائے جاتے ہیں اور مقصد یہ بتایا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کو نجات دلانے کے لئے مبعوث ہیں۔ مگر یہ لفظ نجات قابل غور ہے اس لفظ نجات کے یہودی تصور اور باقی مذاہب کے نقطۂ خیال میں ایک بین فرق نظر آتا ہے۔ نام نہاد عہد جدید کو ایک طرف رکھ کر مسلمہ یہودی کتب میں نجات کا مفہوم وہ نہیں جس میں مسیح کے بعض شاگرد لوگوں کو الجھانا چاہتے ہیں کیونکہ پیدائش موسیٰ علیہ السلام کی پہلی کتاب سے لے کر ملاکی نبی کی آخری کتاب تک بنی اسرائیل کی نجات کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے اس کا ملخص یہ ہے کہ اسرائیل خدا کا بیٹا ہے وہ ایک منتخب اور برگزیدہ قوم ہے اس قوم کی مانند دنیا کی کوئی دوسری قوم نہیں جیسے ان میں خدا کی توحید مسلم ہے ویسے ہی یہ بھی مسلم ہے کہ خداوند یہوواہ صرف ان کا خدا ہے خدا اگر ایک ہے تو اس کی قوم یا بیٹا بھی ایک ہی ہے خدا کی مانند اور مثل اگر کوئی خدا آسمان اور زمین میں کسی جگہ نہیں تو بنی اسرائیل کی مانند اور مثل آسمان اور زمین میں کوئی قوم نہیں چنانچہ نہایت واضح الفاظ میں فرمایا:۔

"تیرے سوا جہاں تک کہ ہم نے
کانوں سے سنا ہے کوئی خدا نہیں
اور دنیا میں تیری قوم اسرائیل
کی مانند ایک گروہ کون ہے؟"
(سموئیل دوم ۷: ۲۲)

"یقیناً یہ بزرگ قوم نہایت فہیم
اور دانا ہے کیونکہ ایسی بڑی قوم
کون ہے جس سے خدا ایسا نزدیک
ہوئے" (استثناء ۴: ۷)

"اے اسرائیل تو نیک بخت ہے
اور اے امت تجھ سا اور کون
ہے جو خدا کی بچائی ہوئی ہو وہ
خدا تیری مدد کے لئے سپر اور
تیری عزت کے لئے تلوار ہے"
(استثناء ۳۳: ۲۹)

"کیا ہو سکتا ہے کہ کوئی عورت
اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول
جائے اور اپنے رحم کے فرزند پر
ترس نہ کھائے ہاں وے شاید
بھول جائیں پر میں تجھے نہ بھولوں
گا۔ دیکھ میں نے تیری تصویر اپنی
ہتھیلیوں پر کھود رکھی ہے"
(یسعیاہ ۴۹: ۱۶)

(باقی ساقی)

درخواست دعا

مولوی عبدالوہاب صاحب سابق کارکن انجمن دیر سے بیمار چلے آ رہے ہیں۔ ان کا بایاں ہاتھ اور بازو ابھی تک معلول ہے آج کل ہسپتال میں داخل ہیں۔ احباب سے درخواست ہے کہ ان کی صحت کاملہ کے لئے سوز دل سے دعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

ایک انگریز خاتون کے قبول اسلام کی کہانی

قبول اسلام کی اس ایمان افروز داستان کے راوی شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:—

لیڈی بارنس ایک نومسلم فوجی انگریز کی بیوی تھیں۔ چند سال کا ذکر ہے کہ یہ دونوں میاں بیوی ایک مقدمے میں مبتلا ہو گئے اور اسی سلسلے میں میرے پاس آئے۔ چونکہ الزامات درست نہ تھے اس لئے تھوڑی پریشانی کے بعد عدالت نے ان دونوں کو بری کر دیا۔ اسکے چند روز بعد لیڈی بارنس میرا شکریہ ادا کرنے کے لئے لاہور تشریف لائیں، اسی وقت میں نے سوال کیا۔ آپ کے مشرف بہ اسلام ہونے کے اسباب کیا ہیں؟

"مسلمانوں کے ایمان کی پختگی" ڈاکٹر صاحب! لیڈی بارنس نے جواب دیا۔

"لیڈی صاحبہ! میں نہیں سمجھا، اس سے آپ کی کیا مراد ہے" میں نے پوچھا۔

"ڈاکٹر صاحب! میں نے دیکھا ہے کہ دنیا بھر میں کوئی بھی ایسی قوم نہیں ہے جس کا مسلمانوں کی طرح ایمان پختہ ہو۔ بس اسی چیز نے مجھے اسلام کا حلقہ بگوش بنا دیا ہے" لیڈی بارنس نے اپنا نقطۂ نظر پیش کرنے کے بعد تھوڑا تامل کیا۔ پھر کہا۔ "ڈاکٹر صاحب! میں ایک ہوٹل کی مالکہ تھی۔ وہیں ایک دفعہ میجر صاحب کھانے کے لئے آئے۔ مجھے معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہیں۔ کچھ دیر ہماری گفتگو جاری رہی اور اس کے بعد میری ان سے شادی ہو گئی۔

میرے ہوٹل میں ایک ستر سالہ بڈھا مسلمان ملازم تھا اس بڈھے کا بیٹا نہایت ہی خوبصورت نوجوان تھا پچھلی بیماری میں جب یہ لڑکا بیمار ہوا تو مجھے بے حد صدمہ ہوا۔ میں بڈھے کے پاس تعزیت کے لئے گئی، اسے تسلی دی اور دلی رنج و غم کا اظہار کیا۔ بڈھا نہایت غیر متاثر حالت میں میرے الفاظ سنتا رہا اور جب میں اپنی غمخواری کی باتیں ختم کر چکی، تو اس نے نہایت صابرانہ انداز سے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور کہا — میم صاحبہ! یہ خدا کی تقدیر ہے، خدا کی امانت ہے۔ خدا لے گیا۔ اس میں غمزدہ ہونے کی کیا بات ہے؟ ہمیں تو ہر حال میں خدائے غفور کا شکر ادا کرنا واجب ہے"۔

لیڈی بارنس اتنا کہہ کر رک گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا اس نے کوئی نہایت ہی عجیب معجزہ بیان کیا ہو، اور اب وہ زبان حال سے مجھ سے یہ مطالبہ کر رہی ہو کہ میں بھی اس سا تو مل کر حیرت کا اظہار کروں۔ میں نے کہا۔

"لیڈی صاحبہ! پھر؟"

لیڈی نے پھر اپنا قصہ شروع کیا اور کہا — ڈاکٹر صاحب! بڈھے کا آسمان کی طرف انگلی اٹھانا ہمیشہ کے لئے میرے دل میں پیوست ہو گیا۔ میں بار بار اس کے الفاظ پر غور کرتی تھی اور حیران تھی کہ الٰہی اس دنیا میں اس قسم کے صابر مطمئن دل کے بندے بھی موجود ہیں۔ مجھے بڑی کاوش یہ تھی کہ بڈھے نے ایسا پر استقلال دل کیسے پایا؟ اسی غرض سے میں نے پوچھا کیا مرحوم کے اہل و عیال بھی تھے؟ وہ کہنے لگا۔

"ایک چھوٹا بچہ ہے اور ایک بیوی ہے"۔ بڈھے کے اس جواب نے میری حیرت کو کم کر دیا۔

میں نے بڈھے کے اطمینان قلب کی یہ تاویل کی کہ چونکہ پوتا موجود ہے۔ اس واسطے وہ اس کے بڑھاپے اور محبت کا سہارا ہو گا لیکن ڈاکٹر صاحب میں نے اس تاویل سے اگرچہ اپنے دماغ کو مطمئن کر لیا مگر میرے دل کو اطمینان نہ ہوا اور میں برابر اس فکر میں رہی کہ کسی طرح اپنے بڈھے ملازم کے دل کی صحیح کیفیت سمجھوں۔

اس واقعہ کے تھوڑے ہی دن بعد یتیم بچے کی ماں بھی چل بسی۔ اس سے میرے دل کو بہت تکلیف ہوئی۔ بڈھے کی بہو کا غم میرے ذہن پر چھا گیا۔ مگر ٹھیک اسی وقت میری وہ قدیم تڑپ بھی جاگ اٹھی اور میں نے خیال کیا کہ امتحان کا اصل وقت یہی ہے۔ میرے دل پر اس کی طویل خدمت گذاریوں کا اثر تھا اس کے نوجوان فرزند کے انتقال کے بعد اب اس کی بہو کی موت اور اس کے پوتے کی یتیمی نے اس اثر کو اور بھی زیادہ گہرا کر دیا تھا۔ لیکن اس فطری اور رسمی ہمدردی اور دلسوزی کے علاوہ اصل چیز جو میری دلچسپیوں کا حقیقی مرکز تھی، یہ تھی کہ میں بڈھے کی قلبی کیفیت کا صحیح اندازہ کروں —

یکہ دوسرے دن بڈھے کے گاؤں کو روانہ ہوئی جو بالکل ہی قریب تھا۔ اس وقت جذبات و تخیلات کی ایک تاب کائنات میرے ہمرکاب تھی۔ میں ہر ایک قدم پہ یہ خیال کرتی جاتی تھی کہ اس تازہ مصیبت نے بڈھے کے دل کی حالت کو بدل دیا ہو گا۔ وہ کبھی اپنی ضعیفی اور کس مپرسی پر غور کرتا ہو گا۔ پھر کبھی اپنے یتیم پوتے کی کم سنی کو دیکھتا ہو گا اور غم میں ڈوب جاتا ہو گا، مگر دوسرے ہی قدم پر یہ سوچنے لگتی تھی کہ جب اس کا کمسن معصوم اور یتیم پوتا ماں اور باپ کے فراق میں بلبلاتا ہو گا تو وہ کس طرح اس کو اور اپنے دل کو اطمینان دلاتا ہو گا؟ وہ اس کے والدین کی قبروں کو کہاں چھپائے گا؟ وہ اس کے آنسوؤں کی جوابدہی سے کیونکر عہدہ برآ ہو گا؟ وہ اپنی ضعیفی اور اپنے پوتے کے تاریک مستقبل پر کیا پردہ ڈالے گا؟

ان تمام سوالات کے متعلق میرے دل و دماغ نے جو قطعی فیصلہ کیا، وہ یہ تھا کہ بڈھے کا وہ پہلا صبر و استقامت ختم ہو چکا ہو گا۔ میں اسی فیصلے کو ساتھ لے کر بڈھے کے گھر میں داخل ہوئی اور اس کی تازہ مصیبت پر افسوس کا اظہار کیا اور اسے اپنی ہمدردی کا یقین دلایا۔ بڈھا نہایت ہی اطمینان و سکون سے میری دردمندانہ باتیں سنتا رہا۔

لیکن جب اس کی زبان کھلی تو اس نے پھر اپنی انگلی بڑے ناز کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھا دی اور کہا — "میم صاحبہ! اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں کوئی بشر دم نہیں مار سکتا۔ اسی نے دیا تھا — اور وہی لے گیا۔ ہمیں ہر حال

سے کفوڑا مائل کیا جس میں ایک قسم کی عبودیت بن گئی تھی۔

لیڈی بارنس نے اپنے سلسلۂ کلام کو پھر شروع کر دیا اور کہا — ڈاکٹر صاحب! میں جب تک بڈھے کے پاس بیٹھی رہی، نہ اس کے سینے سے آہ نکلی، نہ آنکھ سے آنسو گرا اور نہ زبان پر افسوس کا جملہ آیا۔ وہ اسی طرح اطمینان کی باتیں کرتا رہا گویا اس نے اکلوتے بیٹے اور بہو کو زمین میں دفن نہیں کیا بلکہ اپنی زندگی کا کوئی بڑا فرض ادا کیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد میں وہاں سے واپس لوٹی۔ میں بڈھے کی پختگی ایمان پر بہت حیرت زدہ تھی، میں بار بار تعجب کرتی تھی اور تھک جاتی تھی مگر مجھ پر یہ معمہ حل نہ ہوتا تھا کہ اس درجہ مصیبت میں کسی انسان کو یہ استقامت حال کیسے نصیب ہو سکتی ہے؟

چند روز بعد اس کا معصوم پوتا بھی گزر گیا — اس اطلاع کے بعد میں نے اپنے اندازہ شناسی کے تمام جوہر کو نئے سرے سے اپنے دماغ میں جمع کیا تاکہ اس کے حال کا اندازہ کروں۔ میں بڑی بیقراری کے عالم میں اس کے پاس گاؤں پہنچی، مجھے یقین تھا کہ اب لاولد بڈھا...... اپنی تمام دنیا کو ختم کر چکا ہو گا۔ اس کے حواس ہوش و خرد سے بیگانہ ہوں گے۔ اس کے دل و دماغ معطل ہوں گے اور یاس اس کی امید کے تمام رشتے منقطع کر چکی ہو گی۔ انہیں احساسات کو لیکر میں بڈھے کے مکان میں داخل ہوئی اور نہایت دلسوزی سے اس کے مصائب پر غم کا اظہار کیا لیکن مجھے یہ معلوم کر کے بے حد حیرت ہوئی کہ میرے اظہار افسوس کا بڈھے کے دل پر کچھ بھی اثر نہ تھا۔ وہ نہایت بے تکلفی سے بیٹھا تھا اور نہایت صبر سے میری گفتگو سن رہا تھا۔ جب میری گفتگو ختم ہو گئی تو بڈھے نے زبان کھولی اور پہلے کی طرح اس نے پھر آسمان کی طرف اپنی انگلی اٹھا دی اور کہا — میم صاحبہ! یہ اللہ کی حکمت کے کھیل ہیں۔ جو کچھ اس نے دیا تھا، واپس لے لیا۔ اسی میں ہمارا کیا تھا۔ جس پر ہم اپنے دل کو غمگین کریں بندے کو ہر حال میں اپنے پروردگار کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔ ہم مسلمانوں کو یہی حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر صبر کریں"۔

اب لیڈی بارنس درد دل کی کیفیتوں سے لبریز تھی۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھایا اور روتی ہوئی آواز میں کہا — ڈاکٹر صاحب! بڈھے کا یہ جواب میرے لئے قتل کا پیغام تھا۔ اس کی انگلی آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھی اور نشتر غم بن کر میرے دل کو کرید رہی تھی۔ اب میں نے اس مرد ضعیف کی پختگی ایمان کے سامنے تسلیم کے لئے اپنا سر جھکا دیا اور مجھے یقین حاصل ہو گیا کہ بڈھے کا یہ اطمینان قلب مصنوعی نہیں بلکہ حقیقی ہے۔ اب میں نے کہا "لے

میرے بڈھے باپ! تم انگلستان میں رہ کر کیا کرو گے میرے ساتھ ہوٹل میں چلو اور آرام سے زندگی بسر کرو۔ بڈھے نے میری اس دعوت کا شکریہ ادا کیا اور بے تکلف میرے ساتھ ہوٹل ہی چلا آیا۔ یہاں وہ دیو پھر کام کرتا تھا

[illegible]

تحمل پر کیا گذرتی ہے؟

بڈھا ہوٹل سے نکل کر اس خاموش اور ویران مقام کی طرف آیا جہاں اس کے تینوں عزیز مدفون تھے۔ میں ایک طرف کھڑی ہو گئی اور وہ قبرستان پہنچتے ہی ٹوٹی پھوٹی قبروں کو درست کرنے میں مصروف ہو گیا۔ وہ مٹی کھود کھود کر لایا اور قبریں درست کیں۔ اس کے بعد اس نے وضو کیا۔ ہاتھ اٹھا کر اہل قبرستان کے حق میں دعا کی اور واپس چل دیا — میں نے اس عرصے میں نہایت ہی احتیاط سے اس کی تمام حرکات کو دیکھا اور محسوس کیا کہ اس کے ہر کام میں اطمینان کا نور اور ایمان کی پختگی جلوہ گر ہے۔ اب میرے دل پر ایک غیبی نشتر چلا اور مجھے محسوس ہوا کہ یہ بڈھے کی خوبی نہیں بلکہ یہ اس دین حق کی خوبی ہے جس کا یہ بڈھا پیرو ہے۔ میں نے مسلمان ہونے کا فیصلہ کیا اور ہوٹل پہنچ کر بڈھے سے کہا کہ وہ کوئی ایسی عورت لا دے جو مجھے اسلام کی تعلیم دے۔ بڈھا فی الفور گیا اور اپنے گاؤں کی ایک لڑکی کو بلا لایا۔ اس نے مجھے اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے کی تعلیم دی — اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا سبق سکھایا۔

ڈاکٹر صاحب! اب میں اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے مسلمان ہوں اور وہی عظیم قوت ایمان جس سے بڈھے کا دل معمور تھا اپنے سینے میں موجزن پاتی ہوں۔ اب مجھے اللہ پر اسی قدر پختہ ایمان ہے کہ خدا کسی آنے والی مصیبت کے میرے قدموں کو کبھی لغزش نہیں ہو سکتی۔

ضروری اعلان و اپیل

بعض احباب چندہ اخبارات
دیگر چھوٹی چھوٹی رقوم بذریعہ چیک ارسال
فرماتے ہیں، جس پر بنک کافی بٹہ کاٹ
لیتا ہے۔ لہٰذا درخواست ہے کہ ایسی رقوم
بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمادیں، جس پر فیس
منی آرڈر کا خرچ بہت ہی کم ہوتا ہے۔

محاسب انجمن

خط و کتابت

کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ [illegible]

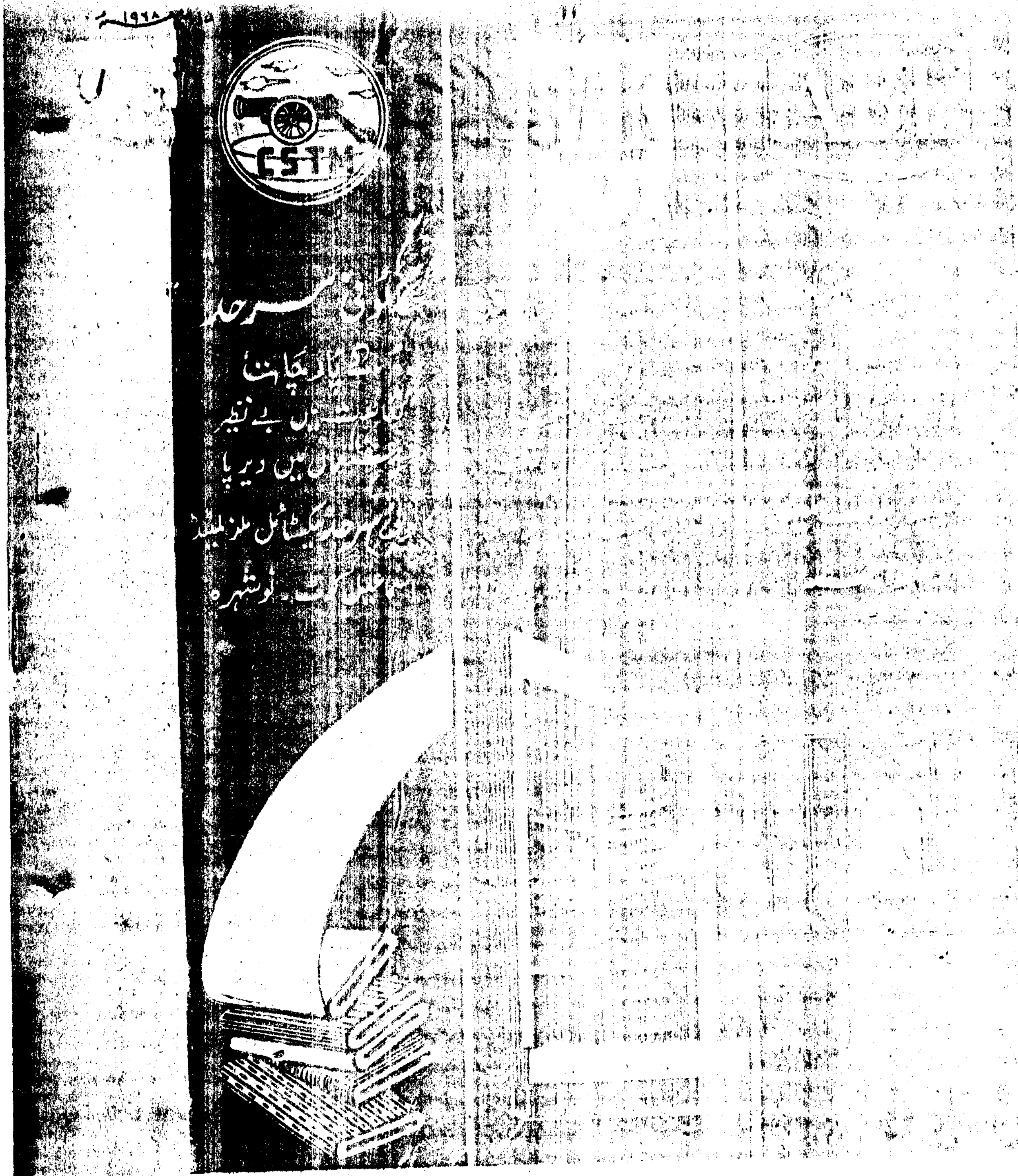

پیغام صلح ۱۵ مئی ۱۹۶۸ء - رجسٹرڈ ایل ۴۳۸ شمارہ ۱۹

بہترین علاج

واسیر، جسمانی کمزوری، ضعف اعصاب۔ تاپ گٹھیا تلی۔ ریح، سل۔ پرانے بخار کے شفا بخش علاج ڈاک سے منگائیے۔

خط ملنے پر کتاب رفیق شباب مفت

حکیم محمد شفیع چشتی

شیرو ۵۰۵ جام پور۔ ڈیرہ غازی خان

ہیلتھ میڈیکو

ڈے اینڈ نائٹ ایمبولینس سروس

و

معیاری ادویات

چوک میو ہسپتال۔ لاہور

ہفت روزہ
پیغامِ صلح
لاہور

مدیر:- دوست محمد

جلد ۵۶ | یوم چہارشنبہ۔ مؤرخہ ۳۰ صفر المظفر ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۹ مئی ۱۹۶۸ء

اے سونے والو بیدار ہو جاؤ۔ اے غافلو اُٹھ بیٹھو کہ
ایک انقلابِ عظیم کا وقت آگیا

حضرت مسیح موعود کا انتباہ

یہ رونے کا وقت ہے نہ سونے کا۔ اور تضرع کا وقت ہے نہ ٹھٹھے اور ہنسی اور تکفیر بازی کا۔ دُعا کرو کہ خداوند کریم تمہیں آنکھیں بخشے ظلمت کو بھی بتمام وکمال دیکھ لو اور نیز اُس نور کو بھی جو رحمتِ الٰہیہ نے اس ظلمت کے مٹانے کے لئے تیار کیا ہے کو اُٹھو۔ اور خدا تعالےٰ سے رو رو کر ہدایت چاہو اور ناحق حقانی سلسلہ کے مٹانے کے لئے بد دُعائیں مت کرو سوچو۔ خدا تعالےٰ تمہاری غفلت اور بھول کے ارادوں کی پیروی نہیں کرتا۔ وہ تمہارے دماغوں اور دلوں کی بیوقوفیاں تم پر ظاہر اور اپنے بندہ کا مددگار ہوگا اور اس درخت کو کبھی نہیں کاٹے گا جس کو اس نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے کیا کوئی تم میں سے اپنے اس پود سکتا ہے جس کے پھل لانے کی اس کو توقع ہے۔ پھر وہ جو دانا و بینا اور ارحم الراحمین ہے وہ کیوں اپنے اس پودہ کے پھلوں کے مبارک دنوں کی وہ انتظار کر رہا ہے جبکہ تم انسان ہو کر ایسا کام کرنا نہیں چاہتے پھر وہ جو عالم الغیب ہے جو ہر تہ تک پہنچا ہوا ہے کیوں ایسا کام کرے گا۔ پس تم خوب یاد رکھو کہ تم اس لڑائی میں اپنے ہی اعضاء پر تلواریں مار رہے ہو سو تم ناحق مت ڈالو ایسا نہ ہو کہ وہ آگ بھڑکے اور تمہارے ہاتھ کو بھسم کر ڈالے۔ یقیناً سمجھو کہ اگر یہ کام انسان کا ہوتا تو بہتیرے دشمن اس کے پیدا ہو جاتے اور نیز یہ اس اپنی عمر تک بھی ہرگز نہ پہنچتا جو بارہ برس[1] کی مدت اور بلوغ کی عمر ہے۔ کیا تمہاری نظر میں کبھی کوئی ایسا ہے کہ جس نے خدا تعالےٰ پر ایسا افترا کر کے کہ وہ مجھ سے ہمکلام ہے پھر اس مدتِ مدید کے لئے سلامتی کو پا لیا ہو۔ افسوس کہ تم کچھ بھی اور قرآن کریم کی ان آیتوں کو یاد نہیں کرتے جو خود نبی کریمؐ کی نسبت اللہ جلشانہ فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تو ایک ذرہ مجھ پر افترا کرتا رگِ جان کاٹ دیتا۔ پس نبی کریمؐ سے زیادہ تر کون عزیز ہے کہ جو اتنا بڑا افترا کر کے اب تک بچا ہے بلکہ خدائے تعالیٰ کی بھی ہو۔ سو بھائیو نفسانیت سے باز آؤ۔ اور جو باتیں خدا تعالےٰ کے علم سے خاص ہیں اُن میں حد سے بڑھ کر ضد مت کرو اور عادت کو توڑ کر اور ایک نئے انسان بن کر تقوے کی راہوں میں قدم رکھو تا تم پر رحم ہو اور خدا تعالےٰ تمہارے گناہوں کو بخش دیوے آجاؤ۔ کیا تم میں ایک بھی رشید نہیں۔ وان لم تنتھوا فسوف یاتی اللہ بنصرۃ من [illegible] ولا تضرونہ شیئا۔

---

[1] اب تو اس کی عمر ستر سال سے متجاوز ہے (ایڈیٹر پ ص)

حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت کی ایک جھلک

از ممتاز احمد فاروقی صاحب۔ لاہور

[illegible] ۱۹۰۷ء [illegible] 15 [illegible] جب مسیح موعودؑ کی صحبت میں کچھ دن گذارنے کا موقع مل سکے۔ اپنے آنے کی اطلاع والد صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کو پہلے سے کر دی تھی۔ مگر جب ہم لوگ ریل سے بٹالہ اسٹیشن پر پہنچے تو یہ معلوم کر کے حیرت اور خوشی بھی ہوئی کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ہم لوگوں کے آرام کا خیال کرتے ہوئے اپنی بہلی (یعنی دو بیلوں والی رتھ کی قسم کی گاڑی) بٹالہ بھیجدی تاکہ ہم سب اس میں آرام سے سفر کر سکیں۔ کیونکہ اکّہ کی کچی سڑک پر ویسے کافی ہچکولے لگتے اور گرد و غبار سے تکلیف ہوتی تھی۔ میری عمر اس وقت تقریباً ساڑھے آٹھ برس کی تھی۔ گرمی کی وجہ سے ہم لوگ سہ پہر کے بعد بٹالہ سے روانہ ہوئے اور جب قادیان پہنچے تو شام کا اندھیرا ہو چکا تھا۔ جب حضرت مسیح موعودؑ کو ہم لوگوں کے پہنچ جانے کی اطلاع ہوئی تو ہمیں اپنے مکان کے حصّہ ”دارالبرکات“ میں اتارا۔ خود حضرت ہاتھ میں لالٹین لئے ایک کمرے میں سے چارپائیاں نکلوا رہے تھے۔ بلکہ ملازم کی مدد بھی کرتے جاتے تھے۔ اگرچہ والد صاحب خود آگے بڑھ کر ملازم سے مل کر کام کر رہے تھے اور یہ ادب حضرت کو خود تکلیف نہ اٹھانے کے لئے کہتے جاتے تھے مگر حضرت نے تمام چارپائیاں خود اپنے سامنے آنگن میں بچھوائیں پینے کے لئے پانی کے گھڑے رکھوائے اور ساتھ ہی لوٹے اور گلاس وغیرہ بھی۔ پھر ملازم کو مہمانخانے کے لنگر سے کھانا لانے کے لئے بھیج دیا۔ جو کہ جلد ہی لا دیا گیا اور ہم لوگوں نے کھایا۔ میری ایک چھوٹی شیرخوار بہن تھی۔ میری والدہ (مرحومہ) نے والد صاحب سے کہا کہ خود جا کر بازار سے اس کے لئے دودھ لے آئیں۔ جب والد صاحب ایک احمدی شیر فروش کی دوکان پر پہنچے تو دیکھا کہ دودھ کی کڑاہی میں کوئی آدھ سیر دودھ کے قریب باقی ہے اور وہ بھی اس نے ایک اور شخص کو برتن میں ڈال کر دے دیا۔ اور افسوس ظاہر کیا کہ والد صاحب کے لئے کچھ نہ بچا۔ والد صاحب افسوس کرتے اور فکر کی حالت میں گھر [illegible] کہنے لگی کہ حضرت نے آدمی بھیجکر دودھ منگوا کر بھیجا ہے۔ کیونکہ شیرخوار بچی کے لئے ضرورت ہوگی وہ آدمی حضرتؑ کا ہی بھیجا ہوا تھا جو شیر فروش سے دودھ ہمارے لئے ہی لے رہا تھا۔ اللہ اللہ۔ یہ خدا تعالے کے فرستادہ لوگ کیسے خوش اخلاق۔ منکسر المزاج۔ بامروّت اور مہمان نواز ہوتے تھے۔ کہ امیر اور غریب مرید ان کی نظروں میں ایک ہی رہا۔ اگر کسی کی زیادہ قدر کرتے تھے تو اس لئے کہ وہ مرید زیادہ متقی۔ پرہیزگار۔ اور خادم دین ہوتا تھا۔ ان کا ہر کام لوجہ اللہ ہوتا تھا۔ اور خدا تعالے بھی انکا یار و مددگار ہوتا تھا۔ ان خدا کے پاک بندوں کی حکومت لوگوں کے دلوں پر ہوتی تھی۔ اور لوگ ان پر اپنی جانیں بھی فدا کرنے کو تیار ہوتے تھے کسی قاعدے قانون اور جوڑ توڑ اور چالبازی کی ان مقدس لوگوں کو قطعی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ ان کا فرمان جو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مطابق ہوتا تھا وہ انکے مریدین کے لئے ایک حکم کا درجہ رکھتا تھا جو وہ بخوشی بجا لاتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ سب کچھ مرضات اللہ اور خدمت دین و خلق کے لئے ہو رہا ہے۔ اور اس میں دنیا کی ملونی نہیں ہے۔ میں اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنے ہوش میں حضرت مسیح موعودؑ کی اور ان کے زمانے کی ایک جھلک دیکھی

مباحثہ ہو یا مناظرہ حضور کی غرض حق کی فتح ہوتی تھی نہ کہ اپنی ہار جیت

۱۸۶۸ء میں حضورؑ کو بٹالہ اس غرض سے بلایا گیا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے عقائد کی تنقیص و تردید کے بارے میں مباحثہ کیا جائے۔ حضور تشریف لے گئے۔ مولوی محمد حسین صاحب نے اپنے عقائد بیان کئے جن کو سن کر حضورؑ نے بر سر مجمع بلا خوف لومۃ لائم فرمایا کہ آپ کا اعتقاد معقول اور ناقابل اعتراض ہے۔ یہ بے نفسی اور للہیت اپنی مثال نہیں رکھتی۔

(الفضل)

حضرت مولانا نور الدین صاحب اور حضرت مولانا سیّد محمد احسن صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ کا مقام حضرت مسیح موعودؑ کی نظر میں

کثیر العلم اور دقیق اور علم میں سب سے افضل اور ایمان اور اسلام میں سب سے کامل اور محبت اور معرفت اور خشیۃ اللہ اور محکم یقین اور ثابت قدمی میں سب سے مضبوط شخص جو مبارک ہے کریم ہے متقی ہے عالم ہے صالح ہے فقیہ ہے محدّث ہے جلیل القدر ہے حکیم حاذق ہے عظیم الشان ہے حاجی الحرمین ہے حافظ قرآن ہے قوم کا قریشی نسب کا فاروقی آپ کا اسم شریف لقب لطیف کے ساتھ مولوی حکیم نورالدین بھیروی ہے۔ اللہ تعالے دین و دنیا میں آپ کی ثابت قدمی کو بلند کرے۔ آپ سب سے پہلی شخصیت ہیں جس نے میری بیعت صدق و صفا اور اخلاص و محبت اور پوری وفاداری سے کی اور آپ انقطاع اور ایثار اور خدمات دین میں عجیب شخصیت ہیں اور بہت ساری وجوہ سے (یعنے مختلف پہلوؤں سے) اعلائے کلمۂ اسلام کے لئے اپنا مال خرچ کیا۔ اور میں نے آپ کو مخلصین میں سے پایا ہے جو اللہ سبحانہٗ تعالے کی رضا کو ہر خواہش پر مقدم رکھتے ہیں، عورت اور بیٹوں پر مقدم رکھتے ہیں اور میں نے آپ کو اس قوم میں سے پایا ہے جو اللہ تعالے کی رضا کی طالب رہتی ہے اور اللہ تعالے کی رضا کے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اپنا مال و جان خرچ کر کے اور ہر حالت میں اللہ تعالے کے شکر گذار رہتے ہیں اور یقیناً آپ رقیق القلب پاک طبع بردبار سخی شخص ہیں [illegible] اور ایسی کوئی جگہ ہاتھ سے نہیں کھوتے جہاں نیکیاں حاصل ہوں۔ اور آپ کو یہ بات نہایت محبوب ہے کہ آپ کا خون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی سربلندی کے لئے پانی کی طرح بہہ جائے اور آپ کی انتہائی تمنا ہوتی ہے کہ خاتم النبیین کی بتلائی ہوئی راہ کی تائید میں آپ کی جان جا وے ہر بھلائی والی راہ کے پیچھے [illegible] لیتے ہیں اور سرکشوں کے فتنے فرد کرنے [illegible] ہے گہرا غور و خوض رکھتا ہے جو اللہ تعالے کے راستے کا مجاہد ہے کمال اخلاص سے محض اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت رکھنے والا (ما سبقہ احد من المحبین) محبوں میں سے کوئی اس سے کوئی سبقت نہیں لے سکا

(حمامة البشریٰ)

حضرت مولینا سید محمد احسن صاحبؒ

پس ان میں سے مکرم بھائی جو کہ عالم ہے محدث ہے فقیہ ہے جلیل ہے وہ سیّد مولوی محمد احسن ہے ہر جگہ اللہ تعالے اس کے ساتھ ہو اور مقابلہ کے میدان میں اس کی نصرت کرے۔ یقیناً وہ ایسا شخص ہے جو صالح ہے متقی ہے اسلام کے بارے میں غیور رہے، عمدہ تالیفات سے مخالف علماء کے جہالت کے ہیکل کو منہدم کر دیا ہے۔ اور ان کی (لگائی ہوئی) آگ کو بجھا دیا ہے اور [illegible] کے ساتھ آیا ہے۔ اور مختلف قسم کے فتنے [illegible] پانی سے بجھا ڈالے اور اللہ تعالے نے آپ کو آثار نبویہ اور علوم دین کا بہت بڑا [illegible] عطا کر رکھا ہے اور آپ کو حدیث کے فن میں عجیب و غریب بہتری حاصل ہے بعض [illegible] بعض سے تمیز و تنقید کرنے کا آپ کو [illegible] بلکہ ہر مخالف آپ کے بالمقابل ایک پل نہیں ٹھہر سکتا اور مخالف باوجود غیظ و غضب کے محرکات ساتھیوں کی کثرت اور خرافات اور [illegible] جس طرح شیر سے گدھا بھاگتا ہے [illegible] تائید ایزدی کی بدولت ہے کہ [illegible] کا مؤید [illegible] ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بات ہے کہ آپ نہایت درجہ کے عابد و زاہد متقی [illegible] سبب بے حد گریہ و زاری کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مقام کے مد نظر [illegible] ہوا سے اور دنیا میں مساکین کی طرح [illegible]

(ترجمہ حمامة البشریٰ)

ہفت روزہ پیغام صلح —— لاہور —— مؤرخہ ۲۹ رجولائی ۱۹۹۸ء

حضرت امام زمان کیا لیکر آئے؟

احمدیت کیا ہے؟ حضرت مرزا صاحب کیا لے کر آئے؟ اور کس بات کی تعلیم دنیا کو دی؟ کس مذہب کی اشاعت ان کے ذریعہ دنیا میں ہوئی ہے؟ ہمارے مخالفین بار بار اس بات پر زور دیتے ہیں کہ احمدی تنظیموں کے ذریعہ "مرزائیت" کی اشاعت کی جاتی ہے نہ کہ اسلام کی، ہم یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ "مرزائیت" کیا ہے؟ مرزا صاحب نے تو "مرزائیت" کے نام سے کوئی عقیدہ پیش نہیں کیا، جو تعلیم انہوں نے دی ہے، وہ وہی ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا کو ملی، وہی کلمہ ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، وہی نماز ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی، وہی روزے، وہی حج اور وہی زکوٰۃ ہے جن کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی، یہی پنج بنائے اسلام ہیں جن پر دین کی بنیاد رکھی گئی ہے، اور آپ دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کا کوئی مرید ایسا نہیں جس کا عمل ان پنج بنائے اسلام سے سرمو مخالف ہو، بلکہ عامۃ المسلمین سے بڑھ کر وہ ان پر عامل ہیں اور جہاں کہیں جاتے ہیں، اسی کلمہ، اسی نماز، اسی روزہ، اسی زکوٰۃ کی تعلیم دیتے ہیں، پھر وہ کونسی نئی بات ہے جو احمدیت میں پائی جاتی ہے اور اسلام میں نہیں؟ کیا ختم نبوت کا انکار اور نئی نبوت کا اجراء؟ یہ وہ اتہام ہے جس کی حضرت مرزا صاحب نے بار بار تردید فرمائی اور صاف طور پر اعلان کیا کہ:-

> "میں ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رُو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں، میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔" اشتہار مؤرخہ ۲ر اکتوبر ۱۸۹۱ء۔

اور اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں بھی صاف طور پر لکھا ہے کہ:-

> "والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فلا نبی بعدہ ولا رسول یعنی نبوت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر منقطع ہو گئی پس آپ کے بعد نہ کوئی نبی آ سکتا ہے اور نہ رسول"
>
> (الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص۶۴)

فرمائیے اس سے بڑھ کر اور کیا وضاحت ہو سکتی ہے؟ پھر وہ کونسی بات ہے۔ جو احمدیت میں پائی جاتی ہے اور اسلام میں نہیں، کیا وفات مسیح کا عقیدہ؟ یہ وہ مسئلہ ہے جس پر امت محمدیہ میں پہلے سے اختلاف چلا آتا ہے۔ امام بخاری نے حضرت ابن عباس سے انی متوفیک کی یہ تفسیر نقل کی ہے ای ممیتک یعنی متوفیک کے معنے ہیں میں تجھے مارنے والا ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقعہ پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آیہ کریمہ ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل پڑھ کر اس بات کی وضاحت کی کہ آپ سے پہلے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں اور صحابہ میں سے کسی نے اٹھ کر نہ کہا کہ حضرت عیسٰیؑ فوت نہیں ہوئے، گویا یہ صحابہؓ کا وفاتِ مسیح پر اجماع تھا، خود حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ قیامت کے دن کچھ مسلمانوں کو دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا تو میں کہوں گا اصیحابی اصیحابی یہ تو میرے ساتھی تھے، تو مجھے کہا جائے گا کہ تو نہیں جانتا کہ تیرے بعد ان لوگوں نے کیا کیا، تو میں وہی بات کہوں گا جو میرے بھائی عیسٰیؑ نے کہی فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا، اس سے ظاہر ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت عیسٰیؑ کے قول فلما توفیتنی کے معنے یہی سمجھتے تھے کہ "جب تو نے مجھے وفات دے دی" اور یہ حضرت عیسٰیؑ کی وفات پر نص صریح ہے، پھر شب معراج کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسٰیؑ کو وفات یافتہ رسولوں میں ہی دیکھا۔ ایسا ہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق یہ مروی ہے قال مالک مات امام مالک نے کہا ہے کہ وہ (حضرت عیسٰیؑ) وفات پا گئے۔

اس قدر واضح شہادتوں کے ہوتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو وفات یافتہ قرار دے کر کوئی نئی بات کہی جو اسلام کے مخالف ہے مخالفت کہاں وہ تو اسلام کے عین مطابق اور اس کے زندہ مذہب ہونے کا ثبوت ہے۔ آج عیسائی پادری مسلمانوں کے عقیدۂ حیات مسیح کو پیش کر کے اور یہ کہہ کر کہ تمہارا رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے تمام رسول اسی دنیا میں ایک فانی انسان کی طرح وفات پا گئے لیکن حضرت عیسٰیؑ دو ہزار سال سے زندہ آسمان پر بیٹھا ہے اور دوبارہ امتِ محمدیہ کی اصلاح کے لئے آئے گا جو اس کی الوہیت کا ثبوت ہے، ہزارہا مسلمانوں کو مرتد بنا رہے ہیں، اس کے مقابلہ میں حضرت مرزا صاحب نے فرمایا کہ حضرت عیسٰیؑ فوت ہو چکے ہیں، اور دوبارہ نہیں آ سکتے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض جاری ہے، جس سے فیض یاب ہو کر اس امت کے اولیاء اور مجددین اصلاح خلق کرتے رہے اور آج میں آپ ہی کے فیض سے حصہ پا کر عیسائیت اور دوسرے مذاہب کی اصلاح اور اسلام کی تائید و اشاعت کے لئے مبعوث ہوا ہوں، فرمائیے اس سے اسلام کی تائید ہوتی ہے یا تردید؟ کیا اس میں اسلام کی زندگی اور عیسائیت کی موت نہیں؟ اور کیا عامۃ المسلمین کے اعتقاد دربارہ حیات مسیح سے اسلام پر زد نہیں پڑتی اور کفر و ارتداد کا دروازہ نہیں کھل گیا؟

غور کیجئے کہ یہی وہ تعلیم ہے جس کو حضرت مرزا صاحب کی جماعت دنیا کے مختلف حصص میں پھیلا رہی ہے اور لوگوں کو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھانے میں منہمک ہے کیا اس کو آپ "مرزائیت" کا نام دیں گے یا اسلام کا؟ یہی وہ احمدیت ہے، جو زندہ اسلام پیش کرتی ہے، اس کو کفر قرار دینا کہاں تک مناسب ہے، کہتے ہیں درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے یہی حضرت مرزا صاحب کے درخت کا پھل ہے، کون کہہ سکتا ہے کہ یہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے پھل سے مختلف ہے، کون کہہ سکتا ہے کہ یہ وہی پھل نہیں جو چودہ سو سال تک اسلام کے نام سے دنیا کو سیراب کرتا رہا، اگر اسی پھل کو حضرت مرزا صاحب نے آج اس کے اصلی رنگ میں پیش کر دیا اور ایک دنیا اس سے لذت یاب ہوئی، تو کونسا گناہ ہو گیا؟

آئیے ہم حضرت مرزا صاحب کے اپنے الفاظ میں آپ کو بتائیں کہ وہ کیا لے کر آئے اور جو سلوک ان کے ساتھ ہوا وہ کہاں تک حق بجانب ہے، وہ فرماتے ہیں:-

> "اسلام کے واسطے ایک انحطاط کا وقت ہے۔ اگر ہمارا طریق ان لوگوں کو پسند نہیں تو فتح اسلام کے واسطے کوئی پہلو یہ لوگ ہم کو بتلائیں ہم قبول کر لیں گے۔ اب تو ہر ایک عقلمند نے شہادت دے دی ہے کہ اگر اسلام کی فتح کسی بات سے ہو سکتی ہے تو وہ یہی بات ہے۔ یہاں تک کہ عیسائی خود قائل ہیں کہ وفات مسیح کا ہی ایک پہلو ہے جس سے عیسوی مذہب بیخ و بن سے اکھڑ جاتا ہے۔ اگر یہ لوگ عیسائیت کو چھوڑ دیں گے تو پھر ان کے واسطے بجز اس کے اور کوئی دروازہ نہیں کہ اسلام کو قبول کریں اور اس میں داخل ہو جائیں۔ یہی ایک راہ ہے۔ اگر کوئی دوسری راہ کسی کو معلوم ہے تو اس پر فرض ہے کہ اس کو پیش کرے بلکہ اس پر کھانا پینا حرام ہے جب تک اس پہلو کو پیش نہ کر لے۔
>
> اے مسلمانو! سوچو۔ اس میں تمہارا کیا حرج ہے کہ عیسٰیؑ فوت ہو گیا۔ کیا تمہارا پیارا نبی فوت نہیں ہو گیا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے نام پر تمہیں غصہ نہیں آتا۔ عیسٰیؑ کی وفات کا نام سن کر تمہیں کیوں غصہ آتا ہے؟
>
> میرا مطلب نفسانیت کا نہیں۔ میں کوئی شہرت نہیں چاہتا۔ میں تو صرف اسلام کی ترقی چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرے دل کو خوب جانتا ہے اسی نے میرے دل میں یہ جوش ڈال دیا ہے میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ پچیس برس سے خدا تعالیٰ کا الہام مجھ سے یہ بات کہلا رہا ہے اسی زمانہ کا یہ الہام ہے الرحمٰن علم القرآن۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ مجرم علیحدہ ہو جائیں اور راستباز علیحدہ ہو جائیں۔ میرے پر حملہ کرنے کا کچھ فائدہ نہیں۔ بصیرت والا اپنی بصیرت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر کوئی صادق طالب حق ہے تو میرے پاس آوے۔ میں تازہ تر نشان دکھلاؤں گا۔ کیا میں اس تیرہ یقین کو ترک کر کے تمہاری ظنی باتوں کے پیچھے پڑ جاؤں۔ جس شخص کو خدا تعالیٰ نے بصیرت دی۔ نشانوں کے ساتھ اپنے مخاطبات اور مکالمات کے ساتھ اس کی صداقت پر مہر لگا دی وہ تمہاری خیالی باتوں کو کیا کرے؟ اگر تم اس قدر باتوں کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لا

شذرات

—(شاہین)—

امام الزمان کی شناخت اور نصرت

حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"من لم یعرف امام زمانہ
فقد مات میتۃ الجاھلیۃ"
جس کسی نے اپنے زمانے کے امام
کو نہ پہچانا وہ گویا جاہلیت کی موت مرا

اس حدیث سے صاف واضح ہوتا ہے کہ امام الزمان کی شناخت اور اس کی نصرت فی امور الدین کس قدر ضروری ہے اور جو شخص اس نعمت سے محروم رہتا ہے اس کے متعلق کس قدر وعید سنائی گئی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"مگر افسوس کہ اس زمانے میں اکثر لوگ امام وقت کی ضرورت کو نہیں سمجھتے اور ایک سچی خواب آنے سے یا چند الہامی فقروں سے یہ خیال کر لیتے ہیں کہ ہمیں امام الزمان کی حاجت نہیں کیا ہم کچھ کم ہیں اور یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ ایسا خیال سراسر معصیت ہے۔ کیونکہ جبکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام الزمان کی ضرورت ہر ایک صدی کے لئے قائم کی ہے اور صاف فرمایا ہے کہ جو شخص اس حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف آئے گا کہ اس نے اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کیا **وہ اندھا آئے گا اور جاہلیت کی موت پر مرے گا** اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ملہم یا خواب بین کا استثناء نہیں کیا جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ملہم ہو یا خواب بین ہو اگر وہ امام الزمان کے سلسلہ میں داخل نہیں ہے تو اس کا **خاتمہ خطرناک** ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ اس حدیث کے مخاطب تمام مومن اور مسلمان ہیں اور ان میں ہر ایک زمانہ میں ہزاروں خواب بین اور ملہم بھی ہوتے آئے ہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ امت محمدیہ میں کئی کروڑ ایسے بندے ہوں گے جن کو الہام ہوتا ہوگا.......... اگر کوئی اس الٰہی راز کو نہ سمجھے اور امام الزمان کے ظہور کی خبر سن کر اس سے تعلق نہ پکڑے تو پہلے اول ایسا شخص امام سے استغنا ظاہر کرتا ہے اور پھر استغناء سے اجنبیت پیدا ہوتی ہے اور پھر اجنبیت سے سوءظن بڑھنا شروع ہو جاتا ہے اور پھر سوءظن سے عداوت پیدا ہوتی ہے اور پھر عداوت سے **نعوذ باللہ سلب ایمان تک** نوبت پہنچتی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت ہزاروں راہب ملہم اور اہل کشف تھے اور نبی آخر الزمان کے قرب ظہور کی بشارت سنایا کرتے تھے لیکن جب انہوں نے امام الزمان کو جو خاتم الانبیاء تھے قبول نہ کیا تو خدا کے غضب کے صاعقہ نے ان کو ہلاک کر دیا اور ان کے تعلقات خدا تعالیٰ سے بکلی ٹوٹ گئے"

(ضرورت الامام ص۳)

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار
(حضرت مسیح موعودؑ)

القاء رحمانی اور القاء شیطانی

نیک اور پاک باز لوگوں کے قلوب پر خدا تعالیٰ کے انوار کا نزول الہام کے ذریعہ ہوتا ہے۔ مگر بعض اوقات آزمائش اور امتحان کے طور پر ان پر شیطان بھی القاء کرتا ہے مگر مقدس اور خدا رسیدہ لوگ شیطان کے اس قسم کے وساوس سے بتوفیق ایزدی محفوظ و مامون رہتے ہیں۔ ہمارے سامنے اس قسم کے دو واقعات ہیں:۔

اوّل، حدیث شریف میں آتا ہے کہ شیطان عیسیٰؑ کے پاس آیا اور کہا کہ کیا تو گمان نہیں کرتا کہ تو سچا ہے اس نے کہا کہ کیوں نہیں۔ شیطان نے کہا کہ اگر یہ سچ ہے تو اس پہاڑ پر چڑھ جا اور پھر اس پر سے اپنے تئیں نیچے گرا دے حضرت عیسیٰؑ نے کہا کہ تجھ پر واویلا ہو کیا تو نہیں جانتا کہ خدا نے فرمایا ہے کہ اپنی موت کے ساتھ میرا امتحان نہ کر کہ میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔

دوم: سید عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شیطانی الہام مجھے بھی ہوا تھا۔ شیطان نے کہا تھا کہ اے عبدالقادر تیری عبادتیں قبول ہوئیں اب جو کچھ دوسروں پر حرام ہے تیرے پر حلال اور نماز سے بھی اب تجھے فراغت ہے جو چاہے کر۔ تب میں نے کہا کہ اے شیطان دور ہو وہ باتیں میرے لئے کب روا ہو سکتی ہیں جو نبی علیہ السلام پر روا نہیں ہوئیں، تب شیطان مع اپنے سنہری تخت کے میری آنکھوں سے دور ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "ان عبادی لیس لک علیھم من سلطان" جو میرے بندے بن جاتے ہیں ان پر شیطان کا غلبہ کبھی نہیں ہو سکتا مگر پھر بھی سچے الہام اور جھوٹے الہام کے سمجھنے کے لئے کچھ نہ کچھ مابہ الامتیاز تو ہونا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے **اس سچے الہام کی جو خالص خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے** مندرجہ ذیل دس علامات بیان فرمائی ہیں:۔

—۱۔ وہ اس حالت میں ہوتا ہے کہ جبکہ انسان کا دل آتش درد سے گداز ہو کر مصفّا پانی کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف بہتا ہے۔

—۲۔ سچا الہام اپنے ساتھ ایک لذت اور سرور کی خاصیت لاتا ہے اور نامعلوم وجہ سے یقین بخشتا ہے اور ایک فولادی میخ کی طرح دل کے اندر دھنس جاتا ہے اور اس کی عبارت فصیح اور غلطی سے پاک ہوتی ہے۔

—۳۔ سچے الہام میں ایک شوکت اور بلندی ہوتی ہے اور دل پر اس سے مضبوط ٹکر لگتی ہے اور قوت اور رعب ناک آواز کے ساتھ دل پر نازل ہوتا ہے۔

—۴۔ سچا الہام خدا تعالیٰ کی طاقتوں کا اثر اپنے اندر رکھتا ہے اور ضرور ہے کہ اس میں پیشگوئیاں بھی ہوں، اور وہ پوری بھی ہو جائیں۔

—۵۔ سچا الہام انسان کو دن بدن نیک بناتا ہے اور اندرونی کثافتیں اور غلاظتیں پاک کرتا ہے اور اخلاقی حالتوں کو ترقی دیتا ہے۔

—۶۔ سچے الہام پر انسان کی تمام اندرونی قوتیں گواہ ہو جاتی ہیں اور ہر ایک قوت پر ایک نئی اور پاک روشنی پڑتی ہے اور انسان اپنے اندر ایک تبدیلی پاتا ہے اور اس کی پہلی زندگی مر جاتی ہے اور نئی زندگی شروع ہو جاتی ہے اور بنی نوع کی ایک عام ہمدردی کا ذریعہ ہوتا ہے۔

—۷۔ سچا الہام ایک ہی آواز پر ختم نہیں ہوتا کیونکہ خدا کی آواز ایک سلسلہ رکھتی ہے وہ نہایت ہی حلیم ہے جس کی طرف توجہ کرتا ہے اس سے مکالمت کرتا ہے اور سوالات کا جواب دیتا ہے اور ایک ہی مکان اور ایک ہی وقت میں انسان اپنے معروضات کا جواب پا سکتا ہے گو اس مکالمہ پر کبھی فترت کا زمانہ بھی آ جاتا ہے۔

—۸۔ سچے الہام کا انسان کبھی بزدل نہیں ہوتا اور کسی مدعی الہام کے مقابلہ سے اگرچہ وہ کیسا ہی مخالف ہو نہیں ڈرتا جانتا ہے کہ میرے ساتھ خدا ہے اور وہ اس کو ذلت کے ساتھ شکست دے گا۔

—۹۔ سچا الہام اکثر علوم اور معارف کے جاننے کا ذریعہ ہوتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ اپنے ملہم کو بے علم اور جاہل رکھنا نہیں چاہتا۔

—۱۰۔ سچے الہام کے ساتھ اور بھی بہت سی برکتیں ہوتی ہیں اور کلیم اللہ کو غیب سے عزت دی جاتی ہے اور رعب عطا کیا جاتا ہے۔ (ضرورت الامام ص۱۸)

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار
(حضرت مسیح موعودؑ)

چودھویں صدی کا مجدد — مسیح موعود

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

"اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر صدی
کے سر پر ایک ایسے شخص کو مبعوث
فرماتا رہے گا جو دین کی تجدید کا
کام کرے گا"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے پیش نظر چودھویں صدی میں حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے "مجدد صد چہاردہم" ہونے کا دعویٰ کیا آپ ضرورت وقت اور اپنے دعوے کی صداقت میں بیان فرماتے ہیں:۔

"پس اگر یہ سچ ہے کہ ہر ایک مجدد فتن موجودہ کے مناسب حال آنا چاہیئے تو یہ دوسری بات بھی سچی

(باقی بر ص۱۴ کالم۱)

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی

تجدیدِ دین یا احیاءِ ملت

نوٹ : ۔ مدیر پیغام صلح کے مطالبہ مضمون اور ایک مکرم دوست کی سورہ یٰس کی ایک آیت پر روشنی ڈالنے کی تعمیل میں ایک تقریر کا خلاصہ ۔

سورۃ یٰس مسلمانوں میں موت سے دوچار ہونے والے کے سرہانے پڑھی جاتی ہے تا مرنے والے کی توجہ دنیا سے ہٹ کر عالم آخرت کی طرف منتقل ہو ۔ خیال اچھا ہے مگر نہ اس قدر جتنا اسے سمجھا جاتا ہے یعنے قرآن مجید کی عمر بھر بھول کر بھی تلاوت نہ کی ہو اسے مرتے وقت قرآن سنانے سے فائدہ ؟ (آلـٰٔن وقد عصیت قبلُ)

اسی ضمن میں ایک لطیفہ یاد آگیا حیدرآباد دکن کے ایک نواب صاحب کے خسر لکھے پڑھے نہ تھے ان کے سامنے ایک بڑھیا کی تعریف کی گئی کہ بہت عابدہ اور زاہدہ ہے ہر وقت قرآن مجید پڑھتی رہتی ہے آپ نے خوش ہو کر کہا کہ بھئی اسے ہمارے گھر لے آؤ گھر میں ہر وقت قرآن کی تلاوت سے برکت کی ریل پیل ہو جائے گی ۔ چنانچہ بڑھیا کو نواب صاحب کے گھر پہنچا دیا گیا کھانے پینے کا خاطر خواہ انتظام ہو گیا بڑی بی ہر وقت قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف رہنے لگی نواب صاحب دیکھ کر خوش ہوتے تھے ایک دن اتفاق سے نواب صاحب نے پوچھا بڑی بی کیا پڑھ رہی ہو ، عرض کیا حضور سورہ یٰسین پڑھ رہی ہوں یہ سنتے ہی نواب صاحب کانپنے لگے اور خوف سے ہکلاتے ہوئے کہا منحوس کہیں کی کیا کسی کی جان لیگی ؟ یہ کہکر بڑھیا کو گھر سے نکال دیا ۔

سورۃ یٰس زندوں کو موت کا پیغام دینے والی نہیں

مُردوں کو زندگی بخشنے والی اور بوسیدہ ہڈیوں میں جان ڈالنے کا اثر رکھتی ہے اس سورۃ کے آخر میں یہ آیت وارد ہوئی ہے ۔

والذی جعل لکم من الشجر الاخضر ناراً فاذا انتم منه توقدون

اور اسی نے تمہارے لئے سبز درخت میں آگ رکھی سو تم اس سے جلاتے ہو ، سورہ یٰس کی اس آیت میں کئی ایک سائنٹیفک صداقتوں کو بیان کیا گیا ہے ۔

۱ ۔ زندگی کی ابتداء دنیا میں نباتات کے مادہ اخضر سے ہوئی یہ حیاتیات (BIOLOGY) کا ایک معرکۃ الآرا مسئلہ ہے ۔ سائنسدان ہمیں بتاتے ہیں اس زمین پر زندگی کی اول کرن نباتات میں پھوٹی اس وقت ہوا ۔ پانی اور نمک کے سوا کوئی چیز نہ تھی اس پر صرف نباتات گزارا کر سکتے تھے ۔ نباتات بھی بالکل سادہ قسم کی تھی شاندار درخت اور پھولوں والے پودے اس وقت نہ تھے ۔ سادہ قسم کی نباتات سے مراد سمندر کی سطح پر کی کائی ہے اس کے بعد رفتہ رفتہ پودے ارتقاء کی طرف قدم بڑھاتے گئے اور زندگی کی دولت سے مالا مال ہو گئے ۔ یہ معنی ہیں وجعلنا من الماء کل شیءٍ حیّ (۲۱ : ۳۱) زندگی کائی سے اٹھ کر ایک قدم حیوانات تک نہیں جا پہنچی بلکہ کتنی منزلیں ارتقاء کی طے کیں کائی سے اٹھ کر پھولوں والے پودے اور شاندار درختوں تک کون جانتا ہے کتنی منازل سے گزرنا پڑا کائی میں زندگی کی رمق نہایت حقیر تھی تاریکی کے اندر جگنو کی چمک اور آفتاب عالمتاب تک روشنی اور حرارت کے کتنے درجے ہیں اسی طرح نباتات کی ترقی کے زینے ہیں وھو بکل خلق علیم ، وہ نہ صرف ہر قسم کی خلق کو جانتا ہے بلکہ ان درجات کا خالق اور موجد ہے ۔

درخت کے مادۂ اخضر سے حیوانات کی زندگی

فرمایا : ۔ جعل لکم من الشجر الاخضر نارا ۔ جس طرح حیوانات سانس لیتے ہیں ۔ ان کے سانس لینے کا آلہ ناک اور پھیپھڑے نہیں بلکہ پتہ یا سبز مادہ ہے سانس لینے کو سائنس کی اصطلاح میں ہوا جلانا (burning) کہا جاتا ہے ۔ قرآن مجید کی آیت میں من الشجر الاخضر نارا ایک بلیغ جملہ ہے ۔ مفسرین نے اس سے بانس یا چنار کا درخت مراد لیا ہے جو باہم رگڑ کھا کر آگ پیدا کر دیتے ہیں مگر یہاں کسی اتفاقی آگ پیدا ہو جانے کا ذکر نہیں اور نہ کوئی نوع شجر مخصوص ہے ۔ علماء ہمیں بتاتے ہیں قریباً تمام درخت سبز مادہ سے مالا مال ہیں یہ مادہ نہ صرف درخت کی زندگی کا ثبوت ہے بلکہ حیوانات کی زندگی بھی انہی کی مرہونِ منت ہے ۔ درختوں کی زندگی بھی ہوا کی آمد و رفت پر منحصر ہے ۔ سانس لینے کے گو طریق مختلف ہیں مگر مقصد و مدعا واحد ہے سانس لینا دو عملوں میں تکمیل پاتا ہے : پہلا طریق ہوا کا اندر کھینچنا ہے دوسرا عمل اسے باہر نکالنا ہے ۔

جو سانس ہم باہر نکالتے ہیں اس میں ایک اور جز ملا ہوتا ہے جس کوئلہ پنسل کا سرمہ اور ہیرا بنتا ہے ۔ تمام ہوا میں کاربن ڈائی اکسائڈ میں کاربن اور آکسیجن ملی ہوتی ہے ۔ درخت کا مادہ اخضر ان دونوں کو الگ الگ کرتا ہے جو لوگ قرآن مجید کے اس جملہ کو سائنس کی اس روشنی میں پڑھیں گے انہیں اس مختصر سے جملہ میں یہ اعجاز نظر آئے گا کہ کس قدر مختصر یہ جملہ ہے مگر کتنے وسیع حقائق پر مشتمل ہے یہ مادہ اخضر جس کے اندر تمام حیوانات کی زندگی کا ایندھن موجودہ سائنٹیفک اصطلاح میں زندگی کی آگ تیار ہوتی ہے ۔

سبز مادہ (Chlorophyll) کی اہمیت

اس پر تمام نباتات اور حیوانات کی زندگی کا انحصار ہے مگر سبز مادہ زندگی تیار کرنے کا معمل (laboratary) بذات خود کافی نہیں بلکہ ایک لحاظ سے وہ درخت پر ایک بوجھ ہے جب درخت کو اس کی ضرورت نہیں رہتی یا جب وہ اپنی افادی حیثیت کھو دیتا ہے تو درخت اسے اپنے سر سے اتار پھینکتا ہے ۔ موسم خزاں میں فضا کے اندر جب تمازتِ آفتاب کم ہو جاتی ہے اور پتہ اپنا فرض ادا نہیں کر سکتا تو قدرت درخت کے سر سے اسے اتار دیتی ہے ۔

آگ کا وہ سمندر جس کی مدد اور طاقت سے مادۂ اخضر یہ عجیب و غریب کام کرتا ہے سورج ہے اس لئے یہ بالکل صحیح ہے

Without the sun there would be no life at all upon this earth, no light, no life.

سورج کے بغیر زندگی قطعاً نہیں ہو سکتی روشنی کے بغیر زندگی ناممکن ہے ۔

سورہ یٰس سورج کی قدرت اور برکات پر ایک عظیم الشان مقالہ ہے جس سے روشنی کا سمندر رواں ہوتا ہے اور دنیا کو اس کی موت کے بعد زندگی کی خوشخبری دیتا ہے ۔ سین اور صین دونوں تلفظ عربی اور عبرانی بلکہ تمام سامی زبانوں میں مشرق الانوار کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں ۔ اہل عرب چین کو الصین بولتے ہیں وہ عربوں کے لئے مشرق الانوار یا طلوع آفتاب کا ملک کہلاتا ہے ۔ سامی زبانوں میں سین یا سینا سورج کا نام ہے جو سن یا سنہ بنا ہے اس کے ایک معنی کاٹنا بھی ہیں اور اسنان انول کو اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ کاٹا جاتا ہے اور سن انسان کی عمر کاٹتا جاتا ہے ۔ تمہید مضمون کسی قدر طویل ہوگئی مگر اس کے بغیر اصل موضوع سمجھ میں نہ آسکتا تھا مختصر یہ کہ سورج ہی زندگی کا سرچشمہ ہے ، سورج کا طلوع و غروب جو اب بھی ہماری زبان کا محاورہ ہے مگر دراصل سورج نہ طلوع ہوتا ہے نہ غروب وہ زمین کے گرد چکر لگاتا یا زمین اس کے گرد گھومتی جاتی اور ہر ملک اور قوم کا الگ الگ طلوع و غروب بناتی ہے قرآن مجید میں ہے ربّ المشرقین وربّ المغربین اللہ تعالیٰ دو مشرقوں اور دو مغربوں کا ربّ ہے اور دوسری جگہ ربّ المشارق والمغارب اللہ تعالیٰ بہت سے مشرقوں اور مغربوں کا ربّ ہے ۔

ربّ المشرقین وربّ المغربین ایک حقیقت ہے

مشرق قریب یا مشرق بعید یا مغرب قریب اور مغرب بعید پرانی دنیا اور نئی دنیا ایشیا یورپ اور امریکہ کیلئے استعمال ہوتا ہے ۔ قرآن مجید کا منشاء علم ہیئت کے سبق دینا نہیں بلکہ یٰسٓ والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین کی بناء پر یٰسٓ سے مراد دنیا کا روحانی سورج محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو دوسری جگہ سراجاً منیرا بھی کہا گیا ہے اور جناب مسیح کو صبح کا ستارہ اسی نسبت سے کہا گیا کہ وہ طلوع آفتاب کی خوشخبری دینے کے لئے آئے ۔ یٰسٓ کے بعد والقرآن الحکیم لاکر قرآن حکیم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام قرار دیا ہے جس کی وجہ سے آپ سراجاً منیرا کہلائے ۔

زندگی کا سرچشمہ آفتاب ہے جس کی وجہ سے دنیا کے اندر زندگی کا فیضان ہے مگر شجرِ اخضر وہ ہے جو آفتاب سے اکتسابِ نور کرکے اپنی اور دوسروں کی زندگی کا ذریعہ بنتا ہے جس طرح سے مادۂ اخضر (کلوروفل) سورج کی زندگی بخش حرارت سے مدد لے کر انسان کی جسمانی زندگی کا سامان کاربن ڈائکسائڈ سے الگ الگ کرتا ہے اسی طرح روحانی شجرِ اخضر قرآن مجید کے نور سے نیکی اور بدی دونوں کو الگ الگ کرکے احیاءِ امّت کا کام کرتا ہے ۔

شجرِ اخضر اور احیاءِ امّت

سورۃ یٰسٓ کی زیرِ بحث آیت میں درخت کے مادہ اخضر کو زندگی پیدا کرنے کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے فاذا انتم منه توقدون سے مراد لکڑی کا چولہے میں جلانا نہیں بلکہ انسان کا اپنے اندر زندگی کی حرارت روشن کرنا ہے ، سبز درخت یا درخت کا مادہ اخضر قدرت کا ایک شاہکار ہے ، وہ ہوا جس میں ہم سانس لیتے

(باقی برصفحہ کالم ۲)

حضرت مسیح موعودؑ کا عربی کلام

لك الحمد یا ترسی و حرزی و جوسقی ۞ بحمدك یروی كل من كان یستقی
اے میری پناہ اور میرے قلعہ تیری تعریف ہو — تیری تعریف سے ہر ایک شخص جو پانی چاہتا سیراب ہو جاتا ہے
بذكرك یجری كل قلب قد اعتقی ۞ بحبك یحیی كل میت ممزق
تیرے ذکر سے ہر ایک دل ٹھہرا ہوا جاری ہو جاتا ہے — اور تیری محبت کے ساتھ ہر ایک مُردہ زندہ ہو جاتا ہے
وباسمك یحفظ كل نفس من الردا ۞ وفضلك ینجی كل من كان یوثق
اور تیرے نام کے ساتھ ہر ایک شخص ہلاکت سے بچتا ہے — اور تیرا فضل ہر ایک قیدی کو رہائی بخشتا ہے
وما الخیر الا فیك یا خالق الوری ۞ وما الكهف الا انت یا متكا التقی
اور تمام نیکی تیری طرف سے ہے اے جہاں آفریں — اور تو ہی پرہیزگاروں کی پناہ ہے
وتعنوا لك الافلاك خوفا ومنیبة ۞ وتجری دموع الراسیات تنبق
اور تیرے آگے خوفناک ہو کر آسمان جھکے ہوئے ہیں — اور پہاڑوں کے آنسو جاری اور رواں ہیں
ولیس لقلبی یا حفیظی وملجائی ۞ سواك مریح عند وقت التازق
اور میرے دل کے لئے اے میرے نگہبان اور پناہ — کوئی دوسرا آرام پہنچانے والا نہیں جب تنگی وارد ہو
یمیل الوری عند الكروب الی الوری ۞ وانت لنا كهف كبیت مسروق
دُکھ کے وقت خلقت خلقت کی طرف توجہ کرتی ہے — اور تو ہمارے لئے ایسی پناہ ہے جیسے نہایت مضبوط گھر
وانك قد انزلت ایات صدقنا ۞ فویل لغمر لا یراها وینهق
اور تو نے ہمارے صدق کے نشان اتارے ہیں — پس وہ نادان ہلاک شدہ ہے جو ان نشانوں کو نہیں دیکھتا اور ہمیشہ شور کرتا ہے
الم یر عجلا مات فی الحی دامیا ۞ اهذا من الرحمن او فعل بندقی
کیا اس گوسالہ کو اس نے نہیں دیکھا جو اپنے قبیلہ میں خون آلودہ ہو کر مر گیا — کیا یہ خدا کا فعل ہے یا میری بندوق کا کام ہے
اری الله ایته بتدمیر مفسد ۞ وتعرفها عین رئت بالتعمق
خدا نے اپنا نشان مفسد کو ہلاک کر کے دکھا دیا — اور اس نشان کو وہ آنکھ پہچان سکتی ہے جو غور سے دیکھے
وما كان هذا اول الای للعدا ۞ بل الای قد كثرت فامعن وحقق
اور یہ دشمنوں کے لئے کوئی پہلا نشان نہیں — بلکہ نشان بہت ہیں پس سوچ اور تحقیق کر
ولله ایات لتائید دعوتی ۞ فانس بعین الناظر المتعمق
اور میری تائید دعوے میں خدا کے لئے نشان ہیں — پس اس آنکھ سے دیکھ جو سوچنے والی اور غور کر کے دیکھا کرتی ہے

الا رب یوم قد بدت فیه ایتا
خبردار ہو بہت سے دن ایسے ہیں جن میں ہماری نشانیاں ظاہر ہو جائیں
ولا سیما یوم علا فیه منطقی
بالخصوص وہ دن جس میں میری تقریر غالب آئے

خودساختہ پیر اور فرستادۂ الٰہی میں فرق

حضرت مسیح موعودؑ کی سادگی اور بلندیٔ کردار

چوہدری عبدالحمید مولوی فاضل مبلغ اسلام

آج کل کے پیروں میں عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ وہ ایک خاص لباس جو دوسرے لوگوں سے مختلف ہوتا ہے پہنے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کے بیٹھنے کی جگہ دوسرے لوگوں سے علیحدہ اور نمایاں ہوتی ہے اور ایک خاص شان اُن میں نظر آتی ہے گفتگو کا ایک خاص انداز ہوتا ہے اور حرکات و سکنات میں تکلف اور تصنع ہوتا ہے۔ تکبر نخوت، رعونت ان کی خصوصیات ہوتی ہیں اس کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کے مامور اور پاک اور برگزیدہ بندے نہایت سادہ اور منکسر المزاج ہوتے ہیں۔ تکلف ریا اور تصنع کا شائبہ تک اُن میں نہیں ہوتا ذیل میں حضرت مسیح موعودؑ کے کردار اور وضع قطع کی چند جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں۔

مجلس میں بلا امتیاز نشست

حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؒ لکھتے ہیں:۔

باہر مسجد مبارک میں آپ کی نشست کی کوئی خاص وضع نہیں ہوتی ایک اجنبی آدمی آپ کو کسی خاص امتیاز کی معرفت پہچان نہیں سکتا آپ ہمیشہ دائیں صف میں ایک کونے میں مسجد کے اندر اس طرح مجتمع ہو کر بیٹھتے ہیں جیسے کوئی فکر کے دریا میں خوب سمٹ کر تیرتا ہے میں جو اکثر محراب میں بیٹھتا ہوں اور اس لئے داخلی دروازہ کے عین محاذ میں ہوتا ہوں۔ بسا اوقات ایک اجنبی جو مارے شوق کے سرزدہ اندر داخل ہوا ہے تو سیدھا میری طرف ہی آیا ہے اور پھر خود ہی اپنی غلطی پر متنبہ ہوا ہے یا حاضرین میں سے کسی نے اصل حقدار کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ آپ کی مجلس میں احتشام اور وقار اور بے تکلفی دونوں ایک ہی وقت میں جمع رہتے ہیں۔ ہر ایک خادم ایسا یقین کرتا ہے کہ آپ کو خصوصاً مجھ سے ہی پیار ہے۔

مریدین کی گفتگو میں آزادانہ روّیہ پر اظہارِ پسندیدگی۔

آگے چل کر حضرت مولانا صاحبؒ لکھتے ہیں:۔

ایک دفعہ ایک شخص جو دنیا کے فقیروں اور سجادہ نشینوں کا شیفتہ اور خوگر تھا ہماری مسجد میں آیا۔ لوگوں کو آزادی سے آپ سے گفتگو کرتے دیکھ کر حیران ہوگیا۔ آپ سے کہا، آپ کی مسجد میں ادب نہیں لوگ بے محابا بات چیت آپ سے کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:۔

> ”میرا یہ مسلک نہیں کہ میں ایسا تندخو اور بھیانک بن کر بیٹھوں کہ لوگ مجھ سے ایسے ڈریں جیسے درندہ سے ڈرتے ہیں۔ اور میں بُت بننے سے سخت نفرت رکھتا ہوں میں تو بُت پرستی کو رد کرنے آیا ہوں نہ یہ کہ میں خود بُت بنوں اور لوگ میری پوجا کریں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں اپنے نفس کو دوسروں پر ذرا بھی ترجیح نہیں دیتا۔“

مولانا محمد علی صاحبؒ کے پاس خود چل کر جاتے تھے۔

سیرت المہدی میں لکھا ہے کہ:۔

”نفس میں اس قدر فروتنی اور انکسار تھا کہ مولوی محمد علی صاحب آپ کے مرید تھے اور حضرت اقدس سے نہایت درجہ اخلاص اور ارادت رکھتے تھے اور آپ کے مکان کے ایک حصہ میں ہی رہتے تھے اگر آپ دن رات میں سو مرتبہ انہیں بلاتے تب بھی حاضر ہونے میں عذر نہ تھا لیکن آپ کو مولوی صاحب سے کوئی بات وغیرہ دریافت کرنی ہوتی تو آپ بجائے اس کے کہ ان کو اپنے پاس بُلا بھیجتے خود مولوی صاحب کی کوٹھڑی میں تشریف لے آتے۔“

مولانا محمد احسن صاحبؒ کی قیام گاہ پر آدھی رات کو دُعا کرانے کیلئے گئے

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:۔

ایک مرتبہ آپ کی ایک صاحبزادی کی ولادت کے وقت آپ کو ایک منذر الہام ہوا۔ آپ اسی وقت آدھی رات کو مولانا محمد احسن صاحب کی جائے رہائش پر تشریف لے گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ انہوں نے اندر سے پوچھا کون؟ فرمایا ”غلام احمد“ مولوی صاحب حیران رہ گئے اور دروازہ کھولا۔ عرض کی حضرت خیر ہے؟ ایک منذر الہام بیان کرکے ارشاد فرمایا کہ میں بھی دُعا کر رہا ہوں۔ آپ بھی دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس تقدیر کو ٹال دے۔“

دوستوں کے رنج و راحت میں شرکت

مولوی سرور شاہ صاحب نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کی کہ حضور میرے پاس ایک بکری ہے وہ میں حضور کی خدمت میں پیش کرتا ہوں حضور اسے ذبح کروا کے اپنے استعمال میں لائیں۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ:۔

> ”ہمارا دل اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ ہمارے دوست دالیں کھائیں اور ہمارے گھر میں گوشت پکے۔“

سادگی اور کسر نفسی

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحبؒ آپ کی سادگی اور کسر نفسی کے بارے تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

۱۰ مارچ ۱۹۰۸ء کو جمعہ تھا جمعہ میں کثرت ہجوم کی وجہ سے مسجد مبارک میں گنجائش نہ تھی۔ اس لئے حضرت اقدس نے حکم دیا کہ بڑی مسجد میں جمعہ پڑھا جائے لوگ حسب معمول مسجد مبارک میں جمع ہو رہے تھے جو یکا یک پتہ لگا کہ جمعہ بڑی مسجد میں ہوگا یہ سنتے ہی سب لوگ مسجد کو دوڑ پڑے تو پچھلی صفوں والے دوڑ کے مسجد جامع میں پہلے پہنچ گئے اور اگلی صفوں والے پیچھے رہ گئے۔ چنانچہ میں بھی جو اگلی صف میں بیٹھا ہوا تھا اس دوڑ میں پیچھے رہ گیا۔ جب مسجد جامع میں پہنچا تو مسجد کا اندر سب بھر چکا تھا مجھے صرف صحن میں جگہ مل سکی مسجد کے اندر امام کی جگہ کے قریب دوستوں نے حضرت اقدس کے لئے آج خلاف معمول جانماز بچھا رکھی تھی۔ میں نے خلاف معمول اس لئے کہا کہ آپ کے لئے مسجد میں اس قسم کا تکلف نہیں ہوا کرتا تھا۔ آج غالباً زیادہ ہجوم کی وجہ سے دوستوں نے آپ کے لئے جگہ مخصوص کر دی تھی اور ایک جانماز بچھا دی میں تڑپ کر رہ گیا کیونکہ وہ جگہ مجھ سے بہت دُور تھی۔ وہ مسجد کے اندر تھی اور میں باہر تھا۔ شیخ رحمت اللہ صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب اس کے قریب کھڑے ہوئے حضرت اقدس کا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے بڑی حسرت سے ان کو دیکھا کہ کیسے خوش قسمت لوگ ہیں کہ حضرت اقدس کے پاس بیٹھیں گے اور میں اپنی شامتِ اعمال کی وجہ سے آپ سے کس قدر دُور ہوں۔ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ اتنے میں حضرت اقدس تشریف لائے۔ آپ کے پیچھے ایک ہجوم تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ ابر کے آگے آگے چاند چمکتا ہوا چلا آرہا ہے۔ جیسے ہی صحن میں پہنچے اور میری اور آپ کی آنکھیں چار ہوئیں تو پھول کی طرح کھل گئے ہنس کے فرمایا اخاہ آپ بھی آگئے میں نے عرض کی کہ جی ہاں حاضر ہوگیا ہوں۔ بس باتیں کرتے ہوئے وہیں میرے پاس بیٹھ گئے اور ہنس ہنس کر باتیں کرنے لگے۔ بعض دوستوں کو خیال ہوا کہ شاید آپ باتیں کرکے اندر تشریف لائیں گے۔ چنانچہ دریافت کرنے پر آپ نے حکم دے دیا کہ مولوی نورالدین صاحب خطبہ شروع کر دیں اور وہیں میرے پاس بیٹھے رہے۔ مسجد کے اندر احباب تڑپ کر رہ گئے اور میں خدا کے فضل اور اپنی خوش قسمتی اور حضرت اقدس کی سادگی اور کسر نفسی پر حیران ہو کر رہ گیا۔ اللہ اللہ اتنا بڑا عظیم الشان انسان۔

مولوی عبدالکریم صاحبؒ کی بیماری میں بے چینی اور علاج میں انہماک

آپ کو اپنے مریدوں سے بے اندازہ محبت تھی چنانچہ جب حضرت مولانا عبدالکریم صاحب بیمار ہوئے تو آپؑ کی نیندیں اچاٹ ہوگئیں ایک پل چین اور آرام نہ آتا حضرت مرزا ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:۔

حضرت اقدس کی محبت مولوی صاحب کے والدین اور ان کے ہر ایک رفیق سے بڑھ کر تھی۔ حضرت اقدس کو مولوی صاحب کی ایسی حالت میں نیند آنی ناممکنات سے معلوم ہوتی تھی۔ حالانکہ حضور کی عمر بھی قریب ستّر سال کے تھی علاوہ دوران سر وغیرہ امراض کے بوجہ بہت سا خون نکل جانے کے آپ اور بھی کمزور ہوگئے تھے۔ مگر پھر بھی اپنے آرام پر مرحوم کو آرام پہنچانا مقدم سمجھتے تھے۔ میں نے ایک دن عرض کی کہ حضور خود بہت کمزور ہیں اور حضور کی طبیعت بیمار ہے۔ رات کو کسی وقت آرام فرما لیا کریں تو مجھے جواب میں فرمایا کہ:۔

> ”یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایسا عزیز اور مخلص رفیق ایسی تکلیف اور کرب میں ہو اور بے چین ہو اور میں سو رہوں مجھ سے ایسا نہیں ہوسکتا۔“

حضرت اقدس نے مولوی صاحب کے لئے یہاں تک دعا کی کہ کئی دفعہ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے اپنی اولاد کے لئے ایسی دعا کبھی نہیں کی۔

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کے علاج کے لئے دو ڈاکٹروں کا ایک بورڈ علاج میں مصروف تھا۔ مولوی نورالدین رحمہ صاحب علاج کر رہے تھے

تھے۔ لیکن ساتھ ہی آپ کے لئے ہر ضرورت کی چیز لاہور، امرتسر سے منگوا لیتے۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب رح لکھتے ہیں:۔

"مولوی صاحب کو برف کی بہت ضرورت محسوس ہوتی تھی اس لئے حضرت اقدس نے ان کے لئے التزام کیا ہوا تھا کہ اکٹھی دو تین من برف منگوا لیتے اور پھر جب وہ قریب ختم کے ہوتی تو اور آدمی لاہور یا امرتسر بھیج کر اتنی ہی برف منگوا لیتے اور اس ذخیرہ کو ختم نہ ہونے دیتے........ مولوی صاحب کو چونکہ بہت ضعف ہو گیا تھا کوئی بوجھل غذا ہضم نہ کر سکتے تھے اس لئے ایک نہایت سے زائد عرصہ سے رات کے لئے حضرت اقدس تین چار مرغ کی یخنی ہر روز تیار کرواتے اور بکرے کے گوشت کا جگ سوپ اس سے علاوہ اکثر تیار کروا دیتے تھے۔ بعد میں حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کی گئی کہ یہ یخنی وغیرہ جو دی جاتی ہے اس میں مقدار بہت ہوتی ہے مگر اصل طاقت کا جزو بہت کم ہوتا ہے۔ انگلینڈ سے تیار ہو کر ایک قسم کا گوشت کا ست آتا ہے (بیف جوس) چنانچہ وہ مدت تک مولوی صاحب مرحوم کو دیا گیا ایک شیشی جس میں قریب دو اونس (ایک چھٹانک) کے غذا ہوتی تھی تین روپے میں آتی تھی حضرت اقدس نے اس کی کئی شیشیاں ان کے لئے خریدیں۔"

خواجہ کمال الدین صاحب رح سے محبت

آپ کا مزاج نہایت معصومانہ رنگ کا ہوتا تھا۔ مثلاً خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم سے آپ کو بہت محبت تھی یہاں تک کہ ان کے دوست ان کو لاڈلا مرید کہا کرتے تھے خواجہ صاحب چونکہ بہت فربہ اور بہم شحیم آدمی تھے اس لئے جب مجلس میں چائے آتی تو سب سے بڑا پیالہ خواجہ صاحب کے سامنے خود رکھ دیتے اس پر آپ بھی ہنستے اور سب دوست بھی ہنستے، اور خواجہ صاحب ناز سے مسکراتے۔ دوستوں نے کہیں حضرت اقدس کو خبر کر دی کہ خواجہ صاحب کو اچھا اور لذیذ کھانے کا بڑا شوق ہے۔ اس پر باورچی کو حضرت اقدس نے خاص طور پر حکم دے دیا کہ جب خواجہ صاحب آویں تو ان کے لئے عمدہ کھانا تیار کیا جاوے۔ ایک دفعہ خواجہ صاحب جو قادیان میں حاضر ہوئے تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ "خواجہ صاحب اب کہ جلدی تو واپس جایئے گا۔ ہم نے ایک باورچی منگوایا ہے جو نہایت لذیذ کھانا پکاتا ہے" پس پھر کیا تھا سب دوست کھل کھلا کر ہنس پڑے اور خواجہ صاحب مسکراتے جاتے تھے اور معذرت کرتے جاتے تھے تو حضرت اقدس ہنستے جاتے تھے۔ خیر واپس مہمان خانہ گئے تو خواجہ صاحب اپنے دوستوں پر برس پڑے کہ تم نے حضرت کی خدمت میں یہ رپورٹ کیوں پہنچائی۔"

دوستوں کے ساتھ شرکت طعام اور ان کی خدمت

جن ایام میں حضرت اقدس باہر دوستوں کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے تو بارہا ایسا ہوتا تھا کہ آپ درمیان میں اٹھ اٹھ کر گرم چپاتی اندر سے لے آتے کسی دوست کی فرمائش پر مربہ یا اچار اندر سے لے آتے خود تو بہت کم کھاتے تھے اس لئے زیادہ وقت دوستوں کو کھلانے میں گذرتا تھا۔ اپنے آگے سے گوشت کی بوٹیاں اٹھا کر دوستوں کے آگے رکھ دیتے۔ اگر خادم سالن کا بڑا پیالہ آپ کے آگے رکھ دیتا تو وہ اٹھا کر کسی دوسرے کے سامنے رکھ دیتے خود چھوٹا پیالہ لے لیتے۔ حافظ عظیم بخش صاحب پٹیالوی آنکھوں سے نابینا تھے وہ ذکر کیا کرتے تھے کہ حضرت اقدس اپنے ہاتھ سے لقمہ بنا کر دیتے اور میں کھاتا۔

پگڑی کاٹ کر مرید کو کھانا باندھ دیا

مفتی محمد صادق صاحب بیان فرماتے ہیں:۔

" ایک دفعہ جب میں شام کے قریب قادیان سے آنے لگا تو حضرت صاحب نے اندر سے میرے واسطے کھانا منگایا۔ جو خادم کھانا لایا وہ یونہی کھلا کھانا لے آیا حضرت صاحب نے خادم سے فرمایا کہ مفتی صاحب یہ کھانا کس طرح ساتھ لے جائیں گے کوئی رومال بھی تو ساتھ لانا تھا جس میں کھانا باندھ دیا جاتا۔ اچھا میں انتظام کرتا ہوں اور پھر آپ نے اپنے سر کی پگڑی کا ایک کنارہ کاٹ کر اس میں کھانا باندھ دیا۔

ایک کمپونڈر کی عزت افزائی

حضرت مولانا صدر الدین صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

" ایک کمپونڈر علی الصبح حضرت کو ملنے کے لئے قادیان پہنچا، حضرت اس وقت سیر کو جا رہے تھے، کمپونڈر کو دیکھتے ہی کہا اخاہ! ڈاکٹر صاحب آ گئے اور فرمایا پہلے آپ کے لئے لسی لے آؤں اور اندر جا کر لسی سے بھرا ہوا کٹورا اور تازہ روٹی لے آئے اور فرمایا کہ آپ اطمینان سے کھائیں اور پھر سیر کو چلیں گے۔"

اللہ اللہ یہ شان ہوتی ہے خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے مامور کی کہ وہ خود اپنے متبعین کی نہ صرف حوصلہ افزائی کرتے ہیں بلکہ ان کی خدمت کرتے ہیں اور ایسا محسوس کرا دیتے ہیں کہ وہ سچ مچ "من انفسکم" (یعنی تم میں سے ہی ایک) ہی ہیں اور اپنے اخلاق فاضلہ اور پیار محبت سے دل موہ لیتے ہیں۔

حضرت مرزا صاحب ع کی صداقت معلوم کرنے کے لئے دعائے استخارہ

حضرت مسیح موعود جناب مرزا غلام احمد قادیانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تحفہ بغداد میں اپنے مخالفین کو دعوت دی ہے کہ اگر دلائل وغیرہ سے میرے دعوے کی صداقت سمجھ نہیں آتی تو دعائے استخارہ کے ذریعہ سے میرے صدق و کذب کے متعلق جناب الٰہی سے اطلاع حاصل کرنے کی درخواست کی جائے، حضرت مرزا صاحب کی یہ دعوت بجائے خود ان کے صدق پر واضح دلیل ہے، کسی مفتری کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ اس قسم کی دعوت اپنے مخالفین کو دے۔

بہر حال جو دعائے استخارہ آپ نے لکھی وہ حسب ذیل ہے:۔

پس اگر تو کرنا چاہے تو ایک دوسرا راستہ بھی ہے اوّلاً اپنے سینے سے ہر قسم کی بدظنی نکال دے پھر اٹھ اور وضو کر اور دو رکعت نماز ادا کر اور رسول اللہ صلعم) پر درود و سلام بھیج اور استغفار پڑھ توبہ کرنے والے کے استغفار کی طرح پھر اپنی جائے نماز پر قبلہ رخ ہو کر لیٹ جا اور اپنے مولا کے حضور فریاد کر اور اللہ تعالیٰ سے میرے حال کے منکشف کرنے کا سوال اور میرے قول کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے پوچھ پھر یہ کہتے ہوئے سو جا۔ یَا خَبِیْرُ اَخْبِرْنِیْ فِیْ اَمْرِ اَحْمَدَ بْنِ غُلَامِ مُرْتَضٰی الْقَادِیَانِیْ أَھُوَ مَرْدُوْدٌ عِنْدَكَ اَوْ مَقْبُوْلٌ أَھُوَ مَلْعُوْنٌ عِنْدَكَ اَوْ مُقَرَّبٌ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِ عِبَادِكَ وَلَا تُخْطِیْ عَیْنُكَ وَاَنْتَ خَیْرُ الشَّاھِدِیْنَ۔

رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ عِلْمًا جَاذِبًا اِلَی الْحَقِّ وَنَظَرًا حَافِظًا مِنْ نَقْلِ الْخُطُوَاتِ اِلٰی خُطَطِ الْخَطِیْئَاتِ وَاَدْخِلْنَا فِی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مَا کَانَ لَنَا اَنْ نَّتَقَدَّمَ بَیْنَ یَدَیْكَ اَوْ نَتَصَرَّفَ فِیْ سَرَائِرِ عِبَادِكَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْ اَمْرِنَا وَافْتَحْ عُیُوْنَنَا وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الَّذِیْنَ یُعَادُوْنَ اَوْلِیَاءَكَ اَوْ یُحِبُّوْنَ الْمُفْسِدِیْنَ آمِیْن ثُمَّ آمِیْن

ترجمہ:۔

"اے خبیر مجھے احمد بن غلام مرتضیٰ قادیانی کے بارے مطلع فرما کیا وہ تیری بارگاہ میں مردود ہے یا مقبول۔ ہے کیا وہ تیرے ہاں ملعون ہے یا عزت دیا گیا ہے یقیناً تو جانتا ہے جو تیرے بندوں کے دلوں میں ہے تیری نگاہ خطا نہیں کرتی اور تو سب سے بہتر شاہد ہے۔

اے ہمارے رب اپنے حضور سے ہمیں علم عطا فرما جو حق کی طرف کھینچ لے اور ایسی نگاہ عطا کر جو گناہوں کے راستہ کے غلط اقدام سے محفوظ رکھے اور ہمیں موافقت کرنے والے گروہ میں داخل فرما۔ ہم تیرے آگے پر نہیں مار سکتے اور تیرے بندوں کے بھیدوں میں تصرف نہیں کر سکتے اے ہمارے رب ہمارے گناہ بخش اور ہمیں ہمارے معاملات میں تجاوز کرنے سے روک اور ہماری آنکھوں کو کھول اور ہمیں ان لوگوں میں سے نہ بنا جو تیرے اولیاء سے عداوت رکھتے ہیں یا فسادیوں سے دوستی رکھتے ہیں۔ آمین ثم آمین"

اے میرے بھائی ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک استخارہ کر اور ان دو رکعتوں کے علاوہ تہجد بھی ادا کر۔

(تحفہ بغداد)

حضرت مسیح موعودؑ کی دعوتِ حق اور سعید روحوں کی رفاقت

(میاں بشیر احمد صاحب منور راولپنڈی)

داعیِ حق کے مخالفین کی معاندانہ سرگرمیاں

جب کبھی کوئی داعیِ حق لوگوں کو اللہ تعالےٰ کی طرف بلاتا ہے تو ایسے آدمیوں کی ہمیشہ کثرت ہوتی ہے جو اس کی آواز پر لبیک کہنے کی بجائے اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے ہیں، ابتدا میں استہزاء سے کام لیتے ہیں، دیوانہ ہونے کا طعنہ دیتے ہیں، لالچ اور طمع کی ترغیبیں دے کر اسے اپنے کام سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن جب یہ حیلے کارگر نہیں ہوتے تو ان کی قساوتِ قلبی انہیں اس بات پر اُبھارتی ہے کہ جب وہ وعظ کرے تو شور کریں تاکہ کوئی اسکی بات سُن نہ سکے۔ چلنے لگے تو راہ میں کانٹے بچھادیں کہ وہ آگے بڑھنے سے رُک جائے اور جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کی یہ ترکیبیں بھی مؤثر ثابت نہیں ہوئیں تو اپنے تمام تعلقات اس سے منقطع کر لیتے ہیں۔ کھانے پینے کی چیزوں تک اسے مہیا نہیں ہونے دیتے عبادت کے لئے سجدے میں گرنے تو گلے میں پٹکا ڈال کر کھینچتے ہیں، نجاست اس پر پھینکتے ہیں، پتھروں سے اس کے بدن کو لہولہان کرتے ہیں یہاں تک کہ اس کی زندگی ختم کرنے کی تدبیریں سوچنے لگتے ہیں اور قاتل کے لئے قیمتی انعام کا اعلان کر دیتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ سے مخالفین کا برتاؤ

حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے بھی جب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق اور اللہ تعالےٰ کی تائید سے مجدّد اور مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کیا تو ایک طوفان بے تمیزی بپا ہو گیا، گھر سے باہر نکلتے تو لوگ گالیاں دیتے، وعظ کے لئے کھڑے ہوتے تو شور کرتے اور پتھر مارتے، ہندو، عیسائی اور مسلمان سبھی ان کے مخالف تھے، ایک ہندو بشیشر ناتھ نے ہندوؤں کے اخبار "آفتاب ہند" میں لکھا کہ بکرے کی ماں کب تک خیر منا سکتی ہے، بقر عید آنے والی ہے، مرزا قادیانی خبردار رہے کہیں وہ بھی اس تقریب پر قربان نہ کر دیا جائے، عیسائیوں کے پادری ہنری مارٹن کلارک نے ان پر قتل کی سازش کا مقدمہ دائر کر دیا، دہلی کی جامع مسجد میں مولویوں کی دعوت پر جب آپ مباحثہ کے لئے تشریف لے گئے تو مسلمانوں کو اتنا اشتعال تھا کہ وہ حضرت اقدس کو قتل کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

حضرت کی طمانیتِ قلب

ایسے تمام مواقع پر حضرت اقدس کی حالت یہ تھی کہ کسی قسم کی گھبراہٹ کا اظہار نہیں کیا، بشاشت اور طمانیتِ قلب کا رنگ قائم رہا اپنی حفاظت کے لئے دوستوں کے اصرار کے باوجود کوئی پہرہ دار مقرر نہیں کیا اس لئے کہ پروردگار کا اپنے بندہ سے یہ وعدہ تھا کہ وہ اس کی حفاظت کرے گا اور انہیں اس وعدہ کے سچ ہونے پر پُورا یقین تھا۔

داعیِ حق کو لبیک کہنے والے

ایسے وقت میں کہ مخالفوں کا عناد اپنی انتہاء کو پہنچ چکا ہو، حالات کی ناموافقت اس درجہ کی ہو کہ بڑے بڑے حوصلہ مند لوگوں کی ہمتیں پست ہونے لگیں اور بے چارگی و بے بسی کی وجہ سے دلوں میں مایوس کن خیالات کی آمد و رفت شروع ہو جائے اللہ تعالےٰ کے ایسے بندے بھی ہوتے ہیں جو داعیِ حق کی آواز پر لبیک کہنے سے نہ صرف یہ کہ ڈرتے نہیں اور نہ ہی کسی قسم کی گھبراہٹ کا اظہار کرتے ہیں بلکہ ان کی سیرت ایمان کے ایسے سانچے میں ڈھلی ہوتی ہے کہ کوئی طاقت بھی انہیں صراطِ مستقیم سے متزلزل نہیں کر سکتی، وہ ایسا راستہ اختیار کرنے سے ہرگز نہیں ہچکچاتے جس میں قدم قدم پر کانٹے بچھے ہوں، وہ اپنے عشق و شیفتگی کی وجہ سے مصیبتوں میں سرور حاصل کرتے ہیں اور کانٹوں کی چبھن میں بھی انہیں وہ لذت ملتی ہے جو کسی کو پھولوں کی سیج پر لوٹ کر بھی نہیں مل سکتی۔

حضرت مولانا نورالدینؓ کی علمی شخصیت اور نورِ حق کی شناخت

ان ہی صالحین میں ایک حکیم الامّت مولانا نورالدین صاحب تھے، ان کے سینہ میں علم و فضل کا جو خزینہ ودیعت تھا اس کی اشاعت میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ علم کے ہر پیاسے کی پیاس انہوں نے بجھائی، دوست ہی نہیں دشمن بھی ان کے دروازے سے کبھی محروم نہیں گئے، ہزاروں نے ان سے استفادہ کیا۔ ان کی علمی جلالتِ شان کو اس وقت کے علماء بھی تسلیم کرتے تھے اظہارِ صداقت میں آپ اتنے بے باک تھے کہ درویش صفت ہونے کے باوجود بادشاہ تک ان سے لرزتے اور خوف کھاتے تھے۔ مگر فروتنی اور خاکساری کی بھی یہ کیفیت تھی کہ جب حضرت مرزا صاحب کی کتاب "براہین احمدیہ" نظر سے گذری تو اس میں انہوں نے وہ نور دیکھا جو ان کی آنکھوں سے ابھی تک پوشیدہ رہا تھا اور جس کی تلاش میں وہ ہمیشہ سرگرداں تھے اور اس کے لئے انہوں نے شہر بشہر کی خاک چھانی تھی اور وادی بطحا میں کئی برس گذار دیئے تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ سے مولانا کا تعارف اور دائمی وابستگی

حضرت مولانا نورالدین صاحب کا تعارف حضرت مرزا صاحب سے عجیب طریقہ سے ہوا انہوں نے کسی عطار سے دوائی منگوائی تھی جس کاغذ میں وہ لپٹی ہوئی تھی اسے کھول کر پڑھا تو اس میں "براہین احمدیہ" کا اشتہار تھا، جس میں مرزا صاحبؑ نے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا دعوےٰ کیا تھا اور لکھا تھا کہ طالبِ حق اگر ان کے پاس آ کر رہے تو وہ نشاناتِ سماویہ کا مشاہدہ بھی کرا سکتے ہیں، حضرت مولانا نے پہلے تو کتاب کو منگا کر پڑھا اور پھر سیدھے قادیان پہنچ گئے اس زمانہ میں آمد و رفت کا ذریعہ یکّہ تھا وہی کرایہ پر لے کر وہاں پہنچے، سب سے پہلے جس شخص سے مڈبھیڑ ہوئی وہ مرزا امام الدین تھا۔ دہریہ طبع اور پکا دنیادار، یکّے والے نے بتلایا کہ مرزا صاحب یہی ہیں مگر مولانا صاحب کی مومنانہ فراست اسے تسلیم نہ کر سکی اور وہ یہ باور نہ کر سکے کہ "براہین احمدیہ" جیسی عظیم الشان کتاب کا مصنف ایسا آدمی ہو جسے دیکھ کر بجائے محبت کے دل میں نفرت پیدا ہو جائے مگر جلد ہی ان کی پریشانی دُور ہو گئی، مرزا امام الدین نے خود ہی بتلا دیا کہ جس شخص کی وہ تلاش میں ہیں وہ انہیں مسجد مبارک میں ملے گا اور وہاں جب وہ حضرت اقدس سے ملے تو جان میں جان آئی، چہرہ پر جونہی نظر پڑی تو دل پکار اٹھا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں اور جب ان کی باتیں سنیں تو فریفتہ ہو گئے اور پھر ان کے در پر ایسے بیٹھے کہ وہیں کے ہو گئے، اُٹھنے کا نام بھی نہ لیا۔

……………………

حضرت مولانا کی عظمتِ ایمان

مولانا نورالدین صاحبؓ کے اعتقاد اور اعلیٰ درجہ کی قوّتِ ایمانی کا ایک نمونہ یہ بھی تھا کہ ریاست جموّں میں کسی جلسہ میں حضرت مرزا صاحب کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے بڑی قوّت اور استقامت سے یہ دعوےٰ پیش کیا کہ حضرت صاحب کے ہاتھ پر اللہ تعالےٰ آسمانی نشان دکھانے پر قادر ہے اور حاضرینِ مجلس کی موجودگی میں ایک ڈاکٹر جگن ناتھ کے انکار کرنے پر یہ شرط باندھی کہ اگر حضرت مرزا صاحب ایک مدّتِ معینہ کے اندر کوئی آسمانی نشان نہ دکھلا سکیں تو مولانا صاحب ڈاکٹر جگن ناتھ کو پانچ ہزار روپے بطور جرمانہ دیں گے اور اگر انہوں نے کوئی نشان دیکھ لیا تو انہیں اسلام قبول کرنا ہوگا۔ مگر ڈاکٹر صاحب نے آسمانی نشان یہ مانگا کہ کوئی مرا ہوا پرندہ زندہ کر دیا جائے، حالانکہ وہ خوب جانتے تھے کہ مردوں کا زندہ کرنا قرآنی اصولوں کے خلاف ہے اور اللہ تعالےٰ کی عادت میں یہ داخل نہیں، اس طرح وہ ایک حکمتِ عملی سے گریز کر گئے۔ بہرحال مولانا صاحب نے جو صدق دکھلایا وہ انکی عظمت ایمان پر ایک محکم دلیل ہے۔

ابولہب کی اسلام دشمنی اور ابوذر کا نورِ ایمان

اللہ تعالےٰ تو ہدایت کا راستہ سبھی کو دکھاتا ہے مگر یہ راستہ دیکھنے کے لئے بصارت سے زیادہ بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ آنکھیں رکھنے کے باوجود دیکھ نہیں سکتے صرف اس لئے کہ ان کے دل کی آنکھ اندھی ہوتی ہے۔ ابولہب تو ہمارے نبی اکرمؐ کا چچا تھا، ان کے رخِ انور کو روز دیکھتا تھا، ان کی پاکیزہ زندگی سے بخوبی واقف تھا لیکن اسلام کی روشنی دیکھنے سے محروم رہا، جہالت کی تاریکی ہی میں بھٹکتا رہا، مخالفت میں سب سے پیش پیش اور سب سے آگے تھا، اس کے برخلاف ابوذر غفاری آنحضرت صلعم سے کوئی رشتہ نہ رکھتے تھے شکل تک نہ دیکھی تھی مگر حال معلوم ہوا تو حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے، قرآن مجید کی چند آیتیں سنیں تو ایمان لے آئے، قلب ایسا صافی پایا تھا کہ یہ ایمان کا نور سینے میں چھپا نہ سکے۔ دشمنوں میں کھڑے ہو کر اس کا اعلان کر دیا، اس آواز کا اٹھنا تھا کہ سب لوگ ان کو مارنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے اور اگر حضرت عباس رضؓ وہاں نہ پہنچ جاتے تو ظالموں نے انہیں مار ہی دیا ہوتا۔ انہوں نے لوگوں کو سمجھایا اور کہا کہ ابوذر کے قبیلے کی طرف سے

ہو کر تمہارے غلّے کے قافلے آتے ہیں اور اگر ان کا قبیلہ تمہارا مخالف ہو گیا تو مکّہ بھوکا مر جائے گا، اس پر ان لوگوں نے انہیں چھوڑا۔

مولانا نور الدینؒ کا نورِ ایمان اور مولوی محمد حسین بٹالوی کی بے بصیرتی

مولانا نور الدین صاحب نے تو امام الوقتؑ کو دیکھتے ہی پہچان لیا حالانکہ وہ پہلے انہیں نہیں جانتے تھے اور ان کے حالات سے بالکل بے خبر تھے۔ مگر مولوی محمد حسین بٹالوی جو حضرت مرزا صاحب کا ہم مکتب رہ چکا تھا اور آپ پر اس قدر حسن ظن رکھتا تھا کہ آپ کی جوتیاں سیدھی کرنا موجب فخر سمجھتا تھا اور آپ کو صاحب حال مانتا تھا وہ آپ کے دعوے مسیحیت کو گوارا نہ کر سکا اور دشمنی میں اتنا بڑھ گیا کہ تعریف کے وہ کلمات جو اس کی زبان نے ادا کئے تھے یا قلم سے نکلے تھے سب بھول گیا اور اب دل آزاری اور تکفیر کے سوائے اس کا کوئی اور مشغلہ ہی نہیں تھا۔ یہی وہ شخص تھا جس نے آپ پر کفر کا فتوے لگانے میں ابتداء کی اور بڑی رعونت سے اس بات کا اعلان کیا کہ ”میں نے ہی مرزا کو اونچا چڑھایا تھا اور میں ہی اب اسے نیچا گراؤں گا“ مگر اللہ تعالےٰ نے اسے ایسا ذلیل کیا کہ نام و نشان ہی مٹ گیا اور اپنی زندگی میں وہ رسوا اور نامراد رہا۔

علامہ سیّد محمد احسن صاحب کی شناخت اور ترک روزگار

سیّد محمد احسن صاحب امروہی کی فطرت بھی ایسی سلیم واقع ہوئی تھی کہ حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا انکشاف ان پر اسی وقت ہو گیا جب انہیں حضرت اقدس کے دعوئے مسیحیت کا اشتہار پہنچا ان کے دل نے معاً گواہی دی کہ یہ مدعی منجانب اللہ ہے اور اس کی راستبازی میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں انہوں نے فوراً حضرت مرزا صاحب کے دعوے کی تائید میں ”اعلام الناس“ کے نام سے ایک رسالہ تصنیف کیا۔ سیّد صاحب بھوپال کی ریاست میں ایک معقول مشاہرہ پر ملازم تھے۔ آپ علم تفسیر و حدیث و فقہ میں کامل دستگاہ رکھتے تھے اور لوگوں میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ مگر جب حق کی تائید کی تو لوگ مخالف ہو گئے، دوست دشمن بن گئے، تعریف کرنے والے طعن و تشنیع پر اتر آئے اور سیّد صاحب کو مجبور کرنا شروع کر دیا کہ وہ سچائی کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیں۔ مگر وہ تو باطل سے ڈرنے والے نہ تھے۔ ان کی غیرت ایمانی نے ان کا سر تسلیم خم نہ ہونے دیا۔ وہ چٹان کی طرح مخالفوں کے مقابل کھڑے رہے اور یہ گوارا کر لیا کہ اپنی ملازمت سے مستعفی ہو جائیں مگر صراط مستقیم سے انحراف کرنا انہوں نے قبول نہ کیا۔ وہ بھی مولانا نور الدین صاحب کی طرح قادیان آ گئے اور خدمت اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی۔ ان کے ترک ملازمت کے موقعہ پر حضرت کو الہام ہوا ؎

از برائش محمد احسن را
تارکِ روزگار مے بینم

نیک طبع لوگوں کی تائید حق اور ایذائیں اٹھانا۔

حق کی شعاعیں ان ہی روحوں پر دفعۃً پرتو افگن ہو سکتی ہیں جن کے دل ہر قسم کے زنگ سے پاک ہوں فطرۃً نیک طبع اور پاکیزہ اخلاق ہوں، فخر و غرور سے عاری ہوں، اور جور و ظلم کے شدائد اور دولت و مال کی ترغیبیں انہیں متزلزل نہ کر سکیں، ایسی ہی سعید روحیں تھیں جو پروانہ وار اس روشنی کی طرف لپکیں جو اس ظلمت کدہ میں حضرت مرزا صاحب نے پھیلائی، ان میں سے بعض کو اپنی جانوں سے ہاتھ دھونا پڑا، بعض کو اپنی ملازمتوں سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی۔ اعزا و اقرباء نے بعض کا بائیکاٹ کیا، اور شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے گالیاں نہ کھائی ہوں اور طرح طرح کی ذلتیں اور بے عزتیاں نہ برداشت کی ہوں، مگر یہ سب کے سب ایک ہی نشہ میں سرشار تھے اور یہ نشہ ایسا تھا کہ جس کو ایک دفعہ چڑھ جاتا تھا تو پھر اترتا نہ تھا۔ جس درد کی لذت سے وہ آشنا ہو چکے تھے اس لطف کو وہ چھوڑ نہ سکتے تھے۔

دین کا جھنڈا سرنگوں نہ ہونے دیں

یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے اسلام کا جھنڈا دور و نزدیک ہر ملک اور اقلیم میں بلند کیا اور قرآنی تعلیمات کی روشنی ہر ظلمت کدہ میں پھیلائی اب ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ لوگ جو حضرت مسیح موعودؑ کے دامن سے وابستہ ہیں وہ تہیہ کر لیں کہ وہ اس جھنڈے کو سرنگوں نہ ہونے دیں گے جو بڑی سختیاں اور مشکلیں جھیلنے کے بعد بلند کیا گیا تھا اور اس دین کو غالب کر کے رہیں گے جس کا وعدہ اللہ تعالےٰ نے ہم سے کیا ہے ٭

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں (مینجر)

کارکنانِ انجمن کے لئے ضروری ہدایات

تمام کارکنانِ انجمن کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اخراجات سفر کا بِل تیار کرتے وقت بِل پر ریل کے ٹکٹ کا نمبر درج کیا کریں۔ اور اگر بس میں سفر کریں۔ تو بس کا ٹکٹ بِل کے ساتھ شامل کریں۔ عدم تعمیل کی صورت میں بِل پاس نہیں ہو سکیں گے۔

(ڈاکٹر) اللہ بخش۔ آنریری جنرل سیکرٹری

اخبارِ احمدیہ

الوداعی دعوت

——مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب کے جرمنی روانہ ہونے کے موقعہ پر جماعت سیالکوٹ چھاؤنی کی طرف سے ۱۱ مئی کو ان کے اعزاز میں پارک کیفے ہوٹل میں پر تکلف دعوت چائے دی گئی جس میں حاضرین کی تعداد ایک سو کے قریب تھی۔ قبل از دعوت مرے کالج سیالکوٹ کے پروفیسر سعید الحسن صاحب کی صدارت میں چند تقاریر ہوئیں، شروع میں شیخ نثار احمد صاحب نے یحییٰ صاحب کا تعارف کراتے ہوئے ان کی تبلیغی خدمات کا مختصراً ذکر فرمایا، جس کے بعد مولانا یحییٰ صاحب نے تقریر فرمائی جس میں تبلیغ اسلام کی اہمیت بیان کرتے ہوئے جرمنی میں تبلیغی مساعی اور ان کے خوشگوار اثرات پر روشنی ڈالی، جس سے حاضرین میں خوشی و مسرت کی لہر دوڑ گئی آخر میں صاحب صدر پروفیسر سعید الحسن صاحب نے ان کی خدمات کو نہایت شاندار الفاظ میں سراہا اور اس بات پر زور دیا کہ جماعت احمدیہ کا یہ کام ہر لحاظ سے قابلِ استحسان اور اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام اب بھی دنیا کے فضلاء کے خواہ وہ دہریہ ہوں یا عیسائی وغیرہ دلوں پر اثر کئے بغیر نہیں رہتا بشرطیکہ اسے صحیح معنوں میں پہنچایا جائے تقاریر کے بعد چائے اور مٹھائی وغیرہ سے حاضرین کی تواضع کی گئی۔

شمولیتِ سلسلہ

——مندرجہ ذیل اصحاب نے جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار کی ہے:۔

(۱)۔ فخر الاسلام ولد محمد شفیع تحصیل پھالیہ ضلع گجرات عمر ۲۳½ سال (معرفت مرغوب عالم صاحب چٹاگانگ مشرقی پاکستان)

(۲)۔ محمد فاروق اعظم صاحب ولد چوہدری رحمت علی گوالمنڈی لاہور عمر ۱۸ سال۔

(۳)۔ عبد الرحیم تحصیل و ضلع پونچھ ڈاک خانہ پلندری آزاد کشمیر (یہ صاحب پہلے جماعت ربوہ میں شامل تھے اب وہاں سے تائب ہو کر جماعت احمدیہ لاہور میں شمولیت اختیار کی ہے)

آتشزدگی

——یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ سُنی جائیگی کہ ۲۰ مئی کی شب کو بوقت بارہ بجے شیخ غلام محمدؒ صاحب مرحوم کے اہل و عیال (والدہ و برادران ڈاکٹر مبارک احمد صاحب) کے رہائشی مکان (واقعہ احاطہ حاجی غلام محی الدین خیمہ ساز نزد احمدیہ بلڈنگس میں) آگ لگ گئی، جو آناً فاناً خطرناک طور پر بھڑک اٹھی، اس پر قابو پانے کے لئے اہل محلہ اور فائر بریگیڈ کو مسلسل دو گھنٹہ جد و جہد کرنی پڑی۔ نقصان کا اندازہ قریباً پچاس ہزار روپیہ ہے

حافظ شیر محمد صاحب شاخوجی

"مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ"

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار
(حضرت مسیح موعودؑ)

مغربی فلسفہ کا مذہب پر حملہ

آج اس مادی اور سائنسی دور میں مغربی فلسفہ نے تمام دنیا کو متاثر کر رکھا ہے خاص کر لادینی اور دہریت کے لئے تو اس نے کھاد کا کام کیا ہے اور مذہب کے خلاف اس قدر سخت حملہ کیا اور اس پر تیر چلایا ہے کہ مذہب کی بنیادیں ہل گئیں اور سوائے اسلام کے تمام مذاہب کے پاؤں اکھڑ گئے ہیں۔

اسی حملہ سے متاثر ہو کر تعلیم یافتہ اور نئی تہذیب کا دلدادہ طبقہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہے کہ کیا آج مذہب کی ضرورت ہے بھی یا نہیں؟ بلکہ یہاں تک سننے میں آتا ہے کہ مذہب زمانۂ جاہلیت کے لئے تھا۔ آج مذہب انسان کو بجائے ترقی کی طرف لے جانے کے اُلٹا ہزاروں سال پیچھے کی دنیا کی طرف لے جاتا ہے۔ اس دور میں مذہب زمانہ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ اگر کوئی مافوق الادراک اور وراء الوریٰ ہستی ہے تو دو اور دو چار کی طرح اسے ثابت کرنا چاہیئے۔ اسی طرح الہامی صحائف اگر پرانے اور فرضی قصے نہیں تو آج بھی خدا تعالےٰ کو اپنے بندہ کے ساتھ اسی طرح کلام کرنا چاہیئے جس طرح وہ پہلے کرتا تھا اگر آج وہ کسی سے کلام نہیں کرتا تو اس امر کے لئے کوئی دلیل نہیں رہتی کہ اس نے گذشتہ زمانہ میں کسی سے کلام کیا تھا۔

مسلمان بھی اس حملہ کی مدافعت نہ کر سکے

مغربی فلسفہ کا مذہب کے خلاف یہ اعتراض اس قدر خطرناک تھا جس کا جواب دوسرے مذاہب تو ایک طرف رہے مسلمانوں کے پاس بھی کوئی نہ تھا۔ کیونکہ واتفاقی طور پر فلسفہ زدہ اشخاص کو اپنے تجربہ اور مشاہدہ سے کوئی مولوی اور کوئی بزرگ مطمئن نہیں کر سکتا تھا۔

قرآن کریم میں مکالمہ الٰہی کو ہستی باری تعالےٰ کا ثبوت قرار دیا گیا ہے

حالانکہ قرآن مجید میں ہے کہ سچے مذہب کا ہر زمانہ میں یہی طرۂ امتیاز رہا ہے کہ وہ ایسے زندہ خدا کی طرف دعوت دیتا ہے جو اپنے بندوں سے کلام کرتا اور دکھی انسانوں کی دعائیں سنتا ہے اور مشکلات و مصائب کو دور فرماتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں یابت لم تعبد ما لا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنك شیئاً۔ (مریم ۴۲) اے میرے باپ تو کیوں اس کی عبادت کرتا ہے جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ کچھ تیرے کام آ سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالےٰ میں ان صفات کا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے عجل سامری کی پرستش کرنے والوں پر یوں ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔

الم یروا انه لا یکلمهم ولا یهدیهم سبیلا۔ الاعراف ۱۴۸ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ وہ ان سے کلام نہیں کرتا اور نہ ان کو راستہ دکھاتا ہے۔ اسی واقعہ کو دوسری جگہ اس طرح بیان کیا ہے۔ افلا یرون الا یرجع الیهم قولا ولا یملك لهم ضرا ولا نفعا۔ (طٰہٰ ۸۹) کیا وہ غور نہیں کرتے کہ وہ ان کی بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ ان کے لئے کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہے اور نہ نفع کا ــــ قرآن مجید میں ایک جگہ ان تمام معبودانِ باطلہ کے پیروؤں کے متعلق فرمایا الذین یدعون من دونه لا یستجیبون لهم بشیء (الرعد ۱۴) اور وہ جنہیں اس کے سوا پکارتے ہیں وہ انہیں کوئی جواب نہیں دیتے۔

غرض قرآن شریف کی ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ سچے مذہب نے ہر زمانہ میں ادیان باطلہ کے پیروؤں کو للکارا اور زندہ خدا کی دعوت دی جو کلام کرتا اور لوگوں کے کام آتا ہو۔

زندہ خدا اور زندہ رسول کا ثبوت اسلام میں۔

آج کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ بے دین اور لامذہب لوگ مذہب کے ماننے والوں کو چیلنج کرتے ہیں اور ایسے خدا کا پتہ پوچھتے ہیں جو کلام کرتا اور اپنی معرفت کے پانی سے روح کی پیاس بجھاتا ہو، دوسرے مذاہب کے پیروؤں کو تو جانے دیجئے کیونکہ ان کے ہاں خدائی عرفان کے چشمے تو خشک ہو چکے ہیں اور ان کے انبیاء اب روحانی فیض نہیں پہنچا سکتے کیونکہ ان کی نبوتیں ختم ہو گئیں، صرف ایک ہی زندہ نبی ہے جس کی نبوت دائمی اور جس کا روحانی فیض ابدی ہے۔ قرآن مجید نے اسے کہیں تو اسے آسمانی بارش کے نام سے موسوم کیا ہے جس سے مردہ قلوب کی زمین سرسبز ہوتی ہے اور کسی جگہ اس عظیم الشان درخت سے اس کی مثال دی ہے جو ہر وقت سرسبز رہتا ہے اور ہمیشہ پھل دیتا ہے۔ توتی اکلها کل حین باذن ربها (ابراهیم ۲۵) یہ اپنے رب کے اذن سے ہر وقت پھل دیتا رہتا ہے تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ لگائے ہوئے پھل زندہ خدا کی ہستی اور آپ کے زندہ نبی ہونے پر گواہ ہے۔

اسلامی درخت کے پھل اولیاء اللہ کا وجود

ان وجودوں کو جو ہر زمانہ میں اسلام کی صداقت اور حضرت نبی کریم صلعم کی صداقت ثابت کرتے رہتے ہیں اسلام کے درخت کا پھل کہا گیا ہے۔ ایسے وجود ہر زمانہ میں ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ وہ پھل کبھی عمر بن عبدالعزیز کے رنگ میں ظاہر ہوا تو کبھی امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کے رنگ میں۔ کبھی سید عبدالقادر جیلانی اور سہروردی کی صورت میں ظاہر ہوا تو کبھی حضرت مجدد الف ثانی کی شکل میں اگر کبھی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے روپ میں آیا تو کبھی سید احمد بریلوی کی صورت میں اور سب سے آخر اس زمانہ کے مجدد اور امام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی رحمۃ اللہ کے رنگ میں پیدا ہوا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وجود بھی اس درخت کے پھلوں میں سے ایک پھل ہے یا یوں کہیئے کہ آپ کا فیض روحانیت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کے بحرِ ذخار کا ایک قطرہ ہے بقول مسیح موعودؑ ؎

این چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

مخالفینِ اسلام کی اسلام دشمنی

ہر زمانہ میں مخالفین اسلام نے اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بہت کچھ کہا اور لکھا ہے۔ لیکن اس دور میں جتنی مخالفت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوئی اس کی نظیر پہلے زمانوں میں ملنی ناممکن ہے عیسائیوں نے نہ صرف اپنے مشنریوں کے ذریعہ بلکہ اخبارات، رسائل اور ہزارہا کی تعداد میں کتب شائع کر کے آپ کی اتنی سخت مخالفت کی ہے کہ الامان والحفیظ۔ اسی طرح متحدہ ہندوستان میں پادریوں کی دیکھا دیکھی ہندوؤں نے بھی اسلام کو مٹانے کا تہیہ کر لیا خصوصاً آریوں نے تو حد ہی کر دی۔

مکالمہ الٰہیہ سے مسلمانوں کا انکار اور مسیح موعود کا زندہ خدا اور زندہ رسول کو پیش کرنا

دوسرے مذاہب والوں کو تو جانے دیجئے ہمارے مسلمانوں نے بھی جن کی دینی اور مذہبی کتب تعلق باللہ سے بھری پڑی ہیں خدا تعالےٰ سے مکالمہ مخاطبہ کے منکر نظر آتے ہیں۔ حالانکہ یہی روحانی فیض ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ملتا ہے۔ اس دور میں صرف مسیح موعود علیہ السلام ہی کی عظیم الشان شخصیت نظر آتی ہے جس نے تمام دنیا کے سامنے زندہ خدا اور زندہ نبی پیش کیا۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:-

"میں تمام لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اب آسمان کے نیچے اعلیٰ اور اکمل طور پر زندہ رسول صرف ایک ہے یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اسی ثبوت کے لئے خدا نے مجھے مسیح کر کے بھیجا ہے جس کو شک ہو وہ آرام اور آہستگی سے مجھ سے یہ اعلیٰ زندگی ثابت کرا لے۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو کچھ عذر بھی تھا مگر اب کسی کے لئے عذر کی جگہ نہیں کیونکہ خدا نے مجھے بھیجا ہے کہ میں اس بات کا ثبوت دوں کہ زندہ کتاب قرآن ہے اور زندہ دین اسلام ہے اور زندہ رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ دیکھو میں آسمان اور زمین کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ یہ تمام باتیں سچ ہیں اور خدا وہی ایک خدا ہے جو کلمہ لا اله الا الله محمد رسول الله میں پیش کیا گیا ہے اور زندہ رسول وہی ایک رسول ہے جس کے قدم پر نئے سرے سے دنیا زندہ ہو رہی ہے نشان ظاہر ہو رہے ہیں برکات ظہور میں آ رہے ہیں غیب

کے چشمے کھل رہے ہیں پس مبارک وہ جو اپنے تئیں تاریکی سے نکالے"

"اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو اور اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی صرف وہی ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ہے جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔"

"ہزارہا معزز اور متقی اور نیک بخت آدمی اور ہر قوم کے لوگ میرے نشانوں کے گواہ ہیں اور تم خود گواہ ہو اور مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے کہ اگر کوئی سخت دل عیسائی یا ہندو یا آریہ میرے ان گذشتہ نشانوں سے جو روز روشن کی طرح نمایاں ہیں انکار بھی کر دے اور مسلمان ہونے کے لئے کوئی نشان چاہے ...... تو میں امید رکھتا ہوں کہ ابھی ایک سال پورا نہ ہوگا کہ وہ نشان کو دیکھ لے گا کیونکہ میں اس زندگی میں سے نور لیتا ہوں جو میرے نبی متبوع کو ملی ہے کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے۔"

"یہ فخر صرف اسلام کو ہے اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ زندہ رسول ابدالاباد کے لئے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہو سکتے ہیں جن کے نفوس طیبہ اور قوت قدسیہ کے طفیل ہر زمانہ میں ایک مرد خدا خدا نمائی کا ثبوت دیتا رہتا ہے۔"

غرض اس قسم کی سینکڑوں تحریرات ہیں جو وقتاً فوقتاً آپ نے دنیا کے سامنے پیش کیں اور جن کے ذریعہ سے تمام ادیان کے متبعین پر حجت کی۔ زبانی دعوے خدا تک پہنچنے کے ہر ایک مذہب کا پیرو کرتا ہے لیکن اس طرح مشاہدہ اور تجربہ کی بناء پر صاحب حال بن کر دنیا کو للکارنا یہ انہی لوگوں کا کام ہوتا ہے جو خدا تعالے کے ہاتھ سے پاک و صاف کئے جاتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل متبع ہوتے ہیں۔

غیر نبی پر وحی والہام کی سند قرآن سے

قرآن کریم غیر نبی سے مکالمہ مخاطبہ کا قائل ہے اس ضمن میں حضرت اُم موسےٰ، حضرت مریم حضرت سارہ، حضرت ذوالقرنین اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے حواریوں کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے حالانکہ یہ تمام افراد نبی نہ تھے ذیل کی آیات اس ضمن میں قابل غور ہیں کیونکہ یہ تمام تر غیر نبی سے مکالمہ مخاطبہ کے متعلق ہیں چاہے وہ افراد گذشتہ اُمتوں کے ہوں یا اُمت محمدیہ کے۔

(۱) اور موسےٰ کی ماں کی طرف ہم نے وحی کی کہ اسے دودھ پلا پھر جب اس کے متعلق تجھے خوف ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈرنا اور نہ غم کرنا۔ ہم اسے تیری طرف واپس لائیں گے اور اسے مرسلوں میں سے بنائیں گے۔ القصص ۷

(۲) فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تجھے اپنی طرف ایک کلام کے ساتھ خوشخبری دیتا ہے اس کا نام مسیح عیسےٰ ابن مریم ہے جو دنیا اور آخرت میں وجاہت والا اور مقربوں میں سے ہوگا۔ آل عمران ۴۵

(۳)۔ (حضرت سارہ کو فرشتوں نے کہا کیا تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے اے اہل بیت اللہ کی رحمت اور برکتیں تم پر ہیں وہ تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔ (ہود ۷۳)

(۴) ہم نے کہا اے ذوالقرنین چاہو تو سزا دو اور چاہو تو ان سے بھلائی کا معاملہ کرو۔ الکہف ۸۶

(۵) اور جب میں نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔ (المائدہ ۱۱۱)

(۶) سن لو کہ اللہ کے دلیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے ان کے لئے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے۔

(۷) وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر سیدھی راہ پر لگے رہتے ہیں ان پر فرشتے اترتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم خوف مت کرو اور غمگین نہ ہو۔ حم السجدہ ۳۰

اب ان آیات کو دیکھا جائے تو یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ غیر انبیاء پر نازل ہونے والا کلام بھی اتنا ہی یقینی اور مصفےٰ ہوتا ہے جتنا کہ انبیاء پر اترنے والا کلام۔ اگر یہ وحی یقینی نہ ہوتی تو حضرت اُم موسےٰ کبھی حضرت موسےٰ علیہ السلام کو دریا کی موجوں کے حوالے نہ کرتیں۔ اسی طرح حضرت مریم اور حضرت سارہ پر فرشتوں کا ظاہر ہونا اور انہیں بشارت دینا بھی غیر نبی پر بذریعہ فرشتہ بشارتوں کا نزول ہے۔ اور حواری جو غیر نبی تھے انہیں ایک ایسے انسان پر ایمان کے لئے خدا تعالےٰ نے وحی کی جسے وہ ہنوز مرسل نہیں سمجھتے تھے۔ اب اگر یہ مکالمہ یقینی نہ ہوتا تو وہ کبھی اپنے ایمان کی عنان گذشتہ مسلک کے خلاف حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے حوالے نہ کرتے۔ پھر حضرت نبی کریم صلعم کے بعد یہ مکالمہ مخاطبہ بند نہیں ہوا تو قرآن کریم نے اولیاء اللہ پر البشریٰ اور ملٰئکۃ کا نزول تسلیم کیا ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ قرآن پاک بھی غیر نبی پر ایسی وحی کے نزول کا قائل ہے جو یقینی اور دخل شیطان سے پاک ہو

حدیث کی سند

قرآن کریم کے بعد ہمارے پاس دوسری سند احادیث کی ہے :۔

(۱) عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لقد کان فیمن کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیران یکونوا انبیاء فان یکن من اُمتی منھم احد فعمر۔ (بخاری باب مناقب عمر) حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے آدمی تھے جن سے مکالمہ الٰہیہ ہوا کرتا تھا کہ بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں تو اگر میری اُمت میں ان میں سے کوئی ہے تو عمر ہے۔

(۲) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لایبقی بعدی من النبوۃ شیئ الا المبشرات۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا میری نبوت میں سے سوائے مبشرات کے کچھ باقی نہیں رہا۔

( )

(۳) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی قال فشق ذالک علی الناس فقال ولکن المبشرات

( )

آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ کوئی نبی ہے، راوی کہتا ہے یہ بات لوگوں پر گراں گذری تو فرمایا لیکن مبشرات باقی ہیں۔

صحابہؓ کی سند

جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو صحابہ رضؓ میں غسل دینے کے مسئلہ پر اختلاف ہو گیا کہ آپؐ کو کپڑوں سمیت غسل دیا جائے یا کپڑے اتار کر غسل دیا جائے تو صحابہ رضؓ پر نیند طاری ہو گئی تو فرشتہ نے ان سے کلام کیا اور کہا اغسلوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ ثیابہٗ۔ (مشکوٰۃ باب فی الکرامات) کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں سمیت غسل دو۔ چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس وحی کے تحت آپ کو کپڑوں سمیت غسل دیا۔

سلف صالحین کا مسلک

اب ہم صلحاء اُمت مسلمہ کے مسلک کو دیکھتے ہیں کہ کیا وہ اس مکالمہ مخاطبہ کے قائل ہیں یا نہیں اور کیا کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پہلے بھی اپنے آپ کو مہبط وحی الٰہی قرار دیا اور اس مقام کی وہی تشریح کی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کی ہے۔

بحث کو مختصر کرنے کے لئے ذیل میں ان صلحائے اُمت کے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کے متعلق چند ایک حوالے درج کئے جاتے ہیں جنہیں جمیع مسلمان حامل دین متین سمجھتے ہیں۔ اور دنیائے اسلام کے وہ درخشندہ ستارے ہیں۔

۱۔ امام راغب :۔

ویقال للکلمۃ الالٰھیۃ التی تلقی الی انبیاءہ واولیاءہ وحی۔

مکالمہ الٰہیہ جو انبیاء اور اولیاء سے ہوتا ہے اس کو وحی کہا جاتا ہے۔

۲۔ امام حجر عسقلانی :۔

فلما انقطع الوحی بموتہ وقع الالھام لمن اختصہ اللہ بہ۔ فتح الباری جلد ۱۱ ص ۳۳۲

جب حضرت نبی کریم صلعم کا انتقال ہوا تو وحی نبوت منقطع ہو گئی۔ ان لوگوں کو جنہیں اللہ تعالےٰ نے مخصوص کر لیا تھا الہام ہونے لگے

۳۔ امام عبدالوہاب شعرانی :۔

فان الوحی المتضمن للتشریع

قد اغلق بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ومما انعم اللہ تبارک وتعالیٰ بہ علیّ انہ جعلنی من اھل الالھام الصحیح ۔ (الکبریت الاحمر برحاشیہ الیواقیت والجواھر ۔ جلد ۲ ص۸)

وہ وحی جو شریعت کی حامل ہو اس کا دروازہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند ہو گیا اور خدا تعالےٰ کی نعمتوں میں جو اس نے مجھ پر کی ہیں ایک یہ ہے کہ اس نے مجھے صاحب الہام کیا ہے۔

۴۔ امام قرطبی:۔

وقال القرطبی المسلم الصادق الصالح ھو الذی یناسب حالہ حال الانبیاء فاکرم بنوع مما اکرم بہ الانبیاء وھو الاطلاع علی الغیب ۔ فتح الباری

قرطبی نے کہا مسلم صادق صالح وہ ہے جس کا حال انبیاء سے مشابہ ہو پس اس کو وہ چیز عطا کی جاتی ہے جو انبیاء کو دی گئی یعنی اطلاع علی الغیب۔

۵۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی

ویلک یا مبتدع اما یقدر اللہ تعالیٰ ان یقول ربی انا اللہ الا ربنا عزوجل متکلم لیس باخرس لہ کلام یسمع و یفھم ۔ الفتح الربانی الفیض الرحمانی ۔

اے بدعتی تیری خرابی ہو کیا خدا تعالےٰ طاقت نہیں رکھتا کہ کہے میں خدا ہوں سو ہمارا خدا جو غالب اور بزرگ ہے وہ بات کرنے والا ہے گونگا نہیں اس کی کلام سنائی دیتی اور سمجھی جاتی ہے۔

۶۔ امام غزالی:۔

ا۔ فاعلم ان ارباب القلوب یکاشفون باسرار الملکوت تارۃ علی سبیل الالھام بان یخطر لھم علی سبیل الورود علیھم من حیث لا یعلمون وتارۃ علی سبیل الرؤیا الصادقۃ وتارۃ فی الیقظۃ علی سبیل کشف المعانی بمشاھدۃ الامثلۃ کما یکون فی المنام وھذا اعلی الدرجات وھی من درجۃ النبوۃ العالیۃ کما ان الرؤیا الصادقۃ جزء من ستۃ واربعین جزء من النبوۃ فایاک ان یکون حظک من ھذا العلم انکار ما جاوز حد قصورک ۔ احیاء العلوم جلد ۱ ص ۹۷

تو جان لے کہ صاحب دل لوگوں پر آسمان و زمین کے اسرار کھولے جاتے ہیں کبھی الہام کے ذریعہ اور کبھی رؤیا صادقہ کے ذریعہ اور کبھی جاگتے ہوئے اور نبوت کے درجات میں سے یہ درجہ بہت بلند ہے پس تو اس سے بچ کہ اس بات کا اپنی ناسمجھی سے انکار کرے

(ب) ان العلم انما یحصل فی قلوبنا بواسطۃ الملئکۃ والیہ الاشارۃ وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ ۔ الخ احیاء العلوم ۔ جلد ۳ ص ۱۴

بیشک ہمارے دلوں میں علم الٰہی بذریعہ ملائکہ کے حاصل ہوتا ہے اور اسی کی طرف خدا تعالےٰ کے کلام میں اشارہ ہے و ماکان لبشر الخ

۷۔ شیخ محی الدین ابن عربی

اقسام وحی جو قرآن مجید اور احادیث سے ثابت ہیں بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

ا۔ وھذا کلہ موجود فی رجال اللہ من الاولیاء والذی اختص بہ النبی من ھذا دون الولی الوحی بالتشریع ۔ فتوحات مکیہ جلد ۲ ص ۲۱۴

یہ تمام اقسام وحی اس امت کے اولیاء میں جاری اور موجود ہیں صرف وحی تشریعی بند ہے۔

ب اما الالقاء بغیر التشریع فلیس بمحجور....... کذالک تنزل القرآن علی قلوب الاولیاء ما انقطع مع کونہ محفوظاً لھم ولکن لھم ذوق الانزال وھذا لبعضھم فتوحات مکیہ جلد ۲ ص ۲۵۷

غیر تشریعی الہام ممنوع نہیں ہے ایسا ہی قرآن کریم کا نزول اولیاء اللہ کے قلوب پر ہونا منقطع نہیں ہوا باوجودیکہ قرآن کریم اپنی اصلی صورت میں محفوظ ہے لیکن اولیاء کو نزول قرآن کا ذوق عطا کرنے کے لئے ایسا کیا جاتا ہے اور ایسی شان بعض کو دی جاتی ہے۔

۸۔ حضرت امام جعفر صادق ۔ ا۔ بعض عرفاء فرمودہ اند ما کلام حق را میشنویم و با ما را باو تعالیٰ مکالمہ میشود چنانچہ از امام ہمام جعفر صادق رضی اللہ عنہ منقول است کہ گفت ازلت اردد الآیۃ حتی سمعتھا من المتکلم بھا۔ مکتوبات جلد ۳ ص ۱۶۶ ۔ بعض عارفانِ الٰہی نے اپنی نسبت یہ بیان کیا ہے کہ ہم اللہ تعالےٰ کے کلام کو سنتے ہیں اور ہمارے ساتھ اللہ تعالےٰ کا مکالمہ مخاطبہ ہوتا ہے جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ میں نے قرآن کی آیت کو اتنی بار لوٹایا کہ خود اس آیت کے متکلم اللہ تعالےٰ سے میں نے سن لیا۔

(ب) حضرت امام جعفر فرماتے ہیں کہ میں نے قرآن کو اس ذوق شوق سے پڑھا کہ وہ مجھ پر الہاماً نازل ہو گیا۔

(فتوحات مکیہ جلد ۲ ص)

۹۔ مولانا روم:۔

نے نجوم است و نہ رمل است و نہ خواب
وحی حق واللہ اعلم بالصواب
از پئے روپوشِ عامہ در بیان
وحی دل گویند آنرا صوفیان
(مثنوی دفتر چہارم)

یعنی وہ امر حق جس کا اوپر بیان ہوا ہے وہ نجوم اور رمل اور خواب نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے کہ یہ خدا کی وحی ہے عام لوگوں سے پردہ کرنے کی غرض سے صوفیاء اسے وحی دل بھی کہدیتے ہیں۔

حلق نفس از وسوسہ خالی شود
میہمانِ وحی اجلالی شود
(مثنوی دفتر سوم)

۱۰۔ حضرت مجدد الف ثانی:۔

اعلم ایھا الاخ الصدیق ان کلامہ سبحانہ وتعالیٰ مع البشر قد یکون شفاھاً وذالک الافراد من الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والتسلیمات وقد یکون ذالک لبعض الکمل من متابعیھم بالتبعیۃ والوراثۃ ایضاً فاذا کثر ھذا القسم من الکلام مع واحد منھم سمی محدثاً کما کان امیر المؤمنین عمر وھذا غیر الالھام وغیر الالقاء فی الروع وغیر الکلام الذی مع الملک انما یخاطب بھذا الانسان الکامل۔ (مکتوبات ۔ مکتوب ۵۱)

اے محترم بھائی! جان لے کہ اللہ سبحانہٗ کا کلام کبھی انسان کے ساتھ ایسا ہوتا ہے جیسا اس کے سامنے اور یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے اور کبھی ان کے پیروؤں میں بعض کے لئے جو کمال حاصل کر چکے ہوں بسبب پیروی اور وراثت کے بھی ایسا کلام ہوتا ہے اور جب اس قسم کا کلام ان میں سے ایک کے ساتھ کثرت سے ہو تو اس کا نام محدث رکھا جاتا ہے جیسے امیر المومنین عمر کا رکھا گیا۔

۱۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ:۔

المحدث لاسیما اذا کان محدثاً لیس علیہ ان یتبع الشرائع الاجتھادیۃ فقد اغنی الاصباح عن المصباح وانما قد ومتہ بالوحی وعلوم الرسل صلوٰۃ اللہ علیھم (تفہیمات الٰہیہ)

۔ محدث کا وہ مرتبہ ہے کہ جب محدث ظہور پاتا ہے تو ضرور اس کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ وہ اجتہادی شریعتوں کا پابند نہیں ہوتا پس جس طرح سورج کے ہوتے چراغ کی ضرورت نہیں رہتی ایسا ہی محدث کا حال ہے کہ وہ مجتہدوں کے اجتہادات کا پابند نہیں ہوتا کیونکہ جب وہ آتا ہے تو اس کے ساتھ وحی اور رسولوں کے علوم ہوتے ہیں۔

۱۲۔ حضرت سید محمد اسمٰعیل شہید:۔

باید دانست کہ از انجملہ الہام است ہمیں الہام کہ بانبیاء اللہ ثابت است آنرا وحی گویند و اگر بغیر ایشاں ثابت مے شود او را تحدیث مے گویند و گاہے در کتاب اللہ مطلق الہام را خواہ بانبیاء اللہ ثابت است خواہ باولیاء اللہ وحی نامند۔ (منصب امامت ص ۵۱)

۱۳۔ حضرت خواجہ میر درد دہلوی

زیرِ عنوان "تحدیث نعمۃ الرب" لکھا ہے کہ آپ پر بہت سی قرآنی آیات بذریعہ الہام نازل ہوئیں اور ان میں سے کئی ایسی ہیں جن میں اللہ تعالےٰ نے خاص آنحضرت صلعم کو مخاطب کیا ہے ۔۱) و استقم کما امرت ولا تتبع اھواءھم (سورۃ شوریٰ ۲) وانذر عشیرتک الاقربین (سورۃ الشعراء) ووجدک ضالاً فھدیٰ (سورۃ ضحیٰ) (علم الکتاب ص ۶۱ تا ۶۴)

۱۴۔ حضرت سید امیر کوٹھہ والے :۔ الہام کردہ شد با آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ در دو شنبہ بست و یکم ماہ رجب این آیتہا۔ یاایھا النّبی اتق اللّٰہ ولا تطع الکافرین ان اللّٰہ کان علیما حکیما۔ لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللّٰہ والیوم الاٰخر وذکر اللّٰہ کثیرا۔ نظم الدرر فی سلک السیر ص۱۵۲

۱۵۔ مولوی عبداللہ غزنوی

جب یقین ہو جاتا ہے کہ مخلوقات راہ پر نہیں آتی اور مجدد کو بھی راہ سے کھینچتے ہیں اور اندھیرے ہجوم کرتے ہیں تو اس وقت تنہائی اور گوشہ نشینی بہتر ہے اور اگر جانتا ہے کہ میرا فائدہ ان کو پہنچتا ہے مجھ کو ان کا ضرر نہیں پہنچتا تو اس وقت امر معروف اور لوگوں میں ملا جلا رہنا بہتر ہے اور فرماتے تھے وہ شغل اور مقام اور مرتبہ کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرے وہ استدراج ہے اور گمراہی۔ اور فرماتے تھے مجھ پر الہام ہوا۔ وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا اور فرماتے تھے الہام ہوا ولسوف یعطیک ربّک فترضٰی۔ اور فرماتے تھے الہام ہوا الم نشرح لک صدرک۔ سوانح عمری مولوی عبداللہ الغزنوی المرحوم مجموعہ مکتوبات ص۱۲۔

ہر زمانہ میں شجرِ اسلام کی آبیاری الہام سے

سلف صالحین کے مندرجہ بالا اقوال سے واضح ہو گیا ہوگا کہ خدا تعالیٰ ہر زمانہ میں اسلام کے شجرہ طیبہ کی آسمانی پانی سے آبیاری کرتا رہا اور توتی اکلھا کل حین باذن ربّھا کے مطابق اس کے ثمرات ہر زمانہ میں ظاہر ہوتے رہے۔ یہ ثمرات ان علماء ربّانی کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں جو مکالمہ الٰہیہ پا کر اسلام کی حقانیت پر اپنے پاک وجود سے مہر ثبت کرتے ہیں۔ اور جو الہام الٰہی پا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی عظمت و شوکت کے اظہار کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور اندرونی اور بیرونی فتنوں کا مقابلہ کرتے ہیں ان کا وجود اسلام کے لئے ایک زندہ دلیل ہوتا ہے وہ ہر زمانہ میں ظاہر ہو کر ثابت کرتے ہیں کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔

باقی بر صفحہ ۱۶ کالم نمبر ۲

شذرات

(بسلسلہ صفحہ نمبر ۲)

ہے کہ **چودھویں صدی کا مجدّد** کسر فتن صلیبیہ کے لئے آنا چاہئے تھا کیونکہ یہی وہ فتن ہیں جن کے لاکھوں دلوں پر خطرناک اثر پڑتے ہیں اور یہی وہ فتن ہیں جن کو اس زمانہ کے تمام فتنوں کی نسبت عظیم الشان کہنا چاہئے اور جب ثابت ہوا کہ **چودھویں صدی کے مجدّد** کا کام صلیبی فتنوں کو توڑنا اور اس کے حامیوں کے حملوں کا جواب دینا ہے تو اب طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس مجدّد کا یہ کام ہو کہ وہ صلیبی فتنوں کو توڑے اور کسر صلیب کا منصب اپنے ہاتھ میں لے کر حقیقی نجات کی راہ دکھلا دے اور وہ نجات جو صلیب کی طرف منسوب کی گئی ہے اس کا بطلان ثابت کرے اس مجدّد کا کیا نام ہونا چاہیئے؟ پس جبکہ زمانہ کی حالت موجودہ ہی بتلا رہی ہے کہ **چودھویں صدی کے مجدّد کا نام مسیح موعود** ہونا چاہیئے یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہو کہ ایسی صدی کا **مسیح موعود ہی مجدّد** ہوگا جس میں فتنہ صلیبیہ کا جوش و خروش ہو تو پھر کیوں انکار ہے ....

اس پُرفتن صدی کے سر پر ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے دعوےٰ کیا کہ ان فتنوں کی اصلاح کے لئے مَیں مامور ہوں تو کیا ایسا دعویٰ غیر محل پر تھا ....

کیا اس سے بڑھ کر کسی اور وقت کا انتظار کرو گے؟ اور اس **چودھویں صدی کو کسی مجدّد** کے آنے سے بے نصیب قرار دے کر کسی اور نا معلوم صدی کی انتظار میں رہو گے؟ کیا یہ تقوےٰ کا طریق ہے کہ باوجودیکہ صدی میں سے چودہ سال بھی گذر گئے اور صلیبی فتنے دائرے کی طرح محیط ہو گئے مگر پھر بھی اعتقاد یہ ہو کہ آنے والا اب تک نہ آیا اور بدقسمت **چودھویں صدی کسی معمولی مجدّد** سے بھی خالی رہے۔"
(ایام الصلح ص۱۶۲) ✲

تجدیدِ دین یا احیاء ملت

(بسلسلہ صفحہ نمبر ۵)

ہیں اس میں کاربن اور آکسیجن اس سختی کے ساتھ ملے ہوتے ہیں کہ ان کا جدا جدا کرنا نہایت مشکل کام ہے۔ اگر سائنسدان اپنے معمل....... (Laboratory) میں کرنا چاہے تو اس کے لئے کئی ہزار ڈگری کی حرارت کی ضرورت ہوگی جو لاکھوں روپیہ کے خرچ اور مشینری کی گھڑگھڑاہٹ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی مگر درخت کا سبز پتہ یا مادہ اخضر سورج کی مدد سے بغیر کسی سرمایہ اور مشینری کے نہایت خاموشی کے ساتھ عام ہوا میں سے کاربن اور آکسیجن جدا کر کے ان گنت اور بیشمار حیوانات کے لئے زندگی مہیا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ہستی کی یہ دلیل کہ ایک علیم اور حکیم قدرت ہی یہ کام کر سکتی ہے کیا ہستی باری تعالیٰ پر زبردست دلیل نہیں؟ ہر درخت کے پتوں کی شکل ان کے موٹے پتلے یا نکیلے ہونے بعض کے گول اور پھیلے ہوئے ہونے چھوٹے اور بڑے ہونے کی بناء پر اقتباس نور اور حرارت اور اس درخت کے اندر درجہ حرارت پر اثر انداز ہو کر ان کے بنانے والے کی بے نظیر علم و حکمت پر دلالت نہیں کرتے؟

سورۃ یٰسٓ میں سورج کی برکات کا ذکر ہے مگر اس سورج کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے مماثلت کلی ہے بخلاف دیگر انبیاء آفتاب اسلام کے دو طلوع مقدر ہیں ایک طلوع آپ کا مشرقی دنیا پر ہے اور دوسرا مغربی دنیا پر قرآن مجید کی آیت ربّ المشرقین وربّ المغربین کا بھی یہی مفہوم ہے کہ یہ روحانی آفتاب مشرق اور مغرب دونوں کی ربوبیت روحانی کرے گا اور آپ کا دین ساری دنیا کو منوّر کرے گا مگر یہ کب ہوگا؟ جب مغربی دنیا میں تبلیغ و اشاعت اسلام کے مرکز قائم ہوں گے جب قرآن مجید کے یوروپین زبانوں میں تراجم ہو کر سراجاً منیرا کا طلوع ان پر ہوگا ہمارے اس زمانہ میں اس عظیم الشان کام کی بنیاد رکھی وہ کوئی خفیہ حقیقت نہیں آپ نے اپنی سب سے پہلی تصنیف براہین احمدیہ میں آنحضرت صلعم کی صداقت پر جو دلائل اور براہین قرآن مجید سے پیش کئے وہ تعارف قرآنیہ کا روشن باب ہے مگر براہین احمدیہ میں آپ کا یہ دعوےٰ کہ ۳۰۰ دلائل اس قسم کے پیش کئے جائیں گے کسی مصلحت ربّی سے پورا نہ ہو سکا دل کی بات زبان پر آنے سے رُک نہیں سکتی کہ براہین احمدیہ جیسی اعلیٰ پایہ کی کتاب کے چاروں حصص پڑھ لینے کے بعد کام و دہن اس امر کا تقاضا کرتے ہیں کہ کاش اس آتش معرفت سے قدرے اور لطف اندوز ہوتے مگر یہ بھی ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ ؎

عالم سوز و ساز میں وصل سے بڑھکر ہے فراق
وصل میں مرگ آرزو۔ ہجر میں لذت طلب

اگر حضرت صاحب معارف قرآنیہ اور دلائل و براہین صداقت رسول امین کو ختم کر دیتے تو ہمیں تلاش اور جستجو کی لذت سے محروم کر دیتے بلکہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ اظہارِ عشق کی راہ بھی مسدود کر جاتے مگر یہ شجرِ اخضر انسان کے غور و فکر پر مہر لگانے کو نہیں بلکہ اسے زیادہ تیز اور مجلّی کرنے کے لئے آتے ہیں، کسی حسین نے اپنے عاشق کو لکھا برسوں سے دعوے کر رہے ہو کہ مَیں تم پر مرتا ہوں مگر ابھی تک زندہ ہو۔ عاشق نے کیا خوب لکھا:۔

جیتے جانے کی تہمت کس سے اٹھتی کس طرح اٹھتی
تیرے غم نے بچائی زندگی کی آبرو برسوں

اگر مَیں مرجاتا تو تیرا غم اور عشق بھی میرے ساتھ ہی ختم ہو جاتا مگر سالہا سال تک تیرے عشق میں باوفا رہنا کیسے ثابت ہوتا۔

ہمارے اس زمانہ میں بقول ڈاکٹر اقبال مرحوم مرزا غلام احمد ہی وہ شخص ہے جس نے قرآن مجید کے ذریعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ عشق کا اظہار کیا ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا محبوب بھی قرآن مجید تھا۔

جب علماء میں رفع یدین۔ آمین بالجہر کو حلال یا حرام یا مکروہ ہے۔ اللہ میاں کا عرش معاذاللہ لکڑی کا بنا ہوا ہے جس میں سے بوجھ کی وجہ سے چرچر کی آواز نکلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ معاذاللہ جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں۔ انسان اپنے ایمان اور اعمال سے مومن اور کافر بنتا ہے یا اللہ میاں نے ازل سے بے شمار کافر اور مومن بنا رکھے ہیں یہ مباحث اور جدال تھے جو کفر و اسلام کی ٹکسال سمجھے جاتے تھے ایسی فضاءِ مسموم میں شجرِ اخضر یا شجرِ طیبہ کا زندگی بخش کام کس نے کیا؟ ڈاکٹر اقبال ہی کہتے ہیں ؎

تو از میدانِ گل نا امید مشو
کہ شاخِ زندگی ما ہنوز نمناک است

اگر دینِ اسلام زندہ دین اور شجرِ اسلام کی شاخ سبز یا اس میں مادہ اخضر یا CHLOROPHYLL موجود ہے تو اس میں رنگ برنگ کے پھول پیدا ہوں گے سبز درخت اور سورج (قرآن مجید) دونوں اپنے اتحاد عمل سے مُردوں کے اندر زندگی پیدا کرنے کی معجز نما قدرت رکھتے ہیں۔ ✲

✲ ؎

مَیں وہ پانی ہوں جو آیا آسماں سے وقت پر
مَیں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار
(حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ کی بے لوث زندگی

اور عیسائیت کے مقابلہ میں فتح نمایاں

میاں بشارت احمد بقا صاحب بی اے۔ واہ کینٹ

علمائے ربانی کی مخالفت

ہماری اسلامی تاریخ بتلاتی ہے۔ کہ علماء ظاہر نے ہمیشہ علمائے ربانی کی شدید مخالفت کی ہے۔ اور آج جن بزرگانِ سلف کو ہم بڑی عزت و احترام سے یاد کرتے اور جن سے ہم امور دینیہ میں رہنمائی تلاش کرتے ہیں۔ انہیں حیاتِ دنیوی میں مصائب و شدائد کی چکی میں خوب پیسا گیا۔ اور ان پر کفر و الحاد کے فتوے لگا کر دنیا میں خوب ذلیل و رسوا کیا گیا۔ چونکہ علماء ربانی کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ:- علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں۔ اس لئے ضروری تھا کہ ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جاتا جو انبیاء کرام کے ساتھ ان کے منکرین اور مخالفین نے ہمیشہ کیا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی پاک کتاب میں واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے۔ یٰحسرۃً علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون۔ وائے افسوس اور حسرت ہے لوگوں پر کہ ہمارا کوئی رسول ایسا نہیں آیا کہ جس کا استہزاء اور تمسخر ان لوگوں نے نہ کیا ہو۔

اس ارشاد باری تعالےٰ سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ کہ گویا یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ ہر سچے مامور من اللہ کی ضرور مخالفت ہو۔ اس حقیقت پر تاریخ انبیاء و مصلحین شاہد ناطق ہے۔ اس لئے اگر امت محمدیہ کے مجددین و مصلحین کی علماء ظاہر نے مخالفت کی تو اس میں اچنبھے کی کوئی بات نہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی شدید مخالفت آپ کے صدق پر دلیل ہے

قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیت کریمہ اس زمانہ کے امام حضرت مرزا صاحب علیہ السلام پر بھی صادق آتی ہے۔ اور چونکہ آپ مثیل مسیح ابن مریم تھے۔ اس لئے ضروری تھا۔ کہ آپ کی بھی مخالفت اسی شدت اور تندہی سے کی جاتی جس شدت اور تندہی سے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی کیگئی۔

آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دنیا سے رحلت فرمائے ساٹھ سال ہونے کو آئے ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آپ کی مخالفت کا زور ابھی تک نہیں ٹوٹا۔ آج بھی شاید ہی کوئی دن گذرتا ہو کہ آپ کے خلاف کسی نہ کسی کونے میں سے زہر چکانی نہ ہوتی ہو۔ مخالفت کے اس نہ تھمنے والے طوفان کو دیکھ کر ایک متلاشی حق کے لئے یہ سمجھ لینا یقیناً آسان ہو جاتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب فی الواقعہ مامور من اللہ اور مسیح موعود تھے۔ کیونکہ مخالفت کا یہ رنگ کسی جھوٹے مدعی کے لئے اختیار نہیں کیا گیا۔

مامورین کی بے لوث زندگی اور مخالفین کو چیلنج

ہم یہ جانتے ہیں۔ کہ مامورین اپنے دعوے ماموریت سے قبل اپنی قوم اور ملک میں بلند کردار کے باعث معروف ہوتے ہیں۔ اور جہاں ان کی اپنی زندگی ہر طرح بے داغ ہوتی ہے۔ وہاں ان کے ہمعصر لوگ بھی انکی شرافت نجابت امانت و دیانت اور زہد و اتقاء کے معترف و مداح ہوتے ہیں۔ وہ کسی طرح بھی لوگوں میں مجہول الاحوال نہیں ہوتے۔ اس لئے جب اصلاح خلق کے لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے مبعوث کئے جاتے ہیں۔ اور قوم انکی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتی ہے تو وہ اپنی قوم کو ان الفاظ میں مخاطب کرتے ہیں:- فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہٖ افلا تعقلون۔

اے لوگو غور تو کرو۔ کہ میں نے تمہارے درمیان قبل از دعوےٰ اپنی عمر کا بیشتر حصہ گذارا ہے۔ کیا تم نے کبھی مجھے جھوٹ بولتے سُنا۔ یا مجھے کبھی تم نے کسی فعل مذموم کا مرتکب پایا۔ یا مجھے کسی کی امانت میں خیانت کرتے دیکھا۔ جب میں نے اپنی گذشتہ عمر میں کبھی اپنی دنیا کے لئے ایک بار بھی جھوٹ نہیں بولا۔ تو پھر میں اب کیوں خدا پر جھوٹ بول سکتا ہوں۔ میری گذشتہ زندگی پر نظر ڈالو۔ اگر وہ ہر طرح تمہیں پاکیزہ نظر آتی ہے۔ اور اگر تم نے میری زبان کو ہمیشہ جھوٹ سے پاک پایا ہے تو پھر مجھے مفتری ٹھہرانے میں تحمل سے کام لو۔ میرے دعوےٰ پر صبر اور تحمل کے ساتھ غور کرو۔ خدا تعالےٰ سے انشراح صدر کے لئے استعانت طلب کرو۔ وہ تمہیں بالضرور روشنی عطا کرے گا جو دعوےٰ کو سمجھنے اور مجھے پہچاننے کے لئے تمہاری ممد و معاون ہوگی۔

لوگوں کی جلد بازی اور زبردست طوفانِ مخالفت

لیکن افسوس آپ کی معروضات پر بہت تھوڑے لوگوں نے کان دھرا۔ اور کثرت نے آپ کو کاذب اور مفتری قرار دینے میں بڑی جلد بازی دکھائی۔ پھر کیا تھا یکایک مخالفت کا ایک طوفان چاروں اطراف سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ کل تک جو آپ کو سر آنکھوں پر بٹھاتے تھے۔ اور فخر اہلِ اسلام کے لقب سے نوازے جاتے تھے۔ اور آپ کی خدماتِ دینیہ کو بے نظیر و بے مثال گردانتے تھے وہ مخالفین کی صفِ اوّل میں تھے اور ان لوگوں نے وہ قیامت بپا کی کہ الامان والحفیظ۔

حضرت مرزا صاحبؑ کا دُنیوی نقصانِ عظیم اور آپکا استغنا۔

کوئی بڑے سے بڑا جری انسان بھی اس نقصان کی تاب نہیں لاسکتا۔ لیکن خدا تعالےٰ نے حضرت مرزا صاحب کے اندر ایسی رُوح پھونکی جس نے آپ کو اس بھیانک طوفان سے بے پرواہ کر دیا۔ آپ کی نگاہ میں اتنی زوردار مخالفت پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ بلکہ آپ نے اعلان کر دیا۔ کہ

جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبہ زار و نزار

دنیاوی وجاہت اور وقار آپ سے چھن گیا۔ لوگوں کی بنائی ہوئی دستارِ فضیلت آپ نے خود اتار پھینکی۔ اپنے بیگانے ہوگئے۔ اور نہایت بے سروسامانی کی حالت میں آپ دنیا میں یکہ و تنہا رہ گئے۔ دعوےٰ مسیح موعود سے جو مادی اور دنیاوی نقصان آپ کو پہنچا۔ وہ ایک دنیا دار شخص کی نگاہ میں نقصانِ عظیم تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مخالف علماء کو یقین تھا۔ کہ اُن کی مخالفت کی تاب نہ لا کر ضرور مرزا صاحب ایک نہ ایک دن ان کے قدموں میں آگریں گے۔ لیکن یہ دیکھ کر اُن کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ کہ جسے وہ نقصانِ عظیم سمجھتے تھے۔ حضرت مرزا صاحب اپنے اس نقصان پر مسکراتے ہوئے گذر گئے۔ گویا اپنا کچھ گیا ہی نہیں۔ اور مخالفین نے جو آگ آپ کو بھسم کرنے کے لئے جلائی تھی۔ اس میں وہ بے خوف کود گئے۔ اس کو کہتے ہیں

بیخطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق

اور اس طرح آپ اپنے دعوےٰ میں صادق نکلے۔ کیونکہ نہ کسی جھوٹے مدعی کی اتنی شدید مخالفت ہوا کرتی ہے اور نہ ہی جھوٹا مدعی اتنی شدید مخالفت کی تاب ہی لاسکتا ہے۔

مخالفین کو انتباہ

آپ نے لوگوں کو متنبہ کیا کہ:-

" میں امام الزمان ہوں اور خدا میری تائید میں ہے۔ اور وہ میرے لئے ایک تیز تلوار کی طرح کھڑا ہے۔ .... اور مجھے خبر دی گئی ہے۔ کہ جو شرارت سے میرے مقابل پر کھڑا ہوگا۔ وہ ذلیل اور شرمندہ کیا جائیگا"

(ضرورۃ الامام)

اور مخالفین کو خبردار کیا۔ کہ

اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر
از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم

اے لوگو کان کھول کر سُن لو۔ میں باغ محمدیؐ کی ایک شاخ ثمردار ہوں۔ جو مجھے کاٹنے کے لئے دوڑے گا۔ وہ اپنے کلہاڑے سے آپ ہی کٹ مرے گا۔ میرا رکھوالا میرا خدا اور رسولؐ ہے۔

حضرت مرزا صاحبؑ کا فرض

اس مخالفت کی گھٹاٹوپ آندھی میں آپ نے اپنے مشن کو بڑی مستعدی اور دلجمعی سے جاری رکھا۔ آپ کو اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور جملہ ادیانِ عالم پر اُسے غالب کرنے کا کٹھن فرض سونپا گیا تھا۔ مسیح موعودؑ ہونے کی حیثیت سے اگر آپ کی مخاطب ایک طرف عیسائی اقوام تھیں۔ تو دوسری طرف مہدی معہود ہونے کے باعث اللہ تعالےٰ نے آپ کو مسلمانوں کے لئے بھی حکم و عدل کے بلند عہدہ پر سرفراز فرمایا تھا۔ تاکہ مسلمانوں کی راہبری بھی فرمائیں۔ اور ان کے بین الفرقی تنازعات و مقدمات کے بھی فیصلے فرما کر ان کو ایک پلیٹ فارم پر ایک ہی جھنڈے تلے لاکھڑا کریں۔ اور دشمنوں کے مقابلہ میں انہیں سیسہ پلائی دیوار کی طرح مضبوط بنائیں۔

عیسائیوں کی مسلمانوں پر حجت

چنانچہ آپ نے مسلمانوں کے ان عقائد کی طرف خاص توجہ دی۔ جو ضعفِ اسلام کا باعث بن رہے تھے اور دوسری طرف دین عیسوی کی تقویت اور برتری کا موجب ثابت ہو

رہے تھے۔ کیونکہ جب پادریوں نے اسلام پر یلغار کی اور دین عیسوی کی اشاعت شروع کی۔ تو انہوں نے مسلمانوں کے مندرجہ ذیل عقائد کو بطور حجت پیش کیا۔

اوّل یہ کہ حضرت عیسٰے کلمۃ اللہ اور روح اللہ تھے۔ دوم یہ کہ تمام انبیاء کرام میں صرف حضرت عیسٰے ہی مس شیطان سے پاک تھے کیونکہ وہ ایک کنواری عفیفہ کے پیٹ سے انسانی نطفہ کے بغیر پیدا ہوئے تھے۔ سوم یہ کہ حضرت عیسٰے خالق طیور تھے۔ چہارم یہ کہ آپ بحکم خدا مردے زندہ کرتے تھے۔ مادر زاد اندھوں کو بینائی بخشتے تھے۔ کوڑھیوں برص کے مریضوں اور اپاہجوں کو شفا بخشتے تھے پنجم آپ علم غیب جانتے تھے ششم یہ کہ آپ پر یہودیوں کی شدید مخالفت کی افتاد آن پڑی اور انہوں نے آپ کو پکڑ کر صلیب پر چڑھانا چاہا تو خدا تعالے نے آپ کو بجسد عنصری آسمان پر اُٹھا لیا۔ جہاں وہ دو ہزار برس سے الآن کما کان زندہ موجود ہیں اور آخری زمانہ میں وہ آسمان سے دوبارہ نازل ہوں گے اور غلبۂ اسلام اور مسلمانوں کی رستگاری کا موجب ہوں گے۔

سرسری نظر سے پتہ چل جاتا ہے کہ ان عقائد و خیالات سے دین عیسوی کی فتح اور کامیابی یقینی ہو جاتی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے زمانہ میں بھی عیسائی مبلغین اور منّاد انہیں خیالات سے بھرپور فائدہ اُٹھاتے تھے۔ اور آج بھی ان کا انہی مسلمانوں پر جادو چل رہا ہے جو ان عقائد پر جمے بیٹھے ہیں۔

حضرت عیسٰیؑ کا صحیح مقام اور ان کی وفات

حضرت مرزا صاحب کے چونکہ اصل حریف پادری لوگ تھے۔ جنہوں نے فتنۂ ارتداد جگا رکھا تھا۔ اس لئے آپ نے مسلمانوں کے ان عقائد کی خدا تعالے سے علم پا کر اصلاح کی۔ اور حضرت عیسٰے علیہ السلام کا صحیح مقام انبیاء کرام کے درمیان متعین کیا۔ آپ نے اعلان فرمایا۔ کہ حضرت عیسٰے دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح اس دنیا میں عمر طبعی گذار کر فوت ہو چکے ہیں۔ اور قرآن مجید کی تیس آیات سے ان کی وفات کو ثابت کر دیا۔

حضرت عیسٰیؑ کے معجزات کی حقیقت اور قرآن کا احسان

جب مسیح ابن مریم کی وفات ثابت ہو چکی تو ان کے نزول ثانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جناب مسیح نے روحانی مُردوں کو زندہ کیا تھا اور روحانی اندھوں، کوڑھیوں اور اپاہجوں کو تندرست کیا تھا، کیونکہ انبیاء بھیجے ہی اس غرض کے لئے جاتے ہیں۔ انہیں بنی آدم کی جسمانی بیماریوں کے لئے نہیں بلکہ روحانی بیماریوں کے علاج کے لئے مبعوث کیا جاتا ہے لہذا ان باتوں میں انہیں دوسرے انبیاء پر کوئی فوقیت حاصل نہیں۔ البتہ قرآن کا عیسائی دنیا پر بڑا احسان ہے۔ کہ اس نے انکے موعود خدا کو اُن الزامات سے بری قرار دیا ہے۔ جو یہودی علماء اور خود انجیل نویسوں نے ان پر ناواجب طور پر لگائے تھے۔

مسیحی عمارت کے ستون گر گئے

چونکہ دین عیسوی کی رفیع الشان عمارت مسیح کے کفارہ اور ان کی ابدی حیات پر کھڑی کی گئی تھی۔ اس لئے جب حضرت مسیح کی وفات ثابت ہو گئی۔ تو نہ کفارہ رہا۔ اور نہ ہی مسیح کی خدائی قائم رہی۔ اور ان دو ستونوں کے ٹوٹ پھوٹ جانے سے عیسائیت کی ساری عمارت دھڑام سے نیچے آن گری۔ اور دین عیسوی بالکل کھوکھلا ہو کے رہ گیا۔

یہ ہماری بڑی بدقسمتی ہے کہ ہمارے علماء نے ضعف اسلام تو گوارا کر لیا۔ مگر اپنے غلط عقائد و خیالات کو ترک کرنا برداشت نہ کیا۔ ان مہربان عالموں کی ہٹ دھرمی کے باعث حضرت میرزا صاحب کو دو طرفہ جنگ کرنی پڑی۔ پادریوں نے جب آپ کا سامنا کیا۔ تو منہ کی کھائی۔ انکے منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ الٹا لینے کے دینے پڑ گئے۔ آپ کی ضرب ہائے کلیمی سے ایسے سراسیمہ ہوئے۔ کہ ہوش و حواس ہی گنوا بیٹھے ان کا کہاں یہ عزم۔ کہ چند برسوں کے اندر اندر ملک ہند میں اسلام کا نام لیوا تک باقی نہ چھوڑیں گے اور مسجدیں ویران کر کے گرجے آباد کریں گے۔ اور کہاں یہ حالت کہ انہیں اپنی جان کے لالے پڑ گئے

حضرت مرزا صاحب کی وفات پر درد دل رکھنے والے مسلمانوں کا خراج تحسین

حضرت میرزا صاحب کا یہ وہ کارنامہ ہے جس کی نظیر لانے سے زمانہ آج بھی قاصر ہے۔ اسی وجہ سے اسلام کے لئے درد دل اور محبت رکھنے والے مسلمانوں نے آپ کی وفات پر کچھ اس رنگ میں خراج تحسین پیش کیا۔

"مرزا صاحب کی رحلت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ان تعلیمیافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا۔ کہ ان کا ایک بڑا شخص اُن سے جُدا ہو گیا۔ ......

ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے۔ کہ اس احساس کا کُھلم کُھلا اعتراف کیا جائے۔ تاکہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پامال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے

.... میرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر اُن سے ظہور میں آیا۔ قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے"

جس شاندار طریقہ سے آپ نے دشمنان اسلام کے بالمقابل اسلام کی مدافعت کی۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اُڑا دیئے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا۔ اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اُڑنے لگا۔ انہوں نے (حضرت مرزا صاحب نے) مدافعت کا پہلو بدل کے مغلوب کو غالب بنا کے دکھا دیا ہے .... غرض میرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی۔ کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے۔ اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے، قائم رہے گا"

یہ مولوی عبداللہ العمادی صاحب ایڈیٹر اخبار وکیل امرتسر کی رائے تھی جس کا ایک ایک لفظ حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔

کاش ہمارے علماء کرام اور عوام اس شہادت کو دیکھ کر ہی حضرت میرزا صاحب کی جلیل القدر خدمات کا کچھ پاس کریں۔ اور آپ کے خلاف شوخ چشمی، گستاخی اور زبان درازی کر کے اپنے نامۂ اعمال کو داغدار نہ بنائیں۔

حضرت مرزا صاحب کی فتح مبین اور کامرانی

آج بھی اگر عیسائیت کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ تو صرف اور صرف حضرت مرزا صاحب کے پیدا کردہ علم الکلام اور لٹریچر سے ورنہ جو علم مسلمانوں کے پاس ہے۔ وہ پادریوں سے معمولی ٹکر لینے کی بھی سکت نہیں رکھتا۔ لیکن احمدی مبلّغین کی پادری تاب نہیں لا سکتے۔ بلکہ انہیں خفیہ سرکلر کے ذریعہ ہدایت کی جاتی ہے کہ مذہب کے بارے میں احمدیوں سے قطعاً گفتگو نہ کی جائے۔ اس کو کہتے ہیں فتح مبین اور کامرانی۔ جو سوائے ایک سچے مامور من اللہ اور اس کی جماعت کے کسی کو نصیب نہیں ہو سکتی۔

حضرت مرزا صاحب کو اللہ تعالے کی تائید اور نصرت پر اس قدر یقین تھا۔ کہ آپ نے اعلان فرما دیا تھا

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

مخالفین اسلام پر آپ کی نمایاں فتح اور کامیابی آپ کی ایک ایسی کرامت تھی جس کی آب و تاب تا ایں دم ماند نہیں پڑی۔ اور جن کو عوام آپ کے مقابلے میں اولیاء اللہ اور قطب گردانتے اور مانتے ہیں۔ ان کے حصے میں یہ سعادت نہ آئی۔ خدا کے مامور نے کیا سچ کہا۔

غرض مقام ولایت نشانہا دارد
نہ ہر کہ دلق پوشد زاولیا باشد
کلاہِ فتح و ظفر ہیچ سر نمے یابد
مگر سرے کہ پئے حفظِ دیں فدا باشد

مباحثہ میں مخالف کو رعایت

مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالوی سے دہلی میں حضرت مسیح موعود کا مباحثہ تھا مولوی صاحب نے چاہا کہ حضورؑ کے مضمون کا جواب علیحدگی میں گھر جا کر لکھیں۔ غالباً وہ دوسروں سے مدد لینا چاہتے تھے۔ حضور نے بخوشی اس کی اجازت دے دی۔ لوگوں نے کہا بھی کہ مباحثہ کُھلے طور پر آمنے سامنے ہوا کرتا ہے۔ مولوی صاحب کو جانے کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے حضورؑ نے فرمایا نہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ (الفضل)

محمد صالح نور (فاضل عربی) لائلپور

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

میں وہ پانی ہوں جو اترا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں "نورِ خدا" جس سے ہوا دن آشکار

حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ مجددیت مسیحیت اور آپ کا کام

حضرت مسیح موعودؑ میرزا غلام احمد علیہ السلام نے چودھویں صدی کے آغاز میں اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر "مسیح موعود" اور "مجدد وقت" ہونے کا دعویٰ کیا۔ آپ کا دعوےٰ آیت قرآنی "انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون" کے وعدہ الٰہی کے مطابق تھا اور حدیث رسولؐ "یحیی الدین و یقیم الشریعة" کے موافق آپ کا کام دینِ اسلام کی تجدید اور شریعت غرّاء کا قیام تھا۔ آپ کی بعثت عین ضرورت کے وقت ہوئی جب مسیحیت کا دور دورہ ہر چہار اطراف میں تھا اور "ایک عاجز انسان کو خدا کا بیٹا ماننے والوں کی" ہر سو حکمرانی تھی اور مریم اور ابن مریم کی پرستش کے علاوہ تمام جہان صنم کدہ بنا ہوا تھا اور یہی وہ دور تھا جب کہ

زمانہ اپنے براہیم کی تلاش میں تھا اور قوم کے عمائدین امت مرحومہ کے مرثیے کر رہے تھے اور زبانِ حال سے کسی ایسے مسیحا کے منتظر تھے جو اپنے دم سے اس جسدِ بے جان میں زندگی کی لہر دوڑا دے۔ ایک بزرگ نے تو حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں لکھا کہ ؎

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

لہٰذا حسب وعدہ حضرت مرزا صاحب کو احیائے دین اور کسر صلیب کے لئے مامور کیا گیا اور آپ نے اپنی تمام تر زندگی صلیبی دین کے استیصال کے لئے وقف کر دی اور اس کے لئے اپنے لمحات زندگی کو مخصوص کر دیا۔ اسلام کے خلاف جس قدر الزامات اور اعتراضات کئے جاتے تھے ان کے جوابات دیئے خدا تعالیٰ کی توحید دین اسلام کی عظمت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل الرسل اور رحمۃ للعالمین ہونے کے متعلق قلمی، حالی اور قالی خدمات کا بیڑا اٹھا لیا۔ آپ کی بعثت کے ساتھ ہی جہاں سعید الفطرت روحوں کو آپ کی صداقت کے متعلق خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام کیا گیا اور تشنگی محسوس کرنے والی پیاسی روحیں آپ کے چشمۂ علم و فضل سے فیض یاب ہونے لگیں اور آپ کے روحانی مائدہ سے انہوں نے اپنے لئے خوراک حاصل کی وہاں ایسے افراد کی بھی کمی نہ تھی جو ہمیشہ سے مامورین کی مخالفت کے لئے مدِّ مقابل آتے رہے ہیں اور اسی طبقہ کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے :-

" یحسرة علی العباد ما یاتیهم من رسول الا کانوا به یستهزءون "

اس گروہ منکرین نے حضرت مرزا صاحب کی مخالفت پر کمر ہمت باندھی اور طرح طرح کے اعتراضات۔ تمسخر اور استہزا اور ایذا رسانی کی راہ اختیار کئے ہوئے آپ کی راہ میں دیوار بن گئے۔ بجائے اس کے کہ وہ خوش ہوتے اور اپنے گھروں میں چراغاں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے دین حقہ کے جلال کو قائم کرنے کے لئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی بقا کے لئے اپنی جناب سے ایک مقدس شخصیت میں اپنی روح ڈالی ہے اور عیسویت کے استیصال کے لئے ایک مسیح کو بھیجا جس کا وعدہ دیا گیا تھا۔ انہوں نے اس کے برخلاف آپ کے کام میں روڑے اٹکانے شروع کر دیئے اور کیا تقریر اور کیا تحریر اور مقدمات اور جھوٹے الزامات کے ذریعہ آپ کو پریشان کرنا شروع کر دیا۔ مگر خدا کے کام بندوں کے روکنے سے کبھی نہیں رکتے اور اس کا ازل سے یہ قانون ہے کہ جو اس کا پیغام لے کر کھڑے ہوتے ہیں خدا تعالیٰ ان کی پشت پر ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ کامیاب و کامران ہوتے ہیں۔ اور ان کے راستہ کے پتھر خس و خاشاک بن کر اڑا دیئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کو یوں بیان فرمایا ہے کہ "یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواههم واللہ متم نورہ" حق و صداقت کے مخالفین خدا کے نور کو اپنی منہ کی پھونکوں سے بجھانے کی کوشش کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ جو اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے ان بندوں کو یہ نور دے کر بھیجتا ہے وہ اپنے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اپنے بندوں کی ہر موقعہ پر نصرت فرماتا ہے۔ اور مخالفین حق و صداقت کے لئے سوائے حسرت و یاس اور دانت پیسنے کے کچھ نہیں ہوتا۔

خدا تعالیٰ کی ذات بڑی رحیم و کریم ہے وہ بڑا حلیم اور بردبار ہے وہ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم کر کے راضی نہیں مگر جو لوگ اس کے مقاصد کی تکمیل کی راہ میں کانٹے بچھاتے اور اس کے فرستادہ کی زندگی اجیرن کر دیتے ہیں تو وہ محض اپنے پیغام کی لاج رکھنے کے لئے اور اپنے مامور کی رفاقت کی خاطر ایسے لوگوں کو سزا دیتا ہے۔ کیونکہ گو وہ پکڑنے میں دھیما ہے مگر جب گرفت کرتا ہے تو پھر بڑی سے بڑی طاقت بھی اس کی گرفت سے بچ نہیں سکتی اسی لئے اس نے فرمایا :-

" وان شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید "

کہ اگر تم خدا کے پیغام کو خندہ پیشانی سے قبول کرو گے تو میں تمہارے نفوس و اموال میں برکت دوں گا اور اگر تم انکار اور مخالفت اور مناقشت سے کام لو گے تو پھر میری سزا تمہارے لئے سخت ہو گی۔

حضرت مرزا صاحب کے مقابل پر بہت سے لوگ بدزبانی اور بدکلامی میں حد سے بڑھ گئے تھے جس پر حضور نے بارگاہ ایزدی میں التجا کی کہ اے خدا اگر یہ تیرا کاروبار ہے تو تو میری نصرت فرما اور ان مفسدوں اور منکروں کو میرے راستہ سے دور فرما تاکہ تیرا نام بلند ہو اور تیرے دین کا بول بالا ہو۔ اور تیرے پیغام کو قبول کرنے کے لئے پاکیزہ روحیں میرے نزدیک آئیں۔ اس جگہ بطور نمونہ چند ایسے مخالفین کا ذکر کیا جاتا ہے جنہوں نے مامورِ وقت کی مخالفت کی اور اس کی سزا کے طور پر خدا تعالیٰ کی گرفت میں آئے وما توفیقی الا باللہ۔

(۱) پنڈت لیکھرام :-

پشاور کا یہ شخص ایک نہایت بدزبان اور سرکش آریہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر مجلس میں اور ہر گلی کوچے میں گالیاں دیتا اور برا بھلا کہتا تھا۔ حضرت مرزا صاحب نے بارہا اس کو حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس دریدہ دہنی سے باز رہنے کی تلقین کی اور حضور کا مقام اور عظمت بیان کر کے اس کی توجہ اس طرف دلائی کہ خدا کے ایک عظیم الشان پیغمبر کے حق میں اس قسم کی گستاخی تجھے روا نہیں ہے مگر وہ بجائے باز آنے کے حد سے بڑھتا چلا گیا تب اس کے حق میں یہ پیشگوئی کی گئی کہ وہ چھ سال کے اندر ایک غیبی طاقت کے ذریعہ قتل کیا جائے گا اور اس کے قاتل کا بھی سراغ نہ لگ سکے گا اور ایسا ہی ظہور میں آیا اور اسلام کی صداقت اور زندہ خدا کی زندہ تجلی کے طور پر یہ ایک نشان ظاہر ہوا۔

۲- ڈاکٹر الیگزنڈر ڈوئی :-

حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں :-

"ایک شخص ڈوئی نام امریکہ کا رہنے والا تھا اس نے پیغمبری کا دعویٰ کیا تھا اور اسلام کا سخت دشمن تھا اس کا خیال تھا کہ میں اسلام کی بیخکنی کروں گا حضرت عیسیٰ کو خدا مانتا تھا میں نے اس کی طرف لکھا کہ میرے ساتھ مباہلہ کرے اور ساتھ اس کے یہ بھی لکھا کہ اگر وہ مباہلہ نہیں کرے گا تب بھی خدا اس کو تباہ کر دے گا چنانچہ یہ پیشگوئی امریکہ کے کئی اخباروں میں شائع کی گئی اور اپنے انگریزی رسالہ میں بھی شائع کی گئی آخر اس پیشگوئی کا نتیجہ یہ ہوا کہ کئی لاکھ روپے کی ملکیت سے اس کو جواب مل گیا اور بڑی ذلت پیش آئی اور آپ مرض فالج میں گرفتار ہو گیا"

یہ شخص ڈاکٹر ڈوئی نہایت ذلت کے ساتھ فالج کی انتہائی مصیبتوں سے دوچار ہو کر ہلاک کیا گیا۔ اور دین اسلام کی بیخکنی کے خواب دیکھنے والا خود ھباءً منبثا ہو کر رہ گیا اور اسلام کی حقانیت کا ہمیشہ کے لئے ایک نشان بن گیا۔

(۳) چراغ دین جمونی :-

جموں کا رہنے والا یہ شخص حضرت مرزا صاحب کو نعوذ باللہ دجال کہتا تھا اور اپنے متعلق یہ دعوےٰ کرتا تھا کہ مرزا صاحب کو ختم کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ اور حضرت عیسےٰ نے اس کو ایسا عصا دیا ہے جس سے حضرت مرزا صاحب کو نیست و نابود کر دے گا۔ اور بدزبانی اور دریدہ دہنی میں تمام حدود کو پھلانگ گیا اور خدا سے دعا کی کہ وہ حضرت مرزا صاحب کو ہلاک کر دے۔ اور حضور کی ذات کو ایک فتنہ قرار دے کر اس فتنہ کے استیصال کے لئے دعائیں شائع کرتا رہا۔ مگر عجیب قدرت خدا کی یوں ہوئی کہ حضرت مرزا صاحب کی ہلاکت

کے خواب دیکھنے والا اور خدا سے حق و باطل کا فیصلہ چاہنے والا چند دنوں میں ہی اپنے دونوں جوان بیٹوں سے محروم ہو گیا اور پھر بعد دو تین روز خود طاعون میں مبتلا ہو کر اس جہان سے کوچ کر گیا اور یوں خدا کے فرستادہ سے ٹکرانے والا خود اپنا انجام دیکھ گیا۔

(۴) ۔ مولوی محمد حسن فیضی بھین والا

حضرت مرزا صاحب نے اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور اس کی نصرت سے سورۃ فاتحہ کی تفسیر نہایت فصیح و بلیغ عربی زبان میں تحریر فرمائی اور یہ کتاب "اعجاز المسیح" اعلیٰ درجہ کے معارف اور حقائق سے بھری ہے۔ اس معرکۃ الآرا تصنیف کے ساتھ حضور نے چیلنج کیا تھا کہ کوئی اس کے جواب میں ایسا کلام پیش کر کے دکھائے اور کتاب کے ٹائیٹل پر قسم فرمایا :۔

"من قام للجواب وتنمّر
فسوف یریٰ انہ تندّم
وتدمّر"

یعنی جو کوئی اس کے جواب کے
لئے آمادہ ہوگا اور درندگی دکھائے
گا وہ ندامت اٹھائے گا
اور ناکام و نامراد مرے گا۔

مولوی محمد حسن فیضی ساکن بھین ضلع جہلم نے اس کا جواب لکھنا ارادہ کیا اور اس پر نکتہ چینی کرتے ہوئے نوٹ لکھے اور سخت الفاظ اور درندگی سے کام لیا سو نہایت عبرتناک موت کے ساتھ ناکام و نامراد اس دنیا سے اٹھ گیا۔

(۵) ۔ مولوی محمد اسمٰعیل علیگڑھی :۔

علیگڑھ کا رہنے والا یہ مولوی حضور کی عداوت میں بہت بڑھا ہوا تھا اور لوگوں میں یہ مشہور کرتا پھرتا تھا کہ مرزا صاحب علم رمل اور نجوم سے پیشگوئیاں بناتے ہیں اور آپ کے پاس آلاتِ نجوم بھی ہیں۔ سو اس کے جواب میں حضرت مرزا صاحب نے بارگاہ خداوندی میں اس کے لئے عذاب کی دعا فرمائی اور فرمایا :۔

تعالوا ندع ابناءنا
وابناءکم ونساءنا
ونساءکم وانفسنا
وانفسکم ثم نبتہل
فنجعل لعنۃ اللہ
علی الکاذبین۔

اس کے جواب میں اس نے ایک کتاب لکھی جس میں اس نے لکھا "جاء الحق وزھق الباطل"۔ اور خدا تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ عجب ہوا کہ ایک برس کے اندر اندر یکدفعہ ناگہانی بیماری میں مبتلا ہو کر فوت ہو گیا اور بقول اس کے ثابت ہو گیا کہ حق پر کون تھا اور کون باطل کی راہ اختیار کئے ہوئے تھا۔

(۶) ۔ مولوی غلام دستگیر قصوری :۔

قصور کے رہنے والے اس مولوی نے ایک رسالہ "فتح رحمانی" شائع کیا اور حضرت مرزا صاحب کے حق میں مباہلہ کے رنگ میں بددعا کی اور لکھا :۔

"اللھم یا ذا الجلال والاکرام یا مالک الملک جیسا کہ تو نے ایک عالم ربانی حضرت محمد طاہر مؤلف مجمع بحار الانوار کی دعا اور سعی سے اس مہدی کاذب اور جعلی مسیح کاذب اور جعلی مسیح کا بیڑا غارت کیا (جو ان کے وقت میں تھا) ویسا ہی دعا و التجا اس فقیر قصوری کان اللہ لہ سے ہے جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید میں حتی الوسع ساعی ہے کہ تو مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو توبہ نصوح کی توفیق دے اور اگر یہ مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت فرقانی کا بنا فقطع دابر القوم الذین ظلموا"

اسی طرح اس نے دعا کی اور لکھا کہ "تبًّا لہ ولاتباعہ" یعنی مرزا صاحب اور ان کے پیرو ہلاک ہو جائیں مگر خدا کا فرستادہ دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرتا چلا گیا۔ اور مولوی قصوری کی حسب آیت فرقانی [illegible] کاٹ ڈالی گئی کیونکہ وہ ظالم تھا اور حق کی مخالفت پر کمربستہ تھا۔ حضرت مرزا صاحب کو حق تعالیٰ نے بشارت دی کہ انی مھین من اراد اھانتک کہ جو شخص تیری اہانت کا ارادہ کرے گا میں اسے ذلیل و رسوا کروں گا۔ آخر خدائی فیصلہ صادر ہوا اور قصوری ہلاک کیا گیا۔

(۷) مولوی رسل بابا امرتسری :۔

امرتسر کے اس مولوی نے ایک رسالہ "حیات المسیح" لکھا اور نہایت بیہودہ اور لغو طریق پر حضرت مسیح موعود کی مخالفت کی۔ اور وہ یہ کہتا تھا کہ اگر طاعون مسیح موعود کی صداقت کا نشان ہے تو مجھے کیوں طاعون نہیں ہوتی جب میں اس کی مخالفت میں پیش پیش ہوں۔ آخر اس کو طاعون کے ذریعہ ہی خدا تعالیٰ نے پکڑا۔ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں :۔

"آخر وہ طاعون سے پکڑا گیا اور اس کے علیل طاعون ہونے کے دنوں میں جمعہ کے روز مجھ کو الہام ہوا کہ "یموت قبل یومی ھذا" یعنی آئندہ جمعہ سے پہلے مر جائے گا۔ چنانچہ وہ آئندہ جمعہ سے پہلے ۸ دسمبر ۱۹۰۲ء کو ۵½ بجے صبح کے اس جہانِ فانی سے رخصت ہوا اور یہ میرا الہام اس کی موت سے پہلے شائع کیا گیا تھا اور الحکم میں بھی شائع ہو چکا ہے اور ساتھ ہی مجھے یہ الہام ہوا "سلامٌ علیک یا ابراھیم سلامٌ علی امرک صرت فائزاً" یعنی اے ابراہیم تیرے پر سلام تو فتح یاب ہو گیا۔"

(۸) مولوی محی الدین لکھو کے والے :۔

یہ مولوی صاحب صاحب الہام ہونے کے مدعی تھے۔ انہوں نے حضرت مرزا صاحب پر کفر کا فتویٰ لگایا اور آپ کو فرعون سے تشبیہ دی اور اپنے الہامات شائع کئے کہ مرزا صاحب پر خدا کا عذاب نازل ہوگا۔ مگر تقدیر خداوندی یوں ہوئی کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد خدا تعالیٰ کی گرفت میں آکر ہلاک کئے گئے۔ اور حضرت مرزا صاحب کی جماعت ہر لحاظ سے روبہ ترقی رہی اور خود حضرت مرزا صاحب خدا کا پیغام دنیا کو کامیابی اور کامرانی سے پہنچاتے رہے۔

(۹) ۔ مولوی نور احمد :۔

حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں :۔

"ایک مولوی نے کتاب نبراس [illegible] صاحب زمرد کا حاشیہ لکھتے ہوئے میرے حق میں ان الفاظ سے بددعا کی کہ "مرزا غلام احمد وحزبہ کسّرھم اللہ تعالیٰ" یعنی خدا اس شخص مرزا غلام احمد اور اس کے گروہ کو توڑ دے۔ سو ابھی حاشیہ ختم نہ ہونے پایا تھا کہ وہ مولوی نور احمد مع اپنے مددگار بھائی نور محمد کے جو دونوں پسران مولوی خدا یار تھے مر گیا اور مجھے خدا نے تین بیٹے اور دیئے۔"

حضرت مرزا صاحب کی ذلت اور رسوائی کی دعا کرنے والا خود اس کا شکار ہو گیا۔ اور کس قدر واضح طور پر خدا تعالیٰ نے اس کو اور اس سے تعاون کرنے والے اس کے بھائی کو اپنی گرفت میں لیکر ایک نشان بنا دیا۔

(۱۰) فقیر مرزا دوالمیال :۔

ضلع جہلم کے مقام دوالمیال کا رہنے والا یہ شخص مدعی الہام و وحی تھا۔ جس نے حضرت مرزا صاحب کی توہین و تذلیل پر کمر باندھی اور کہا :۔

"میں نے بارہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی اور عرش معلّٰی تک میرا گذر ہوا اور یہ مجھ پر ظاہر کیا گیا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں اور الہام کے ذریعہ مجھے جتایا گیا کہ مرزا غلام احمد صاحب کا سلسلہ ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۲۱ھ تک ٹوٹ پھوٹ جائے گا اور بڑے سخت درجہ کی ذلت وارد ہوگی جسے تمام دنیا دیکھے گی اگر یہ پیشگوئی پوری نہ ہوئی یعنی اگر مرزا کا یہ سلسلہ اور عروج ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۲۱ھ تک قائم رہا یا ترقی کی تو میں ہر قسم کی سزا قبول کرنے کو تیار ہوں خواہ مجھے سنگساری سے قتل کریں یا کوئی اور سزا مقرر کریں مجھے ہرگز انکار نہ ہوگا۔"

حضرت مرزا صاحب کے نابود اور فنا ہونے کی پیشگوئی کرنے والا یہ شخص پورے ایک سال کے بعد اسی رمضان کے ۷ رمضان ۱۳۲۲ھ میں جس میں اقرار نامہ لکھا گیا عذاب طاعون سے ہلاک ہو گیا اس سے پہلے اس کی بیوی ہلاک ہو گئی اور گھر کا تمام سلسلہ تباہ و برباد ہو کر رہ گیا۔

(۱۱) بابو الٰہی بخش صاحب :۔

لاہور کا رہنے والا یہ شخص جو اس زمانہ میں اکونٹنٹ تھا اور حضرت مرزا صاحب کے دعوے سے قبل آپ کو بزرگ اور ملہم یقین کرتے ہوئے ارادت رکھتا تھا۔ حضور علیہ السلام کے مقابل پر شدید مخالفت اختیار کر گیا۔ اور ایک کتاب "عصائے موسیٰ" تالیف کی جس میں اپنے الہامات لکھے اور لکھا کہ مجھے خدا سے الہام ہوتے ہیں کہ یہ شخص کذاب۔ دجال اور مفتری علی اللہ ہے۔ اور میں اس کی بیخکنی کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔ مگر خدا تعالیٰ نے اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جو وہ حق کے مخالفوں سے کرتا چلا آیا ہے اور آخر وہ حضور کی زندگی میں طاعون سے ہلاک کیا گیا۔

حضور فرماتے ہیں :۔

"صاف ظاہر ہے کہ خدا نے میرے روبرو الٰہی بخش کو طاعون کی موت دے کر رسوا کیا اور وہ اپنے تمام دعووں میں نامراد رہا اور خدا نے لاکھوں انسانوں کو میری جماعت میں شامل کر کے مجھے عزت دی پس اگر الٰہی بخش

کو یہ الہام خدا تعالےٰ کی طرف سے ہی ہوا تھا کہ جو شخص تیری اہانت کرتا ہے میں اس کی اہانت کروں گا تو ضروری تھا کہ وہ الہام پورا ہو ہو جاتا حالانکہ الٰہی بخش کی بے وقت موت جو میری زندگی میں ہوئی اس کے جھوٹے ہونے پر مہر لگا گئی وہ دعوےٰ کرتا تھا کہ یہ شخص فرعون ہے اور میں موسےٰ ہوں اور میری زندگی میں ہی یہ ہلاک ہوگا اور طاعون سے مرے گا اور تمام سلسلہ اس کا تباہ ہو جائیگا اور خدا کا غضب اس پر نازل ہوگا۔ اور اس کا کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ لیکن برخلاف اس کے خدا نے مجھے کامل ترقی دی اور کامل عزت اور تمام اطراف دنیا میں کامل شہرت دی اور میری زندگی میں اس خفتہ دل گو اور بے ادب اور تیز مزاج اور منہ پھٹے دشمن کو طاعون سے ہلاک کیا۔"

حرفِ آخر

یہ ضروری نہیں کہ ہر مخالف خدا کی گرفت میں آوے۔ خدا کے فرستادہ جب دنیا میں آتے ہیں تو ان کے ذمہ بہت سے اہم کام خدا تعالےٰ کی طرف سے سپرد کئے جاتے ہیں ان کی انجام دہی کے لئے ان کو دن رات کوشاں رہنا پڑتا ہے اور ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک دقیقہ اس قدر قیمتی ہوتا ہے کہ اس کو ضائع نہیں کیا جاسکتا لہذا اس دور میں جو لوگ اس کے قیمتی اوقات میں مخل ہوتے ہیں اور اس کو اس کے اصل کام سے ہٹا کر دوسرے امور میں الجھانے کی کوشش کرتے ہیں، خدا تعالےٰ ان کے راستہ کے پتھروں کو خود دُور فرما دیتا ہے۔ نیز جو لوگ اس کی صداقت کو للکارتے ہیں یا اس کے مقابل خدا سے ہمکلام ہونے کا دعوےٰ کرتے ہوئے اس کی ہلاکت کے الہامات شائع کر کے اس کے الہام کو مشتبہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں انہیں بھی خدا تعالےٰ بطور نشان کے راستہ سے دُور کر دیتا ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب سے تو خدا تعالےٰ کا خاص طور پر یہ وعدہ تھا کہ:۔

انی مہین من اراد اہانتک

جو بھی تیری اہانت کا ارادہ کرے گا میں اس کو ضرور ذلیل اور رسوا کروں گا۔ لہذا جن لوگوں نے خواہ کس قدر علم اور فضیلت رکھتے تھے۔ خدا کے مسیح اور موعود وجود کی مخالفت پر کمر باندھی وہ خدا تعالےٰ کی گرفت سے محفوظ نہ رہ سکے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

"وان شکرتم لازیدنکم
ولئن کفرتم ان عذابی
لشدید"

"اگر تم خدا کے مامور کے ظہور پر اس کا شکر کرتے ہوئے حق کا ساتھ دوگے تو میں تمہارے نفوس و اموال میں زیادتی کروں گا اور اگر تم انکار اور مخالفت کی راہ اختیار کروگے تو پھر تم پر میرا عذاب سخت ہوگا۔"

حضرت مرزا صاحبؑ اپنے مخالفین کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر
از باغباں بترس کہ من شاخِ مثمرم

مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ

(بسلسلہ صفحہ ۱۲)

زمانۂ حال میں حضرت مرزا صاحبؑ کے وجود سے اسلام کی آبیاری۔

چنانچہ اس دور میں بھی خدا تعالےٰ نے اپنی قدیم سنت کے مطابق عین اس وقت جبکہ اسلام پر ہر طرف سے یورش ہو رہی تھی اپنے ایک بندہ کو مکالمہ مخاطبہ کی نعمت سے مالا مال کر کے اسلام کی مدافعت کے لئے مبعوث فرمایا۔ خدا تعالےٰ کے فرستادہ نے جہاں اسلام کی صداقت پر علمی دلائل دے کر، عیسائیوں آریوں دہریوں اور دوسرے مخالفین اسلام کو خاموش کر دیا وہیں قبولیت دُعا اور آسمانی نشانوں سے بھی ان کو مقابلہ کی دعوت دی۔ اور کہا کہ آپ لوگ میرے پاس آکر ان حقائق کا تجربہ و مشاہدہ کر کے دینِ حق اور دینِ باطل میں تمیز کر سکتے ہیں

لیکن

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے
یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے
(مسیح موعودؑ)

پیغامِ صلح خود پڑھنے کے بعد اپنے حلقۂ احباب میں پہنچا دیجئے۔

چند ناقابلِ فراموش یادیں

امیرِ قوم حضرت مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ

میں نے جس ماحول میں ہوش سنبھالا وہ دینی تھا۔ گھر میں قرآن شریف کی تعلیم کا التزام تھا۔ چنانچہ میں بڑا ہوا تو مجھے بھی قرآن حکیم کی تعلیم دی جانے لگی۔ میں مڈل تک باترجمہ قرآن ذوق و شوق سے پڑھتا رہا۔ جن دنوں تھرڈ مڈل میں تھا۔ حضرت مولانا عبد الکریم رحمۃ اللہ کے درس قرآن کا شہر بھر میں شہرہ تھا۔ آپ مسجد حسام الدین میں درس دیتے تھے۔ میں تین چار سال تک حضرت مولاناؒ کے درس میں باقاعدہ شریک ہوتا رہا۔ آپ درس کے دوران حضرت مرزا صاحبؑ کے متعلق بھی فرماتے تھے ۱ ۔ آپ کا طرز بیان مسحور کن تھا۔ چنانچہ مجھے حضرت صاحب کی صداقت کا انہی ایام میں کامل یقین ہو گیا۔ اس تمام عرصے میں والدین نے اشارے کنائے سے بھی درس میں شرکت سے نہ روکا، اور نہ ہی حضرت کی صداقت کا اقرار کرنے سے منع کیا۔ محلہ میں ہماری خاندانی پوزیشن ایسی نہ تھی۔ کہ کوئی شخص مجھ پر کوئی اعتراض کر سکتا مولانا موصوف اکثر حضرت صاحبؑ اور حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ کا ذکر کرتے رہتے۔ اور اس طرح ان ہر دو کی عظمت کا نقش میرے دل میں قائم ہو گیا۔

بی اے کرنے کے بعد میں نے ٹریننگ کالج میں ایس اے وی کلاس میں داخلہ لے لیا۔ ان دنوں بی ٹی کلاس ابھی نہیں جاری ہوئی تھی۔ مسٹر بیل ڈائرکٹر تھے۔ وہ بڑے فیاض اور بلند اخلاق با رعب اور باعلم انسان تھے۔ انہوں نے پہلی بار ہمارے لئے بی۔ٹی کلاس کھول دی اور بعد ازاں پنجاب یونیورسٹی اور گورنر صاحب سے اجازت حاصل کر لی۔ تکمیل کے بعد میں کچھ عرصہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر رہا اور کچھ عرصہ ٹریننگ کالج میں انگلش کا پروفیسر رہا۔ حضرت صاحبؑ کے وصال کے بعد حضرت مولانا نور الدینؒ نے وفد بھیجا کہ میں ملازمت چھوڑ کر قادیان خدمت عالی میں حاضر ہو جاؤں۔ وفد میں حضرت مولوی محمد علی صاحب، حضرت خواجہ کمال الدین صاحب، حضرت ڈاکٹر محمد حسین صاحب، حضرت ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب اور حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب شامل تھے۔ میں ان کے کہنے پر قادیان جانے پر راضی ہو گیا۔ پھر وفد نے گورنمنٹ سے درخواست کی کہ مجھے قادیان چلے جانے کی اجازت دے چنانچہ میں قادیان چلا آیا اور تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کی ہیڈ ماسٹری کا فریضہ مجھے سونپا گیا ان ہی ایام میں مولانا محمد علی صاحبؒ تفسیر قرآن میں منہمک تھے۔ چنانچہ انجمن کی اجازت سے وہ سیکرٹری کے عہدے سے الگ ہو گئے اور یہ ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈال دی گئی۔ قادیان میں میرا قیام ۹ سال تک رہا

یہ سارا عرصہ قادیان میں یہی چرچا رہا کہ حضرت صاحبؑ مجددؑ ہیں۔ لیکن حضرت مولانا نور الدین رحؒ کے آخری ایام میں میاں محمود احمد صاحب نے اس امر کی ابتدا کی کہ حضرت مرزا صاحب نبی اللہ تھے۔ اور آپ کا نہ ماننے والا کافر ہے۔ اس پر حضرت خواجہ صاحب نے یہ لکھا کہ میاں محمود احمد صاحب کا لفظ کافر کہنے سے مراد اصطلاحی کافر نہیں بلکہ منکر مراد ہے۔ مگر میاں صاحب نے خواجہ صاحب کے اس وضاحتی اعلان کے بعد صاف لکھا کہ میرا مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان حضرت صاحب کو نبی نہیں مانتا وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

حضرت مولانا نور الدین اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ قادیان میں جس میں میں بھی حاضر تھا خطبہ کے دوران فرمایا کہ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ نور الدین خطبوں میں مرزا کا نام نہیں لیتا۔ اور فرمایا کہ ایسے لوگوں کا ذکر قرآن کریم میں کیا گیا ہے اذا ذکر اللہ وحدہ اشمازت قلوب الذین لایؤمنون بالآخرۃ۔ جو لوگ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے سامنے جب اکیلے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل سکڑ جاتے ہیں۔ واذا ذکر الذین من دونہ اذا ہم یستبشرون۔ اور جب خدا کے سوا ان کے حضرتوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ اس میں آپ نے توحید کامل کا ذکر کیا اور فرمایا کہ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں اس عرصہ میں کبھی مرزا کی قبر پر نہیں گیا۔ اس طرح آپ نے توحید کامل کی زوردار طریق سے تلقین فرمائی۔

میری آنکھوں کے سامنے اب بھی وہ جانفزا منظر ہے۔ یہی جامع احمدیہ لاہور کا مقام تھا حضرت صاحب اور دیگر اکابر یہاں قیام پذیر تھے۔ جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ حضرت صاحبؑ نمازیوں کے درمیان فروکش تھے۔ حضرت مولانا نور الدینؓ خطبہ دے رہے تھے۔ فرمایا کہ مجھ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ نور الدین خطبے میں مرزا کا نام نہیں لیتا۔ اس موقعہ پر آپ نے قرآن حکیم کی مذکورہ آیت کا ذکر کیا۔ حضرت سامنے بیٹھے سن رہے تھے۔ آپ کے بشرے سے سکون، اطمینان اور مسرت کا اظہار ہوتا تھا سب نے محسوس کیا کہ پیر اور مرید دونوں کا اس بارے میں ایک ہی مذہب ہے۔

اعظم علوی

شہسوارِ اسلام

آیا خیالِ یار ہوئے زخمِ دل ہرے ÷ اب نقشِ ماسوا کا بھلا کون دم بھرے
ہوں آستانِ یار کے پہلو میں سر دھرے ÷ فکرِ سخن ہے اور مضامین کے پرے
کیوں کام دے نہ مجھ کو قلم ذوالفقار کا
لکھنے لگا ہوں حال میں اک شہسوار کا

وہ شہسوارِ عرصۂ دینِ محمدی ÷ سرچشمۂ صداقت و عرفان و آگہی
لایا تھا اپنے ساتھ جو افضالِ ایزدی ÷ آیا تھا بن کے مظہرِ انوارِ احمدی
جو شہسوار شاہِ اُمم کا غلام ہے
ہاں! وہ مسیحِ وقت ہمارا امام ہے

وہ دورِ یاس و بیم کا غیروں کا شور و شر ÷ کاشانۂ حبیب سے بھٹکی ہوئی نظر
قرآں کو رکھ کے طاق میں مسلم تھا بے خبر ÷ اُف بے کسی کہ حاملِ جنّت ہو دربدر
ایسے میں لایا سطوتِ اسلام کا پیام
فرمایا دین کا ہوں مجدّد میں لاکلام

آیا ہوں دینِ حق کی حفاظت کے واسطے ÷ قرآں کی جہاں میں اشاعت کے واسطے
فرمانِ مصطفٰےؐ کی صداقت کے واسطے ÷ محبوبِ کبریا کی نیابت کے واسطے
تہمت ہے مجھ پہ میں ہوں رسالت کا آفتاب
"من نیستم رسول و نے آوردہ ام کتاب"

اسرارِ بے خودی کو کیا جس نے واشگاف ÷ اور تار تار کر دیئے ظلمت کے سب غلاف
غیروں کا ذکر کیا، ہوئے اپنے بھی سب خلاف ÷ وہ شیر مرد کہتا رہا پھر بھی صاف صاف
"بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمّرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم"

قلب و نظر میں نورِ بصیرت لئے ہوئے ÷ اپنے جگر میں جوشِ ارادت لئے ہوئے
جذبِ فلاح و شوکتِ ملّت لئے ہوئے ÷ سینے میں آسمانِ محبّت لئے ہوئے
قرآں لے کے ہاتھ میں جس وقت آگیا
حق پورے اہتمام سے باطل پہ چھا گیا

وہ انتہائے شوق میں ڈوبی ہوئی نظر ÷ تسکینِ قلب و نورِ ارادت سے بہرہ ور
لے کر پیامِ شوق جو پہنچی اِدھر اُدھر ÷ ہر باخبر جو ساتھ ہوا اس کے ہم سفر
اُس کو خیالِ دوریٔ منزل نہ رہ سکا
مومن بنا وہ حاملِ باطل نہ رہ سکا

اے قوم آ کہ نورِ صداقت کا ساتھ دیں ÷ اِس باخدا کے دستِ مبارک میں ہاتھ دیں

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے اولیاء اللہ پیدا ہوئے

حضرت امام زمانؑ کا وجود اسلام کی زندگی کا ثبوت ہے

ڈاکٹر محمد اقبال کی شہادت کہ احمدیت ٹھیٹھ اسلام ہے

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۴ مئی ۱۹۶۸ء۔ فرمودہ حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب اللہ تعالیٰ بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم اٰیٰتہٖ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمة ـــــ (اٰل عمران - ۱۶۳) ـــــ

رسولِ کریم صلعم کا مقام

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے لقد من اللہ علی المؤمنین۔ خدا تعالےٰ کا بہت بڑا احسان ہے تم پر کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری بہتری کے لئے اور تمہاری ترقی کے لئے تم میں ایک رسول بھیجا لفظ منھم معنی خیز ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی عمر کا کثیر حصہ تمہارے درمیان گذرا ہے۔ بغیر پہچان کے بغیر کوئی کسی کی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ قرآن کریم میں بار بار ذکر آتا ہے کہ وہ کس شہرت کے انسان ہیں۔ قوم کے اندر ان کا کیا مقام ہے۔ اور انہیں کیا کامیابی ہوئی۔

حضرت نبی کریم صلعم کے متعلق دشمن معاصرین کی گواہی

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دشمن بھی گواہی دیتے تھے کہ آپؐ پاک انسان ہیں۔ جو آپ کے دین اور آپؐ کی جان کے دشمن تھے وہ بھی انہیں امین اور صادق کے نام سے یاد کرتے تھے۔ ابوجہل جو زندگی بھر دشمن رہا اس نے بھی اقرار کیا ماکذب محمد قط محمدؐ نے کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا۔ وہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کے قائل ہیں سخاوت کے مداح ہیں۔ صداقت کے گواہ ہیں اور کاروبار میں اخلاص اور دیانتداری پر شاہد ہیں۔ لفظ منھم کا استعمال کرنے کا یہ مقصد ہے کہ اگر حضرت عیسٰیؑ تشریف لے آئیں تو جانے پہچانے نہ ہوں گے اس لئے وہ قابل توجہ نہ ہوں گے کیونکہ وہ قرآن کریم کے مقرر کردہ معیار کے مطابق نہ ہوں گے۔

رسول کریم صلعم اور صحابہؓ کی تلاوتِ قرآن

فرمایا یتلوا علیھم اٰیٰتہٖ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالےٰ کے احکام پڑھ کر سناتے ہیں۔ حضورؐ نے قرآن کریم کو بہت پڑھا اور بار بار پڑھا۔ اور لوگوں کو سنایا بہت سے صحابہ کرام رضؓ قرآن کریم کے حافظ ہو گئے۔ بیئر معونہ کی لڑائی میں ستر حافظ اور قاری شہید ہوئے جس سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ ہوا۔ صحابہ کرام رضؓ کو قرآن کریم کا عشق تھا۔ انہوں نے اس کو حفظ کیا۔ اور اپنے عمل میں لے آئے۔

تہجد میں قرآن کریم کی تلاوت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم سے بڑا عشق کیا ہے۔ آپؐ راتوں کو جاگتے تھے اور تلاوت میں مصروف رہتے تھے۔ ایک دفعہ حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ کے بیٹے عبداللہؓ نے سوچا کہ میں دیکھوں حضورؐ رات کو کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک رات اپنی خالہ میمونہ رضؓ کے ہاں چلے گئے اور وہیں سو رہے۔ حضور صلعم بھی وہاں تھے۔ پچھلی رات عبداللہ کیا دیکھتے ہیں کہ حضورؐ اُٹھے۔ گھر میں ایک مشکیزہ تھا۔ اس سے پانی لیا وضو کیا اور نفل پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں بھی ان کے ساتھ بائیں طرف ہو کر نماز پڑھنے کے لئے شریک ہو گیا۔ حضورؐ نے پیار سے میرا کان پکڑ کر مجھے دائیں طرف کر دیا اور عملاً سکھایا کہ اگر نمازی دو آدمی ہوں اور نماز جماعت سے ادا ہوتی ہو تو مقتدی دائیں طرف کھڑا ہو۔ آپؐ نے سورۃ بقرہ شروع کی میں کھڑے کھڑے تھک گیا۔ جب یہ سورۃ ختم ہونے کو آئی تو میں نے آرام کا سانس لیا۔ اور سوچا کہ اب رکوع کریں گے اور آرام مل جائے گا۔ لیکن آپؐ نے دوسری سورۃ شروع کر دی اور پھر تیسری شروع کر دی۔ اللہ اللہ یہ ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عشقِ قرآن۔

قوم میں قرآن کریم سے عشق

یہی عشق آپؐ نے اپنی قوم میں بھی پیدا کر دیا۔ قوم نے عشق و محبت سے قرآن کریم کو اپنے سینوں پر لکھ لیا۔ فوج کا ہر سپاہی حافظ قرآن کریم تھا اور فوج کا کمانڈر حافظ تھا۔ زمیندار حافظ تھا اور تاجر حافظ تھا۔ ایک دفعہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن میں ابوعبیدہؓ بن جراح اور معاذ بن جبل کو والی اور قاضی مقرر کیا تو فرمایا۔ کہ تم وہاں حاکم بن کر جا رہے ہو۔ اس قوم کا مال ہڑپ نہیں کرنا ایاکم و کرائم اموالھم۔ ان کے مالوں کو نہیں کھانا۔ یہ بیسویں صدی کی عام مرض ہے کہ یورپ کا پڑھا لکھا EXPLOITATION کے لئے مشرقی قوموں پر حکومت کرتا ہے اور ان کے اموال کو ہڑپ کرتا ہے۔ ان کے اندر دیانت کی بلندی نہیں۔ حضرت نبی کریم صلعم قوم کو پاک کرنا چاہتے ہیں۔ فرمایا ایاك والمعصیة فان بالمعصیة حل سخط اللہ۔ گناہ اور نافرمانی سے بچو۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کی نافرمانی سے عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے۔

•• دونوں دوست جو یمن بھیجے گئے ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تم کتنا قرآن کریم پڑھتے ہو۔ تو دونوں کہتے ہیں کہ ہم دن رات قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں۔ اگر نہ کریں تو ہم اپنے اندر زندگی محسوس نہیں کرتے۔ اس قسم کے حاکم کمانڈر، سپاہی اور والی و گورنر تھے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کے اندر پیدا کئے یتلوا علیھم اٰیٰتہٖ کے الفاظ یاد رکھئے۔

گھروں میں قرآن پڑھا جائے

آپ لوگوں کے گھروں میں بچے ہیں، بچیاں ہیں۔ خواتین ہیں، بھائی بہن ہیں، سب کو قرآن کریم پڑھانا چاہیئے۔ بغیر ترجمہ جاننے کے بھی پڑھا جائے۔ اس کا بھی اثر دل پر پڑتا ہے۔

شمالی افریقہ میں قرآن کریم کی تدریس

ہمارے عزیز ڈاکٹر اسلم دوسری جنگ میں افریقہ کے شمال میں پہنچے تھے۔ افریقہ کے شمالی حصہ الجزائر میں قیروان کے شہر میں جانے کا موقعہ ملا۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ بازار میں دوکانوں کے پچھلی طرف دروازے کھلتے ہیں اور پچھلے حصہ میں مسجدیں ہیں۔ جب اذان ہوتی ہے تو تمام دوکاندار پچھلی طرف سے نکل کر نماز کے لئے مسجد چلے جاتے ہیں۔ یہ نظارہ دیکھ کر طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔ افریقہ کے اندر یہ نور برس رہا ہے اور جب نماز ختم ہو جاتی ہے تو بوڑھی عورتیں بچوں کو لے کر بیٹھ جاتیں اور قرآن کریم پڑھاتی ہیں۔ وہاں کا ہر چھوٹا بڑا آدمی حافظ قرآن ہے۔

قرآن کریم کی تعلیم جو نبی کریم صلعم نے دی

یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی کا اثر ہے کہ قوم کی قوم کو قرآن کریم کا عاشق بنا دیا۔ پھر فرمایا ویعلمھم الکتاب والحکمة۔ یہ کتاب بغیر معلم کے پڑھی نہیں جا سکتی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کے معلم ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حدیث کا

کیا فائدہ ہے۔ قرآن کافی ہے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور صلعم نے قرآن کریم کا جو علم دیا وہ کہاں ہے؟۔ آپ صرف کتاب ہی نہیں سکھاتے والحکمۃ دین کا فلسفہ بھی سکھایا ہے۔ وہ کہاں ہے؟ احادیث کے بغیر کہاں سے اس کو حاصل کیا جا سکتا ہے، ویزکیھم وہ پاک و صاف بھی کرتا ہے۔ عرب کے لوگ تمام کے تمام پاک صاف ہو گئے۔ سارا عرب باخدا بن گیا۔ بت پرستی ختم ہو گئی، شراب ختم ہو گئی، جوا ختم ہو گیا بدکاری ختم ہو گئی۔

دنیا میں مسلمانوں کی حکمرانی

اللہ اکبر! اتنا بڑا مصلح دنیا میں کہاں پیدا ہو سکتا ہے۔ انہی لوگوں نے دنیا جہان پر حکومت کی۔ مصر۔ سپین۔ قسطنطنیہ پر حکمرانی کی انہوں نے حکمرانی کہاں سے سیکھی۔ حکمرانی کا ایک ہی گر ان کو سکھا دیا کہ خدا پرستی اختیار کرو۔ اور مخلوق خدا کے حقوق کی حفاظت کرو۔ بس یہ کافی ہے۔ محمد رسول اللہ علیہ وسلم نے بے نفس حاکم پیدا کئے۔ بے نفس کمانڈر پیدا کئے انہوں نے دنیا پر حکومت کر کے نمونے دکھائے کہ حاکم کون ہوتا ہے۔ کیسا ہوتا ہے۔ اس کا کام کیا ہوتا ہے اور اس کی ذمہ داریاں کیا ہوتی ہیں۔

یورپ میں علوم کی نشر و اشاعت

کامیابی کے ساتھ حکومت کرنے کے علاوہ وہ جہاں کہیں گئے علم کے دریا بہا دیئے سپین میں یونیورسٹیاں قائم کر دیں۔ یورپ اس وقت جاہل تھا۔ تمام یورپ سے طالب علم آ کر علم سیکھے یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے سارا یورپ حضور نبی کریم صلعم کا مرہون منت ہے، آج وہ گالیاں دیں تو دیا کریں۔ علم کی شعاع انہیں محمد رسول اللہ صلعم ہی کے شاگردوں سے ملی، آپ نے صرف حاکم ہی پیدا نہیں کئے اہل علم بھی پیدا کئے اور علم کے عاشق پیدا کئے۔

جرمنی میں بارہ جلدوں میں ایک کتاب شائع کی گئی ہے اس کا نام ہے طبقات ابن سعد اس کی ہر جلد کی ابتدا میں کسی نہ کسی جرمن فاضل نے دیباچہ لکھا ہے۔ اس میں واقعات مندرجہ پر تنقید، نکتہ چینی اور خوبیاں بیان کی گئی ہیں علیگڑھ کے ایک پروفیسر سربیرٹ ہوتے تھے۔ طبقات ابن سعد کی ایک جلد کا دیباچہ انہوں نے لکھا ہے، اس نے لکھا ہے کہ اگر دنیا جہان کا عربی لٹریچر ایک جگہ جمع کیا جائے تو سب سے اوپر جو کتاب دکھی جائے گی وہ قرآن کریم ہے۔ طبقات ابن سعد WHO IS WHO یعنی علم الانساب کی کتاب ہے اس میں علم الرجال ہے کہ فلاں کون تھا اس کا حسب نسب کیا تھا اس کے آباؤ اجداد کیا کرتے تھے اور اس کی اولاد کیا کرتی تھی۔ ایک ایک شخص ایک ایک مرد اور عورت کی زندگی اس کتاب میں لکھی ہے۔ یہ کتنا بڑا علم ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی نبی اور رسول کی زندگی کے حالات اس قدر تفصیل سے کہیں نہیں ملتے، یہ کرشمہ ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ آپؐ نے ایک اہل علم قوم کو جنم دیا۔ ایک دو مردوں کو زندہ کرنا سہل ہے لیکن قرآن کریم تو وہ زندگی بخش کلام ہے کہ اس نے ہزاروں روحانی مردے زندہ کئے اس کلام نے دنیا جہان کے بڑے بڑے علماء سے خراج تحسین حاصل کیا۔

کتاب و سنّت کی اتباع

موجب قرب الٰہی ہے

علاوہ ان باتوں کے قرآن کریم کا دوسرا مقصد قلوب میں طہارت پیدا کرنا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں۔ وہ ہیں قرآن کریم اور میری سنّت، اگر تم ان پر عمل درآمد رکھو گے تو تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے ان دو چیزوں کو جس نے پکڑا [illegible] اور عمل میں لایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ ان کی تعلیم زندہ اور زندگی بخش ہے۔

اتباع نبویؐ سے اولیاء اللہ رح پیدا ہوئے

آپؐ کی تعلیم پر چلنے سے ہر ملک میں اولیاء پیدا ہوئے۔ یہ معجزہ کسی اور نبی اور رسول کو قطعاً نصیب نہیں ہوا کسی پیغمبرؑ کی تاریخ موجود نہیں۔ اگر کسی کی تاریخ موجود ہے تو وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے کہ آپؐ سے تعلق قائم کر کے ہر زمانہ میں اولیاء اللہ پیدا ہوئے۔ ہر صدی میں مقربان الٰہی آتے رہے ہمارے قریبی زمانہ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح نے علم و معرفت کے دریا بہا دیئے۔ حضرت مجدد الف ثانی رح سرہند میں پیدا ہوئے۔ ان کی کتابیں علم و حکمت سے بھری ہوئی ہیں وہ بڑے باخدا انسان تھے انہوں نے معرفت بھری کتابیں لکھیں اور لوگوں کو باخدا بنایا۔ خواجہ غلام فرید رح چاچڑاں والے بھی اس تعلیم رسولؐ پر عمل کر کے باخدا ہو گئے۔

صاحبزادہ عبداللطیف رح کی

امام الزمانؑ سے ملاقات

صاحبزادہ عبداللطیف شہید حضرت امام زمان کی ملاقات کے لئے افغانستان سے چل کر آئے، وہ بہت بڑے باخدا انسان تھے۔ بادشاہ کے اتالیق تھے۔ ان کی دستار بندی کرتے تھے۔ ان کو گدی پر بٹھاتے تھے۔ وہ قادیان میں آئے حضرت صاحب سے ملاقات کی۔ اور چہرہ دیکھتے ہی فرمایا کہ جو نقشہ احادیث میں مہدی کا بیان ہوا ہے بعینہ وہی ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت صاحب کی بیعت کر لی۔ واپسی پر وہ لاہور بھی آئے اور گمٹی بازار کی مسجد میں تقریر کی۔ ہم نے ان کو دیکھا ہے بہت بڑا چہرہ سفید اور بادشاہوں والا تھا۔ حضرت صاحب نے ان سے کہا کہ آپ افغانستان واپس نہ جائیں۔ وہاں آپ کے لئے خطرہ ہے۔ انہوں نے عرض کی حضور! اس ملک میں تو کاغذ اور سیاہی سے اشتہار دیا جاتا ہے لیکن کابل میں خون کا اشتہار دیا جاتا ہے۔ یہ بات ان کے دل میں کیسے پیدا ہوئی۔ وہ خود ولی اللہ تھے۔

اولیاء اللہ رح کا وجود اسلام

کے زندہ ہونے کا ثبوت ہے

اگر شاہ ولی اللہ رح خواجہ غلام فرید رح مجدد الف ثانی رح اور دوسرے اولیاء اللہ جو ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ان کا وجود نہ ہوتا تو ہندوستان میں ہم مسلمانوں کے ایمان و یقین کی مضبوطی اور استحکام کی کوئی صورت نہ ہو سکتی۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے زندہ ہونے کا ثبوت نہ ملتا۔

امام الزمانؑ کی مدافعت اسلام

اس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی زندگی کا ثبوت ہیں، ان کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برحق ہیں۔ آپ نے صداقت رسولؐ و اسلام کے لئے زندگی بھر بہا دیا۔ عیسائیوں اور پادریوں کو کہا کہ صداقت اسلام یا عیسائیت کے متعلق مجھ سے بات کرو۔ جو آیا اس کو منہ کی کھانی پڑی سکھوں کو کہا کہ ڈیرہ بابا نانک میں جو پوتھی ہے اس میں قرآن کریم ہے، اور چولا بابا نانک پر قرآن کریم لکھا ہوا ہے۔ آپ نے آریوں کے اعتراضات کے منہ توڑ جواب دیئے۔ آپ نے نہ صرف یہ کہ اپنی تقاریر و تحریرات سے اسلام کی حقانیت و صداقت ثابت کی اور دیگر مذاہب کا بطلان کیا۔ بلکہ ایک قوم پیدا کی جس کے اندر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے، وہ راتوں کو جاگتے ہیں اور خدمت دین کو اپنا لائحہ عمل بنائے ہوئے ہیں۔

علامہ ڈاکٹر اقبال اور احمدیت

قادیان میں میں نے بڑا ایمان افروز منظر دیکھا ہے۔ عورتیں بچے، بوڑھے جوان قرآن کی تلاوت میں مصروف اور نماز و عبادت میں مشغول ہیں۔

علامہ اقبال اور میں ہم جلیس تھے ان کے والد صاحب اور ان کے بھائی عطاء اللہ احمدی تھے بڑے مومن انسان تھے۔ ان کے والد صاحب ان پڑھ تھے لیکن حضرت مرزا صاحب کے عاشق تھے۔ ڈاکٹر اقبال اور انجمن حمایت اسلام کے مرحوم صدر مولوی غلام محی الدین صاحب دونوں نے حضرت صاحب کی بیعت کی تھی۔ آہستہ آہستہ ان میں کمزوری آ گئی اور سلسلہ سے دور ہو گئے۔ ڈاکٹر اقبال نے علیگڑھ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اگر ٹھیٹھ اسلامی نمونہ دیکھنا ہو تو قادیان میں دیکھو۔

ایک دفعہ اقبال کی اور میری سابق گورنر غلام محمد مرحوم کی گلی محلہ گگے زئیاں میں دعوت تھی۔ اقبال کو میں نے چھیڑا کہ تم نے بھی بڑا بننے اور شہرت کے لئے عطاء اللہ شاہ بخاری سے اچھا نسخہ سیکھا ہے کہ مرزا صاحب کو دو چار گالیاں دے دو قوم میں بڑے ہو جاؤ گے ورنہ تمہارے دل میں یقین ہے کہ حضرت صاحب برحق ہیں کیونکہ نہ صرف تم نے بھرے مجمع میں اعلان کیا ہے کہ قادیان میں ٹھیٹھ اسلامی نمونہ ہے، بلکہ تم نے اپنے بیٹے آفتاب احمد کو قادیان تعلیم کے لئے بھیجا۔ اقبال نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے اسے قادیان نہیں بھیجا میں نے تو اسے اپنے دوست صدر الدین کے پاس بھیجا تھا۔ اس پر میں نے کہا کہ معلوم ہوا کہ مسیحا کے شاگرد بھی مسیحائی کر سکتے ہیں۔

امام الزمانؑ کے ایمان افروز کارنامے

آج ہم حضرت مسیح موعود کا یوم وصال منا رہے ہیں۔ آپ نے اس زمانہ میں اسلام کو زندہ کر دکھلایا۔ اس کی وجہ سے جرمنی انگلستان، امریکہ اور دوسرے ممالک میں اسلام پھیل رہا ہے۔ ان کے پاس بیٹھنے والے انگریزی خوان مفسر قرآن بن گئے۔ مولانا شوکت علی کے بھائی مولانا محمد علی نے کہا کہ مولانا محمد علی کے انگریزی ترجمۃ القرآن نے میرے اندر اسلام کی روح پھونکی ہے۔ مولوی عبدالماجد صاحب دریابادی ایڈیٹر صدق جدید نے بھی اقرار کیا کہ میں اسلام سے دور چلا جا رہا تھا لیکن مولانا محمد علی صاحب کی تفسیر قرآن نے مجھ میں پھر سے ایمان پیدا کر دیا۔ حضرت امام زمان کے ماننے والوں کے متعلق عام طور پر یہ مشہور تھا کہ یہ لوگ سنوار کر نمازیں پڑھتے ہیں شرع کے پابند ہیں۔ بڑے پرہیزگار ہیں، تہجد خواں ہیں

(باقی بر ص ۲۹ کالم ۲)

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

مسیحائے زمانؑ کے انفاسِ قدسیہ

امراض و مفاسد زمانہ کے حتمی علاج

مامورِ وقت کی دعوتِ الٰہیہ پر لبیک کہنے کی ضرورت

جب جماعت احمدیہ لاہور حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو بطور مجدد ماموریت پیش کرتی ہے تو یہ اعتراض ہوتا ہے کہ دین کامل اور نبوت ختم ہو چکی۔ پھر اب کسی شخص کو ملہم من اللہ ماننے کی کونسی ضرورت باقی رہ گئی؟ جب کسی کے لئے نبوت کا منصب اب ہے ہی نہیں تو اس کے دعاوی پر ایمان لانے کی حاجت کیا ہے؟ اشاعتِ اسلام و تبلیغ دین بے شک عالی مقاصد ہیں مگر ان اغراض کے لئے مجددِ وقت کے دعاوی پر ایمان اور آپ کی جماعت میں شمولیت کی کیا ضرورت ہے؟ دوسرا بڑا اعتراض یہ ہے کہ جبکہ حضرت اقدسؑ کے پیروؤں کا کثیر حصہ آپ کے لئے مقام و منصب نبوت تجویز کرتا اور وحدتِ ملی میں تفرقہ ڈالنے کا موجب بن رہا ہے تو ہم کیونکر یہ تسلیم کر لیں کہ حضرت اقدسؑ کا دعوےٰ نبوت کا نہ تھا اور آپ نے اپنے وجود سے ملتِ اسلامیہ میں رخنہ نہیں ڈالا؟

عظیم مفاسدِ زمانہ

کسی شخص کی عظمت محض اسکے دعوؤں کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ اس کی بنا اُن مفاسدِ عظیمہ کے باعث ہوتی ہے جن کی اصلاح کیلئے وہ کھڑا ہوتا ہے۔ ہمارے زمانہ میں اگرچہ مادی علوم کی اشاعت اور ایجادات کی بھرمار ہے مگر اس زمانہ کی مادی دجالیت و ضلالت پہ ہر دل گواہ ہے۔ ع

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشمِ مسلم دیکھ لے تفسیر حرفِ ینسلون

علوم کی ترویج اور صناعات کی کثرت جس تیزی سے ہو رہی ہے، تعجب ہے اُسی نسبت سے دنیا میں بے امنی و انتشار ترقی پذیر ہیں، اتنا ہی خوف و ہراس، بے اطمینانی و بدظنی، شکوک و شبہات قلوب میں گھر کر رہے ہیں، کہیں نسلی، لسانی، لونی اور وطنی تعصبات ہیں تو کہیں طبقاتی کشمکش غرضیکہ انفرادی و اجتماعی دونوں طرح پریشان و اضطراب درپیش ہے۔ ع

……………………

کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے
حیلے سب جاتے رہے اک حضرتِ تواب ہے

یہ مہلک امراض و مفاسد عالمگیر پیمانہ پر محیط ہو رہے ہیں۔ تو اب سوال سیدھا سا یہ رہ گیا کہ جو شخص ان عالمگیر و عظیم مفاسد کا علاج کرے گا کیا اس کی عظمت و اہمیت میں کوئی شک و شبہ باقی رہ جاتا ہے؟ بلاشبہ نبوت ختم ہو چکی اور دین کامل ہو چکا اب کوئی شخص نبوت کے مقام پر فائز ہو کر اصلاح کے لئے آ نہیں سکتا لیکن باوجود نبی نہ ہونے کے جو مامور عالمگیر فسادوں سے نجات دلائے گا اور نسل انسانی کو باطنی امراض سے شفا دے گا کیا ہم اسے بنی نوع انسان کا نجات دہندہ کہنے میں غلطی کرنے کا ارتکاب کریں گے؟ یہ تو صحیح ہے کہ اسلام کے نسخہ شفاء سے باہر وہ کوئی اور دوا تجویز نہ کرتا، نہ ہی وہ فرقانی علاج امراض کے علاوہ کوئی نئی دوا تجویز کرتا ہے مگر اس کے باوجود جس حکیم حاذق کو اس نسخہ کامل میں سے وہ دوائیں معلوم ہو گئی ہیں جن سے حتمی شفاء مقدر ہے مایوسی و مُردنی کے دنوں میں ایسے مسیحائے زمان کی کامل تشخیص و شفایابی کے باعث اس کی عظمت و اہمیت میں کیا کلام ہو سکتا ہے؟

دوستو! جائے غور ہے جب مفاسد عظیم ہیں اور امراض مہلک و عالمگیر تو معالج حقیقی کے علاج کی جانب رجوع نہ کرنا کس قدر حرمان و بے نصیبی کا موجب ہے۔ اے کاش!! تمہیں علم ہوتا کہ بنی نوع انسان کن کن باطنی امراضِ خبیثہ کا شکار ہو رہے ہیں اور کیونکر اس حکیمِ حقیقی نے ان کے حتمی علاج فرقانِ حمید کے نسخۂ شفاء سے تجویز کئے ہیں۔ اے عجب!!! تمہیں پتہ ہوتا کہ آج انسانی وجود کن کن باطنی بیماریوں میں مبتلا ہو کر کس طرح چیخ و پکار کر رہا ہے اور کس طرح اس کے خون میں مہلک جراثیم پرورش پا چکے ہیں۔ ع

خونِ دین یتیم رواں چوں کشتگانِ کربلا
اے تعجب! ایں مرداں راہر آں لذا نیست

……………………

حضرت اقدسؑ کے دعاوی پر ایمان اور جماعت احمدیہ میں شمولیت کا مقصد بجز تائیدِ دینِ اسلام اور کچھ نہیں

پس باطنی و اخلاقی امراض کا عالمگیر پیمانہ پر پھیل جانا اور ان کے دفعیہ کے لئے کارگر آسمانی علاج کا میسر آ جانا کوئی معمولی بات نہیں جس کی طرف سے بے اعتنائی قابلِ برداشت نہ ہو۔ ہر بہی خواہِ ملت پر لازم ہے کہ وہ غور کرے کہ حضرتِ اقدسؑ نے فی الواقعہ دجالی فتنہ کا کوئی کامیاب علاج تجویز کیا ہے یا نہ؟ اور ایسا نسخہ شفاء کیا فرقانی تعلیم اور اسوۂ حسنہ رسول اللہ صلعم سے الگ کوئی دیگر شئے ہے؟ اگر بعد تحقیق یہ ثابت ہو جائے کہ دجالی فتنہ کا مؤثر ازالہ حضرت اقدسؑ کے علاج سے فی الواقعہ ہوا ہے اور یہ بھی ثابت ہو جائے کہ یہ علاج وہی ہیں جو اسلام نے تجویز کئے ہیں اور کوئی امر آپ کی تحریک میں خلافِ دینِ متین نہیں بلکہ اسی دین کی تازگی مراد ہے تو پھر یقیناً اس تحریک سے علیحدگی اختیار کرنا اسلامی مفاد کے برخلاف ہوگا اور آپ کے دعاوی پر ایمان نہ لانا ترقیِ اسلام کے منافی ٹھہرے گا۔

بعثتِ مامورین الٰہی منجانب اللہ ہوتی ہے

اس میں تو ذرہ بھر شک و شبہ نہیں کہ مصلحتِ وقت اور ضرورتِ زمانہ کا تقاضا یہی ہے کہ دینِ متین کی نصرت و تائید کی خاطر حضرت اقدسؑ کے دعاوی کو تسلیم کر کے جماعت احمدیہ لاہور میں شمولیت اختیار کی جائے لیکن اس سے یہ مطلب نہ لینا چاہیئے کہ گویا مامور نے مصلحتِ وقت کے مطابق ایسے دعاوی کر دیئے۔ حضرت اقدسؑ کی بعثت منجانب اللہ ہوئی اور خدا تعالےٰ کے خاص حکم و کلام سے آپ نے دعاوی کو بلند آہنگی سے پیش کیا جیسے کہ یہ الہامِ الٰہی ہے:۔

واصنع الفلك باعيننا ووحينا۔

ہمارے حکم و وحی سے ہمارے روبرو یہ کشتی دینِ اسلام کی حفاظت و اشاعت کے لئے بناؤ۔ چنانچہ اسی کے مطابق ایک واقعہ حضرت اقدسؑ کی زندگی کا مرقوم ہے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ سے درخواست کی کہ وہ خلوت میں کچھ کہنا چاہتا ہے علیحدہ ہو کر اس نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ آپ کے دعاوی عین مصلحتِ وقت کا تقاضا ہیں، ان سے ترقیِ اسلام ہوتی اور قوم کا جمود ٹوٹتا ہے، آپ نے بہت عمدہ طریق اختیار کیا۔ حضرت اقدسؑ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہمیں تو خدا نے کھڑا کیا ہے تو ہم نے ندا بلند کی اگر خدا ہمیں حکم نہ دیتا تو ہمیں کچھ ضرورت نہ تھی کہ اپنی طرف سے مصلحتِ وقت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے یہ دعاوی کرتے اور اس تحریک کو وجود میں لاتے۔

سلسلہ احمدیہ کی کفر پر اسلامی فاتحانہ یلغار پر مخالفین کا اعتراف

آپ کی جماعت اشاعتِ حق کے میدان میں جو کارہائے نمایاں حضرت مسیحِ زمانؑ کی متابعت میں بجا لا رہی ہے اس کی بابت بجائے اس کے کہ میں اپنی طرف سے کچھ تعریفی الفاظ کہوں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس بارہ میں ایک **انگریز مصنف مسٹر کینیتھ کریگ** کے خیالات سے آپ کو آگاہ کر دوں جو اس نے اپنی ایک تازہ تصنیف **سرویز آف اسلام** جو حال ہی میں شائع ہوئی ہے کے باب "احمدیہ" کے عنوان کے تحت ظاہر کئے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:۔

> "بعض وجوہ کی بنا پر سلسلہ احمدیہ کو دوسری اسلامی تحریکات سے منفرد حیثیت حاصل ہے یہ اس کے اپنے تبلیغی جوش و ولولہ اور اپنے اس عزمِ صمیم کے باعث ہے کہ اس نے جہاد کو دشمن کے مرکز میں جا کر شروع کر رکھا ہے۔۔
>
> ...... یہ ایک تحریک ہے کہ جو بیک وقت اگر ایک طرف کورانہ تقلید و قدامت پرستی کے خلاف نبرد آزما ہے تو دوسری طرف اس تحریک کا مزاج سر سید احمد خاں مرحوم کی مغرب پرستی کے برخلاف واقع ہوا ہے اور مولانا مودودی کے کٹر معتقدات و پرانے تصورات کے بھی منافی ہے۔ ایسا معلوم دیتا ہے کہ شاید غیر شعوری طور پر حضرت مرزا غلام احمد صاحب اس یقینِ محکم پر قائم ہو چکے تھے کہ نئی صدی کے تقاضوں کو کماحقہ پورا کرنے کے لئے کسی ایسی اسلامی نشأۃ ثانیہ لانے والی تحریک کی ضرورت ہے جو عقلیت اور قدامت پسندی دونوں قسم کے خیالات سے بالاتر واقع ہو اور یہ بعض ایسے حربوں سے اس کا لیس ہونا ضروری ہے کہ جو اگر ایک طرف پرانے مکاتیبِ فکر اور [illegible] کی جگہ لے سکے تو دوسری طرف مغربی اندازِ فکر کے برخلاف جارحانہ جہاد جاری کر سکے

تقابل ہو۔ بہرحال حضرت میرزا صاحبؑ اپنے ماحول کے مقتضیات اور اپنے مزاج کی مناسبت سے اس بات کے پورے پورے اہل تھے کہ وہ کسی ایسی تحریک کو وجود میں لائیں جو جھٹکا دینے اور مخفی اسرار و متحرک زندگی دینے والے عناصر اپنے اندر رکھتی ہو۔"

یہی مصنف آگے چل کر یوں رقمطراز ہے:۔

"جماعت احمدیہ کے دونوں فریقوں نے مغربی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کئے ہیں۔ بہت سے یورپی، امریکی و افریقی مراکز میں مساجد تعمیر کی ہیں۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ قادیانی فریق عرب اور دیگر اسلامی ممالک میں نامقبول بن چکا ہے مگر دونوں فریقوں کے اقدامات اسلامی ممالک سے دُور دراز مقامات پر پھیلا دیئے گئے ہیں۔ بالخصوص مغربی دنیا، مشرقی اور جنوبی افریقہ کی دنیا میں اسلام کی وہی تصویر اب متعارف ہو چکی ہے جو جماعت احمدیہ نے پیش کی ہے۔ اس لحاظ سے احمدیوں نے اسلام میں ایک نئی روایت قائم کی ہے۔ انہوں نے خالصۃً منظم طور پر ایسے مشن قائم کئے ہیں جو جماعت کے چندہ سے جاری ہیں اور ایک منصوبہ کے ماتحت ان کی تائید و ہدایت عملہ، علم کلام، اسکول ہائے وغیرہ کے قیام سے کی جاتی ہے اس طرح جماعت احمدیہ کا نمونہ دوسرے اسلامی مراکز مثلاً الازہر قاہرہ وغیرہ کے لئے بھی تحریک کا باعث ہے......جماعت احمدیہ کے سب سے بڑے مبلغ خواجہ کمال الدین اور مولانا محمد علی صاحب ہو گذرے ہیں اور ان کے رسالے دی لائٹ (لاہور) اور اسلامک ریویو (ووکنگ) ان کے موقف کو خوب بیان کرتے ہیں۔"

یہ ایک ایسے مغربی مصنف کے ریمارکس ہیں جو نہ تو اسلام کے متعلق ہمدردانہ خیال رکھتا ہے اور نہ ہی جماعت احمدیہ کے بارہ میں تائید حمایت کرنا چاہتا ہے۔ پس جب ایک غیر جانبدار اہلِ علم کا تجزیہ جماعت احمدیہ لاہور کی بابت اس قسم کا ہو جس کا اقتباس اُوپر دیا جا چکا ہے تو اس پر یہ مصرعہ صادق آتا ہے

کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

خدائی سلسلہ کا غلبہ مقدر ہو چکا ہے

اس بات سے ثابت ہے کہ حضرت اقدسؑ کے دعاوی اور تحریک احمدیہ انسانی علم و فکر کی بناء پر قائم نہیں کئے گئے بلکہ یہ ایک آسمانی تحریک ہے جو خدائی حکم کے ماتحت کھڑی کی گئی ہے۔ نیز یہ وعدہ ربّی ہے کہ یہ تحریک تمام مخالف تحریکوں پر بالآخر غالب آئے گی۔ موجودہ حالات کے پیش نظر بے شک ایک بادی النظر شخص اسے ناممکن قرار دے گا اور یہ خیال کرے گا کہ اس تحریک کی ترقی کے راستے مسدود ہو گئے مگر ایسا خیال ظاہرا اسباب وقتی کی بناء پر ہے حالانکہ خدائے ذوالجلال کی قادرانہ طاقت اس سلسلہ کی پشت پناہی کر رہی ہے۔ یہ درست ہے کہ حضرت اقدس کے دعاوی اور آپکی شخصیت اس وقت قابل توجہ نہیں رہے مگر اس کے بھی بعض اسباب ہیں۔ جب حضرت عیسےٰؑ کو مخالفوں نے تختۂ دار پر لٹکا دیا تھا اور آپ کے حواری منتشر ہو گئے تھے اس وقت کون یہ کہہ سکتا تھا کہ آپ کی تحریک نہ صرف زندہ رہے گی بلکہ دُنیا میں اس کا غلبہ ہو گا؟ لیکن خدا تعالےٰ نے اپنی قدرت کا نمونہ دکھلایا اور وہ سلسلہ جسے مخالفوں نے بزعم خود ختم کر دیا تھا دنیا میں پھیل گیا واللہ غالب علیٰ امرہٖ ولٰکن اکثر النّاس لایعلمون

آئندہ پرچہ

۹ر جون ۱۹۶۸ء کو میلاد النبیؐ کی تقریب اسلامی دنیا میں منائی جائے گی، اس موقعہ پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کے بارہ میں پیغام صلح کا ایک خاص نمبر ہمیشہ شائع ہوتا ہے، امسال ۱۲ر جون ۱۹۶۸ء کی اشاعت اسی غرض کے لئے مخصوص کی گئی ہے جس کی تیاری کی وجہ سے ۵ر جون ۱۹۶۸ء کا پرچہ شائع نہ ہو سکے گا۔

قارئین کرام مطلع رہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق

مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب کا ایمان افروز بیان

ریاست حیدرآباد دکن کے ریٹائرڈ جج ہائیکورٹ اور اُردو کے نامور ادیب مرزا فرحت اللہ بیگ مرحوم کا ایک بیان اخبار نوائے دکن میں بعنوان "مشاہیر سے ملاقات" شائع ہوا تھا جو درج ذیل ہے:۔

"اب ایک ایسے شخص سے میرے ملنے کا حال سنئے جو اپنے فرقہ میں نبی سمجھا جاتا ہے اور دوسرے فرقے والے خدا جانے اس کو کیا کچھ نہیں کہتے یہ کون ہے؟ جناب مرزا غلام احمد صاحب مرحوم قادیانی بانی فرقۂ احمدیہ۔ ان سے میرا یہ رشتہ ہے کہ میری خالہ زاد بہن ان سے منسوب تھی۔ اس لئے یہ جب کبھی دلّی آتے تو مجھے ضرور بلا لیتے اور پانچ روپیہ دیتے۔ چنانچہ دو تین دفعہ اُن سے میرا ملنا ہوا۔ مگر یقین دلاتا ہوں کہ انہوں نے کبھی مجھ سے ایسی گفتگو نہیں کی، جس کو تبلیغ کہا جا سکے، اس زمانہ میں میں ایف اے میں پڑھتا تھا زیادہ تر مسلمانوں کی تعلیم کا ذکر ہوتا تھا اور اس پر وہ افسوس ظاہر کیا کرتے تھے کہ مسلمان اپنی مذہبی تعلیم سے بے خبر ہیں اور جب تک مذہبی تعلیم عام نہ ہوگی، اس وقت تک مسلمان ترقی کی راہ سے ہمیشہ ہٹے رہیں گے۔

میرے ایک چچا تھے جن کا نام مرزا عنایت اللہ بیگ (مرحوم) تھا۔ یہ بڑے فقیر دوست تھے۔ چنانچہ تمام ہندوستان کا سفر فقیروں سے ملنے کے لئے کیا۔ بڑی بڑی سخت ریاضتیں کیں چنانچہ اس سے ان کی نسبت کا اندازہ کیجئے کہ تقریباً چالیس سال تک یہ رات کو نہیں سوئے۔ صبح کی نماز پڑھ کر دو ڈھائی گھنٹے کے لئے سو جاتے ورنہ سارا وقت یادِ الٰہی میں گذارتے ایک دن میں جو مرزا غلام احمد کے ہاں جانے لگا۔ تو چچا صاحب قبلہ نے مجھ سے کہا:۔

"بیٹا میرا ایک کام ہے۔ وہ کرو وہ اور وہ یہ ہے کہ جن صاحب سے ملنے تم جا رہے ہو۔ ان کی آنکھوں کو دیکھو کہ کس رنگ کی ہیں؟"

میں سمجھا بھی نہیں۔ اس سے ان کا مطلب کیا ہے؟ مگر جب مرزا صاحب کے پاس گیا تو بڑے غور سے ان کی آنکھوں کو دیکھتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں میں سبز رنگ کا پانی گردش کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے اس سلسلے میں میں نے بھی خود ان کو ذرا غور سے دیکھا کیونکہ اس سے پہلے جو میں ان کے پاس جاتا تھا۔ تو ہمیشہ نیچی آنکھیں کر کے بیٹھتا تھا اس دفعہ میں نے دیکھا (کہ) ان کا چہرہ بہت بارونق ہے سر پر کوئی دو دو انگل کے بال ہیں، داڑھی خاصی نیچی ہے۔ آنکھیں جھکی جھکی۔ بات کرتے ہیں تو بہت متانت سے کہتے ہیں ——— بہرحال وہاں سے واپس آنے کے بعد میں نے چچا صاحب قبلہ سے تمام واقعات بیان کئے انہوں نے کہا:۔

"فرحت! دیکھو۔ اس شخص کو بُرا کبھی نہ کہنا۔ فقیر ہے اور یہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے عاشق ہیں۔"

"میں نے کہا" یہ آپ نے کیونکر جانا؟" فرمایا:۔

"جو اہلِ دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے خیال میں ہر وقت غرق رہتا ہے اس کی آنکھوں میں سبزی آجاتی ہے۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ سبز رنگ کے پانی کی ایک لہر ان میں دَوڑ رہی ہے۔

میں نے اس وقت تو ان سے اس کی وجہ نہ پوچھی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ سب فقراء اور اہلِ طریقت اس پر متفق ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا رنگ سبز ہے، اسی کا عکس آپ کا زیادہ خیال کرنے سے آنکھوں میں جم جاتا ہے۔"

(نوائے دکن بابت ۱۶ر تا ختم مئی ۱۹۴۷ء)

اسمعوا اصوات السماء جاء المسیح جاء المسیح

حضرت مجددِ زمان مسیح موعود علیہ السلام کا کلام واجب الاذعان

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اِک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار

آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

باغ میں ملت کے ہے کوئی گُلِ رعنا کھلا
آئی ہے بادِ صبا گُلزار سے مستانہ وار

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یُوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اُس کا انتظار

ہر طرف ہر مُلک میں ہے بُت پرستی کا زوال
کچھ نہیں انساں پرستی کو کوئی عزّ و وقار

آسماں سے ہے چلی توحیدِ خالق کی ہوا
دِل ہمارے ساتھ ہیں گو مُنہ کریں بک بک ہزار

اسمعوا اصوات السماء جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار

میرزا مسعود بیگ صاحب

سُرخ چھینٹوں کا نشان

حدیث نبویؐ میں بیان کردہ روایت اور اسکی تصدیق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کی صداقت پر بہت سے نشانات ظہور میں آئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے آپ کی نصرت و تائید، استجابت دعا کے نمونے، پیشگوئیوں کا اظہار اور ان کا وقوع میں آنا، لیکھرام کا قتل، رمضان میں چاند اور سورج گرہن، پنجاب میں طاعون کی وبا پھیلنا لیکن آپ کا اور آپ کی جماعت کا محفوظ رہنا۔ زلزلے اور آفات سماوی کا ظہور اور ایمان والوں کا بچایا جانا اور اسی طرح کے کئی اور خارق عادت امور ظاہر ہوئے جن سے اکثر ہمارے احباب بخوبی واقف ہیں۔ آج ہم اسی قسم کے ایک عجیب نشان کی طرف قارئین "پیغام صلح" کی توجہ مبذول کراتے ہیں۔

یہ ۱۸۸۴ء کا ذکر ہے جبکہ حضرت مسیح موعودؑ کی آریوں سے بحث چل رہی تھی اور مابہ النزاع یہ امر تھا کہ اللہ تعالےٰ نیست سے ہست کر سکتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ خدا تعالےٰ کے خالق کل اور قادر ہونے پر ایک عجیب نشان ظاہر ہوا جس میں نیست سے ہست کرنے یا دوسری دنیا کی کسی غیر مادی چیز کا اس عالم میں اور مادی شکل میں ظاہر ہو جانے کا ثبوت تھا۔ ۱۸۸۴ء کے موسم گرما کا ذکر ہے۔ رمضان کی ستائیسویں تاریخ اور جمعہ کا دن تھا۔ حضرت اقدس نماز فجر کے بعد مسجد مبارک سے ملحقہ کمرہ میں ایک خالی چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور جناب مولوی محمد عبداللہ صاحب سنوری مرحوم آپ کے پاؤں دبا رہے تھے۔ حضرت پر غنودگی کی حالت طاری ہوئی اور آپ نے دیکھا کہ ایک وسیع اور مصفّیٰ مکان میں ایک شخص حاکم کی صورت میں بیٹھا ہے اور آپ کے دل میں ڈالا گیا کہ یہ احکم الحاکمین یعنی ذات باری تعالےٰ ہے۔ پھر آپ نے یوں محسوس کیا کہ آپ اس حاکم کے سررشتہ دار ہیں۔ چنانچہ آپ نے دشمنانِ اسلام اور مسیح موعود کے مابین جو جھگڑا چل رہا ہے اس کی مثل جناب الٰہی میں پیش فرمائی اور ذات باری نے سرخ روشنائی میں قلم ڈبو کر اس مثل پر دستخط کئے لیکن دستخط کرنے سے قبل قلم کو جھاڑا گیا جس سے سُرخ چھینٹے نکل کر حضرت اقدسؑ کے کرتہ پر پڑے۔ معاً آپ کی آنکھ کھل گئی اور وہ سُرخ چھینٹے جو عالم رؤیا میں آپ کے کرتہ پر نظر آئے۔ یکا یک ان چھینٹوں کا حضرت صاحب کے کُرتہ پر گرنا مولوی عبداللہ صاحب مرحوم نے بھی محسوس کیا اور انہوں نے پکار کر کہا کہ یہ چھینٹے کہاں سے آن پڑے ہیں؟ یہ چھینٹے ابھی گیلے ہی تھے اور خشک نہیں ہوئے تھے۔ اس پر حضرت اقدس نے انہیں وہ رؤیا سُنایا اور سب تفصیل بیان کی۔ مولوی محمد عبداللہ سنوری صاحب نے محسوس کیا کہ یہ کرتہ تو ایک بہت بڑے نشان کا حامل ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت اقدس سے درخواست کی کہ یہ کُرتہ انہیں مرحمت فرمایا جائے۔ آپ نے ان کی درخواست منظور فرمائی اور اس شرط پر وہ کُرتہ انہیں دے دیا گیا کہ جب وہ فوت ہوں تو یہ کُرتہ بھی ان کے ساتھ ہی دفن کر دیا جائے مبادا بعد میں لوگ اس کی پرستش ہی کرنے لگیں اور اس طرح شرک کا دروازہ کھل جائے۔

یہ نشان ایک خارق عادت امر تھا اور اللہ تعالےٰ کے قادر مطلق ہونے اور نیست سے ہست کرنے کی شان پر واضح دلیل تھا۔ لیکن مخالفین سلسلہ نے حسب عادت اس نشان کا بھی مذاق اُڑایا اور اس رویا کے مضمون یعنی ذاتِ باری کے مثل پر دستخط کرنے اور قلم جھاڑنے اور جملہ امور کو موردِ تضحیک بنایا لیکن اہل علم اور اہل حال خوب جانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی قدرت نمائی کے عجیب انداز ہیں اور ایسے کئی واقعات خدا کے مقربین انبیاء، صلحاء، اور مامورین کی زندگیوں میں نظر آتے ہیں جن کی توجیہہ ہمارے لئے ممکن نہیں ہوتی اور ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ قدرت خداوندی کا نادر اظہار ہے۔ خدا تعالےٰ کے یہ نشانات اپنے موقع محل اور وقت کی ضرورت کے مطابق ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔

حدیث نبویؐ کا بیان کردہ واقعہ

صحیح بخاری باب فضائل اصحاب النبی میں اسی قسم کا ایک واقعہ بیان ہوا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عالم رؤیا کا کوئی امر عالم بیداری میں بھی ظاہر ہو جاتا ہے اگرچہ لوگوں کے لئے یہ موجب تعجب ہوتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک وسیع خوبصورت اور سرسبز باغ ہے جس کے واسطہ میں ایک آہنی عمود یا کھمبا ہے (جیسے ہمارے ہاں آجکل بجلی یا تار کے کھمبے سڑکوں پر گڑے ہوئے نظر آتے ہیں) اس کھمبے کا نچلا حصہ زمین میں گڑا ہوا تھا اور اس کا اوپر کا سرا آسمان تک پہنچا ہوا تھا اور اس کے اُوپر کے سرے پر ایک کنڈا یا ہینڈل تھا۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ کو خواب میں کہا گیا کہ اس کھمبے پر چڑھو۔ آپ نے عذر کیا کہ وہ اس پر نہیں چڑھ سکتے۔ اتنے میں ایک خادم آیا اور اس نے آپ کے پیچھے آپ کے لباس کو لپیٹ دیا اور وہ اس کھمبے پر چڑھ گئے اور اس کے اُوپر کے سرے پر پہنچ گئے۔ پھر آپ سے کہا گیا کہ اس کنڈے کو مضبوطی سے پکڑ لو چنانچہ آپ نے کنڈے کو مضبوط پکڑ لیا۔ پھر ان کی آنکھ کھل گئی اور وہ کنڈا بدستور ان کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے یہ رؤیا حضور نبی کریم صلعم کو سنایا اور حضورؐ نے اس کی تعبیر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ باغ چمن اسلام ہے اور یہ عمود اسلام کا عمود ہے اور وہ کنڈا (جسے عربی میں عروہ کہتے ہیں) عروۃ الوثقیٰ ہے (قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے **فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ**) آنحضرت صلعم نے اس کی تعبیر کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن سلامؓ کو فرمایا کہ وہ اپنی موت تک مضبوطی سے اسلام پر قائم رہیں گے۔

یہ حدیث کسی مزید تشریح یا تفصیل کی محتاج نہیں۔ عالم رؤیا کی چیز عالم بیداری میں کیونکہ ایک صحابیؓ کے ہاتھ میں آگئی جسے انہوں نے بیداری میں بھی اپنے ہاتھ میں دیکھا ایک ایسا امر ہے جس کی توجیہہ ممکن نہیں۔ صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ اللہ تعالےٰ کی قدرت کا اظہار ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو چشم بصیرت عطا فرمائے۔ آمین:

بقیہ اخبار احمدیہ

ملک کندل خانصاحب کو حادثہ

—— حضرت قبلہ ملک کندل خانصاحب کی آنکھوں کی بصیرت مدت سے ختم ہو چکی ہے ویسے صحت ان کی اچھی تھی مگر دو ماہ ہوئے وہ گر گئے اس میں آپ کی بائیں کولہے کی ہڈی جوڑ سے ٹوٹ کر اندر کو دھنس گئی ہے جس سے آپ درد کی شدت میں مبتلا ہو گئے اس میں جو صبر اور استقلال کا نمونہ آپ نے دکھایا وہ بے مثل ہے جس کا علم جب محترم ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب صدر جماعت پشاور کو ہوا تو انہوں نے سخت افسوس کا اظہار کیا اور ملک صاحب کی عیادت کے لئے ان کے گاؤں تشریف لے گئے آپ نے بطور ڈاکٹر مفصل حالات کا جائزہ لے کر خاص طریقے سے لٹا کر درد کے متعلق پُوچھا تو معلوم ہوا کہ اس طرح لیٹنے میں کافی افاقہ ہے آپ نے آرام سے لیٹنے کی ہدایت کی اور فرمایا اس طرح لیٹنے سے آرام آئے گا اور پھر طاقت ہو جائے گی اور نیند وغیرہ آجائے گی۔ پھر دیکھنے کا وعدہ کر کے واپس ہوئے۔ راقم الحروف ڈاکٹر صاحب کی معیت میں تھا۔ ملک صاحب کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ ان کی مفید ہدایات اور نوجوانوں کا ساجذبہ بھی ہماری رہنمائی اور ہدایت کا موجب ہوتا رہا ہے۔

احباب سلسلہ سے نہایت سوز و گداز سے دُعا کرنے کی التجا ہے۔ وہ بزرگ جو تہجد خواں ہیں وہ سحری کی نماز میں ملک صاحب کی مکمل صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دعا کریں۔

(محمد الرحمٰن از پشاور)

امتحان میں نمایاں کامیابی

—— عزیزم عبدالغفور متعلم جماعت دہم نے سابقہ سال جماعت ہشتم کا امتحان تقریباً سات سو نمبر حاصل کر کے امتیازی رنگ میں کامیابی حاصل کی۔ عزیز مذکور کو گورنمنٹ کی طرف سے امتیازی کامیابی کے صلہ میں وظیفہ دو سال کے لئے دیا گیا عزیز نے حال ہی میں وظیفہ وصول کیا ہے جس میں مبلغ پانچ روپے بطور شکرانہ اشاعت اسلام کے لئے مقامی سکرٹری کو دیئے ہیں اور ماہوار چندہ بھی باقاعدہ دینا شروع کر دیا ہے۔ بزرگان سلسلہ سے درخواست ہے کہ عزیز مذکور کی آئندہ کامیابیوں کے لئے دعا کریں۔ نیز عزیز کے برادر کلاں مسمی محمد جمیل الرحمٰن نے امسال ایف۔ ایس سی میڈیکل کا امتحان پشاور یونیورسٹی سے دیا ہے اس کی کامیابی کے لئے درد دل سے دعا کرتے م۴ کی درخواست ہے کہ خداوند تعالےٰ اس کو نمایاں کامیابی سے ہمکنار کرے۔ (محمد الرحمٰن)

ایک اور کامیابی

—— قارئین پیغام صلح کے لئے یہ امر یقیناً باعث مسرت ہو گا کہ مسلم ہائی سکول ملتان(?) کے متعلم نجم الدین طاہر خلف الرشید جناب حبیب الرحمٰن صادق نے امسال میٹرک کے امتحان میں بہترین نمبر حاصل کئے۔ محکمہ تعلیم نے متعلم مذکور کو تعلیمی وظیفہ سے نوازا ہے،

بشیر احمد سوز

حضرت امامِ زمانؑ کی تعلیم

> ”میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ اوّل خدا کی توحید اختیار کرو۔ دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو“

یہ حضرت امامِ زمانؑ کا ارشاد ہے جو قرآن کریم اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا نچوڑ ہے، قرآن کریم نے بار بار توحید الٰہی پر ایمان اور عمل صالحہ کی تاکید کی ہے اور اس بات کو واضح کیا ہے کہ انہی دو باتوں میں مسلمانوں کی فلاح مضمر ہے۔

ایمان کی برکتوں نے اسلامی تاریخ کو جو بے نظیر ابواب عطا کئے ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ ایمان کے ذریعہ آسمان کی بادشاہت زمین پر آگئی اور بے ایمانی نے الٰہی افضال و برکات کو زمین سے اُٹھا لیا۔ یہی وہ فرق ہے جو پہلے مسلمانوں میں اور آج کل کے مسلمانوں میں نظر آتا ہے۔ پہلے مسلمان کے قلب و نظر پر حُبِ الٰہی مستولی تھی اور آج کے مسلمان کے نفس پر حُبِ ماسوا اللہ غالب ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:—

”خدا کی راہ میں سختی کا برداشت کرنا اور مصائب کے جھیلنے کے لئے ہمہ تن تیار ہو جانا ایمانی تحریک سے ہوتا ہے۔ ایمان ایک قوت ہے جو سچی شجاعت اور ہمت انسان کو عطا کرتا ہے۔ اس کا نمونہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں میں نظر آتا ہے، اس راہ میں مر جانا انکی نگاہ میں ایک راحت اور سرور کا موجب تھا۔“

جب تک مسلمان حیات کی راہ گذر میں رضاء الٰہی کے چراغ سے رہنمائی حاصل کرتا رہا اور خدا اور رسولؐ کے نام کو بلند کرنا اس کا نصب العین رہا تو اس کا اتحاد و اتفاق اور تنظیم بھی ثمراتِ حسنہ سے معمور رہی۔ لیکن جب اس نے تاریکیوں میں راہیں ڈھونڈنا شروع کیں۔ ذاتی مفاد دین و مذہب پر مقدم ہونے لگا۔ اور سوزِ دروں اور ایثارِ نفس کی جلوہ آرائیاں سرد پڑ گئیں۔ تو ان کا باہمی اتحاد اور محبت و ہمدردی بھی جاتی رہی۔ اتحاد و اتفاق کی جگہ منافرت اور منافقت نے لے لی

منافقت و منافرت کی جو بے برکتیاں مسلمان قوم کی ذلت و مسکنت کی صورت میں چودھویں صدی میں رنگ لائیں وہ اسلامی تاریخ کی ایک افسوسناک داستان ہے۔

کتاب و سنّت سے بے نیازی اور ماسوا اللہ سے محبت نے مسلمان کے تلبیث منظر کو فریب نظر کا شکار بنا دیا۔ اس کی نظریں آسمان کی بجائے زمین پر پڑنے لگیں۔ اس کا دل بیت اللہ کی بجائے بیت الصنم بن گیا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے پاس اخلاق رہا، نہ تمدّن نہ علم نہ حکمت نہ معاشرت نہ سیاست نہ دین نہ دنیا وہ دنیا و آخرت کی ہر نعمت سے بے نصیب ہو گئے اس وقت سنتِ الٰہیہ کے مطابق ایک مسیحا نے نزول فرمایا۔ اس کی مسیحائی کا بڑا اور سب سے بڑا کارنامہ یہی تھا کہ اس نے مسلمان کے ایمان کو تازہ کیا۔ اور اس کے نصب العین کو بلند کیا اور اس کے اتحاد و اتفاق اور تنظیم کو بحال کرنے کے لئے ایک جماعت بنائی جو بقول حضرت مسیح زمانؑ ”تقوےٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے۔ اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت اور نتائجِ خیر کا موجب ہو اور وہ بہ برکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں اور نہ نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ اور نااتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگایا ہے۔ اور نہ ایسے غافل درویشوں کی طرح اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں۔ اور بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں۔ بلکہ وہ ایسی قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں۔ یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشقِ زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان کے عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان کا پاک چشمہ ہر ایک دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت بہتا ہوا نظر آئے۔“

(ازالہ اوہام حصہ دوم ص ۳۴۱)

یہی وجہ تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ نے شمولیت سلسلہ کے لئے یہ خصوصی شرط رکھی کہ ”میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا۔“ چنانچہ نصب العین کی اس بلندی نے مختلف خیالات و آراء کے مسلمانوں کو ایک جماعت کی شکل میں تنظیم و اتحاد کا عملی نمونہ قائم کر کے دکھلا دیا۔ اور صحیح معنوں میں اسلامی تنظیم پیدا کی جو اشدّاء علی الکفار رحماء بینھم کی مظہر ہوئی۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد میں یہ سبق دیا گیا کہ ہر مسلمان اپنی اپنی جگہ اپنے ایمان اور اعمال کا جائزہ لیتا رہے، جس کے نتیجہ میں وہ وحدت و تنظیم قائم ہوئی جس سے بہتر اور برتر تنظیم ممکن نہیں اور جو حقیقی معنوں میں اسلامی تنظیم کہلانے کی مستحق ہے

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اتحاد و اتفاق اور وحدت قومی نری پند و نصائح اور وعظ و تقریر سے پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ اخلاق و اخلاص، جوشِ عمل اور عزمِ صمیم سے بنتی ہیں۔ اور تقوےٰ اور اعمال صالحہ کے پانی سے نشوونما پاتی ہیں۔ اسلام نے اخوت و مودّت، ہمدردی و دلسوزی کی بڑی تلقین کی ہے۔ جو دعوتِ اسلامی کی بنیاد ہے سیّد الرسل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی بنیاد ہی بنی نوع انسان کی خیر خواہی پر رکھی ہے فرمایا الدین النصح یعنی دین خیر خواہی کا نام ہے۔

مخلوق کی خیر خواہی اور تقوےٰ

سیّدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق کی خیر خواہی اور تقوےٰ پر بڑا زور دیا ہے، کہ یہ برکات کا موجب ہے۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کو انما المؤمنون اخوۃ قرار دیا اور واعتصموا بحبل اللہ جمیعا کی تلقین فرمائی ہے۔ اس تعلق اور تلقین کی بناء پر ایک عظیم الشان جماعت مؤمنین کی قائم ہوئی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اسی تقوےٰ اور ہمدردی بنی نوع پر زور دیا ہے فرمایا:—

”میں اپنی جماعت کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ ضرورت ہے اعمال صالحہ کی۔ خدا تعالےٰ کے حضور اگر کوئی چیز جا سکتی ہے تو وہ یہی اعمال صالحہ ہیں —— فتح و نصرت اسی کو ملتی ہے جو متقی ہو۔ خدا تعالےٰ یہ وعدہ فرماتا ہے۔ کان حق علینا نصر المؤمنین۔ مومنوں کی نصرت ہمارے ذمہ ہے۔ اور لن یجعل اللہ الکافرین علی المؤمنین سبیلا۔ اللہ مؤمنوں پر کافروں کو راہ نہیں دیتا۔ اس لئے یاد رکھو کہ تمہاری فتح تقوےٰ سے ہے عرب تو تو بڑے لیکچرار خطیب اور شاعر تھے انہوں نے تقوےٰ اختیار کیا۔ خدا تعالےٰ نے فرشتے ان کی امداد کے لئے نازل کئے —— متقی کا کام یہ ہے کہ برائیوں سے باز آوے۔“ (تقریر ۱۹ جنوری ۱۸۹۸ء)

اور فرمایا:—

”تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجود واحد رکھو ورنہ ہوا نکل جائے گی —— اگر اختلاف ہوا اور اتحاد نہ ہو تو تم بے نصیب رہو گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو۔ ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرو —— میں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔ میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں اوّل خدا کی توحید اختیار کرو دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہ رضؓ میں پیدا ہوئی تھی۔ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم۔ یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہ اپنے بھائی کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔“

(خطبہ عید الاضحیٰ ۱۱ اپریل ۱۹۰۳ء)

یہ وہ غرض ہے جس کے پیش نظر حضرت امامِ زمانؑ نے مختلف افراد کو ایک پلیٹ فارم جمع کر کے ایک جماعت اور قوم بنا دیا۔ جہاں انصار کی جو برادری مدینہ میں بنی اسی کا رنگ کئی سال بعد حضرت مہدی دوران کے زمانہ میں قادیان میں دیکھنے میں آیا۔ جس سے متاثر ہو کر علامہ اقبال کہہ اُٹھے کہ اگر کسی نے ٹھیٹھ اسلامی نمونہ دیکھنا ہو تو قادیان جا کر دیکھئے۔ ایک اسلامی جماعت کے لئے جس چیز کی بنیادی طور پر ضرورت ہے وہ ایمان اخلاص اور تقوےٰ کا جوہر ہے۔ یہ جوہر حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ قادیان میں پیدا ہوا۔ زائرین کو وہاں سیرت و کردار کے جواہر نظر آتے تھے جو اور کہیں نہیں ملتے تھے۔ اور سینکڑوں اختلافات کے باوجود دنیا اس حقیقت کی قائل تھی کہ قادیان کا ماحول ایک خالص اسلامی سیرت کا نمونہ ہے۔

اسلامی جماعت کے لئے اخلاق اور مساوات کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ اسلامی مسلمانوں کے انمول نمونے اسلامی تاریخ میں پائے جاتے ہیں۔ جس طرح ایک شخص چاہتا ہے کہ لوگ اس کی عزت کریں اسی طرح اس کو بھی چاہیئے کہ

اپنے بھائی کی عزت کرے ایثار و قربانی سے کام لے عفو و درگذر کو اپنا شیوہ بنائے۔ یہی چیز ہے جو ہر فرد ملت کو ایک دوسرے کے قریب کر دیتی ہے۔ اور افراد کو اتحاد کی بنیان مرصوص پر کھڑا کر دیتی ہے حضرت امام عصرؑ فرماتے ہیں۔

" اخلاقی قوتوں کو ذبح کیا جائے۔ اور یہ تب ہوتا ہے جب ہمدردی۔ محبت اور عفو اور کرم عام کیا جائے۔ اور تمام عادتوں پر رحم اور ہمدردی اور پردہ پوشی کو مقدم کیا جائے۔ ذرا ذرا سی بات پر ایسی سخت گرفتیں نہیں ہونی چاہئیں جو دل شکنی اور رنج کا موجب ہوتی ہیں۔ ہماری جماعت کو سرسبزی نہیں آئے گی جب تک وہ آپس میں سچی ہمدردی نہ کریں۔ جس کو پوری طاقت دی گئی ہے وہ کمزور سے محبت کرے میں جو یہ سنتا ہوں کہ کوئی کسی کی لغزش دیکھتا ہے تو وہ اس سے اخلاق سے پیش نہیں آتا بلکہ نفرت اور کراہت سے پیش آتا ہے حالانکہ چاہئے تو یہ کہ اس کے لئے دعا کرے۔ اور اسے نرمی اور اخلاق سے سمجھائے۔ مگر بجائے اس کے کینہ میں زیادہ ہوتا ہے۔ اگر عفو نہ کیا جائے۔ ہمدردی نہ کی جائے تو اس طرح بگڑتے بگڑتے انجام بد ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو یہ منظور نہیں۔ جماعت تب بنتی ہے کہ بعض، بعض کی ہمدردی کریں۔ پردہ پوشی کی جائے ــــــ دیکھو ایک دوسرے کا شکوہ کرنا، دل آزاری کرنا اور سخت زبانی کرکے دوسرے کے دل کو صدمہ پہنچانا اور کمزوروں اور عاجزوں کو حقیر سمجھنا سخت گناہ ہے۔ اب تم میں ایک نئی برادری اور نئی اخوت قائم ہوئی ہے۔ پچھلے سلسلے منقطع ہو گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے یہ نئی قوم بنائی ہے جس میں امیر غریب، بچے، جوان، بوڑھے، ہر قسم کے لوگ شامل ہیں۔ پس غریبوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے معزز بھائیوں کی قدر کریں۔ اور عزت کریں اور امیروں کا فرض ہے کہ وہ غریبوں کی مدد کریں اور ان کو حقیر اور ذلیل نہ سمجھیں۔ کیونکہ وہ بھی بھائی ہیں۔ گو باپ جدا جدا ہوں مگر آخر تم سب کا روحانی باپ ایک ہی ہے اور وہ ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں"

(۱۴ر اگست ۱۹۰۲ء)

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے وقت عالم اسلام میں بڑا تفرقہ تھا۔ اختلافی اور فروعی مسائل پر فرقے در فرقے بن چکے تھے۔ اور معمولی معمولی باتوں پر تکفیر و تفسیق کے فتاوے جاری کر دیئے جاتے۔ گروہ بندی اور دھڑے بندی نے اسلامی شیرازہ بکھیر دیا تھا۔ اس دور میں حضرت مجدد زمانؑ نے اسلامی اتحاد و اتفاق کا علم بلند کیا اور تکفیر و تفسیق کے مضر اثرات سے آگاہ کرتے ہوئے اس سے دور رہنے کی تلقین فرمائی اور اسلام کی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

" ہزار ہزار شکر اس خداوند کریم کا ہے جس نے ہمیں ایسا مذہب عطا فرمایا جو خدا دانی اور خدا ترسی کا ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی نظیر کبھی اور کسی زمانہ میں نہیں پائی گئی/ اور ہزارہا درود اس نبی معصومؐ پر جس کے وسیلہ سے ہم اس پاک مذہب میں داخل ہوئے اور ہزارہا رحمتیں نبی کریمؐ کے اصحابؓ پر جنہوں نے اپنے خونوں سے اس باغ کی آبپاشی کی ہے" (براہین احمدیہ حصہ پنجم)

شریعت اسلام کی اہمیت و پختگی یوں واضح فرمائی:۔

" جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے، اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اور اسی پر مریں۔ اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم و صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج، اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔"

(ایام الصلح ص ۸۷)

اسلام کی صداقت و حقانیت پر یوں ایمان پیدا کیا:۔

" مجھے بتایا گیا ہے کہ تمام دینوں میں دین اسلام ہی سچا ہے۔ مجھے فرمایا گیا ہے کہ تمام ہدایتوں میں سے صرف قرآنی ہدایت ہی صحت کے کامل درجہ پر اور انسانی ملاوٹوں سے پاک ہے۔ مجھے سمجھایا گیا ہے کہ تمام رسولوں میں سے کامل تعلیم دینے والا اور اعلیٰ درجہ کی پاک اور پُر حکمت تعلیم دینے والا اور انسانی کمالات کا اپنی زندگی کے ذریعہ سے اعلیٰ نمونہ دکھانے والا حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"

(اربعین نمبر اول ص ۳)

حضرت امام زمانؑ کو اسلام کی سچائی اور اس کے عالمگیر دین ہونے پر کماحقہ ایمان و یقین تھا۔ آپ نے اس کو غالب دین کے طور پر پیش کیا، اس بارہ میں زبردست دلائل و براہین پیش کئے۔ اُمتِ اسلامیہ پر آپ کا یہ ایک بھاری احسان ہے کہ دینِ اسلام کی بہتری اور برتری کا یقین دلایا، اور مسلمانوں کو احساس کمتری سے نجات دلائی۔ مسلمان تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اسلام کو دیگر ادیان پر فوقیت حاصل ہو سکتی ہے اور دنیا خصوصاً یورپ کی پڑھی لکھی دنیا اس کو قبول کر سکتی تھی۔ لیکن حضرت امام زمان نے اسلام کو ایک زندہ مذہب ثابت کرکے دکھلایا۔ اور مذاہب باطلہ کا بطلان ثابت کیا۔ یہ وہ تجدیدی کارنامہ ہے جو حضرت امام زمان کی ذات سے مختص ہے۔ آپ کو اسلام کی زندگی پر زبردست یقین تھا اور اس بات پر پختہ ایمان تھا کہ اسلام ہی دنیا میں غالب ہوگا۔ اس کا ذکر آپ نے ان الفاظ میں فرمایا:۔

" قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہونگی مگر اسلام۔ اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کند ہوگا۔ جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید ـــ ملکوں میں پھیلے گی۔ اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہ جائے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا"

(اشتہار ۱۴ر جنوری ۱۸۹۷ء)

اور فرمایا:۔

" چاہیئے کہ اسلام کی ساری تصویر تمہارے وجود میں نمودار ہو، اور تمہاری پیشانیوں میں اثر سجود نظر آوے۔ اور خدا تعالیٰ کی بزرگی تم میں قائم ہو۔ اگر قرآن و حدیث کے مقابل پر ایک جہان عقلی دلائل کا دیکھو تو ہرگز اس کو قبول نہ کرو۔ اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے توحید پر قائم رہو اور نماز کے پابند ہو جاؤ۔ اور اپنے مولائے حقیقی کے حکموں کو سب سے مقدم رکھو اور اسلام کے لئے سارے دکھ اٹھاؤ۔ ولا تموتن الا و انتم مسلمون"

(ازالہ اوہام ص ۳۳۹)

اور فرمایا:۔

" خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم نہ اٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے اُوپر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولی ہیں۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو۔ اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔"

(کشتی نوح ص ۲۳)

پھر فرمایا:۔

" حدیثوں کو بھی ردی کی طرح مت پھینکو کہ وہ بڑے کام کی ہیں۔ اور بڑی محنت سے اس کا ذخیرہ تیار ہوا ہے۔"

(تذکرۃ الشہادتین)

اور فرمایا:۔

" نوع انسان کے لئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبیؐ کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ" (کشتی نوح ص ۱۳)

حضرت امام زمانؑ نے ملت اسلامیہ کو توجہ دلائی کہ:۔

" اے مسلمانوں خدا کی طرف بھاگو ـــــ کہ تمام تعریفیں خدا کی ہیں جو تمام عالموں کا رب ہے"

(نور الحق ص ۳)

اور فرمایا:۔

" اب میں ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ یہ تعلیم میری تمہارے لئے مفید ہو اور تمہارے اندر ایسی تبدیلی پیدا ہو کہ زمین کے تم ستارے بن جاؤ اور زمین اس نور سے روشن ہو جو تمہارے رب سے تمہیں ملے (امین ثم امین)"

(کشتی نوح ص [illegible])

یوم وصال پر جلسے

حضرت مسیح موعودؑ کے یوم وصال کی تقریب پر احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ۲۴ر مئی [illegible] کو بعد نماز جمعہ جلسہ منعقد ہوا جس کی رپورٹ دوسری جگہ درج ہے۔ اس کے علاوہ پشاور، راولپنڈی، لائلپور، بدوملہی اور بعض دیگر مقامات پر بھی ۲۶ر مئی کو اور اس کے بعد جلسے منعقد ہوئے جن کی رپورٹیں آنے پر آئندہ اشاعت میں درج ہونگی۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کراچی کا پتہ

240/B شارع قائد اعظم
P-E-C-H-S
کراچی نمبر ۲۹

ملک خدا بخش صاحب کے مکان کا پتہ

میں اپنی پرانی رہائش واقع میکلوڈ روڈ چھوڑ کر مندرجہ ذیل جگہ پر آ گیا ہوں۔

ملک خدا بخش صاحب۔ مکان نمبر 4/13 عقب پولیس چوکی نواں کوٹ۔ ملتان روڈ۔ لاہور

سید اللہ دتہ صاحب سکنہ چوہان ضلع جہلم

میں کیونکر احمدی ہوا

میں سید گیلانی ہوں۔ اور موضع چوہان کا باشندہ ہوں۔ میرا گاؤں تحصیل چکوال میں ہے۔ میرے ایک بزرگ جن کا نام نادر علی شاہ تھا پہلے انہوں نے ہی حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ وہ حضرت صاحب کے اصحاب میں سے تھے۔ موصی تھے اور جماعت میں نمایاں شخصیت رکھتے تھے۔ جماعت احمدیہ میں شامل ہو کر ہر ایک احمدی کی یہی تمنا ہوتی ہے۔ کہ احمدیت کے اس نور و برکات سے خاص طور پر اپنے اقارب اور عوام منور ہوں۔ آقائے دو جہاں رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ارشاد خداوندی تھا کہ وانذر عشیرتک الاقربین مرحوم بزرگ کی دلی خواہش تھی کہ اپنا کنبہ اس نعمت روحانی سے محروم نہ رہے مگر

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اتفاقاً حکیم فضل الرحمٰن مرحوم کو جو حضرت خلیفہ صاحب کے داماد تھے ایک رشتہ دار مریضہ کے علاج کے لئے قریباً دو ماہ یہاں رہنا پڑا۔ ان کی فیض صحبت سے جب مجھے حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقام اور مرتبہ کا علم حاصل ہوا۔ تو حضرت مولینا نور الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر میں نے اور میرے دو اور قریبیوں نے بیعت کر لی۔ وہ دونوں وفات پا چکے ہیں۔ اور میں بقید حیات ہوں۔ دریں اثناء میرے بزرگ مرحوم نے حضرت مولانا نور الدین صاحب کی خدمت میں لکھا کہ یہاں کوئی مبلغ روانہ کریں۔ یہ ۱۹۱۳ء کا واقعہ ہے۔ اس پر حضرت مولانا نور الدین صاحب مرحوم نے صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب کو معہ حافظ روشن علی اور چند دوسرے صاحبان یہاں روانہ فرمایا جو یہاں تین دن رہے۔ قرب و جوار کے احمدی اور خاصکر جماعت دوالمیال۔ چکوال سے بڑی تعداد میں احمدی یہاں پہنچ گئے تھے قریب کے غیر احمدی جنہیں خاص طور پر بلایا گیا تھا وہ بھی کافی تعداد میں آئے تھے۔ دو تین دن یہاں بڑی رونق رہی جو ناقابلِ فراموش ہے۔ مجھے ایک ربوی شناسا سے معلوم ہوا ہے۔ کہ میاں صاحب کی سوانح حیات میں یہاں تشریف لانے کا مفصل ذکر ہے۔ میرا اور دوسرے دو فوت شدہ بھائیوں کے نام بھی درج ہیں۔

میری شمولیت جماعت کے تھوڑے سے ہی عرصہ بعد حضرت مولانا نور الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ وفات پا گئے۔ اور میاں صاحب خلیفہ بن گئے۔ اور الوصیت فرمودہ حضرت مسیح موعود کے خلاف عمل کرتے ہوئے اختیار خلافت میں توسیع کر کے تمام اختیارات اپنا تصرف کر لیا۔ اور حضرت مسیح موعود کے دعویٰ ظلی نبوت کو حقیقی نبوت میں تبدیل کرنا شروع کر دیا۔ اور اس پر جماعت میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ انجمن قائم کردہ حضرت مسیح موعودؑ کے اکثر ارکان کو قادیان چھوڑ کر لاہور آنا پڑا۔ اور حسب فرمودہ حضرت مسیح موعود اشاعت اسلام کا کام جاری کیا۔ جو عیاں ہے تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے اختلاف جماعت سے بڑی پریشانی ہوئی کیونکہ نہ تو مجھے حضرت صاحب کی تصنیف شدہ کتب کا مطالعہ تھا۔ اور نہ ہی نور سلسلہ سے آگاہی حاصل تھی۔ میرے قریب کے گاؤں موضع لہسولہ کے رہنے والے مولوی احمد الدین صاحب احمدی تھے۔ مولوی احمد الدین صاحب کا تعلق جماعت قادیان سے تھا اور حکیم غلام محی الدین صاحب جماعت لاہور میں شامل تھے میں جب مولوی احمد الدین صاحب سے کوئی سوال کرتا تو وہ صاحبزادہ صاحب کے عقیدہ [illegible] کی تائید کرتے تھے۔ اور جب کبھی حکیم غلام محی الدین سے ملتا تو وہ جماعت لاہور کے اعتقاد کو درست فرماتے تھے۔ دریں صورت تسلی نہ پا کر میں نے مسئلہ متنازعہ کے متعلق جناب میاں صاحب اور حضرت مولوی محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات منگا کر مطالعہ شروع کر دیا۔

میاں صاحب نے اپنے مروجہ عقیدہ کی تائید میں کتاب حقیقۃ النبوۃ۔ آئینہ صداقت۔ اور القول الفصل رسالہ شائع کیا تھا۔ اور حضرت مولوی محمد علی صاحب مرحوم نے حقیقۃ النبوۃ کی تردید میں النبوۃ فی الاسلام لکھی تھی اور القول الفصل رسالہ مرتبہ میاں صاحب کی تردید میں مرحوم محمد احسن صاحب امروہی نے رسالہ القول الممجّد شائع کیا تھا۔ میں نے ان سب کا مطالعہ کیا۔ اخبار پیغام صلح اور الفضل کا مطالعہ بھی جاری رکھا۔ سالانہ جلسوں میں قادیان بھی جاتا رہا اور لاہور بھی جاتا تھا۔ مگر متردد ہی رہا۔ قادیان کے جلسہ میں جناب میاں صاحب کو جب اپنی حفاظت مطلوب تھی۔ تو وہ مسلح باڈی گارڈ ہمراہ رکھتے تھے۔ سٹیج پر بیٹھنے والوں کے لئے مولوی شیر علی صاحب ٹکٹ دیا کرتے تھے۔ اس وقت میرے ہمراہ جلسہ میں ولی اللہ شاہ کے بھائی عزیز اللہ شاہ تھے۔ انہوں نے میرے لئے بھی ٹکٹ لے لیا اور سٹیج پر جگہ پائی۔ ولی اللہ شاہ کی تقریر کا موضوع ۔۔ مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد تھا۔ جب انہوں نے یہ کہا۔ کہ سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد تھا۔ احمد نہیں تھا۔ اور حضرت عیسٰیؑ کی اس بشارت کے مصداق مرزا صاحب ہیں۔ تو باوجود آداب مجلس جانتے ہوئے میں نے چلا کر ولی اللہ شاہ کو متنبہ کیا کہ آپ غلط بیانی کر رہے ہیں۔ اس پر ایک طرف سے یہ آوازیں آئیں کہ میں چپ رہوں۔ دوسری طرف سے مجھے کہا گیا۔ کہ تقریر کے خاتمہ پر آپ کو اعتراض کرنا چاہئے تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ میں نے کہا۔ کہ اگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم احمد مجتبیٰ نہ تھے تو خدارا مجھے بتائیں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اور کس احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں یہ مرتبہ پایا ہے۔ جو تقریر ولی اللہ شاہ کر رہے تھے۔ وہ پہلے سے شائع شدہ تھی۔ اس کی ایک کاپی مجھے دی گئی۔ مگر اس میں بھی وہی کچھ تھا۔ جو انہوں نے زبانی بیان کیا تھا۔ میں جلسہ گاہ سے اٹھ کر چلا آیا۔ اور خداوند عالم نے جماعت لاہور میں شمولیت کی توفیق عطا کی اور شرح صدر ہو کر مطمئن ہو گیا اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ جو گمراہوں کو ہدایت دینے والا ہے۔ الحمد للہ۔

حضرت مسیح موعود کی بیعت سے پہلے میں نے نہ کبھی نماز پڑھی تھی اور نہ روزہ رکھا تھا۔ قرآن پڑھنے کو والد صاحب مرحوم نے ملاں کے سپرد کیا۔ مگر جس کام کے کرنے کو دل ہی قبول نہ کرے وہ کیونکر ہو۔ غرضیکہ میں خواہشات نفسانی کا پیرو تھا۔ مگر حضرت مہدی معہود کی بیعت کے بعد پہلی حالت ایسی بدلی ہے۔ کہ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے دیکھوں تو دل جلتا ہے۔ علیٰ وجہ البصیرت خالق کائنات اور اس کی صفات پر اسی کے فضل سے محکم یقین ہے۔ یہ چند جملے میں نے تحدیث نعمت کے طور پر عرض کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ فخریہ نہیں۔ ڈاکٹر اقبال کے اس شعر پر قبول احمدیت کا قصہ ختم کرتا ہوں کہ فی الواقعہ

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

دگرنہ من آنم کہ من دانم ؎

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۲۲)

کسی نے کہا کہ فلاں شخص تو مجھے مرزائی معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ نمازیں سنوار کر پڑھتا ہے یہ گواہی ہے کہ حضرت امام زمانہ برحق ہیں۔

دعویٰ نبوت کی تردید

آپ نے فرمایا کہ لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے کہ میرا دعوے نبوت کا ہے، میں نے نبوت کا دعوے ہرگز نہیں کیا۔ میں مدعی نبوت پر لعنت بھیجتا ہوں، نبی تو وہ ہوتا ہے جس پر جبرئیل وحی نبوت لے کر آتے، لیکن اب جبرئیل کا وحی رسالت لے کر آنا تاقیامت ممنوع ہے۔ میری وحی، وحی رسالت نہیں بلکہ وحی ولایت ہے۔ وحی نبوت تاقیامت بند ہے۔ لیکن مخالفین نے ہمیشہ اصرار کیا کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعوے کیا ہے۔ دشمنوں نے یہ اعتراض کر کے وار کرنا چاہا تو آپ دوستوں نے بھی حضرت مرزا صاحب کی طرف دعوے نبوت منسوب کر دیا۔ ان کی اولاد نے کہا کہ ہمارے ابا جان نبی تھے۔ حالانکہ حضرت مرزا صاحب نے بار بار فرمایا کہ میں ہرگز نبی نہیں ہوں۔ نبوت کا دعوے کرنے والے پر میں لعنت بھیجتا ہوں۔ میں تو خادم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ صحابہ کرامؓ کا کفش بردار ہوں۔ اور اسی میں میری عزت ہے۔ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔ میرا نام بھی غلام احمد ہے۔ اور اسی پر میں فخر کرتا ہوں۔ اور فرمایا

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

درخواستِ دعا

میاں سعید احمد صاحب جو ہمارے مکرم دوست ہیں ہسپتال میں زیر علاج ہیں، ڈاکٹر بتلاتے ہیں لیکن ان کی بیماری سخت ہے خدا تعالیٰ جو کائنات پر تصرف تام رکھتا ہے اور صحت پر قدرت رکھتا ہے ان کے لئے درد دل سے دعا کریں کہ اللہ تبارک تعالیٰ انہیں صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔

پرو ملی کے چوہدری سعید احمد صاحب نہایت مخلص اور دیندار شخص ہیں جماعت کے ممبر اور معاون شخص ہیں، وہ ہسپتال میں زیر علاج ہیں ان کے لئے بھی دعائے صحت کریں۔

ان کے علاوہ اور جو احباب سلسلہ بیمار ہیں یا مختلف پریشانیوں میں مبتلا ہیں ان سب کے لئے دعا کریں۔

(دعا کی گئی)

لاہور میں جلسہ یوم وصال

۲۴ مئی ۱۹۶۸ء بروز جمعۃ المبارک جامع احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس لاہور میں علمائے سلسلہ عالیہ احمدیہ نے حضرت امام عصر مسیح موعود علیہ السلام کے یوم وصال کے موقعہ پر ان کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔

سب سے پہلے امیر قوم حضرت الحاج مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ میں اولیائے اُمت اور حضرت مسیح موعودؑ کے وجود کو اسلام کی زندگی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض روحانی کا ثبوت قرار دیا جو تا قیامت جاری رہے گا، آپ کا خطبہ اسی اشاعت میں دوسری جگہ درج ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کے خطبہ کے بعد نماز جمعہ ادا کی گئی، اور بعد ازاں آپ کی صدارت میں مکرم جناب مرزا مسعود بیگ صاحب اور مکرم صاحبزادہ مولینا عبدالمنان عمر صاحب نے تقاریر کیں، مرزا صاحب مکرم نے حضرت مولینا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کے مقام عظمت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اپنے علم و فضل اور تقوےٰ و طہارت کے باوجود جو کئی برس تک مکہ معظمہ میں رہ کر اور ایک بزرگ انسان شاہ عبدالغنی کی بیعت سے شرف حاصل ہوا۔ حضرت امام زمان کی اطاعت اختیار کرنا ہی حضرت مسیح موعود کی عظمت اور صداقت کا ثبوت ہے۔ آپ نے بتایا کہ حضرت مولانا نے سب سے پہلے حضرت مسیح موعود کی بیعت کی اور یہ دریافت کرنے پر کہ کیا وظیفہ انہیں کرنا چاہیئے حضرت نے جہاد کا حکم دیا، یعنی قلمی جہاد، جس پر حضرت مولانا نے عیسائیت کے خلاف ایک کتاب فصل الخطاب کے نام سے چار جلدوں میں لکھی، مرزا صاحب مکرم نے اس بارہ میں تفصیل کیساتھ بتایا کہ ایک مسلمان کے ساتھ جو عیسائیت سے متاثر تھا ایک پادری سے ان کی ملاقات ہوئی، جو زبانی تو عیسائیت کے حق میں کچھ نہ کہہ سکا مگر بعد میں اسلام کے خلاف اعتراضات اور عیسائیت کی تائید میں بہت کچھ لکھ کر بھیجا، جس کے جواب میں مولینا نے مذکورہ کتاب تصنیف کی، اس کے لئے خدا تعالےٰ نے آپ کو پونچھ میں خلوت کا یہ موقعہ دیا کہ مہاراجہ پونچھ کا بیٹا بیمار ہونے کی وجہ سے مہاراجہ جموں و کشمیر نے جس کے آپ ملازم تھے، انہیں وہاں علاج کے لئے بھیجا کتاب ختم ہونے کے ساتھ ہی بیمار بھی اچھا ہو گیا اور راجہ پونچھ نے بہت سا روپیہ دیا اور پھر مہاراجہ جموں و کشمیر نے بھی اور زیادہ رقم دی جو کتاب کی طباعت کے کام آئی۔ بعد ازاں حضرت امام وقت نے آریوں کی تردید میں کتاب لکھنے کا حکم دیا اور آپ نے لیکھرام کی تکذیب براہین احمدیہ کے جواب میں تصدیق براہین احمدیہ لکھی، مکرم مرزا صاحب نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے جن لوگوں کو بصارت و بصیرت سے نوازا ہوتا ہے۔ وہ حق و باطل کو اپنی بصیرت سے ہی پرکھ لیتے ہیں۔ انہیں شواہد و دلائل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت خدیجہؓ نے کوئی دلیل یا نشان آنحضرت صلعم کی صداقت کے ثبوت میں طلب نہیں کیا تھا۔ اسی طرح حضرت مولانا نورالدین رح نے حضرت صاحب کو دیکھتے ہی انہیں مان لیا۔ یہ بصیرت کی باتیں ہیں یہ نعمت جس کو مل گئی۔ مل گئی۔ ورنہ جن کو نہیں ماننا ہوتا، وہ کسی طور پر بھی نہیں مانتے۔

اسی طرح حضرت امام زمانؑ کو جو لوگ نہیں ماننا چاہتے اگرچہ انہوں نے بڑے بڑے نشانات دیکھے یہاں تک کہ آسمان پر ایک بہت بڑا نشان آپ کی تائید میں ظاہر ہوا لیکن انہوں نے نہ مانا، اس نشان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مکرم مرزا صاحب نے بتایا کہ دار قطنی کی ایک حدیث ہے ان لمھدینا آیتین لم تکونا منذ خلق السموات والارض ینکسف القمر لاول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منہ یعنے ہمارے مہدی کی صداقت کے دو نشان ہیں، جو جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے ہیں کبھی وقوع میں نہیں آئے وہ نشان یہ ہیں کہ رمضان کے مہینہ میں پہلی رات چاند گرہن ہوگا اور درمیانے دن سورج گرہن ہوگا۔ یہ نشان حضرت مسیح موعود کے دعوےٰ کے بعد ۱۸۹۴ء میں وقوع پذیر ہوا، رمضان کی تیرھویں رات کو جو چاند گرہن کی تین راتوں ۱۳-۱۴-۱۵ میں سے پہلی رات چاند گرہن ہوا اور رمضان کی اٹھائیسویں تاریخ کو جو سورج گرہن کی تین تاریخوں ۲۷-۲۸-۲۹ میں سے درمیانی دن ہے سورج گرہن ہوا۔ لیکن اس کھلے اور روشن نشان کو بھی مولویوں نے نہ ماننا تھا نہ مانا، کسی نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے، جس پر ہمارے سیالکوٹی دوست میاں مولا بخش صاحب نے کہا کہ یہ تو ان حدیثوں میں سے بھی بڑھ کر جوان ہے جو وقوع پذیر ہو گئیں، کسی نے کہا حدیث میں رمضان کی پہلی تاریخ کو چاند گرہن اور درمیانے دن سورج گرہن کا ذکر ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا، رمضان کی پہلی رات تو چاند بہت کم نظر آتا ہے گرہن کے کیا معنے اور اس کو تو ہلال کہا جاتا ہے اور حدیث میں قمر کے گرہن لگنے کا ذکر ہے اس لئے تیرھویں رات ہی چاند گرہن کی پہلی رات ہے، ایسا ہی سورج گرہن ہمیشہ ۲۷-۲۸-۲۹ کو ہی ہوتا ہے اور اس لئے ۲۸ تاریخ ہی سورج گرہن کا درمیانی دن ہے اور یہ حدیث کے عین مطابق ہے۔

غرض اس طرح سے اللہ تعالےٰ نے ایک روشن نشان سے لوگوں پر حجت قائم کر دی لیکن جنہوں نے نہ ماننا تھا وہ نہیں مانتے۔ اور جن کو خدا تعالےٰ نے بصیرت عطا فرمائی وہ آپ کے ساتھ ہو گئے۔ آپ نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، خدا تعالےٰ نے آپ کو امام الزمان کی شناخت کی سعادت بخشی ہے اس کی قدر کریں۔ اور اپنے امام کی دعوت و اصلاح اشاعت اسلام کو عام کرنے کے لئے ہمہ تن کمربستہ ہو جائیں کہ اسی میں ہمارے دین و دنیا کی بہتری ہے۔

بعد ازاں صاحبزادہ عبدالمنان عمر صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے مقام و مرتبہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آپ کو یہ عظیم مرتبہ حاصل تھا کہ خدا آپ سے بولتا تھا۔ اور ساری ساری رات یہ سلسلہ جاری رہتا تھا۔ یہ مرتبہ ان کو اس قرآنی حکم پر عمل پیرا ہونے سے ملا۔ جس میں فرمایا گیا ہے ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ حضرت امام زمان نے محبت الٰہی کے اس نسخہ کیمیا پر عمل کیا۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل فرمانبرداری اختیار کی۔ اور خدا کے مقرب و مکلم من اللہ بن گئے۔ یہ نسخہ آپ نے نہ صرف خود استعمال فرمایا بلکہ اپنے ساتھیوں کو بھی حکم دیا اور اس پر عمل کرنے کی نصیحت کی۔ یہ اطاعت رسول صلعم کی ہی برکت ہے کہ ایک گمنام انسان اس صدی کا مامور و مجدد بن گیا۔ آپ نے جب ایک بار قلم اُٹھایا تو پھر نہ رکا تا آنکہ خدا نے اپنی طرف بلا لیا۔ اس قلم سے آپ نے عالم اسلام کو کیا دیا۔ یہ اُن کی اسّی کے قریب تالیفات کو پڑھ کر معلوم ہو سکتا ہے، اس علم الکلام میں حضرت صاحب نے روحانی خزائن جمع کر دیئے ہیں جن کو حاصل کر کے ہم دین اسلام کے پرجوش خادم بن سکتے ہیں اور دنیا کو صلح و سلامتی کا پیغام دے سکتے ہیں۔ حضرت صاحب نے جہاد فی الاسلام کی جو تلقین کی ہے ہمیں اس جہاد کے لئے ہی کمربستہ رہنا چاہیئے۔ آخر میں صاحبزادہ صاحب موصوف نے حضرت امام زمانؑ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ جماعت کے ہر فرد، مرد عورت بچے بوڑھے کو حضرت صاحب کی کتاب کشتی نوح کو ضرور پڑھنا چاہیئے۔ اس کو اپنی جیب میں رکھیں اور بار بار پڑھیں، صبح و شام پڑھیں سفر و حضر میں پڑھیں اور اس پر عمل کریں کہ اس میں ایسی تلقین کی گئی ہے جو اتباع رسول اور قرب الٰہی کا موجب ہو سکتی ہے۔ بعد ازاں حضرت امیر نے دُعا فرمائی اور جلسہ ختم ہوا۔

مشرقی پاکستان میں تبلیغی سرگرمیاں

(اپریل - مئی ۱۹۶۸ء)

— مشن ہاؤس میں ۱۲ مئی ۱۹۶۸ء کو ایک جلسہ ہوا۔ موضوع تھا "ضرورت امام" اس جگہ جلسہ کی صدارت ڈپٹی خلیل الرحمن صاحب خادم نے فرمائی۔

دوسرا جلسہ زیر صدارت عبدالصمد جمالی صاحب ہوا۔ مضمون تھا "وفات مسیح" اور مقرر حافظ مطیع الرحمن صاحب تھے۔ حاضرین نے بھی اس بحث میں حصہ لیا۔

— ۲۶ پڑھے لکھے اصحاب سے بذریعہ میل ملاقات اسلام اور احمدیت پر گفتگو کی۔

— سینکڑوں کی تعداد میں ٹریکٹ اور پمفلٹ تقسیم کئے گئے۔

— اپریل ۱۹۶۸ء میں جنوبی امریکہ سے مسٹر عبدالرحیم جگو اور دیگر معزز مہمان مشن ہاؤس میں تشریف لائے اور جمعہ کے دن احباب جماعت کو انہوں نے خطاب کیا۔

اسی طرح تنویر عالم صاحب چٹاگانگ سے آئے، کافی تعداد میں لٹریچر تقسیم کے لئے لے گئے۔

— رنگپور کے عباس صاحب بھی آئے اور ان کی مناسب مالی امداد کی گئی۔

— جمعہ کے اجتماعات میں ڈپٹی خلیل الرحمن صاحب اور دیگر مبلغین نے خطبات دیئے اور جمعہ کے بعد مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔

— بنگالی ترجمۃ القرآن کے پارہ اول پر نظرثانی کی گئی۔

— مشن ہاؤس کے لئے اچھی اور موزوں جگہ تلاش کی جا رہی ہے۔

اسی طرح پندرہ روزہ "اتحاد" لوند کے ڈیکلریشن حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

آئندہ پرچہ

۹ جون ۱۹۶۸ء کو میلاد النبیؐ کی تقریب اِسلامی دُنیا میں منائی جائے گی، اس موقعہ پر حضرت رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شان اقدس کے بارہ میں پیغامِ صلح کا ایک خاص نمبر ہمیشہ شائع ہوتا ہے۔ اس لئے ۱۲ جون ۱۹۶۸ء کی اشاعت اسی غرض کے لئے مخصوص ہوگی، جس کی تیاری کی وجہ سے ۵ جون کا پرچہ شائع نہ ہو سکے گا۔ قارئین کرام مطلع رہیں۔

اچھے لوگ عمدہ لباس پسند کرتے ہیں

پریمیئر فیبرکس

اپنی

سادگی اور پائداری کے لئے مشہور ہیں

امریکن روئی سے تیار شدہ PCM-84 لٹھا اور سنہری چیتا پاپلین

لٹھا 55000 — پاپلین۔ چاندنی — کیمرک رنگدار۔ PCM-72
" EX-5 — " ۔ سفینہ — کیمرک سفید۔ EX-259
" 7000 — " ۔ ظفر — وائل — V-445
" پرچم — " ۔ شہزادی — ٹسر — PCM-75
" ۔ شیرازی
" 4040

سوتی ہر قسم سنگل و ڈبل۔ بنڈلوں اور کونوں میں

المشتہر

کمرشل آفیسر، پریمیئر کلاتھ ملز لمیٹڈ۔ لائلپور

(ٹیلیفون نمبر 2102، 2166، 4917، 2548)

درخواست دُعا

جماعت کے بعض احباب بیمار اور بعض مختلف پریشانیوں میں مبتلا ہیں کے لئے دعا کی استدعا ہے۔

ٹیلیگرام: فائن ٹیکس

فون نمبر
۲۰۱۴
۲۸۵۹
۷۷۶۶

فائن ٹیکس

ڈیدہ زیب — خوشنما نمونے — پختہ رنگ — شرٹنگ

بستر کے سیٹ — صوفہ و — پردہ کلاتھ

آج ہی فائن ٹیکس کی مصنوعات سے اپنے گھر کو سجائیے

یونائیٹڈ ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ فضل آباد ملتان

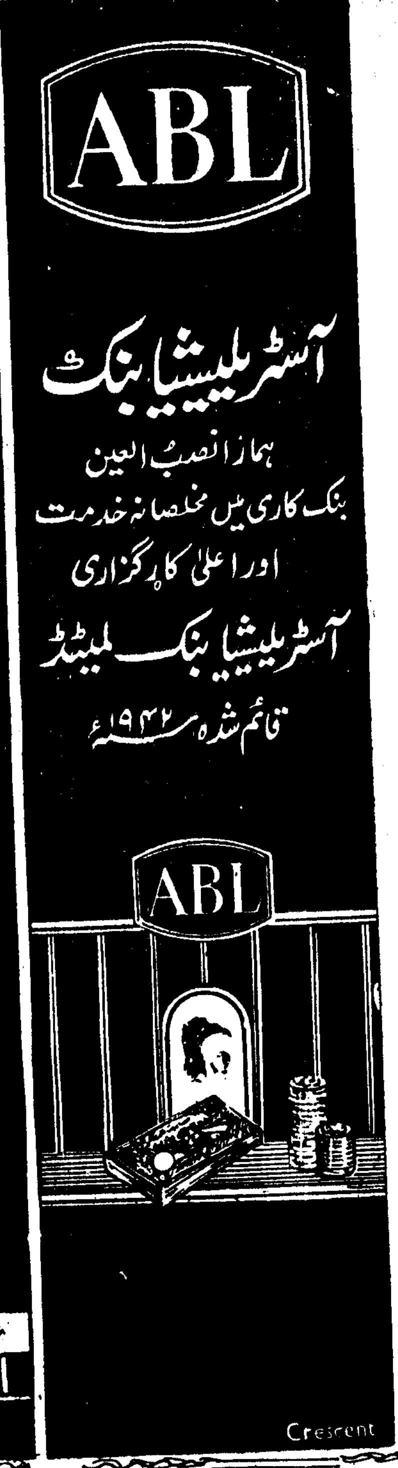
ABL

آسٹریلیشیا بنک

ہمارا نصب العین
بنک کاری میں مخلصانہ خدمت
اور اعلیٰ کارگزاری

آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ
قائم شدہ سنہ ۱۹۴۲ء

ABL

Crescent

PAK CEMENT

پاک سیمنٹ فاروقیہ

یادگار عمارتیں
پائیدار سیمنٹ
پاک سیمنٹ ۔ فاروقیہ

پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ
فاروقیہ (ضلع ہزارہ)

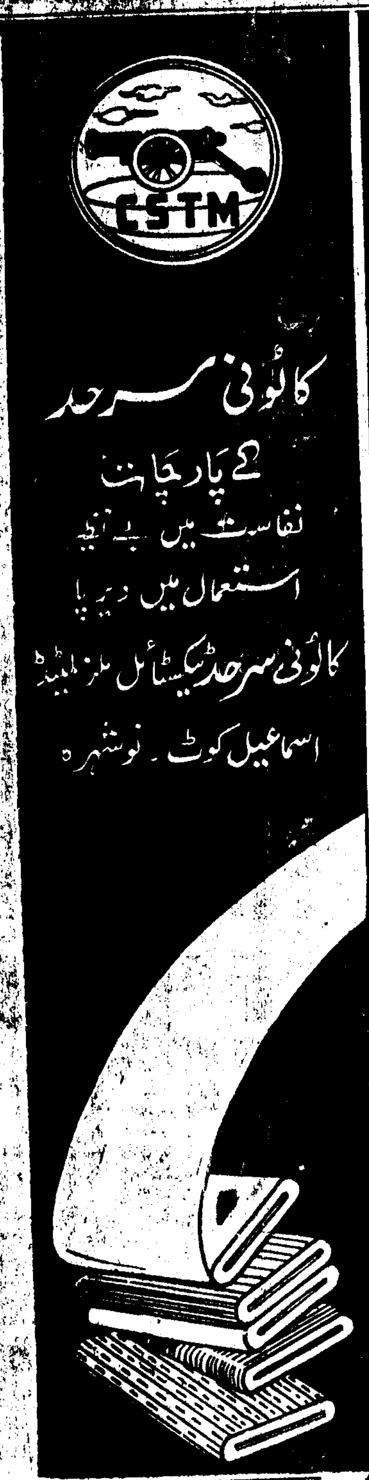
CSTM

کالونی سرحد

کے پارچہ جات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا

کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل کوٹ ۔ نوشہرہ

ہیلتھ میڈیکو
ڈے اینڈ نائٹ ایمبولینس سروس
و
معیاری ادویات
چوک میو ہسپتال ۔ لاہور

بہترین علاج
بواسیر، جسمانی کمزوری، ضعفِ اعصاب ۔ فالج ۔
گنٹھیا، تلی ۔ ریح ۔ پرانے بخار کے شفا بخش
علاج ڈاک سے منگائیے ۔
خط ملنے پر کتاب رفیقِ شباب مفت
حکیم محمد شفیع چشتی
شیرو P.O. جام پور ۔ ڈیرہ غازی خان

پیغام صلح ۲۹ مئی ۱۹۶۸ء رجسٹرڈ ایل ۳۸ شمارہ ۲۰-۲۱

گمرہاں را چشم روشن کن آیات ہیں

ہفت روزہ

پیغام صلح

لاہور

پاکستان

جلد ۵۶ | یوم چہار شنبہ۔ مؤرخہ ۱۵ ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ۔ مطابق ۱۲ جون ۱۹۶۸ء | نمبر ۲۲-۲۳

ھدیۂ محقرہ

بہ حضورِ سرورِ کائنات خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سرورِ کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ اور اخلاقِ عالیہ اور آپؐ کی بلند پایہ تعلیمات نے ایک ایسا انقلابِ عظیم دُنیا میں پیدا کیا جس نے نہ صرف جزیرۃ العرب بلکہ ایران و روم اور یورپ کی انتہائی وادیوں تک گناہوں، بدکاریوں اور جہالت میں لتھڑی ہوئی دُنیا کو نہ صرف نیکی و پاکیزگی عطا کی بلکہ علم و حکمت کی دولت سے مالا مال کر دیا گویا ایک مُردہ دُنیا دوبارہ زندہ ہوگئی، اندھے بینا ہوگئے اور لُولے، لنگڑے تندرست ہو کر چلنے پھرنے لگ گئے یہ وہ انقلابِ عظیم ہے جس کی نظیر تاریخِ عالم میں نہ پہلے نظر آئی اور نہ آئندہ کبھی مل سکے گی۔

اس انقلابِ عظیم کی داستان

ڑی طویل ہے اور اس رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد کا شمار کرنا مشکل ہے تاہم ان چند صفحات میں اس بحرِ بے پایاں کے چند آبدار موتی

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں بطور

ہدیۂ محقر

پیش کرنے کی جرأت کی گئی ہے

…… گر قبول افتد زہے عزّ و شرف ……

محمد آبروئے دو جہاں ہے

(مولانا مرتضیٰ خان حسن مرحوم)

محمد فخرِ بزمِ کُن فکاں ہے　　محمد نازشِ ہر دو جہاں ہے
محمد تاجدارِ ہفت کشور　　محمد بادشاہِ انس و جاں ہے
محمد باعثِ تخلیقِ عالم　　محمد خلق کی رُوحِ رواں ہے
محمد داروئے دردِ نہانی　　محمد مرہمِ آزارِ جاں ہے
محمد رہبرِ راہِ ہدایت　　محمد رہنمائے گمرہاں ہے
محمد شافعِ روزِ قیامت　　محمد پردہ پوشِ عاصیاں ہے
محمد صاحبِ تسنیم و کوثر　　محمد مالکِ باغِ جناں ہے
محمد روشنیٔ قلبِ مؤمن　　محمد نورِ چشمِ قدسیاں ہے
اُسی سے ہیں منور دو نو عالم　　محمد آبروئے دو جہاں ہے
اُسی کا نور ہے شمس و قمر میں　　اسی سے آب و تابِ فرقداں ہے
تعالیٰ اللہ شبِ اسریٰ کا منظر　　خُدا کے ہاں محمد میہماں ہے
شبِ معراج کا عالم نہ پُوچھو　　خُدا کے عشق کی یہ داستاں ہے
پیمبر بے شمار آئے جہاں میں　　محمد کا کوئی ثانی کہاں ہے
خُدا نے اُسکو جو عظمت عطا کی　　بیاں ہو مجھ سے یہ طاقت کہاں ہے
غریبوں سے محبت کرنے والا　　محمد غمگسارِ عاجزاں ہے
یتیموں کا وہی ملجا و ماویٰ　　وہی تو تکیہ گاہِ بیکساں ہے
محافظ اور معاون بیوگاں کا　　وہی تو حامیٔ ہر خستہ جاں ہے
بیاں میں کیا کروں جُود و عطا کا　　سخاوت میں وہ بحرِ بیکراں ہے
دل و جاں سے ہوں مدّاحِ محمد　　قلم میں اِس لئے زورِ بیاں ہے

حسنؔ میں نے پروئے ہیں جو موتی
خجل ان کے مقابل کہکشاں ہے

ہفت روزہ پیغام صلح —— لاہور —— مورخہ ۱۲ر جون ۱۹۶۸ء

اُمّی و در علم و حکمت بے نظیر

حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس قوم میں پیدا ہوئے وہ ہر قسم کی بدیوں، برائیوں اور فواحش میں مبتلا ہونے کے علاوہ بالکل ناخواندہ اور اُمّی محض تھی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی امی تھے۔ اس کے باوجود جو کام آپؐ کے سپرد کیا گیا، وہ اس ناخواندہ قوم کو ہر قسم کے فواحش سے پاک کر کے علم و حکمت سے بہرہ ور کرنا اور ان کے ذریعہ سے کل دنیا کو علم کی روشنی سے منور کرنا تھا۔ اس کا ذکر قرآن کریم نے اس آیہ کریمہ میں فرمایا ہے:- ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین۔ وہ پاک ذات جس نے امیوں کے اندر انہی میں سے ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی آیات ان کو پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور کتاب و حکمت انہیں سکھاتا ہے اگرچہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

یہ مشکل ترین کام جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا گیا، کس حیرت انگیز کامیابی کے ساتھ آپؐ نے سر انجام دیا، تاریخ کے صفحات اس سے روشن ہیں، آپؐ کی تعلیم سے وہی اُمّی قوم علم و حکمت سے نہ صرف خود بہرہ ور ہوئی بلکہ ان کے اندر وہ لوگ پیدا ہوئے جو شمعِ علم لے کر دنیا میں نکل کھڑے ہوئے اور روم و ایران سے لے کر یورپ کی انتہائی سرحدوں سپین اور پرتگال تک کو ہر شعبۂ علم سے منور کر دیا، علم فلکیات، علم ہندسہ، جغرافیہ، طب، فلسفہ، اور دیگر علوم کے ماہرین اس امی لقب کی اُمت میں پیدا ہوئے، جنہوں نے یورپ کے تاریک ترین زمانہ میں علم کی روشنی وہاں پھیلائی، اور جن سے سبق لے کر اہلِ مغرب نے علم کو وہ ترقی دی، جو آج ان کا طغرائے امتیاز ہے، آج صدیاں گذر جانے کے بعد بھی ہسپانیہ کے در و دیوار اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ یورپ کے موجودہ علوم و فنون ان یونیورسٹیوں کے مرہونِ منت ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت نے وہاں قائم کی تھیں، یہ کتنی حیرت انگیز بات اور کتنا بڑا معجزہ ہے کہ خود اُمّی ہونے کے باوجود حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اُصول دنیا کو دیئے جن کی وجہ سے علم کا نور چند سالوں میں چاروں طرف پھیل گیا۔

اور پھر نرا علم ہی نہیں دیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تزکیہ نفوس بھی اس درجہ پر کیا کہ اس کی تعبیر بھی مشکل ہے، صدیوں کی بگڑی ہوئی اجڈ قوم تیئس سال کے قلیل عرصہ میں ہر قسم کی بدیوں اور فواحش کو چھوڑ کر نیکی اور راستبازی کے اس بلند معیار پر پہنچ گئی جو فرشتوں کے برابر ہے۔ موجودہ زمانہ کے اہلِ علم کی زندگیوں کو دیکھئے تو حیرانی ہوتی ہے کہ علوم و فنون سے بہرہ ور ہونے کے باوجود ان کی زندگیاں ویسی ہی فواحش سے لتھڑی ہوئی ہیں جو عرب کے زمانۂ جاہلیت میں پائی جاتی تھیں۔ لیکن یہ کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ نہ صرف اعلےٰ درجہ کے علوم کے اُستاد بن گئے بلکہ نیکی اور پاکیزگی ان کے جسم و جان میں ایسی رچ گئی کہ فرشتہ خصلت بن گئے چنانچہ حضرت مجدد زمانؑ نے اس شعر میں فرمایا ہے ؎

اُمّی و در علم و حکمت بے نظیر ؛ زیں چہ باشد حجتے روشن ترے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی یہ زبردست دلیل ہے کہ آپؐ نے نہ صرف علوم و حکمت کو کمال تک پہنچا دیا، نہ صرف وہ اصول دنیا کو دیئے جن کی وجہ سے انسانی دل و دماغ علوم کی روشنی سے منور ہو گئے بلکہ پاکیزگی کی وہ روح نفوس میں پھونکی کہ صدیوں کے بگڑے ہوئے بدیوں سے متنفر ہو کر نیکی اور راستبازی کے پیکر بن گئے۔

کیا اس کی نظیر دنیا کے کسی ہادی، کسی رہنما اور کسی بڑے سے بڑے لیڈر یا فلسفی کی زندگی میں نظر آتی ہے؟ دنیا میں بہت سے انبیاء آئے۔ جنہوں نے اپنی اپنی قوم کو نیکی اور خدا پرستی کی تعلیم دی، بہت سے لیڈر اور رہنما پیدا ہوئے جنہوں نے قوموں کو سدھارنے کی کوشش کی، لیکن جو ہمہ گیر کامیابی حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئی، وہ سب سے نمایاں اور روشن تر ہے، بقول حضرت مجددِ زمان ؎

انبیاء روشن گہر ہستند لیک
ہست احمدؐ زاں ہمہ روشن ترے

یہ ہے آپؐ کی ختم نبوت کی دلیل جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے ؎

ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم بر پیغمبرے

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

میلاد النبیؐ کے جلسے اور جلوس

میلاد النبی صلعم کی تقریب سعید پاکستان میں جس جوش و ولولہ سے منائی جاتی ہے وہ ہر طرح سے قابلِ تحسین اور لائق ستائش ہے، یہ جوش و ولولہ بتاتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کس قدر عشق و محبت ہے، ان لوگوں کو اس لئے کافر کہنا کہ انہوں نے اہلِ ربوہ کے مزعومہ نبی کو نہیں مانا کس قدر ظلم عظیم ہے، اسی فتوے کُفر کا یہ نتیجہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق آج عالمگیر نفرت پائی جاتی ہے، حالانکہ ایک وہ زمانہ تھا کہ جب آپ کی خدماتِ دین سے متاثر ہو کر عام طور پر آپ کی عزت و عظمت دلوں میں قائم ہوتی جا رہی تھی، لیکن جونہی اہلِ ربوہ نے آپ کو مدعی نبوت قرار دے کر تمام مسلمانوں پر کفر کا فتوے عائد کیا، تمام عزت زائل ہو گئی اور آج عام طور پر ان کا نام لینا بھی گناہ سمجھا جاتا ہے، یہ ایک تازیانۂ عبرت ہے، جس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے، اور حضرت مسیح موعودؑ کے ان کلمات کو جن میں آپ نے دعوے نبوت سے انکار کیا ہے کثرت سے پھیلانا چاہیئے، یہ جماعت احمدیہ لاہور کا سب سے بڑا فرض ہے، جس کو پوری مستعدی کے ساتھ سر انجام دینا ضروری ہے۔

اس جگہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں بھی یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ قادیانی یا ربوی جماعت کے عقائد کو سامنے رکھ کر حضرت مرزا صاحب کے متعلق رائے قائم کرنا جائز نہیں، حضرت مرزا صاحب کی اپنی کتابیں اور اشتہار موجود ہیں، جن میں انہوں نے کھلے طور پر دعوےٰ نبوت سے انکار کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ میرے نہ ماننے کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔ ان کلمات کے باوجود ربوی جماعت کے غالیانہ عقائد کی بناء پر حضرت مرزا صاحب کے متعلق فیصلہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے عیسائیوں کے عقائد کے پیش نظر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مدعی الوہیت قرار دے دیا جائے۔

اسکے ساتھ ہی یہ بھی عرض کرنا ضروری ہے کہ جہاں تک محبت رسول کا تعلق ہے جس جوش و ولولہ کا اظہار یومِ میلاد پر منایا جاتا ہے ضروری ہے کہ اسی ذوق کے ساتھ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد اور آپؐ کے اسوۂ حسنہ کو اپنی زندگیوں کا خاصہ بنایا جائے، بڑے بڑے جلسے اور جلوسوں سے اتنا فائدہ اور ثواب حاصل نہیں ہو سکتا، جتنا اپنی زندگیوں کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچہ میں ڈھالنے سے حاصل ہوتا ہے، اگر ایک طرف جلسوں میں آپؐ کے محامد بیان کئے جائیں، اور جلوسوں میں اپنے ولولۂ محبت کا اظہار کیا جائے اور دوسری طرف ہماری زندگیاں گناہوں سے ملوث ہوں، چوری چکاری تو ایک طرف جو رذیل ترین لوگوں کا کام ہے، پڑھے لکھے مسلمانوں کا مسلمان کہلاتے ہوئے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہونے کا فخر کرتے ہوئے رشوت ستانی کرنا، دفتروں میں کام کرنے والی یا راہ چلتی عورتوں کو نظرِ بد سے دیکھنا، دوسروں کا مال خرد برد کرنا، اشیائے صرف میں ملاوٹ کرنا، اور کم تولنا وغیرہ ایسے افعال ہیں جو کسی طرح رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو سزاوار نہیں، بلکہ غیر قوموں کی نظروں میں سخت بدنامی کا موجب اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی کا باعث ہیں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے جلسے اور جلوسوں سے خوش نہیں ہو سکتے، نہ ان کے محامد بیان کرنا ان کی رضا کا موجب ہو سکتا ہے، اگر ہمارے اعمال ان کے مطابق نہیں، اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اے رسول ان کو کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، پس اتباعِ رسول ہی ایک چیز ہے، جو مسلمانوں کی فلاح کا موجب ہو سکتی ہے اور ہمارے جلسے اور جلوس اسی صورت میں فائدہ مند ہو سکتے ہیں کہ حقیقی معنوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی جائے اور آپؐ کے اُسوۂ حسنہ کو اپنی زندگیوں کا شعار بنایا جائے

شذرات

رسولِ کریم صلعم کا سایہ

عام طور پر وعظوں میں کہا جاتا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہوتا تھا، کیونکہ آپؐ مجسم نور تھے۔ حضور صلعم کے نور ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں، لیکن یہ غلط ہے کہ حضورؐ کا سایہ نہ ہوتا تھا۔ قرآن کریم کا یہ فرمان کہ قل انما انا بشر مثلکم پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ حضور صلعم ہماری طرح ایک بشر تھے۔ صرف یوحیٰ الیّ کے الفاظ حضورؐ کے اس عالی مرتبہ کو ظاہر کرتے ہیں جو دوسرے کسی انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور اسی میں حضورؐ کی نورانیت مضمر ہے۔ مثلکم کا لفظ حضورؐ کے جسم خاکی اور انسانی لوازمات پر شاہد ہے، جس میں دوسرے انسانوں کی طرح حضورؐ کا سایہ ہونا بھی ضروری ہے۔

یہ صرف قیاسی امر نہیں ایک حدیث سے بھی ثابت ہے کہ حضور صلعم کا سایہ ہوتا تھا۔ حضرت زینب زوجہ رسول اللہ صلعم کے متعلق حضرت عائشہ رض کی روایت ہے کہ فلما کان شہر ربیع الاوّل دخل علیھا فرأت ظلّہٗ فقالت ان ھٰذا ظلّ رجلٍ وما یدخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ فمن ھٰذا فلما رأت قالت یا رسول اللہ ما ادری ما اصنع حین دخلت علیّ یعنے ربیع الاوّل کا مہینہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے آپؐ کا سایہ دیکھا (جی میں کہا) حضور تو میرے پاس آتے نہیں، تو یہ کون ہے؟ جب انہوں نے دیکھ لیا کہ حضور صلعم ہیں تو عرض کی یا رسول اللہ مجھے (خوشی میں) سمجھ نہیں آتا کہ آپؐ کی تشریف آوری پر کیا کروں ......"

یہ حدیث لمبی ہے اس میں فرأت ظلّہٗ (اس نے آپ کا سایہ دیکھا) کے الفاظ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ حضور صلعم کا سایہ ہوتا تھا۔

کیا وہ حنفی علماء جو حضور کے سایہ کا انکار کرتے حضورؐ کو قرآن کی نص صریح کے خلاف مافوق البشر ثابت کرنا چاہتے ہیں اس حدیث پر غور کریں گے؟

اس جگہ ایک لطیفہ بھی یاد آیا۔ ایک مولوی صاحب اپنے وعظ میں حضور کا سایہ نہ ہونے اور مجسم نور ہونے کا ذکر بڑے زور سے کر رہے تھے کہ ایک بزرگ اٹھے اور انہوں نے قرآن کریم مولوی صاحب کے سامنے کرکے عرض کی، کہ مولانا یہ الٰہی کتاب بھی تو نور ہی نور ہے، لیکن اس کا سایہ تو موجود ہے، مولوی صاحب کہنے لگے، اس کے اوراق اور جلد وغیرہ کا سایہ پڑتا ہے۔ بزرگ موصوف نے عرض کی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی پیکر جسمانی کا سایہ ہوتا تھا، اس کا انکار کرنا انما انا بشر مثلکم اور واقعات کے صریح خلاف ہے۔ فی الحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اسی میں ہے کہ ہماری طرح بشریت کے تمام لوازمات رکھتے ہوئے اسوۂ حسنہ کا کام دیں، ورنہ اگر نرے نور ہی تھے تو ہم خاکی انسانوں کے لئے اسوہ حسنہ کیسے ہو سکتے ہیں؟ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت نبی کریم صلعم کی شجاعت

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی شجاعانہ کارنامے کتب احادیث و سیرت میں مذکور ہیں۔ اُن میں سے ایک چیز بالخصوص قابل ذکر ہے، عام طور پر جنگوں میں بادشاہ یا فوجوں کے کمانڈر اور دیگر افسران فوج کے پیچھے رہتے ہیں، تاکہ ان کو گزند نہ پہنچ سکے۔ لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوج کے واحد کمانڈر ہونے کے باوجود صف اوّل میں ہو کر دشمن کا مقابلہ کرتے تھے۔ اور ایک دو مواقع پر جب آپؐ کے ساتھی دشمن کے حملہ کی تاب نہ لاکر میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے تو آپ نے اس بات کی پروا نہ کرتے ہوئے کہ دشمن کو آپؐ کا پتہ لگ جائے گا اور اسے آپ پر حملہ کرنے میں آسانی ہوگی، خود باآواز بلند پکارا الیّ عباد اللہ انا رسول اللہ۔ اللہ کے بندو! میری طرف آؤ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اور ایک اور ایسے ہی موقعہ پر اعلان کیا انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب، میں ہوں نبی میری تکذیب نہ کرو۔ میں عبد المطلب کا فرزند ہوں۔

اس قسم کے اعلانات دشمن کو چوکنا اور خبردار کرنے کے لئے کافی ہوتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان اعلانات کی وجہ سے دشمن سے تکلیف بھی اٹھانی پڑی، لیکن حضورؐ نے اس کی پروا بھی نہ کی اور میدان جنگ میں بھی تبلیغ رسالت سے دریغ نہ کیا، جو آپؐ کی شجاعت کا درخشاں ثبوت ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کی رواداری اور جود و سخا

صفوان بن اُمیہ مکہ کا ایک بہت بڑا رئیس تھا۔ فتح مکہ کے موقعہ پر باوجودیکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو لڑائی سے منع کر دیا تھا، تاہم صفوان نے حضرت خالد بن ولید کے دستہ پر تیر اندازی کی اور شکست کھا کر بھاگا۔ بعد ازاں عمیر بن وہب نے حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے لئے امان طلب کی، حضور صلعم نے امان دے دی، اور علامت کے طور پر اپنا عمامہ عنایت کیا۔ لیکن صفوان نے حضورؐ سے صاف طور پر کہہ دیا کہ میں اسلام قبول نہیں کروں گا، حضور صلعم نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا، بعد ازاں حنین کی جنگ پیش آنے پر حضورؐ نے صفوان سے تیر مانگے تو اس نے گستاخانہ لہجے میں کہا، اغصبًا یا محمّد او عاریۃً (اے محمد چھیننا چاہتے ہو یا عاریتہً لیتے ہو) تو حضور صلعم نے فرمایا بل عاریتًا۔

جب جنگ حنین ختم ہوئی تو چالیس ہزار بکریاں، چالیس ہزار اوقیہ چاندی، بیس ہزار اونٹ بطور مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سب کے سب اسی وقت بانٹ دیئے اور صفوان کو بھی سو اونٹ دیئے۔ اب اس کی آنکھیں کھلیں اور حضور کے جود و سخا سے متاثر ہو کر وہ مسلمان ہوگیا اور کہا کہ محمّد صلعم کی دریا دلی، رواداری اور جود و سخا کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔

ایک مکتوب نبویؐ کی نئی دریافت

معاصر صدق جدید سے بلا تبصرہ۔—

مکتوب نبویؐ بنام شاہِ مصر تو کوئی آج سے سوا سو برس پہلے ہی بعض یورپی اہلِ تحقیق کو مصر سے (غالباً کسی قدیم مسیحی خانقاہ کے ذخیرہ سے) ہاتھ آگیا تھا اور اس کا فوٹو بھی اس وقت سے اب تک بار بار شائع ہو چکا ہے۔ دو اور مکتوبات رسالت بھی اسی درمیان میں دریافت ہو کر رہے۔ ایک شاہ حیرہ کے نام، دوسرے نجاشی (شاہ حبشہ) کے نام مگر ان دونوں کی شہرت زیادہ نہیں ہوئی، ایک نئی اور چوتھی دریافت مکتوب نبویؐ بہ کسرائے ایران کی ابھی دو ہی چار سال ہوئے ہوئی ہے اور اس کی تفصیل فخر مشرق فخر ملت، ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے قلم سے ابھی نکلی ہے۔ ذیل میں انہی معلومات کا خلاصہ در خلاصہ ملاحظہ ہو۔—

بیروت (لبنان) میں مسیحیوں کا ایک خاندان فرعون کے نام سے ہے۔ اسی خاندان میں سے کچھ مسلمان بھی ہیں (چنانچہ رشاد فرعون نامی کوئی مسلمان صاحب شاید سعودی حکومت کی وزارت میں ہیں) اسی خاندان کے ایک معزز رکن کا نام ہنری فرعون ہے۔ یہ مذہب کے عیسائی ہیں اور اپنے ملک (لبنان) کے وزیر خارجہ رہ چکے ہیں۔ جنگِ عظیم اوّل ابھی ختم ہوئی ہی تھی۔ اور سنہ غالباً ۱۹۱۸ء کا اخیر یا ۱۹۱۹ء کا شروع ہوگا۔ کہ یہ قیمتی دستاویز بے جانے پہچانے ہنری فرعون کے والد کو دمشق میں ڈیڑھ سو پونڈ میں مل گئی۔ نومبر ۱۹۶۰ء کے آخر تک کسی کو پتہ ہی نہ چلا کہ یہ ہے کیا چیز۔ آخر اس وقت فرعون صاحب نے اپنے ملک کے ایک فاضل ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کو اسے پڑھنے کے لئے دیا اور پیرس کے مستشرقین سے بھی چپکے چپکے رائیں حاصل کی گئیں۔ آخر کئی مہینے کی تحقیق و تفتیش کے بعد...... مئی ۱۹۶۳ء میں روزنامہ میں نئی دریافت چھاپی گئی۔ اور خود ڈاکٹر صلاح الدین منجد نے ۲۲ رمئی کے روزنامہ الحیٰوۃ (بیروت) میں اس پر ایک تحقیقی مضمون شائع کیا۔

نامہ مبارک ایک جھلّی (ورق) پر ہے جو ایک سبز کپڑے پر چسپاں ہے جس کا رنگ مرور زمانہ سے اڑ گیا ہے۔ اور کپڑا بھی مالیدہ ہوگیا ہے، جھلّی کا سائز۔ لمبان میں ۲۸ سنٹی میٹر ہے اور چوڑان میں ۲۱½۔ شکل مستطیل نما ہے مگر چوڑان اُوپر زیادہ ہے نیچے کم۔

تمام خط آج سے بالکل مختلف ہے اور اس وقت کے دوسرے مکتوب نبویؐ کے مطابق آج کا ناواقف پڑھنے والا پڑھ ہی نہیں سکتا۔ نیچے کا حصہ آب رسیدہ ہے۔ کئی کئی حروف لفظ بالکل مٹ گئے ہیں۔ اور کئی مدھم پڑ گئے ہیں۔ مہر کی عبارت مٹ گئی صرف حرف "ر" پڑھا جا سکتا ہے جو رسول کا بقایا ہوگا۔

جھلّی کو کسی نے پھاڑنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ وہ تیسری سطر داہنے کنارے سے وسط تک چیری ہوئی ہے اور پھر طولاً دسویں سطر تک پھٹن کی شکل یہ ہے ⌐ پھٹن کو بعد میں کسی نے مہین جھلّی سے ٹانکے لگا کر سی دیا ہے — اور یہیں سے اس حدیث و روایت کی تصدیق ہو جاتی ہے جس میں یہ ہے کہ کسریٰ نے غصّہ میں آکر نامہ مبارک کو چاک کر دیا تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عدل وانصاف کے معاملہ میں

محسن قوم کی بھی رعایت نہیں کی

آپ نے عدل کے مقابلہ میں وقار کو ختم کر کے رکھ دیا

باخدا بننے کے لئے عبادات کے علاوہ معاملات کا بہتر ہونا ضروری ہے

کتاب انزلنٰہ مبٰرک فاتبعوہ واتقوا لعلکم ترحمون ——— (سورۃ الانعام ۱۵۲ ——— ۱۵۶) ———

عبادات کے علاوہ معاملات کا بہتر ہونا ضروری ہے

قرآن کریم میں خدا تعالےٰ کی ذات وصفات اور اس کے احسانات کا مفصل بیان ہے۔ پہلے صفحہ سے لے کر آخری صفحہ تک خدا تعالےٰ کی ذات وصفات اور اس کے کمالات واحسانات کا ذکر برابر اور بار بار چلتا ہے۔ خدا تعالےٰ کی عبادت کی تلقین کرنے کے بعد جس امر پر بہت زور دیا گیا ہے وہ معاملات ہیں۔ اگر تم خدا کو مانتے ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے۔ کہ تمہارے معاملات اور تعلقات انسانوں کے ساتھ اعلیٰ درجہ کے ہونے چاہئیں۔ ورنہ یہ شیخی مارنا کہ ہم عبادت کرتے اور روزے رکھتے ہیں۔ سب عبث ہے۔ اگر معاملات و تعلقات انسانی میں آدمی فیل ہو گیا تو عبادت وریاضت کا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ان آیات میں بھی یہی ذکر ہے اور مسلمانوں کو تیار کیا ہے کہ جہاں کہیں تم جاؤ نظر آئے کہ تم خدا کو مانتے ہو۔ تمہارے دین۔ تمہارے اخلاق اور تمہاری تہذیب میں خدا نظر آتا ہو۔ تمہارے ماں باپ، تمہارے عزیز واقارب، تمہارے دوست اور تعلقدار یہ سمجھیں کہ تم واقعی باخدا ہو، ایسے شخص کا معاملہ افراد۔ خاندان۔ ہمسایہ اور محلہ داروں، قوم اور معاشرہ کے ساتھ جیسا ہو گا۔ وہ بتلائے گا کہ یہ باخدا انسان ہے یا نہیں۔ اگر رشتہ دار ہمسایہ اور محلہ دار گواہی دیں کہ وہ باخدا ہے تو یقیناً وہ باخدا ہے ورنہ نہیں۔

رسول کریم صلعم کے متعلق دشمنوں کی شہادت

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپ کے دشمن ابو لہب۔ الولید بن مغیرہ وغیرہ یقین کرتے تھے کہ آپ کے اخلاق بہت بلند ہیں۔ آپ جھوٹ کبھی نہیں بولتے کسی نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ انسانوں کے متعلق جھوٹ نہیں بولتے تو خدا کے بارہ میں کیونکر جھوٹ بول سکتے ہیں۔ وہ یقین کرتے تھے کہ آپ صادق اور امین ہیں۔ قوم کے خیر خواہ ہیں۔ کوئی بلا یا مصیبت قوم پر نازل ہو جائے تو حضور سینہ سپر ہو جاتے ہیں۔ حضورؐ کی شہرت نہایت اعلیٰ پایہ کی تھی۔

حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق غیروں کی گواہی

حضرت مرزا صاحب کے متعلق بھی قادیان کے ہندو اور سکھ وغیرہ یہ یقین کرتے تھے کہ آپ بھگت ہیں۔ باخدا انسان ہیں۔ عقائد کی مخالفت اور چیز ہے۔ لیکن معاملات میں وہ یقین کرتے تھے۔ کہ وہ باخدا انسان ہیں۔

توحید الٰہی کی تلقین اور شرک کی ممانعت

مسلمان کے اخلاق کا اثر سوسائٹی پر ہونا چاہیئے اس لئے فرمایا قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم۔ آؤ لوگو! ہم تمہیں وہ باتیں سکھائیں جو خدا کے نزدیک اعلےٰ درجہ کی ہیں۔ اور جو وطن۔ قوم۔ سوسائٹی۔ محلہ۔ خاندان اور افراد کے لئے بہت مفید ہیں۔ الا تشرکوا بہٖ شیئًا۔ ایک بات تو یہ ہے کہ خدا کو واحد مانو۔ توحید الٰہی کے ماننے سے نیکیاں کرنے کی توفیق ملتی ہے انسان بُت پرستی۔ شخصیت پرستی اور انسان پرستی چھوڑ کر ایک خدا کو مانے تو اس کے اندر اس کی اپنی عظمت ہے۔ خدا ایک ہے۔ اس کی سلطنت میں کسی کا حصہ نہیں۔ نہ کسی پہلے رسول اور نبی کا حصہ ہے اور نہ حضرت نبی کریم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ہے۔ آپ حکومت الٰہیہ میں کسی رنگ میں بھی شریک نہیں۔ اس کو کہتے ہیں ولا تشرکوا بہٖ شیئًا۔ شرک نہ کرنے کے یہ معنے ہیں کہ خدا کی کائنات کے چلانے میں ایک خدا کے سوائے کسی اور کو حصہ دار نہ مانا جائے۔

والدین اور رشتہ داروں سے حُسن سلوک

نیکی پہلے گھر سے شروع ہوتی ہے۔ اس لئے فرمایا وبالوالدین احسانا۔ ماں باپ کی خدمت اور ان کا ادب واحترام کیا جائے خالہ پھوپھی۔ چچا چچی اور بڑا بھائی اور بڑی بہن کا لحاظ اور ادب کیا جائے۔

اولاد کے حقوق

پھر فرمایا ولا تقتلوا اولادکم من املاق مفلسی اور خرچ کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل مت کرو۔ اگر ماں باپ کے متعلق حکم دیا ہے کہ تم ان کی خدمت کرو اور احسان وادب سے پیش آؤ۔ تو ماں باپ کو بھی فرمایا کہ تم اولاد کے حقوق مدنظر رکھو۔ نحن نرزقکم۔ جہاں تک رزق کا معاملہ ہے۔ وہ ہمارے ہاتھ میں ہے ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں۔ وایاھم۔ اور تمہاری اولاد کو بھی ہم ہی رزق دیں گے۔

زنا اور قتل کی ممانعت

ولا تقربوا الفواحش ما ظھر منھا وما بطن۔ بدکاری اور بے حیائی کے کاموں کے قریب تک نہ جاؤ۔ بدکاری اور بے حیائی چھپ کر ہو یا علانیہ سب نقصان دہ ہیں۔ سوسائٹی کو پاک کرنا ہر ایک مسلمان مرد اور عورت کا فرض ہے۔ یقین کرو کہ خدا تمہیں دیکھتا ہے اور تمہاری کوئی حرکت وسکون اس کی نظر سے پوشیدہ نہیں ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق کسی کو ناحق قتل نہیں کرنا۔ ذالکم وصّٰکم بہٖ لعلکم تعقلون یہ وہ باتیں ہیں جن کو ہم بڑے زور سے تمہیں وصیت کرتے ہیں تاکہ تم عقل اور سوچ سمجھ سے کام کرو۔

یتیم کا مال نہ کھاؤ

لا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن کسی یتیم کا مال ناجائز طور پر کھانا بھی تم پر حرام ہے۔ یتیم کا مال ہڑپ نہیں کرنا۔ اگر کسی یتیم کی ذمہ داری تم پر آن پڑے تو اس کے مال کو حرام طور پر نہ کھانا شروع کر دو۔

ماپ تول اور معاملات میں عدل

واوفوا الکیل والمیزان بالقسط معاملات بازار کے ہوں یا گھریلو ہر جگہ ناپ تول میں عدل وانصاف سے کام لو کسی کو کم مت دو ملاوٹ کر کے مت دو۔ ردی چیزیں مت فروخت کرو۔ اور فرمایا اذا قلتم فاعدلوا اے مسلمان عورتو اور مردو۔ جب بھی معاملات میں بات کرنے کا موقعہ سامنے آئے بات عدل انصاف کی کرو۔ ولو کان ذا قربیٰ۔ ماں باپ۔ رشتہ دار۔ حبیب دوست کوئی بھی ہو کسی کی بھی رعایت نہیں کرنا۔ اپنے خلاف بھی کوئی بات ہو تو بھی حق کہو۔ اگر کسی سے مخالفت ہو تو اس کی مخالفت کی وجہ سے عدل وانصاف اپنے ہاتھ سے مت جانے دو۔ ناجائز پردہ پوشی کرنا عدل کے خلاف ہے۔ اسلام کا عدل کسی رشتہ داری اور مصلحت اور مخالفت کو نہیں دیکھتا۔

آسمان کی بادشاہت

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھنے والوں اور جن لوگوں کے ساتھ انہیں معاملہ پڑا سب کو ان تعلیمات پر چلنے والے پاکر عام لوگوں نے یقین کیا کہ آسمان کی بادشاہت زمین پر اتر آئی ہے۔ عمرو بن عاصی جس نے مصر فتح کیا اور جن کو مصر کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ ان کے صاحبزادہ نے کسی عیسائی کو سر بازار مارا۔ حضرت عمر رض نے باپ بیٹے کو مدینہ میں طلب فرمایا سرزنش کی اور فرمایا کہ کب سے تم نے لوگوں کو غلام بنانا شروع کیا ہے۔ جن کو ان کی ماؤں نے احرار پیدا کیا تھا باپ کو سرزنش کی اور بیٹے کو پبلک میں سزا دی۔

رسول کریم صلعم نے عدل کے معاملہ میں محسن قوم کی رعایت نہ کی

طعمہ انصاری قوم کے فرد تھے۔ حضرت رسول اکرم صلعم انصاریوں کے بہت احسان مند تھے۔ جب مہاجرین گھر بار اور مال و املاک چھوڑ کر مدینہ پہنچے۔ تو مدینہ والوں نے انہیں اپنے گھر دیئے۔ زمینیں دے دیں۔ تمام قسم کا آرام پہنچایا۔ اس قوم نے مہاجرین پر بڑے احسان کئے تھے۔ طعمہ اس محسن قوم کے فرد ہیں۔ اس نے کسی کی زرہ بکتر چرالی اور جب فکر ہوا کہ پکڑا جاؤں گا تو زرہ بکتر یہودی کے گھر پھینک دی۔ جب معاملہ حضورؐ تک پہنچا تو قوم نے سفارش کی کہ طعمہ انصار کی قوم کا فرد ہے مسلمان ہے اس کو سزا ہو گئی تو قوم بدنام ہو جائے گی یہودی بے ایمان کافر ہے اسی نے چوری کی ہے اس کو سزا دی جائے۔

چنانچہ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کے لاڈلے اسامہ رض کو سفارش کرنے کے لئے قوم نے بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ حضورؐ یہ قوم کی عزت کا سوال ہے۔ طعمہ کو سزا دینے سے عزت برباد ہو جائے گی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مقدمہ کی سماعت فرمائی تو یہودی بیگناہ ثابت ہوا۔ وہ بری ہو گیا اور طعمہ کو مستوجب سزا قرار دیا۔ اسی طریق پر خلفائے راشدین چلتے رہے اور دنیا بھر میں ان کی تعریف و ستائش ہوئی۔

رسول کریم صلعم نے عدل کے مقابلہ میں وقار کی پروا نہ کی۔

انگریز بڑا عدل پسند حکمران تھا۔ دیسی رعایا کے معاملات میں انگریز کا عدل و انصاف مشہور تھا مگر جب دیسی اور گورے کا معاملہ آجاتا تو ہمیشہ Prestige (وقار) عدل کی راہ میں کھڑی ہو کر گورے کو بری قرار دے دیتی۔ اور عدل دھرے کا دھرا رہ جاتا۔ اس بیسویں صدی میں انگریز کی عادل حکومت میں جہاں انگریز کے مقابلہ میں دیسی کا مقدمہ ہو وہاں Prestige اس کی سب سے بڑی کمزوری ہوتی ہے۔ اندازہ لگائیے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے PRESTIGE کو ختم کر کے رکھ دیا۔ یہی کردار مسلمان کا ہونا چاہیئے اسی سے قومیں بنتی اور زندہ رہتی ہیں۔ عدل کا دامن چھوٹ جائے تو بے اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ دوسروں کے حقوق پائمال ہوتے ہیں، فساد جنم لیتا ہے، قوم اور معاشرہ میں بدامنی اور بے چینی پیدا ہوتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی عبادت کرنا، اور مخلوق خدا کی خدمت کرنا ہی اسلام ہے۔

ماتحت اقوام کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا عہد

اسلامی حکومت میں جو غیر قومیں رہتی تھیں ان کے متعلق حکم ہے کہ ان کے جان و مال اور آبرو کی حفاظت مسلمان حکمران کے ذمہ ہے۔ جس طرح کلمہ طیبہ کے ذریعہ مسلمان نے خدا سے عہد باندھا تھا کہ وہ خدا تعالےٰ کے احکام کو مانے گا اور حضور نبی کریم صلعم کے ارشادات پر عمل کرے گا۔ اسی طرح ماتحت اقوام کے ساتھ بھی عہد ہے کہ ان کی جان، مال اور عزت و آبرو کی حفاظت ہو گی۔ فرمایا ذالکم وصّٰکم بہ لعلکم تذکرون۔ یہ مفید باتیں ہیں جن کی ہم بڑے زور سے تائید کرتے ہیں کہ تم ان کو مانو اور ان پر عمل کرو۔ ہم چاہتے ہیں کہ تم ان پر غور کرو۔

کامیابی اور فلاح کا رستہ

وان ھٰذا صراطی مستقیماً فاتبعوہ۔ یہ طریقہ زندگی جو ہم نے بتایا ہے یہ سیدھا ہے۔ اس کی پیروی کرنا اپنے اوپر لازم کرو۔ ولا تتبعوا السبل۔ ان کو چھوڑ کر دوسرے راستوں پر نہ پڑ جاؤ فتفرق بکم عن سبیلہ۔ تمہیں یہ دوسرے راستے اللہ تعالےٰ کے راستہ سے بھٹکا دیں گے۔ ذالکم وصّٰکم بہ لعلکم تتقون۔ یہ باتیں ہم تاکید سے تمہیں کہتے ہیں تاکہ تم خدا تعالیٰ کا تقوےٰ اختیار کرو۔

پہلی کتابوں میں ہدایت، نور اور قرآن کریم کی دائمی برکات

پھر یہاں غیر قوموں کی ایسی تاریخ بیان فرمائی ہے جو محسن ہے فرمایا ثم اٰتینا موسی الکتاب تماماً۔ ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی، عیسےٰ کو کتاب دی۔ اسمٰعیل کو دی۔ یعقوبؑ کو دی۔ اس میں بتلایا کہ انبیاء کی تعظیم اور ان پر نازل شدہ تعلیمات کا احترام ضروری ہے۔ فرمایا کہ انجیل میں ہدایت اور رہنمائی بھی ہے۔ فیھا ھدًی ونورٌ اور فرمایا ہم نے توراۃ نازل کی انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدًی ونور۔ اس کے اندر بھی ہدایت اور نور ہے۔ وھٰذا کتاب انزلنٰہ مبارک۔ اور یہ کتاب قرآن کریم جو ہم نے تمہارے لئے نازل کی ہے اس کی برکات دائمی ہیں۔ اس کا نفع دائمی ہے۔ دوسری کتابیں ختم ہو جائیں گی۔ انبیاء کی تعلیمات ختم ہو جائیں گی۔ لیکن قرآن کریم قائم و دائم رہے گا۔ قائم ہی نہیں بلکہ اس کی برکات کبھی ختم نہیں ہوں گی۔

یورپ اور ایشیا کے لوگوں کا قرآن کریم کے متعلق یقین

آج بیسویں صدی کے یورپ اور ایشیا کے پڑھے لکھے لوگ تمام یقین کرتے ہیں کہ اگر کوئی کتاب کامل صورت میں موجود ہے تو وہ قرآن کریم ہے۔ وہ مانتے ہیں کہ اس میں کسی قسم کی ترمیم و تحریف نہیں ہوئی۔ اس میں سیاست کا سبق ہے، تمدن کا سبق ہے، عدل و انصاف کا سبق ہے، تجارت کا سبق ہے، معاملات اور تعلقات کا سبق ہے۔ کاروبار کا سبق ہے اور اس کی تعلیمات ہر لحاظ سے مکمل ہیں۔ کیسی معقول کتاب ہے۔ جب ہر طرح کی برکات ارضی و سماوی اس کے اندر ہیں تو پھر اس کی اتباع کرو۔

تقوےٰ اختیار کرو

واتقوا۔ خدا کا تقوےٰ اختیار کرو۔ لعلکم ترحمون۔ تم نے خدا کی عبادت کرنا ہے۔ اور حقوق انسانی کی حفاظت کرنا ہے۔ اگر ایسا کرو گے۔ تو خداوند تعالےٰ تم پر رحم کرے گا۔

اخبارِ احمدیہ

تقریب سعید

۱۲ رمئی کو بوقت ۷ بجے جناب الحاج میاں شریف احمد صاحب ملز اونر لائل پور کے صاحبزادے میاں فاروق ہمایوں کا نکاح جناب میاں رفیق احمد صاحب (نواسہ حضرت شیخ میاں محمد صاحب مرحوم و مغفور) کی صاحبزادی شیریں رفیق کے ساتھ بعوض دس ہزار روپے حق مہر عمل میں آیا۔

خطبہ نکاح جناب مرزا مظفر بیگ ساطع مبلغ اسلام نے اپنے مخصوص انداز میں پڑھا جس کو معزز سامعین نے پسند فرمایا۔ دعائے خیر کے بعد باراتیوں کی پُرتکلف کھانوں سے تواضع کی گئی۔

۱۳ رمئی کو ۸ بجے شب جناب میاں شریف احمد صاحب کے ہاں دعوت ولیمہ ہوئی۔

مرزا غازی محمود بیگ۔ لائل پور

اعلان التوا

آفتاب الدین ہومیوپیتھک دارالشفاء کی "سلور جوبلی" جو مئی ۱۹۶۸ء میں منانے کا اہتمام کیا جا رہا تھا۔ بعض ناگزیر حالات کے پیش نظر اکتوبر ۱۹۶۸ء پر ملتوی کر دیا گیا ہے۔ احباب مطلع رہیں۔

اعزازی مہتمم دارالشفاء

مسلم ہائی سکول ۱ لاہور کے نئے تعلیمی سال کے

تقریری مقابلوں میں پہلی فتوحات

مورخہ ۲۱؍ ۵ کو منتظمین پی این آر سنٹر لاہور کے زیر اہتمام "دیانت داری بہترین طرز عمل ہے" کے موضوع پر تقریری مباحثہ منعقد ہوا۔ اس مباحثہ میں لاہور کے چونتیس سکولوں کے بچوں نے حصہ لیا۔ ہمارے سکول کے دو ننھے بچے صوفی بلال اسلم اور وقار مصطفےٰ بھی اس مباحثہ میں شریک ہوئے۔ صوفی بلال اسلم نے موضوع کی مخالفت میں تقریر کر کے انعامی کپ جیت لیا اور وقار مصطفےٰ کو بھی حوصلہ افزائی کا ایک چھوٹا کپ ملا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

۳۱ رمئی ۱۹۶۸ء سے ۳ رجون ۱۹۶۸ء تک کوہستان لیگ کے زیر اہتمام برٹ انسٹی ٹیوٹ گڑھی شاہو لاہور میں بچوں کا میلہ منعقد ہوا۔ اس میلہ میں لاہور کے تقریباً تمام سکولوں نے حصہ لیا اور مختلف آئٹمز پیش کیں۔ منتظمین میلہ نے یکم جون ۱۹۶۸ء کو حسن قرائت، نعت سید البشرؐ اور تقریری مقابلہ کا بھی انتظام کیا ہوا تھا۔ تقریری مقابلوں کے دو گروپ تھے۔ پہلے گروپ کا موضوع "تعمیر وطن میں بچوں کا حصہ" اور دوسرے گروپ کا موضوع "ہم کیسے ترقی کر سکتے ہیں" تھا۔

ہمارے سکول کے بچوں نے بھی ان مقابلوں میں حصہ لیا۔ صوفی بلال اسلم نے قرأت کا دوسرا انعام جیتا۔ اس مقابلہ کی صدارت مولانا کوثر نیازی نے کی۔ محمد اشفاق اور سہیل شوکت نے تقریری مقابلوں کے دونوں گروپوں کے دونوں اوّل انعام جیت لئے۔ ان مقابلوں میں لاہور کے تمام مشہور سکولوں کے ایک سو بچوں نے حصہ لیا۔ ہم اسے خداوند

محمد صالح نور (فاضل عربی) کلانشپورہ

رہبرِ ما سیّدِ ما مصطفٰے است

یا نبی اللہ لب تو چشمۂ جاں پرور است   یا نبی اللہ توئی در راہِ حق آموزگار
یا نبی اللہ فدائے ہر سرِ موئے تو ام   وقفِ راہِ تو کنم گر جاں دہندم صد ہزار
یا نبی اللہ نثارِ روئے محبوبِ تو ام   وقفِ راہت کردہ ام ایں سر کہ بر دوش است بار
یا نبی اللہ جہاں تاریک شد از کفر و شرک   وقت آں آمد کہ بنمائی رُخِ خورشید وار
یا رسول اللہ برویت عہد دارم استوار   عشقِ تو دارم ازاں روزیکہ بودم شیر خوار

(حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام)

"وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسانِ کامل تھا۔ اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے رُوحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی۔ اور ایک عالم کا عالم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہوگیا۔ وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء، امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النبیین جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اے پیارے خدا اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دُنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجی ہو اگر یہ عظیم الشان نبی دنیا میں نہ آتا تو پھر جس قدر چھوٹے چھوٹے نبی دنیا میں آئے جیساکہ یونسؑ اور ایوبؑ اور مسیح ابنِ مریمؑ اور ملاکیؑ اور یحییٰؑ اور ذکریاؑ وغیرہ وغیرہ ان کی سچائی پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں تھی اگرچہ سب مقرب اور وجیہہ اور خدا تعالےٰ کے پیارے تھے۔ یہ اسی نبیؐ کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دنیا میں سچے سمجھے گئے۔

اللّٰھم صلّ وسلّم وبارک علیہ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین۔"

حضرت مسیح موعودؑ
(اتمام الحجۃ صفحہ ۲۸)

—— کسی شخصیت کی مدح سرائی اس امر کی متقاضی ہے کہ اس سے حد درجہ کا عشق اور محبت پیدا کی جاوے اور پھر جب ایک ایسی اعلیٰ و ارفع شخصیت کی مدح ثناء کے ترانے گانے مقصود ہوں جس کا مقام بلند فہم و ادراک سے بالا ہو جس کی شان و شوکت بے مثل ہو اور جس کا حسن و احسان لازوال ہو تو پھر جب تک انسان اس کی محبت میں اس درجہ استغراق حاصل کر کے اس مقام کو نہ پالے کہ اس کی رُوح پکار اُٹھے ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

تب تک اس کی شان و عظمت کا اظہار کیسے کیا جا سکتا ہے۔

—— اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عشق و محبت اور کامل اتباع کا نمونہ پیش کیا ہے دنیا اس کی نظیر لانے سے قاصر ہے۔ گذشتہ تیرہ صدیوں محبت نبویؐ میں اس کمال درجہ کا استغراق اور فنا فی الرسول کا مقام نہیں اور کسی خادم رسولؐ میں نظر نہیں آتا۔ آپ کی تحریرات اور ارشادات اس امر کا روشن اور بیّن ثبوت ہیں اور آپ کے عشقِ رسول میں کمال درجہ کے حصول کی غمازی کرتے ہیں۔

—— یہ ایک حقیقت ہے کہ ختم المرسلین امام الاولین والآخرینؐ کے کمالات کو

- ● ۔ کوئی زبان مکمل طور پر بیان نہیں کر سکتی
- ● ۔ کوئی قلم کماحقہٗ اس کا احاطہ نہیں کر سکتا
- ● ۔ کوئی دماغ کاملاً اسے اپنے اندر سمو نہیں سکتا۔
- ● ۔ کوئی دل اتنی کشادگی نہیں رکھتا کہ اس میں وہ سما سکے۔
- ● ۔ کوئی آنکھ اس کو پوری رعنائی اور حسن سے دیکھ نہیں سکتی۔
- ● ۔ کسی کان نے اس کی دلکشی اور حسن کے تمامی نغمات نہیں سُنے۔

مگر تیرہ سو سال کے بعد ایک موعود وجود خدا تعالےٰ کی بشارتوں کے مطابق مامور ہوتا ہے اور مقدس حسن سے تمام جہان کو روشن کرتا ہے۔ اور خدا کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ

واللّٰہِ اِنّی قَدْ رأیتُ جمالہٗ
بعیُونی جِسْمِی قَاعداً بمکانی

کہ مجھے خدا کی قسم ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن و جمال اپنی ان جسمانی آنکھوں سے قادیان کے اس مکان میں بیٹھ کر ملاحظہ کیا ہے۔

—— یہ بے شک ایک دعوےٰ تھا مگر جب ہم حضرت مرزا صاحب کی تحریرات کو پڑھتے اور اس میں غور کرتے ہیں تو وہ عشق رسولؐ و محبت نبویؐ سے لبریز نظر آتی ہیں۔ اور ہر مقام پر خواہ وہ نظم کا ہو یا نثر کا آپ حضور رسالت مآبؐ کی شان میں قصیدہ خوان نظر آتے اور آپ کی مدح و ثنا میں ہی رطب اللسان دکھائی دیتے ہیں۔

—— اس مضمون کا عنوان، ابتدائی اشعار اور ایک عبارت حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کے اقتباس ہیں۔ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس موقعہ پر نہایت مناسب ہے کہ حضرت کی بعض تحریرات سے مختلف عنوانوں کے تحت اقتباسات پیش کئے جائیں۔ تاکہ

۱ ● وہ لوگ جو حضرت مرزا صاحب کے خلاف اس نوع کی زہر چکانی کرتے رہتے ہیں کہ گویا حضور نے مامور ہو کر اسلام سے علیحدہ کوئی تعلیم پیش کی ہے ان کی غلط فہمی کا ازالہ ہو سکے۔ اور

۲ ● ان لوگوں کے غلو کی اصلاح بھی ہو سکے جو (نعوذ باللہ) حضرت مرزا صاحب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مقام نبوت پر یقین کرتے ہوئے زمرۂ انبیاء میں شمار کرتے ہیں۔

لہٰذا آپ کی کتب میں سے مشتے نمونہ از خروارے چند تحریرات پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ آپؐ افضل الرسل ہیں

"میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ کیا جاتا اور کُل نبی جو اس وقت تک گذر چکے تھے سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور وہ اصلاح کرنا چاہتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہرگز نہ کر سکتے ان میں وہ دل اور قوت نہ تھی جو ہمارے نبی کو ملی تھی...

...... نبی کریم کی فضیلت کُل انبیاء پر

۲۔ آپؐ لاشریک نبی ہیں

"بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنحضرتؐ کے کمالاتِ قدسیہ سے شریک و مساوی نہیں ہو سکتا بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اس جگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں چہ جائیکہ کسی اور کو آنحضرتؐ کے کمالات سے کچھ نسبت ہو"

(براہین احمدیہ حصہ سوم ص۲۴۲)

۳۔ آپؐ خاتم الانبیاء اور خیر النّاس ہیں

"صراط مستقیم فقط دین اسلام ہے اور اب آسمان کے نیچے فقط ایک نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے اور اتم و اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر النّاس ہیں۔ جن کی پیروی سے خدا تعالےٰ ملتا ہے ...... اور قرآن شریف جو سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے جس کے ذریعہ سے حقانی علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۲۶۵)

۴۔ آپؐ سیّد المعصومین ہیں

"ہم اپنی پوری تحقیق کی رُو سے سیّد المعصومین اور ان پاکوں کا سردار سمجھتے ہیں جو عورت کے پیٹ سے نکلے اور اس کو خاتم الانبیاء جانتے ہیں کیونکہ اس پر تمام نبوتیں اور تمام پاکیزگیاں اور تمام کمالات ختم ہو گئے۔"

(آریہ دھرم ص۶۰)

۵۔ آپؐ سراپا معجزہ ہیں

"چونکہ آنحضرتؐ بجملہ تمام اور سید المطہرین اور امام المطہرین تھے جن کو خدائے مطلق نے اپنے ہاتھ سے صاف کیا تھا اس لئے تمام سراپا وجود ان کا حقیقت میں معجزہ ہی تھا"

(سرمہ چشم آریہ ص۱۳)

۶۔ آپ الوہیت کے مظہر اتم ہیں :۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مظہر اتم الوہیت ہیں اور ان کا کلام خدا کا کلام اور ان کا ظہور خدا کا ظہور اور ان کا آنا خدا کا آنا ہے۔"
(سرمہ چشم آریہ ص۲۲۹)

۷۔ آپ جامع کمالات متفرقہ ہیں۔

"سب انبیاء کے صفتی نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے کیونکہ آپ تمام انبیاء کے کمالات متفرقہ اور خصائل مختلفہ کے جامع تھے اور اس طرح جیسے تمام انبیاء کے کمالات آپ کو ملے قرآن شریف بھی جمیع کتب کی خوبیوں کا جامع ہے۔"
(الحکم ۲۸ فروری ۱۹۰۳ء)

۸۔ آپ فانی فی اللہ ہیں

"وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہو گئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں ایک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو وہ کیا تھا وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس امی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَآلِہٖ"
(برکات الدعا ص۱۰)

۹۔ آپ عاشق اللہ ہیں

"جو کچھ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمانی صدق دکھلایا اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں اور اپنی آبروؤں کو اسلام کی راہوں میں نہایت اخلاص سے قربان کیا اس کا نمونہ اور صدیوں میں تو کجا تو دوسری صدی کے لوگوں یعنی تابعین میں بھی نہیں پایا گیا اس کی کیا وجہ تھی۔ یہی تو تھی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس مردِ صادق کا منہ دیکھا تھا جس کے عاشق اللہ ہونے کی گواہی کفار قریش کے منہ سے بھی بے ساختہ نکل گئی تھی اور روز کی مناجاتوں اور پیار کے سجدوں کو دیکھ کر اور فنائی الاطاعت کی حالت اور کمالِ محبت اور دلدادگی کی منہ پر روشن نشانیاں اور اس پاک منہ پر نور الٰہی برستا مشاہدہ کر کے کہتے تھے عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ کہ محمد اپنے رب پر عاشق ہو گیا۔"
(شہادت القرآن ص۵)

۱۰۔ آپ خیر البشر ہیں

"آپ خیر البشر ہیں اور آپ خدا تعالیٰ کی روح کے ساتھ کلام فرماتے تھے اور آپ کا قول ہر قول سے بہتر تھا اور آپ کے کلمات، ذوق، وجدان، علم، عرفان اور اس نور کا احاطہ کئے ہوئے تھے جو آپ کو خدائے رحمان کی طرف سے عطا کیا گیا تھا۔"
(حمامۃ البشریٰ ص۵۹)

۱۱۔ آپ نبیوں کے سردار اور رسولوں کے فخر ہیں۔

"ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفےٰ و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزاروں برس تک نہیں مل سکتی تھی۔" (سراج منیر ص۷۲)

۱۲۔ آپ عظیم الشان مصلح ہیں

"آنجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے وقت میں دنیا میں بھیجے گئے کہ جب دنیا زبان حال سے ایک عظیم الشان مصلح کو مانگ رہی تھی اور پھر نہ مرے اور نہ مارے گئے جب تک کہ راستی کو زمین پر قائم نہ کر دیا۔"
(نور القرآن ص۲۲)

۱۳۔ آپ مجدّد اعظم ہیں

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اظہارِ سچائی کے لئے ایک مجدّد اعظم تھے جو گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دنیا میں لائے اس فخر میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی بھی نبی شریک نہیں کہ آپ نے تمام دنیا کو تاریکی میں پایا اور پھر آپ کے ظہور سے وہ تاریکی نور سے بدل گئی جس قوم میں آپ ظاہر ہوئے آپ فوت نہ ہوئے جب تک کہ اس تمام قوم نے شرک کا چولہ اتار کر توحید کا جامہ نہ پہن لیا ......

یہ کامیابی اور اس قدر کامیابی کسی نبی کو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نصیب نہیں ہوئی۔"
(لیکچر سیالکوٹ ص۴)

۱۴۔ آپ خدا تعالیٰ کے نور ہیں

"سو الٰہی کا یہ فضل و احسان ہے کہ دنیا کو تاریکی اور غفلت اور جہالت میں پاکر ایک نور بھیجا اور وہ نور جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے دنیا میں آیا اور خدا کا مقدس کلام قرآن شریف اس پر نازل ہوا اور ہم کو علمی اور عملی پاکیزگی کے لئے بھی راہیں دکھلائیں"
(آریہ دھرم ص۱)

۱۵۔ آپ تمام مقدسوں سے بڑے ہیں

"خدا تعالیٰ کے مقدس اور پاک لوگ ابتداء سے ہوتے رہے ہیں جو اس سے الہام پاکر اس کی خبر لوگوں کو دیتے رہے مگر سب سے بڑے ان میں سے وہی ہیں جن کی بڑی تاثیریں دنیا میں پیدا ہوئیں اور جن کی متابعت سے بڑے بڑے اولیاء ہر ایک زمانہ میں ہوتے رہے سو وہ جناب سید الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"
(ست بچن ص۶۶)

۱۶۔ آپ مظفر و منصور نبی ہیں

"آپ ہر میدان میں مظفر و منصور ہوئے آپ کے دشمن آپ پر کبھی قابو اور غلبہ نہ پا سکے اور آپ کے سامنے ہی ہلاک ہوئے آپ کو بھیجا ایسے وقت میں گیا جبکہ زمانہ آپ کی ضرورت کو خود ثابت کرتا تھا۔ اور اٹھائے ایسے وقت میں گئے جبکہ کامل اصلاح ہو چکی اور آپ اپنے فرض منصبی کو پوری کامیابی کے ساتھ ادا کر چکے۔"
(الحکم ۳۱۔ مارچ ۱۹۰۷ء)

۱۷۔ آپ صادقوں کے بادشاہ ہیں

"تمام صادقوں کا بادشاہ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس کو وحی پانے کے لئے تیئیس برس کی عمر ملی۔ یہ عمر قیامت تک صادقوں کا پیمانہ ہے ہزارہا لعنتیں خدا کی اور فرشتوں کی اور خدا کے نیک بندوں کی اس شخص پر ہیں جو اس پاک پیمانہ میں کسی خبیث مفتری کو شریک سمجھتا ہے۔"
(ضمیمہ اربعین حصہ سوم و چہارم ص۱)

۱۸۔ آپ تمام انبیاء کے محامد کے جامع ہیں۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وجود پاک میں تمام انبیاء علیہم السلام کے محامد کے جامع تھے جس کے سبب سے آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہلائے۔"
(الحکم ۲۴ جون ۱۹۰۳ء)

۱۹۔ آپ سب سے بڑھکر معزّز اور مکرّم ہیں

"معراج انقطاع تام تھا اور سر اس میں یہ تھا کہ تا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقطۂ نفس کو ظاہر کیا جائے آسمان پر ہر ایک روح کے لئے ایک نقطہ ہوتا ہے اس سے آگے وہ نہیں جاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقطہ نفسی عرش تھا اور رفیق اعلیٰ کے معنی بھی خدا ہی کے ہیں پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر اور کوئی معزز و مکرم نہیں ہے۔"
(الحکم ۱۷ فروری ۱۹۰۱ء)

۲۰۔ آپ زندہ نبی ہیں

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے سب سے آخر پیدا کیا ہے ویسے ہی سب کمال آپ کو دیئے ہیں کسی نبی میں کوئی صفت ایسی نہیں جو آپ میں موجود نہ ہو آپ تمام فضائل کا مجموعہ ہیں آپ کے فیوض اور برکات جاری ہیں اور آپ زندہ نبی ہیں۔"
(الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۰۳ء)

۲۱۔ آپ سچے اور کامل شفیع ہیں

"سچا شفیع اور کامل شفیع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے قوم کو بت پرستی اور ہر قسم کے فسق و فجور کی گندگیوں اور ناپاکیوں سے نکال کر اعلیٰ درجہ کی قوم بنا دیا اور پھر اس کا ثبوت یہ ہے کہ ہر زمانہ میں آپ کی پاکیزگی اور صداقت کے

نبوت کے لئے اللہ تعالیٰ نمونہ بھیجتا ہے" (الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۲ء)

۲۲- آپ رحمۃ للعالمین ہیں

"جیسا کہ خدا تمام جہانوں کا خدا ہے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لئے رسول ہیں اور تمام دنیا کے لئے رحمت ہیں اور آپ کی ہمدردی تمام دنیا سے ہے نہ کسی خاص قوم سے اور خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کو بھی وہ کامل اور عام ہمدردی کی تعلیم دی ہے کہ کسی دوسرے رسول کو ہرگز نہیں دی"

(چشمۂ معرفت ص۱۶)۔

۲۳- آپ عظیم الشان حُسن کے حامل ہیں

"سیّد الانبیاء و خیر الوریٰ مولانا و سیّدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم الشان حُسن لے کر آئے جس کی تعریف میں یہی آیت کافی ہے دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ یعنی وہ نبی جناب الٰہی کے بہت قریب چلا گیا اور پھر مخلوق کی طرف جُھکا اور اس طرح پر دونوں حقوق کو جو حق اللہ اور حق العباد ہے ادا کر دیا اور دونوں قسم کا حسن روحانی ظاہر کیا۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۶۲)

۲۴- آپ خدا نما نبی ہیں

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے .... اب ہم نہ قال کے طور پر اس بات کو خوب سمجھتے ہیں کہ مکالمہ الٰہیہ کیا چیز ہوتا ہے اور خدا کے نشان کس طرح ظاہر ہوتے ہیں اور کس طرح دعائیں قبول ہوتی ہیں اور یہ سب کچھ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے پایا اور جو کچھ قصوں کے طور پر غیر قومیں بیان کرتی ہیں وہ سب کچھ ہم نے دیکھ لیا پس ہم نے ایک ایسے نبی کا دامن پکڑا ہے جو خدا نما ہے۔"

(چشمہ معرفت ص۲۸۹)

۲۵- آپ اپنی سچائی کی آپ دلیل ہیں

"ہم کس زبان سے خدا کا شکر کریں جس نے ایسے نبی کی پیروی ہمیں نصیب کی جو سعیدوں کی ارواح کے لئے آفتاب ہے جیسے اجسام کے لئے سورج۔ وہ اندھیرے کے وقت ظاہر ہوا اور دنیا کو اپنی روشنی سے روشن کر دیا۔ وہ نہ تھکا نہ ماندہ ہوا جب تک کہ عرب کے تمام حصہ کو شرک سے پاک نہ کر دیا وہ اپنی سچائی کی آپ دلیل ہے۔ کیونکہ اس کا نور ہر ایک زمانہ میں موجود ہے اور اس کی سچی پیروی انسان کو یوں پاک کر دیتی ہے کہ جیسا ایک صاف اور شفاف دریا کا پانی میلے کپڑے کو۔ کون صدق دل سے ہمارے پاس آیا جس نے اس نور کا مشاہدہ نہ کیا اور کس نے صحت نیت سے اس دروازہ کو کھٹکھٹایا جو اس کے لئے کھولا نہ گیا۔"

(چشمہ معرفت ص۲۸۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو اس زمانہ میں نبوت محمدیہ کے نور سے اکتسابِ فیض کر کے دینِ اسلام کی تجدید کے لئے مبعوث کئے گئے اور ایمان کی شمع کو لوگوں کے قلوب میں روشن کرنے کے لئے اور آسمان سے مسیحائی کرنے کے لئے نازل کئے گئے جہاں انہوں نے نئے سرے سے بھولے بھٹکوں کو توحید کا سبق دیا اور خدائے وحدہٗ لاشریک سے بغاوت پر آمادہ انسانیت کو نورِ خداوندی سے آشنا کیا وہاں آپ نے توحید کے ساتھ حسب آیت قرآنی قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ـ اس امر کی تلقین و تعلیم بھی دی کہ جب تک اس جاہ و جلال والے عظیم المرتبت رسولؐ کے قدم بقدم چل کر اس جیسے اخلاق و کردار کا نمونہ پیش نہ کیا جائے گا تب تک خدا تک پہنچنے میں کامیابی نہیں ہو سکتی اور کوئی شخص بغیر کامل اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خالق سے تعلق پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ آپ کی کتب اور آپ کے ارشادات حضور علیہ السلام کی عظمت اور جلال اور حسن و رعنائی کے بیانات سے لبریز ہیں آپ فرماتے ہیں ؎

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
ہم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اے خیرِ رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

وائے حسرت کہ غیروں نے اس کو نہ پہچانا اور نہ اس کی پاکیزہ اور مقدس زندگی پر نظر کی اور اپنوں نے اس کو ولایت، محدثیت اور مجددیت کے مقام سے بڑھا کر مقام نبوت پر متعین کر کے اس کے عقیدہ ختم نبوت کو اشتباہ میں ڈال دیا۔ اب ذمہ داری جماعت احمدیہ لاہور کی ہے کہ وہ ایک طرف آپ کا اصل مقام اور آپ کی پاکیزہ تحریرات اور تعلیم کو دنیا کے سامنے پیش ۲۴

۲۴- کرے کہ آپ کا اصل چہرہ لوگوں کو دکھائے اور دوسری طرف غلو میں حد سے بڑھنے والوں کی اصلاح کرے۔

خدا تعالیٰ ہمیں اس امر کی توفیق دے تا ہم خدا اور رسولِ اکرمؐ کے حضور سرخرو ہو سکیں۔ آمین

نبی کامل صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور پیروی کے بغیر توحید نہیں مل سکتی

اور نہ کوئی شخص محض توحید کو مان کر آنحضرت صلعم پر ایمان لائے بغیر نجات پا سکتا ہے

از حضرت مسیح موعودؑ

وہ لوگ جو اس غلط خیال پر جمے ہوئے ہیں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لاوے یا مرتد ہو جائے اور توحید پر قائم ہو اور خدا کو واحد لاشریک جانتا ہو وہ بھی نجات پا جائیگا اور ایمان نہ لانے یا مرتد ہونے سے اس کا کچھ حرج نہ ہو گا جیسا کہ عبد الحکیم خان صاحب کا مذہب ہے ایسے لوگ درحقیقت توحید کی حقیقت سے ہی بے خبر ہیں۔ ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ یوں تو شیطان بھی خدا تعالےٰ کو واحد لاشریک سمجھتا ہے۔ مگر صرف واحد سمجھنے سے نجات نہیں ہو سکتی بلکہ نجات تو دو امر پر موقوف ہے:-

(۱) ایک یہ کہ یقین کامل کے ساتھ خدا تعالیٰ کی ہستی اور وحدانیت پر ایمان لاوے۔

(۲) دوسرے یہ کہ ایسی کامل محبت حضرت احدیت جلشانہ کی اس کے دل میں جاگزیں ہو کہ جس کے استیلا اور غلبہ کا یہ نتیجہ ہو کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت عین اس کی راحت جان ہو جس کے بغیر وہ جی ہی نہ سکے اور اس کی محبت تمام اغیار کی محبتوں کو پامال اور معدوم کر دے یہی توحید حقیقی ہے کہ بجز متابعت ہمارے سید و مولےٰ حضرت **محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم** کے حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔ کیوں حاصل نہیں ہو سکتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کی ذات غیب الغیب اور وراء الوراء اور نہایت مخفی واقع ہوئی ہے جس کو عقول انسانیہ محض اپنی طاقت سے دریافت نہیں کر سکتیں اور کوئی برہان عقلی اس کے وجود پر قطعی دلیل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ عقل کی دوڑ اور سعی صرف اس حد تک ہے کہ اس عالم کی صنعتوں پر نظر کر کے صانع کی ضرورت محسوس کرے مگر ضرورت کا محسوس کرنا اور شئے ہے اور اس درجہ عین الیقین تک پہنچنا کہ جس خدا کی ضرورت تسلیم کی گئی ہے وہ درحقیقت موجود بھی ہے یہ اور بات ہے اور چونکہ عقل کا طریق ناقص اور ناتمام اور مشتبہ ہے اس لئے ہر ایک فلسفی محض عقل کے ذریعہ سے خدا کو شناخت نہیں کر سکتا بلکہ اکثر ایسے لوگ جو محض عقل کے ذریعہ سے خدا تعالےٰ کا پتہ لگانا چاہتے ہیں آخر کار دہریہ بن جاتے ہیں اور مصنوعات زمین و آسمان پر غور کرنا کچھ بھی ان کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اور خدا تعالےٰ کے کاملوں پر ٹھٹھا اور ہنسی کرتے ہیں اور ان کی یہ حجت ہے کہ دنیا میں ہزارہا ایسی چیزیں پائی جاتی ہیں کہ جن کے وجود کا ہم کوئی فائدہ نہیں دیکھتے اور جن میں ہماری عقلی تحقیق سے کوئی ایسی صنعت ثابت نہیں ہوتی جو صانع پر دلالت کرے بلکہ محض لغو اور باطل طور پر ان چیزوں کا وجود پایا جاتا ہے۔ افسوس وہ نادان نہیں جانتے کہ عدم علم سے عدم شئے لازم نہیں آتا۔ اس قسم کے لوگ کئی لاکھ زمانہ میں پائے جاتے ہیں جو اپنے تئیں اول درجہ کے عقلمند اور فلسفی سمجھتے ہیں اور خدا تعالےٰ کے وجود سے سخت منکر ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ کوئی عقلی دلیل زبردست ان کو ملتی تو وہ خدا تعالےٰ کے وجود کا انکار نہ کرتے اور اگر وجود باری جلشانہ پر کوئی برہان یقینی عقلی ان کو ملزم کرتی تو وہ سخت بے حیائی اور ٹھٹھے اور ہنسی کے ساتھ خدا تعالےٰ کے وجود سے منکر نہ ہو جاتے۔ پس کوئی شخص فلسفیوں کی کشتی پر بیٹھ کر طوفانِ شبہات سے نجات نہیں پا سکتا بلکہ ضرور غرق ہوگا اور ہرگز شربت توحید خالص اس کو میسر نہیں آئے گا۔ اب سوچو کہ یہ خیال کس قدر باطل اور بدبودار ہے کہ بغیر وسیلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے توحید میسر آ سکتی ہے اور اس سے انسان نجات پا سکتا ہے۔ اے نادانو! جب تک خدا کی ہستی پر کامل یقین نہ ہو اس کی توحید پر کیونکر یقین ہو سکے۔ پس یقیناً سمجھو کہ توحید یقینی محض نبی کے ذریعہ سے ہی مل سکتی ہے۔ جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے دہریوں اور بدمذہبوں کو ہزارہا آسمانی نشان دکھلا کر خدا تعالےٰ کے وجود کا قائل کر دیا اور اب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور

(باقی بر ص۱۹ کالم ۲)

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا

نعت از حضرت مسیحِ موعود و مجدد صدی چہاردہم مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا ٭ نام اس ہے محمدؐ دِلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر ٭ لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے ٭ اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے
پہلے تو رہ میں ہارے پار اس نے ہیں اُتارے ٭ مَیں جاؤں اسکے وارے بس ناخدا یہی ہے
پردے جو تھے ہٹائے دِلبر کے راہ دکھائے ٭ دِل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے
وہ یارِ لامکانی وہ دِلبرِ نہانی ٭ دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہنما یہی ہے
وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مُرسلیں ہے ٭ وہ طیّب و امیں ہے اسکی ثنا یہی ہے
حق سے جو حکم آئے اس نے وہ کر دکھائے ٭ جو راز تھے بتائے نعم العطا یہی ہے
آنکھ اسکی دُور بیں ہے دِل یار سے قریں ہے ٭ ہاتھوں میں شمعِ دیں ہے عین الضیا یہی ہے
جو رازِ دیں تھے بھارے اس نے بتائے سارے ٭ دَولت کا دینے والا فرمانروا یہی ہے
اس نُور پہ فدا ہوں اس کا ہی مَیں ہوا ہوں ٭ وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
وہ دِلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ ٭ باقی ہیں سب فسانہ سچّ بے خطا یہی ہے
سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خُدایا ٭ وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

ہم تھے دِلوں کے اندھے سو سو دِلوں پہ پھندے
پھر کھولے جس نے جندرے وہ مجتبیٰ یہی ہے

غلام نبی مسلم

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبۂ خدمتِ خلق

خواجہ و مر عاجزاں را بندۂ
بادشاہ و بے کساں را چاکرے

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے دو ہی مقاصد تھے، ایک انسان کا اپنے خالق کے ساتھ رشتہ جوڑنا اور دوسرا دنیا میں عدل و مساوات قائم کر کے مظلوم و مقہور انسانوں کو اپنے جابر، ظالم اور زر پرست ہم جنسوں کے چنگل سے نجات دلانا، اسلام کی تعلیم کا خلاصہ بھی اَلطَّاعَۃُ لِلّٰہِ وَالشَّفَقَۃُ لِخَلْقِ اللّٰہِ (اللہ کی اطاعت اور خلقِ خدا کی خدمت) میں پیش کیا گیا ہے۔ اور اس طرح رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ اس کی مخلوق کی خدمت اور راحت رسانی کو قرار دیا گیا ہے۔

راہ میں اس محسنِ مطلق کے سر قرباں کر
اس کے بندوں پر جہاں تک ہو سکے احساں کر

تاریخ عالم میں اس پیغام کی نظری اور عملی تکمیل کا سہرا حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سر ہے، قرآن حکیم نے آپ کی اس تڑپ کی بایں الفاظ تصدیق کی ہے وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (آپ لوگوں کے پیٹھ کے بوجھ اور گردنوں کے طوق اُتار پھینکتے ہیں) آپ کے قلب میں برادرانِ نوعِ انسان کی ہمدردی و خیر خواہی اور تکلیف پر جلن کا نقشہ قرآن پاک نے عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (تمہاری تکلیف اسے گراں گذرتی ہے، وہ تمہاری بھلائی کا حریص ہے اور مومنوں پر نوازش اور بے اندازہ رحم کرنے والا ہے) کے الفاظ میں کھینچا ہے، آپؐ ہی نے اس حقیقت سے نقاب کشائی کی ہے کہ اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ۔ دین انسانوں کی خیر خواہی کا دوسرا نام ہے۔

اس سلسلے میں عمدہ جذبات کا اظہار تو کم و بیش تمام مشاہیر عالم کی تعلیمات میں مل جائے گا، لیکن جس ارفع و اعلیٰ مرد حق نے ان الفاظ کو عمل کا لباس پہنایا، جو دوسروں کے دکھوں پر بے چین ہوا، جس نے ہر قسم کی آسائشوں پر ہم جنسوں کے آرام کو ترجیح دی، وہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے دُرِّ یتیم اور حضرت آمنہ کے لعل **محمد** (فداہ روحی) صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات تھی۔

آپؐ کی قبل از نبوت زندگی مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ کا عکس تھی، لیکن عرب کے لادین، لاقانون اور مستبد ماحول میں غلاموں، مسافروں، کمزوروں، یتیموں، بیواؤں اور فاقہ مستوں کی آہ و پکار اس قدر مدھم اور پوشیدہ تھی کہ آپؐ کی نگاہیں اور کان اس سے نا آشنا رہتے اور آپؐ کا حساس قلب متاثر نہ ہوتا۔

چنانچہ عرب کی تاریخ میں پہلی بار آپ کے سینے میں بنی نوع انسان کے مظلوم طبقے کی ہمدردی اور خدمت کی آگ بھڑکی اور آپؐ نے جور و ستم کے خلاف آواز اُٹھانے اور اسے روکنے کے لئے قبائل قریش کے سلیم الفطرت اور نیک خصائل افراد کو اپنے مشن کی تکمیل کیلئے دعوت دی۔ گو یہ کوشش نئی۔ غیر متوقع اور اکھڑ اور لٹیرے لوگوں کی آرزوؤں اور مقاصد کے خلاف تھی، لیکن ایک جماعت نے آپؐ کی صدا پر لبیک کہی اور ایک انجمن حِلْفُ الْفُضُول کے نام سے معرضِ وجود میں آگئی۔ جس کے اراکین مندرجہ ذیل امور کا اقرار و عہد کرتے تھے :۔

۱۔ ہم ملک سے بے امنی دُور کریں گے۔
۲۔ ہم مسافروں کی حفاظت کریں گے۔
۳۔ ہم غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے۔
۴۔ ہم زبردست کو زیردست پر ظلم سے روکا کریں گے۔

تاریخ کے جو طالب علم عربوں اور بالخصوص قریش کے غرور، سرکشی، مردم آزاری اور اجارہ داری سے واقف ہیں۔ انہیں اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان کے خلاف یہ مواخید کن کن خطرات سے پُر تھے، لیکن آپؐ نے کوہ وقاری اور جوانمردی سے یہ کام سرانجام دیا۔ اور جب آپ عہد نبوت میں مدینہ تشریف میں تشریف فرما تھے اور چوبیس گھنٹے گری پسی مخلوق کی دستگیری میں مصروف تھے، اور محفل احباب میں اس انجمن کا ذکر آیا تو فرمایا :۔

”اگر یہ لوگ آج بھی مجھے بلائیں تو میں ان کا ہاتھ بٹانے میں کسی سے پیچھے نہیں رہوں گا۔“

وقت کے ساتھ ساتھ خدمت خلق کا جذبہ بڑھتا گیا اور آپؐ کی دولت حاجتمندوں کی حاجت برآری کے لئے وقف ہو گئی۔ یہاں تک کہ آپؐ منصب رسالت پر فائز ہو گئے، اس کٹھن اور زہرہ گداز کام کی ذمہ داریوں کے احساس نے آپؐ کو پریشان کیا، زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا تو انہوں نے بایں الفاظ تسلی دی :۔

”آپؐ کو ڈر کاہے کا ہے۔ آپؐ اقربا پر شفقت فرماتے، سچ بولتے بیواؤں، یتیموں، بے کسوں کی دستگیری کرتے، مہمان نوازی فرماتے اور مصیبت زدوں سے ہمدردی کرتے ہیں۔ خدا آپؐ کو کبھی غمگین نہیں فرمائے گا۔“

منصب نبوت کے بعد ایک تو آپؐ کا فریضہ منصبی بن گیا، دوسرے جو غلام، لونڈی یا ضعیف و غریب اسلام لے آتے اور کفار کے مظالم کا ہدف بن گئے۔ ان کی مالی اعانت، دیکھ بھال اور ظالموں کے پنجوں سے رستگاری کا نیا غم لگ گیا اور آپؐ کے خوشحال ساتھی بھی آپؐ کا ہاتھ بٹانے میں شریک ہو گئے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت بلالؓ اور کئی دیگر غلاموں کو خرید کر آزاد فرمایا۔ اور اس طرح غلامی کے انسداد کی طرف پہلا قدم اُٹھایا گیا۔

آپؐ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو یہاں غربت کے دردناک نظارے دیکھنے میں آئے۔ آپؐ کا فرمان تھا کہ ہر کلمہ گو مدینہ ہجرت کر آئے، اور اکثر حالات میں ہجرت کرتے وقت ان کے اموال چھین لئے گئے اور وہ خالی ہاتھ اور پریشان حال وہاں پہنچے، اور گو انصار مدینہ نے اپنے مہاجر بھائیوں کی اعانت کی عدیم النظیر مثال قائم کر دی اور انہیں اپنے مکانوں، اموال اور زمینوں میں برابر کا شریک کرنے کا شرف حاصل کیا۔ تاہم مسئلہ جوں کا توں رہا۔ اور جنگی اخراجات اور شہداء کے اہل و عیال کی دیکھ بھال کی ذمہ داری نے معاملات کو اُلجھا رکھا تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ کے انہماک، قربانی اور دلسوزی میں کوئی فرق نہ آیا۔ اور آپؐ کو ان درویشوں، مسافروں، مساکین کی ضروریات کی فراہمی بے قرار رکھتی تھی۔ چنانچہ ایک دو مواقع پر آپؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضؓ نے استمداد کی تو فرمایا ”جب تک میں بدر کے مقتولوں کے اہل و عیال اور اصحاب صفہ کی ضروریات پوری نہیں کر لوں گا کسی دوسری طرف توجہ نہیں دے سکوں گا۔“

یہی تلقین آپؐ اپنے صحابہ رضؓ کو بھی فرماتے تھے۔ ایک دفعہ طارق بن عبداللہ مدینہ میں حاضر خدمت ہوا آپؐ اس وقت منبر پر کھڑے فرما رہے تھے :۔

”لوگو! خیرات دیا کرو۔ خیرات کا دینا تمہارے لئے بہتر ہے۔ اُوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ ماں کو باپ کو، بہن کو، بھائی کو، پھر قریبی کو، اور دوسرے قریبی کو دو۔“

آپؐ نے ہمیشہ اپنی ضروریات پر غرباء کی ضروریات کو ترجیح دی۔ جس قدر مال و دولت مختلف صورتوں میں آپؐ کی خدمت میں لایا جاتا، حسب ضرورت انصار و مہاجرین میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ جب کبھی زیادہ مال پہنچ جاتا اور لینے والا نہ ملتا تو گھر تشریف نہ لیجاتے مسجد ہی میں ٹھکانا کرتے، تقسیم کے بعد ہی گھر میں تشریف لے جاتے۔

غلامی کا انسداد

انسانوں کی خرید و فروخت اور ان کے ساتھ حیوانوں کا سا سلوک اسلام کی روح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمینی کے خلاف تھا۔ آپؐ کے پاس جب کوئی غلام آتا تو آپ فوراً اسے آزاد کر دیتے، اپنے صحابہ رضؓ کو اس کی ترغیب دیتے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کئی غلاموں کو جیب خاص سے آزاد کرایا۔ قرآن کریم میں فَكُّ رَقَبَةٍ (گردنوں کا آزاد کرانا) انتہائی بلند مقصد و عمل قرار دیا گیا ہے۔

پھر بعض چھوٹے چھوٹے قصوروں کی تلافی کے لئے غلاموں کی آزادی کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے غیر ملکی مسلمان کو غلطی سے قتل کر بیٹھے یا قسم کھا کر پورا نہ کرے، یا ظہار کر بیٹھے، تو ہر صورت میں غلام آزاد کرے، آزادی بخشنے کے سلسلے میں جنت کی بشارت دی، اسے حقیقی نیکی قرار دیا، انہیں اپنے جیسا کھلانے اور پہنانے کا حکم دیا، زکوٰۃ کی ایک مد غلاموں کی آزادی قرار دی، اور پھر دنیا سے رخصت ہوتے وقت ”نماز اور غلاموں کے متعلق فرض کی ادائیگی کی تاکید فرمائی۔

مساکین کی مالی اعانت

قرآن حکیم کی متعدد آیات میں غریب رشتہ داروں، محتاجوں، مسکینوں، یتیموں، بیواؤں، مسافروں کی خبر گیری اور مدد پر زور دیا گیا ہے

تک کر اسے لوگوں کی مرضی پر نہیں چھوڑا بلکہ زکوٰۃ کی ادائیگی اور وصولی جزو دین قرار دیا ہے اس کے علاوہ مختلف حدود کی خلاف ورزی پر مساکین کو کھانا کھلانا، عیدین کے موقعہ پر فطرانہ کی ادائیگی، قربانی خیرات و صدقات کا ادا کرنا ایمان کی تکمیل کا ضروری حصّہ قرار دیا ہے، اور یہی زکوٰۃ تھی جس کی ادائیگی کے انکار پر خلیفہ رسول حضرت صدیق اکبرؓ نے مانعین کے خلاف جہاد کیا، یہی جذبہ خلفائے راشدین کے عہد زریں میں کار فرما تھا۔ اسی کے ماتحت مسلم سلاطین نے مساجد، سرائیں، کنوئیں، تالاب، مدارس بنوائے۔ اسی جذبے کے ماتحت اولیاء اللہ نے لنگر جاری کئے، جہاں اب بھی لاکھوں انسان رحمتِ عالم کی شفقت کا پرتو دیکھتے ہیں۔ مولانا حالی نے خوب کہا ہے:—

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

شفقت اور ہمدردی کا جذبہ ایثار و قربانی چاہتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سرتاپا ایثار تھی، آپؐ کی اتباع میں آپؐ کے وابستگانِ دامن بھی یؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ (تنگی کی حد تک ایثار کرتے ہیں) کے مصداق بن گئے۔ اور ہم میں سے ہر ایک کے لئے امن و راحت عالم اور رضائے الٰہی کے حصُول کی شمع روشن کر گئے۔ اس راہ پر چل کر قرونِ اُولیٰ کے مسلمان بلندیوں سے ہمکنار ہوئے۔ آج بھی ترقی یافتہ اقوام اسی پر عمل پیرا ہیں۔ اور اس کے اثرات دنیا کے ہر خطّے میں نظر آتے ہیں اور آج بھی ایثار و قربانی کے ذریعے اسی ارفع و بلند مقام کو حاصل کر سکتے ہیں، ورنہ لاینال عھدی الظّالمین (میرا عہد ظالموں سے نہیں) ایک ابدی حقیقت ہے۔ اور جب کوئی قوم مساکین پر نہیں پسیجتی تو خدائے عادل کی بطش شدید حرکت میں آتی ہے۔ وہ

یستبدل قوماً غیرکم
ثم لایکونوا امثالکم
(دوسری قوم کو لے آئے
گا جو تمہاری طرح بخیل نہیں ہوگی)

کی سنّت پر عمل کر کے دوسری قوم کو لے آتا ہے جو اس کی مرضی کے مطابق پھل دیتی ہے۔

ممتاز احمد فارُوقی صاحب

غریبوں کا نبیؐ

قرآن کریم میں آتا ہے اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض۔ اللہ آسمانوں اور زمین کا روشن کرنے والا ہے۔ اس کی ذات ہر جگہ اور ہر شئے پر حاوی ہے۔ اس کی تجلّی کو آنکھ برداشت نہیں کر سکتی وہ بے نیاز ذات ہے سب اس کے محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔ وہ حی و قیوم ہے۔ مگر جیسا کہ مشہور فرمان ہے وہی عظیم الشان خدا ایک مؤمن کے دل میں سماجاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ خدائی پیغام کو سننے اور اس پر سچے دل سے عمل کرنے والے۔ اور اس پیغام کو جان پر کھیل کر دنیا میں پھیلانے والے اکثر غریب مومنین ہی ہوتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ معراج کی رات کو جب آپؐ کو جنّت کا نظارہ دکھایا گیا تو اس میں آپؐ نے زیادہ تعداد ایسے جنّتیوں کی پائی جو کہ غریب لوگ تھے۔ مادی دُنیا میں تو وہ تنگدست مگر قانع اور شاکر رہے اور آخرت میں سب سے سبقت لے گئے اور جنّت کے حق دار ٹھہرے۔

حضرت نبی کریم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے اکثر صحابہؓ غریب لوگ تھے۔ وہ محنت اور مشقت سے اپنی روزی کماتے تھے۔ مگر خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے ہچکچاتے نہ تھے۔ خود نبی کریم صلعم کے متعلق لکھا ہے کہ خود ہی آپ اپنے کپڑوں میں پیوند لگا لیتے اور جُوتی گانٹھ لیتے تھے۔ اور بکری کا دُودھ دوہ لیتے تھے۔ بازار سے نہ صرف اپنا سودا لے آتے تھے۔ بلکہ پڑوسی بیوہ عورتوں کا سودا بھی لا دیتے تھے۔ جب آپ مدینہ منوّرہ ہجرت کر کے تشریف لے گئے اور مسجد نبویؐ بنانے کی ضرورت پیش آئی تو آنحضرت صلعم بذاتہ ٹوکری میں مٹی ڈھو کر لاتے تھے۔ دوسرے صحابیوں پر کام نہیں چھوڑ دیا تھا۔ جب غزوہ خندق میں خندق کھودنے کی ضرورت پیش آئی تو حضور خود کُدال لے کر مٹی کھودنے میں دوسروں کے شریک تھے۔ غزوات میں دیگر صحابہ کے ساتھ سفر اور محاربہ میں شریک ہوتے تھے۔ کیا صحیح فرمان ہے آپ کا مجھے غربا میں تلاش کرو۔

آپؐ کی یہی سادہ زندگی۔ اور آپؐ کی اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت اور منکسر المزاجی تھی جو کہ کئی ایک غیر مسلموں کے دل پر گہرا اثر چھوڑ گئی۔ ٹامس کارلائل مشہور سکاٹش ادیب حضرت نبی کریم صلعم کا بڑا مداح خواں تھا اور اس کا زور اس بات پر تھا کہ جو شخص ایک ملک کا حاکم اور قوم کا سردار ہونے کے باوجود ایسی سادہ زندگی بسر کرتا ہو اور اپنے ہاتھ سے محنت اور کام کرنے سے احتراز نہ کرتا ہو اور لوگ اس کے اخلاق اور کردار کے گرویدہ ہوں وہ جھوٹا نبی نہیں ہو سکتا۔

حضرت نبی کریم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کا پیغام اور دعوت اُمراء اور غرباء سب کے لئے تھی۔ چونکہ صاحب اقتدار لوگوں کی وجہ سے جماعت کو تقویّت پہنچتی ہے اس لئے آپؐ ایک دفعہ سردارانِ قریش میں سے چند آدمیوں کے ساتھ بات چیت کر رہے تھے اور تبلیغ کر رہے تھے۔ کہ ایک نابینا شخص ابن اِمّ مکتوم وہاں آ گیا اور آنحضرت صلعم سے مذہب کے متعلق سوالات کرنے لگا۔ ویسے جب دو شخص آپس بات چیت کر رہے ہوں تو تیسرے شخص کا بیچ میں دخل در معقولات کرنا آدابِ مجلس کے برخلاف ہے۔ لہٰذا گو حضرت نبی کریم صلعم نے ابنِ مکتوم کو بات کرنے سے روکا نہیں مگر حضورؐ کے ماتھے پر تیوری پڑ گئے اور چپ رہے۔ مگر اتنی سی بات کو بھی اخلاقِ نبویؐ کے منافی سمجھ کر جناب الٰہی نے تہدید کی۔ قرآن کریم میں سورہ عبس میں اس کا ذکر ہے کہ ایک غریب نابینا بھی اگر ہدایت چاہتا ہے تو اس کو خوشی سے بتلاؤ۔ خدا تعالیٰ ان غریبوں اور نابیناؤں سے بھی خدمتِ اسلام لے گا۔ عجیب قدرتِ الٰہی دیکھئے کہ اسلامی دنیا میں چودہ سو سال کے دوران میں قرآن مجید کے حفّاظ کی تعداد میں اکثر نابینا ہی ہوتے رہے ہیں۔ کیا کوئی اچنبھے کی بات ہے کہ ایک حدیث آتی ہے کہ نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ الفقرُ فخری۔ یعنی فقر یا غربت میرے لئے فخر ہے۔ مولانا حالی مرحوم نے اپنی مسدّس حالی میں کیا خوب فرمایا:— ؎

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا۔ ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی۔ غلاموں کا مولیٰ

اللّٰھم صلّ علیٰ محمّدٍ وعلیٰ آل محمّدٍ وبارک وسلّم۔ انک حمیدٌ مجید۔

درُودِ شریف

بطور وِرد پڑھنے کیلئے زیادہ موزوں وقت

صُوفی نبی بخش صاحب سابق ریلوے کلرک لاہور نے بیان کیا۔ کہ ۱۸۸۶ء کا واقعہ ہے کہ مجھے ایک سخت مشکل پیش آئی۔ مَیں نے دُعا کی تو مجھے الہاماً بتایا گیا کہ اس کے لئے نماز عشاء کے بعد تین سو بار درُود شریف پڑھنا چاہیئے جس پر عمل کرنے سے مجھے اُمیّد سے بڑھ کر کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کے بعد جلد ہی مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام سے وابستگی نصیب ہوئی اور مَیں نے حضور کی خدمت میں اس واقعہ کا ذکر کیا۔ حضور نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے مگر اس کیساتھ تین سو بار استغفار کا اضافہ کریں اور عشاء کی نماز کے بعد اسے پڑھا کریں۔ مَیں نے کچھ دن تو ایسا کیا مگر ایسا کرنے سے رات کو نیند پُوری نہ ہوتی تھی۔ اور دن کو ملازمت کی وجہ سے سونے کا وقت نہیں ملتا تھا اسلئے مَیں نے اس مُشکل کو حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے فرمایا کہ اس کا اصل وقت تو وہی ہے مگر آپ صبح کی نماز کے بعد پڑھ لیا کریں۔

بعد نماز عشا درود شریف بہت پڑھیں اگر تین سو مرتبہ درُود شریف کا وِرد مقرر رکھیں تو بہتر ہے اور بعد نماز صبح اگر ممکن ہو تو تین سو مرتبہ استغفار کا وِرد رکھیں۔

(مکتُوبات جلد پنجم نمبر ۳ صفحہ ۱۲)

حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنوں کی بڑی قدر دانی کیا کرتے تھے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لاتعداد دلربا خصوصیات میں سے ایک یہ بھی تھی کہ حضورؐ اپنوں کی بڑی قدر دانی فرماتے تھے۔ آنحضرت نے خدا تعالیٰ کی صفت شاکر سے اپنے تئیں رنگین کر رکھا تھا۔ جس طرح خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی سعی کی قدر دانی کرتا ہے اسی طرح وہ ستودہ صفات ذات جو صفت الشّاکر کی مظہر اتم تھی بندگانِ الٰہی کی سعی کی قدر دانی کرکے ان کو اپنے جذبۂ عشق و محبت میں محو کر دیتی تھی۔ حضورؐ کا اعتقاد تھا کہ وہ شخص جو بندگانِ الٰہی کی سعی یا احسان کی قدر دانی نہیں کرتا گویا وہ خدا تعالیٰ کے انعامات کی قدر دانی نہیں کرتا۔ فرمایا لا یشکر اللہ من لا یشکر النّاس حضورؐ نے خود اس پر عمل کرکے دکھایا۔ جیسا کہ حضورؐ ہر اس بات پر عمل کرکے دکھاتے تھے جو حضورؐ کی زبان مبارک سے نکلتی تھی۔ یا جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ آپ کے عمل کا ذکر شروع کیا جاتا ہے جو خود ہی اس مضمون کو واضح کرتا ہے اور ہزار دلچسپی کا موجب ہے۔

ذیل میں چند واقعات درج کئے جاتے ہیں۔ جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم نے صرف بڑے بڑے آدمیوں ہی کی قدر دانی نہیں کی بلکہ حضورؐ نے چھوٹے آدمیوں کی بھی قدر دانی کی ہے۔ صہیب، بلال، سلیمانؓ وغیرہ غیر وطنیوں میں سے تھے۔ زید اور عمار اگرچہ عرب تھے لیکن بہت کم حیثیت تھے۔ زید تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دام دیکر خریدا ہوا تھا۔ جن کو انہوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرتؐ نے ان کو آزاد کر دیا۔

زید پر حضورؐ کی کرم نوازیوں کا بڑا اثر تھا اور عشق و محبت میں یہاں تک ترقی کر گئے تھے کہ جب ان کے والد اور دوسرے رشتہ دار حضرتؐ کے حضور میں پہنچے اور درخواست کی کہ زید کو اجازت مرحمت فرمائیے کہ ہمارے ساتھ اپنے وطن میں چلا جائے۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ میں اس کو پورا اختیار دیتا ہوں کہ اگر وہ چاہے تو اپنے بزرگوں کے ساتھ وطن چلا جائے۔ اس پر زید نے کہا کہ حضرت نبی کریم صلعم جو محبت میرے ساتھ رکھتے ہیں اور جو احسانات میرے اوپر کرتے ہیں وہ ماں باپ کی محبت اور کرم سے بدرجہا بڑھ کر ہیں اس لئے میں حضورؐ کی خدمت میں رہنے کو ماں باپ کے ساتھ چلا جانے پر ترجیح دیتا ہوں۔ حضورؐ نے اس کے صلہ میں زید کے متعلق فرمایا کہ زید میرے اہلِ بیت میں سے شمار ہوگا۔ حضورؐ جو فرماتے تھے وہ صرف دل خوش کن الفاظ نہ ہوتے تھے بلکہ ہر شخص یقین کرتا تھا کہ یہ حقیقت ہوتی ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے اپنے شاہی خاندان کی لڑکی اپنی پھوپھی زاد بہن زینب کی شادی زیدؓ سے کر دی۔

پھر زید کے کمالات کی قدر دانی یہاں تک کی کہ ان کو فوج کا سپہ سالار بنا دیا اور ان کے بیٹے اسامہ کو بھی فوج کا کمانڈر مقرر فرمایا۔ فتح مکہ کے دن اسامہ کو یہ فخر حاصل ہوا کہ حضورؐ کے ساتھ ایک اونٹنی پر سوار تھے۔

بلال رضؓ کی شکل و شباہت کا نقشہ لفظ حبشی سے سامنے آجاتا ہے۔ وہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے سفید رنگ عربوں کی نظروں میں جچتا نہ تھا۔ لیکن حضرت نبی کریم صلعم نے ان کو مؤذن مقرر کرنے کے علاوہ اپنے گھر کے تمام امور کا اختیار دے رکھا تھا۔ اور بلال رضؓ کی نسبت فرمایا انی اسمع دق نعلیک بین یدی فی الجنۃ۔ کہ تو جنت میں میرے آگے آگے چلے گا۔ اور یہ امر ایسا یقینی ہے کہ گویا میں وہاں تیرے پاؤں کی آہٹ سن رہا ہوں۔

حضور صلعم تمام غریب الوطنوں اور غریب مزاج انسانوں سے بڑی محبت کرتے تھے۔ اور اسی کرم نوازی کی تائید میں ایک آیۂ شریفہ اتری ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجھہ ان غرباء کو اس آیت کے نزول نے اور بھی معزز کر دیا اور وہ فخر سے اس بات کا ذکر کرتے تھے کہ ہمارے حق میں یہ آیت اتری ہے اور فخر کے ساتھ حضور علیہ السلام کے تعلقات کا یوں ذکر کرتے تھے:۔ وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقعد معنا ویدنو منا حتی تمس رکبتنا رکبتہ وکان یقول معکم المحیا ومعکم الممات۔ یعنی حضور ہم میں مل جل کر بیٹھا کرتے تھے اور ہمارے ساتھ لگ جاتے تھے حتیٰ کہ ہمارے گھٹنے حضورؐ کے گھٹنوں کو مس کرتے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے میرا جینا اور مرنا تمہارے ہی ساتھ ہوگا۔

حضرت انس رضؓ نے دس سال حضورؐ کی خدمت کی۔ وہ کہتے ہیں حضور صلعم نے اس دس سال کے عرصہ میں مجھے کسی امر پر ملامت نہیں کی اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ تو نے فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کام کیوں نہیں کیا۔ اور میری خدمت کی وجہ سے میری والدہ کا احترام کرتے تھے۔ اور میرے چھوٹے بھائی سے محبت کرتے تھے ایک دفعہ میرا بھائی آیا تو اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس سے پوچھا ما فعل النغیر۔ تیری چڑیا النغیر کا کیا حال ہے؟ اس سے اس کا دل باغ باغ ہوگیا۔ اور خود ہمارے دلوں پر ایک کیفیت طاری ہوگئی۔

حضرت خدیجہ رضؓ کی وفات کے بعد بھی حضورؐ نے ان کو نہیں بھلایا۔ ان کی سہیلیوں کی بھی قدر کرتے تھے۔ ان کو گوشت وغیرہ بطور تحفہ بھیجتے رہتے تھے۔ اس پر حضرت عائشہ رضؓ رشک کھاتی تھی۔ اور ایک دفعہ کہنے لگیں کہ میں ابوبکر رضؓ کی لڑکی باکرہ نوجوان سیرت و صورت میں ہر طرح ترجیح کے قابل ہوں لیکن آپ ایک مری ہوئی بڑھیا کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ خدیجہؓ نے مجھے اس وقت مانا جب کہ میرا ماننے والا کوئی نہ تھا۔ اور مال سے اس وقت میری مدد کی جبکہ میرا مدد کرنے والا کوئی نہ تھا۔ یہ وفا اور قدر دانی جو ایک وفات یافتہ خاتون کے متعلق تھی۔ حضرت کے اعمال سے ظاہر ہوتی تھی زندوں کے اعتماد کو بڑھاتی اور ان کی گرویدگی کو دوچند کر دیتی تھی۔ خود حضرت عائشہ کی جو حضورؐ نے قدر دانی کی ہے وہ تمام مسلمانوں پر عیاں ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ کی ہمشیرہ اسماء بنت ابوبکر رضؓ کا بھی بڑا احترام کرتے تھے۔ امہات المؤمنین میں سے ہر ایک کی گواہی ہے کہ حضورؐ اس قسم کے شوہر تھے کہ اس سے بہتر ہو نہیں سکتا۔ اگر قریشی بیویاں خوش ہیں تو مصر کی مریم جو پہلے عیسائی تھیں وہ بھی خوش ہیں اور خیبر کی صفیہ جو پہلے یہودن تھیں وہ بھی انتہا درجہ خوش ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حلیمہ سعدیہ کے ہاں پرورش پائی تھی، آپ اس بات کو ہمیشہ یاد رکھتے تھے۔ اپنی دایہ کو اماں کر کے پکارتے تھے۔ ایک دفعہ اس کی قوم کے مرد اور عورتیں کثیر تعداد میں جنگ میں بطور قیدیوں کے مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ حلیمہ سعدیہ ان کو چھڑانے کے لئے آئیں۔ بدو عورت تھیں، حالت خراب تھی، سفر کی وجہ سے ان پر گرد پڑی ہوئی تھی لشکر کے فرودگاہ میں چلی آئیں۔ حضورؐ نے تعظیم کے لئے سفید چادر بچھائی۔ اور ان کو اکرام و محبت کے ساتھ بٹھایا۔ تمام لشکر حیران ہو کر پوچھتا تھا کہ یہ کون عورت ہے۔ حضورؐ فرماتے کہ میری اماں حلیمہ سعدیہ ہیں۔ حلیمہ نے حضرت سے یوں خطاب کیا۔ "اے محمد تو نے اپنی خالاؤں کو اور پھوپھیوں کو قید کر لیا ہے۔ یہ کیا کیا"۔ حضرتؐ نے فوراً ان قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ جو قریش کے حصہ میں آئے تھے۔ اور ظہر کی نماز کے وقت باقی تمام مسلمانوں سے سفارش کی کہ حلیمہ سعدیہ میری اماں ان قیدیوں کی رہائی کے لئے آئی ہیں۔ ہم نے قریش کا حصہ تو آزاد کر دیا ہے۔ میں سفارش کرتا ہوں کہ تم لوگ بھی اپنے حصہ کے قیدیوں کو آزاد کر دو۔ تو لوگوں نے خوشی سے باقیماندہ قیدیوں کو رہا کر دیا۔

ایک دفعہ حلیمہ سعدیہ کی لڑکی شیما آئیں اور حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں شیما ہوں۔ آپؐ میرے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ اور کھیلنے میں ایک دفعہ آپؐ نے خفا ہو کر میری پیٹھ پر دانت چلائے تھے جن کا نشان اس وقت تک موجود ہے۔ اس نے وہ نشان دکھایا تو حضورؐ نے فرمایا اقم عندنا مکرمۃ محببۃ۔ آپ میرے ہاں قیام کیجئے گا میں آپ کی اکرام اور محبت کے ساتھ تواضع کروں گا۔

حبشہ کے لوگ آنحضرت صلعم کے پاس آئے۔ حضورؐ نے خود اٹھ کر انکی خاطر تواضع شروع کر دی اور بار بار فرماتے تھے کہ ان لوگوں نے ہمارے دوستوں کے ساتھ جب وہ حبشہ میں ہجرت کر کے گئے تھے بڑی نیکی و احسان کا سلوک کیا تھا۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ اس احسان کے بدلے میں جہاں تک ہو سکے ان سے حسن سلوک کریں اور اپنے ہاتھ سے خدمت کریں۔

حضرت خالد رضؓ کی شجاعت کی بہت تعریف کرتے اور ان کا احترام کرتے۔ ان کو سیف اللہ کہکر پکارتے تھے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح کے تدبر اور امانت و دیانت کی وجہ سے بڑی تعظیم تکریم کرتے تھے ان کو امین الامۃ کہہ کے پکارتے تھے کسی نے تیر اندازی کے جوہر دکھائے تو اس کی قدر دانی ہوئی کسی نے قرآن کریم حفظ کیا تو اس کی قدر دانی ہوئی۔ کسی نے اچھے لحن سے قرآن کریم پڑھ کر سنایا تو اس پر ہی فریفتہ ہیں۔ اس کو کہتے ایں لقد اوتیت مزمارا من مزامیر آل داؤد۔ یعنی تجھے خدا نے لحن داؤدی عطا کیا ہے۔ حضرت عثمان نے

نے اچھے شعر کہے تو اُن کے متعلق فرماتے تھے کہ حسّان غیبی تائید سے شعر کہتا ہے۔

الغرض سب کی قدردانی فرماتے تھے۔ اور جو قدردانی حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خصوصیت سے کی وہ تو اُمّت پر عیاں ہے۔ ان حضرات نے بڑی بڑی قربانیاں دکھائیں۔ اس لئے ان کی بہت بڑی قدردانی کی گئی۔ حضرت ابوبکرؓ کی نسبت فرماتے تھے ان امن النّاس علیّ ابوبکرؓ حضرت ابوبکرؓ نے سب لوگوں سے زیادہ مجھ پر احسان کیا ہے۔ حق دوستی ادا کیا ہے اور اپنا مال بھی مجھ پر صرف کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے جب اسلام قبول کیا تو حضورؐ نے بڑی خوشی کی اور اس زور سے اللہ اکبر کے نعرے لگائے کہ مکہ معظمہ گونج اُٹھا اور فرمایا کہ خدا نے آسمان پر عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کی خوشی کی ہے۔ اور ان کو فاروق کا خطاب دیا۔ پھر ساری عمر حضرت عمرؓ کی ناز برداری کی۔ حضرت عمرؓ نے حضورؐ سے اختلاف رائے کا اظہار کیا۔ اور بعض دفعہ بڑی سختی سے اختلاف کیا۔ لیکن حضرت کی وفا و محبت اور اکرام میں فرق نہیں آیا۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ کے ساتھ بڑی محبت کی۔ اور حضرت علیؓ کے ساتھ بڑی محبت کی۔ جہاں حضرت ابوبکرؓ کی لڑکی کو فخر ازدواج بخشا وہاں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے گھر میں اپنے کلیجے کے ٹکڑے بھیجکر ان گھروں کو منوّر فرمایا۔ ایک دفعہ ایک جنگ میں فرمایا۔ میں ایسے شخص کے ہاتھ میں علم دینے والا ہوں جس کو اللہ اور اس کا رسول محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ سب لوگ اشتیاق سے منتظر تھے کہ کس کے حصہ میں یہ سعادت آتی ہے۔ یہ حضرت علیؓ کی قدردانی تھی۔

حضرت عباسؓ جو حضورؐ کے چچا تھے ایک جنگ میں قیدی ہو کر مدینہ میں پہنچے تو حضورؐ ان کو دیکھ کر بیقرار ہو گئے۔ رات کے وقت نیند نہ آئی اور تکرار سے فرمایا کہ میرے چچا عباس کی مشکیں نرم کر دو۔ کیونکہ مجھے اذیت ہوتی ہے۔ اس وقت عبداللہ بن ابی نے حضرت عباس کو اپنی قمیص پہنائی تو حضورؐ نے اس کو یاد رکھا۔ عبداللہ بن ابی کی وفات پر اس کی میّت کو اپنا کرتہ پہنانے کا شرف بخشا اور اپنے چچا پر جو احسان تھا اس کو اُتارا۔

حضرت حمزہؓ کی شہادت پر حضور بڑے بیچین ہوئے تھے۔ ان کے جنازہ پر ستر تکبیریں پڑھیں۔ سعد بن معاذ انصاری جو قبیلہ اوس کے سردار تھے ان کی موت کے موقعہ پر فرمایا اھتز عرش الرحمٰن لموت سعد بن معاذ۔ یعنے سعد کی موت سے عرش الٰہی بھی رنج والم سے تھرّا اُٹھا۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

وما اھتز عرش اللّٰہ من موت ھالك
سمعنا بہ الا سعد ابی عمرو

ان واقعات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے مردوں، عورتوں، تمام کی قدردانی کی۔ ان کے ساتھ محبت کی۔ ان کے ساتھ وفا کی۔ اور اس قدردانی سے چھوٹے بڑے امیر غریب سب نے حصہ لیا۔ قوم تو چھوٹے بڑوں سب سے مل کر بنتی ہے۔ اس لئے وہ ہستی جس نے ایک قوم تیار کرنی تھی اس نے ساری کی ساری قوم کو اکرام و محبت کی نگاہ سے دیکھا۔ اور ہر فرد واحد کے ساتھ وفا کی۔ حضورؐ کی قدرشناسی نے تمام کی تمام قوم کو گرویدہ بنا لیا۔ اور جو چاہا ان سے کام لیا۔ یہ سب کچھ ذاتی تعلقات کی بناء پر ظہور میں آیا اور ذاتی رحیمیت و کریمیت کا کرشمہ تھا ورنہ اگر وہ عہدے کا رعب دکھاتے اور بادشاہت کا خوف دلاتے تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لو کنت فظاً غلیظ القلب
لانفضوا من حولك

نبیٔ کامل اور توحید

(بسلسلہ صـ ۹)

کامل پیروی کرنیوالے ان نشانوں کو دہریوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ بات یہی سچ ہے کہ جب تک زندہ خدا کی زندہ طاقتیں انسان مشاہدہ نہیں کرتا شیطان اُس کے دل میں سے نہیں نکلتا اور نہ سچی توحید اس کے دل میں داخل ہوتی ہے اور نہ یقینی طور پر خدا کی ہستی کا قائل ہو سکتا ہے اور یہ پاک اور کامل توحید صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ سے ملتی ہے۔

اور وہ زبردست نشان جو نبی کے ذریعہ سے ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ وہ خدا تعالےٰ کی ہستی اور وحدانیت کو ثابت کرتے ہیں اسی طرح خدا تعالےٰ کی صفات جمالی اور جلالی کو اکمل اور اتم طور پر ثابت کر کے اس کی عظمت اور محبت دلوں میں بٹھاتے ہیں اور جب ان نشانوں سے جن کی جڑھ زبردست اور اقتداری پیشگوئیاں ہیں خدا تعالےٰ کی ہستی اور وحدانیت اور اس کے صفات جمالیہ اور جلالیہ پر یقین آ جاتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان خدا تعالےٰ کو اس کی ذات اور جمیع صفات میں وحدہ لاشریک جانتا ہے اور اس کی خوبیوں اور روحانی حسن و جمال پر نظر ڈال کر اس کی محبت میں کھویا جاتا ہے اور پھر اس کی عظمت اور جلال اور بے نیازی پر نظر ڈال کر اس سے ڈرتا رہتا ہے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سب انبیاء سے بڑھ کر سب سے افضل۔ اعلےٰ۔ اکمل ارفع۔ اجلیٰ۔ اور اصفیٰ ہیں

از حضرت مسیح موعود علیہ السلام

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اپنی پاک باطنی و انشراح صدری و عصمت و حیا و صدق و صفا و توکّل و وفا اور عشق الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر اور سب سے افضل و اعلےٰ و اکمل و ارفع و اجلیٰ و اصفیٰ تھے اس لئے خدائے جلشانہ نے ان کو عطر کمالات خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیا اور وہ سینہ اور دل جو تمام اولین و آخرین کے سینہ و دل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر و عاشق تر تھا وہ اسی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اولین و آخرین کی وحیوں سے اقوی و اکمل و اتم ہو کر صفات الٰہیہ کے دکھانے کے لئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو۔ سو یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف ایسے کمالات عالیہ رکھتا ہے جو اس کی تیز شعاعوں اور تیز کرنوں کے آگے تمام صحف سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے۔ کوئی ذہن ایسی صداقت نکال نہیں سکتا جو پہلے ہی سے اس میں درج نہ ہو۔ کوئی فکر ایسی برہان عقلی پیش نہیں کر سکتا جو پہلے ہی سے اس نے پیش نہ کی ہو۔ کوئی تقریر ایسے قوی اثر کو دل پر ڈال نہیں سکتی جیسے قوی اور پر شوکت اثر لاکھوں دلوں پر وہ ڈالتا آیا ہے۔ وہ بلاشبہ صفات کمالیہ حق تعالےٰ کا ایک نہایت مصفّٰی آئینہ ہے جس میں وہ سب کچھ ملتا ہے جو ایک سالک کو مدارج عالیہ تک پہنچنے کے لئے درکار ہے۔

(سرمہ چشم آریہ صفحہ ۲۳-۲۴ - حاشیہ)

آنحضرت صلعم پر درود شریف بھیجنے میں حکمت

ارشاد امام الزمان

اگرچہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کسی دوسرے کی دعا کی حاجت نہیں لیکن اس میں ایک نہایت عمیق بھید ہے۔ جو شخص ذاتی محبت سے کسی کے لئے رحمت اور برکت چاہتا ہے وہ بباعث علاقہ ذاتی محبت کے اس شخص کے وجود کی ایک جزو ہو جاتا ہے پس جو فیضان شخص مدعو لہ پر ہوتا ہے وہی فیضان اس پر ہو جاتا ہے اور چونکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر فیضان حضرت احدیت کے بے انتہا ہیں اس لئے درود بھیجنے والوں کو کہ جو ذاتی محبت سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لئے برکت چاہتے ہیں بے انتہا برکتوں سے بقدر اپنے جوش کے حصہ ملتا ہے۔ مگر بغیر روحانی جوش اور ذاتی محبت کے یہ فیضان بہت ہی کم ظاہر ہوتا ہے۔

(مکتوبات احمدیہ جلد اوّل صفحہ ۲۴-۲۵)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام دنیا کے لئے رسول ہونا

آپ کی [illegible]

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت بڑے انسان ہیں ان کا مقابلہ نہیں ہو سکتا ——— مہاتما گاندھی

خطبہ جمعہ۔ مؤرخہ ۷ / جون ۱۹۶۸ئہ۔ فرمودہ حضرت امیر قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ۔ بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

قل یاایھا النّاس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا ن الّذی لہ ملک السّمٰوات والارض ——— (سورۃ الاعراف رکوع ۲۰)۔

تمام انسانیت کی طرف رسول

خدا تعالےٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا! ساری دنیا اور سارے عالم انسانیت میں یہ اعلان کر دیجئے کہ میں جناب الہیٰ کی طرف سے ساری انسانیت کے لئے پیغام لایا ہوں۔ اور میں زمین و آسمان کے بادشاہ کی طرف سے پیغامبر بن کر آیا ہوں۔

اللہ تعالےٰ نے جہاں اپنی جناب سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم انسانیت کے لئے پیغامبر بنا کر بھیجا۔ وہاں یہ بھی فرمایا کہ اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ۔ کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ رسالت کا کام کس انسان کے سپرد کرنا چاہیئے۔ ساری دنیا کی قوموں اور سارے جہان کے مختلف کے رسوم و اخلاق کو درست کرنے کے لئے جب خدا نے اپنی جناب سے ایک رسول مقرر کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس منصب کی اہمیت کے پیش نظر تاڑ کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔

عربوں کی خصوصیات اور ان میں کام کرنے کی مشکلات

جس ملک میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کام کی ابتداء کرنا ہے۔ اسکی ابتدائی حالت بہت ہی مشکل ہے۔ وہ عرب قوم ہے۔ جس کو ادب قوم کہنا مناسب ہے یہ قوم اکھڑ ہے، الھڑ ہے، شوخ ہے، غیور بھی ہے، غیرت بھی بھری ہوئی ہے اسکے اندر شجاعت کا ولولہ ہے۔ سخاوت کا ولولہ ہے، اور پھر فصاحت کا ولولہ ہے ان کو اپنی بت پرستی پر ولولہ ہے، لوٹ مار پر فخر ہے، شراب نوشی اور قمار بازی پر فخر ہے یہاں بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کی ابتداء بہ بہت مشکل تھی۔

رسول کریم صلعم کی عظمت اور بلند کردار

خدا تعالےٰ کو علم تھا کہ یہ شخص کس عزم کا مالک ہے، کس استقلال کا مالک ہے کس شجاعت، سخاوت اور فصاحت اور کس بلند کردار کا مالک ہے۔ ان تمام چیزوں کے پیش نظر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کام پر مامور کیا۔ دنیوی سلطنتیں جب اپنا ایلچی کسی ملک میں بھیجتی ہیں تو اس ملک کی شان اور عظمت کو سامنے رکھ کر اسی پایہ اور اسی اہلیت و لیاقت کا ایلچی ایمبیسیڈر مقرر کرتی ہیں۔ امریکہ بہت بڑی قوم ہے، روس بہت بڑی قوم ہے۔ ان بڑی قوموں کی طرف جب ایمبیسیڈر یا ایلچی بھیجے جاتے ہیں۔ تو ان کا تجربہ۔ ان کا علم۔ ان کی لیاقت اور اہلیت یہ تمام چیزیں بھیجنے والے کے سامنے ہوتی ہیں۔ مثلاً انگلستان ہندوستان میں اپنے بہت ہی قابل وائسرائے مقرر کیا کرتا تھا۔ ان میں ایک بہت بڑے لائق وائسرائے لارڈ کرزن تھے۔ اسی طرح سے لارڈ اروِن بھی بڑا لائق وائسرائے تھا۔ جب وہ یہاں سے فارغ ہوا تو اسے انگلستان کی طرف سے امریکہ کا ایمبیسیڈر بنا کر بھیجا گیا۔ دوسرے بڑے قابل وائسرائے لارڈ ولنگڈن تھے جن کو بعد میں کینیڈا میں ایمبیسیڈر بنا کر روانہ کیا گیا۔

دنیا کی یہ حکومتیں تو اللہ تعالےٰ کی کائنات کے مقابلہ میں بہت چھوٹی چھوٹی ہیں۔ خدا تعالیٰ کی حکومت بڑی وسیع ہے، زمین و آسمانوں کا بادشاہ عالم انسانیت کی طرف جس شخص کو اپنا ایلچی اور ایمبیسیڈر مامور کر رہا ہے اس کی عظمت شان و شوکت کا اندازہ لگایئے اور اس کی شخصیت پر غور کیجئے کہ اس خالق و مالک بادشاہ دو عالم نے اس کو ساری دنیا کی قوموں کی طرف بھیجا ہے تو وہ کتنا عظیم الشان انسان ہوگا۔

رسول کریم صلعم کی شجاعت

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کا یہ حال ہے، کہ ایسی حالت میں کہ آپ کے پاس اسلحہ نہیں بالکل نہتے ہیں فرماتے ہیں لودِدت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احی ثم اقتل ثم احی ثم اقتل میرا یہ ولولہ ہے کہ میری جان خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے ختم ہو۔ میں پھر زندہ کیا جاؤں۔ پھر خدا کی راہ میں مارا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں۔ اور پھر مارا جاؤں۔ بالکل نہتے ہونے کی حالت میں نہتی قوم کے اندر جہاد کا جذبہ پیدا کرنا بہت بڑی شجاعت ہے۔ بالکل بے سروسامان قوم ہے نہ سلطنت ہے نہ فوج ہے نہ خزانہ ہے۔ ایسی حالت میں قوم کو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے تیار کیا اور خود شہادت کا جذبہ قوم کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ کس قدر اخلاص بھری آواز ہے، یہی ولولہ اپنے اندر، اپنی قوم کے اندر، اور اپنے گھر اور رشتہ داروں کے اندر پیدا کیا۔ حمزہ رضہ شہید ہو گئے۔ علی رضہ زخمی ہو گئے زبیر رضہ زخمی ہو گئے، جعفر شہید ہو گئے۔ خود زخمی ہوتے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اُحد کی لڑائی میں خود صف اول میں دشمن کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ قوم کے پاؤں اکھڑ جاتے ہیں اور دشمن کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگ کھڑی ہوتی ہے۔ مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تن تنہا کھڑے ہیں اور با آواز بلند فرما رہے ہیں انا النبی لا کذب۔ لوگو! میں نبی ہوں۔ نبی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ میں خدا کی طرف سے آیا ہوں۔ میدان کارزار میں اکیلے کھڑے ہیں تیروں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے۔ قوم دل شکستہ ہو کر بھاگ گئی ہے۔ خود زخمی ہیں۔ موت سامنے کھڑی ہے۔ لیکن شجاعت کا یہ عالم ہے کہ دشمن کے سامنے اپنی نبوت کا اعلان کرتے ہوئے نہیں جھجکتے۔

حنین کی لڑائی میں بارہ ہزار کا لشکر اسلامی بھاگ کھڑا ہوا۔ لیکن حضور نبی کریم صلعم میدان سے فرار نہیں ہوئے۔ عموماً کمانڈر فوج سے بھی پہلے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ حضور صلعم خچر پر سوار ہیں CHARGER چارجر پر سوار نہیں ہیں۔ چارجر موقعہ پڑنے پر اپنے سوار کو بھگا لے جاتا ہے۔ حضور چارجر پر سوار نہیں۔ خچر پر سوار ہیں۔ ابو سفیان جو آپؐ کے رشتہ دار تھے ایک وقت دشمن تھا اب وہ آپؐ کے ساتھ رکاب پکڑے ہوئے ہیں آپؐ کے چچا عباس رضہ بھی رکاب تھامے ہوئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے چچا آپ بلند آواز سے بھاگنے والوں کو پکاریں کہ تم نے تو میرے ہاتھ پر موت کی بیعت کی تھی۔ اب تم ڈر کر بھاگ رہے ہو۔ ان کی آواز پر قوم پھر جمع ہو گئی۔ اور بے جگری سے لڑی۔ آخر کار مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ یہ ہے آپ کی شجاعت، جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

بے مثال سخاوت

سخاوت بھی بے مثال ہے۔ دو دو سو اونٹ قوم میں تقسیم کر دیتے ہیں لیکن اپنے لئے

کچھ نہیں رکھتے۔ ایک دفعہ عراق سے لاکھ روپیہ کا مال آیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ مسجد میں ڈال دو نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں تشریف لائے مال کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ نماز سے فارغ ہو کر تمام مال کو قوم میں تقسیم کر دیتے اور خالی ہاتھ گھر کو لوٹ جاتے ہیں۔

رسولِ کریم صلعم کی فصاحت

اب رہا فصاحت کا حال، تو لبنان کے عیسائی، شام کے عیسائی مصر اور بیروت کے عیسائی اور جرمنی کے اعلیٰ درجہ کے اہلِ علم لوگ لکھتے اور اعتراف کرتے ہیں کہ قرآن اور حدیث کی زبان فصاحت و بلاغت کا نمونہ ہے۔

رسولِ کریم صلعم میں تمام خوبیاں جمع تھیں۔

عرب قوم میں ایک شجاع انسان کی بڑی قدر تھی، سخی کی عزت تھی اور فصیح البیان انسان کی قدر تھی۔ خدا تعالےٰ نے جس انسان میں یہ تمام اخلاق جمع کر دیئے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ اخلاق کے بغیر کوئی شخص کامیاب نہیں ہو سکتا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب جہاد کا وقت آتا ہے تو علیؓ۔ زبیرؓ۔ جعفرؓ کو مرنے کٹنے کے لئے آگے کرتے ہیں۔ لیکن جب تقسیم مال کا وقت آتا ہے تو ان کے حصہ میں کوئی چیز نہیں آتی۔ اس بارہ میں آپؐ کی سلیٹ صاف ہے۔ اس لئے کہ آپؐ کے دل و دماغ میں کوئی خواہش نہیں۔ ذاتی مقصد کوئی نہیں۔ دین کے لئے سب مصیبتیں جھیلتے ہیں۔ لیکن دنیوی مفاد کا وقت آتا ہے تو نہ حسنؓ و حسینؓ کے لئے جاگیر نہ فاطمہؓ اور عائشہؓ کے لئے جاگیر ہے اشارہ ہوتا تو جاگیریں ان کے قدموں میں پڑی ہوئی ہوتیں۔ قوم فرمانبردار ہے وہ کوئی حیل و حجت نہ کرتی۔ حضور صلعم دنیا جہان کے بادشاہوں کے لئے نمونہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال قائم کر دی کہ بادشاہ یہ ہوتا ہے۔

خلفائے راشدین کی بے نفسی

حضرت ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ اور علیؓ نے بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر زندگی بسر کی، انہوں نے اپنے رشتہ داروں کو اپنی خلافت سے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ اسی کو کہتے ہیں خلافت راشدہ یہ بہت مشکل منصب ہے، یہ منصب نفس کی موت چاہتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خلفاء پیدا کئے جنہوں نے اپنے نفس پر موت وارد کی۔ انہوں نے اپنا مال قوم کے فائدہ کے لئے خرچ کر دیا چہ جائیکہ قوم سے کچھ لیتے انہوں نے قوم کے مال میں سے ایک پیسہ بھی اپنے اوپر خرچ نہیں کیا انہوں نے تعیش کی زندگی نہیں گذاری۔ محض روکھی سوکھی روٹی پر زندگی بسر کی۔

حضرت عمرؓ کی سادگی اور بے نفسی اور رعایا پروری کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ ایک بدو آیا۔ اس کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ بادشاہ اور بدو ایک رکابی میں اکٹھے بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ روٹی بھی ہے، شہد بھی ہے، مکھن بھی ہے۔ وہ بدو رکابی کا روغن چاٹ رہا ہے اس پر دریافت فرمایا تمہارے علاقہ میں بارش ہوئی ہے یا نہیں۔ بدو نے جواب دیا بارش نہیں ہوئی سبزی نہیں ہوئی، جانور خشک سالی سے مر گئے ہیں۔ قحط کا عالم ہے آپ نے فرمایا کہ جب تک بارش نہ ہو اور وہاں کے لوگوں کو مکھن نہ ملے اس وقت تک میرے اوپر مکھن کھانا حرام ہے۔ یہ قوم پیدا کی ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

رسولِ کریم صلعم کا قدم پیچھے نہ ہٹا مہاتما گاندھی سے گفتگو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۳ سال مار کھائی۔ لیکن آپؐ کا قدم پیچھے ہٹنے کی بجائے آگے ہی آگے بڑھا۔ ایک دفعہ میں دوران سفر میں سابرمتی کے اسٹیشن پر اتر کر مہاتما گاندھی سے ملنے کے لئے گیا۔ انہوں نے پوچھا کہ کہاں سے آ رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں سابرمتی کے اسٹیشن سے آ رہا ہوں۔ وہ اگرچہ پہچان گئے کہ میں پنجاب سے آ رہا ہوں۔ کیونکہ اگرچہ میں نے کھدر پہنی ہوئی تھی۔ تاہم یہ پگڑی بتاتی تھی کہ پنجاب سے آیا ہوں میں نے کہا کہ میرا اخلاص پنجاب سے کھینچ کر مجھے یہاں نہیں لایا۔ دوران سفر میں جب سابرمتی کا اسٹیشن آیا تو خیال آیا کہ آپ سے ملتا جاؤں اور آپ کو دو چار گالیاں بھی دے دوں۔ وہ ہنس پڑے اور کہا فرمایئے میں سننے کے لئے تیار ہوں۔ میں نے کہا کہ آپ کا قدم آگے بڑھنے کی بجائے آپ اب پھُس کر کے بیٹھ گئے ہیں، حالانکہ آپ کو تکلیف نہیں اٹھانی پڑتی، حکومت سے ڈر ہے کہ وہ جیل بھیج دے گی۔ لیکن اس کو تو وہاں بھی ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں آپ مر نہ جائیں، اس لئے وہ آپ کے آرام کے لئے ہر قسم کا سامان مہیا کرتی ہے وہاں آپ کے لئے ڈاکٹر ہیں، اخبار ہیں، کھانے پینے کی بہترین چیزیں ہیں۔ اس کے برعکس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دیکھئے کہ ان کے چاروں طرف بھیڑیئے بیٹھے اور شیر ہیں وہ خون کے پیاسے ہیں اور آپؐ کو کھا لینا چاہتے ہیں۔ اس حالت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم نہیں ڈگمگاتا نہیں نہ پیچھے ہٹتا ہے اور نہ رکتا ہے بلکہ آگے ہی آگے بڑھتا ہے۔ مہاتما گاندھی کہنے لگے کہ میرا اور ان کا کیا مقابلہ۔ وہ بہت بڑے انسان ہیں، ان کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔

مکّی زندگی میں سخت ترین اذیتیں اور صبر و استقلال

مکّہ کی زندگی میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۳ سال تک اذیتیں اٹھائیں آپؐ کے ماننے والوں میں سے کسی عورت کی آنکھ پھوڑ ڈالی گئی۔ کسی کو گرم ریت پر لٹا کر چھاتی پر پتھر رکھ دیا جاتا کسی کو چٹائی میں لپیٹ کر نیچے سے دھواں دیا جاتا۔ لوگ خیال کرتے تھے کہ ساتھیوں کے ان مصائب کو دیکھ کر آپؐ دل چھوڑ دیں گے۔ لیکن نہ آپؐ نے دل چھوڑا نہ ساتھی ایسی سخت ایذاؤں کے باوجود آپؐ سے الگ ہوئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب آپؐ کا سہارا تھے۔ اور ہر مشکل میں آپؐ کا بازو بن جاتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک میں زندہ ہوں تمہیں کوئی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔ ان کی وفات ہو گئی تو یہ بہت بڑا سہارا جاتا رہا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت بڑا صدمہ ہوا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد حضرت خدیجہؓ بھی وفات پا گئیں۔ اگر آپؐ کے چچا ابوطالب آپؐ کے بازو تھے تو یہ بیوی بھی آپؐ کا ستون تھیں وہ بڑی مستقل مزاج ہیں۔ ایماندار ہے اور دلیر ہیں۔ باہر ابوطالب تسلی دیتے ہیں تو اندر شریک حیات ڈھارس بندھاتی ہیں۔ اندازہ لگایئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر و ہمت اور استقلال کا۔ یہ دونوں سہارے ٹوٹ جاتے ہیں اور آپؐ کا قدم لغزش نہیں کھاتا۔ وطن چھوڑ کر طائف گئے۔ تو پتھروں کی بارش سے قوم نے استقبال کیا۔ آپؐ نڈھال ہو کر بیٹھ جاتے ہیں تو لوگ پھر اٹھا کر چلنے پر مجبور کرتے ہیں۔ چلتے تو پتھر مارتے تھے۔ چلتے چلتے تھک ہار کر ایک باغ میں جا کر سانس لیا۔ وہاں ایک درخت کی شاخ پکڑ کر اللہ تعالےٰ کے حضور سر جھکا کر فریاد کرتے ہیں، اے خدا اگر تو راضی ہو جائے تو میری یہ تکلیف کوئی تکلیف نہیں مجھے تیری رضا درکار ہے۔ کتنا بڑا اور کس صبر و حوصلہ کا انسان ہے۔ اسی حالت میں فرشتہ اترتا ہے اور حضور سے کہتا ہے اگر آپؐ چاہیں تو میں اس پہاڑ کو اٹھا کر ان لوگوں پر دے ماروں۔ فرمایا نہیں ایسا نہ کیا جائے۔ یہ میری امید بھری کھیتیاں ہیں۔ میں اپنی کھیتی کو برباد ہوتے نہیں دیکھ سکتا یہ کس قدر رحیم و کریم انسان ہے۔ قوم پتھر مار رہی ہے، لہو لہان کر چکی ہے اور آپؐ نہیں چاہتے کہ ان پر کوئی آنچ آئے۔

آخری وصیّت۔ عبادت اور ضعفاء کی اعانت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت آیا تو فرمایا الصّلوٰۃ وما ملکت ایمانکم۔ اللہ اکبر نہ چچا یاد ہے، نہ بیٹی یاد ہے، نہ بھائی یاد ہے، نہ داماد یاد ہے۔ کوئی یاد نہیں، صرف خدا اور اس کی مخلوق یاد ہے الصّلوٰۃ وما ملکت ایمانکم۔ خدا کی عبادت کرو اور اس کی کمزور مخلوق کی خدمت کرو۔

صدق مقال و اکل حلال

پھر ساری دنیا کے لئے ایک ہی بات کی تلقین کی کہ صدق مقال و اکل حلال اختیار کرو تو تم خدا کے پیارے بن جاؤ گے یہ وہ تعلیم ہے جس سے دنیا کا فساد ختم ہو جاتا ہے۔ اگر صدق مقال اور اکل حلال ہو تو کیا کوئی دوکاندار ملاوٹ کر سکتا ہے، کوئی کارخانہ دار غلط کاری کر سکتا ہے کوئی تاجر بلیک کر سکتا ہے۔ دفتر کا کوئی افسر رشوت لے سکتا ہے۔ کوئی ڈاکٹر غلط نسخے دے سکتا ہے تاکہ بیماری زیادہ ہو۔ کوئی وکیل ناجائز طور پر روپیہ کما سکتا ہے، کوئی جج غلط فیصلے دے سکتا ہے؟ کوئی کمانڈر قوم ملک سے بددیانتی کر سکتا ہے؟ غرضیکہ حضور نبی کریم صلعم نے ساری دنیا کو طہارت و بلند کرداری کا ایسا عظیم الشان نسخہ عطا فرمایا جس پر عمل کر کے ہر قسم کی برائی ختم ہو سکتی ہے، اور دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے۔ اکل حلال اور صدق مقال انسان کو معزز کرتا اور خدا کا مقرب بناتا ہے۔

اخبارِ احمدیہ

(بسلسلہ صفحہ [illegible])

تعالےٰ کا خاص فضل اور اس کی رحمت سمجھتے ہیں۔ کہ وہ کمال مہربانی سے ہمیں ہر میدان میں فتح عطا فرماتا ہے۔

فالحمد للہ علےٰ ذالک

برکت علی [illegible] سیکرٹری
مسلم ہائی سکول [illegible] لاہور

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلیٰ درجہ کا ثباتِ قدم و کامل صداقت شعاری

ولولاان ثبتنٰک لقد کدت ترکن الیھم شیئًا قلیلاً ——— (بنی اسرائیل) ———

ترجمہ:- گر ہماری طرف سے تمہیں ثبات قدم عطا نہ کیا گیا ہوتا تو تو کفار کی جانب ضرور جھک جاتا۔

تخویف یا تحریص دو ایسے حربے ہیں جنہیں اصولِ حقہ سے منحرف کرنے کے لئے ہمیشہ سے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں کفار مکہ نے یہ دونوں ہتھیار بہ تمام و کمال استعمال کئے مکی زندگی کے تیرہ برس متواتر و مسلسل آنحضرت صلعم اور آپؐ کے متبعین کے لئے تخویف کے تھے، کسی قسم کی اذیت یا مصیبت نہ تھی جو کفار نے مومنوں پر وارد نہ کی ہو لیکن بڑی سے بڑی اور عظیم سے عظیم تر مصیبت حتیٰ کہ جان عزیز کی قربانی بھی آنحضور صلعم اور صحابہ کرام کے پائے ثبات کو ذرہ بھر متزلزل نہ کر سکی۔ حتیٰ کہ جب کفار نے ابو طالب سے آنحضور صلعم کی حمایت سے دست برداری کا مطالبہ کیا اور انھوں نے آپ صلعم کو بلا کر دریافت کیا تو اس موقعہ پر بھی آنحضور صلعم نے اپنے پیارے چچا کی تائید سے دستکش ہوتے کے عزم کا اظہار کیا مگر اصولِ حقہ سے انحراف کا کوئی خیال قطعًا نہیں آیا لیکن اس سے بھی ایک اور بڑا اور کڑا امتحان آپ کے لئے مقدر تھا۔ جب تمام حربے ایذا دہی کے ناکام ہوئے تو کفار کے ایک وفد نے آنحضورؐ کے رُوبرو مفاہمت کی ایک تجویز پیش کی جس کی شرائط یہ تھیں کہ اگر آنحضور صلعم بتوں کی مذمت نہ کریں تو کفار آپ کا ہر مطالبہ اقتدار، حکومت اور دولت پورا کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن ایسے نازک و کڑے امتحان کے وقت بھی آنحضور صلعم نے یہی جواب دیا کہ اگر سورج کو میرے داہنے اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ رکھ دو تب بھی میں اس مشن توحیدِ الٰہی کی تبلیغ سے باز نہ آؤں گا۔

حضرت عیسیٰؑ کی بابت بھی لکھا ہے کہ آپکو مکاشفہ میں شیطان نے سجدہ کرنے کو کہا اور اس کے عوض زمین کے خزائن دینے کا وعدہ کیا مگر آپ نے شیطان کو دھتکار دیا حضرت عیسےٰ کا تو صرف مکاشفہ ہی تھا مگر آنحضور صلعم کی زندگی میں یہ ٹھوس واقعہ پیش آیا اور آپ نے شیطان کی دولت و حکومت کی پیشکش کو فی الواقع ٹھکرا دیا۔ اسی واقعہ کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں کیا ہے کہ یہ ایسا عظیم امتحان کا موقعہ تھا کہ اگر تائید ایزدی شاملِ حال نہ ہوتی تو انسانی وسوسہ اندازی کے باعث کفار کی پیشکش کا شکار ہو جانا کوئی بڑی بات نہ تھی۔

ترغیب و تحریص کا کمال

ظاہر ہے کہ اگر کفار کا مطالبہ آنحضور صلعم سے یہ ہوتا کہ آپ صلعم اپنے کسی اُصول کو ترک کر کے کفار کے عقیدہ کو قبول کر لیں تو یہ قابلِ قبول بات نہ تھی لیکن کفار کا مطالبہ صرف اسی قدر تھا کہ بُتوں کی مذمت نہ کی جائے۔

دنیاوی حکمت و دانشمندی کا مرکز تقاضا یہ تھا کہ آپ صلعم حکومت و اقتدار کو حاصل کر لیتے اور پھر اس کے ذریعہ توحید کی تبلیغ میں کامیاب ہو جاتے۔ مگر آنحضور صلعم نے ایسی مفاہمت کو قبول کرنے سے صاف صاف انکار کر دیا آخر یہ کیوں؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ آسمانی مصلحین حق پرستی، راست روی، صاف گوئی، اور یک رنگی دنیا میں قائم کرنے آتے ہیں۔ سارے دین و ایمان کی روحِ رواں یہی ایک بنیادی بات ہے کہ انسان کا ظاہر و باطن ایک ہو، مداہنت منافقت کا کوئی شائبہ اس کی کسی کار روائی میں نہ ہو، پھر اگر خود مصلح زبانی مفاہمت کے طریقوں پر چلنے لگ جائے تو اس کے ایسے نمونے و عمل سے اس کے متبعین میں حق پرستی کا کیونکر گھر کرنا ممکن ہے؟ جب حق گوئی کی بجائے مصالحانہ منافقت یا مفاہمانہ مداہنت راہ پا جائیں تو حق گوئی اور راست روی کی صفات مفقود ہو جاتی ہیں۔ اور جب ایمان کی یہ بنیادی صفات باقی نہ رہیں تو دین و ایمان کی اصل روح جاتی رہتی ہے اور مذہب کی غرض و غایت ختم ہو جاتی ہے۔ اس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں نکلتا کہ انسان اپنے مفاد یا راہِ حق میں مصائب سے احتراز کے لئے ہر موقعہ پر مداہنت اختیار کرنے لگ جاتا ہے پھر مداہنت سے بزدلی پیدا ہوتی ہے، شجاعت دلیری، مردانگی کی صفاتِ عالیہ ناپید ہونے لگتی ہیں۔ اسی لئے کسی دینی یا نیک مقصد کے حصول کے لئے بھی اسلام میں مداہنت کے رویہ کا کوئی جواز نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا عظیم اثر

آنحضرت صلعم کی زندگی میں جملہ اخلاقِ عالیہ کا کمال نظر آتا ہے۔ مگر اس سے بڑھ کر آپ صلعم کی زندگی کا کمال یہ ہے کہ آپؐ کے انفاسِ طیبہ کے باعث آپ کے صحابہ بھی اخلاق کا کمال حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اگر غور کیا جائے تو اس کی وجہ بھی یہی معلوم ہو گی کہ آنحضرت نے نہ صرف خُلق کے ہر پہلو میں عظیم مرتبہ حاصل کیا بلکہ یہ کہ اسکا کامل نقطہ تک نشوونما کر دکھلایا۔

آنحضرت صلعم کے وجود پر ختم نبوت کی وجہ

خُلق کے پہلو میں کامل درجہ حاصل کر لینے کے وجہ سے ہی آنحضور صلعم کی ذات پر ختم نبوت ہوئی کیونکہ جب اخلاقِ عالیہ کے جملہ پہلوؤں میں ایک شخص نے ایسے اعلےٰ نمونے قائم کر دکھلائے کہ جس پر زیادت ممکن نہیں تو پھر اس کے بعد کسی دیگر نمونہ کی ضرورت باقی نہ رہی۔ جس طرح تعلیم میں کمال کا نتیجہ یہ ہے کہ اب کسی نئی تعلیم کی ضرورت نہیں رہی بعینہٖ ایک شخص کے وجود میں جمیع اخلاقِ عالیہ کے کمال کے حصول کے باعث کسی اور ایسی شخصیت کی حاجت باقی نہ رہی۔ بحیثیت تعلیم ہو۔ تعلیم اسلام کے کامل ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ اب کوئی نئی تعلیم نازل نہیں ہو سکتی اور اخلاقِ عالیہ کے آنحضور صلعم کے وجود میں کامل جلوہ گری کا نتیجہ بھی یہ ہے کہ اب کوئی شخص بجز خود آپؐ کی ذات مبارکہ یا آپؐ کے کسی غلام و خادم کے قابلِ اتباع نہ ہو۔ کمالِ خلق و کمال تعلیم کا ناگزیر نتیجہ ختم نبوت ہوا نیز ختم نبوت میں حکمت یہ مضمر تھی کہ جمیع نسل انسانی کے متحد ہونے کے لئے ایک عالی شخصیت کا وجود مرکزی کام دے۔ جب تک ایک ایسے شخص کا وجود اتحاد و اتفاق کا موجب نہ بنے تب تک ایک عالمگیر نظریہ بنی نوع انسان قائم نہیں ہو سکتا۔ پس ملکی و قومی تفریقات کو مٹانے کے لئے ایک وجود باعثِ اتحاد کا ضروری ٹھہرا اور جس شخص میں جملہ اخلاق عالیہ پوری طرح جلوہ گر ہوئے ہوں اس سے بڑھ کر اور کون اس کا مستحق ہو سکتا ہے کہ اس کی ذات اقدس، عالمگیر اتحاد کا نکتہ و مرکز ہو۔

اس سے عیاں ہے کہ آنحضرت صلعم بعد کسی نبی کے آنے کی ضرورت باقی نہیں رہی آنحضور صلعم کے بعد کسی ایسے مؤمن بہٖ کے آنے کو تسلیم کر لینے کا مطلب یہ ہو گا کہ دین و اتحاد بنی نوع کے مقاصد جو آنحضور صلعم ذاتِ اقدس میں پورے ہو چکے تھے ان میں رخنہ پڑ گیا۔

ارتقاءِ تعلیم و اخلاق اور ختم نبوت

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ تعلیم اخلاق کے ارتقاء کا تقاضا یہ ہے کہ نبوت ختم نہ ہو۔ ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ تعلیم اخلاق انسانیہ کو مادی علوم پر قیاس کرنا غلط بات ہے تعلیم اخلاق کا خلاصہ یہ ہے کہ منتہا [illegible] اور اخلاقی قوتوں کا متوازن نشوونما ہو پس جب اخلاقی صلاحیتوں کے ارتقاء کا مطلب توازن اعتدال سے انکا نشوونما ٹھیرا تو اس سے ثابت ہو گیا کہ اخلاق عالیہ کے کمالِ ارتقاء کا تقاضا ایک نقطہ اعتدال و توازن پر قائم ہونا ہے۔ جب کسی شخص کی زندگی میں جمیع اخلاقِ حسنہ کا عین اعتدال و توازن پر اظہار ہو گیا تو اس سے آگے کوئی ترقی کا درجہ باقی نہ رہ گیا۔ اخلاق کمال توازن کا نام ہے ایسے توازن پر پہنچ جانے کے بعد اخلاق میں آگے اور کوئی مقام موجود نہیں۔ لہٰذا جمیع اخلاقِ حسنہ میں کمال کے حصول کے بعد ارتقاء ختم ہو گیا پس ختم نبوت سے باعث اخلاق عالیہ کے ارتقاء میں کوئی نقص واقع نہیں ہوا۔

راست روی اور یک باطنی کا عظیم نمونہ

دین کی بنیادی صفت راست گوئی یا ظاہر و باطن کی یک رنگی کی صفت کو اپنے کمال پر پہنچا کر دکھلا دیا۔ ادنیٰ مفاہمت اور مداہنت کے شائبہ تک کو قطعًا کوئی جگہ نہ دی جسے دُنیا کی اصطلاح میں حکمت و دانشمندی اور مصلحت کہا جاتا ہے۔ آپؐ کی مطہر زندگی کے اعلیٰ نمونہ میں اس کی کوئی گنجائش موجود نہ تھی۔ آپؐ کی مطہر مقدس زندگی میں ایسی یکرنگی اور صفائی باطن کی اور مثالیں بھی موجود ہیں۔ مثلاً جب تک آپ صلعم مکہ میں مقیم رہے، بیت المقدس کی طرف قبلہ رخ ہو کر

کفارِ مکہ کے لئے ناگوار تھا اور اہلِ کتاب کے لئے خوشی کا موجب۔ لیکن جب مدینہ میں آپ صلعم تشریف لے گئے جہاں مشرکینِ عرب کی بجائے زیادہ تر اہلِ کتاب تھے تو وہاں بیت المقدس کی بجائے حرمِ مکہ کو قبلہ بنالیا۔ گویا پہلے مشرکینِ عرب میں رہ کر انہیں خفا کر لیا اور پھر اہلِ کتاب میں جاکر انکی ناراضگی مول لے لی۔

اس طرح حکمت کے دنیاوی تقاضوں اور مصلحت و مفاہمت کے ادنیٰ طریقوں سے کنارہ کشی کر کے صاف باطنی، یک رنگی اور راست روی کے ایسے اعلیٰ و عظیم نمونے قائم کر دکھلائے کہ صحابہ کرامؓ کی پیروی میں مداہنت و بزدلانہ رویہ دکھلانے کا کوئی جواز باقی نہ رہ گیا۔ اسی لئے آج تک مسلمان قوم میں دیگر تمام اقوام کی نسبت سے راست روی، حق گوئی۔ شجاعانہ یک باطنی نمایاں خصوصیات ہیں۔

دجّالی تہذیب کا نقطۂ عروج

دجّالی تہذیب کے فروغ سے دین کی بنیادوں کو جو اصل نقصان پہنچا ہے وہ آج کی تہذیب کا رویہ ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر زبان پر کچھ اور ہو اور باطن میں ان کے مخالف اور تمنائیں پرورش پا رہی ہوں جس قدر کوئی شخص ظاہر و باطن کے اس فرق میں زیادہ کمال حاصل کرتا ہے اسی قدر وہ آج کی دنیا میں زیادہ دانشمند و زیرک کہلاتا ہے اس کے برخلاف جو شخص صاف گو، یک رنگ اور ظاہر باطن میں یکساں ہو، اسی قدر دنیا کی نگاہ میں ناسمجھ یا نااہل قرار دیا جا رہا ہے۔ گویا دجّالی تہذیب کا کمال اس میں مضمر ہے کہ زیادہ سے زیادہ جھوٹ، مکر و فریب اور دھوکہ بازی میں کمال حاصل کیا جائے اور وہی شخص زیادہ قابل و لائق سمجھا جائے جو باریک سے باریک راہوں سے اپنے ہمعصروں و حریفوں کو اپنی عیاری و مکاری کے باعث دھوکا و فریب میں مبتلا رکھنے میں کامیاب ہو تاکہ اس طرح نامعلوم طور پر وہ زیادہ سے زیادہ مفاد حاصل کر سکنے کے قابل ہو۔

آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ کے اس پہلو کو قولی و فعلی طور پر پیش کرنے کی ضرورت جس قدر آج ہے پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ جس قدر بے انصافی، ظلم، زیادتی، روا رکھی جا رہی ہے اس کے لئے ایسی ایسی باریک اور مخفی راہیں تجویز کی جاتی ہیں اور ایسے ایسے سبز باغ دکھلائے جاتے ہیں کہ ان پر اطلاع پانا بھی بڑی بیدار مغزی کو چاہتا ہے۔ غرضیکہ فساد و بے امنی اور اضطراب و بے چینی کی اصل وجہ دروغ گوئی اور دھوکہ بازی کا شیوہ ہیں۔ اگر حق گوئی و راست روی اختیار کر لی جائے تو یقین محکم ہے کہ بہت سے مظالم جو عیاری و مکاری کی آڑ میں پرورش پاتے ہیں ختم ہو جائیں گے۔ اسی کے مطابق حدیث شریف میں ایک واقعہ درج ہے کہ ایک شخص آیا اور اپنے متعدد گناہوں کا اقرار کر کے یہ عرض کی کہ آنحضور صلعم کے نزدیک کونسا گناہ پہلے چھوڑنا ضروری ہے۔ آنجناب صلعم نے ارشاد فرمایا کہ جھوٹ بولنا ترک کر دو۔ اس شخص نے اس کا اقرار کر لیا۔ پھر جب وہ کوئی گناہ کرنے کی طرف مائل ہوتا تو اسے یہ فکر لاحق ہوتی کہ آنحضرت صلعم جب دریافت فرمائیں گے اور وہ بموجب اقرار راست روی کے باعث گناہ کو تسلیم کریگا تو بڑی خفت کا موجب ہوگا۔ پس وہ اس سے بچنے کی یہی راہ دیکھتا کہ گناہ ہی ترک کر دے۔ اس طرح وہ شخص صرف ایک گناہ کے ترک کر دینے کے باعث یعنے صدق مقال اختیار کرنے کی وجہ سے تمام گناہوں سے تائب ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ پس اگر آج یکرنگی و راست روی ہمارا شیوہ بن جائیں تو بہت سے مظالم و زیادتیوں کا خاتمہ ہو جانا یقینی ہے۔ علمائے کرام اور لیڈر حضرات کو اس طرف توجہ دینا بہت ضروری ہے کیونکہ بیشتر اصحاب کا نمونہ ہی عوام اختیار کرتے ہیں آنحضرت صلعم کے اخلاقِ عالیہ کے ان پہلوؤں کے کمال پر حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں بہت وضاحت سے روشنی ڈالی ہے جو قارئین کرام کی ضیافتِ طبع کے لئے نقل کی جاتی ہے۔

خیال کرنا چاہیئے کہ کس استقلال سے آنحضرت صلعم اپنے دعوے نبوت پر باوجود پیدا ہو جانے ہزاروں خطرات اور کھڑے ہو جانے لاکھوں معاندوں اور مزاحموں اور ڈرانے والوں کے اوّل سے اخیر دم تک ثابت اور قائم رہے۔ برسوں تک وہ مصیبتیں دیکھیں اور وہ دکھ اٹھانے پڑے جو کامیابی سے بکلی مایوس کرتے تھے اور روز بروز بڑھتے جاتے تھے کہ جن پر صبر کرنے سے کسی دنیوی مقصد کا حاصل ہو جانا وہم میں بھی نہیں گزرتا تھا بلکہ نبوت کا دعوے کرنے سے از دست اپنی پہلی جمعیت کو بھی کھو بیٹھے اور ایک بات کہکر لاکھ تفرقہ خرید لیا اور ہزاروں بلاؤں کو اپنے سر پر بلا لیا وطن سے نکالے گئے۔ قتل کے لئے تعاقب کئے گئے۔ گھر اور اسباب تباہ و برباد ہو گیا۔ بارہا زہر دی گئی اور جو خیر خواہ تھے بدخواہ بن گئے اور جو دوست تھے دشمنی کرنے لگے اور زمانہ دراز تک وہ تلخیاں اٹھانی پڑیں کہ جن پر ثابت قدمی سے ٹھہرے رہنا کسی فریبی اور مکار کا کام نہیں اور پھر مدت مدید کے بعد غلبہ اسلام کا ہوا تو ان دولت اور اقبال کے دنوں میں کوئی خزانہ اکٹھا نہ کیا۔ کوئی عمارت نہ بنائی، کوئی بارگاہ تیار نہ ہوئی کوئی سامان شاہانہ عیش و عشرت کا تجویز نہ کیا گیا کوئی اور ذاتی نفع نہ اٹھایا۔ بلکہ جو کچھ آیا وہ سب یتیموں، مسکینوں اور بیوہ عورتوں اور مقروضوں کی خبرگیری میں خرچ ہوتا رہا اور کبھی ایک وقت بھی سیر ہو کر نہ کھایا۔

" اور پھر صاف گوئی اس قدر کہ توحید کا وعظ کر کے سب قوموں اور سارے فرقوں اور تمام جہان کے لوگوں کو جو شرک میں ڈوبے ہوئے تھے مخالف بنا لیا جو اپنے اور خویش تھے ان کو بت پرستی سے منع کر کے سب سے پہلے دشمن بنایا۔ یہودیوں سے بھی بات بگاڑ لی کیونکہ ان کو طرح طرح کی مخلوق پرستی اور پیر پرستی اور بداعمالیوں سے روکا۔ حضرت مسیح کی تکذیب اور توہین سے منع کیا جس سے ان کا نہایت دل جل گیا اور سخت عداوت پر آمادہ ہو گئے اور ہر دم قتل کر دینے کی گھات میں رہنے لگے اسی طرح عیسائیوں کو بھی خفا کر دیا گیا۔ کیونکہ جیسا کہ ان کا اعتقاد تھا۔ حضرت عیسٰے کو نہ خدا نہ خدا کا بیٹا قرار دیا اور نہ ان کو پھانسی مل کر دوسروں کو بچانے والا تسلیم کیا۔ آتش پرست اور ستارہ پرست بھی ناراض ہو گئے کیونکہ ان کو بھی ان کے دیوتاؤں کی پرستش سے ممانعت کی گئی تھی اور مدار نجات کا صرف توحید ٹھہرائی گئی اب جائے انصاف ہے کہ کیا دنیا حاصل کرنے کی یہی تدبیر تھی کہ ہر ایک فرقہ کو ایسی ایسی صاف اور دل آزار باتیں سنائی گئیں کہ جس سے سب نے مخالفت پر کمر باندھ لی اور سب کے دل ٹوٹ گئے اور قبل اس کے کہ اپنی کچھ ذرہ بھی جمعیت بنی ہوتی یا کسی کا حملہ روکنے کے لئے کچھ طاقت بہم پہنچ جاتی سب کی طبیعت کو ایسا اشتعال دے دیا۔ کہ جس سے وہ خون کرنے کے پیاسے ہو گئے زمانہ سازی کی تدبیر تو یہ تھی کہ جیسا بعضوں کو جھوٹا کہا تھا ویسا ہی بعضوں کو سچا بھی کہا جاتا۔ تاکہ اگر بعض مخالف ہوتے تو بعض موافق بھی رہتے بلکہ اگر عربوں کو کہا جاتا کہ تمہارے لات و عزیٰ سچے ہیں تو وہ اسی دم قدموں پر گر پڑتے اور جو چاہتے اُن سے کراتے کیونکہ وہ سب خویش و اقارب اور حمیتِ قومی میں بے مثل تھے اور ساری بات مانی منائی تھی صرف تعلیم بت پرستی سے خوش ہو جاتے اور بدل و جان اطاعت اختیار کرتے لیکن سوچنا چاہیئے کہ آنحضرت کا یکلخت ہر ایک خویش و بیگانہ سے بگاڑ لینا اور صرف توحید کو جو ان دنوں میں اس سے زیادہ دنیا کے لئے کوئی نفرتی چیز نہ تھی اور جس کے باعث سے صدہا مشکلیں پڑتی جاتی تھیں بلکہ جان سے مارے جانا نظر آتا تھا۔ مضبوط پکڑ لینا یہ کس مصلحت دنیوی کا تقاضا تھا اور جب کہ پہلے اسی کے باعث سے اپنی تمام دنیا اور جمعیت برباد کر چکے تھے۔ تو پھر اسی بلا انگیز اعتقاد پر اصرار کرنے سے جس کو ظاہر کرتے ہی تو مسلمانوں کو قید اور زنجیر اور سخت سخت ماریں نصیب ہوئیں کس مقصد کا حاصل کرنا مراد تھا دنیا کمانے کے لئے یہی ڈھنگ تھا کہ ہر ایک کو کلمہ تلخ جو اُس کی طبع اور عادات اور مرضی اور اعتقاد کے برخلاف تھا سنا کر سب کو ایک دم کے دم میں جانی دشمن بنا لیا اور کسی ایک آدھ قوم سے بھی پیوند نہ رکھا جو لوگ طامع اور مکار ہوتے ہیں کیا وہ ایسی ہی تدبیریں کیا کرتے ہیں کہ جس سے دوست بھی دشمن ہو جائیں جو لوگ کسی مکر سے دنیا کو چاہتے ہیں کیا ان کا یہی اصول ہوا کرتا ہے کہ بیکبارگی ساری دنیا کو عداوت کرنے کا جوش دلاویں

اور اپنی جان کو ہر وقت کی فکر میں ڈال لیں؟ وہ تو اپنا مطلب سادھنے کے لئے سب سے صلح کاری اختیار کرتے ہیں اور ہر ایک فرقہ کو سچائی کا ہی سرٹیفکیٹ دیتے ہیں خدا کے لئے یک رنگ ہو جانا انکی عادت کہاں ہوا کرتی ہے خدا کی وحدانیت اور عظمت کا کب وہ کچھ دھیان رکھا کرتے ہیں ان کو اس سے غرض کیا ہوتی ہے کہ ناحق خدا کے لئے دکھ اٹھاتے پھریں وہ تو صیاد کی طرح وہی دام بچھاتے ہیں کہ جو شکار ملنے کا بہت آسان راستہ ہوتا ہے اور وہی طریق اختیار کرتے ہیں کہ جس میں محنت کم اور فائدہ دنیا کا بہت زیادہ ہو نفاق ان کا پیشہ اور خوشامد ان کی سیرت ہوتی ہے سب سے میٹھی میٹھی باتیں کرنا اور ہر ایک چور اور ساہو سے برابر رابطہ رکھنا ان کا ایک خاص اصول ہوتا ہے مسلمانوں سے انشاءاللہ اور ہندوؤں سے رام رام کہنے کو ہر وقت مستعد بیٹھے ہیں اور ہر ایک مجلس میں ہاں سے ہاں اور نہیں سے نہیں ملاتے رہتے ہیں اور اگر کوئی میر مجلس دن کو رات کہے تو چاند اور [illegible] دکھلانے کو بھی تیار ہو جاتے ہیں ان کو خدا سے

(باقی بر صفحہ ۲۹ کالم ۲)

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی

اسمِ مبارک احمد (صلعم) توراۃ اور انجیل مقدسہ میں

واذ قال عیسٰی ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقاً لما بین یدی من التوراۃ ومبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمہٗ احمد فلما جاءھم بالبیّنٰت قالوا ھٰذا سحرٌ مبین

(۶۱ : ۶)

" (اس وقت کو یاد کرو) جب عیسےٰ بن مریم نے کہا۔ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ میں اس کی تصدیق کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے توراۃ وغیرہ میں ہے اور تمہیں بشارت دیتا ہوں ایک رسولِ عظیم کی جو میرے بعد آئے گا اس کا نام **احمد** ہے۔ سو جب وہ ان کے پاس آگیا تو انہوں نے کہا یہ کھلا جادو ہے۔ "

آیت بالا میں ذیل کے دعاوی کا ذکر ہے:۔

۱۔ واذ قال:

قرآن مجید میں جہاں کہیں اس طرح خطاب ہے وہاں حرف **اِذ** اس وقت اور ان حالات کی یاد دلاتا ہے جب وہ بات کہی گئی۔ قانون دان لوگ خوب جانتے ہیں کہ ہر بات اپنے وقت۔ موقعہ۔ محل اور پیش آمدہ حالات کے لحاظ سے اہم اور اس کا صحیح مفہوم اور امر واقعہ کا یقینی ثبوت بہم پہنچایا کرتی ہے۔ تو **اذ قال** کا مطلب یہ ہوا جس وقت اور جن حالات میں یہ بات کہی گئی ان کو اپنے سامنے لاؤ اور پھر اس پر غور اور فکر کو دعوت دو تو نہ صرف اس قول کے واقعی ہونے۔ نہایت اہم ہونے اور اس کے صحیح مفہوم تک پہنچنے میں راہنمائی ہوگی۔

۲۔ عیسیٰ ابن مریم:

جیسے وقت اور حالات کے تقاضا کے مطابق بات کی اہمیت کم و بیش ہوتی ہے اسی طرح کہنے والے کی شخصیت بھی اس کی قدر و قیمت پر دلالت کرتی ہے۔ اس جملہ میں دو باتوں کی طرف توجہ دلانا مطلوب ہے کہنے والا عیسیٰ (یشوع) ہے مگر اس نام کے کئی ایک لوگ ہوتے ہیں اس لئے یہ بتانا بھی ضروری ہوا کہ یہ یشوع بن مریم تھا جس نے یہ بات کہی یشوع بن نون یا کوئی اور یشوع نہ تھا۔ صرف اتنی ہی بات نہیں اس کی ماں مریم راستباز اور نیک عورت تھی (وامّہ صدیقۃ) جہاں اس میں مسیح کی عزت اور بزرگی کی طرف اشارہ ہے وہاں اناجیل کے بیانات متعلقہ مریم کی تردید بھی مقصود ہے کہ اناجیل مریم صدیقہ کو جناب مسیح پر ایمان لانے والوں کی ذیل میں رکھا گیا ہے مگر قرآن مجید اسے سب سے پہلے اس پر ایمان نہ لانے والی صدیقہ صادق القول صادق العمل اور صادق العقیدہ عورت قرار دیتا ہے یعنی مسیح سچی ایماندار ماں کا بیٹا تھا۔

۳۔ ماں اس قدر راستباز تھی کہ بیٹے کی پیدائش سے پہلے اللہ تعالےٰ نے اس سے کلام کیا۔ اس کے مبارک پیٹ میں اس نے جنم لیا اور اس کی مبارک چھاتیوں کا دودھ پی کر وہ پروان چڑھا۔ اگر ماں نے خود اس پر ایمان نہ لانا تھا تو قبل از پیدائش اس کی خوشخبری اسے دینی بے فائدہ تھی۔ بہرحال ایسی ماں کا ایسا بیٹا پھر اس کی عزت اور تقدس دنیا کی کتنی بڑی آبادی اور اس آبادی میں بڑے بڑے بادشاہ۔ علماء نیک مرد اور نیک عورتیں جن کے دلوں میں یہ ایمان اور یقین ہے کہ یشوع کا نام لینے میں ان کی نجات ہے۔ قرآن مجید اس احسن خطاب کا مقصد ظاہر ہے کہ جس عظیم الشان انسان نے یہ بات کہی اس کی بات سننا اور اس پر ایمان لانا اس کے نام لیواؤں کا اولین فرض ہے۔

۴۔ یا بنی اسرائیل:

یہ کلام کا چوتھا جزء ہے "اے اسرائیل کے بیٹو" عبرانی زبان میں یشر کے معنی سچائی اور صداقت، بنی اسرائیل کے معنے ہوئے سچائی اور راستی کے فرزندو۔ مگر یہ نام ایک شرطیہ نام ہے ڈگری نہیں اگر حق قبول کرو حق پر چلو اور راہِ راست اختیار کرو تو واقعی اسم بامسمّیٰ لوگ ہوگے ورنہ مصری مصری کی رٹ لگانے سے منہ میٹھا نہیں ہو جاتا۔ جو بات جناب مسیح فرما رہے ہیں وہ حق (روحِ حق) کے بارہ میں ہے اگر تم حق پرست کہلاتے ہو، تو اسے ضرور قبول کرنا۔

۵۔ انی رسول اللہ الیکم:

اوّل تو راستباز ماں کا راستباز بیٹا ہوں جو کہتا ہوں وہ سچ ہے۔ پھر جو بات میں کہتا ہوں وہ میری نہیں۔ میں اللہ کا رسول ہوں اور اس نے مجھے تمہاری بھلائی، نجات اور تعلیم کے لئے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ میری بات سمجھ کر اسے ٹال نہ دینا بلکہ اسے خدائے برحق کا حکم اور پیغام یقین کرکے اسے قبول کرنا۔ یہ پانچویں اہمیت ہے کہ میں تمہارا بھائی بنی اسرائیلی ہوں تم میری قوم ہو اور خدائے برحق ہم سب کا خدائے احد ہے۔

۶۔ مصدقاً لما بین یدی

اگرچہ تمہاری کثرت نے مجھے قبول نہیں کیا لیکن جو بات میں کہہ رہا ہوں یہ کوئی نئی اور صرف میری ہی بات نہیں مجھ سے پہلے انبیاء نے بھی یہی بات اپنی اُمتوں کو کہی تھی اور وہ انبیاء وہ ہیں جن کو تم بھی مانتے ہو، اور وہ انبیاء تمہاری اپنی قوم کے انبیاء اور سچے رسول تھے۔ میں ان ہی کی بات کی تصدیق کرتا ہوں یہ امر بات کی اہمیت کو درجہ کمال تک پہنچانے والا اور اس کی سچائی کو ہر قسم کے شک و وسوسہ سے پاک کرکے کامل یقین پیدا کرنے والا ہے اس سے بڑھ کر اور کونسی بات سچی ہو سکتی ہے کہ مختلف زمانوں کے انبیاء نے مختلف اوقات میں ایک ہی بات کہی ہے اور میں بھی اسی کی تصدیق کرتا ہوں اگرچہ انبیاء سلف کی بہت سی باتیں محفوظ نہیں رہیں مگر اعجاز الٰہی کا کمال معجزہ ہے کہ یہ خوشخبری ان کی کتب میں اب بھی موجود ہے اور یہ مٹ نہیں گئی۔

۷۔ من التوراۃ:

وہ پیشگوئی ان کتابوں میں موجود ہے جو از قسم توراۃ ہیں ان میں یہ پیغامِ الٰہی اور پیشگوئی موجود ہے تمہیں معلوم ہے یا نہیں مگر میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور یہ تصدیق بھی اللہ تعالےٰ کی وحی سے کرتا ہوں۔ میں تمہاری قوم کا آخری نبی ہوں تمام انبیاء کی مصدقہ گواہی اور جھٹلانا اور پھر بنی اسرائیل خدائے برحق کے بیٹے کہلانا یہ دو ایک دوسرے کے خلاف باتیں ہیں۔ اگر حق اور صداقت کی یہ دلیل قطعی ہے کہ کوئی راستباز اس کے خلاف نہ ہو بلکہ اس گواہی میں خاموش بھی نہ رہا ہو، تو اس کے سچ ہونے میں شبہ کرنا اپنی عقل اپنے ایمان اور اپنے مذہب کی تذلیل اور خدائے برحق پر ایمان کی تردید کرتا ہے۔

۸۔ ومبشراً برسولٍ:

رسول پر تنوین اس کی تعظیم اور تقدیس کی دلیل ہے اب سنو وہ بات یا خبر جو تمہیں سناتا ہوں وہ ایک عظیم الشان رسول کے آنے کی خوشخبری ہے جو مجھے یہ انجیل (خوشخبری) دی گئی ہے اور میں تمہیں یہ پہنچانے کے لئے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ بشارت کا لفظ عربی زبان میں دراصل **مبشّر** (بشارت دہندہ) اور مبشر عنہ کے درمیان میں کسی دوسرے کو قبول نہیں کرتا جیسے بارش سے پہلے سرد ہوا بارش کی خوشخبری دیتی ہے۔ گو یہ پیش خبری پہلے انبیاء نے بھی دی ہے مگر ان کی پیشگوئی بشری نہیں کہلا سکتی مگر اب چونکہ مسیح کے بعد وہ بلا فصل آنے والا ہے اس لئے مسیح اور مبشر عنہ کے درمیان نہ صرف بنی اسرائیل میں بلکہ دنیا کے کسی ملک اور قوم میں اور نبی نہ آئے گا اور یہ امر تاریخ عالم سے ثابت ہے۔

۹۔ یاتی من بعدی:

وہ موعود انبیاء نبی میرے بعد بلا فصل آئے گا اس میں بحث کی مزید وضاحت ہے۔

۱۰۔ خوشخبری جہاں دل کو خوش کرتی ہے تاریکیوں مایوسیوں اور بدکرداریوں کی خبر بھی دیتی ہے جتنی زیادہ گرمی اور تپش ہوتی ہے اتنی ہی روشنی اور ٹھنڈک اور خوشی کا باعث ہوتی ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ **من بعدی**، جناب مسیح کے بعد کے لئے لایا گیا ہے مگر اس سے مراد مسیح کی تعلیم سے بعد یا روحانی طور پر دور ہو جانا بھی ہو سکتا ہے انبیاء کی عمر کتب مقدسہ میں دو طرح پر سمجھی گئی ہے۔ ایک ان کی زندگی کا زمانہ اور دوسرے ان کی نبوت کا زمانہ جو نبی کی وفات کے بعد دوسرے نبی کی بعثت تک کا زمانہ ہوتا ہے۔ یہاں **من بعدی** سے مراد ان کی تعلیم اور نبوت کا زمانہ یعنی ان کے ماننے والوں کا ان کی اصل تعلیم سے بُعد اختیار کر لینا ہے یعنی باہم فرقے فرقے۔ فسادات عیسائیوں میں انتہا کو پہنچ جائیں گے ہولناک اختلافات پیدا ہو جائیں گے۔ اس وقت حق اور کامل حق آئے گا۔ اس میں روحِ حق کے آنے کا وقت بھی بتا دیا گیا۔

۱۱۔ اِسمہٗ احمد:۔

جناب مسیح نے ایک نبی اور رسولِ عظیم کے آنے کی ہی خبر نہیں دی۔ آنے کا وقت بتا دیا نشانات بتا دیئے بلکہ نام بھی بتا دیا اور اس نام میں اس کا کام اس کی صفات بھی بتا دیں۔ احمد اسم فاعل اور مفعول دو معنوں پر دلالت کرتا ہے جو اس کی شناخت یا پہچان کے بیّن نشانات ہیں یعنی وہ اللہ تعالےٰ کی اس قدر حمد اور تعریف کرے گا جو تمام انبیاء کی مجموعی حمد سے بڑھ کر ہوگی۔ اپنے ماننے والوں سے اللہ تعالےٰ کی اتنی حمد کرائے گا کہ کسی نبی نے اتنی حمد نہیں کرائی یہ پھر دو طرح پر ہے ایک علمی رنگ میں قرآن اللہ کی حمد سے بھرا پڑا ہے۔ پھر احمد رسول اللہ نے رات اور دن کی نمازوں میں جتنا قرآن مجید

پڑھا ہے اتنی نماز نہ کسی نبی نے پڑھی اور نہ پڑھائی اور نہ اپنے ماننے والوں سے پڑھوائی دنیا کی ہر مسجد میں پانچ وقت روزانہ خدا کی حمد ہوتی ہے۔ گرجاؤں میں اتوار کو صرف ایک مرتبہ نماز ہوتی ہے۔

۱۳۔ خدا کی اس قدر حمد کرنے اور کرانے کا اجر آپ کو اس دنیا میں ملا اتنی تعریف آپ کی دنیا میں ہوئی کہ کسی نبی کی اس قدر تعریف نہ اس کے ماننے والوں نے کی اور نہ غیروں نے کی۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جو ایک اعلےٰ درجہ کی تصنیف اور چوٹی کے علماء کی تالیف ہے اس میں لکھا ہے:۔

And since The use of The Koran (Quran) in public worship in schools, and otherwise. smuch more exten sive Than for example The reding of The Bible in most christian, it has been truly described as The most widely- read book in existence. Beside it is The work of Mohamets and such is fitted to afford a clue to The spiritual development of That most Success of all prophets and religious personalities.

Enc Brit. 11th edit. paya 898.

قرآن مجید کے اندر اللہ تعالےٰ کی اس قدر حمد ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر روز دن میں کئی مرتبہ اور پھر آدھی آدھی رات تک قرآن پڑھنا مسلمان مردوں عورتوں اور بچوں کا یوم نزول سے لے کر آج تک دنیا میں کثرت سے پڑھا جانا اللہ تعالےٰ کی حمد کا کمال ہے جو دنیا کی کسی دوسری مذہبی کتاب کو میسر نہیں ہوا اور پھر آپ کی حمد اللہ تعالےٰ نے جس قدر کی اور ہر زمانہ کے علماء نے کی جو سائیکلو پیڈیا کے مذکورہ بالا حوالہ سے ظاہر ہے اور پھر غیروں کی شہادت ہے:۔

The most successful of all prophets and religious person-alities.

یہ اسمہ احمد کی جیتی جاگتی تعبیر اور تفسیر ہے۔

۱۶۔ فلما جاءھم بالبینٰت

جب وہ موعود انبیاء اور محبوب خدا آگیا مذاہب عالم کے مقدس صحیفوں کے بتلائے ہوئے نشانات اور عقلی دلائل کے عین مطابق آگیا تو غور کرنے والے تاریخ دنیا کے علماء اور مذاہب عالم کا مطالعہ کرنے والوں نے کہا کہ یہ واقعی کھلا جادو ہے۔

۱۷۔ ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ الکذب؛

وہ احمد روح حق جب آگئی تو اسے قبول نہ کرنا خداوند عالم کو جھٹلانا۔ انبیاء عالم کو معاذ اللہ جھوٹا ٹھہرانا۔ اپنی عقل کی تحقیر اور تذلیل کرنا۔

۲۔ اس شخص سے بڑھ کر کون ناانصاف، ظالم ہو سکتا ہے جو کتابیں خود لکھ کر انہیں خدا کی کتابیں بتاتا ہے اور پھر ان کتابوں میں بھی جو کچھ تھوڑا بہت سچ ہے اس میں بھی آئے دن تحریف کرتا رہتا ہے۔ دنیا میں کوئی انجیل جو جناب مسیح پر نازل ہوئی موجود نہیں تاہم جو سنی سنائی باتیں ان میں ہیں ان میں آئے دن کتر بیونت ہوتی رہتی ہے اور یہ تاریخی شہادت ان کو سب سے بڑا ناانصاف ظالم ٹھہراتی ہے۔

۱۸۔ وھو یدعیٰ الی الاسلام؛

اس قوم کے بے شمار فرقے جن میں مسیح کی اصل تعلیم کے بارہ میں اصولی اختلافات ہیں بعض مسیح کو صرف نبی اور رسول اور انسان کا بیٹا مانتے ہیں۔ بعض خدا کا بیٹا اور کامل خدا مانتے ہیں۔ یہ کتنا بڑا ظلم اور افتریٰ علی اللہ ہے کہ خدا تین ہیں مسیح بیٹا بھی ہے اور خدا کا ہم عمر بھی ہے۔ ایک خدا کے تین ٹکڑے یا تین برابر خدا اور سب مل کر ایک خدا۔ اناجیل ۴ ہیں چار آدمیوں کے الگ الگ نام پر ہیں مگر سب مل کر خدا کا کلام ہیں۔ جناب مسیح کی ایک ماں ہے ان کا ایک باپ ہے مگر در اصل نہ اس کی کوئی ماں ہے نہ کوئی باپ ہے۔ وہ آدم۔ ابراہیم اور داؤد کے شجرہ نسب سے یوسف کا بیٹا ہے مگر بغیر باپ کے پیدا ہوا ہے۔ مریم ان کی ماں ہے۔ مسیح کے علاوہ اس کے کئی ایک بیٹے اور بیٹیاں ہیں مگر ماں ابھی کنواری ہے۔ ایک انجیل دوسری انجیل کو جعلی ٹھہراتی ہے مگر چاروں خدا کا کلام ہیں انجیل جناب مریم کو معاذ اللہ منکر مسیح بتاتی ہے مگر دوسری طرف رومن کیتھولک اسے عرش پر خدا کے پہلو میں بٹھلاتے ہیں۔ عرش پر ایک طرف خدا باپ بیٹھا ہے اس کے دائیں طرف بیٹا بیٹھا ہے یہ معمہ حل طلب ہے کہ باپ نے بیٹے کو دائیں ہاتھ بٹھایا ہے یا اسے عزت دی ہے کیونکہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر فضیلت حاصل ہے (زبور ۱۱۸: ۱۵ و ۱۶۔ اعمال ۲: ۲۵ و ۳۴ و ۵: ۳۱) تو خدا بائیں ہاتھ ہوا جو ادنےٰ درجہ ہے اب مریم کہاں بیٹھی روح القدس (فاختہ) خیر تینوں کے پرزے بھی اڑ سکتی ہے۔ یہ الجھنیں ہیں جو رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ دونوں عیسائی فرقوں سے حل نہیں ہو سکتیں تینوں کے عرش پر بیٹھنے کا قصہ تو شاید کسی نہج پر حل ہو جائے مگر تینوں کے مزاج میں جو اختلاف ہے وہ لا علاج ہے خدا باپ میں رحم نہیں انصاف ہے اور ہمیشہ لوگوں کو لڑواتا اور ان پر عذاب اتارتا رہا مگر بیٹے میں رحم ہے انصاف نہیں مگر مریم دونوں کے بین بین ہے باپ کو کہتی ہے آپ بھی سچے ہیں اور بیٹے کی طرف دیکھ کر خاموش ہے اس لئے جنگ عظیم میں پوپ صاحب نے دیکھا کہ یہ خدا کے بیٹے آپس میں لڑ رہے ہیں تو نہایت دانشمندی سے کام لے کر مریم سے دعا مانگی کہ خدا باپ کی نسبت خدا ماں عورت ہونے کی وجہ سے زیادہ نرم دل ہوگی۔ یہ الجھنیں اور بیسیوں قسم کی دوسری الجھنیں عیسائی فرقوں کو لڑوا رہی ہیں اور سیدھا راستہ ان میں سے کسی کو نہیں ملتا اس لئے وھو یدعیٰ الی الاسلام وہ فارقلیط روح حق ان کو اسلام کی دعوت دے رہی ہے جو تمام انبیاء کا مذہب ہے حضرت آدم سے لے کر حضرت مسیح تک تمام انبیاء نے کبھی خدا کے تین ٹکڑے نہیں کئے۔ نہ کسی نے خدا کے ایسے بیٹے بنائے جو آسمان سے اتر کر انسان کی بیٹیوں سے عشق کرتے عیسائی مذہب کے باہمی جھگڑوں اور عقائد کے اختلافات کا علاج اسلام ہے جس کی طرف انہیں دعوت دی جا رہی ہے حق پسند لوگ ضرور اسے قبول کرتے رہے ہیں اور کریں گے مگر

۲۰۔ واللہ لا یھدی القوم الظٰلمین۔

مگر ظالم لوگ جنہوں نے مسیح کی بشارت کو بگاڑ ڈالا وہ ہرگز ہدایت پر نہ آئیں گے۔

جناب مسیح اسمہٗ احمد کی پیشگوئی کب فرمائی

قرآن مجید کے الفاظ واذ قال اس وقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں جب مسیح نے یہ پیشگوئی ارشاد فرمائی۔

جب یا جن حالات کے رونما ہو جانے پر آپ نے یہ بشارت یا خوشخبری سنائی فی الواقع وہ وقت نہایت نازک بلکہ خوفناک تاریکی کا وقت تھا از روئے اناجیل جب علماء اسرائیل نے بالاتفاق آپ پر کفر کا فتوےٰ لگایا اور اس کی سزا صلیب کی وحشتناک سزا تجویز کی اور گورنمنٹ وقت کو مجبور کر دیا کہ وہ برابا جیسے خوفناک ڈاکو کو عید کی خوشی کی وجہ سے چھوڑ دے مگر مسیح کو ہرگز نہ چھوڑے۔

علمائے قوم کا یہ انتہائی ظالمانہ سلوک اور گورنمنٹ کی اس وحشیانہ سزا پر آمادگی۔ ایمانداروں کا اقل قلیل گروہ۔ اپنے پیشوا کے لئے جان دینا تو رہا درکنار، آخری وقت میں جب آپ کی جان نکلی جا رہی تھی وہ نیند کے متوالے آپ کے لئے جاگ کر دعا بھی نہ مانگ سکے۔ سب کے سب استاد کو دشمنوں کے ہاتھوں میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ یہ انتہائی بیکسی کا عالم تھا کہ اپنی قوم کا اجتماعی فتوےٰ حکومت کا اس فتوےٰ کے سامنے مجبور ہو کر صلیب کا حکم دے دینا۔ جو حالات از روئے اناجیل جناب مسیح کو پیش آیا وہ ماننے والوں کو بھی پیش آسکتا تھا مگر انہوں نے بھاگ کر جان بچائی۔

جناب مسیح کے لئے سوائے خدا کے جس کی قدرت میں سب کچھ ہے اور کوئی تسلی اور سکون کا سہارا نہ رہا۔ آپ نے منہ کے بل گر کر خدا کے حضور گریہ وزاری کی۔ ایسے نازک وقت میں آپ کو تسلی دی گئی یا تسلی دینے والے کی خوشخبری دی گئی۔ مگر جس طرح اس وقت کمزور دل ایمانداروں نے کم ہمتی دکھائی ہے ایسا نہ ہو کہ اس تسلی دینے والی روح حق کے بارہ میں بھی ان سے کمزوری سرزد ہو اس لئے آپ نے پانچ مرتبہ نہایت تاکید کے ساتھ فرمایا:۔

(۱) اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو (یوحنا ۱۵: ۱۰)

آنے والے تسلی دہندہ کی بشارت دیتے ہوئے جناب مسیح ؑ نے یہ حکم پانچ مرتبہ دہرایا۔ ایک مرتبہ شروع میں یہ حکم دیا تو دوسری مرتبہ پھر فرمایا:۔

"جس پاس میرے احکام ہیں اور وہ ان پر عمل کرتا ہے وہی مجھ سے محبت رکھتا ہے"۔ (یوحنا ۱۴: ۲۱)

تیسری مرتبہ فرمایا:۔

"اگر کوئی مجھے پیار کرتا ہے وہ میرے کلام پر عمل کرے گا اور میرا باپ اسے پیار کرے گا اور ہم اس کے پاس آئیں گے اور اس کے ساتھ رہیں گے۔"

(یوحنا ۱۴: ۲۳)

چوتھی مرتبہ فرمایا:۔

"اگر تم میرے حکموں پر عمل کرو تو تم میری محبت میں قائم ہو گے۔ جیسا کہ میں نے اپنے باپ کے حکموں پر عمل کیا اور اس کی محبت میں قائم ہوں"۔ (یوحنا ۱۵: ۱۰)

پانچویں مرتبہ فرمایا:۔

ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ عیسائی ڈاکٹر کا قبول اسلام
تحقیق حق کے لئے تگ و دو اور
حضرت مولانا صدر الدین صاحب سے گفتگو کا نتیجہ

۳۱ مئی ۱۹۶۸ء کو خطبہ جمعہ کے دوران جو دوسری جگہ درج ہے، حضرت امیر ایدہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ:-

"پرسوں شام ایک صاحب کراچی سے آئے۔ انگریزی سکولوں کے تعلیم یافتہ ہیں۔ کراچی میں ایک میڈیسن لیبارٹری کے مالک ہیں، ذہین نوجوان ہیں۔ پرسوں دو بجے سے چار بجے شام تک میرے ساتھ ان کا سوال وجواب کا سلسلہ جاری رہا۔ اس میں حضرت مجدد زمان کے دعاوی کا بھی ذکر آیا جب ان کی تسلی ہو گئی تو وہ مسلمان ہو گئے اور بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت اختیار کر لی۔ ان کی استقامت کے لئے آپ بھی دعا کریں، اور ان کی زیارت بھی کر لیں"۔ اس کے بعد وہ صاحب اُٹھے اور انہوں نے ذیل کی تقریر کی:-

"میں کراچی میں دو سال تک کاروبار کے سلسلہ میں رہا ہوں۔ اس اثناء میں ربوہ کے مولوی عبدالمالک صاحب سے کبھی بحث و مباحثہ کے رنگ میں اور کبھی سیکھنے کے رنگ میں دینی موضوعات پر ذکر اذکار ہوتا رہا۔ میری طرف سے زیادہ تر سیکھنے ہی کی کوشش ہوتی رہی۔ اور بالآخر یہاں تک ہوا کہ میں نے ربوہ کے مولوی عبدالمالک سے عرض کی کہ میں ربوہ جانا چاہتا ہوں۔ تاکہ وہاں جا کر اسلام قبول کر لوں۔

مجھے انہوں نے فرمایا کہ آپ ضرور جائیں میں تار بھی دے دیتا ہوں اور ایک رقعہ بھی لکھ دیتا ہوں۔ میں نے کہا نہیں مجھے ایسی ضرورت نہیں میں بلا اطلاع وہاں جانا چاہتا ہوں۔ جس مقصد کے لئے میں جا رہا ہوں وہاں تعارف کی چنداں ضرورت نہیں، دین کے معاملہ میں سفارش کی کیا ضرورت ہے۔ میں حضرت صاحب (مرزا ناصر احمد صاحب) کی خدمت میں حاضر ہونگا۔ اور اپنے خیالات کا اظہار کروں گا۔ اور اپنے سوالات عرض کر کے ان کے حل چاہوں گا۔ چنانچہ میں وہاں سے روانہ ہو کر ربوہ پہنچا۔ جب میں وہاں گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک پہرہ والے صاحب وہاں خلیفہ صاحب کے دروازہ پر کھڑے تھے۔ انہوں نے مجھے روکا اور مقصد پوچھا۔ میں نے کہا کہ میں حضرت صاحب سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے بتلایا کہ حضرت صاحب سے ملنے کا یہ طریق نہیں۔ آپ باہر سے آئے ہیں پہلے آپ مہمان خانہ میں قیام کریں اس کے بعد ملاقات کا وقت مقرر ہوگا تو آپ مل سکیں گے۔ میں وہاں ہفتہ کے روز پہنچا تھا منگل تک میں وہاں ٹھہرا رہا۔ مہمان خانہ کے انچارج صاحب کے دریافت کرنے پر میں نے اپنے آنے کا مقصد بتایا اور ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے کہا کہ میرا مقصد عظیم یہ ہے کہ میں حضرت صاحب سے مل کر ان کے ہاتھ پر قبول اسلام کرنا چاہتا ہوں۔ انچارج صاحب نے جو مربی کہلاتے ہیں باتوں باتوں میں بتلایا کہ اکثر احباب یا تو حوریں دیکھنے آتے ہیں یا کاروبار کے حصول کے لئے آتے ہیں آپ کس لئے آئے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ ان دونوں باتوں سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ جو لوگ یہاں حوریں دیکھنے آتے ہیں وہ بے وقوفی کرتے ہیں۔ اگر یہاں کا ماحول ایسا ہی ہے تو مجھے معذور سمجھئے میں تو صرف حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر چند سوالات پوچھنا اور ان کے جواب لینا چاہتا ہوں۔ بہرحال مجھے چار روز تک انتظار میں رکھا گیا۔ اور ہر روز ملاقات کی انتظار رہتی۔ وہاں انہوں نے میری اچھی خدمت کی اور میں ان کا شکرگزار ہوں۔ میرے مقصد آمد۔ میری ذات اور علم کے تعارف کی رپورٹ حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچائی گئی۔ میں پرائیویٹ سیکرٹری سے ملا۔ مربی صاحب نے ان کے کان میں کچھ کھسر پھسر کی جس سے میں نے خیال کیا کہ میری طرفداری کی بات ہو رہی ہے۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد پتہ چلا کہ حضرت صاحب سے میری ملاقات نہیں ہو سکتی۔ میں مایوس ہو کر لوٹا۔ پھر میں ان کے پرسنل ڈاکٹر صاحب سے ملا۔ کہ معلوم کروں کہ ان کو کیا معذوری ہے کہ ملاقات نہیں ہو سکتی ڈاکٹر صاحب نے بتلایا کہ ان کو نقرس کی بیماری ہے۔ کبھی اچھے ہو جاتے ہیں اور صحت معمول پر آ جاتی ہے۔ کبھی زیادہ تکلیف ہو جاتی ہے یہی سلسلہ ہے۔ میں نے کہا میں بھی ڈاکٹر ہوں مجھے اگر ملاقات کا موقعہ دیں تو میں ان کی علالت کے پیش نظر ہر ممکن احتیاط سے بات کروں گا اور کوئی تکلیف انہیں نہیں ہونے دوں گا۔ لیکن افسوس ہے کہ میری خواہش ملاقات پوری نہ ہو سکی۔

چنانچہ میں وہاں سے مایوس ہو کر لاہور چلا آیا اور یہاں احمدیہ بلڈنگس میں حضرت مولینا امیر جماعت لاہور کی خدمت میں حاضر ہوا یہاں ان کے دروازہ پر کوئی دربان اور پہرے دار دکھلائی نہ دیا۔ انہوں نے فوراً ملاقات کا موقع عطا کیا۔ اور دو بجے سے چار بجے تک اُن سے بات چیت ہوئی جس کے نتیجہ میں ہر طرح سے تسلی پا کر میں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور الحمد للہ۔ میری دلی تمنا کو خدا نے پورا کیا۔ حضرت مرزا صاحب کے متعلق بھی کچھ میرے ذہن میں سوال و اعتراض تھے وہ بھی صاف ہو گئے۔ آپ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ مجھ کو توفیق دے کہ دین اسلام پر ثابت قدم رہ کر اسکی بہتر خدمت کر سکوں۔"

بیان القرآن کا عکسی ایڈیشن!
پیشگی رقوم ارسال کرنے والوں کیلئے خصوصی رعایت

انجمن حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کی مایۂ ناز تفسیر القرآن موسومہ بیان القرآن کے عکسی ایڈیشن کی طباعت کا اہتمام کر رہی ہے۔ اس پر مجموعی طور پر -/40000 روپے خرچ ہوں گے۔ اس سلسلہ میں اب تک ہمارے کرم فرماؤں نے پیشگی رقوم اور عطیہ جات کی صورت میں تقریباً ساڑھے گیارہ ہزار روپے ارسال کئے ہیں۔

بیان القرآن کی طباعت کا کام ہر ممکن عجلت سے کیا جا رہا ہے۔ حواشی کی کتابت ۲۱ پاروں تک ہو چکی ہے۔ پہلے پندرہ پاروں کے حواشی کا حجم بقیہ پاروں کی نسبت زیادہ ہے۔ اس لئے اندازے سے زیادہ وقت لگ گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی صحت اور عمدہ طباعت کے لئے پوری احتیاط کی جا رہی ہے۔ ہماری کوشش ہے کہ پندرہ پاروں پر مشتمل پہلی جلد ستمبر ۱۹۶۸ء کے شروع میں چھپ کر شائع ہو جائے۔

احباب نوٹ فرمالیں کہ پہلی جلد کے شائع ہونے تک پیشگی رقوم ارسال کرنے والوں کو ہی رعایت دی جائے گی۔ اس لئے اب تک جن احباب نے پیشگی رقوم ارسال نہیں کیں یا جو مزید رقوم ارسال کرنا چاہیں وہ اگست ۱۹۶۸ء کے آخر تک رقوم خزانہ میں داخل کرا دیں اور اس خاص رعایت سے فائدہ اُٹھائیں۔

گذشتہ اعلان کے بعد مزید پیشگی رقوم ارسال کرنے والوں کے اسماء درج ذیل کئے جاتے ہیں:-

سابقہ میزان	11230-00	مولوی عبدالباقی صاحب بتول۔	10-00
حافظ انور صاحب گوجرانوالہ۔	5-00	والدہ ارشد صاحب وزیرآباد۔	5-00
محمد اسحاق صاحب زردبی۔	20-00	حاجی محمد ذکریا صاحب کراچی۔	90-00
ڈاکٹر مختار الدین صاحب لاہور۔	20-00		
ڈاکٹر عبدالعزیز خان صاحب ملتان۔	30-00	میزان:-	11515-00
شیخ محمد عبداللہ صاحب وزیرآباد	10-00		
ایس نعیداللہ صاحب وزیرآباد۔	5-00		
عبدالغنی صاحب کویت۔	60-00		

ڈاکٹر اللہ بخش
آنریری جنرل سیکرٹری

جرمنی میں تبلیغ اسلام

مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب امام مسجد برلن آٹھ ماہ کی رخصت گذار کر ۴/۶/۶۸ کو بخیریت واپس برلن گئے ہیں۔ کئی ایک احباب نے انہیں کھانے کی دعوت دی۔ اور گھنٹوں اسلام پر گفتگو ہوتی رہی۔ مقامی گورنمنٹ کے ایک ادارہ کے ڈائرکٹر نے بھی دعوت دی۔ اور اسی دن افریقہ سے ۳۲ نمائندے بھی ڈائرکٹر موصوف نے خوش آمدید کہتے ہوئے بھری مجلس میں کہا کہ:-

"ہم امام صاحب کو خوش آمدید کہتے ہیں جو اپنے ایک وطن سے دوسرے وطن واپس آئے ہیں"۔

اسی مجمع میں جنوبی افریقہ کے ایک عیسائی مسٹر ایم ٹی مونولو سے گفتگو ہوئی۔ جس نے اسلام پر لٹریچر مانگا۔ مرکز ایبلس اسلام دی ریلیجن آف ہیومینیٹی، لونگ تھاٹس، کال آف اسلام، محمد دی پرافٹ اور ٹیچنگز آف اسلام بھیجے

کلام الامام فی مدح خیر الانام

وَوَاللّٰہِ ھٰذَا کُلُّہٗ مِنْ مُحَمَّدٍ ٭ وَیَعْلَمُ رَبِّیْ اَنَّہٗ کَانَ مُرْشِدًا
اور خدا کی قسم یہ سب کچھ محمد مصطفٰے صلعم کے طفیل ہے اور میرا خدا جانتا ہے کہ بیشک وہی میرا مرشد ہے۔

کَرِیْمُ السَّجَایَا اَکْمَلُ الْعِلْمِ وَالنُّھٰی ٭ شَفِیْعُ الْبَرَایَا مَنْبَعُ الْفَضْلِ وَالْھُدٰی
کریم ہے علم اور عقل میں انتہائی کمال پر ہے۔ مخلوق کا شافع فضل و ہدایت کا چشمہ ہے۔

بَشِیْرٌ نَذِیْرٌ اٰمِرٌ مَانِعٌ مَعًا ٭ حَکِیْمٌ بِحِکْمَتِہِ الْجَلِیَّۃِ یَقْتَدٰی
بشیر ہے نذیر ہے امر و نہی کرنے والا صاحب حکمت ہے اپنی روشن حکمت سے پیشوا بنا ہے۔

لَہٗ طَلْعَۃٌ یَجْلُو الظَّلَامَ شُعَاعُھَا ٭ ذُکَاءٌ مُنِیْرٌ بُرْجُہٗ کَانَ بُرْجُدًا
اس کے دیدار کا نور تاریکیوں کو اجالا کر دیتا ہے۔ وہ چمکتا ہوا سورج ہے اس کا برج اس کی کملی ہے۔

لَہٗ دَرَجَاتٌ لَیْسَ فِیْھَا مُشَارِکٌ ٭ شَفِیْعٌ یُزَکِّیْنَا وَیُدْنِی الْمُبَعَّدَا
اس کے مقامات کا کوئی انتہا نہیں ان میں کوئی شریک نہیں۔ وہ شفیع ہے ہم کو پاک کرتا ہے دھتکارے ہوئے کو قریب کرتا ہے۔

وَمَا ھُوَ اِلَّا نَائِبُ اللّٰہِ فِی الْوَرٰی ٭ وَفَاقَ جَمِیْعًا رَحْمَۃً وَتَوَدُّدًا
وہی اللہ کا نائب ہے اس کی مخلوق میں اور سب سے فوقیت حاصل کر گیا رحمت اور محبت میں۔

تَخَیَّرَہُ الرَّحْمٰنُ مِنْ بَیْنِ خَلْقِہٖ ٭ وَاَعْطَاہُ مَا لَمْ یُعْطَ اَحَدٌ مِّنَ النَّدَا
مخلوق میں سے اللہ رحمٰن نے اس کو منتخب فرمایا ہے اور اس کو وہ چیز عطا ہوئی جو دنیا میں کسی کو نہیں دی گئی۔

وَقَدْ کَانَ وَجْہُ الْاَرْضِ وَجْھًا مُّسَوَّدًا ٭ فَصَارَ بِہٖ نُوْرًا مُّنِیْرًا وَّاَغْیَدَا
درحقیقت زمین روسیاہ ہوگئی تھی پس آپ صلعم کے طفیل وہ روشن چمکدار اور خوبصورت ہوگئی۔

وَاَرْسَلَہُ الْبَارِیْ بِاٰیَاتِ فَضْلِہٖ ٭ اِلٰی حِزْبِ قَوْمٍ کَانَ لُدًّا وَّمُفْسِدًا
ذات باری تعالےٰ نے آپ کو اپنے فضل کے نشانات کے ساتھ بھیجا ایسی قوم میں جو سخت جھگڑالو اور مفسد تھی۔

تَکَنَّفَ عَتْوَۃً دَارَہٗ ذَاتَ لَیْلَۃٍ ٭ جَمَاعَۃُ قَوْمٍ کَانَ لُدًّا وَّمُفْسِدًا
ایک رات آپ کے گھر کو گھیرے میں لے لیا ایسی جماعت نے جو سخت مفسد اور لڑاکی تھی۔

فَاَدْرَکَہٗ تَائِیْدُ رَبٍّ مُّھَیْمِنٍ ٭ وَنَجَّاہُ عَوْنُ اللّٰہِ مِنْ صَوْلَۃِ الْعِدَا
اللہ تعالےٰ کی مدد آپ کے شامل حال ہوگئی۔ اور اللہ تعالےٰ کی مدد سے آپ دشمن کے حملہ سے محفوظ رہے۔

تَذَکَّرْتُ یَوْمًا فِیْہِ اُخْرِجَ سَیِّدِیْ ٭ فَفَاضَتْ دُمُوْعُ الْعَیْنِ مِنِّیْ بِمُنْتَدٰی
میں نے وہ واقعہ یاد کیا جس میں میرے آقا کو (گھر سے) نکال دیا گیا۔ تو میری آنکھوں کا سیل بھری مجلس میں رواں ہوگیا۔

اِلَی الْاٰنِ اَنْوَارٌ بِبُرْقَۃِ یَثْرِبَ ٭ نُشَاھِدُ فِیْھَا کُلَّ یَوْمٍ تَجَدُّدًا
آج مدینہ کی پتھریلی زمین میں وہ انوار ہیں جن کی جدت کا ہم آئے دن مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔

فَوَجْہُ الْمَدِیْنَۃِ صَارَ مِنْہُ مُنَوَّرًا ٭ وَبَارَکَ حَرَّ الرَّمْلِ وَطْسًا وَّقَرْدَدًا
پس مدینہ کا چہرہ آپ کی ذات بابرکات سے منور ہوگیا۔ اور آپ کے چلنے نے اس ریتلی پتھریلی گرم زمین کو بابرکت کر دیا۔

حَفَافَیْ جَنَانِیْ نُوِّرَا مِنْ ضِیَائِہٖ ٭ فَاَصْبَحْتُ ذَا فَھْمٍ سَلِیْمٍ وَّذَا الْھُدٰی
میرے دل کے دونوں پہلو اس نور کی روشنی سے منور ہوگئے۔ پس مجھے فہم سلیم عطا ہوگئی اور میں ہدایت یافتہ ہوگیا۔

وَاَرْسَلَنِیْ رَبِّیْ لِتَائِیْدِ دِیْنِہٖ
اور خدا نے مجھے آپ کے دین کی تائید کے لئے بھیجا
فَجِئْتُ لِھٰذَا الْقَرْنِ عَبْدًا مُّجَدِّدًا
پس میں اس صدی کا مجدد ہو کر آیا ہوں

بشیر احمد سوز

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم انسانیت کو بہترین نظام اخلاق عطا کیا ہے

اسلامی نظریۂ اخلاق گوناگون امتیازی خصوصیات کا حامل ہے، ان کی پہلی اور بڑی خصوصیت اس کا نصب العین، رضاء الہٰی کا حصول ہے، اسلام کے اندر رضاء الہٰی کا حصول ایک بنیادی اصول کے طور پر کام کرتا ہے جس کی وجہ سے اخلاق میں ترقی کے وسیع امکانات موجود ہیں، اسلام نے قرآن کریم کو اخلاق کا ماخذ قرار دے کر اخلاقیات کو دائمی زندگی سے روشناس کرا دیا ہے - اور اس الہامی کتاب کی وجہ سے اگرچہ اخلاقی ترقی کے امکانات اس قدر طویل ہیں کہ ان کا سلسلہ کسی جگہ جا کر نہیں ٹھہرتا مگر ان میں تغیر و تبدل اور ربطی و بے آہنگی کے لئے کوئی گنجائش نہیں تقوی اللہ، وحدت الہٰی اور روز قیامت کے تصور سے انسان کو وہ نظام الہٰی عطا فرمایا ہے جس کے اندر نہ جبر ہے نہ اکراہ - بغیر کسی دباؤ کے لوگ اس کو اختیار کرتے چلے جاتے ہیں۔

دوسری خصوصیت

اسلامی نظام اخلاق کی یہ ہے کہ وہ زندگی کا ایسا نظام عالم انسانیت میں برپا کرنا چاہتا ہے جو معروف یعنی نیکی پر قائم ہو اور منکر یعنی بدی سے پاک ہو۔ اس کی دعوت یہی ہے کہ انسانی ضمیر جن باتوں کو معروف سمجھتا ہے ان کو پھیلایا جائے اور ان پر عمل کیا جائے اور جن کو برا سمجھتا ہے ان کی بیخکنی کی جائے - اس دعوت کو عام کرنے کے لئے دنیا جہان کے انسانوں کی جماعت بنائی ہے - جس کا نام مسلمان ہے -

اس نظام اخلاق کی تیسری خصوصیت یہ ہے، کہ اسلام جدت سے کام نہیں لیتا وہ خواہ مخواہ انسانی فطرت کے برخلاف کسی خلق کو رائج نہیں کرتا - نہ وہ انسانی ضمیر کے جانے پہچانے "معروف منکر" میں کوئی کانٹ چھانٹ کرنا چاہتا ہے - کہ ان میں سے بعض کو بلا وجہ بڑھا دے اور بعض کو بے سبب گھٹا دے - اسلام نے انسان کی زندگی کے ہر شعبہ پر اخلاق ہر لحاظ سے صحیح اور مکمل طور پر محرک و مؤثر کر دیئے ہیں اسلام چاہتا ہے کہ انسان کی انفرادی اجتماعی معاشرتی - اقتصادی سیاسی، شہری، دیہاتی، پہاڑی، صحرائی، قبائلی زندگی اور اس کے ممکن مسائل پر اخلاق کی بالادستی قائم رہے اور یہ کہ انسان خواہشات - اغراض و مصالح کا ہی ہو کر نہ رہ جائے بلکہ ان جذبات پر اصول و اخلاق کا غلبہ ہو -

اسلامی اخلاق کی پسندیدہ صفات اس قدر ہیں کہ سب پر یہ تفصیل روشنی ڈالنا ناممکن ہے - یہاں اس مضمون میں صبر، سچائی عدل و انصاف اور امانت پر روشنی ڈالی جاتی ہے - اسلام عالم انسانیت میں جو اوصاف پیدا کرنا چاہتا ہے اُن میں سے ایک صبر بھی ہے - اُردو زبان میں لفظ صبر کا استعمال بہت محدود ہے، دکھ درد، بیماری رنج و راحت اور فقر و فاقہ وغیرہ کو برداشت کرنا، اس پر بے چینی کا اظہار نہ کرنا اور ظالم کے ظلم کو برداشت کئے جانا اسے صبر کہا جاتا ہے - لیکن اسلام میں اس کا مفہوم بڑا وسیع ہے، استقامت، جوانمردی اور استقلال کی قوت کے باوجود جذبات کی رو میں نہ بہنے کو صبر کہا جاتا ہے اور صبر کے معنی یہ بھی ہیں کہ جن چیزوں کو انسانی نفس پسند نہیں کرتا نفس کو اس کا خوگر بنایا جائے -

نیکی کے راستہ میں تکلیف کو برداشت کرنا اور ناسازگار حالات میں سچائی کا دامن نہ چھوڑنا - صبر کا تانا بانا استقلال و استقامت اور جواں مردی سے بنتا ہے - یہی وجہ ہے کہ صبر کرنا انبیاء کرام کا شیوہ رہا ہے - قرآن کریم میں ارشاد ہے :-

واستعینوا بالصبر
والصلوٰۃ - انما
یوفی الصابرون
اجرھم بغیر حساب

اور فرمایا :-

فاصبر کما صبر
اولوا العزم من
الرسل -

اسلام نے زبان - دل اور عمل کی سچائی پر بڑا زور دیا ہے - زبان سے کوئی جھوٹ اور غلط اور خلاف واقعہ بات نہ نکلے - اسلام نے جھوٹ کو منافقوں کی نشانی قرار دیا ہے - چنانچہ فرمایا ہے :-

ولھم عذاب الیم بما کانوا یکذبون - (منافقوں کیلئے دردناک سزا ہے - کیونکہ وہ جھوٹ بولتے ہیں) -

دل کو ہر قسم کے جھوٹ - دھوکے اور فریب سے پاک کیا جائے - حسد - کینہ - بغض وغیرہ اخلاق رذیلہ سے بچایا جائے - اور عمل کی سچائی یہ ہے کہ انسان کا ہر عمل اس کے دل کے عقیدے کے مطابق ہو، زبان، دل اور عمل ایک ہی بات سوچیں اور اسی کو عمل میں لائیں جن لوگوں میں زبان - دل اور عمل کی سچائی پیدا ہو جاتی ہے قرآن کریم نے ان کو صادق کہا ہے -

اسلام کے اخلاقی نظام نے انصاف پر بڑا زور دیا ہے - عدل و انصاف کی تعریف یہ ہے کہ مخلوق الہٰی کے ساتھ ایسا سلوک کرنا جس کی وہ حقدار ہے - یہ سلوک ذاتی تعلق اور ذاتی راحت و رنج سے بالاتر ہو - ہر شخص کے ساتھ بلا رورعایت معاملہ کیا جائے - جس قوم اور معاشرہ میں عدل و انصاف قائم نہیں وہ خدا تعالیٰ کے احسانات و اکرام سے محروم رہتا ہے - قرآن کریم میں رسالت و نبوت کا مقصد ہی یہ بتایا ہے کہ لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کے قوانین رائج ہوں - اپنوں سے انصاف کی تلقین تو بہت سنے کی ہے - لیکن یہ اسلام کی خصوصیت ہے کہ وہ غیروں اور دشمنوں کے ساتھ بھی عدل و انصاف کی تاکید کرتا ہے فرماتا ہے :-

——— کسی قوم کی دشمنی تمہیں بے انصافی پر آمادہ نہ کرے ہر حال میں انصاف کرو - یہی خوف خدا کے زیادہ قریب ہے -

——— بے شک اللہ انصاف اور نیکی کرنے کی حکم دیتا ہے - (سورۃ النحل ۱۳)

——— جب بات کہو تو انصاف کا ساتھ دو اگرچہ (فریق مقدمہ) رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں - (سورۃ الانعام ۱۹)

اور معاشرتی زندگی کو پرسکون بنانے کے لئے ارشاد الہٰی ہے -

——— اگر تمہیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ کئی بیویوں سے انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی بیوی کافی ہے -
(سورۃ النساء)

یتیموں کے حقوق کی حفاظت و نگہداشت کے بارے میں عدل و انصاف قائم کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا :-

وان تقسموا للیتامیٰ بالقسط (سورۃ النساء) یعنی یتیموں کے حق میں انصاف کو ملحوظ رکھو - روزمرہ کی زندگی میں عدل و انصاف کی ضرورت، خرید فروخت اور ناپ تول میں ہوتی ہے - چنانچہ فرمایا اوفوا الکیل والمیزان بالقسط انصاف کے ساتھ پوری پوری ناپ تول کرو۔

اسلامی نظام اخلاق، امانت و دیانت کو بے حد اہمیت دیتا ہے - امانت سے صرف یہی مقصود نہیں کہ کسی امانتی چیز اس کو اسی حالت میں واپس کر دیا جائے بلکہ اس کا مفہوم اس سے وسیع تر ہے وہ یہ کہ کسی شخص پر کسی فرد اور معاشرہ کی طرف سے جو حقوق و فرائض عائد ہوتے ہیں وہ ان کا خیال رکھے - اور بروقت ان کو ادا کرے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

لادین لمن لاامانة له -

(جس میں امانت کا وصف نہ ہو اس میں دینداری بھی نہیں ہے

آپ نے منافق کی علامت بیان کرتے ہوئے فرمایا :- واذا اؤتمن خان کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے - حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجالس کو امانت قرار دیا ہے - کہ جو بات ان میں بیان کی جائے وہ ایک راز ہوتی ہے اس کا اظہار خیانت ہے - فرمایا المجالس بالامانة - یعنی نشست گاہیں امانت ہوتی ہیں -

اگر کوئی شخص کسی سے مشورہ طلب کرے تو وہ بھی امانت ہے اس کا اظہار بلا اجازت درست نہیں - فرمایا المستشار مؤتمن جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہوتا ہے - اور قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کو ان کی امانتیں ادا کرو - الغرض دوسروں کے حقوق کی ٹھیک ادائیگی، دوسروں سے خیر خواہی اور ہمدردی، رحم و کرم، عفو و درگذر یہ سب امانت کی ہی صورتیں ہیں - انبیاء کرام اور صلحاء امت پیدائشی طور پر وصف امانت سے متصف ہوا کرتے ہیں - حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا یہ کمال ہے کہ ان کے توسط سے عالم انسانیت کو وہ اخلاقی نظام میسر آیا جس پر چل کر انسان اس دنیا کو جنت نظیر بنا سکتا اور اپنے وجود کو خدا کی مخلوق کے لئے رحمت و برکت کا ذریعہ بنا سکے - وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

چوہدری عبدالحمید صاحب مولوی فاضل

الوہیّت کا مظہر اتم

قل انّ صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ ربّ العٰلمین

(اے ہمارے رسول لوگوں سے) کہہ دو۔ کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا (سب) اللہ کے لئے ہے (جو تمام اقوام اور) تمام مخلوقات کا ربّ ہے۔

لاشریک لہ وبذالک اُمرت وانا اوّل المسلمین ۔ انعام رکوع ۲۰

اس کا کوئی بھی شریک نہیں اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور مَیں (اس کا) سب سے اوّل (مرتبہ پر) فرمانبردار ہوں۔

آج سے چودہ صدیاں پیشتر ایک عجیب غریب ہستی پیدا ہوئی جس نے کہیں علم حاصل نہیں کیا جس کی وجہ سے آج تک انہیں اُمّی کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ ماں باپ کی نیک تربیت بھی انہیں میسر نہ آئی اور بچپن میں قریش کے گھرانوں میں بھی تربیت نہ حاصل کر سکے اور ایک پسماندہ ترین بدو خاندان کے سپرد ہو گئے۔ اسی وجہ سے "اُمّی" ہونے کے ساتھ یتیم بھی کہلائے پھر اس ملک میں پیدا ہوئے جو ہر قسم کی برائیوں سے معمور تھا۔

بے علمی اور جہالت کا ہر طرف دَور دَورہ تھا۔ ایک رہبر نے اس وقت کی حالت ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

"اہل عرب میں آنحضرتؐ کے ظہور کے وقت میں بہت ہی بد رسوم مروج تھے چنانچہ فسق و فجور۔ رہزنی۔ قزاقی وغیرہ اس درجہ تک ان میں بڑھی ہوئی تھی کہ ان کے حالات پڑھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ یتیموں کا مال کھا لیتے۔ اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے تھے۔ شراب خوری کی یہ کثرت تھی کہ بچّے نے دودھ چھوڑا اور شراب پینی شروع کی۔ مرد جس قدر چاہتا تھا عورتیں کر لیتا تھا۔ جب چاہتا بلا عذر چھوڑ دیتا تھا۔ کینہ حسد بغض بہت بڑھا ہوا تھا۔ بت پرستی سے کوئی گھر خالی نہ تھا۔ اور مکّہ گویا ایک بت پرستی کا بیہ کدہ بنا ہوا تھا اور جتنے ان لوگوں کے چلن تھے سب وحشیانہ تھے۔ اور لوٹ مار میں یگانہ تھے۔ قتل و غارت میں درندوں سے بڑھ کر تھے اور عیاشی اور غفلت کا کوئی حساب نہ تھا ہر ایک حرام کو حلال سمجھ رکھا تھا۔"

اب دیکھئے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی محض ہیں۔ یتیم ہیں۔ تربیت بدوؤں میں ہوئی اور پرورش ایسے گہوارے میں ہوئی جہاں نیکی کا تصوّر اوّل ہے ہی نہیں اور جو ہے بھی تو بالکل اُلٹ۔ معاشرہ اس قدر بگڑا ہوا ہے کہ خدا کی پناہ ایسے میں کوئی زبردست بجلی کی رَو یا کوئی طوفانی لہر ہی ہو سکتی ہے جو انقلاب پیدا کر سکتی ہے۔ حالی نے کیا خوب لکھا ہے ؎

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

بات درحقیقت یہی ہے کہ یہ ہادی کی ہی آواز ہو سکتی ہے جس نے صدیوں کے مُردوں کو زندہ جاوید کر دیا۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کی کوئی انتہا نہیں آپؐ روشنی کا مینار ہیں جو چاروں طرف روشنی کئے ہوئے ہے۔ آپ سے پہلے جو نبی اور برگزیدہ بندے گذرے وہ بھی آپؐ کے حق میں رطب اللّسان رہے اور اقرار کرتے رہے کہ ہمارا مشن اور ہمارا کام ادھورا ہے۔ وہ ذات بابرکات جب جلوہ گر ہو گی تو گویا خدا خود ظاہر ہو جاوے گا۔ وہ خدا نما ہے ؎

اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں
کہ اس کی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

آپؐ کے عظیم الشّان معجزوں میں سے ایک یہ ہے کہ آپؐ کی قوّتِ قدسیہ نے ایک ایسی قوم پیدا کی کہ اپنے تو اپنے بیگانے بھی آپؐ کی مدح میں رطب اللسان ہیں وہ افراد کہ اسلام لانے سے قبل سوائے ان کے اپنے قبیلہ اور علاقہ کے لوگوں کے کوئی انہیں جانتا نہ تھا۔ آج تاریخ ان کے سنہری کارناموں، بلندی کردار، وسعت علم، وسیع النظری، صائب رائے ہونے پر فخر کرتی ہے۔ تاریخ میں وہ لوگ ایک عالی شان نمونہ کے طور پر آج بھی گم کردہ راہوں کے لئے ہدایت کا موجب ہیں۔ ان کا دیگر ممالک کو فتح کر کے اصلاحات جاری کرنا۔ علمی درسگاہیں قائم کرنا۔ اخلاق سے لوگوں کے دل موہ لینا ایسی باتیں ہیں کہ بڑے سے بڑا ملک اور بڑی سے بڑی قوم اس کی مثال نہیں لا سکتی۔ ایک وہ وقت تھا کہ وہ اپنے اخلاق و اعمال کے لحاظ سے دہکتی آگ کے کنوئیں میں گرنے والے تھے جس کا نقشہ قرآن مجید نے یوں کھینچا ہے کہ کنتم علٰی شفا حفرۃ من النّار اور فرمایا فانقذکم منھا۔ محمد رسول اللہ صلعم اور قرآن کریم کی تعلیم نے انہیں بچا لیا اور انہوں نے اپنے رسولؐ سے اصحابی کالنجوم بایّھم اقتدیتم اھتدیتم کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔ کہ میرے صحابہؓ ستارے ہیں جس کی اقتداء کرو گے ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے۔ ان اصحاب رسول کے اگر کارنامے بیان کئے جاویں تو صفحوں کے صفحے بھر جاویں۔ آپ صلعم نے اپنے صحابہؓ کے اندر وہ فولادی قوت بھر دی تھی کہ بدترین سے بدترین وقت آنے پر بھی ان لوگوں نے آپؐ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ یہ لوگ آپ کو پھانسی کے تختہ کے حوالہ کر کے روپوش نہیں ہوئے ان کا ایمان بالغیب بھی ایمانِ حاضر کی طرح تھا۔ موسٰی کی قوم کی طرح سوال و جواب کے ذریعہ بحث کبھی نہیں کی اور اذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون کہ تو اور تیرا ربّ جہاد کرتا پھرے ہم سے ایسا ممکن نہیں بھی کبھی نہیں کہا بلکہ آپؐ کے آگے پیچھے دائیں بائیں لڑنے کا اعلان کیا اور عملاً کر کے دکھلایا یہاں تک کہ وہ دنیا کی سرحدوں پر پہنچ گئے۔ جہاں سمندر میں گھوڑے ڈالنے سے بھی دریغ نہ کیا۔

دوسرا بڑا معجزہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا وہ قرآن شریف ہے اس میں کامل شریعت اتار دی گئی جیسے فرمایا:۔ الیوم اکملت لکم دینکم۔ اور یہی نوع انسان پر اپنا انعام مکمل کر دیا اور فرما دیا واتممت علیکم نعمتی کہ یہ نبی جس کا اعلان ہے انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعًا۔ کہ مَیں سب انسانوں کی طرف رسول ہو کر آیا ہوں اور یہ کتاب قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین جو مجسّم نور اور ہدایت ہے اور اس میں کسی شک کا شائبہ نہیں ہو سکتا۔ یہی نوع انسان کے لئے عظیم انعام ہے۔ یہ کتاب صحرا کے ایک "اُمّی" پر اتاری گئی لیکن ہزارہا عالم اس کے معارف سے لطف اندوز ہوتے رہے، بڑے بڑے مستشرق عالم یہ ماننے پر مجبور ہو گئے کہ یہ انسان کا کلام نہیں ہو سکتا۔ یہ معجزہ آج بھی زندہ جاوید ہے/ اور نہ صرف خود معجزہ ہے بلکہ صدیوں سے معجزہ پہ معجزہ دکھلا رہا ہے۔ اس سے عشق کر کے خدا کے بندے خدا سے ہمکلام ہوتے اور یہی نوع انسان کو ہستی باری تعالیٰ کا ثبوت دیتے ہیں۔

پھر قرآن کریم کا سب سے عظیم معجزہ یہ ہے کہ باوجود اُمّتِ مسلمہ پر بے شمار نشیب و فراز آنے کے یہ کتاب انسانی دسترس سے بچی رہی نہ دشمن اس میں ردّ و بدل کر سکا اور نہ اپنے ہی اس میں بڑھا گھٹا سکے اور یہ بات خداتعالےٰ نے اپنے رسُول فداہ ابی امی صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بتلا دی تھی کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ کہ اس خدا کے کلام کو فنا نہیں اس کی حفاظت خدا کے ذمہ ہے۔

رسول کریم صلعم کو اللہ تعالےٰ نے یہ بشارت بھی دی تھی کہ واللہ یعصمک من النّاس تجھے کوئی انسانی ہاتھ مٹا نہیں سکتا۔ اور تیری نبوّت میں تیرا شریک اب کوئی نہیں ہو سکتا۔

فرمایا اعطیت جوامع الکلم۔ مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے اور واقعی جو بے مثل کلام آپ پر نازل ہوا اس کی فصاحت و بلاغت، خوبصورت عبارتیں اور ان کا جوڑ توڑ، تھوڑے الفاظ اور وسیع مفہوم پڑھنے اور تلاوت کرنے میں دل لبھانے والے الفاظ، آج تک ایسا کلام روئے زمین پر نازل نہیں ہوا۔

فرمایا جُعلت لی الارض مسجدًا وطھورًا تمام روئے زمین ہی میرے لئے مسجد اور پاک جگہ بنا دی گئی ہے جہاں چاہو نماز ادا کر لو ضروری نہیں کہ صرف مسجد میں ہی نماز ادا ہوتی ہے۔

اُحلت لی الغنائم۔ غنائم کا حلال کیا جانا صرف میری خاطر ہوا۔

نُصرت بالرّعب۔ مجھے رعب اور دبدبہ دیا گیا۔ اور یہ ایک تسلیم شدہ امر ہے

(باقی بر صـ ۲۶ کالم نمبر ۲)

مرتبہ بشیر احمد

میلاد النبی صلعم

کی تقریب پر جماعت احمدیہ لاہور کا جلسہ

۷ / جون کو بروز جمعۃ المبارک - جامع احمدیہ بلڈنگس لاہور میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریب منائی گئی۔ اس میں رجال و خواتین سلسلہ نے شرکت کر کے نبیوں کے سردار پاک **محمد مصطفےٰ** خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اپنی والہانہ عقیدت و احترام کا اظہار کیا اور علمائے سلسلہ نے سرور کائنات فخر دو عالم صلعم کی پاک سیرت اور آپؐ کے اصلاحی کارناموں اور بلند اخلاق و کردار پر بصیرت افروز تقاریر کیں۔

حضرت امیر قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پر واقعات سے روشنی ڈالی یہ خطبہ اسی اشاعت میں دوسری جگہ درج ہے۔

بعد نماز جمعہ۔ مکرم مرزا مسعود بیگ صاحب نے نبیٔ دو عالم فخر دو جہاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ درود شریف کی بہت اہمیت ہے۔ یہاں تک کہ یہ ہماری نمازوں کا ضروری حصہ ہے۔ یہ حضور خاتم النبیین سید الرسل صلعم کی عظمت و شان کی وجہ سے ہے۔ اُمت مسلمہ چودہ سو سال سے حضور رحمۃ للعالمین پر درود و صلوٰۃ کے نذرانے پیش کر رہی ہے۔ اور تا قیامت پیش کرتی رہے گی۔ صلی اللہ تعالےٰ۔

آپ نے سب حاضرین کے ساتھ مل کر صلّ علےٰ نبیّنا الخ کے کلمات کئی کئی بار دہرائے جس سے حاضرین پر وجد کی ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی۔

بعدہٗ اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ اُمت مسلمہ کے صلحاء و آئمہ کی طرح حضرت امام زمان مسیح موعود مہدی دوران علیہ السلام نے بھی اپنے مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجا ہے۔ ہر روز کئی کئی ہزار مرتبہ نذرانۂ درود حضرت رسول اکرم صلعم کے حضور پیش کرتے رہے جس کا یہ نتیجہ ہے کہ ایک دفعہ عالم کشف میں حضرت صاحب نے دیکھا کہ فرشتے نور سے بھری ہوئی مشکیں اٹھائے ہوئے آئے ہیں اور آپؐ کے اردگرد نور کا چھڑکاؤ کیا یہ عجیب سرور کا عالم ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ ھذا ما صلیت علےٰ رسول اللہ صلعم یہ اس چیز کا سلسلہ ہے جو تم اپنے رسول و نبی صلعم پر درود و صلوٰۃ بھیجا کرتے تھے۔

مکرم مرزا صاحب نے فرمایا کہ درود شریف کی بڑی برکتیں اور عظمتیں ہیں۔ ربیع الاوّل کے مہینہ میں عالم اسلام میں بڑے ذوق و شوق سے مسلمان مرد و زن۔ بچے بچیاں درود پڑھتی ہیں اور پاکستان میں تو اس ماہ مبارک میں بڑے احترام و اہتمام سے میلاد النبیؐ صلعم کی تقاریب منائی جاتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بزرگوں کی یاد منانا تمام قوموں میں رائج ہے۔ ہر قوم اپنے محسن و مکرم بزرگ کی یاد تازہ کرتی ہے۔ اس لئے کہ اس کی یاد سے اور اس کے عمل کو تازہ کرنے سے۔ اس کے کام کو آنکھوں کے سامنے لانے سے خود اپنے اندر عمل خیر کی استعداد پیدا ہوتی ہے لیکن اگر ایسی تقاریب محض رسماً اور رواجاً منائی جائیں تو اس سے حقیقی مقاصد پورے نہیں ہوتے جب تک اصل روح کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ اور یہ تجدید عہد نہ کیا جائے کہ ہم بھی اپنی زندگیوں کو ان بزرگوں کے رنگ میں ڈھال لیں گے۔ نری رسم سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اسی طور مسلمان کو میسّر آ سکتی ہے جب وہ حقیقی رنگ میں اپنے آپ کو محمد رسول اللہ صلعم کا شفع یعنی جوڑا بنا لے۔ آپؐ کے رنگ میں رنگین ہو جائے اور آپؐ کی سیرت و کردار کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگین کر لے۔

مکرم مرزا صاحب موصوف نے فرمایا کہ ملائکہ کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے سے یہ مراد ہے کہ وہ ایسے اسباب پیدا کرنے میں مصروف ہیں جن سے کہ عظمت رسول صلعم کا اظہار ہو، اور خدا تعالےٰ کا آپؐ پر درود بھیجنے سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالےٰ آپ کی عظمت و صداقت دنیا پر قائم کرنے کے لئے سامان پیدا کر رہا ہے، اور مسلمانوں کا درود یہ ہے کہ ہم محمد رسول اللہ صلعم کے پورے پورے فرمانبردار ہو جائیں، اور آپؐ کی پوری پوری اتباع کریں۔

بعد ازاں مولینا عبد المنان عمر صاحب نے سیرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر روشنی ڈالتے ہوئے محض اسمی اور رسمی تقاریب کو بے سود قرار دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمیں اصلیت حقیقت اور روح پر نظر رکھنی چاہیئے۔ اور اسی کو اپنانے کی سعی کرنا چاہیئے۔ آج کل عموماً دیکھا جاتا ہے کہ سیرت و میلاد کے جو جلسے ہوتے ہیں، ان میں رسم و رواج کا ظاہری پہلو ہی منتظمین کے سامنے ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ احادیث میں مسیح موعود کے زمانہ کے متعلق یہ لکھا ہے کہ اس زمانہ میں صرف اسمی اور رسمی اسلام رہ جائے گا، اور مسیح موعود اسلام کی روح پیدا کر دے گا۔ جماعت احمدیہ کے قیام کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ وہ اُمت مسلمہ سے رسم و رواج کی کمزوریوں کو دُور کرے اور حقیقی اسلام ان کے دلوں میں پیدا کرے۔ آپ نے فرمایا کہ رسول کریم صلعم کے یوم ولادت کی تاریخ میں اختلاف ہے ایسا ہی لیلۃ القدر کی رات اور وقت کی تعیین محض منشائے الٰہی کے تحت اسے مبہم سا کی گئی کہ یہ رسم نہ بن جائے اور مسلمان حقیقت سے دُور نہ چلے جائیں۔

مولینا موصوف نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں آج تک اسلامی لٹریچر میں بڑا معتد بہ اضافہ ہوا ہے، عرب و عجم کے بڑے بڑے شاعروں نے بڑے اخلاص و جذب سے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کی ہے۔ یہ قصائد اسلامی تاریخ کا قابل فخر سرمایہ ہیں۔ مکرم مولینا نے کہا کہ مجھے مدح رسول صلعم کے سلسلہ میں قصائد کی تاریخ کا بغور مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا ہے میں نے اس زمانہ تک کے تمام شعراء کرام کا عربی فارسی اردو اور انگریزی کلام پڑھ ڈالا ہے۔ ان کے اندر اخلاص ہے، جذب ہے، عقیدت ہے احترام ہے، محبت ہے، فدائیت ہے، اور جاں نثاری ہے، سب کچھ ہے۔ اس ضمن میں آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے عربی شعراء حسان بن ثابت اور قصیدہ بردہ کے مصنف کا خاص طور پر ذکر کیا اور بتایا کہ جب آخر الذکر شاعر رسول کریم صلعم کے سامنے اپنا قصیدہ پڑھ رہا تھا تو حضور رو پڑے اور اپنی ردائے مبارک اسے پہنا دی، اسی سلسلہ میں آپ نے حضرت مسیح موعود کے قصائد کا بھی ذکر کیا اور فرمایا کہ جب مجھے اس صدی کے امام حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام کے قصائد یعنی مدحت رسول پڑھنے کا موقعہ ملا تو ان کا رنگ میں نے بالکل جُدا پایا۔ ان کی شان ہی علیحدہ ہے، ان کی شوکت جُدا ہے، اظہار بیان اور وجدان جُدا ہی ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت، اُردو فارسی اور عربی ہر سہ زبانوں میں لکھی ہے۔ لکھنے والا ایک ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُردو نعت لکھنے والا اور ہے فارسی میں لکھنے والا اور عربی میں لکھنے والا اور۔ اُردو کلام میں نہایت سادگی ہے سہل انداز بیان ہے، فارسی کلام میں شیرینی اور حلاوت ہے، عربی زبان میں الفاظ کی شوکت اور مطالب کی عظمت ہے۔ عظیم الشان الفاظ کا استعمال ہے۔ پھر صرف نعتیہ کلام میں عربی کے کئی ہزار الفاظ پائے جاتے ہیں۔

دوسری خصوصیت مسیح موعود علیہ السلام کے نعتیہ کلام کی یہ ہے کہ دوسرے شعراء تو حضور صلعم کو محبوب سمجھ کر اور اپنے آپ کو عاشق تصوّر کر کے حضورؐ سے عشق و محبت اور فدائیت و جاں نثاری کا اظہار کرتے ہیں، لیکن حضرت امام زمانؑ نے اس اظہار عشق کے ساتھ ساتھ سیرت نبویؐ کو بھی بیان فرمایا ہے۔ اور یہ آپ کی اپنا طرز ہے۔

محترم مولینا نے فرمایا کہ ہمیں محمد رسول اللہ صلعم سے حقیقی رنگ میں محبت پیدا کرنی چاہیئے اور ضروری ہے کہ ہر لحاظ سے اتباع رسول اختیار کی جائے۔ حضورؐ کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے اس کے مطابق زندگی بسر کی جائے تعلق محمدی سے اپنی حیات کو منوّر کیا جائے۔ حضرت مسیح موعود کا نعتیہ کلام بار بار پڑھا جائے کہ اس کے اندر سرور ہے اور سیرت ہے۔ اسی ضمن میں آپ نے اس امر کا بھی ذکر کیا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہوئے سات سو احکام کی نشاندہی فرمائی ہے اور یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص ان میں سے ایک بھی حکم ٹالتا ہے وہ گنہگار ہے۔ ان احکامات کی تعمیل ہر مسلمان کو کرنا ضروری ہے۔ اسی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے، خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے قل ان کنتم تحبّون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ، رسول اللہ صلعم کی اتباع سے محبت الٰہی حاصل ہوتی ہے اور صحابہ کرامؓ نے نہ صرف دینی امور میں آپ کی پوری اتباع کی بلکہ ایسے لوگ بھی ہوئے ہیں جنہوں نے رسول کریم صلعم کی ہر حرکت و فعل اور سفر و حضر میں آپ کے افعال کی اتباع کی ہے۔

مولینا عبد المنان صاحب کے بعد مکرم اکبر

اللہ بخش صاحب، آنریری جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے تقریر فرمائی آپ نے فرمایا کہ سیرت نبوی صلعم کی تقاریب برصغیر ہند و پاک میں سب سے پہلے جماعت احمدیہ نے شروع کیں۔ یہ کچھ زیادہ عرصہ کی بات نہیں ہے کہ اس نیک تحریک کی بنیاد اس جماعت نے رکھی تھی پھر اس کے اثر سے تمام مسلمانوں میں یہ تحریک وسعت اختیار کر گئی۔ الحمد للہ یہ نیک تحریک اپنا پھل لائی۔ اور آج پاکستان میں اس کو سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر منانے کے لئے بڑے ذوق و شوق کا اظہار ہوتا ہے۔ اور انشاء اللہ وہ دن بھی آئے گا کہ ہمارے مسلمان بھائی سمجھ جائیں گے کہ محراب و منبر سجانے اور محافل و مجالس منعقد کرنے اور چراغاں کرنے سے تقریب سیرت کا مقصد پورا نہیں ہوتا بلکہ اتباع رسول صلعم کو کامل طور پر اختیار کرنا ضروری ہے زی رسم پوری کرنا کافی نہیں۔

اسی سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ دوسری نیک تحریک جو سلسلہ احمدیہ کی طرف سے اٹھی وہ تراجم قرآن کی تحریک تھی۔ جماعت احمدیہ نے اس کا بڑی جرأت سے اس وقت آغاز کیا جب قرآن کا انگریزی ترجمہ گناہ سمجھا جاتا تھا اب درجنوں انگریزی تراجم قرآن کے دیکھنے میں آتے ہیں تیسری تحریک اشاعت اسلام کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات آ ہی نہیں سکتی تھی کہ ہم غیر اقوام خصوصاً یورپ امریکہ کے پڑھے لکھے لوگوں کو اسلام کا پیغام دے کر انہیں مسلمان بنا سکتے ہیں۔ ان کے خواب خیال میں بھی یہ بات نہیں تھی۔ کیونکہ ان کے دلوں میں اسلام کے اصولوں کی افادیت اور ان کی برتری کے متعلق یقین موجود نہیں تھا۔ لیکن جماعت احمدیہ نے اشاعت اسلام کے ربانی فرض کی ادائیگی یورپ و امریکہ میں جا کر کی۔ اور وہاں کے پڑھے لکھے لوگوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ اور آج محض اس احمدیہ تحریک کی وجہ سے ہی مغربی دنیا میں اسلام کا بول بالا ہے یہ تین باتیں ایسی ہیں جن کی ابتداء جماعت احمدیہ نے کی۔ اور انہی تین باتوں سے اسلام کا بول بالا دنیا میں ہو رہا ہے اس جماعت نے کافروں کو مسلمان کیا۔ انگریزوں کو کلمہ پڑھایا اور دہریوں کو دین محمدؐ کا رکن بنایا۔ لیکن باوجود ان تین خصوصیات کے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں یہ آواز بلند کی جا رہی ہے کہ اگر کوئی جماعت مسلمان نہیں تو یہی جماعت احمدیہ ہے حیرت ہے کہ جو جماعت قرآن کریم کے تراجم کرے اشاعت اسلام کی بنیاد رکھے۔ سیرت نبوی پر کتابیں لکھے، اس کو کہا جاتا ہے کہ مسلمان نہیں۔ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی پہلی اور آخری شخصیت ہیں جنہوں نے نسل انسانی کو وحدت و مساوات کا پیغام دیا۔ اور عملاً اپنے انفاس قدسیہ اور پاک تعلیمات سے وحدت پیدا کر کے دکھلا دی۔ یہ وہ عظیم الشان کام ہے جو محمد رسول اللہ صلعم نے کر دکھلایا اور بنی نوع انسان سے ہر قسم کے نسلی، لونی، ملکی اور قومی امتیازات ختم کر کے شرف و بزرگی کا ایک ہی معیار قائم فرمایا کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ تم میں سب سے معزز وہ ہے جو خدا کا خوف رکھتا ہے اور مخلوق خدا کی خدمت کرتا ہے۔ جو ایمان باللہ اور اعمال صالحہ بجا لاتا ہے۔

مکرم ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ مسئلہ ختم نبوت کا جہاں تک تعلق ہے اس سے مراد یہ ہے کہ (۱) قرآن کریم میں بنی نوع انسان کے لئے ہمہ گیر اور عالمگیر رشد و ہدایت کے ایسے سامان ہیں کہ تا قیامت انسان کے لئے کافی و شافی ہیں۔ اور اس کتاب یعنی قرآن کے بعد کسی دوسری شریعت کی ضرورت نہیں صرف قرآنی احکام پر عمل کرنے سے ہی انسان کا مقصد حیات پورا ہو سکتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ جہاں تک تکمیل دین کا تعلق ہے وہ قرآن کریم کے رنگ میں ہو گئی اب اس سے عشق و محبت پیدا کرنے کی صورت چاہئے تاکہ اس پر عمل ہو سکے۔ ظاہر ہے کہ اب نبی تو نہیں آئیں گے کہ وہ نئی شریعت لائیں لیکن ہر زمانہ میں ایسے شخص (۲) ضرور ہوتے رہیں گے جنہوں نے محمد رسول اللہ صلعم کی اتباع کامل سے روحانی مراتب حاصل کئے وہ حضور صلعم کے خادم اور غلام ہوتے ہیں۔ یہ لوگ تجدید دین اور عشق رسول کو تازہ کرتے ہیں اور امت کے دلوں کو محبت رسول سے معمور کرتے ہیں۔ اسی ضرورت کے مطابق یہ سلسلہ الٰہی جاری ہوا ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مجددین کرام اس صدی تک خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوتے رہے۔ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ تشریف لائے۔ جنہوں نے عشق محمدی سے اپنی ہستی کو روشن کیا۔ محمد رسول اللہ صلعم کی کامل اتباع سے فیض روحانی حاصل کیا۔ ان کی بعثت اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم زندہ اور کامل نبی ہیں۔ کیونکہ ان کا دائرہ اثر قیامت تک کے لئے پھیلا ہوا ہے۔

مکرم ڈاکٹر صاحب کی تقریر کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے قومی اسمبلی کے اس سوال و جواب کا ذکر کیا جس میں جماعت احمدیہ کو زرمبادلہ دینے پر اعتراض ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جہاں تک قادیانی عقائد کا تعلق ہے، یہ اعتراض بالکل صحیح ہے، لیکن جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد ایسے نہیں کہ جن پر یہ اعتراض وارد ہو سکے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم نے اپنے اعتقادات کو پھیلانے اور اپنی ہستی کو نمایاں کرنے کی طرف توجہ نہیں کی، اور اس کا یہ نتیجہ ہے کہ جب جماعت احمدیہ کا ذکر ہوتا ہے تو اس سے ربوی جماعت ہی مراد لی جاتی ہے، ضرورت ہے کہ ہم دنیا میں اپنے وجود کو نمایاں کریں اور اپنے عقائد کو پھیلائیں اور بتائیں کہ ہم رسول اللہ صلعم کو خاتم النبیین مانتے ہیں اور آپ کے بعد دعوئے نبوت کرنے والے کو کافر و کاذب سمجھتے ہیں اور کلمہ گوؤں کو کافر نہیں کہتے اور یہی حضرت مرزا صاحب کا اعتقاد تھا۔ آپ نے بتایا کہ میں نے اس بارہ میں ایک مضمون نوائے وقت کو برائے اشاعت بھیجا ہے[1]۔ اس کے بعد دعا کی گئی اور جلسہ برخاست ہوا۔

---

[1] وہ مضمون پیغام صلح کی اسی اشاعت میں صفحہ آخر پر درج ہے۔
(ایڈیٹر۔ پ۔ ص)

الوہیت کا مظہر اتم

(بسلسلہ صفحہ ۱۲)

کہ بڑے بڑے سفیر خواہ کس ارادہ سے آئے آپؐ کے دربار میں سخت مرعوب ہو جاتے تھے۔

بعثت الی الخلق کافۃ۔ میں تمام مخلوق کی طرف نبی مبعوث کیا گیا ہوں۔ پہلے انبیاء صرف اپنی اپنی قوم کی طرف ہی آتے تھے۔

وختم بی النبیون۔ اب یہ سلسلہ کہ نبی آتے رہیں بند ہے۔ آنحضرت کا تعلیم آپکی اب نئی تعلیم کی ضرورت نہیں، اس لئے نئے رسول کی ضرورت نہیں۔

فرمایا انا اولھم خلقاً و آخرھم بعثاً۔ میں سب سے پہلے تخلیق کیا گیا اور ظاہر آخری وقت میں ہوا۔ اس لئے پہلے انبیاء آپ کی پیشگوئیاں اور اوصاف حمیدہ بیان کرتے رہے۔ اور حضرت ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ کی بنیاد اٹھاتے وقت تڑپ کر آرزو کی کہ وہ رسول اسی خانہ کعبہ کے رہنے والوں میں سے آئے۔

اس زمانہ کے امام مجدد صدی چہاردہم فرماتے ہیں:۔

"اسی وجہ سے حضرت آدم صفی اللہ سے لے کر تا حضرت مسیح کلمۃ اللہ جس قدر نبی و رسول گذرے ہیں وہ سب کے سب عظمت و جلالیت آنحضرتؐ کا اقرار کرتے آئے ہیں حضرت موسیٰ نے توریت میں یہ بات کہہ کر کہ خدا سینا سے آیا اور سعیر سے طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے ان پر چمکا صاف فرما دیا کہ جلالت الٰہی کا ظہور فاران پر آ کر اپنے کمال کو پہنچ گیا۔"

اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام نے آنحضرت کی جلالیت و عظمت کا اقرار کر کے زبور پینتالیس ۴۵ میں یوں بیان کیا ہے "تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے، تیرے لبوں میں نعمت بٹائی گئی ہے۔ اس لئے خدا نے تجھے ابد تک مبارک کیا۔

اے پہلوان تو جاہ و جلال سے اپنی تلوار حمائل کر کے اپنی ران پر لٹکا۔ امانت اور حلم اور عدالت پر اپنی بزرگواری اور اقبال مندی سے سوار ہو کہ تیرا داہنا ہاتھ تجھے ہیبتناک کام دکھائے گا۔ بادشاہوں کے دلوں میں تیرے تیر تیزی کرتے ہیں۔ لوگ تیرے سامنے گر جاتے ہیں۔ اے خدا تیرا تخت ابد الآباد ہے۔ تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے۔ تو نے صدق سے دوستی اور شر سے دشمنی کی۔ اسی لئے خدا نے جو تیرا خدا ہے خوشی کے روغن سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ تر تجھے معطر کیا۔ بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت والی عورتوں میں ہیں۔

اسی طرح یسعیاہ نبی نے آنحضرتؐ کی جلالیت عظمت و مظہر تام الوہیت ہونے کے بارے میں اپنے صحیفہ کے باب بیالیس ۴۲ میں بطور پیشگوئی وحی پا کر یوں بیان کیا ہے:۔

دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالوں گا۔ میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے میں نے اپنی روح اس پر رکھی۔ وہ قوموں پر راستی ظاہر کرے گا۔ وہ نہ گھٹے گا نہ تھکے گا جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے۔ بیابان اور اس کی بستیاں کیدار (عرب) کے آباد دیہات (جس سے مکہ معظمہ وغیرہ مراد ہیں) اپنی آواز بلند کریں۔

(باقی بر صفحہ ۲۸ کالم ۲)

حضرت مسیح موعودؑ کے یومِ وصال پر بیرونی جماعتوں کے جلسے

راولپنڈی

حضرت مسیح موعودؑ کے یومِ وصال پر ۲۶ر مئی ۱۹۶۸ء کو بعد نماز عصر زیر صدارت حکیم شیخ عبدالغنی صاحب جماعت راولپنڈی کا جلسہ منعقد ہوا۔ جلسہ کی کارروائی کا آغاز محترم شیخ عبدالعزیز صاحب نے تلاوت قرآن پاک سے کیا۔ نبیلہ اکرام نے احادیث نبویہ اور ان کا ترجمہ سنایا۔ ثاقب فاروق نے قرآن پاک کی آیات ان کا ترجمہ اور مطلب بیان کیا۔ ریاض اور اظہر نے دُرِّثمین سے حضرت اقدسؑ کا منظوم کلام پیش کیا۔ زاں بعد محترم شیخ عبدالعزیز صاحب نے حضرت اقدسؑ کے دعوے اور مقام پر روشنی ڈالی۔ اور نزول ابن مریم کی حقیقت بیان کی۔ آپ نے بتایا کہ جس طرح حضرت نبی کریم صلعم نے جو ختم المرسلین ہیں سابق انبیاء و رسل کی تصدیق کی ہے اور ان کے منجانب اللہ اور صادق ہونے کی شہادت دی ہے حضرت مسیح موعودؑ نے بھی جو خاتم الخلفاء ہیں سابق اولیائے اُمت اور مجددین کرام کی تصدیق کی ہے۔ فاضل مقرر نے حضرت امام ہمامؑ کے عشقِ رسولؐ اور عشقِ قرآن کے ثبوت میں واقعات سنائے۔ اس تقریر کے بعد نبیلہ اکرام نے نعت پڑھی اور مظہر الدین احمد نے حضرت امام کی تصنیف "آئینہ کمالات اسلام" سے مسیح موعودؑ کے دعوے کے بارے میں اقتباس پڑھ کر سنایا۔ مظفر الدین احمد متعلم بی اے نے حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب حجۃ الاسلام سے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کے بارے میں بصیرت افروز حقائق پڑھ کر سنائے۔ آخر میں محترم میاں بشیر احمد منٹو صاحب انچارج راولپنڈی مشن نے تقریر کی۔ آپ نے یومِ وصال کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ قریباً قریباً ہر قوم اور تنظیم اپنے مقدس رہنماؤں کی یاد میں جلسے کرتی اور جلوس نکالتی ہے۔ مگر ان جلسوں اور جلوسوں سے وہ اثر پیدا نہیں ہو سکتا جو اس رہنما کے مشن اور تعلیم کو زندہ رکھنے سے پیدا ہو سکتا ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مجدد صدی چہاردہم بھی دوسرے مقدس رہنماؤں کی طرح دنیا میں خدا کی بادشاہت قائم کرنے کے لئے آئے تھے۔ ان کو دنیوی عزّ و جاہ اور اقتدار کی خواہش نہیں تھی۔ آپ اُمتِ مسلمہ کے لئے مسیح ہو کر آئے تھے اور اسی لئے آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعوٰے کیا۔ اور یہ دعوٰے بھی خدا کے حکم سے کیا گیا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی بعثت کے وقت اُمتِ مسلمہ پر تنزل اور ادبار کی گھٹائیں منڈلا رہی تھیں۔ اسلامی ملکوں میں غیر مسلم طاقتیں ریشہ دوانیاں کر رہی تھیں۔ ترکی جو کبھی خلافتِ اسلامیہ کا مرکز تھا "یورپ کا مردِ بیمار" کہلاتا تھا۔ دینی حیثیت سے عیسائی مشنری۔ آریہ پرچارک۔ دہریہ اور مغربی فلسفہ دان اسلام اور بانیٔ اسلامؐ پر ناروا اور رکیک حملے اور ناپاک اعتراضات کر کے مسلمانوں کو دین سے برگشتہ کر رہے تھے۔ لاکھوں مسلمان کفر و الحاد کی لپیٹ میں آ چکے تھے مگر جری اللہ حضرت مسیح موعودؑ نے ببانگ بلند نعرہ بلند کیا کہ میرے آنے سے دینِ اسلام کے غالب آنے کا دَورِ خسروی شروع ہو چکا ہے۔ اب اسلام کے مقابلہ پر کوئی باطل عقیدہ نہیں ٹھہرے گا اور تاریخ گواہ ہے کہ یہ بشارت لفظ بلفظ پوری ہوئی۔ حضرت کی تشریف آوری کے بعد مسلمانوں پر سے نکبت و ادبار کی گھٹائیں چھٹ گئیں۔ اور حضرت نے دینِ اسلام کی طرف بڑھنے والے طاغوتی اور باطل حملہ آوروں کی صفوں کو حجتِ قاطعہ اور براہینِ ساطعہ سے پائمال کر دیا۔ اور مذاہب باطلہ پر فتح نمایاں حاصل کی۔ کبھی وہ وقت تھا کہ برصغیر کے مسلمان لیڈر اپنے آپ کو مسلمان کہلانے سے ڈرتے تھے مگر حضرت امام کی بعثت نے مسلمانوں میں وہ جرأت اور بلند حوصلگی پیدا کر دی کہ وہ اپنے ملک سے نکل کر یورپ۔ امریکہ بلکہ اپنے حکمرانوں کے دیس میں جا کر بڑی شد و مد سے اسلام کی تبلیغ اور قرآن کی اشاعت کرنے لگے۔ حضرت کے شاگردوں نے خدمتِ اسلام کے وہ کارنامے سرانجام دیئے ہیں کہ تاریخ میں ان کی مثال مشکل سے ملتی ہے حضرت امام ان پیروں اور مشائخ میں سے نہ تھے جو اپنے مریدوں سے دُور رہتے تھے۔ بلکہ آپ نے بار بار اپنے مخالفوں کو دعوت دی کہ آؤ میرے پاس آ کر رہو میں تمہیں زندہ خدا سے ملا دوں گا۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ جو کوئی بھی صدق دل سے یہ غرض لے کر قادیان گیا وہ حضرت کے فیض صحبت سے خدا نما بن گیا۔ حضرت کی بعثت نے سیاسی رنگ میں بھی مسلمانوں کو استحکام و استقلال بخشا۔ اسلامی حکومتیں اپنے اثر و نفوذ کے لحاظ سے مستحکم ہو گئیں اور کروڑوں مسلمان اغیار کی غلامی کے جوئے سے آزاد ہوتے چلے گئے۔ غیر ملکی حکمرانوں کی غلامی سے آزادی کا سورج سب سے مسلمانوں کی اس آبادی میں طلوع ہوا جہاں خدا کا یہ فرستادہ نازل ہوا تھا۔

محترم میاں صاحب نے فرمایا کہ مجھے اس بات کا رنج ہوتا ہے کہ ہمارے بعض لوگ احمدیت کا ذکر کرنے کو فرقہ بندی خیال کرتے ہیں۔ تعجب ہے کہ خادم اسلام کی تعلیم اور افکار کو پیش کرنا تو فرقہ بندی خیال کیا جاتا ہے مگر اس پاک باز انسان کی مخالفت کو فرقہ بندی نہیں سمجھا جاتا۔ آپ نے تلقین کی کہ ایسے غلط خیالات سلسلہ کی ترقی میں سدِّ راہ ثابت ہوتے ہیں۔ احمدیت ایک بیش بہا دولت ہے اور ہم میں سے جس نے بھی یہ دولت وراثتاً پائی ہے اس کا فرض ہے کہ اس نعمت کی قدر کرے اور اپنے اعزہ و اقرباء کو بھی اس دولت سے فیض پہنچائے۔

آخر پر صاحب صدر نے دُعا کی اور جلسہ کی کارروائی ختم ہوئی۔

جلسہ میں خواتین سلسلہ نے بھی شرکت کی۔

(مخلص۔ فخر الدین احمد)

کراچی

مورخہ ۲۶ر مئی ۱۹۶۸ء کو بروز اتوار ساڑھے پانچ بجے شام زیرِ صدارت جناب شیخ عبدالرحمٰن ناظر صاحب جلسہ منعقد ہوا۔ پروگرام کے مطابق عبدالقیوم صاحب نے بہت ہی دلکش انداز میں تلاوت قرآن کریم فرمائی۔ ان کے بعد خواجہ محمد شریف نے ملفوظات حضرت مجددِ اعظم پڑھ کر سنائے۔ جن میں یہ بات حضرت صاحب نے زوردار الفاظ میں بیان کی ہے۔ کہ میری جماعت میں ایسے پہلوانوں کی ضرورت نہیں ہے جو پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہلا دیں۔ بلکہ ہماری جماعت کو ایسے بہادروں کی ضرورت ہے۔ جو اپنے تبدیل اخلاق کی طاقت رکھتے ہوں۔ پس تم لوگ اپنی ساری ہمت اور طاقت تبدیل اخلاق پر صرف کر دو۔ کیونکہ یہی حقیقی قوت اور دلیری کا کام ہے۔ اور خلق پیدا کرو۔ کیونکہ خلقِ عظیم بڑی کرامت ہے۔

اس کے بعد اے آر۔ لودھی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں کے متعلق بیان کیا کہ کس طرح آپ کی پیشگوئیاں اپنے اپنے وقت پر پوری ہو کر مسیح موعودؑ کی صداقت پر نشان بنیں۔

بعد ازاں راقم الحروف نے مہدی کی حقیقت پر اپنے ناقص علم کے مطابق روشنی ڈالی اور ثابت کیا۔ کہ مسیح موعود ہی مہدی ہیں۔ کیونکہ انہی کے دامن سے اس زمانہ میں ہدایت وابستہ ہے اور حدیث لا مہدی الا عیسیٰ یعنے عیسیٰ کے علاوہ کوئی اور مہدی نہیں سے ثابت ہے کہ مہدی اور مسیح کی پیشگوئیاں ایک ہی شخصیت سے تعلق رکھتی ہیں۔ ابنِ خلدون اس بات کے قائل تھے کہ کوئی مہدی عیسیٰ کے علاوہ نہیں ہے اور حضرت صاحب کی تحریر جو ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۸-۵۱۹ پر ہے پڑھ کر سنائی جو ذیل میں درج ہے۔ فرماتے ہیں:۔

> "ایسا ہی مہدی کے بارہ میں جو بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ضرور ہے کہ پہلے امام مہدی آویں۔ بعد اس کے ظہور مسیح ابن مریم ہوگا۔ یہ خیال قلّتِ تدبّر کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے اگر مہدی کا آنا مسیح ابن مریم کے زمانہ میں ضروری ہوتا۔ تو دو بزرگوار شیخ اور امام حدیث کے یعنی حضرت محمد اسمٰعیل صاحب بخاری اور حضرت امام مسلم صاحب صحیح مسلم اپنے صحیحین سے اس واقعہ کو خارج نہ رکھتے۔ لیکن جس حالت میں انہوں نے اس زمانہ کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا۔ اور حصر کے طور پر دعوٰے کر کے بتلا دیا کہ فلاں فلاں امر کا ظہور اس وقت ہوگا۔ لیکن امام محمد مہدی کا نام تک بھی تو نہیں لیا۔ پس اس سے یہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے اپنی صحیح اور کامل تحقیقات کی رُو سے ان حدیثوں کو صحیح نہیں سمجھا۔ جو مسیح کے آنے کے ساتھ مہدی کا آنا ضروری ٹھہرا رہی ہیں۔ اور دراصل یہ خیال بالکل فضول اور مہمل معلوم ہوتا ہے۔ کہ باوجود ایک ایسی شان کا آدمی ہو۔ جس کو باعتبار باطنی رنگ اور خصوصیت اس کی کے مسیح ابن مریم کہنا چاہیئے۔ دنیا میں ظہور کرے اور پھر اس کے ساتھ کسی دوسرے مہدی کا آنا بھی ضروری ہو۔ کیا وہ خود مہدی نہیں۔ کیا وہ خدا کی طرف سے ہدایت پا کر نہیں آیا۔ کیا اس کے پاس اس قدر جواہرات و خزائن اعمال و معارف و دقائق نہیں ہیں کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں اور اس قدر ان کا دامن پُر ہو جائے جو قبول کرنے کی جگہ نہ رہے۔ پس اگر یہ سچ ہے۔ تو اس وقت دوسرے مہدی کی ضرورت ہی

کیا ہے۔ اور یہ صرف امامین معصومین ہی کا مذہب نہیں بلکہ ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اپنی صحیح میں حدیث روایت کی ہے کہ لا مہدی الا عیسٰی یعنے بجز عیسٰے کے اس وقت کوئی مہدی نہ ہوگا"

اس کے بعد میں نے حضرت صاحب کے چند اشعار کی اپنی بساط کے مطابق تشریح کی اور بتایا کہ خود ساختہ مصلح موعود کو کم از کم ان اشعار ہی کو پڑھ لینا چاہیئے تھا۔ اشعار درج ذیل ہیں

سہل باشد از زبانِ خویشتن تکفیر کسے
مشکل افتد آں زماں کہ پرسد از وے کردگار
کلمہ گویاں را چرا کافر نہی نام اے اخی
گر تو داری خوفِ حق رو بیخِ کفرِ خود برار
گر کنی تکفیرِ قومِ خود بیہ کار سے کردہ
ور اگر مردی جہود سے را باسلام اندر آر
چوں نسیمِ صبحِ محشر پردہ بر دارد ز کار
کیست کافر کیست مومن خود بگردد آشکار
گر خردمندی بردکن فکرِ نفسِ خود نخست
لافِ ایمانِ خود چہ چیز سے نورِ ایماں را بیار

میرے بعد جناب خطیبِ مسجد و مناظر اسلام شیخ عبدالحق صاحب نے حضرت صاحب کے زمانہ کے حالات بیان کئے اور اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کی یلغار کو واضح الفاظ میں بیان فرمایا اور اس وقت کے مسلمان پر جس طرح مایوسی چھائی ہوئی تھی اس کو واضح کیا اور ان کی پولیٹیکل حیثیت بھی واضح کی اور اُس وقت کے مولوی صاحبان کے آپس کے جھگڑوں پر بھی اپنے مخصوص انداز میں روشنی ڈالی۔ کہ کس طرح مسجدوں میں آپس میں ان کو لڑاتے تھے۔ دیوبندی اور رضائے طفے بریلوی کے جھگڑے مسجدوں میں ہوتے اور بعض دفعہ پولیس کو امن قائم کرنا پڑتا۔ اور غیر مسلموں کے اعتراضات پر غور و فکر کرنے کا ان کو موقعہ ہی نہ تھا۔ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کو زندہ مان کر کس طرح عیسائیوں کے اعتراضات کا جواب دے سکتے تھے۔ اور عیسائی اس حد تک دلیر ہو گئے تھے۔ کہ کہتے تھے کہ بھائی کل جب عیسٰے آکر آپ کو نجات دیں گے۔ تو آج ہی کیوں نہیں مان لیتے۔ آپ نے فرمایا کہ مسیح موعودؑ کے وہ تمام نشان جن کو مخبرِ صادق رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا وہ حرف بحرف پورے ہو گئے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ جس کی آمد کے نشانات پورے ہو جائیں اور حضور سرورِ کائنات کی پیشگوئیاں من و عن پوری ہوں وہ موعود ہستی تشریف نہ لائے یہ ممکن نہیں۔ وہ ہستی آئی اور ضرور آئی۔ اور آتے ہی غیر مذاہب کے اعتراضات کا نہ صرف شافی جواب دیا بلکہ اُن پر اس قدر تابڑ توڑ حملے کر دیئے کہ اُن سے کوئی جواب ہی نہ بن پڑا۔ اور کفرستانوں میں جہاں تک خدا کا نام اور رسول کی سیرت نہ پہنچی تھی پہنچانے کا معقول انتظام فرمایا اور وہاں مسجدیں بنوا کر خدا کا نام بلند کیا اور غیروں کی زبانوں میں قرآنِ عظیم اور سیرت کے تراجم شائع کر کے اسلام کا پاک اور مصفٰے چہرہ دکھایا۔ اور ایسا عظیم الشان کام کر کے دکھایا کہ یہ چھوٹی سی جماعت جو امامِ وقت کے دامن کو تھام کر میدان میں نکلی اس کے کام کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ اور آئندہ کا مؤرخ اس بات کو کبھی نہیں بھولے گا کہ یہ مسیح موعودؑ ہی کا کارنامہ تھا۔

اس کے بعد حاضرین کی تواضع چائے اور دیگر لوازمات کے ساتھ کی گئی۔ جلسہ میں جماعت کے احباب کے علاوہ غیر احمدی حضرات کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ جلسہ کافی پر رونق رہا۔ چائے کے بعد شام ہو گئی اور نماز کے بعد احباب اپنے اپنے گھروں کو تشریف لے گئے۔

والسلام
راقم الحروف محمد بیدار الرحمٰن
اسسٹنٹ سیکرٹری جماعت کراچی

جہلم

۲۶ رمئی ۱۹۶۸ء کو بعد از نمازِ مغرب اپنی مسجد میں جلسہ منعقد ہوا۔ توقع سے بڑھ کر احباب تشریف لائے۔ میں نے تقریر کی جس میں واضح کیا کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے جیسے ہماری جسمانی نشوونما کے سامان مہیا کر رکھے ہیں ویسے ہی روحانی اور اخلاقی ضروریات کو پورا کرنے کا بھی انتظام کر رکھا ہے۔ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم تک تو انبیاء کرام کا سلسلہ جاری رہا۔ بعد ازاں مجددین اور محدثین کا سلسلہ شروع ہوا جو اس فانی دنیا کے رہنے تک جاری رہے گا۔ گذشتہ تیرہ صدیوں کے مجددین کے نام بتائے اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مجدد صد چہاردہم کے دعوے کی تصدیق میں اُن کے ہم عصر بزرگانِ دین کے بیانات سنائے اور غیر احمدی اکابرین کی آراء سنائیں۔ آخر میں حضرت امامِ زمانؑ کے بتائے ہوئے پانچ طریقے دربارہ اشاعت و تبلیغ اسلام بتلائے یعنی تصنیف و تالیف۔ اجراء اشتہارات۔ تقریریں و جلسے، واردین و صادرین کی ضیافت اور بذریعہ خط و کتابت۔ چونکہ اس تمام کام کے لئے مالی امداد لابدی و لازمی ہے اس لئے حضرت امامِ زمان نے فرمایا کہ ہر فرد جماعت ماہوار چندہ دیا کرے خواہ وہ کتنا ہی قلیل کیوں نہ ہو۔ اس کے بعد دعائے خیر مانگی گئی اور جلسہ ختم ہوا۔

منڈی بہاؤالدین

آج ۲۶ رمئی ۱۹۶۸ء کو جلسہ یومِ وصال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سلسلہ میں تمام احباب اکٹھے ہوئے۔ قبلہ مولوی محمد عرفان صاحب نے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون اور حدیث ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علےٰ رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا کے عنوان سے مفصل تقریر فرمائی (جو الگ ارسالِ خدمت ہوگی) اور واقعات سے آپ کا آسمانی معالج ہونا ثابت کیا۔ تقریر کی جامعیت سے متاثر ہو کر صدر جلسہ جناب ملک غلام سرور صاحب ریٹائرڈ گیریزن انجینئر نے اپنا وقت بھی مولوی صاحب کو دے دیا۔ مولوی صاحب موصوف نے اس بات پر خاص طور پر زور دیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کو روحانیت کے ایک خاص مقام پر پہنچانا چاہتے تھے۔ وہ اپنے ہر مرید کو اصحاب الیمین میں حقیقی شمولیت کے شرف سے بہرہ مند دیکھنا چاہتے تھے۔ ہم میں سے ہر احمدی کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے کہ کیا اسے یہ مقام حاصل ہے۔

مولوی صاحب کے بعد میرزا نصیر بیگ صاحب نے حضور کے ملفوظات پڑھ کر سنائے آخر میں مولوی صاحب نے دعا فرمائی۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمیں دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ فقط

عبدالرؤف۔ منڈی بہاؤالدین

ڈھاکہ (مشرقی پاکستان)

حضرت مجددِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے یومِ وصال کے موقعہ پر لاہور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی شاخ مشرقی پاکستان برانچ کے زیرِ اہتمام ۲۶ رمئی کو بوقت چار بجے سہ پہر مسٹر ایس اے ہاشم کے جو مولانا آفتاب الدین احمدؒ کے بھتیجے اور جماعت احمدیہ لاہور کے پرانے ممبر ہیں مکان پر واقعہ ایوب گیٹ جلسہ زیرِ صدارت ڈپٹی خلیل الرحمٰن خادم صاحب منعقد ہوا۔ حافظ مطیع الرحمٰن صاحب اور سید احمد حسین صاحب نے حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حالاتِ زندگی اور آپ کے شاندار اسلامی کارناموں کے متعلق نہایت فاضلانہ اور پُر از معلومات تقاریر کیں۔ آخر میں حضرت مجددِ اعظم کی روح کی تسکین اور آپ کے قائم کردہ سلسلہ کی ترقی کے لئے دعا کی گئی۔

خاکسار۔ عبدالصمد جمالی۔

(باقی رپورٹیں آئندہ اشاعت میں درج ہوں گی)

الوہیت کا مظہر اتم

(بسلسلہ صفحہ ۲۶)

خداوند ایک بہادر کی مانند نکلے گا وہ اپنے تئیں اپنے دشمنوں پر قوی دکھلائے گا"

یہ ہے وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جس کا ماٹو ہی یہ تھا کہ:-

ان صلاتی ونسکی ومحیای
ومماتی للہ رب العالمین
لاشریک لہ وبذالک اُمرت
وانا اول المسلمین

اے ہمارے رب ہمیں اپنے محبوب کے بتلائے ہوئے نمونہ پر چلا۔ اور دن رات اپنے پیارے محبوب پر ہمیں درود و سلام بھیجنے کی توفیق بخش کیونکہ تیرا ارشاد ہے کہ

ان اللہ وملٰئکتہ
یصلون علی النبی
یا ایھا الذین امنوا
صلوا علیہ وسلموا
تسلیما۔
اللھم صل علےٰ محمد
وعلےٰ آل محمد و
بارک وسلم انک حمید
مجید۔

مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کراچی

پیغامِ صلح کے حالیہ خاص "مسیح موعود نمبر" میں کراچی مرکز کا پتہ درج ہے۔ مگر افسوس کہ بالکل غلط پتہ چھپا ہے جس سے جگہ کی تلاش میں بجائے مدد کے دشواری پیدا ہو جائے گی۔ مرکز کا صحیح پتہ درج ذیل ہے۔

اصل پتہ یہ ہے:-

مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام برانچ کراچی
2 بلاک 240-B
پی ای سی ایچ سوسائٹی
واقع شاہ راہِ قائدین۔ کراچی ۲۹
240-B. BLOCK 2
P.E.C.H. SOCIETY
OFF SHAH RAHE
QAIDEEN,
KARACHI — 29

اسم مبارک احمد صلعم

(بسلسلہ صفحہ ۲)

"کوئی شخص اس سے زیادہ محبت نہیں کرتا کہ اپنی جان اپنے دوستوں کے لئے دے جو کچھ میں نے تمہیں فرمایا اگر تم کرو تو میرے دوست ہو" (یوحنا ۱۵: ۱۴)

۲۔ اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو میرے حکموں پر عمل کرو۔

مندرجہ بالا آیات میں جناب مسیح کا اپنے ماننے والوں کو اپنے حکموں پر عمل کرنے کی تاکید کرنا اپنی محبت اپنے خدا کی محبت کا واسطہ ڈالنا حکم ماننے والے کے پاس مرکر بھی نہ صرف خود آنا بلکہ باپ کو بھی ساتھ لانا اور ہمیشہ باپ بیٹا دونوں کا اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا یا ساتھ رہنا یہ عظیم الشان رفاقت اگر جان دے کر بھی لینی پڑے تو دریغ نہ کرنا۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم میرے دوست نہ ہو گے اور نہ میری دوستی اور محبت کا دم بھرنا۔ اتنی زوردار تاکید مسیح کے ماننے والوں کے کان کھولنے کیلئے کافی تھی کہ وہ ان احکامات پر زیادہ سے زیادہ غور کرتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے۔

مگر افسوس جناب مسیح کے پیروؤں نے غلطی یہ کھائی کہ انسان خدا کے احکامات پر چل نہیں سکتا شریعت اور قانون احکامات کے مجموعہ کا نام ہی تو ہے۔ جب خدا باپ کے احکامات پر لوگ نہ چلے تو بیٹے کی کون سنتا ہے انہوں نے سمجھا کہ ہم خدا باپ اور بیٹا دونوں کے محبوب ہیں مسیح خدا کا بیٹا ہے اور ہم مسیح میں ہو کر خدا کے بیٹے ہیں اگر بیٹا خدا کا محبوب ہے تو ہم بھی محبوب ہیں دونوں نے ہماری نجات کی خاطر اپنی قربانی دی بیٹے کی قربانی تو ہماری خاطر ظاہر ہی ہے مگر کوئی باپ اپنی قربانی کئے بغیر بیٹے کی گردن پر چھری نہیں رکھ سکتا بیٹا جوان ہو جاتا ہے وہ کانٹا باپ کے دل میں چبھتا ہے بیٹے کی قربانی باپ کی خاطر نہیں بلکہ انسان کی خاطر ہے گویا انسان وہ محبوب ہے جس کی خاطر خدا باپ اور بیٹا دونوں قربان ہوئے مگر دنیا کا تجربہ یہ ہے کہ جس شخص میں کسی کا محبوب ہونے کا خیالی تخم پیدا ہو جاتا ہے وہاں حکم ماننے کا سوال بیکار ہو کر رہ جاتا ہے بلکہ اپنے عاشق کا حکم نہ ماننے میں یا اس کے حکم کی نافرمانی میں جو مزا ہے وہ حکم ماننے میں نہیں۔ کہ اس سے عاشق کا عشق آزمایا جاتا ہے۔ ایک ہندو۔ ایک یہودی اور سب سے بڑھ کر ایک مسلمان خدا کا حکم توڑنے سے اس لئے ڈرتا ہے کہ اس سے خدا ناراض ہوتا ہے اور اسے سزا کا خوف گناہ سے روکتا ہے مگر ایک پکے ایماندار مسیحی کے لئے گناہ سے رکنا یا قانون اور شریعت کی پابندی کرنا تمام مسیحیوں کے گناہوں کے بدلہ مسیح کے کفارہ ہو جانے کا عملاً انکار ہے۔ کتنا باریک فلسفہ ہے جس کے سامنے شیطان کے سارے دلائل گناہ کو خوبصورت کر کے دکھانے کے ہیچ نظر آتے ہیں

حضرت محمد صلعم کا ثباتِ قدم

(بسلسلہ صفحہ ۱۸)

کیا تعلق اور اس کے ساتھ وفاداری کرنے سے کیا واسطہ اور اپنی خوش باش جان کو مفت میں اِدھر اُدھر کا غم لگا لینا انہیں کیا ضرورت اُستاد نے ان کو سبق ہی ایک پڑھایا ہوا ہوتا ہے کہ ہر ایک کو یہی بات کہنا چاہیئے کہ جو تیرا راستہ ہے وہی سیدھا ہے اور جو تیری رائے ہے وہی درست ہے اور جو تو نے سمجھا ہے وہی ٹھیک ہے۔ غرض ان کی راست اور ناراست اور حق اور باطل اور نیک اور بد پر کچھ نظر ہی نہیں ہوتی بلکہ جس کے ہاتھ میں سے اُن کا کچھ منہ میٹھا ہو جائے وہی ان کے حساب میں بھگت اور سدھ اور جینٹلمین ہوتا ہے اور جس کی تعریف سے کچھ بھرنا نظر آئے اسی کو مکتی پانے والا اور سورگ کا وارث اور حیاتِ ابدی کا مالک بنا دیتے ہیں۔ لیکن واقعات حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر کرنے سے یہ بات نہایت واضح اور نمایاں اور روشن ہے کہ آنحضرت اعلیٰ درجہ کے یک رنگ اور صافِ باطن اور خدا کے لئے جانباز اور خلقت کے لئے بیم و اُمید سے بالکل منہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکّل کرنے والے تھے کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہو کر اس بات کی کچھ پروا نہ کی کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آئے گی اور مشرکوں کے ہاتھ سے کیا کیا کچھ دُکھ اور درد اُٹھانا ہو گا بلکہ تمام شدتوں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارا کر کے اپنے مولیٰ کا حکم بجا لائے اور جو جو شرط مجاہدہ اور وعظ اور نصیحت کی ہوتی ہے وہ سب پُوری کی اور کسی ڈرانے والے کو کچھ حقیقت نہ سمجھا، ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواقعات خطرات اور پھر کوئی ایسا خدا پر توکل کر کے کھلا کھلا شرک اور مخلوق پرستی سے منع کرنے والا اور اس قدر دشمن اور پھر کوئی ایسا ثابت قدم اور استقلال رکھنے والا ایک بھی ثابت نہیں پس ذرّہ ایمانداری سے سوچنا چاہیئے کہ یہ سب حالات کیسے آنحضرت صلعم کی اندرونی صداقت پر دلالت کر رہے ہیں۔

افتاب الدین احمد ہومیو پیتھک
فری دار الشفاء
حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے ارشاد
شفقت علیٰ خلق اللہ
کے مطابق خدمتِ خلق اور دُکھی انسانیت کے لئے
وقف ہے
مریضوں کی تعداد تئیس ہزار سالانہ سے
تجاوز کر چکی ہے
لاہور کے علاوہ
مغربی اور مشرقی پاکستان کے کونے کونے سے
مریض بذریعہ خط و کتابت مُفت مشورے اور
اُدویات حاصل کرتے ہیں۔
یہ مفید اور نافع الناس ادارہ
آپ کا قومی ادارہ ہے
اسکے
عطیات اور تعاون
کا شکریہ
عطیات محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت
لاہور قبول کرتے ہیں
خاکسار۔۔ اعزازی مہتمم دار الشفاء

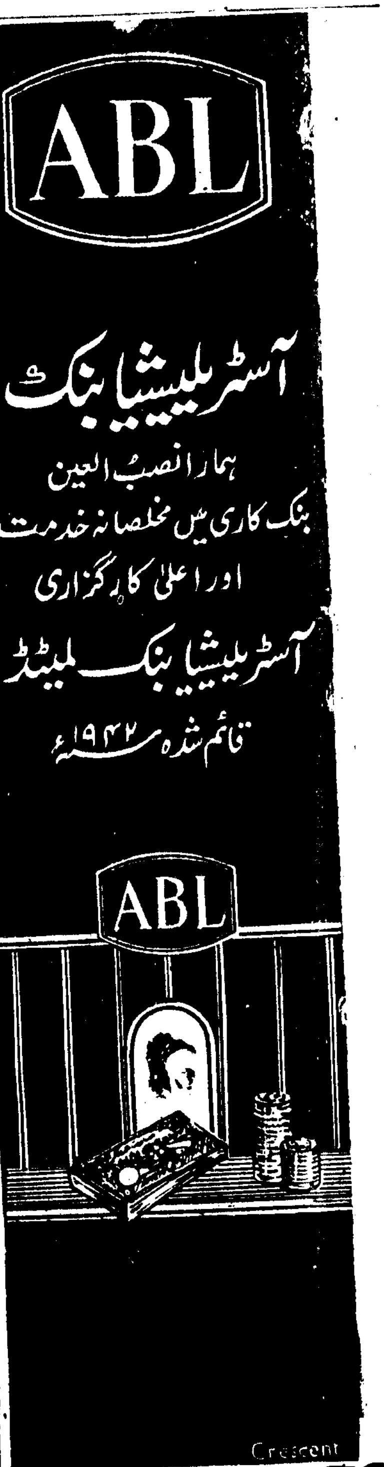

آسٹریلیشیا بنک
ہمارا نصب العین
بنک کاری میں مخلصانہ خدمت
اور اعلیٰ کارگزاری
آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ
قائم شدہ ۱۹۴۲ء

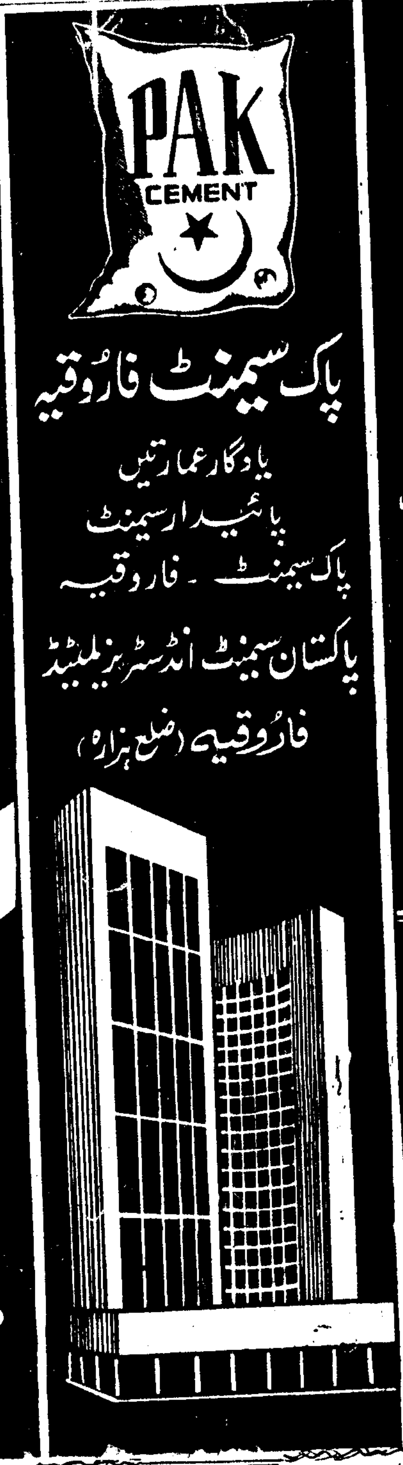

پاک سیمنٹ فاروقیہ
یادگار عمارتیں
پائیدار سیمنٹ
پاک سیمنٹ۔ فاروقیہ
پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ
فاروقیہ (ضلع ہزارہ)

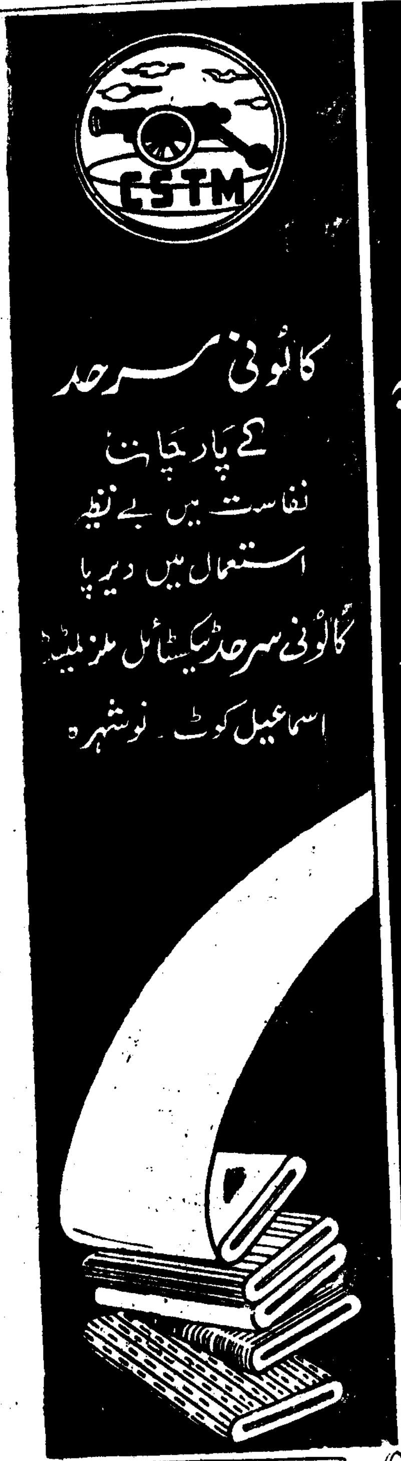

کالونی سرحد
کے پارچہ جات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا
کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل کوٹ۔ نوشہرہ

ہیلتھ میڈیکو
ڈے اینڈ نائٹ ایمبولینس سروس
و
معیاری ادویات
چوک میو ہسپتال۔ لاہور

بہترین علاج
بواسیر، جسمانی کمزوری، ضعف اعصاب۔ فالج
گنٹھیا، تلی۔ ریح۔ سل۔ پرانے بخار کے لئے
شفا بخش علاج ڈاک سے منگائیے۔
خط ملنے پر کتاب رفیق شباب مفت
حکیم محمد شفیع چشتی
شیرو۔ P.O جام پور۔ ڈیرہ غازی خاں

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نور الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

ہفت روزہ ”پیغام صلح“
خود پڑھنے کے بعد اپنے حلقۂ احباب تک پہنچائیں۔

عالی مرتبہ نبی

از حضرت امام الزّمان مجدّد دوران مرزا غلام احمد قادیانی رحمۃ اللہ علیہ

اس میں شک نہیں کہ توحید اور خدادانی کے متاع رسول کے دامن سے ہی دنیا کو ملتی ہے بغیر اس کے ہرگز نہیں مل سکتی اور اس امر میں سب سے اعلیٰ نمونہ ہمارے **نبی صلّی اللہ علیہ وسلم** نے دکھایا کہ ایک قوم جو نجاست پر بیٹھی ہوئی تھی ان کو نجاست سے اُٹھا کر گلزار میں پہنچا دیا۔ اور وہ جو روحانی بھوک اور پیاس سے مرنے لگے تھے ان کے آگے رُوحانی اعلیٰ درجہ کی غذائیں اور شیریں شربت رکھ دیئے ان کو وحشیانہ حالت سے انسان بنایا۔ پھر معمولی انسان سے مہذّب انسان بنایا۔ پھر مہذّب انسان سے کامل انسان بنایا اور اس قدر ان کے لئے نشان ظاہر کئے کہ ان کو خدا دکھلا دیا اور ان میں ایسی تبدیلی پیدا کر دی کہ انہوں نے فرشتوں سے ہاتھ جا ملائے۔ یہ تاثیر کسی اور نبی سے اپنی اُمّت کی نسبت ظہور میں نہ آئی کیونکہ ان کے صحبت یاب ناقص رہے۔ پس میں ہمیشہ تعجّب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام **محمّد** ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس **عالی مرتبہ کا نبی** ہے اس کے عالی مقام کا انتہاء معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا وہ **توحید** جو دُنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دُنیا میں لایا اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبّت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو **تمام انبیاء** اور تمام **اوّلین و آخرین** پر فضیلت بخشی اور اسکی مرادیں اس کی زندگی میں اسکو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اسکے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ **ذرّیتِ شیطان** ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اسکو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محرومِ ازلی ہے ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبیؐ کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اس کامل نبیؐ کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں **اسی بزرگ نبی** کے ذریعہ سے ہمیں میسّر آیا ہے اس **آفتاب ہدایت** کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اسی وقت تک ہم منوّر رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔ (حقیقۃ الوحی)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے عقائد

اس انجمن کے کوئی "مخصوص مقاصد" نہیں ہیں

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے "مخصوص مقاصد" قومی اسمبلی میں زیر بحث آئے ہیں اور اس بحث کا ذکر "نوائے وقت" میں درج ہوا ہے۔ اس ذکر سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے متعلق شبہات پیدا ہوتے ہیں اس لئے اس کا انسداد کرنے کی غرض سے ذیل کا بیان ناظرین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے :-

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اس بات پر محکم یقین رکھتی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم **خاتم النبیین** ہیں اور جو شخص حضور کو **خاتم النبیین** یقین نہیں کرتا اس کو بیدین سمجھتی ہے اور اس کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتی ہے۔ اور جو شخص حضور کے بعد **دعوئے نبوت** کرے اس کو لعنتی گردانتی ہے۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور یہ اعتقاد رکھتی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق ہر صدی کے سر پر مجدد آتے رہے ہیں۔ اور حضرت **مرزا غلام احمد** رئیس قادیان موجودہ دور کے **مجدد** ہیں۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور یہ اعتقاد رکھتی ہے کہ مجدد کا ماننا ایمانیات کا جزو نہیں ہے۔ اس لئے جو شخص حضرت مرزا صاحب کو مجدد تسلیم نہیں کرتا اس کو کافر گرداننا معصیت ہے۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے اعتقادات کو ایک دنیا جانتی ہے۔ چنانچہ اس علم کی بنا پر عیدین کی تقریب پر انگلستان کے ہر گوشے سے مسلمان سفر کر کے نہایت ذوق شوق سے ووکنگ مسجد میں آ جمع ہوتے ہیں۔ یونیورسٹیوں کے نوجوان مسلمانوں کے علاوہ قوم کے عمائدین نے بھی ہمیشہ مسجد ووکنگ میں عیدین کی نماز ادا کی ہے۔ سر آغا خاں نے مولانا محمد علی جوہر نے اور مولانا ظفر علی خاں نے میری اقتدا میں نماز ادا کی۔ سر عباس بیگ آف انڈیا آفس نے ہمیشہ میرے پیچھے نماز ادا کی۔ علامہ یوسف علی میری اقتداء میں نماز ادا کرتے رہے۔

نواب سرور علی آف کوروائی، محمد نواز آف فتح کوٹ اور سکندر مرزا سنڈھرسٹ سے آکر میرے پیچھے نماز ادا کرتے رہے۔ نواب سر یامین بھی وہاں نماز ادا کرتے رہے سر علی امام اور سر حسن امام نے بھی میری اقتداء میں نماز ادا کی۔ ملک فیروز خاں نون اور میاں فضل حسین بھی مسجد ووکنگ میں آکر میرے پیچھے نماز ادا کرتے رہے۔

ہمارے محبوب صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں بھی سنڈھرسٹ سے ووکنگ میں آتے رہے ہیں۔

حکیم اجمل خاں مرحوم نے ایک دفعہ مجھے نظام حیدر آباد کے نام دستی خط دیا۔ اس میں دیگر امور کے علاوہ یہ لکھنا بھی ضروری سمجھا کہ جہاں انکی خدمات ہیں وہاں انکے اعتقادات بھی صحیح ہیں۔ بیگم صاحبہ بھوپال نے میرے نام ایک خط لکھا جس میں انہوں نے اس امر پر مسرت کا اظہار کیا کہ آپ نے میری والدہ مرحومہ (نواب شاہجہان بیگم) کی تعمیر کردہ مسجد کو آباد کیا ہے اور رونق بخشی ہے۔ میں آپکی ممنون ہوں پھر بیگم صاحبہ بھوپال نے ایک دفعہ بھوپال میں مجھے مخاطب کر کے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ میرے لئے ووکنگ میں ایک مکان خرید یں، میں بذات خود عورتوں میں وعظ کیا کروں اور آپ مسجد میں مردوں کو وعظ کیا کریں۔

یہ ٹھوس حقائق اور شواہد اس حقیقت الامر کی وضاحت کرتے ہیں کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے عقائد کو ایک دنیا جانتی ہے اور ان کو صحیح قرار دیتی ہے۔ اس لئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سامنے قطعاً کوئی "مخصوص مقاصد" نہیں ہیں۔ اس جماعت کے اعتقادات کی بنیاد قرآن کریم کی تعلیمات پر اور حضور **نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم** کے ارشادات پر ہے اور ہم ان تعلیمات اور ارشادات سے انحراف کرنا کفر یقین کرتے ہیں۔

الراقم **صدر الدین**۔ امیر جماعت احمدیہ و پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برار
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ
پیغامِ صلح
لاہور

مدیر: ـ ست محمد
مدیر معاون: بشیر احمد سوز

سالانہ چندہ: آٹھ روپے
بیرونی ممالک سے ایک پونڈ
سو روپیہ پیشگی آنے پر تا زندگی جاری ہو سکتا ہے

جلد ۵۶ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۲ ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹ جون ۱۹۶۸ء | نمبر ۲۴

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں
میں تیرے خالص محبوں کا گروہ بھی
بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوّت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں، نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

نبی کریم صلعم سب سے بڑھ کر حیادار تھے

عن ابی سعید ن الخدری رضؓ قال کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اشدّ حیاءً من العذراء فی خدرھا (وزاد فی روایۃ) واذا کرہ شیئاً عرف فی وجھہ۔

ترجمہ:۔

ابوسعید خدری سے روایت ہے۔ کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کنواری لڑکی سے زیادہ حیادار تھے جو اپنے پردہ میں رہتی ہے۔ (اور ایک روایت میں یہ زیادہ ہے) کہ جب آپ کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو آپ کے چہرے سے معلوم ہو جاتا۔

نوٹ:۔ از حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور
یعنی زبان سے اظہارِ ناپسندیدگی نہ فرماتے تاکہ دوسرے کو گراں نہ گذرے یہ بوجہ حیا کے غلبہ کے تھا۔

کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ فاتح بھی ہیں جرنیل بھی ہیں، سپاہی بھی ہیں، قانون بنانے والے بھی ہیں جھگڑوں کے تصفیئے بھی تو کرتے ہیں مگر باایں اس قدر حیادار ہیں جیسے کنواری لڑکی، جو پردے میں رہتی ہے۔ گویا وہ اخلاق جو ایک دوسرے کی ضد ہیں اپنے پورے کمال کے ساتھ آپ کی ذات میں جمع تھے۔

فضل الباری شرح صحیح بخاری۔

پیغام صلح خود پڑھنے کے بعد حلقہ احباب میں پہنچائیں

جماعت کو اندرونی تبدیلی کرنی چاہیئے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو نصیحت

ہماری جماعت کو ایسا ہونا چاہیئے کہ نری لفاظی پر نہ رہے بلکہ بیعت کے سچے منشا کو پورا کرنے والی ہو۔ اندرونی تبدیلی کرنی چاہیئے۔ صرف مسائل سے تم خدا تعالےٰ کو خوش نہیں کر سکتے۔ اگر اندرونی تبدیلی نہیں تو تم اور تمہارے غیر میں کچھ فرق نہیں، اگر تم میں مکر و فریب، کسل اور سستی پائی جائے تو تم دوسروں سے پہلے ہلاک کئے جاؤ گے۔ ہر ایک کو چاہیئے کہ اپنے بوجھ کو اٹھائے اور اپنے وعدے کو پورا کرے۔ عمر کا اعتبار نہیں دیکھو مولوی عبدالکریم صاحب فوت ہو گئے۔ ہر جمعہ میں ہم کوئی نہ کوئی جنازہ پڑھتے ہیں۔ جو کچھ کرنا ہے اب کر لو۔ جب موت کا وقت آتا ہے تو پھر تاخیر نہیں ہوتی۔ جو شخص قبل از وقت نیکی کرتا ہے اُمید ہے کہ وہ پاک ہو جائے۔ اپنے نفس کی تبدیلی کے واسطے سعی کرو۔ نمازوں میں دعائیں مانگو۔ صدقات خیرات سے اور دوسرے ہر طرح کے حیلے سے والذین جاھدوا فینا میں شامل ہو جاؤ۔ جس طرح بیمار طبیب کے پاس جاتا، دوائی کھاتا، مسہل لیتا، خون نکلواتا، ٹکور کرواتا اور شفا حاصل کرنے کے واسطے ہر طرح کی تدبیر کرتا ہے۔ اسی طرح اپنی روحانی بیماریوں کو دور کرنے کے واسطے ہر طرح کی کوشش کرو، صرف زبان سے نہیں بلکہ مجاہدہ کے جس قدر طریق اللہ تعالےٰ نے فرمائے ہیں وہ سب بجا لاؤ۔ صدقہ خیرات کرو۔ جنگلوں میں جا کر دعائیں کرو۔ سفر کی ضرورت ہو تو وہ بھی کرو۔ بعض آدمی پیسے لے کر بچوں کو دیتے پھرتے ہیں کہ شاید اسی طرح کشوف باطن ہو جائے۔ جب باطن پر قفل ہو تو پھر کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالےٰ حیلے کرنے والے کو پسند کرتا ہے جب انسان تمام حیلوں کو بجا لاتا ہے تو کوئی نہ کوئی نشانہ بھی ہو جاتا ہے۔

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

تسلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نور الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور جناب مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا

حضرت مسیح موعودؑ کے یوم وصال کی تقریب پر احمدیہ جماعتوں کے جلسے

(بسلسلہ اشاعت گزشتہ)

بدوملہی

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی شاخ بدوملہی نے مورخہ ۲۶/۵ ۲۸ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے سلسلہ میں ایک جلسہ منعقد کیا۔ جس میں عمائدین شہر کے علاوہ سکول کے تمام اساتذہ اور کل طلباء موجود تھے جلسہ کی صدارت جناب چوہدری محمد شفیع صاحب رئیس بدوملہی نے فرمائی۔

مولینا شیر محمد صاحب مبلغ اسلام لائل پور سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ انہوں نے عمدہ طریق پر مختلف براہین و دلائل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ کسی مامور کی صداقت معلوم کرنے کے لئے کئی معیار قرآن کریم نے بتائے ہیں۔ مثلاً یہ کہ اس کی دعوے سے پہلے کی زندگی پاک اور بے عیب ہو۔ قرآن کریم کے حقائق معارف ظاہر کرنے میں اس کا مقابلہ نہ ہو سکے اس کی دعائیں بہت زیادہ بارگاہ خداوندی میں قبول ہوں۔ ان تمام معیاروں پر پرکھنے سے حضرت مسیح موعود کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔

اسی دن پھر شام کو ½ ۵ بجے جامع احمدیہ کوٹ بدوملہی میں جلسہ منعقد کیا گیا۔ جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اپنے جویبارہ کے جلسہ سے فارغ ہو کر سیدھے بدوملہی پہنچے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر نہایت مؤثر طور پر واقعات سے روشنی ڈالی۔ آپ نے بیان فرمایا کہ خدا کے پاک باز اور صادق بندوں کا ایک نشان یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ خدا کے سوائے کسی سے خوفزدہ نہیں ہوتے۔ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان اور اپنی عزت ہر وقت قربان کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ سنہ ۱۸۹۱ء میں حضرت مسیح موعودؑ دہلی تشریف لے گئے۔ نواب لوہارو کی کوٹھی پر قیام فرمایا۔ حضرت صاحب کی آمد کا چرچہ دہلی شہر میں چاروں طرف ہوا۔ تو بعض بڑے بڑے مولوی صاحبان نے (جن میں ایک مولوی محمد حسین بٹالوی بھی تھے) مخالفت کی آگ بھڑکا دی۔ ہر شخص حضرت صاحب کی مخالفت کرنے کے لئے اور حضور کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو کر اپنی آخرت کو "سنوارنا" چاہتا تھا۔ ایسے خطرناک حالات میں حضور ایک روز جامع مسجد دہلی میں مخالف علماء سے مناظرہ اور بحث کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ اور عین مسجد کے درمیان منبر کے سامنے اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ جا کر بیٹھ گئے۔ ہر طرف لوگ چھریاں اور چاقو لئے قتل کرنے کے لئے تیار کھڑے تھے۔ گالیاں نکالتے اور طرح طرح کے الزامات لگاتے جاتے تھے۔ جب حضرت مولانا عبد الکریم صاحب نے سب حالات حضرت صاحب سے عرض کئے۔ تو حضور پر ان خطرناک حالات کا کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ بلکہ بار بار یہی فرماتے کہ "مولوی صاحب مردے زندہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اور جب تک آسمان پر کوئی بات نہ ہو لے زمین پر نہیں ہو سکتی"۔

غرضیکہ ہزارہا مخالفین کے مجمع میں سے جو نیت بد سے جامع مسجد دہلی میں جمع تھا خدا تعالیٰ نے آپ کو معجزانہ طریق سے بچا لیا۔

ایک اور واقعہ ڈاکٹر صاحب نے یہ بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک خاص نہر کے محکمہ کی طرف سے مقدمہ کھڑا کر دیا گیا جو اس زمانہ میں سخت خطرناک مقدمہ تھا۔ وکیلوں نے بار بار حضور سے التماس کی کہ آپ انکار کر دیں۔ کیونکہ یہ تحریر پیکٹ میں نہیں رکھی۔ مگر حضور نے وکیلوں کی بات نہ مانی۔ اور جس طرح واقعہ ہوا تھا اسی طرح بیان کر دیا۔ جس خدا کی رضا چاہنے کے لئے آپ نے اصل واقعہ ظاہر فرما دیا تھا۔ اس طاقتور خدا نے آپ کو قید اور جرمانہ کی ذلت سے بچا کر بری کر دیا۔ جس پر سارے وکلاء اور قانون دان حیران ہو کر رہ گئے۔

ڈاکٹر صاحب نے تقریباً چالیس منٹ تک حضرت مسیح موعود کی صداقت پر نہایت مؤثر اور دلپذیر تقریر فرمائی جو دلائل و واقعات سے لبریز تھی۔ ان کی فصیح و بلیغ تقریر سے سب مردوں اور عورتوں پر بہت اچھا اثر ہوا۔

ان کے بعد مولینا شیر محمد صاحب نے پھر اپنی دوسری تقریر شروع کی جس میں آپ نے قرآن کریم میں مومنوں کے نام ابن مریم اور مریم رکھے جانے کی خوب واضح تشریح فرمائی۔

جلسہ رات کے ½ ۱۰ بجے تک جاری رہا۔ کافی تعداد میں مرد اور مستورات آخری وقت تک خاموشی کے ساتھ سنتے رہے۔ اس کامیاب جلسہ کا اثر تا دیر انشاء اللہ تعالیٰ رہے گا۔ خاکسار سید سیف علی شاہ کاظمی ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول بدوملہی۔

چک ۱۸ جنوبی

چک ۱۸ جنوبی میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے منسلک جماعت احمدیہ کے افراد کثیر تعداد میں موجود ہیں ان کی اپنی بڑی عمدہ اور وسیع مسجد ہے۔ یہ مسجد خوبصورت ہے، عنقریب اس مسجد کے مینار تیار کرائے جائیں گے اور چاروں طرف سے مسجد کو سیمنٹ کر دیا جاوے گا۔ اور ایسی صورت میں مسجد کے حسن کو چار چاند لگ جاویں گے۔ چک ۱۸ میں بہت سارے غیر احمدی احباب ہماری جماعت کے افراد کی باتیں بڑے غور اور دلچسپی سے سنتے ہیں، ان میں تعصب ہرگز نہیں نمازوں میں ہمارے ساتھ شامل ہوتے ہیں اور ہمارے اعتقادات میں ہماری تائید کرتے ہیں۔ پچھلے دنوں جب مجھے چک مذکور جانے کا اتفاق ہوا تو غیر احمدی احباب کا وفد مجھے اپنی مسجد میں لے گیا اور مجھے خطبہ جمعہ اور نماز پڑھانے کے لئے کہا۔

۳۱ مئی بروز جمعہ چک ۱۸ میں بھی دوسری جگہوں کی طرح حضرت مسیح موعود کے یوم وصال کی تقریب پر جلسہ منعقد ہوا جس میں بتلایا کہ کس طرح اس بطل جلیل نے اسلام کے پھیلانے کے لئے دن رات ایک کر دیئے۔ رات دن خدا تعالیٰ کے حضور تڑپ تڑپ کر دعائیں کیں۔ اسلام کی اشاعت کے لئے کتابیں لکھیں اسلام کو چار دانگ عالم میں پھیلانے کے لئے ایک جماعت نیک اور مومن بندوں کی تیار کی۔ خدا تعالیٰ کو الآن کما کان۔ حی وقیوم۔ سمیع وبصیر۔ فعال لما یرید ثابت کیا اور خدا تعالیٰ سے ہمکلامی کا دعوے کیا اور اپنے الہامات شائع کئے اور پورے ہوتے بھی دکھلائے گئے۔

۳۱ مئی کو جمعہ تھا۔ حافظ شیر محمد صاحب خوشابی نے خطبہ دیا۔ حافظ صاحب ایک مدت سے اس چک میں مرکز کی طرف سے بطور مبلغ کام کرتے رہے ہیں، اور حقیقتاً حافظ صاحب نے ان لوگوں کے اندر احمدیت کی محبت کی جڑ ہڑ دوڑانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی حافظ صاحب نے جن افراد کو قرآن پڑھایا وہ آجکل آگے اس نیک شغل کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اور اس طرح دیئے سے دیا جلتا چلا جاتا ہے۔ حافظ صاحب نے خطبہ جمعہ میں ماموریں کی بعثت اور ان کے مقام کی مدلل وضاحت فرمائی آپ نے قرآن حکیم کی آیات تلاوت فرما کر بتلایا کہ کس طرح آیت میں فرعون کی بیوی اور حضرت مریم کا ذکر قرآن نے فرمایا ہے اور مومنوں کو ان دو مراتب سے تشبیہہ دی ہے ایک سعی اور جد و جہد سے خدا تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کا مقام ہے اور دوسری مریمی صفت کس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو معصوم رکھ کر اپنی عنایات اور عطا سے سرفراز فرماتا ہے ایک مقام جد و جہد سے حاصل ہوتا ہے دوسرا اس کی موہبت اور عطا ہے۔ حافظ صاحب نے اپنے طویل خطبہ میں علماء ربانی کے اقوال سے وضاحت فرمائی کہ کس طرح یہ لوگ انا الحق اور محمد اور احمد ہونے کا نعرہ لگاتے ہیں کس طرح یہ لوگ عرش اور کرسی اپنے آپ کو قرار دیتے ہیں۔ آپ نے فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول کے مقامات کی توضیح و تشریح اور متعدد مثالوں سے وضاحت کی اور بتایا کہ اس زمانہ کے امام کو بھی یہ مقام اور مرتبہ حاصل ہوا۔

خطبہ جمعہ کے بعد مولوی نور محمد صاحب مبلغ چک ۱۸ نے تقریر شروع کی آپ نے عالم اسلام کی حالت کو بیان کیا کہ کس طرح یکے بعد دیگرے مسلمانوں سے حکومتیں عیسائیوں نے چھین لیں خلافت ترکیہ کا کیا حال ہوا، مصر و عراق میں کیا گذری۔ پھر ہندوستان کی سلطنت کا زوال کیسے ہوا۔ ایسے میں ایک خدا کا بندہ کھڑا ہوا۔ اس نے مسلمانوں کو دعا رس بنا دیا دوسرا بڑا حملہ عیسائی پادریوں کے لشکر جرار کے ذریعہ سے کیا تاکہ مسلمانوں کے اندر سے نور اسلام نکال دیا جاوے اور اس میں وہ کامیاب بھی ہونا شروع ہو گئے لاکھوں مسلمان مذہب ترک کر گئے پس یہ اس مرد مجاہد نے للکارا اور دشمن کی صفوں میں گھس گیا۔ حتیٰ کہ عیسائیت کے مرکزوں میں اس کے جرنیل اتر گئے اور ان عیسائیوں کے اکابرین کو اسلام کا شیدا بنا دیا۔ مولوی نور محمد صاحب نے آپ کی دعوے سے قبل کی خدمات پر غیروں بلکہ معاندین کے ریویو پڑھ کر سنائے اور پھر اس فتح نصیب جرنیل کی وفات پر غیروں کے تبصرے پڑھ کر سنائے کہ اس طرح دوسروں اور دشمنوں نے اس روحانی ڈھال اور اسلامی تلوار کو خراج تحسین ادا کیا۔

ازاں بعد خاکسار نے تاریخی واقعات سے بتلایا کہ سکھوں نے یہاں پنجاب میں

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۱)

مقامِ خلافت

۲۶ / مئی کا دن جہاں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے حضرت مسیح موعودؑ کی یاد میں منایا جاتا ہے، اہل ربوہ اس دن کو چھوڑ کر دوسرے روز (۲۷ / مئی کو) یومِ خلافت مناتے ہیں، مسیح موعود کی یاد تو ان کے نزدیک اب کوئی اہمیت نہیں رکھتی، صرف خلافت ہی ایک چیز ہے جس کا دن منانا سب سے زیادہ ضروری ہے۔

چنانچہ اس سال بھی ۲۷ / مئی کو نہ صرف ربوہ اور اس سے متعلقہ جماعتوں میں جلسے منعقد کرکے خلافت کی اہمیت و فضیلت پر لیکچر دیئے گئے بلکہ مقامِ خلافت کے نام سے ایک آٹھ صفحہ کا پمفلٹ شائع کیا گیا جس میں حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال در بارہ خلافت نقل کئے گئے ہیں۔

جہاں تک حضرت مولینا کی خلافت کا تعلق ہے، وہ تمام اقوال ان کے حق میں بالکل صحیح ہیں، وہ فی الواقعہ وہ خدا کے مقرر کردہ خلیفہ تھے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ سے ان کا تعلق ایسا گہرا تھا، کہ عقیدہ و عمل کے لحاظ سے دونوں میں کوئی فرق نہ تھا، بلکہ بعض ایسی خوبیاں حضرت مولانا میں موجود تھیں، جن پر مسیح موعودؑ کو بھی رشک تھا، اسی لحاظ سے مسیح موعود کی وفات کے بعد تمام قوم نے بلا استثناء ان کو خلیفہ تسلیم کیا اس کی وضاحت حضرت مولانا کے اس نکتہ معرفت سے ہوتی ہے جو مذکورہ پمفلٹ میں نقل کیا گیا ہے اپنی ایک تقریر میں حضرت مولانا نے یہ ارشاد فرمایا:۔

> "حضرت صاحب کی تصنیف میں معرفت کا ایک نکتہ ہے وہ تمہیں کھول کر سناتا ہوں جس کو خلیفہ بنانا تھا، اس کا معاملہ تو خدا کے سپرد کر دیا اور ادھر چودہ اشخاص (معتمدین صدر انجمن احمدیہ۔ ناقل) کو فرمایا کہ تم بحیثیت مجموعی خلیفۃ المسیح ہو تمہارا فیصلہ قطعی فیصلہ ہے اور گورنمنٹ کے نزدیک بھی وہی قطعی ہے پھر ان چودہ کے چودہ کو باندھ کر ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرا دی کہ اس کو اپنا خلیفہ مانو اور اس طرح تمہیں اکٹھا کر دیا پھر نہ صرف چودہ کا بلکہ تمام قوم کا میری خلافت پر اجماع ہو گیا۔"

"یہ نکتہ معرفت" بالکل صحیح ہے، اور حضرت مولانا کی خلافت پر پورے طور پر صادق آتا ہے۔ لیکن ان کے بعد کیا ہوا؟ کیا انکے بعد کے مزعومہ خلیفہ پر بھی "یہ نکتہ معرفت" صادق آتا ہے؟ کیا میاں محمود احمد صاحب کو بھی چودہ ممبران معتمدین نے بالاتفاق خلیفہ تسلیم کیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی؟ کیا تمام قوم کا ان کی خلافت پر اجماع ہو گیا؟ واقعات بتاتے ہیں کہ ایسا نہیں ہو سکا۔ وہ چودہ ممبران معتمدین جن کو حضرت مسیح موعودؑ نے بقول حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت مجموعی خلیفۃ المسیح قرار دیا تھا، میاں محمود احمد کی خلافت پر متحد نہ ہو سکے اور ان کی اکثریت مخالف ہو گئی، کیونکہ میاں صاحب اور ان کے بعد کے نام نہاد خلیفہ کے عقائد حضرت مسیح موعودؑ کے عقیدہ و عمل کے بالکل خلاف تھے اور ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے یا پرانے نبی کے آنے کے قائل نہ تھے۔ اور ایسے مدعی نبوت کو کافر اور کاذب سمجھتے تھے۔ انہوں نے صاف طور پر اعلان کیا کہ میرا دعوے نبوت کا نہیں بلکہ مجددیت و محدثیت کا دعوے ہے جو خدا تعالے کے حکم سے کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میرے نہ ماننے کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا، نہ ماننا موجب معصیت ہے موجب کفر نہیں، لیکن میاں محمود احمد صاحب نے نہ صرف آپ کو مدعی نبوت قرار دیا بلکہ ساٹھ کروڑ مسلمانوں کو صرف آپ کو نبی نہ ماننے کی وجہ سے کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دے دیا۔ ایسی حالت میں خلافت کا سلسلہ کس طرح قائم رہ سکتا اور کس طرح انہیں مسیح موعودؑ کا خلیفہ تسلیم کیا جا سکتا تھا؟ بالخصوص اس صورت میں کہ حضرت مسیح موعود نے کسی فرد واحد کو خلیفہ بنانے کا ذکر اپنی وصیت میں ہرگز نہیں کیا اور صرف اپنی قائم کردہ انجمن کو اپنا "جانشین" قرار دے کر صاف طور پر یہ لکھ دیا کہ:۔

> "جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیئے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی رائے صحیح سمجھنا چاہیئے اور وہی قطعی ہونا چاہیئے لیکن اس قدر میں زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھ کو محض اطلاع دی جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشا میری ہرگز نہیں کرے گی لیکن صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالے کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو اور یہ صورت صرف میری زندگی تک ہے اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا۔"
>
> مرزا غلام احمد عفی اللہ عنہ
>
> ۲۷ / اکتوبر ۱۹۰۶ء

اس تحریر کے صرف سات ماہ بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انتقال ہو گیا اور کوئی دوسری تحریر ایسی نہیں نہ ہی الوصیت میں اس قسم کا کوئی اشارہ پایا جاتا ہے کہ آپ اپنے بعد انفرادی خلافت کا قیام چاہتے تھے، حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کا معاملہ الگ ہے وہ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے ایک استثنائی صورت تھی، کہ تمام قوم اور انجمن کے تمام ممبروں نے آپ کو خلیفہ بنا لیا۔ لیکن میاں محمود احمد صاحب کے حق میں قوم کا اتفاق نہ رہا نہ ہی ممبران انجمن کی کثرت ان کے حق میں تھی۔ مگر انہوں نے ان باتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے خلافت کی گدی سنبھال لی، جس کا اظہار انہوں نے اس شعر میں کیا ہے

شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعلِ بے بدل
کیا ہوا اگر قوم کا دل سنگِ خارا ہو گیا

یعنے مجھے تو خلافت کا لعل بے بدل مل گیا، قوم میں اگر پھوٹ پڑ گئی، تو کیا پرواہ ہے۔ قوم ہی کی نہیں مسیح موعود کی بھی پرواہ نہیں نہ عقائد کے معاملہ میں، اور نہ وصیت کے بارہ میں، یہ لعل بے بدل میاں صاحب کا اپنا پیدا کردہ ہے جو میاں صاحب کے خاندان بلکہ ان کی اپنی اولاد کا ہی ورثہ ہو سکتا ہے۔ پس وہ مسیح موعود کی یاد کو کیا کریں۔ خوشی تو خلافت کے لعل بے بدل کی ہے، اس لئے اسی کا دن منانا ربوائی حضرات کے نزدیک ضروری سمجھا گیا ہے تلك اذاً قسمة ضيزى۔

مرزا صاحب اور انکے متبع احمدی رسولِ اکرمؐ کو خاتم النبیین مانتے ہیں

انہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا زیادتی ہے

ادارہ تحقیقات اسلامی کے مجلہ "فکر و نظر" کا بیان

پاکستان کے ادارہ تحقیقات اسلامی کے ماہوار مجلہ فکر و نظر میں شیخ محمد ابوزہرہ پروفیسر لا کالج جامعہ قاہرہ کی تصنیف المذاہب الاسلامیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"قادیانی فرقے کا ذکر کرنے کے بعد مصنف نے آخر میں یہ نتیجہ نکالا ہے:۔ بیشک قادیانیوں کے افکار و آراء مسلمانوں کے اجماعی عقائد کے خلاف ہیں۔ مسلمان عہدِ نبوی سے لیکر آج تک اس بات کے معتقد رہے ہیں کہ نبی کریمؐ قصرِ نبوت کی آخری اینٹ ہیں ...... اس کے بعد موصوف لکھتے ہیں:۔ مرزا صاحب کے اقوال دلائل سے مؤید ہیں اور نہ اسلامی اصول و مبادی سے ہم آہنگ ہیں نظر بریں ان اقوال کے پیشِ نظر مرزا صاحب اسلامی حدود سے تجاوز کر گئے ...... بہرحال مرزا صاحب کی تعلیمات کا اسلام سے کوئی سروکار نہیں"

جہاں تک ہم جانتے ہیں "قادیانی" یا احمدی جماعت اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان "اجماعی عقائد" میں سے صرف نوعیت نبوت کے متعلق اختلاف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا احمدی بھی مانتے ہیں۔ اور بقول اُن کے مرزا صاحب نے اپنے آپ کو جن معنوں میں نبی کہا، وہ نبوتِ محمدی کا ایک فیض اور ظل ہے۔ چنانچہ خود شیخ ابوزہرہ نے اس سلسلے میں مرزا صاحب کا ایک اقتباس دیا ہے، جو یہ ہے:۔

"اگر میں آپؐ کی امت میں سے نہ ہوتا اور آپؐ کے طریقہ کی پیروی نہ کرتا تو مکالمہ ربانی سے مشرف نہ ہو پاتا۔ اگرچہ میرے اعمال پہاڑوں کے برابر ہوتے۔ اس لئے کہ نبوتِ محمدیؐ کے سوا سب نبوتیں منقطع ہو چکی ہیں۔ لہٰذا آپؐ کے بعد کوئی صاحب شریعت نبی نہ ہوگا۔ البتہ غیر تشریعی نبی آ سکتے ہیں، لیکن اُن کا آپ کی اُمت میں ہونا ضروری ہے"

مرزا صاحب نے تشریعی نبوت اور غیر تشریعی نبوت کی جو تقسیم کی ہے، اس سے ہمیں لاکھ اختلاف ہو، لیکن اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ مرزا صاحب اور ان کے متبع احمدی رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ یا وہ توحید کے منکر ہیں، یا ان کا عقیدہ قرآن

(باقی بر صـ۱۱ کالم نمبر ۲)

شذرات

(شاہین)

معیارِ صداقت

کسی مدعیِ ماموریت و امامت کے صدق و کذب کو پرکھنے کے لئے ہمارے پاس ایک ہی معیار ہے کہ ہم اس کے دعوے کو قرآن کریم پر پیش کریں اور یہ دیکھیں کہ اللہ تعالےٰ نے صادقین کے لئے جو معیار مقرر کئے ہیں کیا وہ ان پر پورا اترتا ہے۔ اس معیار کو دانش وروں کی زبان میں "منہاج نبوت" کہا جاتا ہے۔ یعنی ہمیں دیکھنا ہوگا کہ کیا جو شاہراہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی صداقت کو منوانے کے لئے قائم کی ہے۔ وہ اس پر گامزن ہے یا نہیں۔ اس طریق کو اختیار کرنے سے جہاں انسان حق و صداقت کو سمجھنے میں کامیاب ہو جاتا ہے وہاں گمراہی اور بے راہ روی سے محفوظ رہتا ہے۔ ہم ذیل میں قرآن کریم سے چند معیار بیان کرتے ہیں جن کے بیان میں گو اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ مگر صداقت کی متلاشی روحیں جب کلام الٰہی کے ان مقامات پر گہری نظر ڈالیں گی تو حقیقت ان کے سامنے خود بخود واضح ہو جاوے گی۔ وما علینا الا البلاغ۔

— پہلا معیار:۔ دعویٰ سے قبل کی زندگی کا پاک و صاف ہونا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دعوے کی صداقت میں یہ معیار پیش فرمایا کہ:۔

"میں اس دعوے سے قبل ایک عرصہ تک تم میں رہا ہوں کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے" (سورۃ یونس)

— دوسرا معیار:۔ زمانے کی حالت اور اس کا تقاضا

بانی اسلام علیہ السلام کی آمد سے قبل کی حالت کا نقشہ یوں بیان کیا گیا ہے:۔

"کیا خشکی اور کیا تری تمام جگہ فساد برپا ہوگیا تھا" (الروم)

زمانہ کی حالت خود اس امر کی مقتضی ہوتی ہے کہ کسی مصلح کی ضرورت ہے تاکہ وہ آکر اللہ تعالےٰ کے امر سے ان خرابیوں کو دور کرے۔

— تیسرا معیار:۔ سچے مدعی کی مخالفت کا ہونا

جب کوئی راستباز مدعی خدا کا پیغام دنیا کے لوگوں کو سناتا ہے تو اس کی سخت مخالفت کی جاتی ہے اور یہ مخالفت معمولی نہیں ہوتی بلکہ پورے جوش اور طاقت سے اس مدعی کو ختم کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

"اور اس طرح ہم نبی کے لئے مجرم لوگوں میں سے دشمن کھڑے کر دیا کرتے ہیں" (سورہ فرقان)

— چوتھا معیار:۔ قوم کا استہزاء اور ٹھٹھا کرنا

خداتعالیٰ فرماتا ہے: "لوگوں پر از حد افسوس ہے کہ جب بھی کوئی فرستادہ خدا کا پیغام لے کر ان کے پاس آتا ہے تو وہ اس سے ہنسی تمسخر سے پیش آتے ہیں" (سورہ یونس)

— پانچواں معیار:۔ مدعی کا دھن کا پکا ہونا

صادقوں کے لئے یہ بھی ایک معیار بیان کیا گیا ہے کہ حالات خواہ کیسے بھی مخالف کیوں نہ ہوں وہ اپنی دھن کے پکے ہوتے ہیں اور اپنی بعثت کے اصل مقصد کو کسی حالت میں نہیں چھوڑتے حتیٰ کہ لوگ اس وجہ سے انہیں ساحر۔ مجنون اور خبطی کہنے لگ جاتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے:۔

"لوگوں کا یہی حال ہمیشہ سے رہا ہے کہ جب بھی ان کے پاس کوئی پیغامبر خدا کی طرف سے آیا تو انہوں نے اسے جادوگر اور مجنون ہی کہا" (سورۃ الذاریات)

— چھٹا معیار:۔ صبر و استقلال کا اعلیٰ نمونہ دکھلانا

ایک راستباز مدعی کی خواہ کتنی بھی مخالفت ہو اور اس کے خلاف کس قدر بھی طوفان اور آندھیاں چلیں اس کے پائے استقلال میں ذرہ برابر لغزش نہیں آتی۔ اس کے پیش نظر خدا کا یہ فرمان ہوتا ہے کہ:۔

"اگر تو نے خدا کا فرمان پہنچانے کا کام نہ کیا تو گویا تو نے حق رسالت ادا نہیں کیا (المائدہ)

اس معیار کو اللہ تعالےٰ نے یوں بیان فرمایا ہے:۔

"تجھ سے پہلے بھی رسولوں کی اسی طرح تکذیب کی جاتی رہی۔ مگر صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا حالانکہ ان کی تکذیب اور ایذا رسانی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی، یہاں تک کہ ہماری مدد آگئی اور خدا کی باتوں کو کون بدل سکتا ہے" (سورۃ الانعام)

۷ — ساتواں معیار:۔ مدعی کا مجسم ایثار و قربانی ہونا۔

صادق اور راستباز مدعی کو کبھی اپنی جان کا خوف نہیں ہوتا۔ وہ اپنی تمام تر قوتوں اور طاقتوں کو بنی نوع انسان کی ہمدردی کے لئے صرف کر دیتا ہے خواہ اس راہ میں اسے اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں۔

قرآن کریم میں یوں وارد ہوا ہے:۔

"کیا تو ان مخالفین کے طریق کار کی وجہ سے کہ یہ خدا کے پیغام پر ایمان نہیں لاتے افسوس اور غم کرتے کرتے اپنی جان پر کھیل جائے گا۔"

۸ — آٹھواں معیار:۔ اپنی صداقت پر یقین کامل ہونا

سچے مدعی کو اپنی صداقت پر اس درجہ ایمان اور یقین ہوتا ہے کہ وہ کامل تحدی کے ساتھ لوگوں پر اتمام حجت کرتا۔ اور انہیں مقابلہ پر آنے کی دعوت دیتا اور اپنے کلام جیسا کلام اور اپنے معجزوں جیسے معجزے دکھانے کے لئے للکارتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے لئے یوں فرمایا ہے:۔

"اگر تم اس کلام کے بارے میں جو ہم نے اپنے بندے کی طرف نازل کیا شک کرتے ہو تو اس جیسی ایک سورت ہی بنا کر پیش کرو۔ اور اللہ تعالےٰ کے سوا اپنے تمام مددگاروں اور حامیوں کو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو" (البقرۃ)

۹ — نواں معیار:۔ حلقہ احباب میں زیادتی ہونا

مخالفتوں کے بادل اس طریق پر آہستہ آہستہ چھٹتے چلے جاتے ہیں کہ مخالفوں میں سے ہی سعید روحیں ٹوٹ ٹوٹ کر مدعی کے حلقہ میں شامل ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور جس کسی کا سینہ روشن ہو جاتا ہے وہ اس راستباز کے سامنے دو زانو نظر آتا ہے۔

قرآن کریم میں آتا ہے:۔

"کیا یہ لوگ اس امر میں غور نہیں کرتے کہ ہم کس طرح زمین کے اطراف سے گھٹا گھٹا کر اس کے اندر لا رہے ہیں" (سورۃ الرعد)

۱۰ — دسواں معیار:۔ بعض پیشگوئیوں کا منسوخ ہو جانا

اللہ تعالےٰ اپنی خاص مصلحتوں کے پیش نظر ایک راستباز مدعی کی بعض پیشگوئیوں کو منسوخ فرما دیتا ہے کیونکہ اصل غرض و غایت تو ہدایت کا پا لینا ہے جیسے حضرت یونس علیہ السلام نے چالیس روز تک عذاب الٰہی کی وعید سنائی، مگر قوم نے اس قدر توبہ و استغفار اور تذلل کی راہ اختیار کی کہ یہ عذاب ان سے ٹل گیا۔ اسی طرح صادق کی بعض پیشگوئیاں اس کی زندگی میں منسوخ کر دی جاتی ہیں اور اس کی جگہ نئی پیشگوئیاں کی جاتی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

"کوئی نشان یا پیشگوئی ہم منسوخ یا ترک نہیں کرتے مگر اس کی جگہ اس سے بہتر لے آتے ہیں" (البقرہ)

۱۱ — گیارھواں معیار:۔ دعوتِ مباہلہ دینا

جب خدا کے مامور کی بات مختلف طریقوں سے پیش کرنے کے باوجود لوگ نہیں مانتے تو سچے مدعی کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے مخالفین سے مباہلہ کرتا ہے تاکہ حق و باطل میں فرق ہو سکے۔ اسے قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا ہے:۔

"اگر تم کو یہ زعم ہے کہ تم ہی خدا کے دوست ہو اور باقی لوگ خدا کے دوست نہیں ہیں تو آؤ مباہلہ کے ذریعہ موت کی خواہش کرو اگر تم اس زعم میں سچے ہو" (الجمعہ)

مگر اس کے ساتھ ہی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ وہ مدعی تمام جہان کو اس معیار صداقت کے لئے مباہلہ کی دعوت دے گا، مگر لوگ اس کے مقابلہ پر آنے کی تاب نہ لا سکیں گے جیسا کہ فرمایا:۔

(باقی بر صفحہ ۱۰ کالم سوم)

مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی

اسمہ مبارک احمد صلعم
توراۃ اور انجیل مقدسہ میں

(۲)

پولوس گلتیوں کے نام خط میں لکھتا ہے
"یہ جھوٹے بھائیوں کے سبب سے ہوا جو چپکے سے اندر گھس آئے تاکہ اس آزادی کو جو ہمیں یسوع مسیح میں ملی ہے جاسوسی کر کے دریافت کریں تاکہ وہ ہمیں غلامی میں لادیں جن کے ہم ذلیل نہ ہوئے کہ گھڑی بھر بھی انکے تابع رہتے تاکہ انجیل کی سچائی تمہارے درمیان قائم رہے .... ہم تو پیدائش سے یہودی ہیں اور غیر قوموں سے گنہگار نہیں یہ جان کر کہ آدمی نہ شریعت کے کاموں سے بلکہ یسوع مسیح پر ایمان لانے سے راستباز گنے جاتے ہیں کیونکہ کوئی بشر شریعت کے کاموں سے راستباز گنا نہ جائے گا .... میں خدا کے فضل کو باطل نہیں کرتا کیونکہ راستبازی اگر شریعت سے ملتی ہے تو مسیح عبث موا"
(نامہ گلتیون ۲: ۴ و ۵ و ۱۵ و ۱۶ و ۲۱-)

مگر اس کے خلاف جناب مسیح ؑ کی تعلیم یہ ہے اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو اور یہ حکم میرے نہیں بلکہ باپ کے ہیں جس نے مجھے بھیجا ہے اگر باپ کے احکامات پر عمل کر شریعت کی پابندی کر کے ختنہ کرا کے عقیقہ کرا کر گناہ کی معافی کا بپتسمہ لے کر۔ روزے رکھ کر۔ نماز پڑھ کر اور بیت المقدس کا حج کر کے منہ کے بل سجدہ میں گر کر رو رو کر دعائیں کرتے اور اپنے شاگردوں سے اپنے لئے دعا کراتے ہوئے مسیح راستباز گنا گیا تو اس کے پیرو انہی شرعی احکامات پر چل کر گناہ گار کیوں ہوں گے؟ مگر ان لوگوں کو جنہوں نے دنیا پر خدا کی حکومت کا انکار کر کے شیطان کو دنیا کا سردار مان لیا کون سمجھائے کہ خدا باپ کی فرمانبرداری کر کے ہی مسیح راستباز کہلائے۔ خود آپ حکم دے رہے ہیں کہ میرے حکموں پر چلوگے تو مجھ سے تمہاری محبت ہوگی اور خدا کے احکامات اور شریعت کو لعنت قرار دے کر تم خود اس لعنت کے نیچے آ جاؤ گے۔ خدا کے احکامات پر عمل کر کر خدا محبت ہے کا شور مچانا عبث ہے۔ آپ جو حکم تمہیں دیا جا رہا ہے اور اسے ماننے کی بار بار تاکید کی جا رہی ہے اس کے نہ ماننے سے مسیح کے قول کے مطابق تمہارا رشتہ محبت مسیح سے ٹوٹ جائے گا۔

۳۔ میں اپنے باپ سے دعا کروں گا۔
(یوحنا ۴: ۱۵)

جناب مسیح کا کسی امر کے لئے دعا کرنا اس امر کی اہمیت اور انتہائی ضرورت کو ظاہر کرتا ہے دوسرے وقت کی نزاکت کے لحاظ سے کہ آپ کو اس وقت صلیب اپنے سامنے نظر آ رہی تھی جس کے سامنے اور سب کچھ انسان بھول جاتا ہے مگر وہ بات جو نہایت شدید اور لابد ہو وہی یاد رہتی اور انسان اس کے لئے خدا سے گڑگڑا کر دعا مانگتا ہے۔ اگر کفارہ کا عقیدہ صحیح ہوتا تو جناب مسیح ؑ کو اپنے شاگردوں کو تسلی یوں دینی چاہیئے تھی کہ تم کچھ فکر نہ کرو خدا باپ یا بیٹے کا کوئی حکم مانو یا نہ مانو بلکہ ہر حکم کے خلاف کرو تو بھی میں تمہارے پچھلے اور آئندہ ہونے والے گناہوں کا بوجھ اپنی پیٹھ پر اٹھا کر باپ کو فدیہ دے رہا ہوں۔ میرا خون تمہارے سب گناہ بہا کر لے جائے گا۔ مگر وہ فرماتے ہیں اے بنی اسرائیل اے اسرائیل کے بیٹو! تم سچائی اور صداقت کے فرزند اس طرح کہلا سکتے ہو کہ خدا کے حکموں پر جو میری معرفت تمہیں دیئے جا رہے ہیں ان پر عمل کرو تو میں تمہارے لئے دعا کروں گا۔

۴۔ تو وہ تمہیں دوسرا فارقلیط دے گا۔"
(یوحنا ۱۴: ۱۵)

یہ جملہ دو اجزا پر مشتمل ہے ایک تسلی دینے والا مسیح خود ہے جب تک وہ ان کے ساتھ تھا ان کو وہ اطمینان بخش تعلیم اور غم و فکر میں ان کو تسلی دیتا تھا مگر اب جبکہ وہ ان سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو رہا ہے تو حواریوں کا غم دوگنا ہوگا پر تسلی دینے والا کوئی نہ ہوگا۔ انہیں آئندہ تعلیم کون دے گا سچائی کا سیدھا راستہ کون بتلائے گا۔ ان کے اندر شدید اختلافات جو پیدا ہوں گے وہ کون دور کریگا وہ خدا سے وحی پاکر ان کو سچائی کا راستہ بتلاتے تھے اپنی طرف سے کچھ نہ کہتے تھے۔ دشمنوں کے اعتراضات کا جواب کون دے گا جو میری رسالت کو مشکوک ثابت کریں گے کہ خدا کی کتاب میں لکھا ہے جو کاٹھ پر لٹکایا جائے اور مر جائے وہ ملعون ہوتا ہے جھوٹا نبی ہوتا ہے اور یہ بھی زکریا نبی ؑ کی پیشگوئی ہے:-

"میں گڈریے کو ماروں گا اور بھیڑوں کو تتر بتر کر دوں گا" (مرقس ۱۴: ۲۷)

خدا باپ نے میری دعا سن لی میرا غم اور تمہارا فتنہ دور کرنے کے لئے ایک دوسرا تسلی دینے والا بھیجے گا جو ان باتوں کی جو میں نے واقعی کہی ہیں تصدیق کرے گا۔ میرے متعلق غلط فہمیاں کو دور کرے گا۔ میرے دعاوی کے متعلق جو جو الزامات اور بہتانات دوستوں اور دشمنوں نے تراشے ہیں ان کے متعلق دشمنوں کو ملزم گردانے گا اسوقت ناحق غالب اور حق مغلوب ہے جاننے والے بھی استاد کو تنہا چھوڑ کر منتشر ہو رہے ہیں اس خوفناک دکھ سے نجات اور تسلی دینے والا ایک اور نبی[1] خدا بھیجے گا کہ مجھے ہرگز دشمنوں نے قتل نہیں کیا مجھے سچا نبی ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے بچا لیا۔ پس وہ ثابت کر دے گا کہ میں خدا کی طرف سے سچا رسول تھا۔

آنے والا فارقلیط روح حق (احمد) ہے۔ (یوحنا ۱۴: ۱۷)

اس سے پیشتر کہ ہم فارقلیط ...... (Paraclete) پر تفصیلی بحث کریں روح حق (Pneumaalethea) کے متعلق کچھ لکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے یہ روح القدس نہیں جو فاختہ کی شکل میں مسیح پر اتری۔ روح حق اور روح القدس دو الگ الگ ہستیاں ہیں یونانی میں روح القدس کے لئے [illegible] اور روح حق کے لئے [illegible] ہے اور جناب مسیح نے فرمایا۔ دوسرا فارقلیط (another) یعنی جیسے وہ خود نبی ہیں اسی طرح آنے والا بھی نبی ہے۔ مسیح کی زبان یونانی نہ تھی آرامی ہیں انہوں نے جو لفظ فرمایا وہ محفوظ نہیں رہا مگر مایوس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں انہوں نے فرمایا ہے میں توراۃ کی تصدیق کرنے آیا ہوں ہمیں توراۃ سے پوچھنا چاہیئے کم از کم توراۃ تو ان کی زبان میں موجود ہے مگر انجیل ایک تو مسیح ؑ کی مادری زبان میں نہیں دوسرے آئے دن اس میں تحریف ہوتی رہتی ہے عبرانی توراۃ میں ایک کلمہ [illegible] ہے جس کا مطلب ہے صداقت کامل، مگر اس کے معنی نہایت وسیع ہیں تمام خوبیوں پر حاوی ہیں یہ لفظ امیت EMET ہے جو احمد نام کا مترادف ہے اسے دانیال نبی نے خدا کی مہر اور اسے صحیفہ حق قرار دیا ہے یہ آپ کو معلوم ہے کہ یورپین مصنفین محمد کو محمیت MAHAMET لکھتے ہیں پس امیت (EMET) احمد کا مترادف ہے اس کے معنے عبرانی لغت میں ....

Faithfulness,
Trustworthy,
sureness,
permanence
and sincerity

لکھے ہیں

اسی لغت میں لکھا ہے:-

In Jewish scripture [illegible] emet is called The seal of God

یعنی کامل صداقت۔ قابل اعتماد [illegible] یقین۔ متدین۔ ہر معاملہ میں ثقہ۔ یہودی [illegible] میں امیت کو مہر خداوندی [illegible] زبان سے امیت (احمد) کا [illegible]

" اے خداوند تیرے خیمہ میں کون رہے گا تیرے کوہ مقدس پر کون سکونت کرے گا وہ جو صراط مستقیم پر چلتا ہے اور [illegible] کے کام کرتا ہے اور اپنے دل سے سچ بولتا ہے وہ جو اپنی زبان سے [illegible] نہیں کرتا اور اپنے ہمسایہ سے [illegible] نہیں کرتا اور اپنے پڑوسی پر [illegible] نہیں لگاتا۔ وہ جس کی نظر میں [illegible] خوار ہے پر وہ انہیں جو خداوند سے ڈرتے ہیں عزت دیتا ہے وہ جو [illegible] کرتا ہے اور پھر بدلتا نہیں [illegible] سود کے لئے قرض نہیں دیتا [illegible] بیگناہوں کو ستانے کے لئے [illegible]

---

[1] پارقلیط کا ترجمہ میں نے نبی کر دیا ہے اس پر تفصیلی بحث بعد میں آئے گی مگر یہ معنی بھی کتاب کے مطابق ہیں۔ جناب مسیح کا ایک حواری برنباس ہے اس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے بر۔ نباہ نبی کا بیٹا۔ لیکن اصل یونانی نسخہ میں اس کا نام:-

پاراکلیتوس

یعنی پارا کے معنی بیٹا کلیتھوس کے معنی نبی۔

تنہا بیتا وہ جو یہ کرتا ہے کبھی متزلزل نہ ہوگا" (زبور ۱۵ : ۱۵)

یسعیا نے حضرت داؤدؑ کے الفاظ کی ہی تصدیق کی ہے اور ان باتوں کو دوہرایا ہے مزید یہ بتایا ہے کہ یہ پیشگوئی ہے اور ان خوبیوں کا قولاً اور فعلاً کرنے والا بادشاہ ہوگا۔ اس کی پناہ گاہ پہاڑ قلعہ ہوگا۔ تیری آنکھیں بادشاہ کا جمال دیکھیں گی وہ ان سرزمینوں پر جو بہت دور ہیں نظر کریں گی۔ اور زکریا نے صاف بتایا ہے۔

ایمیت وومشپیط
شلوم شیفیتو
بشعریکم ۲

احمد عدل و انصاف کی حکومت اور تمہارے دروازوں پر اسلام لائے گا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے ایمیت (احمد) کی یہ تعریف کی ہے یسعیا نبی اور زکریا نبی نے اس کی تائید کر کے مزید وضاحت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے :-

(۱) اسے خدا تیرے بیت اللہ میں کون سکونت کرے گا؟ تیرے مقدس پہاڑ (فاران) پر کون رہے گا؟

(۲)- وہ جو صراط مستقیم پر چلے گا۔

(۳) - صداقت کامل پر عمل کرے گا۔

(۴)- کلام حق کو حفظ کرے گا۔ قولاً اور فعلاً اس پر عمل کرے گا۔

(۵) جو کسی نبی کی اپنی زبان سے غیبت نہ کرے گا۔

(۶) اپنے ہمسایہ (بنی اسرائیل) کی برائی نہ کریگا بلکہ ان کی خوبیاں بیان کرے گا۔

(۷) جس کی نگاہ میں بُرا آدمی قابلِ نفرت ہے

(۸) جو خدا سے ڈرتے ہیں خواہ بنی اسرائیل ہوں یا کسی بھی دنیا کی قوم کے ان کی تعریف کریگا۔

(۹) جو اپنے دل سے نیکی کے عہد کی قسم کھاتا اور اس سے پھرتا نہیں۔

(۱۰) جو اپنے روپیہ پر سُود نہ لے گا اور نہ لینے کا حکم دے گا۔

(۱۱) معصوم اور بے گناہ کے خلاف کبھی رشوت نہ لے گا۔

(۱۲) وہ (ایمیت) احمد ان تمام خوبیوں پر قائم رہے گا اور اس کا کلام کبھی بدلے گا نہیں۔

(۱۳) دُور کے ممالک کا فاتح ہوگا۔ اس کا گھر مضبوط پہاڑ کی طرح ہوگا جسے کبھی کوئی فتح نہ کر سکے گا۔

(۱۴) زکریا نے مزید وضاحت کر دی کہ وہ ایمیت (احمد) عدل و انصاف کی حکومت کرے گا اور تمہارے دروازوں پر اسلام (شلوم) لائے گا۔

از رُوئے بائبل کونسا وہ شخص ہے جس میں یہ ساری خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ بائبل میں کسی نبی کو معصوم اور کامل صداقت کا فرزند نہیں کہا گیا ان کے ذمہ نہایت گھنونے الزامات اور بہتان لگائے گئے ہیں، دنیا میں صرف ایک ہی کامل سچائی کی رُوح ...... Emet, Pneumalithe تھا جب تک زندہ رہا وہ کامل صداقت کا مجسمہ تھا جب رخصت ہوا اپنا لائحہ عمل (قرآن) جوں کا توں محفوظ کر کے دے گیا۔ جو بقول مسیحؑ ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے گا۔

جناب مسیح نے یا بائبل کے کسی صحیفہ میں یہ نہیں بتایا گیا کہ آنے والا مثیل موسےٰ اور جناب مسیح کا رُوح حق سونٹے کا سانپ بنا کر دکھائیگا بغیر باپ کے پیدا ہوگا نہ یہ کہ جھوٹ موٹ کے مجوسی آکر اسے سجدہ کریں گے نہ یہ کہ وہ پانی پر چل کر دکھائے گا نہ یہ کہ کسی گونگے کے منہ میں تھوک کر اسے گویا کر دے گا اس کا ایک ہی وصف ہے جو تمام صفات پر حاوی ہے کہ وہ اپنے ہر کام میں قول میں اور زندگی کے ہر لمحہ میں صداقت کی رُوح ...... (Emet Pneumalithea یعنی احمد ہے۔ یہ وہ روحِ حق ہے جو جناب مسیحؑ فرماتے ہیں میرے بعد آئے گی۔ خدا باپ کی طرف سے آئے گی۔ میں اس رُوحِ حق کے بارہ میں تورات کی پیشگوئی کی تصدیق کرتا ہوں وہ میری تصدیق کرے گی گویا :-

(۱)- نہ صرف مسیح اس کے مصدق ہیں بلکہ دنیا کے تمام انبیاء اس کے مصدق ہیں۔

(۲) - اور وہ روحِ حق نہ صرف انبیاء بنی اسرائیل کی مصدق بلکہ انبیاء عالم کی مصدق ہے۔

(۳)- سب نے اسی رُوحِ حق کے آنے کی پیشگوئی کی ہے۔

(۴)- اس کا آنا تمام انبیاء کا زندہ ہو کر آجانا ہے کیونکہ وہ ہر نبی کے متعلق سچی باتیں بتائے گی۔

(۵) - وہ نہ صرف لفظی طور پر تمام انبیاء کی تصدیق کرے گی بلکہ ان کی اصلی اور سچی تعلیم کی رُوح لے کر آئے گی۔

(۶)- اس سے پہلے کی کتابیں اپنے انبیاء کے ذمہ جھوٹ بہتان۔ دھوکہ۔ زنا۔ شرک کے الزام لگاتی ہیں مگر یہ رُوحِ حق تمام انبیاء پر سے یہ خوفناک جھوٹ دُور کر کے دکھائے گی۔

(۷)- اس روحِ حق کی بشریٰ (انجیل) سنانے سے پہلے جناب مسیحؑ نے اپنے اس حکم کو ماننے کی تاکید کی ہے اگر مسیح کے ساتھ مسیحی لوگوں کو واقعی محبت ہے تو محبت کا ثبوت یہ ہے کہ وہ اس دوسرے فارقلیط پر ایمان لائیں اور یہ حکم بھی مسیح کا اپنا نہیں خدا باپ کا ہے جو ساری قوموں کا باپ ہے۔

(۸)- جناب مسیحؑ کی تعلیم اگر بنی اسرائیل کے لئے مسیح تھی تو یہ روحِ صداقت تمام دنیا کی قوموں کے لئے صداقت کامل ہے۔

(۹) جناب مسیحؑ نے خدا باپ سے اس روحِ حق کے بھیجنے کی دُعا کی اور دُعا اس وقت کی جب وہ دنیا سے رخصت ہو رہے تھے اور دعا یہ کی کہ رُوحِ حق کو آسمانی باپ دنیا کی رہنمائی کے لئے بھیجے اور وہ رُوحِ حق ہمیشہ کے لئے دنیا میں لوگوں کو سچی راہ دکھاتی رہے۔ انبیاء دنیا میں ہزاروں آئے مگر وہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ان کی تعلیم کو کسی نے ان کی زندگی میں محفوظ نہ کیا مگر حیات النبی وہ نبی ہے جس کی تعلیم دنیا کے اندر محفوظ ہے۔ قرآن زندہ محمد اور احمد ہے جو مسلمانوں کے ساتھ شروع سے ہے اور قیامت تک رہے گا۔ کوئی نیا اور پرانا نبی اس روحِ حق کی زندگی میں نہیں آسکتا۔ ۱

---

۱ یسعیا ۳۳ : ۱۵ و ۱۶

۲ یہاں بائبل کے یونانی نسخہ اور عبرانی نسخہ میں اختلاف ہے۔ ہمارا ترجمہ عبرانی نسخہ کی بنا پر ہے۔ (زکریا ۸ : ۱۶ و ۱۷)

۱ پیشگوئی پر پوری بحث کے لئے دیکھو

حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا
مقامِ محمدیت و احمدیت
از حضرت مسیح موعودؑ

اور جب حضرت خاتم النبیین سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں صفتوں (رحمٰن و رحیم) کو ایک ہی وجود میں جمع کرنا چاہا۔ اور آپؐ کی ذات بابرکات میں انہیں جمع کیا۔ (آپؐ پر ہزار دل ہزار درود اور بے شمار سلام ہوں) اس لئے اس نے خصوصیت کے ساتھ محبوبیت اور محبیت کی ان دونوں صفتوں کو سورۃ فاتحہ کے شروع میں بیان فرمایا تاکہ اس سے اس ارادہ الٰہیہ کی طرف اشارہ ہو) اور جس طرح اس نے اپنا نام اس آیت میں رحمٰن اور رحیم رکھا ہے اسی طرح اس نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام **محمد** اور **احمد** رکھا سو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ظلی طور پر ان دونوں ناموں کا جامع سیدنا حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اور یہ بات تو تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات میں سے یہی دونوں صفتیں بڑی ہیں بلکہ اس کے تمام اسماء و صفات کا خلاصہ اور اس کے اسماء صفات کی حقیقت جامعہ ہیں۔ اور ہر طالب کمال اور اخلاقِ الٰہیہ سے رنگین ہونے کے خواہاں شخص کے کمال کی شناخت کا معیار ہیں۔ اور ان دونوں کا کامل حصہ صرف ہمارے نبی کریم **خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم** کو ملا ہے۔ آپؐ کو یہ دونوں نام جن میں سے پہلا محمدؐ ہے اور دوسرا احمدؐ۔ ان دونوں صفتوں (رحمٰن و رحیم) کی طرح رب العالمین کے فضل سے عطا ہوئے ہیں۔ جن میں سے **محمد** نام صفت رحمٰن کی چادر میں اور جلال اور محبوبیت کے حُلوں میں جلوہ گر ہوا ہے۔ اور اپنے کرم اور احسان کی وجہ سے مورد تحمید بنا ہے۔ اور **احمد** نام اللہ کے فضل و کرم سے جو نصرت کے ساتھ مومنوں کا متولی بنتا ہے۔ رحیمیت اور محبیت کے حُلّہ میں اور جمالی رنگ میں ظاہر ہوا ہے۔ اور اس طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے یہ دونوں نام خداوند کریم کی ان دونوں صفتوں کے مقابل پر ہیں جیسے آمنے سامنے لگے ہوئے آئینوں میں منعکس شدہ صورتیں ہوتی ہیں۔ .... اس نکتہ کو ذہن نشین کر لینے سے حضرت امام عالی مقام سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند شان کا پتہ لگ سکتا ہے۔ جن کا نام اللہ تعالیٰ نے **محمد** بھی رکھا ہے اور **احمد** بھی اور حضرت عیسیٰؑ یا حضرت موسیٰؑ کو یہ نام نہیں دیئے اور آپ کو اپنی دونوں صفتوں رحمٰن اور رحیم سے خاص طور پر بہرہ یاب کیا ہے۔ کیونکہ آپؐ پر اس کا فضل بہت ہی بڑا ہے۔ (اعجاز المسیح)

ہم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اے خیرِ رسلؐ

مصطفےٰ پر ترا بیحد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دِل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے
تیرے مُنہ کی ہے قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اُٹھایا ہم نے
تیری اُلفت سے ہے معمُور مرا ہر ذرہ
اپنے سینے میں یہ اِک شہر بسایا ہم نے
نقشِ ہستی تری اُلفت سے مٹایا ہم نے
اپنا ہر ذرہ تری راہ میں اُڑایا ہم نے
شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اس ذات کو پایا ہم نے
چھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات
لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے
بخُدا دِل سے مرے مِٹ گئے سب غیروں کے نقش
جب سے دِل میں یہ ترا نقش جمایا ہم نے
ہم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اے خیرِ رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

تبلیغی خط و کتابت

دیکھو خُدا نے اک جہاں کو جھکا دیا
گمنام پا کے شہرۂ عالم بنا دیا

مرتبہ: الحاج میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی

گھانا

ترجمہ خط از عبداللہ الحاجی ابراھیم۔ گھانا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

مَیں یہ خط آپ کو تحریر کر رہا ہوں۔ آپ کی صحت کا کیا حال ہے۔ اور میں آپ کے لئے خدا سے اور رسُول کریم صلعم سے دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

میرے خط لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ مجھے ایک عدد قرآن شریف انگریزی درکار ہے۔ میں ۲۰ سال کی عمر کا ہوں اور مُسلم مشن پرائمری سکول میں پڑھاتا ہوں۔ میں انگریزی اور عربی بخوبی جانتا ہوں حقیقتاً مجھے مذہب اسلام سے بہت لگاؤ ہے اور میں چاہتا ہوں کہ مجھے انگریزی قرآن شریف ضرور ارسال کریں، امید ہے کہ میری درخواست پر غور فرما کر مطلوبہ کتاب ارسال کریں گے۔

(ان کو اسلام اینڈ کرسچینٹی۔ فرسٹ اسلام دی ریلیجن آف ہیومینیٹی، ایسنس آف اسلام وغیرہ ارسال کیا گیا۔)

ترجمہ خط از مسٹر جمیل محمد۔ گھانا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کے ارسال کردہ ٹریکٹ و کتب مل گئے ہیں قبل اس کے کہ مَیں کچھ مزید تحریر کروں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مَیں ان کتابوں کا بغور مطالعہ کروں گا اور آپ کو واضح کروں گا جو میں ان سے حاصل کروں گا۔ میں فی الحال ان پر کوئی تبصرہ نہیں کروں گا جب تک کہ بغور مطالعہ نہ کر لوں گا اور میں یہ کتب اپنے دوستوں کو بھی مطالعہ کے لئے دوں گا۔ وہ بھی مطالعہ کے بعد ان پر تبصرہ کریں گے مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالےٰ میری مدد کرے گا کیوں کہ میں اسلام کا شوق رکھتا ہوں۔ مجھے حضرت مولانا محمد علی صاحب کی فوٹو اور انگریزی لٹریچر ارسال کریں۔ والسّلام

(ان کو محمد علی دی گریٹ مسنزی۔ مرزا غلام احمد کے فوٹو ارسال کئے گئے۔)

ترجمہ خط از مسٹر دہانی گھانا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں یہ خط لکھ کر بہت خوشی محسوس کرتا ہوں اُمید ہے کہ آپ مجھے اپنا اسلامی لٹریچر ارسال فرمائیں گے کیونکہ مجھے اس کے پڑھنے کا بہت شوق ہے۔ والسّلام

(ان کو اسلام دی ریلیجن آف ہیومینیٹی، اسلام اور کرسچینٹی، فہرست کتب۔ ارسال کی گئیں)

ترجمہ خط از عبداللہ ابراھیم۔ گھانا

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

مَیں یہ چند حروف آپ کو لکھ کر خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ خداوند کریم آپ کو صحت دے میں ۱۹ سال کا ہوں اور مجھے مذہب اسلام سے بہت لگاؤ ہے کیونکہ میں مسلمان ہوں۔ میرا اصل مقصد خط لکھنے کا صرف یہ ہے کہ مجھے ایک قرآن شریف انگریزی ارسال کریں اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے گا۔ میں بہت خوش ہوں گا اگر آپ میری مدد کریں گے۔ والسّلام

(ان کو فنڈ مینٹل [illegible] اسلام اور کرسچینٹی، مرزا غلام احمد۔ ارسال کی گئیں)

نائیجیریا

ترجمہ خط از یوسف ہمدانی۔ نائیجیریا

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھے اسلام کی تعلیم سے بہت دلچسپی ہے اور میں آپ سے کچھ [illegible] آپ مہربانی کر کے ریلیجن آف اسلام [illegible] مولانا محمد علی [illegible] مرحوم کی ارسال کریں اور [illegible] ارسال کریں اور مجھے [illegible] کتب کی قیمت ارسال کریں۔ میں [illegible] رقم ارسال کروں گا جواب جلدی دیں بہت مشکور ہوں گا۔

(ان کو ٹیچنگز آف اسلام۔ کال آف اسلام۔ اسلام اور کرسچینٹی ارسال کی گئیں۔)

انڈیا

ترجمہ خط از سی۔ ڈی۔ ہائی۔ ڈوس ایم [illegible]

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھے احمدیت کے مسائل کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا بہت شوق ہے [illegible] تعلیم کے مطالعہ کا خواہشمند ہوں [illegible] متعلق کتب ارسال کریں۔ اس سلسلے میں [illegible] کچھ لٹریچر مفت ارسال کریں بہت مشکور ہوں گا۔

آسٹریلیشیا بنک
ہمارا نصب العین
بنک کاری میں مخلصانہ خدمت
اور اعلیٰ کارگزاری
آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ
قائم شدہ ۱۹۴۲ء

پاک سیمنٹ فاروقیہ
یادگار عمارتیں
پائیدار سیمنٹ
پاک سیمنٹ ۔ فاروقیہ
پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ
فاروقیہ (ضلع ہزارہ)

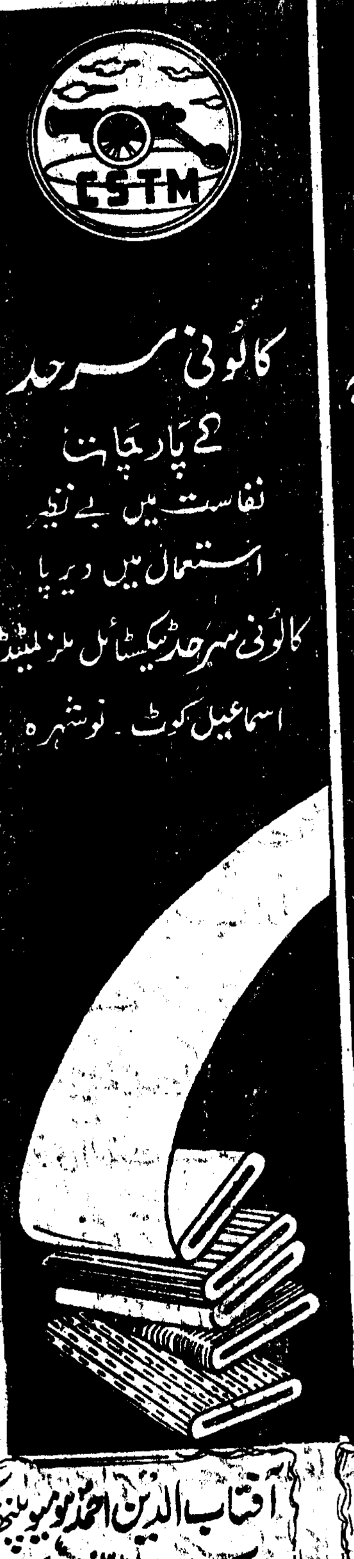

کالونی سرحد
کے پارچات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا
کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل کوٹ ۔ نوشہرہ

ہیلتھ میڈیکو
ڈے اینڈ نائٹ ایمبولینس سروس
و
معیاری ادویات
چوک میو ہسپتال ۔ لاہور

بہترین علاج
بواسیر ۔ جسمانی کمزوری ، ضعف اعصاب ، فالج
گنٹھیا ۔ تلی ۔ ریح ۔ سل ۔ پرانے بخار کے لئے شفا بخش
علاج ڈاک سے منگائیے ۔
خط ملنے پر کتاب رفیق شباب مفت
حکیم محمد شفیع چشتی
شبیرو ۔ ۵۔ح جام پور ۔ ڈیرہ غازی خان

آفتاب الدین احمد ہومیو پیتھک
دار الشفاء
کی زیادہ سے زیادہ امداد کر کے
عند اللہ ماجور ہوں ۔
—اعزازی مہتمم دار الشفاء—

نیکی رسمیات کا نام نہیں حقیقی نیکی ایمانیات اور معاملات کی درستی سے حاصل ہوتی ہے

رضائے الٰہی کے لئے مال کہاں خرچ کیا جائے؟

قوم کی بہتری کے لئے زکوٰۃ کا انتظام ضروری ہے

خطبہ جمعہ۔ مورخہ ۱۴ جون ۱۹۶۸ء۔ فرمودہ حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولٰکن البر من آمن باللہ والیوم الآخر والملٰئکۃ والکتٰب
والنبیین واٰتی المال علیٰ حبہ ذوی القربٰی والیتٰمٰی والمسٰکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب ——
واولٰئک ھم المتقون —— (البقرۃ ۔ ۱۷۷) ——

ایمان باللہ سے کردار پیدا ہوتا ہے

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے دین کی تفصیلات بیان فرمائی ہیں۔ خدا تعالےٰ پر ایمان لانے اور اس کی عبادت کرنا [illegible] دل میں یقین کرنا کہ خدا ہر جگہ ہے اور ہر کسی کو دیکھتا ہے۔ ہر کہیں دیکھتا ہے۔ اس یقین و ایمان سے انسان میں کردار پیدا ہوتا ہے۔ کردار سے ہی انسان معزز و مکرم بنتا ہے۔ کردار ایمان سے پیدا ہوتا ہے۔

پکا مسلمان وہ ہے جو معاملات میں اچھا ثابت ہو۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی مخلوق کے ساتھ مسلمان کا کیسا سلوک ہے۔ اگر خدا کی عبادت کے ساتھ ساتھ خدا کی مخلوق کے ساتھ بھی احسان و مروت کا برتاؤ کرتا ہے تو وہ پکا مسلمان ہے۔ لیکن اگر عبادت تو کرتا ہے اور لین دین اور معاملات میں اچھا ثابت نہ ہو تو وہ حقیقت میں ایماندار نہیں۔

نیکی صرف رسمیات کا نام نہیں بلکہ ایمانیات اور معاملات کا نام ہے

خدا پر ایمان لانے سے خدا تعالےٰ کو کچھ فائدہ نہیں۔ اگر فائدہ ہے تو اس کا اپنا اور دوسرے انسانوں کا ہے۔ اس لئے فرمایا لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب۔ نیکی صرف اس بات کا نام نہیں ہے کہ ظاہری طور پر رسوم پوری کر دیں، منہ قبلہ کی طرف کر لیا اور اٹھک بیٹھک کر لی۔ ولٰکن البر من آمن باللہ والیوم الآخر الخ۔ نیکی اس شخص کی ہے جو خدا کو مانتا ہے، اور عالم آخرت پر پورا ایمان لاتا ہے۔ آسمانی کتابوں کو مانتا ہے اور دیگر قوموں کے انبیاء پر ایمان لاتا ہے۔ یہ شخص دنیا کا باشندہ کہلانے گا۔ وہ صرف عرب یا پاکستان کا باشندہ نہیں بلکہ دنیا کا باشندہ ہے۔

رضائے الٰہی کے ماتحت مال خرچ کرنا موجب اجر عظیم ہے

اور دوسری یہ بات فرمائی واٰتی المال علیٰ حبہ۔ مال کی محبت شدید ہے۔ مال کی محبت کے لئے انسان دن رات کام کرتا ہے۔ مال سے انسان مکان بناتا ہے۔ فرنیچر خریدتا ہے۔ طرح طرح کا کھانا تیار کرتا، لباس خریدتا، اور موٹریں حاصل کرتا ہے۔ چونکہ مال انسان کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے، اس لئے مال سے محبت ہوتی ہے۔ باوجود مال کی محبت کے فرمایا واٰتی المال علیٰ حبہ۔ خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کی رضا کے ماتحت اپنا مال خرچ کرے۔ مال خرچ کرنا، خدا کی رضا کے ماتحت خرچ کرنا مشکل ہے اس لئے اس کا اجر عظیم ہے۔

مال کہاں خرچ کیا جائے؟

مال کہاں کہاں خرچ کیا جائے۔ اس کے متعلق فرمایا ذوی القربٰی۔ مال رشتہ داروں پر خرچ کیا جائے۔ اکثر لوگ رشتہ داروں کو پالنے میں فیل ہو جاتے ہیں۔ کبھی ماں باپ کی نافرمانی کی جاتی ہے۔ کبھی پھوپھی اور خالہ کی، بڑی بہن اور بڑے بھائی کی عزت نہیں کرتا وہ ایماندار نہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ رشتہ داری پالو۔ اقرباء پر مال صرف کرنا اور قوم کے کسی غریب فرد پر روپیہ خرچ کر کے اسے اچھا مقام دینا یہ بہت بڑی نیکی کا کام ہے۔ والیتٰمٰی والمسٰکین۔ جو محتاج اور مسکین ہوں ان کی روپیہ سے مدد کرنا وابن السبیل مسافر کی تعظیم و تکریم کرنا۔ اس کے آرام کی فکر کرنا۔ والسائلین سوالیوں کے سوال کو پورا کرنا وفی الرقاب جس کی گردن افلاس یا قرض کی وجہ سے پھنسی ہوئی ہے۔ اس کی گردن چھڑانا۔ یہ اصل نیکی کا کام ہے۔

قوم کی بہتری کے لئے زکوٰۃ کا انتظام ہونا چاہیئے

پھر فرمایا ایمانیات کا حصہ یہ بھی ہے واقام الصلوٰۃ۔ وہ لوگ نماز کا قیام کرتے ہیں واٰتی الزکوٰۃ۔ قوم کی اجتماعی حالت درست کرنے کے لئے مال میں سے مقررہ حصہ دیتے ہیں جو زکوٰۃ کہلاتا ہے۔ آج اخلاص سے زکوٰۃ دینے والے بہت کم رہ گئے ہیں۔ اس لئے کہ زکوٰۃ کی فراہمی کا انتظام کوئی نہیں۔ زکوٰۃ کی فراہمی کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحصیل دار مقرر کر رکھے تھے۔ گورنمنٹ جس طرح کئی قسم کے ٹیکس کی وصولی کا انتظام کرتی ہے۔ زکوٰۃ کی وصولی کا بھی اسی طرح انتظام کرنا چاہیئے اس سے کروڑوں روپیہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اور قوم کے رفاہی کاموں، سکولوں، مدرسوں اور ٹیکنیکل کالجوں کی تعمیر میں کام آ سکتا ہے۔ زکوٰۃ کی فراہمی کا معقول انتظام نہ ہونے کی وجہ سے یہ روپیہ ضائع جا رہا ہے۔ خدا اور رسول صلعم نے قوم کی اجتماعی حالت کو بہتر بنانے کے لئے فرمایا کہ قوم کے مفلس طبقہ کی طرف توجہ کرو اور اپنے اموال میں سے ان کی مدد کرو۔

ایفائے عہد

والموفون بعھدھم اذا عٰھدوا۔ لین دین اور کاروبار میں عہد کی پابندی ضروری ہے۔ خدا اور رسول کے ساتھ بھی ایک عہد ہے۔ وہ یہ کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ یعنی خدا تعالےٰ کے احکام کی پابندی کی جائے گی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کیا جائے گا۔ یہ عہد ہے جس کو مسلمان روزانہ دہراتا ہے۔ اسی طرح انسان کے ساتھ بھی عہد ہوتا ہے۔ [illegible] عہد کرنے کے بعد لوگ مکر جاتے ہیں۔ یہ بے وفائی اور غداری ہے۔ مسلمان کی یہ شان نہیں ہونی چاہیئے۔

مصائب میں صبر کی تلقین

پھر فرمایا والصٰبرین فی البأساء والضراء وحین البأس۔ مومن کو کبھی تنگدستی کا سامنا کرنا پڑتا ہے [illegible] کبھی بیماری کا اور کبھی جنگ کا۔ ایسے موقعوں میں مردوں اور عورتوں کے صبر کا امتحان ہوتا ہے۔ جو لوگ ان موقعوں پر صبر سے کام لیتے ہیں اولٰئک الذین صدقوا یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے عمل سے [illegible] کر دکھاتے ہیں۔ واولٰئک ھم المتقون یہی لوگ متقی ہیں۔

خدا تعالےٰ تمام مسلمانوں کو [illegible] کے سننے والوں کو توفیق عطا کرے [illegible]

تعالےٰ کے احکام و فرامین اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کریں۔

امتحان دینے والے طلباء کیلئے دعا

کچھ طالب علم آج کل امتحان دے رہے ہیں جن میں سے کچھ طلباء احمدیہ بلڈنگس میں بھی مقیم ہیں۔ بعض کا امتحان شروع ہونے کو ہے۔ ان کی درخواست ہے کہ قوم ان کی کامیابی کے لئے دعا کرے۔

میری نواسی بھی ایم اے فلسفہ کا امتحان دے رہی ہیں، انہوں نے خاص طور پر مجھے کہا ہے کہ جماعت میری کامیابی کے لئے دعا کرے (ان سب کے لئے دعا کی گئی)

دو دوستوں کی وفات اور جنازہ غائبانہ

ہمارے دو دوست خدا کو پیارے ہو گئے ہیں۔ ایک تو ماسٹر فضل الدین صاحب ہیں۔ وہ بالبر نماز کے لئے یہاں آتے رہے ہیں۔ بہت ضعیف ہونے کے باوجود احمدیہ بلڈنگس کا چکر لگایا کرتے تھے۔ میرا اور ان کا بڑا تعلق تھا۔ جب میں قادیان میں تھا تو میں ان کے پاس فیض اللہ چک جایا کرتا تھا وہ پرائمری سکول کے ماسٹر تھے۔ وہ اس مدرسہ میں فرشتہ سیرت نظر آتے تھے۔ لوگ ان پر فدا تھے۔ فیض اللہ چک میں اچھے طبقہ کے زمیندار رہتے تھے۔ وہ سب حضرت مرزا صاحب کو مانتے اور ان کے دوست تھے۔ ماسٹر صاحب مرحوم کی وہاں ان لوگوں کے دلوں میں بڑی عزت تھی۔ پچھلے اتوار ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کے علاوہ ملتان کے عبدالعزیز خان صاحب بھی جو عزیز ہوٹل کے مالک تھے۔ انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کے لئے بھی دعائے مغفرت کریں۔

بدوملہی کے میجر حنیف اختر صاحب کی والدہ ماجدہ فوت ہو گئی ہیں، ان کی مغفرت کے لئے بھی دعا کریں۔ ان کے والد صاحب کا اپریشن ہسپتال میں ہوا ہے۔ اپریشن کامیاب ہوا ہے الحمدللہ۔ ایک ہفتہ تک وہ ہسپتال سے فارغ ہوں گے۔ (ان کے لئے بھی دعا کی اور بعد نماز جمعہ مرحومین کا جنازہ غائبانہ ہوا۔)

گندم کی پیداوار میں پاکستان کے خود کفیل ہونے پر شکرانہ الٰہی

۱۴ ؍ جون کے خطبہ جمعہ کے دوران جو ذیل پر درج ہے، حضرت امیر ایدہ اللہ نے ارشاد فرمایا:-

آج تمام پاکستان میں یا کم از کم مغربی پاکستان میں خدا تعالےٰ کا شکرانہ ادا کیا جا رہا ہے کہ محض خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے آج ہمیں یہ حالت میسر آئی ہے کہ پاکستان میں گندم وافر پیدا ہوئی ہے جس کی وجہ سے ہم دوسرے ملکوں کی دست نگری سے مستغنی ہو گئے ہیں۔ بیس سال کی مدت کے بعد یہ حالت نصیب ہوئی ہے۔ کئی سالوں سے حکام اور مزارعین کوششیں کر رہے تھے کہ ہمارا ملک زرعی لحاظ سے خود کفیل ہو جائے۔ آج سے پہلے گندم باہر سے منگوانا پڑتی تھی۔ لیکن آج خدا کا خاص فضل ہوا ہے کہ کھانے کو اپنی زمین نے ہی کافی مقدار میں گندم دے دی ہے۔ الحمدللہ آج خدا تعالےٰ کے اس احسان کے پیش نظر جو خدا تعالےٰ نے ہم پر کیا ہے کہ ہمارے لئے اپنی زمین سے ہی روٹی پیدا کر دی ہے اہل پاکستان شکر ادا کر رہے ہیں۔ آیئے ہم بھی اس فضل و کرم کے لئے بارگاہ الٰہی میں تشکر و امتنان کا اظہار کریں۔ علاوہ ازیں جو انسان، انسان کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا وہ خدا کا بھی شکر گزار نہیں ہو سکتا۔ ہمارے حکام اور مزارعین نے بھی بڑی لگن اور محنت سے کام کیا ہے۔ ان کی ہی محنت اور جد و جہد کا یہ پھل خدا نے ہمیں دیا ہے۔ ہم خدا تعالےٰ کے حضور دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے حکام پر اور رعایا کے لوگوں لیڈران پر جنہوں نے دن رات کی محنت سے اس مشکل کو دور کیا ہے خدا تعالےٰ ان پر فضل و کرم کرے۔ آیئے ہاتھ اُٹھا کر انکے دعا کریں۔ (دعا کی گئی)

ضرورت ہے

ایک معزز احمدی گھرانے کے لئے مالی کی ضرورت ہے جو کہ کوٹھی سے ملحقہ باغیچہ کی پوری طرح دیکھ بھال کر سکے۔ آدمی محنتی اور دیانت دار ہونا چاہیئے۔ تنخواہ معقول دی جائے گی اور رہائش کے لئے کوارٹر (معہ بجلی) مفت دیا جائیگا۔ درخواستیں ذیل کے پتہ پر آنی چاہئیں۔

میاں محمد احمد
معرفت ایڈیٹر پیغام صلح

بقیہ شذرات از صفحہ ۲

یہ لوگ مباہلہ کی دعوت قبول کرتے ہوئے کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے بوجہ ان اعمال کے جو ان سے سرزد ہو چکے ہیں اور اللہ تعالےٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔" (الجمعہ)

۱۲ — بارھواں معیار:- امتیاز کا بشیر و نذیر ہونا

مدعی ماموریت کا یہ بھی ایک معیار ہے کہ وہ جہاں اپنے ماننے [illegible] تعالےٰ کی نعمتیں اور افضال ملنے کی خوشخبری سناتا ہے وہاں وہ مخالفت کرنے [illegible]وں اور بالمقابل کھڑے ہونے والوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتا بھی ہے۔ یعنی اگر مان لوگے تو خدا کے مقرب اور پیارے بن جاؤ گے اور اگر انکار کروگے تو خائب و خاسر ہوگے اور دنیا و آخرت میں ناکامی و نامرادی ہوگی، جیسا کہ فرمایا:-

"اور جب بھی ہم نے اپنے فرستادوں کو بھیجا ہے تو انہیں بشارت دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا ہے" (الانعام)

۱۳ — تیرھواں معیار:- اتمام حجت کے بعد مخالفین پر عذاب کا آنا

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

"ہم کسی قوم کو عذاب سے دوچار نہیں کرتے جب تک ہم اپنا فرستادہ بھیج کر اتمام حجت نہیں کر لیتے" (سورۃ بنی اسرائیل)

جب کوئی خدا کا پیارا اس کا پیغام لے کر ظاہر ہوتا ہے تو مخالفت کا ایک طوفان کھڑا ہو جاتا ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ پہلے مختلف رنگوں میں ان پر اتمام حجت کرتا ہے۔ اگر اس کے باوجود بھی لوگ ایمان نہ لاویں تو سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالےٰ ان کو گرفت کرتا ہے۔ یہ گرفت خواہ آندھی، طوفان یا بارش یا پتھروں کی بارش اور سیلاب کے رنگ میں ہو، خواہ وہ طاعون، ہیضہ، جنگ و جدال، بیماری، موت، آتش زدگی یا طوفان باد و باراں کے رنگ میں ہو۔

۱۴ — چودھواں معیار:- ثمرات حسنہ کا پیدا ہونا۔

جو لوگ کامل طور پر اس مدعی ماموریت کی تعلیم پر عمل کرتے اور اس کے قدم بقدم چلتے ہیں۔ خدا تعالےٰ ان کی زندگیوں میں ایک واضح انقلاب پیدا کر دیتا ہے اور ان کو ایک نئی زندگی دے کر ایک نیا انسان دیتا ہے۔ یہ گروہ عاشقاں اس امر کی دلیل ہوتا ہے کہ یہ مدعی صادق اور راستباز ہے جس نے اس قسم کے راستبازوں کی جماعت قائم کی ہے۔

اللہ تعالےٰ نے اسے یوں بیان فرمایا ہے:-

"جو لوگ مامور من اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اپنی جانوں اور مالوں سے خدا کے رستہ میں جہاد کرتے ہیں، یہی ان کی نیکی کے ثمرات ہیں اور یہی لوگ دنیا و آخرت میں کامیاب و کامگار ہوں گے۔" (سورۃ توبہ)

پھر اس پاکباز جماعت کا نقشہ یوں کھینچا ہے:-

"جب ان کی مجلس میں اللہ تعالےٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل موم کی طرح پگھل کر آستانہ الوہیت پر بہہ جاتے ہیں اور وہ لوگ سخت مصیبتوں اور ایذاؤں میں بھی کامل صبر کا نمونہ دکھاتے ہیں اور نمازوں کے سختی سے پابند ہوتے ہیں اور خدا کے دیئے ہوئے علم، مال و دولت، صحت وغیرہ سے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں" (سورۃ الحج)

۱۵ — پندرھواں معیار:- خدا کی نصرت اور غلبہ کا عطا ہونا

نہ صرف یہ کہ مامورین کامیاب ہوتے ہیں بلکہ جو لوگ اس مامور الٰہی کے دامن سے وابستہ ہوتے اور اس کی تعلیم پر دل و جان سے عمل پیرا ہوتے ہیں وہ دنیاوی زندگی میں بھی ہمیشہ کامیاب و کامران رہتے ہیں اور ہر حالت میں خدا تعالےٰ ان کا مددگار و معاون ہوتا ہے اور کبھی بھی انہیں بے سہارا اور بے آسرا نہیں چھوڑتا اور وہ ہر میدان میں اپنے دشمن پر غلبہ پاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

"ہمارا یہ طریق ہے کہ ہم اپنے رسولوں کی نصرت کرتے ہیں اور ان کی بھی نصرت کرتے ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں اس دنیاوی زندگی میں" (المومن)

نیز فرمایا:-

"اللہ تعالےٰ نے اپنی ذات پر یہ امر لازمی قرار دے دیا ہے کہ ہم اپنے رسولوں کو مخالفین پر غالب کر کے ہی چھوڑتے ہیں" (سورۃ مجادلہ)

— قرآن کریم کی پاک تعلیم کی روشنی میں عقل سلیم اس امر کو تسلیم کرتی ہے کہ جب کوئی

باقی بر صفحہ کالم ۲

یوم وصال حضرت مسیح موعودؑ پر جلسے

(بسلسلہ صفحہ ۲)

مسلمانوں سے کس قسم کا بہیمانہ سلوک روا رکھا ہوا تھا۔ اذان اور جماعات سے کھلا روکا جاتا تھا۔ قرآن کریم کے مقدس نسخہ جات جلا دیئے جاتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی زبانی جو نقشہ قادیان کی حالت زار کا سکھوں کی وجہ سے تھا وہ سنایا۔ ہزاروں انسانوں کا گائے کے ذبیحہ پر قتل ہو جانا بخاری شریف اور اسلامی کتب دیکھنے کے لئے مسلمانوں کا ترسنا تمام واقعات بیان کئے اور بتلایا کہ یہ ظلم و ستم کا دور تھا جس میں ہر مسلمان خدا کی نصرت کے لئے بیتاب ہو کر ہاتھ اٹھاتا تھا جس طرح قحط میں لوگ بلک بلک کر بارش کے لئے دعا کرتے ہیں۔ تب ان بے کسوں کی تضرعات کو سنا گیا جہاد فی سبیل اللہ کا ڈنکا بجا۔

خاکسار نے اس سائنس کے دور میں جب کہ دنیا سورج اور چاند کی طرف دوڑنے لگی ہے آسمان پر سورج اور چاند کے گرہن کی حدیث سنائی کہ یہ فلک کا تغیر آج تک کسی کے لئے نہیں ہوا۔ خاکسار نے بیان کیا ہر وقت کسی مامور کسی مصلح اور مجدد کو چاہتا تھا، غیروں نے بھی اس ضرورت کا احساس کیا۔ خاکسار نے یہ بھی بتایا کہ ایک شخص اپنے وقت مدعی نبوت پر لعنت بھیجتا ہے کیا وہ دوسرے وقت خود مدعی نبوت بن بیٹھے گا؟ اسی طرح حضرت مسیح موعود کی قبر کے کتبہ پر مجدد صدی چہاردہم کے الفاظ حضرت حکیم الامت مولینا نور الدینؓ کے حکم سے لکھے گئے۔ میاں محمود احمد صاحب کے عہد میں وہ کتبہ ہی اکھیڑ دیا گیا۔ ایسا کیوں کیا گیا؟ خاکسار نے لوگوں کو جماعت میں شمولیت کی دعوت دی۔ اس جلسہ میں دیہہ کے لوگ غیر احمدی اور بعض باہر کے احباب بھی شریک تھے۔

حافظ شیر محمد صاحب نے رات کو پھر اجتماع کرنے کو کہا چنانچہ رات کو جو لوگ آئے ان کے سامنے گاؤں کے چوک میں **امام الزمان** کے بارے میں علامتیں جو احادیث میں آئی ہیں اور جو انسانی قیاس سے باہر ہیں ان کا ذکر حافظ فقیر محمد صاحب نے وضاحت سے کیا۔ چاند اور سورج کے گہن کی علامتیں، مرزا صاحب کا حدیث کے مطابق جڑواں پیدا ہونا۔ حدیث کے مطابق آپ کے بدن اور چہرے کی علامات بیان کیں۔ وفات مسیح پر بالوضاحت اور دلائل سے بھرپور وعظ کیا اور بتلایا کہ اس ایک مسئلہ سے عیسائیت کی عمارت دھڑام سے گر جاتی ہے ورنہ عیسائیوں کو مسلمان تبلیغ نہیں کرسکتے بلکہ وہ جلد ان کا شکار ہو جاویں گے

رات کے جلسہ میں حضرت صاحب کا منظوم کلام نہایت ترنم سے سنایا گیا۔

احمدی بچوں نے بھی چھوٹی چھوٹی احادیث پڑھ کر سنائیں اور ان کا ترجمہ کیا۔ اور اس طرح ۳۱ مئی کو "ذکر حبیب" کی یہ دونوں کامیاب مجلسیں انجام پذیر ہوئیں۔

(الحمد للہ)

اسمٰعیل آباد

مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۶۹ء کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا یوم وصال تھا جماعت اسمٰعیل آباد نے اس موقعہ پر بعد نماز مغرب حضرت مسیح موعودؑ کی یاد میں جلسہ منعقد کیا۔ محمد یعقوب علوی صاحب کے کوارٹر پر جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔

جناب قاضی بشیر محمد صاحب علی پوری نے تلاوت قرآن کریم کے بعد ایک مختصر تقریر فرمائی۔ جس میں آپ نے جلسہ اعظم مذاہب کی کارروائی پر روشنی ڈالی۔ اور بتایا۔ کہ کس طرح حضرت اقدس کا یہ اعلان۔ کہ میرا مضمون بالا رہے گا۔ پورا ہوا۔ اور اس طرح دوسرے مذاہب پر اسلام کی فوقیت ثابت ہوئی۔

دوسری تقریر جناب رانا فیض بخش صاحب نے جو کہ جماعت ربوہ کے سرگرم رکن ہیں فرمائی آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی بہت ساری پیشگوئیوں کی وضاحت فرمائی جو اپنے اپنے وقت پر روشن سورج کی طرح پوری ہوئیں۔

تیسری تقریر جناب محمد عبداللہ صاحب نے رسالہ روح اسلام سے حضرت صاحب کے متعلق مسلم اکابر کی آراء پڑھ کر سنائیں

خاتمہ پر خاکسار نے ایک مختصر تقریر کی جس میں حضرت اقدس کی وفات کے موقعہ پر مولوی عبداللہ العمادی صاحب ایڈیٹر اخبار وکیل کے مضمون "موت عالم" کے اقتباسات پڑھ کر سنائے۔ اور تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ جنہوں نے اپنے کام اور آرام کا حرج کر کے ہماری تقریب کو رونق بخشی۔ حاضرین میں چند احباب غیر از جماعت بھی شامل تھے۔ احباب کی تواضع قبل از کارروائی جلسہ، چائے وغیرہ سے کی گئی۔

آخر میں دعا کی گئی۔ کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد پر قائم رہنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور خادم دین اسلام بنائے۔ آمین۔

فقط والسلام

احقر العباد۔ محمد داؤد علوی سیکرٹری
جماعت احمدیہ اسمٰعیل آباد۔ دباقی۔ باغ

(رشن رات بقیہ صلا)

مدعی ماموریت ان معیاروں پر پورا اترتا ہو تو اس پر ایمان لانا واجب ہو جاتا ہے اور انکار کی راہ اختیار کرنا سخت نادانی اور جہالت ہے۔ اس قسم کے مرد خدا پر ایمان ہی سے لانے کا ماجرا قرآن کریم میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کے ذکر میں یوں بیان کیا گیا:—

"ایک مومن مرد نے جو فرعون کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور پوشیدہ طور پر ایمان لا چکا تھا یوں کہا کہ کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جس کا جرم صرف یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ درآنحالیکہ وہ اپنے رب کی طرف سے تمہارے پاس کھلے کھلے نشانات لے کر آیا ہے۔ اگر وہ کاذب ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر پڑے گا، اور اگر وہ صادق اور راستباز ہے تو جن جن امور سے وہ تمہیں ڈراتا ہے وہ تمہارے سامنے آجاویں گے اللہ تعالےٰ اس شخص کی کبھی راہنمائی نہیں کرتا ہے جو حد سے بڑھنے والا کذاب ہو۔ اے میری قوم آج تو تمہاری حکومت ہے اور تمہیں ملک پر غلبہ حاصل ہے اور اگر تم پر خدا کا عذاب آگیا تو پھر ہمارا کون یار و مددگار ہوگا!"

(سورۃ المؤمن)

اس زمانہ کے امام اور مامور من اللہ فرماتے ہیں:—

میں اگر کاذب ہوں کذابوں کی دیکھوں گا سزا ؛ پر اگر صادق ہوں پھر کیا عذر ہے روز شمار
ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر ؛ میرے جیسی جس کی تائیدیں ہوئی ہوں بار بار

(حضرت مسیح موعودؑ)

بقیہ مجلہ فکر و نظر کا بیان از ص۳

اور احادیث پر نہیں۔ بلکہ جہاں تک ہم جانتے ہیں، مرزا صاحب نے اپنی جماعت سے یہاں تک کہا تھا کہ وہ فقہ میں فقہ حنفی کی پابندی کریں۔

غرض نبوت کو اس طرح ماننے پر ہم انہیں بے شک مؤول (تاویل کرنے والے) کہہ سکتے ہیں جیسا کہ مولانا ابو الکلام مرحوم کی رائے تھی، لیکن انہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا جیسا کہ شیخ ابو زہرہ نے دیا ہے ہمارے نزدیک زیادتی ہے۔

"پیغام صلح":— معاصر "فکر و نظر" کی حق گوئی کے ہم ممنون ہیں، جہاں تک قادیانی جماعت کا تعلق ہے، اگرچہ وہ بھی رسول اللہ صلعم کے خاتم النبیین ہونے کے قائل ہیں، لیکن حضرت مرزا صاحب کو وہ ایسا نبی مانتے ہیں جن کا انکار موجب کفر ہے، اس لحاظ سے حضرت مرزا صاحب ان کے نزدیک غیر صاحب شریعت ہونے کے باوجود حقیقی نبی ہیں، حالانکہ حضرت مرزا صاحب نے نبی کا لفظ مجازاً استعمال کیا ہے نہ کہ حقیقتاً (سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ) اور آپ نے اپنا انکار موجب کفر قرار نہیں دیا۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کوہ مری تشریف لے گئے۔

— حضرت امیر ایدہ اللہ ۱۶ جون کو بروز اتوار موسم گرما کی وجہ سے تین ماہ کے لئے مری تشریف لے گئے ہیں۔ آپ کا پتہ حسب ذیل ہے:—

خالد ولا۔ مسٹر لودی کا ہوٹل۔ کوہ مری

خان عبدالعزیز خان آف ملتان کی وفات۔

— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں رنج و افسوس سے پڑھی جائے گی کہ خان عبدالعزیز خان مالک عزیز ہوٹل ملتان ۸ جون کو بوقت ۵ بجے شام وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم جماعت کے سرگرم ممبر تھے۔ ہمیں ان کے فرزندان محمد صدیق خان، محمد شریف خان اور دیگر لواحقین و پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں صبر عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔ لاہور میں گذشتہ جمعہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی اقتداء میں جنازہ غائبانہ پڑھا گیا۔

ہماری تبلیغی سرگرمیاں

جزائر فجی میں خواتین کی تنظیم و دینی تعلیم

مولانا احمد یار صاحب اپنے مکتوب ۱۳ رمئی ۱۹۶۶ء میں رقمطراز ہیں :-

احمدی خواتین جزائر فجی کا ایک اہم اجتماع منعقد ہوا جس میں بعض خواتین نے بچوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق اہم مضامین سنائے۔ خواتین کی تنظیم اور دینی تعلیم کے متعلق بھی اہم تجاویز اس اجتماع میں زیر غور آئیں جنہیں جامۂ عمل پہنانے کے لئے فیصلے کئے گئے۔ اس اجلاس کے افتتاح سے دورِ حاضر میں مسلمان عورتوں کو جو مسائل پیش ہیں ان پر روشنی ڈالنے کے لئے اس عاجز کو دعوت دی گئی چنانچہ خاکسار وقت مقررہ پر پہنچ گیا۔ اور تقریباً ایک گھنٹہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے اسلام میں عورت کے مقام پر تقریر کی۔ کچھ دنوں سے تبلیغی جماعت کا ایک وفد جو پانچ اصحاب پر مشتمل ہے یہاں فجی کا دورہ کر رہا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہاں عورتوں میں پردہ بالکل نام کو بھی نہیں۔ ہندو اور مسلمان عورتیں عموماً ساڑھی پہنتی ہیں۔ نوجوان عورتیں شلوار بھی پہن لیتی ہیں۔ مسلمان لڑکیاں دوسری جاتی کی لڑکیوں کی طرح دفاتر سرکاری اور غیر سرکاری میں بطور کلرک وغیرہ کام کرتی ہیں۔ بڑی بڑی دکانوں میں بطور SALE GIRLS (سیل گرلز) بھی نظر آتی ہیں۔ ہسپتالوں میں بطور نرس اور اسکولوں میں بطور استانی بھی آپ انہیں کام کرتے دیکھیں گے۔ غرضیکہ یہاں کی مسلمان عورتیں اپنے اپنے حالات کے مطابق ہندو، عیسائی، بہنوں کی طرح زندگی کے ہر میدان میں آپ کو مصروفِ عمل نظر آئیں گی۔ مذکورہ بالا پانچ بزرگوں نے یہاں مسلمان عورتوں کے کئی اجتماعوں میں لیکچر دیئے ہیں۔ عورتوں کو ایک کمرے میں بٹھا کر آگے کپڑے کا پردہ لٹکایا جاتا ہے۔ پھر یہ بزرگ تقریر کرتے ہیں۔ عموماً جو مسائل بیان کرتے ہیں وہ اس قسم کے ہوتے ہیں کہ عورتیں آج کل جس طرح سر کے بال سنوارتی ہیں اور پاؤڈر ملتی ہیں ایسا کرنا ناجائز ہے۔ اس ضمن میں یہ بھی معلوم ہوا کہ ان میں سے ایک بزرگ نے یہ مسائل بیان کرتے ہوئے ایک روایت سنائی کہ ایک عورت اسی طرح موجودہ فیشن کے مطابق [illegible] کے بالوں کو سنوارا کرتی تھی، جب وہ مری تو اسے غسل دینے کے لئے اس کے بال کھولے گئے تو نہلانے والیاں یہ دیکھ کر ڈر گئیں کہ اس کے بالوں میں سانپ لپٹا ہوا ہے۔ کچھ دیر وہ لپٹا رہا۔ پھر وہ تھوڑا سا دور جا کر بیٹھ گیا۔ جب غسل وغیرہ اور تجہیز و تکفین سے فراغت ہوئی تو وہ پھر آ کر عورت کے بالوں کو لپٹ گیا۔ حتیٰ کہ اس عورت کی میت کے ساتھ قبر میں چلا گیا۔

خاکسار نے بتایا کہ اس قسم کی روایات اور کہانیاں بے بنیاد ہیں۔ مسلمان عورت کو اسلام کام کرنے سے منع نہیں کرتا، البتہ عورت کو بناؤ سنگار کر کے باہر چلنے سے ضرور روکتا ہے۔ وہ سادگی کے ساتھ باہر بھی جا سکتی ہے۔ کام کاج بھی کر سکتی ہے۔ ضرورت کے مطابق نرسنگ وغیرہ کا پیشہ بھی اختیار کر سکتی ہے پھر خاکسار نے قرآن کریم سے پردہ کے مسئلہ پر روشنی ڈالی اور احادیث شریف سے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب مرد کسی مہم پر جاتے تو مستورات بھی ساتھ ہوتیں۔ مرد جنگ میں لڑتے تو عورتیں جو زخمی ہو جاتے انہیں میدانِ جنگ سے اٹھا لاتیں اور ان زخموں کی مرہم پٹی کرتیں۔ قوم کے لئے پانی بھر بھر کر لاتیں۔ غرضیکہ یہ چھوٹے چھوٹے کام سب عورتیں سر انجام دیتیں۔

اجلاس کے اختتام سے پہلے مستورات نے پردہ وغیرہ کے متعلق سوالات کئے، جن کے جوابات دیئے گئے اور دعا پر یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ فقط والسلام

نیاز کیش احمد یار عفی عنہ

فون نمبر
۲۰۱۴
۲۰۵۹
۷۷۶۶

ٹیلیگرام:- فائن ٹیکس

فائن ٹیکس

دیدہ زیب — خوشنما نمونے — پختہ رنگ — شرٹنگ
بستر کے سیٹ — صوفہ — و — پردہ کلاتھ

آج ہی فائن ٹیکس کی مصنوعات سے اپنے گھر کو سجائیے

یونائیٹڈ ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ فضل آباد ملتان

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرق رحمت بیار

قرآن پیشم کن روشن آیات میں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ٹیلی فون نمبر ۳۷۲۴۷

تار کا پتہ: تبلیغ لاہور

ہفت روزہ
پیغام صلح
لاہور
پاکستان

جلد ۵۶ || یوم چہار شنبہ مورخہ ۹ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۶ جون ۱۹۶۸ء || نمبر ۲۵

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص محبوں کا گروہ بھی
بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ دینؒ قابل احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آکے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی
دین میں لوگوں پر آسانی کرو تنگی نہ کرو

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا۔

ترجمہ:۔ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگوں پر) آسانی کرو اور تنگی نہ کرو۔ اور خوشی کی بات سناؤ اور نفرت نہ پیدا کرو۔

نوٹ:۔ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۔ یعنے دین سکھانے میں فراخی اور سہولت سے کام لو تنگی اور شدت نہ کرو۔ اور وہ ما ذرا سی کمزوریوں پر عذاب کی دھمکیاں دے کر نہ ڈراؤ۔ بلکہ نیکی کے نیک نتائج کی طرف توجہ دلا کر اسی بات کے اندر خوشخبری کا رنگ پیدا کرو۔ یہ ضرورت بالخصوص ان لوگوں کے متعلق ہے جو نئے نئے اسلام میں آتے ہیں۔ مگر آج وعظ کا وہ رنگ ہے کہ سننے تو ایک طرف رہے کسی کے منہ سے ذرا سی قابل اعتراض بات سن لیں تو اسے اسلام سے باہر نکالنے کے لئے پورا زور لگاتے ہیں۔

(فضل الباری شرح صحیح بخاری۔ کتاب العلم)

ہفت روزہ پیغام صلح
خود مطالعہ کرنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں

آہ! میاں سعید احمد صاحب

جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر نہایت رنج و افسوس سے پڑھی جائے گی کہ ہمارے محترم بزرگ میاں سعید احمد صاحب طنزا دتر لاہور کچھ عرصہ بیمار رہ کر ۲۰ جون کو رحلت فرمائے عالم جاودانی ہو گئے۔

میاں صاحب ممدوح اپنی نیکی پارسائی اور خدمات دینی کی وجہ سے نہایت بلند مرتبہ انسان تھے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی مجلس معتمدین اور دیگر ماتحت مجالس کے ممبر اور آنریری محاسب بھی تھے۔ انکی وفات ایک بہت بڑا قومی نقصان ہے جس کی تلافی مشکل ہے۔ ہمیں اس سانحہ میں انکے فرزندان گرامی اقبال احمد، مختار احمد، ممتاز احمد، انوار احمد صاحبان مرحوم کی اہلیہ محترمہ اور صاحبزادیوں اور مرحوم کے برادران گرامی میاں عزیز احمد صاحب، میاں نصیر احمد صاحب، میاں فاروق احمد صاحب و میاں مغیث احمد صاحب سے دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

میاں صاحب مرحوم کے جنازہ کے ساتھ ان کی برادری کے لوگوں کے علاوہ کثیر التعداد معززین شہر اور ممبران جماعت احمدیہ شامل تھے۔ جنازہ انجمن کے قبرستان واقعہ میانی صاحب میں سپرد خاک کیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۲۱ جون کو بھی مسجد احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس لاہور میں نماز جمعہ کے بعد جنازہ غائبانہ پڑھا گیا، بیرونی جماعتوں سے بھی التماس ہے کہ جنازہ غائبانہ پڑھ کر مرحوم کی روح کو ثواب پہنچائیں۔ میاں صاحب ممدوح کے مفصل حالات کسی آئندہ پرچہ میں درج ہوں گے۔ انشاءاللہ۔

مرحوم کے متعلق تعزیتی قرار دادیں انجمن کے تعلیمی اداروں اور بیرونی جماعتوں کی طرف سے موصول ہوئیں

مولوی عبدالوہاب صاحب کی وفات

میاں سعید احمد صاحب کی وفات کا صدمہ ابھی تازہ ہی تھا کہ ۲۱ جون کو انجمن کے ایک دیرینہ کارکن مولوی عبدالوہاب صاحب کی وفات کی خبر ملی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولوی صاحب ممدوح دو تین سال سے فالج کے مرض میں مبتلا تھے، بہت علاج معالجہ کے بعد کسی قدر افاقہ ہوا لیکن بایاں بازو ماؤف ہی رہا، کچھ عرصہ ہسپتال میں بھی رہے، لیکن قضائے الٰہی سے زندگی کا پیمانہ ختم ہو گیا، ان کی وفات کی خبر ملتے ہی انجمن کی طرف سے ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا گیا اور نماز جمعہ کے وقت مسجد احمدیہ بلڈنگس میں جنازہ لایا گیا، جہاں تمام جماعت نے جنازہ پڑھا اور انجمن کے قبرستان واقعہ میانی صاحب میں لے جا کر سپرد خاک کیا گیا۔

مرحوم بڑے مخلص اور بڑی خوبیوں کے انسان تھے۔ ایک عرصہ تک حضرت امیر مرحوم کے ساتھ بطور پرسنل اسسٹنٹ کام کرتے رہے اور ان کی وفات کے بعد دفتر پیغام صلح میں شریک کار رہے۔

مرحوم کی دو بیویاں تھیں ایک پشاور میں اپنے بچوں کے ساتھ ہیں اور دوسری لاہور میں ہیں ان کا کوئی بچہ نہیں۔ ہمیں ان سب سے دلی ہمدردی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ بیرونی جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

جزائر فیجی کے ایک دوست کی

سیاحت پاکستان و انگلستان

وطن واپس پہنچنے پر ان کے اعزاز میں جلسہ

مولانا احمد یار صاحب کا مکتوب

محترم سید آزاد محمد شاہ صاحب سے قارئین پیغام صلح اچھی طرح اس سے قبل متعارف ہو چکے ہیں۔ ان کا اور ان کی بیگم صاحبہ کا فوٹو بھی اخبار میں چھپ چکا ہے۔

آپ انگلستان وغیرہ ممالک کی سیاحت کر کے واپس اپنے وطن جزائر فیجی میں بخیر و عافیت پہنچ گئے ہیں۔ آپ انگلستان میں قیام کے دوران کئی بار ووکنگ مسجد میں بھی گئے۔ امام ووکنگ مسجد محترم حافظ بشیر احمد صاحب مصری بی اے سے بھی ملے۔ ان کے حسن اخلاق کی بہت تعریف کی۔ جماعت فیجی نے اس کو خوش آمدید کہنے کے لئے مورخہ ۱۵/۵۹ کو اپنے مرکز پر ایک جلسہ منعقد کیا۔ اس جلسہ کی صدارت کے فرائض محترم مسٹر عبدالرزاق خان صاحب نے ادا کئے۔ سب سے پہلے خاکسار نے قرآن کریم کی چند آیات پڑھیں اور ان کا ترجمہ و تفسیر بیان کی۔ اس کے بعد محترم بابو عبدالرحمن شاہو خان صاحب نے سید صاحب موصوف کی وہ قربانیاں بیان فرمائیں جو آپ نے جماعت میں شمولیت کے بعد کیں۔ آپ جماعت احمدیہ کے قیام سے قبل یہاں کی جامع مسجد کے [illegible] امام تھے۔ جب محترم مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ اسلام یہاں فیجی میں وارد ہوئے تو [illegible] صاحب بھی آپ کی تحریک اور تبلیغ سے جماعت احمدیہ میں شامل ہو گئے۔ سخت مخالفت ہوئی ہر لحاظ سے تنگ کیا گیا مگر ثابت قدم رہے اور سچائی اور صداقت کو نہ چھوڑا۔ ان کی بیگم صاحبہ بھی جماعتی اور خدمت خلق کے کاموں میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں۔ ان کے اس لمبے سفر سے بخیر و عافیت [illegible] واپس آنے پر انہیں خوش آمدید کہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دونوں میاں بیوی کو تا دیر سلامت رکھے اور انہیں خدمت دین متین اور خدمت خلق کے لئے توفیق مزید عطا فرمائے۔ اس لیکچر کے دوران آپ کی آنکھوں میں کئی بار آنسو آ جاتے رہے۔

آپ نے محترم مرزا صاحب اور احباب لائل پور کے اخلاص اور محبت کی بے حد تعریف کی۔ اور بڑے تاسف سے اظہار فرمایا کہ میں الحاج حضرت شیخ میاں محمد صاحب مرحوم و مغفور کی زیارت سے محروم رہا۔ کیا پتہ تھا کہ یہ عاشق اسلام و قرآن اور شیدائے امام الزمان اتنا جلدی ہم سے جدا ہو جائے گا۔ ان کے کارنامے سن کر بے اختیار دعا نکلتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ انہیں جنت نصیب فرمائے اور انہیں فردوس میں اعلیٰ مقام عنایت کرے۔ آمین۔

پھر آپ نے بتایا کہ تقریباً ایک ہفتہ لائل پور میں قیام کے بعد محترم مرزا صاحب کے ہمراہ ہم لاہور پہنچے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے کاروبار املاک و اراضی اور کارناموں کو دیکھ کر ان ربوی حضرات کے جھوٹ کا پردہ فاش ہو گیا کہ جو یہ کہہ کر لوگوں کو عموماً اور لاہور جماعت کے احباب کو خصوصاً گمراہ کرنے کی سعی کرتے رہتے ہیں کہ لاہور جماعت ختم ہو گئی ہے۔ مولوی محمد علی صاحب ہی تحریک اور سلسلہ کو [illegible] ادھر ادھر [illegible] رہتے تھے۔ اب وہ فوت ہو گئے ہیں۔ اب نہ کوئی جماعت ہے اور نہ کوئی ان کا دفتر ہے۔ یہاں فیجی میں آکر میں نے سنا ہے کہ جو لوگ محمد آف لمباسہ المعروف [illegible] جو حال ہی میں ربوہ کا سالانہ جلسہ دیکھ کر واپس آیا ہے اسی قسم کی غلط [illegible] پروپیگنڈا کر رہا ہے۔ یہ لوگ اپنے غلط عقائد کو اس قسم کی کذب بیانیوں سے چھپاتے ہیں۔ احباب لاہور نے جس خلوص اور [illegible] دل سے ہم دونوں میاں بیوی کی خدمت کی ہے اس کے لئے ہم بہت مشکور ہیں۔ خصوصاً حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ و اطال بقاءہ کے حسن سلوک اور محبت کے ہم بے حد ممنون ہیں۔ آپ صبح و شام ہماری خبر گیری فرماتے اور بار بار ہماری خیریت پوچھتے۔ اس پیرانہ سالی میں آپ کا جوانوں کی طرح [illegible] اس قدر توجہ فرمانا یہ انہیں کا حصہ ہے۔ آپ سے قرآن کریم کی تلاوت سن کر وہ لطف آیا جو احاطہ [illegible] بیان سے باہر ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کے ساتھ عمر طویل عطا فرمائے۔ سید صاحب موصوف نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی بہت تعریف کی۔ نیز آپ نے کراچی کے احباب کے حسن سلوک کو بھی سراہا اور فرمایا کہ ہم ان کے بھی مشکور ہیں۔ سید صاحب کے بعد آپ کی بیگم صاحبہ محترمہ نے حج بیت اللہ شریف کے کوائف بیان فرمائے اور نہایت افسوس کے ساتھ بتایا کہ جب ہم لندن سے بیروت پہنچے تو سید صاحب عارضہ قلب سے شدید بیمار ہو گئے۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ اگر انہوں نے آرام نہ کیا تو ان کی زندگی سخت خطرہ میں پڑ جائے گی۔ چنانچہ شاہ صاحب کو بیروت ہسپتال میں چھوڑ کر ہم ماں بیٹی حج کے سفر پر روانہ ہو گئیں۔ الحمد للہ ہم نے حج کا فریضہ ادا کیا۔ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے لئے خوب دعائیں کیں۔ حضرت امیر جماعت مولینا صدرالدین صاحب اور احباب جماعت کی صحت و ترقی کے لئے دعائیں کیں۔

آپ نے آخر پر جماعت احمدیہ کی ان جملہ خواتین کا شکریہ ادا کیا۔ جنہوں نے اس سفر میں ہم مسافروں کے ساتھ انتہائی خلوص اور محبت کا اظہار فرمایا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور ان کے گھر ان و جان میں برکت ڈالے۔ آمین۔ محترمہ بیگم صاحبہ کے بعد مسٹر جی ایچ دین صاحب پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جزائر فیجی شاخ لاہور نے مختصراً محترم سید صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ محترمہ کی خیریت سے واپسی پر مبارکباد دی اور ان کا خیر مقدم کیا۔ آخر پر محترم صدر صاحب نے جملہ حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور دعا کے ساتھ جلسہ کے اختتام کا اعلان کیا۔ والسلام۔

(نیاز کیش احمد یار عفی عنہ۔ المبشر الاسلامی)

تبلیغی خط و کتابت

دیکھو خدا نے اک جہاں کو جھکا دیا
گمنام پا کے شہرۂ عالم بنا دیا
(حضرت مسیح موعود)

مرتبہ:۔ (الحاج میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی)

انڈیا

ترجمہ خط از مہتمم آزاد مسلم لائبریری۔ انڈیا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں نے آپ کی تفسیر سورۃ فاتحہ پڑھی۔ یہ بہت عظیم کتاب ہے اور آپ کا تمام لٹریچر ہماری لائبریری کے ناظرین کے لئے کافی پسندیدہ ہے براہ کرم خاص خاص کتابیں روانہ فرماویں اور گاہے بگاہے لٹریچر ارسال کرتے رہا کریں اور پبلک کو اس کے پڑھنے سے بہت فائدہ ہوگا۔ یہ لائبریری عرصہ ۲۰ سال سے قائم ہے۔

(ان کو حقیقت نماز۔ نماز اور ترقی کی تین راہیں۔ مسیح موعود اور ختم نبوت وغیرہ۔ ارسال کی گئیں)

گھانا

ترجمہ خط از مسٹر سلیمو [illegible] آتا ہو۔ گھانا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں یہ خط لکھ کر بہت خوشی محسوس کرتا ہوں کیونکہ مجھے اسلامی لٹریچر سے بہت الفت ہے اور امید ہے آپ ضرور میری مدد کریں گے۔ میں اسلام کی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہوں اور درست ایسا طریقہ بتایا جائے جس سے میں یہ تعلیم حاصل کر سکوں۔ مہربانی کر کے آپ کے مشنری کا جو گھانا کو میرے متعلق بتایا جائے۔ (ان کو لٹریچر بھیجا جا چکا ہے۔ اور اب خط کا جواب دیا گیا ہے)

برٹش گیانا

ترجمہ خط از مسٹر الیس۔ ہارون۔ برٹش گیانا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں نے ۱۰۳ بیعت فارم ارسال کئے ہیں۔ لیکن انکے پہنچنے کی رسید نہیں ملی۔ اور نہ ہی مجھے ممبر شپ سرٹیفکیٹ آپ نے ارسال کئے ہیں۔ براہ مہربانی سرٹیفکیٹ جلد ارسال کریں۔ کیونکہ لوگ ان کے بہت خواہشمند ہیں۔

(۱) کیا غیر مسلم قرآن شریف پڑھ سکتا ہے۔ اس کا جواب مجھے بہت جلد اور ضرور ارسال کریں اور مجھے کچھ لٹریچر اور کتابیں بھی ضرور ارسال کریں۔

(ان کو ۱۰۳ ممبر شپ سرٹیفکیٹ ارسال کر دیئے گئے اور سوال کا جواب بھی دیا گیا۔ اور لٹریچر اور کتابیں بھی ارسال کر دی گئیں۔

نائیجیریا

ترجمہ خط از اے او اسمٰعیلی۔ نائیجیریا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں سکول کی لائبریری کے لئے کتابیں خریدنا چاہتا ہوں مہربانی کر کے مجھے انگلش ٹرانسلیشن آف صحیح بخاری حصہ اول کی قیمت تحریر کریں۔ روپیہ خط ملنے پر ارسال کر دوں گا۔ اگر یہ نہ ہو تو پرانی ہی ارسال کر دیں۔ نیز میری لائبریری کے لیے مفت لٹریچر بھی ارسال کریں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نائیجیریا کی حکومت مستحکم بنا دے اور اتفاق دے۔ (انکو لٹریچر روانہ کیا گیا)

"مخصوص مقاصد"؟

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ایک مضمون جس میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی اغراض کے متعلق قومی اسمبلی کی بحث پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ نے یہ واضح کیا ہے کہ تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے پیش نظر کوئی "مخصوص مقاصد" نہیں ہیں، اشاعت ہذا میں دوبارہ درج کیا گیا ہے، حضرت امیر ایدہ اللہ کا یہ بیان مبنی بر حق ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتی ہے اور جو شخص حضور صلعم کو خاتم النبیین نہیں مانتا اسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتی ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق اس اُمت میں صرف مجدّد آتے رہے ہیں، اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی اس زمانہ کے مجدّد ہیں نہ کہ نبی، اور کہ مجدّد کا ماننا ایمانیات کی جزو نہیں اور نہ ہی حضرت مرزا صاحب نے اپنے نہ ماننے والوں کو کافر قرار دیا۔ جیسا کہ انہوں نے خود لکھا ہے:۔

> "ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے، کہ میرے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہوسکتا" (تریاق القلوب صفحہ ۱۳)

حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنے بیان میں اُن کئی ایک معزز مسلمانوں کے نام بھی لکھے ہیں جو ووکنگ (انگلستان) میں آپ کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ہیں، جس سے ثابت ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے عقائد سے ایک دنیا واقف ہے اور یہ جانتی ہے کہ اس انجمن کے پیش نظر کوئی "مخصوص مقاصد" نہیں، صرف اسلام ہی کی تبلیغ کے لئے وہ کوشاں ہے۔

یہ وہ حقائق ہیں جو نہ صرف حضرت امیر ایدہ اللہ کے مندرجہ بالا بیان سے ثابت ہیں۔ بلکہ انجمن کا لٹریچر بھی جو بیرونی ممالک میں بغرض تبلیغ بھیجا جاتا ہے، اسی حقیقت پر شاہد ہے۔ انجمن کا انگریزی ترجمہ القرآن اور دیگر کتابیں مثلاً "ریلیجن آف اسلام"۔ "اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی" "ٹیچنگز آف اسلام" اور متعدد دوسرے رسائل وکتب اسلام ہی کی صداقت پر روشن دلائل پیش کرتی ہیں۔ اور کوئی "مخصوص مقاصد" ان میں پائے نہیں جاتے، علاوہ ازیں انگریزی ماہنامہ "اسلامک ریویو" جو لندن سے شائع ہوتا ہے۔ اعلےٰ درجہ کے اسلامی مضامین پر مشتمل ہوتا ہے۔ دنیائے اسلام کے مسلمان فضلا اس میں نہایت اعلےٰ پایہ کے مضامین لکھتے ہیں اور تمام اسلامی دنیا میں اس رسالہ کو پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔

اس وقت ہمارے سامنے کراچی کا ایک پندرہ روزہ انگریزی اخبار "یقین" پڑا ہے، اس کے ۷ جون کے شمارہ میں کسی انگریز مسٹر P. E. Chipperfield کا مضمون بعنوان Why I joined The Brotherhood of Islam ہے۔ جس میں مضمون نگار نے مسیحی معتقدات سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے بتایا ہے کہ:۔

> "قریباً ۱۸ ماہ ہوئے میں چیئرنگ کراس لندن کی Foyes Book Shop میں Major Jarvis کی اُن سیکنڈ ہینڈ کتابوں کی تلاش کر رہا تھا جو مصر کے اندر دوران جنگ میں ان کے حالات زندگی پر لکھی گئیں تھیں اسی دوران مسٹر لوگرو (حبیب اللہ) کا ایک کتابچہ میری نظر پڑ گیا۔ جس کو میں نے خرید کر پڑھا، پھر میں پبلک لائبریری میں گیا اور تمام وہ کتابیں حاصل کیں جو عموماً مشرق وسطیٰ کے حالات پر مشتمل ہیں، اور اسلام کا بھی کچھ ذکر ان میں پایا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض اچھی کتابیں تھیں، بعض اچھی نہ تھیں، ان کے خیالات میں گڑبڑ اور غلط بیانی نمایاں تھی۔ اس سارے مطالعہ اور مسٹر لوگرو کے کتابچہ کی مدد سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ میری زندگی کی سب باتیں صحیح نہیں اور کچھ ایسی بھی باتیں ہیں جو مجھ سے اوجھل ہیں"

What is Islam

اس کے بعد مضمون نگار نے اپنے خیالات کی تبدیلیوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک دوست سے مشورہ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ:۔

> "اس کے مشورہ کا یہ نتیجہ ہوا کہ میں مسجد ووکنگ کی زیارت کے لئے گیا"

اور پھر آخر میں بتایا ہے کہ:۔

> "اس تمام لٹریچر کا جو ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ سے مجھے حاصل ہوا مطالعہ کرنے سے مجھے یقین ہوگیا کہ اسلام سچا مذہب ہے۔"

اب غور کر لیجئے کونسے مخصوص خیالات یا مقاصد اس لٹریچر میں پائے جاتے ہیں جو ووکنگ سے شائع ہوتا ہے۔ مسٹر لوگرو (حبیب اللہ) جن کا ذکر اوپر آیا ہے، وہ بھی ووکنگ مسلم مشن میں حضرت مولانا صدرالدین صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ ان کے کتابچہ Islam میں بھی خالص اسلام ہی کی حقیقت اور ماہیت کا ذکر ہے، اگر کوئی مخصوص مقاصد احمدیہ انجمن اشاعت اسلام یا ووکنگ مسلم مشن کے پیش نظر ہوتے تو مسٹر لوگرو کی کتاب میں بھی ان کا ذکر ہوتا۔

دوسرے ممالک افریقہ انڈونیشیا، ڈچ گیانا، برٹش گیانا، ٹرینی ڈاڈ، جزائر فیجی وغیرہ میں بھی اسلام کی جو تبلیغ ہو رہی ہے وہ اس خط وکتابت سے ظاہر ہے جو پیغام صلح میں آئے دن درج ہوتی ہے، اور زیر نظر پرچہ میں بھی دوسری جگہ درج ہے۔

ان حالات میں قومی اسمبلی کے اندر اپوزیشن کی طرف سے جو اعتراض کیا گیا، کہ جماعت احمدیہ کو بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کی غرض سے جو زرمبادلہ دیا جاتا ہے، اس سے انکے مخصوص مقاصد کی تبلیغ ہوتی ہے، کم از کم احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے بارہ میں صحیح نہیں۔ اس انجمن کی طرف سے محض اسلام ہی کی تبلیغ بیرونی ممالک میں کی جاتی ہے، اور کوئی "مخصوص مقاصد" اس تبلیغ میں شامل نہیں ہیں۔

ایک لائق اور معزز شخص کی شمولیت سلسلہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کا مکتوب

مکرم مولوی دوست محمد صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

۱۸ جون کا دن مبارک تھا۔ اس دن ایک لائق فائق شخص کوہ مری میں میرے ہاں آکر سلسلہ عالیہ میں شامل ہوئے فالحمد للہ رب العالمین۔

ان کا نام نامی مع القاب ڈاکٹر خلیل الرحمن صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ہے۔ یہ صاحب لاہور سٹاف کالج کے ڈائرکٹروں میں سے ایک ہیں۔ اس کالج کا نام ہے:۔

Pakistan Administrative
Staff College Lahore

اللّٰھم زد فزد۔ والسلام

صدرالدین۔ ۲۰ جون ۶۸ء

از خالد ولا۔ میٹروپول ہوٹل۔ کوہ مری

ایک ضروری اپیل احباب جماعت جو ملک بھارت۔ پاکستان اور دیگر مقامات پر آباد ہیں یہ سن کر بہت خوش ہوں گے کہ ہماری انجمن کا ایک باقاعدہ تبلیغی مشن شہر جموں میں یکم اپریل ۱۹۶۶ء سے کام کر رہا ہے اور روز افزوں تبلیغی وتربیتی نتائج مفید ثابت ہو رہے ہیں۔ چونکہ وہاں ریڈنگ روم اور لائبریری کے لئے کتب کی اشد ضرورت ہے لہذا اس مشن کی اہمیت کے پیش نظر مخیر اور صاحب استطاعت بھائی بزرگ اور بہنیں توجہ دے کر لٹریچر، کتب کے لئے مالی امداد بذریعہ مرکز یا براہ راست انچارج مشن کو بھیجدیں۔ اور دُعا بھی فرماویں۔

احمدیہ مسلم مشن جموں کا پتہ یہ ہے:۔

جموں توی۔ محلہ چولاہسکا۔ مکان نمبر ۸۸۵

جناب چوہدری غلام مصطفےٰ صاحب انچارج مشن۔ پی۔ او۔ جموں

خاکسار (ماسٹر) عبدالکریم احمدی

سیکرٹری امور عامہ جموں صوبہ حال بھدرواہ۔ کشمیر

شذرات

(شاہین)

ہے یہ گنبد کی صدا......!

۱۹۱۴ء میں جماعت احمدیہ کے اکابرین اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متبعین خاص کو "خلافت" کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے جماعت کے مرکز قادیان کو مجبوراً چھوڑنا پڑا، اور اشاعت اسلام کے کام کو جاری رکھنے کے لئے لاہور کو مرکز بنانا پڑا۔ اس تبدیلی مقام پر جماعت قادیان ہمیشہ طعنہ زنی کرتی رہتی تھی۔ وہ لوگ آئندہ کے حالات سے بے خبر تھے اس لئے قادیان سے باہر آکر اشاعت اسلام کا کام کرنے والوں کو طعنوں اور تیر و نشتر کا نشانہ بناتے رہے۔ اور حضرت امام الزمان علیہ السلام کے ان مخلص محبوں کے متعلق جماعت میں بدگمانیاں پھیلاتے رہے۔ مگر آسمان پر یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ ؎

یہ گماں مت کر کہ یہ سب بدگمانی ہے معاف
قرض ہے واپس ملے گا تجھ کو یہ سارا ادھار

آخر ملک تقسیم ہو گیا اور جماعت قادیان کے لوگ "اخرجو منه البزید یون" کی تختیاں اپنے گلے میں لٹکائے ہوئے قادیان سے لاہور کی طرف روانہ ہوئے اور جو الزام اکابرین جماعت پر لگاتے تھے کہ

"جماعت کے مرکز قادیان سے علیحدگی اختیار کی اور لاہور میں ایک علیحدہ مرکز قائم کر لیا"

اسی الزام کا خود شکار ہو کر ربوہ میں ایک علیحدہ مرکز قائم کر لیا۔

قیام پاکستان سے قبل جماعت

قادیان کی ایک شاخ "احمدیہ فیلوشپ آف یوتھ لاہور" نے ایک پمفلٹ شائع کیا جس کا عنوان تھا "اہل پیغام حضرات سے دس سوال" باقی سوالات پر کسی دوسری صحبت میں بحث کی جائے گی" اس وقت سوال ۸ نقل کیا جاتا ہے:۔

سوال ۸:۔ جماعت قادیان کے حق پر ہونے اور لاہوری جماعت کے جھوٹے ہونے کا الہامی فیصلہ۔

حضرت اقدس بہشتی مقبرہ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"یاد رہے کہ خدا تعالےٰ کے کام ہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے بلاشبہ اس نے ارادہ کیا ہے کہ اس انتظام سے منافق اور مومن میں امتیاز کرے"۔

پھر فرماتے ہیں:۔

"بے شک یہ انتظام منافقوں پر بہت گراں گذرے گا اور اس سے ان کی پردہ دری ہوگی اور بعد موت وہ مرد ہوں یا عورت اس قبرستان میں ہرگز دفن نہیں ہو سکیں گے فی قلوبھم مرض فزادھم اللّٰہ مرضا۔ (الوصیت) یہ ظاہر ہے کہ غیر مبائع حضرات نے [illegible] پر مقبرہ کے متعلق گستاخانہ الفاظ استعمال کئے اور اپنی مبائع (نقل مطابق اصل ہے۔ ناقل۔) منسوخ کر دیں گویا کہ آپ وہ آئندہ اس قبرستان میں داخل ہونے سے بکلی محروم ہو گئے۔ کیا یہ اہل پیغام حضرات کے لئے مقام غور نہیں۔ وہ بتائیں کہ کیوں وہ باوجود حق پر ہونے کے اس الٰہی نعمت سے محروم ہو گئے"۔

(پمفلٹ مذکور ص ۲)

گو ہمارا تو وہی عقیدہ ہے جو حضرت مسیح موعودؑ "الوصیت" میں بیان فرماتے ہیں:۔ کہ

"اگر کوئی صاحب دسویں حصہ جائداد کی وصیت کریں اور اتفاقاً ان کی موت ایسی ہو کہ مثلاً کسی دریا میں غرق ہو کر ان کا انتقال ہوا ہو یا **کسی اور ملک میں وفات** پاویں جہاں سے میت کو لانا متعذر ہو تو ان کی وصیت قائم رہے گی اور خدا تعالےٰ کے نزدیک ایسا ہی ہوگا کہ گویا وہ اس قبرستان میں دفن ہوئے ہیں"۔

(الوصیت ص ۲۹)

یعنی کسی کسی عذر سے دوسرے مقامات پر دفن ہونے والے اگر تقوےٰ و طہارت کے اعلےٰ مقام پر فائز ہیں تو وہ اسی قبرستان میں دفن شدہ متصور ہوں گے۔ ہم اس جگہ اعتراضاً ضلع جھنگ میں دفن ہونے والے اکابرین قادیان کا نام نہیں لیں گے مگر بہشتی مقبرہ سے محرومی کا طعنہ دینے والوں کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ وہ اپنی اور اپنے اکابرین کی حالت پر تھوڑا سا غور کریں۔ کیا یہ غلط ہے کہ اگر جماعت قادیان کے اکابرین تقسیم ملک سے قبل فوت ہو جاتے تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں "بہشتی مقبرہ" میں دفن ہونے سے روک نہیں سکتی تھی۔ مگر وہ خدا جو تمام طاقتوں اور قوتوں کا سرچشمہ ہے۔ اس نے باوجود اہل بیت کے "استثناء" کے کس طرح انہیں بہشتی مقبرہ سے محروم کر دیا۔ پاکستان میں بیٹھ کر قادیان کا نظام تو چلایا جا سکتا ہے مگر سرحد کے اس پار فوت ہو کر قادیان میں دفن ہو جانا امر دیگر ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کی تقدیریں ہیں جنہیں کوئی دوسرا بدلنے پر قدرت نہیں رکھتا۔ جب خدا تعالےٰ کسی امر کے متعلق فیصلہ کر لیتا ہے کہ یہ ہو کر رہے گا تو وہ ہو کر رہتا ہے اور کوئی نظام یا جماعت یا افراد اور قوم مل کر بھی اس فیصلہ کے بدلنے پر قدرت نہیں رکھ سکتے ؎

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

(حضرت مسیح موعودؑ)

"تجارت ستہ" اور علمائے ربوہ

"انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلمٰؤ" کے تحت آنے والے علمائے ربانی کا فتوےٰ ہے کہ "ستہ" کا کاروبار اسلام میں ناجائز ہے اور حضور علیہ السلام نے حدیث میں اپنی امت کو اس قسم کی فرضی تجارتوں سے منع فرمایا ہے۔ مگر خلیفہ صاحب ربوہ نے اس کے جواز کا فتوےٰ دیا ہے۔ علمائے ربوہ سے استدعا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں اپنی رائے سے مستفید فرمائیں۔ تاکہ اُن کے موقف کی وضاحت ہو سکے۔

خلیفہ صاحب مرحوم نے اپنے ایک مرید شیخ احسان الٰہی صاحب ہائیڈ مارکیٹ امرتسر کے استفسار کے جواب میں ان خیالات کا اظہار فرمایا تھا۔ دو خطوط ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں:۔

۱۔ "آپ کا خط بابت تجارت ستہ مورخہ ۹/۹ آیا ہوا ہے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا ہے کہ میں اس کے متعلق جواب لکھاؤں گا اب قرآن مجید کے کام کی وجہ سے حضور بہت مصروف ہیں امید ہے کہ جلسہ سالانہ کے بعد جواب دیا جائے گا انشاء اللہ" (پرائیویٹ سیکرٹری)

۲۔ "آپ کا خط مورخہ ۹/۱۱ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ملاحظہ فرما کر جواباً فرمایا ہے کہ آئندہ کپاس یا گندم فروخت کرنے کا کام ضرور ہوا ہے جب ہم نے سندھ میں زمین لی تو وہاں کے واقف کاران نے بتایا کہ یہاں زمیندار سب اس طرح کرتے ہیں اس کے بغیر قیمت پوری نہیں مل سکتی کیونکہ روپیہ کی فصل نکلتے وقت اشد ضرورت ہوتی ہے اور فوراً گاہک سے فیصلہ کرنا نقصان دہ ہوتا ہے مجھے یہ صورت "بیع سلم" کی نظر آئی اور میں نے اس کی اجازت دیدی اب تک بھی میں اسے بیع سلم سمجھتا ہوں جو جائز ہے مگر چونکہ آپ لوگوں کو اس کی زیادہ واقفیت ہے اس لئے اگر آپ اس کا وہ نقص بتا سکیں جس کی وجہ سے آپ کو یا آپ کے دوستوں کو شبہ ہوا ہے تو ممنون ہوں گا اگر کوئی خلاف شریعت معلوم ہوا تو آئندہ اس سے روک دیا جائے گا"۔

پرائیویٹ سیکرٹری

"ستہ کے کاروبار" کے متعلق

مندرجہ بالا خطوط نقل کرنے کے بعد علمائے ربوہ سے گذارش ہے کہ وہ اس امر پر اپنے خیال کا اظہار فرمائیں کہ کیا وہ اس قسم کے کاروبار کو خلاف شریعت ہی سمجھتے ہیں یا انکے نزدیک سندھ کے سب لوگوں کے ایسا کرنے کی وجہ سے یہ جائز اور روا ہے۔

ایھا العلماء یتیمنا

تؤجروا واتقوا
یوم الفصل الذی
یظھر ما یخفی۔

ترجمہ:۔

فتوےٰ بیان کرو اے علمائے کرام انہیں اجر دیا جائیگا اور ڈرو اس فیصلے والے دن سے جس دن ہر پوشیدہ چیز ظاہر ہو جائے گی۔

امتحان میں کامیابی اور عطیہ

بھارت سے عبدالرزاق صاحب نمائندہ انجمن نے لکھا ہے کہ مسٹر جنید احمد صاحب نواب پورہ۔ اکولا نے بی ایڈ کا امتحان پاس کر لیا ہے۔ اس خوشی میں انہوں نے ۵/- روپے کی رقم بھجوائی ہے۔ فجزاہ اللّٰہ

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔

تبلیغ و اشاعت کے مقاصد تعمیری اصول اور خدمت و خلوص کے جذبہ کے ماتحت ہی کامیاب ہو سکتے ہیں

جماعت احمدیہ کی مخالفت کی تہ میں نیک نیتی و خلوص کارفرما نہیں

خدائی تحریکات کی آخری کامیابی خدا تعالےٰ کا ازلی ابدی قانون ہے

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۱ جون ۱۹۶۶ء۔ فرمودہ مکرم جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب آنریری جنرل سیکرٹری بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

اقترب للناس حسابهم وهم في غفلة معرضون ——— وهو السميع العليم۔ (سورۃ الانبیاء۔ تا ۴) ———

یہ آیات میں نے سورۃ شریفہ الانبیاء سے تلاوت کی ہیں۔ ان میں یہ ذکر ہے کہ جب ہم کسی اصلاح کی صورت کرتے ہیں تو ہم انکی اصلاح میں انذار کا پہلو بھی اختیار کرتے ہیں۔ کہ جب تک تم اپنی غفلت و سستی کو نہیں چھوڑو گے اصلاح و فلاح اور راستی کی راہ اختیار نہیں کرو گے تو تمہارا انجام برا ہوگا۔

اس تعلیم کے مقابلہ پر جو لوگ دشمنی کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پہلے وہ ہنسی ٹھٹول اور ٹھٹھے سے کام لیتے ہیں۔ مامورِ خدا کی تعلیم و تلقین اور نصیحت کو نظر انداز کر کے اس کو استہزا میں اڑا دیتے ہیں اور لہو و لعب میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ جب مامورِ خدا کی کچھ کامیابی نظر آتی ہے تو پھر اس کی نسبت مختلف قسم کی قیاس آرائیاں شروع کر دیتے ہیں کوئی کہتے ہیں کہ اس کے دماغ میں خرابی ہے۔ اپنے الٹ پلٹ خوابوں کی بناء پر دعوے کرتا ہے۔ اور کوئی کہتے ہیں کہ یہ شخص دنیاوی مقاصد کے حصول کے لئے عمداً خدا پر محض افترا اور بہتان باندھتا ہے۔ کوئی کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے۔ اعلےٰ کلام پر قادر ہے۔ اس لئے جو کلام اس کے منہ سے نکلتا ہے وہ اثر انگیز ہے۔

یہ ہیں مختلف قسم کی آراء جو ایک مامور من اللہ کی ہستی کے بارہ میں قائم کرتے ہیں، لیکن خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ پہلے بھی جب کبھی ہم نے نبی اور رسول اور مامور اپنی جناب سے اصلاح انسان کے لئے مبعوث کئے۔ وہ مافوق انسانی ہستی کے مالک نہیں تھے۔ وہ فرشتے نہیں تھے وہ کوئی دوسری مخلوق نہیں تھے، وہ انسان ہی تھے اور جسمانی حوائج میں ہم آپ کی طرح تھے۔ ان کو وہ سب ضروریات انسانی لاحق تھیں جو دیگر انسانوں کو لگی ہوتی ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ ہم ان پر اپنی وحی نازل کرتے ہیں۔ فرمایا ثم صدقناهم الوعد فانجيناهم ومن نشاء واهلكنا المسرفين۔ آخر کار ہمارے وہ وعدے سچے نکلے۔ ہم نے ان مومنوں کو نجات دی۔ اور جو زیادتی کرنے والے تھے۔ انکو تباہ و برباد کر دیا۔

اس میں یہ نصیحت اور ذکر کے طور پر فرمایا کہ کاش تم عقل سے کام لو۔

اس زمانہ میں جب خدا تعالےٰ کے نزدیک یہ مقدر ہوا کہ دنیا میں فساد بڑھ جانے کی وجہ سے انسان کے اندر صفاتِ حسنہ مغلوب ہو رہی ہیں تو اس فسادِ عظیم کے پیش نظر اس زمانہ میں اپنے وعدہ صادقہ ان اللہ یبعث علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا کے مطابق ایک شخص کو مبعوث فرمایا یعنی صدی کے سر سے پر ہم امتِ محمدیہ کی اصلاح و فلاح کے لئے ایک مامور مبعوث کیا کریں گے۔ چنانچہ اس وعدہ الٰہی کے مطابق اس زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام کو اصلاح دین و امت کے لئے مبعوث فرمایا۔ اور حضرت امام زمانؑ نے ربانی فریضہ کو مستحکم تر طریقہ سے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ایک جماعت بنائی جو ان مقاصد کی حامل ہے جن کیلئے آپ کھڑے کئے گئے تھے۔

حضرت امام زمانؑ نے نہ صرف اس جماعت کے سامنے مقصد غلبۂ اسلام رکھا بلکہ اپنے انفاسِ قدسیہ سے اس جماعت کے اندر وہ صفات اور خوبیاں پیدا کر دیں جو ایسے عالی مقاصد کے حصول کے لئے ضروری تھیں چنانچہ ان صفات میں سب سے مقدم یہ ہے کہ آپ نے اپنے پیروؤں میں کامل ایمان ودیعت کیا اور اپنی تعلیمات کے ذریعہ سے خدا پر کامل اور پختہ ایمان پیدا کر دیا۔ مادیت اور دہریت کے زمانہ میں خدا کا تصور ہی انسانی عقل و دماغ کو اجنبی محسوس ہونے لگا ہے اور وہ مذہب اور اس کی قدروں کو داستانِ پارینہ اور ڈھکوسلا تخیل سمجھتے ہیں لیکن حضرت امام زمانؑ نے خدا کی ہستی کو زندہ ہستی کے طور پر پیش کیا اور اسلام کو زندہ اور حقیقت و صداقت پر مبنی دین ثابت کیا۔ نیز یہ یقین جاگزین کیا کہ دین اسلام دنیا میں غالب آ کے گا۔ اس کو عقل و فلسفہ اور سائنس سے مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں۔ ایک وقت تو یہ حالت تھی کہ اعلیٰ سے اعلےٰ تعلیم یافتہ مسلمان بھی اسلام کی حقیقتوں اور اس کی زندگی بخش تاثیرات سے منکر ہو چکے تھے۔ وہ سوچ ہی نہیں سکتے تھے کہ اس عقل و علم کے زمانہ میں بھی اسلام دنیا میں پھیل سکتا اور کوئی پڑھا لکھا انسان اس کو قبول کر سکتا ہے۔ وہ احساس کمتری کا بری طرح شکار تھے۔ کہ اسلام کو آج کوئی نہیں قبول کر سکتا۔

انتہائی مایوسی کے وقتوں میں یقین کی زندگی۔

اس مایوسی اور بے چارگی کی حالت میں حضرت امام زمان علیہ السلام اعلان فرماتے ہیں کہ وقت آ گیا ہے کہ اسلام اب دنیا میں غالب آ کے گا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں۔

حضرت امیر مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ اکثر یہ واقعہ سنایا کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ کو قادیان سے مولینا شبلی صاحب سے ملاقات کے لئے بھیجا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے مسلمانوں کی اصلاح اور دینی ترقی کے لئے مدرسہ قائم کیا۔ ہم نے پہلے پرانے تعلیمیافتہ طلباء کو لیا کہ وہ صحیح قسم کے مبلغ بن سکیں گے۔ لیکن ان طلباء میں تقاضے وقت کے مطابق تبلیغ کی قابلیت پیدا نہ ہو سکی، جو ہمارا مقصد تھا۔ بعد ازاں ہم نے انگریزی خواں لوگ لئے۔ مگر ہم اس میں بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ انگریزی تعلیم نے دین و مذہب کے اصولوں اور عقائد کو ان کے دلوں سے مسخ اور محو کر دیا تھا۔ اس لئے ہم ان کے قلوب میں ایمان و یقین اور غلبۂ دین کا کوئی جذبہ و ولولہ پیدا نہ کر سکے۔ لیکن اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ قادیان میں اعلےٰ سے اعلےٰ انگریزی خواں تعلیمیافتہ لوگ چلے گئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ دین و مذہب پر فریفتہ ہو گئے۔ ایک طرف حضرت مرزا صاحبؑ کی تعلیم و صحبت سے ان میں غلبۂ اسلام پر حتمی یقین و ایمان پیدا ہو گیا اور انکے قلوب ایثار کے جذبہ سے سرشار ہو گئے یہاں تک وہ اپنے دنیاوی مقاصد کو چھوڑ چھاڑ کر ہمہ تن تبلیغ دین کے مقصد کے لئے وقف ہو گئے تو دوسری طرف انہوں نے نہایت کامیابی سے اشاعت کے ذریعہ ایک عالم میں اسلام کی تائید کے لئے ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ یہ نمایاں فرق ہے جو حضرت امام زمان علیہ السلام نے اپنے پیروؤں کے دلوں میں ایمان کی پختگی اور جذبۂ ایثار کے ساتھ پیدا کیا۔

دوسری صفت جو حضرت امام زمانؑ نے اپنی قوم کے اندر پیدا کی وہ جیسے کہ میں بیان کر چکا ہوں، ایثار و قربانی کی صفت ہے یہ جماعت اس صفت میں

اپنی نظیر آپ ہے۔ اس جماعت سے ایثار و قربانی کی مثال آج کہاں مل سکتی ہے۔ جبکہ آج لوگ ایمان کی دولت سے محروم ہیں ان کے نزدیک روپیہ پیسہ ہی سب کچھ ہے۔ حصولِ دولت کی دوڑ میں یوں گم ہیں کہ انہیں اپنی بھی خبر نہیں اور زر کے سوا اور کہیں ان کو سوچنے کی فرصت نہیں اور اگر ان کی توجہ نہیں نہیں تو وہ دین اسلام کی طرف ہٹیں کہ اس کی اشاعت و غلبہ کے لئے بھی ہمیں کچھ کرنا چاہیئے

ہر کسے با کارِ خود با دینِ احمد کار نیست

والا معاملہ ہو رہا ہے۔

اسلام کی اشاعت و غلبہ کا جذبہ صرف خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ میں ہی ہے جس کا اعتراف دوست و دشمن دونوں کو یکساں ہے کہ جن کے قلوب ایمان کے نور اور ایقان کی دولت سے معمور ہیں۔ اور وہ اپنا حلال اور گاڑھے پسینے سے کمایا ہوا روپیہ اس مال و دولت کی حرص کے زمانہ میں خدمت اسلام میں صرف کرتے ہیں۔

مامورِ زمانہ نے اپنی جماعت کو کاری ہتھیاروں سے لیس کیا ہے

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جب کوئی مامور خدا کی طرف سے مبعوث ہو کر آتے ہیں تو وہ زمانہ کے مناسب حال اصلاح دین و ملت کے لئے مناسب ہتھیار بھی لے کر آتے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام زمان علیہ السلام اپنے ساتھ فتح اسلام کے لئے زبردست ہتھیار لے کر آئے اور اسلام کی صداقت و فضیلت اور افادیت کے ہتھیاروں سے اپنی جماعت کو مسلح کیا اور فرمایا کہ اسلام کا غلبہ اب سلطنتوں کے قیام سے نہیں۔ طاقت و قوت حاصل کر لینے سے نہیں بلکہ سیرت و کردار اور اشاعت دین سے اس دین کا غلبہ مقدر ہے۔ غلبۂ اسلام اس بات پر مقدر ہے کہ مسلمان اپنے دین کی اعلیٰ صداقت و اہمیت اور اس کی فضیلت و افادیت کو واضح طور پر دنیا پر روشن کر دیں، اور اس کے اصولوں کی عمدگی اور فطرت انسانی کے مطابق ثابت کرنے کے لئے دنیا میں نکل کھڑے ہوں اور وہ اپنے علم اپنی سعی اور اپنی زندگی کے عمل سے ثابت کر دیں کہ قرآن نے زندگی کے بہترین اصول دیئے ہیں جن پر چل کر ہی عالم انسانیت کے دکھ درد کا مداوا ہو سکتا ہے اور انسان انفرادی اور اجتماعی طور پر اطمینان کا سانس لے سکتا ہے۔ اسلام نے جو اصول پیش کئے ہیں کسی اور مذہب یا فلسفہ نے پیش نہیں کئے۔ یہ وہ ہتھیار ہیں جن سے خدا تعالیٰ نے اس دور کے امام حضرت امام زمانؑ کو لیس کیا اور آپ کی جماعت نے اس ہتھیار سے کام لے کر جو نتائج پیدا کئے ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں، مغرب کا مذہب کی نسبت خصوصاً دین اسلام کے بارے نقطہ نظر اگر بدلا ہوا ہے تو اس جماعت کی تبلیغ و اشاعت اسلام کی مساعی سے ہی بدلا ہے۔ مغرب میں اسلام کو پرانا رجعت پسند اور قدامت پسند مذہب خیال کیا جاتا تھا سائنس و فلسفہ نے مذہب کی قدروں پر زبردست ضرب ماری تھی لیکن خدا کے فضل سے جماعت کی مساعی سے اب وہاں توحید و رسالت کی شمع روشن ہے وہاں کے اعلیٰ طبقہ اور پڑھے لکھے لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں، یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے امام کے ذریعہ کر دکھلایا۔ آج مغرب میں اسلام کے بارہ میں جو نقطہ نظر بدل گیا ہے اور آج وہ لوگ بھی جو چند سال پہلے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں لا سکتے تھے کہ اسلام کی اشاعت مغرب میں کی جا سکتی ہے آج اگر وہ . . . . . . اس طرف آ رہے ہیں کہ مغربی ممالک میں تبلیغ اسلام کے لئے اقدامات کئے جائیں تو کیا یہ احمدیہ تحریک کا اثر نہیں اور اس کا یہ کارنامہ نہیں کہ مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے ہیں؟

مگر افسوس ہوتا ہے مسلمان بھائیوں کے طرز عمل پر کہ اگر وہ خدا کی راہ میں اسلام کی خدمت کا عزم کر رہے ہیں تو جو اس سلسلہ میں رنگ اختیار کیا جا رہا ہے وہ تعمیری نہیں بلکہ تخریبی ہے اور یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ کسی طرح جماعت احمدیہ کو ختم کر دیا جائے اور جس جگہ یہ کام کر رہی ہے وہ ہم اپنا لیں حالانکہ تبلیغ اسلام کے لئے وسیع میدان پڑا ہے اگر خدمت دین کا کام تعمیری راہوں سے کیا جائے تو کیا ہی اچھی بات ہے مگر اس بات پر انتہائی افسوس کرنا پڑتا ہے کہ تبلیغ بھی کرنے کی راہ اختیار کی جاتی ہے، تو تخریبی اقدامات کو اختیار کیا جاتا ہے۔

قبولیت کیلئے تقویٰ اوّل شرط ہے

خدا تعالیٰ کے ہاں تو وہی کام قبول ہوتے ہیں جن کی بنیاد تقویٰ پر ہو، اگر تقویٰ نہیں ہے تو کام بظاہر کتنا ہی خوبصورت نیک اور اچھا نظر آئے۔ وہ قابل قبول نہیں ہے۔ جیسے قرآن کریم نے ارشاد فرمایا

لمسجد اُسّس علی التقوٰی من اوّل یوم احق ان تقوم فیہ

جس کام کی بنیاد تقویٰ پر قائم ہو اسی میں خدا کی رضا ہے جسے قبولیت حاصل ہوتی ہے اور اسی میں آپ کو شمولیت اختیار کرنا چاہیئے۔

جو لوگ اشاعت اسلام دنیا میں کرنا چاہتے ہیں وہ اپنے اندر وہ صفات پیدا کریں جو اس مقصد کی مقتضی ہیں۔ یعنی قرآن کے اصولوں کی صداقت پر پختہ اور مکمل یقین ہو اس کے بغیر کامیابی ممکن نہیں ہو سکتی۔ اپنے اندر ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کیا جائے اور پھر اس زمانہ کے خاص مسائل جو ہیں ان پر گہری نظر ہو۔ اور ان کے نتائج و اثرات ان کے سامنے ہوں۔ یاد رہے کہ ان مسائل میں جب تک مسلمانوں کا نکتۂ نظر وہ نہیں ہو جاتا جو حضرت امام زمانؑ نے پیدا کیا تب تک اشاعت دین میں وہ کسی صورت کامیاب نہیں ہو سکتے۔ مثلاً مغرب میں حیاتِ مسیح کا عقیدہ لے کر تحریک اشاعت اسلام کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔

اس کے علاوہ یہ کہ خدا زندہ ہستی ہے اور وہ انسانوں سے ہمکلام ہوتی ہے، دین کا یہ ایک بنیادی مسئلہ ہے۔ اگر کوئی شخص یا مسلمان گروہ اس بات کا قائل نہیں کہ اب بھی خدا کا مکالمہ مخاطبہ اپنے بندوں کے ساتھ جاری ہے تو وہ کیسے اسلام کی اشاعت دنیا میں کر سکتا ہے؟ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو قرآن کی تفسیر کی ہے۔ وہ عین زمانہ کی ضرورت کے مطابق کی ہے۔ اس زمانہ کی ضروریات کو سامنے رکھا ہے۔ اس تفسیر کے بغیر کہیں بھی اسلام کی تبلیغ کامیاب نہیں ہو سکتی۔

اس لئے میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص یا گروہ آج دنیا میں تبلیغ اسلام کرنا چاہتا ہے تو انہیں چاہیئے کہ ان اصولوں کو اپنائیں جو احمدیت نے پیش کئے ہیں، اور وہ صفات اپنے اندر پیدا کریں جو حضرت امام زمانؑ نے اپنی جماعت کے اندر پیدا کر دکھلائیں۔

آج کل اسمبلی میں سوال اٹھائے جا رہے ہیں کہ احمدیہ جماعتوں کو اشاعتِ اسلام کے لئے کیوں زرِ مبادلہ دیا جاتا ہے جبکہ وہ اسلام کی ایک خاص شکل پیش کرتے ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ خود تو توفیق اشاعت اسلام کی ہے نہیں مگر دوسروں کے کام میں روڑے اٹکانے کے لئے کمربستہ ہیں کہ احمدیوں کو زرِ مبادلہ نہ دیا جائے کیونکہ وہ خاص طرز کا اسلام پیش کرتے ہیں۔

دینِ اسلام کی اب وہی تصویر مقبول ہوگی جو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت کو سکھائی ہے۔

میں دعوے سے یہ بات کہتا ہوں کہ دوسرے مسلمان بھائی احمدیہ تفسیر کے اسلام کے سوا جو حقیقی اسلام ہے کسی دیگر شکل میں اسلام کو پیش کر کے دیکھ لیں وہ کسی صورت کامیاب نہیں ہو سکتے۔

اصل بات یہ ہے کہ مخالفتیں سیاسی اور دنیاوی مقاصد کی خاطر کی جاتی ہیں۔ ایسی کارروائیاں جو کسی آڑ میں کی جائیں وہ تعمیری نہیں تخریبی ہوتی ہیں۔ یہ کسی طرح بھی دین نہیں کہ کسی جماعت کو گرا کر اپنے مقاصد حاصل کئے جائیں۔ ایسے لوگ محض اپنے مقاصد و مفاد کے لئے کبھی حکومت کا ساتھ دیتے ہیں اور اگر ان کے مفاد پر زد پڑتی ہے تو حکومت کے خلاف آواز اٹھانے کے لئے اس قسم کا تخریبی رنگ اختیار کر لیتے ہیں۔ مگر اس کے پس پردہ مقصد سیاسی اور دنیاوی مفاد ہوتا ہے۔

کسی نے سر سید احمد صاحب سے پوچھا کہ میں بیکار ہوں۔ کوئی ذریعہ کار تبلایئے۔ سر سید احمد خاں نے فرمایا کہ یہ کوئی آسان بات ہے۔ آپ میرے خلاف کوئی اخبار نکالیں آپ کو روزگار مہیا ہو جائے گا یہی روزگار ہے جو لوگ جماعت احمدیہ کی مخالفت کے رنگ میں حاصل کر لیتے ہیں۔ جب تک - - - - - - -

- - - - - - - - -

- - - - - - -

- - - - - - -

کسی مقصد میں نیک نیتی سے کام نہیں لیا جائیگا اس وقت تک کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔

یہ نہایت دکھ دہ امر ہے کہ نام تو تبلیغ اسلام کا لیا جائے۔ لیکن نہ صالح نیت ہو، اور نہ ہی اشاعت و تبلیغ کے لئے تعمیری اقدامات اختیار کئے جائیں۔

سنہ ۱۹۳۷ء کا ذکر ہے ہم نے ایک جلسہ موچی دروازہ میں کیا جس کے صدر حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب تھے۔ اس وقت احرار کی مخالفت کافی ابھری ہوئی تھی۔ جلسہ شروع ہوا تو احرار کی طرف سے ایک حافظ قرآن نے تلاوت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ ہم احمدی ہمیشہ ضرورت سے زیادہ حسن ظن کے عادی ہیں، انہیں تلاوت قرآن کی اجازت دے دی۔ چنانچہ حافظ صاحب نے تلاوت شروع کر دی۔ اور رکوع پر رکوع پڑھنا شروع کر دیا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ جب یہ لوگ تلاوت سے روکیں گے تو ہنگامہ شروع کر دیا جائے گا کہ یہ لوگ تو قرآن سننے کے بھی روادار نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب انہیں تلاوت ختم کرنے کے لئے کہا گیا تو ہنگامہ برپا کر کے جلسہ کو درہم برہم

(باقی ص۱ کالم ۲)

غلام نبی مسلم

کیا قرآن حکیم تکمیل کے لئے انجیل کا محتاج ہے

خدا کی شان دیکھو کہ چمگادڑی گئی یہ حضور بلبل بستاں کرے نوا سنجی

محترم! ماہنامہ "اخوت" لاہور میں جناب پادری برکت اللہ صاحب دہلوی کا ایک مضمون اسلام کے متعلق شائع ہوا ہے کہ قرآن ناقص ہے اور اپنی تکمیل کے لئے توریت و انجیل کا محتاج ہے۔

مذہبی تاریخ میں یہ نادر بات کہی گئی ہے کہ پہلی کتاب بعد میں آنے والی کتاب کی تکمیل کرتی ہے اور یہ دعوے قرآن و انجیل کے سلسلے میں اور بھی عجیب معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم میں جو تعلیمات پیش کی گئی ہیں، انجیل میں ان کا پچاسواں حصہ بھی موجود نہیں نیز قرآن حکیم نے جو تفصیلات دی ہیں اس کا علم انجیل کے فرشتوں کو بھی نہیں تاہم پادری صاحب نے

اگر مذہبی تعلیمات پر تحقیقی و دیانتدارانہ طور پر بلی تنقید کی جائے اور عوض تحقیق و معلومات [illegible] تو انسانیت کے لئے یہ ایک نیک فال ہے۔ لیکن جو لوگ مسیحی اور اسلامی معتقدات اور تعلیمات سے باخبر ہیں وہ جانتے ہیں کہ پادری صاحب نے قرآن کو انجیل کا محتاج قرار دے کر قرآن و انجیل ہر دو کے متعلق اپنی جہالت سے بیہودہ گستاخی کی ہے اور دجل و تلبیس کی روایات میں نیا اضافہ کیا ہے۔ لیکن ہم بھی حق پسندوں کی خاطر پادری صاحب کے مندرجات کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ پادری صاحب مذکور کی تصریحات میں ان کا حقیقی چہرہ نظر آسکے،

اس ضمن میں یہ اصول ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ جو شخص شیشے کے محل میں بیٹھ کر کلوخ اندازی کرے وہ اپنا محل [illegible] کا التزام بھی کرے پادری صاحب اور ہر اہل حق کا فرض ہے کہ وہ دوسرے مذاہب پر اعتراض کرتے وقت یہ سامنے رکھے کہ کہیں اس کا اپنا مذہب ان اعتراضات کی زد میں تو نہیں آتا؟ اور اگر پہلی ہی خود سربستہ ہوں تو اسے مفروضہ محتاج سے اُلجھنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

موجودہ مسیحیت دنیا کا انتہائی غیر معقول اور ناقص مذہب ہے جس کا تانا بانا انسانیت کی تذلیل، ناانصافی اور تفریق و مناقضات کے سوت سے تیار کیا گیا ہے۔ اور انجیل (خود غلط و بدلی) ایک ایسی کتاب ہے جس کی تعلیم ناقص اخلاق عالیہ سے عاری اور بے سروپا داستانوں کا مرقع ہے، ایسی کتاب کو قرآن حکیم کی باحکمت مکمل اور عالمگیر تعلیمات کا مربی یا تکمیل کنندہ قرار دینا منافق کا منہ چڑانا ہے۔

انجیل کا اعتراف نقص

ہر مسیحی جانتا ہے کہ موجودہ انجیل کو جناب مسیح کی حقیقی تعلیمات سے دُور کا بھی واسطہ نہیں بلکہ جناب یسوع کے دشمنوں نے آپ کی پاکیزہ تعلیمات کو مٹانے کے لئے آپ کے غیر موافق حالات سے فائدہ اُٹھا کر آپ سے ایسے عقائد منسوب کر دیئے جو آپ کے ارشادات کے صریح خلاف تھے مگر آپ جان کے خوف سے ان کی تردید نہ کر سکتے تھے اور کوئی ایک صدی گزرنے کے بعد آپ کے شاگردوں پطرس، یوحنا، یعقوب وغیرہ نے ایسے عقائد [illegible] تقدیر کفارہ کی دیگر باطل عقائد اس لئے مقبول ہو گئے کہ ان میں شریعت سے [illegible] آزادی دے دی گئی اور محض مسیح پر ایمان لانے سے نجات ملنے کی آڑ میں دنیا کے ہر فعل کا راستہ اُن پر کھول دیا گیا۔

پھر اس انجیل کا دنیا میں کہیں نشان نہیں ملتا، جو یسوع نے اپنے مبارک لبوں سے دنیا کے کانوں تک پہنچائی تھی۔ جناب یسوع کی بھی زبان عبرانی اور مادری زبان آرامی (عبرانی ہی کی ذیلی پیداوار) تھی۔ لیکن دنیا میں کوئی ایسی انجیل نہیں ملتی۔ جو مسیح کے زمانے اور زبان سے منسوب ہو اور آج جس قدر اناجیل موجود ہیں، وہ یونانی زبان سے ترجمہ کی گئی ہیں۔ اس لئے موجودہ انجیل کا یسوع کی طرف منسوب کرنا ڈھٹائی کا کھلا مظاہرہ ہے۔

اس کے علاوہ جن لوگوں نے دور اوّل میں اناجیل مرتب کیں ان میں سے کوئی بھی جناب یسوع کا شاگرد اور ہم عصر نہ تھا اور نہ ہی اُن میں سے کسی کی زبان آرامی یا عبرانی تھی جیسا کہ صلیب پر مسیح کے الفاظ ایلی ایلی لما سبقتانی سے بھی عیاں ہے۔ پس وہ یونانی زبان ہی جانتے تھے۔ اور ان کی معلومات کا سرچشمہ وہ روایات تھیں جو انہوں نے اپنے زمانے میں عوام الناس سے سن کر تحریر کیں جیسا کہ جناب لوقا لکھتے ہیں:-

"چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے ان کو ہم تک پہنچایا"

(لوقا ۱:۱-۲)

پھر چونکہ یہ روایات پہلی صدی عیسوی کے ربع آخر میں یکجا کی گئی تھیں اس لئے ان کی صحت کے متعلق وثوق سے کچھ کہا ہی نہیں جاسکتا یہی وجہ ہے کہ صرف چاروں انجیلوں کے واقعات میں کمی بیشی ہے بلکہ ان میں تضاد اور باہمی تردید پائی جاتی ہے۔ اور اس صورت میں اسلام نے چھ سو سال بعد ان ناقص اناجیل سے کیا رہنمائی حاصل کرنی تھی۔ خود مسیحیت اپنے عقائد کے لئے کسی ٹھوس بنیاد سے محروم رہی۔

اسلام کی مذہبی کتب قرآن و حدیث، ہنود کی کتب وید، پارسیوں کی کتب ژند و اوستا، تو اپنی اصل زبانوں میں موجود ہیں لیکن قدرت کو چونکہ معلوم تھا کہ مذہبی دنیا کا عظیم ترین فتنہ اسرائیلی دینیات کی صورت میں ظاہر ہو گا۔ اسلئے انہیں ننگا کرنے کے لئے ان کے سرچشموں کا نام و نشان مٹا دیا۔

مسیحیت کی اصل انجیل کا عدم وجود، انجیل کی متضاد روایات کا بانی مسیحیت کی رحلت سے کوئی ایک صدی بعد لکھا جانا، اور ایسے لوگوں کے ہاتھوں تکمیل پانا جن کی زندگیاں پردۂ اخفا میں ہیں جن کے پاس معلومات کا بلا واسطہ ذریعہ نہ تھا اور جن کی زبان یونانی تھی۔ یہ تمام امور انجیل کے انتہائی ناقص اور مشکوک ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اس حقیقت کا اعتراف خود اناجیل کو ہے۔ جسے تحریر کرتے ہیں بخل سے کام نہیں لیا جائے گا۔

انجیلی شواہد پیش کرنے سے قبل دلچسپ واقعہ درج کرنا ضروری ہے کہ ابتداء میں اناجیل کی تعداد ایک سو سے زیادہ تھی اور تمام مسیحی کلیساؤں میں مختلف اناجیل کی پیروی ہوتی تھی، اس انتشار سے نجات حاصل کرنے کے لئے تیسری صدی عیسوی میں کلیسا کے سربراہوں کی ایک کانفرنس ہوئی جس میں تمام اناجیل یکجا کی گئیں۔ پھر کئی ماہ تک ان کی صحت و عدم صحت پر بحث ہوتی رہی، لیکن کسی انجیل پر اتفاق رائے نہ ہو سکا، آخری تجویز یہ ہوئی کہ تمام کتابیں کمرے کے وسط میں ڈھیر کر دی جائیں اور تمام پادری آنکھیں بند کر کے خداوند سے دعا کریں کہ وہ صحیح انجیل کو زمین سے اُٹھا کر میز پہ رکھ دے جیسا ایسا ہی ہوا اور موجودہ مروجہ چاروں اناجیل میز پر پائی گئیں اور آیندہ کے لئے کلیسا کی بنیاد ان پر رکھی گئی۔

پادری برکت اللہ صاحب نے قرآن و انجیل کا موازنہ کر کے بزعم خود قرآن کی کمزوری اور محتاجی تو معلوم کر لی، لیکن تیسری صدی عیسوی میں مذہب جیسے اہم معاملے میں اکابر کلیسا کی تحقیق کی بجز یت انہیں نظر نہ آئی مسیحی خدا بڑا ستم ظریف نکلا، اس نے ایک سو سے زیادہ کتب میں سے جن اناجیل کا انتخاب کیا، ان کے تضاد کو برقرار رہنے دیا۔ حالانکہ اگر مسیحیت کی امداد ہی ضروری تھی تو پھر کیوں وہ انجیل میز پر نہ رکھ دی۔ جو اس نے یسوع پر ان کی زبان میں نازل کی تھی، - - - -

- - - - - - - ، اور جس کی عدم موجودگی میں نہ صرف مسیحی دنیا اختلافات کے بیابان میں ٹھوکریں کھا رہی ہے۔ بلکہ دنیا کے جائز اعتراضات کا ہدف بنی ہوئی ہے کیونکہ جس خداوند کے پیرو پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہلا سکتے ہیں (گو آج تک کسی کو یہ توفیق نہیں ہوئی) وہ خداوند زمین سے کتب اُٹھانے کی بجائے آسمان سے اصل کتاب نازل کر سکتا تھا۔

علاوہ ازیں باقی اناجیل کی تنسیخ سے ان لوگوں کو گمراہ اور جہنمی ٹھہرانا پڑتا ہے۔ جو متروک انجیلوں کو درست سمجھ کر تین سو سال تک ان کی اتباع کرتے رہے اور بعد ازاں انہیں معلوم ہوا کہ انکی اناجیل غلط تھیں۔

پیشتر اس کے کہ ہم اناجیل کے ناقص ہونے پر انجیلی شہادت پیش کریں۔ چند ایسے حوالجات درج کئے جاتے ہیں۔ جن سے اناجیل میں تضاد بیانی آشکارا ہوتی ہے۔

۱- یوحنا باب ۱۹: آیت ۲۵ میں لکھا ہے

یسوع کی صلیب کے پاس، اس کی ماں اور اس کی ماں کی بہن مریم کلوپاس کی بیوی اور مریم مگدلینی کھڑی تھیں، لیکن متی ۲۷: ۵۵-۵۶ کا بیان مختلف ہے

"وہاں بہت سی عورتیں جو گلیل سے یسوع کی خدمت کرتی ہوئی اس کے

پیچھے پیچھے آئی تھیں دور سے دیکھ رہی تھیں ان میں مریم مگدلینی تھی یعقوب اور یوسس کی ماں مریم اور زبدی کے بیٹوں کی ماں تھی۔"

۲۔ متی اور یوحنا کی انجیلوں میں ذکر نہیں کہ آپ کو آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ جبکہ مرقس اور لوقا ان کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے قائل ہیں۔

۳۔ تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا ایلی ایلی لما سبقتنی ا اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ جو وہاں کھڑے تھے اُن میں سے بعض نے سن کر کہا یہ ایلیاہ کو پکارتا ہے (متی ۲۷: ۴۶-۴۷)

"یسوع نے پھر بڑی آواز سے چلا کر جان دے دی" (متی ۲۷: ۵۰)

یہاں مسیح کے دوبار چلانے کا ذکر ہے لیکن لوقا نے (۲۳: ۴۴-۴۶) میں ایک ہی چیخ کا ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"پھر دوپہر کے قریب سے تیسرے پہر تک تمام ملک میں اندھیرا چھایا رہا اور سورج کی روشنی جاتی رہی اور مقدس کا پردہ بیچ سے پھٹ گیا۔ پھر مسیح نے بڑی آواز سے پکار کر کہا۔ اے باپ میں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں، اور یہ کہہ کر دم دے دیا۔"

۴۔ لوقا باب ۲۳ میں مرقوم ہے۔ کہ آپ کے ساتھ دو بدکار صلیب پر لٹکائے گئے تھے۔ اُن میں سے ایک اسے یوں طعنہ دینے لگا۔ کہ کیا تو مسیح نہیں؟ مگر دوسرے نے اسے جھڑک کر جواب دیا۔ کہ کیا تو خدا سے بھی نہیں ڈرتا؟ لیکن متی کا ارشاد ہے۔ کہ وہ دونوں ہی جناب یسوع کو برا بھلا کہتے تھے۔ چنانچہ "جو اس کے ساتھ مصلوب ہوئے تھے، وہ اس پر طعن کرتے تھے۔"

۶۔ مرقس کی روایت ہے۔ کہ "اتوار کی صبح کو مریم مگدلینی، سلومی وغیرہ نے قبر میں ایک جوان کو سفید جامہ پہنے دیکھا" (باب ۱۶) جبکہ لوقا کا کہنا ہے کہ "دو شخص براق پوشاک پہنے ان کے پاس آ کھڑے ہوئے" (باب ۲۴) یوحنا کی داستان ان دونوں سے الگ ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "مریم باہر قبر کے پاس کھڑی رہی اور جب رو رہی تھی تو قبر کی طرف جھک کر اندر نظر کی تو دو فرشتوں کو سفید پوشاک پہنے ہوئے ایک سرہانے اور دوسرے کو پیتانے بیٹھے دیکھا" (باب ۲۰)

۶۔ یوحنا نے لکھا ہے کہ مریم مگدلینی قبر کے پاس پہنچی اور پتھر کو منہ کے آگے سے ہٹا ہوا پایا۔ تو دوڑی دوڑی پطرس کو بتانے گئی۔ لیکن دوسری اناجیل کا کہنا ہے کہ انہوں نے فرشتوں کو دیکھا۔ فرشتوں نے بتایا کہ جناب مسیح جی اُٹھے ہیں تو پھر ان کے کہنے پر شاگردوں کو اطلاع دینے گئی۔

۷۔ متی ۲۷: ۳۲ میں لکھا ہے کہ مسیح کی صلیب شمعون نامی ایک کرینی کے کندھوں پر رکھی گئی۔ اور وہ صلیب اُٹھا کر لے گیا۔ لیکن یوحنا ۱۹: ۱۷ کا کہنا ہے کہ "پس وہ یسوع کو لے گئے اور وہ اپنی صلیب آپ اُٹھائے ہوئے اس جگہ تک باہر چلا گیا جو کھوپڑی کی جگہ کہلاتی ہے۔"

اس قسم کے بے شمار تضادات انجیلوں میں موجود ہیں حتیٰ کہ مسیح کے نسب نامہ میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ تاہم یہ مسیحیوں کا ذاتی معاملہ ہے اگر ان کے نزدیک یہ امور انجیل کی کاملیت پر دلالت کرتے ہیں تو انہیں یہ عقل و دانش مبارک ہو۔

اناجیل ناقص ہیں

اس سلسلے میں سب سے مستند شہادت تو مسیحی خداوند یسوع کی ہے جنہوں نے فرمایا:۔

"مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا"

(یوحنا ۱۶: ۱۲-۱۳)

جناب پادری برکت اللہ صاحب اپنے خداوند کے ان الفاظ پر غور کیجئے ان کے اپنے ارشاد سے واضح ہے کہ آپ نے بہت سی باتیں بیان نہ کیں اور اس طرح انجیل کو انتہائی ناقص چھوڑ گئے۔ اور جو تعلیم فی نفسہ ناقص ہو۔ وہ دوسروں کی تکمیل کیا کرے گی، اس کے پیرو کار ان تمام آسمانی برکات اور نعمتوں سے محروم رہے ہیں۔ جو ایک کامل اکمل تعلیم کا ثمر ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ دنیا کا کوئی پادری وہ معجزات نہیں دکھا سکتا جن کا دکھانا انجیل کی رو سے ایک کامل الایمان مسیحی کا خاصہ ہے۔ اسی ارشاد کا دوسرا حصہ ایک پیشگوئی پر مشتمل ہے کہ آپ کے بعد کوئی عظیم الشان انسان آئے گا جسے "روح حق" کا عظیم نام دیا جائے گا۔ جو تمام صداقتوں کو دنیا کے سامنے پیش کرے گا اور جن کا انتظار، شناخت اور پیروی تمام مسیحیوں پر فرض ہے۔ مذکورہ آیت سے عیاں ہے کہ جناب یسوع اپنی تعلیم کو ادھورا چھوڑ کر دنیا سے تشریف لے گئے۔ آپ کی تعلیمات کامل نجات اور کامل روحانی ترقی کے لئے کافی نہیں۔ آپ نے اپنے بعد عظیم پیغمبر کے آنے کی بشارت دی جس کی تعلیمات کی موجودگی میں مسیح کے دوبارہ آنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ تاریخ پر نظر ڈالئے جناب یسوع کے بعد دنیا بھر میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی واحد ذات نظر آتی ہے جو آپ کے ارشاد کی مصداق ٹھہرتی ہے۔ آنحضرت صلعم ہی لوگوں میں "الصادق" (مجسم صداقت) مشہور تھے۔ آپ کا دین "دین حق" کہلاتا ہے۔ آپ نے ہی جناب مسیح اور دیگر انبیاء سابقہ کی تصدیق کی، آپ ہی انجیل اور دیگر کتب سماوی کے مصدق تھے۔ آپ کے دین کے متعلق ہی کامل دین کا لفظ وحی الٰہی میں آیا ہے۔ اور یہی وہ رسول اعظم صلعم ہے جس کی اتباع میں عرب، اولیاء اللہ اور قدوسی بن گئے اور ان کی زندگیوں میں پاکیزہ انقلاب آ گیا۔ اور اگر آپ کو جناب مسیح سے سچی محبت ہے اور چاہتے ہیں کہ ان کی یہ پیشگوئی جھوٹی نہ رہے تو آگے بڑھو اور پیشگوئی کے مصداق پر ایمان لا کر اپنے خداوند کا احترام کرو کیونکہ دو ہزار سال تک اس پیشگوئی کے مصداق کا پیدا نہ ہونا منشائے الٰہی کے خلاف ہے اور اس پیشگوئی کی صداقت پر شکوک پیدا کرتا ہے اور تکمیل دین کی عدم موجودگی کی وجہ سے دنیا کے کروڑوں مسیحیوں کے نقص ایمان اور گمراہی کا موجب ہے۔

جناب مسیح کی شہادت کے علاوہ چند مزید حوالے پیش خدمت ہیں شاید آپ کے دلوں کو روشنی حاصل ہو۔

"پھر اور بہت سے کام ہیں۔ جو یسوع نے کئے اگر وہ جدا جدا لکھے جاتے تو میں سمجھتا ہوں کہ جو کتابیں لکھی جاتیں ان کے لئے دنیا میں گنجائش نہ ہوتی۔"

(یوحنا ۲۱: ۲۵)

"اور مسیح نے اور بہت سے معجزے شاگردوں کے سامنے دکھائے جو اس کتاب میں لکھے نہیں گئے۔"

(یوحنا ۲۰: ۳۰)

اگر یوحنا کے بیان کو ایشیائی مبالغہ سے پاک صاف کر دیا جائے تب بھی اندازہ ایسا مواد بچ جاتا ہے۔ جس سے موجودہ انجیل محروم ہے اور یہ بات اس وقت اور بھی نمایاں نظر آتی ہے جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ یوحنا باقی تین اناجیل کے مقابلے میں بہت بسیار نویس ہے۔ ان تحریرات سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ موجودہ انجیل انتہائی ناقص ہے اور اپنی تصدیق و تکمیل کے لئے دیگر کتب کی محتاج ہے۔ قرآن کا انجیل اور صاحب انجیل پر احسان عظیم ہے کہ اس نے ان ہر دو کی تصدیق کی اور ساتھ ان اغلاط و تناقض کی تصحیح و تکمیل کی جن کے وہ ہر دو اقراری ہیں۔

اصولی طور پر جناب مسیح کے شاگردوں کے خطوط اور تعلیمات کو اناجیل پر ترجیح ہونی چاہیئے۔ کیونکہ اوّل تو انہوں نے تعلیمات خود جناب یسوع کی زبان سے سنیں اور آپ کے نمونہ کو مشاہدہ کیا اور گو وہ چنداں فہیم اور عالم نہ تھے تاہم ان کی معلومات انجیل نویس، غیر شاگرد، بعد میں آنے والے مسیحیوں سے زیادہ بہتر اور مستند تھیں اور انہوں نے خود لکھ کر یا لکھوا کر اپنے مریدوں تک پہنچائیں ان شاگردوں کی تحریروں میں انجیلی تعلیمات سے اختلاف ملتا ہے جو انجیل کی ثقاہت کے خلاف ہے۔ پھر خود ان شاگردوں کی تعلیمات میں باہم شدید اختلافات ملتے ہیں۔ کیا پادری برکت اللہ صاحب کو ان باتوں میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی اور کیا وہ بھارتی رہنماؤں کے "اٹوٹ انگ" کے نعرے کی طرح باطل کے ساتھ بدستور چمٹے رہیں گے؟

(باقی — باقی)

درخواست کتب

احقر نے ایف اے کیا ہوا ہے۔ بی اے کا پرائیویٹ طور پر ارادہ ہے۔ مالی حالت کی کمزوری کی وجہ سے نئی یا پرانی کتب خریدنے سے قاصر ہوں۔ اگر کسی بھائی یا بہن کے پاس بی اے کی پرانی کتب بے کار پڑی ہوں تو احقر کو مہیا کر دیں تا زیست مشکور رہوں گا۔ بی۔ اے۔ آرٹ کی کتابیں درکار ہیں۔

میاں ذکاء اللہ۔ ملٹری فارم
لاہور چھاؤنی

خاکسار انجمن احمدیہ لاہور کا ادنیٰ خادم ہے
پیغام صلح باقاعدگی سے ملتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے یوم وصال پر جماعتوں کے جلسے

(بسلسلۂ اشاعت گذشتہ)

جلسہ پشاور۔ رپورٹ محمد الرحمٰن صاحب رکن جماعت پشاور۔

حضرت مسیح موعودؑ کے یوم وصال کی تقریب پر ۲۶ مئی کو جماعت پشاور کا جلسہ ہوا جس میں شمولیت کے لئے مرکز سے جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب آنریری جنرل سیکرٹری اور محترم بزرگوار جناب مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے۔ بی ٹی تشریف لائے۔ ہر دو بزرگ ۲۶ کو صبح بذریعہ خیبر میل پونے سات بجے پشاور پہنچے۔ ان کے استقبال کے لئے ہمارے معزز صدر جناب ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب پشاور شہر کے اسٹیشن پر موجود تھے۔ آپ نے ہر دو معزز مہمانوں کے قیام و طعام کا انتظام اپنے دولتکدہ پر کیا۔

سوا تین بجے کے قریب اجلاس زیر صدارت جناب ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب صدر جماعت پشاور منعقد ہوا۔ جلسہ کا آغاز جناب شیخ شریف احمد صاحب نے تلاوت قرآن شریف سے کیا۔ آپ کے بعد عزیز الرحمٰن صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کا نعتیہ کلام نہایت خوش الحانی سے سنایا۔

پھر صدر جلسہ نے اس اجلاس کے اغراض و مقاصد بیان کرنے کے علاوہ حضرت مسیح موعودؑ کی سوانح حیات اور سیرت پر روشنی ڈالی۔ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی چند پیشگوئیاں بیان کیں جو سامعین کے ازدیاد ایمان کا باعث ہوئیں

آپ کے بعد مسٹر جمیل الرحمٰن نے حضرت مسیح موعودؑ کا "نصب العین" کے موضوع پر ایک جامع تقریر کی۔ جس کو از حد پسند کیا گیا۔ مسٹر جمیل الرحمٰن کے بعد ہمارے محترم بزرگ مرزا مسعود بیگ صاحب نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ صدر محترم نے ایمان افروز واقعات حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے بیان فرمائے ہیں۔ آج ہم مسیح موعودؑ کا دن منانے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ ایک وہ بھی وقت تھا کہ لوگ مہدی کے انتظار میں تھے۔ اور ایک دوسرے کو وصیت کرتے تھے کہ جب کوئی تم میں سے مہدی کا زمانہ پائے تو ہمارا سلام کہنا۔ حضرت سید امیر صاحب جو ایک بہت بڑے ولی تھے وہ موضع کوٹھہ تحصیل [illegible] ضلع مردان کے رہنے والے تھے۔ ایک دن اپنے مریدوں میں بیٹھے ہوئے تھے بیان کیا کہ امام مہدی پیدا ہو گیا ہے ابھی دعوے نہیں کیا اور یہ بھی فرمایا کہ اس کی زبان پنجابی ہوگی اور یہ بھی اپنے مریدوں کو فرمایا کہ جو کوئی آپ میں سے مہدی کا زمانہ پائے میرا اسلام کہنا۔ آپ کے مریدوں میں سے بڑے بڑے عظیم بزرگ جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں (حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب دیب گراں والے کے اسم گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ ہر دو بزرگ حضرت مسیح موعودؑ کے سابقون میں سے تھے)

فاضل مقرر نے فرمایا حضرت مسیح موعودؑ نے بڑا عظیم کام کیا ہے آج ان کو گذرے ہوئے ساٹھ سال پورے ہو گئے ہیں کچھ عرصہ بعد یہ واقعات کہانیوں کی شکل اختیار کر لیں گے

آپ نے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا ایسے لوگ دنیا میں کیوں آتے ہیں؟ اس لئے کہ نبی کریم صلعم کی عظمت کو پیش کیا جائے اور ان کی تعلیم کو عملی طور پر پیش کیا جائے۔ اور ان کا وجود نبی کریمؐ کی عظمت اور تعلیم کا عملی نمونہ ہو۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھ کر حضرت نبی کریم صلعم کی عظمت کا اندازہ ہوا اور اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھیوں کو دیکھ کر حضرت نبی کریم صلعم کے صحابہؓ کی عظمت اور مرتبت کا پتہ چلا کہ وہ کس قدر بلند پایہ شخصیتیں تھیں جو دنیا میں ایک قلیل عرصہ میں ایک روحانی انقلاب لانے کا باعث ہوئیں

آپ نے فرمایا جلسہ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم دیکھیں کہ ہم نے اس جماعت میں شمولیت کر کے گھاٹے کا سودا تو نہیں کیا۔ اب ہر شخص اپنا محاسبہ کر سکتا ہے۔ حضرت صاحبؑ نے صلحاء اور متقیوں کی جماعت پیدا کی۔ بعض احباب فطرتی طور پر متقی تھے اور بعض آپ کی مجلس میں شامل ہو کر متقی بن گئے اور ان کی زندگیوں کی کایا پلٹ گئی۔ آپ کے صحابہ میں علماء بھی تھے، وکلاء بھی تھے ڈاکٹر بھی، اساتذہ بھی اور عام سادہ لوگ بھی۔ مگر سب کے سب ایک رنگ میں رنگین نظر آتے تھے۔ ہر ایک کو یہ جوش اور جذبہ دیا گیا تھا کہ اسلام کی عظمت اور نبی کریمؐ کی شان بلند ہو۔ ان کا وجود لوگوں کے لئے نمونہ تھا۔ حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کا نام سرفہرست نظر آتا ہے۔ فاضل مقرر نے نہایت تفصیل سے حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کے بیعت کے واقعات۔ جہاد کا وظیفہ اور اس کا پورا ہونا بالتفصیل بیان کیا اور فرمایا مولانا نورالدین صاحبؓ نے بیعت کی درخواست کی تو حضرت صاحبؑ نے جواب میں فرمایا کہ جب بیعت کا حکم ہوگا تو سب سے پہلے آپ کی بیعت لی جائے گی۔ چنانچہ ۱۸۹۹ء کے ابتداء میں لدھیانہ میں جب بیعت کا سلسلہ شروع ہوا تو سب سے پہلے مولانا نورالدین صاحبؓ نے بیعت کی۔ مولاناؓ نے بوقت بیعت عرض کی کہ حضور میں نے ایک بزرگ شاہ عبدالغنی صاحب کی بیعت کی۔ بوقت بیعت میں نے ان سے پوچھا تھا۔ کہ آپ کی بیعت سے مجھے کیا فائدہ ہوگا۔ تو انہوں نے فرمایا تھا۔ "دیدہ شنیدہ مبدل مے شود"۔ انسان اس مقام پر پہنچ جائے گا۔ کہ اس کو کسی کے دیکھنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ صرف سننا ہی اس کے لئے کافی ہو جائے گا۔ جس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضہ سنتے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔

"شنیدہ بدیدہ مبدل مے شود" جو سنتے ہو۔ وہ حال میں بدل جائے گا۔ حضرت صاحب نے جواب میں فرمایا

حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ نے بیعت کر لی۔ اور بیعت کے بعد آپ نے وظیفہ پوچھا تو حضرت صاحبؑ نے جواب میں فرمایا "جہاد کرو"۔ عیسائیوں کے خلاف کتاب لکھو۔ فاضل مقرر نے بیان کیا کہ حضرت مولانا نورالدین صاحب اس فکر میں تھے کہ کس طرح حضرت صاحب کے ارشادات کی تعمیل ہو۔ چنانچہ جب جموں واپس گئے تو آپ کی مسجد کے ایک حافظ صاحب عیسائی ہو رہے تھے۔ مولانا صاحب نے حافظ صاحب سے کہا کہ آپ اس پادری صاحب کے پاس مجھے لے جائیں جس کی تبلیغ سے آپ متاثر ہو کر عیسائیت کی آغوش میں جا رہے ہیں۔ چنانچہ حافظ صاحب آپکو اس پادری صاحب کے پاس لے گئے۔ پادری نے اسلام پر زبانی اعتراض کرنے کی بجائے تحریری اعتراضات بھیجنے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ اس کے اعتراضات کے جواب میں حضرت صاحب کے ارشاد کے مطابق مولانا نے ایک کتاب چار جلدوں میں لکھدی اس کتاب کے چھاپنے کے اسباب بھی اللہ تعالیٰ نے خود پیدا کئے اور ایک سال کے بعد یہ کتاب فصل الخطاب چار جلدوں میں شائع ہوئی۔ حافظ صاحب نے جب دو جلدیں پڑھیں۔ تو وہ بجائے عیسائی بننے کے از سر نو پکے مسلمان ہو گئے۔

فاضل مقرر نے جماعت پشاور کے عظیم بزرگوں کی محبت اور اخوت کی متعدد امثال بیان کیں۔ فرمایا۔ وہ ایک دوسرے کو بھائی بھائی سمجھتے تھے اور ان میں حقیقی بھائیوں سے زیادہ محبت تھی۔ آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ آپ کو بھی وہ اخوت کا نمونہ دکھانا چاہیئے۔ دیکھو مامور کا وقت "عید" کا وقت ہوتا ہے۔ ہم سب کے لئے خوشی کا موقعہ ہے کہ ہم نے مامور وقت کو پہچان لیا۔ آپ کی تقریر نہایت موثر اور دلپذیر تھی۔

آپ کے بعد محترم جناب قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ سابق مبلغ افریقہ نے تقریر شروع کی۔ آپ نے فرمایا مسلمانوں کی تمام اندرونی اور بیرونی بیماریوں کا علاج احمدیت میں ہے۔ انسان کے لئے عروج کا مقام حاصل کرنے کے لئے لازمی ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کا روحانی مقام حاصل کرے۔

فاضل مقرر نے اپنے دوران تبلیغ کے بہت سے ایمان افروز واقعات بیان کئے اور تقویٰ پر بڑا زور دیا۔ اور حضرت صاحبؑ کی تعلیم کو اپنانے کی تلقین کی۔

قاضی صاحب کی تقریر کے بعد نماز عصر ادا کی گئی۔ اس کے معاً بعد راقم الحروف نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دس شرائط بیعت سنائے اور عرض کی۔ کہ ہم نے بیعت کر کے اپنے آپ کو فروخت کر دیا ہے اور اس معاہدہ کے ذریعہ ہم نے سب کچھ خدا کے لئے بیچ دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ بیعت کی ضرورت اور اس کی اہمیت کو بھی واضح طور پر بیان کیا گیا عرض کی کہ دنیائے اسلام کی تاریخ کے اندر دو ہی معاہدے بیعت کی شکل میں نظر آتے ہیں پہلا معاہدہ ۶ھ کو حدیبیہ کے مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت ہی نازک وقت میں جان قربان کرنے کی بیعت لی تھی۔ اور دوسرا معاہدہ ۱۸۸۹ء میں آپ کے ایک نائب خلیفہ نے اسلام کو بچانے کے لئے ایک بیعت کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ اس وقت اسلام کو چند دنوں کا مہمان سمجھا جاتا تھا۔ اور اس زمانہ کے درد دل رکھنے والے مسلمان حیران تھے۔ علاج کوئی نظر نہ آتا تھا۔ بلکہ بعض تو نہایت مایوسی کی حالت میں مرثیہ بھی پڑھ چکے تھے۔ اس وقت اسلام کی حفاظت کے لئے مجاہدین کی ضرورت تھی۔ جو اسلام کے بچاؤ کے لئے اپنی جانیں تک قربان کر دیں۔ اس لئے مامور وقت نے ایک مجاہدین کی جماعت تیار کرنے کے لئے ایک معاہدہ کیا۔ جو دس شرائط بیعت کی شکل میں موجود ہے۔ اور یہ دس شرائط بیعت اس موقعہ پر پڑھ کر سنائے اور ان پر

عمل پیرا ہونے کی تاکید کی اور عرض کی۔ کہ ہر ایک ممبر کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے کہ آیا وہ اس مقدس معاہدہ کی پوری پوری پابندی کر رہے ہیں۔ خدانخواستہ اگر ہم نے ذرہ بھی کمی کی تو ہم کئی گنا سزا کے مستحق ہوں گے۔

میرے بعد حضرت قبلہ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب آنریری جنرل سیکرٹری نے تقریر شروع کی۔ آپ نے فرمایا۔ آج ہم حضرت مرزا صاحبؑ کی برسی منا رہے ہیں کسی کی برسی منانے کا عمدہ طریق یہ ہوتا ہے۔ کہ اس کی تعلیم پیش کی جائے اور یہ بتایا جائے۔ کہ اس کی تعلیم کا کیا اثر ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ابتداء میں صدر جلسہ ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیاں انہی کے الفاظ میں پیش کیں۔ اور اس طرح محمد الرحمن صاحب نے دس شرائط بیعت کو حضرت صاحبؑ کے اپنے الفاظ میں پیش کیا۔ یہ طریق نہایت پسندیدہ ہے۔ آپ نے اسی سلسلہ میں حضرت صاحبؑ کا دہلی کا واقعہ بیان فرمایا۔ کہ آپ دہلی تشریف لے گئے اور وہاں پر تمام مولویوں کو چیلنج کیا۔ اور مخالف مولویوں نے عوام کو آپ کی مخالفت میں سخت مشتعل کر دیا تھا۔ مولانا عبدالکریم صاحبؒ نے حالات کا جائزہ لے کر عرض کی! حضور عوام میں بہت زیادہ جوش ہے جو کہ خون خرابہ اور فساد کا ذریعہ بننے والا ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ یہ سب مردے ہیں اور میں زندہ ہوں مردے زندوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ جب تک کسی بات کا آسمان پر فیصلہ نہ ہو جائے زمین والے کچھ نہیں کر سکتے۔ حضرت صاحبؑ کے ایمان باللہ کا اندازہ لگائیں کس قدر عظیم شخصیت تھی۔ دشمنوں کے نرغہ میں گھرا ہوا انسان کہتا ہے کہ یہ مردے ہیں اور میں زندہ ہوں میرا کچھ نقصان نہیں کر سکتے اور ہوا بھی اسی طرح۔ آپ صحیح سلامت نکل گئے اور دشمن اپنے ارادہ میں ناکام رہا۔

اسی ضمن میں ڈاکٹر صاحب نے عیسائیوں کی طرف سے فوجداری مقدمہ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ایک شخص عبدالحمید نامی کو عیسائیوں نے پھسلایا اور اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ وہ عدالت میں بیان دے کر کہ مرزا صاحب نے اس کو بھیجا ہے کہ ہنری مارٹن کو قتل کر دے۔ چنانچہ دعوے دائر کر دیا گیا۔ اور وارنٹ گرفتاری جاری کیا گیا۔ یہ واقعات قادیان میں پہنچے۔ احباب کی پریشانی کو دیکھ کر مولانا عبدالکریم صاحبؒ نے حضرت صاحبؑ کے پاس جا کر واقعات عرض کئے۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ اگر وارنٹ جاری ہو گئے ہیں تو کوئی فکر کی بات نہیں۔ خدا کے رستے میں ہتھکڑیاں پہن لیں تو کیا بات ہے لوگ سونے کے کنگن پہنتے ہیں ہم لوہے کے کنگن پہن لیں گے۔ پھر فرمایا مولوی صاحبؓ خدا اپنے بندے کو قطعاً ضائع نہیں کرے گا۔ خدا کی شان یہ وارنٹ گرفتاری گورداسپور پہنچتے ہی راستے میں ضائع ہو گئے۔ اور معدوم ہو گئے۔ اسی اثناء میں ڈپٹی کمشنر امرتسر نے لکھا کہ جو وارنٹ گرفتاری یہاں سے جاری ہوئے ہیں ان کو روک لو۔ وہ غلط جاری ہوئے ہیں۔ حضرت صاحب کو گرفتار تو کوئی نہ کر سکا۔ مقدمہ گورداسپور میں ڈگلس مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہوا۔ اور حمید نے صاف صاف بیان دے دیا کہ مرزا صاحب نے اسے ہنری مارٹن کے قتل کے لئے بھیجا ہے۔ ڈگلس اس بات پر سخت پریشان ہوا اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ اور کہا میں جدھر دیکھتا ہوں (حضرت) مرزا صاحب نظر آتے ہیں۔ ریڈر نے مشورہ دیا۔ کہ حمید کو ان عیسائیوں سے لیکر پولیس کے حوالہ کر دیں۔ آخر جب دوبارہ عدالت میں اس کو پیش کیا گیا تو اس نے صاف صاف بیان دے دیا اور صحیح واقعات بتا دیئے۔ اس طرح اللہ تعالے نے آپ کو باعزت بری کر دیا اسی سلسلہ میں فاضل مقرر نے کرم الدین کا واقعہ بھی بیان کیا۔ یہ بھی کافی پریشان کن اقدام کا مقدمہ تھا۔ مگر اللہ تعالے نے آپ کو وہاں بھی کامیاب اور سرخرو فرمایا۔

پھر فاضل مقرر نے لاہور کے جلسہ اعظم مذاہب کا ذکر کیا۔ جس میں پانچ سوالات منتخب کر کے تمام بڑے بڑے علماء اور دیگر رہنماؤں کو ان پر اپنے اپنے مذاہب کی طرف سے جواب دینے کی دعوت دی گئی۔ آپ نے بھی ان سوالات کے جوابات لکھے۔ اور اپنے مریدوں کو سنائے۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا۔ ذرا بہتر ہوں، آپ نے فرمایا۔ خواجہ صاحب عطار کی دکان میں بیٹھے ہوئے عطر کی خوشبو آپ کو نہیں آتی۔ اس موقعہ پر آپ نے خدا تعالے کی طرف توجہ فرمائی تو الہام ہوا "مضمون بالا رہا"۔ کس کی جرأت ہو سکتی ہے کہ اتنا عظیم دعوے کرے اور اپنے مضمون کے بالاتر ہونے کی پیشگوئی کر دے۔ چنانچہ جب جلسہ میں مضمون پڑھا گیا۔ تو گھنٹوں یہ مضمون نہایت دلچسپی سے سنا گیا۔ اور آخر میں یہ اعلان ہوا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کا مضمون سب سے بالا رہا۔ سب اخبارات اور عوام نے تسلیم کیا کہ حضرت صاحبؑ کا ہی مضمون بالا رہا۔ اب یہ مضمون کتابی صورت میں "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے نام سے چھپا ہوا ہے، پھر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ حضرت صاحبؑ نے اسلامی سیرت کا ایک ٹھیٹھ نمونہ پیش کیا۔ چنانچہ ڈاکٹر اقبال نے ۱۹۱۳ء میں علیگڑھ یونیورسٹی میں ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

" اگر اس زمانہ میں ٹھیٹھ اسلامی نمونہ دیکھنا ہو تو اس فرقہ میں نظر آئے گا جو قادیانی فرقہ کہلاتا ہے۔"

حضرت صاحبؒ نے اپنے مریدین میں وہ ایمانی جرأت پیدا کی کہ بڑے سے بڑے آزمائش کے موقعہ پر بھی انہوں نے صداقت اور سچائی سے ذرا مُو بھر بھی انحراف نہیں کیا۔ چنانچہ میر حامد شاہ صاحب نے اپنے لڑکے کے خلاف مقدمہ قتل میں شہادت دی۔ یہ کون کر سکتا ہے۔ یہ مامور کی زندگی کی صداقت کا بین ثبوت ہے۔ مامور کی زندگی اور اس کی تعلیم دوسروں کی زندگیوں میں تبدیلی پیدا کرتی ہے۔ فاضل مقرر نے فرمایا کہ زندگی کا مقصد صرف روٹی ہی نہیں بلکہ بہت بلند مقصد ہے یعنے اخلاقی زندگی۔ غرض ڈاکٹر صاحب کی تقریر نہایت موثر اور ہمارے ایمانوں میں زیادتی کا باعث ہوئی۔ آخر میں صدر جلسہ جناب ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب نے معزز مہمانوں اور سامعین کا شکریہ ادا کیا۔ آپ نے فرمایا میں نے بچپن کے زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھا اس وقت کے روحانی مناظر اور قدسی اثرات آج تک زائل نہیں ہوئے۔ آپ نے اپنے دوران ملازمت کے بھی بہت سے واقعات بتائے کہ کس قدر خدا تعالے کے فضل اور اس مامور کی قوت قدسیہ سے اللہ تعالے نے مجھے عدل و انصاف سے ایک ذرہ بھی ادھر ادھر نہیں ہونے دیا۔ حالانکہ ہزاروں روپیہ کا لالچ دے کر بڑے بڑے لوگوں نے مجھے پھسلانے کی کوشش کی مگر وہ ناکام رہے یہ سب کچھ مامور وقت کی صحبت اور تعلیم کا نتیجہ ہے۔ آخر میں مکرر طور پر آپ نے ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اور مرزا مسعود بیگ صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ وہ لاہور سے تکلیف اٹھا کر تشریف لائے اور ہمارے جلسہ کو تقویت بخشی۔ اس کے بعد جلسہ دعا کے ساتھ برخاست ہوا۔ آخر میں سب احباب کی تواضع چائے وغیرہ سے کی گئی۔ (باقی باقی)

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ ص۶)

کر دیا۔ دیکھئے انہوں نے قرآن خوانی کو کس تخریبی کام پر استعمال کیا۔ ایسی ذہنیت پر بڑا افسوس ہوتا ہے۔ نیک مقصد کے حصول کے لئے ہمیشہ نیک نیتی درکار ہے۔ اور خدا کی رضا سب سے مقدم ہونی چاہیئے۔

شیخ میاں سعید احمد صاحب اور مولوی عبدالوہاب صاحب کی وفات

دو خبریں اچھی نہیں وہ آپ کو سناتا ہوں۔ ہمارے نہایت پیارے دوست اور بھائی شیخ میاں سعید احمد صاحب فلور ملز لاہور والے سیما انڈسٹریز کے مالک کل صبح فوت ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم جماعت کے اہم رکن تھے۔ انکی وفات سے قوم کو بھاری نقصان ہوا ہے۔ مرحوم انجمن کی کارروائیوں میں باقاعدہ حصہ لیتے تھے اور فیصلہ میں اپنی صحیح رائے کا اظہار کرتے اور کوئی لگی لپٹی نہ رکھتے تھے نہ کسی رو رعایت سے کام لیتے۔ یہ بات ہم میں سے بہت کم لوگوں کو میسر ہے۔ مرحوم کی یہ خوبی ہمیں کبھی نہیں بھولے گی۔ مرحوم مرنجان مرنج انسان تھے، نہایت سادہ، صاف گو اور منکسر المزاج جب کبھی ہمیں مالی ضرورت ہوتی تو ان سے رجوع کیا جاتا۔ وہ کام آتے۔ اور جب کبھی ہمیں کوئی راستہ نظر نہ آتا تو شیخ صاحب مرحوم کے پاس جاتے وہ ہماری تکلیف دور کر دیتے ایسے مخلص دوست کا اٹھ جانا ہمارے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے نماز کے بعد مرحوم مغفور کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔ پھر انجمن کے دیرینہ کارکن مولوی عبدالوہاب صاحب بھی آج صبح انتقال کر گئے ہیں۔ مولوی صاحب نے تمام عمر انجمن کی خدمت کی اور حضرت امیر مرحوم کے ساتھ علمی تصانیف میں ہر طرح ان کی خدمت و معاونت کرتے رہے نیک، صاف گو اور سادہ انسان تھے ہم ان کو چاہتے تھے۔ وہ سب سے محبت کرتے تھے۔ ان کا جنازہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں آیا ہوا ہے۔ نماز جمعہ کے بعد انکی نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔

افتاب الدین احمد ہومیوپیتھک دار الشفاء
کی زیادہ سے زیادہ امداد کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔
— اعزازی مہتم دار الشفاء —

[illegible] چشم کن روشن ز آیات مبین

ٹیلیفون نمبر ۳۷۳۷
تار کا پتہ تبلیغ لاہور

پیغام صلح

مدیر دوست محمد

مدیر معاون بشیر احمد سوز

جلد ۵۶ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۰ جولائی ۱۹۶۸ء | نمبر ۲۶

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور انکے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔

۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں، نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔

۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابلِ احترام ہیں

۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔

۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۶۔ **اسلام** تمام مذہب پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

اُمت جبتک اللہ کے حکم پر قائم رہیگی مخالف نقصان نہ پہنچا سکیں گے

عن حمید بن عبد الرحمٰن سمعت معاویۃ خطیبًا یقول سمعت النبی صلے اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہٖ خیراً یفقھہُ فی الدین وانما انا قاسمٌ واللہ یعطی ولن تزال ھٰذہ الامۃ قائمۃً علے امر اللہ لا یضرّھم من خالفھم حتی یاتی امر اللہ۔

ترجمہ:۔

حمید بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ میں نے معاویہ کو خطبہ پڑھتے ہوئے سُنا ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ جس کے ساتھ اللہ بھلائی چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ دیتا ہے اور کہ میں صرف بانٹنے والا ہوں دینا اللہ ہی ہے۔ اور یہ امت اللہ کے حکم پر قائم رہے گی۔ ان کو ان کے مخالف نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے۔

نوٹ:۔ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۔

میں قاسم ہوں یعنی صدقات یا اموال کا تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ معطی ہے یعنی حقیقت میں دینے والا وہی ہے۔ توحید کا سبق سکھایا ہے اور یہ جو فرمایا کہ انکے مخالف

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۳)

خُدا کے بندوں پر رحم کرو

اور اپنی ہمدردی کا دائرہ وسیع رکھو

ارشادات امام الزمان مسیح موعود علیہ السلام

ہمدردی خلق اللہ کی ایک ایسی شئے ہے کہ اگر انسان اسے چھوڑ دے اور اس سے دُور ہوتا جاوے اور اس سے کام نہ لے تو انجام کار یہ انسانیت سے نکل کر وحشی اور درندہ بن جاتا ہے انسان کی انسانیت کا یہی تقاضا ہے اور وہ اسی وقت تک انسان رہتا ہے جب تک وہ اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ مروّت سلوک اور احسان سے کام لیتا ہے۔ جیسا کہ شیخ سعدیؒ نے کہا ہے:۔ "بنی آدم اعضائے یکدیگر اند" اور ان کا یہ کہنا صحیح اور ٹھیک ہے یاد رکھو کہ ہمدردی کا دائرہ میرے نزدیک بہت وسیع ہے۔ میں ان لوگوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا اور نہ ان کی ایسی تعلیم کو پسند کرتا ہوں جو ہمدردی کو صرف اپنی قوم تک ہی محدود ہیں کرتے ہیں (تقریر ۲۹ دسمبر ۱۹۰۲ء)

اس کے بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو۔ اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہیں جو حلم ظاہر کرتے ہیں۔ مگر وہ اندر سے بھیڑیے ہیں۔ بہت ہیں جو اوپر سے صاف ہیں مگر اندر سے سانپ ہیں سو تم اس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو۔ نہ ان کی تحقیر کرو۔ اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو۔ نہ خود نمائی سے ان کی تذلیل۔ اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے ان پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔"

(کشتیٔ نوح)

تبلیغی سرگرمیاں

ٹرینیڈاڈ میں تبلیغ اسلام

شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے سابق امام مسجد ووکنگ انگلینڈ دو تین سال سے ٹرینیڈاڈ میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے بطور مبلغ کام کر رہے ہیں، ان کے گذشتہ سال کے لیکچروں کے اعلانات حال ہی میں موصول ہوئے ہیں۔ جن کا ترجمہ درج ذیل ہے۔ ان اعلانات سے پتہ لگتا ہے کہ ممدوح کس قدر بلند پایہ سرگرمیوں میں مصروف ہیں:۔

اسلام پر لیکچر بدھ۔ مورخہ ۲۲ر نومبر ۱۹۶۷ء بوقت ½۸ بجے شام کو الحاج مولینا شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے مبلغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے آکسفورڈ کلب، لیڈی ملیس اپونیوساں فرینڈ وین "انٹروڈیوسنگ اسلام" کے عنوان سے لیکچر دیا۔

موجودہ دنیا کو قرآن کا پیغام ۲۵ر نومبر ۱۹۶۷ء کو بروز ہفتہ الحاج شیخ محمد طفیل صاحب ایم۔ اے۔ نے گارڈن ایڈ گرو کمبرلینڈ سٹریٹس کوا کی مسجد کے ہال میں ایک لیکچر دیا جس کا عنوان تھا:۔

"عالم حاضر کو قرآن کریم کا پیغام"

تحریک احمدیت پر لیکچر ۱۳ر اپریل ۱۹۶۸ء کو بروز ہفتہ الحاج شیخ محمد طفیل صاحب ایم۔ اے نے سدرن مین روڈ میک بین میں "تحریک احمدیت" کے موضوع پر ایک لیکچر دیا۔

دوسرا بین المذاہب جلسہ جمعرات مورخہ ۱۲ر اکتوبر ۱۹۶۷ء کو سان فرنینڈو میں ایک اور بین المذاہب جلسہ منعقد ہوا، جس کا موضوع تھا، "میرے مذہب میں عبادت کا تصور"۔

مقررین:۔

عیسائیت کی طرف سے:۔ ریورنڈ فادر راول ڈوگلن
ہندو مذہب کی طرف سے:۔ پروفیسر پی۔ ایم۔ بھٹاچاریہ۔ ایم۔ اے۔ بی ٹی
سکھ مذہب کی طرف سے:۔ مسٹر جے۔ ایس۔ کونڈل
اسلام کی طرف سے:۔ الحاج مولانا شیخ محمد طفیل ایم اے مبلغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔
چیئرمین:۔ ہز ورشپ دی میئر آف سان فرنینڈو۔

چوتھا بین المذاہب جلسہ ۲۵ر مئی ۱۹۶۸ء کو بروز ہفتہ بشپ انسٹے ہائی سکول میں ایک بین المذاہب جلسہ منعقد ہوا، جس میں حسب ذیل اصحاب نے "میرے مذہب میں دکھ درد اور بدی کا تصور" کے موضوع پر اپنے اپنے مذہب کا نقطۂ نگاہ پیش کیا۔

(۱) پروفیسر پی کیفنہ چاریہ۔ ایم اے۔ بی۔ ٹی۔ (ہندو مذہب)
۲۔ ماریو ریند ایف آرونسٹ او اور کے اوپی۔ (مسیحی مذہب)
۳۔ الحاج شیخ محمد طفیل ایم اے۔ (اسلام)

مسجد کا سنگ بنیاد الحاج مولینا ایس۔ ایم۔ طفیل صاحب نے اقاؤکو برٹول والوکلیرو میں مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔

مولانا طفیل صاحب نے قوم کی متحدہ مساعی کی تعریف کی، سابق امام گل حسن اور مسز گل حسن جنہوں نے زمین عطا فرمائی تعمیر مسجد کے لئے ان کی کوششوں کی تعریف کی گئی۔

(سنڈے ایکسپریس بدھ۔ مورخہ ۲۰ر دسمبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۳)

سیپاریا بازار سیپاریا (ٹرینیڈاد) کے مسلمانوں کی طرف سے سالانہ بازار مسجد کی زمین پر لگایا گیا، جس کا افتتاح مسز ایس ایم طفیل (بیگم شیخ محمد طفیل صاحب سابق امام مسجد ووکنگ) نے کیا۔ (ٹرینیڈاڈ گارڈین ۱۵ر اگست ۱۹۶۷ء)

ہفت روزہ پیغام صلح میں اشتہار دیکر اپنے کاروبار کو فروغ دیں

تبلیغی خط و کتابت

ذیل میں وہ خطوط درج کئے جاتے ہیں جو افریقہ اور دیگر ممالک سے موصول ہوئے ہیں:۔

نائیجیریا

ترجمہ خط از ایم۔ جی۔ اجالا۔ نائیجیریا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

میں آپ کا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اسلامی کتابیں ارسال کی ہیں۔ ان کتابوں نے میری بہت مدد کی ہے اور مجھے مذہب اسلام کے سمجھنے میں کافی ترقی ہوئی ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مجھے توفیق دے کہ میں اسلام کو مزید سمجھوں اور اشاعت اسلام بھی کر سکوں۔ مجھے ایک عدد قرآن شریف انگریزی درکار ہے امید ہے کہ آپ بہت جلد ارسال فرمائیں گے۔

(ان کو خط کا جواب دیا گیا مطالعہ کے لئے کتابیں پہلے ارسال کی جا چکی ہیں۔)

مشرقی پاکستان

ترجمہ خط محمد وحید العالم۔ آستگرام مشرقی پاکستان۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہم لوگ آستگرام گاؤں کے رہنے والے ہیں اور ہم کو کتابوں اور اخباروں کے مطالعہ کا بہت شوق ہے۔ لیکن ہمیں کوئی آسانی میسر نہیں ایک کلب ۱۹۱۲ء میں بنائی تھی جس کا مطلب دیگر ممالک سے تعلقات پیدا کرنا تھا۔ ہماری کلب کے ممبر بہت ہیں اور پڑھنے والے بھی کافی ہیں مگر افسوس ہے کہ ہمارے پاس سرمایہ نہیں جس سے ہم کتابیں اور اخبارین خرید سکیں ہمارے پاس دیگر ممالک کے چند اخبارات اور رسالے آتے ہیں اس لئے آپ بھی مہربانی کر کے رسالے اور اخبارات ارسال کریں۔ ہم بہت مشکور رہوں گے۔

(ان کو ایسنس آف اسلام۔ مرزا غلام احمدؑ اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی۔ پمفلٹس اور فہرست کتب بھیجی گئیں اور خط کا جواب دیا گیا)

سیلون

ترجمہ خط مسٹر آر۔ ایم۔ ڈی سلوا سیلون

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں مسلمان نہیں ہوں لیکن میں اسلام کی طرف زیادہ مائل ہوں اور غالباً جلد ہی اسلام قبول کر لوں گا۔ صرف میں ہی اسلام میں نہیں آؤں گا بلکہ ایک نوخواندہ لڑکی بھی انشاء اللہ اسلام قبول کرے گی اور وہ لڑکی میری نسبت زیادہ اسلام کی طرف جھکی ہوئی ہے۔ حالانکہ وہ ابھی تک عیسائی ہے۔ وہ گرجا میں نہیں جاتی سوائے ضروری کام کے۔ کیا آپ مجھے کتابوں کی فہرست ارسال کریں گے تاکہ میں مفید کتابیں اس میں سے چن لوں۔ کیا آپ مجھے اسلامک ریویو کی چند کاپیاں ارسال کریں گے۔ اگر رسول کریمؐ کی زندگی کے حالات کے متعلق بھی کتاب ارسال کی جائے

(اسلام اینڈ کرسچیئنٹی ارسال کی گئی۔ اور خط کا جواب بھی دیا گیا۔)

کراچی

ترجمہ خط ظہیر احمد صاحب۔ کراچی

میں کینیا کا طالب علم ہوں اور کراچی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہا ہوں۔ برائے مہربانی مجھے ایک کاپی قرآن شریف انگریزی از حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ ارسال کریں۔ کیا آپ مجھ پر یہ مہربانی کریں گے۔ میں نے ایک نسخہ مسجد میں حاصل کیا جو میں نے اپنے بھائی کو ارسال کر دیا تھا۔ اب مجھے اس کی طلب محسوس ہوتی ہے۔ اس لئے مہربانی کر کے مجھے ایک کاپی ارسال کریں میں بہت مشکور رہوں گا۔

(ان کو ایک نسخہ قرآن شریف اور مرزا غلام احمد کتابچہ ارسال کیا گیا)

انڈیا

ترجمہ خط از ایم۔ خبیب اختر۔ انڈیا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں خدا کے فضل و کرم سے میٹرک کے امتحان میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ نتیجہ ۲۰ر مئی ۱۹۶۸ء کو نکلا تھا۔ مجھے پہلے ہی خدا تعالیٰ نے میری کامیابی کی اطلاع دے دی تھی۔

"کلیک نہیں کرمیک ہے یہ"

میری خدا تعالےٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہر مسلمان کو کامیاب کرے۔ اس خوشی میں مبلغ -/5 روپیہ عبدالرزاق صاحب کو انڈیا ارسال کر دیئے ہیں جماعت کے احباب کو میری کامیابی کی اطلاع دیدیں اور میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ میری مشکلات کو حل کر دے (ان کو لٹریچر روانہ کیا گیا)

"الاعتصام" کے مفتریات

(۱)

جماعت اہلِ حدیث کے ہفت روزہ اخبار "الاعتصام" نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے اس بیان پر جو قومی اسمبلی کی بحث دربارہ "مخصوص مقاصد" تبلیغ پر آپ نے لکھا، ایک طویل مقالہ زیبِ رقم فرمایا ہے، جس کا موضوع حضرت امیر ایدہ اللہ کے اس فقرہ کو قرار دیا ہے کہ

" حضور کے بعد دعوئے نبوت کرنے والا لعنتی ہے"

اس عنوان کے ماتحت سارے مضمون میں "الاعتصام" نے حضرت مسیح موعود کے بعض بیانات کو نقل کرتے ہوئے بار بار آپ کو "لعنتی" اور "ملعون" وغیرہ الفاظ سے یاد کیا ہے، ہم "الاعتصام" کی طرح یہ تو نہیں پسند کرتے کہ اخبارات کے محکمہ احتساب کو توجہ دلا کر اس کے خلاف قانونی کارروائی کا مطالبہ کریں لیکن اتنا ضرور عرض کریں گے کہ اگر مولوی محمد حسین بٹالوی کے متعلق ذلت و رسوائی کے الفاظ اس کے لئے اس وجہ ناقابلِ برداشت ہیں کہ ایک سابقہ مقالہ میں محکمہ احتساب کو توجہ دلانا اس نے ضروری سمجھا تو وہ شخص جس کو لاکھوں انسان اپنا پیشوا اور مسیح موعود اور مجدد زمان مانتے ہیں، اس کے متعلق لعنتی اور ملعون کے الفاظ لکھنا کس طرح قابلِ برداشت ہو سکتا ہے۔ الاعتصام نے حضرت مسیح موعود پر دعوئے نبوت کا الزام لگاتے ہوئے جو عبارات نقل کی ہیں، شرافت کا تقاضا یہ تھا کہ ان کو نقل کرنے کے بعد صرف اتنا سوال کرتا کہ ایسا لکھنے والے کو کیا کہنا چاہیئے لعنتی اور ملعون وغیرہ کے دل دکھانے والے الفاظ لکھ کر اس نے لکھوکھہا انسانوں کے دلوں کو بری طرح مجروح کیا ہے، پھر ہم سوائے اس کے کیا کہیں کہ کچھ خوف خدا سے کام لو ایسا نہ ہو کہ مامور الٰہی کو لعنتی کہنے کی پاداش میں تم خود خدا کی لعنت کے نیچے آجاؤ اور ملعونیت کا طوق تمہاری اپنی گردنوں [illegible]

الاعتصام نے اس مضمون میں حضرت مسیح موعودؑ کی جو عبارات دعوئے نبوت کے ثبوت میں پیش کی ہیں ان کے متعلق یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ نبی کا نام پانا اور بات ہے اور دعوئے نبوت اور بات۔ نبی کا نام پانا ایسا ہی ہے جیسے کسی بہادر آدمی کو شیر کا نام دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اس سے وہ شیر نہیں بن جاتا بلکہ صرف اس کی صفت بہادری کو ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے، شیر کا نام اسے "مجازاً" دیا جاتا ہے، یہی بات حضرت مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی کے آخری صفحات الاستفتاء صفحہ ۶۴ میں بدیں الفاظ لکھی ہے:۔

ان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین
فلیس حق احد ان یدعی النبوۃ بعد رسولنا المصطفٰے
علی الطریقۃ المستقلۃ وما بقی بعدہ الا کثرۃ
المکالمۃ وھو بشرط الاتباع لا بغیر متابعۃ خیر البریۃ
وواللہ ماحصل لی ھذا المقام الا من انوار اتباع الاشعۃ
المصطفویۃ

وسمیت نبیاً من اللہ علی طریق المجاز
لا علی وجہ الحقیقۃ۔

ترجمہ:۔ "اور تحقیق ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور ان پر مرسلین کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور ہمارے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کا حق نہیں کہ مستقل طور پر نبوت کا دعوےٰ کرے اور ان کے بعد سوائے کثرت مکالمہ کے اور کچھ باقی نہیں اور اس کے لئے بھی اتباع کی شرط ہے یہ حضرت خیر البریہ کی متابعت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اور خدا کی قسم مجھے یہ مقام مصطفویہ شعاعوں کے انوار کی اتباع کے بغیر حاصل نہیں ہوا۔

اور میرا نام اللہ تعالےٰ کی طرف سے نبی رکھا گیا مجاز کے طور پر حقیقی طور پر نہیں"۔

اس عبارت میں کس قدر صفائی کے ساتھ ختم نبوت کے استمرار، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ مرسلین کے انقطاع، صرف کثرت مکالمہ کے اجرا اور مجازاً (نہ حقیقتاً) نبی کا نام پانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد بھی یہ کہنا کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے، کتنا بڑا افترا ہے۔ یہ عبارت ایک کلید ہے ان تمام عبارات کے لئے جن میں حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو نبی کہا ہے، یا نبی کا نام پانے کا اعلان کیا ہے، اس کی روشنی میں ان تمام عبارات کو پڑھ لیجئے جو "الاعتصام" نے محولہ بالا مضمون میں نقل کی ہیں۔ مثلاً یہ کہ

"اس امت میں نبی کا نام پانے کے لئے ہی مخصوص کیا گیا اور تمام دوسرے لوگ اس نام کے مستحق نہیں" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

اس فقرہ میں بھی نبی کا نام پانے کا ہی ذکر ہے منصبِ نبوت پر فائز ہونے کا ذکر نہیں ایسا ہی تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸ کی یہ عبارت الاعتصام نے نقل کی ہے:۔

" اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں"

اس عبارت میں بھی صرف خدا تعالےٰ کی طرف سے نبی کا نام رکھے جانے کا ذکر ہے جس کی تشریح اسی صفحہ پر اس سے پہلے فقرات میں بدیں الفاظ موجود ہے:۔

" اور یہ دعوےٰ امت محمدیہ میں سے آج تک کسی اور نے ہرگز نہیں کیا کہ خدا تعالےٰ نے میرا یہ نام رکھا ہے اور خدا تعالےٰ کی وحی میں صرف میں اس نام کا مستحق ہوں اور یہ کہنا کہ نبوت کا دعوےٰ کیا ہے کس قدر جہالت کس قدر حماقت اور کس قدر حق سے خروج ہے۔ اے نادانو! میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعوےٰ کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبت الٰہیہ ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے سو مکالمہ و مخاطبہ کے آپ بھی قائل ہیں پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی یعنے آپ لوگ جس امر کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں ولکل ان یصطلح۔

سو مکالمہ و مخاطبہ رکھتے ہیں میں اس کی کثرت کا نام

فرمایئے اب بھی بات صاف ہوئی یا نہیں، یہ اسی صفحہ کی عبارت ہے، جس سے الاعتصام نے سابقہ عبارت نقل کی ہے اس میں کھلے طور پر بتایا ہے کہ نبی کا نام پانے سے دعوئے نبوت مراد نہیں، بلکہ صرف کثرت مکالمہ الٰہیہ مراد ہے؟ حضرت مرزا صاحب کی اصطلاح میں اسی کو مجازی نبوت کہا گیا ہے، حقیقی نبوت نہیں، ہم پوچھتے ہیں کہ الاعتصام نے یہ فقرات کیوں نقل نہیں کئے؟ کیا یہ آپ کی ناحق بیانی کا کھلا ثبوت نہیں؟ یہی معنے دافع البلاء کے ان فقرات کے ہیں جن میں قادیان میں اپنا رسول بھیجنے اور اس کو رسول کا تخت گاہ قرار دینے کا ذکر ہے یہ سب مجازی الفاظ ہیں، ان میں حقیقی رسول مراد نہیں۔

پھر اخبار عام کے نام حضرت مرزا صاحب نے جو خط لکھا ہے اس میں سے الاعتصام نے یہ فقرات نقل کئے ہیں:۔

" اور انہی امور کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے، سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں میں اس پر قائم ہوں"

دیکھ لیجئے اس عبارت میں بھی نبی کا نام رکھا جانے ہی کا ذکر ہے۔ دعوئے نبوت کا ذکر نہیں اور اس کے ساتھ ہی اسی خط میں یہ بھی لکھا ہے:۔

" مگر ان معنوں سے نبی نہیں ہوں کہ گویا میں اسلام سے اپنے تئیں الگ کرتا ہوں یا اسلام کا کوئی حکم منسوخ کرتا ہوں میری گردن اس جوئے کے نیچے ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا اور کسی کو مجال نہیں کہ ایک نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کا منسوخ کر سکے میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی یا عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنے ہیں کہ خدا سے الہام پا کر بکثرت پیشگوئی کرنے والا، اور بغیر کثرت کے یہ معنے تحقیق نہیں ہو سکتے"

(باقی بر ص ۸ کالم ۳)

شذرات

(شاہین)

قیامت کی باتیں

حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

" میں روزِ قیامت چشمۂ کوثر پر کھڑا ہونگا کہ فرشتے چند لوگوں کو دوزخ کی طرف لے جا رہے ہوں گے انہیں دیکھ کر میں پکار دوں گا کہ یہ تو میرے ساتھی ہیں یہ تو میرے ماننے والے ہیں تو مجھے جواب ملے گا کہ تو نہیں جانتا کہ انہوں نے تیرے بعد دین میں کیا کیا نئی باتیں داخل کر دی تھیں تو اس وقت میں وہی الفاظ کہوں گا جو خدا کے نیک بندے عیسیٰؑ بن مریم نے کہے کہ میں ان پر گواہ رہا جب تک میں ان میں رہا مگر جب تو نے مجھے اپنے ہاں بلا لیا تو تو ہی ان کا نگران تھا۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت سوال کریں گے کہ :۔

" کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو خدا کے علاوہ معبود مانو "

حضرت عیسیٰؑ جواب دیں گے کہ ہرگز نہیں بلکہ :۔

" میں نے ان کو وہی تعلیم دی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اے لوگو میرے اور اپنے رب کی عبادت کرو اور یہ تو میری شان کے خلاف تھا کہ میں اس کے علاوہ کوئی اور تعلیم دیتا اور تو میرے دل کی بات کو جانتا ہے اور میں تیرے دل کی بات نہیں جانتا اور میں جب تک ان میں رہا ان پر گواہ رہا۔ مگر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تو ہی ان پر نگران تھا۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مشابہت تامہ ہونے کی وجہ سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور بروز ہونے کے باعث ہماری طبیعت پر یہ تاثر غالب ہے کہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کرے گا کہ :۔

" کیا تو نے اپنی جماعت کے لوگوں سے کہا تھا کہ خاتم النبیین کے بعد مجھے حقیقی نبی مانو اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرنے والوں کو کافر کہو "

تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام جواب دیں گے کہ :۔

بار الٰہا ! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں آپ کے حکم کے خلاف ان کو تعلیم دیتا میں نے ان کو وہی کہا جو تیرا ارشاد تھا اور جب تک میں زندہ رہا وہ صحیح عقیدہ پر قائم رہے غلط عقائد تو میرے آنے کے بعد بنا لئے گئے۔ میں نے تو انہیں بارہا کہا اور ان کے اوہام کا ازالہ کرتا رہا کہ

(۱) " نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔"

(ازالہ اوہام)

(۲) " میں نبی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محدث ہوں "

(آئینہ کمالاتِ اسلام)

عالمِ ارواح میں ایک مکالمہ

= آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حوضِ کوثر پر امتِ محمدیہ کے افراد کو جامِ کوثر پلانے کے لئے کھڑے ہوں گے مگر جب آپؐ کو امت کے بگڑے ہوئے افراد کا علم دیا جائے گا تو حضورؐ کو کس قدر صدمہ اور قلق ہوگا۔

= حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو تمام عمر توحید کی تعلیم دیتے رہے قیامت کے روز جب انہیں یہ علم ہوگا کہ میری قوم توحید کو ترک کر کے مجھے اور میری ماں کو معبود سمجھتی رہی اور توحید کو چھوڑ کر تثلیث پر ایمان رکھا تو آپ کو کس قدر حزن و ملال ہوگا۔

= حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو ایک مدت دراز تک اپنی سلطان القلمی کے بل پر اور خدا سے الہام اور وحی کے زور کے ذریعہ اپنی جماعت کو ختم نبوت کی تعلیم دیتے رہے اور اپنے دعویٰ کی وضاحت میں کتاب پر کتاب اور اشتہار پر اشتہار لکھتے چلے گئے جب آپ کو علم ہوگا کہ جماعت نے خود ساختہ عقائد کو اپنا کر میری تعلیم سے انحراف کر لیا تو آپ کو کس قدر رنج اور ندامت ہوگا۔

اس مقام پر ہم ایک مکالمہ درج کرتے ہیں جو عالم تخیلات سے تعلق رکھتا ہے اور عالم ارواح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور مرزا محمود احمد صاحب کے درمیان ہوگا ہے۔ طوالت کے خوف سے حوالہ جات حذف کئے جا رہے ہیں :۔

حضرت مسیح موعودؑ :۔

" میاں تم نے میرے بعد میری نبوت کی تعلیم دینی کیوں شروع کر دی؟ اور میری طرف دعویٰ نبوت کیوں منسوب کیا؟

مرزا محمود احمد :۔

" آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی کے نام سے یاد فرمایا ہے اور نواس بن سمعان کی حدیث میں (جو مسلم میں ہے) نبی اللہ کہہ کے آپ کو پکارا گیا ہے۔ پس آنحضرت صلعم شاہد ہیں اس امر کے کہ حضرت مسیح موعود نبی ہیں اب ہم آنحضرت صلعم کی شہادت کو کس طرح چھوڑ دیں "

حضرت مسیح موعودؑ :۔

" اور اس کے مقابل پر وہی مسلم کی ظنی حدیث پیش کی جاتی ہے جس پر صدہا شبہات جونٹیوں کی طرح چمٹے ہوئے ہیں اور جو ظاہر الفاظ کی رو سے صریح قرآن شریف کے متناقض اور اس کی ضد پڑی ہوئی ہے۔ کیا مسلم کی روایت کے لئے قرآن کو چھوڑ دیں ... رفع تناقض کے لئے ہمارا حق تو یہ تھا کہ اس حدیث کو موضوع ٹھہراتے لیکن خوب غور سے سوچنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ دراصل یہ حدیث موضوع نہیں ہے ہاں استعارات سے پُر ہے "

مرزا محمود احمد :۔

" قرآن کریم اور شریعت کی رو سے آپ حقیقی نبی ہیں "

حضرت مسیح موعود :۔ " میں نے زندگی بھر کبھی بھی حقیقی نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

قرآن شریف صاف فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں مگر ہمارے مخالف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خاتم الانبیاء ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو صحیح مسلم میں آنے والے مسیح کو نبی اللہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے وہاں حقیقی نبوت مراد ہے۔"

" اور یہ بھی یاد رہے کہ مسلم میں مسیح موعود کے حق میں نبی کا لفظ بھی آیا ہے یعنی بطور مجاز اور استعارہ کے۔"

مرزا محمود احمد :۔

" خدا تعالیٰ نے صاف لفظوں میں آپ کا نام نبی اور رسول رکھا اور کہیں بروزی اور ظلی نہ کہا "

حضرت مسیح موعود :۔

" کیا تم نے میری کتاب چشمۂ معرفت نہیں دیکھی جہاں میں نے خدا سے علم پاکر یہ لکھا ہے کہ

" اور ظلی طور پر نہ کہ اصلی طور پر مجھے یہ نام دیا گیا "

مرزا محمود احمد :۔

" قرآن کریم اور شریعت اسلام کی اصطلاح کی رو سے آپ حقیقی نبی تھے "

حضرت مسیح موعود :۔

" اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں .... اس لئے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اس جگہ بھی یہ معنے نہ سمجھ لیں "

مرزا محمود احمد :۔

" لیکن اس طرح اس عقیدہ میں بھی آنحضرت صلعم کی ہتک ہے کہ یہ مان لیا جائے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکے گا۔"

حضرت مسیح موعود :۔

" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسر شان نبی آنے میں ہے نہ کہ نہ آنے میں!

" مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم الانبیاء رکھا گیا تھا اس لئے خدا نے نہ چاہا کہ کسی دوسرے کو بھی (نبی کا نام) یہ نام دیکر آپ کی کسر شان کی جائے "

(باقی بر صفحہ ۱۰ کالم ۳)

جماعت احمدیہ لاہور کی امتیازی خصوصیات اور نصف صدی کی خدمات

غلبۂ اسلام کا یقین، ختم نبوت، تکمیل دین اور اتحاد اسلامیہ کی واحد داعی جماعت

صدق و اخلاص اور ہمدردئ دین کا تقاضا یہی ہے کہ مسلمان جماعت احمدیہ لاہور میں شمولیت اختیار کریں

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۸ جون ۱۹۶۸ء۔ فرمودہ مکرم جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب آنریری جنرل سیکرٹری بمقام جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

ولا یجرمنکم شنآن قوم ان صدوکم عن المسجد الحرام ـــــ فان اللہ غفور رحیم۔ (المائدہ - ۲ - ۳)

میں نے آپ کے سامنے سورۃ المائدہ کے پہلے رکوع کی دو تین آیات پڑھی ہیں جن میں ارشاد الٰہی ہے کہ کسی قوم کی دشمنی - وہ دشمنی کہ انہوں نے تم کو مسجد حرام میں جانے سے روک دیا ہے - عبادت و ریاضت سے منع کر دیا ہے - اتنی زبردست دشمنی بھی اگر کسی قوم سے ہو تو تمہیں یہ دشمنی اس بات پر مائل نہ کر دے کہ تم خود زیادتی کرنے لگو - کیونکہ مومنانہ طریق یہی ہے - کہ تعاونوا علی البر والتقوی اگر کوئی شخص یا قوم نیکی اور تقوے پر گامزن ہو تو تم اس کے ساتھ ہو لو اور اس کا ساتھ دو - ان سے بھلائی اور خیرات میں تعاون کرو - ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان - اور جہاں کہیں تمہیں گناہ کی بات نظر آئے - زیادتی اور ظلم کا وجود دکھائی دے - تم نے اس کی تائید و حمایت نہیں کرنا - واتقوا اللہ کیونکہ تقوے کا تقاضا یہی ہے - کہ دشمنی میں بھی تم حد سے نہ بڑھنے پاؤ - پھر تیسری آیت میں مذکور ہے کہ آج کے دن ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا ہے - اور اسلام کا دین تمہارے لئے پسند کیا ہے - پھر اسی سورۃ شریفہ کی آٹھویں آیت کریمہ میں ارشاد ہے یا ایہا الذین امنوا کونوا قوامین للہ شہداء بالقسط ـــــ اے مومنو! محض للہ فی اللہ انصاف سے گواہی دینے کے لئے کھڑے ہو جاؤ - ولا یجرمنکم شنآن قوم علی الا تعدلوا - یہاں تک کہ دشمن قوم سے بھی تم ناانصافی اور زیادتی سے کام نہ لو - اعدلوا - انصاف اور عدل سے کام لو - ھو اقرب للتقوی کیونکہ تقوے کے مناسب حال یہی بات ہے واتقوا اللہ - خدا سے ڈر کر زندگی بسر کرو - ان اللہ خبیر بما تعملون جو کچھ بھی تم اچھا یا برا کرتے ہو وہ سب کچھ دیکھتا پرکھتا ہے -

اس زمانہ میں اسلام کا احیاء اور مسلمانوں کی ترقی کا دور شروع ہو چکا ہے الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ اس کے آثار اب ہر طرف نمایاں و عیاں ہیں - سب لوگ اس کو تسلیم کرتے ہیں - یہ احیاء دین اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز کیسے ہوا؟ اس کے اسباب کیا ہیں؟ اس کا منبع اور مخرج کہاں ہے؟

جب اسلامی نشاۃ ثانیہ کی تاریخ لکھی جائے گی تو یہ تسلیم کیا جائے گا-

کہ احیاء ملت کی یہ تحریک قادیان سے اٹھی اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجدد زمان کے ہاتھوں قائم ہوئی - یہ تحریک اپنے جلو میں کیا کچھ لئے ہوئے تھی - وہ ہیں اسلام و قرآن کے سچے اور دلکش پہلو - جو عالمگیر ہیں - جن کی زمانہ کو ضرورت ہے اور جن کو اجاگر کرنے سے ہی کامیابی حاصل ہوتی ہے -

مثلاً سب سے پہلا اصول دین جس کی تجدید سے ایسا احیاء ہوا یہ ہے کہ محض مادیت اور عقلیت کی ترقی انسانی فلاح و بہبود اور اس کے ضمیر کی نجات کے لئے کافی نہیں ہے - انسان اور اقوام کی نجات روحانیت اور اخلاق کے اصولوں کو اپنانے سے مقدر ہے - اور یہ کہ نجات خدا کو زندہ ہستی تسلیم کرنے سے وابستہ ہے -

دوسرا اصول یہ ہے کہ اسلام ایک کامل مکمل دین ہے - صداقت کے تمام اصول اور سچائی کی تمام تعلیم اس میں آگئی ہے - اس سے باہر کوئی خیر اور بھلائی کی بات نہیں رہ گئی - اس طرح خداوند عالم نے عالم انسانیت پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا ہے - یہ نعمت تو نزول قرآن پر ہی اتمام کو پہنچ چکی تھی - لیکن چودہ سو سال کے بعد کتاب و سنت کی طرف رجوع اور اسلام کی طرف توجہ سب سے پہلے اس زمانہ کے مجدد نے دلائی -

تیسرا عالمگیر اصول یہ ہے کہ تمام اقوام ممالک میں خدا کے مصلح اور مامور آتے ہیں وہ سچائی کے پیغامبر ہوتے ہیں - مسلمان ان سب کو تسلیم کرتے ہیں - اسلام کی یہ بھی ایک عالمگیر تعلیم تھی جو بھلا دی گئی ہے - اس تعلیم کو بھی حضرت امام زمان نے اجاگر کیا -

اور سب سے بڑھ کر یہ اصول پیش کیا کہ خواہ کتنی ہی مایوسی نظر آئے حالات کتنے ہی ناموافق ہوں - اور اسلام کے خلاف کتنی ہی طاقتیں برسرپیکار ہوں مگر انجام کار تقدیر الٰہی یہی ہے کہ دین اسلام غالب آنے والا ہے - آخر اتنا بڑا دعوے کیوں؟ یہ محض تعلیم اسلام کی حقانیت - صداقت اور مقبولیت کی وجہ سے - کہ تعلیم اسلامی صحیح ہے اور فطرت انسانی کے مطابق ہے عالم انسانیت کے لئے باعث نجات و رحمت ہے اور یہ کہ اس تعلیم کو پھیلانے کی ضرورت ہے - اشاعت تعلیم اسلام ہی ایک ایسا ہتھیار ہے جس سے اس زمانہ میں فتح اسلام کے دروازے کھلتے چلے جا رہے ہیں اور یہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی ضرورتوں کو پورا کرتی ہے اور اس کے بغیر انسان کے روحانی اور اخلاقی تقاضے پورے نہیں ہو سکتے -

اتحاد اسلام کا بنیادی اصول

پھر حضرت مرزا صاحب نے ہی یہ اصول سکھایا کہ تمام کلمہ گو ایک قوم ہیں آپ نے ہر کلمہ گو کو مسلمان قرار دے کر اتحاد اسلامی کا بنیادی پتھر رکھ دیا - آپ نے فرمایا کہ فروعی اختلافات کی بناء پر کسی پر ارتداد اور کفر کے فتاوے لگانا جائز نہیں - جب تک کوئی انسان کلمہ طیبہ کا اقراری ہے - وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں کیا جا سکتا - اور حضرت امام زمان نے کفر و ارتداد کے سدباب کے لئے ایک حربہ دیا کہ جو کوئی مسلمان کسی مسلمان کو کافر کہتا ہے تو کفر اس کی طرف لوٹا دو تاکہ وہ اس ہراس کے نتیجہ میں تخریبی کارروائیوں سے باز آ جائے - غرضیکہ اگر آپ غور فرمائیں گے تو آپ کو یہ حقیقت واشگاف نظر آئے گی - کہ جس قدر اعلیٰ و ارفع اصول قرآنی علم و عقل کو جذب کرنے والے ہیں ان تمام کو لے کر حضرت صاحب ؑ نے اپنے تجدیدی کام میں پیش فرمایا اور یہ ہدایت اور تجدید ہی باعث ہوئی ہے مسلمانوں کی زندگی اور ترقی کی - اور اسلام کے احیاء اور اس کی نشاۃ ثانیہ کی -

اسلامی نظریہ حیات کے غلبہ پر محکم یقین -

شاید آپ اس کو مبالغہ سمجھیں لیکن یہ حقیقت ہے - ایک ٹھوس حقیقت ہے - آج نہیں تو کل اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا - آپ تاریخ پاکستان کو ہی کو لے بیٹھئے اور اس کے عوامل و اسباب پر غور کریں کہ کن اصولوں کے تحت پاکستان سرزمین وجود میں آیا - تو آپ کو نظر آ جائے گا کہ یہی اصول کارفرما رہے تحریک پاکستان میں - کہ برصغیر ہند و پاک کے

سب مسلمانوں کا یہی اعتقاد تھا کہ اسلام ایک ایسا نظریہ حیات پیش کرتا ہے۔ جو ارفع و اعلیٰ ہے اور دیگر نظامہائے حیات پر غالب آنے والا ہے۔ اس وقت معیشت و معاشرت کے دو نظریئے ـــــ اشتراکیت اور سرمایہ داری ـــ ہی دنیا کے سامنے تھے تحریک احمدیہ کے اثر و نفوذ سے تیسرا نظریہ بھی پیدا ہو گیا ہے کہ اسلام ایک تیسرا ضابطہ حیات پیش کرتا ہے۔ اس ضابطہ کی بنیاد زر و مال پر نہیں بلکہ روحانیات اور اخلاقیات پر ہے اس آواز اور تحریک پر برصغیر کے مسلمانوں نے بہ یک زبان کہا کہ ہم جو اس متحدہ نظریہ پر یقین رکھتے ہیں ایک قوم ہیں۔ ہماری قوم دوسری قوموں سے الگ تھلگ ہے۔ اس کی معاشرت اپنی ہے۔ اس کا دین اپنا ہے۔

یہ وہ دو ستون تھے جن کی بنا پر پاکستان کا نعرہ لگایا گیا اور جن کی بنیاد پر ہی پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔

اب آپ ذرا غور فرمائیے اور سراغ لگائیے کہ ان دو ستونوں کی تعلیم کا آغاز کہاں سے ہوا؟ قبل از تقسیم کیا کوئی تحریک ایسی اٹھی جس نے اتحاد اسلامی کا پرچار کیا، تو آپ کو تاریخ سے پتہ چلے گا کہ یہ جماعت احمدیہ لاہور کی تحریک ہی تھی کہ جس نے اتحاد اسلام اور غلبۂ اسلام کے نعرے لگائے جن کی برکات سے پاکستان کی خداداد مملکت کا حصول ہوا۔ لاہور احمدیہ تحریک کے سوا کیا اور کوئی جماعت تھی جس کو اسلامی نظریۂ حیات کے غلبہ کا یقین تھا؟ اور یہ کہ یہ دور غلبۂ اسلام کا دور ہے؟

کیا کوئی ایسی دوسری جماعت ہے جو ہر کلمہ گو مسلمان کو اخوتِ اسلامی کی ایک کڑی یقین کرتی ہے اور اسلامی برادری کا اہم جزو سمجھتی ہے؟ کیا کسی اور تحریک نے اسلامی اخوت و اتحاد کی یہ بنیادی اینٹ رکھی؟

واقعات پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ صرف جماعت احمدیہ لاہور ہی ہے جس نے مسلمانوں کے اندر یہ یقین و ایمان پیدا کر دیا ہے کہ سب مسلمان بھائی بھائی ہیں اخوتِ اسلامی اور اتحاد بین المسلمین ہی بحیثیت قوم مسلمان کو زندہ رکھ سکتے اور دنیا میں اعلیٰ مقام دلا سکتے ہیں۔ ورنہ احمدیہ تحریک لاہور کے سوا دوسرے مسلمان تو اپنے اپنے فرقوں کے جوڑ توڑ اور دوسرے فرقوں سے دشمنی و بغض میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ کیا میں مبالغہ سے کام لے کر اپنی جماعت کی بیجا تعریف کر رہا ہوں؟ نہیں بلکہ حقیقت یہی ہے جو میں نے عرض کی۔ میں بلا وجہ جماعت احمدیہ لاہور کی تعریف نہیں کر رہا۔ نہ اس سلسلہ میں جذبات سے کام لے رہا ہوں بلکہ میں آپ کے سامنے تاریخ رکھ رہا ہوں۔ اور اس تاریخ کو کوئی نہیں جھٹلا سکتا۔ بلا وجہ تعریف یقیناً غلط بات ہے۔ لیکن اگر اس جماعت نے واقعی قابلِ قدر اور تاریخ ساز کردار ادا کیا ہے تو اس کا ذکر نہ کرنا بھی بزدلی کی نشانی ہے کہ لوگ کیا کہیں گے۔ اگر یہ حقیقت ہے کہ پاکستان کی عمارت ان دو بنیادی ستونوں پر استوار ہوئی ہے کہ

(۱) اسلام کا نظریۂ حیات غالب آنے والا ہے۔

(۲) ہر کلمہ گو اسلامی برادری کا رکن ہے۔

اور اگر یہ تاریخ ہے کہ قیام پاکستان سے پہلے کوئی جماعت ایسی نہ تھی جس نے اپنی دعوت و تحریک کا ان دو ستونوں کو اپنا ماٹو بنایا ہو اور اس نے ان دو اصولوں کی اشاعت و تبلیغ وسیع پیمانے پر کی ہو......

تو پھر ہمیں یہ بات کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ ہونا چاہیئے کہ پاکستان کی بنا کس جماعت نے رکھی ـــ میں تو علی الاعلان کہتا ہوں کہ

بجز جماعت احمدیہ لاہور کے کسی اور تحریک نے گذشتہ نصف صدی میں احیاء اسلام کے یہ اصول پیش نہیں کئے۔

اس جماعت نے نہ صرف اس یقین سے پیش کئے کہ یہ اصول دنیا میں غالب آئیں گے بلکہ دنیا میں ان کو غالب کر کے دکھا دیا۔ اور دیگر مذاہب کے مراکز میں اسلام کے جھنڈے گاڑ دیئے حاکم قوم کے ذہین و فطین اور اہلِ علم و عقل انسانوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں لا کر غلبۂ اسلام و فتح دین کی بے نظیر مثال قائم کر دکھائی۔ اگر یہ واقعات حقہ ہیں جیسے کہ فی الواقع ہیں تو پھر اس بات کے ماننے میں کیا کلام ہے۔

یہ ندا، یہ آواز نصف صدی پیشتر کہاں سے اٹھی؟ کس تحریک نے اس کو پروان چڑھایا یہ صرف ایک جماعت احمدیہ لاہور ہی ہے اگر یہ حقیقت پر مبنی ہے تو پھر اس کی تعریف و تحسین کسی بھی طور برا فعل نہیں بلکہ خدا کے فضل کو دہرانا ہے فاما بنعمت ربک فحدث۔

تحدیث نعمت میں ہمیں شرم اور ہچکچاہٹ سے کام نہیں لینا چاہئے بلکہ پاکستان کے مسلمان بھائیوں کو بتلایا جائے کہ اگر پاکستان معرض وجود میں آیا ہے، تو صرف مجدد وقت کی تعلیمات کے اثر سے وجود میں آیا ہے۔ احیاء اسلام کے یقین سے اور جماعت احمدیہ لاہور کی خدمات دینیہ کا نتیجہ ہے جو اس نے اسلام و ملت کے لئے انجام دیں۔

ختم نبوت کا عقیدہ

میں نے عرض کیا تھا کہ تکمیل دین ہو چکی ہے، اور اس لئے ختم نبوت ہو چکی ہے۔ یہ دونوں ایک ہی مفہوم کے الگ الگ بیان ہیں۔ ختم نبوت پر جس قدر لٹریچر اس جماعت۔ یعنی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے پیدا کیا ہے کسی دوسری اسلامی جماعت نے نہیں کیا۔ اسی بات پر تو ہماری جماعت قادیان کی جماعت سے الگ ہوئی تھی کہ وہ اجرائے نبوت کی قائل ہو گئی تھی اور ہماری جماعت احمدیہ لاہور ختم نبوت کی قائل تھی پھر اس میں کیا شک و شبہ ہے کہ قادیانی جماعت کے اعتقادات صحیح اور سچے نہیں ہیں۔

مجھے حیرت ہے اس بات پر کہ اگر وہ لوگ سچے ہیں جو آج پیدا ہو رہے ہیں اور وہ ختم نبوت کے داعی ہیں تو وہ اس قرآنی ارشاد پر کیوں عمل نہیں کرتے جس میں فرمایا گیا ہے

اعدلوا۔ هو اقرب للتقوىٰ

اور جس میں فرمایا گیا ہے تعاونوا علی البر والتقوىٰ۔

ان کا تو یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اس جماعت کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ جس نے سب سے پہلے ختم نبوت پر کثیر اور بے نظیر لٹریچر پیدا کیا ہے جس نے نصف صدی سے اخوت و اتحادِ اسلامیہ کی ندا بلند کی کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے اگر وہ اپنے ان دعووں میں سچے ہیں اور اس مقصد کے حصول کے لئے صدق دل سے کھڑے ہیں تو وہ کیوں اس دینی جماعت میں شامل نہیں ہوتے؟ کیا انصاف کا تقاضا یہ نہیں ہے؟ کیا تقوے کا تقاضا یہ نہیں ہے؟ افسوس ہوتا ہے کہ مدعیان ختم نبوت اس جماعت کا ساتھ نہیں دیتے جو زندہ خدا اور اس کے زندہ اور آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے گذشتہ نصف صدی سے کام کر رہی ہے۔ مگر بجائے اس کے کہ اس داعی الی اللہ والرسول جماعت کا ہاتھ بٹائیں جب کبھی موقعہ ہاتھ آتا ہے تو اس کی دشمنی اور مخالفت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ اور ختم نبوت و اتحادِ اسلامی کی قائل جماعت یعنی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اور ختم نبوت کی غیر قائل جماعت یعنی ربوائی جماعت کو ایک ہی سطح پر لے آتے ہیں۔ ان میں کوئی تمیز روا نہیں رکھتے یعنی دونوں کو ایک جماعت ہی سمجھا جاتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور محمد رسول اللہ صلعم کی ختم نبوت کی دل و جان سے قائل ہے۔ مگر ربوائی جماعت اجرائے نبوت کی قائل ہے۔ اس واضح اور بیّن اعتقادی اختلاف کے باوجود ان ہر دو کو ایک ہی آنکھ سے دیکھنا اسلامی تقوے اور عدل و انصاف کے منافی ہے۔ یہ مسلمان کا مسلمان پر ظلم ہے اور امتِ محمدیہ میں انتشار و تفرقہ کا موجب ہے۔ کیا مسلمان قرآنی تعلیم اعدلوا کے ماتحت اپنے رویّہ کو بدلیں گے اور حق و ناحق کی پہچان میں تقویٰ الٰہی کو مدنظر رکھیں گے؟

یہ ندائیں اس لئے بلند نہیں کرتا کہ ہم کو کوئی خوف لاحق ہے۔ یہ سلسلہ تو خدا کی طرف سے ہی قائم ہوا ہے۔ خدا جس طرح چاہے گا اسے چلائے گا۔ یہ ہمارا ایمان ہے۔ ہمیں کسی کی دشمنی اور عناد کی پرواہ نہیں ہے۔

قرآنی تعلیم تعاونوا علی البر والتقویٰ کے ماتحت مسلمانوں کا فرض

اس ندا کو بلند کرنے سے ہماری غرض صرف یہی ہے کہ اسلامی تقوے اور عدل و انصاف کو یاد دلا کر اس کے تقاضوں سے مطلع کیا جائے تاکہ حق و ناحق کا دامن آپ کے ہاتھوں سے نہ چھوٹے۔

جماعت احمدیہ کے عقائد۔ مقاصد اور اس کے کام آپ کے سامنے ہیں بتلائیے تو ہم کن وجوہات کی بنا پر غیر مسلم ہیں؟ ہمارے کونسے عقائد اور کام غیر اسلامی ہیں؟ خدارا! کچھ تو کہئے۔ اور کونسی وجوہات ہیں جو آپ کو اشتراک تعاون و معاونت سے دور رکھے ہوئے ہے؟

ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ ایک مرتبہ مولانا مولوی کفایت اللہ صاحب لاہور آئے ہوئے تھے جب حضرت مولانا صدر الدین صاحب امیر جماعت، آپ سے ملنے گئے تو مولینا صدر الدین صاحب نے مولانا کفایت اللہ صاحب سے کہا کہ جو شخص ختم نبوت کا اقراری ہے اور کلمہ گو ہے کیا وہ مسلمان نہیں؟ مولوی کفایت اللہ صاحب کہنے لگے وہ تو مسلمان ہے وہ مرتد اور کافر نہیں ہو سکتا۔ لیکن ان مولوی صاحب کے کان میں ایک شخص نے پھونک ڈالی کہ مولینا صدر الدین تو مرزائی ہیں تو اسی وقت مولوی کفایت اللہ صاحب نے پینترا بدل لیا۔ اور فرمایا کہ یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن ان

کے علاوہ کوئی شخص فلاں فلاں اصول کو نہ مانتا ہو تو وہ بھی کافر ہے۔ گویا محض احمدیت کی مخالفت کی خاطر انہوں نے اپنے موقف کو بدل کر اتفاق اور اتحاد اسلامی کا نام [illegible] لئے اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں کہ وہ اس جماعت کا ہاتھ بٹائیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی حقیقی معنوں میں قائل ہے۔ اور اس جماعت کی مساعی میں شمولیت اختیار کریں کہ اس جماعت نے صرف خدا اور اس کے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت کی خاطر جماعت کے کثیر حصہ سے علیحدگی اختیار کی اور ہر قسم کا نقصان اُٹھا کر لاہور میں کام شروع کیا۔

اس امر کا اعتراف کہ جماعت احمدیہ لاہور نے ختم نبوت اور اتحاد اسلامی کی خاطر جماعت قادیان سے علیحدگی اختیار کر کے ایک اعلےٰ و عظیم اقدام کیا مولینا ابوالکلام آزاد نے برملا کیا تھا جب ۱۹۱۴ء میں حضرت مولینا محمد علی صاحب علیہ الرحمۃ قادیان سے الگ ہو کر لاہور آ گئے تو انہوں نے کہا تھا کہ یہ اس سال کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ پس اگر یہ امر صحیح ہے اور یقیناً سچ ہے کہ غلبۂ اسلام اور اتحادِ اسلامیہ کی خاطر ہی یہ جماعت علیحدہ ہوئی تو مسلمانوں پر یہ فرض ہو جاتا ہے کہ نہ صرف وہ اس جماعت کو مسلمان یقین کریں، نہ صرف اسے خادم دین اسلام و داعی اتحاد قوم تسلیم کریں بلکہ اس میں شمولیت اختیار کر کے دین کے غلبہ و فتح کے مقاصد کو بروئے کار لانے میں ممد و معاون بنیں اور اس طرح تعلیم قرآن تعاونوا علی البر والتقویٰ پر کاربند ہوں۔

اس سلسلہ کا نگہبان خود خدا ہے۔ خدا تعالےٰ نے اس سلسلہ کی اینٹ اپنے ہاتھ سے رکھی ہے۔ اس کے ذریعہ سے اسلام کا غلبہ حتمی اور قطعی ہے۔

حضرت مرزا صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ آیت وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیٰمۃ یعنی میں تیرے پیروؤں کو تیرے منکروں پر تا قیامت غالب رکھوں گا مجھ پر اتنی بار الہام ہوئی کہ ایک میخ آہنی کی طرح میرے دل میں گڑ گئی۔ اگر یہ غلبہ اب نظر نہیں آتا۔ تو یہ ہماری اپنی غفلت، کوتاہی اور بے یقینی کے سبب ہے، اور ہمارے عمل میں سستی کے باعث ہے۔

ہے تو اس وجہ سے کہ ہم حضرت مسیح موعود کو اس زمانہ کا امام سمجھتے ہیں اور اس راہ میں ہر دکھ ہر درد جھیلنے کے لئے تیار ہیں۔ ہم مسلمانوں سے یہ کہتے ہیں کہ وہ ایک ختم نبوت کی قائل جماعت اور اس جماعت میں کچھ فرق روا رکھیں جس نے ختم نبوت میں اشتباہ پیدا کر دیا ہے۔ ممکن ہے ان دو جماعتوں یعنے جماعت احمدیہ لاہور اور ربوائی جماعت کے عقائد کے بارے میں عام آدمی نہ جانتے ہوں۔ لیکن پڑھا لکھا ہر شخص جانتا ہے۔ کیا اسمبلی کے ممبر یہ فرق نہیں جانتے؟ وہ جانتے ہیں۔ لیکن اس علم کو سیاسی مصلحتوں کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے اور یوں تقوےٰ کو چھوڑ کر اعدلوا کی بجائے بغض و تعصب سے کام لیتے ہیں اسلام کا تقاضا نہیں ہے ہم مخالف یاد رکھیں کہ وہ اس پودا کو کبھی اکھاڑنے میں کامیاب نہ ہوں گے جسے اس زمانہ میں خدا تعالےٰ نے خود اپنے ہاتھ سے لگایا ہے

اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر
از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم

اگر جماعت احمدیہ لاہور کے بارے میں کوئی شک و شبہ ہو تو اس کی تاریخ پڑھ لیجئے کہ یہ کس طرح پیدا ہوئی۔ کس لئے پیدا ہوئی۔ اس نے کیا کچھ کیا۔ اب کیا کچھ کر رہی ہے، اس کی خدمات کیا ہیں۔ اس کا لٹریچر اسلام کی نمائندگی کرتا ہے یا غیر اسلام کی؟ اور اس نے جو علم الکلام پیدا کیا ہے وہ کس پایہ کا ہے۔ اس جماعت نے نہ صرف عظیم علم الکلام اور بے نظیر اسلامی لٹریچر پیدا کیا ہے بلکہ دنیا کے سامنے زندہ خدا، زندہ کتاب اور زندہ رسول پیش کیا۔ اسلام کے غلبہ کی نہ صرف بشارت دی بلکہ اس فتح کی داغ بیل ڈال کر دکھلا دی۔ اسلام کی دعوت و تحریک کو یورپ کے مراکز میں پھیلا دیا۔ توحید و رسالت کی اکناف عالم میں شمع روشن کی مسلمان قوم میں اسلام کی عظمت اور غلبہ کا احساس اور یقین پیدا کیا۔ اور اب یہ تبلیغ اسلام کا جو چاہے یہ اس صدا کی بازگشت ہے؟

اگر مسلمان بھائی حقیقت پسندی سے کام لیں گے اور الٰہی ارشاد اعدلوا۔ اتقوا اللّٰہ پر عمل کریں گے تو یقیناً وہ ہے بلکہ واجب و فرض ہے۔ اور اسی بات پر اسلام کی زندگی موقوف ہے۔

مقالہ

(بسلسلہ صفحہ ۳)

یہاں بھی صفائی کے ساتھ بتا دیا کہ صرف کثرت مکالمہ مخاطبہ کی وجہ سے لغوی معنوں میں نبی کا نام پایا ہے، حقیقی معنوں میں نہیں اور اسی خط میں آگے چل کر یہ الفاظ بھی لکھے ہیں:—

> "محض مجھے امتیازی مرتبہ بخشنے کے لئے خدا نے میرا نام نبی رکھدیا اور یہ مجھے **ایک عزت کا خطاب** دیا گیا ہے"

سُن لیا آپ نے؟ نبی کا نام جو حضرت مرزا صاحب کو دیا گیا تو یہ صرف "ایک عزت کا خطاب" دیا گیا ہے جیسے کسی کو ستارہ پاکستان یا خان بہادر وغیرہ کے نام سے عزت کا خطاب دیا جائے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب کا یہ الہام بھی ہے لک خطاب العزۃ۔

اس قدر صراحت اور کھلی کھلی وضاحت کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ آپ نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے کیا یہ افترا نہیں؟ الاعتصام کو اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ حضرت مرزا صاحب نے جہاں کہیں نبی کا نام پانے کا ذکر کیا ہے وہاں اس سے دعوےٰ نبوت ہرگز مراد نہیں بلکہ یہ صرف ایک عزت کا خطاب ہے اور مجاز ہے نہ حقیقت، جیسا کہ ہم ابتدائے مضمون میں الاستفتاء ملحقہ حقیقۃ الوحی کی عبارت سے ثابت کر چکے ہیں، حضرت مرزا صاحب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں اور آپؐ کے بعد کسی بھی نبی یا رسول کے آنے کے قائل نہیں۔

باقی عبارات جو کثرت نشانات سے تعلق رکھتی ہیں، ان پر ہم آئندہ اشاعت میں غور کریں گے۔ انشاءاللہ

رپورٹ جلسہ یوم وصال

جماعت پشاور۔

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

ہر دو بزرگ [illegible] چارسدہ تشریف لے گئے اور وہاں پر حضرت قبلہ میاں عبداللہ شاہ صاحب سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ علمی گفتگو ہوتی رہی۔ میاں صاحب امسال فریضہ حج ادا کر کے واپس تشریف لائے ہیں۔ اور وہ اپنے واقعات بیان کرتے رہے اور کچھ قرآن کریم کی بعض آیات کی تفسیر بیان فرمائی جو نہایت پسند کی گئی۔ پھر حضرت قبلہ میاں محمد زمان صاحب سے ملاقات کر کے ان کے حالات وغیرہ دریافت کئے۔ سید سید علی بادشاہ اور فضل الحق شاہ ہر دو سے ملاقات کی کوشش کی لیکن افسوس ہے کہ ان کے گھر پر موجود نہ ہونے کی وجہ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ اور چارسدہ سے کوئی بارہ بجے کے قریب تشریف لائے۔ اور اسی شام کو ہر دو بزرگ مع صدر صاحب جماعت پشاور سفید ڈھیری میں جناب ملک کندل خاں صاحب کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ ملک صاحب نہایت ہشاش بشاش نظر آتے تھے وہ معزز مہمانوں سے مل کر بڑے خوش ہوئے ملک صاحب کے برادر خورد جناب ملک محمد زمان صاحب اور ان کے بھتیجے جناب ملک عبدالحی صاحب سے بھی وہاں پر ملاقات ہوئی۔ ملک کندل خان کو جماعت کا ہر فرد جانتا ہے ملک صاحب نے جناب آنریری جنرل سیکرٹری صاحب کو کچھ معقول رقم بھی دینے کا ارادہ ظاہر کیا مگر وقت کی قلت کے باعث بعد میں بھیجنے کا وعدہ فرمایا بعض اور دوستوں کو بھی معزز مہمانوں نے دیکھا تھا۔ مگر وقت نہ ہونے کی وجہ سے دیکھ نہ سکے۔ رات کو پونے گیارہ بجے کے قریب ہر دو بزرگ جناب ڈاکٹر سعید العزیز صاحب کے ساتھ صدر ریلوے اسٹیشن پر پہنچے وہاں پر پروفیسر محمد فاضل صاحب اور راقم الحروف اور عزیزم محمد جمیل الرحمٰن نے بذریعہ خیبر میل ہر دو بزرگوں کو رخصت کیا۔ محمد الرحمٰن

فخر الدین احمد راولپنڈی

کوثر جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر

افضل الرسل ختم المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کمالات دیئے گئے ہیں اُن میں سے ایک کوثر بھی ہے کوثر کثرت کے معنوں میں آتا ہے اور بالخصوص خیر کثیر کے لئے۔ مفسرین نے دیگر ادیان پر دینِ اسلام کے غلبہ۔ دشمنانِ حق پر نصرت، قرآن نبوت۔ اور حکمت کو خیر کثیر میں شمار کیا ہے قرآن کریم کا یہ وعدہ حرف بحرف پورا ہوا۔ آپ صلعم نے علم و حکمت کے وہ دریا بہائے جن سے غیر اقوام بھی مستفید ہوئیں۔ رشد و ہدایت، فتوحات ملکی۔ کثرت متبعین۔ فیضِ رسالت کا دامن قیامت تک جاری رہنا۔ تمام قوموں اور اُمتوں کے لئے بشیر و نذیر ہونا تکمیل شریعت اور اتمام نعمت الٰہیہ آپ کی امت کے علماء کا اسرائیلی نبیوں کا مثیل ہونا اور سارے جہانوں کے لئے رحمت ہونا یہ سب کوثر ہیں۔

عہد جاہلیت کے کفر و ظلمت کی گھٹا ٹوپ میں آسمانی نوشتوں پر یقین رکھنے والوں کی نگاہیں بار بار جزیرہ نمائے عرب کی طرف ہی اُٹھتی تھیں۔ وہ جانتے تھے کہ اب جو خشکی اور تری پر فساد برپا ہے وہ شمع ہدایت شعاع امید دکھانے والی ہے۔ یہ شمع جو سراج منیر بن کر دنیا کے ظلمتکدوں میں اُجالا کرنے والی تھی وادی بطحا سے نمودار ہونے والی تھی یہی وجہ تھی کہ یہودی اور عیسائی قبائل عرب کے گرد و نواح میں نقل مکانی کر آئے تھے۔ آخر غارِ حرا سے وہ آفتابِ رسالت طلوع ہوا جس نے ظلمتوں کو پاش پاش کر دیا تھا۔ بنی نوع انسان کا یہ منجی اپنے بھائی بندوں کی حالتِ زار پہ درد دل سے آہ و بکا کرتا رہا۔ اس کا نقشہ سرور کائنات کے ایک خادم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الرحمۃ نے یوں کھینچا ہے:

اندراں وقتیکہ دنیا پُر ز شرک و کفر بود
ہیچ کس را خوں نہ شد دل جز دلِ آں شہریار
کس چہ میداند کزاں نالہ ہائے باشد خبر
کاں شفیع کرد از بہرِ جہاں در کنجِ غار
نعرہ ہائے پُر درد مے زد از پئے خلقِ خدا
شد تضرع کارِ او پیشِ خدا لیل و نہار
آخر از عجز و مناجات و تضرع کردنش
شد نگاہِ لطفِ حق بر عالمِ تاریک و تار

بنی نوع انسان کی بھلائی اور اصلاح کا یہ جذبہ کسی ذاتی غرض یا نفسانی خواہش کے لئے نہیں تھا بلکہ مقصود یہ تھا کہ تباہی کے گڑھے کے کنارے کھڑی ہوئی نسلِ انسانی اس قعرِ مذلت میں گرنے سے بچ جائے اور سلامتی اور عافیت کے راستے پر چل نکلے۔ اگر آپ کی غرض استحصال حکومت ہوتا تو آپ کفار کی اس پیشکش کو رد نہ کرتے جو ان کے وفد نے آپ کے سامنے رکھی تھی کہ آپ ہمارے دین کی بُرائیاں بیان نہ کریں معبودانِ باطل کو بُرا نہ کہیں ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں۔ مگر خدا کے مرسل اور فرستادہ ان باتوں سے سروکار نہیں رکھتے وہ تو کہتے ہیں ؎

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جُدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار

یہ پاک باز لوگ خدا کی بادشاہت کے داعی ہوتے ہیں۔ اور سیاست کی مکاریوں کی بجائے رحمتِ الٰہیہ لے کر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا دار اور اہلِ غرض اس دعوت پر کان نہیں دھرتے۔ مگر خدا ان راستبازوں کی نصرت کرتا ہے اور وہ دنیا سے کامیاب لوٹتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے جب اعلائے کلمۃ اللہ کا آغاز کیا تو ان کو قدم قدم پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر اس اولوالعزم داعی کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ واحد روحانی رہنما ہیں جنہوں نے رفیق اعلیٰ سے ملنے سے پہلے لاکھوں جاں نثار پیدا کر لیئے۔ آپ کی تعلیم اور فیض روحانی نے وہ عظیم الشان انسان پیدا کئے جن کو خداوند تعالےٰ نے اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ دے دیا اور اس گروہ کو خیر الامت کا نام دیا۔ کیا یہ کوثر نہیں کہ آپ کے جاں نثار صحابہ نے حکمرانی رفاہ عامہ۔ فلاح و بہبود، علم اور سائنس، فلسفہ اور حکمت میں وہ کمالات دکھائے کہ دوسری قومیں ان کو اپنانے میں اپنی عافیت سمجھتی ہیں۔ یہ برگزیدہ ہستیاں اپنے اعمال اور اعتقادات سے زمانے کے لئے مشعل راہ تھیں انہوں نے اپنے پیدا کرنے والے کی ربوبیت اور اپنے ہادی کی رحمت کو وسعت دینے میں مقدور بھر کوشش کی۔ خود سرور کائنات صلعم نے فرمایا کہ جس نے خدا کی الوہیت اور میری رسالت کا اقرار کیا اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی گئی۔ جس نے ہم جیسی نماز پڑھی ہمارے قبلے کو قبلہ ٹھہرایا اور ہمارے طریق پر ذبیحہ کھایا وہ مسلمان ہے۔ اور سلامتی میں آ گیا۔ مگر آج اسی رحمۃ للعالمین کی امت کہلانے والے وہ لوگ بھی ہیں جو حضور صلعم کے فرمان کو پس پشت پھینک دیتے ہیں۔ اور اس خیر الامت کی کثرت کو قلت میں بدل کر بزعم خویش ایک کارنامہ سر انجام دیتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ و تبارک نے تو حکم دیا ہے کہ اس اُمت میں ایک ایسا گروہ ہونا چاہیئے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے اور اچھے اعمال بجا لانے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکے اور یہی گروہ فلاح پانے والا ہے مگر جب ایک جماعت دین اسلام کی اشاعت اور نیک اعمال بجا لانے کی دعوت پر کمربستہ ہو جاتی ہے تو اسے کافر اور زندیق کہا جاتا ہے اس ناکام کوشش کی تہ میں کیسی ہی نفسانی غرض کیوں نہ ہو اس کا مطلب چراغ ہدایت کو پھونکوں سے بجھانا ہے اور امتِ مسلمہ کی کثرت کو کم کرنا ہے۔ اے کاش حق و انصاف کی نظر سے دیکھا جائے کہ منشائے ربانی کے خلاف کون عمل کر رہا ہے۔ ایسا کرنے والے خوب یاد رکھیں کہ اسلام کی فتح نمایاں آسمان پر مقدر ہو چکی ہے۔ خدا کے کام پورے ہو کر رہتے ہیں

غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

اس کی اس فتح مندی کے آثار اس مردِ خدا نے دیکھے جس نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا:

> "اس عاجز پر جو ایک رؤیا میں ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں آفتابِ صداقت سے منور کئے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ یورپ اور امریکہ نے اسلام پر اعتراضات کرنے کا ایک بڑا ذخیرہ پادریوں سے حاصل کیا ہے اور ان کا فلسفہ اور طبعی بھی ایک الگ ذخیرہ نکتہ چینی کا رکھتا ہے میں نے دریافت کیا ہے کہ تین ہزار کے قریب حال کے زمانہ نے وہ مخالفت باتیں پیدا کی ہیں جو اسلام کی نسبت بصورت اعتراض سمجھی گئی ہیں۔۔۔۔۔۔۔ سو میری صلاح یہ ہے کہ۔۔۔۔۔ عمدہ عمدہ تالیفیں ان ملکوں میں بھیجی جائیں اور اگر قوم بدل و جان میری مدد میں مصروف ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہو گا جیسے مجھ سے یا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے"۔

(آئینہ کمالات اسلام [illegible])

اور یہ محض دعوےٰ ہی نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے کہ مدافعت دین، اشاعت اسلام اور تبلیغ قرآن کرنے والی واحد اسلامی جماعت حضرت امام مجدد صد چہاردہم کی جانشین انجمن ہے اس انجمن کے کارکنوں اور مبلغین کی کوششوں سے یورپ اور امریکہ کے ہزاروں دانشور حضرت رسول عربی صلعم کی غلامی میں عافیت کے طالب ہوئے ہیں۔ اس جماعت کو اعلائے کلمۃ اللہ سے روکنا اور تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کی کوششوں کو ناکام بنانا، خدا اس کے رسول اور دین متین سے دشمنی کے مترادف ہے یہ مٹھی بھر جماعت آنحضرت خیر الانام کی نبوت کو بڑھانے کے لئے اور کوثر کے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے اپنے مال اور جان سے کوشاں ہو اور "ختم نبوت کے پروانے" ان کی راہ مسدود کرنے کے درپے ہوں، ذرا انصاف کا مقام ہے اس گروہ کی دینی اور تبلیغی مساعی جمیلہ کا اعتراف تو دشمنوں نے بھی کیا ہے۔ نمونہ کے طور پر چوہدری افضل حق صدر جمعیت الاحرار کے الفاظ سنئے:۔

> "آریہ سماج کے معرضِ وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسدِ بیجان تھا جس میں تبلیغی حس مفقود ہو چکی تھی۔ سوامی دیانند کی مذہب اسلام کے متعلق بدظنی نے مسلمانوں کو تھوڑی دیر کے لئے چوکنا کر دیا مگر حسب معمول جلدی خواب گراں طاری ہو گئی مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی،

(باقی بر صفحہ [illegible])

غلام نبی مسلم

کیا قرآن حکیم تکمیل کے لئے انجیل کا محتاج ہے؟

(گذشتہ سے پیوستہ

اخوت میں پادری برکت اللہ صاحب نے یہ لکھ کر کہ "قرآن اپنی تکمیل کے لئے انجیل کا محتاج ہے" تحقیق و معقولیت کی دنیا میں ایک چونکا دینے والا انکشاف کیا ہے، قرآن حکیم انجیل سے کوئی چھ سو سال بعد نازل ہوا۔ اس لئے یہ دلیل ایک پادری ہی دے سکتا ہے کہ چھ سو سال پہلے کی لکھی ہوئی کتاب نے بعد میں نازل ہونے والی کتاب کی تکمیل کر دی لیکن جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ مسیحی خدا نے "داڑھی والے" کے جرم میں "مونچھوں والے" کو صلیب پر لٹکا کر دادِ انصاف دی، اور فرمایا کہ نیکی کا دارومدار نیک اعمال پر نہیں بلکہ ہر قسم کی برائیوں پر عمل کر کے محض کسی کی صلیبی موت پر ایمان لانے سے وابستہ ہے اس سے کسی معقولیت کی امید عبث ہے۔

گذشتہ قسط میں اس بات پر روشنی ڈالی گئی تھی کہ موجودہ اناجیل اپنے ناقص ہونے کی خود اقراری ہیں۔ اناجیل کے ناقص ہونے پر ایک شہادت یہ بھی ہے کہ جناب مسیح نے اپنی تعلیم کو دانستہ لوگوں سے چھپایا اور اس امر کا اظہار بھی کیا۔

"جب وہ اکیلا رہ گیا تو اس کے ساتھیوں نے ان بارہ (حواریوں) سمیت اس سے تمثیلات کی بابت پوچھا۔ اس نے ان سے کہا کہ تم کو خدا کی بادشاہت کا بھید دیا گیا ہے۔ لیکن ان کے لئے جو باہر ہیں۔ تمام باتیں تمثیلوں میں ہوتی ہیں۔ تاکہ وہ دیکھتے ہوئے دیکھیں اور معلوم نہ کریں اور سنتے ہوئے سنیں اور نہ سمجھیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ رجوع لائیں اور معافی پائیں"

(مرقس۔ ۴ - ۱۲،۱۱)

"لیکن جس وقت سب لوگ ان کاموں پر جو وہ کرتا تھا۔ تعجب کر رہے تھے۔ اس نے اپنے شاگردوں سے کہا، تمہارے کانوں میں یہ باتیں پڑی رہیں۔ کیونکہ ابنِ آدم آدمیوں کے حوالے کئے جانے کو ہے۔ لیکن وہ اس بات کو سمجھتے نہ تھے، بلکہ یہ ان سے چھپائی گئی تاکہ اسے معلوم نہ کریں اور اس بات کی بابت اس سے پوچھتے ہوئے ڈرتے تھے"

(لوقا ۹ : ۴)

"پھر یسوع اور اس کے شاگرد قیصریہ فلپی کے گاؤں میں چلے گئے اور راہ میں اس نے اپنے شاگردوں سے پوچھا کہ لوگ مجھے کیا کہتے ہیں انہوں نے جواب دیا یوحنا بپتسمہ دینے والا۔ اور بعض ایلیاہ اور بعض نبیوں میں سے کوئی۔ اس نے ان سے پوچھا لیکن تم مجھے کیا کہتے ہو۔ پطرس نے جواب میں ان سے کہا، تو مسیح ہے، پھر اس نے ان کو تاکید کی، کہ میری بات کسی سے نہ کہنا۔"

(مرقس ۸ : ۲۷-۳۰)

کیا یہی جرأت حقہ اور تعلیم و کردار ہے؟ کہ تعلیم کو چھپایا جائے، لوگوں کو مغالطہ میں رکھا جائے پھر جناب کے تشریف لانے کی وجہ ہی کیا تھی؟ نتیجہ یہ نکلا کہ نہ کنواری ماں اور نہ بھائی آپ کو سمجھ سکے، نہ یوحنا بپتسمہ دینے والا آپ کو پہچان سکا، نہ عوام اور نہ حواری آپ پر کما حقہ ایمان لا کر آپ کی برکات سے بہرہ ور ہو سکے۔ چنانچہ آپ نے روح القدس سے حاملہ ہونے والی والدہ محترمہ کو جھڑک دیا کہ

"اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام"! (یوحنا ۲ : ۱-۴)

اسی طرح ایک بار مریم اور جناب مسیح کے بھائی ملاقات کو آئے تو آپ نے انہیں ماں اور بھائی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

"جب وہ بھیڑ سے کہہ رہا تھا اس کی ماں اور بھائی باہر کھڑے تھے اور اس سے بات کرنا چاہتے تھے کسی نے اس سے کہا دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے ہیں اور تجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے خبر دینے والے کو جواب میں کہا۔ کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی۔ اور اپنے شاگردوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا، دیکھو میری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں کیونکہ جو میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلے وہی میرا بھائی اور میری بہن اور میری ماں ہے"

(متی ۱۲ : ۴۶-۵۰)

انجیل کی یہ آیات بہت سے حقائق سے پردہ اٹھاتی ہیں، مریم اور ان کی اولاد مسیح پر ایمان نہ لاتی جس سے یہ عقیدہ بھی باطل ہو جاتا ہے کہ جناب مسیح بن باپ پیدا ہوئے تھے۔ اگر یہ صحیح ہوتا تو مریم سب سے پہلے آپ کی خدائی پر ایمان لاتیں۔ اور پھر ان کی تصدیق سے ان کے بچے، اور خویش و اقربا۔ نیز جناب مسیح کے دل میں اس روح القدس سے حاملہ ہونے والی ماں کا سب سے زیادہ احترام ہوتا۔ پس معلوم ہوا کہ جناب مسیح کی ابنیتِ خدا، مریم کا مسیح کو بلا باپ جننا وغیرہ بے حقیقت باتیں ہیں، اس کے برعکس کسی وجہ سے مسیح کو اپنی ماں اور اپنے بھائیوں سے نفرت تھی، اور وہ ان سے دور دور رہتے تھے۔

مسیحی مشن کی ابتدا میں جناب یوحنا کا نام نمایاں نظر آتا ہے اور یوحنا کی زبان سے یہ الفاظ کہلوائے گئے ہیں کہ میں مسیح کی جوتیوں کے تسمے باندھنے کے بھی لائق نہیں ہوں لیکن بن باپ ولادت کے عقیدے کی طرح یہ دعوے بھی بے بنیاد نظر آتا ہے۔ اول تو مسیح نے خود یوحنا سے بپتسمہ لیا۔ پھر یوحنا اپنے کردار کے لحاظ سے مسیح سے بہت بلند نظر آتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنا مشن جرأت سے پیش کیا۔ حتیٰ کہ اعلائے کلمۃ الحق میں اپنی جان تک قربان کر دی اور اس کے برعکس مسیح نے ہمیشہ فرار اور اخفائے حقیقت ہی کو وظیفہ حیات بنائے رکھا نیز خود مسیح نے اقرار کیا کہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے یوحنا ان سب سے بڑا ہے اور مسیح خود بھی ان میں شامل تھے۔ اسی طرح یوحنا کے حواری بہادر اور خدا پرست تھے۔ اور انجیل کی رو سے ان کے مقابل مسیح کے حواری غبی، دنیا پرست، کھاؤ، پیو، اور بزدل ثابت ہوئے۔

لیکن انجیل نے یوحنا پر مسیح کی فضیلت کا جو دعوےٰ کیا ہے وہ بے بنیاد ہے یوحنا کو مسیح کے مقام کا کچھ علم نہ تھا اور نہ ہی وہ ان کی عظمت کے وہ قائل تھے۔ چنانچہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں، قتل سے چند دن پہلے،

"یوحنا نے قید خانے میں مسیح کے کاموں کا حال سن کر اپنے شاگردوں کی معرفت اس سے پچھوا بھیجا کہ آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں"۔

(متی ۱۱ : ۲-۳)

بالفاظِ دیگر مسیح کی عظمت کے متعلق یوحنا کی طرف انجیل کے منسوب کردہ الفاظ بے حقیقت ہیں اور جس ہستی کی طرف یوحنا نے اشارے کئے تھے وہ بعد میں آنے والے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات تھی۔ کیونکہ مذہبی تاریخ میں یوحنا کے الفاظ کا مصداق آپ کے سوا کوئی بھی نہیں ہوا۔

مسیحی تعلیم کے مضر ثمرات

مسیح کے متعلق مریم، بھائیوں اور یوحنا کے خیالات تو سامنے آ چکے ہیں۔ اب آپ کی تعلیم کا وہ اثر مشاہدہ کیجئے جو آپ کے بہترین بارہ حواریوں کی شکل میں نمایاں ہوا جنہیں آپ نے خدا کے دائیں بائیں بارہ تختوں پر جگہ بخش دی تھی۔ آپ کا قول ہے کہ "درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے" اس لئے ہم ان بارہ حواریوں کے کردار اور ایمان ہی سے مسیح کی تعلیم کی تاثیر کا اندازہ لگاتے ہیں، اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مسیح اپنے تمام پیروؤں میں سے کسی ایک کی بھی اصلاح نہ کر سکے، تو پھر آپ کی تعلیم کے ناقص ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے اور اس صورت میں اسے قرآن پاک کی اعلیٰ و اصفےٰ تعلیم کے مقابل لانا جہالت کا ثبوت دینا ہے۔

انجیل سے جناب مسیح کے شاگردوں کے متعلق جو معلومات ملتی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اعلیٰ اخلاق کے مالک نہ تھے، اس کی ایک وجہ تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ اول تو وہ معاشرے کے ادنیٰ طبقہ سے تعلق رکھتے تھے پھر انجیل کی ناقص تعلیم نے ان کے نقائص کی اصلاح نہ کی، اس کے علاوہ جناب مسیح نے ان کی اصلاح کی طرف چنداں توجہ نہ دی۔ بلکہ یہودی شریعت کی، جس کی تکمیل کے لئے جناب آئے تھے ہتک کرواتے رہے۔ چنانچہ وہ مسیح کی اجازت سے اسرائیلی شریعت کے خلاف ہاتھ دھوئے بغیر کھانا کھاتے رہے۔

(مرقس ۷ : ۱-۵)

سبت کے دن بلا اجازت دوسروں کے کھیت سے بالیاں توڑ کر کھاتے رہے۔ (متی ۱۲: ۱) اور اس طرح آپ نے انہیں سبت کی بے حرمتی کی ترغیب دی، دوسروں کا مال ناحق برباد کرنے پر اکسایا اور اعتراض کرنے پر لوگوں سے جھگڑا کیا۔

اس کے علاوہ آپ نے شاگردوں کو روزہ رکھنے سے بھی روکے رکھا — (متی ۹: ۱۴-۱۵)

پس ان کا کام سوائے کھانے پینے اور ڈکار مارنے کے کچھ نہ رہا اور وہ مسیح کی صحبت کے باوجود ایسے معجزات نہ دکھا سکے، جو آپ کی صحبت کا لازمی نتیجہ تھا۔ چنانچہ وہ اختیار ملنے کے باوجود بدروحوں کو نہ نکال سکے مسیح کی تمثیلوں کو نہ سمجھ سکے، مصیبت کے وقت استقامت نہ دکھا سکے اور مسیح کو دشمنوں کے حوالے کر کے بھاگ گئے حالانکہ ان کے خوب کھانے پینے، تلواریں خریدنے، شریعت کی پابندی سے آزاد رہنے اور ہر وقت اور ہر جگہ مسیح کے گرد رہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے انہیں اپنی حفاظت کے لئے پال رکھا تھا اور یہی وجہ ہے کہ گرفتاری کے وقت پطرس نے تلوار سے حملہ کر کے ایک سپاہی کا کان اڑا دیا۔ ان کی اس بے عملی کی وجہ سے مسیح نے

"ان سے کہا کہ اپنے ایمان کی کمی کے سبب سے (بدروح) نہ نکال سکے۔ (ناقل) کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں، کہ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا۔ تو اس پہاڑ سے کہہ سکو گے کہ یہاں سے سرک کر وہاں چلا جا۔ اور وہ چلا جائے گا۔"

(متی ۱۷: ۲۰)

"پھر وہ ان گیارہ (شاگردوں۔ ناقل) کو بھی جب وہ کھانا کھانے بیٹھے تھے دکھائی دیا۔ اور اس نے ان کی بے اعتقادی اور سخت دلی پر ان کو ملامت کی۔ کیونکہ جنہوں نے اس کے جی اٹھنے کے بعد اسے دیکھا تھا انہوں نے ان کا یقین نہ کیا" (مرقس ۱۶: ۱۴)

"اس وقت یسوع نے ان سب سے کہا کہ تم اس رات میری بابت ٹھوکر کھاؤ گے۔" (متی ۲۶: ۳۱-۳۵)

"پطرس (جسے مسیح نے جنت کی چابیاں دی تھیں۔ ناقل) کشتی سے اتر کر یسوع کے پاس جانے کے لئے پانی پر چلنے لگا مگر جب ہوا دیکھی تو ڈر گیا اور جب ڈوبنے لگا تو چلا کر کہا، اے خداوند مجھے بچا مسیح نے فوراً ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑ لیا اور اس سے کہا، اے کم اعتقاد تو نے کیوں شک کیا" (متی ۱۴: ۳۱)

"پطرس اسے الگ لے جا کر اسے (مسیح کو) ملامت کرنے لگا مگر اس نے مڑ کر شاگردوں پر نگاہ کر کے پطرس کو ملامت کی اور کہا اے شیطان میرے سامنے سے دور ہو" (مرقس ۸: ۳۲)

"یسوع نے پطرس سے کہا میں تجھ سے سچ کہتا ہوں کہ اس رات مرغ کی بانگ دینے سے پہلے تو تین بار میرا انکار کرے گا"

(متی ۲۶: ۳۴)

چنانچہ پطرس نے نہ صرف انکار کیا بلکہ مسیح پر لعنت بھیجی، ایسی تعلیم کے کامل ہونے پر کیسے شک ہو سکتا ہے؟ شاگرد لعنتی اور شاگرد کی نظر میں استاد ملامتی۔ یہ تو سب سے بڑے شاگرد کا حال تھا۔ ایک دوسرے شاگرد یہودا اسکریوطی نے آپ کو چند سکوں کے عوض دشمنوں کے حوالے کر دیا۔ اور باقی دس شاگرد آپ کی گرفتاری کے وقت چپکے سے کھسک گئے، نیز گرفتاری سے قبل جب ان شاگردوں سے کہا گیا کہ وہ رات کو جاگ کر دعا کریں تاکہ جناب مسیح گرفتاری سے بچ جائیں۔ تو مسیح کے بار بار جگانے کے باوجود بھی وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ انجیل ان جان نثاروں اور وفاشعاروں کے لئے جنت میں بارہ تخت تیار کئے بیٹھی ہے۔ کیا پادری برکت اللہ صاحب اسی تعلیم کی بناء پر انجیل کو قرآن ایسی پر حکمت کتاب اللہ کی تکمیل کنندہ بتاتے ہیں۔

انجیلی تعلیم کی بے برکتی اور ناکامی کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوگا کہ وہ مسیح کی عین نگرانی میں کسی ایک انسان کی بھی تکمیل نہ کر سکی، کیا ایسی کتاب کے متعلق یہ کہنا کہ وہ قرآن کی تکمیل کرتی ہے شرمناک جھوٹ نہیں کیا یہ تعلیم قرآن کی حکمت کی حریف ہو سکتی ہے جس نے صدیوں کے بگڑے ہوئے انسانوں کو شرافت، عدالت، سخاوت، شجاعت، اور اعلیٰ انسانی اخلاق کی انتہائی بلندیوں پر پہنچا دیا۔ جنہوں نے حق و صداقت کی خاطر ہر قسم کے دکھ اٹھائے۔ ایثار و قربانی کی بے نظیر مثال قائم کی، دنیا میں توحید پرستی اور دینداری کو پھیلایا، زنا، شراب، جوا، قتل و غارت، لوٹ کھسوٹ، بد اخلاقی وغیرہ رذائل کو مٹا دیا، علوم تہذیب کی روشنی دنیا میں پھیلائی۔ مساوات، حریت اور اخوت کے چمنستان آباد کئے۔ اسود و احمر، امیر غریب، عربی، عجمی کا امتیاز مٹا دیا اور دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا کر دیا جس کی پیروی سے ہر زمانے میں لوگ خدا کا قرب حاصل کرتے چلے آئے ہیں اور جس کے اثرات رہتی دنیا تک محسوس ہوتے رہیں گے۔ (باقی ۔۔۔ باقی)

شذرات

(بسلسلہ صفحہ)

مرزا محمود احمد: —

میں تو یہ سمجھتا تھا کہ:—

"یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔"

حضرت مسیح موعود: —

اگر ایام الصلح پڑھ لیتے تو ایسا نہ سمجھتے وہاں میں نے لکھا تھا کہ

"ایسا ہی آپ نے لا نبی بعدی کہہ کر کسی نئے نبی یا دوبارہ آنے والے نبی کا دروازہ قطعاً بند کر دیا۔"

مرزا محمود احمد: —

میں تو آپ کو زمرۂ انبیاء کا فرد سمجھتا رہا۔

"پس آپ دوسرے مامور ملہموں میں شامل نہیں بلکہ نبیوں میں شامل ہیں۔"

حضرت مسیح موعود: —

"چشمۂ معرفت" کا نام ایک خاص مصلحت کی بناء پر رکھا گیا تھا وہاں میں نے اپنے آپ کو امت کے دوسرے مامور ملہمین میں شامل کیا ہے اور لکھا ہے "چنانچہ اس نے ہزارہا عاشق بنائے اور میں بھی ان میں سے ایک ناچیز بندہ ہوں۔"

مرزا محمود احمد: —

آپ نے ایک غلطی کا ازالہ ۱۹۰۱ء میں لکھا اس میں آپ نے اپنا عقیدہ دربارہ نبوت تبدیل کر لیا تھا۔

"۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعود نے اپنے عقیدہ میں ایک تبدیلی ضرور کی ہے یعنی پہلے اپنی نبوت کو محدثیت قرار دیتے تھے۔ لیکن بعد میں اس کا نام نبوت ہی رکھتے تھے۔"

حضرت مسیح موعود: —

میں نے تمام عمر یعنی پچیس سال تک ایک ہی دعوے محدثیت کا کیا جو خدا کے حکم سے کیا اور خدا کے حکم سے کیا ہوا دعوے تبدیل نہیں ہو سکتا۔ میں نے ۱۹۰۷ء میں وفات سے ایک سال پہلے یہ کہا تھا۔ "اور میں ہی وہ ایک شخص ہوں جس کے دعوے پر پچیس برس گذر گئے اور اب تک زندہ موجود ہوں۔"

ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ پردہ

غیب سے آواز آئی کہ:—

"یَا اِبْرَاهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ اِنَّهٗ عَبْدٌ غَیْرُ صَالِحٍ"

(الہام مندرجہ تذکرہ)

اِنَّا اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ

(بسلسلہ صفحہ)

ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا۔ اگرچہ مرزا غلام احمد کا دامن فرقہ بندی سے پاک نہ ہوا تاہم اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابل تقلید ہے بلکہ دنیا کی تمام جماعتوں کے لئے نمونہ ہے۔"

یہ اشاعتی تڑپ کوئی سیاسی جتھا بنانے کے لئے نہ تھی بلکہ دین اسلام کے روئے منور کو نمایاں کرنے کے لئے تھی تاکہ امت مسلمہ کو فروغ حاصل ہو۔ مقام افسوس ہے کہ آج ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو اس چھوٹی سی جماعت کے ذریعہ پیدا کردہ روحانی انقلاب سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور ان خادمان دین کو کافر قرار دیتے ہیں اور اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلعم کا پیغام حریت دنیا کے کونے کونے میں نہ پہنچنے دیا جائے اور اس طرح آنحضرت صلعم کو کوثر عطا کئے جانے کے وعدہ میں جو قیامت اُمت کی کثرت کی دی گئی تھی اس کے پورا ہونے میں تاخیر ہو جائے۔

شیخ میاں سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر

تعلیمی اداروں جماعتہائے احمدیہ اور مختلف احباب کے

تعزیتی پیغامات اور قراردادیں

مسلم ہائی سکول نمبر۱ لاہور

آج مورخہ ۱۰ر جون ۱۹۶۳ء کو صبح سکول کھلتے ہی یہ المناک خبر نہایت رنج و غم کے ساتھ سنی گئی۔ کہ حضرت شیخ میاں سعید احمد صاحب ملزادو تمبیردن شیرانوالہ گیٹ لاہور بقضائے الٰہی اس دار فانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔ چنانچہ اس حادثہ جانکاہ کی خبر سنتے ہی مسلم ہائی سکول نمبر۱ لاہور کے اساتذہ کا ایک غیر معمولی اجلاس زیر صدارت جناب چوہدری عبدالحمید صاحب ہیڈ ماسٹر منعقد ہوا اور باتفاق رائے قرار پایا کہ :—

۱۔ میاں صاحب مرحوم و مغفور کے غم میں سکول فوراً بند کر دیا جائے۔

۲۔ تمام اساتذہ میاں صاحب مرحوم و مغفور کے جنازہ میں شرکت کریں۔

۳۔ جمعہ کے روز تمام اساتذہ کرام حضرت میاں صاحب کی فاتحہ خوانی کے لئے ان کے در دولت پر حاضر ہوں۔

۴۔ دعائے مغفرت کی جائے کہ اللہ تعالیٰ حضرت میاں صاحب مرحوم و مغفور کو اپنے جوار رحمت میں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور میاں اقبال صاحب میاں ممتاز صاحب اور میاں ممتاز صاحب اور دیگر لواحقین حضرت میاں صاحب مرحوم کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

۵۔ نیز فیصلہ ہوا کہ اس قرارداد کی ایک کاپی برائے اشاعت ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح کی خدمت میں بھیجی جائے اور ایک کاپی حضرت میاں صاحب کے صاحبزادگان کی خدمت میں پیش کی جائے۔

چنانچہ متفقہ آراء پر عمل درآمد کیا گیا۔

برکت علی سٹاف سیکرٹری

مسلم ہائی سکول نمبر۱ لاہور

مسلم ہائی سکول نمبر۲ لاہور

آج مورخہ ۱۰ر جون ۱۹۶۳ء کو چوہدری عبدالحق صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول نمبر۲ لاہور کے زیر صدارت اساتذہ و طلبہ کا ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جس میں اتفاق رائے سے مندرجہ ذیل ریزولیوشن منظور کیا گیا۔

"ہم اساتذہ و طلباء مسلم ہائی سکول نمبر۲ لاہور میاں سعید احمد صاحب فاضل کی وفات پر انتہائی غم و اندوہ کا اظہار کرتے ہیں میاں صاحب نہایت نیک متقی، عبادت گزار، مخیر اور فیاض انسان تھے۔ اسلام کے ساتھ طبعی لگاؤ تھا۔ آپ کا شمار انجمن کے سربرآوردہ اور معزز ترین اراکین میں ہوتا تھا۔ آپ نے دین کی خدمت اور اسلام کی اشاعت کے سلسلہ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا آپ کی وفات ناگہانی سے آپ کے لواحقین اور انجمن کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔

ہمیں اس صدمۂ جانکاہ میں میاں صاحب مرحوم کی اہلیہ محترمہ اور دیگر لواحقین کے ساتھ دلی ہمدردی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین"

فیصلہ کیا گیا کہ :—

(۱)۔ اظہار تعزیت کے طور پر سکول باقی وقت کے لئے بند کر دیا جائے

(۲) اس ریزولیوشن کی ایک نقل میاں صاحب، مرحوم کے لواحقین کو بھیجی جائے۔

(۳)۔ اس ریزولیوشن کی ایک نقل بغرض اشاعت پیغام صلح میں بھیجی جائے۔ والسلام

عبدالحق۔ ہیڈ ماسٹر

جماعت احمدیہ راولپنڈی

جماعت احمدیہ راولپنڈی حضرت الحاج میاں سعید احمد صاحب کی وفات حسرت آیات پر انتہائی رنج و الم اور دلی صدمہ کا اظہار کرتی ہے۔ اور حضرت ممدوح کی وفات کو ایک ناقابل تلافی نقصان تصور کرتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت ممدوح ہماری جماعت کے ایک مضبوط ستون تھے۔ بلکہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ ایک ادارہ تھے۔ ہر ایک نیک تحریک پر لبیک کہنے والے، اسے پروان چڑھانے والے تھے۔ سلسلہ کے روح رواں تھے۔ گو ان کا وجود مسعود اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملا ہے۔ مگر ان کی عظیم قربانیاں بے لوث خدمات اور ایمان افروز شخصیت تمام جماعت کے لئے ہمیشہ مشعل راہ رہیں گی۔

راولپنڈی میں مسجد کے لئے انہوں نے گرانقدر رقم عنایت فرمائی۔ جماعت ہمیشہ ان کے لئے دعاگو رہے گی۔

جماعت محترم میاں شیخ آفتاب احمد صاحب۔ میاں اقبال احمد صاحب اور میاں ممتاز احمد صاحب اور ان کے عزیز و اقرباء کی خدمت میں اظہار تعزیت کرتی ہے۔ اور دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت میاں سعید احمد صاحب مرحوم و مغفور کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام بخشے اور ان کی اولاد کو ان کے پاک نمونہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

نیز قرار پایا کہ اس قرارداد کی نقول اخبارات سلسلہ اور میاں صاحب مرحوم کے فرزندان کو بھیجی جائیں۔

خاکسار:۔ خواجہ محمد نصیر اللہ

اسسٹنٹ سیکرٹری جماعت راولپنڈی

جماعت احمدیہ پشاور

آج مورخہ ۲۲/۶ کو بوقت ۸ بجے شام ایک غیر معمولی اجلاس زیر صدارت جناب ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب صدر جماعت احمدیہ پشاور منعقد ہوا۔ مندرجہ ذیل قراردادیں بالاتفاق پاس ہوئیں۔

(۱)۔ احباب جماعت احمدیہ پشاور و مضافات جماعت کے سرگرم رکن جناب الحاج شیخ میاں سعید احمد صاحب کی وفات حسرت آیات پر دلی رنج و غم کا اظہار کرتی ہے یہ جماعت کے لئے ناقابل تلافی نقصان اور صدمہ کا موجب ہے۔ حضرت قبلہ میاں صاحب مرحوم و مغفور جماعت کے ایک مضبوط ستون کی حیثیت رکھتے تھے

اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ اس صدمہ عظیم میں ہم میاں صاحب مرحوم و مغفور کے لواحقین کے ساتھ گہری ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے اس غم میں ہم سب برابر کے شریک ہیں۔ مرحوم کی نماز جنازہ غائبانہ بروز جمعہ مسجد احمدیہ پشاور میں پڑھائی جاویگی

(۲) قرار پایا کہ اس کی نقول جناب شیخ میاں آفتاب احمد صاحب سیما انڈسٹریز لمیٹڈ بیرون شیرانوالہ گیٹ لاہور اور اخبار پیغام صلح کو برائے اشاعت بھیجی جائیں

خاکسار:۔ عبدالعزیز

پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ لاہور

میاں غلام شبیر صاحب جھنگ

مکرمی محترمی اخویم ڈاکٹر صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل میاں غلام حیدر صاحب سے اخویم مکرم شیخ میاں سعید احمد صاحب کی وفات کی حسرتناک خبر سن کر بہت ہی رنج و غم ہوا۔ مرحوم بہت ہی خوبیوں کے مالک تھے اور سلسلہ سے انہیں والہانہ محبت تھی۔ ان کی سادگی، اخلاص اور صاف گوئی بہت ہی قابل قدر تھی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

خدا تعالیٰ مرحوم کو جنت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے میری طرف سے ان کے فرزندان و پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار فرما دیں۔ ہماری جماعت میں ان کے فوت ہو جانے سے بڑا خلا پیدا ہوا ہے۔ والسلام

شریک غم۔ غلام شبیر تیمم۔ عفی عنہ

بحر حکمت کے موتی۔ بقیہ صفحہ اول

انہیں نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ اسلام کی تاریخ اس کی صداقت پر شاہد ہے اور امر اللہ کے آنے سے مراد یہی معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانوں کی اپنی بدکرداریوں اور اپنے باہمی فسادات کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک سزا آئیگی۔ تاریخ اسلام کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کو کبھی دشمن نے ہلاک نہیں کیا بلکہ ان کی اپنی بدکرداریوں اور جھگڑوں نے برباد کیا۔ یہاں تک کہ آج ہمارے اس زمانہ میں جنگ عظیم میں مسلمانوں کو جو نقصان پہنچا وہ ایک دوسرے کی مخالفت سے پہنچا۔

فضل الباری شرح صحیح بخاری۔

کتاب العلم

پیغام صلح خود مطالعہ کرنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں

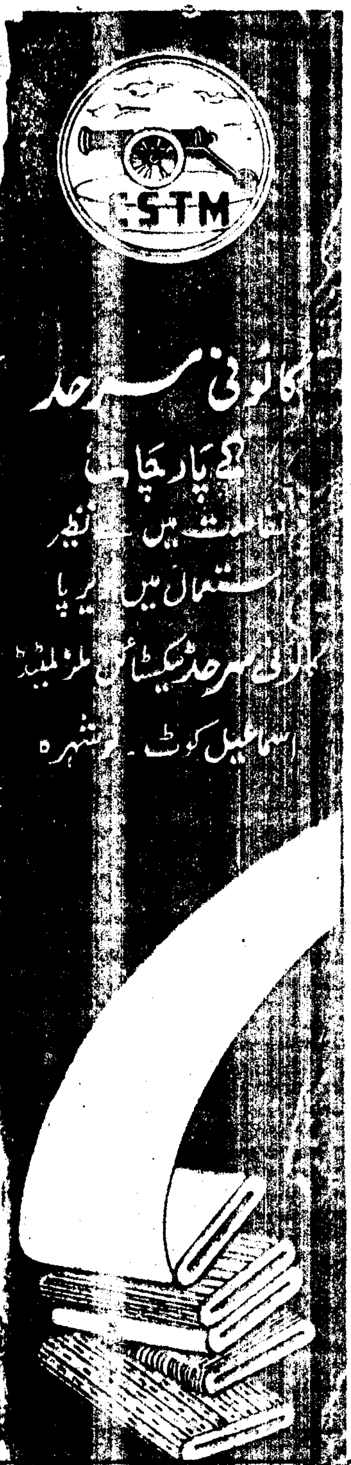

ضرورت رشتہ

-/300 روپے ماہوار پر ملازم قبول صورت بی۔ اے بی ایڈ۔ پاس معزز راعین خاندان کی ۲۲ سالہ لڑکی کے لئے رشتہ کی ضرورت ہے۔ خواہشمند پہلے خط میں پوری تفصیلات ذیل کے پتہ پر بھیجیں۔

فارن نشن بمعرفت اخبار پیغام صلح۔
احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور۔

بہترین علاج

بواسیر۔ جسمانی کمزوری۔ ضعف اعصاب۔ فالج۔ گنٹھیا۔ تلی۔ دیق سل۔ پرانے بخار کے شفا بخش علاج ڈاک سے منگائیے۔

خط ملنے پر کتاب رفیق شباب مفت
حکیم محمد شفیع چشتی
شیر۔ P.O جام پور۔ ڈیرہ غازی خان

تعلیمی پریس مکلیوڈ روڈ لاہور میں باہتمام ملک نور الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور جناب مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

اے خداوند بہ مئی از عشقِ تو ما رحمت برآر

گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

ٹیلی فون نمبر ۳۷۲۳۷
تار کا پتہ: تبلیغ لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
ایڈیٹر دوست محمد

ہفت روزہ
پیغام صلح
لاہور
پاکستان

جلد ۵۶ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۳ ربیع الثانی [illegible] ھ مطابق ۱۰ جولائی [illegible] | ۲۷

ہو رہیں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
اہور میں ہمارے پاک محب ہیں
یں تیرے خالص محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور انکے نفوس و
موال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں۔ نہ آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابلِ احترام ہیں
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

حسد جائز نہیں
دو باتوں میں رشک ہو سکتا ہے

عن عبد اللہ بن مسعودؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاحسد الا فی اثنتین رجل اٰتاہ اللہ مالاً فسلطہ علے ھلکتہ فی الحق ورجل اٰتاہ اللہ الحکمۃ فھو یقضی بھا ویعلمھا۔

ترجمہ:۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسد مت کرو دو باتوں میں رشک ہو سکتا ہے ایک وہ شخص کہ اللہ اس کو مال دے۔ پھر اسے راہِ حق میں خرچ کرنے پر مسلط کرے۔ دوسرا وہ شخص کہ اللہ اسے حکمت دے تو وہ اس کے مطابق فیصلہ کرے اور اس کی تعلیم دے۔

نوٹ:۔ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۔

حسد کے معنے اوپر بیان ہو چکے ہیں یعنے مراد یہاں دوسرے کا زوال نعمت نہیں بلکہ خود نعمت کا حاصل کرنا ہے لاحسد الا فی اثنتین میں فی الحقیقت حصر نہیں بلکہ ان دو چیزوں کی عظمت کے لئے حصر کی صورت اختیار کی ہے بعض نے الا کو استثنائے منقطع قرار دے کر حسد کو اپنے اصل معنے میں لیا ہے یعنے لاحسد حسد یا دوسرے کا زوال نعمت چاہنا تو کسی صورت میں جائز نہیں۔ پس یہ خواہش مت کرو کہ کسی کا زوال نعمت ہو۔ ہاں خواہش کرنے والی دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ مال ہو تو اسے خدا کی راہ میں خرچ کرو یعنے سارے کا سارا خدا کی راہ میں دیدو۔ دوسرے یہ کہ علم و حکمت ہو تو اسے دوسروں کو سکھاؤ۔ (فضل الباری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی کا اثر آپؐ کی جماعت پر

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اوائل صدر اسلام میں جبکہ اللہ تعالےٰ کے محض فضل و کرم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپؐ کو وہ قوتِ قدسی عطا ہوئی کہ جس کے قوی اثر سے ہزاروں با اخلاص اور جاں نثار مسلمان پیدا ہو گئے۔ آپؐ کی جماعت ایک ایسی قابل قدر اور قابلِ رشک جماعت تھی کہ ایسی جماعت کسی نبی کو نصیب نہیں ہوئی۔ نہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کو ملی اور نہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو۔ میں نے اس امر کے بیان کرنے میں ہرگز ہرگز مبالغہ نہیں کیا۔ بلکہ میں جانتا ہوں کہ وہ جماعت جس مقام اور درجہ پر پہنچی ہوئی تھی اس کو پورے طور پر بیان ہی نہیں کر سکتے۔ ہمارے مخالف علماء اور دوسرے فرقے اگرچہ ہمارے مخالف ہیں تاہم وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس بیان میں ہم نے مبالغہ کیا ہے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی جماعت تو ایسی شریر، کج فہم تھی کہ وہ حضرت موسےٰؑ کو پتھراؤ کرنا چاہتی تھی بات بات میں سرکشی اور ضد کر بیٹھتے تھے۔ توریت کو پڑھو تو معلوم ہو جائے گا کہ انکی حالت کیسی تھی۔ وہ ایک سنگدل قوم تھی۔ کیا توریت میں ان کو رضی اللہ عنہم کہا گیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہاں تو سرکش، ٹیڑھی، شریر وغیرہ ہی لکھا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جماعت، وہ اس سے بدتر تھی، جیسا کہ انجیل سے معلوم ہوتا ہے خود حضرت عیسےٰؑ اپنی جماعت کو لالچی بے ایمان کہتے رہے۔ بلکہ یہاں تک بھی کہا کہ اگر تم میں ذرہ بھر بھی ایمان ہو تو تم میں یہ برکات ہوں وہ برکات ہوں۔ غرض وہ اور حضرت موسےٰ علیہ السلام اپنی جماعت سے ناراض ہو گئے اور انہیں ایک وفادار جماعت میسر نہ آنے کا افسوس ہی رہا۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ نہ توریت میں اور نہ انجیل میں کہیں بھی ان کو رضی اللہ عنہم نہیں کہا گیا۔ مگر برخلاف اس کے جو جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میسر آئی تھی اور جس نے آپؐ کی قوتِ قدسی سے اثر پایا تھا اس کے لئے قرآن شریف میں آیا ہے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ اس کا سبب کیا ہے؟ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی کا نتیجہ ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وجوہ فضیلت میں سے یہ بھی ایک وجہ ہے کہ آپؐ نے ایسی اعلےٰ درجہ کی جماعت تیار کی۔ میرا دعوےٰ ہے کہ ایسی جماعت آدم سے لے کر آخر تک کسی کو نہیں ملی۔

(ملفوظات احمدیہ جلد ہشتم)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف

دشمنوں کی زبانی

(میاں بشیر احمد صاحب منٹو راولپنڈی)

دوست اگر اپنے دوست کی تعریف کرے تو کوئی تعجب کی بات نہیں، اس سے توقع ہی اسی بات کی کی جاتی ہے

اس کی نظر میں اپنے دوست کی خامیاں اور کوتاہیاں بھی خوبیاں ہوتی ہیں، ہاں اگر دشمن تعریف کرے تو وہ قابل اعتنا سمجھی جائیگی اور اس کی صداقت میں کسی طرح سے شک و شبہ کی گنجائش نہ ہوگی، جن سرداران قریش نے بڑھ چڑھ کر مخالفت کی ان میں ابوجہل کا نام صف اول میں ہے، وہ جب تک زندہ رہا اپنی دشمنی کا ہر ممکن طریقہ سے اظہار کرتا رہا۔ تبلیغ کے راستے میں کونسی رکاوٹ ہے جو اس نے نہ ڈالی ہو، آنحضرت صلعم تقریر کرتے تھے تو وہ لوگوں کو اس کے سننے سے منع کرتا تھا، نماز کے وقت سجدے میں گرتے تھے تو ان پر نجاست پھینکتا تھا، گلے میں پٹکا ڈال کر اس زور سے کھینچتا تھا کہ گردن میں بدھیاں پڑ جاتی تھیں، یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کو اذیتیں دینا ہی اس کا سب سے بڑا مشغلہ تھا اور اسی میں اسے خاص خوشی حاصل ہوتی تھی۔ مگر اس شدت کا عناد رکھنے والے کو بھی یہ جرأت نہ ہوسکی کہ وہ نعوذ باللہ محمدؐ کو کاذب کہہ سکے۔ ایک دفعہ اس نے کہا محمدؐ! میں تمہیں جھوٹا نہیں کہتا مگر جو باتیں تو کہتا ہے وہ ماننے کے لئے میں ہرگز تیار نہیں اس لئے کہ تیرے خاندان سے ہمارا خاندان کسی لحاظ سے بھی کم درجہ کا نہیں، بنو ہاشم نے جہان نوازیاں کیں تو ہم نے بھی کیں، اگر انہوں نے قربانیاں کیں تو ہم نے ان سے بڑھ کر کیں اگر انہوں نے خون بہائے تو ہم نے بھی بہائے اور اب یہ تو پیغمبری کا دعوےٰ کرکے ہم پر فضیلت حاصل کرنا چاہتا ہے خدا کی قسم ہم ایسا ہرگز نہیں ہونے دینگے۔ یہ ایام حج کا معمول تھا۔ حج کے موقعہ پر دور دراز مقامات سے قبائل عرب مکہ آتے تو نبی اکرمؐ ایک ایک قبیلہ کے پاس جاکر تبلیغ اسلام فرماتے۔ کفار نہیں چاہتے تھے کہ یہ قبائل آنحضرت صلعم کی باتیں سنیں اور ان پر [illegible] اس لئے پچیس سرداران قریش پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی اور اس کے سپرد یہ کام کیا گیا کہ وہ غور و فکر کے بعد ایسی تدابیر تجویز کریں جن پر عمل پیرا ہونے کا نتیجہ یہ ہو کہ قبائل عرب تبلیغ اسلام سے متاثر نہ ہوں اور نبی اکرمؐ کی باتیں سننے سے انکار کریں۔ اسی مجلس کا ایک رکن ولید بن مغیرہ تھا۔ وہ بنو مخزوم کا رئیس اعظم اور حضرت خالدؓ کا باپ تھا۔ وہ ان رئیسوں میں سے ایک تھا جن کے ہاتھوں میں قریش کی عنان حکومت تھی۔ وہ اس بات کو بخوبی سمجھتا تھا کہ اسلام مساوات کا حامی ہے اور حسب نسب کے طلسم کو برباد کرنا چاہتا ہے اور اس دین کے غلبہ کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ قریش کی عظمت و اقتدار کا خاتمہ ہو جائے گا۔ یہ ایسی بات تھی جو اس کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ اور یہی اس کی مخالفت کی سب سے بڑی وجہ تھی ورنہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت و امانت کا دل سے قائل تھا۔

اسی مجلس میں یہ سوال پیدا ہوا کہ ان قبائل کو کیا کہا جائے کہ وہ محمدؐ کی باتیں سن کر نہ اس پر یقین کریں اور نہ ہی اس کی عظمت کے قائل ہوں۔ کسی نے کہا جادوگر کہنا چاہیئے کسی نے دیوانہ اور کسی نے کاہن یا شاعر مگر ولید بن مغیرہ ان میں سے ایک بات بھی قبول نہ کرسکا۔ اس نے کہا جو محمدؐ کو جادوگر کہے گا وہ تو اپنی بات کو جھٹلائیگا دیکھنے والا دیکھ لے گا کہ جس طہارت و نفاست سے محمدؐ رہتا ہے اس سے جادوگروں کو کوئی نسبت ہی نہیں۔ ان کی زندگیاں نجس ہوتی ہیں اور جو عمومًا [illegible] سے بنائی ہوتی ہیں ان سے نحوست ٹپکتی ہے۔ اسے دیوانہ کہنے والا خود دیوانہ سمجھا جائے گا۔ اس لئے کہ محمدؐ کے کلام میں عجب شیرینی ہے اور اس کی گفتگو کا طرز ایسا ہے کہ جو بات وہ [illegible] وہ دلنشیں ہوتی ہے [illegible] اس سے نہ کاہنوں کی تک بندی [illegible] محمدؐ کے کلام ظاہر کرتی ہے اور نہ ہی وہ شاعر ہے کیونکہ شاعروں کے کلام اور محمدؐ کے کلام میں کوئی مشابہت نہیں، کہنے کو تو بس اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اس کا کلام ایسا ہے کہ باپ بیٹے سے، بھائی بھائی سے اور دوست دوست سے جدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے ایسے آدمی کی باتیں سننے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

النضر ابن الحارث ان دشمنوں میں سے تھا جنہوں نے آنحضرت صلعم کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا۔ اس کے سامنے جب کسی شخص نے نبی اکرمؐ کو جھوٹا کہا تو وہ جوش سے پکار اٹھا محمدؐ تم لوگوں میں پلا جوان ہوا اور پھر سفید بال اس کی کنپٹیوں پر ظاہر ہوئے، تم جانتے ہو کہ وہ تم سب سے زیادہ سچا تھا، اس کے اخلاق حمیدہ اور اعلیٰ تھے، اب وہ نبوت کا دعوےٰ کرتا ہے تو تم کہتے ہو کہ وہ جھوٹا ہے، خدا کی قسم یہ بات ہرگز تسلیم نہ کی جائے گی۔

ایسا ہی ایک اور شدید دشمن آپؐ کا امیہ بن خلف تھا، حضرت بلال رضؓ اس کے غلام تھے، ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد جب ٹھیک دوپہر ہو جاتی تو وہ ان کو جلتی بالو پر لٹاتا اور پتھر کی چٹان سینہ پر رکھ دیتا کہ جنبش نہ کرنے پائیں اور جب دیکھتا کہ اس کا یہ حربہ بھی کارگر نہیں ہوا اور حضرت بلالؓ کی زبان سے سوائے احد کے اور کوئی لفظ نہیں نکلتا تو وہ انہیں بازاری لونڈوں کے حوالے کر دیتا کہ وہ انہیں شہر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گھسیٹتے پھریں۔ یہی اس کا روز کا معمول تھا یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قیمت ادا کرکے انہیں آزاد کروادیا، اس بے رحم دشمن اسلام کا بھی یہ قول تھا "خدا کی قسم جب محمدؐ بات کرتے ہیں تو سچ ہی کہتے ہیں جھوٹ نہیں بولتے۔"

رؤسائے قریش نے جب دیکھا کہ اذیتیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے ثبات میں لغزش لانے میں ناکامیاب رہی ہیں تو انہوں نے عتبہ بن ربیعہ کو آنحضرت صلعم کے پاس بھیجا تاکہ وہ ان کے سامنے جاہ و دولت پیش کرے۔ ان کا خیال تھا کہ ان کی یہ تدبیر ضرور کامیابی سے ہمکنار ہوگی۔ عتبہ نبی اکرم صلعم کے پاس آیا اور کہا:-

"محمدؐ تم کیا چاہتے ہو۔ حکومت چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا حاکم تسلیم کرلینے کے لئے تیار ہیں، دولت چاہتے ہو تو ہم تیرے لئے اتنی دولت جمع کردیں گے کسی کے پاس نہ ہوگی۔ کسی بڑے گھرانے میں شادی کرنا چاہو تو ہم اس کا بھی تیری خواہش کے مطابق انتظام کردیں گے۔ ہم صرف اتنا چاہتے ہیں کہ تم ہمارے دیوتاؤں کو برا کہنے سے باز آجاؤ۔"

عتبہ کو اپنی درخواست کی کامیابی کا پورا یقین تھا۔ مگر ان سب ترغیبات کے جواب میں نبی اکرمؐ نے قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھ کر سنائیں:-

قل إنما انا بشر مثلکم یوحیٰ
الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد
فاستقیموا الیہ واستغفروہ

"اے محمدؐ! کہدے کہ میں تمہیں جیسا آدمی ہوں، مجھ پر وحی آتی ہے کہ تمہارا خدا بس ایک خدا ہے۔ سیدھے اسی کی طرف آجاؤ اور اسی سے معافی مانگو۔"

قل ائنکم لتکفرون بالذی
خلق الارض فی یومین وتجعلون
لہ اندادا ذالک رب العالمین

"کہدے کہ کیا تم لوگ خدا کا انکار کرتے ہو جس نے دو دن میں یہ زمین پیدا کی اور اس کے شریک قرار دیتے ہو۔ یہی سارے جہان کا پروردگار ہے۔"

عتبہ واپس گیا تو وہ عتبہ نہ تھا۔ اس نے قریش سے جاکر کہدیا کہ محمدؐ کو ان کے حال پر چھوڑ دو، اگر وہ کامیاب ہو گئے تو ہم سب کی اسی میں عزت ہے، میں نے ان کا کلام سنا ہے وہ شاعری نہیں کچھ اور ہی چیز ہے مگر قریش نے ان کی بات نہ مانی۔

حدیبیہ کی صلح کے بعد رسول اکرم صلعم نے چاہا کہ اسلام کا پیغام دنیا کے کانوں تک بھی پہنچایا جائے۔ آپؐ نے تمام صحابہ کو جمع کیا اور کہا خدا نے مجھ کو ساری دنیا کے لئے رحمت اور پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، جاؤ میری طرف سے جہاں جہاں تمہاری رسائی ہو پیغام حق پہنچا دو مگر دیکھنا حضرت مسیحؑ کے حواریوں کی طرح آپس میں اختلاف نہ کرنا۔ آنحضرت صلعم نے خود بھی مختلف قوموں اور مذہبوں کے سرکردگان کے پاس مراسلات بھیجے اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ ہرقل شاہ قسطنطنیہ کو بھی ایک خط بھیجا۔ جب بادشاہ کو یہ نامہ مبارک ملا تو اس نے بڑے سامان سے دربار منعقد کیا، خود تاج شاہی پہن کر تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا اور حکم دیا کہ اگر ملک میں کوئی شخص مکہ کا آیا ہوا موجود ہے تو پیش کیا جائے۔ اتفاق یہ کہ ابوسفیان تجار عرب کے ساتھ شام آیا ہوا تھا۔ قیصر کے آدمی انہیں بیت المقدس لائے اور دربار میں حاضر کیا۔ قیصر نے ابوسفیان سے بہت سے سوالات پوچھے ان میں سے صرف تین کا ذکر کرتا ہوں۔

(باقی بر صفحہ [illegible])

ہفت روزہ پیغام صلح —— لاہور —— مورخہ ۱۰ر جولائی ۱۹۶۸ء

کثرت نشانات اور نبوت

اہلحدیث کے ہفت روزہ "الاعتصام" نے اس بات کے ثبوت میں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے نبوت کا دعوےٰ کیا تھا ایک یہ دلیل پیش کی ہے کہ چشمۂ معرفت میں آپ نے لکھا ہے کہ:۔

> "اور خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں، اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی اس سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے"۔ (چشمۂ معرفت ص۳۱۷)

کیا اس عبارت میں حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو مقام نبوت پر کھڑا کیا ہے؟ یہ سراسر غلط ہے۔ آپ نے صرف اس بات کے ثبوت میں کہ "میں اس کی (یعنے اللہ تعالیٰ) طرف سے ہوں" کثرت نشانات کا ذکر کیا ہے، اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ نشانات مؤیدات ہوتے ہیں نہ کہ اصل نبوت، نبیوں کو بھی ان کی تائید میں نشانات دیئے جاتے ہیں اور اولیاء اور مجددین کو بھی، اولیاء اور مجددین کو جو نشانات ان کی ولایت اور مجددیت کے ثبوت میں دیئے جاتے ہیں۔ وہی نشانات اگر کسی نبی کو دیئے جاتے تو ان کی نبوت ان سے ثابت ہوتی، جس مقام پر کوئی شخص کھڑا ہو اس کی تائید ان نشانات سے ہوتی ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ ان نشانات کی وجہ سے کوئی مجدد نبی بن جائے اگرچہ وہی نشانات ایک نبی کی نبوت ثابت کرنے کے لئے کافی ہوں، یہ ممکن ہے کہ ایک مجدد یا ولی کے نشانات بعض انبیاء کے نشانات سے بڑھ جائیں، کیونکہ انبیاء کو اپنے اپنے زمانہ میں اس قدر نشانات کی ضرورت پیش نہ آئی تھی، جس قدر بعض اولیاء کو پیش آئی اور آج اس زمانہ میں بھی جبکہ مادیت اور دہریت کا ایک طوفان برپا ہے۔ قدم قدم پر ایسے نشانات کی ضرورت ہے جو خدا تعالیٰ کی ہستی پر روشن دلائل کا کام دے سکیں، اس لئے حضرت مرزا صاحب کو اس قدر نشانات دیئے گئے کہ اگر وہ ہزار نبیوں پر تقسیم کئے جاتے تو ان کی نبوت اس سے ثابت ہو سکتی تھی، لیکن مرزا صاحب کی نبوت نہیں بلکہ ولایت اور مجددیت ہی ان سے ثابت ہوگی، نشانات کی کثرت کسی کی نبوت کا ثبوت نہیں ہو سکتی جب تک مقام نبوت پر اسے کھڑا نہ کیا جائے، نہ ہی نشانات کی قلت کسی کو منصب نبوت سے ہٹا سکتی ہے، حضرت موسےٰ علیہ السلام جیسے عظیم الشان نبی کے متعلق قرآن کریم کا ارشاد ہے **ولقد اٰتینا موسیٰ تسع اٰیات بینات**۔ ہم نے موسےٰ کو نو کھلے نشانات دیئے، یہ ایک صاحب شریعت نبی کا حال ہے کہ صرف نو نشانات ان کی نبوت کے ثبوت کے لئے کافی سمجھے گئے جو ہزار نبی پر تو کجا دس نبیوں پر بھی پورے طور پر بھی تقسیم نہیں ہو سکتے اس سے ثابت ہے کہ نشانات کی کثرت کسی کو نبی ثابت نہیں کر سکتی جب تک اس مقام پر اسے کھڑا نہ کیا جائے۔ جس مقام پر کوئی شخص کھڑا ہے، اسی کی تائید ان نشانات سے ہوگی خواہ قلیل ہوں یا کثیر، نشانات کی کثرت سے کوئی محدث و مجدد نبی نہیں بن سکتا، اگرچہ وہی نشانات اگر نبیوں کو دیئے جاتے تو ان کی نبوت ان سے ثابت ہوتی، مجدد و محدث کثیر نشانات کے باوجود مجدد و محدث ہی رہے گا۔ کیونکہ اسی مقام کی تائید کے لئے اسے وہ نشانات دیئے گئے۔

حضرت مرزا صاحب نے بار بار مجدد و محدث اور مکلم من اللہ ہونے کا ہی دعوےٰ کیا ہے، نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا، اسی چشمۂ معرفت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء اور آپؐ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد قرار دیا ہے (صفحہ ۸۱-۸۳) پھر وہ اپنے آپ کو مقام نبوت کا اہل کس طرح قرار دے سکتے ہیں۔ آپ کے نشانات کثیر ہونے کے باوجود آپکو نبی نہیں بنا سکتے خواہ کروڑوں نبیوں کی نبوت اس سے ثابت ہو سکتی ہو،

غرض نشانات نبی کو بھی دیئے جاتے ہیں اور ولی کو بھی، لیکن ان کی وجہ سے کوئی ولی نبی نہیں ہو سکتا خواہ ہزار ہا نبیوں سے بڑھ کر ہوں، امام شعرانی لکھتے ہیں **اعلم ان جمہور العلماء قائلون بان ما کان معجزۃ لنبی جاز ان یکون کرامۃ لولی**، (الیواقیت والجواہر ص۱۶۰ مصری) یعنے تمام علماء اس بات کے قائل ہیں کہ جو چیز نبی کے لئے معجزہ ہے، وہی ولی کے لئے کرامت ہے، پس ولی کی کرامت کرامت ہی رہے گی خواہ تعداد میں کتنی بھی زیادہ ہو، پس کثرت و قلت نشانات کسی نبی کو ولی یا ولی کو نبی نہیں بنا سکتی، اس لئے اگرچہ یہ صحیح ہے کہ حضرت مسیح موعود کے نشانات اگر ہزار نبی پر تقسیم کئے جائیں تو ان کی نبوت ان سے ثابت ہو سکتی ہے، تاہم خود حضرت مسیح موعود ان کثیر نشانات کی وجہ سے نبی نہیں بن سکتے کیونکہ آپ کو مقام نبوت پر کھڑا نہیں کیا گیا آپ کو صرف اس زمانہ کا مجدد اور مسیح موعود بنایا گیا اور جو نشانات آپ کو دیئے گئے وہ اسی مقام کی تائید کے لئے دیئے گئے یا اس نبی متبوع صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ثبوت میں دیئے گئے جس کے فیضان سے یہ عظیم الشان مقام آپ کو حاصل ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

کیا ہم امید کریں کہ ایڈیٹر صاحب الاعتصام اس وضاحت کے پیش نظر اس اتہام کو کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے، واپس لینے کی جرأت کریں گے؟

اخبار لائٹ پر ابتلاء

حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب کے مضمون پر گرفت

قارئین کرام روزانہ اخبارات میں یہ خبر پڑھ چکے ہوں گے، کہ جماعت احمدیہ لاہور کے انگریزی اخبار "لائٹ" کا ڈیکلریشن منسوخ اور چار پرچے بحق سرکار ضبط ہو گئے ہیں۔

یہ حکم حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مضمون کی بناء پر عمل میں آیا ہے جو ۱۹۳۶ء میں حضرت مولانا نے علامہ اقبال کے جواب میں لکھا تھا، اور اسی وقت ایک پمفلٹ کی شکل میں شائع ہو گیا تھا۔ وہی مضمون ماہ اپریل ۱۹۶۸ء میں "لائٹ" کی پانچ اقساط میں دوبارہ شائع کیا گیا، جس کے مختلف حصص کو حکومت پاکستان نے فرقہ وارانہ منافرت کا موجب قرار دے کر مذکورہ بالا حکم صادر فرمایا ہے اور اس پر مزید غور کے لئے ایک ٹربیونل مقرر فرمایا ہے، جس کے جج خان محمد ایوب خان صاحب سابق ایڈیشنل سیشن جج حال جج انسداد رشوت ستانی مقرر ہوئے ہیں۔

قارئین کرام دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ لائٹ کو اس ابتلاء سے کامیابی کے ساتھ نجات عطا فرمائے۔

قرآن شریف نمائشی ہونا چاہیئے یا عملی

کراچی کے قادیانیوں سے ایک سوال

آج کل بندر روڈ کراچی پر احمدیہ لائبریری، جو قادیانیوں کی ہے اس میں ایک نمائش ہو رہی ہے احمدیہ لفظ کے سائن بورڈ کو پوشیدہ کر دیا گیا ہے۔ اس کی بجائے جشن نزول قرآن مجید کا کپڑا لگا دیا گیا ہے۔ اس نمائش میں مختلف زبانوں کے تراجم قرآن مجید رکھے گئے ہیں اس پر کراچی کے قادیانی بہت فخر کر رہے ہیں —— آج اس سڑک سے میرا بھی اتفاقیہ گذر ہوا تو مجھے بعض قادیانی مولوی صاحبان نے کہا کہ اندر جا کر دیکھ لو۔ میں نے کہا کہ میں نہ چینی زبان جانوں اور نہ ہی روسی جانتا ہوں اس مسئلہ میں تو امی ہوں۔ دیکھ لینے سے کیا فائدہ جب تک کہ پڑھا نہ جائے اور پھر اس پر عمل نہ کیا جائے۔

پھر میں نے کہا کہ آج ہی اخبار "پیغام صلح" لاہور دیکھا ہے جس میں کوئی ڈاکٹر صاحب، دو سال تک آپ کے زیر تبلیغ رہے پھر آپ سب کے مشورہ سے ربوہ مرکز قادیانی جماعت میں جا کر "حضرت خلیفہ صاحب" سے کئی روز تک ملاقات کے لئے منتظر رہے۔ دروازہ پر پستول لگائے سیکرٹری صاحب نے ملنے نہیں دیا۔ پھر یہ ڈاکٹر صاحب لاہور احمدیہ بلڈنگس جا کر مسلمان ہو گئے۔ اور پیغام صلح میں برابر شائع ہوتا رہتا ہے کہ دنیا بھر کے مذہبی شوقین ان کو لکھتے ہیں کہ اسلام کے متعلق لٹریچر بھیج دیجئے یا ترجمہ و تفسیر قرآن شریف عنایت کر دیجئے۔ ان کے پتہ و نام شائع ہوتے رہتے ہیں کہ ان کو بھیجا گیا اور خط کے ذریعہ سے جواباً بھی دیئے گئے —— لیکن اس نمائش کا طریقہ تو وہی ہوا جیسا کہ بعض لوگ قرآن مجید کو بازو پر باندھ لیتے ہیں اور بعض لوگ گلے میں بطور تعویذ ڈال لیتے ہیں۔ پیشاب پاخانہ بھی اسی حالت میں جاتے ہیں۔ اور اب تعلیم یافتہ قادیانی نمائش کر رہے ہیں۔

عملی کام اچھا یا نمائشی قادیانی حضرات جواب دیں۔

سیوک۔ کشن لال سیکرٹری
پاکستان اچھوت پنچایت۔ کراچی
مغربی پاکستان

اخبار و افکار

بشیر احمد سوز

مروجہ فلسفہ اور اسلام

گزشتہ ماہ لاہور میں بی ایس سی کی ایک طالبہ اور انٹر کے ایک طالب علم نے اپنے آپ کو گولیاں مار کر ہلاک کر لیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔ مگر ان کی شادی میں کوئی ایسی رکاوٹ تھی جسے وہ دور نہ کر سکے اور انہوں نے زندگی سے ہی دستکش ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ کہا جاتا ہے کہ طالب علم نے ایک خط میں لکھا کہ:—

> "میں روح کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے کہ اس کا آغاز کیا ہے اور انجام کیا؟ خودکشی کر رہا ہوں۔ میں نے فلسفہ کی بے شمار کتابیں پڑھی ہیں مگر میں مطمئن نہیں ہو سکا اب میں دوسری زندگی کو دیکھنے کے لئے خودکشی کر رہا ہوں۔"

یہ افسوسناک واقعہ ہماری اس معاشرتی زندگی کی ایک بھیانک تصویر کی عکاسی کرتا ہے جو ہم مغرب کی آزادی پسند تہذیب سے متاثر ہو کر اور اسلامی تعلیمات سے غفلت اور بے پرواہی اختیار کر کے غیر شعوری طور پر اپناتے چلے جا رہے ہیں۔ اسلام نے مرد و زن کے آزادانہ میل جول کا سدِّباب کیا اور محرم و غیر محرم سے اختلاط پر واضح اوامر و نواہی دیئے جن پر چل کر فرد اور معاشرہ کے دل و دماغ کے ہر فتور اور ہر عیب و کمزوری کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ اور محبت و عشق وغیرہ شیطانی چکروں کا نام و نشان نہیں رہتا۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں بھی آج وہ اخلاقی اور معاشرتی برائیاں جنم لے رہی ہیں جن کی وجہ سے مغرب روحانی طور پر دیوالیہ ہو چکا ہے۔ مروجہ تعلیم بھی انسان کو مذہب اور روحانی حقائق سے دور لے جانے کا باعث ہے۔ اگر ہمارا تعلیمی نظام خالص اسلامی سطح پر استوار ہو جائے۔ تو اس قسم کی دشواریاں پیش نہ آئیں۔ انسان کیا ہے۔ روح کیا ہے؟ کہاں سے آتی ہے کہاں جاتی ہے۔ کیا کرتی ہے۔ انسان سے اس کا رشتہ کیا ہے۔ ظاہر ہے یہ اور اس سے متعلق دیگر سوالوں کا جواب نہ تو عقلی و تخلیقی فلسفہ دے سکتا ہے نہ محض وجدان سے اس کا پتہ لگتا ہے اس کا حل صرف اسلام میں ہے۔ اگر اسلام کو تعلیمی سطح میں عمل دخل کا موقع دیا جائے تو اس قسم کی عقلی دشواریوں کا حل ہو سکتا ہے اور انسان فلسفہ کی دکھائی ہوئی بہت سی ٹھوکروں سے بچ سکتا ہے۔

معارف اسلام لاہور کی حقیقت پسندی

رسالہ معارف اسلام لاہور اپنی جنوری ۱۹۶۸ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے:—

> —"حقیقت یہ ہے کہ مملکت خداداد پاکستان بلالحاظ فرقہ تمام مسلمانوں کی متفقہ کوششوں اور قربانیوں سے حاصل ہوئی ہے۔ پاکستان کسی ایک ہی فرقہ نے تنہا نہیں بنایا اور نہ ہی یہ ملک کسی ایک فرقہ کی ملکیت ہے۔ لہٰذا انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ ہر فرقہ کو اپنے عقائد و مذہب کے مطابق عمل کرنے کی آزادی حاصل رہے اور حکومت کا فرض ہے کہ اس مقصد میں جو رکاوٹیں ہیں۔ انہیں دور کیا جائے کسی فرقہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسرے فرقہ کو مجبور کرے کہ وہ اپنے عقائد کے مطابق تعلیم حاصل کرنے کی بجائے دوسرے مذہب کی تعلیم حاصل کرے کسی فرقہ کے مولویوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے عقائد کو دوسروں پر ٹھونسنے کے لئے حکومت پر زور دیں—— حکومت سے درخواست ہے کہ تشدد پسند اور تصادم نواز عناصر کی امن سوز تقریروں اور تحریروں کا محاسبہ کرے۔"

نہایت پسندیدہ اور خوش آئند تجویز ہے جس کی ہم تہ دل سے تائید کرتے ہیں، فرقی عقائد کا اختلاف ایک فطری چیز ہے۔ ہر فرقہ اپنی سمجھ اور معلومات کے مطابق عقائد رکھنے کا مجاز ہے، اور اسلام نے اس میں کسی قسم کا جبر و اکراہ روا نہیں رکھا، نہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا روا ہے سوائے اس کے کہ سلامت روی کے ساتھ اپنے خیالات کا اعلان اور پرچار کیا جائے اور تشدد اور تصادم کا اس میں کوئی دخل نہ ہو۔

مقاصد میں فرق

جماعت اسلامی کے ہفت روزہ "ایشیا" جریدہ ۲۶ر جون ۱۹۶۸ء میں لکھا ہے:—

> "جب افریقہ ہی کے ایک ملک میں مولانا مودودی کو تعلیمات اسلام پر لیکچر کے لئے دعوت نامہ مع ٹکٹ کے موصول ہوتا ہے تو انہیں زرِ مبادلہ کے نام پر روک دیا جاتا ہے۔ لیکن جب اسی غرض کے لئے احمدی مبلغ کو کوئی ضرورت لاحق ہوتی ہے تو اس کے لئے تمام دروازے کھلے ہی نہیں سفر کی تمام سہولتیں بھی روایتی فراخ دلی کے ساتھ مہیا کر دی جاتی ہیں"——

غالباً حکومت خوب جانتی ہے کہ دونوں کے مقاصد میں کیا فرق ہے۔ اور وہ فرق واضح ہے کہ احمدی مبلغ تو دینِ احمد محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ و اشاعت اور توحید و رسالت کی شمع روشن کرنے جاتا اور مودودی صاحب اپنے کام کا پرچار کرتے ہیں۔

تبلیغی صلاحیتیں

کہسار لکھا ہے کہ:—

> "زرِ مبادلہ کی عنایات—— یہ نوازشات خاص احمدی فرقے ہی کے ساتھ کیوں روا رکھی گئی ہیں۔ کیا کروڑوں کی تعداد میں ایک عقیدہ رکھنے والے اپنے اندر سے کوئی ایک باستعداد طبقہ مبلغین پیدا کرنے سے بھی قاصر ہیں۔ یا قدرت نے تمام صلاحیتیں صرف اسی فرقہ کے لئے مخصوص کر رکھی ہیں؟"

بھلا اس میں بھی کوئی کلام ہے مسلمانوں میں سے جو کوئی گروہ یا جماعت ارشاد الٰہی ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر—— کی تعمیل میں عالم انسانیت کو خیر کی دعوت دے۔ نیکی کی راہ دکھلائے اور بدی سے روکے۔ وہی فلاح یافتہ ہے۔ نصف صدی سے احمدیہ جماعت لاہور للہ فی اللہ دنیا جہان کے لوگوں کو توحید و رسالت کا پیغام پہنچا رہی ہے۔ یہ تاریخ اور مشاہدہ نے ثابت کر دیا ہے کہ اس زمانہ میں قدرت نے تمام تبلیغی صلاحیتیں صرف اسی جماعت کے لئے مخصوص کر رکھی ہیں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ خدا کرے کہ یہ صلاحیتیں دنیا جہان کے مسلمانوں میں بھی پیدا ہو جائیں تا تمام مسلمان اجتماعی حیثیت اور کثرتِ عمل سے دنیا کے بے دین۔ بے مذہب۔ بے خدا اور بے رسول لوگوں کو شمع توحید و رسالت کے پروانے بنا دیں۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔

مسلم اور غیر مسلم

معاصر "ایشیا" "سرکاری زبان سے" عنوان کے تحت ۲ر جون ۱۹۶۸ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ:—

> "اگر وہ (احمدی) مسلمانوں کو غیر مسلم سمجھتے ہیں تو مسلمان بھی انہیں گمراہ اور خارج از دائرہ اسلام جانتے ہیں۔"

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ہر کلمہ گو کو یعنی جو کوئی بھی اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ کا اقرار کرے مسلمان سمجھتی ہے اور دل و جان سے اسے امت محمدیہ کا فرد یقین کرتی ہے۔ اب کہئے آپ کا اس انجمن کے بارے میں کیا فتویٰ ہے۔ کیا اس اتمام حجت کے بعد بھی یہ انجمن آپ کے نزدیک گمراہ اور خارج از دائرہ اسلام ہے۔ خدارا! کچھ تو انصاف اور تقویٰ سے کام لیجئے۔

کلمۂ حق

معاصر مذکور اسی عنوان کے ماتحت لکھتا ہے:—

> "— جناب حسن اے شیخ نے دریافت کیا، کیا آپ کے نزدیک احمدیہ انجمنوں کی یہ سرگرمیاں اشاعت اسلام کی تعریف میں آتی ہیں؟ — پارلیمانی سیکرٹری برائے خزانہ مسٹر نذر الاسلام نے جواب دیا۔ ہاں"

کلمۂ حق ہر بندہ مومن کی شان ہے۔ کاش مسلمان بھائی حق و صداقت کا ساتھ دیں۔ اور بغض و عناد چھوڑ کر نیکی سے تعاون اور بدی سے اعراض کریں۔ یہی طریق تقویٰ کے قریب ہے۔ احمدیہ انجمن لاہور کی سرگرمیاں اشاعت اسلام کی تعریف میں آتی ہیں تبھی تو حکومت بھی اس حقیقت کی اقراری ہے کیونکہ بقول معاصر موصوف:—

> "حکومت کے ذرائع معلومات زیادہ مستند و معتبر ہیں احمدیوں کی اسلامی خدمات کی قدر شاید اپنی لاعلمی اور کم فہمی کی بنا پر نہیں کر سکتے۔"

خدا بھلا کرے آپ کا۔ کیسی کھری بات کہی ہے۔ صرف لاعلمی اور کم فہمی ہی تو ہے جس نے آپ کو اس خادم دین اور فدائے توحید و رسول جماعت سے کوسوں دور کر رکھا ہے۔ خدا آپ کو علم و فہم کی نعمت سے وافر حصہ دے تا آپ بھی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی خدمات کی قدر کر سکیں۔

شمولیت سلسلہ

برٹش گیانا سے شیخ ہارون صاحب نے ۱۰۲ بیعت فارم ارسال کئے ہیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے ان کی بیعت منظور فرمالی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو استقامت بخشے۔

شیخ ہارون صاحب کی کوشش جو وہ سلسلہ کی ترقی اور جماعت کی تنظیم کے لئے کر رہے ہیں قابل ستائش ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

بانیٔ سلسلہ کا صحیح مقام و منصب

خلیفۃ الرسولؐ کے اصل اغراض و مقاصد

محض خدمتِ دینِ اسلام اور حفاظتِ انوارِ ختمِ نبوت ہی ہیں

"ہم محض دین اسلام کے خادم بن کر دنیا میں آئے ہیں اور دنیا میں بھیجے گئے ہیں نہ اس لئے کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین بناویں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے سو دین کو بچوں کا کھیل نہیں بنانا چاہیئے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمیں بجز خادم اسلام ہونے اور کوئی دعوے بالمقابل نہیں اور جو شخص ہماری طرف اس کے خلاف منسوب کرے وہ ہم پر افترا کرتا ہے۔ ہم اپنے نبی کریم صلعم کے ذریعہ فیض و برکات پاتے ہیں اور قرآن کے ذریعہ سے ہمیں فیض معارف ملتا ہے۔ سو مناسب ہے کہ کوئی شخص اس ہدایت کے برخلاف کچھ بھی دل میں نہ رکھے ورنہ وہی خدا تعالےٰ کے نزدیک اس کا جوابدہ ہوگا۔ اگر ہم اسلام کے خادم نہیں تو ہمارا سب کاروبار عبث اور مردود اور قابل مواخذہ ہے۔ زیادہ خیریت۔ والسلام۔ مورخہ ۷ر اگست ۱۸۹۹ء مرزا غلام احمد"

خطبہ جمعہ مورخہ ۵ر جولائی ۱۹۶۸ء فرمودہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب دامت برکاتہ

بمقام جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض
——— ومن کفر بعد ذالک فاولٰئک ھم الفٰسقون (النور ۲۴- ۵۵)

یہ سورۃ شریفہ النور کی مشہور آیت ہے۔ جس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مومنوں کو خلافت کا وعدہ دیا گیا ہے۔ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جیسا کہ انہیں خلیفہ بنایا جو تم سے پہلے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کے لئے ان کے دینِ اسلام کو جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مضبوطی سے قائم کر دے گا اور ان کے لئے خوف کے بعد امن کی حالت بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔ اور جو کوئی اس کے بعد کفر کرے تو وہی نافرمان ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے نہ صرف یہ فرمایا کہ ہم نے قرآن کریم نازل کیا ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ہم نے ہی اس کلام پاک کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ گویا دو امر کا بیان ہے اولاً نزولِ کلام پاک کا، دوئم اس کی حفاظت کا۔

الغرض یہ ایک مسلّم امر ہے کہ جہاں نزول کے ذریعہ کلام پاک میں دین و شریعت کی تکمیل کر دی گئی ہے وہاں اس کے حقیقی معانی اور اس پر عمل پیرائی کا ذریعہ آنحضرت صلعم کے خلفائے روحانی کے ظہور سے وابستہ کر دیا گیا ہے اور یہی وہ بات ہے جسے خلافت یا نیابتِ رسول صلعم سے یہاں موسوم کیا گیا ہے بلکہ اس کی نشانیاں بھی بتلا دی ہیں۔ ان علامات کو یہاں تمکنتِ دین اور خوف کی بجائے قیامِ امن قرار دیا ہے۔ پس قرآن کریم کی حفاظت کا ذریعہ خلافت حقہ رسول صلعم ہے وہ حقیقی خلافت جو انبیاء و رسل کے علم و اخلاق اور روحانیت کا ورثہ ہو۔

لہٰذا امتِ مسلمہ سے اس امر کا خاص طور سے وعدہ کیا گیا ہے کہ انہیں ہم ایسا مقامِ بلند عطا کریں گے جس سے دین کو تمکنت حاصل ہو یعنی جب ہم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی خلیفہ کھڑا کریں گے تو اس خلیفہ رسول (صلعم) کی کارروائی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کی وجہ سے دین کو مضبوطی حاصل ہوگی اور خوف کے بعد امن کی حالت طاری ہوگی۔

یہ وہ آیت کریمہ ہے جس کی بناء پر حضرت امام زمانؑ نے ماموریت کا دعوے فرمایا۔ پھر دعویٰ ہی نہیں بلکہ دلائل بھی دیئے اور ان نشانات کو اپنے وجود اور اپنی کارروائیوں سے پورا کر کے دکھلا دیا جن کا اس آیت استخلاف میں ذکر کیا ہے۔ دینِ اسلام کو نہایت مضبوط بنیادوں پر [illegible] کر دکھلایا نیز مسلمانوں پر اپنے دین سے متعلق جو بھاری غم و یاس اور خوف و حزن طاری ہو چکا تھا اسے یکسر ختم کر دیا۔ چنانچہ آپ کا یہ دعوے کہ میں اس زمانہ میں خدا کا مقرر کردہ خلیفہ ہوں۔ اور نائب رسول ہو کر آیا ہوں کیسا سچا و صحیح قول ثابت ہو کر رہا۔ آپ کی بعثت سے کس طرح دینِ اسلام کو تقویت حاصل ہوئی اور کیسے مسلمانوں کے پست حوصلے بلند ہو گئے!

آپ کو حیرت ہوگی کہ حضرت مرزا صاحبؒ نے تو خود اپنے لئے خلیفہ رسول ہونے کا دعوے کیا مگر آپ کو ماننے والے ایک گروہ نے کہا کہ خدا کا مقرر کردہ خلیفہ حضرت مرزا صاحبؒ نہیں بلکہ ان کے جانشین ہیں۔ اگر آپ حضرت صاحب کی تصنیف الوصیت اٹھا کر دیکھیں تو اس میں حضرت صاحبؒ نے لکھا ہے کہ "انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے" یعنی میں جو خدا کا مقرر کردہ خلیفہ ہوں میری جانشین انجمن ہے، لیکن ایک گروہ نے کہا کہ حضرت امام زمانؑ کے بعد جو جانشین ہوں گے وہ خدا کے مقرر کردہ خلیفے ہیں۔ اس سے آپ کو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ہمارے دوستوں نے جو مقامِ نبوت حضرت مرزا صاحبؒ کے لئے تجویز کیا ہے تو اس کی علّتِ غائی یہ ہے کہ نبی کے بعد خلافت کے سلسلے کا جواز نکالا جائے اگر حضرت مرزا صاحبؒ خود صرف مقامِ خلافت پر فائز رہیں تو پھر ان کے بعد سلسلہ خلافت کیسے قائم کیا جائے؟ لہٰذا حضرت مرزا صاحبؒ کے بعد خلافتِ الٰہیہ کا قیام تب ہی ممکن ہے جب حضرت اقدسؑ کو بجائے خلافت کے نبوت کے منصب پر فائز ہونے کا عقیدہ منوایا جائے۔ بہرحال حضرت امامِ زمانؑ کا دعوے خلیفہ رسول ہونے کا ہے۔ آپؑ کا مقصد صرف یہ ہے کہ دینِ اسلام کو تمکنت حاصل ہو۔ اور امتِ مسلمہ پر یہ جو خوف چھایا ہوا ہے کہ اسلام گیا اسلام میں اب موجودہ ترقی و تہذیب کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں۔ یہ مایوسی جو مسلمانوں کے دلوں میں سرایت کر گئی تھی۔ جس کا اعتراف مسلمان علماء اور رہبروں نے بار بار کیا۔ اسلام اور مسلمان کی حالتِ زار پر مرثیہ خوانیاں کی ہیں کہ پہلے مسلمان کیا تھے مگر اب کیا ہیں پہلے کہاں تھے اور اب کہاں تک گر گئے ہیں۔ مرحوم ڈاکٹر اقبال نے شکوہ اور جواب شکوہ میں اسی مایوسی کا اظہار کیا ہے۔ اور مولانا حالی نے بھی اپنی مسدس میں اسی کا اعلان کیا ہے۔ چنانچہ دینِ اسلام کے متعلق عالمِ اسلام میں ہر کہیں خوف و ہراس کی فضا چھائی ہوئی تھی اور مسلمان خود بپتسمہ لینے کے لئے جوق در جوق کلیساؤں کی راہ ڈھونڈ رہے تھے۔

اس حالت خوف و اضطرار کو امن اور امید میں کس شخص نے بدلا؟ وہ بلاشبہ اس زمانہ کے امام حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ قادیانی اور آپ کی جماعت ہے جس نے اشاعت و تبلیغِ دین میں ایثار و قربانی کی بے نظیر مثالیں قائم کی ہیں اور دنیا بھر میں اسلام کا کامیاب چرچا کر کے دکھلا دیا ہے۔ اس طرح حضرت اقدسؑ کے دعوے خلیفۃ الرسول کے صادق ہونے پر قرآنی علامات یعنی تمکنتِ دین اور خوف و حزن کے بعد امن و سلامتی کی فضا ظاہر ہو چکی ہیں۔

حضرت اقدسؑ کا اپنا بیان کردہ موقف

سوال یہ ہے جیسا کہ میں نے گذشتہ دو خطبوں میں بھی کہا ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور کے کوئی اعتقادات خلافِ اسلام نہیں ہیں جو موجب تکفیر یا باعثِ اشتباہ ہوں۔ کیونکہ عرصہ پچاس سال سے یہ جماعت اس موقف پر قائم ہے اور اسی کی تبلیغ و اشاعت کر رہی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نبوت ہو چکی۔ حضور صلعم کے بعد اب کوئی شریعت شریعت اسلام کے بعد نہیں آئے گی۔ اور نہ شریعت اسلام کے سوا اور کوئی شریعت موجب عمل اور باعث برکات ہے۔ قرآن کریم کے بعد کوئی کتاب نہیں۔ دین اسلام کے سوا اور کوئی دین نہیں۔ یہ دین ہمہ گیر عالمگیر اور قیامت تک کے لئے عالم انسانیت کے لئے ہے۔

یہ عقائد اس جماعت کے ہیں اور انہی عقائد کی نشر و اشاعت یہ جماعت کر رہی ہے۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جبکہ یہ عقائد عین اسلام ہیں۔ اور ان کی تبلیغ و اشاعت اسلامی فریضہ ہے تو پھر عالم اسلام میں اس جماعت کی مخالفت کیوں ہے؟ اس مخالفت کی وجہ حضرت مرزا صاحبؒ کی ذاتِ گرامی ہے کیونکہ ہمارا ایمان ہے اور ہم دل سے یقین کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحبؒ مصلحِ وقت ہیں مجددِ زمان ہیں اور مسیحِ دوران ہیں اور وہ مسیح ہیں جس کی آمد کا وعدہ چودہ سو سال پہلے دیا گیا تھا۔ اس ذاتِ گرامی سے وابستگی ہمارے بھائیوں کو ناگوار معلوم ہوتی ہے لوگ کہتے ہیں کہ تمہارا کام تو صحیح ہے لیکن تم اس شخص سے وابستہ ہو۔ جسے اسلامی دنیا پسند نہیں کرتی۔ کیونکہ اس کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کیا گیا۔

میں ایسے لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا مرزا صاحبؒ کا اس کے علاوہ کوئی اور موقف تھا؟ خود ان کا موقف تو بھی یہی تھا کہ ہم محض اسلام کی خدمت اور مسلمانوں کی ہمدردی کے لئے کھڑے ہوئے ہیں چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اس موقف کو مندرجہ ذیل خط میں خوب وضاحت و صراحت سے پیش کیا ہے۔

"محبی عزیزی اخویم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ پہنچا، حال یہ ہے کہ اگرچہ عرصہ بیس سال سے متواتر اس عاجز کو الہام ہوا ہے اکثر دفعہ ان میں رسول یا نبی کا لفظ آ گیا ہے جیسا کہ یہ الہام ہوا ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق۔ اور جیسا کہ یہ الہام ہوا جری اللہ فی حلل الانبیاء اور جیسا کہ یہ الہام ہوا ہے دنیا میں ایک نبی آیا، مگر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا[1] ایسے ہی بہت سے الہام ہیں جن میں اس عاجز کی نسبت

[illegible]

---

[1] نوٹ۔ ایک قرأت اس الہام میں یہ بھی ہے کہ "دنیا میں ایک نذیر آیا"۔ اور یہی قرأت براہین احمدیہ میں درج ہے اور فتنہ سے بچنے کے لئے دوسری قرأت درج نہیں کی گئی

نبی یا رسول کا لفظ آیا ہے۔ لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے بلکہ رسول کے لفظ سے اسی قدر مراد ہے کہ خدا تعالیٰ سے علم پا کر پیشگوئی کرنے والا یا معارف پوشیدہ بتانے والا۔ سو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں، اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہئیے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ولٰکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے۔

. . . . . سے عیاں تا ہے

کہ خدا تعالیٰ نے اپنی نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا ہے اور ہم محض دین اسلام کے خادم بن کر دنیا میں آئے ہیں اور دنیا میں بھیجے گئے ہیں نہ اس لئے کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین بنا دیں۔ ہمیشہ شیطان کی رہزنی سے اپنے تئیں بچانا چاہیئے۔ ہم خادم دین اسلام ہیں اور یہی ہمارے ظہور کی علت غائی ہے اور نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں۔ رسالت لغت عرب میں بھیجے جانے کو کہتے ہیں اور نبوت یہ ہے کہ خدا سے علم پا کر پوشیدہ حقائق اور معارف کو بیان کرنا۔ سو اسی حد تک مفہوم کو ذہن میں رکھ کر دل میں اس کے معنے کے موافق اعتقاد کرنا مذموم نہیں ہے۔ مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے ہشیار رہنا چاہیئے کہ اس جگہ بھی یہی معنے نہ سمجھ لیں کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے اور کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔ سو دین کو بچوں کا کھیل نہیں بنانا چاہیئے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمیں بجز خادم اسلام ہونے کے اور کوئی دعوے بالمقابل نہیں اور جو شخص ہماری طرف اس کے خلاف منسوب کرے وہ ہم پر افتراء کرتا ہے۔ ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ فیض و برکات پاتے ہیں اور قرآن کے ذریعہ سے ہمیں فیض معارف ملتا ہے۔ سو مناسب ہے کہ کوئی شخص اس ہدایت کے خلاف کچھ بھی دل میں نہ رکھے، ورنہ وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس کا جواب دہ ہوگا۔ اگر ہم اسلام کے خادم نہیں تو ہمارا سب کاروبار عبث اور مردود اور قابل مؤاخذہ ہے۔ زیادہ خیریت، والسلام

مورخہ ۱۷ر اگست ۱۸۹۹ء مرزا غلام احمد"

مخالفین اور بعض موافقین احمدیت نے اشتباہ و بدظنیاں پیدا کر دیں

حضرت مرزا صاحب کے اس موقف میں دو عناصر نے اشتباہ پیدا کر دیا ایک تو ان مکفرین کی وجہ سے کہ جنہوں نے حضرت صاحبؑ کے دعوےٰ مسیحیت کے وقت کہا کہ یہ شخص مدعی نبوت ہے اور اس کی اغراض کوئی دنیاوی اور سیاسی ہیں۔

دوسرا عنصر جس نے اشتباہ پیدا کیا وہ آپ کو ماننے والوں ہی کا ایک گروہ ہے۔ اس گروہ نے یہ ناقد دیا کہ حضرت مرزا صاحبؑ واقعی مدعی نبوت ہیں اور جو کوئی ان کو نبی نہیں مانتا۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس گروہ نے دین میں ہی یہ زیادتی نہیں کی بلکہ سیاست میں بھی ٹانگ اڑائی اور دنیاوی طرز طریق غالب آتا گیا اور اس گروہ نے حضرت صاحبؑ کے مقام کو اس قدر گرایا کہ ایک دفعہ لکھا کہ اگر دشمن صحیح بات کہے تو اسے بھی مان لینا چاہیئے۔ چنانچہ رسالہ فرقان نے لکھا:۔

" اشد ترین مخالف بھی اگر صحیح بات کہہ جاوے تو اسے اس کا حق دینا مومن کا فرض ہے ہم ان مکفرین کی اس جگہ تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔" (ستمبر ۱۹۴۵ء)

یعنی ان کے نزدیک مکفرین کا الزام ادعائے نبوت قابل تعریف ہے۔ الغرض پہلے دشمنوں نے دشمنی کے رنگ میں کہا کہ بانئ سلسلہ مدعی نبوت ہے۔ مگر اپنوں نے محض غلو اور دنیاوی اغراض کے تحت کہا کہ حضرت صاحبؑ نبی ہیں تو اس طرح یہ اشتباہ قوی ہو گیا۔ اس اشتباہ کو دور کرنے کے لئے جماعت احمدیہ لاہور نے وہ کوشش نہیں کی جو اس کا حق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اشتباہ اب تک چل رہا ہے۔ اور سیاسی میدان میں اس اشتباہ سے خوب فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

حضرت امام الزمانؑ نے اپنے حقیقی مقام و منصب کو مندرجہ بالا خط میں بڑا کھول کر واضح فرمایا ہے۔ کوئی شخص اس سے زیادہ واضح اپنی پوزیشن اور کس طرح کر سکتا ہے۔ ایک گروہ نے کہا کہ بعد میں نبوت کی تشریح بدل گئی تھی مگر یہ غلط بات ہے جس کو حقیقت سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ حضرت امام زمانؑ کے عقائد شروع سے آخر تک ایک سے ہی رہے۔

قبل تفرقہ مسلمان لیڈروں کے مسلمات

اب یہ سوال ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس خادم اسلام و خادم رسولؐ شخص سے اپنے آپ کو منسوب کر کے کیا غلطی کرتے ہیں؟ اور کیا گناہ کرتے ہیں جس کے لئے ہم کو گردن زدنی سمجھا جائے؟ آخر بات کیا ہے؟ ایک وقت آیا کہ تکفیر کی مرض ختم ہو گئی تھی اور اہل علم و اثر طبقہ اس جماعت احمدیہ لاہور کی طرف کشاں کشاں کھنچا چلا آ رہا تھا، کیونکہ اس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ یہ مسلمان اور اسلام کے خادم ہیں۔

قائداعظمؒ کا فیصلہ کہ احمدی مسلمان اور لیگ کے ممبر ہیں۔

قبل از تقسیم ہند مولینا عبدالحامد بدایونی نے مسلم لیگ کے ایجنڈے میں احمدیوں کے مسلم لیگ سے اخراج کی تجویز پیش کی۔ مگر حضرت قائداعظمؒ نے سختی سے اس تجویز کو ٹھکرا دیا اور ایجنڈے میں شامل کرنے نہ دیا۔ کیا یہ واقعہ نہیں ہے؟ ایک سلطنت کا بانی جماعت کے بارے میں یہ موقف اختیار کرتا ہے لیکن اس کے فیصلے کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔ جب اس نے یہ فیصلہ دے دیا کہ سلطنت پاکستان میں احمدیوں کو مسلمانوں سے خارج کرنے کا کسی کو کوئی حق حاصل نہیں تو پھر کسی اور شخص کو کیا حق ہو سکتا ہے؟ اول تو یہ حق خدا اور رسولؐ نے کسی کو دیا ہی نہیں۔ پھر خود بانئ پاکستان کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ نہ صرف احمدیوں کو مسلمان سمجھتے تھے بلکہ جب اخراج کا مطالبہ کیا گیا تو اس مطالبہ کو رد کر دیا۔

جماعت احمدیہ کے بارے اکابر مسلمانوں کی چند آراء کے اقتباسات آپ کے سامنے پڑھ کر سناتا ہوں:۔

(۱) ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم ڈائرکٹر ثقافت اسلامیہ لکھتے ہیں:۔

" تحریک احمدیت ان زبردست
کوششوں کا نتیجہ ہے کہ وہ مسلمان
جو اٹھارویں صدی میں اپنی موت
پر دستخط کئے ہوئے تھے خدا کے
فضل سے اپنے اندر زندگی کی
ایک برقی رو پھر محسوس کرتے
ہوئے اعلان عام کر رہے ہیں کہ
یہ بیسویں صدی ہر جگہ مسلمانوں کے
لئے نشاۃ ثانیہ کیلئے یا بیداری
کا آغاز ہے۔"

(رسالہ استقلال ۲۱ر مارچ ۱۹۵۸ء)

(۲) مولینا ظفر علی خاں صاحب مرحوم کے والد مولوی سراج الدین صاحب فرماتے ہیں:۔

" مرزا غلام احمد صاحب ۱۸۶۰ء
تا ۱۸۶۱ء کے قریب جب وہ ضلع
سیالکوٹ میں محرر تھے۔۔۔
۔۔۔۔۔ ہم چشمدید شہادت سے کہہ
سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت
صالح اور متقی بزرگ تھے۔ کاروبار
ملازمت کے بعد ان کا تمام وقت مطالعہ
دینیات میں صرف ہوتا تھا عوام
سے کم ملتے تھے۔"

(اخبار زمیندار مئی ۱۹۰۸ء)

(۳) حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف والے حضرت اقدسؑ کو مخاطب کر کے اپنے ایک خط میں یوں لکھتے ہیں کہ:۔

" تجھے معلوم ہو کہ میں ابتدا سے
تیرے لئے تعظیم کے مقام
پر کھڑا ہوں تا مجھے ثواب حاصل
ہو اور کبھی میری زبان پر بجز تعظیم
تکریم اور رعایت آداب کے تیرے
حق میں کوئی کلمہ جاری نہیں ہوا اور
اب میں مطلع کرتا ہوں کہ میں بلا شبہ
تیرے نیک حال کا معترف ہوں
اور میں یقین رکھتا ہوں کہ تو خدا کے
صالح بندوں میں سے ہے اور
تیری سعی عنداللہ قابل شکر ہے جس
کا اجر ملے گا۔"

(بحوالہ انجام آتھم صفحہ ۳۰۶)

(۴) ڈاکٹر اقبال مرحوم نے لکھا:۔

" میری رائے میں قومی سیرت کا وہ
اسلوب جس کا سایہ عالمگیر ذات
نے ڈالا ہے ٹھیٹھ اسلامی سیرت

پیغام صلح میں اپنی مصنوعات کا اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے۔

کا نمونہ ہے اور ہماری تعلیم کا مقصد ہونا چاہیئے کہ اس نمونہ کو ترقی دی جائے اور مسلمان ہر وقت اسے پیشِ نظر رکھیں، پنجاب میں **اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں ۔"**

(ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر ۱۹۱۱ء)

اسی طرح ڈاکٹر صاحب کے بارہ میں یہ شہادت ہے:-

" (مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری کے بیان کے مطابق) ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب نے بھی پانچ سال بعد ۱۸۹۷ء میں مرزا صاحب کی بیعت کر لی تھی "

(اخبار نوائے وقت ۱۵ ار نومبر ۱۹۵۳ء)

(۵) **ذکرِ اقبال** نامی کتاب میں ڈاکٹر اقبال مرحوم کے استاد سید میر حسن صاحب کے بارے میں مذکور ہے کہ:-

" جن دنوں میں حضرت مرزا صاحب سیالکوٹ میں قیام پذیر تھے مولینا موصوف صاحب کو بھی حضرت مرزا صاحب سے اکثر ملاقات کا موقعہ ملتا تھا مولوی صاحب نے اس زمانہ میں آپ کو بڑے قریب سے مطالعہ کیا تھا اور دیکھا تھا۔ وہ سرسید تحریک کے دلدادہ تھے مگر ان کے دل میں مرزا صاحب کی بزرگی، تقدس اور تقوے کا غیر معمولی اثر تھا اور وہ آپ کی بے حد عزت کرتے تھے ۔" (صفحہ ۲۷۸)

(۶) **شیخ اکرام صاحب ایم اے** جنہوں نے اسلامیات پر اکثر کتب شائع کی ہیں اور وہ یونیورسٹی کے کورس میں شامل ہیں ۔ ایک کتاب میں جماعتِ احمدیہ لاہور کے بارہ میں لکھتے ہیں:-

" لیکن احمدی دوسرے جہاد یعنی تبلیغ کو فریضہ (دینی سمجھتے ہیں) انہیں خاص کامیابی حاصل ہوئی ہے "

(موج کوثر صفحہ ۱۹۳)

(۷) **سید ممتاز علی صاحب** رسالہ "تہذیبِ نسواں" کے ایڈیٹر تھے، انہوں نے حضرت صاحبؒ کی وفات پر مفصلہ ذیل اظہارِ تعزیت کیا:-

" مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دلوں کو تسخیر کر لیتی تھی۔ وہ نہایت باخبر عالم، بلند ہمت مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے۔ ہم انہیں مذہباً مسیح موعود تو نہیں مانتے تھے لیکن ان کی ہدایت و رہنمائی مردہ روحوں کے لئے واقعی مسیحائی تھی ۔"

(۸) **چوہدری افضل حق صاحب** جو جماعت احرار کے صدر تھے "فتنۂ ارتداد اور پولیٹکل قلابازیاں" کتابچہ پر لکھتے ہیں:-

" مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی ہاں! ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا اور ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا اگرچہ مرزا غلام احمد صاحب کا دامن فرقہ بندی سے پاک نہ تھا تاہم اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابلِ تقلید ہے بلکہ دنیا کی تمام جماعتوں کے لئے نمونہ ہے ۔"

بدظنی کا تمام تر باعث ادعائے نبوۃ اور تکفیر کے مسائل ہوئے

اہلِ علم طبقہ جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد و مقاصد سے اچھی طرح واقف ہے اور وہ اس کی خدماتِ دینیہ کا معترف ہے۔ اگر یہ جماعت مسلمان نہیں تو پھر اور کونسی جماعت مسلمان ہے۔ اس جماعت نے فتحِ اسلام کے دروازے چہار اطراف کھول دیئے ہیں۔ قرآن کریم کے تراجم کر کے دنیا میں پھیلا دیئے ہیں۔ اشاعتِ اسلام کے جھنڈے دنیا میں گاڑ دیئے ہیں۔ اب بتائیے کہ کونسی بات، کونسا عمل، اس جماعت کا غیر اسلامی ہے؟ احمدیت کے بارہ میں اشتباہ صرف جماعت ربوہ کے غلط معتقدات و طرزِ عمل کا نتیجہ ہے، چنانچہ وہی ڈاکٹر اقبال مرحوم جو ۱۹۱۱ء میں احمدیت کو ٹھیٹھ اسلامی تہذیب کا نمونہ سمجھتے تھے ۱۹۳۵ء میں اس سے بدظن ہو گئے چنانچہ وہ خود اقراری ہیں:-

" مجھے اس امر کے تسلیم کر لینے میں کوئی تامل نہیں کہ پچیس برس قبل مجھے احمدیہ سلسلہ سے بڑی توقعات اور نیک نتائج وابستہ ہو گئی تھیں .... مگر مجھے اس کی نسبت تب شکوک و شبہات پیدا ہوئے جب بانیٔ اسلام کی نبوت سے بھی بڑھ کر **ایک نئی نبوت** کا اعلان کیا گیا اور **مسلمانانِ عالم کو کافر قرار دیا گیا۔"**

(سپیچز اینڈ سٹیٹمنٹس آف اقبال، صفحہ ۱۰۱ ۔ مطبوعہ المنار اکیڈیمی۔ لاہور۔ ۱۹۴۸ء)

ہماری جماعت کے متعلق رائے تو بڑی اچھی ہے لیکن افسوس ہم نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ ہم نے کب کما حقہٗ اپنے موقف کو دنیا پر واضح کرنے کی کوشش کی ہے؟ ورنہ یہ اشتباہ جو پیدا ہو رہا ہے وہ کبھی پیدا نہ ہوتا۔ یہاں پر لوگوں نے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے عوام کو دھوکہ دے کر ہمارے خلاف فضا قائم کر رکھی ہے۔ مگر اس کا علاج یہی ہے کہ جس قدر فضا ہمارے خلاف مکدر کی جائے ہم دس گنا طاقت سے اس کا دفاع کریں۔

آزادیٔ ضمیر اور رواداری اور موجودہ حکومت

موجودہ حکومت قابلِ تعریف ہے کہ اس نے ہر سطح پر امن اور اطمینان پیدا کرنے کی سعی کی ہے۔ اس حکومت سے پہلے کتنی بدامنی اور سیاسی انتشار تھا! نہ صرف اس حکومت نے سیاسی افراتفری کو دور کیا بلکہ مختلف فرقہ ہائے اسلام کے مابین رواداری اور امن و مفاہمت کے لئے کوشاں رہی ہے۔ لوگوں کے لئے اپنے عقائد اور مذہب کے مطابق زندگی گذارنا آسان ہو گیا ہے بداخلاقی یا غنڈہ گردی اور دھونس دھاندلی جو تھی وہ ختم ہو گئیں۔ ہم اس حکومت کے معترف ہیں کہ اس نے ایسی فضا پُرامن پیدا کی۔

حضرت مرزا صاحبؒ نے جو اپنے وقت میں انگریزی حکومت کی تعریف کی تھی وہ بھی صرف اور صرف اس لئے کی تھی کہ اس حکومت نے رعایا کے مذہب و عقائد کو پوری پوری آزادی دے رکھی تھی چونکہ حضرت صاحبؒ کی تحریک خالصتاً ایک تبلیغی تحریک ہے جو پُرامن اور سازگار ماحول میں پروان چڑھ سکتی ہے اور اس حکومت میں اپنے عقیدہ اور مافی الضمیر کے اظہار کا پورا پورا حق اور موقعہ حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صاحبؒ نے اس حکومت کی تعریف کی اور اسی لئے یہی تعریف ہم موجودہ حکومت کی بھی کرتے ہیں کہ اس نے آزادیٔ مذہب و ضمیر دی ہے تاکہ قانون، امن اور اخلاق کی حدود کے اندر رہ کر مختلف فرقہ ہائے اسلام اپنے عقیدہ کے مطابق زندگی گذار سکیں اور اخلاقی اصولوں کے مطابق اپنے مافی الضمیر کا اظہار کر سکیں تاکہ کسی کی دل شکنی کے بغیر اپنے عقائد کی تبلیغ ہو۔ یہی مقاصد ہماری جماعتِ احمدیہ لاہور کے نہ صرف آج بلکہ گذشتہ نصف صدی سے رہے ہیں۔

درخواستِ دعا

جناب محمد قاسم صاحب آف چیچہ آج کل کچھ پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ احبابِ سلسلہ ان کے لئے دعا فرمائیں۔ (دعا کی گئی)

شیخ مولا بخش صاحب لائل پوری کی بیگم صاحبہ پچھلے دنوں انتقال کر گئی ہیں۔ ان کے لئے نماز جمعہ کے بعد دعائے مغفرت کی جائے۔

(نماز جمعہ کے بعد جنازہ غائبانہ پڑھا گیا)

بیرونی جماعتوں سے بھی دعائے مغفرت کی التماس ہے۔

سیالکوٹ میں جلسہ یومِ وصال

شیخ محمد عبداللہ صاحب سیکرٹری جماعت سیالکوٹ چھاؤنی تحریر فرماتے ہیں:-

۲۶ مئی کو مرزا منظور احمد بیگ صاحب کے مکان پر بسلسلہ یومِ وصال حضرت مسیح موعودؑ ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ صاحب کی صدارت میں جلسہ منعقد ہوا۔ سب سے پہلے شیخ نثار احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن اور [illegible] کارناموں پر بالتفصیل روشنی ڈالی اور بتایا کہ مجددین کی بعثت کا مقصد اصلاحِ خلق ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحبؒ نے تمام ان غلط عقائد کی اصلاح کی جو مسلمانوں میں رائج تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ زبان سے انکار کریں مگر دل سے وہ یقین کرتے ہیں کہ یہ باتیں صحیح ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت مرزا صاحبؒ نے خدا تعالیٰ کے وجود سے لوگوں کو آگاہ کیا اور اپنی زندگی اور تجربات کو نمونہ کے طور پر پیش کیا۔

شیخ نثار احمد صاحب کی تقریر کے بعد خاکسار نے ختمِ نبوت پر حضرت مسیح موعودؑ کی تحریروں کے حوالجات سنائے اور بتایا کہ اس مسئلہ کو حضرت صاحبؒ نے بڑا واضح کیا۔ ان کے بعد چوہدری محمد سعید صاحب بھٹہ نے بیعت کی غرض و غایت کو بیان کیا اور دلائل سے ثابت کیا کہ بیعت ایک بامقصد اور ضروری معاہدہ ہے جس کو نبھانا سب سے ضروری ہے۔ ان کے بعد چوہدری برکت اللہ صاحب ایڈووکیٹ نے حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کے اس پہلو کو واضح کیا کہ آپؑ نے جس رنگ میں ہستی باری تعالیٰ کو پیش کیا وہ اس دہریت کے زمانہ میں ایک منفرد اور نہایت کامیاب کارنامہ ہے۔

آخر میں صدرِ جلسہ نے اختتامی تقریر میں تمام تقریروں پر تبصرہ کرتے ہوئے تلقین کی کہ ہمیں جماعتِ احمدیہ کی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیئے اور اس مشن کو پورا کرنے کے لئے پوری جدوجہد کرنی چاہیئے۔ آخر میں صاحب خانہ مرزا منظور احمد بیگ صاحب نے حاضرین کی تواضع پرتکلف چائے سے کی۔

غلام نبی مسلم، مدیر روح اسلام لاہور

کیا انجیل قرآن کی تکمیل کرتی ہے؟

گذشتہ سے پیوستہ

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

جو لوگ بائبل اور قرآن حکیم کی تعلیمات پر نظر رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ قرآن حکیم نے انسانیت، اخلاق، توحید، عبادات، معاشرت، سیاست، انسانی تعلقات، تہذیب و تمدن وغیرہ کے متعلق جو تعلیم دی ہے، اس کا انجیل سے دُور کا بھی واسطہ نہیں، اور انجیل کا دامن ایسی تعلیم سے تہی ہے۔ جس مذہب میں شریعت ایک لعنت ہے۔ وہ زندگی کے مختلف شعبوں میں کیا راہنمائی کر سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ انجیل جس شریعت کی تکمیل کرنے آئی اس کے زیر اثر عام انسان تو درکنار انبیاء کی زندگیوں کا نقشہ قابل نفرت حد تک شرمناک ہے اور ان کے اخلاق کا نقشہ ایسا بھیانک کھینچا گیا ہے کہ کوئی شریف انسان اس کا ذکر پسند نہیں کرے گا۔ مگر پادری برکت اللہ صاحب نے قرآن پاک کو بائبل کا محتاج قرار دے کر ہر مسلمان کو چیلنج دیا ہے۔ اس لئے اس کے بغیر چارہ نہیں کہ قرآن و بائبل کی تعلیم کا موازنہ کر کے یہ آشکار کیا جائے کہ بائبل کی تعلیم قرآن کی حکمت سے اس قدر مختلف ہے کہ بائبل اور بالخصوص انجیل کو قرآن کریم کا تکمیل کنندہ قرار دینا ڈھٹائی کی انتہا ہے۔

قرآن حکیم کی رُو سے حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت موسٰیؑ، حضرت ہارونؑ، حضرت داؤدؑ اور دیگر انبیاء علیہم السلام اور ان کے سچے پیرو، ہر قسم کی اخلاقی کمزوریوں سے پاک تھے۔ ان کے دامن زنا، شراب نوشی اور ہوس پرستی کی آلائش سے پاک تھے، ان کی زندگیاں دوسروں کے لئے نمونہ تھیں، اور تمام انبیاء معصوم تھے۔

اس کے برعکس مسیحیت نے جب کفارے کا مسئلہ تراشا اس نے تمام انسانوں کو فطرةً گنہگار ٹھہرایا، اور اپنے اس باطل عقیدے کی تقویت کے لئے انبیاء سے ایسی کمزوریاں منسوب کیں جو ہم ایک عام آدمی میں بھی پسند نہیں کرتے، ہم بادل نخواستہ چند حوالے درج کرتے ہیں۔ تاکہ یہ ثابت کیا جا سکے کہ بائبل قرآن پاک کی تکمیل نہیں کرتی بلکہ ایسے معتقدات اور تعلیمات کی حامل ہے، جسے قرآن عمل شیطان قرار دیتا ہے۔

پہلا گناہ کس نے کیا

قرآن پاک کی تعلیم کے برعکس بائبل نے عورت کو گناہ اولین کا مرتکب قرار دیا ہے۔ عورت کو بدی کا سرچشمہ ٹھہرایا ہے جس کی وجہ سے عورت کے شکم سے ہر پیدا ہونے والا ابتدائی گنہگار ہوتا ہے۔ کوئی عمل اور نیکی اسے گناہ سے نجات نہیں دلا سکتی، گو مریم کے شکم سے پیدا ہونے کے باوجود مسیح کو بے گناہ کہا جاتا ہے۔ حالانکہ اُن ہی کے عقیدے کی رُو سے کسی مرد کا مس نہ ہونے کی وجہ سے مسیح تو سرتاپا عورت کے زیر اثر اور اس طرح دوگنا گنہگار ٹھہرتے۔ تاہم اسلام نے اس جرم کو عورت کی بجائے آدم سے منسوب کیا ہے فعصیٰ آدم ربّہ ولم نجد لہٗ عزمًا۔ آدم نے اپنے ربّ کی بلا ارادہ نافرمانی کی، گویا اسلام نے عورت کو براہ راست ملزم نہیں ٹھہرایا۔ اور اس طرح عورت کو گناہ کا سرچشمہ قرار نہیں دیا۔ اب ذرا بائبل کی عبارت دیکھئے:۔

> "آدم نے کہا جس عورت کو تو نے میرے ساتھ کیا ہے۔ اس نے مجھے اس درخت کا پھل دیا اور میں نے کھایا۔ تب خداوند خدا نے عورت سے کہا، کہ تُو نے یہ کیا کیا؟ عورت نے کہا کہ سانپ نے مجھ کو بہکایا، تو میں نے کھایا .... پھر اس نے عورت سے کہا، کہ میں تیرے درد حمل کو بہت بڑھاؤں گا، تو درد کے ساتھ بچہ جنے گی، اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہو گی اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا"
>
> (کتاب پیدائش ۳: ۱۳-۱۶)

حضرت آدمؑ کے بعد نبیوں کی صف میں پہلا نام حضرت نوحؑ کا آتا ہے۔ کتاب پیدائش میں آپ کو "راستباز اور اپنے زمانے کے لوگوں میں بے عیب" کہا گیا ہے۔ لیکن پیدائش کے "گناہگاروں" نے اس بے عیب انسان کا جو نقشہ ذیل میں کھینچا ہے۔ وہ ایک عام شرابی اور بے حیا انسان کا ہے:۔

> "اور نوح کاشتکاری کرنے لگا اور اس نے ایک انگور کا باغ لگایا۔ اور اس نے اس کی مے (شراب) پی، اور اسے نشہ آیا۔ اور اپنے ڈیرے میں برہنہ ہو گیا۔ اور کنعان کے باپ حام نے اپنے باپ کو برہنہ دیکھا۔ اور اپنے دونوں بھائیوں کو باہر آ کر خبر دی، تب سم اور یافت نے ایک کپڑا لیا اور اسے اپنے کندھوں پر دھرا اور پیچھے کو الٹے پاؤں چل کر گئے اور اپنے باپ کی برہنگی ڈھانکی، سو ان کے منہ الٹی طرف تھے۔ اور انہوں نے اپنے باپ کی برہنگی نہ دیکھی۔ جب نوحؑ اپنی مے کے نشے سے ہوش میں آیا۔ تو جو اس کے چھوٹے بیٹے نے اس کے ساتھ کیا تھا۔ اسے معلوم ہوا اور اس نے کہا کنعان ملعون ہو"
>
> (پیدائش ۹: ۲۰-۲۵)

ان آیات میں شراب کی خباثتوں کا ذکر ہے۔ کہ نوح کے ہوش بجا نہ رہے، وہ بالکل ننگے ہو گئے۔ چھوٹے بیٹے نے مارے شرم کے بڑے بھائیوں کو اطلاع کی جنہوں نے پردہ پوشی کی۔ اور باپ نے چھوٹے بیٹے کے بے گناہ فرزند کنعان پر ہمیشہ کی لعنت بھیجی، یہی شراب خانہ خراب ہے، جسے انجیل نے جائز قرار دیا۔ اور جسے ایک برگزیدہ نبی کی طرف منسوب کر کے اس کی ساڑھے نو سو سال کی نیکیوں پر پانی پھیر دیا

نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر آتا ہے۔ جو ابو الانبیاء اور جد الاقوام کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کا کردار ذیل کے الفاظ سے ذم آلود کیا گیا ہے:۔

> "اور ابرام مصر کو گیا کہ وہاں ٹکا رہے، کیونکہ ملک میں سخت کال پڑا ہوا تھا۔ اور ایسا ہوا کہ جب وہ مصر میں داخل ہونے کو تھا۔ تو اس نے اپنی بیوی ساری سے کہا، کہ دیکھ میں جانتا ہوں کہ تو دیکھنے میں خوبصورت عورت ہے اور یوں ہو گا کہ مصری تجھے دیکھ کر کہیں کہ یہ اس کی بیوی ہے۔ سو وہ مجھے تو مار ڈالیں گے۔ مگر تجھے زندہ رکھ لیں گے، سو تو یہ کہہ دینا کہ میں اس کی بہن ہوں تاکہ تیرے سبب سے میری خیر ہو۔ اور میری جان تیری بدولت بچی رہے"
>
> (پیدائش ۱۲: ۱۰-۱۳)

> "تب ابرام نے اپنے جوانوں سے کہا کہ تم یہیں گدھے کے پاس ٹھہرو۔ میں اور یہ لڑکا دونوں ذرا وہاں تک جاتے ہیں اور سجدہ کر کے پھر تمہارے پاس لوٹ آئیں گے۔"
>
> (ایضاً ۲۲: ۵)

ان دو اقتباسات سے عیاں ہے کہ بائبل کی رُو سے حضرت ابراہیمؑ نے (نعوذ باللہ) مصر جاتے وقت اور حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کے وقت جھوٹ بولا، اور اپنی بیوی سارہ کو بھی جھوٹ بولنے پر آمادہ کر لیا۔ اور اس طرح اپنی جان تو بچا لی لیکن اپنی رفیقہ حیات کی عصمت خطرے میں ڈال دی۔ لیکن مسیحی دین کی کامیابی کا راز اسی بات میں سمجھا گیا ہے کہ جناب ابراہیمؑ کو گھٹیا انسان سمجھا اور ثابت کیا جائے۔ کیا یہ تعلیم قرآن کی مؤید ہے، جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صدیقًا نبیًّا اور خلیل اللہ کا بلند منصب دیا گیا ہے؟ اور جس قرآن نے راست گفتاری اور قول سدید کا حکم دیا ہے اور کذب بیانی کو شرک کا ہم معنی بتایا ہے، کیا وہ اپنی تکمیل کے لئے بائبل کی گھٹیا اور دروغ پرور تعلیم کا محتاج ہو سکتا ہے۔

بائبل کی تاریخ میں سب سے شرمناک بات وہ ہے جو حضرت لوطؑ اور اور آپ کی صاحبزادیوں کے متعلق لکھی گئی ہے، حتیٰ کہ کوئی شریف عیسائی (گو کوئی عیسائی فطرتاً شریف ہونے پر ایمان نہیں رکھتا) مرد یا عورت اسے پڑھنا بھی گوارا نہیں کرے گا۔ لیکن پادری برکت اللہ صاحب کی منطق نے ہمیں یہ حوالہ درج کرنے پر مجبور کر دیا ہے:۔

> "اور لوط ضغر سے نکل کر پہاڑ پر جا بسا، اور اس کی دونوں بیٹیاں اس کے ساتھ تھیں، کیونکہ اسے ضغر میں بستے ڈر لگا، اور وہ اور اس کی دونوں بیٹیاں ایک غار میں رہنے لگے۔ تب پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بڈھا ہے۔ اور زمین پر کوئی مرد نہیں۔ جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے۔ آؤ ہم اپنے باپ کو مے پلائیں۔ اور اس سے ہم آغوش ہوں۔ تاکہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ تو انہوں نے اسی رات اپنے باپ کو مے پلائی۔ اور پہلوٹھی اندر گئی۔ اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی۔ پر اس نے نہ جانا، کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی۔"

اور دوسرے روز یوں ہوا کہ
پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا۔ کہ
دیکھ کل رات کو میں اپنے باپ سے
ہم آغوش ہوئی ہوں۔ اور آج رات
بھی اس کو مے پلائیں۔ اور تو بھی
جا کر اس سے ہم آغوش ہو، تاکہ
ہم اپنے باپ سے نسل باقی رکھ
سکیں، سو اس رات بھی انہوں نے
باپ کو مے پلائی۔ اور چھوٹی گئی
اور اس سے ہم آغوش ہوئی۔ پر
اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور
کب اٹھ گئی۔ سو لوطؑ کی دونوں
بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں
(پیدائش ۱۹: ۳۰-۳۶)

قرآن حکیم نے حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ آپ ہر قسم کی بدکاری اور فحاشی کو ختم کرنے آئے۔ حتیٰ کہ آپ کی قوم بدکاری کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہو گئی۔ لیکن مسیحیوں نے اللہ تعالیٰ کے اس پاک و مطہر برگزیدہ انسان اور آپ کی نیک بیٹیوں کو بداخلاقی کا مرتکب ٹھہرایا۔ مذکورہ بالا اقتباس کسی تشریح کا محتاج نہیں اس لئے آگے پڑھیئے۔ حضرت یعقوبؑ کے ایک صاحبزادے کے متعلق درج ہے :-

"یوں ہوا کہ روبن (اسرائیل کے
ایک فرزند) نے جا کر اپنے باپ
کی حرم بلہاہ سے مباشرت کی اور
اسرائیل کو یہ معلوم ہو گیا"
(ایضاً ۳۵: ۲۲)

بائبل سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اسرائیل نے اپنے اس بیٹے یا بیوی کو کوئی سزا دی ہو، حالانکہ قرآن کی رو سے ہر قسم کی بدکاری کی شدید سزا مقرر ہے۔ اور اس گئے گذرے دور میں بھی مسلم قوم کا کردار اہل بائبل سے بہت پاکیزہ اور بلند ہے اس ضمن میں چند ایک واقعات اور بھی پڑھ لیجئے اسرائیل کا ایک بیٹا یہوداہ تھا جس نے ایک بیوی شوع نامی سے شادی کی، جس سے تین بیٹے عیر، اونان اور سیلہ پیدا ہوئے۔ یہوداہ نے عیر کی شادی تمر نامی عورت سے کر دی، مگر وہ مر گیا، تو یہوداہ نے دوسرے بیٹے کو کہا کہ وہ تمر کے پاس جائے اور دیور کا حق ادا کرے اونان جانتا تھا کہ اس طرح عیر کی نسل چلے گی۔ اس لئے وہ عزل کرتا تھا۔ یہ باعث خداوند کو بری لگی اور اسے مار ڈالا۔ سیلہ چھوٹا تھا۔ اس لئے یہوداہ نے وقتی طور پر تمر کو میکے بھیج دیا۔ یہوداہ کی بیوی فوت ہو گئی اور وہ بھیڑوں کی پشم اتارنے کے لئے تمر کے گاؤں کی طرف گیا تمر نے رنڈاپے کا لباس اتارا۔ عمدہ لباس پہنا، چادر میں منہ چھپایا اور راستے میں جا بیٹھی، یہوداہ نے اسے کسبی سمجھا اور اس سے ہم آغوش ہوا اور نشانی کے طور پر اسے لاٹھی، مہر اور بازو بند دے گیا۔ کچھ عرصے کے بعد یہ بات مشہور ہو گئی کہ تمر حاملہ ہے۔ یہوداہ نے سنا تو اسے جلانا چاہا۔ تمر نے نشانی دکھائی تو یہوداہ سمجھ گیا، اس سے دو بچے پیدا ہوئے۔ اور نسل چلی۔ (تلخیص پیدائش ۳۸: ۱-۳۰)

حضرت داؤد علیہ السلام خدا کے برگزیدہ نبی تھے۔ اور نبی کا کام دنیا میں اصلاح کرنا اور حق و انصاف کا قیام ہوتا ہے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام تو وقت کے بادشاہ تھے۔ لیکن بائبل نے اس نبی برحق کو بھی ایک گھٹیا انسان بنایا ہے۔ جس کا کام لوگوں کو مروا کر ان کی بیویوں پر قبضہ کرنا تھا۔ چنانچہ اس جرم کی قدرت نے بڑی سزا دی،

" خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے
کہ میں نے تجھے (داؤدؑ کو۔ ناقل)
مسح کر کے اسرائیل کا بادشاہ بنایا
اور میں نے تجھے ساؤل کے ہاتھ
سے چھڑایا۔ میں نے تجھے تیرے
آقا کا گھر تجھے دیا۔ اور تیرے آقا
کی بیویاں تیری گود میں کر دیں، اور
اسرائیل اور یہوداہ کا گھرانا تجھ
کو دیا۔ اور اگر یہ سب کچھ تھوڑا تھا
تو میں تجھ کو اور اور چیزیں
بھی دیتا۔ تو نے کیوں خداوند کی
بات کی تحقیر کر کے، اس کے حضور
بدی کی تو نے حتی اوریاہ کو تلوار
سے مارا اور اس کی بیوی لے
لی، تاکہ وہ تیری بیوی بنے، اور
اس کو بنی عمون کی تلوار سے قتل
کروایا۔ سو اب تیرے گھر سے
تلوار کبھی الگ نہیں ہو گی۔ کیونکہ تو نے
مجھے حقیر جانا۔ اور حتی اوریاہ کی
بیوی لے لی، تاکہ وہ تیری بیوی
ہو، سو خداوند یوں فرماتا ہے۔ کہ
دیکھ میں شر کو تیرے ہی گھر سے
تیرے خلاف اٹھاؤں گا، اور
میں تیری بیویوں کو لے کر تیری آنکھوں
کے سامنے تیرے ہمسایہ کو دوں گا، اور وہ
دن دہاڑے تیری بیویوں سے صحبت
کرے گا،،
(۲-سیموئیل ۱۲: ۷-۱۱)

ایک نبی کا کردار کس قدر بھیانک پیش کیا ہے اور اس کی سزا اس کی پاک دامن عورتوں کو دی ہے کہ انہیں کسی وحشی ہمسایہ کے سپرد کر دیا۔ جو انہیں دنیا کے سامنے رسوا کرے۔ بے حیائی کے ان مظاہر کے ہوتے ہوئے اگر یورپ کی مسیحی اقوام میں بدکاری اور فحاشی تمام حدود سے تجاوز کر چکی ہے تو اس میں حیرانگی کی چنداں وجہ نظر نہیں آتی انہی داؤد کے صاحبزادہ کے متعلق ہے کہ انہیں اپنی ایک سوتیلی بہن سے عشق ہو گیا اور اس کی عصمت دری کی۔ جس کے جرم کی داؤد نے تو کوئی سزا نہ دی البتہ اس لڑکی کے بھائی نے ایک دعوت میں بلا کر اسے قتل کر دیا۔

" اور اس کے بعد ایسا ہوا کہ داؤد
کے بیٹے ابی سلوم کی ایک خوبصورت
بہن تھی۔ جس کا نام تمر تھا۔ اس
پر داؤد کا بیٹا امنون عاشق ہو گیا
اور امنون ایسا کڑھنے لگا۔ کہ وہ
اپنی بہن تمر کے سبب سے
بیمار پڑ گیا۔ کیونکہ وہ کنواری تھی۔
سو امنون کو اس کے ساتھ کچھ
کرنا دشوار معلوم ہوا . . . ! . . . .
اس نے اس کو پکڑ لیا اور اس سے
کہا اے میری بہن مجھ سے وصل
کر۔ اس نے کہا۔ نہیں میرے بھائی
میرے ساتھ جبر نہ کر۔ کیونکہ اسرائیلیوں
میں کوئی کام ایسا نہیں ہونا چاہیئے تو
ایسی حماقت نہ کر۔ اور بھلا میں اپنی رسوائی
کہاں لئے پھروں گی۔ اور تو بھی
اسرائیلیوں میں احمقوں میں سے
ایک کی مانند ٹھہرے گا۔ سو تو
بادشاہ سے عرض کر۔ کیونکہ وہ
مجھ کو تجھ سے روک نہیں رکھے گا
لیکن اس نے اس کی بات نہ مانی
اور چونکہ وہ اس سے زور آور
تھا۔ اس لئے اس نے اس کے
ساتھ جبر کیا، اور اس سے صحبت
کی ،، (۲-سموئیل ۱۳: ۱-۱۴)

بادہ نوشی یا جام بازی

چونکہ مسیحیت کو اس باطل عقیدے کی پختگی منظور تھی۔ کہ بڑے سے بڑا انسان بھی گناہوں سے بری نہیں۔ اس لئے دیگر انبیاء کے ساتھ ساتھ انہوں نے جناب مسیح پر بھی ہاتھ صاف کرنے سے گریز نہیں کیا انجیل میں جہاں یہ لکھا ہے کہ مسیح نے دو موقعوں پر شراب بنا کر پلائی، وہاں اپنی مے نوشی کا بایں الفاظ اقرار کیا :-

"یوحنا نہ کھاتا پیتا آیا۔ اور وہ کہتے
ہیں کہ اس میں بدروح ہے۔ ابن
آدم (مسیح۔ ناقل) کھاتا پیتا آیا اور
وہ کہتے ہیں۔ کہ دیکھو کھاؤ اور
شرابی آدمی۔ محصول لینے والوں
اور گنہگاروں کا یار"۔
(متی ۱۱: ۱۸-۱۹)

شراب نوشی سے بڑھ کر جناب مسیح پر یہ اتہام لگایا گیا، کہ ان کا کسبیوں سے اٹھنا بیٹھنا تھا اور جناب ان سے عطر لگواتے اور وہ اپنے بالوں سے آپ کے پاؤں صاف کرتیں، ایسی روایات کی غرض اسی قدر تھی، کہ بشریت کے لحاظ سے مسیح کا کردار بھی قابل ستائش نہ تھا جس سے بالکل عیاں ہے کہ کوئی دوسرا شخص بھی پاک دامن نہیں رہ سکتا، اور اس طرح بدی کے خلاف رکاوٹیں دور کر دیں۔

"اور جب یسوع بیت عنیاہ میں شمعون
کوڑھی کے گھر میں تھا۔ تو ایک
عورت سنگ مرمر کے عطر دان میں
قیمتی عطر لے کر اس کے پاس آئی
اور جب وہ کھانا کھانے بیٹھا تو اس
کے سر پر ڈالا" (متی ۲۶: [illegible])

" پھر یسوع فسح سے چھ روز پہلے . . . .
. . . بیت عنیاہ میں آیا۔ جہاں لعزر تھا۔ جسے یسوع نے مردوں سے جلایا تھا۔ وہاں انہوں نے اس کے واسطے کھانا تیار کیا۔ اور مرتھا خدمت کرتی تھی مگر لعزر ان میں سے تھا جو اس کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے تھے۔ پھر مریم نے جٹا ماسی کا آدھ سیر خالص اور بیش قیمت عطر لے کر یسوع کے پاؤں پر ڈالا اور اپنے بالوں سے اس کے پاؤں پونچھے۔ اور گھر خوشبو سے مہک گیا۔ -

مسیحی مورخین کے مطابق وہ ایک بازاری عورت تھی، پھر جو عورت دوسرے لوگوں کے سامنے نامحرم مرد کو عطر لگاتی ہے اور اپنے نرم و گداز ہاتھوں اور ریشمی بالوں سے پاؤں کو صاف کرتی ہے اور کمرے کو مہکا دیتی ہے وہ کسی شریف گھرانے کی عورت کب ہو سکتی تھی۔ اور جب عورت کو بدی کا سرچشمہ تسلیم کر لیا جائے (جس سے گریز ہی اولیٰ ہے) تو پھر اس سے تعلقات کی نوعیت متعین کرنا عبث ہے۔

پادری برکت اللہ صاحب ہی بتائیں۔ کہ ایسی تعلیم قرآن کی تکمیل کرتی ہے؟ آپ نے نہایت غیر ذمہ داری سے قرآن حکیم پر بائبل کو ترجیح دینے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ لیکن ایسی تعلیم کے پہلو بہ پہلو جب قرآن کی پر حکمت تعلیم پر غور کریں گے تو یہی خیال ہو گا، کہ شرف قرآن ہی کو حاصل ہے کہ اس نے بائبل کی خرابیوں کی نشان دہی کی اور انبیاء کے کردار کو ان خرابیوں سے بری ثابت کیا، جو بائبل کی خصوصیت ہے۔

باقی ــــ باقی

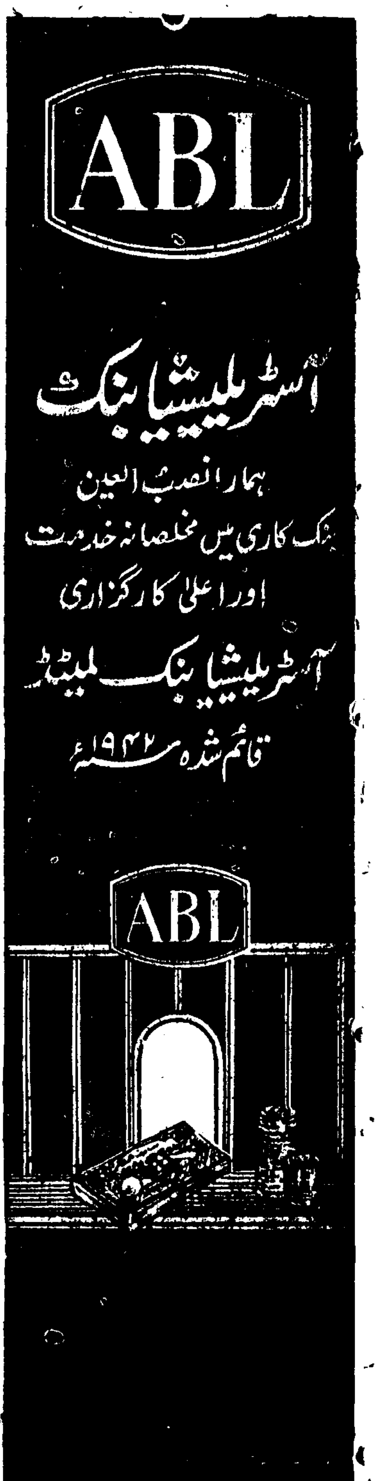

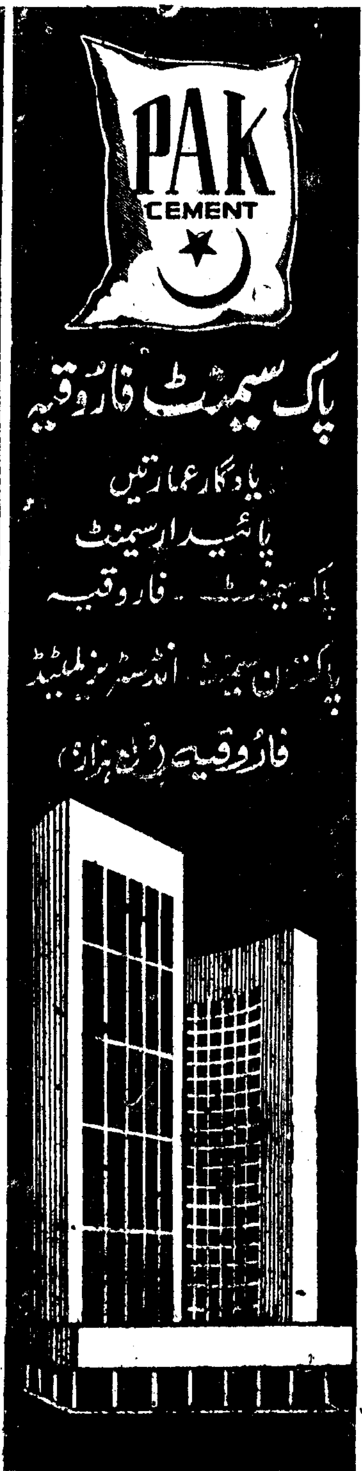

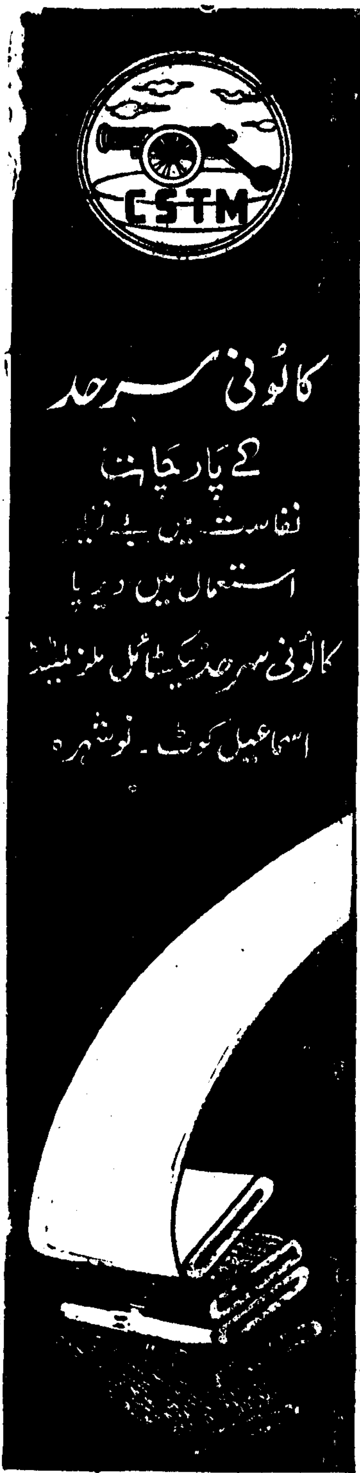

بقیہ منٹو صاحب

(بسلسلہ صفحہ نمبر ۲)

قیصر: کیا تم لوگوں کو مدعی نبوت کی نسبت کبھی جھوٹ کا بھی تجربہ ہوا ہے؟

ابوسفیان:- نہیں

قیصر:- وہ کیا سکھاتا ہے؟

ابوسفیان:- وہ کہتا ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرو کسی اور کو اس کا شریک نہ بناؤ، نماز پڑھو۔ اور پاکدامنی اختیار کرو، سچ بولو، صلہ رحمی کرو۔

ابوسفیان ان دنوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن تھا مگر وہ حقیقت پر پردہ ڈالنے کی جرأت نہ کر سکا۔

قیصر نے کہا کہ جو شخص آدمیوں سے جھوٹ نہیں بولتا وہ خدا پر کیونکر جھوٹ باندھ سکتا ہے، بے شک نبی عہد شکن نہیں ہوتے، عہد شکنی دنیادار کرتا ہے، نبی دنیا کے طالب نہیں ہوتے، وہ ہمیشہ نماز اور تقوے و عفت کی ہدایت کرتے ہیں۔ میں اگر مدینہ جا سکتا تو جاتا اور خود اس کے پاؤں مبارک دھوتا۔

قیصر نے ابوسفیان سے جو گفتگو کی تھی اس سے تمام اہل دربار بے حد برہم ہوئے، یہ حالت دیکھ کر اس نے اہل عرب کو دربار سے اٹھوا دیا۔ اور گو اس کے دل میں نور اسلام آ چکا تھا لیکن تاج و تخت کی تاریکی میں وہ روشنی بجھ کر رہ گئی۔

جس شخص کی امانت اور صداقت کی گواہی دشمن تک دیں اسے کسی اور ثبوت کے پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

سپاسِ تعزیت

ہم محمد شریف خان و محمد صدیق خان پسران عبدالعزیز خان مالک عزیز ہوٹل ملتان چھاؤنی ان تمام احباب اور کرم فرماؤں کا جنہوں نے ہمارے والد بزرگوار خان عبدالعزیز خان کی وفات حسرت آیات پر بذریعہ تار و ڈاک اپنی پرخلوص محبت اور ہمدردی کا اظہار فرمایا ہے۔ تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

محمد شریف خان محمد صدیق خان۔ پسران عبدالعزیز خان مرحوم۔ عزیز ہوٹل ملتان چھاؤنی۔

عبدالکریم صاحب سیکرٹری تبلیغ و اشاعت بھدرواہ

بھدرواہ (مقبوضہ کشمیر) میں جلسۂ یومِ وصال حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۲۶ رمئی ۱۹۶۸ء کو بہ تقریب یوم وصال حضرت مسیح موعود علیہ السلام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بھدرواہ کے زیر اہتمام ایک بھاری جلسہ زیر صدارت چوہدری عبدالرحمان صاحب گنائی منعقد ہوا۔ ایک ہفتہ پہلے بھدرواہ شہر اور ملحقہ مضافات کے معززین۔ علماء۔ سربراہان ادارہ جات کالج۔ ٹریننگ سکول و مدارس کے طلباء اور مدرسین، پروفیسر صاحبان ہر مکتب فکر کے احباب کی خدمت میں دعوت نامے بھیجے گئے تھے الحمد للہ ہر مکتب فکر اور ہر جماعت سے کثیر تعداد میں احباب نے شرکت فرمائی۔ ۔ ۔ ۔ اور بڑے غور و انہماک اور ذوق و شوق سے کارروائی جلسہ سنی۔ اور نیک تاثر حاصل کیا۔ جلسہ کا آغاز مسٹر عبدالرشید صاحب گنائی متعلم گورنمنٹ کالج کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ ازاں بعد جماعت کے جنرل سیکرٹری محترم چوہدری عبدالحمید صاحب بی ایس سی (فرزند مرحوم و مغفور چوہدری عبدالرزاق صاحب گنائی) نے اپنی افتتاحی تقریر میں جلسہ کی غرض و غایت حضرت مسیح موعودؑ کے کارہائے نمایاں کو بیان کرکے پروگرام کو بے حد دلچسپ بنایا۔ اس کے بعد جماعت مقامی کے اطفال نذیر احمد۔ شوکت علی بشارت احمد نے نہایت خوش الحانی سے دُرِثمین سے

"جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے"

پڑھ کر مجمع پر وجد کی سی حالت طاری کی۔ ازاں بعد جماعت کے دو کم سن بچوں خورشید احمد اور ارشاد احمد نے ایک دلچسپ مکالمہ بعنوان "اسلام عملی رنگ میں" پیش کیا جو بے حد پسند کیا گیا۔ اور سامعین نے بچوں کے جوش و محنت کی داد دی۔ اس کے بعد جماعت کے دو نہایت ہی کم سن بچوں بشارت سلیم اور نذیر احمد نے بھی ایک مکالمہ پیش کیا جس کا عنوان تھا "ہمارا فرض"۔ یہ بھی بے حد پسندیدہ چیز تھی۔ ازاں بعد مسٹر عبدالرشید صاحب گنائی متعلم گورنمنٹ کالج بھدرواہ نے تبرکات مسیح موعودؑ کے عنوان سے حضرت اقدسؑ کے چند ایک ملفوظات پڑھ کر سنائے جن کا ماحصل عقاید احمدیہ عشق قرآن احترام شریعت۔ حب رسولؐ تھا۔ ان تبرکات سے یقیناً سامعین کی غلط فہمیوں کو دور کیا ہے الحمد للہ۔ اس کے بعد جماعت کے ایک نوعمر ہونہار نونہال محمد اقبال نے نہایت خوش الحانی کے ساتھ دُرِثمین سے نظم

"ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے"

پیش کرکے مجمع پر وجد کی حالت طاری کر دی۔ بعد ازاں بابو عبدالحی صاحب احمدی نے حضرت اقدسؑ کی بعثت کی غرض بیان کرتے ہوئے عیسائیت اور اسلام کا مقابلہ کرکے ثابت کیا کہ اسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے۔ اور عیسائیت کی اناجیل موجودہ میں شدید تضاد ہے۔ نیز حضرت اقدسؑ کی بعثت نے وفات مسیح ناصری ثابت کرکے دنیائے اسلام پر ایک احسانِ عظیم کیا ہے۔ اور رفتہ رفتہ اہل دانش اور روشن دماغ طبقات ان عقائد کو قبول کرتے جا رہے ہیں۔ جو حضرت امام الزماںؑ کی صداقت کی بیّن دلیل ہے۔ فاضل مقرر نے اپنی تقریر کے دوران اچھوتے انداز میں وفات مسیح کو بھی ثابت کیا۔ مقرر کی تقریر نے حضرت اقدسؑ کی شخصیت اور سلسلۂ احمدیہ کو اسلام کے لئے ایک نیک فال ثابت کیا۔ اس کے بعد جماعت کے دو نوجوان طالبعلموں غلام محمد اقبال نے مسلسل ۱۵ منٹ تک ایک مکالمہ (ڈائیلاگ) بعنوان "احمدیت عملی رنگ میں" پیش کرکے سامعین کو احمدیت کے کارہائے نمایاں سنا کر محظوظ کیا یہ مکالمہ نہایت دلچسپ، پُرکشش اور تواریخ احمدیت پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد راقم (عبدالکریم مارکس) نے اس وقت ہو چکی ہوئی کارروائی پر بھی تبصرہ کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت از روئے قرآن۔ احادیث۔ گیتا۔ گرنتھ صاحب پیش کرتے ہوئے لو تقولون ...... آیت قرآنی کا ترجمہ پیش کرکے حضرت میرزا صاحب کو اپنے دعاوی میں صادق ثابت کیا۔ پھر یوم وصال کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت اقدسؑ کی وفات پر زعمائے اسلامی پنجاب۔ مجموعی ہندوستان کی ان آراء کے اقتباسات پیش کئے جو ۱۹۰۸ء میں حضرت اقدسؑ کی وفات پر علماء۔ فضلاء۔ اخبارات نے پیش کیں حقیقی اور واضح طور پر بیان کرکے بتلادیا کہ حضرت اقدسؑ کی وفات نے اسلامی دنیا کے اندر ایک عظیم خلا و دکھ پیدا کی تھی۔ اس لئے اسلام کے خیرخواہوں نے بشدت اظہار افسوس کیا۔ وغیرہ۔

ازاں بعد عبدالحفیظ صاحب نے تقریباً آدھ گھنٹہ تک صداقت مسیح موعود علیہ السلام پر تقریر کی۔ مقرر گورنمنٹ کالج بھدرواہ کا ایک ہونہار اور ذہین طالب علم ہے۔ جو جذبۂ دین عشقِ احمدیت و قرآن سے سرشار رہتا ہے۔ طالب علم کی زبان نہایت شستہ اور مؤثر ہونے کے علاوہ نہایت فصیح تھی۔ تقریر کو اپنوں اور غیروں سب نے قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ سارے سامعین نے نہایت عمدہ تاثر لیا۔ مقرر مبارکباد کا مستحق ہے۔ الحمد للہ

اس کے بعد جماعت کے ایک پانچ چھ برس کے بچے نے نماز اور طریقہ نماز عملی طور پر پیش کیا۔ اس کو بھی سامعین نے عجیب پایا۔ ازاں بعد عزیزی شوکت علی متعلم درجہ ہفتم نے نماز کا ترجمہ کشمیری زبان میں دلچسپ اور مؤثر انداز میں بیان کیا۔ بعض احباب نے بتلایا کہ انہوں نے اس مجلس سے نماز کا ترجمہ اور بہت سی باتیں سیکھیں اور ایسے اجتماعات کو ضروری اور اہم بتلایا۔ ازاں بعد جماعت کے نہایت ہی کم سن بچے شبیر بشیر احمد محمد رمضان۔ محمد اسحاق نے نظم امامؑ

"اسلام سے نہ بھاگو ......"

پیش کی۔

ان کے بعد ایک نوعمر بچے نثار احمد گنائی نے کلمہ طیبہ کا ترجمہ و مفہوم تقریر کے انداز میں پیش کرکے حاضرین کو محظوظ کیا۔ جس کو سامعین نے سراہا اور پسند کیا۔ اس کے بعد ایک نوعمر بچے بشارت سلیم متعلم درجہ سوئم نے

"ہماری ذمہ داریاں"

کے عنوان سے ایک تقریر کی اور حضرت اقدسؑ کے مشن اور شخصیت کے ساتھ عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ دن جلد آئے کہ ہم اس قابل ہو جائیں کہ تبلیغ اسلام کے لئے اطراف و اکنافِ عالم میں نکل جائیں۔

ازاں بعد "تعریف احمدیت" کے عنوان سے جماعت کے ایک نوعمر طالب علم شبیر احمد نے چند منٹ تقریر کرکے حاضرین کو احمدیہ جماعت کے کارناموں سے روشناس کیا۔ اور بتلایا کہ آئندہ احمدیت کے ارادے کیا ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اس کے بعد ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے سیکرٹری مسٹر عبدالحفیظ صاحب جن کا اوپر بھی ذکر آیا ہے۔ پُرجذبہ اور ذوق و شوق سے انجمن بھدرواہ کی سالانہ رپورٹ .... پڑھ کر سنائی۔ اس کے ساتھ ہی حاضرین پر واضح کیا کہ اگر مخالف لوگ ہماری راہ میں مزاحم نہ ہوتے تو اس سے بھی زیادہ بلکہ کئی گنا مزید کام کی توقع تھی۔ اور رکاوٹوں کا گناہ بھی ہمارے مخالفوں کی گردن پر ہے جو ہمارے اشاعت اسلام کے کام میں مزاحم رہے ہیں وغیرہ۔

رپورٹ کے خلاصہ سے سامعین بے حد متاثر ہوئے۔ ازاں بعد مہمانوں کو سوالات اور تقریر کرنے کا موقعہ دیا گیا۔ مگر کسی صاحب نے نہ سوال کیا اور نہ ہی مزید کچھ پوچھنے کی ضرورت محسوس کی۔ ایک ہندو دوست نے بعد میں اپنے حلقہ میں بیان کیا کہ اگر اس نے مسلمان بننا ہوگا تو وہ احمدی مسلمان بنے گا۔ دوسرے ایک غیر احمدی جوان نے اپنے حلقہ میں جا کر کہا کہ میرزا صاحبؒ واقعی زمانہ کے امام اور مجدد ہیں۔ غرض اس قسم کی باتیں اور تذکرے ہوتا رہا۔ جس کا نتیجہ خدا کے فضل سے جماعت کی فتح اور کامیابی ہے۔ الحمد للہ

(باقی ـــ باقی)

نائیجیریا مسلم مشن کی مجلسِ مذاکرہ

(بسلسلہ صفحہ ۱۲)

اب میں لاگوس یونیورسٹی کے منتظمین سے ان کے کیمپس میں دوسری مجلس کے انعقاد کے لئے بات چیت کر رہا ہوں، میں اس مجلس کی تفصیلات سے بھی جب وقت قریب آئے گا آپ کو اطلاع دوں گا۔

میں ماہنامہ اسلامک ریویو کو بھی دوبارہ جاری کرنے کا انتظام کر رہا ہوں، یہ ماہنامہ مذکورہ وجوہ کی بنا پر کچھ عرصہ کے لئے ملتوی کر دیا گیا تھا۔

میں آپ سے ملتجی ہوں کہ ہمارے لئے دعا کریں کہ یہ کام جو ہم نے اب دوبارہ شروع کیا ہے کسی اور رکاوٹ کے بغیر ہوتا چلا جائے۔

آمین ثم آمین۔

میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ بھی آپ کو اپنے پروگرام سے مطلع کرتا رہوں گا انشاء اللہ تعالیٰ ؛

پیغام صلح خود مطالعہ کرنیکے بعد اپنے حلقۂ احباب تک پہنچائیں

(مینیجر)

کیا اسلام ایک عالمگیر مذہب کی حیثیت رکھتا ہے

نائیجیریا مسلم مشن کی مجلس مذاکرہ

ذیل کا خط نائیجیریا مسلم مشن کے سرکردہ ممبر محمد فصیح ادیانی کی طرف سے [illegible] صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو موصول ہوا ہے:۔

میں اپنے مشن کی موجودہ ترقی کے موقعہ پر یہ خط ایک ہمدرد ادارہ کو لکھتا ہوں جس نے ہمارے اس چھوٹے سے ادارہ کو تمام وہ امداد پہنچائی جو اس کے لئے ممکن تھی۔

گزشتہ دو سالوں میں ہمارے مشن کو انجمن کی طرف سے بہت سی کتابیں موصول ہوئیں جن کی قیمت لاکھوں روپیہ تک پہنچتی ہے۔ لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ ان فیاضانہ تحائف کے شکریہ میں ایک سطر بھی ہماری طرف سے نہ لکھی گئی۔

جب کتابیں بہت زیادہ ہو گئیں تو میں نے ان کی حفاظت اور نمائش کے لئے ایک شو گلاس بنوایا۔ کتابوں کا ہر گٹھا موصول ہونے پر میں مشن کے بعض ممبروں کو بلاتا ہوں جن میں میسرز DUMOYE اور ONILENA خاص طور پر شامل ہیں تاکہ وہ وصولی کتب کی تصدیق کریں۔

اب یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں مختصراً ان واقعات کا ذکر کر دوں جو ہماری سرگرمیوں کے معطل ہو جانے اور ان کوششوں کے جو کسی وقت نہایت مؤثر رنگ رکھتی تھیں ماند پڑ جانے کا موجب ہوئے۔

الحاج قاضی عبدالرشید صاحب (جو پہلے اس مشن کے انچارج رہ چکے ہیں) اس بات کی تصدیق کریں گے کہ اس علاقہ میں عیسائیت نے بالکل معمولی سی کوشش سے ہمارے بعض اچھے پڑھے لکھے لوگوں کو بالخصوص اپنے مذہب سے منحرف کرنے میں کامیابی حاصل کر لی ہے، اگرچہ وہ لوگ جنہوں نے اس مذہب کو اختیار کیا ہے صرف سطحی اور ظاہری طور پر ہی اس کے قائل ہوتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ہمارے لیڈر الحاج قاضی عبدالرشید صاحب کی مؤثر کوششوں نے ہمارے بہت سے لوگوں کے فہم و ذکا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ مگر جب وہ چلے گئے تو ابھی ہمارے دل و دماغ ان کی ہدایات پر عمل پیرا ہونے کے لئے پختہ نہیں ہوئے تھے، اگرچہ ان کی موجودگی میں سب کچھ ٹھیک معلوم ہوتا تھا۔ بدقسمتی سے جونہی وہ یہاں سے روانہ ہوئے مجھے کئی ایک تلخ تجربات کا سامنا کرنا پڑا جن کا مجھے وہم و گمان بھی نہ تھا۔ میں نے بعض کاموں کی طرح ڈالی اس امید میں کہ ان کی دلچسپیاں اس سے بڑھیں گی لیکن ناکامی ہی کا منہ دیکھنا پڑا، مجھے صرف یہ کہا جاتا کہ میٹنگ کی جگہ بہت دور ہے، جہاں پہنچنا مشکل ہوتا ہے اور بعض حالات میں صاف طور پر کہہ دیا جاتا کہ مذہبی سرگرمیوں کے لئے ابھی بہت وقت ہے، اور ہم میں بہت سے افراد اپنی پڑھائی میں مصروف ہیں جس کے نتیجہ میں آئندہ ہم بہت بڑی ذمہ دار شخصیتیں بننے والے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی اس وقت میرے اپنے حالات بھی اچھے نہ تھے۔ بہت بڑی ذمہ داریاں تھیں، بیماریاں تھیں، غیر مستقل معاشی ذرائع کی وجہ سے اپنی پوزیشن بھی پائدار نہ رہی، اور سب سے بڑھ کر [illegible] کی عدم شرکت نے میری قوت عمل کو متزلزل کر دیا، اور میں مجبور ہو گیا کہ مذہبی میدان میں اپنی تمام سرگرمیاں معطل کر کے اور موجودہ ناخوشگوار طریق اختیار کر کے اپنے کام کی طرف توجہ کروں۔

میرے اس اعتراف میں کوئی مبالغہ نہیں کہ میں اس وقت اپنی زندگی اور اپنے پیارے مشن کی تنزلی کے حالات کو یاد کر کے سخت مضطرب ہوں۔ اور میں اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ اس بدقسمت فیصلہ کے لئے جو اس وقت مجھے اختیار کرنا پڑا معافی عطا فرمائے، مجھے چاہیئے تھا کہ (اپنے ذاتی کام اور مشن کے) دونوں کام اکٹھے سرانجام دیتا۔

مجھے یہ اعتراف کرنا چاہیئے کہ ایک خط کی وجہ سے جو برنش گاشا سے ایک ہم مذہب مسلم مشنری نے مجھے لکھا میں جاگ اٹھا۔ اس خط میں انہوں نے ان کوششوں کا مختصراً ذکر کیا ہے جو وہ اپنے ملک میں اپنے لوگوں میں تبلیغی سلسلہ میں کر رہے ہیں، اور مجھ سے التجا کی ہے کہ خدا کے لئے آرام سے نہ بیٹھیں اور مسیحیت کے غلبہ کے خلاف جنگ کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں، اور ان خطرناک سرگرمیوں کو بھی اکھاڑنے کی کوشش کریں جو نائیجیریا میں احمدیہ مشن آف قادیان نامی ایک سوسائٹی کی غلط تعلیمات شائع کر رہی ہیں۔

فی الحقیقت اس خط نے میرے اندر کچھ کام کرنے کے لئے بیداری پیدا کر دی ہے، اور میری

نائیجیریا مسلم مشن کی مجلس مذاکرہ

خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اب اپنے بے پایاں فضل سے مجھے ایسی پوزیشن عطا کی ہے، جس کا مجھے فخر ہے، اس لئے اب میں نے دوبارہ ہتھیار اٹھانے اور کام کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

میں نے فوراً الحاج قاضی عبدالرشید صاحب کو خط لکھ کر اپنے فیصلہ سے مطلع کر دیا ہے اور سچی بات یہ ہے کہ اب لوگ پھر ہماری ہستی کو محسوس کرنے لگ گئے ہیں۔

سب سے پہلا کام جو ہم نے کیا ہے اس میں بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے ۲۶ اپریل ۱۹۶۸ء کو بروز جمعہ لاگوس سنٹرل لائبریری میں ہم نے ایک مجلس مذاکرہ منعقد کی، جس میں ایک سو سے زائد آدمی موجود تھے، اس مجلس کا اعلان بعض مقامی روزناموں میں پہلے سے کر دیا گیا تھا۔ مذاکرہ کا موضوع یہ تھا:۔

"کیا اسلام ایک عالمگیر مذہب کی حیثیت رکھتا ہے؟"

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۲)

پیغام صلح ۱۰ جولائی ۱۹۶۸ء رجسٹرڈ ایل ۱۳۲ شمارہ ۲۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے خدا نورِ ہُدیٰ از مشرقِ رحمت برآر
گمرہاں را چشم کُن روشن ز آیاتِ مبیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ٹیلی فون نمبر ۳۷۳۴۷
تار کا پتہ تبلیغ لاہور

ہفت روزہ
پیغامِ صلح
لاہور
"پاکستان"

تا زندگی جاری ہو سکتا ہے

جلد ۵۶ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۷ جولائی ۱۹۶۸ء | نمبر ۲۸

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
مَیں تیرے خالص محبّوں کا گروہ بھی
بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیرالرسل خیرالانام
ہر نبوّت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعتِ احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں
۴۔ سب مجدّدوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اِسلام تمام دُنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

رسُول اللہ صلعم کی شفاعت حاصل کرنے میں سب سے زیادہ خوش نصیب کون ہوگا

عن ابی ھریرۃ انہ قال یا رسول اللہ من اسعد الناس بشفاعتک یوم القیامۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد ظننت یا ابا ھریرۃ ان لا یسألنی عن ھذا الحدیث احدٌ اوّل منک لما رایت من حرصک علی الحدیث اسعد الناس بشفاعتی یوم القیامۃ من قال لا الٰہ الا اللہ خالصًا من قلبہ او نفسہ۔

ترجمہ:—

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ قیامت کے دن آپؐ کی شفاعت کے لینے میں سب سے زیادہ خوش قسمت کون ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہؓ میں جانتا تھا کہ کوئی شخص تم سے پہلے اس بات کے متعلق مجھ سے سوال نہیں کرے گا۔ اس وجہ سے کہ میں حدیث پر تمہاری حرص کو دیکھتا ہوں سب سے زیادہ خوش نصیب میری شفاعت کے حاصل کرنے میں قیامت کے دن وہ شخص ہے جو خالص اپنے دل یا جی کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے

نوٹ:— از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

قول لا الٰہ الا اللہ سے مراد سارا کلمہ طیبہ ہے یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ یہ حدیث کا عام محاورہ ہے جس طرح قرآن کا محاورہ ایمان باللہ والیوم

مدرسہ اشاعتِ اسلام کا ایک ذریعہ بنے اور اس میں سے خدمتِ دین کرنے والے لڑکے نکلیں

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا ارشادِ گرامی

اِسلام اس وقت یتیم ہوگیا ہے اور کوئی اس کا سرپرست نہیں۔ اور خدا تعالےٰ نے اس جماعت کو اختیار کیا اور پسند فرمایا کہ وہ اس کی سرپرست ہو اور وہ ہر طرح سے ثابت کرکے دکھائے کہ اسلام کی سچی غمگسار اور ہمدرد ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ یہی قوم ہوگی جو بعد میں آنے والوں کے لئے نمونہ ٹھہرے گی۔ اس کے ثمراتِ برکات آنے والوں کے لئے ہونگے اور زمانہ پر محیط ہو جائیں گے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جماعت بڑھے گی لیکن وہ لوگ جو بعد میں آئیں گے ان مدارج اور مراتب کو نہ پائیں گے جو اس وقت والوں کو ملیں گے۔ خدا تعالےٰ نے ایسا ہی ارادہ فرمایا کہ وہ اس جماعت کو بڑھائے اور وہ دینِ اسلام اور توحید کی اشاعت کا باعث بنے۔ مدرسہ کی سلسلہ جنبانی کی بھی اگر کوئی غرض ہے تو یہی ہے اس لئے میں نے کہا تھا کہ اس کے متعلق غور کیا جاوے کہ مدرسہ اشاعتِ اسلام کا ذریعہ بنے اور اس سے ایسے عالم اور زندگی وقف کرنے والے لڑکے نکلیں جو دنیا کی نوکریوں اور مقاصد کو چھوڑ کر خدمتِ دین کو اختیار کریں۔ ایسا ہی اس قبرستان کے ذریعہ بھی اشاعتِ اسلام کا ایک مستقل انتظام سوچا گیا ہے۔ مدرسہ کے متعلق میری رُوح ابھی فیصلہ نہیں کر سکی کہ کیا راہ اختیار کیا جاوے۔ ایک طرف ضرورت ہے ایسے لوگوں کی جو عربی اور دینیات میں توغل رکھتے ہوں اور دوسری طرف ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو آج کل کے طرز مناظرات میں پکے ہوں۔ علوم جدیدہ سے بھی واقف ہوں۔ کسی مجلس میں کوئی سوال پیش آ جاوے تو جواب دے سکیں اور کبھی ضرورت کے وقت عیسائیوں سے یا کسی اور مذہب والوں سے انہیں اسلام کی طرف سے مناظرہ کرنا پڑے تو ہتک کا باعث نہ ہوں بلکہ اسلام کی خوبیاں اور کمالات کو پُرزور اور پُرشوکت الفاظ میں ظاہر کر سکیں۔

—— ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد ہشتم ——

ہفت روزہ پیغامِ صلح خود مطالعہ کرنے کے بعد اسے اپنے حلقۂ احباب تک پہنچائیں۔

کرنا فقت کے طور پر نہ ہو اور جو کام آدمی خالص دل سے کرتا ہے اس کے لئے پُورا زور بھی لگاتا ہے۔

جرمنی میں تبلیغی سرگرمیاں

مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب کی رپورٹ

سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت

سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت ہم نے پندرہ جون کو مسجد برلین میں منایا۔ اس تقریب سعید کا پروگرام دعوتی کارڈوں پر چھپوایا اور ان دعوت ناموں کو مسلمان بھائیوں اور عیسائی دوستوں کے نام بذریعہ پوسٹ بھیجا۔ پروگرام یوں تھا۔

تلاوت قرآن کریم

صلوٰت

تقریر

سات بجے شام اس مبارک تقریب کا پروگرام تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوا۔ مصر سے آئے ہوئے نوجوان المنشاوی صاحب نے سورۃ النجم کا پہلا رکوع پڑھا اور بعد میں اس کا ترجمہ جرمن زبان میں حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب کے جرمن ترجمۃ القرآن سے حاضرین کو سنایا۔ ازاں بعد جرمن نومسلم ہارون صاحب نے سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تین بار عربی زبان میں درود شریف پڑھا اور بعد میں اس کا ترجمہ جرمن زبان میں سنایا۔ ان کے بعد میں نے تقریر کی اور قریباً چالیس منٹ تک حاضرین کو خطاب کیا۔ جس کا اردو ترجمہ علیحدہ بھیجا جا چکا ہے (یہ تقریر اسی اشاعت میں دوسری جگہ درج ہے۔ ایڈیٹر) اس پروگرام کے بعد حاضرین کی تواضع چائے مٹھائی، ڈبل روٹی وغیرہ سے کی گئی۔

اس وقفہ کے دوران حاضرین میں سے ایک نے کہا (حضرت) محمدؐ کے متعلق میرے خیالات کچھ اور تھے۔ لیکن اس تقریر کو سننے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ (حضرت) محمدؐ کوئی بڑا عظیم الشان انسان ہو گذرا ہے۔ اسی طرح ایک معزز خاتون میرے پاس آئیں اور کہا کہ مجھے وہ الفاظ یاد کرا دیجئے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہؓ کو گھر کا کام کرنے کے دوران پڑھنے کے لئے ارشاد فرمائے تھے۔

چائے وغیرہ بنانے اور اسے تقسیم کرنے میں دو جرمن خواتین مبارکہ و بشریٰ اور ایک پاکستانی خاتون عصمت نے بڑی مدد دی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ رات دس بجے تک دوست احباب ٹھہرے رہے۔ ماشاء اللہ خاصی رونق رہی۔ — الحمد للہ علیٰ ذالک۔

ایک عیسائی گروپ میں تقریر کی دعوت

یہاں ایک عیسائی گروپ نے مجھے اپنے ہاں اسلام پر تقریر کرنے کے لئے دعوت دی۔ اس گروپ میں غیر ممالک سے آئے ہوئے نوجوان بھی شامل ہیں۔ اس گروپ کے سیکرٹری نے دعوت دیتے ہوئے مجھے بتایا کہ ہم اپنے گروپ میں مختلف مذاہب پر لیکچر کروا چکے ہیں۔ اب اسلام پر لیکچر کے لئے آپ کو دعوت دی ہے۔ میں نے اس گروپ میں اسلام کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ اور مذہب کا مفہوم اور اس کی غرض اور اس کے اصولوں پر بحث کی۔ کوئی پینتیس منٹ تقریر کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ یہ سلسلہ کوئی ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہا۔ حضرت عیسٰیؑ کا کفارہ اور صلیبی موت بھی زیر بحث آئے۔

تین عیسائی گروپ مسجد میں

مختلف دنوں میں تین عیسائی گروپ۔ مرد و زن تاریخ اور وقت مقرر کر کے ہماری مسجد میں آئے ان میں ایک گروپ امریکن تھا۔ ایسے گروپ کم از کم ایک گھنٹہ اور زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے ہماری مسجد میں رہے۔ مسجد کی تاریخ۔ جماعت احمدیہ کے بانی۔ اسلام کے اصول وغیرہ میں نے ابتداءً بیان کئے۔ بعد میں سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا۔ حضرت عیسٰیؑ کے واپس آنے کا نظریہ بھی پیش ہوا۔ اس سلسلہ میں انہیں بتایا گیا کہ مسیح آ چکا ہے۔ اور اس کا آنا اسی رنگ میں ہے جس رنگ میں حضرت یحییٰؑ کا آنا حضرت ایلیا کا آنا خود حضرت مسیح نے بیان کیا۔ مسیحؑ کی ہجرت کا نظریہ جب بیان کیا گیا تو امریکن دوست کہنے لگے یہ ہم نہیں مان سکتے۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ حضرت مسیحؑ آسمان کی طرف چلے گئے۔ میں نے کہا دوست! حضرت مسیحؑ دنیا میں آئے۔ دنیا میں رہے۔ ان کا اٹھنا بیٹھنا لوگوں نے دیکھا۔ یہ امر کہ وہ کشمیر کی طرف ہجرت کر گئے اس کا تعلق ایمان سے نہیں تحقیق سے ہے۔ اگر ہندوستان میں سن ۱۵ء میں ایسی کتابیں لکھی گئی ہیں جن سے آپ کا کشمیر میں آنا معلوم ہوتا ہے تو بات واضح ہے۔ ایمان سے اس کا کیا تعلق؟ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی امریکہ میں آپ کے متعلق یہ بیان کرنا شروع کر دے کہ آپ آسمان کو چلے گئے حالانکہ آپ برلین میں بیٹھے ہیں۔ امریکن پادری بھی ساتھ تھا۔ پادری نے گفتگو میں زیادہ حصہ نہ لیا۔ زیادہ تر سوال گروپ کی طرف سے ہی ہوتے رہے۔

. . . .

سکول کے طلباء مسجد میں

مختلف سکولوں سے پانچ مختلف گروپ مسجد میں آئے۔ ان کے دینیات کے استاد بھی ساتھ تھے۔ ان کی آمد کا پروگرام ٹیلیفون پر طے ہوا تھا۔ یہ گروپ تیس چالیس طلباء پر مشتمل تھے۔ ایسے گروپوں میں اسلام کی تعلیمات کو واضح کیا گیا۔ اور حضرت مسیحؑ کے صلیب کے واقعہ اور ان کے دوبارہ نازل ہونے کی پیشگوئی پر روشنی ڈالی گئی۔ اکثر طلباء کو ایک ٹریکٹ مفت تقسیم کیا گیا۔ جس میں درج ہے کہ مسیح آ چکا ہے۔ اس ٹریکٹ کا نام ہے "دعوت حق"

حال ہی میں ایک ٹریکٹ جرمن زبان میں پانچ لاکھ کی تعداد میں چھپوایا گیا ہے۔ اور گھر گھر تقسیم کیا گیا ہے۔ اس ٹریکٹ میں پادری ملز "حضرت عیسٰیؑ آنے والے ہیں۔ کیا تم تیار ہو؟" یہ سولہ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہم نے ان پادری صاحب کے نام بھی اپنا ٹریکٹ دعوت حق بھیجا ہے۔

پانچ دعوتیں

جب میں ۱۴؍مئی کو واپس یہاں برلین میں پہنچا تو عیسائی احباب کو اپنے آنے کی اطلاع دی۔ انہوں نے اپنے ہاں مجھے کھانے پر اور بعض نے چائے کی دعوت دی۔

پہلی دعوت

یہاں ایک ادارہ کے ڈائرکٹر صاحب نے دی۔ وہ اکثر اپنے ادارہ میں آنے والی پارٹی پر مجھے بلا لیتے ہیں۔ اس دفعہ افریقہ کے تیس نمائندے برلین میں آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے جہاں افریقہ کے تمام نمائندوں کو خوش آمدید کہا مجھے بھی خوش آمدید کہتے ہوئے کہا کہ میں امام صاحب مسجد برلین کو خوش آمدید کہتا ہوں، جو حال ہی میں اپنے وطن پاکستان سے دوسرے وطن کو لوٹے ہیں۔

کھانے کی دعوت کے بعد حاضرین سے ملاقات ہوئی۔ ایک عیسائی نمائندے نے اسلام پر لٹریچر کی خواہش ظاہر کی۔ لاہور دفتر میں اس کا نام لکھ بھیجا ہے۔

دوسری دعوت

ہمارے ایک انجنیئر دوست نے کی۔ یہ میاں بیوی پنشن لینے کے بعد ایک خوبصورت کوٹھی میں رہتے ہیں۔ اس دعوت پر انہوں نے ایک پادری صاحب کو بھی معہ اُن کی اہلیہ صاحبہ کے کھانے پر بلایا ہوا تھا۔ انجنیئر صاحب نے بات شروع کی اور مذہب کے مختلف پہلوؤں پر بات چیت ہوتی رہی۔ نیکی کیا ہے۔ صلیب پر مرنے سے نجات کیسے۔ اس سلسلہ میں میں نے اسلامی نظریات پیش کئے۔ پادری صاحب نے اس بات کا اقرار کیا کہ صلیب پر مر جانے سے نجات کے نظریہ نے ہمارے نوجوان مردوں اور نوجوان عورتوں میں گناہ کو بڑھا دیا ہے۔

تیسری دعوت

چائے کی دعوت تھی۔ یہاں پر چرچ آرگنائزیشن کے سیکرٹری نے مجھے اپنے ہاں بلایا۔ اس دن مغربی جرمنی سے آئے ہوئے دو مہمان میاں بیوی بھی مدعو تھے۔ میرے ایک سوال پر دونوں میاں بیوی نے کہا کہ ہم حضرت عیسٰیؑ کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے۔ ہاں جیسے اسلام کہتا ہے نبی ماننے کے لئے تیار ہیں۔ وہ بعد میں میرے ساتھ مسجد میں آئے۔ اور مغربی جرمنی جانے سے پیشتر ایک بار جمعہ کی نماز میں بھی شامل ہوئے۔ دو ٹریکٹ انہیں بطور تحفہ دیئے گئے "اسلام کے بنیادی اصول" اور "دعوت حق"۔

چوتھی دعوت

ایک پروفیسر صاحب نے دعوت چائے پر بلایا۔ اس دن انہوں نے دس بارہ اور دوست بھی بلا لئے تھے۔ پاکستان کی ترقی۔ یورپ میں طلباء کی پیدا کردہ بدامنی اور فرانس میں ہڑتال وغیرہ وغیرہ موضوعات پر بات چیت ہوتی رہی۔

پانچویں دعوت

پانچویں دعوت یہاں ایک اسلامی ملک کے جنرل قونصل کی طرف سے تھی۔ ان کا تبادلہ کسی اور ملک میں ہو گیا ہے۔ انہوں نے نئے جنرل قونصل سے ملاقات کرائی۔

یہ پروفیسر صاحب بھی معہ اہلیہ صاحبہ مدعو تھے۔ ان سے باتیں ہوتی رہیں۔ حضرت عیسٰیؑ کے کشمیر آنے کا بھی ذکر کیا۔ اور کتاب "جیسز ان ہیون اون ارتھ" . . . . کے بھجوانے کا بھی وعدہ کیا۔ یہ کتاب ان کو بعد میں بھجوا دی گئی۔

اجتماعات

ان کے علاوہ جمعہ اور ہفتہ کے اجتماعات بھی خدا کے فضل و کرم سے جاری رہے۔ اور اکیلے اکیلے مسجد میں آنے والوں کا بھی سلسلہ چلتا رہا۔

جولائی کا پروگرام

ماہ جولائی میں بھی بعض سکولوں نے آنے کا پروگرام بنایا ہوا ہے۔ اور ایک عیسائی گروپ نے مجھے اپنے ہاں آنے کی دعوت دے رکھی ہے۔ ان کا حال انشاء اللہ آئندہ تحریر کروں گا۔

والسلام

محمد یحییٰ بٹ

ضروری تصحیح

فہرست پیشگی رقوم بیان القرآن درج شدہ پیغام صلح ۱۲؍جون ۱۹۶۵ء صفحہ ۲۱ کالم ۱ میں عبد الغنی صاحب کویت کی بجائے مفتی عبد الحی صاحب کویت پڑھا جائے۔

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۱۷ جولائی ۱۹۶۸ء

"اگر مرکز سے وفاداری کم ہو جائے تو اعلےٰ مقاصد نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں"

(صدر پاکستان)

صحت یابی کے بعد صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی لاہور میں پہلی بار تشریف آوری سے ہر خیر خواہ پاکستان کے دل میں مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ آپ کی دس سالہ مدبرانہ قیادت نے ملک و ملت کا سر فخر و مباہات سے بلند کر دیا ہے۔ آپ کی کامیاب خارجہ پالیسی سے پاکستان کا وقار اقوام عالم کی نگاہوں میں بڑھ گیا ہے، اسلامی اتحاد ٹھوس بنیادوں پر استوار ہو رہا ہے مسلم اقوام کے عروج و شوکت کی بناء ڈالی جا رہی ہے۔ اور اندرونی استحکام و ترقی کی بدولت دنیا کی ترقی یافتہ اقوام کی نگاہیں حیرت و مسرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ اس ملک اور اس کی قیادت کی طرف اٹھ رہی ہیں۔

پاکستان نے گذشتہ بیس سال اور بالخصوص آخری دس سالوں میں ہر میدان میں جو حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ وہ اس ملک کی قیادت کے تدبر، فراست، بلند نظری، استقامت اور دلنوازی کی بارگاہ میں ایک بے مثل خراج عقیدت ہے۔ آزادی کا حصول بلاشبہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہوتا ہے لیکن قوم اور قیادت کی صلاحیتوں کا امتحان آزادی کے بعد تعمیری کاموں سے ہوتا ہے۔ کیونکہ آزادی کے وقت کوئی بھی قوم تعمیری ذمہ داریوں کے لئے نہ تیار ہوتی ہے اور نہ ہی اسے ذمہ داریوں کی شدت کا احساس ہوتا ہے۔ قیام پاکستان کے وقت اسی ناتجربہ کاری نے ——— خلوص کے باوجود ——— ملک کو انتشار پسند عناصر کے حوالے کر دیا۔ حتیٰ کہ دس سال کے بعد ملک کی مثال اس بے بس انسان کی سی ہو گئی جو کسی تختے پر بندھا ہوا تند و تیز موجوں کی آغوش پر بہتا ہوا ایک بے پایاں سمندر کی گہرائیوں میں کھو جانے والا ہو۔

لیکن صدر ایوب کی اولوالعزمانہ قیادت نے اس سیلاب کا رخ موڑ دیا۔ اور قوم کی کشتی موجوں پر قابو پا کر اس ناخدا کی رہنمائی میں از سر نو ترقی کی منازل کی طرف رواں دواں ہو گئی۔ مخالف عناصر جو چاہیں کہیں، آپ نے تاریخ پاکستان میں ایک درخشاں باب کا اضافہ کیا ہے اور جو کامیاب پالیسی اختیار کی ہے اس کی لمعانیاں مدتوں روشنی کے مینار کا کام دیتی رہیں گی۔

۱۴ جولائی کو لاہور میں آپ نے مغربی پاکستان مسلم لیگ کے ایک تاریخی اجلاس کی صدارت فرمائی اور دیگر باتوں کے علاوہ فرمایا :-

> "حصولِ آزادی کے بعد سیاسی مزاج کے دھارے بدل جاتے ہیں۔ آزادی کی جنگ اور سیاست میں ایجی ٹیشن کا عنصر غالب ہوتا ہے۔ لیکن آزادی کے بعد قوم کا نصب العین بدل جاتا ہے، ضروریاتِ زندگی اور تقاضے مختلف ہو جاتے ہیں۔ اور قائدین سے لوگوں کی توقعات بھی مختلف ہو جاتی ہیں۔ حصولِ آزادی کے بعد تقاضا اس امر کا تھا۔ کہ ملک کی تعمیر کی جاتی۔ اور اس مقصد کے لئے نعرے بازی، جلسے جلوسوں اور ہنگاموں کی بجائے عملی پروگرام اور منصوبے کی ضرورت ہوتی ہے .... ملک کے باشندوں کو علاقائی تہذیب و روایات پر فخر کا حق حاصل ہے۔ لیکن اگر مرکز سے وفاداری کم ہو جائے۔ اور اعلےٰ مقاصد نظروں سے اوجھل ہو جائیں۔ تو پوری قوم زوال پذیر ہو جاتی ہے۔ اگر ملک مستحکم اور مضبوط نہ ہو تو علاقے بھی غلامی کی آغوش میں چلے جاتے ہیں۔"

"فرینڈز، ناٹ ماسٹرز" (آقا نہیں، دوست) کے اس جلیل القدر مدبر، سیاس اور فلسفی مصنف نے ان الفاظ میں آزاد اقوام کی نفسیات اور تقاضوں کا حقیقت پسندانہ نقشہ کھینچا ہے اور اگر آزاد اقوام اس حقیقت کی تہ تک پہنچ جائیں۔ اور ایسے اقدامات کریں، جو بدلے ہوئے حالات کا ساتھ دیں تو ان کی قسمت کا نوشتہ درخشانی اختیار کر سکتا ہے۔

اگر ہم دَورِ حاضر میں آزاد ہونے والی ایشیائی یا افریقی اقوام کی روش و حالات کا جائزہ لیں تو ان کے داخلی انتشار و اضطراب کا پتہ لگانے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہو گی، غلامی کے دَور میں ان کے لیڈر اور عوام صرف نعرہ بازیوں کی مشق کرتے ہیں۔ اور جب آزاد ہو جاتے ہیں تو وہ تعمیری تقاضوں کے لئے تیار نہیں ہوتے، بیرونی اثرات ان کو ابھرنے نہیں دیتے، ان میں اندرونی ذرائع اور بیرونی قوتوں سے استفادہ کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی، ہر شخص یہی سمجھتا ہے کہ دوسرا نالائق ہے، اور مجھے خدا نے عقل کل عطا کی ہے۔ اس طرح ملک کی ترقی نہیں ہوتی اور ملک نادانستہ کسی بیرونی طاقت یا بلاک کا دستِ نگر ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور ملک کے وہ خود غرض عناصر جو دفتر شاہی کے تربیت یافتہ ہوتے ہیں، ملکی وسائل اور لیڈروں کو اپنی ابلیسانہ سازشوں کا شکار بنا لیتے ہیں۔ اس سے مستثنےٰ صرف وہ نظریاتی حکومتیں ہیں۔ جن کے سامنے حصولِ آزادی سے قبل زندگی کا ایک متعین اور واضح ڈھانچہ ہوتا ہے۔ اور آزادی کے ساتھ ہی اس پر کاربند جاتی ہیں۔

پاکستان بھی ابتداء میں ایسے ہی حالات سے دوچار ہوا، اور اسی طرح مالی، علمی، زرعی اور فنی میدان میں بے بسی کا شکار ہو گیا، اور علاوہ تدبر کی بناء پر ایک آزاد پالیسی اختیار کرنے کی بجائے زندگی کے ہر شعبے میں امریکہ کا محتاج اور حاشیہ بردار بن کر رہ گیا، اور ایسے حالات میں آقا ہی ملتے ہیں دوست نہیں۔

صدر پاکستان کی ان فاضلانہ تصریحات میں مسلم لیگ کے علاوہ دیگر سیاسی پارٹیوں کے لئے بھی سُرمۂ بصیرت موجود ہے۔ حزب مخالف کا کام مخالفت برائے مخالفت ہی نہیں ہوتا، بلکہ جہاں اس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ برسر اقتدار پارٹی کی خرابیوں کی اصلاح کے لئے عوام سے تعاون حاصل کرے، وہاں اس کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ جو امور ملک و قوم کی بقا، استحکام اور ترقی کے لئے ضروری ہیں ان میں حکومت کے ساتھ پورا تعاون کرے، بالخصوص اسلامیہ جمہوریہ پاکستان میں اس کی اشد ضرورت ہے کیونکہ نظریاتی لحاظ سے اس ملک کی تمام پارٹیاں ایک ہی نصب العین رکھتی ہیں اختلاف صرف طریق کار اور نصب العین کے حصول کے ذرائع کا ہے۔ اور ابتدائی دور میں اس اتحاد و تعاون کی ضرورت شدت سے محسوس ہوتی ہے۔ اگر قوم بیدار ہو، حزب مخالف حقیقت پسند ہو انتظامیہ مشینری مخلص، محب وطن، ایثار پیشہ، وطن دوست اور ملت نواز ہو، تو ترقی کی رفتار تیز تر ہو جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک مضبوط و متحد مرکز لازم ہے، بالخصوص جبکہ عوام الناس کسی مخصوص بندھن سے باہم پیوستہ نہ ہو، حزبِ مخالف اور خیر خواہان وطن کا فرضِ اولین ہے کہ وہ مرکز گریز رجحانات سے نہ صرف بچیں بلکہ ان کو بیخ و بُن سے اکھاڑ دیں۔ علاقائی تہذیب و روایات اور زبانیں ملکی زندگی میں ایک خاص مقام رکھتی ہیں اور ہر دانا حکومت کا فرض ہے کہ ان امور کی نہ صرف حفاظت کرے بلکہ انہیں ترقی دے۔ لیکن اس امر کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ ان سب کی بقا ایک مضبوط مرکز اور آزاد حکومت کی ہی مرہونِ منت اور محتاج ہے، گھٹیا ادیب، پست فطرت اور خود غرض لیڈر برسر اقتدار آنے کے لئے مرکز گریز رجحانات کو ہوا دیتے ہیں اور اس طرح قومی آزادی کا سودا کر لیتے ہیں۔ ان کے غلط پروپیگنڈے سے حکومت کو یقیناً نقصان پہنچتا ہے لیکن اس سے ملک کی سالمیت خطرے میں پڑ جاتی ہے اور یہ شیخ چلی اسی شاخ کو کاٹ دیتے ہیں جس پر وہ بیٹھے ہوتے ہیں۔

ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ موجودہ قیادت کے ماتحت ترقی دنیا سے خراج تحسین وصول کر رہی ہے۔ دوسرے ملکوں میں ہماری ساکھ بڑھ چکی ہے۔ ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ نے ہمارے استحکام پر مہر ثبت کر دی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم صدر محترم کی تازہ تصریحات کی روشنی میں آگے بڑھیں، ملک میں اسلامی اخوت، اتحاد اور انصاف کو ترقی دیں، لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب لائیں، ملک کے تمام حصوں اور گروہوں کی یکساں بہتری پر توجہ دیں، اور اس طرح ایک بار پھر دنیا میں ماضی کی عظمت و شوکت بحال کریں۔ (مسلم)

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز

اپنے ایک تازہ مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں :-

"مکرمی مولوی دوست محمد صاحب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج ۱۱ جولائی کو شیخ نذیر احمد صاحب مالک عثمان ہوزری پرتاب نگر لائل پور نے بیعت کی اور سلسلہ عالیہ میں شمولیت اختیار کی۔

صدر الدین - ۱۱ جولائی - از خالدولا میٹروپول ہوٹل - مری"

اللہ تعالیٰ انہیں استقامت اور خدمتِ دین کا موقعہ عطا فرمائے۔

چار اشخاص کی سلسلہ میں شمولیت

حضرت امیر ایدہ اللہ کا مکتوب

مکرمی مولوی دوست محمد صاحب ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔

چار اشخاص نے جماعت میں شمولیت کا فخر حاصل کیا ہے۔ قاضی محمد اسحاق صاحب ضلع ہزارہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے کوہ مری پہنچ کر بیعت کی ہے۔ ان کا خاندان علم دوست ہے۔ محمد اسحٰق صاحب کی سعی سے ان کے خاندان کے افراد بھی شامل سلسلہ ہو جائیں گے انشاء اللہ تعالےٰ۔

ملک فضل الٰہی صاحب نے چھبر، سرائے عالمگیر سے اطلاع دی ہے کہ سید محمد اقبال شاہ صاحب نے جماعت میں شمولیت اختیار کی ہے۔

پروفیسر نورالدین صاحب کچھ عرصہ سے میرے ساتھ خط و کتابت کر رہے ہیں۔ ان کی سعی سے خواجہ محی الدین صاحب ٹیچر سنٹرل سکول کوٹلی (کشمیر) جماعت میں شامل ہوئے ہیں۔ پروفیسر نورالدین صاحب نوجوان ہیں۔ انہوں نے ایم۔ ایس۔ سی۔ پاس کیا ہے۔ ان کے خطوط سے نمایاں طور پر لیاقت ظاہر ہوتی ہے ایک دن وہ سلسلہ عالیہ کے نہایت قابل مبلغ ثابت ہوں گے۔ پروفیسر صاحب موصوف سرینگر کے باشندے ہیں۔

لفٹنٹ کمانڈر مرغوب عالم صاحب جو اس وقت چٹاگانگ میں ہیں لکھتے ہیں کہ فرید احمد صاحب جو چٹاگانگ کے پورٹ ٹرسٹ کے لائٹ آفیسر ہیں سلسلہ میں شامل ہوئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں خدا تعالےٰ نے فرید احمد صاحب کو دینی علوم سے بہرہ ور کیا ہے۔ چنانچہ وہ خطبہ جمعہ بھی دیتے ہیں۔

فالحمد للہ ربّ العالمین ۔

صدرالدین ۔ ۸ر جولائی ۱۹۶۸ء ۔ از خالد ولا ۔ بیئرویل ہوٹل ۔ مری

برٹش گیانا میں دس اشخاص کی شمولیت سلسلہ

گذشتہ اشاعت میں بتایا جا چکا ہے کہ برٹش گیانا میں شیخ ہارون صاحب سلسلہ عالیہ کی ترقی کے لئے کوشاں ہیں جس میں انہیں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اور ۱۰۳۔ اشخاص ان کے ذریعہ سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں۔ اس کے بعد مزید دس اصحاب کی فہرست موصول ہوئی ہے جنہوں نے ان کے ذریعہ جماعت میں شمولیت اختیار کی ہے ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں :۔

1 D: Aga Khan. British Guyana
2 Muhammad Yusaf. " "
3 Alladeen. " "
4 Muhammad Hussain " "
5 George Julian Basbryan. " "
6 Bag Khan. " "
7 Nagarath Zacoob " "
8 Mohd Zahid Khan " "
9 Juleet Gill ASMO " "
10 Muslim Fazal Inam " "

چٹاگانگ اور نائیجیریا سے شامل ہونیوالے اصحاب

Miss Zubaida Chowdhry.
Chittagong.
Muhammad Muftau Adalanee
Nigerea.

بیان القرآن کا عکسی ایڈیشن

پیشگی رقوم ارسال کرنے والوں کیلئے خصوصی رعایت

انجمن حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کی مایۂ ناز تفسیر القرآن موسومہ بیان القرآن کے عکسی ایڈیشن کی طباعت کا اہتمام کر رہی ہے۔ اس پر مجموعی طور پر -/40000 روپے خرچ ہوں گے اس سلسلہ میں اب تک ہمارے کرم فرماؤں نے پیشگی رقوم کی صورت میں تقریباً ساڑھے گیارہ ہزار روپے ارسال کئے ہیں۔ عطیہ جات ان کے علاوہ ہیں۔

بیان القرآن کے عکسی ایڈیشن کا کام ہر ممکن عجلت سے کیا جا رہا ہے۔ حواشی کی کتابت ۱۵ پاروں تک ہو چکی ہے۔ اب حواشی کی اغلاط کی صحت اور صفحات کی جوڑائی کا کام ہو رہا ہے۔ امید ہے ستمبر ۱۹۶۸ء تک جلد اوّل شائع ہو سکے گی۔

احباب نوٹ فرمالیں کہ پہلی جلد کے شائع ہونے تک پیشگی رقوم ارسال کرنے والوں کو ہی رعایت دی جائے گی۔ اس لئے اب تک جن احباب نے پیشگی رقوم ارسال نہیں کیں یا جو مزید رقوم ارسال کرنا چاہیں وہ اگست ۱۹۶۸ء کے آخر تک رقوم خزانہ انجمن میں داخل کرا دیں۔ اور اس خاص رعایت سے فائدہ اٹھائیں۔

تصحیح :۔ ۱۲ر جون ۱۹۶۸ء کے پیغام صلح میں جو فہرست شائع ہوئی تھی۔ اس میں عبدالحی صاحب کویت کی بجائے عبدالغنی صاحب کویت چھپا ہے۔ اور اسی طرح والدہ ارشد صاحب وزیرآباد کے نام کے آگے -/۵۰ روپے کی بجائے -/5 روپے درج ہیں۔ اسی طرح میزان -/11575 روپے ہونا چاہیئے نہ کہ -/11505 روپے۔ متعلقہ احباب نوٹ فرمائیں

سابقہ میزان :۔	11515 - 00
حافظ انور صاحب گوجرانوالہ	5 - 00
بیگم صاحبہ چوہدری ظہور احمد ۔	200 - 00
ملک الٰہی بخش صاحب راولپنڈی ۔	30 - 00
کل میزان :۔	11750 - 00

ڈاکٹر اللہ بخش ۔ آنریری جنرل سیکرٹری ۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

اخبار احمدیہ

شادی خانہ آبادی

—— محبوب اشرف صاحب ایم اے سینئر اسسٹنٹ واپڈا کی شادی دو ہزار روپے اور پانچ ایکڑ اراضی حق مہر کے عوض دختر ڈاکٹر مرزا رفیق بیگ صاحب ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر ملتان سے ۲۰ر جون ۱۹۶۸ء کو سرانجام پائی۔ شادی کی تقریب اسلامی روایات کے مطابق نہایت سادہ طریق سے ہوئی۔

خطبہ نکاح محترمی ڈاکٹر اللہ بخش صاحب آنریری جنرل سیکرٹری انجمن نے پڑھا جس میں اسلامی نکتۂ نظر سے نکاح کی اہمیت کی وضاحت کی گئی اور جسے حاضرین نے جن میں غیر احمدی بھی شامل تھے بہت سراہا۔

اس خوشی کی تقریب پر دولہا کی طرف سے پانچ روپے بطور عطیہ دارالشفاء کو دیئے گئے۔

احمدی نوجوان کی کامیابی

—— محمد ارشد صادق نے اس سال ایف ایس سی کا فائنل امتحان دیا ہے۔ جس کو اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور کی طرف سے سرگودھا۔ مردان۔ پشاور۔ سوات اور دیگر مقامات پر مختلف موضوعات پر تقاریر کے مقابلہ کے لئے بھیجا گیا۔ ہر جگہ سے کپ انعام اور کالج کے لئے ٹرافی لایا۔ اور اپنے کالج کی طرف سے عمدہ مقرر قرار دیا گیا اور سپیشل انعام اور سند ملی۔

اللہ کرے وہ احمدیت کے لئے بھی مفید ثابت ہو۔

"اللہ کرے زور زبان اور زیادہ"

میاں سعید احمد صاحبؒ کی وفات پر تعزیتی قرارداد

—— مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح ۔

جماعت سیالکوٹ نے میاں سعید احمد صاحب مرحوم کی وفات پر ایک قرارداد میں گہرے رنج و غم اور تعزیت کا اظہار کیا ہے۔ اس کا اعلان پیغام صلح میں کر کے ممنون فرمائیں۔

خاکسار نثار احمد از سیالکوٹ

احیاءِ دینِ اسلام اور جماعت احمدیہ کی خصوصیات

احمدیت کے امتیازی مسائل سے ہی غلبۂ اسلام مقدر ہے

جماعت احمدیہ لاہور ایک غیر فرقی و غیر پولیٹیکل خالصتاً دینی و تبلیغی جماعت ہے

جماعتِ احمدیہ لاہور کے مسلک و کامیابی پر پختہ ایمان اور اس سے صدق و وفاداری

ع۔ لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

خطبۂ جمعہ مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۶۸ء فرمودہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب دامت برکاتہٗ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

یٰایّھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ حقّ تقٰتہٖ ولا تموتنّ الّا وانتم مسلمون ——

—— واولٰئک لھم عذاب عظیم —— (اٰل عمران ۳: ۱۰۳-۱۰۵)

ان آیات میں ایک طرف تاکیدی طور پر اس امر کا ذکر کیا گیا ہے کہ مسلمان واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً ولا تفرقوا کے ارشادِ الٰہی کے مطابق سب کے سب اللہ کے عہد کو مضبوطی سے پکڑ لیں۔ اور تفرقہ نہ کریں۔ اور یہ کہ ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءھم البیّنٰت۔ یعنی ان کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے تفرقہ کیا اور اختلاف کیا اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی نشانیاں آ چکیں۔ مگر ساتھ ہی اسی جگہ یہ فرمایا ولتکن منکم اُمّۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر۔ چاہیئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں۔ اور اچھے کاموں کا حکم دیں۔ اور بُرے کاموں سے روکیں۔

ان آیات میں بظاہر کچھ تضاد نظر آتا ہے ایک طرف تو یہ فرمایا کہ تفرقہ مت کرو۔ اور متحد ہو کر رہو۔ اور دوسری طرف فرمایا کہ تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیئے۔ کہ جو دعوت الی الخیر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا آسمانی فریضہ انجام دے۔ بظاہر ان دو امور میں تضاد نظر آتا ہے کیونکہ اگر مسلمانوں میں ایک خاص طبقہ ایسا ہو تو تفرقہ پیدا ہو گیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسے گروہ کی وجہ سے نہ صرف تفرقہ پیدا نہیں ہوتا بلکہ ایسا گروہ تفرقہ کو دُور کرنے کا موجب بن جاتا ہے۔

اگر پہلے یہ کہا کہ تفرقہ مت کرو۔ پھر بعد میں بھی یہی فرمایا کہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے تفرقہ کیا۔ مگر درمیان میں یہ فرمایا کہ تم میں سے ایک ایسا گروہ ہونا چاہیئے جو ربانی مقاصد کو سر انجام دے۔ تو اس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ ایسے گروہ کا وجود موجب تفرقہ نہیں ہوتا بلکہ تفرقہ کو دُور کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جو جماعت دعوت و ارشاد، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے ہمہ تن وقف ہو گی وہ یقیناً داعی اتحاد ہو گی نہ کہ تفرقہ کا موجب۔ قرآن کریم کا ارشاد تو یہ ہو کہ اے مسلمانو! تم میں سے ہمیشہ ضرور ایک ایسی جماعت موجود رہنی چاہیئے۔ مگر جب اسی ارشادِ الٰہی کی تعمیل میں مسلمانوں کے بھولے ہوئے اس فریضہ کے ماتحت مامورِ وقت ایک جماعت تیار کریں جس کے مقصد اشاعت و غلبۂ دین کے بارہ میں کوئی اختلاف نہ ہو تو اسی جماعت کو تفرقہ و افتراق کا موجب قرار دے کہ اس پر مسلمان معترض ہوں۔ کیا یہ امر باعثِ تعجب نہیں! جب یہ جماعت ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتی بلکہ تکفیر کرنے والے سے بیزاری کا اظہار کرتی ہے تو پھر تو یہ جماعت اتحاد کی داعی علمبردار ہوئی۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ جو جماعت بعد ختم نبوت نئی نبوت کے قیام کے لئے کوشاں ہو یا تکفیر اہلِ قبلہ کی مجرم ہو تو اس کی بابت تفرقہ ڈالنے کا الزام بے شک صحیح صادق آسکتا ہے۔

جماعت احمدیہ لاہور اشاعتِ اسلام اتحادِ مسلمین کے لئے مختص ہے

چنانچہ جیسا کہ آپ کو علم ہے ایک مرتبہ یہی سوال حضرت مسیح موعودؑ سے بھی کیا گیا۔ کہ آپ نے ایک جماعت بنا کر تفرقہ پیدا کیا ہے۔ تو حضرت صاحبؑ نے فرمایا کہ اس جماعت کے قیام کا مقصد تفرقہ پیدا کرنا نہیں بلکہ یہ جماعت تفرقہ دُور کرنے کے لئے پیدا ہوئی ہے۔ اور صحیح بات بھی یہی ہے۔ حضرت امام زمانؑ کا مقصد بجز خدمت اسلام اور بجز تحفظِ ختم نبوت اور انوارِ نبوتِ محمدی پر یقین پیدا کرنے کے اور کچھ نہیں یہ میں گذشتہ جمعہ میں مفصل بیان کر چکا ہوں۔ مگر اس پر غیر از جماعت کی طرف سے ایک سوال وارد ہوتا ہے۔ کہ جب اس جماعت کا مقصد خدمتِ دینِ اسلام ہے۔ تو پھر یہ جماعت کیوں لوگوں کو شرکت کی دعوت دیتی ہے؟ کیوں اس جماعت کی خصوصیات اور اس کے مقاصد کا پرچار کیا جاتا ہے؟ کیونکہ یہ تو گویا تفرقہ پیدا کرنے والے امور ہیں۔

غیر از جماعت مسلمانوں کی یہ بڑی بھاری غلط فہمی ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے اُدعُ الی سبیلِ ربّک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ۔ یعنی تقاضۂ وقت اور ضرورتِ زمانہ کے مطابق قرآن کریم کی تعلیمات کو دنیا میں پیش کرو۔ ایسے طریق سے دعوت دو کہ اس کے بہترین نتائج پیدا ہوں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ جن معتقدات کو جماعتِ احمدیہ سے مختص کیا جاتا ہے اور جن کی وجہ سے اسے موجب تفرقہ خیال کیا جاتا ہے وہ تمام قرآن و سنت نے تلقین فرمائے ہیں اور جماعت احمدیہ نے حکمت اور موعظتِ حسنہ سے کام لے کر ضرورت زمانہ کے مطابق انہیں پیش کیا ہے۔

……………………

احمدیت نہ کوئی علیحدہ مذہب ہے اور نہ کوئی الگ فرقہ۔

آپ کو علم ہے، کہ جماعت احمدیہ کے نہ کوئی مخصوص فقہی مسائل ہیں جیسے کہ اسلام میں فقہ کے معاملہ میں چار مشہور مذاہب ہیں۔ یعنی ارکانِ دین نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، وضو وغیرہ کے مسائل کے بارہ میں چار مختلف نظریئے ہیں۔ ہر چہار مذاہب کا تفقہ ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ لیکن جماعتِ احمدیہ کے اس طور پر کوئی مخصوص فقہی مسائل نہیں ہیں۔ یہ جماعت اُن ہر چہار آئمہ کرامؒ کے تفقہ کا احترام کرتی ہے۔ ان فقہی مسائل میں یہ جماعت نہیں اُلجھتی۔ وضو کے طریقہ میں اختلاف رفع یدین، ہاتھ ناف کے نیچے یا سینے پر باندھنا۔ آمین بالجہر یا بالسکوت کہنا وغیرہ مسائل کو کوئی اہمیت نہیں دیتی۔ جس طرح کوئی ادا کر لے درست ہے جماعت احمدیہ نے ان مسائل میں اختلاف کی بناء پر کسی کے اسلام میں نقص و کمی کا جواز یا فتوےٰ نہیں دیا۔ یہ فقہی مسائل ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحبؑ سے جب بھی کسی فقہی مسئلہ کے بارے رجوع کیا جاتا تو آپ عموماً حضرت مولٰینا نور الدین صاحبؓ کو ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ مولوی صاحب اس بارے آپ بتلائیں۔ گویا حضرت صاحبؑ کے نزدیک یہ اختلافی مسائل ایمانی بنیاد کے حامل نہیں تھے۔ ان کی حیثیت محض ثانوی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہی مسائل کے بارہ میں احمدیوں میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ حضرت امامِ زمانؑ نے لکھا ہے کہ ہم اہلِ سنت والجماعت ہیں یعنی فقہی مسائل میں ہمارا طریقِ کار حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے مطابق ہے۔

پس جماعت احمدیہ کی تمام خصوصیات ایسی ہیں جن کو اپنائے بغیر اور جن پر چلے بغیر فتح اسلام کے دروازے کھل نہیں سکتے۔ یہ خصوصیات بہت سی ہیں۔ لیکن میں اس وقت صرف چند ایک کا ذکر کروں گا۔

وفاتِ مسیحؑ کا عقیدہ

ایک مسئلہ وفاتِ مسیحؑ کا عقیدہ ہے حضرت مسیح موعودؑ نے بڑا زور دیا ہے کہ حضرت مسیحؑ فوت ہو گئے ہیں۔ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جو حضرت صاحبؑ کا خود ساختہ ہو اور اسلام کے بنیادی عقائد میں تحریف کا موجب ہو، یا اسلام میں تفرقہ کا موجب ہو۔ بلکہ تاریخ دینِ اسلام کے مطالعہ سے معلوم ہو گا کہ اگر بہت سے علماءِ کرام حیاتِ مسیحؑ کے قائل تھے تو ایسے بھی آئمہ و صلحاء ہو گذرے ہیں جو وفاتِ مسیحؑ کے قائل تھے مثلاً

امام مالک رح کا مشہور قول ہے وقال مالک مات امام مالکؒ نے کہا کہ حضرت عیسٰےؑ وفات پاگئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسٰےؑ کی وفات یا حیات کا مسئلہ اگرچہ جزو ایمان نہیں۔ مگر حضرت اقدسؑ اور جماعت احمدیہ نے اس لئے وفات مسیحؑ کے عقیدہ پر زور دیا کہ علاوہ اس بات کے کہ قرآن و حدیث سے صریحاً وفات مسیحؑ ثابت ہے۔ حضرت عیسٰےؑ کی موت میں عیسائیت کی موت ہے۔ مسلمانوں پر عیسائیوں کے جارحانہ اقدام کا باعث اس زمانہ میں عام طور پر مسلمانوں کا حیات مسیحؑ کا عقیدہ بن رہا تھا اس کے برعکس وفات مسیحؑ کو ماننا کہ اسلام کے غلبہ کی راہ کھل جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی احمدیوں سے گفتگو کرنے سے قطعی گریز کرتے ہیں اور یہی باعث ہے کہ احمدیہ جماعت نے عیسائی ممالک میں دین اسلام کے علم کو کامیابی سے گاڑ دیا ہے چنانچہ آج مسلمانوں میں سے تمام اہل علم طبقہ وفات مسیحؑ کا قائل ہوچکا ہے۔ اور کہیں حیات مسیحؑ کے قائلین اسے پیش کر کے اپنے موقف کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کی جرأت نہیں رکھتے۔

زندہ خدا کا ثبوت اسکی زندہ تجلی سے

دوسری خصوصیت اس سلسلہ کی یہ ہے کہ یہ جماعت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کی قائل ہے۔ خدا زندہ ہے۔ وہ ہر زمانہ میں اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے ایسی ہمکلامی جس کے ذریعہ سے خدا کے ساتھ بندے کا تعلق خاص ہو جاتا ہے۔

کیا کوئی شخص غیر ادیان کے مقابل میں اس وقت اسلام کو کامیابی سے پیش کر سکتا ہے؟ اگر وہ یہ ایمان نہ رکھے کہ خدا زندہ ہے، وہ اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے اور ہر زمانہ میں کامل بندوں سے اس کی مخاطبت کا سلسلہ جاری ہے؟ یہ مامورین الٰہی اور اولیاء کرام زندہ خدا پر زندہ ایمان کے مظہر ہوتے ہیں۔ اسلام کو کامیابی ہو ہی نہیں سکتی جب تک خدا کو زندہ ثابت کر کے اس کی خدائی کی صفات کے ساتھ اسے پیش نہ کیا جائے اور اسکی ہمکلامی کے ثبوت بہم نہ پہنچائے جائیں یہ صرف اس وقت جماعت احمدیہ کا ہی طغرۂ امتیاز ہے کہ وہ خدا کو زندہ پیش کرتی ہے اور اس کی قدرتوں اور معجزانہ کرشموں کے ثبوت دیتی ہے۔

ایک اور عالمگیر قرآنی اصول ہے کہ دنیا میں مختلف اوقات میں مختلف قوموں میں انبیاء و رسل کی بعثت ہوئی۔ ہر قوم میں ہدایت الٰہی کا یہ ربانی اصول کارگر رہا ہے یہ ایک عالمگیر قرآنی اصول ہے۔ لیکن اس زمانہ میں اس مسئلہ پر صرف تحریک احمدیہ نے ہی زور دیا ہے۔ کیا کوئی شخص اس زمانہ میں اس اصول کو مانے بغیر دین اسلام کا غلبہ دیگر ادیان باطلہ پر دکھلا سکتا ہے۔

اسلام کی عالمگیر بین الاقوامی حیثیت۔

جس طرح کہ اس زمانہ میں قومیں اور ممالک جسمانی رنگ میں ایک دوسرے کے قریب آگئے ہیں اور اس طرح بین الاقوامی رابطہ دنیا میں قائم ہوگیا ہے۔ اس زمانہ میں مذہب کو بھی ایک بین الاقوامی حیثیت سے پیش کرنا ضروری ہوگیا ہے۔ وہ کونسا مذہب ہو سکتا ہے؟ صرف وہی جو تمام قوموں کے بزرگوں کا احترام کرتا ہو۔ جو تمام قوموں کی الہامی کتب کی تعظیم کرتا ہو۔ جو تمام قوموں کی الٰہی رہبری کا قائل ہو۔ اور سب کو خدا کی مخلوق یقین کرتا ہو۔ اب ظاہر ہے کہ ایسا دین صرف اسلام ہی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں جماعت احمدیہ نے اسلام کو بین الاقوامی دین اور عالمگیر و ہمہ گیر ضابطۂ حیات کے طور پر پیش کیا ہے۔

میں اس مختصر سے وقت میں ان تمام مسائل کو بیان نہیں کر سکتا جن کو احمدیہ جماعت کی خصوصیت سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اصول کے طور پر یہ بتاتا ہوں کہ جن جن اصول تعلیم کو حضرت امام زمانؑ نے جماعت کی خصوصیات بنا دیا وہ تمام کے تمام ایسے ہیں جن کے بغیر غلبۂ اسلام ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر یہ بات صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے کہ ان خصوصیات کے تحت ہی جماعت احمدیہ نے فتح اسلام اور غلبۂ اسلام کے جھنڈے کامیابی کے ساتھ مغرب میں گاڑ دیئے تو پھر اس بات کو ماننے میں کیا اعتراض ہے کہ یہ سب کچھ ان خصوصیات کی وجہ سے ہی ہے جو اس زمانہ میں اس جماعت نے بطور ہتھیار استعمال کئے ہیں اور انہی حربوں سے ادیان باطلہ پر کاری ضربیں لگائیں جو شاندار کامیابی تبلیغ اسلام کے میدان میں اس جماعت نے حاصل کی ہے سب لوگ اس کے رطب اللسان ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ اس بات کو سمجھنے سے سراسر قاصر ہیں کہ یہ کامیابی و کامرانی انہی خصوصیات کی وجہ سے اس جماعت کو حاصل ہوئی ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ جماعت اگر یہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے وقف ہے تو پھر حضرت مرزا صاحبؑ کے دعووں کو کیوں پیش کرتی ہے۔ اور آپ کو صادق و منجانب اللہ منوانے پر کیوں مصر ہے؟ اثبات دعاوی پر اتنا زور کیوں دیا جاتا ہے؟

اشاعت اسلام اور غلبۂ دین کا جوش اور اس پر محکم یقین

آپ واقعات پر غور کریں کہ اشاعت اسلام کا جوش اور اس مقصد میں کامیابی کا یقین اور تبلیغ دین کی راہ میں ایثار و قربانی اس جماعت میں کیوں پیدا ہوئی؟ ہو کیونکہ یہ جماعت دیوانہ وار اپنا مال و وقت اور علم اس راہ میں صرف کر رہی ہے؟ اس کے مقابلہ میں غیر از جماعت اصحاب کیوں ناکام اور بے حس پڑے ہوئے ہیں؟

میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت حبیبیہ ہال لاہور میں تعزیت کا جو جلسہ جنوری ۱۹۳۳ء میں ہوا اس جلسہ میں میں شامل تھا۔ ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین مرحوم نے اس جگہ جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے کہا کہ جب خواجہ کمال الدین صاحبؒ اشاعت اسلام کے لئے ولایت پہنچے تو میں نے کہا خواجہ صاحب اپنی اس مہم تبلیغ اسلام میں اس ملک انگلینڈ میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ لیکن ڈاکٹر خلیفہ صاحب مرحوم نے تعزیتی جلسہ میں اقرار کیا کہ میری وہ غلطی تھی۔ آج میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں، کیونکہ خواجہ صاحب مرحوم نے واقعی غلبۂ اسلام کر کے دکھلا دیا۔

اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ یہ دونوں صاحب ہی مسلمان ہیں۔ ایک صاحب جنہیں مامور وقت سے تعلق نہیں غلبۂ اسلام سے مایوس ہیں۔ اس راہ میں کسی کوشش کو جنون قرار دیتے ہیں دوسرا آدمی ہے اسے غلبۂ اسلام کا ایسا حسنی یقین ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا وہ اپنا گھر بار وطن چھوڑ کر غیر ملک میں ڈیرہ لگا دیتا ہے۔ چنانچہ اس نے یورپ میں اسلام کا غلبہ کر کے دکھلا بھی دیا جس کا اعتراف ایک دنیا نے کیا۔ آخر مایوسی اور یقین کا یہ فرق کہاں سے پیدا ہوا؟ یہ فرق حضرت امام زمان کی شخصیت کو ماننے اور نہ ماننے کی وجہ سے ہی پیدا ہوا۔ خواجہ صاحب رح کا ایمان تھا کہ حضرت امام زمانؑ اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ وہ مامور الٰہی ہیں۔ حضرت صاحبؑ نے جو اپنے کشف میں دیکھا کہ میں لندن میں کھڑا ہوں، منبر پر چڑھ کر لیکچر دے رہا ہوں۔ اور سفید پرندے پکڑ رہا ہوں۔ تو خواجہ صاحبؒ کو یقین تھا کہ یہ کشف درست ہے یہ ضرور صحیح ہو کر رہے گا حضرت مامور وقتؑ پر ایمان راسخ ہی تو تھا جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب رح کے دل میں فاتحانہ ایمان پیدا کر گیا کہ میں انگلستان میں انگریزوں کو مسلمان بنانے میں ضرور کامیاب ہوں گا۔

آپ دیکھئے کہ حضرت مرزا صاحبؑ کو ماننے کا کچھ فائدہ ہوا یا نہیں۔ کیا حضرت امام زمانؑ پر ایمان لائے بغیر مایوسی دور ہو سکتی ہے؟ واقعات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ غلبۂ اسلام پر یہ یقین اور مدافعت اسلام کے میدان میں کامیاب ہونے کے تمغے تمام حضرت مرزا صاحبؑ کے طفیل ہی جماعت احمدیہ کو ملے ہیں۔

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے لکھا ہے کہ میں نے انگلستان میں لیکچر دیئے دہریوں اور عیسائیوں نے اعتراضات کئے میں نے ان کے جواب دیئے۔ اور اسلام کی حقانیت و صداقت کے دلائل دیئے۔ لیکن آپ حیران ہوں گے کہ جب میں نے حضرت مرزا صاحبؑ کی تصانیف کو پڑھا تو کوئی اعتراض اور بات ایسی نہ تھی جو ان میں ذکر نہ کی گئی ہو، اور اس کا کافی شافی مدلل و مسکت جواب نہ دیا گیا ہو۔

جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ غیر از جماعت کہتے ہیں کہ جب اس جماعت کا مقصد اشاعت اسلام ہے تو بس ٹھیک ہے پھر ہم خصوصیات سلسلہ کو کیوں قبول کریں۔ میں نے پچھلی دفعہ چند ایک مسلمان زعماء کے اعترافات بیان کئے تھے جو انہوں نے جماعت احمدیہ کی خدمات دینیہ کے سلسلہ میں کئے ہیں۔ کیا یہ کامیابی بغیر ان خصوصیات کے ہی حاصل ہوگئی ہے؟ نہیں! بلکہ ان کامیابیوں کا سہرا ان خصوصیات کے ہی سر ہے۔ اور انہی خصوصیات کی وجہ سے غلبۂ اسلام آئندہ زمانہ میں ہونا مقدر ہے۔ اس امر کا اعتراف غیر از اسلام مفکرین بھی کرتے ہیں۔

جمود، بے حسی اور بے عملی کو دور کر کے احیاء اسلام کی راہیں استوار کرنا

یہ تمام اعترافات اور واقعات موجود ہیں اس کے باوجود اس جماعت کے بارے میں غلط پروپیگنڈا دیانت و تقویٰ کے برخلاف ہے۔ اس جماعت نے تفرقہ پیدا نہیں کیا بلکہ تفرقہ کو مٹایا ہے۔ اگر اسلام نے کہا ہے کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے تو یہ جماعت اس اصول پر شدت اور سختی سے پابند ہے۔ یہ ہر کلمہ گو کو مسلمان یقین کرتی ہے۔ ایک جگہ حضرت امام زمانؑ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان بھائی کو کافر کہے تو اس کے لئے سزا ہونی چاہیئے تاکہ آئندہ وہ کسی مسلمان کو کافر کہنے میں محتاط ہو جائے۔ ہم اتحاد اسلامی کے قائل ہیں، اور اس صدی میں صرف اسی جماعت احمدیہ لاہور نے آواز بلند کی ہے کہ سب کلمہ گو بھائی بھائی ہیں۔ تکفیر مسلمین کا اسی جماعت نے سدباب کیا۔ اور مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق قائم کرنے کی تحریک چلائی۔ لیکن اتحاد و اتفاق کے معنی یہ نہیں کہ اگر مسلمانوں کے بعض اعتقادات و اعمال کتاب و سنت کے برخلاف ہوں تو ان کے بارے یہ نہ کہا جائے کہ یہ غلط ہیں اور ان کی اصلاح ہونی چاہیئے، اگر اصلاح نہ کی جائے تو جمود۔ بے حسی اور بے حرکتی کے دور

(باقی بر ص ۸)

چمکتا سورج یا دُکھتی آنکھ

از قلم :۔ الحاج حافظ چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ - ایڈووکیٹ گجرات

"الفضل" (ربوہ) مورخہ ۱۱ جولائی کا صفحہ ۳ ہمارے دوست مولانا محمد یعقوب خان صاحب ایڈیٹر "لائٹ" کے لئے وقف کر دیا گیا ہے۔ ہوا یوں کہ ۲۵ جون ۱۹۶۶ء کو خان صاحب ایبٹ آباد سے بذریعہ موٹر کار اس غرض کے لئے مری پہنچے کہ ربوہ کے خلیفہ ثالث مرزا ناصر احمد صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل کریں۔ اسی دن یہ ملاقات بمقام بوربن مضافات مری میں وقوع پذیر ہوئی۔ اس ملاقات کے متعلق خان صاحب نے "الفضل" کو ایک چٹھی لکھی جسے "الفضل" نے چار سطروں میں بڑے موٹے حروف میں عنوانات قائم کر کے شائع کیا۔ کیا اس ملاقات میں خلیفہ صاحب نے کوئی معارف کے دریا بہا دیئے؟ یا اختلافات پر کوئی بسیط بحث فرمائی اور انہیں حل کر کے رکھ دیا؟ ۔ خانصاحب کی چٹھی سے تو صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں صرف ایک بات ہوئی اور وہ یہ کہ خان صاحب نے جب خلیفہ صاحب سے ملاقات کی۔ تو ان کے اپنے قلم کے رُو سے "میرا احساس یہ ہوا ان کے نورانی چہرے کو دیکھ کر کہ گویا اُفق سے روحانیت کا چاند طلوع ہوا ہے"۔ اور اسی وقت انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ "اسی وقت مجھے یہ بھی خیال آیا کہ میں جماعت احمدیہ ربوہ کے دوستوں کو مبارکباد دوں کہ خدا تعالےٰ نے ان کو ایسا بلند پایہ امام دیا ہے۔ اسی غرض کے لئے انہوں نے چند سطور (۱) میں خلیفہ صاحب کے کسی **علم و فضیلت کا ذکر نہیں کرتے۔ کسی قلب کو سکون دینے والی تقریر کا حوالہ نہیں دیتے۔** دلائل کی کسی ایسی موج کا ذکر نہیں کرتے جس کی طغیانیاں مخالف کے عقائد کو بہا کر لے جائیں۔ ان کا تاثر یہ ہے کہ خلیفہ صاحب کی "شخصیت ہر قسم کے تصنع سے بالاتر ہے"۔ انہوں نے اپنی اس چٹھی میں بہت سے ایسے پیشواؤں کو دیکھنے کا ذکر کیا ہے "جو ہفتے کے سات دنوں میں سے چھ دن اپنے جبّہ و دستار اور ریش کے میک اپ پر صرف کرتے ہیں"۔ مگر خلیفہ صاحب کی یہ حالت ہے کہ "بناوٹ اور میک اپ کہیں کوسوں بھی ان کے نزدیک نہیں گئی"۔ **اور اس لئے ان کو محض دیکھنا ہی انسان کے اندر نور ایمان پیدا کرتا ہے"۔** ان کی چٹھی کا سارا لب لباب یہی ہے اور اسی کو چھاپ کر "الفضل" خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ خان صاحب! جس اُفق سے آپ نے یہ چاند طلوع ہوتے دیکھا ہے اسی اُفق میں کہیں پچاس سال تک آپ یہ نظارہ تو نہیں دیکھتے رہے کہ جماعت ربوہ کے تمام علماء و فضلاء و بلغاء و خطباء و حکماء و طلباء و رؤساء و شعراء، اسکے مصنفین، مبلغین، ناقدین، مورخین، معترضین، مقررین اور محررین اس صدی کے امامؑ کے سب سے عظیم الشان ستارے کے خلاف نہایت مکروہ اور نہایت ذلیل اور مذموم پراپیگنڈا کرتے رہے ہیں۔ وہ عظیم الشان انسان جس کے متعلق مارماڈیوک پکتھال ایسے علامہ نے لکھا ہے کہ اس زمانے میں اکیلے مولانا محمد علی صاحب نے اسلام کی اتنی خدمات سر انجام دی ہیں کہ دنیا کی انجمنیں مل کر بھی ایسا نہیں کر سکیں۔ یہ وہ مولانا محمد علی صاحب ہیں۔ جن کے خان محمد یعقوب **خان صاحب تو ان کی زندگی کے آخری لمحات تک دایاں بازو بنے رہے۔**

آہ! خان صاحب! میں آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ آپ کے قلم سے ایسا مواد بھی ٹپک پڑا تھا :۔

> "نبی کریم صلعم نے اپنے صحابہ رض کو آسمان کے چمکتے ہوئے تاروں سے تشبیہ دی ہے۔ فرمایا۔ **اصحابی کالنجوم فبایّھم اقتدیتم اھتدیتم** یعنی جس ایک تارے سے بھی چاہو اکتساب نور حاصل کر سکتے ہو۔ حضرت مسیح موعودؑ اس زمانے میں فنا فی الرسول کے مقام پر ہے اور اس لحاظ سے انتشار روحانیت کے مرکز تھے۔ جو لوگ بھی آپ کے گرد جمع ہوئے انہوں نے اپنی استعداد و صلاحیتوں کے مطابق آپ سے اکتساب نور کیا **مولانا محمد علی انہی سابقون الاوّلون میں سے اُفق اسلام پر ایک بہت بڑا تارا بن کر چمکے اور ایسا چمکے کہ مشرق و مغرب کو نورِ اسلام کی شعاؤں سے روشن کیا"۔**

یہ عجیب اتفاق ہے کہ خان صاحب کے موجودہ "شاہکار" کا جو "الفضل" میں چھپا ہے عنوان یہ ہے :۔

> "حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ سے ملاقات کے بعد مولینا محمد یعقوب خان ایڈیٹر "لائٹ" کے تاثرات"

اور ان کے قلم سے ٹپکے ہوئے **دسمبر ۱۹۶۲ء کے مواد سے جو اقتباس ہم شائع** کر رہے ہیں اس کا عنوان ہے :۔

> **"مولانا محمد علی کے متعلق چند تاثرات از قلم :۔ مولانا محمد یعقوب خان صاحب"۔**

آگے چل کر خان صاحب مولانا محمد علی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں :۔

> "مولانا محمد علی صاحب کا سب سے بڑا امتیاز **جو انہی کیلئے مقدر تھا اور انہی کے حصے میں آیا۔ آپ کا یہی کارنامہ ہے کہ تاریخ اسلام میں آپ پہلے مسلمان تھے جنہوں نے اسلام کا پیغام ممالک مغرب کو ایک مغربی زبان میں پہنچایا"۔**

اور یوں بھی :۔

> "مغرب میں جب طلوع اسلام کی پیشگوئی پوری ہوگی اور لوگ جوق در جوق شامل اسلام ہوں گے اور آنے والا **مورخ اس روحانی انقلاب کے محرکات کھوج لگانے بیٹھے گا تو یقیناً مولانا محمد علی کے ترجمۃ القرآن کو ان محرکات میں سر فہرست جگہ دے گا"۔**

اپنے تاثرات کو بیان کرتے ہوئے خان صاحب نے کئی صفحات کو اپنے خیالات کا میدان بنایا ہے۔ ان کے ایک ایک لفظ سے ان کے دل کا اخلاص ٹپکتا ہے مگر ساتھ ہی ساتھ وہ ناقابل تردید شہادت بھی پیش کرتے چلے جاتے ہیں جس سے مولانا محمد علی صاحبؒ کا مقام اعلیٰ علیین تک پہنچا ہوا ثابت ہوتا ہے۔ دیکھئے کس شان سے خان صاحب کا قلم مولانا کی شخصیت کا نقشہ کھینچتا ہے :۔

> "مجھے کم و بیش تئیس سال کے عرصہ تک مولانا کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ دفتر میں کام کرتے ہوئے ملاقاتیوں سے گفتگو کرتے ہوئے نمازوں کے مقررہ اوقات پر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نماز باجماعت کے لئے مسجد جاتے جمعہ کے روز خطبہ دیتے، انجمن کے جلسوں میں صدارت کے فرائض انجام دیتے، انجمن کے مفاد کے لئے تحریکات اور جدوجہد کرتے، انجمن کے دفاتر اور اداروں اور جائداد اور اموال کی نگرانی کرتے ہوئے سالانہ جلسہ پر تقریروں اور چندے کی تحریکات کرتے یہ سب کچھ ایک طویل فلم کی طرح سے میری آنکھوں کے سامنے سے گذرتا رہا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ جس چیز کو بھی مولانا نے ہاتھ ڈالا اس کو چار چاند لگا دیئے۔ اس میں جان ڈال دی۔ اسے کامیابی کی

منزل تک پہنچا کر چھوڑا۔"

یہ خان صاحب کا کوئی زورِ قلم نہیں جو تصویر میں اپنی طرف سے رنگ بھرا ہو بلکہ یہ مولانا محمد علی صاحبؒ کی جیتی جاگتی تصویری شخصیت ہے، جسے خان صاحب نے الفاظ کا پیکر بنا کر قرطاسِ بیاض پر جلوہ گر کر دیا ہے۔ اور اپنے نقوش ثبت کر دیئے ہیں جو کبھی مٹائے نہ جا سکیں گے۔

نئے چاند کا طلوع

ہمارے خان صاحب نے اُفقِ روحانیت سے نیا چاند تو چمکا دیا ہے مگر وہاں خلیفہ صاحب کے متبعین کی جماعت جو ہزاروں کی تعداد میں کھڑی ہے کیا اس نے حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کے متعلق مغلظات کہنی چھوڑ دی ہیں ہمارا ذاتی تجربہ تو اس کے خلاف ہے۔ ہم نے حال ہی میں جو ایک خط کھلی چٹھی کی شکل میں بنام میاں ناصر احمد صاحب شائع کیا تھا، اس کے ردِ عمل میں ہمیں جو خطوط جماعت ربوہ کی طرف سے ملے ہیں اس میں ہماری "خاطر" کم اور مولانا محمد علی صاحبؒ کی زیادہ کی گئی ہے۔ انہیں تو انہوں نے بے نقط گالیاں دی ہیں۔ جنہیں پڑھ کر ہم کانپتے اور لرزتے رہے ہیں۔ خان صاحب خود بھی اس کا تجربہ کر سکتے ہیں۔ اچانک کسی ربوی کو ملوالیں اور مولانا محمد علی صاحبؒ کے متعلق گفتگو کرنی شروع کر دیں۔ وہ دیکھیں گے کہ ربوی "منہ چڑھا۔ ماتھے پہ بل۔ ابرو پہ چین" ——— کی تصویر بن جائے گا۔

پھر ہم خان صاحب سے یہ پوچھتے ہیں کہ خلیفہ ثانی مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے جو ۴۰ کروڑ مسلمانوں کے خلاف کفر کا فتوےٰ صادر کر رکھا تھا۔ کیا اس نئے چاند نے اس سے رجوع کر لیا ہے اور کیا اس نئے چاند کی "چمک" نے ختم نبوت کی چمک کو ربویوں کی طرف سے غبار آلود کرنے کے عمل سے روک دیا ہے؟

خان صاحب! آپ کا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضرت صاحبؑ نے اپنے دعاوی میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں کی۔ اب تو آپ کی اس چاند سے بھی ملاقات ہو چکی ہے اس نے اس کے متعلق آپ کے کان میں کیا فسوں پھونکا ہے۔ اس سے قبل تو حضرت مسیح موعودؑ کو نبی بنانے کی کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ وہ انہیں نبی کی بجائے غیبی ثابت کرنے میں لگ گئے۔ اس خاص نظریے کے متعلق اب آپ کا تاثر کیا ہے؟ اور اس نئے چاند کی روشنی اس مسئلے پر کیا روشنی ڈالتی ہے؟

سادگی واقعی ایک خوبی ہے

ہمیں یہ تسلیم ہے کہ زمانۂ حال کے مذہبی پیشواؤں کی عادتوں میں الا ماشاء اللہ تکلف نے جگہ پا لی ہے۔ مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر بے تکلف پیشوا فلک الافلاک تک پہنچ سکتا ہے۔ کیا یہ مناسب نہ تھا کہ سادگی کی حد تک ہی تعریف کی جاتی؟ اُفقِ روحانیت سے نئے چاند کا نہ کوئی طلوع ہوا ہے نہ کسی اور کو اس قسم کا کوئی احساس پیدا ہوا ہے یہ صرف خان صاحب کی قوتِ متخیلہ ہے جو انہیں اُٹھا کر کہیں سے کہیں لے گئی ہے۔

ہاں۔ ہم یہاں بیٹھے آپ کو ایک جانفزا خبر سنائے دیتے ہیں۔ ہماری کسی چڑھتے اور اُبھرتے چاند یا سورج سے ملاقات تو نہیں ہوئی مگر ہمارے کانوں تک یہ خبر پہنچ چکی ہے کہ حضرت صاحب کی اولاد ہی میں سے ایک ایسا ستارہ چمکنے والا ہے جو ربوہ اور مضافات اور اس کی تمام شاخوں اور انجمنوں پر چھا جائے گا اور شاید آپ کا چمکتا چاند اس کے سامنے ماند پڑ جائے گا۔ اس کا نعرہ یہ ہوگا کہ حضرت صاحب کو مقام یا منصب نبوّت حاصل نہ تھا بلکہ نبوّت بطور انعام اور اعزاز کے دی گئی ہے۔ اس کا نظریہ یہ ہوگا کہ رسول عربی ہی منصب نبوّت پر قیامت تک کے لئے فائز ہو چکے ہیں۔ حضورؐ کے بعد اس منصب پر نہ تو نیا اور نہ کوئی پرانا نبی بٹھایا جائے گا۔ نبوّت کا لقب اعزازی طور پر ملنا اور بات ہے۔ مگر نبوّت کا منصب کسی کو عطا کیا جانا چیزے دیگر است۔ ایسے نبی کے انکار سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔

اب یہ آواز ربوہ سے اُٹھنے والی ہے اور شاید اس کی دھیمی دھیمی گونج ربوہ کی گلیوں اور بازاروں میں اب بھی اُٹھ رہی ہے۔ ممکن ہے اس نئے چاند کے طلوع سے قبل خان صاحب نے ذرا عجلد بازی سے کام لے کر ایک ایسے چاند کی زیارت کر لی ہے جس کے لئے شاید مستقبل قریب میں ہمارے بیان کردہ چاند سے مستنیر ہونا مقدر ہو۔ بہرحال ہم خوش ہیں کہ ہمارے دوست نے ربوہ میں کسی نور کی جھلک دیکھی ہے۔ خدا کرے کہ وہ نور سراپا نور ہو کر دنیا کی آنکھوں کا سرور بن جائے۔ ہمارا اپنا خیال یہ ہے کہ خان صاحب کو آشوبِ چشم کی وجہ سے یہ نظارا دیکھنا نصیب ہوا۔ اور یہی حقیقت ہم نے اس مضمون کے عنوان میں سمو دی ہے۔

مولانا محمد یعقوب خان صاحب ایڈیٹر "لائٹ" جب آپ زندہ تھے ہفت روزہ "لائٹ" کی جلد ۴۳ شمارہ ۴۲-۴۳ کی خاص اشاعت مجریہ ۲۴ر دسمبر ۱۹۶۴ء کے صفحہ ۲ پر حضرت مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ کی شبیہہ مبارک کے اُوپر لکھتے ہیں:-

"وہ ہستی جس نے تن تنہا اسلام پر انسائیکلو پیڈک لٹریچر پیدا کیا"

اور بحوالہ مارمیڈیوک پکتھال لکھتے ہیں:-

"کسی زندہ انسان نے اسلام کی تجدید کے لئے لاہور کے مولانا محمد علی صاحب سے زیادہ قیمتی اور طویل خدمات انجام نہیں دیں۔"

اور تصویر کے نیچے لکھتے ہیں:-

"مشہورِ عالم ترجمہ قرآن کریم انگریزی کے مؤلف حضرت مولینا محمد علی صاحب جو گذشتہ چالیس برس تک جماعت احمدیہ لاہور کے قائد اور روحِ رواں رہے۔"

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی آپکی "دعوت الی الحق"

اور سخت ترین مخالفت کے باوجود شاندار کامیابی

عید میلاد النبیؐ کے موقعہ پر مسجد برلین (جرمنی) میں مولینا محمد یحییٰ بٹ صاحب امام کی تقریر

معزز خواتین و حضرات! السلام علیکم و رحمۃ اللہ میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اور مجھے خوشی ہے کہ آپ سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کی مبارک تقریب کو منانے کے لئے آج مسجد میں جمع ہوئے ہیں۔

سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آج سے قریباً ۱۴۰۰ سال پہلے بحساب قمری مکہ میں پیدا ہوئے۔ آپؐ کا یوم ولادت آج تمام اسلامی دنیا میں منایا جاتا ہے۔ اور اس دن مسلمان اپنی اس محبت کا اظہار کرتے ہیں جو آپؐ کے متعلق ان کے دلوں میں موجزن ہے اور خواہش کرتے ہیں کہ آپؐ کی تعلیمات کو پھر سے اپنی یاد میں تازہ کرتے جو آپؐ نے خدا کا رسول ہونے کی حیثیت سے دنیا کو دیں تاکہ مسلمان آپ کی تعلیمات کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو سدھاریں اور خدا کی محبت کو اس دنیا میں حاصل کر سکیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس دنیا میں ہماری زندگی کا مقصد محبت الٰہی کو حاصل کرنا ہے۔ لیکن آپؐ کا اس سے یہ مطلب نہیں کہ یہ مقصد عظیم محض چند رسومات کے ادا کرنے سے حاصل ہو سکے گا۔ آپؐ نے ظاہر پرستی اور رسوم پرستی کی کئی بار مذمت کی ہے۔ اور اس امر پر بارہا زور دیا ہے کہ یہ مقصد عظیم ہماری روزمرہ کی زندگیوں کو خدا تعالیٰ کے احکامات کے مطابق بسر کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کن سے محبت کرتا ہے؟ اس کا جواب قرآن کریم نے یوں دیا ہے:۔

ان اللّٰہ یحب المتقین۔ یعنی اللہ تعالیٰ متقیوں سے محبت رکھتا ہے۔ متقی وہ ہے جو خدا تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کرتا ہے۔ پھر لکھا ہے:۔

ان اللّٰہ یحب المحسنین۔ یعنی اللہ تعالیٰ نسلِ انسانی پر احسان کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ اور فرمایا:۔

ان اللّٰہ یحب المقسطین۔ یعنی اللہ عدل کرنے والے سے محبت رکھتا ہے۔ اور فرمایا واللّٰہ یحب الصابرین۔ یعنی اللہ تعالیٰ صابر لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔ صابر وہ جو مصائب کے باوجود حق پر ڈٹ جائے۔

ان اللّٰہ یحب التوابین و یحب المطھرین۔ یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔

ان آیاتِ ربانی میں ایک بہت بڑی خوشخبری سنائی گئی ہے کہ ہر وہ جو اپنی زندگی میں کوئی پولیٹکل لیڈر یا جج یا کوئی بڑا تاجر بننا چاہتا ہے۔ وہ اپنے اپنے حلقہ میں تگ و دو کرتے کرتے محبت الٰہی کو حاصل کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ ایک خدا پر ایمان رکھتے ہوئے نسلِ انسانی پر احسان کرے۔ مشکلات پیش آمدہ پر حق پر ڈٹا رہے اور پھر وہ لوگوں کے مابین عدل و انصاف کرے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ خدا کے حضور جھکا رہے اور اسی سے ہی مدد و اعانت طلب کرتا رہے۔ وہ کون ہے جس سے خدا محبت نہیں کرتا۔ اس کا جواب قرآن کریم نے یوں دیا ہے:۔

واللّٰہ لا یحب المفسدین۔ اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ انہ لا یحب الظالمین۔ وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔

انہ لا یحب المعتدین۔ وہ حدود الٰہی سے تجاوز کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

غور کیجئے! آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ انسان کے ان اعمال کو پسند کرتا ہے جن سے سوسائٹی میں امن پیدا ہوتا ہے اور وہ ان اعمال کو اور ان لوگوں سے محبت نہیں کرتا جن سے دنیا کا امن تباہ ہوتا ہے۔ وہ جو دوسروں کے حقوق کو پامال کرتے اور کمزوروں پر ظلم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے محبت نہیں کرتا۔

سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام تعلیمات کو اپنی زندگی میں عملاً کر کے دکھا دیا۔ آپؐ ایک سلطنت کے فرمانروا تھے۔ آپؐ جج بھی تھے۔ آپؐ کے ہاتھ میں سیاسی طاقت تھی۔ آپؐ ایک مضبوط جاں نثار فوج کے کمانڈر تھے۔ ملک کے خزانے آپ کے ہاتھ میں تھے۔ اس تمام طاقت اور تمام خزانوں کا مالک ہوتے ہوئے آپؐ نے قوم کے خزانوں کو نسلِ انسانی کی بہتری اور ان کی بہبودی کے لئے خرچ کیا۔ آپؐ کی یہ عملی زندگی ایک اعلیٰ اور بے مثال نمونہ ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ و یغفر لکم ذنوبکم واللّٰہ غفور الرحیم

یعنی اے محمدؐ دنیا میں اعلان کر دو کہ اے آدم کے بیٹو اگر تم خدا سے محبت کرنے کا دعویٰ کرتے ہو تو آؤ میری اتباع کرو۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

ان الفاظ میں چند الفاظ قابلِ غور ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے "فاتبعونی" یعنی محمدؐ کی تابعداری کرو۔ یعنی یہ کہ ہمیں اپنی عملی زندگی میں حضرت محمد صلعم کی تابعداری کرنا ہو گا۔ اور اپنی دولت اور اپنی طاقت کو اسی طرح نسل انسانی کی بھلائی کے لئے خرچ کرنا ہو گا جس طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً کر کے دکھلایا۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے ملک میں پیدا ہوئے جہاں لوگ خدائے واحد اور اس کے احکامات کی تابعداری کرنا بالکل بھول چکے تھے۔ خدائے واحد کی پرستش کی بجائے تین سو سے زائد بتوں کی پوجا کی جاتی تھی۔ لوگ اپنے ہاتھ سے پتھر کے بت بنا کر ان کے آگے سر جھکاتے تھے۔ اس ملک میں بدامنی پھیلی ہوئی تھی۔ اس ملک کے رہنے والے مختلف قبائل میں بٹے ہوئے تھے۔ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے برسرپیکار رہتا تھا۔ عورتوں کے سوسائٹی میں کوئی حقوق نہ تھے۔ ان کے حقوق بری طرح پامال کئے گئے تھے۔ اس ملک میں کوئی قانون نہ تھا۔ ایک طاقتور کمزور سے جیسے چاہتا سلوک کرتا۔ چاہتا تو اس کو مسل دیتا۔ انسان کو بوجہ غربت یا بوجہ کم رتبہ قبیلہ کے نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اور ان کو حق نہیں تھا کہ وہ معزز قبیلہ کے سرداروں کے ساتھ بیٹھ سکیں۔ غرباء قابلِ رحم حالت میں تھے۔ قوم کی قوم کا مقصد زندگی تھا کہ کھاؤ پیو اور عیش کرو۔

عرب کی سوشل اور اخلاقی حالت جب اس قدر گر گئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلعم کو کھڑا کیا تا آپؐ عرب قوم اور اس کے ساتھ تمام نسلِ انسانی کی اصلاح کریں اور انہیں اخلاقیات کے اعلیٰ مقام تک تربیت دیں۔ آپؐ کا نصب العین قوم کی قوم کو اس پست حالت سے نکال کر انسانیت کے معراج تک پہنچانا تھا۔ اس اعلیٰ مقصد کو حاصل کرنے کے لئے آپؐ نے ۲۳ سال تک متواتر دن رات تگ و دو کی۔ بالآخر آپ اپنے اس عظیم الشان مقصد میں کامیاب ہوئے اور آپؐ نے تمام قوم کے پرانے ڈھانچہ کو اعلیٰ اخلاقی ڈھانچے میں بدل دیا۔

قوم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی کیا گیا نظامِ حیات دیا۔ قوم کے تمام افراد کو قانون الٰہی کے سامنے یکساں جواب دہ ٹھہرایا۔ قبیلہ کے باہمی تفاوت کو دور کر دیا۔ عورتوں کے حقوق کو تسلیم کیا۔ اور ان کے حقوق مردوں کے حقوق کے برابر قرار دیئے۔ عورتوں اور قوم کے نادار افراد کے حقوق کی حفاظت کے قوانین بنائے۔ لوگوں کے اندر سے باہمی نفرت کو دور کر کے ان کے درمیان باہمی محبت کے جذبات پیدا کر دیئے۔ قوم کو اخلاقیات اور روحانیات کے اعلیٰ اصول سکھائے۔ شراب خوری اور مرد و عورت کے مابین آزادانہ محبت کو حرام قرار دیا۔ آزادانہ محبت کی جگہ عفت کو پیدا کیا۔ اور آزادانہ محبت کو قابل سزا ٹھہرایا۔ قوم کے درمیان یکجہتی کو پیدا کیا۔ اور تمام قوم کو ایمان باللہ کے مضبوط رشتہ کے ساتھ باہم باندھ دیا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عظیم الشان اصلاح کی بنیاد خدائے واحد پر ایمان لانے کے تصور پر رکھی۔ خدائے واحد پر ایمان کیا ہے۔ اس کو ایک نئے انداز میں پیش کیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم کسی اعلیٰ ہستی کے موجود ہونے کو مان لیں۔ بلکہ خدا پر ایمان کا مطلب یہ قرار دیا کہ ہم یقین کریں کہ خدا ہے۔ وہ ہمیں دیکھتا ہے۔ وہ ارحم الراحمین ہے۔ اور یہ کہ وہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ جو اس کے احکامات پر عمل کرتے ہیں۔ ان اور دیگر صفاتِ الٰہیہ سے انسان کو خدا کے قریب لا کھڑا کیا ہے۔ خدا پر ایمان رکھنے والا انسان اپنی روزمرہ کی تگ و دو میں خدا تعالیٰ کی ہستی کے موجود ہونے کو محسوس کرتا ہے۔ مزید براں خدا پر ایمان لانے والوں سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی صفات میں رنگین کریں اور نسلِ انسانی سے ایسا ہی سلوک کریں جیسا اللہ تعالیٰ انسانوں سے کرتا ہے۔ ایمان باللہ کی اس تشریح نے انسان کے سامنے اخلاقی

روحانی ترقیات کا ایسا دروازہ کھول دیا ہے۔ جو لامتناہی ہے۔

اللہ تعالےٰ نسلِ انسانی پر رحم کرتا ہے۔ ہم کو بھی اپنے دوسرے بھائی بندوں پر رحم کرنا چاہیئے وہ ہمارے گناہ معاف کرتا ہے۔ ہمیں بھی اپنے بھائی بندوں کے گناہ معاف کرنے چاہیئیں۔ وہ ظالم سے محبت نہیں کرتا۔ ہمیں بھی ایسے انسان سے محبت نہیں کرنی چاہیئے جو دوسروں پر ظلم کرتا ہے وہ ایسے لوگوں سے محبت کرتا ہے جو عدل کرتے ہیں۔ ہمیں بھی عدل سے محبت رکھنی چاہیئے۔ یہ تشریحات خدا تعالےٰ پر ایمان رکھنے والے انسانوں پر خدا پر ایمان کی اہمیت کو واضح کرتی ہیں۔ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا۔

" رحم کرو اُن پر جو زمین پر بستے ہیں
خدا تعالےٰ آسمان سے تم پر رحم
نازل کرے گا۔"

اگرچہ خدائے واحد پر ایمان اور وہ سوشل اصلاح جو آپؐ قوم میں رائج کرنا چاہتے تھے، ملک میں امن قائم کرنے کے لئے نہایت ضروری تھی۔ سرداران قوم آپؐ کی مخالفت میں کھڑے ہو گئے۔ اور وہ اپنے پرانے ڈگر پر قائم رہنا چاہتے تھے۔ وہ اپنے ان مذہبی خیالات کو جو انہوں نے اپنے آباؤ اجداد سے ورثہ میں لئے تھے چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ وہ اپنی طاقت کے گھمنڈ میں جو انہیں اپنی قوم میں حاصل ہو چکی تھی حضرت محمد صلعم کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے آپؐ کے نظریات کو روکنے کے لئے پورا زور لگایا اور وہ سب کچھ کیا جو ان کی طاقت میں تھا۔ انہوں نے ان لوگوں کو ڈرایا دھمکایا۔ جو آپؐ پر ایمان لے آئے۔ انہوں نے ایمان لانے والوں کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ انکی جائدادیں ضبط کر لیں۔ ان کو جان سے مار ڈالا۔ اور بالآخر انہیں اپنے آبائی شہر سے نکال دیا۔ حضرت محمد صلعم نے اور آپؐ کے ساتھیوں نے ان تمام اذیتوں کو صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ وہ ماریں کھاتے تھے۔ اور دن میں پانچ بار خدا تعالےٰ کے حضور کھڑے ہو کر اُس سے دعائیں کرتے تھے۔ اور اس سے استمداد کرتے تھے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن کو اگر پیغامِ الٰہی کے پہنچانے میں مشغول رہتے تھے تو رات کی تاریکی میں جب آپؐ کے مخالف سوئے ہوتے آپؐ اُٹھتے اور خدا کے حضور سجدہ ریز ہو کر خدا تعالےٰ کی مدد طلب کرتے اور مخالفین کے حق میں دعائیں کرتے اذیتوں کے انتہا پر پہنچا دینے کے باوجود مخالفین اسلام کی اشاعت کو نہ روک سکے۔ جو ایک بار ایمان لے آتا وہ سب کچھ اپنے ایمان کی خاطر قربان کر دیتا تھا انہوں نے اپنی املاک اور اپنی جانیں قربان کر دیں لیکن اذیتوں سے تنگ آ کر انہوں نے خدا پر اپنے ایمان کو نہ چھوڑا۔

جب سختی کا برتاؤ کرتے کرتے تیرہ برس مکہ میں گذر گئے۔ تو مخالفین نے ایک خطرناک منصوبہ بنایا۔ منصوبہ یہ تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلاک کر دیا جائے۔ یہ منصوبہ بڑا ہی خطرناک تھا۔ اگر خدا تعالےٰ کی پناہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہ ہوتی تو کسی صورت میں اس منصوبہ سے بچ نہ سکتے تھے۔ شہر کے تمام سرداروں نے مل کر خفیہ طور پر فیصلہ کیا کہ رات کی تاریکی میں حضرت محمدؐ صلعم کے گھر کو گھیرا ڈال لیا جائے اور ہر قبیلہ کا ایک ایک نوجوان تلوار ہاتھ میں لئے باہر کھڑا رہے۔ اور جونہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات گھر سے باہر نکلیں تو اُن پر فی الفور حملہ کر دیا جائے اور انہیں ہلاک کر دیا جائے۔ اگرچہ یہ منصوبہ نہایت ہی خطرناک تھا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس منصوبہ کا قطعاً کوئی علم نہ تھا۔ اللہ تعالےٰ کو جس نے حضرت محمدؐ کو نسلِ انسانی کی اصلاح کے لئے بھیجا تھا۔ اسے اس منصوبہ کا بخوبی علم تھا۔ اللہ تعالےٰ نے تیرہ برس پہلے حضرت محمدؐ سے وعدہ کر رکھا تھا کہ کوئی دشمن اس کو ہلاک نہیں کر سکے گا۔ اور ہر ایسی صورت میں خود خدا اس کی حفاظت کرے گا۔ خدا تعالےٰ کا یہ وعدہ حضرت نبی کریم صلعم نے اپنوں اور بیگانوں میں نشر کر رکھا تھا۔ خدا تعالےٰ نے اپنے وعدہ کو یاد کرتے ہوئے حضرت محمدؐ کی حفاظت کے خود سامان پیدا کر دیئے۔

اس رات جبکہ بیسیوں نوجوان حضرت محمدؐ کے گھر کو گھیرے میں لئے کھڑے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ جونہی آپؐ نکلیں وہ سب لپک کر آپؐ کو جان سے ہلاک کر دیں گے اللہ تعالےٰ نے حضرت محمدؐ کو فرمایا کہ وہ مکہ کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ آپؐ خدا کے حکم کے تحت اس رات اپنے گھر سے باہر نکلتے ہیں۔ اور دشمن نوجوانوں کے درمیان سے ہو کر گذر جاتے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے ایک معجزہ دکھایا۔ وہ جو حضرت محمدؐ کے باہر نکلنے کے منتظر تھے اور ارادہ کئے ہوئے تھے کہ ان کے باہر نکلنے پر اُن پر حملہ کر کے ان کو ہلاک کر دیا جائے گا۔ ان کو باہر نکلتے دیکھ نہیں سکے یہیں تک ہی بات ختم نہیں ہو جاتی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عزیز دوست حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے گھر آئے اور ان کو لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ابھی راستہ میں ہی تھے تو سورج نکلنے کو آیا۔ آپؐ نے اپنے ساتھی کے ساتھ ایک غار میں جس کا نام ثور ہے پناہ لے لی۔ اتنے میں دشمن کو معلوم ہوا کہ حضرت محمدؐ گھر میں نہیں۔ بلکہ وہ کہیں بھاگ گئے ہیں۔ ان کے اندر دشمنی کی آگ پہلے ہی سے زیادہ بھڑک رہی تھی۔ وہ دیوانہ وار آپؐ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ ریت کے اوپر بھاگنے والے کے نشانات نمایاں طور پر باقی رہ جاتے ہیں۔ انہوں نے ان نشانوں کی پیروی کی اور تمام جتھہ غار کے منہ پر آگیا۔ اُن کے لیڈر نے پکارا کہ **محمد** غار کے اندر ہے۔ اس لئے کہ نشانات اب آگے نہیں چلتے۔ ابوبکرؓ نے دشمن کی آواز سنی اور گھبرا کر کہا۔ "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم پکڑے گئے اور مارے گئے۔"

حضرت نبی کریم صلعم نے ابوبکرؓ کی گھبراہٹ محسوس کی۔ اور خدا تعالےٰ کے وعدہ کو یاد دلاتے ہوئے کہا۔

" ابوبکر گھبراؤ نہیں خدا ہمارے ساتھ ہے"

تمام نسلِ انسانی کی تاریخ میں حضرت محمدؐ واحد شخص ہے جس نے ایسے وقت میں جبکہ موت اُن کے سامنے آکھڑی ہوئی۔ یہ الفاظ کہے۔ "خدا ہمارے ساتھ ہے"۔ عربی زبان میں [illegible]

ایسے خطرناک موقعہ پر جبکہ موت سامنے دکھائی دے رہی ہو، ان الفاظ کا پورے وثوق کے ساتھ کہنا یہ بتاتا ہے کہ آپؐ کا خدا تعالےٰ کے ساتھ کیسا گہرا تعلق قائم تھا۔ یہ الفاظ صرف نعرہ ہی کی حد تک ہی نہیں رہے بلکہ پورے اُترے اور دشمن باوجود اپنے عزم کے آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھی کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ ایک اور معجزہ رونما ہو کر دشمن جن کو پورا یقین اس امر پر تھا کہ حضرت محمد غار کے اندر ہیں۔ ان کو یہ حوصلہ نہ ہو سکا کہ وہ غار کے اندر جائیں اور خود حضرت محمد کو ڈھونڈیں اور پکڑ کر مار ڈالیں۔ ہوا یہ کہ غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا۔ دشمن نے آپس میں کہنا شروع کر دیا۔ اگر محمدؐ غار کے اندر گئے ہوتے تو جالا ٹوٹا ہوا ہونا چاہیئے۔ معمولی جالے نے قلعہ کا کام دیا۔ خدا کا وعدہ پورا ہوا اور دشمن کا منصوبہ فیل ہو گیا۔ اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل نہ کر سکے۔

اب دشمن کی دشمنی پہلے سے کہیں زیادہ اور تیز ہو گئی۔

حضرت **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں پناہ لی۔ مدینہ کے رہنے والوں نے آپؐ کی تعلیمات کو سنا اور مخالفت پر کھڑا ہونے کی بجائے اُن پر ایمان لے آئے۔ مسلمانوں کی تعداد بڑھنی شروع ہو گئی۔ آپؐ کی یہ ترقی مکہ والے دشمن برداشت نہ کر سکے۔ انہوں نے ایک ہزار مسلح سپاہیوں کو لیکر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اور تہیہ کیا کہ اس حملہ سے مسلمانوں کو بالکل نیست و نابود کر دیا جائے۔

ایسے موقعہ پر حضرت نبی کریم صلعم کو کیا کرنا چاہیئے تھا؟ تیرہ سال تک انہوں نے اور آپؐ کے ساتھیوں نے دشمن کی اذیتوں کو برداشت کیا۔ وہ اب اپنے شہر کو چھوڑ کر مدینہ میں آبسے ہیں۔ لیکن اس پر بھی دشمن کی تسلی نہیں ہوئی۔ دشمن اب چاہتا ہے کہ وہ ایک ہزار مسلح فوج سے نادار اور کمزور مسلمانوں پر حملہ کر کے ان کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دے۔ کیا ایسی حالت میں حضرت **محمد** کو گھر بیٹھے رہنا چاہیئے تھا۔ اور چاہیئے تھا کہ وہ دشمن کو اجازت دیتے کہ وہ مسلمان مردوں کو قتل کریں۔ اور عورتوں اور بچوں کو قید کر لیں۔ نہیں! خدا تعالےٰ نے آپؐ کو اپنی حفاظت میں دشمن کا مقابلہ کرنے کی اجازت دی۔ اگرچہ مسلمان دشمن کے مقابلہ پر تھوڑے تھے اور کمزور تھے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول مقبول صلعم کو مدد کرنے کا وعدہ دیا۔ اور خدا کا یہ وعدہ اپنوں اور بیگانوں میں نشر کیا گیا۔ ۳۱۳ مسلمانوں کی ایک جمعیت لے کر آپؐ دشمن کے مقابلہ کے لئے نکلے۔ طاقتور دشمن کو دیکھا۔ ان کی تیاری کو دیکھا اور اپنے ساتھیوں کی کمزوری کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ جنگ میں ہی خدا کے حضور گر گئے اور رو رو کر دعا کرنے لگے۔

"اے اللہ! اگر آج تو نے دشمن کے
ہاتھوں مسلمانوں کی اس چھوٹی سی
جماعت کو تباہ کر دیا۔ تو پھر زمین
پر تیرا نام لینے والا کوئی نہیں رہیگا
اور تیرا پیغام دنیا میں پہنچانے والا
کوئی باقی نہیں رہے گا۔ اے حیّ و
قیوم خدا میں تیری رحمت کا محتاج ہوں"

حضرت **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا سنی گئی۔ اور وہ پیشگوئی پوری ہوئی جو بظاہر ناممکن نظر آتی تھی۔ دشمن کے کئی ایک سردار جنگ میں مارے گئے۔ بہت سے سپاہی قیدی ہوئے اور باقی بھاگ گئے۔

دوسری بار پھر دشمن نے حملہ کیا۔ تیسری بار پہلے سے بہت شدید۔ دشمن دس ہزار سپاہیوں کے ساتھ مدینہ پر چڑھ آیا۔ اس دفعہ حضرت محمد صلعم نے اپنی حفاظت میں شہر کے اردگرد خندق کھود لی۔ اس دفعہ پھر خدا سے مدد آئی اور دشمن مسلمانوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکا۔ بلکہ خود بھاگ گیا۔

غور فرمایئے۔ ہر بار دشمن مسلمانوں پر حملہ کرتا ہے۔ اگر حضرت محمد صلعم نے اپنی حفاظت میں دشمن کا مقابلہ نہ کیا ہوتا تو دشمن نے مسلمانوں کا صفایا ہی کر دیا ہوتا کوئی بھی صاحبِ عقل اور صاحبِ تجربہ لیڈر آج اس موجودہ دور میں اس کے خلاف نہیں کرے گا جو حضرت **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے کیا۔ یعنی "اپنی حفاظت میں دشمن کا مقابلہ کرنا"!

(باقی ـــ باقی)

از علامہ تقی مسلم
ایڈیٹر ماہنامہ روح اسلام لاہور

کیا انجیل قرآن حکیم کی تکمیل کرتی ہے؟

گذشتہ سے پیوستہ

گذشتہ اقساط میں انجیل کے حوالوں سے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ انجیل نامکمل اور ناقص ہے ایک تو جناب مسیحؑ کے الفاظ میں "بہت سی ضروری باتوں سے محروم ہے" جس کی تکمیل بعد میں آنے والی روح حق کا کام ہے۔ دوسرے مسیحؑ نے جو کچھ بتایا وہ بھی یہ تمام و کمال انجیل میں درج نہ ہو سکا جس کا ذکر یوحنا کی انجیل کے اختتام پر موجود ہے، اسی ناقص تعلیم کا نتیجہ تھا کہ اس دور کے کسی ذی علم یا معزز انسان نے اسے قبول نہ کیا، اور اگر نچلے طبقے کے بعض عوام نے اسے قبول بھی کیا، تو انجیل ان کی روحانی تربیت نہ کر سکی اور جس وقت جناب مسیحؑ کو گرفتار کر لیا گیا تو شاید ہی کوئی شخص اس پر ایمان لانے والا رہ گیا ہو۔

جناب پادری برکت اللہ صاحب نے پادریوں کی پرانی روش کو ترک کر دیا ہے پادریوں کا ہمیشہ یہ نظریہ رہا ہے کہ بانیٔ اسلامؐ (نعوذ باللہ) خدا کی طرف سے نہ تھے۔ قرآن خدا کا کلام نہیں ہے۔ بلکہ یہ بانیٔ اسلام کا کلام ہے۔ جس میں انہوں نے عیسائیوں، یہودیوں اور دیگر مذاہب کی سنی سنائی باتیں جمع کر دیں، لیکن پادری صاحب نے انجیل کو قرآن کی تکمیل کرنے والی کتاب قرار دیکر قرآن کو بنیادی طور پر خدا کا کلام تسلیم کر لیا ہے البتہ ان کی تشریح اپنی تفصیل اور جزئیات کے لئے انجیل کی محتاج ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک جانور رات کو ٹانگیں اوپر کر کے سوتا ہے۔ تاکہ اگر آسمان گر پڑے تو اسے تھام لے، کچھ یہی کیفیت انجیل کی ہے۔

ایک بڑھئی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا، والدین اسے لے کر باہر چلے گئے۔ بارہ سال کی عمر میں وہ لڑکا یروشلم میں دکھائی دیا۔ پھر تیس سال کی عمر میں چند ماہی گیروں اور محصول لینے والوں کے ساتھ نظر آیا۔ تین سال تک دعوتیں اڑاتا۔ پانی کو شراب میں تبدیل کرتا۔ یہودی علماء اور فقیہ فریسیوں کو ڈراتا اور برا بھلا کہتا رہا، تمثیلوں میں باتیں کرتا رہا، یہودی شریعت کا تمسخر اڑاتا رہا۔ مقدس کو گرا کر تین دن میں بنانے کا وعدہ کیا اور ابن خدا ہونے کی بڑ ہانکی تو حکومت نے نقص امن کے اندیشے سے گرفتار کر لیا۔ صلیب سے زندہ بچ کر وہاں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فرار ہو گیا۔ اول تو ان چند پراگندہ واقعات میں کوئی فلسفہ یا ضابطہ حیات ہے ہی نہیں اور ہو بھی کیسے جب کہ اس کی تعلیم میں شریعت ایک لعنتی امر ہے، نجات کے لئے نیک اعمال کی بجائے محض مسیحؑ کی مصلوبیت پر ایمان ہی کافی ہے، گو کوئی بھی مسیحی یہ پسند نہیں کریگا کہ قطعاً بد ہونے کے باوجود اسے بدمعاش، بد دیانت، کمینہ وغیرہ کہا جائے، اور نہ ہی وہ کسی کو دوست، رفیق حیات، لازم بنانے کے لئے اس کے اعلیٰ اخلاق کو نظر انداز کرے گا۔ یہی" کتاب ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے توریت کی تکمیل کی۔ کیا خوب، توریت نے توحید کی تعلیم دی۔ انجیل نے تکمیل کرنے کے لئے تین خدا بنا دیئے، توریت نے ختنہ کو ہر مرد کے لئے فرض قرار دیا۔ مگر انجیل نے اسے ختم کر دیا۔ اور توریت نے ماں باپ کا احترام سکھایا، مگر مسیح نے والدہ محترمہ کو "اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام" کہہ کر توریت کا مذاق اڑایا، اس طرح مسیح نے سبت کے احترام کو توڑا۔ نامحرم عورتوں سے رابطہ قائم کیا۔ دائیں کے بعد بائیں گال پر طمانچہ کھانے کی خلاف توریت تعلیم دی۔ روزے اڑا دیئے۔ انجیر کے درخت کو بددعا دے کر اسے ہمیشہ کے لئے خشک کر دیا اور کسی بے گناہ کی روزی کا سہارا برباد کر دیا۔ چوری کا گدھا سواری کے لئے حاصل کیا۔ اور اس طرح کئی ایک خلاف ورزیاں توکیں، تکمیل ہرگز نہ کی۔

آیئے ذرا قرآن و انجیل کی تعلیم کا قدرے موازنہ کریں اور یہ دیکھیں کہ انجیل کس حد تک قرآن پاک کی تکمیل کرتی ہے

۱- توحید

اسلام کی بنیادی تعلیم خدائے واحد پر ایمان ہے۔ جو کائنات کا خالق اور رب ہے جس کا کوئی شریک نہیں جو بیوی، باپ، اولاد، اور خویش و اقربا سے پاک ہے جس کی خدائی میں کوئی شریک نہیں۔ اور تمام صفات کاملہ تامہ کا مالک ہے لہ الاسماء الحسنیٰ۔ اور اس کے برعکس عیسائیت نے توریت، (جس کی تکمیل کے لئے مسیح کا آنا بتایا جاتا ہو) کی وحدانیت کی تعلیم کو بگاڑتے ہوئے ایک کے تین خدا بنا دیئے، خدا کی بیوی اور بیٹا گھڑ لیا۔ قرآن حکیم نے پادری برکت اللہ کے مفروضے کے برخلاف اس عقیدے کو مشرکانہ اور کافرانہ قرار دیا اور خدا کا بیٹا تجویز کرنے کو گناہ عظیم ٹھہرایا۔ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ هو المسیح (جنہوں نے مسیح کو خدا کہا وہ کافر ہیں) کہنے والی کتاب انجیل کی محتاج ہے۔

۲- انسان کی پیدائش

مسیحیت کے کفارے کے عقیدے کی اساس اس بات پر ہے۔ کہ انسان پیدائشی گناہ گار ہے۔ اور وہ نیک اعمال کر کے نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ اس لئے وہ اس بات پر ایمان لائے کہ خدا نے اپنے بے گناہ بیٹے کو سولی پر لٹکا دیا۔ اس کے برعکس قرآن کریم نے بتایا کہ ہر بچہ فطرت اللہ کے مطابق پیدا ہوتا ہے اور اگر اس میں خرابی پیدا ہوتی ہے تو ماحول یا تربیت کے زیر اثر، اور نجات کا انحصار بدی سے اجتناب اور نیک اعمال پر ہے۔

قرآن نے من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ، ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ (الزلزال) (ذرہ بھر نیکی کرے گا اس کی جزا پائے گا۔ اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا بدلہ پائے گا) اعلیٰ اخلاق کی اہمیت پر زور دیا اور لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ (کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) کے الفاظ میں کفارہ کا ابطال کیا ہے۔ پادری برکت اللہ صاحب عملاً تو قرآن کے اصول پر چلنے پر مجبور ہیں۔ لیکن قائل شریعت کے لعنتی ہونے کے ہیں۔ کیا وہ مستورات کی فطری کمزوریوں کے پیش نظر ان کی تمام حرکات کو برداشت کرنے کو تیار ہیں۔ اور کیا اپنے شناساؤں میں ایسے لوگوں کو شامل کر لیں گے، جن کی حرکات ان کی خانگی اور مجلسی زندگی کو برباد کر کے رکھ دیں۔ پادری صاحب اس دنیا میں آپ کو سکون اسلام کی حقیقت نواز تعلیم میں ملے گا اور یہی سکون آپ کی آخرت کی نجات کا ضامن ہوگا۔

۳- عبادت

انجیل نے عبادات کو در خور اعتنا نہیں سمجھا۔ مسیح کی تعلیم میں عبادات کا کوئی واضح مقام نہیں۔ اور انہوں نے اپنے شاگردوں کو روزہ وغیرہ سے مستثنیٰ قرار دے دیا تھا۔ لیکن اسلام نے اس سلسلے میں جو ارفع و اعلیٰ تعلیم دی اس کی نظیر دنیا بھر میں نہیں ملتی، اسلام نے عبادات میں جسم اور لباس اور قلب کی پاکیزگی اور طہارت کا جو تصور پیش کیا ہے۔ وہ انجیل کے فرشتوں کے خواب میں بھی نہیں آیا ہوگا۔ اور عیسائیت تو صدیوں اس بات پر نازاں رہی ہے کہ اس کے فلاں ولی یا ولیہ نے بیس، تیس، چالیس سال تک جسم سے پانی نہیں چھونے دیا۔ اور غلاظت کی تہیں اس کا طرہ امتیاز تھیں (جس پر عنقریب روشنی ڈالی جائے گی) خدا کی یاد مسیحی زندگی سے خارج ہو گئی۔ اور تثلیث کے لاینحل عقیدے نے مسیحی دنیا کو شرک و بت پرستی کا شکار بنا دیا اقرار گناہ کے تصور نے گناہ کا خوف دور کر دیا اور اس کی آڑ میں پادریوں نے اپنی ہوس کے دروازے چوپٹ کھول دیئے۔ کیا اس تعلیم کی اسلام میں گنجائش ہے۔ اسلامی دنیا کی ہر بستی دن میں پانچ بار اللہ اکبر کے الفاظ میں خدا کی تقدیس اور عظمت پر گواہی دیتی ہے۔ پھر ہر کلمہ گو پنجوقتہ نماز میں اپنے رب سے عہد عبودیت استوار کرتا ہے ہر سال اپنی دولت کا ایک مقررہ حصہ اپنے مالک کی رضا کے لئے اپنے برادران نوع کی فلاح و بہبود پر قربان کرتا ہے۔ خدا کی خوشنودی کے جذبے سے مال خرچ کر کے خویش و اقربا سے جدا ہو کر، وطن سے دور، عالم بھر کے انسانوں سے ہم آہنگ ہو کر اللھم لبیک لا شریک لک الخ (اے مولا! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں) کے نعرے بلند کرنے کے لئے مکہ معظمہ میں پہنچ جاتا ہے۔ کیا اس تعلیم کی تکمیل میں انجیل کا کوئی حصہ ہے۔

۴- اجتماعی زندگی

اسلام نے سیاسیات، اقتصادیات، اخلاقیات، معاشرت، جنگ، امن وغیرہ کے سلسلے میں بنیادی تعلیم دی ہے۔ لیکن انجیل کو یہ توفیق کہاں ملی ہے؟ اس نے مجلسی زندگی کو "فطرتی گناہ" کی بھٹی میں جلا ڈالا اور اجتماعی زندگی کے تقاضوں سے ان الفاظ میں گریز کیا کہ جو خدا کا ہے وہ خدا کو دو اور قیصر کا قیصر کو دو"۔ یہ قیصریت تو انجیل کی رو سے شیطنت کا دوسرا نام ہے۔ گویا دنیوی زندگی کی تنظیم کو شیطان کی جھولی میں ڈال دیا۔ اور روحانی زندگی کو کفارے کی بھینٹ چڑھا دیا۔

پادری صاحب! آپ کی انجیل نے کونسا سیاسی، معاشی، مجلسی، اخلاقی وغیرہ نظام پیش کیا ہے۔ جس کی اسلام میں کمی ہے، اور انجیل نے اس کی تکمیل کی ہاں کسی کا گدھا چرا لینا، کسی کے کھیت سے بلا اجازت بالیاں توڑ لینا، کسی کے سوروں کو ہلاک کر دینا، شراب کے مٹکے تیار کر دینا، کسی کے انجیر کے درخت کو خشک کر دینا اگر کسی نظام کے عکاس ہیں تو پھر ہم اپنے عجز کا اظہار کرتے ہیں بیشک حضور ان کارناموں کی داد محض گھٹیا ذہنوں کے مالک ہی دیں گے۔ اور کوئی شریف قوم ان پر اپنی مجلسی زندگی استوار نہیں کریگی۔

۵- عورت کا مقام

عورت کو انسانی زندگی میں اہم مقام ملنا

(باقی بر صفحہ کالم ۴)

(بقیہ خطبہ جمعہ از صـ)

کرنے کا اور کیا ذریعہ ہے؟ اور اگر محض اسمی اسمی اسلام پر اکتفا کر لیا جائے تو اس دین میں فساد کی اصلاح، مسلمان قوم کی عملی حالت کو سنوارنے اور غیروں میں اشاعت کی تحریکیں سب بند ہو جائیں۔

اس جماعت نے عین اعتدال کا راستہ اختیار کیا ہے نہ کسی مسلمان کی تکفیر روا رکھی اور نہ کوئی اصلاح کا موقعہ ہاتھ سے جانے دیا۔ جہاں کہیں اصلاح کی ضرورت ہوئی وہاں مصلحت کوشی سے کام نہیں لیا۔ اور یہ نہیں کہا کہ اصلاح کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح ختم نبوت کے متعلق اس کا بڑا ٹھوس اور مضبوط موقف ہے۔ یہ صرف یہی بات ہی نہیں کہتی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں بلکہ اس کا ایمان ہے کہ حضور صلعم کے بعد نہ کوئی نیا نبی آئے گا اور نہ ہی پرانا۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وحی الٰہی کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا ہے اور وحی ولایت بھی جاری نہیں۔ بلکہ اس جماعت کا سچا اعتقاد ہے کہ وحی ولایت اور مبشرات جاری ہیں جو زمانہ کے ماموروں سے مختص ہیں ورنہ اگر مخاطبہ مکالمہ کا دروازہ بند کر دیا جائے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ انوار نبوت پرانے قصے کہانیوں تک محدود ہو گئے۔ اب انوار نبوت صلعم اپنی چمک نہیں دکھلاتے کرامات کے رنگ میں وحی کے کرشمے ظاہر نہیں ہوتے۔

وحی نبوت بند ہے مگر وحی ولایت جاری۔

اس پہلو میں بھی جماعت کا قدم میانہ روی پر قائم ہے۔ ہم جس شدت سے اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت نبی کریم صلعم کے بعد نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے نہ پرانا۔ اسی طرح ہم اس بات کے بھی قائل ہیں کہ انوار و فیوض نبوۃ صلعم جاری ہیں۔ اولیاء اللہ و مامورین الٰہی پر کرامات کے رنگ میں انوار نبوت کے کرشمے ہمیشہ ظاہر ہوتے ہیں۔ کیونکہ اگر انوار نبوت کی تجلی نہ ہو تو مذہب صرف علم الکلام بن کر رہ جائے۔ مذہب کی حقیقت تو یہی ہے کہ خدا اپنے بندے سے کلام کرتا ہے۔ وہ زندہ موجود ہے۔ اس سے تعلق لگانے میں انسان کا اپنا فائدہ ہے۔ وہ دعائیں قبول کرتا ہے مصائب اور اندھیروں سے رہنمائی عطا کرتا ہے۔ ان امور کو جمیع مسلمان تسلیم کرتے ہیں مگر اس زمانہ میں کسی کامل انسان کی نشاندہی کرنے سے قاصر ہیں۔ چنانچہ حضرت صاحب علیہ السلام بھی اس بارے میں لکھتے ہیں:-

"ان اللہ ما اراد من نبوتی الا کثرۃ المکالمۃ والمخاطبۃ وھو مسلم عند اکابر اھل السنۃ فالنزاع لیس الا نزاعا لفظیا فلا تستعجلوا یا اھل العقل والفطنۃ ولعنۃ اللہ علی من ادعی خلاف ذالک مثقال ذرۃ ومعھا لعنۃ الناس والملائکۃ۔ منہ زنیر

(حقیقۃ الوحی - الاستفتاء صـ ۱۶)

ترجمہ:- "بے شک خدا تعالیٰ کے نزدیک میری نبوت سے مراد کثرت مکالمہ مخاطبہ کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور یہ امر اہل سنت کے اکابرین کے نزدیک مسلّم ہے۔ پس ہمارا یہ اختلاف صرف لفظی نزاع ہے اے عقلمند اور ذہین لوگو! جلدی نہ کرو، اس کے ذرہ بھر خلاف بھی جو کوئی دعوےٰ کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی اور لوگوں اور فرشتوں کی لعنت ہو۔" (ضمیمہ حقیقۃ الوحی الاستفتاء صـ ۱۶)

اگر مذہب زندہ خدا پر زندہ ایمان نہیں پیدا کرتا تو اس مذہب کی نہ کچھ حقیقت ہے اور نہ ہی اس کی ضرورت۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستوں سے کہا کہ تم ایسے بتوں کی پوجا کرتے ہو جو نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ایسے معبودوں سے کیا فائدہ۔ اسی طرح اگر خدا تعالیٰ کی صفات آج ظاہر نہیں ہوتیں خدا سے ہمکلامی میسر نہیں آتی۔ انوار نبوت صلعم جلوہ گر نہیں ہوتے اور تعلق الٰہی کی تمام باتیں ختم ہو گئی ہیں۔ تو پھر مذہب کی صف لپیٹ دی گئی۔

جماعت احمدیہ لاہور کے موقف کی صحت و کامیابی پر حتمی یقین

چنانچہ جماعت احمدیہ کا موقف اس قدر درست۔ صحیح۔ واضح، یقینی اور قطعی ہے کہ اس میں کسی سمجھدار مسلمان کو کلام نہیں ہو سکتا۔ یہ یقینی بات ہے کہ اگر مسلمان اسلام کو پھیلانا چاہتے ہیں اور اسلامی زندگی کا احیاء چاہتے ہیں تو جماعت احمدیہ لاہور کی خصوصیات اپنائے بغیر ان کے لئے اور کوئی راستہ نہیں۔

اس لئے میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ ہمیں احساس کمتری چھوڑ دینا چاہیئے۔ اپنے اندر یقین اور اعتماد پیدا کریں کہ ہمارا اعتقادات عین اسلامی ہیں۔ کتاب و سنت کے مطابق ہیں اگر ہم اس مسلک پر پورے عزم و ارادہ سے قائم ہیں کہ ہمارا طریق کار غالب آنے والا ہے تو آپ کے لئے میدان پر واضح ہو جاتا ہے اس لئے احساس کمتری کو چھوڑ دو۔ کیا آپ نے احمدیت کو قبول کر کے کوئی غلط بات کی ہے۔ کیا کوئی نقصان اٹھایا ہے یا فائدہ ہوا ہے۔ کیا احمدیہ سلسلہ دین اسلام کی زندگی کا باعث نہیں ہوا۔ ہاں یقیناً ضرور ہوا ہے۔ تو ہم پر لازم ہے کہ ہم پورے اعتماد بھروسہ اور یقین کامل سے اس سلسلہ کو پیش کریں۔ کہ اس سلسلہ کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں غلبۂ اسلام کو مقدر کر رکھا ہے۔

حضرت امام زمان علیہ السلام نے جو یہ فرمایا ہے کہ ؎

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

میں نے اس مرتبہ اس شعر کی تشریح کر دی ہے کہ اسلام کو اگر فتح ہو سکتی ہے تو حضرت امام وقت علیہ السلام کے جھنڈے کے نیچے آئے بغیر نہیں ہو سکتی۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ اس لئے اگر ہمارے دل اس حقیقت سے معمور اور لبریز ہو جائیں کہ یہ بات صداقت ہے تو آپ کا سر فخر سے اونچا ہو جانا چاہیئے کہ خاص خدا کے فضل سے ہم اس زمانہ میں فتحمند خادم اسلام ہیں۔ میں یہی بات کہوں گا کہ آیئے ہم اپنے دلوں کو ٹٹولیں۔ ہمیں اپنے موقف کی صحت پر کس قدر یقین ہے۔ اگر کمی محسوس ہوتی ہو تو اصلاح کریں کسی محفل، کسی مجلس، کسی موقعہ اور کسی جگہ اپنے موقف کو پیش کرنے سے ہرگز نہ گھبرائیں۔ یہی صورت ہے سلسلہ کے مقاصد کو کامیاب کرنے کی۔ اور سلسلہ کے مقاصد خدمت دین اسلام اور تبلیغ توحید و رسالت کے سوا اور کچھ نہیں ہیں۔

محمد قاسم صاحب آف چمبہ کچھ پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ اور راجہ عبدالمجید صاحب بھی کسی ایک مقدمہ کے سلسلہ میں متفکر ہیں۔ آپ ان کے لئے دعا فرماویں کہ ان کی پریشانیاں رفع ہوں اور صحیح اور انصاف کی بات قائم ہو کر رہے۔

کیا انجیل قرآن حکیم کی تکمیل کرتی ہے؟

(بسلسلہ صفحہ ۹)

ہے لیکن عیسائیت نے اس کی تذلیل کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا۔ چنانچہ اسے بدیوں کا سرچشمہ قرار دیا، دردِ زہ کو خدا کی طرف سے ابدی سزا ٹھہرایا۔ ماں، بہن، بیٹی، بہو کی صورت میں اس کی ذلت و رسوائی کی داستانیں پھیلا رہے لئے کہ بیان کیں، خود مسیح نے اپنی والدہ محترمہ کو حقارت کے ساتھ جھڑک دیا اور ان کی درخواست کو ٹھکرا دیا۔ بیوہ ہونے کی صورت میں اسے ابدی طور پر مردود قرار دیا۔ اس کے برعکس قرآن نے عورت کی عظمت کو قائم کیا۔ خطائے اولین کا ذمہ دار آدم کو ٹھہرایا، عورت پر مردوں کے مساوی دنیوی اور روحانی ترقی کے دروازے کھول دیئے۔ انہیں ورثہ کا حق دیا۔ ماں کی حیثیت سے اطاعت اور حسن سلوک کی تلقین کی اور اف تک نہ کہنے کا حکم دیا۔ اسے بیٹے اور خاوند کا وارث ٹھہرایا، قرآن نے کیا ہی پیارے الفاظ من ینشؤ فی الحلیۃ (جو زیورات میں پلتی ہے) سے عورت کو یاد کیا ہے۔ بیوی کی حیثیت سے اس کا مہر مقرر کیا تاکہ اس کی معاشی حالت مستحکم ہو، اور طلاق اور بیوگی کی صورت میں اس کے مفاد کی حفاظت کی، اور اسے ناچاقی کی صورت میں بدخاوند سے علیحدگی کا اختیار عطا کیا۔ غرضیکہ اسلام نے عورت کو جو مقام بلند عطا کیا۔ اس کی مثال دنیا بھر کے فلسفوں اور مذاہب میں نہیں ملتی۔ آخر پادری برکت اللہ صاحب انجیل کو کس طرح قرآن کی تکمیل کنندہ قرار دے سکتے ہیں۔ آپ عورت کے متعلق قرآن اور انجیل کی تعلیم بیک وقت اپنی محترمہ رفیقہ حیات کے سامنے رکھئے اور ان کے تاثرات دریافت کیجئے۔

اسلام نے دنیا کو حریت فکر، آزادی ضمیر، مساوات اور اخوت کا پیغام دیا، غلامی کا انسداد کیا، شاہ و گدا، امیر و غریب، اسود و احمر، آزاد و غلام کو قانون کی نظر میں برابر کر دیا، عرب کے سرداروں کو غلاموں کی قیادت میں دے دیا، عزت اور ظلم کو مٹایا، علم و ہنر کے دروازے کھولے، تہذیب و تمدن کو جلا بخشی، اور دنیا کو فسق و فجور اور ظلم و فساد کی تاریکیوں سے نکال روحانی فضاؤں میں پہنچا دیا جس کا انجیل میں نشان تک نہیں ملتا۔

دیگر پہلوؤں کی طرح قرآن نے انجیل کی محرف تعلیم کی طرف اشارہ کیا، اور اسرائیلی اکابر سے منسوب غلط روایات کی اصلاح فرمائی۔ چنانچہ "اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام" کے انجیلی اخلاق کے برعکس قرآن حکیم نے مسیح کو برّا بوالدتی (میں اپنی والدہ کا خدمتگزار ہوں) کا مصداق بتایا ہے۔ اور انجیل کے برخلاف مریم کو صدیقہ (تصدیق کرنے والی) ٹھہرایا ہے، انجیل نے مسیح کے شاگردوں کو بھگوڑا ٹھہرایا تو قرآن حکیم نے انہیں ملہم ٹھہرایا اور ان کی وفاداری اور دین داری پر شہادت دی، یہودیوں [illegible]

---

۱۴۵ اور عیسائیوں نے مسیح کو لعنتی قرار دیا، مگر قرآن کریم نے ما قتلوہ وما صلبوہ کہہ کر مسیح کی بزرگی کا اعلان کیا، یہ قرآن حکیم کا مسیحیت پر احسان ہے۔ کیونکہ اگر اسلام کے ساتھ کروڑ نام لیوا مسیح کی تصدیق نہ کریں تو انجیل کی رو سے تو انہیں ایک شریف انسان ثابت کرنا بھی ممکن نہیں۔ پادری صاحب! اسلام کا شکریہ ادا کیجئے کہ اس نے مریم کی پاکدامنی، اور مسیح کی نبوت کی تصدیق کی، ورنہ دنیا میں کوئی ایسی قوم نہیں جو انجیلی مسیح کے حق میں

الحاج میاں سعید احمد صاحب مرحوم اور مولوی عبدالوہاب صاحب مرحوم کے متعلق تعزیتی قرارداد

مسلم ہائی سکول بدوملہی

مسلم ہائی سکول بدوملہی ضلع سیالکوٹ کے اساتذہ کا ایک ہنگامی اجلاس مورخہ ۱۶ر جولائی ۱۹۶۸ء کو زیر صدارت جناب چوہدری عبدالغنی صاحب ہیڈ ماسٹر منعقد ہوا اور مندرجہ ذیل ریزولیوشن باتفاق رائے پاس ہوئے۔

(۱) "مسلم ہائی سکول بدوملہی کے اساتذہ کا یہ اجلاس میاں سعید احمد صاحب مرحوم کی وفات حسرت آیات پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے اور ان کی وفات کو قوم کے لئے عموماً اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے خصوصاً ناقابلِ تلافی نقصان سمجھتا ہے۔ اس عظیم صدمے پر یہ اجلاس ان کے پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور دُعا کرتا ہے کہ خدا تعالےٰ انہیں صبرِ جمیل عطا کرے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔"

(۲) "مولانا عبدالوہاب صاحب مرحوم کی وفات سے جہاں ان کے خاندان کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے وہاں انجمن ایک مخلص کارکن سے محروم ہو گئی ہے۔ سکول ہذا کے اساتذہ کا یہ اجلاس ان کی وفات پر اپنے دلی افسوس کا اظہار کرتا ہے اور دُعا کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کے لواحقین کا حامی و ناصر ہو اور مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے"

فقط والسلام
سید سیف علی شاہ کاظمی سکینڈ ماسٹر
مسلم ہائی سکول بدوملہی

جماعت احمدیہ لائل پور

(۱) "جماعت احمدیہ لائل پور اس ہنگامی اجلاس کے ذریعہ الحاج محترم میاں سعید احمد صاحب مرحوم کی وفات پر اظہار تعزیت کرتی ہے۔ حضرت میاں صاحب مرحوم ہماری جماعت کے ایک مخلص، نیک اور سرگرم رکن تھے۔ جماعت کے امور میں انتہائی دلچسپی اور خشوع رکھتے تھے۔ اشاعت اسلام کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار رہتے تھے اور انجمن کے تمام امور میں پیش پیش رہتے تھے۔ آپ جیسے انسان کا ہم سے جدا ہو جانا ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ جماعت اس نقصان کو بری طرح محسوس کرتی ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کو ان کی قربانیوں اور نیکیوں کا اجرِ عظیم عطا فرمائے اور جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

جماعت احمدیہ لائل پور اپنے اس اجلاس کے ذریعہ ان کے تمام پسماندگان اور عزیزان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتی ہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں اس نقصان کو برداشت کرنے کی ہمت اور طاقت عطا فرمائے اور انہیں صبرِ جمیل عطا فرمائے آمین۔ اور اپنے بزرگ باپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اشاعت اسلام کے لئے انجمن سے وابستگی تعاون اور قربانیوں کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین۔

(۲) جماعت احمدیہ لائل پور کا یہ اجلاس مولوی عبدالوہاب صاحب مرحوم کی وفات پر اظہارِ تعزیت کرتا ہے۔ مولوی صاحب مرحوم انجمن کے دیرینہ کارکن تھے۔ انہوں نے ایک طویل عرصہ تک حضرت امیر مرحوم کی رفاقت میں رہ کر اشاعت اسلام اور خدمتِ دین کے کاموں میں تعاون کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے رحم و کرم کی چادر میں لپیٹے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرما دے۔ آمین

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ ان کے پسماندگان کا حامی و ناصر ہو۔

ملک نذر حسین
سیکرٹری جماعت احمدیہ لائل پور

بھدرواہ (کشمیر) میں جلسہ یومِ وصالِ حضرت مسیح موعودؑ

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

اس جگہ یہ بیان کرنا نہایت ضروری ہے کہ اس جلسہ کی اہتمام تیاری اور انتظام کرنے میں خصوصی طور پر مسٹر عبدالحفیظ صاحب متعلم گورنمنٹ کالج بھدرواہ نے بڑی محنت اور عرقریزی سے کام کیا تھا۔ محلہ۔ جلسہ گاہ مسجد کو جھنڈیوں۔ محرابوں قطعات وغیرہ سے سجانے میں چوہدری عبدالشکور صاحب متعلم گورنمنٹ کالج بھدرواہ، غلام محمد صاحب ظہور احمد صاحب۔ خورشید احمد صاحب وغیرہم نے تندہی سے کام کیا۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

یہ خدا کا فضل ہے کہ امسال ہمارا یہ جلسہ خلافِ معمول زیادہ بارونق۔ مؤثر، اور کامیاب رہا۔ پھر اس پر طرہ یہ کہ جلسہ سے صرف چار روز پہلے مرکز سے چند بنڈل ٹریکٹ لٹریچر کے ملے۔ جنہوں نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔ بعد جلسہ لٹریچر تقسیم ہوا اور ہر ہندو اور مسلمان نے شوق سے یہ لٹریچر حاصل کیا۔ لٹریچر نہایت موزوں اور مؤثر تھا۔ انشاء اللہ اس کا ردِّ عمل بھی نتیجہ خیز ہوگا۔ جلسہ برخواست ہونے سے پہلے کتاب کلامِ احمدیہ سے ہمارے ایک نوجوان غلام محمد گنائی صاحب نے نظم

"سلام اے مجدد امام زمانہ"

کو نہایت شوق و ذوق اور خوش الحانی سے پڑھا سارا مجمع اتنا متاثر ہوا کہ سب نے ہی مجدد زمان کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ صدر جلسہ نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جلسہ برخواست کرنے کا اعلان کرنے سے پہلے تمام مہمانوں کو انجمن کی طرف سے دعوت دی کہ وہ چائے قبول کریں۔ چنانچہ بعد جلسہ تمام مہمانوں کی تواضع چائے اور مٹھائی سے کی گئی۔ اور خدا کے فضل و کرم سے ہماری جماعت کے زعماء۔ نوجوانان اور ہندو مسلم۔ آریہ سماجی۔ قادیانی۔ کالج کے طلباء۔ ٹیچرز ٹریننگ سکول کے اساتذہ اور ہر مکتبِ فکر کے افراد نے ایک دسترخوان پر بیٹھ کر چائے اور مٹھائی کھائی دورانِ ریفریشمنٹ سلسلہ احمدیہ اور بانی احمدیت کی اعلےٰ صفات کے بارے میں بات چیت ہوتی رہی۔ جو اور بھی مؤثر تبلیغ تھی۔ بعد چائے کے ہماری جماعت کے زعماء مہمانوں کو اپنے محلہ سے دور تک الوداع کہتے ہوئے ساتھ گئے۔ جلسہ ہمہ گیر طور پر کامیاب رہا۔

اگرچہ جماعت بھدرواہ کا اپنا بھی ایک لاؤڈ سپیکر ہے۔ مگر احتیاطاً مستورات کی جلسہ گاہ کے لئے بھی مقامی انجمن اسلامیہ نے لاؤڈ سپیکر کا ایک مکمل سیٹ ہماری مسجد میں بھیج دیا تھا۔ اراکین انجمن اسلامیہ بھدرواہ کی اس خیرخواہی اور ہمدردی کے ہم بہت ممنون و مشکور ہیں شکریہ۔ چونکہ بعض بزرگوں اور بھائیوں نے احمدیہ لٹریچر کے ذریعہ سے عید میلاد النبی کے دن سیرت النبی صلعم کا جلسہ کرنے کی تجویز کی ہے لہٰذا جماعت کے نوجوان ممبران ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن بالخصوص مسٹر ظہور احمد۔ عبدالرشید۔ غلام محمد۔ شوکت علی۔ ارشاد احمد۔ اور ان کے سالار عبدالحفیظ صاحب آج سے ہی مصروفِ کار ہو گئے ہیں۔ انشاء اللہ جماعت کی طرف سے سیرت النبیؐ کا جلسہ بھی پورے اہتمام کے ساتھ ہوگا۔

فریق ربوہ (بھدرواہ) سے

ہماری جماعت بھدرواہ نے عام دعوت ناموں کے ساتھ یہاں کی قادیانی (ربوائی) جماعت کو بھی بذریعہ پریذیڈنٹ ایک دعوت نامہ خصوصی بھیجا تھا کہ ہماری جماعت کے جلسہ میں شرکت کریں۔ اس کے علاوہ ہم نے ہر قادیانی ممبر کو انفرادی طور پر بھی دعوت نامہ بھیجا۔ صدر جماعت ربوائی (بھدرواہ) سے استدعا کی گئی تھی کہ وہ یوم وصال پر جلسہ کرنے میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ مناسب کیا دن کریں۔ تا یہ جلسہ کامیاب ترین جلسہ ثابت ہو۔ مگر ان کی طرف سے خطوط اور دعوت ناموں کا کوئی جواب یا اشارہ بھی نہیں ملا۔ اور ہماری جماعت حیران تھی کہ خط کا جواب کیوں نہیں دیا گیا۔ آخر معلوم ہوا کہ ان لوگوں کو یہ جلسہ ہونا بعید ناگوار تھا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ جلسہ کامیاب ہو جائے۔ ہم اب تک نہیں سمجھ سکے کہ احمدی ہونے کے دعویدار بن کر پھر یوم وصال مسیح موعودؑ یا ایسے ہی دوسرے مشترکہ کاموں میں وہ علاوہ کی صف میں کھڑے رہتے ہیں۔ اس کی وجہ دوسرے روز معلوم ہوئی۔ جبکہ ۲۷ مئی کو پہلے تم ان کی طرف سے "برکات خلافت" کے جلسہ کا اعلان ہوا۔ ان کا یہ جلسہ انکی مقامی مسجد میں ہوا اور ہمیں افسوس ہے کہ ان کے جلسہ میں ماسوائے قادیانی احباب کے دوسرا ایک بھی فرد شامل نہ تھا۔ کاش یہ لوگ مؤثر طریق سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بتائے ہوئے راستہ پر چل کر بے لاگ اور مخلصانہ رنگ میں کام کرتے تو وہ اور ہم جلدی فرضِ تبلیغ سے سبکدوش ہو جاتے اور اس طرح اسلام کا بول بالا ہوتا۔ ہماری جماعت ان کو مخلصانہ دعوت دیتی ہے کہ وہ تنگ دلی کو ترک کریں۔ وسعتِ قلبی کو کام میں لاکر وہی راستہ اختیار کریں جو اسلافِ احمدیت نے استوار کیا ہے۔ اور خوب سوچیں کہ ان کی یہ علیحدگی۔ انفرادیت۔ مجموعی طور پر ان کو خسارہ میں ڈال رہی ہے۔ اگر وہ پیارہ ۴۵ [illegible]

۴۵ مانیں تو ہم کہنے کی جرأت کریں گے کہ وہ مسیح موعود علیہ السلام کے ہمہ گیر نظریاتِ اسلامی کو اپنا کر دشمن کو اپنا گرویدہ بنائیں۔ دشمن کی نفرت اور دشمنی محبت اور صلح میں بدل دیں۔ یہی مقصد ہے درست طریق کار کا۔ والسلام

خاکسار:۔ سیکرٹری نشرواشاعت و تبلیغ
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بھدرواہ کشمیر

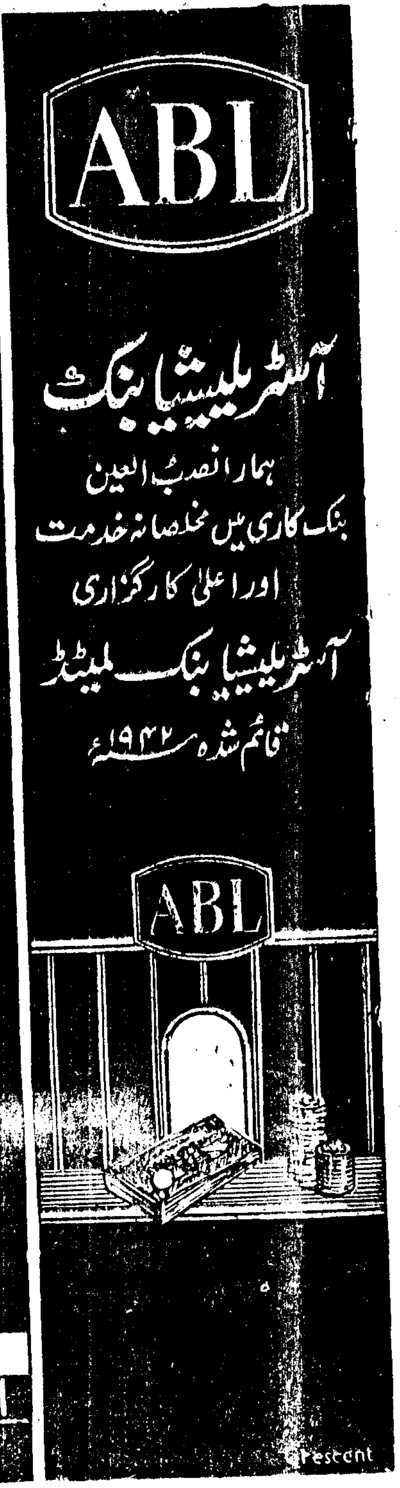

آسٹریلیشیا بنک

ہمارا نصب العین
بنک کاری میں مخلصانہ خدمت
اور اعلیٰ کارگزاری

آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ
قائم شدہ ۱۹۴۲ء

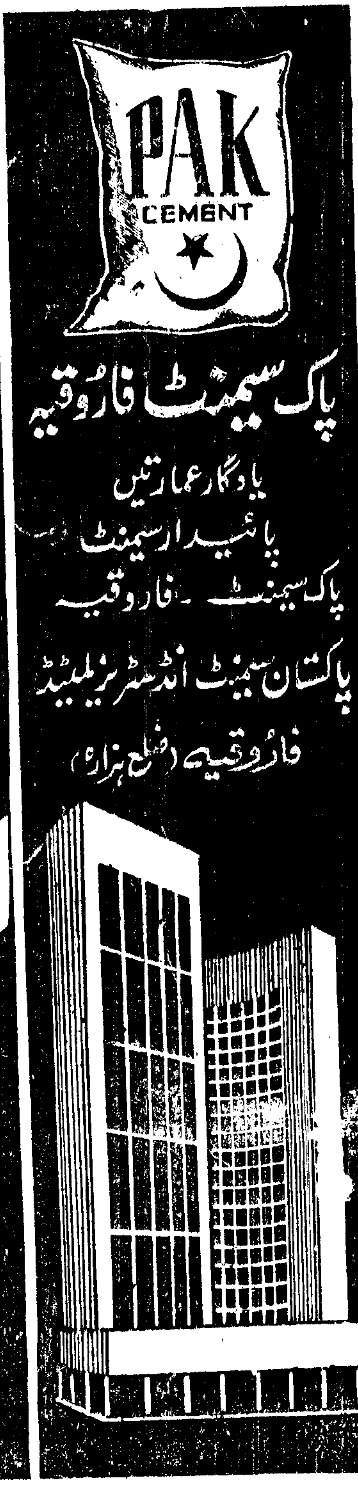

پاک سیمنٹ فاروقیہ

یادگار عمارتیں
پائیدار سیمنٹ
پاک سیمنٹ ۔ فاروقیہ

پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ
فاروقیہ (ضلع ہزارہ)

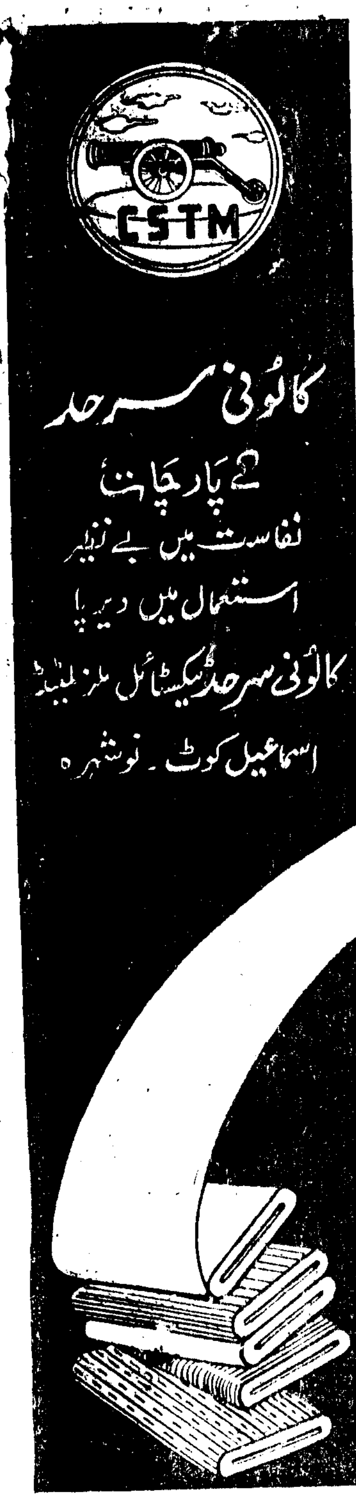

کالونی سرحد

کے پارچات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا

کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل کوٹ ۔ نوشہرہ

آفتاب الدین احمد ہومیو پیتھک دار الشفاء
ایک رفاہی ادارہ ہے
جہاں سے
یومیہ سینکڑوں مریض خود آ کر اور بیسیوں بذریعہ خط و کتابت مفت ادویات اور مشورے حاصل کرتے ہیں
آپکی اعانت کا شکریہ
اعزازی مہتمم دار الشفاء
احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

بہترین علاج

دوا سیر ۔ جسمانی کمزوری ۔ ضعف اعصاب ۔ فالج ۔ گنٹھیا ۔ ذیابیطس ۔ دمہ ۔ سل ۔ پرانے بخار کے شفا بخش علاج ڈاک سے منگائیے۔

خط ملنے پر کتاب رفیق شباب مفت
حکیم محمد شفیع چشتی
شیرو ۵۰ ۔ ج حسام پور ڈیرہ غازی خان

پیغام صلح ۱۷ر جولائی ۶۸ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۲۸ شمارہ ۲۸

[illegible]

کرہاں چشم کن روشن ایاتِ مبین

ٹیلیفون نمبر ۴۲۳۷۳
تار کا پتہ تبلیغ لاہور

پیغام صلح

مدیر:- دوست محمد

مدیر معاون:- بشیر احمد سوز

جلد ۵۶ | یوم چہارشنبہ۔ مؤرخہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۴ جولائی ۱۹۶۸ء | نمبر ۲۹

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں، لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں میں تیرے خالص محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں، نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور ائمہ قابلِ احترام ہیں
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

دعائے استخارہ

عن جابر ابن عبد اللہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا الاستخارۃ فی الامور کلھا کما یعلمنا السورۃ من القرآن یقول اذا ھمّ احدکم بالامر فلیرکع رکعتین من غیر الفریضۃ ثم لیقل اللّھم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسالک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علّام الغیوب اللّھم ان کنت تعلم انّ ھذا الامر خیرٌ لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری اوقال عاجل امری واٰجلہ فاقدرہ لی ویسّرہ لی ثم بارک فیہ وان کنت تعلم انّ ھٰذ الامر شرٌّ لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری اوقال فی عاجل امری واٰجلہ فاصرفہ عنّی واصرفنی عنہ واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی بہ قال ویسمی حاجتہٗ۔

ترجمہ:۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلعم ہمیں سب کاموں میں استخارہ کی تعلیم دیتے تھے جس طرح ہمیں قرآن کی ایک سورۃ کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ فرماتے تھے جب تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے تو فرض کے علاوہ دو رکعتیں پڑھے۔ پھر یوں دعا کرے۔ اے اللہ میں تیرے علم کی بدولت

(باقی [illegible])

مسیح موعودؑ سے تعلقِ اخوت

مَلفُوظَات حضرتِ مسیح مَوعُود علیہ السلام

"مجھ میں کون داخل ہوتا ہے؟ وہی جو بدی کو چھوڑتا ہے اور نیکی کو اختیار کرتا ہے اور کجی کو چھوڑتا اور راستی پر قدم مارتا ہے اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہوتا اور خدا تعالےٰ کا ایک بندہ مطیع بن جاتا ہے۔ ہر ایک جو ایسا کرتا ہے وہ مجھ میں ہے۔ اور میں اس میں ہوں۔ مگر ایسا کرنے پر فقط وہی قادر ہوتا ہے جس کو خدا تعالےٰ نفسِ مزکّی کے سایہ میں ڈال دیتا ہے ...... میرے ساتھ تعلّق اخوت پکڑنے والے اور اس سلسلہ میں داخل ہونے والے جن کو خدا تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے محبّت اور اخلاص کے رنگ سے ایک عجیب طرز پر رنگین ہیں ...... سب سے پہلے میں اپنے ایک روحانی بھائی کے ذکر کرنے کے لئے دل میں جوش پاتا ہوں جن کا نام ان کے نورِ اخلاص کی طرح نُورالدین ہے۔ میں ان کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مال حلال کے خرچ سے اعلاءِ کلمۂ اسلام کے لئے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہو سکتیں۔ ان کے دل میں جو تائیدِ دین کے لئے جوش بھرا ہوا ہے اس کے تصور سے قدرت الٰہی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کہ وہ کیسے اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔"

(فتح اسلام صفحہ ۲۴-۲۵)

بھدرواہ کشمیر میں
جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(عبدالحی صاحب سیکرٹری ینگمینز احمدیہ ایسوسی ایشن بھدرواہ کشمیر)

۱۰ رجون ۱۹۶۸ء بھدرواہ کشمیر کے نہایت ہی بارونق اور خوشگوار مقام پر مقامی جماعت کے زیر اہتمام بتقریب میلاد النبی صلعم کا ایک جلسہ منعقد ہوا

موسم گرما میں خصوصی طور پر اس علاقہ میں ہر مکتب فکر کا فرد پایا جاتا ہے۔ کیونکہ علاقہ کو خدا تعالے نے ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے چشموں ندی نالوں، جنگلات، باغات، پھل میوے، سرسبز و شاداب پہاڑوں کے لحاظ سے مالامال کر دیا ہے۔ علاقہ کی یہ خوبصورتی اور قدرتی کشش لوگوں کو ہر سال کھینچ کر لاتی ہے اصطلاح عام میں اس علاقہ کو چھوٹا کشمیر بھی کہا جاتا ہے۔ اسی قسم کی وجوہات کی بناء پر اس موسم میں اس جگہ اندرونی اور بیرونی مسلمان سکھ۔ ہندو۔ عیسائی اور دیگر مذاہب اور خیالات کے لوگ ملتے ہیں۔ اور ان کا باہم اچھا راہ و رسم ہے۔

بہرکیف ۱۹۰۴ء میں خدا تعالے کے فضل و کرم سے اس جگہ ایک جماعت (احمدیہ جماعت) قائم ہوئی ہے جو اپنی تبلیغی جدوجہد ایثار۔ خدمت خلق۔ رواداری اور علمی کردار کی وجہ سے ملک بھر میں مشہور رہی ہے۔

تقسیم ملک سے پہلے مرکز احمدیت (احمدیہ بلڈنگس) سے ہمارے مبلغین کرام خصوصاً حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی۔ مولانا سید اختر حسین صاحب گیلانی۔ مولانا احمد یار صاحب ایم اے۔ مرحوم مولانا محمد یوسف صاحب گرنتھی مرحوم مولانا عصمت اللہ صاحب مرحوم وغیرہم وقتاً فوقتاً بھدرواہ تشریف لایا کرتے تھے اور ان بزرگوں نے یہاں بہت سے مباحثات و مناظرے کئے جیسے کہ مرحوم و مغفور مولانا محمد حسین صاحب مرحوم عیسٰی نے آج سے پینتالیس برس قبل اپنے ایک مناظرہ اور مباحثہ کی تمام روئیداد کو کتابی صورت میں "مباحثہ بھدرواہ" کے نام سے شائع کیا ہے یہ کتاب اب بھی حق کے متلاشیوں کے لئے راہبر کا کام دے رہی ہے الحمدللہ

امسال ہماری جماعت بھدرواہ نے اکثریتی فرقہ غیر احمدی کے زعماء سیرت کمیٹی۔ انجمن اسلامیہ۔ جماعت اسلامی کو ایک مراسلہ کے ذریعے سے یہ تجویز دی کہ بجائے اس کے کہ میلاد النبی کی تقریب ہر فرقہ اور جماعت الگ الگ انجام دے بہتر یہی ہوگا کہ ہر مکتب فکر اور عقیدہ کا مسلمان ایک ہی پلیٹ فارم پر بیٹھ کر جلسہ سیرت النبی صلعم کی تقریب انجام دے اس طرح اتحاد ملی کی عملی تعبیر کا مظاہرہ بھی ہوگا۔ اور من حیث الاجتماع ساری قوم مل کر موثر انداز سے غیر مسلم بھائیوں تک سیرت رسول صلعم کا پیغام پہنچا سکے گی۔ جن چند زعماء علاقہ کی خدمت میں یہ مراسلہ لکھا گیا تھا انہوں نے کہا کہ گویا وہ عام مسلمانوں تک یہ تجویز پہنچائیں گے اگر اکثریتی فرقہ چاہے کہ دوسروں کو بھی نمائندگی دے تو آپ کو جواب دیا جائے گا۔

اس جگہ یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ ہماری انجمن کے پیش نظر اس خط کے لکھنے سے صرف یہ تھا کہ کلمہ گو مسلمان فروعی اختلافات کو چھوڑ دے، اور ایک کلمہ گو، کی حیثیت سے تمام بھائیوں کی طرح اتحاد ملی کا عملی ثبوت دیں۔ ایک دوسرے کے قریب بیٹھنے اور کام کرنے سے ان میں قوت، کام، اور محبت ملی بڑھے گی۔ اور باہم غلط فہمیوں کا بھی ازالہ ہوگا۔

سو ہماری انجمن اپنے مراسلہ کے جواب کے انتظار میں تھی اور قوی امید تھی کہ ہمارے غیر احمدی بھائی دوراندیشی سے کام لے کر شیعہ سنی۔ احمدی۔ قادیانی۔ اہل حدیث ...... وغیرہ ہر مسلمان کو دعوت دیں گے کہ وہ ایک ہی پلیٹ فارم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خراج عقیدت پیش کریں۔ مگر افسوس ان چند نام نہاد لیڈروں نے بغیر قوم سے پوچھے از خود ہی اس تجویز کو نامنظور اور رد کر دیا ان لوگوں کا ایسا رویہ معنی خیز ہے۔ جیسے کہ یہاں کا ہر مسلمان بخوبی جانتا ہے۔ اب کی بار تو یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ یہ نام نہاد زعمائے بھدرواہ اتحاد ملی کے حق میں نہیں ہیں، اگر یہاں کا ہر مسلمان متحد اور متفق رہے تو پھر ان کی لیڈرشپ اور گدی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ کیونکہ ان کو پوچھنے والا کوئی نہ ہوگا۔ ان کی گدی اور لیڈرشپ اور پنچایت اس وقت تک ہی بحال رہ سکتی ہے جب تک کہ مسلمانوں میں پھوٹ اور انتشار ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

چونکہ تقریب میلاد النبی صلعم ۹ رجون مقرر تھی اس روز اکثریتی فرقہ نے جلسہ کا اعلان کر دیا تھا۔ لہذا ہماری انجمن نے اپنا جلسہ ۱۰ رجون پر ملتوی کر دیا اور اس کی باقاعدہ طور پر سارے شہر میں منادی کرا کر ۱۰ رجون جلسے کا اعلان کرا دیا۔

۹ رجون کو ہمارے افراد نے یہاں کے مسلمان بھائیوں۔ ہندوؤں۔ سکھوں اور عیسائیوں وغیرہ کی خدمت میں دعوتی رقعے بھیجے اور ۱۰ رجون ۴ بجے مقام تکیہ چوک میں جلسہ میں شرکت کی دعوت دی۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ چند ہی روز پہلے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے کی طرف سے ہمیں چھ بنڈل لٹریچر تبلیغی بذریعہ ڈاک مل گیا تھا اور ہم نے اسی جلسہ کے لئے اس سارے لٹریچر کو مخصوص کر رکھا تھا۔ چنانچہ دس جون ۳ بجے ہی جماعت کے نوجوانان چوہدری عبدالواحد صاحب، چوہدری عبدالمجید صاحب عبدالرؤف صاحب۔ عبدالحمید صاحب نے جلسہ گاہ میں فرش، فرنیچر، لاؤڈ سپیکر وغیرہ لوازمات کو نصب و آراستہ کر دیا۔ خدا کے فضل و کرم سے ۴ بجے کے اندر اندر ہی بستی کے لوگ (ہندو مسلمان) جلسہ گاہ کی طرف آنے شروع ہو گئے یہاں تک کہ ۴½ بجے تک جلسہ کی چاروں اطراف علم دوست، اور جماعت کے ساتھ عقیدت رکھنے والے لوگوں سے بھر گئے۔ ان میں ہندو مسلمان۔ عیسائی اور سکھ بھی شامل تھے۔ چنانچہ اس پرفضا اور بھرے مجمع میں کارروائی جلسہ محترم چوہدری عبدالرحمان صاحب گنائی کنڈیکٹر کی صدارت میں شروع ہوا سب سے پہلے مسٹر عبدالرشید صاحب متعلم ڈگری کالج بھدرواہ نے قرآن مجید کی تلاوت کی۔ ازاں بعد احمدی بچوں کے ایک گروپ محمد اسحاق۔ نذیر احمد نثار احمد۔ بشارت احمد نے مائک پر درثمین کی ایک نظم "وہ پیشوا ہمارا ......" نہایت پرسوز لہجہ میں پڑھی، اس کے بعد ایک کم سن بچہ جس کی عمر سات برس سے کم و بیش ہے (بشارت سلیم) نے تین منٹ تک اپنی تقریر میں بتایا کہ آنحضرت صلعم ہی حقیقی معنوں میں نجات دہندہ ہیں۔ اس کے بعد محترم چوہدری عبداللطیف صاحب گنائی نے ضمیمہ اخبار پیغام صلح سے حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ کی تقریر پڑھ کر سنائی جو انہوں نے ۱۹۶۸ء میں لیاقت باغ راولپنڈی میں فرمائی تھی۔

اس کے بعد ایک اور نو عمر بچہ غلام نبی گنائی نے درثمین سے "جمال و حسن قرآن ...." کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھا۔

اس کے بعد مسٹر بشیر احمد گنائی نے تقریر میں دلائل کے ساتھ ثابت کیا کہ آنحضرت صلعم واقعی رحمۃ للعالمین ہیں ازاں بعد احباب کی فرمائش پر مسٹر عبدالحفیظ صاحب احمدی متعلم ڈگری کالج بھدرواہ نے "آنحضرت صلعم کامل شریعت کے حامل ہیں" کے موضوع پر تقریباً ۲۰ منٹ تقریر کر کے حاضرین کو بے حد متاثر کیا۔ مقرر کا طرز بیان وضاحت اور ذہن نشین کرانے کا طریقہ قابل تعریف تھا۔ ازاں بعد احمدی بچوں کا ایک اور گروپ پلیٹ فارم پر آیا۔ جن کے نام نوازالحق۔ امتیازالحق۔ بشارت احمد شوکت علی۔ محمد رمضان۔ طارق احمد۔ ہیں۔ انہوں نے بھی درثمین سے "اسلام سے نہ بھاگو ......" ایک نظم نہایت پرسوز اور پر درد لہجہ میں پیش کر کے داد تحسین حاصل کی۔

اس کے بعد نثار احمد گنائی صاحب آنحضرت صلعم کے عام عادات طیبہ کے عنوان پر تقریر کی۔ اس کے بعد نذیر احمد صاحب نے "کمالات محمد صلعم" کے عنوان پر تقریر کی اور حاضرین پر بات واضح کر دی کہ احمدی قوم کو جو علم الکلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملا ہے وہی حقیقی اسلام ہے اور یہی علم کلام آپ غیروں کے قلوب میں اسلام کی حقانیت پیدا کر سکتا ہے اس قسم کی باتوں اور سلسلہ احمدیہ کی تبلیغی جدوجہد کا حاضرین کو جی بھر کر احساس ہوا۔

اس کے بعد ماسٹر عبدالکریم صاحب کی تقریر "آنحضرت صلعم ہی زندہ نبی ہیں" کے موضوع پر شروع ہوئی۔ ماسٹر صاحب نے فقد لبثت فیکم عمرا ...... آیت قرآنی پڑھ کر اس کا مفہوم اور پس منظر بیان کرتے ہوئے حضور صلعم کی پیدائش بچپن۔ جوانی۔ شادی۔ ہجرت۔ صرف نیت بادشاہت۔ جنگوں، رواداری کی بیسیوں مثالیں اور واقعات بیان کر کے بتلایا کہ حضور صلعم نہ صرف زندہ نبی ہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں ہر فرد و بشر کے لئے نمونہ ہیں۔ وغیرہ۔ ماسٹر صاحب موصوف نے انا نحن نزلنا الذکر ...... فاتوا بسورۃ من مثلہ وغیرہ پر چیلنج قرآنی کو پیش کر کے بدلائل ثابت کیا کہ قرآن خدا کا کلام ہے

(باقی بر صلا)

مولوی محمد یعقوب خانصاحب کا بیان

۱۱ر جولائی ۱۹۶۸ء کے روزنامہ "الفضل" میں خلیفہ صاحب ربوہ کے متعلق ایک بیان شائع ہوا ہے جو مولوی محمد یعقوب خان صاحب کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اس بیان پر ہمارے محترم بزرگ حافظ محمد حسن چیمہ صاحب ایڈووکیٹ گجرات کا تبصرہ پیغام صلح کی گزشتہ اشاعت میں درج ہو چکا ہے زیر نظر پرچہ میں بھی کراچی کے محمد بیدار صاحب کا ایک مضمون دوسری جگہ درج ہے اسی طرح بعض اور احباب کے بھی خطوط اور مضامین آ رہے ہیں جن میں خانصاحب کے بیان پر بہت کچھ جرح قدح کی گئی ہے۔ لیکن جہاں تک ہمارا خیال ہے چونکہ خان صاحب ممدوح کی ذہنی کیفیت بھی جسم کے دوسرے اعضاء کی مانند بری طرح مفلوج ہو چکی ہے جیسا کہ ان سے ملنے والے کئی دوستوں کی شہادت ہے کہ بعض اوقات ان کے لئے آدمی کو پہچاننا بھی مشکل ہو جاتا ہے اور کئی دفعہ بلاوجہ رو پڑتے ہیں اس لئے قادیانی احباب بالخصوص اُن کے ایک ربوائی عزیز نے ان کی اس حالت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے نہ صرف انہیں مری لے جا کر خلیفہ صاحب ربوہ سے ملایا، بلکہ وہ بیان بھی لکھ کر ان کی طرف منسوب کر دیا۔ جس کا حوالہ اُوپر دیا گیا ہے۔

ہمارے اس خیال کی تائید ان سطور سے بھی ہوتی ہے جو الفضل نے اس بیان کو درج کرتے ہوئے بطور تمہید لکھی ہیں، مثلاً یہ کہ:۔

> "محترم مولانا محمد یعقوب خان صاحب کچھ عرصہ سے بعارضہ فالج بیمار ہیں فالج کا اثر جسم کے صرف بائیں حصہ پر ہے باقی اعضاء بفضلہ تعالےٰ بالکل ٹھیک اور درست حالت میں ہیں چنانچہ آپ روزانہ کتب و رسائل کا مطالعہ فرماتے ہیں اور حسب ضرورت تحریری کام بھی کرتے ہیں۔"

اس وضاحت کی ضرورت "الفضل" کو کیوں پیش آئی؟ محض اس پیش بندی کے لئے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ وہ تو فالج زدہ ہیں اور ان کا جسم اور دماغ دونو فالج سے بُری طرح متاثر ہیں وہ ایسا بیان کس طرح لکھ سکتے ہیں۔

لیکن غور کیجئے ایک طرف تو یہ کہا ہے کہ "آپ روزانہ کتب و رسائل کا مطالعہ فرماتے ہیں اور حسب ضرورت تحریری کام بھی کرتے ہیں" اور دوسری طرف اسی تمہید میں کہا ہے:

> "اس ملاقات کے متعلق آپ نے اپنے قلبی تاثرات **لکھوانے** اور ان پر اپنے قلم سے دستخط ثبت فرمانے کے بعد بغرض اشاعت ہمیں ارسال فرمائے ہیں"

غور کیجئے جو شخص روزانہ کتب و رسائل کا مطالعہ کرتا اور حسب ضرورت تحریری کام بھی کرتا ہے اسے یہ چھوٹا سا بیان **لکھوانے** کی کیا ضرورت تھی، کیا وہ اپنے قلم سے نہیں لکھ سکتا تھا اور ہمارا دعوےٰ ہے کہ یہ بیان انہوں نے لکھوایا بھی نہیں بلکہ ان کے ربوائی عزیز نے خود لکھ کر ان سے دستخط کرا لئے اور الفضل کو بغرض اشاعت بھیجدیا۔

ہمارا مقصد اس وضاحت سے یہ نہیں کہ ہم مولوی محمد یعقوب خان صاحب کو بری الذمہ قرار دیں بلکہ ہم بتانا چاہتے ہیں کہ ربوائی حضرات کس قدر چالاک واقع ہوئے ہیں کہ ایک معذور انسان کو چکمہ دینے اور اس کی معذوری سے ناجائز فائدہ اُٹھانے سے بھی نہیں چوکتے۔

اب اصل بیان کو سُن لیجئے، خلیفہ صاحب ربوہ سے ملاقات کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:۔

> "موجودہ دَور کے انسان کو ایک زندہ خدا کی تلاش ہے اور حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب کے محض چہرے پر ایک نظر ڈالنے سے انسان محسوس کرتا ہے کہ زندہ خدا موجود ہے۔"

کیا مولوی یعقوب خان صاحب کو مرزا ناصر احمد کے چہرہ پر محض ایک نظر ڈالنے سے زندہ خدا کا وجود محسوس ہوا؟ ان جیسے عقل و فکر کے آدمی کے منہ سے (اگر وہ ہوش و حواس میں ہوں) اس قسم کی بات نکلنا سوائے غیر سنجیدہ مبالغہ آرائی کے اور کسی طرح ممکن نہیں، ہو سکتا ہے کہ مرزا ناصر احمد صاحب کی شکل و صورت ایک ظاہر بین انسان کے لئے موجب کشش ہو لیکن اس سے زندہ خدا کی موجودگی کا احساس ایسا ہی ہے، جیسے مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری کے چہرے کو دیکھ کر لوگ فدا ہو جاتے اور اس کو نورِ الٰہی کا مظہر قرار دیتے تھے، اسی قسم کے بیسیوں چہروں سے لوگ دھوکہ کھاتے اور ان پر خدا کا نور سمجھنے لگتے ہیں لیکن اندرونہ کو مدنظر رکھنے والے انسان جن کو ایسے لوگوں سے واسطہ پڑا ہو، کبھی اس قسم کا دھوکہ نہیں کھاتے۔ پھر ہم کس طرح سمجھ لیں کہ مولوی یعقوب خان صاحب کو جن کا مرزا ناصر احمد صاحب سے کبھی کوئی واسطہ اور تعلق نہیں رہا، محض ایک ہی دفعہ کی ملاقات میں ان کے چہرے پر ایک ہی نظر ڈالنے سے زندہ خدا کی موجودگی کا احساس ہونے لگ گیا، کوئی عقل سلیم اس کو مان نہیں سکتی۔ ہاں خانصاحب نے حسب عادت غیر سنجیدہ مبالغہ آرائی سے ایسا کہدیا ہو تو یہ الگ بات ہے۔

اسی بیان میں مولوی یعقوب خان صاحب نے جماعت ربوہ کو مبارک باد دی ہے کہ:۔

> "ایک ایسا لیڈر انہیں ملا ہے جس کی شخصیت ہر قسم کے تصنع سے بالاتر ہے میں نے بہت سے مذہبی پیشوا دیکھے ہیں جو ہفتے کے سات دنوں میں سے چھ دن اپنے جبہ و دستار اور ریش کے میک اپ پر صرف کرتے ہیں یہاں میں نے اس کے اُلٹ سادگی دیکھی جو حقیقی روحانیت کی روح ہے بناوٹ اور میک اپ کہیں کوسوں بھی ان کے نزدیک نہیں گئی، اور اس لئے ان کو محض دیکھنا ہی انسان کے اندر نورِ ایمان پیدا کرتا ہے"

ہم سمجھتے ہیں یہ بھی خان صاحب کے اسی غیر سنجیدہ طرزِ بیان کا نتیجہ ہے، جو کسی کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے ان سے ظہور پذیر ہوتا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ ڈاڑھی اور بالوں کو سنوارنا یا اچھا لباس پہننا (جس کو "میک اپ" کا نام انہوں نے دیا ہے) اسلامی شعار میں سے ہے اس لئے خلیفہ ناصر احمد کے متعلق یہ کہکر کہ "میک اپ کہیں کوسوں بھی ان کے نزدیک نہیں گئی" ان کی ایسی تضحیک کی ہے، جس پر اہلِ ربوہ کو بجائے خوش ہونے کے نادم ہونا چاہیئے، اگر کسی کے اُلجھے ہوئے بالوں اور سادہ لباس سے نورِ ایمان پیدا ہو سکتا ہے تو وہ جوگی جو بھگوے کپڑے پہن کر اور سر اور ڈاڑھی کے بالوں میں دھول ملا کر خدا رسیدہ بنے پھرتے ہیں ان کو دیکھنے سے تو بدرجہ اُولیٰ نورِ ایمان پیدا ہونا چاہیئے۔

ہم نہیں جانتے وہ بہت سے مذہبی پیشوا جن کا ذکر خان صاحب نے مندرجہ بالا اقتباس میں کیا ہے کون ہیں، ہمارا خیال ہے کہ یہ فقرہ بھی انہوں نے محض اہلِ ربوہ کو خوش کرنے کے لئے لکھدیا ہے، ورنہ وہ جانتے ہیں کہ جماعت احمدیہ میں کوئی ایسے بہت سے مذہبی پیشوا موجود نہیں جو جبہ وغیرہ رکھتے اور ہفتہ کے چھ دن میک اپ کرتے رہتے ہوں۔ ہاں اہلِ ربوہ کے مذہبی پیشوا جو ہفتہ کے سات دنوں میں سے چھ دن قصر خلافت میں گھسے رہتے ہیں اور اُن کے دروازہ پر مسلح پہرہ ان کی حفاظت کے لئے کھڑا رہتا ہے اور ان کے سیکرٹری اور انڈر سیکرٹری کسی شریف انسان کو تحقیق حق کے لئے بھی خلافت مآب سے ملاقات کی اجازت نہیں دے سکتے۔ اس کا علم اگر خانصاحب کو ہو جائے تو وہ یقیناً اس سے بیزاری کا اظہار کریں گے

افسوس ہے کہ خان صاحب کو بذات خود اس کا تجربہ نہیں ہوا، کیونکہ ان کے ربوائی عزیز نے پہلے ہی سے خلیفہ ناصر سے ساز باز کر کے انہیں ملاقات کے لئے تیار کر لیا تھا، اور بقول خان صاحب جونہی انہیں العلم ہوا وہ اپنے قیام گاہ سے نکل آئے"۔ لیکن اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ عام طور پر خلیفہ صاحب مسلح پہرہ اور سیکرٹریوں کی حفاظت میں ہفتہ کے چھ دن قصرِ خلافت ہی میں گھسے رہتے ہیں،

بہرحال، خان صاحب کا بیان اہلِ ربوہ کے لئے چنداں دل خوشکن نہیں، اگر یہ بیان انہوں نے اپنے ہوش و حواس میں دیا ہے تو بھی اس غیر سنجیدہ مبالغہ آرائی کا نتیجہ ہے، جو انکی طبیعت کا خاصہ ہے، اس سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں، اللہ تعالےٰ رحم فرمائے اور اس قسم کے حواس باختہ اور غیر سنجیدہ لوگوں کے فریب دہ خیالات سے بچائے۔

اخبار "لائٹ" کا مقدمہ

جماعت احمدیہ لاہور کے ہفت روزہ انگریزی اخبار "لائٹ" کے ڈکلریشن کی تنسیخ اور چار پرچوں کی ضبطی کا مقدمہ ٹریبونل سپیشل جج جناب محمد ایوب خانصاحب کی عدالت میں ۲۲ر جولائی ۱۹۶۸ء کو پیش ہوا۔ مولوی دوست محمد ایڈیٹر پیغام صلح (پبلشر "لائٹ") نے حکومت کے الزام کے جواب میں اپنا تحریری بیان پیش کیا۔ بالمقابل حکومت کی طرف راجہ سید اکبر صاحب ایڈووکیٹ جنرل پیش ہوئے، پبلشر کے جواب پر بحث کے لئے ۲۹ر جولائی کی تاریخ مقرر ہوئی ہے۔ بحث کی طرف سے مسٹر محمد شفیع صاحب ایڈووکیٹ ہائی کورٹ اور راے آر یوسف صاحب ایڈووکیٹ پیروی کر رہے ہیں۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے۔ (نامہ نگار)

میرا دورۂ تبلیغ

جناب عبدالرحیم جگو صاحب ڈچ گیانا کا مکتوب

میں اب امریکہ۔ یورپ اور ایشیا کے تبلیغی دورہ سے وطن واپس آگیا ہوں۔ خدا تعالےٰ کی درگاہ میں ہزار ہزار شکر ہے۔ غالباً تین مہینے کے بعد واپس وطن پہنچ کر اور بچوں سے اور جماعت کے احباب سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ہے۔ اب آپ کو میں تمام دورہ کے حالات سے آگاہ کرتا ہوں۔

دوران سفر سب سے پہلے میں انڈونیشیا گیا اور وہاں کی احمدی جماعت سے ملا جو خدا کے فضل سے بہت اچھا کام کر رہی ہے۔ وہاں سے رخصت ہو کر سنگاپور آیا۔ دل چاہا کہ فیجی کا بھی دورہ کروں تاکہ مولانا احمد یار صاحب سے ملاقات ہو جائے۔ لیکن حج کی تکان تو تھی ہی۔ باقی کا سفر آگے جانے کے لئے تکان کی وجہ سے موقوف کر دیا۔ سنگاپور بہت مسلمان ہیں جن میں سے اکثر تاجر پیشہ مسلمان ہیں۔ ایک احمدی نوجوان سے ملاقات ہوئی اس نے بڑی خوشی ظاہر کی اور مکان پر چلنے کو کہا۔ لیکن میں اس سے یہی پوچھتا رہا کہ آیا یہاں کوئی احمدی جماعت بھی ہے۔ اس نے کہا کہ کوئی خاص احمدیہ جماعت نہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ تم احمدی کس طرح ہو گئے اس نے کہا کہ جب میں انڈیا میں تھا تو اپنی احمدیہ جماعت سے تعلق رکھتا تھا۔ اب سنگاپور میں تجارت کا پیشہ اختیار کر لیا ہے۔ اور یہاں کے لوگ بہت اچھے ہیں اور احمدیوں سے اچھا میلان رکھتے ہیں۔ میں نے اسے کچھ لٹریچر جو میرے پاس تھا دیا۔ اور وہاں سے رخصت ہو کر میں کلکتہ۔ بمبئی۔ کراچی۔ قاہرہ۔ اٹلی۔ ہوتا ہوا ہالینڈ آگیا۔ ہالینڈ میں مولوی بشیر احمد صاحب سے ملاقات ہوئی جمعہ کی نماز انہی کے ساتھ پڑھی۔ اور نماز کے بعد کافی عرصہ تک کچھ وہاں کے چند اچھے احباب سے گفتگو ہوتی رہی۔ دوسرے دن خاص ڈچ قرآن کے پھر سے چھپنے کے متعلق باتیں ہوتی رہیں۔ ہالینڈ سے انگلینڈ ووکنگ آئے۔ وہاں بھی اتفاق سے جمعہ کی نماز گیانا سے آئے ہوئے کچھ دوستوں کے ساتھ مل کر پڑھی گئی۔ جس سے اچھی جماعت بن گئی تھی۔

نماز پڑھنے کے بعد پھر ہم سب مسجد کے باہر آئے اور دوسرے آئے ہوئے مہمانوں کے ساتھ تصویر کھینچی گئی۔ اس کے بعد مہمان لوگ ووکنگ مشن کا ذکر کرتے ہوئے ہر شخص کہتا تھا کہ کس طرح خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کی قربانی دنیا کے اس حصہ میں ہوئی جو آج یورپ میں اسلام پھیلتا جا رہا نظر آ رہا ہے۔ خواجہ صاحب کا نام کمال الدینؒ تھا اور وہ اشاعت دین میں کمال کر گئے ہیں۔ اور کہنے لگے کہ اسلام کی حقیقی پہچان مغرب والوں کو خواجہ صاحب کے ذریعہ سے ہوئی ہے سچ ہے کہ خدا کے دین کی راہ میں مرنے والے مرتے نہیں بلکہ زندہ رہتے ہیں۔

لیکن کچھ افسوس باقی رہا کہ وہ رونق جو کہ آج سے اٹھارہ سال پہلے تھی وہ ووکنگ میں اب نہیں رہی۔ تمام دنیا کے لوگوں پر روشن ہے کہ ووکنگ مسجد یورپ میں ایک مرکز ہے۔ لاکھوں روپیہ لوگوں کی خاطر ضیافت میں خرچ ہو چکا ہے۔ مگر کبھی یہ بھی سوچا گیا ہوتا کہ ایک مکان ووکنگ میں ہوسٹل کے رنگ میں بنایا جاتا تو آج ایک اچھی آمدنی کا ذریعہ ہوتا۔ اور کسی پر بوجھ نہ پڑتا۔ اور اس سے یورپ میں باقاعدہ تبلیغ کا سلسلہ جاری رہتا۔ جمعہ کی شام کو میں اور میری اہلیہ ووکنگ میں ٹھہرے دوسرے دن شام کو ہم مسٹر ڈاکٹر عبداللہ کے ہاں مہمان رہے۔ وہاں ڈاکٹر حمید صاحب سے اور چند دوسرے دوستوں سے بھی ملاقات ہوئی جو ہماری پڑھائی کے زمانہ میں لاہور میں پڑھتے تھے۔ انگلینڈ سے ہم پھر ہالینڈ آئے۔ اور جماعت کے مختلف لوگوں سے ملاقات کرنے کے بعد سپین روانہ ہو گئے اس ملک میں مسلمانوں کے لئے ان کی کامیابی اور ان کی بربادی کی اچھی نصیحت ہے۔ مسلمانوں کی ایک زمانے تک بڑی حکومت رہی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیوں یہ حکومت مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتی رہی؟ عالیشان مسجد بڑے بڑے شاہی محلات۔ کورٹ۔ باغیچے وغیرہ بڑے شاندار ہیں قلعہ بھی ابھی موجود ہے لوگ اکثر دیکھنے کے لئے جاتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے بنائے ہوئے کارناموں کو دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے کیا کمال کیا ہے۔ لیکن جب حقیقت۔ ایمان۔ اتفاق اور دین قائم رہا تو حکومت بھی قائم رہی اور جب یہ سب برباد ہو گئے تو نہ دین رہا نہ حکومت رہی۔ بہرحال میرا خیال اس بات کی طرف آتا ہے احمدیوں کا کام دنیا میں اسلام پہنچانا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس ملک کی طرف بھی توجہ کی جائے۔ اللہ تعالےٰ توفیق دے۔ آمین۔ والسلام

تبلیغی خط و کتابت

انڈیا

ترجمہ خط: منیجر آزاد مسلم لائبریری۔ انڈیا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا لٹریچر موصول ہوا۔ پبلک نے کافی پسند کیا اور اس قصبہ میں صرف ایک لائبریری ہے اور پڑھے لکھے لوگ زیادہ ہیں۔ مگر مالی حالت بہت کمزور ہے اس لئے کتب قیمتاً نہیں خرید سکتے اور کچھ کتابیں سہارنپور سے دستیاب ہو گئی ہیں۔ آپ کا لٹریچر چونکہ لوگوں میں بہت مقبول ہے اس لئے آپ تمام لٹریچر ارسال کریں اور زیادہ تعداد میں ہو۔

(ان کو اردو اور انگریزی لٹریچر ارسال کیا گیا)

گھانا

ترجمہ خط:۔ وحید۔ بی۔ ادی یو والے گھانا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں بڑی خوشی سے اور اپنی مرضی سے جماعت احمدیہ میں شامل ہونا چاہتا ہوں اور ان شرائط پر جو بانئے سلسلہ نے لکھی ہیں پورے طور پر عمل کروں گا۔

میں پھر خوشی سے تحریر کرتا ہوں کہ میں جماعت کی شرائط پر کاربند رہوں گا۔ اور جو کتب میں نے تحریر کی ہیں وہ بھی مجھے ارسال کریں۔ میں بہت مشکور ہوں گا۔ اگر آپ میری استدعا پر غور فرمائیں گے۔ اور مجھے خط تحریر فرمائیں گے تو کرم فرمائی ہوگی۔

(ان کو خط لکھا گیا۔ نیز ٹیچنگز آف اسلام۔ اسلام اینڈ کرسچینٹی۔ فہرست کتب۔ اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی۔ اور بیعت فارم ارسال کئے گئے۔)

انڈونیشیا

ترجمہ خط: احمد جھیا۔ انڈونیشیا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں ۲۲ سال کا نوجوان ہوں اور سٹیٹ یونیورسٹی کے تھرڈ ایئر میں پڑھتا ہوں جو کہ مشرقی جاوا انڈونیشیا میں ہے۔ میں خدا کے فضل سے اس سال امتحان میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ میں اس خط میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ مجھے پڑھائی میں بہت مشکل ہو رہی ہے کیونکہ کتابوں کی کمی کی وجہ سے اپنی علمی لیاقت بڑھا نہیں سکتا۔ اس لئے امید ہے کہ آپ ضرور میری مدد کریں گے اور مجھے کچھ اسلامی کتب اور میگزین ارسال کریں گے۔

(ان کو خط کا جواب دیا گیا۔ نیز ایسینس آف اسلام۔ اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی۔ کال آف اسلام ارسال کی گئی)

نائیجیریا

ترجمہ خط: کسمو قصاصی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے لٹریچر کا بہت بہت شکریہ مجھے اسلام سے بہت الفت ہے میں عیسائی نہیں ہوں۔ میں اسلام کو دنیا کا بہترین مذہب سمجھتا ہوں اور میں رسول کریمؐ سے بھی محبت رکھتا ہوں۔ میں عربی اور انگریزی بخوبی جانتا ہوں اور میں ان میں کافی ترقی کر سکتا ہوں۔ میں بہت خوش ہوں گا اگر مزید کتب اسلام کے متعلق ارسال کریں۔ مجھے امید ہے کہ میں مطالعہ سے کافی علم حاصل کر لوں گا۔

(ان کو اسلام اینڈ کرسچینٹی۔ کونسیپٹ آف گاڈ ارسال کی گئی۔)

ترجمہ خط۔ سکیبو کے اذلی۔ نائیجیریا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں یہ چند حروف آپ کو اس غرض کے لئے تحریر کر رہا ہوں کہ آپ مجھے کچھ کتب مفت برائے مطالعہ ارسال کریں۔ مدت سے میری خواہش ہے کہ میں مذہب اسلام کا مطالعہ کروں اور میرے لئے یہ ایک سنہری موقعہ ہے کہ میں آپ کی کتابوں سے فائدہ اٹھاؤں اس لئے التماس ہے کہ مجھے ایسی کتب ارسال کریں جن سے مذہب اسلام کے مطالعہ سے علم میں ترقی ہو۔ اللہ تعالےٰ آپ کو جزا دے گا۔

(ان کو کال آف اسلام۔ اسلام اینڈ کرسچینٹی ارسال کی گئیں)

ترجمہ خط:۔ ایس۔ یوسف سکانیان۔ نائیجیریا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں چند حروف آپکو اس غرض کے لئے لکھ رہا ہوں کہ آپ مجھے کچھ مفت کتب برائے مطالعہ تحفۃً ارسال کریں۔ میں عربی میں مزید مطالعہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے آپ مہربانی فرما کر کچھ عربی اور دیگر کتب ارسال کریں۔

(انکو خطبہ الہامیہ۔ اسلام اینڈ کرسچینٹی۔ کونسیپٹ آف گاڈ ارسال کی گئیں)

دعویٰ مسیحیت دعویٰ مجددیت و ملہمیت کا ہی دوسرا نام ہے نہ کہ دعویٰ نبوت کا۔

مجدد صدِ چہاردہم کو مسیح موعود کا لقب دینا اس کی عظمت و شان کو ظاہر کرتا ہے

مفاسد و امراضِ زمانہ کسی مسیحائے وقت کے ظہور کے ہی متقاضی ہیں

ع ہو چکا اس دین کی شانِ جلالی کا ظہور ٭ ہے مگر باقی ابھی شانِ جمالی کا ظہور (ڈاکٹر اقبال)

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۹ جولائی ۱۹۶۸ء ۔ فرمودہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب دامت برکاتہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

یسبح للہ ما فی السمٰوٰت و ما فی الارض الملک القدوس العزیز الحکیم ٥ ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم ایٰتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتاب و الحکمۃ، و ان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین ٥ —(سورۃ الجمعہ۔ ۱-۲)—

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ موجود ہے وہ سب خدا تعالےٰ کی حمد و ثنا کر رہے ہیں۔ وہ ذات بڑی بلند ہے۔ بااختیار ہے۔ پاک ہے غالب ہے حکمت والی ہے اس ذات نے دنیا میں ایک رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مبعوث فرمایا۔ اُمّی لوگوں میں سے جو ان پر اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے۔ وہ ان کو پاک کرتا اور کتاب کا علم اور حکمت سکھاتا ہے۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے بالکل گمراہی میں پڑے تھے اور پھر اس رسول کا کام آخرین کی ہدایت اور اصلاح کرتا ہے جو ابھی ان سے نہیں ملے ہیں۔ یہ رسول ان کو بھی پاک کرتا ہے۔ ان کو بھی کتاب کا علم اور حکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔ یہ خدا تعالےٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

ان آیات میں رسول مقبول محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ختم نبوت کا اعلان ہے۔ کہ اب آپؐ قیامت تک کے لئے عالم انسانیت کے رہبر و رسول الٰہی ہیں۔ قیامت تک کے لوگوں کے لئے مزکی اور معلم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ قرآن کریم نے بڑے صاف اور واضح الفاظ میں حضور نبی کریم صلعم کے فرائض نبوت کو قیامت تک کے لئے ممتد قرار دیا ہے۔ اس لئے تمام مفسرین نے یہ تسلیم کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کے بعد جو مجددین۔ محدثین اور اولیاء کرام مبعوث ہوا کریں گے۔ وہ جو کچھ کام کریں گے حضور نبی کریم صلعم کے بطور ظل اور بروز کے کام کریں گے۔ اور وہ خود جو کچھ علم و فضل اور حکمت حاصل کریں گے وہ بھی حضور صلعم کے طفیل ہی کریں گے۔

دراصل خلافت کا جو وعدہ آیت استخلاف میں اُمت مسلمہ کو دیا گیا ہے اس کا مطلب و مفہوم یہی ہے کہ قیامت کے لئے حضور صلعم ہی عالم انسانیت کے لئے مزکی اور معلم ہیں۔ اور جو آپؐ کے خلفاء ہوں گے وہ اس رسول مقبول کے طفیل ہی سے تزکیہ اور تعلیم حاصل کریں گے۔ ان کا اپنا نفس اور وجود درمیان میں نہیں ہوگا۔ ان کے باطن کی پاکیزگی اور اصلاح کا موجب یہی رسول صلعم ہی ہونگے کیونکہ جو آپؐ کے خلیفہ ہوں گے ان کا اپنا وجود نفی کے برابر ہے۔

آنحضرت صلعم کی ختم نبوت پر دلیل کہ آنحضورؐ ہی متقدمینؓ و متاخرین کے معلم و مزکی ہیں۔

اس آیت کی تفسیر و تشریح کرتے ہوئے مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کے اندر خاص طور پر مسیح موعودؑ اور اس کی جماعت کا ذکر ہے کہ آخری دَور میں جب اسلام کی حالت دگرگوں ہو جائے گی اس وقت خدا تعالےٰ جس مامور کو کھڑا کرے گا۔ اور جو اس دَور میں اصلاحِ دین کا فریضہ انجام دے گا۔ اور جس کے ذریعہ سے اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے دَور کا آغاز ہوگا وہ خلیفہ رسول مقبول صلعم ہوگا۔ اس آیت شریفہ میں جہاں دیگر مجددین کا ذکر ہے وہیں حضرت مسیح موعودؑ کا خاص طور پر ذکر ہے۔ اس کی یہ وجہ بھی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے ان انزلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً۔ جیسا کہ ہم نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کو ایک عظیم الشان شریعت عطا کی تھی۔ ویسے ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے کہیں بڑھ کر شریعت عطا کی گئی ہے۔ گویا قرآن کریم نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دیا ہے۔

ان تمام باتوں سے ظاہر ہے کہ آخری زمانہ میں جو مجدد و محدث مبعوث ہوگا وہ عظیم الشان مجدد و مامور ہوگا۔ وہ مسیح ناصری علیہ السلام کا مثیل ہوگا۔ جس طرح سے کہ ۱۳ سو سال بعد حضرت موسےٰ علیہ السلام کے مثیل حضرت نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے اسی طرح سے تیرہ سو سال کے بعد جو مجدد اور نائب رسول صلعم مبعوث ہوگا وہ حضرت مسیح ناصریؑ سے مماثلت رکھے گا۔

حضرت اقدس مرزا صاحبؒ کی مخالفت کی ایک بڑی بناء آپ کا دعوےٰ مسیحیت ہے

آپ تاریخ سلسلۂ احمدیت کو دیکھیں۔ تو آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ جب حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؒ نے براہین احمدیہ لکھی تو اس وقت آپ نے مجدد کا دعویٰ کر رکھا تھا نہ صرف یہ کہ اس دعویٰ مجددیت کی مخالفت نہ ہوئی بلکہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں اس کتاب براہین احمدیہ پر نہایت شاندار ریویو لکھا۔ کہ ہم حضرت مرزا صاحب کو ابتداء سے جانتے ہیں ہمارے ہم مکتب اور ہم وطن ہیں۔ وہ مادر زاد ولی اللہ ہیں۔ اس عظیم الشان کتاب کو لکھ کر اسلام کی جو قابل قدر اور گرانمایہ خدمت مرزا صاحب نے انجام دی ہے وہ گذشتہ تیرہ سو سال میں کسی سے نہ ہو سکی۔

مگر جونہی حضرت مرزا صاحبؒ نے ۱۸۹۱ء کے قریب یہ دعوےٰ کیا کہ مسیح ناصریؑ فوت ہو چکے ہیں۔ میں آنے والے مسیح کا مصداق ہوں۔ مجھے خدا نے یہ خبر دی ہے اور خدا تعالےٰ نے مجھے مسیح موعود مامور کیا ہے، اس پر مخالفت کا ایک طوفان برپا ہوگیا۔ حالانکہ دعوےٰ مسیحیت کوئی نیا دعوےٰ نہیں تھا بات وہی تھی۔ اگر آپ مجدد وقت ہیں۔ ولایت کا دعوےٰ صحیح ہے تو مسیح موعود کا دعویٰ کیوں تسلیم نہیں کیا جا سکتا؟ یہ عام اعتراض ہے مسلمانوں کی طرف سے۔ حالانکہ احادیث میں بھی مذکور ہے کہ چودھویں صدی کا جو مجدد اور مامور ہوگا وہی مسیح موعود ہوگا۔ اس لحاظ سے مجدد صدی چہاردہم کو مسیح موعود ماننے میں کیا قباحت ہے اور کیا کفر ہے؟

کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم

ستیاناس ہو رسم و رواج اور پرانے خیالات کا۔ کہ مسلمانوں کو مسیح علیہ السلام کا مرنا گوارا نہیں ہوا۔ اور یہ گوارا نہیں ہوا کہ حضرت مرزا صاحبؒ کی نسبت یہ کہا جائے کہ وہ عظیم الشان مجدد ہیں جن کا صدیوں سے انتظار کیا جا رہا ہے۔

آپ غور کریں چودھویں صدی ختم ہونے کو ہے اب تک کسی شخص نے سوائے حضرت مرزا صاحبؒ کے مجدد ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا۔ آخر اگر حضرت مرزا صاحب اس زمانہ کے مامور مجدد نہیں ہیں تو پھر وہ دوسرا شخص کون ہے جس نے خدا تعالےٰ سے علم پا کر اس کے حکم سے مجدد و محدث زمانہ ہونے کا دعوےٰ کیا ہو؟

اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ مسیحیت کے دعوےٰ کو قبول کرنا ایک بڑا مشکل امر سمجھ لیا گیا۔ خود علامہ اقبال نے کہا ہے ؎

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشمِ مسلم دیکھ لے تفسیر حرفِ ینسلون

علامہ مرحوم مانتے ہیں کہ دجال ظاہر ہو چکا اور وہ عیسائی اقوام ہی ہیں۔ لیکن جس شخص نے اس یاجوج ماجوج کا قلع قمع کرنا ہے، وہ کہاں ہے! کیا مسیح موعودؑ کے ظہور کا وقت دجال و یاجوج ماجوج کے خروج کا وقت ہے یا کوئی اور؟ جب

پیشگوئیٔ رسول صلعم کا ایک حصہ پورا ہو چکا تو دوسرے حصہ کے پورا ہونے کا وقت اولہ کونسا ہے؟ - لوگوں نے کہا کہ حضرت صاحبؑ نے دعوئے مسیحیت کرکے اپنے آپ کو مدعی نبوت ٹھہرایا کیونکہ حضرت مسیح ناصریؑ نبی اور رسول اللہ تھے - ایک تو یہ موقف ہے اور دوسری طرف یہ کہ حضرت مسیحؑ نبوت سے معزول ہو کر اور امّتی بن کر آئیں گے۔ مگر جب حضرت مرزا صاحبؑ کے دعوئے مسیح موعود کا سوال ہوتا ہے تو فوراً ان پر مدعی نبوت کا الزام بنا دیں لگا دیتے ہیں کہ چونکہ حضرت اقدسؑ نے مسیح موعودؑ ہونے کا دعوے کیا ہے اور چونکہ پہلے مسیحؑ نبی تھے اس لئے دوسرا مسیح بھی نبی ہونا چاہیئے۔ ورنہ ان کی مسیح ناصریؑ سے مماثلت قائم نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ یہ الجھن ایک بڑا مشکل امر تھی جو قبولیت کی راہ میں بڑی روک بن گئی۔ . . . .

- - - - - - - - اس بارے ذرا تفصیل سے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

تیرہ صدیوں کے تقاضوں سے ہمارا قومی مزاج شاہانہ جاہ و جلال اور قوت و حشمت اور جبر و تشدد کا دلدادہ بن چکا ہے، اسی لئے مسیح موعود کے ظہور کو بھی ظاہراً سلطنت و تمکنت اور جبروت و حکومت کے عقیدوں سے وابستہ کر لیا گیا ہے یہ سمجھا گیا ہے کہ اس کی آمد سے مسلمان قوم کو شان و شوکت، وجاہت و حشمت اور تاج و تخت حاصل ہو جائے گا۔ دنیا پر اسکی عملداری قائم ہو جائے گی - چنانچہ آمد مسیح موعودؑ سے دولت و اقتدار کا جو تصور قوم میں جاگزین ہو گیا ہے حضرت امام زمان کو قبول نہ کرنے کی بڑی وجہ یہی ہے کہ وہ ہماری توقعات آرزوؤں کے مطابق پورا نہیں اترا —

مسیح موعودؑ کے دعویٰ کے نیچے کیا حقیقت مرکوز ہے؟

اس زمانہ میں ظاہر پرستی نے دین کی حقیقت کو بری طرح مجروح کر رکھا ہے، آپ جتنا غور کریں آپ کو معلوم ہوگا - کہ اگر کوئی شے مفقود ہو چکی ہے تو وہ دین کی روح ہے جو ہمارے اعمال سے غائب ہو چکی ہے۔ اس کی طرف توجہ نہیں حالانکہ اصل دین یہی ہے جیسا کہ فرمایا بلیٰ من اسلم وجھہ للّٰہ وھو محسن - اصل حقیقت تو یہ ہے کہ انسان خدا کی فرمانبرداری اور مخلوق کی بھلائی کے جذبات عالیہ سے سرشار ہو، مگر آج اعمال و افعال، اخلاق و کردار کے بجائے ظاہری ارکان کو اتنی وقعت و عظمت دی گئی ہے کہ گویا یہی سب کچھ ہیں جس نے یہ ارکان پورے کر دیئے وہ نجات پا گیا خدا سے سچے تعلق اور مخلوق سے صحیح سلوک کا شمّہ بھر بھی نہ ہو - جب ظاہر پرستی کا یہ حال ہو تو ظاہر ہے کہ مسیح وقت کو کیونکر قبول کیا جائے حضرت صاحبؑ نے کیا ہی خوب فرمایا:-

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے
جسکی مماثلت کو خدا نے بتا دیا
حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب
خوباں کو بھی تم نے مسیحا بنا دیا۔

اس تعجب کا اظہار حضرت مسیح موعودؑ کرتے ہیں کہ تمہارے لئے تو جائز ہے کہ حاذق طبیبوں کو مسیح کا خطاب دے دو اور اپنے معشوقوں کو ان کے حسن کی وجہ سے مسیحا سے مماثلت دے دو۔ تمہارے لئے تو یہ سب جائز ہے لیکن جائز نہیں تو خدا کو نہیں کہ وہ کسی کو اپنی طرف سے مسیح کا خطاب دے دے جس نے اسلام کی تعلیم کے اس پہلو پر تقاضائے وقت کے مناسب حال اتنا زور دیا جیسا حضرت مسیح ناصریؑ نے اپنے حالات کی مناسبت سے اسی پہلو پر زور دیا تھا - جب تمہارے لئے ایک بات جائز ہے تو وہی بات خدا کے لئے تمہیں کیوں ناگوار معلوم ہوتی ہے - بلکہ تم آمادہ دشمنی ہو جاتے ہو - اور مخالفت پر کمر باندھ لیتے ہو۔

حضرتؑ صاحب نے فرمایا

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا۔

وقت کی بشارت بڑی چیز ہے وقت کسی مسیحا کی انتظار کر رہا تھا۔ دنیا کی حالت اور وقت کی حالت مقتضی تھی کہ کوئی نائب رسول ایسا کھڑا ہو جو حضرت مسیح ناصری ایسی خوبیوں کا حامل ہو اور ویسی صفات سے متصف ہو۔

مفاسد و امراضِ زمانہ۔

ظاہر پرستی اور مادہ پرستی

حضرت صاحبؑ نے فرمایا کہ میری ذات کے سوال کو الگ کرکے اگر اس امر پر غور کرو کہ جب وقت کے تقاضے کسی مسیحائے زمان کے طالب تھے تو جس کسی کو بھی خدا مبعوث فرماتا وہ مسیح موعودؑ کے لقب سے ہی ملقب ہو کر آتا۔

دجّال کا ظہور ہو چکا ہے۔ پھر مسلمانوں کی اپنی دینی حالت اس بات کی مقتضی ہے کہ کسی ایسے مامور و مجدّد کی بعثت ہو جو مسیح علیہ السلام سے مماثلت رکھتا ہو۔ دجالی تہذیب ظاہر پرستی اور دنیا پرستی ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی نجات کے لئے مادی سامانوں کی فراہمی و فراوانی لازمی ہے، حضرت مرزا صاحبؑ نے اس نظریئے کی مخالفت کی اور اس کو باطل اور غلط قرار دیا کہ آپ نے فرمایا اس نظریئے پر چل کر نسلِ انسانی کی نہ صرف نجات نہیں بلکہ یہ جہنم میں لے جائے گی۔

- ہماری اپنی قوم کی بھی یہی حالت ہے کہ ہم نے دین کو ظاہری ارکان پر حصر کر دیا ہے اور اسکے مغز اور حقیقت سے منہ موڑ لیا ہوا ہے - اس حالت زار کا تقاضا یہی تھا کہ مسیح دوران آتے یہ امراض زمانہ کا علاج کرتے - ایک طرف اگر وہ دجالی تہذیب کی مادیت، وطنیت اور سیاست کے بتوں کی بجائے خدا پرستی کی جانب توجہ دلاتے تو دوسری طرف دین کی اصل روح یعنی خدا اور مخلوق سے سچی محبت لگانے پر زور دے۔

یہ باتیں ایسی ظاہر و باہر ہیں جو ہمارے لئے قابل غور ہیں - یہ بھی یاد رہے کہ مسیحیت کا دعوے مجدّدیت کے دعوے سے کوئی بڑا دعوے نہیں - جیسا کہ خود حضرت امام زمانؑ نے آئینہ کمالاتِ اسلام میں لکھا ہے کہ مسیحیت کا دعوے ماموریت و ملہمیت کے دعوے سے بڑھ کر نہیں ہے خدا تعالیٰ کا اختیار ہے کہ وہ اپنے ملہم کو جو خطاب چاہے دے دے یہ جائز ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس صدی کے مامور اور مجدّد کی اہمیت اور عظمت دیگر مجدّدین سابقین سے بہت بڑھ کر ہے۔ عظمت اور اہمیت زمانہ کی ضرورت اور مفاسد پیش آمدہ کی نوعیت سے ہے اور یہ مسئلہ سمجھنا کوئی مشکل امر نہیں ہے - ہم جانتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں۔ آپؐ سے پہلے بھی بہت سے نبی ہو گذرے ہیں اور ہم مانتے ہیں کہ حضور نبوت کے منصب و مقام سے بڑھ کر کسی اور درجہ پر فائز نہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان انبیاء سابقین سے کہیں بڑھ کر ہے - آپ افضل الرسل ہیں اور سرتاجِ انبیاء سابقین و خاتم النبیین ہیں - مقام و منصب تو نبوت کا ہی ہے مگر باوجود اس کے تمام انبیاء سے درجہ میں بڑھ کر ہیں - لیکن جو عظمت حضور صلعم کی ہمارے دلوں میں ہے وہ کتنی عظیم الشان ہے!

اسی طرح سے حضرت مرزا صاحبؑ کا منصب و مقام مجدّدیت ماموریت اور ظلیت رسول صلعم کا ہی ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی دعوے نہیں ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے آپ کا درجہ دوسرے مجدّدینِ کرامؒ سے بڑھ کر ہے۔

یہ تو صاف ظاہر ہے کہ ۱۳ سو سال میں جس رجلِ عظیم کا انتظار امّتِ مسلمہ کرتی چلی آئی ہے - ایسا انتظار کسی اور مجدّد و مامور کا نہیں کیا گیا - اس لئے اس صدی کے مامور کی عظمت و اہمیت سمجھنے میں کیا دقت ہے -

مجدّد کے درجہ کے بارہ میں افراط و تفریط سے کام لیا گیا ہے، اگر کئی حلقوں میں مجدّد کے لفظ کو محض عالمِ دین کے معنوں تک محدود کر لیا گیا ہے جس کے لئے ضروری نہیں سمجھا جاتا کہ خدا اسے مبعوث کرے یا وہ کامل مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے سرفراز کیا جائے تو دیگر اصحاب نے مجدّد کو مسیح موعود کے لقب کا مستحق جانکر اسے نبی کے منصب پر فائز کر دیا۔ اس حلقہ میں مکفّرین اور بعض ماننے والے متفق ہو گئے - مخالفین نے جو امر بطور اعتراض اور خلافِ دین پیش کیا بعض موافقین نے اپنی نجات کے لئے اسے ماننا ضروری سمجھ لیا - ضرورت اس امر کی ہے کہ ہماری جماعت مسیحیت کے دعوے کی اصل حقیقت کو واضح کرے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت صاحبؑ کے صحیح مقام کو وسیع تر بنیادوں اور عظیم تر پروگرام کے تحت لوگوں کو روشناس کروایا جائے - اور انہیں بتایا جائے کہ حضرت صاحب نے جو دعوے کیا ہے - وہ چودھویں صدی کے مامور اور مجدّد ہونے کا ہی ہے مگر اس کی عظمت و شان ایسی ہے کہ یہ دعوئ مسیحیت کے لقب سے زبانِ مبارک مصطفوی سے پکارا گیا ہے۔

کیا دعوئ مسیحیت کو پیش نہ کرنا اشاعتِ دین کے لئے موجبِ ترقی ہے؟

مجھ سے ایک مرتبہ ایک صاحب نے سوال کیا کہ جب ہم یہ مانتے ہیں کہ حضرت اقدسؑ کا اصل دعوے مجدّدیت کا ہی تھا نہ کہ نبوت کا اور جب ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ عام طور پر مخالفت کا باعث دعوے مجدّدیت نہیں ہوا بلکہ دعوئے مسیحیت ہی ہوا ہے تو کیا یہ بہتر نہیں کہ دعوئے مسیحیت کو نہ پیش کیا جائے اور صرف دعوئے مجدّدیت ہی پر اکتفا کیا جائے؟ میں نے جواباً یہ کہا کہ اوّلاً یہ طریقِ کار بہتر نتائج کسی طرح پیدا کرنے

باقی بر صفحہ ۸ کالم ۳

غلام نبی مسلم مدیر روح اسلام۔ لاہور

کیا انجیل قرآن حکیم کی تکمیل کرتی ہے؟

گذشتہ سے پیوستہ

گذشتہ اقساط میں ہم انجیل کے نقائص کی نشاندہی کر چکے ہیں۔ گو اس سلسلے میں لکھنے کی کافی گنجائش موجود ہے۔ تاہم بحث کو سمیٹنے کے لئے ہم پادری برکت اللہ صاحب کے ان ارشادات کو لیتے ہیں، جو ان کی نظر میں قرآن کے غیر مکمل اور انجیل کے محتاج ہونے پر شاہد ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:۔

(۱) "تمام علمائے اسلام بھی اس بات کے قائل ہیں۔ کہ قرآن غیر قرآن کا محتاج ہے۔ چنانچہ حدیث معاذ وغیرہ کے مطابق اہل حدیث صاحبان بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ کسی فیصلہ کرنے کے لئے پہلے قرآن کریم سے حکم تلاش کرنے چاہئیں اگر قرآن مجید میں نہ ملیں تو پھر حدیث کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیئے ...... پس باستثنائے چند افراد روئے زمین کے مسلمان یہ اقبال کرتے ہیں کہ قرآن غیر قرآن کا محتاج ہے ...... ساتھ ہی حدیثوں کے ایک بڑے حصے کو ناقابل اعتبار قرار دیتے ہیں"

(ماہنامہ اخوت لاہور اپریل ۱۹۶۸ء)

(۲) "سچ تو یہ ہے کہ اہل اسلام نے احادیث کے جمع کرنے اور ان سے سند لینے میں اہل یہود کی پیروی کی، اور ان کی دیکھا دیکھی بہت کتب بنائیں۔ پس احادیث اور دیگر کتب فقہ یہودیت کی مرہون احسان ہیں"

(ایضاً)

"مذکورہ بالا بحث سے دو باتیں ظاہر ہیں۔ اول یہ کہ قرآن ایک غیر مکمل کتاب ہے۔ جو ضرور غیر قرآن کی محتاج ہے اور دوم احادیث کا مجموعہ اس قابل نہیں کہ قرآن کے اس نقص کو رفع کر سکے"

(ایضاً)

جناب پادری صاحب! معقولیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو اعتراض انسان کی اپنی دینی کتب پر وارد ہوتا ہو۔ وہ دوسروں کی مذہبی کتب پر نہ کرے۔ لیکن چونکہ آپ کو معقولیت سے دور رہنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس لئے آپ سے توقع تھی کہ یہ ابھی ابتدائی مراحل سے نہیں گزرے، آپ بتائیے کیا انجیل اپنی تفہیم کے لئے دوسروں کی محتاج نہیں، کیا ہر ایک مسیحی آپ کی طرح انجیل کو سمجھ سکتا ہے۔ اگر نہیں تو انجیل کی زیر نظر تعلیم کسی سائل کی نظر میں آپ کے علم کی محتاج نہ ہوئی؟ کیا مسیح کے حواری اور دوسرے لوگ تمثیلوں کو سمجھ سکے؟ اور کیا وہ تشریح کے محتاج نہ ہوئے؟ کیا مسیحیوں میں بیسیوں فرقے اور اختلافات کی موجودگی اس بات کی شہادت نہیں کہ انجیل کی تعلیمات مبہم ہیں؟ اور وہ قدم قدم پر کسی عالم کے علم و فہم کی محتاج ہیں اور اگر جناب مسیح نے خود آسمانی تعلیم کی قولاً یا فعلاً وضاحت کی تو کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آسمانی تعلیم مسیح یا کسی حواری یا کلیسائی رہنما کی محتاج ہے؟ خرابی انجیل کی نہیں، آپ کے علم، مشاہدہ، عمل اور تجربے کی ہے۔

اب قرآن حکیم کو لیجئے، جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ کتاب کامل ہونے کی مدعی ہے تفصیلاً لکل شیء کی دعویدار ہے اس میں لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین کا اعلان موجود ہے اور اس کا مفہوم صرف اس قدر ہے کہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی، دنیوی اور اخروی حیات و نجات کے لئے جس قدر تعلیمات کی ضرورت تھی وہ اس کتاب میں موجود ہیں لیکن یہ کتاب ایک زبان میں ہے، یہ کتاب محتاج نہیں بلکہ اس کے سمجھنے والا محتاج ہے کہ اس کے مطالب کے سمجھنے کے لئے زبان سے کماحقہ آگاہ ہو۔ اس کتاب میں الہیات، اخلاقیات، سیاسیات، معیشت، معاشرت، اور دیگر علوم کی تصریحات موجود ہیں جنہیں ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ اور صرف وہی شخص اس سے استفادہ کر سکتا ہے جس کی ان علوم پر وسیع اور عمیق نظر ہو اور کم علم انسان کتاب اللہ کو سمجھنے کے لئے علمائے کتاب یا ان کی تصانیف کا سہارا لے گا لیکن کوئی احمق ہی کہے گا کہ اس صورت میں کتاب اللہ ناقص ہے۔ نقص بد اندیش کی بصیرت کا ہے۔

جس مقدس و عظیم ہستی پر کتاب نازل ہوتی ہے۔ اس پر اس کتاب کے معارف و حقائق کھولے جاتے ہیں۔ وہ اس کتاب کی تعلیمات پر عمل کرتا ہے اور اپنے نام لیواؤں کو اس پر قائم کرتا ہے۔ اس تعلیم کی حکمت اجاگر کرتا ہے۔ اور حل طلب امور کی وضاحت کرتا ہے یہی بات آپ کو صاحب انجیل کی زندگی میں بھی ملے گی۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ بھی اسی بات کی آئینہ دار ہے۔ جس کی طرف قرآن حکیم نے بایں الفاظ اشارہ فرمایا:۔

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ۔ اس آیت سے عیاں ہے کہ رسول خدا (صلعم) قرآنی آیات لوگوں کو پڑھ کر سناتا ہے۔ پھر ان پر عمل کے ذریعہ ان کی روحانی نشوونما کرتا ہے۔ اوامر و نواہی (شریعت) کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اس تعلیم کی تہ میں جو حکمت پائی جاتی ہے اس سے آگاہ کرتا ہے۔ چنانچہ جب قرآن حکیم نازل ہوا تو وہ ناقص نہ تھا جن لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا۔ انکی ذہنی اور علمی صلاحیتیں اس امر کی محتاج تھیں کہ عمل و تشریح کے میدان میں ان کی رہنمائی کی جاتی چنانچہ آپ نے اور آپ کی ہدایت کے مطابق آپ کی زندگی میں لاکھوں مسلمانوں نے قرآن کی تعلیم پر عمل کیا، یہ آپ کی سنت تھی، اور قرآن کی عملی تفسیر۔ حدیث کی کتب تو سالہا بعد مرتب کی گئیں۔ اگر حدیث کی کتب نہ بھی لکھی جاتیں تو بھی قرآن اور آنحضرت کی سنت جس کا اظہار امت کی زندگی میں ہو چکا تھا۔ رہتی دنیا تک ہماری رہنمائی کے لئے کافی تھا۔ چنانچہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر احکام کی بجا آوری کسی حدیث کی کتاب کی محتاج نہ تھی۔ جس سے عیاں ہے کہ قرآن اپنی تکمیل کے لئے غیر قرآن کا محتاج نہیں علمائے حدیث نے صرف اس قدر کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے مختلف شعبوں میں جو کام کئے یا صحابہ کرام رض کو سکھائے یا ان کے جن افعال پر خاموشی اختیار کر کے مہر تصدیق ثبت کی، ان کو ضبط تحریر میں لے آئے تاکہ ایک تو یہ علوم اپنی اصل صورت میں قائم رہیں۔ اور آنے والی نسلوں کو یہ یاد دلاتے رہیں کہ حضرت بانی اسلام اور آپ کے معاصرین نے قرآن حکیم پر کس طرح عمل کیا، نیز یہ تعلیم ملک کے دور دراز حصوں میں پہنچ جائے اور لوگ وقتاً فوقتاً اس کا مطالعہ کر کے ایمان کو تازہ کرتے رہیں۔ پادری صاحب! کہاں قرآن کا احادیث کا محتاج ہونا اور کہاں آنحضرت صلعم کی سنت و تصریحات قرآنی کو قلم بند کر کے آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ کر کے رکھ لینا! اگر آپ کی بات میں کوئی وزن ہو تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال اور تدوین احادیث کے درمیانی عرصہ میں تو کوئی مسلمان قرآن کا عالم اور عامل نظر ہی نہ آتا۔ کیونکہ اس زمانے میں تو کوئی حدیث کی کتاب موجود نہ تھی ؎

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی
پاپوش کو لگائی کرن آفتاب کی

اس سلسلے میں رسولوں کے اعمال اور حواریوں کے مکتوبات کو مدنظر رکھئے۔

علمائے اسلام نے ہمیشہ ہی حسبنا کتاب اللہ کا نعرہ بلند کیا ہے اور ان کی نظر ہمیشہ الیوم اکملت لکم دینکم پر رہی ہے انہوں نے کسی دور میں بھی قرآن کو کسی اور کتاب کا محتاج نہ سمجھا البتہ اپنی کم مائیگی اور محتاجی کے پیش نظر ان علوم کی تحصیل کی جو فہم قرآن کے لئے ضروری تھے۔ ان تصریحات کی روشنی میں آپ کا یہ کہنا بے معنی ہے کہ "وہ حدیثوں کے ایک بڑے مجموعے کو ناقابل اعتبار قرار دیتے ہیں"۔ کیا یہی بات اس امر کی دلیل نہیں کہ قرآن احادیث کا محتاج نہیں، اور کتب احادیث کی تمام روایات ثقہ نہیں نیز اس حقیقت کی موجودگی میں آپ کا یہ کہنا فضول ہے کہ کہاں احادیث کا حوالہ دینے سے مسلمان برافروختہ ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اس زمانے کے یہودیوں، مسیحیوں اور دیگر کفار کی وضعی احادیث کو قرآن کریم کے برعکس پیش کر کے اسلام پر نکتہ چینی کرنا دیانت سے بعید ہے۔ یہ مسلمان محدثین کی وسیع المشربی ہے کہ انہوں نے ان روایات کو اپنی کتب میں جگہ دی لیکن ساتھ ہی جرح و تعدیل کے ذریعے انہیں مردود قرار دیا ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

(۲) مذکورہ حوالہ نمبر ۲ میں آپ نے نہایت لچر بلکہ احمقانہ بات کہی ہے کہ مسلمانوں نے احادیث جمع کرنے کا طریق یہودیوں سے سیکھا۔ ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ کی اس سے زیادہ حیرت انگیز مثال کہاں ملے گی، جنہوں نے کپڑے پہننا ایشیا والوں سے سیکھا اہل یورپ نے گھڑی سازی اور قطب نما کی ساخت

عربوں سے سیکھی، انگریزوں نے بارود سازی اہل چین سے سیکھی، اس میں کونسی دانائی کی بات ہے۔ آپ مکان بناتے ہیں، کپڑا پہنتے ہیں۔ جوتا استعمال کرتے ہیں۔ روٹی پکاتے ہیں یقیناً زندگی کے تمام لوازمات آپ نے پہلوں سے اخذ کئے ہیں۔ اگر مسلمانوں نے یہودیوں سے حدیث جمع کرنے کا فن سیکھا۔ تو اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ قرآن انجیل کا محتاج ہے، ذرا ہوش سے بات کیجئے۔ کیا مسیح نے زبان یہودیوں اور رومیوں سے نہ سیکھی تھی، کیا عبرانی یا آرامی کا رسم الخط مسیح کی ایجاد ہے۔ کیا مسیح کے لباس کا کپڑا انہوں نے خود بُننا شروع کیا تھا۔ تو کیا جواب میں نفی ہونے کی صورت میں یہ ثابت ہو گیا کہ انجیل یہودیوں اور غیر اسرائیلیوں کی محتاج ہے۔

پھر آپ یہ تو بتایئے کہ یہودیوں کی کونسی حدیث کی کتاب تھی، جو اسلام سے پہلے لکھی گئی۔ کس سن میں لکھی گئی۔ اس کا مصنف کون تھا۔ دنیا تو آج بھی اس بات کی مداح ہے کہ اسماء الرجال کا علم (جو حدیث کی جان ہے) مسلمانوں کی اختراع ہے، اس سے بہتر اور کامل تر ۳۴۰ . ع.ا ۱۳۴۰ کے موضوع پر کوئی علم دوسروں کے ہاں موجود نہیں اور آج سے تیرہ سو سال پہلے کے ہزارہا غیر معروف انسانوں کی زندگیوں پر کامل تبصرہ اور کہیں نہیں ملتا۔

آپ نے اسلام کے خلاف یہودیوں کی پناہ بے فائدہ لی ہے۔ یہودی تو آپ کی کتاب ہی کو تسلیم نہیں کرتے، مسیح کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اور آپ کی والدہ کی شرافت کے منکر ہیں۔ ان کی نظر میں مسیح لعنتی موت مرا، اور مسیحیت مجموعہ اباطیل ہے۔ جس نے اپنے مذہب کی بنیاد رومی، یونانی، مصری اور ایرانی مشرکوں کے معتقدات پر رکھی، اور اگر آج بھی مسیح ان کے سامنے آئیں انہیں صلیب پر لٹکا دیں۔

یاد رکھئے کہ اسلام کوئی نیا مذہب نہیں اسی دین کی تبلیغ کیلئے دنیا بھر کے انبیاء ہر دور اور ہر قوم میں کرتے آئے۔ اسلام نے ان معتقدات کو بہتر صورت میں پیش کیا۔ جو پہلی امتوں میں بھی پسندیدہ تھے، شریعت کے ان امور کو برقرار رکھا، جو پہلی امتوں میں موجود تھے، اور جن کا برقرار رکھنا ضروری تھا، لیکن اس نے کسی دین کی تقلید نہیں کی۔ پہلے ادیان کی کمزوریوں کو ترک کر دیا، نقائص کو دور کیا۔ بین الانسانی اتحاد کی خاطر سب پہلے انبیاء، کتب سماوی اور ادیان کی تصدیق کی۔ اور اس طرح اتحاد عالم کی پائدار اساس رکھی۔

اسلام کا مسیحیت پر سب سے زیادہ احسان ہے۔ تاریخ عالم میں سب سے پہلے اسلام ہی نے جناب مسیح اور آپ کی والدہ محترمہ کی نبوت عظمت کا اعلان کیا۔ یہودیوں کے مخالفانہ اور معاندانہ اتہامات کی تردید کی۔ انجیل کو خدا کی کتاب بتایا۔ اور دنیا کے ساٹھ کروڑ مسلمان آج بھی مسیح کے نام کے ساتھ احتراماً حضرت اور علیہ السلام کے الفاظ استعمال کرتے ہیں کاش کہ مسیحی اپنے محسن اعظم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم احسان کو پہچانتے اور ان کی گردنیں امتنان و شکریہ سے جھک جاتیں۔

پادری صاحب کے مضمون کے سلسلے میں ابھی بہت کچھ کہنے کی گنجائش ہے تاہم مذکورہ اقساط میں اس قدر خوراک فکر مہیا کر دی گئی ہے کہ اگر دیانتداری سے غور کیا گیا تو پادری برکت اللہ صاحب کو راستہ بدلنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہے گا۔ یہ زندگی چند روزہ ہے۔ اور وہ گھڑی دور نہیں جب ہم سب مالک حقیقی کے سامنے حاضر ہو جائیں گے۔ اور اس گھڑی صرف انہی لوگوں کو سکون نصیب ہوگا۔ جنہوں نے حق و صداقت کو ہر خواہش اور آرزو پر مقدم رکھا ہوگا۔ خدا ہمارے بھائی کو حق بات قبول کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

بحر حکمت کے موتی از صفحہ اوّل

تجھ سے بھلائی چاہتا ہوں اور تیری قدرت کی بدولت اور تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں کیونکہ تو قدرت رکھتا ہے اور میں نہیں رکھتا اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو غیب کا جاننے والا ہے اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لئے میرے دین اور میری معاش اور میرے انجام کار کے لئے یا کہا میرے کام کے لئے فوراً اور آئندہ کے لئے اچھا ہے تو اسے میرے لئے مقدر کر اور آسان کر پھر اس میں برکت دے اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لئے میرے دین اور میری معاش اور میرے انجام کار میں یا کہا میرے کام کے لئے فوراً اور آخر میں برا ہے تو اسے مجھ سے پھیر دے اور مجھے اس سے پھیر دے اور میرے لئے بھلائی مقدر کر جہاں ہو پھر مجھے اس سے خوش کر دے فرمایا اور اپنی حاجت کا نام لے۔

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۲)

کا موجب نہ ہوگا کیونکہ حضرت اقدسؑ کی کتب میں دعوے مسیحیت کا اس قدر ذکر کیا ہے کہ یہ بات کبھی مخفی نہیں رہ سکتی دوم یہ کہ مسیحیت کے لقب سے اشاعت دین کے کامیاب طریق کار کا فوراً پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ آج دینِ اسلام کا غلبہ کن راہوں سے مقدر ہو چکا ہے۔ اس لئے نہ صرف مسیحیت کے دعوے کو پیش نہ کرنا غلط و ناکام طریق اختیار کرنا ہے بلکہ فتح اسلام کے لئے جس مسلک سے آج کامیابی وابستہ ہے مسیحیت کے دعویٰ کو اس کی خاطر پیش کرنا از بس ضروری و لازم ہے تاکہ اس مسلک کی پوری پوری وضاحت ہو جائے۔

ہمیں اس دعوے کو پوری تشریح کے ساتھ پیش کرنا چاہیئے تاکہ یہ سمجھ میں آ جائے کہ اس قسم کا دعوے قبول کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ ہمیں اس یقین کے پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ مجدد کامل آ چکا ہے اور اگر اسلام نے ترقی کرنا ہے تو اس کو قبول کئے بغیر اشاعتِ دین اسلام کا مقصد پورا ہو ہی نہیں سکتا۔

میں جو اصل مضمون بیان کر رہا تھا۔ کہ سلسلہ احمدیہ کے قیام کی حقیقی غرض محض دینِ اسلام کو ترقی دینا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ثابت کرنا ہے [illegible] نبوت صلعم کے اجزاء کی تشریح کرنا ہے اور اتحادِ بین المسلمین کا پرچار کرنا ہے۔

حضرت اقدسؑ کے اصل مقام کو جرأت و ہمت سے پیش کرنیکی ضرورت

مگر ہمارا نصف صدی کا تجربہ گواہ ہے کہ مسلمانوں میں اس مقصد کی مقبولیت حضرت صاحبؑ کی مخالفت کی وجہ سے نہیں ہو سکی اور اس کی بھاری ذمہ داری اس گروہ پر ہے جس نے محض اپنی اجارہ داری اور گدی قائم کرنے کی خاطر حضرت صاحبؑ کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کر کے ان کے مقام و مقاصد کو بے حد نقصان پہنچایا اور مسلمانانِ عالم پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے یہ ایک ایسا خطرناک اقدام ہے جس نے سلسلہ احمدیہ اور اس کے بانیؑ کی پوزیشن اور اس کے مقاصد پر بہت برا اثر ڈالا ہے۔ ہم نے حضرت صاحبؑ کے اصل مقام کو واضح کرنا ہے اور ان کے اصل مقاصد اور کام کو لوگوں کے سامنے رکھنا ہے اور اس رنگ میں حضرت صاحبؑ کی شخصیت کو پیش کرنا ہے جس رنگ میں ان کی زندگی میں جماعت نے پیش کیا تھا اس لئے ہم پر ڈبل ذمہ داری عائد ہوتی ہے ایک طرف ہم نے بلا خوف یہ کہنا ہے کہ ختم نبوت ہو چکی ہے۔ اب کوئی شخص نبوت کے مقام و منصب پر فائز ہو کر نہیں آ سکتا نیا ہو یا پرانا۔ دوسرے یہ کہنا ہے کہ اگر اسلام کی عظمت رفتہ کو پھر سے بحال کرنا ہے اور اسلام کی ترقی کی خواہش ہے تو یہ مسیح موعودؑ کے دامن سے وابستہ ہوئے بغیر ممکن نہیں۔ آیئے ہم سلسلہ کے بانی کی عزت و وقار قائم کرنے کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ جرأت مندانہ دلیری اور ایمانی مضبوطی سے کام لیں، کم ہمتی، پست خیالی اور احساس کمتری کو چھوڑ دیں۔ جیسے کہ قرآن کریم میں لکھا ہے کہ پہاڑ اڑا دیئے جائیں گے ہمیں اعلےٰ درجہ کے یقین کی ضرورت ہے۔ اور حق کو پیش کرنے کے صحیح طریق کار کی ضرورت ہے اگر ہم اس راستہ میں کسی طاقت اور رکاوٹ کی پرواہ نہ کریں تو اسی صورت میں ہم کامیاب ہو سکتے ہیں اگر ہم جرأت و ایمان اور یقین محکم سے اپنے کام میں لگ جائیں تو خدا کا فضل یقیناً ہمارے شاملِ حال ہوگا۔

درخواستِ دعا

ہمارے ایک دوست چوہدری محمد قاسم صاحب آف چنیوٹ احباب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ مالی مشکلات میں مبتلا ہیں۔ دعا کی جائے۔ دوسرے احباب بھی جو مختلف عوارض میں مبتلا ہیں اور دیگر پریشانیوں کے شکار ہیں ان سب کے لئے دعا کریں۔ دینِ اسلام کی ترقی اور جماعت کی فلاح کے لئے دعا کریں

ہفت روزہ پیغام صلح
خود مطالعہ کرنے کے بعد زیادہ سے زیادہ احباب تک پہنچائیں۔

نوٹ۔ از حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم :-

دعائے استخارہ جیسا کہ اسکے نام سے ظاہر ہے محض ایک خیر یا بھلائی کا چاہنا ہے۔ کہ ایک کام جو انسان کے سامنے ہے۔ اگر علم الٰہی میں۔ اس کی بھلائی کا موجب ہے تو اللہ تعالےٰ اس امر کے لئے رستہ کھول دے اور سامان عطا فرما دے اور اگر علم الٰہی میں وہ اس کے لئے نقصان رساں ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اسکی طبیعت کو پھیر دے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی خبر کا ملنا استخارہ کے لئے ضروری نہیں ؛

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی
اور آپؐ کی دعوت الی الحق

عید میلاد النبیؐ کے موقعہ پر مسجد برلین میں مولینا محمد یحییٰ بٹ صاحب کی تقریر

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

اللہ تعالےٰ نے حضرت محمد صلعم کو اپنی حفاظت میں دشمن کا مقابلہ کرنے کی اجازت دے کر آپؐ کے ہاتھوں جنگ کے قوانین کی بھی اصلاح کر دی۔ اور جنگ کے نئے قوانین کے ذریعہ جنگ کی ہولناکیوں اور ان سے پیدا ہونے والی تباہیوں کو بہت کم کر دیا ہے۔ اس بیسویں صدی میں جب کہ سائنس اور ٹیکنیکل علوم اپنے عروج پر پہنچے ہوئے ہیں۔ اس صدی کی مہذب قومیں جنگ میں شہروں کے شہروں کو بموں سے تباہ کر رہی ہیں۔ ان کو آگ سے جلا رہی ہیں۔ معصوم بچوں اور عورتوں اور بوڑھوں کو موت کے گھاٹ اتار رہی ہیں۔ قوموں کی تباہی کا کوئی حساب ہی نہیں۔ وہ انسان جس کے سینہ میں انسان کے بچہ کا دل ہے جب وہ ٹیلی ویژن پر معصوم بچوں کی موت اور شہروں کے شہروں کو جلتے دیکھتا ہے تو وہ آنسو بہائے بغیر نہیں رہ سکتا۔

سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی ان ہولناکیوں اور تباہیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جنگ لڑنے کے نئے قوانین مرتب کئے اور فرمایا:۔

اوّل:۔ مسلمان کو قطعاً اجازت نہیں کہ وہ کسی قوم پر Aggression کریں۔ ہاں اگر ان پر حملہ ہو تو انہیں اپنی دفاع میں جنگ کرنے کی اجازت ہے۔

دوم:۔ دفاعی جنگ لڑنے کے دوران میں بھی مسلمان فوج کو اجازت نہیں کہ وہ معصوم بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو قتل کریں۔ ان کو اجازت نہیں کہ شہریوں کے گھر تباہ کریں اور انہیں جلائیں۔ ان کو اجازت نہیں کہ وہ غلّہ اور پھل دار درختوں کو تباہ کریں۔

جنگ کے یہ قوانین بتاتے ہیں کہ سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک نسل انسانی کی محبت سے کس قدر لبریز تھا۔ آپؐ نے جنگ کے معاملہ میں درمیانی راستہ قوم کو بتایا ایک طرف Aggressive Wars سے قوم کو روکا دوسری طرف دفاعی جنگ لڑنے کی اجازت دیتے ہوئے۔ جنگ کی ہولناکیوں اور اس کی تباہ کاریوں کو کم کر دیا۔ آپؐ نے ان قوانین کی پابندی کی اور کبھی کسی پر Aggression نہیں کیا۔ اور دفاعی جنگ لڑتے ہوئے مسلمانوں نے عمداً کسی بچے بوڑھے اور عورت کو ہرگز قتل نہیں کیا۔

اکیس سال کی تگ و دو کے بعد بالآخر دشمن مغلوب ہو گیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ اس شہر میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ جس شہر میں آپؐ کو تیرہ سال متواتر اذیتیں دی گئیں۔ جس شہر سے آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو جبراً نکالا گیا۔ اگر آپؐ چاہتے تو اپنے دشمن کو سخت سزا دیتے۔ اس لئے کہ آپؐ سزا دینے کی طاقت رکھتے تھے۔ لیکن آپؐ نے دشمن کو سزا نہ دی۔ آپؐ خدائے رحیم کے فرستادہ تھے اور آپؐ اس خدا کی تعلیم کو پھیلا رہے تھے جو گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ اس لئے آپؐ نے اپنے دشمنوں پر رحم کیا اور خدا کی صفت میں رنگین ہو کر آپؐ نے اپنے جانی دشمنوں کو معاف کر دیا۔ اور فرمایا

لا تثریب علیکم الیوم۔ جاؤ میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ تاریخ انسانی میں معافی کا یہ ایک بے مثال واقعہ ہے۔

آپؐ کی طرف سے معافی کا یہ اعلان قوم کے قلوب پر اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ تمام کی تمام قوم کے قلوب حضرت نبی کریم صلعم کی عظمت سے اور اسلام کی محبت سے بھر گئے اور وہ آزادانہ طور پر اپنی خوشی سے اسلام میں داخل ہو گئے۔ قوم نے ایک سے زیادہ مرتبہ دیکھا کہ کس طرح خدائے واحد ان کے خطرناک منصوبوں کے خلاف اپنے محبوب کی ہر بار حفاظت کرتا رہا ہے۔ انہوں نے اس انقلاب کو بھی دیکھا جو حضرت نبی کریم صلعم نے اپنی قوم میں پیدا کیا۔ اور خدا پر ایمان لانے کے اس اثر کو بھی دیکھا جو ماننے والوں کی زندگیوں میں نمایاں نظر آتا تھا۔ تمام کے تمام مسلمان صفات الٰہیہ کے مظہر بن گئے تھے۔ اگر خدا رحیم ہے تو اس کا فرستادہ اس الٰہی صفت میں رنگین تھا۔ اگر خدا گناہوں کو بخشنے والا ہے تو اس کے فرستادہ نے بھی اس الٰہی صفت میں رنگین ہو کر اپنے جانی دشمنوں کو معاف کر دیا۔ قوم نے درحقیقت خدا کی ہستی کو اور صفات الٰہیہ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک وجود میں دیکھ لیا۔

اب آپؐ کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ دشمن مغلوب ہو گیا۔ اذیتوں اور تکالیف کا زمانہ ختم ہو گیا۔ آپؐ بادشاہ بن گئے ہیں۔ حکومت ہاتھ میں آ گئی ہے۔ قوم کے خزانے ہاتھ میں ہیں۔ آیئے آپؐ کی زندگی کا غور سے مطالعہ کریں۔ کہ آپؐ نے اپنی طاقت و ثروت کو کس طرح استعمال کیا۔

خزانوں کا مالک ہو کر سادہ زندگی بسر کرنا اور مال عوام کی بہبود کے لئے خرچ کرنا نہایت ہی مشکل امتحان ہے۔ اس مشکل امتحان میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کامیاب ہوئے۔ آپؐ نے بادشاہ بن کر اپنے لئے اور اپنی بیگمات کے لئے کوئی محل نہیں بنوایا۔ آپؐ اسی مکان میں ہی رہائش پذیر رہے جو حکومت ملنے سے پیشتر آپؐ کے پاس تھا۔ آپؐ کی روزمرہ کی زندگی کے بسر کرنے میں کوئی فرق نہیں آیا۔ دوستوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا مسجد میں پانچ بار دوستوں کے ساتھ جمع ہونا۔ رات اٹھ کر خدا کے حضور سجدہ ریز ہونا۔ یہ سب کچھ حسب سابق رہا۔ شاہی خاندان پر روپیہ خرچ کرنے کی بجائے قوم کا مال قوم کی بہبود و فلاح پر خرچ کیا۔ میں یہاں ایک مثال عرض کرتا ہوں۔

حضرت فاطمۃ الزہرہؓ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی آپؐ کے پاس آتی ہیں۔ اور اپنے ہاتھ اپنے باپ بادشاہ وقت کو دکھاتی ہیں اور کہتی ہیں ابا جان گھر کا کام کاج کرتے کرتے ہاتھ پر چھالے پڑ گئے ہیں۔ اب تو بادشاہت آ گئی ہے سب مسلمان خوشحال ہو گئے ہیں۔ مجھے بھی گھر کے کام کاج میں مدد کے لئے ایک نوکر مہیا کر دیجئے آپؐ اپنی بیٹی سے بہت ہی محبت رکھتے تھے۔ ان کی دینداری کی وجہ سے ان کا بہت ہی احترام کرتے تھے۔ گھر آ جاتیں تو ان کے استقبال میں اٹھ کھڑے ہوتے اور ان کا ماتھا چوم لیتے۔ یہ سب محبت ایک طرف اور لیکن اپنی پیاری بیٹی کی درخواست کو منظور نہ کیا۔ اور فرمایا:۔

"بیٹی ابھی ہمارے معاشرہ میں بعض گھرانے ایسے ہیں جو تم سے زیادہ حق رکھتے ہیں جب تک ان کو ان کا حق نہ پہنچ جائے میں کس طرح تیری درخواست قبول کر لوں۔ بیٹی ایک بات کہتا ہوں، گھر کا کام کاج کرتے وقت خدا کی تسبیح و تحمید و تکبیر کیا کرو"

اس سلسلہ میں اپنی بیٹی کو مندرجہ ذیل الفاظ سکھائے۔

سبحان اللہ۔ الحمد للہ
اللہ اکبر۔

حضرت فاطمۃ الزہرہؓ نے ان الفاظ کو حفظ کر لیا۔ اور اپنا روزمرہ کا کام کاج کرتے وقت ان الفاظ کو ہمیشہ دہرایا اور پھر کبھی بھی ایک نوکر رکھنے کی خواہش نہیں کی۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اور اپنے خاندان کی سہولت سے کہیں بڑھ کر عوام کے حقوق کی پرواہ کرتے اور ان کی بہبود و فلاح پر روپیہ خرچ کرتے اور خوش ہوتے۔

بادشاہ وقت ہو کر آپؐ نے اعلان کیا کہ اسلامی حکومت اس امر کی ذمہ دار ہے کہ عوام کے حقوق کی حفاظت کی جائے اور عوام میں عدل و انصاف قائم کیا جائے۔ آپؐ نے غیر مسلم رعایا کا نام ذمّی رکھا۔ یعنی یہ کہ مسلمان حکومت غیر مسلم کے مال و جان، اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کی ذمہ دار ہے۔ غیر مسلم کے حقوق کی حفاظت کو آپؐ نے مذہبی ذمہ داری قرار دیا۔ آپؐ نے ذمیوں کی حفاظت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

"ہر وہ جو ایک ذمی کو بغیر کسی عذر کے قتل کرتا ہے۔ جنت کی خوشبو تک سونگھ نہیں سکے گا"

بادشاہ بن کر آپؐ نے مزید اعلان کیا۔ کہ:۔

"مذہب کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں"

اور اسی سلسلہ میں ایک شاہی فرمان جاری کیا جس میں عیسائیوں اور یہودیوں کے لئے مذہبی آزادی کا اعلان کیا۔ بادشاہ بن کر آپؐ نے کئی بار عیسائی نمائندوں کا مسجد نبوی میں استقبال کیا اور انہیں وہاں ٹھہرایا۔ نہ صرف یہ بلکہ عیسائی بشپ نے آپؐ سے آزادانہ طور پر حضرت عیسیٰؑ کے ابن اللہ ہونے پر بحث کی۔ بادشاہ وقت سے بشپس کا بحث کرنا بتاتا ہے کہ آپؐ نے عملی طور پر مذہبی امور میں کس قدر آزادی دے رکھی تھی۔ اگر یہ آزادی آپؐ نے نہ دی ہوتی تو عیسائی بشپس کی جرأت نہ ہوتی کہ وہ اس مسئلہ پر مسجد نبوی کے اندر بیٹھ کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو بادشاہ وقت ہیں ان سے بحث کرتے۔ ایسا ہوا کہ جب یہ بشپس بحث کرنے کے بعد گرجا کرنے کے لئے مسجد نبوی سے باہر جانے لگے تو آپؐ نے ان کو مسجد کے اندر ہی گرجا کرنے کی

(باقی بر صفحہ کالم)

از محمد بیدار احمدی صاحب کراچی

مولانا محمد یعقوب خان صاحب کے نام کھلی چٹھی

محترم مولانا محمد یعقوب خان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

"الفضل" مؤرخہ ۱۱ر جولائی ۱۹۶۸ء میں آپ کی ایک تحریر مرزا ناصر احمد صاحب سے مری میں ملاقات کے متعلق پڑھ کر سخت تعجب ہوا۔ بالخصوص آپ کے مندرجہ ذیل الفاظ ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ اور یقین نہیں آتا۔ کہ یہ الفاظ ایک ایسے عالم بزرگ کے ہو سکتے ہیں۔ جو بانیٔ سلسلہ کے عقائد اور سلسلہ عالیہ کی تاریخ پر گہری نظر رکھتا ہے۔ کہ مرزا ناصر احمد صاحب کو دیکھ کر آپ پر جو تاثر ہوا اس کے کچھ الفاظ یہ ہیں:۔

"مَیں نے انہیں آتے ہوئے دیکھا۔
تو میرا یہ احساس ہوا ان کے نورانی
چہرے کو دیکھ کر کہ گویا اُفق سے
رُوحانی چاند طلوع ہوا ہے"

پھر آگے چل کر آپ رقمطراز ہیں:۔

"جن کو ایک نظر دیکھ کر ہی انسان کا
دل نورِ ایمان سے پُر ہو جاتا ہے"

آپ نے کیا عجیب بات بیان فرمائی ہے۔ کہ مرزا ناصر احمد صاحب کو دیکھ کر آپ کا دل نورِ ایمان سے پُر ہو گیا۔ واہ مولانا صاحب! عقائد اور اصولِ دین کوئی چیز نہ ہوئے۔ مرزا ناصر احمد صاحب اپنے والد کے عقائد پر اسی طرح قائم ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کے عقائد اور الوصیت کی دھجیاں اڑا رہے ہیں۔ الوصیت میں امام وقتؑ تاکیداً فرماتے ہیں:۔

"انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ
کی جانشین ہے۔"

مگر مرزا ناصر احمد صاحب انجمن کو عملاً کالعدم قرار دے کر خود مسیح موعودؑ کے "مقرر کردہ خلیفہ" اور جانشین بن گئے ہیں۔ بانیٔ انجمن احمدیہ کے قول وفعل کی مخالفت کرنے والے حضرات سے مل کر کوئی کس طرح روحانیت سے پُر ہو سکتا ہے؟ اگر چہرے کی سرخی اور خوبصورتی روحانیت کی نشانی ہے تو عیسائی پادری یورپین مشنری بڑے خوبصورت ہوتے ہیں۔ تو ان کے چہرے کو دیکھ کر آپ کا دل کیا پُورا جسم ہی روحانیت میں ڈوب گیا ہوگا۔ کیونکہ آپ کو یورپ میں رہتے وقت بہت سے مواقع میسر آئے ہوں گے۔

مولانا صاحب! مَیں مندرجہ ذیل تین سوالات آپ سے پوچھنے کی جسارت کرتا ہوں۔

۱۔ حضرت مسیح موعودؑ پر الزام دعوے ومنصب نبوت عائد کرنے والا آدمی کیا روحانی ہو سکتا ہے؟ جبکہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی بانیٔ سلسلہ نے نبوت سے انکار کیا ہے۔ اور یہ کہ اپنے آپ کو ایسا ہی مصلح مانا ہے۔ جیسا کہ پہلے صلحاءِ اُمت تھے۔

(۲) کیا کلمہ گوؤں کو کافر کہنے والا آدمی روحانی ہو سکتا ہے۔ جبکہ یہ فعل کتاب وسنت کے صریحاً منافی ہے؟

(۳) کیا الوصیت کی دھجیاں اڑانے والا آدمی روحانی ہو سکتا ہے؟

مولانا صاحب! قرآن عظیم کی یہ آیت ثم یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم بعد علم شیئا۔ یعنی بڑھاپے کی انتہا انسان پر جب آتی ہے۔ تو تمام سیکھا ہوا علم بھی بھلا دیتا ہے۔ لیکن یہ بات روحانی بصیرت پر قطعاً صادق نہیں آتی۔ بلکہ اگر دل میں کوئی کجی پہلے سے موجود نہ ہو۔ تو وہ روحانی بصیرت اور چمک اُٹھتی ہے۔

تعجب ہے۔ کہ آپ کے لئے روحانی آدمی کو شناخت کرنا بظاہر مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو گیا ہے۔

اب اگر آپ کی سوچ کا یہی عالم ہے کہ امام جماعت ربوہ سے کوئی اصولی اور عقائد کا اختلاف نہیں رہا۔ تو خواہ مخواہ جناب ان کی بیعت کرنے میں دیر کر رہے ہیں۔ آپ کی تحریر کو اگر ظاہری الفاظ میں لیا جائے۔ تو اس میں صرف ایک کمی معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ یہ کہ آپ کے بیعت کرنے والے کا ذکر نہیں۔ جبکہ اس تحریر کا منطقی نتیجہ یہی ہے کہ آپ نے بقول آپ کے رُوح پرور نظارہ جب دیکھ لیا تھا۔ تو بیعت کرنے میں کونسی مصلحت سدِّ راہ رہی ہوگی؟

جناب مولانا! مَیں یہ عرض کرنے کی اجازت چاہوں گا۔ کہ خلیفہ صاحب غریبوں کو شرفِ ملاقات مشکل سے بخشتے ہیں۔ ان سے بڑھ کر تو "عیسائی مشنری" جو جھونپڑیوں میں جا کر غریبوں کی دیکھ بھال اور علاج معالجہ کرتے ہیں خلقِ خدا کے لئے زیادہ مفید ہیں۔ پھر آپ کے طرزِ فکر کا لحاظ کیا جائے تو ان مشنریوں کے چہروں پر رونق بھی خوب ہوتی ہے۔ کیوں نہ آپ ایسے لوگوں سے بھی فیض حاصل کریں۔ افسوس تو یہ ہوتا ہے کہ یا تو آپ کے صحیح عقائد کی عمارت متزلزل ہو گئی اور آپ اپنی پختہ سنی تک کے تمام سرمایہ کو مرزا ناصر احمد صاحب سے ایک ہی ملاقات میں کھو بیٹھے۔ میری گستاخی معاف فرماویں یا پھر آپ نے تمام عمر اندھیرے میں گذاری اور یا یکایک آپ کی اندرونی بصیرت آپ کا ساتھ چھوڑ گئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آخر میں مَیں یہ عرض کروں گا۔ کہ آپ جیسے عالم کو مجھ جیسے عام آدمی کا دلائل مہیا کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ مگر میں اس قدر کہوں گا۔ کہ آپ اس اللہ تعالیٰ سے رجوع کریں۔ جس نے آپ کو اپنے علمی اور عقلی عروج پر بھی آپ کی رہنمائی کی تھی۔ مجھے اُمید ہے کہ وہ ذاتِ باری تعالیٰ آپ کو اب بھی عقائد کی لغزش سے بچا سکتی ہے۔ اگر حضرت موسےٰ علیہ السلام جادوگروں کے اثر سے متاثر ہونے کے باوجود اپنے عصا کو پھینک کر قوتِ خداوندی سے غالب آئے تو مَیں کہوں گا۔ تو آپ کے پاس بھی ایک "ضربِ کلیمی عقائد" کی صورت میں موجود ہے۔ تو اس کے ہوتے ہوئے کسی جادو کے فریب میں آپ کو نہیں پھنسنا چاہیئے دعا ہے۔ کہ خداوند عالم آپ کی راہنمائی فرمائے تاکہ ہم جیسے کم علم لوگ تشویش اور ابتلاء سے بچ جائیں۔

والسلام

خاکسار۔ محمد بیدار احمدی
240/B ۔ پی۔ ای۔ سی۔ ایچ۔ ایس
شاہراہ قائدین۔ کراچی

عید میلاد النبی صلعم پر

مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب امام برلین مسجد کی تقریر

(بسلسلہ صفحہ ۹)

اجازت دے دی اور فرمایا:۔

"آپ خانہ خدا میں بیٹھے
ہیں۔ اللہ میرا خدا ہے اور
تمہارا خدا ہے۔ تم اپنی عبادت
اسی خانۂ خدا میں ہی بجا لاؤ"

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عیسائیوں کو مسجد نبویؐ میں گرجا کرنے کی اجازت دے دینا بتاتا ہے کہ آپؐ کا سینہ مبارک کس قدر وسیع تھا۔

۲۔ آپؐ نے اپنے ماننے والوں پر لازم قرار دیا کہ وہ آپؐ کے علاوہ جس قدر انبیاء دنیا میں آئے ہیں ان سب پر ایمان لائیں یہ اسی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ آج اسلامی دنیا میں حضرت عیسٰیؑ کی وہی تعظیم وتکریم ہوتی ہے جیسے سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ تمام اسلامی دنیا دل سے ایمان رکھتی ہے کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام خدا کے برگزیدہ نبی تھے۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام خدا کے برگزیدہ رسول تھے۔ اور یہ کہ نبی اور رسول ہونے کی وجہ سے ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ اور یہ دونوں پاک وجود دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح گناہ سے پاک زندگی بسر کرتے رہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نسلِ انسانی کو متحد کرنے کے لئے اور ان سے لونی و نسلی امتیازات کو ختم کرنے کے لئے یہ تعلیم دی کہ تمام نسلِ انسانی خدائے واحد کی پیدا کردہ ہے اور وہی واحد خدا جو رب العالمین ہے تمام نسلِ انسانی کی پرورش کے سامان بہم پہنچاتا ہے۔ رب العالمین کا تصور دے کر آپؐ نے اپنے ماننے والوں کے قلوب میں وسعت پیدا کر دی اور قوم پرستی اور ایسے تنگ نظریات اور تعصبات سے انکے قلوب کو پاک کر دیا۔

غرضیکہ آپؐ نے اپنی عالمگیر تعلیمات اور اپنے اسوۂ حسنہ سے دنیا پر ثابت کر دیا کہ آپؐ کا وجود تمام نسلِ انسانی کے لئے رحمت تھا جیسا کہ قرآن مجید میں پہلے سے اعلان کر دیا گیا تھا وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔

اللھم صلی علیٰ سیدنا محمد وبارک وسلم انک حمید مجید

بھدرواہ میں جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(بسلسلہ صفحہ ۲)

اور آنحضرت صلعم خدا تعالیٰ کے پیغمبر وغیرہ وغیرہ پھر حضور صلعم کی تابعداری میں اسلام اور قرآن کی حفاظت کا وعدہ بذریعہ مجددین اسلام کی طرف توجہ دلا کر بتایا کہ سلسلہ احمدیہ بھی موجودہ وقت میں آنحضرت صلعم کی زندگی ـ صداقت و حقانیت کا زندہ جاوید ثبوت ہے ـ ماسٹر صاحب موصوف نے غیر احمدیوں اور قادیانیوں کی طرف بھیجے ہوئے ان خطوط کا بھی ذکر کیا جن میں ہماری انجمن نے سب مسلمانوں کو اتحادِ ملی کی دعوت دی تھی اور ایک ہی پلیٹ فارم سے جلسہ کرنے کی طرف توجہ دلائی تھی ـ اس کے ردِ عمل کو بھی واضح کیا اور بتلایا کہ ہم مسلمان ہیں ـ کلمہ گو ہیں ـ شعائر اسلامی ـ اتحادِ ملی کا ہمیں احساس ہے، ہم نہیں چاہتے کہ ہر فرقہ ایسے موقعہ پر الگ الگ رہ کر کام کرے بلکہ ہر کلمہ گو کا ایک پلیٹ فارم ہونا چاہئے ـ یہ بھی بتلایا کہ ہماری انجمن نے سیرت کمیٹی ـ انجمن اسلامیہ ـ جماعت اسلامی وغیرہ کے زعماء کی خدمت میں یہ پیشکش کی تھی اور ان کو کہا تھا کہ وہ اس بارے میں جمہور مسلمانوں سے رائے لیں ـ مگر انہوں نے جمہور مسلمانوں کی رائے نہ لی بلکہ یہ چٹھی چند افراد تک ہی محدود رکھ کر ایک نیک اور مبارک تحریک تجویز کو رد کر دیا ـ وغیرہ مجمع میں مسلمانوں کی اکثریت یہ سن کر حیران ہو گئی کہ ان کے لیڈروں نے عام مسلمانوں سے پوچھے بغیر ہی کیوں اس نیک تجویز اور مفید مشورہ کو رد کر دیا ـ یہ امر ہر کس ناکس پر واضح ہو گیا کہ دنیا کے اندر بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اتحادِ ملی ـ قومی یکجہتی ـ مفادِ قومی کو قربان کر کے اپنی لیڈر شپ اور دنیاداری کی گدی قائم رکھنے پر ہر جائز و ناجائز کوشش کرتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون ـ

بہرکیف خدا کے فضل و کرم سے ہماری انجمن کا یہ جلسہ نہایت کامیاب اور مؤثر رہا ـ اس میں ہندو ـ سکھ ـ عیسائی ہر مکتب فکر کے لوگ شامل ہوئے تھے ـ اور بازار ـ دوکانیں ـ چوک لوگوں سے بھرے پڑے تھے ـ سب نے ۲ سے ۷ بجے شام تک پورے انہماک اور ذوق و شوق سے پروگرام سنا ـ اور مفید تاثر لے کر اکثر غلط فہمیوں سے نجات پائی ـ

ازاں بعد مسٹر عبدالرشید صاحب متعلم ڈگری کالج بھدرواہ نے کلام احمدیہ سے مرحوم حضرت مولانا مرتضےٰ خان صاحب حسن کی نظم "کروں کس زباں سے ثنائے محمدؐ" نہایت خوش الحانی اور پرجذبہ اور درد سے پیش کر کے حاضرین کو محظوظ کیا ـ ازاں بعد جماعت کے ایک اور طالب علم غلام محمد گن [illegible] نے اراکین اسٹیج سے استدعا کی کہ وہ بھی تقریر کرنا چاہتے ہیں ـ چنانچہ ان کو بھی تقریر کا موقعہ دیا گیا ـ انہوں نے اپنی تقریر میں واضح کیا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے ہم مسلمانوں کو تاکید کی ہے کہ ہم تمام رشیوں منیوں، اوتاروں، نبیوں، کتابوں پر ایمان لا کر مسلمان ہو سکتے ہیں ـ اگر ہم کرشن جی مہاراج بدھ جی ـ رام چندر جی ـ حضرت مسیح وغیرہم میں سے کسی ایک کا انکار کریں تو مسلمان نہیں رہتے لہٰذا ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ اسلام الگ الگ مذاہب کے لوگوں میں اتحاد کرتا ہے اور ان کو مذہبی پیشواؤں کی عزت و تکریم کرنے کی دعوت عملی طور پر دلاتا ہے ـ آمنت باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ ـ

اس کے بعد نہایت احترام اور اکرام کے ساتھ تقریباً ۲۲۰ پمفلٹ اردو اور انگریزی ضمیمہ پیغام صلح تقریر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ لیاقت باغ کی ۳۰ کاپیاں (مجملہ ۲۵۰ پمفلٹ) مہمانوں اور حاضرین میں تقسیم کر دیئے گئے ـ لٹریچر کی مانگ بڑھتی ہی رہی مگر ہمارے ہاتھ میں حضرت امیر ایدہ اللہ کا بھیجا ہوا لٹریچر اردو اور انگریزی محدود تھا کچھ پہلے موجود تھا ـ بہرکیف جلسہ کے نظم و ضبط اور تاثر تقاریر نے لٹریچر کی مانگ کو بڑھایا ہے ـ خدا کے فضل و کرم سے نہ صرف مسلمان تعلیم یافتہ طبقہ ہی ہمارے لٹریچر اور کتب کو شوق سے پڑھتا ہے بلکہ دیگر مذاہب کے لوگ بالخصوص تعلیم یافتہ طبقہ اس لٹریچر اور کتب کی قدر کرتا ہے ـ (باقی ـــ باقی)

فون نمبر
۲۰۱۴
۲۰۵۹
۷۷۶۶

ٹیلیگرام ـ فائن ٹیکس

فائن ٹیکس

دیدہ زیب ـ خوشنما نمونے ـ پختہ رنگ ـ شرٹنگ

بستر کے سیٹ ـ صوفہ و پردہ کلاتھ

آج ہی فائن ٹیکس کی مصنوعات سے اپنے گھر کو سجائیے

یونائیٹڈ ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ فضل آباد ملتان

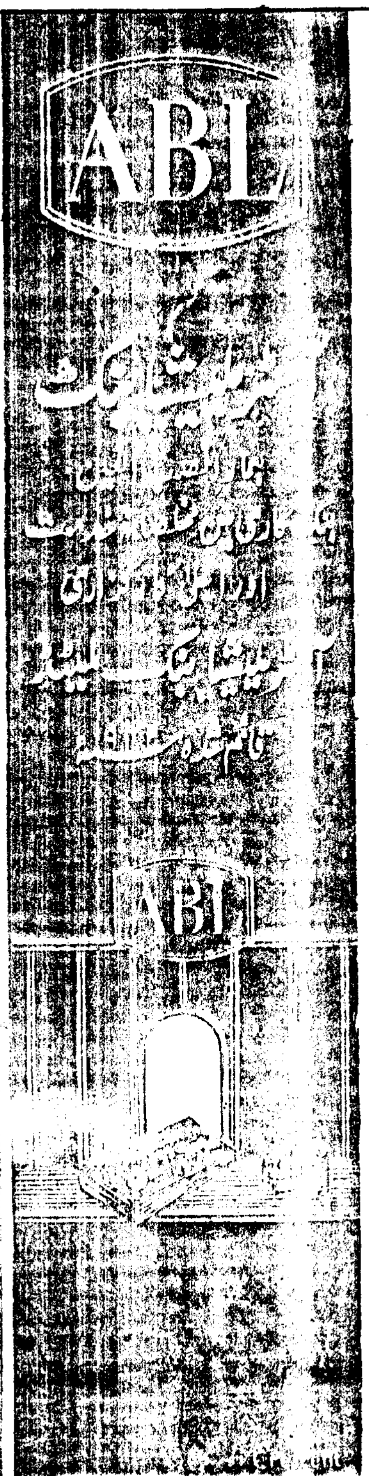

[illegible]
آسٹریلیشیا بینک لمیٹڈ
قائم شدہ [illegible]

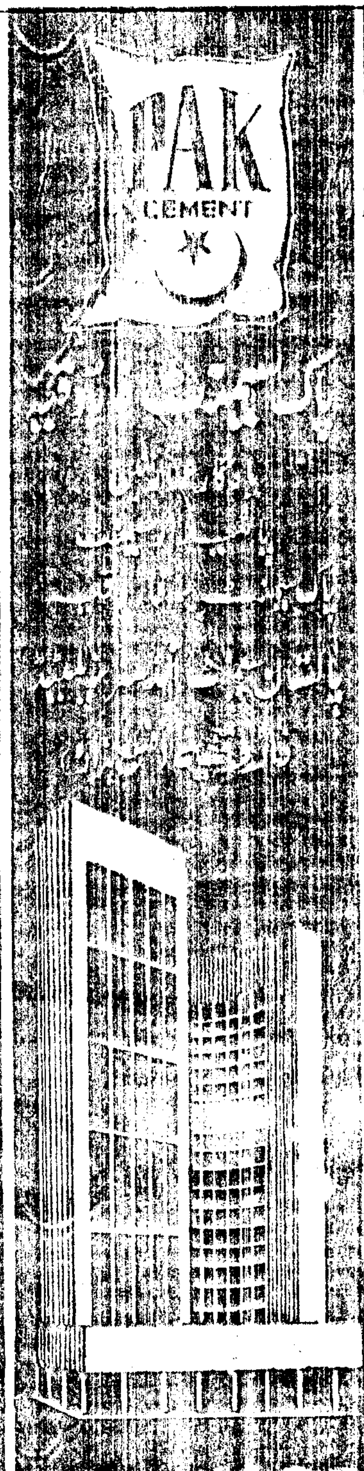

پاک سیمنٹ [illegible]
پاکستان [illegible] لمیٹڈ

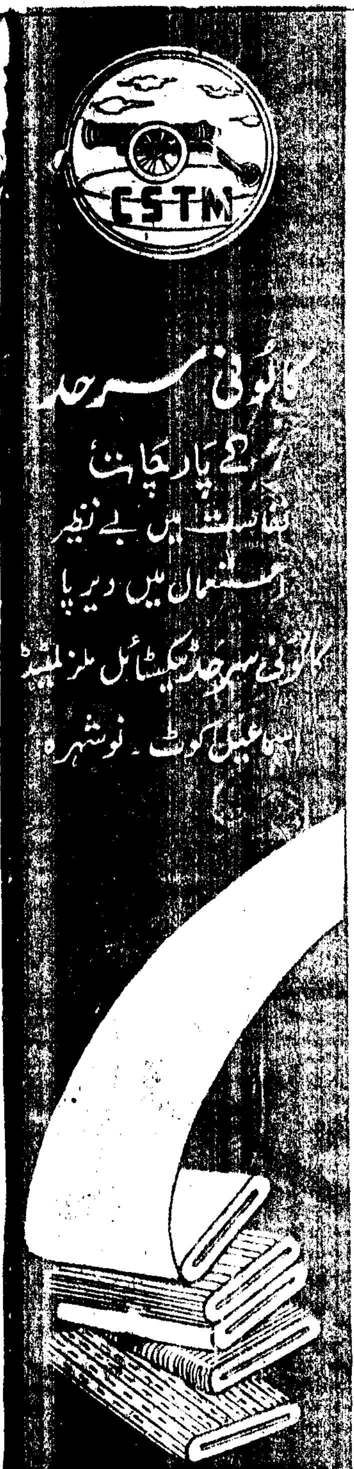

کالونی سرحد
کے پارچاجات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا
کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل کوٹ ۔ نوشہرہ

آفتاب الدین احمد ہومیوپیتھک دار الشفاء
ایک رفاہی ادارہ ہے
جہاں سے
یومیہ سینکڑوں مریض خود آکر اور بیسیوں بذریعہ خط و کتابت
مفت ادویات اور مشورے حاصل کرتے ہیں۔
امداد اعانت کا شکریہ
اعزازی مہتمم دار الشفاء
احمدیہ بلڈنگس لاہور

بہترین علاج
بواسیر۔ جسمانی کمزوری۔ ضعفِ اعصاب۔ فالج
گنٹھیا۔ تلی۔ ریح۔ سِل۔ پرانے بخار کا شفا بخش
علاج ڈاک سے منگائیے۔
خط ملنے پر کتاب رفیقِ شباب مفت
حکیم محمد شفیع چشتی
شیرو ۔ ۵۰ جام پور ۔ ڈیرہ غازی خان

پیغام صلح ۲۴ جولائی ۱۹۶۸ء ۔ رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۸ شمارہ ۲۹

اے خدا اے نور ہدیٰ اے مشرق رحمت بیا
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیات مبیں

ٹیلی فون نمبر ۳۷۳۴۷
تار کا پتہ: تبلیغ لاہور

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور

جلد ۵۶ | یوم چہار شنبہ - مؤرخہ ۴ جمادی الاوّل ۱۳۸۸ھ مطابق ۳۱ جولائی ۱۹۶۸ء | شمارہ نمبر ۳۰

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
میں تیرے خالص محبوں کا گروہ بھی
بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہو گی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابل احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

جہالت اور قتل مقاتلہ کا دور

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یقبض العلم ویظھر الجھل والفتن ویکثر الھرج قیل یارسول اللہ وما الھرج فقال ھکذا بیدہٖ فحرکھا کانہ یرید القتل۔

ترجمہ:۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم اٹھ جائے گا اور جہالت اور فتنے پھیل جائیں گے اور ہرج بہت ہو گا۔ کہا گیا یارسول اللہ ہرج کیا ہے۔ تو آپ نے ہاتھ سے (اشارہ) فرمایا اور اسے ہلایا گویا کہ آپ کا منشاء قتل تھا۔

نوٹ:۔ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۔

ہرج کے اصل معنے کثرت شر یا فتنہ ہیں لغت حبشی میں قتل کے معنے میں آیا ہے:۔

(فضل الباری شرح صحیح بخاری۔ کتاب العلم)

ہفت روزہ پیغام صلح
خود مطالعہ کرنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں
(مدیر)

خدا تعالیٰ کا ارادہ اس جماعت کو خاص جماعت بنانے کا ہے

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

"ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اپنی ہمت اور کوشش کے موافق اس پر عمل کرتا ہے لیکن جو محض نام رکھا کر تعلیم کے موافق عمل نہیں کرتا وہ یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو ایک خاص جماعت بنانے کا ارادہ کیا ہے اور کوئی آدمی جو دراصل جماعت میں نہیں محض نام لکھانے سے جماعت میں نہیں رہ سکتا۔ اس پر کوئی نہ کوئی ایسا وقت آجائیگا کہ وہ الگ ہو جائیگا۔ اسلئے جہاں تک ہو سکے اپنے اعمال کو اس تعلیم کے ماتحت کرو جو دیجاتی ہے۔ اعمال پروں کی طرح ہیں بغیر اعمال کے انسان روحانی مدارج کیلئے پرواز نہیں کر سکتا۔ اور ان اعلیٰ مقاصد کو حاصل نہیں کر سکتا جو انکے نیچے اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ پرندوں میں فہم ہوتا ہے اگر وہ اس فہم سے کام نہ لیں تو جو کام ان سے ہوتے ہیں نہ ہو سکیں مثلاً شہد کی مکھی میں اگر فہم نہ ہو تو وہ شہد نہیں نکال سکتی۔ اور اسی طرح نامہ بر کبوتر جو ہوتے ہیں انکو اپنے فہم سے کس قدر کام لینا پڑتا ہے۔ کس قدر دور دراز کی منزلیں وہ طے کرتے ہیں اور خطوط کو وہ پہنچاتے ہیں اسی طرح پر پرندوں سے عجیب عجیب کام لئے جاتے ہیں۔ پس پہلے ضروری ہے کہ آدمی اپنے فہم سے کام لے اور سوچے کہ جو کام میں کرنے لگا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے نیچے اور اس کی رضا کے لئے ہے یا نہیں۔ جب یہ دیکھ لے اور فہم سے کام لے تو پھر ہاتھوں سے کام لینا ضروری ہوتا ہے۔ سستی اور غفلت نہ کرے ہاں یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ تعلیم صحیح ہو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تعلیم صحیح ہوتی ہے لیکن انسان اپنی نادانی اور جہالت سے یا کسی دوسرے کی شرارت اور غلط بیانی کی وجہ سے دھوکا میں پڑ جاتا ہے۔ اس لئے خالی الذہن ہو کر تحقیق کرنی چاہیئے۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۴۳۹-۴۴۰)

جزائر فجی میں تبلیغی سرگرمیاں

مولانا احمد یار صاحب کا مکتوب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

ماہِ رواں کے شروع میں کوئی آٹھ دن یہ عاجز باہر تبلیغی دورہ پر رہا۔ پہلے لٹوکا گیا۔ یہاں جو دوست جماعت کے پیش امام اور آنریری مبلغ تھے۔ ان کا نام مولوی عبدالجلیل خان صاحب ہے۔ ان کو جماعت میں شامل ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔ ان کی طرف سے پیغام آیا کہ وہ امریکہ جانے والے ہیں۔ آئندہ کے لئے جو لائحہ عمل جماعت چلانے کے لئے ہو اس کا طے کرنا ضروری ہے۔ یہ خاکسار تین دن لٹوکا میں رہا۔ اس سے بہت افسوس ہوا کہ مولوی صاحب اب مسائل سلسلہ سے پوری طرح واقف ہو گئے تھے۔ نماز جمعہ وغیرہ پڑھاتے۔ بچوں کو قرآن حکیم ناظرہ پڑھاتے، درس وغیرہ دیتے۔ وہ چھوڑ کر امریکہ جا رہے ہیں۔

فی الحال وہ اکیلے ہی جا رہے ہیں۔ ان کے بیوی بچے لٹوکا میں ہی رہیں گے۔ اور آہستہ آہستہ وہ انہیں بھی امریکہ میں بلا لیں گے مولوی صاحب امریکہ میں ہی سکونت رکھنے کے ارادہ سے گئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔ وہ کتب سلسلہ بھی ہمراہ لے گئے ہیں۔ وہاں تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔

فجی کے مسلمان کافی تعداد میں کیلیفورنیا میں آباد ہیں۔ ان سے پہلے ہماری جماعت کے مخلص دوست مسٹر محمد اسمٰعیل خان صاحب امریکہ چلے گئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالےٰ کے فضل سے وہاں تبلیغی کام بھی شروع کر دیا ہوا ہے۔ یہ بھی کیلیفورنیا میں سکونت پذیر ہوئے ہیں۔ ان دونو صاحبان کو میں نے تاکید کی ہے کہ وہاں جماعت بنائیں احمدیہ مشن کی مستقل بنیادوں پر عمارت کھڑی کریں۔ دعا فرماویں اللہ تعالےٰ ان کی مساعی میں برکت ڈالے اور اسلام کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید بنائے۔

لٹوکا میں بچوں کو جو قریبًا تیس سے زیادہ ہیں مولوی صاحب موصوف کی اہلیہ محترمہ قرآن کریم پڑھائیں گی۔ محترم امجد خان صاحب کے مشورہ کے مطابق ہر ہفتہ میں منگل کی شام کو جو قرآن کریم کا درس ہوتا ہے۔ اس کے متعلق یہ انتظام کیا ہے کہ ہر ماہ کے دوسرے ہفتہ میں جو منگل پڑے گا اس دن یہ عاجز درس دے گا باقی تین ہفتوں میں سے ایک منگل کو مولوی عبداللطیف خان صاحب ناندی سے درس دینے کے لئے جائیں گے۔ ناندی لٹوکا سے قریبًا ۱۹ میل دور ہے۔ ایک ہفتہ حسین سابو خانصاحب ایڈووکیٹ با سے لٹوکا درس قرآن دینے کے لئے جائیں گے۔ ایک منگل کو امجد خان صاحب خود درس دیا کریں گے۔ فی الحال یہ انتظام کیا ہے۔ مولوی عبدالجلیل خان صاحب کا ایک بیٹا ماسٹر ہے۔ وہ قرآن کریم پڑھ رہا ہے۔ اور وہ اچھا جانتا ہے۔ پھر وہ درس دیا کرے گا۔ تین دن با میں قیام کر کے گرد و نواح میں تبلیغی فرائض سرانجام دیئے۔ دو دن تاووا میں ٹھہرا۔ چونکہ ۱۲/۶/۶۸ کو مضمون ریڈیو فجی پر ریکارڈ کرانا تھا اس لئے جلد واپس آیا۔ سیرۃ النبی صلعم کے موضوع پر ریڈیو فجی پر مضمون ریکارڈ کرایا۔ جو ۱۴/۶/۶۸ کے پروگرام میں نشر ہوا الحمد للہ علےٰ ذالک

کچھ دوست بیعت کے لئے تیار ہو رہے ہیں ان کے لئے دعا فرماویں کہ خداوند تعالےٰ ان کے سینوں کو کھول دے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں سلام مسنون ضرور پہنچا دیں اور دعا کے لئے درخواست فرماویں۔ جملہ کارکنان دفتر و دیگر احباب جماعت کی خدمت میں سلام مسنون قبول باد۔ فقط والسلام

نیاز کیش خاکسار
احمد یار عفی عنہ
المبشر الاسلامی

اطلاع: ماہنامہ روح اسلام کے جن خریدار صاحبان نے ابتک سالانہ چندہ مبلغ تین روپے ارسال نہیں فرمایا ان کی خدمت میں خطوط ارسال کئے گئے ہیں۔ ایسے حضرات چندہ ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔
مینجر۔ ماہنامہ روح اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

خان عبدالعزیز خانصاحب مرحوم

مالک عزیز ہوٹل ملتان کے حالاتِ زندگی

۸ رجون ۱۹۶۸ء کو قبلہ خانصاحب کی وفات حسرت آیات کا جانکاہ واقعہ ظہور میں آیا۔ موت کی خبر جس نے سنی، جہاں سنی، جس حال میں سنی، ہائے کر کے رہ گیا بہت مخیر، متدین، متقی اور پاکیزہ صفات انسان تھے۔ قرآن پاک کے اس قدر عاشق تھے کہ دو تین حفاظ قرآن اور قاری آپ کو قرآن پاک سنانے کے لئے آپ کی پاک محفل کی زینت ہوتے تھے۔ حفاظ صاحبان کو فرمایا کرتے تھے کہ یہ آپ لوگوں کی کمال مہربانی ہے کہ آپ ہمیں قرآن پاک کی تلاوت سے محظوظ کرنے کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ وگرنہ حق تو یہ ہے کہ آپ بڑے بڑے بادشاہوں اور رؤسا کی مجلسوں میں ہوتے اور ہمیں بھی کہیں آپ لوگوں کی جوتیوں میں جگہ مل جاتی۔ دامے، درمے، سخنے، قدمے ان کی امداد بھی فرماتے۔ آپ جیلوں کی اخلاقی بہبود کی سوسائٹی کے سیکرٹری تھے۔ اس کے علاوہ گونگے بہروں کی سوسائٹی کے بھی آنریری سیکرٹری تھے۔ ریڈ کراس سوسائٹی میں بھی آپ نے شاندار خدمات انجام دیں۔

ہر ہفتہ جیلوں میں مولویوں اور علماء کو بھیجتے کہ وہاں جا کر جمعۃ المبارک کی نماز پڑھائیں اور خطبوں میں مجرموں کو نیکی پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کریں۔

سنٹرل جیل کے سپرنٹنڈنٹ کو ایک چٹھی لکھی جس میں حضرت مسیح موعودؑ کی ایسی تحریریں جمع کیں جن میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک سے ان کے سچے عشق و محبت کا اظہار ہوتا تھا۔ میں سالہا سال خانپور سے بروز اتوار اپنی ڈیوٹی پر ملتان جایا کرتا تھا۔ کئی کئی مرتبہ ان کی پاک مجلس سے ذکر الٰہی، تلاوت قرآن پاک اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے رات کے دو دو اور تین تین بج جاتے۔ آپ دائمی تہجد گذار تھے۔ بہت دعائیں کرنے کے عادی تھے۔ جو اکثر قبول ہوتی تھیں مولوی محمد علی صاحب مبلغ ملتان، کرنل سعید احمد صاحب اور جو احباب ملتان کے گرد و نواح سے یا مرکز سے کبھی اتوار کو ملتان پہنچتے وہ بھی ان کی پاک مجلس میں شرکت کا فخر حاصل کرتے ہر شریک مجلس اپنی اپنی باری میں تلاوت قرآن پاک کرتا اور اپنی اپنی سمجھ اور وسعت علمی کے مطابق درس قرآن پاک دینے کی سعادت حاصل کرتا۔ گویا آپکی مجلس درس قرآن دینے کی اہلیت پیدا کرنے کے لئے ایک ٹریننگ سنٹر تھا۔ غیر احمدی حفاظ اور علماء بھی آپ کی مجلس میں آتے جن پر احمدیت کی صحیح پوزیشن واضح ہو کر ان کی غلط فہمیاں دور ہو جاتیں۔ ۱۹۵۳ء میں جب احمدیت کے خلاف بہت بڑا قومی محاذ تھا کسی نے ڈرایا دھمکایا کہ آپ احمدیت سے توبہ کر لیں۔ آپ کا وہی جواب تھا جو اہل حق کا ہمیشہ سے طغرائے امتیاز ہے۔ کہ میری جائداد کو جلا دیا جائے۔ بچوں کو نقصان پہنچ جائے، احمدیت یعنی حقیقی اسلام سے توبہ ناممکن ہے۔ ؎

یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

خانصاحب مرحوم کی زندگی میں استجابت دعا کے چند نمونے

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مرحوم اپنے سعادت مند بیٹے محمد شریف خان صاحب کے ساتھ اپنی موٹر میں جا رہے تھے۔ موسم سرما تھا۔ سخت سردی پڑ رہی تھی۔ راستے میں مفلوک الحال بچوں اور عورتوں کو دیکھا کہ وہ مارے سردی کے ٹھٹھر رہے جا رہے ہیں۔ اور سخت سردی سے بچنے کے لئے ان کے پاس کوئی سامان نہ تھا۔ رات کو بستر پر سوئے ان غریبوں کا خیال آیا تو اپنا پورے کا پورا بستر اٹھا کر اسی وقت کسی مستحق کو دے آئے اور خود سردی میں دعاؤں سے رات کاٹی۔ اگلی رات پھر گھر والوں نے ان کے لئے بستر لگایا اس کے ساتھ بھی یہی حال ہوا۔ کاوش سے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ بستر بھی غرباء کی نذر کر دیئے گئے ہیں۔ اس بات کا ذکر خانصاحب نے خطبہ جمعہ میں کیا کہ وہ اپنی نیکی کا شہرہ نہیں چاہتے۔ لیکن جن لوگوں کو

(باقی پر صفحہ ۱۱ کالم اول)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۳۱ جولائی ۱۹۶۸ء

نزولِ مسیح ہو چکا

ایک مقامی معاصر میں "کیا نزولِ مسیح کا زمانہ قریب آ گیا ہے" کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے، جس کے آخری فقرات میں بتایا گیا ہے کہ

> "دجال کے ظہور اور حضرت مسیح کے نزول کی یہ پیشن گوئی جو حدیثوں میں وارد ہوئی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا زمانہ اب بالکل قریب آ گیا ہے، حدیث میں تو یہ پیشگوئی بہت صراحت سے اور نام اور مقام کے ساتھ وارد ہوئی ہے، مگر قرآن سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔"

اس میں شک نہیں کہ ظہورِ دجال اور نزولِ مسیح کی پیشگوئی احادیث میں صراحت کے ساتھ بیان ہوئی ہے لیکن کیا اس سے مراد وہ مسیح ہے جو آج سے دو ہزار سال پہلے منصب رسالت پر فائز ہو کر آیا تھا؟ قطع نظر ان واقعات کے جو مسیح علیہ السلام کو اس وقت پیش آئے، یہ خیال کہ وہ دوبارہ دنیا میں آنے والے ہیں اور ان کے نزول کا زمانہ قریب آ گیا ہے، کئی وجوہ سے محلِ نظر ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے، کہ تمام تاریخ عالم میں اس کی کوئی نظیر پائی نہیں جاتی کہ کوئی رسول دوبارہ دنیا میں آیا ہو، حضرت مسیح کی یہ خصوصیت سنت اللہ کے خلاف ہے، اور مسلمانوں کے اس اعتقاد کو کہ مسیح علیہ السلام دو ہزار سال سے زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر بیٹھے ہیں اور دوبارہ دنیا میں اصلاحِ خلائق کے لئے آئیں گے، عیسائیوں نے الوہیت مسیح کا مؤید قرار دے کر کئی مسلمانوں کو عیسائی بنا لیا اور بناتے جا رہے ہیں۔

دوسری بات جو مسیح علیہ السلام کی دوبارہ آمد کے منافی ہے یہ ہے کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی رسول کا آنا ممتنع ہے، اور تیسری اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں جیسا کہ آیہ کریمہ **فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم** سے ثابت ہے،

رہی حدیثوں میں نزولِ مسیح کی پیشگوئی، اس کا مطلب وہی ہے جو خود حضرت مسیحؑ نے ایلیا کی دوبارہ آمد کی پیشگوئی کا مطلب یہودیوں کے ایک سوال کے جواب میں بتایا تھا۔ یہود نے جب حضرت مسیح سے یہ کہا کہ ملاکی نبی کی کتاب میں ایلیا کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی ہے، اور اس کے آنے کے بعد ہی مسیح آ سکتا ہے، پھر آپ مسیحیت کا دعوےٰ کس طرح کرتے ہیں جبکہ ایلیا ابھی نہیں آیا، تو اس کے جواب میں حضرت مسیح نے فرمایا کہ ایلیا کے دوبارہ آنے سے مراد یہ ہے کہ اس کی خو بو میں کوئی اور شخص آئے اور وہ حضرت یحییٰؑ ہیں جو مجھ سے پہلے آ چکے۔ بعینہٖ یہی مطلب مسیح کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی کا ہے کہ ان کے رنگ و بو میں کوئی اور شخص مبعوث ہو، چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جو امت محمدیہ ہی کے ایک فرد تھے، حضرت مسیح علیہ السلام کے مثیل بن کر آئے، اور احادیث میں کسر صلیب اور قتل خنزیر کا کام جو حضرت مسیح کے ذمہ ڈالا گیا۔ اس کام کو انہوں نے باحسن وجوہ سر انجام دیا، اور عیسائیت کا بطلان واضح دلائل کے ساتھ ثابت کر دیا، جس کا یہ نتیجہ ہے کہ کوئی عیسائی حضرت مرزا صاحب کے کسی مرید کے ساتھ صلیبی مذہب کی تائید میں گفتگو کرنے کے لئے تیار نہیں۔

حضرت مرزا صاحب کے کارناموں پر اگر بلا تعصب ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو ان کے دعوئے مسیحیت کی صداقت اس سے ثابت ہوتی ہے کہ:۔

۱۔ انہوں نے اسلام کی صداقت اور مسیحیت کے بطلان کے جو دلائل پیش کئے، ان سے متاثر ہو کر کئی عیسائی مسلمان ہو گئے۔ اور کئی ایسے ہیں جو دل سے مسیحی عقائد سے متنفر ہو چکے ہیں۔

۲۔ قرآن کریم کی آیۂ **هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله** کی تفسیر تمام مفسرین نے یہ کی ہے، کہ یہ مسیح موعود کا کام ہے کہ وہ اسلام کو تمام ادیان پر غالب ثابت کرے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے نہ صرف اسلام کے غلبہ پر کئی کتابیں تصنیف کیں بلکہ جلسہ اعظم مذاہب میں آپ کا جو مضمون پڑھا گیا اسکو تمام مذاہب کے بیان کردہ دلائل پر فوقیت دی گئی، اور آپ کا مضمون سب سے بالا رہا، جو ان کے ذریعہ سے غلبۂ دین کا کھلا ثبوت ہے۔

۳۔ آپ نے ایک جماعت قائم کی جو آپ کی ہدایات کے ماتحت دنیا کے مختلف ممالک بالخصوص یورپ میں تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔

۴۔ اس جماعت نے حضرت مرزا صاحب کی ہدایت کے ماتحت قرآن کریم کے اردو، انگریزی اور جرمن زبانوں میں تراجم شائع کئے جن کی وجہ سے اسلام کا نقشہ مادہ پرستوں، دہریوں اور عیسائیوں کے دلوں میں گھر کر گیا، اور ان میں سے کئی ایک نے علانیہ قبول اسلام کا اعلان بھی کر دیا۔

مسیح کی آمد ثانی کا انتظار کرانے والو! ان حالات و واقعات پر غور کرو، کیا یہ مسیح کی آمد کا کھلا ثبوت نہیں؟ کیا ان سے حضرت مسیح کی دوبارہ آمد کا مسئلہ حل نہیں ہو جاتا؟ پھر تم کس مسیح کی انتظار میں بیٹھے ہو؟ آنے والا آ چکا آؤ اس کے ساتھ ہو کر اسلام کی تائید و نصرت کے لئے کھڑے ہو جاؤ، کہ اسی میں مسلمانوں کی فلاح اور غلبۂ اسلام کی حقیقت مضمر ہے۔

اخبار احمدیہ

بیگم صاحبہ میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی کا انتقال

یہ خبر جماعت احمدیہ کے تمام حلقوں میں نہایت رنج و اندوہ سے سنی جائے گی کہ ہمارے محترم دوست میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی کی اہلیہ محترمہ [illegible] مورخہ ۲۱ جولائی کو راولپنڈی میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہمیں میاں صاحب ممدوح اور ان کے خاندان کے تمام افراد کے ساتھ اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبرِ جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت نصیب کرے، احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

ایک احمدی نوجوان کا ایثار قابل تقلید ہے

—— احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بھدرواہ اپنی جماعت کے نوجوان مسٹر عبدالحفیظ صاحب متعلم گورنمنٹ کالج بھدرواہ کی ایثار مندی کا شکریہ ادا کرتی ہے کہ انہوں نے جلسہ یوم وصال مسیح موعود علیہ السلام اور اس کے بعد جلسہ سیرت النبیؐ کے سلسلہ میں رات دن نہیں خلوص اور محنت سے بچوں کو تیار کیا، لٹریچر کو ترتیب دیا، پروگرام کی تکمیل میں ہمہ تن مصروف رہ کر دونوں جلسے کامیاب کرائے وہ قابلِ تقلید اور لائق تحسین ہے جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ میں بزرگان سلسلہ عالیہ احمدیہ واحباب بالخصوص حضرت امیر قوم ایدہ اللہ کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ جماعت کے اس نوجوان کی ترقی دینی و دنیاوی کے لئے دعا کی جائے۔ نوجوان موصوف عشق قرآن و احمدیت سے سرشار ہے خدا تعالیٰ ہمارے دوسرے نوجوانوں کو بھی اس کی تقلید کی توفیق دے۔ والسلام۔

خاکسار: عبدالکریم سیکرٹری نشر و اشاعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بھدرواہ

ولادت اور عطیہ

—— مورخہ ۷ جولائی ۱۹۶۸ء بروز اتوار اللہ تعالیٰ نے جماعت بمبئی کے سرگرم رکن جناب شیخ علی ابراہیم صاحب کو فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔ اس خوشی میں انہوں نے مبلغ پانچ روپے عطیہ اشاعت اسلام میں بھیجے ہیں۔ جزاہ اللہ۔

ہم احباب جماعت اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ نومولود کی عمر دراز کرے اور نیک بنائے۔ آمین

عبدالقادر شیخ
آنریری سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بمبئی (بھارت)

—— جماعت کے بعض دوست بیمار ہیں اور بعض دوست مالی مشکلات میں مبتلا ہیں۔ احباب جماعت ان سب دوستوں کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں شفا عطا فرمائے اور مالی پریشانیوں سے نجات دے

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۲)

خوشخبری و اپیل

منجانب جماعت احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام راولپنڈی

ہماری جماعت کی ایک نہایت بزرگ ہستی شیخ نیاز احمد وزیرآبادی مرحوم و مغفور نے ایک قطعہ اراضی سرائے واقعہ مری روڈ بغرض تعمیر مسجد انجمن کے نام ہبہ کیا تھا۔ اس علاقہ میں نہایت خوبصورت امپروومنٹ سکیم کے وجود میں آنے سے یہ سرائے اسکی تحویل میں چلی گئی۔ لیکن اب جماعت راولپنڈی کی ایک لمبی سعی کے بعد مسجد کی تعمیر کے لئے یہ رقبہ مل گیا ہے۔ الحمد للہ۔ راولپنڈی کی اہمیت دار الخلافہ پاکستان بننے کے بعد ایسی ہے کہ ضروری ہے کہ ہمارا مرکز راولپنڈی اس کے شایانِ شان ہو۔ اس منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ہمارے پاس صرف دو وسائل ہیں پہلا وسیلہ دُعا ہے۔ اسکے لئے ہم گذارش کرتے ہیں۔ کہ جہاں جہاں بھی ہمارے احمدی بھائی ہیں وہ بالالتزام دُعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے ارادہ کی تکمیل میں کامیاب کرے۔

دوسرا وسیلہ روپیہ کا ہے۔ گو ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہماری جماعت غرباء کی جماعت ہے تاہم اگر ہر احمدی اس کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اس میں مدد دے تو انشاء اللہ تعالیٰ خداوند کریم اس کمی کو پورا کر دے گا۔ اس لئے ہم تمام جماعتوں کے پریزیڈنٹ صاحبان اور سیکرٹری صاحبان کی خدمت میں التماس کرتے ہیں۔ کہ وہ اس کی اہمیت کو اپنی جماعتوں میں واضح فرمائیں اور امداد کے لئے تحریک کریں۔

جماعت راولپنڈی کچھ عرصہ سے ان وسائل کی طرف توجہ دے رہی ہے۔ اور ہمیں خوشی ہے کہ اس عظیم الشان منصوبہ کی لاگت کا نصف حصہ مہیا کر چکی ہے۔ تمام رقوم آسٹریلیشیا بنک راولپنڈی صدر برانچ میں اکونٹ ۱۰/۸ بنام مسجد گورننگ باڈی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی یا میاں اقبال احمد صاحب مالک القمر فلور ملز راولپنڈی کے نام ارسال کی جائیں۔

مخلص۔ خواجہ محمد نصیر اللہ جائنٹ سیکرٹری
جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی

ڈھاکہ میں یوم وصال مسیح موعودؑ اور یوم میلاد النبی صلعم پر جلسے

جلسہ یوم وصال مسیح موعودؑ

ڈھاکہ (پاکستان کے دارالحکومت ثانی) کے نزدیک محمد پور میں ۲۶ مئی کو روز اتوار ایک جلسہ زیر صدارت ڈپٹی خلیل الرحمن صاحب منعقد ہوا۔ جس میں ڈھاکہ، میرپور اور محمد پور کے احمدی بھائیوں نے شرکت کی۔ جلسہ نہایت کامیاب اور بارونق تھا۔ مولانا حافظ مطیع الرحمان صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ لاہور نے ایک موثر تقریر کی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض اور علامات ظہور مہدی پر مفصل روشنی ڈالی۔

ان کے بعد سید امجد حسین صاحب نے جو مولانا آفتاب الدین احمد صاحب مرحوم کے بھتیجے ہیں، صداقت مسیح موعودؑ، کسرِ صلیب اور کرامات مسیح موعودؑ پر تقریر کی۔

آخر میں صاحب صدر نے اپنی تقریر میں ضرورت امام مہدی اور صداقت حضرت مسیح موعودؑ پر ایک جامع تقریر کی۔ جلسہ ۴ بجے سہ پہر سے شام کے سات بجے تک جاری رہا اور تمام سامعین خوشی سے تقاریر سنتے رہے آخر میں ڈپٹی صاحب نے دُعا فرمائی اور جلسہ ختم ہوا۔

جلسہ یوم میلاد النبی صلعم

یوم میلاد النبی صلعم پر ۹ جون ۶۸ء کو جلسہ منعقد ہوا۔ یہ گویا جماعت احمدیہ اشاعت اسلام ڈھاکہ کا سالانہ جلسہ تھا۔ جسکی دعوت مشرقی پاکستان کی تمام احمدی جماعتوں کو دیدی گئی تھی اسلئے اس جلسہ میں ڈھاکہ، میرپور، محمد پور، چٹاگانگ اور چترا باری سے بہت سے دوست شامل ہوئے غیر احمدی احباب بھی پچاس کے قریب شامل ہوئے۔ حضرت رسول پاک (صلعم) کی حیاتِ طیبہ پر مولانا عبد المتین جلال آبادی بی اے مولوی فاضل نے جو جماعت ڈھاکہ کے نائب صدر ہیں، ایک شاندار تقریر کی۔ اس کے بعد صدر جلسہ ڈپٹی خلیل الرحمان صاحب اور جماعت کے مشنری انچارج مولانا عبد الصمد جمالی صاحب اور سید امجد حسین صاحب نے جماعت احمدیہ کی عالمگیر تبلیغی سرگرمیوں اور جذبہ جہاد پر مفصل تقاریر کیں۔ ڈپٹی خلیل الرحمن صاحب نے قرآن پاک سے وہ پاکیزہ ارشادات بیان کئے جو اسلام کی روحانی، مجلسی اور اخلاقی

(باقی زیر مسلسل کالم ۳)

حقیقی مذہب انسان کی باطنی صحت و قوت کو برقرار رکھنے کا بہترین نسخہ ہے

قرآن حکیم کی تعلیم رُوحانی و اخلاقی امراض کا علاج ہے

دعوئ مسیحیت قابلِ اعتراض امر نہیں بلکہ اس زمانہ کے مُصلح کا مسیح ہو کر آنا ہی واجب تھا

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۶ جولائی ۱۹۶۸ء۔ فرمودہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب دامت برکاتہٗ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

الا ان للہ ما فی السمٰوٰت والارض ــــ یٰایھا الناس قد جاءتکم موعظۃ من ربکم وشفاء لما فی الصدور وھدی ورحمۃ للمؤمنین قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذالک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون (یونس ۵۴-۵۷)

ارشادِ الٰہی ہوا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ سب اللہ تعالےٰ کا ہے یاد رکھو اللہ تعالےٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ وہی جِلاتا اور مارتا ہے۔ اور اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ لوگو! تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آئی۔ جو سینہ کی بیماریوں کی دوا ہے۔ اور مومنوں کے لئے رہنمائی اور رحمت کا باعث ہے۔ کہو اللہ کا فضل اور اس کی رحمت پر۔ ہاں اسی پر ان کو خوش ہونا چاہیئے کیونکہ یہ اس سے بہتر ہے جو کچھ یہ جمع کرتے ہیں۔

یہ زمانہ۔ مادیت۔ دہریت، سائنس فلسفہ اور علم و عقل کا زمانہ ہے جس کے باعث یہ تصور پیدا ہو گیا ہے کہ دین و مذہب کی باتیں قصے کہانیاں ہی ہیں۔ اور مفروضات ہیں۔ اور محض توہمات اور خیالات کا مجموعہ ہیں۔ ان سے انسان کی زندگی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ ہمارا ماحول ہی کچھ ایسا بن کر رہ گیا ہے کہ دین و مذہب کی اہمیت کو محسوس نہیں کرتے۔ بعض لوگ علی الاعلان یہ کہتے ہیں کہ مذہب، کہانیوں اور داستانوں کا پلندہ ہے۔ مذہب کو نہ زندگی سے کچھ تعلق ہے اور نہ یہ کوئی سودمند اور کارآمد شئے ہے۔ اس لئے مذہب کو زندگی سے خارج کر دو۔ بلا مذہب بھی زندگی مکمل ہے۔

قرآن کریم نے ان آیات میں نہایت خوبصورت پیرایہ میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے۔ کہ دنیا جہان کی زیبائش و تزئین کے لئے جو کچھ چیزیں بھی تم جمع کرتے ہو۔ ان سب سے بہترین چیز جو ہم نے اپنے فضل و کرم سے تم پر نازل کی ہے وہ قرآن کریم ہے کیونکہ اس کی تعلیم مفید ترین چیز ہے جس پر تمہیں مطمئن اور خوش ہو جانا چاہیئے۔

تعلیم فرقان کیونکہ نسخۂ شفا ہے؟!

اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ قرآن کریم کا صرف دعویٰ ہے۔ کیا یہ صرف وعدہ ہی وعدہ اور دعوے ہی دعوے ہے اور یہ صرف وہم پرستی ہی ہے یا اس میں کوئی حقیقت بھی ہے۔ اس امر کو واشگاف کرنے کے لئے فرمایا کہ یہ جو ہم نے قرآن کریم نازل کیا ہے اس میں ایسی نصیحت ہے جو تمہارے سینوں کی امراض کے لئے شفاء کا موجب ہے۔

یہ بات قابلِ غور ہے کہ وہ امراض کونسی ہیں جو سینوں میں ہیں اور جن کے بارہ میں قرآن کریم ان کو شفاء دینے کے لئے فرماتا ہے۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ یہ مقولہ۔ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ کس قدر صحیح و درست ہے۔ تندرستی سے آگے کوئی چیز نہیں جا سکتی۔ جیسا کہ فرمایا کہ تم خواہ تمام نعماء ارضی و آسمانی کو جمع کر لو مگر بہترین چیز صحت و تندرستی ہے۔

اگر انسان بیمار ہے درد سے کراہ رہا ہے۔ تو اس وقت دنیا جہان کی نعمتیں اس کے لئے کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ خواہ وہ بیمار انسان بادشاہ بھی کیوں نہ ہو، اگر تندرست نہ ہو تو کوئی نعمت اور کوئی چیز اچھی نہیں لگتی مگر افسوس ہے اب ایسا ظاہر پرستی کا زمانہ آ گیا ہے کہ باطن کی حقیقتیں انسان کی آنکھوں سے اوجھل ہوتی جا رہی ہیں، اور اس بات کی توجہ نہیں رہی کہ باطن میں بھی کوئی رُوحانی طاقت ہے اور روحانی صحت بھی ایک حقیقت ہے۔ اگر باطن صحت مند نہ ہو تو پھر انسان کی کیا حالت ہوتی ہے؟! اسی بات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے مذہب کا انکار کیا جاتا ہے اور عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ مذہب کوئی بیکار سی چیز ہے۔

انسان کی رُوح تب خوش اور مطمئن ہوتی ہے جب وہ اپنے ماحول سے خوش ہو۔ اور اپنے ماحول کے مطابق ترقی میں کوشاں ہو، اور رُوح کی بیماری یہ ہے کہ انسان اپنے ماحول اور گرد و پیش سے ناخوش ہو۔ وہ دل ہی دل میں کُڑھتا ہے اور ناراض رہے۔ یہ رُوح کی سب سے بڑی مرض ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی روحانی عوارض ہیں۔ ان عوارض کے علاج معالجہ میں سے ایک علاج شکر و ذکرِ الٰہی ہے الحمد للہ اسی کا نام ہے۔ ایک مسلمان اس کو دن میں بار بار دہراتا ہے۔ اگر رُوح کی گہرائیوں سے خدا تعالےٰ کا شکر ادا کیا جائے تو ہمارے اندر سے یہ آواز آتی ہے کہ ہم خدا کی رضا پر ہر حال میں راضی ہیں۔ یہ رُوح کی صحت و تندرستی کی حالت ہے۔ اور اسی طرح جب کوئی ناموافق حالات وارد ہوتے ہیں کسی تکلیف کی وجہ سے یا کسی جسمانی بیماری کی وجہ سے تو اس وقت انسان کی رُوح بھی متاثر ہوتی ہے ایسے وقت میں صبر سے کام لیا جائے اور صبر کا دامن کسی صورت میں نہ چھوڑا جائے تو یہ دو چیزیں ایسے کامیاب نسخے ہیں جو ہمیں مذہب عطا کرتا ہے تاکہ ہماری روحانی تندرستی برقرار رہے اور ہم باطنی طور پر طاقتور رہیں۔

حضرت داؤدؑ نہ صرف پیغمبر خدا تھے بلکہ ایک بڑے بادشاہ بھی تھے۔ ان کو بھی یہی حکم ہوا کہ وہ خدا کا شکر ادا کریں۔ کہ انہیں اتنی نعماء ظاہری و باطنی سے خدا تعالےٰ نے نوازا ہے۔ اس لئے شکرِ الٰہی کرو۔ حضرت ایوبؑ کے ذکر میں خدا تعالےٰ نے انہیں صبر کرنے کی تلقین فرمائی۔ کیونکہ ان پر مصائب اور تکالیف وارد ہوتی تھیں۔ صبر اور شکر یہ دو علاج ہیں انسان کی بہت سی باطنی عوارض کو دُور کرنے کے لئے۔

مصلحینِ عالم امراض و مفاسدِ زمانہ کے معالج ہو کر آتے ہیں۔

مَیں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انبیاء کرام۔ مامورین حضرات اور مصلحینِ الٰہی جو خدا کی طرف سے آتے ہیں وہ باطنی بیماریوں کے علاج کے لئے آتے ہیں۔ اگر یہ لوگ ان باطنی بیماریوں کے علاج کے مقصد کو پورا نہیں کرتے اور محض دل خوش اور مسحور کن کلام کرتے ہیں تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ ان مامورینِ الٰہی کا بڑا احسان ہے کہ یہ بنی نوع انسان کو روحانی و اخلاقی بیماریوں سے نجات دلاتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عظیم قوتِ قدسی سے کس قدر بیماروں کو شفاء بخشی۔ دس ہزار انسان جو آستانۂ نبوت سے فیض پا چکے تھے۔ انہوں نے امراضِ باطنی سے کلیتہً چھٹکارا حاصل کیا۔ اور کیسی مکمل اور مستقل شفاء حاصل کی۔ کہ دنیا میں نکل گئے اور دنیا جہان کے لوگوں کو شفاء دینے والے بن گئے۔ یہ عظیم الشان کامیابی ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئی۔

اسی طرح اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے جو عظیم الشان مامور اور مجدد ہو کر آئے۔ انہوں نے اپنے فرائض میں سے ایک فرض امراضِ روحانی کا علاج بتلایا ہے جو آپ کے دعوے پر پہلی کتاب فتح اسلام میں مذکور ہے۔ خدا تعالےٰ نے جب آپ

کو حکم دیا کہ ایک جماعت بناؤ تو اس وقت آپ نے دعوئے مسیحیت بھی کیا اور غرض اس کی یہ بیان فرمائی کہ جو لوگ میرے پاس آئیں گے ان کی امراضِ لاحقہ کو دُور کرنے کے سامان کئے جائیں گے۔

حضرت مسیح موعودؑ امراضِ لاحقہ کے معالج ہو کر آئے

آپ فرماتے ہیں:

"تیسری شاخ۔ اس کارخانہ کے واردین اور صادرین اور حق کی تلاش کے لئے سفر کرنے والے اور دیگر اغراض متفرقہ سے آنے والے ہیں جو اس آسمانی کارخانہ کی خبر پا کر اپنی اپنی نیتوں کی تحریک سے ملاقات کے لئے آتے رہتے ہیں .... اور جس قدر ان میں سے مستعد لوگوں کو تقریری ذریعوں سے روحانی فائدہ پہنچایا گیا اور ان کی مشکلات حل کر دی گئیں اور ان کی کمزوری کو دُور کر دیا گیا اس کا علم خدا تعالےٰ کو ہے۔ مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ زبانی تقریریں جو سائلین کے سوالات کے جواب میں کی گئیں یا کی جاتی ہیں یا اپنی طرف سے محل اور موقع کے مناسب کچھ بیان کیا جاتا ہے۔ یہ طریق بعض صورتوں میں تالیفات کی نسبت نہایت مفید اور مؤثر اور جلد تر دلوں میں بیٹھنے والا ثابت ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام نبی اس طریق کو ملحوظ رکھتے رہے ہیں اور بجز خدا تعالےٰ کے کلام کے جو خاص طور پر قلمبند ہو کر شائع کیا گیا باقی جس قدر مقالات انبیاء ہیں وہ اپنے اپنے محل پر تقریروں کی طرح پھیلتے رہے ہیں۔ عام قاعدہ نبیوں کا یہی تھا کہ ایک محل شناس لیکچرار کی طرح ضرورتوں کے وقتوں میں مختلف مجالس اور محافل میں ان کے حال کے مطابق رُوح سے قوت پا کر تقریریں کرتے تھے مگر نہ اس زمانہ کے متکلموں کی طرح کہ جن کو اپنی تقریر سے فقط اپنا علمی سرمایہ دکھلانا منظور ہوتا ہے یا یہ غرض ہوتی ہے کہ اپنی جھوٹی منطق اور سوفسطائی حجتوں سے کسی سادہ لوح کو اپنے پیچ میں لاویں اور پھر اپنے سے زیادہ جہنم کے لائق کریں۔ بلکہ انبیاء نہایت سادگی سے کلام کرتے اور جو اپنے دل سے اُبلتا تھا وہ دوسروں کے دلوں میں ڈالتے تھے۔ ان کے کلماتِ قدسیہ عین محل اور حاجت کے وقت پر ہوتے تھے اور مخاطبین کو شغل یا افسانہ کی طرح کچھ نہیں سناتے تھے۔ بلکہ ان کو بیمار دیکھ کر اور طرح طرح کے روحانی آفات میں مبتلا پا کر علاج کے طور پر ان کو نصیحتیں کرتے تھے یا حجج قاطعہ سے ان کے اوہام کو رفع فرماتے تھے اور ان کی گفتگو میں الفاظ تھوڑے اور معانی بہت ہوتے تھے سو یہی قاعدہ ملحوظ رکھتا ہے۔ اور واردین اور صادرین کی استعداد کے موافق اور ان کی ضرورتوں کے لحاظ سے اور ان کے امراضِ لاحقہ کے خیال سے ہمیشہ باب تقریر کھلا رہتا ہے کیونکہ برائی کو نشانہ کے طور پر دیکھ کر اس کے رد کرنے کے لئے نصائح مزعدیہ کی تیر اندازی کرنا اور بگڑے ہوئے اخلاق کو ایسے عضو کی طرح پا کر جو اپنے محل سے ٹل گیا ہو اپنی حقیقی صورت اور محل پر لانا جیسے یہ علاج بیمار کے روبرو ہونے کی حالت میں متصور ہے اور کسی حالت میں کماحقہ ممکن نہیں۔"

پس یہ مسیحائے وقت رُوحانی بیماریوں کے علاج کے لئے آتے ہیں۔ اگر روحانی بیماریاں ایک حقیقت ہیں اور انسانی زندگی کو لاحق ہو کر بہت بڑے دُکھ و نقصان کا موجب ہوتی ہیں۔ تو پھر آپ یہ بھی سمجھ جایئے کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ان بیماریوں کی شفا اور علاج کا معاملہ کس قدر رحم و فضلِ الٰہی کو ظاہر کرتا ہے۔ جیسے خود قرآن کریم نے اس موقعہ پر بیان فرمایا کہ یہ ایسا اللہ کا فضل ہے کہ تمہارے تمام جمع شدہ سامان سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ اپنی اس پہلی کتاب فتح اسلام میں فرماتے ہیں کہ تمام انبیاءؑ اس قاعدہ کو ملحوظ رکھتے رہے کہ ان کے وقتوں میں کیا کیا بیماریاں پھیلی ہوئی تھیں اور ان کے مناسب حال وہ علاج تجویز کرتے رہے۔ تا وہ بیماریاں دُور ہو جائیں اور یہ عاجز بھی یہی قاعدہ ملحوظ رکھتا ہے گویا اپنے مقصد کو انبیاء کرام کے مشن سے مشابہت دے رہے ہیں۔

ہمارے ربوائی دوست یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ۱۹۰۱ء کے بعد اپنے آپ کو نبی کہا۔ لیکن یہ تمثیل کہ میں انبیاء کے نقشِ قدم پر چلتا ہوں۔ اور انہی کی مانند روحانی بیماریوں کا علاج کرنے آیا ہوں گویا میرا یہ سلسلہ منہاج نبوت پر ہے؟ تو روزِ اوّل سے ہی قائم کر رہے ہیں۔ بہرحال ہمیں اس سے یہ لذت آتی ہے کہ جماعت لاہور اگر اپنے آپ کو صحیح طور پر حضرت مسیح موعودؑ کی نائب یا خلیفہ سمجھتی ہے تو حضرت امامؑ نے اپنی کتاب "فتح اسلام" میں تیسری شاخ کے تحت جو تجویز لکھی ہے اس کی طرف توجہ دینی چاہیئے کیا ہم نے کسی ایسے روحانی علاج کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے؟ کیا ہم خود ان امراضِ خبیثہ میں مبتلا نہیں جو دنیا میں عام طور پر پھیلی ہوئی ہیں؟ فکر کرو! حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ دنیا پرستی ایک بڑی مرض ہے۔ غالباً کشتیٔ نوح میں لکھا ہے کہ دنیا پرستی ایک ایسا کیڑا ہے جو اگرچہ خوردبین سے نظر نہیں آتا مگر طاعون کے کیڑے سے بھی زیادہ خطرناک ہے ہمیں خود یہ فکر کرنا چاہیئے کہ کیا ہمارے قلوب و ارواح ان بیماریوں سے شفایاب ہو چکی ہیں؟ اگر نہیں تو ہم یہ کہنے میں کہاں تک حق بجانب ہیں کہ حقیقتاً ہم اشاعت و تبلیغ اسلام کے مقصد کو صحیح معنوں میں انجام دے رہے ہیں۔

دعوئ مسیحیت عین تقاضۂ حالات کے ماتحت صحیح تھا

یہ درست ہے کہ آج تبلیغ اسلام بہت بڑی نیکی اور خدمت بلکہ جہاد کا کام ہے لیکن اس خدمت کا بھی تو اصل یہی مطلب ہے کہ لوگ اسلام قبول کر کے روحانی بیماریوں سے نجات پائیں۔ اس لئے اس جماعت کی اپنی حالت کافی پاکیزہ اور بلند ہونی چاہیئے جہاں یہ جماعت اپنے علم الکلام کی وجہ سے دوسروں کے لئے نمونہ ہو وہاں اس سے بڑھ کر اپنے وجود اور اپنے قول و فعل کے باعث بھی دوسروں سے ممیز ہو۔ اسے اپنے گرد و پیش میں یہ اثر ڈالنا چاہیئے کہ ہم ان کمزوریوں سے جن میں دوسری دنیا مبتلا ہے نجات پا گئے ہیں۔

سلسلۂ احمدیہ کی مخالفت کب شروع ہوئی؟ اس وقت جب حضرت امام زمانؑ نے دعوئے مسیحیت کیا! اس دعوئے سے قبل حضرت مرزا صاحبؑ کی بڑی عظمت مسلمانوں کے دلوں میں قائم ہو چکی تھی بلکہ وہ مان چکے تھے کہ حضرت مرزا صاحبؑ سے بڑھ کر اور کوئی خادمِ اسلام شخص اس دَور میں نہیں ہے۔ مگر اس کتاب فتح اسلام کا لکھنا تھا کہ ساری کی ساری عزت ختم ہو گئی۔ بہرحال حضرت امام زمانؑ خدا کی طرف سے مبعوث ہوئے۔ آپ نے امراضِ زمانہ کی تشخیص کی۔ اور ان کا علاج فرمایا۔ آپ تقاضۂ حالات کے مطابق آئے۔ اگر ایسا مُدّعی آ جائے جس نے عین وقت کی ضرورت کو پورا کیا ہو تو اس پر تعجب کیوں ہو کہ اس نے دعوئے مسیحیت کیوں کیا!

حضرت مولینا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ و مولانا حسن علی صاحبؒ جو بڑے مبلغ تھے لکھا کہ آپ خود بڑے فاضل اجل انسان ہیں آپ نے مرزا صاحبؑ میں کیا دیکھا۔ حضرت مولینا نے فرمایا کہ مجھ میں ایک کمزوری تھی جو رفع نہیں ہوتی تھی میں حضرت مرزا صاحبؑ کے پاس گیا تو وہ کمزوری دُور ہو گئی اور یہ شعر تحریر فرمایا ؎

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی
میرے دُکھ کی دوا کرے کوئی

کیا خوب جواب دیا ہے۔ ہمارے غیر از جماعت اصحاب کا یہ بڑا اعتراض کہ حضرت صاحبؑ نے کیوں مسیحیت کا دعویٰ کیا؟ یہ کہاں تک معقول ہے؟

مسیحِ وقت کے دعوے کو پیش کرنے کی ضرورت

دولت و دنیا پرستی کی مرض اس وقت عالمگیر پیمانہ پر پھیل چکی ہے اور نہایت سرعت سے ایک سے دوسرے کو لگتی ہے۔ جس طرح چھوت کی مرض ایک سے دوسرے کو لگتی ہے۔ پھر دولت پرستی سے دوسری روحانی امراض پیدا ہوتی ہیں۔ اگر ایک طرف تکبّر و رعونت اور دوسروں کو حقیر و ذلیل سمجھنے کی امراض گھر کرتی ہیں تو دوسری طرف حسد و بغض اور کینہ و انتقام کی امراض قلوب میں پیدا ہوتی ہیں۔

پھر آج عام طور پر دولت کمانے کے لئے جو ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں وہ خود بڑی روحانی امراض ہیں، جھوٹ، مکر، فریب، دھوکہ، چالبازی کے بغیر آج کوئی شخص دولت میں خاطر خواہ ترقی نہیں کر سکتا۔

اسی وجہ سے حدیث شریف میں

(باقی بر صفحہ ۱ کالم ۳)

دعوت الی اللہ کا احسن کام اور اسکی مشکلات

دعوت الی اللہ جماعت احمدیہ کے قیام کی اصل غرض ہے

ایبٹ آباد میں جلسہ یوم وصال حضرت مسیح موعودؑ کی تقریب میں

مکرم خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ستارۂ خدمت کی افتتاحی تقریر

یوم مسیح موعودؑ کے موقعہ پر ایبٹ آباد میں پہلے ۳۱ مئی کو جلسہ تجویز ہوا تھا مگر بعد میں اسے ملتوی کر دیا گیا۔ اور تاریخ انعقاد ۱۶ جون مقرر ہوئی جس کی اطلاع یہاں ایک دو روز قبل ہی ملی اس وجہ سے ایسی عجلت میں یہاں سے کوئی صاحب جانے کے لئے تیار نہ ہو سکے۔ دفتر میں کثرت کار اور اراضی اوکاڑہ میں فساد کے باعث میرا خیال بھی وہاں جانے کا نہ تھا۔ مگر اس خیال سے کہ اگر مرکز سے کوئی بھی وہاں نہ گیا تو مقامی احباب کی دلشکنی ہوگی میں نے عین وقت پر شمولیت کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ بہمراہی چوہدری عبدالحمید صاحب* اور عزیزم فیض الرحمٰن ۱۵ تاریخ تین بجے کی گاڑی سے سوار ہو کر ہم راولپنڈی رات کے دس بجے پہنچے۔ رات ہم نے بسوں کے اڈے کے پاس ایک دکان پر بسر کی۔ دوران سفر اور قیام راولپنڈی گرمی اپنی انتہائی شدت پر تھی۔ صبح جب ہم ایبٹ آباد پہنچے تو سب سے پہلے جاتے ہی مسجد کی خوبصورت عمارت کی جو اب مکمل ہو چکی ہے زیارت نصیب ہوئی۔ دل باغ باغ ہو گیا۔ اس مسجد کی تکمیل و تعمیر میں جس سعی و جہد اور ایثار سے کام لیا گیا ہے وہ تمام تر برادرم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی مخلصانہ کوششوں اور دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ دوسری خوشی وہاں جمع شدہ احباب سے مل کر ہوئی جو قریباً ڈیڑھ صد افراد ہوں گے اور جو ضلع ہزارہ و دیگر ملحقہ علاقہ جات سے محض للہ سفر کر کے آئے تھے۔ مولوی عبدالاحد صاحب نے اجتماع کو کامیاب بنانے میں بڑی کوشش سے کام کیا۔ چنانچہ جلسہ کے وقت مسجد کھچا کھچ بھر گئی۔ تیسری خوشی ان تقاریر کو سن کر ہوئی جو وہاں کی گئیں۔ ان میں سے دو تقاریر ڈاکٹر صاحب ممدوح اور پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب کی موصول ہوئی ہیں۔ جو یکے بعد دیگرے شائع ہوں گی۔ یہ دونوں تقاریر حسن جذبہ خلوص و درد سے لبریز ہیں قارئین کرام کو ان کے مطالعہ سے اس کا علم ہو جائے گا۔ ایک اور تقریر دلپذیر بھی ہوئی جو کسی آئندہ اشاعت میں درج کی جائے گی۔ یہ تقریر مولینا سید عزیز الرحمٰن بادشاہ صاحب پرنسپل کنگز سکول و کالج ایبٹ آباد کی تھی جس کا موضوع لفظ "ربّ" کی قرآن شریف کی بیان کردہ تشریح تھا۔ تقریر نہایت پُر از معارف اور عملی زندگی پر منطبق ہوتی تھی۔ صدر جلسہ خان بہادر غلام ربانی خان صاحب نے بھی اپنے صدارتی ریمارکس میں اس پر مناسب تبصرہ فرمایا۔ غرضیکہ اس جلسہ میں شمولیت سے قلب و روح میں شگفتگی اور تازگی پیدا ہو گئی۔

اگر دیگر جماعتیں بھی اپنے اپنے علاقہ جات میں اسی قسم کے اجتماعات منعقد کرانے کا انتظام کیا کریں تو یقیناً اس سے جماعتی استحکام ترقی میں بہت مدد ملے، امید ہے جملہ جماعتوں کے احباب ایسے اجتماعات منعقد کرنے کا انتظام کیا کریں گے۔

(ڈاکٹر اللہ بخش آنریری جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

* جو راولپنڈی ایک خاص غرض کے لئے بھیجے گئے تھے

مکرم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب دامت برکاتہم نے اپنی افتتاحی تقریر کا آغاز قرآن کریم کی آیات ۔

ومن احسن قولا ممن دعا
الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی
من المسلمین ہ
لا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ
ادفع بالتی ھی احسن
فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ
کانہ ولی حمیم ہ
وما یلقھا الا الذین صبروا
وما یلقھا الا ذو حظ عظیم ہ
واما ینزغنک من الشیطن
نزغ فاستعذ باللہ ۔ انہ ھو السمیع
العلیم

کی تلاوت کرتے ہوئے فرمایا ۔

یہ خانۂ خدا جو آپ سب کی آرزوؤں، دعاؤں اور تڑپ کا جواب ہے۔ جو آسمانوں سے ملا۔ اس کی تعمیر اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے اسلئے کہ اسے خود اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے تعمیر فرمایا ہے اور ہمارا یہ پہلا موقع ہے کہ ہم نے اس مقدس مقام پر اپنا دینی اجتماع منعقد کیا ہے۔

میں آج اس موقعہ پر آپ سب حضرات کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس اجتماع میں شرکت کرنے کے لئے جو آپ نے اخراجات۔ وقت اور کام کا نقصان برداشت کیا ہے کے صلے میں جزائے خیر دے۔

میں اس مسجد کے لئے خصوصیت سے دعا کرتا ہوں آپ بھی اس کے لئے دعا فرماویں۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی زمین پر ایک ایسی مسجد بنا دے جس کی بنیاد تقویٰ پر ہو۔ جو کہ مسجدٌ اُسِّسَ علی التقوٰی کی مصداق ہو۔ اور جس میں اللہ تعالیٰ کے انوار و برکات کا نزول ہو۔ اور جہاں دلوں کے اندر نرمی اور رقت پیدا ہو۔ یہاں ایسی دعائیں کی جائیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مستجاب ہوں۔ آمین۔

ضلع ہزارہ میں تحریک احمدیت

تحریک احمدیت کا آغاز جب اس ضلع میں ہوا۔ تو چند سعید الفطرت لوگوں نے اسے قبول کیا۔ جیسا کہ حضرت امام الزمانؑ نے فرمایا تھا۔

لاجرم ماپنہ ہر سعید خواہد بود

یعنی ہر ایک سعید الفطرت انسان کسی نہ کسی وقت میرے جھنڈے کے نیچے آ کے گا۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا۔ کئی بڑے بڑے عالم بھی محروم رہ گئے۔ اور بعض ان پڑھ، جنہیں عام لوگ بھی سفیہ سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سعادت سے نوازا۔ انہوں نے بڑی مشکلات کے زمانے میں امام زمانؑ کی آواز پر لبیک کہا اور اس ضلع میں احمدیت کی بنیادیں استوار کیں۔ آخر وہ لوگ ایک ایک کر کے ہم سے رخصت ہو گئے۔ ابھی چند ہی ہفتے پہلے ایک بزرگ حاجی رحمت اللہ صاحبؓ جو موضع کھچی کے رہنے والے تھے۔ جنہوں نے امام وقتؑ کا زمانہ پایا تھا۔ ہم سے جدا ہو گئے ہیں۔ ایسے لوگ پھر واپس نہیں آتے۔ اور ان کا مقام خالی رہتا ہے الحمد للہ۔ ان کا ایک بیٹا ہے۔ خدا تعالیٰ اسے اپنے والد کا صحیح جانشین بنائے۔

ہمارے ایک اور بھائی عبدالغنی صاحب بھی وفات پا گئے ہیں۔ ان کے والد صاحب کا جب انتقال ہوا۔ تو وہ کم سن تھے۔ مرحوم ایک غیر احمدی مولوی ہونے کے باوجود جانتے تھے کہ ان کے بیٹے کس شخص کے پاس پہنچ جائیں تو ضائع نہ ہوں گے۔ اس لئے انہوں نے اپنے تینوں بیٹوں کو ہمارے گاؤں بھجوا دیا۔ عبدالغنی سب سے بڑے تھے۔ جو کچھ عرصے بعد ہی احمدی ہو گئے۔ گو وہ ایک ٹانگ سے معذور تھے۔ مگر باوجود اپنی اس کمزوری کے بہت بہادری سے احمدیت کے لئے ہر میدان میں سینہ سپر ہو جاتے تھے۔ انہوں نے کئی ابتلا دیکھے۔ بعد میں وہ اپنے آبائی گاؤں چلے گئے۔ اور پورے گاؤں میں واحد احمدی تھے۔ مگر ان کے دل میں ایمان کی قوت تھی جو ان کی مضبوطی کا باعث بنی رہی۔ اسی طرح کچھ مستورات اور اشخاص اور بھی ہم سے رخصت ہو گئے ہیں۔ ان سب کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

اجتماع کی غرض

ہمارے اس اجتماع کی غرض محض دینی ہے۔ ہم یہاں اس لئے جمع ہوتے ہیں کہ دین کی باتیں سنیں۔ ان کو اپنے دل میں جگہ دیں۔ اور اپنی اصلاح کی کوشش کریں۔ علاوہ ازیں اس ضلع میں جو دوست رہتے ہیں۔ وہ ایک جگہ جمع ہوں اور ایک دوسرے سے ملاقات کا موقعہ نصیب ہو۔ حضرت مولانا نورالدین رحمہ نے فرمایا تھا کہ ایک دفعہ وہ عرصہ دراز تک اپنے مرشد سے ملنے نہ جا سکے۔ اور جب مدت کے بعد تشریف لے گئے تو ان کے مرشد نے فرمایا کہ آپس میں جلدی جلدی ملتے رہنا چاہیئے۔ دو مومنوں کا آپس میں ملنا اس طرح ہے جس طرح قصابوں کی دو چھریاں، جو ایک دوسرے پر رگڑنے سے تیز ہو جاتی ہیں اور ان سے چھریاں دو دھاری ہو جاتی ہے۔

دو سال قبل ہم نے پہلی مرتبہ اجتماع منعقد کیا تھا۔ جو بہت مفید اور بابرکت تھا گذشتہ سال بعض وجوہ کی بنا پر یہ اجتماع نہ ہو سکا۔ امسال اللہ تعالےٰ نے ہمیں دوسرا موقعہ مرحمت فرمایا ہے الحمد للہ۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ ہمیں کثرت سے ایسے مواقع نصیب کرے۔ آمین۔

جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض اور دعوت الی اللہ

ظاہر ہے۔ یہ مساعی ان مقاصد کے لئے ہیں۔ جو اس جماعت سے خاص ہیں۔ اب یہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس جماعت کے قیام کی غرض اور مقصد کیا ہے؟ اور کیوں حضرت امام زمانؑ نے ایک جماعت قائم کی؟ ان سوالات کے جوابات ہمیں ان آیات قرآنی سے ملتے ہیں۔ جو ابھی میں نے تلاوت کی ہیں۔ ان آیات کے پڑھنے سے ذہن میں ان کا مفہوم آتا ہے۔ کہ یہ آیات ان لوگوں کے لئے ہیں۔ جو اس امت میں وقتاً فوقتاً کوئی دعوےٰ لے کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اور جن کا مقصد تجدید دین اور مسلمانوں کی اصلاح ہوتا ہے علمائے سُو اور ان کے زیر اثر عوام بھی ایسے برگزیدہ انسانوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ اور ان کو زندیق کافر ملحد اور طرح طرح کے برے ناموں سے پکارتے ہیں تاریخ اسلام میں کوئی ایک بھی ایسی مثال نہ ملے گی۔ کہ جب کوئی شخص اصلاح دین کے لئے کھڑا ہوا ہو۔ یا کوئی مامور من اللہ آیا ہو تو اس وقت کے علماء نے اسے بانہ کہا ہو۔

۔ اور کفر کا فتوےٰ اس پر نہ لگایا ہو۔ اس لئے یہ آیت مردانِ خدا کی طرف اشارہ کرتی ہے اور بخصوصیت سے اس دَور کے امام اور ان کی جماعت کے متعلق معلوم ہوتی ہے۔ جنہوں نے خصوصیت سے دنیا میں اشاعت اسلام کا کام اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ اور جن کا یہ دعوےٰ ہے۔ کہ وہ اس لئے آئے ہیں۔ کہ دنیا میں خدا کا نام بلند کریں۔ اور کلام پاک کو جسے لوگوں نے غلافوں میں بند کر رکھا ہے۔ دنیا کے کونے کونے میں پہنچائیں۔ اور اس طریق پر پہنچائیں۔ کہ لوگوں کو اس کا فہم حاصل ہو جائے۔

اس آیت کے پہلے حصے "من احسن قولاً ممن دعا الی اللہ" میں اس کام کی تعریف فرمائی گئی ہے کہ دعوت الی اللہ کے کام سے زیادہ احسن اور خوبصورت اور کوئی کام نہیں۔ یوں تو دنیا میں اور بہت سے کام اور دھندے ہیں۔ جو دنیا والے کرتے ہیں۔ مگر کرنے کے کاموں میں سب سے زیادہ بھلا اور خوبصورت کام دعوت الی اللہ کا کام ہے۔ اور یہی اس جماعت کے قیام کی غرض ہے۔ اور یہی کام اللہ تعالےٰ کے ہاں سب سے پسندیدہ ہے۔

داعی الی اللہ کا نمونہ

اس کام کو سرانجام دینے کے لئے جو چیز سب سے زیادہ ضروری ہے اس کے متعلق فرمایا۔ کہ وہ ہے اعمال صالحہ یعنی پاکیزہ نمونہ۔ اگر داعی الی اللہ کا اپنا نمونہ ٹھیک نہ ہوگا تو اس کی بات کا دوسروں پر کوئی اثر نہ ہوگا اس لئے عمل صالح کے لئے تاکید فرمائی۔

داعی الی اللہ کا اعلان اسلام

داعی الی اللہ کے لئے ایک اور امر جو ناگزیر بتایا۔ وہ یہ ہے۔ کہ اسے بار بار لوگوں کو یہ کہنا اور یقین دلانا پڑتا ہے کہ وہ مسلمان ہے قال اننی من المسلمین۔ جو شخص بھی یہ مقصد بلند لے کر کھڑا ہوتا ہے۔ دنیا دار اس کی تکفیر کرتے ہیں۔ اور بالکل ایسا ہی حضرت امام زمانؑ کے ساتھ بھی ہوا۔ اور انہیں بھی یہی کہنا پڑا ؎

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
دل سے ہیں خدام ختم المرسلین ؐ

حضرت امام زمانؑ علماء کی دعوت پر مباحثہ کے لئے دہلی کی جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ وہاں ہزاروں کے مجمع میں آپ نے خدا کی قسم کھا کر اعلان کیا:۔

"میں مسلمان ہوں۔ اور جو باتیں میری طرف منسوب کی جاتی ہیں وہ سراسر مخالفین کا افتراء ہے۔ میں نے کوئی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ حضرت محمد صلعم کو اپنا ہادی اور خاتم المرسلین جانتا ہوں۔ اور دین اسلام کو سچا دین سمجھتا ہوں۔ اور قیامت۔ ملائکہ اور تمام انبیاءؑ پر ایمان رکھتا ہوں۔"

وہ بار بار دہائی دیتا ہے۔ اننی من المسلمین کہ میں مسلمان ہوں۔ مگر مخالف کہتے ہیں۔ نہیں تم کافر ہو۔ اب یہ صدی قریب الاختتام ہے۔ مگر تکفیر کا سلسلہ اسی طرح جاری ہے۔ اب یہ حقیقت عملاً سامنے آ گئی ہے کہ جب تک کوئی دعوت الی اللہ کا کام جاری رکھے گا اسے بار بار یہ یقین دلانا پڑے گا کہ وہ مسلمان ہے۔

کافر کہنے والے برائی کے مرتکب ہیں

پھر اس کے ساتھ ہی آگے یہ فرمایا "لا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ" یعنی فکر نہ کرو۔ اگر تم مسلمان ہو۔ اور لوگ تمہیں ایسا نہیں سمجھتے۔ تو کوئی بات نہیں کیونکہ برائی اور اچھائی برابر نہیں ہو سکتی۔ اگر تم اچھائی پر ہو۔ تو تمہیں برُے کہنے والا خود ایک برُے فعل کا مرتکب ہوتا ہے۔ گویا یہ بات ہماری تسلی کے لئے فرمائی کہ اگر ہمارا ضمیر مطمئن ہے۔ اور دلی وجہ البصیرت ہم جانتے ہیں۔ کہ ہم نے جو مسلک اختیار کیا ہے۔ وہی خدا کی رضا کی راہ ہے۔ پھر اس بات پر قائم رہ کر ہمیں اطمینان قلب محسوس کرنا چاہیئے۔ کہ یہ اچھا کام ہے اور اس کو برا کہنے والا خود بدی کا مرتکب ہو رہا ہے۔

برا کہنے والوں سے بھلائی کا طریق

اگر لوگ آپ کو برا کہتے ہیں۔ تو اس کے ساتھ سلوک کا طریق بھی بتایا۔ کہ برائی کو بھلائی کے ساتھ رد کر دو۔ ادفع بالتی ھی احسن۔ بدی کا علاج بھلائی میں تلاش کرو۔ اور برائی کے بدلے میں برائی مت کرو۔ بقول ؎

گالیاں سن کر دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیض گھٹایا ہم نے

حضرت امام زمانؑ فرماتے ہیں۔ کہ ہمیں تو غصہ آتا ہی نہیں۔ کیونکہ یہ لوگ غلطی پر ہیں۔ یہ گالیاں دیتے ہیں۔ تو ہم ان کے لئے دعا کرتے ہیں۔

دوسری جگہ یوں فرمایا ؎

جانم گداخت از پئے ایمانت اے عزیز
ایں طرفہ ترکہ من بہ گمانِ تو کافرم

یعنی اے عزیز۔ میری تو اس فکر میں کہ کسی طرح تیرا ایمان سلامت رہے جان پگھل گئی ہے۔ مگر یہ عجیب بات ہے۔ کہ میں تیرے گمان میں کافر ہوں۔

پھر فرماتے ہیں:۔

اے دل تو نیز خاطرِ ایناں نگہدار
کآخر کنند دعوئے حُبّ پیمبرم

یوں اپنے دل کو سمجھاتے ہیں۔ کہ یہ لوگ مجھے کافر کہتے ہیں۔ تم ان کی خاطر کو بھی مد نظر رکھو آخر یہ بھی تمہارے پیغمبر کی محبت کا دم بھرتے ہیں۔ اور خود آپ کو جو اپنے آقا سے محبت تھی۔ اس کا نقشہ اس شعر میں یوں کھینچتے ہیں ؎

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

یعنی خدا کے بعد میں محمد صلعم کے عشق میں مدہوش ہوں۔ اگر کفر اس چیز کا نام ہے تو پھر اس خدا کی قسم میں سخت کافر ہوں۔ کیونکہ میں خدا اور اس کے رسولؐ کا بڑا محب ہوں۔ غرض ادفع بالتی ھی احسن کا نمونہ حضرت امام زمانؑ کی تحریر و تقریر میں پوری طرح نظر آتا ہے۔ یعنی برائی کا رد بھلائی سے کرنا ہے۔ اور اس پاکیزہ سلوک سے بعض اوقات وہ شخص بھی جو جان لینے کے درپے ہوتا ہے۔ پشیمان ہو کر دوست بن جاتا ہے۔

انسان چاہے کتنا درندہ صفت کیوں نہ ہو جائے۔ اس کے اندر کہیں نہ کہیں کچھ لطیف صفات بھی پوشیدہ ہوتی ہیں جو احسن سلوک سے اُبھرتی ہیں۔ اور اسے نہ صرف بدی سے باز رکھتی ہیں بلکہ دوست بنا دیتی ہیں۔ یہ ایک بہت ہی اعلےٰ نسخہ ہے جو قرآن کریم نے ہمیں دیا ہے۔

شیطانی وساوس اور انکا تدارک

لیکن اس کے ساتھ ہی شیطان کا وجود بھی ہے۔ جو انسان کو نیکی کی راہوں سے روکتا ہے انہ لکم عدو مبین۔ وہ تمہارا دشمن ہے۔ اور تمہیں گرانے کی باریک راہیں جانتا ہے۔ وہ دلوں میں بزدلی پیدا کرتا ہے۔ اور جب کوئی دل کسی عقل و دانش کی بات کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ تو شیطان طرح طرح کی رکاوٹیں اس کی راہ میں کھڑی کرتا ہے اور وہ سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ اس سے اس کا یہ نقصان ہو جائے گا۔ فلاں خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ اور پھر انسان اس کے اشارے پر ان مفروضہ خطروں سے بچنے کی سوچتا ہے ظاہری فائدے کے لئے جھوٹ بولتا ہے شیطان کے اس حملہ سے بہت کم لوگ محفوظ رہ سکتے ہیں حتیٰ کہ پیغمبر خدا صلعم بھی اس سے محفوظ رہنے کی دعا مانگتے ہیں آپؐ فرماتے ہیں کہ شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دورہ کرتا ہے۔ اور جسم کے ہر حصے کو متاثر کرتا ہے صحابہؓ نے آپؐ سے استفسار کیا۔ یا رسول اللہ کیا آپؐ کے ساتھ بھی شیطان ہے؟ فرمایا۔ ہاں ولیکن مسلم۔ لیکن وہ مسلمان ہو گیا ہے۔ وہ وار تو یہاں بھی کرتا ہے۔ مگر اس کی کوشش کامیاب نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان عبادی لیس لک علیہم سلطان۔ کہ شیطان کا غلبہ میرے بندوں پر نہیں۔ مگر وہ ہیں بہت تھوڑے۔ اولیاء اور برگزیدہ ہستیاں بھی اس کے اثر سے بالکل محفوظ نہیں۔ شیطان اپنا وار ضرور کرتا ہے۔ کبھی دل میں یہ خیال ڈال دیتا ہے کہ تو بڑا نیک اور قابل ہے۔ اور یہی خیال تمام اعمال کو ضائع کر دیتا ہے۔

حضرت عبدالقادر جیلانی رح نے ایک دن حالت کشف میں ایک روشنی دیکھی۔ اور متوجہ ہوئے تو آواز آئی۔ عبدالقادر تو نے بڑی عبادت کی ہے۔ اب زیادہ تکلیف نہ کیا کر۔ تیرے لئے کافی ہے۔ تو حضرت عبدالقادر جیلانیؒ سمجھ گئے۔ اور کہا۔ تو شیطان ہے۔ جو چیز رسول کریم صلعم کے لئے کافی نہیں ہوئی۔ وہ عبدالقادر کے لئے کیسے کافی ہو سکتی ہے (آپ آخر دن تک عبادت کرتے رہے) اس کے بعد تاریکی چھا گئی۔ شیطان نے دوسرا وار اپنے ہتھیار سے کیا اور کہنے لگا۔ تو بڑا عقلمند ہے۔ اپنے علم کی وجہ سے تو نے مجھے پہچان لیا۔ ورنہ اس مقام سے میں نے بہتوں کو گرایا ہے۔ اس پر حضرت عبدالقادرؒ نے فرمایا۔ اب تو مجھے اس راہ سے گرانا چاہتا ہے۔ کہ میں بہت بڑا عالم ہوں اور شیطان کو پہچان سکتا ہوں۔

شیطان باریک سے باریک راہیں تلاش کرتا ہے۔ اور خون کے ذروں کی طرح جسم کے ایک ایک حصے میں سرایت کرتا ہے اس کے وار سے بچنا ایک مشکل مقام ہے اس واسطے یہ فرمایا واما ینزغنک من الشیطان نزغ فاستعذ باللہ انہ ھو السمیع العلیم۔ یہ جو تم اچھا کام لے کر کھڑے ہوتے ہو۔ اگر تم اس پر نازاں ہو جاؤ گے۔ اور اپنے آپ کو نیک سمجھنے لگو گے۔ تو تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

معمولی فائدہ کے لئے بزدلی کا اظہار

"میرا باپ قادیانی ہے میں نہیں"

شیطان بعض اوقات انسان کے دل میں ایسی بزدلی پیدا کر دیتا ہے۔ کہ وہ ظاہری اور معمولی فائدہ کے لئے جھوٹ بولنا شروع کر دیتا ہے۔ بڑے بڑے حکام اور با اقتدار لوگ بھی عام طور پر بغض اور تعصب سے پاک نہیں۔ اور کئی نوجوان حصول ملازمت کے لئے جب ایسے لوگوں کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ تو ان سے پوچھا جاتا ہے۔ کیا تم قادیانی ہو؟ وہ بھی شیطان کے زیر اثر ظاہری مفاد کے لئے جھوٹ سے کام لیتے ہیں۔ کہ نہیں جی۔ میرا باپ قادیانی ہے۔ میں نہیں ہوں۔

دعوت الی اللہ کو دنیوی خسارہ کے لئے چھوڑ دینا بدنصیبی ہے

یہی وجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ دعوت الی اللہ کا کام ہے تو احسن بلکہ سب سے اچھا کام ہے۔ مگر اس کی راہیں بہت کٹھن ہیں۔ اور طرح طرح کی تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں۔ بار بار اپنی صفائی پیش کرنی پڑتی ہے کہ اننی من المسلمین اور اپنے اسلام کو ثابت کرنے کے لئے مسلسل جد و جہد کرنی پڑتی ہے۔ جیسا کہ ہمارے حضرت صاحبؑ اور ہماری جماعت آج تک کر رہی ہے۔ مشکلات کے خوف سے وہ کام جو خدا کی نظر میں بلند ہے۔ ادھورا چھوڑ دینا شیوہ جوانمردی نہیں۔ آخر اس کے مقاصد دنیاوی تو ہیں نہیں تو پھر دنیاوی خسارہ کے ڈر سے اسے چھوڑ دینا بڑی بدنصیبی ہو گی۔ اگر انسان دو چار قدم چل کر بیٹھ جائے۔ اور منزل پر نہ پہنچے تو اس کو کیا فائدہ حاصل ہو گا۔ اصل مقصد تو حاصل نہ ہوا۔ راہ حق کے متلاشی کو کٹھن راہوں سے ضرور گذرنا پڑتا ہے اور اس کو وہاں پہنچنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔ کیونکہ اللہ کا فضل اس کے شامل حال ہوتا ہے۔ اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت۔ اسے اللہ جو تو عطا کرے۔ اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ تمام دنیا کی طاقتیں بھی جمع ہو کر اسے نہیں روک سکتیں۔ جو خدا عطا کرے۔ اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ عطا ہو۔ اسے کوئی دے بھی نہیں سکتا۔ ولا ینفع ذا الجد منک الجد۔ دولت مند کی دولت اور اثر و رسوخ خدا کے ہاں کام نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ جس پر چاہے اپنا فضل نازل کرے اور جسے چاہے اپنی رحمت سے نوازے۔ آپ کی منزل دور ہے۔ اور اس منزل تک آپ کو اس کٹھن راہ پر چلنا ہے اور جس کام کا بیڑا اٹھانا ہے۔ اسے نباہنا ہے تاکہ خدا کے پاس سرخروئی سے جائیں۔ اگر ہم کہیں آدھے راستے میں بھٹک گئے تو پھر خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بن جائیں گے۔ دنیا میں بھی تکلیف اٹھانی پڑے گی اور آخرت کا بھی کچھ نہ بنے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شیطان کی وسوسہ اندازی سے بچائے۔ آمین۔

روحانی رنگ میں

جلسہ سے فائدہ اٹھائیں

جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض اور اس جلسے کے انعقاد کے مقاصد میں نے بیان کئے۔ اب میں یہ گذارش کرتا ہوں کہ آپ اس جلسے کی شرکت سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں۔ اگر علمی رنگ میں ہم آپ کو کوئی نئی بات نہیں بتا رہے۔ تو بھی آپ روحانی رنگ میں ضرور فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اپنے مقصد کو ہمیشہ کے لئے مدنظر رکھنا چاہیئے۔ اگر انسان اپنے مقصد کو مدنظر رکھ کر اس کے حصول کی کوشش کرے تو کوئی ایسی مشکل نہیں جو اس کی راہ میں حائل ہو سکے۔ دنیا کی یہ عظیم الشان ایجادات اسی بات کا نتیجہ ہیں۔ کہ ایک انسان اپنے سامنے ایک مقصد رکھ لیتا ہے۔ اور پھر اپنی تمام عمر اسے حاصل کرنے کے لئے صرف کر دیتا ہے۔ آخر وہ ایک بڑا کارنامہ سرانجام دے کر دنیا سے جاتا ہے۔

اپنی روح کو موت سے بچائیے

دنیا میں منافرت اور مخالفت ہر اچھے کام کی چلی آتی ہے۔ آپ کے خلاف بھی منافرت موجود ہے۔ اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ اور اپنی روح کو موت سے بچانے کے لئے مسلسل جد و جہد جاری رکھنی چاہیئے۔ کیونکہ اگر انسان کی روح مر گئی تو پھر اس کا سب کچھ بگڑ گیا۔ جسم کی موت تو کوئی ایسی بڑی اہمیت نہیں رکھتی۔ جسم نے تو آخر فنا ہونا ہے۔ مگر روح کے مر جانے سے اصل موت واقع ہوتی ہے اور اگر کسی نیک مقصد کے لئے جان چلی جاتی ہے۔ تو اسے موت نہیں کہا جا سکتا۔ وہ نوجوان جنہوں نے دنیا کی بہت کم بہاریں دیکھی ہوتی ہیں اور جن کے دل کئی آرزوؤں۔ امنگوں اور ولولوں سے پر ہوتے ہیں۔ جب کسی بلند مقصد کی خاطر جان دے دیتے ہیں۔ جس طرح گذشتہ پاک بھارت جنگ میں کئی ایسے نوجوانوں نے قربانی دی۔ تو ہم ان کی زندگیوں کو بے مقصد نہیں سمجھتے۔ ان کے جسم تو مر گئے مگر ان کی روح کو دائمی زندگی مل گئی۔ قرآن نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے:۔ لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون۔

اس دنیا میں کئی ایسے لوگ ہیں۔ جو بے مقصد زندگی گذار رہے ہیں۔ گو ہم انہیں زندہ سمجھتے ہیں۔ مگر در حقیقت وہ مردہ ہیں کیونکہ ان کی روحیں مر چکی ہیں۔ حضرت رسول کریم صلعم نے انہیں مردے ہی کہا ہے۔ اور ان کے گھروں کو قبور کہا ہے۔ آپ نے نہ صرف منکرین اسلام ہی کے گھروں کو قبور کہا ہے بلکہ ان تمام لوگوں کو جو بے دین اور مذہب سے بے تعلق ہیں ان کو مردہ اور ان کے گھروں کو بھی قبور کہا ہے۔

امام زمانؑ کی زندگی کا ایک واقعہ

اس سلسلے میں حضرت امام زمانؑ کی زندگی کا ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔ دہلی کی جامع مسجد میں جلسہ کے موقعہ پر جب مخالفین کا غیض و غضب بڑھ گیا۔ تو مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے جو حضرت صاحبؑ کے ہمراہ تھے۔ کچھ تشویش کا اظہار کیا۔ اس پر حضرت صاحبؑ نے فرمایا۔ مولوی صاحب! آپ متفکر نہ ہوں یہ تو مردہ لوگ ہیں۔ ہم زندہ ہیں۔ اس لئے یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ واقعی وہ کچھ بھی نہ بگاڑ سکے۔ خدا تو اپنے فرشتوں کے ذریعہ اپنے بندوں کو نجات دیتا ہے اور ایسے حالات پیدا فرما دیتا ہے جو معاون ہوں۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً۔

مضبوط ایمان کی ضرورت

اس بے خوفی کے لئے ایمان کی ضرورت ہے۔ اگر ایمان مضبوط اور کامل ہو۔ صحیح مقصد بھی مدنظر ہو۔ تو شیطان انسان کو بزدل نہیں بنا سکتا۔ یہی وجہ ہے۔ آپ کا آج تک کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکا۔ اور اگر مادی رنگ میں کچھ بگڑ بھی جائے۔ اور آپ کے اعلیٰ مقاصد کو نقصان نہ پہنچے۔ تو آپ کی روح زندہ رہے گی۔ جو اصل شئے ہے۔

اپنے نفسوں کی فکر کرو

ایک اور بات میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں۔ اس زمانہ میں جہاں اور جس مجلس میں آپ جائیں طرح طرح کی باتیں آپ سنتے ہیں نکتہ چینیاں عام فیشن ہے مگر اصلاح کوئی

نہیں کرتا۔ ہمارا کام نکتہ چینی کرنا نہیں ہے قرآن کریم نے فرمایا ہے :-

"علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم۔

تم اپنے نفسوں کی فکر کرو۔ ملک میں ہوا بڑی مسموم ہے۔ جیسے ایک وبا پھیل جاتی ہے اور اس سے ہر ایک متاثر ہوتا ہے اسی طرح جب کوئی معاشرہ مسموم ہو جاتا ہے تو اس قوم کے تمام افراد کا جو اسی ہوا میں سانس لیتے ہیں۔ اس سے متاثر ہونا ضروری ہے مگر یہ دل برداشتہ ہونے کی بات نہیں۔ بلکہ سوچنا چاہیئے کہ اس مشکلات کے دور میں اور معاشرے کے اخلاقی بگاڑ کے اس زمانہ میں جبکہ ہر کس و ناکس شاکی ہے، ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ ہمارے لئے راستہ تو قرآن کریم نے تجویز کر دیا ہے۔ اس پر عمل کرنا چاہیئے علیکم انفسکم۔ اپنی اپنی فکر ضرور کرنی چاہیئے۔

دوسروں کی بدی ہمارے لئے ضرر رساں نہیں۔

اور یہ بات ضرور مد نظر رکھنی چاہیئے۔ کہ ہم خود ویسے نہ بن جائیں جس قسم کی باتوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ مثلاً اگر ہم خود بددیانت اور خائن نہیں ہیں۔ اگر ہم غاصب۔ دھوکہ باز اور فریبی نہیں ہیں اگر ہم تجارت میں دھوکہ بازی اور ملاوٹ نہیں کرتے۔ اگر ہم جلب زر کے پیچھے اندھا دھند پڑے ہوئے نہیں ہیں۔ اور اگر ہم کسی قسم کے اخلاقی بگاڑ میں ملوث نہیں تو ہم نے اپنا فرض صحیح ادا کر دیا ہے۔ دوسروں کی بدی ہمارے لئے ضرر رساں نہیں ہو سکتی۔

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد

ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ دنیا اس وقت مادہ پرستی کا شکار ہے۔ اور دین کی طرف قطعاً کوئی توجہ نہیں۔ اگر ہمارے بھی تمام تر اوقاتِ زندگی دنیا کے لئے ہو کر رہ گئے ہیں اور خدا کے لئے ہمارے پاس کوئی وقت نہیں تو یہ بدترین صورتِ حال ہے۔ اس سے ہمیں ڈرنا چاہیئے۔ ہم وہ لوگ ہیں جن سے یہ وعدہ لیا گیا ہے۔ کہ "دین کو دنیا پر مقدم کریں گے" اس کو نہیں بھولنا چاہیئے

دعا کا ہتھیار اور اس کی اہمیت

ایسی مشکلات میں ہمیں ایک بڑا اور کارآمد ہتھیار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے

اندریں وقت مصیبت چارۂ ما بیکساں
بجز دعائے بامداد و گریۂ اسحار نیست

دعا سے دنیا میں بڑی بڑی کرامات اور معجزات رونما ہوتے ہیں۔ جنہیں ہم نے اپنی زندگیوں میں بھی دیکھا ہے۔ قرآن شریف نے ہر مشکل کا علاج یہی بتایا ہے و استعینوا بالصبر والصلوٰۃ۔ بنی اسرائیل پر بھی جب مصائب آتے ہیں تو یہی کہا ہے واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ

یوں تو قرآن دنیا میں پہلے سے موجود تھا۔ مگر ایک شخص نے اسے ہمارے سامنے کھول کر رکھ دیا۔ کہ صرف یہ ہتھیار ہے جو تمہارے کام کا ہے۔ اس کو تم استعمال کرو۔ اور صبر کے ساتھ ہر مشکل سے نجات کے لئے دعا مانگو۔

وعظ کیلئے نمونہ کی ضرورت

میں نے جو باتیں عرض کی ہیں۔ ان میں وعظ کا رنگ ضرور ہے۔ اگرچہ میں خود اس قابل نہیں کہ وعظ کروں۔ کیونکہ واعظ کا اپنا نمونہ ہونا چاہیئے۔ میرا نمونہ اس قابل نہیں ہے۔ اور جب تک نمونہ نہ ہو، وعظ کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ اور بعض دفعہ بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے۔

حضرت صاحبؑ نے ایک مولوی صاحب کا واقعہ بیان کیا ہے، کہ ایک دفعہ ایک مولوی صاحب نے چندہ جمع کرنے کی تحریک کی کہ جامع مسجد تعمیر کرنی ہے۔ اس کی خوش بیانی اور خوش الحانی سے ایک خاتون بھی متاثر ہوئی۔ اور اس نے اپنی ایک پازیب اتار کر دے دی۔ اس پر مولوی صاحب نے کہا۔ کہ تو نے اپنا ایک پاؤں تو دوزخ سے نکال لیا ہے۔ مگر تو چاہتی ہے کہ دوسرا دوزخ ہی میں رہے۔ اس پر اس نے دوسری بھی اتار کر دے دی۔ مولوی صاحب کی بیوی بھی وہاں موجود تھی۔ مولوی صاحب نے دیکھا کہ وہ رو رہی ہے، وہ بھی متاثر ہوئی۔ اور گھر آ کر اس نے اپنا تمام زیور مولوی صاحب کو پیش کیا تاکہ وہ بھی دوزخ کی آگ سے بچ جائے۔ اس پر مولوی صاحب نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ کہ وہ تو چندہ جمع کرنے کا ایک دھندا ہم نے کھڑا کیا ہے۔ تجھے زیور دینے کی ضرورت نہیں۔

اچھی باتوں کو دل میں جگہ دیں اور عمل میں لائیں

یہ واقعہ حضرت صاحبؑ نے اس لئے بیان کیا ہے۔ کہ جب تک اپنا نمونہ نہ ہو۔ وعظ مفید نہیں ہوتا۔ اب قطع نظر اس کے کہ کہنے والے کا عمل کیا ہے۔ آپ اس بات پر غور کریں۔ کہ اس نے کہا کیا ہے۔ آپ یہ کہیں کہ ماقال یہ نہ کہیں کہ من قال

اگر میری یہ باتیں آپ کے کام کی ہوں۔ تو ان کو اپنے دل میں جگہ دیں۔ اللہ تعالےٰ میرے اپنے دل پر بھی ان باتوں کا اثر کرے۔ اور میں ان سے فائدہ اٹھاؤں۔ اور اللہ تعالےٰ آپ کو بھی ان سے فائدہ پہنچائے

اوصیکم وایای بتقوی اللہ۔

سو میں آپ کو اور خصوصیت سے اپنے آپ کو تقویٰ اللہ کی نصیحت کرتے ہوئے تقریر ختم کرتا ہوں۔

اشاریہ

جس میں مضامین قرآنی کی مفصل فہرست دی گئی ہے۔ اس کے پانچ ابواب ہیں اور ہر باب میں مختلف عنوانات کی سرخیاں قائم کی گئی ہیں، متلاشی کو جس مضمون کی ضرورت ہو، عنوان دیکھ کر آسانی سے قرآن کریم سے نکال سکتا ہے اور پھر اس عنوان کے تحت قرآن کریم میں بھی جن مقامات پر متعلقہ مضمون کا ذکر آیا ہے۔ اس کو یکجا علی الترتیب سورتوں میں دیا گیا ہے۔ ہر قسم کی سہولت کو مدنظر رکھ کر سورۃ کا نام، سورۃ نمبر، آیت نمبر اور سورۃ کا رکوع تک دیا گیا ہے، تاکہ تلاش کنندہ کو کسی قسم کی پریشانی نہ ہو اور ساتھ ہی ابتدائی جملہ آیت اور آیت کی انتہا تک کا جملہ دیا گیا ہے جس حد تک نفس مضمون کا تعلق ہے۔ اس آسانی سے تلاش کنندہ کو کسی قسم کی تکلیف کا سامنا نہیں ہوگا۔

مفید معلومات

① قرآن کریم کی ۱۱۴ سورتوں کی فہرست مع تشریح درج کی گئی ہیں
② رموز اوقاف کی تفصیل
③ قرآن کریم میں جن جن مقامات پر الف زائد ہے، تمام مقامات بحوالہ دیدئے گئے ہیں۔
④ قرآن حکیم میں جن جن مقامات پر سجدہ کیا جاتا ہے، بمعہ حوالہ جات درج ہیں۔
⑤ قرآن کریم کے وہ مقامات جہاں زبر، زیر، پیش غلط پڑھنے سے کفر لازم آتا ہے
⑥ قرآن کریم کے حروف کی تعداد مع دیگر حرکات، نقاط، سورۃ کہف اور سیپارہ وغیرہ
⑦ حروف قرآنیہ کی مفرد تعداد
⑧ طریقہ آداب تلاوت
⑨ سید المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مختصر اور شجرہ نسب
⑩ جدول واقعات سنہ ہجری اور شمسی لحاظ سے دیئے گئے ہیں
⑪ نقشہ شجرہ نسب نامہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھ انساب امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما
⑫ جدول کسوف شمس عہد نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
⑬ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت اسماعیل علیہ السلام تک کی علیحدہ علیحدہ عمریں
⑭ کاتبانِ وحی
⑮ نقشہ غزوہ سرایا اس جنگ میں حضور بذات خود موجود ہوتے تھے مکمل تفصیل درج ہے
⑯ تعداد ایام قیام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بعالم [illegible]
⑮ دو ہزار برس کا کیلنڈر

سائز ۳۰×۲۰/۸
ضخامت: ۱۱۲ صفحات، گرد پوش دو رنگہ خوبصورت
ہدیہ: چار روپے علاوہ محصولڈاک

خط و کتابت کا مختصر پتہ ...... دفتر بیت القرآن ...... پوسٹ بکس ۱۰۴۸ لاہور

دارالکتب اسلامیہ برانڈرتھ روڈ لاہور

(جلسہ یوم میلاد النبیؐ ڈھاکہ از ملک)

تعلیمات روزِ روشن کی طرح بلند ثابت ہوئی ہیں۔ یہ جلسہ تین بجے سے شروع ہو کر شام کے چھ بجے تک جاری رہا۔ حاضرین کی تعداد ایک سو کے قریب تھی۔ پونے چھ بجے کچھ نوجوان اچانک باہر سے آ گئے اور انہوں نے جلسہ گاہ میں سخت شورش برپا کی اور احمدیہ ٹریکٹ وغیرہ جو ہم تقسیم کے لئے جلسہ میں لے گئے تھے بالآخر وہ سب زبردستی چھین لئے۔ ڈپٹی خلیل الرحمن صاحب کا بیان ہے کہ میں نے اسی وقت دل میں فیصلہ کر لیا کہ ہم کو کامل صبر سے کام لینا چاہیئے اور کسی سے لڑنا نہیں چاہیئے۔ جلسہ کے اختتام میں صرف ۱۵ منٹ باقی تھے۔ میں نے جلسہ ختم کر دیا۔ اور سب دوست اپنے ٹھکانوں پر چلے گئے۔ باہر سے آئے ہوئے دوستوں کو میں نے اپنے گھر میں چائے پر بلا لیا۔

والسلام نامہ نگار از ڈھاکہ

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۶)

آیا ہے :- حب الدنیا راس کل خطیئۃ۔ دنیا سے محبت تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔ اگر یہ سچ ہے کہ روحانی بیماریاں پھیل رہی ہیں تو مسیحا کو بھی ضرور آنا چاہیئے۔ اور وہ آیا اور عین وقت پر آیا۔ پس مسیح کا آنا باعث اعتراض نہیں بلکہ عین خوبی، عین کمال اور تقاضئے وقت ہے۔ روحانی امراض سے شفا یابی حاصل کرنا ایک عظیم کامیابی ہے۔ اگر ہم سمجھ سکیں تو یہ ہماری خوش قسمتی ہے۔ ضرورت ہے کہ مسیحائی کے دعوے کو پیش کیا جائے اور شدومد کے ساتھ پیش کیا جائے کیونکہ آج دنیا کی بالعموم اور مسلمان قوم کی بالخصوص نجات حضرت مجدد وقتؑ کے دعویٰ مسیحیت کو تسلیم کرنے میں مضمر ہے۔

خان عبد العزیز خانصاحب مرحوم کے حالاتِ زندگی

(بسلسلۂ صفحہ ۲)

خدا تعالےٰ نے مالی وسعت عطا فرمائی ہے وہ اس کارِ خیر میں حصہ لیں تو بنی نوع انسان کی بہت بڑی خدمت ہے۔ محترم میاں فاروق احمد صاحب پر اس عملی وعظ کا اس قدر اثر ہوا کہ انہوں نے ایک پورا ٹرک ایک دن خانصاحب کو برائے تقسیم بھیجا اور پھر دوسرا ٹرک کچھ یوم کے بعد۔ اور خانصاحب مرحوم مستحق لوگوں کو تلاش کر کے ان میں تقسیم فرما دیتے۔ دو تین ٹرک محترم میاں فاروق احمد صاحب نے ہسپتال اور شہر کے دیگر حصوں میں بھی تقسیم کے لئے بھیجے۔

(۲) ایک پاؤں کی جوتی جو آپ نے بازار سے خریدی جس کی قیمت بھی خاصی ادا کی گئی۔ اور اس نے پاؤں کو تنگی بھی دی۔ آپ نے سوچا کہ خدا کے حضور دعا کر کے جاؤں اور پھر جوتی خریدوں۔ چنانچہ اسی حدیث کے تحت کہ جوتی کا تسمہ بھی چاہیئے تو اس کے لئے بھی دعا ضروری ہے۔ آپ دو نفل پڑھ کر اور دعا کر کے بازار گئے۔ جوتی بھی سستے داموں ملی اور آرام دہ بھی۔ پہلی جوتی عملی طور پر شکرانہ ادا کرنے کے لئے کسی مستحق کو دے دی۔

(۳) ایک شخص محمد شریف نامی آپ کے ہوٹل میں آ کر ٹھہرا۔ اُس سے جان نہ پہچان۔ پچاس ہزار روپے کی اسے ضرورت پڑی۔ دگرنہ اس کی سیکیورٹی ضبط ہو جاتی۔ پچاس ہزار روپے کی خطیر رقم اسے بغیر تحریر کے دے دی کہ وہ چند یوم کے اندر ادا کر دے گا۔ لیکن اس خدا کے بندے نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا۔ مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب کو بھی دعا کے لئے تحریک کی اور خود بھی دعاؤں میں بہت عجز و الحاح سے کام لیا۔ مکرمی مرزا صاحب نے روپیہ واپس ملنے پر 5% اپنی محنت کا صلہ ادا کرنے کو کہا۔ اور خانصاحب بھی مان گئے چنانچہ روپیہ ادا کرنے کے ڈیڑھ سال بعد ایک رقم بذریعہ تار چھ ہزار روپے کی پہلی قسط موصول ہوئی۔ اور پھر جلدی اس نے پچاس ہزار روپے کی پوری رقم بلکہ غلطی سے تین ہزار زائد ادا کر دیا۔ جو خانصاحب مرحوم نے فوراً واپس منی آرڈر کر دیا۔ اتنے میں اس کی تار آئی کہ تین ہزار زائد روپیہ وہ غلطی سے دے چکا ہے جس کے جواب میں خانصاحب نے لکھا کہ موصوف اسے پہلے ہی واپس بھیج چکا ہے وہی شخص پھر کسی دوسرے وقت قرض کی ادائیگی کے بعد اُن کے ہوٹل میں آ کر ٹھہرا۔ تو اس نے بتلایا کہ اس کی راتیں بے چینی سے گذرتی تھیں اور اس کو ڈراؤنے خواب آتے تھے حالانکہ اُس کی عادت میں داخل تھا کہ چکنی چپڑی باتوں سے کام نکال کر پھر رقم واپس نہ کرتا ہے۔ محترمی مرزا مظفر بیگ صاحب کو 5% کے حساب سے بھیجتے رہے اور مرزا صاحب موصوف نے مستحقین میں تقسیم فرما کر اس کی رسیدات خانصاحب کی خدمت میں بھیجدیں۔

ایک دفعہ خانصاحب نے مرزا صاحب کو فرمایا کہ یہ رقم تو آپ کے ذاتی مصارف کے لئے بھیجی گئی تھی۔ مرزا صاحب کا جواب تھا کہ وہ خود ہی تو اسے اس طرح صرف فرماتے ہیں۔

(۴) ان کی کوٹھی ملٹری والوں کے پاس ایک عرصہ سے ماہوار کرایہ پر تھی۔ صاحب موصوف اپنی ضروریات کے لئے اسے خالی کرانا چاہتے تھے۔ فوج کے حکام کو ملے اور کہا سنا بھی۔ لیکن وہ خالی کرنے پر رضامند نہ ہوتے۔ صاحب موصوف دعاؤں میں مشغول رہے۔ آپ کا کرایہ دار ایک کرنل تھا۔ اُسے کہا۔ انہوں نے راستہ بتلایا کہ فلاں بڑے فوج کے افسر ہیں اور شریف انسان ہیں۔ اُن سے مل کر کہیں۔ چنانچہ دعاؤں اور اسباب سے کام لیا گیا اور حسب منشا فوج والوں نے وہ کوٹھی خالی کر دی۔

(۵) جہاں پر آجکل AZIZ MANSION کی عظیم الشان عمارت کھڑی ہے۔ اُس کے سامنے محصول چونگی والوں کی POST جو عمارت کے پس منظر کو خراب کرتی تھی۔ کارپوریشن کے حکام سے ملے لیکن کوئی بات بنتی نظر نہ آئی۔ آخر بذریعہ عجز و الحاح خدا تعالےٰ سے استمداد کی گئی۔ استجابت دعا کا نشان ظاہر ہوا اور تھوڑے ہی عرصے میں چونگی کے حکام نے اپنی پوسٹ کی عمارت وہاں سے تبدیل کر لی۔

(۶) ایک دفعہ خانصاحب موصوف کو ایک ایسے آدمی سے پالا پڑا جو کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ اس سے ملے تو اس نے اُن کی بات کو توجہ سے نہیں سنا۔ خانصاحب کا دستور تھا کہ جب دعا کرنی مقصود ہوتی دو رکعت نفل ادا کرتے اور اسی میں دعا کرتے۔ چنانچہ حسب دستور انہوں نے دعا کی اور پھر اس آدمی کے پاس گئے۔ ابھی خان صاحب دُور ہی سے آتے اسے دکھائی دیئے کہ وہ کہنے لگا کہ خانصاحب میں تو آپکی انتظار میں تھا۔ فرمایئے کیا چاہتے ہیں۔ اس طرح خدا تعالےٰ اور دعا پر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی طفیل ان کو ایک پختہ اور زندہ ایمان پیدا ہو گیا تھا۔ چار سال کا طویل عرصہ بیماری کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا اور دنیوی آلائشوں اور کدورتوں سے پاک و صاف ہو کر خدا تعالےٰ کے دربار میں حاضر ہو گئے۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

جمعہ کی نماز خود پڑھاتی یا کوئی اور پڑھاتے۔ نماز کے بعد حضرت صاحبؑ کی کتب سے ان کے پاکیزہ ملفوظات سناتے بیں اصرار سے کام لیتے تھے اور ان کا جی نہیں بھرتا تھا۔ جب تک کہ کلمات طیبات کو سنا کر مجلس میں روحانی کیفیت پیدا نہ کر لیتے۔ گھر میں اپنی بیگم صاحبہ اور بیوہ بہن کی مدد سے غرباء اور مستحقین میں کپڑے اور نقدی تقسیم کر کے خاص لطف اٹھایا کرتے۔ ان کی کسی بات میں ظاہر داری، ریا یا تصنع نہیں تھا۔ حج بیت اللہ کے لئے آمادہ ہوئے تو اپنے بچوں تک کو معلوم نہیں تھا۔ کہ حج کو تشریف لے جا رہے ہیں۔ اسی طرح واپسی کے متعلق بھی کوئی اطلاع نہیں دی۔ اور چپکے سے واپس گھر پہنچ گئے۔ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ آپ نے خانہ کعبہ میں جا کر فریضہ حج ادا کیا ؎

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

(۷) ایک دفعہ مشرقی پاکستان کا ایک آدمی آیا۔ کہ اس کا بوریوں کا کارخانہ ہے ان دنوں پٹ سن کی بوریوں کی قلت تھی۔ حضرت خانصاحب نے اسے ایک ہزار روپیہ کا چیک دیا کہ بوریاں بھیجدی جائیں وہ شخص ملتان سے کئی اور آدمیوں سے بھی کافی کافی رقمیں وصول کر کے کراچی میں کسی ہوٹل میں چھپ کر زندگی بسر کرتا تھا۔ خان صاحب نے حسب دستور پھر دعا پر زور دیا اور اسباب سے کام لیتے ہوئے اسے تلاش کرتے ہوئے کراچی پہنچ گئے۔ دو چار اور آدمی بھی جن کی رقمیں اس نے ہتھیائی ہوئی تھیں ان کے ساتھ ہو لئے۔

اس وقت وہ ہوٹل میں نہیں تھا کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ پولیس کو اس کی جعلسازی کی اطلاع دی گئی۔ پولیس کی مدد سے تھانہ میں لے جا کر اس کے سامان کی تلاشی کی گئی۔ لوگوں کی نقد رقم تو وہ خورد بُرد کر چکا تھا۔ خانصاحب کے دیئے ہوئے چیک میں کوئی غلطی پُر کرنے میں رہ گئی تھی۔ اس لئے وہ CASH نہیں ہو سکا۔ وہ اسی طرح سے اس کے سامان سے تلاشی لیتے وقت مل گیا اور اس طرح دعا کی استجابت کے نتیجے میں ان کا کچھ بھی نقصان نہیں ہوا۔ اور چیک واپس مل گیا۔

الغرض ان کی کس قدر خوبیوں کا ذکر کیا جائے۔

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

ان کے بڑے بیٹے محمد شریف خاں صاحب کو اپنے والد ماجد کی زیادہ خدمت کا موقعہ ملا۔ اور چھوٹے بیٹے محمد صدیق خانصاحب بھی ان سے کم نہیں ہیں۔ اللہ اللہ تعالےٰ دونوں کو اپنے مرحوم عظیم باپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور خدمتِ دین۔ خدمتِ سلسلہ اور خدمتِ خلق میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ اللہ تعالےٰ مرحوم خان صاحب کو اعلےٰ علیین میں بلند مقام عطا فرمائے اور پسماندگان اور ان کے غم میں شریک احباب کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین ثم آمین۔ والسلام

خاکسار: عبدالعزیز۔ ریلوے گارڈ
خان پور

اخبارِ احمدیہ

عطیہ

—— سمندر خاں صاحب نے مبلغ دس روپے عطیہ دیئے ہیں۔ ان کی لڑکی عزیزہ عائشہ صدیقہ نے 526 نمبر لے کر بی۔ ایڈ۔ میں پشاور یونیورسٹی میں سیکنڈ پوزیشن حاصل کی ہے اس کے علاوہ ان کی پوتی عطیہ شہناز نے میٹرک کا امتحان اچھے نمبروں پر پاس کیا ہے۔ الحمد للہ

ان دونوں کی خوشی میں مبلغ پانچ روپے انجمن کو ارسال کئے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کے فرزند عبدالحکیم تنول صاحب کو اللہ تعالےٰ نے بچہ عطا کیا ہے اس خوشی میں بھی انجمن کو -/5 روپے ارسال ہیں اور دعا کی درخواست ہے کہ خدا نومولود کو لمبی عمر عطا فرمائے نیک اور سعادتمند بنائے۔ آمین۔ والسلام

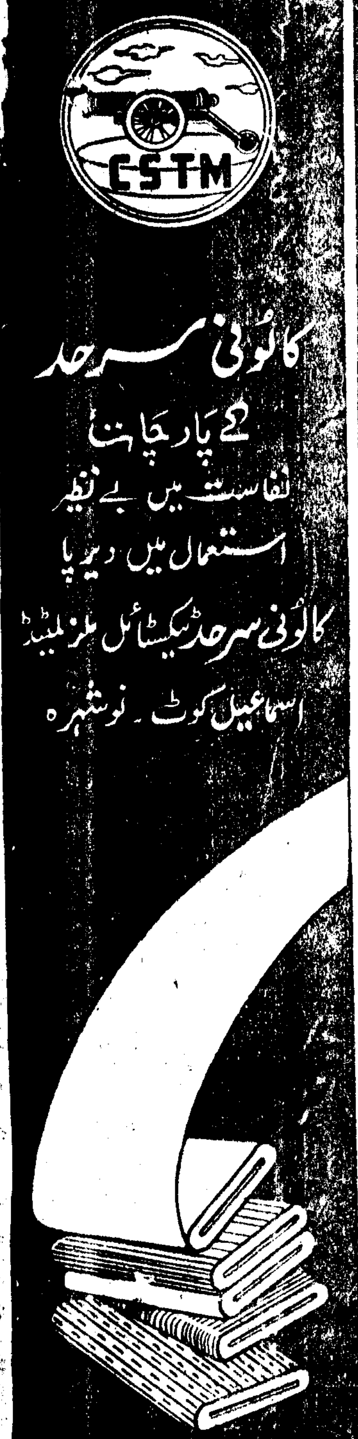

آفتاب الدین احمد ہومیوپیتھک دار الشفاء
ایک رفاہی ادارہ ہے
جہاں سے
یومیہ سینکڑوں مریض خود آکر اور بیسیوں بذریعہ
خط و کتابت مفت ادویات اور مشورے حاصل کرتے ہیں
آپکی اعانت کا شکریہ
اعزازی مہتمم دار الشفاء
احمدیہ بلڈنگس لاہور

بہترین علاج
بواسیر۔ جسمانی کمزوری۔ ضعف اعصاب۔ فالج۔ گنٹھیا
رتلی۔ ریح۔ سل۔ پرانے بخار کے شفا بخش
علاج ڈاک سے منگائیے۔
خط ملنے پر کتاب رفیق شباب مفت
حکیم محمد شفیع چشتی
شیرو۔ ڈ۔ خ جام پور۔ ڈیرہ غازی خاں

پیغام صلح ۳۱ جولائی ۱۹۶۸ء رجسٹرڈ ایل ۲۳۸ شمارہ نمبر ۳۰

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نور الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۱۳۸

ٹیلیفون نمبر ۳۰۳۴۷
تار کا پتہ: تبلیغ لاہور

ہفت روزہ

پیغامِ صلح

لاہور
"پاکستان"

جلد ۵۶ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۱ جمادی الاوّل ۱۳۸۸ھ مطابق ۷ اگست ۱۹۶۸ء | شمارہ نمبر ۳۱

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں
میں تیرے خالص محبّوں کا گروہ بھی
بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں۔ نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ رحمہم قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں رحمہ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

اسلام کی پانچ بنیادیں

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علیٰ خمسٍ شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ واقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان۔

ترجمہ:—

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔

نوٹ:— از حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم ومغفور:—

اس میں کلمہ شہادت کو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے ساتھ پانچ بنیادوں میں سے ایک بنیاد قرار دیا ہے حالانکہ اصل بنیاد لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی ہے یہ باقی اسی بنیاد پر بنیادیں ہیں۔ چونکہ یہاں اسلام کا ذکر تھا۔ اس لئے اعمال جوارح کو ساتھ بیان کیا ہے مگر خالی اعمال جوارح اسلام میں داخل کرنے کے لئے کافی نہیں جب تک کہ اعلان ساتھ نہ ہو۔ خواہ وہ اعلان بذریعہ قول ہو یا عمل۔ کیونکہ لوگوں کو علم اقرار کا ہو سکتا ہے اعمال کا نہیں۔ چونکہ روایت بالمعنے ہے۔ اس لئے ترتیب میں روزوں کو پیچھے کر دیا ہے۔

(فضل الباری)

راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعائیں مانگو

تلاش کرنیوالا اور طلب کرنیوالا کبھی محروم نہیں رہا

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خدا تعالےٰ بڑا کریم ہے۔ اس کی کریمی کا بڑا گہرا سمندر ہے۔ جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ اور جس کو تلاش کرنیوالا اور طلب کرنیوالا کبھی محروم نہیں رہا۔ اسلئے تم کو چاہیئے کہ راتوں کو اٹھ کر دعائیں مانگو، اور اس کے فضل کو طلب کرو۔ ہر ایک نماز میں دعا کے لئے کئی مواقع ہیں۔ رکوع۔ قیام۔ قعدہ۔ سجدہ وغیرہ۔ پھر آٹھ پہروں میں پانچ مرتبہ نماز پڑھی جاتی ہے۔ فجر، ظہر، عصر، شام اور عشاء ان پر ترقی کرکے اشراق اور تہجد کی نمازیں ہیں۔ یہ سب دعا ہی کے لئے مواقع ہیں۔ نماز کی اصلی غرض اور مغز دعا ہی ہے۔ اور دعا مانگنا اللہ تعالےٰ کی قدرت کے عین مطابق ہے۔ مثلاً عام طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ جب بچہ روتا ہوتا ہے، اضطراب ظاہر کرتا ہے۔ تو ماں کس قدر بیقرار ہو کر اس کو دودھ دیتی ہے۔ الوہیت اور عبودیت میں اسی قسم کا ایک تعلق ہے۔ جس کو ہر شخص سمجھ نہیں سکتا۔ جب انسان اللہ تعالےٰ کے دروازہ پر گر پڑتا ہے اور نہایت عاجزی اور خشوع خضوع کے ساتھ اس کے حضور اپنے حالات کو پیش کرتا ہے اور اس سے اپنی حاجات کو مانگتا ہے تو الوہیت کا کرم جوش میں آتا ہے۔ اور ایسے شخص پر رحم کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم کا دودھ بھی ایک گریہ کو چاہتا ہے۔ اس لئے اس کے حضور رونے والی آنکھ پیش کرنی چاہیئے۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۵۱ و ۳۵۲)

اللہ جس کو ہدایت دینا چاہتا ہے اس کا دل اسلام کے لئے کھول دیتا ہے

چیکوسلواکیہ کی نومسلم خاتون کے تاثرات

فاطمہ موزکا چیکوسلواکین خاتون ہیں۔ ان کا انٹرویو عربی مجلہ "حضارۃ الاسلام" اگست ۱۹۶۷ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کا ترجمہ ذیل میں پیش خدمت ہے۔

(بشکریہ ہفت روزہ شہاب)

س:۔ کیا آپ اپنا نیا اور پرانا نام اور عمر بتائیں گی۔

ج:۔ اب میرا نام فاطمہ تسکین ہے۔ اور موزکا میرا مسیحی نام تھا۔ میں چیکوسلواکیہ میں ۱۲ر ستمبر ۱۹۴۳ء کو پیدا ہوئی۔

س:۔ آپ نے اسلام کیوں قبول کیا۔؟

ج:۔ غیر مسلم ممالک کے افراد کو اگر یہ سوال درپیش ہو کہ محمدؐ فلسفی تھے یا آپؐ پر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوئی۔ اور جواب میں ان کے دل دوسری صورت پر مطمئن ہو جائیں۔ تو درحقیقت یہ ان پر اللہ کی رحمت کی کھلی نشانی ہے۔ طویل تلاش کے بعد خواہ یہ فطرۃً ہو یا ارادۃً فرد اس نتیجہ پر پہنچتا ہے۔ اور حقیقت تک پہنچنے کا جو راستہ اختیار کرتا ہے وہ بذات خود حقیقت ہے ساتھ ہی ساتھ وہ اس راستہ پر مبارک سفر شروع کر دیتا ہے۔ جو اللہ نے اپنے تک پہنچنے کے لئے مقرر فرمایا ہے۔

اس راستہ کا آغاز جس کے ذریعے اللہ نے مجھے اسلام تک پہنچایا ہے۔ اس دین کے معاملات کی طرف میری توجہ مبذول ہونے سے پہلے ہی ہو چکا تھا۔ عرصہ پہلے جب میں فلسفیانہ رجحانات اور مختلف مذہبوں پر غور کر کے اپنی استطاعت کے مطابق معلومات جمع کیا کرتی تھی تو اس کا سبب لازماً کسی ایسی چیز کی ضرورت کا احساس تھا۔ جس کو میں بیان نہیں کر سکتی ۔لیکن فطری طور پر جانتی تھی۔ کہ یہ میرے باطن میں موجود ہے۔ اور میں کبھی نہ کبھی اسے پا لوں گی۔

مختلف مذاہب کے مطالعہ اور کئی غیر ممالک کے سفر کے بعد مشرقی تہذیب کی صحیح قدر و قیمت کا کچھ نہ کچھ اندازہ کر چکی تھی۔ یہاں جرمنی میں مسلمانوں سے میرے تعلقات نے مجھے اس دین پر غور کرنے کے لئے آمادہ کیا۔ میرا ابتدائی تاثر بہرحال زیادہ اچھا نہیں تھا۔ کیونکہ میرے جاننے والے مسلمانوں میں زیادہ تر وہ تھے جو محض موروثی طور پر اسلام سے منسوب تھے۔ یا جو اسلام کی بگڑی ہوئی شکل کو جانتے تھے۔ جو مشرق میں رواج پا گئی ہے۔ اس کے باوجود مجموعی طور پر میں اُن کے بلند اخلاق سے متاثر ہوئی۔

جب میں اسلام کی روحانی دنیا میں قرآن اسلامی کتب اور استاد عمر کے ساتھ بحث مباحثہ کے ذریعے داخل ہوئی تو **مجھے پتہ چلا کہ اسلام کی تعلیمات اور مشرقی رسوم میں کتنا عظیم فرق ہے۔** میں نے قرآن میں پڑھا۔ اللہ جس کو ہدایت دینا چاہتا ہے۔ اس کا دل اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔ فوراً ہی مجھے احساس ہوا۔ کہ جیسے اسلام مجھے اپنی طرف مائل کر رہا ہے اور اس کی تعلیمات میری عقل اور فطرت کو مخاطب کر رہی ہیں میرے لئے سب سے زیادہ پُرکشش پہلو اس کا مثالی معاشرتی نظام تھا۔ جو انسانوں کے طبقات کو مساوی قرار دیتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ آسانی و رخصت جس کی کوئی حد نہیں، تمام دنیوی اور روحانی معاملات میں انتہائی آزادی، اس دنیوی زندگی کا بغیر کسی مبالغہ کے اہتمام، طلب علم کے لئے محنت جسے ہر مسلم مرد اور عورت کے لئے فرض کیا گیا۔ پھر عورت کا بلند مرتبہ اور آخر میں (جو اگرچہ آخری چیز نہیں) ہر انسان اور خدا کے درمیان بلا واسطہ تعلق ان سب چیزوں نے مجھے بے اختیار اپنی طرف کھینچ لیا شاہراہ ایمان پر گامزن ہونے کے لئے میں نے کتاب اللہ کا مطالعہ کیا اور اس کے دوران میرا نقطہ نگاہ اسلامی تھا۔ کیونکہ اب مجھ پر یہ واضح ہو چکا تھا۔ کہ اسلام ہی واحد راستہ ہے۔ جس کی طرف اللہ تعالےٰ نے شروع ہی سے انسانوں کی رہنمائی کی ہے اور اسلام ہی حق ہے۔

س:۔ آپ کس تاریخ کو اسلام لائیں ؟

ج:۔ رسمی طور پر میں ۱۲ر اپریل ۱۹۶۳ء میں مسلمان ہوئی۔

س:۔ آپ کے خاندان، دوستوں اور حلقہ تعارف میں آپ کے قبولِ اسلام پر کیا ردِ عمل ہوا۔

ج:۔ یہ ردِ عمل مختلف نوعیتوں کا تھا اور اس نے مجھے اس بات کو جاننے کا بہترین موقع فراہم کیا۔ کہ کن لوگوں کو اپنے تنگ نظرانہ خیالات کے مقابلہ میں میری زیادہ فکر ہے۔ میری والدہ نے تو آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا میری سعادت اور رضا اس چیز کے مقابلہ میں زیادہ اہم ہیں میری **دادی نے اسلام کے تھوڑے ہی مطالعہ کے بعد اعلان کر دیا کہ یہ ایک عمدہ دین ہے جس کا اس سے پہلے تصور نہیں کیا جا سکتا تھا** میری ایک سہیلی نے واضح طور پر اعلان کر دیا۔ کہ میں نے گناہ کیا ہے اس نے فوراً مجھ سے قطع تعلق کر لیا۔

اس طرح مجھے مختلف احساسات کا سامنا کرنا پڑا۔ جن میں میری پوزیشن کو مخلصانہ طور پر سمجھنے کی کوشش سے لے کر واضح دشمنی تک شامل تھی اور کچھ لوگوں نے بے نیازی اور استہزاء کا رویہ بھی اختیار کیا۔

س:۔ آپ کے خیال میں اسلامی تعلیمات کی توضیح و تبلیغ کا بہترین طریقہ کیا ہے ؟

ج:۔ مقام افسوس ہے کہ مسلمانوں کے سامنے فی الحال بہت زیادہ امکانات موجود نہیں۔ **آسان طریقہ جو کوئی مبلغ یا مسلمان طالب علم اختیار کر سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ عمدہ مثال پیش کرے۔ پاکیزہ مظاہرہ مذہب دلپذیر اخلاق اور دینی فرائض کو بجالانے میں استقلال دیکھنے والے غیر مسلموں کے سامنے اسلام کو ایک مثبت شکل میں پیش کرتا ہے۔ لیکن** صورت یہ ہے کہ جب کوئی غیر مسلم شائق اسلام کی گہرائیوں میں جانا چاہتا ہے تو اس کے لئے راستہ زیادہ کشادہ نہیں۔ یعنی عالم اسلام میں اسلامی تربیت کی کمی ہے۔ اس لئے ہر مسلمان مرد اور عورت کے لئے ضروری ہے، کہ وہ کسی اسلامی جماعت سے رابطہ قائم کرے اور اہلِ علم سے استفادہ کر کے اپنی علمی صلاحیت میں اضافہ کرے اس کے بعد وہ غیر مسلموں کی رہنمائی کا کام انجام دے سکتا ہے۔ **اسلامی ممالک کا اتحاد اسلام کی تیز رفتار نشر و اشاعت کے لئے بہترین بنیاد ہے۔ یا کم از کم ایسے ملک کی مدد جس کی حکومت خالص اسلامی ہو۔** مجھے یقین ہے کہ غیر مسلم ممالک اگر متحدہ عالم اسلام کی ہیبت ناک قوت کا نظارہ کر لیں تو ان کا مخالفانہ پروپیگنڈا فوراً ختم ہو جائے گا اور پھر اس وقت وہ سیاسی اغراض کے ماتحت اس متحدہ اسلامی قوت کے ساتھ خوشگوار تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔

مالی مدد کے ذریعے مسجدوں اور ثقافتی مراکز کا قیام ممکن ہو سکتا ہے۔ اسی طرح قرآن اور قیمتی اسلامی تالیفات کے تراجم کو پھیلانے کا کام ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اکثر تراجم اور اسلام کے بارے میں کتب اسلام دشمن رجحانات کے تحت لکھی گئی ہیں۔ اسلام کی توضیح و تفسیر کی ضرورت صرف غیر مسلم ممالک میں نہیں خود مسلمانوں میں بھی ہے۔ اسلام کی اصل روح ذہنوں میں موجود ہونا چاہئے تاکہ اس بنیاد پر مسلمانوں کی فکر نیا رُخ اختیار کر کے کامیابی کے راستہ پر آگے بڑھ سکے۔

اس وقت دنیا میں اسلام کے لئے بہت اچھا موقعہ میسر ہے۔ کیونکہ وہ ایک عالمی دین بننے کی ساری خصوصیات اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور اس وجہ سے انسان کے تمام روحانی اور مادی تقاضے پورا کر سکتا ہے

س:۔ دنیا میں مسلمانوں کے موجودہ حالات کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔

ج:۔ میں نے سابقہ جوابات میں اپنی

(باقی بر صفحہ ۱۱)

ہفت روزہ پیغام صلح ـــــ لاہور ـــــ مؤرخہ ۷ راگست ۱۹۶۵ء

مجلس طلبائے اسلام کا احمدیت کے خلاف معاندانہ پروپیگنڈا

(۱)

حضرت مسیح موعودؑ پر دعوائے الوہیت کا الزام

"مجلس طلبائے اسلام پاکستان احمد پور شرقیہ" کی طرف سے ایک ۱۶ صفحہ کا ٹریکٹ "مسلمان اور مرزائی" کے نام سے حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ جماعت احمدیہ کے خلاف مخالفت اور متعصب مولویوں کے پھیلائے ہوئے زہر نے اب طلباء کو بھی متاثر کرنا شروع کر دیا ہے اور بجائے اس کے کہ وہ اپنی توجہات صرف تعلیم پر مرکوز رکھیں مذہبی مناظرات اور مخالفین احمدیت کی غلط بیانیوں کی اشاعت پر اپنی توجہ اور روپیہ کو صرف کرنے لگے ہیں۔ خود تو انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ اور جماعت احمدیہ کی کتابوں کو نہ دیکھا نہ پڑھا نہ اتنی استعداد ہے کہ ان حقائق کو سمجھ سکیں جن کو اس پمفلٹ میں بطور اعتراض پیش کیا گیا ہے دوسروں کی غلط بیانیوں اور گالیوں سے بھرے ہوئے مضمون کو اٹھا کر شائع کر دیا ہے۔ شروع ہی میں لکھا ہے :-

"فرقہ مرزائیہ (قادیانی ہوں یا لاہوری) نے اب اپنی مہم تیز کر دی ہے اور مصداق ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد دین کے یہ ٹھگ اپنے مشن پر نکلتے ہیں تو اپنے آپ کو مسلمان دین کے خادم، مذہب و ملت کا درد مند ظاہر کرتے ہیں اگر ان سے مرزائیت کے شجرۂ نسب پر گفتگو کی جائے تو یوں لب کشا ہوتے ہیں :-

میاں یہ تو احراریوں اور دیوبندیوں کی شرارت ہے کہ انہوں نے ہمیں خواہ مخواہ کا بدنام کر رکھا ہے ورنہ ہم کسی نئے مذہب کا نام نہیں لیتے بلکہ ہم تو اسلام ہی کی دعوت دیتے ہیں دیکھئے ہم تمہاری طرح کلمہ پڑھتے ہیں، یہی نماز روزہ وغیرہ مانتے ہیں.........."

اس لئے ایک خالی الذہن اور سادہ لوح آدمی ان فریب کاروں کی چکنی چپڑی باتوں میں پھنس جاتا ہے"

کیا یہ کسی مہذب انسان کی تحریر ہے؟ کیا کسی مخالف الرائے کو ٹھگ اور دزد وغیرہ کہنا اسلام میں جائز ہے؟ اور اس میں کونسی ٹھگی وغیرہ کی بات ہے کہ جماعت احمدیہ کا وہی کلمہ اور وہی نماز اور وہی روزہ وغیرہ ہے جو دوسرے مسلمانوں میں پایا جاتا ہے۔ ٹھگی تو تب ہوتی کہ ہم اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے کلمہ کوئی اور پڑھتے یا کسی اور نماز اور روزہ کو اپنا شعار بناتے، یا دوسروں کو کسی اور مذہب کی تلقین کرتے، آخر ہمیں بتایا جائے کہ وہ کونسا مذہب ہے جس کی ہم دعوت دیتے ہیں، کونسا عمل ہے جو ہماری ٹھگی پر دلالت کرتا ہے؟

"مرزائیوں کے عقائد" کے نام سے جو باتیں اس پمفلٹ میں پیش کی گئی ہیں، وہ کہاں تک صحیح ہیں اور ان کی حقیقت کیا ہے؟ ذیل میں اس کی وضاحت کی جاتی ہے، مجلس طلبائے اسلام پاکستان اگر اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرے گی تو انہوں معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ انہوں نے لکھا ہے وہ فی الواقعہ احراریوں اور دیوبندیوں ہی کا پروپیگنڈا ہے اور اس سے بڑھ کر اس کی کوئی حقیقت نہیں :-

۱- "مرزائیوں کے مذہبی پیشوا مرزا غلام احمد صاحب خواب میں خود خدا بن گئے تھے (واضح ہو کہ نبی کا خواب وحی ہوتا ہے) رأیتنی فی المنام عین اللّٰہ وتیقنت اننی ھو (آئینہ کمالات صفحہ ۵۶۴)"

الجواب :- سب سے پہلے غور طلب بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کا دعوٰی نبی ہونے کا نہیں اس لئے ان کا خواب وحی نہیں اور اگر وحی ہو بھی تو کس کی طرف سے کس کو وحی کی گئی ہے جب وہ خود خدا بنتے ہیں تو وحی کے کیا معنے؟ کیا خدا خود اپنے آپ کو وحی کرتا ہے؟ پھر سوال یہ ہے کہ کیا اس خواب کی بناء پر مرزا صاحب نے خدائی کا دعوٰی کیا؟ کبھی انہوں نے لوگوں سے کہا کہ میں خدا ہوں، میری عبادت کرو، برخلاف اس کے انہوں نے اس خواب کی تعبیر کرتے ہوئے خود لکھا ہے کہ وما نعنی بھذہ الواقعۃ کما یعنی فی کتب اصحاب وحدۃ الوجود وما نعنی بذالک ما ھو مذھب الحلولیین بل ھذہ الواقعۃ توافق حدیث النبی صلعم اعنی بذالک الحدیث البخاری فی بیان مرتبۃ قرب النوافل لعباد اللہ الصالحین (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۶) یعنے میں اس خواب سے وہ معنے نہیں لیتا جو وحدت الوجود والوں کی کتابوں میں لکھے ہیں اور نہ ہی ہم وہ معنے لیتے ہیں جو حلولیوں کے مذہب میں لئے جاتے ہیں۔ بلکہ اس واقعہ کا وہی مطلب ہے جو حدیث نبوی صلعم کا مطلب ہے یعنے بخاری کی اس حدیث کا جو اللہ تعالٰے کے صالح بندوں کے قرب نوافل کے بیان میں مروی ہے اور جس میں بتایا گیا ہے کہ میں اپنے صالح بندوں کے ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اس خواب کی بناء پر خدائی کا دعوٰی کرنے سے انکار کیا ہے، اور اس کی وہ تعبیر کی ہے جو حدیث بخاری میں صالحین کے قرب نوافل کے بارہ میں بیان کی گئی ہے، باوجود اس کے اس خواب کو ان کا دعوٰی الوہیت قرار دینا کس قدر غلط بیانی اور کتنا بڑا اتہام ہے۔

خواب آخر خواب ہی ہے جو ہمیشہ تعبیر طلب ہوتی ہے کیا حضرت یوسفؑ کا یہ خواب کہ انی رأیت احد عشر کوکبا والشمس والقمر رأیتھم لی ساجدین ان کا دعوٰئے الوہیت قرار دیا جائے گا کیونکہ سجدہ خدا ہی کو واجب ہے اور ان کو گیارہ ستارے اور سورج اور چاند سجدہ کر رہے ہیں اگر اس قسم کے خوابوں کو دعوٰئے خدائی قرار دیا جا سکتا ہے تو اس سے بڑھ کر خدائی کا دعوٰی اور کیا ہوگا، یہ ایک نبی کا خواب ہے لیکن اس کی تعبیر ہی کی گئی اور کسی نے اس کو دعوٰئے خدائی پر مبنی قرار نہ دیا۔

پھر کتب تعبیر کو اٹھا کر دیکھئے تعطیر الانام فی تعبیر الانام میں جو تعبیر الرؤیا کی بہترین کتاب ہے صاف لکھا ہے من رای فی المنام انہ صار سبحانہ تعالٰی فسوف یھدی الی صراط المستقیم جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ اللہ تعالٰے ہو گیا ہے وہ صراط مستقیم کی طرف ہدایت کیا جائے گا۔ یہ ہے مرزا صاحب کے خواب رأیتنی فی المنام عین اللّٰہ وتیقنت اننی ھو کی تعبیر، پھر ان لوگوں کو کیا کہا جائے جو اس کو دعوٰئے خدائی پر مبنی قرار دے کر زبان طعن دراز کرتے ہیں۔

مجلس طلبائے پاکستان کو ہم یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب کا تو یہ خواب ہی ہے جس کی تعبیر بھی انہوں نے خود کر دی مگر امت محمدیہ میں تو ایسے لوگ بھی ہوئے ہیں جنہوں نے ظاہر اور کھلے الفاظ استعمال کئے ہیں اور کوئی بھی ان کو خدائی کا دعویدار قرار نہیں دیتا بلکہ ان کو اولیاء اللہ یقین کیا جاتا ہے۔ مثلاً تذکرۃ الاولیاء میں بایزید بسطامیؒ کا یہ قول منقول ہے: "میرا نشان محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشان سے اونچا ہے سبحانی ما اعظم شانی۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں میں اللہ تعالٰے کا مرید ہوں اور مراد بھی میری ارادت کا سلسلہ بغیر کسی واسطہ کے اللہ سے متصل اور میرا ہاتھ اللہ تعالٰے کے ہاتھ کا قائم مقام ہے (مکتوبات جلد سوئم صفحہ ۸) خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں :- ؎

من نمیگویم انا الحق یار میگوید بگو ؎ چوں نگویم چوں مراد لدار میگوید بگو

میں نہیں کہتا کہ میں خدا ہوں، خدا مجھے کہتا ہے کہ ایسا کہو اور کیوں نہ کہوں جب مجھے دلدار کہتا ہے کہ کہو۔ اور اسی قصیدہ میں یہ بھی کہا ہے ع ہرچہ او موسے بگفت آں یار میگوید بگو یعنے موسٰے کو اللہ تعالٰے نے لن ترانی (تو مجھے نہیں دیکھ سکے گا) کہا، وہ یار مجھے کہتا ہے کہ تم بھی لن ترانی کہو، (ملاحظہ ہو دیوان معین الدین چشتی صفحہ ۵۵)

حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

انا الواحد الفرد الکبیر بذاتہ ؎ انا الواصف الموصوف علم طریقتی

میں ہی واحد، فرد کبیر بذات خود ہوں، میں واصف اور میں ہی موصوف اور اپنے طریقہ کا نشان ہوں۔ یہ ایک لمبا قصیدہ ہے جس میں اسی قسم کے بہت سے دعاوی ہیں اور ایک دوسرے قصیدہ میں لکھتے ہیں ؎

انا کنت مع نوح باعلی سفینتہ ؎ بحاراً وطوفاناً علی کف قدرتی

(باقی بر صفحہ ۳ کالم ۳)

شذرات

مسیحیت کی غیر فطری تعلیم

مسیحیت کے کیتھولک فرقے کے پادری ازدواجی زندگی سے مستثنیٰ ہیں، اور انہیں حکم ہے کہ وہ شادی نہ کریں ایک عرصہ تک اس حکم پر عمل ہوتا رہا اگرچہ ایسی بھی مثالیں سامنے آئیں جن میں جنسی تقاضا کو پورا کرنے کے لئے اس حکم کی خفیہ خلاف ورزی کی گئی، مگر اب بے شمار پادری اس غیر فطری حکم کے خلاف آواز اٹھا رہے ہیں اور پوپ سے استدعا کر رہے ہیں کہ انہیں شادی اور ازدواجی زندگی کی اجازت دی جائے۔ انہوں نے صاف لکھا ہے کہ غیر شادی شدہ ہونا ایک ناقابل برداشت بوجھ اور غیر فطری امر ہے بقول امریکن رسالہ ٹائم قریباً ساٹھ ہزار پادری اسی بناء پر اپنے عہدہ سے مستعفی ہو چکے ہیں کہ ان کے نزدیک غیر شادی شدہ رہنا امر محال ہے اور پوپ کے دفتر میں دس ہزار درخواستیں ایسی پڑی ہیں جو اسی امر محال پر عمل پیرا ہونے کے باعث اپنے کام سے مستعفی ہونا چاہتے ہیں۔

اس کے علاوہ پراٹسٹنٹ مذہب میں جو ایک سے زیادہ بیویاں کرنے سے منع کیا گیا ہے، وہ بھی ایک غیر فطری امر ہے کیونکہ بعض وقت ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ ایک بیوی مرد کے جنسی تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتی، اس صورت میں یورپ میں بالعموم غیر عورتوں سے ناجائز تعلقات قائم کر لئے جاتے ہیں۔

یہ اسلام ہی ہے جس کی تعلیم ہر رنگ میں فطری تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ اور کسی قسم کا خفیہ اور ناجائز رستہ اختیار کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی،

شُبِّہَ لَہُمْ

عیسائیوں کا اعتقاد ہے کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر وفات پا گئے اور اس طرح معاذ اللہ لعنتی موت مرے اور ان کے گناہوں کا کفارہ ہو گئے۔ قرآن کریم نے اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے ما قتلوہ وما صلبوہ ولٰکن شبہ لہم، نہ ان یہودیوں نے ان کو قتل کیا نہ صلیبی موت مار سکے، مگر وہ ان کے لئے مردہ کے مشابہ کر دیئے گئے

حال ہی میں ایک کتاب The Passover Plot کے نام سے شائع ہوئی ہے جس میں یہ اعتراف کیا گیا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے کوئی ایسی چیز کھالی تھی جس نے Made him appear dead ان کو ایسا بنا دیا تھا کہ وہ بظاہر مردہ معلوم ہوتے تھے۔ کوئی چیز کھالی تھی یا صلیب پر اُن کی حالت ایسی ہو گئی تھی کہ مردہ نظر آتے تھے بہرحال قرآن کریم کے ارشاد ولٰکن شبہ لہم کی تصدیق ہو گئی کہ صلیب پر ان کی موت نہیں ہوئی، اور مشابہ بالموتیٰ ہونے کی وجہ سے انہیں مُردہ سمجھ لیا گیا، یہ ہے وہ خدائی علم جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور جس کی وجہ سے کفارۂ مسیح کا عقیدہ باطل ہو کر رہ گیا۔

جہاد کے معنی

یکم مارچ ۱۹۶۸ء کو ڈھاکہ میں "اسلامی چھاترو شنگھو" (اسلامی جمعیت طلباء) کی سہ روزہ کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے مولوی مودودی صاحب فرماتے ہیں:-

"جہاد کے معنی جنگ کے نہیں ہیں جیسا کہ اکثر ناواقف لوگ سمجھنے لگے ہیں جہاد کے معنی ہیں کسی کاز Cause کو غالب کرنے کے لئے اپنی جان تک لڑا دینا، اپنے مقصود کے لئے انتہائی جدوجہد اور امکانی کوشش کرنا ـــــ یہ ہے جہاد کی اصل حقیقت۔"

اور جب جہاد کی اصل حقیقت کو حضرت امام زمانؑ نے پیش فرمایا تو مسلمان بدک گئے۔ اور حضرت امام زماں کے خلاف بڑا اودھم مچایا کہ آپ نے جہاد منسوخ کر دیا ہے۔ وہی بات اب مودودی صاحب فرما رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر امام زماںؑ کی صداقت کا اور کیا ثبوت ہو گا؟

تحریک ختم نبوّت ـــ جوئے کا داؤ

جماعت اسلامی کے روزنامہ تسنیم مجریہ ۲ جولائی ۱۹۵۵ء میں مودودی صاحب نے اپنے بیان میں فرمایا:- "کہ تحریک ختم نبوت چلانے کے لئے احرار کے سامنے اصل سوال تحفظ ختم نبوت کا نہیں ہے بلکہ نام اور شہرے کا ہے اور یہ لوگ مسلمانوں کے جان و مال کو اپنی اغراض کے لئے جوئے کے داؤ پر لگا دینا چاہتے ہیں۔"

شکر ہے کہ مولوی مودودی صاحب کے منہ سے بھی حق بات نکل گئی کیا ختم نبوت کے نام نہاد محافظ اس پر غور کریں گے؟

پاکستان کا رُعب و جلال

بھارت کے ہفت روزہ صدق جدید سے بلا تبصرہ:-

"رائے پور ۱۹ جون۔ آل انڈیا جن سنگھ کے سیکرٹری نانا جی دیش مکھ نے .... فسادات پر اخباری بیان دیتے ہوئے کہا کہ ہندوستان کے تازہ فرقہ وارانہ فسادات میں یقینی طور پر پاکستان کا ہاتھ کام کر رہا تھا۔"

اللہ رے پاکستان کا رعب و جلال! بھارت میں کوئی سا بھی واقعہ ہو پھوٹا یا پڑا۔ اور پاکستان اس میں برابر دخیل کار! اب حد یہ ہے کہ ہماری سرکار لاکھ کوشش کرتی رہے وزیر اعظم سے لے کر وزیر ادنیٰ تک مل کر اپنا زور لگاتے رہیں۔ پاکستان ہے کہ کسی کی بھی پروا نہیں کرتا۔ جب اور جہاں اس کا جی چاہتا ہے یہاں کی پولیس کی۔ فوج کی اور سب سے بڑھ کر جن سنگھ اور مہا سبھا اور راشٹریہ سیوک سنگھ کے سورماؤں کی آنکھوں میں دھول جھونکتا ہوا، اس کو مارتا، اس کو کچلتا ہوا، اسے دھکیلتا، اور اسے پچھاڑتا ہوا آ دھمکتا ہے اور جو کچھ چاہتا ہے کر گزرتا ہے! ـــ مرعوبیت اور احساس کمتری کی بھی آخر کوئی حد ہونا چاہیئے!

بقیہ مقالہ:- سلسلہ صفحہ ۳

میں ہی تھا نوحؑ کے ساتھ برابر کشتی میں۔ سمندر اور طوفان میرے کفِ قدرت پر تھے۔

اور پھر نار ابراہیمؑ کے ٹھنڈا ہونے، ذبیح اسمٰعیلؑ کے فدیہ کا موجب اپنے آپ کو قرار دیا ہے، اور یعقوبؑ، موسیٰؑ، ایوبؑ اور عیسیٰؑ کی خصوصیات کا اپنے آپ کو موجب قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو بہجۃ الاسرار و معدن الانوار ص ۲۲۳) اسی قسم کے بہت سے کلمات اولیاء اللہ کے ملفوظات میں موجود ہیں (اور سوائے ان کے زمانہ کے مکفر مولویوں کے) کسی نے ان کو دعوئے خدائی پر محمول نہیں کیا۔ بلکہ ان بزرگوں کو خدا رسیدہ اور ولی اللہ یقین کیا جاتا ہے۔ پھر مرزا صاحب پر یہ الزام کیوں؟ کیا مجلس طلبائے پاکستان اس پر غور کرے گی اور اپنے مولویوں سے اس سوال کا جواب لے گی؟

مُسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور کا شاندار نتیجہ میٹرک

امسال ہمارے سکول سے ۱۰۷ طلباء میٹرک کے امتحان میں شریک ہوئے جن میں سے ۱۰۱ طلباء کامیاب ہو گئے ۲۷ فسٹ ڈویژن، ۵۱ سیکنڈ ڈویژن اور ۲۳ تھرڈ ڈویژن میں نتیجہ بحیثیت مجموعی ۹۵ فیصد رہا۔

حافظ فضل الٰہی ۷۴۳ نمبر لے کر اپنے سکول میں اوّل آیا۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک

برکت علی سٹاف سیکرٹری
مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور

پیغام صلح خود مطالعہ فرمانے کے بعد اپنے حلقہ احباب تک پہنچائیں۔

عظیم تر دجالی فتنہ کی ہمہ گیر امراض - مادیت، عقلیت و سطحیت

دعویٰ مسیحیت کی قبولیت میں عیسائیت کی موت اور اسلام کا احیاء مضمر ہے

مسلم اقوام کی بیماریاں - ظاہر پرستی، پیر پرستی، ایمان و عمل سے دوری، سیرت و کردار سے بے خبری و محرومی، تکفیر، تشتت، انتشار اور بد نظمی

چوں کفر از ستم پرستیدِ مسیح را ❊ غیوریِ خدا بسرش کرد ہمسرم
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا ❊ سب سے بڑھ کر مقام احمدؐ ہے (حضرت مسیح موعودؑ)

خطبہ جمعہ مورخہ ۲ راگست ۱۹۶۸ء فرمودہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب دامت برکاتہ بمقام جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولدا - مالھم بہ من علم ولا لاباءھم کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم
ان یقولون الا کذبا ——— انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لھا لنبلوھم ایھم احسن عملا وانا
لجاعلون ما علیھا صعیدا جرزا ——— (الکہف) ———

میں نے سورۃ کہف کے پہلے رکوع کی چند آیات تلاوت کی ہیں اس سورۃ کے بارہ میں احادیث میں آتا ہے کہ دجالی فتنہ سے بچنے کے لئے اس کی پہلی اور آخری دس آیات پڑھنا چاہئیں نیز یہ ذکر بھی آیا ہے کہ جب سے کائنات پیدا ہوئی کوئی فتنہ دجالی فتنہ سے بڑا پیدا نہیں ہوا۔

یہ فتنہ جیسا کہ آیات سے ظاہر ہے دو شاخوں پر مشتمل ہے ایک شاخ کا ذکر ینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولدا میں کیا ہے کہ وہ قومیں حضرت عیسیٰؑ کی ابنیت کی قائل ہوں گی، دوسری شاخ کا ذکر انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لھا میں فرمایا۔ اس طرح ایک شاخ اس فتنۂ عظیم کی ان کے مذہبی معتقدات ہیں اور دوسری شاخ ان کی بڑی بھاری دنیاوی ترقی اور زیب و زینت کے سامان ہیں۔ یہ سوال پیدا ہوگا کہ ان دونوں کا باہم کیا تعلق ہے؟

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسا کہ یہاں ذکر ہے اصل مضمون حسن عمل دکھانا ہے۔ عیسائیت اور عقلیت دونوں ہی اس کی منکر ہیں عیسائیت تو اس لئے کہ اس نے ابنیت پر کفارہ کے عقیدہ کی بنا رکھ کر نیک عملی کو خیرباد کہہ دیا اور عقلیت یا سائنس و علم نے انسانی زندگی کا معراج ہی زیب و زینت کے سامانوں تک محدود کر لیا ہے۔ اس طرح دونوں نے اعمال کے محاسبہ سے انکار پر ایک تہذیب کی تعمیر کی ہے۔ اس سورت کی آخری دس آیات میں دنیاوی ترقی کو انسانی تہذیب کا معراج قرار دینے کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے

قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا۔ الذین ضل سعیھم فی الحیٰوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا۔

یہ وہ اقوام ہیں جنہوں نے زندگی کی ساری جد و جہد کو نمود و نمائش کے ظاہری سامانوں تک محدود کر دیا ہے۔ پھر لطف یہ کہ انہیں معلوم یہ دیتا ہے کہ وہ زندگی کا بہترین نظریہ اختیار کئے ہوئے ہیں حالانکہ اس سے بدترین اور نظریہ ہو نہیں سکتا کیونکہ آخر کار یہ تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہے۔

آخری زمانہ کا دجالیت کا فتنۂ عظیم۔

اس طرح اس تہذیب کا وجود ہوا جس کے نزدیک ارضی و ادنیٰ خواہشات کی نشو و نما کمال انسانی ہے۔ یہ تہذیب حضرت عیسیٰؑ کی سچی تعلیم کی عین ضد واقع ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے تو یہ تلقین فرمائی تھی کہ دنیا سے مت محبت لگاؤ بلکہ خدائے واحد کی عبادت کرو۔ لیکن بظاہر اس تہذیب کے وابستگان اپنے آپ کو حضرت عیسیٰؑ کے پیروکار کہلاتے ہیں لیکن حقیقتاً عملی زندگی میں ان کی تعلیم کے عین برعکس کرنے والے ہیں اسی لئے زبانِ مبارک نبوی سے ان کو دجال کا خطاب عطا ہوا کہ وہ خود بھی دھوکہ میں ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکہ میں مبتلا کر رکھا ہے کہ ہم حضرت عیسیٰؑ کے سچے پیرو ہیں۔

جتنا کوئی فساد عظیم ہو اسی نسبت سے مصلح وقت عظمت کا مالک ہوگا۔ چونکہ عیسائی اقوام نے حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم کو بگاڑ کر اس کے مخالف تعلیم پر عمل پیرائی کی اس لئے ان کی اصلاح کے لئے ایسے مصلح کی ضرورت پیش آئی جو حضرت عیسیٰؑ کی صحیح و سچی تعلیم کو پیش کرنے والا ہو۔ چنانچہ اسی نسبت و مصلحت کے باعث حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت ہوئی ہے۔ آپ کو مسیح موعود کا لقب عطا کرنا اس لئے واجب ہوا کہ آپ نے حضرت عیسیٰؑ کی اصل تعلیم کو قرآن مجید سے پیش کر کے ان اقوام کی اصلاح کرنا تھی۔ چنانچہ اسی کے مطابق آپ نے فرمایا: ؎

چوں مرا نورِ پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابنِ مریم نام من بنہادہ اند

……

عیسائیت کے فروغ کے اصل اسباب

اس زمانہ میں عیسائی مذہب کے فروغ کے اصل اسباب دو ہیں حضرت عیسیٰؑ آنحضرت صلعم سے افضل ہیں کیونکہ آپ دو ہزار سال سے الآن کما کان آسمان پر زندہ موجود ہیں اور بشری حوائج سے بے نیاز ہیں، پھر آپ کے معجزات ایسے ہیں جو کسی دوسرے نبی سے ظہور میں نہ آسکے مزید برآں کہ آخری زمانہ [illegible] کی اصلاح کے لئے آپ کا نزول ہوگا۔ دوسری وجہ عیسائیت کی ترقی کی یہ ہے کہ عیسائی حضرات کا کہنا ہے کہ عیسوی تعلیم قرآنی تعلیم سے بہتر و افضل ہے کیونکہ اول الذکر میں محبت، رواداری، عفو، درگذر، انکسار و خدمت کو جو درجہ حاصل ہے وہ اسلامی تعلیم میں نہیں ہے۔ اس لئے کہ مسلمان جبر و تشدد، انتقام بدلہ، سخت گیری، اقتدار و تحکم کے بہت قائل ہیں۔

بدقسمتی یہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں خود مسلمانوں نے عیسائیوں کے ان دو اعتراضوں کو عقیدۃً و عملاً ایک حد تک صحیح تسلیم کر لیا ہے اور مان لیا ہے کہ حضرت مسیحؑ اپنے معجزات اپنی زندگی اور دوبارہ نزول کے باعث باقی انبیاء سے نرالی شان کے مالک ہیں۔ نیز یہ تسلیم

کر لیا ہے کہ اسلامی تعلیم کا خلاصہ سیرت و کردار اور اعلیٰ اخلاق، محبت و خدمت کی بجائے جبر، جاہ و جلال اور حکومت و اقتدار میں آ رہا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ اور کسر صلیب۔

مگر مسیح موعودؑ نے عیسائیت کے مقابل مسلمانوں کو یہ حربے عطا کئے کہ حضرت عیسیٰؑ وفات پا چکے ہیں آپ نے جس قسم کے معجزات دکھلائے ان سے بہت بڑھ کر حضرت رسول کریم صلعم نے معجزات دکھلائے ہیں، حضرت عیسیٰؑ کے دوبارہ نزول سے مراد آنحضرت صلعم کے ایک خادم کی بعثت ہے جو بحیثیت مجدد اور آنجنابؐ کا خلیفہ روحانی ہو کر آئے گا اور جو زمانہ کے مزاج و تقاضوں کے باعث اسلامی تعلیم کے اس پہلو پر زور دے گا جو خود قرآن حمید میں حضرت عیسیٰؑ کی سچی تعلیم کے طور پر پیش کی گئی ہے۔ اس طرح نہ حضرت عیسیٰؑ آنحضرت صلعم سے افضل ہیں کہ جن کے غلام درجہ میں ان کے برابر ہو سکتے ہیں اور نہ ہی مسیحی تعلیم افضل و اعلیٰ ہے کیونکہ تعلیم قرآن جہاں حضرت عیسیٰؑ کی صحیح تعلیم پر مشتمل و حاوی ہے وہاں اس کی تکمیل بھی کرتی ہے۔

عیسائیت پر موت اور اسلام کا احیاء و غلبہ

اب اگر ذرا غور و فکر سے کام لیا جائے تو ثابت ہو گا کہ حضرت اقدسؑ کے معتقدات و طریق کار سے عیسائیت کے فروغ و غلبہ کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی بلکہ جب عیسائیت کا خدا مر گیا اور جب آنحضرت صلعم کے خادم اس کی مانند و مثیل ہو کر آ سکتے ہیں تو حضرت عیسیٰؑ کی افضلیت ختم ہو گئی۔ کیا یہ ایسا امر تھا کہ مسلمان اس پر معترض ہوتے یا ایک ایسا حربہ ہے کہ اسے بنظر استحسان دیکھ کر اسے قبول کیا جاتا؟ نہ صرف عیسائی مذہب کا خاتمہ اس سے ہو جاتا ہے بلکہ اس سے آنحضرت صلعم کی جو عظمت و رفعت قائم ہوتی ہے وہ کسی اور طرح ثابت نہیں کی جا سکتی۔ کیا خود حضرت رسول کریم صلعم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم۔ اے مسلمانو! اس وقت تمہاری حالت کیسی دگرگوں ہو گی جب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے (اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ آسمان سے نازل ہوں گے بلکہ) وہ تمہیں میں سے تمہارے امام بن کر کھڑے ہوں گے۔ کیا اس حدیث سے صاف ثابت نہیں کہ امت محمدیہ کے لئے کسی دوسری امت کا کوئی نبی ہرگز نہیں آ سکے گا بلکہ ہمیشہ اس کی اصلاح کے لئے اسی امت میں سے مصلح و مامور آیا کریں گے یہاں تک کہ جب حالت انتہائی درجہ بگڑ جائے گی تو اس وقت بھی جو شخص امام ہو کر اصلاح کا بیڑا اٹھائے گا اور اپنی اشد مشابہت کی بنا پر ابن مریم یا عیسیٰ صفت کہلائے گا تو وہ بھی تمہیں میں سے ایک امتی ہی ہو گا۔

اس حدیث مبارک کی رو سے کوئی شخص امت رسول صلعم سے باہر کیونکر اصلاح کے لئے آ سکتا ہے؟ اس کا تو رسول کریم کا امتی ہو کر آنا ضروری و لازمی ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ باہر سے کسی نبی کا آنا آنحضور صلعم کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے

یا آنجناب صلعم کی شان اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ آپ کے خادم و غلام پہلی قوموں کے پیغامبروں کے درجات کو بھی حاصل کر سکتے ہیں؟

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ تقاضائے زمانہ کے مطابق اگر حضرت عیسیٰؑ کی سچی تعلیم پر عمل پیرائی کی ضرورت ہو تو وہ تمہارے پاس موجود ہے اور تم خود بھی عیسیٰ صفت بن سکتے ہو جیسا کہ قرآن کریم میں کامل مومنوں کو حضرت مریم اور ان کے بیٹے سے تمثیل دی ہے۔

مسلمان قوم کی امراض

میں ابتداء میں بیان کر چکا ہوں کہ نئی سائنسی تعلیم و تہذیب نے کن امراض کو جنم دیا ہے اور کیونکہ یہ ضروری ہو چکا ہے کہ آج کوئی مصلح ان کی اصلاح کے لئے حضرت عیسیٰؑ کی صفات و تعلیم کو لے کر آئے کیونکہ اس کی اپنی قوم نے انہیں بگاڑ کر پیش کیا ہے۔ اسی طرح یہ بھی واقعات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت مسلمان اقوام جن امراض کا شکار ہو رہی ہیں ان کی اصلاح کے لئے کسی ایسے خادم رسول صلعم کا آنا ضروری ہے جو اس قسم کی بیماریوں کا علاج کرے جس قسم کی بیماریوں کا علاج حضرت عیسیٰؑ نے اپنے وقت میں کیا تھا۔

مادہ پرستی جو دجال کا خاصہ ہے بھی ظاہر پرستی اور سطحیت کی ایک خاص و نمایاں شکل ہے۔ کیونکہ مادیت کی زیب و زینت اور نمود و نمائش کو حقیقت حیات سمجھ لینا بڑی بھاری ظاہر پرستی ہے۔ اسی طرح مسلمان اقوام بھی اس مادیت کی ظاہر پرستی کے علاوہ ایک اور ظاہریت کی مرض کا شکار ہو رہی ہیں اور وہ ہے دین کی ظاہری شکل اور اس کے ظاہر ارکان کو ذریعہ نجات سمجھ لینا جبکہ اصل روح ان میں سے مفقود ہو۔ قبر پرستی اور پیر پرستی بھی بہت گھر کر چکی ہیں۔ قوم کی سب سے بڑی مرض یہ ہے کہ اس نے دین کو ظاہرا قوت و طاقت، جاہ و جلال حشمت و تمکنت، جبر و تشدد، تحکم و اقتدار سے وابستہ کر لیا ہے حالانکہ دین کی اصل روح تسلیم و رضا کی خو خصلت اور خدمت و ہمدردی بنی نوع انسان میں مرکوز ہے۔ آج ہم نے سیرت و کردار اور اخلاق و اعمال حسنہ کو کچھ وقعت نہیں دی، البتہ دینی ارکان کی ادائیگی بطور نمود و نمائش اور ریا مقصود بالذات بن گئے ہیں۔

امت محمدیہ کا جو مصلح ان امراض کی اصلاح کے لئے آئے کیا اسے حضرت عیسیٰؑ کی صفات و خو بو کے ساتھ آنا ہی مناسب نہیں؟

عیسائیوں کے اس اعتراض کا جواب کہ اسلام بہ جبر پھیلایا گیا اسی بات میں نہیں کہ اس دین کی تعلیم ہی ایسی جاذب و باعث کشش ہے کہ آج بھی اقوام اس تعلیم کے حسن و جمال اور افادیت و صداقت کی قائل ہو رہی ہیں؟ آج بھی دین اسلام مادیت و سیاست اور سلطنت و اقتدار سے الگ ہو کر قلوب کو فتح کر سکتا ہے۔ غرضیکہ عالمگیر امراض کی نوعیت کے لحاظ سے اور خود مسلمان اقوام جن بیماریوں کا شکار ہو رہی ہے اس کے پیش نظر جس نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے یہ معلوم ہو گا کہ اس زمانہ کے مصلح کا حضرت عیسیٰؑ کی صفات و تعلیم سے متصف ہو کر امت محمدیہ میں سے ہی کھڑے ہونا ضرورت زمانہ کا عین تقاضا ہے۔ اس لئے اگر حضرت بانی سلسلہؑ کو خدا تعالیٰ نے اسی اشد ترین مشابہت کے باعث مسیح اسلام کے لقب سے ملقب کیا تو یہ جائے تعجب نہیں بلکہ یہ باعث صد اطمینان ہونا چاہیے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت ایک بڑا معجزہ ہے۔ اس زمانہ میں بڑے مفاسد درپیش ہیں۔ ان کے علاج کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعودؑ آئے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے انہیں خود کھڑا کیا۔ خدا تعالیٰ نے موجودہ امراض کے علاج تعلیم قرآن سے بنائے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی طرف سے کوئی بات پیش نہیں کی۔

حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ مسیحیت کو پیش کرنے کی ضرورت۔

میں اپنے آپ سے اور آپ سے پوچھتا ہوں کہ ہم نے اس دعویٰ کو پیش کرنے میں کس سعی اور جد و جہد سے کام لیا ہے اور ہماری مساعی سے کس قدر ترقی ہوئی؟ اگر ہم نے کوشش کا حق کما حقہ ادا نہیں کیا۔ تو ہم کس طرح توقع کر سکتے ہیں کہ وہ کامیابی جو اسلام کی ترقی کے لئے ضروری ہے وہ حاصل ہو جائے گی؟

حضرت مسیح موعود کا الہام ہے انت الشیخ المسیح الذی لا یضاع وقتك تو وہ مقدس مسیح ہے جس کا وقت ضائع نہیں ہو گا۔ آپ نے ہر کتاب کے ٹائیٹل پر مرزا غلام احمد مسیح موعودؑ لکھا ہے۔ اور کئی جگہ یہ الفاظ بھی "مرزا غلام احمد خدا کی طرف سے مسیح موعودؑ" لکھے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ہم نے آپ کے دعوے مسیحیت کو کہاں تک پیش کیا ہے؟ اگر یہ بے ضرورت شے ہوتی تو حضرت مرزا صاحبؑ کا وقت اور مال اور محنت ضائع گئی۔ اور اگر یہ ضرورت حقہ ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ ہم نے اس حق کو کس طور ادا کیا ہے؟ درست تو یہ ہے کہ جو فرض ہم پر واجب تھا وہ ہم نے ادا نہیں کیا۔ ہماری جماعت کی ترقی اور استحکام اس بات پر منحصر ہے کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ مسیحیت کو علی وجہ البصیرت دلائل اور معقولیت کے ساتھ کہاں تک مسلمانوں کو بالخصوص اور دیگر دنیا کو بالعموم پیش کرتے ہیں۔

یوں تو اکثر فہمیدہ لوگ حضرت مرزا صاحبؑ کو مجدد تسلیم کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے، لیکن ان کے ذہن میں یہ بات واضح نہیں ہے کہ اسلام کی ترقی کے لئے آج کے زمانہ میں کون کون سے راستے مقدر ہو چکے ہیں۔ جب کوئی شخص حضرت اقدس کو مسیح موعودؑ مان لیتا ہے تو اسے کوئی الجھن باقی نہیں رہ جاتی مگر جب تک اس حقیقت کو نہیں مانا جاتا، ہزاروں شکوک کا شکار رہتا ہے۔

اس لئے میری مؤدبانہ التماس ہے کہ ہماری جماعت کو بڑے خلوص، جذبہ اور ایثار کے ساتھ احمدیت کے اس پہلو کو واضح کرنا چاہیے۔ خدا ہمیں توفیق دے۔

ایک رنجیدہ خبر یہ ہے کہ ہمارے دوست اور بھائی الحاج میاں ممتاز احمد فاروقی کی اہلیہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نماز جمعہ کے بعد جنازہ غائبانہ پڑھ کر مرحومہ کی روح کی مغفرت کے لئے خدا کے حضور دعا کی جائے۔ دیگر جماعتوں سے بھی التماس ہے۔ ہمیں اس سے بہت صدمہ پہنچا ہے کہ اس وقت جبکہ میاں صاحب موصوف کو ان کی رفاقت کی ضرورت تھی وہ [illegible] رفاقت سے محروم ہو گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور میاں صاحب [illegible] کو صبر جمیل عطا فرمائے، اور اس صدمہ کے برداشت کی توفیق عطا فرمائے۔

آتشِ آخر زماں جس کو فرو کرنے کیلئے حضرت مسیح موعودؑ تشریف لائے

تقریر جناب خلیل الرحمن صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد۔ بر موقعہ جلسہ جماعت احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام شاخ ایبٹ آباد

صاحبِ صدر، خواتین، حضرات اور عزیز بچو!

مَیں اس مقام پر کھڑا ہونے سے سخت گھبراتا اور خوف کھاتا ہوں۔ گھبراتا اس لئے ہوں کہ کہیں میرے دوستوں میں سے کوئی جو میری زندگی کے مختلف پہلوؤں سے واقف ہو یہاں کھڑا ہو کر یہ نہ کہہ دے کہ ؎

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ۔ ذرا بندِ قبا دیکھ

مجھے اپنا دامن بھی معلوم ہے اور بندِ قبا بھی لیکن جب کبھی ایسے موقعے پر مجھے حکم ملتا ہے سرِ تسلیم خم ہی کرنا پڑتا ہے۔

میری تقریر کا عنوان بھی کوئی نہیں۔ جب مجھے محترم قبلہ خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی طرف سے تقریر کے لئے حکم ارشاد ہوا تو یہ اتفاق کی بات ہے میرے ذہن میں اس وقت حضرت صاحب کی وہ فارسی نظم گھوم گئی جس کا پہلا شعر ہے ؎

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

اس نظم کے تین شعر میں نے مختلف مقامات سے چن لئے۔ اور وہ یہ ہیں۔ پہلا شعر ہے

(۱) اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر
از باغباں بترس کہ من شاخِ مثمرم

اور دوسرا شعر ہے ؎

جانم گداخت از غمِ ایمانت اے عزیز
ویں طرفہ تر کہ من بگمانِ تو کافرم

اور تیسرا شعر ہے ؎

ایں آتشے کہ دامنِ آخر زماں بسوخت
از بہر چارہ آتش بخدا نہر کوثرم

لطف کی بات یہ ہے کہ میں نے فارسی کبھی چھٹی جماعت میں پڑھی تھی۔ اور جب کبھی یہاں حضرت صاحبؑ کے ملفوظات پڑھتے پڑھتے کوئی فارسی کا شعر آجاتا ہے تو اسے میں تشریح کے لئے ڈاکٹر صاحب کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔ اسے بھی میں اعجازِ مسیحِ زمانہ ہی تصور کرتا ہوں کہ باوجود فارسی نہ جاننے کے میں نے ان کے فارسی اشعار منتخب کئے ہیں اور ان کا مطلب سمجھنے اور بیان کرنے کے قابل ہوا ہوں۔

مَیں یہ بھی اعتراف کرتا ہوں کہ مجھے قرآن و حدیث کے علم کا کوئی دعویٰ نہیں کہ میں آپ کے سامنے کوئی باریک اور دقیق نکتے بیان کروں اور نہ ہی مجھے حضرت صاحبؑ کی کتابوں پر عبور حاصل ہے کہ ان میں سے کچھ آپ کے سامنے پیش کر سکوں۔ یہ چند اپنے بزرگوں سے سنی سنائی اور کچھ اپنی آنکھوں دیکھی باتیں ہیں جو آپ کے سامنے ان شعروں کی روشنی میں رکھنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

مَیں نے آپ کے سامنے جو تین شعر پڑھے ہیں۔ ان میں سے پہلے شعر کا مطلب ہے :۔

اے وہ شخص جو مجھے کاٹنے کے لئے میری طرف سینکڑوں کلہاڑے لے کر دوڑتا ہے باغبان سے ڈر کیونکہ میں ایک پھلدار شاخ ہوں۔

دوسرے شعر کا مطلب ہے :۔

اے میرے پیارے تیرے ایمان کو بچانے کے غم سے میری تو جان پگھلی جا رہی ہے اور یہ کتنی عجیب بات ہے کہ میں ہی تیرے خیال میں کافر ہوں۔

یہ کیسے عجیب دل کا انسان ہے کہ ان لوگوں کو بھی "پیارے" کے لفظ سے مخاطب کرتا ہے۔ جو اسے کاٹنے کے لئے دن رات تبر لے کر دوڑتے آتے ہیں۔

اور تیسرے شعر کے معنی یہ ہیں :۔

کہ یہ آگ جو آخری زمانہ کے دامن کو جلائے جا رہی ہے اس کے علاج کے لئے خدا کی قسم میں نہر کوثر ہوں۔ میری طرف آؤ۔ اس سے بچ جاؤ۔

کیا خوبصورت۔ جامع اور درد و خلوص میں ڈوبے ہوئے یہ الفاظ ہیں۔ یہ دنیا کیسے کہتی ہے کہ میرا امامؑ زمانے کا مسیح نہیں؟

ان اشعار میں اُسی زمانے کا نقشہ بھی ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے۔ ان کے آنے کا مقصد بھی ہے۔ ان کی مشکلات اور مصائب کا ذکر بھی ہے اور آخر کار ان کی کامیابی کی بشارت بھی ہے۔

ان الفاظ کو پڑھ کر میرے خیال میں سورۃ ہود آ گئی جس میں آپ جانتے ہی ہیں کہ حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت ابراہیم اور لوط اور حضرت شعیب علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اور آخر میں حضرت نبی کریم صلعم کا ذکر ہے۔

ہر اُس شخص کا دل جو ان الفاظ کو سمجھ کر پڑھتا ہوگا جن میں یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قوم کو اپنے اپنے وقت میں مخاطب کرتے رہے ہیں دکھ اور درد سے یقیناً پاش پاش ہو جاتا ہوگا۔ میں یہاں صرف حضرت ہود علیہ السلام کے الفاظ کا آپ کو ترجمہ سناتا ہوں :۔

> اے میری قوم اللہ کی عبادت
> کرو۔ اس کے سوائے کوئی معبود
> نہیں۔ اپنے رب کی بخشش
> مانگو۔ اور اسی کی طرف لوٹ
> آؤ۔ وہ تم پر اپنی رحمت کی
> بارش کرے گا اور تم فلاح
> پا جاؤ گے۔ میں تم سے اس
> کے لئے کوئی اجر نہیں مانگتا
> میرا اجر تو صرف اللہ پر ہے۔

لیکن اس کے جواب میں اُن کی قوم کے ذی اثر، برسرِ اقتدار اور خوشحال لوگ یہی جواب دیتے رہے ہیں کہ تیرے پاس کوئی دلیل نہیں۔ ہم اپنے معبودوں اور اپنے آباؤ اجداد کے مذاہب کو چھوڑ نہیں سکتے۔ ہم تیرے ساتھ کیسے ہو جائیں۔ تیرے ساتھ تو گرے ہوئے۔ غریب اور ذلیل قسم کے لوگ ہیں۔ تو ساحر ہے۔ مجنون ہے۔ کاہن ہے۔ ہم تجھے سنگسار کر دیں گے۔ وطن سے نکال دیں گے قتل کر دیں گے سولی پر لٹکا دیں گے اور تیرے ساتھ وہ سلوک کریں گے کہ تو رہتی دنیا تک یاد رکھے گا۔

کتنی عجیب بات ہے کہ یہ خدا کے فرستادے تو گناہوں میں ڈوبی ہوئی اور دکھی انسانیت کو کمال تک پہنچانا چاہتے ہیں اور اس سے کوئی اجر طلب نہیں کرتے لیکن احسان فراموش اور بدنصیب قوم ان کے راستے میں کانٹے بچھاتی ہے۔ مگر خدا کی تائید ان کے ساتھ ہوتی ہے۔ وہ خدا سے روشنی لے کر اور اس سے نور پا کر اس کی حفاظت میں چلتے ہیں وہ ان کو اور ان کے دنیا کی نظروں میں گرے ہوئے۔ غریب اور ذلیل ساتھیوں کو بے کسی اور بے بسی کی حالت سے نکال کر وہ کامیابی بخشتا ہے کہ مخالفین کے منہ کھلے کے کھلے رہ جاتے ہیں اور وہ اپنی حسرتِ ناکام کی آگ میں خود بخود ہی جل جاتے ہیں۔

[illegible]

اپنے فرستادوں کے بارے میں خدا کی سُنّت ایسی ہی چلی آتی ہے۔ مذاہب کی تاریخ اس پر گواہ ہے۔

حضرت صاحبؑ کا سلسلہ بھی ان کے اپنے الفاظ میں اسی منہاج پر قائم ہوا ہے۔ پھر وہ کیسے اس سنت اللہ سے باہر رہ سکتے تھے۔

اب آیئے ہم حضرت صاحبؑ کو ان کے اپنے ان شعروں کی روشنی میں پرکھتے ہیں۔ میں سب سے پہلے آپ کے اس شعر کو لیتا ہوں ؎

ایں آتشے کہ دامنِ آخر زماں بسوخت
از بہر چارہ آتش بخدا نہر کوثرم

وہ کونسی آگ تھی جو آخری زمانے کے دامن کو جلا رہی تھی۔ اور حضرت صاحبؑ کس طرح اس آگ کو بجھانے کے لئے نہر کوثر ثابت ہوئے۔ میں اس کے متعلق آپ کے سامنے صرف اپنے ذاتی خیالات اور تاثرات پیش کروں گا۔

وہ آگ بڑی خوفناک آگ تھی۔ اس کا تصور بھی اس وقت بڑا بھیانک ہے۔ یہ مسلمانانِ عالم کے سیاسی، معاشی، معاشرتی، اقتصادی اور اخلاقی زوال کی آگ تھی جس نے ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ وہ آگ مغرب کی طرف سے آنے والے فلسفہ اور سائنس کے تند و تیز طوفان کی آگ تھی جس نے مذہبی دنیا کی بنیادیں ہلا دیں اور اس سے اسلامی دنیا بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی وہ کفر و الحاد کی آگ تھی جو دنیا کو خدا سے بیگانہ کر رہی تھی۔ وہ خدا سے دُوری اور شیطان سے قربت کی آگ تھی اور وہ آگ گناہوں سے محبت اور نیکی سے نفرت کی آگ تھی جس نے ہر گھر کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ اس زمانہ کے سیاسی اور مذہبی مفکرین اور شعراء کی کتابیں اور لٹریچر اُٹھا کر دیکھو کہ انہوں نے اس زمانہ کا کن الفاظ میں اور کیسا نقشہ کھینچا ہے ہر طرف تاریکی ہی تاریکی۔ مایوسی ہی مایوسی کی

ہوتی تھی۔ زمانہ بڑی شدت سے کسی نجات دہندہ کا منتظر تھا۔ ایسے میں خدا کے اس وعدے کے مطابق نحن نزلنا الذکر **وانا لہ لحافظون**۔ قادیان کی گمنام بستی میں سے ایک گمنام "مستر" (یہ لفظ آپ کے والد محترم نے شاید کسی موقعہ پر آپ کے لئے استعمال کیا تھا) خدا سے روشنی پاکر امید کی کرن بن کر مذہبی دنیا کے افق پر نمودار ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک نور بن کر تمام دنیا پر چھا گیا۔ اس نے خدا سے روشنی لے کر اس کے سائے اور حفاظت میں علم و عرفان کی وہ نہر کوثر بہائی کہ ہر آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔

اس کی کیا قوت اخلاقی تھی۔ کیا قوت امامت تھی۔ کیا وسعت علم تھی۔ کیا قوت عزم اور توکل علی اللہ تھی اور کیا خدا سے راز و نیاز تھا کہ تن تنہا ہر محاذ پر ہر مخالف قوت کا مقابلہ کیا۔ عیسائیوں سے، ہندو آریوں سے وہ نبرد آزما ہوا۔ مغربی فلسفہ اور سائنس کا کھوکھلا پن اس نے ثابت کیا۔ اپنوں سے اس نے قوت آزمائی کی۔ سکھ مذہب کی حقیقت سے اس نے پردہ اٹھایا اور پھر بقول آپ کے ؎

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اسلام جس کا اظہار خود مسلمان کرتے ہوئے شرماتے تھے ایک نئی آب و تاب اور چمک دمک کے ساتھ دنیا پر ظاہر ہوا۔ مسلمانوں کی مایوسی امیدوں میں بدل گئی۔ آپ تو دیکھ لیں مسلمانوں کی سیاسی اور ملی احیاء کی جتنی تحریکیں ہیں وہ حضرت صاحبؑ کے ہی زمانے سے شروع ہوئیں اور آج اس کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ دنیا چاہے مانے یا نہ مانے۔

لیکن اس احسان فراموش دنیا کو کیا کہیں حضرت صاحبؑ کی کامیابی تو اسلام کی کامیابی تھی پر غیروں کا کیا کہنا۔ اپنوں کو بھی ایک آنکھ نہ بھائی۔

آپ کے اس شعر کے مطابق ؎

جانم گداخت از غم ایمان اے عزیز
دیں طرفہ تر کہ من بگمانِ تو کافرم

آپ کا دل تو اپنے پیاروں کے ایمان کو بچانے کے غم میں پگھلا جا رہا ہے اور دن رات اسی کا فکر تھا۔ لیکن یہ عجیب بات ہوئی کہ ہر سمت سے مخالفت کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ اس میں اپنے بھی شامل تھے اور بیگانے بھی۔ بیگانوں کے زخم تو انسان سہہ ہی جاتا ہے۔ لیکن اپنوں کے دیئے ہوئے زخم ہمیشہ ہرے رہتے ہیں۔ ان اپنوں میں وہ شخص بھی شامل تھا جو دعوے سے پہلے حضرت صاحبؑ کو گذشتہ ۱۳۰۰ سال میں پیدا ہونے والا مذہبی دنیا کا ایک عظیم ترین انسان سمجھتا تھا۔ وہ مولوی محمد حسین بٹالوی تھا۔ یہ بھی خدا کی سنت ہے جو انسان لوگوں کو گناہ سے نجات دلانے۔ ان کا تعلق خدا سے پیدا کرنے اور ان کے اغلال کو اتار پھینکنے کے لئے آتا ہے اس کے ساتھ ہمیشہ سے یہی سلوک ہوتا آیا ہے۔

یہ اپنے بیگانے اس شاخ ثمردار کو کاٹنے کے لئے سینکڑوں کلہاڑے لے کر دوڑ پڑے۔ وہ کیسے کلہاڑے تھے۔ ان کی بھی چند ایک مثالیں سن لیجئے......

(۱) اسلام کے مخالفین میں سب سے زیادہ دریدہ دہن اور گستاخ آریئے تھے حضرت صاحبؑ نے ان کے مذہب کا تار و پود بکھیر دیا۔ جب ان کی شوخیاں حد سے بڑھ گئیں اور وہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی عصمت پر حملے کرنے سے باز نہ آئے تو حضرت صاحبؑ نے انہیں مقابلہ کے لئے للکارا لیکن مقابلے میں آنے کا کسے یارا تھا۔ ان کا لیڈر سوامی دیانند تو سامنے نہ آیا۔ ایک اور بدبخت آریہ **لیکھرام** پشاوری سامنے آ گیا۔ اس کا ذکر حضرت صاحبؑ کے اس شعر میں بھی ہے ؎

جس کی دعا سے لیکھو مرا تھا کٹ کر
ماتم پڑا تھا گھر گھر وہ میرزا یہی ہے

وہ شوخیوں اور گستاخیوں میں حد سے بڑھ گیا اور خدا سے خود نشان مانگا۔ اس نے حضرت صاحبؑ کو لکھا "اور مقابلہ تو ہوگا یا نہیں ذرا اپنے **خدا سے الہام کر کے** میرے لئے کوئی نشان تو مانگو" حضرت صاحبؑ نے فرمایا ؎

الا اے دشمنِ نادان و بے راہ
بترس از تیغ برّانِ محمد

پھر آپ جانتے ہیں کہ کس طرح محمد کی تیغ براں نے اس کا خاتمہ کیا کہ آج تک پتہ نہ چل سکا۔ اس پر آریوں نے بڑا طوفان بے تمیزی مچایا۔ قتل کی دھمکیاں دیں۔ مگر حضرتؑ نے اپنی حفاظت کے لئے کوئی پہرہ نہ رکھا۔

وہ تو خدا کی حفاظت میں تھے ان کا کوئی کیا بگاڑ سکتا تھا۔ دنیا ان کا بال بھی بیکا نہ کر سکی۔

(۲) مولوی برہان الدین صاحب جہلمی، کا ایک بھتیجہ عبدالحمید تھا۔ وہ ادنیٰ قسم کا انسان تھا۔ اپنا مذہب بدلتا رہتا تھا وہ کچھ دن قادیان میں رہا۔ وہاں سے امرتسر چلا آیا اور عیسائیوں کے ہتھے چڑھ گیا اور عیسائی ہو گیا۔ پادری ہنری مارٹن کلارک کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ قادیان میں بھی رہا ہے تو اسے اپنے ساتھ ملا کر یہ سازش کی کہ عبدالحمید کو مرزا صاحب نے ہنری مارٹن کلارک کو قتل کرنے کے لئے امرتسر بھیجا تھا۔ پادری مذکور نے حضرت صاحب پر امرتسر کے ڈپٹی کمشنر مسٹر مارٹینو کی عدالت میں مقدمہ اقدام قتل دائر کر دیا۔ عبدالحمید اور ہنری مارٹن کلارک کے بیانات ہوئے اور ڈپٹی کمشنر نے حضرت صاحب کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کر دیئے۔ اب میں خدا کے ان نشانوں کا ذکر کروں گا۔ جو اس مقدمہ کے دوران ظاہر ہوئے **پہلا** نشان تو یہ ظاہر ہوا کہ وارنٹ کہیں راستہ میں ہی گم ہو گئے اور حضرت صاحب تک نہ پہنچ سکے۔ اور **دوسرا** نشان یہ ظاہر ہوا کہ مقدمہ امرتسر کے ڈپٹی کمشنر کی عدالت سے منتقل ہو کر گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر کپتان ڈگلس کی عدالت میں آ گیا کیونکہ قانون کی رو سے امرتسر کے ڈپٹی کمشنر کو اس مقدمہ کی سماعت کا اختیار نہ تھا۔ اس لئے کہ قادیان ضلع گورداسپور میں ہے۔ کپتان ڈگلس کا دل خدا نے نرم کر دیا اور انہوں نے بجائے وارنٹ کے سمن جاری کئے۔ **تیسرا** نشان جس نے مقدمہ کا رنگ ہی بدل دیا یہ تھا۔ کہ اس سال کی ۲۰ اگست کو ڈپٹی کمشنر بمعہ اپنے ریڈر کے بٹالہ سٹیشن پر پہنچے۔ گاڑی کچھ لیٹ تھی۔ ڈپٹی کمشنر بڑی پریشانی کی حالت میں ادھر ادھر پلیٹ فارم پر چکر لگا رہے تھے۔ ریڈر نے جرأت کر کے پوچھا کہ صاحب آپ آج خلاف معمول پریشان نظر آ رہے ہیں۔ ڈپٹی کمشنر نے جواب دیا "ہم اس مقدمہ کی وجہ سے بہت سرگرداں ہیں۔ ہم جس طرف نگاہ کرتے ہیں ہم کو مرزا صاحب نظر آتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ انصاف جو تمہاری قوم کا خاصہ ہے اس کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا"۔ ریڈر نے مشورہ دیا کہ آپ عبدالحمید کو عیسائیوں سے علیحدہ کر کے بیان لیں اور اس مقدمہ کی دوبارہ تفتیش کریں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ عبدالحمید نے اپنا پہلا بیان بدل کر سچا بیان دیا۔ حضرت صاحب بری ہو گئے۔ خدا نے اپنے مامور کی لاج رکھ لی۔ آپ تو دیکھ لیں اور سوچ لیں کہ ایک عیسائی ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں اس شخص کے خلاف مقدمہ دائر ہوتا ہے جو عیسائیت کی جڑیں کاٹ رہا ہے لیکن ڈپٹی کمشنر اسے بری کر دیتا ہے۔ کیا ایسا خدا کی تائید اور اس کی مدد کے بغیر ہو سکتا ہے۔ دنیا انصاف نہ کرے تو اس کی مرضی لیکن وہ سورج کو انگلی کے پیچھے چھپا نہیں سکتی۔ مولوی محمد حسین صاحب اس مقدمہ میں گواہ بن کر آئے۔ لیکن خدا کے مامور کے مقابلے میں ناکامی ہوئی۔

یہ تو غیروں کے حملے تھے اب ان اپنوں کے حملوں کے بارے میں بھی سن لیجئے جن کے ایمان کو بچانے کے غم میں میرے امام پگھلے جا رہے تھے

ان سب میں سے مولوی محمد حسین بٹالوی حضرت صاحبؑ کے شدید ترین مخالف اور دشمن تھے۔ انہوں نے ایذا دہی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا، اور تمام ہندوستان میں گھوم پھر کر کفر کے فتوے پر علماء سے دستخط کروائے۔ لیکھرام جب حضرت صاحب کی پیشگوئی کے مطابق خدا کے حکم سے محمدؐ کی تیغ براں سے قتل ہوا تو انہوں نے آریوں کے ساتھ مل کر حضرت صاحب پر قتل کی سازش کا الزام لگایا۔ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے مقدمہ میں وہ عیسائیوں کی طرف سے گواہ بن کر آئے وہاں گواہی دیتے وقت اتنا جھوٹ بولنا شروع کیا کہ عدالت کو مجبوراً گواہی بند کرنا پڑی۔ حضرت صاحبؑ کے مقابلے میں کرسی مانگی تو ذلت اٹھانی پڑی۔ حضرت صاحب نے تنگ آ کر اسے مباہلہ کے لئے بلایا لیکن اسے مقابلہ میں آنے کی جرأت کیسے ہو سکتی تھی۔ پھر ایک بار اس نے گورنمنٹ میں اطلاع دی کہ مرزا صاحب اپنی کھوئی ہوئی سلطنت حاصل کرنے کی فکر میں ہیں اور وہ اس غرض کے لئے فوج جمع کر رہے ہیں۔ جب انہیں یقین ہو گیا کہ ان کی قوت مضبوط ہو چکی ہے تو وہ موقعہ پا کر گورنمنٹ کے خلاف بغاوت کر دیں گے۔ اس کے علاوہ ان کی امیر عبدالرحمٰن کابل کے ساتھ سازباز ہے۔ اس سلسلہ میں ایک انگریز کپتان پولیس ایک تھانے دار اور چند سپاہیوں کی معیت میں حضرت صاحب کی خانہ تلاشی کے لئے قادیان پہنچا۔ شام کی نماز کا وقت قریب تھا۔ حضرت صاحب اس وقت مسجد مبارک کی چھت پر تشریف رکھتے تھے۔ ساتھ مولوی عبدالکریم صاحبؓ بھی تھے۔ پولیس بھی مسجد کے کوٹھے پر چڑھ گئی۔ کپتان نے خانہ تلاشی کے ارادہ کا اظہار کیا۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا کہ ہم شام کی نماز پڑھ لیں تو اس کے بعد آپ تلاشی لے لیں۔ مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے بڑے جذب و اخلاص میں ڈوبی ہوئی اذان دی۔ شام کی نماز بھی انہوں نے ہی پڑھائی۔ انہوں نے اپنے مخصوص لہجہ میں قرآن شریف پڑھا۔ ادھر نمازیوں کی آنکھوں سے اشک رواں تھے۔ ادھر کپتان کا دل پگھل گیا۔ جب نماز ختم ہوئی تو کپتان بغیر تلاشی لئے واپس

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

"مقدّس ترین جہاد"

ایک مخالفِ احمدیت کے نظریۂ جہاد پر تبصرہ

از شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے

مولینا سید ابوالحسن علی ندوی اپنے آپ کو ایک غیر جانب دار مؤرخ اور طالب حق قرار دیتے ہیں۔ اسلامی تاریخ پر انہوں نے متعدد کتابیں لکھی ہیں اور "قادیانیت" کے متعلق بھی وہ اردو انگریزی اور عربی میں خامہ فرسائی کر چکے ہیں۔ ذیل کے مضمون میں ان کے نظریۂ جہاد پر مختصراً تبصرہ کیا گیا ہے جس سے معلوم ہو گا کہ جب احمدیت کی مخالفت مدِ نظر ہوتی ہے تو متنازع فیہ مسائل میں وہ اپنی غیر جانبداری کو بھول جاتے ہیں۔ لیکن جب ان کے مخاطب احمدی نہیں بلکہ عام مسلمان ہوتے ہیں تو انہی مسائل پر حق بات بھی ان کے قلم سے نکل جاتی ہے۔

انگریزوں کے سامنے کوئی اخلاقی دعوت نہ تھی۔

اپنے ایک مقالہ میں سید صاحب فرماتے ہیں:۔

"انگریزی حکومت کے سامنے کوئی اخلاقی یا مذہبی دعوت نہ تھی اور نہ کوئی زندگی کا فلسفہ یا نظام تھا وہ کسی تہذیب کی داعی نہ تھی۔ اس کے جو کچھ تہذیبی اثرات اس ملک میں پھیلے وہ زیادہ تر اس کے سیاسی اقتدار و بالاتری کے نتیجہ کے طور پر یا خود بعض اہلِ ملک اور مسلمان اہلِ دعوت کی دعوت و تبلیغ کے اثر سے تھے جو مسلمانوں کی پستی کا علاج یہی سمجھتے تھے کہ وہ حاکم قوم کی تہذیب و تمدن اختیار کر کے کچھ بلندی حاصل کریں ورنہ وہ دراصل ایک دفتری نظامِ حکومت تھا جس کو صرف اپنے دفتری نظم و نسق سے دلچسپی تھی۔ اس کے سامنے نہ تو تاریخ کا کوئی دَور تھا جس کا احیاء اس کے مدِ نظر ہو نہ مستقبل کے لئے ذہن و تہذیب کا کوئی سانچہ بنانا ان کے مقاصد میں سے تھا"

(نشانِ راہ ص۲۔ ناشر مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ انڈیا۔ نیز دیکھئے ماہنامہ الفرقان لکھنؤ شمارہ اگست ۱۹۶۳ء)

مندرجہ بالا اقتباس سے ذیل کے امور پر روشنی پڑتی ہے:۔

(۱) انگریزی حکومت کسی تہذیبی یا مذہبی دعوت کی علمبردار نہ تھی۔

۲۔ اس حکومت کے تہذیبی اثرات (جو کچھ بھی ہوں) اس کے سیاسی اقتدار کا نتیجہ تھے۔

۳۔ یا یہ اثرات خود بعض اہلِ ملک کی دعوت و تبلیغ کا نتیجہ تھے۔

۴۔ اس حکومت کو محض اپنے دفتری نظم و نسق سے دلچسپی تھی۔

۵۔ نہ کوئی تاریخی دَور کا احیاء اس حکومت کے مدِ نظر تھا اور نہ مستقبل کے لئے تہذیب کا سانچا بنانا اس کے مقاصد میں سے تھا۔

انگریزوں کی تہذیب اخلاقی انتشار کا سرچشمہ تھی۔

اپنی ایک اور تصنیف میں سید صاحب فرماتے ہیں:۔

"انگریز اس ملک میں محض ناقدر ناترس فرمانروا اور جابر حاکم نہ تھے بلکہ وہ ایک ایسی تہذیب کے بھی علمبردار تھے جو اس ملک میں فساد اور الحاد اور اخلاقی انتشار کا سرچشمہ تھی۔ وہ عملاً ان تمام اقدارِ حیات کے منکر اور ان اخلاقی اور دینی معیاروں سے منحرف تھے جن پر اسلام کے اخلاقی و اجتماعی نظام کی بنیاد ہے۔ وہ ایک جرائم پیشہ قوم تھے جن کی تاریخ عالمِ اسلام پر مظالم اور سیاسی جرائم سے داغ داغ ہے۔"

(قادیانیت ص۱۲۷)

قارئین کو تعجب ہو گا کہ کہاں تو سید صاحب فرما رہے تھے کہ انگریزی حکومت کسی اخلاقی، مذہبی یا تہذیبی دعوت کی علمبردار نہ تھی اسے محض اپنے دفتری نظم و نسق سے دلچسپی تھی اور جو کچھ بھی اس کا اثر مسلمانوں نے بالواسطہ یا بلاواسطہ لیا تھا خود اپنی مرضی سے لیا تھا یا اس قسم کے اثرات اس حکومت کے سیاسی اثرات کا نتیجہ تھے، اور کہاں اب سب دنیا کے کیڑے انگریزوں میں پڑنے شروع ہو گئے اور وہ یکایک ایسی تہذیب کے علمبردار بن گئے۔ جو اس ملک میں فساد اور الحاد اور اخلاقی انتشار کا سرچشمہ تھی اور وہ عملاً تمام (اسلامی) اخلاقی اور دینی اقدارِ حیات سے منکر تھی۔

پھر صفحہ ۱۲۹ پر فرماتے ہیں کہ یہ حکومت:۔

"اسلامی حکومت کی غاصب اور اسلامی اقتدار کی سب سے بڑی حریف اور اپنے زمانے میں فساد و الحاد کی سب سے بڑی علمبردار تھی۔"

آخر سید ابوالحسن ندوی جیسے مصنف نے جن کا ذہن بقول خود "فطرۃً تاریخی واقع ہوا ہے" (قادیانیت ص۸) انہوں نے یکایک ایسا تاریخی متضاد بیان کیسے دینا شروع کر دیا۔ بات یہ ہے کہ جب انہوں نے اپنا مقالہ "نشانِ راہ" مسلمانوں کے اجتماع میں سنایا تھا ان کے مدِ نظر "قادیانی" نہیں بلکہ مسلمان تھے۔ اور ہندوستان کو نئی نئی آزادی ملی تھی۔ اور مسلمانانِ ہند کو ایک "نئے دَور" اور اس کے "خطرناک" پہلوؤں سے سامنا کرنا پڑا تھا اور یہ محسوس کرنے لگے تھے کہ ان نئے آقاؤں سے پرانے آقا ہی اچھے تھے جن کے ساتھ نہ اخلاقی دعوت تھی نہ مذہبی، گو فسق و فجور فحش و عریانی کے پودے بڑھ رہے تھے اور ان کی ترویج کے لئے منظم ادارے اور مستقل تحریکات تھیں لیکن حکومت کا نظام جو کچھ بھی تھا محض دفتری قسم کا نظام تھا۔ اور اب مسلمانوں کو ایک نئی "تاریخی حقیقت" سے سامنا تھا جہاں لوگ "برملا اور بے پردہ" کہتے تھے کہ اس ملک ہند میں صرف ایک ہی تہذیب اور زبان رہے گی۔ جب سید صاحب نے "قادیانیت" کا "مطالعہ و جائزہ" شروع کیا تو سکھوں کی حکومت کے مقابل پر حضرت مرزا صاحب کا انگریزوں کی حکومت کو سراہنا انہیں سخت قابلِ اعتراض معلوم ہوا۔ پس اس زاویے سے جب انہوں نے تاریخی حقیقت کو دیکھنا شروع کی تو انہیں کچھ اور ہی سماں نظر آیا۔ سچ ہے تاریخی حقائق ؎

دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا!

ہم نے اوپر یہ ذکر کیا ہے کہ مسلمانانِ ہند کو جب آزادی کے نئے دَور اور اس کے خطرناک پہلوؤں سے سامنا کرنا پڑا تو انہیں یہ محسوس ہوا کہ پرانے آقا ہی اچھے تھے۔ اس کا دبی زبان سے اعتراف سید صاحب کے مقالہ میں بھی پایا جاتا ہے ــ (یہ ضمنی سرخیاں مصنف کی قلم کی ہوئی ہیں) فرماتے ہیں:۔

"نیا دَور اور اس کے خطرناک پہلو

۱۵ راگست ۱۹۴۷ء سے ایک دوسرا دَور شروع ہوا اور مسلمانوں کے دینی حاسہ مذہبی زندگی اور تعلیمی و تہذیبی تصوّرات کو نئے مسائل اور غیر متوقع حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ ملکی حکومت کے قیام کے ساتھ اگرچہ ذمہ دار سیاسی جماعت نے غیر مذہبی حکومت ہونے کا اعلان کیا مگر جو لوگ عوام میں زیادہ اثر رکھتے ہیں وہ ۱۹۴۷ء کے انقلاب کو ایک مجرد سیاسی انقلاب نہیں سمجھتے بلکہ ایک نئی زندگی اور ہندو تہذیب کی نشاۃ ثانیہ سے اس کی تعبیر کرتے ہیں اور برملا و بے پردہ کہتے ہیں کہ تقسیم کے بعد اب اس ملک میں صرف ایک ہی تہذیب اور ایک ہی زبان رہے گی اس میں کسی دوسری تہذیب اور کسی مشترک زبان کی گنجائش نہیں۔ وہ اتحاد کی بجائے وحدت کی دعوت دیتے ہیں جس میں تہذیبی خصائص کی کوئی گنجائش نہ ہو"

(نشانِ راہ صفحہ ۹-۱۰)

کیسی گہری تاریخی حقیقت کا انکشاف فرمایا ہے! انگریزی حکومت کے سامنے کوئی اخلاقی یا مذہبی دعوت نہ تھی لیکن اس نئی آزاد مملکت میں اسلامی تہذیبی خصائص کو بالکل مٹا دینے کے پروگرام بن رہے ہیں اور ایک نئی زندگی اور ہندو تہذیب کی نشاۃ ثانیہ کے سامان ہو رہے ہیں۔ اب ذرا آگے چلیے:۔

"ایک تاریخی حقیقت

اس موقعہ پر تاریخی حقیقت بھی مدِ نظر رہنی چاہیئے کہ اس ملک کی دینی اور

اس کی تہذیب نے مسلمانوں سے پہلے بیسیوں قوموں کو ان کے قومی خصائص اور دینی شعائر مٹا کر اس طرح ہضم کر لیا کہ اب وہ کوئی جداگانہ وجود نہیں، اہلِ علم جانتے ہیں کہ "وحدتِ وجود" اور "وحدتِ ادیان" کا خیال جو ہندو مذہب اور فلسفہ کی روح ہے ایک ایسے دین کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے جس کی بنیاد رسالت و شریعت پر ہو اور جو اس کا قائل نہ ہو کہ "سب مذاہب ایک ہیں" بلکہ اس کا قائل ہو کہ "حق ایک ہے" ایسا مذہب اور فلسفہ جو تمام مذاہب کے برحق ہونے کا دعوے کرتا ہو کسی دوسرے مذہب کے جاہل عوام اور مرنجان مرنج قسم کے لوگوں کو تسخیر کر لینے کی بڑی صلاحیت رکھتا ہے پھر جس تہذیب و تعلیم و نظامِ زندگی سے واسطہ ہے وہ اسی ملک کی پیداوار ہے اس لئے قدرۃً اس کے راستہ میں وہ طبعی حجابات حائل نہیں ہیں جو مغربی تہذیب و تعلیم و نظامِ زندگی کے راستہ میں حائل تھے"۔

(نشانِ راہ صفحہ ۱۰-۱۱)

سیّد صاحب یہ موازنہ مستقبل کے خدشات کے پیشِ نظر کر رہے ہیں لیکن آپ اس زمانہ کی حالت پر نظر ڈالیں جب جہالت کا واقعی دَور دَورہ تھا اور مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو خطرے میں تھی، اس وقت حالات نے پلٹا کھایا اور ایک ایسی حکومت معرضِ وجود میں آئی "جسے صرف اپنے نظم و نسق سے دلچسپی تھی"۔ اور ان تاریخی حقائق کو سامنے رکھ کر بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے انگریزوں کی حکومت کی تعریف کی تو ان کے خلاف آجکل بھی سب سے بڑا اعتراض ہو رہا ہے حضرت مرزا صاحب ایک مقام پر فرماتے ہیں:-

"پنجاب پر خسران کا زمانہ اس وقت زور میں تھا جس وقت اس ملک پر خالصہ قوم حکمران تھی کیونکہ علم نہیں رہا تھا اور ملک میں جہالت پھیل گئی تھی اور دینی کتابیں ایسی گم ہو گئی تھیں کہ شاید کسی بڑے خاندان میں دستیاب ہو سکتی ہوں گی۔ اور اس کے بعد گورنمنٹ انگریزی کا زمانہ آیا یہ زمانہ نہایت پرامن ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اگر ہم خالصہ قوم کی عملداری کی راتوں سے بھی برابر قرار دیں تو یہ بھی ایک ظلم اور خلاف واقعہ ہو گا یہ زمانہ روحانی اور جسمانی برکات کا مجموعہ ہے اور آنے والی برکتیں اس کی ابتدائی بہار سے ظاہر ہیں۔ ہاں یہ زمانہ ایک عجیب جانور کی طرح کئی منہ رکھتا ہے۔ بعض منہ تو حقیقی خداشناسی اور راستبازی کے برخلاف ہونے کی وجہ سے خوفناک ہیں اور بعض منہ بہت بابرکت ہیں اور راستبازی کے مؤید ہیں مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ انگریزی حکومت نے انواع و اقسام کے علوم کو اس ملک میں بہت ترقی دی ہے۔ اور کتابوں کے چھاپنے اور شائع کرنے کے لئے ایسے سہل اور آسان طریق نکل آئے ہیں کہ زمانہ گذشتہ میں ان کی کہیں نظیر نہیں ملتی اور جو ہزارہا مخفی کتب خانے اس ملک میں تھے وہ بھی ظاہر ہو گئے اور تھوڑے ہی دنوں میں علمی رنگ میں زمانہ ایسا بدل گیا کہ گویا ایک نئی قوم پیدا ہو گئی اور اندر ہی اندر ارتداد و دہریت کا پودا بڑھنے لگا۔"

(لیکچر لاہور صفحہ ۲۹-۳۰)

مندرجہ بالا اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت اقدس

(۱) انگریزوں کی حکومت کے زمانہ کا سکھوں کی حکومت سے مقابلہ کرتے ہیں اور خالصہ قوم کے زمانہ حکومت پر انگریزوں کی حکومت کو ترجیح دیتے ہیں۔

(۲) انگریزوں کی حکومت کی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ لیکن

۳- اس امر کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ انگریزی حکومت کی آسائشوں نے علمی اور اخلاقی حالتوں پر بُرا اثر ڈالا ہے۔ گناہوں کی کثرت اور دہریت کی ترقی بھی اسی امن اور آسائش کی پیداوار ہے۔

سکھوں کے زمانہ حکومت کے متعلق لیکچر لدھیانہ میں فرماتے ہیں:-

"یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس بادشاہ کے زمانہ میں کوئی ہوتا ہے اس کے اخلاق بھی اسی قسم کے ہو جاتے ہیں سکھوں کے زمانہ میں اکثر لوگ ڈاکو ہو گئے تھے، انگریزوں کے زمانہ میں تہذیب اور تعلیم پھیلتی جاتی ہے اور ہر شخص اس طرف کوشش کر رہا ہے۔"

(صفحہ ۳۷)

اس مقام پر بھی انہوں نے سکھوں اور انگریزوں کی حکومت کا موازنہ کیا ہے۔ یہ صرف بانیٔ سلسلہ احمدیہ ہی کے تاثرات نہیں بلکہ اس میں دوسرے مسلمان اور مؤرخین بھی شریک ہیں جس پر ہم کسی اور وقت تفصیل سے روشنی ڈالیں گے۔

وقت کی آواز

بہرحال سیّد صاحب اس نئے دور کے خطرناک پہلوؤں اور مسلمانوں کی موجودہ نسل کے دینی حاسہ کی کمزوری کا ذکر کرنے کے بعد وہ اس امر کا اپنے سامعین کو یقین دلاتے ہیں کہ:-

"اسلامی دعوت کے لئے آج بھی زمین ہموار ہے۔"

(نشانِ راہ صفحہ ۱۶)

"اسلامی دعوت کی ایک اندرونی طاقت ہے۔" (ص ۱۷)

"یہ طاقت آج بھی معجزے دکھا سکتی ہے۔" (ص ۱۸)

"اسلام کو جو بڑے پیمانہ پر ارتداد کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے اس کا سدِباب ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ کیا طریقے ہیں جن کو بروئے کار لا کر اسلام کے مستقبل کو ہندوستان میں محفوظ کیا جا سکتا ہے؟"

قارئین کو توقع ہو گی کہ ندوی صاحب دیگر علماء کی ہمنوائی میں ان حالات میں "نعرہ جہاد" بلند کریں گے۔ وہ "جہاد" جس کے متعلق مخالفین احمدیت سالہا سال سے یہ پروپیگنڈا کرتے چلے آئے ہیں کہ احمدیت نے اسے منسوخ کر دیا۔ یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ احمدیوں نے اگر اسے منسوخ کر دیا جن کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے تو ان کروڑہا کروڑ مسلمانوں کو کیا ہوا کہ اپنے اعداء کے مقابل پر نہ خنجر اُٹھا نہ تلوار۔ اگر اس مشکل کا کوئی حل پیش کیا تو یہی کہ محبت اور حکمت کے ساتھ اسلامی تعلیم کو پیش کیا جائے۔ حکیمانہ طرز پر وعظ کئے جائیں۔ مختلف زبانوں میں لٹریچر شائع کیا جائے اور اس اشاعت لٹریچر کے لئے کھلے دل سے مالی قربانیاں کی جائیں۔ تعجب ہے یہی بات اگر احمدی کہے تو اسے ہر طرف سے طعن و تشنیع کا ہدف بنا لیا جاتا ہے۔ اگر مولینا ابوالحسن ندوی فرمائیں تو یہ ارشاد ہو —

"اس مقالہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بارہ سال پہلے ہی اس حال کی بڑی سچی تصویر مقالہ نگار کے موئے قلم سے تیار کر دی گئی تھی اور راہِ عمل کی نشاندہی بھی قریب قریب اس طرح کر دی گئی تھی جس طرح تصورات و خیالات کی نہیں بلکہ حالات کی دنیا میں کی جانی چاہیئے"

(پیش لفظ نشانِ راہ از مولینا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر رسالہ الفرقان لکھنؤ)

آگے چل کر اس "کارآمد مقالہ" کے متعلق لکھتے ہیں کہ:-

"مختلف مقامات پر بشکل چند الفاظ کے تغیّر سے ٹھیک اسی وقت کی آواز معلوم ہوتی اور موجودہ حالات میں پوری طرح رہنمائی حاصل کرنے کے قابل ہے۔"

سچ فرمایا مولانا محمد منظور نعمانی نے یہ "مقالہ وقت کی آواز ہے اور موجودہ حالات میں پوری طرح رہنمائی حاصل کرنے کے قابل ہے۔"

باقی ——— باقی

آتشِ آخر زماں بقیہ از صفحہ ۸

چلا گیا۔ مولوی محمد حسین نامراد رہ گیا۔

یہ سب کلہاڑے تھے جن کے ذریعے معاندین حضرت صاحبؑ کو کاٹنے کی کوشش کرتے رہے لیکن باغبان نے اپنی ثمر دار شاخ کی خوب نگہبانی کی۔ مخالفین کو ہر مقام پر ہزیمت اُٹھانی پڑی۔ سلسلہ دن بدن بڑھتا اور پھلتا پھولتا رہا۔ اس شاخ کے پھل کیا ہیں؟ آپ کی جماعت اور آپ کی تصانیف آپ کے پھل ہیں۔ آپ کی جماعت کی طرف سے شائع کردہ لٹریچر اور کتب اور اندرون اور بیرون ملک قائم کردہ مشن بھی آپ کے پھل ہیں۔ نہ صرف آپ کے زمانے میں بلکہ آپ کے بعد بھی اس سلسلہ پر بڑے ابتلا آئے ۱۹۵۳ء کے واقعات آپ کے سامنے ہیں لیکن اس ثمر دار شاخ کا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکا۔ زمانہ اب بھی ٹکرانے کے دیکھ لے خدا اسے ناکام کریگا۔

لیکن اس کامیابی کا راز کیا تھا۔ وہ راز خدا سے تعلق۔ نبی کریمؐ اور قرآن سے جنون کی حد تک عشق۔ تقوے اور قربانی تھا۔ یہی جذبہ آپ نے اپنی جماعت میں پیدا کر دیا تھا۔ ہم نے اپنے بزرگوں کو یہ سودا لئے ہوئے دیکھا ہے لیکن افسوس اب ہم میں وہ جذبہ اگرچہ موجود ہے لیکن اس شدت اور جنون کی حد تک نہیں جو حضرت صاحب کا منشاء تھا۔ * ہمیں اسے پھر جنون کی حد تک پیدا کرنا ہے۔ علامہ اقبال کا ایک شعر ہے ؎

کی وفا تو نے محمدؐ سے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

میں اس کی تشریح یوں کروں گا کہ مرزا سے وفا محمدؐ سے وفا ہے۔ اور محمدؐ سے وفا لوح و قلم حاصل کرنے کی ضمانت ہے ورنہ ؎

ان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم

چیکوسلواکیہ کی نومسلم خاتون کے تاثرات۔ (بسلسلہ صؔ ۲)

رائے کا اظہار کیا ہے مسلمانوں کی افسوسناک حالت مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ تہذیب و تمدن کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے اس حال کو کیسے پہنچے مسلمان جو غیر اسلامی رسومات اور اسلامی تعلیمات کے درمیان پھنسے ہوئے تھے۔ ان کو اچانک مغربی تاثرات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کا لازمی نتیجہ انتشار و اضطراب تھا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ مسلم قوم کا عقیدہ محفوظ ہے اگرچہ وہ قیادت کو گم کر چکی ہے لیکن یہ صاف ظاہر ہے کہ حکومتیں قصداً ہر مغربی چیز کی اندھی تقلید کر کے اپنی قوموں کو الوہہ عقیدہ کی طرف لانے اور حکومت الٰہیہ کے قیام کی کوشش کی بجائے مادی عقیدہ کی طرف لے جانے کی طرف کوشش کر رہی ہیں۔ اس لئے ہر قوم کا فرض ہے کہ وہ ان لوگوں کا ساتھ دے جو اس تغیر کے خطر سے آگاہ ہو گئے ہیں۔ اور جدید صحیح افکار اور اسلامی قواعد کے درمیان مناسب ربط پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تمام اسلامی ممالک کو اللہ کی بنائی ہوئی اساس پر متحد کر دیں۔

س:- اس زندگی میں آپ کی تمنا اور مقصد کیا ہے۔

ج:- میں یہ چاہتی ہوں کہ جلد یا بدیر کسی اسلامی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر کے اپنی معلومات کے ساتھ اسلام کی نشر و اشاعت میں حصہ لوں۔ اس کے علاوہ میری خواہش یہ ہے کہ مشرقی عورتوں کو ان کے حقوق کا اقرار کر کے دنیا کی دوسری عورتوں کے مقابلے میں ان کو ممتاز کر دوں۔ چند سال بعد میں کسی ذہین اور مسلمان نوجوان سے شادی کر کے اسلامی خاندان میں زندگی بسر کرنا چاہتی ہوں۔ ذاتی طور پر میرا مقصد رموز و اسرار قرآن کی گہرائیوں تک پہنچنے کی کوشش ہے۔

س:- آپ کے خیال میں یورپی مسلمانوں کو کس چیز کی ضرورت ہے۔

ج:- یورپ میں مسلمان اخلاقی اور مادی مدد کے محتاج ہیں۔ اخلاقی مدد اس لئے کہ ان میں کمزوری نہ آسانی جگہ پکڑ سکے اور وہ یورپ کی زندگی کے پیش کردہ خطرناک سراب سے باسانی دھوکہ نہ کھا سکیں گے۔ تمام مسلمانوں کو جماعتوں کی صورت میں منظم ہونا چاہیئے اور ہر جماعت کا ایک امام ہونا چاہیئے اس قسم کی تنظیم کہ مالی مدد کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے۔

اسلامی جماعت میں اس کا امکان ہوگا کہ تمام مسلمان باہم مربوط رہیں اور سخت وقت میں ایک دوسرے کی مدد کر سکیں۔ جب شہر میں ضرورت ہو اور مسجد بنانے کا امکان نہ ہو تو کم از کم نماز کے لئے ایک حجرہ ہی کھڑا کر سکیں۔ جماعت کے خوشحال افراد تو مساجد اور دوسرے مراکز بنانے میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے سکتے ہیں۔

سلسلہ میں شمولیت

بخدمت جناب سیکرٹری صاحب۔

جناب عالی بصد ادب بحضور جناب گذارش ہے کہ میں ایم۔ اے۔ اردو کا امتحان کے لئے آپ کے مہمان خانہ میں تقریباً ۲۰ دن قیام پذیر رہا۔ ارکان جماعت کے حسن سلوک سے بہت زیادہ متاثر ہوا درین اثنا احمدیت کا مطالعہ بھی کیا۔ میں اس جماعت کو حقائق پر مبنی دیکھ کر اپنے آپ کو آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت امیر جماعت سے میری بیعت منظور کرا لیں۔

اکبر کو اس جماعت میں داخل کر دو ضرور
جزائے خیر خدا سے حاصل کر و ضرور

عرضی

احقر العباد علی اکبر ٹیچر شاد پبلک ہائی سکول جلالپور جٹاں۔ گجرات
خادم احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ٹیلیگرام:- فائن ٹیکس
فون نمبر
۲۰۱۴
۲۸۵۹
۷۷۶۶

فائن ٹیکس

دیدہ زیب — خوشنما نمونے — پختہ رنگ — شرٹنگ
بستر کے سیٹ — صوفہ — و — پردہ کلاتھ

آج ہی فائن ٹیکس کی مصنوعات سے اپنے گھر کو سجائیے

یونائیٹڈ ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ فضل آباد ملتان

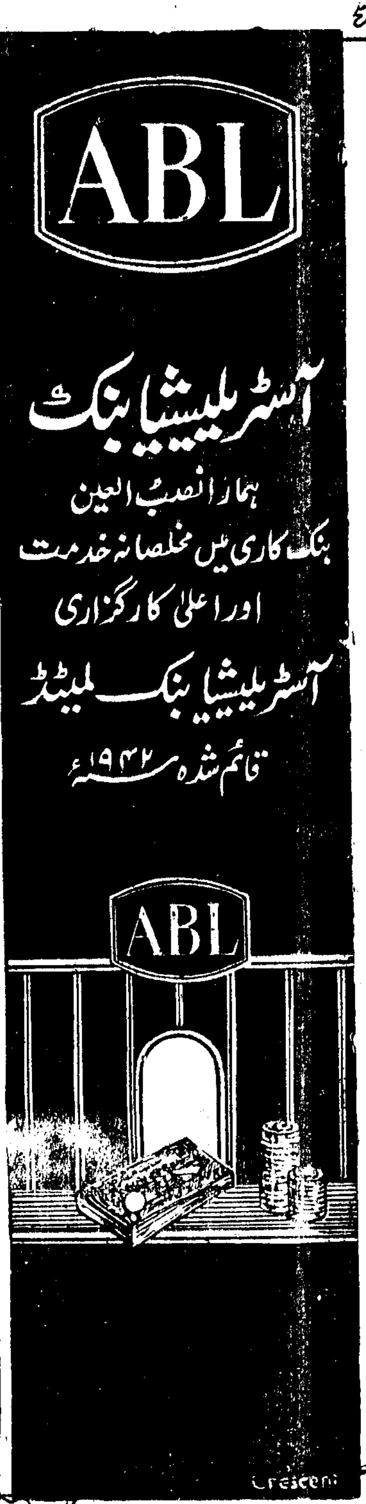

آسٹریلیشیا بنک
ہمارا نصب العین
بنک کاری میں مخلصانہ خدمت
اور اعلیٰ کارگزاری
آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ
قائم شدہ سنہ ۱۹۴۲ء

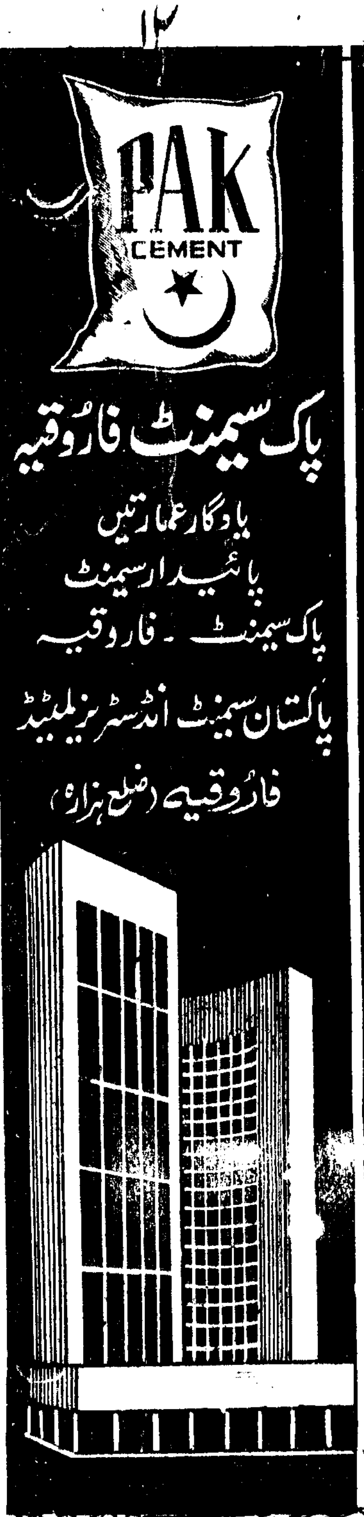

پاک سیمنٹ فارُوقیہ
یادگار عمارتیں
پائیدار سیمنٹ
پاک سیمنٹ ۔ فاروقیہ
پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ
فارُوقیہ (ضلع ہزارہ)

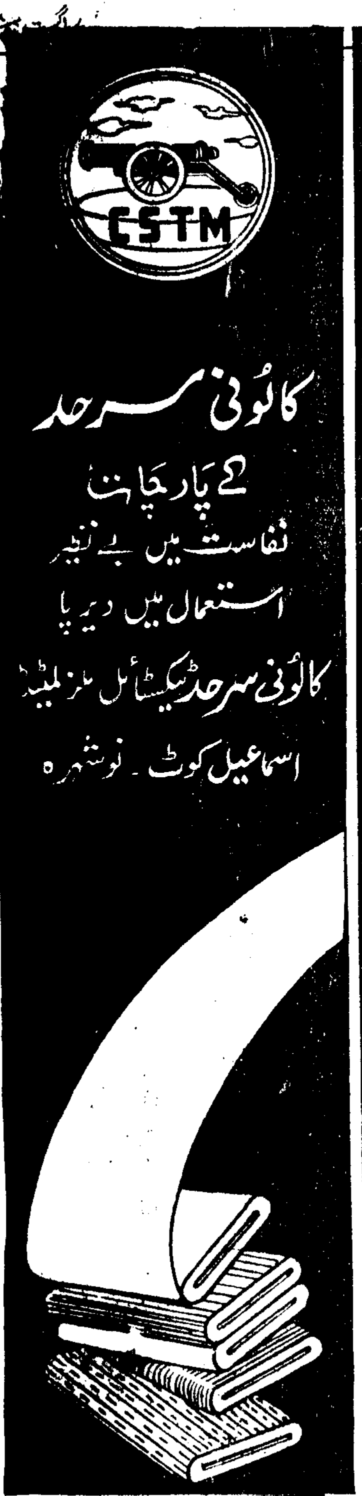

کالُونی سرحد
کے پارچاجات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا
کالُونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل کوٹ ۔ نوشہرہ

ضرورت رشتہ
ایک لیڈی ڈاکٹر بعمر ۲۴ سال سرکاری ہسپتال میں ملازمہ کے لئے رشتہ کی ضرورت ہے۔ رشتہ کے خواہشمند ڈاکٹر کو ترجیح دی جائے گی۔ خط و کتابت بنام م ۔ معرفت ایڈیٹر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور کی جائے

بہترین علاج
بواسیر، جسمانی کمزوری، ضعف اعصاب۔ فالج۔ گنٹھیا۔ تلی۔ ریح۔ سِل۔ پرانے بخار کے شفا بخش علاج ڈاک سے منگائیے۔
خط ملنے پر کتاب رفیق شباب مفت
حکیم محمد شفیع چشتی
سخیرہ ۵ بہر جام پور، ڈیرہ غازی خان

پیغام صلح مورخہ ۷ اگست سنہ ۱۹۶۸ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸۰ شمارہ ۳۱

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نور الٰہی صاحب پرنٹر چھپا مرکوکا و دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

[illegible]

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ٹیلیفون نمبر ۳۷۳۷
تار کا پتہ: تبلیغ لاہور

ہفت روزہ
پیغامِ صلح
لاہور
"پاکستان"

جلد ۵۶ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۱۸ جمادی الاوّل ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۴ اگست ۱۹۶۸ء | نمبر ۳۲

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص محبوں کا گروہ بھی
بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"
(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیرُ الرّسل خیرُ الانام
ہر نبوّت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابلِ احترام ہیں
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

حیا ایمان کی ایک شاخ ہے

عن ابی ھریرۃ عن النّبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قال الایمان بضعٌ وستّون شعبۃً والحیاءُ شعبۃٌ من الایمان

ترجمہ: —

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ایمان کی ساٹھ پر کئی شاخیں ہیں اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

نوٹ: — از حضرت مولانا محمدؒ علی صاحب رحمۃ اللّٰہ علیہ: —

بضع کا لفظ تین سے نو پر بولا جاتا ہے مراد تعیین معلوم نہیں ہوتی بلکہ ستّر کا لفظ چونکہ عدد کامل پر اطلاق پاتا ہے اس لئے اس کے قریب قریب ایک لفظ بول دیا ہے اور مراد یہ ہے کہ ایمان کے بہت سے شعبے ہیں ابن حبان کہتے ہیں۔ کہ میں نے ان امور کو جو ایمان کے ذکر میں کتاب اللّٰہ میں اور حدیث رسول اللہ صلعم میں بیان ہوئے ہیں گنا تو ۹۹ تک پہنچا۔ حیا کو یہاں ایک شعبہ ایمان کا فرمایا ہے۔ حیاء سے مراد وہ تعلق ہے جو انسان کو امر قبیح سے اجتناب پر آمادہ کرتا ہے۔ اور کسی حق والے کے حق کو کم کرنے سے روکتا ہے صحیح مسلم کی روایت میں اس پر یہ لفظ زیادہ کئے ہیں اعلاھا لا الٰہ الّا اللّٰہ وادناھا اماطۃ الاذی عن الطریق۔ یعنی ان میں سب سے بڑا شعبہ توحید الٰہی ہے اور سب سے چھوٹا راستہ سے دُکھ دینے والی چیز کا ہٹا دینا۔ پس سڑکوں کی صفائی اور ستھرائی کو بھی ایمان کا ایک جزو قرار دیا ہے۔

اعلائے کلمۃ الاسلام کے لئے صدق اور اخلاص سے خرچ کرنا برکت کا موجب ہے

اسکو ٹیکس سمجھنے والے تنگدل لوگوں کی اللہ کو کیا پرواہ ہے

مَلفُوظاتِ حضرتِ مسیحِ موعود علیہ السلام

۹ دسمبر ۱۹۰۵ء کو قادیان کے مہمانخانہ جدید میں مختلف شہروں اور قصبوں سے آئے ہوئے لوگوں میں جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے مبلّغین اور واعظین کے لئے ایک الگ جماعت کھولنے کے لئے چندہ کی تحریک کرتے ہوئے اعلائے کلمۃ الاسلام کی اہمیت بیان کی، اور اس کو سلسلہ احمدیہ کی اصل غرض قرار دیا۔ اسی دوران حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے آئے اور احباب کی درخواست پر آپ نے ایک طویل تقریر فرمائی فرمایا: —

دیکھو جو کچھ خواجہ صاحب نے بیان کیا ہے یہ سب کچھ صحیح اور درست ہے یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ ایک عجیب بات ہے کہ ایک طرف اللہ تعالےٰ اس جماعت کو حکم دیتا ہے کہ اپنی عملی حالت، قوّتِ ایمانی کو درست کر کے دکھا دیں کیونکہ جب تک عملی رنگ میں ایمان ثابت نہ ہو صرف زبان سے ایمان اللہ تعالےٰ کے نزدیک منظور نہیں اور وہ کچھ نہیں۔ زبان میں تو ایک مخلص اور منافق یکساں معلوم ہوتے ہیں۔ ہر ایک شخص جو اپنا صدق اور ثبات قدم ثابت کرنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ عملی طور پر ظاہر کرے جب تک عملی طور پر قدم آگے نہیں رکھتا آسمان پر اس کو مؤمن نہیں کہا جاتا۔

بعض شخصوں کے دل میں خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ آئے دن ہم پر ٹیکس لگائے جاتے ہیں۔ کہاں تک برداشت کریں میں جانتا ہوں کہ ہر شخص ایسا دل نہیں رکھتا کیونکہ ایک طبیعت کے ہی سب نہیں ہوتے بہت سے تنگدل اور کم ظرف ہوتے ہیں اور اس قسم کی باتیں کر بیٹھتے ہیں مگر وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی کیا پرواہ ہے ایسے شبہات ہمیشہ دنیاداری کے رنگ میں پیدا ہوا کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کو توفیق بھی نہیں ملتی لیکن جو لوگ محض خدا تعالےٰ کے لئے قدم اُٹھاتے ہیں اور اس کی مرضی کو ہی مقدّم کرتے ہیں اور اس بناء پر جو کچھ بھی خدمتِ دین کرتے ہیں اس کے لئے اللہ تعالےٰ خود انہیں توفیق دے دیتا ہے اور اعلائے کلمۃ الاسلام کے لئے جن اموال کو وہ خرچ کرتے ہیں ان میں برکت رکھ دیتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور جو لوگ صدق اور اخلاص سے قدم اُٹھاتے ہیں انہوں نے دیکھا ہوگا کہ کس طرح پر اندر ہی اندر انہیں توفیق دی جاتی ہے۔

وہ شخص بڑا نادان ہے جو یہ خیال کرتا ہے کہ آئے دن ہم پر بوجھ پڑتا ہے۔ اللہ تعالےٰ بار بار فرماتا ہے وللّٰہ خزائن السمٰوٰت والارض یعنی خدا تعالےٰ کے پاس آسمان و زمین کے خزانے ہیں۔ منافق ان کو سمجھ نہیں سکتے لیکن اس پر ایمان لاتا اور یقین کرتا ہے

(باقی برصفحہ ۷)

مکتوب فیجی از مولینا احمد یار صاحب

جزائر فیجی میں ایک فاضل صحافی کا قبولِ اسلام

حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سیرتِ طیّبہ تمام دُنیا کے لئے اُسوۂ حسنہ ہے

میلاد النبیؐ کی تقریب پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا جلسہ

امسال احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جزائر فیجی شاخ لاہور کے ممبران نے میلاد النبی صلعم کی تقریب سعید ۲۲ جون ۱۹۶۸ء کو منائی۔ تقریباً دس بارہ دن قبل اخبارات اور ریڈیو فیجی کے ذریعہ اس کے متعلق اعلان کرائے گئے۔ اور غیراز جماعت دوستوں کو بذریعہ خطوط بھی شمولیت کی دعوت دی گئی۔ اگرچہ اس دن سُووا اور گرد و نواح میں خوب بارش ہوئی۔ سارا دن اور ساری رات بارش کا سلسلہ جاری رہا۔ مگر اللہ تعالےٰ کی مہربانی سے احباب دُور دُور کے مقامات سے سفر کرکے اور صعوبتیں اُٹھا کر اس تقریب میں شامل ہوئے۔ ناندی۔ لٹوکہ۔ با اور مارو کے احباب وقت سے قبل پہنچ گئے تھے۔ احمدی احباب کے علاوہ دیگر مسلمان بھائی اور غیر مسلم دوست بھی (یعنی اصلی باشندے) کافی تعداد میں شامل ہوئے

فیجی کے اصل (عیسائی) باشندونکی شمولیّت

مسٹر جی این۔ ڈین اور ان کی اہلیہ محترمہ کی سعی سے امسال کیوبتی (یعنی اصلی باشندے) مستورات اور مرد بھی اس تقریب سعید میں شامل ہوئے۔ کیوبتی یعنی جزائر فیجی کے اصل باشندے قریباً سب کے سب عیسائی ہیں۔ دیگر عیسائیوں کی طرح یہ بھی مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں کیونکہ عیسائیوں کے تمام فرقوں کے مشن ان جزائر میں قائم ہیں۔ مگر انہیں ایک ایسی مرض لاحق ہو گئی ہے جس سے ان کی نجات بہت ہی مشکل نظر آتی ہے۔ وہ ہے شراب نوشی۔ ویسے یہ قوم سادہ اور صاف دل ہے۔ مہمان نواز اور خوش طبع ہے۔ میں نے آج تک کسی کیوبتی مرد اور عورت کو مغموم اور روتے نہیں دیکھا۔ شراب نوشی کے بعد مار دھاڑ وغیرہ بھی آپس میں کرتے رہتے ہیں۔ مگر میں نے کبھی دو کیوبتی عورتوں کو آپس میں لڑتے اور جھگڑتے نہیں دیکھا۔ اختتام جلسہ تک یہ لوگ نہایت غور سے تقریریں وغیرہ سنتے رہے

قرآن خوانی اور صدر جلسہ کی تقریر

جلسہ کی کارروائی تلاوت قرآن کریم کے ساتھ مسٹر جی۔ این۔ ڈین صاحب پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جزائر فیجی شاخ لاہور کی صدارت میں شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم ماسٹر حنیف اشرف خانصاحب نے کی۔ ماسٹر صاحب کی تلاوت سے حاضرین جھوم اُٹھے۔ اور بہت محظوظ ہوئے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

تلاوت کے بعد صدر جلسہ مسٹر جی۔ این۔ ڈین صاحب نے مختصر سی افتتاحی تقریر کی جس میں انہوں نے جلسہ کے انعقاد کی غرض و غایت بتلائی اور سرور کائنات صلعم کی ولادت باسعادت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہر مسلمان کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی آنحضرت صلعم کے نمونہ کے مطابق گذارے اور آپ کے اسوۂ حسنہ کو ہمیشہ سامنے رکھے۔ اس لئے آج کے جلسہ میں آپ کی سیرت مطہرہ کے واقعات بیان کئے جائیں گے۔

نبوّت سے پہلے رسولِ کریم صلعم کے حالات

ان کے بعد محترم بابو عبدالرحمٰن صاحب خان صاحب نے انگریزی میں تقریر کی۔ آپ نے سیرت پاک کے موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے آنحضرت صلعم کی ولادت باسعادت سے لے کر منصب نبوت پر فائز ہونے تک کے واقعات بیان فرمائے۔ آپ نے حاضرین کو بتایا کہ آنحضرت صلعم کی ولادت کے وقت عرب کی کیا حالت تھی۔ عرب کی ساری قوم ایک سرے سے دوسرے سرے تک، بُت پرستی۔ توہمات اور انتہائی بداعمالی میں پھنسی ہوئی تھی۔ کوئی بُرا فعل ایسا نہیں تھا جو یہ قوم نہ کرتی ہو۔ اگرچہ یہودی اور عیسائی عرصہ دراز سے عرب میں آباد تھے مگر ان کی تبلیغ اس قوم پر ذرہ بھر بھی اثرانداز نہ ہو سکی۔ وہ اسی طرح بت پرست رہے جیسا کہ اُن کی آمد سے قبل وہ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں عرب میں نہ کوئی باقاعدہ حکومت تھی اور نہ کوئی باقاعدہ قانون تھا۔ ایسی قوم اور ایسے حالات میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ پھر آپ کی کس مپرسی اور یتیمی کی حالت ایسی تھی کہ جس کی نظیر شاید ہی کسی اور فرد بشر میں مل سکے۔ آپؐ نے جب دنیا میں آنکھیں کھولیں تو آپؐ اپنے والد بزرگوار کو نہ دیکھ سکے کیونکہ وہ آپؐ کی پیدائش سے قبل ہی اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ آپؐ چھ سال کے ہوئے تو آپؐ کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے داغ مفارقت دے گئیں۔

پھر دادا مبارک جناب عبدالمطلب کا سہارا تھا وہ بھی جب آپؐ آٹھ سال کے ہوئے اس جہانِ فانی سے رحلت کرکے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ آخرکار آپ اپنے چچا مبارک جناب ابوطالب کی کفالت میں آئے۔ اس دوران میں آپ نے اپنے چچا صاحب کے ہمراہ شام وغیرہ کے کئی سفر کئے۔ جب آپؐ کی عمر ۲۵ سال کی ہوئی تو آپؐ نے مکہ مکرمہ کی ایک مالدار عورت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے ساتھ شادی کر لی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ آپؐ سے پندرہ سال بڑی تھیں۔ دونوں میاں بیوی کی عمر کا یہ حصہ نہایت پیار و محبت اور اتفاق و اتحاد سے گذرا۔ آپ اپنی پاک بیوی کی حسن سیرت اور صورت پر فدا تھے۔ اور بیوی آپؐ کے بےمثال اندرونی اور بیرونی حسن کی وجہ سے آپؐ پر فریفتہ تھیں۔ ہر حالت میں آپ کی دلجوئی فرماتیں اور ہر ممکن طریق سے آپ کی خوشنودی اور رضا کے حصول کو مقدم رکھتیں۔ چالیس سال کی عمر تک پہنچنے سے کافی عرصہ پہلے آپ تنہائی پسند ہو گئے۔ دن رات اللہ تعالےٰ کی یاد اور عبادت میں گذارنے لگے۔ حتیٰ کہ یہ لگن آپؐ کو غارِ حرا میں لے گئی۔ جہاں آپؐ کئی کئی دن عبادت اور یادِ الٰہی میں لگے رہتے۔ جب پانی اور کھانا ختم ہو جاتا تو آپؐ واپس گھر آتے مقدس بیوی کھانا پانی تیار کر دیتی تو آپؐ لیکر پھر اسی غار میں واپس تشریف لے جاتے اور وہاں مخلوق خدا کی اصلاح اور بھلائی کے لئے رو رو کر دعائیں کرتے حتیٰ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالےٰ کا پیغام لے کر آپؐ پر نازل ہوئے۔ اللھم صل علٰی سیدنا ومولینا محمد وعلٰی آل سیدنا ومولینا محمد وبارک وسلم۔

نعت خوانی۔ ایک مخلص نوجوان

آپؐ کے بعد مسٹر محمد عمران ساہوخان نے حاضرین کو نعت رسول اللہ صلعم سے محظوظ کیا۔ آپ جماعت کے نہایت مخلص نوجوانوں میں سے ہیں۔ اور جماعتی کاموں اور دین متین کی اشاعت میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ بزرگان جماعت سے ان کی درخواست ہے کہ ان کی دینی و دنیاوی بہتری کے لئے دعا فرمادیں۔

ایک فاضل صحافی کا قبول اسلام

بعدازاں جناب صدر صاحب نے اعلان کیا کہ احباب یہ سُن کر بہت خوش ہوں گے کہ آج مسٹر A. NAWALU حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ ان کا تعارف کراتے ہوئے مسٹر ڈین صاحب نے بتایا کہ آپ کافی عرصہ سے اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کر رہے تھے۔ آپ VOLGANA اخبار کے ایڈیٹر ہیں جو کیوبتی زبان میں ہفتہ میں دو بار شائع ہوتا ہے۔ اس اخبار کی کافی اشاعت ہے جو مسٹر ڈین صاحب کی ملکیت ہے۔ اے نوالو صاحب اچھے تعلیم یافتہ اور کیوبتی زبان کے اچھے ادیب ہیں۔ انگریزی زبان میں بھی کافی دسترس رکھتے ہیں۔ صدر صاحب نے مجھے کہا کہ میں انہیں برادری میں شامل کر دوں۔ چنانچہ خاکسار نے خطبہ مسنونہ کے بعد انگریزی میں مختصر تقریر کی جس میں مذہب اسلام کے نام کی تشریح کی۔ پھر بتایا کہ اسلام ایک سادہ مذہب ہے کلمہ طیبہ کی تشریح کرتے ہوئے خاکسار نے واضح کیا کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہے اور آنحضرت صلعم کی رسالت پر ایمان لاتا ہے وہ مسلمان ہو جاتا ہے اس کے بعد خاکسار نے بالکل مختصراً قرآن حکیم کی حفاظت کے متعلق بتلایا کہ صرف

(باقی بر صفحہ ۱۱)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۱۴ راگست ۱۹۶۸ء

اکیسویں سالگرہ

پاکستان کو قائم ہوئے آج اکیس سال ہو گئے ، اس طویل مدت میں ملک نے کیا کیا انقلابات دیکھے ، کن کن مراحل سے گذر کر آج کس مرتبہ کو پہنچ چکا ہے ، یہ ایک طویل داستان ہے ، جس کی گنجائش اس مختصر مقالہ میں نہیں ، تاہم صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ اس کے ابتدائی دس بارہ سال انتہائی طوائف الملوکی میں گذرے ، حضرت قائدِ اعظم محمد علی جناح اور خان لیاقت علی خان جو پاکستان کے اصل بانی مبانی تھے ، کی وفات کے بعد کئی طالع آزما برسرِ اقتدار آئے جنہوں نے ملک کے استحکام اور سربلندی کے لئے منصوبہ بندی کے بجائے صرف اپنے مفاد کو پیش نظر رکھا جس سے تنزل کا خطرہ پیدا ہو گیا ، اسی اثناء میں محمد ایوب خان نامی ایک قابل اور جری انسان اُٹھا اور اس نے زمامِ اقتدار اپنے ہاتھ میں لے کر ملک اور قوم کو اس راہ پر لگایا جو ملکی استحکام اور قومی سربلندی کی راہ ہے ، اس قابل انسان کو صدارت کی کرسی سنبھالے ہوئے دس سال ہونے کو آئے ہیں ، اور خدا کے فضل سے اس قلیل عرصہ میں ملک نے ایسی ایسی شاندار ترقیات حاصل کی ہیں ، جن کی نظیر کسی دوسرے ترقی پذیر ملک میں نظر نہیں آتی ، اور تو اور ہمارا ہمسایہ ملک ہندوستان بھی ان اکیس سالوں میں جو اسے ہم سے الگ ہوئے ہو چکے ہیں ہر قسم کے ذرائع اور وسائل رکھنے کے باوجود اندرونی اور بیرونی طور پر طرح طرح کے مصائب میں گھرا ہوا ہے ۔ لیکن پاکستان خدا کے فضل سے خوشحالی اور عزت و عظمت کی زندگی بسر کر رہا ہے ۔ اندرونی طور پر خوراک کے مسئلہ سے وہ عہدہ برآ ہو چکا ہے ، کیونکہ صدرِ مملکت کی توجہ اور حکام کی مساعی سے ملک کی غذائی پیداوار اتنی بڑھ گئی ہے کہ تمام آبادی کے لئے مکتفی ہے اور انشاء اللہ وہ دن آنے والا ہے جب دوسرے ممالک بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں گے ، ایسا ہی دوسرے بڑے بڑے ممالک چین ، روس اور امریکہ و برطانیہ کے ساتھ نہایت دوستانہ تعلقات پیدا ہو چکے ہیں ، اور ان کی نظروں میں اس ملک کو بہت بڑی قوت حاصل ہے ، نہ صرف یہی بلکہ میثاق استنبول کے ذریعہ صدرِ مملکت نے ایران اور ترکی کے ساتھ جو رابطہ پیدا کیا ہے ، اور تینوں ممالک نے بوقت ضرورت ایک دوسرے کی امداد کا جو عہد و پیمان کیا ہے ، وہ اسلامی برادری کا ایک قابلِ قدر نمونہ ہے ، اس ضمن میں پاکستانی افواج کے جوانمردوں کی ہمت و دلیری اور مخلصانہ جرأت و شجاعت کا ذکر بھی ضروری ہے جنہوں نے ۱۹۶۵ء میں ہندوستان کی پانچ گنا زیادہ افواج کے حملہ کا دفاع اس ہمت و استقلال کے ساتھ کیا کہ وہ سترہ دن زیادہ مقابلہ میں نہ ٹھہر سکیں اور ہر قسم کے اسلحہ کے باوجود اپنے ماتھے پر بزدلی کا ٹیکہ لیکر پسپا ہو گئیں ، یہ وہ شاندار معرکہ ہے جو پاکستان کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا ۔

لیکن ملک کے ان ترقیاتی کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے جب ہم باشندگانِ پاکستان کے معاشرتی حالات کو دیکھتے ہیں تو شرم و ندامت سے سر جھک جاتا ہے شاید ہی کوئی دن جاتا ہو جب ملک کے مختلف حصوں سے چوری ، ڈاکہ زنی ، اغوا اور قتل و مقاتلہ کی خبریں نہ آتی ہوں ، ہر قسم کے جرائم ملک کے ہر طبقہ میں پائے جاتے ہیں الا ماشاء اللہ حالانکہ پاکستان جب قائم ہوا تھا تو عام خیال یہی تھا کہ یہ ملک تمام بدیوں اور برائیوں سے پاک صاف رہے گا اسی لئے اس کا نام پاکستان رکھا گیا ۔ لیکن آج حالت اس کے برعکس ہے اور ملک کے معاشرتی حالات اس نام کی رسوائی کا موجب ہیں ۔

خوشی اور اطمینان کی بات ہے کہ حکومت کو بھی اس کا احساس ہو چکا ہے ، اور کم از کم مغربی پاکستان میں جرائم کی روک تھام اور غنڈہ گردی کو دُور کرنے کے لئے مناسب اقدام کیا جا رہا ہے ، اور اس سلسلہ میں گورنر مغربی پاکستان جناب محمد موسیٰ صاحب نے جو احکام صادر کئے ہیں اور ان کی تعمیل میں پولیس نے غنڈوں اور ان کے سرپرستوں کی پکڑ دھکڑ کے لئے جو موثر قدم اُٹھایا ہے ، جس کے نتیجہ میں کئی غنڈوں کو ہلاکت کا منہ دیکھنا پڑا اور کئی ایک جیلوں میں مقید ہو چکے ہیں ، وہ ہر طرح قابلِ ستائش ہے ۔

اس ضمن میں ہمیں پاکستان کے مذہبی رہنماؤں اور علمائے کرام سے بھی یہ عرض کرنا ہے کہ وہ باہمی چپقلش اور اختلافِ خیالات پر ایک دوسرے کی تکفیر اور دشنام طرازی کو چھوڑ کر ان لوگوں کی اصلاح کی کوشش کریں جن کا کردار پاکستان اور اسلام کے لئے بدنامی کا موجب ہے ، یہ علماء ہی کا کام ہے کہ وہ اپنے مواعیظِ حسنہ اور پاک نمونوں سے عام مسلمانوں کو متاثر کرنے اور انہیں حقیقی مسلمان بنانے کی کوشش کریں کہ یہی چیز اسلام اور پاکستان کی نیک نامی اور سربلندی کا موجب ہو گی ۔

آخر میں ہم احمدی قوم کی طرف سے تمام اہلیانِ پاکستان اور صدرِ مملکت جناب فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کو مبارک باد دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس ملک کو جس کا قیام لیلۃ القدر یعنے ۲۷ ویں رمضان کو ہوا آج اکیسویں سالگرہ منانے کا شرف عطا کیا ۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ اس ملک کو تا ابد قائم رکھے اور مسلمانوں کی دینی و دنیوی عظمت اور سربلندی کا موجب بنائے ۔ آمین

پاکستان پائندہ باد

"لائٹ" کا مقدمہ

انگریزی اخبار لائٹ کے چار پرچوں کی ضبطی کا مقدمہ سپیشل ٹریبونل جناب محمد ایوب خان صاحب کی عدالت میں ۱۰ راگست ۱۹۶۸ء کو پیش ہوا ۔ پبلشر لائٹ کی طرف سے شیخ محمد شفیع صاحب ایڈووکیٹ ہائی کورٹ اور حکومت کی طرف سے راجہ سید اکبر صاحب ایڈووکیٹ جنرل مقدمہ کے پیروکار تھے ، ہر دو وکلاء میں ضبطی کے جواز اور عدم جواز پر پورے تین گھنٹہ بحث ہوئی ، شیخ محمد شفیع صاحب نے بہت سے قانونی حوالوں ، پاکستانی اور غیر منقسم ہندوستانی ہائی کورٹوں کے فیصلوں سے یہ ثابت کیا کہ حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کا مضمون جو پہلی مرتبہ ۱۹۳۵ء میں ڈاکٹر سر محمد اقبال کے جواب میں شائع ہوا اور اس کے بعد متعدد مرتبہ بصورت ٹریکٹ اور ۱۹۵۲ء میں لائٹ میں بھی شائع ہوا ۔ اپریل ۱۹۶۸ء کے لائٹ میں اس کا درج ہونا کسی طرح قابلِ گرفت اور لائقِ ضبطی نہیں ہو سکتا نہ یہ کسی قادیانی یا غیر قادیانی میں کسی قسم کی منافرت کا موجب ہوا یا ہو سکتا ہے ۔ ایڈووکیٹ جنرل نے زیادہ تر اس بات پر زور دیا کہ اس موقعہ پر جبکہ حکومت نے فرقہ وارانہ مضامین سینسر کرائے بغیر شائع کرنے سے منع کر رکھا ہے ۔ اس مضمون کا شائع کرنا مناسب نہ تھا ۔

عدالت نے فریقین کے دلائل سننے کے بعد ۱۳ راگست ۱۹۶۸ء کو فیصلہ سناتے ہوئے ضبطی کا حکم بحال رکھا ۔

اس فیصلہ کی نقل ملنے پر لائٹ کی طرف سے ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی جائے گی ۔ اور لائٹ کے ڈیکلریشن کی منسوخی کے خلاف رٹ کی جائے گی ۔ احباب کرام سے درخواست ہے کہ اس اپیل اور رٹ کی کامیابی کے لئے دُعا کی جائے ۔

داخلہ ادارہ تعلیم القرآن لاہور

میٹرک کا نتیجہ نکل چکا ہے ۔ میٹرک پاس احمدی نوجوان جو دینی تعلیم حاصل کرنا چاہیں ، وہ دو سالہ کورس میں داخلہ کیلئے مقامی جماعت کے سیکرٹری صاحبان کی معرفت اپنی اپنی درخواستیں معہ مصدقہ نقول سرٹیفکیٹ تعلیم و چال چلن زیر دستخطی کو مورخہ یکم ستمبر ۱۹۶۸ء تک ارسال کریں ۔ نصاب میں قرآن و حدیث ، دیگر علوم دینیہ اور سلسلہ احمدیہ کی تعلیم شامل ہے ۔ کامیاب امیدوار کو حسب لیاقت و ضرورت انجمن ہذا کے تبلیغی و تعلیمی شعبوں میں تعینات کیا جا سکے گا وظیفہ حسب استعداد دیا جائے گا ، رہائش اور تعلیمی کتب ادارہ حسب ضرورت مہیا کرے گا ۔

آنریری جنرل سیکرٹری ۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور ۔

بقیہ ملفوظات صفحہ اوّل ۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر یہ لوگ جو اس وقت موجود ہیں اور اس سلسلہ میں داخل ہیں یہ سمجھ کر کہ آئے دن ہم پر بوجھ پڑتا ہے وہ دست بردار ہو جائیں اور بخل سے یہ کہیں کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے تو خدا تعالیٰ ایک اور قوم پیدا کر دیگا جو ان سب اخراجات کا بوجھ خوشی سے اُٹھائے اور پھر بھی سلسلہ کا احسان مانے ۔

میری اہلیہ مرحومہ

میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی کا مراسلہ

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب۔ اخبار پیغام صلح لاہور۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں اور میری بیوی چند ماہ راولپنڈی میں اپنے بچوں کے پاس قیام کرنے کے بعد ۴ر اگست کو واپس لاہور آنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ مگر عرفت ربی بفسخ العزائم میری اہلیہ اگرچہ کئی سال سے ہائی بلڈ پریشر رکھتی تھیں۔ اور اسی کے مطابق علاج اور پرہیز کرتی تھیں۔ مگر عارضہ قلب کی کوئی بیّن شکایت پیدا نہ ہوئی تھی۔ ۱۸ر جولائی کو ہم دونوں ایبٹ آباد چند دنوں کی سیر کے لئے گئے۔ وہاں ان کو اسہال اور سینے اور کاندھوں میں ہلکے درد کی شکایت پیدا ہوئی۔ راولپنڈی آن کر طبی معاینہ اور E.C.G (حرکت قلب کا گراف) کروایا گیا اور افاقہ ہو گیا۔ کچھ دنوں بعد پھر انہی شکایتوں کا اعادہ ہوا۔ پھر بھی دل کی تکلیف کی طرف ڈاکٹر کی رائے نہیں گئی اور اسہال کا ہی علاج رہا۔ اور پھر افاقہ ہو گیا۔ مگر ۱۳ر مئی کو دوپہر کو چھ بجے سینے میں درد اور بازوؤں میں درد ظاہر ہوا۔ وہ بعد میں CORONARY THROMBOSIS (یعنی دل کے کسی حصہ میں دوران خون کی رکاوٹ کا پیدا ہو جانا) ثابت ہوا۔ ان کو سنٹرل گورنمنٹ ہسپتال لے جایا گیا۔ E.C.G پھر لی گئی۔ مگر سانس کی تکلیف شروع ہو گئی۔ جس پر آکسیجن دی جانے لگی۔ اور دو عدد ٹیکے بھی لگائے گئے۔ مگر افاقہ نہ ہوا۔ اور پونے چھ بجے شام وہ فوت ہو گئیں۔ بوجوہ چند ان کو یہاں اسلام آباد کے نئے قبرستان میں ہی بروز جمعرات یکم اگست ۱۹۶۸ء کو دفن کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

[illegible]

وفات کے وقت عمر ۶۰ برس کے قریب تھی۔ جس میں سے چالیس سال شادی شدہ زندگی بسر کی۔

ہسپتال لے جائے جانے سے پہلے ہی وہ گھر پر کلمۂ شہادت پڑھتی رہیں۔ اور مجھے وصیت بھی کر دی۔ مرحومہ بڑی وفا شعار اور خدمت گذار باسلیقہ بیوی تھیں۔ اور قابل اول محبت شعار ماں تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ بفضلہ میرے دونوں لڑکے سعادتمند نیک اور حسن سلوک کرنے والے ہیں۔

مرحومہ کا اپنے عزیزوں۔ رشتہ داروں۔ پڑوسیوں اور ملنے جلنے والوں سے بہت ہی اچھا برتاؤ تھا۔ غرباء اور مساکین اور محتاجوں کی امداد برابر کرتی رہتی تھیں۔ پابند صوم و صلوٰۃ تھیں اور میرے ساتھ ۱۹۶۴ء میں حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئی تھیں۔ ہر کوئی ان کی تعریف کرتا ہے۔ اور ان کی وفات پر اظہار غم کرتا ہے۔ میری دعا ہے کہ مولا کریم ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ہم پسماندگان کو ان کی جدائی کا غم برداشت کرنے کی طاقت بخشے۔ آمین۔

جناب الٰہی نے مجھ ناچیز پر اور میرے خاندان پر بڑے بڑے افضال واکرام کی بارش کی ہے۔ اور مصائب اور ابتلاؤں کو صبر اور شکر کے ساتھ برداشت کرنے کی ہمت دی۔ نوکری سے ریٹائر ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے خدمت دین کی بھی توفیق عطا فرمائی اور لاہور میں رہ کر انجمن کے کاموں میں بھی دلچسپی لینے کا موقع ملا۔ اب میری عمر ستر سال کی ہونے آئی ہے۔ صحت اب چند سال پہلے جیسی نہیں رہی۔ گھر کی زندگی اصل میں دو پہیوں کی گاڑی کی ہے۔ بیوی یا خاوند کے چلے جانے سے اس کا چلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے بادل ناخواستہ مجھے لاہور کا مستقل قیام ترک کرنا پڑے گا اور فی الحال راولپنڈی میں اپنے دونوں لڑکوں کے پاس ہی باقیماندہ زندگی گذارنے کا ارادہ ہے۔ البتہ وقتاً فوقتاً لاہور میں انشاء اللہ آنا جانا رہے گا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ صحت اور توفیق عطا فرمائے کہ باقیماندہ زندگی خدمت دین میں گذار سکوں۔ اللھم انت ولی فی الدنیا والآخرۃ۔ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین۔

میرے دوستوں۔ عزیزوں اور احباب جماعت نے مجھے بہت سے تعزیت کے پیغامات بھیجے ہیں۔ میں فرداً فرداً انکے شکریہ اور جواب دینے سے معذور ہوں۔ اس لئے اخبار کے ذریعے ان کی ہمدردیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجھے دعاؤں میں مزید یاد رکھا کریں۔ والسلام۔ خاکسار ممتاز احمد فاروقی
نمبر 125 - 6th روڈ۔ سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

اخبار احمدیہ

ولادت اور عطیہ

لفٹننٹ کرنل عبداللہ سعید صاحب خلف الرشید خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے لڑکا عطا کیا ہے۔ اس خوشی میں کرنل عبداللہ سعید صاحب نے انجمن کو -/50 روپیہ عطا فرمائے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو لمبی عمر عطا فرمائے اور دین کا خادم بنائے۔ آمین۔

(حبیب الرحمٰن صادق)

مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور کا نتیجہ

اس سال بھی مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور کا دسویں جماعت کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حسب سابق بہت شاندار رہا ہے کل ۴۵ طلباء نے امتحان دیا ہے۔ جن میں سے صرف ایک لڑکا فیل ہوا۔ تیرہ طلباء نے فرسٹ ڈویژن میں کامیابی حاصل کی اور نتیجہ ۹۸ فیصد رہا۔

امید ہے کہ اس سال تین لڑکے وظائف بھی حاصل کریں گے۔ نتیجہ کا یہ بلند معیار سکول ہذا کی محنت اور اساتذہ اور طلباء کے تعاون کی وجہ سے ہے اس کے لئے میں ان سب کا خاص طور پر شکر گذار ہوں۔ والسلام

عبدالحق ہیڈ ماسٹر
مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور

تقریری مقابلہ میں مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور کی فتح

مورخہ ۱۱ر اگست ۱۹۶۸ء کو پاک چلڈرن لیگ کے زیر اہتمام مسلم ماڈل ہائی سکول کے ہال میں یوم آزادی کے موضوع پر ایک تقریری مقابلہ منعقد ہوا۔ اس مقابلہ میں لاہور کے تیس چوٹی کے سکولوں کے طلباء نے حصہ لیا اور تیس لڑکوں میں سے دس لڑکے جناب میاں محمد یٰسین وٹو صاحب وزیر بنیادی جمہوریت کے زیر صدارت مقابلہ کے لئے منتخب ہو چکے تھے اتفاق سے اسی دن ہمارے بچے محمد اشفاق کو بھی مقابلہ میں حصہ لینے کے لئے دعوت نامہ ملا۔ اور وہ ۴ بجے سہ پہر میرے پاس پہنچا تا کہ میں بھی اس کے ساتھ چلوں اور موضوع متعلقہ کے متعلق اسے کچھ واقفیت کرا دوں۔ چنانچہ ہم وقت مقررہ پر مقابلہ میں جا پہنچے۔ اور خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے عزیزم محمد اشفاق نے دوسرا انعام (کتابوں کا بنڈل اور سرٹیفیکیٹ) حاصل کر لیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

برکت علی
ایڈیٹر رسالہ المسلم۔ مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور

تبدیلی پتہ

بھارت میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نمائندہ جناب عبدالرزاق صاحب کا پتہ تبدیل ہو گیا ہے۔ جو حسب ذیل ہے:۔

ABDUL RAZAR-SAHIB
17-MAULANA AZAD ROAD.
FATMABAI COURT
4 TH. FLOOR BLOCK/ NO. 2
BOMBAY II (B.C)

عبدالرزاق صاحب
اوپر نمبر ۱۷ مولانا آزاد روڈ۔ فاطمہ بائی کورٹ
چوتھی منزل۔ بلاک نمبر ۲
بمبئی نمبر ۲ (بی۔سی)

نئے ٹریکٹ

جناب عبدالرزاق صاحب نمائندہ انجمن متعینہ بھارت نے تین نئے ٹریکٹ شائع کئے ہیں جن کے نام حسب ذیل ہیں:۔

1. The Prophet of Islam.
2. Recognize the Imam of the time
3. Ulama of Egypt on the death of Jesus Christ

جن صاحبان کو ضرورت ہو وہ محصول ڈاک بھیج کر [illegible]

تعلیمِ فرقان، فطرتِ صحیحہ کے ہر پہلو کی تکمیل کرتی ہے۔

علم و عقل، اصولِ صحیحہ کی جانب ہدایت کا موجب ہیں لیکن محرّکاتِ زندگی جذباتِ صادقہ کی نشو و نما کے طالب ہیں۔

بانیٔ سلسلہ کے داغدار چہرہ کو صاف و روشن کرکے انہیں ان کی اصل حالت میں پیش کرنیکی ضرورت۔

جماعتِ احمدیہ لاہور کے وجود کو متشخّص اور متعارف کرنے کیلئے وسیع پیمانہ پر جدّوجہد کی حاجت۔

ع۔ عمرہا در کعبہ و بت خانہ مے نالد حیات ؎ تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

خطبۂ جمعہ مورخہ ۹ اگست ۱۹۶۸ء فرمودہ حضرت مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب دامت برکاتہٗ بمقام جامع احمدیہ بلڈنگس لاہور

کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ان اللہ قوی عزیز لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ و لو کانوا اباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم اولئک کتب فی قلوبھم الایمان و ایدھم بروح منہ ——
—— اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون —— (المجادلۃ)

ارشاد ہوا، کہ ہم نے اپنے اوپر فرض کرلیا ہے۔ کہ ہم اور ہمارے رسول ضرور غالب آکر رہیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ طاقت ور ہے اور غلبہ پانے والا ہے۔ آپ کسی ایسی قوم کو نہیں دیکھتے جو خدا اور آخرت پر صدق دل سے ایمان لاتی ہو، مگر باوجود اس کے وہ اللہ اور رسول کے دشمنوں سے محبت لگاتی ہو۔ خواہ وہ ان کے باپ ہوں، بیٹے ہوں۔ بھائی ہوں یا ان کے خاندان میں سے کوئی اور ہوں۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان جڑ پکڑ گیا ہے۔ اور جن کی خدا خود اپنے فرشتوں سے مدد کرتا ہے۔ ان کو خدا ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے راضی ہیں۔ یہی اللہ کا لشکر ہیں، یقیناً یاد رکھو کہ خدا کا لشکر ہی کامیاب ہونے والا ہے۔

قرآن کریم نے مسلمانوں کو جب یہ فرمایا کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے جو دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرنے والی ہو تو اس جماعت کی صفات بھی بیان کردی ہیں۔ ان صفات میں سے بڑی صفت ان آیات میں یہ بیان کی ہے کہ ان کے دلوں میں ایمان اس قدر مضبوطی سے رچا بسا ہوتا ہے۔ کہ ان کو خدا اور اس کے رسول کے دشمنوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ خواہ وہ ان کے اعزّہ و اقربا ہی کیوں نہ ہوں۔

دوسری جگہ اسی مضمون کا اس رنگ میں ذکر کیا ہے یایھا الذین امنوا لا تتخذوا اباءکم و اخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان و من یتولھم منکم فاولئک ھم الظلمون۝

قل ان کان اباؤکم و ابناؤکم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموال اقترفتموھا و تجارۃ تخشون کسادھا و مسٰکن ترضونھا احب الیکم من اللہ و رسولہ و جھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفسقین۔

جس قدر دنیاوی تعلقات و مفادات ہیں ان کو گن گن کر بتایا گیا ہے کہ جب وہ متعلقین و مفادات خدا اور رسول کے برخلاف ہوں تو تمہارا ان سے کوئی واسطہ نہیں ہونا چاہیئے۔

قرآن کریم کی توحید الٰہی کی تعلیم کس قدر واضح، عقل و علم کے مطابق اور انسانی ضمیر کو اپیل کرتی ہے۔ قرآنی تعلیم وہ پہلی الہامی تعلیم ہے جس نے انسان کے فہم، فکر، عقل اور تجربہ سے پرزور اپیل کی ہے۔ آپ قرآن کریم کے اندر دیکھیں گے کہ کس قدر تکرار کے ساتھ یہ اپیل کی گئی ہے۔ جیسے کہ اس قسم کے جملوں کو بار بار دوہرانے سے بالصراحت واضح ہے افلا تتفکرون، افلا تعقلون افلا تتدبرون وغیرہ۔ مگر اس سے یہ مطلب نہیں کہ انسانی فطرت کے اندر جو جذبات صادقہ رکھے گئے ہیں ان کو قرآنی تعلیم نے نظر انداز کردیا ہے۔

قرآن کریم نے جو اپنے کامل و مکمل ہونے کا دعوےٰ کیا ہے۔ وہ اسی صورت میں صحیح ہوسکتا ہے کہ یہ جہاں انسان کے فہم و فکر اور عقل و علم کو اپیل کرکے ان کی نشو و نما کے سامان کرے۔ وہاں یہ انسان کے جذبات صادقہ کی نشو و نما کا سامان بھی اپنے اندر رکھے اور یقیناً ایسا سامان اس کے اندر موجود ہے۔

توحید الٰہی اور ذاتِ باری تعالےٰ سے وجدانی وابستگی

چنانچہ ان آیات میں اسی مضمون کا ذکر کیا گیا ہے کہ تمہارے جذباتِ محبت کا صحیح مقام کہاں ہے۔ ایک جگہ خدا تعالےٰ کی توحید اور ذات باری تعالےٰ سے محبت لگانے کے بارہ میں صاف الفاظ میں فرمایا ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا یحبونھم کحب اللہ والذین امنوا اشد حبا للہ۔ جو لوگ مشرک ہیں وہ تو اپنے اپنے شرکاء سے محبت لگاتے ہیں لیکن مومنوں کی محبت کا مرجع اور مرکز خدا تعالےٰ کی ذات ہے۔ یہاں یہ خدا تعالےٰ کی ذات کا ذکر کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے تعلقاتِ محبت، عقیدت اور اطاعت

اسی طرح جو اصولِ صداقت جو علم و عقل کی بنا پر درست ہوتے ہیں مگر ان کے جو مظہر ہوتے ہیں ان سے جس قسم کا تعلق لگانا واجب ہوتا ہے اس کے متعلق آپ سن لیجئے ارشاد ہوا۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و یغفر لکم ذنوبکم۔ کہہ دو اگر اللہ تعالےٰ کی محبت

کا دعوےٰ کرتے ہو تو لازم ہے اس کے رسول صلعم کی اتباع کرکے دکھاؤ تو تب خدا تم سے محبت کرے گا اور تمہاری کمزوریوں کی پردہ پوشی کرے گا۔

اور پھر فرمایا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول۔ خدا کی اطاعت کرو اور خدا کے رسول کی اطاعت بجا لاؤ۔ گویا یہ فرمایا کہ اگر تمہیں خدا سے محبت کا دعوےٰ ہے تو محمد رسول اللہ صلعم جو توحید کامل و خالص کے مظہر ہیں ان سے محبت کرو اور ان کی اطاعت کرکے دکھلاؤ تو پھر ہی تمہیں خدا تعالےٰ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ اور خدا تمہیں اپنا محبوب سمجھے گا۔

اس لئے ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے صرف عقل و علم تک ہی ایمان کا معاملہ محدود نہیں رکھا۔ بلکہ فرمایا ولکن اللہ حبب الیکم الایمان و زینہ فی قلوبکم و کرہ الیکم الکفر و الفسوق و العصیان اولٰئک ھم الراشدون کہ ایمان ایسی چیز ہے۔ جس کی وجہ سے دل میں محبت الٰہی گڑ جاتی ہے اور قلب و روح میں رچ جاتی ہے۔ گویا ایمان و اعتقادات صحیحہ قلب و روح کی زینت بن جاتے ہیں اس کے برعکس باطل معتقدات اور غلط اصول کی نہ صرف غلطی پر مومنوں کے ذہن گواہی دیتے بلکہ ان کے لئے نفرت و کراہت گھر کر جاتی ہے۔ تو قرآن کریم کے اس ارشاد سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ایمان کا معاملہ عقل و علم تک ہی محدود نہیں بلکہ اس کا دائرہ عقل سے شروع کرکے جذبات صادقہ تک جا پہنچتا ہے۔ یہ نہیں کہ خدا کو محض عددی رنگ میں ایک مان لیا کہ یہ کوئی حساب کا سوال ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کا مقصود و مطلوب مسجود اور معبود، محبوب و معشوق ایک خدائے واحد کی ذات ہی ہو۔

بعض لوگ عقل و علم سے آگے اور کچھ نہیں سمجھتے۔ اس سے آگے وجدان اور عشق و محبت کو جذباتیت کا نام دے کر ان کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یہ بات تو بلاشبہ صحیح ہے کہ جذبات فطرتاً بھی انسان کے اندر موجود ہیں اور اگر جذبات پر انسان کا ضبط نہ ہو اور عقل کی رہنمائی میسر نہ آئے تو انسان بے راہ روی و ضلالت میں غرق ہو جاتا ہے ایمان اگرچہ عقل و علم کی ہدایت و روشنی کے ذریعہ سے ہی پیدا ہوتا ہے لیکن دلوں میں اس کی مضبوطی جذبات صادقہ کے طفیل ہی پیدا ہوتی ہے۔ انسان کے لئے یہی کافی نہیں کہ اس کی سمجھ میں کوئی اصول آگیا ہے بلکہ ان اصولوں کو اپنی زندگی میں بھی داخل کرنا اصل مقصود ہے اور اس کا تعلق اس کے ساتھ جذبات محبت و عقیدت اور اعمال صحیحہ سے وابستہ ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں ایمان کامل یعنی علم و عقل اور محبت و عشق کے توازن کا نمونہ ہیں۔

زندگی کے اصل محرکات انسان کے جذبات ہیں خواہ وہ جذبات صحیح و صادق ہوں یا کاذب و خبیث۔ محض عقلی اور علمی طور پر کوئی انسان کسی سے مربوط و متعلق نہیں رہ سکتا علم و عقل تو یہ بتلاتے ہیں کہ کس وقت کن جذبات کو استعمال کرنا ہے اور کس مقدار میں۔ مگر مجرد عقل خود متحرک زندگی نہیں بن سکتی ہمیں ابتدائی اسلامی تاریخ کے مطالعہ صحابہ کرامؓ کی عملی زندگیاں بتلاتی ہیں کہ ان لوگوں نے انسانی زندگی کے معراج کمال کو کس طرح حاصل کر لیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کی زندگی کے ایک دو واقعات سے کس طرح یہ امر عیاں ہوتا ہے۔ آنحضرت صلعم کی جب وفات ہوئی تو اکثر صحابہؓ مارے غم کے دیوانہ ہو گئے اور وفات کے واقعہ کو ماننے سے ہی انکار کرنے لگ پڑے۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے جب جا کر دیکھا کہ حضور نبی کریم صلعم کی مبارک روح جسد عنصری سے اچھی پرواز کر چکی ہے تو جذبات کا شکار ہونے کی بجائے صحابہ کرامؓ کو سمجھایا کہ آنحضور صلعم تو واقعی وفات پا گئے ہیں۔ اس سے مومنوں کے ایمانوں کو کسی قسم کا دھکا نہ لگنا چاہئے۔ اس کے برعکس حضرت ابوبکرؓ کے جذبات محبت و اطاعت رسول صلعم کا اندازہ کیجئے جب اسامہ بن زیدؓ کے لشکر کو شام کے برخلاف کوچ کرنے کے ارادہ کے بعض صحابہؓ اس بناء پر مخالف ہو گئے کہ خود مدینہ غیر محفوظ حالت میں ہو جائے گا۔ تو آپ نے فوراً یہ فرمایا کہ میں اس لشکر کو کیسے روک سکتا ہوں جسے آنحضرت صلعم نے اپنے ہاتھوں سے روانگی کے لئے تیار کیا تھا۔ اسی طرح اطیعوا اللہ کا نظارہ بھی آپ کی زندگی میں دکھلائی دیا جب مانعین زکوٰۃ کے برخلاف اقدام اٹھانے کے بعض صحابہؓ حامی نہ تھے مگر آپ نے فرمایا کہ یہ خدا تعالےٰ کا صاف صریح حکم ہے اس کے برعکس کوئی مشورہ قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ غرضیکہ جہاں حضرت ابوبکرؓ کی زندگی خدا تعالےٰ کی رضا یعنی واقعات صحیحہ کے سامنے بلاچون و چرا امر تسلیم خم کرنے کے لئے تیار دکھلائی دیتی ہے اور اس معاملہ میں اپنے کسی مخالف جذبہ کو غالب نہیں آنے دیتی وہاں یہ بھی ہمیں نظر آتا ہے کہ آپ کا قلب جذبات صادقہ محبت، عقیدت و اطاعت رسول صلعم سے کس قدر لبریز و معمور ہے۔

حزب اللہ یا مجاہد جماعت کی صفات

یہاں اس مومن جماعت کی صفات بیان کی گئی ہیں جو فریضہ جہاد فی سبیل اللہ کی ادائیگی میں لگی رہتی ہیں۔ اسکو خدا تعالےٰ نے حزب اللہ قرار دیا ہے۔ اور ایسا ہی گروہ کامیاب و کامران ہوتا ہے جیسا کہ شروع آیت میں جس کی تلاوت کی ذکر ہے کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی۔ کہ ہمارے اوپر فرض ہو گیا ہے کہ ہمارا طریقہ اور ہمارے فرستادے ہی غالب آئیں گے۔

اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود نے قرآنی تعلیم ولتکن منکم امۃ ...... کے ماتحت ایک جماعت تیار کی ہے اور فرمایا کہ اسلام کو اس وقت ایک مشکل درپیش ہے۔ اس کے لئے میں ایک جماعت تیار کرتا ہوں۔ ایک جگہ فرمایا کہ جس راستہ سے یہ پادری ہم پر حملہ کر رہے ہیں اس کے بالمقابل ہمارا راستہ اور اپنی ہتھیاروں سے لیس ہو کر ہمیں کوشش کرنا چاہئے۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ

آج ہمیں ایک باطنی اخلاقی اور ایک علمی لڑائی درپیش ہے۔ جس میں اسلام کو فتح ہوگی۔ چنانچہ اس قلمی اور علمی و تبلیغی جہاد کے لئے حضرت امام زمانؑ نے یہ جماعت احمدیہ تیار فرمائی۔ اس لئے ہمیں غور کرنا چاہئے کہ حزب اللہ کی جو صفات بیان کی گئی ہیں ان میں ہم کس قدر پورے اترے ہیں؟

بانی سلسلہ اور جماعت احمدیہ لاہور کے وجود کو متشخص اور متعارف کرنا۔

وقت کی اشد ترین ضرورت ہے

سلسلہ احمدیہ کے قیام کا مقصد وحید اس زمانہ میں اسلام کی ترویج و اشاعت کے بجز اور کچھ نہیں، اور یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے جو انکار ہو رہا ہے آنحضور صلعم کے انوار نبوت کی جھلک زمانہ میں ظاہر ہوا آپ کی ختم نبوت کو ثابت کیا جائے۔ حضرت امام زمانؑ نے خود بہت مقامات پر بھی بیان کیا ہے کہ ان کی اپنی ذات درمیان نہیں ہے۔ انہیں جو کچھ حاصل ہوا ہے وہ سب فنا فی الرسول کے مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے ہوا ہے۔ اگر وہ اپنی طرف بلاتے ہیں تو وہ بھی اس لئے اور صرف اس لئے کہ آپ اس زمانہ میں نائب رسول کے مقام پر فائز ہو کر آئے ہیں۔

بہر حال اس نظریہ کے ماتحت ہماری جماعت نے اشاعت اسلام کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔ تراجم قرآن کا سلسلہ جاری کیا ہے۔ اور دین اسلام پر ایسا عظیم الشان و بے نظیر لٹریچر پیدا کیا ہے جو شاید ہی کسی اور جماعت نے تیار کیا ہو۔ عموماً کبھی کبھی اس سلسلہ الٰہی کے خلاف بعض طاقتیں ظاہر ہوتی رہتی ہیں اگر وہ اپنی اس مخالفت پر غور کریں تو ان پر ثابت ہو جائے گا کہ ان کا یہ اقدام صحیح نہیں

کیونکہ یہ سلسلہ محض اور خالصتاً اسلام کی ترویج اور عروج کے لئے کھڑا کیا گیا ہے لیکن اس کے بارے میں مسلمان طبقہ میں جو بے خبری اور ناواقفیت ہے۔ اس کو دور کرنا ہمارا اولین فرض ہے۔ اگر کسی وسیع و مؤثر پیمانہ پر اس جماعت نے اپنی امتیازی خصوصیات اور وجود کو متشخص و متعارف کیا ہوتا تو اس جماعت کے اثر و نفوذ کا رنگ کچھ اور ہی ہوتا۔ کیونکہ مسلمانوں میں فہمیدہ اور ذہین طبقہ وافر تعداد میں موجود ہے جو حقیقت اور سچائی کو مانتے ہیں اور بات کو سمجھتے ہیں لیکن وہ آپ کے سلسلہ کے مقام و مقصد سے بے خبر پڑے ہیں۔ یہ درست ہے کہ بعض لوگ اس جماعت کے برخلاف سیاسی ہوا دیتے ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ بعض لوگ اپنے باتر لوگوں کی اندھی تقلید میں سلسلہ کی مخالفت کرتے ہیں لیکن ان میں وہ بھی ہیں جن کو اگر بات سمجھائی جائے تو وہ قبول کر لیتے ہیں۔ اس حقیقت کا انکار نہیں ہو سکتا کہ ہم نے اپنی جماعت کے اصول و عقائد اور موقف و مقاصد سے وسیع پیمانے پر عوام اور اہل علم طبقہ کو آگاہ نہیں کیا جس سے لوگوں کو علم ہو جاتا کہ جماعت احمدیہ لاہور ختم نبوت کی قائل

[illegible]

ہے۔ وہ فرقہ بازی کی قائل نہیں اور کُل اسلام و قرآن کی تبلیغ اس کے مدنظر ہے۔ بلکہ اکثر لوگ تو اس جماعت کی ہستی سے بھی ناواقف ہیں کہ جماعت احمدیہ کی دو شاخیں ہو چکی ہیں اور جماعت احمدیہ لاہور کے نام سے بھی اجنبی و ناواقف پڑے ہیں۔ ہمارے گرد و پیش کتنے عزیز اور رشتہ دار اور محلہ دار ہیں جن کو پتہ ہے کہ ہم کیا ہیں ہمارے اعتقادات کیسے ہیں۔ اس بارہ میں ہمارے لئے کافی وسیع میدان کھلا پڑا ہے لیکن ہم نے اس کی طرف بہت کم و غیر مؤثر یا نہ ہونے کے برابر توجہ دی ہے۔

جہاں ہمارے لئے یہ امر قابل فخر و مباہات ہے کہ ہمارے معتقدات نہایت درست و صحیح، قرآن و حدیث کے عین مطابق اور عقل و علم کی کسوٹی پر پورے اترتے ہیں وہاں ہمارے لئے یہ امر قابلِ غور ہے کہ ہم نے حضرت مسیح موعودؑ اور اپنے جماعتی وجود سے کن جذباتِ صالحہ سے تعلق لگایا ہے۔ ہمارے اندر محبت و عقیدت صدق و وفا اور استقامت و استقلال قربانی و ایثار کے جوہر کس قدر نشوونما پا چکے ہیں، ہم بانیٔ سلسلہ کی ذات اقدس اور آپ کے بعد آپ کی سچی جانشین جماعت کے ساتھ کن صفاتِ عالیہ سے منسلک و وابستہ ہو رہے ہیں۔ اس کے لئے ضرورت ہے کہ ہماری حالتیں ایسی ہوں کہ اگر کوئی آدمی ہمارے ساتھ لگا رکھا جائے تو اس کو یہ احساس ہو جائے کہ یہ شخص مومن ہے اس کا ایمان سلسلہ پر نہ صرف مضبوط ہے۔ بلکہ اس کو سلسلہ سے اتم درجہ محبت ہے۔

یہ تو ہماری انفرادی حالت اور جد و جہد سے متعلق ہے لیکن مجھے اس سلسلہ کے نظام سے درخواست کرنا ہے کہ وسیع پیمانہ پر اس الٰہی تحریک کو پبلک سے متعارف و شناسا کرنے کی ضرورت ہے تاکہ عام لوگوں کو علم ہو جائے کہ ہماری جماعت کے اعتقادات کیا ہیں۔ اور وہ اعتقادات صرف جماعت کے ہی نہیں بلکہ حضرت مرزا صاحبؑ بانیٔ سلسلہ کے بھی وہی اعتقادات ہیں۔ اور اگر کوئی جماعت جو اپنے آپ کو بانیٔ سلسلہ سے منسوب کرتی ہے اس کے سوا کچھ اور کہتی ہے تو وہ غلط ہے۔ یہ ایک نکتہ ہے جس کو ہمیں پوری پوری اہمیت دینا چاہیئے۔ یعنی یہ کہ نہ صرف ہم نے اپنی جماعت کو متشخص و متعارف کرانا ہے بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کی حقیقی پوزیشن کو بھی واضح کرنا ہے۔ کیونکہ جب تک ہم ایسا نہیں کریں گے اس وقت تک لوگ اس جماعت سے شمولیت کرنے سے گریز کریں گے، جو اپنے آپ کو بانیٔ سلسلہ سے وابستہ کر رہی ہے۔ جب تک حضرت صاحب کی پوزیشن مکدر اور داغدار نظر آتی ہے۔ لوگ آپ کی طرف منسوب ہونے والی جماعت سے کسی طور تعلق لگانے کے لئے تیار نہیں ہوں گے صرف اسی طرح جماعت کا استحکام ہو سکتا ہے کہ اگر ہمیں اس راہ میں ایثار و قربانی کی ضرورت پڑے تو وہ کی جائے۔

دنیا صحیح معتقدات کے ساتھ صالح صفاتِ عالیہ و جذباتِ حسنہ کے اظہار کی طالب ہے

اس راہ میں کوئی دنیاوی مفاد قربان کرنا پڑے تو اسے قربان کیا جائے۔ اور عزم و ہمت اور استقلال و استقامت سے کام لیا جائے۔ دنیا اسی چیز کو زیادہ دیکھتی ہے یہ کہہ دینا کہ ہمارے اعتقادات صحیح ہیں کافی نہیں بلکہ لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ ہم اپنے معتقدات کو کس جرأت و ہمت اور کس دلیری اور استقلال سے پیش کرتے ہیں حزب اللہ کا مقام حاصل کرنے کے لئے ضروری ہیں

دسویں شرطِ بیعت میں مسیح موعودؑ سے افرادِ جماعت کے صحیح تعلقات استوار کرنے کی ہدایت۔

دس شرائطِ بیعت میں جو آخری شرط ہے اس میں یہی بیان ہے کہ بیعت کنندہ اس عاجز سے عقدِ اخوت باندھے اور یہ ایسا عہد ہو کہ جس کی نظیر کسی دنیاوی رشتہ یا تعلقات میں نظر نہ آئے۔ یہ اس بات کی تشریح ہے کہ دنیاوی مفاد کو ترک کرنا پڑے تو کر دیا جائے وہ عہد ایسا پختہ اور ایسا مضبوط ہو کہ تمام دنیاوی رشتے اس کے مقابل ہیچ نظر آویں جس طرح یہ فرمایا کہ عہد کرو کہ تم دین کو دنیا پر مقدم کرو گے اسی طرح یہ ہدایت کی کہ مسیح وقت سے ایسا تعلق استوار کرو کہ تمام دنیاوی مفاد و تعلقات اس کے سامنے بے حقیقت ہوں۔ یہاں یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ اس شرط میں فرمایا کہ اس عاجز سے عقدِ اخوت باندھ کر اس پر تادمِ مرگ ایسا قائم ہو۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ افراد کا تعلق آپ سے اخوت کا ہے اطاعت کا نہیں

مراسلہ

مولوی عبدالحق صاحب قادیانی کی غلط بیانی

اخبار بدر قادیان کی زبانی

مولوی عبدالحق صاحب قادیانی بار بار یاری پورہ کشمیر میں اپنے تبلیغی دورہ کی ناکامی پر پردہ ڈالنے کی غرض سے اخبار بدر قادیان کے صفحات سیاہ کر رہے ہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب مذکور کی خلافِ واقعات اور بے بنیاد باتوں کی تردید کی جائے۔ مولوی عبدالحق صاحب اخبار بدر مؤرخہ ۱۸ مئی ۶۲ء کالم ۲ پر لکھتے ہیں:-

"دو ماہ کے عرصہ میں ۱۶ غیر احمدی اور چار پیغامی اس حلقہ سے جماعت احمدیہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ جن میں پیغامیوں کے سیکرٹری تبلیغ جناب غلام احمد شاہ ابدالی بھی شامل ہیں۔ اسی طرح عبدالرحمٰن خان صاحب بھی شامل ہیں۔ جو پیغامیت کے متعلق کٹر عقیدہ رکھتے تھے۔ جنہوں نے فریقین کے مابین مناظرہ کرانے کی بھی کوشش کی اور بالآخر پروفیسر لعل دین زاہد ایک پیغامی دوست کے ساتھ ایک کامیاب تبادلۂ خیالات بھی انہی کی تحریک پر ہوا۔"

حقیقت یہ ہے کہ دو ماہ کے عرصہ میں مولوی عبدالحق صاحب اور یاری پورہ میں ان کے تمام حواری ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ایک بچے سے بیعت فارم پر دستخط کرانے میں کامیاب ہوئے۔ اس بچہ کو کسی لالچ میں پھنسا کر بیعت کرانے کے لئے مولوی صاحب قابلِ مبارکباد ہیں اگر یہ بچہ آئندہ بھی اس پر قائم رہا۔ تو میں دوبارہ بھی مولوی صاحب کو مبارکباد پیش کروں گا۔ اس کے علاوہ یہ بھی مولوی صاحب کی کرامت ہے کہ ایک قادیانی کا والد اور دیگر تمام خاندان قادیانیت سے نکل کر غیر احمدیوں کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں۔ اس سابقہ قادیانی کی آخری مرض الموت میں تمام مولوی صاحبان کا وفد ان کے پاس گیا۔ اور اس سے اس سختی کے عالم میں بیعت فارم پر دستخط کرا لئے جس کے دو یوم کے بعد ہی وہ اس دنیا سے چل بسا۔ خدا تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ یہ ہے سب مولوی عبدالحق صاحب کی سولہ غیر احمدیوں کی شمولیت کی حقیقت، غالباً ان کی مراد ۱۸ — ۱۶ = ۰۲ اور نفی ایک پھر مساوی ایک ہے

اب چار پیغامیوں کی شمولیت کی اصل حقیقت بھی سن لیجئے۔ غلام احمد شاہ ابدالی یقیناً جماعت احمدیہ لاہور سے نکل کر قادیانیت میں شامل ہو گیا تھا۔ لیکن سیکرٹری تبلیغ کا عہدہ مولوی صاحب کی من گھڑت ہے۔

یہ لڑکا غلام احمد شاہ ابدالی بھی ایک غریب باپ کا بیٹا اور غیر شادی شدہ

(باقی بصفحہ ۱ کالم ۳)

حالانکہ اگر آپ نبوت کے منصب پر فائز ہوتے تو آپ کو اپنے ساتھ عہدِ اطاعت لینا چاہیئے تھا۔ لیکن آپ نے ایسا عہد کبھی نہ لیا، نہ ۱۹۰۱ء سے قبل نہ ۱۹۰۱ء سے بعد۔ کیا یہ ایک دلیل اس بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی کہ آپ کا دعوےٰ نبوت کا ہرگز نہ تھا۔

کیا ہماری حالتیں یہ اثر دنیا پر ڈال رہی ہیں؟

ہیں؟ . . . . نتائج ظاہر کر رہے ہیں کہ ہماری حالتیں ایسی نہیں ہیں۔ فکر کرنا چاہیئے کہ ہمارے باطن کے جذباتِ صادقہ و صفاتِ عالیہ ظاہر ہوں، آپ میرے لئے اور اپنے لئے دعا کریں کہ خدا ہم میں ایسی ہمت اور ایسی جرأت دلیری پیدا کر دے۔

میاں مولا بخش صاحب لائلپوری کے صاحبزادے میاں حفیظ الرحمٰن صاحب بیمار ہیں ان کے لئے اور دیگر ان احباب کے لئے دعا فرماویں جو مختلف عوارض میں اور دیگر پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ اور ساتھ ہی جماعت کی ترقی۔ اور طریقِ کار کے بارہ میں سب سے بڑھ کر دعا کریں کہ خدا ہمیں ان اقدامات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مقدّس ترین جہاد

ایک مخالفِ احمدیت کے نظریۂ جہاد پر تبصرہ

شیخ محمد طفیل صاحب ایم۔ اے

(۲)

راہِ عمل کی نشاندہی

آیئے ذرا دیکھیں کہ یہ "راہِ عمل کی نشاندہی" اور "پوری کا رہنمائی" کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ ندوی صاحب کی اپنی زبان سے ہی ساری کہانی سُن لیجئے۔ تو بہتر ہو گا۔ اقتباس گو طویل ہے لیکن اس خیال سے پورا درج ہے کہ یہ شکایت کی جائے کہ محض چند فقرے اپنے مطلب کے پیش کر دیئے گئے ہیں۔ فرماتے ہیں:-

"اس سلسلہ کا ایک کام تو یہ ہے کہ ان دو چیزوں کو موثر و دل آویز طریقہ پر پیش کرنے کے وہ سب معقول و مفید ذرائع اختیار کئے جائیں جو ممکن ہوں۔ مخلوط مجمعوں میں حکیمانہ طرزِ خطاب اور روزمرہ کی حقیقتوں، مشاہدوں اور زندگی کی بے نظمیوں سے ایمان اور پیغمبروں کی رہنمائی کی ضرورت کا احساس دلایا جائے۔ قرآن مجید کے اثر آفرین انتخابات اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی زندگی کے پُر اثر واقعات پیش کئے جائیں اور اگر مقرر حالات و نفسیات سے واقف ہے اور آسان زبان اور قرآن و سیرت کی تفہیم و تلخیص پر قادر ہے تو یہ کوشش بہت کامیاب ہو سکتی ہے

دوسری ضرورت اس کی ہے کہ اس موضوع پر ہندی اور انگریزی میں آسان مگر طاقتور ادبی زبان اور دل نشین اور موثر پیرایہ بیان میں چھوٹی اور متوسط کتابیں دل آویز و جاذبِ نظر طریقہ پر شائع کی جائیں اور ان کے موضوع و مضامین میں اتنا تنوع اور کشش ہو کہ وہ اپنی طرف متوجہ کر سکیں اور ذوق پر بار نہ ہوں۔ ان کی قیمتیں ممکن حد تک کم ہوں۔ ان کی اشاعت اتنے بڑے پیمانہ پر ہو کہ کوئی دارالمطالعہ ریلوے بکسٹال اور کتب فروش کی دوکان ان سے خالی نہ ہو۔ پھر اس کے علاوہ نجی طور پر بھی غیر مسلم معزز افسروں اور ماتحتوں اور محلہ داروں کو پیش کی جائیں اور ان کے مطالعہ کی ترغیب دی جائے۔

تیسری ضرورت اس کی ہے کہ ہندی اور انگریزی میں کچھ اچھے لکھنے والے ہوں جو ہندی اور انگریزی کے رسالوں میں بھی اسلامی موضوعات پر وقتاً فوقتاً اور وقیع مضامین لکھتے رہیں۔ خالص غیر مسلموں کے حلقہ میں کسی ہندی یا انگریزی دعوتی رسالہ کے اجراء کے مقابلہ میں بھی یہ طریقہ زیادہ مؤثر اور آسان ہے لیکن اس کے باوجود بھی چند مستقل ہندی اور انگریزی کے رسالوں کے اجراء کی ضرورت ہے۔

ظاہر ہے کہ اشاعت کا یہ کام سرمایہ اور وقت کا طالب ہے اس میں کس کو کلام ہو گا کہ مسلمان کے مال، وقت اور قوت کا اس سے بہتر اور اس سے زیادہ ضروری کوئی مصرف نہیں۔ اگر مسلمان اہلِ ثروت اس میں بخل سے کام لیں اور اپنے مال اور وقت کو اس سے زیادہ عزیز سمجھیں تو سوائے قرآن مجید کی اس تہدید کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہٖ واللہ لا یھدی القوم الفسقین[1] اور جس وقت سے ڈرایا گیا ہے وہ وقت تو بہت جگہ ہمارے ملک میں آ چکا ہے جہاں عمر بھر کی اندوختہ دولت لمحوں میں لٹی اور پھنکی اور وہی دولت جس سے اعلائے کلمۃ اللہ میں بخل کیا گیا تھا گلے کی پھانسی بن ہے اور تکوی بہا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون[1]۔ کا منظر قیامت سے پہلے اللہ تعالےٰ نے دکھا دیا ہے اس لئے یہ بالکل حقیقت قرآن مجید کا اعلان اور تاریخ کی مسلسل و متواتر تصدیق و شہادت ہے کہ اعلائے کلمۃ اللہ کے راستے میں خرچ کرنا دولت کی بھی حفاظت ہے اور اس سے بخل کھلی ہوئی خودکشی وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین۔[2]

(نشانِ راہ صفحات ۱۸ تا ۲۰)

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ **مسلمان کے مال وقت اور قوت کا اس سے بہتر اور اس سے زیادہ ضروری کوئی مصرف نہیں**" کہ انہیں اشاعت (اسلام) کے کام میں لگا دیا جائے یا جو تین اہم ضرورتیں حکیمانہ طرزِ خطاب۔ بہترین انگریزی میں کتب کی اشاعت اور ہندی اور انگریزی میں رسالوں کا اجراء ندوی صاحب نے پیش کی ہیں ان کی طرف توجہ مبذول کی جائے، یہ "راہِ عمل کی نشاندہی" تصورات و خیالات کی نہیں بلکہ حالات کی دنیا کی ہے اور ٹھیک یہی "وقت کی آواز" معلوم ہوتی ہے اور موجودہ حالات میں پوری طرح رہنمائی حاصل کرنے کے قابل ہے۔

حیرت بالائے حیرت یہ کہ ان تجاویز میں نہ کہیں تلوار کی چمک دکھائی دیتی ہے اور نہ ہی توپ و تفنگ کی گھن گرج۔ اگر "موجودہ حالات" میں کوئی احمدی اس قسم کی "پوری رہنمائی" حاصل کرنے کی تجاویز پیش کرتا تو نہ معلوم لے اسلام کی آڑ لے کر کس قدر کوسا جاتا۔

جہاد کی رُوحانی صُورت

حضرت مرزا صاحبؒ نے ایک جگہ فرمایا ہے:۔

"اس زمانہ میں جہاد روحانی صورت پکڑ گیا ہے۔ اس زمانہ میں جہاد یہی ہے کہ اعلائے کلمۂ اسلام میں کوشش کریں۔ مخالفوں کے الزامات کا جواب دیں دینِ متین اسلام کی خوبیاں دنیا میں پھیلائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی سچائی دنیا پر ظاہر کریں۔ یہی جہاد ہے جب تک کہ خدا تعالےٰ کوئی دوسری صورت دنیا میں ظاہر نہ کرے۔"

(مکتوب حضرت اقدس بنام میر ناصر نواب مندرجہ رسالہ درود شریف صفحہ ۶۶ اقتباس از روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۵)

اگر حضرت مرزا صاحب کہیں کہ اس زمانہ میں جہاد بالسیف (جنگ) سے مسلمانوں کی مشکلات و مصائب کا حل نہیں ہو سکتا اور برافروختگی اور سختی سے اسلام کی اس زمانہ میں کوئی خدمت انجام نہیں دی جا سکتی تو ان پر یہ الزام عائد کیا جائے کہ انہوں نے دین کے ایک اہم رُکن کو گرا دیا۔ قرآن کے حکم جہاد کو منسوخ کر دیا۔ لیکن جب یہی بات دوسرے الفاظ میں مسلم اکابر کہیں تو اسے "ایک منہاجِ فکر" اور "دعوتِ عمل" کے القابات سے پکارا جاتا ہے

عالمِ اسلامی کا نہایت اہم مسئلہ

اس زمانہ میں مادی نظریۂ حیات اور مغربی فلسفہ نے جو اسلام پر حملہ کیا ہے اس کا علاج تلوار سے نہیں ہو سکتا۔ ہاں معقول حجتوں اور بیّن دلیلوں کی تلوار اس کا علاج ہے اگر ہماری بات کا یقین نہ ہو تو سید ابوالحسن ندوی کی زبان ہی سے دوبارہ سُن لیجئے۔ اپنے ایک اور کتابچہ میں جسے عربی انگریزی میں بھی کثرت سے پھیلایا گیا ہے فرماتے ہیں:-

"یہ عالمِ اسلام کا نہایت اہم مسئلہ اور بڑا قابلِ فکر معاملہ ہے۔ ارتداد پھیلتا ہے، اسلامی معاشرے پر حملہ آور ہوتا ہے اور کوئی اس پر چونکتا تک نہیں۔ علمائے امت اور رجالِ دین اس سے کوئی پریشانی اور بے چینی محسوس نہیں کرتے (کیسے محسوس کرتے ایک دوسرے کی تکفیر سے فرصت ملتی تو محسوس کرتے۔ ناقل) ...... لیکن یاد رکھئے اس مسئلہ کا علاج جنگ نہیں اور نہ اس پر رائے عامہ کو بھڑکانا درست ہے۔ یہ برافروختگی اور سختی سے حل نہیں ہو سکتا بلکہ سختی اُلٹا نقصان پہنچائے گی اور فتنے کو اور بھڑکا دے گی۔ اسلام خفیہ تحقیقاتی عدالتوں ..... (INQUISITION) سے آشنا نہیں ہے اور نہ وہ جبر و ظلم

---

[1] "تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کرتا" (التوبہ آیت ۲۴) یہ آیت جہاد کے سلسلہ میں نازل ہوئی تھی۔ جیساکہ سیاق و سباق سے ظاہر ہے۔

طفیل

[1] التوبہ رکوع ۵۔ پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا۔ سو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو" (التوبہ آیت ۳۵)

[2] "اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ احسان کا طریقہ اختیار کرو کہ اللہ محسنوں کو پسند کرتا ہے"۔ (البقرہ آیت ۱۹۵)

کارد داداد ہے۔ یہ معاملہ علوم و حکمت اور صبر و تحمل چاہتا ہے اور اس سے نپٹنے کے لئے غور و فکر اور گہرے مطالعہ کی ضرورت ہے"

(نیا طوفان اور اس کا مقابلہ صفحہ ۱۲ ناشر مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ انڈیا۔ ایڈیشن سوم نومبر ۱۹۶۳ء)

سید صاحب نے تو واضح الفاظ میں فرما دیا ہے کہ عالم اسلامی کے مسئلہ کا علاج جنگ نہیں اور نہ ہی اس پر رائے عامہ کو بھڑکانا درست ہے۔ یہ مسئلہ سختی سے حل نہیں ہوگا بلکہ سختی اس فتنہ کو اور بھڑکا دے گی۔ جب احمدی ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہیں کہ اب جنگ و قتال سے کام نہیں بنے گا تو ان پر کفر کے فتووں کی بوچھاڑ شروع ہو جاتی ہے۔ لیجئے بانی سلسلہ احمدیہ کے ارشادات ملاحظہ ہوں، ہر زمانہ کے حالات جہاد بالسیف کے موافق نہیں ہوتے۔ ایسے لوگوں کو مخاطب کر کے جو شمشیر زنی اور قتل و قتال کے شائق ہیں حضرت صاحبؑ فرماتے ہیں:۔

" اور اسلام کے اخلاق تم نے بھلا دیئے اور تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی کو بھلا دیا اور تمہاری عادت تغیر صورت اور تغیر خوشبو ہو گئی اور تم نے مومنوں کا خلق بھلا دیا۔ اے لوگو قیدیوں کو چھڑانے کے لئے اور گمراہوں کی ہدایت کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور تلوار اور نیزوں پر فریفتہ ہو کر مت گرو اور اپنے زمانہ کے ہتھیاروں اور اپنے وقت کی لڑائیوں کو پہچانو۔ کیونکہ ہر زمانہ کے لئے ایک الگ ہتھیار اور الگ لڑائی ہے۔ پس اس امر میں مت جھگڑو جو ظاہر ہے اور کچھ شک نہیں کہ ہمارا زمانہ دلیل اور برہان کے ہتھیاروں کا محتاج ہے تیر اور کمان اور نیزہ کا محتاج نہیں پس تم دشمنوں کے لئے وہ ہتھیار تیار کرو جو عند العقلا نافع ہیں اور ہرگز ممکن نہیں جو بغیر حجت قائم کرنے اور شبہات دور کرنے میں تمہیں فتح ہو"

(نور الحق حصہ دوم۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب صفحہ ۵۸ طبع اول)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مجدد صدی دوازدہم کے بھی تمام تر کارنامے تحریری و قولی ہیں ان کے متعلق کہا گیا ہے:۔

" اس وقت کے حالات کے پیش نظر آپ میدان عمل میں نہ اُترے اور نہ جہاد کیا" (حجۃ اللہ البالغہ از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ ترجمہ علامہ ابو محمد عبدالحق صاحب حقانی صفحہ ۲۳ مقدمہ ترجمہ)

اسی مقدمہ میں مزید درج ہے:۔

"دراصل شاہ صاحب کا جہاد شمشیر سے گریز کسی بزدلی یا کاہلی کی بنا پر نہ تھا بلکہ اس زمانہ کے حالات قابو سے باہر ہو چکے تھے۔ معاشرہ اپنے انحطاط کو پہنچ چکا تھا جہاد کے لئے متعدد تربیت یافتہ کارکنوں اور ہمراہیوں کا ہونا از بس ضروری ہے اور ایسے حالات کا ہونا لازم ہے جس میں جہاد بجائے اصلاح و درستی کے ایک وجہ فساد نہ بن جائے اگرچہ ہمیں یہ علم نہیں کہ کن وجوہات کی بنا پر آپ نے جہاد سے گریز فرمایا اور کیا حالات تھے جو آپ کو اس اقدام سے مانع رہے لیکن آپ کی سیرت کے مطالعہ اور تحریر و تقریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ واقعی کوئی ایسی ہی صورت حال ہوگی جو آپ شمشیر زنی اور قتل و قتال سے باز رہے۔ چنانچہ آپ خود **تفہیمات الٰہیہ** میں فرماتے ہیں:۔

"اگر بالفرض یہ شخص (یعنی خود شاہ صاحب) ایسے زمانہ میں پیدا ہوتا کہ لوگوں کو جنگ و قتال سے درست کیا جائے اور اس کے دل میں ڈالا جاتا کہ تلوار ہی سے دنیا کے نظام کو درست کرے تو یہ شخص پھر یہی کرتا اور الحمد للہ بڑی خوبی سے اس کام کو سرانجام دیتا اور دنیا دیکھ لیتی کہ رستم و اسفندیار بھی اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ بلکہ وہ اس کے طفیلی اور شاگرد بننے کے لائق ہیں" (ایضاً)

دونوں تحریروں کا مفہوم و مدعا ایک ہی ہے، ہر زمانہ کی لڑائیاں اور ہتھیار مختلف ہوتے ہیں۔ جب اسباب کا اقتضاء نہ ہو تو جنگ و جدال سے لوگوں کو درست نہیں کیا جا سکتا۔ جہاں دلیل و برہان کی ضرورت ہوگی وہاں دلیل و برہان ہی سے کام لینا عقلمندی کی دلیل ہے۔ اور اسی میں قوم کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود تبلیغ اسلام کی اہمیت کے پیش نظر فرماتے ہیں:۔

" سو تم اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ مدد کرو۔ اگر تم اللہ اور رسول کے محب ہو تو نکمے ہو کر مت بیٹھو اور یقیناً سمجھو کہ دین اسلام عالم روحانی کے لئے مرکز ہے کیونکہ جسمانی ملک روحانی ملک کے تابع ہے اور خدا تعالیٰ نے جسمانی ملک کی سلامتی اور بزرگی روحانی ملک میں رکھی ہے اور اسی طرح سنت اللہ واقع ہوئی ہے۔ اور خدا تعالےٰ جس وقت ارادہ فرماتا ہے کہ کسی قوم کو بلندی بخشے تو ان کو دین میں عالی ہمت اور صاحب غیرت کر دیتا ہے۔ پس دشمن کے خلاف کھڑے ہو جاؤ لیکن نہ بیوقوفوں کی طرح بلکہ عقلمندوں اور حکیموں کی طرح اور ظلم کا طریق مت اختیار کرو۔ اور چاہیئے کہ تمہارے دل میں اس کا خیال ہی نہ آوے بلکہ خدا تعالےٰ کی فرمانبرداری کرو اور اس کی ہدایت کو پھیلاؤ اور خدا تعالےٰ پاکوں کو دوست رکھتا ہے۔ پس تمہاری حمیت اسلامی اور غیرت دینی سے امید ہے کہ عقلمندوں کی طرح اسباب تیار کرو گے نہ جاہلوں اور مجنونوں کی طرح"

(نور الحق حصہ دوم صفحہ ۵۲)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:۔

" اس زمانہ میں مخالفوں نے بھی مذہبی لڑائیاں چھوڑ دیں۔ ہاں اس مقابلہ نے ایک اور صورت اور رنگ اختیار کر لیا ہے اور وہ یہ ہے کہ قلم سے کام لے کر اسلام پر اعتراض کر رہے ہیں۔ عیسائی ہیں کہ ان کا ایک ایک پرچہ پچاس پچاس ہزار نکلتا ہے، اور ہر طرح کوشش کرتے ہیں کہ لوگ اسلام سے بیزار ہو جائیں۔ پس اس مقابلہ کے لئے ہمیں قلم سے کام لینا چاہیئے یا تیر چلانے چاہئیں؟ اس وقت جو اگر کوئی ایسا فعل کرے تو اس سے بڑھ کر احمق اور اسلام کا دشمن اور کون ہوگا؟ اس قسم کا نام لینا اسلام کو بدنام کرنا ہے یا کچھ اور؟ جب ہمارے مخالف اس قسم کی سعی نہیں کرتے حالانکہ وہ حق پر نہیں تو پھر بہت تعجب اور افسوس ہوگا کہ اگر ہم حق پر ہو کر تلوار کا نام لیں۔"

(لیکچر لدھیانہ صفحہ ۲۶)

جہاد کا یہی غلط تصور تھا جسے حضرت اقدس دور کرنے کی کوشش فرماتے رہے۔ لیکچر میں وہ آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

" یہ طریق اچھا نہیں کہ صرف مخالفت مذہب کی وجہ سے کسی کو دکھ دیں۔ ہمدردی اور سلوک الگ چیز ہے اور مخالفت مذہب دوسری شے۔ مسلمانوں کا وہ گروہ جو جہاد کی غلطی اور غلط فہمی میں مبتلا ہیں انہوں نے یہ بھی جائز رکھا ہے کہ کفار کا مال ناجائز طور پر لینا بھی درست ہے۔"

(ایضاً صفحہ ۲۳)

پھر حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:۔

" اب نشانوں کے دکھانے کا وقت ہے تلواروں کے کھینچنے کا وقت نہیں۔ اب حجتوں اور بیّن دلیلوں کی تلوار کے سوا کوئی تلوار نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ان دنوں میں دین کے لئے لڑائی کرنا سخت نادانی ہے۔ اور دین میں کوئی اکراہ نہیں جیسا کہ یہ بات دانشمندوں پر پوشیدہ نہیں۔"

(الہدیٰ والتبصرۃ لمن یریٰ۔ ۱۲؍جون ۱۹۰۳ء حاشیہ صفحہ ۲۱)

" لاشک ان وجوہ الجہاد معدومۃ فی ھٰذا الزمن وھٰذہ البلاد"

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ)

یعنے اس میں شک نہیں کہ جہاد کی شرائط اس زمانہ میں اور اس ملک میں نہیں پائی جاتیں۔

" سو جاننا چاہیئے کہ قرآن شریف یونہی لڑائی کے لئے حکم نہیں فرماتا بلکہ صرف ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کے لئے حکم فرماتا ہے جو خدا تعالےٰ کے بندوں کو ایمان لانے سے روکیں اور اس بات سے روکیں کہ وہ خدا تعالےٰ کے حکموں پر کاربند ہوں اور اس کی عبادت کریں اور ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کے لئے حکم فرماتا ہے جو مسلمانوں سے بے وجہ لڑتے ہیں اور مومنوں کو ان کے گھروں اور وطنوں سے نکالتے ہیں اور خلق اللہ کو جبراً اپنے دین میں داخل کرتے ہیں اور دین اسلام کو نابود کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کو مسلمان ہونے سے روکتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا تعالےٰ کا غضب ہے اور مومنوں پر واجب ہے کہ ان سے

"لڑیں اگر وہ باز نہ آویں"۔

(نور الحق حصہ اول صفحہ ۹۲)

بات سید ابو الحسن ندوی کی ہو رہی تھی بیچ میں بانیٔ سلسلۂ احمدیہ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ذکر آ گیا اب ہم پھر اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ سید صاحب اپنے کتابچے "نیا طوفان اور اس کا مقابلہ" میں آگے چل کر لکھتے ہیں:-

"دنیائے اسلام کو اپنی پوری تاریخ میں اس سے زیادہ سرکش فوج سے سابقہ نہیں پڑا۔ نہ اس جیسی طاقتور مخالف فوج کا سامنا عالم اسلامی کو کبھی ہوا ہے اور نہ اس جیسی ہمہ گیر فوج کا۔ پھر اس کا امتیاز یہ بھی ہے کہ اس کی ہلاکت خیزیوں پر چونکہ کم اور وہ تو کم سے بھی کمتر ہیں جو سب کچھ چھوڑ چھاڑ اور اپنی ساری قوتوں کا سرمایہ لے کر اس کے مقابل پر ڈٹ سکے ہوں"

(صفحہ ۲۵)

حضرت مرزا صاحب نے سچ فرمایا تھا ؎

اب غیروں سے لڑائی کے معنی ہی کیا ہوئے
تم خود ہی غیر بن کے محلِ سزا ہوئے

(درِ ثمین)

اس نئے طوفان کی موجیں عجم کو چھوڑ کر خود عرب بلکہ حرم کے دروازوں سے ٹکرا رہی ہیں۔ سید صاحب اپنی ایک اور کتاب "کاروانِ مدینہ" میں فرماتے ہیں:-

"نئی سپاہ کی تیاری"

"مغربی علوم، مادی فلسفوں، جدید تعلیم اور قوم پرستی کی رہنمائی میں جو تعلیم فوجیں عجم کو چھوڑ کر اب خود عرب میں اور دور دراز کے اسلامی ملکوں سے قطع تعلق اب اندرون حرم داخل ہو گئی ہیں، ان کا مقابلہ کرنے اور ان کے اثرات کو زائل کرنے کی یہی صورت سمجھ میں آتی ہے کہ اقلیم محبت اور ولایت عشق کی طرف سے ایک نئی سپاہ تیار کی جائے جو مادیت کے ان لشکروں کے مقابلہ میں صف آراء ہو، خام عقل اور سطحی علم کا کھوکھلے پن کے ساتھ ہمیشہ محبت ہی نے مقابلہ کیا ہے اور اس کے سوز و حرارت نے بے تعلقی اور بے کیفی اور نفس پرستی و خود غرضی کے جنگل کو جلا کر خاک کر دیا ہے اقبال نے معلوم ہوتا ہے خاص اسی موقع کے لئے کہا تھا؛

سپاہ تازہ برانگیزم از ولایتِ عشق
کہ در حرم خطرے از بغاوتِ خرد است

(کاروانِ مدینہ از سید ابو الحسن علی ندوی صفحہ ۲۱۔ ناشر مکتبہ اسلام گوئن روڈ۔ لکھنؤ۔ انڈیا۔ سن اشاعت ۱۹۶۷ء)

ابھی تک تو بات اشاروں ہی اشاروں میں تھی لیجئے اب جہاد کے متعلق صاف صاف بیان بھی سُن لیجئے۔ ذیلی عنوان بھی مصنف صاحب کا قائم کیا ہوا ہے۔ فرماتے ہیں:-

"مقدس ترین جہاد"

آج کا جہاد، وقت کا فریضہ اور عصر حاضر کی سب سے بڑی دینی ضرورت یہ ہے کہ لادینیت کی اس طوفانی موج کا مقابلہ کیا جائے جو عالمِ اسلام کے سر سے گذر رہی ہے، نہیں! بلکہ آگے بڑھ کر اس کے قلب و مرکز پر حملہ کیا جائے (تلوار سے حملہ کا ذکر نہیں ہو رہا۔ ناقل) وقت کا تجدیدی کام یہ ہے کہ اُمت کے نوجوان اور تعلیم یافتہ طبقے میں اسلام کے اساسات و عقائد، اس کے نظام، حقائق اور رسالت محمدی پر وہ اعتماد واپس لایا جائے جس کا رشتہ اس طبقے کے ہاتھ سے چھوٹ چکا ہے آج کی سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ اس فکری اضطراب اور ان نفسیاتی اُلجھنوں کا علاج بہم پہنچایا جائے جن میں آج کل کا تعلیم یافتہ نوجوان بُری طرح گرفتار ہے اور اس کی عقلیت اور علمی ذہن کو اسلام پر پوری طرح مطمئن کر دیا جائے۔ آج کا سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ جاہلیت کے وہ بنیادی افکار جو دل و دماغ میں گھر کر گئے ہیں ان سے علم اور عقل کے میدانوں میں نبرد آزمائی کی جائے۔ یہاں تک کہ اسلام کے اصول و مبادی پورے ایمانی جذبات کے ساتھ ان کی جگہ لے لیں۔"

دنیا طوفان اور اس کا مقابلہ صفحہ ۲۶-۲۷

یہ ہے ندوی صاحب کا "مقدس ترین جہاد" "سب سے بڑی عبادت" اور بتکرار الفاظ "سب سے بڑے جہاد" کا تصور۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ انہوں نے بھی اسلام کے فریضہ جہاد اور فریضہ عبادت کو منسوخ تصور فرما لیا ہو! لیکن یہ کیا بات ہے کہ بقول مصنف اس مقالہ کو "بین الاقوامی ماہنامہ المسلمون" نے بطور افتتاحیہ" شائع کیا جائے اس کا ترجمہ پھر الفرقان میں شائع ہو (فروری ۱۹۵۹ء) اور اکثر حساس اور صاحب نظر مسلمان اسے پسند کریں اور بہت سے اخبارات و رسائل میں اسے نقل کیا جائے۔ (پیش لفظ نیا طوفان اور اس کا مقابلہ) اور سب لوگ اس "جہاد" کی نئی تشریح کو من و عن قبول کر لیں۔ لیکن اگر کوئی احمدی یہی بات کہے تو چاروں طرف سے نشانۂ ملامت بن جائے۔ سچ ہے

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبے است

مولوی عبدالحق صاحب قادیانی کی غلط بیانی۔ بسلسلہ صفحہ ۷

ہے۔ بے وسیلہ ہے۔ کوئی ذریعہ معاش اس کا نہیں۔

قادیانی جماعت کے چند افراد اور مولوی صاحب نے اس کو ملازمت وغیرہ کا لالچ دے کر بیعت کرنے پہ مجبور کر دیا۔ ہم نے اس کی ملازمت کے لئے کافی کوشش کی تھی۔ لیکن ہم اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ یہ بے چارہ مجبور ہو کر قادیانیوں کے ساتھ شامل ہو گیا، تاہم تا ہنوز اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا۔ علاوہ اس کے اگر میرے عزیز غلام احمد شاہ ابدالی مجھے اجازت دیں تو میں اور بھی چند ایک اسرار کا انکشاف کر سکتا ہوں۔

باقی رہا عبدالرحمن خانصاحب اور دو افراد جو بقول مولوی عبدالحق صاحب جماعت احمدیہ لاہور سے نکل کر جماعت قادیان میں شامل ہو گئے ہیں۔ یہ سرتاپا غلط بے بنیاد اور من گھڑت کہانی ہے۔ جو مولوی صاحب مذکور کے دماغ کی پیداوار ہے۔ میں مولوی صاحب مذکور سے خدا کی قسم دے کر پوچھنا چاہتا ہوں کہ:-

(۱)۔ کیا عبدالرحمن خانصاحب اور ان کے دو ساتھی جو بقول آپ کے جماعت احمدیہ سے نکل کر آپ کی ٹولی میں شامل ہو گئے ہیں۔ کیا وہ تینوں پشت در پشت قادیانی نہیں ہیں؟

(۲) کیا ان تینوں نے خلیفہ ثالث مرزا ناصر احمد صاحب سے تجدید بیعت نہیں کی تھی؟

(۳)۔ کیا یہ تینوں آپ کی مسجد (قادیانی مسجد) میں آپ کے ساتھ نماز ادا نہیں کرتے تھے؟

اگر جواب اثبات میں ہے۔ تو یہ لاہوری احمدی کس بات کے تھے؟ اور ان کا لاہوری جماعت سے نکلنا اور قادیانی جماعت میں شامل ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟

اب رہا پروفیسر نور الدین زاہد احمدی کے ساتھ ان کا کامیاب تبادلۂ خیالات پروفیسر نور الدین صاحب میرے پاس بحیثیت مہمان آئے تھے۔ آپ کی خبر سن کر وہ آپ کے پاس تشریف لے گئے۔ لیکن عبدالرحمان خانصاحب کی تحریک پر نہیں بلکہ اپنی مرضی سے پروفیسر صاحب نے آپ کے ساتھ چند ایک مسائل پر بات چیت کی۔ لیکن اس کے متعلق ان غیر احمدی حضرات جو اس مجلس میں حاضر تھے کا فیصلہ ذرا کان کھول کر سن لیجئے جو انہوں نے میرے استفسار پر لکھ کر مجھے دیا ہے۔ ان کا حلفیہ بیان ہے کہ:-

"مولوی عبدالحق صاحب قادیانی پروفیسر نور الدین زاہد صاحب احمدی کے مقابلہ میں بالکل لاجواب ہو گئے۔ پھر مولوی صاحب مذکور کی ناکامی کو چھپانے کے لئے ان کے حواریوں نے ہر طرف سے شور بپا کیا تاکہ پروفیسر صاحب کی بات کوئی سننے نہ پائے"

اس کے علاوہ مولوی عبدالحق صاحب کے یاری پورہ کے کامیاب دورہ کا یہ اثر اور نتیجہ بھی سن لیجئے۔ کہ آپ کی کافی تبلیغ کے باوجود مندرجہ ذیل افراد قادیانیت کو خیر باد کہہ کر اور خلیفہ قادیانی کی بیعت فسخ کر کے جماعت احمدیہ لاہور میں شامل ہو گئے ہیں۔ یہ احباب پشتینی چلے احمدی ہیں اور کٹر قادیانی عقیدہ رکھتے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں:-

(۱) ماسٹر بشیر احمد خان ولد محمد رحمت اللہ خانصاحب مرحوم ساکن چک ایرچھ یاری پورہ کشمیر۔

(۲)۔ میر غلام رسول صاحب ولد ماسٹر عبدالقادر صاحب مرحوم ساکن یاری پورہ کشمیر۔

(۳) محمد یعقوب زاہد صاحب ولد غلام محمد زاہد صاحب ساکن یاری پورہ کشمیر

سچ ہے ؎

صداقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

والسلام

تاثیر کاشمیری۔ یاری پورہ کشمیر

مکتوب فیجی

(بسلسلہ صفحہ ۱)

یہی ایک الہامی کتاب ہے جو انسانی دخل اور تحریف سے پاک ہے۔ پھر مسٹر ایک نوالو صاحب کو کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت پڑھایا اور ان کے مسلمان ہونے کا اعلان کیا دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں استقامت بخشے اور خادم دین اسلام بنائے آمین۔ اس کے بعد حاضرین میں سے بہت سے دوستوں نے ان سے مصافحہ اور معانقہ کیا۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے مسٹر اے نوالو صاحب نے مختصر تقریر بھی کی جس میں اسلام قبول کرنے کی وجوہات بیان کیں۔ آپ نے بتایا کہ میں مسٹر جی ابن ڈین صاحب سے اسلامی کتب لے کر ان کا کافی عرصہ سے مطالعہ کر رہا تھا۔ مجھے اسلامی تعلیم سے تسلی اور اطمینان حاصل ہوا۔ بائبل میں بہت سے رخنے ہیں اسلئے اس کی تعلیم تسلی بخش نہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ بائبل کی رو سے آدم اور حوا کے صرف دو بیٹے ہوئے جن میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا صرف ایک باقی رہا۔ مگر جو زندہ رہا اس کی بیوی کہاں سے آئی۔ اس کے بارہ میں بائبل بالکل خاموش ہے۔

پھر آپ نے کفارہ کے مسئلہ پر بھی زبردست تنقید کی۔ آپ نے بتایا کہ بائبل میں لکھا ہے کہ گناہ کی وجہ سے عورت دردِ زہ کے ساتھ بچہ جنے گی۔ جب حضرت مسیح عیسائی عقیدہ کے مطابق کفارہ ہو گئے تو پھر یہ دردِ زہ کیوں ہے؟

آخر پر انہوں نے بتایا کہ مسٹر جی ابن ڈین صاحب کے نمونہ نے بہت متاثر کیا ہے۔ میں نے ان سے کئی بار اسلام قبول کرنے کا ذکر کیا۔ مگر انہوں نے کہا کہ جب تک آپ شراب نہیں چھوڑیں گے تب تک میں مشورہ نہیں دوں گا کہ آپ اسلام قبول کریں۔ الحمد للہ کہ اب میں شراب پینا بالکل چھوڑ چکا ہوں۔ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالےٰ مجھے نیک مسلمان بناوے آمین۔ مسٹر نوالو نے یہ تقریر انگریزی میں کی۔ آپ کا اسلامی نام احمد اے نوالو رکھا گیا۔ پھر اس کے بعد مسٹر عزیز احمد صاحب اور مسٹر اے حسین ساہو خان صاحب کی تقریریں ہوئیں۔

مسٹر اے حسین ساہو خان صاحب ایڈووکیٹ نے سیرت النبی صلعم کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ آنحضرت صلعم سراپا رحمت ہیں۔ آپ کا وجود باجود نہ صرف انسانوں کے لئے رحمت ہے بلکہ ہر جاندار کے لئے بھی موجب خیر و برکت ہے آپ نے ہمیشہ اپنے خطرناک دشمنوں کو معاف کیا۔ آپ نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ حضور نبی کریم صلعم غریب پرور اور یتیموں کے رکھوالے تھے۔ آخری دنوں میں آپ ملک کے بادشاہ ہو گئے تھے۔ مگر آپ کی طرزِ زندگی میں ذرہ بھر بھی تبدیلی نہیں آئی۔ آپ مساکین میں بیٹھنا پسند فرماتے آپ ہر مصیبت زدہ کے غمخوار اور ہر محتاج دل و محزون کے مددگار تھے۔ ہر کسی کی تکلیف کو دیکھ کر آپ کا قلب مبارک پگھل جاتا۔ تب تک آرام نہ فرماتے جب تک اس کی حاجت روائی نہ فرما لیتے۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ جملہ مسلمانوں کو آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسلام اور سائنس

مسٹر عزیز اللہ خانصاحب خاص سُودا کے رہنے والے ہیں اور مسلم لیگ کے سرگرم ارکان میں سے ہیں۔ آپ روشن دماغ اور ضروریاتِ دین کو سمجھنے والے مسلمانوں میں سے ہیں آپ نے "اسلام اور سائنس" کے موضوع پر عمدہ اور شستہ زبان میں تقریر کی۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن کریم بار بار اپنے ماننے والوں کو غور و فکر کی دعوت دیتا ہے وہ فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرو۔ جن لوگوں نے قرآن کریم کے ان اصولوں کو مدنظر رکھا ہے وہ آج ترقی کے میدان میں بامِ عروج پر پہنچے ہوئے ہیں۔ کیا آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ مسلمان کیوں پیچھے ہیں۔ ایک تو یہ تحقیق و تفتیش کے میدان میں بہت پیچھے ہیں۔ دوسرے اگر کوئی شخص یا گروہ ان امور کے متعلق سعی کرتا ہے۔ تو پہلے اسے اس گروہ کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے جو اپنے آپ کو علماء کہتے ہیں۔ وہ بجوزا اور لایجوز کی بحث لے بیٹھتے ہیں۔ اس لئے کام کرنے والے ہمت ہار کر بیٹھ جاتے ہیں اسلام کی تعلیم سائنسی اصول کو جھٹلاتی نہیں بلکہ قرآن کریم ایسے علوم کے سیکھنے کی ترغیب دلاتا ہے آنحضرت صلعم کا ارشاد بھی یہی ہے کہ عقل کی بات مومن کو جہاں سے ملے وہ ضرور لے اپنی گم شدہ متاع سمجھ کر حاصل کرے۔ ہم مسلمانوں کو حضور صلعم کے ارشادات کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔

اختتام جلسہ اور دعا

وقت کافی ہو جانے کی وجہ سے جناب صدر مسٹر جی ابن ڈین صاحب نے مقررین حضرات و حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور خاکسار نے دعا کے ساتھ جلسہ کے اختتام کا اعلان کیا۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

حاضرین کی تواضع اور شکریہ احباب

جلسہ کی کارروائی ختم ہونے پر جملہ حاضرین کو کھانا کھلایا گیا۔ حاضرین کی تعداد سات آٹھ سو کے قریب ہوگی۔ الحمد للہ باوجود موسم کی خرابی اور کثرتِ بارانی کے جلسہ نہایت کامیاب رہا۔ مندرجہ ذیل احباب نے جلسہ کو کامیاب بنانے کے لیے بہت محنت کی۔ اللہ تعالےٰ ان کی محنت کو قبول فرمائے اور انہیں دین و دنیا کی نعمتوں سے نوازے۔ آمین

مسٹر عبدالحمید خانصاحب۔ مسٹر ایف کے ڈین صاحب۔ ماسٹر حنیف اشرف خاں صاحب۔ مسٹر جی۔ ابن۔ ڈین صاحب، بابو عبدالرحمٰن ساہو خانصاحب۔ مسٹر عبدالرزاق خان صاحب۔ مسٹر عبدالواحد خان صاحب

والسلام
نیاز کیش احمد یار عفی عنہ
المبلغ الاسلامی
فیجی

اچھے لوگ عمدہ لباس پسند کرتے ہیں

پریمیر فیبرکس

اپنی

سادگی اور پائداری کے لئے مشہور ہیں

امریکن روئی سے تیار شدہ PCM-84 لٹھا اور سنہری چڑیا پاپلین

لٹھا — 55000	پاپلین – چاندنی	کیمرک رنگدار – PCM-72
" — EX-5	" " – سفینہ	کیمرک سفید – EX-259
" — 7000	" " – ظفر	وائل — V-445
" — پرچم	" " – شہزادی	نسر — PCM-75
	" " – شیرازی	

" " – 4040

سوت ہر قسم سنگل و ڈبل۔ بنڈلوں اور کونوں میں

المشتہر

کمرشل آفیسر پریمیر کلاتھ ملز لمیٹڈ۔ لائلپور

(ٹیلیفون نمبر 2102، 2166، 4917، 2548)

عطیہ و کامیابی

چوہدری محمد عبداللہ خانصاحب ککھڑ روڈ راولپنڈی کی صاحبزادی نے اس سال بی ملے کا امتحان پاس کیا ہے۔ بیگم صاحبہ چوہدری محمد عبداللہ خان صاحب نے اس خوشی کے موقع پر مبلغ دس روپے بطور عطیہ اراشاعت کو مرحمت فرمائے ہیں۔ ادارہ بچی کی کامیابی پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے دین و دنیا کی نعمتیں عطا فرمائے آمین

مسلم ہائی سکول بدوملہی کا نتیجہ

خدا کے فضل و کرم سے امسال بھی مسلم ہائی سکول بدوملہی کا نتیجہ نہایت شاندار رہا۔ کل ۳۳ لڑکے شاملِ امتحان ہوئے جن میں سے ۲۹ لڑکے کامیاب ہوئے مجموعی نتیجہ 88% رہا۔ ۱۲ لڑکے فرسٹ ڈویژن میں ۱۴ لڑکے سیکنڈ ڈویژن میں اور صرف ۳ لڑکے تھرڈ ڈویژن میں پاس ہوئے۔ یہ سب سکول کے محنتی سٹاف کی مخلصانہ کوششوں کا ثمرہ ہے جنہوں نے اپنی سابقہ روایات کو برقرار رکھا اور شاندار نتیجہ دکھایا۔ دو طلباء کا وظیفہ ملنے کی قوی امید ہے۔ فقط والسلام

سید سیف علی شاہ کاظمی سیکنڈ ماسٹر
مسلم ہائی سکول بدوملہی۔

ABL

آسٹریلیشیا بنک

ہمارا نصب العین
بنک کاری میں مخلصانہ خدمت
اور اعلیٰ کارگزاری

آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ
قائم شدہ سنہ ۱۹۴۲ء

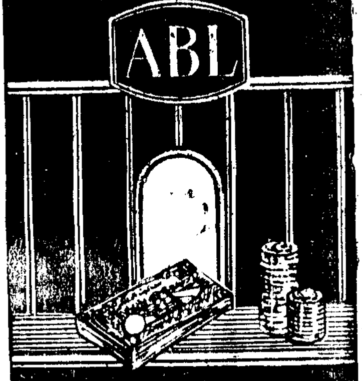

Crescent

PAK CEMENT

پاک سیمنٹ فاروقیہ

یادگار عمارتیں
پائیدار سیمنٹ
پاک سیمنٹ۔ فاروقیہ

پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹیڈ
فاروقیہ (ضلع ہزارہ)

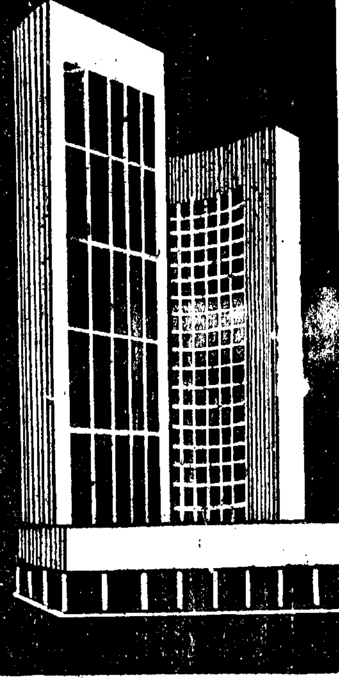

CSTM

کالونی سرحد

کے پارچہ جات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا

کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹیڈ
اسماعیل کوٹ۔ نوشہرہ

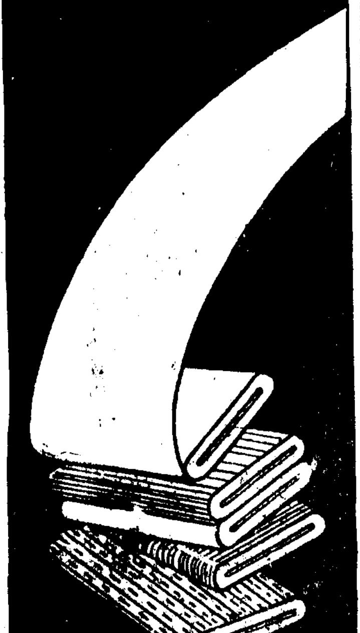

ضرورت اساتذہ

"مسلم ہائی سکول بدوملہی تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ کے لئے ایک منشی فاضل او۔ ٹی اور ایک مولوی فاضل او۔ ٹی کی فوری ضرورت ہے۔ درخواست بنام مینیجر مسلم ہائی سکول بدوملہی ارسال کی جائے۔ درخواستیں وصول کرنے کی آخری تاریخ ۲۰-۸-۶۸ ہے۔ تنخواہ گورنمنٹ سکیل کے مطابق دی جائے گی۔

عبد الغنی۔ ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول بدوملہی

بہترین علاج

بواسیر، جسمانی کمزوری۔ ضعف اعصاب۔ فالج، گنٹھیا تلی۔ ریح سل۔ پرانے بخار کے شفا بخش علاج ڈاک سے منگائیے۔

خط ملنے پر کتاب رفیق شباب مفت

حکیم محمد شفیع چشتی

شیرو۔ ۵ جام پور۔ ڈیرہ غازی خاں

پیغام صلح ۱۴ اگست ۱۹۶۸ء رجسٹرڈ ایل ۸۴۵۰ شمارہ ۳۲

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نور الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

اے خداوند ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ہفت روزہ
پیغام صلح
لاہور
"پاکستان"

ٹیلی فون نمبر ۳۷۴۳۷
تار کا پتہ: تبلیغ لاہور

جلد ۵۶ | یوم چہارشنبہ - مؤرخہ ۲۵ جمادی الاوّل ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۱ اگست ۱۹۶۸ء | نمبر ۳۳

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں
میں تیرے خالص محبّوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس
اموال میں برکت دُوں گا"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا
۲ - قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳ - سب صحابہؓ اور ائمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴ - سب مجددؒ دین کو ماننا ضروری ہے
۵ - کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶ - اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

مسلمان اور مہاجر کون ہے

عن عبد اللّٰہ بن عمرو عن النبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم قال المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہٖ والمھاجر من ھجر ما نھی اللّٰہ عنہ۔

ترجمہ:-

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مُسلم وہ ہے کہ اس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں اور مہاجر وہ ہے جو اسے ترک کر دے جس سے اللہ نے روکا ہے۔

نوٹ:- از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:-

المسلم میں ال عہد خارجی ہے اور اظہار کمال کے لئے ہے اثبات کمال شئے کے لئے اسم شئے کا اطلاق محاورہ زبان میں عام ہے جیسے کہیں زید الرجل یعنی زید مرد کامل ہے یہاں سلم المسلمون فرمایا یعنی مسلمان بچیں یہ بوجہ اغلب ہے کیونکہ زیادہ تر واسطہ ایک مسلمان کو عموماً مسلمانوں سے ہی پڑتا ہے ابن حبان نے اس کا استخراج ان الفاظ میں کیا ہے المھاجر من ھجر السیئات والمسلم من سلم الناس من لسانہ ویدہٖ۔ اور المسلمون کی بجائے الناس رکھ کر اس کی وسعت بتا دی ہے۔ پس اسلام کا کمال سوائے اس کے حاصل نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص کی زبان اور ہاتھ سے لوگ

(باقی بر صـ۲ کالم ۲)

جب تک انسان بدیوں کو چھوڑ کر نیکیاں اختیار نہ کرے وہ رُوحانی زندگی میں زندہ نہیں رہ سکتا

ارشادات حضرت امام الزمان علیہ السلام

یہ فخر کی بات نہیں کہ انسان اتنی ہی بات پر خوش ہو جاوے کہ وہ زنا نہیں کرتا - یا اس نے خون نہیں کیا - چوری نہیں کی - یہ کوئی فضیلت ہے کہ بڑے کاموں سے بچنے کا فخر حاصل کرتا ہے؟ دراصل وہ جانتا ہے کہ چوری کرے گا تو ہاتھ کاٹا جاوے گا موجودہ قانون کی رُو سے زندان میں جاوے گا - اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ایسی چیز کا نام نہیں ہے کہ بُرے کام سے ہی پرہیز کرے - بلکہ جب تک بدیوں کو چھوڑ کر نیکیاں اختیار نہ کرے وہ اس روحانی زندگی میں زندہ نہیں رہ سکتا - نیکیاں بطور غذا کے ہیں - جیسے کوئی شخص بغیر غذا کے زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح جب تک نیکیاں اختیار نہ کرے کچھ نہیں

قرآن شریف میں ایک جگہ ذکر کیا ہے کہ دو حالتیں ہوتی ہیں - ایک حالت تو وہ ہوتی ہے کہ یشربون من کاس کان مزاجھا کافوراً - یعنے ایسا شربت پی لیتے ہیں جس کی ملونی کافور ہو، اس سے مطلب یہ ہے کہ دُنیا کی محبت سے دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے - کافور ٹھنڈی چیز ہے اور زہروں کو دبا لیتا ہے - ہیضہ اور وبائی امراض کے لئے مفید ہے - پس پہلا مرحلہ تقوےٰ کا وہ ہے جس کو استعارہ کے رنگ میں یشربون من کاس کان مزاجھا کافوراً - ایسے لوگ جو کافوری شربت پی لیتے ہیں، ان کے دل ہر قسم کی خیانت، ظلم، ہر نوع کی بدی اور بُرے کاموں سے دل ٹھنڈے ہوتے ہیں - اور یہ بات ان میں طبعاً اور فطرتاً پیدا ہوتی ہے نہ کہ تکلف سے - وہ ہر قسم کی بدیوں سے بیزار ہو جاتے ہیں - یہ سچ ہے کہ یہ معمولی بات نہیں بدیوں کا چھوڑ دینا آسان بات نہیں - انجیل کا اکثر حصہ اسی سے پُر ہے کہ بُرے کام نہ کرو، مگر یہ پہلا زینہ ہے تکمیل ایمان کا - اسی پر قانع نہیں ہو جانا چاہیئے - ہاں اگر انسان اس پر عمل کرے اور بدیوں کو چھوڑ دے تو دوسرے حصہ کے لئے اللہ تعالیٰ آپ ہی مدد دیتا ہے یہ بات انسان منہ سے تو کہہ سکتا ہے کہ میں بدیوں سے پرہیز کرتا ہوں لیکن جب مختلف قسم کے بُرے کام سامنے آتے ہیں تو بدن کانپ جاتا ہے۔

(ملفوظات احمدیہ جلد ہفتم)

میاں فضل احمد صاحب لائلپور

سپین میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے روشن امکانات

حال ہی میں ایک ملکی اخبار میں ایک مضمون شائع ہوا ہے جس سے یہ دل خوش کن امر سامنے آتا ہے کہ اسپین میں اسلام کے احیاء کے لئے میدان صاف ہو رہا ہے اور اسلام اور عیسائیت کے مابین افہام و تفہیم اور مذہبی امور میں تبادلہ خیالات و اظہار رائے کی فضا پیدا ہو رہی ہے۔ جہاں ان حالات میں ہماری جماعت کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں وہاں یہ حالات حضرت امام الزمان علیہ السلام کے مندرجہ ذیل قول سے مطابقت کھاتے ہوئے ہمارے لئے ازدیاد ایمان کا باعث بھی ہوتے ہیں ؎

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگہ زندہ وار

اس مضمون کا اردو ترجمہ ذیل میں دیا جاتا ہے۔

"مسلم عیسائی دوستی"

اسپین نے جو آج اپنا قومی دن منا رہا ہے مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان تعلقات بڑھانے کے لئے بہت سے اقدامات کئے ہیں۔ حالیہ مساعی کا نقشہ مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

گذشتہ ہفتہ میڈرڈ کے ڈپلومیٹک سکول کے وسیع لیکچر ہال میں "مسلم عیسائی دوستی کی ایسوسی ایشن" کا افتتاح کیا گیا۔ اس افتتاحی تقریب میں عراق، مراکش، پاکستان، متحدہ عرب جمہوریہ کے سفراء، شام کے ناظم الامور، لیبیا کے سفارت خانے کے اول سیکرٹری اور اسپین میں سعودی عرب اور مختلف اسلامی ریاستوں کے نمائندوں نے شرکت کی، علاوہ ازیں مختلف اسلامی ممالک جن کے اسپین سے سفارتی تعلقات ہیں کے نمائندے بھی وہاں موجود تھے۔ اجلاس کی صدارت ایسوسی ایشن کے صدر نے کی۔

صدر توگیلز کی تقریر سے جلسہ کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ انہوں نے ایسوسی ایشن کے مقاصد کو وضاحت سے بیان کیا۔ انہوں نے بتلایا کہ یہ ادارہ مذہبی رنگ رکھتا ہے انہوں نے کہا کہ یہ تنظیم دونوں قوموں میں ہمدردانہ فضا پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ خاص طور پر ان امور میں جن کے بارے میں دونوں قوموں کے نظریات ایک جیسے ہیں۔ اور دونوں مذہب کے پیروکار رسم و رواج، زبان اور خاص طور پر مذہبی میدان اور متعدد امور میں یکساں نظریہ کے حامل ہیں۔ یہ ایسوسی ایشن قومی بنیادوں پر قائم کی گئی ہے جن میں سے اسلام اور عیسائیت نے اپنے تمدن کو زندہ رکھنے میں ممتاز کردار ادا کیا ہے۔

مسٹر توگیلز نے تنظیم کے ان منصوبوں کی بھی وضاحت کی جو فوری طور پر نافذ العمل ہوں گے۔ علاوہ ازیں ابتدائی کورسز، کانفرنسیں اور مباحثات کا انعقاد کیا جائے گا جو خاص طور پر اسلام اور عیسائیت کے مسائل پر مشتمل ہوں گے۔ اس طرح ہم اسپین کے مختلف شہروں میں رہنے والے لوگوں کو دورِ حاضر کے اسلام کو سماجی اور مذہبی حیثیت سے روشناس کروا سکیں گے۔ نیز تمام اسلامی ممالک کے متعلق مختلف امور میں تحقیقات کا پروگرام بھی ہمارے زیر غور ہے۔

انہوں نے مزید کہا کہ ہم مسلم عیسائی دوستی کے موضوع پر موصول ہونے والے مقالہ جات کو شائع کرنے کا اہتمام بھی کریں گے۔ اور ایک رسالہ بھی اس سال کے آخر تک جاری کیا جائے گا جو ایسوسی ایشن کے مشعل بردار کے طور پر ہوگا۔ اس رسالہ کا نام "المنارۃ" تجویز کیا گیا ہے۔ اس رسالے کے نمائندگان خصوصی بیشتر اسلامی ممالک میں مقرر کئے جائیں گے تاکہ وہ موقعہ کی اطلاعات و اخبار رسالہ کو فراہم کر سکیں، عیسائیت کے وہ امور جن کی تعلیمات اسلامی اور مذہبی مسائل سے گہرا تعلق ہے رسالہ میں زیر بحث لائے جائیں گے۔

ڈاکٹر حسین مونز نے جو مسلمانوں کے نمائندہ ہونے کے علاوہ اس تنظیم کے جنرل سیکرٹری بھی ہیں۔ عیسائی مذہب کے پیروکاروں کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ اسپین میں مسلم عیسائی تنظیم کی تشکیل اسپین میں موجود مسلمانوں کے قلبی جذبات و احساسات کی آئینہ دار ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اسپین کا ملک اس تنظیم کے صدر مقام کے طور پر نہایت موزوں جگہ ہے۔ اس لئے کہ اسپین کی تاریخ کا ایک طویل دور اسلامی تاریخ سے تعلق رکھتا ہے۔

مسٹر پیڈرو نے جو کہ اس تنظیم کے ایک رکن ہیں اس تنظیم کا آئین پڑھ کر سنایا آخر میں مسٹر البرٹو مارٹن ارنا جا نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ انہوں نے یاد دلایا کہ اسپین اور اسلامی ممالک کے روایاتی تعلقات میں پچھلے بیس برسوں میں بہت اضافہ ہوا ہے، اور تعلقات کی یہ مضبوطی محض سفارتی سطح پر عمل میں نہیں آئی۔ بلکہ تمدنی اور معاشرتی امور میں بھی مضبوطی ہوئی ہے، اور مؤخر الذکر امر میں مضبوطی کا سہرا "ہسپانیہ کے عرب انسٹی ٹیوٹ" کے سر ہے جس کا ذکر پروفیسر گل نے اپنی کتاب "اسپین اور دنیائے عرب" میں تفصیل سے کیا ہے۔

مسٹر البرٹو نے مزید کہا کہ نئی تنظیم مذہبی امور میں دونوں مذہب کے پیروکاران کے مابین افہام و تفہیم اور ایک دوسرے کی قدر کرنے کی روح پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس سے قبل یہ روح مذہب کے علاوہ باقی میدانوں میں کارفرما رہی ہے اس طرح ہم ویٹیکن کی دوسری کونسل کی اس آواز کا عملی جواب دے رہے ہیں جس میں عیسائیوں اور دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے مابین بہتر فضا پیدا کرنے کی اپیل کی گئی ہے۔

اسپین کی حکومت نے مسلمانوں کو اپنے ملک میں یکساں مقام دیا ہوا ہے، مثلاً موزوں مقامات پر مساجد اور سکولوں کی تعمیر کی اجازت ہے۔ جیسا کہ بطور مثال کے مراکش کے ہسپانوی حصہ میں ایسا عمل کیا گیا ہے۔

اسپین کی حکومت مسلمانوں کو بیت اللہ کا حج کرنے کے سلسلہ میں ہمیشہ ضروری سہولتیں بہم پہنچاتی رہی ہے۔ اور علاوہ ازیں بہت سے دوسرے امور میں بھی ملک میں رہنے والے مسلمانوں کے ساتھ تعاون کیا جاتا ہے۔"

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔

داخلہ

ادارہ تعلیم القرآن لاہور

میٹرک کا نتیجہ نکل چکا ہے۔ میٹرک پاس احمدی نوجوان جو دینی تعلیم حاصل کرنا چاہیں وہ دو سالہ کورس میں داخلہ کے لئے مقامی جماعت کے سیکرٹری صاحبان کی معرفت اپنی اپنی درخواستیں معہ مصدقہ نقول سرٹیفکیٹ تعلیم و چال چلن زیر دستخطی کو مورخہ یکم ستمبر ۱۹۶۸ء تک ارسال کر دیں۔ نصاب میں قرآن، حدیث، دیگر علوم دینیہ اور سلسلہ احمدیہ کی تعلیم شامل ہے کامیاب امیدوار کو حسب لیاقت و ضرورت انجمن ہذا کے تبلیغی و تعلیمی شعبوں میں تعینات کیا جا سکے گا۔ وظیفہ حسب استعداد دیا جائے گا، رہائش اور تعلیمی کتب ادارہ حسب ضرورت مہیا کرے گا۔

آنریری جنرل سیکرٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ
بلڈنگس لاہور ۷

بحرِ حکمت کے موتی

بسلسلہ صفحہ اوّل

بچیں یعنی اس کی ایذا رسانی سے خواہ وہ ایذا رسانی زبان سے ہو جیسے استہزاء ازالہ حیثیت عرفی، غیبت، تہمت، افتراء یا ہاتھ سے مارنا یا قتل کرنا یا حقوق دبا لینا۔ اسی طرح مہاجر صرف وطن چھوڑنے سے نہیں بن جاتا بلکہ اس کا اصلی کمال یہ ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اسے ترک کرے۔

(فضل الباری)

آفتاب الدین احمد ہومیوپیتھک
دار الشفاء
ایک رفاہی ادارہ ہے
جہاں سے یومیہ سینکڑوں مریض خود آکر اور بیسیوں بذریعہ خط و کتابت مفت ادویات اور مشورے حاصل کرتے ہیں
ایک امانت کا شکریہ
اعزازی مہتمم دار الشفاء احمدیہ بلڈنگس لاہور

"الاعتصام" کے جواب میں

قبل ازیں جماعت اہل حدیث کے ہفت روزہ الاعتصام کے بعض معترضات کا جواب ہم دو قسطوں میں دے چکے ہیں۔ افسوس ہے کہ اخبار مذکور کو اپنی کم علمی اور کوتاہ فہمی کی وجہ سے یہ سمجھ نہیں آتا کہ نبی کا نام پانے اور دعوئے نبوت میں کیا فرق ہے چنانچہ وہ ۲۶ جولائی کی اشاعت میں رقمطراز ہے:۔

"پیغام صلح کے مدیر اور اس کے خطیب خواہ مخواہ لوگوں کو مبتلائے فریب رکھنے کے لئے اس بات کی تردید کر رہے ہیں کہ مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعوئے نہیں کیا اور جن عبارات میں دعوئے نبوت کا ذکر ہے وہاں نبوت سے حقیقی نبوت نہیں بلکہ مجازی نبوت مراد ہے اور کہیں ہماری پیش کردہ عبارت "اس میں نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور تمام دوسرے لوگ اس نام کے مستحق نہیں" (حقیقۃ الوحی) کی توجیہہ و تاویل میں اس طرح بوکھلاہٹ کا اظہار کیا کہ "اس فقرہ میں بھی نبی کا نام پانے کا ہی ذکر ہے منصب نبوت پر فائز ہونے کا نہیں"

"پتہ نہیں پیغام صلح اس عبارت سے کونسی گتھی سلجھانا چاہتا ہے کہ مرزا غلام احمد نے نبی کا نام پایا ہے اور منصب نبوت پر فائز نہیں ہوا نبی نام بھی رکھا گیا اور پوری اُمت میں سے اس کے لئے مخصوص بھی کیا گیا لیکن نبوت نہیں ملی، اس تضاد بیانی کے کیا کہنے! خدا وند نے کیا ہی خوب کہا ہے لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔"

معلوم نہیں اس میں فریب کیا ہے اور بوکھلاہٹ کہاں ہے اور کونسی تضاد بیانی اس میں پائی جاتی ہے، کیا مدیر الاعتصام کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ کسی بہادر آدمی کو اگر شیر کا نام دے دیا جائے تو اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ وہ فی الواقعہ شیر ہو گیا ہے یا کسی کو حکومت کی طرف سے خان بہادر کا لقب مل جائے تو یہ نہیں سمجھا جاتا کہ وہ فی الحقیقت خان اور بہادر ہو گیا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کو بھی انہی معنوں میں نبی کا نام دیا گیا جیسا کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ ایک اعزازی نام ہے اور ان کا الہام بھی ہے لک خطاب العزۃ، یہ تمہارے لئے عزت کا خطاب ہے، فرمائیے اس سے منصب نبوت پر فائز ہونا کیونکر ثابت ہوتا ہے، ہاں یہ سچ ہے کہ اس نام کے پانے کے لئے آپ ہی مخصوص ہیں کیونکہ حدیث میں اولیائے اُمت کے لئے فرمایا گیا ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اور صرف مسیح موعود کو نبی اللہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور الہام میں بھی آپ کو نبی کا نام دیا گیا ہے لیکن یہ سب مجاز کے طور پر ہیں، جیسا کہ حضرت مرزا صاحب نے خود فرمایا ہے سمیت نبیاً من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ۔ میرا نام اللہ تعالےٰ کی طرف سے مجاز کے طور پر نبی رکھا گیا حقیقت کے طور پر نہیں، اور اس سے بڑے صاف اور کھلے لفظوں میں یہ بھی فرمایا کہ ان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین فلیس حق احد ان یدعی النبوۃ بعد رسولنا المصطفیٰ علیٰ طریقۃ المستقلۃ یعنے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ پر رسولوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا، پس اب کسی کا حق نہیں کہ ہمارے رسول مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مستقل نبوت کا دعوئے کرے۔

کیا جو شخص یہ کہتا ہے کہ نبوت کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منقطع ہو گیا، اور کسی شخص کا حق نہیں کہ آپ کے بعد نبوت مستقلہ کا دعوئے کرے وہ نبوت مستقلہ کا دعوئے کر سکتا ہے اور اس کا یہ کہنا کہ سمیت من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ۔ نبوت حقیقی یا نبوت مستقلہ کے دعوئے پر مشتمل سمجھا جا سکتا ہے؟ ایک ہوشمند اور صاحب علم انسان اتنی موٹی سی بات بھی نہ سمجھ سکے تو اس کے علم و عقل کا ماتم کرنا چاہیئے، اگر اب بھی مدیر "الاعتصام" کو نبی کا نام پانے اور منصب نبوت پر فائز ہونے کا فرق سمجھ میں نہ آئے تو افسوس کے سوائے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

مدیر الاعتصام کا یہ بھی خیال ہے کہ:۔

"اصل میں لاہوری مرزائی خواہ مخواہ تکلف برتتے ہیں کہ مرزا غلام احمد نبی نہیں تھے، اور ان کا ماننا ضروری اور فرض نہیں ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے دور از کار تاویلیں تلاش کرتے ہیں حالانکہ معاملہ بالکل واضح اور صاف ہے اور خود یہ بھی اندر سے مانتے ہیں لیکن صرف اس بات کی وجہ سے کہ ان کے سربراہ اور جوش مولوی محمد علی کو مرزا بشیر الدین محمود وغیرہ نے بددیانتی اور خیانت وغیرہ کے الزام میں قادیان سے نکال دیا تھا اس کے انتقام میں انہوں نے مرزا بشیر الدین کے والد مرزا غلام احمد کی نبوت کا قولاً انکار کر دیا یعنے بیٹے کا انتقام باپ سے لیا حالانکہ یہ خود اس حقیقت کے معترف تھے اور ہیں کہ مرزا مدعی نبوت تھے .... گروہ اوّل کے قائد پہلے مولوی محمد علی اور اب مولوی صدرالدین صاحب ہیں مرزا کو دل سے نبی مانتے ہیں لیکن زبان سے انکار کرتے ہیں گویا گروہ اوّل اس بارہ میں نفاق کا شکار ہے اور گروہ ثانی اس بارہ میں مخلص۔"

کتنا بڑا اتہام ہے، کیا مدیر الاعتصام نے ہمارا یا مولانا محمد علی صاحب علیہ الرحمۃ اور مولانا صدرالدین صاحب کا دل چیر کر دیکھ لیا ہے کہ اندر سے ہم سب حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی مانتے ہیں؟ یہ کہاں سے اسے معلوم ہوا کہ مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ کو مرزا بشیر الدین محمود احمد نے بددیانتی اور خیانت کے الزام میں قادیان سے نکال دیا تھا؟ آج تک قادیانی جماعت کی طرف سے بھی ایسی کوئی بات نہیں کہی گئی۔ اسے غور کرنا چاہیئے کہ ایک مذہبی رہنما کے خلاف ایسے بے بنیاد اتہام لگانا کونسی ایمانداری کا کام ہے، کیا اسے یہ خدائی حکم معلوم نہیں لا تقف ما لیس لک بہ علم کیا کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تعلمون کا وعید اسے یاد نہیں؟ مولانا محمد علی تو دل سے حضرت مرزا صاحب کو مجدد اور امام زمان مانتے رہے۔ وہ دل سے اس بات کے قائل تھے کہ حضرت مرزا صاحب کا دعوئے نبوت کا نہیں اور یہی مولانا صدرالدین اور تمام جماعت احمدیہ لاہور کا عقیدہ ہے۔ پھر بیٹے کا انتقام باپ سے لینے اور نفاق کا شکار ہونے کے کیا معنے؟ ہم مدیر الاعتصام سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں پوچھنا چاہتے ہیں ھلا شققت قلوبنا۔ کیا تم نے ہمارے دل چیر کر دیکھ لئے ہیں؟

اس ضمن میں مدیر "الاعتصام" نے ریویو آف ریلیجنز سے حضرت مولانا محمد علی صاحب علیہ الرحمۃ کے بعض الفاظ نقل کئے ہیں جن میں انہوں نے حضرت مرزا صاحب کو نبی کہا ہے لیکن اسے کیوں سمجھ نہیں آتی کہ حضرت مرزا صاحب کے لئے نبی کا لفظ احمدیہ لٹریچر میں اور خود مرزا صاحب کی تحریرات میں انہی معنوں میں استعمال ہوتا رہا ہے کہ وہ مجاز اور استعارہ کے طور پر اور لغوی معنوں میں نبی ہیں حقیقتاً نبی نہیں نہ ان کے انکار سے کفر لازم آتا ہے، ان کا ماننا ضروری اور فرض بیشک ہے لیکن نہ ماننا موجب کفر نہیں۔

رہ گیا یہ امر کہ پیغام صلح میں حضرت مرزا صاحب کو "علیہ السلام" لکھا جاتا ہے یہ صحیح ہے لیکن اگر ہمارا معاصر یہ ثابت کر دے کہ "علیہ السلام" کے لفظ صرف نبی کے لئے ہی بولے جا سکتے ہیں غیر نبی کے لئے نہیں تو ہم اس کا استعمال چھوڑ دیں گے، کیا ہر روز پنجوقتہ نمازوں میں التحیات کے اندر جہاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے السلام علیک ایھا النبی پڑھا جاتا ہے وہیں یہ نہیں کہا جاتا السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین اور اُمت کے بعض افراد کو کیا اس سے ان کو نبی مانا جاتا ہے؟ ہرگز نہیں،

"الاعتصام" کو ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں لے کر خواہ مخواہ اعتراضات پر کمر نہیں باندھ لینی چاہیئے اور سوچ سمجھ کر عقل سے کام لے کر وہ بات کہنی چاہیئے جس کی صحت میں کلام نہ ہو سکے۔

[illegible]

اخبار و افکار

آزادی کا مفہوم

۱۴ اگست کو لاہور میں "تحریک جمہوریت" کا ایک عام جلسہ منعقد ہوا جس میں مولانا مودودی نے آزادی کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا :۔

" صحابہ کرام رضؓ نے حبشہ کی طرف ہجرت اس لئے کی تھی کہ عرب میں وہ اپنا قانون جاری نہیں کر سکتے تھے۔ رسولِ پاکؐ نے مکہ سے ہجرت اسی لئے کی تھی ورنہ ایک عام شہری کی حیثیت سے آنحضرتؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کو ہر آزادی حاصل تھی " (نوائے وقت)

کیا یہ صحیح ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں ایک عام شہری کی حیثیت سے ہر آزادی حاصل تھی اور صرف اس لئے انہوں نے ہجرت کی تھی کہ وہ اپنا قانون جاری نہیں کر سکتے تھے؟ غالباً مولانا مودودی نے اپنے نظریات کی تائید میں کوئی ایسی ہی کتاب مرتب کی ہوگی جس میں اس قسم کا بیان درج ہو، ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تاریخی حالات میں تو صرف اس قدر بتایا گیا ہے کہ حبشہ اور مدینہ کی ہجرت کسی قانون کا اجراء نہ کر سکنے کی وجہ سے نہیں بلکہ محض توحید الٰہی کی تلقین پر اذیتوں کا دروازہ کھل جانے اور جانوں کے اتلاف کے خطرہ کی بناء پر ہوئی تھی، اس وقت تو اپنا قانون ہی نہ تھا۔ جس کو رائج نہ کر سکنے کا سوال درپیش ہوتا۔ عام شہری کی حیثیت سے انہیں اتنی بھی آزادی نہ تھی کہ خدائے واحد پر ایمان کا اظہار کر سکیں۔

مولانا مودودی اپنی مزعومہ آزادی کی حمایت میں حکومت کے خلاف جو چاہیں کہیں لیکن تاریخ کو تو تبدیل نہ کریں۔ اور یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ ایک عام مجمع میں حکومت کے خلاف وہ جو چاہتے ہیں برسرِ عام کہتے چلے جاتے ہیں اور کوئی روکنے والا بھی نہیں باوجود اس کے اس کے ان کا یہ سوال کہ " ایک ملک کے باشندے ہونے کی حیثیت سے ہمیں کیا آزادی ملی ہے " کہاں

نکتہ برمحل ہے ؟

" یہ فرقہ مسلمان ہے "

لائل پور کا ہفت روزہ "لولاک" جماعت احمدیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقمطراز ہے:۔

" حکومت نے چٹان اخبار کے مقدمہ کے سلسلہ میں عدالت کو لکھ کر دے دیا ہے کہ یہ فرقہ مسلمان ہے ساری دنیا کے علماء کا متفقہ فیصلہ کہ جو حضورؐ کے بعد کسی کو نبی ماننے یا نبی آنے کا اعتقاد رکھے وہ دائرہِ اسلام سے خارج ہے لیکن حکومت کہتی ہے کہ اسلام جائے جہاں اس کی مرضی اور علماء نے کہ لم کہتے رہیں جو کچھ کہتے ہیں، میرا تو اقتدار قائم رہنا چاہیئے اور وہ ان کے تعاون سے ہی قائم رہ سکتا ہے ان کے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

حکومت نے نہ تو عدالت کو یہ لکھ کر دیا نہ علماء کے فتوے کی مخالفت کی، نہ اسے اپنے اقتدار کے لئے احمدیوں کے تعاون کی ضرورت، لیکن جہاں تک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی ماننے یا نبی آنے کا اعتقاد رکھنے کا سوال ہے، اس بارہ میں جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس امام بھی علماء کے فیصلہ سے ہی متفق ہیں ملاحظہ ہوں فقرات ذیل :۔

" اصل حقیقت جس کی میں علیٰ رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا نہ کوئی نیا ومن قال بعد رسولنا و سیدنا انی نبی او رسول علیٰ وجہ الحقیقۃ والافتراء وترک القرآن واحکام الشریعۃ الغراء وھو کافر کذاب۔"

(حاشیہ انجام آتھم ص۲۷)

اور فرمایا :۔

" والنبوۃ قد انقطعت بعد رسولنا صلی اللہ علیہ وسلم فلا نبی بعدہ ولا رسول "

یہ تو ہے حضرت مرزا صاحبؒ اور جماعت احمدیہ کا مذہب، اب جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک پرانے نبی کے آنے کا اعتقاد رکھتے ہیں ان کے متعلق کیا کہا جائے۔

گائے کے گوشت سے زرِ مبادلہ

ہندوستان میں گئو رکھشا کا سوال بڑی اہمیت اختیار کر چکا ہے کیونکہ گائیوں کی کثرت زرعی جگہ کی تنگی کا موجب اور ان کی خوراک دعیدہ ملک کی اقتصادیات پر گہرا اثر ڈال رہی ہے اسی لئے جون ۱۹۶۷ء میں ایک سرکاری کمیٹی اس غرض سے قائم ہوئی تھی کہ مختلف ریاستوں اور صوبوں سے یہ دریافت کیا جائے کہ گئو رکھشا پر مکمل پابندی ہونی چاہیئے یا نہیں، اس کمیٹی کی سوچ بچار اور تحقیقات کے نتیجہ سے بقول رپورٹر سٹیٹسمین یہ معلوم ہوا ہے کہ صرف راجستھان، یوپی، گجرات، پنجاب اور ہریانہ کی ریاستوں نے گئو رکھشا پر مکمل پابندی کی حمایت کی ہے اور تین ریاستوں بنگال، کیرالا اور مدراس نے مکمل پابندی کی مخالفت کی ہے۔ جموں و کشمیر سے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس کے علاوہ ملک کے کسان ماہرین نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ہندوستان کے لوگ اگر گائے کا گوشت خود کھانا نہیں چاہتے تو نہ کھائیں لیکن اگر اسی گوشت کو باہر کے ملکوں میں بھیجدیا تو اس سے اتنی آمدنی ہو سکتی ہے کہ ملک کے تمام دفاعی اخراجات پورے ہو جائیں گے۔

لیکن سوال گائے کا گوشت کھانے نہ کھانے کا نہیں، سوال تو گئو رکھشا کا ہے جس کو ذبح کرنا یہاں پاپ سمجھا جاتا رہا ہے اور ایک گائے کے بدلے سینکڑوں مسلمانوں کو ذبح کیا جاتا رہا ہے۔

کیا اس کو ذبح کر کے گوشت باہر بھیجنے یا جزوی پابندی عائد کرنے سے پاپ، پاپ نہیں رہے گا اور گئو رکھشا کا سوال اس طرح حل ہو جائے گا؟

یہ ہیں وہ حالات جن کی وجہ سے متعصب ترین قوموں کو بھی بیچارو ناچار اسلامی طریق کو اپنانا پڑتا ہے خواہ اسلام کا نام لینا بھی پسند نہ ہو۔

قرآن حکیم کی بیان کردہ سائنس

تبصرہ از مولانا عبدالماجد دریا بادی

" قرآن حکیم کی بیان کردہ سائنس۔ از مولوی صدر الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور۔ ۴۸ صفحہ قیمت درج نہیں۔

پتہ ۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

تخلیق کائنات پانی کے فوائد اور خواص سورج کی روشنی اور گرمی۔ چاند اور سورج کی گردش اور ناقابل ترمیم گردش و انضباط۔ سمندر اور پہاڑ دونوں کے افعال طبعی اور اس قسم کی بیسیوں دوسری سائنسی حقیقتوں سے متعلق آیاتِ قرآنی کی دل نشین و عام فہم تشریح۔ رسالہ ہر پڑھے لکھے مسلمان کے ہاتھ میں جانے کے قابل ہے۔

THE HOLY QURAN HAS DISCUSSED SCIENCE

از مولوی صدر الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ ۴۸ صفحہ

پتا۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔

انگریزی ایڈیشن انگریزی خوانوں کے ہاتھ میں جانے کے قابل ہے۔

" صدق جدید "

مورخہ ۹ اگست ۱۹۶۸ء

درخواست دُعا

محترم عبدالرحیم صاحب چانڈیہ ڈیرہ غازی خان کے صاحبزادہ دوست محمد خان بی۔ اے ایل۔ ایل۔ بی۔ ایڈووکیٹ دو ماہ سے بیمار چلے آ رہے ہیں۔ احباب کرام سے ان کی صحت کے لئے دعا کی درخواست ہے

حیاتِ انسانی سے متعلق دو نظریئے

ادنٰی، مادی یا دجالی اور اعلٰی، اخلاقی یا فرقانی

مسلمان اقوام کی صحیح ترقی کا مقام اور رہبری، فرقانی نظریہ حیات کو اپنی عملی زندگی میں رواج دیتا ہے

جماعت احمدیہ اپنا مقام شناخت کرے

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۶ اگست ۱۹۶۸ء - فرمودہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب دامت برکاتہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

وقطعنٰهم فی الارض اُممًا۔ منهم الصّٰلحون ومنهم دون ذٰلك وبلونٰهم بالحسنٰت والسیّئات لعلّهم یرجعون...... انا لا نضیع اجر المصلحین (الاعراف ۱۶۸ -- ۱۷۰)

ارشاد ہوا - کہ ہم نے ان کی مختلف جماعتیں قبیلے اور قومیں بنائی ہیں یہ زمین میں پھیل گئے ان میں سے صالح لوگ بھی ہیں اور ان میں سے ایسے بھی ہیں جو نیک نہیں اور ہم نے ان کو سکھ سے بھی آزمایا اور دکھ سے بھی - تاکہ وہ ہماری طرف رجوع کریں - ان کے بعد ناخلف ان کے جانشین ہوئے وہ کتاب کے وارث ہوتے - مگر ان کی حالت یہ ہے کہ وہ اس دنیا کی ادنٰے زندگی کو مول لیتے ہیں، مگر یہ کہتے ہیں کہ خدا مغفرت کریگا اور ان کے پاس اسی طرح کا مال پھر آجاتا ہے تو اس کو بھی حاصل کر لیتے ہیں - حالانکہ ان سے عہد لیا گیا تھا - کہ خدا کی طرف حق کے سوا کچھ منسوب نہ کریں گے - حالانکہ جو کچھ کتاب میں ہے وہ انہوں نے پڑھ لیا ہے اور جو لوگ پرہیزگاری کرتے ہیں ان کے لئے آخرت کا گھر کہیں بہتر ہے - کاش تم عقل سے کام لو - اور جو لوگ کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں - ایسے صالح لوگوں کا اجر ہم کبھی ضائع نہیں کرتے -

یہاں پر ایک جملہ قرآن کریم نے - یاخذون عرض هٰذا الادنٰی - بیان کیا ہے کہ اس دنیا کی زندگی کا جو ادنٰے پہلو ہے اسے اختیار کرنا - اس سے قرآن کریم کا یہ موقف ظاہر ہے کہ زندگی کا ایک اعلٰے پہلو بھی ہے یعنی زندگی کے دو پہلو ہیں - اعلٰے اور ادنٰے - اعلٰے پہلو کو تقوٰے کے نام سے قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے - اعلٰے پہلو کے حامل صالحین اور مومنین لوگ ہوتے ہیں - اور زندگی کا ادنٰے پہلو یہ ہے کہ خدا تعالٰے کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس دنیاوی زندگی کو اختیار کیا جائے پھر دنیا کی کوئی چیز حاصل کرنے کے لئے جھوٹ بول لیتے ہیں دھوکہ دیتے ہیں - تو وہ کہتے ہیں کہ کوئی بات نہیں - خدا مغفرت کرنے والا ہے کیونکہ ہم کتاب کے وارث ہیں خدا تعالٰے غفور ہے ہمیں بخش دے گا -

خدا تعالٰے نے اس رویہ کو ناپسند کیا ہے - اسی سورۃ الاعراف کے اگلے رکوع میں فرمایا ولو شئنا لرفعنٰه بها ولٰکنّه اخلد الی الارض واتبع هوٰه، فمثله کمثل الکلب -

آخری زمانہ میں دابۃ الارض کے خروج کی پیشگوئی

یہاں ایک شخص کے ذکر میں فطرت انسانی کا بیان ہے کہ ہم نے اس کو بڑے بلند مقام پر کھڑا کیا تھا - لیکن وہ زمین کی طرف جھک گیا اور اپنی دلی خواہشات کی پیروی کی - اس کی مثال کتے کی سی ہے - یہاں زمین کی طرف جھکنے سے مراد صاف طور پر زندگی کا ادنٰی پہلو ہے کیونکہ ارفع یا اعلٰے زندگی کے مقابل یہاں زمینی یا ہوا و حرص کی زندگی کو رکھا ہے - یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اس زندگی کے دو ہی پہلو ہیں ایک تو وہ لوگ ہیں جو اپنے مفادات سے بالاتر ہو کر خدا تعالٰے کے احکام کو مقدم کرتے ہیں - اور لوگوں کے حقوق کی حفاظت اور ان کا احترام کرتے ہیں یعنے دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہیں - اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو دنیا کی زندگی کے ادنٰے پہلو کو ترجیح دیتے ہیں اور وہ زمینی یا سفلی زندگی پر ہی مرمٹتے ہیں ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا اخرجنا لهم دابّة من الارض - آخری زمانہ میں ایک زمینی کیڑا نکلے گا - اس سے مراد بھی وہ انسان یا اقوام ہیں جن کی نگاہ زندگی کے ادنٰے پہلو سے اوپر نہیں اٹھتی اخلاقی اور روحانی قدروں کی کوئی پرواہ نہیں - اگر موجودہ تہذیب کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ در اصل یہ ابتدائی عیسائیت کی ذہنیت رہبانیت کا رد عمل ہے - ابتدائی عیسائی لوگوں نے رہبانیت اختیار کر لی - اور زندگی کے اس منفی رویہ کو اختیار کر لیا کہ دنیا کو چھوڑ کر غاروں میں پناہ لی تو اس کے رد عمل کے طور پر موجودہ تہذیب وجود میں آئی - جس کا خلاصہ یہ ہے کہ روحانی اور اخلاقی قدریں کوئی چیز نہیں - جو کچھ ہے وہ صرف اور صرف مادی قدریں ہی ہیں، عمل اور رد عمل بھی خدا تعالٰے کا ایک قانون ہے جو دنیا میں کام کر رہا ہے کہ انسان ایک انتہا پر چلا جاتا ہے تو پھر جب اس کا رد عمل ہوتا ہے تو وہ دوسری انتہا پر چلا جاتا ہے اعتدال اور درمیانہ راستہ پر قائم رہنا بہت مشکل کام ہے - پس رہبانیت کے منفی نظریہ زندگی کا رد عمل مادی نظریہ حیات ہے جو آجکل دجالی فلسفہ حیات دنیا میں عام طور پر مقبول بن چکا ہے - یہی نظریہ ہے جس کو قرآن حمید نے دابۃ الارض یا عرض هٰذا الادنٰی کے ناموں سے موسوم کیا ہے -

رہبانیت کے نظریہ کا رد عمل مادی نظریہ حیات کی شکل میں

ایک حالت عیسائی اقوام کی یہ تھی کہ ان کو علم و عقل سے کوئی واسطہ نہ تھا، علم کا حصول دین و مذہب کے مخالف سمجھا گیا تھا - مگر اب حالت یہ ہے کہ انہوں نے انسانی علم و عقل کو ایسا درجہ دیا ہے کہ الہامی راہنمائی کی ضرورت سے بے نیازی اختیار کر لی - خدا سے تعلق رکھنا توہم پرستی و فرسودہ خیالی سمجھا جا رہا ہے، اگر رہبانیت کے منفی تصور حیات نے انسانی اعضاء کو مفلوج کر کے رکھ دیا تو انسانی علم و عقل کے تصور نے اخلاقی اور روحانی قدروں کو پامال کر کے رکھ دیا ہے -

خدا تعالٰے نے ہمیں اعتدال اور میانہ روی کا راستہ دکھلایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا نظریہ حیات جہاں مادی دنیا سے نفع اندوزی کا ہو وہاں اس سے ماوراء اخلاقی اقدار کو نہ صرف برقرار رکھنا بلکہ ان کی نشوونما و ارتقاء کا بھی ہو - جس کو قرآنی اصطلاح میں صراط مستقیم کہا گیا ہے - لیکن ہمیں خود اپنی حالتوں پر غور کرنا چاہیئے - ابھی چند روز ہوئے ہم نے آزادی کی سالگرہ منائی ہے کہ ملک آزاد ہوگیا - ہم آزاد ہوگئے - پھر گذشتہ دس سال میں جو اقتصادی ترقی ہمارے ملک نے کی ہے اس پر بھی ہم نے بجا طور پر خوشی کا اظہار کیا ہے - لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مادی ترقی تک ہی اسلام کی تعلیم محدود ہو کر رہ جاتی ہے - اگر یہی بات ہے تو ایسی ترقیاں تو یورپ میں روز افزوں ہو رہی ہیں اور مغربی دنیا مادی ترقی میں ہم سے کوسوں آگے ہے - لیکن اگر اسلام اس سے بڑھ کر بھی کچھ اور کہتا ہے تو ہم نے سوچا ہے کہ وہ کیا ہے؟ یوں تو ہم غیر ملکی حکومت سے آزاد ہوگئے ہیں لیکن کیا ہم اپنے نفس کے غلام ہو کر تو نہیں رہ گئے؟ حقیقت حال یہ ہے کہ آزادی سے پہلے جو کچھ اخلاق

قدریں ہم میں موجود تھیں اب ان کا عشر عشیر بھی نظر نہیں آتا۔ راستبازی۔ خیر خواہی۔ حسن سلوک۔ رشتہ داری۔ محلہ داری کے تعلقات جس قدر آج تنزل پذیر ہیں۔ اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ زندگی کے ہر شعبہ میں گراوٹ اور فساد ہے۔ قدم قدم پہ بگاڑ ہے، حالانکہ آزادی کا مقصد اقتصادی اور سماجی سدھار کے ساتھ ساتھ اخلاقی اور روحانی اقدار کی بھی نشو و نما ہے۔ حضرت قائد اعظم رحمۃ کی اقتدا میں ہم نے جو سلطنت قائم کی ہے۔ اس کا مقصد تو یہ نہیں تھا کہ محض ہماری اقتصادی طور پر ترقی ہو جائے بلکہ ہمارا نظریہ تو اسلامی نظریۂ حیات کا قیام تھا۔

ہم تمام لوگوں ۔ ۔ ۔ یعنی علماء کرام ارباب حکومت اور عوام کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ وہ اسلام ہے کیا چیز جس کے ہم شیدا ہیں۔ اگر ہماری ترقی کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے بہر طور مغرب کی ہی پیروی کرتے ہوئے اخلاقی اقدار کو پامال کر کے صرف مادی ترقی کرتے چلے جانا ہے تو اسلام کا پھر ہم نام کیوں اور کس طرح لیتے ہیں؟ اس سلسلے میں کہتا ہوں کہ وہ مرکزی نکتہ جس سے اسلام نے اختلاف کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس کا نظریۂ حیات مادی مفادات کو مقدم کرنا نہیں بلکہ روحانی ضرورتوں اور اخلاقی قدروں کو تقدیم دے کر اس کے پیچھے دوسری ترقیوں میں قدم بڑھانا ہے لیکن اگر ہم مادی ترقیوں میں ہی اپنی قوت عمل ضائع کر دیں تو پھر ہم نے کچھ بھی حاصل نہیں کیا۔ اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ دین اسلام کا نظریہ بہترین نظریۂ حیات ہے اور یہ ہر دیگر نظریۂ حیات پر فوقیت رکھتا ہے تو وہ فوقیت کس شعبے میں اور کہاں پنہاں ہے؟ نہ ہماری انفرادی زندگیوں میں ایسی کوئی فوقیت نظر آتی ہے اور نہ ہی اجتماعی [illegible] زندگی میں یہ رنگ دکھائی دیتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے نزول کی غرض و غائیت

چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کے اس زمانہ میں پیغام [illegible] کا خلاصہ یہی تھا کہ قبل اس کے کہ مسلمان ملکی آزادی حاصل کریں انہیں شیطان کی غلامی سے آزاد ہونا ضروری ہے ورنہ ان کی حالت مزید تنزل پذیر ہو جائے گی۔ اصل طاقت و ترقی اور آزادی نفس کی غلامی سے آزاد ہونے میں مضمر ہے

چنانچہ پاکستان کے گذشتہ بیس سال کے ایام کی تاریخ حضرت مسیح موعودؑ کے دیئے ہوئے پیغام کی حرف بحرف تصدیق کر رہی ہے، ہمارے کردار اور ہماری سیرت آزادی حکومت اور مادی ترقی کے حالات پہلے سے زیادہ خراب ہو گئے ہیں۔

جماعت احمدیہ کی ان حالات میں بہت بھاری ذمہ داریاں ہیں۔ اس کو مسلمانوں اور دنیا کی رہبری کے لئے کھڑا کیا گیا ہے اس لئے اسے اپنی حالتوں پر غور کر کے ایک مصلح اور رہبر کا نمونہ پیدا کرنا چاہیئے اور اپنی زندگیوں کو سراپا خیر اور برکت بنا دینا چاہیئے۔ اپنے ذاتی مفادات سے الگ ہو کر روحانی و اخلاقی اقدار کو مقدم کرنے کے لئے ہم نے دنیا کے سامنے نمونہ پیش کرنا ہے اور یہ حق ہے وہ ادا کرنا ہے۔ وہ یہی ہے کہ ہم نے اس زمانہ میں جو زندگی کا نظریہ دیا ہے اسے ہم نے کہاں تک رائج کیا ہے۔ کیا ہم نے زندگی کے اعلیٰ پہلو کو مقدم کر دکھایا ہے یا محض باقی دنیا کے ادنیٰ پہلو کو؟ حضرت امام زمانؑ نے ہم سے عہد لیا تھا کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا"۔ آخر ہمیں سوچنا چاہیئے کہ یہ دین کیا شئے ہے اور یہ دنیا کیا چیز ہے؟

قرآن کریم میں جو ارشاد الٰہی ہے۔

یاخذون عرض هذا الادنى

ہم نے اگر زندگی کا اعلیٰ پہلو اختیار کیا ہوا ہے تو پھر ہم نے دین کو مقدم کیا ہوا ہے اور اگر ہم نے ادنیٰ پہلو زندگی کو ترجیح دی ہوئی ہے تو پھر ہم نے دنیا کو مقدم کیا ہوا ہے۔ اس لئے جس جماعت نے اسلام کا نظریۂ حیات اپنی تبلیغی جدوجہد کے ساتھ پیش کرنا ہے وہ غور کرے کہ اس نے زندگی کے اعلیٰ پہلو کو اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں کہاں تک اختیار کیا ہے؟ یہ بڑے غور کا مقام ہے۔

قرآنی نظریۂ حیات پر قائم ایک جماعتی نمونہ کی ضرورت

حضرت مسیح موعودؑ نے ایک مقام پر فرمایا ہے:۔

"غرض ان دنوں یہ خیال اس زور کے ساتھ میرے دماغ پر غلبہ پائے ہوئے ہے کہ کسی اور خیال کی گنجائش نہیں رہی، وہ خیال کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جائے جو سچی مومن ہو اور خدا پر حقیقی ایمان اور اس کے ساتھ حقیقی تعلق رکھے اور اسلام کو اپنا شعار بنائے اور آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ پر کاربند ہو اور اصلاح و تقویٰ کے رستہ پر چلے، اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ قائم کرے تا پھر ایسی جماعت کے ذریعہ دنیا ہدایت پاوے اور خدا کا منشاء پورا ہو۔ پس اگر یہ غرض پوری نہیں ہوتی تو اگر دلائل و براہین سے ہم نے دشمن پر غلبہ بھی پا لیا اور اس کو پوری طرح زیر بھی کر لیا تو پھر بھی ہماری فتح کوئی فتح نہیں۔ کیونکہ ہماری بعثت کی اصل غرض پوری نہ ہوئی تو گویا ہمارا سارا کام رائیگاں گیا مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ دلائل و براہین کی فتح کے تو نمایاں طور پر نشانات ظاہر ہو رہے ہیں اور دشمن بھی اپنی کمزوری کو محسوس کرنے لگا ہے، لیکن جو ہماری بعثت کی اصل غرض ہے اس کے متعلق ابھی تک جماعت میں بہت کمی ہے اور بڑی توجہ کی ضرورت ہے پس یہ خیال ہے، جو مجھے آج کل کھا رہا ہے اور یہ اس قدر غالب ہو رہا ہے کہ کسی وقت بھی مجھے نہیں چھوڑتا۔"

آپ سوچیں کہ حضرت امام وقتؑ کی نگاہ کس قدر گہری تھی کہ وہ مادی عروج اور اس کی ہلاکت خیزیوں سے کس قدر مطلع تھے۔ چنانچہ آپ نے تنبیہہ کی ہے کہ اگر تمہاری زندگیوں میں اسلام کا نظریۂ حیات نظر نہیں آئے گا اور تمہارے آپس کے معاملات میں اسلامی رنگ نہیں جھلکے گا بلکہ دوسرے عام لوگوں کی مانند ہو جاؤ گے تو تبلیغ اسلام کا بھی چنداں کوئی فائدہ نہیں۔ جماعت کو تقویٰ کے مقام پر کھڑا کیا گیا ہے۔ تقویٰ کا امتیازی رنگ جماعت میں نظر آنا ضروری ہے۔ ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ ہماری ماضی کی روایات کیا ہیں کہ احمدی جھوٹ نہیں بولتے ۔ دھوکہ نہیں دیتے ۔ صادق الوعد ہیں، راست گو ہیں ایثار اور قربانی کرنے والے ہیں، فریب کار نہیں ہیں۔ ہمارے اندر تجار صاحبان بھی تھے جنہوں نے تجارت کے فروغ کے لئے سود لینا گوارا نہ کیا اور گھاٹا قبول کر لیا۔ اور ایسے بھی ہوئے جنہوں نے تجارت کے فروغ کے لئے رشوت دینا پسند نہ کیا۔ کوئی رذیل حرکت نہیں کرتے تھے ہمیں خود ہم زندہ اور بیدار کر دکھا ہے [illegible] اگر ہم نے وہ شہرہ ختم کر دیا ہے اور ہم نے زندگی کے ادنیٰ پہلو کو ہی اپنا لیا ہے تو فکر کا مقام ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اس زمانہ میں دین کو دنیا پر ترجیح دینا بہت مشکل مقام ہے لیکن ہماری جماعت اس مشکل کام اور باطنی جہاد کے لئے کھڑی کی گئی ہے۔ اور آپ غور کریں کوشش کریں۔ جدوجہد کریں۔ کہ ہماری اسلامی سلطنت جو قائم ہوئی ہے اس کے اندر کم از کم ایک جماعت تو ایسی ہو جو اسلامی نظریۂ حیات کو اپنی زندگیوں میں ڈھال کر اس کی مبلغ و داعی ہو۔ پھر ہی ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے توقع کر سکتے ہیں کہ وہ ہمیں دیکھ کر ہمارے نمونہ کی پیروی کریں گے۔

اخبار احمدیہ

امتحانات میں نمایاں کامیابی اور عطیہ

الف۔ رشیدہ بیگم صاحبہ بنت مولانا احمد علی صاحب مرحوم حضرت کرمانوالہ چک نمبر 56-2 کے دونوں بچوں نے امسال یونیورسٹی اور بورڈ کے امتحانات میں نمایاں کامیابی حاصل کر کے وظائف حاصل کئے ہیں۔

(۱) طاہرہ تسنیم ڈینٹل سرجری کی فسٹ ایئر میں یونیورسٹی میں اول آئیں اور وظیفہ حاصل کیا

(۲) طاہر جاوید نے گورنمنٹ سنٹرل ماڈل سکول سے میٹرک کے امتحان میں ۷۰۵ نمبر حاصل کر کے وظیفہ حاصل کیا ہے۔ اس خوشی میں محترمہ رشیدہ بیگم نے -/۱۰ روپے برائے اشاعت اسلام مرحمت فرمائے ہیں دعا ہے کہ خدا تعالیٰ دونوں بچوں کو مزید اعلیٰ کامیابی عطا فرمائے۔

ب۔ سیالکوٹ سے مسعودہ عبد اللہ صاحبہ لکھتی ہیں کہ ان کا لڑکا وقار عبد اللہ میٹرک کے امتحان میں کامیاب ہو گیا ہے۔ احباب اس بچے کے لئے دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ اپنے خاص فضل سے اس کو نوازے۔ اس خوشی میں بیگم صاحبہ نے -/5 روپے عطیہ برائے اشاعت اسلام ارسال فرمائے ہیں۔

مجلسِ طلبۂ اسلام کا احمدیت کے خلاف معاندانہ پروپیگنڈا

(۲)

اعتراض نمبر۱:۔

"مرزا غلام احمد قادیانی کو خدا تعالےٰ نے فرمایا تھا تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے انت منی بمنزلۃ ولدی" (حقیقۃ الوحی ص۸۶)

الجواب:۔

اس میں کونسی اعتراض کی بات ہے؟ "بمنزلۃ" کا لفظ صاف بتا رہا ہے، کہ حقیقی ولدیت مراد نہیں صرف یہ بتایا ہے کہ جیسے ایک بیٹا باپ کو پیارا ہوتا ہے ویسا ہی تو مجھے پیارا ہے، کیا حضرت مولینا روم رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں فرمایا ؎

اولیاء اطفالِ حق اند اے پسر
غائبی و حاضری بس با خبر

اے بیٹے اولیاء خدا تعالےٰ کے فرزند ہیں غائب و حاضر سے باخبر ہوتے ہیں۔

برتر از عرش و کرسی و خلا
ساکنانِ مقعدِ صدق و صفا

وہ عرش و کرسی اور خلا سے اوپر ہوتے ہیں اور صدق و صفا کی جگہ کے رہنے والے ہیں۔

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گردانند ز راہ

اولیاء کو اللہ تعالےٰ سے قدرت حاصل ہے تو وہ کمان سے نکلا ہوا تیر واپس لے آتے ہیں۔

تو ہمیدانی یجوز و لا یجوز
خود نمیدانی کہ حوری یا عجوز

تو صرف جائز و ناجائز کو لئے پھرتا ہے۔ اور اپنا پتہ نہیں کہ امور روحانیہ میں حور کا مرتبہ رکھتا ہے یا بوڑھی کھوسٹ کا۔

سن لیا آپ نے؟ یہ ہے مرتبہ اولیاء اللہ کا، پھر مرزا صاحب کا کیا قصور ہے اگر اللہ تعالےٰ نے ان کو پیار اور محبت سے بمنزلہ ولدی کہہ دیا۔ جرم تب ہوتا کہ وہ اس الہام کی بنا پر ابن اللہ ہونے کا دعوےٰ کرتے۔ مگر وہ تو اپنی جماعت کو نصیحت فرماتے ہیں کہ:۔

"پیروی کے لائق یہ باتیں ہیں کہ وہ یقین کریں کہ ان کا ایک قادر اور قیوم اور خالق کل خدا ہے جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے نہ وہ کسی کا بیٹا نہ کوئی اس کا بیٹا" (کشتی نوح ص۱۰)

کیا حضرت مرزا صاحب کی یہ تحریر مجلس طلبۂ پاکستان کی نظروں سے گذری ہے؟ اگر نہیں گذری، تو کس بنا پر انہوں نے بمنزلۃ ولدی کے الہام کو لے کر دعوےٰ ابنیت کا اتہام لگا دیا۔ کاش انہوں نے الخلق عیال اللہ کی حدیث ہی پڑھ لی ہوتی، یا مولانا حالی کا یہ شعر ہی دیکھ لیا ہوتا ؎

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا
کہ مخلوق ساری ہے کنبہ خدا کا

جہاں ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہو سکتی ہے، جس میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی وہاں ایک ولی اللہ کو اللہ تعالےٰ نے پیار سے انت منی بمنزلۃ ولدی کہہ دیا تو کونسی قیامت آگئی۔

اعتراض نمبر۳

"خدا روزہ بھی رکھتا ہے اور افطار بھی کرتا ہے" (اشتہار مرزا قادیانی مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱۰ ص۱۲۲)

الجواب:۔

یہ حضرت مرزا صاحب کا ایک الہام ہے افطر و اصوم جس کی تشریح انہوں نے خود کی ہے، فرمایا:۔

"ظاہر ہے کہ خدا روزہ رکھنے اور افطار سے پاک ہے اور یہ الفاظ اپنے اصلی معنوں کی رو سے اس کی طرف منسوب نہیں ہو سکتے پس یہ صرف ایک استعارہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کبھی میں اپنا قہر نازل کروں گا اور کبھی کچھ مہلت دوں گا، اس شخص کی مانند جو کبھی کھاتا ہے اور کبھی روزہ رکھ لیتا ہے اور اپنے تئیں کھانے سے روکتا ہے اور اس قسم کے استعارات خدا کی کتابوں میں بہت ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کو خدا کہے گا کہ میں بیمار تھا میں بھوکا تھا میں ننگا تھا۔۔۔۔۔ الخ منہ" (حقیقۃ الوحی ص۱۰۲ حاشیہ)

کیا حضرت مرزا صاحب کی یہ عبارت مجلسِ طلبۂ پاکستان کی نظروں سے گذری ہے؟ ہرگز نہیں، انہوں نے تو صرف مولویوں کی پیش کردہ باتوں کو بطور اعتراض نقل کر دیا ہے، کاش وہ حضرت مرزا صاحب کا کلام ان کی کتابوں میں پڑھتے تو شاید اعتراض کی جرأت نہ ہوتی۔

اعتراض نمبر۴:۔

"خدا نماز بھی پڑھتا ہے اور روزہ بھی رکھتا ہے وہ جاگتا بھی ہے اور سوتا بھی۔ البشریٰ جلد دوم ص۷۹"

الجواب:۔

البشریٰ جلد دوم ص۷۹ ہمارے سامنے ہے۔ اس صفحہ پر یا اس کے آگے پیچھے کوئی ایسا الہام درج نہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجلسِ طلباء پاکستان نے خود البشریٰ کو نہیں دیکھا کسی معترض مولوی سے نقل کر دیا ہے تاہم جہاں تک خدا تعالےٰ کے روزے رکھنے یا سونے اور جاگنے کا تعلق ہے، اس کی وضاحت اعتراض نمبر۳ کے جواب میں کر دی گئی ہے کہ یہ استعارہ کا کلام ہے۔ جس کا مطلب صرف یہ ہے کہ کبھی خدا تعالےٰ دشمنانِ دین کو عذاب دینے سے روزہ رکھ لیتا ہے یا اس سے اغماض کر لیتا ہے گویا سو گیا)، اور کبھی عذاب بھیجکر اپنا جاگنا ثابت کر دیتا ہے، یہ عام محاورہ ہے کہ کسی شخص کو کسی امر سے غافل دیکھ کر کہدیا جاتا ہے کہ وہ تو سو رہا ہے اور جب وہ کسی امر سے اغماض کے بعد یکلخت متوجہ ہو جائے تو کہہ دیا جاتا ہے کہ لیجئے وہ جاگ اٹھا، پس ان معنوں کے لحاظ سے مندرجہ بالا الہامات میں کونسی قباحت کی بات ہے، قباحت تب ہوتی جب حضرت مرزا صاحب انہیں اصلی اور حقیقی معنوں پر محمول کرتے، وہ تو ان کو استعارات قرار دیتے ہیں۔

اعتراض نمبر۵:۔

"مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتابوں میں جگہ جگہ دعوےٰ نبوت کیا اور لوگوں کو اپنی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دی ہے (ملاحظہ ہو حقیقۃ الوحی، تحفۃ الندوہ وغیرہ) اور پھر نبوت بھی کیسی؟ تشریعی نبوت یعنے مستقل طور پر صاحب شریعت ہونے کا دعوےٰ کیا ہے۔

(اربعین ص۴)

الجواب:۔

حقیقۃ الوحی اور تحفۃ الندوہ ہمارے سامنے ہیں، ان میں جا بجا دعوےٰ نبوت سے انکار کیا گیا ہے۔ مثلاً لکھا ہے:۔

(۱)۔ "پھر ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے حالانکہ یہ ان کا سراسر افتراء ہے بلکہ جس نبوت کا دعوےٰ کرنا قرآن شریف کی رو سے منع معلوم ہوتا ہے ایسا کوئی دعوےٰ نہیں کیا گیا۔" (حقیقۃ الوحی ص۳۹۰)

(۲)۔ "اور یہ کہنا نبوت کا دعوےٰ کیا ہے کس قدر حماقت اور کس قدر حق سے خروج ہے اے نادانو! میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل کھڑا ہو کر نبوت کا دعوےٰ کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبت الٰہیہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے سو مکالمہ مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۸)

(۳)۔ والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ولا کتاب بعد الفرقان الذی ھو خیر الصحف السابقۃ ولا شریعۃ بعد الشریعۃ المحمدیۃ

یعنے نبوت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو گئی، اور قرآن شریف کے بعد جو تمام سابقہ کتابوں سے بہتر ہے اور کوئی کتاب نہیں اور شریعت محمدیہ کے بعد کوئی شریعت نہیں۔ (الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص۶۴)

(۴)۔ وان رسولنا خاتم النبیین والیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین فلیس حق احد ان یدعی النبوۃ بعد رسولنا المصطفٰی علی طریقۃ المستقلۃ و

ما بقی بعدہ الا کثرۃ المکالمۃ وھو بشرط الاتباع ولا بغیر متابعۃ خیر البریۃ و واللہ ما حصل لی ھذا المقام الا من انوار اتباع الاشعۃ المصطفویۃ وسمیت نبیاً من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ

یعنے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ پر رسولوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا پس کسی کا یہ حق نہیں کہ ہمارے رسول مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مستقل طور پر نبوت کا دعوے کرے اور آپ کے بعد صرف کثرت مکالمہ باقی رہ گیا ہے اور اس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تمام مخلوق سے بہتر ہیں اتباع کی شرط ہے بغیر اتباع حاصل نہیں ہو سکتا اور خدا کی قسم یہ مقام مجھ کو حاصل نہیں ہوا مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شعاعوں کی اتباع کے انوار سے اور میرا نام اللہ کی طرف سے مجاز کے طور پر نبی رکھا گیا، حقیقت کے طور پر نہیں۔

یہ ہیں حقیقۃ الوحی کے کلمات! کیا ان عبارات میں دعوے نبوت نظر آتا ہے؟ سوائے اس کے کہ نبی کا نام دیئے جانے کا ذکر ہے، جس کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ مجاز کے طور پر ہے حقیقت کے طور پر نہیں کیا اگر کسی بہادر شخص کو مجازاً شیر کہہ دیا جائے تو وہ حقیقتاً شیر بن جاتا ہے، نہیں بلکہ شیر کی ایک صفت بہادری کی وجہ سے اسے شیر کہا گیا۔ ایسا ہی حضرت مرزا صاحب کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کی وجہ سے نبوت کی ایک صفت کثرت مکالمہ الٰہیہ حاصل ہو گئی اور اس بناء پر اللہ تعالےٰ نے آپ کو مجازاً نبی کا نام دے دیا تو اس میں کونسی قباحت ہو گئی، جبکہ وہ خود اس کی حقیقت سے انکاری ہیں۔

ایسا ہی تحفۃ الندوہ میں فرمایا:۔

"میں خدا کا ظلی اور بروزی طور پر نبی ہوں" (صفحہ ۴)

یہ ظلی اور بروزی نبوت کیا ہے؟ اس کی حقیقت وہی ہے جو حدیث شریف میں السلطان ظل اللہ (بادشاہ اللہ کا ظل ہے) کی حقیقت ہے جس طرح بادشاہ ظل اللہ ہونے کی وجہ سے اللہ نہیں بن جاتا اسی طرح ظلی اور بروزی نبی حقیقی نبی نہیں ہو جاتا، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا سایہ ہونے کی وجہ سے اسے ظلی نبی کہا جاتا ہے

یہ بھی غلط ہے کہ اربعین میں تشریعی نبوت کا دعوے کیا ہے، اس کے اصل الفاظ بھی پڑھ لیجئے:۔

"ہمارا یہ ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے، تاہم خدا تعالےٰ نے اپنے نفس پر یہ حرام نہیں کیا کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعہ یہ احکام صادر کرے کہ جھوٹ نہ بولو، جھوٹی گواہی نہ دو، زنا نہ کرو، خون نہ کرو، اور ظاہر ہے کہ ایسا بیان کرنا شریعت ہے جو مسیح موعود کا بھی کام ہے۔"

کیا ان الفاظ میں صاحب شریعت ہونے کا دعوے ہے؟ اس میں تو صاف طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء اور قرآن کو خاتم الکتب لکھا ہے اور قرآن ہی کے احکام بطور تجدید دوہرانے کا ذکر ہے۔ صاحب شریعت ہونے سے تو بار بار انکار کیا ہے۔ جیسا کہ حقیقۃ الوحی کی مندرجہ بالا عبارت میں فرمایا ہے:۔

"لا کتاب بعد الفرقان الذی ھو خیر الصحف السابقۃ ولا شریعۃ بعد شریعۃ المحمدیۃ

قرآن کریم کے بعد جو تمام سابقہ کتب سے بہتر ہے کوئی اور کتاب نہیں آ سکتی) اور نہ شریعت محمدیؐ کے بعد کوئی اور شریعت ہو سکتی ہے،

پس یہ کتنا بڑا افتراء ہے کہ مرزا صاحب نے صاحب شریعت نبی ہونے کا دعوے کیا ہے؟ اس کے برخلاف انہوں نے تو کھلے طور پر دعوے نبوت سے بھی انکار کیا ہے، جیسا کہ اوپر کے حوالہ جات سے ظاہر ہے، اور سن لیجئے اپنی کتاب انجام آتھم میں آپ لکھتے ہیں:۔

"کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعوے کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں؟ صاحب انصاف کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعوے نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال میں لانا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکا لگ جانے کا احتمال ہے۔ لیکن وہ مکالمات اور مخاطبات جو اللہ جل شانہ کی طرف سے مجھ کو ملے ہیں جن میں یہ لفظ نبوت اور رسالت کا بکثرت آیا ہے ان کو میں بوجہ مامور ہونے کے مخفی نہیں رکھ سکتا، لیکن بار بار کہتا ہوں کہ ان الہامات میں جو لفظ مرسل یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے .... وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں ہے اور اصل حقیقت جس کی میں علی رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا۔ من قال بعد رسولنا وسیدنا انی نبی او رسول علی وجہ الحقیقۃ والافتراء وترک القرآن واحکام الشریعۃ الغراء فھو کافر کذاب۔"

(حاشیہ انجام آتھم ص ۲۷)

فرمائیے اس سے بڑھ کر اور کیا وضاحت ہو سکتی ہے، اس کے بعد بھی یہ کہنا کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعوے کیا ہے کتنا بڑا افتراء اور بہتان ہے، جس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہیئے۔ -

اعتراض نمبر

مرزائیوں کا عقیدہ ہے کہ جو مسلمان مرزا غلام احمد کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔" (آئینہ صداقت ص ۳۵)

الجواب:۔

آئینہ صداقت حضرت مرزا صاحب ...... کی کتاب نہیں نہ وہ کسی شخص کے بیان کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں ان کا اپنا بیان یہ ہے:۔

"ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔"

(تریاق القلوب ص ۱۳۰)

لیکن اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کو مجدد اور مامور من اللہ ماننا ضروری نہیں، جس شخص کو خدا تعالےٰ اصلاح خلق کے لئے مامور کرتا ہے اگرچہ وہ نبی نہیں اور نہ اس کے انکار سے کفر لازم آتا ہے تاہم اس کا ساتھ دینا ضروری ہے، اور اس کی مخالفت یا اس سے علیحدگی موجب معصیت اور قابل مواخذہ ہے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے خود لکھا ہے:۔

"ہر ایک جس کو میری تبلیغ پہنچ گئی ہے گو وہ مسلمان ہے مگر مجھے اپنا حکم نہیں ٹھہراتا اور نہ مجھے مسیح موعود مانتا ہے اور نہ میری وحی کو خدا کی طرف سے جانتا ہے وہ آسمان پر قابل مواخذہ ہے، کیونکہ جس امر کو اس نے اپنے وقت پر قبول کرنا تھا اس کو رد کر دیا۔"

(تحفۃ الندوہ ص ۴)

مسلم ہائی سکول نمبر ۲ کے شاندار نتائج

مکرمی ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

پیغام صلح کی ۱۴ اگست والی اشاعت میں مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور کا نتیجہ جو پیغام صلح میں شائع ہوا ہے اس سلسلہ میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ۸۴ لڑکوں میں سے صرف ایک طالب علم فیل ہوا اور صرف ایک طالب علم تھرڈ ڈویژن میں کامیاب ہوا۔ جبکہ کامیابی سے ہمکنار ہونے والوں کی غالب اکثریت نے فرسٹ اور سیکنڈ ڈویژن [illegible] نمبروں سے کامیابی حاصل کی نیز سکول کا مڈل کا نتیجہ بھی سو فیصد رہا۔ جہاں سکول ہذا کا شاندار نتیجہ اساتذہ اور طلباء کے تن دہی کا ثمرِ خوشگوار ہے۔ ویسے یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ چوہدری عبدالحق صاحب کی قیادت بھی سونے پہ سہاگے کے مترادف ہے، درحقیقت اس کامیابی کا سہرا چوہدری عبدالحق صاحب کی کاوشوں کا مرہونِ منت ہے۔ والسلام۔ احقر محمد الطاف حسین۔ انچارج شعبۂ نشرواشاعت۔

غلام نبی مسلم ایڈیٹر ماہنامہ ارضِ اسلام

عربوں کی تائید یا یہودی پروپیگنڈہ

ایک مقامی ہفت روزہ سے مقتبس:-

"اب اگر مشرقِ وسطےٰ کے بیس برس سے لے کر اب تک کے حالات کو دیکھئے۔ اور اسی کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پیشگوئیوں پر نظر ڈالئے جن میں دجّال کے ظہور اور حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول کی خبر دی گئی ہے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ پیشین گوئیوں کے عین مطابق ارضِ موعود میں وہ اسٹیج بالکل تیار ہو چکا ہے۔ جب کہ فلسطین پر یہودیوں کا قبضہ ہو جائے مسلمانوں اور یہودیوں میں جنگ ہو، اور عارضی کامیابیوں سے مخمور ہو کر کوئی "کانا دجّال" یہ دعوے کرے کہ میں وہی مسیح ہوں جس کی مقدس کتابوں میں خبر دی جاتی رہی ہے۔ مسلمان اس سے جنگ چھیڑ چکے ہوں، عین اسی وقت دمشق کے منارہ پر حقیقی مسیح اُتر پڑیں، اور یہودی دجّال جو ایک بڑی فوج لے کر شام کے علاقہ میں گھس چکا ہو۔ اس کا پیچھا کریں، یہاں تک کہ لُدّ کے مقام پر اسے جا پکڑیں اور اس کو قتل کر دیں۔ اور اس کے بعد حدیث کی پیشین گوئی کے مطابق یہودی مارے جائیں گے۔ ان کے حلیف عیسائی بھی شکست کھا جائیں کیونکہ حضرت مسیح جب آئیں گے۔ تو صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو ہلاک کر دیں گے۔"

یہ اقتباس ایک مقامی ہفت روزہ کے ایک طویل مضمون بعنوان "کیا نزولِ مسیح کا زمانہ قریب آ گیا ہے؟" سے ماخوذ ہے۔ بظاہر مقالہ نگار نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ یہودیوں کے خلاف عربوں کی فتح کا زمانہ قریب آ رہا ہے۔ لیکن قدرے غور سے مندرجات کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت عیاں نظر آتی ہے کہ یا تو مقالہ نگار نے دانستہ عربوں اور مسلمانوں میں یہودیوں کے مقابل احساسِ شکست پیدا کرنے کی سعی نامشکور کی ہے۔ یا نادانستہ عربوں کو مزید شکستوں، پسپائی اور ذلتوں کے لئے تیار کر رہا ہے۔

احادیث میں دجّال کی آمد، یاجوج و ماجوج کے خروج اور مسیح کی آمد کے متعلق تصریحات ملتی ہیں۔ لیکن مقالہ نگار نے پیشگوئی کے مضمرات اور جزئیات کو نظر انداز کر کے، اسے موجودہ عرب یہودی آویزش پر چسپاں کر دیا ہے اور اس طرح عالمِ اسلام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے۔ کہ فلسطین میں یہودیوں کی آمد خدا کی طرف سے مقدر ہے۔ عربوں اور مسلمانوں کے مقابل ان کی کامیابی اٹل ہے۔ وہ پیشگوئی کے مطابق مزید عرب علاقوں کو فتح کر لیں گے، حتیٰ کہ ان کی افواج عربوں کو روندتی ہوئی، شام کے شہر دمشق تک پہنچ جائیں گی، عرب ہر مقام پر پسپا ہوں گے، ان کی فوجیں، ٹینک، طیارے اور مدافعت سب کانے دجّال (موشے دایان) کے مقابل بے کار ثابت ہوں گی۔ حتیٰ کہ جب کانا دجّال دمشق کے باب لُد تک فتح کے جھنڈے لہراتا ہوا پہنچ جائے گا، تو اچانک آسمان سے حضرت عیسےٰ ایک مینارے پر اُتر پڑیں گے، پھر وہاں سے زمین پر آئیں گے، اور کانے دجّال (موشے دایان) کو قتل کر دیں گے جس کے ساتھ یہودی لشکر تباہ و برباد ہو جائے گا یہودی ختم ہو جائیں گے۔ اس کے معاً بعد یہودیوں کے حلیف یورپ اور امریکہ کے عیسائی بھی اپنے پیارے مسیح کے ہاتھوں شکست کھا جائیں گے۔

عربوں کی حالیہ شکست اور شکست کے بعد از سرِ نو مقابلے کے عزم کو ختم کرنے کے لئے کیا ہی سہل حربہ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ عربوں کی شکست تو یقینی ہے۔ اس لئے انہیں نہ تو یہودیوں کے مقابل اب کوئی تیاری کرنی چاہیئے اور نہ ہی مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اپنی سرحدوں پر بیٹھے اپنی بے بسی کا تماشا کرتے رہیں۔ یہودی فوجیں بڑھیں تو بلا مقابلہ پیچھے ہٹتے جائیں۔ دمشق کے پاس پہنچنے پر حضرت مسیح آسمان سے اُتر کر تمام حالات پر قابو پا لیں گے، اور عرب خون کا قطرہ بہائے بغیر تمام یہودی اور عیسائی دنیا پر قابض ہو جائیں گے۔

عربوں اور مسلمانوں کا اس سے بڑا نادان دوست پیدا نہیں ہوا ہوگا، اور خدا کا شکر ہے کہ عالمِ اسلام نے دشمن کے مقابل درست راہ اختیار کی ہے مسلمان کو دنیا میں صدہا بار نازک حالات سے دوچار ہونا پڑا، اور بعض کوتاہیوں کی وجہ سے نقصانات سے واسطہ پڑا۔ جیسا کہ غزوۂ اُحد میں چند مسلمانوں کی ناسمجھی سے فتح نقصان میں مبدل ہو گئی اور خود سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھاری نقصان پہنچا، لیکن تائیدِ ایزدی کی موجودگی میں بھی انہوں نے اسباب اور قربانی سے پہلو تہی نہیں کی، انہوں نے دشمن کے مقابل ہر بار مادی اسباب فراہم کئے اور ہر بار دشمن کا پوری قوت سے مقابلہ کر کے کامیابی حاصل کی، حتیٰ کہ دشمن کا فتنہ ختم ہو گیا۔

کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا پاکستان کے غیور مسلمانوں نے اپنے دس گنا طاقتور دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اس کے دانت کھٹے کر دیئے۔ مسلمانوں کی روایات میں توہمات کی اطاعت نہیں، اقوامِ عالم نے پیشگوئیوں کو کبھی لائحہ عمل نہیں بنایا۔ موعود سو کون کہہ سکتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کا اصل مفہوم کیا تھا۔ اور وہ کس زمانے میں کس طرح ظہور پذیر ہو، پھر خود اسلام کی کامیابی کے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرما رکھا تھا کہ "اسلام تمام ادیان پر غالب آئے گا" لیکن اس پر اہلِ حق نے فرار اور خلوت گزینی نہیں کی۔ بلکہ ہر قسم کے مصائب جھیلے، موت سے کھیلتے رہے، اور ستر کے قریب جنگوں اور بے شمار جانی اور مالی قربانیوں کے بعد اس پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھا۔

عربوں کی شکست کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ انہوں نے دشمن کو حقیر سمجھا انہوں نے کبھی یہودیوں کی پشت پر یورپ اور امریکہ کا آہنی اور استعماری ہاتھ نہ دیکھا، انہوں نے دوست و دشمن میں امتیاز نہ کیا، اپنی صفوں میں انتشار کو دور نہ کیا، اور دوست نما دشمنوں کے جھانسے میں آ کر بے خبری کا شکار بن گئے، حالانکہ انہیں حکم تھا کہ واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعًا ولا تفرقوا (اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامو اور اختلاف نہ کرو) ولا تنازعوا فتفشلوا وتذہب ریحکم (آپس میں مت جھگڑو، ورنہ تم بکھر کر بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی) فیکم سمّٰعون لہم (تمہارے درمیان ان کے جاسوس موجود ہیں) واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ۔ (دشمن کے مقابلے میں زیادہ سے زیادہ افرادی، اسلحہ جاتی، سائنسی، معلوماتی اور فنی قوت تیار کرو) قاتلوا فی سبیل اللّٰہ الذین یقاتلونکم (اللہ کی راہ میں دشمنانِ حق سے جنگ کرو) لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (ہمت نہ ہارو اور غم نہ کرو، اور اگر تم ایمان پر ثابت قدم رہے تو تم ہی غالب رہو گے) قرآن نے جہادِ زندگانی میں ان ہی باتوں پر بھروسے کی تعلیم دی ہے اور قرونِ ماضیہ میں اسی سرزمین میں خالد بن ولیدؓ، ابو عبیدہؓ، امیر معاویہؓ، سلطان نور الدین زنگیؒ، سلطان صلاح الدین ایوبیؒ اور دیگر مجاہدین نے یہی راہ اختیار کر کے صلیبیوں اور تاتاریوں کے منہ موڑے، اور آج بھی اسلامی دنیا کے لئے یہی راستہ کھلا ہے اور جو پیشگوئی اور تعلیم قرآن و سنت کی تعلیم سے دور لے جاتی ہے وہ اسلام اور مسلم دشمن ہے۔

گو عربوں کو عارضی طور پر ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ تاہم ان میں اب بھی اس قدر سکت موجود ہے کہ حسنِ تدبیر سے کام لے کر یہودیوں کے غرور کو خاک میں ملا سکیں۔ اس کے لئے اوّلین اقدام تمام عرب دنیا میں اتحاد تعاون اور اعتمادِ باہمی کی فضا کا وجود ہے، اور انہیں اگر کوئی بات متحد کر کے بنیان مرصوص (سیسہ پگھلائی دیوار) بنا سکتی ہے۔ تو وہ اسلام ہے، عربوں کی بدقسمتی ہے کہ شام اور عراق کی باگ ڈور ایک اسلام دشمن دہریے مائیکل عفلق کے ہاتھ میں ہے۔ جس کی بعث پارٹی نے گذشتہ بیس سال کے عرصہ میں عرب اتحاد کی بنیادیں ہلا دی ہیں۔ آئے دن کی خونین بغاوتوں کی وجہ سے عرب دنیا اپنے تجربہ کار مدبروں، جرنیلوں، علماء اور سیاستدانوں سے محروم ہو چکی ہیں۔ اور ہر ہنگامے کے بعد جو لوگ برسرِ اقتدار آتے رہے وہ اپنے پیشروؤں

کے مقابل سیاست، تدبّر، تجربے اور انتظامی صلاحیتوں میں کم تر تھے۔ ان میں سے مصر، شام اور عراق کی حکومتیں لادینی رہی ہیں اور ان کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ وہ سعودی عرب اور اردن کی غیر اشتراکی حکومتوں کی جگہ انقلاب کے ذریعے اپنی ہم مشرب حکومتیں قائم کریں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج تک عرب دنیا اتحاد سے ہمیشہ کی طرح دُور اور محروم ہے۔

ان لادینی عرب ریاستوں کی روش کی بدولت عربوں اور غیر عرب مسلمانوں میں اتحاد قائم نہیں ہو سکا، حالانکہ عوام کی نظریاتی یکجہتی اور جغرافیائی اتصال کی وجہ سے یہ اتحاد طبعی، ممکن اور ضروری تھا۔ اور اس اتحاد کی موجودگی میں اوّل تو یہودی ریاست کا وجود ہی ناممکن ہوتا اور ہونے کی صورت میں یہ ممکن نہ تھا کہ وہ عربوں کی طرف میلی آنکھ سے دیکھ سکتا۔ اس لئے یہودی فتنے اور خطرے کے انسداد کے لئے اسلامی دنیا کا اتحاد اور مربوط بلاک وقت کی اوّلین اور اہم ضرورت ہے۔

مغربی اقوام کی ترک دشمنی، بعض ترک سلاطین کا تشدّد اور عربوں میں عظمت اسلامیت کی بحالی کی تڑپ، عربوں اور ترکوں کی چپقلش، ترکوں کے زوال اور عربوں اور ترکوں میں باہمی عناد، نفرت اور بدخواہی پر منتج ہوئے۔

پہلی جنگ عظیم کے خاتمے پر ترکوں نے عربوں کی طرف سے منہ موڑ لیا۔ اور عرب ترکوں سے علیحدگی کی سزا بھگتنے کے لئے ترکوں کی حمایت سے محروم ہو گئے، اور یہ تعلقات دوسری جنگ عظیم کے بعد اور بھی کشیدہ ہو گئے۔ جبکہ مصر، شام اور عراق میں اشتراکی حکومتیں قائم ہو گئیں۔ ان حکومتوں نے نہ صرف اسلامی ممالک سے بے رُخی برتی بلکہ قدم قدم پر مسلمان ممالک کے مفاد کے خلاف دشمنوں کا ساتھ دیا جیسا کہ قبرص اور کشمیر کے معاملہ میں ہوا۔ اور اس روش میں اب بھی اس قدر کمی نہیں ہوئی کہ اسلامی ممالک متحد ہو کر دشمن کے مقابل بنیان مرصوص بن کر ڈٹ جائیں۔

عربوں کی کمزور، منتشر بلکہ متخاصم ریاستوں کے درمیان مضبوط اسرائیل کا وجود عربوں کے لئے ہی شدید خطرہ نہیں بلکہ ترکی اور ایران بھی اس خطرے کی زد سے باہر نہیں، اگر مشرق اوسط کی غیر عرب مسلم ریاستیں غیر جانبدارانہ روش پر قائم رہیں۔

اور مغربی اقوام کی مصلحتوں کے زیر اثر اسرائیل ان علاقوں پر تسلط جما کر ان کی دولت پر تصرف حاصل کرنے تو پھر ترکی اور ایران کی اسرائیلیوں کے مقابل کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ یہ ملک پہلے کی طرح اپنی بقا کے لئے بڑی طاقتوں کے دست نگر رہیں گے۔

ان حالات میں ایران اور ترکی کی عرب ریاستوں سے قریبی تعلقات استوار کرنے چاہئیں۔ ماضی واپس نہیں آیا کرتا۔ عقلمند اقوام حال کو ماضی پر قربان نہیں کیا کرتیں، ترکوں اور ایرانیوں کو کھل کر عربوں کا ساتھ دینا چاہئے اور اسرائیل پر واضح کر دینا چاہئے کہ اگر اس کا کوئی قدم ان عرب ممالک کی حدود کی طرف اُٹھے گا تو ان کی عسکری قوت عربوں کے دوش بدوش کھڑی ہو کر اس کا مقابلہ کرے گی۔ اور اس سے کم اقدام ان کی قومی بقا کے لئے سم قاتل سے کم نہیں ہے۔

مشرق اوسط کی مسلم اقوام کے لئے موجودہ گھڑی قیامت کے مترادف ہے۔ اگر وہ متحد ہو کر اپنی تمام قوتوں، رسوخ اور دباؤ سے کام نہیں لیں گے، تو دوسروں کو ان سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے اور تاریخ نے آج تک کمزوروں کا کب ساتھ دیا ہے۔ اسی علاقے میں دو ہزار سال قبل یہودیوں کی حکومت تھی، مگر ان کے مٹ جانے پر کس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکا؟ اور خود عربوں پر پہلے کون رویا اور آج ان کی کمزوری پر کون خندہ زن نہیں؟ دنیا چڑھتے سورج کی پرستش کرتی ہے اور غالب قوت کی طرف دست تعاون بڑھاتی ہے۔

آج سے چند سال قبل افریقہ اور بعض ایشیائی ممالک میں متحدہ عرب جمہوریہ کی طرف نگاہیں اٹھتی تھیں، لیکن ۱۹۵۶ء اور بالخصوص جون ۱۹۶۷ء کی ذلت آمیز شکست نے حالات کو بدل دیا ہے اور ان ممالک میں کمزور اقوام کی نگاہیں اسرائیل کی طرف اُٹھ رہی ہیں۔ وہ اسرائیل سے فنی اور تکنیکی امداد حاصل کر رہے ہیں۔ ان کے طلباء اسرائیل میں تعلیم کے لئے بھیج رہے ہیں۔ اسرائیل کی تجارت کو ان ملکوں میں فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ سیاسی میدان میں انہیں عربوں سے توقعات نہیں رہی ہیں اور مغربی اقوام کی ریشہ دوانیوں نے انہیں افریشیائی اتحاد کے دائرہ سے باہر نکال دیا ہے۔ گھانا، روڈیشیا، کانگو، نائیجیریا اور مشرقی افریقہ میں داخلی انتشار مغربی ڈپلومیسی کی کامیابی اور عربوں کے اثر و رسوخ کی شکست ہے۔

جہاں مشرق اوسط کے مسلم ممالک کا سیاسی اور عسکری اتحاد ان کی آزادی کا ضامن ہے۔ وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے تمام مادی وسائل کو کسی تنظیم کے ماتحت یکجا کریں، اور جہاں اس سے اپنی معاشی اور صنعتی حالت سدھاریں اسے سیاسی دباؤ کے لئے استعمال کریں۔ مغربی اقوام کی خوشحالی، جارحیت اور سیاسی قوت کا سرچشمہ بہت حد تک کمزور اقوام کی پسماندگی اور ان کی دولت ہے، انہوں نے مسلم ممالک کے تمام وسائل پر بالواسطہ اور بلاواسطہ تسلط و تصرف جما رکھا ہے۔ وہ عرب ممالک سے تیل حاصل کر کے دنیا بھر سے دولت سمیٹ رہے ہیں۔ اور جو رائلٹی یا دوسرے ذرائع سے ان ممالک کو دولت دیتے ہیں۔ انہیں دوسرے ہاتھوں ضروریات زندگی اور سامان تعیش کی بہم رسانی سے لوٹ لیتے ہیں۔ آج اگر اسلامی ممالک اپنے وسائل دولت کو کنٹرول میں لے لیں، اپنی صنعتوں کو ترقی دیں، اپنے ہاں علوم و فنون کی تحصیل کو عام کر دیں، اپنی یونیورسٹیوں اور فنی اداروں کے دروازے پسماندہ ملکوں پر کھول دیں، تو وہ اسرائیل اور مغربی اقوام کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔

لیکن یہ تمام باتیں صرف ایک ہی صورت میں ممکن ہیں کہ مسلم ممالک اسلامی نظریہ حیات اختیار کرنے پر متحد ہو جائیں کیونکہ نہ تو محض کسی دشمن کے خوف سے دائمی اساس حیات دستیاب ہو سکتی ہے اور نہ ہی نسل، جغرافیائی وحدت یا کوئی بوسیدہ تہذیب جہد للبقا کے لئے محرک ثابت ہو سکتی ہے، چین، روس، اور بعض نئے ترقی یافتہ ممالک کی بے نظیر کامیابی اس بات پر شاہد ہے کہ کوئی حرکت آفرین نظریہ ہی قوموں کو متحد و متحرک کر سکتا ہے اور اس کی تحریک ہی مخالف قوتوں کو ختم کر سکتی ہے، مسلمان ممالک کے پاس یہ نظریہ موجود ہے، صرف اس امر کی ضرورت ہے کہ وہ اپنی خواہشات کو اس نظریئے کے تابع کر دیں، اسلام اُن میں اتحاد اور جہاد کی رُوح پھونک دے گا۔ انہیں دشمنوں کے مقابل بنیان مرصوص بنا دے گا۔ دوسروں کی ذہنی اور تہذیبی غلامی سے نجات دلا دے گا۔ قوم ان بدفطرت ملک دشمن عیاش طبقے سے نجات حاصل کرے گی جو تعیش کی خاطر ملک کی دولت مغرب کے قحبہ خانوں، قمارگاہوں اور میکدوں میں لٹاتے ہیں ملک و ملت کے اسرار کو اپنی عیاشیوں پر قربان کرتے ہیں، اور اپنی قوم میں زندگی کے تقاضوں سے فرار کو ترقی دیتے ہیں، اس ملت دشمن گروہ کے خاتمے سے قوم صحیح اساس پر استوار ہو گی۔ اور اپنی عظمتِ رفتہ کو واپس لا سکے گی۔

قرارداد تعزیت

مکرم و محترم جناب ایڈیٹر صاحب
پیغام صلح۔ لاہور

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

اخبار پاکستان ٹائمز میں جناب میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی کی بیگم صاحبہ کے اچانک انتقال پُر ملال کی خبر پڑھ کر بے حد رنج ہوا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ جناب میاں صاحب ہماری جماعت کے نہایت ہی مخلص اور درد مند دل رکھنے والے بزرگ ہیں ان کے رنج کو پوری جماعت نے محسوس کیا ہے۔

احباب جماعت احمدیہ پشاور نے بعد از نماز جمعہ جنازہ غائبانہ پڑھا۔ اور ایک ہنگامی اجلاس میں یہ قرارداد پاس کی:

"احباب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام پشاور و جماعتہائے مضافات نے محترمہ بیگم صاحبہ میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی کے اچانک انتقال پر ملال کی خبر نہایت رنج و افسوس کے ساتھ پاکستان ٹائمز میں پڑھی۔ جناب میاں صاحب کے اس غم میں پوری جماعت ان سے اظہار ہمدردی کرتی ہے اور دست بدعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحومہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور جناب فاروقی صاحب اور انکے صاحبزادگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین"

جناب میاں صاحب کی خدمت میں جماعت کی طرف سے تعزیت کا ایک خط سلانٹ ٹاؤن راولپنڈی کے پتہ پر بھی لکھا گیا۔ والسلام

خاکسار شریعت احمد سیکرٹری

اطلاع

ماہنامہ روح اسلام کے جن خریداران صاحبان نے اب تک سالانہ چندہ مبلغ تین روپے ارسال نہیں فرمایا انکی خدمت میں خطوط ارسال کئے گئے ہیں۔ ان سے مکرر گذارش ہے کہ چندہ ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔ منیجر ماہنامہ روح اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

کیا مسلمانوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا؟

ایک سچے مسلمان کی کیفیتِ جذب

حضرت ابو عامرؒ ایک مشہور بزرگ ہیں ان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میرے مکان کی دیوار گر گئی۔ میں مزدور کی تلاش میں نکلا۔ اتفاق سے مزدور سب جا چکے تھے۔ ایک نوجوان لڑکے کو دیکھا کہ اس کے ایک ہاتھ میں ایک جھولا ہے دوسرے ہاتھ میں پھاوڑا ہے۔ میں نے پوچھا کیا تم مزدوری کر سکو گے۔ اس نے کہا جی ہاں۔ لیکن میری تین شرطیں ہیں۔ اول تو یہ کہ میری مزدوری میں کمی نہ کی جائے۔ دوسرے یہ کہ میری طاقت سے زیادہ مجھ سے کام نہ لیا جائے۔ تیسرے یہ کہ نماز کے وقت مجھ کو نماز کی ادائیگی کے لئے چھٹی دی جائے میں نے اس کی یہ تینوں شرطیں قبول کر لیں اور اس کو اپنے ہمراہ لایا۔ کام بتا کر میں اپنی ضرورت سے باہر چلا گیا۔ رات کو جب میں گھر آیا تو دیکھا دوسروں کی بہ نسبت کئی گنا کام زیادہ کر رکھا ہے۔ میں نے اس کی مزدوری دے دی۔ وہ اپنے گھر چلا گیا۔ اگلے روز پھر میں اس کی تلاش میں نکلا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ ہفتہ میں صرف ایک روز کام کرتا ہے۔ میں نے لوگوں سے معلوم کیا کوئی آدمی اس کا گھر جانتا ہے؟ ایک شخص نے پتہ دیا۔ میں ڈھونڈتا ہوا اس کے گھر پہنچا، ملاقات بھی ہو گئی۔ لیکن وہ بیمار تھا اور مٹی پر پڑا ہوا تھا۔ میں نے کہا بھائی! تم تنہا ہو، پردیس میں ہو، بیمار ہو، اگر ہمارے گھر چلے چلو تو اچھا ہے۔ اس نے انکار کیا میں اصرار کرتا رہا۔ لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ہو رہا تھا۔ آخر کار میرے انتہائی اصرار پر اس نے کہا کہ میں ایک شرط کے ساتھ چل سکتا ہوں۔ وہ یہ کہ تم مجھ کو کھانے کے لئے کوئی چیز نہ دو، میں نے شرط مان لی۔ اور اسے اپنے گھر لے آیا۔ میرے گھر آنے کے بعد تین روز رہا۔ اس درمیانی عرصہ میں اس نے نہ کچھ کھایا نہ کچھ مانگا۔ جب چوتھا دن ہوا تو مرض بڑھ گیا۔ اور مجھ کو آواز دی اور کہا کہ بھائی! اب میرا وقت آ گیا ہے جب میرا کام تمام ہو جائے تو میری وصیت کے مطابق کرنا۔ اور وہ وصیت یہ ہے کہ میری گردن میں ایک رسی باندھنا اور گھر کے چاروں طرف میری لاش کو کھینچے کھینچے پھرنا اور کہنا کہ یہ سزا ہے اس کی جو اپنے پروردگار کی نافرمانی کرتا ہے۔ شاید اللہ تعالےٰ کو رحم آ جائے اور بخش دیں۔ اور جب غسل دے چکو تو مجھ کو فقط میرے اسی کپڑے کا کفن دینا۔ اور دفن کر دینا پھر امیر المومنین ہارون الرشید کے پاس بغداد جانا اور ان کو میری یہ انگوٹھی اور قرآن شریف دے دینا۔ اور کہہ دینا کہ اس انگوٹھی اور قرآن مجید کا دینے والا انتقال کر چکا ہے۔ اور آپ کو سلام کہہ گیا ہے۔ اور یہ بھی کہہ گیا ہے۔ کہ آپ اللہ سے ڈرتے رہیئے ایسا نہ ہو کہ اسی غفلت اور نشے میں موت آ جائے۔ پھر موت کے بعد شرمندگی سے فائدہ نہ ہو گا۔

ابو عامرؒ فرماتے ہیں کہ اس وصیت کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ کچھ دیر تو میں روتا رہا۔ اور افسوس کرتا رہا۔ پھر میں رسی لایا تاکہ اس کی وصیت کے موافق کروں کہ یکایک گھر کے ایک کونے سے آواز آئی کہ ایسا نہ کرو۔ ہمارے دوستوں کے ساتھ ایسا نہیں کیا کرتے یہ سنتے ہی میں کانپ گیا۔ اور اس کے پیروں کو بوسہ دیا۔ اس کے بعد تجہیز و تکفین کر کے اسے دفن کر دیا۔ پھر اس کی وصیت کے مطابق انگوٹھی اور قرآن مجید لے کر میں امیر المومنین کے یہاں پہنچا۔ لیکن وہ موجود نہ تھے میں نے پورا قصہ لکھا۔ اور درباریوں کو دیا کہ وہ ان تک پہنچا دیں لیکن کسی نے بھی میری نہ سنی اور مجھے الگ کر دیا۔ اتنے میں بادشاہ ہارون الرشید کی سواری آئی۔ میں لپک کر پاس پہنچ گیا۔ امیر المومنین نے کہا جو شکایت تم کو تھی راستہ ہی میں مجھ سے کہہ دینا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ امیر المومنین مجھ کو کوئی شکایت نہیں ہے۔ فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے قرآن شریف اور انگوٹھی نکالی اور سامنے رکھ دی۔ پوچھا یہ تم کو کس نے دی ہے؟ میں نے کہا۔ ایک مزدور نے۔ بادشاہ نے حیرت سے پوچھا، مزدور نے؟ اور رو پڑا۔ پھر کہا وہ مزدور کہاں ہے۔ میں نے کہا اللہ تعالےٰ امیر المومنین کو اچھا رکھے۔ مزدور کا تو انتقال ہو چکا ہے۔ بادشاہ یہ سنتے ہی بے ہوش ہو گیا۔ اور ایک عرصہ تک بے ہوش رہا۔ میں حیران تھا اور سوچ میں تھا کہ یہ قصہ کیا ہے؟ جب ہوش آیا تو اس نے پوچھا، تم اس کے انتقال کے وقت کیا موجود تھے۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ فرمایا اس نے وصیت کیا کی؟ میں اس کی وصیت سب بادشاہ سے کہہ سنائی، وہ سن کر بیقرار ہو گیا۔ اور کہتا جاتا تھا آہ عامر! آہ زاہد! آہ محبت کے پتلے اور بیقرار ہو ہو کر روتا جاتا تھا۔ جب کچھ سکون ہوا تو مجھ سے کہا آج رات کو چلو اس کی قبر دیکھ آئیں۔ رات کے وقت میں آگے آگے چلا اور وہ پیچھے پیچھے قبرستان پہنچ کر جب میں نے قبر بتائی تو وہ بے قرار ہو کر قبر سے لپٹ گیا۔ اور دیر تک روتا رہا۔ پھر اٹھا اور کہا یہ میرا لخت جگر یہ میرا بیٹا تھا۔ ایک دن یہ شراب کی مجلس گرم کئے ہوئے تھا۔ چاروں طرف گلنے بجانے والیاں جمع تھیں، دوست احباب ہنسی مذاق میں مصروف تھے کہ یکایک مکتب سے ایک بچے کے پڑھنے کی آواز آئی:—

"کیا مسلمانوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کے لئے جھک جائیں"

اس نے سنا تو اللہ کی ہیبت و جلال سے کانپ اٹھا۔ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اور یہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ ہاں ہاں آ گیا۔ بیشک وہ وقت آ گیا۔ اور محل سے نکل گیا۔ پھر مجھے آج تک اس کی کوئی خبر نہ ملی تھی۔

میاں سعید احمد صاحب مرحوم اور مولوی عبدالوہاب صاحب مرحوم

کے متعلق جماعت بمبئی کی تعزیتی قرارداد

بمبئی ۱۴ جولائی: احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بمبئی بھارت کے زیر اہتمام آج صبح گیارہ بجے جماعت کے صدر جناب محمد حسین صاحب کی صدارت میں ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں جناب الحاج شیخ میاں سعید احمد صاحب اور مولوی عبدالوہاب صاحب کی موت پر رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی دینی خدمات اور قربانیوں کو سراہا گیا۔ جماعت کی جانب سے جناب عبدالرزاق صاحب نے مندرجہ ذیل تجویز پیش کی جو بالاتفاق پاس ہوئی۔ جناب عبدالرزاق صاحب جلسہ میں شمولیت کے لئے ملیبار سے بمبئی تشریف لائے تھے۔

احباب جماعت بمبئی کا یہ تعزیتی جلسہ انجمن کے کرم فرما جناب الحاج میاں سعید احمد جیسے بے لوث انسان کے انتقال پُر ملال پر اپنے گہرے غم و اندوہ کا اظہار کرتا ہے۔ یہ لوگ انجمن کے بے لوث و مخلص رہنما تھے۔ انجمن کی فلاح و بہبود کے لئے جو قربانیاں دی ہیں وہ ہمیشہ یادگار رہیں گی اور احباب انجمن کے لئے مشعل راہ بنیں گی۔

مولوی عبدالوہاب صاحب کی وفاتِ ناگہانی سے آپ کے لواحقین اور انجمن کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ ہمیں اس صدمہ میں مرحوم مولوی عبدالوہاب صاحب کی ہر دو اہلیہ اور لواحقین کے ساتھ دلی ہمدردی ہے۔

تعزیتی تجویز منظور ہونے کے بعد جلسہ ۱۲ بجے اختتام پذیر ہوا۔

عبدالقادر شیخ

آنریری سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بمبئی بھارت

خریدارانِ رُوحِ اسلام کی توجّہ کے لئے

ماہنامہ روحِ اسلام کے خریداران حضرات سے سالانہ چندہ مبلغ تین روپے کا مطالبہ کیا گیا ہے ایسے حضرات چندہ بھجوا کر مشکور فرمائیں۔

منیجر ماہنامہ رُوحِ اسلام

احمدیہ بلڈنگس لاہور

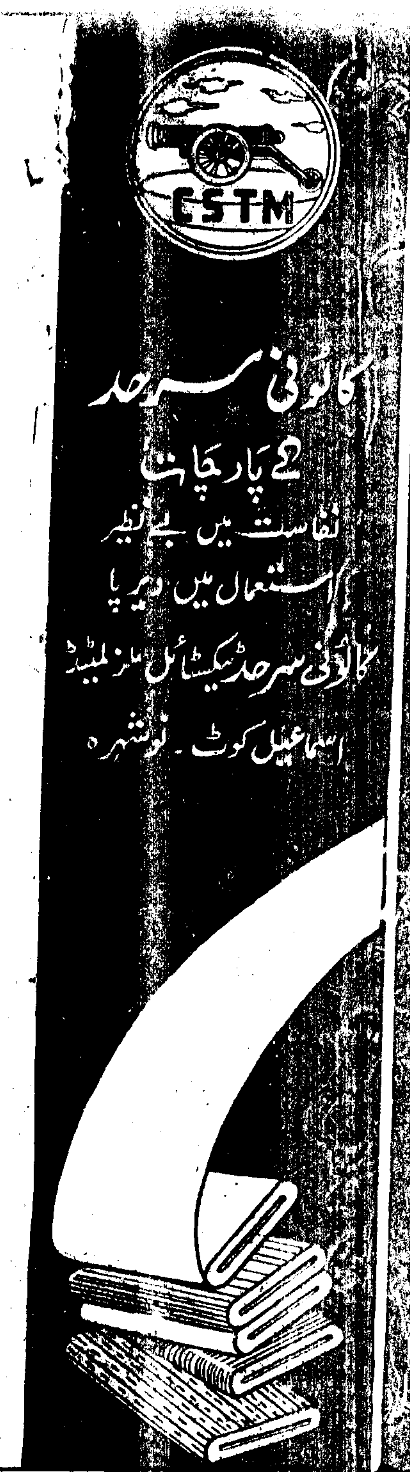

پیغام صلح ۔ ۲۱ اگست ۱۹۶۸ء ۔ رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ ۳۳

ضرورت ہے

ایک لائسنس یافتہ دس سالہ تجربہ کار موٹر ڈرائیور کو ملازمت کی ضرورت ہے۔ ضرورتمند اصحاب پتہ ذیل پر خط و کتابت کریں:۔

چوہدری عزیز اللہ ۔ معرفت سیکرٹری صاحب
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

بہترین علاج

بذریعہ جسمانی کمزوری، ضعف اعصاب، فالج، گنٹھیا تلی ۔ ریح ۔ سِل پرانے بخار کے شفا بخش علاج ڈاک سے منگائیے۔

خط ملنے پر کتاب رفیق شباب مفت

حکیم محمد شفیع چشتی

شبیرو ۔ P.O جام پور ۔ ڈیرہ غازی خان

تنویر پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک فدا الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور ۔ سے شائع کیا۔

ٹیلی فون نمبر ۳۷۳۷
تار کا پتہ مبلغ لاہور

مدیر
دوست محمد
مدیر معاون
بشیر احمد سوز

جلد ۵۶ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۳۰ رجمادی الثانی ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۸ اگست ۱۹۶۸ء | نمبر ۳۴

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص محبوں کا گروہ بھی
بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں، نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور ائمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام پھر تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

کونسا اسلام بہتر ہے؟

عن عبد اللہ بن عمرو ان رجلاً سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الاسلام خیر قال تطعم الطعام وتقرأ السلام علی من عرفت ومن لم تعرف۔

ترجمہ:۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کونسا اسلام بہتر ہے فرمایا یہ کہ تو کھانا کھلائے اور ہر شخص کو سلام کہے جسے پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو۔

نوٹ:۔ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۔

کھانا دینے سے مراد مستحق کو کھانا دینا ہے اور سلام کہنے سے مراد مسلمان کو سلام کہنا ہے مسلمانوں میں مساوات کے ساتھ اخوت قائم کرنے کے لئے اس قدر اس کو توسیع دی ہے۔ اور ناواقف کو سلام نہ کہنا درحقیقت کسی قدر متکبرانہ روش ہے بغیر تعارف کے بعض لوگ السلام علیکم کہنا جائز نہیں سمجھتے۔ یہ اسلامی طریق نہیں ہے۔

(فضل الباری شرح صحیح بخاری۔ کتاب الایمان)

پیغام صلح خود مطالعہ کرنے کے بعد دیگر احباب کو سنائیں
(منیجر)

خدا تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے جو ایسا کلمہ زبان پر لاوے جس سے اسکے بھائی کی تحقیر ہو۔

ارشادات حضرت مجددِ زمان مسیح موعود علیہ السلام

"بعض گناہ موٹے موٹے ہوتے ہیں مثلاً جھوٹ بولنا، زنا کرنا، خیانت، جھوٹی گواہی دینا اور اتلافِ حقوق، شرک کرنا وغیرہ۔ لیکن بعض گناہ ایسے باریک ہوتے ہیں کہ انسان ان میں مبتلا ہوتا ہے اور سمجھتا ہی نہیں۔ جوان سے بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اسے پتہ نہیں لگتا کہ گناہ کرتا ہے۔ مثلاً گلہ کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ ایسے لوگ اس کو بالکل ایک معمولی اور چھوٹی سی بات سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن شریف نے اس کو بہت ہی بُرا قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے، أیحب احدکم ان یاکل لحم اخیه میتاً خدا تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے کہ انسان ایسا کلمہ زبان پر لاوے جس سے اس کے بھائی کی تحقیر ہو اور ایسی کارروائی کرے جس سے اس کو حرج پہنچے۔ ایک بھائی کی نسبت ایسا بیان کرنا جس سے اس کا جاہل اور نادان ہونا ثابت ہو یا اس کی عادت کے متعلق خفیہ طور پر بے غیرتی یا دشمنی پیدا ہو۔ یہ سب بُرے کام ہیں۔ ایسا ہی بخل۔ غضب یہ سب بُرے کام ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے موافق پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان ان سے پرہیز کرے۔ اور ہر قسم کے گناہوں سے جو خواہ آنکھوں سے متعلق ہوں یا کانوں سے، ہاتھوں سے یا پاؤں سے بچتا رہے۔ کیونکہ فرمایا ہے ولا تقف ما لیس لك به علم۔ ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئك کان عنه مسئولاً۔ یعنی جس بات کا علم نہیں۔ خواہ مخواہ اس کی پیروی مت کرو۔ کیونکہ کان آنکھ، دل اور ہر ایک عضو سے پوچھا جاوے گا۔ بہت سی بدیاں صرف بدظنی سے ہی پیدا ہو جاتی ہیں۔ ایک بات کسی کی نسبت سُنی اور جھٹ یقین کر لیا۔ یہ بہت بُری بات ہے جس کا قطعی علم اور یقین نہ ہو، اس کو دل میں مت جگہ دو۔ یہ اصل بدظنی کو دُور کرنے کے لئے ہے کہ جب تک مشاہدہ اور فیصلہ صحیح نہ کرے نہ دل میں جگہ دے اور نہ ایسی بات زبان پر لائے۔ یہ کیسی محکم اور مضبوط بات ہے۔ بہت سے انسان ہیں جو زبان کے ذریعہ پکڑے جائیں گے۔ یہاں دنیا میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے آدمی محض زبان کی وجہ سے پکڑے جاتے ہیں اور انہیں بہت کچھ ندامت اور نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔"

(ملفوظات احمدیہ جلد ششم)

جرمنی میں تبلیغی سرگرمیاں

دو جرمن خواتین کا قبولِ اسلام

دو عیسائی حلقوں میں اسلام پر لیکچر } یہاں دو مختلف عیسائی حلقوں سے اسلام پر لیکچر کرنے کی دعوت ملی، ایک حلقہ میں بیس اور دوسرے حلقہ میں ساٹھ مرد و زن نے میرے لیکچر کو سنا۔ لیکچر کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا جو کم از کم ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہا۔ اس دوران میں حاضرین کی طرف سے مختلف سوالات کئے گئے اور یوں اسلام کی تعلیم کے مختلف پہلو زیر بحث آئے جوابات کے دوران عیسائی نظریات سے موازنہ بھی ہوتا رہا۔ تثلیث وغیرہ عقائد بھی زیر بحث آئے۔ حاضرین نے خاصی دلچسپی لی۔

پانچ گروپ مسجد میں } مقامی سکولوں کے پانچ مختلف گروپ مختلف دنوں میں اپنے دینیات کے اساتذہ کے ساتھ مسجد میں آئے۔ ان کے سامنے اسلام کے نظریات بیان کئے گئے اور بعد میں ان کی طرف سے کئے گئے سوالات کا جواب دیا گیا۔ تثلیث کا عقیدہ خاص طور پر زیر بحث آیا۔ عیسیٰ "خدا کا بیٹا" کے الفاظ کے استعمال کا حل انجیل اور توریت سے بتایا گیا۔ یعنی یہ کہ ایسے الفاظ انبیاء کے متعلق استعارۃً استعمال ہو جاتے ہیں۔

بی بی سی لندن کے نمائندہ سے انٹرویو } بی بی سی لندن کا نمائندہ مسجد میں آیا اور اس نے انٹرویو ریکارڈ کیا۔ مسجد کس جماعت نے بنائی۔ اس کا مقصد۔ اس کی تبلیغی مساعی۔ اسلام کی تعلیم انجیل وغیرہ کتب سے لی گئی ہے ایسے موضوعات پر سوالات کئے گئے۔ اور ان کے جوابات ریکارڈ کئے گئے۔ آخری سوال کے جواب میں میں نے کہا کہ اسلام کی تعلیمات خدا تعالےٰ کے متوالے الفاظ پر مبنی ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے انہوں نے خود کتب کو پڑھ کر یہ تعلیم نہیں لکھی۔ ہاں البتہ پہلی تعلیمات میں جہاں کہیں یگانگت نظر آتی ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ گذشتہ تعلیمات بھی خدائے واحد کی طرف سے نسلِ انسانی کی رہبری کے لئے نازل کی گئی تھیں۔ انٹرویو انگریزی زبان میں تھا۔

تین نو مسلمین } تین افراد نے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ ان میں سے ایک نوجوان گیارہویں جماعت میں پڑھتا ہے۔ دوسری لڑکی ہے جو دسویں جماعت میں پڑھتی ہے۔ تیسری شادی شدہ خاتون ہے۔ ان میں سے دو کی تصاویر ارسال ہیں۔

شادی کی تقریب } ایک شادی کی تقریب مسجد میں ہوئی۔ لڑکا ایران سے آیا تھا۔ لڑکی جرمنی ہے۔ لڑکی نے اپنے آبائی دین پر قائم رہتے ہوئے مسلمان نوجوان سے شادی کی ہے۔ لڑکے کا نام محمد جعفر کلساتی اور لڑکی کا نام فردس زاکسے ہے۔

دو دعوتیں } مقامی گورنمنٹ ادارہ نے اپنی سو سالہ برسی منائی۔ اسی تقریب پر لارڈ میئر کی طرف سے مشروبات کی دعوت دی گئی جس میں شرکت کے لئے امام کو بھی دعوت آئی۔ دوسری دعوت پاکستانی کونسل کی طرف سے تھی۔ انہوں نے اپنی کوٹھی پر چائے کی دعوت دی اس دن چار پاکستانی ملٹری آفیسرز بھی مدعو تھے۔ دعوت کے بعد تین ملٹری آفیسرز میرے ساتھ مسجد میں آئے۔ مسجد و دیکھا۔ قرآن کریم کے تراجم دیکھ کے خوش ہوئے۔ جاتے ہوئے اپنے جرمن دوستوں کے لئے پمفلٹ "اسلام کے بنیادی اصول" اپنے ساتھ لے گئے۔ جمعہ اور ہفتہ کے اجتماعات بھی خدا کے فضل سے جاری رہے۔

ماہ اگست میں } دو عیسائی گروپ مسجد میں آنے والے ہیں۔ اسی طرح امریکن سوسائٹی نے مجھے اپنے ہاں اسلام پر لیکچر دینے کیلئے دعوت دے رکھی ہے۔ ان کا حال انشاء اللہ آئندہ تحریر کروں گا۔

محمد یحییٰ بٹ۔ برلن

تبلیغی خط و کتابت

نائیجیریا

ترجمہ خط از ایم لے۔ اسلامی۔ نائیجیریا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

آپ کا ارسال کردہ خط موصول ہوا اور میں نے بڑے شوق سے اس کا مطالعہ کیا ہے۔ مجھے کتابوں کا انتظار ہے قرآن شریف کے متعلق عرض ہے کہ اس وقت ہمارے ملک میں حالات خراب ہیں اس لئے میں قرآن کا ہدیہ نہیں بھیج سکتا مہربانی کر کے کوئی ذریعہ بتائیں جس سے روپیہ ارسال کیا جائے۔ والسلام

(ان کو خط کا جواب دیا گیا)

ترجمہ خط از عبدالرحیم اے کریم۔ نائیجیریا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا ارسال کردہ لٹریچر موصول ہوا جس کا بہت بہت شکریہ۔ میں نے کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا ہے۔ امید ہے کہ جلدی مطالعہ ختم کر لوں گا۔ خاص کر اسلام اینڈ کرسچینٹی اور کال آف اسلام بڑے شوق سے پڑھ رہا ہوں۔ مطالعہ کے بعد میں یہ کتابیں اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو پڑھنے کے لئے دوں گا تاکہ وہ بھی ان سے فائدہ اٹھائیں۔ ممبرشپ سرٹیفکیٹ کا شکریہ اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی استطاعت سے بڑھ کر کام کروں گا۔

(ان کو خط لکھا گیا کہ مطالعہ کے بعد اطلاع آنے پر مزید کتب ارسال کی جائیں گی)

ترجمہ خط از محمد ادیبانی بدرو۔ نائیجیریا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں ایک قرآن شریف انگریزی اور عربی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اس کی کیا قیمت دینی پڑے گی۔ اپنے ملک کی جماعت احمدیہ کا ممبر بھی ہوں۔ قرآن شریف میں نے اپنے ایک دوست کے پاس دیکھا تھا جو آپ نے کچھ عرصہ ہوا انہیں ارسال کیا تھا۔ مجھے فقط عربی میں قرآن آتا ہے۔ مگر اس کے معنے نہیں آتے میں چاہتا ہوں کہ قرآن کو با معنی پڑھوں تاکہ دوسرے مذاہب والوں سے مقابلہ کر سکوں۔ میرے دوسرے ساتھی گو مسلمان ہیں مگر وہ عیسائیوں کے سوالوں کا جواب نہیں دے سکتے اور بہت مسلمان عیسائی ہو گئے ہیں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ مجھے ایک قرآن شریف عربی انگریزی ضرور ارسال کریں۔ میں بہت مشکور ہوں گا۔

ان کو خط کا جواب دیا گیا تھا کہ قرآن کا ہدیہ تین پونڈ بذریعہ پی۔ او، یا بنک ڈرافٹ ہمارے نمائندہ مقیم کادونا نائجیریا

- - - - - - - - -

کو بھیج دیں۔ اطلاع آنے پر قرآن کریم ارسال کر دیا جاوے گا۔

گھانا

ترجمہ خط از فتح مومنی گھانا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا ارسال کردہ پارسل وصول ہوا میں نے کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور بہت خوشی ہوئی ہے مگر افسوس ہے کہ میں اس وقت نرس کلاس میں زیر تعلیم ہوں اور میری تنخواہ بہت تھوڑی ہے اور میں کچھ نہیں بچا سکتی اور اب میں نے کورس ختم کر لیا ہے اور نتیجہ کا انتظار کر رہی ہوں امید ہے کہ آپ میری کامیابی کے لئے دعا کریں گے اب میں افریقہ کے بنک میں رقم بچانا شروع کروں گی۔ اور میں بنک کی معرفت آپ کو روپیہ ارسال کروں گی۔ آپ کا شکریہ۔

(خط کا جواب دیا گیا)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۲۸ اگست ۱۹۶۸ء

مسیح ناصری کے کفن کی سائنسی تحقیقات

مسیحؑ صلیب پر فوت نہیں ہوئے

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے متعلق عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ صلیب پر نعوذ باللہ لعنتی موت مارے گئے اور اس طرح ان کے گناہوں کا کفارہ ہو گئے۔ دوسری طرف مسلمان عام طور پر اس بات کے قائل ہیں کہ جب رومی حکومت کا کوئی سپاہی ان کو گرفتار کرنے کے لئے ان کی کوٹھڑی میں گیا تو اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو معہ جسد عنصری زندہ آسمان پر اُٹھا لیا اور اس سپاہی کو جو انہیں گرفتار کرنے کے لئے گیا تھا، حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنا دیا، جسے پکڑ کر صلیب دے دیا گیا۔

جہاں تک مؤخر الذکر عقیدہ کا تعلق ہے، اس کی لغویت واضح ہے، نہ قرآن نہ حدیث نہ کوئی تاریخ کی کتاب اس کی مؤید ہے، تمام تواریخ انبیاء میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی کہ اللہ تعالےٰ نے کسی نبی کو دشمنوں کی ایذا رسانی سے بچانے کے لئے آسمان پر اُٹھا لیا ہو نہ کسی نبی کے دشمن کو اس کا ہم شکل بنا کر مخالفین کے حوالہ کیا گیا، تمام انبیاء علیہم السلام کو مخالفین کے ہاتھوں بڑی بڑی ایذائیں اُٹھانی پڑیں، مثال کے طور پر حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا۔ اور وہ آگ گلزار بن گئی کیوں اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ سے بچانے کے لئے زندہ آسمان پر نہ اٹھا لیا سب سے بڑھ کر ہمارے پیارے نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ وہ ایذائیں دی گئیں جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں، طائف میں آپؐ کو اینٹیں مار مار کر لہولہان کر دیا گیا، لیکن اللہ تعالےٰ نے اپنے اس محبوب کو آسمان پر نہ اُٹھایا، مکہ میں آپ کو رات کے وقت قتل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا، جس سے بچنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے ہجرت کر گئے، اور سفر کی صعوبتیں اُٹھا کر مدینہ جا پہنچے، یہ نہ ہوا کہ حضرت عیسےٰؑ کی طرح آپؐ کو بھی آسمان پر اُٹھا لیا جاتا، اور کسی دشمن کو آپ کا ہم شکل بنا کر قتل کرا دیا جاتا، احد کے میدان جنگ میں آپؐ کو زخمی کر دیا گیا اور آپ کسی طرح دشمن کے حملہ سے بچ نہ سکے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ساتھ وہ سلوک کیا گیا جس کی کوئی نظیر کسی نبی، کسی بڑے سے بڑے محبوب ربانی کی زندگی میں نہیں ملتی، یہ خصوصیت جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو دی گئی، عیسائیت کی تقویت کا موجب ہوئی اور انہوں نے مسلمانوں کے اس عقیدہ کو اپنے عقیدہ ابنیت کا مؤید قرار دے کر سینکڑوں اور ہزاروں مسلمانوں کو عیسائی بنا لیا، بھلا جو شخص دو ہزار سال سے زندہ آسمان پر بیٹھا ہوا ہے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ دیگر حوائج بشری اسے لاحق ہیں، اس کو خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہا جائے تو اور کیا سمجھا جا سکتا ہے۔

پھر یہ بھی تعجب کی بات ہے کہ جس بے گناہ کو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنا کر صلیب دیا گیا اس نے کوئی نالہ و فریاد نہ کی، اور اتنا بھی نہ کہا کہ بھائیو میری شکل سے دھوکا نہ کھاؤ میں عیسےٰ نہیں ہوں، عیسےٰؑ تو آسمان پر چڑھ گئے ہیں اور مجھے خواہ مخواہ ان کا ہم شکل بنا دیا گیا ہے، غرض جہاں تک مسلمانوں کے عقیدہ حیات مسیح کا تعلق ہے اس کی لغویت ہر پہلو سے واضح ہے، رہ گیا مسیحیت کا عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے گناہوں کے کفارہ میں صلیب پر نعوذ باللہ لعنتی موت مارا گیا، وہ بھی علم و عقل کے صریح خلاف ہے بھلا یہ بھی کبھی دنیا میں ہوا ہے کہ کسی کے گناہ کا کفارہ دوسرے کو بھگتنا پڑا ہو، زید گناہ کرے اور بکر کو اس کی جگہ پکڑ کر سزا دے دی جائے؟ اسی بات کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں واضح کیا ہے لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا، اور کھلے لفظوں میں اس نے یہ اعلان کیا ہے ما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم مسیح علیہ السلام کو نہ تو قتل کیا گیا نہ صلیب دیا گیا۔ بلکہ انہیں مشابہ بالمصلوب کر دیا گیا۔

اسی بات کو حضرت مرزا صاحب مسیح موعودؑ نے ان الفاظ میں واضح کیا ہے:۔

> "مجھ سے پہلے یہودیوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی نسبت بھی یہی ارادہ کیا کہ ان کو مجرم ٹھہرا کر سولی دے دیں مگر خدا کی قدرت کہ کس طرح اس نے اپنے مقبول کو بچا لیا۔ اس نے پیلاطوس کے دل میں ڈال دیا کہ یہ شخص بے گناہ ہے اور فرشتہ نے خواب میں اس کی بیوی کو ایک رعب ناک نظارہ میں ڈرایا کہ اس شخص کے مصلوب ہونے میں تمہاری تباہی ہے پس وہ ڈر گئی اور اس نے اپنے خاوند کو اس بات پر مستعد کیا کہ کسی حیلہ سے مسیح کو یہودیوں کے بد ارادے سے بچا لے، پس اگرچہ وہ بظاہر یہودیوں کے آنسو پونچھنے کے لئے صلیب پر چڑھایا گیا لیکن وہ قدیم رسم کے موافق نہ تین دن صلیب پر رکھا گیا جو کسی کے مارنے کے لئے ضروری تھا اور نہ ہڈیاں توڑی گئیں بلکہ یہ کہکر بچا لیا گیا کہ اس کی تو جان نکل گئی اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا تا خدا کا مقبول اور راستباز نبی جیسے اثیم پلید کی موت سے مر کر یعنے صلیب کے ذریعہ جان دے کر اس لعنت کا حصہ نہ لیوے جو روز ازل سے ان شریروں کے لئے مقرر ہے جن کے تمام علاقے خدا سے ٹوٹ جاتے ہیں، اور درحقیقت جیسا کہ لعنت کا مفہوم ہے وہ خدا کے دشمن اور خدا ان کا دشمن ہو جاتا ہے پس کیونکر وہ لعنت جس کا یہ ناپاک مفہوم ہے ایک برگزیدہ پر وارد ہو سکتی تھی سو اس لئے حضرت عیسےٰ علیہ السلام صلیبی موت سے بچائے گئے۔"
>
> (کتاب البریہ ص)

حضرت مسیح موعودؑ کے اس بیان کی جو قرآن کریم کے ارشاد وما قتلوہ وما صلبوہ کی تفسیر ہے، تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ کچھ عرصہ ہوا مسیح علیہ السلام کا وہ کفن دستیاب ہوا تھا جس میں واقعہ صلیب کے بعد ان کے جسم کو لپیٹا گیا، اس کفن کے نشانات اور اس کی سائنسی تحقیقات سے یہ معلوم ہوا ہے کہ صلیب سے اتارے جانے کے بعد جب انہیں اس کفن میں لپیٹا گیا تو مُردہ نہیں تھے، بلکہ زندگی کی علامات ان میں پائی جاتی تھیں۔ اس سلسلہ میں ایک کتاب حال ہی میں جرمنی سے شائع ہوئی ہے جو ایک رومن کیتھولک عیسائی کی تصنیف ہے، جس نے فوٹوگرافی کی نہایت جدید سائنسی ایجادات کی مدد سے مختلف زاویوں سے کفن کی تصاویر لے کر یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح ناصری اس کفن میں زندہ ہی لپیٹے گئے تھے۔ بالفاظ دیگر وہ صلیب سے زندہ ہی اتارے گئے۔ اسی وجہ سے اس کتاب کا نام ہی یہ رکھا گیا ہے کہ "مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے"

اس کتاب کا ترجمہ ڈچ زبان میں بھی شائع ہوا ہے جس کے تعارف کے طور پر پبلشر نے ایک پمفلٹ شائع کیا ہے اور اس میں لکھا ہے:۔

> "حیرت انگیز انکشافات روایتی مسیحی عقیدہ کو مخدوش بنا رہے ہیں، مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے بلکہ اس جسد عنصری کے گوشت پوست کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس طرح عہدنامہ قدیم کی پیشگوئیوں کو پورا کرنے والے ثابت ہوئے۔"

اور پھر لکھا ہے:۔

> "خون کے نشانات بتلاتے ہیں، کہ صلیب سے اُترنے کے بعد بھی دوران خون جاری تھا اور حرکت قلب بھی معمول پر تھی، مسیح کے پہلو میں جو ایک سپاہی نے بھالا مارا تھا اس کی جگہ بھی خون کے نشانات کی مدد سے متعین کی جا سکتی ہے دراصل بھالا ایسی جگہ لگا تھا، جہاں سے دل کو کوئی گزند نہ پہنچ سکتی تھی۔ اس تحقیق کا جو اہم ترین نتیجہ نکلا ہے وہ اس حقیقت کا اظہار ہے کہ کفن کے اس طرح کے دھبے صرف اس جسم سے لگ سکتے ہیں جس میں دل بھی حرکت کر رہا ہو۔ پس واقعہ صلیب کے بعد بھی مسیح زندہ تھے"

ان بیانات سے ظاہر ہے کہ مسیحیت کا یہ عقیدہ کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر ان کے گناہوں کے کفارہ کے طور پر معاذ اللہ لعنتی موت مرے واقعات کے کس قدر خلاف ہے، اور قرآن کریم کا ارشاد وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم اور حضرت مرزا

(باقی بر ص کالم ۱)

اخبار و افکار

نبی کے لفظ کا استعمال

"صدق جدید" ۱۹ر جولائی میں "پاکستان سے ایک استفسار" کے عنوان سے ایک مراسلہ "ایک مسلم از کراچی" کے نام سے شائع ہوا ہے، مراسلہ نگار کے متعلق لکھا ہے کہ:-

"وہ مغربی پاکستان کے ایک معروف صاحب قلم اور ایک اونچے عہدہ دار ہیں ادھر کے چھوٹے بڑے سب ان کے نام سے واقف ہیں اور صدق میں ان کا اصل نام اور تذکرہ بارہا آچکا ہے افسوس ہے کہ یہ مضمون وہ نام سے نہیں شائع کر رہے ہیں"

مضمون میں منجملہ اور باتوں کے جماعت احمدیہ کے متعلق لکھا ہے:-

"میرا خیال ہے آج کل کے قادیانی ختم رسالت پر کاملاً ایمان رکھتے ہیں اور مرزا قادیانی کو پیغمبر نہیں مانتے اس معنی میں کہ وہ کوئی نئی وحی لے کر اور نئی شریعت لے کر آئے تھے، ان کی نماز بھی وہی ہے جو ہم پڑھتے ہیں اور قرآن بھی وہی پڑھتے ہیں جو ہم پڑھتے ہیں، حج بھی کرتے ہیں اور زکوٰۃ بھی دیتے ہیں پھر ان کو خارج از اسلام کس طرح کہا جا سکتا ہے وقت آگیا ہے کہ اس مسئلہ کا اب تصفیہ کر دیا جائے، کیا عجیب ہو اس معاملہ میں صدق جدید کو ہی اولیت حاصل ہو جائے"

صاحب "صدق" مراسلہ نگار کی اس تجویز پر رقمطراز ہیں:-

"لیکن کسی معنی میں تو پیمبر بہرحال مانتے ہیں اور یہی جڑ ہے سارے فساد اور نزاع کی، مرزا صاحب کا وہ کوئی بدترین دشمن تھا جس نے ان کو مشورہ اس اصطلاح "پیمبر" یا "نبی" کے استعمال کا دیا۔ اب وہ ہزار تاویلیں اس کی کرتے رہیں کہ ان کی نبی سے مراد ظلی نبی، بروزی نبی، "امتی نبی" ہے وغیرہ لیکن مسلمان اس نام ہی کو سن کر بھڑک اٹھتے ہیں اور جوش سے بیتاب ہو کر ہر تشریح، ہر تاویل کے سننے ہی سے انکار کر دیتے ہیں، اعتراض ان کی عبادات پر نہیں عقائد و ایمانیات پر ہے۔"

ہمیں افسوس ہے کہ صاحب "صدق" بجائے اس کے کہ مسلمانوں کو یہ سمجھائیں کہ ان تاویلوں کے ہوتے ہوئے "نبی" کے لفظ پر بھڑک اٹھنا پسندیدہ بات نہیں، نہ اس پر کفر کا فتویٰ دیا جا سکتا ہے، فتویٰ اس صورت میں دیا جا سکتا تھا کہ حقیقی معنوں میں مرزا صاحب کو نبی کہا جاتا الٹا یہ کہنے لگ گئے کہ "مرزا صاحب کا وہ کوئی بدترین دشمن تھا جس نے ان کو مشورہ اس اصطلاح پیمبر یا نبی کے استعمال کا دیا" صاحب صدق کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ کسی "بدترین دشمن" کا مشورہ نہیں بلکہ اس دلدار حقیقی کا فرمان ہے، جس نے مجازی اور غیر حقیقی معنوں میں اس لفظ کے استعمال کا حکم دیا، جیسا کہ حضرت مرزا صاحب خود لکھتے ہیں سمیت نبیاً من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ۔

رہ گیا مسلمانوں کا بھڑک اٹھنا، وہ لفظ نبی کے استعمال پر ہی نہیں، ہر ایسا کلمہ جو کسی بڑے سے بڑے ولی اللہ کے منہ سے نکلتا رہا ہمیشہ مسلمانوں کے بھڑک اٹھنے اور بے تاب ہو کر انکار کر دینے کا موجب بلکہ ان بزرگوں کو ایذا پہنچانے کا باعث ہوا۔

صاحب صدق کو معلوم ہوگا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل الشان بزرگ کو کافر، بدعتی اور زندیق کے خطابات دیئے گئے، انہیں جیل بھجوایا گیا اور زہر دلا کر شہید کر دیا گیا، آخر کیوں محض اس لئے کہ ان کے منہ سے مسلمانوں کے مذاق کے خلاف کوئی کلمہ نکلا اور وہ بھڑک اٹھے، امام شافعی جیسے باکمال انسان کو اضر من ابلیس۔ (شیطان سے بڑھ کر ضرر رساں) کہا گیا اور طرح طرح کی ایذائیں پہنچائی گئیں کیوں؟ اسی لئے کہ کوئی ایسا کلمہ ان کے منہ سے نکلا جس سے مسلمان بھڑک اٹھتے۔ امام مالک رحمہ کو بدعتی قرار دیا گیا اور رسوائی کے لئے اونٹ پر الٹے منہ بٹھا کر پھرایا گیا اور قید خانہ میں ان کی مشکیں اس طرح باندھی گئیں کہ ہاتھ بازو سے اکھڑ گئے۔ امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں میں بھاری زنجیریں ڈال کر انکو طمانچے لگوائے گئے اور کوڑوں سے پٹوا کر ملک بدر کیا گیا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بخارا سے نکالا گیا، سمرقند کی زمین ان پر تنگ کر دی گئی یہاں تک کہ یہ درد بھری دعا ان کے منہ سے نکلی اللّٰھم قد ضاقت علی الارض بما رحبت فاقبضنی الیک اے میرے اللہ یہ زمین فراخ ہونے کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی۔ پس تو مجھے اپنی طرف اٹھا لے، ایسے ہی حضرت بایزید بسطامی، ذوالنون مصری، ابوبکر شبلی سید عبدالقادر جیلانی اور محی الدین ابن عربی کو طرح طرح کے دکھ اور ایذائیں پہنچائی گئیں اور ان کے کفر پر مہریں لگائی گئیں، آخر کیوں؟ کیا یہی وجہ نہ تھی ان کے مونہوں سے ایسے کلمات نکلتے تھے جنہیں مسلمان برداشت نہ کرتے اور بھڑک اٹھتے تھے۔

اور دور کیوں جائیں ہمارے قریب کے زمانہ میں سرسید احمد خان، مولینا احمد رضا خاں بریلوی، مولینا محمد قاسم بانی دیوبند مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی، مولینا اشرف علی تھانوی وغیرہ پر جو فتوے لگائے گئے اور کلھم مرتدون باجماع الاسلام کا تازیانہ لگایا گیا وہ کس کو معلوم نہیں؟

پس وہ کونسی بات ہے جو مسلمانوں کے بھڑک اٹھنے کا موجب نہیں ہوتی؟ کیا ان بزرگوں کو بھی کسی بدترین دشمن نے مشورہ دیا کہ تم ایسی باتیں کہو؟

صاحب الصدق کو غور کرنا چاہیئے، کہ صرف نبی کا لفظ ہی نہیں کوئی بھی کلمہ حق کسی لوگوں کے منہ سے ایسا نہیں نکلا جو مسلمانوں کے بھڑکنے اور ان کی طرف سے ایذا رسانی کا موجب نہ ہوا ہو، اس لئے ان کے بھڑکنے کی تائید کرنے کی بجائے ان کو سمجھانا چاہیئے کہ ایسے الفاظ سے قطع نظر کرتے ہوئے ان بزرگوں کی پاک تعلیم اور حسن کردار کی پیروی کرنی چاہیئے نہ کہ انہیں برا بھلا کہا جائے۔

اتحاد المسلمین کے محکم اصول

کچھ عرصہ سے ربوہ کے ماہنامہ "الفرقان" میں اتحاد المسلمین پر بہت زور دیا جا رہا ہے، اور یہاں تک لکھا گیا ہے کہ:-

"ہمارے نزدیک اتحاد بین المسلمین کی واضح راہ یہ ہے کہ تمام فرقے اور تمام افراد جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں قرآن پاک کو اپنی شریعت یقین کرتے ہیں اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لاتے ہیں ان سب کو مسلمان سمجھا جائے .... باہمی جزوی اختلافات اور ان کے نتائج کو چھوڑ کر مذکورہ بالا اصولی مسلک کو اختیار کرنے سے سب مسلمانوں میں اتحاد اور اتفاق پیدا ہو سکتا ہے"

یہ لب لباب ہے اس طویل مضمون کا جو مولوی ابوالعطاء کی طرف سے الفرقان کی دو تین اشاعتوں میں درج ہوا ہے، اور ہم اس سے بیشتر یہ سارا مضمون ۸ مارچ کی اشاعت میں "ایک مبارک تحریک" کے عنوان سے اجمال کر کے یہ لکھ چکے ہیں کہ

ہم اس تحریک کا بدل خیر مقدم کرتے ہوئے مولوی ابوالعطاء صاحب کے بیان کردہ محکم اصول کی تہ دل سے تائید کرتے ہیں فی الواقعہ یہی وہ محکم اصول ہے، جس کی طرف حضرت مسیح موعود نے بار بار توجہ دلائی اور اس بات پر زور دیا کہ کلمہ گو مسلمانوں کی تکفیر ایک بہت بڑا جرم ہے جماعت احمدیہ لاہور بھی پچاس سال سے اسی امر کی طرف توجہ دلا رہی ہے کہ باہمی جزوی اختلافات سے قطع نظر تمام ان لوگوں کو جو کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لاتے ہیں مسلمان سمجھا جائے، ربوہ سے اس تحریک کا پیدا ہونا نہایت مبارک اقدام ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ خلیفہ صاحب ربوہ اس اصول پر کاربند ہو کر مکفرین کے ماسوا باقی مسلمانوں کے پیچھے نماز اور ان کا جنازہ پڑھنا جائز قرار دیں گے تاکہ اتحاد بین المسلمین کا محکم اصول عملی صورت اختیار کر سکے۔

ہماری اس تحریر کو شائع ہوئے آج چھ ماہ ہونے کو آئے ہیں، کیا اچھا ہو کہ مولوی ابوالعطاء صاحب اس پر کوئی روشنی ڈالیں کہ ان کی تحریک آیا خلیفہ صاحب ربوہ کے ایما سے شائع کی جا رہی ہے اور سابق خلیفہ صاحب کی طرف سے غیر احمدی مسلمانوں کی تکفیر کا جو فتوےٰ شائع ہو چکا ہوا ہے کیا وہ اب منسوخ ہو گیا ہے؟ ہمیں خوشی ہو گی اگر مولوی ابوالعطاء صاحب اس بارہ میں کوئی واضح اعلان شائع کریں۔

تعمیرِ نو یا باطنی نظامِ حیات کی اِصلاح، اِنسانی خواہشات، نیّات، جذبات وارادے۔ آدمیّت کی نجات تسخیرِ نفس میں مُضمر ہے نہ کہ تسخیرِ کائنات میں۔

حضرت مسیح موعودؑ کے ایک کشف کی حقیقت

اے محبّت عجب آثار نمایاں کردی ٭ زخم ومرہم برہِ یار تو یکساں کردی
آں مسیحا کہ بر افلاک مقامش گویند ٭ لُطف کردی کہ ازیں خاک نمایاں کردی

جن مورکھوں کو کاموں پہ اسکے یقیں نہیں ٭ پانی کو ڈھونڈتے ہیں عبث وہ سراب میں (حضرت مسیح موعودؑ)

خُطبۂ جمعہ۔ مؤرخہ ۲۴ / اگست ۱۹۶۸ئہ۔ فرمودہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب دامت برکاتہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

انّ مثل عیسٰی عند اللّٰہ کمثلِ اٰدم خلقہٗ من تراب ثم قال لہٗ کن فیکون — الحق من ربّک فلا تکن من الممترین ——— اٰل عمران ۳ - ۵۹ تا ۶۰) ——

یہ آیات سورۃ آل عمران کی ہیں۔ ان میں ایک یہ آیت ہے۔ ان مثل عیسٰی عند اللّٰہ کمثل اٰدم۔ خلقہٗ من تراب۔ ثم قال لہٗ کن فیکون ترجمہ۔ حضرت عیسٰیؑ کی مثال خدا تعالےٰ کے نزدیک آدم کی سی ہے اسے مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اس سے کہا ہو جا پس وہ ہو گیا۔ اس سے اگلی آیت میں عیسائیوں کے ساتھ مناظرہ اور مباہلہ کا ذکر ہے۔ یہاں پر حضرت عیسٰےؑ کو حضرت آدمؑ سے مشابہت دی ہے۔ کہ وہ تو مثل دیگر انسانوں کے مٹی سے پیدا ہوئے۔ اور خدا تعالےٰ کے نیک پیغمبر تھے۔ حضرت عیسٰےؑ کو ان کے پیرؤوں نے خدا کا درجہ دے دیا۔ اس بارے ارشاد الٰہی ہے کہ ایسا ہرگز صحیح نہیں ہے بلکہ حضرت عیسٰیؑ کی مثال حضرت آدمؑ کی سی ہے جیسے حضرت آدمؑ اور تمام انسانوں کو مٹی سے پیدا کیا ہے اسی طرح سے حضرت عیسٰیؑ بھی مٹی سے پیدا کئے گئے۔ اس لئے وہ خدا نہیں ہو سکتے۔

دوسرے مقام پر تمام انسانوں کو مٹی سے پیدا کرنے کا ذکر فرمایا۔ اور حضرت آدمؑ کے متعلق فرمایا:۔ فاذا سوّیتہٗ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہٗ سٰجدین۔ یعنی حضرت آدمؑ کے متعلق ہے کہ مٹی سے پیدا کر کے جب اس کی تکمیل کر دی تو پھر اس میں میں نے اپنی روح پھونکی۔ مگر اس جگہ فرمایا کہ ثم قال لہٗ کن فیکون۔ جب ہم نے آدمؑ کی خلقت کو کامل کر دیا تو پھر ہم نے اس میں روح پھونکی۔ اس روح سے ظاہری یا جسمانی زندگی کی رُوح مراد نہیں، بلکہ اپنے کلام وحی الہام کے باعث آدم کی روحانی زندگی مراد ہے جیسے قرآن کریم کے پہلے پارہ میں بھی فرمایا ہے۔ فتلقّی اٰدم من ربّہ بکلمٰت فتاب علیہ۔ پھر آدم نے اپنے ربّ سے کلمات یا وحی الٰہی سے ہدایت حاصل کی۔ پس حضرت عیسٰےؑ کو دو وجوہ سے مشابہت حضرت آدم سے دی ہے ایک تو عام انسانی پیدائش کے لحاظ سے کہ انکی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت آدمؑ کی طرح خدا تعالےٰ نے حضرت عیسٰےؑ کو بھی مکالمہ مخاطبہ اور اپنے وحی والہام اور رسالت و نبوّت سے نوازا۔ عیسائیوں کا یہ خیال کہ حضرت عیسٰےؑ حقیقتاً خدا ہیں غلط ہے۔ کیونکہ جو مٹی سے تخلیق ہوا وہ حقیقتاً انسان ہی ہوگا۔ البتہ استعارہ کے رنگ میں اُسے خدا کا پیارا یا بیٹا کہہ سکتے ہیں کیونکہ اُن پر خدا کا کلام نازل ہوا اور ان معنوں میں، خدا تعالےٰ کے جتنے مامور اور نبی و رسول اور محبّ انسان ہوتے ہیں وہ استعارۃً خدا تعالےٰ کے بیٹے کہلاتے ہیں۔ اسی طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام کے متعلق بھی یہی کہا گیا لیکن عیسائیوں نے از راہ غلو استعارہ و مجاز کو حقیقت پر محمول کر لیا۔

مشابہت کا ذکر دو وجوہ کی بناء پر کیا ہے۔ حضرت عیسٰےؑ نے فرمایا تھا کہ انسان محض روٹی سے زندہ نہیں رہ سکتا بلکہ کلام الٰہی سے وہ اصل زندگی حاصل کرتا ہے۔ اس میں اشارہ اس بات کا تھا۔ کہ اگر تم خدا تعالےٰ کے کلام کی اتباع کرو گے تو تب ہی تمہیں حقیقی روحانی زندگی میسر آئے گی۔ محض روٹی کے ٹکڑوں سے حقیقی یا روحانی زندگی حاصل نہیں ہو سکتی۔

حضرت عیسٰیؑ کی اصل تعلیم موجودہ مغربی نظریۂ حیات کی مخالف تھی۔

انجیل کی تعلیم کو اگر پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ انسان کا نظریۂ حیات ظاہری اور مادی اور صرف روٹی تک محدود ہونا حضرت عیسٰےؑ کی اصل تعلیم ہرگز نہ تھا بلکہ اندرونی اور باطنی پاکیزگی اور خواہشات وخیالات کی طہارت ہونا چاہیئے۔ چنانچہ انجیل میں اکثر جگہ دولت جمع کرنے اور دولتمند بننے کی مذمّت آئی ہے۔ اسی طرح حضرت عیسٰیؑ نے خاص طور پر ریاکاری، ظاہر داری، رسم و رواج کی اندھی تقلید کے برخلاف تعلیم دی ہے۔

یہ ظاہری زندگی یا افعال انسان کو دو طرح پر دھوکہ دیتے ہیں۔ آج یہی بات عام طور پر تصوّر کی جاتی ہے کہ اگر روٹی میسّر ہے تو زندگی کے تمام مسائل حل ہیں۔ اس تصوّر کو موجودہ مغربی تہذیب نے جنم دیا۔ اور پروان چڑھایا کہ زندگی کا سارا جھگڑا روٹی کا ہی مسئلہ ہے اور اقتصادیاتی ہے کارل مارکس بانیٔ اشتراکیت نے اس کو بطور اصول پیش کیا۔ ان کا خیال ہے کہ جتنے نظام دنیا میں جاری ہیں ان تمام کا محور و مرکز روٹی کا مسئلہ ہے۔ اور دُنیا میں جتنے فساد، جھگڑے اور مناقشات ہیں وہ روٹی کی بناء پر ہوتے ہیں۔ روٹی کا مسئلہ حل کر دو۔ تو سارے جھگڑے خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ حضرت عیسٰیؑ نے جب کہا کہ محض روٹی سے انسان کی زندگی نہیں ہے تو انہوں نے اسی قسم کے رائج الوقت نظریۂ حیات کو دیکھ کر ہی یہ فرمایا ہوگا۔

جس طرح کائنات میں ظاہری نظام کارفرما ہے۔ اسی طرح انسان کے اندر ایک باطنی نظام بھی کام کر رہا ہے۔

……

انسان کا اندرونی یا باطنی غیر مرئی نظام۔

یہ نظام ہماری خواہشات۔ خیالات آرزوؤں، نیات اور جذبات کے نظام پر مشتمل ہے۔ یہ ایک ایسا نظام ہے جو غیر مرئی ہے اور بظاہر ہمیں نظر نہیں آتا، اس لئے اس کی طرف ہماری توجہ کم جاتی ہے۔ لیکن اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو یہ حقیقت آشکارا ہو جائے گی کہ جو نظام دنیا میں ہمارے لئے حقیقی آرام و راحت کا موجب ہے۔ وہ ہمارا باطنی نظام ہے جس دل میں انسانوں کے لئے محبت، ہمدردی، خدمت ایثار بھری روح کام کرتی ہو اسی قلب سے امن و راحت اور مسرت کے چشمے پھوٹ کر نکل سکتے ہیں لیکن اس کے برخلاف جو قلب نفرت و کینہ، بدخواہی و ظلم، نفس پرستی و جاہ طلبی کی خاطر فساد سے بھرا ہو وہ اپنی اندرونی نیات و ارادوں میں فتور کے باعث نہ اپنی خوشی و خوشحالی کا موجب بن سکتا ہے اور نہ ہی اپنے ماحول میں کوئی خوشگوار اثر پیدا کر سکتا ہے۔ یہ غیر مرئی نظام ہمارے اندرونے سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس ایمان سے تعلق رکھتا ہے کہ خدا تعالے اپنے پیغمبروں پر اپنا کلام نازل کرتا ہے۔ اس باطنی نظام کی طرف توجہ دینے سے ہی دنیا کا امن اور چین برقرار اور قائم رہ سکتا ہے۔ اگر صرف روٹی کا جھگڑا ہی سب کچھ ہے تو یہ جھگڑے تو ختم ہونے کی بجائے فتنہ و فساد کے موجب بنتے رہے ہیں اور بنتے رہیں گے۔

فتنہ و فساد کا اصل موجب جذبات خبیثہ کی نشو و نما اور ظلم و غصب حقوق ہیں۔

ایک حدیث نبوی میں مذکور ہے کہ دجال کے پاس تمام دنیا کی روٹیاں ہوں گی۔ جس کو چاہے گا دے گا اور جس سے چاہے گا روک لے گا۔ تو روٹی ایک مسئلہ دنیا کا ضرور ہے۔ لیکن اس کے حل میں دنیا جہان کا فتنہ فساد بھرا پڑا ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ انسان اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے باطنی نظام کے وجود اور اس کی برکات کو نہیں دیکھ سکتا۔ فلسفہ دانوں اور سائنس دانوں کی نظر باطن پر نہیں جاتی۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ظاہری اصلاحات اور راحتوں کی ترقی سے ہی دنیا کے دکھ درد دور ہو جائیں گے حالانکہ دنیا کے عالمگیر اضطراب اور ہمہ گیر دکھ درد کا بڑا اور صرف اور صرف انسان کے باطنی نظام کی تسخیر کے اندر مضمر ہے قرآن کریم اور حدیث شریف دو تو اس امر پر متفق ہیں کہ نفس پرستی اور اتباع ہوا و حرص ہی دنیا میں موجب فساد ہیں۔ تسخیر کائنات انسان جس قدر چاہے کرتا چلا جائے لیکن اگر اس کے ساتھ تسخیر نفس موجود نہیں تو نتیجہ ظاہر ہے کہ روٹی اور مزید روٹی کا نظریہ نہ صرف امن و عافیت پیدا کرنے سے قاصر ہے بلکہ یہی ہوا و حرص کے جذبات خبیثہ سب سے بڑھ کر موجب فساد و فتنہ ہوتے ہیں۔ انہی سے ناانصافی ظلم کے طوفان کھڑے ہوتے ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو ثابت ہوگا کہ بناء فساد مادی سامان نہیں بلکہ اس کا موجب وہ خبیث جذبات ہیں جو قلب انسانی میں موجزن ہوتے ہیں۔ مادیت کی حرص و طمع مادیت پر غرور و تکبر اور اپنے سے کمتر بھائیوں سے نفرت و تحقیر، ان پر ظلم اور حقوق غصبی فساد و بے امنی کا اصل و حقیقی موجب ہیں۔

نظام نو کی تعمیر و تشکیل

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک مشہور کشف ہے جس پر لوگوں نے عام طور پر اعتراض کیا ہے۔ وہ یہ کہ میں نے دیکھا کہ میں خدا ہو گیا ہوں۔ اور اس کشف کی آپ نے تشریح بھی کر دی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ میرا اپنا ارادہ کوئی نہ رہا۔ میری اپنی نیت کوئی نہ رہی میرا جسم اپنا نہ رہا۔ میری نیات اور دل و دماغ پر خدا مستولی ہو گیا، میرا ہر عضو قبضہ قدرت میں ہو گیا۔ میری آنکھ میری نہ رہی۔ میرا کان میرا نہ رہا۔ وغیرہ۔ پھر اس کشف میں آپ کہتے ہیں کہ ہمارا ارادہ ہوا کہ ہم ایک نئی زمین اور نیا آسمان بنائیں اور ایک نیا نظام قائم کریں، کشف کے دوران ہی آپ فرماتے ہیں کہ اردت ان استخلف فخلقت آدم۔ ہم نے خلافت یا نیابت کا ارادہ کیا تو آدم کو پیدا کیا۔

اس کشف کو پیش کرنے سے مراد یہ ہے کہ دنیا کو ایک نئے نظام کی ضرورت ہے۔ اور وہ ہے باطنی نظام۔ جو ہمارے اندر ہے۔ اس نظام کی اصلاح اور تطہیر ہونی چاہیئے۔ اور اس کی اصلاح اور تطہیر ہمارے اعمال و نیات پر منحصر ہے۔ اور اس پر کہ خدا کی ہستی و حی و قیوم اور قادر مطلق یقین کیا جائے۔ اس کے کلام پر ایمان پیدا ہو۔ اور اپنے خیالوں۔ ارادوں، نیتوں اور آرزوؤں اور تمناؤں میں پاکیزگی اور صالحیت پیدا کی جاتی جب تک باطن درست نہ ہو ظاہرا اعمال کچھ حیثیت نہیں رکھتے اپنے باطن کی صفائی اور پاکیزگی سے اور اپنے آپ کو خدا کے سپرد کرنے سے ایک نئی خلقت ظہور میں آتی ہے۔ ایک نیا آدم جنم لیتا ہے۔ ایک نیا معاشرہ آنکھیں کھولتا ہے۔ اور ایک نیا نظام وجود میں آتا ہے جو ایسا صالح اور طمانیت و سکینت سے معمور ہوتا ہے کہ وہ اسی دنیا میں ہی انسان کو جنت کی زندگی عطا کر دیتا ہے

صحابہ کرام رضؓ کا دور نظام نو کا نمونہ تھا۔

ایسا نظام دنیا میں پہلے پیدا ہوا تھا یہ محض توہمات و تصورات کی باتیں نہیں ہیں بلکہ ایسا جنتی نظام آج سے چودہ سو سال پہلے نبی آخر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کر کے دکھلایا اور تاریخ نے اس کی گواہی دی ہے۔ اس نظام کے ناظموں کے دلوں میں خود غرضیاں نہیں تھیں وہ دنیا کے بادشاہ ہو کر ان کے خادم بنے۔ دنیا کی دولت سمٹ کر ان کے قدموں میں آ گری۔ لیکن انہوں نے صبر و توکل قناعت و فقر کی زندگی کو ترجیح دی اور اسے اختیار کیا۔ وہ بادشاہ تو ہو گئے لیکن بادشاہت کی شاہانہ زندگی سے اجتناب برتا۔ زرق برق لباس کو زیب تن کرنے کی بجائے پیوند لگے کپڑے پہنے۔ کیا ساری کی ساری قوم نے باطنی نظام کی حقیقت کو اور اس کی برکتوں کو تجربہ اور مشاہدہ کے طور پر دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا تھا اور حکومت الٰہیہ قائم کر کے نہیں کھلا دی تھی ضرور ایسا ہوا جیسے کہ حضرت مسیح نے خواہش ظاہر کی تھی کہ اسے خدا تیری بادشاہت جیسے آسمان پر ہے ویسے ہی دنیا پر بھی قائم ہو۔ یعنے جس طرح تیرے قوانین کائنات میں کام کرتے ہیں اسی طرح نظام انسانی میں بھی تیرے کلام کی ہدایت کے موافق نظام قائم ہو۔

حضرت مسیح موعودؑ نے جو کشف میں فرمایا کہ میں خدا ہو گیا ہوں تو یہ اس حدیث نبوی کے مطابق ہے کہ مومن جب اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دیتا ہے تو خدا اس کی آنکھ بن جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے اور وہ اسکے کان بن جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے وغیرہ۔

فنا فی اللہ کے مقام سے خدائی دعوٰی کا نتیجہ نکالنا غلط ہے

اس سے یہ مطلب نہیں کہ مومن حقیقتاً خدا ہو جاتا ہے بلکہ یہ کشف اسی استعارہ کو ظاہر کرتا ہے کہ آدم اگرچہ خاک کا پتلا ہے مگر اس میں جب خدائی صفات جلوہ گر ہوں تو وہ مظہر نور خدا ہو جاتا ہے جس معنی میں جملہ ربانی مصلحین خدا تعالے کے نور کے دکھلانے والے ہو گئے جس کی نسبت قرآن کریم نے بھی فرمایا وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی تو نے کنکروں کی مٹھی نہیں پھینکی بلکہ وہ تو خدا نے پھینکی تھی۔ اور جس کیلئے یہ ارشاد الٰہی ہوا ید اللہ فوق ایدیھم۔ جس ہاتھ پر انہوں نے بیعت کی وہ تیرا ہاتھ نہ تھا بلکہ وہ تو خود اللہ کا ہی ہاتھ تھا۔ غرضیکہ یہ وہی مقام فنا فی اللہ کا ہے جس کی نسبت مثنوی میں یہ شعر آیا ہے:۔

من تو شدم تو من شدی۔ من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری۔

جس طرح حضرت عیسٰیؑ پر یہ اعتراض ہوا تھا حضرت مسیح موعودؑ پر بھی ہوا کہ یہ خدا ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے۔ حالانکہ اس سے حقیقتاً مراد یہ ہے کہ انسان جب خدا کے ایسا تابع ہو جاتا ہے کہ انسان کی ہر حرکت ہر ارادہ اور ہر نیت اس کی اپنی نہیں رہتی بلکہ خدا کی ہو جاتی ہے تو اس معنی میں یہ بات صحیح ہے کہ انسان

حضرت مسیح موعودؑ کے کشف میں نظام نو کی تعمیر کا ذکر

قرآن کہتا ہے کہ تم اقتصادی۔ تعلیمی زرعی، صنعتی اور دیگر جملہ قسم کی ترقیاں خواہ کتنی ہی کیوں نہ کر ڈالو۔ اور ان کو آسمان تک کیوں نہ پہنچا ڈالو۔ لیکن اگر تم میں پہلے باطن اور خلق کی ترقی نہیں ہے تو ان تمام ترقیوں کا کچھ فائدہ نہیں۔ دنیا کی تمام ترقیوں پر مقدم یہ ہے کہ باطن اور اندرونی نظام انسانی کی اصلاح ہو اور اس میں ترقی کی جائے۔

خود حضرت مسیح موعودؑ کو اپنی نسبت یہ الہام ہوا اردت ان استخلف فخلقت آدم۔ یعنے خدا تعالے کا ارشاد ہے کہ ہم نے اس زمانہ میں اپنی نیابت چاہی تو تمہیں بطور آدم ثانی پیدا کر کے کھڑا کیا۔ جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ اگر تم کوئی اور ارفع جنتی نظام محبت، صلح اور مساوات پیدا کرنا چاہتے ہو تو اے لوگو اور اے مسلمانو! وہ تمہاری باطنی زندگی اور اس کی صالحیت اور تطہیر میں مضمر ہے اگر اس نظام نو کی تعمیر و ترقی پر تمہاری توجہ ہو تو دوسرے بیرونی نظام زندگی بھی تمہارے

بڑے معتبر ہوں گے۔ جیسے ایک حدیث میں ذکر ہے کہ انسان کے اندر گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر وہ صحیح ہو جائے تو سب کچھ درست ہو جاتا ہے۔ اگر اسی میں فساد برپا ہو جائے تو دوسری کوئی درستگی فائدہ مند نہیں ہو سکتی یہ انسانی روح اور اس کے اندر کے نظام اسکی خواہشات دنیاتت کی طرف اشارہ ہے اگر ہماری روحوں کے اندر نفس پرستی گھر کر گئی ہو تو کوئی حکومت یا قانون اس کو درست نہیں کر سکتے صرف اور صرف خدا کے کلام پر یقین اور اس پر عمل پیرا ہونے کے ذریعہ ہی پیدا ہو سکتی ہے۔

فرقانی نظریۂ حیات اور اشتراکی و سرمایہ دارانہ نظریۂ حیات میں فرق۔

یہ وہ مرکزی نکتہ ہے جو قرآن کریم بطور اصول پیش کرتا ہے۔ مارکس کو تو یہی سوجھی کہ روٹی کے گرد دنیا کے مسائل گھومتے ہیں۔ مگر فرقان حمید کی تعلیم نے بتلایا ہے کہ خدا، اس کے کلام اور اخلاق فاضلہ یعنے انسان کے اعلےٰ باطنی نظام کے گرد دنیا کے مسائل گردش کرتے ہیں اگر ہمارے قلوب اس یقین سے سرشار ہو جائیں اور اور اگر ہم اس بات کو وسیع پیمانہ پر پھیلا دیں اور ہمارے اعمال سے بھی یہی اصول مترشح ہوں۔ تو وہ وقت دور نہیں جب حکومت الہیہ دنیا پر قائم اور جاری و ساری ہو جائے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے وقت میں جماعت احمدیہ کی نیات و اعمال ایسے ہو گئے تھے۔ کہ لوگ ایمان و اخلاق اور رحمت و رافت کے پیکر نظر آتے تھے۔ اگر آج پھر ہم یقین، و ذوق سے باطنی اور روحانی نظام کے پیغام کو عام کرنے کی مؤثر سعی کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوں۔

جب یہ ہمارا دعوےٰ ہے کہ پاکستان اسلامی مملکت ہے اور اسے اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے تو کیا ہماری حکومت کے سامنے یہ مرکزی نکتہ ہے؟ میں نہیں کہتا کہ یہ صرف حکومت کا ہی کام ہے۔ یہ کام تو بے شک خدا نے اپنے نبیوں اور ماموروں سے لیا ہے اور یہ ربانی لوگوں کا کام ہے۔ مگر ہمارا جب یہ دعوےٰ ہو کہ ہماری حکومت اسلامی ہے۔ تو کیا اسکو ایسا نظام پیدا کرنے میں کوشاں نہیں ہونا چاہیئے جو اسلامی ہو۔ حکومت کے پیش نظر۔ اقتصادی۔ زرعی۔ تعلیمی۔ قانونی۔ صنعتی اور دوسری قسم کی تمام دنیاوی ترقیوں کے ساتھ یہ منصوبہ بھی ہونا چاہیئے کہ ہم نے مملکت، پاکستان کی مسلمان قوم میں سے بہتر سے بہتر انسان پیدا کرنے ہیں۔ جن کی زندگیاں صحیح اسلامی سانچے میں ڈھلی ہوں۔ جن کو خوفِ خدا اور مخلوق خدا سے شفقت کا احساس ہو۔ لیکن اس کی طرف کم توجہ ہے۔ جتنا یہ مشکل کام ہے۔ اتنی ہی اس کی طرف ہماری توجہ بھی کم ہے۔ یہ ہماری بڑی بدقسمتی ہے۔

بعض دوست مشکلات اور پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ ہمارے عزیز دوست میاں فاروق احمد صاحب ان دنوں مشکلات میں ہیں۔ ان کے لئے درد دل سے دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ان کا حامی ناصر ہو۔

دیگر احباب جو مختلف عوارض میں مبتلا ہیں، اور مشکلات میں ہیں ان کیلئے بھی دردِ دل سے دعا کریں۔ اور اوکاڑہ کی اراضیات پر فساد ہوا تھا۔ اس مقدمہ کی سماعت کل ہونا ہے۔ اس سلسلہ میں بھی دعا کریں کہ خدا حق و صداقت بات کو فتح دے اور انصاف کو قائم کرے

بقیہ مقالہ

(بسلسلہ صفحہ ۳)

صاحب مسیح موعودؑ کا بیان کہ "انہیں یہ کہکر بچا لیا گیا کہ اس کی تو جان نکل گئی" کس قدر واقعات پر مبنی ہے، آج خود مسیحی محققین کا اس کفن کے نشانات سے جو صلیب سے اتارے جانے کے بعد انہیں پہنایا گیا یہ ثابت کرنا کہ مسیح صلیب سے زندہ اتارے گئے۔ ایک طرف مسیحی عقیدہ کفارہ کو غلط ثابت کرتا ہے اور دوسری طرف مسلمانوں کے اس عقیدہ کی کہ وہ آسمان پر زندہ اٹھائے گئے غلطی کو واضح کرتا ہے یہ حضرت مرزا صاحب کی کسرِ صلیب کا ایک کھلا نشان ہے۔ کاش ہمارے سادہ لوح مسلمان اس واضح نشان کو دیکھ کر حضرت امامِ وقت کو شناخت کر سکیں ؛

پیغام صلح میں اشتہار دیکر کاروبار کو ترقی دیں

مرتبہ

بشیر احمد سوز

غیر مسلم مصنفین کی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے متعلق آراء

زاہد تنگ نظر نے مجھے کافر جانا ہے اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلمان ہوں میں

— "احمدیت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی .... لاہور کی جماعت جو زیادہ کام کرنے والی ہے اس نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ مغربی دنیا میں اسلام پیش کرنے میں کہاں تک کامیابی ہو سکتی ہے .... ترجمہ قرآن کا انگریزی ایڈیشن جو ۱۹۱۹ء میں شائع ہوا ایک نئی روشنی کے آدمی کی تصنیف ہے .... اس احمدیہ ترجمہ کا پہلا کام یہ ہے کہ وہ مقامات جن پر اعتراض ہوتا ہے انہیں صاف کیا جائے .... دوئم مترجم نے یہ ثابت کرنے کے لئے بڑا زور لگایا ہے کہ اسلام ایک اعلیٰ وارفع مذہب ہے تیسرے وہ مسیحی مذہب کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے"۔ (انفلوئنس آف اسلام صفحہ ۱۰۹)

— "لاہور کی جماعت جو قادیانی جماعت سے الگ ہو گئی ہے اس وجہ پر کہ وہ بانی سلسلہ کو محض مجدد تسلیم کرتے ہیں نہ کہ نبی وہ اسلامی رائے عامہ کو زیادہ پسند ہیں .... ان کا اثر اس سے بہت زیادہ وسیع ہے جو ان کی تعداد سے قیاس ہو سکتا ہے۔ ان کی اسلام کی دفاعی خدمات اور اس کی حفاظت کو بہت سے تعلیمیافتہ مسلمان قبول کرتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ یہی ایک صورت ہے جس میں وہ عملی رنگ میں اسلام کے وفادار رہ سکتے ہیں"۔ (مسلم ورلڈ جلد ۲۱)

— "مسلمانوں میں فرقہ جھگڑوں کی روح جو عام طور پر سرایت کر گئی ہے۔ اس میں ایک دلچسپ استثناء احمدی ہیں، وہ صرف مذہبی اشاعت پر سارا زور صرف کرتے ہیں۔ اور سیاست سے الگ رہتے ہیں .... اس بارے میں موجودہ اسلام میں ایک قابلِ ذکر گروہ ہے جس کے مقاصد محض تبلیغی ہیں .... ان کی توجہ زیادہ تر اس بات پر مرکوز ہے کہ اسلام ہی صرف ایک مذہب ہے جو عقل اور فطرت کے مطابق ہے، یورپ میں عیسائیت کی نازک حالت سے انہیں بہت سا ایسا سامان مل جاتا ہے جس سے وہ اس مذہب کی عیب چینی کرتے اور اسلام کی بہت تعریف کرتے ہیں"۔ (مسلم ورلڈ جلد ۱۲ صفحہ ۱۷۰)

— "احمدیہ جماعت کو یقین ہے کہ یہ اسلام مغربی اقوام کو اپیل کر سکتا ہے۔ یہی اپیل جو اس وقت بھی ایک حد تک کامیاب ہو چکی ہے۔ اگر یہ خیال کیا جائے کہ یہ کامیابی کوئی بڑی نہیں تو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ خود برصغیر ہندوستان میں بھی جہاں مسلمان قوم اس کثرت سے ہے کہ دوسرے کسی ملک میں اتنی نہیں۔ اشاعت اسلام کی ابتداء نہایت آہستہ ہوئی تھی"۔ (اسلام ایٹ دی کراس روڈز صفحہ ۱۰۸)

— "اسلام میں صرف ایک ہی فرقہ ہونے کے لحاظ سے جس نے اسلام کو انگلستان میں پھیلانے کی کوشش کی ہے یہ (احمدیہ انجمن اشاعت اسلام) خاص طور پر دلچسپ ہے۔ (اسلام ایٹ دی کراس روڈز ص ۹۹)

— "اس وقت احمدیہ جماعت دنیا میں سب سے زیادہ اشاعت اسلام کرنے والی جماعت ہے"۔ (انڈین اسلام صفحہ ۲۱۶)

— "احمدیت اس بات کا فیصلہ کر چکی ہے کہ پیغمبر کے کیرکٹر کو ہر ایک الزام سے پاک ثابت کرے"۔ (انفلوئنس آف اسلام صفحہ ۱۰۹)

— "اس تحریک کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے موجودہ حالات کے مطابق ایک نیا علم کلام بھی پیدا کر لیا ہے جو عقل اور فطرت کے مطابق ہے" (ماڈرن اسلام ص ۳۵۳)

— "یہاں ہم عیسائیت کے خلاف نئے سے نیا اور جارحانہ پروپیگنڈا پاتے ہیں جو کبھی پیدا ہوا ہو۔ اور یہاں سے ایک عالمگیر نظام بیرونی مشنوں کا قائم کیا گیا ہے" (انڈین اسلام ص ۲۳۹)

سید غلام مجتبیٰ صاحب کراچی

میرے چند تاثرات زندگی

علامہ اقبال مرحوم و مغفور اپنے کلام میں ایک جگہ فرماتے ہیں :-

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی

پورے وثوق سے میرے جیسے کم علم آدمی کے لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ ان کے ذہن میں پس منظر کیا تھا۔ بہرحال مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ علامہ مرحوم کی دُوربین نگاہ نے اپنے ذاتی وسیع علم اور مشاہدہ کی بنا پر انسان کی اخلاقی گراوٹ کا نظارہ جو اب ہماری آنکھوں کے سامنے ہے ذہنی طور پر محسوس کر لیا ہوگا مجھ جیسے معمولی انسان نے اپنی ۶۰ سالہ زندگی میں بتدریج یہ مشاہدہ کیا ہے کہ ہم دن بدن اخلاقیات میں اکثر انحطاط کی طرف جا رہے ہیں اور خدا نخواستہ اگر یہی صورت حال جاری رہی تو ہمارا بھی وہی انجام ہوگا جو پہلی قوموں کا ہوا جنہوں نے اپنے دَور میں اپنے قیمتی وقت کو محض لہو و لعب میں ضائع کیا۔

اکثر سننے میں آتا ہے کہ اگر صبح کا بھولا شام کو گھر واپس آجائے تو اسے بھولا ہوا نہیں کہنا چاہیئے ہمذا اب بھی اگر ہم زندگی کی صحیح راہوں پر گامزن ہو جائیں تو ہمارا مستقبل بہتر اور شاندار ہو سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک کامیاب زندگی بسر کرنے کے لئے تگ و دو کی سخت ضرورت ہوتی ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے :- لیس للانسان الا ما سعیٰ اس نظریہ کے پیش نظر میں اس کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اولاد کی صحیح تعلیم اور تربیت کے لیئے جس قدر سعی و کوشش کی آج ضرورت ہے شاید پہلے کبھی نہ تھی۔ اس کی ذمہ داری فی الحقیقت والدین پر ہی عائد ہوتی ہے ان کا فرض اولین ہے کہ وہ زمانے کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت کا تسلی بخش انتظام کریں تاکہ ان کی جسمانی اور ذہنی نشو و نما احسن طور پر ہو۔ اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ والدین کو اس مقصد کے حاصل کرنے میں ہر قسم کی قربانیاں دینی پڑتی ہیں جس سے کوئی بھی خوددار انسان چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتا۔ جو والدین اولاد کی پوری پوری نگرانی نہیں کرتے ان کے بچے بالخصوص کم سن بچے غلط معاشرہ کے زیر اثر کئی قسم کی غلطیوں کا شکار ہو جاتے ہیں جس کے بد نتائج سے بچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ موجودہ زمانے کے دانشور خواہ مغربی ہوں یا مشرقی اب اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ سینما ہال میں جنسیاتی ڈرامے اور مرد و عورت کی عریاں تصاویر بالخصوص چھوٹی عمر کے بچوں کے اخلاقی انحطاط کا بڑا بھاری سبب ثابت ہو رہی ہیں۔ ہمارے معاشرہ میں تاحال لڑکی کی پوزیشن زیادہ نازک ہے لہذا کمسن بچیوں کو جن کی دماغی نشو و نما پختگی تک نہیں پہنچی اور وہ والدین کی توجہ اور نگہداشت کی زیادہ محتاج ہیں انہیں اس قسم کے مضر اثرات سے بچانا نہایت ضروری ہے۔ ایک اور امر جو قابل ذکر ہے یہ ہے کہ یہ دیکھ کر بڑی کوفت ہوتی ہے کہ قوم کا نوجوان طبقہ جنہوں نے آئندہ قوم کی باگ ڈور سنبھالنی ہے۔ محنت و مشقت اور خودداری کی اقدار سے آہستہ آہستہ دور ہوتا جا رہا ہے اور علامہ اقبالؒ کے مندرجہ ذیل کلام کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہا وہ فرماتے ہیں :-

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

بسا اوقات دیکھنے میں آیا ہے کہ قوم کا نوجوان طبقہ جو تعلیمی قابلیت کے بل پر ترقی کر کے اچھے عہدوں پر مامور ہو جاتے ہیں بجائے اس کے کہ وہ محض اپنے دست بازو پر بھروسہ کر کے اپنے تمام رجحانات کو انسانیت کی سطح بلند کرنے پر لگائیں صرف اپنی دولت میں اضافہ کرنے کے لئے انسانی اقدار کو پس پشت ڈال دیتے ہیں جو آخر کار آہستہ آہستہ مفقود ہو جاتی ہیں۔ اور قوم خسارے میں رہ جاتی ہے۔ اب سوچنا یہ ہے کہ آیا ہمیں اس قسم کے ماحول سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے یا خواہشمندانِ دولت کی آواز سے خوفزدہ ہو کر اسی نقصان دہ رَو میں بہہ جانا چاہیئے۔ ظاہر ہے کہ کوئی بھی سنجیدہ اور ذی فہم انسان اس قسم کے خیالات کی اتباع کرنے کو جائز اور مناسب قرار نہیں دے گا۔ جس پر عمل پیرا ہونے سے سوائے رسوائی اور بربادی کے کوئی بھی خوشگوار نتیجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو راہ مستقیم پر قائم و دائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ انسانی زندگی کے جو اللہ تعالےٰ کا فضل عظیم ہے مفاد سے مستفید ہوتے رہیں۔ آمین ثم آمین

قرآن کریم کی تعلیم بالکل سادہ اور صاف ہے ضرورت ہے کہ عام ذہنی سطح کے انسانوں کو خواہ مخواہ کی الجھنوں میں ڈال کر ان کو ذہنی پریشانیوں میں نہ ڈالا جاوے۔ موٹے موٹے اصول زندگی سمجھا کر ایک پُر امن معاشرہ قائم کرنے کی تلقین کی جاوے اور قرآن کریم کی تلقین کے مطابق لیئے واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا۔ قوم کے افراد کو اسلام کے جھنڈے تلے جمع کیا جائے۔ اور موجودہ علوم میں حتی المقدور دسترس حاصل کرنے کی ترغیب دی جائے۔

زندگی کی تمام تر جسمانی اور روحانی خوشگواریاں حاصل کرنے کی سعی ہو، نیز حفاظتی تدابیر اختیار کر کے دشمن کے ارادوں کو ناکام کیا جائے۔ اور گورنمنٹ کے ساتھ پورا پورا تعاون کیا جائے۔ اللہ تعالےٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین

میرا روئے سخن سب سے پہلے میرے اپنے اہل کنبہ کی طرف ہے بعد ازاں میرے تمام مسلمان بھائیوں، بہنوں اور بچیوں کی خدمت میں یہ بطور عرضداشت کے ہے جو محض انسانی ہمدردی پر مبنی ہے، جو میرے دل کی گہرائیوں سے اٹھی ہے

وما علینا الا البلاغ -

خاکسار سید غلام مجتبیٰ عفی اللہ عنہ

17 - B - BLOCK - 6,
P.E.C.H
SOCIETY
KARACHI — 29

کامیابی اور عطیہ

محترمہ سرور چوہدری (بیوہ چوہدری محمود احمد صاحب)

دارالفضل بستی رحمت پورہ اوکاڑہ نے امسال سی ٹی ہوم اکنامکس کا امتحان دیا۔ ۸۰۴ نمبر لیکر سارے بورڈ میں اول پوزیشن حاصل کی ہے۔ محترمہ نے اس خوشی میں مبلغ دس روپے اشاعت اسلام کے لئے عطیہ مرحمت فرمایا ہے بزرگانِ سلسلہ محترمہ کی ترقی کے لئے دعا فرمائیں۔

(طارق محمود رحمان کالونی اوکاڑہ)

انسان کی دُنیوی اور اُخروی زندگی

(بسلسلہ صفحہ ۸)

قرآن پاک مہیا کرتا ہے۔

قرآن کریم دنیا کی ہر ایک قوم کی طرف اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہادی۔ نذیر اور رسول کا آنا بیان کرتا ہے۔ اور اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے دعوے ایمان و اسلام میں تبھی سچے ثابت ہو سکتے ہیں۔ جبکہ وہ حضرت رسول کریم صلعم کے ساتھ تمام سابقہ رسولوں پر ایمان لائیں۔ اس طرح قرآن پاک جملہ بنی نوع انسان میں رشتۂ اخوت مضبوط کرتا ہے قرآن کریم اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے کہ جملہ اقوام عالم کو باواز بلند کہہ دو کہ اے لوگو آؤ اس امر پر جمع ہو جاویں، جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے۔ اور مشترک کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم سب کا ایک خدا ہے۔ ہم سب انسان ہیں۔ ایک مرد عورت سے پیدا کئے گئے ہیں۔ ہماری زندگی کے اسباب مشترک ہیں، موت سے ہم سب کو دوچار ہونا ہے۔ رنگ کا اختلاف فطری اختلاف نہیں ہے اس کا سبب مختلف قسم کی آب و ہوا میں پرورش پانا ہے : اور نسل۔ ذات پات امارت اور غربت اس کا موجب نہیں۔ قرآن کریم جملہ بنی آدم کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی بنیادیں مہیا کر رہا ہے۔ ضرورت ہے کہ ان سے استفادہ حاصل کر کے گلشن انسانیت کو سرسبز و شاداب کیا جائے اور موجودہ دنیا کو جو کہ اس وقت جہنم کا منظر پیش کر رہی ہے جنت بنادیں اے خالق کائنات جملہ اقوام کے مفکرو مدبر علمائے کرام کو اس امر کی توفیق بخش کہ وہ تیری کامل ترین معقول ترین زندگی بخش تعلیم قرآن پاک پر عمل پیرا ہو کر تخلیق کائنات کے مقدس نصب العین کو پورا کریں آمین ثم آمین۔

حاجی غلام مصطفٰے
انچارج احمدیہ مسلم مشن صوبہ سرحد

ولادت اور عطیہ

شیخ عبدالسلام صاحب جڑانوالہ کو اللہ تعالیٰ نے پوتا عطا کیا ہے۔ شیخ صاحب نے -/۵ روپے بغرض اشاعت قرآن خزانہ انجمن میں جمع کرائے ہیں وہ نومولود کی سالگرہ [illegible] احباب سے دعا کی درخواست کرتے ہیں

مجلس طلبۂ اسلام کا

احمدیت کے خلاف معاندانہ پروپیگنڈا

(۳)

اعتراض ۳

"مرزا غلام احمد کو سیدنا عیسٰے ابن مریم علیہما السلام کی ذات سے کوئی خدا واسطے کا بغض اور عناد ہے اسی لئے آپ کی طرف ایسے گناہ منسوب کئے ہیں جن سے ایک شریف آدمی کو گھن آتی ہے۔

آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔

آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔

آپ نے انجیل کی تعلیمات یہودیوں سے چرائی ہیں۔

آپ کے ہاتھ میں سوائے مکر و فریب کے اور کچھ نہ تھا۔

آپ کی تین دادیاں اور نانیاں زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں اسی لئے آپ کا کنجریوں سے میلان اور محبت تھی۔

(یہ تمام باتیں ضمیمہ انجام آتھم میں موجود ہیں ص ۵-۶-۷-۸)"

غور کیجئے حضرت مرزا صاحبؒ خود تو اپنے آپ کو مثیل مسیحؑ کہتے ہیں، پھر اگر مسیح علیہ السلام ان کے نزدیک اس قسم کے تھے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے تو وہ ان کے مثیل ہونے کی وجہ سے خود کیا ہوئے؟ کیا کوئی شخص کسی کو بد سمجھتے ہوئے یہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی اس جیسا ہوں۔

یہ غلط فہمی ہے یا جان بوجھ کر بات پھیلائی گئی ہے، کہ حضرت مرزا صاحب نے حضرت عیسٰے ابن مریم علیہما السلام کو جنہیں قرآن کریم میں **رسولاً الی بنی اسرائیل** کہا گیا گالیاں دیں یا برا بھلا کہا ہے۔ اسی انجام آتھم میں جس کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے ذیل کا اعلان موجود ہے:۔

"یاد رہے کہ یہ ہماری رائے اس یسوع کی نسبت ہے جس نے خدائی کا دعوے کیا اور پہلے نبیوں کو چور اور بٹمار کہا اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بجز اس کے کچھ نہیں کہا کہ میرے بعد جھوٹے نبی آئیں گے **ایسے یسوع کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں**"

(انجام آتھم ص ۹)

ایسا ہی اپنی کتاب نور القرآن میں حضرت مرزا صاحبؒ لکھتے ہیں:۔

"ہمارا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام پر نہایت نیک عقیدہ ہے اور ہم دل سے یقین رکھتے ہیں کہ **وہ خدا تعالے کے سچے نبی اور اس کے پیارے تھے** ...... ہم ان کی حیثیت کے موافق ہر طرح ان کا ادب ملحوظ رکھتے ہیں لیکن عیسائیوں نے جو ایک ایسا یسوع پیش کیا ہے جو خدائی کا دعوے کرتا تھا اور بجز اپنے نفس کے تمام اولین و آخرین کو لعنتی سمجھتا تھا یعنی ان بدکاریوں ...... کا مرتکب خیال کرتا تھا جن کی سزا لعنت ہے ایسے شخص کو ہم بھی رحمت الٰہی سے بے نصیب سمجھتے ہیں۔ **قرآن نے ہمیں اس گستاخ اور بے ادب یسوع کی خبر نہیں دی۔** .... سو ہم نے اپنے کلام میں ہر جگہ عیسائیوں کا فرضی یسوع مراد لیا ہے اور خدا کا ایک عاجز بندہ عیسیٰ ابن مریم جو نبی تھا جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے وہ ہمارے درشت مخاطبات میں ہرگز نہیں ہے۔" (نور القرآن سرورق ص ۲)

اسی قسم کے اعلانات آپ نے بار بار اپنی کئی کتابوں میں کئے ہیں، مثلاً آریہ دھرم آخری صفحہ سرورق، ایام الصلح سرورق ص ۲ جنگ مقدس ص ۵ کتاب البریہ ص ۹۳۔ باوجود اس کے یہ کہنا کہ آپ نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کو گالیاں دیں اور ان کی توہین کی ہے، کس قدر ناحق بیانی اور کتنی بڑی زیادتی ہے۔

اس قسم کے الزامی جواب صرف حضرت مرزا صاحبؒ ہی کی تحریرات میں نہیں، بلکہ بعض دوسرے مسلمان متکلمین مثلاً عارف باللہ مولانا رحمۃ اللہ مرحوم اور علامہ سید آل حسن نے بھی اناجیل کی بناء پر ایسے ہی الزامی جوابات عیسائیوں کو ... دیئے ہیں، ملاحظہ ہو ازالۃ الاوہام مصنفہ مولانا رحمۃ اللہ مرحوم و استفسار مصنفہ سید آل حسن صاحب اور جناب [illegible] بی اے ایڈیٹر اخبار مدینہ بجنور نے عیسائیوں کو جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:۔

"جن حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف قرآن میں دعوت دی گئی ہے ان کو اس مسیح سے کوئی دور کی نسبت بھی نہیں، جن کو انجیل میں پیش کیا گیا ہے اور جن پر نہ صرف عیسائیوں نے بلکہ یہودیوں نے بھی بد ترین قسم کے الزامات لگائے ہیں"

ان شواہد کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہاں تک جائز ہے کہ حضرت مرزا صاحبؒ نے حضرت عیسٰے ابن مریمؑ کی توہین کی ہے، وہ تو ان کو خدا کا سچا اور پیارا نبی یقین کرتے ہیں۔

اعتراض ۴

مرزا صاحب نے انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر اپنی شان بیان کی ہے:۔

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفاں نہ کمترم زکسے
آنچہ داد است ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بتمام
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین
ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

ان اشعار میں کیا حضرت مرزا صاحبؒ نے انبیاء علیہم السلام پر اپنی فضیلت بیان کی ہے، یا اپنی شان ان سے بڑھ کر بتائی ہے؟ ہرگز نہیں، ان میں اس یقین اور معرفت کا ذکر ہے جو ہستی باری تعالےٰ کے متعلق انبیاء علیہم السلام کو دی گئی۔ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے بھی وہی یقین اور معرفت عطا ہوئی ہے یہ نہیں فرمایا کہ مجھے ان سے بڑھ کر ملی ہے، انبیاءؑ کی طرح یقین اور معرفت پانا اس میں کونسی قباحت لازم آتی ہے۔ اور یہ کس قدر غلط بیانی ہے کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر اپنی شان بیان کی ہے۔

داخلہ
ادارہ تعلیم القرآن لاہور

میٹرک پاس یا میٹرک کے برابر عربی تعلیم کے حامل احمدی نوجوان جو دینی تعلیم حاصل کرنا چاہیں وہ دو سالہ کورس میں داخلہ کے لئے مقامی جماعت کے سیکرٹری صاحبان کی معرفت اپنی اپنی درخواستیں معہ مصدقہ نقول سرٹیفکیٹ تعلیم چال چلن زیر دستخطی کو مورخہ ۱۵ ستمبر ۶۹ء تک ارسال کر دیں۔ نصاب میں قرآن و حدیث، دیگر علوم دینیہ اور سلسلہ احمدیہ کی تعلیم شامل ہے، کامیاب امیدوار کو حسب لیاقت و ضرورت انجمن ہذا کے تبلیغی و تعلیمی شعبوں میں تعینات کیا جا سکے گا۔ وظیفہ حسب استعداد دیا جائے گا۔ رہائش اور تعلیمی کتب ادارہ حسب ضرورت مہیا کرے گا۔

آنریری جنرل سیکرٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
احمدیہ بلڈنگس لاہور

ضرورت کتاب

دار المطالعہ احمدیہ لاہور کے لئے کتاب "مکمل احمدیہ پاکٹ بک"۔ مؤلفہ ملک عبد الرحمن آف گجرات کی ضرورت ہے۔ جو صاحب فروخت کرنا چاہیں وہ پتہ ذیل پر خط و کتابت فرمائیں:۔

آنریری جنرل سیکرٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
احمدیہ بلڈنگس لاہور

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں

غلام مصطفےٰ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن جموں

قرآن میں انسان کی دنیوی اور اخروی زندگی کے عروج و کمال کی راہ

علماء و مفسرین نے قرآن کو قرءٌ — قراءۃٌ اور قرنٌ سے ماخذ قرار دیا ہے۔ اس طرح قرآن کے معنے جمع ہوتے کے ہیں اور قراءۃٌ کے معنے پڑھی ہوئی چیز کے ہیں قرنٌ کے معنے ملنے اور ساتھ رہنے کے ہیں۔ یہ تینوں معانی قرآن کریم پر صحیح طور پر صادق آتے ہیں، کیونکہ قرآن کریم نے اولین و آخرین کے علوم کو جمع کیا ہے۔ اور دین و دنیا کا کوئی بھی ایسا علم نہیں ہے۔ جو قرآن مقدس میں موجود نہ ہو۔

اس قرآن پاک نے تمام بکھرے ہوئے لوگوں کو ایک ہی تنظیم ایک ہی اصول اور ایک ہی قانون کے تحت جمع ہونے کی ایک جامع سکیم عوام کے سامنے رکھی ہے۔ جس کی وجہ سے ہندی، سندھی اور عربی، عجمی جمع ہو کر مسلمان کہلائے۔ جس طرح قرآن کریم پڑھا گیا یا پڑھا جاتا ہے۔ اس طرح کوئی بھی دینی یا دنیاوی کتاب نہ پڑھی گئی اور نہ پڑھی جاتی ہے۔ قرآن کریم کو نہ صرف مسلمانوں ہی نے پڑھا ہے اور پڑھتے ہیں۔ اس کو قرآن اس لئے بھی کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ حق و صداقت ہے اور اس کی آیتوں اور سورتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ربط اور میل ملاپ ہے۔

قرآن میں عقائد، اعمال، اخلاق، سیاسیات، عبادات اور معاملات تمام جمع ہیں۔ اور اس کی فصاحت و بلاغت اور اس کی ملتِ بالا تعلیم نے مسلمانوں اور سنجیدہ اور فہمیدہ غیر مسلموں کے دلوں میں جگہ کرلی ہے۔ قرآن کریم مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبہ میں ساتھ ساتھ رہ کر ان کی صحیح رہنمائی کرتا ہے۔ صرف دنیاوی زندگی ہی میں نہیں اخروی زندگی کے لئے بھی اس کی رہنمائی کا دامد ہے۔

اس کا ایک نام فرقان بھی ہے۔ جو کہ فرق سے بنا ہے چونکہ قرآن کریم حق و باطل جھوٹ سچ، مومن و کافر، حلال و حرام میں فرق کرنے والا ہے۔ اس لئے اس کو فرقان بھی کہتے ہیں۔ اس وقت بنی نوع انسان کی کل تعداد تین ارب سے زیادہ ہے۔ اور یہ تعداد دو گروہوں میں بٹی ہوئی ہے۔ ایک گروہ وہ ہے جو کہ اس کائنات کے خالق و مالک کو مانتا ہے اور اس کو ہندی اصطلاح میں آستک اور اسلام کی اصطلاح میں مسلم کہتے ہیں۔

دوسرا گروہ وہ ہے، جو کہ اس کائنات کے خالق و مالک سے انکاری ہے اور اپنی عقل کی بناء پر سمجھتا ہے کہ اس کا کوئی خالق و مالک نہیں ہے یہ کائنات خود بخود بنتی ہے۔ اور اس کی تعمیر و تخریب کا قانون ہمیشہ ہمیشہ جاری و ساری ہے۔ اس گروہ کو ہندی اصطلاح میں ناستک اور اسلام کی اصطلاح میں دہریہ کہتے ہیں۔ آستک یا مسلم گروہ باوجود اس امر کے کہ کائنات کا ایک خالق و مالک ہے۔ مذہبی نقطہ نگاہ سے متعدد گروہوں میں منقسم ہے ان گروہوں میں ایک گروہ وہ ہے جو کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو آخری نبی اور قرآن مقدس کو آخری کتاب یقین کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات میں کسی چیز کو اس کا شریک نہیں سمجھتا۔ وہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات ازلی و ابدی ہے لیکن نبوت و رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔

بجا طور پر سوال کیا جا سکتا ہے کہ قانون ارتقاء کے مطابق کیا بنی آدم کو مزید ترقی یافتہ قانون یا تعلیم کی ضرورت نہیں —

جواب یہ ہے کہ جس حالت میں بنی نوع انسان کی انتہائی ترقی و عروج کی راہیں قرآن کریم کی تعلیم میں موجود ہیں اس کے بعد کسی ارتقائی قانون یا تعلیم کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی، مثلاً قرآن کریم کامل ترین توحید الٰہی کی تعلیم دیتا ہے کسی دوسرے مذہب میں ایسی خالص توحید کی تعلیم نہیں پائی جاتی۔ کچھ نہ کچھ شرک کا حصہ ان میں موجود ہے۔ اس ضمن میں دو بڑے مذاہب . . . . کی مثال دی جاتی ہے۔ ہندو مذہب میں خدا، روح اور مادہ تینوں ازلی ابدی ہیں معلوم ہوا کہ خدا کی ازلیت اور ابدیت میں روح اور مادہ شریک ہیں اسی طرح عیسائی مذہب میں خدا، بیٹا اور روح القدس یا خدا، بیٹا اور بیٹے کی ماں، خدائی میں شریک ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ خالص توحید کی تعلیم صرف

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

شمولیت سلسلہ

حسب ذیل احباب و خواتین حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر (دستی یا بذریعہ خط) بیعت کر کے جماعت احمدیہ لاہور میں شامل ہوئے ہیں:—

۱۔ غلام رسول صاحب گورنمنٹ کالج ڈیرہ غازی خاں۔ انہوں نے اپنی مرضی سے جماعت احمدیہ لاہور میں شمولیت اختیار کی ہے۔ پہلے وہ جماعت ربوہ سے تعلق رکھتے تھے، کچھ عرصہ ہوا وہاں سے بیزار ہو کر یہاں آ گئے، اب باقاعدہ جماعت احمدیہ لاہور میں شامل ہو گئے ہیں
۲۔ علی اکبر صاحب ولد صدیق احمد صاحب جنڈ ہالہ ڈاکخانہ جلالپور جٹاں ۔ ۔ ۔ گجرات
۳۔ عبدالرشید صاحب ولد محمد سلیمان صاحب مرحوم کنگھیر بانی ڈاکخانہ لسان ۔ ۔ ایبٹ آباد
۴۔ مس زبیدہ چوہدری دختر چوہدری جلال الدین صاحب میڈیکل کالج زنانہ ہوسٹل چٹاگانگ
۵۔ خوالہ عالم دختر لفٹننٹ کمانڈر مرغوب عالم صاحب ۔ ۔ ۔ چٹاگانگ
۶۔ ندیم عالم ولد 〃 〃 〃 〃
۷۔ نوید عالم 〃 〃 〃 〃
۸۔ تنویر عالم 〃 〃 〃 〃
۹۔ فاروق عالم 〃 〃 〃 〃
۱۰۔ مسز رابعہ عالم صاحبہ بیگم لفٹننٹ کمانڈر مرغوب عالم صاحب ۔ ۔ 〃 〃
۱۱۔ عبدالرحیم صاحب آزاد کشمیر۔ ڈاکخانہ پلیندری متصل باولی۔ آزاد کشمیر
۱۲۔ فخر الاسلام صاحب ولد محمد شفیع صاحب پھالیہ ۔ ۔ ۔ گجرات
۱۳۔ محمد فاروق اعظم صاحب ولد چوہدری رحمت علی صاحب ۔ ۔ ۔ لاہور
۱۴۔ حافظ مطیع الرحمان صاحب ولد عبدالحق صاحب منشی۔ بہادر پور ۔ ۔ ڈھاکہ
۱۵۔ محمد مفتاح ادیلارتی ولد عبدالغزالی ۔ ۔ ۔ نائجیریا
۱۶۔ مسٹر فرید احمد ولد مسٹر غلام رسول چوہدری صاحب ۔ ۔ ۔ چٹاگانگ
۱۷۔ مسٹر عزیز الرحمٰن ولد مسٹر فضل الرحمٰن بینک سروس ۔ ۔ ۔ ڈھاکہ
۱۸۔ مسٹر محفوظ الرحمٰن ولد 〃 〃 〃 〃
۱۹۔ مسٹر حفیظ الرحمان ولد مسٹر کے۔ آر۔ خادم صاحب 〃 〃 〃
۲۰۔ مسٹر صالح نواز خان ولد رحیم نواز خان صاحب 〃 〃 〃
۲۱۔ محمد عبدالرحمان صاحب بھتان ولد افتخار الدین صاحب 〃 〃 〃
۲۲۔ انوری بیگم صاحبہ۔ اہلیہ محمد عبدالرحمٰن صاحب 〃 〃 〃
۲۳۔ مس پارول متعلمہ دختر لطیف الرحمٰن صاحب 〃 〃 〃
۲۴۔ مسٹر عبدالرشید ولد ضمیر الدین صاحب 〃 〃 〃
۲۵۔ شاہدہ بیگم صاحبہ اہلیہ عبدالرشید صاحب 〃 〃 〃
۲۶۔ آسمہ بیگم صاحبہ دختر عبدالرشید صاحب 〃 〃 〃
۲۷۔ مس سلیمہ بیگم صاحبہ متعلمہ۔ دختر مسٹر عبدالرشید صاحب 〃 〃 〃
۲۸۔ مسٹر عبدالرحیم (ہارون) مسٹر عبدالرشید 〃 〃 〃
۲۹۔ عبدالسمیع (مامون) ولد عبدالرشید صاحب 〃 〃 〃
۳۰۔ معصوم۔ ولد عبدالرشید صاحب 〃 〃 〃
۳۱۔ محمد زاہر صاحب ولد محمد صالح صاحب ۔ ۔ ۔ سیلون
۳۲۔ عبدالوحید صاحب آدے ولد سعد آدے لاول ملرک ۔ ۔ گھانا
۳۳۔ عبدالمتین ولد مسٹر ساجد علی مرحوم ۔ ۔ ۔ ڈھاکہ
۳۴۔ میاں حسین صاحب بھویان ولد محمد نصیر الدین صاحب۔ میمن سنگھ ۔ ۔ ڈھاکہ
۳۵۔ مسماۃ لیلا اختر اہلیہ میاں حسین بھویان۔ میمن سنگھ ۔ ۔ ڈھاکہ
۳۶۔ محمد اکرم علی پنڈت ولد قادر منشی سکول ماسٹر ۔ ۔ ۔ ڈھاکہ
۳۷۔ روزی سلطانہ دختر کے۔ آر۔ خادم صاحب ۔ ۔ ۔ ڈھاکہ

دعا ہے اللہ تعالےٰ ان سب کو استقامت بخشے اور خدمت دین کی توفیق مرحمت فرمائے۔

سادہ اور فطری مذہب

جس کی تعلیمات دلی اطمینان کا موجب ہیں

انگریز نومسلمہ مسز میری اولیو کے تاثرات

سب کو متاثر کرنے والا مذہب

سالہا سال سے دنیا کے مختلف مذاہب کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ دنیا میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے اپنے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں دونوں ہی کو یکساں طور پر متاثر کیا ہے۔ اسلام کی بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ براہ راست انسان کے قلب کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اسی لئے اس مذہب میں غیر مسلموں کے لئے غیر معمولی کشش پائی جاتی ہے

تین بنیادی باتیں

مجھے بنیادی طور پر اسلام کی جن باتوں نے متاثر کیا ہے ان میں سے پہلی بات اس کی تعلیمات کی سادگی اور ان تعلیمات کے زیر اثر مسلمانوں کی سادہ زندگی ہے اور دوسری بات یہ کہ اسلام کسی کو بھی پیدائشی طور پر گنہگار قرار نہیں دیتا اور تیسری بات یہ کہ اسلام ایک امن پسند مذہب ہے۔ وہ صرف مسلمانوں ہی کے درمیان امن برقرار نہیں رکھنا چاہتا بلکہ پوری دنیا میں امن کو برقرار رکھنے کی ذمہ داری بھی مسلمانوں پر ہی عائد کرتا ہے۔

گنہگار پیدائش ناقابل قبول

ایک ماں کی حیثیت سے میرے لئے یہ تصور ہمیشہ فکر اور پریشانی کا موجب بنا رہتا تھا کہ مائیں ہر قسم کی مصیبتیں برداشت کر کے جن بچوں کو جنم دیتی ہیں اور جن کی پرورش کرتی ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی مسیحی عقیدہ کی رو سے گناہوں سے پاک نہیں ہوتا۔ اور اس طرح دنیا میں آنے والا ہر فرد گنہگار پیدا ہوتا ہے۔ گناہوں میں زندگی بسر کرتا اور گنہگار ہی مرتا ہے اور اس کی نجات کا دارو مدار محض ان پادریوں کے رحم و کرم پر ہوتا جن میں سے بہت سوں کی معصومیت بجائے خود مشکوک ہوتی ہے۔ میرا ضمیر ان باتوں کو قبول نہیں کرتا تھا۔ لیکن بحیثیت ایک عیسائی کے میں ان کو ماننے پر مجبور تھی۔ پھر بھی میں اس گورکھ دھندے سے نکلنا چاہتی تھی۔ اسی لئے میں نے دنیا کے دوسرے عظیم مذاہب کا مطالعہ شروع کیا تھا۔

اسلام کے رو سے انسان بے گناہ پیدا ہوتا ہے

میں نے ہندو مت اور بدھ دھرم کے مطالعہ کے دوران اس بات کو محسوس کیا کہ ان دونوں مذہبوں نے انسان کے بار بار پیدا ہونے کی بات اور مختلف جسم اختیار کرنے کا جو دعوے کیا ہے وہ انسان کے پیدائشی گنہگار ہونے کے عقیدے کا ہے۔ اسی لئے یہ مذاہب اس معاملہ میں میرے شکوک کو دور نہیں کر سکے۔ ان کے برعکس اسلام ہی دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جو نہ صرف انسان کے پیدائشی طور پر بے گناہ ہونے کا یقین دلاتا ہے بلکہ اس کے نیک اعمال کی بنیاد پر اس کی پوری زندگی کو گناہوں سے پاک تسلیم کرنے کے علاوہ اسے نجات اخروی کی خوشخبری بھی سناتا ہے۔

زندگی کو نیکیوں کا مجموعہ بنانے کا ذریعہ

میں نے اسلام کے اس عقیدہ کو دنیاوی زندگی کے معیار پر جانچا اور میں اس نتیجہ پر پہنچی کہ اس عقیدہ کو ماننے والا ہر شخص عمومیت کے ساتھ گناہوں سے بچنے اور اپنی زندگی کو نیکیوں کا مجموعہ بنانے کا خواہشمند رہتا ہے اس کی یہ خواہش سماج میں اعتدال اور توازن پیدا کرتی ہے اور یہ اعتدال سماجی و انسانی ترقی کی راہ ہموار کرتا ہے۔ اسی احساس نے مجھے اسلام کے مزید مطالعہ کی طرف مائل کیا اور اس کی تعلیمات کی سادگی نے انجام کار مجھے اپنے آبائی مذہب کو ترک کر کے اس کی آغوش میں آجانے پر آمادہ کر دیا۔

فطری اور سادہ مذہب

اسلام کے مطالعہ کے دوران اس کی جانب میری کشش کی ایک بہت بڑی وجہ یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ ہندو مت اور عیسائیت کی طرح اسلام اپنی تعلیمات کے کسی حصہ کو بھی لوگوں کے کسی گروہ کے لئے مخصوص نہیں رکھتا۔ یعنی اسلام میں پنڈتوں اور پادریوں جیسے گروہ کی بالادستی موجود نہیں ہے بلکہ اس کی تعلیمات سب کے لئے عام ہیں اور وہ اتنی سادہ اور عام فہم ہیں کہ انہیں ہر شخص آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے چنانچہ اس نے اپنی تعلیمات میں سب سے زیادہ زور اس بات پر دیا ہے کہ انسان کو مذہب کے معاملہ میں فکر و تدبر سے کام لینا چاہیئے اور میں نے اس کی تعلیم سے جو نتیجہ اخذ کیا، وہ یہ تھا کہ اسلام ایک فطری اور سادہ مذہب ہے۔ یہ خصوصیت اس کی صداقت کی دلیل ہے اور وہ اپنی اسی صداقت کے بھروسہ پر ہر شخص کو اپنے عقائد اور تعلیمات کو جانچنے اور پرکھنے کی دعوت دیتا ہے۔

اسلام کی رواداری اور امن پسندی

پھر اسلام کی امن پسندی کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ جو لوگ اسے قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں، وہ ان کے خلاف بھی کوئی انتقامی کارروائی کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ وہ انہیں بھی انسانی برادری کا رکن قرار دے کر ان کے لئے تمام تر سماجی اور شہری سہولتیں بحال رکھتا ہے اور ان کے عقائد و روایات کی حفاظت بھی مسلمانوں کی ذمہ داری قرار دیتا ہے جن کو مسلمان بنیادی طور پر غلط سمجھتے ہیں۔ رواداری اور امن پسندی کی یہ ایک ایسی عجیب مثال ہے جو خود عیسائیوں کی تاریخ میں بھی نہیں ملتی۔ حالانکہ عیسائیت کو رواداری اور عفو و درگذر کا مذہب کہا جاتا ہے اور اس کے ماننے والوں کو اس بات کی تعلیم دی جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص تمہارے ایک رخسار پر تھپڑ مارے تو اس کا جواب دینے کی بجائے تمہیں اپنا دوسرا رخسار بھی تھپڑ کھانے کے لئے اس کے سامنے پیش کر دینا چاہیئے۔ اسلام نے اس قسم کی ناقابل عمل تعلیم نہیں دی بلکہ اس نے انسانی وقار اور خودداری کو برقرار رکھتے ہوئے رواداری اور امن پسندی کا جو اعلیٰ معیار قائم کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

توحید الٰہی اور رسالت کی سادہ تعلیم

اسلام کی تعلیمات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ان میں سے پہلے حصہ میں وہ تعلیمات آتی ہیں جن کا تعلق عقائد اور عبادات سے ہے اور دوسرا حصہ صرف معاملات سے تعلق رکھنے والی تعلیمات پر مشتمل ہے۔ اسلام کے عقائد سے تعلق رکھنے والی تعلیمات میں کوئی پیچیدگی نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر یقین رکھنے کی دعوت دیتا ہے اور زندگی میں ان عقائد کو کارفرما بنانے کے لئے عبادت کے ایسے طریقے بتاتا ہے جو ہر لحاظ سے سادہ مؤثر اور قابل عمل ہیں۔

توحید اور رسالت ماننے کے فوائد

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھنے کی صورت میں انسان دوسری تمام مفروضہ یا حقیقی قوتوں کے خوف سے آزاد ہو جاتا ہے اس کی ذہنی اور عملی قوتیں پوری طرح کام کرتی ہیں اور ضمیر و عمل کی اس آزادی سے پوری بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار دراصل احسان مندی کے اس گہرے جذبے کا اظہار ہے جس کی موجودگی کے بغیر انسانی سماج کا توازن اور اس کی یکجہتی برقرار نہیں رہ سکتی۔ یہ امر واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دے کر بنی نوع انسان پر جو عظیم ترین احسان کیا ہے انسان اس سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتا اور اقرار رسالت دراصل اسی کا ایک ہلکا سا اعتراف ہے۔

سادہ عبادات

اسلام کی عبادات بھی بے حد سادہ ہیں۔ ان عبادات کی ادائیگی کے لئے کسی مخصوص سامان یا ماحول کی ضرورت نہیں ہے اور ان سب میں انسانی یکجہتی، قابل برداشت نفس کشی اور زندگی کی تنظیم کا جذبہ کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

معاملات میں ایمانداری اور مساوات

اسلام کی وہ تعلیمات جو معاملات پر مشتمل ہیں انسان کو پُر امن اور ایماندارانہ زندگی بسر کرنے کی دعوت دیتی ہیں — وہ انسانی مساوات کی آئینہ دار ہیں۔ ان میں چھوٹے بڑے مسلمان اور غیر مسلم کا کوئی امتیاز موجود نہیں ہے وہ ہر شخص کو صرف انسانیت کی سطح پر مساوی درجہ کی زندگی بسر کرنے کی راہ دکھاتی ہے۔

دلی اطمینان

مجھے اسلام کی ان ہی خوبیوں نے متاثر کیا تھا مجھے اسلام قبول کئے ہوئے دس سال سے زیادہ گذر چکے ہیں اور — مجھے یہ کہتے ہوئے دلی اطمینان محسوس ہوتا ہے کہ اس تمام مدت میں کبھی ایک مرتبہ بھی مجھے اپنے آبائی مذہب کو ترک کرنے پر ندامت محسوس نہیں ہوئی۔

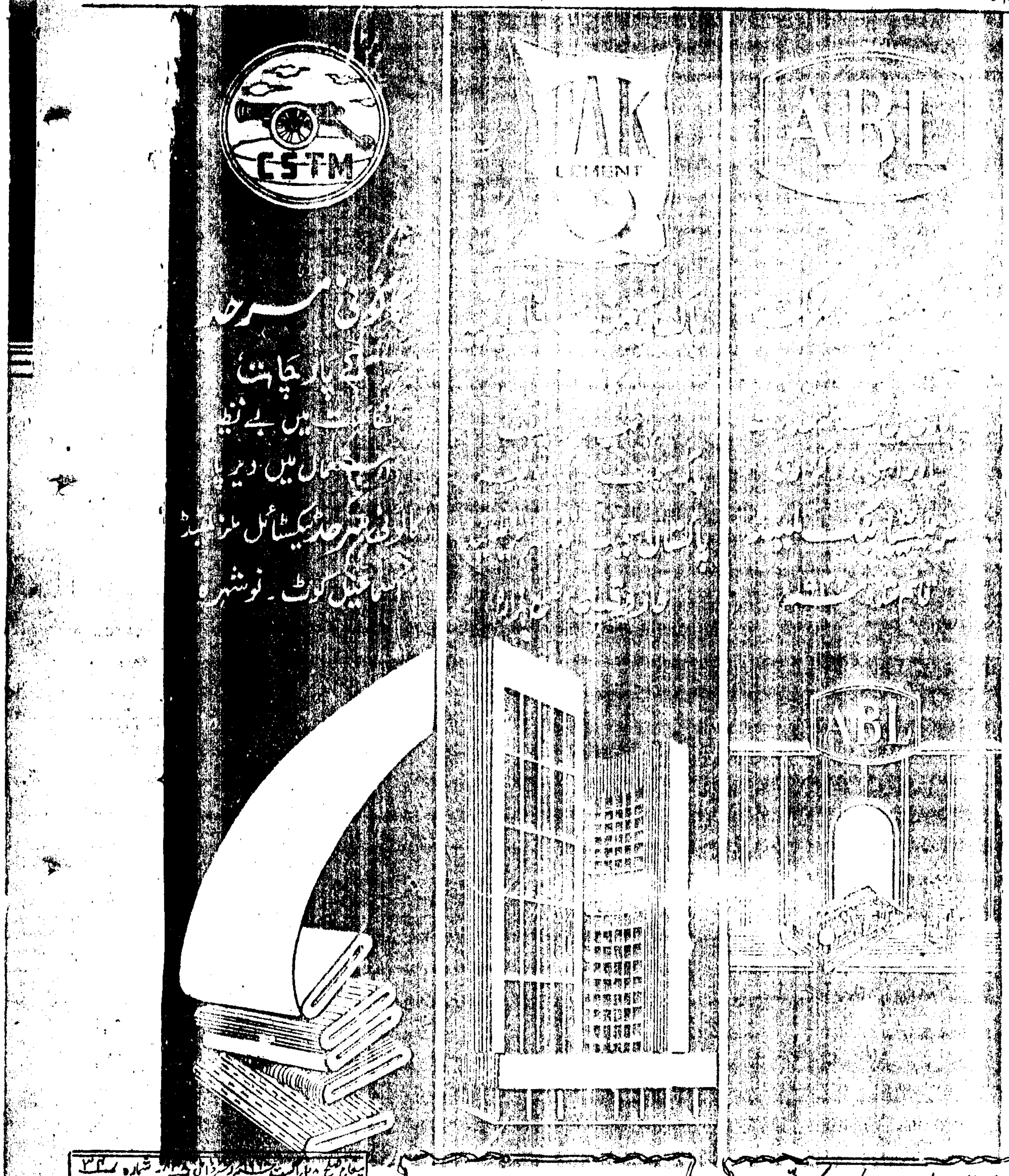

پیغام صلح ۲۰ اگست ... شمارہ ۳۲

بہترین علاج

بواسیر، جسمانی کمزوری، ضعف اعصاب، فالج، گنٹھیا
تلی، مرگی، سل، پرانے بخار کے شفا بخش
علاج ڈاک سے منگا لیجئے۔

خط ملنے پر کتاب رونق شباب مفت

حکیم محمد شفیع چشتی

شیرو۔ ۵-M حیام پور ڈیرہ غازی خان

آفتاب الدین احمد ہومیو پیتھک دار الشفاء

ایک رفاہی ادارہ ہے

جہاں سے
یومیہ سینکڑوں مریض خود آ کر اور بیسیوں بذریعہ خط و کتابت
مفت ادویات اور مشورے حاصل کرتے ہیں۔

آپکی اعانت کا شکریہ

اعزازی مہتمم دار الشفاء
احمدیہ بلڈنگس لاہور

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نور الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور ... سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی

اے خدا نور ہدیٰ از مشرق رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیات مبیں

ٹیلی فون نمبر ۳۷۳۴۷
تار کا پتہ تبلیغ لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ہفت روزہ
پیغام صلح
لاہور
"پاکستان"

جلد ۵۶ | یوم چہار شنبہ۔ مورخہ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ مطابق ۴ ستمبر ۱۹۶۸ء | نمبر ۳۵

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص محبوں کا گروہ بھی
بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"
(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور ائمہؒ قابل احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحر حکمت کے موتی

جو اپنے لئے پسند کرو وہی اپنے بھائی کیلئے پسند کرو

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔

ترجمہ:۔

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہ بات پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

نوٹ:۔ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

لا یؤمن احدکم میں نفی ایمان مراد نہیں۔ بلکہ نفی کمال ایمان مراد ہے۔ اور نفی کمال پر نفی اسم الشئے بھی عام طور پر محاورہ زبان میں مروج ہے جیسے کہیں۔ فلان لیس بانسان مراد ہوتی ہے کہ اس میں کوئی بڑی انسانی شرافت نہیں۔ ابن حبان میں لا یؤمن کی بجائے یہ لفظ ہیں لا یبلغ العبد حقیقۃ الایمان ایک شخص حقیقت ایمان کو نہیں پہنچتا۔ یحب لاخیہ سے مراد ہے جو اچھی چیز اپنے نفس کے لئے پسند کرتا ہے۔ چنانچہ نسائی میں الخیر کا لفظ بڑھایا ہے۔

دل کے بُرے خیالات کو عمل میں لانے کا عزم کرنا قابل مواخذہ ہے

اپنے بھائیوں کی ہتک کرنا اور دکھ پہنچانا بہت بڑا گناہ ہے

ارشادات حضرت مجدد زمان مسیح موعود علیہ السلام۔

دل میں جو خطرات اور سرسری خیال گذر جاتے ہیں۔ ان کے سلئے کوئی مؤاخذہ نہیں مثلاً کسی کے دل میں گذرے کہ فلاں مال مجھے مل جاوے تو اچھا ہے۔ یہ ایک قسم کا لالچ تو ہے لیکن محض اتنے ہی خیال پر جو طبعی طور پر دل میں آ جاوے اور گذر جاوے کوئی مؤاخذہ نہیں لیکن جب ایسے خیال کو دل میں جگہ دیتا ہے اور پھر عزم کرتا ہے کہ کسی دکھ یا حیلے سے وہ مال ضرور لینا چاہیئے تو پھر یہ گناہ قابل مواخذہ ہے۔ غرض جب دل عزم کر لیتا ہے تو اس کے لئے تراکیب اور فریب کرتا ہے تو یہ گناہ قابل مواخذہ لکھا جاتا ہے۔ پس یہ اس قسم کے گناہ ہیں جو بہت ہی کم توجہی کے ساتھ دیکھے جاتے ہیں۔ اور یہ انسان کی ہلاکت کا موجب ہو جاتے ہیں۔ بڑے بڑے اور کھلے گناہوں کو اکثر پرہیز کرسکتے ہیں۔ بہت سے آدمی ایسے ہوں گے جنہوں نے کبھی خون نہیں کیا۔ نقب زنی نہیں کی۔ یا اور اس قسم کے بڑے بڑے گناہ نہیں کئے۔ سوال یہ ہے کہ وہ لوگ کتنے ہیں جنہوں نے کسی کا گلہ نہیں کیا یا کسی اپنے بھائی کی ہتک کر کے اس کو رنج نہیں پہنچایا یا جھوٹ بول کر خطا نہیں کی؟ یا کم از کم دل کے خطرات پر استقلال نہیں کیا؟ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ ایسے لوگ بہت ہی کم ہوں گے جو ان باتوں کی رعایت رکھتے ہوں اور خدا تعالےٰ سے ڈرتے ہوں۔ ورنہ کثرت سے ایسے لوگ ملیں گے جو تقریباً جھوٹ بولتے ہیں اور ہر وقت ان کی مجلسوں میں دوسروں کا شکوہ شکایت ہوتا رہتا ہے۔ اور وہ طرح طرح سے اپنے کمزور اور ضعیف بھائیوں کو دکھ دیتے ہیں۔

اسی لئے خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ پہلا مرحلہ یہ ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کرے۔ میں اس وقت بڑے کاموں کی تفصیل بیان نہیں کر سکتا۔ بیشمار شریعت میں اول سے آخر تک اوامر اور نواہی اور احکام الٰہی کی تفصیل موجود ہے اور کئی سو شاخیں مختلف قسم کے احکام کی بیان کی ہیں۔ خلاصۃً یہ کہتا ہوں کہ خدا تعالےٰ کو ہرگز یہ منظور نہیں کہ زمین پر فساد کریں۔ اللہ تعالےٰ دنیا پر وحدت پھیلانا چاہتا ہے۔ لیکن جو شخص اپنے بھائی کو رنج پہنچاتا ہے ظلم اور خیانت کرتا ہے، وہ وحدت کا دشمن ہے

(باقی بر صفحہ ۱ کالم ۱)

چوہدری غلام مصطفیٰ صاحب بھدرواہ

قبولِ احمدیت کی کہانی اپنی زبانی

اللہ تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے اس عاجز کو مقدس تحریک احمدیت میں شامل ہونے کی توفیق بخشی۔ زندگی کا زیادہ تر حصہ محکمہ کوآپریٹو کی ملازمت میں گذرا۔ اللہ تعالےٰ کا یہ بھی احسان عظیم ہے کہ بچپن سے ہی مقدس مذہب اسلام سے لگاؤ رہا ہے

عام طور پر غیر احمدی مسلمان۔ احمدی مسلمانوں کو قادیانی یا مرزائی کے نام سے پکارتے ہیں۔ غیر احمدی مسلمانوں کا یہ طریق تعلیم قرآن پاک کے خلاف ہے کیونکہ جب خود احمدی مسلمان اپنے آپ کو قادیانی یا مرزائی نہیں لکھتے اور نہ ہی آپس میں ایک دوسرے کو قادیانی یا مرزائی کے نام سے پکارتے ہیں تو ان کا کیا حق ہے کہ اس نام سے پکاریں۔

بہرحال میری طویل عرصہ ملازمت میں کبھی کبھی فرقہ قادیانی یا مرزائی کا ذکر آتا تھا عام مسلمان جن سے مجھے واسطہ تھا اپنے آپ کو اہلِ سنت والجماعت کہتے تھے۔ حالانکہ ان کی ۹۹ فیصد آبادی کو سنت سے کوئی واسطہ نہیں۔ احمدی مسلمان کو باوجود دعوے اہلِ سنت والجماعت نہ ہونے کے میں سنت کا پابند دیکھتا تھا اور اس امر پر غور و فکر کرتا رہتا تھا کہ مسلمان ایسے شخص کو جو کہ پابندی اور تعدیل سے نماز پنجگانہ پڑھتا ہے اور چہرہ سے بھی مسلمان معلوم ہوتا ہے۔ کافر و فاسق کیوں کہتے ہیں۔ چونکہ اس وقت یہ عاجز ایسے ہی مسلمانوں کے ماحول میں زندگی بسر کر رہا تھا اور عقل و فکر بھی ابھی پختہ نہیں تھی۔ اور نہ مذہبی معلومات بھی بہت کم تھیں اور ساتھ ہی احمدی مسلمانوں کے نزدیک رہنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا اور سب سے بڑی بات یہ کہ تحریک احمدیت کی نسبت معلومات حاصل کرنے کا بھی موقع نہیں ملا تھا۔ جب بھی مسلمانوں میں اس پاک تحریک کا ذکر ہوا۔ اس پاک تحریک کی نسبت طرح طرح کی بدزبانیاں منسوب کی جاتی تھیں اس لئے کبھی اس کے متعلق غور کرنے کا موقعہ نہ ملا۔

لیکن باری تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ عاجز ان سب معیوب باتوں سے جو کہ اس پاک تحریک کی نسبت یا حضرتؑ کہتے تھے کبھی بھی متاثر نہیں ہوا اور نہ ہی کبھی اپنی زبان سے کوئی ناشائستہ بات احمدی مسلم۔ تحریک احمدیت۔ اور حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کی نسبت کہی۔

[illegible]

اسی طرح زندگی گذرتی گئی۔ عاجز کو شروع سے ہی مذہبی مطالعہ کا شوق تھا اسی شوق کی بدولت مسلمانوں میں اچھی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اوائل عمر سے ہی یہ عاجز مسلمانوں کو خطاب کیا کرتا تھا۔ جوں جوں علم میں وسعت ہوئی جمعہ شریف کے دن بڑے بڑے اجتماعات میں خطاب کرنا شروع کیا۔ مقدس تہوار میلاد النبیؐ کے بھی بڑے بڑے اجتماعات میں خطاب کرنے کا موقعہ ملا۔ حتٰے کہ ۱۹۴۷ء کا دورِ بربادی آیا۔ اور اس عاجز کو اپنے اہل و عیال اور یک جدی کنبے کے قریباً ۱۰۰۔ افراد سے محروم ہونا پڑا۔ کیونکہ ان کی بڑی تعداد جان بچا کر پاکستان بھاگ گئی اور قلیل تعداد ختم ہو گئی۔

حسنِ اتفاق سے سنہ ۱۹۴۷ء کی بربادی کے بعد سنہ ۱۹۴۸ء میں بسلسلہ ملازمت بھدرواہ میں تبادلہ ہو گیا۔ جہاں احمدیت کے نام پر دو ۲ جماعتیں کام کر رہی تھیں ایک جماعت کو لوگ قادیانی کہتے تھے اور دوسری کو لاہوری)۔ اس عاجز نے قادیانی اور لاہوری لٹریچر کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ اور بہت جلد اس نتیجہ پر پہنچا کہ قادیانی جماعت کے عقائد عام مسلمانوں کے عقائد سے میلان نہیں رکھتے کیونکہ قادیانی جماعت حضرت مرزا صاحبؑ کو نبی مانتی ہے۔ اور نفس نبوت میں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت نبی کریم محمد رسول اللہ صلعم تک جس قدر نبی گزرے ہیں ان کی نبوت اور حضرت مرزا صاحبؑ کی نبوت میں کوئی فرق نہیں سمجھتی سوائے مرتبہ کے جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض۔ ایسی صورت میں قادیانی جماعت کے نزدیک پانچ بنائے اسلام کلمہ شریف۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور حج۔ کی ادائیگی ایک انسان کو مسلم یا مومن نہیں بنا سکتی جب تک وہ حضرت مرزا صاحبؑ کی نبوت پر ایمان نہ لاوے

حالانکہ حضرت مرزا صاحبؑ کی اپنی تصنیف کردہ کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا دعوےٰ مجدد۔ حضرت مسیح موعود اور مہدی معہود کا ہے۔ نبوت کا دعوےٰ ہرگز نہیں ہے۔ اور جہاں جہاں حضرت مرزا صاحبؑ کی کتب میں لفظ نبی یا رسول لکھا ہے۔ وہاں ہی ان الفاظ کی تشریح و تفصیل بیان کر دی گئی ہے کہ یہ الفاظ لغوی معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ اصطلاحی معنی میں استعمال نہیں ہوئے اور صاف طور پر بیان کر دیا ہے کہ ان کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا کافر صرف کسی نبی کے انکار سے ہوتا ہے۔ پس قادیانی عقائد کی رو سے سوائے قادیانی احمدیوں کے (جو کہ زیادہ سے زیادہ چند لاکھ ہوں گے) جملہ امتِ مسلمہ کافر ہے۔ برعکس اس کے میں نے لاہوری احمدیوں کے اعتقاد کو حضرت مرزا صاحب کے اعتقاد کے مطابق پایا۔ اور ساتھ ساتھ قرآن پاک کو نہایت درجہ غور و فکر سے پڑھا۔ تاکہ معلوم ہو کہ حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کا پیش کردہ مذہب اور دعاوی قرآن پاک کی تعلیم اور حدیث شریف سے مطابقت رکھتے ہیں یا نہیں، اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ روح کو تسکین ہوئی اور حق الیقین کی دولت سے مالا مال ہوا کہ حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کے جملہ دعاوی برحق ہیں اور ان کا پیش کردہ مذہب عین قرآن پاک کی تعلیم کے مطابق ہے۔ قریباً ایک سال کے مطالعہ کے بعد میں حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کے مقدس مشن کی حقیقت سے پورے طور پر آگاہ ہو گیا۔ اور شرح صدر سے احمدیت کو قبول کیا۔

اس ایک سال کے مطالعہ میں اس امر پر بھی غور کیا گیا کہ مسلمانانِ عالم میں وہ کونسی تبلیغی جماعت ہے جو قرآن مقدس کی آیہ شریفہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و تؤمنون باللہ پر عامل ہے۔ تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیئے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے۔ لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم دے اور برائی کرنے سے منع کرے۔ اور اللہ تعالےٰ پر ایمان رکھتا ہو۔

میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ صرف ایک ہی تبلیغی جماعت ہے جس کا نام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ہے۔ یہ جماعت مندرجہ بالا آیت شریفہ کی مصداق ہے۔ اور ساتھ ہی اپنی اس خصوصیت میں کہ ہر ایک کلمہ گو مسلمان ہے" منفرد ہے۔ کیونکہ یہ اصول قرآن پاک کی تعلیم (ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا۔ یعنی جو تم کو السلام علیکم کہے اسے مت کہو کہ تو مومن نہیں ہے) اسلام جملہ مسلمانانِ عالم کو بھائی بھائی بناتا ہے اور ایک مضبوط پلیٹ فارم مہیا کرتا ہے اور امتِ مسلمہ کیلئے جس کو اس کی تکفیر و تفسیق کی بیماریوں نے کمزور کر دیا ہے یہ اصول تریاق کا حکم رکھتا ہے۔ کاش کہ جملہ مسلمانانِ عالم ہر ایک کلمہ گو کو مسلمان سمجھتے، اور کل مومن اخوۃ کے حقیقی رشتہ کو زندہ کرتے اور دنیا کی باطل قوتوں کے مقابلہ میں سیسہ پلائی ہوئی فولادی دیوار ثابت ہوتے اور امتِ مسلمہ کی مجموعی عقلی و فکری، علمی اور مالی قوت تبلیغ اسلام کیلئے صرف ہوتی اور قرآن مقدس کی زندگی بخش تعلیم ہوا اور پانی کی طرح عام ہوتی، اور گلشنِ انسانیت سرسبز و شاداب ہوتا۔

اے تمام قدرتوں کے مالک خدا ایسا ہی کر۔ آمین۔ ثم آمین۔

عاجز: غلام مصطفیٰ
انچارج احمدیہ مسلم مشن صوبہ جموں

خریدارانِ روح اسلام
کی توجہ کے لئے
ماہنامہ روح اسلام کے خریداران حضرات سے سالانہ چندہ مبلغ تین روپے کا مطالبہ کیا گیا ہے ایسے حضرات چندہ بھجوا کر مشکور فرمائیں۔
مینیجر ماہنامہ روح اسلام
احمدیہ بلڈنگس لاہور

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۴ ستمبر ۱۹۶۶ء

۶ ستمبر کا دن پاکستان کی تاریخ میں ایک اہم ترین یادگاری دن کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ وہ دن ہے جب بھارت اپنے تمام لاؤ لشکر کے ساتھ بلا انتباہ پاکستان پر چڑھ آیا، پچھلی رات کا وقت جب حکومت پاکستان اور پاکستانی افواج کے وہم گمان میں بھی نہ تھا، پانچ گنا بھارتی افواج نے تین اطراف سے پاکستان کو آگھیرا اور اگر عین اسی وقت پاکستان کی سرحدی افواج غیر معمولی جرأت اور دلیری سے کام لے کر اس اچانک حملہ کے سامنے سینہ سپر نہ ہو جاتیں، تو لاہور اور سیالکوٹ پر بھارتی افواج کا تسلط ہو جانا یقینی امر تھا۔ اسی یقینی امر کی پیشگوئی بھارتی وزیر اعظم مسٹر لال بہادر شاستری نے ایک دن پہلے اپنی پارلیمنٹ میں کی تھی اور کہا تھا کہ :-

"میں آئندہ چوبیس گھنٹوں میں ایک عظیم خوشخبری سناؤں گا"

اور بھارت کے وزیر دفاع اور کمانڈر انچیف نے بھی اپنے دوستوں کو یہ مژدہ سنایا تھا کہ کل ہم اس وقت لاہور جمخانہ میں چائے پئیں گے۔

خدا کی شان کہ نہ تو لال بہادر شاستری کی پیشگوئی پوری ہوئی جبکہ وہ "عظیم خوشخبری" ایک خواب پریشان بن کے رہ گئی اور نہ ہی کمانڈر انچیف صاحب کو لاہور کے جمخانہ میں چائے پینے کی توفیق خدا تعالیٰ نے دی، بلکہ اُلٹا لینے کے دینے پڑ گئے، اور پاکستان کی مٹھی بھر افواج نے بھارتی لشکر کو وہ چنے چبوائے کہ پاکستان کی سرزمین پر قدم رکھنا تو ایک طرف انہیں راہِ فرار اختیار کرنی پڑی، لشکر پلٹ کر آتے گئے اور پاکستانی افواج کی جرأت و دلیری کی داد دیتے ہوئے پسپا ہوتے چلے گئے، یہ جنگ سترہ روز تک جاری رہی جس میں بھارتی افواج کے کشتوں کے پشتے لگ گئے اور پاکستانی افواج کا قدم آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا جس سے بھارت کے بعض علاقے پاکستان کے تسلط میں آ گئے۔ اور کئی جنگی قیدی اور اسلحہ بھی ہاتھ آیا۔

ان حالات کے پیش نظر بھارت کو اقوام متحدہ کے آگے ہاتھ جوڑ کر پکار کرنی پڑی، کہ خدا کے لئے جنگ بند کرا دی جائے۔ چنانچہ جنگ بند ہو گئی اور مفتوحہ علاقے اور جنگی قیدی کل پاکستان نے بلا معاوضہ واپس کر دیئے، جس سے بھارت کی جان میں جان آئی۔ تاہم اسے اب تک یہ دھڑکا لگا ہوا ہے یا وہ لوگوں کو فریب دے رہا ہے کہ پاکستان بھارت پر حملہ کرنے والا ہے، اور اسی بہانہ سے وہ اپنے دفاعی اخراجات کو بڑھاتا چلا جا رہا ہے، حالانکہ پاکستان کے وہم و گمان میں بھی کسی حملے کا کوئی خیال نہیں۔

بہرحال اس سترہ روزہ جنگ میں پاکستان کا دفاعی کارنامہ ایک ایسا شاہکار ہے جس کی نظیر اسلام کی ابتدائی صدیوں کے سوائے دیگر قوموں اور ملکوں کی تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ ان سترہ دنوں میں جہاں پاکستانی افواج نے میدانِ جنگ میں شجاعت و ہمت کے عظیم کارنامے دکھائے وہاں پاکستانی شہریوں نے بھی بلند حوصلگی اور اتحاد و اتفاق کا بے نظیر نمونہ دکھایا اور پاکستان کے ادیبوں اور شاعروں نے اپنے مؤثر کلام سے افواج اور عوام کی حوصلہ افزائی میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔

یہ سب باتیں کس طرح پیدا ہو گئیں؟ ایک ایسی قوم جس کے افراد مختلف ٹولیوں میں بٹے ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کی گردن مارنے کے درپے رہتے ہیں اتحاد کی یہ قوت کس طرح پیدا ہو گئی؟ اور پاکستان کی مٹھی بھر افواج میں یہ ہمت و دلیری کیونکر پیدا ہوئی کہ بھارت کی پانچ گنا افواج کو جو بے شمار اسلحہ سے مسلح تھی ایسی حیرتناک شکست دی کہ دنیا اس پر حیران ہے، اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت نے ان کا ساتھ دیا، فی الحقیقت یہ خدائی نصرت ہی تھی، جس نے ہماری فوجوں، ہمارے شہریوں، ہمارے ادیبوں اور شعراء اور حکومت کی مخالف و موافق پارٹیوں کو یک دل و یک جان کر کے دشمن کو ایسا سراسیمہ کر دیا کہ اسے چاروناچار پسپا ہونا پڑا، پاکستانی قوم کے لئے اس میں ایک سبق ہے کہ اگر وہ حقیقی معنوں میں مسلمان بن جائیں اور باہم محبت و اتحاد کے ساتھ رہیں اور ایک دوسرے کی مخالفت نہ کریں، [illegible] ارادہ خداوندی نے اس کی اس پیشگوئی کو پورا نہ ہونے دیا۔ اور وہ غلط ثابت ہوئی۔

یہ وہ بات ہے جس کی خبر ساٹھ سال پہلے اللہ تعالیٰ نے امامِ وقت کے ذریعہ سے دنیا کو پہنچا دی تھی، یہ ۲۶ اپریل ۱۹۰۵ء کا واقعہ ہے کہ امامِ وقت مجدد زمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے ایک رؤیا دیکھا جس کا ذکر آپ نے ان الفاظ میں کیا تھا کہ :-

> "رات دو بجے میں سات منٹ باقی تھے کہ میں نے دیکھا کہ یکایک زمین ہلنی شروع ہو گئی، پھر ایک زور کا دھکا لگا۔ میں نے رؤیا میں ہی گھر والوں کو کہا کہ اُٹھو زلزلہ ہے اور یہ بھی کہا کہ مبارک کو لے لو اسی حالت رؤیا میں یہ بھی خیال آیا کہ :-

شاستری کی پیشگوئی غلط نکلی"

یہ شاستری کون ہے؟ اور کیا اس کی پیشگوئی تھی؟ اور زلزلہ سے کیا مراد ہے؟ غور کر کے دیکھا جائے تو جنگ بھی ایک بہت بڑا زلزلہ ہے، یہی وہ زور کا دھکا ہے جو امامِ وقت نے رؤیا کے اندر محسوس کیا، اس کا وقت جو آپ نے بتایا ہے وہ وہی ہے جب بھارتی افواج پاکستان پر حملہ آور ہوئیں۔ اس وقت عالم رؤیا ہی میں گھر والوں کو متنبہ کرنے کے ساتھ آپ کا یہ کہنا کہ "مبارک کو لے لو" بتاتا ہے کہ علم الٰہی میں یہ زلزلہ اگرچہ بہت خطرناک اور زبردست دھکا ہے تاہم نتیجۃً مبارک ثابت ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور پاکستان اس زلزلہ کے تباہ کن اثرات سے بچ گیا۔ شاستری کا نام جو اس رؤیا میں لیا گیا ہے، جس سے وہ مشہور و معروف شاستری مراد ہے جو بھارتی وزارت پر متمکن ہونے کے بعد عام طور پر اسی نام سے پکارا جاتا رہا۔ اس کی پیدائش بھی انہی ایام (۱۹۰۵ء) میں ہوئی جب رؤیا میں بتایا گیا کہ شاستری کی پیشگوئی غلط نکلی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ساٹھ سال بعد اس رؤیا کی صداقت کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور قدرت نے امر واقعہ کی صورت میں ہمیں دکھا دیا کہ "شاستری کی پیشگوئی غلط نکلی"۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک یہ وہ عظیم الشان نشان ہے جو حضرت مرزا صاحب کی صداقت اور اسلام کی عظمت کو روز روشن کی طرح ثابت کر رہا ہے۔ کاش ہمارے مخالف مسلمان اس سے سبق حاصل کریں اور امامِ وقت کی صداقت پر ایمان لا کر اور ان کا ساتھ دے کر دینی و دنیوی فلاح کے وارث ہوں،

تعزیتی قرارداد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام مشرقی پاکستان کا اجلاس جناب ڈپٹی خلیل الرحمٰن صاحب خادم کی زیر صدارت، خادم صاحب کے مکان میں منعقد ہوا جس میں جناب شیخ سعید احمد صاحب و اہلیہ محترمہ جناب ممتاز احمد فاروقی اور خان صاحب عبد العزیز خان آف ملتان کی وفات پر نماز جمعہ کے بعد غائبانہ جنازہ پڑھا گیا۔ اور یہ قرار پایا کہ جماعت ان تینوں بزرگوں کی وفات حسرت آیات پر شدید غم کا اظہار کرتی ہے، اور اس جانکاہ صدمہ میں جو ان تینوں بزرگوں کے پسماندگان کو ہوا ہے ہم سب شریک غم و حزن ہیں اور تہ دل سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ وفات یافتہ تینوں بزرگوں کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(ڈپٹی قاضی خلیل الرحمٰن۔ ڈھاکہ)

اخبار و افکار

ایران میں قیامت صغریٰ

دو دن سے ایران کے صوبہ خراسان اور دوسرے شمال مشرقی علاقوں میں شدید زلزلے کے پے در پے قیامت خیز جھٹکوں کی لرزہ انگیز اطلاعات آ رہی ہیں، جن سے یہ معلوم کرنا سخت رنج و افسوس کا موجب ہے، کہ اب تک ان زلزلوں کی وجہ سے ۲۲ ہزار افراد ہلاک اور پچاس ہزار سے زائد زخمی ہو چکے ہیں، سینکڑوں مکانات زمین بوس ہو گئے اور ان کے مکین ملبوں کے نیچے دب کر ہلاک ہو گئے، بے شمار دیہات کھنڈرات کے ڈھیر بن گئے ہیں۔ اور کئی بستیوں کا نام و نشان مٹ گیا ہے۔

اس صورت حال سے ایران میں چاروں طرف خوف و ہراس پھیل گیا ہے، یہاں تک کہ ملکۂ ایران ان واقعات کو سن کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ گئیں، اور تمام ملک میں سوگ منایا جا رہا ہے، ہلاک ہونے والوں کی تجہیز و تکفین، زخمیوں کے علاج و معالجہ اور بچے کھچے لوگوں کی امداد و اعانت کے لئے شہنشاہ ایران نے فوج اور ریڈ کراس سوسائٹی کو زلزلہ زدہ علاقوں میں بھیجا ہے اور وزیر اعظم امیر عباس ہویدا کو بھی بذات خود وہاں جا کر امدادی کام کی نگرانی کا حکم دیا ہے، شہنشاہ خود بھی ان علاقوں کا دورہ کرنے والے ہیں۔

یہ حالات ہر اس شخص کے لئے جس کے سینہ میں دل اور بنی نوع انسان کی ہمدردی کا جذبہ موجزن ہے، سخت اضطراب کا نتیجہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ رحم فرمائے ہمارے اعمال اس درجہ بگڑ چکے ہیں، کہ خدا کا غضب انتہائی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے، ضرورت ہے کہ ان حالات سے عبرت حاصل کی جائے، اور جہاں تک ممکن ہو اعمال کو سنوارنے اور نیکی کا رستہ اختیار کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے، اور توبہ و استغفار سے کام لیتے ہوئے دعا کی جائے کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر رحمت کا سایہ کرے اور ایسے عذابوں سے ...... چھٹکارا نصیب ہو۔

اسلامی ممالک میں شراب کی فراوانی

ترجمان القرآن بابت ماہ اگست ۱۹۶۸ء میں سید جمیل واسطی ایم اے کی کتاب "اسلامی روایات کا تحفظ" سے یہ عبارت نقل کی گئی ہے:-

"موجودہ سیاسی حالات کی غلط تشریح کے باعث اور نقل سے عیسائی حکمرانوں کی برابری حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں میں بھی شراب عام ہو رہی ہے اور اس شان سے کہ پیرس، لندن، اور برلن سے کہیں زیادہ شراب کے اشتہار قاہرہ میں نظر آتے ہیں شمالی الجیریا کے مہذب الجیری اور مشرق بعید کے ترقی یافتہ مسلمان شراب خور ہیں۔ جب میں انگورہ کا شہر دیکھ چکا تو میں نے ایک ترک سے دریافت کیا کہ کوئی اور قابل دید جگہ انگورہ میں رہ گئی ہے؟ اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم نے ہمارا سب سے بڑا شراب خانہ دیکھا ہے۔ مجھے معلوم ہوا کہ حکومت ترکی نے سات شراب خانے ترکی میں کھول رکھے ہیں اور ترکی ریڈیو پر بھی گاہے گاہے شراب کی یہ صفات ترکوں کو سمجھائی جاتی ہیں کہ یہ رنگ لال کرتی ہے۔ گرمیوں میں سردی، سردیوں میں گرمی پہنچاتی ہے۔ تمام مہذب اقوام شراب پیتی ہیں ترک بھی اب یورپین ہو گئے ہیں۔ ترکی حکومت نے ان کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے شراب کے کارخانے جاری کئے ہیں وغیرہ وغیرہ ــــــ یہ اسلامی دنیا کا المیہ در المیہ ہے۔"

ان حالات کے ہوتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ مسلمان جناب الٰہی سے حسن ثواب کے مستحق ہیں، جَو بو کر گندم کی اُمید رکھنا احمقوں ہی کا کام ہے۔ اللہ تعالےٰ رحم فرمائے اور ان لوگوں کو صحیح راہ عمل اختیار کی توفیق عطا فرمائے۔

ہندی مسلمانوں کیلئے ایک نسخہ

بھارت کے ایک جن سنگھی اخبار میں ہندی مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایک نسخۂ دستگاری تجویز ۴۵

۴۵ کیا گیا ہے، لکھا ہے:-

"مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ہندوستان کے رسم و رواج کو اپنا لیں۔ ان کو سنسکرت اور ہندی سیکھنا چاہیئے۔ ہندوؤں کے تہوار منانا چاہیئں، ہندوانہ نام رکھنے چاہئیں۔ اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کے بجائے مندر کہنا چاہیئے۔ اپنے مُردوں کو جلانا چاہیئے۔ اور اپنے آپ کو [illegible] چاہیئے اس طرح ملک میں صرف ایک قوم رہ جائے گی۔ جس کا نام ہندو ہے۔ اور یہی مسئلہ کا حل ہے"

اس قدر لمبی چوڑی باتوں کے بجائے یہ کیوں نہ کہہ دیا گیا کہ مسلمان سب کے سب اسلام کو چھوڑ کر ہندو ہو جائیں، کیا پاکستان پر ہندو آزادی کا الزام دینے والے بھارتی حکام اپنے گھر کی ان آوازوں کو سنتے ہیں؟

آہ! شیخ ایس اے رحیم

یہ افسوسناک خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج و اندوہ سے سُنی جائیگی کہ ہماری جماعت کے ایک نہایت معزز اور قابل انسان شیخ ایس اے رحیم ۲ ستمبر ۱۹۶۸ء کو حرکتِ قلب بند ہو جانے کی وجہ سے راہی عالم بقا ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شیخ صاحب ممدوح وزیر آباد کے ایک معزز احمدی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔

مرحوم ایک عرصہ لاہور امپروومنٹ ٹرسٹ میں ٹاؤن پلینر کے عہدہ پر فائز رہے اور آجکل انجنیئرنگ یونیورسٹی میں ڈین کے معزز عہدہ پر سرفراز تھے، اور اپنے اخلاص، تقویٰ اور مالی قربانیوں کی وجہ سے جماعت احمدیہ میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے، ان کا جنازہ ۲ ستمبر کی شام کو ان کی کوٹھی [illegible] منٹگمری روڈ لاہور سے اُٹھایا گیا۔ اور بعد نماز جنازہ لاہور چھاؤنی کے قبرستان میں انہیں سپرد خاک کیا گیا، جنازہ کے ساتھ ان کے عزیزوں اور رشتہ داروں اور مقامی جماعت احمدیہ کے علاوہ لاہور کے معززین کی کثیر تعداد شامل تھی۔

ہمیں اس حادثہ میں ان کے فرزندانِ گرامی ان کی بیگم صاحبہ اور ان کے دیگر لواحقین و پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے، بیرونی جماعتہائے احمدیہ سے استدعا ہے کہ جنازہ غائبانہ پڑھ کر مرحوم کی رُوح کو ثواب پہنچائیں۔

میاں فاروق احمد صاحب کے مقدمہ

قارئینِ پیغامِ صلح روزانہ اخبارات میں پڑھ چکے ہوں گے کہ محترم میاں فاروق احمد صاحب آجکل بعض معاندین کی شاطرانہ چالوں کی وجہ سے ایک ابتلا میں سے گذر رہے ہیں، میاں صاحب ممدوح اور ان کی سیمنٹ انڈسٹریز کے مائننگ آفیسر خواجہ عبداللطیف صاحب کیخلاف [illegible] نامی ایک شخص پر قاتلانہ حملہ کا الزام ہے جس کی بناء پر انہیں ہائیکورٹ لاہور میں ضمانت قبل از گرفتاری کی درخواست دینی پڑی اس درخواست کے دوران سماعت میں ان کے وکیل مسٹر کاظم رضا ایڈووکیٹ نے بتایا کہ استغاثہ کی کہانی من گھڑت اور بے بنیاد ہے ان کا اس واقعہ سے کوئی بھی تعلق نہیں اور انہیں مقامی مخالفت کی بناء پر اس مقدمہ میں ملوث کیا گیا ہے، ایک اور مقدمہ میں کچھ آتشگیر مادہ بلا لائسنس رکھنے کا الزام ہے، اس کی بھی ضمانت قبل از گرفتاری کی درخواست دیتے ہوئے میاں صاحب کے ایڈووکیٹ نے بتایا کہ یہ مادہ فیکٹری کے لئے رکھا گیا جس کا لائسنس موجود ہے، ہائیکورٹ نے پہلے ۲۲ اگست تک اور پھر ۲ ستمبر تک ضمانت منظور کی تھی، ۲ ستمبر کو جسٹس مسٹر وحیدالدین احمد نے ۱۶ ستمبر تک ضمانت منظور کرتے ہوئے ہدایت کی ہے کہ توثیق ضمانت کی درخواستیں ہائیکورٹ کی پشاور بنچ میں سماعت کے لئے پیش کی جائیں۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ میاں صاحب ممدوح اور ان کے مائننگ آفیسر خواجہ عبداللطیف صاحب کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں اس ابتلاء سے بخیر و عافیت اور باعزت رہائی عطا فرمائے

ہفت روزہ پیغام صلح
میں اشتہار دے کر
اپنے کاروبار کو ترقی دیں

عالمگیر اصول اخلاقِ انسانیت اور جزئی مسائل شریعت دونوں کا مجموعہ ہدایت ہے۔

تجدد پسندی و اجتہاد بالرّائے اور قدامت پسندی و رسم و رواج۔

حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کا اصل مسلک قرآن و سنّت کی طرف رجوع اور متضاد و انتہائی معتقدات کے مابین صراطِ مستقیم ہے۔

حضرت اقدسؑ اور آپ کے شاگردوں کے پیدا کردہ علمِ کلام و تفسیرِ قرآن کی وسیع پیمانہ پر اشاعت کی ضرورت۔

"جماعتِ احمدیہ کا اصل و بنیادی مقصد اس کی تبلیغی مساعی میں مضمر ہے۔ اگرچہ ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ صرف دینِ اسلام ہی باطل اصولوں سے مبرا ہے مگر احمدیت نے تو اسے اپنا بنیادی اصول قرار دے لیا ہے کہ دیگر ادیان کے پیرؤوں کو ان کے اصولوں کی غلطیوں سے آگاہ کر کے انہیں آغوشِ اسلام میں لایا جائے۔ انگریزوں کے تسلّط سے مسلمانوں پر جو مرعوبیت چھا گئی تھی احمدیت کی تعبیر ہے دینی میدان میں اسلام کے پھر سے ابھرنے کی بعینہٖ جس طرح مسلم لیگ سیاست میں ابھرنے کا نشان ہے وقت گزرنے پر جماعت احمدیہ کے بلند بانگ ناقدین نے بھی دیگر ادیان کے برخلاف وہ سب دلائل بہ تمام و کمال اپنا لئے ہیں جو اس جماعت نے دیئے ہیں .... عیسائیت کے برخلاف اپنے تبلیغی جوش اور مسلسل اشاعتی حملوں سے احمدیوں نے اکثر مسلمانوں میں دینِ اسلام کی نسبت ایک ایمان پیدا کر دیا ہے۔ انہوں نے یہ یقین دلا دیا ہے کہ مغرب کی طاقت اس کے دین عیسائیت میں مضمر نہیں ہے .... مگر یہ امر نہایت تعجّب انگیز ہے کہ اگرچہ جماعت احمدیہ کی دونوں شاخوں نے دیگر ادیان کے مقابل حفاظت و توسیع اسلام کے میدان میں بڑے مجاہدانہ اقدامات کئے ہیں تاہم یہی وہ جماعت ہے جس کے برخلاف پاکستان و ہند کے مسلمانوں کی طرف سے سب سے زیادہ مخالفت کی جاتی ہے۔" (اسلام اور پاکستان مصنفہ فری لینڈ ایبٹ مطبوعہ ۱۹۶۸ء۔ صفحہ ۱۶۰-۱۶۱)

خطبہ جمعہ مورخہ ۳۰ر اگست ۱۹۶۸ء۔ فرمودہ مکرّم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب دامت برکاتہ۔ بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

واذکروا نعمۃ اللہ علیکم ومیثاقہ الذی واثقکم بہ۔ اذ قلتم سمعنا واطعنا۔ واتقوا اللہ
ان اللہ خبیر بما تعملون (المائدۃ: ۷-۸)

ارشادِ الٰہی ہوا کہ "تم اپنے اوپر اللہ تعالےٰ کی نعمت کو یاد رکھو۔ اور اس پیمان کو جو اس نے تمہارے ساتھ پختہ کیا جب تم نے (اسلام لانے کے وقت) کہا کہ ہم نے سنا اور قبول کیا اور اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ اللہ سینے کی باتوں کو جانتا ہے۔ مومنو! اللہ کے لئے انصاف کے ساتھ سچّی گواہی دینے کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ پرہیزگاری تک پہنچنے کا یہ بہت نزدیک راستہ ہے اور اللہ کا ڈر رکھو، کیونکہ جو تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔"

یہ سورۃ المائدہ کی آیات ہیں اگر آپ اس سورۃ کے ابتدائی دو رکوع مطالعہ کریں۔ تو آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ ایک طرف تو ان رکوعوں میں فقہ کے جزوی مسائل کا بیان ہے ان میں وضو، غسل اور تیمم کے مسائل کا ذکر ہے اور ذبیحہ اور حلّت و حرمت کے بارے ذکر کیا گیا ہے۔ کہ جب تک کسی جانور پر تکبیر پڑھ کر ذبح نہ کیا جائے اس وقت تک وہ حلال نہیں ہوتا۔ اور یہاں شکاری کتّوں کا بھی ذکر ہے کہ ان کا پکڑا ہوا بعد از ذبح حلال ہے۔ اور یہ بھی کہ اہلِ کتاب کا حلال کھانا تم پر جائز ہے اور ان کی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ ان مقامات پر فقہی مسائل کی جزئیات بیان کی گئی ہیں۔ لیکن انہی دو رکوعوں میں ان جزئی مسائل کے پہلو بہ پہلو بڑے سے بڑے بین الاقوامی مسائل اور عالمگیر اخلاقِ انسانیت کا ذکر ہے۔ مثلاً یہ آیات کہ یا ایھا الذین امنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط۔ مومنو! انصاف کے ساتھ گواہی دینے کے لئے اللہ کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا۔ اور کسی قوم کی دشمنی تم کو آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ دشمن قوم کے خلاف بھی سچّی گواہی دو۔ ھو اقرب للتقوی۔ پرہیزگاری تک پہنچنے کا یہ بہت نزدیک راستہ ہے۔ یہ ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے۔ جس کا حل قرآن کریم نے پیش کیا ہے۔ پہلے رکوع میں فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ ہم نے آج تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے اور اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے۔ و رضیت لکم الاسلام دیناً۔ اور ہم نے تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا ہے۔ پس ایک طرف تو جزوی مسائل کی باریکیوں کو بیان کیا اور دوسری طرف بین الاقوامی مسائل کو اس وسعت و ہمہ گیریت سے بیان کیا ہے کہ گویا یہ تعلیم عالمگیر انسانیت پر محیط ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی دوسری کتاب بیان نہیں کر سکتی۔ فرمایا ولا یجرمنکم شنان قوم ان صدوکم عن المسجد الحرام ان تعتدوا۔ وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ واتقوا اللہ (۵: ۲) یعنی کسی قوم کی دشمنی اس وجہ سے کہ انہوں نے تم کو کعبہ کی زیارت اور حج کرنے سے روکا تھا تم کو اس امر پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان پر بھی ظلم و زیادتی کرو۔ اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ اور اللہ سے ڈرو۔

باہمی تعاون و امداد کا عالمگیر اصول

یہاں باہمی تعاون و معاونت کا عالمگیر گر سکھلایا ہے۔ ان آیات کی تفسیر میں

آپ تاریخ اسلامی کا جائزہ لیجئے۔ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال دیانت و امانت کے ساتھ ان آیات کی پابندی کرتے ہوئے ہمیشہ اپنے اور غیروں سے مساویانہ و منصفانہ سلوک روا رکھا۔ من جملہ کئی واقعات کے ایک انصاری مسلمان طعمہ اور یہودی کا مقدمہ چوری کا واقعہ ہے۔ اس مقدمہ میں یہودی بے قصور تھا۔ آپ نے یہ نہیں کیا کہ یہودی چونکہ بے ایمان اور کافر ہے اس لئے مسلمان کے مقابلہ میں اس کو مجرم قرار دے دیا ہو، بلکہ یہودی کو بے قصور پاکر اسے بری کر دیا اور اپنی قوم کے مسلمان فرد کو سزا دے دی کیونکہ اسی سے انصاف اور تقوےٰ کے تقاضے پورے ہوتے تھے۔

قرآن کریم کا یہ ارشاد الیوم اکملت لکم دینکم کہ ہم نے آج یہ تعلیم کامل کر دی ہے۔ اس تکمیل اور کمال کے معنی یہ ہیں۔ قرآن کریم میں بڑے بڑے بین الاقوامی مسائل۔ عالمگیر اقتصادی۔ معاشرتی۔ تمدنی اور اخلاقی امور کے ساتھ ساتھ فقہی مسائل ــــــ وضو، ذبیحہ، حلت و حرمت، غسل و تیمم۔ کی جزئیات بھی بیان کر دی گئی ہیں۔ جس کی نسبت فرمایا۔ کہ ہم نے عہد کر لیا ہے کہ سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔ مطلب یہ ہے کہ جزوی مسئلہ ہو یا بین الاقوامی اصول ہو، تم پر قرآن و سنت کی پیروی کرنا واجب ہے، مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ باریک مسائل فقہ، اور بین الاقوامی عالمگیر قسم کے مسائل ان سب کا درجہ ایک ہی ہے۔

دین کا جسم اور دین کی روح

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے ایک لیکچر میں جو "اصولِ اسلام کی فلاسفی" کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوا ہے۔ ان باتوں کو وضاحت سے پیش کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک تو دین کی روح یا مغز ہوتا ہے اور دوسرے اس کا جسم ہوتا ہے، ان دونوں کا قائم رکھنا ضروری ہے۔ ان میں سے کسی کو بھی نظر انداز کر دیا جائے تو وہ مذہب قائم نہیں رہ سکتا۔ جس طرح انسانی جسم کے ساتھ انسانی روح کا تعلق اس دنیا میں قائم ہے، اسی طرح دین کی روح اور جسم دونوں کا قائم رکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ روح اور جسم کے لیے گہرے تعلق کو حضرت اقدس نے اس طرح واضح کیا ہے کہ نماز میں اگر ایک طرف جسمانی حرکات و سکنات کا تعلق روح سے ہے تو دوسری طرف روح میں جذبات صادقہ کا اظہار ان حرکات و سکنات سے ہوتا ہے جو نماز میں کی جاتی ہیں۔ اسی طرح آپ نے یہ مثال دی ہے کہ غذاؤں کا اثر انسانی روح پر کس طرح ہوتا ہے۔ اگر صرف نباتاتی غذائیں استعمال کی جائیں تو مردانگی کی صفات مفقود ہو جاتی ہیں اور اگر صرف گوشت پر گزارہ کیا جائے تو نرمی کی صفات سے انسان محروم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خنزیر کا گوشت کھانے سے گندگی اور بے حیائی، دیوثی و بے غیرتی انسانی روح میں گھر کر جاتی ہے۔

آپ غور فرمایئے کہ اسلامی فتوحات اور جنگی کامیابیوں کے اسباب کونسے تھے، کیا غیر مسلموں نے یہ دیکھا تھا کہ مسلمان لوگ وضو، غسل، تیمم، مسائل ذبیحہ اور حرمت و حلت کے مسائل کے کس قدر پابند ہیں اور اس لئے ہم ان کے دین کو برضا و رغبت پسند کر کے اس میں شمولیت اختیار کرتے ہیں؟ یا کفار کے اسلام میں داخل ہونے کی وجہ بین الاقوامی انصاف اور رواداری کے اصولوں و تقاضوں پر سختی سے پابندی کرنا تھی؟

دین اسلام کی عالمگیر مقبولیت کا باعث اس دین کی اصل روح اور مغز کو قائم کرنے سے وابستہ ہے

ابتدائی تاریخ اسلام کا واقعہ ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے ایک مقام کو فتح کر لیا۔ آگے بڑھے تو دیکھا کہ جنگی حالات و واقعات کے مطابق پیش قدمی مناسب نہیں بلکہ مفتوحہ شہر کو چھوڑ کر پیچھے ہٹنا ضروری ہو گیا ہے چنانچہ آپ نے ان جنگی مصالح کے پیش نظر مفتوحہ شہر کو چھوڑ دیا مگر اس کو خالی کرنے سے قبل لوگوں کو ان کی ادا کی ہوئی جزیہ کی رقم واپس کر دی۔ اور فرمایا کہ یہ رقم تو ہم نے آپ سے آپ کی حفاظت کے عوض وصول کی تھی۔ اب چونکہ ہم آپ کے شہر کو خالی کرنے پہ مجبور ہیں اور آپ کی حفاظت کا فریضہ ادا کرنے کے قابل نہیں ہوں گے اس لئے ہمیں آپ کی یہ رقم رکھنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ ہم آپ کی دی ہوئی رقم آپ کو واپس کرتے ہیں۔ عین جنگ میں دشمن قوم سے دیانت اور انصاف کے باریک تقاضوں کے مطابق ایسے حسن سلوک کی ایسی شاندار مثال کیا کسی اور قوم اور لوگوں کی تاریخ میں کہیں نظر آتی ہے؟ کیا یہی وہ عظیم الشان مثالیں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی نہ تھیں جن کے باعث کفار کو دین اسلام کی جانب رغبت ہو۔

تجدد پسندی اور رسم و رواج کی تقلید

اصل حقیقت یہی تھی کہ احکام الٰہی اور ارشادات نبوی صلعم کی کامل اطاعت مندی سے ہی اسلام کی شان و عظمت قائم ہوئی اور جس سے اس دین کی مقبولیت نے عالمگیر پیمانہ پر ترقی کر کے دنیا میں اس کا ڈنکا بجا دیا تھا۔ اور اسے دین کی روح یا حقیقت کہتے ہیں۔ پس جہاں یہ ضروری ہے کہ اطاعت و پابندی جملہ احکامات کی ملحوظ رکھی جائے وہاں یہ بھی لازم ہے کہ ان احکامات کے درجات بھی مدنظر رہیں لیکن یہ قوم کی بدقسمتی ہے کہ اس وقت دو متضاد نظریئے مسلمان قوم کے اندر راسخ ہیں ایک گروہ قدامت پسند ایسا ہے جس کے نزدیک اصل دین ظاہرا جزئی مسائل فقہ کی پابندی میں ہی منحصر ہے۔ ان کے نزدیک کچھ ایسا ضروری نہیں کہ زندگی میں مسلمان دیانت و امانت، صدق و انصاف کی اعلیٰ ترین روایات قائم کرنے والے بھی ہوں۔ ان کے برخلاف ایک دوسرا گروہ موجود ہے جو اپنے آپ کو روشن خیال اور ترقی یافتہ کہلانا پسند کرتا ہے۔ ان کے نزدیک اعلیٰ اخلاقی نمونہ قائم کرنا اسلام کی اصل شان ہے۔ مگر ان کے نزدیک اسلام کے ظاہرا ارکان و عبادات کو بجا لانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ گویا اگر ایک گروہ نے دین کی روح کو نظر انداز کر رکھا ہے اور محض جسم پر ہی سارا انحصار کیا ہے جس سے اس کی ترقی ختم ہو گئی ہے تو اس کے عین دوسری انتہا پر وہ طبقہ موجود ہے جو ارکان دین و عبادات سے بے نیاز ہو چکا ہے۔ اس پر مجھے مشرقی پاکستان کے دورہ کا ایک واقعہ یاد آیا کہ وہاں کے ایک بڑے عالم دین کے ساتھ ہم گفتگو کر رہے تھے کہ اسی اثنا میں مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا اور اذانیں بلند ہوئیں۔ ہم نے کہا کہ آیئے نماز پڑھ لیں، چنانچہ ہم سب نے تیاری شروع کی مگر وہ صاحب جن سے گفتگو ہو رہی تھی نماز کے لئے نہ اٹھے۔ تو میں نے ایک دوست سے اس کی وجہ دریافت کی، انہوں نے بتلایا کہ ان کے نزدیک یہ نماز چونکہ اصل صلوٰۃ نہیں ہے جس کا حکم قرآن میں آیا ہے بلکہ یہ تو صرف لوگوں کی نماز ہے جو رسم و رواج کے طور پہ پڑھی جاتی ہے اس لئے وہ بزرگ اس کے قائل نہیں ہیں۔ اس واقعہ سے میرا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ مشرقی پاکستان میں مسلمان اس خیال کے ہیں اور مغربی پاکستان میں یہ نظریہ نہیں پایا جاتا بلکہ اس قسم کے "ترقی و تجدد پسند" مسلمان ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ اور موجودہ مغربی تہذیب و تعلیم کے زیر اثر انکی تعداد بہت ترقی پذیر ہے۔ میں تو یہ کہوں گا کہ مشرقی پاکستان کے مسلمان عام طور پہ مغربی پاکستان کے مسلمانوں کی بہ نسبت ارکان دین کے زیادہ پابند ہیں۔

اسی طرح حج کے رکن ہی کو لیجئے اس فریضہ کی حقیقی روح تو یہ تھی کہ انسان اپنے دنیوی فرائض کو کما حقہ ادا کرنے کے بعد قصد حج کرے۔ یعنی ترک دنیا کر کے دین کی خدمت کے لئے وقف ہو جائے۔ مگر ہمارے ہاں حج کے ظاہری ارکان کی پابندی تو کی جاتی ہے، لیکن جو اس کی روح ہے۔ اس کی نسبت کوئی مقام ہمارے دلوں میں نہیں ہے۔ کچھ ایک حاجی صاحبان تو سمگل کرنے کے عادی ہیں۔ بزعم خود دین کا کام بھی کر آئے اور دنیا بھی کما لائے۔ یہ دین سے تمسخر ہے۔

حج کی روح تو یہ ہے کہ دل سے دنیا کی ہر قسم کی محبت نکال کر دین کے لئے قربانی اور دینی جہاد کا جذبہ پیدا کیا جائے لیکن اس وقت وہ روح تو موجود ہی نہیں، الا ماشاء اللہ مگر حج کے حکم کے ظاہرا مناسک کو ادا کرنا ہی کافی سمجھ لیا گیا ہے۔ نماز اور حج کی ان دو متضاد مثالوں سے ظاہر ہے کہ یہ انتہا کی راہیں ہیں، بعض لوگ تجدد اور ترقی پسند ہیں اور بعض متشدد اور متعصب اور رسم و رواج کے مقلد ہیں، بعض تجدد اور ترقی پسند لوگ تو اس انتہا پر بھی پہنچ گئے ہیں کہ بعض آیات قرآنیہ سے استدلال کر کے یہ موقف پیش کرتے ہیں کہ قرآن اور رسالت پر بھی ایمان لانا کہاں ضروری ہے۔ جو کوئی خدا کی اطاعت کر لے اور نیکوکار بن جائے تو وہ نجات یافتہ ہو گیا۔ اس کا اسلام میں

آنا ضروری نہیں، یہ ایک انتہا ہے۔ جو دین سے صریح بغاوت ہے۔ دوسری انتہا یہ ہے کہ جس نے "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" زبان سے پڑھ لیا۔ پھر وہ جو چاہے کرے، اس کے نزدیک دوزخ کی آگ نہیں آ سکتی۔

حضرت مسیح موعودؑ واقعی حکم وعدل تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام میں صراط مستقیم کی وضاحت کی یعنی قرآن و سنت کی طرف رجوع کو دین کا بنیادی اصول قرار دیا۔ اور حضرت امام زمانؑ نے ان دو انتہاؤں میں ایک واضح اور اعتدال کا مسلک سامنے رکھا ہے۔ آپ کے ایک مخلص مرید تھے وہ ایثار اور قربانی بھی کرتے تھے لیکن جب اس نے اپنا خیال ظاہر کیا کہ نجات کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانا ضروری نہیں تو حضرت صاحبؑ نے اس کو جماعت سے خارج کر دیا۔ آپ نے واقعی عدل و حکم ہونے کا حق ادا کیا اور ایک متوازن اور معتدل راستہ جو حقیقی اسلام کا راستہ اور قرآن و سنت کی طرف رجوع کا راستہ ہے مسلمانوں کے سامنے پیش فرمایا۔

حال ہی میں ۱۹۶۸ء میں ایک امریکن اہل قلم فری لینڈ ایبٹ صاحب نے ISLAM AND PAKISTAN کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں تحقیق و تدقیق کا مادہ کس قدر ہے۔ اتنے دور بیٹھے یہ لوگ وہ حقائق جانتے ہیں جن کے بارے ہم میں سے بہت سے یہاں بیٹھے ہوئے بھی نہیں جانتے۔ اس کتاب کے چند اقتباسات بڑے حقائق پیش کرتے ہیں جو اس مضمون کے اوپر قارئین کرام کی ضیافت طبع کے لئے پیش کئے گئے ہیں۔

اس کتاب کے آخر میں یہ بات بتائی ہے کہ مسلمانوں میں دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو Traditionalists یعنی پابند رسم و رواج قسم کے لوگ ہیں دوسرے Modernists یعنی تجدد پسند ہیں۔ تجدد پسند تو اس حد تک چلے گئے ہیں کہ اسلام نے جو مسائل بیان کئے ہیں ان کی پابندی ان کے نزدیک ضروری نہیں۔ مگر ان کے برخلاف پابند رسوم لوگ یہ کہتے ہیں کہ ائمہ کے کسی فیصلے سے بال برابر بھی ادھر ادھر ہونا غلط اور گمراہی ہے اور دینیات کا انحصار ارکان و عبادات کو محض ظاہری رنگ میں ادا کر لینے پر ہی منحصر ہے۔

حضرت امام زمانؑ نے ان دو انتہاؤں کے درمیان ایک وسطی و درمیانی اعتدال اور توازن کا راستہ سکھلایا ہے جو حتمی اور یقینی طور پر واضح راستہ ہے۔ چنانچہ آپ کے ایک عظیم شاگرد، حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ کی دو کتابوں کا ذکر کرتا ہوں ایک کا نام ہے Islam the Religion of Humanity یہ ایک آٹھ صفحہ کا کتابچہ کی شکل میں ہے اور دوسری The Religion of Islam. آٹھ سو صفحات پر مشتمل مستند ایک کتاب دین اسلام کے اصول و مسائل پر ہے۔ پہلی میں بڑے اختصار سے اسلام کی خوبیوں اور ضرورتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور دوسری جو تقریباً آٹھ سو صفحات کی کتاب ہے۔ اس میں دین کی تمام ضروریات تفصیل سے بیان کی گئی ہیں کہ دین اسلام کا منبع کیا ہے۔ استخراج کہاں سے ہے، ارکان و عبادات کیا ہیں۔ اسی مستند و مفصل کتاب کو پڑھ کر مشہور نومسلم مترجم قرآن مسٹر مارمیڈیوک پکتھال نے کہا تھا:—

> "اس زمانہ میں تجدید اسلام کے لئے کسی شخص نے مولانا محمد علی صاحب سے زیادہ طویل و قابل قدر خدمات انجام نہیں دیں، یہ کتاب ہمارے نزدیک مولانا صاحب کا شاہکار ہے کہ جس میں قرآن و سنت سے سر مو تجاوز کئے بغیر آپ نے یہ بتلایا ہے کہ موجودہ زمانہ میں کہاں کہاں اجتہاد سے کام لیا جا سکتا ہے بلکہ لیا جانا ضروری ہے۔"

تو اس کتاب میں اصول اسلام اور ضروریات فقہ کو بیان کیا گیا ہے۔ کسی چیز کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ اسی طرح جو قرآن کریم کی تفسیر انگریزی اور اردو میں ہوئی اس میں بھی جزوی مسئلہ کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔

اسی وجہ سے اس زمانہ میں یہ تفسیر مقبول خاص و عام ہوئی۔

جماعت احمدیہ لاہور کا حتمی یقین اور جہاد زمانہ

اگر ہماری جماعت اپنا مقام بلند کرنا چاہتی ہے۔ اور مسلمانوں کی رہبری کا حق ادا کرنا چاہتی ہے تو اس کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ اپنے معتقدات پر حتمی یقین رکھے کہ وہی درست اور صحیح ہیں، علاوہ ازیں ہمیں یہ یقین ہونا چاہئے کہ یہی واحد جماعت ہے کہ جو اسلام کے صحیح ترجمہ و تفسیر کی اشاعت کے لئے پچاس سال سے کام کر رہی ہے دوسری اور کوئی جماعت ایسی نہیں ہے۔

اگر ہم ان دو امور کے ماتحت ایمان و یقین کے ساتھ اپنی کوششوں کو وسیع پیمانہ پر جاری کر دیں تو کامیابی دور نہیں۔ آپ دعا کریں کہ ہماری جماعت کے اندر وہی یقینی روح پیدا ہو جائے کہ ہم جن مسائل کو لے کر اٹھے ہیں نہ صرف وہی صحیح ہیں بلکہ اس وقت دنیا کو ان کی حاجت درپیش ہے اور ان کے بغیر احیاء اسلام کا مقصد تکمیل نہیں پا سکتا نیز دنیائے اسلام کے لئے اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ وہ ان کو قبول کرے اور اسی رنگ میں رنگے۔ آپ یہی شواہد و واقعات مغربی دنیا کے محققین نہایت کاوش و محنت سے دریافت کر کے دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں جیسے کہ اوپر مسٹر فری لینڈ ایبٹ کی کتاب کے چیدہ اقتباسات سے ظاہر ہے۔

ہمارے پر فرض ہے کہ ہم وسیع پیمانہ پر ذاتی طور پر اور علم الکلام کی مدد سے اسلام کی خدمت کریں کہ ہماری جماعت کے قیام کا مقصد ہی یہی ہے۔ حضرت امام وقتؑ نے عظیم الشان علم الکلام پیدا کیا ہے اگر آپ صرف آپ کی کتب کو ہم لوگوں تک پہنچا دیں اور ان کے دل میں انصاف ہو اور وہ حق جو ہوں تو آپ کو میں یقین دلاتا ہوں کہ ستر اسی فیصد لوگ قبول کر لیں گے۔ کتب کی اشاعت و تقسیم کا کام ہمیں بڑے وسیع پیمانہ پر کرنے کی ضرورت ہے۔

بعض لوگ مختلف عوارض اور مشکلات میں مبتلا ہیں ان کے لئے دعا کریں اور ساتھ ہی اس جماعت کی سربلندی کے لئے بھی دعا کریں کہ جس کام اور مقام کے لئے اس کو کھڑا کیا گیا ہے اس کا قیام اور دوام مستحکم

اخبار احمدیہ

امتحانات میں کامیابی

—— دواخانہ نورالدین چودھامل بلڈنگ لاہور سے صاحبزادہ عبدالوہاب عمر لکھتے ہیں:—

" برادرم مکرم صاحبزادہ عبدالمنان عمرؔ کے بڑے صاحبزادہ میاں اسامہ عمرؔ نے جرمنی میں ایم ڈی کر لیا ہے۔ وہ عنقریب پاکستان آ رہے ہیں۔

میرے چھوٹے لڑکے طارق عمر نے امسال میٹرک کا امتحان اعلیٰ فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا ہے۔ ملٹری اکاڈمی میں شرکت کر لی ہے۔

دونوں نوجوان آپ کی دعاؤں کے محتاج ہیں۔ اللہ ان کا حافظ و ناصر ہو۔

عبدالوہاب عمر
دواخانہ نورالدین۔ چودھامل بلڈنگ لاہور۔

اپریشن کی کامیابی پر عطیہ

—— چوہدری غفور احمد صاحب آف بدوملہی کارکن انجمن لکھتے ہیں:—

چوہدری محمد شفیع صاحب ملہی کے نواسہ عزیز راشد نواز پسر چوہدری محمد نواز صاحب کا اپریشن ہوا تھا، جو خدا کے فضل سے کامیاب ہوا، عزیز موصوف کی صحت یابی کی خوشی میں ان کی والدہ صاحبہ نے مبلغ دس روپے انجمن کو عطیہ دیا ہے،

فجزاھا اللہ خیراً،

درخواست دعا

—— بھارت سے انجمن کے نمائندہ جناب عبدالرزاق صاحب لکھتے ہیں:—

" مجھے لو بلڈ پریشر کی تکلیف ہے۔ احباب کرام شفائے کامل کے لئے دعا فرما دیں۔"

—— جماعت کے بعض احباب مالی پریشانیوں میں مبتلا ہیں اور بعض احباب بیمار ہیں۔ ان تمام کے لئے احباب درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفائے کامل و عاجل عطا فرمائے اور ان کی مالی پریشانیوں کو دور فرمائے۔

ہم اور دعا کریں کہ خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم اس جماعت کی اعلیٰ سے اعلیٰ خدمات کر سکیں۔

سید عزیز الرحمٰن بادشاہ کاکاخیل پرنسپل کنگ سکول اینڈ کالج کیہال ایبٹ آباد

اللہ ربّ ہے

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم۔
بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم ۰
الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین ۰
الرّحمٰن الرّحیم ۰ مٰلک
یوم الدین ۰ ایّاک نعبد و
ایّاک نستعین ۰ اھدنا
الصراط المستقیم ۰ صراط
الذین انعمت علیھم ط
غیر المغضوب علیھم
ولا الضّآلین ۰ اٰمین

اللہ جلشانہ نے اپنے کلام کو سورۃ فاتحہ سے شروع کیا ہے۔ میری زندگی میں بھی چونکہ یہ پہلا موقع ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ایک عاجز غلام کی حیثیت سے آپ اصحاب کے سامنے کھڑا ہو کر دین کے بارے میں کچھ کہنے والا ہوں اس لئے خواہش ہوئی کہ اپنی زندگی کے اس نئے دور کا آغاز سورۃ فاتحہ سے ہی کروں۔

مُردہ انسان کی زندگی قرآن کے ذریعہ

اللہ تعالےٰ کے دربار کے جس قدر غلام آج تک آتے رہے انہوں نے انسان کو اللہ سے روشناس کرایا۔ انہوں نے دلائل، رؤیا، الہامات، کرامات اور معجزات کے ذریعے عوام پر یہی ثابت کیا کہ "اللہ ہے"۔ آج میری شخصیت خود ببانگ دہل اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ "اللہ ہے"۔ بعض ایسے افراد اس محفل میں بھی موجود ہیں جو میری گذشتہ زندگی سے بھی واقف ہیں۔ میں ہر لحاظ سے ایک مُردہ انسان تھا یہ اللہ ہی ہے جس نے مجھے زندگی بخشی۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ یہ کلام بہتوں کو بلند کرے گا اور بہتوں کو پست۔ اللہ تعالےٰ نے جب مجھے زندہ کرنا چاہا تو اپنے کلام کی محبت دی۔ اسی کلام کی برکت ہے کہ آج یہ مُردہ انسان زندہ ہو کر آپ لوگوں کے سامنے اپنے خیالات کے اظہار کے قابل ہوا۔ چند سال قبل میرے چند قریبی رشتہ داروں کے لئے یہ تصور بھی ناممکن تھا کہ مجھے نماز پڑھتے یا مسجد کی طرف رُخ کرتے ہوئے تصور کریں اور آج وہ مجھ میں قرآن مجید کے علوم کے لئے ایک تڑپ محسوس کر رہے ہیں۔ کون ہے جس نے مجھے پھیرا؟ اللہ۔ وہی اللہ جس کے قبضہ قدرت میں سب جہان والوں کے قلوب ہیں۔ اُسی نے میرے دل کو پھیرا۔ وہ نہ ہوتا تو آج میں آپ لوگوں کے سامنے نہ بولتا ہوتا۔

کائنات پیدا کرنے کا مقصد

ہم سب اللہ جلشانہ کے سامنے عاجز ہیں۔ وہی ہے جو اپنے مقصد کو ہم سے پورا کروا رہا ہے۔ وہی مقصد جس کی اطلاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے ہمیں دی گئی کہ اللہ چھپا ہوا خزانہ تھا چاہا کہ ظاہر ہو جائے کائنات پیدا کر دی۔ کائنات میرے اور آپ کے اغراض کے پورا ہونے کے لئے معرض وجود میں نہیں آئی بلکہ اس عظیم ذات کے اس عظیم مقصد کو پورا کرنے کے لئے ہے۔ انسان بھی اسی مقصد کو پورا کرنے کی خاطر ایک غلام کی حیثیت سے پیدا کیا گیا۔

انسان کی عبدیت

مَیں نے عبد کا ترجمہ غلام سے کیا اگرچہ عبد غلامی سے نیچے درجہ ہے۔ انسان غلام نہیں بلکہ عبد ہے، لیکن بہت ہی کم لوگ ہیں جو عبد کے صحیح مفہوم سے واقف ہیں، اس لئے اس کی بجائے غلام کے لفظ کا استعمال بہتر سمجھا۔ ورنہ نوکر کہیں اچھا ہوتا ہے غلام سے، اور غلام کہیں اچھا ہوتا ہے عبد سے۔ نوکر کے ساتھ تو لین دین کا معاملہ ہوتا ہے۔ مزدوری دو خدمت لو۔ کسی کو نوکری پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ جس وقت جس نوکر کا دل چاہے نوکری چھوڑ دے۔ لیکن غلام کی یہ حیثیت نہیں۔ وہ آقا کا ایسا ہی ملک ہے جیسے تمہارے قبضہ میں کوئی چیز مثلاً میز، کرسی یا مشین وغیرہ۔ غلام کی حلال کمائی بھی آقا کی ہے نہ کہ اس کی اپنی۔ آقا سے بھاگ جائے تو نہ نماز قبول اور نہ روزہ جب تک واپس نہ آئے۔ لیکن غلامی کبھی عبدیت سے درجہ میں بہتر ہے۔ غلام کم از کم ایک چیز میں آزاد ہے اور وہ ہے ایمان۔ کوئی آقا کسی غلام کو ایک خاص اعتقاد رکھنے پر مجبور نہیں کر سکتا، بالعکس اس کے عبد وہ ہے جس کے اختیار میں اتنا بھی نہیں۔ وہ جس کا عبد ہے اُس کا وہ معبود ہی اس کے لئے راستہ متعین کرے گا اور وہ عبد اسی منتخب شدہ راستہ پر جانے کے لئے مجبور ہے ورنہ وہ حق عبودیت ادا نہیں کرتا۔ ذلت کا بھی اگر کوئی ذلیل ترین درجہ ہے تو وہ عبدیت کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان اگر عبد ہو سکتا ہے تو اللہ کا اور صرف اللہ کا اور بس۔ لیکن یہاں تو دن رات ہم ایسے فقرے تحریر اور تقریر میں استعمال کرتے رہتے ہیں جو شرک کی آمیزش سے خالی نہیں مثلاً العبد تیرا بندہ۔ تیرا تابعدار بندہ، بندگی وغیرہ وغیرہ۔

اللہ ربّ ہے اور ہم بندے

اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ قرآن مجید کی تعلیمات کا مغز دو فقروں میں بیان کر دو تو فوراً جواب دوں کہ قرآن مجید کا مغز دو لفظوں میں ہے "اللہ ربّ ہے اور ہم بندے"۔ ہم نے ربّ کی صحیح معرفت حاصل کرنے اور عبد کی اصلی حیثیت سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد دل کی زبان سے (یعنی صرف کہنے تک محدود نہ ہو) یہ اعلان کرنا ہے۔ اور اسی اعلان پر استقامت اختیار کرنا ہے کہ اللّٰھم انت ربّی وانا عبدک کلام پاک میں تمام انبیاء، مرسلین اور مؤمنین کی تعلیم کا نچوڑ ان ہی الفاظ میں بار بار مختلف طریقوں سے دیا گیا ہے کہ اعبدوا اللّٰہ ربّی وربّکم۔

اللہ کو ربّ ماننا مشکل

کہنے کو تو یہ فقرہ بہت آسان ہے لیکن ماننے کے لئے مشکل۔ اللہ کو تو سب مانتے ہیں اللہ کو ربّ تسلیم نہیں کرتے۔ آج اگر میں کسی یہودی، عیسائی یا ہندو سے کہہ دوں کہ اس جہان کا پیدا کرنے والا کوئی ہے تو وہ مجھ سے کبھی نہیں لڑے گا۔ پھر آخر کیا بات ہے کہ نہ کوئی ایسا نبی گذرا اور نہ کوئی ایسا رسول کہ یہ سب اُن کے جانی دشمن نہ بنے ہوں۔ ان کو تکلیفیں نہ دی ہوں۔ ان کی مخالفت نہ کی ہو، ان کو ہجرت پر مجبور نہ کیا ہو، ان کے قتل کے درپے نہ ہوئے ہوں۔ بات یہ ہے کہ وہ صرف اتنا نہ کہتے تھے کہ "اللہ ہے" بلکہ وہ کہتے تھے کہ "اللہ ربّ ہے"۔ اور وہ اس فقرے کے مفہوم کو سمجھتے تھے۔ دیکھو اللہ کو تو مشرکین عرب بھی مانتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جب حضورؐ نے حضرت علیؓ کو بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم لکھنے کو فرمایا تو مشرکین عرب نے کہا کہ ہم رحمٰن اور رحیم کو نہیں جانتے۔ یوں لکھو کہ باسمک اللّٰھم یعنی اللہ کے نام سے شروع۔ وہ اللہ کو مانتے تھے۔ خانہ کعبہ کو اللہ ہی کا گھر سمجھتے تھے۔ اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے تھے۔ لیکن اگر نہیں مانتے تھے اللہ کو ربّ نہیں مانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ جلشانہ کو ربّ ماننے ہی پر کامیابی کا دارومدار ہے۔

بنی آدم سے ربوبیتِ الٰہی کا عہد

بنی آدم سے جو وعدہ لیا گیا ہے وہ کیا ہے واذ اخذ ربّک من بنی اٰدم من ظھورھم ذرّیّتھم و اشھدھم علٰی انفسھم ج الست بربّکم ط قالوا بلٰی ج شھدنا ج ان تقولوا یوم القیامۃ انّا کنّا عن ھٰذا غٰفلین ۰

(الاعراف ع ۲۲)

اور جب آپ کے ربّ نے اولاد آدمؑ کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور اُن سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟ سب نے کہا کہ کیوں نہیں۔ ہم گواہ بنتے ہیں۔ تاکہ تم لوگ قیامت کے دن یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس سے محض بے خبر تھے۔

انبیاءؑ کی تعلیم کہ اللہ ربّ ہے

موت کے فوراً بعد جس سوال کے صحیح جواب پر جنت کی بشارت ہے وہ ہے من ربّک۔ نوحؑ نے قوم سے کہا ان لا تعبدوا الّا اللّٰہ، اللہ کے علاوہ کسی کی بندگی مت کرو اور ھو ربّکم والیہ ترجعون۔ وہی تمہارا ربّ ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے (سورۃ ھود ع ۱۳) عیسٰیؑ کی بھی یہی

تبلیغ اللہ تعالےٰ جل شانہٗ نے اکثر جگہ نقل کی ہے کہ انّ اللّٰہ ربّی و ربّکم فاعبدوہ ھٰذا صراطٌ مستقیم۔ اللہ ہی ہمارا اور تمہارا ربّ ہے - اس کی بندگی کرو یہی صراطِ مستقیم ہے - ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ بھی یہی تھی کہ ربّکم ربّ السمٰوٰت والارض الّذی فطرھنّ وانا علٰی ذالکم من الشّٰھدین ہ (الانبیاء ع ۵) - تمہارا ربّ وہ ہے جو تمام آسمانوں اور زمین کا ربّ ہے جس نے ان سب کو پیدا کیا اور مَیں اس بات پر خود بھی گواہوں میں سے ہوں اور یہ کہ فانّھم عدوٌّ لی الّا ربّ العٰلمین ہ الّذی خلقنی فھو یھدین ہ والّذی ھو یطعمنی و یسقین ہ و واذا مرضت فھو یشفین الّذی یمیتنی ثمّ یحیین ہ والّذی اطمع ان یغفرلی خطیٓئتی یوم الدّین - (الشعراء ع ۵)

ربّ العٰلمین ہی ہے جس نے مجھے پیدا کیا - وہی میری رہنمائی کرتا ہے وہی ہے جو مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب مَیں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے - مجھے موت دے گا - اور پھر مجھے زندہ کرے گا - اور جس سے مجھ کو یہ اُمید ہے کہ میری غلط کاری کو قیامت کے روز معاف کر دے گا -

اور قوم سے سوال بھی یہی پوچھا تھا کہ فما ظنّکم بربّ العٰلمین کہ تمہارا ربّ العٰلمین کی بابت کیا گمان ہے؟ الیاسؑ کی دعوت بھی ربّ ہی کی طرف تھی وانّ الیاس لمن المرسلین ہ اذ قال لقومہٖٓ الا تتّقون ہ اتدعون بعلًا وّتذرون احسن الخالقین ہ اللّٰہ ربّکم وربّ اٰبآئکم الاوّلین - (الصّٰفّٰت ع ۴)

الیاسؑ بھی مرسلین میں سے تھا - جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا تم نہیں ڈرتے کیا بعل کو پکارتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑ بیٹھے ہو - اللہ تمہارا بھی ربّ ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی ربّا ہے -

حضرت موسےٰؑ کو جب اللہ تعالےٰ نے پہلی بار مخاطب کیا تو فرمایا یٰموسٰی انّی انا اللّٰہ ربّ العٰلمین ہ یعنے کہ اے موسٰے بے شک میں ہی ہوں اللہ عالمین کا ربّ - اور یہ کہ انّیٓ انا ربّک فاخلع نعلیک، کہ بے شک میں ہی تیرا ربّ ہوں - اور پھر اسی پیغام کے ساتھ اسے فرعون اور آل فرعون کے ساتھ بھیجا، یہی وجہ ہے کہ فرعون جو پہلا سوال اس سے پوچھتا ہے وہ یہ ہے کہ فمن ربّکما یٰموسٰی کہ اے موسٰے تیرا ربّ کون ہے جس کا جواب اس نے یہ دیا کہ ربّنا الّذیٓ اعطٰی کلّ شیءٍ خلقہٗ ثمّ ھدٰی (طٰہٰ ع ۲) ہمارا ربّ وہ ہے جس نے ہر چیز کو بناوٹ عطا کی پھر رہنمائی عطا فرمائی، پھر پوچھا ہے کہ وما ربّ العٰلمین ہ عالمین کا ربّ کیا ہے جس کا جواب موسٰےؑ کی زبانی یوں ملتا ہے کہ ربّ السمٰوٰت والارض وما بینھما ان کنتم موقنین - ربّکم وربّ اٰبآئکم الاوّلین - ربّ المشرق والمغرب وما بینھما ان کنتم تعقلون (الشعراء ع ۲) یعنے وہی ہے آسمانوں اور زمین کا ربّ اگر یقین کرنے والوں میں سے ہو، اور وہی تمہارا ربّ بھی ہے اور تمہارے گذرے ہوئے آباد و اجداد کا بھی اور وہی ہے مشرق مغرب اور ان کے مابین کا ربّ اگر تمہیں عقل ہے - فرعون جانتا تھا کہ موسٰے کس طرف اس کو دعوت دے رہا ہے - یہی وجہ ہے کہ جب ڈوبنے لگا تو لگا کہنے کہ اٰمنت بربّ موسٰی وھٰرون کہ میں موسٰےؑ اور ہارونؑ کے ربّ پر ایمان لایا -

تمام انبیاءؑ کا ذکر کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے مخاطب کرکے فرمایا کہ انّ ھٰذہٖ امّتکم امّۃً واحدۃً وانا ربّکم فاعبدون (الانبیاء ع ۶)

یہ ہے تمہاری ٹولی ایک ہی ٹولی اور مَیں تمہارا ربّ ہوں - میری بندگی کرو - بنی نوع انسان کی طرف فرشتوں کا القاء بھی یہی ہے کہ ربّ السمٰوٰت والارض وما بینھما فاعبدہ واصطبر لعبادتہٖ ط ھل تعلم لہٗ سمیًّا (مریم ع ۴) وہ ربّ ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان کے درمیان کا - تو اس کی بندگی پر قائم رہ بھلا تو کسی کو اس کا ہم صفت جانتا ہے -

اللہ کو ربّ ماننے میں فلاح اور کامیابی

اللہ تعالےٰ کا کلام اس بات پر گواہ ہے کہ جو بھی یہ راز پا جائے کہ اللہ ربّ ہے تو وہ فلاح پا گیا - کامیاب ہوا اس کے گناہ بخش دیئے گئے - مثلاً سورۃ الاحقاف میں ربّ العالمین فرماتا ہے کہ انّ الّذین قالوا ربّنا اللّٰہ ثمّ استقاموا فلا خوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون ہ اولٰٓئک اصحٰب الجنّۃ خٰلدین فیھا جزآءًۢ بما کانوا یعملون - بے شک جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی ہمارا ربّ ہے اور پھر اس پر قائم رہے تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ پریشان ہوں گے - وہی جنتی ہیں جس میں ہمیشہ رہیں گے یہ سب بدلہ اُن کے کئے ہوئے اعمال کا - اور اسی رکوع میں ایک آیت کے بعد ہے کہ اولٰٓئک الّذین نتقبّل عنھم احسن ما عملوا و نتجاوز عن سیّاٰتھم فیٓ اصحٰب الجنّۃ ط وعد الصّدق الّذی کانوا یوعدون ہ (الاحقاف ع ۲)

یہ وہ لوگ ہیں کہ ہم ان کے اچھے اعمال کو قبول کر لیں گے اور ان کی برائی سے درگذر کریں گے یہ اہلِ جنت ہوں گے - اس سچے وعدے کی وجہ سے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے -

اور سورہ حٰمٓ السجدۃ میں ہے، کہ انّ الّذین قالوا ربّنا اللّٰہ ثمّ استقاموا تتنزّل علیھم الملٰٓئکۃ الّا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنّۃ الّتی کنتم توعدون ہ نحن اولیٰٓؤکم فی الحیٰوۃ الدّنیا وفی الاٰخرۃ ج ولکم فیھا ما تشتھیٓ انفسکم ولکم فیھا ما تدّعون ہ نزلًا مّن غفورٍ رّحیمٍ ہ

بے شک جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی ربّ ہے اور پھر اس پر قائم رہے تو پھر ان پر ملائکہ اُتریں گے کہ نہ خوف کرو اور نہ پریشان ہو اور تمہیں ان جنتوں کی بشارت ہو جن کا وعدہ تھا - ہم دنیا میں بھی تیرے دوست ہیں اور آخرت میں بھی - اور تمہارے لئے سب من بھاتی چیزیں وہاں موجود ہوں گی اور وہ بھی جن کے لئے پکارو گے - یہ ہے مہمانی اس گناہوں کے ڈھانپنے والے مہربان کی طرف سے !

کہیں اس عبارت کو یوں پیش کیا ہے کہ اے میرے بندو میری زمین وسیع ہے - میری ہی بندگی کرو - سب نفوس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے، اور پھر میری طرف ہی لوٹو گے، جو لوگ کہ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کو جنت کے بالاخانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے - عمل کرنے والوں کے لئے کیا ہی اچھا اجر ہے جنہوں نے صبر کیا اور اپنے ربّ پر توکل کیا کرتے تھے - (العنکبوت ع ۶)

اور کہیں اسی مضمون کو یوں ادا کیا :-

والّذی جآء بالصّدق وصدّق بہٖٓ اولٰٓئک ھم المتّقون ہ لھم ما یشآءون عند ربّھم ذالک جزآؤا المحسنین ہ لیکفّر اللّٰہ عنھم اسوا الّذی عملوا ویجزیھم اجرھم باحسن الّذی کانوا یعملون ہ

جس کے پاس سچی بات پہنچ جائے اور وہ اس کی تصدیق کرے تو وہی متقی لوگ ہیں - ان کے لئے ان کے ربّ کے ہاں ان کی من بھاتی چیزیں ہیں - یہ ہے محسنین کا بدلہ - اللہ تعالےٰ ان کے بُرے اعمال کو دُور کر دے گا اور ان کے اعمال کا اچھا بدلہ عطا فرماوے گا -

اللہ کو ربّ ماننے والوں سے عناد

کہنے کو تو سب کہتے ہیں کہ اللہ ربّ ہے لیکن سمجھتے بہت کم ہیں - جو بھی اس راز کو پا لیتا ہے دنیا سب کی سب اس کی دشمن بن جاتی ہے - قرآن مجید گواہ ہے کہ مومنوں کو جتنی بھی تکالیف دی گئی ہیں ان کا قصور صرف یہی تھا کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ ہی ربّ ہے - سورۃ مؤمن میں فرعون ہی کے آل میں سے ایک شخص فرعون کو موسٰیؑ کے متعلق یوں مخاطب کرتا ہے اتقتلون رجلًا ان یقول ربّی اللّٰہ - کیا تم اس شخص کے قتل کے محض اس وجہ سے درپے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا ربّ اللہ ہے؟ فرعون نے جادوگروں کو اسی وقت تکلیفیں دے دے کر مصلوب کیا

جب انہوں نے کہا اٰمنّا بربّ العٰلمین ۝ ربّ موسٰی و ھٰرون (الشعراء ع ۳) اور سورۃ الحج میں ہے کہ ان اللّٰہ علٰی نصرھم لقدیر ۝ الذین اُخرجوا من دیارھم بغیر حقٍ الّا ان یقولوا ربنا اللّٰہ۔ بلاشبہ اللہ تعالےٰ ان کے غالب کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے جو اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے محض اتنی بات پر کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ ہی ربّ ہے۔

اللہ کو ربّ ماننا حالی معاملہ ہے جو قلب سے تعلق رکھتا ہے

یہ قول کہ "اللہ ربّ ہے" زبان کے لئے تو بہت آسان ہے لیکن قلب میں داخل ہونے کے لئے بہت سخت۔ اگر ایک دفعہ قلب میں داخل ہو جائے تو پھر اس کا نکالنا بڑا ہی مشکل۔ بڑے بڑے متکبروں نے بے چارے مومنوں پر ظلم اور تشدّد کی انتہا کر کے بھی دیکھ لیا کہ جب یہ کلمہ قلب کا جزو بن جاتا ہے تو پھر اس کا قلب سے الگ کرنا ناممکن۔ لیکن اس راز کا جاننا قال سے نہیں ہوتا بلکہ حال سے ہوتا ہے۔ سائنس فلسفہ اور جہان بھر کے علوم جو سیکھے سکھائے جاتے ہیں سب قالی علوم ہیں کیونکہ حالی علوم سیکھے سکھائے نہیں جا سکتے مٹھاس ایک حالی کیفیت ہے۔ جس نے کوئی بھی میٹھی چیز نہ چکھی ہو، اس کو مٹھاس کی کیفیت سے آگاہ کرنے سے تمام کے تمام قالی علوم عاری ہیں، تمام سائنسدان اور فلاسفر مل کر بھی بغیر میٹھی چیز چکھائے اس کو اس کیفیت سے آگاہی نہیں بخش سکتے۔ اسی طرح ایمان کا مزہ بھی بغیر چکھے نہ آسکے گا۔ یہاں عقل اور عقلی علوم کی دوڑ ختم ہے۔

عشق کا مقام

یہ عشق کا مقام ہے یہاں عشق رہبری کرے گا نہ کہ عقل۔ عقل کے گھوڑے پر سوار ہو کر پہاڑ کے دامن تک پہنچو، پھر عقل کو خیرباد کہہ کر عشق کی سواری لے لو۔ اگر گھوڑے پر سوار ہو کر اس پہاڑ کی چوٹی تک پہنچنے کی کوشش کرو گے۔ تو یقیناً تباہی کے گڑھے میں گرو گے۔ اگر سائنس اور فلسفہ سے یہ مقامات طے ہوتے تو اللہ تعالےٰ جلشانہٗ ہم سے وعدہ نہ کرتا کہ ہم ہدایت بھیجتے رہیں گے اور جب میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت پہنچ جائے تو جو بھی اس ہدایت کی پیروی کرے گا تو اس پر نہ خوف ہوگا اور نہ ہراس بلکہ ہماری سعی پر چھوڑ دیتا کہ کوشش کر کے اپنے لئے ہدایت کی راہ تلاش کر لو اور اللہ تعالےٰ وقتاً فوقتاً اپنی طرف سے انسان کی رہنمائی کے لئے ایمان کے مزے چکھانے والے بھیج کر اپنا کیا ہوا وعدہ پورا کر رہا ہے

ایمان قلبی کیفیت ہے
جس کیلئے مامورین الٰہی آتے

قیامت کے دن جب تمام بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے کہا جائے گا کہ اے جنات اور انسانوں کی ٹولیو! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے میرے دین کے غلام نہیں آتے تھے جو تمہیں میری نشانیوں سے آگاہی دیتے تھے اور اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے" تو ایک بھی جہنمی ایسا نہ ہوگا کہ کہہ دے کہ میرے پاس تو نہیں آیا تھا۔ رسولوں کے ماننے کو ہمارے ایمان کا جزو قرار دے کر بتا دیا گیا کہ محض عقل کافی نہیں۔ صرف عقل سے اللہ تعالےٰ تک یا راہ ہدایت تک رسائی پانے والوں کے لحاظ سے رسولوں کا آنا ضروری نہیں جو عقیدہ قرآن کے بالکل خلاف ہے۔ ایمان ایک قلبی کیفیت ہے۔ اس کے لئے چکھانے والے ہونے چاہئیں۔ اور وہ چکھانے والے ہیں اللہ کے مامور۔ اللہ کے مامور ہر دور میں موجود ہوتے ہیں۔ انبیاء و رسل اولیاء۔ سب تمہاری طرف مامور ہیں۔

اطاعتِ الٰہی اور رزّاقیت

اللہ تعالےٰ نے فرمایا تھا کہ ان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللّٰہ۔ اگر زمین کی سطح پر اکثریت کی بات مانو گے تو وہ تم کو اللہ کے راستہ سے گمراہ کر دیں گے۔ تم نے اللہ تعالےٰ کی یہ بات نہ مانی۔ تم اکثریت ہی کے راستہ پر گئے تمہارے اور باقی دنیا والوں کے خیالات میں کوئی فرق نہیں۔ مثلاً سب کہتے ہیں کہ "رزق تو اللہ دیتا ہے لیکن انسان کے لئے بھی ضروری ہے کہ تگ و دو کرے"۔ تم بھی یہی کہتے ہو، اگرچہ اللہ تعالےٰ نے ایسا نہیں کہا تھا۔ تم نے اللہ کی بات نہ مانی اکثریت کے خیالات کو اپنا بیٹھے اللہ تعالیٰ کا تو فرمان تھا کہ اللہ کے علاوہ جن کی غلامی کرتے ہو یہ تمہارے رزق کے مالک نہیں۔ رزق اللہ ہی کے ہاں ڈھونڈو۔ اسی کی غلامی کرو۔ اور اسی کے شکر گذار بن جاؤ۔ اسی کی طرف تم نے لوٹنا ہے۔ اور اگر تم اس بات کو جھٹلاؤ تو تم سے پہلی ٹولیاں بھی اس بات کو جھٹلا چکی ہیں (العنکبوت ع ۲) غور کا مقام ہے اللہ تعالےٰ یہ نہیں کہتا کہ ایک دو شخص اس بات کو جھٹلاتے آئے ہیں بلکہ امتوں کی امتیں جھٹلاتی آئی ہیں کیا اس بات کو کسی نے جھٹلایا ہے کہ "رزق اللہ دیتا ہے لیکن انسان کو بھی رزق کے لئے دوڑ دھوپ ضروری ہے"؟ نہیں۔ نہ یہ بات پہلے جھٹلائی گئی ہے اور نہ آج جھٹلائی جا رہی ہے اور نہ آئندہ ہوگی۔ دراصل جو حق بات ہے وہ یہی ہے کہ ہم اللہ کے غلام ہیں ہم نے ربّ کی معرفت حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دینا ہے کیونکہ ہمارے ذمّہ آقا کی طرف سے یہی فرض عائد ہوتا ہے اور آقا کے ذمّہ ہمارا کھانا۔ پانی ہے۔ ہمارے لئے زندگی کے زیست کے سامان کے لئے تگ و دو کوئی ضروری نہیں میرے ساتھ اس بات میں جھگڑنے والا صرف وہی ہوگا جو ربّ کی معرفت نہ رکھتا ہوگا۔ اور لوگوں کی اکثریت ربّ کی معرفت سے قاصر ہے۔ رزق کی بابت تو اللہ تعالیٰ نے بہت ہی صاف لفظوں میں کہا ہے کہ:

"زمین پر کوئی ایسا جاندار نہیں جس کی روزی اللہ کے ذمّہ نہ ہو اور وہ تمہارے عارضی اور مستقل رہائش گاہیں جانتا ہے"۔ (ھود ع ۱)

"زمین پر بہت سے جاندار اپنی روزی اٹھا کر نہیں رکھتے۔ اللہ انہیں بھی رزق پہنچاتا ہے اور تمہیں بھی وہ سنتا اور جانتا ہے۔"

(العنکبوت ع ۲)

"یہ اللہ ہی ہے جو رزق میں کشادگی اور تنگی کرتا ہے لیکن اکثر نہیں جانتے۔"

(سبا ع ۴)

"اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا تمہیں رزق دیا۔ پھر تمہیں مارے گا اور پھر زندہ کرے گا۔ کیا ہے کوئی تمہارے شریکوں میں سے جو ان میں سے کوئی کام کر سکے؟ پاک اور بلند ہے اللہ ان کے شرک سے"

(روم ع ۴)

"اپنے آل و عیال کو نماز کا حکم کرو۔ خود بھی اس پر جمے رہو۔ میں تم سے رزق کمانا نہیں چاہتا۔ رزق میں دوں گا"

(طٰہٰ ع ۸)

"جو اللہ سے ڈرے گا اللہ خود ہی اس کے لئے راہ نکالے گا اور ان کو ایسی جگہوں سے رزق پہنچائے گا جو ان کے خواب و خیال میں بھی نہ ہوں"

(طلاق ع ۱)

"میں نے انسان اور جنات کو ماسوائے اپنی بندگی کے اور کسی مقصد کے لئے پیدا نہیں کیا۔ میں ان سے رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ اللہ ہی رزق پہنچانے والا قوی اور مضبوط ذات ہے"

(طور ع ۳)

(باقی آئندہ)

ضرورتِ رشتہ

(۱) ایک بیس سالہ قبول صورت میٹرک -/50 روپے ماہوار پر محکمہ تعلیم میں ملازم لڑکی کے لئے کم از کم B.A (بی۔ اے) اور برسر روزگار رشتہ کی ضرورت ہے۔

(۲) ایک ۱۴ سالہ قبول صورت طالب علم جماعت نہم لڑکی کے لئے برسر روزگار رشتہ کی ضرورت ہے

خواہشمند حضرات مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کریں:۔

معرفت دفتر رشتہ و ناطہ
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
احمدیہ بلڈنگس لاہور ۷

پیغام صلح کو پڑھنے کے بعد اپنے دوستوں تک پہنچائیں۔ ۔ ۔ منیجر

ملفوظات بقیہ صفحہ اوّل۔

جب تک یہ بدخیال دل سے دُور نہ ہوں کبھی ممکن نہیں کہ سچی وحدت پھیلے۔ اس لئے اس مرحلہ کو سب سے اوّل رکھا۔

تقویٰ کیا ہے ؟ ہر قسم کی بدی سے اپنے آپ کو بچانا۔ پس خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ ابرار کے لئے پیالہ [illegible] اور جوش پیدا نہیں ہوتا۔ ایک شخص کے دل میں یہ خیال تو آ جاتا ہے کہ یہ کام اچھا نہیں یہاں تک کہ چور کے دل میں بھی یہ خیال آ ہی جاتا ہے۔ مگر جذبۂ دل سے وہ چوری بھی کر ہی لیتا ہے۔ لیکن جن لوگوں کو شربت کافوری پلا دیا جاتا ہے۔ ان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ ان کے دل میں بدی کی تحریک ہی پیدا نہیں ہوتی بلکہ دل برے کاموں سے بیزار اور متنفر ہو جاتا ہے۔ گناہ کی تمام تحریکوں کے مواد دبا دیئے جاتے ہیں۔ یہ بات خدا تعالےٰ کے فضل کے سوا میسّر نہیں آتی۔ جب انسان دعا اور عقد ہمت سے خدا تعالےٰ کے فضل کو تلاش کرتا ہے اور اپنے نفس کے جذبات پر غالب آنے کی سعی کرتا ہے تو پھر یہ سب باتیں فضل الٰہی کو کھینچ لیتی ہیں اور اسے کافوری جام پلایا جاتا ہے [illegible]

ملفوظات حضرت مسیح موعود جلد ہشتم

آفتاب الدین احمد ہومیوپیتھک
دار الشفاء
ایک رفاہی ادارہ ہے
جہاں سے یومیہ سینکڑوں مریض خود آ کر اور سینکڑوں بذریعہ خط و کتابت مفت ادویات اور مشورے حاصل کرتے ہیں آپکی اعانت کا شکریہ
اعزازی مہتمم دار الشفاء۔ احمدیہ بلڈنگس مزنگ

اچھے لوگ عمدہ لباس پسند کرتے ہیں
پریمیر فیبرکس
(اپنی)
سادگی اور پائداری کے لئے مشہور ہیں
،، — 7000 ،، ،، — ظفر وائل — 445 .V
،، — پرچم ،، ،، — شہزادی ٹسر — P.C.M.75
،، ،، — شیرازی
— 4040 — ،، ،،
سُوت ہر قسم سنگل و ڈبل بنڈلوں اور کونوں میں
المشتہر
کمرشل آفیسر۔ پریمیئر کلاتھ ملز لمیٹڈ لائلپور
ٹیلیفون نمبر۔ 2102، 2166، 4917، 2548۔

فون نمبر
۲۰۱۴
۲۸۵۹
۷۷۶۶
ٹیلیگرام: فائن ٹیکس
فائن ٹیکس
دیدہ زیب — خوشنما نمونے — پختہ رنگ — شرٹنگ
بستر کے سیٹ — صوفہ — و — پردہ کلاتھ
آج ہی فائن ٹیکس کی مصنوعات سے اپنے گھر کو سجائیے
یونائیٹڈ ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ فضل آباد ملتان

ABL

آسٹریلیشیا بینک
ہمارا نصب العین
بنک کاری میں مخلصانہ خدمت
اور اعلیٰ کارگزاری
آسٹریلیشیا بینک لمیٹڈ
قائم شدہ ۱۹۴۲ء

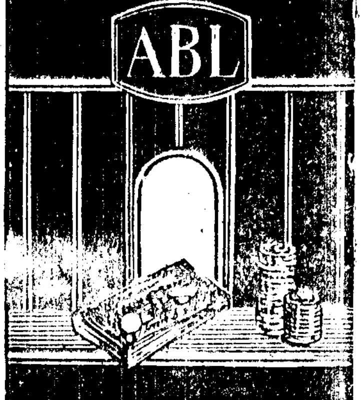

PAK CEMENT

پاک سیمنٹ فاروقیہ
یادگار عمارتیں
پائیدار سیمنٹ
پاک سیمنٹ ۔ فاروقیہ
پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ
فاروقیہ (ضلع ہزارہ)

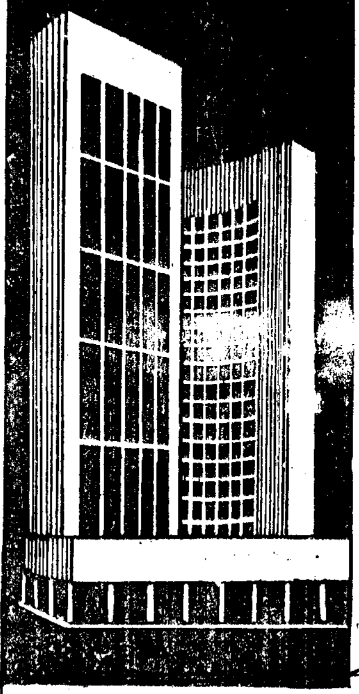

CSTM

کالونی سرحد
کے پارچاجات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا
کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل کوٹ ۔ نوشہرہ

ضرورت کتاب

دار المطالعہ احمدیہ لاہور کے لئے کتاب "مکمل احمدیہ پاکٹ بک" مؤلفہ ملک عبدالرحمٰن آف گجرات کی ضرورت ہے ۔ جو صاحب فروخت کرنا چاہیں مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت فرمائیں۔

آنریری جنرل سیکرٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

بہترین علاج

بواسیر جسمانی کمزوری ۔ ضعف اعصاب ۔ فالج گنٹھیا ۔ تلی ۔ دق ۔ سل ۔ پرانے بخار کے شفا بخش علاج ڈاک سے منگائیے ۔

خط ملنے پر کتاب رفیق شباب مفت

حکیم محمد شفیع چشتی
شہبرو ۔ P.O جام پور ۔ ڈیرہ غازی خاں

پیغام صلح ۲۴ ستمبر ۱۹۶۸ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۳۵

تعلیمی پریس ہال روڈ لاہور میں باہتمام ملک ... مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

اے خدا نورِ ہُدیٰ از مشرقِ رحمت بر آر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

ہفت روزہ
پیغام صلح
لاہور
"پاکستان"

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
ٹیلی فون نمبر ۳۰۳۷
تار کا پتہ، تبلیغ لاہور

جلد ۵۶ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۱ ستمبر ۱۹۶۸ء | نمبر ۳۶

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے
نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔
(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادہ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہو گی۔
۳- سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔
۴- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶- اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی
ایمان کی حلاوت تین باتوں میں

عن انسٍ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلاث من کنّ فیہ وجد حلاوۃ الایمان ان یکون اللہ ورسولہ احبّ الیہ ممّا سواھما وان یحبّ المرء لا یحبّہ الّا اللہ وان یکرہ ان یعود فی الکفر کما یکرہ ان یقذف فی النّار۔

ترجمہ:-

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین باتیں جس میں ہوں اس نے ایمان کی حلاوت کو پا لیا۔ یہ کہ اللہ اور اس کا رسولؐ ان کے ماسوا سے اسے سب سے بڑھ کر محبوب ہو اور یہ کہ ایک شخص سے محبت کرے تو فقط اللہ کے لئے محبت کرے اور یہ کہ کفر کی طرف لوٹ آنا اسے ایسا ناگوار ہو جیسا کہ یہ ناگوار ہے کہ اسے آگ میں ڈالا جائے

نوٹ:- از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

حلاوۃ الایمان سے مراد ہے اطاعت میں لذت کا پیدا ہونا اور دین کے بارے میں مشقتوں کا برداشت کرنا اور دنیا پر دین کو مقدم رکھنا اور اللہ اور رسولؐ کو ایک ہی حکم میں رکھا ہے کیونکہ یہاں ذکر احسان اور اطاعت کا ہے اور خدا کا احسان ہم پر خصوصیت سے بذریعہ رسولؐ ہی ہوا ہے اور اس کی اطاعت کے امور بھی بذریعہ رسولؐ ہی معلوم ہوتے ہیں۔

اس نماز روزہ سے کیا فائدہ جبکہ اسی مسجد میں نماز پڑھی اور وہیں پر کسی دوسرے کی شکایت اور گلہ کر دیا

ارشادات حضرت امام الزمان مسیح موعود علیہ السلام

"بار بار قرآن شریف کو پڑھو۔ اور تمہیں چاہیئے کہ بُرے کاموں کی تفصیل لکھتے جاؤ۔ اور پھر خدا تعالےٰ کے فضل اور تائید سے کوشش کرو کہ ان بدیوں سے بچتے رہو۔ یہ تقوےٰ کا پہلا مرحلہ ہو گا، جب تم ایسی سعی کرو گے تو اللہ تعالےٰ پھر تمہیں توفیق دے گا اور وہ کافوری شربت تمہیں دیا جاوے گا جس سے تمہارے گناہ کے جذبات بالکل سرد ہو جائیں گے۔ اس کے بعد نیکیاں ہی سرزد ہوں گی۔ جب تک انسان متقی نہیں بنتا یہ جام اسے نہیں دیا جاتا اور نہ اس کی عبادات اور دعاؤں میں قبولیت کا رنگ پیدا ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انّما یتقبّل اللہ من المتّقین۔ یعنی بے شک اللہ تعالےٰ متقیوں ہی کی عبادات کو قبول فرماتا ہے۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ نماز روزہ بھی متقیوں ہی کا قبول ہوتا ہے ان عبادات کی قبولیت کیا ہے اور اس سے مراد کیا ہے؟

سو یاد رکھنا چاہیئے کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ نماز قبول ہو گئی ہے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ نماز کے اثرات اور برکات نماز پڑھنے والے میں پیدا ہو گئے ہیں۔ جب تک وہ برکات اور اثرات پیدا نہ ہوں اس وقت تک نری ٹکریں ہی ہیں۔

اس نماز یا روزہ سے کیا فائدہ ہو گا جبکہ اسی مسجد میں نماز پڑھی اور وہیں کسی دوسرے کی شکایت اور گلہ کر دیا۔ یا رات کو چوری کر لی۔ کسی کے مال یا امانت میں خیانت کر لی کسی کی شان پر جو خدا تعالےٰ نے اسے عطا کی ہے بخل یا حسد کی وجہ سے حملہ کر دیا کسی کی آبرو پر حملہ کر دیا۔ غرض اس قسم کے عیبوں اور برائیوں میں اگر مبتلا کا مبتلا رہا تو تم ہی بتاؤ اس نماز نے اسکو کیا فائدہ پہنچایا؟

چاہیئے تو یہ تھا کہ نماز کے ساتھ اس کی بدیاں اور برائیاں جن میں وہ مبتلا تھا کم ہو جاتیں اور نماز اس کے لئے ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ پس پہلی منزل اور مشکل اس انسان کے لئے جو مومن بننا چاہتا ہے یہی ہے کہ بُرے کاموں سے پرہیز کرے۔ اسی کا نام **تقوےٰ** ہے۔

اور یہ بھی یاد رکھو کہ تقوےٰ اس کا نام نہیں کہ موٹی موٹی بدیوں سے پرہیز کرے، بلکہ ایک

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

الجزائر میں اسلامی مساوات دیکھ کر میں مسلمان ہو گیا

فرانس کے نومسلم احمد مورس گنتھر کے تاثرات

مساوات نسل انسانی اسلام کا ایک ایسا اصول ہے جس نے یورپ کے نسل پرست لوگوں میں سے کئی ایک کو اس درجہ متاثر کیا ہے کہ محض اسی ایک اصول ہی کی وجہ سے اسلامی برادری میں شمولیت کو باعث فخر سمجھا ہے، ذیل کا مضمون جو معاصر شہاب سے بشکریہ نقل کیا گیا ہے اسی تاثر کی ایک نمایاں مثال ہے۔

مغربی ممالک میں عام دستور ہے کہ عام اور اوسط درجہ کے وہ لوگ جن کے یہاں دو چار آدمیوں کے قیام کی گنجائش ہوتی ہے ایسے افراد کو اپنے یہاں ٹھہرا لیتے ہیں، جو سیر و تفریح یا تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے اکثر ملکوں میں آتے ہیں۔ ایسے خاندانوں میں عموماً وہ طالب علم ٹھہرتے ہیں جو تھوڑا سا خرچ کر کے سکون اور گھر جیسا آرام حاصل کرنا چاہتے ہیں، اور وہ جس خاندان میں ٹھہرتے ہیں چند ہی روز کے بعد اسی خاندان کے ایک رکن معلوم ہونے لگتے ہیں۔

یورپ کے دوسرے ملکوں کے مقابلہ میں شمالی امریکہ کے ساتھ فرانس کا گہرا تعلق رہا ہے اور شمالی امریکہ کے ہزاروں مسلمان ہمیشہ فرانس آتے جاتے رہتے ہیں اور ان میں سے بعض فرانسیسی شرفاء کے خاندانوں میں قیام پذیر ہوتے رہتے ہیں۔

اب سے چند سال پہلے تک اسلام اور اس کی تعلیمات کے متعلق میرا مطالعہ صفر کے برابر درجہ میں تھا۔ آج کی دنیا میں یورپ کے لوگوں کو دوسرے مذاہب تو کیا خود اپنے مذہب کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرنے کا وقت نہیں ملتا۔ انہوں نے مذہب کو صرف پادریوں کے لئے چھوڑ دیا ہے، اور وہ ہر اتوار کو گرجا چلے جانے ہی کو کافی سمجھتے ہیں۔

اسلام قبول کرنے سے پہلے خود میرا بھی یہی حال تھا، اور مجھے اسی لئے اسلام کے متعلق صرف وہی باتیں معلوم تھیں جو پادری صاحبان کبھی کبھی اپنے وعظ میں ہمیں بتاتے رہتے تھے۔ — یہ وہ زمانہ تھا جب پہلی عالمگیر جنگ کے بعد ترکی کے عیسائی باشندے ترکی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے میں مصروف تھے اس لئے پادری صاحبان اہل اسلام اور مسلمانوں کے متعلق جو کچھ بتاتے تھے اس کا خلاصہ یہ تھا کہ اسلام وحشیوں کا مذہب ہے اور مسلمان تمام تہذیبوں کے دشمن ہیں۔

بہرحال اسی زمانہ میں شمالی افریقہ کے بہت سے باشندے فرانس میں مقیم تھے اور ان میں سے کچھ لوگ ایک ایسے خاندان کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے جہاں میری آمد و رفت تھی اور اسی تعلق کی بناء پر ان مسلمانوں کے ساتھ مجھے براہ راست تعلق پیدا کرنے کا یہ پہلا موقعہ ملا تھا۔ اور مجھے اس بات کا اقرار کر لینے میں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی کہ میں نے جان بوجھ کر یہ تعلق اس لئے پیدا کیا تھا کہ اس کی بدولت مجھے مسلمانوں کے قومی کردار کو زیادہ قریب سے دیکھنے کا موقع مل سکے گا —— اور مجھے یہ موقع ملا اور اس نے میرے دین اور دنیا دونوں ہی کو بدل کر رکھ دیا۔

ہم فرانس کے باشندے یورپ کی دوسری قوموں کے مقابلہ میں زیادہ فراخ دل اور زیادہ وسیع النظر واقع ہوئے ہیں۔ پھر بھی ہم خود کو تہذیبی فرق اور رنگ و نسل کے امتیاز سے بالکل علیحدہ نہیں کر سکے۔ لیکن میں اپنی جگہ ہمیشہ سے تہذیبی فرق اور رنگ و نسل کے فرق اور امتیاز کا مخالف رہا ہوں۔ اس لئے جب میں نے دیکھا کہ جن مسلمانوں کے ساتھ میرا تعلق قائم ہوا ہے ان میں مذہب، رنگ اور نسل کے فرق اور امتیاز کا ذرّہ برابر بھی احساس موجود نہیں ہے اور افریقہ کے سیاہ فام مسلمان بھی سفید فام ترکوں اور گندمی رنگ کے عربوں کی طرح بے تکلفی کے ساتھ ایک دوسرے کے یہاں آتے جاتے ہیں سب ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو بیٹھ کر کھاتے پیتے ہیں، اور ایک دوسرے کے دوش بدوش کھڑے ہو کر عبادت بھی کرتے ہیں تو قدرتی طور پر میں نے یہ بات محسوس کی کہ اگر یہ لوگ مسلمان ہیں تو ان کو وحشی کہنا ایک بہت بڑا ظلم ہے اور یہ سب کچھ اگر اسلام کی تعلیمات کے مطابق کرتے ہیں تو اسلام کو کسی اعتبار سے بھی وحشیوں کا مذہب نہیں کہا جا سکتا۔

اس احساس نے ایک طرف تو مجھے اسلام کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کی ترغیب دی اور دوسری طرف میرے دل میں کچھ نئے شکوک و شبہات بھی پیدا کر دیئے۔ مثلاً میں نے یہ خیال کیا کہ:-

● شاید ان مسلمانوں میں اپنے وطن سے دور ہونے کے باعث یہ رواداری پیدا ہو گئی ہے۔

● بہت ممکن ہے اس کا اسلام کی بنیادی تعلیمات کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو دیا

● پھر ان کی رواداری اور مساوات صرف اپنے ہم مذہبوں تک ہی محدود ہو اور وہ غیر مذہب والوں کے معاملہ میں پادری صاحبان کے بیان کے مطابق وحشی اور غیر روادار ہی واقع ہوئے ہوں ——؟

لیکن جہاں تک میرے دوست مسلمانوں کا تعلق تھا میں ان کی کسی بات سے بھی اپنے ان شکوک کی تصدیق نہیں کر سکا

میرے پاس اسلام سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ میں مشرق کی کوئی زبان بھی نہیں جانتا تھا اور مغربی زبانوں میں اسلام سے متعلق جو کتابیں موجود تھیں وہ اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت ہی میں تھیں۔ ایسی حالت میں اسلام سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کا یہ ذریعہ بھی میرے مسلمان دوست ہی تھے۔ وہ مجھے بہت سی باتوں کے متعلق بالکل مطمئن تو نہ کر سکے البتہ ان کی بدولت اسلام کے سلسلہ میں مزید معلومات حاصل کرنے کا شوق بڑھتا ہی گیا۔

اسی زمانے میں مجھے سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں الجیریا جانے کا موقع مل گیا۔ الجیریا مسلمانوں کا ایک قدیم ملک ہے اور وہاں کے مسلمانوں پر مذہب کے معاملہ میں کوئی خارجی دباؤ موجود نہیں۔ اس لئے وہاں مسلمانوں کے اصل کردار اور اسلام کی حقیقی تعلیم کا صحیح صحیح اندازہ کیا جا سکتا ہے اور وہاں پہنچ کر مجھے اس بات کا کامل یقین ہو گیا کہ اسلام دنیا کا واحد ترقی پسند اور روادار مذہب ہے۔

الجیریا میں وہ کر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ مسلمان اپنے دائرہ ہی میں روادار اور مساوات پسند نہیں ہیں بلکہ وہ رواداری اور مساوات کو انسانیت کا جوہر سمجھتے ہیں —— پورا شمالی افریقہ مسلمانوں سے بھرا پڑا ہے اور ظہور اسلام کے بعد ہی اس خطہ پر مسلمانوں کا قبضہ رہا لیکن اس خطہ کی وسعتوں میں بے شمار گرجا گھر موجود ہیں اور لاکھوں غیر مسلم بستے ہیں لیکن مسلمانوں نے ہمیشہ غیر مسلموں کی عبادتگاہوں کا احترام کیا ہے۔ وہ ان گرجاؤں اور دوسرے مذہبی اور نیم مذہبی مقامات کی حفاظت کرتے رہے ہیں۔ وہ کسی سے بھی مذہب کے اختلاف کی وجہ سے نفرت نہیں کرتے، اور ان کے یہاں شہری حقوق اور عدل و انصاف میں مسلمانوں اور عیسائیوں اور یہودیوں میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا۔

الجیریا اور اس کے بعد شمالی افریقہ کے دوسرے مسلمان ممالک میں میں نے ایک انسان کی حیثیت سے مسلمانوں کو جس قدر فراخ دل، مساوات پسند اور ترقی کا حامی پایا —— اس کے بعد میرے لئے اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار باقی نہ رہا کہ ایک طرف تو میں پادری صاحبان کی ان باتوں کو غلط سمجھوں جو اسلام اور مسلمانوں کے متعلق کہتے رہتے ہیں —— اور دوسری طرف ان شبہات کو بھی دل سے نکال دوں جو اسلام کے متعلق خود میرے دل میں پیدا ہوتے رہتے تھے۔

ابتداء میں مجھے ان ہی باتوں نے اسلام سے متاثر کیا تھا اور میں نے ان ہی باتوں کی وجہ سے اسلام کے مطالعہ کی راہ پر پہلا قدم اٹھایا تھا۔

آج میں مسلمان ہوں
اور اسلام نے مجھے
جو روحانی سکون بخشا ہے
وہ اس سے پہلے
کبھی محسوس نہیں ہوا تھا۔

آفتاب الدین احمد ہومیو پیتھک دار الشفاء
ایک رفاہی ادارہ ہے
جہاں سے یومیہ سینکڑوں مریض خود آکر اور بیسیوں بذریعہ خط و کتابت مفت ادویات اور مشورے حاصل کرتے ہیں۔
آپ کی اعانت کا شکریہ
انچارج مہتمم دار الشفاء - احمدیہ بلڈنگس لاہور

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۶۸ء

قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ

آج ۱۱ ستمبر ہے ۱۹۴۸ء میں یہی تاریخ اہلیانِ پاکستان کے لئے نہایت غم واندوہ اور صدمہ کا موجب ہوئی جب وہ عظیم انسان جس کی جدوجہد اور شب و روز کی تگ و دو سے پاکستان کا قیام عمل میں آیا ہم سے جدا ہو کر خالق حقیقی سے جا ملا۔ قائداعظم محمد علی جناح وہ عظیم شخصیت تھی، جس نے مسلمانوں کو انگریزوں اور ہندوؤں کی دوہری غلامی سے آزاد کرانے کے لئے ہر قسم کی مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اور اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کی مخلصانہ مساعی کو شاندار کامیابیوں کا سہرا پہنایا، ایسے حالات میں جب خود مسلمانوں کے بعض نام نہاد لیڈروں کے مونہوں سے یہ سننے میں آرہا تھا کہ پاکستان کا بننا امر محال ہے، جب مولانا مودودی، سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان جیسے اور لوگ بانگ دہل یہ اعلان کر رہے تھے، کہ پاکستان کا خواب محض اضغاث و احلام کی حیثیت رکھتا ہے اور کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا، محمد علی جناحؒ نے سینہ سپر ہو کر اس خواب کو حقیقت کا جامہ پہنایا اور ایک بکھری ہوئی منتشر قوم کو ایک پلیٹ فارم پر لا کر ایک عظیم سلطنت کا وارث بنا دیا۔

یہ کس طرح ہوا؟ یہ اس جرأت، ایمانداری اور خلوص کا نتیجہ ہے جو اس بزرگ انسان کی ذات میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، یہاں تک کہ اس وقت جب متحدہ ہندوستان کے کئی سیاسی لیڈر قومی مفاد کو قربان کر کے عہدوں اور ذاتی منفعت کے پیچھے پڑ گئے قائداعظم محمد علی جناحؒ نے قومی مفاد کو مقدم رکھتے ہوئے بڑے سے بڑا عہدہ پائے استحقار سے ٹھکرا دیا، کانگریس نے متحدہ ہندوستان کا وزیر اعظم بنانے کی انہیں پیشکش کی لیکن انہوں نے پاکستان کے مقابلہ میں اسے ہیچ سمجھا، اور پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہ دی، اور اپنا تمام دولت، سارا اثاثہ اور تن من دھن مسلمان قوم کے لئے وقف کر دیا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی نصرت فرمائی اور قیام پاکستان کے سلسلہ میں انہیں غیر معمولی کامیابی ہوئی۔

آئین پسندی اور اصول پرستی قائداعظم کا دستور العمل تھا اور اتحاد مسلمین کی راہ میں وہ کسی قسم کی خلل اندازی پسند نہ کرتے تھے اس سلسلہ میں یہ ایک واقعہ قابلِ ذکر ہے کہ ایک دفعہ مسلم لیگ کونسل کے ایک جلسہ میں جو لاہور میں منعقد ہوا، مولوی عبدالحامد بدایونی نے اس قسم کی ایک قرارداد پیش کرنے کا نوٹس دیا کہ جماعت احمدیہ کو تمام علماء نے کافر قرار دیا ہے اس لئے اسے مسلم لیگ سے خارج قرار دیا جائے، اس موقعہ پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے ایک ٹریکٹ شائع کیا گیا جس میں اس بات کو واضح کیا گیا کہ علماء کی طرف سے صرف احمدیوں ہی پر نہیں، ہر فرقہ اور گروہ کے قائد پر کفر کے فتوے لگائے گئے ہیں، اور نہ صرف اس زمانہ کے قائدین پر بلکہ ان قدیم بزرگوں اور اولیاء اللہ کو بھی ان کے زمانہ کے علماء نے ہمیشہ کافر و مرتد اور اضر من ابلیس (ابلیس سے بڑھ کر ضرر رساں) قرار دیا۔ جو آج اسلامی دنیا کے روحانی پیشوا سمجھے جاتے ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام شافعی، امام بخاری، بایزید بسطامی، ابوبکر شبلی، سید عبدالقادر جیلانی، محی الدین ابن عربی، رحمہم اللہ علیہم اور کئی ایک دیگر بزرگان امت ہمیشہ علماء کے فتاوے کفر کے شکار ہوتے رہے، آج احمدی بھی انہی بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی وجہ سے معتوب ہوئے ہیں، اگر اسی بناء پر ہمیں مسلم لیگ سے خارج کیا جاتا ہے تو یہ کونسی اچنبھا بات ہے۔

یہ ٹریکٹ جب قائداعظم کے پاس پہنچا اور مولوی عبدالحامد بدایونی کی قرارداد کا انہیں علم ہوا تو انہوں نے مولوی مذکور کو ایسی ڈانٹ پلائی کہ اسے اپنی قرارداد واپس لئے بغیر چارہ نہ رہا۔

قائداعظم اخبار "لائٹ" کو ہمیشہ نہایت شوق سے پڑھا کرتے تھے جس میں تحریک پاکستان پر نہایت بیش قیمت مضامین شائع ہوتے تھے۔ اسی دوران میں ایک دفعہ وائسرائے ہند نے پاکستان کے بارہ میں قائداعظمؒ سے کوئی ایسی بات کہی جس میں مسلمانوں کی طرف سے کسی امر کا مطالبہ کا نہ ہونا پایا جاتا تھا، وہ بات لائٹ میں آچکی تھی قائداعظمؒ نے وائسرائے کے سامنے لائٹ کا وہ پرچہ رکھ دیا جسے دیکھ کر وائسرائے کو خاموش ہونا پڑا۔

ایک دفعہ قائداعظمؒ حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور سے ملاقی ہوئے، دوران گفتگو میں قائداعظم نے ازراہ تفنن حضرت مولانا سے عرض کیا کہ بعض لوگ آپ کے انگریزی ترجمہ کو میری طرف منسوب کر دیتے ہیں کیونکہ میرا نام بھی محمد علی ہے کیا حرج ہے اگر میں اس کو اپنا ہی ترجمہ قرار دوں؟ حضرت مولاناؒ نے مسکراتے ہوئے فرمایا بے شک یہ محمد علی ہی کا ترجمہ ہے۔

یہ وہ باتیں ہیں جو قائداعظمؒ کی خوش طبعی، اصول پرستی اور فتنۂ تکفیر سے بیزاری پر دال ہیں، فی الحقیقت یہی وہ چیزیں ہیں جنہوں نے اس عظیم انسان کو ہر میدان میں کامیابی عطا فرمائی اور آج ان کی یاد پاکستان کے ہر طبقہ و خطہ میں نہایت عزت و وقار سے منائی جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور عالم آخرت میں ان کے مراتب کو بلند سے بلند تر فرمائے۔

تبصرہ

اشاریہ

مرتبہ محمد ظہیرالدین ملتانی شائع کردہ دفتر بیت القرآن پوسٹ بکس ۱۲۴۸ لاہور۔

یہ کتاب جو ۲۰×۳۰/۸ سائز پر ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے قرآن مجید کے مضامین کی فہرست اور بہت سی مفید معلومات کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ قرآن مجید کے مضامین کی فہرست پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر باب میں مختلف مضامین کے عنوانات دیئے گئے ہیں اور ہر عنوان کے تحت مختلف مضامین کی فہرست درج ہے ان میں سے ہر مضمون کا حوالہ حسب ذیل طریق سے دیا گیا ہے:۔ سورت کا نام و نمبر۔ نمبر آیت۔ رکوع۔ جس آیت میں وہ مضمون آیا ہے۔ اس کے ابتدائی اور آخری الفاظ۔ اس طرح سے ہر مضمون کی آیات آسانی سے تلاش کی جا سکتی ہیں اور قرآن مجید کے مضامین کی تلاش میں اس سے بڑی مدد مل سکتی ہے۔

آخری حصہ میں جو صفحہ ۵۵ سے شروع ہو کر ۱۰۹ صفحہ پر ختم ہوا ہے کئی بیش قیمت معلومات درج ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

۱۔ قرآن مجید کی ۱۱۴ سورتوں کی فہرست اور ضروری مقامات کی تشریح۔
۲۔ رموز و اوقاف۔
۳۔ جہاں قرآن مجید میں زائد الف لکھا جاتا ہے جو پڑھنے میں نہیں آتا۔
۴۔ جن جن مقامات پر سجدہ کیا جاتا ہے۔
۵۔ سترہ مقامات جہاں غلطی اعراب سے کفر لازم آتا ہے۔
۶۔ قرآن مجید کے حروف، کلمات، زیر و زبر، پیش و نقاط وغیرہ کی کل تعداد
۷۔ ہر حرف کی تعداد
۸۔ آداب تلاوت کا طریق۔
۹۔ سیرت سید المرسلین خاتم الانبیاء اور پاک اور برگزیدہ شجرہ نسب۔
۱۰۔ جدول واقعات سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔
۱۱۔ حضرت سرور کائنات کی ازواج مطہرات کی مکمل فہرست مع عمر وفات و مقام و مدفن
۱۲۔ جدول کسوف شمس عہد نبوت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم
۱۳۔ نقشہ عمود نسب سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اس سے امہات المومنین کا اتصال۔
۱۴۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تک ہر نبی کی علیحدہ علیحدہ عمر۔
۱۵۔ کاتبانِ وحی
۱۶۔ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگیں، غزوات و سرایا سلسلہ وار۔
۱۷۔ تعداد ایام قیام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بعالم دنیوی۔
۱۸۔ دو ہزار برس کا کیلنڈر۔ غرض یہ کتاب قرآن مجید کے مختلف مضامین کے حوالوں اور دیگر معلومات کی وجہ سے مبلغین اور واعظین کے لئے نہایت مفید ثابت ہو گی۔

اخبار و افکار

بشیر احمد سوز

جماعت اسلامی کا تضادِ فکر

ان کالموں میں ہم اکثر جماعت اسلامی کے تضادِ فکر و عمل کے بارے میں لکھتے رہے ہیں۔ آج پھر ایک تازہ تضادِ فکر اور تضادِ عمل کی مثال پیش کرتے ہیں۔

آج کل یہ جماعت سیاست کی انتخابی سرگرمیوں میں مصروف ہے۔ اور ملک میں جمہوری نظام قائم کرنے کا بیڑا اُٹھائے ہوئے ہے۔ اس جماعت کے مقاصد و مطالبات وقت وقت کے لحاظ سے مختلف ہوتے اور زمانہ کی طرح بدلتے رہتے ہیں۔ جیسا راگ دیکھا ویسی راگنی الاپ دی۔ اب سیاست کی بساط پر جمہوری نظام کے نام پر اپنا جھنڈا گاڑے ہوئے ہے۔

جمہوری نظام سے مراد وہ طرزِ حکومت ہے جس میں ملک کی اکثریت کا جو ارادہ، منشاء، مشورہ اور فیصلہ ہو اسے درست سمجھ کر اس کے مطابق نظامِ مملکت چلایا جائے۔ جماعت اسلامی اس طرز کے نظامِ حکومت کو رائج کرنے کے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔ اور اس کو عین مطابق اسلام قرار دے رہی ہے۔

اس نظامِ حکومت کے متعلق اگر ہم جماعت اسلامی کے سابقہ فکر و عمل پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ماضی میں یہی جمہوری نظام اس کے نزدیک غلط اور نامناسب تھا۔ مسلمان اکثریت کے جس شورائی یا جمہوری فیصلہ کو وہ اب عین اسلام قرار دے رہی ہے پہلے وہ اسی مسلمان اکثریت کے بارہ میں جو رائے رکھتی تھی وہ یہ ہے:-

ذی الحج ۵۹ھ کے ماہنامہ ترجمان القرآن میں لکھا ہے:-

"آپ اس نام نہاد مسلم سوسائٹی کا جائزہ لیں گے تو اس میں آپ کو بھانت بھانت کا مسلمان نظر آئے گا۔ مسلمان کی اتنی قسمیں ملیں گی کہ آپ شمار نہ کر سکیں گے یہ ایک چڑیا گھر ہے جس میں چیل، کوّے، گِدھ، بٹیر، تیتر، اور ہزاروں قسم کے جانور جمع ہیں۔"

محرم ۱۳۶۰ھ کی اشاعت میں رقم طراز ہے:-

"جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا یہ حال ہے کہ اس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں، نہ حق اور باطل کی تمیز سے آشنا ہیں، نہ ان کا اخلاقی نقطۂ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔۔۔ ۔۔۔ باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آرہا ہے۔ اس لئے یہ مسلمان ہیں۔ نہ انہوں نے حق کو حق جان کر قبول کیا، نہ باطل کو باطل جان کر ترک کیا ہے ان کی کثرتِ رائے کے ہاتھ میں باگیں دے کر اگر کوئی شخص یہ امید رکھتا ہے کہ گاڑی اسلام کے راستے پر چلے گی تو اس کی خوش فہمی قابلِ داد ہے۔"

اسی شمارہ میں مسلمان قوم کے متعلق ان کا کہنا یہ ہے:-

"جس قوم کا نام مسلمان ہے وہ ہر قسم کے رطب و یابس لوگوں سے بھری ہوئی ہے کیریکٹر کے اعتبار سے جتنے ٹائپ کافروں میں پائے جاتے ہیں اتنے ہی اس قوم میں بھی موجود ہیں ۔۔۔۔ یہ اخلاقی حالت جس قوم کی ہو اس کی تمام کالی اور سفید بھیڑوں کو جمع کرکے ایک منظم گلّہ بنا دینا اور سیاسی تربیت سے ان کو لومڑی کی ہشیاری سکھانا یا فوجی تربیت سے ان میں بھیڑیئے کی درندگی پیدا کرنا جنگل کی فرمانروائی حاصل کرنے کے لئے تو ضرور مفید ہو سکتا ہے مگر میں نہیں سمجھتا کہ اس سے اعلائے کلمۃ اللہ کس طرح ہو سکتا ہے۔"

پھر صفحہ ۲۹ پر لکھتے ہیں:-

"جہاں ایسے لوگوں کی اکثریت ہو وہاں کبھی یہ اُمید نہیں کی جاسکتی کہ عام انتخابات میں انکے ووٹوں سے وہ صالحین منتخب ہوں گے جو منہاجِ نبوت پر حکومت کرنے والے ہوں، جمہوری انتخاب کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے دودھ کو بلو کر مکھن نکالا جاتا ہے اگر وہ زہریلا ہو تو اس سے جو مکھن نکلے گا قدرتی بات ہے وہ دودھ سے زیادہ زہریلا ہوگا۔"

اور آج وہی جماعت اسلامی "بھانت بھانت کا مسلمان" کی اکثریت سے جو "ہر قسم کے رطب و یابس لوگوں سے بھری ہوئی ہے"۔ اور "کیریکٹر کے اعتبار سے جتنے ٹائپ کافروں میں پائے جاتے ہیں اتنے ہی اس قوم میں بھی موجود ہیں"۔ جن "لوگوں کی اکثریت" سے "کبھی یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ عام انتخاب میں ان کے ووٹوں سے صالحین منتخب ہوں گے" ایک جمہوری نظام برپا کرنے کا ڈھنڈورا پیٹ رہی ہے۔ اب یہی راگ ورد زبان ہے کہ "بھانت بھانت کا مسلمان" جس سے "کبھی یہ اُمید نہیں کی جاسکتی کہ عام انتخاب میں انکے ووٹوں سے صالحین منتخب ہوں گے" اصل حکومت کا مالک ہے۔ اور اب اس قابل ہے کہ وہ صالحین کو منتخب کرے۔ اور یہ "بھانت بھانت کا مسلمان" اب جو "صالحین" منتخب کرے گا۔ ان کی حکومت عین اسلامی حکومت ہوگی۔ کیونکہ "صالحین" کی اکثریت جماعت اسلامی پر مشتمل ہوگی۔ کوئی مذہبی یا سیاسی پینترا بازی سیکھے تو یار لوگوں سے سیکھے۔

نمازوں کے بدلے لڈو

"الاعتصام" ہفت روزہ "المنبر" کے ۲۴ر مئی کے شمارہ میں یہ خبر شائع ہوئی ہے:-

"فلاں قصبہ میں ایک عجیب و غریب سودا ہوا۔ یعنی فلاں صاحب نے جو ساری نمازیں جو اپنی زندگی میں ادا کی تھیں، وہ (فلاں صاحب) کے ہاں چھ سیر لڈوؤں کے عوض سربازار فروخت کر کے رسید لکھ دی تاکہ سند رہے۔"

اسلام کے ذکر کی یہ بے قدری، اور یہ توہین اور اس سے یہ مذاق، معاشرہ کے دل و دماغ کی دینی بے حسی و بے حمیتی کی دلیل ہے۔ افسوس صد افسوس، جب ملّاں ہی زبان کی مٹھاس کے لئے دینی ارکان و عقائد کو بیچ ڈالے اور لڈو بھی خود ہضم کرلے تو وہ معاشرہ کی جھولی میں کیا ڈالے گا؟

مراسلہ

جماعت شیخ محمدی پر ابرِ کرم

ازجناب محمود احمد ملنگ صاحب

تیرے قربان ہوں اے ساقیٔ میخانۂ دل
میں نے ایک جام کہا تُو نے دیئے خُم کے خُم

مولوی فردوس احمد بے چارہ مکمل صاحب فراش اور بے کار ہوا۔ میں خود بھی اس کے برابر چل رہا ہوں۔ مگر دو تین سال سے جب کہ چھوٹوں اور بڑوں کی تعلیم روحانی کا سلسلہ رُک گیا۔ تو شب و روز دعا کرتے رہے۔ کہ یا ربّ العالمین تو ہی ان چالیس پچاس بچوں کی رُوحانی غذا کا سامان کردے ورنہ جس اخلاص سے اس جماعت کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ اس کی بربادی موجب رنج و افسوس ہوگی۔ شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے وہ سامان عطا کر دیا۔ جس پر میرا اُوپر والا شعر مکمل طور پر چسپاں ہوتا ہے۔ اور میں حضرت امیر قوم ایدہ اللہ کی خدمت میں مبارکباد دیتا ہوں۔ کہ آپ کی حبّ رُوحانی نے ہماری جماعت میں آپ کے محبوب عزیز برخوردار محترم پروفیسر عبداللطیف خان ایم اے بی ٹی کو اس پر آمادہ کیا ہے کہ جماعت کی رُوحانی تربیت اپنے ہاتھ میں لے۔ انہوں نے مزید ایک سال کی ایزادگی ملازمت کی دعوت سرکاری کو نہایت شکریہ کے ساتھ رد کر دیا۔ اور خود کو قوم کے بچوں کو بعد از نماز مغرب ابتداء سے دینیات کی تعلیم دینی شروع کر دی ہے۔ مبارک ہو ہمیں اور جماعت کے بزرگوں کو۔ کہ اب ہم اپنے بچوں کی تربیت روحانی سے بے نیاز ہو گئے ہیں، پروفیسر صاحب ممدوح بالغ احباب کے لئے بھی عنقریب سلسلہ درس و تدریس شروع کر دیں گے۔ امید ہے جماعت شیخ محمدی کے تمام بالغ افراد اس درس میں شریک ہوکر اپنی دینی و علمی اور روحانی استعداد کو بڑھائیں گے اور اپنے بچوں کی بھی تربیت فرما کر عنداللہ ماجور اور سرخرو ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق نصیب کرے کہ اللہ کے خوف اور ڈر سے آگے قدم بڑھانے کے لئے کوشش کریں۔

پیغام صلح:- محترم محمود احمد ملنگ اور جناب فردوس احمد صاحب ایک عرصہ سے بیمار چلے آرہے ہیں، دونوں مخلصین کی صحت کے لئے احباب کرام سے دعا کی استدعا کی جاتی ہے۔

دینِ اسلام سے سچی محبت یعنی قرآن و سنّت کی طرف رجوع اور کلمہ گویوں کا اتحاد

مسلم اقوام و اوطان کی طاقت کا اصل منبع و سرچشمہ دینِ اسلام سے وابستگی و شیفتگی ہی ہے

جہاد بالقرآن یعنی جہاد بالنفس اور جہاد بالقلم کی ضرورت و اہمیت۔

حضرت مسیح موعودؑ کا خالصتاً دینی و اسلامی فروغ و ترقی کا جذبہ و تڑپ

از رہِ دیں پروری آمد عروج اندر نخست ☆ باز چوں آید بیاید ہم ازیں رہ بالیقیں۔ (حضرت مسیح موعودؑ)

ولایت، پادشاہی، علم اشیاء کی جہانگیری ☆ یہ سب کیا ہیں؟ فقط اک نکتۂ ایماں کی تفسیریں (ڈاکٹر اقبال مرحوم)

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۶ ستمبر ۱۹۶۸ء۔ فرمودہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب دامت برکاتہ۔ بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

يا ايها الذين امنوا لا تتخذوا اباءكم واخوانكم اولياء ان استحبوا الكفر على الايمان ومن يتولهم منكم فاولئك هم الظلمون — والله لا يهدي القوم الفسقين۔ (سورۃ التوبۃ ۲۳-۲۴)

"اے مومنو! اگر تمہارے باپ اور بھائی کفر کو ایمان سے زیادہ عزیز رکھیں۔ تو تم ان کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ اور جو اُن کو تم میں سے دوست بنائے گا۔ تو وہی ظالم ہوں گے۔ ان سے کہو اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے اور مال جو تم نے کمائے ہیں۔ اور سوداگری جس کے مندا پڑ جانے کا تم کو اندیشہ ہے۔ اور مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ اور اس کے رسولؐ کے رستہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں۔ تو انتظار کرو۔ یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم جاری کر دے۔ اور اللہ نافرمان قوم کو اپنے رستہ پر نہیں چلاتا۔"

یہ آیات سورۃ توبہ یا برأۃ کی ہیں، بعض مفسرین قرآن جب اس آیت پر آتے کہ خدا تعالےٰ۔ رسول اللہ صلعم اور خدا کے راستہ میں جہاد کرنے سے دُنیا کی رشتہ داریاں زیادہ محبوب نہیں ہونی چاہئیں تو کہا ہے کہ گذشتہ زمانہ میں صحابہ کرامؓ نے تو ان پر عمل کر دکھلایا تھا مگر اب ان سخت ترین قرآنی احکامات پر آج عمل کرنا ممکن نہیں۔ لیکن یہ تفسیر درست نہیں۔ کیونکہ قرآن کریم کی تعلیم، اسوۂ نبی صلعم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاک زندگیوں کے نمونہ کا مقصد یہی ہے۔ کہ جب دو قسم کی محبتوں میں مقابلہ اور ٹکراؤ ہو تو خدا اور رسول صلعم کی اطاعت و ارشادات پر عمل کرنے کو ترجیح دینا چاہیئے۔ اور جہاد فی سبیل اللہ کے راستہ کو مقدم کر لینا ضروری ہے۔

یوم دفاع پاکستان کی سالگرہ

آج پاکستان میں ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ کی فتح کی یادگار منائی جا رہی ہے۔ جبکہ بھارت نے جارحانہ پیش قدمی کر کے ہمارے ملک پر حملہ کر دیا تھا۔ اس وقت خلاف توقع قربانی و ایثار، اتحاد و تنظیم، بہادری، شجاعت اور جسارت کا جو نمونہ ہماری قوم نے دکھلایا۔ وہ قرون اولیٰ کی مجاہدانہ اور شجاعانہ تاریخ کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔ اپنے سے پانچ گنا اور مسلح افواج کو جنہوں نے اچانک، خلاف توقع اور بے خبری میں پاکستان پر حملہ کر دیا تھا روک لینا اور اس کو پسپائی پر مجبور کر دینا ایک عظیم الشان کامیابی ہے۔ یہ کامیابی اور نصرت صرف اور صرف اس لئے میسّر آئی کہ دنیا جہان کی جملہ محبتوں پر خدا، رسولؐ اور جہاد کی محبت غالب آگئی تھی۔ اس لئے کہ ہمیشہ روحانی اور اخلاقی اقدار کو مقدم کرنے کی وجہ سے فتح نصیب ہوتی ہے اور آئندہ بھی اگر کبھی اسی طرح کا مقابلہ پیش آیا اور ہماری قوم نے یہی صفات ظاہر کیں تو فتح نصیب ہو سکتی ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ جو ۱۹۶۵ء میں ہمیں جنگ سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ کوئی وقتی بات نہ تھی جو ختم ہو گئی ہے بلکہ یہ بڑی دیر سے شروع ہے اور اس وقت تک رہے گی جب تک ہم ایثار اور قربانی اور اتحاد و اتفاق سے کام لیکر دشمن اور بدخواہ قوم کے ذہن سے معاندانہ [illegible] کو ختم نہ کر دیں۔ اور پھر بھرپور اثرات سے یہ ثابت نہ کر دیں کہ ہم سے صلح و آشتی کی فضا قائم رکھنے میں ہی وہ قوم زندہ رہ سکتی ہے۔ ہم سے ٹکر لینے میں اس کی تباہی ہے۔ یہ بدقسمتی کی بات ہے کہ ہم مسلمانوں کو ایسی متعصب و تنگ نظر قوم کی ہمسائیگی گلے پڑی ہے۔ جسے اسلام کے نام سے چڑ و ضد ہے۔ اور وہ مسلمانوں کے وجود کو برداشت نہیں کر سکتی۔ ہمارا ہمسایہ اسلام اور مسلمانوں کی موت کا خواہاں ہے۔ اور بدعہد و بدباطن ہے۔ کشمیر کے معاملہ میں ان مذموم اخلاق کا نمونہ کئی دفعہ ظاہر ہو چکا ہے۔ ایسی قوم کے متعلق ارشاد الٰہی ہے کہ

"کہ مومنو! کیا تم اس قوم سے لڑنے سے گریز کرتے ہو جنہوں نے عہد و پیمان کو بار بار توڑا۔ رسول صلعم کو گھر سے نکالا۔ اور قوم پر جارحانہ کارروائیوں میں حصہ لیا۔ ان سے ڈرنا بالکل غلط بات ہے اور فرمایا کہ اگر ان کا بس چلے۔ تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں۔ اس سے پرے یہ رکنے والے نہیں ہیں۔

میں تو سمجھتا ہوں کہ [illegible] کی مالک دو قومیں یعنی ہنود اور یہود آج بھی مسلمان دشمنی کا شدت سے مظاہرہ کر رہی ہیں۔ یہ دونوں قومیں ہی بدخواہ ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کی جانی دشمن ہیں وہ چاہتی ہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔

اس لئے سمجھ لینا چاہیئے کہ ۱۹۶۵ء میں جو کچھ ہوا وہ وہیں تک ختم نہیں ہو گیا۔ وہ تو مسلمان اور اسلام دشمنی کی ایک عملی ابتداء تھی یہ تو دشمن قوم کے سینہ میں ایک ناسور بنتا جا رہا ہے۔ ہم تو بعض دفعہ خوش ہوتے ہیں کہ بھارت میں بھوک سے تنگ ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ بھارت کے لیڈروں نے قوم کا مال اور روپیہ زیادہ سے زیادہ اسلحہ اور بارود حاصل کرنے میں لگا دیا ہے تاکہ بھارت قوت کے ساتھ ہلاکت اور بربادی کر کے پاکستان پر تسلط کر دے۔

مذہبی تعصب و تنگ نظری کی انتہاء

اکثر لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ابتدائے اسلام میں صحابہ کرامؓ نے جو جنگیں جاری رکھیں تو وہ دفاعی نہ تھیں بلکہ ملکی توسیع کے لئے کی گئیں۔ حالانکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ اس وقت مخالف حکومتوں کی ذہنیت یہ [illegible] تھی کہ وہ خود مٹ جائیں گی یا اسلامی [illegible] کو مٹا دیں گی مگر امن سے نہ بیٹھیں گی۔ اگر ایسی معاندانہ و غیر مصالحانہ ذہنیت کے سمجھنے میں آج سے پہلے کچھ دقت تھی تو کم از کم موجودہ وقت تو

کی ہندو ذہنیت کی روشنی میں رفع ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ یہ بات اب واقعات سے ثابت ہو چکی ہے کہ بھارت نہ تو امن سے کشمیر کا معاملہ طے کرنے کو تیار ہے اور نہ ہی بھارت میں مسلمانوں کا جان و مال محفوظ ہے بلکہ وہ تو اس موقعہ کی تلاش میں ہے کہ پاکستان کے وجود کو صفحۂ ہستی سے مٹا دے۔

تقریبات کے منانے کا صحیح طریق عملی زندگی میں تبدیلی و اصلاح۔

آج ہم ۱۹۶۵ء کی جنگ میں فتح کی یادگار منا رہے ہیں یادگار منانے کا مطلب یہ ہے کہ کسی واقعہ سے سبق حاصل کیا جائے۔ محض جلسے جلوس منعقد کرنا، شادیانے بجانا یا چراغاں کر لینا صحیح نہیں بلکہ یادگار منانے کا حقیقی رنگ یہی ہے کہ اس سے عملی زندگی میں کوئی اخلاقی سبق حاصل کیا جائے۔ یہ غور کیا جائے کہ اگر فتح ہوئی تو کس وجہ سے ہوئی اور قوم نے ان صفات میں کہاں تک ترقی کی ہے یا کیا دوسری طرف قوم کا قدم اخلاقی انحطاط کی طرف چلا گیا ہے؟ یا تن آسانیوں اور تعیش میں اضافہ ہو گیا ہے؟ کیا ہم بحیثیت قوم اخلاقی اور روحانی قدروں میں اپنی روزمرہ کی زندگی میں اضافہ کر رہے ہیں یا اس کے برعکس معاملہ ہوتا جا رہا ہے؟ لیکن اس طرف سے ہماری غفلت ہے اور بہت کم توجہ ہے۔

پاکستان کا قیام اور اس کا دوام نظریاتی بنیادوں پر ہے نہ کہ جغرافیائی، لونی، لسانی، وطنی و ملکی بنا پر

یہ جنگ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے اگرچہ دو ملکوں میں لڑی گئی۔ لیکن فی الحقیقت یہ دو نظریوں کی جنگ تھی جس نظریہ کے تحت پاکستان بنا۔ اسی طرح ۱۹۶۵ء کی جنگ بھی اسی نظریہ کی بنا پر لڑی گئی۔ اور وہ نظریہ اسلام اور ملت اسلامیہ کا تھا۔ حصول پاکستان کے لئے اور ستمبر ۱۹۶۵ء کے وقت مسلمان قوم اپنے تمام اندرونی تنازعات اور جھگڑے چھوڑ کر متحد ہو گئی کسی قسم کی تفریق روا نہ رکھی، خواہ ۱۹۴۷ء میں پاکستان کے قیام کی بات ہو یا اس کو برقرار رکھنے کے لئے ۱۹۶۵ء کی بھارت و پاکستان کی جنگ کا سوال ہو، یہ دونوں کامیابیاں اسلامی نظریہ حیات پر ایمان اور اتحاد بین المسلمین کی وجہ سے ہوئیں اور آئندہ بھی اگر پاکستان کا وجود قائم رہ سکتا ہے تو اسی بنا پر قائم رہ سکتا ہے۔ یہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ ہم سب کہتے تو یہ ہیں کہ پاکستان کی مملکت کی بنا اور پاکستانی قوم کی بنیاد دین اسلام پر قائم ہے مگر جب ہماری روزمرہ زندگی کا سوال ہو تو اسلام ہمارے کسی شعبہ میں دکھائی نہیں دیتا۔ زیادہ سے زیادہ اگر ہم فخر کریں گے تو یہ کہ ہم پاکستانی ہیں۔ حالانکہ پاکستان اور پاکستانی قوم نے اسلام کے نام پر جنم لیا ہے۔ اگر دن بدن اسلام سے ہماری محبت کم ہوتی گئی تو ہمارا پاکستانی ہونا کس کام آئے گا؟ جس طرح ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر پاکستان قائم رہا تو ہمارے سب اموال و املاک اور کارخانے قائم رہیں گے۔ اسی طرح اس سے بڑھ کر یہ کہنا سچ ہے کہ اگر ہم میں اسلام کی حقیقت قائم رہی تو پاکستان قائم رہے گا۔ ہم میں سے بہت سے اصحاب کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ اسلام کس شئے کا نام ہے اور دین سے محبت کے تقاضے ہم سے کس شئے کے طلبگار ہیں۔ ہم نے جس سے نئی قومی و ملکی زندگی پائی اسی سے تو ہم یوماً فیوماً غافل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ مگر باوجود اس کے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ترقی کر رہے ہیں اور عظیم قوم بنتے جا رہے ہیں۔

ہم بحیثیت قوم ظاہر پرستی کی طرف زیادہ راغب ہوتے جا رہے ہیں، کیونکہ جب ہم تقریبات اور یادگاریں مناتے ہیں تو ان کے اندر دینی، اخلاقی اور روحانی اقدار کے بجائے ظاہر پرستی کی طرف ہماری توجہ زیادہ ہوتی ہے

جہاد بالنفس

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنگ سے واپس مدینہ ہوئے تو فرمایا۔ رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر۔ دیکھو مت خیال کرو کہ چونکہ ہم میدان کارزار سے لوٹ آئے ہیں اس لئے اب جہاد ختم ہو گیا ہے بلکہ وہ تو چھوٹا جہاد تھا اب ہم بڑے جہاد کی طرف رجوع کرتے ہیں گویا اس حدیث شریف کی رو سے جنگ سے بڑا جہاد نفس کے خلاف جہاد کرنا ہے۔ اور ایک اور حدیث میں آنحضور صلعم نے فرمایا تجاھدوا اھواکم کما تجاھدون اعداکم۔ اپنی ہوا و حرص کے خلاف اسی طرح جہاد کرو جیسے دشمن کے برخلاف تلوار سے کر جہاد کرتے ہو۔ ہمیں ان احکامات کی پیروی کرنی چاہیئے۔ جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے نفس کشی سے مسلمان قوم نے ترقی کی ہے چنانچہ ڈاکٹر اقبالؒ نے بھی اسی حقیقت کو یوں ادا کیا۔ شعر

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

نفس پر موت وارد کرنے سے ہی صحابہ کرامؓ نے جنگیں جیتی تھیں، انہوں نے رشتہ داری اور اموال و املاک بلکہ اوطان و قوم سے کہیں بڑھ چڑھ کر اپنے دین و مذہب یعنی خدا، اس کے رسولؐ اور خدا کے راستے میں جہاد سے ایسی محبت کی اور ان سے ایسی لو لگائی کہ اول الذکر تمام مفادات کو مؤخر الذکر مقاصد پر قربان کر دکھلایا جیسے کہ ان آیات کا مفہوم ہے جو میں نے تلاوت کی ہیں۔ ہمیں تیاری کرنی چاہیئے۔ نفس کشی کے لئے دن بدن، سال بہ سال اخلاقی قدریں گرتی چلی جا رہی ہیں۔ خدا تعالےٰ کے قوانین اٹل ہیں۔ جو قوم روحانی اور اخلاقی قدروں کو نظر انداز کر کے انہیں پس پشت پھینک دیتی ہے اس کے لئے قیامت کا دن آ جاتا ہے اور مسلمانوں کے لئے یہ قانون زیادہ شدت سے اطلاق پاتا ہے کیونکہ ان کی قومیت کی بنا بخلاف دیگر اقوام کے دین پر ہی یعنی روحانی و اخلاقی اقدار پر ہی قائم کی گئی ہے۔

جہاد بالقلم یا تبلیغ و اشاعت اسلام

ایک اور جہاد ہے جس کی طرف قوم کی قطعاً کوئی توجہ نہیں ہے۔ وہ قلمی جہاد ہے اس جہاد سے مسلمان قوم بہت غافل پڑی ہے ہم نہیں سوچتے کہ کس طرح دین کے فروغ سے مسلم قوم کا فروغ وابستہ ہے اگر دین مغلوب ہو گیا۔ تو نہ ہماری قومیت ہمیں فائدہ دے گی نہ ہماری وطنیت۔ چنانچہ پاکستان کا قیام دین کے فروغ سے ہی وابستہ ہے۔ جب اس برصغیر کے مسلمانوں نے اسلامی نظریہ حیات کے غلبہ کا نعرہ لگایا اور جب اپنی اندرونی صفوں میں کلمہ گویوں کے اتحاد کا غلغلہ بلند کیا تو اسی کے نتیجہ میں یہ سلطنت پاکستان خدا تعالےٰ نے

اسلام سے متعلق حضرت اقدسؑ کے دلی جذبات

اس دور میں ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ندا بلند کی کہ اے مسلمانو! دین کی طرف آ جانے سے ہی تمہاری ساری کامیابیاں وابستہ ہیں۔ آپ نے فرمایا ؎

از رہ دیں پروری آمد عروج اندر تخت
باز چوں آید بیاید ہم ازیں رہ بالیقیں

صرف ایک شخص اس زمانہ میں خالصتاً دین اسلام کی حالت زار کو دیکھ کر تڑپ اٹھا، صرف ایک شخص کھڑا ہوا کہ جس نے کلام خدا کی مدح میں قصیدے گائے، اس شخص کے علم کلام کو پڑھنے سے عیاں ہوتا ہے کہ اسے خدا اور اس کے رسول صلعم سے سچا عشق ہے معرفت یہی رجل عظیم ہے جو ہر ملکی، وطنی، سیاسی اور مادی مصالح سے ماوراء خالصتاً دین اسلام کے فروغ کا درد لئے چلے جا رہا ہے، جسے صداقت اصول فرقان کو سچا ثابت کر کے دنیا میں اسے پھیلانے اور غالب کرنے کا شوق دامنگیر ہو رہا ہے۔ اس زمانہ میں صرف یہ واحد انسان ہے جسے مادیت کے آستانہ سے چھڑا کر بنی نوع انسان کو خدائے واحد کی بارگاہ میں سر جھکانے کی فکر ہے۔ لیکن شومیٔ قسمت ہم نے من حیث القوم اس شخص کی پاکیزہ و صداقت بھری آواز کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ ملکی جنگ کے علاوہ اس شخص نے روحانی آنکھ سے ایک اور جنگ کا منظر دیکھا۔ اور فرمایا۔

خونِ دیں بینم رواں چوں کشتگانِ کربلا
اے عجب ایں مردماں رہبراں دلدار نیست

میں دین کا خون ہوتے دیکھ رہا ہوں جس طرح میدان کربلا میں معصوموں کا خون ہوا۔ وہی کیفیت اب دین اسلام کے لئے ہے۔ لیکن ان لوگوں کو کیا ہو گیا کہ انہیں اس دلدار یعنی دین اسلام سے قطعاً کوئی محبت نہیں۔

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید
دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

یزید کی افواج کی طرح ہر طرف کفر پھیلا ہوا ہے اور اللہ تعالےٰ کا دین زین العابدین کی طرح مظلوم و بیکس ہے۔

یہاں نہ قومیت اور وطنیت کا سوال ہے اور نہ کسی مادی و اقتصادی ترقی کا سوال بلکہ آپ کے سامنے تو محض دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور فروغ و ترقی کا سوال ہے۔ اس مجدد اعظمؑ کے اردو، عربی، فارسی کے منظوم کلام میں دین اسلام کی بیکسی کے مرثیے پڑھیئے اور اندازہ کیجئے کہ اس کے قلب صافی میں اس دین متین کی محبت و عشق کی کس قدر عظیم داستانیں اور جذبے موجزن ہیں۔

پاکستان بننے کے بعد ہمارے ملک میں عیسائیت کا ایسا فروغ ہو رہا ہے جو اس سے پہلے نہیں ہوا ہر سال ہزاروں تعلیم یافتہ مسلمان اس کی آغوش میں چلے جاتے ہیں۔ اچھے اچھے گھرانوں کے لوگ عیسائی ہو رہے ہیں۔ مجھے ایک طالب علم سے تعلق پیدا ہوا وہ ایم ایس سی ہیں۔ لیبارٹری میں کام کرتے ہیں، وہ عیسائیت کے کنارے پہ کھڑے تھے۔ حالانکہ ان کے بعض لواحقین احمدی ہیں مجھے اس حقیقت پر رونا آتا ہے۔ مگر خدا کا

باقی بصفحہ ۹ کالم ۲

سید عزیز الرحمٰن بادشاہ کاکا خیل پرنسپل کنگ سکول اینڈ کالج کیہال ایبٹ آباد

اللہ ربّ ہے

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

غرض اس جیسی کئی ایک آیات ہیں جو صاف صاف اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ غلام انسان کا رزق اپنے آقا اور مولیٰ کے ذمہ تھا۔ اور ہونا بھی چاہیئے تھا آخر نوکر کا رزق مالک ہی کے ذمہ ہوتا ہے۔ بھلا یہ کونسا انصاف ہوگا کہ کام تو کروں عمر کا اور تنخواہ وصول کروں بکر سے۔

چنانچہ ہمارا کام تھا بندے بن کر ربّ کی کھوج لگانا اور ربّ کا کام تھا رزق پہنچانا۔ لیکن چونکہ ہمیں کوئی ایسا ربّ تو دکھائی نہ دیا جو خود بغیر کسی انسانی ہاتھ کی مدد کے ایک چھوٹا سا پتھر تک بھی ادھر سے اُدھر کر سکتا تو رزق کا بھروسہ کس پر کیا جاتا۔ غلام لگا رزق کی تلاش میں آقا کا کام بھول گیا۔

اسی طرح اگر تمام جہان میں گھوم لو تو تمام مذاہب والوں میں یہ خیال بھی مشترک ملے گا کہ اللہ ہی ہے جس نے کائنات کو پیدا کیا ہے اور کم از کم زمین کے نظم ونسق کی ذمہ داری انسان پر عائد ہوتی ہے۔ گویا اللہ زمین پیدا کر کے تھک گیا؟ تمہیں سب طاقتیں دیں۔ اب بیچارا صرف تماشائی کی حیثیت سے تماشا دیکھ رہا ہے؟ ایسا نہیں ہے۔ وہ زمین کے نظم ونسق کے چلانے کے لئے تمہاری مدد کا خواستگار نہیں۔ تم اس کے سامنے مجبور ہو۔ بے بس ہو۔ اب چاہے تو تمہیں بیٹھے کا بیٹھا رکھ دے۔ اُٹھنا چاہو نہ اُٹھ سکو۔ وہ ابھی چاہے تو تمہاری نظریں لے جائے پھر کوئی دوسرا الٰہ نہ ہو جو تمہیں نظریں واپس دے دے۔ یہ اسی ایک ذات کے صفات ہیں جس کو تم استعمال میں لا رہے ہو۔ اس کی بینائی سے دیکھتے ہو۔ اس کی شنوائی سے سنتے ہو۔ اس کی قوت سے چلتے ہو۔ آنکھیں تمہاری ہیں لیکن بینائی تمہاری نہیں۔ کان تمہارے ہیں لیکن شنوائی تمہاری نہیں۔ ہاتھ پاؤں تمہارے ہیں لیکن قوت تمہاری نہیں ——— البصیر۔ السمیع اور القوی اللہ ہے تم نہیں۔ تم اپنے آپ کو بینا، سامع اور قوت والا کہہ کر ربّ بننے کا اعلان کر رہے ہو۔ تم نے اپنے نفس کو نہ پہچانا اس کی صفات کو نہ پہچانا۔ تب ہی تم حقیقت کو نہ پا سکے۔

حضورؐ نے فرمایا تھا۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربّہ۔ جس نے نفس کو پہچانا وہ ربّ کو پہچان گیا۔ نفس میں اللہ تعالےٰ کی صفات موجود نہیں۔ نہ نفس بینا ہے۔ نہ شنوا ہے۔ اور نہ ہی حیات نفس کی صفت ہے۔ الحی صرف اللہ ہے۔ وہی ہے جو تمہیں اُٹھا رہا ہے بٹھا رہا ہے۔ چلا رہا ہے۔ پھرا رہا ہے کیا اللہ تعالےٰ نے سورہ روم میں نہیں فرمایا کہ میری نشانیوں میں سے ہے کہ تمہیں مٹی سے پیدا کیا اب تم چلتے پھرتے بشر ہو گئے (روم ع ۳) اور کیا سورہ بقرہ میں نہیں فرمایا کہ ”تم اللہ کا کیسے انکار کر سکتے ہو جبکہ تم مردہ ہو اس نے تمہیں زندہ کیا ہوا ہے۔ اور سورۃ الشعراء میں ہے کہ یہ انسان بڑا سرکش ہے۔ اپنے آپ کو مستغنی دیکھتا ہے (ربّ سے) اور سورہ النجم میں ہے کہ وہی ہنساتا ہے اور رُلاتا ہے۔ اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور جِلاتا ہے۔ وہی غنی کرتا ہے۔ اور سورۃ الشعراء میں حضرت ابراھیمؑ کا یہ قول نقل ہے کہ ربّ العٰلمین ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ وہی میری رہنمائی کرتا ہے وہی ہے جو مجھ کو کھلاتا پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے مجھے موت دے گا اور زندہ کرے گا اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ لقد کرّمنا بنیٓ اٰدم وحملنٰھم فی البرّ والبحر کہ بے شک البتہ میں نے اس آدم کی اولاد کو بڑی عزت دی میں نے اس کو خشکی اور تری پر اُٹھائے رکھا۔ اگر ہم ان باتوں کو صحیح تسلیم کرتے اور سمجھتے کہ اللہ کی باتیں سچائی کی انتہائی کو پہنچ چکی ہیں اور اکثریت کے ظن کی پیروی نہ کرتے تو ہم اپنے ربّ کو پالیتے۔ مسلمانوں کو اپنے ربّ کی باتوں پر باور نہ ہونے کی سزا ایسٹ ملے محروم کے شکل میں ملی۔ اور یہ بہت بڑی سزا ہے یاد رکھو یہ ربّ ہی ہے جو دیکھتا ہے سنتا ہے۔ پکڑتا ہے۔ تمہیں ہنساتا ہے رُلاتا۔ چلاتا۔ پھراتا۔ کھلاتا پلاتا ہے۔ تم بیمار ہوتے ہو تمہیں شفا دیتا ہے۔ تمہیں مالدار اور غریب کرتا ہے۔ اور یہ سب کچھ اس لئے نہیں کہ میں کہتا ہوں بلکہ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ جلّشانہ کہتا ہے۔ سورۃ ق میں ہے کہ میں نے انسان کو پیدا کیا اور میں اسے اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہوں۔ کیوں نہ ہو! رگ نزدیک ہے کہ زندگی؟ زندگی! کیونکہ زندگی اللہ سے ہے۔

تیسری مثال کہ ہم اکثریت ہی کی راہ کو اختیار کئے ہوئے ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کلام پاک میں بار بار یہ فرماتا ہے کہ یہ دنیا دھوکا ہے اور اس کے دھوکے سے بچو۔ وما الحیٰوۃ الدّنیآ اِلّا متاع الغرور۔ دنیا کی زندگی ماسوائے دھوکہ کے اور کچھ نہیں اور ولا یغرّنکم باللہ الغرور۔ کہ یہ دہوکہ تمہیں دہوکہ میں نہ ڈال دے۔ لیکن باوجود اس کے عام کافروں کی طرح ہم اس کائنات اور اس زندگی کو حقیقت سمجھتے ہیں۔ اور ہم اس طرح اُس دہوکہ میں آگئے جس سے بچنا تھا۔

ایک دفعہ کسی نے پُوچھا کہ ایک سمندری جہاز بندرگاہ سے دُور کھڑا ہے۔ جہاز کے باہر کی طرف سیڑھیاں آویزاں ہیں۔ سیڑھیوں کی لمبائی بارہ فٹ ہے۔ اُس میں تیرہ سلاخیں ایک ایک فٹ کے فاصلہ پر لگی ہوئی ہیں۔ سب سے زیریں سلاخ سطح سمندر کو مَس کر رہی ہے۔ سمندر میں ایک فٹ فی گھنٹہ کے حساب سے مدّ چڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔ بتاؤ کہ پہلی تین سلاخیں کتنے عرصہ میں پانی کے اندر ہو جائیں گی ——— بے وقوفوں نے جواب دیا تین گھنٹہ میں۔ اُن بے وقوفوں میں کچھ ذرا سمجھ والوں نے کہا کہ دو گھنٹہ اور اُن ہی میں سے ذرا اور کچھ سوجھ بوجھ والوں نے کہا کہ دو گھنٹہ سے کچھ تھوڑا سا وقت زیادہ لگے گا کیونکہ تیسری سلاخ کو بھی پانی کے اندر ہونا چاہیئے نہ کہ سطح سمندر سے اوپر۔ لیکن یہ سب کے سب بیوقوف تھے۔ یہ سب جوابات غلط تھے۔ یہ سب اس کے ظاہری اعداد کے دہوکہ میں آ گئے اور جمع تفریق کے چکر میں کچھ ایسے پڑے کہ صحیح جواب کی طرف کبھی دماغ منتقل ہی نہ ہوا جو عقلمند تھے اُن کا جواب صرف اتنا تھا کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ سمندر کی سطح جوں جوں بلند ہوتی جائے گی جہاز بھی ساتھ ہی ساتھ اوپر کو اُٹھتا جائے گا۔ بالکل یہی حالت ہے دنیا کی۔ عوام کیا تعلیمیافتہ اور کیا جاہل۔ کیا سائنسدان اور کیا فلاسفر اس دنیا کو حقیقت سمجھ کر اس کے ظاہری اعداد و شمار کے جمع و تفریق میں کچھ ایسے گرفتار ہوئے کہ جواب تک رسائی نہ ہو سکی اور اللہ والے اللہ کے کلام کی برکت سے ربّ کو پا گئے اور سمجھ گئے کہ ایک ربّ باقی سب دھوکہ۔ مجھ عاجز و ناتوان پر بھی کائنات کا یہ سربستہ راز اللہ تعالےٰ جو ربّ العالمین ہے نے اسی مثال سے کھلوایا تھا۔ شاید آپ بھی اس مثال میں سوچ بچار کر کے اس میں سے چکھنے والی شئے قلب کو چکھوا لیں لیکن بہرحال اس راز کو سمجھنے کا وہی طریقہ زیادہ صحیح۔ بہتر اور آسان ہے جو حضورؐ نے بتایا کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربّہ۔ نفس کیا ہے؟ روح کیا ہے حیات کیا ہے؟ اور جسم کیا ہے؟ اس کی تفصیل کے لئے یہ موقع نہیں اگر پھر کبھی ربّ العالمین کو منظور ہوا تو کچھ عرض کر لوں گا۔ سر دست یاد رکھو کہ یہ چاروں بالکل الگ الگ چیزیں ہیں اور ایک دوسرے پر انحصار نہیں رکھتیں۔

اگر قرآن مجید کی ترتیب پر غور کریں گے تو بھی یہ راز بہت آسانی سے پا لوگے۔ اللہ تعالےٰ اپنے کلام کو شروع کرتا ہے الحمد للہ ربّ العالمین سے یعنی سب تعریفیں اس کے لئے جو عالمین کا ربّ ہے یہاں سے تمہیں ساتھ لے کر مختلف دَوروں سے گزارتا ہوا اور ربّ، مَلِک اور الٰہ کے معنوں کو تمہارے ذہن نشین کراتا ہوا اُس مقام میں پہنچا دیتا ہے جہاں تم سے اعلان کروا دیتا ہے کہ کہدو کہ اللہ کے علاوہ کوئی لوگوں کا ربّ نہیں۔ کوئی لوگوں کا بادشاہ نہیں۔ کوئی لوگوں کا الٰہ نہیں۔ اللہ کے علاوہ جو بھی ہیں خواہ وہ انسانوں میں سے ہیں یا جنات میں سے اُن کے ہاں ماسوائے وسوسہ ڈالنے کے اور کوئی طاقت نہیں اور ایسے خناس کے وسوسوں سے بچنے کے لئے بھی ماسوائے اس کے چارہ نہیں کہ اسی ربّ۔ بادشاہ اور الٰہ کی پناہ لی جائے۔ آپ اس مطلب کو ذہن نشین کرنے کے بعد سورہ الناس مع معنی پڑھو اور دیکھو کہ کیسے اس سورت پر معرفت الٰہی کی انتہا ہے۔

یاد رکھو کائنات ایک پہیلی ہے جس کو

پوچھتا ہے۔ صحیح جواب پر جنتیوں کی ابدی خوشیاں انعام ہیں۔ اور "اللہ ربّ ہے" کے علاوہ کوئی دوسرا جواب قابلِ قبول نہیں۔ پہیلی والے نے تو جواب بھی بتا دیا مگر کتنی حیرانی کی بات ہے کہ کبھی کبھار ہی کوئی صحیح جواب موصول ہوتا ہے۔ پہیلی والے نے تو احسان ہی کیا جو اس کو حل نہ کرنے اور یا خود پہیلی والے ہی کے بتائے ہوئے جواب کے علاوہ غلط جواب دے تو خود ہی انعامات سے محروم رہ کر دستِ افسوس ملتا رہے گا۔ نہ پہیلی والے کا نقصان ہوگا اور نہ ہی اس کی طرف سے کوئی ظلم۔

چوتھی مثال کہ ہم اکثریت ہی کی راہ کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔

چونکہ سائنسدان اس دنیا کو حقیقت سمجھ بیٹھے وہ دھوکہ کھا گئے۔ اس لئے ان کے علوم بجائے اس کے کہ غفلت کے پردے کے ہٹانے کا باعث بنتے حجاب بن کر رہ گئے۔ اللہ کی نزدیکی کے بجائے دوری کا سبب بنے۔ نور کی بجائے تاریکی بنے۔ سائنس نے بہت سے لوگوں پر کچھ ایسا جادو کر رکھا ہے کہ اس کے خلاف ایک لفظ تک سننے کو گوارہ نہیں کرتے اس جادو کی بڑی وجہ یہ ہے کہ عوام کو چھوڑ خواص تک سائنس سے مراد ریڈیو۔ جہاز ٹیلیفون۔ راکٹ اور ان قسم کی چیزیں مراد لیتے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں۔ سائنس دو چیزوں کا مجموعہ ہے مشاہدات اور نظریات مشاہدات دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی نہ بدلتی ہوئی سنتوں کا مطالعہ ہے۔ یہ حق ہے۔ یہ حق کی قربت کا باعث ہے۔ دنیاوی ترقی مشاہدات سے ہوتی رہتی۔ اللہ تعالیٰ کی سنتوں کا جاننا اور پھر ان سنتوں سے مطابقت کرنا اشد ضروری ہے۔ نظریات باطل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک سائنسدانوں کا نظریات میں اختلاف بھی چلا آ رہا ہے اور نظریات بدلتے رہتے ہیں۔ اور نظریات کے باطل ہونے کے لئے یہی ایک ثبوت کافی ہے کہ یہ بدلتے رہتے ہیں۔ آج مادہ کے نہ فنا ہونے پر قسمیں تو کل مادہ کے فنا ہونے پر جان کی بازی! سائنسدان دراصل حق کے مشاہدات کو اپنے ظن اور غیر یقینی علوم کے پردے میں ڈھانپنے والے ہیں اور حقیقت یہی ہے کہ یہی دجال کے معنی بھی ہیں یعنی حق پر باطل کا پردہ ڈالنے والے۔ ہمارے پاس دو قسم کے نبی آتے رہے ایک اللہ کی طرف سے اور ایک شیطان کی طرف سے، کیونکہ قرآن سے شیطان کا اپنے دوستوں کو وحی کرنا ثابت ہے۔ اللہ کا نبی حق کے مشاہدات کو حق (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے ثابت کرتا اور شیطان کا نبی باطل کی طرف سے۔ مثلاً ترازو کے پلڑوں کا ملنا ایک مشاہدہ ہے اس کو اللہ کے ایک نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان کیا کہ چونکہ اللہ کے علاوہ کہیں بھی کوئی قوت نہیں تو ترازو کے پلڑے اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں وہ ان کو اونچا اور نیچا کرتا ہے، اسی مشاہدے کو شیطان کے نبی نیوٹن نے یوں بیان کیا کہ مادہ اجسام ایک دوسرے کو جذب کرتی ہیں اور یہ جذب مقدار مادہ کے متناسب ہوتا ہے۔ پس کم مادے والے پلڑے کی نسبت زمین زیادہ مادے والے پلڑے کو اپنی طرف زیادہ کھینچ لیتا ہے۔ پس ترازو زمین کے ہاتھ میں ہے اور اس ہاتھ کا نام گریویٹی (GRAVITY) رکھا۔ اسی طرح اللہ کے نبی نے کہا کہ جس وقت فقیر کو پیسہ دیا جاتا ہے تو وہ فقیر کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور شیطان کے نبی نے کہا کہ وہ گریویٹی کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اللہ کے نبی نے کہا کہ زمین اور آسمان کو اللہ نے خود تھام رکھا ہے اور اگر آج چھوڑ دے تو پھر کوئی دوسرا نہ ہو جو تھام سکے۔ شیطان کے نبی نے کہا کہ نظام گریویٹی کی گرفت میں ہے۔ اللہ کے نبی نے کہا کہ اللہ خود تمہیں لئے لئے پھرتا ہے شیطان کے نبی نے کہا کہ عمل اور ردِ عمل (Actio n and Reaction) کے سبب سے ہے۔ اللہ کے نبی نے کہا کہ پرندوں کو اللہ کے علاوہ کسی نے بھی نہیں تھاما۔ شیطان کے نبی نے کہا کہ عمل اور ردِ عمل کے کھیلنے کے باعث ہے۔ اس قسم کی سینکڑوں مثالیں دے کر ثابت کر سکتا ہوں کہ سائنسدانوں کے نظریات قرآن کے مخالف ہیں، مندرجہ بالا مثالوں سے ظاہر ہے کہ اللہ کے نبی نے بنی نوع انسان کو یہ نظریہ دیا کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ یعنی نہ اردگرد کچھ ہے اور نہ کہیں قوت ہے ماسوا اللہ کے۔ اس لئے ہمیں اللہ کی ایک صفت "القوی" سے آگاہ کیا۔ اور یہ کہکر کہ وہ قوت تمام کائنات میں ایک ہے اور تقسیم پذیر نہیں اور اس کی جمع لانی غلط ہم پر ہماری عاجزی ظاہر کی۔ ہمیں بندگی کے مقام کے قریب کیا اور پھر صاحب دل زندہ لوگوں کو اللہ کے قرب کا احساس دلوایا۔ برخلاف اس کے شیطان کے نبی نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ قوت مادہ کی صفت ہے۔ وہ القوی ہے اور اس طرح ہمیں اپنے اللہ تعالیٰ کے صحیح تصور سے دور لے گیا۔ کاش مسلمانوں کو عقل ہوتی۔ وہ اس دجال کی جنسری میں نہ آتے۔ حق کے مشاہدات سے فائدہ اٹھاتے اور باطل کے نظریات سے اپنے دامن کو بچا کر رکھتے۔ اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاتے اور اللہ کے اس فرمان پر عمل کرتے کہ ولا تلبسوا الحق بالباطل حق کو باطل کے ساتھ مت ملاؤ۔

اگر تمہیں میری باتوں میں شک ہے کہ سائنسدان تمہیں اندھیروں کی طرف کھینچ رہے ہیں تو اپنے اللہ ہی کی بات مان لو۔ والذین کفروا اولیٰئھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمات ط اولئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون اللہ کے منکروں اور ناشکروں کی مدد پر طاغوتی طاقتیں ہیں جو ان کو نور سے ظلمات کی طرف لے جا رہی ہیں۔ یہی ہیں آگ والے جس میں ہمیشہ رہیں گے۔ کیا اب بھی یہ سمجھو گے کہ کافر ترقی کر رہے ہیں۔ اگر طاغوت کو نہیں سمجھتے تو اللہ کے علاوہ سب طاغوت ہے اور طاغوتی طاقتوں کے انکار کا حکم ہے فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لھا ط واللہ سمیع علیم۔ جو بھی طاغوت کا انکار کرے اور اللہ کا اقرار کرے تو اس نے وہ کڑا تھام لیا جس کے لئے ٹوٹنا نہیں۔ اللہ جاننے اور سننے والا ہے، یاد رکھو نور اللہ ہی کے ایماندار بندوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمت الی النور۔ یعنے اللہ مومنوں کا دوست ہے اور ان کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔ کیا اب بھی سوچ سے کام نہ لوگے؟ اور اگر نہ لوگے تو تم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی کیونکہ النساء ع کی ابتدائی آیات میں کچھ ایسا ہی ذکر ہے۔ الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتاب یؤمنون بالجبت والطاغوت ویقولون للذین کفروا ھؤلاء اھدیٰ من الذین آمنوا سبیلا ○ اولئک الذین لعنھم اللہ ط ومن یلعن اللہ فلن تجد لہ نصیرا۔ کیا تو نے نہ دیکھا ان لوگوں کو جن کو اللہ تعالیٰ کے کلام کا کچھ حصہ دیا گیا پھر بھی وہ جبت اور طاغوت کو مانتے ہیں اور کافروں کی بابت کہتے ہیں کہ یہ مومنوں کی نسبت زیادہ ہدایت پر ہیں یہی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، تو تو ان کا کوئی مددگار نہیں پائیگا۔

ابھی بہت سی باتیں ہیں جو میں کہنا چاہتا ہوں، وقت کم ہے۔ صرف اتنا جاتے جاتے کہدوں گا کہ ابھی آج کے مسلمانوں سے بھی اس "اللہ ہی رب ہے" کے مقام کو اتنا دور دیکھ رہا ہوں جتنا کہ یہ مکہ کے مشرکین سے دور تھا۔ یہ مقام عقل سے بہت دور لیکن عشق سے قریب ہے۔ قرآن اٹھاؤ۔ اس میں تدبر شروع کرو۔ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو سچائی کی انتہا پر رکھو۔ اللہ کے سامنے جھکے رہو، اس سے ہدایت طلب کرتے رہو۔ اس سے چمٹ جاؤ۔ وہی تمہارا مولیٰ ہے اور وہی تمہارا مددگار۔

واعتصموا باللہ ھو مولکم فنعم المولی ونعم النصیر

جس نے بھی آج تک اپنے رب پر بھروسہ کیا ہے ناکام نہیں ہوا۔ تم بھی ناکام نہ رہوگے اپنی حیات اور سرمایۂ حیات کو اسی کے سپرد کر دو۔ ان لوگوں میں سے ہو جاؤ جن کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ ط واللہ رءوف بالعباد ○ البقرۃ ع ۲۵۔ اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو اللہ ہی کی رضا پر بک گئے اور اللہ ایسے بندوں کے حال پر بہت ہی مہربان ہے۔ تاکہ تم اپنے رب سے یہ آواز سنو یایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ ○ فادخلی فی عبادی ○ وادخلی جنتی۔ اے نفس مطمئنہ اپنے پروردگار کی طرف چل تو اس سے خوش ہے تو وہ تجھ سے خوش ہے میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

اللھم انت ربی وانا عبدک لا حول ولا قوۃ الا انت سبحانک اللھم وبحمدک لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک۔ فغفرلی ربی۔

مجلسِ طلبۂ اسلام کا احمدیت کے خلاف معاندانہ پروپیگنڈا

۴

اعتراض۔

تمام انبیاءؑ پر فضیلت :-

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفاں نہ کمترم زکسے
آنچہ دادست ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بتمام
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں
ہر کہ گوید دروغ ہست لعیں

جواب

ان اشعار میں حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو انبیاءؑ پر کونسی فضیلت دی ہے، کہاں یہ کہا ہے کہ میں انبیاء سے بڑھ ہوں، کیا ان میں سے ایک بھی مصرعہ ایسا ہے جس میں کسی ایسی فضیلت کا ذکر ہو، ان میں تو صرف اس عرفانِ الٰہی کا ذکر ہے جو انبیاءؑ اور کامل اولیاء اللہ کو یکساں طور پر حاصل ہوتا ہے، یہی کے متعلق کہا ہے کہ میرا عرفان انبیاءؑ کے عرفان سے کم نہیں اور عرفانِ الٰہی کا جو جام ہر نبی کو پلایا گیا، وہی مجھے بھی پلایا گیا ہے اور وہ یقین جو مجھے عطا ہوا ہے وہ کسی دوسرے سے کم نہیں۔

ظاہر ہے کہ اس میں انبیاءؑ پر فضیلت کا ذکر نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ عرفانِ الٰہی اور یقین کے لحاظ سے اپنے آپ کو انبیاءؑ کے برابر قرار دیا ہے، اس میں کونسی اعتراض کی بات ہے، عرفانِ الٰہی کامل درجہ پر حاصل ہونا جیسے انبیاءؑ کو حاصل تھا، اولیاء اللہ کی شان ہونا چاہیئے جس شخص کا عرفان کامل نہیں وہ قربِ الٰہی اور درجہ ولایت کو کیونکر پا سکتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تو ایک مسلمان کا عرفان اس درجہ پر ہونا چاہیئے کہ فرمایا ان تعبد اللہ کانک تراہ فانہ یراک۔ خدا تعالےٰ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر اس درجہ پر نہ پہنچ سکے تو کم از کم یہ تو ہو کہ خدا تعالےٰ اسے دیکھ رہا ہے، اولیاء اللہ کا عرفان تو اس سے بہت بڑھ کر ہوتا ہے، وہ تو اللہ تعالےٰ کی گود میں پرورش پاتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کا قطعی اور یقینی کلام ان پر نازل ہوتا ہے۔ پس ان کا عرفان انبیاء سے کس طرح کم ہو سکتا ہے۔ پہلی امتوں میں تو ایسی عورتیں ہو گذری ہیں جن کا عرفان کمال درجہ پر پہنچا ہوا تھا۔ مثلاً۔ امّ موسٰےؑ کو الہام ہوتا ہے کہ اپنے نوزائیدہ بچے کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دے اور وہ فوراً ایسا ہی کر گذرتی ہیں اگر ان کا عرفان کم ہوتا اور اپنی وحی پایا نہیں یقین کامل نہ ہوتا تو کبھی وہ ایسی جرأت نہ کرتیں۔ ایسا ہی حضرت مریمؑ اپنی یقینی وحی کی بناء پر قوم سے ذرا بھی خائف اور شرمندہ نہ ہوئیں، حضرت خضرؑ کو جو علم لدنی دیا گیا، باوجودیکہ وہ نبی نہ تھے، اس کی وجہ سے حضرت موسٰےؑ جیسے اولوالعزم نبی بھی ان کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ کیا ان کا عرفان حضرت موسٰےؑ سے یا کسی دوسرے نبی سے کم تھا ؟ جب پہلی امتوں کی عورتوں اور غیر نبی مردوں کا عرفان اس درجہ پر پہنچا ہوا تھا تو امتِ محمدیہ جسکو کنتم خیر امۃ کا خطاب دیا گیا ہے، اس کے بزرگ افراد عرفانِ الٰہی کے اس اعلیٰ مرتبہ کو کیوں نہیں پا سکتے ؟

آیئے ہم آپ کو بتائیں اس امت میں وہ لوگ بھی ہو گذرے ہیں جنہوں نے انبیاءؑ سے بڑھ کر بھی عرفان حاصل کرنے کا دعوےٰ کیا، حضرت سید عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

منّ اللہ تعالیٰ علیّ بالمجاورۃ بطیبۃ المبارکۃ فکنت یومًا فی الخلوۃ متوجھًا اذکر اللہ تعالیٰ فاختفی الحق تعالےٰ عن العالم و عن نفسی ثم ردّنی کان اقول لو کان موسیٰ بن عمران حیًا ما وسعہٗ الا اتباعی علےٰ طریق الانشاء لا علی طریق الحکایۃ۔

(سیف ربانی صلا)

یعنے اللہ تعالےٰ نے مجھ پر مدینہ مبارکہ کی مجاورت کا احسان کیا اور میں ایک دن خلوت میں اللہ تعالےٰ کے ذکر میں مشغول تھا پھر اللہ تعالےٰ نے مجھے اس عالم سے اور خود میرے اپنے نفس سے کھینچ لیا پھر مجھے لوٹا دیا اور اس وقت میں یہ کہہ رہا تھا کہ اگر موسےٰ بن عمران زندہ ہوتا تو اسے بطور انشاء کے میری تابعداری کرنی پڑتی بطور حکایت کے نہیں۔

ایسا ہی حضرت شیخ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور واقعہ بھی محمد بن یحییٰ تاذانی نے قلائد الجواہر نامی کتاب میں رقم فرمایا ہے لکھتے ہیں کہ حضرت سید صاحب فرماتے ہیں :-

جاءنی ابوالعباس الخضر علیہ السلام یمتحننی بما امتحن بہ الاولیاء من قبلی فکشف لی عن سریرتہ فقتح علیّ بما خاطبہ بہ ثم قلت لہ وھو مطرق ان یا خضر ان کنت قلت لموسیٰ انک لن تستطیع معی صبرًا فاقول لک انک لن تستطیع معی صبرًا یا خضر ان کنت اسرائیلیًا فانک اسرائیلی وانا محمدیؐ فھا انا وانت وھذہ الکرۃ وھذا المیدان ھذا محمد وھذا الرحمٰن۔

ترجمہ :-

ابوالعباس جناب خضر علیہ السلام میرے پاس آئے تاکہ میرا امتحان لیں جس طرح مجھ سے پہلے اولیاء اللہ کا امتحان انہوں نے لیا پس مجھ پر ان کی سریرت منکشف کر دی گئی اور وہ بات مجھ پر کھول دی گئی، جس سے وہ مجھ سے خطاب کرنے والے تھے پھر میں نے کہا اے خضرؑ اگر تو نے موسٰیؑ سے کہا تھا کہ تو میرے ساتھ صبر نہیں کر سکے گا تو میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو میرے ساتھ صبر نہیں کر سکے گا۔ اے خضرؑ اگر تو اسرائیلی ہے تو میں محمدی ہوں پس یہ میں ہوں اور یہ تو ہے یہ گیند ہے اور یہ میدان ہے، یہ محمدؐ ہے اور یہ رحمان۔

کیا حضرت سید عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ان اقوال میں سے حضرت موسےٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم نبی پر فضیلت نہیں پائی جاتی، یقیناً امتِ محمدیہ کے بزرگ اولیاء کو فضیلت کا یہ مرتبہ حاصل ہے اگرچہ یہ جزوی فضیلت ہے، جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ ایسی ہی فضیلت مہدی علیہ السلام کو بھی حاصل ہے۔ جیسا کہ ابن سیرین نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ ھو افضل من بعض الانبیاء وہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی مراجعت

حضرت امیر ایدہ اللہ ۸ ستمبر ۱۹۶۸ء کو بروز اتوار کوہ مری سے مراجعت فرمائے لاہور ہوئے اور شام کے پانچ بجے بخیر و عافیت لاہور پہنچ گئے آپ کی صحت بفضلہ تعالےٰ اچھی ہے۔ فالحمد للہ

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۷)

شکر ہے کہ وہ طالب علم پھر سے اسلام کی طرف رجوع ہوئے اور اب دین اسلام کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ الحمد للہ

نفس کے خلاف جنگ کے متعلق قرآن کریم بھرا پڑا ہے۔ حضور نبی کریمؐ کے اخلاق عالیہ سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ ہم نے جس نظریہ کے تحت پاکستان حاصل کیا تھا اسی نظریہ یعنی اسلامی نظریۂ حیات کے غلبہ اور کلمہ گویوں کا اتحاد سے سچا لگاؤ پیدا کرنا واجب ہے۔ ہم مغرب پرستی کی رَو میں بہتے چلے جا رہے ہیں۔ ہم لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد تو کرتے ہیں لیکن ہمارے عمل میں اس ورد کا اظہار نہیں ہے۔ غور کریں کہ قوم کس طرف جا رہی ہے ہمارا انفرادی زندگی میں اور ایک منکر خدا و رسولؐ اور . . . . کافر کی زندگی میں کیا فرق ہے ؟ اسلامی نقطۂ نگاہ سے ہماری زندگیاں کفار کی زندگیوں سے عملاً ممیز ہونا چاہیئیں۔ ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ ہمیں خدا۔ رسولؐ اور جہاد فی سبیل اللہ سے محبوب تر اور کوئی چیز تو نہیں ہو گئی اور ہماری روحانی و اخلاقی قدروں کی کیا حالت ہے۔ ہمیں اپنی اصلاح کرنا چاہیئے، پھر ہی ہم خدا کی رحمت و فضل کے امید وار بن سکتے ہیں۔

---

۱۵۵ بعض انبیاء سے افضل ہے (معیار الاخیار صلا) حضرت مرزا صاحب کا دعوےٰ بھی یہاں یہی کا ہے اور اس صورت میں ان کی بعض انبیاء پر جزوی فضیلت اور انبیاء کی طرح عرفانِ الٰہی حاصل ہونا کونسی مستبعد اور قابلِ اعتراض بات ہے۔

غلام مصطفےٰ انچارج تبلیغ اسلام مشن — جموں

اسلام

موجودہ دور کے تقاضے پورے کرتا ہے

عنوان تقاضا کرتا ہے کہ پہلے یہ بیان کیا جاوے کہ موجودہ دور کے تقاضے کیا ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) جملہ بنی آدم کا ایک خالق، مالک اور رازق ہونا چاہیئے۔

(۲) انسان۔ انسان میں وجہ فضیلت رنگ۔ نسل۔ وطن امارت اور غربت نہیں ہونی چاہیئے۔ بلکہ انسان کے ذاتی اوصاف ہونے چاہئیں۔ یا مذہبی اصطلاح میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ جو انسان اپنے خالق سے ڈر کر زندگی بسر کرے اور اپنے دائرہ کاروبار میں عزیز و مقبول ہو۔ وہ افضل ہے۔

(۳) خالق کا قانون ایسا ہونا چاہیئے کہ خواہ انسان اس کو یاد کرے یا نہ کرے۔ ہر ایک انسان کو اس کی جدوجہد سعی اور کوشش کے مطابق پھل ملے۔

اب ہم قرآن مقدس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور قرآن پاک کی تعلیم سے مندرجہ بالا امور کا جواب معلوم کرتے ہیں ضمن ۱ کا جواب قرآن مقدس کی پہلی ہی آیہ شریفہ (الحمد للہ رب العالمین) میں شافی دکافی دیا گیا ہے۔ جس کا ترجمہ ہے "تمام تعریفیں اس رب کی ہیں جو تمام جہانوں کا پرورش کرنے والا ہے"۔ سوال کیا جا سکتا ہے کہ پرورش کس طرح کر رہا ہے جواب یہ ہے کہ ہر قسم کی مخلوق کے لئے سامان ربوبیت پیدا کئے گئے اور ہر قسم کی مخلوق کو ان سامانِ ربوبیت سے مستفید ہونے کی عقل و فکر اور صلاحیت عطا کی گئی ہے۔ ایک انسان کا جسم دو چیزوں کا مجموعہ ہے۔ اول مادہ سے یعنی آگ پانی مٹی۔ ہوا" سے دوسرے روح۔ مادی جسم خوراک سے قائم رہ سکتا ہے۔ خوراک پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت عظیم اور مستقل مزاج کارکن یعنی سورج۔ چاند زمین پانی اور ہوا مقرر کئے ہوئے ہیں۔ جو کہ دن رات اپنی ڈیوٹی کو نہایت مستعدی سے سرانجام دے رہے ہیں۔ روح کی غذا روحانی ہے۔ جس کے بہم پہنچانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے دنیا کی ہر ایک قوم میں ھادی (لکل قوم ھاد) نذیر (وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر) اور رسول (ولکل امۃ رسول) بھیجے۔ جب سے دنیا معرض وجود میں آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ بنی آدم کو اپنی پسندیدہ راہ پر چلانے کے لئے دنیا کی ہر ایک قوم میں خواہ وہ قوم مشرق میں بستی ہے یا مغرب میں اپنے ہادی۔ نذیر اور رسول انسانوں میں سے ہی انتخاب کرکے بھیجتا رہا ہے۔ قانون ارتقاء کے مطابق مخلوقات کی بتدریج ترقی ہو رہی ہے۔ جب انسان بلوغت کو پہنچا اور دنیا کی تمام اقوام آپس میں متعارف ہو گئیں تو اللہ تعالےٰ نے چاہا کہ جس طرح وہ تمام مخلوقات کا ایک ہی وحدہٗ لاشریک رب ہے۔ اور اس کا سورج بھی ایک کا ایک ہے جو کہ اس کی مخلوقات کے لئے مادی پرورش کے سامان پیدا کرنے میں مصروف ہے اسی طرح بنی آدمؑ کی روحانی تربیت کے لئے پیغمبر بھی ایک ہی ہو اس لئے حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی بعثت عمل میں آئی اور جملہ بنی آدم کے لئے قانونِ حیات قرآن مقدس کی صورت میں نازل ہوا۔ مذہب اسلام نے جملہ بنی آدم کو ایک رشتہ میں جوڑنے کے لئے یہ انتظام کیا ہے۔ کہ تمام بنی آدم کا ایک خدا۔ ایک رسول۔ اور ایک ہی قانون حیات ہے۔ اسلام میں ملک و وطن۔ رنگ نسل کا امتیاز کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ تمام انسان ایک ہیں خواہ کسی ملک، کسی قوم اور کسی نسل سے تعلق رکھتے ہوں۔

جن خوش نصیب انسانوں نے ایک خدا۔ ایک رسول اور ایک قانون زندگی۔ یعنی قرآن مقدس کو تسلیم کر لیا۔ وہ آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ اور جن لوگوں نے مندرجہ بالا تین اقوال کو تسلیم نہیں کیا۔ ان سے بھی اسلام نہایت درجہ رواداری نہ زندگی بسر کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ بلکہ جو لوگ خالق کائنات کی ہستی سے بھی انکاری ہیں ان کے ساتھ بھی اسلام نہایت درجہ پریم و محبت سے زندگی بسر کرنیکی تلقین کرتا ہے۔

قرآن کریم صاف الفاظ میں اعلان کرتا ہے یا ایھا الناس ان خلقناکم من ذکر و انثیٰ وجعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ اے لوگو تم سب ایک مرد اور عورت سے پیدا کئے گئے ہو اور تم کو گروہ در گروہ اور قبیلے قبیلے اس لئے بنایا ہے۔ تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اے لوگو تم میں وہی محترم و مکرم ہے جو اللہ تعالےٰ سے ڈر کر زندگی بسر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر مخلوق سے پیار کرتا ہے بنی آدم کی خدمت کرتا ہے۔ بے کسوں اور یتیموں پر رحم کرتا ہے۔ ان کی امکان بھر مدد کرتا ہے۔ مظلوموں کی ظالموں کے مقابلہ میں مدد کرتا ہے۔ ہر لحظہ و ہر ساعت اللہ تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ اس کے کسی قول و فعل سے اللہ تعالےٰ کی کسی بھی مخلوق کو کسی قسم کا دُکھ یا نقصان نہیں پہنچتا۔

اس کی زندگی بلا لحاظ مذہب و ملت اس کے دائرہ کاروبار میں بسنے والے انسانوں میں عزیز و مقبول ہوتی ہے۔ یہ سب خصوصیات ایک مسلم میں اس لئے پیدا ہوتی ہیں کہ مذہب اسلام سراسر سلامتی کا مذہب ہے۔ جو شخص قولاً و فعلاً اسلام کو قبول کرتا ہے وہ خود بھی سلامت رہتا ہے اور اپنے ہمجنسوں کے لئے بھی سلامتی کا باعث بنتا ہے۔

ضمن ۳ کے جواب میں قرآن مقدس یہ اعلان کرتا ہے کہ انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جتنی وہ کوشش کرے وان لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ اس آیت شریفہ میں لفظ "انسان" ہے۔ مسلم یا مؤمن نہیں ہے۔ اور لفظ انسان کا اطلاق جملہ بنی آدم پر ہوتا ہے۔ خواہ کوئی شخص خداوند تعالےٰ کو مانتا ہو یا نہ مانتا ہو، اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اسلام ایسا رب پیش کرتا ہے۔ کہ بنی آدم میں سے کوئی بھی فرد جس قدر محنت کرے گا۔ اس کو اسی قدر اس کی محنت کا پھل ملے گا۔ خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔

یہی وجہ ہے کہ اس وقت کائنات کی تسخیر میں وہی لوگ آگے ہیں جو کہ ہستی باری تعالےٰ کے قائل نہیں الا ما شاء اللہ وجہ یہ کہ انہوں نے تسخیر کائنات میں اپنی جدوجہد جاری رکھی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج وہ لوگ چاند پر انسان کو اتارنے کے منصوبے تیار کر رہے ہیں اور اغلب ہے کہ وہ اپنے اس عظیم مقصد میں کامیاب و کامران ہوں۔ کیونکہ رب العزت کی مقدس کتاب قرآن اس بات کا کھلا کھلا اعلان کر رہا ہے کہ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے۔ وہ سب کا سب حضرت انسان کے لئے مسخر کیا گیا ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن مقدس اللہ تعالےٰ کا قول ہے اور جملہ کائنات اللہ تعالےٰ کا فعل ہے۔ اور حضرت انسان اللہ تعالےٰ کی تخلیق میں شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خالق کائنات نے حضرت انسان کو اشرف المخلوقات کا عظیم مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے انسان کو عقل و فکر کا وافر حصہ عطا کیا ہے اب یہ انسان کا اپنا کام ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی قولی کتاب قرآن مقدس میں غور و فکر کرکے اس کی تعلیم کو ہر زمانے کے تقاضے پورے کرنے والی ثابت کرے اور اللہ تعالےٰ کی فعلی کتاب یعنی کائنات میں غور و تدبر اور فکر سے کام لے کر اور تسخیر کائنات کا عظیم ترین فریضہ سرانجام دے کر اپنے آپ کو خلیفۃ اللہ فی الارض کا درست طور پر اہل ثابت کرے۔

عاجز غلام مصطفےٰ
انچارج احمدیہ تبلیغ الاسلام مشن — جموں

حصول وظیفہ

چوہدری فیض بخش صاحب کالرہ سرگودھا کے پوتے عزیز عبد الغفار نے پانچویں جماعت میں اول پوزیشن حاصل کرکے وظیفہ حاصل کیا اس خوشی کے موقعہ پر چوہدری صاحب موصوف نے مبلغ پانچ روپے (5/-) تبلیغ اسلام فنڈ میں رجسٹ کر دیئے ہیں۔ ادارہ مبارک باد پیش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ عزیز مذکور کو آئندہ امتحانات میں بھی نمایاں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیا

بھدرواہ میں قادیانی مبلّغین کی آمد اور جماعت احمدیہ کے ساتھ اختلافی مسائل پر بحث و مناظرہ سے انکار

گذشتہ سال قادیانی مبلّغین کا ایک وفد پانچ علماء پر مشتمل وارد بھدرواہ ہوا تھا جس نے ہماری جماعت کو للکار للکار کر بحث مناظرہ کے لئے پکارا۔ چنانچہ ہم نے ان کا چیلنج منظور کیا۔ اور منظوری چیلنج کا اعلان اشتہارات وغیرہ کے ذریعہ کیا گیا اور شرائط مناظرہ طے کرنے کی دعوت دی گئی لیکن مبلّغین قادیان اور وہاں کی مقامی قادیانی جماعت نے چیلنج کرنے کے بعد خود ہی مناظرہ سے راہِ فرار اختیار کی۔ اس واقعہ کا پورا حال اخبار پیغام صلح میں وضاحت کے ساتھ درج ہو چکا ہے۔

امسال پھر قادیان سے اعلیٰ تعلیمی قابلیت۔ فنِ تحریر و تقریر اور فنِ مناظرہ کے شایان نصف درجن علماء پر مشتمل جماعت بھدرواہ بھیجی گئی۔ وفد ۱۲ر جولائی ۱۹۶۸ء بھدرواہ داخل ہوا۔

قادیانی جماعت بھدرواہ کی دعوت اشتہار۔ منادی وغیرہ کے مطابق ہماری جماعت کے چند افراد چوہدری عبدالحمید صاحب بی۔ایس۔سی۔ عبدالواحد صاحب۔ عبدالحمید صاحب دوکاندار۔ عبدالرشید صاحب متعلم کالج۔ عبدالشکور صاحب آرگنائزر، عبدالحفیظ صاحب جنرل سیکرٹری اور خاکسار قادیانی مولاناؤں کی قیام گاہ پر تقریباً ۸ بجے صبح گئے اور مزاج پرسی کے بعد ان پر واضح کرنا چاہا کہ ان کے متضاد عقائد اور غلط طرزِ عمل۔ انتشارِ ملّی کا باعث ہو رہے ہیں۔ لہٰذا وہ اس قسم کے طرزِ عمل پر نظرِ ثانی کریں، ہمارے احباب کی اس حق گوئی پر قادیانی علماء برافروختہ ہو گئے۔ اور انہوں نے مفصّل بات چیت کے لئے شرائط طے کرنے کی پیشکش کی۔ ہماری جماعت نے ان کی یہ پیشکش قبول کر لی۔ جب وہ صاحبان چائے نوشی سے سیر ہو کر فارغ ہو سکے تو ہماری جماعت کے ایک بزرگ ماسٹر عبدالکریم صاحب بھی شرائط بحث طے کرنے میں شریک کئے گئے دورانِ گفتگو میں مطالبہ کیا گیا کہ ہماری جماعت ان کو نئے سرے سے تحریری چیلنج مناظرہ دے چنانچہ قادیانی مولاناؤں کی ٹال مٹول اور حیلہ سازی کی فریب کاریوں کے جامہ کو چاک کرنے کی خاطر ماسٹر عبدالکریم صاحب پراونشل سیکرٹری تبلیغ نے ان کو تحریری چیلنج دیا اور لکھا کہ آپ کے مطالبہ اور منشاء کے مطابق ہمارا چیلنج ہے۔ اب ان لوگوں اور ان کی جماعت نے بادلِ نخواستہ چیلنج قبول کیا۔ اور یہ مضحکہ خیز بات تھی کہ مسیح موعود علیہ السلام کی تمام کتب کا خلاصہ ”ایک غلطی کا ازالہ“ نامی سہ ورقہ اشتہار ہی ہے۔ بہتر ہے کہ ہم دونوں فریق اسی اشتہار کے مضمون کو الگ کاغذ پر لکھ کر نیچے دستخط کر دیں۔ کہ ہم سب کے عقائد یہی ہیں جو اس اشتہار میں درج ہیں۔ تو بس مناظرہ کی اغراض خود ہی پوری ہو جائیں گی اس پر ہر اہلِ عقل و دانش نے بلکہ ان کی اپنی جماعت کے جمیع افراد نے بھی محسوس کیا اور تسلیم کیا کہ قادیانی مبلّغین واضح طور پر مناظرہ سے فرار کر رہے ہیں۔ جب ہماری طرف سے ان پر زور ڈالا گیا اور اپنوں اور غیروں نے بھی ان کو بہت ڈھیٹ کیا کہ وہ کیا کر رہے ہیں تو قادیانی مبلّغین اور جماعت نے دبی زبان میں کہا کہ آپ ہمارے چیلنج کے بارے میں مزید مشورہ کے بعد جواب دیں گے۔ خدا خدا کر کے شام کے ۵ بجے ان مولاناؤں کی طرف سے ایک خط ہمیں ملا جس میں لکھا تھا کہ ہم مقررہ پروگرام کے تحت یہاں نہیں ٹھہر سکیں گے اس قسم کی حیلہ سازی سے انہوں نے اس آئی آفت کو ٹالنا چاہا۔ ان کا یہ مراسلہ پڑھنے کے بعد اپنوں اور غیروں کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ یہ جبّہ پوش اور بھاری بھرکم دستار کے حامل کس طرح ”قُولُوا قَولاً سَدِیداً“ کی جگہ ہٹ دھرمی حیلہ سازی سے کام لے رہے ہیں۔ جب ہماری جماعت نے ان مُلاّؤں کی یہ زبوں حالی یا قابلِ رحم حالت دیکھی تو ان کی خدمت میں اسی وقت ایک مراسلہ بھیجا اور ان کو ”مبلغ احمدیت و مبلغ اسلام“ ناموں کی غیرت دلائی اور بتلایا کہ ان کے لٹریچر۔ تقاریر طرزِ عمل اور برتاؤ نے سارے معاشرہ کی گنگا کو گدلا بنایا ہے۔ اور حضرت اقدس کے مکفّرین اور منکرین کی تائید کر کے امام ہمام اور سارے سلسلہ احمدیہ کو بدنام کر دیا ہے لہٰذا ان پر فرض ہے کہ وہ سامنے آئیں اور دیکھیں کہ وہ کس حد تک حضرت مرزا صاحب کے مسلک پر قائم ہیں اور ان کا فرض ہے کہ وہ جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بھدرواہ کے مقابلہ پر آ کر خوب اچھی طرح سے اپنے عقائد اور ”صحیح مسلک احمدیت“ پر نظرِ ثانی کر کے حق شناسی کا فرض ادا کریں۔ جس وقت ہمارا مفصّل اور مدلّل خط قادیانی ایوان میں پہنچا تو مولاناؤں نے قادیان سے خط کو صیغہ اخفا میں رکھنا چاہا۔ بڑی لے دے اور جھگڑے کے بعد بادلِ ناخواستہ چند لوگوں کو یہ خط دکھلایا گیا۔ اس سے ان کی ساری جماعت متزلزل ہو گئی اور وہ مولاناؤں کو مجبور کرنے لگے کہ وہ کسی ایک اختلافی مسئلہ پر احمدیہ انجمن کے ساتھ بحث کریں۔ مگر ”زمین جنبد نہ جنبد گل محمد“ کے مصداق مولاناؤں نے خود مناظرہ کرنے سے صاف انکار کر دیا اور مقامی جماعت کو خود ہی مناظرہ کرنے کو کہا۔ بیچاری مقامی جماعت مجبور اور پریشان اور حیران و حراساں ہو گئی کہ کریں تو کیا کریں۔ امیر وفد مولانا بشیر احمد صاحب نے ایک رقعہ ہماری طرف بھیجا کہ ہم مناظرہ نہیں کریں گے۔ اور کہ ہم نے خط و کتابت کے تمام کاغذات مقامی جماعت کے صدر صاحب کے حوالے کر دیئے۔ آپ ان سے شرائط طے کیجئے اور مناظرہ بھی انہی کے ساتھ کیجئے وغیرہ وغیرہ۔

اس پر ہماری مقامی تنظیم نے خاکسار عبدالشکور صاحب اور عبدالحفیظ صاحب جنرل سیکرٹری کو قادیانی جماعت کی طرف بھیجا کہ یا تو وہ بحث کریں ورنہ خلوص اور ایمانداری کے ساتھ احمدیت کے درست مسلک پر آ جائیں۔ چنانچہ بادل ناخواستہ جماعت قادیان کے چند افراد ہمارے لوگوں سے شرائط مناظرہ طے کرنے کی خاطر بیٹھ گئے۔ اور لگے کج روی سے کام لینے۔ کبھی کہتے کہ بحث ولادت مسیح پر ہو گی کبھی کہتے کہ خلافت کے مسئلے پر ہو گی۔ ہماری جماعت کے ان نوجوانوں نے جو وہاں گئے تھے ان سے کہا تھا کہ وہ کم از کم ایک مسئلہ پر ٹھہر جائیں۔ اور اسی پر بحث کریں۔ مگر یہ لوگ جانتے ہیں کہ ہر علاقے اور ہر ماحول میں ان کے عقائد الگ الگ ہیں۔ سو ان لوگوں نے شرائط مناظرہ کی ایچا پیچیوں میں پڑ کر صاف لفظوں میں مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا اور ہماری جماعت کے افراد کے ساتھ نہایت بداخلاقی اور غیر مناسب رویہ سے پیش آئے۔ اور اس ”آفتِ مناظرہ“ سے جو ان کے سر پر منڈلا رہی تھی بچ کر چھٹکارا پایا۔

احباب کرام! یہ ہے وہ مختصر داستان مناظرہ جو یہاں وقوع پذیر ہوئی۔ اور جو ہر اہلِ عقل و دانش بھدرواہ قومی کے نزدیک قادیانی مبلّغین اور قادیانی جماعت کا مناظرہ سے فرار ثابت کرتی ہے اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے عقائد کی صداقت پر شاہد ہے۔

مَلفُوظات

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

اور باریک بدیوں سے بچتا رہے۔ مثلاً ٹھٹھے اور ہنسی کی مجلسوں میں بیٹھنا یا ایسی مجلسوں میں بیٹھنا جہاں اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کی ہتک ہو یا اس کے بھائی کی شان پر حملہ ہو رہا ہو اگرچہ ان کی ہاں میں ہاں بھی نہ ملائی ہو۔ مگر اللہ تعالےٰ کے نزدیک یہ بھی بُرا ہے کہ ایسی باتیں کیوں سُنیں؟ یہ ان لوگوں کا کام ہے جن کے دلوں میں مرض ہے کیونکہ اگر ان کے دل میں بدی کی پوری حس ہوتی تو وہ کیوں ایسا کرتے اور کیوں ان مجلسوں میں جا کر ایسی باتیں سنتے؟

یہ بھی یاد رکھو کہ ایسی باتیں سننے والا بھی کرنے والا ہی ہوتا ہے۔ جو لوگ زبان سے ایسی باتیں کرتے ہیں وہ تو صریح مؤاخذہ کے نیچے ہیں، کیونکہ انہوں نے ارتکاب گناہ کا کیا ہے لیکن جو چپکے ہو کر بیٹھے رہتے ہیں۔ وہ بھی اس گناہ کے خمیازہ کا شکار ہوں گے۔

اس حصہ کو بڑی توجہ سے یاد رکھو اور قرآن شریف کو بار بار پڑھ کر سوچو۔

(ملفوظات حضرت مسیح موعود جلد ہشتم)

خریدارانِ رُوح اسلام

کی توجہ کے لئے

ماہنامہ رُوح اسلام کے خریداران حضرات سے سالانہ چندہ مبلغ تین روپیہ کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اپنے حضرات چندہ بھجوا کر مشکور فرمائیں۔ منیجر ماہنامہ روح اسلام

احمدیہ بلڈنگس لاہور

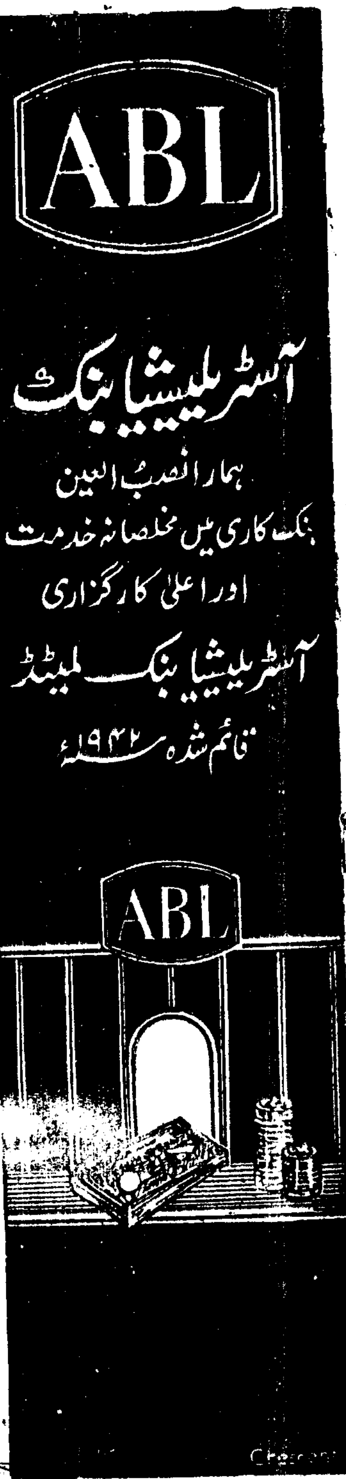

آسٹریلیشیا بنک
ہمارا نصب العین
بنک کاری میں مخلصانہ خدمت
اور اعلیٰ کارگزاری
آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ
قائم شدہ ۱۹۴۲ء

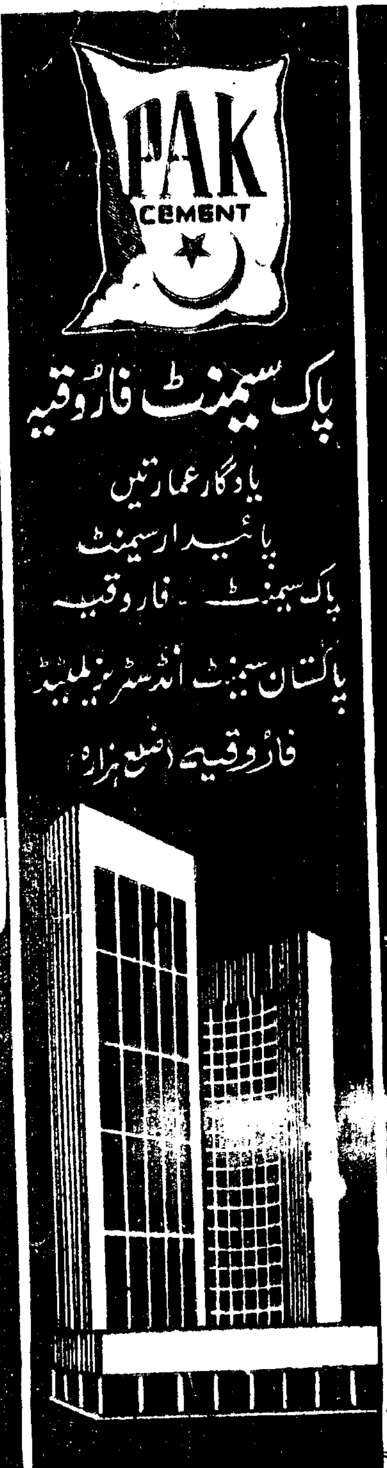

پاک سیمنٹ فاروقیہ
یادگار عمارتیں
پائیدار سیمنٹ
پاک سیمنٹ۔ فاروقیہ
پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ
فاروقیہ (ضلع ہزارہ)

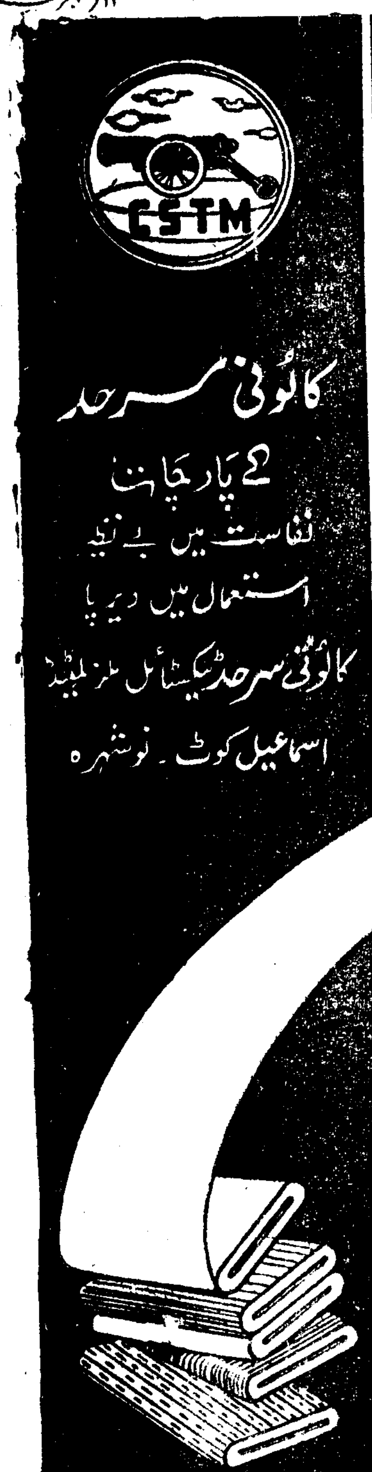

کالونی سرحد
کے پارچات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا
کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل کوٹ۔ نوشہرہ

بہترین علاج
بواسیر جسمانی کمزوری ضعفِ اعصاب۔ فالج
گنٹھیا تلی۔ ریح۔ رسولی۔ پرانے بخار کے
شفا بخش علاج ڈاک سے منگائیے۔
خط ملنے پر کتاب رفیقِ شباب مفت
حکیم محمد شفیع چشتی
۱۶ شیرو۔ ۵۰۔ P جام پور۔ ڈیرہ غازی خاں

ضرورت کتاب
دار المطالعہ احمدیہ لاہور کے لئے کتاب مکمل "احمدیہ پاکٹ بک" مؤلفہ ملک عبدالرحمٰن آف گجرات کی ضرورت ہے۔ جو صاحب کتاب فروخت کرنا چاہیں، مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت فرمائیں
آنریری جنرل سیکرٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
احمدیہ بلڈنگس لاہور

پیغام صلح ۱۱ ستمبر ۱۹۶۸ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸۰ شمارہ ۳۶

تعلیمی الیکٹرک پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نور الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب سیکرٹری نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

ہفت روزہ
پیغام صلح
لاہور
"پاکستان"

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
ٹیلیفون نمبر ۳۷۳۷
تار کا پتہ "تبلیغ" لاہور

جلد ۵۶ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۲۴ رجمادی الثانی ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۸ ستمبر ۱۹۶۸ء | نمبر ۳۷

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں
میں تیرے خالص محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہو گی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور ائمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

خاوند کا کفر

عن ابن عباس قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اُریت النار فاذا اکثر اھلھا النساء یکفرن قیل ایکفرن باللہ قال یکفرن العشیر ویکفرن الاحسان لو احسنت الی احداھن الدھر ثم رأت منک شیئا قالت ما رأیت منک خیرا قط

ترجمہ:—

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے آگ دکھائی گئی تو اس میں اکثر عورتیں تھیں۔ وہ کفر کرتی ہیں۔ کہا گیا کیا اللہ کا کفر کرتی ہیں، فرمایا خاوند کا کفر کرتی ہیں اور احسان کی ناشکری کرتی ہیں اگر تو ساری عمر بھی ان میں سے ایک کے ساتھ احسان کرے پھر وہ تجھ سے کوئی (تکلیف دینے والی) بات دیکھے تو کہتی ہے میں نے تجھ سے کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔

نوٹ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:—

کفر کے اصل معنی ستر یعنے ڈھانکنا ہیں اور اس لئے ایمان کی ضد کفر ہے کیونکہ وہ حق کو ڈھانکنا ہے اور اس کا اطلاق نعمت کی ناشکر گذاری پر بھی ہوتا ہے اور اکثر لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ ناشکر گذاری پر لفظ کفران استعمال ہوتا ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ جس طرح ہر طاعت یا اچھے عمل کو ایمان کہہ دیا گیا ہے اسی طرح ہر ایک

(باقی بر ص۱۱ کالم)

صرف بدیوں سے بچنا کافی نہیں
اس کے بالمقابل نیکیاں نہ ہوں تو مخلصی نہیں

ارشادات حضرت مسیح موعودؑ
(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

یہ آدھا پہلا حصہ ہے نیکی کا۔ مگر نیکی اسی پر ختم نہیں، بعض لوگ ہندوؤں، عیسائیوں اور دوسری قوموں میں بھی پائے جاتے ہیں جو بعض گناہ نہیں کرتے۔ مثلاً بعض جھوٹ نہیں بولتے کسی کا مال ناحق نہیں کھاتے۔ قرضہ دبا نہیں لیتے بلکہ واپس کرتے ہیں۔ معاملات معاشرت میں بھی پکے ہوتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اتنی ہی بات نہیں جس سے وہ راضی ہو جاوے بدیوں سے بچنا چاہیئے۔ اور اس کے بالمقابل نیکی کرنی چاہیئے۔ اس کے بغیر مخلصی نہیں۔ جو اسی پر مغرور رہے کہ وہ بدی نہیں کرتا۔ وہ نادان ہے۔ اسلام انسان کو اسی حد تک نہیں پہنچاتا اور چھوڑتا۔ بلکہ وہ دونوں شقیں پوری کرانا چاہتا ہے۔ یعنی بدیوں کو تمام و کمال چھوڑ دو اور نیکیوں کو پورے اخلاص سے کرو۔ جب تک یہ دونوں باتیں نہ ہوں نجات نہیں ہو سکتی۔

مجھے ایک مثال کسی نے سنائی تھی اور وہ صحیح ہے۔ کہتے ہیں ایک شخص نے کسی کی دعوت کی اور بڑے تکلف سے اس کی تواضع کی۔ جب وہ کھانے سے فراغت پا چکا تو اس سے نہایت عجز و انکسار سے میزبان نے کہا کہ میں آپ کی شان کے موافق حق دعوت ادا نہیں کر سکا۔ آپ مجھے معاف فرمائیں۔ مہمان نے سمجھا کہ گویا اس طرح پر احسان جتاتا ہے۔ اسے کہا کہ میں نے بھی آپ کے ساتھ بڑی نیکی کی ہے اسے تم یاد نہیں رکھتے اس نے کہا کہ وہ کونسی نیکی ہے؟ تو کہا کہ جب تم مہمانداری میں مصروف تھے تو میں تمہارے گھر کو آگ لگا سکتا تھا مگر میں نے کس قدر احسان کیا ہے کہ آگ نہیں لگائی۔ یہ بدی کی مثال ہے۔ گویا آگ لگا کر خطرناک نقصان نہیں کیا۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو بدی نہ کرنے کا احسان جتاتے ہیں ایسے لوگ حیوانات کی طرح ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابلِ قدر وہی لوگ ہیں جو بدی سے پرہیز کر کے ناز نہیں کرتے۔ بلکہ نیکی کر کے بھی کچھ نہیں سمجھتے۔

غرض پہلی حالت تو وہ **کافوری شربت** کی تھی اور دوسرا مرحلہ **زنجبیلی** شربت کا ہے۔ چنانچہ فرمایا: **یسقون فیھا کاسا کان مزاجھا زنجبیلا** اور ایسے جام ان کو پلائے جاتے ہیں جو زنجبیلی شربت کے ہوتے ہیں۔

انسان کو یہ کبھی خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ ایسا مرتبہ حاصل ہونا ناممکن ہے۔ یہ سب کچھ مل سکتا ہے اور ملتا ہے۔ جن لوگوں نے یہ مراتب اور مدارج حاصل کئے وہ بھی آخر انسان ہی تھے

(باقی بر ص۱۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دعویٰ خدائی ثابت نہیں

ایک امریکن گروپ مسجد برلن میں اور امریکن پادری سے گفتگو

اسلام نے تعدد ازدواج کی اجازت دیکر عورت کے حقوق کی حفاظت کی ہے

ایک جرمن گروپ کے سوال کا جواب

مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب امام مسجد برلن کا مکتوب

امریکن گروپ میں تقریر

برلن میں ایک امریکن گروپ کی پریزیڈنٹ جو ایک جرمن خاتون ہے۔ جولائی کے مہینہ میں میرے پاس آئی اور مجھے اپنے ہاں ماہ اگست میں اسلام پر لیکچر کی دعوت دی۔ میں نے اس دعوت کو قبول کیا۔ اور اسے اپنے ہاں ہونے والے اجتماعات کے متعلق آگاہ کیا۔ وہ تین بار میرے پاس آئیں اور گھنٹوں ہمارے ہاں اسلام کی نظریات کو سنتی رہی۔ تاریخ مقررہ پر وہ مجھے اپنے ہاں لے گئی۔ اس دن تیس کے قریب مرد و زن وہاں جمع تھے۔ پہلے کھانا ہوا۔ بعد میں میں نے ایک گھنٹہ کے قریب انگریزی زبان میں تقریر کی۔ میں نے اپنی تقریر میں اسلام کے پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ اور بعد میں سوال جواب کا سلسلہ پندرہ بیس منٹ تک جاری رہا۔ ایک خاتون نے سؤر کے نہ کھانے کی وجہ پوچھی۔ جب اسے بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰؑ نے بھی اس کے کھانے کی اجازت نہیں دی تو اس نے کہا مجھے اس کا علم نہ تھا۔ ایک اور خاتون نے اسلام میں تعدد ازدواج کی اجازت کے بارہ میں سوال کیا۔ یہ سوال مختلف گروپوں میں زیر بحث آیا۔ اور مسجد میں آنے والے ایک گروپ کے سامنے یہ سوال وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا اس لئے اس سلسلہ میں مسجد میں آنے والے گروپ کے سامنے جو بیان کیا۔ اسے مختصراً لکھوں گا۔

ایک امریکن گروپ مسجد میں

ایک امریکن گروپ مسجد میں بھی آیا۔ اس گروپ میں تیس مرد و زن تھے اور دو امریکن پادری تھے۔ ایک پادری صاحب تو پاکستان میں مشنری رہ چکے تھے۔ لہٰذا وہ سوال کرتے وقت پاکستانی ماحول کا بھی ذکر کرتے تھے۔ اس گروپ کے سامنے میں نے اسلام میں توحید اور رسالت کا تصور، گناہ کا تصور اور اس کا علاج مختصراً بیان کیا۔ حاضرین میں سے بعض نے مسجد کے متعلق سوالات کئے زیادہ تر پادری صاحب جو پاکستان میں رہ چکے تھے سوال کرتے رہے۔ وہ زیادہ زور حضرت عیسیٰؑ کے خدا ہونے پر دیتے تھے جب کبھی میں حضرت عیسیٰؑ کو بحیثیت خدا کے نبی ہونے کے پیش کرتا وہ جھٹ نیا سوال کرنے سے پیشتر حضرت عیسیٰؑ کو بحیثیت خدا کے دوہرا دیتے۔ بالآخر میں نے حضرت عیسیٰؑ کی انجیل میں خدا کا بیٹا ہونے کے الفاظ کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ یہ محض استعارہ کے رنگ میں استعمال ہوئے ہیں جیسے کہ حضرت یعقوب حضرت سلیمان وغیرہما انبیاءؑ خدا کے بیٹے کہلائے گئے ہیں۔ میں نے کہا حضرت موسےٰ کو تو خدا کہا گیا ہے پادری صاحب ضرورت سے زیادہ ہوشیار تھے۔ کہنے لگے۔ خدا کر کے کسی نبی کو نہیں پکارا گیا۔ دکھایئے۔ میں نے توریت سے حوالہ نکالا جہاں حضرت موسےٰؑ کو خدا کہا گیا ہے (Exodus 7:1) کہنے لگے دیکھئے یہاں لفظ god چھوٹی g سے لکھا ہے۔ میں نے کہا بڑی G سے بھی لکھا ہوا ہے دیکھئے۔ Exodus 4:16 کہنے لگے یہاں G سے ٹھیک لکھا ہے لیکن لکھا ہے As God، God نہیں لکھا ہے میں نے کہا اچھا انجیل دیکھئے۔ حضرت عیسیٰؑ پر جب یہودیوں نے یہ الزام لگایا کہ وہ خدا کا بیٹا ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں تو انہوں نے اس کے جواب میں پہلے انبیاءؑ کے خدا ہونے کے حوالے پیش کئے۔ اب جو الفاظ ان کی زبان سے یہودیوں کے جواب میں یوحنا باب ۱۰ میں درج کئے ہیں۔ ان الفاظ میں حضرت عیسیٰؑ لفظ Gods ہی استعمال کرتے ہیں وہ انہیں As gods نہیں کہتے۔ میں نے مزید کہا اس جواب سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اپنے لئے خدا کے بیٹا کا لفظ اسی مفہوم میں استعمال کر رہے ہیں جس مفہوم میں پہلے انبیاءؑ خدا کہلائے یعنی استعارۃً۔ تمام گروپ یہ بحث دلچسپی سے سنتا رہا۔ اب میں نے پادری صاحب سے سوال کیا۔

پادری صاحب آپ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ خدا ہیں۔

جواب:۔ ہاں!

سوال:۔ کیا آپ کے عقیدہ کے لحاظ سے خدا مرتا ہے۔

جواب: نہیں

سوال: کیا حضرت عیسیٰؑ صلیب پر مر گئے۔

جواب:۔ ہاں

میں نے کہا تو پھر آپ کا دعوےٰ کیونکر صحیح ٹھہرا۔ پادری صاحب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا آپ الفاظ سے کھیلتے ہیں۔ میں نے کہا یہ الفاظ سے کھیلنا نہیں۔ اس کو Logic یعنی منطق کہتے ہیں۔ اس کے بعد پادری صاحب مع اپنے گروپ چلے گئے۔

ایک اور گروپ مسجد میں

ستر مرد و زن پر مشتمل ایک اور جرمن گروپ مع اپنے گروپ لیڈر مسجد میں آیا مسجد کی تاریخ اور اس سے متعلقہ امور کو بیان کیا۔ اس سلسلہ میں ایک سوال حاضرین میں سے ایک خاتون نے تعدد ازدواج پر کیا تھا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے میں نے کہا کہ اسلام نے تعدد ازدواج کی اجازت دیکر عورت کی عزت اور اس کے حقوق کی حفاظت کی ہے۔ اور ساتھ ہی یورپ میں موجود ایک بڑے مسئلہ کو حل کر دیا ہے میں نے کہا دوسری جنگ عظیم کے بعد جرمن میں مرد و عورت کی تعداد کی نسبت یوں تھی - ۱۰۰ مرد اور ۱۱۰ عورتیں یعنی جنگ میں جو نوجوان مارے گئے ان کی وجہ سے ۱۰ فیصدی نوجوان عورتیں بغیر مرد کے رہ گئیں اس کا عیسائی سوسائٹی نے کوئی حل پیش نہیں کیا۔ کام ضرور مہیا کر دیا گیا ہے۔ لیکن ایک نوجوان عورت جس کے پاس پیسہ ہے۔ کھانے کو اچھا ہے۔ پہننے کو اچھا ہے۔ مرد کی محبت چاہتی ہے۔ وہ ماں بننا چاہتی ہے۔ اس کا کیا حل کیا گیا ہے؟ یہ کوئی حل نہیں کہ سوسائٹی نے بغیر نکاح کے زناشوئی کے تعلقات کو قبول کر لیا ہوا ہے اس آزادانہ محبت کی وجہ سے آج ستر فیصدی مرد ایسے ہیں جو polygamous ہیں۔ اسلام نے اس مسئلہ کو حل کیا ہے۔ اور اجازت دی ہے کہ ان حالات میں مرد ایک سے زائد عورت کی ذمہ داری برداشت کرتے ہوئے اس سے شادی کر لے۔ میں نے اس سلسلہ میں مزید سوالات کے جواب میں کہا۔ کہ اسلام کا حل قبول کر لینے سے سوسائٹی نہ صرف اخلاقیات کی اعلیٰ سطح پر قائم رہتی ہے بلکہ ایسے مردوں کی تعداد جو کثرت ازدواج پر عمل کرتے ہیں ان کی تعداد سوسائٹی میں کم ہو جاتی ہے۔ مثلاً اسلام کا حل قبول کر لینے سے جرمنی میں دس فیصدی مرد ہوں گے جو دو بیویاں رکھتے ہوں گے۔ اور نوّے فیصدی مرد ایسے ہوں گے جو ایک بیوی رکھتے ہوں گے۔ اب اگر اجازت چار تک دے دی جائے۔ تو ایسے خاندان جہاں چار بیویاں ہوں گی انکی تعداد 2.5 فیصدی ہوگی اور ایسے مرد جن کے ہاں ایک بیوی ہوگی ان کی تعداد 97.5 فیصدی ہوگی۔ میں نے کہا یہ خواتین کا مسئلہ ہے اس لئے خواتین کو ایک دن بلند آواز سے کہنا ہوگا۔ ہم "دوست" نہیں "بیوی" بن کر مرد کے گھر رہیں گی۔ ورنہ اس آزادانہ محبت میں مرد کو فائدہ ہے۔ مرد کبھی بھی اس کے خلاف آواز نہیں اٹھائیں گے آزادانہ محبت میں مرد عورت سے محبت کا مزہ لیتا ہے لیکن اس کے نتیجہ میں جو بچوں کی جو ذمہ داری پیدا ہوتی ہے اس سے وہ بھاگ جاتا ہے شادی کی صورت میں مرد محبت کے ساتھ ذمہ دار [illegible]

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۶۸ء

کتاب و سنّت کا باہمی تعلق

آج کل "طلوع اسلام" اور ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے مجلّہ "فکر و نظر" کے مابین یہ بحث چل رہی ہے کہ کتاب یعنے قرآن کریم کے ساتھ سنّت کا کیا تعلق ہے۔ "طلوع اسلام" کو دستور پاکستان کی اس شق پر اعتراض ہے جس میں صراحت کی گئی ہے کہ "مملکت کا کوئی قانون کتاب و سنّت کے خلاف نہیں ہو گا"

اس کا کہنا ہے کہ کتاب تو سب کے نزدیک متعین و معروف ہے لیکن سنّت غیر متعین اور مسلمانوں کے تمام فرقوں کے مابین وجہ نزاع، اور اس لئے ہر نئے قانون پر عتیں انفرادی طور پر چلتی رہتی ہیں اور ملک خلفشار کی نظر ہوتا رہتا ہے۔

اس کے جواب میں معاصر "فکر و نظر" نے بجا طور پر اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ:

"بے شک سنّت کی تعبیر میں فرقوں میں اختلاف ہے لیکن سب کا اس پر اتفاق ہے کہ سنّت نام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے عمل کا جس سے آپ راضی تھے ہاں اس ضمن میں اگر اختلاف ہے تو اس سنّت کی روایت کے متعلق، ہم نے اس سلسلہ میں جون کے فکر و نظر میں لکھا تھا کہ اس اختلاف کو دور ہونا چاہیئے اور اس کی عملی صورت یہ ہے کہ تمام فرقوں میں جو مابہ الاتفاق امور ہیں ان پر زور دیا جائے، اور مابہ الاختلاف مسائل کی ایسی توجیہہ ہو کہ اس سے باہمی کدورتیں ختم ہوں"

یہ صحیح ہے، لیکن کا ایک حل یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی مابہ الاختلاف مسئلہ کو باعث نزاع نہ بنایا جائے اور ہر شخص کو یہ آزادی حاصل ہو کہ جس اختلافی مسئلہ کو وہ اپنے نزدیک سنّت کے مطابق سمجھتا ہے اس پر عمل پیرا ہو، اور کسی کو اس پر اعتراض کا حق نہ ہو، اس کی ایک ادنےٰ مثال یہ ہے کہ آمین بالجہر یا رفع یدین اور اسی قسم کے دوسرے فروعی مسائل میں اگر کوئی شخص اہل حدیث سے موافقت رکھتا ہے تو اس پر کسی کو اعتراض نہ ہونا چاہیئے نہ اس سے اختلاف رکھنے اور رفع یدین نہ کرتے یا آمین بالجہر نہ کہنے والے پر اعتراض کیا جائے، ہو سکتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف حالات میں دونوں طرح عمل کیا ہو، اس لئے دونوں قسم کے مسائل سنّت کے مطابق ہوں، ایسا ہی اور کئی ایک فروعی مسائل ہیں، جو مابہ الاختلاف ہونے کے باوجود سنّت کے مطابق ہو سکتے ہیں،

لیکن پرویز صاحب کی یہ توجیہہ کہ چونکہ قرآن سب کے نزدیک ایک متعین و معروف کتاب ہے اور سنّت غیر معیّن، اس لئے قانون کی بناء صرف قرآن پر ہونی چاہیئے۔ اور سنّت کو بالکل ترک کر دیا جائے بالکل غلط ہے، قرآن بے شک معروف متعین کتاب ہے، مگر اسی حد تک معروف و متعین ہے کہ اس کے متن کا ایک ایک لفظ ہر مسلمان کے نزدیک اللہ تعالےٰ کا کلام ہے، لیکن بقول معاصر "فکر و نظر" اس متن کی تشریح و تعبیر میں شروع سے اختلاف رہا ہے اسی لئے ہر عہد میں قرآن کی لاتعداد تفسیریں لکھی گئیں اور خود صاحب طلوع اسلام کو بھی اپنی تفسیر لکھنی پڑی بلکہ انہوں نے تو نئی لغات القرآن مرتب کی ہے جس میں قرآن کے الفاظ کے نئے معانی اور مفہوم متعین کئے گئے ہیں"۔

ان حالات میں یہ کہنا صحیح نہیں کہ قرآن چونکہ متعین و معروف کتاب ہے اس لئے سنّت کو ترک کر کے محض قرآن ہی سے قانون بنایا جا سکتا ہے، اصولی طور پر بے شک قرآن کریم ہی ہادی و رہنما کا کام دے سکتا ہے لیکن اس کی تعبیر و تشریح سنّت کی روشنی کے بغیر متعین نہیں ہو سکتی۔ . . . . خود قرآن کریم نے واضح طور پر یہ فرمایا ہے، ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ رسول اللہ کے وجود میں تمہارے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ یہ اسوہ حسنہ کیا ہے، یہ سنّت ہی کا دوسرا نام ہے، اگر اسکو چھوڑ دیا جائے، تو قرآن کریم کے فرمان پر کس طرح عمل ہو گا، یہ اسوہ حسنہ کہاں سے لیا جائے گا؟

پرویز صاحب کو اس بات پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ اگرچہ بعض فروعی مسائل سنّت میں اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن جہاں تک ارکان اسلام کا تعلق ہے جن پر بنائے ایمان ہے ان میں کوئی اختلاف موجود نہیں مثلاً کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر تمام اسلامی فرقوں کا ایمان ہے اور اسی کلمہ کے ذریعہ غیر مسلموں کو مسلمان کیا جاتا ہے اگرچہ قرآن کریم میں اس صورت میں کلمہ لکھا ہوا موجود نہیں، وہاں صرف توحید الٰہی اور ایمان بالرسالت کی تلقین ہے لیکن سنّتِ نبویؐ کے مطابق ان دونوں امور کو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے الفاظ میں جمع کر دیا گیا ہے۔ ایسا ہی نماز پنجگانہ اور اس کی ہیئت کذائی کا ذکر قرآن میں کہیں موجود نہیں، نماز کا حکم بے شک ہے اور بعض مقامات پر اوقات کا بھی ذکر ہے لیکن ان سے پنجگانہ نماز متعیّن کرنا مشکل ہے، یہ تعیّن سنّتِ نبوی سے ہوا اور اس کے صحیح اوقات بھی قرآن ہی کی بنا پر رسول کریم صلعم نے مقرر فرمائے، اور آج مسلمانوں کا کوئی فرقہ ایسا نہیں (سوائے پرویز صاحب کے) جس کو اس سنّت نبویؐ سے اختلاف ہو، نماز کی ہیئت میں بے شک اختلاف ہو سکتا ہے، مثلاً ہاتھ کہاں باندھنے چاہئیں یا کھلے رکھنے چاہئیں، رفع یدین کیا جائے یا نہیں؟ آمین بالجہر کہی جائے یا نہ؟ لیکن جیسا کہ ہم اوپر کہہ آئے ہیں، یہ اختلافات بھی سنّت ہی کے مختلف طریقوں کی (جو مختلف حالات میں اختیار کئے گئے) بناء پر ہوئے اور ان کو وجہ نزاع بنانا کسی صورت مناسب نہیں، جو شخص جس طریق کو سنّت سمجھتا ہے اسے اختیار کرنے کا حق ہے۔

ایسا ہی حج اور زکوٰۃ اور روزوں میں بھی کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا، اور ان تمام ارکان کی کیفیات اور ادائگی کے طریق سنّت ہی پر مبنی ہیں، قرآن میں صرف اتنا حکم دیا گیا ہے کہ صاحب استطاعت لوگ مکہ معظمہ کا حج کیا کریں، من استطاع الیہ سبیلا۔ حج کے ارکان اور تفصیلات نہیں بتائی گئیں، زکوٰۃ کا نصاب قرآن کریم نے مقرر نہیں کیا، رمضان کے تیس روزوں کا حکم ہے۔ لیکن ان کی بعض تفصیلات سنّت ہی میں واضح کی گئی ہیں، جن سے کسی فرقہ کو اختلاف نہیں۔

یہ تو اصولی باتیں ہیں، جو ایک مسلمان کے اعتقاد و عمل سے تعلق رکھتی ہیں، ان کے علاوہ اور کئی امور میں قرآن کریم نے بعض ایسے احکام دیئے ہیں، جن کی وضاحت سنّت نبویؐ میں کی گئی ہے اور تمام اسلامی فرقے اس پر عمل پیرا ہیں، اور یہی وہ اسوۂ حسنہ ہے جس کی پیروی کی قرآن نے ہدایت کی ہے، پھر یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ سنّت "غیر معیّن، مسلمانوں کے تمام فرقوں کے مابین وجہ نزاع ہے" سنّت تو واضح اور متعیّن ہے، اگر چھوٹی چھوٹی غیر متعین باتوں کو لوگ وجہ نزاع بنا لیں تو یہ سنّت کا قصور نہیں، کوشش کی جائے تو جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں ان امور میں اتحاد ہو سکتا ہے۔

یہ تو قرآن اور سنّت کا حال ہے، جس میں قرآن کریم بہر حال مقدم ہے، اور سنّت اس کی تابع، لیکن اس سے بھی آگے احادیث ہیں جن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینکڑوں ارشادات ہدایت کا موجب اور زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کا کام دے سکتے ہیں، ان کو محض اس بناء پر چھوڑ دینا کہ انہیں عہد نبویؐ سے بہت دیر بعد کتابی شکل میں مدوّن کیا گیا کسی طرح صحیح نہیں، جو باتیں ظاہر طور پر اچھی اور قابل عمل ہے اور قرآن کریم کے کسی طرح مخالف نہیں اسے اختیار کرنے اور بقول محدثین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سمجھنے میں کیا ہرج ہے، پرویز اور اس طرز کے دوسرے لوگوں نے حدیث پر جو مخالفانہ جرح و قدح کر کے اسے بکلی ترک کرتے پر زور دیا ہے انہوں نے دین کے ایک بڑے حصہ سے دنیا کو محروم کرنے کی کوشش کی ہے، حضرت مسیح موعود نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا ہے، کہ سنّت تو ہے ہی قابل عمل، لیکن دوسری احادیث کو بھی بکلی ترک کرنا جائز نہیں، چاہیئے کہ جو حدیث قرآن کریم کے مطابق ہو اسے لیا جائے، بلکہ ایسی احادیث بھی، جن کی کچھ تاویل کر کے قرآن کریم کے مطابق کیا جا سکتا ہو، انہیں بھی چھوڑا نہ جائے، ہاں قرآن بہر حال مقدم ہے اسکے بعد سنّت اور پھر حدیث کا درجہ ہے، یہ نہیں ہو سکتا کہ حدیث کو قرآن پر قاضی بنا کر کسی قرآنی حکم کی تاویل کی جائے، یہی جماعت احمدیہ کا مذہب ہے، جس پر کاربند ہونے سے تمام فروعی اختلافات رفع ہو سکتے اور تمام فرقے اختلافات مٹ سکتے ہیں، ضرورت ہے کہ اس طرف توجہ کی جائے اور امام وقت کے بتائے ہوئے طریق پر عمل پیرا ہو کر اُمّت میں اتحاد و اتفاق کی فضا پیدا کی جائے۔

اخبار و افکار

بشیر احمد منور

ملاوٹ کا انسداد

آج کل حکومت مغربی پاکستان نے اصلاح اور تطہیر کے سلسلہ میں ملاوٹ کے انسداد کے لئے ایک مہم شروع کر رکھی ہے۔ جس کے اثرات و نتائج حد درجہ عبرت آموز ہیں۔ وہ یہ کہ جب سرکاری سطح پر کسی دکان یا بازار کی پڑتال شروع ہوتی ہے تو "مخبر" کی خبر رسانی پر دکانیں اور بازار بند ہو جاتے ہیں۔ اور اس مہم کے خلاف ہڑتالیں ہو جاتی ہیں۔ یہ تالہ بندیاں اور ہڑتالیں ظاہر کرتی ہیں کہ دکانوں اور بازاروں میں خورد و نوش کی چیزیں۔ صاف خالص اور معیاری نہیں ہیں۔ نمک مرچ، دودھ، گھی، آٹا، چینی میں ملاوٹ ہے۔ جہاں کا یہ عالم ہو وہاں کے معاشرہ کی صحت مندی کا اندازہ خود ہی لگا لیجئے۔

ملاوٹی کاروبار جہاں خود اپنے "سلب ایمان" کا موجب ہے وہاں معاشرہ اور قوم و ملک کی صحت کی بربادی کا بھی موجب ہے خدا کے نزدیک بھی ملاوٹ کرنے والے تاجر اور دکاندار دوزخ کا ایندھن ہیں اور ملک کے بھی دشمن ہیں جن کے کاروبار پر حوصلہ شکن حد تک تعزیریں لگانا ضروری ہیں۔

ملاوٹ کا کاروبار پاکستان جیسے اسلامی ملک میں اسلام کی روح اور مسلمان کی غیرت و حمیت کے خلاف چیلنج ہے۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ ایک بھائی کو کیسے گوارہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے بھائی کو ناقص، ناکارہ اور مضر صحت چیزیں کھلائے اور جو چیز اپنے لئے پسند نہیں کرتا وہ اپنے بھائی کے لئے پسند کرے۔

ایک دفعہ حضور نبی کریم صلعم بازار سے گذر رہے تھے۔ انہوں نے غلّہ کا ڈھیر دیکھا۔ آپ نے ہاتھ ڈالا تو نیچے گیلا اور نم زدہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں ایسا نہ کرنا چاہئے تھا۔ یہ گیلا الگ رکھتے تاکہ خریدنے والا دیکھ لے کہ یہ گیلا ہے۔ اور یہ خشک۔ اور فرمایا۔ من غش فلیس منّا۔ جو دھوکا دیتا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔

دراصل ان اخلاقی، سماجی، معاشرتی اور اقتصادی خرابیوں کی جڑ صرف اور صرف ایمان باللہ کا نہ ہونا ہے۔ خدا زندگی اور خوف خدا سے بے پروائی اور بے نیازی نے انسان کو ہوس و حرص کا بندہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ اگر پاکستان کا مسلمان اپنے اسلام اور اپنے مقام سے شعوری طور پر آگاہ ہو جائے تو فرد اور معاشرہ کی خرابی اور برائی آنِ واحد میں اپنی موت آپ مر جائے۔ اور پاکستان حقیقی معنوں میں پاکستان بن جائے۔

درویشی بھی عیّاری

آج کل اخبارات میں بعض نام نہاد پیروں کی دھوکا دہی اور جاہل عوام کو طرح طرح کے مکر و فریب سے لوٹنے کا ذکر کثرت سے آ رہا ہے۔ اس قسم کے پیروں کو گرفتار بھی کیا گیا ہے اور صوبائی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ جہاں بھی ایسے پیر نظر آئیں ان کی پوری تفتیش کی جائے، اور ان کے ناجائز کاروبار کو بند کیا جائے یہ اہم کام ہر طرح قابل تحسین ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی علماء کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ عوام کو پیر پرستی کے جال سے نکالنے کی کوشش کریں اور ان کے دل و دماغ میں یہ جذبہ پیدا کریں کہ خدائے واحد کے سوا کسی کو اپنا حاجتمند نہ سمجھیں اور اسی سے حاجت روائی کی التجا کریں۔ وہی حاجتمندوں کی حاجت روائی کرنے والا ہے اس کے علاوہ کوئی فرد بشر لینے دینے والا نہیں ہے۔ اور تو اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو سید الرسل اور خیر البشر اور خدا کے محبوب ہیں وہ بھی کسی کو کچھ دے دلا نہیں سکتے نہ دولت نہ دختر۔ حضور صلعم خود بھی اپنی حاجات اور حل مشکلات کے لئے اللہ تعالےٰ ہی سے مدد مانگتے تھے اور محبوب خدا ہونے کے باوجود کبھی کسی کو یہ نہیں کہتے تھے کہ میں تمہاری حاجت روائی کر سکتا ہوں کبھی آپ نے منتر یا وظیفہ پڑھ کر پھونک مارنے کا کاروبار نہیں کیا نہ کسی کو وظیفوں وغیرہ کے ذریعہ دولت بڑھانے کا کوئی لالچ دیا، جب اس محبوب خدا کا جس کے لئے لولاک لما خلقت الافلاک کا ارشاد ہوا یہ حال ہے تو کوئی ڈبہ پیر یا بن شاہ وغیرہ کیا حیثیت رکھتے ہیں کہ ان سے حاجت روائی کی خواہش کی جائے۔

میدانِ حشر

انجمن تعلیم القرآن ۳۲-جی- ماڈل ٹاؤن لاہور کی طرف سے "قرآن مجید مع آسان رواں اور سلیس ترجمہ و آسان تفسیر" حال ہی میں شائع ہوا ہے، جس کے بعض مندرجات اسلامی معتقدات اور نصوص قرآنیہ کے صریح خلاف ہیں، اور علماء کے بعض طبقوں کی طرف سے اس کی ضبطی کا مطالبہ کیا جا رہا ہے اس تفسیر کے قابل اعتراض مقامات میں سے ایک یہ ہے کہ صفحہ ۲۴ پہ میدانِ حشر کے بارہ میں لکھا ہے :-

"لیکن یہ جو بے وقوفوں نے بتا رکھا ہے کہ قیامت کے دن تمام لوگ اپنی قبروں سے نکل کر میدانِ حشر میں جمع ہوں گے۔ بھلا کیا جب زمین ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔ تو دنیا کے تمام قبرستان صحیح سالم فضاء میں معلق قائم رہیں گے اور ان کے اندر مردے اسی طرح سوئے رہیں گے قبرستان تو دیکھتے دیکھتے ختم ہو جاتے ہیں۔"

مفسر موصوف کا شاید خالق و مالک اور حکیم و قدیر رب العالمین کی حکمتوں اور قدرتوں پہ ایمان نہیں ہے۔ خدا تعالےٰ تو خود فرماتا ہے ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر کہ خدا ہر شئے پر قدرت رکھتا ہے جو نیست کو ہست اور ہست کو نیست کر سکتا ہے جو عدم کو وجود اور وجود کو عدم میں بدل سکتا ہے جو زندگی کو موت اور موت کو زندگی بنا سکتا ہے۔ جو مردہ مٹی سے انسان حیوان اور نباتات و جمادات پیدا کر سکتا ہے اور جو بقول مفسر موصوف زمین "ریزہ ریزہ" کر سکتا ہے۔ کیا اس کے لئے یہ مشکل اور انہونی بات ہے کہ وہ ریزہ ریزہ، زمین کو پہلی سی سالمیت و صورت بخش دے آخر جو اس کائنات کے تمام تر نظام کو معطل کر کے اس کو ریزہ ریزہ کر سکتا ہے کیا وہ پھر اس کو اپنی صورت میں بحال نہیں کر سکتا۔

خدا تعالےٰ کے علم اس کی حکمت اور اس کی قدرت اور طاقت کو انسانی علم و قدرت پر قیاس کرنا درست نہیں۔ انسان کے علم و قدرت کی بساط ہی کیا ہے۔ نہ اس کو اپنے پیدا ہونے کی خبر ہے نہ مرنے کی۔ ہمارا تو ایمان ہے کہ خدا تعالےٰ کا علم و قدرت انسان کے علم و قدرت کی حد سے باہر ہے وہ بے انتہا حکمتوں اور لازوال طاقتوں اور بے پایاں علم کا مالک ہے وہ مذکورہ دانشمند مفسر صاحب اور تمام مخلوق کو مرنے کے بعد اعمال کی باز پرس اور جزا و سزا کے لئے یقیناً دوبارہ زندہ کرے گا، جس پہ یہ آیہ کریمہ شاہد ناطق ہے کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتاً فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون۔ اسی قسم کی بیسیوں آیات قرآن کریم میں موجود ہیں؟ پھر معلوم نہیں مفسر صاحب نے کونسے قرآن کی تفسیر میں اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ زمین ریزہ ریزہ ہو جانے کے بعد مردے دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے

مولینا محمد یعقوب خاں صاحب کے لئے دعا کی تحریک

(جمعہ مؤرخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۶۸ء) حضرت امیر ایدہ اللہ نے خطبہ جمعہ کے بعد اعلان فرمایا کہ:-

"مولینا محمد یعقوب خان صاحب ایبٹ آباد سے لاہور آ گئے ہیں۔ ان کی صحت اچھی نہیں وہ کافی مدت سے بیمار چلے آ رہے ہیں۔ فالج کا حملہ ہے۔ یہ بیماری بہت طول پکڑ جاتی ہے اور کوئی آرام نہیں ملتا۔ وہ لاہور واپس آئے ہیں تو ان کی کمزوری بڑھ گئی ہے۔ اور دل کا دورہ بھی پڑا ہے۔ انہوں نے طویل عرصہ تک جماعت کی بڑی خدمت کی ہے۔ آج وہ لاچار ہیں، ان خدمات کو یاد کر کے جو انہوں نے عمر بھر سر انجام دیں، جماعت کا ایک ایک فرد اسلامی ہمدردی کے پیش نظر دعا کرے کہ خدا تعالےٰ ان پہ اپنا فضل کرے اور ان کی بیماری دور فرما دے۔

آؤ سب ہاتھ اٹھا کر ان کے لئے دعا کریں۔"

(سب نے مل کر دعا کی)

هفت روزہ پیغام صلح
میں اشتہار دے کر اپنے کاروبار کو فروغ دیں

زمین و آسمان کی لاانتہاء برکات اور اللہ تعالیٰ کے بیشمار انعام و اکرام کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار کس طرح ہو سکتا ہے؟

خطبۂ جمعہ۔ مؤرخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۶۸ء۔ فرمودہ حضرت امیر مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتاً فاحیاکم۔ ثمّ یمیتکم ثمّ یحییکم ثمّ الیہ ترجعون۔ ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً۔ ثم استویٰ الی السماء فسوّٰھنّ سبع سمٰوٰت۔ وھو بکل شیٔ علیم۔ (البقرۃ ۲۔ ۲۸۔ ۲۹) —

انسان کے لئے زندگی کا انعام ہوتے ہوئے خدا کا انکار کیوں؟

اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کیف تکفرون باللہ ۔ یہ تم سے کیونکر بن پڑتا ہے۔ کہ تم ہمارا انکار کرو۔ جبکہ تم زمین میں مردہ اجزاء کی صورت میں پڑے ہوئے تھے۔ اور ان مردہ اجزاء کو جمع کر کے ہم نے تم کو بنایا ہے۔ یہ زندگی جس پر تمہیں فخر ہے۔ جس کو قائم رکھنے کے لئے تم دن رات محنت کرتے ہو۔ طبیبوں اور ڈاکٹروں کے پاس جاتے ہو۔ اس زندگی کے قیام کے لئے زمین و آسمان مل کر کام کر رہے ہیں۔ یہ زندگی خداوند تعالیٰ کی طرف سے انعام ہے۔ کیف تکفرون باللہ ۔ تم سے کیونکر بن پڑتا ہے کہ تم اس ذات کا انکار کرو جس نے تم پر بڑے بڑے انعامات کئے ایک بہت بڑا انعام تمہاری اپنی ذات ہے۔ پھر تمہارے ماں باپ ہیں، بزرگ اور اجداد ہیں، تمہاری اولاد۔ بیٹے۔ بیٹیاں۔ پوتے۔ دوہتے اور ماموں و چچا وغیرہ رشتہ دار اور عزیز و اقارب ہیں، ہم نے تمہارے فائدہ کے لئے سب کو پیدا کیا۔ یہ انعامات ہیں اور یہ غفلت؟ ما غرّک بربّک الکریم باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ کے اکرام و انعام و برکات کی کچھ انتہا نہیں، پھر تم گستاخ بے راہ اور گمراہ اور خدا تعالیٰ سے غافل ہو۔ کیف تکفرون ۔ یہ تم سے کیسے بن پڑتا ہے، وہ وجہ بتاؤ جس کی بناء پر یہ غفلت تم میں پیدا ہوتی۔

زندگی کا انعام بہت بڑا انعام ہے۔ جس کے ہاں اولاد نہیں ہوتی انہیں معلوم ہے کہ یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ وہ روتے ہیں۔ علاج معالجہ کراتے ہیں۔ قبرستانوں میں جاتے ٹونے ٹوٹکے اور تعویذ گنڈے کرتے اور ڈاکٹروں اور طبیبوں کی طرف دوڑتے ہیں۔ مگر اولاد نہیں ملتی۔ یہ تم میں سے کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔ اولاد دینا نہ دینا خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

انسانی زندگی مٹی کے نچوڑ سے

خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ولقد خلقنا الانسان من سلٰلۃ من طین کہ ہم نے تم کو مٹی کے نچوڑ سے پیدا کیا ہے۔ سلّ کے معنی ہیں کسی چیز کا نچوڑ نکالنا۔ اور سلالۃ کے معنی ہیں نچوڑ فرمایا کہ تم کو ہم نے مٹی کے نچوڑ سے پیدا کیا ہے۔ زمین پر بارش ہوتی ہے تو مردہ زمین میں زندگی اُبھر آتی ہے روئیدگی۔ تروتازگی پیدا ہو جاتی ہے۔ ہرکہیں ہریاول جنم لیتی ہے۔ اناج۔ پودے۔ گھاس پھوس اور درخت پیدا ہو جاتے ہیں۔ انہیں گائے بھینس بکریاں کھا جاتی ہیں۔ ان کے پیٹ میں جا کر یہ پتے اور گھاس گوشت اور خون میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ پھر خون سے دودھ بن جاتا ہے۔ مرغی دانہ دنکا اور کنکر اور پتھر کھا جاتی ہے۔ یہ چیزیں گوشت اور انڈے میں منتقل ہو جاتی ہیں۔ ہم گائے بھینس کا دودھ پیتے اور گوشت کھا جاتے ہیں۔ مرغی بھی اور اس کا انڈا بھی کھا جاتے ہیں۔ ان اشیاء سے ہمارا گوشت اور خون پیدا ہوتا ہے۔

اس طرح ہماری تخلیق مٹی سے ہوئی۔ آدم کا قصہ غلط ہے کہ اس کا پتلا بنایا گیا۔ پتلا تو ہمارا بھی بنایا جاتا ہے اور ہمارے سامنے بنایا جاتا ہے۔ مرغی تمہارے سامنے انڈا بناتی ہے۔ دنیا جہان کے سائنسدان مل کر انڈا نہیں بنا سکتے کیا یہ انڈا مٹی سے پیدا نہیں ہوا۔

انسانی نچوڑ سے اس کی اولاد کی تخلیق۔

پھر انسان کے نچوڑ سے بچہ پیدا ہوتا ہے، باپ اور ماں دونوں کے نچوڑ سے اس کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ ایک شخص سفید رنگ کا تھا۔ اس کے سر اور داڑھی کے بال بے اندازہ اور نہایت باریک تھے۔ اس کے اولاد پیدا ہوئی تو اولاد کے اندر جنگل کا جنگل بالوں کا تھا۔ اولاد کے اندر ماں باپ کی چال بھی آ جاتی ہے۔ آواز بھی آ جاتی ہے۔ ظاہری جسم کی بناوٹ اور خصوصیات بھی پیدا ہو جاتی ہیں اور اخلاقی اور روحانی قوتیں بھی منتقل ہو جاتی ہیں۔ لکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضؓ جب چلتی تھیں تو معلوم ہوتا تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چل رہے ہیں۔ انسان میں خاندانی صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اصیل اور خاندانی گھوڑے کے اندر خاص صفات اور خصوصیات پیدا ہوتی ہیں۔

ایک بہت بڑا آدمی تھا۔ ان کا نام اس وقت لینا مناسب نہیں وہ انتقال کر گئے۔ ان کے ہاں ایک اور بہت بڑے آدمی کی لڑکی آ گئیں۔ اس خاندان کے اندر نانا اور دادا دونوں کی صفات موجود ہیں۔

زندگی۔ موت اور پھر احیائے موتیٰ کے ہوتے ہوئے خدا سے غفلت کیوں؟

تو فرمایا کنتم امواتاً فاحیاکم۔ یہ ہمارے مشاہدہ کی بات ہے۔ ہم زمین کے مردہ اجزاء کے نچوڑ اور خلاصہ سے پیدا ہوتے ہیں پھر اس زندگی کے قیام کے لئے ہم لاکھ جتن کرتے ہیں۔ اعلیٰ سے اعلیٰ خوراک کھاتے ہیں۔ اور ڈاکٹروں سے اس زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے دوائیں لیتے ہیں۔ ثم یمیتکم۔ پھر ہم تم پر موت وارد کرتے ہیں۔ ہزار کوشش موت سے بچنے کی کرو تم موت کا شکار ہو جاتے ہو۔ ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون۔ پھر ہم تم کو قیامت کے دن کھڑا کر دیں گے پھر ہم تم سے سوال کریں گے ہم نے تم کو زندگی کی نعمت عطا کی ما غرّک بربّک الکریم پھر اپنے رب کریم سے غافل کیوں ہو گئے؟

تمام زمینی اشیاء انسان کے لئے

ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً

اس زمین کی جس قدر چیزیں ہیں سب انسان کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ یہ پہاڑ یہ ندی نالے۔ یہ میدان یہ غلہ جات یہ سبزی۔ یہ تری۔ یہ پھل پھول۔ یہ سمندر اور سمندر کی مچھلیاں سیپیاں اور ان میں کے موتی۔ یہ گائے۔ بھینس۔ بکری سب کچھ ہمارے لئے خدا تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں۔ اس زمین کے اندر خزانے ہیں۔ آج کل آسمان پر چڑیوں کی طرح ہوائی جہاز اڑتے پھرتے ہیں۔ زمین پر موٹر کاریں چل رہی ہیں۔ ان میں پٹرول سے کام لیا جاتا ہے۔ اس پٹرول کا کتنا بڑا ذخیرہ زمین میں ہے جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔ ہم نے بڑے پیمانہ پر سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ جنگل کے اندر کتنے درندے ہیں۔ ان کا کچھ شمار نہیں۔ ان کی خوراک گوشت ہے۔ وہاں پر چڑیوں اور بازوں اور شکروں کی تعداد ان گنت ہے وہ ختم ہونے میں نہیں آتے۔ ہاتھیوں اور شیروں کے

لئے بھی جنگل میں خوراک موجود۔ وہ خوراک کبھی ختم نہیں ہوتی۔

زمین و آسمان کے بےشمار انعامات کے ہوتے ہوئے خدا سے غفلت کیوں؟

تو فرمایا ہم نے ساری زمین تمہاری خاطر پیدا کی ہے۔ ایک سیپی جو سمندر کا کیڑا ہے۔ وہ موتی بناتا ہے۔ موتی چونا ہے جس میں بہترین کیلشیم ہے۔ کوئی ڈاکٹر ایسا کیلشیم تیار نہیں کر سکتا۔ شہد کی مکھی بے نظیر شہد تیار کر رہی ہے ہرن نافہ تیار کر رہا ہے۔ ریشم کا کیڑا بہترین ریشم تیار کر رہا ہے۔ فرمایا خلق لکم ما فی الارض جمیعاً ساری زمین تمہاری خدمت پر مامور ہے۔ تمہارے رزق اور روزی کے سامان فراہم کر رہی ہے اور آسمان کا سارا نظام تمہاری خدمت پر مامور ہے۔ سورج قمر اور ستارے تمہارے خادم ہیں۔ زمین کو تمہارے لئے جائے قرار بنایا ہے۔ یہاں تمہارے قیام کا بندوبست کیا۔ آسمان کو تمہاری خدمت پر مامور کر دیا۔ ما غرّک بربک الکریم۔ کچھ وجہ بتاؤ کہ تم غافل کیوں ہو۔ جہاں تمام انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے وہاں مسلمانوں کے لئے اس میں سبق ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی میں بادشاہوں کے لئے سبق

اور مقام غور ہے کہ حضور نبی کریم صلعم مسلمان قوم کے اندر زندگی بسر کرتے رہے۔ آپؐ نے ایک بے نوا کی صورت زندگی بسر کی۔ پھر بادشاہ ہو کر زندگی بسر کی اسلام کے دفاع کے لئے جان دینے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ بادشاہ بن کر کوئی خزانے اور جواہرات جمع نہیں کئے۔ فوت ہوتے ہیں تو اپنے اقرباء کے حق میں کوئی وصیت نہیں کر جاتے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے دنیا جہان کے بادشاہوں کے لئے مثال قائم کی ہے۔

درختوں جیسی نعمت کے ہوتے ہوئے خدا سے انکار؟

غرض آسمان ہمارے لئے۔ زمین ہمارے لئے اور درخت ہمارے لئے دست بستہ کھڑے ہیں۔ ہمیں پھل پھول دے رہے ہیں۔ فرنیچر کے لئے عمدہ لکڑی مہیا کر رہے ہیں اور پھر ہمارے کھانے پکانے کے لئے ایندھن مہیا کر رہے ہیں سائنسدان کہتے ہیں کہ درخت دن کے وقت ہوا کو صاف کرنے کا کام کرتے ہیں۔ کس قدر خدمات یہ درخت انسان کی کر رہے ہیں۔ ان سب انعامات کے ہوتے ہوئے فرمایا ما غرّک بربک الکریم۔

ہر انسان اپنے وجود پر غور کر کے احکام الٰہی کو بجا لائے۔

اس آیت کو بار بار پڑھیں۔ اپنے تئیں سوال کریں کہ ہم خدا تعالیٰ کے احکامات کو کس حد تک مانتے ہیں [illegible]

کو کس حد تک مانتا ہوں۔ ہمارا وجود لوگوں کے لئے کس حد تک مفید اور موجب رحمت و برکت ہے۔ کیا تمہارے ماں باپ، تمہاری خالہ، چچی تو تم سے نالاں نہیں، کیا تم اپنے گھر، محلہ، شہر، وطن اور قوم کے لئے موجب فتنہ اور فساد تو نہیں ہو۔ ان تمام چیزوں کو سامنے رکھیں اور ان آیات [illegible]

چودھری محمد لطیف صاحب کراچی

حضرت ابوبکرؓ کے سوائے کوئی دوسرا خلیفہ آیت استخلاف کے ماتحت نہیں

حکم زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فیصلہ

ایک مشہور حدیث ہے کہ آنے والا مسیح حکم ہوگا۔ اس حدیث کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اوپر چسپاں کیا ہے حضرت کو دعوے میں سچا ماننے والا کوئی شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ حضرت نے سر الخلافہ ایک کتاب عربی میں لکھی۔ اس کتاب میں حضرت نے بطور حکم اپنا ایک فیصلہ دیا۔

اس تحریر میں یہ خاکسار حضرت کی تحریر سے حوالے نہیں دے گا۔ بلکہ اپنے الفاظ میں بعض باتیں حضرت کی طرف منسوب کرے گا۔ اگر کوئی شخص یہ ثابت کر دے کہ میں نے کوئی بات حضرت کی طرف غلط منسوب کی ہے تو اس کو میں پانچ ہزار روپیہ جرمانہ دوں گا۔ میری منسوب کردہ باتیں سب کو درست تسلیم کرنا ہونگی، گر نہ جھٹلانے سے پہلے جو جھٹلانے کا ارادہ رکھتا ہو اس کا فرض ہے کہ مجھ سے پانچ ہزار روپیہ تاوان کا مطالبہ کرے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے متعدد بار سر الخلافہ میں لکھا کہ سوائے حضرت ابوبکرؓ کے پہلے چار راشد خلیفوں میں سے کوئی خلیفہ آیت استخلاف کے ماتحت خلیفہ نہیں تھا اس سے حضرت کا باقی خلیفوں کے متعلق استخفاف نہیں پایا جاتا حضرت علی رضی اللہ کی حضرت نے اسی کتاب میں بہت ہی تعریف کی ہے مگر صریحاً لکھا ہے کہ وہ آیت استخلاف کے ماتحت خلیفہ نہیں تھے، اور صرف انکار پر بس نہیں کی بلکہ دلائل سے ثابت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ اس آیت کی شرط پوری نہیں کرتے۔

مسلمانوں میں بعض اہم امور میں اختلاف چلا آتا ہے جو اس وقت قرآن مجید میں شامل ہیں منسوخ ہیں اور بعض کے نزدیک کوئی آیت بھی منسوخ نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس اہم امر کے متعلق فیصلہ دیا کہ قرآن شریف کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔ ہر وہ شخص جو حضرت کو حکم مانتا ہے اس بات کا پابند ہے کہ تسلیم کرے کہ قرآن مجید کی کوئی آیت منسوخ نہیں۔ وگرنہ وہ حضرت کو حکم ماننے سے انکاری ہے۔ اسی طرح خلافت کا معاملہ بھی ایک اہم معاملہ تھا۔ شیعہ لوگ حضرت ابوبکرؓ کو غاصب کہتے ہیں سنیوں کے نزدیک وہ آیت استخلاف کے ماتحت خلیفہ تھے۔ اس لئے بقول آیت استخلاف شیعہ فاسق ہیں۔ کیا اتنا بڑا اہم مسئلہ جیسا کہ خلافت کا مسئلہ ہے حکم کی نگاہ سے اوجھل رہ سکتا تھا۔ نگہ جب تک اللہ تعالیٰ سے ہدایت مقدر نہ کرے کوئی قوم ہدایت نہیں پا سکتی۔ خواہ وہ اپنے آپ کو جھوٹے یا سچے طور پر بڑی کامیاب کہتی ہو۔

اس فیصلہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا کے سپرد کر کے اس سے فیصلہ چاہا۔ حضرت نے صحیح علم کے لئے دعا کی۔ اس دعا کے نتیجہ میں جو علم اللہ نے دیا اسے حضرت نے سر الخلافہ میں لکھا۔ وہ فیصلہ میں اوپر درج کر آیا ہوں۔

وہ جماعت جس کا سنٹر ربوہ ہے میاں محمود احمد صاحب کو مصلح موعود مانتی ہے۔ خلافت کا نظریہ جو میاں محمود احمد صاحب نے قائم کیا اس پر وہ پابند رہی ہے۔ وہ نظریہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد خلافت کا سلسلہ جاری ہوا۔ جب تک قوم کی اکثریت کسی کو اپنا امیر پہلے خلیفہ کی وفات کے بعد چنتی رہے گی ایسے سب امیر آیت استخلاف کے ماتحت ہوں گے چنانچہ اس نظریہ کے ماتحت مولوی نورالدینؒ، میاں محمود احمدؒ اور میاں ناصر احمد آیت استخلاف کے ماتحت خلیفے قرار دیئے جاتے ہیں۔ یہ نظریہ حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام حکم زمانہ کے فیصلہ کے برخلاف ہے۔ اس نظریہ کے ماتحت جسے میاں محمود احمد صاحب نے قائم کیا اور جس کو قائم رکھنے کے لئے قسمیں لی جاتی ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ آیت استخلاف کے ماتحت آتے ہیں مگر حضرت نے صریحاً یہ لکھ کر کہ حضرت علی رضی اللہ آیت استخلاف کے ماتحت خلیفہ نہیں تھے میاں محمود احمد کے نظریہ کی تردید کر دی۔

میاں ناصر احمد صاحب کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ جیسے فاتح اور اولوالعزم سے اس نظریہ کے ماتحت زیادہ مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ وجہ یہ کہ بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت عمرؓ آیت استخلاف کے ماتحت خلیفہ نہیں تھے۔

الراقم: محمد لطیف۔ معرفت بیگم ستار نواز
۸-37- محمد علی سوسائٹی۔ ڈرگ روڈ۔ کراچی ۸

"اشاریہ" کی قیمت

گذشتہ اشاعت میں ایک اچھی معلوماتی کتاب "اشاریہ" پر تبصرہ کیا جا چکا ہے اس کی قیمت چار روپیہ علاوہ محصول ڈاک ہے اور دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور سے مل سکتی ہے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن و حدیث کی اہمیت

(از محمد سلطان نظامی)

قرآن کریم میں صراطِ مستقیم کی ہدایت

نسلِ انسانی کو صراط المستقیم پر گامزن کرنے کے لئے خالق کائنات نے جس قدر الہامی کتب نازل فرمائیں۔ قرآن پاک کے علاوہ ان تمام الہامی کتب میں تحریف کر دی گئی مگر قرآن حکیم ہی ایک واحد کتاب ہے جس کی آیات ہر قسم کی تحریف سے پاک ہیں، اور محافظِ حقیقی نے اس بے نظیر و لاریب کتاب کو ہر قسم کی دست برد سے محفوظ رکھا ۔ اس کی تعلیم گو سادہ ہے مگر نہایت ہی جامع اور مکمل ہے اور اس کے بے نظیر اصول حقیقت پر مبنی ہیں۔ اس لئے نسلِ آدم کی فلاح و بہبود کے لئے یہ ایک ایسی واحد کتاب ہے جس کی نایاب تعلیم اور اصولوں کو عملی جامہ پہنانے سے انسان حقیقی معنوں میں صراط مستقیم پر گامزن ہو سکتا ہے۔ اور یہی وہ ام الکتاب ہے اگر نسلِ آدم اس کی تعلیم اور اصولوں کو اپنی زندگی کے لئے مشعل راہ بنا لے تو وہ ہر قسم کی تباہی بربادی سے محفوظ ہو جائے۔

نبی کریمؐ اور صحابہ رضؓ نے قرآن کی اشاعت کی۔

قرآن پاک کی حقیقت افروز تعلیم کو پھیلانے کے لئے نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کبار رضؓ نے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں۔ انہوں نے کفار کے مظالم برداشت کئے تھے۔ تن من اور دھن اس کی نشر و اشاعت پر قربان کئے۔ خود شہید ہوئے اور دوسروں کو اس کی تبلیغ و اشاعت کا درس دیا۔ جس کی شاہد تاریخ عالم ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کا عمل قرآن پر

قرآن پاک کی بصیرت افروز تعلیم کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ اور پند و نصائح کے ذریعہ کفار کے سامنے نہایت احسن طریق اور خوش اسلوبی سے پیش کیا۔ اس کے زریں اصولوں پر خود عمل پیرا ہوئے اور صحابہ رضؓ کو انہیں عملی جامہ پہنانے کی تلقین و ہدایت فرمائی۔ آپؐ کی زندگی سر بسر قرآن پاک کی تعلیم اور اصولوں کے مطابق تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ کسی نے حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضؓ سے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیسے زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

"کیا تم قرآن پاک تلاوت نہیں کرتے۔ آپؐ اپنی زندگی بالکل قرآن پاک کی تعلیم، زریں ارشادات و احکامات کے مطابق بسر کرتے تھے۔"

نبی کریم صلعم کو قرآن کریم کی نشر و اشاعت میں مصائب کا سامنا

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لاثانی اور لاریب کتاب کی تعلیم کی نشر و اشاعت کے لئے کئی ایک مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر اللہ تعالیٰ نے ہر امتحان و مصیبت میں آپؐ کو ثابت قدم رکھا جسے دیکھ کر خود ظلم ڈھانے والے انگشت بدنداں رہ جاتے۔ کئی بار غزوات اور جہاد کرنا پڑا مگر ہر بار فتح و نصرت نے آپؐ ہی کے قدم چومے۔ کفار نے ہر ممکن کوشش سے آپؐ کو احکام ربانی کی تبلیغ و نشر و اشاعت سے روکنا چاہا مگر رکنے کی بجائے آپ زیادہ شد و مد سے تبلیغ دین فرماتے۔ آپ کی سوانح مبارک کا انسان اگر بہ نظر غور مطالعہ کرے تو ذرا اس کا قلب پکار اٹھے گا کہ نسلِ آدم کی فلاح و بہبود اور قرآن حکیم کے احکامات کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے لئے حضرت نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر کوشش کی وہ کسی دوسرے نبی نے نہیں کی اور جن جن المناک مصائب اور مظالم کا مقابلہ آپؐ نے کیا ویسے صبر کی مثال کہیں نہیں ملتی۔

قرآن اور اسوۂ نبویؐ کی پیروی میں حیات ابدی۔

یہ مصائب و آلام جو آپؐ کی ذات بابرکات کو اٹھانے پڑے کیا ان میں آپ کا کوئی ذاتی مفاد تھا۔ آپ کو کسی قسم کا لالچ تھا۔ ہرگز ہرگز نہیں بلکہ ان تکالیف کا آپ نے جس صبر و استقلال اور ہمت سے مقابلہ کیا اس کا مقصد صرف رضائے الٰہی کا حصول اور نسلِ آدم کی فلاح و بہبود مقصود تھی۔ اس لئے نسلِ آدم ارشادات ربانی اور اسوۂ حسنہ رسول آخر زمان صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہو کر ہی ہر قسم کی بدی سے محفوظ رہ سکتی ہے اور قرآن و سنت کی پیروی ہی اس کو حیاتِ ابدی اور زندگی کا سکون بخش سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن لاریب میں ارشاد فرماتا ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاخر وذکر اللہ کثیراً

(الاحزاب: ۲۱)

"یقیناً رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اسوہ حسنہ میں ایک نیک نمونہ ہے۔ ان کے لئے جو اللہ اور آخرت کے دن کی امید رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتے ہیں"

نبی کریم صلعم کی پاک و مطہر زندگی

واقعی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اس قدر عظیم الشان ہے کہ بڑے بڑے انبیاء، شہنشاہ اور مصلحین و فاتحین کی زندگی اس کے سامنے ہیچ نظر آتی ہے۔ اگر آپؐ کے پند و نصائح صرف کتب ہی کی زینت ہوتے اور آپؐ کی سیرت طیبہ میں اس کا کوئی ثبوت نہ ملتا تو آپؐ کی زندگی کریم کامیاب ترین زندگی نہ کہلاتی اور نہ ہی رب کائنات کو یہ ضرورت تھی کہ وہ اس حقیقت کی ہدایت فرماتا کہ تمہارے لئے آپؐ کی زندگی میں ایک نیک نمونہ اور سبق ہے۔ آپ کے اقوال و افعال میں کسی قسم کا تضاد نہیں ملتا۔ جو فرماتے اس پر عمل کرتے۔ اور اگر آپؐ اپنے ارشادات پر خود ہی عمل پیرا نہ ہوتے تو ہم کس طرح یہ یقین کر سکتے تھے کہ آپ کے ملفوظات اور ارشادات واقعی واجب العمل ہیں۔

……

غزوات میں نبی کریم صلعم کا نمونہ

اگر آپؐ نے غزوات میں افواج کی رہنمائی نہ کی ہوتی اور خود جہادوں میں شریک نہ ہوئے ہوتے تو ہمیں کیسے معلوم ہوتا کہ خدا کا نام بلند کرنے اور اس کے احکامات و ارشادات کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کیلئے جہاں جہاد بالنفس کی ضرورت ہے وہاں جہاد بالسیف کی بھی ضرورت پیش آتی ہے اور ان ہر دو مواقع پر پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم رضائے الٰہی کا پیکر نظر آتے ہیں۔ غزوۂ بدر سے لے کر وفات حسرت آیات تک جس قدر بھی غزوات میں آپ نے شرکت فرمائی۔ کسی ایک میں بھی آپ کی کسی نفسانی خواہش کو دخل نہ تھا۔

صحابہ کرامؓ کا بے نظیر نمونہ

آپؐ نے اپنے صحابہ رضؓ کو بھی رضائے الٰہی کا کامل نمونہ بنا دیا تھا۔ چنانچہ غزوہ تبوک کے موقعہ پر جب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں مجاہدین کی امداد کے لئے روپیہ و سامان لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر رضؓ! آپ گھر پر بال بچوں کے لئے کیا چھوڑ کر آئے۔ عرض کیا یا رسول اللہ! ان کے لئے خدا اور خدا کے رسولِ مقبولؐ کافی ہیں۔ غزوہ اُحد میں حضرت ابوبکر رضؓ کے بیٹے عبدالرحمٰن جو ابھی تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے۔ کفار کی طرف سے میدان جنگ میں آئے اور مسلمانوں کی طرف سے مدِمقابل کو پکارا۔ رضائے الٰہی کی خاطر سیدنا ابوبکر صدیق رضؓ تلوار سونت کر اس کے مقابلہ کے لئے میدانِ کارزار کی طرف روانہ ہونے کو تیار ہو گئے اور اس حقیقت کی قطعاً پرواہ نہ کی کہ ان کا لختِ جگر مدِمقابل ہے۔ اسی طرح غزوۂ خیبر کے مشہور معرکہ میں جب حضرت علی رضؓ مرحب کی چھاتی پر بیٹھے کہ اس کو واصلِ جہنم کریں کہ اس نے آپ کے چہرہ مبارک پر تھوک دیا۔ بجائے اس کے کہ حضرت علی رضؓ اس کو فوراً تہ تیغ کر دیتے آپ اسے چھوڑ کر علیحدہ کھڑے ہو گئے۔ اس پر مرحب نے دریافت کیا کہ اسے قتل کیوں نہ کیا جس پر آپؓ نے فرمایا:۔

"میں پہلے تجھے رضائے الٰہی

کی خاطر قتل کرنے والا تھا
مگر جب تم نے میرے چہرے
پر تھوکا تو مجھے غصہ آگیا اور
اگر اب میں تجھے قتل کرتا تو اپنے
نفس کے لئے قتل کرتا"

آپؐ کے صحابہ بھی رضائے الٰہی کے متوالے اور شیدائی تھے۔

سبحان اللہ! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے لئے مشعلِ راہ نہیں۔ لاتعداد غزوات اور مواقع پر آپؐ نے اور آپؐ کے صحابہ رضؓ نے صرف رضائے الٰہی کی خاطر اپنے باپ، بھائی، بیٹے اور عزیز ترین رشتہ داروں سے نبرد آزما ہونے سے پس و پیش نہیں کی۔ بلکہ اس کو اپنے ایمان اور تقوےٰ کا امتحان سمجھا اور اس میں کامیاب ہونے کے لئے انہوں نے ہر ممکن کوشش کی۔ تاریخ کے صفحات ایسے رزین واقعات سے بھرے پڑے ہیں کہ جن کو پڑھ کر اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاداتِ ربانی کے فدائی تھے اور آپؐ کے صحابہ رضؓ ارشاداتِ ربانی اور اسوۂ حسنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائی تھے۔ ان کے حیران کُن واقعات پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بدن میں کپکپی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور آنکھیں نم آلود ہوئے بغیر نہیں رہتیں۔

صحابہ کرامؓ کے متعلق الٰہی سرٹیفکیٹ

آج سینکڑوں سال گذرنے کے بعد بھی ان بزرگوں کی عظمت ہمارے قلوب کی زینت ہے۔ وہ آج بھی ہر انسان کے لئے ویسے ہی واجب التعظیم ہیں جیسے اپنی حیاتِ طیبہ میں تھے۔ ان کی زندگی ہم سب کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ انہوں نے احکام ربانی کی پیروی میں زندگی گذاری اور اسوۂ حسنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشعلِ راہ بنایا۔ ان کے تقوےٰ اور ایمان نے انہیں رضائے الٰہی حاصل کرنے کی غرض سے ہر امتحان میں کامیاب بنایا اور بالآخر ربّ العزت نے انہیں اپنی رضا سے نوازتے ہوئے فرمایا:-

"لاتجد قوما یؤمنون
باللہ والیوم الاخر
یوادون من حاد اللہ
ورسولہ وکانوا اٰباءھم
او ابناءھم او اخوانھم
او عشیرتھم اولٰئک
کتب فی قلوبھم الایمان
وایدھم بروح منہ
ویدخلھم جنّٰت
تجری من تحتھا الانھار
خٰلدین فیھا رضی اللہ
عنھم ورضوا عنہ اولٰئک
حزب اللہ الا ان حزب
اللہ ھم المفلحون۔
(المجادلۃ: ۲۲)

"تو ان لوگوں کو جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں (ایسا) نہ پائے گا کہ وہ اس سے دوستی رکھیں جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ کے لوگ۔ ان کے دلوں کے اندر ایمان گھر کر چکا ہے اور اپنی روح سے ان کی تائید کی ہے۔ اور وہ (اللہ) انہیں باغوں میں داخل کرے گا۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ انہیں میں وہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ یہ اللہ کا گروہ ہے سنو! اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہوگا۔"

نبی کریم صلعم کی ازدواجی زندگی کا نمونہ

اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شادی نہ کرتے اور راہبانہ زندگی بسر فرماتے تو ہمیں کس طرح معلوم ہوتا کہ انسان کو بیوی بچوں کے ساتھ کیسے زندگی بسر کرنی چاہیئے بیوی بچوں کے حقوق کا پاس رکھتے ہوئے خالق کائنات کے حقوق سے غفلت نہیں کرنی چاہیئے۔ بڑے بڑے لیڈر اور شخصیتیں جو صفحۂ ہستی پر نمایاں نظر آتی ہیں اگر ان کی سوانح حیات کا بہ نظر تحقیق مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جہاں اُن کی زندگی سوسائٹی میں کامیاب رہی وہاں اُنکی گھریلو زندگی ناکامیاب اور ان کی تباہی و بربادی کا باعث بنی۔ مگر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی بے نظیر شخصیت ہیں جن کی زندگی ہر پہلو کامیاب نظر آتی ہے۔ عزیز و اقارب، صحابہ رضؓ۔ امہات المومنینؓ بلکہ کسی خادم کو بھی آپؐ سے شکایت کا موقعہ نہیں ملا۔

احکام الٰہی پر عمل کا نمونہ

مختصر یہ کہ آپؐ کی زندگی کا ہر شعبہ نسل آدم کے لئے مشعل راہ ہے۔ چنانچہ جن فرائض کا حکم اللہ تبارک و تعالےٰ نے قرآن پاک کے ذریعہ نازل فرمایا آپؐ نے ہر ممکن کوشش سے اسے عملی جامہ پہنایا اور صحابہ رضؓ کو اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرمائی۔ نماز کا حکم ملتے ہی اُسے قائم کیا۔ خود پڑھی اور لوگوں کو بتایا کہ رکوع و سجود کس طرح کئے جاتے ہیں۔

زکوٰۃ کا حکم ملا تو اس کی شرح مقرر کی۔ نقد روپیہ کی الگ۔ بھیڑوں کی الگ۔ اونٹوں کی الگ اور سونا چاندی کی الگ شرح مقرر فرمائی۔

احادیث میں ارشاداتِ رسولؐ کا ذکر

صحابہ رضؓ جنہوں نے آپؐ کی عملی زندگی کو دیکھا انہوں نے نہ صرف اسوۂ حسنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اختیار کیا بلکہ نسل آدم پر جو سب سے بڑا احسان کیا وہ یہ ہے کہ انہوں نے ان ارشادات کو بالکل محفوظ رکھا جن میں احکاماتِ ربانی کا مجموعہ بشکل قرآن اور ارشادات رسول کا مجموعہ بشکل احادیث آج بھی ہمارے سامنے موجود ہیں۔ (باقی ــــ باقی)

(بقیہ کالم ۴)

میاں عبدالرحمان صاحب کی وفات

ــــ ہمارے چچا میاں عبدالرحمان صاحب بٹ عرصہ سے صاحب فراش تھے۔ ان کا انتقال پُرملال گذشتہ جمعہ مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۶۸ء کو ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم پرانے مخلص احمدی تھے۔ احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

مرحوم نے پسماندگان میں ایک لڑکا اور پانچ لڑکیاں چھوڑی ہیں۔ انکے صاحبزادہ غلام محمد بٹ کراچی میں مقیم ہیں۔

خاکساران۔ عبدالغنی بٹ۔ عبدالشکور بٹ
احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور ۷

پیغامِ صلح:۔ ہمیں میاں عبدالرحمٰن صاحب کی وفات کا دلی افسوس ہے، مرحوم جماعت احمدیہ کے پرانے لوگوں میں سے تھے اور بہت لمبے عرصہ تک صاحب فراش رہے۔ ہمیں ان کے تمام لواحقین اور پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے، گذشتہ جمعہ ※

※ بعد جماعت وہیں سے حضرت امیرایدہ اللہ کی قیادت میں جنازہ غائبانہ پڑھا گیا

اخبار احمدیہ

ایک نوّے سالہ بزرگ کی تبلیغی جدّوجہد

ــــ منڈی بہاؤالدین سے جناب عبدالرؤف صاحب لکھتے ہیں:۔

آپ یہ سُن کر خوش ہوں گے کہ یہاں پر قبلہ مولوی محمد رمضان صاحب نے اگست ۱۹۵۳ء سے قرآن کلاس شروع کر رکھی ہے۔ آپ کا طریقہ کار یہ رہا ہے کہ احمدیوں کے علاوہ فراخ دل اور روادار قسم کے غیراز جماعت گھرانوں میں خود جا کر ناظرہ قرآن کریم پڑھاتے اور ناظرہ پڑھے ہوئے بالغوں کو اس کا ترجمہ سمجھاتے ہیں اور احتیاط اتنی کرتے رہے ہیں کہ ان کے گلاس میں سادہ پانی بھی قبول نہ کرتے تھے۔ اور سخت گرمی کے ایام میں راستہ میں بلدیہ کے نلکوں سے پیاس بجھا لیا کرتے تھے۔ مولوی صاحب کی اس انتہا پسندی کا مجھ سے چند غیراحمدی دوستوں نے شکوہ بھی کیا تھا۔ اب بڑھاپے اور کمزوری کے باعث آپ گھر پر ہی پڑھاتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ جب مرکزی جامع مسجد میں ان کے خلاف بہتان بنا کر اشتعال پھیلایا گیا۔ کہ یہ "مرزائی قرآن پڑھانے کے پردہ میں مرزائیت کی تبلیغ کر رہا ہے"۔ تو مولوی صاحب نے روادار قسم کے گھروں کو مولویوں کے غلط پروپیگنڈہ کے شر سے بچانے کے لئے شہر کے کمیٹی باغ میں پڑھانا شروع کر دیا، وہاں بھی مولویوں کے بھیجے ہوئے شرپسندوں نے موصوف کو ڈرا دھمکا کر اس فیضِ عام کو بزور بند کرنا چاہا۔ مگر آپ ذرہ بھر نہیں گھبرائے اور جب تک چلنے پھرنے کی طاقت رہی باغ میں جاتے رہے۔ اب کچھ مدت سے بڑھاپے اور کمزوری کے باعث گھر پر آنے والوں کو پڑھا دیتے ہیں۔ یا ایک احمدی دوست کے گھر پر دن کو تین چار گھنٹے قیام کر کے اپنا یہ فرض پورا کرتے ہیں۔ اخبار سارا پڑھ لیتے ہیں۔ ان کی طرف سے السلام علیکم۔ والسلام

کامیابی اور عطیہ

ــــ چوہدری حامد مسعود صاحب (ابن چوہدری عبدالمجید صاحب) نے B.Sc اعلےٰ نمبروں پر سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا ہے۔ الحمد للہ۔

بیگم صاحبہ چوہدری عبدالمجید صاحب نے شکرانہ فنڈ میں ــ/۱۵ روپیہ جمع کرا دیئے ہیں۔ عزیز موصوف کو M.B.A کراچی یونیورسٹی میں داخلہ بھی مل گیا ہے۔ کامیابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

(باقی کالم ۳ کے نیچے)

حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت مسیح موعود کی صداقت کے یکساں دلائل

روزنامہ جنگ راولپنڈی مورخہ ۹ اگست میں حافظ بشیر احمد غازی آبادی نے حضرت مجدد الف ثانی کی صداقت کے لئے بعض دلائل اور حقائق سپرد قلم کئے ہیں۔ ہم ان کے طویل مضمون سے ناظرین پیغام صلح کی آگاہی کے لئے چند اقتباسات پیش کر کے ان کے مقابل حضرت مسیح موعود کی صداقت کی تائید میں وہی دلائل پیش کرتے ہیں:-

نامہ نگار کے نزدیک حضرت مجدد صاحب کی صداقت کے دلائل۔	اقتباسات مندرجہ کالم اول کے معیار پر حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ثبوت۔
۱- "اللہ تعالیٰ اسلام کا خود محافظ ہے۔ اور اس عقیدہ کی سچائی کا اتنی بار مشاہدہ ہو چکا ہے کہ اس کی صداقت قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں رہتا۔ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ مسلمانوں پر جب کبھی ادبار کی گھٹا چھائی تو خدا نے کوئی ایسی شخصیت ضرور پیدا کر دی جس نے .... سینہ سپر ہو کر اسلام کی خدمت کی چنانچہ پہلی صدی ہجری .... میں جب فرزندان توحید پر اس قسم کا دور آیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز کی شخصیت نے رونما ہو کر ان میں دینی اور معاشرتی اصلاح کیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ .... مجدد اول کے نام سے موسوم ہیں۔ اسی طرح برصغیر پاک ہند کے مسلمانوں پر جب عہد اکبری میں .... الحاد کے مصائب ٹوٹے .... اور دین فطرت کے مقابلہ میں دین الٰہی قائم کر دیا گیا.... .... تب اسلام کے سب سے بڑے محافظ خالق کون و مکان نے حضرت شیخ احمد الف ثانی رح کی اس حیات کا تدارک کرنے کے لئے اس عالم آب و گل میں بھیجا۔"	اقتباس مندرجہ کالم اول سے واضح ہے کہ متداد زمانہ سے مسلمانوں کی غفلت اور بدعملی کی بدولت دین پر ادبار آتا ہے تو خالق کون و مکان دین اسلام کی تجدید اور احیاء کے لئے حامیان دین یعنی مجددین بھیجتا رہتا ہے جو حدیث مجدد "ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علےٰ راس کل مائۃ من یجدد لھا دینھا" کے عین مطابق ہے چنانچہ اس چودھویں صدی میں بھی مسلمانوں کا سیاسی تنزل، اور روحانی انحطاط اس قدر مایوس کن حالت تک پہنچ گیا تھا کہ اس کا احیاء صرف ملکی اقتدار کی بحالی پر سمجھا جاتا تھا۔ جو ناممکن نظر آتا تھا۔ اس کی تائید مولینا حالی کے اشعار ذیل سے ہوتی ہے:- پستی کا کوئی حد سے گذرنا دیکھے اسلام کا گر کر نہ ابھرنا دیکھے بگڑی کچھ ایسی ہے کہ بنائے نہیں بنتی ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم قضا ہے فریاد ہے اے کشتی امت کے نگہبان بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے اس وقت کے علماء کے اعلانات سے بھی واضح ہے کہ وہ مسلمانوں کی حالت زار کے پیش نظر خود کچھ کرنے کی بجائے مسیح موعود اور مہدی معہود کے ظہور کے لئے دعا اور التجا کر رہے تھے۔ چنانچہ:- (ا) "خون حرمین" کے مصنف نے اسلام کی تباہی کا حال آنحضرت صلعم کے حضور یوں بیان کیا:- "خدارا ایسی بے بسی میں اپنے نام لیواؤں پر رحم کرتے ہوئے امام آخر زمان کو جلد بھیجئے .... اب ظاہری اسباب کا سہارا جاتا رہا۔ خونخواران تثلیث نے ان کو قعر ذلت میں اس طرح دھکیل دیا ہے کہ اب پھر ابھرنے کی صورت نظر نہیں آتی۔" (ب) مولوی شکیل احمد سہسوانی نے ۱۸۹۲ء میں مسلمانوں کی حالت خدا کے حضور یوں بیان کی:- دین احمد کا مٹا جاتا ہے نام قہر ہے اے میرے اللہ یہ ہو کیا گیا ہے کس لئے مہدی برحق نہیں ظاہر ہوتے دیر عیسیٰ کے اترنے میں خدایا کیا ہے (ج) چوہدری محمد حسین ایم اے "کاشف مغالطہ قادیانی" یوں لکھتے ہیں:- "یا رب ...... ہم اس رحمۃ للعالمین کے نائب کا زمانہ دیکھیں۔ یا رب ہم پہ رحم فرما اور اسے ابھی بھیج۔ اگر یہ وقت اس کے ظہور کا نہیں تو اور کونسا وقت ہوگا۔" ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ اس صدی میں مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی اس لئے اسلام اور مسلمانوں کی امداد و اصلاح کے لئے زمانہ کا سخت تقاضا تھا کہ چودھویں صدی کا مجدد ظاہر ہو چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے چودھویں صدی کا مجدد ہونے کا عین وقت پر دعویٰ کیا۔
۲- حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے .... اسلام کی آبرو بحال کرنے کے لئے جدوجہد شروع کر دی آپ کو مجدد الف ثانی اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ نے بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز کی طرح رشد و ہدایت کے ذریعے تجدید اسلام کی۔	۲- اس صدی میں بھی حدیث مجدد کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بحیثیت مجدد، مامور ہو کر اسلام کی آبرو بحال کی۔ اور رشد و ہدایت کے ذریعے نہ صرف تجدید اسلام کی بلکہ دشمنان اسلام کے اعتراضات کے منہ توڑ اور مسکت جواب دے کر اسلام کی مدافعت اور حمایت کی بے مثال خدمت سرانجام دی۔ اس کی تائید میں مولوی نور محمد قادری چشتی نقشبندی کا اقتباس ذیل کافی ہوگا۔ "انگریزوں نے پادریوں کی روپے سے بہت مدد کی۔ اور انہوں نے .... ہندوستان میں آکر بڑا تلاطم برپا کیا تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہوگئے۔ اور ...... نصرانیوں یعنی پادریوں کو اتنا تنگ کیا کہ انکو پیچھا چھڑانا مشکل ہوگیا۔ اس (حضرت مرزا صاحب) نے ہندوستان سے ولایت تک کے پادریوں کو شکست دی۔" (دیباچہ تفسیر القرآن از مولوی اشرف علی تھانوی ص۲ بحوالہ صداقت ص۴) گویا حضرت مرزا صاحب نے مدافعت اسلام کے لئے بے نظیر خدمت اسلام انجام دی تھی۔
۳- "حقیقت یہ ہے کہ .... (مجدد صاحب) کی مجاہدانہ خدمات کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے مغل حکمرانوں کو اس وقت چیلنج کیا۔ جب ان کا آفتاب اقبال نصف النہار پر تھا۔ جب بڑے بڑے .... علماء صلحاء کی اکثریت کی باتوں پر تالے پڑے ہوئے تھے .... اس وقت حضرت امام ربانی ...... کا یہ اعلان کہ .... میں اس (بادشاہ) کو تنبیہ	۳- حضرت مرزا صاحب کی مجاہدانہ عظمت اور ایمانی جرأت کا اندازہ بھی اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ اپنے وقت کی انگریز حکمران ملکہ وکٹوریہ کو جس کی حکومت کا آفتاب اقبال نصف النہار پر تھا اور جس کی حکومت کی وسعت اور عظمت کے متعلق یہ مثل مشہور تھی کہ اس کی سلطنت پر سورج غروب نہیں ہوتا۔ اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ "اے ملکہ توبہ کر اور اس خدا کی اطاعت میں آجا جس کا نہ کوئی بیٹا ہے اور نہ کوئی شریک... ...... اے زمین کی ملکہ اسلام قبول کر تا تو بچ جائے۔" اور یہ وہ وقت تھا جب اکثر بڑے بڑے علماء

امن نگار کے نزدیک حضرت مجدد صاحب کی صداقت کے دلائل	اقتباسات مندرجہ کالم اول کے معیار پر حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ثبوت
کرتا ہوں کہ وہ توبہ کرے ور اللہ اور رسولؐ کی اطاعت اختیار کرے۔ ورنہ خدا کے قہر اور جلال سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ زیادت ایسا ایمان افروز نظارہ ہے کہ جس کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں"	کی زبانوں پہ تالے پڑے ہوئے تھے کیونکہ بقول مولوی نورالحسن ابن نواب صدیق حسن خان :— "تقی شرک و بدعت — محض تقلید کے پیچھے مولویوں میں رات دن جھگڑا رہتا ہے۔ ایک دوسرے کو کافر بناتا ہے حق کو باطل اور باطل کو حق ٹھہراتا ہے۔ اور یہی فتنہ اعظم ہے۔ غربت اسلام اور قرب قیامت کا" یعنی بجائے اسلام کی خدمت کرنے کے وہ آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ اور اب تک یہی حال ہے۔ کیا حضرت مرزا صاحب کا یہ ایک ایسا ایمان افروز مظاہرہ اور مجاہدہ نہیں، حضرت مجدد صاحب نے تو ایک مسلمان بادشاہ کو صرف ناصحانہ تنبیہہ کی تھی۔ مگر حضرت مرزا صاحب نے ایک غیر مسلم ملکہ کو اس کا عقیدہ غلط قرار دے کر اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔
۴ "جب .... باپ کے بعد بیٹا جانشین ہوا تو جہانگیر نے .... اقتدار کے نشہ میں آ کر ایک مور .... تعظیمی سجدہ کرنے کا مطالبہ کیا .... مجدد صاحب نے انکار کیا۔۔ .... (تو) بادشاہ نے .... عمر قید کی سزا دی .... باقی امراء نے حضرت کو پیشکش کی کہ آپ حکمرانی کے فرائض سنبھال لیں .... مگر اس مجاہد کا منشاء تو دین محمدؐ کی حفاظت اور ارتقا .... اور تبلیغی جد و جہد کا مقصد اصلاح تھا فساد نہ تھا .... جہانگیر کے مخالفوں کو جواب دیا .... تمہارا ملک میں فساد پھیلانا میرے تبلیغی کاموں میں زبردست رکاوٹ ہے .... میں تم سے اپیل کرتا ہوں .... کہ بادشاہ کی وفاداری قبول کرو۔	۴ ۔ مرسلین اور مامورین کا اصل مقصد اعلائے کلمۃ اللہ اور تزکیہ نفس ہوتا ہے جو سب سے بڑا جہاد ہے۔ چنانچہ جیسا کہ مجدد صاحب رح کے اقتباس سے واضح ہے تبلیغی جد و جہد کے لئے جنگ و جدال اور حرب و قتال کی بجائے امن اور آشتی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے مجدد صاحب نے جہانگیر کے باغیوں کو تنبیہہ فرمائی کہ "بادشاہ کی وفاداری قبول کر لو"۔ اور حضرت مرزا صاحب نے بھی بحیثیت مجدد مسلمانوں کو یہی نصیحت فرمائی تھی۔ کہ حکومت وقت کے وفادار رہو۔ مگر جو بات حضرت مجدد صاحب کے حق میں خوبی تسلیم کی جاتی ہے حضرت مرزا صاحب کی ویسی ہی بات برائی مان کر بہ رنگ الزام ان کی مخالفت میں پیش کی جاتی ہے۔
۵ ۔ "بالغ نظر مجدد نے محسوس کیا کہ اگر بغاوت اور شرارت کا چکر چل گیا تو راعی اور رعایا (دونوں) .... (میں) بے چینی پھیل گئی (اور) ... پیدا ہو جائیں گی جن سے عہدہ برآ ہونا آسان نہ ہوگا۔"	۵ ۔ بالغ نظر مجدد صد چہار دہم حضرت مرزا صاحب نے بعینہٖ اسی طرح اس بات کو محسوس کیا کہ راعی اور رعایا میں فتنہ و فساد، اصلاح عوام اور تبلیغ اسلام کے کام میں زبردست رکاوٹ کا سبب بن جائے گا۔ لہٰذا مسلمانوں کو نصیحت فرمائی کہ وہ ایسی حکومتِ وقت کے وفادار رہیں۔ جس نے فرائض مذہبی کی ادائیگی اور اشاعتِ دین کے لئے مسلمانوں کو پوری آزادی دے رکھی تھی۔
۶ ۔ تاریخ کا ہر طالب علم	۶ ۔ تاریخ گواہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو بالفاظ

نامہ نگار کے نزدیک حضرت مجدد صاحب کی صداقت کے دلائل۔	اقتباسات مندرجہ کالم اول کے معیار پر حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ثبوت۔
جانتا ہے کہ مسلمانوں اور اسلام کو ہمیشہ غیر مسلموں سے ہی نقصان نہیں پہنچا بلکہ بعض اوقات .... ان عباؤں قباؤں اور عماموں کے پہننے والوں سے .... جو مذہب کو اپنے مقصد کے لئے استعمال کرتے تھے افسوسناک حد تک ضعف (پہنچا)۔ پروردگار عالم ابتلاء سے ملت اسلامیہ کو ہمیشہ محفوظ رکھے۔	مضمون نویس اُن عباؤں قباؤں اور عماموں کے پہننے والوں سے بھی بعض اوقات نقصان پہنچا ہے۔ چنانچہ اس صدی میں علماء اسلام کے بعض غلط عقائد کو دلیل قرار دے کر مخالفین اسلام پر اپنے مذہب کی فوقیت ثابت کرتے ہیں، اس لئے عیسائی کہتے ہیں :— (ا) "باقی (یعنی انبیاء) تمام پیوند خاک ہو گئے۔ مگر وہ (حضرت عیسیٰ) زندہ ہے .... اہل اسلام کی مسلمات کی بنا پر وہ زندہ جاوید ہے۔ اور قرآن کہتا ہے **ما یستوی الاحیاء ولا الاموات** (فاطر-۲۱) یعنے مردے اور زندے برابر نہیں پس لاریب وہ افضل ہے۔ تمام کائنات سے"۔ (رسالہ مسیح کی شان ص۳) ب ۔ "دیکھو محمدؐ اور مسیحؑ میں کتنا عظیم الشان فرق ہے۔ مسیحؑ کے لئے انجیل اور قرآن گواہی دیتے ہیں کہ .... خدا نے اسے اپنے پاس اٹھا لیا ہوا ہے اور یہ عام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ مسیحؑ اب تک آسمان میں زندہ ہے۔ پس ظاہر ہے قرآن مسیحؑ کو محمدؐ پر بلند پایہ قرار دیتا ہے" (**المسیح فی الاسلام مطبوعہ مصر**) بایں علماء اسلام مصر ہیں کہ ان کے ایسے عقائد ہی صحیح ہیں ہاں مگر حضرت مرزا صاحب نے قرآن سے ثابت کر دیا کہ ہمارے نبی پاک کی طرح حضرت مسیح علیہ السلام بھی وفات پا کر واصل باللہ ہو چکے ہیں اور اس طرح حضرت مرزا صاحب نے بالفاظ مولوی نور محمد قادری مذکور نصرانیوں کو اتنا تنگ کیا کہ ان کو پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا۔ اسی نے ہندوستان سے ولایت تک کے پادریوں کو شکست دی۔ یہ حضرت مرزا صاحب کی خدمات حسنہ کی بیّن شہادت ہے۔ جو ان کی صداقت پر دال ہے۔

غرض علماء زمانہ تو مسلمانوں کو متحد اور متفق کرنے کی بجائے معمولی معمولی اختلافات کی بناء پر ایک دوسرے کے خلاف تکفیر کے تیر چلاتے ہیں اور کلمہ گوئیوں کو کافر کہہ کر اسلامی برادری سے خارج کرتے ہیں۔ اور اس طرح مسلمانوں کے ضعف اور کمزوری کا باعث ہیں۔ حالی کہتا ہے :—

اُمت کو جانثار نہ الا کافر بنا بنا کر ؎ اسلام اے فقیہہ مشکور ہے تمہارا

اور مولوی نورالحسن مذکور کہتا ہے :—

"یہ بڑے بڑے فقیہہ .... (اور) درویش جو ڈنکہ دینداری اور خدا پرستی کا بجا رہے ہیں .... سچ پوچھو تو دراصل پیٹ کے بندے۔ نفس کے مرید .... ہیں .... ان کی دوستی دشمنی۔ ان کے باہم رد و کد صرف حسد اور کینے کے لئے ہیں نہ خدا کے لئے نہ امام جاہ رسول کے لئے" (اقتراب الساعت ص) پس اگر مجدد صاحب نامہ نگار کے دلائل کی بناء پر مجددیت میں سچے تھے جو فی الواقعہ تھے بھی تو اسی معیار پر حضرت مرزا صاحب بھی اپنے دعوے مجددیت میں صادق ثابت ہوئے۔ واضح رہے کہ مسلمان ہونے کے لئے تو کلمہ طیبہ یعنے خدا اور رسولؐ پر ایمان لانا کافی ہے۔ کوئی تعزیر ملکی ہو یا شرعی ایک بدکار۔ قاتل۔ زناکار ملزم کو پھانسی یا کوڑوں کی سزا تک تو دے سکتی ہے لیکن اسلام سے خارج نہیں کر سکتی۔ چنانچہ قیدخانوں میں جو سزا یافتہ لوگ مسلمان ہیں ان کو کوئی کافر قرار نہیں دے سکتا۔ خواہ وہ قتل۔ اغوا یا کسی ظلم کے مرتکب ہی کیوں نہ ہوں اقبال کہتے ہیں :— "عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی"

یعنی مسلمان ہو کر ایک شخص جہنم میں جانے کا مستحق تو ہو سکتا ہے۔ اور دوسرا اپنے تقوے اور طہارت کی بناء پر بہشت میں داخل ہوگا۔ لیکن کلمہ پڑھ لینے کے بعد اسے دائرہ اسلام اور اسلامی برادری سے کوئی خارج نہیں کر سکتا۔ یہی حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کا محکم عقیدہ تھا جو شروع سے اخیر تک رہا اور جس میں کبھی تبدیلی نہیں ہوئی۔

راقم۔ (ملک) الٰہی بخش ۱۶۱ سی سٹلائیٹ ٹاؤن۔ راولپنڈی

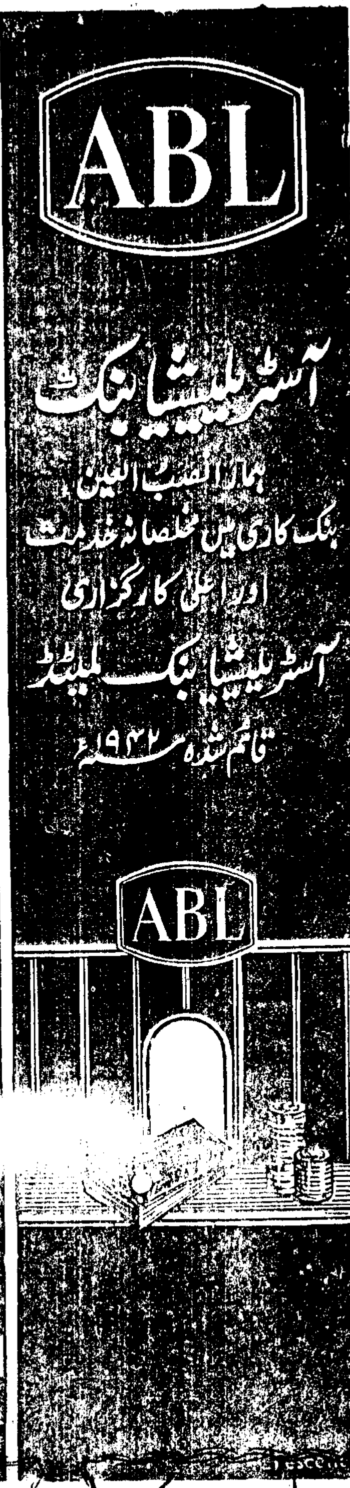

آسٹریلیشیا بینک
ہمارا نصب العین
بنک کاری میں مخلصانہ خدمت
اور اعلیٰ کارگزاری
آسٹریلیشیا بینک لمیٹڈ
قائم شدہ ۱۹۴۲ء

پاک سیمنٹ فاروقیہ
یادگار عمارتیں
پائیدار سیمنٹ
پاک سیمنٹ فاروقیہ
پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ
فاروقیہ (ضلع ہزارہ)

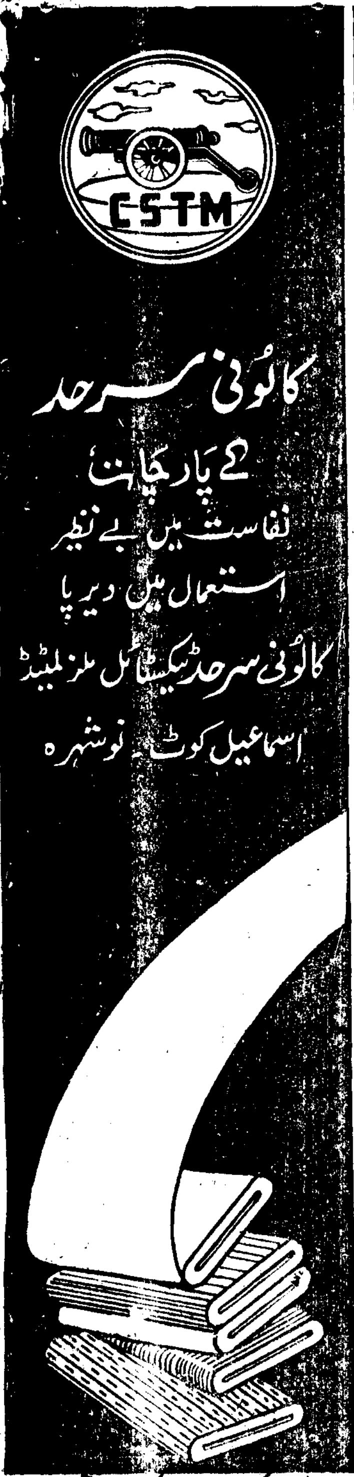

کالونی سرحد
کے پارچات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا
کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل کوٹ۔ نوشہرہ

آفتاب الدین احمد ہومیوپیتھک
دارالشفاء
ایک رفاہی ادارہ ہے
جہاں سے یومیہ سینکڑوں مریض خود آ کر اور سینکڑوں بذریعہ خط و کتابت مفت ادویات اور مشورے حاصل کرتے ہیں۔ آپ کی اعانت کا شکریہ۔
اعزازی مہتمم دارالشفاء۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

بہترین علاج
بواسیر۔ جسمانی کمزوری۔ ضعفِ اعصاب۔ فالج گنٹھیا۔ تلی۔ دمہ۔ سل۔ پرانے بخار کے شفا بخش علاج ڈاک سے منگائیے۔
خط لکھ کر کتاب رفیقِ شباب مفت
حکیم محمد شفیع چشتی
شیرو ۵۰ م سیام چوپہ ڈیرہ غازی خان

بحرِ حکمت کے موتی

بسلسلہ صفحۂ اوّل

نافرمانی کفر کہلا سکتی ہے۔ اور جس طرح بعض طاعات پر قائم کرنے کے لئے اور ترغیب دلانے کے لئے انہیں ایمان کہا گیا ہے۔ اسی طرح بعض نافرمانیوں سے نفرت کرنے کے لئے ان کو کفر کہا گیا ہے یا کہا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کفر سے مراد یہ نہیں کہ ایسا شخص دینِ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے بلکہ اس رنگ میں کفر کے مراتب میں تفاوت ہے جیسا کہ کفر دون کفر سے اس کو امام بخاریؒ نے ظاہر کیا ہے۔

(فضل الباری۔ کتاب الایمان)

پاکستان کے ملکی مسائل کا حل قرآن کریم میں (ایک جرمن پروفیسر کا بیان)

ایک جرمن خاتون کا قبول اسلام

(بسلسلہ صفحہ ۲)

بچار کی ایک نئی راہ کھول دی قریباً ایک گھنٹہ مسجد میں ٹھہرنے کے بعد یہ گروپ شکریہ ادا کرتے ہوئے چلا گیا۔

چار دعوتیں

یہاں مختلف اداروں نے اپنے ہاں ہونے والے اجتماعات میں اکل و شرب کی دعوتیں دیں۔ ایک اجتماع میں، ایک جرمن پروفیسر نے جو پاکستان میں دورہ کر کے آئے پاکستان ملک پر تقریر کی۔ افتتاحی تقریر بان میں متعین آزریبل کونسل نے کی جو خود جرمن ہیں۔

پروفیسر صاحب موصوف نے کہا کہ پاکستان ایک ایسا اسلامی ملک ہے جس میں علوم جدیدہ کے ماہرین اور مذہبی لیڈر اس امر پر یقین رکھتے ہیں کہ ملک کے ترقی یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ جو متعدد مسائل پیدا ہوں گے ان کا حل قرآن کریم میں موجود ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ حکومت نے اس سلسلہ میں کوشش شروع کر دی ہے اور مسائل کے حل کی بنیادیں رکھ دی ہیں۔ اس کے بعد حاضرین نے کچھ سوالات کئے۔ ایک پاکستانی نوجوان نے ملک کی ترقی پر مزید روشنی ڈالی۔ جب ایک خاتون نے کثرت ازدواج کے متعلق سوال کیا تو میں نے اس کے جواب میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ جب میں نے یہ کہا کہ چار کی حد تک اجازت دے کر درحقیقت اسلام نے کثرت ازدواج پر عمل کرنے والے مردوں کی تعداد کو بہت کم کر دیا ہے۔ تو حاضرین نے تالی بجا کر اس نکتہ کو سراہا۔ پروفیسر صاحب موصوف نے کہا کہ پاکستان میں شاید ہی کوئی فیملی ہو گی جہاں دو بیویاں ہوں گی ورنہ عام طور پر ایک ہی بیوی ہوتی اور ہے۔ بعد میں کھانا ہوا۔ میرے ساتھ میز پر بیٹھی ہوئی خاتون نے کہا کہ کثرت ازدواج کی اجازت میں واقعی ہم خواتین کے لئے فائدہ ہے۔

شادی

سعودی عرب سے آئے ہوئے ایک میڈیکل ڈاکٹر کی شادی مسجد میں ہوئی۔ اس کی تصاویر دو مقامی اخبارات نے شائع کیں۔ اس خوشی میں انہوں نے ایک عطیہ مارک مسجد کے لئے عطیہ دیا۔

نماز جنازہ

مصر سے آئے ہوئے ایک نوجوان کی وفات یہاں کے مقامی ہسپتال میں ہوئی اس کا جنازہ مسجد میں پڑھایا۔ یہ نوجوان طالب علم تھا۔ نماز جنازہ میں پندرہ کے قریب مصری نوجوانوں نے شمولیت کی۔

جرمن خاتون داخل اسلام

ایک جرمن خاتون داخل اسلام ہوئی اس نے تمام جرمن لٹریچر جو ہمارے ہاں موجود ہے خرید لیا ہے۔ اور قرآن کریم شروع کر دیا ہے۔

ہفتہ وار اجتماعات

خدا کے فضل سے ہمارے ہاں جمعہ اور ہفتہ کے اجتماعات جاری رہے ہفتہ کے روز اس ماہ کئی بار حاضرین کی تعداد پندرہ تک ہوتی رہی۔ اور یہ اجتماعات سات بجے شام سے لے کر گیارہ بجے تک جاری رہے۔ انفرادی طور پر زائرین کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

ٹریکٹ کے چھپوانے کی تحریک

میں نے سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد مبارک کی تقریب پر اس سال جو لیکچر دیا اس کو یہاں وسیع حلقہ میں تقسیم کرنے کے لئے چھپوانے کی تحریک کی۔ میں نے اس سلسلہ میں ڈیڑھ سو مارک دینے کا وعدہ کیا مس مبارکہ نے ۱۶ مارک نقد دیئے اور کچھ مزید رقم دینے کا وعدہ کیا مس جمیلہ نے دس مارک دیئے۔ ایک عرب مسلم نے چالیس مارک دیئے۔ متفرق ۲۱ مارک جمع ہو گئے۔ کل رقم جو نقد جمع ہوئی وہ ۳۵/ مارک ہیں۔ بعض اور دوستوں نے بھی وعدہ کیا ہے اس طرح امید ہے کہ انشاء اللہ اس کے اخراجات کی کل رقم یہاں جمع ہو جائے گی اور یہ ٹریکٹ انشاء اللہ ماہ ستمبر کے دوران چھپ جائے گا۔

ماہ ستمبر میں ایک مقامی سکول کے چند طلباء نے اپنے پادری استاد کے ساتھ مسجد میں آنے کا پروگرام بنایا ہے۔ ٹریکٹ کے چھپنے اور سکول کے طلباء کے مسجد آنے کے حالات انشاء اللہ آئندہ لکھوں گا۔

خاکسار۔ محمد یحییٰ بٹ

بقیہ اخبار احمدیہ

احمدیہ مشن جموں

(۱) مسجد شریف کی واگذاری کے سلسلہ میں دفتر مجلس اوقاف اسلام جموں اور چوہدری شبیر احمد صاحب ایم اے، ایل ایل بی ایڈووکیٹ سے رابطہ قائم رکھا گیا۔ محمد یونس پولیس آفیسر جو کہ مسجد شریف میں ناجائز طور پر عرصہ سے رہائش پذیر ہے۔ مجلس اوقاف اسلامیہ نے اس کے خلاف فیصلہ دیا تھا کہ اس کو فی الفور مسجد خالی کر دینی چاہیئے اس نے جماعت قادیان کی مدد سے مجلس اوقاف اسلامیہ کے فیصلہ کے خلاف سیشن جج صاحب جموں کی عدالت میں اپیل دائر کر دی ہوئی ہے جس کی تاریخ ۲۵/۸/۶۸ مقرر تھی لیکن ۲۵/۸/۶۸ کو سیشن جج صاحب رخصت پر تھے اس لئے کوئی کارروائی نہیں کی جا سکی اور مزید تاریخ ۱۴/۹/۶۸ مقرر ہوئی۔ یہ مقدمہ چل رہا ہے۔

(۲) کسی قدر پمفلٹ من جانب مرکز لاہور معرفت احمدیہ جماعت کھدرواہ موصول ہوئے ہیں برائے مطالعہ تقسیم کئے گئے ہیں۔

(۳) مندرجہ ذیل اصحاب سے اس ماہ میں خاص طور پر دوبارہ احمدیت بات چیت ہوئی ہے:—

محترم نثار احمد صاحب پال ہیڈ ماسٹر جموں۔ سید ظہور حسن شاہ صاحب جموں۔ خواجہ غلام محمد صاحب سیکرٹری مجلس اوقاف اسلام جموں۔ مسٹر مسعود احمد صاحب P.S.P جموں۔ شیخ سراج صاحب جموں سب انسپکٹر C.I.D۔ مولوی نور ماہی صاحب امام مسجد غلہ جولاہکا جموں۔ اختر صاحب پالی جمول۔ ان میں سے خواجہ غلام محمد صاحب سیکرٹری مجلس اوقاف اسلامیہ اس بات کے قائل ہو چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فی الواقعہ وفات پا چکے ہیں۔ حاجی غلام مصطفیٰ انچارج احمدیہ مشن جموں

مسجد احمدیہ کھدرواہ میں حمام کی تعمیر

آپ کو یہ سن کر مسرت ہو گی کہ گذشتہ مہینہ میں ہم نے مسجد احمدیہ کے ساتھ حمام کی تعمیر کا کام شروع کیا نصف سے زائد کام ہو چکا ہے۔ خدا کے فضل سے سردی اور گرمی کے لئے ہماری مسجد میں ہر طرح کا انتظام ہو گا۔

مَلفُوظات

بسلسلہ صفحہ اوّل

اصل باعث یہ ہے کہ جب انسان کے سامنے اس کے جرائم کی ایک لمبی فہرست ہوتی ہے تو وہ اسے دیکھ کر گھبرا جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس سے بچنا مشکل ہے مگر یہ اس کی انسانی کمزوری کا نتیجہ ہے۔ بہت سے لوگ یورپ میں بھی اس خیال کے موجود ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کا فقط اتنا ہی منشاء ہے کہ انسان سے یہ اقرار کرایا جاوے کہ وہ اس کی تعلیم پر عمل کرنے کے ناقابل ہے یا اس پر قادر نہیں۔ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت سے محض ناواقف ہیں۔ اور انہوں نے خدا تعالیٰ کی قدرتوں پر غور نہیں کیا۔ اگر وہ خود انسان کی اپنی حالت اور ان انقلابات پر ہی غور کرتے جن کے اندر سے وہ گذرا ہے تو اس قسم کا کلمہ منہ سے نہ نکالتے مگر ان کے علم اور معرفت کی کمزوری نے انہیں ایسا خیال کرنے کا موقعہ دیا۔

(ملفوظات احمدیہ جلد ہشتم)

تعلیمی پرنٹنگ پریس سرکلر روڈ لاہور میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا نورِ ہُدیٰ از مشرقِ رحمت برآر
گمرہاں را چشم کُن روشن زِ آیاتِ مبیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ٹیلی فون نمبر ۳۷۳۷
تار کا پتہ: تبلیغ لاہور

ہفت روزہ
پیغام صلح
لاہور
"پاکستان"

نمبر ۳۸	یوم چہارشنبہ - مؤرخہ ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ - مطابق ۲۵ ستمبر ۱۹۶۸ء	جلد ۵۶

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں
میں تیرے خالص محبّوں کا گروہ بھی
بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰےؐ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

غلام کے ساتھ مساوات کا سلوک

عن المعرور قال لقیت اباذرٍ بالربذة وعلیه حلة وعلی غلامه حلة فسالته عن ذالك فقال انی سابیت رجلاً فعیّرته بامّه فقال لی النّبی صلّی الله علیه وسلّم یا اباذرّ عیّرته بامّه انّك امرؤٌ فیك جاهلیة اِخوانكم خولكم جعلهم الله تحت ایدیكم فمن كان اخوه تحت یده فلیطعمه ممّا یاكل ولیلبسه ولا تكلّفوهم ما یغلبهم فان كلّفتموهم فاعینوهم۔

ترجمہ:—

حضرت معرورؓ سے روایت ہے۔ کہا میں ابوذرؓ سے ربذہ میں ملا۔ ان پر ایک لباس تھا اور ایسا ہی لباس ان کے غلام پر تھا۔ تو میں نے اس کے متعلق ان سے پوچھا تو کہا میں نے ایک شخص کو گالی دی اور اس پر اس کی ماں کی وجہ سے عیب لگایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اے ابوذر تو اس کی ماں کی وجہ سے اس پر عیب لگاتا ہے تو ایک ایسا شخص ہے جس میں جاہلیت ہے۔ تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ نے انکو تمہارے ماتحت کیا ہے پس جس کا بھائی اس کے ماتحت

باقی بر ص ۱۱ کالم ۲

نماز وہ ہے جس میں دُعا کا مزہ آجاوے

کلماتِ طیبات حضرت امام الزمان مجددِ دوران مسیح موعود علیہ السلام

فرمایا۔ نماز کے اندر ہی اپنی زبان میں خدا تعالیٰ کے حضور دعا کرو۔ سجدہ میں، بیٹھ کر، رکوع میں کھڑے ہو کر، ہر مقام پر اللہ تعالیٰ کے حضور **دُعا** کرو۔ بے شک پنجابی زبان میں دعائیں کرو۔ جن لوگوں کی زبان عربی نہیں اور عربی سمجھ نہیں سکتے ان کے واسطے ضروری ہے کہ نماز کے اندر ہی قرآن شریف پڑھنے اور مسنون دعائیں عربی میں پڑھنے کے بعد اپنی زبان میں بھی خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگیں۔ اور عربی دعاؤں اور قرآن شریف کا بھی ترجمہ سیکھ لینا چاہیئے۔ نماز کو صرف جنتر منتر کی طرح نہ پڑھو، بلکہ اس کے معانی اور حقیقت سے معرفت حاصل کرو۔ خدا تعالیٰ سے دعا کرو کہ ہم تیرے گنہگار بندے ہیں اور نفس غالب ہے تو ہم کو معاف کر اور دنیا و آخرت کی آفتوں سے ہم کو بچا۔

"آج کل لوگ جلدی جلدی نماز کو ختم کرتے ہیں اور پیچھے لمبی لمبی دعا مانگنے بیٹھتے ہیں یہ بدعت ہے۔ جس نماز میں تضرع نہیں، خدا تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں۔ خدا تعالیٰ سے رقت کے ساتھ دعا نہیں وہ نماز تو خود ہی ٹوٹی ہوئی نماز ہے۔ **نماز وہ ہے جس میں دعا کا مزہ آجاوے**۔ خدا تعالیٰ کے حضور میں ایسی توجہ سے کھڑے ہو جاؤ کہ رقت طاری ہو جائے جیسے کہ کوئی شخص کسی خوفناک مقدمہ میں گرفتار ہوتا ہے اور اس کے واسطے قید یا پھانسی کا فتویٰ لگنے والا ہوتا ہے۔ اس کی حالت حاکم کے سامنے کیا ہوتی ہے۔ ایسے ہی خوف زدہ دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا چاہیئے۔ جس نماز میں دل کہیں ہے اور خیال کسی طرف ہے اور منہ سے کچھ نکلتا ہے وہ ایک لعنت ہے جو آدمی کے منہ پر واپس ماری جاتی ہے اور قبول نہیں ہوتی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

ویلٌ للمصلّین الذین هم عن صلٰوتهم ساهون

لعنت ہے ان پر جو اپنی نماز کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ نماز وہی اصلی ہے جس میں مزا آجاوے۔ ایسی ہی نماز کے ذریعہ سے گناہ سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور یہی وہ نماز ہے جس کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ نماز مومن کا **معراج** ہے۔ نماز مومن کے واسطے ترقی کا ذریعہ ہے۔

اِنّ الحسنات یذهبن السیّئات

نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ دیکھو بخیل سے بھی انسان مانگتا رہتا ہے تو وہ بھی کسی نہ کسی وقت کچھ دے دیتا ہے۔ اور رحم کھاتا ہے۔ خدا تعالیٰ تو حکم دیتا ہے کہ مجھ سے مانگو اور میں تمہیں دوں گا۔ جب کبھی کسی امر کے واسطے دعا کی ضرورت ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ

(باقی بر ص ۱۱ کالم ۳)

مکتوب ٹرینیڈاڈ

ٹرینیڈاڈ اور ملحقہ جزائر میں بین الادیان کانفرنسیں

ٹرینیڈاڈ میں عام جلسے۔ قرآن کلاسیں۔ امامت کورس

چند ماہ سے ٹرینیڈاڈ اور اس کے ملحقہ جزائر میں ہمارے مکرم دوست شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے (مبلغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور) کی کوششوں سے بین الادیان کانفرنسوں کا انعقاد عمل میں آ رہا ہے۔ جن میں مسلمان، ہندو اور عیسائی، مختلف مضامین کے زیر عنوان اپنے اپنے مذہب کا نکتہ نگاہ پیش کرتے ہیں۔ اس وقت مختلف علاقوں میں ایسی پانچ کانفرنسیں منعقد ہو چکی ہیں، ذیل میں پانچویں . . . کانفرنس کا مفصل اور پہلی چار کانفرنسوں کی مجمل کیفیت ہدیہ ناظرین کرام ہے جو محترم شیخ محمد طفیل صاحب نے لکھ کر بھیجی ہے اور اس کے ساتھ ہی ٹرینیڈاڈ میں جو قرآن کلاسیں، اور امامت کورس جاری کر رکھے ہیں ان کا بھی ذکر مجملاً کیا گیا ہے۔ فجزاہ اللہ خیراً

ہوائی جہاز سے کوئی آدھ گھنٹے کی مسافت پر ٹرینیڈاڈ کے قریب ایک جزیرہ ہے جو گرینیڈا کے نام سے موسوم ہے۔ گذشتہ سال اسے خود مختاری حاصل ہوئی تھی۔ کسی زمانہ میں آدم خور قبائل کا مسکن تھا۔ لیکن اب عام کھاتے پیتے انسان بستے ہیں۔ دو چار گھرانے مسلمانوں کے بھی ہیں۔ باقی سب لوگ عیسائی ہو چکے ہیں۔ ہم نے اپنی پانچویں بین الاقوامی کانفرنس کے لئے اس جزیرے کے دار الخلافہ سینٹ جارج کا انتخاب کیا۔ اس سے قبل چار ایسی کانفرنسیں ٹرینیڈاڈ اور ٹوبیگو میں منعقد ہو چکی تھیں۔ ایک کانفرنس ختم ہوتی ہے تو دوسری کانفرنس کی تیاری شروع ہو جاتی ہے۔ اس قسم کے انتظامات میں کوئی تین ماہ کا عرصہ لگ جاتا ہے۔ اس قسم کے جلسے ٹرینیڈاڈ کے لوگوں کے لئے نئے ہیں۔ ابتداء میں لوگوں کو ان کی کامیابی کے متعلق مختلف قسم کے شبہات تھے۔ لیکن گذشتہ سال پورٹ آف سپین کے جلسہ نے ہمارے کارکنوں کے سب شکوک رفع کر دیئے اور انہوں نے پوری طرح سے ان میٹنگوں کی طرف توجہ مبذول کی اور سارے کے سارے ٹرینیڈاڈ میں ایسے اجلاس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن ہر مقام میں ایک بڑے جلسے کا انعقاد مشکل تھا اور ہر جلسہ میں میرا خود حصہ لینا بھی زیادہ مفید نہ تھا۔

اس طرح سے ہمارے دوسرے نوجوانوں کی تربیت کا کوئی موقعہ نہیں ملتا تھا اس لئے کوئی پچیس لوگوں کا انتخاب کر کے ان کے سپرد مختلف مضامین کئے گئے اور انہیں ایسے جلسوں میں تقاریر کے لئے تیار کیا گیا۔

اس سال کے آغاز سے اب تک سات مزید اجلاس چھوٹے پیمانے پر منعقد کئے گئے۔ جلسہ کے موقعہ پر تمام حاضرین کو مختلف ٹولیوں میں تقسیم کر دیا گیا ہر ٹولی کے لئے ایک گروپ لیڈر مقرر کیا گیا۔ اور اس کے دو نائب۔ تقریروں کے بعد آدھ گھنٹے کے وقفے میں حاضرین نے آپس میں مضمون زیر بحث پر تبادلہ خیالات کیا اس کے بعد مقررین سے سوالات دریافت کئے گئے۔ یہ تجربہ بھی بہت کامیاب ثابت ہوا۔ نوجوانوں نے خاص طور پر اس بحث و تمحیص میں حصہ لیا۔ اور اب تک کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔

ایک جماعت نے ہماری دیکھا دیکھی ابھی اسی قسم کے جلسے کا اعلان کیا۔ انہوں نے نقل تو کی لیکن عقل استعمال نہیں کی پہلے ہی جلسہ میں ایک ہندو مقرر نے عیسائیوں کے خلاف بہت سے نازیبا الفاظ استعمال کئے جس سے اس کانفرنس کا مقصد ہی ختم ہو گیا بلکہ ہمارے کام میں بھی قدرے رکاوٹ پیدا ہو گئی۔

کہنے کو تو ہم نے یہ اجلاس چھوٹے پیمانے پر شروع کر رکھے تھے لیکن عام طور پر حاضری دو سو تین سو تک رہی (بڑی کانفرنسوں میں حاضرین کی تعداد عموماً چھ سات سو تک رہی ہے) بارش اور موسم کی خرابی کے باوجود بھی لوگ بڑی تعداد میں شریک ہوتے رہے۔ اس سال کے آخر تک چھ کانفرنسیں منعقد ہوں گی۔

ٹرینیڈاڈ کے باہر کانفرنسیں منعقد کرنے کی ایک غرض یہ بھی تھی کہ ان قریبی جزیروں میں بھی کسی طرح اسلام کا پیغام پہنچایا جائے۔ شاید اسی طرح ان مقامات پر اسلام کے متعلق کوئی تحریک پیدا ہو جائے۔

۳۰ر اگست جمعہ کے روز ایک چارٹرڈ فلائٹ سے کوئی سو کے قریب ہندو اور مسلمان ٹرینیڈاڈ سے گرینیڈا پہنچے (میں انتظامات کے سلسلے میں ایک روز قبل ہی پہنچ گیا تھا) اسی دن ساڑھے بارہ بجے ہوٹل بلیو ہورائزن میں جمعہ کی نماز ادا کی گئی۔ اخراجات میں کمی کے خیال سے لوگ اپنا کھانا گھر سے ہی پکا کر لائے تھے۔ سب نے آپس میں مل جل کر کھایا۔ ۱۰ سال سے لے کر ۹۰ سال کی عمر تک کے لوگ شریک تھے۔ ان میں سے اکثر پہلی مرتبہ ٹرینیڈاڈ سے باہر نکلے تھے سفر کی دلچسپیاں اور پھر سفر کے دینی مشاغل ان دونوں چیزوں نے مل کر لوگوں کے قلوب میں عجیب کیفیت پیدا کر دی تھی۔ تفریح و مزاح پاکیزہ گفتگو ہر گروہ میں مختلف مسائل زیر بحث رہے۔

شام کو سوامی گیتا نندا کا لیکچر تھا جو اسی ہوٹل میں منعقد کیا گیا تھا سوامی صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں حاضرین کو صحیح طور پر سانس لینے اور دیگر جسمانی ورزشیں کرنے کے طریقے بتلائے۔ بعض لوگوں کو لیکچر سننے کے بعد ایسا محسوس ہوا جیسے ساری عمر انہیں سانس لینے کا صحیح طریقہ ہی نہیں آتا تھا۔ لیکچر کے بعد سوال و جواب ہوئے اور رات دس بجے کے قریب یہ مجلس ختم ہوئی۔

دوسرے دن ہفتہ کو میں تو اپنی قیام گاہ پر اپنی تقریر تیار کرتا رہا۔ باقی لوگ بسوں میں بیٹھ کر اس ٹاپو کے مختلف مقامات دیکھنے کے لئے چلے گئے۔ یہ سارا پروگرام کوئی چھ گھنٹے کا تھا۔ اور نہایت تھکا دینے والا تھا۔

شام کو ہمارا جلسہ تھا سینٹ جارجز کے سکول کا ہال ہم نے کرایہ پر لیا تھا پروفیسر بھٹا چاریہ ہندوؤں کے نمائندہ تھے ریورنڈ سالٹ ہاؤس عیسائیوں کی طرف سے مقرر تھے۔ اور خاکسار نے موضوع زیر بحث پر اسلامی نکتہ نگاہ پیش کیا۔ بہت سے لوگوں نے پہلی مرتبہ ہندو مت اور اسلام کے متعلق تقریریں سنیں۔ ارادہ ہے کہ اس قسم کی تقاریر کو بعد میں کتابی شکل میں چھپوایا جائے تاکہ دوسرے لوگ جو ان مجلسوں میں شریک نہیں ہو سکتے وہ بھی مستفید ہو سکیں۔ (اس کتاب کی ترتیب شروع ہو چکی ہے)۔ اس کی روئداد یہاں لکھنی شروع کی تو بات بہت طویل ہو جائے گی۔ اخبار ویسٹ انڈین کے ایڈیٹر نے اظہار تشکر کے الفاظ کہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ صاحب دل سے مسلمان ہو چکے تھے۔ بہر حال ہم نے یہاں ایک سوسائٹی فرینڈز آف اسلام کے نام سے قائم کر دی ہے۔ مسٹر جارج رولو ایک نیگرو مسلمان ہیں، وہ اس سوسائٹی کے روح رواں ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ ان کی مساعی میں برکت ڈالے۔ آمین۔

اتوار کا دن واپسی کا تھا۔ جو جہاز لے کر آیا تھا وہی جہاز تین بجے کے قریب مسافروں کو واپس ٹرینیڈاڈ لے آیا۔ مسافر نہ صرف واپس آ گئے بلکہ بہت سی گرینیڈا کی ناقابل فراموش یادوں کو بھی اپنے ساتھ لیتے آئے۔ اس بات کا افسوس رہا کہ بعض لوگ روانگی کے وقت ہوائی اڈے تک آ کر واپس ہوئے ان کے لئے جہاز میں گنجائش نہ نکل سکی۔

اب اسی طرح کی ایک بڑی کانفرنس کی تیاریاں شروع ہیں جو ایک دوسرے جزیرے باربیڈوس میں منعقد ہو گی۔

یہ تو غیر کانفرنسوں کا ذکر ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے عام جلسوں اور قرآن کریم کی کلاسوں کا پروگرام علیحدہ ہے۔ قریباً ہر شام کسی نہ کسی مقام پر جانا پڑتا ہے۔ کل تیرہ قرآن کی کلاسیں ہیں۔ ان میں آٹھ کلاسوں کی نگرانی براہ راست میں خود کرتا ہوں۔ باقی پانچ کلاسیں میرے شاگرد چلا رہے ہیں۔ جو لوگ امامت کورس پاس کر چکے ہیں، ان کی ایک علیحدہ کونسل بنا دی گئی ہے۔ تاکہ وہ اپنی تنظیم کے ماتحت اپنا کام جاری رکھیں۔

(باقی بر ص۱۰)

ہفت روزہ پیغام صلح
میں اشتہار دے کر
اپنے کاروبار میں ترقی دیں۔ (منیجر)

ہفت روزہ پیغام صلح ———— لاہور ———— ۲۵ ستمبر ۱۹۶۸ء

کتاب و سنت کا باہمی تعلق

(۲)

گذشتہ اشاعت میں اس موضوع پر ہم نے چند مثالیں پیش کرکے یہ بتایا کہ قرآن کریم کامل و مکمل کتاب ہونے کے باوجود اپنے احکام کی وضاحت اور عملی تفسیر کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی ضروری قرار دیتا ہے، ہم نے عرض کیا تھا کہ قرآن کریم کا ارشاد ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نمونہ پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتا ہے، اسی پاک نمونہ کا نام سنت ہے، وہ لوگ جو سنت کی پیروی ضروری نہیں سمجھتے، انہیں سوچنا چاہیئے کہ اس آیت کا کیا مطلب ہے، اور اسوۂ حسنہ سے کیا مراد ہے؟ ہم نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ سنت ہی ہے جو قرآن کریم کے متعدد احکام کی عملی تفسیر پر روشنی ڈالتی ہے، اور بغیر اس کے ان احکام پر عمل کرنا مشکل ہے۔ مثلاً نماز کا حکم قرآن کریم میں بے شک ہے، لیکن اس کے صحیح اوقات اس کی ہیئت کذائی کہ کس طرح کھڑا ہو، کس طرح رکوع کیا جائے، کس طرح سجدہ کرے، کس طرح بیٹھے، اور کن کن حالتوں میں کیا کچھ پڑھے، یہ تفصیلات قرآن کریم میں نہیں، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے واضح ہوتی ہیں اور زمانہ نبویؐ سے لے کر آج تک دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک، یہاں تک کہ افریقہ کے جنگلوں میں بھی جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں، سب ایک ہی طرح کی نماز پڑھتے ہیں اور آج بھی پڑھ رہے ہیں، یہ وہ نماز ہے جو جبرئیل امین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام الٰہی کے مطابق پڑھ کر دکھائی اور آپ نے اپنے عمل سے امت کو اس پر قائم کیا، آپ کی اس سنت کو چھوڑ کر محض اقیموا الصلوٰۃ کے حکم پر کس طرح عمل کیا جا سکتا ہے، ظاہر ہے کہ کوئی کسی طرح نماز پڑھے گا اور کوئی کسی ڈھنگ میں اس حکم پر عمل پیرا ہوگا اور امت میں اتحاد کے بجائے ایک عالمگیر تشتت و افتراق پیدا ہو جائے گا۔

ایسا ہی حج کو لیجئے کیا پرویز صاحب بتا سکتے ہیں کہ حج کے جو ارکان مکہ معظمہ میں ادا کئے جاتے ہیں، مثلاً مختلف ملکوں سے جانے والے لوگوں کا خاص خاص مقامات پر احرام باندھنا پھر احرام کا نام اور شکل و صورت، پھر خانہ کعبہ کا طواف، حجر اسود کو بوسہ دینا، میدان عرفات میں حاضری اور لبیک اللھم لبیک کہنا، منیٰ اور مزدلفہ میں قیام، سعی بین صفا والمروہ وغیرہ یہ سب کچھ قرآن کریم میں کہاں لکھا ہے؟ کیا یہ سب کچھ سنت نبوی کی پیروی نہیں اور کیا اس کے بغیر حج کی صحیح کیفیت قرآن کریم سے معلوم ہو سکتی ہے؟ یا تو یوں کہیئے کہ یہ تمام اعمال باطل ہیں اور اس طرح تمام امت، تمام سلف صالحین کے اعمال اور تمام تاریخ اسلام کو باطل قرار دیجئے، ورنہ یہ مانے بغیر چارہ نہیں کہ سنت قرآن کریم کی عملی تفسیر ہے جس کی پیروی قرآن کریم کی عملی پیروی ہے۔

اسوۂ حسنہ کی پیروی کے علاوہ قرآن کریم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم۔ رسولؐ انہیں کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ اس آیہ کریمہ میں فاتبعونی (میری پیروی کرو) کا کیا مطلب ہے، یہ پیروی کیسی ہے؟ قرآن کریم کے ہوتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے کیا معنے ہیں، کیا آپ کی سنت، آپ کے اعمال حسنہ کی اتباع کے علاوہ آپ کی پیروی کی کوئی اور بھی صورت ہو سکتی ہے؟

ایک اور مقام پر قرآن کریم یہ ارشاد فرماتا ہے وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون، یہ نہیں ہو سکتا کہ سب کے سب مومن نکل کھڑے ہوں، پس کیوں نہ ہر ایک فرقہ سے کچھ لوگ نکلیں تاکہ دین کی فقاہت حاصل کریں، اور واپس جا کر اپنی قوم کو ڈرائیں تاکہ وہ بچ سکیں۔

غور کیجئے اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالےٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ فرقوں میں سے کچھ آدمی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے علم دین حاصل کریں، اور واپس جا کر اپنی اپنی قوم کو سکھائیں، سوال یہ ہے کہ وہ کونسا علم دین ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر سیکھنے کا حکم دیا گیا۔ قرآن کریم تو موجود تھا، ہر کوئی اسے پڑھ کر سمجھ سکتا تھا، پھر آپ سے آکر سیکھنے کے کیا معنے؟ لیتفقھوا فی الدین کا لفظ بتا رہا ہے کہ دین میں فقاہت حاصل کرنا یا بالفاظ دیگر دین کو آپ سے سمجھنا مراد ہے، یہ فقاہت وہی ہے جس کو سنت یا حدیث کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اس آیہ قرآنی پر عمل کرتے ہوئے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو علم دین لوگوں نے سیکھا اسی کو حدیث کی شکل میں آگے پہنچایا، اور یہی علم دین کی برکت ہے کہ آج کل ہم اور کل دنیائے اسلام ایک ہی اسلوب پر قرآن کریم پر عمل پیرا ہے۔ اس کے بغیر سوائے تشتت اور تفرقہ کے اور کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

موجودہ تفرقہ جس کو پرویز صاحب حدیث یا سنت کا نتیجہ قرار دیتے ہیں، فی الحقیقت کوئی اصولی تفرقہ نہیں، اصولوں میں سب فرقے متحد ہیں، سب ہی ایک کلمہ پڑھتے ایک ہی نماز، ایک ہی طرح کا حج، ایک ہی روزہ اور زکوٰۃ پر عمل پیرا ہیں، چند مکاتیب فکر ہیں جو محض فروعی باتوں میں ایک دوسرے سے مختلف خیالات رکھتے ہیں، چاہیئے کہ وہ اپنے اپنے فہم کے مطابق عمل کرتے ہوئے ایک دوسرے کو بُرا نہ کہیں، ایک دوسرے پر کفر کے فتوے صادر نہ کریں باہم تبادلۂ خیالات سے اپنے اپنے نکتہ نگاہ کو ایک دوسرے پر واضح کرنے میں حرج نہیں بلکہ یہ علمی ترقی کا موجب ہے اسی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف امتی رحمۃ کہا ہے، چاہیئے کہ اس رحمت کو زحمت نہ بنایا جائے اور باہمی نزاع اور ناخوشگوار کلمات سے پرہیز کیا جائے اور کسی کو یہ کہنے کا موقعہ نہ دیا جائے کہ سنت یا حدیث تفرقہ اور نزاع کا موجب ہے۔

فہرست چندہ دہندگان

قسط ۱

برائے تعمیر مسجد احمدیہ راولپنڈی معہ لائبریری و مہمانخانہ وغیرہ

چند دن ہوئے جماعت احمدیہ راولپنڈی کی طرف سے تعمیر مسجد، لائبریری و مہمان خانہ کے لئے چندہ کی اپیل کی گئی تھی، اس ضمن میں اب تک جو رقوم وصول ہوئی ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:-

۱۔ ملک محمد عبد اللہ صاحب	50.00
۲۔ بشیر احمد منٹو	200.00
۳۔ ملک الٰہی بخش صاحب	200.00
۴۔ شیخ اکرام الحق صاحب	150.00
۵۔ خواجہ محمد اقبال عشائی صاحب	100.00
۶۔ ڈاکٹر سعید الرحمان صاحب	50.00
۷۔ والدہ صاحبہ شیخ محمد طفیل صاحب	55.00
۸۔ عبد القادر بٹ صاحب	20.00
۹۔ ہمشیرہ صاحبہ شیخ محمد طفیل صاحب	11.00
۱۰۔ شیخ ظہور الحسن صاحب برائے ایصال ثواب والد محترم شیخ فضل الرحمان صاحب مرحوم	100.00
۱۱۔ مرزا محمد امین صاحب	100.00
۱۲۔ میاں شریف احمد صاحب	100.00
۱۳۔ ملک عنایت اللہ صاحب آف پلندری	700.00
۱۴۔ بیگم صاحبہ اقبال احمد شیخ صاحب	10.00
۱۵۔ جناب اقبال شیدائی صاحب	10.00
۱۶۔ بیگم صاحبہ عبد الرشید صاحب	10.00
۱۷۔ صندوقچی	62.25
کل میزان:-	1328.25

بشیر احمد منٹو۔ راولپنڈی

مسلم ہائی سکول ۲ لاہور کی چھ ستمبر کی فتح

چھ ستمبر کو جناب ڈویژنل انسپکٹر ایم۔ آئی۔ ربانی صاحب کے زیر صدارت ڈویژنل آڈیٹوریم میں لاہور کے تمام سکولوں کے ہیڈ ماسٹر صاحبان، جملہ اساتذہ کرام و سکاؤٹس اور [illegible] طلباء کا ایک عظیم اجتماع ہوا۔ ہائی سکولوں کے بینڈ اور سکاؤٹ طلباء نے جناب انسپکٹر صاحب کو سلامی دی۔ اس کے بعد چھ ستمبر کے موضوع پر جناب انسپکٹر صاحب موصوف کی زیر صدارت تقریری مقابلہ منعقد ہوا جس میں لاہور کے کم و بیش بیس چوٹی کے سکولوں کے طلباء نے حصہ لیا۔ ہمارے طالب علم محمد اشفاق نے بہترین تقریر کی اور اول انعام حاصل کیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

برکت علی۔ ایڈیٹر رسالہ "المسلم" مسلم ہائی سکول ۲ لاہور

اخبار و افکار

بشیر احمد سوز

چو کفر از کعبہ برخیزد

جریدہ "تعمیر حیات" لکھنؤ رقمطراز ہے :-

> " اس وقت کفر و الحاد کی طاقتیں پوری طرح مسلم ممالک پر اثر پذیر ہیں۔ حبش، صومالیہ، انڈونیشیا، لائبیریا، اریٹیریا کے ساتھ ساتھ مصر و شام، عراق و لبنان، الجزائر، ٹیونس ہر جگہ کفر و الحاد کی بدتیزیاں ابھر کر سامنے آچکی ہیں۔ اس کے علاوہ عرب ممالک میں ایک نئے فتنہ نے سر اٹھایا ہے۔ ملحدین کی ایک بڑی تعداد نے اب یہ نعرہ بلند کرنا شروع کر دیا ہے کہ کفر ہی عزت کا راستہ ہے
>
> الکفر طریق النصر
>
> اور دلیل یہ ہے۔ کہ عربوں نے خدا اور رسول کو مان کر اور اسلام کلمہ پڑھ کر بجز ذلت و نکبت، شکست و ہزیمت کے کچھ نہیں پایا ـــــ آج اس نرالی منطق کا بہت بول بالا ہے۔ اور عوام اس سے دھوکہ کھا رہے ہیں۔ اس موضوع پر کتابیں بھی نکل رہی ہیں، اور ایک مستقل تحریک کے انداز میں اس کی اشاعت نظم و نثر میں ہر راہ سے کی جا رہی ہے۔ اور ادب و صحافت کو اس ناپاک عزم کے بروئے کار لانے کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔"

یہ افسوسناک صورت حال مسلمان اس مسلمان کے لئے چیلنج ہے جو تکفیر بین المسلمین اور فروعات اور جزئیات کے بھنور میں پھنس کر رہ گیا ہے۔ کاش! مسلمان آپس کے جھگڑوں اور تنازعوں کو خیر باد کہہ کر بنیان مرصوص بن کر سیل کفر و الحاد کو روک سکیں۔ غور کر کے دیکھا جاوے تو عربوں کو شکست و ذلت اور نکبت و ہزیمت خدا اور رسول کو ماننے کی وجہ سے نہیں بلکہ مانتے ہوئے ان کے احکام پر عمل پیرا نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ اگر آج وہ اخوت اسلامی کا وہ نقشہ جو خدا اور رسول ان میں پیدا کرنا چاہتے ہیں اور اشداء علی الکفار و رُحماء بینہم کا وہ نظارہ جو قرون اولیٰ کے عربوں میں خدا اور رسول کو مان کر پیدا ہوا اور وہ قیصر و کسریٰ کی مملکتوں پر چھا گئے، ہمارے موجودہ عرب بھائیوں میں موجود ہوتا تو کوئی بڑی سے بڑی طاقت انہیں پامال نہیں کر سکتی تھی، اب بھی اگر وہ اس نکتہ کو سمجھ لیں تو ان کا فتحیاب ہونا یقینی ہے۔

بنیئے کی سوچ

بھارت کے مسٹر گولوسکار سردار آر۔ ایس ایس نے کہا ہے :-

> " بھارت ہند میں مذہبی فسادات اس لئے ہوتے ہیں کیونکہ مسلم اقلیت بھارت ہند میں ہر بات میں ہندو اکثریت کے مخالف ہیں۔ جہاں مسلمان ہے وہاں اس کی الگ مسجد ہے۔ اگر یہ زیادہ ہیں تو محلہ کا نام بھی مسلمانی نام ہے مسلمان سمجھتا ہے کہ یہ اس کا ملک ہے مسلمان کا طریق زندگی۔ انکا لباس، ان کے رسوم، ان کے مکانات کی تعمیر، ان کی شادی اور مرگ کی رسمیں ہندوؤں سے بالکل الگ ہیں، یہ بھارت میں اپنی ہر آبادی کو چھوٹا پاکستان سمجھتے ہیں اس لئے یہاں مذہبی فسادات ہوتے رہتے ہیں، ہندوؤں کا دل تب خوش ہوگا۔ اگر وہاں کے تمام مسلمان ہندو یا ہندوؤں جیسے بن جائیں"

ایشور کی دھرتی میں اہنسا کا پجاری تول مکڑی کا بڑا سیانا ہے پلڑا اپنا ہلکا بھاری رکھتا ہے، دوسروں کو شدھ کرنے سے ہی اس کا دل خوش ہو سکتا ہے۔ اور دوسرا شدھ ہو کر ہی اپنی جان کی امان اور عزت کی لاج رکھ سکتا ہے منہ سے بھارت کو سیکولر (لامذہبی) حکومت کہتے جانا اور عملاً ہندو دھرمی بنانے کی کوشش بھارتی مملکت کا حیرت انگیز کارنامہ ہے۔ کتنی دور اندیش تھی حضرت قائداعظم کی نظر! انہوں نے تاڑ لیا تھا کہ مسلم ہندو کو ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ اس لئے مسلمان سے دین، تہذیب، معاشرت اور عزت کے تحفظ کے پیش نظر مسلمانوں کے لئے الگ مملکت پاکستان کا مطالبہ کیا۔

باجماعت نماز اور اسلامی لباس

سعودی عرب کے شاہ فیصل نے تمام سرکاری ملازمین کو پابندی سے باجماعت نماز پڑھنے کا حکم جاری کیا ہے۔ شاہ فیصل نے ان اطلاعات پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے کہ بعض اعلیٰ افسر نمازوں کے اوقات کی پابندی نہیں کرتے جبکہ نچلے درجے کے ملازمین باقاعدگی سے نمازوں میں شریک ہوتے ہیں، شاہ نے ہدایت کی ہے کہ نمازوں میں کوتاہی کرنے والے سرکاری ملازمین کی نگرانی کے خصوصی انتظامات کئے جائیں، اور ایسے افراد کو مناسب سزائیں دی جائیں۔ شاہ فیصل کے اس فرمان کے مؤثر نفاذ کے لئے ضروری اقدامات کئے جا رہے ہیں' شاہ فیصل نے ملک میں دین کے فروغ کے لئے جو اقدامات کئے ہیں ان میں سے اس اقدام کو سب سے زیادہ اہم اور مؤثر قرار دیا جا رہا ہے۔

سعودی حکومت نے پہلے ہی اپنے مصارف پر تمام سرکاری دفاتر میں نماز کے لئے کمرے مخصوص کر رکھے ہیں اور ائمہ اور مؤذنوں کا باقاعدہ انتظام موجود ہے۔ اس سے پیشتر شاہ فیصل کے ایک فرمان کے ذریعے سعودی عرب کی خواتین کے لئے غیر اسلامی لباس پہن کر حرم شریف میں جانا یا بازاروں میں نکلنا ممنوع قرار دیا جا چکا ہے۔

کیا پاکستانیوں کے لئے اس خبر میں بھی کوئی سبق ہے؟

محبت کا رشتہ

بھارت میں بھودان تحریک کے ونوبا بھاوے نے اس سوال کے جواب میں کہ :-

> " روس پاکستان کو مسلح کر رہا ہے۔ آپ کا اس بارے میں کیا نقطۂ نظر ہے "

بتایا ہے کہ :-

> " جب تک آپ پاکستان سے محبت کا رشتہ قائم نہیں کرتے، تب تک آپ کو خطرہ ہے، اور پاکستان کو بھی خطرہ اس وقت تک لاحق رہے گا مسلح ہونے سے خطرہ کم نہیں ہوگا۔ ہتھیاروں سے چھٹکارا پانے کی ہمت آپ کریں گے تو کم سے کم پاکستان کے ساتھ آپ کا معاملہ حل ہو جائے گا"

ونوبا بھاوے جی نے پاکستان کے ارباب عوام کے دل کی ترجمانی کی ہے۔ بھارت کی سیاسی عینک چڑھا کر دیکھنے والے کو ونوبا بھاوے جی سادھو کے بھیس میں سو فیصد "پاکستانی ایجنٹ" نظر آئیں گے۔

مفید ترین مشورہ

شیعہ ماہنامہ "معارف اسلام" لاہور ماہ ستمبر ۱۹۶۸ء کے سرورق پر یہ "مفید ترین مشورہ" رقمطراز ہے :-

> " مملکت خداداد پاکستان میں سب ہی اسلامی فرقوں کے لوگ آباد ہیں۔ یہ ملک انہی کی مساعی جمیلہ اور اتفاق و اتحاد سے معرض وجود میں آیا۔ پاکستان اسی صورت میں فلاحی مملکت بن سکتا اور ترقی کر سکتا ہے کہ تمام اہل اسلام میں اتحاد و اتفاق قائم رہے۔ اور کوئی ایک دوسرے کے عقائد و اعمال کی مخالفت نہ کرے، اپنے اپنے عقائد و اعمال کی نشر و اشاعت اور خوبیاں بیان کریں یعنی مثبت رویہ اختیار کریں۔ اسی ایک صورت سے محبت و اتحاد اور صلح و آشتی پیدا ہو سکتی ہے، اور اسی سے ملک کا استحکام اور اس کی خوشحالی و ترقی حاصل ہو سکتی ہے"

یہ نہایت قیمتی مشورہ ہے جس کے لئے ہم معاصر ممدوح کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں اس قسم کے مشورے ملک میں اتحاد و یکجہتی کی خوشگوار فضا پیدا کرنے کا موجب ہو سکتے ہیں، کاش ہمارے علماء اور مختلف فرقوں کے قائدین اپنے اپنے حلقوں میں اس پر عمل پیرا ہو کر اخوت اسلامی اور قومی یکجہتی کو مستحکم کرنے کی کوشش کریں۔

ہفت روزہ پیغام صلح
خود پڑھنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں

رسماً عبادت کے لئے کسی سمت منہ کر لینا نیکی نہیں۔

نیکی حقیقتِ اسلام کو سمجھنے اور ایمان اور اعمالِ صالحہ بجا لانے میں ہے

مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اپنا مال خدا کی محبت میں غرباء پر صرف کرے اور مصائب اور دکھوں میں صبر و حوصلہ اور استقلال سے کام لے

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۶۸ء فرمودہ حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتب والنبیین۔ واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوۃ واتی الزکوۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصابرین فی البأساء والضراء وحین البأس اولئک الذین صدقوا واولئک ھم المتقون (البقرۃ ۲۲ - ۱۷۷)

تبدیلی قبلہ پر یہودیوں کا اعتراض

اس آیت میں دین کا نچوڑ بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا کہ کسی رسم اور ظاہری فعل کے ادا کرنے سے یہ سمجھنا کہ ہم نے مذہب کی پابندی کر لی ہے اور نیک بن گئے ہیں ٹھیک نہیں ہے۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس سے کعبہ کی طرف منہ پھیر لیا اور اس کو قبلہ بنا لیا تو یہودیوں نے دہائی دی کہ یہ شخص انبیاء کے قبلہ کو چھوڑتا ہے، نعوذ باللہ یہ شخص کافر ہو گیا ہے، اور بیت المقدس کے بجائے اس نے خانہ کعبہ کو اپنا قبلہ بنا لیا ہے۔ اس لئے اس کی عبادت ہرگز قبول نہ ہوگی، یہ شخص نبی اور رسول اور نہ خدا کا مقرب نہیں ہو سکتا، اس کی عبادت اور نمازیں برباد اور بے اثر رہیں گی۔

رسماً کسی طرف منہ کر لینا ہی نیکی نہیں نیکی ایمان اور اعمالِ صالحہ میں ہے

ایسے ہی اعتراضات کے جواب میں فرمایا لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب۔ نیکی یہ نہیں ہے کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف منہ کر لو۔ بلکہ نیکی اس بات کا نام ہے کہ خدا تعالیٰ پر ایمان ہو اور اس ایمان کے مطابق اعمال صادر ہوں، اس سے خدا تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔ جب تک حقیقتِ اسلام کو سمجھ کر اس کے مطابق زندگی نہ گذاری جائے۔ اس وقت تک محض رسم اور ظاہری ارکان

پابندی بے سود ہے۔ حقیقتِ اسلام کو سمجھنا ضروری ہے۔ اس آیت میں اس بات پر زور دیا ہے کہ رسوم کی ادائیگی کا نام اسلام نہیں ہے صرف بیت المقدس یا صرف خانہ کعبہ کی طرف منہ کر لینا ہی دین نہیں ہے۔ دین یہ ہے کہ من امن باللہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتب والنبیین جب خدا تعالیٰ کے متعلق یقین ہو جائے کہ وہ ہے۔ وہ میرے اعمال کو دیکھتا ہے تو انسان کا دل منور ہو جاتا۔ اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ میرے دل میں بیٹھا ہوا ہے، اس کی وجہ سے طہارت اور پاکیزگی حاصل ہوتی ہے، دین کی تفصیلات پر عمل کرنے اور اعمالِ صالحہ بجا لانے کی توفیق ملتی ہے۔

نیک و بد اعمال کے نتائج

والیوم الاخر۔ یہ بھی یقین ہوتا ہے کہ میرے اعمال کے نتائج ملنے والے ہیں صرف آخرت میں ہی نہیں اس دنیا میں بھی اعمال کے نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔ اچھے عمل کریں تو دل کو راحت میسر آتی ہے۔ یہ جنت ہے جو دل کو تسکین بخشتی ہے ایسا شخص کسی دوسرے کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ یہ دوسری جنت ہے، پھر خدا اس شخص سے خوش ہوتا ہے یہ تیسری جنت ہے۔

انسان کے ساتھ ایک نفس لوامہ رکھا ہے۔ جب کوئی اس سے برا کام صادر ہوتا ہے تو اس کا اپنا دل اسے ملامت کرتا ہے، کوئی جرم کر بیٹھے تو دل کو دھڑکا لگ جاتا ہے۔

انگریزی راج میں ایک معزز خاندان کے نوجوان نے ایف ایس سی پاس کیا تو انگریزی حکومت نے اسکو سپرنٹنڈنٹ پولیس بنا دیا۔ کچھ عرصے کے بعد ایک قتل کے مقدمہ کی تفتیش کا موقعہ پیدا ہوا اور اسکو دس ہزار روپیہ رشوت پیش کی گئی۔ اس نے قبول کر لی لیکن ساری رات نیند نہ آئی۔ وہ رات بھر کروٹیں بدلتا رہا، صبح ہوئی تو وہ رقم واپس لوٹائی اور اس طرح سینے پر جو سانپ لوٹ رہا تھا اس سے خلاصی پائی۔ اس کے بعد اس نے کبھی رشوت نہیں لی۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ کام جو ناجائز ہو اس کے کرنے سے راحت جاتی رہتی ہے، بلکہ دوزخ پیدا ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر شجاعت ہمارے عزیز دوست ہیں۔ ان [illegible] ایک عہدہ پر تھے [illegible] تک گئے۔ ان کو ایک ہزار روپیہ تنخواہ ملتی تھی۔ انہوں نے اپنے بچوں کو ایچیسن کالج میں داخل دلوایا۔ اخراجات بڑھنے لگے۔ بیوی نے کہا ایک ہی ساڑھی سے بار بار مجلس میں جانا ذلت ہے۔ زیادہ چاہئیں، بلڈنگز ہوں، یہ ہو، وہ ہو، پھر موٹر کار خرید لی، اخراجات تنخواہ میں پورے نہیں ہوئے تو رشوت لینا شروع کر دی اور رعب و داب سے رہنے لگے۔ مگر اس افسر کے خلاف خراب شہرت پھیلنے لگی۔ ایک دن بیوی کو کہنے لگے۔ حکومت کو میری کرتوتوں کا پتہ چل گیا ہے۔ میں پکڑا جاؤں گا۔ مقدمہ چلے گا۔ سبکی ہوگی۔ سزا ہوگی۔ رسوائی ہوگی، اور بیوی اور بچے بدحال ہو جائیں گے۔ آؤ آج سارے کے سارے مل کر زہریلی گولیاں کھا لیں اور صبح تک ختم ہو جائیں۔ چنانچہ صبح تک پورے کا پورا خاندان بچوں سمیت ختم ہو گیا۔

غرض انسان کا دل برے فعل پر اسے ملامت کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس کے اندر نفس لوامہ رکھا ہوا ہے جو سخت ملامت کرتا رہتا ہے۔

خدا اور یوم آخرت پر ایمان سے اعمال سدھرتے ہیں

خدا اور یوم آخرت پر ایمان لانے سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے اور اعمال سنورتے ہیں، ان کے اندر پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے تمام قوموں میں انبیاء آئے جن کی رہنمائی اور نیک نمونہ سے دنیا میں نیکی پھیلی۔ خدا تعالیٰ نے تمام ذریعوں کے لئے جس طرح ان کی جسمانی نشوونما کا انتظام

فرمایا ہے، اسی طرح سب قوموں کی رُوحانی تربیت کا انتظام بھی فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ایک قوم میں نیک افراد پائے جاتے ہیں، اور صالح لوگ سب قوموں میں موجود ہیں۔

حاجتمندوں کی امداد عملی نیکی ہے۔

ایمان کے بعد اعمال کا ذکر فرمایا کیونکہ ایمان سے ہی اعمال صالحہ کی توفیق ملتی ہے فرمایا اٰتی المال علٰی حبّہ ذوی القربٰی والیتٰمٰی والمسٰکین وابن السبیل والسآئلین وفی الرقاب نیکی اس بات کا نام ہے کہ خدا کی محبت کی وجہ سے مال خرچ کیا جائے، اس میں مسلمان کو سبق دیا ہے کہ خدا تعالےٰ کی محبت پانے کے لئے اپنے اموال خرچ کرو، اپنے عزیز و اقارب یتامٰی، مساکین، مسافروں اور محتاجوں کی مدد کرو۔ والسآئلین وفی الرقاب بعض وقت سوال کرنے والے کو بھی دینا پڑتا ہے اور وہ جن کی گردنیں قرضوں میں پھنسی ہوئی ہیں۔ ان کی گردنیں چھڑانے کے لئے خرچ کیا جائے اور یہ سب کچھ علٰی حبّہ خدا تعالےٰ کی محبت کے لئے ہو، اور کسی پر احسان مت جتاؤ۔ انما نطعمکم لوجہ اللّٰہ لا نرید منکم جزاءً ولا شکورا۔ صرف اللہ تعالےٰ کے لئے دوسروں کی مدد کی جائے اور کوئی احسان نہ جتایا جائے نہ کسی سے بدلہ یا شکریہ کی اُمید رکھی جائے۔ احسان جتلانے سے محتاج آدمی دکھی ہو جاتا ہے اور خدا تعالےٰ ناراض ہو جاتا ہے، یہ عملی نیکی ہے جس سے معاشرہ کی بھلائی اور فلاح مقصود ہے۔

دوسری عملی نیکی نماز پڑھنا اور زکوٰۃ ادا کرنا ہے

اس کے بعد فرمایا واقام الصلٰوۃ خدا تعالےٰ کی عبادت کرتے رہو اور اس کے حضور میں کھڑے ہو کر دعائیں مانگو۔ واٰتی الزکوٰۃ۔ یعنی اجتماعی زندگی میں قوم کی تقویت کے لئے بھی مال خرچ کرو، زکوٰۃ کے ذریعہ قوم کی اجتماعی قوت بڑھاؤ، جیسا کہ حضور نبی کریم صلعم نے فرمایا الجماعت۔ الجماعت قوم میں اجتماعی قوت پیدا کرنا ضروری ہے۔

- - - - - - - - - - -

عہد کی پابندی مُسلمان کا شعار ہے۔

اور پھر فرمایا:۔ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا مسلمانوں کو عہد کے پکے ہونے چاہئیں۔ لاالٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ بھی ایک عہد ہے۔ کہ ہم خدا تعالےٰ کے احکامات پر عمل کریں گے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی پابندی کریں گے۔ ایک عہد وہ بھی ہے جو انسان دوسرے انسان کے ساتھ، ایک قوم دوسری قوم کے ساتھ کرے۔ آج یورپ کے لوگ بدنام ہو رہے ہیں۔ وہ اپنے عہد کے پابند نہیں، ان کے قول و قرار وقت پر کچے دھاگے کی طرح ٹوٹتے رہتے ہیں مسلمان کا عہد جہاں انسان کے ساتھ ہوتا ہے وہاں خدا کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور وہ کبھی عہد کو توڑنے کی جرأت نہیں کر سکتا، عہد کو توڑنا مسلمان کی شان سے بعید بات ہے، چاہیئے کہ اپنے عہد کی پابندی کر کے دنیا میں مثال قائم کی جائے جیسے قرون اولےٰ میں مسلمانوں نے اپنے عمل سے کر کے دکھایا۔

مصائب اور تکالیف میں صبر کرنا مسلمان کی صفت ہے

پھر فرمایا:۔ والصّٰبرین فی البأسآء والضّرآء وحین البأس۔ اس دنیا میں تنگی ترشی آتی رہتی ہے جب ایسا وقت آ پڑتا ہے تو انسان کبھی خدا پر اعتراض کرتا ہے ایسے وقت میں مسلمان مومن صبر کرتا ہے اور اپنے نفس کو روکتا ہے کہ زبان پر حرف شکایت نہ لائے، بادشاہوں پر بھی مصائب آ جاتے ہیں، امراء پر بھی آ سکتے ہیں، اور غرباء پر بھی مصیبتیں آتی ہیں، کوئی بھی مصیبت سے بچا ہوا نہیں، اس لئے صبر کے بغیر چارہ نہیں۔ پھر بیماریاں بھی آتی ہیں، ان سے گھبرانا نہیں چاہیئے کبھی انسان مصیبت، یا بیماری کی حالت میں ایسا کام کر بیٹھتا ہے، جو واجب نہیں۔ علامہ اقبال رحمہ کے ایک استاد تھے مولوی میر حسن مرحوم وہ میرے بھی استاد تھے، وہ کالج میں پڑھاتے تھے۔ کالج اوقات کے بعد بھی طلباء کو مفت پڑھاتے تھے بڑے فاضل اور نیک آدمی تھے ایک دفعہ ان کا پوتا بیمار ہو گیا۔ نہایت پریشان تھے علاج معالجہ کر دیکھے تھے اور سخت مضطرب تھے کسی نے انہیں کہا شاہ صاحب فلاں پیر بڑا دم کرتا ہے تو بیمار اچھا ہو جاتا ہے بچے کو اس سے دم کرا لیں، یہ سُن کر علامہ صاحب پیر مردوں کی کھوپڑیاں بیمار پوتے کو لے کر چل دیئے کتنا بڑا انسان ہے لیکن ذرا سی مصیبت پہنچ جانے پر غلط رستہ کو اختیار کر بیٹھے ایسا ہی ایک شخص جس کا میں نام نہیں لیتا اس پر ایک خطرناک مقدمہ بن گیا کسی نے کہا کہ مقدمہ میں رہائی چاہتے ہو تو اجمیر شریف جا کر سجدہ کرو۔ تمہاری مشکل آسان ہو جائے گی۔ اس شخص نے مجھے خود بتایا کہ میں پریشان خاطر تھا وہاں چلا گیا، اور جا کر قبر کے آگے سجدہ کیا۔

غرض تنگی ترشی اور دکھ درد کے وقت انسان اپنی انسانیت کھو بیٹھتا ہے کبھی کوئی بچہ مر جائے، خاوند ناراض ہو جائے بیوی یا بھائی سے بگڑ جائے یا موت فوت ہو جائے تو گھبرا کر الٹی سیدھی باتیں کہنے لگ جاتے ہیں۔ فرمایا مومن وہ ہے جو ان آڑے وقتوں اور دکھ درد کے لمحات اور پریشانیوں اور مشکلوں کے وقت صبر کرتا ہے۔ اور پریشان خاطر نہیں ہوتا۔

میدان حرب میں صحابہ کرامؓ کا حوصلہ و استقلال۔

مومن تو میدان حرب میں بھی حوصلہ نہیں ہارتا، بلکہ ہر مصیبت کو خوشی سے برداشت کرتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احد کی لڑائی میں غش کھا کر گر پڑے۔ سعد بن وقاصؓ پرندے کی طرح دوڑتے ہوئے آئے اور دانت سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی سے تیر کی انی کو نکالا۔ اس کشمکش میں ان کا اپنا دانت ضائع ہو گیا۔ قوم کو حضور سے عشق تھا۔ سعد بن وقاصؓ نے آپ کی حفاظت کے لئے دشمن پر تیروں کی بارش کر دی اور کتنی ہی کمانیں توڑ ڈالیں۔ ابو طلحہ رضہ نے اپنا ہاتھ کٹوا دیا۔ مصعب بن عمیرؓ نے اپنا سر کٹوا لیا تاکہ حضورؐ بچ جائیں۔

صحابہ کرامؓ کی مالی قربانیاں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کی یہ مثال قائم کی ہے، اس سے بڑھ کر مصیبت اور صبر کا نمونہ اور کیا ہو گا۔ رہی قوم کو مال دینے کی بات تو حضرت عمرؓ کے حصہ میں خیبر کی جو زمین آئی وہ انہوں نے قوم کے حوالہ کر دی حضرت عثمان رضہ نے دو سو اونٹ اور ایک تھیلی اشرفیوں کی پیش کی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو کر اشرفیوں کو اپنی انگلیوں سے گننے لگے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضہ نے چار ہزار سکہ دیا۔ ان لوگوں نے خدا تعالےٰ کے رستہ میں مال بھی خرچ کیا اور جانیں بھی قربان کیں جیسا کہ ان کو اس حکم کا علم تھا وجاھدوا باموالکم وانفسکم تنگی ترشی کے وقت انہوں نے صبر کا بےنظیر نمونہ پیش کیا۔

سچّے مُسلمان اور متّقی

مسلمانوں کی یہ صفات پیش کر کے فرمایا اولٰئک الذین صدقوا ان لوگوں نے اپنا مُسلمان ہونا سچ کر دیا۔ اولٰئک ھم المتّقون متقی انہی لوگوں کو کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ پر ایمان ہو، رسولؐ پر ایمان ہو، پھر ان کے احکامات و ارشادات کی اتباع میں جان و مال دونوں کو قربان کر دیں۔

درخواستہائے دُعا

(۱) مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کیلئے

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی پر مورخہ ۲۰ ستمبر بروز جمعہ بلڈ پریشر کا حملہ ہوا ہے۔ آج چوتھا دن ہے افاقہ نہیں ہوا۔ غنودگی اکثر طاری رہتی ہے طبیعت نہایت درجہ کمزور ہو گئی ہے۔ ان کی صحت کے لئے دُعا فرمائی جاوے۔

خاکسار۔ احمد گل
از مسلم ٹاؤن۔ لاہور

ایک بیمار لڑکی کے لئے

مولوی محمد علی صاحب مبلغ ملتان کی لڑکی بعارضہ ٹی۔ بی۔ بیمار ہے۔ اس کے لئے دعائے صحت کی درخواست کی جاتی ہے۔

شمولیت سلسلہ

مندرجہ ذیل اصحاب سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں:۔

(۱) عبدالوحید بی۔ آدے ولد سعید آدے محلہ پوسٹ آفس ۹۱ گھانا۔

۲۔ میتا کسیا کارا مانی بولن۔ ۹۲۔ جرمنی

۳۔ مارٹن گیبر لاس، نت ہائیگر ڈیگ مسلم نام محمد منصور۔ برلن۔ جرمنی (۴۰) کے لئے صلح

[illegible]

غلام نبی مسلم
مدیر دعوت اسلام - لاہور

جہاد حرام یا حلال؟

(۱)

ہفت روزہ المنبر، لائلپور نے ۱۳/۶ ستمبر ۱۹۶۸ء کو "جہاد نمبر" نکالا ہے۔ اور اس کے پہلے ہی مضمون میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد صد چہاردہم علیہ السلام نے جہاد کو حرام قرار دیا۔ حالانکہ جس حالیہ جہاد کی یاد میں یہ نمبر نکالا گیا ہے۔ اس میں حضرت مرزا صاحب کے حلقہ بگوشوں نے بھی جانی اور مالی قربانیاں پیش کیں، دشمن سے ہر محاذ پر لڑے اور ان میں سے کئی ایک نے اپنی بہادری اور قربانی کے صلے میں اعلے اعزازات حاصل کئے اور یہ حقائق اس امر کا ثبوت ہیں کہ بانی سلسلہ احمدیہ اور آپ کی جماعت کے خلاف یہ پروپیگنڈا، شرارت اور ملک و قوم کی دشمنی پر مبنی ہے کہ ان کی نگاہوں میں اسلامی جہاد حرام ہے، جبکہ قرآن حکیم کے ایک نقطے کا انکار بھی ہمارے نزدیک حرام ہے۔

یکقدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

تعجب کی بات ہے کہ جن لوگوں نے زندگی بھر تلوار کا منہ نہیں دیکھا، جو گاندھی جی کے عدم تشدد کے فلسفہ کے پیرو بن گئے۔ جنہوں نے تمام زندگی مسلمانوں کو باہم لڑانے میں صرف کر دی، جنہوں نے پاکستان کی اسلامی ریاست کے قیام کی راہ میں قدم قدم پر رکاوٹیں ڈالیں، مجاہدین پاکستان کی تکفیر و تفسیق کو اپنا وظیفہ حیات بنایا اور آج بھی موجودہ نازک دور میں مسلمانوں میں انتشار و اختلاف کو ہوا دے رہے ہیں۔ وہ ایک ایسی ذات اور جماعت کے خلاف زبان طعن کھول رہے ہیں، جنہوں نے دین کو دنیا پر مقدم رکھا ہوا ہے۔ اور جن کا اسلامی جہاد دنیا سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔

آیئے اب "المنبر" کے مندرجات کا جائزہ لیں، جناب مدیر "المنبر" لکھتے ہیں:۔

" جنگ ایک عام لفظ ہے۔ جو ہر اس لڑائی پر بولا جاتا ہے۔ جو متحارب گروہوں کے مابین جاری ہو۔ لیکن "جہاد" اس لڑائی کو کہا جاتا ہے۔ جس کی بنیاد "دین" ہو۔ اس کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں:۔

الف:۔ حفاظت دین کے لئے

ب:۔ دین کی راہ میں حائل شدہ رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے۔

ج:۔ مسلمانوں کے جان و مال اور عزت و آبرو نیز ان کی آزادی کی حفاظت کے لئے۔

د:۔ اسلامی مملکت کی حدود اور اس کے حقوق کے تحفظ کے لئے۔

یہ سب صورتیں اسلامی جہاد کی ہیں۔ اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت از اول تا ایں دم جہاد کو عام حالات میں جائز اور جب اسلامی مملکت اس کا اعلان کرے تو اسے واجب کہتی ہے۔" (ص ۲)

مذکورہ الفاظ ذہنی الجھاؤ اور جذباتی حقیقت کا آمیزہ ہیں۔ جنگ (قتال) اور جہاد کی پیش کردہ تشریح حقائق سے دور ہے۔ قرآن حکیم میں آیہ قتال (جنگ) کے نزول سے قبل جہاد کا لفظ موجود تھا جس کا مفہوم دینی جنگ یا قتال نہ تھا، بلکہ اس سے مراد دین کی ترقی، خدا شناسی، اور اشاعت حق کے لئے انفرادی مالی قربانی دینا اور اس راستے میں جسمانی اذیت کا برداشت کرنا تھا چنانچہ محض قرآن حکیم کی اشاعت کے سلسلے میں ارشاد ہوا ہے وجاهدهم به جهاداً كبيراً (الفرقان) یعنی اس قرآن کو لے کر ان کے ساتھ سب سے بڑا جہاد کرو۔" جو لوگ رضائے الٰہی اور معرفت حق کے لئے جد و جہد کرتے ہیں ان کے متعلق ارشاد فرمایا:۔

والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا۔ بے شک لفظ جہاد میں اپنی مدافعت اور دین کی حفاظت کے لئے تلوار اٹھانا بھی شامل ہے۔ لیکن اس کا نام ابتداء ہی سے قتال یا جنگ رکھا ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا۔ جن لوگوں سے لڑائی کی جاتی ہے۔ ان کو اجازت دی جاتی ہے کہ وہ بھی جنگ کریں۔ کیونکہ ان پر ظلم کیا جاتا ہے

لیں جنگ و قتال میں دینی اور غیر دینی جنگیں سب شامل ہیں۔ اور جہاد کا لفظ وسیع تر معنوں میں استعمال ہوا ہے، اس لئے جہاد سے محض مقاتلہ مراد لینا درست نہیں اور مسلمانوں کو جہاد کے وسیع تر مفہوم سے دور رکھنا دین کی خدمت نہیں۔ بدقسمتی سے مسلمانوں نے سیاسی غلبہ کے حامیوں کے زیر اثر جہاد کے حقیقی مفہوم کو چھوڑ دیا۔

احمدیہ مارکیٹ میں رہائشی فلیٹ

صدقہ جاریہ کا اہم کام

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ محترم ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ صاحب (سیالکوٹ) نے چوبیس ہزار روپیہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں اس غرض سے ارسال کیا تھا کہ اس سے کوئی ایسا کام لیا جائے جو صدقہ جاریہ کا کام دے سکے۔

ڈاکٹر صاحب کی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے احمدیہ مارکیٹ کے اوپر ۲دو فلیٹ تعمیر کئے گئے ہیں جن میں سے ہر ایک فلیٹ میں چار کمرے (علاوہ باورچی خانہ اور غسلخانہ) اور دو صحن ہیں۔ ہر فلیٹ کا کرایہ ۲دوسو روپیہ ماہوار مقرر ہوا ہے، جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو اشاعت اسلام کے لئے ملتا رہے گا اور ڈاکٹر صاحب ممدوح کے لئے دائمی ثواب کا موجب ہوگا۔

اسی قسم کے اور بھی فلیٹ مارکیٹ کے اوپر بنانے کی گنجائش موجود ہے، اگر کوئی دوست اپنے لئے یا اپنے زندہ یا فوت شدہ بزرگوں اور عزیزوں کو ثواب پہنچانے کیلئے بطور صدقہ جاریہ ایک یا ۲دو فلیٹ بنوانا چاہیں تو حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں اطلاع دیں۔ ایک فلیٹ کی تعمیر کے لئے بارہ ہزار روپے بھیجنے چاہئیں، مستطیع اصحاب اس موقعہ سے ضرور فائدہ اٹھائیں۔

اور اصلاح و ترقی کے اس زبردست محرک کو ترک کر کے ذلت و پستی خرید لی، جہاد کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے غور و تدبر کی ضرورت ہے۔

مدیر المنبر نے اسلامی قتال کی جو صورتیں پیش کی ہیں ان سے ہمیں کلی اتفاق ہے اور ان صورتوں میں "قتال" ہمارا جزو ایمان ہے اور اس سلسلے میں ہم (روح اسلام جولائی ۱۹۶۸ء صفحہ ۲۵ پر) **"شرائط قرآنی کے ساتھ قتال کی اب بھی اجازت ہے"** کے عنوان سے حضرت مجدد زمان کا ایک طویل اقتباس درج کر چکے ہیں جس میں آپ ارشاد فرماتے ہیں:۔

> "اس نکتہ چین نے جہاد اسلام کا ذکر کیا ہے اور گمان کرتا ہے کہ قرآن بغیر لحاظ کسی شرط کے جہاد پر انگیختہ کرتا ہے۔ سو اس سے بڑھ کر اور کوئی جھوٹ اور افتراء نہیں اگر کوئی سوچنے والا ہو، سو جاننا چاہیئے کہ قرآن شریف یونہی لڑائی کے لئے حکم نہیں فرماتا۔ بلکہ صرف ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کے لئے حکم فرماتا ہے۔ جو خدا تعالےٰ کے بندوں کو ایمان لانے سے روکیں، اور اس بات سے روکیں کہ وہ خدا تعالےٰ کے حکموں پر کاربند ہوں، اور اس کی عبادت کریں، اور ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کا حکم فرماتا ہے جو مسلمانوں سے بے وجہ لڑتے ہیں، اور مومنوں کو ان کے گھروں اور وطنوں سے نکالتے ہیں اور خلق اللہ کو جبراً اپنے دین سے نکالتے ہیں اور دین اسلام کو نابود کرنا چاہتے ہیں۔ اور لوگوں کو مسلمان ہونے سے روکتے ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا تعالےٰ کا غضب ہے۔ اور مومنوں پر واجب ہے کہ ان سے لڑیں۔ اگر وہ باز نہ آئیں۔"
>
> (نور الحق حصہ اول ص ۴۶)

ان سطور کو پڑھئے اور دیکھئے کہ مدیر "المنبر" کی "شرائط" جہاد اور حضرت مجدد زمان کی "شرائط" قتال میں کیا فرق ہے۔ سوائے اس کے کہ جو شرائط کی عدم موجودگی میں "المنبر" کا جہاد تو ختم ہو جاتا ہے اور حضرت مرزا صاحب کا جہاد جاری رہتا ہے۔ **"کیا مومنوں پر واجب ہے کہ ان سے لڑیں"** کے الفاظ تحفظ حق کی خاطر جہاد سے منع کرتے ہیں یا اس قسم کا حکم دیتے ہیں۔ مگر ؎

تمہاری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو میرے نامہ سیاہ میں ہے

انگریز کو گئے ہوئے ۲۱ سال ہو چکے ہیں، ملک کی دوسری جماعتوں، اور عامۃ المسلمین کی طرح حضرت مرزا صاحب کے وابستگان دامن بھی تندہی سے پاکستان کی ترقی کے لئے سرگرم عمل ہیں، اور دینی شرائط کے مطابق دیگر فرزندان اسلام کے پہلو بہ پہلو ملک کی مدافعت اور حفاظت میں جان و مال سے حصہ لے چکے ہیں لیکن ایک گروہ کو اسلامی اتحاد اور اتفاق پسند نہیں اس لئے وہ مستقبل پر نظر رکھنے کی بجائے آج سے ۷۵ سال پہلے کی داستانیں لے بیٹھتے ہیں، اور ان کی مثال ان لوگوں سے مختلف نہیں جو قرون اولیٰ کی داستانوں کی آڑ میں اسلاف کو برا بھلا کہہ کر اسلامی اتحاد کو کھوکھلا کرنے اور مستقبل کو مخدوش اور تاریک بنانے میں لگے رہتے ہیں۔

مذکورہ تصریحات کے باوجود جو لوگ حضرت مجدد وقت پر تنسیخ جہاد کا الزام لگاتے ہیں، وہ دانستہ حقائق سے چشم پوشی کر کے لوگوں کو بہکانے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ نے انگریز کے خلاف اس محدود جہاد کو روا نہ رکھا جس کا دوسرا نام قتال ہے تو اس کی وجہ آپ کے الفاظ میں یہی تھی کہ

لاشک ان وجوہ الجہاد معدومۃ فی ھذہ الزمن وفی ھذہ البلاد

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ) یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت اور اس ملک میں جہاد کی وجوہات موجود نہیں۔ اور اسی سلسلے میں آپ نے "نور الحق" میں لکھا۔

> "مگر اس گورنمنٹ کو دیکھو۔ کہ کونسا فساد ان فسادوں میں سے جن کی وجہ سے قتال لازم آتا ہے (قاتل) ان میں پایا جاتا ہے کیا وہ ہمیں نماز روزہ اور حج اور زکوٰۃ اور اشاعت مذہب سے ہم کو منع کرتی ہے۔ یا دین کے بارے میں ہم سے لڑتی ہے۔ یا ہمیں ہمارے وطنوں سے نکالتی ہے۔ یا لوگوں کو جبر اور ظلم سے عیسائی بناتی ہے، ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ ہمارے لئے مددگاروں میں سے ہے۔"

جو لوگ حضرت مرزا صاحب کو انگریز کے خلاف اعلان جہاد نہ کرنے پر مطعون قرار دیتے ہیں وہ دنیا کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ آپ کو چھوڑ کر تمام مسلمان انگریز کے خلاف جہاد کے حق میں تھے (جب کہ بالفاظ "المنبر" ہندوستان کے مسلمان پر عام حالات میں جہاد جائز تھا۔ اسلامی مملکت نہ ہونے کی وجہ سے **واجب نہ تھا۔**) لیکن یہ بات حقائق اور واقعات کے صریح خلاف ہے، ہندوستان پر انگریزی اقتدار کے زمانے میں، دین کی اساس پر جن بزرگان و علمائے دین نے جہاد بالسیف کیا وہ حضرت سید احمد بریلوی علیہ السلام مجدد صدی سیزدہم، حضرت سید اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے سرفروش رفقائے کار تھے، لیکن تاریخ کا طالب علم جانتا ہے، کہ انگریز کی عملداری میں رہنے کے باوجود انہوں نے انگریز کے خلاف جہاد نہ کیا، اور گو انہوں نے انگریزی سلطنت میں رہ کر جہاد کی تیاری کی، لیکن ان کا یہ جہاد پنجاب میں سکھ حکومت کے خلاف تھا۔ جن کے ظلم و تشدد کی بدولت مسلمان کی جان و مال، عزت، مساجد اور مذہبی آزادی محفوظ نہ تھی، چنانچہ وہ ہندوستان سے نکلے اور شمال مغربی سرحدی صوبے میں پہنچے، سکھوں کے خلاف اعلان جہاد کیا اور طویل عرصے مسلسل لڑتے لڑتے شہید ہوئے سکھوں کی حکومت کے خاتمے پر ۱۸۴۹ء میں تمام ملک انگریزی تسلط میں آ گیا، دوسری اقوام کی طرح مسلمانوں کو بھی حقیقی امن نصیب ہوا، اور ان کی جان و مال اور آبرو، دین اور مساجد محفوظ ہو گئیں اور عبادت کی آزادی بحال ہو گئی۔ دین کے معاملے میں بیرونی جبر ختم ہو گیا۔ تبلیغ دین کی راہ کھل گئی، اور مسلمانوں کو ایک بار پھر موقع ملا کہ وہ اپنی زندگیاں اپنے دینی نظریات کے مطابق بسر کر سکیں۔

چنانچہ ۱۸۵۷ء میں انگریز کے خلاف کشمکش ہوئی تو اس کا دائرہ عمل علاقہ اور افراد کے لحاظ سے نہایت محدود رہا۔ ملک کے گنتی کے چند مقامات پر چھوٹے پیمانے پر ہنگامے ہوئے، جن لوگوں نے اس جنگ میں حصہ لیا ان میں مسلم اکابر اور علماء کی تعداد نہایت قلیل تھی۔ حصہ لینے والوں میں مسلم اور غیر مسلم ہر قسم کے لوگ تھے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کوئی دینی جہاد نہ تھا۔ زیادہ سے زیادہ ایک محدود گروہ کی جنگ آزادی تھی، ہم جنگ میں حصہ لینے والوں کے جذبے کا احترام کرتے ہیں لیکن یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ملک کے اکثر صوبے تو درکنار، خود جد و جہد کے مراکز میں معروف علماء نے اس لڑائی کو دینی جہاد قرار نہیں دیا۔

حضرت مرزا صاحب اس ہنگامے کے وقت کم عمر تھے، لیکن وہ جس مقام پر پیدا ہوئے، وہ سکھوں کے تشدد کا مدتوں ہدف رہا۔ اور خود ان کے دور میں مسلمانوں کی مساجد تک سکھوں کے قبضے میں تھیں، انہیں اذان تک دینے کی اجازت تک نہ تھی، خود ہمارے زمانے میں شہید گنج مسجد اس کا ثبوت ہے، اور تقسیم ملک تک سکھوں کی اکثریت والی بستیوں میں مسلمانوں کی جان، مال، آبرو، اور مذہبی آزادی ناپید تھی اور ظفروال (ضلع گورداسپور) اور راجہ جنگ (ضلع لاہور) میں اذان و نماز کے خلاف سکھوں کا تشدد کل کی بات ہے۔ ان حالات میں دیگر حقیقت شناس اکابر کی طرح اگر حضرت صاحب نے انگریز کی حکومت کو غنیمت جانا تو اس سے اسلامی جہاد کی ابدی تنسیخ کا ثبوت کہاں سے نکل آیا۔ اور اگر وہ اس جرم کے مرتکب تھے۔ تو آپ کے زمانے میں کتنے مسلمان تھے، جنہوں نے انگریز کے خلاف تلواریں اٹھا رکھی تھیں؟

حضرت صاحب نے ہندوستان کو "دار الحرب" ٹھہرایا اور مسلمانوں کو جہاد پر ابھارا، لیکن یہ سیاسی جنگ نہ تھی، بلکہ عیسائی پادریوں کے اسلام پر حملوں کے خلاف جہاد تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنی زندگی اسی جہاد میں صرف کر دی اور ایک کثیر تعداد کو ملا کر انہیں غیر مسلموں کے خلاف اسلام کی مدافعت میں صف آرا کر دیا۔ یہ جہاد حقیقت ہے جس کا کوئی دیانتدار اور حق پسند انسان انکار نہیں کر سکتا، کیونکہ سیاسی سطح پر کسی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لئے کوشش نہیں کی جا رہی تھی، بلکہ سیاسی نظم و نسق کی استواری کی وجہ سے مسلمانوں کو سنبھلنے کا موقع مل چکا تھا، اور یہی وجہ تھی کہ آپ نے مسلمانوں کو پر امن رہنے کی تلقین کی، تاکہ اقلیت اور پسماندگی کی وجہ سے مسلمان پھر زبردست اور منتظم اکثریت

(باقی — آئندہ)

[illegible]

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن و حدیث کی اہمیت

از محمد سلطان نظامی صاحب

(۲)

قرآن "ایمان" ہے اور حدیث "عمل"

قرآن و حدیث میں فرق ایمان اور عمل کا ہے۔ کتاب اللہ پر ایمان ہمارے اصولِ دین کا اہم فریضہ ہے اور عمل فروعِ دین کا اہم فریضہ یعنی قرآن "ایمان" ہے اور حدیث "عمل"۔ ایمان اور عمل کے بغیر کسی انسان کی زندگی بھی مکمل نہیں ہو سکتی اس لئے قرآن کو ماننا اور حدیث سے انکار یا حدیث کو ماننا اور قرآن سے انکار ہماری بربادی کا باعث ہیں۔

قرآن پاک کو اللہ تعالےٰ نے جبرئیلؑ کے ذریعہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اور احادیث ان اقوال و افعال کا مجموعہ ہے جو پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاداتِ ربانی کی تعمیل میں فرمائے یا ان پر عمل کر کے دکھایا۔

اتباعِ قرآن و حدیث

اپنی زندگی تقوےٰ و طہارت اور پاکیزگی سے بسر کرنے کے لئے جہاں مسلمان پر فرض ہے کہ قرآن پاک کے ارشادات کی حقیقی معنوں میں پیروی کرے وہاں اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ حدیث (ارشاداتِ نبوی) اور آپؐ کے اسوۂ حسنہ سے بھی مستفید ہو۔ حدیث کو چھوڑ کر اگر ہم یہ خیال کریں کہ زندگی بسر کرنے کے لئے صرف قرآن ہی کافی ہے تو اس سے ہماری زندگی کے کئی پہلو ادھورے ہی رہ جائیں گے اس لئے لازم ہے کہ قرآن پاک کی تعلیم کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے احادیثِ نبویؐ سے بھی بہرہ مند ہوں۔

اتباعِ رسول صلعم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے ہی انسان حقیقی طور پر خدا کی تابعداری کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس حقیقت کی وضاحت خالقِ کائنات ذیل کے الفاظ میں فرماتا ہے:۔

" قل ان کنتم تحبون
اللہ فاتبعونی یحببکم
اللہ ویغفر لکم ذنوبکم
واللہ غفور رحیم ٥
(آل عمران ۳۰)

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تاکہ اللہ تم سے محبت کرے۔ اور تمہارے گناہ معاف فرمائے اور وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔"

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے متعلق مزید فرمایا:۔

" وما اٰتٰکم الرسول
فخذوہ وما نھٰکم عنہ
فانتھوا واتقوا اللہ ان
اللہ شدید العقاب ٥
(الحشر: ۷)

" اور جو تمہیں رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) دیتے ہیں لے لو۔ اور جس سے وہ تمہیں روکتے ہیں رک جاؤ۔ اور اللہ کا تقوےٰ اختیار کرو۔ اللہ تعالےٰ سزا دینے میں سخت ہے"

بعثتِ رسولؐ کا مقصد

ایک دوسری جگہ اللہ تعالےٰ قرآن کریم کی عظمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقصد کو ذیل کے الفاظ میں بیان فرماتا ہے:۔

" وما ارسلنا من قبلک
الا رجالا نوحی الیھم
فسئلوا اھل الذکر
ان کنتم لا تعلمون ٥
بالبینٰت والزبر و
انزلنا الیک الذکر لتبین للناس
ما نزل الیھم ولعلھم
یتفکرون"
(النحل: ۴۳: ۴۴)

" اور ہم نے تجھ سے پہلے مرد ہی بھیجے تھے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔ تو اہلِ ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے کھلی دلائل اور کتابوں سے (انہیں بھیجا گیا) اور ہم نے تیری طرف ذکر بھیجا تاکہ تو لوگوں کے لئے کھول کر بیان کرے جو ان کی طرف اتارا گیا ہے تاکہ وہ فکر سے کام لیں۔"

یہاں پر لفظ "لتبین" یعنے کھول کر بیان کر دے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ میری وحی کردہ تعلیم کو قول و فعل سے لوگوں تک پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلعم کے اسی قول و فعل کو "حدیث" اور سنت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یعنی قرآن کریم کے احکام کی تعمیل و تفسیر۔

رسول کریم صلعم کی تعلیم اور اس پر عمل موجبِ فلاح ہے

پھر قرآن کریم کی اتباع اور رسول اکرم صلعم کی پیروی کے متعلق ربِ کائنات ارشاد فرماتا ہے:۔

الذین یتبعون
الرسول النبی الامی الذی
یجدونہ مکتوبا عندھم
فی التوراۃ والانجیل
یامرھم بالمعروف
وینھٰھم عن المنکر ویحل
لھم الطیبٰت ویحرم
علیھم الخبٰئث ویضع
عنھم اصرھم والاغلٰل
التی کانت علیھم فالذین
اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ
واتبعوا النور الذی انزل
معہ اولٰئک ھم المفلحون ٥
(الاعراف: ۱۵۷)

" وہ جو رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جسے وہ اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ ان کو بھلی باتوں کا حکم دیتا ہے اور ان کو بری باتوں سے روکتا ہے اور ان کے لئے ستھری چیزیں حلال کرتا ہے اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے۔ اور ان کا بوجھ اتارتا ہے۔ اور وہ طوق بھی جو ان پر تھے۔ سو جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کو مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی کامیاب ہوں گے۔"

ان آیات میں بھی رب العزت لوگوں کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ اگر وہ چاہتے ہیں کہ اپنی دنیوی و اخروی زندگی میں کامیاب ہوں تو ان پر لازم ہے کہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں۔ آپؐ کے ارشادات کی تابعداری کریں۔ اور قرآن کے احکام کو عملی جامہ پہنائیں۔

رسول کریم صلعم کی نافرمانی کھلی گمراہی ہے

مزید فرمایا:۔

" وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ
اذا قضی اللہ ورسولہ
امرا ان یکون لھم الخیرۃ
من امرھم، ومن یعص
اللہ ورسولہ فقد ضل
ضلٰلا مبینا ٥
(الاحزاب ۳۶)

" اور نہ کسی مومن مرد اور نہ ہی کسی مومن عورت کے شایاں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی بات کا فیصلہ کر دے تو وہ اس معاملہ میں کچھ (اپنا) اختیار سمجھیں۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرتا ہے۔ وہ کھلی گمراہی میں دور نکل گیا ہے"

دراصل نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی پیروی ہی ارشاداتِ ربانی کی اتباع ہے۔ اور نبی ارشاداتِ ربانی کے خلاف کچھ نہیں کہتا بلکہ وہ ارشاداتِ ربانی کی اتباع ہی میں قوم سے خطاب کرتا ہے اور الٰہی احکام خداوندی کو عملی جامہ پہنانے کی تلقین و ترغیب دیتا ہے۔ خود ان پر عمل پیرا ہوتا ہے اور قوم کو ان پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت فرماتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حکم کی حیثیت رکھتے ہیں

پھر فرمایا:۔

انا انزلنا الیک الکتٰب
بالحق لتحکم بین الناس
بما ارٰک اللہ ولا تکن
للخائنین خصیما
واستغفر اللہ ان اللہ
کان غفورا رحیما ٥
(النساء: ۱۰۵، ۱۰۶)

"یقیناً ہم نے تیری طرف حق کے ساتھ کتاب اُتاری ہے تاکہ لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرے جو اللہ نے تجھے علم دیا ہے اور دغابازوں کی طرف سے جھگڑنے والا نہ بننا۔ اور اللہ کی حفاظت مانگ بے شک اللہ حفاظت کرنے والا ہے"۔

خدا اور رسول صلعم کی اطاعت کا حکم

اتباع رسُول صلعم اور احکام ربّانی کی پیروی کے متعلق فرمایا:۔

" قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکفرین ٥

(آل عمران ۱۲:۱۳-۳۱)

"کہہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو کہ اللہ تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہ بخش دے۔ اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ کہہ اللہ اور اس کے رسُول کی اطاعت کرو۔ پھر اگر وہ پھر جائیں تو اللہ انکار کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا"۔

اسی لئے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ؎

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی اللہ تعالےٰ کی اتباع ہے آپؐ کے ارشادات کی پیروی دراصل احکام ربانی کی پیروی ہے۔ پس ظاہر ہوا کہ حدیث رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و اعمال کا مجموعہ ہے اور قرآن پاک کے احکامات کا عملی نمونہ یا تفسیر ہے۔

گیانا کا دَورہ

(بسلسلہ صفحہ ۲)

۱۳ ستمبر کو گیانا جانے کا پروگرام ہے ڈاکٹر ایم اے عزیز۔ مولوی نور دین۔ مولوی الیس ایم۔ کیدار بھی ساتھ جائیں گے۔ گیانا میں پہلی دفعہ احمدیہ کنونشن منعقد ہو رہی ہے جس کا مجھے افتتاح کرنا ہے۔ اور بہت سے جلسوں میں شرکت کرنا ہے۔ اس کنونشن کا اصل مقصد یہ ہے کہ سلسلے گیانا میں مختلف مقامات پہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی شاخیں قائم کر دی جائیں۔ گیانا جماعت کی طرف سے دو رسالے نکلتے ہیں۔ ایک احمدی خواتین کی سوسائٹی ماہنامہ نکالتی ہے جس کا نام ڈان (DAWN) ہے۔ دوسرا ماہنامہ جارج ٹاؤن کی احمدیہ جماعت شائع کرتی ہے۔ اس کا نام "اسلامک گارڈین" ہے۔ اور دونوں رسالوں کی کثیر پیمانہ پہ تقسیم ہوتی ہے چند احمدی نوجوانوں مردوں اور خواتین کی ہمت قابلِ داد ہے۔ ہر ہفتے ۱ ریڈیو اسٹیشنوں پہ پروگرام نشر ہوتے ہیں۔ مخالفین بھی ادھر ادھر سے مولوی منگوا کر احمدیت کے خلاف زہر اُگلتے رہتے ہیں۔ لیکن اس مخالفت سے ہمارے لوگوں کے حوصلے پست نہیں ہوئے بلکہ ان کا قدم آگے ہی بڑھتا جا رہا ہے خصوصاً جب اس امر کا لحاظ رکھا جائے کہ مرکز کی طرف سے سوائے لٹریچر بھیجنے کے انہیں اور کوئی خاص مدد نہیں مل رہی۔ وہاں میں گزشتہ سال صرف ایک ماہ کے لئے گیا تھا، اور اب پھر دو ہفتے کے لئے جا رہا ہوں۔

قارئین پیغام صلح سے معذرت خواہ ہوں کہ ان کے لئے باقاعدہ مکتوب نہیں لکھتا۔ انگریزی میں اخبار وں کے تراشے اور رپورٹیں یہاں سے دفتر کو جاتی ہیں . . . . . .

. . . .

تاہم ٹرنی ڈاڈ کی تبلیغی مصروفیت کا زیادہ حال اخبار میں نہیں آتا۔ خیر اصل غرض کام سے ہے وہ ہو رہا ہے بلکہ توقع سے زیادہ ہو رہا ہے

بھدّرواہ میں قادیانی مبلّغین کا اپنے عقائد پر بحث و مناظرہ سے فرار

(بسلسلہ اشاعت مؤرخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۶۸ء)

قادیانی اصحاب سے دردمندانہ گذارش

گذشتہ اشاعت میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ کس طرح قادیانی مبلغین نے جماعت احمدیہ بھدّرواہ کو مناظرہ کی دعوت دے کر پھر راہ فرار اختیار کی، اسی سلسلہ میں ہم یہ گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ بحمداللہ ہماری جماعت ہرگز ہرگز کسی فرد یا جماعت کی دلآزاری کی روادار نہیں اور نہ ہی ہم کسی کے بدخواہ ہیں مگر اس افسوسناک حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ ہمارے قادیانی دوست اور ان کے علمائے کرام کے غلط عقائد اور نامناسب طرز عمل نے مجموعی طور پر تمام سلسلۂ احمدیہ کو بدنام کر دیا ہے اور اس پاک اور خدائی سلسلہ کے بارہ میں لوگوں کے دلوں میں تنفر پیدا کر کے اس کی ترقی میں ایک دیوار حائل کر دی ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پکار پکار کر فرماتے ہیں کہ بعد آنحضرت صلعم کوئی بھی نبی خواہ وہ نیا ہو یا پرانا اب نہیں آسکتا۔ اور ہر کلمہ گو مسلمان ہے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ کلمہ گو کی تکفیر اور تحقیر کرے۔ برعکس اس کے یہ قادیانی جماعت بانیٔ سلسلہ احمدیہ (حضرت مرزا صاحبؒ) کے واضح اور بیّن بیانات و اعتقادات کو پس پشت ڈال کر اس امت میں نبوت جاری کر رہی ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف دعوئے نبوت منسوب کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں حضرت مرزا صاحبؒ کے دعاوی کے منکر کو خارج از دائرہ اسلام قرار دیتے ہیں، حالانکہ حضرت اقدسؑ بار بار فرماتے ہیں کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو جاتا اس قسم کی صد ہا باتیں ہیں جو ان لوگوں کی کج فہمی کی پیداوار ہیں۔ جب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے زعمائے کرام اور علماء نے ان کو از راہ ہمدردی اس کجروی سے متنبہ کیا تو انہوں نے ان بزرگوں کو ایسے ایسے نام دیئے کہ الامان والحفیظ۔ دنیا تیزی کے ساتھ بین الاقوامی اتحاد کی طرف جا رہی ہے مگر تم ہو کہ ابھی تنگ نظری، تکفیر سازی اور تعصب میں مستغرق ہو۔ خدا تم پر رحم کرے اور تمہیں راہ راست پر لائے۔

ہمیں کچھ کیں تہیں بھائی نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے

جب قادیانی مبلّغین نے اصل بحث اور دعویٰ سے فرار کیا تو ہمیں مجبوراً اسی روز یعنی ۲۴ جولائی ۱۹۶۸ء بعد نماز شام ایک جلسہ عام کرنا پڑا۔ اس جلسہ میں دو روزہ واردات کو مسلمانوں اور غیر مسلموں تک پہنچانا پڑا۔ سو اس جلسہ میں خاکسار نے دعاوی مسیح موعود علیہ السلام، قادیانی عقائد اور طرز عمل کا تجزیہ کرتے ہوئے واضح کیا کہ قادیانی لوگوں کی اصطلاحات ہر مرحلہ اور ہر آن بدلتی رہتی ہیں اور ان سب کا کسی ایک عقیدہ پر اتحاد نہیں۔ ہر فرد اور ہر جماعت کا اپنا عقیدہ ہے، پھر ان کے زعماء کے بیانات متضاد ہیں وغیرہ محترم عبدالحفیظ صاحب نے ۱۵ منٹ تک سال گذشتہ سے لے کر آج کے دن تک باہم بات چیت اور اس کا ردّ عمل بالوضاحت بیان کیا اور احباب قادیان کو متنبہ کیا کہ وہ خدارا اپنے اس قسم کے طرز عمل پہ غور کریں وغیرہ۔ علاوہ ازیں چوہدری عبدالشکور صاحب آرگنائزر اور چوہدری عبدالرشید صاحب سیکرٹری نے اس جلسہ میں باقاعدہ حصہ لے کر جلسہ کو کامیاب کیا۔ الحمد للہ۔

اے قادیانی دوستو! ہمارا کام تو تمہیں جھنجھوڑنا ہے۔ کہنا ہے۔ بیدار کرنا ہے ہم تمہیں بیدار کرتے رہیں گے۔ جگاتے رہیں گے۔ تمہاری مرضی ہے کہ سدھرو یا بگڑو کا میں پڑھو۔ ہم اپنا فرض ادا کریں گے اور سبکدوش ہوں گے۔ آخر پہ ہم یہی کہیں گے کہ

ہم تو دوستو اپنا فرض اب کر چکے ادا
اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خدا

فقط والسلام
خاکسار عبدالحی۔ سیکرٹری نشر و اشاعت
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
بھدّرواہ کشمیر

آفتاب الدین احمد ہومیوپیتھک دارالشفا ایک رفاہی ادارہ ہے
جہاں سے یومیہ سینکڑوں مریض خود آکر اور بیسیوں بذریعہ خط وکتابت مفت ادویات اور مشورے حاصل کرتے ہیں۔ آپکی اعانت کا شکریہ ۔ اعزازی مہتمم دارالشفاء۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور ۔

جماعت فجی کے ایک سرگرم رکن
اور مخلص ترین احمدی کا انتقال

مولینا احمد یار صاحب کا مکتوب

آپ کو یہ سن کر بہت افسوس ہوگا۔ کہ جماعت فجی کے نہایت سرگرم رکن اور مخلص ترین احمدی مسٹر امجد خان صاحب مورخہ ۲۴ ۸/۶۸ کو اس دار فانی سے کوچ کر کے اپنے رب سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خانصاحب لٹوکہ میں جو سوا سے تقریباً ایک سو پچاس میل دور ہے ریٹو ریسول سپلائی آفیسر مقرر تھے۔ ویسے وہ نسوری کے رہنے والے تھے۔ ان کی عمر پچاس سال کے قریب تھی۔ اونچے لمبے بہت مضبوط جوان تھے۔ یہاں کی جماعت کے لئے خصوصاً ان کا جدا ہو جانا ناقابل تلافی نقصان ہے۔ آپ کو اشاعت اسلام اور تبلیغ حق کا بے حد شوق تھا۔ سفید فام لوگوں میں خصوصیت سے تبلیغ کرتے تھے۔ عیسائیت اور ہندو دھرم کے مسائل پر کافی سے زیادہ عبور رکھتے تھے۔ حضرت مولینا محمد علی رحمۃ اللہ کے عاشق اور ان کے فدائیوں میں سے تھے۔ تقریباً ان کی سب تصنیفات ان کے پاس موجود تھیں۔ انگریزی قرآن کریم کا غالباً پہلا یا دوسرا ایڈیشن ان کے پاس موجود تھا۔ پہلا جلد خراب ہو جانے کی وجہ سے دوبارہ اس کی نہایت خوبصورت جلد بنوائی جس کی اجرت پانچ پونڈ ادا کی۔ تقریباً ہر صفحے پر نشانات لگے ہوئے ہیں اور نوٹس لکھے ہوئے ہیں۔ ہر مخالف اسلام کے ساتھ اسی قرآن سے ہی بحث کرتے۔ انہیں انگریزی زبان میں کافی دسترس حاصل تھی۔ انگریزی میں بہت اچھی تقریر کرتے تھے۔ اردو نہیں جانتے تھے۔ اور نہ ناظرہ قرآن کریم پڑھ سکتے تھے۔ اس کا بہت افسوس کرتے تھے۔ جب میں یہاں فجی میں پہنچا تو وہ تین ماہ کی رخصت پر نیوزی لینڈ مع اہل و عیال گئے ہوئے تھے۔ جب واپس آئے تو سب سے پہلے اس عاجز کو ملنے کے لئے تشریف لائے۔ پھر لٹوکہ چلے گئے جب کبھی میں لٹوکہ جاتا تو پھر انہیں کے مکان میں ٹھہرتا۔ ان کا اوڑھنا بچھونا اسلام ہی تھا۔ دنیا کے کسی کونے میں مسلمانوں کو تکلیف پہنچتی تو یہ فجی میں بے قرار ہو جاتے۔ رات کو دو دو بجے اٹھ کر پاکستان ریڈیو سے خبریں سنتے قاہرہ ریڈیو لگاتے۔ غرضیکہ اسلامی ملکوں کے حالات سے باخبر رہنے کی بہت کوشش کرتے۔ جنرل محمد ایوب خان صاحب پریذیڈنٹ آف پاکستان نے حال ہی میں جو اپنی سیاسی سوانح حیات انگریزی میں لکھی ہے جس کا نام ہے Friends not Masters میں نے انہی کے پاس دیکھی اور انہیں سے لے کر پڑھی۔ غرضیکہ اسلامی مجاہدین اور اسلامی ملکوں کے متعلق معمولی سی خراب خبر بھی ان کے لئے ناقابل برداشت ہوتی۔ انہوں نے تقریباً دو صد کاپی Jesus in Heaven on Earth کی منگوا کر فجی کے کونے کونے میں پہنچائی۔ اس طرح کتاب دی ریلیجن آف اسلام کے سینکڑوں نسخے منگوا کر دور دور تک پہنچائے۔ کہا کرتے کہ میں تبلیغ کرتا ہوں جو آدمی اسلام سے دلچسپی دکھاتا ہے اسے یہ کتابیں قیمت خرید پر دے دیتا ہوں۔ کسی سے قیمت وصول ہو گئی۔ اور کئی اصحاب نے ابھی تک قیمت نہیں دی۔ چار لڑکے تین لڑکیاں اور بیوی اپنے پیچھے چھوڑی ہیں۔ سب لڑکے ابھی زیر تعلیم ہیں۔ دعا فرماویں اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ان کی وفات جماعت فجی کے لئے نقصان عظیم ہے۔ مولوی عبدالجلیل خان صاحب کے امریکہ چلے جانے کے بعد انہوں نے لٹوکہ کی جماعت کو سنبھال لیا تھا۔ درس قرآن کریم جو ہر منگل کی رات کو نماز عشاء کے بعد ہوتا ہے وہ درس بھی دیتے۔ دوستوں کو اپنی موٹر پر اکٹھا کرتے۔ پھر انہیں واپس انکے گھروں میں پہنچاتے۔ غرضیکہ اپنے دل میں اشاعت دین حق کے لئے بے حد تڑپ رکھتے تھے۔ ہندی اور سنسکرت محض تبلیغ اسلام کے لئے پڑھی۔ ۲۴ ۸/۶۸ کی صبح کو نو بجے کے بعد مجھے لٹوکہ سے فون کیا اور جماعتی کاموں کے متعلق کوئی چھ سات منٹ بات چیت کرتے رہے۔ میرے بعد مسٹر محمد ابن دین صاحب کو فون کیا ان کے بعد اپنے ایک عزیز سے بات کی۔ دس بجے کے قریب انہیں سینہ میں قدرے درد محسوس ہوا۔ اپنے ماتحت کو بلایا اسے کہا کہ میری کار پر مجھے میرے گھر پہنچا دیجئے۔ میری طبیعت کچھ خراب ہو گئی ہے نیز یہ بھی کہا کہ اب میں واپس نہیں آؤں گا گھر پہنچتے ہی انہیں ہسپتال لے جایا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد نڈھال ہو گئے۔ اور اپنی جان جان آفرین کے حوالے کر دی۔ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ ان کی وفات کا پہلے کسی کو یقین نہ آیا کہ کسی نے جھوٹی خبر دی ہے۔ ان کے گھر فون کیا گیا تب یقین ہوا جنازہ لٹوکہ سے سوا لایا گیا۔ ۲۵ ۸/۶۸ کو دو بجے کے قریب انہیں دفن کیا گیا۔ یہاں کے اخبارات نے لکھا ہے کہ اتنے لوگ جنازہ میں بہت کم دیکھنے میں آئے ہیں۔ جنازہ کے ساتھ ڈیڑھ صد سے زائد موٹریں تھیں جنازہ اس خاکسار نے پڑھایا۔ جملہ احباب جماعت اور غیر از جماعت سوگوار تھے . . .

- - - - - - - - - - - -

احباب سے درخواست ہے کہ ان کے لئے مغفرت کی او مجھی دعا فرماویں۔ فقط والسلام۔ نیاز کیش خاکسار۔ احمد یار عفی عنہ

ملفوظات

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

وسلم کا یہی طریق تھا کہ آپ وضو کر کے نماز میں کھڑے ہو جاتے اور نماز کے اندر دعا کرتے۔

دعا کے معاملہ میں حضرت عیسیٰ نے خوب مثال بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک قاضی تھا جو کسی کا انصاف نہ کرتا تھا اور دن رات اپنے عیش میں مصروف رہتا تھا ایک عورت جس کا ایک مقدمہ تھا وہ ہر وقت اس کے دروازے پر آتی اور اس سے انصاف چاہتی۔ وہ برابر ایسا کرتی رہتی، یہاں تک کہ قاضی تنگ آگیا اور اس نے بالآخر اس کا مقدمہ فیصلہ کیا اور اس کا انصاف اسے دیا۔ دیکھو کیا تمہارا خدا قاضی جیسا بھی نہیں کہ وہ تمہاری دعا سنے اور تمہیں تمہاری مراد عطا کرے ثابت قدمی کے ساتھ دعا میں مصروف رہنا چاہیئے قبولیت کا وقت بھی ضرور آ ہی جائے گا استقامت شرط ہے۔

(بدر جلد نمبر ۲ نمبر ۲ صفحہ ۔ مورخہ ۲۶ جولائی ۱۹۰۶ء)

بحر حکمت کے موتی

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

ہو تو چاہیئے کہ اسے کھلائے جہاں سے آپ کھاتا ہے اور اسے پہنائے جہاں سے آپ پہنتا ہے اور ان سے ایسا کام نہ لو جو ان سے نہ ہو سکے۔ اور اگر تم ایسا کام لو تو ان کی مدد کرو۔

نوٹ: از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:-

ربذہ ایک گاؤں مدینہ سے تین منزل دور پر ہے۔ ابوذرؓ نے جب مال کی وجہ سے لوگوں پر تشدد کیا اور مال پاس رکھنے والوں کو جہنمی کہنا شروع کیا اور اس وجہ سے امن عامہ میں نقص شروع ہوا تو حضرت عثمان رضؓ نے انہیں ربذہ میں رہنے کا حکم دیا تا کہ فساد کا احتمال نہ ہو، ایک روایت کے بموجب ابوذرؓ نے جس شخص کو گالی دی وہ بلال رضؓ تھے اور گالی یہ تھی کہ کہا یا ابن السوداء۔ اسے حبشی عورت کے بیٹے۔ اس کو نبی کریم صلعم نے ایک جاہلیت کی خصلت قرار دیا۔ اس میں کیسے اعلیٰ اخلاق سکھلائے ہیں۔ حالانکہ وہ فی الواقعہ حبشی عورت کے ہی فرزند تھے مگر چونکہ ابوذر رضؓ نے یہ لفظ ان کو عیب لگانے کے طور پر کہے اس لئے اسے بھی جاہلیت قرار دیا گیا۔ پس جب غلام کا بھی اتنی سی تحقیر روا نہیں رکھی گئی تو برابر والوں کا کیا ذکر ہے۔

خول غلاموں یا ملازموں وغیرہ کو کہا جاتا ہے یہاں خبر کو مقدم کیا ہے اخوانکم خولکم۔ یہ شان اخوت کی اہمیت کے لئے ہے یا مراد ہے ھم اخوانکم ھم خولکم۔ تمہارے بھائی بھی ہیں تمہارے مملوک بھی ہیں۔ ایک مملوک کی اتنی تحقیر پر ان کے ساتھ کس قدر حسن سلوک کا ارشاد ہوتا ہے۔ اپنی طرح ان کو کھانا دو۔ اپنی طرح لباس دو۔ یہ ضروری نہیں کہ بعینہ وہی کھانا ہو وہی لباس ہو، بلکہ مراد یہ ہے کہ ان کو بھوکا مت رکھو ان کو ننگا مت رکھو یا بہت ہی گھٹیا خوراک اور بہت برا لباس نہ دو۔ اور کام بھی طاقت سے زیادہ نہ دو۔ کامل مساوات مراد نہیں۔ ممکن ہے ابوذرؓ جن کے خیالات اس بارہ میں خاص تھے، کسی قدر بلفظ تبدیل ہو گئے ہوں۔

(فضل الباری شرح صحیح بخاری ۔ کتاب الایمان)

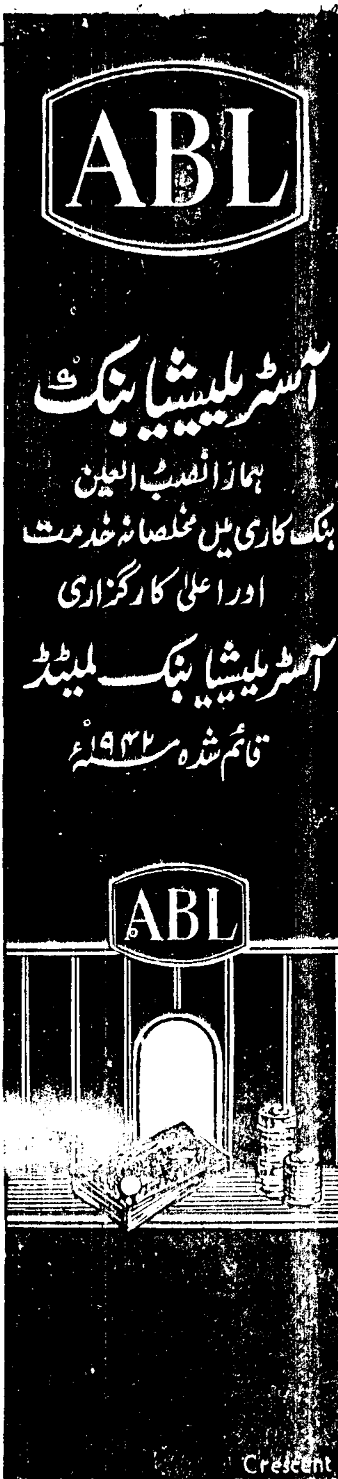

آسٹریلیشیا بنک
ہمارا نصب العین
بنک کاری میں مخلصانہ خدمت
اور اعلیٰ کارگزاری
آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ
قائم شدہ ۱۹۴۲ء

پاک سیمنٹ فاروقیہ
یادگار عمارتیں
پائیدار سیمنٹ
پاک سیمنٹ ۔ فاروقیہ
پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ
فاروقیہ (ضلع ہزارہ)

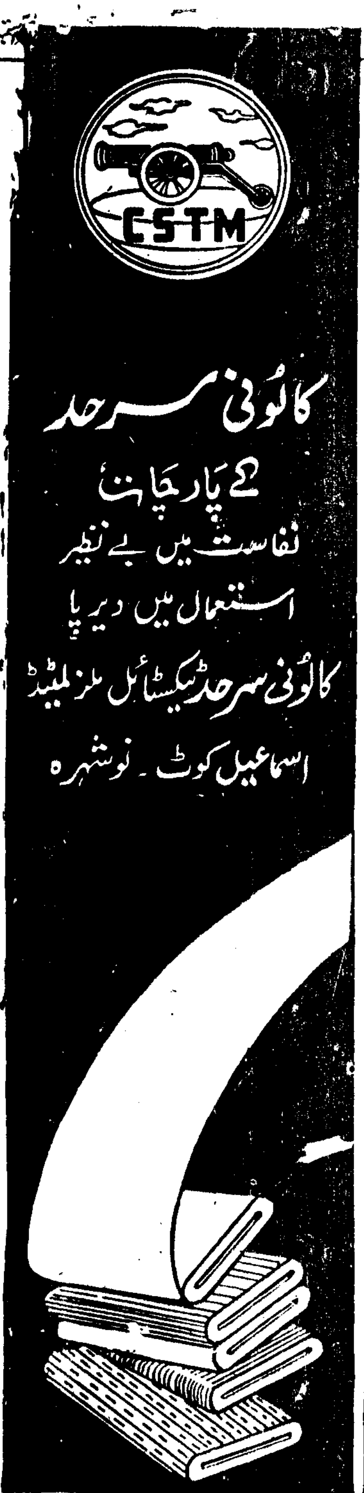

کالونی سرحد
کے پارچات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا
کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل کوٹ ۔ نوشہرہ

اخبار احمدیہ

شادی اور عطیہ

—— منصور احمد صاحب خلف شیخ عبدالحی صاحب ایڈووکیٹ مظفرآباد کی شادی خانہ آباد ۲۰-۹-۶۸ کو بخیر و خوبی سر انجام پائی۔ دولہا کے والد صاحب نے اس خوشی میں یکصد روپے انجمن کو مرحمت فرمائے ہیں۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

درخواستہائے دعا

(۱) ۔ حافظ عبدالرؤف صاحب امام مسجد وزل پور سے لکھتے ہیں :— "میرا چھوٹا بچہ عزیزم بشارت احمد عمر پانچ سال آنکھ میں تکلیف کے باعث بیمار ہے۔ اس کی بائیں آنکھ ایک چوٹ کے باعث نور سے محروم ہے۔ علاج کروا رہا ہوں احباب جماعت اس کی مکمل صحت یابی کے لئے دعا فرمائیں۔

۲ — جہلم سے جناب عبدالحکیم صاحب لکھتے ہیں ۔—

بابو شمس الدین صاحب مرحوم و مغفور کے بیٹے محمد رفیق سون صاحب زیدان میں اپنا کاروبار کرتے ہیں۔ ان کو پیٹ میں کوئی فوری عارضہ لاحق ہو گیا ہے۔ وہ درخواست کرتے ہیں کہ ان کی کامل صحت کے لئے ساری جماعت احمدیہ درد دل سے دعا کرے۔

پتہ کی تصحیح

۱۴ اگست کے پیغام صلح میں انجمن کے تجارتی نمائندہ جناب عبدالرزاق صاحب کا پتہ درج کرتے ہوئے غلطی سے بمبئی ۲ لکھا گیا۔ اس کی بجائے بمبئی ۱۱ پڑھا جائے۔

پورا پتہ حسب ذیل ہے :— عبدالرزاق صاحب ۱۲ مولانا آزاد روڈ ۔ فاطمہ بائی کورٹ چوتھی منزل بلاک ۱۲ بمبئی ۱۱

ہفت روزہ پیغام صلح
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ ۳۸

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نور الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور نمبر ۷ سے شائع کیا ؛

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ٹیلیفون نمبر ۳۰۳۲۷
تار کا پتہ: تبلیغ لاہور

ہفت روزہ
پیغام صلح
لاہور
"پاکستان"

جلد ۵۶ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۹ رجب ۱۳۸۸ھ مطابق ۲ اکتوبر ۱۹۶۸ء | نمبر ۳۹

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبّوں
کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان
کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوّت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں، نہ ہی آئندہ منسوخ ہو گی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور ائمہؒ قابلِ احترام ہیں سب مجدّدوں کا ماننا ضروری ہے۔
۴۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

سب سے بڑا ظلم شرک ہے

عن عبد اللہ لمّا نزلت الذین اٰمنوا ولم تلبسوا ایمانھم بظلم قال اصحاب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اینا لم یظلم فانزل اللہ عزّ وجلّ انّ الشرک لظلمٌ عظیمٌ۔

ترجمہ:۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور اپنے ایمان میں ظلم کی ملونی نہیں کرتے" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے کہا ہم میں سے کون ایسا ہے جس سے ظلم نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے اتارا کہ شرک بڑا ظلم ہے۔

نوٹ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۔

یہ لفظ کہنے سے کہ فانزل اللہ یہ مراد نہیں کہ وہ آیت فی الواقع اسی وقت نازل ہوئی تھی بلکہ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا لیس بذالک یا لیس کما تظنون۔ تیرے یہ مطلب نہیں۔ اور پھر آپؐ نے سورۃ لقمان کے یہ لفظ پڑھے ان الشرک لظلم عظیم۔ شانِ نزول کا لفظ صحابہؓ کی اصطلاح میں اسی وسیع معنے میں استعمال ہوتا تھا یعنے جس مضمون پر کوئی آیت چسپاں ہو سکے اس کی شانِ نزول کہہ دیا جاتا تھا۔ استدلال اس سے یہ کیا ہے کہ ظلم بھی ایک دوسرے سے بڑھ کر ہو سکتا ہے اور بڑا ظلم جو انسان کو امن سے محروم کر دیتا ہے شرک ہے۔ (فضل الباری)

گناہ کی فلاسفی

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ایک شخص نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ دنیا میں لوگ بہت گنہگار ہوں گے مگر میرے جیسا گنہگار کوئی نہ ہو گا۔ میں نے بڑے بڑے سخت گناہ کئے ہیں۔ میری بخشش کس طرح ہو گی؟ حضرت نے فرمایا:۔

دیکھو خدا تعالیٰ جیسا غفور اور رحیم کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ پر یقین کامل رکھو کہ وہ تمام گناہوں کو بخش سکتا ہے اور بخش دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر دنیا بھر میں کوئی گنہگار نہ رہے تو میں ایک اور اُمت پیدا کروں گا جو گناہ کرے اور میں اسے بخش دونگا۔ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام غفور ہے اور ایک رحیم۔ یاد رکھو گناہ ایک زہر ہے اور ہلاکت ہے۔ مگر توبہ اور استغفار ایک تریاق ہے۔ قرآن شریف میں آیا ہے۔ انّ اللہ یحبّ التوّابین و یحبّ المطھّرین۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے پیار کرتا ہے جو توبہ کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ پاک ہو جاویں۔ خدا تعالیٰ نے ہر ایک شئے میں ایک حکمت رکھی ہے۔ اگر آدم گناہ کر کے توبہ نہ کرتا اور خدا تعالیٰ کی طرف نہ جھکتا تو صفی اللہ کا لقب کہاں سے پاتا؟ اگر کوئی انسان اپنے آپ کو دیکھتا کہ جیسا ماں کے پیٹ سے نکلا ہے اور اپنے اندر کوئی گناہ نہ دیکھتا تو اس کے دل میں تکبّر پیدا ہوتا جو تمام گناہوں سے بڑا گناہ ہے اور شیطان کا گناہ ہے۔ شیطان نے گھمنڈ کیا کہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا اسی واسطے وہ شیطان بن گیا۔ گناہ جو انسان سے صادر ہوتا ہے وہ نفس کو توڑنے کے واسطے ہے۔ جب انسان سے گناہ ہوتا ہے تو وہ اپنی بدی کا اقرار کرتا ہے اور اپنے عجز کو یقین کر کے خدا تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے جس طرح مکھی کے دو پر ہیں کہ ایک میں زہر ہے اور دوسرے میں تریاق ہے۔ حدیث شریف میں ہے اگر تمہارے کھانے پینے کی چیز میں مکھی پڑے تو اپنا صرف ایک پَر اس کے اندر ڈوبتی ہے جس میں زہر ہے تم اس کو نکالنے سے پہلے اس کا دوسرا پَر بھی ڈبو لو کہ وہ اس کے بالمقابل تریاق ہے۔ یہ مثال انسان کے گناہ اور توبہ کی ہے۔ اگر گناہ صادر ہو جاوے توبہ کرو کہ وہ اس کے واسطے تریاق ہے اور گناہ کے زہر کو دُور کر دیتی ہے۔ عاجزی اور تضرع سے خدا تعالیٰ کے حضور میں جھکو تاکہ تم پر رحم کیا جاوے۔ اگر گناہ نہ ہوتا تو ترقی بھی نہ ہوتی۔ جو شخص جانتا ہے کہ میں نے گناہ

(باقی بر صفحہ ۱۰ کالم ۱)

غلام نبی مسلم
مدیر "روح اسلام" لاہور

جہاد حرام یا حلال

(۲)

عیسائی پادری تحریر و تقریر اور پروپیگنڈے کے تمام وسائل کے ساتھ اسلام کے خلاف نبرد آزما تھے، اور اس میدان میں ان کا مقابلہ دینی فریضہ تھا۔ چنانچہ آپ نے انگریز کی عیسائیت کے خلاف، اسلام کی حمایت میں پوری قوت سے جہاد شروع کر دیا۔ اور عیسائیت کے قلعے پر انگریز کے سیاسی تسلط سے بے نیاز ہو کر تابڑ توڑ حملے کئے، حتیٰ کہ عیسائی میدان سے بھاگ گئے اور پادریوں کو اسلام کے خلاف نیش زنی سے گریز کرنا پڑا۔

حضرت مرزا صاحب نے انگریز کی حکومت کو سکھوں، مرہٹوں، سرمایہ داروں اور برسرِ اقتدار غیر [illegible] ں کے تسلط اور تشدد کے خلاف خدا کی رحمت سمجھا، اور اگر انگریز نہ ہوتا تو مسلمان کی حالت شاید اس سے بھی بُری ہوتی جو آج بھارت میں ہے۔ لیکن آپ کے دل میں اسلام اور مسلمان قوم کے لئے بے پناہ غیرت موجود تھی آپ نے انگریز حکمران کی مخالفت سے بے نیاز ہو کر الوہیت مسیح، ابنیت مسیح، کفارہ وغیرہ مشرکانہ عقائد کے خلاف سالہا سال تک متواتر جہاد کیا، اور عیسائیوں کی اسلام کے خلاف زہریلی کچلیوں کو توڑ ڈالا۔ پھر آپ نے خود ملکہ وکٹوریا اور یورپ کے عیسائی حکمرانوں کو اسلام کی دعوت دی، امریکہ اور یورپ کے اسلام دشمن پیروانِ مسیحیت کو للکارا اور شکست دی۔ حتیٰ کہ آپ کے جارحانہ حملوں کی حدیں مغربی عیسائی دنیا کے گھروں تک وسیع ہو گئیں۔ اس میدان میں آپ کا کوئی مدِمقابل نہ تھا۔ اور دیدہ دلیر عیسائیوں نے آپ کے خلاف قتل وغیرہ کے مقدمات قائم کئے، اور بعض مسلمان مولویوں نے ان کا ساتھ دیا مگر بڑھاپے کے وقت بھی اسلام کے اس جرنیل کے تیور بدستور رہے۔ بقول ؎

بکارِ دین نہ ترسم از جہانے
کہ دارم رنگِ ایمانِ محمد

آپ نے اپنے پیشرو مجددین، علمائے حق اور اولیاء اللہ کی طرح دلائل اور خدا شناسی کے ذریعہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا اپنا اصول بنایا، اسلام کے خلاف دشمنوں کا حملہ دلائل، تحریر اور تقریر کے ذریعہ ہو رہا تھا، اسلام کی تعلیم کو مسخ کر کے پیش کیا جا رہا تھا۔ اسلامی تعلیمات کبھی تلوار کی محتاج نہیں ہوئیں، اسلاف نے تبلیغ اسلام کے لئے کبھی تلوار نہیں اٹھائی۔ قرآن کی تعلیمات میں یہ قوت موجود ہے کہ وہ اغیار کا ابطال کر کے اپنی صداقت دشمنوں سے تسلیم کروا سکے اور پھر ہندوستان کے مسلمانوں میں یہ سکت ہی کہاں تھی کہ وہ کمزور اقلیت میں ہوتے ہوئے جہاد بالسیف کر سکیں، وہ پہلے ہی ۱۸۵۷ء کی جنگ کے نتیجے میں ظلم و ستم کا نشانہ بن چکے تھے، اور پستی کی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ پس دین کی اشاعت کے لئے قتال کا خیال انہیں موت کو دعوت دینا تھا۔ اس لئے سرسید احمد خاں اور دیگر سنجیدہ لیڈروں نے جو روش اختیار کی، اس کی بدولت مسلمان سنبھلے اور آخر اس ملک میں آزاد پاکستان قائم کرنے میں کامیاب ہوئے۔

پھر آپ کو خدا نے حالات کے پیش نظر مسیح موعود اور مہدی کا خطاب دیا۔ اور مسلمانوں کی نگاہوں میں مسیح اور مہدی کا تصور یہ تھا کہ وہ دنیا میں آ کر تلوار کے زور سے کافروں کو شکست دے کر اسلام کی حکومت قائم کریں گے اس تصور کا نتیجہ یہی ہو سکتا تھا کہ حکومت آپ کو پکڑ کر تختہ دار پر لٹکا دے، اور آپ کے پیش نظر اسلام کے غلبے کا جو پروگرام تھا وہ مٹ جاتے۔ آپ کے دعوے کی صداقت پر یہ زبردست دلیل ہے کہ مہدی اور مسیح کے خونی تصور کی موجودگی میں آپ نے ایک ایسی حکومت کے زمانے میں اعلان حق کیا جس کے خلاف بعض گوشوں سے جہاد کا نعرہ بلند ہو رہا تھا، سوڈان میں السید جناب محمد دعوئے مہدویت کے ماتحت انگریزوں کو شکست دے چکے تھے۔ اور مخالف مولویوں نے حضرت مرزا صاحب کے خلاف حکومت کو بار بار لکھا کہ اس شخص کے مقاصد خطرناک ہیں

ان حالات میں جہاں آپ نے اپنے دعاوی پر استقامت دکھائی، وہاں آپ چاہتے تھے کہ اسلام اپنی حقانیت، دلائل اور تعلق باللہ کی اساس پر غالب آئے چنانچہ آپ نے اس بات پر زور دیا کہ مسیح اور مہدی کے ساتھ قتال کا تصور غیر اسلامی ہے۔ اور میرا اصول ریاست سے الگ تھلگ رہ کر دلائل و براہین نیرہ کے ذریعے اسلام کو دنیا بھر میں غالب کرنا ہے۔ چنانچہ یہ کام آپ نے خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔

اگر آپ نے کہیں لکھا کہ جناب مسیح مذہبی جنگوں کا خاتمہ کریں گے۔ تو اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ حسب حدیث یضع الحرب مسیح کے زمانے میں قتال کے حالات نہیں ہوں گے۔ اس لئے وہ جنگ کی راہ اختیار کرنے کی بجائے امن کے ساتھ تبلیغ کریں گے بالخصوص جبکہ تعلق باللہ اور مامور من اللہ ہونے کی وجہ سے دنیا کے مادہ پرست انسان اس کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ دوسرے آپ کے پیش نظر ایک تاریخی عمل تھا، انبیاء سابق کے وقت اور ماضی بعید میں جو جنگیں لڑی گئیں۔ ان کے محرک اکثر دینی عقائد اور مذہبی نظریات تھے۔ انسان اکثر مذہبی نظریات کی بنا پر گروہوں میں منقسم تھے۔ اور ان کی باہم جنگوں میں مذہبی اثرات نمایاں طور پر کارفرما تھے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آپ کے خلاف جنگ کا اہم عنصر مذہب تھا۔ چنانچہ جب جنگ اُحد میں کفار مکہ کو قدرے بالادستی حاصل ہوئی تو انہوں نے اُعْلُ ھُبَلْ (ہبل دیوتا کی جے) کا نعرہ لگایا اور مقابل پر حضرت فاروق اعظم رض نے (اللّٰہ اعز و اجل) کے پرشکوہ الفاظ میں جواب دیا۔ لیکن مرور زمانہ سے خیالات میں تبدیلی ہوئی، مذہب کے مقابل، نسلی، قومی اور معاشی نظریات چھا گئے۔ دنیا سرمایہ دارانہ اور اشتراکی دھڑوں میں بٹ گئی، مذہب کے نام پر جنگوں کی بجائے نسلی اور وطنی قومیت اور معاشی امتیازات پر مبنی تصورات نے لے لی، ان حالات کے زیر اثر اگر مسیح موعودؑ کے زمانے میں دینی جنگوں کے التوا یا خاتمے کا اعلان کر دیا گیا۔ تو اس کا الزام زمانے کے حالات پر ہے حضرت مرزا صاحب پر نہیں۔ اور یہ اعلان سب سے زیادہ اسلام کے حق میں ہے کیونکہ حق ہونے کی وجہ سے امن کی صورت میں اسلام کی یلغار کو کون روک سکتا ہے۔ نقصان تو باطل عقائد کا ہے جنہیں دینی جنگوں کے خاتمے کی وجہ سے اپنی حفاظت کے لئے ہتھیاروں کا سہارا نہ رہا اور اسلام کے مسیح نے یہ اعلان کر کے مسلمانانِ عالم اور ان کے سچے دین کے غلبے کا دروازہ چوپٹ کھول دیا ہے!

ہمارے دل میں مدیر "المنبر" کا احترام ہے، وہ ایک مدت سے مختلف صورتوں میں اپنی سمجھ کے مطابق خدمتِ اسلام میں کوشاں ہیں۔ لیکن عام مسلمانوں کی طرح اہلِ قادیان کے غالیانہ عقائد سے متاثر ہو کر وہ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق غلط فہمیوں یا بدگمانیوں کا شکار ہیں۔ حالانکہ حضرت صاحب کے نزدیک خدا اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک حکم کی اطاعت فرض اور عین ایمان ہے۔ جہاد اسلام کا ایک مستقل فریضہ ہے۔ اور یہ کسی دور میں بھی معطل اور منسوخ نہیں کیا جا سکتا،

حفاظت دین اور استقلال ملت و قوم کے لئے قتال زمان و مکان اور حالات کے ساتھ مشروط ہے اور ان شرائط کے ماتحت آزاد اسلامی سلطنت میں فرض عین ہے۔ اسلام دین برحق ہے۔ اس کا غلبہ مقدر ہے۔ اور اپنی صداقت منوانے کے لئے تلوار سے نہیں براہین سے کام لیتا ہے۔ آج دنیا کی فضا سازگار ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ہر قسم کی جسمانی اور مادی قربانیاں دے کر دنیا کے کونے کونے میں اسلام کا پیغام پہنچائیں۔ حق انشاء اللہ غالب ہوگا۔ اور دین پروری سے دنیا میں اسلام کو وہ شوکت حاصل ہوگی۔ جس کی بشارت سے کتاب اللہ بھری پڑی ہے ٭

ضرورت اسسٹنٹ منیجر

انجمن کو اپنی اراضیات اکاڑہ چک 5/4L میں ایک اسسٹنٹ منیجر کی ضرورت ہے جو علاوہ مناسب تعلیمی قابلیت کے اراضی کے معاملات میں انتظامی تجربہ بھی رکھتا ہو۔ اپنی جماعت کے خواہشمند احباب سیکرٹری انجمن سے رجوع کر کے دیگر کوائف معلوم کر سکتے ہیں۔

آنریری سیکرٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
احمدیہ بلڈنگس لاہور

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۸ء

انڈونیشیا میں عیسائیت کی تبلیغی سرگرمیاں

۱۴ ستمبر ۱۹۶۸ء کے ہفت روزہ معاصر شہاب نے جاکرتا (انڈونیشیا) کے مراکز اسلامی کی ایک المناک رپورٹ کا ترجمہ شائع کیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ :-

"دوسرے ممالک کی طرح انڈونیشیا بھی "اسلام سے برسرِ پیکار لوگوں" کے خلاف جنگ کرنے میں ا۔ سرخ و سفید کمیونسٹوں، عیسائیوں اور صیہونیوں کا جم کر مقابلہ کر رہا ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ کرتا رہے گا۔ ابھی انڈونیشیا میں اسلام پسندوں اور کمیونسٹوں کے درمیان جنگ کے بعد اسلام کی فتح و نصرت کا جشن فتح بھی منایا نہیں جا سکا تھا کہ عیسائی مشنریوں اور عیسائیوں کے مختلف المسلک گروہوں نے اسلام کے خلاف جنگ اور مسلمانوں میں فساد کا بیج بونا شروع کر دیا اور اس کے ساتھ ساتھ دوسری طرف انڈونیشیا میں ماند پڑ جانے والے کمیونسٹ اثرات کو بحال کرنے کے لئے دھمکیوں اور شرانگیز جد و جہد کا بھی آغاز کر دیا گیا ہے، ان عیسائی مشنریوں نے ان دھمکیوں اور کمیونسٹ جد و جہد کا پسِ پردہ استقبال کیا اور ان کی حمایت اور امداد کا کام زور و شور سے شروع کر دیا۔ علاوہ ازیں کمیونسٹ محاذ میں پڑ جانے والے شگاف کو بھی بھرنے نیز دوسری امدادی کارروائیوں میں سرگرم عمل ہو چکی ہے چنانچہ جاکرتا سے نکلنے والے "کومپاس" نامی ایک اخبار نے روسی انقلاب کی پچاسویں ۲۸ اکتوبر کی سالگرہ کے موقع پر ترقی پذیر ملکوں کو روسی امدادی پالیسی پیڈوس کی تعریف کرتے ہوئے یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ نوآبادیات کے لئے دامے، درمے، قدمے، سخنے جو کچھ بھی کر سکتے ہیں کریں۔ اور کمیونسٹ چین نے تو خفیہ طور پر فوجی افسر اور سامان "سارواک" شمالی کالی کے راستے سے انڈونیشیا میں کمیونسٹوں کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لئے بھیج دیا ہے۔ اس سلسلہ میں صلیبی گروہوں نے بھی مغربی ملکوں سے امداد کا مطالبہ کیا ہے۔

انہوں نے پادریوں اور راہب عورتوں کو انڈونیشیا میں خاصی تعداد میں سرگرمی کے ساتھ تبلیغ کرنے کے لئے روانہ کر دیا ہے، علاوہ ازیں یہ لوگ بڑی تعداد میں بحری کشتیاں اور ہیلی کاپٹر حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ مغربی عیسائی ملکوں نے چھپائی مشینوں، لٹریچر اور فلموں کی شکل میں مختلف اقسام کا سامان بطور امداد دیا ہے تاکہ وہ اپنی اسلام دشمن سرگرمیوں کو تیز سے تیز کر دیں۔ اس مہم میں آسٹریلیا، امریکہ اور یورپ بھی خاصی دلچسپی لے رہے ہیں، بلکہ مغربی جرمنی نے انڈونیشیا میں چالیس اپنے ہسپتال تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا ہے کہ جو عیسائی مشنریوں کے زیرِ نگرانی کام کریں گے۔

امریکہ اور یورپ کے اس انداز کے امدادی طریقہ کار سے ایسے نتائج برآمد ہوں گے جو اس سے قبل کبھی کمیونسٹوں کو نصیب بھی نہ ہوئے تھے۔ حال ہی میں وہ تیس لاکھ مسلمانوں کو اپنی طرف مائل کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں، اور دوسری طرف بھوک، افلاس، جہالت اور بیماریوں سے نڈھال سرپرستی کے محتاج ڈھائی لاکھ مسلمان عیسائی مشنریوں کے ہاتھوں بک گئے ہیں اور اس طرح یہ مسلمان اپنی مرضی کے خلاف ان کا ساتھ دینے پر مجبور ہیں، آج اس ملک کے مختلف علاقوں میں اسلام کا مستقبل خطرے میں ہے کیونکہ اسلام کے شیدائی اس وقت ان کے دامِ فریب میں آ چکے ہیں۔"

ان حالات کے خطرناک ہونے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے، یہ دنیائے اسلام کے لئے ایک لمحۂ فکریہ ہے، انڈونیشیا جیسے اسلامی ملک میں ایک طرف عیسائیت اور دوسری طرف کمیونزم کا فروغ اور تیس لاکھ مسلمانوں کا مائل بہ ارتداد ہونا اور ڈھائی لاکھ کا عیسائیت کی نذر ہو جانا اور دن بدن اس تعداد کا بڑھتے چلے جانا ایک ایسا امر ہے جس کی طرف دنیائے اسلام بالخصوص حکومتِ انڈونیشیا کی خاص توجہ درکار ہے۔ ہم اس بارہ میں اپنے انڈونیشائی احباب سے مزید حالات معلوم کرنے کے لئے خط و کتابت کر رہے ہیں جن کا جواب آنے پر امید ہے کہ کوئی ٹھوس تجویز پیش کی جا سکے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

سٹاف کالج کے ڈائرکٹر محترم خلیل الرحمان صاحب ایم اے پی ایچ ڈی کے اعزاز میں دعوتِ چائے

۲۹ ستمبر ۱۹۶۸ء بروز اتوار۔ محترم خلیل الرحمٰن صاحب ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی جو سٹاف کالج لاہور کے ڈائرکٹر ہیں چار بجے کے قریب حضرت امیر ایدہ اللہ کی ملاقات کے لئے احمدیہ بلڈنگس میں تشریف لائے۔

انہوں نے عصر کی نماز مسجد احمدیہ میں ادا کی۔ اس کے بعد ایک مختصر سی مجلس میں رونق افروز ہوئے جس میں محترم مصری صاحب کے علاوہ مرزا محمد حسین صاحب ایڈیٹر لائٹ اور لائٹ کے مقدمہ کی پیروی کرنے والے محترم شیخ محمد شفیع صاحب ایڈووکیٹ نے بھی شرکت کی۔

یہ مجلس شام تک گرم رہی۔ اس میں حضرت مجدد زمان کے کمالات اور ان کی ممتاز خدمات کا تذکرہ کیا گیا جو نہایت خوش کن اور مؤثر تھا۔ اور اس امر کو بھی وضاحت سے بیان کیا گیا کہ ان کو نبی ماننے سے، ایک چھوٹی سی جماعت کے علاوہ ساری امتِ محمدیہ کو کافر گرداننا پڑتا ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ نے بتایا کہ نبی کی بعثت نزولِ جبرئیل کو مستلزم ہے۔ نبی آئے اور جبرئیل نہ آئے ایسا ہی ہے جیسے کہیں آفتاب تو ہے مگر روشنی نہیں ہے۔ مگر جبرئیل کا وحی لے کر آنا تو اس روز منقطع ہو گیا جس دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ قرآن کریم جس کی نسبت اللہ تعالےٰ فرماتا ہے **الیوم اکملت لکم دینکم** کسی نئی وحی کے نزول کا متحمل نہیں ہے، اس روشن و کامل مکمل کتاب کے بعد اگر جبرئیل ایک فقرہ بھی وحی نبوت کا لے کر نازل ہو تو اسلام کا تختہ اُلٹ جاتا ہے۔ حضرت مجدد زمان کی شان ان کے خادمِ دین ہونے کی وجہ سے نہایت ارفع ہے اور ان کی طرف دعوےٰ نبوت منسوب کرنے سے ان کی شان کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔

یہ مجلس شام کے وقت تک گرم رہی اور جب برخواست ہوئی تو محترم خلیل الرحمان صاحب کو الوداع کہتے وقت حضرت امیر ایدہ اللہ نے فرمایا کہ وقت نہیں ملا ورنہ میں بہت سے دوستوں کو مدعو کر کے آپ کا تعارف کراتا۔

یاد رہے محترم خلیل الرحمٰن صاحب نے کوہ مری پہنچ کر حضرت امیر سے ملاقات کی تھی اور سلسلہ عالیہ میں شمولیت اختیار کی تھی جس کی اطلاع پیغام صلح مؤرخہ ۲۶ جون ۱۹۶۸ء میں شائع ہو چکی ہے۔

دو میجر صاحبان سے ملاقات

نماز مغرب ادا کرنے کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ بالاخانہ پر تشریف لے گئے اسی وقت لاہور چھاؤنی سے دو میجر صاحبان آئے اور انہوں نے حضرت ممدوح سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ ان کی اس خواہش کو پورا کرنے کی خاطر آپ نیچے اُتر آئے اور دیر تک ان سے گفتگو کرتے رہے۔ دورانِ گفتگو جب ان مہمانوں نے حضرت صاحب کے حالات اور عقائد سنے تو انہوں نے کہا کہ ہمیں تسلی ہو گئی ہے یہ اعتقادات بالکل صحیح ہیں، وہ جماعت میں داخل تو نہ ہوئے لیکن ارادہ رکھتے ہیں کہ جب موقعہ ملتا رہے گا احمدیہ مسجد میں آ کر جمعہ کی نماز ادا کیا کریں گے۔

ایک اور میجر صاحب

چند دن ہوئے منگلا ڈیم کے ایک میجر صاحب تشریف لائے تھے وہ بھی مطمئن ہو کر گئے اور چند پمفلٹ ساتھ لے گئے تھے تاکہ لوگوں کو سلسلہ کے متعلق صحیح حالات سے آگاہ کریں۔

آفتاب الدین احمد ہومیوپیتھک دار الشفاء ایک رفاہی ادارہ ہے

جہاں سے یومیہ سینکڑوں مریض خود آ کر اور بذریعہ خط و کتابت مفت ادویات اور مشورے حاصل کرتے ہیں۔ آپکی اعانت کا شکریہ۔ اعزازی مہتمم دار الشفاء۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

اخبار و افکار

بشیر احمد سوز

مذاہب عالم کانفرنس

ایک خبر کے مطابق عالمی مذاہب کی چوتھی کانفرنس پاکستان میں منعقد کرنے کی تجویز کی گئی ہے۔ مذاہب عالم کی عالمی فیلوشپ کے صدر، مجلس عاملہ کے دوسرے ارکان کے ایما پر عنقریب پاکستان آئیں گے۔ عالمی مذاہب کی یہ کانفرنس اس ماہ سرینگر میں منعقد ہونے والی تھی لیکن مقبوضہ کشمیر کی متنازعہ حیثیت کی بنا پر اسے ملتوی کر دیا گیا ہے۔ اور کانفرنس پاکستان میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ حکومت پاکستان کی منظوری کے بعد کانفرنس کی تاریخ اور مقام کا اعلان کیا جائے گا۔

۱۸۹۶ء میں بھی لاہور میں مذاہب عالم کی کانفرنس ہوئی تھی۔ جس میں حضرت مجدد زمان مسیح موعودؑ کی وساطت سے دین اسلام کو سربلندی حاصل ہوئی۔ جماعت احمدیہ کو اس عظیم الشان الہامی کامیابی کے پیش نظر مجوزہ کانفرنس میں شرکت حاصل کرنے کی سعی کرنا چاہیئے کہ اسلام کی فتح و نصرت اس کے ہاتھوں ہی مقدر ہے۔

دو ہزار سال بعد

حال ہی میں ماسکو میں بین الاقوامی بحر پیمائی کانفرنس منعقد ہوئی ہے۔ اس میں ایک امریکی سائنسدان نے یہ انکشاف کیا ہے کہ زمین کے مقناطیسی قطب بالکل تبدیل ہو رہے ہیں شمالی مقناطیسی قطب جنوب کی طرف حرکت کر رہا ہے اور جنوبی قطب شمال کی طرف آ رہا ہے۔ آئندہ دو ہزار سال میں زمین پر زندگی کا نام و نشان مٹ جائے گا، یا کم از کم زمین پر طاقتور کاسمک ذرات کی بارش کی وجہ سے زندگی کی نوعیت قطعاً تبدیل ہو جائے گی۔ سائنسدان مذکور نے اپنے اس نظریئے کی بنیاد زمین کے مقناطیسی فیلڈ میں تبدیلیوں پر رکھی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ ۲۵ لاکھ سال پرانے سمندری "فوسلز" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کے مقناطیسی قطبوں میں کئی بار مکمل تبدیلیاں آ چکی ہیں۔ یعنی شمالی مقناطیسی قطب جنوب کی طرف منتقل ہو گیا ہے اور جنوبی قطب شمال کی طرف چلا گیا ہے۔ اور جب کبھی یہ تبدیلی ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی زمین پر پائی جانے والی زندگی کی مختلف قسمیں یا تو ناپید ہو گئی ہیں یا وہ قطعی اور یکسر دوسری شکل میں تبدیل ہو گئی ہیں۔

سبحان اللہ! سائنس کس طرح آہستہ آہستہ غیر محسوس طور پر قرآنی حقیقتوں کی طرف آ رہی ہے۔ یوم آخرت کے منکر اگر قرآن کریم کی "نظریاتی اور فکری" تعلیم کو نہیں ماننا چاہتے تو علم و سائنس کے مشاہدہ و مطالعہ کی ہی بات مان لیں!

......جب سورج پھٹ جائیگا

برٹش ایسوسی ایشن فار ایڈوانس منٹ آف سائنس برطانیہ کی ایک قدیم اور معروف ایسوسی ایشن ہے۔ اس کے ایک اجلاس سے ریاضیات اور فلکیات کے پروفیسر اڈلس برگ نے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ

> " ایک دن وہ وقت آ جائے گا جب سورج پھٹ جائیگا تو اس وقت زمین کو بچانے کا صرف اور صرف یہی طریقہ ہو گا کہ اسے راستے سے ہٹا دیا جائے۔ پھٹنے سے پہلے سورج آج کے مقابلہ میں دس ہزار گنا زیادہ چمکے گا اور اپنی موجودہ جسامت سے چار سو گنا اور بڑھ جائے گا"

قربان جایئے حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنہوں نے امی محض اور علوم ریاضیات و فلکیات کی ابجد سے بھی ناواقف ہونے کے باوجود اس وقت جب سائنس اور علوم جدیدہ نے ابھی آنکھ بھی نہ کھولی تھی یہ اعلان فرمایا کہ قیامت کے دن سورج زمین کے قریب آ جائیگا۔ جوں جوں علم اور سائنس بڑھتا جائے گا توں توں اس پر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی مہر ثبت ہوتی جائے گی۔

اتحاد یا افتراق!؟

لاہور میں چند دن پہلے مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کا یوم میلاد منایا گیا ہے۔ اس تقریب میں مولانا موصوف کی اسلامی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان مساعی جمیلہ کو سراہا گیا ہے جو انہوں نے بین المسلمین اتحاد و اتفاق کے لئے اپنی تمام عمر جاری رکھیں، اور مسلمانان پاکستان کو مولانا موصوف کے اسوہ کی روشنی میں مذہب و ملت خدمت کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

جناب مولانا کی حیات اور انکی خدمات پر نظر ڈالنے سے تو پتہ لگتا ہے کہ انہوں نے ملت اسلامیہ میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی بجائے افتراق و انشقاق پیدا کرنے کی زیادہ کوشش فرمائی ہے ہم اپنے اس موقف کی صحت میں جناب مولانا کی اپنی تحریرات ہدیۂ قارئین کرام کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں: —

— "وہابی، قادیانی، دیوبندی، نیچری، چکڑالوی جملہ مرتدین ہیں"

(ملفوظات حصہ دوم ص۱۰۵)

— "وہابی، دیوبندی ہر خبیث سے زیادہ خبیث اور ہر کافر سے زیادہ بدتر کافر ہے — رافضی، وہابی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی کہ کلمہ پڑھتے، اپنے آپ کو مسلمان کہتے بلکہ وہابی بظاہرہ قرآن و حدیث کا درس دیتے اور دیوبندی کتب فقہ کے ماننے میں شریک ہوتے ہیں ان کی اس کلمہ گوئی و ادعائے اسلام اور افعال و اقوال میں مسلمانوں کی نقل اتارنے ہی نے ان کو اخبث اور ہر کافر اصلی یہودی، نصرانی بت پرست مجوسی سب سے زیادہ بدتر کر دیا۔"

(احکام شریعت حصہ اول ص۶۹ مسئلہ ۴۵)

— "جو انہیں کافر نہ کہے ان کا پاس لحاظ رکھے جو ان کی استادی یا رشتے یا دوستی کا خیال کرے وہ بھی انہی میں سے ہے، انہی کی طرح کافر ہے" — (فتاوے افریقہ ص۱۱۵)

اگر اتحاد بین المسلمین اسے ہی کہتے ہیں تو اسلام کا خدا حافظ!

پیغام صلح خود پڑھنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچایئے

اِسلام کے راہب

از الاعتصام - بلا تبصرہ

اللہ رے اس دور کے پیروں کی کرامات
نذرانوں پہ ہیں نظریں تو زبانوں پہ ہیں آیات

ملبوس ہیں ابریشم میں یہ اسلام کے راہب
لوگوں کو سکھاتے ہیں "فقیری" کے عملیات

ایمان غریبوں کا چراتے ہیں ہنر سے
ابلیس کو ان شعبدہ بازیوں نے کیا مات

چلّوں سے بٹھاتے ہیں "ولایت" کا یہ سکہ
اور خضر سے کرتے ہیں یہ دعوائے ملاقات

لیتے ہیں مریدوں سے زر و مال کا تحفہ
دیتے ہیں انہیں اسکے عوض تبرک کی سوغات

باطن میں یہ تکمیل ہوس کرتے ہیں اپنی
ظاہر میں عطا کرتے ہیں محتاج کو حاجات

خوش پوشی و خود رائی و آرائش گیسو
صد رنگ ہیں ان ابلہ فریبوں کے نشانات

جمہور کے اعصاب پہ قابض ہیں یہ ساحر
بے نور ہیں ان چرب زبانوں کے کمالات

وابستگیٔ شرع سبب ان کے لئے موت
اور باعث صد فخر طریقت کی فروعات

ہیں باعث رسوائی مردانِ صفا کیش
ٹھیرایا ہے اسلام کو بھی موردِ شبہات

پیران کلیسا ہوں کہ پیرانِ حرم ہوں
مشترکہ ہیں ان سب کی حکایات و روایات

واللہ علیم ایسے شیاطین کی مریدی
ہے بندۂ مومن کے لئے مرگ مفاجات

(علم الدین علیم)

ہفت روزہ پیغام صلح
میں اشتہار دے کر اپنے کاروبار کو ترقی دیں۔
(مینیجر)

خدا تعالیٰ ہی تمام کائنات پر حاکم و متصرف ہے

اور اسی کی فرمانبرداری تمام مخلوق پر لازم ہے

قرآن کریم کا معجزہ کہ دو جملوں بلکہ ایک آیت میں بہت سے مضامین جمع کر دیئے

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۶۸ء فرمودہ حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ۔ بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

ولہ ما فی السمٰوٰت والارض ولہ الدین واصبًا۔ افغیر اللہ تتقون۔ وما بکم من نعمۃ فمن اللہ ثم اذا مسکم الضر فالیہ تجئرون۔ ثم اذا کشف الضر عنکم اذا فریق منکم بربہم یشرکون۔ لیکفروا بما آتینٰہم فتمتعوا فسوف تعلمون۔ (سورۃ النحل: ۵۲-۵۵)

زمین و آسمان تصرف الٰہی میں

اللہ تعالیٰ نے ان دو آیات میں بڑا قیمتی سبق تلقین فرمایا ہے۔ ارشاد الٰہی کا جو مقصد ہے وہ ترجمہ سے ہی صاف طور پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ تاہم تھوڑی سی تشریح کرنا بھی مناسب ہے۔ فرمایا ولہ ما فی السمٰوٰت والارض۔ زمین و آسمان کو ہم نے پیدا کیا ہے ہم ہی اس کے خالق ہیں، ہمارا اس پر تصرف تام ہے، یہاں ولہ کا لفظ آیت کے سب الفاظ سے پہلے رکھا گیا ہے اس ترکیب کے معنے یہ ہیں کہ آسمان و زمین صرف اسی ایک خدا ہی کی ملکیت ہیں۔

تمام کائنات پر اطاعت الٰہی لازم ہے

اس تصرف تام اور ملکیت کل کے علاوہ فرمایا ولہ الدین واصبًا کائنات میں کی تمام چیزیں خدا تعالیٰ کے احکام و فرامین کی اطاعت اور فرمانبرداری کر رہی ہیں۔ واصب کے معنی ہیں لازم آنا۔ مطلب یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری تمام مخلوق پر لازم آتی ہے۔

ایک ہی جملہ میں دو امور کا ذکر

اس ایک ہی آیت میں خدا تعالیٰ کی قدرت کا ذکر ہے اور مخلوق کی اطاعت و فرمانبرداری کا ذکر ہے ایک ہی جملہ میں دونوں باتوں کو کس خوبصورتی سے جمع کر دیا ہے، ایسا جملہ سوائے خدا تعالیٰ کے اور کوئی انسان تجویز نہیں کر سکتا۔ اس میں کائنات کے خالق کا ذکر ہے۔ اس کی قدرت، علم و تصرف کا ذکر ہے اور اس بات کا ذکر ہے کہ ہر چیز ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کر رہی ہے۔ اسی مضمون کو یوں بیان فرمایا الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السمٰوٰت ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس۔ زمین اور آسمان کی ہر چیز، سورج، چاند، ستارے، سیارے، دریا، پہاڑ، درخت، پرند، چرند، درند اور انسان، تمام کے تمام اس خالق و مالک کی فرمانبرداری میں لگے ہوئے ہیں۔

مسلمان اور کائنات کا طریق کار ایک ہے

اسی طرح فرمایا ولہ اسلم من فی السمٰوٰت والارض۔ زمین اور آسمان کی ہر چیز نے فرمانبرداری اختیار کر رکھی ہے یہی اسلام کے معنے ہیں اور اس لحاظ سے یہ کہنا درست ہے کہ کائنات کا ہر حصہ مسلم ہے اور امت محمدیہ بھی مسلم ہے یعنی مسلمان کا اور کائنات کا طریق کار اسلام ہے۔

اسلام کا لفظ عالمگیر ہے، ہندو، عیسائی وغیرہ کا عالمگیر نہیں۔

لنڈن کے ایک گرجا میں مجھے وعظ کرنے کے لئے بلایا گیا، میں نے دوران تقریر میں بیان کیا کہ "اسلام" کا لفظ عالمگیر ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ ہر چیز خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کر رہی ہے، مسلمان بھی فرمانبردار ہے، اور یہ کائنات بھی فرمانبردار ہے اس لحاظ سے مسلمان اور کائنات کا ایک ہی دین ہے۔ مگر یہودی کا لفظ یا عیسائی و ہندو کا لفظ عالمگیر نہیں ہے۔ لفظ Christian پر غور کریں، اس نام کی تاریخ محض Christ پر جا کر ختم ہو جاتی ہے پس Christian تو Christ کو ماننے والے ہوئے۔ لیکن خود Christ کس کو مانتے تھے؟! ظاہر ہے وہ مسلم تھے، کیونکہ وہ خدائے واحد کے پرستار اور فرمانبردار تھے، اس کے برعکس اسلام اس وقت سے ہے جب سے انسان پیدا ہوا ہے اور جب سے انسان پیدا ہوا اسی وقت سے مسلمان بھی معرض وجود میں آیا۔

. . . .

خالق و مالک کے ہوتے ہوئے دوسروں سے حاجات مانگنا تعجب خیز ہے

غرض ساری کائنات اور تمام مخلوقات خدا کی ملکیت ہے اور اس کے تصرف میں ہے اور اسی کی فرمانبردار ہے اس کے بعد تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا افغیر اللہ تتقون اس یقینی علم کے ہوتے ہوئے کیا تمہارے لئے مناسب ہوگا کہ اس ایک خدا کو چھوڑ کر دوسروں کے دروازہ کو کھٹکھٹاؤ۔ ان سے اپنی حاجات مانگو، یا ان سے خائف رہو کہ وہ تم پہ عذاب مسلط نہ کر دیں۔

تمام کائنات انسان کی خادم ہے خادم کو مخدوم نہیں بنایا جا سکتا

اسی مضمون کو اس آیت کریمہ میں بیان فرمایا ہے۔ اغیر اللہ ابغیکم الٰہًا وھو فضلکم علی العالمین بھلا خدا کو چھوڑ کر تمہارے لئے بت تجویز کروں، حالانکہ یہ ساری کی ساری کائنات تو انسان کی خادم ہے۔ جب مخلوقات کا ہر حصہ انسان کا خادم ٹھہرا تو ان خادموں میں سے کسی چیز کو انسان کا مخدوم اور معبود کرنا کس طرح مناسب ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعماء

اس مضمون کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا وما بکم من نعمۃ فمن اللہ یعنی ہر نعمت جو تمہیں میسر ہے وہ جناب الٰہی کا عطیہ ہے، مثلاً تمہارے جسم کے اعضاء اور جسم تمہیں فہم دیا ہے۔ فہم و ذکا کے علاوہ سواریاں ہیں، مکانات ہیں، اراضیات ہیں، باغات ہیں، کارخانے ہیں یہ سب خدا کی دی ہوئی نعمتیں ہیں،

زوال نعمت کے وقت، رجوع الی اللہ

نعمتوں کا ذکر فرمانے کے بعد کسی ایک نعمت کے زائل

ہونے کی حالت بیان فرمائی ہے ثم اذا مسکم الضر - پھر جب کبھی تمہیں کوئی تکلیف پیش آجاتی ہے، تمہارا بچہ مر جاتا ہے، دولت جاتی رہتی ہے، صحت برباد ہو جاتی ہے، خطرناک مقدمہ پیش آجاتا ہے یا زلزلہ آجاتا ہے فالیہ تجئرون تو اس وقت تمہیں خدا یاد آتا ہے، تم اس وقت بلبلاتے ہو، دہائی دیتے ہو، آہ و زاری کرتے ہو، معلوم ہوا کہ تمہاری فطرت میں یہ بات موجود ہے، نعمت عطا کرنے والا بھی خدا ہے اور نعمت کے زائل ہونے پر

بربھم یشرکون۔ لیکن جب یہ تکلیف اللہ تعالیٰ دور کر دے، اور تمہیں آسائیاں میسر آجائیں، تمہیں خوشیاں اور راحت نصیب ہو تو پھر سب کو بھول جاتے ہو۔ کاش صحت، راحت، روپیہ، پیسہ کی حالت میں بھی خدا کو یاد کرتے۔ جب تمہیں صحت میسر آجاتی ہے، مقدمہ سے بری ہو جاؤ۔ اذا فریق منکم بربھم یشرکون تو ایسی راحت اور خوشی کے وقت کہتے ہیں کہ میں داتا گنج بخش کی قبر پر گیا تھا اس واسطے مجھے کامیابی اور خوشی نصیب ہوئی ہے، اور خدا تعالیٰ کی طرف سے غفلت ہو جاتی ہے۔

شرک کفران نعمت کا موجب ہے

لیکفروا بما اٰتینٰھم۔ یہاں جو لام استعمال ہوا ہے اس کو لام عاقبت کہتے ہیں لیکفروا کا یہ مطلب نہیں کہ خدا کی طرف رجوع نہ کرنا اور شرک کرنا اس لئے ہوا تاکہ تم کفر کرو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شرک کا نتیجہ یہ ہے کہ تم نے ہماری نعمتوں کا انکار کر دیا۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے فالتقطہ اٰل فرعون لیکون لھم عدوا وحزنا آل فرعون نے حضرت موسےٰ کو دریا سے نکال لیا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ حضرت موسےٰ ان کی ہلاکت و حزن کا باعث ہو گئے۔ تو فرمایا کہ ہم نے تمہیں آرام دیا لیکن تم پھر خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر کرنے لگ گئے فتمتعوا پس ہماری نعمتوں کا فائدہ اٹھا لو فسوف تعلمون تمہیں عنقریب پتہ چل جائے گا کہ کفران نعمت کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

دو آیتوں میں بہت بڑے مضامین

یہ دو آیتیں بہت بڑا معجزہ ہیں۔ ان کے اندر بہت بڑے مضامین جمع کر دیئے گئے ہیں، یہ کسی انسان کی طاقت میں نہیں کہ ایک یا دو جملوں کے اندر اتنے گہرے مضامین بیان کر دے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اوتیت جوامع الکلم۔ خدا تعالیٰ نے مجھے وہ کلام عطا فرمایا ہے کہ اس کے چند حروف میں ساری دنیا کی باتیں آجاتی ہیں جیسا کہ حضرت مجدد زمان نے اپنے منظوم کلام میں فرمایا ہے۔

یہ الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

ایک ہی آیت میں سب مضامین

یہ تو دو آیتوں کا مضمون ہے، میں ایک آیت بھی پڑھ سکتا ہوں جس میں ان سب مضامین کو بیان کر دیا ہے فرمایا الحمد للہ رب العالمین۔ اس مختصر سی آیت کریمہ کے اندر خدا کا ذکر ہے خالق السموات والارض [illegible] اور دونوں کی ربوبیت کرنے والے کا بھی ذکر ہے، ربوبیت جسمانی و روحانی کا ذکر ہے، انسانوں کی اخوت عامہ کا ذکر بھی ہے اس لئے دنیا کا کوئی انسان ایسا ایک جملہ نہیں تجویز کر سکتا۔

فلسفیوں اور سائنسدانوں کو چیلنج

آج ہم چیلنج دیتے ہیں ساری دنیا کو۔ یورپ کا کوئی فلسفی ہو یا سائنسدان، کوئی ایسا جملہ بنا دے کہ جس کے اندر اس قدر مضامین جمع ہو جائیں۔ اس آیت میں نہ صرف جسمانیات کے متعلق بلکہ روحانی پرورش کا بھی ذکر اس میں ہے جیسے فرمایا اھدنا الصراط المستقیم۔ وہ خدا نہ صرف جسمانیات کی نشو و نما اور تربیت کے سامان مہیا کرتا ہے بلکہ عالم انسانیت کی روحانی پرورش کے لئے انبیاء کرام کو رشد و ہدایت دے کر بھیجتا ہے۔

قیمتی سبق

پس یہ دو آیتیں جو میں نے پڑھی ہیں ان میں یہ قیمتی سبق ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے اس لئے مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اپنے خالق و مالک رب کا شکر گذار بندہ بن کر رہے۔

نبی کریم صلعم کی اطاعت الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے قدر و منزلت

کسی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ کیوں آپ اتنی لمبی تہجد پڑھتے ہیں جس سے آپ کے پاؤں سوج جاتے ہیں تو رحمت تمام عالم حضور نے فرمایا افلا اکون عبدا شکورا۔ کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں کہ جس نے مجھے اس قدر نعمتوں اور رحمتوں سے متمتع فرمایا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر عبادت فرمایا کرتے تھے کہ آپ کے پاؤں سوج جایا کرتے تھے، یہ اس بات کا شکریہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے حضور اکرم صلعم پر بے انتہا احسانات فرمائے ہیں، مگر حضور نبی کریم صلعم نے بھی خدا کے احکام کی پوری پوری فرمانبرداری کی اور اس کے احکامات کو پہنچانے کے لئے سب سے بڑھ کر جدوجہد کی، اسی لئے خدا تعالیٰ نے قدردانی کے طور پر فرمایا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر میں اور ملائکہ بھی درود بھیجتے ہیں، اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ خدا تعالیٰ کو خوب معلوم تھا کہ یہ ایک ہی آدمی ہے جو اس بوجھ کو اٹھا سکتا ہے اسی ایک رجل عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلیجہ تھا کہ تنگی ترشی، ایام جنگ اور بادشاہت کے وقت ہر دور میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا، یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے، اسی لئے ساری انسانیت کو آپ پر درود پڑھنے کا حکم دیا اللھم صل علی [illegible]

ہمارے دوست شیخ ابو یوسف صاحب ایڈووکیٹ جمعہ میں آیا کرتے ہیں لیکن آج وہ نہیں آسکے۔ وہ لکھتے ہیں کہ انہیں ایک سخت پریشانی لاحق ہے، خدا ہی ایسی پریشانیوں کو دور کر سکتا ہے۔ آؤ مل کر ان کے لئے دعا کریں اور یہ بھی دعا کریں کہ ہم نے جو آج قیمتی سبق سیکھا ہے اس کی طرف پوری توجہ دیں، اور خدا تعالیٰ کے شکرگذار بندے بن جائیں۔

مکرم چوہدری شکر اللہ صاحب کے صاحبزادے نے بھی دعا کے لئے لکھا ہے ان کے لئے بھی دعا کی جائے

(دعا کی گئی)

اخبار احمدیہ

ـــ ملتان سے مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں:۔

" مؤرخہ ۹/۶ ۲۰ بروز جمعہ عزیزم مکرم میاں عمر فاروقی صاحب خلف الرشید محترم جناب میاں فضل الرحمٰن صاحب کی سہرا بندی کی تقریب تھی اس تقریب سعید کے موقعہ پر قبلہ محترم شیخ فضل الرحمان صاحب نے مندرجہ ذیل کے لئے عطیات مرحمت فرمانے کا وعدہ فرمایا:۔

۱۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے برائے غیر ممالک بمد عطیہ اشاعت اسلام	1000.00
۲۔ برائے گورنمنٹ کالج ملتان ـ	1000.00
۳۔ برائے سکول و کالج چنیوٹ ضلع جھنگ ـ	1000.00
کل میزان	3000.00

جزاہ اللہ احسن الجزاء

شادی کی خوشی میں ایک سو روپیہ عطیہ

ـــ جہانگیرہ روڈ ضلع پشاور سے جناب بیگم صاحبہ شیخ میاں عطاء اللہ صاحب مرحوم نے اپنے صاحبزادہ میاں ضیاء الحق کی شادی کی خوشی میں مبلغ ایک سو روپیہ انجمن کو مرحمت فرمایا ہے جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

انتقال

ـــ (۱) عرض ہے کہ مؤرخہ ۳ ستمبر ۱۹۶۶ء کو میری بھو صالحہ بیگم کا بقضائے الٰہی انتقال ہو گیا ہے۔ مہربانی فرما کر

(باقی برصفحہ ۱ کالم ۳)

مولینا شیخ عبدالرحمن صاحب مصری

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کے متعلق نبی کریم صلعم کی حدیث کے بارہ میں حضرت مسیح موعود کے بیان پر "تنظیم اہلحدیث" کا نہایت ہی بیہودہ اعتراض اور اس کا جواب

(۱)

حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر اور اسپر اخبار تنظیم اہلحدیث کی بیجا تنقید

ہفت روزہ اخبار "تنظیم اہلحدیث" مورخہ ۹ اگست ۱۹۶۹ء میں ایک مضمون بعنوان "مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی حدیث دانی" شائع ہوا ہے جس کی طرف ایک دوست نے توجہ دلاتے ہوئے مجھے اس کا جواب لکھنے کی تاکید کی ہے تاخیر کا باعث یہی ہوا کہ یہ پرچہ مجھے ابھی ابھی ملا ہے۔

اخبار مذکورہ بالا کے مضمون نگار نے پہلے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی کتاب حمامۃ البشریٰ سے مندرجہ ذیل عبارت نقل کی ہے:۔

في الطبراني والمستدرك عن عائشة رضي الله عنها قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في مرضه الذي توفي فيه لفاطمة ان جبريل كان يعارضني القرآن كل عام مرةً وانه عارضني بالقرآن العام مرتين واخبرني انه لم يكن نبي الا عاش نصف الذي قبله واخبرني ان عيسى بن مريم عاش عشرين ومأة سنة فلا اراني الا ذاهبًا على راس الستين و اعلموا ايها الاخوان ان هذا الحديث صحيح ورجاله ثقات وله طرق۔

ترجمہ عربی عبارت

عربی عبارت کو نقل کرکے ذیل میں اس کا ترجمہ ان الفاظ میں دیا ہے:۔۔۔

"یعنی مستدرک حاکم اور طبرانی میں عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں خبر دی کہ (حضرت فاطمہؓ کو۔ ناقل)

(۱) جبریل علیہ السلام ہر سال میرے ساتھ ایک مرتبہ قرآن مجید کا دور کرتے ہیں (الفاظ کا ترجمہ کیا کرتے تھے کیا جاتا تو زیادہ مناسب تھا۔ ناقل) لیکن اس سال انہوں نے دو مرتبہ دور کیا۔

(۲) اور آپ نے خبر دی کہ ہر نبی اپنے پہلے نبی سے نصف (آدھی) عمر زندہ رہتا ہے۔

(۳) اور مجھے یہ بھی خبر دی کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام ایک سو بیس سال کی عمر تک زندہ رہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ساٹھ برس تک زندہ رہوں گا (الفاظ کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ میں ساٹھ کے سر سے پر جانے والا ہوں۔ ناقل) اے بھائیو! یہ حدیث صحیح ہے اس کے راوی ثقہ ہیں اور اس کی کئی سندیں ہیں انتھی کلام مرزا"

مضمون نگار صاحب کی تنقید

عربی الفاظ اور اس کا ترجمہ نقل کرنے کے بعد مضمون نگار صاحب یوں رقمطراز ہیں:

"اس کا سبب ان کی (مرزا صاحب کی۔ ناقل) بےخبری ہے یا اس میں بددیانتی کارفرما ہے اس کے فیصلہ کے لئے اس روایت کی بابت محدثین کرام کا نقطۂ نظر ملاحظہ فرماکر ناظرین کرام اس کی روشنی میں مرزائیت کے حدود اربعہ کا فیصلہ خود فرمالیں، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ البدایۃ والنہایۃ جلد ۲ ص ۹۵ میں اس روایت کو مستدرک حاکم کے حوالہ سے درج فرماتے ہوئے لکھتے ہیں ھو حدیث غریب حدیث کی مشہور کتاب مجمع الزوائد میں اس حدیث کی بابت یہ الفاظ ہیں رواہ الطبرانی باسناد ضعیف وروی البزار بعضہ ایضاً وفی رجالہ ضعف طبرانی نے اس کو ضعیف سند سے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ضعیف ہیں۔ محدثین کرام کی ان تصریحات کے بعد مرزا غلام احمد اور ان کی ذریت کا اس روایت کو صحیح کہنا بددیانتی اور دیدہ دلیری کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے، نیز محدثین کرام کے مقابلہ میں ایسے لوگوں کی کیا پوزیشن ہے۔"

اس کے بعد حضرت عیسٰی علیہ السلام کی عمر والے حصہ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی ایک سو بیس سال والی روایت سنداً اور معناً کسی طرح بھی صحیح نہیں"

اس کے بعد تمسخرانہ لہجہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے بیان پر جرح کی ہے جس کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔

حدیث کے دو حصے

حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے پیش کردہ حدیث کے دو حصے ہیں ایک حصہ میں تو صراحت کے ساتھ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی موت کا ذکر کیا گیا ہے اسی لئے حضورؑ نے حدیث کے الفاظ نقل کرکے فرمایا ہے:۔

"وھو یدل دلالۃ صریحۃ علیٰ موت المسیح"

(حمامۃ البشریٰ ص۲۶ حاشیہ)

یعنی یہ حدیث صریح طور پر حضرت مسیح ناصریؑ کی وفات پر دلالت کرتی ہے۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی وفات چونکہ قرآن شریف اور بہت سی صحیح احادیث کی نصوص سے ثابت ہے اس لئے حدیث کے اس حصہ کو بوجہ اس کے کہ یہ قرآن شریف اور دیگر صحیح حدیثوں کے ساتھ بالکل مطابقت رکھتی ہے اسے لازماً صحیح تسلیم کرنا پڑیگا محققین نے ۳۳ سال والی عمر کو تو نصاریٰ کا قول کہکر رد کر دیا ہے اور ادھر قرآن کریم کی آیت آوینٰھما الیٰ ربوۃ ذات قرار ومعین صراحت سے بتلاتی ہے کہ وہ واقعہ صلیب کے بعد ایسے ملک میں ہجرت کر گئے جس کو ربوہ کہا جا سکتا ہے پھر چشموں والی بھی ہے، ظاہر ہے کہ قرآن کریم کے ان الفاظ کا مصداق کشمیر ہی ہو سکتا ہے اور تاریخی شواہد سے بھی اب ثابت ہو گیا ہے کہ وہ کشمیر کی طرف ہی گئے اور وہیں وفات پائی اور وہیں ان کی قبر کا بھی ثبوت مل گیا ہے اس لئے حدیث صحیح کی اتباع میں اگر وہاں ان کا ایک سو بیس برس کی عمر پانا تسلیم کر لیا جائے تو کونسی قباحت لازم آتی ہے بلکہ برعکس اس کے حدیث کی اتباع کے نتیجہ میں جو ثواب مقدر ہے اس کے ہم مستحق ہوں گے۔

بددیانتی کا ارتکاب کس نے کیا ہے۔

اخبار "تنظیم اہل حدیث" کے مضمون نگار نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ پر حدیث مذکورہ بالا پیش کرنے کی وجہ سے نعوذ باللہ انتہائی درجہ کی بددیانتی اور دیدہ دلیری کا الزام لگایا ہے جس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ بعض محدثین نے اس کو غریب یا ضعیف قرار دیا ہے لیکن پیشتر اس کے کہ میں یہ بتاؤں کہ حدیث کا غریب ہونا یا ضعیف ہونا اس کے صحیح ہونے کے منافی نہیں۔ ناظرین کرام پر یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ مضمون نگار صاحب کی مزعومہ بددیانتی اور دیدہ دلیری کے مرتکب اصل میں کون ہیں مضمون نگار صاحب سنیں اور کان کھول کر سنیں اور دیکھیں کہ ان کے الزام کی زد انہی کے کن بزرگوں پر پڑتی ہے۔

نواب صدیق حسن خان صاحب اور انکے علماء کا اسبارہ میں مذہب

نواب صدیق حسن خان صاحب آف بھوپال نے احادیث کے جمع کرنے میں جو محنت کی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ انہوں نے اس غرض کے لئے ہندوستان کے چوٹی کے علماء ملازم رکھے ہوئے تھے اور انہی کی مدد سے انہوں نے احادیث کے مجموعے شائع کئے ہیں ان کی کتب میں سے ایک کتاب "حجج الکرامۃ" ہے جسے خاص شہرت حاصل ہے

اس کتاب کے صفحہ ۲۸۴ پر اس قول کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر رفع کے وقت ۳۳ سال کی تھی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"گویم رفع او بعمر سی و سہ سالہ زعم نصاریٰ است (یعنی یہ جو کہا جاتا ہے کہ رفع کے وقت حضرت عیسیٰ کی عمر ۳۳ سال تھی یہ نصاریٰ کا قول ہے) وثابت در احادیث نبویہ رفع او بعمر یکصد و بست سال است چنانکہ طبرانی و حاکم در مستدرک از عائشہ آوردہ اند کہ قال فی مرضہ الذی توفی فیہ لفاطمۃ ان جبریل کان یعارضنی القرآن فی کل عام مرۃ وانہ عارضنی بالقرآن العام مرتین واخبرنی انہ لم یکن نبی الا عاش نصف الذی قبلہ واخبرنی ان عیسیٰ بن مریم عاش عشرین ومأۃ سنۃ ولا ارانی الا ذاھبا علی راس الستین ورجالہ ثقات ولہ طرق"۔

اخبار "تنظیم اہلحدیث" کے مضمون نگار صاحب بتائیں کہ نواب صدیق حسن خان صاحب اور ان کے علماء کے مقابلہ میں ان کی کیا حیثیت ہے۔ جماعت اہل حدیث میں نواب صدیق حسن خان صاحب کو جو مقام حاصل ہے اس کا عشر عشیر بھی کسی کو حاصل نہیں اور جس قدر و منزلت کی نگاہ سے وہ دیکھے جاتے ہیں وہ دوسروں کو کہاں نصیب ہے یہاں تک کہ ان کے متعلق یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ وہ اس صدی کے مجدد ہونگے۔

مضمون نگار صاحب ان کے متعلق کیا کہیں گے

جماعت اہل حدیث کے اس عظیم الشان شخص نے اسی حدیث کو نقل کر کے جو حضرت مسیح موعودؑ نے پیش کی ہے اس کے متعلق بالکل وہی الفاظ لکھے ہیں جو حضرت مسیح موعود نے تحریر فرمائے ہیں یعنی "رجالہ ثقات ولہ طرق"۔ اگر نعوذ باللہ ان الفاظ کو تحریر میں لانے کی وجہ سے آپ کے نزدیک حضرت مسیح موعودؑ نے انتہاء درجہ کی بددیانتی اور دیدہ دلیری سے کام لیا ہے تو اپنے سردار نواب صدیق حسن خان صاحب کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے، کیا یہ حقیقت نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ سے قبل آپ کی مزعومہ انتہاء درجہ کی بددیانتی و دیدہ دلیری کے مرتکب اہل حدیث کے سردار نواب صدیق حسن خان صاحب ہو چکے ہیں صرف وہ اکیلے ہی نہیں بلکہ ان کے معاون ہندوستان کے چوٹی کے متعدد علماء بھی آپ کی مزعومہ انتہاء درجہ کی بددیانتی اور دیدہ دلیری کے الزام کی زد کے نیچے آتے ہیں۔ غور! غور! غور!

ایک سو بیس سال والی روایت کی تائید میں متعدد حدیثیں

نواب صاحب مذکور نے ۳۳ سال والی روایت کی تردید کرتے ہوئے اور یہ بتلاتے ہوئے کہ یہ نصاریٰ کا قول ہے۔ ۱۲۰ سال والی روایت کے متعلق صاف لکھا ہے کہ احادیث نبویہ سے ایک سو بیس برس کی عمر ثابت ہوتی ہے دیکھئے ۱۲۰ سال والی روایت کی تائید میں وہ صرف ایک حدیث کا ذکر نہیں کرتے بلکہ صاف الفاظ میں لکھتے ہیں کہ یہ بات ایک حدیث سے نہیں بلکہ متعدد احادیث سے ثابت ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سامنے متعدد حدیثیں ہیں جو ایک سو برس والی روایت کی تصدیق کرتی ہیں۔

پھر آپ لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں اور اس کی سندیں بھی متعدد ہیں آپ کو غالباً معلوم ہو گا کہ ضعیف حدیث کی تائید اگر مختلف طرق سے ہو جائے تو وہ ضعیف حدیث بھی صحیح حدیث کی طرح مقبول ہوتی ہے اس کا ثبوت انشاء اللہ آگے چل کر پیش کیا جائے گا۔

مواہب اللدنیہ کی شرح زرقانی کا قول

نواب صاحب کے علاوہ دیگر آئمہ کے اقوال سے بھی امام الزمان حضرت مسیح موعودؑ کے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ چنانچہ زرقانی جلد اول ص ۳۵-۳۴ پر اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے کہ انبیاء علیہم السلام کس عمر میں مبعوث کئے جاتے ہیں امام صاحب لکھتے ہیں:-

"ففی زاد المعاد ما یذکر ان عیسیٰ رفع وھو ابن ثلاث وثلاثین سنۃ لا یعرف بہ اثر متصل یجب المصیر الیہ قال الشامی وھو کما قال فان ذالک انما یروی عن النصاریٰ والمصرح بہ فی الاحادیث النبویۃ انہ انما رفع وھو ابن مأۃ وعشرین سنۃ اخرج الطبرانی فی الکبیر بسند رجالہ ثقات عن عائشۃ انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی مرضہ الذی توفی فیہ لفاطمۃ ان جبریل کان یعارضنی القرآن فی کل عام مرۃ وانہ عارضنی بالقرآن العام مرتین واخبرنی انہ لم یکن نبی الا عاش نصف الذی قبلہ واخبرنی ان عیسیٰ بن مریم عاش عشرین ومأۃ سنۃ ولا ارانی الا ذاھبا علی راس الستین"

بعینہٖ یہی حدیث حضرت مسیح موعودؑ نے پیش فرمائی ہے اور یہی نواب صدیق حسن خان صاحب نے لکھی ہے اور جس طرح حضرت مسیح موعودؑ نے اس حدیث کے رجال کو ثقہ تحریر فرمایا ہے بعینہٖ امام زرقانی نے بھی اس حدیث کے رجال کو ثقہ ہی قرار دیا ہے اور جس طرح حضورؑ نے لکھا ہے کہ لہ طرق اسی طرح امام زرقانی نے بھی نواب صاحب کی طرح یہی لکھا ہے کہ یہ بات متعدد احادیث سے ثابت ہے۔ کیا مضمون نگار صاحب امام زرقانی کو بھی انتہاء درجہ کی بددیانتی و دیدہ دلیری کا مرتکب قرار دینے کے لئے تیار ہیں؟

اخبار "تنظیم اہل حدیث" کے مضمون نگار صاحب لکھتے ہیں کہ مجمع الزوائد میں لکھا ہے کہ رواہ الطبرانی باسناد ضعیف افسوس مجمع الزوائد والے نے باسناد ضعیف کے الفاظ تو لکھ دیئے لیکن کسی ضعیف راوی کی نشاندہی نہیں کی کہ اس پر غور کیا جا سکے، اس کے بالمقابل زرقانی میں لکھا ہے اخرجہ الطبرانی فی الکبیر بسند رجالہ ثقات مضمون نگار صاحب بتلائیں کہ کس کی رائے قبول کریں ایک اس کے رجال کو ضعیف قرار دیتا ہے لیکن ثبوت کوئی پیش نہیں کرتا اس کے بالمقابل دوسرا امام اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیتا ہے اب آپ ہی بتلائیں کہ جبکہ خود آئمہ کا ہی آپس میں اس قدر شدید اختلاف ہے تو ایسے شدید اختلاف کی موجودگی میں دیگر آئمہ کو چھوڑ کر آپ کا حضرت اقدس مرزا صاحب کو بددیانتی کے الزام کے لئے مخصوص کرنا کیا خود بددیانتی نہیں آپ خود ہی از روئے انصاف غور فرمالیں اور اس کے ساتھ ہی قارئین کرام بھی غور فرمالیں کہ بددیانتی کے مرتکب کیا نعوذ باللہ حضرت مرزا صاحب ہیں یا خود مضمون نگار صاحب۔ انصاف! انصاف!! انصاف!!!

کنز العمال کا قول

زرقانی کے علاوہ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۰ میں بھی حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے یہ روایت مذکور ہے انہ لم یکن نبی کان بعدہ نبی الا عاش نصف عمر الذی کان قبلہ وان عیسیٰ بن مریم عاش عشرین ومأۃ سنۃ وانی لا ارانی الا ذاھبا علی راس الستین یا بنیۃ۔

ابن حجر عسقلانی کا قول

ابن حجر کی کتاب اصابہ میں بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی عمر ۱۲۰ برس ہی لکھی ہے چنانچہ تفسیر جلالین کے حاشیہ ۵۲ میں زیر آیت یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ الخ میں لکھا ہے وفی مستدرک عن ابن عمرؓ ان عیسیٰ عاش مأۃ وعشرین سنۃ کذا فی الاصابۃ

الحاکم کا قول

پھر امام الحاکم نیشاپوری نے بھی اپنی کتاب المستدرک میں حضرت مسیح کی ۱۲۰ برس ہی عمر حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے اسی میں اصابہ کا قول بھی درج ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

مواہب اللدنیہ جلد اول ص ۴۲ میں بھی طبرانی والی حدیث کو نقل کر کے اس کے رجال کو

ثقہ قرار دیا ہے اسی طرح اس کی شرح زرقانی میں بھی اسی کی تائید پائی جاتی ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔ پھر تفسیر فتح البیان جلد دو صفحہ [illegible] میں زیر آیت یا عیسٰی انی متوفیک و رافعک الی الخ وہی ساری حدیث نقل کی ہے جس کا ذکر زرقانی میں آچکا ہے۔ اسی طرح امام یعقوب بن سفیان الفسوی نے اپنی تاریخ میں بھی اسی حدیث کو نقل کیا ہے جس میں حضرت عیسٰے کی عمر ۱۲۰ برس بتلائی گئی ہے۔

مضمون نگار صاحب نے مندرجہ بالا حدیث کے متعلق ابن کثیر کے الفاظ ھو حدیث غریب کو مجمع الزوائد کے الفاظ رواہ الطبرانی باسناد ضعیف اور بزار کے قول فی رجالہ ضعف کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نعوذ باللہ بددیانت ثابت کرنے کے لئے بطور دلیل پیش کیا ہے لیکن جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے کہ نہ مجمع الزوائد والے نے نہ ہی بزار نے ضعف کی کوئی وجہ بیان کی ہے مطلق ضعف کا لفظ بولدینا تو کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا۔ پھر ان کے قول کے بالمقابل مندرجہ ذیل آئمہ نے اس حدیث کے راویوں کو ثقہ بھی قرار دیا ہے مضمون نگار صاحب نے ان کو کیوں نظر انداز کر دیا ہے:۔

(۱) الامام الحاکم نیشاپوری

(۲)۔ امام یعقوب بن سفیان الفسوی

(۳)۔ علامہ محمد بن عبداللہ الباقی الزرقانی۔

(۴)۔ علامہ قسطلانی۔

(۵)۔ تفسیر فتح البیان کے مفسر علی المتقی۔

(۶)۔ علامہ الشیخ علاء الدین مصنف کنز العمال

(۷)۔ امام حجر العسقلانی

(۸)۔ تفسیر جلالین پر حاشیہ لکھنے والے عالم

(۹)۔ نواب صدیق حسن خان صاحب اور ان کے ساتھ کام کرنے والے چوٹی کے علماء سب نے اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے۔

اب جائے غور ہے کہ اگر امام الزمان اور مجدد دوران حدیث مندرجہ بالا کے راویوں کو ثقہ سمجھنے میں مندرجہ بالا آئمہ کے ہم نوا ہوتے ہیں تو طعن و تشنیع کا ہدف بنانے کے لئے ان میں سے صرف حضرت مرزا صاحبؑ کو انتخاب کر لینا کہاں کا انصاف ہے۔ قارئین کرام خود ہی انصاف کر کے مضمون نگار صاحب کے متعلق جو رائے قائم کرنا چاہیں کر لیں۔ مضمون نگار صاحب کو چاہیئے کہ یا تو ان تمام بزرگوں پر بھی اپنا وہی فتوے جاری کریں یا حضرت مرزا صاحبؑ اپنے اعتراض کو واپس لیں۔

کیا مضمون نگار صاحب کے پیشکردہ حوالے حدیث کو حتمی طور پر درجہ صحت سے گراتے ہیں؟

پیشتر اس کے کہ میں حدیث مندرجہ بالا کے اس حصہ کی صحت کو کہ حضرت عیسٰی نے ۱۲۰ برس کی عمر پائی بعض طرق سے ثابت کروں ناظرین کرام پر یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مضمون نگار صاحب کے پیش کردہ حوالوں میں جو حدیث کو غریب یا ضعیف قرار دیا گیا ہے کیا اس کا اثر حدیث کی صحت پر پڑتا ہے۔

حدیث غریب کے متعلق آئمہ کی رائے

اس بارہ میں حدیث غریب کے متعلق آئمہ کی جو رائے ہے سب سے پہلے اسی کو قارئین کرام کے غور کے لئے پیش کرتا ہوں۔

شیخ عبدالحق صاحب دہلوی کی رائے

کتاب مشکوٰۃ کے شروع میں اصول حدیث کے بیان میں جو مقدمہ زائد کیا گیا ہے جسے امام شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے اس کے صفحہ ۳ پر غریب حدیث کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:۔ الحدیث الصحیح ان کان راویہ واحداً یسمی غریباً پھر لکھتے ہیں "وعلم مما ذکر ان الغرابۃ لاتنافی الصحۃ ویجوز ان یکون الحدیث صحیحاً غریباً بان یکون کل واحد من رجالہ ثقۃ"۔ "یعنے" صحیح حدیث میں اگر راوی ایک ہو تو اس صحیح حدیث کو غریب کہتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں جو کچھ ذکر کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کا غریب ہونا اس کے صحیح ہونے کے منافی نہیں اور جائز ہے کہ حدیث صحیح بھی ہو اور پھر غریب بھی ہو یعنے اس کے رجال میں سے ہر ایک ثقہ ہو، کیا یہ مقام تعجب نہیں کہ فن اصول حدیث کے ماہرین تو صحیح حدیث کو بھی غریب قرار دیں اور تنظیم اہل حدیث کے مضمون نگار صاحب غریب کے لفظ سے حدیث کے درجہ کو صحت سے گرانے کی کوشش کریں کیا دیانت داری اسی کو کہتے ہیں۔

اب قارئین کرام خود ہی غور فرمالیں کہ اس صورت میں امام ابن کثیر کے الفاظ ھو حدیث غریب امام طبرانی کی بیان کردہ حدیث کے متعلق مختلف اماموں کے اقوال رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد رجالہ ثقات کیا منافاۃ کا وہم بھی پیدا ہو سکتا ہے اگرچہ طبرانی کی حدیث کے راویوں میں سے ہر ایک راوی کا ایک ہی راوی سے روایت کرتا ہے لیکن اس میں کونسا استبعاد عقلی ہے کہ اس حدیث کا ہر ایک راوی ثقہ ہی ہو، پس امام ابن کثیر کے الفاظ "ھو حدیث غریب" کی پناہ لے کر مضمون نگار صاحب کا طبرانی کی حدیث کی اہمیت کو کم کرنے اور اسے گرانے کی کوشش کرنا کیا انصاف اور دیانت داری پر مبنی قرار دیا جا سکتا ہے اس کا فیصلہ ناظرین کرام خود ہی کر لیں۔

صحیح حدیث کی تعریف

چونکہ غریب حدیث کو صحیح قرار دیا گیا ہے اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ صحیح حدیث کی تعریف بھی ساتھ ہی کر دی جائے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"الصحیح ما یثبت بنقل عدل تام الضبط غیر معلل ولا شاذ فان کانت ھذہ الصفات علی وجہ الکمال والتمام فھو الصحیح لذاتہ وان کان فیہ نوع قصور ووجد ما یجبر ذالک القصور من کثرۃ الطرق فھو الصحیح لغیرہ"

یعنی صحیح حدیث وہ ہے جس کو روایت کرنے والے راوی عادل ہوں ضبط ان کا مکمل ہو اور معلل و شاذ سے بری ہو اگر یہ تمام صفات کامل طور پر پائی جائیں تو اس حدیث کو صحیح لذاتہ کہتے ہیں اور اگر اس میں کسی قسم کی کمی ہو لیکن کثرت طرق اس کمی کی تلافی کر دے تو اس حدیث کو صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔

اب صحیح کی اس تعریف کو مدنظر رکھتے ہوئے تسلیم کرنا پڑے گا کہ طبرانی والی حدیث کے تمام راویوں میں صفات عدل اور ضبط کی تمام کی تمام کامل طور پر پائی جاتی تھیں اور اگر کسی میں کوئی کمی بھی ہو تو اسے دوسرے طرق سے پورا کر دیا ہو۔ اتنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قارئین کرام کو یہ بھی بتلا دیا جائے کہ ایک راوی سے مراد یہ نہیں کہ صرف ایک ہی شخص اس حدیث کو روایت کرتا ہے بلکہ مطلب اس کا یہ ہوتا ہے کہ حدیث کا ہر راوی انتہا تک ایک ایک راوی سے ہی روایت کرتا جاتا ہے جیسا کہ داود القارصی کے صفحہ ۳۸-۲۷ پر لکھا ہے:۔

"ثم اعلم ان الراوی فی الحدیث الصحیح ان کان واحداً فی جمیع المواضع بان یروی واحد عن واحد الی المنتھی او فی بعض المواضع یسمی غریباً" اس سے ثابت ہوا کہ حدیث غریب کے راوی درحقیقت متعدد ہی ہوتے ہیں۔

ضعیف حدیث کے متعلق شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ کی رائے

مضمون نگار صاحب نے بزار کے بے دلیل قول کو کہ اس میں ضعف ہے پیش کر کے حدیث کو ساقط الاعتبار قرار دینے کی بھی ناکام کوشش کی ہے سو ضعیف حدیث کے متعلق بھی شیخ عبدالحق صاحب دہلوی کی رائے سن لی جائے وہ فرماتے ہیں:۔

"والضعیف ان تعدد طرقہ وانجبر ضعفہ یسمی حسناً لغیرہ" یعنی ضعیف حدیث بھی اگر متعدد طریقوں سے روایت کی گئی ہے اور بدیں وجہ اس کے ضعف کی تلافی ہو جائے تو اسے ضعیف کی بجائے حسن لغیرہ کہا جائے گا۔ پھر لکھتے ہیں:۔

"الحدیث الضعیف الذی بلغ بتعدد الطرق مرتبۃ الحسن لغیرہ ایضا مجمع" یعنی ضعیف حدیث اگر متعدد طریقوں کے ذریعہ حسن لغیرہ کے مرتبہ تک پہنچ جاتی ہے تو وہ صحیح حدیث کی طرح قابل قبول ہوتی ہے پس معلوم ہوتا ہے کہ اسی قسم کے وہم کو دور کرنے کے لئے متعدد اماموں نے طبرانی والی حدیث کو بیان کرتے وقت اس میں یہ الفاظ زائد کر دیئے ہیں "ولہ طرق" پس طبرانی والی حدیث ہر لحاظ سے صحیح حدیث کا درجہ رکھنے کی وجہ سے قابل قبول

ہے پس حضرت مسیح موعود کا اس حدیث کو صحیح تحریر فرمانا فن اصول حدیث کے ماہرین کے نزدیک بالکل درست ہے اور اس پر اعتراض کرنے والا تو اپنے آپ کو اس فن سے محض ناواقف ظاہر کرتا ہے یا عمداً کتمان حق کا مرتکب ہے۔

امام الحاکم کے متعلق رائے

طبرانی والی حدیث کو امام الحاکم ابو

"الحاکم ابو عبد اللہ النیشا فوری صنّف کتاباً سماہ المستدرک بمعنی ان ما ترکہ البخاری ومسلم من الصحاح اوردہ فی ھذا الکتاب واستدرک بعضھا علی شرط الشیخین وبعضھا علی شرط احدھما وبعضھا علی غیر شرطھما وقال ان البخاری ومسلم لم یحکما بانہ لیس احادیث صحیحۃ غیر ما خرجاہ فی ھذین الکتابین"۔ یعنی امام حاکم نے کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام انہوں نے المستدرک رکھا ہے اس معنی سے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے جن صحیح حدیثوں کو ترک کر دیا ہے انہوں نے انہیں اپنی کتاب میں درج کر دیا ہے اور اس کی کمی کی تلافی کر دی ہے جو دونوں اماموں کے ترک کرنے سے پیدا ہوئی تھی بعض کا استدراک دونوں اماموں کی شرط پر کیا ہے اور بعض کا ان میں سے ایک کی شرط پر اور بعض کا ان کی شرط کے علاوہ دوسری شرط پر کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے یہ کہیں نہیں کہا کہ انہوں نے اپنی دونوں کتابوں میں جو احادیث درج کی ہیں ان کے علاوہ صحیح حدیثیں اور نہیں ہیں۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ کی ۱۲۰ برس عمر والی حدیث ان کے نزدیک صحیح تھی۔ اس لئے انہوں نے اسے اپنی کتاب المستدرک میں درج فرمایا۔

صحیح اور غیر صحیح کے متعلق آئمہ دین کی رائے

یہ درست ہے کہ غریب اور ضعیف حدیثیں صحیح اور غیر صحیح دونوں قسموں میں منقسم ہیں دیکھو نزہۃ النظر فی شرح نخبۃ الفکر ص۱۹ ومقدمہ ابن الصلاح ص۱۱ اسی کتاب کے ص۱۱۱ پر صاف لکھا ہے:-

"وینقسم الغریب ایضاً من وجہ اخر فمنہ ما ھو غریب متناً واسناداً وھو الحدیث الصحیح الذی تفرد بروایۃ متنہ راو واحد۔ لیکن یہ درست نہیں کہ ان صحیح اور غیر صحیح کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ

جنہیں کو ہم صحیح کہتے

ہیں ضروری نہیں کہ وہ واقع میں بھی صحیح ہوں یا جس کو ہم غیر صحیح کہتے ہیں وہ فی الحقیقت غیر صحیح ہی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ نفس الامر میں وہ صحیح ہی ہو ہم تو صرف کسی حدیث کو صحیح یا غیر صحیح اس کی سند کے لحاظ سے کہتے ہیں نہ کہ نفس الامر کے لحاظ سے دیکھو مقدمہ ابن الصلاح ص۶۔

عبدالقیوم صاحب ندوی کی رائے

اسی بنا پر الحافظ محمد عبدالقیوم صاحب ندوی نے اپنی کتاب "فہم حدیث" کے ص۲۵ پر لکھا ہے:-

"البتہ جو حدیث ضعیف اور حدیث صحیح کہا جاتا ہے وہ مجازاً کہا جاتا ہے دراصل اس سے مراد حدیث ضعیف یا حدیث صحیح نہیں ہوتی بلکہ سند ضعیف اور سند صحیح مراد ہوتی ہے اور نسبت مجازی کے طور پر حدیث صحیح و ضعیف کہہ دیا کرتے ہیں ورنہ دراصل کوئی حدیث بحیثیت حدیث ضعیف ہو ہی نہیں سکتی"

ندوی صاحب کے نزدیک حدیث غریب کی تعریف

اسی کتاب کے ص۲۳ پر جناب ندوی صاحب "حدیث صحیح کے اقسام" کی سرخی کے ماتحت حدیث غریب کی تعریف میں فرماتے:-

"اگر حدیث صحیح کی سند میں کہیں پر صرف ایک ہی راوی ہو تو اس کو حدیث غریب کہتے ہیں"، دیکھئے کس صفائی سے حدیث صحیح کو ہی غریب کے لقب سے ملقب کیا ہے تفصیل چونکہ گزر چکی ہے اس لئے اعادہ کی حاجت نہیں۔

ضعیف حدیث کے متعلق انکی رائے

اسی کتاب کے ص۵۶ پر ضعیف حدیث کے متعلق ندوی صاحب کی رائے حسب ذیل ہے:-

"اور اگر صحیح کی جو شرائط ہیں ان میں کچھ یا سب نہ پائے جائیں تو ضعیف ہے

ندوی صاحب کے نزدیک بھی غریب اور ضعیف اور صحیح کے درمیان کوئی منافات نہیں۔

داود القارصی کی رائے

داود القارصی کے ص۱۲۳ پر غریب حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"وقد عرفت من ھذا التحقیق ان الغرابۃ لاتنافی الصحۃ لان کل واحد من احاد رجالہ ثقۃ"

اے قاری تو نے اس تحقیق سے سمجھ لیا ہے کہ غرابۃ صحۃ کے منافی نہیں یعنی حدیث غریب اور حدیث صحیح میں کوئی منافات نہیں کیونکہ اس کے احاد رجال میں سے ہر ایک راوی ثقہ ہے حدیث کے پہلے حصہ کی صداقت انشاء اللہ آئندہ قسط میں دوسرے طرق سے بھی ثابت کی جائے گی اور ساتھ ہی اس کے دوسرے حصہ پر بھی سیر حاصل بحث کر کے ثابت کیا جائیگا کہ اس میں بھی حضرت نبی کریم صلعم نے جو کچھ فرمایا ہے وہ بھی درست ہے مضمون نگار صاحب کا ذہن چونکہ اس کو سمجھنے سے قاصر رہا ہے اس لئے انہوں نے اس پر پھبتی اڑائی ہے ورنہ اس کی صحت میں بھی کلام نہیں ہو سکتا۔

(باقی ـــــ باقی)

بقیہ اخبار احمدیہ از صفحہ ٦

اخبار پیغام صلح میں جماعتہائے احمدیہ میں تحریک فرماویں کہ مرحوم مذکور کے حق میں دعائے مغفرت فرماویں اور جنازہ غائبانہ پڑھ کر اس خاکسار کو مشکور فرماویں۔ میاں محمد عبداللہ ۲۴

مَلفُوظات

بسِلسلۂ صفحۂ اوّل

کیلئے اور اپنے آپ کو ملزم دیکھتا ہے وہ خدا تعالےٰ کی طرف جھکتا ہے تب اس پر رحم کیا جاتا ہے اور وہ ترقی پکڑتا ہے لکھا ہے التائب من الذنب کمن لاذنب لہٗ۔ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں

یہ پختہ ارادہ اور سچی نیت رکھتا ہو کہ آئندہ یہ گناہ نہ کرے گا نیت میں کسی قسم کا فساد نہ ہو بلکہ پختہ ارادہ ہو کہ قبر میں داخل ہونے تک اس بدی کے قریب نہ آئے گا تب وہ توبہ قبول ہو جاتی ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ اپنے بندوں کو امتحان میں ڈالتا ہے تاکہ ان کو انعام دیوے۔ انعام حاصل کرنے کے واسطے امتحانوں کا پاس کرنا ضروری ہے۔

ملفوظات جلد نہم

ہم از مقام بھیرہ آزاد کشمیر۔ براستہ آزاد پتن معرفت عبدالحمید خاں ایجنٹ آزاد بس سروس۔

ـــ (۲) میرے حقیقی چچا بعمر ۶۵ سال اپنے آبائی گاؤں زیدہ ضلع مردان میں وفات پا گئے ہیں ۱۹۶۵ء میں تقریباً تین سال قبل مرحوم نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور سلسلہ احمدیہ میں باقاعدہ شمولیت کی تھی۔ مرحوم شروع سے ہی احمدیت کے شیدائی تھے۔ احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔ فقط والسلام۔

خاکسار فضل الرحمٰن

درخواست دُعا

ـــ احباب جماعت کو یہ پڑھ کر یقیناً صدمہ ہوگا کہ ہمارے پیارے بھائی صوبیدار میجر عبدالحکیم خان اور ان کے بھتیجے نذیر احمد کو دیرینہ عداوت کی بنا پر ان کے دشمنوں نے قتل کے ایک جھوٹے مقدمہ میں ملوث کر دیا ہے جس کی بنا پر پولیس تھانہ بڈابیر نے انکو گرفتار کر کے جوڈیشنل حوالات میں بند کر دیا ہے۔ بزرگان سلسلہ سے درخواست ہے کہ وہ دردِ دل سے اپنی شبانہ دعاؤں میں انکو یاد رکھیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ انکو اس ابتلا سے نجات دے اور اس جھوٹے مقدمہ سے باعزت طور پر بری کرے۔ آمین۔ محمود الرحمٰن از پشاور

تبلیغی خط و کتابت

خطوط آمدہ از بلادِ غیر

نائیجیریا

ترجمہ خط از ملام یحییٰ تایا۔ نائیجیریا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں یہ چند حروف لکھ رہا ہوں، امید ہے کہ آپ میری مدد کریں گے جیسا کہ آپ نے میرے ایک دوست کی مدد کی ہے۔ مجھے تاریخ اسلام ارسال کریں، نیز آپ مجھے اپنی فہرست کتب ارسال کریں، کتابوں کی بہت ضرورت ہے کیونکہ میں عربی استاد ہوں اور کالج میں پڑھاتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ مجھے ضرور کتابیں ارسال کریں گے۔

(خط کا جواب دیا گیا۔ اسلام اینڈ کرسچینٹی۔ کال آف اسلام، فہرست کتب، اسلام دی ریلیجن آف ہیومینیٹی ارسال کی گئیں)

ترجمہ خط از اکھانو یوکس۔ نائیجیریا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں یہ چند حروف آپ کو تحریر کر رہا ہوں کہ آپ مجھے چند کتب اسلامی تعلیم کے متعلق روانہ کریں میں بہت متشکر رہوں گا اگر میری یہ درخواست قبول فرمائی جائے۔

میں اور میرے لواحقین بہت خواہشمند ہیں کہ ایسا لٹریچر ارسال کریں جس سے اسلام کی حقیقت معلوم ہو امید ہے کہ آپ میری استدعا کو منظور فرما دیں گے۔ والسلام

(ان کو ایسنس آف اسلام — اسلام اینڈ کرسچینٹی اور فہرست کتب بھی ارسال کی گئی۔)

ترجمہ خط از مسٹر ڈبلیو۔ ایس۔ ڈیا۔ نائیجیریا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میری مؤدبانہ التماس ہے کہ میری گذارش آپ ضرور قبول فرمائیں۔ میں عیسائی گھرانہ میں پیدا ہوا۔ لیکن موجودہ حالت میں میں مسلمان ہوں۔

میری التماس ہے کہ مجھے ایک کاپی قرآن شریف انگریزی اور کچھ لٹریچر جس سے رسول کریمؐ کے حالات معلوم ہو سکیں ارسال فرمائیں، امید ہے میری التماس پر ضرور غور کیا جائے گا۔

(ان کو خط بھی لکھا گیا اور ایسنس آف اسلام۔ اسلام اینڈ کرسچینٹی۔ اسلام دی ریلیجن آف اسلام ارسال کی گئی۔)

ترجمہ خط از ابراہیم اودو اُمالا۔ نائیجیریا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا ممبر شپ سرٹیفکیٹ موصول ہوا۔ میری التماس ہے کہ مجھے مذہب اسلام کے متعلق کچھ لٹریچر ارسال کریں۔ اور ایک نسخہ قرآن شریف بھی ارسال کریں اور نیز نماز کے متعلق بھی مجھے تحریر کریں۔ اگر ان کتابوں کا کوئی معاوضہ ہو تو لکھیں۔

(ان کو خط کا جواب دیا گیا۔ پریک پرافٹ آف اسلام اور فہرست کتب بھی ارسال کی گئی۔

ترجمہ خط از ایم۔ بی۔ آبورندا۔ نائیجیریا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں آپ کی توجہ خط نمبر ۱۷ مورخہ ۳۱ ۱/۶۴ کی طرف مبذول کراتا ہوں۔ آپ نے لکھا تھا کہ قرآن چھپنے پر ارسال کیا جاوے گا۔ اب آپ مہربانی کر کے ایک عدد قرآن بذریعہ ایئرمیل ارسال فرمائیں اور مزید لٹریچر بھی ارسال کریں۔

میں جانتا ہوں کہ کتابوں کے مطالعہ سے میرے علم میں وسعت ہوگی۔ امید ہے کہ آپ میری گذارش کو قبول فرمائیں گے۔

(ان کو خط کا جواب دیا گیا اور ایک نسخہ قرآن شریف ارسال کیا گیا۔ نیز پرافٹ آف اسلام۔ اسلام اینڈ کرسچینٹی۔ اسلام — دی ریلیجن آف ہیومینیٹی ارسال کی گئیں)

فون نمبر
۲۰۱۴
۲۰۵۹
۷۷۶۶

ٹیلیگرام:- فائن ٹیکس

فائن ٹیکس

دیدہ زیب — خوشنما نمونے — پختہ رنگ — شرٹنگ

لینن کے سیٹ — صوفہ و پردہ کلاتھ

آج ھی

فائن ٹیکس کی مصنوعات سے اپنے گھر کو سجائیے

یونائیٹڈ ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ فضل آباد۔ ملتان

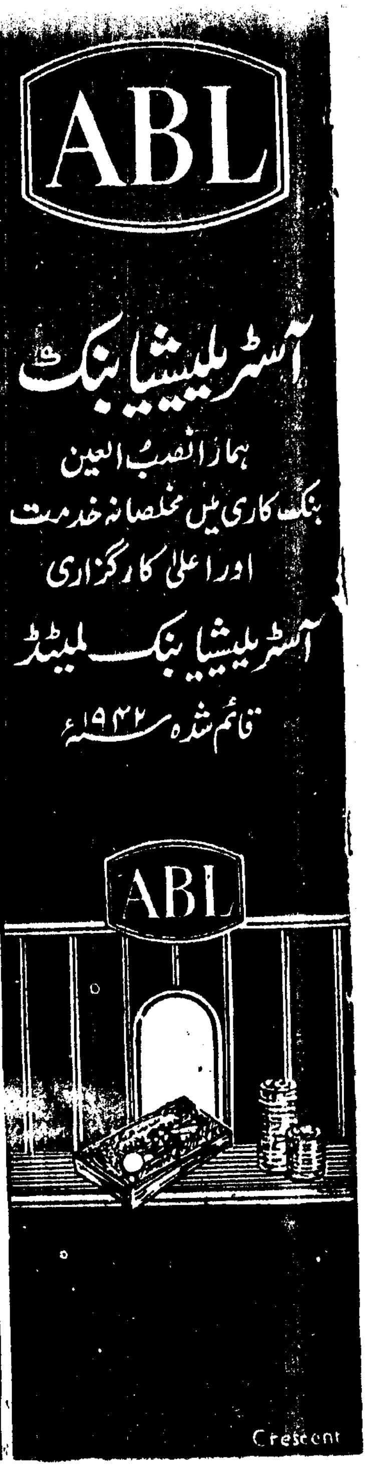

ABL

آسٹریلیشیا بنک
ہمارا نصب العین
بنک کاری میں مخلصانہ خدمت
اور اعلیٰ کارگزاری
آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ
قائم شدہ ۱۹۴۲ء

Crescent

PAK CEMENT

پاک سیمنٹ فاروقیہ
یادگار عمارتیں
پائیدار سیمنٹ
پاک سیمنٹ ۔ فاروقیہ
پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ
فاروقیہ (ضلع ہزارہ)

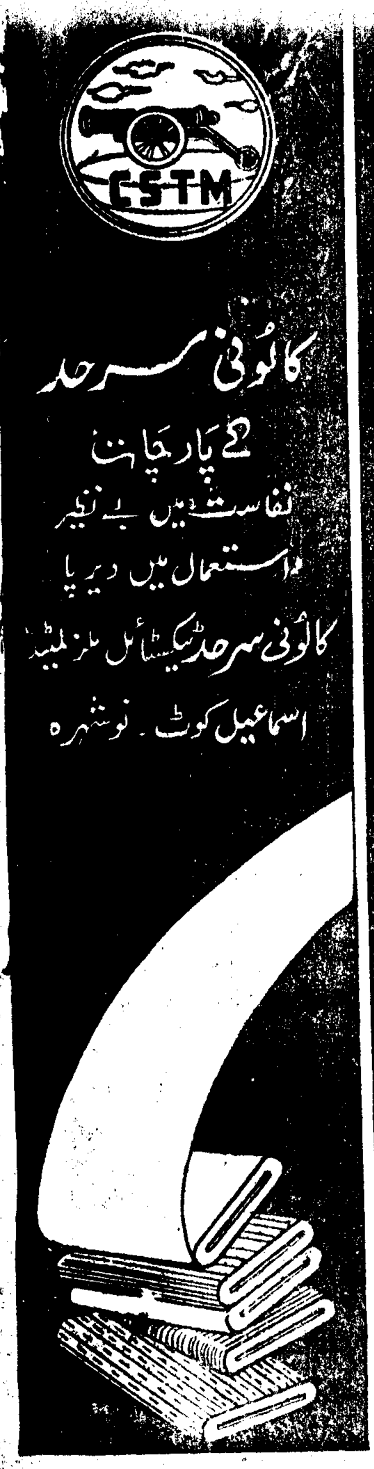

CSTM

کالونی سرحد
کے پارچاجات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا
کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل کوٹ ۔ نوشہرہ

مولانا محمد یعقوب خان صاحب کا وضاحتی بیان

مولانا محمد یعقوب خان صاحب کا ایک تازہ وضاحتی بیان ۱۹ ستمبر کے "الفضل" میں شائع ہوا ہے۔ مولانا موصوف کی بیماری آجکل جس حد تک پہنچ چکی ہے یعنی فالج کا حملہ دیگر اعضا کے علاوہ دل و دماغ تک پہنچ گیا ہے اور کئی مرتبہ آپ کو دل کے دورے پڑ چکے ہیں اس کے پیش نظر مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ اس وضاحتی بیان پر تبصرہ کیا جائے ہمیں افسوس ہے کہ "الفضل" خواہ مخواہ ایسے بیانات شائع کر کے انہیں جماعت لاہور سے علیحدہ کرنا چاہتا ہے حالانکہ ان کے فرزندان اور دیگر اقربا اس کے حامی نہیں اسی لئے انہوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ سے ان کی صحت کے لئے دعا کی درخواست کی اور حضرت ممدوح نے ۱۳ ستمبر کے خطبہ جمعہ میں تمام جماعت سے دعا کرائی، جو ۱۸ ستمبر کے "پیغام صلح" میں شائع ہو چکی ہے، اس لئے ہم اسی دعا پر اکتفا کرتے ہوئے ان کے وضاحتی بیان کو نظرانداز کرتے ہیں

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نور الٰہی صاحب پرنٹر چھپا ۔ اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور نمبر ۷ سے شائع کیا ۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں ۔

ہفت روزہ پیغام صلح ۔ لاہور
رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۳۹

قرآں را چشم کن روشن نمایت مبیں

ٹیلیفون ۳۷۲۳۷
تار کا پتہ پیغام لاہور

سالانہ چندہ آٹھ روپے
بیرونی ممالک سے
ایک سو روپے دے کر
تا زندگی جاری ہو سکتا ہے

مدیر
دوست محمد
مدیر معاون
بشیر احمد سوز

جلد ۵۶ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۶ رجب سنہ ۱۳۸۸ھ مطابق ۹ اکتوبر سنہ ۱۹۶۸ء | نمبر ۴۰

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادہ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیت

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

منافق کی علامات

— عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایۃ المنافق ثلث اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان۔

ترجمہ: —

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے خیانت کرتا ہے۔

— عن عبد اللہ بن عمرو ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اربع من کن فیہ کان منافقا خالصا ومن کانت فیہ خصلۃ منھن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعھا اذا اؤتمن خان واذا حدث کذب واذا عاھد غدر واذا خاصم فجر۔

ترجمہ: —

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار باتیں ہیں جس میں وہ ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو اس میں ایک نفاق کی خصلت ہے یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے جب اس کے پاس امانت رکھی خیانت کرتا ہے اور جب بات کہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب عہد کرے تو بے وفائی کرتا ہے اور جب جھگڑا کرے تو ناحق کی طرف جاتا ہے۔

نوٹ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ منافق کی علامات اس حدیث میں بیان کی ہیں۔ ایک میں تین اور ایک میں چار۔ مطلب یہ ہے کہ یہ باتیں جس مسلمان میں پائی جائیں اس میں نفاق کا ایک رنگ پایا جاتا ہے لیکن یہ عملی نفاق ہے ایسے شخص کو بھی فی الواقع منافق قرار نہیں دیا جائے گا۔ بعض احادیث میں تین بعض میں چار بعض میں پانچ خصائل کا ذکر ہے۔ یہ اختلاف نہیں۔ بلکہ یہ بتانے کے لئے ہے کہ ان میں حصر نہیں۔ (فضل الباری)

مذہب وہ اختیار کرنا چاہیئے

جس سے خدا تعالےٰ کی معرفت اور گیان بڑھ جائے

کلمات طیبات حضرت امام الزمان مجدد دوران مسیح موعود علیہ السلام

ایک ہندو نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کی کہ سچے مذہب کی کیا شناخت ہے؟ دنیا میں اس قدر مذاہب پھیلے ہوئے ہیں ان میں سے کس طرح شناخت کریں کہ سب سے افضل اور اعلیٰ مذہب قابلِ قبول کونسا ہے؟

حضرت نے فرمایا: —

جس مذہب میں سب سے زیادہ تعظیم الٰہی اور سب سے زیادہ اللہ تعالےٰ کی معرفت کا سامان ہو وہی سب سے اعلیٰ مذہب ہے۔ انسان اسی چیز کی قدر زیادہ کرتا ہے جس کا علم اس کو زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کو معلوم ہو کہ فلاں مکان میں ایک سانپ پھرتا ہے اور وہ آدمیوں کو کاٹتا ہے تو وہ شخص کبھی جرأت نہیں کرے گا کہ رات کو ایسے مکان میں جا کر سوئے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس کھانے میں جو میرے آگے رکھا ہے زہر ہے تو وہ ہرگز کبھی ایک لقمہ بھی اس کھانے میں سے نہ کھائے گا۔ اگر کسی گاؤں میں طاعون ہو اور لوگ مر رہے ہوں تو کوئی شخص اس گاؤں میں جانے کا حوصلہ نہیں کرتا جس کو معلوم ہو کہ جنگل میں شیر رہتا ہے وہ اس جنگل میں ہرگز داخل نہیں ہوتا ان سب کا اصل علم اور معرفت ہے جس چیز کا علم انسان کو بخوبی ہو جاوے اور اس کے متعلق معرفت تام پیدا ہو جاوے۔ انسان اس کے برخلاف بالکل نہیں کر سکتا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ لوگ گناہ کو ترک نہیں کرتے۔ اس کا سبب یہی ہے کہ خدا تعالےٰ کی ہستی کا کامل علم اور معرفت

(باقی بر صفحہ ۷ کالم ۲)

میں مذہب کی تبدیلی پر مطمئن ہوں

قبول اسلام کے بعد

ہالینڈ کی نومسلمہ مسز فاطمہ کے تاثرات

میں ہالینڈ کے عیسائی گھر میں پیدا ہوئی تھی اور اسی لئے مجھے دوسری عالمگیر جنگ سے پہلے اور اس کے کئی سال بعد تک انڈونیشیا میں رہنے کا موقع ملا۔

اسلام کے ساتھ میری دلچسپی ابتداء میں میرے کسی مطالعہ کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ میں نے انڈونیشیا میں رہتے ہوئے مسلمانوں کی زندگی کو دیکھا تھا۔ اور اس کی وجہ سے میرے ذہن میں یہ بات نقش ہو گئی تھی کہ مسلمانوں اور دوسرے مذہبوں کے ماننے والوں کی زندگی کے ہر شعبہ میں جو فرق نظر آتا ہے وہ اسی فرق کا نتیجہ ہے جو اسلام اور دیگر مذاہب کے درمیان پایا جاتا ہے۔ اور میں یہ محسوس کرنے لگ گئی تھی کہ دوسرے مذاہب کے برعکس اسلام آج کی دنیا میں روحانی مسائل کا ہی نہیں بلکہ سماجی مسائل کا حل بھی پیش کرتا ہے اور یہ مذہب روحانی لحاظ سے ہی نہیں بلکہ عملی اعتبار سے بھی ایک ایسا مذہب ہے جسے آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اور جس پر عمل کرنے سے انسان کو کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔

ایک عیسائی خاندان میں پیدا ہونے اور عیسائیت کے ماحول میں تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے باعث میرا عقیدہ یہ رہا تھا کہ مذہب صرف پرستش کے لئے ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ وہ خدا جسے صرف پرستش ہی کے لئے مخصوص کر لیا جائے۔ زندگی کے کسی مرحلے میں بھی انسان کی رہنمائی نہیں کر سکتا مگر انڈونیشیا کے قیام کے زمانہ میں میں نے یہ محسوس کر لیا کہ مسلمان خدا تعالیٰ کو محض پرستش کے لئے ہی مخصوص نہیں مانتے بلکہ وہ اسے حاضر و ناظر یقین کرتے ہیں۔ اور اسی لئے ان کا یہ تصور انہیں ہر وقت خدا تعالیٰ کے قریب رکھتا ہے۔ اور وہ زندگی کے ہر مرحلہ میں اسی سے ہدایت اور رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ پھر اسلام براہ راست انسان کی فطرت کو اپیل کرتا ہے اور وہ [illegible] اطمینان بہم پہنچاتا ہے جو روحانی ترقی اور مادی کامیابی کے لئے ضروری ہے۔

مسلمانوں کی زندگی سے یہ مذکورہ بالا اثر لینے کے بعد جب میں نے اسلام کا مطالعہ شروع کیا تو سب سے پہلے میں نے ایسے سوال کا جواب تلاش کرنا چاہا جو مدت سے میرے پیش نظر تھا۔ اور وہ سوال یہ تھا کہ ابھی تک دنیا میں ایسے مقامات موجود ہیں جہاں کسی مذہب کا پیغام نہیں پہنچا ایسی حالت میں موت کے بعد ان مقامات کے باشندوں کا کیا ہوگا؟ اور وہ جنت میں داخل ہو سکیں گے یا نہیں؟ عیسائیت کی تعلیمات میں مجھے میرے اس سوال کا جواب نفی میں ملا تھا۔ لیکن میرا دل اس جواب سے مطمئن نہیں ہو سکا تھا۔ میں نے اسلام کی تعلیمات میں اپنے اس سوال کا جواب تلاش کیا تو یہ دیکھ کر اسلام کے ساتھ میری دلچسپی اور بھی بڑھ گئی کہ قرآن کریم میں اس کا تسلی بخش جواب موجود ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے انسان کو اس بات کا یقین دلایا ہے کہ کسی شخص کا کوئی نیک عمل بھی ضائع نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح عیسائیت نے مجھے یہ تعلیم بھی دی تھی کہ حضرت عیسیٰؑ کے علاوہ کسی اور نبی اور پیغمبر کی تصدیق نہیں کرنی چاہیئے لیکن میں محسوس کرتی تھی کہ دنیا کی وسعت کے پیش نظر نوع انسان کی ہدایت کے لئے بہت سے پیغمبروں اور نبیوں کو دنیا میں آنا چاہیئے تھا، وہ آئے بھی اور انہوں نے انسانوں کی اصلاح اور تربیت کے سلسلہ میں اپنے فرض کو انجام بھی دیا اس لئے ان کی تصدیق نہ کرنے کا کوئی مطلب نہیں ہو سکتا۔ اسلام کا مطالعہ اس لحاظ سے بھی میرے اطمینان کا موجب ثابت ہوا اور میں اس نتیجہ پر پہنچی کہ اسلام دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جس نے نہ صرف تمام پیغمبروں اور نبیوں کی تصدیق کی ہے بلکہ ان کے مساوی احترام کی ہدایت بھی کی ہے اور اس طرح اس نے مذہبی رواداری کی ایک مثال ایسی قائم کی ہے جو دوسرے تمام مذہبوں میں ناپید ہے۔

اسلام کے متعلق مذکورہ بالا نتائج پر پہنچنے کے باوجود میں کچھ مدت تک یہ بات سمجھنے سے قاصر رہی کہ اسلام نے بانی اسلام کے آخری نبی اور پیغمبر ہونے کا دعوے کیوں کیا ہے؟ اور اس طرح اس نے مستقبل میں انسان کی اصلاح اور تربیت کے لئے انبیاء اور مرسلین کی آمد کے سلسلے کو منقطع کیوں قرار دیا ہے؟ اور جب کبھی میں اس سوال پر غور کرتی تھی تو میرے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ (نعوذ باللہ) اسلام بھی تنگ دلی اور تعصب سے پاک نہیں ہے اور اسی لئے اسلام کی بہت سی خوبیوں کا خیال لیتے اور اسے اپنے رجحانات کے عین مطابق پانے کے باوجود میں نے اسے قبول نہیں کیا تھا۔ لیکن مجھے جتنا وقت بھی ملتا تھا۔ میں اسے اسلام کے مطالعہ میں صرف کرتی تھی۔ حتیٰ کہ میں اس نتیجہ پر پہنچی کہ اسلام کے متعلق میرے اس آخری شبہ کا فیصلہ اس کے اسی دعوے کو سمجھنے ہی سے ہو سکتا ہے، جو خود اس نے اپنے مکمل ہونے کے متعلق کیا ہے۔

میں نے اس زاویہ نظر سے اسلام کا مطالعہ شروع کیا، تو سب سے پہلے مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی۔ کہ اسلام کے سوا کسی مذہب نے بھی اپنے مکمل ہونے کا دعوے نہیں کیا، اور اسی لئے اسلام جب اپنے مکمل ہونے کا دعوے کرتا ہے تو اس کا منطقی نتیجہ یہی ہو سکتا ہے۔ کہ بانی اسلام کو آخری پیغمبر تسلیم کیا جائے۔ اسی لئے اس کی یہ تعلیم اپنی جگہ ہر قسم کے اعتراضات سے بالاتر ہے۔ اور اسلام کے مکمل مذہب ہونے کی تحقیقات کی ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے۔ جو اپنی روحانی اور مادی زندگی کی تکمیل کے لئے کسی مکمل مذہب کو تلاش کرنا چاہتے ہیں۔

ابتداء ہی میں مجھے مسلمانوں کی زندگی نے اسلام کی طرف راغب کر دیا تھا اور مذکورہ بالا نتیجہ پر پہنچنے کے بعد جب میں نے اسلام کا مزید مطالعہ کیا، تو مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی کہ اسلام زندگی کے ہر شعبے میں انسان کی ہدایت و رہنمائی کرتا ہے۔ اس نے گھریلو زندگی سے لے کر بین الاقوامی زندگی تک جو نظام عمل مقرر کیا ہے، وہ اس درجہ مکمل ہے۔ کہ کسی زمانہ میں بھی انسانی زندگی کا کوئی سوال اس کے دائرہ سے باہر نہیں نکل سکتا پھر یہ پورا نظام انسان کی روحانی ترقی اور مادی تعمیر کے مقصد پر مبنی ہے۔ اس نظام کی بدولت خاندان میں یگانگت بڑھتی ہے۔ انسان میں ذمہ داری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ قوموں کے درمیان مذہبی اور نسلی منافرت باقی نہیں رہتی، انسان کے لئے مادی ترقی کی راہیں کشادہ ہو جاتی ہیں۔ اور یہ تمام باتیں انسان کو سکون اور اطمینان بہم پہنچاتی ہیں، اس طرح اسلام کے آخری اور مکمل مذہب اور بانی اسلام کے آخری پیغمبر ہونے کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

اسلام کے متعلق ہر طرح مطمئن ہو جانے کے بعد میں نے 9 مارچ سنہ ۱۹۵۵ء کو اسلام قبول کر لیا اور یہ سب کچھ کسی ترغیب یا تحریص کا نتیجہ نہیں تھا۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی مہربانی کی بدولت ہوا۔ میں مذہب کی اس تبدیلی پر بالکل مطمئن ہوں، اور تمام احباب کا شکریہ ادا کرتی ہوں، جن کے تعاون سے مجھے اسلام قبول کرنے میں مدد ملی۔

تقریب نکاح

قاضی عبدالاحد صاحب ایبٹ آباد سے تحریر فرماتے ہیں:۔

محترم ماسٹر محمد انور صاحب مانسہرہ کا نکاح دختر محترم حبیب الرحمٰن صادق صاحب مانسہرہ سے بتاریخ ۲۷/9/68 کو جامع مسجد ایبٹ آباد میں ہوا ہے۔

نکاح خوان جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب تھے۔ ماسٹر محمد انور صاحب نے مبلغ -/5 روپے برائے اشاعت اسلام عنایت کئے ہیں۔ اور احباب سلسلہ سے التماس کرتے ہیں کہ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو موجب برکات بنائے اور ہم دونوں کو اللہ تعالیٰ خدمت اسلام کی توفیق عنایت کرے۔

قاضی عبدالاحد
از ایبٹ آباد

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۹ راکتوبر ۱۹۶۸ء

قرآن اور حدیث کا رشتہ

راولپنڈی سے ایک صاحب سرفراز حسین نے مسیحی اخبار "اخوت" بابت فروری و اپریل ۱۹۶۸ء کے ایک مضمون کی نقل ہمیں برائے جواب ارسال کی ہے۔ اس مضمون کی ابتداء میں قرآن کریم کے اس دعوے کو پیش کر کے کہ "وہ ہر شئے کی تفصیل ہے (یوسف ۱۱۱) اس میں ہر چیز کو ہم نے کھول کر بیان کر دیا ہے (بنی اسرائیل ۱۲) اس (خدا) نے تیری طرف (اے محمد) مفصل کتاب نازل کی ہے (انعام ۱۱۵) جو ہر چیز کو بیان کر دینے والی ہے" (نحل ۸۹) یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ قرآن کریم کے یہ دعاوی صحیح نہیں، اور اس ضمن میں اہل قرآن (مولوی عبداللہ چکڑالوی) اور دوسرے مسلمان علماء کی بحثوں کا ذکر کر کے بتایا گیا ہے کہ اول الذکر (مولوی عبداللہ چکڑالوی اہل قرآن) سے جب یہ دریافت کیا گیا کہ فلاں فلاں مسائل قرآن میں کہاں ہیں تو انہوں نے بعض آیات کی غلط تاویل کر کے ان مسائل کو قرآن میں ثابت کرنے کی کوشش کی، جہاں اہل قرآن کی یہ تاویلیں غلط تھیں وہاں موخر الذکر علماء کا یہ کہنا کہ وہ مسائل قرآن میں نہیں ہیں حدیث ان پر روشنی ڈالتی ہے۔ اس بات کا ثبوت ہے کہ قرآن کا یہ دعوے کہ وہ ہر شئے کی تفصیلات بیان کرتا ہے صحیح نہیں۔

اسی مضمون میں مضمون نویس نے مولوی امام دین پنشنر جج مرحوم اور حضرت مسیح موعودؑ کی خط و کتابت کا بھی ذکر کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ مرزا صاحب کی اس تحدی کے جواب میں کہ قرآن مکمل کتاب ہے مولوی امام الدین نے انہیں لکھا کہ :-

"قرآن بذاتِ خود مکمل کتاب نہیں ہے بلکہ مجمل ہے اور تفصیل و تشریح اور کامل ہونے کے لئے بائبل شریف کی محتاج ہے۔"

اس کے جواب میں حضرت مرزا صاحب نے مولوی امام الدین صاحب سے دریافت کیا کہ وہ کونسی "پاک صداقتیں" ہیں جو قرآن کریم میں نہیں پائی جاتیں ؟ جس کے جواب میں مولوی امام الدین نے پندرہ ایسے مسائل لکھے جن کا ذکر ان کے نزدیک قرآن میں نہیں اور مرزا صاحب نے یہ وعدہ کرنے کے باوجود کہ براہین احمدیہ میں کسی محل پر آپ کا جواب الجواب لکھا جائے گا۔ "بالکل چپ سادھ لی" اور یاد دہانی کے باوجود کوئی جواب نہ دیا۔

یہ کہاں تک صحیح ہے اور وہ کونسے مسائل ہیں، جن کا ذکر مولوی امام الدین صاحب نے کیا تھا۔ اس پر ہم آئندہ اشاعت میں مفصل روشنی ڈالیں گے انشاء اللہ تعالےٰ۔

یہاں ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مضمون نویس کا یہ خیال کہ علمائے اسلام قرآن کریم کو حدیث کا محتاج سمجھتے ہیں جو اس کے غیر مکمل ہونے کا ثبوت ہے قطعاً غلط ہے، مضمون نویس نے اس بارہ میں حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :-

"جب مرحوم مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے قادیان کی چار دیواری سے نکل کر لاہور کی علمی فضا میں سانس لیا تو آپ نے اپنے پیر "حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود حضرت مرزا غلام احمد قادیانی، کرشن ثانی" کی بعض باتوں اور فاسد عقیدے سے عملاً توبہ کر لی، سطور بالا میں آنجہانی مرزا صاحب کے الفاظ درج کئے گئے ہیں جو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ آپ کے خیال میں قرآن ایک مفصل اور کامل کتاب ہے جو غیر قرآن کی محتاج نہیں لیکن مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے اپنی کتاب "مقام حدیث" میں دبی زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ قرآن کامل کتاب نہیں (تیسرا باب) اور کہ قرآن غیر قرآن کا محتاج ہے۔"

مضمون نویس کا یہ بیان کہاں تک صحیح ہے ؟ حضرت مولانا محمد علی صاحب کی کتاب "مقام حدیث" کا تیسرا باب ہمارے سامنے ہے، اس کا ابتدائی پیرا پڑھئے فرماتے ہیں :-

"سب سے پہلا سوال جو ہمارے سامنے آتا ہے یہ ہے کہ آیا فی الواقعہ ہمیں حدیث کی کچھ ضرورت ہے؟ جن لوگوں نے اس زمانہ میں انکار حدیث کیا ہے اس کی بڑی وجہ وہ یہ بتاتے ہیں کہ ہمیں حدیث کی کچھ ضرورت نہیں اور نہ قرآن حدیث کا محتاج ہے بلکہ ان لوگوں کی طرف سے جب سوال ہوتا ہے تو اسی رنگ میں ہوتا ہے کہ کیا قرآن کریم کسی اور چیز کا محتاج ہے؟ اس سوال میں درحقیقت ایک مغالطہ ہے اور بعض لوگ گھبرا اٹھتے ہیں کہ آیا فی الواقعہ قرآن کریم کوئی ایسی ناقص چیز ہے کہ وہ کسی دوسرے امر کا محتاج ہو، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، ہم قرآن کریم کو ایک کامل کتاب مانتے ہیں کسی دوسرے کا محتاج اسے قرار دینا اسے ناقص فرض کرنا ہے، مغالطہ اس میں یہ ہے کہ فی الواقعہ قرآن شریف تو کامل ہے اور کسی کا محتاج نہیں مگر ہم اس کے سمجھنے کے لئے بہت سی چیزوں کے محتاج ہیں، ہم اس زبان کے محتاج ہیں جس میں قرآن شریف نازل ہوا کہ اس کو جانیں، ہم لغت کے محتاج ہیں گو وہ لغت کی کتابیں قرآن شریف کے بعد ہی بنی ہوں، ہم صرف و نحو کے محتاج ہیں۔ کیونکہ صرف و نحو نے زبان کے قواعد کو منضبط کر دیا اگر ان چیزوں کو ہم نہیں جانتے تو قرآن شریف کو ہم نہیں جان سکتے، اسی طرح قرآن شریف کو سمجھنے کے لئے ہم حدیث کے محتاج ہیں اور یہ ایک موٹی بات ہے کہ جس طرح اپنے اپنے زمانہ میں مفسرین نے اور اہل علم نے لوگوں کو سمجھانے کے لئے قرآن کریم کے متعلق بہت کچھ لکھا حتّٰی کہ اس زمانہ میں مولوی عبداللہ صاحب کو ایک ضخیم ترجمہ تفسیر۔ نماز۔ زکوٰۃ وغیرہ کے متعلق کتابیں لکھنی پڑیں تاکہ قرآن کریم کے اصل منشاء سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے اسی طرح اور اس سے بہت بڑھ کر نزولِ قرآن کریم کے وقت یہ ضرورت تھی کہ اس قلبِ مقدس کا مالک جس پر یہ کلام نازل ہوا اور جو دنیا کے تمام انسانوں سے بڑھ کر اس کے اصل منشاء کو سمجھتا تھا اس منشاء سے دوسروں کو آگاہ کرے اس نے اپنے قول سے اپنے فعل سے اس اصل منشاء کو لوگوں پر ظاہر فرمایا اور اسی کو ہم حدیث کہتے ہیں، اور جس طرح وہ لوگ قرآن کریم کے اصل منشاء کو سمجھنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کے محتاج تھے اور اس اصل منشاء کو مہبطِ وحی صلعم سے بڑھ کر کوئی سمجھنے والا نہیں ہو سکتا اسی طرح ہم بھی اس اصل منشاء کو سمجھنے کے لئے حدیث کے محتاج ہیں"

فرمایئے اس میں کہاں لکھا ہے کہ قرآن کامل کتاب نہیں، کہاں قرآن کو غیر قرآن کا محتاج قرار دیا ہے پھر یہ کس قدر غلط بیانی ہے کہ

"مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے اپنی کتاب "مقام حدیث" میں دبی زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ قرآن کریم کامل کتاب نہیں اور قرآن غیر قرآن کا محتاج ہے"

ہم چیلنج کرتے ہیں کہ مضمون نویس صاحب حضرت مولانا محمد علی صاحب کا ایک ہی فقرہ "مقام حدیث" سے نکال کر دکھا دیں جس میں آپ نے قرآن کریم کو کامل کتاب قرار دینے سے انکار کیا ہو اور اسے غیر قرآن کا محتاج قرار دیا ہو، "دبی زبان" کیا وہ تو کھلی زبان سے علی الاعلان کہہ رہے ہیں کہ "فی الواقعہ قرآن شریف تو کامل کتاب ہے اور کسی کا محتاج نہیں"، کیا مضمون نویس اس اعلان کو پڑھ کر اپنی غلط بیانی کو واپس لے گا ؟

اور مضمون نویس کے اس بیان کو کیا کہیں کہ :-

"جب مرحوم مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے قادیان کی چار دیواری سے نکل کر لاہور کی علمی فضا میں سانس لیا تو آپ نے اپنے پیر .... کی بعض باتوں اور فاسد عقیدے سے عملاً توبہ کر لی۔"

مضمون نویس کو معلوم ہونا چاہیئے کہ لاہور کی علمی فضا نہیں بلکہ یہ قادیان ہی کی علمی فضا تھی جہاں سے مولانا محمد علی صاحب سیراب ہوئے اور انہوں نے لاہور آنے سے بہت پہلے قادیان کی چار دیواری میں بیٹھ کر ریویو آف ریلیجنز کے ذریعہ وہ علم دنیا کو پہنچایا جس کی روشنی سے یورپ کی علمی فضا بھی منور ہو گئی اور اس کا اعتراف اہل یورپ کو کھلے طور پر کرنا پڑا۔ حضرت مرزا صاحب ہی کا علمی فیضان تھا جس نے حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کا سینہ نورِ علم سے بھر دیا اور لاہور آ کر بھی اسی پاک امام کے فیوضِ علمی کا ہمیشہ اعتراف کرتے رہے جیسا کہ آپ

(باقی بر صلا کالم ۳)

اخبار و افکار

بشیر الرحمٰن سوز

بین الاقوامی بے ہودگی

ہر سال بین الاقوامی سطح پر "مقابلہ حسینۂ عالم" کے نام پر بنتِ آدم کی عزت و عصمت کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ چند ملکوں کے سوا جن میں پاکستان بھی شامل ہے، تقریباً دنیا کے تمام ملک اس "بین الاقوامی بیہودگی" کا اعزاز حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہوتے ہیں۔

ہمارا ہمسایہ ملک بھارت بھی اس مقابلہ میں شامل ہو رہا ہے، اور چار دفعہ اسکا اعزاز حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہوا ہے۔ اس کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ان چار مقابلوں میں جیتنے والی تین مسلمان عورتیں ہیں ایک کلکتہ کے مشہور مسلمان ماہر تعمیرات کی اہلیہ رقاصہ اندرانی رحمٰن۔ دوسری لکھنؤ کے جاگیردار گھرانے کی مس نیر مرزا۔ اور تیسری حیدر آباد کے مغل خاندان کی مس انجم ممتاز بیگ۔

افسوس ہے کہ بھارت کا پسماندہ مسلمان کس ڈگر پر چل نکلا ہے جس کا دین عورت کی عصمت کا محافظ ہے اور جس کے معاشرہ میں عورت ایک پاکیزہ اور نیک جانس ہے جس کی عزت و آبرو کی قسم کھائی جا سکتی ہے، اور جس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی اسلام نے منع کیا ہے اب وہ اپنی بہن اور بیٹی کو عریاں کرکے دیدۂ عالم کے لئے سامانِ تسکین بہم پہنچا رہا ہے۔ مسلمان کے لئے ارفع و اعلیٰ اعزاز اپنی عزت و آبرو کے تحفظ میں ہے۔ نہ کہ اپنی بچیوں کو ننگا کرکے دنیا جہان کے لئے تماشہ گاہ بنانے میں۔

پھر اس بین الاقوامی بے ہودگی کے موقعہ پر ان اسیرانِ عالم پر کیا گزرتی ہے مس نیر مرزا کی زبانی ہی سنئے وہ کہتی ہیں۔ "یہ مقابلہ لاتعداد امتحانوں اور قلبی جراحتوں کا زنجیر تھا۔ جن میں سے کچھ ایسے بھی تھے جن میں سے گزرنے سے انہوں نے انکار کر دیا" ایک دوسری حسینۂ عالم کا بیان ہے۔ "مجھے اس بات کی شدید شرمندگی ہے کہ میں نے ان مقابلوں میں حصہ ہی کیوں لیا۔ میں امریکیوں اور دوسرے ملکوں کے غیر ذمہ دار مردوں کا نشانہ ترحم ہوں۔ مجھے اس بات کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ میرے ساتھ یہ سلوک کیا جائے گا۔"

ان مقابلوں میں کامیابی پر بغلیں بجانا بغلیں جھانکنا نہیں تو اور کیا ہے۔

فرقہ ناجیہ

عنوانِ بالا کے تحت ہفت روزہ الاعتصام۔ مؤرخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۶۸ء میں مولوی محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی کا مضمون شائع ہوا ہے۔ اس میں مولوی صاحب لکھتے ہیں:—

> "فرقہ ناجیہ کا تصور و خیال ایک حدیث شریف سے اٹھا ہے جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی۔ ایک فرقہ کے سوائے دیگر سب دوزخ میں جائیں گے۔ صحابہ رضی نے پوچھا وہ کونسا فرقہ ہو گا۔ آپ نے فرمایا جو اس طریق پر ہو گا جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔

اب تعصب کو چھوڑ کر۔ ما انا علیہ و اصحابی۔ کے مطابق ہر فرقے کے مسائل اصول و فروع کو دیکھ لیا جائے جس کے عقائد اور عملیات سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اور تعامل صحابہ رضی کے مطابق ہوں اسے حق پر جانتے ہوئے اس میں شامل ہو جائے۔

لیکن ایسی حالت میں کہ ہر فرقہ صرف اپنے ہی عقائد اور عملیات کو سنتِ رسول اللہ کے مطابق اور تعامل صحابہؓ کے مطابق سمجھتا ہے اور دوسروں کو کافر اور جہنمی قرار دیتا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کے حق پر ہونے کا فیصلہ کس طرح کیا جا سکتا ہے۔ ما انا علیہ و اصحابی کے معنے اگر یہ کئے جائیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کلمہ گو کی تکفیر نہیں کی۔ بلکہ کلمہ کے بجائے صرف صبانا کہنے والوں کو بھی مسلمان ہی قرار دیا اور ایسا ہی صحابہ کرامؓ نے بھی فروعی مسائل میں اختلافات کے باوجود تکفیر کا ہتھوڑا ایک دوسرے پر نہیں مارا، اس مسلک پر جو فرقہ کاربند ہو، وہی ما انا علیہ و اصحابی کا مصداق ہے، تو یہ زیادہ صحیح ہو گا اور اس مسلک پر صرف وہی ایک فرقہ کاربند نظر آتا ہے جس کو سب کافر قرار دیتے ہیں اور وہ سب کو مسلمان سمجھتا ہے اور یہ جماعت احمدیہ لاہور ہے۔

سیکولر دیوی

"ایک بھارتی اخبار کے مطابق گجرات اسمبلی کا ایوان اس وقت ایک بھجن منڈلی کی صورت بن گیا جب بارش کے دیوتا کی پوجا اور ریاست کو خشک اور قحط سالی سے بچانے کے لئے بھجن گائے گئے اور پرارتھنا کی گئی۔ سابرمتی آشرم کی دیویاں اسٹیج پر حاضر تھیں وہ رام دھن اور دوسرے بھجن گا رہی تھیں۔ آدھے گھنٹے تک ایوان کی کارروائی رکی رہی"۔

بھارت کی "سیکولر دیوی" بھی اس پرارتھنا میں شامل تھی یا نہیں؟

اسلامی تعلیم کا فروغ

"مرکزی وزیر اطلاعات خواجہ شہاب الدین نے کہا ہے کہ حکومت سائنسی تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیم کو فروغ دینے کی بھی کوشش کر رہی ہے اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے ملک کے تمام تعلیمی اداروں میں اسلامی تعلیم کو لازمی قرار دے دیا گیا ہے۔"

یہ بڑی خوش آئند بات ہے۔ ابتدائی تعلیم سے لے کر اعلیٰ تعلیم تک اسلامی تعلیم کو لازمی قرار دینے کی پالیسی ہمارے معاشرے کے لئے نہایت ضروری ہے اسلامیات کے اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد زیادہ بہتر اور زیادہ اسلامی ذہن کا معاشرہ تشکیل کر سکیں گے۔

"پیغامِ صلح"
خود مطالعہ کرنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیے

ملفوظات از صفحہ اول

تمام ان کو حاصل نہیں۔

یہ جو کہا جاتا ہے اور اقرار کیا جاتا ہے کہ ہم خدا پر ایمان رکھتے ہیں یہ صرف ایک رسمی ایمان ہے ورنہ در اصل گناہ سوز معرفت حاصل نہیں ہے۔ اگر وہ حاصل ہو تو ممکن ہی نہیں کہ انسان پھر گناہ کر سکے۔ ہر شئے کی قدر اس کی پہچان اور معرفت ہوتی ہے۔ دیکھو ایک جاہل گنوار کو ایک قیمتی پتھر لعل یا موتی مل جاوے تو وہ حد درجہ اس کو دو چار پیسہ میں فروخت کر دے گا یہی مثال ان نادانوں کی ہے جنہوں نے خدا تعالے کو نہیں پہچانا وہ الٰہی احکام کے بالمقابل دو چار پیسوں کی زیادہ قدر کرتے ہیں۔ جہاں کوئی دنیوی تھوڑا سا فائدہ نظر آتا ہے وہاں اپنا ایمان فروخت کر دیتے ہیں۔ جھوٹی گواہیاں عدالتوں میں جا کر دو آنہ یا چار آنہ کے بدلہ دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک خدا تعالے کے اس پاک حکم کی قدر کہ جھوٹ نہ بولو اور سچی گواہی دو اس سے بڑھ کر نہیں کہ دو چار آنہ کی خاطر اس کو چھوڑ دیں اور بیچ ڈالیں۔ خدا تعالے کی آیتوں کو تھوڑے مول پر بیچنے کے یہی معنے ہیں کہ انسان تھوڑے سے ظاہری فائدہ کے لحاظ سے احکام الٰہی کی بے قدری کرتا ہے۔

آج کل جو مذاہب لوگوں میں رائج ہیں وہ سب قومی مذاہب ہیں یعنی ایک قومیت کی پیچ کی جاتی ہے۔ ورنہ سچا مذہب وہ ہے جو خدا تعالے کے خوف سے شروع ہوتا ہے اور خوف اور محبت کی جڑھ معرفت ہے۔ پس مذہب وہ اختیار کرنا چاہیئے جس سے خدا تعالیٰ کی معرفت اور گیان بڑھ جائے اور خدا تعالیٰ کی عظمت دلوں میں بیٹھ جائے، جس مذہب میں صرف پرانے قصے ہوں وہ ایک مردہ مذہب ہے۔ دیکھو خدا وہی ہے جو پہلے تھا۔ اس کی عبادت سے جو پھل پہلے لوگ پا سکتے تھے وہی پھل اب بھی پا سکتے ہیں۔ خدا تعالے نے اپنے اخلاق بدل نہیں ڈالے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ صرف ایک خشک لکڑی کی طرح ہیں جس کے ساتھ کوئی پھل نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے خدا تعالے کو پہچانا ہی نہیں۔ اگر پہچانتے تو ان پر ضرور برکات نازل ہوتے۔ مگر اس راہ میں بہت مشکلات ہیں، اور یہ بڑی قوت والوں کا کام ہے اور خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے جس کو چاہے قوت عطا فرماوے۔ اگر انسان تلاش میں لگا ہے تو ہو سکتا ہے کہ کسی وقت اس کو قوت عطا

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی عمر کے متعلق

حضرت نبی کریم صلعم کی حدیث کے بارے میں

حضرت مسیح موعود کے بیان پر "تنظیم اہل حدیث" کا

نہایت ہی بیہودہ اعتراض اور اس کا جواب

۲

گذشتہ قسط کا خلاصہ

احادیث نبویہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال بتلائی گئی ہے حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ میں اس کا ذکر فرماتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اس کے رجال ثقہ ہیں اور یہ متعدد طریقوں سے روایت کی گئی ہے اس پر اخبار "تنظیم اہل حدیث" کے مضمون نگار نے یہ تنقید کی تھی کہ ابن کثیر نے اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے اور مجمع الزوائد میں اس کو ضعیف لکھا ہے یہ دو حوالے دیکر مضمون نگار صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ پر نعوذ باللہ انتہا درجہ کی بد دیانتی اور دیدہ دلیری کا الزام لگایا۔

گذشتہ قسط میں ماہرین فن اصول حدیث کے حوالوں سے یہ ثابت کیا گیا تھا کہ حدیث غریب صحیح حدیث کی ہی ایک قسم ہے، بدیں وجہ غریب حدیث اور صحیح حدیث میں کوئی منافات نہیں اسی طرح ضعیف حدیث کو بھی اگر دوسرے طرق سے تقویت حاصل ہوجائے تو وہ بھی حسن لغیرہ کا مرتبہ حاصل کر لیتی ہے اور اس وجہ سے وہ بھی حسن کی طرح قابل قبول ہوتی ہے نیز متعدد آئمہ کے اقوال سے یہ بھی ثابت کیا گیا تھا کہ حضرت اقدسؑ کی طرح انہوں نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ والے الفاظ ہی یعنی لہ طرق ورجالہ ثقات استعمال کئے ہیں کیا مضمون نگار صاحب ان سب آئمہ کو انتہاء درجہ کا بد دیانت اور دیدہ دلیر قرار دینے کے لئے تیار ہیں۔ دیدہ باید او راس مضمون میں یہ وعدہ بھی کیا گیا تھا کہ آئندہ قسط میں حضرت مسیح علیہ السلام کی ۱۲۰ برس عمر احادیث میں مذکور ہے اس کی صحت کو دوسرے دلائل سے بھی ثابت کیا جائے گا۔ سو اس وعدہ کو پورا کرنے کے لئے ذیل میں وہ دلائل لکھے جاتے ہیں۔

موضوع اور غیر موضوع یعنی صحیح حدیث کو پرکھنے کے متعلق اصول۔

مولانا الحاج الحافظ محمد عبد القیوم صاحب ندوی نے اپنی کتاب "فہم حدیث" میں از صفحہ ۶۹ تا صفحہ ۷۱ پر بعض آئمہ کے اقوال عربی زبان میں نقل کرنے کے بعد اردو میں صحیح کو موضوع حدیث سے پرکھنے کے لئے مندرجہ ذیل اصول درج فرمائے ہیں گویا ان اصولوں میں جو عیوب بیان کئے گئے ہیں وہ ایسے ہیں کہ ان کے پائے جانے سے حدیث صحت کے مرتبہ سے گر کر موضوع کہلاتی ہے جو یقیناً قابل رد ہوتی ہے کیونکہ موضوع حدیث آئمہ فن کے نزدیک حدیث ہی نہیں ہوتی لیکن اگر کوئی حدیث ان اصولوں میں بیان کردہ عیوب سے پاک ہو تو وہ محققین کے نزدیک قابل قبول ہے گو ایسی احادیث کی اقسام مختلف ہیں۔ لیکن وہ کسی نہ کسی رنگ میں صحت کا درجہ حاصل کر لیتی ہیں اس پر مفصل بحث کرنے کا تو یہ موقعہ نہیں لیکن اگر ضرورت پیش آئی تو ثابت کیا جائے گا کہ موضوع کو چھوڑ کر باقی تمام اقسام حدیث کی بعض حالتوں میں صحیح قرار دی گئی ہیں اور ان کے متعلق آئمہ کسی ایک رائے پر متفق نہیں بلکہ اس بارے میں ان کی آراء مختلف ہیں بعض صحت کا کوئی ایک معیار قائم کرتے ہیں بعض کوئی دوسرا۔

بہرحال وہ اصول یہ ہیں :——

پہلا اصل

"وہ حدیث جو عقل کے مخالف ہو" یعنے عقل کے خلاف حدیث رد کرنے کے قابل ہے لیکن حدیث اگر عقل کے خلاف نہ ہو تو وہ قبول کرنے کے قابل ہوگی۔ اب ظاہر ہے کہ کسی شخص کا ۱۲۰ برس عمر پانا کسی طرح بھی عقل کے خلاف نہیں۔ ہمارے زمانہ میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جن کی عمریں ۱۲۰ برس سے بھی زیادہ ہیں پس جب یہ ثابت ہے کہ ۱۲۰ برس عمر پانا عقل کے خلاف نہیں تو اس حدیث کی صحت کا کس طرح انکار کیا جا سکتا ہے۔ جس میں حضرت عیسےٰ کی عمر ۱۲۰ سال بتلائی گئی ہے

دوسرا اصل

"جو اصول کے مخالف ہو" ۱۲۰ برس عمر پانا کسی اصل شرعی کے بھی خلاف نہیں اس لئے ایسی حدیث جس میں حضرت عیسےٰؑ کی عمر ۱۲۰ برس بتلائی گئی ہے قابل قبول ہی ٹھہرتی ہے نہ کہ قابل رد

تیسرا اصل

"جو حدیث قرآن کریم کے خلاف ہو" گویا کسی شرعی اصل کے خلاف ہونا یا قرآن کریم کے خلاف ہونا یہ دو عیب ہیں اگر حدیث ان دونوں عیبوں سے پاک ہو تو وہ حدیث بھی رد کے قابل نہیں بلکہ قبول کے قابل ہوگی پس قرآن کریم کی کوئی ایک آیت بھی پیش نہیں کی جا سکتی جس کے خلاف ۱۲۰ برس عمر والی حدیث قرار پاتی ہو

ان دونوں اصولوں کو اکٹھا کرکے ہیں اس لئے زیر بحث لا رہا ہوں کہ قریباً قریباً ان کا مفہوم ایک ہی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

اس جگہ ایک شبہ کا ازالہ ضروری ہے اور وہ یہ کہ بعض آئمہ نے ۱۲۰ برس عمر کے ساتھ رفع کا ذکر کیا ہے اور چونکہ رفع سے عام طور پر مراد حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء مع جسدہ العنصری لیا جاتا ہے اس لئے یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ ان کا یہ قول قرآن شریف میں بیان کردہ اصول کے صریح خلاف ہے۔

چنانچہ پہلا قرآنی اصل جس کے خلاف رفع الی السماء بجسدہ العنصری والا قول پڑتا ہے آیت الم نجعل الارض کفاتا احیاء و امواتا میں بیان کیا گیا ہے یعنے کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کو اپنے اندر سمیٹنے والی نہیں بنایا یعنی بنایا ہے پس حضرت عیسیٰؑ اگر زندہ ہیں تب بھی اسی زمین پر انکو ہونا چاہیئے آسمان پر زندہ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ لوگ جو حضرت عیسےٰؑ کو زندہ مع جسدہ العنصری آسمان پر لے جانے کے قائل ہیں ان کا یہ قول قرآنی اصل کے خلاف ہونے کی وجہ سے قطعاً قابل قبول نہیں بلکہ صراحتاً رد کرنے کے قابل ہے۔

رفع الی السماء مع جسدہ العنصری کا عقیدہ قرآن کریم کی آیت واوینھما الی ربوۃ ذات قرار و معین کے بھی خلاف ہے کیونکہ اوی کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کسی بڑی مصیبت کے بعد اللہ تعالے نے ان کو ایسی جگہ لے گیا۔

. . . .

. . . . یہاں اس مصیبت سے ہمیشہ کے لئے ان کو نجات مل گئی اور حضرت عیسےٰؑ کو اپنی زندگی میں جس سب سے بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا تھا وہ صرف صلیب والی مصیبت ہی تھی جس کے متعلق خطرہ تھا کہ اگر وہ وہاں رہے تو وہ دوبارہ اسی مصیبت کا شکار نہ ہو جائیں ایسے حالات میں اللہ تعالے نبیوں کو ہجرت کا ہی حکم دیتا ہے جیسا کہ حضرت لوط اور حضرت ابراہیم اور حضرت نبی

کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ نے ان کو ذلیل موت سے بچا کر ایسی جگہ لے گیا جو ربوہ بھی کہلا سکتی ہے اور پھر ذات قرار و معین کے الفاظ بھی اس پر صادق آتے ہیں اور وہ خطہ کشمیر ہی ہے اب تو تاریخی شواہد سے بھی ان کا کشمیر جانا اور وفات پانا ثابت ہو گیا ہے۔

تیسری قرآنی آیت جو اس خیال کو رد کرتی ہے وہ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی ہے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ جب کسی پر موت وارد کرتا ہے تو اس کی روح کو اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے اور اس کے جسد کو زمین پر ہی رہنے دیتا ہے۔ آیت اللہ یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها فیمسک التی قضی علیها الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی بھی اس پر شاہد ہے۔ اس آیت کے ماتحت قبض روح کے لئے جب دو ہی وقت ہیں ایک موت کا وقت دوسرا نیند کا وقت، تو ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ کی روح کا نیند میں قبض کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ وہ واپس نہیں آئی اس لئے ماننا پڑے گا کہ ان کی روح موت کے وقت ہی قبض کی گئی اور وہ فیمسک التی قضی علیها الموت کے ماتحت خدا کے پاس ہی رہی جیسا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی ارواح اللہ تعالیٰ کے پاس ہی رہیں اور وہ وہاں ان جگہوں میں رکھی ہوئی ہیں جہاں ان کا رکھنا ان کے مقام کا مقتضی تھا حضرت عیسیٰ کے متعلق بھی حدیث سے پتہ لگتا ہے کہ ان کی روح حضرت یحییٰ علیہ السلام کی روح کے ساتھ دوسرے آسمان پر رکھی گئی، قرآن کریم کی متعدد آیات سے حضرت عیسیٰ کی وفات بار بار ثابت کی جا چکی ہے اور اب یہ قریباً قریباً مسلم حقیقت کا رنگ اختیار کر چکی ہے یہاں تک کہ علمائے ازہر نے بھی ان کی وفات کا فتویٰ جاری کر دیا ہے اس لئے اس پر زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

پس جبکہ حضرت مسیح کا ۱۲۰ برس عمر پانا نہ کسی اصل شرعی کے خلاف ہے اور نہ ہی کسی قرآنی آیت کے خلاف ہے تو اس کو رد کرنے کے لئے کوئی جواز نظر نہیں آتا کیونکہ اس کو رد کرنے کے لئے جن مذکورہ دو عیبوں کا ذکر کیا گیا ہے ان دونوں سے یہ حدیث اسی طرح پاک ہے جس طرح پہلے عیب سے اس کا پاک ہونا ثابت ہے

پانچواں اصل

"مشاہدہ کے خلاف ہو" گویا مشاہدہ کے خلاف ہونا بھی ایک عیب ہے جس سے حدیث کا پاک ہونا ضروری ہے کیا کسی شخص کا مشاہدہ پیش کیا جا سکتا ہے جو بطور عینی شاہد کے یہ شہادت دے کہ حضرت عیسیٰؑ اس کی آنکھوں کے سامنے ایک سو بیس برس عمر پانے سے قبل ہی فوت ہو گئے تھے جبکہ اس کا کوئی ایسا شاہد پیش نہیں کیا جا سکتا تو اس حدیث کو کس بنا پر رد کیا جا سکتا ہے جس میں حضرت عیسیٰ کی عمر ۱۲۰ برس بتلائی گئی ہے ۳۳ برس کی عمر میں اٹھائے جانے کی جو روایت پیش کی جاتی ہے اس کو تو خود ائمہ نے نصاریٰ کا قول قرار دے کر رد کر دیا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے متعلق

مختلف مشاہدات

مشاہدہ کی حقیقت سے قارئین کرام کو آگاہ کرنا بھی ضروری ہے بعض مفسرین کا مشاہدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ طور سینا پر تھے سخت اندھیری آئی اور وہ بھاگ گئے بھاگنے کے دوران میں ہی اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اٹھا لیا۔

دوسرے مفسر اپنا مشاہدہ یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک مکان میں تھے یہود جب پکڑنے کے لئے آئے تو اس مکان کے روشندان سے خدا تعالیٰ ان کو نکال کر آسمان پر لے گیا۔

تیسرے مفسر کا مشاہدہ یہ ہے کہ مکان کی چھت پھاڑ کر اللہ تعالیٰ ان کو آسمان پر لے گیا۔

چوتھے مفسر کا مشاہدہ یہ ہے کہ تین گھنٹے مرے رہے پھر خدا نے ان کو زندہ کیا اور آسمان پر اٹھا لیا۔

پانچویں مفسر کا مشاہدہ یہ ہے کہ سات گھنٹے مرے رہے پھر زندہ کر کے خدا نے ان کو آسمان پر اٹھا لیا۔

چھٹے مفسر کا مشاہدہ یہ ہے کہ نیند کو ان پر غالب کر کے اٹھایا تا انہیں آسمان پر جانے کی تکلیف محسوس نہ ہو۔

ساتویں مفسر کا مشاہدہ یہ ہے کہ اپنے کسی گھر سے نہیں بلکہ بیت المقدس سے اٹھائے گئے۔

ان کی شبیہ کے متعلق

مختلف مشاہدات

اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اگر حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھا لیا گیا تو یہود نے پھانسی کس کو دی کیونکہ پھانسی کا واقعہ تو ایسا تاریخی واقعہ ہے کہ اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس کو تسلیم کئے بغیر تو کوئی چارہ ہی نہیں اس لئے ہمارے بزرگ مفسرین کے اس بارے میں مختلف مشاہدات ہیں وہ بھی سن لیں۔ ایک مفسر کا مشاہدہ تو یہ ہے کہ یہود نے جب دیکھا کہ عیسیٰؑ تو زمین پر ہے ہی نہیں اسے تو آسمان پر اٹھا لیا گیا ہے تو لوگوں کی تسلی کے لئے انہوں نے ایک آدمی کو پکڑا اور اسے پھانسی پر لٹکا دیا۔ اور لوگوں کو کہا کہ یہی عیسیٰ ہے لوگ عیسیٰ کی شکل سے ناواقف تھے کیونکہ لوگوں سے ان کا اختلاط بہت کم تھا اس لئے لوگوں نے یقین کر لیا کہ فی الحقیقت عیسیٰ ہی کو پھانسی دی گئی ہے۔

دوسرے مفسر اپنا مشاہدہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ مکان میں حضرت عیسیٰؑ مع اپنے حواریوں کے موجود تھے جب یہود پکڑنے کے لئے مکان میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے سب حواریوں کی شکل عیسیٰؑ جیسی کر دی یہود کے لئے شناخت مشکل ہو گئی آخر انہوں نے سب کو دھمکی دی کہ اگر بتلاؤ گے نہیں کہ تم میں عیسیٰ کون ہے تو ہم تم سب کو قتل کر دیں گے ان میں سے ایک باہر نکلا انہوں نے اسی کو پھانسی پر لٹکا دیا۔

تیسرے مفسر صاحب کا مشاہدہ یہ کہتا ہے کہ قیصر کے ایک قیدی کو پھانسی دے دی گئی۔

چوتھے مفسر صاحب اپنا مشاہدہ یوں بیان کرتے ہیں کہ اس مکان پر ایک پہرہ دار مقرر کیا گیا تھا وہ حضرت مسیح کا ہمشکل بنا دیا گیا یہود نے اسے ہی پھانسی دے دی وہ چلاتا ہی رہا کہ میں عیسیٰ نہیں ہوں لیکن کسی نے اس کی آہ و بکا کی پرواہ نہیں کی۔

پانچویں مفسر صاحب کا مشاہدہ یہ کہتا ہے کہ حضرت مسیح کے حواریوں میں سے ہی ایک منافق تھا اس نے حضرت مسیح کے مکان کا پتہ دیا تھا وہ حضرت مسیحؑ کا ہمشکل بنا دیا گیا یہود نے اسی کو پھانسی پر لٹکا دیا۔

چھٹے مفسر صاحب کا مشاہدہ یہ ہے کہ جو یہودی قتل کرنے کے لئے آیا تھا وہی حضرت مسیح کا ہمشکل بنا دیا گیا اور پھانسی پر لٹکایا گیا

ساتویں مفسر صاحب کا مشاہدہ یہ ہے کہ یہود جب مسیح کو پکڑنے کے لئے آئے تو انہوں نے اپنے حواریوں سے کہا کون تم میں سے میری جگہ پھانسی پانے کے لئے تیار ہے جو بھی تیار ہوگا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا چنانچہ ایک حواری تیار ہو گیا پس وہ مسیح کا ہمشکل بنا دیا گیا اور پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔

مکان میں حواریوں کی تعداد کے متعلق بھی مختلف مشاہدات ہیں بعض مفسر ان کی تعداد ۱۷ بتلاتے ہیں بعض ۱۹ بعض دس۔ غور کیجئے کیا یہ تمام مشاہدات شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا کا مصداق نہیں۔

مصر کے ایک عالم کا

سوال اور اس کا جواب

میں جن دنوں مصر میں تھا تو جامع ازہر کے ایک عالم نے جس کو میرے احمدی ہونے کا علم تھا مجھ سے دریافت کیا کہ آپ آیت **ما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم** کے کیا معنی کرتے ہیں۔ میں نے جب اس کو بتایا کہ حضرت مسیح جب صلیب پر سے اتارے گئے تو وہ کالمقتول والمصلوب تھے تو کافی دیر تک وہ سوچ میں پڑ گیا پھر کہنے لگا کہ آج میرا ایمان قرآن کے منجانب اللہ ہونے پر پیدا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیوں تو وہ کہنے لگا کہ میری سمجھ میں یہ بات نہ آتی تھی کہ ایک واقعہ حضرت نبی کریم صلعم سے چھ سو برس قبل پیش آتا ہے اس وقت دو قومیں موقعہ پر موجود تھیں ایک یہود اور ایک نصاریٰ دونوں اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں اور دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت مسیح ناصری کو ہی پھانسی پر لٹکایا گیا تھا چھ سو برس کے بعد ایک شخص پیدا ہوتا ہے وہ کہتا ہے مسیح کو پھانسی پر نہیں لٹکایا گیا تھا بلکہ کسی اور شخص کو پھانسی پر لٹکایا گیا تھا جو مسیح کا ہمشکل بنا دیا گیا تھا اس لئے میں دل میں سمجھتا تھا کہ یہ کتاب خدا کی طرف سے نہیں

خدا تعالیٰ کی قدرت، اس کے علم اور انعامات کے نشانات

دانہ اور گٹھلی کی پیدائش اور ان کی نشو و نما میں

خطبہ جمعہ مورخہ ۴ / اکتوبر ۱۹۹۶ء فرمودہ حضرت امیر قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

ان اللّٰہ فالق الحب والنویٰ یخرج الحی من المیت ومخرج المیت من الحی ذالکم اللّٰہ فانی تؤفکون ـــــ ذالک تقدیر العزیز العلیم ۰ (الانعام ۹۶-۹۷)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی خوراک کی طرف توجہ دلائی ہے ۔ فرمایا یہ کھانے پینے کی چیزیں جو تمہارے سامنے آتی ہیں ۔ یہ دانہ جو تم زمین میں پھینکتے ہو، کون ہے جو اس کو اگاتا ہے، زمیندار دانہ یا کسی درخت کی گٹھلی زمین میں پھینکتا ہے ۔ اس کو کون پھاڑتا ہے، یہ زمیندار خود تو دانے کو اگا نہیں سکتا ۔ گٹھلی سے درخت نہیں پیدا کر سکتا جب تک زمین اور آسمان دونوں مل کر ان کی پرورش نہ کریں ۔ اگر یہ بات انسان کی اپنی قدرت ۔ محنت اور عقل کی وجہ ہوتو پہاڑ پر بھی آم پیدا کر لیتا لیکن ایسا نہیں ہو سکتا اس کے لئے مناسب آب و ہوا انسان کے اختیار میں نہیں ہے ۔ لندن کی ملکہ اور وہاں کے سائنسدان مل کر آم کا درخت لندن میں نہیں اگا سکتے ۔ یہ ان کی طاقت سے باہر ہے فرمایا ان اللّٰہ فالق الحب والنویٰ دانہ اور گٹھلی جب زمین میں پھینکی جاتی ہے تو زمین و آسمان اس کی نشو و نما کے لئے .... اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہیں ایک کونپل اوپر کی طرف نکل آتی ہے جو سبز ہوتی ہے اور دوسری کونپل زمین کی اندر کی طرف جاتی ہے جو سفید ہوتی ہے جو زمین میں سے اپنی خوراک حاصل کرتی ہے ۔ فرمایا ربنا الذی اعطیٰ کل شیء خلقہ ثم ھدیٰ ہمارا ربّ وہ ہے جس نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا پھر اس کو صحیح نشو و نما حاصل کرنے کی ہدایت بھی کی ۔

الٰہی ہدایت و تصرف

اس دانے کو کس نے ہدایت دی کہ ایک حصہ اوپر نکل کے اور دوسرا زمین میں چلا جائے ۔ ان حصوں کو کس نے ہدایت کی کہ زمین میں بھی تمہاری خوراک رکھی گئی ہے اور ہوا میں بھی، کیا یہ بات کسی ماہر زراعت کے اختیار میں ہے ۔ کہ وہ دانے اور گٹھلی کو اس قسم کی رہنمائی اور ہدایت دے ۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم صرف دانے اور گٹھلی کو پھاڑتے ہی نہیں بلکہ جس طرح ہم اس کو پیدا کرتے ہیں اسی طرح ہم اس کی رہنمائی بھی کرتے ہیں ۔ دانہ ایک بے جان چیز ہے کیا اس کے ارادہ میں ہے کہ اوپر اور نیچے سے خود بخود پھٹ جائے اور زمین اور ہوا دونوں سے خوراک حاصل کرے اور کیا اس میں یہ فیصلہ کا فراست ہے کہ اس سے جو کچھ پیدا ہوگا، وہ انسانوں اور دوسرے جانداروں کے لئے ہے ۔ ایسا نہیں یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کی راہنمائی اور تصرف سے انجام پا رہا ہے ۔

گٹھلی میں درخت

علاوہ ازیں خدا تعالیٰ نے ایک گٹھلی کے اندر سارا درخت جمع کر دیا ہے ۔ اس گٹھلی میں تنا ہے، بڑی بڑی شاخیں ہیں چھوٹی چھوٹی شاخیں ہیں پھر اس کے اندر شگوفہ بھی موجود ہے جو کونپل میں تبدیل ہو جاتا ہے ۔ ایک گٹھلی میں خدا تعالیٰ نے سارے کا سارا درخت بند کر رکھا ہے ۔ فرمایا دانہ ہو یا گٹھلی نہیں اس کی احتیاج لاحق ہوتی ہے ہم ان کو پھاڑتے ہیں اور پھر پودہ یا درخت بنا دیتے ہیں ۔ لیکن تم ایسا نہیں کر سکتے ۔ دانے کے ساتھ درخت کی لکڑی کا ایک تعلق ہے ۔ دانہ سے خوراک تیار کرنے کے لئے آگ درکار ہے ۔ فرمایا افرءیتم النار التی تورون تم نے دانہ پیدا کیا ہے اور نہ ہی آگ پیدا کی ہے جس نے یہ دانہ پیدا کیا اسی نے آگ کے لئے درخت اگائے ۔ وہ درخت جو سایہ دیتا ہے جو تمہارے لئے اور تمہارے جانوروں کے لئے آرام مہیا کرتا ہے ۔ اس کا منظر بھی خوشنما ہوتا ہے ۔ اس کے اندر آگ بھی ہے جس سے تمہارا کھانا پکتا ہے ۔

فراہمی خوراک میں عناصر کائنات کا عمل

خدا تعالیٰ نے انسانوں کو توجہ دلائی ہے کہ تمہارے سامنے کھانا آتا ہے جس درخت کی آگ سے یہ کھانا تیار کرتے ہو اس کا بنانا ہمارے ہاتھ میں ہے ۔ یہ دانہ پھٹتا ۔ اگتا اور پکتا نہیں جب تک سورج اور قمر ۔ ہوا اور بارش اس پر اپنا اثر نہیں ڈالتے سورج میں کوئی ارادہ نہیں سورج کی مہربانیاں ۔ انعامات اور اکرامات اس قدر ہیں کہ اس کی پرستش ہوتی رہی ہے سورج ہمارا ج کے اندر کوئی اختیار اور ارادہ نہیں ہے ۔ یہ ایک بڑی انگیٹھی کی طرح ہے ۔ جس طرح انگیٹھی کو علم نہیں ہے کہ وہ ہمارے لئے خوراک پکا رہی ہے، اسی طرح سورج کو بھی علم نہیں ہے کہ وہ ہمارے لئے کئی خدمات سر انجام دے رہا ہے ۔ سورج کی حرارت زندگی کے قیام کا موجب ہے ۔ سورج کے بغیر زندگی برقرار نہیں رہ سکتی، علاوہ ازیں سورج روشنی بھی دیتا ہے اور پانی بھی فراہم کرتا ہے ۔

زندگی کا تعلق پانی سے

وجعلنا من الماء کل شیء حی ۔ زندگی کی بنیاد پانی پر ہے کیڑے مکوڑوں، چرند پرند ۔ انسان سب پانی کے محتاج ہیں ۔ فرمایا نزل من السماء ماءً فاخرجنا بہ ازواجًا من نبات شتّٰی اس کے ذریعہ ہم انواع و اقسام کی نباتات پیدا کرتے ہیں ۔ ان کو خود استعمال میں لاؤ اور اپنے مویشیوں کو بھی دو جیسا کہ فرمایا کلوا وارعوا انعامکم ۔

انسانی زندگی میں مویشیوں کی اہمیت

جس طرح سے آگ کے بغیر انسان کی زندگی نہیں اسی طرح سے مویشیوں کے بغیر انسان کی زندگی کا قائم رہنا محال ہے ۔ بھلا کوئی ہے جو ساری دنیا کو دودھ پلا سکے ۔ امریکہ افریقہ ۔ انگلستان بھر میں یہ دودھ والے جانور خدا تعالیٰ نے پیدا کر رکھے ہیں، ان جانوروں کا نہ صرف دودھ پیتے ہو بلکہ ان کا گوشت بھی کھا جاتے ہو ۔ ان کے بال تمہارے کام آتے ہیں ۔ ان کی کھال تمہارے کام آتی ہے ۔ پھر تم ان پر سواری کرتے ہو ۔ ان پر ضرورت کی چیزیں لادتے ہو، یہ تمام چیزیں اور ضرورتیں پوری نہیں ہو سکتیں جب تک ان جانوروں اور مویشیوں کو تمہاری خاطر پیدا نہ کیا جاتا اور ان کی خوراک پیدا نہ کی جاتی ۔

یہاں خدا تعالیٰ نے دانے ۔ درخت اور جانداروں کا ذکر فرمایا ہے کہ ہم دانے نکالتے ہیں تو جانداروں کے لئے چارہ بھی نکالتے ہیں ۔ ایک باخدا مفکر نے لکھا ہے کہ ذرا سوچیں کہ خدا تعالیٰ نے بھیڑ، بکری کو پیدا کیا اور ان کے لئے جنگلوں میں گھاس اور پتے بھی پیدا کئے ۔ نہ بھیڑ بکری کی تخلیق میں انسان کا ہاتھ ہے اور نہ ہی اس کا چارہ پیدا کرتے ہیں ۔

الٰہی قدرت و حکمت اور انعام و اکرام

یہ چیزیں پیش کر کے فرمایا ان فی ذالک لاٰیٰت لاولی النھیٰ ۔ ان میں فہم و دانش رکھنے والوں کے لئے خدا تعالیٰ کی قدرت اس کے علم ۔ اور اس کے انعامات اور افضال کی نشانیاں ہیں اس لئے وہ ان کا مطالعہ کریں تاکہ شکر گذار بنیں

دُعا

اے ۔ آر ۔ یوسف صاحب ایڈووکیٹ کے لئے گذشتہ جمعہ آپ نے دعا کی تھی آج پھر ان کی التماس ہے کہ جماعت

ان کے لئے دعا کرے۔ ان کو ایک خاص شغل لاحق ہے۔ اس کی وجہ سے ہم ان سب دوستوں کے لئے بھی دعا کریں جو مختلف عوارض اور مشکلات میں مبتلا ہیں۔ جنہیں ہم نہیں جانتے اگر ان سب کو اپنی دعاؤں میں شامل کر لیں تو مناسب ہوگا۔ (سب کے لئے دعا کی گئی)

شیخ میاں فاروق احمد صاحب کا بیان

خطبہ کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اتفاق سے شیخ میاں فاروق احمد صاحب یہاں آئے ہوئے ہیں، دوست ان کے متعلق پوچھتے رہتے ہیں کہ ان کے مقدمہ کا کیا ہوا۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ خود صورت حال کو بیان کریں تاکہ دوستوں کو تسلی ہو، چنانچہ میاں صاحب ممدوح منبر کے پاس آئے اور انہوں نے سورہ فاتحہ پڑھ کر حسب ذیل تقریر فرمائی۔

میں سب خواتین و احباب جماعت کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے حق میں ان کی خلوص بھری دعاؤں کو قبول فرمایا ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ میں اللہ تعالیٰ کی شکرگذاری کے ساتھ ساتھ احباب سلسلہ کا بھی مشکور ہوں کہ ان کی دعاؤں نے میرے مصائب کو بہت حد تک دھو ڈالا۔ میں ازدیاد الایمان کی خاطر عرض کرتا ہوں کہ میری آنکھوں نے ان دعاؤں کی قبولیت اور استجابت کا زندہ کرشمہ دیکھا ہے۔ مجھ پر بھاری ابتلاء کا وقت تھا لیکن قوم نے اس کو بانٹ کر میرے درد کا درماں کیا۔ میں اضطراب اور پریشانی کے عالم میں بھی ان دعاؤں کے طفیل ہراساں و پریشان نہ ہوا۔ طمانیت اور حوصلہ اور تسلی میرے ساتھ رہی۔ میں جانتا ہوں کہ جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے ذرائع بھی بہت تھے وسائل بھی بہت زیادہ تھے، اور معاشرہ کے اندر جھوٹ اور بدی کو برانگیختہ کرنے والی جو خامیاں تھیں وہ بھی شامل تھیں، یہ سب چیزیں فریق ثانی کی طرف سے میرے مدمقابل تھیں۔ ان مایوس کن حالات میں سوائے اس بات کے اور کوئی میرے لئے چارۂ کار نہیں تھا کہ میں دعاؤں اور استغفار میں لگ جاؤں اور احباب سے بھی دعاؤں کی گذارش کروں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دعاؤں سے کام لیا اور اللہ تعالیٰ نے میرے ابتلاء کو دور کیا ہے۔ میں یہ بات شکر نعمت کے طور پر عرض کرتا ہوں، ہر بڑے سے بڑے شخص نے جن سے کچھ امداد کی امید ہو سکتی تھی، یہ اعتراف کیا۔ یہ مقدمہ جو تم پر بنایا گیا ہے سراسر جھوٹا ہے ہماری ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہیں، لیکن اس میں ہم تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ ان حالات میں جہاں انسانی طاقتیں کام نہ دے سکیں، وہاں میں نے خدا تعالیٰ کی قدرت کا زبردست ہاتھ کام کرتا ہوا دیکھا۔ حضرت امیر قوم ایدہ اللہ کو جب آپ کوہ مری میں فروکش تھے میں نے دو دفعہ راولپنڈی آنے کے لئے تکلیف دی۔ مقدمہ کی وجہ سے میری پریشانی کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ جب انسان کچھ نہ کر سکے اس وقت خدا تعالیٰ میدان میں آتا ہے تو واقعی خدا تعالیٰ نے ایسے وقت میں میرا ساتھ دیا جب دنیا کا کوئی مادی ذریعہ میرے لئے ممد و معاون نظر نہیں آتا تھا۔

میں آپ سب کا بے حد مشکور ہوں، کہ آپ نے نہایت گہرے تعلق کی وجہ سے میرے لئے دعائیں کی ہیں۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ جماعت احمدیہ کے ان بزرگوں کی دعائیں میرے شامل حال رہیں جو خدا تعالیٰ کے مقرب ہیں خدا کا شکر ہے کہ اب حالات بہتر ہو رہے ہیں، انشاء اللہ اور بہتر ہو جائیں گے، آپ سے التماس ہے کہ از راہ کرم میرے لئے مزید دعائیں جاری رکھیں کہ خدا تعالیٰ انجام کار پوری سرخروئی عطا فرمائے ؞

تجدید ملت میں حضرت مسیح موعودؑ کا مقام

(بسلسلہ صفحہ ۱)

تا قیامت جاری رہے گا۔ آپ کا کام کسر صلیب اور اصلاح امت ہے۔ اور یہ کام قیامت تک ممتد ہے۔ اس لئے جو لوگ دنیا میں اسلام کے غلبے کے لئے داعی اور متمنی ہیں۔ ان کے ایمانوں میں استقامت و استقلال قائم رہنا چاہیئے۔ آپ کے کام کی تو ابھی ابتدا ہی ہوئی ہے۔ دجالی فتنہ تو ابھی پورے شباب پر ہے۔ وہ نت نئے اسلحہ سے مسلح ہو کر حصار اسلام پر حملہ آور ہے مسلمانوں میں شدید قسم کا دینی، اخلاقی اور مجلسی انحطاط، سرمایہ پرستی اور اشتراکیت پرستی، دہریت اور ہوس کاری کے عفریت اسلامی اور غیر اسلامی دنیا میں چنگھاڑ رہے ہیں، اسلام کے فرزند آج کے ہم رنگ زمین دام میں دوڑ کر پھنس رہے ہیں، اسلام مظلومیت اور بے بسی کی تصویر بنا امام زمان کے نام لیواؤں کی طرف دیکھ رہا ہے۔ کیونکہ انہوں نے کاسر صلیب' فاتح کفر کے دست مبارک پر "دین کو دنیا پر مقدم کرنے" کی بیعت کی تھی، حضرت مجدد زمانؑ اور آپ کے سرفروش نام لیواؤں کی روحیں مضطربانہ اپنے نام لیواؤں سے دیوانہ وار قربانیوں کی متمنی ہیں، اگر ہم اموال، اولاد اور ازواج کے فتنے کا شکار ہو گئے تو کیا ہم اپنے ایمانوں اور کردار پر فخر کر سکتے ہیں؟ اگر مامور من اللہ کی صداقت اور مشن پر کامل ایمان اور عدم ایمان کا نتیجہ یکساں ہے، تو خدا کا فعل بھی لغو اور بے ہودہ ٹھہرتا ہے، کیا امام زمانہ کی شناخت سے محروم رہنا جاہلیت کی موت مرنا نہیں کیا من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ کی صحیح حدیث یاد نہیں رہی؟ اور اگر آپ کا انکار جہالت ہے تو پھر ایمان میں نیم دروں نیم بروں، روش کیوں۔

سرمد گلہ اختصار می باید کرد
یک کار ازیں دو کار می باید کرد
یا تن برضائے یار می باید داد
یا قطع نظر زیار می باید کرد

یاد رکھئے کہ حضرت مسیح موعودؑ ایک آسمانی مشن کی تکمیل کے لئے آئے تھے، وہ مشن پورا ہو کر رہے گا، لیکن ان سے علیحدگی یا تعلق میں کسل دین و سعادت اخروی سے محرومی کی دلیل ہے ؞

مقالہ

(بقیہ صفحہ ۳)

کی کتابوں تحریک احمدیت، مسیح موعودؑ اور ختم نبوت۔ النبوۃ فی الاسلام وغیرہ سے ظاہر ہے جو آپ نے لاہور میں بیٹھ کر لکھیں، کیا مضمون نویس بتا سکتا ہے کہ وہ کونسی "بعض باتیں اور فاسد عقیدے" تھے جن سے حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ نے توبہ کر لی تھی، مضمون نویس کو ایسی غلط بیانی کرتے ہوئے شرم آنی چاہیئے اور قرآن کریم کے متعلق حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کے کھلے کھلے اعلان کے ہوتے ہوئے اس کے بالکل الٹ بات ان کی طرف منسوب کرنے سے توبہ کرنی چاہیئے۔ امید ہے کہ حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کی کتاب "مقام حدیث" کے مندرجہ بالا اقتباس کو پڑھ کر اسے سمجھ آ گئی ہو گی کہ نہ حضرت مولاناؒ اور نہ کوئی اور مسلمان قرآن کو حدیث کا محتاج سمجھتے ہیں بلکہ قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے خود اپنے آپ کو حدیث کا محتاج سمجھتے ہیں، یہ ایسا ہی ہے جیسے بائبل کو سمجھنے کے لئے کئی ایک تراجم در تراجم اور تفاسیر لکھی جا چکی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں۔

آئندہ اشاعت میں ہم مضمون نویس کے اس دعوے کی غلطی کو واضح کریں گے کہ "قرآن کریم بذات خود کامل کتاب نہیں اور کامل ہونے کے لئے بائبل کی محتاج ہے" اور اس کے ساتھ ہی مولوی امام الدین اور حضرت مسیح موعودؑ کی مزعومہ خط و کتابت اور اول الذکر کے پیش کردہ سوالات پر بھی غور کریں گے، انشاء اللہ تعالیٰ ؞

کیا ہم اپنے نیک کردار سے اپنے اہل بیت اور دوست احباب کی رہنمائی کر رہے ہیں، کیا اپنے بھائیوں کے لئے ہمارے دلوں میں خلوص، ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات ہیں۔ کیا ہمارے تعلقات میں نفسانی خواہشوں کی بجائے رضائے الٰہی کے حصول کی ترغیب موجود ہے، کیا ہم اجتماعی دینی معاملات میں حضرت امام برحق کی وصیت سے روشنی حاصل کرتے ہیں؟ اور ہمیں یقین کامل ہے کہ اسلام کا اس دور میں غلبہ مسیح موعودؑ کی ذات سے متعلق ہے، اور آپ سے علیحدگی میں ہم ان تمام سعادتوں سے محروم رہیں گے، جو امام وقت، مجدد زمان، مسیح موعود، حکم و عدل اور مہدی مسعود کی پیروی اور نصرت سے وابستہ ہے، اگر جواب ہاں کی صورت میں ہے تو آیئے خدا کا شکر ادا کریں اور اس سے مزید توفیق اور ایمان کی دعا کریں، اور اگر ہمارے دل ندامت کی خلش محسوس کرتے ہیں تو آیئے ہم تجدید عہد کریں۔ اور امام وقت کے ساتھ توسل سے اپنی تمام صلاحیتوں کو مالک حقیقی کے قدموں میں لا ڈالیں اور اس سے ... ... قبولیت کی توفیق مانگیں۔

ربنا تقبل منا و ثبت اقدامنا۔

ہفت روزہ پیغام صلح
میں اشتہار دے کر اپنے کاروبار کو ترقی دیں

ہو سکتی یا نعوذ باللہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا اپنا ہی قول ہے جسے کوئی عقلمند صحیح تسلیم نہیں کر سکتا (عام طور پر مسلمانوں میں چونکہ یہی مروجی مشہور رہی کہ مسیح کی جگہ اس کے کسی ہمشکل کو پھانسی دے دی گئی تھی اس لئے اس عالم کو یہ دقت پیش آئی ہوئی تھی) لیکن آپ نے جو معنی بتلائے ہیں اس سے میری تسلی ہو گئی میں نے اس عالم پر انجیل کے حوالوں سے ثابت کر دیا تھا کہ حضرت مسیح فی الحقیقت صلیب پر مرے نہیں تھے بلکہ بے ہوشی کی حالت میں صلیب پر سے اتارے گئے تھے۔

یہاں اس جگہ بعض محققین کا قول بھی نقل کر دینا ضروری سمجھتا ہوں وہ کہتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلعم سے اس بارے میں کچھ بھی ثابت نہیں اور ان کا یہ بھی قول ہے کہ کوئی شخص مسیح کا ہمشکل نہیں بنایا گیا تھا کسی اور شخص کو مسیح کا شبیہ بتانے کی وہ نہایت ہی قوی دلائل کی بنا پر پرزور الفاظ میں تردید کرتے ہیں۔

پانچواں اصل

پانچواں اصل انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ:—

"حدیث متواتر کے خلاف ہو"

یعنے جو حدیث حدیث متواتر کے خلاف ہو گی وہ قبول کے نہیں بلکہ رد کے قابل ہو گی اب ظاہر ہے کہ اس حدیث کے خلاف جس میں حضرت مسیح کی عمر ۱۲۰ سال کی بتلائی گئی ہے کوئی متواتر حدیث نہ آج تک پیش کی گئی ہے اور نہ قیامت تک انشاء اللہ پیش کی جا سکتی ہے تو پھر حضرت مسیح کی عمر ۱۲۰ برس تسلیم کر لینے میں مضمون نگار صاحب کو کیا عذر ہو سکتا ہے محض کسی کا اس کو غریب یا بے دلیل ضعیف کہہ دینا تو معقول عذر نہیں ہو سکتا کیونکہ پہلی قسط میں میں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ نہ غریب صحیح کے منافی ہوتی ہے نہ ضعیف کیونکہ غریب حدیث تو صحیح حدیث کی ہی ایک قسم ہے اور ضعیف بھی اگر دوسرے طرق سے تقویت حاصل کر لے تو حسن لغیرہ کا مقام حاصل کر لیتی ہے اور ۱۲۰ برس عمر والی حدیث کے متعلق تو ائمہ کا یہ قول ہے واسع طرق۔

چھٹا اصل

چھٹا اصل انہوں نے یہ بیان کیا ہے:— "اجماع قطعی کے خلاف ہو اور قابل تاویل بھی نہ ہو"۔ یعنی وہی حدیث رد کے قابل ہو گی جو اجماع قطعی کے خلاف ہو اجماع تو ایک ہی قطعی کہلانے کا مستحق ہے جو حضرت نبی کریم صلعم کی وفات پر تمام صحابہ رض کا ہوا تھا جب حضرت ابوبکر صدیق رض نے آیت وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل تلاوت کر کے تمام صحابہ رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین نے متفقہ طور پر ان کے استدلال کی صحت کی تصدیق کر دی تھی پس وفات کی تائید میں تو صحابہ رض کا قطعی اجماع ثابت ہے البتہ حیات مسیح کا عقیدہ اجماع قطعی کے خلاف ہے اس لئے حیات مسیح کا عقیدہ قابل رد ہے اور وفات مسیح کا عقیدہ قابل قبول ہے۔ باقی رہا حضرت مسیح کا ۱۲۰ برس عمر پانا سو یہ کسی اجماع کے خلاف نہیں جب وفات اجماع سے ثابت ہے تو ۱۲۰ برس عمر پانے والی حدیث کے متعلق بڑے بڑے ائمہ کا یہ اعتراف موجود ہے کہ احادیث نبویہ سے حضرت مسیح موعود کی ۱۲۰ برس عمر پانا ثابت ہے اور اس حدیث کے رجال ثقات ہیں اور متعدد طرق سے اس حدیث کی تائید ہوتی ہے۔

ساتواں اصل

ساتواں اصل انہوں نے یہ لکھا ہے:— "حدیث کا سلسلہ روایت یا مضمون اصولاً قابل اعتراض نہ ہو"۔ ۱۲۰ برس عمر والی حدیث کے سلسلہ روایت کے متعلق تو اقوال ائمہ درج کئے جا چکے ہیں اس کے متعلق لہ طرق و رجالہ ثقات ان کا قول ہے باقی رہا مضمون سو وہ بھی کسی اصول کے خلاف نہیں نہ صرف یہ کہ خلاف نہیں بلکہ قرآن اور حدیث میں بیان کردہ تمام اصولوں کے بالکل موافق ہے۔ البتہ حیات کا عقیدہ قرآن شریف اور حدیث نبوی دونوں کے خلاف ہے چنانچہ حدیث میں حضرت یحییٰ کے ساتھ مسیح کو دیکھنا۔ پہلے نبیوں اور آپ نے پہلے مسیح کے دو مختلف حلیئے بیان کرنا وغیرہ۔

انشاء اللہ آئندہ قسط میں حضرت نبی کریم صلعم کے اس قول پر روشنی ڈالی جائے گی کہ نبی کی عمر اپنے پہلے نبی سے نصف ہوتی ہے حضرت مسیح کی عمر ۱۲۰ برس تھی اور میں ساٹھ کے سرے پر جانے والا ہوں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بھدرواہ کی تبلیغی سرگرمیاں

احمدیہ انجمن بھدرواہ خدا کے فضل و کرم سے ہندو پاک میں ایک مسلّمہ فعال جماعت ہے۔ یہ جماعت سالانہ ہزاروں ٹریکٹ، متعدد جلسوں اور اجتماعات کے ذریعے اشاعت و تبلیغ اسلام کو حسب توفیق انجام دے رہی ہے۔ اس انجمن کی ایک دو منزلہ مسجد وسیع اور خوبصورت ہے مسجد کے ساتھ مہمان خانہ و مدرسہ بھی ہے جہاں انجمن کا دفتر بھی موجود ہے۔

انجمن کے نوجوانوں نے یہ معمول بنایا ہے کہ وہ ہر جمعہ کو بعد نماز فجر مسجد کی بالائی چھت سے یہاں کی سات آٹھ ہزار ہندو مسلم سکھ عیسائی آبادی تک صداقت اسلام۔ سیرت النبی صلعم اور حقانیت احمدیت کا پیغام بذریعہ لاؤڈ سپیکر پہنچاتی ہے۔ اور ہماری جماعت کا یہ اعلان عام ہے کہ اسلام کی صداقت۔ احمدیت کی حقانیت۔ غلط فہمیوں کے ازالہ کی ضرورت مذہب و اہمیت مذاہب پر لٹریچر۔ ہر اعتراض کا جواب ہم سے لیجئے۔ چنانچہ ہر جمعہ کو مسلمانوں۔ عیسائیوں۔ ہندوؤں کی طرف سے ہماری انجمن کو سوالات موصول ہوتے ہیں۔ ان کے جوابات جمعہ کے مذکرہ بالا پروگرام کے علاوہ لٹریچر کی تقسیم کے ذریعے بھی دیئے جاتے ہیں بفضلہٖ یہ سلسلہ تبلیغ نہایت مفید اور مؤثر ثابت ہو رہا ہے اور عوام کی بیشتر غلط فہمیوں کا ازالہ ہو رہا ہے۔ دعا کی جائے کہ خدا تعالے ہمارے نوجوانوں کو اس میدان میں زیادہ سے زیادہ کام کرنے کی توفیق دے۔ میں اپنی جماعت کے ہر نوجوان۔ اور بچے کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے مسجد شریف کے حمام کی تعمیر میں جو مالی۔ جانی اور قلمی خلوص و ایثار پیش کیا ہے وہ اپنوں اور غیروں سب کے لئے قابل تقلید ہے۔

امید ہے کہ حمام کی تعمیر۔ رنگ و روغن۔ آرائش و زیبائش مینارہ کا کام بھی ساتھ ساتھ ہی تکمیل کرنے کا منصوبہ تیار ہو گا۔ اور احباب بھارت و کشمیر اس بارے میں مالی قلمی اور قولی معاونت فرما کر ہمیں نوازیں گے۔ فقط والسلام

خاکسار:۔ عبد الحی۔ سیکرٹری نشر و اشاعت ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن بھدرواہ

اخبار احمدیہ

عہدیداران فیجی

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جزائر فیجی شاخ لاہور کے حسب ذیل عہدیداران برائے سال ۶۹-۱۹۶۸ء منتخب ہوئے ہیں:۔

مسٹر جی۔ این ڈین صاحب صدر

مسٹر اے حسین ساہو خان صاحب ایڈووکیٹ۔ نائب صدر

مسٹر شمس الدین ساہو خان صاحب ایڈووکیٹ جنرل ۔ سیکرٹری۔

عبد العزیز خان صاحب آف ناندی:۔ فنانشل سیکرٹری

شمولیت سلسلہ

مندرجہ ذیل اشخاص جماعت میں شامل ہوئے۔

۱۔ مسٹر جاسف واٹس = صدر الدین۔ گاؤں برٹش گیانا۔

(۲) مسٹر ولفرڈ مولین سمٹ یرن ایسٹ بنک

۳۔ مسٹر محمد ایوب ایڈنبرگ۔ گاؤں برٹش گیانا۔

۴۔ مسٹر ایلن ولیم (محمد رشید) برٹش گیانا

۵۔ مسٹر نیوٹن ون فیلڈ (الفاروق) " "

۶۔ مسٹر لنیکس لنڈن (شیخ عبداللہ محاسنی) برٹش گیانا۔

۷۔ مسٹر ابدان ولیم گوسٹی مرنا تبت انکم۔ برٹش گیانا

محمد زبیر دانش ۔ ۱۳ سعید منزل سعید سٹریٹ ۲۶ رسانده کلاں ۔ لاہور

غلام نبی مسلم ۔ مدیر روحِ اسلام لاہور

تجدیدِ ملت میں حضرت مسیح موعودؑ کا مقام

اسی اندیشے سے میں ضبطِ آہ کرتا رہوں کب تک
کہ مُغ زادے نہ لے جائیں تری قسمت کی چنگاری

حضرت مسیح موعود کا ارشاد ہے کہ میرے نہ ماننے سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوجاتا یہی آپ کا موقف تھا۔ اسی پر آپ کی حیاتِ طیبہ میں آپ کے جان نثاروں کا یقین و عمل رہا۔ یہی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم المرسلینی کا تقاضا ہے، اور اسی پر جماعت احمدیہ لاہور کے اکابر و اراکین کا ایمان ہے۔

پس آپ کے دعاوی کے محض انکار سے کوئی کلمہ گو اسلام کے دائرہ سے باہر نہیں ہوجاتا۔ البتہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس تصریح کی موجودگی میں حضرت مسیح موعود کا ماننا اور نہ ماننا برابر ہے۔

حضرت مسیح موعود کی بعثت تاریخ مذاہب میں کوئی معمولی واقعہ نہیں۔ انبیائے سابق علیہم السلام نے اپنے اپنے زمانے میں دجال کے فتنے سے دنیا کو آگاہ کیا۔ اور دجالیت کے قلع قمع کے لئے مسیح موعود کی آمد کی بھی پیشگوئی کی، قرآن حکیم میں مسیح ثانی یا مثیل مسیح یا مسیح موعود کی آمد کی تصریحات موجود ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے فتن، یاجوج و ماجوج کی سرکشی اور کسر صلیب اور قتلِ خنزیر کے لئے مسیح موعودؑ کی آمد کی پیشگوئیاں کیں۔ آخری زمانے میں مہدیؑ کے آنے کی اطلاع دی، بیسیوں احادیث میں اس دور کے حالات بیان فرمائے مسیح موعود کے ذریعہ غلبۂ اسلام، قرآن کی صداقت کی بحالی اور مسیحی فتنہ کی سرکوبی کی بشارت دی، خود ہر صدی کے سر پر ایک مجدّد کا وجود چودھویں صدی کے مجدّد کی عظمت اور شوکت پر ایک درخشاں شہادت ہے۔ اور مجدّد وقت اور امام زمان کی ذات اسلام کی صداقت پر ایک زندہ و تابندہ دلیل ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا وجود قرآن کی صداقت، انبیاء کی صداقت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور ہستی خداوندی پر ایک ایسی برہان ہے، جس کی تردید ناممکن ہے۔

اگر ہم اس بات کو تسلیم کرلیں کہ مسیح موعود کا ماننا اور نہ ماننا برابر ہے تو انبیاء کی پیشگوئیاں، قرآن پاک تصریحات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ضمن میں احادیث و تعلیمات، اولیاء امت کے ارشادات اور ان سب کی تصدیق میں واقعاتِ عالم عبث اور لغو تسلیم کرنے پڑیں گے، اور کوئی بھی اہل ایمان اس حماقت کے ارتکاب کی جرأت نہیں کرے گا، اور بصورت دیگر ان عواقب سے نہیں بچے گا، جو مسیح موعود کے انکار اور ان کے ناصروں سے علیحدگی کا لازمی حصہ ہیں۔ اور ان کی برکات اور صلاۃ و ایمان سے محروم رہے گا جو اس عظیم ہستی کی بعثت اور اس پر ایمان سے وابستہ ہے۔

ہر ولی اللہ تعالیٰ کے وجود اور اسلام کی صداقت پر زندہ آیت اور حجت ہوتا ہے۔ لیکن مامور اولیاء اللہ منہاج نبوت پر گامزن ہوتے ہیں، وہ اپنے ساتھ انوار سماوی لاتے ہیں۔ ان کے قلوب ہدایت کے سرچشمے ہوتے ہیں، نبی متبوع کے انوار روحانی ان کے قلوب صافی پر منعکس ہوتے ہیں، ان کے وجود میں انبیاء علیہم السلام ایک نئی زندگی پاتے ہیں۔ وہ کلام الٰہی کے صدق کی عملی شہادت ہوتے ہیں۔ ان کے حالات و کوائف کو مشاہدہ کرکے اہلِ نظر پکار اٹھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے۔ یہ لوگ استخوان فروش نہیں ہوتے، وہ معارف قرآن محض عقل سے نہیں، سرچشمۂ معرفت حقیقی سے سیکھتے ہیں، انہیں وقت کے تقاضوں کے مطابق فہم قرآن اور حقائق بخشے جاتے ہیں۔ اور مخالفین ان کے مقابل بیجان لاش سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے، وہ خدا کی طرف سے اطلاع پاکر صداقت کے فرزندوں کو بشارتیں سناتے ہیں، اور دشمنوں کو نشانات سماوی سے ذلیل و رسوا کرکے ان کے غرور و جہالت کا سر کچلتے ہیں۔

چونکہ وہ براہ راست عارف حقیقی سے اکتساب نور کرتے ہیں، اور ان کا وجود مہبطِ انوارِ سماوی ہوتا ہے اس لئے جو شخص ان کے دامن میں پناہ لیتا ہے اور جس پر ان کی نگاہ پڑجاتی ہے، اس کا سینہ خزینۂ معرفت بن جاتا ہے۔ اور حق و صداقت کے ان آفتابوں کے پرتو سے وہ خود جلوہ گہ انوار بن جاتے ہیں۔ اور یہ کمال محض ماموران من اللہ ہی کو حاصل ہوتا ہے، اور اس امت کے مسیح موعود، مہدی معہود اور مجدّدِ زمان کی صفات کے حامل خلیفۃ اللہ کو آسمانِ ولایت پر ایک خاص مقام حاصل ہوتا ہے۔

کیا دنیا نے اس حقیقت کا مشاہدہ نہیں کیا؟ ابھی دنیا میں دینی درسگاہیں تھیں، علماء موجود تھے، اور ان کی بھی دارالتقریر فضاؤں میں گونجتی تھیں، کروڑوں مسلمان بستے تھے، لیکن باطل کے حملوں نے انہیں بے بس کر رکھا تھا، کفر کے طاغوتی اعتراضات کے مقابل کروڑوں مسلمان عوام اور خواص بے دست و پا تھے، لاکھوں کمزور طبع لوگ مخالفین کے اعتراضات کے سامنے ہتھیار ڈال کر کفر کی آغوش میں چلے گئے تھے، مساجد رشد و ہدایت سے خالی تھیں، اور مسلمان جہل و کہتر جہالت، بداخلاقی، افتراق، منافقت اور بے حسی کا شکار تھے۔ ان حالات میں ایک "مست جام ہائے عنایاتِ دلبرِ حقیقی" میدان میں اترا، جس کے دلائل نے باطل کی صفوں میں کھلبلی ڈال دی، جس کے نشاناتِ سماوی نے دشمنوں کو بے بس و لاچار کر دیا، جس نے اہلِ علم کے سینوں میں نورِ معرفت بھرا، جس نے علمائے اسلام کو اپنی طرف کھینچا اور دلبرِ حقیقی کے عشق کی دہلیز پر بسمل بنا کر ڈال دیا، ہزاروں انسان دنیا اور اس کی چکاچوند سے منہ موڑ کر آپ کے اشارے پر آپ کے آستانے پر آگرے، اپنی زندگیاں قال اللہ و قال الرسول کے سانچے میں ڈھال لیں، وہ دن کے وقت دین کی اشاعت و مدافعت میں مصروفِ جہاد تھے، راتوں کو نرم و گرم بستروں سے الگ نیم شبانہ گریہ و زاری سے زمین کی مٹی کو آنسوؤں سے تر کرتے تھے، بھلا ایسا نمونہ کہیں اور بھی ممکن تھا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا آپ کا ماننا اور نہ ماننا برابر ہے؟ ہرگز نہیں

جو لوگ اس بات کی رٹ لگاتے ہیں۔ اور اس بات کو ٹیپ کا بند بناتے ہیں کہ مسیح موعودؑ کے ماننے سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوجاتا، وہ غیر شعوری طور پر دنیا کو ایک غلط تاثر دیتے ہیں اور اس مقصدِ خداوندی کی کوئی خدمت نہیں کرتے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات سے وابستہ ہے، ان کی زندگی فرار، مداہنت اور ایسے لوگوں کی خوشنودی کے حصول سے عبارت ہے جن کے متعلق مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہ مسیح موعود کے مخالفین کی صفِ اوّل میں ہونگے اور شرٌ من تحت ادیم السماء کے مصداق ہوں گے، اس ذہن کا ایک عام مسلمان یہ سمجھنے لگتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کا ماننا یا نہ ماننا برابر ہی ہے تو پھر انہیں مان کر کیوں وہ ہدفِ ملامت بنے۔ حالانکہ مثبت روش یہ ہے کہ اگرچہ امامِ زمانؑ کے نہ ماننے سے کوئی شخص کافر تو نہیں ہو جاتا، مگر حضرت مسیح موعودؑ کو تمام پیشگوئیوں کا مصداق سمجھ کر آپ کی تحریک اشاعت اسلام کے نیچے جمع ہوکر ایک پاکیزہ اور صالح اسلامی معاشرہ پیدا کریں، غلبۂ اسلام کے لئے جہاد کریں، کسرِ صلیب اور فتنۂ دجالیت کو کچلنے کے لئے ایک مستقل بے چینی اور اضطراب اختیار کریں۔ اور اس طرح اسلام کو دنیا پر غالب کرکے ان عاشقانِ حق کی صف میں جگہ پیدا کریں، جنہیں اللہ تعالیٰ نصرتِ دین کے لئے چن لیتا ہے، اور جنہیں مسیح موعودؑ کی معیت میں غلبہ کی بشارت مل چکی ہے۔

اگر یہ صحیح ہے کہ غلبۂ اسلام آپ کے ماننے سے مقدر ہے تو پھر اس ضمن میں کوتاہی کیا معنی رکھتی ہے، بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام "کیا مجھے چھوڑ کر ایک "مردہ اسلام" پیش کروگے" اور کیا آپ کے اس قول کی صداقت دنیائے اسلام کی بدعملی سے عیاں نہیں؟ اگر ہم اس اسلامی دنیا کے کردار کو اسلام کا عکاس سمجھ لیں تو پھر

وائے گر در پس امروز بود فردائے

کبھی کبھی یہ آواز بھی کان میں پڑتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بنیادی طور پر تو مجدّد تھے ہی۔ اس لئے اب نئے مجدّد کا انتظار کرنا چاہیئے۔ ایسے لوگ اسلامی تعلیمات اور حضرت مرزا صاحب کے مقام سے بے خبر ہیں۔ یا ان کی بزدلی نے ان کو ذمہ داریوں سے آزاد کرنے کے لئے شیطانی وساوس کا شکار بنایا ہے۔ حضرت صاحب مجدّد تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ مسیح موعود اور مہدیٔ زمان بھی تھے، آپ کے پیروکاروں میں مجددین ہوتے رہیں گے، لیکن آپ کا مسیح موعود اور مہدی معہود کی حیثیت سے کام

(باقی بر صفحہ [illegible] کالم [illegible])

گیانا جنوبی امریکہ میں احمدیہ کانفرنس کا انعقاد

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سورینام اور مختلف ممالک کے دورہ کے بعد وہاں آتے ہی مجھے گیانا کی احمدیہ جماعت کی طرف سے دعوت آئی کہ وہاں کی پہلی احمدیہ کانفرنس میں مجھے حصہ لینا چاہیئے چونکہ سفر کی تکان بھی تھی اس لئے عذر پیش کیا اور ایک وفد بھیجنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن دوسرے خط میں مجبور درخواست کی گئی کہ مجھے وفد کے ساتھ اس کانفرنس میں خود بھی حصہ لینا ازحد ضروری ہے۔ اس لئے کہ میں خود اس کانفرنس کا بانی ہوں، اس پر میں نے جواب دیا کہ میں پانچ افراد کے ساتھ آرہا ہوں۔ کانفرنس میں ٹرینیڈاڈ۔ باربڈوس، سرینام، نکری سے بھی جماعتوں کے وفد آئے۔ ٹرینیڈاڈ سے الحاج شیخ محمد طفیل صاحب معہ ڈاکٹر عزیز احمد صاحب اور دو آئمہ مساجد شامل ہوئے۔

باربڈوس کے لوگ کچھ دیر سے آئے سرینام سے خاکسار، الحاج محمد عید و الحاج شیخ نجیب عبدالمجید اور الحاج عبدالغفور اشرف صاحبان نے شمولیت اختیار کی۔ نیکری سے جناب محمد لیسین صاحب و دو صاحبان شامل ہوئے۔ کانفرنس شہر جارجٹون سے دوسرے شہر پارلیمس کے قریب احمدیہ مسجد میں منعقد ہوئی۔ تمام ملک گیانا کی احمدی جماعتیں کثرت سے شامل تھیں۔ اس کانفرنس میں الحاج شیخ محمد طفیل صاحب۔ ڈاکٹر عزیز احمد صاحب اور خاکسار نے تقاریر کیں۔ مضمون تھا:- احمدیت کیا ہے؟ کب سے ہے؟ اور ویسٹ انڈیز میں کس طرح آئی؟ ایک مضمون یہ بھی تھا کہ اسلام کی بہتری و بہبودی عورتوں اور بچوں کی تعلیم غذا پر منحصر ہے۔ جلسہ کانفرنس بڑا پر رونق تھا۔ ملک کے بڑے بڑے عہدیدار بھی شریک ہوئے۔ کانفرنس کے بعد ۲ ہفتہ تک ملک کے مختلف حصوں میں دورہ کیا گیا اور میری اور الحاج شیخ محمد طفیل صاحب کی تقریریں ہوتی رہیں۔ خدا کا شکر ہے اب دنیا کے اس حصہ میں بھی احمدیت باقاعدہ قدم رکھ چکی ہے۔

آئندہ سال ٹرینیڈاڈ اور اس کے بعد سرینام میں کانفرنس کا پروگرام رکھا گیا ہے۔ تجویز ہے کہ ان کانفرنسوں کو کچھ اور اہمیت دی جائے۔ ابھی تک ہمارے ملک اور گیانا کے ریڈیو ٹیلیویژن سے اس کانفرنس کی خبریں اور کارروائی بھی دی جارہی ہیں، خدا کا شکر ہے کہ اس ملک میں جہاں احمدی کی کوئی بات بھی نہ پوچھتا تھا بلکہ مار پیٹ تک نوبت پہنچ جاتی تھی آج اسی مقام پر پہلی احمدیہ مسجد کھڑی ہوتی ہے اور ہزاروں کی تعداد میں احمدی لوگ کانفرنس میں حصہ لے رہے ہیں، یہ خدا کا بڑا احسان ہے۔ زمانہ کے امام کی دعا مقبول ہے۔

الحاج شیخ محمد طفیل صاحب اس کانفرنس کے حالات تفصیل سے لکھیں گے۔ اب خدا کا فضل رحم ہے۔ دعا کے لئے گذارش ہے۔ اللہ کریم زیادہ سے زیادہ توفیق دے۔ آمین۔

آپ کا مخلص۔ عبدالرحیم جگو
مبلغ اسلام جنوبی امریکہ

دعا کی ضرورت و اہمیت

از چوہدری محمد حسین صاحب، گریجویٹ۔ چک نمبر ۱۰۲

کوئی شخص یا قوم اپنے دشمن پر فتح نہیں پا سکتی جب تک کہ وہ پوری طرح سامانِ حرب لے کر دشمن سے مقابلہ نہ کرے موقعہ و محل کے لحاظ سے ان اسباب و وسائل کا اختیار کرنا ضروری ہے، جن پر دعاؤں کی قبولیت کا انحصار ہوتا ہے۔ ایک انسان بھوکا ہے یا بیمار ہے تو محض دعا مانگنے سے بھوک نہیں اترے گی نہ بیماری جاتی رہے گی۔ جب تک کہ دعائیں مانگنے والا وہ وسائل و ذرائع اختیار نہ کرے گا جن پر ایسی تکلیفوں سے بچنے کا انحصار ہے۔

ایمان کا فائدہ تب ہی ظاہر ہو سکتا ہے جبکہ اس کے ساتھ اعمال صالحہ بھی کئے جائیں۔ اسی طرح دعا کے ساتھ وہ اسباب مہیا کئے جانے ضروری ہیں جن پر دعا کی قبولیت کا دارومدار ہے۔ دعا کی قبولیت کے لئے عمل کرنا نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ و جدال میں دعائیں بھی مانگیں اور آلاتِ حرب بھی استعمال کئے۔

دعا کی قبولیت کے لئے پوری پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے:- وان لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ اور کہ انسان کے لئے کچھ نہیں مگر وہی جو وہ کوشش کرتا ہے۔ خدا رازق ہے لیکن انسان کے منہ میں لقمہ نہیں آئے گا جب تک کہ وہ خود لقمہ منہ میں نہیں ڈالے گا۔ ایک جانور کو بھی اپنے کھانے کی تلاش میں آشیانے سے باہر نکل کر کوشش کرنی ہوتی ہے اللہ کا فضل بغیر تلاش کے نہیں ملتا۔ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللّٰہ۔ زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

کچھ لوگ دعا کے قائل نہیں۔ ایسے لوگ غلطی پر ہیں۔ آیت ذیل میں دعا کی ترغیب دی گئی ہے۔ قال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم

(باقی کالم ۲ کے نیچے)

بقیہ کالم ۲ سے

داخرین۔ اور تمہارا رب کہتا ہے مجھے پکارو۔ میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

عبادت سے مراد دعا ہے۔ نماز بھی ایک دعا ہے جس سے خدا کی عبادت ہوتی ہے، جو لوگ خدا سے دعا مانگنے میں ہتک یا کسرِ شان سمجھتے ہیں وہ بلاشبہ اپنے آپ کو جہنم کے لئے تیار کرتے ہیں، زندگی میں نت نئی دشواریاں، معاش اور دیگر مسائل کی دل آزاریاں، طرح طرح کی پریشانیاں۔ ان سب کا حل جد و جہد اور خلوص دل سے مانگی ہوئی دعاؤں میں مضمر ہے۔

خلوص دل سے دعا مانگنے والا انسان اپنے آپ کو خدا کے انعام و اکرام کا مستحق بنا لیتا ہے۔ غم اور مصیبت سے نجات پا لیتا ہے۔ ارشاد ہے وما کان عطاء ربک محظورا۔ تیرے رب کی عطا کبھی رکتی نہیں۔ خدا سے مانگی ہوئی دعائیں زندگی کے ہر مرحلہ پر انسان کی راہنمائی اور مشکلکشائی کا کام کرتی ہیں۔ بے شک اللہ بہت عطا کرنے والا ہے اور اس برکت والی ذات سے مانگ کر کوئی شخص محروم نہیں رہ سکتا۔

اگر مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ دعائیں کوشش کرنے اور ضروری وسائل اختیار کرنے کے بغیر محض خدا کی قدرت سے پوری ہو جاتی ہیں۔ لیکن دعا کا پورا ہونا بغیر محنت اور کوشش کے محض خدا کی قدرت پر منحصر نہیں جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔ ربنا افرغ علینا صبراً وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکٰفرین۔ اے ہمارے رب ہم پر صبر ڈال دے اور ہمارے قدموں کو مضبوط رکھ اور کافر قوم پر ہمیں مدد دے دعا کا پورا ہونا اس بات پر منحصر ہے کہ انسان اس امر کے لئے ضروری وسائل بھی اختیار کرے محنت و مشقت سے کام لے اور پھر حصول کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔

آرام و آسائش سے زندگی بسر کرنے میں دشواریاں اقتصادی اور اخلاقی مسائل کی دل آزاریاں، ان سب پر قابو پانے کے لئے دعاؤں کے پورا ہونے کا دارومدار ضروری وسائل و ذرائع اور کوشش کرتے رہنے پر ہے، جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے یاایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاہدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرتے رہو اور اس تک پہنچنے کے ذریعہ کی جستجو کرتے رہو۔ اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو۔

صرف زبان سے دعا مانگ لینے سے

آسٹریلیشیا بنک
ہمارا نصب العین
بنک کاری میں مخلصانہ خدمت
اور اعلیٰ کارگزاری
آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ
قائم شدہ ۱۹۴۲ء

پاک سیمنٹ فاروقیہ
یادگار عمارتیں
پائیدار سیمنٹ
پاک سیمنٹ فاروقیہ
پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ
فاروقیہ (ضلع ہزارہ)

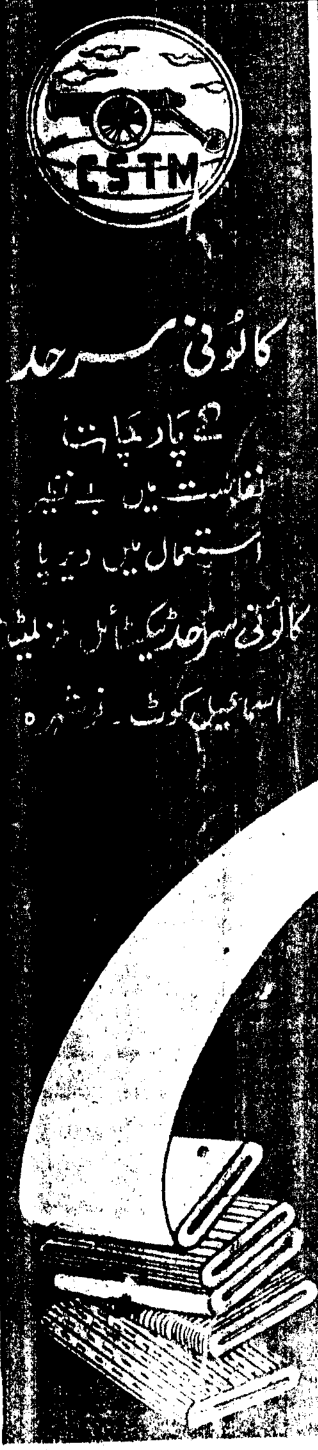

کالونی سرحد
کے پارچہ جات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا
کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل کوٹ۔ نوشہرہ

ضرورت رشتہ

— دو لڑکیاں بعمر ۲۷، ۲۵ سال بی۔ اے قبول صورت
— ایک لڑکی بعمر ۲۲ سال۔ ایف۔ ایس۔ سی ۔ ” ”
— ایک لڑکی بعمر ۲۰ سال۔ میٹرک ۔ ۔ ۔ ” ”
کے لئے برسرروزگار رشتوں کی ضرورت ہے۔ خط و کتابت معرفت دفتر رشتہ و ناطہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور کریں۔

ضرورت رشتہ

لڑکی بعمر ۱۸ سال میٹرک کے لئے رشتہ کی ضرورت ہے۔ لڑکا شہری باقاعدہ احمدی اور سرکاری ملازم ہو۔ خط و کتابت ۔

غ۔ معرفت ایڈیٹر پیغام صلح کی جائے۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور
رجسٹرڈ ایل ۳۸۸ شمارہ نمبر ۴۰

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام [illegible]

ضرورت رشتہ

— دو لڑکیاں بعمر ۲۷، ۲۵ سال بی۔ اے قبول صورت
— ایک لڑکی بعمر ۲۲ سال۔ ایف۔ ایس۔ سی " "
— ایک لڑکی بعمر ۲۰ سال۔ میٹرک " "
کے لئے برسر روزگار رشتوں کی ضرورت ہے۔ خط و کتابت معرفت دفتر رشتہ و ناطہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور کریں۔

ضرورت رشتہ

لڑکی بعمر ۱۶ سال میٹرک کے لئے رشتہ کی ضرورت ہے۔ لڑکا شہری باشندہ احمدی اور سرکاری ملازم ہو۔

خط و کتابت

ع۔ معرفت ایڈیٹر پیغام صلح کی جائے۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور
رجسٹرڈ ایل ۳۸۸
شمارہ نمبر ۴۰

تعلیمی پرنٹنگ پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام [illegible]

اے خدا نور ہدیٰ از مشرق رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیات مبیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ٹیلی فون نمبر ۳۷۰۳۰
تار کا پتہ تبلیغ لاہور

ہفت روزہ
پیغام صلح
لاہور
"پاکستان"

جلد ۵۶ یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۲۳ رجب ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۸ء ۴۱

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا
گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے
نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں، نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳- سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابل احترام ہیں۔
۴- سب مجددینؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶- اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحر حکمت کے موتی

نیکی کا بدلہ دس گنا

عن ابی سعیدؓ الخدری، انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا اسلم العبد فحسن اسلامہ یکفر اللہ عنہ کل سیئۃ کان زلفھا وکان بعد ذلک القصاص الحسنۃ بعشر امثالھا الی سبع مائۃ ضعف والسیئۃ بمثلھا الا ان یتجاوز اللہ عنھا۔

ترجمہ:۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب ایک شخص اسلام لائے اور اس کا اسلام اچھا ہو تو اللہ تعالےٰ اس سے ہر ایک برائی کو دور کر دیتا ہے جو وہ کر چکا اور اس کے بعد بدلہ ہے نیکی کا بدلہ اس سے دہ چند سات سو گنے تک اور برائی کا بدلہ اس کی مثل ہے سوائے اس کے کہ اللہ تعالےٰ اس سے درگزر کرے۔

نوٹ:۔ از حضرت مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بدیوں کا دور ہونا صرف اس حالت میں ہے کہ جب اسلام پر حسن کا لفظ صادق آئے یعنی جو کچھ اسلام کا منشاء ہے اسے پورا کر دکھائے۔ اس صورت میں چونکہ انسان کی زندگی میں بدی سے نیکی کی طرف انقلاب واقع ہوتا ہے اس لئے پچھلی بدیاں دور ہو جاتی ہیں۔ نیکی کا اجر دس سے سات سو گنا اس نیکی پر انسان کے اخلاص پر، دوسری نیکیوں کے ساتھ اس کی مطابقت پر منحصر ہے۔

(فضل الباری بشرح صحیح بخاری)

ہمدردی کا رنگ

کلمات طیبات حضرت امام الزمان مجدد دوران مسیح موعودؑ

ایک معزز خاندانی ہندو دیوان صاحب جو صرف حضرت کی ملاقات کے واسطے قادیان آئے تھے قبل نماز ظہر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خواہش ظاہر کی کہ ان کو کچھ نصیحت کی جائے۔ حضرت نے فرمایا:۔

ہر ایک شخص کا ہمدردی کا رنگ جدا ہوتا ہے۔ اگر آپ ڈاکٹر کے پاس جائیں تو وہ آپ کے ساتھ یہی ہمدردی کر سکتا ہے کہ آپ کی کسی بیماری کا علاج کرے۔ اور اگر آپ حاکم کے پاس جائیں تو اس کی ہمدردی یہ ہے کہ کسی ظالم کے ظلم سے بچائے، ایسا ہی ہر ایک کی ہمدردی کا رنگ جدا ہے۔ ہماری طرف سے ہمدردی یہ ہے کہ ہم آپ کو نصیحت کرتے ہیں کہ دنیا دو روزے چند ہے۔ اگر یہ خیال دل میں پختہ ہو جائے تو تمام جھوٹی خوشیاں پامال ہو جاتی ہیں اور انسان خدا تعالےٰ کی طرف اپنا دل لگاتا ہے۔ لمبے منصوبے اور ناجائز کارروائیاں انسان اسی واسطے کرتا ہے کہ اس کو معلوم نہیں کہ زندگی کے ایام کتنے ہیں۔ جب انسان جان لیتا ہے کہ موت اس کے آگے کھڑی ہے تو پھر وہ گناہ کے کاموں سے رک جاتا ہے۔ خدا رسیدہ لوگوں کو ہر روز اپنے اور اپنے دوستوں کے متعلق معلوم ہوتا رہتا ہے کہ ان کے ساتھ کیا پیش آنے والا ہے۔ اس واسطے وہ اس دنیا کی باتوں پر خوش نہیں ہو سکتے اور نہ ان پر تسلی پکڑ سکتے ہیں۔

غیر مذاہب والوں سے سلوک

مذکورہ بالا ہندو صاحب نے عرض کیا کہ مجھے تو لوگ ڈراتے تھے کہ مرزا صاحب تو کسی کے ساتھ بات نہیں کرتے اور ہندوؤں کے ساتھ بہت بدخلقی سے پیش آتے ہیں۔ میں نے یہ سب باتیں اس کے برخلاف پائی ہے اور آپ کو اعلیٰ درجہ کا خلیق اور مہمان نواز دیکھا ہے۔

حضرت نے فرمایا۔ لوگ جھوٹی خبریں اڑا دیتے ہیں۔ ہمیں خدا تعالےٰ نے وسیع اخلاق سکھلائے ہیں۔ بلکہ ہمیں افسوس ہے کہ ہم پوری طرح سے آپ کے ساتھ

باقی بر صفحہ ۲ کالم ۲

غلام احمد بشیر صاحب۔ مولوی فاضل۔ دی ہیگ ہالینڈ

اسلام کے متعلق کیتھولک چرچ کے اعتراضات کا جواب

مکرم و محترم جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خیریت سے ہوں گے۔ میں نے کیتھولک چرچ کی کتاب میں جو مضمون لکھ کر اور اسے سائیکلو سٹائل کر کے ہالینڈ کے بشپوں اور آرچ بشپ اور اخباروں کو بھیجا تھا اس کا ترجمہ کر کے ارسالِ خدمت کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ اخبار میں اسے جگہ دیں گے۔ ہم انشاء اللہ ۲۵ اکتوبر کو سیمینار کا افتتاح کریں گے۔ اس کا اعلان اب کر رہے ہیں۔ اس کی رپورٹ بعد میں آپ کی خدمت میں بھیج دی جائے گی۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں السلام علیکم۔ مہربانی فرما کر ہمارے مشن کی کامیابی کے لئے دعاؤں میں یاد فرماتے رہیں۔ والسلام

غلام احمد بشیر

رومن کیتھولک چرچ کی طرف سے ۱۹۶۶ء کے آخر میں عام لوگوں کی راہنمائی کی خاطر ایک وزنی کتاب شائع ہوئی تھی جو کیتھولک چرچ کے بشپوں نے مل کر شائع کی تھی۔ اس کتاب کے مصنفین بڑے بڑے جہاندیدہ اور شاہکار علماء دین پر مشتمل ہیں۔ یہ کتاب چونکہ ڈچ بشپوں نے لکھی تھی، اس لئے سب سے پہلے یہ اس ملک میں شائع ہوئی۔ اگرچہ یہ ایک چھوٹا سا ملک ہے تاہم اس کتاب کی پہلی اشاعت پانچ لاکھ کی تعداد میں ہوئی جو قریباً ختم ہو چکی ہے۔ یہ کتاب دنیا کی دوسری بڑی بڑی زبانوں میں بھی شائع ہو رہی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ انگریزی اور جرمن میں بھی شائع ہو چکی ہے۔ اس وجہ سے یہ کتاب بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اور دنیا میں پھیلے ہوئے عیسائی مشنری اس کتاب سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

کتاب کے مصنفین نے صرف اپنے مذہب کے متعلق ہی معلومات بہم نہیں پہنچائیں بلکہ دوسرے بڑے بڑے مذاہب پر بھی مختصراً بحث کی ہے۔ اس بحث میں انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اگرچہ ساری دنیا میں اور مذاہب بھی پائے جاتے ہیں مگر وہ تمام مذاہب عیسائیت کے مقابلہ میں ادنیٰ حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ ان مذاہب کی تعلیم انسان کی من حیث الانسان کلی رہنمائی نہیں کرتی۔ یا تو وہ صرف روح کی ہدایت کی تعلیم دیتے ہیں اور یا صرف دنیاوی راہنمائی کرتے ہیں۔ یہ انہوں نے اس لئے لکھا ہے تاکہ کمیونزم بھی جزوی طور پر اس میں آجائے۔

اسی ضمن میں انہوں نے اسلام پر بھی ادھوری سی بحث کر کے اور اپنا مدعا ثابت کرنے کے لئے انہوں نے اسلام کے متعلق غلط باتیں پیش کر کے اسلام کو ایک ناقص مذہب کے طور پر پیش کیا ہے۔ ہم نے کیتھولک مصنفین کے اعتراضات کا مفصل جواب لکھ کر تمام بشپوں اور سب سے بڑے بشپ کو بھیجا ہے۔ مگر ہمارے اس جواب کے خلاف انہوں نے ابھی تک کچھ نہیں لکھا۔ ہم قارئین کرام کی دلچسپی کی خاطر اپنے جواب کا ترجمہ ذیل میں پیش کرتے ہیں۔ اگر دوسرے اخبارات والے بھی اس ترجمہ کو چھاپنا چاہیں تو انہیں ہماری طرف سے کھلی اجازت ہوگی۔ اگر وہ ایسا کریں تو اور لوگوں تک بھی یہ باتیں پہنچ سکیں گی۔

سب چیزوں کا اللہ تعالیٰ پر انحصار ہے

(۱) ص ۳۱۹ پر لکھتے ہیں:—

”اسلام کہتا ہے کہ سب چیزوں کا خدا تعالیٰ پر انحصار ہے۔ یہ بات عیسائی بھی کہتے ہیں۔ مگر اسلام کے نزدیک عیسائیت کے برعکس۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز بھی قانونِ قدرت کے مطابق اپنی تاثیر نہیں رکھتی۔ قوانین قدرت جو زمین پر جاری ہیں یا نیکی اور بدی کے قوانین جو انسانی ضمیر میں پنہاں ہیں ان میں سے کوئی بھی اپنی خود تاثیر نہیں رکھتے۔ خدا تعالیٰ انہیں بلا وجہ خود چلاتا ہے اور یہ بھی مرضی کے مطابق۔ اگر وہ صبح ان قوانین کو بدل کر کوئی اور قانون چلا دے تو چیزیں کل صبح مختلف ہوں گی اس کو ایسا کرنے سے صرف اور صرف اس کی اپنی مرضی مانع ہے۔“

اس دعوے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام انسان کو ہر قسم کی جد و جہد سے روکتا ہے اور یہ سکھلاتا ہے کہ سب کچھ خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے آتا ہے۔ اس لئے موجودہ حالات کو بدلنا انسان کے اختیار میں نہیں۔ چونکہ خدا تعالیٰ ہی سب کو امیر یا غریب کے طور پر پیدا کرتا ہے اس لئے انسان اپنی حالت کو بدلنے کا مجاز نہیں

اسلام میں ترقی کی گنجائش

لہذا وہ ص ۳۲ پر واضح طور پر لکھتے ہیں:—

اسلام میں ترقی کی کم ہی گنجائش ہے۔ انسان کو ہندو مذہب کی طرح مصائب آلام میں ہی چھوڑ دیتا ہے۔

جواب۔ یہ ٹھیک ہے کہ اسلام کے نزدیک خدا تعالیٰ علت العلل ہے اس لئے سب چیزیں جو موجود ہیں اسی نے ان کو پیدا کیا ہے۔

لیکن یہ خیال کرنا صحیح نہیں کہ اسلام کے نزدیک خدا تعالیٰ نے چیزوں میں کوئی تاثیر نہیں رکھی۔ قرآن مجید بار بار اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمام چیزوں کو قوانینِ قدرت کے مطابق پیدا کیا ہوا ہے اس لئے قرآن مجید فرماتا ہے کہ انسان کو چیزوں میں خدا تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا توازن قائم رکھنا چاہیئے۔ واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان، اگر چیزوں میں کوئی تاثیر نہ رکھی ہوتی تو پھر توازن کے بگاڑنے کا کوئی مطلب ہی نہ ہوتا۔

۲۔ علاوہ ازیں قرآن مجید فطرت اللہ التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق اللہ کے مطابق خدا تعالیٰ نے جو فطرت پیدا کی ہے وہ قابلِ تبدیل نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو جس فطرت پر پیدا کیا ہے وہ تبدیل نہیں ہو سکتی اور نہ ہی قوانین قدرت۔ سب چیزیں اسی طرح قوانین قدرت کے مطابق چلتی رہیں گی جب تک کہ یہ سلسلۂ پیدائش اپنے انتہا کو نہ پہنچ جائے۔

۳۔ اس امر میں اگر ہم اسلام کے ساتھ عیسائیت کا مقابلہ کریں تو واضح ہو جاتا ہے کہ فطرت کی تبدیلی کا صرف عیسائی مذہب ہی قائل ہے جو کہتا ہے کہ آدم اور حوا کے گناہ کی وجہ سے انسانی فطرت میں تبدیلی ہو گئی اور اب ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے وہ ایک گنہگار فطرت لے کر آتا ہے۔ اسلام نے واضح طور پر اس کی تردید کی ہے۔ اور ہر پیدا ہونے والے بچے کو گناہوں سے بری قرار دے کر انسانی فطرت کے لاتبدیل ہونے پر گواہی دی ہے۔

لہذا کیتھولک مصنفین کا دعوے کہ اسلام کے نزدیک خدا تعالیٰ نے انسانوں اور چیزوں کو علت معلول کے سلسلہ میں جکڑا ہوا نہیں صحیح نہیں۔ نہ ہی یہ صحیح ہے کہ اسلام کے نزدیک قانون قدرت بدل سکتا ہے۔

اگرچہ یہ بات ٹھیک ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدرت کے مطابق کائنات عالم میں تبدیلی کر سکتا ہے مگر وہ ایسا نہیں کرتا۔

……

۴۔ یہ بات بھی غلط ہے کہ اسلام انسان پر غائد ہونے والے عارضی حالات کو بدلنے کا قائل نہیں۔ قرآن مجید میں ایسا کہیں بھی نہیں لکھا۔ اس کے خلاف متی باب ۶ آیت ۳۲ میں دیکھیں۔ وہاں لکھا ہے کہ ”سب باتیں جو واقع ہوتی ہیں وہ خدا کی مرضی سے ہی واقع ہوتی ہیں۔ خدا کی مرضی کے بغیر کسی انسان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی خدا تعالیٰ نے تمہارا بال بال گنا ہوا ہے ——— اس لئے صبح کے لئے فکر نہ کرو کہ کیا کھائیں گے“

۵۔ یہ بات بھی تاریخ سے ثابت ہے کہ اسلام قبول کرنے والوں کی ایک چھوٹی سی جماعت نے ایک نہایت ہی قلیل عرصہ میں ایک عظیم انقلاب برپا کر دیا جس سے دنیا کا نقشہ ہی بدل گیا۔ اگر اسلام عمل کی تعلیم نہ دیتا تو وہ ایسا کس طرح کر سکتے تھے۔

(باقی ——— باقی)

بائبل اور قرآن

مسیحی ماہنامہ اخوت کے مقالہ نگار نے جس کا ذکر ہم گزشتہ اشاعت میں کر چکے ہیں، یہ بتانے کے بعد کہ قرآن کا یہ دعوےٰ ہے کہ وہ ایک مفصل کتاب ہے جس میں ہر چیز کو کھول کر بیان کر دیا گیا ہے صحیح نہیں، کیونکہ اس میں کئی ایسی باتیں رہ گئی ہیں جن کے لئے مسلمان حدیث کے محتاج ہیں حالانکہ حدیث مسلمانوں کے ایک فرقہ اہل قرآن کے نزدیک ساقط الاعتبار ہے اس کے بعد یہ بتایا ہے کہ :-

"قرآن مجید نے خود اپنی کمی کو محسوس کر کے آپ ہی اس کمی کو دور کرنے کا اصول قائم کر دیا چنانچہ ملاحظہ ہو فان کنت فی شک مما انزلنا الیک فسئل الذین یقرءون الکتاب من قبلک یعنی (اے محمدؐ) اگر تجھ کو اس چیز میں جو ہم نے تیری طرف اتاری کچھ شک ہو تو ان لوگوں سے پوچھ لیا کر جو بائبل کو تجھ سے پہلے پڑھا کرتے ہیں۔"

اس آیت کے معنوں میں مضمون نگار نے "اے محمدؐ" کا لفظ جو بین القوسین لکھا ہے آیت کے مفہوم کے لحاظ سے بالکل غلط ہے، اس آیت میں اگرچہ خطاب میں صیغہ واحد ہے لیکن فی الحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب نہیں بلکہ خطاب ہر اس شخص سے ہے، جو قرآن کے متعلق شک رکھتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو نہ کبھی قرآن کے منزل من اللہ ہونے میں شک ہوا اور نہ اس کی بیان کردہ باتوں کی صحت کو آپ نے مشکوک سمجھا بلکہ آپ کا اپنا فرمان ہے لا اشک ولا اسئل یعنی نہ شک کرتا ہوں نہ پوچھتا ہوں، قرآن کا یہ اسلوب بیان ہے، کہ کئی جگہوں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کے ضمن میں عامۃ الناس کو مخاطب کرنا مراد ہوتا ہے۔

پھر یہ بھی غور طلب ہے کہ فسئل الذین یقرؤن الکتاب من قبلک سے کیا مراد ہے، کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اہل کتاب سے یہ پوچھا جائے کہ قرآن خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے یا نہیں، کیونکہ اس سے پہلے فرمایا ہے فان کنت فی شک مما انزلنا الیک، تو اہل کتاب یا بائبل پڑھنے والے تو پہلے ہی اسے خدا کا کلام نہیں مانتے، پھر ان سے پوچھنے کے کیا معنے اور کیا شک اس سے رفع ہو سکتا ہے؟ حقیقت میں جس شک کا ذکر اس آیت میں ہے، وہ قرآن کے منزل من اللہ ہونے کے بارہ میں نہیں بلکہ اس بات کے متعلق ہو سکتا ہے جس کا ذکر اس سے پہلی آیات میں کیا گیا ہے، اور وہ ہے بنی اسرائیل کا فرعون سے بھاگ کر دریا پار کرنا اور فرعون اور اس کے لشکر کا اسی دریا میں غرق ہو جانا اور غرق ہوتے ہوئے خدا پر ایمان کا اظہار کرنا، اور ڈوب جانے کے بعد اس کی لاش کی حفاظت کرنا اسی واقعہ کا ذکر اس سے پہلی آیت میں ہے، جس کے بعد فرمایا ولقد بوانا بنی اسرائیل مقعد صدق ورزقنھم من الطیبت فما اختلفوا حتی جاءھم العلم ان ربک یقضی بینھم یوم القیامۃ فیما کانوا فیہ یختلفون۔ بلاشبہ ہم نے بنی اسرائیل کو اعلیٰ مقام میں جگہ دی اور انہیں ستھری چیزوں سے رزق دیا تو انہوں نے اختلاف نہیں کیا یہاں تک کہ ان کے پاس علم آیا تیرا رب قیامت کے دن ان کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں اختلاف کرتے تھے۔

پس چونکہ فرعون کا غرق ہونا اور بنی اسرائیل کا مقام صدق پر رکھا جانا وغیرہ اہم تاریخی واقعات ہیں جن کے متعلق عام آدمی کو شک پڑ سکتا ہے کہ وہ کہاں تک صحیح ہیں اس لئے فرمایا کہ یہ امور جو ہم نے بذریعہ وحی کے بتائے ہیں اگر کسی کو اس بارہ میں شک ہو تو اہل کتاب سے پوچھ لے۔

ان میں کونسی ایسی بات ہے جس سے قرآن کا غیر مکمل ہونا ثابت ہوتا ہے، اور کونسی وہ کمی ہے جو بائبل کے پڑھنے سے پوری کی جا سکتی ہے، یہ تو قرآن کی تکمیل کو ظاہر کرنے والی بات ہے، کہ اس پاک کتاب میں وہ واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں جن کی صحت کی شہادت بائبل سے ملتی ہے۔

دوسری آیت قرآن کے غیر مکمل ہونے کے بارہ میں یہ پیش کی گئی ہے :-

"پھر کتاب مقدس کے انبیاء کا تذکرہ کر کے فرمایا فبھداھم اقتدہ یہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے ہدایت بخشی، پس ان کی ہدایت کی پیروی کر"

کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ قرآن معاذاللہ ناقص کتاب ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے پہلے انبیاء کی کتابوں کی پیروی کا حکم دیا ہے؟ واقعات اس مفہوم کی بالبداہت تردید کرتے ہیں، سابق انبیاء کی وہ کونسی کتابیں ہیں جن کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے، کیا بائبل؟ قرآن کریم نے تو جابجا اس بات کا اظہار کیا ہے کہ بائبل محرف و مبدل ہو چکی ہے۔ ایک جگہ فرمایا :-

افتطمعون ان یؤمنوا لکم وقد کان فریق منھم یسمعون کلام اللہ ثم یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون

(البقرہ آیت ۷۵)

کیا تم امید رکھتے ہو کہ وہ تمہاری بات مان لیں گے حالانکہ ان میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو اللہ تعالےٰ کے کلام کو سنتے ہیں پھر اس میں تحریف کرتے ہیں بعد اس کے کہ اسے سمجھ لیا اور وہ جانتے ہیں۔

ایک اور جگہ فرمایا :-

فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون۔

سو ان کے لئے ہلاکت ہے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے عوض تھوڑی قیمت لے لیں۔ پس ان کے لئے ہلاکت ہے اس کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا، اور ان کے لئے ہلاکت ہے اس کی وجہ سے جو وہ کماتے ہیں، (البقرہ آیت ۷۹)

ایک اور جگہ فرمایا :-

وان منھم لفریقا یلون السنتھم بالکتاب لتحسبوہ من الکتاب وما ھو من الکتاب ویقولون ھو من عند اللہ وما ھو من عند اللہ ویقولون علی اللہ الکذب وھم یعلمون۔

اور ان میں سے ایک گروہ ہے جو کتاب کے متعلق جھوٹ بناتے ہیں تاکہ تم اسے کتاب میں سے سمجھو حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں اور کہتے ہیں کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ اور وہ جانتے ہیں۔ (آل عمران ۷۷)

ان واضح آیات کے ہوتے ہوئے جن میں قرآن کریم نے صریح طور پر بتایا ہے کہ بائبل میں تغیر و تبدل ہو چکا ہے، یہ کہنا کہ اس نے بائبل ہی کی پیروی کا حکم دیا ہے کس قدر ستم ظریفی اور خلاف حق بات ہے۔ (باقی ــ باقی)

کارخانوں فلور ملوں، جیننگ فیکٹریوں اور ٹیکسٹائل ملوں کیلئے خوشخبری
ہمارے ہاں نفیس ترین واٹر پروف ترپالیں، عمدہ بستر بند، ٹینٹ، شامیانہ چھولداری، ہر قسم ٹینٹ ہر سائز میں تیار مل سکتے ہیں۔
نیز مناسب اور ارزاں قیمت پر آرڈر پر بھی مال تیار کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں رحمان انڈسٹریز اوکاڑہ کو خدمت کا موقع دیں۔
پروپرائٹر۔ محمد یعقوب رحمان انڈسٹریز۔ جی ٹی روڈ اوکاڑہ

زکوٰۃ کا مہینہ گذر رہا ہے

احباب توجہ فرمائیں

ماہ رجب کو عموماً زکوٰۃ کا مہینہ سمجھا جاتا ہے اور اہلِ ثروت اصحاب اس مہینہ میں اپنے جمع شدہ مال میں سے ہر سال مقررہ شرح کے مطابق زکوٰۃ نکالتے ہیں۔ آج رجب کی ۲۱ر تاریخ ہے گویا زکوٰۃ کا مہینہ گذر رہا ہے، اس لئے جماعت کے اہلِ ثروت اصحاب کی خدمت میں گذارش ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو اپنے جمع شدہ اموال کا حساب کر کے جو رقم بطور زکوٰۃ واجب الادا ہو، وہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے بیت المال میں جمع کرا دیں۔

اس موقعہ پر یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ جہاں تک قرآن کریم اور سنت نبوی کا پتہ لگتا ہے کوئی شخص اس بات کا مجاز نہیں کہ خود بخود جہاں چاہے زکوٰۃ دیدے بلکہ یہ ضروری ہے کہ زکوٰۃ بیت المال میں جمع ہو اور بیت المال کے ذریعہ مستحقین کو دی جائے۔ عام طور پر جو یہ دستور ہے کہ زکوٰۃ کے مہینہ میں مانگنے والے گھروں سے نکل پڑتے ہیں اور شہر بشہر مانگتے پھرتے ہیں اور دینے والے ان کو زکوٰۃ میں سے دے کر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا ہو گئی یہ طریق صحیح نہیں، اس سے مسلمانوں میں گداگری اور بھیکاری بڑھ رہی ہے۔ زکوٰۃ بھی اس طرح ادا نہیں ہوتی، قرونِ اولیٰ میں قرآن کے ارشاد کے مطابق حکومت کی طرف سے ایسے عامل مقرر کئے جاتے تھے جو زکوٰۃ وصول کر کے بیت المال میں جمع کرتے تھے، یہی سنتِ نبویؐ ہے یہی خلفائے راشدینؓ کا طریق ہے اور اسی طریق پر عمل کرنے سے مسلمان قوم کی تمام قومی و ملی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں اور وہ دنیا و آخرت میں کامیاب و سرخرو ہو سکتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ آپ بھی اپنی زکوٰۃ اپنے قومی ادارہ یا بیت المال میں جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے قائم کر رکھا ہے جمع کرائیں۔ انجمن ان مصارف اور مدّات پر اس روپیہ کو صرف کرتی ہے جو قرآن کریم نے مقرر کئے ہیں۔

اس بات کی ضرورت نہیں کہ فریضہ زکوٰۃ کی اہمیت آپ پر واضح کی جائے۔ آپ جانتے ہیں کہ زکوٰۃ ان پانچ ارکان اسلام میں سے ہے جن پر دین کی بناء رکھی گئی ہے قرآن کریم میں نماز کے حکم کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی حکم ہے اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ جس سے صاف ظاہر ہے کہ نماز کے ذریعہ جو تعلق اللہ تعالےٰ کے ساتھ قائم ہوتا ہے وہ مکمل نہیں ہو سکتا جب تک عام لوگ صدقات و خیرات اور صاحب نصاب زکوٰۃ ادا نہ کریں۔

چندہ ماہوار زکوٰۃ نہیں بلکہ جہاد کے حکم میں ہے اور جہاد اور زکوٰۃ دو الگ الگ رکن ہیں اور دونوں کی ادائیگی ضروری ہے۔ چندہ ماہوار سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو جاتی اور نہ زکوٰۃ سے چندہ ماہوار یا جہاد کا رکن ادا ہو جاتا ہے، دونوں اپنی اپنی جگہ پر ضروری ہیں۔

پس امید ہے کہ آپ اپنے جمع شدہ سرمایہ، تجارتی مال، زیورات اور جائداد وغیرہ کا جن پر زکوٰۃ واجب ہو حساب کر کے جو کچھ واجب ہو اسے اپنے بیت المال میں جمع کرا دیں گے کہ اسی میں آپ کی اور آپ کی قوم کی بہبودی اور سرخروئی ہے۔

احمدیہ مارکیٹ میں رہائشی فلیٹوں کی تعمیر

حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل کا جواب

۲۵ر ستمبر ۱۹۶۸ء کے "پیغامِ صلح" میں ہم نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے ارشاد کے ماتحت یہ اعلان کیا تھا کہ ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب (سیالکوٹ) کے عطا کردہ چوبیس ہزار روپیہ سے احمدیہ مارکیٹ کے اوپر دو رہائشی فلیٹ تعمیر کئے گئے ہیں، جنکا دو دو سو روپیہ ماہوار کرایہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو ملتا رہے گا جو صدقہ جاریہ اور دائمی ثواب کا موجب ہوگا۔

اسی ضمن میں یہ بھی تحریک کی گئی تھی کہ اسی قسم کے اور بھی فلیٹ مارکیٹ کے اوپر بنانے کی گنجائش موجود ہے، اگر کوئی دوست خود ثواب حاصل کرنے کے لئے یا اپنے فوت شدہ بزرگوں اور عزیزوں کو ثواب پہنچانے کے لئے ایک یا دو فلیٹ بنوانا چاہیں تو حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں فی فلیٹ بارہ ہزار روپے ارسال کر کے اس دینی خدمت کو بجا لائیں۔

اس تحریک کے جواب میں وزیر آباد سے شیخ نیاز احمد صاحب مرحوم و مغفور کے فرزند ارجمند شیخ عزیز احمد صاحب نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں لکھا ہے کہ وہ دو فلیٹ بنوائیں گے، فجزاہ اللہ خیراً۔ اور بھی کوئی دوست اپنے کسی بزرگ یا عزیز رشتہ دار کو ثواب پہنچانے کے لئے اس کار خیر میں حصّہ لینا چاہیں، تو وہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں اطلاع دیں اور روپیہ ارسال کریں تاکہ یہ کام جلد از جلد پایۂ تکمیل کو پہنچ کر صدقہ جاریہ کا موجب ہو۔

اخبار احمدیہ

ایک اور بزرگ چل بسے

—— جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ ہماری جماعت کے ایک اور بزرگ شیخ غلام حسین صاحب قریشی سکنہ محلہ حاجی پورہ سیالکوٹ شہر جو حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے اصحاب میں سے تھے کچھ مدت بیمار رہ کر راہگرائے عالم جاودانی ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

ہمیں اس صدمہ میں ان کے فرزند عنایت اللہ صاحب قریشی اور دیگر پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے، تمام احمدیہ جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی التماس ہے۔

امتحان میں کامیابی اور عطیہ

—— طارق احمد ولد ڈاکٹر میجر محمد اسحاق صاحب میڈیکل آفیسر پاک سیمنٹ فادوقیہ نے اس سال میٹرک کا امتحان پاس کیا ہے

(باقی کالم اول کے نیچے)

اخبار احمدیہ

(بقیہ از کالم ۴)

اور اس خوشی میں انہوں نے -/5 روپے عطیہ اشاعت اسلام کے لئے دیا ہے۔

جان بچ گئی

—— شیخ صالح محمد ولد شیخ غلام محمد صاحب مرحوم کار کے ایکسیڈنٹ سے دوچار ہو گئے ان کو بدن پر چند چوٹیں آئیں مگر جان بچ گئی۔ اس لئے -/۱۰ روپے بطور صدقہ انجمن کو دیتے ہیں، خدا تعالےٰ ان کو صحت عطا فرمائے۔

خاکسار عبدالشکور بٹ

دعوتِ ولیمہ

—— ملک سعید احمد صاحب احمدیہ مارکیٹ لاہور کی طرف سے ۷ ان کے صاحبزادہ ملک ناصر احمد ایڈووکیٹ کی دعوتِ ولیمہ ۱۳ اکتوبر کو مسلم ہائی سکول کے ہال میں دی گئی۔ جس میں جماعت کے متعدد احباب شریک ہوئے۔

رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وحی پر

نہ ماحول کا اثر ہے اور نہ آپؐ کے جذبات واحساسات کا

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۱ر اکتوبر ۱۹۶۸ء۔ فرمودہ حضرت امیرِ قوم مولٰنا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ۔ بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

الحمد للہ ربّ العٰلمین پڑھکر فرمایا :۔

رسولِ کریم صلعم کی وحی نبوّت کے متعلق بعض خیالات

اس آیت کریمہ کو میں نے ایک مقصد کے لئے پڑھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آجکل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی وحی نبوّت کے متعلق چرچا ہو رہا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی وحی پر ماحول کا اثر تھا اردگرد جو خیالات اور حالات تھے۔ ان کا اثر حضورؐ کی وحی پر تھا۔ بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے تصورات، احساسات، جذبات اور علم کا بھی آپؐ کی وحی پر اثر تھا۔ اس قسم کی اور بھی بہت سی باتیں ہیں جو وحی الٰہی اور حضور نبی کریم صلعم کے متعلق کہی جا سکتی ہیں۔

خیالاتِ بالا کی تردید میں کتاب کی تصنیف

میں نے ان امور کے متعلق ایک چھوٹی سی کتاب لکھی ہے۔ جو ابھی پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچی۔ چند اوراق ابھی اور لکھنے باقی ہیں۔ کتاب مختصر سی ہے۔ تا لوگ آسانی سے پڑھ سکیں اور میں نے اس اختصار کے باوجود کوشش کی ہے کہ مضمون تشنہ نہ رہنے پائے۔ اس میں جو آیات مذکورہ خیالات کی تردید میں لکھی ہیں ان میں سے سردست دو آیتیں پڑھتا ہوں۔ جن سے معلوم ہوگا کہ حضورؐ کی وحی نبوّت پر ہرگز ہرگز کسی ماحول کا اثر نہیں تھا۔ ایسا ہی دو آیتیں اس خیال کی تردید میں پیش کروں گا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے تصورات احساسات اور جذبات وخیالات کا کوئی اثر آپؐ کی وحی پر نہ تھا۔

الحمد للہ ربّ العٰلمین میں ماحول کا اثر نہیں

اوّل الذکر خیال کی تردید میں پہلی آیت الحمد للہ ربّ العالمین ہے جس وقت حضورؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس وقت کا ماحول کیا تھا، یہودی کہتے تھے کہ جنّت کا وارث صرف اور صرف یہودی ہی ہو سکتا ہے۔ تمام قوموں سے افضل قوم یہودی ہیں، بلکہ یہ خدا کی پیاری قوم ہے۔ ان کا یہ خیال قرآن کریم میں مذکور ہے، وقالوا نحن ابناء اللّٰہ واحباءہ۔ ہم تو خدا کے پیارے بیٹے ہیں۔ اس کے محبوب ہیں۔ لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا۔ یہودی کے بغیر کسی قوم کسی وطن اور کسی اعتقاد کا کوئی شخص جنّت میں نہ جانے پائے گا۔ اسی قسم کا خیال ہندوستان کے لوگوں کا تھا۔ ان کا ایمان ہے کہ ہندو قوم خدا کی چہیتی قوم ہے کوئی غیر ہندو پاک ہو ہی نہیں سکتا غیر ہندو کے متعلق سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ وہ جنّت میں چلا جاوے گا۔ مسلمان کتنا بھی صاف ستھرا کیوں نہ ہو، سو دفعہ غسل کر کے کیوں نہ آیا ہو، گلاب کے عطر میں بھی کیوں نہ ڈبویا ہوا ہو، ہندو کی نظر میں پھر بھی وہ ناپاک ہے۔ اگر ایک صاف ستھرا اور پاک مسلمان دری کے ایک سرے پر بیٹھا ہو تو ہندو اس کے دوسرے سرے پر دسترخوان رکھکر کھانا نہیں کھا سکتا اس کے خیال میں مسلمان کی ناپاکی کی کرنٹ اس تک پہنچ جائے گی۔ ہندوؤں نے بھارت کے دس کروڑ اچھوتوں کے متعلق فیصلہ کیا ہوا ہے کہ یہ ملیچھ اور ناپاک ہیں۔ ہمارے کنوؤں سے وہ پانی نہیں بھر سکتے۔ ہمارے مندروں میں نہیں آسکتے۔ اچھوتوں کے مکتب میں وہ ہندو بچوں کو نہیں بھیج سکتے۔ کوئی عالی دماغ مہذب اور پڑھا لکھا غیر ہندو شخص ہندو نہیں بن سکتا، چنانچہ ایک بڑا پڑھا لکھا شخص ڈاکٹر امبیدکار جو لنڈن سے ڈگریاں لے کر آیا تھا، کوشش کرتا رہا کہ ہندو اسے اپنا ممبر سمجھیں، لیکن ہندو برادری نے اس کو قبول نہ کیا۔ آخر اس نے بدھ مت اختیار کر لیا۔ رہے عیسائی۔ انکا یہ اعتقاد ہے کہ کوئی شخص عمر بھر عبادت کرے لیکن جب تک حضرت عیسٰے کی صلیب پر ایمان نہیں لاتا اس وقت تک اس کو نجات میسّر نہیں آسکتی، اور خود رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی قوم میں بت پرستی زوروں پر ہے وہ خدائے واحد کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اس ماحول میں یہ آیہ کریمہ الحمد للہ ربّ العٰلمین نازل ہوتی ہے، آپ غور کریں، اور فیصلہ کریں کہ آیا اس آیت میں ماحول کا کوئی اثر پایا جاتا ہے ؟

خالق ارض وسما صرف اللہ ہے

الحمد للہ۔ ثنا، عبادت، پرستش اور حمد کا مستحق صرف اور صرف خالق ارض وسماوات ہے۔ وہی ہر طرح سے لائق عبادت ہے، وہ مالک ارض وسماوات ہے دنیا میں اور کوئی ہستی ایسی نہیں ہے جو ایک مکھی کا پر بھی بنا سکے یا گلاب کی پنکھڑی بھی تیار کر سکے یا حیوانات میں سے کسی حیوان کو بنا سکے۔ صرف ایک واحد لاشریک ذات خدا تعالےٰ ہی کی ہے جس نے آسمان اور زمین بنائے۔ آسمان کے ستارے سیارے بنائے، زمین کے جنگلات، حیوانات، چرند، پرند اور دوسری تمام مخلوق پیدا کی، سمندر کی مچھلیاں اور دیگر تمام مخلوق اس نے ہی پیدا کی۔

صرف اللہ تعالےٰ ہی تمام مخلوق کی ربوبیّت کرتا ہے

پھر وہ ربّ العالمین ہے، زمین و آسمان کی ساری مخلوق کی تربیت کے سامان پیدا کرتا ہے۔ ساری مخلوق کیڑے مکوڑے۔ چرند، پرند، حیوانات اور انسانوں کی پرورش کرتا اور ان کو کمال تک پہنچاتا ہے۔

عالمین کے معنے

عالمین کے معنے کائنات کے بھی ہیں اور عالم انسانیت کے بھی۔ ایک جگہ فرمایا ان ھو الا ذکر للعٰلمین۔ یہ کتاب تمام انسانوں کے لئے نصیحت ہے اور بار بار اس کا ذکر کیا ہے۔ اس لفظ عالمین کے اندر جہاں کائنات کا ذکر ہے، وہاں انسانیت کا بھی ذکر ہے۔

ربوبیت کرنے میں اللہ تعالےٰ نے کسی قوم یا رنگ وغیرہ کا امتیاز روا نہیں رکھا

خدا تعالےٰ ساری قوموں کا ربّ ہے، وہ قومیں کالی ہوں یا گوری، کوئی بولی بولتی ہوں، کسی قطعہ زمین میں رہتی ہوں، وہ سب کا ربّ ہے۔ سب کی ربوبیت کرنے والا ہے کان الناس امۃ واحدۃ ساری کی ساری قومیں ایک ہی جماعت کا حکم رکھتی ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اللھم ربّنا وربّ کلّ شئی انا شھید ان المخلوق کلّھم اخوۃ۔ میں ساری کی ساری انسانیت کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ سب کے سب بھائی بھائی ہیں وہ ساری قوموں کی ربوبیت کرتا ہے تو ربوبیت کرنے والے کو سب سے زیادہ محبت اپنے مربوب سے ہوتی ہے، اور اس میں بادشاہ اور فقیر اور امیر اور غریب کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ ایک بادشاہ اور ایک بوڑھے اور چمار یا یہودی، نصرانی، ہندو، سکھ اور مسلمان

سب کی سب قوموں کے لئے زمین و آسمان کی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کر رکھی ہیں اور سب کے سب ان سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

الحمد للہ رب العلمین پڑھنے سے تمام قوموں کے لئے ہمدردانہ جذبات پیدا ہوتے ہیں

مسلمان تو دن میں پانچ دفعہ عبادت کرتا ہے اور یہ بھی تصدیق کرتا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ اور میں اس خالق و مالک رب و رازق کی عبادت کر رہا ہوں، جو ساری انسانیت کا مالک ہے۔ اور جو سب قوموں سے پیار کرتا ہے۔ بادشاہ بھی اس کا پیدا کردہ ہے اور جولاہا بھی اسی کا بندہ ہے۔ اس سے مسلمان کے دل میں دوسری قوموں کے لئے محبت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کے دل میں انسانیت کے لئے ہمدردی پیدا ہوتی ہے اس کلام الٰہی کے ذریعے مسلمان کا سینہ چوڑا ہوتا اور بنی نوع انسان کے لئے محبت، خیر خواہی اور ہمدردی موجزن ہوتی ہے۔

قومی منافرت کا علاج الحمد للہ الخ میں

وہ نفرت جو یہودی کے دل میں غیر اقوام کے لئے ہے وہ نفرت جو ہندو نے غیر ہندو کے لئے اپنے دل میں پیدا کر رکھی ہے اور وہ نفرت جو عیسائی نے تمام بنی نوع انسان کے لئے دل میں بٹھا رکھی ہے ان کا علاج اس آیت میں کیا گیا ہے اور بتایا ہے کہ تمہارے ادیان سے متعلق اعتقادات محدود ہیں ان محدود اعتقادات کی مناسبت سے تمہارے دل بھی تنگ ہو گئے ہیں مسلمان کہتا ہے کہ ہمارا خدا ساری مخلوق کا خدا ہے۔ مسلمان کا دل سب کے لئے فراخ ہے مسلمان پر خدا کا کس قدر احسان ہے کہ نماز کے اندر سکھایا کہ الحمد للہ رب العالمین پڑھا کرو اور بنی نوع انسان کو اپنا بھائی سمجھو اور ان کے لئے ہمدردی کا جذبہ رکھو۔

الحمد للہ رب العلمین کے مضامین

پس قرآن کریم کی سب سے پہلی آیت . . . .

. . . .

الحمد للہ رب العالمین ہے اس میں قرآن کریم کا نچوڑ بیان کر دیا۔ اس میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہے، اس میں مخلوق الٰہی کا ذکر ہے ان کے اندر تمام کائنات کا ذکر ہے اور ساری انسانیت کا ذکر ہے اور خدا تعالیٰ کے انعامات اور برکات کا ذکر ہے۔

مخلوق کی رُوحانی تربیت کا ذکر

پھر سارے جہان کی جسمانی تربیت کے ساتھ ساتھ روحانی تربیت کے سامان بھی خدا تعالیٰ نے کئے ہیں اسی سورت میں یہ دعا سکھائی ہے اھدنا . . . . الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم، نیک لوگوں، انبیاء کے راستہ پر ہمیں چلایا جائے اور دوسری جگہ فرمایا ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ کوئی قوم ایسی نہیں جس کے اندر خدا تعالیٰ نے اپنے روحانی تربیت کرنے والے رہنما نہ بھیجے ہوں۔ خدا صرف جسمانیات کا ہی رب نہیں جس چیز کی وجہ سے انسان، انسان کہلاتا ہے وہ اس کا قلب اور رُوح ہے۔ اس کی وجہ سے انسان حیوانات سے ممیز ہوتا ہے۔ اس قلب اور روح کی تربیت اور نشوونما بھی خدا ہی کرتا ہے۔

نبی کریم صلعم کی رحمۃ للعالمینی

یہ آیت کس قدر جامع ہے اور حضور نبی کریمؐ کس قدر رحمۃ للعالمین نظر آتے ہیں کہ - - - نفرت، اور تنگ نظری اور تعصب کو آپؐ نے دُور کیا ہے۔ اور اس روگ کو دُور کر کے ان کو بھائی بھائی بن جانے کی تلقین فرمائی ہے۔ اس لحاظ سے حضور رحمۃ للعالمین ہیں

اس وحی میں ماحول کا اثر نہیں پایا جاتا

کیا اس آیت میں جو قرآن کریم کا نچوڑ ہے کسی قسم کے ماحول کا اثر نظر آتا ہے بلکہ یہ آیہ کریمہ ماحول سے برعکس سبق دیتی ہے یہ آیت واضح کرتی ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ماحول کا اثر نہیں تھا۔

تمام دُنیا کو چیلنج کہ اس جیسی ایک آیت پیش کرو

اور میں کہتا ہوں کہ ساری دنیا کے لئے یہ آیت ایک چیلنج ہے کہ ایک بھی آیت اس کے مقابل پر پیش کی جائے، جس کے اندر خدا کا ذکر ہو، کائنات کا ذکر ہو۔ انسانیت کا تذکرہ ہو، جس کے اندر جسمانی اور رُوحانی تربیت کا ذکر ہو اور جس کے اندر ساری انسانیت کے لئے ہمدردی کا سبق دیا گیا ہو۔ آج ساری دنیا ایک ایسی آیت پیش نہیں کر سکتی۔ قرآن کریم لاجواب کتاب ہے اس نے دنیا جہان کے پڑھے لکھوں کو چیلنج دیا ہے فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداءکم۔ اس وقت سارا عرب دشمن تھا۔ ان کی زبان عربی تھی۔ ان میں بلغا و فصحا بھی موجود تھے جو قادر الکلام تھے۔ وہ سب مقابلہ پر آ گئے اور ایک آیت نہ بنا سکے۔ یورپ کے عیسائی جنہوں نے ۱۴ سو سال برابر اسلام کے خلاف کمر باندھے رکھی۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بے انداز پروپیگنڈے کئے کتابیں لکھیں، میگزین جاری کئے۔ جن میں اسلام اور حضور صلعم کے خلاف اعتراضات کئے ہیں وہ بھی قرآن کریم کے اس چیلنج کا جواب نہ دے سکے بعض عیسائی عالموں کی مادری زبان عربی ہے۔ بیروت اور مصر..... کے عیسائیوں کی مادری زبان عربی ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایک لغت کی کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام المنجد ہے پھر وہ بھی ہیں جو یورپ کی یونیورسٹیوں میں پروفیسر ہیں جن کی مادری زبان عربی ہے اور بعض وہ ہیں جنہوں نے [illegible] یہ زبان سیکھی ہے اور اس کا علم حاصل کیا ہے۔ ان میں بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے قرآن کریم کے تراجم کئے ہیں۔ لیکن وہ اس چیلنج کے جواب میں ایک آیت بھی پیش نہیں کر سکے۔

دوسری آیت جو ماحول کا اثر نہیں رکھتی، امورِ سلطنت میں مشورہ کا حکم

دوسری آیت جو میں بطور نمونہ پیش کرنا چاہتا ہوں وہ ہے وشاورھم فی الامر۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ امور سلطنت کو چلانے میں قوم سے مشورہ کر لیا کریں۔ بتلایئے کیا یہ ماحول کا پیدا کردہ خیال ہے آپؐ کے ماحول میں ایران کی عظیم الشان سلطنت ہے جہاں بادشاہ کی تقریباً پرستش کی جاتی تھی وہاں امور سلطنت میں مشورہ کا خیال بھی نہیں آ سکتا تھا، جب مغیرہؓ قائد پر برچھا مارتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا تو ایرانی حیران تھے کہ اتنی جرأت اور دلیری کس طرح ان لوگوں میں پیدا ہو گئی۔ مغیرہؓ نے کہا کہ اسلام انسان کی غلامی سے چھڑا کر خدا کا غلام بنانے کے لئے آیا ہے۔ دوسری طرف شام میں عیسائی بادشاہوں اور پوپ کی پرستش کی جاتی تھی۔ مصر میں تو تھا ہی فرعون۔ وہ تو اپنے آپ کو خدا سمجھتا تھا۔ یہ آپؐ کا ماحول ہے اس ماحول کے ہوتے ہوئے حضور . . . . نبی کریم صلعم کو حکم ہوتا ہے کہ امور سلطنت باہمی صلاح و مشورہ سے انجام پانے چاہئیں۔

چودہ سو سال پہلے پارلیمنٹ کی بنیاد

گویا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے پارلیمنٹ کی بنیادیں رکھ دیں جبکہ اس کا تصور خواب میں بھی کسی کو نہیں ہو سکتا تھا۔ انگریزوں نے تو دو سو سال بادشاہوں کے ساتھ لڑ جھگڑ کر پارلیمنٹری نظام جاری کیا۔ برابر دو سو سال تک بادشاہ ڈٹے رہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ رعایا نے بڑی بڑی قربانیاں دیں تب کہیں جا کر پارلیمنٹ قائم ہوئی۔ اس کے برعکس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مطالبہ اور تقاضا کے بغیر یہ نظام قائم کیا۔ باوجود اس کے کہ آپؐ بادشاہ وقت بھی تھے۔ خدا تعالیٰ کے محبوب بھی تھے۔ پھر بھی امور سلطنت میں مشورہ لینا ضروری سمجھا اور فرمایا کہ ہم معاملات کو عام انسانوں سے پوچھ کر طے کیا کریں گے۔

حصول مشورہ میں نبی کریم صلعم کا اخلاص

کبھی کبھی مشورہ آپؐ کے ارادہ اور منشاء کے خلاف بھی ہوا، آپؐ نے اس کو قبول کیا۔ اس کی مخالفت نہیں کی، اس کے جواز یا عدم جواز کی راہیں نہیں نکالیں۔ اس قدر خلوص اس عظیم انسان کے اندر تھا صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپؐ نے فرمایا انا اول المسلمین۔ میں سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری کرنے والا ہوں اور خدا تعالیٰ نے حکم دیا وشاورھم فی الامر۔ امور سلطنت قوم کے مشورہ سے انجام دینے چاہئیں۔ اس میں حضورؐ نے اپنی ذات گنوا دی۔ اگر ساری دنیا بادشاہوں کی پرستش کر رہی تھی، تو آپؐ کا بھی دل کرنا چاہیئے تھا کہ سولہ آنے نہیں تو چار آنے ہی بغیر مشورہ کے اپنی بات منوانے

لیکن یہاں نہ دل کی چاہت ہے نہ ماحول کا اثر ہے۔ دوسری جگہ فرمایا وامرھم شوریٰ بینھم۔ یہ صرف حضورؐ کے لئے ہی حکم نہیں بلکہ سارے مسلمانوں کے لئے حکم ہے کہ معاملات میں مشورہ کر لیا کرو۔ یہ جو جذبہ دلوں میں ہوتا ہے کہ میری بڑائی قائم ہو جائے وہ آپؐ میں نہیں اس لئے نہیں کہ آپؐ کی بات نہ مانی جائے گی جب آپؐ دیکھتے ہیں کہ وضو کرتا ہوں تو فوراً اس سے بچے ہوئے پانی کو تبرک سمجھ کر پی لیتے ہیں۔ تھوکتا ہوں تو آنکھوں کا نور سمجھتے ہیں۔ عظمت تو قائم ہے۔ لیکن پھر بھی وحی میں اپنے تصورات، احساسات اور جذبات و خیالات کو راہ پاتے نہیں دیتے اور نہ ان پر ماحول کا کوئی اثر ہے۔

دو آیات جن میں آنحضرت صلعم کے خیالات و احساسات کی مخالفت پائی جاتی ہے

اب میں ایسی دو آیتیں نمونہ کے طور پر پڑھوں گا۔ جو حضور نبی کریم صلعم کی طبیعت کے بالکل اُلٹ ہیں۔ اس طرح کی ایک وحی سورہ المجادلہ ہے۔ المجادلہ کے معنی ہیں جھگڑا کرنے والی عورت۔ ایک عورت نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جھگڑا کیا اس جھگڑے میں ایک پارٹی تو خدا کا رسولؐ اور محبوب ہے جو جہیلا نبی ہے اور دوسری پارٹی ایک عورت ہے وہ حضور صلعم سے بحث کرتی ہے تکرار کرتی ہے اور جھگڑا کرتی ہے۔ معلوم ہوا کہ حضورؐ نے کسی کو غلام نہیں بنایا، بلکہ دلوں کو آزاد اور زندہ کیا ہے آج کے علماء، خلیفے اور امیر تو یہی کہیں گے کہ ہماری اطاعت ہونی چاہیئے۔ لیکن نہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا رویہ اختیار کرتے ہیں نہ آپؐ کے خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایسا وطیرہ بنایا۔

نبی کریم صلعم کے مقابلہ میں جھگڑا کرنیوالی عورت کی بات خدا نے سُن لی

اس جھگڑا کرنے والی عورت کے نام پر سورۃ کا نام المجادلہ رکھا گیا اور اس کو ریکارڈ کروا دیا گیا۔ یہاں یہ نہیں لکھا ہوا کہ خدا نے اپنے رسولؐ کی بات سُن لی، بلکہ فرمایا قد سمع اللہ قول التی تجادلک۔ خدا نے اس عورت کی بات سن لی اور اس عورت کی بات قبول کر لی جو تیرے ساتھ جھگڑا کرتی ہے سمع کے معنے سننا ہی نہیں بلکہ قبولیت بھی اس میں پائی جاتی ہے یہ جو ہم کہتے ہیں سمع اللہ لمن حمدہ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالےٰ نے حمد کرنے والوں کی دعا قبول کر لی ایسا ہی سورۃ المجادلہ میں قد سمع اللہ استعمال ہوا ہے "قد" تاکید کا لفظ ہے۔ یعنی یقیناً ہم نے اس عورت کی بات کو سُن لیا ہے اور اس کو سچا قرار دیا ہے۔

جھگڑے کی بات

یہ عورت کون ہے کوئی بڑی ممتاز عورت نہیں ایک معمولی عورت ہے کسی قبیلہ کے سردار کی عورت نہیں نہ کسی بڑے خاندان سے ہے۔ وہ کہتی ہے کہ یا رسول اللہ! میرے خاوند نے مجھے ماں کہہ دیا ہے اس کا کیا اثر ہوگا۔ حضور صلعم نے فرمایا کہ دستور کے مطابق طلاق ہو گئی، اس نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں بوڑھی ہوں میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان ضممتھم الیّ جاعوا۔ وہ میرے پاس رہیں گے تو ان کی تربیت، تو ٹھیک ہو سکے گی لیکن وہ بھوک کے مر جائیں گے وان ضممتھم الیہ ضاعوا۔ اگر یہ بچے اپنے باپ کے پاس رہیں گے تو ان کی تربیت نہ ہو سکے گی اور ضائع ہو جائیں گے، باپ روٹی کمائے گا یا تربیت کرے گا؟ لیکن حضورؐ نے اس عورت کی بات پر توجہ نہ دی، اور مروجہ دستور کے مطابق فرمایا کہ چونکہ تجھے شوہر نے ماں کہہ دیا ہے اس لئے طلاق ہو گئی۔

وحی الٰہی میں عورت کی بات منظور

اس پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ہم نے اس عورت کی بات کو سُن لیا ہے وہ سچی ہے اور کوئی طلاق نہیں ہوتی شوہر کے ماں کہہ دینے سے وہ ماں نہیں بن جاتی، ماں وہی ہے جن کے بطن سے وہ پیدا ہوا اس لئے ماں کہہ دینے سے طلاق نہیں ہوتی، ہاں جس مرد نے عورت کی یہ بے عزتی کی ہے اس کو سزا دے دی جائے کہ وہ ایک بردہ آزاد کرے اگر یہ نہیں ہو سکتا تو ساٹھ روزے رکھے۔ اگر روزے رکھنے کی طاقت نہیں ہے تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے۔ اس طرح قرآن کریم نے ایک مرد کو سخت سزا دے کر عورت کی عزت قائم کی ہے۔ اس معمولی عورت کا نام رہتی دنیا تک روشن رہے گا اس رنگ میں کہ اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جھگڑا کیا تھا۔

نبی کریم صلعم نے اللہ تعالےٰ کی اس فہمائش کو اپنے خلاف قرآن میں ریکارڈ کرا دیا

لیکن حضور نبی کریم صلعم کی صداقت، دیانت اور امانت اس قدر ہے کہ آپؐ نے اپنے برخلاف یہ سورۃ ریکارڈ کرا دی۔ قادیان میں تو حضرت مسیح موعودؑ کے مزار کا کتبہ جس پر مجدد صد چہاردہم کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ اس کو تبدیل کر دیا گیا۔ لیکن حضرت نبی کریمؐ نے اپنے مخالف تمام باتوں کو جو قرآن میں نازل ہوئیں، ریکارڈ کروا دیا۔ کیا یہ فہمائش جو اس سورت میں آپؐ کو ہوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی آواز ہے؟ ہرگز نہیں، آپؐ کا خیال تو کچھ اور تھا لیکن اللہ تعالےٰ نے آپؐ کے خلاف اس عورت کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

دوسری آیت ایک اندھے کے حق میں فہمائش

ایک اور آیت بطور نمونہ پڑھتا ہوں عبس وتولیٰ ان جاءہ الاعمیٰ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم نابینا تھے، ایک دفعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، حضورؐ اس وقت رؤسائے عرب کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ اس نابینا نے کوئی بات کرنی چاہی، آپؐ کو بُرا معلوم ہوا اور اس کی طرف توجہ نہ دی۔ جب مجلس گرم ہو تو ایک شخص کی توجہ کسی کی طرف ہو بھی نہیں سکتی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص اگر دخل انداز ہو، لیکن آپؐ کا یہ طریق اللہ تعالےٰ کو پسند نہ آیا اور بارگاہ الٰہی سے یہ فہمائش ہوئی عبس وتولیٰ ان جاءہ الاعمیٰ۔ چیں بجبیں ہو گئے کہ ایک اندھا آ گیا؟ کتنی بڑی فہمائش ہے جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوئی، کون اس کو پسند کر سکتا ہے کہ ایسی فہمائش کا ذکر بھی کرے لیکن حضور صلعم نے اس کو ہمیشہ کے لئے قرآن میں ریکارڈ کر دیا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے پیارے رسول۔ محبوب ترین انسان سیّد البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ارشاد فرمایا ہے اور اس کو ہمیشہ کے لئے ریکارڈ کر دیا جاتا ہے، وہاں تو عورت کے موقف کو صحیح قرار دیا تھا۔ یہاں ایک بوڑھے اندھے کی طرفداری کی ہے عورت ہو یا کوئی اندھا یا خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ہو وہ ربّ العالمین کے تحت عدالت کے سامنے برابر ہیں، فرمایا ہم نے پسند نہیں کیا کہ حضورؐ نے اندھے کی طرف توجہ نہ دی اور اس کی بات کا بُرا منایا اس اتنی بڑی فہمائش کو آپؐ نے ہمیشہ کے لئے ریکارڈ کرایا حافظوں کے سینوں پر یہ آیت لکھی گئی اور قرآن میں درج ہو گئی اور اس کے بعد نبی کریم صلعم کا یہ حال تھا کہ جب کبھی ابن ام مکتوم تشریف لاتے تو حضور صلعم فرماتے مرحبًا لمن عاتبنی ربّی فیہ۔ آیئے، بسم اللہ۔ سر آنکھوں پر آپ وہ ہیں جن کی وجہ سے میرے ربّ نے مجھ پر عتاب نازل فرمایا۔ پھر ایک موقعہ ایسا بھی آیا کہ حضور صلعم نے ابن ام مکتوم کو مدینہ کا حاکم بنا دیا، خدا کے کلام کی عزت ہے، کس قدر پاکیزہ دل ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

نبی کریم صلعم کی وحی میں نہ ماحول کا اثر پایا جاتا ہے نہ آپؐ کے جذبات و احساسات کا۔

ان دو آیتوں سے پتہ لگتا ہے کہ حضور نبی کریم صلعم کے جذبات اور خیالات کا کوئی اثر وحی الٰہی پر نہ تھا۔ ان کے علاوہ اور بھی آیات ہیں جو میں نے اپنی کتاب میں لکھی ہیں میں نے اس کتاب میں بتایا ہے کہ وحی نبوت پر ماحول کا کوئی اثر نہ تھا۔ اور نہ اس پر حضور صلعم کے احساسات، جذبات، خیالات اور تصورات کا کوئی اثر تھا۔ اگر خدا نے توفیق دی تاکہ یہ کتاب شائع ہو تو آپ کے سامنے آ جائے گی۔

جھگڑا کرنے والی عورت کا وعظ حضرت عمرؓ کو

اسی قسم کا حال صحابہ کرامؓ کا بھی تھا کہ احکام الٰہی کے سامنے وہ اپنے جذبات و احساسات یا ماحول کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ وہ جھگڑا کرنے والی عورت بازار میں گذر رہی تھی حضرت عمر رضؓ کا بھی وہاں گذر ہوا اس نے کہا عمرؓ! میری بات سنو، آپ کھڑے ہو گئے وہ کہنے لگی پتہ ہے کہ عکاظ کے بازار میں تم کو عمیر پکارا جاتا تھا۔ پھر ہمارے سامنے تم عمر بن گئے اور اب تم امیر المومنین بن گئے ہو، یاد رکھو رعیت کے معاملہ میں خدا خوفی سے کام لینا اور کہنے لگی من خاف الموت خشی الفوت جس کو یقین ہو کہ میں مرنے والا ہوں وہ فرصت کے لمحوں کو ضائع نہیں کرتا۔ وہ ان

(باقی بر صفحہ کالم [illegible])

مولانا شیخ عبدالرحمن صاحب مصری

حدیث کے دوسرے حصہ پر اخبار "تنظیم اہلحدیث" کے مضمون نگار کی تنقید پر چند اصولی باتیں

(۳)

حدیث کے دوسرے حصہ کے الفاظ اور انکا ترجمہ از مضمون نگار

حدیث کے دوسرے حصہ کے الفاظ نقل کر کے "اخبار تنظیم اہلِ حدیث" کے مضمون نگار نے ان پر مستہزانہ لہجہ میں تنقید کی ہے وہ الفاظ یہ ہیں:-

"واخبرنی انہ لم یکن نبی الا عاش نصف عمر الذی قبلہ واخبرنی ان عیسیٰ ابن مریم عاش عشرین ومائۃ سنۃ ولا ارانی الا ذاھبا علیٰ رأس الستین"۔

اس کا ترجمہ مضمون نگار صاحب نے یہ کیا ہے:-

"آپ نے یعنی جبرئیل نے خبر دی کہ ہر نبی اپنے پہلے نبی سے نصف (آدھی) عمر زندہ رہتا ہے اور مجھے یہ بھی خبر دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سو بیس سال کی عمر تک زندہ رہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ساٹھ برس تک زندہ رہونگا"۔

مضمون نگار کی تنقید

حدیث کے الفاظ نقل کرنے اور ان کا ترجمہ درج کرنے کے بعد ان پر تنقید مستہزانہ لہجہ میں ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"یہ مضمون احادیث صحیحہ کے خلاف ہے چنانچہ بخاری شریف میں حدیث ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار برس تھی حضرت آدم علیہ السلام کے بعد دوسرا نبی نوح علیہ السلام کو مانا جائے تو اس روایت کی بناء پر ان کی عمر پانچسو برس چاہئے تھی، حالانکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ نوح علیہ السلام نے قوم میں ساڑھے نوسو برس وعظ فرمایا پس یہ روایت کسی طرح بھی صحیح نہیں۔

لطیفہ۔ اگر اُمت مرزائیہ اس روایت کی صحت پر مصر ہے تو ان کی مرضی لیکن وہ غور کر لیں کہ اس روایت کو صحیح تسلیم کرنے کی صورت میں آدم علیہ السلام کو صحیح حدیث کی بناء پر ایک ہزار برس عمر دے کر صرف اکتیس تین انبیاء کرام پر مذکورہ حساب سے تقسیم کیا جائے تو مرزائیوں کے نبی مرزا غلام احمد کو صرف ساڑھے اٹھارہ سیکنڈ عمر ملے گی کیا اُمت مرزائیہ اس کے لئے تیار ہے"۔

چند اصولی باتیں

قبل اس کے کہ میں مضمون نگار صاحب کی تنقید کا علمی رنگ میں جواب دوں چار باتوں کا اصولی طور پر ذکر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

پہلی اصولی بات

پہلی اصولی بات یہ ہے کہ مضمون نگار صاحب نے حدیث کے پہلے حصہ کی طرح اس حصہ کو بھی احادیث صحیحہ کے خلاف لکھا ہے حالانکہ جیسا کہ میں پہلی قسط میں ثابت کر چکا ہوں کہ حدیث زیر بحث کو بڑے بڑے آئمہ اور جید علماء نے صحیح قرار دیا ہے۔ مضمون نگار صاحب حدیث زیر بحث کے غیر صحیح ہونے کی کوئی ایسی وجہ بیان نہیں کر سکے جس کا تعلق حدیث کی سند سے ہو بلکہ غیر صحیح کہنے کی وجہ انہوں نے صرف ایک ہی بیان کی ہے اور وہ بھی محض قیاسی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ دونوں حدیثوں میں تطبیق نہیں دے سکے مثلاً انہوں نے لکھا ہے کہ صحیح حدیث کی رُو سے حضرت آدمؑ کی عمر ہزار برس تھی اور اس کے بعد آنے والے نبی حضرت نوحؑ کی عمر اس حساب سے ۵۰۰ برس ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن ان کی عمر قرآن کریم کی رُو سے ۹۵۰ برس ثابت ہوتی ہے۔ یہ قیاس بھی ان کا محض غلط نظریہ کی بناء پر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ بالا دونوں نبیوں کی عمروں کا وہ مطلب ہی نہیں جو انہوں نے سمجھ رکھا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا جن آئمہ نے حدیث زیر بحث کو صحیح قرار دیا ہے کیا مضمون نگار صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کی عمروں کا علم نہیں تھا انہوں نے باوجود ان دونوں نبیوں کی عمر میں فرق کو جانتے ہوئے جو اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے ہم تک اسے پہنچایا ہے تو اُن کے ذہن میں یا تو حدیث زیر بحث کے الفاظ کی کوئی ایسی تاویل ہوگی جو اس تعارض کو دُور کرنے میں مددگار ہو سکتی ہوگی۔

آئندہ نسل تک پہنچانے کی وجہ

یا حضرت نبی کریم صلعم کے ارشاد "الا فلیبلغ الشاھد الغائب" یعنی جو موجود لوگ اس وقت میرا کلام سن رہے ہیں ان لوگوں تک میرا کلام پہنچا دیں جو اس مجلس میں موجود نہیں ہیں اور اس کی وجہ بھی آنحضور صلعم نے یہ بیان فرمائی کہ "رب مبلغ اوعی من سامع" یعنی ان لوگوں میں سے جو اس وقت بوجہ موجود نہ ہونے کے میری بات نہیں سن رہے کئی ایسے ہوں گے جو موجود سننے والوں میں سے زیادہ میری بات کو سمجھنے اور یاد رکھنے کی اہلیت رکھتے ہوں گے پس آنحضور صلعم کے اس ارشاد کی تعمیل میں ہی ان بزرگوں نے اس امانت کو جیسے حضرت نبی کریم صلعم نے ان کے سپرد کی تھی دیانت داری کے ساتھ آئندہ نسل تک پہنچا دیا کہ شاید ان میں کوئی ایسا شخص پیدا ہو جو حضرت نبی کریم صلعم کے اس کلام پر غور کر کے آنحضور صلعم کی ان دونوں حدیثوں میں تطبیق دے کر ان دونوں کا معناً صحیح ہونا بھی ثابت کر دے جس طرح یہ دونوں روایتاً صحیح ہیں۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں بظاہر متناقض حدیثوں میں تطبیق دینے کے قابل ہونے کی وجہ سے ہی انہوں نے ان کو ایک دوسرے کے خلاف سمجھ لیا ہے بات یہ ہے کہ انہوں نے زیر بحث حدیث کا ایک خاص مفہوم اپنے ذہن میں رکھا ہوا ہے جو جیسا کہ آگے چل کر ثابت کیا جائے گا حقیقتاً درست نہیں اسی طرح بخاری شریف میں بھی حضرت آدم کی جو عُمر درج ہے یا قرآن شریف میں جو حضرت نوحؑ کی عُمر درج ہے ان کے متعلق بھی جو نظریہ ان کے ذہن میں ہے وہ بھی درست نہیں، ان دونوں امور کے متعلق غلط نظریہ قائم کرنے کی وجہ سے ہی ان کو ایک حدیث دوسری حدیث کے خلاف نظر آتی ہے ورنہ نفس الامر میں ان دونوں حدیثوں میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں بلکہ حقیقت کے لحاظ سے دونوں حدیثیں الگ الگ مضمون کی حامل ہیں جن کے درمیان کوئی ٹکراؤ نہیں۔

دوسری اصولی بات متعارض حدیثوں میں بذریعہ تاویل تطبیق دینے کی تلقین

اس سلسلہ میں دوسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ جب دو حدیثوں کے درمیان تعارض نظر آئے تو کیا آئمہ دین نے تاویل سے کام لے کر اس تعارض کو دُور کرنے کی کوشش کی ہے یا نہیں اور کیا ہمیں ان میں تطابق پیدا کرنے کی کوشش کی طرف توجہ دلائی ہے یا نہیں سو ذیل میں اس بارے میں بعض آئمہ کے اقوال نقل کئے جاتے ہیں:-

پہلا قول

حضرت مولانا الحاج الحافظ محمد عبدالقیوم صاحب ندوی اپنی کتاب "فہم حدیث" کے صفحہ ۹۵ پر لکھتے ہیں:

"اگر سند یا متن میں راویوں کا باہمی اختلاف ہو تا عیر تقدیم

یا عبارت کی کمی و زیادتی کا
یا تبدیل جگہ یا اسم وغیرہ
کا تنازع ہو تو یہ حدیث حدیث
مضطرب ہے اگر اس میں رفع
اختلاف کی کوئی شکل نکل سکتی
ہے تو ایسی حدیث لے لی جائے
ورنہ توقف کیا جائے گا۔"

مضمون نگار صاحب اور قارئین کرام دیکھ لیں کہ حدیث مضطرب میں اختلاف کو رفع کرنے کی صورت نکال لینے کی تلقین کیسے واضح الفاظ میں کی گئی ہے تو کیا دو صحیح حدیثوں میں اختلاف دور کرنے کی سعی کرنا بدرجہ اولیٰ تسلیم نہ کرنا پڑے گا۔

دوسرا قول

اسی کتاب کے صفحہ ۲۷ پر لکھا ہے:-

"حدیث موضوع وہ ہے جو اجماع
قطعی کے خلاف ہو اور قابل تاویل
بھی نہ ہو۔"

اب جبکہ بظاہر موضوع حدیث کے متعلق بھی یہی اصول ہم کو سکھلایا گیا ہے کہ تاویل کے ذریعہ اس کو بھی صحیح یعنی قابل قبول حدیث کے مطابق بنانے کی سعی کرنی چاہیئے تو دو صحیح حدیثوں میں تطابق پیدا کرنے کے لئے کیا اسی اصول پر بدرجہ اولیٰ عمل نہیں کرنا ہو گا۔

تیسرا قول

پھر اسی صفحہ پر یہ قول بھی درج ہے:-

"حدیث کے موضوع ہونے کی ایک
دلیل یہ بھی ہے کہ وہ عقل کے اس
قدر مخالف ہو کہ اس کی تاویل
بھی نہ ہو سکتی ہو"

اس کا مطلب صاف ہے کہ عقل کے مطابق بنانے کے لئے تاویل کو ضرور کام میں لایا جائے ایسی حدیث کو اس وقت ترک کیا جائے گا۔

- - - - - - - - - - -

...... جبکہ تاویل کی تمام راہیں مسدود ہو جائیں دیکھ لیجئے تاویل کو کام میں لانے پر کس قدر زور دیا گیا ہے۔ یہاں یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ یہ ندوی صاحب کے اپنے اقوال نہیں بلکہ آئمہ دین کے اقوال ہیں صرف انہوں نے ان کے عربی الفاظ کو اردو کا لباس پہنا دیا ہے۔

چوتھا قول

نزہتہ النظر شرح نخبتہ الفکر کے صہ۲۲ کے حاشیہ پر لکھا ہے

"قیل ان المتناقضین
فی کلام الرسول صلعم
انما تناقضهما بالنسبة
الی فهمنا وعند ظهور
وجه الجمع بینهما
عندنا فی وقت کان العمل
علی ما فی نفس الامر واحد
کاتفاق الاحکام او غیرهما
ایضاً"

یعنی حضرت نبی کریم صلعم کے کلام میں اگر دو حدیثیں بظاہر متناقض نظر آتی ہوں تو یاد رہے کہ ان حدیثوں میں حقیقتاً کوئی تناقض نہیں ہوتا بلکہ تناقض جو نظر آتا ہے وہ ہمارے فہم کے قصور کی وجہ سے نظر آتا ہے کہ ان میں تطبیق کی کوئی معقول وجہ ہمیں نظر نہیں آ رہی ہوتی (یہی حالت ہمارے مضمون نگار صاحب کی ہے انہیں تطبیق کی وجہ نظر نہیں آئی اس لئے انہوں نے فوراً کہہ دیا کہ ایک صحیح حدیث دوسری صحیح حدیث کے خلاف ہے) الا انہ فی نفس الامر ان میں تطبیق کی وجہ معدوم نہیں ہوتی خواہ وہ دونوں حدیثیں جو متناقض نظر آتی ہیں احکام کے متعلق ہوں یا احکام کے علاوہ کسی دوسرے امر کے متعلق ہوں" یعنے ان میں تطبیق دینے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

پانچواں قول

پھر نزہتہ النظر شرح نخبتہ الفکر کے صہ۲۵ پر لکھا ہے:-

اگر معارضہ دو قوی یعنی صحیح حدیثوں میں ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو ان میں تطبیق ممکن ہے یا نہیں اگر ممکن ہے تو اس نوع کو مختلف الحدیث کے نام سے پکارا جاتا ہے اور اس فن کے ابن الصلاح جیسے عظیم الشان امام نے بطور مثال مندرجہ ذیل دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

پہلی حدیث ہے لا عدوی یعنی کوئی بیماری متعدی نہیں۔ اور دوسری حدیث یہ ہے فر من المجذوم فرارك من الاسد کہ جذام والے سے اس طرح بھاگ جس طرح کہ تو شیر سے بھاگتا ہے پھر وہ لکھتے ہیں کہ یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں لیکن بظاہری طور پر دونوں میں تعارض ہے یعنی دونوں ایک دوسرے کی مخالف ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے تاویل کے ذریعہ اس تعارض کو اپنی سمجھ کے مطابق دُور کرنے ... کی کوشش کی ہے اور تعارض کو دُور کر کے دکھلایا بھی ہے۔ پس اس طریق کو اختیار کر کے انہوں نے یہ سبق ہم کو دیا ہے کہ ہر تعارض کو دُور کرنے میں ان کے بیان کردہ طریق تاویل کو بھی اختیار کیا جائے گا۔ محض تعارض کو دیکھتے ہی کسی ایک حدیث یا دونوں کو رد کرنے کے درپے نہ ہو جانا چاہیئے۔

چھٹا قول

پھر اسی کتاب کے صہ۳۵ پر لکھتے ہیں کہ:-

اگر متعارضین میں جمع ممکن ہو سکے تو دونوں میں تطبیق کی راہ نکالنی چاہیئے۔

ساتواں قول

اسی طرح حضرت علامہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے بھی مشکوٰۃ کے مقدمہ میں بھی لکھا ہے۔ ان امکن الجمع اگر جمع ممکن ہو تو تاویل کے ذریعہ تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

آٹھواں قول

ابن الصلاح کے صفحہ ۱۱۶ پر دو متناقض حدیثوں میں تناقض کو دفع کرنے کے لئے یہی طریق بتلایا ہے "اعلم ان ما یذکر فی هذا الباب ینقسم الی قسمین احدهما ان یمکن الجمع بین الحدیثین ولا یتعذر ابداء وجه ینفی تنافیهما فیتعین حینئذ المصیر الی ذالك والقول بهما جمیعاً ومثاله حدیث لا عدوی ولا طیرة مع حدیث لا یورد ممرض علی مصح وحدیث فر من المجذوم فرارك من الاسد" اس کے بعد تاویل کے ذریعہ بظاہر دونوں متعارض حدیثوں میں تطبیق دے کر دونوں کو صحیح قرار دیا ہے اور اسی طریق کو اختیار کرنے کی تلقین کی ہے۔

نواں قول

اسی کتاب کے اسی صفحہ پر محمد بن اسحاق بن خزیمۃ الامام کا یہ قول نقل کیا ہے۔

"انه قال لا اعرف انه روی عن النبی صلعم حدیثان باسنادین صحیحین متضادین فمن کان عنده فلیأتنی به لاؤلف بینهما۔"

اب مضمون نگار صاحب دونوں صحیح حدیثوں کو ایک دوسرے کے متعارض ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بجائے دونوں کے درمیان تطبیق دینے کے محض ایک صحیح حدیث کو ترک کرنے کی تلقین کر رہے ہیں حالانکہ آئمہ کا طریق اس کے خلاف ہی رہا ہے کہ وہ تاویل کے ذریعہ دونوں میں مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور ان کی اقتداء میں ہمیں بھی اسی طریق پر قدم مارنا چاہیئے۔ چنانچہ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ کا یہ قول کہ ان کو ایسی کوئی دو حدیثیں معلوم نہیں جو حضرت نبی کریم صلعم سے دو صحیح سندوں سے روایت کی گئی ہوں اور ان دونوں میں تضاد ہو اگر کسی کو ایسی حدیثوں کا علم ہو تو وہ میرے پاس لے آئے میں ان میں تطبیق دے کر ثابت کر دوں گا کہ ان میں قطعاً کوئی تضاد نہیں یہ قول کیا سنہری اور قابل اقتداء قول ہے کاش مضمون نگار صاحب اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے کیا یہ حقیقت نہیں کہ جن دو حدیثوں میں مضمون نگار صاحب تضاد ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ آئمہ کے نزدیک دونوں صحیح سند سے روایت کی گئی ہیں جیسا کہ پہلی قسط میں ثابت کیا جا چکا ہے۔

یاد رکھنے کے قابل تیسری بات

اس سلسلہ میں یاد رکھنے کے قابل تیسری اصولی بات یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں ایک حیثیت ان کی بشر ہونے کی ہوتی ہے اور ایک حیثیت ان کی نبی ہونے کی ہوتی ہے اس لئے ان دو مختلف حیثیتوں کے لحاظ سے ان کی عمریں بھی دو مختلف ہوتی ہیں ایک عمر ان کی بشر ہونے کی حیثیت سے ہوتی ہے جو ان کی طبعی عمر کہلاتی ہے جسے گذار کر وہ اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں اور ایک عمر ان کی بحیثیت نبی اور رسول ہونے کے ہوتی ہے یہ عمر ان کی طبعی عمر ختم ہونے کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتی بلکہ یہ اس وقت تک چلتی ہے جس وقت تک ان کی امت ان کی نبوت کی تاثیرات اور ان کی قوت قدسیہ سے مستفیض ہوتی رہتی ہے اس وقت تک نبی کو زندہ کے لقب سے پکارا جاتا ہے جیسا کہ ہمارے نبی کریم صلعم اب تک زندہ نبی ہی کہلاتے ہیں کیونکہ

آنحضور صلعم کی نبوت کی پاک تاثیریں اس وقت تک اس امت میں اپنا کام کر رہی ہیں یہی وجہ ہے کہ آنحضور صلعم کی امت میں ہزارہا اولیاء کرام پیدا ہو چکے ہیں جبکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوتیں اپنا مقررہ کام ختم کر دینے کی وجہ سے ختم ہو چکی ہیں اور ان انبیاء کے برخلاف آنحضور صلعم کی نبوت قیامت تک اپنا مقررہ کام سرانجام دیتی رہے گی اس لئے آنحضور صلعم کی نبوت کی عمر قیامت تک چلتی رہے گی۔

پس آپ یاد رکھیں کہ مذکورہ بالا اصل کے ماتحت حضرت آدم علیہ السلام کی جو ایک ہزار برس عمر حدیث میں بیان ہوئی ہے وہ ان کی بشری عمر نہیں بلکہ نبوت کی عمر ہے اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کی جو ۹۵۰ برس عمر قرآن میں بتلائی گئی ہے وہ بھی ان کی بشری عمر نہیں بلکہ ان کی نبوت کی عمر ہے۔

چوتھی اہم بات

چوتھی اہم اصولی بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ حدیث زیر بحث میں تین اہم پیشگوئیاں بھی مذکور ہیں جنہوں نے پورا ہو کر اس حدیث کی صحت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

پہلی پیشگوئی

پہلی پیشگوئی تو حضرت نبی کریم صلعم کی ذات کے متعلق ہے فرمایا کہ میں راس ستین پر اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔ راس کا لفظ آنحضور صلعم نے ایسے استعمال کیا کہ عین ساٹھ سال میں آنجناب صلعم کی وفات وقوع میں آنے والی نہیں تھی بلکہ ساٹھ سال سے مختلف روایات کے مطابق ایک دو تین سال اُدھر جا کر وقوع میں آنے والی تھی۔ ہر شخص جانتا ہے کہ کوئی شخص قطعی طور پر اپنی موت کا وقت نہیں بتلا سکتا جب تک خدا تعالیٰ جس کے پاس ہر شخص کی اجل مسمی ہے اس کو نہ بتلائے۔ پس اس پیشگوئی کا لفظ بلفظ پورا ہو جانا اگر ایک طرف حدیث کی صحت کو ثابت کر رہا ہے تو دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر بھی ۱۲۰ برس متعین کر رہا ہے۔

دوسری پیشگوئی

اس حدیث میں دوسری پیشگوئی حضرت فاطمۃ الزہراء کی وفات کے متعلق ہے چنانچہ صحیح حدیث میں آتا ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلعم نے اپنی بیٹی فاطمۃ الزہراء کو اپنی موت کی خبر دی تو وہ رو پڑیں آنحضرت صلعم نے ان کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:—

"وانک اول اهل بیتی لحوقا بی فاتقی الله واصبری فانه نعم السلف انا لک"

کنز العمال جلد ۷
صفحہ ۲۱۸

یعنی اے میری بیٹی رونے کی ضرورت نہیں کیونکہ میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے تم مجھے آکر ملو گی اس لئے تقویٰ اللہ اور صبر سے کام لو کیونکہ میں تمہارے لئے بہترین سلف ہوں جو تمہارے آگے جا رہا ہوں۔

اس خوشخبری کو سن کر وہ خوش ہو کر ہنس پڑیں۔ اس حدیث میں مذکورہ پیشگوئی بھی حرف بحرف پوری ہوئی کیونکہ آنحضور صلعم کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے حضرت فاطمۃ الزہراء ہی آنحضور صلعم سے جا ملیں۔ ایک روایت کے مطابق آنحضرت صلعم کی وفات کے چھ ماہ بعد اور ایک روایت کے مطابق چار ماہ بعد آنحضور صلعم سے ملنے کی سعادت انہیں نصیب ہوئی پس اس پیشگوئی کے پورا ہونے نے بھی حدیث کی صحت پر مہر لگا دی۔

تیسری پیشگوئی

حضرت فاطمۃ الزہراء کو اپنی اور ان کی وفات کی خبر دیتے ہوئے آنحضور صلعم نے اپنی ازواج مطہراتؓ میں سے ایک زوجہ کی موت کی خبر بھی ان الفاظ میں دی فرمایا:—

"اول من یلحقنی من اهلی انت یا فاطمة واول من یلحقنی من ازواجی زینب وهی اطولکن کفا"

کنز العمال جلد ۷
صد ۲۱۹

چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا یعنی آنحضور صلعم کی ازواج مطہراتؓ میں سے سب سے پہلے آنحضور صلعم کی زوجہ مطہرہ حضرت زینبؓ نے ہی وفات پائی، اس واقعہ نے بھی حدیث کی صداقت اور اس کی صحت کو اظہر من الشمس کر دیا۔

دعویٰ نبوت منسوب کرنا غلط ہے۔

اس جگہ اس امر کا ذکر کر دینا کچھ خالی از فائدہ نہ ہو گا کہ مضمون نگار صاحب نے اپنی تنقید میں جو حضرت مسیح موعودؑ کی طرف دعوے نبوت منسوب کیا ہے یہ بالکل غلط ہے اور حضور کی تمام تحریروں کے خلاف ہے حضورؑ کی ایک تحریر بھی ایسی پیش نہیں کی جا سکتی جس میں حضورؑ نے اپنے آپ کو زمرۂ انبیاء کا فرد قرار دیا ہو آپ ہمیشہ اپنے آپ کو زمرۂ اولیاء کا فرد ہی ظاہر فرماتے رہے اور اپنی وحی کو ہمیشہ وحی ولایت ہی لکھتے رہے ایک دفعہ بھی آپ نے اپنی وحی کو وحی نبوت نہیں لکھا بلکہ وحی نبوت کے متعلق صاف الفاظ میں لکھا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور حضرت نبی کریم صلعم پر ختم ہو گئی۔

ہاں آپ نے دیگر اولیاء کرام اور صوفیاء عظام کی طرح یہ ضرور لکھا کہ نبی کا لفظ مجازی اور ظلی طور پر اور محض لغوی معنی میں اولیاء پر بولا جا سکتا ہے سو اسی مفہوم میں میرے الہامات میں بھی اور حضرت نبی کریم صلعم کی حدیث میں بھی نبی کا لفظ جو میرے لئے بحیثیت مسیح موعود ہونے کے استعمال ہوا ہے وہ اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔
. . . . جس مفہوم میں اس لفظ کا استعمال تمام اولیاء کرام اور صوفیاء عظام نے اولیاء اللہ کے لئے جائز قرار دیا ہے چنانچہ حضورؑ نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں جو مئی ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی صاف الفاظ میں لکھا ہے سمیت نبیا من الله علی طریق المجاز لا علی وجه الحقیقة یعنی اللہ تعالیٰ نے جو میرے لئے لفظ نبی کا استعمال کیا ہے وہ مجاز کے طور پر استعمال کیا ہے نہ حقیقت کے طور پر اسی طرح وفات سے تین روز قبل لفظ نبی کے استعمال کے متعلق صاف لکھا کہ اس کا استعمال صرف لغوی معنی میں ہوا ہے اسلامی اصطلاح میں جو نبی کی تعریف ہے اس تعریف کے لحاظ سے ہرگز نہیں ہوا اور میں شروع سے ایسا ہی لکھتا رہا ہوں اگر مضمون نگار اپنی تنقید میں حضور کو بطور مدعی نبوت پیش کرنے میں حق بجانب ہیں تو حضور کی کتب میں سے ایک ہی حوالہ پیش کریں جس میں حضورؑ نے اپنے آپ کو مدعی نبوت لکھا ہو یا اپنے آپ کو زمرۂ انبیاء کا فرد ظاہر کیا ہو اگر وہ ایسا نہ کر سکیں اور انشاء اللہ ہرگز نہیں کر سکیں گے تو امید ہے کہ وہ اپنے الفاظ کو واپس لے کر اپنے حق پسند ہونے کا ثبوت بہم پہنچائیں گے۔ آئندہ قسط میں ان کی خیالی متضاد حدیثوں میں تطبیق دے کر ثابت کیا جائے گا کہ ان میں قطعاً کوئی تضاد نہیں ہے۔ نصف عمر پانے کی حقیقت والے حصہ کا صحیح مفہوم بیان کر کے اس کی صحت پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔

خطبہ جمعہ - از ص ۳

اوقات میں نیک کام کرنے کی سوچتا ہے۔

حضرت عمرؓ کی طرف سے اس عورت کی عزت افزائی

اس عورت نے بڑا لمبا چوڑا وعظ کیا میں یہاں مختصر کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ اور اس عورت کی وجہ سے ایک بھیڑ لگ گئی اور بازار بند ہو گیا کسی نے کہا کہ اس عورت کی وجہ سے بازار بند ہو گیا ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم کیا سمجھتے ہو، یہ وہ عورت ہے جس کی آواز خدا تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر سنی۔ عمرؓ کی کیا حیثیت ہے کہ وہ اس کی بات زمین پر نہ سنے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضورؐ کے ساتھی فرشتوں سے بڑھ کر تھے، انہوں نے تہذیب کا نمونہ عملی طور پر پیش کیا ہے، اور دکھلایا ہے کہ اسلامی تہذیب میں ادب ہے لحاظ ہے، وہ احساسات اور جذبات سامنے نہیں لاتے۔ تکلف سے کام نہیں لیتے ما انا من المتکلفین میں تکلف نہیں جانتا ہوں غرض حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی میں نہ ماحول کا کوئی اثر تھا نہ آپؐ کے جذبات و احساسات اور خیالات کا اثر پایا جاتا ہے۔

آفتاب الدین احمد ہومیوپیتھک
دارالشفاء کے لئے آپ کی
اعانت کا شکریہ

ایک ہندو کے قبولِ اسلام کی داستان

محمود غزنوی کی بُت شکنی نے مجھے مُورتی پُوجا سے متنفّر کر دیا

مَیں ابھی نویں کلاس ہی کا طالب علم تھا کہ تاریخ میں بیان کردہ محمود غزنوی کے واقعات نے میرے اندر یہ سوچ پیدا کر دی کہ مُورتی پُوجا صحیح بھی ہے یا نہیں ؟

مَیں نے پڑھا تھا کہ محمود غزنوی کے حملہ کے وقت مندر کے پُوجاری یہ کہہ کر بھاگ گئے کہ مورتیوں میں بھگوان باس کرتا ہے وہ اپنی حفاظت آپ کرے گا۔ کوئی لٹیرا ان مورتیوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ لیکن محمود نے حملہ کر کے ان مورتیوں کو توڑ ڈالا اس واقعہ نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ جو بھگوان خود اپنی حفاظت نہ کر سکا وہ مجھے کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے ؟

مورتی پُوجا سے میرا اعتقاد اُٹھ گیا تھا اور میری طبیعت اس سے ابا کرنے لگی تھی۔ میرے والدین مجھے مورتی پُوجا کی طرف توجہ دلاتے تو میں کہتا جو بھگوان اپنے اُوپر سے مکھی نہیں بھگا سکتا اس کی پُوجا سے مجھے کیا حاصل ہوگا ؟

اسی درمیان میں کچھ مسلمان دوستوں سے میرا ربط وضبط قائم ہوگیا، جن سے مجھے اسلام کے متعلق معلومات حاصل ہونے لگیں اور مجھے ایسا محسوس ہونے لگا کہ میں اسلام سے قریب ہوتا جا رہا ہوں۔ اپنے مسلمان دوستوں کے عادات و اخلاق سے بھی اثر پذیر ہوتا رہا۔ مَیں نے ان میں جو یگانگت اور محبت محسوس کی، وہ مجھے اپنے سماج میں نظر نہ آئی۔ لیکن میرا دل ابھی تک اسلام کی طرف سے پورے طور پر مطمئن نہ تھا۔ اس لئے عجلت میں کوئی قدم اُٹھانا صحیح معلوم نہ ہوا۔ میں نے سوچا کیوں نہ اسلامی کتابوں ہی کے ذریعہ اسلام کے متعلق معلومات حاصل کر لوں چنانچہ میں نے اُردو پڑھنی شروع کر دی اور اتنی استعداد حاصل کر لی کہ اُردو کی اسلامی کتابیں مطالعہ کرنے لگا۔ یہاں تک کہ مَیں نے نماز سیکھ لی اور پُوری پابندی اور ذوق وشوق کے ساتھ نماز پڑھنے لگا۔ کچھ دنوں کے بعد رمضان آیا تو میں نے کچھ روزے بھی رکھ ڈالے ــ اور چھپ چھپا کر عید کی نماز بھی ادا کر ڈالی۔ اب مجھے اسلامی عبادات میں لذت آنے لگا تھا۔ اس کے باوجود باضابطہ اسلام قبول کرنے کے لئے مَیں نے مزید مطالعہ ضروری سمجھا۔ چنانچہ اسلامی لٹریچر کے ساتھ میں نے دوسرے مذاہب کا بھی مطالعہ شروع کیا۔ لیکن دوسرے مذاہب میں نہ مجھ کو ایسے عقائد ملے جن کو زندگی کی بنیاد بنایا جا سکے اور نہ ان کے رہنماؤں کی سیرتوں میں مجھے کوئی کشش محسوس ہوئی۔ دوسرے مذاہب کے برعکس اسلامی عقائد و اعمال اللہ کے رسولوں کے حالات خصوصاً حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عادات و اخلاق اور اسلام کے نظامِ حیات سے میں بیحد متاثر ہوا۔

اب میں اسلام کی طرف سے بالکل مطمئن اور اسلام قبول کرنے کے لئے بالکل تیار ہوگیا۔ لیکن میرے مسلمان دوستوں کو میرے فیصلے کا علم ہوا تو انہوں نے مجھے سمجھانا شروع کیا کہ اسلام کی راہ میں قدم رکھنا آسان نہیں، یہ کانٹوں بھری راہ ہے۔ اس میں مشکلات اور مصائب کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ آزمائشیں بھی پیش آ سکتی ہیں ترغیب و تحریص کے ذریعہ بھی اس راہ سے ہٹانے کی کوشش کی جا سکتی ہے اس لئے ایسا نہ ہو بعد میں پچھتانا پڑے اس لئے خوب سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیئے ــــ میں نے کہا سب کچھ سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے۔ میں اسلام کی تمام مشکلات کا سامنا کرنے کو تیار ہوں۔ اگر مجھے سماج، برادری، اعزہ و اقربا حتی کہ والدین تک سے ترک تعلق کرنا پڑا تو مَیں یہ بھی برداشت کر لوں گا۔

میرے اندر یہ پختہ یقین پیدا ہو چکا تھا کہ اس کائنات کے خالق و فرمانروا نے نوع انسان کی رہنمائی کے لئے ہر زمانے میں اور ہر ملک میں اپنے پیغمبروں کو بھیجا جن کے سلسلے کی آخری کڑی حضرت محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آخرت حق ہے۔ جو آپؐ پر اور آپؐ کی لائی ہوئی ہدایت پر ایمان لائے گا وہ آخرت میں جنت کا حق دار ہوگا اور جو آپؐ کا انکار کرے گا، وہ دوزخ میں جھونک دیا جائے گا ــــ

بہرحال مَیں نے پوری فہم وبصیرت کی روشنی میں، اسلام قبول کر لیا۔

میرے والدین کو میرے قبول اسلام کی خبر ہوئی تو انہوں نے پُوری کوشش کی کہ میں اسلام سے منحرف ہو جاؤں لیکن میں نے اسے منظور نہ کیا۔ مجھے گھر سے نکال دیا گیا اور مَیں نے اسے بھی گوارا کر لیا، اس لئے کہ اب اسلام سے عزیز میرے لئے کوئی شئے نہ تھی۔

والدین کے اس بے رحمانہ سلوک کے باوجود میں نے خطوط کے ذریعہ ان سے تعلق قائم رکھنے کی کوشش کی اور تا امکان ان کی خدمت بھی کرتا رہا کیونکہ اسلام کی یہی تعلیم تھی۔ میرے خط لکھنے پر میرے والد خفا بھی ہوتے خطوں کے جواب بھی نہ دیتے۔ پھر بھی مَیں ان کو خط لکھتا ہی رہتا اور پوچھتا بھی رہتا کہ مَیں نے ایسا کونسا بُرا کام کیا ہے جو وہ مجھ سے ناراض ہیں ؟

کچھ دنوں کے بعد میری بہن نے لکھا کہ والد صاحب نے گھر آنے کی اجازت دے دی ہے۔

میں نے اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا ـــ کہ مجھے گھر والوں کو اسلام کی دعوت دینے کا موقع مل گیا ـــ مَیں خوشی خوشی گھر گیا۔ والدین اور گھر کے لوگ بڑی محبت سے ملے۔ میں نے اسلام کے متعلق ان کے شکوک وشبہات دُور کرنے کی کوشش کی اور پھر اپنی جگہ واپس چلا آیا۔

دوبارہ گھر گیا تو گھر والوں کا رویہ بدلا ہوا پایا ان میں پھر کر خفگی پیدا ہوگئی تھی ــــ اللہ تعالےٰ سے دُعا ہے

۲۴ ص

مَلفُوظات

بسلسلہ صفحہ اوّل

اخلاقِ حسنہ کا اظہار نہیں کر سکتے کیونکہ آپ کی قومی رسم کے مطابق ہمارا کھانا کھا لینا جائز نہیں۔ ایسے ہندو مہمانوں کے کھانے کے انتظام ہم کسی ہندو کے ہاں کر لیا کرتے ہیں، لیکن اس کھانے کی ہم خود نگرانی نہیں کر سکتے۔ ہمارے اصول میں داخل نہیں کہ اختلافات مذہبی کے سبب کسی کے ساتھ بدخلقی کریں اور بدخلقی مناسب بھی نہیں کیونکہ نہایت کار ہمارے نزدیک غیر مذہب والا ایک بیمار کی مانند ہے جس کو صحت رُوحانی حاصل نہیں۔ پس بیمار تو اور بھی قابلِ رحم ہے جس کے ساتھ بہت خلق اور حلم اور نرمی کے ساتھ پیش آنا چاہیئے۔ اگر بیمار کے ساتھ بدخلقی کی جاوے تو اس کی بیماری اور بھی بڑھ جاوے گی۔ اگر کسی میں کجی اور غلطی ہے تو محبت کے ساتھ سمجھانا چاہیئے۔

ہمارے بڑے اصول دو ہی ہیں۔ خدا تعالےٰ کے ساتھ تعلق صاف رکھنا اور اس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور اخلاق سے پیش آنا۔

(بدر جلد ۹ نمبر ۲۹۔ صفحہ ۳۔ مورخہ ۱۹ر جولائی ۱۹۱۰ء)

۲۴ص کہ وہ ہمیں دین حق پر قائم رہنے اور میرے گھر والوں کو دینِ حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے

(ماہنامہ کانتی رامپور سے ماخوذ)

آفتاب الدین احمد
ہومیوپیتھک دار الشفاء
ایک
رفاہی ادارہ ہے
جہاں سے یومیہ سینکڑوں مریض خدا کے فضل سے اور بیسیوں بذریعہ خط و کتابت مفت ادویات اور مشورہ سے مستفیض ہوتے ہیں۔
آپکی اعانت کا شکریہ
اعزازی مہتمم دار الشفاء۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

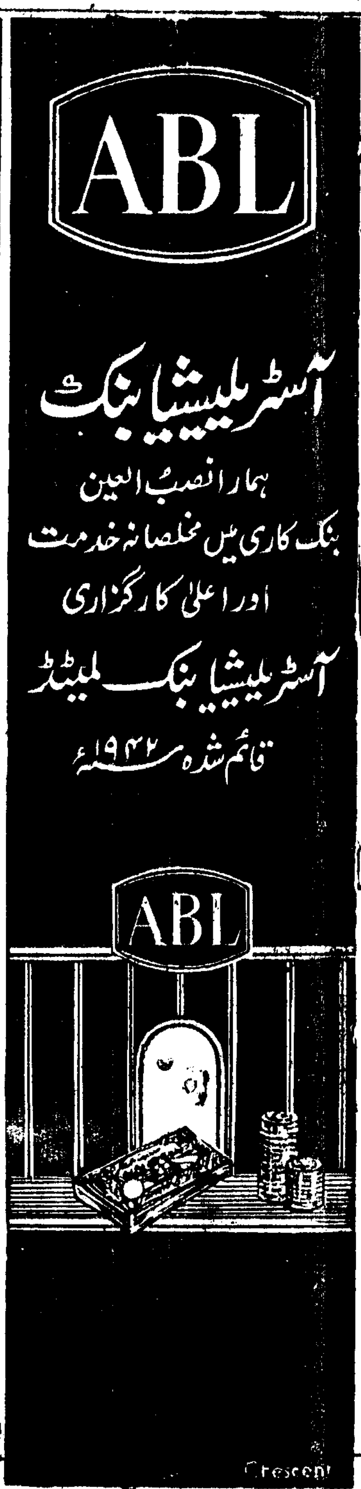

آسٹریلیشیا بنک

ہمارا نصب العین
بنک کاری میں مخلصانہ خدمت
اور اعلیٰ کارگزاری
آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ
قائم شدہ ۱۹۴۲ء

پاک سیمنٹ فاروقیہ

یادگار عمارتیں
پائیدار سیمنٹ
پاک سیمنٹ ۔ فاروقیہ
پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ
فاروقیہ (ضلع ہزارہ)

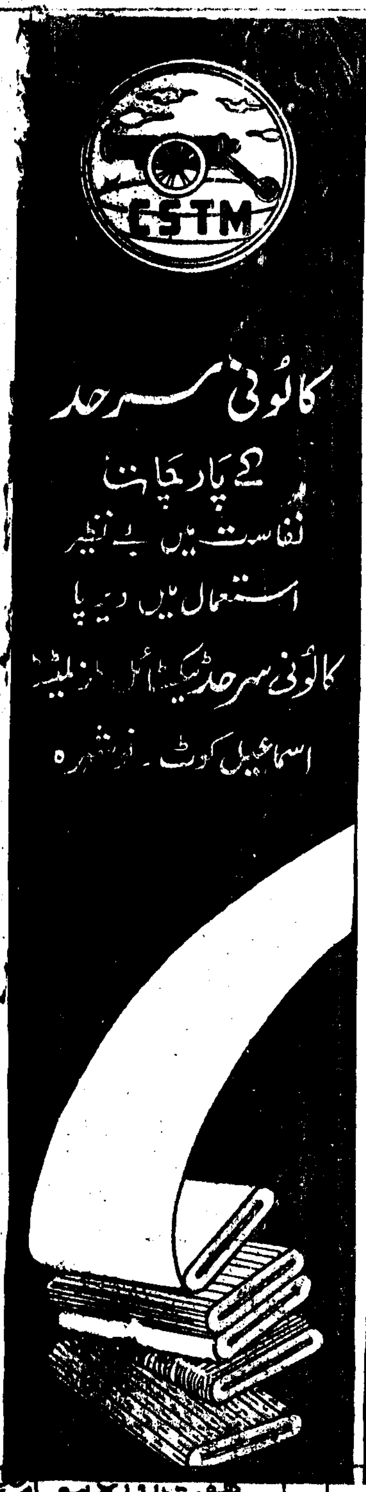

کالونی سرحد

کے پارچات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا
کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل کوٹ ۔ نوشہرہ

ضرورت کتب

مرکزی احمدیہ لائبریری لاہور کے لئے اخبار بدر ۔ الحکم ۔ الفضل اور رسالہ تعلیم الاسلام (ایڈیٹر مولوی سید سرور شاہ صاحب) کی فائلوں کی ضرورت ہے ۔ کسی دوست کے ہاں ان میں سے جس قدر ہوں اور وہ بیچنا چاہیں تو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے رابطہ پیدا کریں ۔ اور اگر بطور عطیہ دینا چاہیں تو انہیں شکریہ کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔

پیغام صلح ۱۹۲۹ء اور بدر ۱۹۰۵ء کی خصوصیت سے ضرورت ہے۔

آنریری جنرل سیکرٹری ۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ۔ لاہور

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۱۱

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نور الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ٹیلی فون نمبر [illegible]
تار کا پتہ تبلیغ لاہور

ہفت روزہ
پیغام صلح
لاہور

جلد ۵۶ | یوم چہار شنبہ ۔ مورخہ ۳۰ رجب ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۳ اکتوبر ۱۹۶۸ء | نمبر ۴۲

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا
گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے
نفوس و اموال میں برکت دوں گا"

(الہامات حضرت مسیح موعود)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰؐ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہو گی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پیارا عمل

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیہا وعندہا امرأۃ قال من ہذہ قالت فلانۃ تذکر من صلاتہا قال مہ علیکم بما تطیقون فواللہ لا یمل اللہ حتی تملوا وکان احب الدین الیہ ما داوم علیہ صاحبہ۔

ترجمہ:—

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور ان کے پاس ایک عورت تھی آپؐ نے پوچھا یہ کون ہے کہا فلاں عورت ہے اور اس کی نماز کا ذکر کرنے لگیں آپؐ نے فرمایا بس کرو وہ کام کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو اللہ کی قسم اللہ نہیں تھکتا تم ہی تھک جاتے ہو اور اس کو سب سے زیادہ پسند وہ دین ہے جس پر اس کا کرنیوالا ہمیشگی اختیار کرے

نوٹ۔ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:—

احب الدین سے مراد بھی یہاں احب العمل ہے۔ کیونکہ دین تو اسلام ہی ہے۔ پس مراد یہ ہے کہ سب سے پیارا عمل اللہ کے ہاں وہ ہے جو گو تھوڑا ہو

(باقی برصفحہ کالم ۱)

اللہ تعالیٰ صرف زبانی قیل و قال سے کبھی راضی نہیں ہوتا

جب تک عملی حالت درست نہ ہو

ارشادات حضرت امام الزمان مسیح موعود علیہ السلام

میں کئی بار ظاہر کر چکا ہوں کہ تمہیں صرف اتنے پر خوش نہیں ہونا چاہیئے کہ ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ کے قائل ہیں۔ جو لوگ قرآن پڑھتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صرف زبانی قیل و قال سے کبھی راضی نہیں ہوتا اور نہ نری زبانی باتوں سے کوئی خوبی انسان کے اندر پیدا ہو سکتی ہے جب تک عملی حالت درست نہ ہو، کچھ بھی نہیں بنتا۔ یہودیوں پر بھی ایک زمانہ ایسا آیا تھا کہ ان میں نری زبان درازی ہی رہ گئی تھی اور انہوں نے صرف زبانوں کی باتوں پر ہی کفالت کر لی تھی۔ زبان سے تو وہ بہت کچھ کہتے تھے۔ مگر دل میں طرح طرح کے گندے خیالات اور زہریلے مواد بھرے ہوتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر طرح طرح کے عذاب نازل کئے اور ان کو سخت مصیبتوں میں ڈالا اور ذلیل کیا یہاں تک کہ انہیں سؤر اور بندر بنایا

اب غور کا مقام ہے۔ کیا وہ توراۃ کو نہیں مانتے تھے؟ وہ ضرور مانتے تھے، اور نبیوں کے بھی ماننے والے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اتنی ہی بات کو پسند نہ کیا کہ وہ نرے زبان سے ماننے والے ہوں۔ اور ان کے دل زبان سے متفق نہ ہوں۔

خوب یاد رکھنا چاہیئے، اگر کوئی شخص زبان سے کہتا ہے کہ میں خدا کو واحد لاشریک مانتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتا ہوں اور ایسا ہی اور ایمانی امور کا قائل ہوں۔ لیکن اگر یہ اقرار صرف زبان ہی تک ہے اور دل معترف نہیں تو یہ زبانی باتیں ہوں گی اور نجات اس سے نہیں مل سکے گی جب تک انسان کا دل ایمان نہ لائے اور اس کا ایمان لانا یہی ہو گا کہ وہ عملی حالت میں ان امور کو ظاہر کر دے اس وقت تک کوئی بات نہیں بنتی —

میں سچ کہتا ہوں کہ اصل مراد تب ہی حاصل ہوتی ہے جب سب کچھ چھوڑ کر خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور درحقیقت دنیا کو دین پر مقدم کر دے۔

یاد رکھو مخلوق کو انسان دھوکہ دے سکتا ہے اور لوگ یہ دیکھ کر کہ پنج وقت نماز پڑھتا ہے یا اور نیکی کے کام کرتا ہے دھوکا کھا سکتے ہیں مگر خدا تعالیٰ دھوکا نہیں کھا سکتا اس لئے اعمال میں ایک خاص اخلاص ہونا چاہیئے۔ یہی ایک چیز ہے جو اعمال میں صلاحیت اور خوبی پیدا [illegible]

مکتوب ہالینڈ

اسلام کے متعلق کیتھولک چرچ کے اعتراضات کا جواب

غلام احمد بشیر صاحب مولوی فاضل۔ دی ہیگ۔ ہالینڈ

(۲)

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

۶۔ اسلام نے ایمان اور پھر خدا تعالیٰ کو پانے کو بھی انسانی عمل کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ جب تک انسان خود سوچ بچار کر کے ایمان قبول نہ کرے تو اس کا ایمان حقیقی پھل نہیں لا سکتا۔ جب تک انسان خدا تعالیٰ کو پانے کے لئے جدوجہد نہ کرے وہ خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ ۲۹/۷۔

انسان کو اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے (وکل انسان الزمنہ طائرہ فی عنقہ۔ ۱۷/۱۵-۱۶) اگر عمل میں انسان کا دخل نہ ہوتا تو پھر اسے ذمہ دار ٹھہرانے کا کیا مطلب تھا۔

۷۔ یہ ہو سکتا ہے کہ مصنفین نے کسی جاہل مسلمان سے سنا ہو کہ ہم اپنی جہالت کو نہیں بدل سکتے سب کچھ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی آتا ہے۔ مگر اس قسم کے قصوں کو اسلام کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس قسم کی باتیں عیسائیوں کے منہ سے بھی سنی جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ بہت سے عیسائی ایسے بھی ہیں جو باوجود روشنی کے زمانہ کے اب بھی ادویات کے استعمال کو خدا کی مرضی کے خلاف گردانتے ہیں اور ہر قسم کی نئی چیزوں کو بُرا خیال کرتے ہیں۔ ابھی گذشتہ صدی کے آخر میں اس قسم کے لوگوں کی بڑی کثرت تھی۔ کسی مذہب پر نقطہ چینی کے وقت اسی مذہب کی الہامی کتاب کا مطالعہ کر کے نقطہ چینی کرنا چاہیئے نہ کہ سُنی سنائی باتوں کی بناء پر۔

۳۔ مصنف اسی درسی کتاب کے صفحہ ۳۱۹ پر رقمطراز ہیں:۔

"لہذا اس سے ظاہر ہے کہ اخلاق کا تعلق (اسلام کے نزدیک) انسان کے دل کے ساتھ نہیں بلکہ خدا کی مرضی سے ہے۔"

اس سے مصنف کا مقصود یہ کہنا ہے کہ انسان کے اخلاق خواہ اچھے ہوں یا بُرے ہوں وہ اس کے دل کے معلول نہیں بلکہ ان کے اظہار کی پہلی علت خدا تعالیٰ خود ہے۔ اس لئے مصنف صفحہ ۳۲۶ پر اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"ہماری قسمت ہمارے اپنے ہاتھوں میں ہے یہ بات واضح طور پر خدا کے الہام (بائبل) سے عیاں ہے۔ ہماری قسمت نہ تو ہماری مرضی سے باہر خدائی فیصلہ پر منحصر ہے اور نہ ہی آہنی کڑیوں میں جکڑی ہوئی ہے...... بلکہ یہ ہماری حماقت اور آزادانہ جواب دہی سے تعلق رکھتی ہے۔ جو کہ گناہ کے نام سے موسوم ہے"

پھر صفحہ ۳۲۶ تا ۳۲۷ پر فرماتے ہیں:۔

"ہمارا خدا "قسمت" پر بھروسہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ گناہ اور مصائب و آلام کو قسمت کہہ کر قبول نہیں کرنے کی تلقین بھی نہیں کرتا اور نہ ہی وہ ہمیں سکھلاتا ہے کہ ہم اسے خدائی مرضی کے مطابق سمجھ کر اس کی تکریم کریں۔ وہ یہ پسند کرتا ہے کہ ہم اس پر (قسمت اور گناہ) غلبہ پاویں"

جواب:۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ مصنف کے نزدیک اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ انسان کے تمام اعمال خود اس کے اپنے اعمال نہیں بلکہ وہ خدا تعالیٰ کی مرضی کا نتیجہ ہیں اور اس لئے گناہ اور مصائب کو بدلنے کی ضرورت نہیں بلکہ انہیں خدا کی مرضی اور منشا کے مطابق سمجھ کر ان کی قدر کرنا چاہیئے۔ مگر عیسائیت اس کے خلاف گناہ اور مصائب آلام پر انسان کو غالب آنے کی تلقین کرتی ہے اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر عیسائیت کو اسلام پر یقیناً بالا سمجھا جانے لگا۔ مگر مصنف کا یہ دعوےٰ بوجوہ ذیل صحیح ثابت نہیں ہوتا:

۱۔ یہ بات بالکل غلط ہے کہ انسانی اعمال کی جوابدہی انسان پر عائد نہیں ہوتی۔ قرآن مجید انسان کو اپنے اعمال کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ انسان کی مرضی خدا کی مرضی کے مطابق ہونا چاہیئے وما تشاءون الا ان یشاء اللہ ([illegible])، کہ تم خدا کی مرضی کے خلاف کچھ نہ چاہو۔ انسان کو ہمیشہ کوشش کرتے رہنا چاہیئے کہ وہ اپنی کمزوریوں پر غلبہ حاصل کرے اور توبہ و استغفار اور اعمال صالحہ سے اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش میں لگا رہے۔ قرآن میں جگہ جگہ ایمان اور اعمال صالحہ پر زور دیا گیا ہے والذین امنوا وعملوا الصالحات آیۃ اور انسان کی زندگی کے مقصد کے حصول کے لئے جدوجہد کو پیمانہ قرار دیا گیا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا جو لوگ اپنی انتہائی کوشش صرف کرتے ہیں تاکہ وہ ہمیں پائیں تو ہم ان کی خود رہنمائی کرتے ہیں، شرط یہ ہے کہ انسان خود سعی تام کرے۔ پھر اسلام صرف یہی نہیں کہتا بلکہ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ انسانی اعمال کے پیچھے جو روح کام کر رہی ہو وہ بھی صاف ہو اور جو کچھ انسان کرے وہ اسی اعلےٰ مقصد کے حصول کے لئے ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو انسانی اعمال مقصد حقیقی کے حصول میں ممد ہونے کی بجائے مضر ثابت ہوں گے۔ کیونکہ اس صورت میں انسان کا مقصد خدا تعالیٰ کی ذات نہ ہوگا بلکہ کچھ اور۔ اور یہ بات عین شرک میں داخل ہے اس لئے نبی کریمؐ نے فرمایا "انما الاعمال بالنیات" اعمال کے نتائج نیت پر منحصر ہیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے:۔

۱۔ لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقوی منکم۔ ۲۲/۳۸ صرف انسان کا تقویٰ اسے خدا کے حضور مقبول بناتا ہے نہ کہ ظاہری اعمال۔ قربانیوں کا خون اور گوشت خدا تعالیٰ کو مقصود نہیں۔

۲۔ یہ بات غلط ہے کہ اسلام گناہ کو خدا کی مرضی کے مطابق قرار دے کر اس کی تکریم کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ کیونکہ گناہ انسان اور خدا تعالیٰ کے درمیان ایک پردہ سا حائل کر دیتے ہیں۔ اسی لئے قرآن مجید میں بار بار آتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان لوگوں سے محبت نہیں کرتا جو بُرے اعمال کرتے ہیں، اور ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اچھے اعمال بجا لاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان الحسنات یذھبن السیئات۔ جب انسان اچھے اعمال خدا کی خاطر بجا لاتا ہے تو اس کا شیشۂ دل صاف ہو جاتا ہے اور جب وہ بُرے اعمال کرتا ہے تو اس پر سیاہی کے دھبے پڑ جاتے ہیں، اور اسی وجہ سے وہ خدا تعالیٰ کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا۔

گناہ کی حقیقت

۴۔ پھر صفحہ ۳۱۹ پر رقمطراز ہیں:۔

"اسلام میں نہ تو گناہ کی حقیقت کو سمجھا گیا ہے اور نہ ہی فضل کی حقیقت کو۔ معین فرائض پر عمل کو کافی قرار دیا گیا ہے"۔

اس سے مصنف کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں در اصل گناہ کے دور رس نتائج کو صحیح طور پر سمجھا نہیں گیا اور نہ ہی خدا تعالیٰ کے فضل کو۔ انسان پر صرف بعض ظاہری فرائض عائد کر کے اسے ان پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی گئی ہے۔ اب اگر انسان ظاہری طور پر ان فرائض پر کاربند ہو تو یہی اس کے لئے کافی ہوگا۔ مگر اس کے خلاف عیسائی مذہب نے گناہ کے دور رس نتائج پر بحث کی ہے اور خدائی فضل کو اس کی صحیح صورت میں پیش کیا ہے۔ اس کتاب میں کسی دوسرے مقام پر بحث کی گئی ہے کہ گناہ ایک گہرائی اپنے اندر رکھتا ہے اور اس کا تعلق تمام بنی نوع انسان سے ہے۔ اور اس گناہ کو دور کرنے کے لئے حضرت مسیحؑ کا ظہور ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف اس جگہ اسی کی طرف ہی اشارہ کر رہے ہیں کہ اسلام نے اس قسم کی تعلیم نہیں دی۔

جواب:۔

اس اعتراض سے صاف طور پر عیاں ہے کہ مصنف نے خود قرآن مجید کو نہیں پڑھا اور بعض دوسروں کی لکھی ہوئی باتوں پر بھروسہ کر کے ایسا دعوےٰ کرنے کی جرأت کی ہے جو کہ بہت ہی قابل افسوس امر ہے۔

قرآن مجید سے صاف طور پر ظاہر

(باقی [illegible])

حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری

نبی اپنے ماقبل کے نبی سے نصف عمر پاتا ہے (الحدیث)

اس حدیث پر اخبار تنظیم اہلحدیث کی تنقید کا جواب اور اس حدیث کے صحیح معنے

۴

بعض حقائق کے اظہار کے لئے حضرت نبی کریم صلعم کا طریق تخاطب

بعض امور کے متعلق حضرت نبی کریم صلعم کے طرز تخاطب سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آنحضور صلعم کوئی قاعدہ کلیہ بیان فرما رہے ہیں لیکن حقیقتاً مقصود آنحضور صلعم کی اپنی ذات ہی ہوتی تھی جیسا کہ آنحضور صلعم نے فرمایا انا یا نحن (روایت میں دونوں لفظ آتے ہیں۔ ناقل) معاشر الانبیاء لانورث ما ترکنا صدقۃ۔ اب ان الفاظ سے بظاہر یہی نظر آتا ہے کہ آنحضرت صلعم تمام انبیاء علیہم السلام کے متعلق بطور قاعدہ کلیہ کے یہ فرما رہے ہیں کہ وہ اپنی وفات پر اپنے پیچھے جو ترکہ چھوڑ جاتے ہیں وہ ورثاء میں تقسیم نہیں ہوتا بلکہ وہ سب کا سب صدقہ ہی ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کا یہ فرمان بطور کلیہ قاعدہ کے نہیں بلکہ آنحضرت صلعم ان الفاظ سے صرف اپنی ذات ہی مراد لے رہے ہیں یعنی اپنی ذات کے متعلق ہی یہ فرما رہے ہیں کہ میری وفات پر میرا ترکہ سب کا سب صدقہ ہی ہوگا میرے کسی وارث کو یہ حق نہیں ہوگا کہ اس میں ورثہ کا مطالبہ کرے چنانچہ صحابہ کرام رض نے آنحضور صلعم کے مندرجہ بالا الفاظ کا یہی مطلب سمجھا۔

حضرت ابوبکر رض اور حضرت عائشہ رض کا قول۔

حضرت ابوبکر رض کے عہد خلافت میں حضرت فاطمۃ الزہراء رض نے ان سے اپنے والد بزرگوار حضرت نبی کریم صلعم کے ترکہ سے اپنا حق طلب کیا تو حضرت ابوبکر رض نے انہیں یہی جواب دیا کہ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا ہوا ہے لانورث ما ترکنا صدقۃ اسی طرح آنحضور صلعم کی ازواج مطہرات رض نے بھی حضرت عثمان رض کو حضرت ابوبکر رض کے پاس بھیجنا چاہا کہ وہ ان کے لئے آنحضرت صلعم کے ترکہ سے ان کا حصہ طلب کریں اس پر حضرت عائشہ رض نے انہیں یاد دلایا کہ حضرت نبی کریم صلعم نے تو فرمایا ہوا ہے کہ لانورث ما ترکنا صدقۃ اس پر انہوں نے اپنا مطالبہ ترک کر دیا۔

حضرت عمر رض اور بعض دیگر بڑے بڑے صحابہ رض کی تشریح۔

مندرجہ بالا دونوں بزرگوں کے قول سے یہ تو ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کے ترکہ کو یہ دونوں بزرگ ورثاء میں تقسیم کرنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے لیکن ان کے قول سے حتمی طور پر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ دونوں بزرگ حضرت نبی کریم صلعم کے الفاظ نحن معاشر الانبیاء کو حضرت نبی کریم صلعم کی ذات تک ہی محدود یقین کرتے تھے، لیکن یہ بات کہ انبیاء کے ترکہ کی عدم تقسیم حضرت نبی کریم صلعم کی ذات کے ساتھ ہی مخصوص تھی دیگر انبیاء کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ تھا ذیل کی شہادتوں سے ثابت ہے حضرت عمر رض کے عہد خلافت میں حضرت عباس رض و حضرت علی رضی اللہ عنہما حضرت نبی کریم صلعم کے ترکہ کے متعلق اپنا تنازعہ ان کے پاس لائے اس وقت حضرت عمر رض کے پاس حضرت عثمان رض حضرت عبدالرحمان بن عوف رض حضرت سعد بن ابی وقاص رض و حضرت الزبیر بن العوام رض بھی بیٹھے ہوئے تھے ان چاروں بزرگوں سے مخاطب ہو کر حضرت عمر رض نے کہا "ھل تعلمون ان رسول اللہ صلعم قال لانورث ما ترکنا صدقۃ یرید نفسہ" یعنی کیا تم جانتے ہو کہ رسول اکرم صلعم نے فرمایا ہوا ہے کہ ہمارا ترکہ ورثاء میں تقسیم نہیں ہوگا بلکہ جو کچھ ہم اپنے پیچھے چھوڑ جائیں گے وہ سب صدقہ ہوگا، اور ان الفاظ سے آنحضرت صلعم نے صرف اپنا نفس ہی مراد لیا تھا دیگر انبیاء اس میں شامل نہیں تھے "فقالوا قد قال ذالک" ان چاروں بزرگوں نے کہا ہاں آنحضور صلعم نے ایسا ہی فرمایا تھا۔

حضرت عباس رض اور حضرت علی رض کی تصدیق

اس کے بعد حضرت عمر رض نے حضرت عباس رض اور حضرت علی رض سے مخاطب ہو کر کہا کہ کیا تم دونوں بھی اس کو تسلیم کرتے ہو تو ان دونوں بزرگوں نے بھی ان کے قول کی تصدیق کی گویا سات بڑے بڑے صحابہ کرام رض اس امر پر متفق تھے کہ حضرت نبی کریم صلعم نے اپنے الفاظ لانورث ما ترکنا صدقۃ میں گو متکلم مع الغیر یعنی صیغہ جمع کا ہی استعمال کیا تھا لیکن مراد صرف اپنا نفس ہی لیا تھا فتح الباری جلد ۱۲ ص ۵ اسی طرح ص ۶ پر لکھا ہے "فی قول عمر رض یرید نفسہ اشارۃ الی ان النون فی قولہ صلعم للمتکلم خاصۃ لا للجمع" یعنے حضرت عمر رض کا قول "نورث" میں جو نون ہے وہ جمع کے لئے نہیں بلکہ صرف متکلم یعنی حضرت نبی کریم صلعم کے لئے ہی ہے۔ بات یہ ہے کہ متکلم کے سامنے جو مخاطبین ہوتے ہیں ان کو چونکہ علم ہوتا ہے کہ ان کو خطاب کرنے والا کس سیاق و سباق میں کلام کر رہا ہے اس لئے وہ اس کے الفاظ کے صحیح مفہوم کو اچھی طرح سمجھ رہے ہوتے ہیں اسی بناء پر صحابہ کرام رض نے نحن معاشر الانبیاء کے لفظ سے کل انبیاء نہیں سمجھے بلکہ حضرت نبی کریم صلعم کی ذات کو ہی سمجھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ واقعات اور قرآن شریف دونوں کے ہی خلاف ہے۔

مزید وضاحت

حضرت نبی کریم صلعم کے قول لانورث ما ترکنا صدقۃ کی مزید وضاحت شارح حدیث نے ان الفاظ میں کی ہے "فیکون ذالک من خصائصہ التی اکرمہ بھا بل قول عمر رض یرید نفسہ یؤید اختصاصہ بذالک" یعنے گو لفظ نورث جمع کا ہے لیکن مراد اس لفظ سے صرف حضرت نبی کریم صلعم لینا حضرت نبی کریم صلعم کے ان خصائص میں سے ہے جن کے ساتھ اللہ تعالے نے آنجناب صلعم کو خاص کرکے عزت بخشی ہے اور حضرت عمر رض کا قول "یرید نفسہ" اسی اختصاص کی تائید کر رہا ہے۔

قرآن کریم کی تصدیق

علاوہ ازیں حضرت نبی کریم صلعم کے قول لانورث یا نحن یا انا معاشر الانبیاء سے اگر عموم مراد لیا جائے اور اس میں تمام انبیاء علیہم السلام کو شریک کر لیا جائے تو یہ امر قرآن شریف کے بھی خلاف پڑتا ہے کیونکہ قرآن شریف میں حضرت زکریا ؑ کا اپنے بیٹے حضرت یحییٰ ؑ کے متعلق یہ قول مذکور ہے یرثنی و یرث من آل یعقوب اسی طرح حضرت سلیمان ؑ کے متعلق یہ الفاظ وارد ہیں۔

وورث سلیمان داؤد

گو بعض علماء نے اس ورثہ سے علم نبوۃ حکمۃ کی میراث مراد لی ہے لیکن دوسرے علماء ان سے متفق نہیں ان تینوں میں سے نبوت تو بہرحال ورثہ میں منتقل ہوا ہی نہیں کرتی، باقی رہا علم اور حکمت سو ان کے وارث بے شک دوسرے ہو سکتے ہیں جیسا کہ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے العلماء ورثۃ الانبیاء لیکن الفاظ کی عمومیت کو بغیر کسی معقول وجہ کے کسی خاص فرد میں محدود کر دینا کسی صورت میں بھی پسندیدہ امر نہیں اور نہ ہی کوئی معقول آدمی اسکو جائز قرار دے سکتا ہے پھر اگر بعض علماء نے اس عموم کو علم اور حکمت کے ساتھ خاص کیا ہے تو اس کے بالمقابل دوسرے علماء نے اس کی تردید بھی کی ہے مثلاً حضرت زکریا ؑ کے الفاظ کی تفسیر میں انہوں نے

حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں

اکتوبر کی ۱۳ تاریخ جماعت احمدیہ کو ایک نہایت اندوہناک واقعہ کی یاد دلاتی ہے جو ۱۹۵۱ء میں حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مفارقت کا موجب ہے۔ حضرت مولانا کا وجود نہ صرف اس لحاظ سے قابل عزت و تکریم تھا کہ انہوں نے ایل ایل بی کرنے کے بعد تمام دنیوی مفادات پر لات مار کر مامور من اللہ کے زیر سایہ خدمت اسلام کا بیڑا اٹھایا اور ۱۹۰۲ء سے لے کر ۱۹۵۱ء تک پورے پچاس سال اخبارات و رسائل اور کئی ایک چھوٹی اور بڑی انگریزی اردو کتب اور سب سے بڑھ کر قرآن کریم کے انگریزی و اردو تراجم کے ذریعہ وہ عظیم الشان خدمات سرانجام دیں جن کی نظیر تمام اسلامی دنیا میں نہیں پائی جاتی، پھر نہ صرف اس لحاظ سے وہ قابل تکریم ہیں بلکہ حضرت مسیح موعودؑ نے ان کے اندر آثار سعادت پاکر یہ اعلان کیا کہ:۔

> "میں اس مدت میں جب سے کہ وہ میرے پاس ہیں، ظاہری نظر سے اور پوشیدہ طور پر ان کے حالات کا اخلاق اور دین اور شرافت کی رو سے تجسس کرتا رہا ہوں، سو خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں نے ان کو دینداری اور شریعت کے ہر پہلو میں نہایت عمدہ انسان پایا ہے، غریب طبع، باحیا، نیک اندرون پرہیزگار آدمی ہے اور بہت سی خوبیوں میں رشک کے لائق ہے۔"

کتنا بڑا سرٹیفکیٹ ہے جو مامور الٰہی نے انہیں دیا یہاں تک کہ بہت سی خوبیوں میں قابل رشک ٹھہرایا، اور یہ بھی فرمایا کہ:۔

> "اگر آپ کی خدا تعالیٰ کے نزدیک فطرت نیک نہ ہوتی تو میرا اس قدر نیک ظن ہو نہیں سکتا، اور ہرگز نہ ہوتا مگر دل سے اور دلی جوش سے آپ سے محبت رکھتا ہوں اور آپ کے لئے پنجوقت غائبانہ دعا کرتا ہوں امید ہے کہ کسی وقت وہ دعائیں اپنا اثر دکھلائیں گی۔"

آخر کار ان دعاؤں نے اپنا اثر دکھایا اور اس پاک انسان کے ذریعہ سے نہ صرف وہ عظیم الشان خدمات سرانجام پائیں، جن کی وجہ سے اسلام کی صداقت دنیا پر روشن ہوئی اور یورپ، امریکہ اور خود برصغیر ہند و پاکستان میں کئی ایک نفوس ہدایت یاب ہوئے بلکہ اس نے خود اس مامور کی پیدا کردہ جماعت کے اندر گمراہی پھیلتے ہوئے اور مامور کی طرف غلط دعاوی منسوب ہوتے ہوئے دیکھ کر حق کی آواز بلند کی جس سے جماعت میں ایک تزلزل پیدا ہو گیا اور اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ جماعت کا ایک حصہ ختم نبوت کا حقیقی مفہوم سمجھ کر مامور من اللہ کے صحیح مسلک پر قائم ہو گیا یہ مولانا محمد علیؒ ہی تھا، جس نے ایک طرف غیر از جماعت علماء کے عقیدہ حیات و نزول مسیح کو ختم نبوت کے متضاد ثابت کیا اور دوسری طرف حضرت مرزا غلام احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نبی بنانے والوں کو سمجھایا کہ ان کا عقیدہ بھی ختم نبوت کے منافی اور خود حضرت مرزا صاحبؑ کے بیانات کے خلاف ہے، اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج آپ کی آواز پر لبیک کہنے والوں کی تعداد خدا کے فضل سے بڑھتی چلی جا رہی ہے اور نہ صرف غیر از جماعت لوگوں میں سے کئی ایک حق کو شناخت کر کے سلسلہ حقہ میں شامل ہو چکے اور ہو رہے ہیں بلکہ قادیانی اور ربوائی جماعت میں سے بھی کئی حق پسند اصحاب جماعت حقہ احمدیہ لاہور کے ساتھ شامل ہو کر مسیح موعودؑ کے صحیح مسلک کو اختیار کرتے جا رہے ہیں، اس سلسلہ میں ہمارے موجودہ امیر حضرت مولانا صدر الدین صاحب کی خدمات بھی قابل داد ہیں، جنہوں نے کئی ایک رسائل قرآن کی عظمت اور قادیانی جماعت کی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے لکھے اور جو بہت مؤثر ثابت ہوئے ہیں۔

غرض حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وجود اسلام اور جماعت احمدیہ کے لئے ایک نہایت بابرکت وجود تھا، جس کا اٹھ جانا دنیائے اسلام کے لئے ناقابل تلافی نقصان کا موجب ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہزار ہزار رحمتیں اور برکات آپ کی روح پاک پر نازل ہوں، اور آپ کی قائم کردہ انجمن کو جو مسیح موعودؑ کی حقیقی جانشین ہے بیش از بیش خدمات دینیہ کی توفیق میسر آئے۔ آمین

اخبار و افکار

بشیر احمد سرور

اشتراکیت اور اسلام

چینی رہنما ماؤزے تنگ کا اشتراکی لٹریچر پاکستان میں وسیع پیمانے پر تقسیم کیا جا رہا ہے، بڑی بڑی ضخیم اور جاذب نظر کتب سرکاری اور غیر سرکاری اداروں میں ہاتھوں ہاتھ بٹ رہی ہیں، اور ماؤزے تنگ کے تصویری بیج، بٹن اور تمغے مسلمان قوم کے نوجوانوں کے کالروں پر لگے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس طرح مملکت اسلام میں اشتراکیت اور لادینیت کے فروغ اور اس کے قیام کی کوششیں جاری ہیں۔

اس اسلام دشمن تحریک کو بروقت غیر مؤثر کرنے کے لئے جہاں پاکستان میں اسلامی لٹریچر وسیع بنیادوں پر شائع کر کے ہمہ گیر پیمانہ پر تقسیم کرنے کی ضرورت ہے وہاں اشتراکی ممالک خصوصاً چین میں بھی اسلامی دعوت و تحریک کو عام کرنا ضروری ہے۔ اس کے لئے اسلام پسند جماعتوں کو سر جوڑ کر بیٹھنے اور ایک ٹھوس متحدہ لائحہ عمل تیار کرنا چاہیئے۔

پاکستان اسلام کے نام پر بے شمار قربانیاں دے کر حاصل کیا گیا ہے لیکن اس میں ابھی تک اسلام کے عملی نفاذ کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی، اس کے برعکس مختلف قسم کی جذباتی سطحی اور بدیشی اور غیر اسلامی نظریات و رجحانات پروان چڑھ رہے ہیں۔ بعض لوگ پاکستان کے لئے اشتراکیت یا کمیونزم کو بہتر نظام قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ نظام بذات خود مضبوط بنیادوں پر استوار نہیں ہے، اور گذشتہ پچاس سال سے اس نے کئی شکلیں اختیار کی ہیں لیکن اسلام کا اقتصادی، معاشرتی اور اخلاقی نظام مثبت اور بے مثال ہے۔ اس ملک میں ان ملحدانہ اور غیر اسلامی تحریکات کو روکنے کے لئے علماء کرام بڑا مؤثر و مفید کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ علماء حضرات اپنے فروعی اختلافات اور ذاتی اور گروہی دھڑے بندیوں کو بالائے طاق رکھ کر اسلام کی سربلندی کا فلاح مسلمین اور اس ملک کے نظریاتی بقا اور تحفظ کے لئے اپنی صلاحیتوں اور وسائل کو بروئے کار لائیں۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اگرچہ نصف صدی سے اس کار خیر میں مصروف ہے۔ اگر دوسری جماعتیں اور دوسرے ادارے اس کے ساتھ مل کر یا اس کو ساتھ ملا کر اس جہاد فی سبیل اللہ کو جاری کریں تو نہ صرف مملکت خداداد اسلامیہ پاکستان کو ہی غیر اسلامی اثرات سے مامون و مصئون رکھا جا سکتا ہے، بلکہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے جہاد اکبر کے فریضہ سے عہدہ برآ ہو کر خدا اور رسولؐ کی خوشنودی حاصل ہو سکتی ہے۔ جہاں تک چین اور پاکستان کی دوستی کا تعلق ہے ہمیں خوشی ہے کہ یہ مضبوط بنیادوں پر استوار ہو چکی ہے اور ہر دو ممالک ایک دوسرے کی عملی امداد میں ہر طرح کوشاں ہیں لیکن مذہب کا معاملہ الگ ہے۔ پاکستانی رہنماؤں کو اس بارہ میں چینی نظریات کی اشاعت میں محتاط رہنا چاہیئے کہ وہ اسلام کے سراسر خلاف ہیں۔

ہمہ گیر دستور

آج کل اقوام متحدہ کے ماہرین کا ایک خاص اجلاس جاری ہے جو مزید تین ہفتے تک جاری رہے گا۔ اس میں نسلی امتیاز، غلامی، اقلیتوں کے حقوق، انسانوں کے قتل عام اور سفید فام قوموں کا محکوم قوموں سے غلامی کے سلوک کے بارے میں مختلف رپورٹوں پر غور کیا جائیگا۔

ان ماہرین کے سامنے آج سے چودہ سو سال پہلے کا وہ اسلامی دستور دیکھنے کی ضرورت ہے۔ جس کے مطابق بنی نوع انسان کی ذات اور عزت کو تحفظ حاصل ہوا۔ اور اعلان ہوا کہ اے بنی آدم تم سب مٹی سے پیدا ہوئے ہو، تمہارا خالق و مالک اور رب و رازق ایک ہی خدا ہے۔ تم سب عیال اللہ ہو، تم میں گورے کالے، اسود و احمر، عربی عجمی، ہاشمی غیر ہاشمی اور اپنے پرائے کی کوئی تمیز نہیں تم میں سے وہی بڑا ہے جو خدا سے خوف رکھتا ہے اور مخلوق خدا کی خیرخواہی چاہتا ہے۔ اگر نسلی امتیاز کا مداوا، غلامی کا انسداد، اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ اور سماجی مقام و مرتبہ کے لئے کوئی منشور اور دستور مفید و مؤثر قرار پا سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف اسلام ہی کا دستور ہے، اس سے بڑھ کر نہ کسی دینی و دنیوی تحریک نے آج تک کوئی نظام پیش کیا ہے نہ آئندہ پیش کیا جا سکتا ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ترین مشکلات۔

دشمنوں کی ایذا رسانیاں اور آپؐ کی بے نظیر کامیابی

کیا ان حالات کے متعلق آپؐ کی وحی آپؐ کے اپنے احساسات یا ماحول کا اثر اور نتیجہ تھی؟

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۸ء۔ فرمودہ حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ۔ بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

وان کادوا لیفتنونک عن الذی اوحینا الیک لتفتری علینا غیرہ۔ واذا لاتخذوک خلیلا۔ ولولا ان ثبتنک لقد
کدت ترکن الیھم شیئا قلیلا۔ اذا لاذقنک ضعف الحیوۃ وضعف الممات ثم لاتجد لک علینا نصیرا۔ وان کادوا
لیستفزونک من الارض لیخرجوک منھا واذا لایلبثون خلفک الا قلیلا۔ سنۃ من قد ارسلنا قبلک من رسلنا ولاتجد لسنتنا تحویلا۔
اقم الصلوۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشھودا۔ ومن اللیل فتھجد بہ
نافلۃ لک عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔ وقل رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق
واجعل لی من لدنک سلطٰنا نصیرا۔ —— (بنی اسرائیل ۷۴ تا ۸۰) ——

رسولِ کریم صلعم کا وسیع کام

آج میں نے بہت سی آیات تلاوت کی ہیں۔ یہ بڑا لمبا مضمون ہے۔ اس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی مشکلات کا ذکر ہے۔ حضورؐ کے سامنے نہ صرف عرب کے ہی لوگوں کو راہِ راست پر لانا تھا۔ بلکہ آپؐ کے لئے خدا تعالیٰ نے بہت بڑا وسیع کام مقرر کیا تھا فرمایا قل یٰایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ ساری انسانیت کو مخاطب کر کے اعلان کر دیں کہ میں سارے انسانوں اور ساری قوموں کے لئے جہاں کہیں وہ رہتی ہوں خدا کی طرف سے رسول ہو کر آیا ہوں کس خدا کی طرف سے الذی لہ ملک السمٰوٰت والارض میں اس بادشاہ کی طرف سے پیغامبر ہو کر آیا ہوں۔ جو تمام کائنات کا خالق اور مالک ہے۔

بُت پرستی کی اصلاح کا مشکل ترین کام

ساری دنیا تو ایک طرف خود عرب کے لوگوں کی اصلاح کرنا بہت مشکل کام تھا۔ اس مشکل کا اندازہ کرنا اور اس کو تصور میں لانا بھی مشکل امر ہے۔ وہاں ایک ایک قبیلہ کا الگ الگ بُت تھا، ہر قبیلہ کا اپنے بُت کے بارے میں یقین تھا کہ وہ بہت بڑی طاقت کا مالک ہے اس سے کئی ایک برکات وابستہ ہیں اور اس کی مخالفت تباہی و بربادی کا موجب ہو سکتی ہے۔ خود خانۂ خدا میں وہ ۳۶۵ بُتوں کی پرستش کرتے تھے۔ غرض سارے کا سارا ملک ہی بُت پرست تھا۔ ایسی بُت پرستی سے چھڑا کر توحید قائم کرنا بہت مشکل کام ہے۔ ہندوؤں میں آج بھی بڑے بڑے پڑھے لکھے لوگ بتوں کے آگے جھکتے ہیں، ہندوستان میں صدیوں سے بُت پرستی چلی آتی ہے۔ اور یورپ میں صدیوں سے حضرت عیسٰیؑ اور حضرت مریمؑ کی پرستش ہو رہی ہے۔ یہاں پاکستان میں تو عیسائی مشنری آبادی سے بہت دور رہتے ہیں، اس لئے حضرت عیسٰیؑ اور مریم علیہا السلام کے بُت جو انہوں نے تیار کر رکھے ہیں عام طور پر دیکھنے میں نہیں آتے۔ لیکن یورپ میں بڑے بڑے خوبصورت اور سنگِ مرمر کے تراشے ہوئے بُت ہیں، ان کی پرستش کی جاتی ہے۔ ان کے آگے سجدہ کیا جاتا ہے۔ ہماری اداضیات میں بھی سنگِ مرمر کا ایک بڑا بُت نصب تھا۔ اس کے اردگرد باغ تھا۔ جب مجھے وہاں پہلی دفعہ جانے کا اتفاق ہوا تو میں نے وہ بُت دیکھا تھا۔ کیونکہ وہ جگہ پہلے عیسائیوں کے قبضہ میں تھی۔ غرض یورپ کے بڑے بڑے پڑھے لکھے انسان بُت پرستی میں مبتلا ہیں۔

تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہت بڑا کام یہ تھا کہ لوگوں کی اس خطرناک مرض۔ بُت پرستی۔ کو دور کر کے انہیں توحید کا والا و شیدا بنا دیا جائے۔ اس وجہ سے عربوں کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انتہائی دشمنی تھی۔ انہوں نے قسمیں کھا لی تھیں کہ ہم نے محمد صلعم کو، ان کے دین کو اور ان کی جماعت کو مٹا کر رکھ دینا ہے۔ بُت پرستی کے علاوہ وہ شراب پیتے تھے، جُوا کھیلتے تھے۔ قبائل میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی دوڑ ان میں جاری تھی۔ حج کے بعد منٰی کے میدان میں ایک میلہ لگتا تھا جہاں ہر قبیلہ کے لوگ اپنے اپنے سرداروں کی تعریف کے پُل باندھتے تھے۔ ان کی سخاوت، انکی شجاعت اور فصاحت کے تذکرے ہوتے تھے۔ اس قوم کو درست کرنے کا کام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا گیا۔ اس کے علاوہ سارے مذاہب پر نظر ڈالنا اور ان کی اصلاح کرنا آپؐ کے سپرد تھا جو بہت ہی مشکل اور جان جوکھوں کا کام ہے۔

بُت پرستوں کی خواہش اور آنحضرت صلعم سے دوستی کی شرط

ان آیات میں انہی مشکلات کا ذکر کیا گیا ہے بت پرست لوگ آپؐ کو اور آپؐ کے متبعین کو طرح طرح کی ایذا دیتے تھے۔ فرمایا وان کادوا لیفتنونک عن الذی اوحینا الیک لتفتری علینا غیرہ۔ وہ چاہتے تھے کہ آپؐ توحید کا سبق دینا چھوڑ دیں اور بتوں کی توہین کرنے کے بجائے یہ بھی کہدیں کہ یہ بُت بھی ٹھیک ہیں اذا لاتخذوک خلیلا۔ اس صورت میں آپ کو یہ دوست بنالیں گے۔ اللہ اکبر! ایک طرف تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد ہے کہ قوم کو بُت پرستی سے چھڑایا جائے اور اسے توحید پرست بنایا جائے اور دوسری طرف قوم کہتی ہے کہ ہمارے بتوں کی توہین نہ کریں اور ایک ہی جملہ ایسا کہدیں جس سے صلح ہو سکتی ہے، اس صورت میں ہم آپؐ سے دشمنی کرنا چھوڑ دیں گے اور آپؐ کو اپنا دوست بنالیں گے

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی مضبوطی

صرف اس صورت میں آپؐ کو اس وطن میں رہنے کی اجازت مل سکتی ہے۔ ورنہ آپؐ کا یہاں رہنا دوبھر کر دیا جائے گا اس پر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ولولا ان ثبتنک لقد کدت ترکن الیھم شیئا قلیلا۔ اگر ہم تمہارے دل کو مضبوط نہ کرتے تو تو ان کی طرف کسی قدر جھک جاتا گویا قوم کی طرف سے آپؐ کو اس قدر اذیت پہنچائی جاتی تھی کہ خطرہ تھا کہ کہیں آپؐ کسی قدر ان کی طرف جھک جائیں۔ یہ مشکلات اور مصائب نبی کریم صلعم کے

سامنے تھیں اور خدا تعالےٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے دل میں قوت۔ استقلال اور عزم نہ پیدا کر دیتا تو ممکن تھا کہ آپ ان کی طرف مائل ہو جاتے۔

محبوب الٰہی ہونے کے باوجود کفّار کی بات ماننے کی صورت میں دگنی سزا

اس بات کے پیش نظر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ بے شک تم ہمارے محبوب ہو، سارے جہان کے لئے ہماری طرف سے رسول ہو تاہم اگر تم ان کے سامنے جھک جاؤ تو اذا لاذ قناك ضعف الحیٰوۃ وضعف الممات تمہیں دنیا میں بھی دوگنی سزا دی جائے گی اور آخرت میں بھی دوگنی سزا ملے گی۔ حالات ایسے ہیں کہ خدا محمد رسول اللہ صلعم کو فہمائش کرتا ہے کہ اگر تم تھوڑا بہت بُت پرستی کی طرف جھک جاؤ گے تو ہمارے محبوب ہونے کے باوجود دنیا اور آخرت میں ڈبل سزا ملے گی۔ ثم لا تجد لك علینا نصیرا اور ایسی صورت میں ہمارے مقابلہ میں تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ یہ ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی مشکلات کہ ایک طرف قوم کا آپؐ پر زبردست دباؤ ہے اور دوسری طرف اللہ تعالےٰ کا ایسا زبردست انتباہ۔

کفّار کی طرف سے دل برداشتہ کرنے کی کوشش اور آپؐ کی مضبوطی قلب

اور قوم نے یہ بھی انتظام کیا کہ :— وان کادوا لیستفزّونك من الارض لیخرجوك منها۔ آپؐ کے لئے ایسی صورت پیدا کر دی جائے کہ آپؐ دل برداشتہ ہو کر یہ سمجھ لیں کہ یہ ..... وطن میرے ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے۔ مگر حضورؐ کا عزم اور استقلال پہاڑوں سے زیادہ مضبوط تھا۔

رسول کریم صلعم اور آپؐ کے ساتھیوں کو ایذا رسانی۔

آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ قوم نے کیا کیا بدسلوکی نہیں کی اور کیا کیا اذیت ان کو نہیں پہنچائی ایک تو آپؐ کے لئے جینا دوبھر کر دیا، دوسرے آپؐ کے ساتھیوں کو انتہا درجہ کی اذیتیں دیں۔ سعد بن ابی وقاصؓ آپؐ کے ماموں ہیں۔ جب وہ مسلمان ہوئے تو ان کو چٹائی میں لپیٹ کر کھڑا کر دیا اور نیچے سے دھواں چھوڑ دیا گیا۔ حضرت بلال رضؓ کو تپتی ریت پر لٹایا گیا۔ ابوجہل کی ایک کنیز مسلمان ہو گئی تھی اسے مار مار کر کانا کر دیا گیا۔ اس نے کہا کیا ہوا ایک آنکھ چلی گئی مگر دل کی آنکھ تو روشن ہو گئی پھر مار مار کر دوسری آنکھ بھی نکال دی گئی تو اس نے کہا اب تو دل کی دونوں آنکھیں ہی روشن ہو گئیں۔

بہت بڑا لالچ اور اس کا جواب

اسی طرح بے شمار تکلیفیں صحابہ کرام رضؓ کو دی گئیں اور حضور نبی کریم صلعم کو بھی تکالیف پہنچائی گئیں لیکن جب دیکھا کہ ان میں استقلال ہے، عزم ہے دل کی مضبوطی ہے، تو قوم نے مشورہ کیا کہ انہیں لالچ دے کر اس کام سے روکا جائے۔ چنانچہ ایک وفد آپؐ کے پاس آیا۔ اس نے کہا کہ ہم آپؐ کو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں اور قبائل میں سے جو خوبصورت لڑکی آپؐ کو پسند ہو ہم آپؐ کی اس سے شادی کر دیتے ہیں دولت کی ضرورت ہے تو ہم آپؐ کے سامنے سیم و زر کے ڈھیر لگا دیتے ہیں۔ اس کے عوض صرف اتنا کریں کہ آپؐ ہمارے بتوں کی توہین کرنا چھوڑ دیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے چچا ابو طالب جو آپ پر فدا تھے ان سے اس معاملہ کا ذکر کیا۔ اور انہوں نے آپؐ سے کہا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا یا عم ان وضعوا الشمس فی یمینی والقمر فی یساری ما ترکت هذا الامر حتّی یظهره الله او اهلك فیه۔ اے میرے چچا۔ اگر یہ لوگ آسمان کا سورج میرے دائیں ہاتھ پر رکھ دیں، اور آسمان کا قمر میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیں تو پھر بھی میں اس بات کو نہیں چھوڑ سکتا۔ حتیٰ کہ خدا اس دین کو کامیاب کر دے یا اس کوشش میں مَیں اپنی جان دیدوں۔

چچا نے حضورؐ کی یہ بات سُن کر حضورؐ کو ان الفاظ میں تسلی دی۔ واللہ لن یصلوا الیك کہ خدا کی قسم یہ سارے کے سارے لوگ مل کر فوجیں لے آئیں اور آپؐ کو نقصان پہنچانا چاہیں تو یہ ایسا نہیں کر سکیں گے جب تک کہ میں مر نہ جاؤں اور قبر میں دفن نہ کر دیا جاؤں۔

رسول اللہ صلعم کو قتل کرنے کی ایک تجویز اور ابوطالب کا جواب

ایک دفعہ مشرکین عرب نے حضورؐ کو قتل کر دینے کی یہ تجویز سوچی کہ ان کے چچا کے سامنے اپنا ایک خوبصورت نوجوان پیش کیا اور کہا کہ آپ محمدؐ کی بجائے اس کو بیٹا بنا لیں اور اس کے بدلہ میں اپنا بھتیجا محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم) ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم اسکو قتل کر دیں۔ اس کے جواب میں آپؐ کے چچا انہیں کہتے ہیں کہ شام کے وقت جب اونٹنیاں گھروں میں واپس آتی ہیں تو وہ اپنے اپنے بچوں کو پہچان کر انہیں دودھ پلاتی ہیں، اور کسی دوسرے بچے کو نزدیک نہیں آنے دیتیں۔ کیا میں ان جانوروں سے بھی گیا گذرا ہوں کہ میں غیر کا بچہ پالوں اور اپنے بھتیجے کو قتل کرنے کے لئے تمہارے حوالے کر دوں؟

قوم کا مشورہ اور مکّہ سے نکال دینے کی تجویز

قوم نے دار الندوہ میں مشورہ کیا کہ آپؐ کو قید کر دیا جائے تاکہ آپؐ وعظ نہ کر سکیں۔ اس پر ان کے دانشمندوں نے کہا کہ قید کرنے سے لوگوں میں چہ میگوئیاں ہوں گی کہ کس بات پر قید کیا گیا اور اس طرح اس کے دین کا چرچا ہوگا۔ پھر مشورہ ہوا کہ آپؐ کو قتل کر دیا جائے لوگوں نے کہا کہ قریش کا آدمی مارا گیا تو سارے قبیلوں کی جنگ چھڑ جائے گی۔ ایک ہی صورت ٹھیک ہے کہ آپؐ کو یہاں سے نکال دیا جائے۔

نبی کریم صلعم کی ہجرت اور دشمنوں کا تعاقب اور جنگیں

دشمنوں کی یہ تینوں تجویزیں نہایت خطرناک ہیں آخر کار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے حکم الٰہی کے ماتحت مکّہ سے ہجرت کر لی اور مدینہ میں آ گئے۔ دشمن اپنے ارادے میں پکے تھے۔ انہوں نے پیچھا نہ چھوڑا اور حضور کو تباہ کرنے کے لئے دشمن نے مدینہ طیبہ پر بار بار حملے کئے۔ بدر اور اُحد میں مسلمانوں کو اور ان کے دین کو مٹانے کی کوشش کی جس میں آخر کار انہیں ناکامی ہوئی۔

انبیاء کے لئے سنّتِ الٰہی اور مشکلات کا حل

ان حالات کو بیان کر کے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ سنّة من قد ارسلنا قبلك من رسلنا ولا تجد لسنّتنا تحویلا۔ یہ جو مصائب و مشکلات کا معاملہ ہے یہ سنت الٰہی ہے۔ کوئی نبی اور رسول ایسا نہیں آیا جس کو دکھ نہ دیا گیا ہو اور اس نے برداشت نہ کیا ہو، اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے اپنے نبی کی حمایت نہ کی ہو اور دشمنوں کو تباہ نہ کیا ہو اس کے بعد ان مشکلات اور مصائب کو حل کرنے کے لئے فرمایا اقم الصلوٰة لدلوك الشمس الٰی غسق اللیل وقرآن الفجر۔ قوم کی دشمنی کا یہ حال ہے تو ایسے وقت میں اس کا علاج یہی ہے جناب الٰہی میں گر جائیں اس کے حضور صبح و شام، دوپہر رات دعا کرتے رہیں۔ یہی تعلیم تمام مسلمانوں کو دی گئی ہے کہ مصائب و مشکلات کا سامنا ہو۔ جن کو انسان اپنی طاقت سے دور نہیں کر سکتا تو دعا میں لگ جاؤ۔ خدا تعالےٰ کی قدرت اور رحم ایسا ہے کہ اگر جناب الٰہی میں گر کر دعا سیکھ لو تو وہ اپنا فضل نازل فرماتا ہے سورج کے ڈھلنے اور زرد پڑنے اور ڈوبنے کے وقت اور رات کے اندھیرے میں بھی نماز پڑھا کریں اور صبح کی نماز میں قرآن کی تلاوت کیا کریں انّ قرآن الفجر کان مشهودا۔ وہ وقت ایسا ہے کہ انسان کو حضور قلب میسّر آتا ہے۔

نماز تہجّد اور حضرت نبی کریم صلعم کی دعا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ساری عمر نماز تہجّد ادا کی۔ بادشاہ ہو کر بھی تہجّد ادا فرمائی۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ تہجّد میں اتنا لمبا قیام کیا کرتے تھے کہ تورمت قدماہ آپؐ کے پاؤں سوج جایا کرتے تھے۔ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ دشمنوں کی سازشوں کے وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم جناب الٰہی میں یہ دعا کرتے ہیں۔ اللّٰهم لا تکلنی الی نفسی طرفة عین یعنے اے اللہ میری اپنی کوئی طاقت نہیں ہے کہ میں ان دشمنوں کا مقابلہ کروں

(باقی بر صفحہ ۱ کالم ۳-۴)

حضرت مولانا شیخ عبدالرحمن صاحب مصری

نبی اپنے ماقبل کے نبی سے نصف عمر پاتا ہے (الحدیث)

اس حدیث پر اخبار تنظیم اہلحدیث کی تنقید کا جواب اور اس حدیث کے صحیح معنے

۴

بعض حقائق کے اظہار کے لئے حضرت نبی کریم صلعم کا طریق تخاطب

بعض امور کے متعلق حضرت نبی کریم صلعم کے طرز تخاطب سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آنحضور صلعم کوئی قاعدہ کلیہ بیان فرما رہے ہیں لیکن حقیقتاً مقصود آنحضور صلعم کی اپنی ذات ہی ہوتی تھی جیسا کہ آنحضور صلعم نے فرمایا انا یا نحن (روایت میں، دونوں لفظ آئے ہیں۔ ناقل) معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا صدقۃ۔ اب ان الفاظ سے بظاہر یہی نظر آتا ہے کہ آنحضرت صلعم تمام انبیاء علیہم السلام کے متعلق بطور قاعدہ کلیہ کے یہ فرما رہے ہیں کہ وہ اپنی وفات پر اپنے پیچھے جو ترکہ چھوڑ جاتے ہیں وہ ورثاء میں تقسیم نہیں ہوتا بلکہ وہ سب کا سب صدقہ ہی ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کا یہ فرمان بطور کلیہ قاعدہ کے نہیں بلکہ آنحضرت صلعم ان الفاظ سے صرف اپنی ذات ہی مراد لے رہے ہیں یعنی اپنی ذات کے متعلق ہی یہ فرما رہے ہیں کہ میری وفات پر میرا ترکہ سب کا سب صدقہ ہی ہوگا میرے کسی وارث کو یہ حق نہیں ہوگا کہ اس میں ورثہ کا مطالبہ کرے چنانچہ صحابہ کرام رض نے آنحضور صلعم کے مندرجہ بالا الفاظ کا یہی مطلب سمجھا۔

حضرت ابوبکر رض اور حضرت عائشہ رض کا قول۔

حضرت ابوبکر رض کے عہد خلافت میں حضرت فاطمۃ الزہراء رض نے ان سے اپنے والد بزرگوار حضرت نبی کریم صلعم کے ترکہ سے اپنا حق طلب کیا تو حضرت ابوبکر رض نے انہیں یہی جواب دیا کہ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا ہوا ہے "لا نورث ما ترکنا صدقۃ اسی طرح آنحضور صلعم کی ازواج مطہرات رض نے بھی حضرت عثمان رض کو حضرت ابوبکر رض کے پاس بھیجنا چاہا کہ وہ ان کے لئے آنحضرت صلعم کے ترکہ سے ان کا حصہ طلب کریں اس پر حضرت عائشہ رض نے انہیں یاد دلایا کہ حضرت نبی کریم صلعم نے تو فرمایا ہوا ہے کہ لا نورث ما ترکنا صدقۃ اس پر انہوں نے اپنا مطالبہ ترک کر دیا۔

حضرت عمر رض اور بعض دیگر بڑے بڑے صحابہ رض کی تشریح۔

مندرجہ بالا دونوں بزرگوں کے قول سے یہ تو ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کے ترکہ کو یہ دونوں بزرگ ورثاء میں تقسیم کرنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے لیکن ان کے قول سے حتمی طور پر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ دونوں بزرگ حضرت نبی کریم صلعم کے الفاظ نحن معاشر الانبیاء کو حضرت نبی کریم صلعم کی ذات تک ہی محدود یقین کرتے تھے، لیکن یہ بات کہ انبیاء کے ترکہ کی عدم تقسیم حضرت نبی کریم صلعم کی ذات کے ساتھ ہی مخصوص تھی دیگر انبیاء کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ تھا ذیل کی شہادتوں سے ثابت ہے حضرت عمر رض کے عہد خلافت میں حضرت عباس و حضرت علی رضی اللہ عنہما حضرت نبی کریم صلعم کے ترکہ کے متعلق اپنا تنازعہ ان کے پاس لائے اس وقت حضرت عمر رض کے پاس حضرت عثمان رض حضرت عبدالرحمان بن عوف رض حضرت سعد بن ابی وقاص رض و حضرت الزبیر بن العوام رض بھی بیٹھے ہوئے تھے ان چاروں بزرگوں سے مخاطب ہو کر حضرت عمر رض نے کہا "ھل تعلمون ان رسول اللہ صلعم قال لا نورث ما ترکنا صدقۃ یرید نفسہ" یعنی کیا تم جانتے ہو کہ رسول اکرم صلعم نے فرمایا ہوا ہے کہ ہمارا ترکہ ورثاء میں تقسیم نہیں ہوگا بلکہ جو کچھ ہم اپنے پیچھے چھوڑ جائیں گے وہ سب صدقہ ہوگا، اور ان الفاظ سے آنحضرت صلعم نے صرف اپنا نفس ہی مراد لیا تھا دیگر انبیاء اس میں شامل نہیں تھے" فقالوا قد قال ذالک" ان چاروں بزرگوں نے کہا ہاں آنحضور صلعم نے ایسا ہی فرمایا تھا۔

حضرت عباس رض اور حضرت علی رض کی تصدیق

اس کے بعد حضرت عمر رض نے حضرت عباس رض اور حضرت علی رض سے مخاطب ہو کر کہا کہ کیا تم دونوں بھی اس کو تسلیم کرتے ہو تو ان دونوں بزرگوں نے بھی ان کے قول کی تصدیق کی گویا سات بڑے بڑے صحابہ کرام رض اس امر پر متفق تھے کہ حضرت نبی کریم صلعم نے اپنے الفاظ لا نورث ما ترکنا صدقۃ میں گو متکلم مع الغیر یعنی صیغہ جمع کا ہی استعمال کیا تھا لیکن مراد صرف اپنا نفس ہی لیا تھا فتح الباری جلد ۱۲ ص ۵ اسی طرح ص ۶ پر لکھا ہے " فی قول عمر یرید نفسہ اشارۃ الی ان النون فی قولہ صلعم للمتکلم خاصۃ لا للجمع" یعنے حضرت عمر رض کا قول "نورث" میں جو نون ہے وہ جمع کے لئے نہیں بلکہ صرف متکلم یعنی حضرت نبی کریم صلعم کے لئے ہی ہے۔ بات یہ ہے کہ متکلم کے سامنے جو مخاطبین ہوتے ہیں ان کو چونکہ علم ہوتا ہے کہ ان کو خطاب کرنے والا کس سیاق و سباق میں کلام کر رہا ہے اس لئے وہ اس کے الفاظ کے صحیح مفہوم کو اچھی طرح سمجھ رہے ہوتے ہیں اسی بناء پر صحابہ کرام رض نے نحن معاشر الانبیاء کے لفظ سے کل انبیاء نہیں سمجھے بلکہ حضور نبی کریم صلعم کی ذات کو ہی سمجھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ واقعات اور قرآن شریف دونوں کے ہی خلاف ہے۔

مزید وضاحت

حضرت نبی کریم صلعم کے قول لا نورث ما ترکنا صدقۃ کی مزید وضاحت شارح حدیث نے ان الفاظ میں کی ہے" فیکون ذالک من خصائصہ التی اکرمہ بھا بل قول عمر یرید نفسہ یؤید اختصاصہ بذالک" یعنے گو لفظ نورث جمع کا ہے لیکن مراد اس لفظ سے صرف حضرت نبی کریم صلعم لینا حضرت نبی کریم صلعم کے ان خصائص میں سے ہے جن کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے آنجناب صلعم کو خاص کر کے عزت بخشی ہے اور حضرت عمر رض کا قول "یرید نفسہ" اسی اختصاص کی تائید کر رہا ہے۔

قرآن کریم کی تصدیق

علاوہ ازیں حضرت نبی کریم صلعم کے قول لا نورث یا نحن یا انا معشر الانبیاء سے اگر عموم مراد لیا جائے اور اس میں تمام انبیاء علیہم السلام کو شریک کر لیا جائے تو یہ امر قرآن شریف کے بھی خلاف پڑتا ہے کیونکہ قرآن شریف میں حضرت زکریاؑ کا اپنے بیٹے حضرت یحیٰؑ کے متعلق یہ قول مذکور ہے یرثنی و یرث من آل یعقوب اسی طرح حضرت سلیمانؑ کے متعلق یہ الفاظ وارد ہیں۔ وورث سلیمان داؤد گو بعض علماء نے اس ورثہ سے علم، نبوۃ حکمۃ کی میراث مراد لی ہے لیکن دوسرے علماء ان سے متفق نہیں ان تینوں میں سے نبوت تو بہرحال ورثہ میں منتقل ہوا ہی نہیں کرتی، باقی رہا علم اور حکمت سو ان کے وارث بے شک دوسرے ہو سکتے ہیں جیسا کہ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے العلماء ورثۃ الانبیاء لیکن الفاظ کی عمومیت کو بغیر کسی معقول وجہ کے کسی خاص فرد میں محدود کر دینا کسی صورت میں بھی پسندیدہ امر نہیں اور نہ ہی کوئی معقول آدمی اسکو جائز قرار دے سکتا ہے پھر اگر بعض علماء نے اس عموم کو علم اور حکمت کے ساتھ خاص کیا ہے تو اس کے بالمقابل دوسرے علماء نے اس کی تردید بھی کی ہے مثلاً حضرت زکریاؑ کے الفاظ کی تفسیر میں انہوں نے

کہا ہے۔ یہ ثی سے مراد حضرت زکریا نے اپنے مال کی میراث مراد لی ہے اور یرث من آل یعقوب سے علم اور حکمت . . . وغیرہ کی میراث مراد لی ہے پھر اس سے بھی . . . بڑھ کر مقدم الذکر علماء کی تاویل کا غلط ہونا اس واقعہ سے بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ تو حضرت داؤد کے علم و حکمت کے وارث ہونے کے علاوہ ان کے تمام مادی اموال کے بھی وارث ہوئے تھے۔ جن میں ان کی حکومت بھی شامل تھی، پھر اس سے بھی بڑھکر اس تاویل کا غلط ہونا اس واقعہ سے بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے بعد ان کا بیٹا ان کے ترکہ کا وارث ہوا۔ اور وہی ان کے بعد ان کے تخت حکومت پر بیٹھا اور وہ بہت ہی نالائق ثابت ہوا جس نے انکی حکومت کا قریباً خاتمہ ہی کر دیا۔ چنانچہ اس کے متعلق قرآن کریم کے یہ الفاظ ہیں۔ ولقد فتنا سلیمان والقینا علی کرسیہ جسدا ص۔ ع۳ یعنی ان کا بیٹا محض جسد ہی جسد تھا، عقل و فہم اور بلند اخلاق وغیرہ سے بالکل عاری تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کو حضرت سلیمانؑ کے علم اور ان کی حکمت کا ورثہ ہرگز نہیں ملا تھا۔ پس اگر حضرت نبی کریم صلعم کے لفظ نورث سے مطلق انبیاء مراد لئے جائیں تو واقعات اس کو غلط قرار دے رہے ہیں کیونکہ حضرت سلیمان کا بیٹا ان کے مادی ترکہ کا تو وارث ہوا لیکن ان کے علم اور حکمت کا تو وہ وارث ہوا ہی نہیں، کہ یہاں علم اور حکمت کے وارث ہونے کی تاویل کام دے سکے کیونکہ جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے وہ تو صرف مادی ترکہ کا ہی وارث ہوا تھا۔

عمومیّت کو مقیّد کرنا

پھر بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عباسؓ اور حضرت علی رضؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضؓ الفاظ لا نورث اور ما ترکنا کی عمومیت کو مقید سمجھتے تھے یعنی ان کا خیال تھا کہ حضرت نبی کریم صلعم کی متروکہ ساری جائداد صدقہ نہیں بلکہ ایک حصہ اس کا صدقہ ہے اور ایک حصہ ورثاء میں تقسیم ہو سکتا ہے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ بعض اوقات الفاظ کی عمومیت قطعی نہیں ہوا کرتی بلکہ بعض قرائن سے اس کو بعض قیود کے ساتھ مقید کیا جا سکتا ہے۔

تاویل کا دروازہ کھلا رکھنا ضروری ہے۔

گزشتہ قسط میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ دو متناقض حدیثوں میں تناقض دور کرنے کا طریق آئمہ کرام نے ہمیں یہ بتلایا ہے کہ تاویل کے ذریعہ تناقض کو دور کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ پس اخبار "تنظیم اہلحدیث" کے مضمون نگار صاحب اگر حدیث زیر بحث کے الفاظ کی حقیقت سمجھنے کے لئے تاویل کو کام میں لاتے تو الفاظ کی عمومیت کو یا تو کسی خاص قید سے مقید کر لیتے یا جمیع سے ایک خاص فرد مراد لے لیتے یعنے حضرت نبی کریم صلعم کو جیسا کہ صحابہ کرامؓ نے کیا تو ان کی نصف عمر والی حدیث انہیں بخاری کی حدیث کے معارض ہرگز نظر نہ آتی کیونکہ حدیث زیر بحث میں بعد میں آنے والا نبی بعض ایسی خاص قیود سے مقید ہے جن کی وجہ سے اس سے مراد حضرت نبی کریم صلعم کے سوا اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی طرح "لم یکن نبی" میں دوسری احادیث میں مذکورہ قیود کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس سے صرف حضرت عیسےٰؑ ہی مراد لئے جا سکتے ہیں۔ سو ذیل میں میں بتلاتا ہوں کہ عمر والی حدیث میں بھی حضرت نبی کریم صلعم نے صرف اپنی ذات ہی مراد لی ہوئی ہے اور بعض دیگر احادیث نبویہ میں ایسے الفاظ موجود ہیں جو حدیث زیر بحث کے الفاظ کی عمومیت کو بعض ایسی قیود سے مقید کر رہے ہیں جو ہمیں مجبور کر رہی ہیں کہ ہم یہاں صرف حضرت عیسےٰؑ اور حضرت نبی کریم صلعم ہی مراد لیں۔ دیگر انبیاء علیہم السّلام کو اس عمومیت میں شامل کرنا سخت غلطی ہوگی۔ اس حدیث میں جو حضرت عیسےٰؑ کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے یہی اس حدیث کے حقیقی مفہوم کو متعین کرنے میں کارآمد ثابت ہوگا۔

حضرت نبی کریم صلعم کے الفاظ مضمون نگار کے اخذ کردہ مفہوم کے متحمل ہو ہی نہیں سکتے۔

لیکن دیگر احادیث نبویہ سے ان قیود کو بیان کرنے سے قبل میں مضمون نگار اور قارئین کرام کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ گزشتہ اقساط میں جن دلائل قویہ سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ حدیث زیر بحث کے صحیح ہونے اور اس کے تمام راویوں کے ثقہ ہونے پر تمام آئمہ کا اتفاق ہے کسی ایک امام نے بھی اس کو موضوع یا غیر صحیح قرار نہیں دیا تو لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت نبی کریم صلعم کے الفاظ "انہ لم یکن نبیٌ کان بعدہ نبیٌ الا عاش الذی بعدہ نصف عمر الذی کان قبلہ وانہ اخبرنی ان عیسےٰ بن مریم عاش عشرین ومائۃ سنۃ فلا ارانی الا ذاھبًا علی رأس الستین" میں دونوں جگہ یعنے قبل اور بعد میں لفظ "نبی" سے انبیاء علیہم السلام کا ہر فرد مراد نہیں ہو سکتا دونوں جگہ لفظ نبی کی عمومیت کو اسی طرح مقید کرنا پڑے گا اور اسی طرح دونوں جگہ کوئی خاص فرد ہی مراد لینا پڑے گا جس طرح نحن یا انا معشر الانبیاء سے باوجود الفاظ کی عمومیت کے صرف حضرت نبی کریم صلعم ہی مراد لئے گئے ہیں اور بعض صحابہ رضؓ کے نزدیک انہیں خاص قیود سے مقید کیا گیا ہے الفاظ "لم یکن نبی" میں بھی کوئی خاص نبی مراد لیا جائے گا اور "کان بعدہ نبی" میں بھی کوئی خاص نبی ہی مراد لینا پڑے گا۔ اور دونوں جگہ اس لفظ کو بعض صفات کے ساتھ مخصوص کرنا پڑے گا۔ خصوصًا جبکہ خود حضرت نبی کریم صلعم نے حضرت آدمؑ کی عمر ایک ہزار برس بتلائی ہے جیسا کہ مضمون نگار صاحب نے بخاری کی حدیث سے ثابت کیا ہے اور ادھر حضرت نوحؑ کی عمر حسب تفسیر مضمون نگار صاحب قرآن شریف میں ۹۵۰ برس بتلائی گئی ہے تو ان دونوں نبیوں کی عمروں کا یقینی علم رکھتے ہوئے حضرت نبی کریم صلعم یہ کس طرح فرما سکتے تھے کہ بعد میں آنے والا ہر نبی اپنے سے پہلے ہر نبی کی عمر سے نصف عمر پاتا ہے کیا ۹۵۰ ہزار کا نصف ہو سکتا ہے۔ لیکن ان الفاظ کا کہ بعد میں آنے والا نبی اپنے سے قبل کے نبی سے نصف عمر پاتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم سے مروی ہونا تو یقینی طور پر ثابت ہے جس کا انکار کیا ہی نہیں جا سکتا اس بات کا یقینی ثبوت ہے کہ ان الفاظ سے حضرت نبی کریم صلعم کا وہ منشاء ہرگز نہیں جو مضمون نگار صاحب نے سمجھا ہوا ہے اور جس کی بناء پر انہوں نے ہنسی اڑائی ہے ورنہ حضرت نبی کریم صلعم کی طرف حسب قول مضمون نگار صاحب نعوذ باللہ ایک بے معنی بات منسوب کرنی پڑتی ہے۔

پھر حضرت نبی کریم صلعم نے جو اپنی عمر کو خاص طور پر حضرت عیسےٰؑ کی عمر کے ساتھ وابستہ کیا ہے اور ان کی عمر کے مقابلہ میں اپنی عمر . . ساٹھ سال کے قریب ہونے پر استدلال کیا ہے آنحضور صلعم کا یہ فرمان بھی ہمیں خاص طور پر دعوت فکر دے رہا ہے کہ اس کی وجہ دریافت کرنے کی کوشش کریں کہ ایسا آنحضور صلعم نے کیوں فرمایا ہے

دو اہم باتوں کو ذہن میں رکھنے کی ضرورت

اس حقیقت تک رسائی حاصل کرنے کے لئے کہ حضرت نبی کریم صلعم کے ارشاد میں دونوں جگہ لفظ نبی سے مراد خاص نبی ہے دو باتوں کا ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم سے قبل جتنے بھی نبی آئے ان میں سے کسی نے بھی عالمگیر مذہب کی بنیاد نہیں ڈالی اور نہ ہی وہ خود عالمگیر نبی تھے بلکہ سب کے سب خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتے رہے، اپنی قوم کے علاوہ انہیں کسی دوسری قوم سے کوئی تعلق نہ ہوتا تھا اور دوسرے ان کا زمانہ نبوت بھی محدود ہوتا تھا جس کے ختم ہوتے ہی ان کی نبوت کی تاثیریں بھی ختم ہو جاتی تھیں پھر ان کی پیروی سے کوئی شخص خدا رسیدہ اور مقرب الٰہی نہیں بن سکتا تھا۔ یہ بھی یاد رہے کہ ان وقتی انبیاء میں آخری نبی حضرت عیسےٰؑ ہی تھے۔ اور ان انبیاء کرام میں سے حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسےٰؑ، اور حضرت عیسےٰؑ خاص شان کے نبی گذرے ہیں حضرت ابراہیمؑ نے بھی اللہ تعالےٰ سے اپنے بعد ایک عظیم الشان نبی کو مبعوث کرنے کی دعا کی اور حضرت موسےٰؑ کے متعلق تو قرآن شریف کے صریح الفاظ موجود ہیں واٰتینا موسی الکتاب وجعلناہ ھدی لبنی اسرائیل سورۃ بنی اسرائیل ع۱۔ اور اسی طرح حضرت عیسےٰؑ کو بھی ورسولا الیٰ بنی اسرائیل ہی کہا ہے۔ آل عمران ع۵ پھر ان دونوں عظیم الشان نبیوں نے اپنے بعد ایک عظیم الشان نبی کے آنے کی پیشگوئی

کی ہے جن کا ذکر قرآن شریف کے علاوہ خود حضرت موسیٰ کی کتاب استثنار ۱۸/۱۸ میں بھی موجود ہے۔ اسی طرح اس کے متعلق حضرت عیسیٰ کی پیشگوئی قرآن شریف میں بھی اور انجیل میں بھی موجود ہے دیکھو متی ۲۱/از ۳۳ تا ۴۴ مرقس ۱۲/از ۱ تا ۱۱ و لوقا ۲۰/از ۹ تا ۱۸ و یوحنا ۱۴/۱۶ حضرت عیسیٰ کی پیشگوئی میں تو صاف الفاظ ہیں :-

"میں اپنے باپ سے درخواست
کروں گا اور وہ تمہیں دوسرا
تسلّی دینے والا بخشے گا کہ ہمیشہ
تمہارے ساتھ رہے"

دوسری بات حضرت نبی کریم صلعم کے قول کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے ذہن میں رکھنی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ اسرائیلی سلسلہ اور اسماعیلی سلسلہ کے درمیان مماثلت تامہ پائی جاتی ہے سورۃ مزمّل میں حضرت نبی کریم صلعم کو حضرت موسیٰ کا مثیل قرار دیا گیا ہے اور سورۃ نور میں حضرت نبی کریم صلعم کے خلفاء کو حضرت موسیٰ کے خلفاء کا مثیل قرار دے کر اس مماثلت کو یہاں تک پہنچا دیا گیا ہے کہ اُدھر قرآن شریف نے سورۃ فاتحہ میں یہود کو مغضوب علیہم کہکر اور نصاریٰ کو ضالین کہہ کر مسلمانوں کو ان جیسے بننے سے منع کیا اور ادھر حضرت نبی کریم صلعم نے یہ فرماکر کہ اگر یہود ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہو گئے تو میری اُمت ۷۳ فرقوں میں منقسم ہو جائے گی اور پھر ساتھ ہی یہ فرماکر کہ میری اُمت کی مماثلت بنی اسرائیل سے اس طرح ہوگی جیسے ایک بالشت دوسری بالشت کے اور جوتی کا ایک پاؤں دوسرے پاؤں کے مشابہ ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی فرماکر کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں سے زنا کیا ہے تو میری اُمت میں بھی ایسے فعل شنیع کا ارتکاب کرنے والے ہوں گے، مشابہت کو انتہا تک پہنچا دیا ہے۔ گویا اس امت میں نیکوں کے مثیل ہی پیدا نہیں ہوں گے بلکہ بدوں کے مثیل بھی پیدا ہوں گے۔

حضرت عیسیٰؑ کے متعلق حضرت نبی کریم صلعم کا قطعی فیصلہ

میں نے اُوپر ذکر کیا ہے کہ وقتی انبیاء میں سب سے آخری نبی حضرت عیسیٰؑ تھے میرے اس قول کی تائید حضرت نبی کریم صلعم کے اس قول سے ہوتی ہے فرمایا :-

"کان فیما خلا من
اخوانی من الانبیاء
ثمانیۃ آلاف نبی ثم
کان عیسیٰ بن مریم ثم
کنت بعدہٗ"
(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۱)

جس کے معنی واضح ہیں کہ ان نبیوں کا سلسلہ جو خاص قوم اور خاص وقت کے لئے مبعوث ہوا کرتے تھے حضرت عیسیٰؑ پر آکر ختم ہو گیا اور اس کے بعد ایسا نبی آیا جو کسی خاص قوم کی طرف نہیں بلکہ کل قوموں کی اصلاح کے لئے مبعوث کیا گیا اور جس کی نبوّت کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا ہے یہ پہلی بات ہے جو حضرت نبی کریم صلعم نے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق فرمائی، اور اسی حقیقت کا اعتراف آئمہ دین کرتے چلے آئے ہیں چنانچہ کتاب الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر مصنفہ عارف ربّانی امام سیّد عبدالوہاب شعرانی کے صفحہ ۲۴ پر لکھا ہے :-

"قال رسول اللہ صلعم
انا سید ولد آدم ولا
فخر انما کان صلعم
سیّد ولد آدم لان
جمیع الانبیاء نواب
لہ صلعم من لدن آدم
الی آخر الرسل وھو
عیسیٰ علیہ السلام
یعنی بے شک حضرت نبی کریم
صلعم تمام بنی آدم کے سردار
ہیں کیونکہ تمام پہلے انبیاء
درحقیقت آپ ہی کے نائب
تھے آدم سے لے کر آخری
رسول تک اور وہ حضرت
عیسیٰ ہیں۔"

دوسری بات حضرت عیسیٰؑ کے متعلق آنحضور صلعم نے یہ فرمائی کہ صرف ان تمام نبیوں کے آخر میں ہی حضرت عیسیٰؑ نہیں آئے جو کسی خاص قوم کی طرف اور خاص زمانہ کے لئے مبعوث ہوا کرتے تھے اور انہوں نے صرف انہی نبیوں کے سلسلہ کو ختم نہیں کیا بلکہ موسوی سلسلہ میں بھی یہ آخری نبی تھے اور موسوی سلسلہ کے نبیوں کا خاتمہ بھی انہی پر ہوا چنانچہ صاف الفاظ میں فرمایا "اول الرسل آدم و آخرھم محمد و اوّل انبیاء بنی اسرائیل موسیٰ و آخرھم عیسیٰ" کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۰۲ پھر فرمایا "عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم الانبیاء اخوۃ لعلات اُمھاتھم شتّی و دینھم واحد وانا اولی الناس بعیسیٰ بن مریم لانہ لم یکن بینی و بینہ نبی" الطبری جلد ۳ صفحہ ۱۸۴

تمام لوگوں میں سے میں عیسیٰ بن مریم کے زیادہ قریب ہوں کیوں میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ پھر فرمایا بشرنی المسیح عیسیٰ بن مریم کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۰۳ یعنی میرے متعلق حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم نے بشارت دی ہوئی ہے اسی بشارت کا ذکر جیسا کہ میں اُوپر بتلا آیا ہوں قرآن شریف کے علاوہ خود انجیل میں بھی موجود ہے۔ مندرجہ بالا احادیث اور اقوال آئمہ زبردست قرینہ ہیں اس بات پر کہ حضرت نبی کریم صلعم کے قول "لم یکن نبی" میں مطلق نبی مدنظر نہیں رکھا گیا بلکہ ایسا نبی مدنظر رکھا گیا ہے جس نے موسوی سلسلہ کے نبیوں کے علاوہ اس سلسلۂ انبیاء کو بھی ختم کرنا تھا جو خاص قوم اور محدود زمانہ کے لئے مبعوث ہوتے چلے آرہے تھے اور ایک ایسے نئے سلسلہ کی بشارت دینی تھی جس میں صرف ایک ہی ایسا نبی مبعوث ہونا تھا جس نے ساری قوموں کی اصلاح کا بیڑا اُٹھانا تھا اور آنے والے سارے زمانوں میں اپنی نبوّت کی پاک تاثیروں کو قائم رکھنا تھا۔ اور وہ ہمارے سردار حضرت نبی کریم صلعم ہی تھے ایسے نبی کے متعلق حضرت نبی کریم نے فرمایا ہے کہ ماقبل نبی کی عمر سے بعد میں آنیوالے نبی کی عمر نصف ہوگی جیسا کہ وقوع میں آیا یعنی حضرت نبی کریم صلعم کی عمر سا

حضرت عیسیٰ کی عمر سے نصف ہوگی

قرینہ کے متعلق ایک اصل

قرینہ کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ اس لفظ کے ساتھ ہی مذکور ہو جس کو حقیقت سے پھیرنا یا کسی خاص صفت کے ساتھ اسے مقید کرنا مقصود ہوتا ہے ایسے قرینہ کا ذکر متکلم کے کلام میں کسی وقت بھی یا کسی مصنف کی تصنیف میں کہیں بھی آچکا ہو تو اس کو اس متکلم یا اس مصنف کے کسی لفظ کی تشریح میں ملحوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے بشرطیکہ وہ کسی شرعی اصول یا عقل کے خلاف نہ ہو سو حدیث زیر بحث میں میرا بیان کردہ قرینہ بجائے عقل یا کسی شرعی اصل کے خلاف ہونے کے حدیث کے معنی کو بالکل شرعی اصل کے بھی اور عقل کے بھی مطابق بنا دیتا ہے نہ عقل کی گرفت اس پر ہو سکتی ہے اور نہ کوئی شرعی اصل اس سے ٹوٹتا ہے بلکہ معنے واضح ہو جاتے ہیں۔ صحابہ کرام چونکہ آنحضور صلعم کی گفتگوئیں سنتے رہتے تھے اس لئے انہیں حدیث زیر بحث کا اصل مطلب سمجھنے میں کسی دقّت کا سامنا نہیں ہوا اور نہ ہی انہیں اس میں کوئی عجوبہ نظر آیا جو مضمون نگار صاحب کو نظر آیا ہے انہوں نے تو فوراً اصل حقیقت کو پالیا۔

حضرت نبی کریم صلعم کے الفاظ کان بعدہٗ نبی کی مخصوص صفات۔

اُوپر کے بیان سے ظاہر ہے کہ متفرق قوموں میں متفرق نبیوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والے حضرت عیسیٰؑ تھے اور حضرت عیسیٰؑ کے اس سلسلہ میں آخر میں آنے کا ۲م اپنے متعلق فرماتے ہیں "ثم کنت بعدہٗ" یعنی پہلے سلسلہ کے ختم ہونے پر حضرت عیسیٰ کے بعد میں مبعوث ہوا اور یہ بات ایک معمولی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب متفرق اور مختلف نبیوں کے آنے کے سلسلہ کو ختم کیا گیا تو نئے سلسلہ میں لازماً ساری قوموں اور سارے زمانوں کے لئے ایک ہی نبی آنا چاہیئے ورنہ پہلے سلسلہ کو بند کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں ہو سکتے۔

حضرت عیسیٰ کے بعد آنحضرت صلعم

اسی لئے حضرت نبی کریم صلعم کے متعلق قرآن شریف میں مندرجہ ذیل صفات مذکور ہیں :-

۱- قل یا ایھا النّاس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔

۲- وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیراً و نذیراً۔

۳- وما ارسلناک الا رحمۃ للعٰلمین۔

۴- یا اھل الکتاب قد جاءکم رسولنا یبین لکم علیٰ فترۃ من الرسل ان تقولوا ما جاءنا من بشیر و نذیر فقد جاءکم بشیر و نذیر واللہ علیٰ کل شیء قدیر (المائدہ ع ۳-)

اس آیت میں فترۃ کے لفظ میں اگر ایک طرف رسولوں کی بعثت کے پہلے طریق کو بند کرنے کی طرف اشارہ موجود ہے تو دوسری طرف اسی لفظ میں تمام پہلے پہلوں کی قوموں کے بگڑ جانے کی طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے جیسے قرآن کریم میں آیت ظھر الفساد فی البر والبحر جیسا

سامنے جھکیں اور خدا تعالے نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں قوت۔ استقلال اور عزم نہ پیدا کر دیتا تو ممکن تھا کہ آپ ان کی طرف مائل ہو جاتے۔

محبوب الٰہی ہونے کے باوجود کفار کی بات ماننے کی صورت میں دگنی سزا

اس بات کے پیش نظر اللہ تعالے فرماتا ہے کہ بے شک تم ہمارے محبوب ہو، سارے جہان کے لئے ہماری طرف سے رسول ہو تاہم اگر تم ان کے سامنے جھک جاؤ تو اذا لاذقنٰك ضعف الحيٰوة وضعف الممات تمہیں دنیا میں بھی دگنی سزا دی جائے گی اور آخرت میں بھی دگنی سزا ملے گی۔ حالات ایسے ہیں کہ خدا محمد رسول اللہ صلعم کو فہمائش کرتا ہے کہ اگر تم تھوڑا بہت بت پرستی کی طرف جھک جاؤ گے تو ہمارے محبوب ہونے کے باوجود دنیا اور آخرت میں ڈبل سزا ملے گی۔ ثم لا تجد لك علينا نصيرا اور ایسی صورت میں ہمارے مقابلہ میں تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ یہ ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشکلات کہ ایک طرف قوم کا آپ پر زبردست دباؤ ہے اور دوسری طرف اللہ تعالے کا ایسا زبردست انتباہ۔

کفار کی طرف سے دل برداشتہ کرنے کی کوشش اور آپ کی مضبوطی قلب

اور قوم نے یہ بھی انتظام کیا کہ :— وان كادوا ليستفزونك من الارض ليخرجوك منها۔ آپ کے لئے ایسی صورت پیدا کر دی جائے کہ آپ دل برداشتہ ہو کر یہ سمجھ لیں کہ یہ ..... وطن میرے ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے۔ مگر حضور کا عزم اور استقلال پہاڑوں سے زیادہ مضبوط تھا۔

رسول کریم صلعم اور آپ کے ساتھیوں کو ایذا رسانی۔

آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قوم نے کیا کیا بدسلوکی نہیں کی اور کیا کیا اذیت ان کو نہیں پہنچائی ایک تو آپ کے لئے جینا دوبھر کر دیا، دوسرے آپ کے ساتھیوں کو انتہا درجہ کی اذیتیں دیں۔ سعد بن ابی وقاص آپ کے ماموں ہیں۔ جب وہ مسلمان ہوئے تو ان کو چٹائی میں لپیٹ کر کھڑا کر دیا اور نیچے سے دھواں چھوڑ دیا گیا۔ حضرت بلال رض کو تپتی ریت پر لٹایا گیا۔ ابوجہل کی ایک کنیز مسلمان ہو گئی تھی اسے مار مار کر کانا کر دیا گیا۔ اس نے کہا کیا ہوا ایک آنکھ چلی گئی مگر دل کی آنکھ تو روشن ہو گئی پھر مار مار کر دوسری آنکھ بھی نکال دی گئی تو اس نے کہا اب تو دل کی دونوں آنکھیں ہی روشن ہو گئیں۔

بہت بڑا لالچ اور اس کا جواب

اسی طرح بے شمار تکلیفیں صحابہ کرام رض کو دی گئیں اور حضور نبی کریم صلعم کو بھی تکالیف پہنچائی گئیں لیکن جب دیکھا کہ ان میں استقلال ہے، عزم ہے دل کی مضبوطی ہے، تو قوم نے مشورہ کیا کہ انہیں لالچ دے کر اس کام سے روکا جائے۔ چنانچہ ایک وفد آپ کے پاس آیا۔ اس نے کہا کہ ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں اور قبائل میں سے جو خوبصورت لڑکی آپ کو پسند ہو ہم آپ کی اس سے شادی کر دیتے ہیں دولت کی ضرورت ہے تو ہم آپ کے سامنے سیم و زر کے ڈھیر لگا دیتے ہیں۔ اس کے عوض صرف اتنا کریں کہ آپ ہمارے بتوں کی توہین کرنا چھوڑ دیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب جو ان پر فدا تھے ان سے اس معاملہ کا ذکر کیا۔ اور انہوں نے آپ صلعم سے کہا۔ اس پر آپ نے فرمایا یا عم ان وضعوا الشمس في يميني والقمر في يساري ما تركت هذا الامر حتى يظهره الله او اهلك فيه۔ اے میرے چچا۔ اگر یہ لوگ آسمان کا سورج میرے دائیں ہاتھ پر رکھ دیں، اور آسمان کا قمر میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیں تو پھر بھی میں اس بات کو نہیں چھوڑ سکتا۔ حتی کہ خدا اس دین کو کامیاب کر دے یا اس کوشش میں میں اپنی جان دیدوں۔ چچا نے حضور کی یہ بات سن کر حضور کو ان الفاظ میں تسلی دی۔ والله لن يصلوا اليك کہ خدا کی قسم یہ سارے کے سارے لوگ مل کر بھی نے آئیں اور آپ کو نقصان پہنچانا چاہیں تو یہ ایسا نہیں کر سکیں گے جب تک کہ میں مر نہ جاؤں اور قبر میں دفن نہ کر دیا جاؤں۔

بجمعهم حتى اوسد في التراب دفينا

رسول اللہ صلعم کو قتل کرنے کی ایک تجویز اور ابوطالب کا جواب

ایک دفعہ مشرکین عرب نے حضور کو قتل کر دینے کی یہ تجویز سوچی کہ ان کے چچا کے سامنے اپنا ایک خوبصورت نوجوان پیش کیا اور کہا کہ آپ محمد کی بجائے اس کو بیٹا بنا لیں اور اس کے بدلہ میں اپنا بھتیجا محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم اسکو قتل کر دیں۔ اس کے جواب میں آپ کے چچا انہیں کہتے ہیں کہ شام کے وقت جب اونٹنیاں گھروں میں واپس آتی ہیں تو وہ اپنے اپنے بچوں کو پہچان کر انہیں دودھ پلاتی ہیں، اور کسی دوسرے بچہ کو نزدیک نہیں آنے دیتیں۔ کیا میں ان جانوروں سے بھی گیا گذرا ہوں کہ میں غیر کا بچہ پالوں اور اپنے بھتیجے کو قتل کرنے کے لئے تمہارے حوالے کر دوں؟

قوم کا مشورہ اور مکہ سے نکال دینے کی تجویز

قوم نے دارالندوہ میں مشورہ کیا کہ آپ کو قید کر دیا جائے تاکہ آپ وعظ نہ کر سکیں۔ اس پر ان کے دانشمندوں نے کہا کہ قید کرنے سے لوگوں میں چہ میگوئیاں ہوں گی کہ کس بات پر قید کیا گیا اور اس طرح اس کے دین کا چرچا ہوگا۔ پھر مشورہ ہوا کہ آپ کو قتل کر دیا جائے لوگوں نے کہا کہ قریش کا آدمی مارا گیا تو سارے قبیلوں کی جنگ چھڑ جائے گی۔ ایک ہی صورت ٹھیک ہے کہ آپ کو یہاں سے نکال دیا جائے۔

نبی کریم صلعم کی ہجرت اور دشمنوں کا تعاقب اور جنگیں

دشمنوں کی یہ تینوں تجویزیں نہایت خطرناک ہیں آخر کار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم الٰہی کے ماتحت مکہ سے ہجرت کر لی اور مدینہ میں آ گئے۔ دشمن اپنے ارادے میں پکے تھے۔ انہوں نے پیچھا نہ چھوڑا اور حضور کو تباہ کرنے کے لئے دشمن نے مدینہ طیبہ پر بار بار حملے کئے۔ بدر اور احد میں مسلمانوں کو اور ان کے دین کو مٹانے کی کوشش کی جس میں آخر کار انہیں ناکامی ہوئی۔

انبیاء کے لئے سنت الٰہی اور مشکلات کا حل

ان حالات کو بیان کر کے اللہ تعالے فرماتا ہے۔ سنة من قد ارسلنا قبلك من رسلنا ولا تجد لسنتنا تحويلا۔ یہ جو مصائب و مشکلات کا معاملہ ہے یہ سنت الٰہی ہے۔ کوئی نبی اور رسول ایسا نہیں آیا جس کو دکھ نہ دیا گیا ہو اور اس نے برداشت نہ کیا ہو، اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے اپنے نبی کی حمایت نہ کی ہو اور دشمنوں کو تباہ نہ کیا ہو اس کے بعد ان مشکلات اور مصائب کو حل کرنے کے لئے فرمایا اقم الصلوٰة لدلوك الشمس الى غسق الليل وقران الفجر۔ قوم کی دشمنی کا یہ حال ہے تو ایسے وقت میں اس کا علاج یہی ہے جناب الٰہی میں گر جائیں اس کے حضور صبح و شام، دوپہر رات دعا کرتے رہیں۔ یہی تعلیم تمام مسلمانوں کو دی گئی ہے کہ مصائب و مشکلات کا سامنا ہو۔ جن کو انسان اپنی طاقت سے دور نہیں کر سکتا تو دعا میں لگ جاؤ۔ خدا تعالے کی قدرت اور رحم ایسا ہے کہ اگر جناب الٰہی میں گر کر دعا سیکھ لو تو وہ اپنا فضل نازل فرماتا ہے سورج کے ڈھلنے اور زرد پڑنے اور ڈوبنے کے وقت اور رات کے اندھیرے میں بھی نماز پڑھا کریں اور صبح کی نماز میں قرآن کی تلاوت کیا کریں ان قران الفجر كان مشهودا۔ وہ وقت ایسا ہے کہ انسان کو حضور قلب میسر آتا ہے۔

نماز تہجد اور حضرت نبی کریم صلعم کی دعا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری عمر نماز تہجد ادا کی۔ بادشاہ ہو کر بھی تہجد ادا فرمائی۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ آپ تہجد میں اتنا لمبا قیام کیا کرتے تھے کہ تورمت قدماہ آپ کے پاؤں سوج جایا کرتے تھے۔ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ دشمنوں کی سازشوں کے وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جناب الٰہی میں یہ دعا کرتے ہیں۔ اللهم لا تكلني الى نفسي طرفة عين یعنے اے اللہ میری اپنی کوئی طاقت نہیں ہے کہ میں ان دشمنوں کا مقابلہ کروں،

(باقی بر صفحہ ۱۰ کالم ۳-تم)

آپ کے خطوط

علمائے ربوہ کو چیلنج

(۱) علماء ربوہ بشمول میاں ناصر احمد صاحب میں سے کوئی عالم صاحب الہام نہیں۔

(۲)۔ اگر کسی کو الہام کا دعویٰ ہے تو وہ میرے ساتھ خلافت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق بحث کر لے۔

(۳) اگر علمائے ربوہ تسلیم کریں کہ ان میں سے کوئی صاحب الہام نہیں تو کوئی دوسرا بحث کر سکتا ہے۔

(۴)۔ اگر میں ہار جاؤں تو جیتنے والے کو پانچہزار روپیہ انعام دوں گا۔ شرائط طے ہو سکتی ہیں۔

خلافت کے متعلق میرا یہ عقیدہ ہے کہ انجمن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جانشین ہے۔ انجمن انگلستان کی کیبنٹ کی طرح ہے اس کا پریزیڈنٹ قوم کا منتخب کردہ امیر ہے

خاکسار۔ محمد لطیف بمعرفت بیگم شاہنواز
۸۔ ۳۷۔ محمد علی سوسائٹی ڈرگ روڈ۔
کراچی ۸۔

مولوی احتشام الحق صاحب اور مسئلہ شفاعت

مولوی احتشام الحق صاحب کا درس قرآن ہر جمعہ اخبار روزنامہ جنگ کراچی میں شائع ہوتا ہے جناب مولوی صاحب نے اپنے درس قرآن مندرجہ اخبار جنگ ۲۱ر ستمبر ۱۹۶۰ء میں حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت کی بناء پر جو قرآن کریم کے صریحاً خلاف ہونے کے باعث رد کرنے کے قابل ہے تحریر فرمایا ہے۔ کہ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ مقدسہ اللہ تعالیٰ اور نبی رسالت مآب کے نزدیک دعائے مغفرت کی مستحق نہیں تھیں۔

میرا ذاتی خیال ہے۔ کہ جناب مولوی صاحب اللہ تعالیٰ کے پیش کردہ قانون جزا و سزا جس کی تشریح و توضیح متعدد احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔ بہت حد تک ناواقف محض نظر آتے ہیں۔ ورنہ وہ کبھی ایسی سنگین غلطی کے مرتکب نہ ہوتے اور بغیر کسی جھجک یہ ارشاد نہ فرماتے کہ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ مقدسہ مطہرہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضور علیہ السلام کی دعا کی مستحق نہ تھیں۔ حالانکہ ادنےٰ تدبر سے یہ امر قرآن و حدیث سے ثابت ہے، کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی انسان کو عذاب نہیں دیتا۔ جب تک وہ اپنے رسول کو بھیجکر انسانوں کے درمیان نیکی و بدی کا احساس نہیں پیدا کر دیتا، اور پھر یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو ایسے قانون کے ماتحت سزا دے۔ جس کا انہیں علم ہی نہیں دیا گیا یہ امر تو سراسر اس کی رحمت بے پایاں کے خلاف ہے۔

میں نے جناب مولوی صاحب کی اس غلطی کو اپنے ایک خط میں واضح کیا ہے، اور ایڈیٹر روزنامہ جنگ کو بھی اس کی ایک کاپی بھیجدی تھی، اس درخواست کے ساتھ کہ مولوی صاحب سے میرے خط کا جواب حاصل کر کے اپنے اخبار میں شائع فرمائیں۔ میری اس درخواست کو نہ تو اب مولوی احتشام الحق صاحب قبول فرما رہے ہیں اور نہ ہی ایڈیٹر روزنامہ جنگ اور نہ ہی ان دونوں نے میرے خط کے جواب دینے کی زحمت فرمائی ہے۔ اسی لئے بامر مجبوری میں وہ کھلا خط اس تمہیدی نوٹ کے ساتھ اخبار پیغام صلح میں شائع کرنے کے لئے بھیج رہا ہوں۔ تاکہ مولوی صاحب اپنے اس عقیدہ فاسدہ کی اصلاح کر سکیں یا پھر قرآن و حدیث سے اپنے موقف کا ثبوت دیں۔ والسلام

خاکسار۔ شیخ عبدالحق
مناظر اسلام۔ کراچی

کھلا خط

مکرم معظم جناب مولوی احتشام الحق
صاحب سلمہ الرحمٰن
السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ نے درس قرآن مندرجہ روزنامہ جنگ مؤرخہ ۲۱ر ستمبر ۱۹۶۰ء میں حضرت ابو ہریرہؓ کی ضعیف روایت کی بناء پر جو قرآن کریم کے بھی صریحاً خلاف ہے اپنے مضمون "شفاعت" میں یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ مقدسہ مطہرہ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے مغفرت کی مستحق نہیں تھیں وغیرہ وغیرہ۔

کیا جناب کا یہ مذہب ہے۔ کہ بعثت نبی صلعم سے پیشتر جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ہدایت یا شریعت نازل نہیں ہوئی۔ اور جن کا مواخذہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی بناء پر عقل و فطرت کے ذریعہ ہونا چاہیئے، اُن پر بھی بقول آپ کے بہ مطابق پیش کردہ روایت حضرت ابو ہریرہؓ کسی مزعومہ نبی جس کا نام آپ کبھی نہیں بتلا سکتے انکار کا لفظ عاید فرما سکتے ہیں اور یہ امر تو مسلمات میں سے ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ مقدسہ مطہرہ کا انتقال تو آپؐ کی بعثت سے چونتیس سال قبل ہو گیا تھا۔

اسی امر پر مزید روشنی ڈالنے کے لئے میں آپ کو اس گفت گو سے روشناس کرانا چاہتا ہوں جو حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے درمیان ہوئی۔ جس کا تذکرہ سورہ طٰہٰ میں موجود ہے۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہی سوال کیا تھا۔ کہ تمہارے مبعوث ہونے سے پیشتر جن قوموں کو ہدایت یا شریعت نہیں ملی تھی۔ ان کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جس کا جواب حضرت موسیٰؑ نے یوں دیا تھا "علمہا عند ربی فی کتاب" یعنی ایسے لوگوں کے متعلق توضیح علم میرے اللہ کو ہی معلوم ہے۔ تاہم اس جواب کو مزید مؤکد کیا۔ "لا یضل ربی ولا ینسیٰ" یعنی میرا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھولا نہیں، اس نے ان کے لئے حسب حال سامان مہیا کر دیا۔

اس ضمن میں حضرت ابن عباسؓ کا قول فیصلہ کن ہے لتنقل فی اصلاب حتیٰ ولدتہ امہ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباؤ اجداد کو بھی انہوں نے نیک اور فرمانبردار لوگوں میں شامل فرما دیا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک کی آیت مقدسہ "وتقلبک فی الساجدین" کے ماتحت حضور کا نیک لوگوں کی پشتوں میں منتقل ہوتے رہنا تسلیم فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ آپ کی والدہ مقدسہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنا۔

کیا میں اُمید کر سکتا ہوں کہ آپ مندرجہ بالا واقعات کی بناء پر اپنے موجودہ عقیدہ کو جو آپ کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ مقدسہ کے متعلق ہے تبدیل فرما کر اپنے آپ کو عنداللہ و عندالرسول مستحق ثواب ٹھہرائیں گے؟

منتظر جواب
شیخ عبدالحق مناظر اسلام
مکان 2/S-127- پی ای سی ایچ
سوسائٹی کراچی 29

مکتوب ہالینڈ

(بسلسلہ صفحہ ۲)

ہوتا ہے کہ گناہ کرنے سے انسان خدا تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے۔ (صفحہ ۹۵)۔ اور جب تک انسان توبہ اور استغفار اور اعمال صالحہ سے کام نہ لے وہ خدا تعالیٰ سے دور ہی ہوتا چلا جائے گا۔ سب مسلمان اس بات کو مانتے ہیں۔ پھر یہ کہنا کہ اسلام نے گناہ کی حقیقت کو نہیں سمجھا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

شاید اس گناہ سے مراد موروثی گناہ ہے جس کے نتیجہ میں عیسائیوں کے نزدیک ہر انسان گناہ لے کر ہی دنیا میں آتا ہے اگر مصنف کی یہی مراد ہے تو پھر یقیناً ہم نے اس کے گناہ کی حقیقت کو نہیں سمجھا اور نہ ہی اسے قبول کرنے کے لئے تیار ہیں کیونکہ گناہ محض اسی صورت میں گناہ ہو گا جب تک وہ خود بُرا عمل نہ کرے۔

اگرچہ یہ بات صحیح ہے کہ گناہ کی وجہ سے انسان خدا سے دور ہو جاتا ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر انسان ایک دفعہ گناہ کرے تو وہ ہمیشہ کے لئے سزائے جہنم کا سزاوار ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید تو بڑے سے بڑے گنہگار کو بھی دعوت دیتا ہے کہ آؤ گناہ چھوڑ کر خدا کی طرف رجوع کرو وہ تمہیں پھر سے قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔ وہ اپنے رسولؐ سے کہتا ہے کہ اعلان کر دو یاعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ - ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً کہ تمہیں نا امید ہونے کی ضرورت نہیں، اب بھی خدا تعالیٰ کی طرف آؤ اور اس کی بخشش حاصل کرو۔ وہ تمہیں معاف فرما دے گا۔ مگر تمہاری توبہ، توبۃ نصوحا ہو۔

(باقی ـــ باقی)

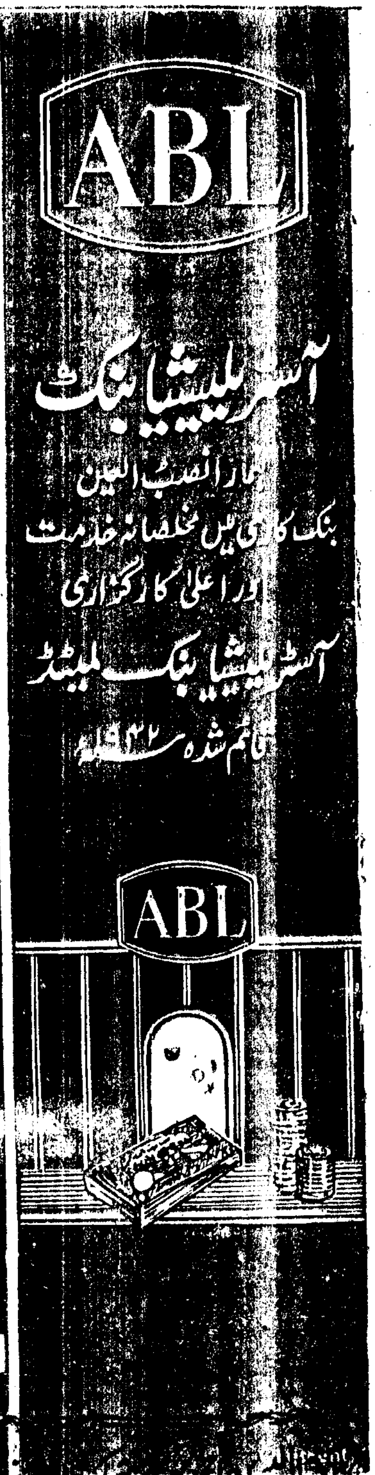

آسٹریلیشیا بنک

ہمارا نصب العین
بنک کاری میں مخلصانہ خدمت
اور اعلیٰ کارگزاری

آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ
قائم شدہ ۱۹۴۲ء

پاک سیمنٹ فاروقیہ

یادگار عمارتیں
پائیدار سیمنٹ
پاک سیمنٹ ۔ فاروقیہ

پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ
فاروقیہ (ضلع ہزارہ)

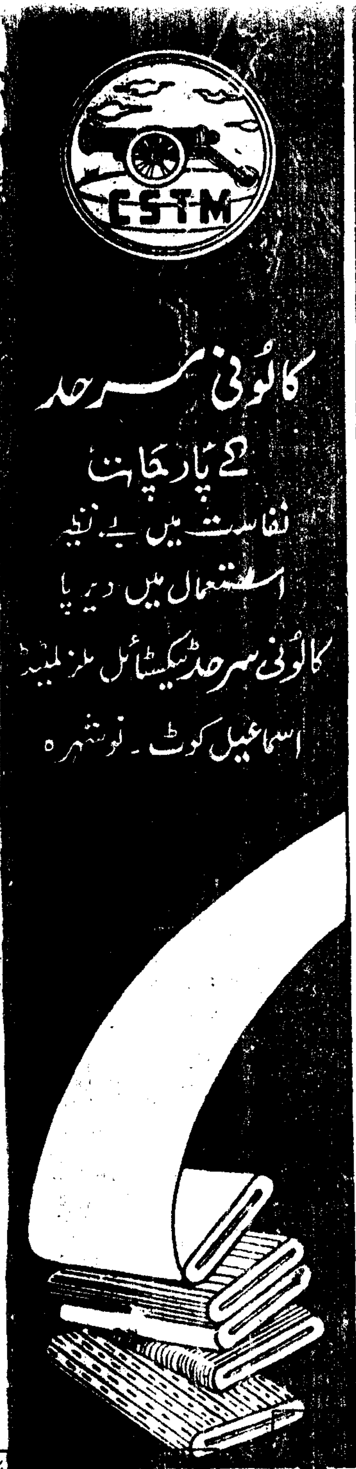

کالونی سرحد

کے پارچہ جات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا

کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل کوٹ ۔ نوشہرہ

[illegible] الشفاء

ایک رفاہی ادارہ ہے

جہاں سے

یومیہ سینکڑوں مریض خود آکر اور بیسیوں بذریعہ خط وکتابت مفت ادویات اور مشورے حاصل کرتے ہیں۔

آپ کی اعانت کا شکریہ

اعزازی مہتمم دارالشفاء ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

ضرورت رشتہ

ایک لڑکی بی اے بی ایڈ عمر ۲۴-۲۵ سال

ایک لڑکی ایف ایس سی میڈیکل گروپ

عمر ۱۸ سال کے لئے ۔ اعلیٰ تعلیمیافتہ برسرروزگار احمدی نوجوانوں کے رشتے مطلوب ہیں۔

خط وکتابت بنام :-

ن ۔ معرفت ایڈیٹر پیغام صلح کی جائے

شمارہ ۴۲

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نورالٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور ۵ سے شائع کیا۔

مکتوب ہالینڈ - از جناب غلام احمد بشیر صاحب مبلغ ہالینڈ

اسلام کے نزدیک گناہوں کی معافی کے لئے کسی بیگناہ کی جان لینے کی ضرورت نہیں

جو خدا کسی اور کی جان لئے بغیر معاف نہیں کرسکتا اسے رحیم اور غفار نہیں کہا جاسکتا

اسلام پر کیتھولک چرچ کے اعتراضات کا جواب

(بسلسلۂ اشاعت گذشتہ)

اسلام یہ نہیں سکھاتا کہ انسان گناہ کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتا اور نہ ہی وہ یہ سکھاتا ہے کہ انسان اپنی جد و جہد سے گناہ پر غالب نہیں ہوسکتا، بلکہ کسی اور کو اس کی جگہ جان دینے کی ضرورت ہے، جیساکہ عیسائیت سکھاتی ہے، یہ ٹھیک ہے کہ ہم ہر امر میں خدا کی مدد اور نصرت کے محتاج ہیں، لیکن خدا تعالےٰ کی مدد اور نصرت کو کھینچنے کے لئے ذاتی جد و جہد کا ہونا ضروری ہے - ان اللّٰہ لا یغیر ما بقوم حتّٰی یغیروا ما بانفسہم۔ جب انسان سنجیدگی سے کوشش کرے تو بڑے سے بڑے گناہ پر بھی غلبہ پاسکتا ہے - اور دنیاوی حالات بھی بدل سکتے ہیں۔ اسلام بار بار انسان کو توجہ دلاتا ہے کہ کوئی بھی حکم ایسا نہیں جسے انسان بجا نہیں لاسکتا۔ خدا تعالےٰ نے جو احکام دیئے ہیں - وہ سب انسان کی اس بہبودی کے لئے ہی ہیں اللہ تعالےٰ کسی انسان پر اس کی طاقت سے بڑھ کر فرض عائد نہیں کرتا۔ لا یکلف اللّٰہ نفسًا الّا وسعہا $\frac{۲}{۲۸۶}$ کہ انسان کی جو ذمہ داری قرار دی گئی ہے وہ اس کو اس کی طاقت سے زیادہ نہیں اس لئے کسی کو بھی ناامید ہو کر برائیوں میں پڑے نہیں رہنا چاہیئے۔ اور اسے کسی وقت بھی حالات سے تنگ آکر خودکشی نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ ان مع العسر یسرا - ہر تنگی کے بعد آرام کا ہونا ضروری ہے -

خدا تعالےٰ کا فضل

قرآن مجید میں کثرت سے ایسی آیات آتی ہیں جن میں فضل اور رحمت خداوندی کا ذکر ہے - بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جو ہر وقت انسان کو خدا کے فضل اور رحم سے حصہ لینے کی دعوت دیتی ہے ۱۱۴ دفعہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ پھر جابجا خدا کے فضل کا بیان آتا ہے - قرآن مجید گناہ میں پھنسے ہوئے لوگوں کو باآواز بلند پکارتا ہے کہ اے لوگو جو اپنی جان پر ظلم کرنے میں انتہاء کو پہنچے ہوئے ہو لا تقنطوا من رحمۃ اللّٰہ $\frac{۳۹}{۵۳}$ - قرآن مجید سے یہ بھی ثابت ہے کہ خدا تعالےٰ کی رحمت اور فضل کا تعلق صرف اس دنیا سے ہی نہیں بلکہ اگلی زندگی سے بھی تعلق ہے - جو روحیں اپنے اعمال کی وجہ سے اپنے اوپر سزا کے جہنم وارد کر چکی ہیں ان کی رہنمائی اور نجات بھی خدا تعالےٰ کے فضل کے نتیجہ میں ہوگی کیونکہ کوئی روح بھی ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہیں جائے گی۔ بلکہ خدا تعالےٰ کا فضل سب روحوں کو جہنم سے کھینچ لائے گا۔ اس پر آنحضرت صلعم کے بھی بہت سے اقوال شاہد ہیں - ان باتوں کے ہوتے ہوئے پھر یہ دعوےٰ کرنا کہ اسلام میں خدا کے فضل کو سمجھا نہیں گیا کسی طرح بھی صحیح ثابت نہیں ہوسکتا - لیکن ہوسکتا ہے مصنف کی مراد اس سے کفارہ مسیح ہو، کیونکہ ان کے نزدیک جب تک خدا خود آکر اپنی جان نہ دے انسان کی نجات نہیں ہوسکتی۔ اگر ان کی اپنے دعوےٰ سے یہ مراد ہے تو پھر ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں کیونکہ خدا تعالےٰ کے متعلق اس قسم کے عقیدہ کا اسلام قائل نہیں ہوسکتا - اسلام کے نزدیک معافی کے لئے خدا تعالےٰ کو کسی اور کی جان لینے کی ضرورت نہیں - اور نہ ہی اپنی جان دینے کی ضرورت ہے - اگر وہ انسان کو بخشنا چاہتا ہے تو محض اپنے فضل سے ہی ایسا کرسکتا ہے -

وہ خدا جو گناہ کے بدلے کسی اور کی جان لیئے بغیر انسانوں کو معاف نہیں کرسکتا اسے ہم کسی طرح بھی رحیم اور غفار نہیں کہہ سکتے - ایسا خدا عادل بھی نہیں ہوسکتا جو ایک معصوم کو کسی گنہگار کے بدلہ سزا دے دے - قارئین کرام اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کیتھولک چرچ کے مصنفین نے اسلام کی تعلیمات کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی باوجود اس کے کہ وہ بڑے بڑے علم کے دعویدار بھی ہیں -

قسمت اور مسلمان

۴ - صـ ۳۲۱ پر مصنفین مندرجہ ذیل الفاظ ہومانسٹ کی طرف سے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انکے نزدیک

> " انسان کی حالت انسان کے
> ہاتھوں ہی سے بہتر ہوسکتی ہے
> اس لئے قسمت اور آلام و مصائب
> کا مقابلہ نہایت ضروری ہے
> جو انسان سائنس اور ٹیکنیکل
> ذرائع سے کرسکتا ہے لہٰذا ایک
> مسلمان کی طرح اپنے آپ کو
> قسمت کے آگے مت جھکاؤ۔
> بلکہ پورے عزم اور ارادے
> سے اس کا مقابلہ کرو۔"

جواب :-

۱ - یہ بالکل غلط ہے کہ مسلمان پیش آمدہ حالات کا مقابلہ کرنے کی بجائے اپنے آپ کو قسمت کے سامنے سرنگوں کرنے کو ترجیح دیتا ہے - اگر کوئی مسلمان ایسا کرتا ہے تو یہ اس کا ذاتی خیال ہوگا جیسا کہ بہت سے دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والے بھی ایسا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اسلامی تاریخ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسلمان قوم اس قسم کا عقیدہ نہ رکھتی تھی - بیماری اور غربت کے خلاف جد و جہد مسلمانوں کا شیوہ رہا ہے۔ حضرت نبی اکرمؐ فرماتے ہیں لکل داء دواء الا السّام موت کے علاوہ ہر بیماری کا علاج موجود ہے لہٰذا انسان کو بیماری کا علاج کرنے میں پوری پوری کوشش کرتے رہنا چاہیئے۔ مسلمانوں نے طب کو اس وقت ترقی دی جب کہ یورپ میں بیماریوں کو شیطان کے عمل کا نتیجہ قرار دے کر ہر قسم کی ادویات سے اجتناب کیا جاتا تھا اور لوگوں کا عقیدہ تھا کہ بدروحوں کی خوشنودی حاصل کرنے سے بیماریاں دور ہوسکتی ہیں مسلم اقوام نے اس وقت سائنس کی مختلف شاخوں کو بہت ترقی دی اور سائنس کی جو ترقی اس وقت مغربی ممالک میں ہے اس کی دراصل بنیاد اسلام سے تعلق رکھنے والوں نے ہی رکھی تھی -

اسلام نے زکوٰۃ کو فرض قرار دے کر آج سے چودہ سو سال قبل غربت کو دور کرنے کی بنیاد رکھ دی تھی - اس اصول کو اہل یورپ نے صرف اب ہمارے زمانہ میں آکر اپنایا ہے -

ایک ہومانسٹ برے حالات کا مقابلہ کرنے پر مسلمان سے زیادہ زور نہیں دیتا - تمام مسلمان ممالک میں اسی ترقی کے حصول کے لئے اسی طرح جد و جہد ہو رہی ہے جیسے غیر مسلم ممالک میں - عیسائیت نے ترقی کے راستے میں بہت سی روکاوٹیں ڈالی تھیں - جیساکہ تاریخ سے ظاہر ہے - مگر اسلامی ممالک میں اس وقت ہر اس ذریعہ کو اپنایا جارہا ہے جو شاہراہ ترقی پر ممد ثابت ہوسکتا ہے -

۵ - صـ ۳۲۲ پر لکھا ہے :-

> " ہم آخرت میں خدا سے دور ایک
> ایک قسم کی زمینی زندگی ہی نہیں
> گذاریں گے جیساکہ اسلام کا
> نظریہ ہے بلکہ ذاتی محبت میں
> آپس میں اور خدا تعالےٰ میں
> محو ہوں گے "

جواب :- اس کا مطلب یہ ہے کہ مصنف کے نزدیک اسلام کی اخروی زندگی کے متعلق یہ تعلیم ہے کہ انسان آخرت میں خدا سے الگ رہ کر ایک خاص قسم کی ارضی زندگی میں منہمک ہوگا اور یہ کہ عیسائیت کی یہ تعلیم ہے کہ انسان آخر میں مومنین اور خدا تعالےٰ کے ساتھ ایک محبت کے تعلق میں محو ہوگا یعنی سب مل کر خدا کے ساتھ ایک ہوں گے -

اگر مصنف کا یہی مطلب ہے تو پھر یہ دعوےٰ مندرجہ ذیل وجوہ کی بناء پر باطل ہے۔

باقی بر صـ ۱ کالم ۳)

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ٹیلی فون نمبر ۳۷۳۷
تار کا پتہ: تبلیغ لاہور

ہفت روزہ

پیغام صلح

لاہور
پاکستان

جلد ۵۶ | یوم چہار شنبہ۔ مورخہ ۷ شعبان المبارک ۱۳۸۸ھ مطابق ۳۰ اکتوبر ۱۹۶۸ء | نمبر ۴۳

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا
گروہ بھی بڑھاؤں گا اور انکے
نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیرالرسل خیرالانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آ کے رہے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

تکمیلِ دین کی آیت باعثِ عید

عن عمر بن الخطاب ان رجلاً من الیھود قال لہ یا امیر المؤمنین اٰیۃ فی کتابکم تقرءونھا لو علینا معشر الیھود نزلت لاتخذنا ذالک الیوم عیدًا قال اٰیّ اٰیۃٍ قال الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینًا قال عمر قد عرفنا ذالک الیوم والمکان الذی نزلت فیہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو قائم بعرفۃ یوم جمعۃ۔

ترجمہ:۔

حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے یہودیوں سے ایک شخص نے ان سے کہا اے امیر المومنین تمہاری کتاب میں ایک آیت ہے جسے تم پڑھتے ہو، اگر ہم یہود کے گروہ پر اترتی تو ہم اس دن کو عید مناتے، کہا کونسی آیت ہے؟ کہا یہ کہ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور اسلام کا دین تمہارے لئے پسند کیا، حضرت عمرؓ نے کہا ہم اس دن کو اور اس جگہ کو پہچانتے ہیں جس میں یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری اور آپ عرفات میں جمعہ* کے دن کھڑے تھے۔

* نوٹ از حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ:۔ یہ کہنے والے کعب الاحبار تھے جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا ہم تو اس آیت پر اس قدر خوشی مناتے کہ اس دن کو عید بنا لیتے حضرت عمرؓ نے کیا لطیف جواب دیا کہ یہ نازل ہی عید کے دن ہوئی کیونکہ وہ عرفہ تھا اور جمعہ کا دن تھا پس دو عیدوں کے دن اس کا نزول ہوا۔ عید بنانا کیا معنے۔ (فضل الباری شرح صحیح بخاری)

کلمہ طیّبہ کی حقیقت

ارشادات امام الزّمان مجدّد دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اب یاد رکھنا چاہیئے کہ کلمہ جو ہم ہر روز پڑھتے ہیں اس کے کیا معنے ہیں۔ کلمہ کے یہ معنے ہیں کہ انسان زبان سے اقرار کرتا ہے اور دل سے تصدیق کرتا ہے کہ میرا معبود، محبوب اور مقصود خدا تعالےٰ کے سوا اور کوئی نہیں۔ الٰہ کا لفظ محبوب اور اصل مقصود اور معبود کے لئے آتا ہے۔ یہ کلمہ قرآن شریف کی ساری تعلیم کا خلاصہ ہے جو مسلمانوں کو سکھایا گیا ہے۔ چونکہ ایک بڑی اور مبسوط کتاب کا یاد کرنا آسان نہیں۔ اس لئے یہ کلمہ سکھا دیا گیا تاکہ ہر وقت انسان اسلامی تعلیم کے مغز کو مدنظر رکھے اور جب تک یہ حقیقت انسان کے اندر پیدا نہ ہو جاوے۔ سچ یہی ہے کہ نجات نہیں۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ

یعنے جس نے صدق دل سے لا الٰہ الا اللہ کو مان لیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ لوگ دھوکہ کھاتے ہیں۔ اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ طوطے کی طرح لفظ کہہ دینے سے انسان جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اگر اتنی ہی حقیقت اس کے اندر ہوتی تو پھر سب اعمال بے کار اور نکمے ہو جاتے اور شریعت (معاذ اللہ) لغو ٹھہرتی۔ نہیں بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ مفہوم جو اس میں رکھا گیا ہے وہ عملی رنگ میں انسان کے دل میں داخل ہو جاوے، جب یہ بات پیدا ہو جاتی ہے تو ایسا انسان فی الحقیقت جنّت میں داخل ہو جاتا ہے، نہ صرف مرنے کے بعد بلکہ اسی زندگی میں وہ جنت میں ہوتا ہے۔ یہ سچی بات ہے اور جلد سمجھ میں آجاتی ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کے سوا انسان کا کوئی محبوب اور مقصود نہ رہے تو پھر کوئی دکھ یا تکلیف اسے ستا ہی نہیں سکتی، یہ وہ مقام ہے جو ابدال اور قطبوں کو ملتا ہے۔ (ملفوظات احمدیہ)

تصحیح: گذشتہ اشاعت میں ملفوظات کے ذیل میں نیچے سے چوتھی سطر پر یہ فقرہ درج ہے:۔ "درحقیقت دنیا کو دین پر مقدم کرے"۔ اس کو یوں پڑھا جائے:۔ "درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کرے"

پاکستان کی دس سالہ ترقیات

مملکت خداداد پاکستان کو قائم ہوئے اکیس سال ہو گئے ہیں۔ اس عرصہ میں اس نے کئی انقلابات دیکھے، پہلا انقلاب اس وقت آیا جب حضرت قائد اعظم اور لیاقت علی خان شہید کے بعد ملک میں ایک قسم کی طوائف الملوکی کا دور شروع ہو گیا، کئی طالع آزما برسر اقتدار آئے اور ملک کو اپنے ذاتی فوائد پر قربان کرنے سے انہوں نے دریغ نہ کیا۔ خطرہ تھا کہ اگر حالات اسی طرح چلتے رہے تو ملک کے دونوں حصے الگ الگ ہو کر غیروں کی دستبرد کا شکار ہو جائیں گے، ایسے نازک وقت میں اللہ تعالیٰ نے اس مرد جلیل کو کھڑا کیا جس نے ملک کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے کر پارلیمنٹری طرز حکومت کو صدارتی رنگ دے دیا اور اس کو انتشار اور تنزل سے نکال کر ترقی کی شاہراہ پر کھڑا کر دیا۔ یہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء کا دن تھا جس کو آج دس سال گذر چکے ہیں، اس عرصہ میں خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ملک کو داخلی اور خارجی ہر دو رنگ میں ایسی شاندار ترقیات حاصل ہوئی ہیں، کہ بڑے بڑے ماہرین سیاست اس پر حیران ہیں، اندرون ملک صدر ایوب کا قائم کردہ زرعی اصلاحات کا نظام اس قدر سودمند ثابت ہوا کہ آج ہم اپنی خوراک کے بارہ میں خود کفیل ہو چکے ہیں اور تھوڑے ہی عرصہ میں گندم باہر بھیجکر اس سے زر مبادلہ کمانے کے قابل ہو سکیں گے، اس کے علاوہ آج ملک کے ہر حصہ میں مختلف مصنوعات کے کارخانے قائم ہو چکے ہیں، جن کی وجہ سے بہت سی چیزوں کے لئے دوسرے ممالک کے دست نگر ہونے کی بجائے اپنے گھر کی بنائی ہوئی چیزوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، اور اس طرح زر مبادلہ کی بچت ہو رہی ہے، علاوہ ازیں بنیادی جمہوریتوں کے نظام سے عوام کو اپنے منتخب نمائندوں کے ذریعہ اپنے معاملات طے کرنے کے لئے آسانی ہو گئی، پھر خاندانی منصوبہ بندی ملک کی اقتصادیات پر گہرا اثر ڈالنے کا موجب ہے، جہاں تک خارجہ پالیسی کا تعلق ہے، صدر ایوب خان نے اپنی اس تقریر میں جو اس دس سالہ ترقیاتی دور کے جشن کے موقعہ پر ۲۷ اکتوبر کو ٹیلی ویژن پر کی، یہ فرمایا کہ "ہماری خارجہ پالیسی کی بنیاد دو ملکی مفاہمت پر ہے دوسرے لفظوں میں یہ کہ ہمارے تعلقات تمام ممالک سے ہیں لیکن کسی دوسرے ملک کی قیمت پر نہیں، مفاہمت کا یہ اصول غیر جانبداری کے مترادف نہیں کیونکہ غیر جانبداری کا مقصد ایک کو دوسرے کے خلاف استعمال کرنا ہوتا ہے جن ممالک سے ہمارے تعلقات ہیں ہم ان کے ساتھ پرخلوص اور مخلصانہ روابط رکھنا چاہتے ہیں باہمی مفاہمت کا یہی مقصد ہے"

صاحب صدر کی اسی پالیسی کا نتیجہ ہے کہ آج پاکستان امریکہ، روس اور چین تینوں بلاکوں کی طرف سے پاکستان کو عزت و وقار کی نظروں سے دیکھا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ روس جو کچھ عرصہ پہلے پاکستان کے بجائے بھارت سے اچھے روابط رکھتا تھا آج پاکستان کا حامی و ناصر بن چکا ہے، جس سے بھارت کو پریشانی لاحق ہو گئی ہے، اور چین تو شروع سے پاکستان کا ہمدرد و معاون چلا آتا ہے۔

اس دس سالہ دور ترقی میں صدر پاکستان نے ایران اور ترکی کے ساتھ بھی روابط قائم کئے اور معاہدہ استنبول کے نام سے باہم باقاعدہ اتحاد و تعاون کی صورت پیدا کی گئی۔

پھر ۱۹۶۵ء میں بھارت نے حملہ آور ہو کر پاکستان کو ہڑپ کرنے کی جو کوشش کی، اس کی پانچ گنا طاقت کے مقابلہ میں ہماری فوجوں نے جو نمایاں کامیابی حاصل کی وہ تاریخ کا ایک ایسا روشن باب ہے جو ہمیشہ یادگار رہے گا۔

افسوس ہے کہ بھارت شروع ہی سے پاکستان کی مخالفت میں کوشاں ہے، اس کا ذکر کرتے ہوئے صدر ایوب نے اپنی ۲۷ اکتوبر کی تقریر میں بجا طور پر فرمایا کہ "پاکستان بھارت کے ساتھ جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کرنے کو تیار ہے بشرطیکہ اس کے ساتھ ایک اور معاہدہ بھی کیا جائے جس میں یہ وضاحت کی جائے کہ دونوں ملکوں کے درمیان اس وقت جو مسائل ہیں یا جو مسائل آئندہ پیدا ہوں گے انہیں کس طرح حل کیا جائے گا۔"

صدر ممدوح کی یہ خواہش بجا اور برمحل ہے، اور اس پر عمل کرنے سے دونوں ملکوں کو بہت بڑے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں اور جو روپیہ بھارت میں پاکستان کے خلاف جنگی تیاریوں میں صرف ہو رہا ہے وہ وہاں عوام کی جو بھوکوں مر رہے ہیں، بہبود کے کام آ سکتا ہے۔

غرض ان دس سالوں میں پاکستان نے اپنے محترم صدر کے زیر قیادت جو نمایاں ترقیات کی ہیں وہ ہر طرح قابل تحسین ہیں اور ہم ان کے لئے صاحب صدر اور پاکستانی عوام کو تہ دل سے مبارکباد

سلہ مسیحی معاصر اخوت کے جواب میں جو سلسلہ مضامین گذشتہ اشاعتوں میں درج ہوا اس کی آخری قسط آئندہ اشاعت میں درج ہوگی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

جلسہ سالانہ ۱۹۶۸ء سے متعلق

امسال رمضان شریف کے دو تین دن بعد جلسہ کا انعقاد قرار پایا ہے یعنی ۲۵، ۲۶، ۲۷، اور ۲۸ دسمبر تاریخیں مقرر ہوئی ہیں، احباب کرام سے استدعا ہے کہ بعض جماعتی مشکلات کے پیش نظر رمضان کے مبارک مہینے میں خاص دعاؤں سے کام لیں تا اسلام کی فتح اور جماعت کی کامیابی کے راستے کھل جائیں۔

۱۔ جلسہ سالانہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا قائم کردہ ایک مبارک اقدام ہے اس میں خود بھی شمولیت کا عزم کیا جائے اور خواتین اور نوجوان لڑکوں اور غیر از جماعت احباب کو بھی شامل کیا جائے۔

۲۔ جملہ مبلغ صاحبان اپنے اپنے حلقہ میں دورے کے پروگرام سے مطلع کریں۔

۳۔ مقررین حضرات کی خدمت میں التماس ہے کہ جماعتی ترقی و توسیع کے موضوع کو مد نظر رکھ کر اپنا مضمون بروقت تیار کر کے لائیں تاکہ بعد میں طبع بھی کرایا جا سکے۔

۴۔ بیرونی شاخہائے کے مبلغ و سیکرٹری صاحبان اپنی اپنی سالانہ کارکردگی سے جلد مطلع کریں تاکہ سالانہ رپورٹ میں شائع ہو سکے۔

ڈاکٹر اللہ بخش۔ آنریری جنرل سیکرٹری

جماعت احمدیہ کے ایک عظیم بزرگ چل بسے

انا للہ و انا الیہ راجعون

احباب جماعت کو یہ پڑھ کر یقیناً صدمہ ہوگا کہ ہمارے ایک عظیم بزرگ حضرت قبلہ میاں محمد زمان صاحب رئیس چارسدہ (قاضی خیل) مورخہ ۲۴/۱۰ کو بوقت ۱۰ بجے لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں اپنے مولائے حقیقی کا وصال کر چکے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کے جسم مبارک کو اسی وقت ان کے گاؤں چارسدہ لے گئے وہاں پر اسی دن ۴½ بجے شام ہزاروں اشکبار آنکھوں سے ان کو سپرد خاک کیا۔ تمام احباب جماعت سے مرحوم کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھنے کی درخواست ہے۔

مرحوم سابقہ صوبہ سرحد کے بزرگوں میں سے تھے آپ نے حضرت قبلہ جناب مولانا نورالدین صاحبؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت کی تھی۔ ابتدا میں آپ کو سلسلہ میں شمولیت کی وجہ سے بڑے بڑے ابتلاؤں میں سے گزرنا پڑا مگر آپ ہر امتحان میں کامیاب و کامران نکلے اور ہر ابتلاء کا مردانہ وار مقابلہ کر کے ہمیشہ سرخ روئی حاصل کرتے رہے۔

آپ بہت بڑے عالم اور متقی بزرگ تھے بڑے بڑے علماء آپ کی گفت گو ہوتی رہی مگر کوئی بھی ان کے مقابل نہ ٹھہر سکا۔ آپ نے جماعت کی مالی و لسانی بڑی خدمات سر انجام دی ہیں۔ راقم الحروف جب بھی وہاں جاتا تو ہمیشہ ہنس کر ملتے اور بڑے تپاک سے ملنے کے بعد علمی گفتگو شروع کر دیتے اور فرماتے کہ دین کی خدمت ہی بڑی سعادت ہے۔ آپ کا ہمیشہ خدا کے ساتھ تعلق رہا سلسلہ میں شمولیت کے بعد آپ نے نماز تہجد کبھی بھی نہیں چھوڑی۔ غرباء کی پرورش اور محتاجوں کی امداد کرنے میں فرحت محسوس کرتے تھے۔ جماعت کے تعمیری کاموں میں آپ نے ہزارہا روپیہ دیا۔ اسی طرح جماعت پشاور کوئی تعمیری کام شروع کرتی تو آپ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔

آپ کی زندگی کے مفصل حالات جماعت کے کوئی بزرگ ہی لکھ سکتے ہیں۔ نیز راقم الحروف کو جب سے آپ کے ساتھ تعلق ہوا آپ کو جماعت احمدیہ کا ایک مضبوط ستون پایا، لہٰذا ان کی جگہ لینے والا کوئی نظر نہیں آتا تاہم آپ اپنے پیچھے تین قابل لڑکے چھوڑ گئے ہیں (۱) جناب ڈاکٹر سعید محمد میاں صاحب چیئرمین فزکس ڈیپارٹمنٹ پشاور یونیورسٹی (۲) جناب میاں فضل حمید صاحب انجنیئر چارسدہ قاضی خیل ضلع پشاور۔ (۳) اور جناب عبدالرشید صاحب۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے لواحقین اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔

راقم الحروف ان کے اس غم میں برابر کا شریک ہے اور اس صدمۂ عظیم میں ان سے قلبی ہمدردی رکھتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ دونوں فرزندانِ گرامی کو صبر جمیل عطا کرے اور مرحوم کا حقیقی جانشین ثابت کرے۔ آمین (محمد الرحمان۔ پشاور)

پیغام صلح محترم میاں محمد زمان صاحب کی وفات فی الواقعہ جماعت کے لئے ایک صدمہ عظیم ہے وہ ان جلیل القدر بزرگوں میں سے تھے جن کا وجود کئی پہلوؤں سے جماعت کے استحکام کا موجب تھا، دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں غریق رحمت فرمائے اور ان کے فرزندان اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے، تمام جماعت ہائے احمدیہ سے جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کو بھی اس افسوسناک خبر کے سننے سے بہت صدمہ ہوا ہے اور وہ مرحوم میاں صاحب کے پسماندگان سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے تمام جماعتوں کو مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی تاکید فرماتے ہیں۔

درخواست دعا

— وزیرآباد سے چوہدری محمد قاسم صاحب ساماتوی تحریر فرماتے ہیں:- کہ ان کی نواسی بیمار ہے اور گجرات ہسپتال میں داخل ہے اور میں خود آنکھوں کی تکلیف میں مبتلا ہوں، احباب جماعت ہم دونوں کی صحت کاملہ کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔

نائیجیریا میں اسلام کی تبلیغی سرگرمیاں

ڈاکٹر عبدالمجید صاحب، قریشی آنریری مبلغ نائیجیریا لکھتے ہیں:—

سر احمد بیلو مرحوم سابق وزیر اعظم شمالی نائیجیریا کی زندگی میں سعودی عرب نے ایک معقول رقم دے کر یہاں پر ایک لائبریری اور ہال بنوایا ہے جس کی غرض و غایت اسلام کی تبلیغ ہے۔ اس کو چلانے والی انجمن کا نام جماعت نصر الاسلام ہے اور لائبریری وہال بھی نصر الاسلام لائبریری اور ہال کے نام سے مشہور ہیں۔ مجھے جو کتابیں موصول ہوئی تھیں ان میں ایک قرآن کی کاپی۔ ایک کاپی نیو ورلڈ آرڈر اور کاپی محمدؐ اینڈ کرائسٹ اور ایک کاپی مسلم پریئر بک شائع کردہ انجمن (احمدیہ) لاہور کی جانب سے میں نے اس لائبریری میں رکھوا دی ہیں۔

قرآن شریف کی دوسری کاپی یہاں شہر کی بڑی لائبریری میں رکھوا دوں گا۔

یہاں پر ۲۳ – ۲۹ / اگست کو جماعت نصر الاسلام کے تحت مسلم سٹوڈنٹ سوسائٹی آف نائیجیریا نے ایک مذاکرہ کرایا جس کا عنوان تھا:—

"مسلم ایجوکیشن موجودہ زمانہ میں"

اس موقع پر تمام نائیجیریا سے مسلمان طلباء اور دوسرے پڑھے لکھے لوگ جمع ہوئے۔ میں نے تمام چیدہ چیدہ لوگوں کو چند کتابوں کی کاپیاں تقسیم کیں مثلاً:

Unity of the Muslim World.

The Prophet of Islam.

Towards Understanding of Islam.

ایسے موقع پر تو جتنی کاپیاں ہوتیں کم تھیں۔

جلسہ میں ایک خاص بات یہ تھی کہ تمام فرقوں کے لوگ موجود تھے اور ہدایت تھی کہ کوئی کسی فرقہ کے خلاف نہ بولے کیونکہ یہ سب کو مسلمان سمجھتے ہیں اور اہل قبلہ کی تکفیر کے خلاف ہو چکے ہیں آخر لوگوں نے جہاد بالقلم پر زور دیا۔

پیغام صلح:— اس مذاکرہ کی مفصل رپورٹ آئندہ اشاعت میں درج ہوگی۔

اپنے آپ کو مسلمان کہنے والے سب کافر

معاصر "صدق جدید" نے ایک پاکستانی ہفت روزہ سے بریلی کے ایک مشہور عالم دین کے حسب ذیل ارشادات و ملفوظات نقل کئے ہیں:—

"بریلی کے ایک مشہور مرحوم عالم دین کے ارشادات و ملفوظات پاکستان کے ایک ہفت روزہ سے منقول ہیں:—

"وہابی، قادیانی، دیوبندی، نیچری، چکڑالوی جملہ مرتدین ہیں"

ملفوظات حصہ دوم ص ۱۰۵

وہابی، دیوبندی ہر خبیث سے زیادہ خبیث اور ہر کافر سے زیادہ بدتر کافر ہے۔ رافضی، وہابی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی کہ کلمہ پڑھتے اپنے آپ کو مسلمان کہتے، بلکہ وہابی وغیرہ قرآن و حدیث کا درس دیتے اور دیوبندی کتب فقہ کے ماننے میں شریک ہوتے ہیں۔ ان کی اس کلمہ گوئی اور ادعائے اسلام اور افعال و اقوال میں مسلمانوں کی نقل اتارنے ہی نے انہیں اخبث اور ہر کافر اصلی یہودی نصرانی، بت پرست، مجوسی سب سے زیادہ بدتر کر دیا"

(احکام شریعت حصہ اوّل ص ۶۹)

"جو انہیں کافر نہ کہے اس کا پاس لحاظ رکھے یا ان کی استادی یا رشتہ یا دوستی کا لحاظ رکھے، وہ بھی انہیں میں سے ہے۔ انہیں کی طرح کافر ہے"

(فتاویٰ افریقہ ص ۲۱۵)

کیا ان فتووں کے ہوتے ہوئے کوئی کہہ سکتا ہے کہ امت محمدیہ میں کروڑوں تو کجا چند لاکھ بلکہ چند ہزار بھی مسلمان ہیں؟ معاصر صدق جدید نے سچ لکھا ہے:—

"اور جن سنگھ اور راشٹریہ سنگھ والوں کو ساوان عظیم الشان فتووں کی مدد سے تو دم کے دم میں یہ ثابت کر دکھائیں گے کہ مسلمانوں کی آبادی ہندوستان میں کروڑوں کی کیسی لاکھوں بھی نہیں، بس یہی زیادہ سے زیادہ چند ہزار کی ہوگی۔"

جنگِ اُحد میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دانشمندانہ اقدام

سخت ترین دُکھ اُٹھانے کے باوجود صحابہ کرامؓ کی وفاداری و جاں نثاری

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۶۸ء ۔ فرمودہ حضرت امیر مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بمقام جامع احمدیہ ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

الّذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابھم القرح ۔ للّذین احسنوا منھم واتقوا اجر عظیم (سورۃ آل عمران ۳: ۱۷۲)

آیت کا تاریخی حصہ ۔

دشمن کو روکنے کا عزم

اس آیت کریمہ میں کئی ایک تاریخی اور اخلاقی مضامین بیان کئے گئے ہیں ۔ تاریخی حصہ تو اس کا یہ ہے ۔ کہ اُحد کی لڑائی کے بعد دوسرے دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دشمن بھاگ تو گیا ہے ، لیکن خطرہ ہے کہ وہ کہیں مدینہ طیبہ پر حملہ نہ کر دے ۔ اس خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بجائے اس کے کہ وہ مدینہ پر حملہ آور ہوں ہم ان کو روکنے کے لئے پیش قدمی کریں گے ۔ یہ تو مختصراً تاریخ کا حصہ ہے جو اس آیت سے تعلق رکھتا ہے ۔

جنگِ اُحد میں دشمن سے پہنچی ہوئی ایذائیں

اس میں اخلاق کا حصہ بھی ہے ۔ فرمایا ہے الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابھم القرح ۔ اس جگہ لفظ "القرح" استعمال کیا گیا ہے قرح کے معنی ہیں جو زخم دوسروں سے اُٹھانے پڑیں ۔ مسلمانوں نے جنگِ اُحد میں جو زخم کھائے دُکھ برداشت کئے ان کی تفصیلات نہایت تکلیف دہ ہیں ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود زخمی ہو کر بے ہوش ہو گئے ۔ اور ایک گڑھے میں گر گئے ۔ اس سے بڑھ کر اور کیا دکھ ہو گا ۔ آپؐ کے چچا حضرت حمزہؓ اسی لڑائی میں شہید ہو گئے ۔ اس سے بڑھ کر اور کیا دُکھ ہو گا ۔ بہت سے صحابہ کرامؓ اسی جنگ میں شہید کر دیئے گئے ۔ اور بہت سے لوگ زخمی ہو گئے حضور نبی کریم صلعم جب بیہوش ہو کر گر گئے تو آپؐ کے ماموں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو جب اس ہوش رُبا حادثے کا پتہ چلا تو وہ پرندے کی طرح اُڑ کر وہاں پہنچے ۔ اور خود کی کڑی جو حضرت نبی کریم صلعم کے چہرہ مبارک میں گھس گئی تھی اس کو اپنے دانتوں کے نیچے دبا کر نکالا ۔ اور اپنے دانت ضائع کر بیٹھے من بعد ما اصابھم القرح کے یہ معنے ہیں ۔ پھر حضرت سعدؓ نے دشمن پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی ۔ تاکہ دشمن کا حملہ کمزور ہو جائے ۔ میں نے پہلے بھی ذکر کیا تھا کہ میں نے اس کمان کی زیارت کی ہے وہاں ایک معمولی سی گلی کے ایک معمولی سے گھر میں ایک میز پر رکھی ہوئی ہے ، اور اس کے اوپر شیشہ لگایا گیا ہے اور دلیرانہ ہر ایک موقعے سے کام لیا ۔ وہ الفاظ تحریر ہیں جو حدیثوں اور تاریخوں میں نبی کریم صلعم سے منسوب ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ارم یا سعد فداک ابی و امی اے سعدؓ تیر چلاتے جاؤ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں ۔ معلوم ہوا کہ اصابھم القرح کے اندر بہت بڑے دُکھوں کا ذکر ہے ۔ ابو دجانہؓ نے اپنی پیٹھ تیروں کی طرف کر دی تاکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو تیر نہ لگے حضرت طلحہؓ نے حضور نبی کریم صلعم کی جان بچانے کے لئے اپنے ہاتھ پر تلوار روکی اور ہاتھ کٹوا لیا اور حضرت مصعب بن عمیرؓ نے اپنی گردن کٹوا لی ۔ یہ ہے من بعد ما اصابھم القرح کی تفصیل !

سخت ترین ایذاؤں کے باوجود

دشمن کا تعاقب کرنے کا عزم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پٹی باندھے ہوئے ہیں ، ساتھی بھی جراحات کے باعث علیل ہیں ۔ ان حالات کے باوجود حضور صلعم فرماتے ہیں کہ ہم دشمن کا تعاقب کریں گے قوم کہتی ہے ضرور ۔ ہم حضورؐ کے ساتھ ہیں ۔ اسی کا ذکر فرمایا الذین استجابوا للہ والرسول ۔ خدا تعالیٰ کا حکم ہے ادھر قوم کی حالت زبوں ہے ۔ ان امور کا دلوں پر اور جسموں پر اثر ہے ان حالات میں دشمن کا تعاقب کرنے کا حکم صادر فرمایا اس سے حضور نبی کریم صلعم کی دانشمندی کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ ایسی قوم جن کے متعلق کہا گیا ہے ۔ استجابوا للہ والرسول وہ بھی کتنے بلند اخلاق کے مالک تھے کہ ایسی سخت تکالیف اُٹھانے کے باوجود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر لبیک کہتے ہیں ۔

غداروں کو ساتھ جانے سے منع کر دیا گیا

اس موقعہ پر حضورؐ نے کوچ کرتے وقت ایک نہایت اہم احتیاط اختیار کی وہ یہ کہ کوئی غدار ساتھ نہ نکلنے پائے ۔ فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے کل میرا ساتھ نہیں دیا وہ آج میرے ساتھ نہیں جا سکتے ۔ لن تخرجوا معی ابداً ولن تقاتلوا معی عدواً ۔ جنہوں نے دشمن کا مقابلہ کرنے میں کل میرا ساتھ نہیں دیا آج نہ میرے ساتھ جا سکتے اور نہ میرے ساتھ مل کر دشمن سے جنگ کر سکتے ہیں ۔ حضور صلعم نے ان کو میدان جنگ میں اور دُکھ درد اور پریشان حالی کے وقت یہ سزا دی حالانکہ وہ تازہ دم بھی تھے ۔ لیکن آپؐ ان کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے تیار نہ ہوئے ۔ وہ لوگ جماعت و فرمانبرداری سے منحرف ہو جاتے ہیں انکے خلاف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دانشمندی سے تعزیر لگا دینا ضروری سمجھا ۔

مسلمانوں کو یہ تعزیری حکم اپنے سامنے رکھنا چاہیئے کہ بے وفائی اور غداری ناقابلِ برداشت جرم ہیں ان سے بچنا چاہیئے اور ایسے لوگوں کو سزا دینا چاہیئے ۔

دشمن کے عزائم کی تفتیش

پہلے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ آدمی بھیجے کہ وہ دشمن کا پتہ لگائیں اور فرمایا کہ اگر وہ اونٹوں پر سوار ہونے کا قصد رکھتے ہیں تو وہ اپنے وطن واپس جا رہے ہیں اور اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہونے کی تیاری کر رہے ہیں تو وہ مدینہ پر حملہ آور ہونے والے ہیں ۔ پتہ چلا کہ دشمن مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ایک مقام الروحاء پر ڈیرے ڈالے ہوئے ہے وہاں سے واپس آنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں اس لئے کہ لوگوں نے انہیں ملامت کی کہ تم شکست کھا کر آئے ہو ۔ اگر فتحیاب ہوتے تو کوئی مال اسباب لوٹ کر لاتے ۔ کوئی قیدی بھی تم نہیں لائے تمہیں شرم آنا چاہیئے اس بنا پر وہ دوبارہ حملہ کرنے آ رہے ہیں ۔

دشمن کا تعاقب

ادھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ طیبہ سے تین میل کے فاصلہ پر مقام حمراء الاسد تک پہنچ گئے حضورؐ کی اس تدبیر سے دشمن مرعوب ہو کر فرار ہو گیا ۔ یہ حضورؐ کے کمالات کا نمونہ ہے ۔

ساتھ دینے والوں کے لئے اجرِ عظیم کی خوشخبری

اس واقعہ کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ الذین احسنوا منھم واتقوا اجر عظیم ۔ وہ لوگ جن پر خدا کا فضل ہوا ہے جنہوں نے اپنے عمل میں ہر ممکن کوشش کی کہ کامیابی حاصل ہو ۔ واتقوا

اور انکی کارگزاری میں تقصیر بھی ہونے نہ پائے ان کے لئے اجر عظیم ہے۔

احسان کے معنے

حضورؐ نے احسان کے معنے یوں فرمائے ۔ ان تعبد ربک کانک تراہ ۔ احکام الٰہی کی اطاعت و فرمانبرداری اس طرح کی جائے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے ۔

آپ جانتے ہیں کہ جب کہیں بڑے افسر نے کسی محکمہ میں آنا ہوتا ہے تو وہاں کے کارکن بڑے مستعد ہو جاتے ہیں .... جن لوگوں نے پچھلی جنگ میں جانبازی سے کام کیا ان کی کتنی بڑی تعریف کی جا رہی ہے، ہمارے صوبائی گورنر اور صدر مملکت حالات جنگ دیکھنے کے لئے جاتے رہتے تھے، انہوں نے جن لوگوں کو نہایت شجاعت کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے دیکھا ان کی بڑی قدر و منزلت کی، شہداء کے نام پر شاہراہوں کے نام رکھ دیئے گئے ۔ لیکن جن لوگوں نے بزدلی دکھائی وہ اپنے مقام سے گر گئے ۔ غرض احسان یہ ہے کہ پوری اطاعت اور فرمانبرداری سے کام لیا جائے ۔ گویا کہ خدا کو دیکھ رہا ہے یا کم از کم خدا مجھ کو دیکھ رہا ہے ۔ اس کو احسان کہتے ہیں، اسی بات کو للذین احسنوا منھم میں بیان کیا ہے ۔

حضرت حمزہؓ کا اندوہناک واقعہ اور ان کی بہن صفیہؓ کا استقلال

غرض اس آیت میں کچھ اخلاقی اور تاریخی باتیں بیان ہوئی ہیں۔ جب حضور نبی کریم صلعم زخمی ہوئے تو حضرت فاطمہؓ نے چٹائی جلا کر اس کی راکھ حضورؐ کے زخم پر رکھی تاکہ راکھ سے خون بہنا بند ہو جائے۔

حضرت حمزہؓ جب شہید کر دیئے گئے تو ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے یعنی مثلہ کر دیا گیا۔ یہ اندوہناک امر حضرت حمزہؓ کی بہن صفیہؓ کو جو حضورؐ کی پھوپھی تھیں معلوم ہوا تو وہ میدان جنگ میں آ پہنچیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ صفیہؓ اپنے بھائی کی حالت زار کو دیکھ کر نہایت افسردہ خاطر ہوں گی مصیبت زدہ تو پہلے ہی ہیں۔ اس لئے حضورؐ نے حکم دیا کہ انہیں بھائی کی لاش نہ دکھائی جائے حضور نبی کریم صلعم کی یہ بات حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے سن لی۔ اور کہا بلغنی ما فعل بہ ۔ میرے بھائی کے ساتھ جو کچھ کیا گیا ہے مجھے اس کا علم ہے کہ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے ہیں اور ہندہ نے ان کا کلیجہ چبایا اور جگر، ناک، کان کاٹ کر گلے کا ہار بنایا۔ مجھے سب علم ہے۔ مگر میں کہتی ہوں ذالک یسیر فی جنب طاعۃ اللہ ۔ یہ سب کچھ خدا کی اطاعت کرنے میں کم ہی ہے ۔

قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے حدیث کا علم ضروری ہے

یہ تفصیل ہے ما اصابھم القرح کی۔ تفصیلات کا علم سوائے حدیث کے ہو نہیں ہو سکتا۔ اس لئے حدیث کو غیر ضروری قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ شیکسپیئر کی کتابوں کے نوٹ لکھے جاتے ہیں۔ مولانا رومؒ کی مثنوی پر نوٹ لکھے جاتے ہیں یہ کیوں لکھے جاتے ہیں اس لئے کہ ان کی تحریرات کو لوگوں پر واضح کیا جائے۔ قرآن مجید پر بھی بڑی بڑی ضخیم تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ آٹھ جلدیں تو امام رازیؒ نے لکھی ہیں اور روح المعانی کی نو جلدیں ہیں اور ابن جریر نے تیس جلدیں لکھی ہیں معلوم ہوا کہ قرآن کریم کے معنے سمجھنے کے لئے حدیث کا علم رکھنا نہایت ضروری ہے۔

قرآن کریم کی وحی پر نبی کریمؐ کے احساسات یا ماحول کا اثر نہیں

وہ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ قرآن کریم کی وحی حضرت نبی کریم صلعم کے احساسات یا ماحول کا نتیجہ ہے ان کے لئے اس آیت کریمہ میں راہنمائی ہے، سرفروشی کے کارنامے حضور نبی کریمؐ کے حکم سے وقوع پذیر ہوئے تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان کارناموں کو بنظر استحسان دیکھا ہے اور نبی کریم صلعم کی دانشمندی اور صحابہ کرامؓ کی لاجواب اطاعت کا ذکر کیا ہے۔ نزول وحی سے پہلے یہ واقعات رونما ہو چکے تھے یہ ایک تاریخی واقعہ تھا جس کا بیان کر دینا قدر دانی کا اظہار تھا اور اس میں عام لوگوں کو ایک قیمتی سبق سکھانا مقصود تھا۔ وحی الٰہی نے حضورؐ کو اور صحابہؓ کو اس قسم کا حکم نہ دیا تھا بلکہ صرف واقعہ کو بیان کر دیا گیا ہے۔

ایک عورت کا ایثار و استقلال

اس آیت میں ایک نہایت قیمتی سبق سکھایا گیا ہے۔ حضورؐ نے اور حضورؐ کے صحابہؓ نے خدا کے رستہ میں اپنا مال اور جان قربان کر دی اور ذرہ پرواہ نہیں کی اور یہ بطیب خاطر کیا ایک عورت کا خاوند شہید ہو جاتا ہے اس کا بھائی شہید ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کی خواہاں ہے۔ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دیکھنا چاہتی ہے اسے کہا جاتا ہے تیرا باپ بھائی اور خاوند مر گیا وہ کہتی ہے ٹھیک ہے لیکن حضور صلعم تو زندہ ہیں اور جب آپؐ کو دیکھتی ہے تو کہتی ہے کل مصیبۃ بعدک جلل ۔ آپؐ کے بچ جانے کے بعد سب مصیبتیں آسان ہیں۔

نبی کریم صلعم کی جاں نثاری اور دانشمندی

یہ ان عورتوں کا دل گردہ تھا۔ اگر حضور نبی کریم صلعم خود جاں نثار نہ ہوتے تو قوم کبھی جاں نثار نہ ہوتی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور اخلاق اور دور اندیشی اور دانشمندی کی وجہ سے ایک بلند کردار قوم نے جنم لیا۔ اور جو کچھ دکھ درد اس قوم نے برداشت کئے اس کا تاریخی طور پر اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ سبق ہمیشہ مشعل راہ رہے گا۔

اخبار احمدیہ

جماعت بھڈ واہ کے عہدیداروں کا انتخاب

— خدا کے فضل و کرم سے جماعت بھڈ واہ کے عہدیداروں کا انتخاب تو بحاضری جمیع جوان و قدیمی عہدیداران کثرت رائے سے عمل میں آیا ۔ جو مندرجہ ذیل ہے :۔

۱۔ سرپرست انجمن :۔ چوہدری عبدالواحد صاحب گنائی کنٹریکٹر بھڈ واہ ۔

۲۔ صدر انجمن :۔ چوہدری عبدالمجید صاحب ایف۔ ایس سی ۔ ڈسٹرکٹ فیملی پلاننگ آفیسر۔

۳۔ نائب صدر :۔ مسٹر عبدالجبار صاحب گنائی ۔ انویسٹی گیٹر نیشنل سیمپل سروے ۔

۴۔ جنرل سیکرٹری :۔ مسٹر عبدالحفیظ صاحب ۔ ایف ایس سی ۔ بھڈ واہ ۔

۵۔ سیکرٹری مال :۔ مسٹر عبدالرشید صاحب متعلم گورنمنٹ کالج بھڈ واہ

۶۔ سیکرٹری نشر و اشاعت :۔ بابو عبدالحی صاحب کلرک ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ ۔

۷۔ امین (خزانچی) :۔ بابو عبدالرؤف صاحب پی ٹی آئی بھڈ واہ

۸۔ آرگنائزر ینگ مینز و تنظیم عام :۔ مسٹر عبدالشکور صاحب ایف۔ ایس سی۔

نوٹ :۔ کسی بھی عہدیدار کی غیر حاضری میں اس کے فرائض عہدہ ماسٹر عبدالکریم صاحب انجام دیں گے ۔

ریاستی اور بیرونی جماعتیں بھڈ واہ کی اس تنظیم نو کا خاکہ دیکھ کر خوش ہوں گی کہ امسال جماعت بھڈ واہ کی مجموعی تنظیم ذی فہم، تعلیم یافتہ اور نوجوان طبقہ کے ہاتھوں میں آگئی ہے مقامی جماعت نے نوجوانان بالا کی بیداری جذبہ اور قومی غیرت و حمیت کے عملی نتائج دیکھ کر یہی مناسب سمجھا کہ جماعت کی باگ ڈور انہی جوانوں کے ہاتھ میں دی جائے۔ ریاستی اور بیرون ریاست کی عالمی ۔ مرکزی جماعت و سلسلہ کے بزرگوں و قائدین سے استدعا ہے کہ وہ اس جماعت کے حق میں ترقی اور فلاح کی دعائیں فرمائیں ؛

امتحان میں کامیابی اور عطیہ

— وزیر آباد سے جناب ایس عبیداللہ صاحب لکھتے ہیں :۔

"میری لڑکی عزیزہ رخسانہ پروین نے امسال بی اے کے امتحان میں کامیابی حاصل کی ہے جس کی خوشی میں اس کی والدہ نے مبلغ ۔/5 روپے عطیہ اشاعت اسلام دیا ہے ۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ یہ کامیابی آئندہ کامیابیوں کا پیش خیمہ بنائے۔"

ولادت اور عطیہ

— ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب دربند کو اللہ تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے ۔ ڈاکٹر صاحب نے شکرانہ میں پانچ روپے انجمن کو دیئے ہیں ۔

درخواست دعائے صحت

— مسٹر محمد عطاء الرحمٰن صاحب جو بنگالی ترجمۃ القرآن پر نظر ثانی کر رہے ہیں اور تیرہ پارہ تک کام ہو چکا ہے ڈھاکہ سے اپنی سا

واضح کر دیا کہ جس طرح بزرگانِ سلف نے لفظ مسلمان کے ساتھ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ناموں کا اضافہ کر لیا ہے اور اسے کبھی کسی نے آج تک قابلِ اعتراض نہیں ٹھہرایا تو لفظ مسلمان کے ساتھ لفظ "احمدی" کا اضافہ کیوں قابلِ اعتراض سمجھا جاتا ہے۔ لفظ احمدی تو بدرجہ اولیٰ نشانہ اعتراض نہیں بننا چاہیئے کیونکہ اس کا اتصال حضرت نبی کریم صلعم کے نام احمدؐ سے ہے اور اس بنا پر اسے اسلام کے مترادف بھی قرار دیا جا سکتا ہے، ٹھیک اسی طرح جس طرح اگر کوئی مسلمان اپنے آپ کو محمدی کہے تو اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے مسلمان کہلانے سے انکار کر دیا ہے کیونکہ محمدی اور اسلام مترادف الفاظ ہیں کہہ سکتے ہیں کہ محمدی اسلام ہے اور اسلام محمدی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:—

"بعض اوقات الفاظ مختلف ہوتے ہیں مگر مطلب ایک ہی ہوتا ہے احمدی نام ایک امتیازی نشان ہے"

امتیاز کی کیوں ضرورت پیش آئی

پھر سائل کو جواب دیتے ہوئے حضورؑ فرماتے ہیں:—

"جیسا کہ حدیث شریف میں آ چکا ہے اسلام کے ۷۳ فرقے ہو گئے ہیں اور ہر ایک فرقہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے انہی میں ایک رافضیوں کا ایسا فرقہ ہے جو سوائے دو تین آدمیوں کے تمام صحابہ رضؓ کو سب و شتم کرتے ہیں نبی کریمؐ کے ازواجِ مطہرات کو گالیاں دیتے ہیں اولیاء اللہ کو بُرا کہتے ہیں پھر بھی مسلمان کہلاتے ہیں خارجی حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ کو بُرا کہتے ہیں پھر بھی مسلمان نام رکھاتے ہیں بلادِ شام میں ایک فرقہ یزیدیہ ہے جو امام حسین رضؓ پر تبرّہ بازی کرتے ہیں اور مسلمان بنے پھرتے ہیں اسی مصیبت کو دیکھ کر سلف صالحین نے اپنے آپ کو ایسے لوگوں سے تمیز کرنے کے واسطے اپنے نام شافعی، حنبلی وغیرہ تجویز کئے"

یہ جواب آج سے ۶۲ سال قبل دیا گیا تھا ممکن ہے آج خیالات میں کچھ تبدیلی آ گئی ہو لیکن سائل کے جواب میں حضورؑ نے ۱۲ دفعہ اس بات کا ذکر کیا ہے کہ احمدی نام اسی طرح محض تمیز کے لئے رکھا گیا ہے جس طرح ہمارے اکابر نے جن کو آپ لوگ بھی صلحاء مانتے ہیں محض امتیاز کے لئے حنفی شافعی وغیرہ نام رکھے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:—

"اگر صرف مسلمان نام ہو تو شناخت کا تمغہ کیونکر ظاہر ہو"

اہلِ حق اور اہلِ باطل میں تمیز ضروری ہے

پھر فرماتے ہیں:—

"جس طرح اگر حنبلی، شافعی وغیرہ نام نہ رکھے جاتے تو اہلِ حق اور ناحق میں تمیز نہ ہو سکتی ہزارہا گندے آدمی ملے جلے رہتے کیونکہ اس زمانہ میں بدعات شروع ہو گئی تھیں بدعتی اور غیر بدعتی میں فرق کرنے کے لئے مسلمان کے ساتھ شافعی حنبلی وغیرہ ناموں کا اضافہ ضروری ہو گیا تھا اسی طرح اب بھی ایسا زمانہ آ گیا ہے کہ گھر گھر ایک مذہب ہے ہم کو مسلمان ہونے سے انکار نہیں مگر تفرقہ دور کرنے کے واسطے یہ نام (احمدی نام۔ ناقل) رکھا گیا ہے۔"

غیر مسلم کو کیا جواب دیا جائے

اب معزز سائل صاحب اور اسی قسم کے سوال کرنے والے دیگر اصحاب غور فرمائیں کہ اگر کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کہلانے والے شخص کے مذہب کے متعلق سوال کرے اور صرف مسلمان کے لفظ سے اس کو جواب دیا جائے تو وہ کیا سمجھے گا آیا یہ مسلمان صحابہ رضؓ اور ازواجِ مطہراتؓ کو گالیاں دینے والا اور اولیاء اللہ کو بُرا کہنے والا مسلمان ہے یا حضرت علی رضؓ اور حضرت عمر رضؓ کو بُرا کہنے والا مسلمان ہے یا امام حسین رضؓ کو اپنی سب و شتم کا ہدف بنانے والا مسلمان ہے یا بدعتی مسلمان ہے یا یہ اعتقاد رکھنے والا مسلمان ہے کہ مسیح اور مہدی آ کر ہی ان لوگوں کو جو اسلام اختیار نہیں کریں گے موت کے گھاٹ اتار دیں گے یا وہ مسلمان ہے جو قرآن کریم کو خدا کے الفاظ نہیں سمجھتا بلکہ حضرت نبی کریم صلعم کے الفاظ کا مجموعہ ٹھہراتا ہے یا وہ مسلمان ہے جو اعتقاد رکھتا ہے کہ اسلام صرف عربوں کے لئے تھا یا یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اسلام اب اپنی افادیت کھو چکا ہے موجودہ ترقی یافتہ دور کا یہ ساتھ نہیں دے سکتا وغیرہ وغیرہ۔

معزز سائل صاحب غور فرمائیں کہ کیا اس زمانہ میں جبکہ اسلام کے متعلق مسلمانوں کے نظریات میں ان گنت اختلافات پیدا ہو چکے ہیں خالی لفظ "مسلمان" کیا ایک کو دوسرے سے الگ کرنے کے لئے کافی ہو سکتا ہے۔

حضرت اقدسؑ نے لفظ "احمدی" سے کیا تاثر دیا۔

ان حالات میں حضرت مسیح موعودؑ نے مسلمان کے ساتھ لفظ "احمدی" کا اضافہ کر کے اگر دنیا کو یہ تاثر دیا کہ آپ اور آپ کی جماعت ایسے مسلمان ہیں جو مذہب میں کسی قسم کے جبر کو جائز نہیں سمجھتے بلکہ یقین رکھتے ہیں کہ اسلام کو اپنی صداقت منوانے کے لئے تلوار کی حاجت نہ پہلے کبھی تھی اور نہ اب ہے، پہلے بھی اس نے اپنی خوبیوں کی بدولت دلوں کو فتح کیا تھا اور اب بھی یہ اپنے براہین ساطعہ اور آسمانی نشانوں کے ذریعے ہی دنیا کے تمام مذاہب پر غالب آئے گا، اور اس کی دلکش صورت ہی بالآخر لوگوں کے لئے کشش کا باعث بنے گی اور ان کو اپنا فریفتہ بنا کر اپنے جھنڈے تلے انہیں جمع کر دے گی۔ تو بتائیے کہ آپ نے کونسا گناہ کیا اور کونسے شرعی اصول کو توڑا۔

احمدی کا طرزِ عمل

ساری دنیا جانتی ہے کہ مسلمانوں میں ایک ہی فرقہ ایسا ہے جو صلح اور آشتی کے ساتھ اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اور دلائل حقہ اور آسمانی نشانوں کے ذریعہ اسلام کی برتری دیگر ادیان پر ثابت کرنے کے لئے کوشاں ہے۔

احمدی کا لفظ سنتے ہی ہر شخص کے ذہن میں حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کے متعلق مندرجہ بالا تصویر آ جاتی ہے جو اس کے بغیر کبھی آ ہی نہیں سکتی تھی۔

۱۹۰۷ء میں بھی شناخت کی یہی وجہ بتلائی۔

یہی سوال ۱۹۰۷ء میں اٹھایا گیا، اس کے جواب میں بھی حضورؑ نے شناخت کو ہی اس کی اصل وجہ قرار دیا چنانچہ ذیل میں ایک سوال اور حضورؑ کا جواب درج کیا جاتا ہے:—

"ذکر آیا۔ کہ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنی جماعت کا ایک الگ نام احمدی کیوں رکھ لیا ہے۔ فرمایا یہ نام تو صرف شناخت کے واسطے ہے جیسا کہ مسلمانوں میں بہت سے فرقے ہیں کوئی اپنے آپ کو حنفی کہتا ہے۔ کوئی شافعی کوئی اہلحدیث وغیرہ چونکہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالی نام احمد کا ظہور ہو رہا ہے اس واسطے اس جماعت کا نام احمدی ہوا۔ اور یہ نام اس زمانہ اور اس جماعت کے واسطے مقدر تھا اس سے پہلے اگرچہ بعض ایسے آدمی ہوئے ہیں جو کسی جماعت کے امام بنے اور ان کے نام میں احمد کا لفظ تھا مگر کبھی خدا تعالےٰ نے کسی جماعت کا احمدی نام نہ ہونے دیا۔ مثلاً امام احمد بن حنبل تھے ان کی جماعت حنبلی کہلائی، سید احمد بریلوی تھے تو ان کی جماعت مجاہدین کی کہلائی۔ سید احمد علی گڑھی تھے تو ان کے متبعین نیچری کہلائے۔ علیٰ ہذا القیاس اور کسی کا نام کبھی احمدی نہیں ہوا (ملاحظہ ہو اخبار بدر مورخہ ۷ر نومبر ۱۹۰۷ء ص)

قرآن کریم میں شناخت کا اصول

اب یہ بات واضح ہو گئی کہ مسلمان احمدی محض دوسرے اسلامی فرقوں سے امتیاز پیدا کرنے کے لئے رکھا گیا ہے تو اب دیکھنا ہے کہ کیا قرآن شریف

حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری

احمدی نام کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی ایک ڈائری

پر چند سوالات اور ان کے جوابات

اخبار "پیغام صلح" نے حضرت مسیح موعودؑ کی ڈائری کہاں سے لی

اخبار "بدر" جو حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں قادیان سے شائع ہوا کرتا تھا اس کے ۲ر نومبر ۱۹۰۵ء کی اشاعت میں کسی ڈائری نویس کی قلم سے حضرت مسیح موعودؑ کی کسی شخص سے ایک گفتگو شائع ہوئی تھی یہ گفتگو ربوہ سے شائع شدہ ملفوظات جلد ہشتم میں درج ہوئی اور وہاں سے "پیغام صلح" مؤرخہ ۱۵ر مئی ۱۹۶۸ء میں نقل کی گئی۔

اس گفتگو میں حضرت مسیح موعودؑ نے ایک سائل کے سوال کے جواب میں کہ احمدی نام رکھنا قرآن کریم کی آیت ھو سمّاکم المسلمین کے برخلاف ہے جو کچھ فرمایا اس پر ایک معزز دوست نے جو احمدی نہیں ہیں یہ سوال کئے ہیں جن کے جواب ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

ڈائری اور تحریر کے متعلق اصولی بات

لیکن جواب دینے سے قبل میں اصولی طور پر اس امر کو واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ڈائریوں میں بعض اوقات حضورؑ کے بیان کو غلط طور پر بھی پیش کیا جاتا رہا ہے۔ اس ڈائری میں بھی بعض باتیں غلط طور پر حضرت اقدسؑ کی طرف منسوب کی گئی معلوم ہوتی ہیں جن کا ذکر میں اپنے جواب میں کروں گا۔ اس لئے یہ امر محفوظ خاطر رہنا چاہیئے کہ اصل حضورؑ کی تحریریں ہیں جو سند اور حجت کا کام دیتی ہیں نہ کہ ڈائریاں اس لئے پیشتر اس کے کہ میں سائل کے سوالوں کا جواب دوں احمدی نام رکھنے کے بارے میں حضورؑ کی اصل تحریر کو درج کر دینا ضروری سمجھتا ہوں تا کہ قارئین کرام پر اس نام کے رکھنے کی غرض و غایت اور اس کی حکمت روز روشن کی طرح واضح ہو جائے وہ تحریر طویل ہے اس کا وہی حصہ درج کیا جاتا ہے جس میں نام رکھنے کی وجہ بتائی گئی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:—

" اور وہ نام جو اس سلسلہ کے لئے موزوں ہے جس کو ہم اپنے لئے اور اپنی جماعت کے لئے پسند کرتے ہیں۔ وہ نام مسلمان فرقہ احمدیہ ہے اور جائز ہے کہ اس کو احمدی مذہب کے مسلمان نام سے بھی پکاریں۔ یہی نام ہے جس کے لئے ہم ادب سے اپنی معزز گورنمنٹ میں درخواست کرتے ہیں کہ اسی نام سے اپنے کاغذات اور مخاطبات میں اس فرقہ کو موسوم کرے۔ یعنی مسلمان فرقہ احمدیہ.......... اس فرقہ کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ اس لئے رکھا گیا۔ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسرا احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسم محمد جلالی نام تھا۔ اور اس میں یہ مخفی پیشگوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دیں گے۔ جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا۔ لیکن اسم احمد جمالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے۔ سو خدا تعالیٰ نے ان دو ناموں کی اس طرح پر تقسیم کی۔ کہ اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ کی زندگی میں اسم احمد کا ظہور تھا اور ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسم محمد کا ظہور ہوا۔ اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی۔ لیکن یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ آخری زمانہ میں پھر اسم احمد ظہور کرے گا اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جس کے ذریعہ سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات ظہور میں آئیں گی اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائیگا۔ پس اسی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ رکھا جائے تا اس نام کو سنتے ہی ہر ایک شخص سمجھ لے کہ یہ فرقہ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلانے آیا ہے اور جنگ اور لڑائی سے اس فرقہ کو کچھ سروکار نہیں۔

مرزا غلام احمد از قادیان

۴ر نومبر ۱۹۰۰ء "

[illegible]

احمدی کا لفظ آیت کے خلاف کس صورت میں ہو سکتا تھا

حضورؑ کی مندرجہ بالا تحریر سے واضح ہے کہ حضورؑ نے مسلمان نام کو ترک نہیں کیا بلکہ اسی کو مقدم رکھا ہے جیسا کہ تجویز کردہ نام "مسلمان فرقہ احمدیہ" سے ظاہر ہے آیت کے برخلاف ہونے کے الزام کا نشانہ تو حضورؑ اس وقت بن سکتے تھے جبکہ حضورؑ مسلمان نام چھوڑ کر کوئی اور نام تجویز کرتے مسلمان نام کے ساتھ کسی اور لفظ کو زائد کرنا تو آیت سمّاکم المسلمین کے برخلاف نہیں کہلا سکتا جس کی وضاحت سائل کے سوالوں کے جواب میں کی جائے گی۔

ایک سوال کا جواب

ہمارے موجودہ معزز سائل نے ایک سوال یہ بھی کیا ہے:—

" اگر احمدی نام رسول اللہ صلعم کے نام پر تجویز ہوا ہے تو کیا مرزا صاحب نے کبھی اپنے آپ کو احمدی تحریر فرمایا ہے "

جواب: — اس سوال کا جواب تو حضورؑ کی تحریر کے پہلے فقرہ میں ہی موجود ہے فرماتے ہیں:—

" اور وہ نام جو اس سلسلہ کے لئے موزوں ہے جس کو ہم اپنے لئے اور اپنی جماعت کے لئے پسند کرتے ہیں وہ نام مسلمان فرقہ احمدیہ ہے"

ہمارے معزز سائل صاحب اگر حضورؑ کے الفاظ "جس کو ہم اپنے لئے" پر غور فرمائیں گے تو ان کو اپنے اس سوال کا جواب مل جائے گا۔

مسلمان نام کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا نظریہ

مذکورہ ڈائری میں حضرت مسیح موعودؑ کسی سائل کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:—

" اسلام بہت پاک نام ہے اور قرآن شریف میں یہی نام آیا ہے"

پھر فرماتے ہیں:—

" جو لوگ اسلام کے نام سے انکار کریں یا اس نام کو عار سمجھیں ان کو تو میں لعنتی کہتا ہوں"

ہمارے معزز سائل صاحب غور فرمائیں کہ کیا ایسا شخص مسلمان نام کو ترک کر سکتا ہے۔

پھر فرماتے ہیں:—

"احمدی" کا اضافہ حنبلی شافعی وغیرہ کی طرح ہے بلکہ زیادہ موزوں ہے یہ صرف امتیازی نشان ہے

میں کوئی بدعت نہیں لایا جیسا کہ حنبلی شافعی وغیرہ نام تھے ایسا ہی احمدی بھی نام ہے بلکہ احمدی نام میں اسلام کے بانی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتصال ہے اور یہ اتصال دوسرے ناموں میں نہیں احمد آنحضرت صلعم کا نام ہے اسلام احمدی ہے اور احمدی اسلام ہے "

جواب کے اس حصہ میں حضورؑ نے سائل اور اسی طرح ان جیسے دوسرے سائلوں

شناخت کے اصول کو تسلیم کرتا ہے یا نہیں اس بارے میں آپ کے غور کے لئے مندرجہ ذیل آیت پیش کرتا ہوں :-

" یاایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ الحجرات ع۲۔ آیت میں لفظ لتعارفوا پر غور فرمائیں

قرآن کریم کا خود دوسرا نام تجویز کرنا

ظاہر ہے کہ آیت "ھو سمّاکم المسلمین" کے پہلے مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اللہ تعالیٰ نے ان کا نام مسلمان رکھنے کے باوجود خود ان کو دوگروہوں میں تقسیم کردیا ایک گروہ کا نام مہاجر رکھا اور دوسرے گروہ کا نام انصار رکھا تو یہ بتلائیے کیا یہ الگ الگ نام محض ہر ایک گروہ کو ایک دوسرے سے ممتاز کرنے کے لئے اختیار نہیں کئے گئے کیا خدا تعالیٰ کا یہ فعل مسلمانوں کو اختیار نہیں دیتا کہ وہ بھی ضرورت کے وقت اپنے آپ کو ایک دوسرے سے شناخت کروانے کے لئے اور آپس میں تعارف کے لئے اسی طریق کو اختیار کریں۔

قابل غور ایک اور بات

دوسری اہم بات اس بارے میں مدنظر رکھنے کے قابل یہ ہے کہ شریعت نے کسی کام کو کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں ہمارے ہاتھ میں جو اصول دیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر شریعت نے کسی امر کی ممانعت نہیں کی تو اس کے معنی یہ ہیں کہ شریعت کی رُو سے وہ امر جائز سمجھا جاتا ہے پس وہ لوگ جو مسلمان کے ساتھ تمیز کے لئے احمدی کا لفظ ناجائز سمجھتے ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ شریعت سے اس کی ممانعت دکھائیں۔ آیت ھو سمّاکم المسلمین تو صرف مسلمان کا لفظ اختیار کرنے کی ہدایت پر اکتفا کرتی ہے اور ساتھ کسی اور لفظ کو بڑھانے کی ممانعت تو نہیں کرتی خصوصاً جبکہ خود خدا تعالیٰ نے مہاجر اور انصار کا لفظ بڑھا کر اس کے جواز کا فتوےٰ بھی صادر فرما دیا ہوا ہے۔ پس جب تک شریعت سے اس کی ممانعت نہ دکھلائی جائے ہر مسلمان کو شریعت اختیار دیتی ہے کہ اپنے لئے مسلمان کے ساتھ کسی خاص غرض اور کسی خاص حکمت کے ماتحت کسی لفظ کا اضافہ کرلے حضرت مسیح موعودؑ نے تو لفظ مسلمان کو ترک نہیں کیا بلکہ اس کو قائم رکھتے ہوئے احمدی کا لفظ زائد کیا ہے اس کی غرض وغایت اور اس کی حکمت نہایت واضح الفاظ میں بیان کردی ہے جو مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کے دو نام ہیں احمدؐ اور محمدؐ۔ مکی زندگی احمد نام کا مظہر تھی جس میں اسلام کی تبلیغ اور اس کی اشاعت صلح اور آشتی کے ذریعہ ہوتی رہی کفار کے حملوں کا جواب تلوار سے نہیں بلکہ دلائل اور عملی نمونہ کے ذریعہ دیا گیا اس لئے احمد نام حضرت نبی کریم صلعم کی جمالی صفت کی طرف اشارہ کررہا تھا اور مدنی زندگی محمد نام کی مظہر تھی کہ اس میں دشمنوں کے حملوں کا جواب تلوار سے دیا گیا کیونکہ وہ بھی تلوار کے ذریعہ اسلام کو مٹانے کے درپے تھے اس لئے ان کے مقابلہ میں بطور ان کی سزا کے تلوار کو استعمال کرنا پڑا اس لئے یہ نام جلالی صفت کی نشاندہی کررہا تھا آخری زمانہ میں جس خلیفہ کے آنے کی پیشگوئی تھی اس نے حضرت نبی کریم صلعم کی جمالی صفت کا مظہر بن کر آنا تھا چونکہ اس کے زمانہ میں اسلام پر دشمنوں کا حملہ دلائل کی تلوار سے مقدر تھا اس لئے اس خلیفہ کو بھی جسے احادیث میں مسیح اور مہدی کے نام سے پکارا گیا ہے دلائل اور نشانات کے زور سے دوسرے ادیان کے حملوں کو براہین ساطعہ کے ذریعہ پسپا کرنے چنانچہ خدا کے مسیح نے ایسا ہی کرکے دکھا دیا یعنی دلائل اور آسمانی نشانوں کے ذریعہ دیگر تمام ادیان پر اسلام کا غلبہ نمایاں کرکے دکھلا دیا پس آپ نے اس غرض اور اس حکمت کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت نبی کریم صلعم کے نام احمد کی طرف منسوب کرتے ہوئے اپنا اور اپنی جماعت کا نام مسلمان احمدی رکھا۔

دلائل اور آسمانی نشانات کی تلوار [illegible] اسلام کی [illegible]

دنیا پر کیا واضح ہوجائے

تا دنیا پر واضح ہوجائے کہ آپ اور آپ کی جماعت مسلمانوں کے اس عقیدہ کے خلاف کہ آنے والا مسیح اور مہدی تلوار کے ذریعہ اسلام کو پھیلائے گا صلح اور آشتی کو کام میں لاتے ہوئے دلائل اور آسمانی نشانوں کے ذریعہ اسلام کو پھیلانے کا فریضہ سرانجام دیں گے اور اسلام پر جو اس کے دشمنوں کی طرف سے یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا ہے یہ ثابت کریں گے کہ اسلام نے اپنی ذاتی خوبیوں کے ذریعہ لوگوں کے دلوں کو موہ لیا تھا اس الزام کا ہمیشہ کے لئے قلع قمع کردیں گے۔

خلاصہ کلام

پس خلاصہ کلام یہ کہ آپ نے اپنی جماعت کا نام جو احمدی رکھا وہ جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے جیسا کہ معزز سائل نے بھی خیال کیا اپنے نام کی بنا پر نہیں رکھا بلکہ حضرت نبی کریم صلعم کے نام احمد کے ساتھ اتصال پیدا کرنے کے لئے مسلمان احمدی نام رکھا اور اس سے وہ پیشگوئی جو ۱۳۰۰ برس سے چلی آرہی تھی پوری ہوگئی۔

حضرت مسیح موعودؑ کے
ایک فقرہ پر تنقید

حضرت مسیح موعودؑ نے مسلمانوں کے مختلف فرقوں اور ان کے عقائد کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا :-

> اسی مصیبت کو دیکھ کر سلف صالحین نے اپنے آپ کو ایسے لوگوں سے تمیز کرنے کے واسطے اپنے نام شافعی حنبلی وغیرہ تجویز کئے"۔

اس پر ہمارے معزز سائل نے مندرجہ ذیل تنقید کی ہے :-

سوال :-

" سلف لغۃً گزشتہ لوگوں کو کہا جاتا ہے کما قال فجعلنٰھم سلفاً (زخرف) اب تو آپ خود بھی ان میں داخل ہوچکے ہیں اور اصطلاحاً سلف صالحین صحابہ کرام اور تابعین عظام کو کہا جاتا ہے"۔

اس کے بعد بعض آئمہ کو تبع تابعین اور بعض کو ان کا شاگرد بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں :-

" اور تقلید جیسا کہ شاہ صاحب نے حجۃ اللہ میں فرمایا ہے چوتھی صدی میں شروع ہوئی اور یہ نام بجا ہوئے ان کے موجد سلف صالحین کیسے ٹھہرے"

پھر لکھتے ہیں :-

" جیسا کہ مرزا صاحب نے اپنی جماعت کا نام احمدی تجویز کیا ہے اسی طرح آئمہ اربعہ نے کیا اپنے اپنے خادموں کے نام حنفی۔ مالکی۔ شافعی اور حنبلی تجویز فرمائے تھے یا کہ یہ بعد کی ساخت ہے جس کے وہ ذمہ دار نہیں"۔

جواب :-

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس سوال میں معزز سائل نے حضرت مسیح موعودؑ کی طرف ایسی بات منسوب کی ہے جو انہوں نے ہرگز نہیں فرمائی انہوں نے کہاں یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رح نے اپنے خادموں کا نام حنفی رکھا تھا پھر کہاں یہ فرمایا ہے کہ امام شافعی رح نے اپنے خادموں کا نام شافعی رکھا تھا اسی طرح امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبل کے متعلق کہاں کہا ہے کہ انہوں نے اپنے خادموں کا نام مالکی یا حنبلی رکھا تھا انہوں نے تو صرف سلف صالحین کی طرف ان ناموں کا تجویز کرنا منسوب کیا ہے نام تو انہوں نے کسی کا نہیں لیا۔

ہمارے معزز سائل کا اعتراف

ہمارے معزز سائل صاحب نے اپنی مندرجہ ذیل تحریر میں خود تسلیم کیا ہے کہ یہ نام آئمہ اربعہ کے خادموں نے تجویز کئے تھے لکھتے ہیں :-

" امام محمد بن ادریس کے خادموں نے اپنے امام کے نام پر اپنا نام محمدی یا کہ اس کے نام پر اپنا نام ادریسی نہیں تجویز کیا کہ اس میں مساوات کا شبہ ہے اس کے اجداد میں سے شافع کی طرف نسبت کردی اسی طرح امام احمد بن حنبل کے خادموں نے اپنے امام کے نام پر اپنا نام محمدی نہیں ٹھہرایا کہ اس میں مساوات کا شبہ پیدا ہوتا ہے اس کے دادا کی طرف نسبت ظاہر کردی"۔

مندرجہ بالا تحریر میں اس امر کا صاف اقرار موجود ہے کہ آئمہ اربعہ کے خادموں نے یہ نام تجویز کئے تھے تو اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ خادم صالح تھے یا غیر صالح تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان ناموں کے تجویز کرنے والے بزرگ صالح ہی تھے اور ان کا سلف یعنی گذرے ہوئے ہونا بھی یقینی ہے اس صورت میں اگر حضرت مسیح موعودؑ نے یہ فرمادیا کہ سلف صالحین نے دوسرے بدعتی وغیرہ لوگوں سے تمیز کرنے کے لئے اپنے یہ نام تجویز کئے

گیانا (ویسٹ انڈیز) میں تبلیغی سرگرمیاں

۲۰- افراد کی سلسلہ میں شمولیت

ایس ایم طفیل صاحب جارج ٹاؤن گیانا

۱۳ ستمبر کو ہم چار لوگوں کا وفد ٹرنی ڈاڈ سے گیانا آیا۔ یہاں پہلی دفعہ احمدیہ کنونشن منعقد ہو رہی تھی۔ ڈاکٹر ایم اے عزیز۔ مولوی ذہل دین اور مولوی ایس ایم کیدار میرے ہمراہ تھے سرینام سے مولوی عبدالرحیم ہیگو اور ان کے ساتھ چار دوست آئے ہوئے تھے۔ نکیری سے محمد یسین صاحب نے شرکت کی۔

دو ہفتے کے قیام کے دوران بہت سے لیکچر دیئے ہیں، ریڈیو پر تقریریں کی ہیں اور انٹرفیتھ (بین الادیان) مجلسوں میں حصہ لیا ہے۔ ان میں سے سب سے بڑی مجلس جارج ٹاؤن سٹی ہال میں منعقد ہوئی تھی جس میں عیسائیوں کی طرف سے ویسٹ انڈیز کے آرچ بشپ ڈاکٹر ایلن جان نائٹ نے نمائندگی کی اور ہندوؤں کی طرف سے پنڈت ہری رام شرما مقرر تھے۔ اب تک بیس افراد سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں اور مزید لوگوں کے شامل ہونے کی توقع ہے۔ مخالفت بھی بہت ہے اور ازہر یونیورسٹی کے ایک پروفیسر رات دن احمدیوں کو کافر بنانے میں لگے ہوئے ہیں، لیکن اس کے باوجود ہماری جماعت ترقی کر رہی ہے۔ گذشتہ سال جب میں آیا تھا اس وقت ہماری دو مسجدیں تھیں اب چار ہیں اور دو مزید بن رہی ہیں، ایک ماہنامہ اسلامک گارڈین نکلتا ہے جس کی کثرت سے اشاعت ہوتی ہے اپنے دوستوں کی ہمت اور مصروفیت کو دیکھ کر بے اختیار کہنا پڑتا ہے۔

زندہ باد جماعت احمدیہ گیانا

اچھے لوگ عمدہ لباس پسند کرتے ہیں
پریمیر فیبرکس
(اپنی)
سادگی اور پائداری کے لئے مشہور ہیں
امریکن روئی سے تیار شدہ P.C.M-840 لٹھا اور سنہری چڑیا پاپلین
لٹھا — 55000 | پاپلین — چاندنی | کیمرک رنگدار P.C.M-72
〃 〃 — EX-5 | 〃 〃 — سفینہ | کیمرک سفید EX-259
〃 〃 — 7000 | 〃 〃 — ظفر | وائل — V.445
〃 — پرچم | 〃 〃 — شہزادی | ٹسر — P.C.M-75
〃 〃 — شیرازی
4040 — 〃 〃
سوٹ ہر قسم سنگل و ڈبل بنڈلوں اور کونوں میں
المشتہر
کمرشل آفیسر: پریمیر کلاتھ ملز لمیٹڈ، لائلپور
ٹیلیفون نمبر: — 2102، 2166، 4917، 2548

احمدیہ انجمن بھدرواہ کا تبلیغی وفد

۱۲ ستمبر ۱۹۶۸ء کو خدا کے فضل سے جماعت بھدرواہ کا تبلیغی وفد بابو عبدالحق صاحب سیکرٹری نشر و اشاعت کی معیت اور رہبری میں ڈوڈہ پل۔ پوٹ - رام بن۔ بانہال - اننت ناگ سے ہوتا ہوا بارہ پورہ تحصیل کولگام کشمیر پہنچا۔ اس طویل اور دور دراز سفر میں صداقت اسلام حقانیت احمدیت اور جماعتی نصب العین کے بارے میں اراکین وفد (بابو عبدالحی صاحب۔ عبدالرشید صاحب۔ عبدالحفیظ صاحب وغیرہ) نے ہر مکتب فکر کے انسان کو پیغام دیا اس کے علاوہ اردو۔ انگریزی کشمیری۔ اور ہندی زبانوں میں لٹریچر بھی مفت تقسیم کیا۔

۱۵ ستمبر ۱۹۶۸ء بمقام باری پورہ کشمیر میں یہاں کی مقامی جماعت نے پبلک جلسہ کا اہتمام کیا۔ شمولیت جلسہ کے لئے زینہ پورہ اننت ناگ۔ سری نگر اور ملحقہ مضافات سے احمدی۔ قادیانی اور غیر از جماعت بھائیوں نے شرکت فرمائی۔ جلسہ مؤثر اور کامیاب رہا۔ اس جلسہ کی مفصل کارگذاری شعبہ نشر و اشاعت احمدیہ انجمن باری پورہ بہت جلد شائع کرائے گا۔ وفد نے احمدیت اور بانی احمدیت کے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا۔ الحمد للہ

جناب عزیز کاشمیری۔ خواجہ عبدالصمد صدر جماعت سرینگر۔ پروفیسر زاہد صاحب۔ جناب حقانی صاحب اور محمد یوسف صاحب تاجر کی مساعی جمیلہ قابل صد تحسین ہیں۔ جنہوں نے جلسہ کو مؤثر اور کامیاب بنایا۔

فقط والسلام

عبدالحفیظ بقلم خود
جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن بھدرواہ کشمیر سٹیٹ

بقیہ کالم ۲ — متعلق لکھ رہا ہوں میں ان کا مطالعہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ اسلام کی تعلیم سمجھ میں آ جائے اور لوگوں میں اس کی تبلیغ کروں۔ یہ میرے لئے ایک سنہری موقعہ ہے کہ میں اس کی تعلیم حاصل کر لوں۔ میں بہت مشکور ہوں گا اگر آپ مجھے کتب اور پمفلٹ جو کہ مفید ہوں ارسال کریں۔ امید ہے کہ میری استدعا ضرور پھل لائے گی۔ (اینس آف اسلام - اور وفات مسیح ارسال کی گئیں)

تبلیغی خط و کتابت

نائیجیریا

ترجمہ خط - ملام اے۔ اے۔ خان۔ نائیجیریا

السلام علیکم - میں ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے آپ کو لکھ رہا ہوں کیونکہ آپ غیر ممالک میں اسلام کی اشاعت کر رہے ہیں۔ ہمارے ملک میں بہت لوگ بے دین ہیں لیکن میں خدا کے فضل سے ان کو اسلام کے متعلق اچھی تعلیم دے سکتا ہوں۔ میں مردوں اور عورتوں کو اکٹھا کر کے قرآن مجید پڑھاتا ہوں۔ اور ان میں سے بعض اس قدر خوش ہیں کہ وہ قرآن کریم کو سمجھتے ہیں اور یہ بھی جان گئے ہیں کہ قرآن کریم کس طرح پڑھنا چاہئے۔ اور میں بچوں کو بھی اللہ تعالے کے فضل سے پڑھاتا ہوں اور بعض نے قرآن کریم ختم کر لیا ہے۔ میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ عیسائی مشن کے لوگ گاہ بگاہ آتے ہیں اور بائبل لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ اس لئے میں بھی چاہتا ہوں کہ آپ کتب ارسال کریں تاکہ لوگوں میں بانٹ سکوں۔ امید ہے کہ آپ ضرور اس پر عمل کریں گے۔

(ان کو ٹیچنگز آف اسلام - اسلام اینڈ کرسچینٹی - پرافٹ آف اسلام - اسلام دی ایلچین آف ہیومینٹی اور فہرست کتب ارسال کی گئی)

ترجمہ خط - محمد نورالدین اولا اوبو ڈیبے۔ نائیجیریا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تعالے آپ پر رحمتیں نازل کرے اور میرے خط کے لکھنے کی خاص وجہ یہ ہے کہ مجھے آپ کے لٹریچر سے بہت الفت ہے اس لئے مجھے ایسی کتب ارسال کریں جس سے کہ مجھے اسلام کی تعلیم سے پوری واقفیت ہو سکے۔ امید ہے کہ آپ میری اس گذارش سے اتفاق کریں گے جب مجھے کتابیں ارسال کریں گے تو میں مطالعہ کرنے سے اسلام کی واقفیت حاصل کر لوں گا۔ اور یہاں کے لوگ تعلیم اسلام کے بہت دلدادہ ہیں۔ اس لئے آپ بہت جلد کتب ارسال کریں۔ اللہ تعالے آپ کی نصرت کرے گا میں بہت مشکور ہوں گا۔ والسلام

(ان کو اسلام دی ایلچین آف ہیومینٹی - ٹیچنگز آف اسلام - مرزا غلام احمد اور فہرست کتب ارسال کی گئی۔)

ترجمہ خط - حمید مصطفٰے - نائیجیریا

السلام علیکم - میں یہ خط اسلامی کتابوں کے

(باقی کالم ۲ کے پیچھے)

آسٹریلیشیا بنک

ہمارا نصب العین
بنک کاری میں مخلصانہ خدمت
اور اعلیٰ کارگزاری

آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ

قائم شدہ ۱۹۴۲ء

پاک سیمنٹ فاروقیہ

یادگار عمارتیں
— پائیدار سیمنٹ
پاک سیمنٹ فاروقیہ

پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ

فاروقیہ (ضلع ہزارہ)

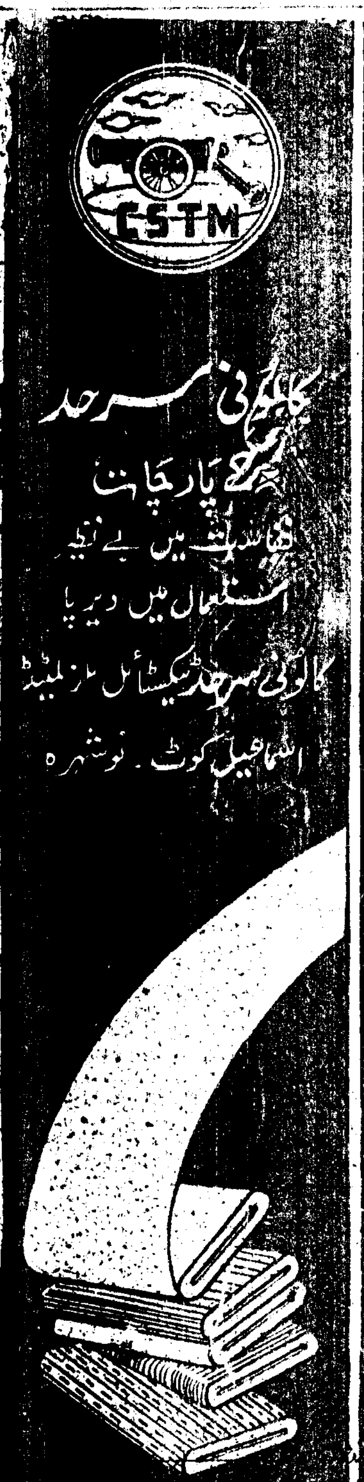

کالونی سرحد
کے پارچات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا

کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

اسماعیل کوٹ۔ نوشہرہ

اختیار کی ہے:۔

۱- الوتز دین (عبد العلی) برنش گیا
۲- عبد الحمید 〃
۳- رائٹے ڈیوس (محمد رفیق) 〃
۴- سمایہ سمتھ (نذیر علی) 〃
۵- کیبنٹ فریڈر (الامین) 〃
۶- موریس (خواجہ کمال الدین) 〃
۷- تھیالیس بابر (بشیر الدین) 〃
۸- روپرٹ فٹز گیرالڈ (محمد طفیل) 〃
۱۰- [illegible] (محمد یوسف)
۱۱- لینکس ہنٹر (محمد مرزا) 〃
۱۲- الڈوز لو میکڈانلڈ (محمد علی) 〃
۱۳- کینڈرک الیگزینڈر (احمد) 〃
۱۴- نوئل ہنری (الامان اقبال) 〃
۱۵- سناو لے جارڈس (العزیز) 〃
۱۶- ڈورین تیودیتھا زیمن گیری 〃
۱۷- ہگ کیمیکل 〃
۱۸- ایلینہ گیری 〃
۱۹- سڈرک باول (محمد دین) 〃
۲۱- الشکار کیادور (رحیم)
۲۲- ونسنٹ کرسچین (محمد امام) 〃
۲۳- نوئل فنٹر بریٹ (حبیب) 〃
۲۴- گیا ڈی ہکنز (حبیب) 〃
۲۵- شاہنواز احمد ولد نیاز صاحب محلہ درانی۔ لاڑکانہ گلاس ورکس لاڑکانہ۔ 〃

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔

---

۸ شمارہ ۴۳

۹۱۰

پیغام صلح لاہور
بخدمت جناب
مرزا مصطفے بیگ صاحب
لائیڈز بنک
دی مال
لاہور

تعلیمی پرنٹنگ پریس ریکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نور الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

گمرہاں را چشم کن روشن ز آیات مبیں

ٹیلیفون نمبر ۳۷۲۳۷
تار کا پتہ تبلیغ لاہور

پیغام صلح

[illegible]

جلد ۵۶ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۴ شعبان المبارک ۱۳۸۸ھ مطابق ۶ نومبر ۱۹۶۸ء | نمبر ۴۴

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا
گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے
نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور ائمہؒ قابل احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحر حکمت کے موتی

احکام اسلام جن کا بجا لانا فلاح کا موجب ہے

عن طلحة بن عبيد الله يقول جاء رجل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم من اهل نجد ثائر الراس نسمع دوي صوته ولا نفقه ما يقول حتى دنا فاذا هو يسال عن الاسلام فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم خمس صلوات في اليوم والليلة فقال هل علي غيرها قال لا الا ان تطوع قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الزكوة قال هل علي غيرها قال لا الا ان تطوع قال فادبر الرجل وهو يقول والله لا ازيد على هذا ولا انقص قال رسول الله صلى الله عليه وسلم افلح ان صدق۔

وصيام رمضان قال هل علي غيره قال لا الا ان تطوع قال وذكر له رسول الله صلى الله عليه وسلم

ترجمہ:۔

حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص اہل نجد میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ ہم اس کی آواز کی بھنبھناہٹ کو سنتے تھے اور نہیں سمجھ سکتے تھے جو وہ کہتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ قریب آیا تو وہ اسلام کے متعلق سوال کر رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں۔ اس نے کہا کیا اس کے سوا مجھ پر کچھ اور بھی لازم ہے

جزء

فرمایا نہیں سوائے اس کے کہ تو اپنی خوشی سے کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور رمضان کے روزے۔ اس نے کہا کہ کیا اس کے سوا مجھ پر کچھ اور بھی لازم ہے۔ فرمایا

(باقی بر صفحہ ۱۲)

ہماری جماعت امن جو ہے

تم دشمن کے مقابلہ پر صبر کرو

گالی سن کر چپ رہو

آخر کار میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم دشمن کے مقابلہ پر صبر اختیار کرو۔ تم گالیاں سن کر چپ رہو۔ گالی سے کیا نقصان ہوتا ہے۔ گالی دینے والے کے اخلاق کا پتہ لگتا ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر تم کو کوئی زدوکوب بھی کرے تب بھی صبر سے کام لو۔ یہ یاد رکھو کہ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کے دل سخت نہ ہوتے تو وہ کیوں ایسا کرتے۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ ہماری جماعت امن جو ہے۔ اگر وہ ہنگامہ پرداز ہوتی تو بات بات پر لڑائی ہوتی۔ اور پھر اگر ایسے لڑنے والے ہوتے اور ان میں صبر و برداشت نہ ہوتی تو پھر ان میں اور ان کے غیروں میں کیا امتیاز ہوتا۔

ہمارا مذہب یہی ہے کہ ہم بدی کرنے والے سے نیکی کرتے ہیں۔ یہی گھر جو سامنے موجود ہے اس کے متعلق میرے لڑکے مرزا سلطان احمد نے مقدمہ کیا تھا۔ باوجودیکہ میرے لڑکے نے مقدمہ کیا تھا اور یہ سخت ایذا دینے والے دشمن تھے مگر میں نے کہا کہ قسم اٹھانی نہیں دوں گا۔ کیا اس وقت میں نے سلطان احمد کی رعایت کی تھی یا ان کی؟ اور ان کی دشمنوں کا خیال رکھا یا ان کے ساتھ نیکی کی؟ یہ ایک ہی بات نہیں۔ جب جب ان کو میری مدد کی ضرورت ہوئی میں نے ان کو مدد دی ہے اور دیتا رہتا ہوں۔ جب ان کو مصیبت آئی یا کوئی بیمار ہوا تو میں نے کبھی سلوک یا دوا دینے سے دریغ نہیں کیا۔ ایسی حالت میں ہم ان سے سلوک کرتے ہیں اور ان کی سختیوں پر صبر کرتے ہیں تم ان کی بدسلوکیوں کو خدا پر چھوڑ دو۔ وہ خوب جانتا ہے اور انہیں بدلہ دینے والا ہے۔ میں تمہیں بار بار کہتا ہوں کہ ان سے نرمی کرو اور خدا تعالیٰ سے دعا کرو۔ مگر یہ بھی یاد رکھو کہ دعائیں منظور نہ ہوں گی جب تک تم متقی نہ ہو۔ اور تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ کی دو قسم ہیں۔ ایک علم کے متعلق دوسرا عمل کے متعلق۔ علم کے متعلق تو میں نے یہ بیان کر دیا کہ علوم دین نہیں آتے اور حقائق معارف نہیں کھلتے جب تک متقی نہ ہو اور عمل کے متعلق یہ ہے کہ نماز، روزہ اور دوسری عبادات اس وقت تک ناقص رہتی ہیں جب تک متقی نہ ہو۔

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

مکتوب ہالینڈ —— غلام احمد بشیر صاحب مبلغ ہالینڈ

اسلام میں تمام نیک اعمال کا مقصود بالذات محبت الٰہی کا حصول ہے

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

قرآن مجید ۶۶/۱۸ سے ظاہر ہے کہ ہم خدا تعالےٰ سے نور حاصل کریں گے اور لگاتار التجا اور دعائیں کرتے رہیں گے ربنا اتمم لنا نورنا - اللہ ہمارا نور کامل فرما دے۔

اگر انسان قرآن مجید پر من حیث الکل نظر ڈالے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ قرآن اخروی زندگی کو دنیاوی چیزوں سے بھرپور خیال نہیں کرتا بلکہ وہ تمام مثالیں ہیں خدا تعالےٰ کی رحمت اور فضل کی جو انسان پر حاوی ہوں گے اور جن کی وجہ سے انسان نور الٰہی سے منور ہو کر اس ازلی ابدی نور میں فنا ہو جائے گا۔

خدا کی محبت

صفحہ ۲۳۲ پر مصنف نے خدا اور انسان کے تعلق پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"قرآن میں ایک دو جگہوں پر خدا اور انسان کے درمیان محبت کے متعلق ذکر آتا ہے مگر ان مقامات پر خدا کی محبت سے مراد محض فرمانبرداری اور اطاعت ہے۔ اس محبت سے مراد خدا تعالےٰ کے ساتھ ذاتی محبت کا تعلق نہیں۔ اس قسم کی محبت اسلامی اصولوں سے تعلق نہیں رکھتی۔ لیکن قرون وسطیٰ کے شروع میں مسلم صوفیاء میں اس قسم کی محبت کا خیال پایا جاتا ہے۔ اور یہ صوفیاء عام طور پر مسیح کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کی کوشش میں تھے کیونکہ اسلامی تعلیم محبت الٰہی کے اصول کی تائید نہیں کرتی۔ ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ یسوع مسیح کا پیغام اس قسم کی محبت الٰہی کی تعلیم کی بنیاد پیش کرتا ہے۔

جواب:- اس بیان سے مندرجہ ذیل باتیں عیاں ہوتی ہیں:-

۱- قرآن مجید میں صرف ایک دو آیات ایسی ہیں جہاں خدا اور بندے کی محبت کا بیان ہے لیکن اس سے خدا کی اطاعت ہی مراد ہے۔

۲- خدا سے محبت اصولی طور پر اسلام کی تعلیم میں داخل نہیں۔

۳- چونکہ خدا انسان سے بہت دور ہے اس لئے خدا کے ساتھ ایک ہونے کا خیال بھی اسلام میں پیدا نہیں ہو سکتا۔

۴- صوفیاء اسلام اپنے سفر میں حضرت مسیح کو اپنا رہبر گردانتے تھے۔

یہ چاروں دعوے قرآن مجید کی روشنی میں ثابت نہیں ہو سکتے۔

۱- یہ غلط ہے کہ قرآن مجید میں محض ایک یا دو آیات میں خدا تعالےٰ سے محبت کا ذکر ہے بلکہ قرآن مجید ایسی آیات سے بھرا ہوا ہے۔ قرآن مجید خدا تعالےٰ کی ذات کو نقطہ مرکزیہ کے طور پر پیش کر کے کہتا ہے کہ ہمارے تمام اعمال اسی نقطہ کے گرد گھومنا چاہئیں۔ یعنی محض خدا تعالےٰ کو پانا ہی ہمارے اعمال کا مقصود ہو۔ اگر ہم اچھے اعمال بجا لائیں تو ان کا مقصد بھی یہی ہوگا کہ ہم اس ذریعہ سے اپنے محبوب حقیقی کو پا لیں اور اگر برے اعمال سے پرہیز کریں گے تو بھی مدنظر یہی ہو کہ ہم برے اعمال سے اس لئے پرہیز کرتے ہیں کہ ہمارا شیشۂ دل صاف ہے اور اس میں ہمارے محبوب کی تصویر منعکس ہو سکے۔ اسی لئے بہت سے مقامات پر مذکور ہے کہ خدا ان سے محبت رکھتا ہے جو سچ بولتے ہیں اور جو جھوٹ بولیں ان سے محبت نہیں رکھتا۔ ۲/۱۹۱-۱۹۶ ، ۳/۱۳۹ ، ۵/۸۸ ، ۳/۷۷ ، ۹/۴ ، ۷/۳ وغیرہ

مندرجہ ذیل آیات میں مرقوم ہے کہ اللہ ان کا دوست ہے جو ایمان لائیں اور اچھے عمل کریں - ۲/۱۹۶ ، ۶۱/۵ ، ۱۹/۹۶ ، ۵۴/۷ -

خدا کی محبت سب چیزوں پر غالب ہو- والذین امنوا اشد حبا للّٰہ ۲/۱۶۵

انسان کو خدا کی محبت باقی تمام چیزوں کی محبت سے زیادہ ہونی چاہیئے ۹/۲۴ انسان کی مرضی خدا کی مرضی کے ساتھ ہو- ۵/۳۰ انسانی اعمال کا مقصود خدا کی ذات ہو- ۶/۱۶۳

۳- اور ۲ کے جواب میں مندرجہ ذیل باتیں عرض ہیں -

یہ صحیح نہیں کہ قرآن مجید میں خدا سے محبت کا مطلب محض اس کے احکام کی فرمانبرداری ہے اور عیسائیت میں ذاتی محبت - اگر ہم بائبل کا مطالعہ کریں تو ہمیں صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ مصنف نے بائبل کے کھلے کھلے الفاظ کے خلاف خود اپنا خیال اس کی طرف منسوب کر دیا ہے - مثلاً یوحنا باب چودہ آیت پندرہ میں مندرجہ ذیل الفاظ لکھے ہیں "اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے احکام پر عمل کرو" یہ اسی طرح ہے جیسے قرآن مجید میں لکھا ہے قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ - اگر تم اللہ سے محبت کا دعوےٰ کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے حقیقی طور پر محبت کرے گا یوحنا ۱۴/۲۱ میں لکھا ہے، جو مجھ سے محبت کرتا ہے خدا اس سے محبت کرے گا اور میں بھی اس سے پیار کروں گا -

پھر یوحنا ۱۵/۱ میں لکھا ہے:- اگر تم میرے احکام پر عمل کرو گے تو میری محبت کے مستحق ہو گے جس طرح . . . . میں نے خدائی احکام کی فرمانبرداری کر کے خدا کی محبت حاصل کی ہے - اسی طرح یوحنا ۵/۳ میں لکھا ہے:-

"خدا سے محبت سے مراد ہے کہ ہم اس کے احکام پر عمل کریں" - اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ انجیل کا مذہب اور ہے اور مصنف مذکور کا مذہب اور -

۲- قرآن مجید فرماتا ہے:- "جو اپنے رب سے ملنے کی امید رکھتا ہے اسے اچھے اعمال بجا لانے چاہئیں" ۱۸/۱۱۱ - گویا اچھے اعمال خدا تعالےٰ سے ملنے کا ذریعہ ہیں -

۳- قرآن مجید پھر یہ بھی بتلاتا ہے کہ جو نیک اعمال بجا لاتے ہیں ان کا خدا تعالےٰ سے دوستانہ تعلق ہو جاتا ہے ۱۹/۹۶ - یہ منزل ایمان لانے اور پھر تقوےٰ و طہارت سے کام لینے اور احکام الٰہی پر عمل کرنے کے بعد آتی ہے گویا تمام اعمال حسنہ تقویٰ و طہارت انسان کا اللہ تعالےٰ کے ساتھ محبت کا تعلق قائم کرتے ہیں۔

۴- حضرت نبی اکرم صلعم نے فرمایا ہے کہ نوافل کے ذریعہ مومن خدا تعالےٰ کے اس قدر قریب ہو جاتا ہے کہ وہ خدا تعالےٰ میں محو ہو کر اپنے آپ کو بھول جاتا ہے اور خدا تعالےٰ کی صفات اس کے ذریعہ ظاہر ہوتی ہیں۔ (الترمذی)

اس سے ظاہر ہے کہ مذہبی احکام و فرائض پر عمل اصل غرض نہیں بلکہ اصل مقصود ان کے ذریعہ خدا کو پانا ہے۔

۳- ۲ کے جواب میں عرض ہے کہ یہ دعوےٰ کرنا کہ محبت الٰہی اسلامی تعلیم کی اساس میں سے نہیں صحیح نہیں کیونکہ حضرت نبی اکرم صلعم نے اپنے متبعین کو مندرجہ ذیل طریق پر بھی دعا کرنا سکھائی ہے:-

اللّٰھم انی اسئلک حبک و حب من یحبک و اسئلک عملاً حبک

اللہ میری یہ دعا ہے کہ مجھے اپنی محبت عطا فرما اور اس کی محبت جو تجھ سے محبت رکھے۔ اللہ مجھے ایسا عمل کرنے کی توفیق دے جو تیری محبت کو کھینچنے کا موجب ہو۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا:-

اگر اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت باقی تمام چیزوں سے زیادہ نہ ہو تو تم نے ایمان کا مزہ ہی نہیں چکھا۔

اسلام کے ارکان خمسہ ظاہر کرتے ہیں کہ اسلام میں خدا کی محبت سب سے بالا ہے ورنہ انسان ان ارکان پر عمل کر ہی نہیں سکتا۔ خدا کی محبت کے بغیر لا الٰہ الا اللّٰہ دل سے کہنا ممکن نہیں۔ کیونکہ اس جگہ انسان خدا کے ماسوا سب کا رد کرتا ہے خدا کے سوا کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو ہماری بندگی کی مستحق ہو، نہ مال۔ نہ جاہ۔ نہ اولاد نہ دوست اور نہ ہی انسان کا اپنا نفس۔

(باقی بر صفحہ ۱۰)

خط و کتابت
کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔
منیجر

ہفت روزہ پیغام صلح —— لاہور —— مورخہ ۶، نومبر ۱۹۶۸ء

قرآن کریم کی اکملیت کے خلاف چند مسیحی سوالات کے جوابات

مسیحی اخبار "اخوت" کے مقالہ نگار نے قرآن کریم کو غیر مکمل ثابت کرنے کے لئے چند سوالات کئے ہیں جن کے متعلق اس کا بیان ہے کہ مسیحی پادری امام الدین نے حضرت مسیح موعودؑ کے اس دعوے کے جواب میں، کہ قرآن کریم کامل و مکمل کتاب ہے لکھ کر بھیجے تھے اور آپ ان کا جواب نہ دے سکے، اس کے ثبوت میں مقالہ نگار نے کسی کتاب خط و کتابت یا مرزا غلام احمد کا حوالہ دیا ہے، ہم نے ہر چند اس کتاب کی تلاش کی لیکن کوئی ایسی کتاب نہیں ملی جس میں اس قسم کی خط و کتابت درج ہو اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ اخوت کے مقالہ نگار کا بیان کہاں تک صحیح ہے، تاہم جہاں تک اصل سوالات کا تعلق ہے جو "اخوت" نے شائع کئے ہیں ہم افسوس کے ساتھ یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ان کا بیشتر حصہ بالخصوص پہلے چار سوال اس قدر گندے اور ناپاک ہیں کہ "پیغام صلح" .... میں انہیں نقل کرنا بھی ہم گوارا نہیں کر سکتے چہ جائیکہ اُن کا جواب دیا جا سکے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسیحی حضرات کا مذاق اس قدر گر چکا ہے کہ انہیں غیر شائستہ اور ناپاک الفاظ لکھتے اور بولتے ہوئے ذرا بھی ہچکچاہٹ نہیں ہوتی، اور وہ بلا تکلف ایسی ناپاک اور انہونی باتیں لکھ جاتے ہیں، جو کسی شائستہ اور مہذب انسان کے تصور میں بھی نہیں آ سکتیں، چہ جائیکہ قرآن کریم جیسی بلند پایہ کتاب میں ان کا ذکر پایا جائے، شاید دنیا میں کوئی وحشی اور انسان نما حیوان بھی ہوگا یا ممکن ہے مسیحی دنیا میں ایسے انسان پائے جاتے ہوں جو ان ناپاک حرکات کے مرتکب ہوں، جن کا ذکر "اخوت" کے مقالہ نگار نے پہلے چار سوالات میں کیا ہے، لیکن چونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ اس قسم کی حرکات کوئی غیرت مند اور ہوش و حواس رکھنے والا انسان نہیں کر سکتا اس لئے ایسی انہونی باتوں کا ذکر قرآن میں نہ ہونا اس کی اکملیت کے منافی نہیں اور مسیحی مقالہ نگار کا ایسے ناپاک سوالات کرنا کسی طرح بھی جائز اور روا نہیں،

پانچواں سوال ہے کہ "انسان کے جسم میں ایسے ایسے اعضاء کون کون سے ہیں کہ جن کو دیگروں کی نظر سے چھپانا چاہیئے"

الجواب:- ہم حیران ہیں کہ اس سوال کا شریعت سے کیا تعلق ہے، ہر عاقل و بالغ انسان فطرتاً جانتا ہے کہ اس کے کون کونسے اعضاء چھپانے کے قابل ہیں اور وہ انہیں بغیر کسی شرعی حکم کے خود بخود چھپاتا ہے۔ قرآن کریم میں آدم اور حوا کے قصہ میں بیان کیا گیا ہے کہ جب شیطان نے انہیں بہکایا اور انہوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا جس سے انہیں منع کیا گیا تھا تبدت لھما سوأتھما وطفقا یخصفن علیھما من ورق الجنۃ ان کے پردہ کی چیزیں ظاہر ہو گئیں اور وہ باغ کے پتوں سے انہیں ڈھانپنے لگے اسی سے سمجھ لیجئے کہ انسان کے پردہ کے اعضا کون کون سے ہیں جن کو دوسروں کی نظروں سے چھپانا چاہیئے اور تمام لوگ ان اعضا کو لازماً چھپاتے ہیں خواہ باقی جسم ننگا ہے۔ آدم علیہ السلام کا یہ فعل بتاتا ہے کہ یہ بات انسانی فطرت میں داخل ہے کہ جسم کے کون کونسے حصہ کو چھپانا چاہیئے۔ پس جو چیز فطرت میں داخل ہے قرآن کو اس کے متعلق ہدایت دینے کی ضرورت نہیں اور نہ اس سے اس کے کامل ہونے پر کوئی حرف آتا ہے

چھٹا سوال:- پانی کی مقدار ایسی کونسی ہے کہ جس میں اگر کوئی نجس شئے پڑ جائے تو بھی پانی پلید نہ سمجھا جائے؟

الجواب:- اس سوال کا جواب بھی قرآن کریم کے ذمہ نہیں، انسانی فطرت اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ بعض وقت کوئی شخص چلتے ہوئے دریا کے پانی میں بھی اگر کوئی نجس چیز دیکھ لیتا ہے، تو اس پانی کو استعمال کرنے سے کراہت کرتا ہے، اس لئے پانی کی ایسی مقدار مقرر کرنا کہ اس میں کوئی نجس چیز پڑ جائے تو اسے پلید نہ سمجھا جائے صحیح نہیں، یہ انسان کی پسند و ناپسند یا طبی اصولوں پر منحصر ہے جن کے ذریعے پانی کا پاک اور صحت بخش ہونا معلوم کیا جا سکتا ہے۔ قرآن کریم طب کی کتاب نہیں، اس نے ہر کھانے اور پینے کی چیز کے متعلق حلالاً طیباً کا حکم دے دیا ہے۔ پس جو اور جس قدر پانی طیب نظر آئے اسے استعمال کیا جا سکتا ہے اور جس سے طبیعت کراہت کرے یا طبی اصولوں کے منافی ہو وہ پلید ہے اور اسے استعمال کرنا صحیح نہیں لہٰذا اس بارہ میں ہدایت نہ دینے سے قرآن کریم کے مکمل ہونے پر کوئی زد نہیں پڑتی۔

ساتواں سوال:- ظروف گلی یا مٹی یا چوبی وغیرہ اگر ناپاک ہو جائیں تو ان کے پاک کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب:- فرمایئے اس سوال کا شریعت سے کیا تعلق ہے؟ کیا دنیا عام طور پر ہر قسم کے برتنوں کو صاف اور پاک کرنا نہیں جانتی؟ یہ تو ایسا ہی سوال ہے جیسے کوئی کہے کہ کپڑا اگر ناپاک ہو جائے تو اس کو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ یا بدن کو اگر پاخانہ لگ جائے تو کس طرح پاک کیا جائے؟ اس قسم کے مسائل جن کو انسان بغیر کسی شرعی ہدایت کے ہمیشہ سے فطرتاً جانتا ہے اور ان پر عمل کرتا چلا آیا ہے شریعت یا قرآن کا اس بارہ میں ہدایت دینا تحصیل حاصل ہے اور ایسی غیر ضروری باتوں کے جن پر پہلے سے عمل ہو رہا ہے بیان کرنے سے قرآن کے دعوے اکملیت پر کوئی زد نہیں پڑتی۔

آٹھواں سوال:- چارپایوں میں سے مثلاً کتا۔ بلا۔ اور اونٹ، گھوڑا اور پرندوں میں سے مثلاً چیل کوا اور کونج اور بطہ اور حشرات الارض میں سے مثلاً چوہا اور گوہ، اور جانوران آبی میں سے مثلاً مگرمچھ وغیرہ حلال ہیں یا حرام؟

الجواب:- کیا یہ بھی کامل شریعت کے فرائض میں سے ہے کہ ایک ایک جاندار کی حلت و حرمت کے متعلق احکام نافذ کرے؟ کیا کتا بلا اور چوہا وغیرہ کو ایک عامی آدمی نہیں جانتا کہ یہ ناپاک جانور ہیں اور ان کا کھانا مضر صحت ہے؟ کیا بائبل میں کتا، بلا، چوہا وغیرہ کھانے کا ذکر ہے؟ رہا اونٹ گھوڑا یا کوا، چیل اور مگرمچھ وغیرہ، قرآن کریم نے ایک اصولی بات بتا دی ہے کلوا حلالاً طیباً حلال اور ستھری چیزیں کھاؤ طیب کے لفظ میں ان چیزوں کا امتناع بھی شامل ہے جو مضر صحت ہیں یا اخلاق پر ان کا برا اثر پڑتا ہے، مثلاً خون، مردار اور خنزیر وغیرہ وغیرہ، چنانچہ قرآن نے صاف طور پر یہ بھی بتا دیا ہے حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر مردار اور خون مضر صحت ہیں، اور خنزیر کھانے سے اخلاق پر برا اثر پڑتا ہے، جیسا کہ خنزیر خور قوموں کا حال ہے کہ وہ علی العموم فواحش کی مرتکب ہوتی ہیں، قرآن کریم نے ایک جگہ اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ حلال جانوروں کو بھی کن حالات میں کھانا منع ہے، یہاں اس نے مردہ جانور، خون اور خنزیر کھانے سے منع کیا ہے وہاں ساتھ ہی فرمایا ہے وما اھل لغیر اللہ بہ والمنخنقۃ والموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ وما اکل السبع الا ما ذکیتم وما ذبح علی النصب وان تستقسموا بالازلام ذالکم فسق۔ اور جس پر اللہ کے سوا کسی کا نام پکارا جائے اور گلا گھٹ کر مرا ہوا چوٹ لگ کر مرا ہوا اور سینگ لگ کر مرا ہوا اور وہ جسے درندوں نے کھایا ہو مگر جسے تم ذبح کر لو وہ کھا لو، اور وہ بھی حرام ہے جو تھانوں پر (یعنی بت خانوں) پر ذبح کیا گیا ہو اور یہ کہ تم تیروں سے قسمت معلوم کرو، یہ سب نافرمانی ہے اس سے ظاہر ہے قرآن کریم نے اصولاً بتا دیا کہ کن کن جانوروں کا کھانا منع ہے، ان کے سوائے جو حلال اور طیب جانور ہیں، ان کے کھانے میں حرج نہیں۔ کامل شریعت کا یہ فرض نہیں کہ وہ ایک ایک جانور کا نام لے کر اس کی حلت و حرمت کا فتوےٰ دے قرآن میں تو بکرے اور مرغی وغیرہ کا بھی ذکر نہیں، اس نے ایک اصول بتا دیا ہے کہ حلال اور طیب کھاؤ، اور مسلمان اسی اصول کے مطابق صرف طیب اور حلال جانور کھاتے ہیں مسیحیوں کی طرح گندی اور ناپاک چیزیں ان کی غذا میں داخل نہیں، یہی قرآن کی اکملیت کی دلیل ہے۔

نواں سوال:- ذبح کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ یعنے کس طرح اور کس جگہ سے کس قدر کاٹا جائے؟ اور اگر سالم کاٹا جائے تو اس لئے کیا حکم ہے؟

الجواب:- ذبح کا طریق تمام دنیا میں یہی ہے کہ جانور کو گلے سے کاٹا جاتا ہے اور

احمدی قانوناً دائرۂ اسلام کے اندر ہیں

"اسلام کے دوسرے فرقوں کے ساتھ اپنے عقائد کے اختلافات کے باوجود وہ اسلام کے اتنے ہی اچھے پیروکار ہیں جیسا کہ کوئی دوسرا شخص"

چٹان کیس میں جماعت احمدیہ کے متعلق ہائیکورٹ کا فیصلہ

ہفت روزہ چٹان کے ڈیکلریشن کی منسوخی کے مقدمہ میں یہ مسئلہ بھی زیر بحث آیا کہ کیا احمدی مسلمان ہیں یا نہیں اور کہ مسلمانوں کو یہ حق حاصل ہے یا نہیں کہ احمدیوں کو کافر کہیں، یہ نکتہ بھی عدالت کے غور و فکر کا عنوان بنا کہ مرتد واجب قتل ہے یا نہیں، ان ہر دو امور کے متعلق ہائیکورٹ نے جو فیصلہ صادر کیا ہے اس کا ترجمہ لائل پور کے ہفت روزہ اخبار المنبر نے ۱۸ رجب ۱۳۸۴ھ کے پرچہ میں شائع کیا ہے اور علما کو اس پر غور کرنے کی دعوت دی ہے، جس کو نظر انداز کرتے ہوئے "المنبر" کے شائع کردہ فیصلہ کی نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

۲۴۔ جہاں تک بنیادی حقوق نمبر ۶ اور نمبر ۹ جو کاروبار، تجارت یا پیشہ کی آزادی اور تحریر کی آزادی کے بارے میں ہیں۔ کا تعلق ہے وہ ہنگامی حالت کے اعلامیہ کے باعث معطل پڑے ہیں۔ اپنے مذہب پر عمل کرنے اور کاربند ہونے کی آزادی (بنیادی حق نمبر ۱۰) زیر عمل ہے لیکن اس پر عمل درآمد کی آزادی کو واضح طور پر "قانون امن عامہ اور اخلاقیات کے تابع" کر دیا گیا ہے اس لئے یہ مطلق و خود مختارانہ نہیں ہے۔ درخواست دہندگان کے فاضل وکیل کا سارا زور اس دلیل پر تھا کہ احمدی اسلام کا ایک فرقہ نہیں ہیں اور ایسا کہنے کے اس حق کی ضمانت آئین دیتا ہے لیکن فاضل وکیل اس امر واقعہ کو نظر انداز کرتے ہیں کہ پاکستان کے شہریوں کی حیثیت سے احمدیوں کو بھی آئین کی طرف سے اس اعلان و دعوٰی کی بھی آزادی ہے کہ وہ اسلام کے دائرہ کے اندر ہیں۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ درخواست دہندگان اپنے لئے جس حق کا دعوٰی کرتے ہیں وہ دوسروں کے لئے اس سے انکار کیسے کر سکتے ہیں یقیناً انہیں ۵۱ زندہ سنت کرکے ایسا نہیں کیا جا سکتا۔ بنیادی سوال یہ ہے کہ درخواست دہندگان اور ان کے ہم خیال دوسرے لوگ احمدیوں کو یہ دعوٰی کرنے سے قانوناً کہاں تک روک سکتے ہیں کہ اسلام کے دوسرے فرقوں کے ساتھ اپنے عقائد کے اختلافات کے باوجود وہ اسلام کے اتنے ہی اچھے (نیک) پیروکار ہیں جیسا کہ کوئی دوسرا شخص ——— جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو، درخواست دہندگان کے فاضل وکیل نے اس سوال کا جواب صاف طور پر نفی میں دیا کہ کیا کوئی ایسی درخواست جس میں اس اعلان کے لئے کہا جائے کہ احمدی مسلمان نہیں ہیں یا احمدیوں کے خلاف کوئی ایسا مستقل حکم امتناعی کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہنے سے باز رہیں ——— عدالت اس کی سماعت کی اہل و مجاز ہو گی:

درخواست دہندگان کے فاضل وکیل نے اس کا جواب نفی میں دیا ——— اس سے واضح مدد ملتی ہے کہ درخواست دہندگان کے کسی قانونی حق کی عدم موجودگی میں کسی جائداد یا عہدہ کے حق کی صورت میں سول درخواست قابل سماعت ہو سکتی ہے مؤخر الذکر قسم کے معاملات مثلاً سجادہ نشین یا کسی خانقاہ کے متولی یا اس قسم کے ایسے دوسرے اداروں کے عہدے سنبھالنے کے لئے مذہبی عقائد اولین بنیادی شرط ہوتے ہیں کے سلسلہ میں تو سول درخواست (سوٹ) قابل سماعت ہو سکتی ہے ہمارے مقصد کی سب سے برمحل و موزوں مثال آئین کا آرٹیکل نمبر ۱ ہے جس کے مطابق صدارتی انتخاب - - - - - - کے امیدوار کے لئے دوسری اہلیتوں کے ساتھ یہ بھی لازم ہے کہ "وہ مسلمان ہو" صدارتی انتخاب کے قانون مجریہ ۱۹۶۴ء کی دفعہ نمبر ۸ کے تحت ریٹرننگ آفیسر کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ آئین کے تحت تسلی کے لئے صدر منتخب ہونے والوں کے بارے میں سرسری انکواری کا اہتمام کرے اس سے انکوائری میں اس کے مسلمان ہونے کے بارے میں استفسار بھی شامل ہے۔ اگر کسی امیدوار کے کاغذات نامزدگی منجملہ دوسری باتوں کے اس بنیاد پر مسترد کر دیئے جائیں کہ وہ مسلمان نہیں تو انتخابی کمیشن سے اپیل کی جا سکتی ہے اور اس قسم کی اپیل پر کمیشن جو حکم دے وہ مطابق ذیلی دفعہ (۵) قطعی ہو گا۔ آئین کے آرٹیکل نمبر ۱۷۱ میں یہ اہتمام بھی کیا گیا ہے کہ انتخاب سے متعلقہ تنازعات کا فیصلہ صرف ایسے طریق سے ہو گا جو یہاں دیا گیا ہے یا اس مقصد کے لئے قائم کردہ ٹریبونل کے ذریعہ ——— اس کے علاوہ کسی اور طرح نہیں۔ آرٹیکل کی دفعہ (۲) میں لکھا ہے:

> "جب کسی شخص کے بارے میں صدر منتخب ہو جانے کا اعلان کیا جا چکا ہو تو اس کے انتخاب کے جواز پر کسی عدالت یا دوسری اتھارٹی کے ذریعہ اعتراض نہیں کیا جائے گا۔"

اس طرح یہ دیکھا جائے گا کہ صدارتی انتخاب کے مقصد کے لئے بھی ایک خاص دائرہ اختیار و سماعت پیدا کیا گیا ہے، جو اس تعین میں قطعی اور آخری فیصلہ کرتا ہے کہ کیا انتخاب کے لئے امیدوار مسلمان ہے یا نہیں۔ اس طرح سول عدالتوں کے دائرہ اختیار کو محدود و پابند کر دیا گیا ہے۔

۲۵۔ ہم معاملہ کے اس پہلو پر غور کرنے کے لئے مجبور ہوئے کیونکہ درخواست دہندگان کے فاضل وکیل نے اپنی بحث کے دوران میں منیر انکوائری رپورٹ کے بعض حصوں کے حوالے دیئے جو ۱۹۵۳ء میں پنجاب کے ہنگاموں پر ہیں اور جن میں احمدیوں اور مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کے درمیان عقائد کے اختلافات پر روشنی ڈالی گئی ہے اور بعض ایسے حادثات کا ذکر ہے جن میں بعض افراد، جو اپنے آپ کو احمدی کہتے تھے، کو "مرتد" کہا گیا اور بعض واقعات میں قتل کر دیا گیا۔ دو فیصلے بھی ریکارڈ میں رکھے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک فیصلہ سابق پنجاب کی ایک ماتحت عدالت کا اور دوسرا کسی وقت کی ریاست بہاولپور کا ہے، ان میں قرار دیا گیا ہے کہ احمدی مسلمانوں کا فرقہ نہیں ہیں۔ ہمیں حیرت ہے کہ یہ مثالیں کس طرح متعلقہ ہو سکتی ہیں۔ فیصلے ماتحت عدالتوں کے ہیں۔ اور وہ شہادتوں کے ایکٹ مجریہ ۱۸۷۲ء کی دفعہ ۱۳ کے بھی متعلقہ نہیں ہیں، جہاں تک احمدیوں کو "مرتد" قرار دینے اور "موت کے مستوجب" قرار دینے کی مثالوں کا تعلق ہے۔ ہمیں یہ کہنے کی ضرورت پڑتی ہے کہ یہ مذہبی تعصب داری کی المناک مثالیں ہیں اور اگر انسانی امور میں خوبی و نیکی باقی ہے تو انسانی ضمیر کو اس کے خلاف لازماً بغاوت کرنا چاہیئے۔ یہ مثالیں سچی اسلامی اخلاقیات کے منافی ہیں جن کی ممانعت قرآن کریم (۲۲۵) میں کی گئی ہے۔ قرآن واضح الفاظ میں ضمیر کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔ اس کا ترجمہ یہاں دیا جاتا ہے۔

> "دین میں کوئی جبر نہیں ———"
>
> (اے یوسف علی)

اسی قسم کی آزادی کی ضمانت تمام مذاہب کو سورہ ۶۲ میں دی گئی ہے۔

> "وہ جو یقین کرتے ہیں (قرآن میں) اور وہ جو پیروی کرتے ہیں یہودی (الہامی کتب کی) اور عیسائی اور وہ جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور روز قیامت پر ——— اور سیدھا راستہ اپناتے ہیں انہیں ملے گا انعام ——— اپنے آقا سے ——— ان پر کوئی خوف نہیں ہو گا، نہ ہی وہ تکلیف اٹھائیں گے"

باب ۷۹ = ۳ میں ایسا واضح حکم ہے جس میں آدمی کو حتیٰ کہ پیغمبر کو بھی، دوسروں پر اپنی رائے ٹھونسنے سے ان الفاظ میں منع کیا گیا ہے:

> "یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک آدمی جسے کتاب دی گئی ہے اور دانش ——— اور پیغمبری کا منصب وہ لوگوں سے کہے دے "تم میرے عبادت کرنے والے ——— بجائے خدا کی عبادت کرنے والوں کے ——— اس کے برعکس وہ کہے گا، تم اسی کی عبادت کرو جو سب کا سچا خالق ہے اسی نے تمہیں کتاب سکھائی ہے اس کا دل سے مطالعہ کرو۔" (اے یوسف علی)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ترین مشکلات میں تبلیغ رسالت کا حکم۔

صرف حسن نیات ہی نجات کا موجب ہو سکتے ہیں۔ نرا دعوےٰ کوئی چیز نہیں

خطبہ جمعہ مؤرخہ یکم نومبر ۱۹۶۸ء۔ فرمودہ حضرت امیر قوم مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔ وان لم تفعل فما بلغت رسٰلتہٗ۔ واللہ یعصمک من الناس۔ ان اللہ
لا یھدی القوم الکٰفرین۔ قل یا اھل الکتاب لستم علیٰ شیء حتّٰی تقیموا التوراۃ والانجیل وما انزل الیکم
من ربکم ولیزیدن کثیراً منھم ما انزل الیک من ربک طغیاناً وکفراً فلا تأس علی القوم الکٰفرین۔ (المائدۃ ۵ ۶۷-۶۸)

حضرت نبی کریم صلعم کی شدید مشکلات

ان دو آیات میں آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید ترین مشکلات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ مشکلات بڑے لمبے چوڑے عرصہ پر ممتد ہیں۔ تیرہ سال تو حضور صلعم اور آپؐ کے ساتھیوں نے مکہ میں پہلے درجہ کی اذیتیں برداشت کیں۔ اور آخر کار ہجرت کر کے اپنا وطن چھوڑا۔

ہجرت کی مصیبت اور انصارؓ کی خدمات

ہجرت بھی کوئی معمولی سی مصیبت اور پریشانی نہ تھی۔ جو ان کو لاحق ہوئی، اگر مدینہ منورہ کے لوگ ان مہاجرین کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہ ہوتے تو حضور صلعم اور آپؐ کی قوم تباہ ہو کر رہ جاتی۔ مدینہ کے انصارؓ کی یہ بڑی قابل قدر خدمات ہیں کہ انہوں نے مہاجرینؓ کا ہر طرح ساتھ دیا اور ان کی معیشت اور معاش کا بندوبست کیا۔

مدینہ میں مزید مشکلات یہودیوں کا اعتراض

لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مدینہ طیبہ میں مصائب اور بھی بڑھ گئیں۔ وہاں پر یہودی بھی رہتے تھے جو سخت قسم کے دشمن تھے۔ وہ آپؐ پر سخت اعتراض کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کتنے تعجب کی بات ہے کہ بیت المقدس کو چھوڑ کر مکہ کو قبلہ بنا لیا ہے۔ اس قبلہ کو چھوڑ دیا ہے۔ کہنے کو تو کہتے ہیں کہ میں سارے پیغمبروںؑ اور رسولوںؑ کو مانتا ہوں۔ لیکن اولیں قبلہ سے تو آپؐ نے ان پیغمبروںؑ کا صریحاً انکار کر دیا ہے۔ اس قسم کے حربے دشمن آپؐ کے خلاف استعمال کرتے تھے۔ مدینہ کے نصرانی بھی ہر طرح سے دکھ پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے۔

منافقین کی اذیت دہ کرتوتیں

پھر ایک اور قوم بھی پیدا ہو گئی تھی جس نے مسلمانوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا وہ منافق تھے۔ جو کلمہ پڑھ کر مسلمانوں میں شامل ہو جاتے تھے۔ قالوا نشھد انک لرسول اللہ۔ ہم خدا کی قسمیں کھا کر شہادت دیتے ہیں کہ آپؐ خدا کے رسول ہیں واللہ یعلم ..... انک لرسولہ یہ بات تو اللہ بھی جانتا ہے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ واللہ یشھد ان المنافقین لکٰذبون اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹ بولتے ہیں۔

احد کی لڑائی میں عبداللہ بن ابی میدانِ جنگ سے تین سو آدمی اپنے ساتھ لے کر واپس مدینہ چلا گیا۔ اس نے کہا یہ جنگ نہیں موت ہے۔ محمد (صلعم) نے میرے جیسے تجربہ کار رئیس کی بات نہیں مانی۔ اور ناتجربہ کار لونڈوں کی بات مان کر یہاں موت کے منہ میں آ گئے ہیں۔ چنانچہ وہ تین سو آدمیوں کو نکال کر میدانِ جنگ سے واپس لے گیا یہ کتنا بڑا نقصان تھا۔ عین لڑائی کے وقت تین سو آدمی کے نکل جانے سے فوج کی ہمت پست ہو جاتی ہے۔ غرض ہجرت کے بعد مدینہ میں چار قوموں سے پالا پڑ گیا۔ وہ طرح طرح کی تجاویز کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلعم کو ان کے مقام سے گرا دیا جائے۔

خطرناک حالات میں تبلیغ رسالت کا حکم

ایسے حالات میں فرمایا یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔ اے رسولؐ ہمارے جو احکام و ارشادات ہیں ان کو آپؐ بغیر کم و کاست لوگوں تک پہنچائیں۔ چار دشمن گروہ موجود ہیں۔ اس کے باوجود فرمایا جو احکام ہم آپؐ پر نازل کرتے ہیں ان کو دوسروں تک پہنچا دیا جائے۔ وان لم تفعل اگر تو نے ایسا نہ کیا فما بلغت رسالتہٗ تو آپؐ نے رسالت کا کام نہ کیا۔ یہ کتنے سخت الفاظ ہیں۔ حضورؐ خدا کے ایلچی بھی ہیں اور اس کے محبوب بھی، لیکن ہدایت ہوتی ہے کہ احکامِ الٰہی کو پوری دیانت داری کے ساتھ پہنچانا ہے چنانچہ آپ اپنے فرائض کو کما حقہٗ انجام دیتے ہیں اور کسی دشمنی کی پرواہ نہیں کرتے۔

۱۹۵۳ء میں جماعت احمدیہ کے خلاف ہنگامہ خیز فسادات

۱۹۵۳ء میں جب دولتانہ نے ملک بھر میں طوفان برپا کر دیا تھا تو احمدیوں کے لئے بڑی مشکلات پیدا ہو گئیں احمدیہ بلڈنگس میں میرے اپنے مکان کی روشنی اور ٹیلیفون کاٹ دیا گیا تھا۔ میرے عزیز رات بھر فون کرتے رہے۔ کوئی جواب نہ ملنے پر انہوں نے یقین کر لیا کہ شاید مجھے مار دیا گیا ہے۔ صبح کے وقت میرا ایک رشتہ دار فوج کے ساتھ موٹر میں بیٹھ کر احمدیہ بلڈنگس میں پہنچا۔ تو ہمیں دیکھ کر کہا کہ شکر ہے کہ آپ زندہ ہیں۔ چلیئے یہاں سے نکل چلیئے۔ میں نے کہا میں ساری عمر یہاں وعظ کرتا رہا ہوں۔ اور اب بھاگ جاؤں اور ان لوگوں کو جو یہاں بستے ہیں موت کے سپرد کر جاؤں۔ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا چنانچہ میں احمدیہ بلڈنگس میں ہی رہا۔ اور ایک دوست کے متعلق ہمیں علم ہے کہ ان پر ان کی جان تنگ کر دی گئی اور جبراً ان سے احمدیت سے انکار کروا لیا۔ کبھی کبھی آدمی مضطر ہو جاتا ہے تو ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے مضطر کو قابلِ معافی قرار دیا ہے۔ لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر آپؐ تھوڑا سا بھی ادھر ادھر ہو گئے اور فرائض رسالت انجام نہ دیئے تو ایسا کرنا ناکامی ہوگی۔ رہا خطرات سے دوچار ہونا۔ آپ گھبرائیں نہیں **واللہ یعصمک من الناس** حضورؐ بھی اپنی حفاظت کا سامان کرتے تھے **کان یحرسہ سعد وحذیفہ** سعدؓ و حذیفہؓ آپؐ کا پہرہ دیتے تھے حضرت سعدؓ وہ شخص تھے جنہوں نے ایران فتح کیا تھا اتنے بڑے شخص نے حضور صلعم کا پہرہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حفاظت کرنے کی تسلی دینے کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ دشمن اپنے منصوبوں میں کامیاب نہ ہوں گے۔ **ان اللہ لا یھدی القوم الکٰفرین**۔ اس آیہ کریمہ میں بیک وقت کتنے اہم امور کا ذکر فرما دیا گیا ہے

کیا ان آیات میں نبی کریم صلعم کے خیالات کا عکس ہے؟

کیا یہ حضور نبی کریم صلعم کا اپنا خیال ہے کہ جان نکلی جا رہی ہے لیکن کہہ دیا **واللہ یعصمک من الناس**۔ ہم تم کو بچائیں گے۔

علاوہ ازیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ حدیث کی کوئی ضرورت نہیں وہ غور کریں کہ ان احادیث میں جو تفصیلات مذکور ہیں ان کو چھوڑ کر ہم اس آیت کی تشریح اور تفسیر کر سکتے ہیں؟ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وحی نبوت میں نبی کے خیالات

کا عکس ہوتا ہے وہ بھی غور کریں اس آیت میں نبیؐ کے کونسے خیالات کا عکس ہے؟ ایسی زبردست مصائب، مشکلات کے ہوتے ہوئے انہیں واللّٰہ یعصمک من النّاس کا خیال کس طرح پیدا ہو سکتا ہے؟

پھر وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ مضمون تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے القاء کر دیا جاتا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے الفاظ کا جامہ پہنا دیتے تھے، وہ بھی غور کریں کہ ایسے الفاظ اور آیات جن کی نظیر کوئی نہیں بنا سکتا، نبیؐ کے منہ سے نکل سکتے ہیں؟ یہ امور قابل غور ہیں۔

نرے دعوے کی کوئی قیمت نہیں
جب تک نیات اور اعمال نیک نہ ہوں

اس آیت میں ایک سبق ہمارے لئے اور ساری دنیا کے لئے ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب، [illegible] دنیا کے لئے ہے۔ فرمایا قل یاھل الکتاب لستم علیٰ شیءٍ حتیٰ تقیموا التوراۃ والانجیل وما انزل الیکم من ربکم۔ یہودی لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص مسیحؑ کی صلیب پر ایمان نہیں لاتا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ یہ دعوے تو صرف دعوے ہی ہیں خدا تو نیات اور اعمال کی قدر کرتا ہے اور اعمال سے ہی جنت پیدا ہوتی ہے۔ فرمایا تورات میں اور انجیل میں تمہارے لئے رہنمائی موجود ہے۔ اگر تم تورات اور انجیل کے احکام پر عمل نہ کرو تو تمہارا یہ کہنا کہ یہودی یا عیسائی ہی جنت کے وارث ہیں غیر معقول ہے۔ ہم تو کتابیں اس لئے نازل کرتے ہیں کہ ان احکامات پر عمل درآمد کیا جاسکے۔ کوئی شخص یہودی یا عیسائی یا مسلمان ہو کر عمل نہیں کرتا تو اس کا یہودی، عیسائی یا مسلمان ہونا کچھ معنی نہیں رکھتا۔

ہیں کہ ہم ہی جنت کے مالک ہیں ہمارے سوا کوئی دوسرا شخص جنت میں نہیں جا سکتا اسی طرح عیسائی کہتے ہیں کہ

کتاب اللہ اور سنّت کی اقتدا ضروری ہے

اسی لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ترکت فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا ابدًا تمہارے لئے دو چیزیں چھوڑتا ہوں کتاب اللّٰہ وسنتی۔ وہ دو چیزیں قرآن کریم اور میرا عمل ہے اگر ان دو چیزوں کو مضبوطی سے پکڑ لوگے تو تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے جس مسلمان کی زندگی قرآن وسنت کے مطابق نہیں وہ خدا تعالیٰ کے منشاء کو پورا نہیں کرتا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لستم علیٰ شیءٍ مسلمان یہودی اور نصرانی کبھی بہرہ یاب نہیں ہو سکتا جب تک وہ کتاب اللہ پر عمل پیرا نہ ہو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی اور بیٹی کو نہایت وضاحت کے ساتھ فرمایا۔ اے میری پھوپھی صفیہؓ اور اے میری بیٹی فاطمہ! قیامت کے دن سرخرو ہونا چاہتی ہو تو اس دن عمل لے کر آنا۔ میری رشتہ (داری) اس دن تمہارے کسی کام نہیں آسکے گی۔ یہی مقصد اس آیت کریمہ کا ہے۔

خدا ہم کو توفیق دے کہ قرآن اور حدیث کا کریں یعنی احکاماتِ الٰہی اور ارشادات نبی کریم صلعم پر عمل۔

میاں محمد زمان خان صاحب کا جنازہ غائبانہ

اخبار میں تو یہ خبر شائع ہو چکی ہے۔ آپ نے پڑھ لی ہوگی کہ میاں محمد زمان صاحب جو چارسدہ کے رئیس تھے ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ ان کے انتقال سے جماعت کا بہت بڑا نقصان ہوا ہے وہ ستون تھے۔ وہ متقی اور پرہیزگار تھے۔ تہجد خوان تھے با اخلاق انسان تھے۔ اور اس کے ساتھ امیر کبیر بھی تھے اور ان کا مال فیاضانہ طور پر سلسلہ اور انجمن کے کاموں پر صرف ہوتا تھا۔ چارسدہ میں وہ احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

نماز جمعہ کے بعد مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔ (غائبانہ جنازہ پڑھا گیا)

بقیہ مقالہ

(بسلسلہ صفحہ ۳)

بھی اس لفظ کے لغوی معنے ہیں اس لئے کہ جسم کی تمام رگیں گلے سے گزرتی ہیں اور ان کے کاٹنے سے جسم کا سارا خون نکل جاتا ہے اگر اتفاق سے تمام گلا کٹ جائے تو بھی کوئی ہرج نہیں کیونکہ خون کا نکالنا ہی کا مقصود ہے، سو وہ گلا کاٹنے سے بہہ جاتا ہے یہی طریق تمام دنیا میں ہمیشہ سے رائج ہے، قرآن کریم کا اس کو بیان کرنا تحصیل حاصل تھا اس لئے اس کو بیان نہ کرنے سے اس کی اکملیت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ (باقی ـــ باقی)

آہ! عبدالشکور بٹ صاحب

تمام قوم میں یہ خبر نہایت رنج و ملال سے پڑھی جائے گی کہ ہماری جماعت کے ایک سرگرم کارکن میاں عبدالشکور بٹ صاحب جو مرکزی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے محصل کا کام کرتے تھے، یکم و ۲ر نومبر کی درمیانی شب کو حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے راہی عالم بقا ہو گئے۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

مرحوم اس سے قبل خدا کے فضل سے بظاہر بالکل تندرست اور ہشاش بشاش نظر آتے تھے، چنانچہ یکم نومبر کو نماز جمعہ میں حسب دستور احباب سے ملاقاتیں کیں اور چندے وصول کرتے رہے۔ تقریباً نصف شب کو یکلخت دل کا دورہ پڑا اور جانبر نہ ہو سکے، دوسرے دن قریباً ایک بجے ان کا جنازہ مسجد احمدیہ بلڈنگس میں لایا گیا اور مرحوم کے اعزا کے علاوہ تمام مرکزی جماعت نے مکرم جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کی اقتداء میں نماز جنازہ پڑھی اور انجمن کے قبرستان واقعہ میانی صاحب میں انہیں سپرد خاک کیا گیا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے اور ان کی اولاد اور اہلیہ صاحبہ اور برادر بزرگ میاں عبدالغنی بٹ صاحب اور تمام دیگر پسماندگان کو اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطا فرمائے۔ تمام بیرونی جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

جلسہ سالانہ میں دستکاری کی نمائش
خواتین احمدیہ سے ضروری التماس

خواہرانِ محترم

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ہمارا سالانہ قومی اجتماع قریب آرہا ہے۔ قومی مشینری کا ہر پرزہ سرگرم حرکت ہے۔ آپ اس مشین کا ایک نہایت اہم پرزہ ہیں۔ آپکی سوئیاں اور سلائیاں حرکت میں آئیں تو قومی بجٹ میں ایک بہت بڑی رقم کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ ع

قطرہ قطرہ بہم شود دریا

حسب سابق سالانہ دستکاری کی نمائش کے لئے اونی سویٹر، موزے و ٹوپیاں، ٹی کوزی ترے کلاتھ، میز پوش، ٹرالی سٹ، ڈچس سٹ، رومال، دوپٹے اور چادریں کاڑھ کر اور اس کے علاوہ جو بھی چیز آپ اپنے ہاتھ سے بنا سکیں، بنا کر نمائش کی رونق اور قومی خزانے میں اضافہ کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔

دستکاری کی تمام اشیاء محترمہ محمودہ بیگم دختر حضرت مولانا صدرالدین صاحب امیر قوم کے نام بھیجیں۔ جلدی کریں۔ نیک کام میں دیر نہیں ہونی چاہیئے۔ گھر کی تمام بچیاں اور مستورات دستکاری میں حصہ لیں۔ جو جماعت سب سے زیادہ دستکاری بھیجے گی انہیں ٹرافی دی جائیگی۔

نیز ہر جماعت سے کم از کم ایک بچی سالانہ جلسۂ مستورات میں کوئی مضمون یا نظم پڑھے۔ ان کے نام دسمبر ۱۹۶۸ء کی ۱۰ر تاریخ تک آجانے چاہئیں تاکہ ان کے نام پروگرام میں چھپ سکیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

والسّلام۔ آپکی مخلص بہن۔ رضیہ علی
سیکرٹری شعبۂ خواتین احمدیہ۔ K-74۔ ماڈل ٹاؤن لاہور

حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری دامت برکاتہٗ

حضرت مسیح موعودؑ کی ڈائری پر وارد کردہ چند سوالوں کا جواب

(۲)

حضورؑ پر تفریق بین المومنین کا غلط الزام

گذشتہ قسط میں پانچ سوالوں کا جواب اختصار کے ساتھ دیا جا چکا ہے اب اس قسط میں باقی تین سوالوں میں سے ایک کا جواب دیا جاتا ہے۔

ہمارے معزز سائل صاحب ڈائری میں سے حضرت اقدسؑ کا پہلے ایک فقرہ درج کرتے ہیں پھر اس کو اپنی تنقید کا پلاٹ بناتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ تفرقہ خود خدا ڈالتا ہے"

حضورؑ کے اس فقرہ کو درج کر کے لکھتے ہیں:

"کیا وہ کفر اور اسلام میں تفریق ڈالتا ہے یا مسلمانوں میں تفرقہ ڈالتا ہے جس سے اس نے تفریقاً بین المومنین (توبہ) فرما کر خود روک دیا ہے"

سائل صاحب کی تنقید کا لب لباب یہ ہے کہ گویا نعوذ باللہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنا اور اپنی جماعت کا نام احمدی رکھ کر مسلمانوں میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔

خود ڈائری میں ہی تفرقہ کے خیال کی تردید موجود ہے

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ سائل صاحب نے حضرت اقدسؑ کے فقرہ کو سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کیا ہے اور اس سے وہ مطلب نکالنے کی کوشش کی ہے جس کا وہ متحمل نہیں ہو سکتا۔ چاروں ائمہ کے ماننے والوں کے چار الگ الگ نام ذکر کرنے کے بعد حضورؑ نے جو کچھ فرمایا اسے ڈائری میں اس طرح درج کیا گیا ہے۔

"یہ چار نام اسلام کے واسطے مثل چار دیواری کے تھے اگر یہ لوگ پیدا نہ ہوتے تو اسلام ایسا مشتبہ مذہب ہو جاتا کہ بدعتی اور غیر بدعتی میں تمیز نہ ہو سکتی اب بھی ایسا زمانہ آگیا ہے کہ گھر گھر ایک مذہب ہے ہم کو مسلمان ہونے سے انکار نہیں مگر تفرقہ دور کرنے کے واسطے یہ نام رکھا گیا ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے توریت والوں سے اختلاف کیا اور عام نظروں میں ایک تفرقہ ڈالنے والے بنے لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ تفرقہ خود خدا ڈالتا ہے جب کھوٹ اور ملاوٹ زیادہ ہو جاتی ہے تو خدا تعالےٰ خود چاہتا ہے کہ ایک تمیز ہو جاوے۔"

عبارت مندرجہ بالا میں خط کشیدہ الفاظ اس حقیقت کو نمایاں طور پر ظاہر کر رہے ہیں کہ تفرقہ جس کا ذکر حضورؑ کے کلام میں ہوا ہے وہ خود مسلمانوں کے گمراہ شدہ فرقوں اور صراط مستقیم پر قائم فرقوں میں ہی محض امتیاز کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ بے شک اللہ تعالےٰ کے کلام میں کافروں اور مسلمانوں کے درمیان بھی امتیاز پیدا کرنے کا ذکر پایا جاتا ہے لیکن حضرت اقدسؑ نے جب بار بار اپنے اور اپنی جماعت کے متعلق مسلمان کے ساتھ احمدی کا لفظ بڑھانے کا ذکر کیا ہے تو صاف لفظوں میں اس لفظ کے بڑھانے کو حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کے الفاظ زائد کرنے کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور فرمایا کہ جس طرح یہ اضافے قابل اعتراض نہیں اسی طرح لفظ احمدی کا زائد کرنا بھی قابل اعتراض نہیں ہو سکتا اور مندرجہ بالا چار ناموں کو زائد کرنے کی وجہ بھی بتلائی کہ ان سے مقصود صرف یہی تھا کہ ان مسلمان کہلانے والوں سے تمیز کی جائے جو بظاہر مسلمان تو کہلاتے ہیں لیکن اعمال ان کے بالکل اسلامی روح کے خلاف پڑے ہوئے ہیں جیسا کہ فرمایا:۔

"رافضیوں، یزیدیوں، خارجیوں وغیرہ کے گندے افعال کو دیکھ کر سلف صالحین نے اپنے آپ کو ایسے لوگوں سے تمیز کرنے کے واسطے اپنے نام شافعی، حنبلی وغیرہ تجویز کئے۔"

پھر فرمایا:۔

"امام شافعی اور حنبلی وغیرہ کا زمانہ بھی ایسا تھا کہ اس وقت بدعات شروع ہو گئی تھیں اگر اس وقت یہ نام نہ ہوتے تو اہل حق اور ناحق میں تمیز نہ ہو سکتی ہزارہا گندے آدمی ملے جلے رہتے۔"

ظاہر ہے کہ یہاں ہزارہا گندے آدمیوں اور ناحق یعنی باطل پر قائم رہنے والوں سے مراد خود مسلمان ہی ہیں جن سے بزرگان سلف کے مد نظر تمیز مقصود تھی، اسی طرح اپنے متعلق فرمایا کہ ہمارا مقصود نام کا دور ہے حرکات اور اپنے غلط عقائد اور غلط اعمال کے ذریعہ اسلام کو بدنام کرنے والے برائے نام مسلمانوں سے تمیز کرنا مقصود ہے چنانچہ صاف لفظوں میں فرمایا:۔

"لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ تفرقہ خود خدا ڈالتا ہے جب کھوٹ اور ملاوٹ زیادہ ہو جاتی ہے تو خدا تعالےٰ خود چاہتا ہے کہ ایک تمیز ہو جاوے۔"

سیاق و سباق کو حذف کرنا مستحسن فعل نہیں

افسوس سائل صاحب نے صرف اتنے ہی الفاظ اپنے مکتوب میں نقل کئے ہیں۔ "یہ تفرقہ خود خدا ڈالتا ہے" لیکن قبل اور بعد کی عبارت چھوڑ دی ہے مثلاً:۔

"اب بھی ایسا زمانہ آگیا ہے کہ گھر گھر ایک مذہب ہے ہم کو مسلمان ہونے سے انکار نہیں مگر تفرقہ دور کرنے کے واسطے یہ نام رکھا گیا ہے"۔

اور جیسا کہ فرمایا:۔

"ہم تو تفرقہ نہیں ڈالتے بلکہ ہم تو تفرقہ دور کرنے کے واسطے آئے ہیں"

ظاہر ہے کہ گھر گھر مذہب کا ہونا سے مراد مسلمانوں میں بے شمار مذہبوں کا پیدا ہو جانا ہی ہے۔ اسی طرح جس تفرقہ کو دور کرنے کا ذکر فرما رہے ہیں اس تفرقہ سے مراد بھی وہی تفرقہ ہے جو مسلمانوں میں نمایاں طور پر پایا جاتا تھا۔ حضورؑ کے مندرجہ بالا الفاظ سے واضح ہے کہ تفرقہ سے حضورؑ کی کیا مراد ہے، کیا سیاق و سباق کا حذف کر دینا غلط تاثر پیدا نہیں کرتا اور کیا غلط تاثر دینے کی کوشش مستحسن فعل کہلا سکتی ہے سائل صاحب خود ہی غور فرمائیں۔

خدا تعالیٰ اپنے وعدہ اور فرمودہ نبیؐ کو لازماً پورا کرتا ہے

حضورؑ کے زمانہ میں ہر فرقہ دوسرے فرقہ کو کافر قرار دیتا تھا۔ اور ادھر غیر مسلموں کی طرف سے اسلام پر اعتراضات کی بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ پس ایسی حالت میں اللہ تعالےٰ اپنے وعدہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون کے ماتحت اور حضرت نبی کریم صلعم کے اس فرمودہ کو پورا کرنے کے لئے کہ ہر صدی کے سرے پر اللہ تعالےٰ کسی مجدد کو تجدید دین کے لئے مبعوث کرتا رہے گا کس طرح نظر انداز کر سکتا تھا بلکہ اسی پر لازم تھا کہ ایسے وقت میں جبکہ چاروں طرف مسلمانوں میں غلط عقائد پھیلے ہوئے تھے ان کی اصلاح کے لئے ایسے شخص کو مبعوث کرتا جو اسلامی تعلیم میں داخل ہوئے ہوئے کھوٹ اور ملاوٹ کو دور کر کے اسلام کی صحیح تصویر کو مسلمانوں کے سامنے بھی اور غیر مسلموں کے سامنے بھی پیش کرے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے ایسا ہی بیان اب اس کا لازمی نتیجہ یہی ہونا تھا کہ جن لوگوں کے ذہنوں میں غلط عقائد راسخ ہوئے ہوئے تھے وہ اس مصلح کی پیش کردہ صحیح تعلیم کو غلط قرار دینے اور اپنے عقائد کو صحیح سمجھتے ہوئے اس کی مخالفت میں کھڑے ہو جاتے جس سے مسلمانوں کا دو فریقوں میں منقسم ہو جانا لازمی تھا۔ اور اس امر کا موجب تفرقہ ہونا بھی لازمی تھا، چنانچہ مجدد الف ثانی صاحبؒ اپنے مکتوبات کی جلد ثانی مکتوب پنجاہ و ہفتم میں لکھتے ہیں کہ

"مسیح موعود دنیا میں آئے گا تو

مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ وہ

[illegible]

علماء وقت بالمقابل اس کے آمادہ مخالفت کے ہو جائیں گے کیونکہ جو باتیں اپنے استنباط اور اجتہاد کے وہ بیان کرے گا وہ اکثر دقیق اور غامض ہوں گی اور بوجہ دقت اور غموض ماخذ کے ان سب مولویوں کی نگاہ میں کتاب اور سنّت کے برخلاف نظر آئیں گی حالانکہ درحقیقت برخلاف نہیں ہوں گی۔"

دیکھو صفحہ ۱۰۱ مکتوبات امام ربّانی مطبوعہ مطبع احمدی دہلی۔

حضورؑ کے قول کا مطلب

پس حضورؑ کے اس قول کا کہ "یہ تفرقہ تو خدا نے ڈالا ہے" مطلب صرف اسی قدر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دنیا میں گمراہی کو پھیلتے ہوئے دیکھتا ہے تو اس کی اصلاح کے لئے ضرور کسی انسان کو مبعوث کرتا ہے جس سے اہلِ حق اور اہلِ باطل کے درمیان جنگ شروع ہو جاتی ہے اور اہلِ حق اور اہلِ باطل کی دو الگ الگ جماعتیں بن جاتی ہیں۔ اسی قسم کے تفرقہ کو حضورؑ نے خدا کی طرف منسوب کیا ہے۔

ہدایت کا سامان مہیا کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے

حقیقت یہ ہے کہ دنیا کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً گمراہی سے نکال کر ہدایت کی طرف لانے کا کام خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے جیسا کہ فرمایا "ان علینا للھدیٰ" اس لئے اس تفرقہ سے ڈر کر جو اس کے نتیجہ میں لازماً ہمیشہ پیدا ہوا کرتا ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کو صراطِ مستقیم پر لانے کے کام کو چھوڑ نہیں سکتا۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے (افنضرب عنکم الذکر صفحاً ان کنتم قوماً مسرفین) (الزخرف ع۱) یعنی تمہارا نافرمانیوں میں حد سے زیادہ تجاوز کر جانا ہمیں تمہیں یاد دلانے سے نہیں روکتا اور خدا کا یاد دلانا اس کے یہی معنے ہیں کہ وہ ایسے وقت میں کسی مامور کو بھیج کر لوگوں کی ہدایت کا انتظام کرتا ہے

لوگوں کا دو گروہوں میں بٹ جانا

خدا کی طرف سے ہدایت کے آنے پر لوگوں کا دو گروہوں میں بٹ جانے کا ذکر قرآن شریف کی ابتداء ہی میں موجود ہے جیسا کہ البقرہ ع۴ میں فرمایا۔

فتلقیٰ آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ۔ انہ ھو التواب الرحیم قلنا اھبطوا منھا جمیعاً فاما یأتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون والذین کفروا وکذبوا بآیاتنا اولئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون۔

اس آیت میں گمراہی کے غلبہ کے بعد خدا کی طرف سے ہدایت کا آنا بھی لازمی قرار دیا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا ہے کہ اس ہدایت کے آنے پر لوگوں کا دو گروہوں میں بٹ جانا بھی لازمی ہے۔

لوگ بغیر الٰہی ہدایت کے گمراہی سے نہیں نکل سکتے

اگر اللہ تعالیٰ کسی مامور کو بھیج کر لوگوں کی ہدایت کا سامان نہ کرے تو پھر سب کے سب لوگ گمراہی کی دلدل میں ہی پھنسے رہیں اور ایک ہی راہ پر یعنے گمراہی کی راہ پر ہی گامزن رہیں اور اس بناء پر اہلِ حق اور اہلِ باطل کے درمیان نہ تمیز کا کوئی سوال پیدا ہو اور نہ ہی لوگوں کے درمیان تفرقہ وجود میں آئے تفرقہ تو ہمیشہ خدا کی طرف سے حق کے آنے پر ہی پیدا ہوتا ہے نہ حق آئے نہ تفرقہ پیدا ہو، پس خدا کا لوگوں کو تفرقہ میں ڈالنے کا یہی مفہوم ہے کہ وہ اپنے کسی مامور پر حق کا انکشاف کر کے لوگوں کو اس حق کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے اور بعض لوگ اسے قبول کر لیتے ہیں اور بعض انکار پر مصر رہتے ہیں جس کا نتیجہ لازمی طور پر تصادم کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔

دعوت دینے کا مطلب

اس مقام پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ حق کی طرف ہی دعوت دی جاتی ہے جو پہلے موجود نہ ہو بلکہ حق سے مراد نیا حق ہو یا حق تو موجود ہو لیکن لوگ اس کو چھوڑ بیٹھے ہوں اور اس سے روگردانی کر چکے ہوں، ان کو اس حق پر قائم کرنے کے لئے از سرِ نو دعوت دینا بھی دعوت الی الحق ہی کہلاتا ہے۔

مجدّدین کی غرض

اسلام میں مجدّدین کا سلسلہ ایسے ہی حق کی طرف لوگوں کو بلانے کے لئے قائم کیا گیا ہے ورنہ شریعت غرّاء کے بعد اب نیا حق تو کوئی آ سکتا ہی نہیں مجدّدین امّت میں مسیح موعود کی بہت بڑی شان ہے۔ مسیح موعود کا بطور مجدّد آنا اسی وقت مقدر ہے جبکہ ایک طرف کفار کی یورش اسلام پر پورے زور سے ہو رہی ہوگی اور ان کا حملہ اسلام پر مسلمانوں کے اپنے ہی غلط مسلمہ عقائد کی بناء پر ہی ہو رہا ہوگا اور ادھر مسلمانوں کے عقائد میں بھی سخت فتور آیا ہوا ہوگا اور عملی حالت بھی قابلِ اصلاح ہوگی لم یبق من الاسلام الا رسمہ ولم یبق من الایمان الا اسمہ کا مصداق ہو جانے کی وجہ سے مسلمان بہت بڑی اصلاح کے محتاج ہوں گے۔

قرآن شریف سے ثبوت لوگوں کے گمراہی کی حالت میں ہی رہنے کا

قرآن کریم خود اس بات کا گواہ ہے کہ اگر خدا کی طرف سے لوگوں کو گمراہی سے نکالنے اور انہیں ہدایت پر لانے کا انتظام بذریعہ مامورینِ الٰہی نہ کیا جائے تو لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گمراہی کے بھنور میں ہی چکر کھاتے رہیں اور اس سے نکلنے کی کوئی سبیل ان کے لئے پیدا نہ ہو، جیسا کہ البقرہ ع۲۶ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین یعنے سب لوگ ایک ہی جماعت ہوتے ہیں یعنے سب کا مشترکہ سرمایہ گمراہی ہی ہوتا ہے اس گمراہی سے نکالنے کے لئے اللہ تعالیٰ نبیوں کو مبعوث کرتا ہے جو ان کو ایک طرف یہ بشارت دیتے ہیں کہ اگر ہماری پیش کردہ ہدایت کو مان کر اس پر عمل کرو گے تو تمہاری زندگیاں بھی سنور جائیں گی اور تم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے بھی وارث ہو جاؤ گے اور دوسری طرف نہ ماننے والوں اور ان کو عملی جامہ نہ پہنانے والوں کو خدا کے عذاب سے بھی ڈرایا اور گندے عقائد اور گندے اعمال کے بھنور میں ہی پھنسے رہنے کا انذار بھی کیا۔ یہی مضمون سورۃ الشوریٰ ع۱ اور زخرف ع۲ میں بھی بیان ہوا ہے۔

نبیوں میں ان کے کامل متبعین کی شمولیت

اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ آیت میں لفظ نبیوں میں ان کے کامل متبعین عموماً اور ان کی امتوں میں مبعوث ہونے والے مجدّدین و محدّثین خصوصاً سب ہی شامل ہیں جیسا کہ آیت یاایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً انی بما تعملون علیم سورۃ المؤمنون ع۳ میں مفسرین نے لفظ الرسل میں ان کے کامل متبعین کو بھی شامل کیا ہے۔

اور آل عمران ع۹ کی آیت واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ میں لفظ النبیین سے صرف ان کی امتیں ہی مراد ہو سکتی ہیں کیونکہ خود نبیوں نے تو آنحضور صلعم کی بعثت کے وقت موجود ہی نہیں ہونا تھا۔

اس کے متعلق چند دیگر آیات

اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ ع۱۷ میں فرمایا ہے وکذلک جعلناکم امۃ وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیداً۔ گویا اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ جس طرح رسول اکرم صلعم اپنے زمانہ کے مسلمانوں کے لئے بطور شہید کام دے رہے تھے یعنے ان کے اعمال کی نگرانی کرنے اور ان کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھنے کا فریضہ سرانجام دیتے تھے اسی طرح آنجناب صلعم کی امت کا بھی یہ فرض ہے کہ ان میں سے شہید بننے کے قابل بزرگ اپنے اپنے زمانہ کے لوگوں کے اعمال کی نگرانی کریں خواہ وہ بظاہر مسلمان ہی ہوں اور ان کو گمراہ ہونے سے بچائیں اور صراطِ مستقیم پر انہیں قائم کریں اور قائم رکھیں۔

شھداء علی الناس کی شان

ظاہر ہے کہ امت کا ہر فرد تو شھداء

علی النّاس کا مصداق نہیں ہو سکتا بلکہ اُمّت کے ہزارہا افراد خود کسی ایسے شخص کے محتاج ہوں گے جو ان کے اعمال کی نگرانی کرے اور ان کے دلوں میں ایمان کی شمع کو فروزاں رکھے اور انہیں گمراہ ہونے سے بچائے ایسے شہداء کا وجود جو حقیقتاً شہداء کہلانے کے مستحق ہیں زمر ع میں پایا جاتا ہے چنانچہ اس رکوع میں قیامت کے روز شہداء اُمت کی حقیقت اور ان کی نشان پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتا ہے واشرقت الارض بنور ربها ووضع الكتاب وجاىٔ بالنبيين والشهداء وقضى بينهم بالحق وهم لا يظلمون ووفيت كل نفس ما عملت وهو اعلم بما يفعلون -

یعنی زمین اپنے رب کے نور سے اس دن چمک اٹھے گی اور اعمال نامے پیش کر دیئے جائیں گے اور نبیوں اور شہداء کو لایا جائے گا اور ان کی شہادت حق کے ساتھ فیصلے کئے جائیں گے اور لوگوں پر ظلم نہیں ہوگا بلکہ ہر نفس کو اس کے عملوں کی پوری پوری جزا دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ جو کچھ لوگ کر رہے ہیں یا کریں گے اس کو خوب جانتا ہے -

شہداء اُمّت کی شہادت کی اہمیت

اس آیت سے واضح ہے کہ صرف نبی ہی قیامت کے دن بطور گواہ پیش نہیں ہوں گے اور صرف انہی کی گواہی پر فیصلے نہیں کئے جائیں گے کیونکہ وہ تو کچھ سال ان لوگوں میں رہ کر جن کی طرف وہ مبعوث کئے جاتے ہیں دوسرے عالم میں منتقل ہو جاتے ہیں اس لئے وہ تو صرف انہی لوگوں کے متعلق گواہی دے سکتے ہیں جو ان کی زندگی میں ان کے سامنے موجود تھے اور ان کے مخاطب ہوتے ہیں اور جن تک وہ اپنا پیغام پہنچا سکتے ہیں ان کی وفات کے بعد جو لوگ پیدا ہوں گے ان کے متعلق گواہی تو ان کے کامل متبعین ہی دے سکتے ہیں جنہوں نے ان تک حق کا پیغام پہنچایا ہوگا ان میں سے بھی خصوصاً وہ لوگ جو بطور مجدد و ماموریت کے مقام پر کھڑے کئے جائیں گے -

حضرت مسیح ناصریؑ کے جواب سے اس کا ثبوت

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام سے جب قیامت کے روز پوچھا جائے گا کہ کیا تو نے ان کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنا لینا تو وہ یہی جواب دیں گے کہ كنت عليهم شهيدا ما دمت فيهم فلما توفيتني كنت انت الرقيب عليهم وانت على كل شيء شهيد (المائدہ ع ۱۶) یعنے میں ان پر اسی وقت تک شہید تھا جب تک میں ان میں رہا جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تو خود ہی ان پر نگران تھا یعنے ان کے اعمال کی نگرانی کا جو انتظام تو نے کیا وہ تو تو خود ہی جانتا ہے اصل شہید تو تو خود ہی ہے

حضرت نبی کریم صلعم کا جواب بھی اس امر کی تصدیق کرتا ہے

اسی طرح حضرت نبی کریم صلعم جب بعض لوگوں کو دیکھیں گے کہ فرشتے ان کو دوزخ کی طرف لے جا رہے ہیں تو فرمائیں گے اصیحابی اصیحابی فرشتے جواب دیں گے لا تدری ما احدثوا بعدك یعنے تجھے علم نہیں کہ یہ لوگ تیری وفات کے بعد کن کن بدعتوں کے مرتکب ہوئے اس پر حضرت نبی کریم صلعم فرماتے ہیں کہ میں حضرت عیسٰے والے الفاظ ہی دہراؤں گا وکنت عليهم شهيدا ما دمت فيهم فلما توفيتني كنت انت الرقيب عليهم وانت على كل شيء شهيد -

شہداء کی شہادت کی اہمیت

یہ ہے شان امت میں شہداء کی کہ ان کی شہادت کے بغیر قیامت کے روز فیصلے نہیں ہو سکیں گے ان کی شہادت کو نبیوں کی شہادت کے ساتھ ملا کر بیان کرنا ان کی شہادت کی اہمیت اور عظمت کو ظاہر کر رہا ہے ان کی شہادت کو درجہ دینا بتلاتا ہے کہ ایسے لوگ حجة الله في الارض ہوتے ہیں وہ ہدایت کا مینار ہوتے ہیں ان کا وجود اسلام اور حضرت نبی کریم صلعم کی صداقت پر لاعی دلیل کا کام دے رہا ہوتا ہے ان کے اعمال قابل پیروی نمونہ ہوتے ہیں اگر ایسا نہ ہو تو ان کی شہادت کو نبیوں کی شہادت کی طرح قطعی کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے کہ جس کے حق میں وہ شہادت دیں وہ نجات پا جائے اور جس کے خلاف شہادت دیں وہ جہنم میں پھینکا جائے

شہداء حضرت نبی کریم صلعم کے خلفاء ہوتے ہیں -

سورہ نور کی آیت استخلاف میں ان شہداء کو حضرت نبی کریم صلعم کے خلفاء کے نام سے نامزد کیا گیا ہے فرمایا :-

وعد الله الذين امنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم امنا يعبدونني لا يشركون بي شيئا ومن كفر بعد ذلك فاولئك هم الفاسقون - واقيموا الصلوة واتوا الزكوة واطيعوا الرسول لعلكم ترحمون - لا تحسبن الذين كفروا معجزين في الارض وماواهم النار ولبئس المصير -
(النور - ع ۷)

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ مخاطب کر کے اس آیت میں فرماتا ہے کہ تم میں سے جو مؤمن ہوں گے ظاہر ہے کہ اس سے مراد وہی مؤمن ہو سکتے ہیں جو ایمان میں کامل ہوں گے ورنہ تم میں سے جو مؤمن ہوں گے کہنے کے کوئی معنی ہی نہیں پھر ان کامل مؤمنین کے اعمال بھی ان کے کامل ایمان کے مطابق ہوں گے یعنے ان پر نہ کوئی گرفت کر سکے گا اور نہ ان پر کسی کی انگلی اٹھ سکے گی ایسے صحیح الاعتقاد اور صالح الاعمال کامل مومنوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ضرور بالضرور ان کو زمین میں حضرت نبی کریم صلعم کے خلفاء یعنے آنحضور صلعم کے نائبین کی حیثیت سے مقرر کیا جائے گا جو لوگ بھی خلیفہ ہونے کے مدعی ہوں لوگوں کو چاہیئے کہ سب سے پہلے دیکھیں وہ امنوا کے بھی مصداق ہیں یا نہیں یعنے ان کے عقائد اسلامی تعلیم کے مطابق ہیں بھی یا نہیں، پھر دوسرے یہ دیکھیں کہ کیا ان کے اعمال میں پاکیزگی اور طہارت پائی جاتی ہے یا نہیں کیا وہ گرفت سے بالا ہیں یا وہ قابل گرفت ہیں اگر وہ اس کسوٹی پر صحیح اتریں تو بے شک وہ حضرت نبی کریم صلعم کے خلیفہ کہلانے کے مستحق ہیں اگر نہ اتریں تو انہیں قبول کرنے کے بجائے فوراً ان کے دعوے کو رد کرتے ہوئے ان سے الگ ہو جاؤ -

خلفاء موسٰیؑ اور خلفاء نبی کریم صلعم میں فرق -

اس امت میں خلفاء کا یہ سلسلہ اسی طرح قائم کیا جائے گا جس طرح تم سے پہلے حضرت موسٰےؑ کی قوم میں قائم کیا گیا تھا صرف اس فرق کے ساتھ کہ حضرت موسٰے چونکہ آخری نبی نہ تھے اس لئے ان کے خلفاء میں بھی نبی آتے رہے اور محدّث بھی لیکن حضرت نبی کریم صلعم چونکہ آخری نبی تھے بدیں وجہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا اس لئے آنجناب صلعم کی اُمّت میں صرف محدّث اور مجدد ہی آتے رہیں گے اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا ۔ اور ان خلفاء کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور بالضرور تقویت پہنچاتا رہے گا جس دین کو اس نے مسلمانوں کے لئے پسند فرمایا ہے اور وہ دین اسلام ہی ہے جیسا کہ فرمایا ورضيت لكم الاسلام دينا وان الدين عند الله الاسلام -

پھر فرمایا جب کبھی مسلمانوں کو اپنے دین کے متعلق کوئی خوف محسوس ہوگا تو اللہ تعالیٰ ان خلفاء کے ذریعہ ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا ۔ اب دیکھ لو کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ یہ دونوں وعدے پورے ہوئے یا نہیں عیسائیوں آریوں - دہریوں - برہمو سماجیوں وغیرہ کے حملوں سے کیا مسلمان خوفزدہ تھے یا نہیں کیا اس خوف کو حضرت مسیح موعودؑ نے امن سے بدل دیا یا نہیں، پھر کیا یہ حقیقت نہیں کہ دشمنان اسلام حضرت مسیح موعودؑ کی آمد سے قبل اسلام کے متعلق یہ خیال کر رہے تھے کہ اب یہ آخری سانس لے رہا ہے اور خود مسلمان بھی ایسا ہی سمجھ رہے تھے لیکن حضرت مسیح موعودؑ کے آنے سے ایک طرف مسلمانوں کا خوف بھی جاتا رہا اور ان کو امن کی راہ بھی نظر آنے لگی اور پھر دوسری طرف اسلام کو اس قدر قوت حاصل ہوئی کہ دشمن اس کے مقابلے سے مایوس

ہو گئے بلکہ ان کے دلوں میں اپنے دینوں کے مٹنے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔

خلفاء حقیقی کے انکار کا نتیجہ

خلفاء کے اس عظیم الشان کارنامے کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ خالص میری عبادت کرنے والے ہوں گے جس میں شرک کی ذرہ بھر بھی ملونی نہیں ہوگی اس قدر عظیم الشان کارنامہ کو دیکھ کر بھی مسلمانوں میں سے جو شخص ایسے خلیفہ کی خلافت کا منکر رہے گا یا غیر مسلموں میں سے جو شخص اپنے کفر پر قائم رہے گا اور اسلام کی صداقت کو قبول کرنے سے روگردانی کرے گا یہ دونوں ہی خدا کے نافرمانوں میں شمار ہوں گے۔ کیا خلفاء کا ساتھ دینے والے ایسے مسلمانوں کو شیعہ اور فاسق کے لقب سے ملقب کر کے انہیں دو الگ الگ جماعتوں میں تقسیم کرنا تفرقہ کا مفہوم اپنے اندر نہیں رکھتا اگر یہ تفرقہ نہیں تو تفرقہ اور کسے کہتے ہیں۔

اس کے بعد مسلمانوں کو تاکید کی کہ اے مسلمانو! اسلام کی صداقت کی اتنی بڑی دلیل کا مشاہدہ کر لینے کے بعد تمہیں چاہیئے کہ نمازوں کو قائم کرو اور زکوٰۃ کو ادا کرو۔ اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے تم پر رحمت کی بارش کی جائے گی پھر فرمایا مت خیال کرو کہ کافر لوگ اس زمین میں اللہ تعالےٰ کو عاجز کر سکیں گے یعنی اپنے دین کے متعلق اپنے وعدوں کو پورا کرنے سے عاجز آ جائیگا کفار ہرگز اس سے اُسے عاجز نہیں کر سکیں گے بلکہ اس کے برخلاف ان کا ٹھکانا آگ ہوگا اور یقیناً وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے یعنی دنیا میں بھی وہ ناکامی کی آگ میں حسرت کے ساتھ جلتے رہیں گے اور آخرت میں بھی دوزخ کی آگ کا ایندھن بنیں گے اور ان کا یہ انجام بہت ہی بُرا انجام ہوگا۔

ہر زمانہ میں پیشگوئی کا پُورا ہونا

دشمنانِ اسلام کے متعلق یہ پیشگوئی تھی جو ہر زمانہ میں پوری ہوتی رہی اور ہمارے اس زمانہ میں بھی حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ پوری ہوئی اسلام کے خلاف کفار کی تمام کوششوں کو ناکامی سے ہی دوچار ہونا پڑا اور نصرت یہ بلکہ هو الذی ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله پیشگوئی کے مطابق حضرت نبی کریم صلعم کے خلیفہ اور خادم حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ تمام ادیان پر اسلام کو نمایاں غلبہ حاصل ہوا جس کا ثبوت حضرت مسیح موعودؑ کا وہ مضمون ہے جو جلسہ مذاہب اعظم کے موقعہ پر پڑھا گیا اور جس کے متعلق باتفاق رائے تسلیم کیا گیا کہ یہ مضمون دیگر مذاہب کے تمام نمائندوں کے مضمونوں پر غالب رہا اور مسیح موعود کا بھی سب سے بڑا کام تھا کہ اسلام کو دیگر تمام ادیان پر غالب کر کے دکھلا دے سو حضورؑ نے کر کے دکھلا دیا

سورۃ الجمعہ میں اسکی تصدیق

پھر سورۃ الجمعہ میں اللہ تعالےٰ نے حضرت نبی کریم صلعم کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ جس طرح آپؐ اپنے صحابہؓ کی تربیت فرما رہے ہیں اور ان کا تزکیہ کر رہے ہیں ان کو کتاب اور حکمت سکھلا رہے ہیں اسی طرح آنے والے لوگوں کی بھی تربیت آپؐ ہی فرمائیں گے اور یہ ظاہر ہے کہ آنے والے لوگوں میں تربیت آپؐ اپنے کسی نائب کے ذریعہ ہی فرمائیں گے ٹھیک اسی طرح جس طرح کسریٰ کی چابیاں آنحضور صلعم کے ہاتھ میں آنے کے بجائے حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں آئیں لیکن سمجھا یہی گیا کہ وہ گویا حضرت نبی کریمؐ کے ہاتھ میں ہی آئی تھیں اس آیت میں عام خلفاء کے علاوہ خاص خلیفہ یعنے مسیح موعود کا ذکر خصوصیت سے موجود ہے

آلِ عمران میں اس کی تصدیق

پھر سورۃ آل عمران ع ۱۱ میں اللہ تعالےٰ اسی حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کرتا ہے
یا ایها الذین امنوا ان تطیعوا فریقا من الذین اوتوا الکتاب یردوکم بعد ایمانکم کافرین وکیف تکفرون وانتم تتلی علیکم ایات الله وفیکم رسوله ومن یعتصم بالله فقد هدی الی صراط مستقیم۔

یعنی اے مومنو! اگر تم اہل کتاب میں سے ایک فریق کی اطاعت کرو گے کیا ہمارے اس زمانہ میں مسلمان عیسائیوں کی اطاعت کی طرف نہیں جھک گئے تھے اور اب بھی کہاں ان کی طرف مائل نہیں ہوتے جا رہے اور کیا عیسائی اہل کتاب میں سے ایک فریق نہیں فرمایا تمہاری اس اطاعت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ لوگ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں کافر بنا دیں گے، یعنی یا تمہیں اپنے دین میں داخل کر لیں گے یا تمہارے دلوں سے وساوس کے ذریعہ ایمان کو نکال دیں گے، کیا یہ حقیقت ہمارے مشاہدہ میں نہیں آئی کہ بہت سے مسلمانوں نے عیسائیت کی آغوش میں پناہ لی اور بہت سے اندرونی طور پر اپنے مذہب سے بیزار ہو گئے اور اسلام کے نظام پر سرمایہ داری نظام اور کمیونزم کو ترجیح دینے لگ پڑے۔ یہی نہیں بلکہ اپنے ادبار اور اپنی گراوٹ کا ذمہ دار اسلام کو گرداننے لگ پڑے اور یورپ اور امریکہ میں رائج نظام حیات کو اپنی نجات کا واحد ذریعہ یقین کرنے لگ پڑے۔

پھر فرمایا لیکن تم کفر کر کس طرح سکتے ہو جبکہ تم پر اللہ تعالےٰ کی آیات پڑھی جائیں گی اور تم میں اس کا رسول موجود ہوگا۔

رسولؐ میں نائب رسولؐ کی شمولیت

اب ظاہر ہے کہ جب ایسا زمانہ آئیگا تو رسول اکرم صلعم خود بنفس نفیس تو موجود نہیں ہوں گے آنجناب صلعم کا کوئی نائب ہی ہوگا جو قرآن کریم کی آیات کی ایسی تفسیر کر کے ان کے سامنے پیش کرے گا جو دلوں میں سکینت پیدا کرنے کے علاوہ قرآن کریم کے متعلق یہ ایمان مضبوطی کے ساتھ دلوں میں گاڑ دے گا کہ یہ کتاب فی الحقیقت خدا کی طرف سے ہی کامل ہدایت نامہ ہے، چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے آ کر یہی کارنامہ سر انجام دیا اس کے بعد فرمایا کہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالےٰ سے مضبوط تعلق پیدا ہو جائے گا اور اس کے نتیجہ میں مسلمان صراط مستقیم کی طرف رہنمائی حاصل کر لیں گے۔

اس کے علاوہ حدیث علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین اور حدیث الامام جنة یقاتل من ورائه اور حدیث من لم یعرف امام زمانه فقد مات میتة الجاهلیة پر بھی غور فرمائیں۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی ڈائری میں حضورؑ کا یہ دعوے موجود ہے کہ حضورؑ تفرقہ پیدا کرنے کے لئے نہیں بلکہ تفرقہ دور کرنے کے لئے آئے ہیں، آئندہ قسط میں انشاء اللہ تعالےٰ اس دعوے کی صداقت کو بدلائل قویہ اور واقعات حقہ کی زور سے ثابت کیا جائے گا۔ وما توفیقی الا بالله العلی العظیم۔

اخبار احمدیہ

تقریب نکاح

—مورخہ ۱۳ بروز اتوار عزیزم شیخ میاں مبارک احمد صاحب خلف الرشید الحاج میاں مولا بخش صاحب مرحوم کا نکاح ہمراہ عزیزہ رفعت جہاں بنت مکرم میاں رشید احمد صاحب فیاض ملز اونرز بعوض -/48000 روپے حق مہر خاکسار نے پڑھا خطبہ نکاح میں نکاح کی غرض و غایت اور حقوق و فرائض زوجین کو اچھی طرح بیان کیا گیا۔

تفصیل حق مہر

(۱) ۱۹۶۰ حصص یونائیٹڈ ٹیکسٹائل ملز ملتان دیئے گئے۔ ان حصص کی مالیت۔

-/98000 روپے

(۲) علاوہ ان حصص کے مبلغ -/50000 روپے بھی۔ کل میزان -/148000 روپے۔

اس خوشی پر دولہا کی طرف سے انجمن کو بمد عطیہ اشاعت اسلام -/201 روپے اور دلہن کی طرف سے دلہن کے والد محترم جناب میاں رشید احمد صاحب فیاض نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو بمد مفت اشاعت قرآن انگریزی و بیان القرآن -/501 روپے مرحمت فرمائے۔

یاد رہے کہ دلہن محترم الحاج جناب میاں فضل الرحمان صاحب ملز اونرز کی پوتی اور محترم جناب میاں اللہ بخش صاحب ملز اونرز آف لائل پور کی نواسی ہیں۔

احباب جماعت سے عموماً اور بزرگان دین سے خصوصاً درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس رشتہ کو ہر لحاظ سے مبارک کرے اور زوجین کو خوش و خرم رکھے، اور دونوں خاندانوں کے لئے ہر طرح سے باعث رحمت و برکت بنائے۔ آمین ثم آمین۔

جزاکم اللہ تعالیٰ فی الدارین
خیرا۔ والسلام
خاکسار۔ محمد علی۔ مبلغ ملتان

مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کے لئے درخواست دعا۔

—مکرم مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب کو بروز جمعرات دل کے دورہ کی وجہ سے سول ہسپتال لائل پور میں داخل کیا گیا۔ چونکہ انکی طبیعت زیادہ خراب تھی لہذا انہیں سی۔ ایم۔ ایچ لاہور چھاؤنی میں بروز ہفتہ داخل کرایا گیا۔ مرزا صاحب ۱۵ گھنٹے متواتر آکسیجن پر رہے اب خدا تعالےٰ کے فضل

عبدالحفیظ صاحب جنرل سکرٹری جماعت احمدیہ بھدرواہ

بھدرواہ میں قادیانی مبلغین کی ناکامی

قادیانی دوستوں پر اب یہ امر اچھی طرح واضح ہو چکا ہے کہ ان کے غلط اور مکروہ عقائد اور ان کی تبلیغ نہ صرف بے اثر ہو چکی ہے بلکہ اجرائے نبوت، تکفیر المسلمین اور اسی قسم کے دیگر عقائد نے ان کے خلاف شدید تنفر پیدا کیا ہے۔ گو ان کے قائدین نے ۱۹۵۲ء میں اور اس کے بعد عدالتوں میں اپنے پہلے عقائد سے بہت حد تک رجوع کر کے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے عقائد کا ہی اعلان کیا ہے مگر جوں ہی ربوہ اور قادیان سے بیرونی جماعتوں کا تنزل ہوتا دکھائی دیتا ہے تو ان کے مبلغین اپنی گرتی ہوئی دیوار کو سہارا دینے کی خاطر دوروں پر نکل پڑتے ہیں۔ پھر کمال یہ کہ لے دے کر ان کو کشمیر کا ہی علاقہ زیادہ تر زیر نظر ہے۔ اور آئے دن صوبہ کشمیر کے چند دیہات اور قصبہ بھدرواہ میں پہنچ کر اپنے غالیانہ عقائد کی توثیق کی کوشش کرتے ہیں۔

خدا کے فضل و کرم سے سرینگر۔ یاری پورہ بھدرواہ میں ہماری فعال اور مضبوط جماعتیں قائم ہیں اور وہ قادیانی غلو کو پوری طرح سمجھ چکے ہوئے ہیں۔ جن کا بچہ بچہ مبلغ اور مناظر ہے۔ اس لئے ان قادیانی مبلغین کو ناکامی کے سوائے کچھ حاصل نہیں ہوتا، باوجود اس کے وہ آئے دن اپنے اخبار بدر قادیان میں بے معنی اور خلاف حقیقت بیانات جلی عنوانات کے تحت شائع کر کے اپنا دل بہلا رہے ہیں۔

اے میرے قادیانی اور ربوائی دوستو۔ ذرا سوچو، تمہارے فاسد عقائد نے معاشرہ سماج و ملک میں تم کو بدنام کر دیا ہے۔ تمہاری اس کجروی اور غلو نے تبلیغ احمدیت کی جڑوں پر تبر چلائے، تم نے امام الزمان علیہ السلام اور ان کے مشن کو بدنام کر دیا ہے تمہیں اب اپنے قلبی عقائد بیان کرنے کی بھی ہمت اور جرأت نہیں رہی۔ اب تم دو کشتیوں میں سوار ہو، تمہاری کشتیاں منجدھار میں ہچکولے کھا رہی ہیں۔ آخر وجہ کیا ہے۔ تمہارے مایہ ناز جوان کیوں روز بروز تم سے الگ ہو رہے ہیں۔ کچھ تو بتلاؤ؟

اس کشمیر ناستور گاؤں یا بھدرواہ کے چند ایک گھرانوں پر تم کو ناز تھا۔ بھدرواہ میں تمہارے پڑھے لکھے نوجوان۔ موجودہ صدر کے شریک بھائی بید۔ موضع کوٹلی کے نوجوانان تم سے کٹ کر غیر احمدی بن گئے انہوں نے نہایت بے باکی اور بے غیرتی سے امام زمان علیہ السلام کو اعلانیہ کاذب اور جھوٹا کہا۔

ایسا ہی یاری پورہ کشمیر وغیرہ میں تمہارے بیشتر نوجوان غیر احمدی بن گئے اور چند سنجیدہ اور غیور ہماری جماعت میں شریک ہو چکے ہیں۔ غرض تم لوگ سب کچھ دیکھنے۔ جاننے کے اور سمجھنے کے باوجود پھر بھی تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہماری جماعت بھدرواہ۔ جموں۔ سونگام۔ یاری پورہ وغیرہ خدا کے فضل و کرم سے فعال جماعتیں ہیں۔ ان کو سارے معاشرہ سماج۔ سوسائٹی میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ سماج اور مختلف برادریوں اور مکاتیب فکر میں ہماری جماعت کے افراد کو قیادت حاصل ہے۔ پھر تم کس طرح کہہ سکتے ہو کہ ہماری جماعت بے اثر ہے۔

سال ۱۹۶۷ء میں جب پانچ قادیانی مبلغین کا وفد بھدرواہ میں آیا اس نے صریح طور پر میدان مناظرہ سے فرار کیا۔ اور صریح طور پر اپنی بے کسی اور بے بسی پر ہمیشہ کے لئے دلیل قائم کی تھی۔ امسال جولائی ۱۹۶۸ء میں پھر چند مبلغین کا ایک وفد بھدرواہ آیا اور اس نے بھری مجلس میں ہم سے اختلافی مسائل پر مناظرہ کرنے کا چیلنج مانگا۔ ہم نے چیلنج پیش کیا۔ دوسرے روز بہ خط موصول ہوا کہ وفد مذکور مناظرہ کرنے کے لئے تیار نہیں۔

ہم نے ایک جلسہ عام میں انکی ایچاپیچی اور ہچکچاہٹ کو طشت از بام کیا۔ دوسرے روز ایک خط آیا کہ ہم یہاں کی مقامی جماعت سے مناظرہ کی شرائط طے کر کے مناظرہ کریں۔ بھائیو! ذرا بتلاؤ اگر مقامی جماعت سے ہی مناظرہ کرنا تھا تو آپ کا تبلیغی وفد اور مبلغین کی اتنی بڑی فوج کس مرض کی دوا تھی۔ آپ چوٹی کے مبلغ قادیان سے چل کر آئے اگر آپ مناظرہ نہیں کر سکتے تو بھدرواہ کی قادیانی جماعت کی کیا مجال کہ مناظرہ کر سکے جبکہ ان بیچاروں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دس بارہ کتابوں کے نام بھی معلوم نہیں، آپ کی جماعت اور آپ پر اتمام حجت کرنے کی غرض سے ہم مقامی جماعت قادیان سے شرائط مناظرہ طے کرنے کے لئے چند دوستوں کے ہمراہ آپ کی قیام گاہ پر پہنچے۔ وہاں آپ نے مسئلہ اجرائے نبوت اور مسئلہ تکفیر پر بات چیت کرنے سے صاف انحراف کیا۔ پھر ہم نے اتمام حجت کی غرض سے آپ کی جماعت کو مسئلہ خلافت پر بات چیت کرنے پر آمادہ کرنا چاہا مگر نصف درجن مبلغین نے انکار فرما دی کیونکہ یہ سودا بھی ان کو مہنگا ہی نظر آیا۔ اور ایک نیا موضوع "ولادت مسیح" پیش کیا گیا گویا ساری احمدیت اور اسلام کا بنیادی مسئلہ یہی تھا اس موقعہ پر قبلہ ماسٹر عبدالکریم صاحب نے یہ مان لیا کہ ولادت مسیح پر ہی مناظرہ ہو جائے ہماری انجمن۔ اناجیل۔ بائبل۔ تواریخ و آثار سے یہ ثبوت دے گی کہ حضرت مسیح علیہ السلام باباپ تھے۔ ماسٹر صاحب کا یہ کہنا ہی تھا کہ قادیانی زعماء اور مبلغین بوکھلا اٹھے اور وہ طوفان بے تمیزی یا بدتمیزی برپا کیا کہ الامان والحفیظ۔ بس پھر کیا تھا۔ قادیانی افراد، زعماء اور مبلغین نے موقعہ غنیمت جان کر جان چھڑانی اور یہ مشہور کرنے لگے کہ گویا میں نے شرائط نامہ کے کاغذ ضائع کئے یا چبا ڈالے اس سلسلہ میں میں ایک ایک قادیانی اور خصوصاً محترم چوہدری غلام رسول صاحب گنائی (جن کا ذکر آپ کے صدر کے خطبہ میں۔ اخبار بدر میں آ چکا ہے) سے نہایت ادب کے ساتھ مطالبہ حلف کرتا ہوں کہ وہ دس افراد قادیانی احمدی حضرات کے سامنے قرآن ہاتھ میں لیکر اپنے بیان کو دہرائیں ورنہ قادیانی جماعت بھدرواہ کو محترم غلام رسول صاحب گنائی کی طرف اس قسم کا بیان منسوب کرنے کے لئے تقوے اور دیانت سے کام لینا چاہیئے گو قادیانی جماعت غلام رسول صاحب محترم کو قادیانی مشہور کرتی ہے۔ مگر جہاں تک مجھے انکے قریب ہونے کا تعلق ہے غلام رسول صاحب بیعت کرنے یا قادیانی ممبر ہونے کے دعویدار بھی نہیں۔ البتہ ان کو اپنے شہر کا دو لاہوری جماعت کے سرگرم کارکن ہیں کے ساتھ کچھ گھریلو قسم کی رنجش ہے۔ اور وہ مخصوص اغراض اور مدعا کے پیش نظر قادیانیوں کے ساتھ وابستہ نظر آتے ہیں۔ غلام رسول صاحب ببانگ دہل اور علانیہ کہتے ہیں کہ انہوں نے خلیفہ صاحب سابقہ یا حالی کی بیعت نہیں کی ہے نیز یہ الگ بات ہے۔ اب اصل غرض یہ ہے کہ اخبار بدر مجریہ ۱۵ اگست ۱۹۶۸ء صفحہ ۱۰ پر مولوی عبدالحق صاحب فضل مبلغ قادیان و رکن تبلیغی وفد نے ایک [illegible] مفروضہ شائع کر کے میرے متعلق رکیک قسم کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور پھر خود ہی ایک مفروضہ عبدالرزاق صدر جماعت کی طرف سے بنا کر اپنی دوسری شکست کو مٹانا چاہا ہے۔ مگر نہ صرف بھدرواہ یا ضلع ڈوڈہ بلکہ ریاست جموں و کشمیر کا بچہ بچہ اب قادیانی غالیانہ عقائد اور ان کے نتائج بد کو دیکھ چکا ہے جس کا مولوی عبدالحق صاحب اور ان کے وفد کو پورا احساس ہو چکا ہے۔

ان قادیانی افراد کو اچھی طرح معلوم ہو چکا ہے کہ ہماری جماعتیں ہر جگہ اپنی صاف گوئی اور درست عقائد اسلامی کی بناء پر کامیاب ہو چکی ہے۔ مولوی عبدالحق اور ان کے امیر وفد اور ایک ایک قادیانی ممبر کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ آئیں اور ہمارے ساتھ کسی بھی اختلافی مسئلہ پر بات چیت کر لیں۔ ہم تیار ہیں۔ مگر انصاف اور تقوے کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایچاپیچی، داؤ بازی، کذب بیانی سے کام نہ لیں۔

میں ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ اخبار بدر قادیان کی ہر ایک رپورٹ جو تبلیغی دورہ ڈوڈہ ضلع اور بھدرواہ یا ہماری جماعت کے متعلق درج کی گئی ہے وہ صریح کذب اور دروغ بے فروغ ہے۔ کاش ہمارے یہ غالی بھائی عقیدہ اجرائے نبوت اور تکفیر المسلمین سے توبہ کر کے حضرت امام کو صرف چودھویں صدی کا مجدد امام اور مسیح موعود ہی مانتے۔ تو ان کو ہر جگہ یہ در در کی ٹھوکر کھا کر ناکامی کا منہ دیکھنا نہ پڑتا۔

میری دعا ہے کہ خدا تعالے ان پر۔ ہم سب مسلمانوں پر رحم فرمائے ہم سب کو صراط مستقیم پر چلائے۔ مہدی مسیح وقت کے اصل مسلک پر گامزن کر کے تبلیغ و اشاعت دین کے لئے مالی۔ قلمی۔ لسانی اور عملی قربانیوں کا زیادہ سے زیادہ موقعہ اور توفیق عطا فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خاکسار:۔ عبدالحفیظ
جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بھدرواہ کشمیر

ہفت روزہ پیغام صلح
میں اشتہار دے کر
اپنے کاروبار کو ترقی دیں

ABL
آسٹریلیشیا بینک
ہمارا نصب العین
بینک کاری میں مخلصانہ خدمت
اور اعلیٰ کارگزاری
آسٹریلیشیا بینک لمیٹڈ
قائم شدہ ۱۹۴۲ء

PAK CEMENT
پاک سیمنٹ فاروقیہ
یادگار عمارتیں
پائیدار سیمنٹ
پاک سیمنٹ - فاروقیہ
پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ
فاروقیہ (ضلع مردان)

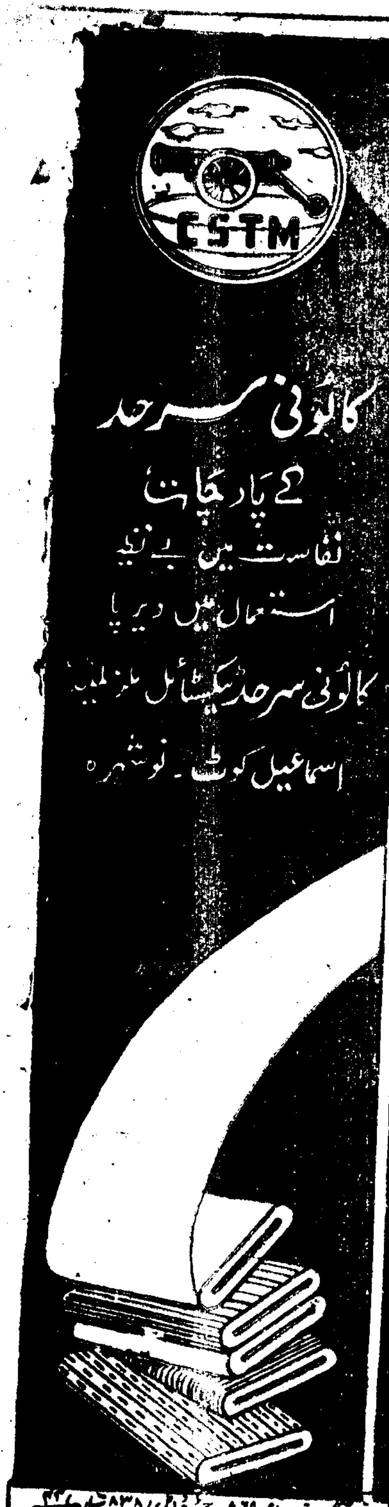
CSTM
کالونی سرحد
کے پارچات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا
کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل کوٹ - نوشہرہ

بحر حکمت کے موتی

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

نہیں سوائے اس کے کہ تو اپنی خوشی سے رکھے، راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے زکوٰۃ کا بیان کیا اس نے کہا اس کے سوا مجھ پر کچھ اور بھی لازم ہے، فرمایا نہیں سوائے اس کے کہ تو اپنی خوشی سے دے۔ راوی کہتا ہے پھر وہ شخص واپس ہوا اور وہ کہہ رہا تھا اللہ کی قسم میں نہ اس پر بڑھاوں گا نہ گھٹاؤں گا ــــ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر سچا ہے تو کامیاب ہو گیا۔

نوٹ۔ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۔

اس حدیث میں سوال صرف اسلام سے کیا ہے مگر مراد احکام اسلام ہیں جیسا کہ آنحضرت صلعم کے جواب سے ظاہر ہے کہ آپ نے اسے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تلقین نہیں فرمائی۔ نجد اس سرسبز اور بلند علاقہ کا نام ہے جو تہامہ سے شروع ہو کر عراق کو چلا گیا ہے۔

پیغام صلح مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۶۱ء - رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۴۲

تعلیمی پریس سرگودھا روڈ لاہور میں باہتمام ملک نور الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا نور ہدیٰ از مشرق رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیات مبیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۱۳۸

ٹیلی فون نمبر ۳۷۳۷
تار کا پتہ: تبلیغ لاہور

ہفت روزہ
پیغام صلح
لاہور پاکستان

[illegible]

جلد ۵۶ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۲ شعبان المبارک ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۶۸ء | نمبر ۴۵

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا
گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے
نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام ہی تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحر حکمت کے موتی

مسلمان کو گالی دینا فسق قتل کرنا کفر

عن زبید قال سالت ابا وائل عن المرجئۃ فقال حدثنی عبد اللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر۔

ترجمہ: حضرت زبیدؓ سے روایت ہے کہ میں نے ابو وائل سے مرجئہ کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا مجھ سے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے۔

نوٹ:۔ از حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ:۔ سباب کے معنے گالی دینا ہیں اور پیچھے جو حدیث گذر چکی اس سے معلوم ہوا کہ جس نے اپنے بھائی کو یا ابن السوداء کہکر مخاطب کیا اسے بھی گالی قرار دیا گیا۔ اور فسق کے معنے اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے خروج ہیں۔ اور یہ مقصد بیان سے زیادہ سخت لفظ اس میں بھی سخت تحذیر ہے۔ قتال کو کفر کہا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے وما کان لمؤمن ان یقتل مؤمنا الا خطاء۔ یعنے مؤمن کی شان نہیں کہ مؤمن کو قتل کرے۔ ہاں خطا ہو جائے تو الگ بات ہے۔ پس مؤمن کے ساتھ قتال کرنا اصل میں کافر کی شان ہے اس لئے مجازاً اس پر کفر کے لفظ کا اطلاق کردیا ہے۔ حقیقی کفر مراد نہیں کہ دائرہ اسلام سے انسان خارج ہو جائے قرآن کریم نے جو الا خطاء میں استثناء کیا ہے۔ اس میں ہر قسم کی خطا شامل ہو سکتی ہے۔ مثلاً دوسری چیز کو مارنا چاہا انسان کو گولی لگ گئی یا اجتہاد میں خطا ہوگئی۔ مسلم میں حدیث ہے لعن المسلم کقتلہ یعنی مسلمان پر لعنت کرنا بھی اس کے قتل کرنے کی مانند ہے۔ (فضل الباری شرح صحیح بخاری)

دشمن سے جس قدر نرمی اور فروتنی اختیار کرو گے اللہ تعالےٰ اسی قدر تم سے خوش ہوگا

ارشادات حضرت امام الزمان مجدد دوران مسیح موعود علیہ السلام

اس بات کو خوب یاد رکھو کہ خدا تعالےٰ کے دو حکم ہیں اوّل یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ نہ اس کی ذات میں نہ اس کی صفات میں نہ عبادات میں۔ اور دوسرے نوع انسان سے ہمدردی کرو۔ اور احسان سے یہ مراد نہیں کہ اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں ہی سے کرو بلکہ کوئی ہو۔ آدم زاد ہو اور خدا تعالےٰ کی مخلوق میں کوئی بھی ہو۔ مت خیال کرو کہ وہ ہندو ہے یا عیسائی۔ میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارا انصاف اپنے ہاتھ میں لیا ہے وہ نہیں چاہتا کہ تم خود کرو۔ جس قدر نرمی تم اختیار کرو گے اور جس قدر فروتنی اور تواضع کرو گے اللہ تعالےٰ اسی قدر تم سے خوش ہوگا۔ اپنے دشمنوں کو خدا تعالےٰ کے حوالے کرو۔ قیامت نزدیک ہے تمہیں ان تکلیفوں سے جو دشمن تمہیں دیتے ہیں گھبرانا نہیں چاہیئے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ابھی تم کو ان سے بہت دُکھ اٹھانا پڑے گا۔ کیونکہ جو لوگ دائرۂ تہذیب سے باہر ہو جاتے ہیں ان کی زبان ایسی چلتی ہے جیسے کوئی پل ٹوٹ جاوے تو ایک سیلاب پھوٹ نکلتا ہے پس دیندار کو چاہیئے کہ اپنی زبان کو سنبھال کر رکھے۔

یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب انسان کسی کا مقابلہ کرتا ہے تو اسے کچھ نہ کچھ کہنا ہی پڑتا ہے جیسے مقدمات میں ہوتا ہے۔ اس لئے آرام اسی میں ہے کہ تم ایسے لوگوں کا مقابلہ ہی نہ کرو۔ سدِ باب کا طریق رکھو اور کسی سے جھگڑا مت کرو۔ زبان بند رکھو، گالیاں دینے والے کے پاس سے چپکے سے گذر جاؤ گویا سنا ہی نہیں اور ان لوگوں کی راہ اختیار کرو جن کے لئے قرآن شریف نے فرمایا ہے واذا مرّوا باللغو مرّوا کراماً۔ اگر یہ باتیں اختیار کرلو گے تو یقیناً یقیناً اللہ تعالےٰ کے سچے مخلص بن جاؤ گے۔ اللہ تعالےٰ کو کسی رپورٹ کی حاجت نہیں۔ وہ خود دیکھتا ہے اور سنتا ہے۔ اگر تم ایسے ہو تو جو تقاضا خدا کا ہوتا ہے۔ اس لئے خدا کو اپنا نمونہ دکھاؤ۔

اگر تمہارے نفسانی جوش اور بدزبانیاں ایسی ہیں جیسے تمہارے دشمنوں کی ہیں پھر تم ہی بتاؤ کہ تم میں اور تمہارے غیروں میں کیا فرق اور امتیاز ہوا۔ تمہیں تو چاہیئے کہ ایسا نمونہ دکھاؤ کہ موجب اعتراض خود شرمندہ ہو جاوے۔ بڑا ہی عقلمند اور حکیم وہ ہے جو نیکی سے دشمن کو شرمندہ کرتا ہے۔

مکتوب ہالینڈ ——— غلام احمد بشیر صاحب مبلغ ہالینڈ

قرآن مجید

ترقیات کا ایک لامتناہی سلسلہ پیش کرتا ہے

(بسلسلہ اشاعت گزشتہ)

پانچ نمازیں اسلام میں اس لئے رکھی گئی ہیں تاکہ انسان کی آنکھ سے اس کا مقصد حیات اوجھل نہ ہو بلکہ اسے یاد دلاتا ہے کہ انسان دنیا کی خاطر نہیں ہے بلکہ اس کی پیدائش کا ایک بہت بلند مقصد ہے اسے ہرگز نہ بھولنا چاہیئے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الصلوٰۃ معراج المؤمنین۔ نماز مومن کا معراج ہے یعنے نماز کے ذریعہ انسان خدا کے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ اسے خدا کے ساتھ باتیں کرنے کا موقع ملتا ہے۔ روزہ، حج اور زکوٰۃ بھی اسی مقصد کے لئے ہیں۔ انسان آہستہ آہستہ خدا تعالےٰ کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے۔ ان احکام پر عمل بحیثیت احکام مقصود نہیں۔

۴۔ کیا اسلام کے نزدیک خدا تعالیٰ تک پہنچنا ممکن ہے یا نہیں۔

مصنف نے یہ دعوےٰ کیا ہے کہ اسلام کے نزدیک خدا تعالےٰ تک پہنچنا ممکن نہیں اگر مصنف کی اس سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اپنی مادی آنکھوں کے ذریعہ سے نہیں دیکھ سکتا یا یہ کہ اسلام کے نزدیک خدا تعالےٰ کی ذات جسم سے بالا ہے اور وہ اس دنیا میں نہیں سما سکتا یا یہ کہ اس کی صفات متغیر نہیں ہو سکتیں تو پھر مصنف کا دعوےٰ عین اسلامی تعلیم کے مطابق ہے۔ لیکن اگر مصنف کی یہ رائے ہو کہ اسلام کے نزدیک انسان خدا تعالےٰ سے ایک نہیں ہو سکتا اور اسے نہیں پا سکتا تو پھر ان کی یہ رائے اسلام کی روح کے بالکل خلاف ہے۔

قرآن مجید فرماتا ہے:۔

واذا سالک عبادی عنی فانی قریب۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی۔ الآیہ ۲/۱۸۶

جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو کہہ دے کہ وہ بہت قریب ہے اور وہ پکارنے والے کی پکار سنتا ہے لہذا انہیں مجھے ہی پکارنا چاہیئے اور مجھ پر ہی ایمان رکھنا چاہیئے۔

ایک مسلمان یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ اس کا خدا بہت دور ہے۔ وہ لگاتار خدا تعالےٰ کے ساتھ مکالمہ میں مشغول ہو سکتا ہے۔ ایک متقی خدا تعالےٰ کو یاد کرنے کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتا اسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس کا خدا اس کے ساتھ چل رہا ہے۔ اس کا دل خدا سے لگا ہوا ہونے کی وجہ سے کسی قسم کی اداسی محسوس نہیں کرتا گویا اس کے دل میں کوئی خلا باقی نہیں رہتا اور وہ ہمیشہ یہی پکارتا ہے "اللہ مجھے اور بھی اپنے قریب کر لے۔ اللہ مجھے اپنا قرب عطا فرما" ۔ وہ یہ دعا کرتا ہے کیونکہ خدا تعالےٰ کا قرب بھی غیر محدود حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ جب مومن سجدہ کرتا ہے تو وہ خدا سے قریب تر ہوتا ہے۔

لہٰذا یہ غلط ہے کہ صوفیاء اسلام نبی اکرم کے وجود اور اسلام میں انتہائی ترقیات کی گنجائش نہ دیکھ سکتے۔ کیونکہ قرآن مجید ترقی کا ایک لامتناہی میدان پیش کرتا ہے۔

صبغۃ اللہ۔ ومن احسن من اللہ صبغۃ۔ اللہ کا رنگ اختیار کرو کوئی اور وجود ایسا نہیں جس کا رنگ اختیار کرنا زیادہ ترقی کا موجب ہو۔ حضرت نبی اکرم صلعم نے فرمایا ہے تخلقوا باخلاق اللہ۔ اللہ تعالےٰ کی صفات سے متصف ہونے کی سعی کرتے رہو۔ حضرت نبی کریم صلعم ترقی کے مرکزی نقطہ پر پہنچے ہوئے تھے اسی کی طرف آپ کا معراج کا واقعہ اشارہ کرتا ہے۔ آپ تمام ارواح میں سب کو پیچھے ڈالتے ہوئے ایک ایسے مقام پر پہنچے ہوئے تھے جسے سدرۃ المنتہیٰ کہا گیا ہے۔ جب آپ آگے جانے لگے تو سب سے بڑا فرشتہ حضرت جبرائیل جسے روح القدس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، کہنے لگا کہ اب آپ خود ہی آگے جائیے مجھے اس مقام سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں۔ پھر آپ خدا تعالےٰ کی جناب میں پہنچے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ صوفیاء کے لئے حضرت نبی کریم صلعم کا اسوہ کافی رہنمائی کا موجب ہے۔ انہیں کسی اور جگہ رہبر کی تلاش ہرگز نہ تھی۔ ویسے حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہمارے بھی نبی ہیں، اگر ہم ان کے اسوہ پر بھی عمل کریں تو اس سے کوئی قابل اعتراض بات پیدا نہیں ہو سکتی لیکن آنحضرت صلعم کے خاتم الانبیاء ہونے اور اسلام کے کامل مذہب ہونے کی وجہ سے تمام انبیاء کی حقیقی تعلیم اور ان کا اسوہ حسنہ اسلام میں موجود ہے۔

جب حلاج نے انا الحق پکارا تو اس وقت آپ کے سامنے حضرت نبی کریم صلعم کا اسوہ ہی موجود تھا کیونکہ حضور نے فرمایا ہے کہ انسان نوافل کے ذریعہ خدا تعالےٰ میں محو ہو جاتا ہے۔ اور اسی کی طرف قرآن مجید ۸/۱۷ اور ۴۸/۱۰ میں اشارہ ہے جہاں آنحضرت صلعم کے عمل کو اللہ تعالےٰ نے خود اپنا عمل قرار دیا ہے۔ پھر آنحضرت صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے جب تم نماز پڑھو تو اس طرح پڑھو کہ گویا تم خدا تعالےٰ کا مشاہدہ کر رہے ہو اور اگر تمہیں یہ مقام حاصل نہ ہو تو کم از کم اس طرح نماز ادا کرو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اس مختصر سے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ مصنف نے اپنے دعوے میں حقائق تعلیم اسلامی کو مدنظر نہیں رکھا اور نہ ہی انہوں نے صحیح طور پر اسلام کی خدا تعالےٰ کی جستجو کے متعلق تعلیم سے واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔

۷۔ مصنف مذکور کیتھولک مذہب کی دری کتاب کے صفحہ ۱۲۷ پر دوسرے مذاہب کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

> "کیا تم حقیقت میں انسان کی بحیثیت مجموعی نجات پیش کرتے ہو یا انسان کے ایک حصہ کو اس طرح نجات کی تلاش و خواہش میں سرگرداں چھوڑ دیتے ہو"

مصنف یہ دعوےٰ کرتے ہیں کہ تمام دوسرے مذاہب اور نظریات تو انسان کی روح کی نجات کا سامان پیش کرتے ہیں اور یا اس کی مادی زندگی کی بہتری کا۔ پھر بعض ایسے بھی ہیں جو اگرچہ روح کی نجات کی تعلیم دیتے ہیں مگر ادھوری اور جسم کی نجات کی طرف بالکل ہی توجہ نہیں یا بہت ہی کم۔ ان مذاہب سے مراد علاوہ اور مذاہب کے اسلام بھی ہے لیکن عیسائی مذہب جیسا کہ کیتھولک چرچ اسے پیش کرتا ہے وہ انسان کی بحیثیت مجموعی (جسم و روح) نجات پیش کرتا ہے۔ اس لئے عیسائی ممالک میں مادی ترقی بھی دوسرے ممالک سے زیادہ ہے اور عیسائیت کی تعلیم روح انسانی کے متعلق بھی کامل ہے۔

مگر مصنف کا یہ دعوےٰ بوجوہ ذیل صحیح نہیں:۔

۱۔ عیسائی مذہب (کیتھولک اور دوسرے کٹر فرقے) کی تعلیم کے مطابق تمام انسان نجات نہیں پائیں گے۔ مگر اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ آخر میں تمام لوگ خدا تعالےٰ کی رحمت و فضل سے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ گویا کوئی ایک انسان بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ضائع نہیں کیا جائے گا۔ اس اصل کی طرف حضرت نبی کریم صلعم کے بہت سے اقوال راہنمائی کرتے ہیں۔

۲۔ عیسائیت کے نزدیک انسان کی روح اور جسم ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ جیسے انجیل میں لکھا ہے:۔ "روح تو چاہتی ہے مگر جسم کمزور ہے"۔ اسی وجہ سے عیسائیت میں (دیکھو چرچ کی تاریخ) جسم کو بہت ہی ادنےٰ حیثیت دی گئی ہے سب کچھ روح کی خاطر ہونا چاہیئے۔ کیتھولک فرقہ کے بہت سے آرڈر ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ وہ نہانا بھی برا مانتے ہیں۔ اور اگر انسان جسم کی طرف بالکل ہی توجہ نہ کرے تو بہت بہتر ہے لیکن اسلام نے روح و جسم دونوں کی دیکھ بھال کو ضروری قرار دیا ہے۔ جسم کی صفائی اور جسم کی خاطر صاف ستھرا کھانا پینا ضروری ہے۔ نہ تو کھانے کو برا کہا گیا ہے اور نہ ہی اچھے لباس سے منہ موڑنے کی تعلیم دی گئی ہے قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبت من الرزق۔ خوبصورت کپڑے اور طیب کھانے اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کے لئے ہی پیدا کئے ہیں۔ نبی اکرم صلعم نے فرمایا ہے:۔

اللہ تعالےٰ نے تم پر انعام کیا ہے تم کو

(باقی برصہ ۳)

قرآن کریم کی اکملیت کے خلاف چند مسیحی سوالات کے جوابات

(۲)

دسواں اور گیارہواں سوال :- ایام حیض و نفاس کی تعداد کے متعلق ہے حالانکہ تمام دنیا کی عورتیں اس بات سے واقف ہیں کہ حیض کتنے دن آتا ہے اور نفاس کتنے دن، مضمون نویس اپنی بیوی سے پوچھ لیتا تو اسے پتہ لگ جاتا کہ یہ ایک ایسی بات ہے جس کا بیان کرنا کسی شریع کا کام نہیں۔ اس لئے قرآن کو ضرورت نہ تھی کہ ان ایام کی تعداد بتاتا بالخصوص اس لئے بھی کہ حیض کے دنوں کی تعداد عموماً مختلف ہوتی ہے، کوئی مقررہ تعداد بتانا ٹھیک نہ تھا۔ صرف اتنا بتا دینا کافی تھا فاعتزلوا النساء فی المحیض۔ حیض کے دنوں میں عورت کے پاس جانے سے پرہیز کریں، اور یہ بھی فرمایا ھو اذیً یہ ایک ضرر کی بات ہے کہ ایام حیض میں عورت سے ..... مقاربت کی جائے۔ اور زیادہ وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ولا تقربوھن حتیٰ یطھرن) جب تک وہ پاک نہ ہوجائیں ان کے پاس نہ جاؤ یعنے ان سے خلوت اختیار نہ کرو فاذا تطھرن فاتوھن من حیث امرکم اللہ جب وہ پاک ہوجائیں تو پھر ان کے پاس جاؤ جس طرح اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے وہ کونسا حکم ہے جو اللہ تعالے نے دیا ہے وہ فطرت کا حکم ہے انسان کا فطری تقاضا ہی اللہ کا حکم ہے، کیونکہ خدا ہی نے اسے پیدا کیا ہے۔

اس قدر وضاحت کے ہوتے ہوئے یہ سوال کرنا بے جا ہے کہ حیض کتنے دن رہتا ہے اور عورت اس سے کب پاک ہوتی ہے؟ یہ ہر عورت کو معلوم ہے اس لئے اس کا بیان کرنا تحصیل حاصل ہے اور ایسی تفصیلات کے نہ ہونے سے قرآن کی اکملیت پر کوئی حرف نہیں آتا جس قدر ضروری تھا اور جس چیز کے نہ بتانے سے تکلیف پیدا ہوسکتی تھی، اس کو وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا اور ایسے لطیف پیرایہ اور پاکیزہ الفاظ میں بیان کیا کہ انسان کے حسن مذاق پر گراں نہیں گذرتا۔ بائبل کی طرح نہیں کہ اس قسم کے مضامین ایسے ناپاک نقشوں کے رنگ میں بیان کئے ہیں کہ تنہائی میں بھی ان کے پڑھنے سے انسان شرم سے پسینہ پسینہ ہو جاتا ہے۔ یہ قرآن کا ہی معجزہ ہے اور اس کی اکملیت کی دلیل کہ اس نے نازک سے نازک مضامین بھی ایسے رنگ میں اور اس جامعیت کے ساتھ بیان کئے ہیں کہ ان کی تفصیل بھی سمجھ میں آجاتی ہے اور حسن مذاق پر گراں بھی نہیں گذرتے۔

بارھواں سوال :- ختنہ کرنا چاہیئے یا نہیں؟ اور اگر کرنا چاہیئے تو کب اور کس موقعہ سے اور کس طرح سے کرانا چاہئے؟

الجواب :- ختنہ سنت ابراہیمی ہے جس پر اہل عرب نزول قرآن سے بہت پہلے سے کاربند چلے آتے تھے اس لئے ضرورت نہ تھی کہ قرآن اس کے متعلق حکم نافذ کرتا، تمام وہ اچھی رسوم و رواجات جن پر سابق انبیاء کے وقت سے عمل چلا آتا تھا، قرآن نے ان کا ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ چنانچہ حج کے ارکان میں بھی صرف انہی باتوں کی اصلاح کی ہے جن میں کسی نہ کسی رنگ میں کسی اسلامی اصول کی مخالفت پائی جاتی تھی، مثلاً عرفات میں بڑے لوگ نہیں جاتے تھے یا مزدلفہ میں ہر قبیلہ اپنے آباؤ اجداد کی قصیدہ خوانی کرتا اور ان کی فضیلت بیان کرتا تھا، اس سے منع کیا، کہ اسلام نسلی امتیاز اور خدا کے سامنے بڑے چھوٹے کی تمیز کا قائل نہیں ان کے علاوہ باقی ارکان کو بحالہ قائم رہنے دیا گیا اگرچہ قرآن میں ان کا ذکر نہیں کیا گیا، ایسے ہی ختنہ کا حال ہے جو حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیل علیہما السلام کے وقت سے عرب میں رائج تھا اس کو بحالہ قائم رہنے دیا گیا اور قرآن میں اس کا ذکر ضروری نہیں سمجھا گیا، رہا یہ کہ کب کیا جائے اور کس طرح کیا جائے؟ یہ سوالات ڈاکٹروں اور جراحوں سے پوچھئے، دنیا کے تمام ڈاکٹر اور جراح ان سے خوب واقف ہیں اور ان پر ٹھیک طرح عمل پیرا ہیں، قرآن کریم کو ایسی باتیں بیان کرنے کی ضرورت نہیں نہ یہ اس کے دعوے اکملیت پر اثر انداز ہیں۔

تیرھواں سوال :- کوئی شخص خیانت کرے تو اس کی سزا کیا ہے؟

خیانت سے مراد اگر چوری کرنا ہے، تو اس کی سزا قرآن کریم نے واضح الفاظ میں مقرر کی ہے السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما۔ چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دو، ہاتھ کاٹنے یا قطع ید کے مختلف معنے مفسرین نے کئے ہیں، مثلاً یہ کہ زبان کے محاورہ کے مطابق اس کے ہاتھ کو چوری سے روک دیا جائے اور یہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ اسے قید کر دیا جائے اور اگر حالات ایسے ہوں کہ ہاتھ کاٹنے ہی سے چوری رکتی ہو تو یہ انتہائی سزا بھی دی جاسکتی ہے۔ فرمایئے اس میں کونسی بات ہے جو قرآن کی اکملیت کے منافی ہے۔

چودھواں سوال :- زکوٰۃ نقدی اور مویشی اور غلات اور اثمار کی کس کس قدر اور کس وقت ادا کرنی چاہیئے۔

الجواب :- یہ بھی قرآن کا فرض نہیں کہ ایسی تفصیلات بیان کرے، اس کا اتنا ہی فرما دینا کافی ہے کہ اپنے اموال کی زکوٰۃ دیا کرو، اور یہ بھی بتا دیا کہ کن کن مصارف کے لئے زکوٰۃ دینی چاہیئے چنانچہ فرمایا انما الصدقٰت للفقراء والمسٰکین والعاملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم۔ صدقات یعنے زکوٰۃ صرف ناداروں کے لئے ہیں اور مسکینوں کے لئے اور کارکنوں (یعنی زکوٰۃ جمع کرنے والوں) کے لئے اور ان کے لئے جن کی تالیف قلوب ضروری ہے اور غلاموں کے آزاد کرنے اور قرضداروں کے لئے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے اور مسافروں کے لئے، یہ اللہ کی طرف سے ضروری ٹھہرایا گیا ہے اور اللہ علم والا اور حکمت والا ہے۔

یہ امر کہ کس قدر اور کس وقت زکوٰۃ دینی چاہیئے اس کو شارع علیہ السلام کی استصواب رائے پر چھوڑ دیا گیا اور حکم دیا گیا ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ رسول اللہ صلعم کی ذات پاک میں تمہارے لئے اسوہ حسنہ ہے، ان کے نمونہ کی اور جو قانون وہ مقرر کریں اس کی پیروی کرو، سو حضور علیہ السلام نے اپنے پاک نمونہ اور عمل کے ذریعہ بتا دیا کہ زکوٰۃ کس کس قدر اور کس وقت دینی چاہیئے حدیثوں میں یہ تمام تفصیلات موجود ہیں، قرآن کی اکملیت صرف اصولی احکام سے ثابت ہے جو اس نے زکوٰۃ کی ادائیگی کے متعلق دیئے ہیں اور ان کی تفصیلات کا بیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چھوڑ دیا۔ اس سے قرآن کریم کی اکملیت پر کوئی حرف نہیں آتا۔

پندرھواں سوال :- کنجری کے نکاح سے جو بچہ پیدا ہو وہ خدا کی پاک جماعت میں داخل ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- یقیناً ہوسکتا ہے بشرطیکہ وہ نیک عمل اور صالح انسان ہو، قرآن کریم نے تو مشرک، قاتل اور زانی کے متعلق بھی بتایا ہے کہ اگرچہ وہ بہت بڑے گنہگار ہیں اور ان کے گناہوں کی سزا قیامت میں انہیں دگنی ملے گی لیکن ساتھ ہی فرمایا الا من تاب وامن وعمل صالحاً فاولٰئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنٰت وکان اللہ غفوراً رحیما۔ جو ان میں سے توبہ کرلے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے، اس کے گناہوں کو اللہ تعالے نیکیوں سے بدل دے گا، وہ بڑا غفور رحیم ہے، پس جب خود زانی بھی توبہ کرکے نیک اعمال بجا لانے سے بخشا جاسکتا ہے تو اس کا بچہ جو زناکاری سے پیدا ہوا ہے اور وہ تو معصوم ہے وہ خدا کی پاک جماعت میں کیوں شامل نہیں ہوسکتا؟ اور اس سے قرآن کی اکملیت پر کیا حرف آتا ہے۔

یہ ہیں وہ پندرہ سوالات جن کے متعلق مسیحی مضمون نگار نے بڑے دعوے سے کہا ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ ان کا جواب نہ دے سکے اور وعدہ کرنے کے باوجود چپ سادھ گئے۔ غور کیجئے کیا یہ ایسے سوالات ہیں کہ حضرت مرزا صاحبؑ جیسا صاحب علم جو بہت بڑے بڑے اہم مسائل کو بیک جنبش قلم حل کرکے رکھ دیتے تھے، ان سوالات کا جواب نہ دے سکتے تھے؟ **معلوم نہیں مسیحی معترض کا یہ ادعا کہاں تک درست ہے کہ آپؑ نے ان سوالات** کے جواب نہیں دیئے، یا تو یہ سوالات ان کے سامنے پیش ہی نہیں کئے گئے اور اگر کئے گئے تھے تو انہوں نے کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی رنگ میں جواب ضرور دیا ہوگا۔

احمدیہ مارکیٹ کے فلیٹ

احمدیہ مارکیٹ کے اُوپر چار کمروں کے فلیٹ تیار ہو رہے ہیں۔ دو فلیٹ ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب نے تعمیر کرائے ہیں دو فلیٹ تعمیر کرانا مکرمی جناب شیخ عزیز احمد صاحب وزیر آبادی نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔

اور لائل پور کے مرحوم و مغفور شیخ عطاء اللہ صاحب کی بیگم صاحبہ محترمہ نے ایک فلیٹ کا تعمیر کرانا اپنے ذمہ لے لیا ہے۔

اب صرف ایک فلیٹ کی تعمیر باقی ہے حضرت امیر ایدہ اللہ کی خواہش ہے کہ کسی اور دوست کو اس فلیٹ کی تعمیر اپنے ذمہ لینا چاہیئے۔

ہر ایک فلیٹ کا کرایہ دو سو روپے ماہوار ہے۔ کرایہ کی یہ رقم صدقہ جاریہ کے طور پر تبلیغ اسلام کے مقدس کام کے لئے صرف ہوتی رہے گی۔

نوٹ:
مکتوب ہالینڈ صفحہ ۳ کا بقیہ صفحہ ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں۔

اخبار احمدیہ

دو مبارک تقریبات

(۱) ۳ر نومبر ۱۹۶۸ء کو مولانا آفتاب الدین احمد مرحوم کے صاحبزادہ ڈاکٹر میجر ظفر احمد صاحب کی شادی کی تقریب راولپنڈی میں چوہدری فضل حق صاحب ریٹائرڈ انکم ٹیکس کمشنر کی صاحبزادی ڈاکٹر منیرہ چوہدری کے ساتھ عمل میں آئی، اس شادی میں شرکت کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ راولپنڈی تشریف لے گئے اور آپ ہی نے نکاح پڑھایا مجلس نکاح میں دیگر معززین کے علاوہ جماعت کے متعدد اصحاب شریک تھے بعد از نکاح دلہن کے والد صاحب کی طرف سے پُرتکلف دعوت طعام دی گئی جس کے بعد دوسرے دن رخصتی عمل میں آئی، لاہور پہنچکر ۵، نومبر کو دولہا کی طرف سے احباب کو دعوتِ ولیمہ دی گئی جس میں جماعت کے بیشتر اصحاب اور دیگر معززین شامل تھے ہم اس مبارک تقریب کے لئے، والدہ صاحبہ ڈاکٹر ظفر احمد صاحب اور چوہدری فضل حق صاحب کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت فرمائے۔ آمین۔

(۲) ۱۰ر نومبر ۱۹۶۸ء کو شیخ محمد حسین صاحب کارکن احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی صاحبزادی فرحت جہاں کی شادی شیخ صاحب کے ایک سیالکوٹی عزیز عبد المجید صاحب سے ہوئی۔ برات دوپہر کے قریباً ایک بجے سیالکوٹ سے آئی۔ اور مسلم ہائی سکول نمبر ۱ میں جہاں شادی کا سارا انتظام کیا گیا تھا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے نکاح پڑھایا جس میں خطبہ نکاح کی جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک تمام دنیا میں رائج ہے، موزونیت بیان کرتے ہوئے تقوے اللہ پر جس کی تلقین آیات خطبہ میں کی گئی ہے خاص طور پر زور دیا۔

نکاح کے بعد شیخ صاحب ممدوح کی طرف سے اہل برات اور احباب جماعت کو پُرتکلف دعوت طعام دی گئی جس کے بعد بہت سے قیمتی جہیز کے ساتھ دلہن کی رخصتی عمل میں آئی۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک شیخ صاحب اور دیگر لواحقین کو مبارکباد۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت فرمائے۔ آمین۔

حضرت امیر ایدہ اللہ چارسدہ میں

——راولپنڈی میں ڈاکٹر ظفر احمد صاحب کے نکاح سے فراغت پاکر حضرت امیر ایدہ اللہ میاں محمد زمان صاحب مرحوم کی تعزیت کے لئے چارسدہ تشریف لے گئے، جہاں ایک رات قیام کرنے کے بعد واپس لاہور تشریف لے آئے، اس سفر میں حضرت ممدوح کو سردی لگ جانے کی وجہ سے بخار اور زکام کی تکلیف اُٹھانا پڑی، جس سے اب بہت افاقہ ہے۔ فالحمد للّٰہ۔

جلسہ سالانہ کیلئے دستکاری

——ملتان سے جناب میاں فضل الرحمان صاحب ملز اونرز نے چند گرم کپڑے انجمن کو بھیجے ہیں، تاکہ ان کو فروخت کر کے رقم خزانہ انجمن میں جمع کی جاسکے۔ یہ کپڑے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر زنانہ دستکاری کی نمائش میں رکھے جائیں گے۔ ضرورت ہے کہ دیگر احباب اور خواتین بھی دستکاری کے لئے اشیاء تیار کر کے ارسال کریں۔

درخواست دُعا

——بنارس (انڈیا) سے محترمہ اُم داؤد صاحبہ نے بیماری اور بہت کا پریشانیوں کا حال لکھا ہے اور احباب سے خاص طور پہ دعا کی درخواست کی ہے۔

قارئین روح اسلام سے

مؤدبانہ گذارش

ماہنامہ روح اسلام ایک دینی اور تبلیغی پرچہ ہے۔ اور حضرت امیر مرحوم کی یاد میں ایک عرصہ سے انجمن ہذا کے زیر اہتمام شائع ہو رہا ہے۔ ادارہ کی ہر ممکن کوشش رہی ہے کہ اس ماہنامہ کو صوری اور معنوی طور پر بہتر سے بہتر صورت میں پیش کیا جائے اور اس کے ذریعہ سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی غرض و غایت کی وضاحت اور تبلیغ و اشاعت اسلام مؤثر و محرک حیثیت سے کی جائے۔ اس سلسلہ میں ضخامت میں بھی اضافہ کیا گیا اور مضامین کے لحاظ سے بھی بہتر انتخاب کو پیش نظر رکھا گیا اور ادارہ ماہنامہ کو خوب سے خوب تر کرنے

(باقی ہ پر منظ کالم ۱)

طاقتور اقوام کا کمزور اقوام کو دبانے اور تباہ کرنیکا اقدام

بیسویں صدی کی بالغ عقل اور وحی الٰہی کی روشنی میں فرق

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کی صدہا سال کی بیماری کو ختم کر دیا

خطبہ جمعہ ۔ مؤرخہ ۸ نومبر ۱۹۶۸ء ۔ فرمودہ حضرت امیر قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

یایھا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ ۔ الحر بالحر والعبد بالعبد والانثیٰ بالانثیٰ فمن عفی لہ من اخیہ شیء فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب لعلکم تتقون۔

(البقرہ ۱۷۸ ـ ۱۷۹)

طاقتور قوم کا کمزور پر ظلم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساری اقوام عالم کے لئے خدا تعالےٰ کی جناب سے ہدایت نامہ لے کر آئے ہیں جس طرح سے افراد میں بیماریاں ہوتی ہیں۔ اسی طرح سے قوموں میں بھی بیماریاں ہوتی ہیں۔ ایک بیماری جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت عرب میں پائی جاتی تھی اور زمانہ حال کی قوموں میں بھی پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک طاقتور قوم دوسری کمزور قوم کے معاملہ میں معاہدات کی پرواہ نہیں کرتی۔ طاقتور قوم کا کوئی فرد اگر کسی کمزور قوم کے کسی فرد کے ہاتھوں قتل ہو جائے تو طاقتور قوم ساری کمزور قوم کو مٹا دینا چاہتی ہے۔

انگریزی حکومت کے مظالم

آپ کو معلوم ہوگا کہ انگریزی حکومت کے زمانہ میں امرتسر میں ایک میم صاحبہ بائیسکل پر جاتی ہوئی گر گئیں انگریز جرنیل نے حکم دیا کہ اس علاقہ کے جس قدر ہندو مسلمان چھوٹے بڑے ہیں وہ سب اس جگہ سے جہاں میم صاحبہ گری ہیں پیٹ کے بل رینگتے ہوئے جائیں گے۔ چنانچہ اس علاقہ کے بڑے بڑے بلند پایہ معزز لوگوں کو پیٹ کے بل رینگتے ہوئے وہاں سے گذرنا پڑا۔ جنرل ڈائر سے جب پارلیمنٹ میں یہ سوال کیا گیا کہ یہ جو تم نے جلیانوالے باغ میں حکم دیا تھا کہ سب کے سب لوگوں پر گولیاں برسائی جائیں یہ کیوں ہوا تھا تو اس نے جواب دیا کہ ہم تمام پنجاب پر اثر ڈالنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اپنی طاقت کا سکہ جمانے کے لئے ان سب لوگوں کو جو بالکل بے قصور تھے تہ تیغ کر دیا گیا۔ پہلی جنگ عظیم آسٹریا میں ایک انگریز کے مارا جانے سے شروع ہوئی کس قدر تباہی اس سے آئی الامان والحفیظ قرآن نے اسی کا ذکر کیا ہے ان تکون امۃ ھی اربیٰ من امۃ جب کوئی قوم طاقتور ہوتی ہے تو وہ اپنی طاقت کے گھمنڈ میں اپنے سے کمزور قوم کو دبانے اور مٹانے کی کوشش کرتی ہے۔

عرب کے طاقتور قبائل کا گھمنڈ

یہی طاقت کا غرور اور گھمنڈ عرب قبائل میں بھی موجود تھا۔ لکھا ہے اذا کان بین حیین من احیاء العرب دماء وکان لاحدھما طول علی الاخر فاقسموا لنقتلن الحر منکم بالعبد منا والرجل منکم بالانثیٰ منا جب کبھی عرب کے دو قبائل میں کوئی قتل کا واقعہ ہو جاتا اور ان میں سے ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کی نسبت طاقتور ہوتا تو مقتول کا قبیلہ قسم اٹھاتا کہ ہم اپنے غلام کے بدلے ان کے آزاد آدمی کو اور اپنی عورت کے بدلے ان کے مرد کو قتل کریں گے

زمانہ حال کی طاقتور اقوام کا نشہ

یہ خطرناک بیماریاں ہیں جو اس وقت عربوں کے اندر موجود تھیں اور آج بھی مختلف اقوام کے اندر پائی جاتی ہیں، اور ہر غالب قوم کو یہ نشہ ہے کہ فلاں قوم طاقت میں ہم سے کمزور ہے اس لئے ہم اسے جتنی سزا دے سکتے ہیں دیں گے۔

معاہدات کی خلاف ورزی، طاقتور کا کمزور کی حمایت سے اعراض

معاہدے کئے جاتے ہیں مگر معاہدہ کی پرواہ نہیں کی جاتی تتخذون ایمانکم دخلا بینکم۔ تم اپنے معاہدات کو موجب فساد بناتے ہو۔ آج کمزور قوم کے مقابلہ میں طاقتور قوم کا ساتھ دیا جاتا ہے کمزور کا ساتھ نہیں دیا جاتا۔ یہ بات آپ کے سامنے ہے۔ پنڈت نہرو نے اہل کشمیر سے وعدہ کیا تھا کہ وہ آزاد رائے شماری سے خود اپنی حکومت کے متعلق فیصلہ کریں گے۔ مگر نہرو نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا۔ کیونکہ وہ اہل کشمیر کی نسبت زیادہ طاقتور تھا۔ امریکہ پاکستان کے مقابلہ میں ہندوستان کی اس لئے پیٹھ ٹھونکتا ہے کہ ہندوستان بڑا ملک ہے اس کے پاس ذرائع وسائل اور اسلحہ بہت ہیں گویا اس بیسویں صدی میں ایسی قومیں تو موجود ہیں جو علم و دانش کا دعوے رکھتی ہیں لیکن ان میں عدل و انصاف نام کو نہیں۔ ان قوموں کے نزدیک کمزور اور مظلوم قوم کی دستگیری کرنا غیر مناسب ٹھہرتا ہے اور وہ اسی بات کی قائل ہیں ان تکون امۃ ھی اربیٰ من امۃ طاقتور قوم کے لئے واجب ہے کہ غریب اور کمزور قوم کو دبائے رکھے۔

عربوں میں صدیوں کی بیماری کو حضرت نبی کریم صلعم نے دور کر دیا

جیسا کہ فرمایا جا چکا ہے یہ بیماری حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی تھی۔ ایک زبردست قبیلہ دوسرے کمزور قبیلہ کے درپے آزار اور اس کو ختم کرنے پر تلا رہتا تھا، ان میں تکبر، بڑائی اور وسائل کا گھمنڈ تھا۔ یہ بیماری صدیوں سے چلی آتی تھی جس کے دور ہونے کا کوئی امکان نہ تھا۔ لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کمال ہے کہ آپؐ اس بیماری کو دور کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ پرانی بیماری کو دور کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ عربوں کی گھٹی میں یہ بات تھی کہ بڑا قبیلہ چھوٹے کی پرواہ نہ کرتا تھا۔ ان تکون امۃ ھی اربیٰ من امۃ ہر قبیلہ اپنے سے کمزور قبیلہ کو دبانے اور مٹانے کی کوشش کرتا تھا، اور اگر کسی کا غلام قتل ہو جاتا تو وہ دوسرے قبیلہ کے آزاد آدمی کو قتل کرنا ضروری سمجھتے تھے۔

اسلام میں قتل کے بدلے قصاص

لیکن اسلام نے اس رسم کو مٹایا اور قتل کے عوض

(باقی بر صـ۱ـ کالم ۲)

حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری دامت برکاتہٗ

حضرت مسیح موعودؑ کی ایک ڈائری پر تنقید کا جواب

تفریق بین المؤمنین کا مرتکب کون ہے؟

حضرت مسیح موعودؑ نے تفرقہ مٹانے کے لئے کیا کیا کوششیں کیں

(۳)

معترض سائل کا یہ بھی اعتراض ہے کہ آپؑ کا اپنی جماعت کا علیحدہ نام رکھنا اتحاد المسلمین کے منافی تھا اس کے جواب میں ذیل کی معروضات پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کے ظہور کے وقت مسلمانوں کی حالت

پیشتر اس کے کہ یہ بتایا جائے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے مسلمانوں کے درمیان اتحاد پیدا کرنے کے لئے کیا کیا تدابیر اختیار کیں یہ بتانا ضروری ہے کہ حضورؑ کے بطور مامور من اللہ تشریف لانے سے قبل مسلمانوں کی کیا حالت تھی۔

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے جس زمانہ میں مامور من اللہ ہونے کا دعوےٰ کیا۔ وہ بڑا ہی پُر آشوب زمانہ تھا مسلمانوں کی حالت اس وقت بہت ہی ناگفتہ بہ تھی۔ وہ مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے تھے اور ان میں ایک دوسرے پر معمولی معمولی جزوی اختلافات کی بناء پر کفر کا فتوے لگانے کی مرض وبا کی طرح پھیلی ہوئی تھی کہیں ضالین کے تلفظ پر ایک دوسرے کو کافر قرار دیا جا رہا ہے کہیں آمین بالجہر وغیرہ پر کافر بنانے کے تیر چلائے جا رہے ہیں کہیں اس بات پر جھگڑے ہو رہے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلعم کا سایہ تھا یا نہیں کہیں اس بات پر آپس میں دست و گریبان ہو رہے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلعم غیب کا علم رکھتے تھے یا نہیں، غرضیکہ اسی - - - - - - قسم کے مسائل میں مسلمان الجھے ہوئے تھے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا ظہور ہوا۔

ماحول کا کیا اثر ہونا چاہیئے تھا

ایسے ماحول میں پرورش پانے کا نتیجہ تو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ آپؑ اپنے نہ ماننے والے کے خلاف بالخصوص بہت سے فوراً کفر کا فتوے لگا دیتے خصوصاً جبکہ معمولی معمولی باتوں پر اختلافات کی بناء پر مسلمانوں میں تکفیر کا بازار گرم تھا تو ایک مامور من اللہ کے دعوے کا انکار کرنا تو بڑی اہم بات تھی اس کے مرتکب پر تو بڑی آسانی سے کفر کا فتوے لگایا جا سکتا تھا۔

بحیثیت مامور حضورؑ نے کس شان کا مظاہرہ کیا

لیکن جیسا کہ ماموران الٰہی کی شان ہوتی ہے آپؑ نے اپنے ماحول کا ذرّہ بھر بھی اثر قبول نہیں کیا اور اپنی بے نفسی اور شریعت کے کامل متبع ہونے کا ثبوت بہم پہنچاتے ہوئے حضورؑ نے صاف اور واضح الفاظ میں یہ اعلان کیا:۔

> "ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجّال نہیں ہو سکتا"

اس پر حاشیہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

> "یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلےٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا"

(تریاق القلوب ص ۱۳۰ طبع حاشیہ۔ ایڈیشن سوم)

منکر کو کافر قرار دینا کس بات کے مترادف تھا

اپنے منکرین کو کافر قرار دینے کے دوسرے لفظوں میں یہ معنی تھے کہ آپؑ ایک نئی اُمت کی بنیاد رکھ رہے ہیں جیسا کہ انبیاء علیہم السلام رکھا کرتے ہیں اپنے اس فعل سے یقیناً آپؑ مسلمانوں میں جو حضرت نبی کریم صلعم کے ارشاد کے مطابق آخری اُمت ہیں افتراق کا بیج ڈالنے والے قرار پاتے۔

پس اگر آپؑ بھی دوسرے علماء کی طرح اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بجائے اپنے نفس کی خواہشات کے پیچھے چلنے والے ہوتے تو موجودہ ماحول میں اپنے منکرین پر کفر کا فتوے لگانا ان کے لئے مشکل نہ تھا لیکن آپؑ نے اس سے گریز کر کے ثابت کر دیا کہ آپؑ بالکل بے نفس انسان ہیں۔ اپنی بڑائی اور نمود کا خیال کبھی آپؑ کے دل کے کسی گوشہ میں نہ تھا اور یہی ایک امر اس بات کا بڑا زبردست ثبوت ہے کہ آپؑ فی الحقیقت مامور من اللہ ہی تھے ورنہ ایسے حالات میں جبکہ تکفیر کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا آپ بھی اسی کی امواج میں بہہ جاتے علاوہ ازیں آپؑ کا تکفیر سے گریز کرنا اس امر کو بھی ثابت کرتا ہے کہ آپ شریعت کی چھوٹی سی چھوٹی جزو کے بھی پوری طرح پابند تھے اور اپنے آقا محمد رسول اللہ صلعم کے ہر ارشاد کی کماحقہٗ تعمیل کرتے تھے کیونکہ آپؑ جانتے تھے کہ ہر کلمہ گو کو خواہ وہ عملاً کتنا ہی کمزور ہو کافر کہنے سے حضرت نبی کریم صلعم نے ہی منع کیا ہوا ہے۔ سو آپؑ نے آنحضور صلعم کے اس ارشاد پر عمل کر کے ہر ایک پر واضح کر دیا کہ آپ نے آنجناب صلعم کے اُسوۂ حسنہ کو کس مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا اور اس کو کس طرح حرز جان بنایا ہوا تھا اگر غور سے دیکھا جائے تو آپؑ اس کے خلاف جا ہی کس طرح سکتے تھے جبکہ آپؑ اللہ تعالےٰ کی طرف سے مبعوث ہی اسی غرض سے ہوئے تھے کہ مسلمانوں کو اسی اُسوہ پر چلانے کی۔۔۔ اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی تلقین کریں اھ

آنجناب صلعم کی لائی ہوئی شریعت غرّاء کو ہمیشہ اپنے لئے مشعلِ راہ بنائیں اور اپنے عملی نمونہ سے اس کی افادیت کو ثابت کر کے دکھلائیں، چنانچہ آپؑ نے اپنے عملی نمونہ سے ثابت کر کے دکھلا دیا کہ قرآن کریم پر عمل اور حضرت نبی کریم صلعم کو۔۔۔ اسوہ بنانا ہی متقربِ الٰہی بننے اور فضالِ الٰہی جذب کرنے کا واحد ذریعہ ہے اس کے لئے آپؑ نے تمام مذاہب کے رہنماؤں کو چیلنج کیا کہ اُن میں سے اگر کوئی اس ذریعہ کے علاوہ کسی اور طریق سے اس نعمت کو حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتا ہے تو وہ آزمائش کے لئے روحانی میدان میں میرے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے نکل آئے ایک دو کے سوا اس چیلنج کو کسی نے قبول نہیں کیا اور ان قبول کرنے والوں نے بھی منہ کی کھائی۔ لیکھرام اور ڈوئی کی مثال دنیا کے سامنے ہے۔

تفرقہ مٹانے کے لئے پہلی کوشش

آپؑ کا خود تکفیر اہلِ قبلہ سے گریز کرنا درحقیقت مسلمانوں میں تفرقہ کو مٹانے کے لئے آپؑ کی طرف سے پہلی کوشش تھی جیسا کہ آگے چل کر میں بتلاؤں گا کہ۔۔۔۔۔ مسلمانوں کو ایک دوسرے پر کفر کا فتوے لگانے سے روکنا اور انہیں اس سے باز رہنے کا وعظ کرنا تھا اس لئے آپؑ کے لئے ضروری تھا کہ آپؑ خود اس بارے میں اپنا نمونہ پیش کرتے کیونکہ اگر واعظ کا اپنا نمونہ اپنے وعظ کے خلاف ہو تو ایسا واعظ آیت اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون کا مصداق ہو گا اور بنا دریں اس کا وعظ سننے والوں کے دلوں پر اثر پیدا کرنے میں ناکام رہے گا اگر حضرت مرزا صاحبؑ دوسرے علماء کو تو تکفیر اہلِ قبلہ سے منع کرتے اور خود اپنے منکرین کو تکفیر کا ہدف بناتے تو دوسرے علماء یقیناً آپکی اس نصیحت کو آپؑ کے منہ پر مارتے لیکن جب آپؑ زبان حال اور زبانِ قال دونوں سے ان کو یہ کہہ رہے ہوں کہ دیکھو میں باوجود دعوے ماموریت کے کسی کلمہ گو اپنے منکر کو کافر نہیں کہتا تو اے علماء غور کرو کہ تم تو اس مقام پر کھڑے ہونے کے مدعی نہیں جس مقام پر کھڑے ہونے کا میں مدعی ہوں تو تم کس طرح اپنے کسی مسلمان بھائی کی تکفیر کی جرأت کر سکتے ہو کیا حضرت نبی کریم صلعم کا یہ زبردست انذار آپ لوگوں کے سامنے نہیں کہ جو مسلمان کسی کلمہ گو مسلمان کو کافر کہتا ہے اگر کفر اس کے اندر نہیں تو وہ

کفر اس کی طرف لوٹے گا کیا کسی مسلمان پر فتوے لگاتے وقت تم اس کے دل کے اندر جھانک لگا کر دیکھ رہے ہوتے ہو کہ اس کے اندر کفر ہے کیا کسی مسلمان کلمہ گو پر کفر کا فتوے لگاتے وقت ..... تمہارے دلوں پر اس خیال سے لرزہ طاری نہیں ہو جاتا کہ مبادا یہ کفر ہمارے ہی قلب پر وارد ہو جائے"

سو آپؑ کا تکفیر اہل قبلہ سے گریز کرنا ہی مسلمانوں پر اپنے عملی نمونہ سے تفریق کے دروازے کو بند کرنے کی راہ میں آپؑ کی طرف سے پہلی کوشش تھی کیونکہ مسلمانوں میں افتراق کا سب سے بڑا سبب تکفیر اہل قبلہ ہی تھا۔ اجتہاد میں اختلاف تو افتراق کا باعث نہیں ہو سکتا تھا یہ تو صحابہ کرام رضی میں بھی تھا اور امت کے تمام ائمہ میں بھی پایا جاتا تھا بلکہ اس کے متعلق تو حضرت نبی کریم صلعم کا ارشاد ہے کہ اختلاف امتی رحمۃ" اجتہاد کا اختلاف تو افتراق پیدا کرنے کے بجائے علوم کے دروازے کھولتا ہے اور مسلمانوں کے قلوب سے تنگی نکال کر ان میں وسعت قلبی اور رواداری پیدا کر دیتا ہے۔

تفرقہ مٹانے کی دوسری کوشش

میں پہلے بتلا آیا ہوں کہ حضورؑ کا ابتداء سے ہی یہ مذہب تھا کہ آپؑ کے دعوے کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا سو اس کے ثبوت میں حضورؑ کی ذیل کی بالکل ابتدائی تحریریں پیش کی جاتی ہیں۔ چنانچہ دعوے ماموریت اور مسیحیت کے ساتھ ہی جو تین کتب آپؑ نے شائع کیں ان میں سے ازالہ اوہام سب سے ضخیم اور سب سے اہم کتاب ہے اس پہلی کتاب میں ہی آپؑ علماء کو تکفیر بازی کے نقصانات سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علماء کو مسلمانوں کی تعداد بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیئے نہ کہ کم کرنے کی جیسا کہ آجکل کفر کے فتوے جاری کرنے کے ذریعہ ہو رہا ہے، اس تکفیر اہل قبلہ کی قباحتوں کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے آخر میں فرماتے ہیں:۔

> "مسلمانو! خدا سے شرماؤ اور یہ نمونہ اپنی مولویت اور تفقہ کا مت دکھلاؤ مسلمان تو آگے ہی تھوڑے ہیں تم ان تھوڑوں کو اور نہ گھٹاؤ اور کافروں کی تعداد نہ بڑھاؤ"

(ازالہ اوہام صـ۵۹۶-۵۹۷)

. . . .

تفرقہ مٹانے کی تیسری کوشش

بعض علماء نے آپؑ کی تکذیب کرتے ہوئے آپ کو مباہلہ کی دعوت دی، اس کے جواب میں جو کچھ آپ نے فرمایا ہر ایک انصاف پسند مسلمان کو دعوت غور و فکر دے رہا ہے فرماتے ہیں:۔

> "ناظرین پر واضح رہے کہ میاں عبدالحق نے مباہلہ کی بھی درخواست کی تھی لیکن اب تک میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایسے اختلافی مسائل میں جن کی وجہ سے کوئی فریق کافر یا ظالم نہیں ٹھہر سکتا کیونکر مباہلہ جائز ہے قرآن کریم سے یہ ظاہر ہے کہ مباہلہ میں دونوں فریق کا اس بات پر یقین چاہیئے کہ فریق مخالف میرا کاذب ہے یعنی عمداً سچائی سے روگردان ہے مخطی نہیں ہے تا ہر یک فریق لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہہ سکے اب اگرچہ میاں عبدالحق اپنے قصور فہم کی وجہ سے مجھے کاذب خیال کرتے ہیں لیکن میں انہیں کاذب نہیں کہتا بلکہ مخطی جانتا ہوں اور مخطی مسلمان پر لعنت جائز نہیں کیا بجائے لعنۃ اللہ علی الکاذبین یہ کہنا جائز ہے کہ لعنۃ اللہ علی المخطئین کوئی مجھے سمجھا دے کہ اگر میں مباہلہ میں فریق مخالف حق پر لعنت کروں تو کس طور سے کروں اگر میں لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہوں تو یہ صحیح نہیں کیونکہ میں اپنے مخالفین کو کاذب تو نہیں سمجھتا بلکہ ماؤل مخطی سمجھتا ہوں غرض کذب اور چیز ہے اور خطا اور چیز اور خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ کاذبوں پر لعنت کرو۔ یہ تو نہیں فرماتا کہ مخطیوں پر لعنت کرو۔ اگر مخطی سے مباہلہ اور ملاعنہ جائز ہوتا تو اسلام کے تمام فرقے جو باہم اختلاف سے بھرے ہوئے ہیں بے شک باہم مباہلہ اور ملاعنہ کر سکتے تھے اور بلاشبہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اسلام کا روئے زمین سے خاتمہ ہو جاتا"

(ازالہ اوہام صـ۶۳۶ تا ۶۳۸)

دیکھئے کس وضاحت سے آپؑ اپنے منکروں کو کاذب کہنے سے انکار کر رہے ہیں، اور کس صفائی سے کہہ رہے ہیں کہ وہ ماؤل اور مخطی تو کہلا سکتے ہیں کاذب نہیں کہلا سکتے۔ پھر کس صفائی سے اپنے اور دیگر مسلمانوں کے درمیان مسائل کو محض اختلافی مسائل کا نام دے رہے ہیں۔

تفرقہ مٹانے کی چوتھی کوشش

مولوی عبدالحق صاحب کی درخواست مباہلہ پر آپ مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

> "میں مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہوں اگر چند مولوی صاحبان نامی جیسے مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری بالاتفاق یہ فتوے لکھ دیں کہ ایسی جزئیات خفیفہ میں اگر الہامی یا اجتہادی طور پر اختلاف واقع ہو تو اس کا فیصلہ بذریعہ لعن و طعن کرنے اور ایک دوسرے کو بددعا دینے کے جس کا دوسرے لفظوں میں مباہلہ نام ہے کرنا جائز ہے کیونکہ میرے خیال میں جزئی اختلافات کی وجہ سے مسلمانوں کو لعنتوں کا نشانہ بنانا ہرگز جائز نہیں کیونکہ ایسے اختلافات صحابہ رضی میں بھی شروع ہو گئے تھے"

دیکھئے کہ کس وضاحت سے اپنے اور مسلمانوں کے درمیان اختلافات کو خفیف اور جزئی اختلافات قرار دے رہے ہیں، اور اسی بناء پر مسلمانوں کا آپس میں مباہلہ کرنا ناجائز قرار دے رہے ہیں۔ پھر گذشتہ بزرگوں اور صحابہ رضی کے درمیان اختلافات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

> "اب حاصل کلام یہ ہے کہ ان بزرگوں نے باوجود ان اختلافات کثیرہ کے ایک دوسرے پر لعنت کریں بلکہ بجائے لعنت کے یہ حدیث سناتے رہے کہ اختلاف امتی رحمۃ۔ اب یہ نئی بات نکلی ہے کہ ایسے اختلافات کے وقت باہم ایک دوسرے پر لعنت کریں اور بددعا اور گالی اور دشنام دہی کر کے فیصلہ کرنا چاہیئے..... جزئی اختلافات میں جو ہمیشہ علماء و فقراء میں واقع ہوتے رہتے ہیں مباہلہ کی درخواست کرنا یہ غزنوی بزرگوں کا ہی ایجاد ہے لیکن اگر علماء ایسے مباہلہ کا فتویٰ دیں تو ہمیں عذر بھی کچھ نہیں"

(اشتہار ۱۱ر فروری ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۱۶۱)

دیکھ لیجئے کہ بار بار اپنے اور دیگر مسلمانوں کے درمیان اختلافات کو جزئی اختلافات ہی قرار دے رہے ہیں اور جزئی اختلافات کی وجہ سے باہمی مباہلہ کو ناجائز قرار دے رہے ہیں اسی اصول کی بناء پر مسلمانوں کو بھی تلقین فرماتے چلے آ رہے ہیں کہ اے مسلمانو! تمہارے درمیان اختلافات اصولی نہیں بلکہ فروعی اور جزئی ہیں اس لئے تمہارے لئے بھی باہمی ایک دوسرے کو کافر ٹھہرانے کا شرعاً کوئی جواز نہیں اس لئے تکفیر بازی کی عادت کو ترک کر کے باہمی اخوت و محبت کے جذبہ کو نہ صرف پیدا کرو بلکہ اسے ہر طریق سے تقویت پہنچانے کی کوشش کرو۔ کاش مسلمان حضورؑ کی اس نصیحت سے فائدہ اٹھا کر آپس میں شیر و شکر ہو جاتے تو وہ دین و دنیا میں سرخروئی حاصل کرنے کے علاوہ دیگر کامرانیوں سے بھی ہمکنار ہوتے۔

بہرحال یہ تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی طرف سے تو مسلمانوں میں شقاق کو دور کرنے اور ان میں باہمی اتحاد پیدا کرنے کے فریضہ کو کما حقہٗ ادا کر دیا۔

اس کے بعد اپنے اشتہار مورخہ ۱۲ر اپریل ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دوم صـ۳ میں اسی امر پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

> "مسلمانوں کے جزئی اختلافات کی وجہ سے باہم مباہلہ کرنا عند الشرع ہرگز جائز نہیں مذہب اسلام ایسے اختلافات سے بھرا پڑا ہے"

پھر اختلافات کی تفصیل بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

> "ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی ایسا مذہب نہیں کہ جو جزئیات کے اختلاف میں غلطی اور خطا کے احتمال سے خالی ہو اب اگر فرض کریں کہ ان سب میں اختلافات جزئیہ کی وجہ سے مباہلہ واقع ہو اور خداوند تعالےٰ مخطی پر عذاب نازل کرے تو بلاشبہ اس کا نتیجہ

یہ ہوگا کہ تمام متفرق فرقے اسلام کے صفحۂ زمین سے یک لخت نابود ہوں، پس ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا ہرگز منشا نہیں کہ اہل اسلام ان تمام اختلافات جزویہ کی وجہ سے ہلاک کئے جائیں سو ایسے مباہلات سے اسلام کو کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اور اگر یہ عنداللہ جائز ہوتا تو اسلام کا کب سے خاتمہ ہو جاتا۔"

پھر اسی اشتہار میں فرماتے ہیں: ——

"اجتہادی اختلافات میں ہرگز مباہلہ جائز نہیں۔ اور اگر مباہلہ ہوگا تو ہرگز کوئی ثمرہ مترتب نہیں ہوگا اور ناحق غیر مذہب والے ہنسی ٹھٹھا کریں گے۔ خدا تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ مسلمانوں کو ان کے اجتہادی اختلافات کی وجہ سے تہ تیغ کر دیوے اور دشمنوں کو ہنساوے۔" صفحہ

دیکھئے کہ مسلمانوں کو جزئی اختلافات کی بناء پر ایک دوسرے کو کافر کہنے اور ان میں باہمی مباہلے کے ذریعہ فیصلہ کرانے سے روکنے کے لئے کس قدر زور صرف کر رہے ہیں، کیا ایسے آدمی کے متعلق کسی شخص کا یہ کہنا زیب دے سکتا ہے کہ یہ تفریق بین المومنین کا مرتکب ہے۔ اس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب کے سوا مسلمانوں میں ایک شخص بھی ایسا پیش نہیں کیا جا سکتا جس نے مسلمانوں میں تفرقہ کو مٹانے کے لئے اس قدر مخلصانہ اور ہمدردانہ کوشش کی ہو جیسی آپ نے کی۔ اللہ تعالیٰ اب بھی مسلمانوں کو حضورؑ کی اس ناصحانہ تلقین کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

تفرقہ دور کرنے کے لئے آپ کی پانچویں کوشش

حضرت مسیح موعودؑ نے جب دیکھا کہ علماء نہ تکفیر اہل قبلہ سے باز آتے ہیں اور نہ حضورؑ کے وجود کو تفرقہ پیدا کرنے کا ذریعہ بنانے سے رک سکتے ہیں تو حضورؑ نے علماء کے سامنے ۲۸ جنوری ۱۸۹۷ء کو اپنی کتاب انجام آتھم کے ضمیمہ کے صفحہ ۲۳ پر اپنے اور دیگر مسلمانوں کے درمیان تنازع کو ختم کرنے کے لئے کچھ تجاویز علماء کے سامنے رکھیں ان میں سے چھٹی تجویز آپ نے یہ پیش کی ہے

"اور اگر ان باتوں میں سے کوئی بھی نہ کریں تو مجھ سے اور میری جماعت سے سات سال تک اس طور سے صلح کر لیں کہ تکفیر اور تکذیب اور بدزبانی سے منہ بند رکھیں اور ہر ایک کو محبت اور اخلاق سے ملیں۔ اور قہر الٰہی سے ڈر کر ملاقاتوں میں مسلمانوں کی عادت کے طور پر پیش آویں۔ ہر ایک قسم کی شرارت اور خباثت کو چھوڑ دیں۔ پس اگر ان سات سال میں میری طرف سے خدا تعالیٰ کی تائید سے اسلام کی خدمت میں نمایاں اثر ظاہر نہ ہوں اور جیسا کہ مسیح کے ہاتھ سے ادیانِ باطلہ کا مر جانا ضروری ہے یہ موت جھوٹے دینوں پر میرے ذریعہ سے ظہور میں نہ آوے۔ یعنی خدا تعالیٰ میرے ہاتھ سے وہ نشان ظاہر نہ کرے جن سے اسلام کا بول بالا ہو اور جس سے ہر ایک طرف سے اسلام میں داخل ہونا شروع ہو جائے اور عیسائیت کا باطل معبود فنا ہو جائے اور دنیا اور رنگ نہ پکڑ جائے تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے تئیں کاذب خیال کر لوں گا اور خدا جانتا ہے کہ میں ہرگز کاذب نہیں۔ یہ سات برس کچھ زیادہ سال نہیں ہیں۔ اور اس قدر انقلاب اس تھوڑی سی مدت میں ہو جانا انسان کے اختیار میں ہرگز نہیں پس جبکہ میں سچے دل سے اور خدا تعالیٰ کی قسم کے ساتھ یہ اقرار کرتا ہوں اور تم سب کو اللہ تعالیٰ کے نام پر صلح کی طرف بلاتا ہوں۔ تو اب تم خدا سے ڈرو۔ اگر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوں تو میں تباہ ہو جاؤں گا۔ ورنہ خدا کے مامور کو کوئی تباہ نہیں کر سکتا۔"

اس طریق صلح کو حضورؑ نے اپنے اشتہار ۲۶ فروری ۱۸۹۹ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ہشتم صفحہ ۷۵ کے ذریعہ دوبارہ علماء کے سامنے پیش کیا افسوس علماء نے نہ ۱۸۹۷ء میں اس کی طرف توجہ کی اور نہ ۱۸۹۹ء میں اس کی طرف توجہ کی

کونسا فریق تفریق بین المومنین کا مرتکب نظر آتا ہے

اب سائل صاحب اور ان کے ساتھ دیگر قارئین کرام خود ہی غور فرمالیں کہ کس کا عمل تفریق بین المومنین کی نہی خداوندی کی خلاف ورزی کرتا ہوا نظر آ رہا ہے آیا حضرت مرزا صاحبؑ کا یا آپ کے مخالف علماء کا۔ اس میں مخالف علماء کا کیا حرج تھا اگر وہ بدزبانی اور کافر کہنے سے باز آ جاتے اور خدا کے مسیح کو بغیر اپنے ساتھ الجھائے دیکھتے کے کھلے طور پر بغیر کسی روک کے خدمت اسلام کا موقعہ دے دیتے اور ان کی غیر مسلموں کو اسلام میں داخل کرنے کی کوششوں کو کامیاب بنانے میں براہ راست نہیں تو بالواسطہ ہی ممد بن جاتے اور دیکھتے کہ اس کے نتائج کیا نکلتے ہیں، اگر نتائج اچھے نہ نکلتے تو علماء جو چاہتے کہہ سکتے تھے۔ لیکن اس تجویز کو ٹھکرا کر انہوں نے کوئی اچھا نمونہ نہیں دکھلایا۔ یہ تو آپ نے نہیں کہا تھا کہ اگر ان کے نزدیک آپ کا کوئی خیال غلط ہے اس کے خلاف نہ لکھیں، اس کی تو اجازت دے رکھی تھی صرف بدزبانی اور کافر کہنے سے رکنے کا مطالبہ آپ نے کیا تھا اور یہ مطالبہ رد کرنے کے قطعاً قابل نہ تھا لیکن علماء نے ایسے معقول مطالبہ کو رد کر کے مسلمانوں کے درمیان صلح و اتفاق کی راہ بند کر دی اور باہمی نفرت اور دشمنی کو فروغ دیا جو اس وقت تک جاری و ساری ہے۔

علماء کو صلح کی دوبارہ دعوت بذریعہ اشتہار "الصلح خیر"

حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں چونکہ مسلمانوں کے لئے ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور آپ کی دلی خواہش تھی کہ کسی طرح مسلمانوں میں اتحاد پیدا ہو جائے، اس لئے آپ نے ۵ مارچ ۱۹۰۱ء کو پھر ایک اشتہار شائع کیا جس کا عنوان تھا "الصلح خیر" اس میں آپ علماء کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:—

"اے علماء قوم جو میرے مکذب اور مکفر ہیں یا میری نسبت متذبذب ہیں۔ آج پھر میرے دل میں خیال آیا کہ میں ایک مرتبہ پھر آپ صاحبوں کی خدمت میں مصالحت کے لئے درخواست کروں۔ مصالحت سے میری مراد یہ نہیں ہے کہ میں آپ صاحبوں کو اپنا ہم عقیدہ بنانے کے لئے مجبور کروں، یا اپنے عقیدہ کی نسبت اس بصیرت کے مخالف کوئی کمی بیشی کروں۔ جو خدا نے مجھے عطا فرمائی ہے بلکہ اس جگہ مصالحت سے صرف یہ مراد ہے کہ فریقین ایک پختہ عہد کریں کہ وہ اور تمام وہ لوگ جو ان کے زیر اثر ہیں ہر ایک قسم کی سخت زبانی سے باز رہیں، اور کسی تحریر یا تقریر یا اشارہ کنایہ سے فریق مخالف کی عزت پر حملہ نہ کریں۔ اور اگر دونوں فریق میں سے کوئی صاحب اپنے فریق مخالف کی مجلس میں جائیں تو جیسا کہ شرط تہذیب اور شائستگی ہے فریق ثانی مدارات سے پیش آئے ....

بالفعل اس اندرونی تفرقہ کے مٹانے کے لئے اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں ....

کم سے کم تین برس کے لئے یہ مصالحہ ضروری ہے۔"

تفریق بین المومنین کا مجرم کون؟

مسلمانوں میں تفرقہ کو مٹانے اور اتحاد اور صلح کو پیدا کرنے کی اس پیشکش کو بھی علماء نے ٹھکرا دیا اب بتلائیے کہ فریقین میں سے کون اتحاد کو پاش پاش کرنے کا مجرم ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ یا مخالف علماء۔ حضور تو اتحاد کو از سر نو قائم کرنے اور بکھرے ہوئے شیرازہ کو مجتمع کرنے کی بار بار کوشش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن مخالف علماء ان کی اس سعی کو بار آور ہونے نہیں دیتے اور اس میں رخنے پر رخنے ڈال کر اسے ناکام بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے نظر آتے ہیں۔

حضورؑ کے آخری الفاظ

بدر مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۷ پر حضور کی وہ گفتگو شائع ہوئی جو سر فضل حسین صاحب سے لاہور میں وفات سے چند دن پہلے ہوئی تھی۔ اس گفتگو میں حضورؑ نے جو کچھ فرمایا وہ آخری وصیت کی حیثیت رکھتا ہے فرماتے ہیں:—

"ایک شخص نے ہم سے مباہلہ کی درخواست کی ہم نے کہا کہ دو مسلمانوں میں مباہلہ جائز نہیں

اس نے جواب لکھا کہ ہم تو تجھے پکا کافر سمجھتے ہیں۔"

اثنائے گفتگو میں حضورؑ نے یہاں تک فرما دیا کہ اگر کفر کا فتوے واپس لے لیا جائے تو میں آج ہی اپنی تمام جماعت کو حکم دیتا ہوں کہ وہ ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھ لیں۔

پھر فرماتے ہیں:۔

"ہم تو جو کچھ کرتے ہیں جو کہتے ہیں سب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت جلال و عزت کا اظہار موجود ہے قرآن مجید میں ہے منھم ظالم لنفسہ و منھم مقتصد و منھم سابق بالخیرات ہم تو تینوں طبقوں کے لوگوں کو مسلمان کہتے ہیں۔"

اب بتلائیے مسلمانوں کو یکجا کرنے کا اس سے بڑھ کر بھی جذبہ کسی میں اس زمانہ میں نظر آتا تھا۔ کیا اس قدر وسعت قلبی اور فراخ دلی دکھانے والے انسان کو مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے والا کہا جا سکتا ہے کیا علماء کا فتویٰ کفر واپس نہ لینا انکی تنگ دلی پر دلالت نہیں کرتا اور کیا ان کا یہ فعل حدیث نبویؐ کو بھی نظر انداز کر دینے کے مترادف نہیں جس میں آنحضور صلعم نے صریح لفظوں میں فرمایا جو کسی مسلمان کو کافر کہتا ہے اگر کفر اس میں نہیں تو کفر اس کی طرف لوٹے گا۔

کفر کے لوٹنے اور اس کی حقیقت اور حکمت پر بحث انشاء اللہ الگ مضمون میں کی جائے گی۔

ادنےٰ سے ادنےٰ مسلمان کے متعلق حضورؑ کے دل میں ہمدردی

بعض لوگوں نے حضورؑ کے متعلق لکھا کہ حضورؑ سلطان ترکی کے خلاف بغض کا اظہار کرتے ہیں اس پر حضورؑ نے فرمایا:۔

"ہر ایک مسلمان عقلمند بھلا مانس نیک فطرت جو اپنی شرافت سے سچی بات کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے اس بات کو متوجہ ہو کر سنے کہ ہم کسی ادنےٰ سے ادنےٰ مسلمان کلمہ گو سے بھی کینہ نہیں رکھتے چہ جائیکہ ایسے شخص سے کینہ ہو جس کی ظل حمایت میں کروڑہا اہل قبلہ زندگی بسر کرتے ہیں اور جس کی حفاظت کے نیچے خدا تعالیٰ نے اپنے مقدس مکانوں کو سپرد کر رکھا ہے۔"

اس تحریر میں بھی آپ تمام کلمہ گو اور تمام اہل قبلہ کو مسلمان قرار دیتے ہیں اور مکہ اور مدینہ کو مقدس مقام یقین کرتے ہیں ایسے شخص کو ان منافقوں کے ساتھ تشبیہ دینا کیا انصاف کا خون کرنا نہیں جنہوں نے مسجد ضرار محض تفریقاً بین المؤمنین کی نیت سے بنائی تھی یہاں تو یہ عالم ہے کہ شروع دعوے سے لے کر وفات تک کسی کلمہ گو کو آپ نے کافر کہنے میں ابتداء نہیں کی بلکہ مخالف علماء کو بھی ساری عمر اس سے روکنے کی کوشش کرتے رہے۔

مخالف علماء کو کھلا چیلنج

حضور اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں جو ۱۹۰۷ء میں تصنیف ہو کر شائع ہوئی اس بارے میں مخالف علماء کو کھلے الفاظ میں چیلنج کرتے ہیں:۔

"پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمانوں اور کلمہ گوؤں کو کافر ٹھہرایا حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی خود ہی ان کے علماء نے ہم پر کفر کے فتوے لکھے اور تمام پنجاب اور ہندوستان میں شور ڈالا کہ یہ لوگ کافر ہیں .... کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا کوئی سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کو کافر ٹھہرایا تھا اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتوے کفر سے پہلے شائع ہوا ہے جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہو تو وہ پیش کریں ورنہ خود سوچ لیں کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو ٹھہراویں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگاویں کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے اس قدر خیانت اور جھوٹ اور خلاف واقعہ تہمت کس قدر دل آزار ہے ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے۔"

(ص ۱۲۰)

سائل صاحب غور کریں کہ اگر حضورؑ مسلمانوں کو اپنے دعوے کے انکار کی وجہ سے اسلام سے نکال کر اور اُمت محمدیہ سے انہیں خارج کر کے اپنی کوئی الگ جماعت بناتے تو بیشک آپ تفریقاً بین المؤمنین کی وعید کے نیچے آجاتے تھے لیکن یہ صورت تو نہیں اس لئے آپ پر تفریقاً بین المؤمنین کا الزام انصاف کے صریح خلاف ہے۔

لیکن اب جبکہ یہ صورت نہیں تو سائل صاحب کس طرح حضرت مرزا صاحب کو ان لوگوں کے ساتھ ملانے کی جسارت کر رہے ہیں جنہوں نے مسجد ضرار محض مسلمانوں میں پھوٹ ڈلوانے اور اسلام کے شیرازہ کو بکھیرنے اور اسے بیخ و بن سے اکھاڑنے کے لئے بنائی تھی یہ الزام اگر آسکتا ہے تو ان علماء پر آسکتا ہے جنہوں نے بغیر کسی شرعی جواز کے حضرت مرزا صاحبؑ پر کفر کے فتوے لگائے اور انہیں اور انکی جماعت کو خارج از اسلام قرار دیا۔ محض اشاعت اسلام کی غرض سے ایک جماعت بنانا تو کسی صورت میں بھی آپ کو تفریقاً بین المؤمنین کا مصداق نہیں بنا سکتا۔ غور فرمائیں کہ وہ مجدد جس نے دجال کا مقابلہ کرنا تھا اور اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے کا فریضہ سرانجام دینا تھا وہ بغیر جماعت کے اتنا بڑا کام کس طرح کر سکتا تھا جماعت بنانے کی ضرورت اور اسکی حکمت پر انشاء اللہ آئندہ قسط میں مزید روشنی ڈالی جائے گی۔

حضرت مسیح موعودؑ کی مسلمانوں سے ہمدردی

حضرت مرزا صاحبؑ کے دل میں بحیثیت مسیح موعود ہونے کے مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی اور ان کی خیرخواہی کا اظہار جو وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا تھا اس کا ایک ثبوت اس تحریر سے ہوتا ہے جو قیصرۂ ہند ملکہ وکٹوریہ کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے ص ۵۲۵-۵۲۶ پر لکھی۔ تحریر عربی میں ہے اس کا اردو ترجمہ ذیل میں دیا جاتا ہے آپ فرماتے ہیں:۔

"اے قیصرہ میں آخر میں آپ کو خالصتہً للہ ازراہ ہمدردی و خیرخواہی لکھتا ہوں کہ مسلمان آپ کے خاص بازو ہیں اور تیری سلطنت میں ان کو ایسی خصوصیت حاصل ہے جس کو آپ بخوبی سمجھتی ہیں پس آپ مسلمانوں کو اپنی خاص نظر سے دیکھا کریں اور ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائیں اور ان کے دلوں میں اُلفت پیدا کریں اور ان میں سے اکثر کو مقربین میں داخل کریں ان کی تفضیل اور تخصیص کا خیال رکھیں اسی میں آپ کے لئے برکات اور فوائد ہیں۔ ان کو آپ راضی رکھیں کیونکہ آپ انہی کی زمین اور انہی کے گھر میں داخل ہوئی ہیں اور انہی کا ملک خدا نے آپ کو دیا ہے جس میں وہ قریباً ایک ہزار سال تک حکومت کرتے رہے ہیں ...... اے ملکہ مکرمہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے دل تیرے ساتھ ہیں میں اُن میں کسی قسم کے فساد کی بو نہیں پاتا اور نہ دشمنی کی آگ ان میں دیکھتا ہوں یہ لوگ آپ کے پیادہ اور سوار ہیں اپنے آپ کو فدا کرنے اور شرائط اطاعت کو ادا کرنے کے لئے تیار کھڑے ہیں اور ہر اقدام کے وقت تیرے اول درجہ کے خادم ثابت ہوں گے۔ ان میں آپ نہ کسی قسم کی غداری دیکھیں گی اور نہ غدار پائیں گی۔ اے قیصرہ ہند ان کی خاص شان آپ سے مخفی نہیں .... میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ محض آپکی خیرخواہی کے لئے لکھا ہے اللہ کی قسم خیر اسی میں ہے کہ آپ انکا اکرام کریں یاد رکھیں کہ ایسی تدبیر اختیار کرنا جن کے ذریعہ ان کا استیصال ہو آپ کے لئے خیر و برکت کا موجب نہ ہوگا۔"

جو اور اپنی منصب خطاب کرکے ان کی عزت افزائی کریں۔

حضورؑ کی یہ تحریر کیا بتلا رہی ہے؟

کیا حضور کی یہ تحریر اس بات پر صاف دلالت نہیں کر رہی کہ حضورؑ کے سینہ میں مسلمانوں کی خیرخواہی کے جذبات کس قدر کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے، اور مسلمانوں کی حالت زار کو دیکھ کر آپ کا دل کس قدر صدمہ زدہ تھا اور یہ دیکھ کر کس قدر تکلیف اور دکھ آپ کو پہنچ رہا تھا کہ حکومت کا ان کے ساتھ اچھا سلوک نہیں اور حکومت میں بڑے بڑے عہدوں سے ان کو محروم رکھا جا رہا ہے انکو اس تکلیف سے آزاد کرانے کے لئے کس قدر جوش آپ

کے دل میں پایا جاتا تھا۔ کیا ایسے شخص کے متعلق وہم بھی کیا جا سکتا ہے کہ وہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈلوانے کا خیال بھی اپنے پاک دل میں لا سکتا ہے۔

حضورؐ کا عمل کس امر کی غمازی کر رہا ہے۔

آپ کا ہر عمل بتلا رہا ہے کہ آپ کی یہی خواہش تھی کہ مسلمان متحد ہو کر اور آپس میں بھائی بھائی بن کر زندگی بسر کریں اور اتحاد کی برکتوں سے بہرہ ور ہوں ایک دوسرے کو کافر کہنا چھوڑ دیں اور خدمت دین اور اشاعت اسلام کے کام میں پورے اخلاص کے ساتھ مصروف ہو جائیں اللہ تعالے اب بھی مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ بجائے ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہونے کے اپنے اپنے نقطہ نگاہ سے غیر مسلموں کے سامنے اسلام کو پیش کر کے۔ . . .

. . . . انہیں اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کریں باقی دو سوالوں کا جواب انشاء اللہ تعالے و بتوفیقہ آئندہ قسط میں دیا جائے گا۔

نوٹ:۔ تعجب ہے کہ جس شخص نے اپنی ساری زندگی اسلام کا علم بلند کرنے میں صرف کی ہو اور جس کی جماعت تن من دھن سے روزانہ غیر مسلموں کو مسلمان بنانے میں ہمہ تن مصروف ہو اس شخص کو ان لوگوں کے ساتھ ملانا جو اسلام کی بیخ کنی کے منصوبے بنا رہے تھے کیا انصاف کا خون کرنا نہیں۔

مؤدبانہ گذارش

(بسلسلہ صـــ)

کی فکر میں ہے۔ مگر اس کا مالی پہلو مضبوط نہیں کم از کم مصارف کے برابر ہونا نہایت ضروری ہے۔ ماہنامہ کا یہ پہلو نہایت کمزور ہے سالانہ چندہ نہایت معمولی یعنی تین روپے ہونے کے باوجود خریداری کم ہے۔

گذشتہ سال دو اشتہارات بند ہو جانے سے آمدنی مزید کم ہو گئی ہے۔ ماہنامہ کے اخراجات پہلے ہی آمدن سے کہیں زیادہ ہیں موجودہ گرانی کی وجہ سے خرچ میں مزید اضافہ ہو گیا ہے اس لئے اب یہ تجویز انجمن کے زیر غور ہے کہ سالانہ چندہ تین روپے کے بجائے چار روپے کر دیا جائے

۲۴ اس صورت میں خریداران حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ ماہنامہ کا نیا سال نومبر ۱۹۶۸ء سے شروع ہے آپ اپنا سالانہ چندہ جلد از جلد ارسال فرمائیں اور اس کے لئے مزید خریدار پیدا کریں اور اشتہارات فراہم کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔ ادارہ

ماہنامہ روح اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صـــ)

قصاص تجویز کیا ہے۔ فرمایا یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص اے ہمارے ماننے والو! قوم کی بھلائی کے لئے مقتولوں کے بارے میں ہم نے یہ سزا لکھی ہے کہ قاتل سے قصاص لیا جائے۔ لغت میں قصاص کے معنے عدل و مساوات سے کام لینے کے ہیں۔ اس تمام قاعدہ کے بعد اس کی تفصیل فرمائی الحر بالحر قاتل اگر آزاد ہو تو اسی آزاد ہی کو قصاص کے طور پر قتل کیا جائے۔ والعبد بالعبد اور اگر غلام نے قتل کیا ہو تو اسی غلام ہی کو قتل کیا جائے والانثیٰ بالانثیٰ اور اگر عورت قاتل ہو تو اسی عورت کو ہی سزائے قتل دی جانی چاہیئے۔

قصاص بقائے زندگی کا موجب ہے۔

یہ بیان کرنے کے بعد فرمایا ولکم فی القصاص حیوٰۃ۔ اس قانون کی پیروی میں تمہارے لئے زندگی ہے بھلا زندگی کیسے ہے؟ بدلہ لینے سے تو ایک شخص کی جان ماری جا رہی ہے۔ اور کہا یہ جا رہا ہے کہ اس کے قتل میں زندگی ہے وہ زندگی کیسے ہوئی؟ زندگی اس طرح کہ قاتل کو مار ڈالنے سے قتل کا راستہ بند ہو جاتا ہے اور اس سے قوم کی زندگی محفوظ کر دی جاتی ہے۔ اس آیہ کریمہ کے الفاظ غور طلب ہیں۔ پہلا لفظ (ولکم) ہے یعنی تمہاری حفاظت کی غرض سے یہ حکم دیا جاتا ہے کہ القصاص کا قانون جاری کیا جائے دوسرا لفظ القصاص ہے جس کے معنی مساوات و عدل قائم کرنے کی غرض سے قاتل کو قتل کیا جائے حیوٰۃ پر تنوین اس لئے ہے کہ حیوٰۃ کی عظمت قائم کرنا مقصود ہے۔ قصاص کے بغیر معاشرہ میں امن قائم نہیں رکھا جا سکتا۔ بلکہ فتنہ و فساد کی آگ بھڑکتی ہے اس لئے فرمایا ولکم فی القصاص حیوٰۃ یا اولی الالباب۔ اے دانشورو! اگر تم قوم کو زندہ رکھنا چاہتے ہو تو قاتل کو قتل کر کے زندگی حاصل کرو اس سے ظلم و جور کے دروازے بند ہو جائیں گے بظاہر تو یہ ظلم معلوم ہوتا ہے کہ کسی کی جان لی جائے لیکن حقیقت یہ ہے کہ قصاص زندگی کے بقاء کا باعث ہے۔ اس لئے فرمایا یا اولی الالباب اے دانشورو! غور کرو گے تو قاتل کا قتل کر دینا نہایت ضروری اور نہایت مفید پاؤ گے۔ پھر فرمایا لعلکم تتقون۔ عقلمند انسان کے لئے مناسب ہے کہ خدا سے ڈر کر اس الٰہی ارشاد پر عمل کرے کہ اسی میں ہر فرد اور معاشرہ کی کامیابی ہے۔ یعنی اس پر عمل کر کے اس قسم کے ظلم سے بچے رہو گے یعنی کسی جان کو تلف نہ کرو گے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قانون کو جاری فرمایا اور پوری کامیابی حاصل کی۔ حضور یقیناً رحمۃ للعالمین ثابت ہوئے۔

بیسویں صدی کی بالغ عقل اور وحی کی روشنی میں فرق

آج یورپ کے اندر بھی یہی مرض ہے ان تکون امۃ ھی اربیٰ من امۃ طاقت ور قوم کمزور پر غالب ہے اور یہ مرض بڑھتا چلا جاتا ہے ہر قوم دوسری قوم کو تباہی کے لئے طرح طرح کا اسلحہ تیار کرنے میں مصروف ہے بیسویں صدی کی بالغ عقل کے یہ کارنامے ہیں کہ کسی قوم کے ساتھ ہمدردی کرنے کے بجائے اس کی تباہی کے لئے سعی و جہد کرنے میں بے شمار دولت ضائع کی جا رہی ہے۔ انسان کی عقل بالغ اور وحی کی عطا کردہ روشنی میں نمایاں فرق ہے۔

بعض مفکرین نے لکھ دیا ہے کہ آج کے انسان کی عقل بالغ ہو چکی ہے۔ اس لئے اب وحی والہام کی ضرورت نہیں چنانچہ فرمایا:۔

فاما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض جو کوئی فرد یا قوم مخلوق خدا کے لئے زیادہ مفید و بابرکت ہو اس کے لئے استقلال اور ثبات ہے۔ اور جو فرد یا قوم مخلوق خدا کی پرواہ نہیں کرتی وہ ختم اور برباد ہو جاتی ہے۔ یہ ایک اصول ہے قوموں کی زندگی کا۔ لیکن اس کے برعکس یورپ کی اقوام کا یہ اصول ہے کہ جس قوم میں ہلاکت خیز سامان زیادہ ہیں وہی قوم زندہ رہنے کے قابل ہے۔

بیسویں صدی کا انسان بظاہر عقلی طور پر بالغ ہو گیا ہے لیکن فی الحقیقت ہدایت و رہنمائی کا محتاج ہے اس کی دستگیری کرنے والی اگر کوئی چیز ہے تو وہ صرف اور صرف وحی الٰہی ہے۔ اللھم صلی علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

مکتوب ہالینڈ

(بقیہ از صفحہ ۲)

سے چھپانا نہیں چاہیئے۔ ہاں اسلام تکبر ریا اور اسراف سے منع کرتا ہے۔

۳۔ عیسائیت کہتی ہے شادی کرنا اچھا ہے مگر نہ کرنا بہتر ہے۔ اس وجہ سے کئی ایک اچھے اچھے باپ اپنے بال بچوں کو چھوڑ کر تنہائی کی زندگی بسر کرنے کو ترجیح دیتے رہے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں راہب اور راہبائیں اسی تعلیم کا نتیجہ ہیں اگر ہر ایک اسی مرحلہ پر پہنچنے کی کوشش کرے تو دنیا کا نظام ہی بگڑ جائے۔

لیکن اسلام نے اس طرف خاص توجہ دی ہے اور فرمایا ہے:۔

"شادی کرنا میری سنت
ہے اور جو شادی نہیں
کرتا وہ میرے پیچھے نہیں
چلتا۔"

آنحضرت صلعم نے یہ فرما کر مومنین کو شادی کی ضرورت کی طرف توجہ دلائی ہے اور صرف یہی نہیں آپؐ نے زندگی کے تمام شعبوں کے متعلق تفصیل سے ہدایت دی ہے اور اس طرح انسان کو روح اور جسم دونوں کی خبر گیری اور بہتری کی تعلیم دی ہے۔

مصنف نے جو مندرجہ بالا دعوے کیا ہے وہ حقیقت کے خلاف ہے۔ عیسائی ممالک میں جو مادی ترقی ہوئی ہے وہ کسی عیسائی تعلیم کا نتیجہ نہیں کیونکہ عیسائی مذہب سے تعلق رکھنے والے ہر ایجاد اور ہر انقلاب کے مخالف ہوتے تھے بلکہ جب ایک بات لوگ چرچ کی مرضی کے خلاف قبول کر لیں تو چرچ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ عیسائی مذہب کی تعلیم ہے یہ منطق صرف انہیں کا حصہ ہے۔

مقبوضہ کشمیر میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا جلسہ

محترم پروفیسر نورالدین زاہد کی ختم نبوت پر عالمانہ تقریر

مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۶۸ء بروز اتوار کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا جلسہ یاری پورہ کولگام کشمیر کے مقام پر ہوا۔ اس جلسہ میں جماعت بھدرواہ، جموں۔ اور جماعت سرینگر کشمیر کے چار پانچ نمائندے بھی شامل ہوئے۔ نیز جماعت یاری پورہ کے علاوہ مضافات سے بھی کئی دوست شامل ہوئے۔ یاری پورہ کے کئی اہل حدیث، حنفی حضرات اور قادیانی دوست بھی حاضر جلسہ تھے۔ جلسے کی صدارت کے لئے محترم پروفیسر نورالدین زاہد صاحب نے محترم و مکرم شیخ عبدالصمد صاحب امیر جماعت سرینگر کا نام نامی پیش کیا۔ محترم عزیز کاشمیری ایڈیٹر اخبار روشنی نے تجویز کی تائید کی۔ محترم ڈاکٹر صاحب (زینہ پور) نے اس کی تائید مزید کی۔ مابعد محترم شیخ صاحب نے کرسی صدارت کو زینت بخشی۔

جلسے کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ اس کے بعد مولینا مرتضیٰ خان حسن رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مشہور اردو نعت بارگاہ رسالت میں پیش کی گئی۔ تلاوت قرآن کریم اور اتحاف نعت کی سعادت محترم عبدالرشید صاحب ساکن بھدرواہ کو نصیب ہوئی۔ ان کے بعد جناب محمد یوسف صاحب تانتزی یاری پورہ ناظم جلسہ نے ایک مختصر تعارفی تقریر فرمائی۔ آپ نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے عقائد اجمال کے ساتھ بیان کئے۔ اس کے بعد آپ نے مسلمانوں کے درمیان افتراق و نفاق کے نقصانات کی طرف حاضرین کی توجہ مبذول کی اور اتحاد پر زور دیا۔ آخر پر آپ نے بھدرواہ اور سری نگر سے آئے ہوئے دوستوں کا حاضرین سے تعارف کرایا۔

ان کے بعد محترم پروفیسر نورالدین زاہد صاحب نے "ختم نبوت" کے موضوع پر تقریر کی۔ آپ نے تلاوت فاتحہ کے بعد ابتدا میں ہی بتایا کہ ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ اس لئے اس عقیدہ کے بارے میں جو اختلاف ہوگا وہ حنفی، شافعی اختلافات کی طرح فروعی اختلاف نہیں ہوگا۔ یہ اختلاف بنیادی اختلاف ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کراچی کی قادیانی جماعت نے تفاسیر قرآن کی نمائش کی تھی۔ اس کی رپورٹ قادیانی ماہنامہ الفرقان میں چھپی تھی۔ اس معلومات افزا رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن حکیم کی تفاسیر مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم دوست دشمن ہر قسم کے عالموں نے مختلف زبانوں میں لکھی ہیں۔ اور آج بھی صفحہ ہستی پر موجود ہیں۔ یہ سب تفاسیر شاہد ہیں کہ ختم نبوت کے عقیدے کے بارے میں کبھی دو رائیں پیدا نہیں ہوئیں۔ مسلمان تو کیا غیر مسلم معاندین نے بھی اس مسلم عقیدہ کے متعلق اختلاف نہیں کیا۔ لیکن آہ برصغیر ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک ایسا منحوس دن بھی دیکھنا پڑا! جب ایک حق ناشناس نے ختم نبوت کے معنی اجرائے نبوت بنا کر مسلمانوں کے درمیان کفر و اسلام کا ایک نیا مسئلہ پیدا کیا۔ اس کے بعد مقرر موصوف نے بتایا کہ اسلام ایک آسان مذہب ہے یہ دین فطرت ہے، اس لئے اس کے بنیادی مسائل سمجھنے کے لئے "مولوی فاضل" وغیرہ ڈگریاں رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ختم نبوت کا مسئلہ بھی ایک بنیادی مسئلہ ہے۔ اس کو سمجھنے کے لئے بھی آپ کو روایتی "عالم و فاضل" بن جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ خود غرض اور ضمیر فروش نام نہاد مولوی صاحبان ہر آسان بات کا کبریٰ و صغریٰ بنا کر ایک گورکھ دھندہ بنا دیتے ہیں۔ اس کے بعد محترم پروفیسر صاحب نے حضرت میرزا غلام احمد صاحبؒ کی تصنیف کردہ کتاب آریہ دھرم کے صفحہ ۷۶ سے ایک عبارت پڑھ کر سنائی پھر اس کا ترجمہ سنایا۔ اس کتاب میں حضرت مسیح موعودؑ نے واضح کیا ہے کہ اسلام میں اس عقیدہ کی بنیاد ان تعلیمات پر ہے جو قرآن حکیم، بخاری شریف اور باقی کتب حدیث میں پائی جاتی ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ قرآن سب پر مقدم ہے اور بخاری شریف کی احادیث ان کے لئے ضروری ہے کہ قرآن حکیم کی نص کے موافق ہوں۔ باقی کتب کی احادیث کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ وہ نص قرآن اور شرائط بخاری کے موافق ہوں۔ محترم پروفیسر صاحب نے فرمایا کہ مسیح موعود کی تعلیم کے مطابق اسلام میں وہی عقیدہ درست ہے جس کی بنیاد قال اللہ اور قال الرسول پر ہو۔ . . . .

. . . . زاہد صاحب نے کتاب آریہ دھرم حاضرین کو دکھا کر فرمایا کہ یہ کتاب مسیح موعودؑ نے لکھی ہے اور ان کی زندگی میں ہی قادیان سے شائع ہوئی ہے۔

اس تمہید کے بعد محترم زاہد صاحب نے سورہ احزاب کی آیت ماکان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم الخ۔ تلاوت کی اور اس کا ترجمہ عام فہم کشمیری میں بتایا۔ اس کے بعد اجرائے نبوت جسمانی کے انکار اور نبوت روحانی کے اثبات پر روشنی ڈالی۔ پھر خاتم النبیین کے لفظ خاتم پر روشنی ڈالی۔ آپ نے قرآنی آیات ختم اللہ علی قلوبھم الخ نختم علی افواھھم الخ یسقون من رحیق مختوم الخ۔ وغیرہ کی تشریح کرتے ہوئے سامعین (جن میں قادیانی دوست بھی تھے) سے پوچھا کہ بتایئے ان آیات میں لفظ ختم کے معنے کس جگہ "زینت"، "انگوٹھی"، "زینت دنیا" یا "تصدیق کرنا" ہوسکتا ہے؟ سوال کا جواب خود دیتے ہوئے آپ نے فرمایا اس لفظ کے معنی ہر آیت میں بند کرنا سربمہر کرنا۔ اور مسدود کرنا ہی ہے۔ اب اسی معنی کو ترکیب خاتم النبیین میں لگا کر ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلعم سلسلہ انبیاء کے آخری فرد ہیں۔ اس کے بعد آپ نے قرآن حکیم کی مختلف آیات مثلاً قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا وما ارسلناک الا کافۃ للناس وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین تبارک . . . . . . لیکون للعلمین نذیراً۔ قل اوحی . . . . . . ومن بلغ۔ الخ۔ کی مختصر تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ جب تک سطح زمین پر الناس موجود ہیں اس وقت تک محمد رسول اللہ صلعم کافۃ للناس کے لئے رسولؐ ہیں۔

اس کے بعد محترم پروفیسر صاحب نے لغات الحدیث کی کتاب الخاء الفاظ ختم، خاتم کی تشریح مختلف احادیث کی روشنی میں بیان فرمائی پھر صحاح ستہ سے احادیث پیش کرنا شروع کیں۔ سب سے پہلے آپ نے صحیح مسلم کی ایک حدیث فضلت علی الانبیاء . . . . . . بیان کی۔ پھر اس حدیث کے آخر میں روایت شدہ حضرت نبی کریم صلعم کی فضیلتوں کی تشریح کی۔ آپ نے سامعین سے پوچھا اگر نبی کریم صلعم کے بعد کوئی اور نبی (غیر تشریعی ہی سہی آپؐ کی امت میں ہی سہی) آجائے تو اس کو تمام بنی نوع انسان کے لئے آنا ہوگا۔ وہ قادیان کے ایک گاؤں کے لئے نہیں آسکتا۔ اگر ایسا نبی آجائے تو حضور نبی کریم صلعم کی فضیلت (ارسلت الی الخلق کافۃ) کہاں رہی؟ اس کے بعد آپ نے حضور صلعم کی دوسری فضیلت ختم بی النبیون کی تشریح کی۔

اس موقعہ پر ایک قادیانی دوست کو کچھ لکھتے دیکھ کر محترم زاہد صاحب نے فرمایا کہ کوئی دوست نوٹ لینا چاہتا ہے اس کی سہولت کے لئے میں سارے اور پورے حوالے آہستہ آہستہ بیان کروں گا۔

اس کے بعد زاہد صاحب نے بخاری، مسلم کی حدیث "قصر نبوت کی مثال" بیان کی آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلعم نے ختم نبوت کے مسئلہ کو ایک لطیف مثال سے سمجھایا ہے۔ نبوت کی مثال اس گھر کی مثال ہے جس کو ایک شخص نے بنایا۔ پھر آراستہ کیا۔ لیکن ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑی۔ لوگ یہ خالی جگہ دیکھ کر متعجب ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں وہ اینٹ ہوں جس سے یہ عمارت مکمل ہوئی۔ زاہد صاحب نے فرمایا کہ نبوت کا مکان حضور صلعم کی بعثت سے پہلے ہی مزین تھا جیسے کہ الفاظ فاحسنہ واجملہ سے ثابت ہے لیکن ایک اینٹ کے نہ ہونے سے یہ نامکمل تھا۔ حضورؐ کی بعثت سے یہ مکان مکمل ہوا اور مکمل ہوکر کسی اور اینٹ کی جگہ باقی نہ رہی۔

زاہد صاحب کی تقریر چار بجے سے لے کر پانچ بجے تک جاری رہی۔ وقت کی تنگی ان کو مزید وقت دینے سے مانع تھی۔ اس لئے ان کی یہ تقریر نامکمل رہی۔ امید ہے اس کو کتابی صورت میں مکمل شائع

آفتاب الدین احمد
ہومیوپیتھک دار الشفاء
ایک رفاہی ادارہ ہے
جہاں سے
یومیہ سینکڑوں مریض خود آکر اور بیسیوں مریض
بذریعہ خط و کتابت مفت ادویات اور
مشورے حاصل کرتے ہیں۔
آپکی اعانت کا شکریہ
اعزازی مہتمم دار الشفاء۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

پیغام صلح

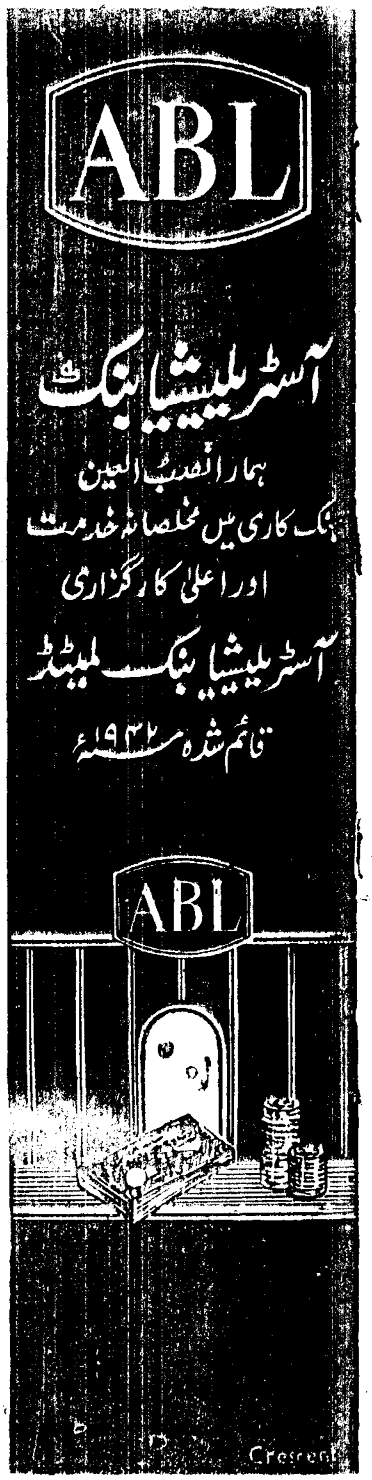

ABL

آسٹریلیشیا بنک

ہمارا نصب العین
بنک کاری میں مخلصانہ خدمت
اور اعلیٰ کارگزاری

آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ
قائم شدہ ۱۹۴۲ء

ABL

Crescent

PAK CEMENT

پاک سیمنٹ فاروقیہ

یادگار عمارتیں
پائیدار سیمنٹ
پاک سیمنٹ ۔ فاروقیہ

پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ
فاروقیہ (ضلع ہزارہ)

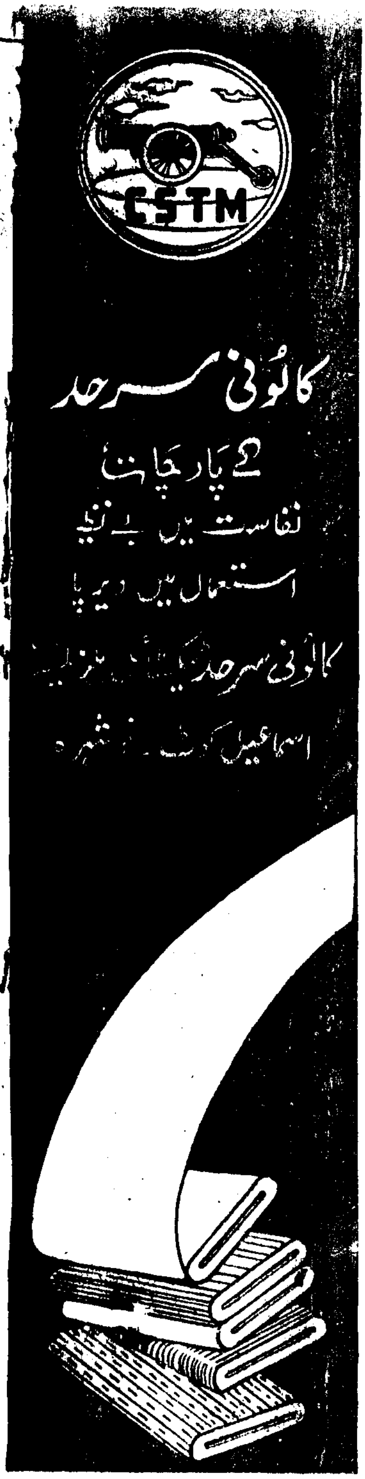

CSTM

کاٹونی سرحد

کے پارچات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا

کاٹونی سرحد [illegible] ملز لمیٹڈ
اسماعیل [illegible] نوشہرہ

پیغامِ صلح ۱۳ نومبر ۱۹۶۸ء ۔ رجسٹرڈ ایل ۲۲۲ شمارہ ۴۵

جلسہ سالانہ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

۲۵-۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۹۶۸ء کو منعقد ہو گا

گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

ٹیلیفون نمبر ۳۷۳۴
[illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ہفت روزہ

پیغام صلح

لاہور

جلد ۵۶ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۸ شعبان المبارک ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۹۶۸ء | نمبر ۴۶

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص اور دلی محبوں
کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے
نفوس و اموال میں برکت دوں گا"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

مشتبہ چیزوں سے بچنا چاہیے

عن النعمان ابن بشیر یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الحلال بیّن والحرام بیّن وبینہما مشتبہات لا یعلمہا کثیر من النّاس فمن اتقی المشتبہات استبرا لدینہ وعرضہ ومن وقع فی الشبہات کراعٍ یرعی حول الحمی یوشک ان یواقعہ الا وانّ لکلّ ملکٍ حمی الا انّ حمی اللہ فی ارضہ محارمہ الا وانّ فی الجسد مضغۃً اذا صلحت صلح الجسد کلّہ واذا فسدت فسد الجسد کلّہ الا وھی القلب۔

ترجمہ:—

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا حلال بھی کھلا ہوا ہے حرام بھی کھلا ہوا ہے اور دونوں کے درمیان مشتبہ باتیں ہیں جن کو بہت لوگ نہیں جانتے پس جو مشتبہ چیز سے بچا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا اور جو شخص مشتبہ باتوں میں پڑا تو اس کی مثال چرواہے کی ہے جو چراگاہ کے آس پاس چراتا ہے قریب ہے کہ اس کے اندر پڑ جائے سنو ہر بادشاہ کے لئے چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ کی چراگاہ اس کی زمین میں اس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں سنو جسم میں

باقی بر صفحہ ۴

ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ نرمی اور رفق سے معاملہ کرو

جو کچھ میں کہتا ہوں تم اس پر عمل نہ کرو تو میری جماعت میں نہ رہے

ارشادات حضرت امام الزمان مجدد دوران مسیح موعود علیہ السلام

ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ نرمی اور رفق سے معاملہ کرو۔ اپنی ساری مصیبتیں اور بلائیں خدا تعالیٰ پر چھوڑ دو۔ یقیناً سمجھو اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ ہر شخص کی شرارت پر صبر کرتا ہے اور خدا پر اسے چھوڑتا ہے تو خدا تعالیٰ اسے ضائع نہیں کرے گا۔ اگرچہ دنیا میں ایسے آدمی موجود ہیں جو ہنسی کریں گے اور ان باتوں کو سن کر ٹھٹھا کریں گے مگر تم اس کی پروا نہ کرو خدا تعالیٰ خود اس کے لئے موجود ہے، وہ خدا پرانا نہیں ہو گیا جیسے انسان بڈھا ہو کر پیر فرتوت ہو جاتا ہے خدا تعالیٰ وہی ہے جو موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے وقت تھا اور وہی خدا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تھا، اس کی وہی طاقتیں اب بھی ہیں جو پہلے تھیں لیکن جو کچھ میں کہتا ہوں تم اس پر عمل نہ کرو تو میری جماعت میں نہ رہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے مصالح کو خوب جانتا ہے۔ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے ہمیں مارا اور مسجد سے نکال دیا۔ میں یہی جواب دیتا ہوں کہ اگر تم جواب دو تو تم میری جماعت میں سے نہیں۔ تم کیا چیز ہو۔ صحابہؓ کی حالت کہ ان کے کس قدر خون گرائے گئے۔ پس تمہارے لئے اسوہ حسنہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے۔ باوجود وہ کیسے دنیا سے باہر ہو گئے تھے انسان میں جس قدر جوش ہوتے ہیں وہ دنیا کے لئے ہی ہوتے ہیں کسی ہنگامہ کی غرض دنیا کا مال عزت یا اولاد خدا سے آتی ہے۔ اس کے سوا جھوٹی عزتوں کا کیا ہے۔ نبیوں سے بڑھ کر عزت کسی کی نہیں مگر دیکھو انہیں کیسے کیسے دکھ دیئے گئے۔ نماز میں ان پر گندے گوبر ڈالے گئے۔ قتل کے ارادے کئے گئے اور آخر مکہ سے نکالا گیا لیکن خدا تعالیٰ نے حضور اور آپ کی وہ عزت اور عظمت دی ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو خدا تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ بغیر اس کے یہ مقام مل ہی نہیں سکتا۔

اب بتاؤ کہ کیا یہ اطاعت کا کام ہے کہ دشمن کا ایسا دشمن بنے کہ جب تک اسے پیس نہ

(باقی بر [illegible])

مسلم مشن برلین (جرمنی) کی تبلیغی سرگرمیاں

دو جرمنوں کا قبولِ اسلام

ماہ ستمبر ۱۹۶۸ء کی تبلیغی رپورٹ

از مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب امام مسجد برلین

پمفلٹ کی طباعت

ماہ ستمبر کے دوران بارہ صفحات پر مشتمل ایک پمفلٹ پندرہ سو کی تعداد میں چھپوایا گیا۔ سرورق کے چار صفحات اس کے علاوہ ہیں۔ اس میں سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ نظریات کا ذکر ہے اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے بعض پہلوؤں کا بیان ہے۔ یہ پمفلٹ اس لیکچر پر مبنی ہے جو میں نے یہاں برلین مسجد میں منعقد ہونے والے اجتماع درباره میلاد النبی صلعم میں دیا۔ اس کی طباعت کی تحریک ایک جرمن خاتون کے اس ریمارک سے ہوئی جب اس نے کہا کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصویر میرے ذہن میں کچھ اور رہی تھی، لیکن اس لیکچر کو سننے سے معلوم ہوتا ہے کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بڑے عظیم المرتبت انسان ہو گزرے ہیں۔ ماہ اگست میں اس کی طباعت کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے ۱۳۱ مارک چندہ ہوا۔ ماہ ستمبر میں ۲۵۰ مارک مزید جمع ہو گئے۔ بعض احباب نے مزید عطیہ دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے خدا کے فضل سے اخراجات پورے ہو جائیں گے اس ٹریکٹ کی ایک کاپی حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں اور ایک کاپی محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب آنریری جنرل سیکرٹری کے نام بھجوائی گئی ہے۔ اس پمفلٹ کا زیادہ حصہ عیسائی دوستوں میں بغیر قیمت کے - - - - تقسیم کیا جائے گا۔ انشاءاللہ۔ ٹریکٹ کا نام ہے "DER PROPHET MUHAMMAD"

دو جرمن داخلِ اسلام

دو جرمن مرد و عورت نے مسجد آ کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ صرف ہر دو کی تصاویر بھیجتا ہوں[1]۔ مرد کا اسلامی نام "محمد عمر" ہے اور عورت کا نام "کریمہ" رکھا گیا ہے۔ ہر دو نے قرآن کریم جرمن ترجمہ مع تفسیر از حضرت امیر مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ خرید لیا ہے۔ اس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے پمفلٹ بھی خرید لئے ہیں۔

دو اجتماعات میں لیکچر

یہ ہر دو اجتماعات مسجد میں ہوئے۔ ایک مجمع میں چالیس طلباء مع پادری استاد اور دوسرے مجمع میں تیس مرد و زن مع پانچ NUNS موجود تھے۔ طلباء کے مجمع میں اسلام کی خصوصیات پر لیکچر کے بعد گناہ کے تصور اور شیطان کے مخلوق ہونے پر زیادہ سوالات و جوابات ہوئے۔

دوسرے مجمع میں میری تقریر کے بعد حاضرین نے مختلف سوالات کئے۔ ایک NUN (نن) نے اسلام میں عورت کے مقام کے بارہ میں سوال کیا۔ اس کے جواب میں مَیں نے عورت کو بحیثیت ماں، بحیثیت بیوی اور بحیثیت بیٹی بیان کیا۔ کثرت ازدواج کو بھی واضح کیا گیا۔ ہر دو گروپ مختلف دنوں میں آئے اور ڈیڑھ سے دو گھنٹہ تک ہمارے ہاں ٹھہرے۔

شادی کی دو تقریبات

مسجد میں شادی کی دو تقریبات ہوئیں۔

جمعہ و ہفتہ کے اجتماعات

جمعہ اور ہفتہ کے اجتماعات بھی خدا کے فضل سے جاری رہے۔

انفرادی طور پر بھی جرمن مرد و زن مسجد میں آتے رہے۔ ان کے سامنے توریت اور انجیل سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی پیشگوئیاں بیان کی گئیں اور بعض پمفلٹ مفت دیئے گئے۔

CONGRES کے وزیر جناب سالم بن علی اپنے قیام برلین کے دوران مسجد دیکھنے کے لئے آئے۔ آئندہ ماہ اساتذہ کا ایک گروپ مسجد میں آ رہا ہے۔ یہ اساتذہ عیسائی طلباء کو مذہب پڑھاتے ہیں۔

خاکسار
محمد یحییٰ بٹ

---

[1] یہ تصاویر آخری صفحہ پر ملاحظہ ہوں (ایڈیٹر پیغام)

مولانا احمد یار صاحب مبلغ فجی کا مکتوب

جزائر فجی میں تفریق بین المسلمین کا فتنہ

یہاں جزائر فجی میں مذہب کے لحاظ سے تین فرقے آباد ہیں۔ مسلمان، عیسائی اور ہندو۔ عیسائی سب سے زیادہ ہیں۔ اس سے دوسرے نمبر پر ہندو مت کے ماننے والے ہیں۔ مسلمانوں کا نمبر تیسرے درجے پر آتا ہے۔ قومیت یا سیاست کے لحاظ سے بھی کل آبادی تین طبقوں پر منقسم ہے۔ اصلی باشندے جو "کیوبتی" کہلاتے ہیں۔ ہندوستانی۔ ان میں ہندو اور مسلمان سب شامل ہیں۔ مسلمان بھی جو یہاں فجی میں سکونت پذیر ہو گئے ہیں وہ بھی بھارتی کہلاتے ہیں۔ تیسرا طبقہ یورپین کا ہے جس میں آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے رہنے والے لوگ بھی شامل ہیں۔ اور تھوڑے سے اور لوگ بھی ہیں جو نہ ہونے کے برابر ہیں۔

ان جزائر کی کل آبادی پانچ لاکھ سے کم ہے۔ مسلمانوں کی تعداد تقریباً چالیس ہزار ہے۔ ان میں سے زیادہ تر یو۔پی۔ سی۔پی وغیرہ صوبوں سے ان کے باپ دادا یہاں آئے تھے۔ پنجابی مسلمان بہت کم یہاں آئے۔ جو آئے ان میں سے اکثر ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے۔ اس وقت ان جزائر میں آزادی کی تحریک بڑے زور سے شروع ہے۔ حسب عادت مسلمانوں میں غداروں کی یہاں بھی کمی نہیں۔ سرکاری زبان انگریزی ہے۔ اردو یہاں بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ یہاں مسلمان لڑکے اور لڑکیاں عموماً ہندی پڑھتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ سکولوں میں اردو پڑھانے کا انتظام نہیں۔

یہاں مساجد بھی ہیں اور مولوی صاحبان بھی۔ مگر مولوی صاحبان کو فرصت بہت کم ملتی ہے کیونکہ وہ عموماً بھوت اور جن نکالنے پر لگے ہوئے ہیں۔ جو یہاں بڑے مولینا کہلاتے ہیں وہ ایک بھوت نکالنے کے بیس بیس پونڈ لیتے ہیں۔ یعنی دو دو سو روپے۔ تعویذ گنڈے کی آمدنی اس کے علاوہ انہیں حاصل ہوتی ہے۔

سنی کہلانے والی جماعت کا نام مسلم لیگ ہے۔ یہ مذہبی جماعت ہے۔ اس کا سیاست کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ مسلمانوں کی کوئی ایسی سوسائٹی نہیں جس کے پلیٹ فارم پر ہر خیال اور رنگ کے مسلمان اکٹھے ہو سکیں۔ اس لئے مسلمانوں کی من حیث مسلمان کوئی آواز نہیں۔ ایک وقت آیا کہ انگریزی حکومت مسلمانوں کو حقوق دینے پر ہمدردانہ غور کر رہی تھی۔ مگر جونہی وہ یہاں سے انگلستان گئے انہوں نے ہندو لیڈروں کو خوش کرنے کے لئے بیان دیا کہ ہم مسلمان کوئی علیحدہ حقوق نہیں چاہتے۔ ہم بھارتی ہیں۔ ہم سب بھارتیوں کے حقوق اور مطالبات ایک ہیں۔

ہندوؤں کے پولیٹیکل لیڈر عموماً یہاں آتے جاتے رہتے ہیں۔ جب مارچ ۱۹۶۶ء میں میں یہاں آیا تو وجے لکشمی یہاں بھی دورے پر آئیں۔ ہندوستان کا ڈپٹی ہائی کمشنر یہاں رہتا ہے۔ بدقسمتی سے مسلمان لیڈر بہت کم یہاں آتے ہیں۔ البتہ تعویذ گنڈے کرنے والے پیر اور مولوی عموماً آتے جاتے رہتے ہیں۔ ایسے مولوی بجائے مسلمانوں کی بھلائی اور خیر خواہی سوچنے کے ان میں تفرقہ اور انتشار پھیلاتے ہیں۔

کچھ مدت ہوئی کہ ربوہ سے ایک مولوی صاحب یہاں فجی میں تشریف لائے۔ یہاں تھوڑا سا اتحاد و اتفاق تھا انہوں نے نئی نبوت کا ڈھونگ رچا کر خوب انتشار اور تفرقہ پھیلایا۔ تکفیر بازی سے رہی سہی کسر نکل گئی۔ بھائی بھائی سے جدا اور ہمسایہ ہمسایہ سے گتھم گتھا۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام فجی کی سعی و کوشش سے مسلمانوں میں پھر اتحاد و اتفاق کی روح پیدا ہونے لگی۔ تکفیر بازی کا زور قریباً قریباً ختم ہونے لگا۔ تمام کلمہ گو ایک دوسرے کو مسلمان سمجھنے لگے۔ شومئ قسمت یہاں بھی لیڈر قسم کے کچھ مسلمان ایسے ہیں، جو قوم، ملک اور خدمتِ خلق سے نہیں بلکہ مذہب کو آڑ بنا کر اپنا نام اور اپنی لیڈری چمکانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اس گروہ نے سادہ لوگوں سے چندہ وغیرہ جمع کر کے مولوی لال حسین اختر کو منگوایا ہے۔ اس نے آتے ہی احمدیوں کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیا ہے۔ کافر، مرتد وغیرہ کے الفاظ سے کم تو وہ کچھ کہتا نہیں۔ آتے ہی بہت زور شور سے چیلنج بازی شروع کر دی۔ مگر جب ملے ہم نے کہا کہ ہم چیلنج قبول کرتے ہیں۔ ہمارے ساتھ جگہ، تاریخ اور موضوع مناظرہ کا پہلے تصفیہ

(باقی بر ص ۱۱)

ہفت روزہ پیغام صلح ـــــ لاہور ـــــ مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۶۸ء

"جاہلانہ خیال"؟ ـــــ کس کا؟

۳۱ اکتوبر ۱۹۶۸ء کے "الفضل" میں مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفہ ربوہ) کی ایک تقریر شائع ہوئی ہے جو انہوں نے طلبائے تعلیم القرآن کلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمائی۔ دورانِ تقریر میں انہوں نے فرمایا:—

"یہ خیال بڑا ہی جاہلانہ ہے کہ ایک شخص نبی تو نہیں لیکن اعزازی طور پر اس کو نبی کا نام دیا گیا۔ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ پھر تو کوئی یہ بھی کہہ دے گا کہ فلاں شخص صدیق تو نہیں ہاں اعزازی طور پر اسے صدیق کا نام دیا گیا۔ وہ شہید تو نہیں ہاں اعزازی طور پر اللہ تعالےٰ نے اس کو شہید کا نام دے دیا۔ وہ صالح تو نہیں لیکن اعزازی طور پر ایک غیر صالح کو اللہ تعالےٰ نے صالح کا نام دے دیا کیونکہ کلاس میں زیادہ تر کم عمر بچے ہیں اس لئے ان کو یہ بات زیادہ وضاحت سے سمجھانے کے لئے ایک مادی مثال دے دیتا ہوں۔ یہ بالکل ایسا ہی قول ہے جیسے کوئی کہے کہ اللہ تعالےٰ نے زید کو آنکھیں تو نہیں دیں مگر اعزازی طور پر اس کو "بینا اور سُجاکھا" کہہ دیا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے بکر کو ہاتھ پاؤں تو نہیں دیئے (بعض بچے پیدائش کے وقت سے ہی ایسے ہوتے ہیں جن کے ہاتھ پاؤں نہیں ہوتے) لیکن اعزازی طور پر خدا نے ان کو "صاحب دست و پا" کہا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے عمر کو شنوائی تو نہیں دی وہ پیدائشی بہرہ ہے۔ مگر اعزازی طور پر (نعوذ باللہ) اللہ تعالےٰ نے اس کو بڑی تیز شنوائی کا مالک قرار دیا ہے۔"

قطع نظر اس بات کے کہ جناب ناصر احمد صاحب نے جو مثالیں "اعزازی نبی" کے خیال کو جاہلانہ ثابت کرنے کے لئے دی ہیں وہ کہاں تک عقلمندی پر مبنی ہیں، ہم یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ "کس کا جاہلانہ خیال" ہے جو انہوں نے پیش کیا ہے؟ کیا اللہ تعالےٰ کا (نعوذ باللہ) جس نے مسیح موعودؑ کو الہام کیا:—

"ایک عزت کا خطاب۔ لَکَ خِطَابُ الْعِزَّۃِ"

کیا مسیح موعودؑ کا "جاہلانہ خیال" ہے، جنہوں نے اس الہام کے معنے کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا:—

"مجھے امتیازی مرتبہ بخشنے کے لئے خدا نے میرا نام نبی رکھ دیا ہے اور مجھے یہ ایک عزت کا خطاب دیا گیا ہے" (مکتوب حضرت مسیح موعود علیہ السلام مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء مندرجہ اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

کیا یہ مولوی جلال الدین شمس مرحوم مرتب "تذکرہ" (مجموعہ الہامات حضرت مسیح موعودؑ) کا "جاہلانہ خیال" ہے، جنہوں نے کتاب مذکور کے صفحہ ۷۴۳ پر مندرجہ بالا الہام نقل کرتے ہوئے حاشیہ میں اس کی وضاحت حضرت مسیح موعودؑ کے مذکورہ بالا الفاظ مندرجہ اخبار عام سے کی ہے؟

کیا جناب خلیفہ صاحب اس بات کی وضاحت کریں گے کہ یہ کس کا "جاہلانہ خیال" ہے جو انہوں نے پیش کیا ہے، اللہ تعالےٰ کا (نعوذ باللہ)؟ یا مسیح موعودؑ کا؟ یا مولوی جلال الدین شمس کا؟ یا تینوں کا؟ اس سے پہلے بڑے خلیفہ صاحب (میاں محمود احمد صاحب) نے ذیل کے الفاظ میں حضرت مسیح موعودؑ کو نعوذ باللہ جاہل ثابت کیا تھا:—

"نہیں جانتے تھے کہ میں دعوے کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو نبیوں کے سوائے اور کسی میں پائی نہیں جاتی اور نبی ہونے سے انکار کرتا ہوں۔"

اب چھوٹے میاں نے اللہ تعالےٰ کے الہام اور مسیح موعودؑ کے بیان کو "جاہلانہ خیال" قرار دے دیا۔ کسی نے سچ کہا ہے:— بڑے میاں سو بڑے میاں، چھوٹے میاں سبحان اللہ۔

پھر "اعزازی نبی" کے خیال کو "جاہلانہ" ثابت کرنے کے لئے جو مثالیں دی گئی ہیں، سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ کس فرزانگی کا نتیجہ ہیں؟ کون کہہ سکتا ہے کہ صدیق، شہید اور صالح کے خطابات اعزازی ہیں اور کوئی حقیقت ان کے اندر نہیں، اور جناب خلیفہ صاحب کی اس وضاحت کو کیا کہیں کہ اللہ تعالےٰ نے زید کو آنکھیں تو نہیں دیں مگر اعزازی طور پر اسے بینا اور سجاکھا کہہ دیا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے بکر کو ہاتھ پاؤں تو نہیں دیئے ...... لیکن اعزازی طور پر خدا نے ان کو صاحب دست و پا کہا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے عمر کو شنوائی تو نہیں دی وہ پیدائشی بہرہ ہے۔ مگر اعزازی طور پر نعوذ باللہ اللہ تعالےٰ نے اس کو بڑی تیز شنوائی کا مالک قرار دیا ہے۔"

یہ ہے خلیفہ صاحب کی فرزانگی! اس جہالت سے بھری ہوئی فرزانگی پر تحسین و آفرین کی جائے یا کیا؟ اعزازی خطابات کی یہ مثالیں شاید ہی کسی عقلمند کو کبھی سوجھی ہوں۔

اگر خلیفہ صاحب قرآن کریم کی اس آیت پر غور فرماتے جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سراجًا ...... منیرًا فرمایا گیا ہے، تو شاید انہیں یہ مشکل پیش نہ آتی کیونکہ ظاہر ہے کہ حضورؐ فی الحقیقت جسمانی رنگ میں تو سورج ...... نہ تھے بلکہ آپ کے اندر روحانی

جلسۂ سالانہ کی اہمیت

گذشتہ سے گذشتہ اشاعت میں قارئین کرام، سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا یہ اعلان پڑھ چکے ہیں کہ

جماعت احمدیہ لاہور کا سالانہ جلسہ
۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر ۱۹۶۸ء کو منعقد ہوگا

اس جلسہ کی اہمیت جماعت کے ہر فرد پر واضح ہے اس کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود رکھی تھی، اور اس کی اغراض بیان کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

"اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے اور ان کے معلومات وسیع ہوں اور اللہ تعالےٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور اس جماعت کے تعلقات اخوت ترقی پذیر ہوں گے ماسوا اس کے اس جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ و امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر پیش کی جائیں کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں .... سو لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور رسولؐ کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ ہرجوں کی پرواہ نہ کریں"

پھر لکھا کہ:— "اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں، یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے"

اور آخر میں دعا فرمائی:—

"ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالےٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دور فرمائے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی راہیں ان پر کھول دے اور روز آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو، اے خدا اے ذوالمجد والعطا اور رحیم اور مشکلکشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے آمین ثم آمین"

یہ حضرت امام الہی مجدد زمانؑ کے فرمان اور جلسہ میں آنے والوں کے لئے ان کی دعائیں ہیں، جن سے واضح ہے کہ یہ جلسہ اپنے اندر بہت بڑی برکات رکھتا ہے اسلئے ہر احمدی کا فرض ہے کہ اس میں شمولیت اختیار کرے اور غیر از جماعت دوستوں کو بھی شمولیت کی دعوت دے کر ان برکات سے حصہ لیں اور حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں سے فائدہ اٹھائیں۔"

کی وجہ سے سورج کا خطاب آپ کو دیا گیا۔ ایسا ہی زنانِ مصر نے حضرت یوسفؑ کے متعلق جو یہ فرمایا۔ حاش للہ ما ھذا بشرا ان ھذا الا ملک کریم، حاش للہ یہ بشر تو نہیں یہ تو بزرگ فرشتہ ہے تو اس میں بھی حضرت یوسفؑ کو ان کی اعلیٰ درجہ کی عفت پاکیزگی کی وجہ سے اعزازی طور پر ملک کریم کہہ دیا گیا حالانکہ فی الحقیقت تو وہ فرشتہ نہ تھے۔ خلیفہ صاحب کو کون سمجھائے کہ اس قسم کے خطابات جو مجازی یا اعزازی طور پر کسی کو دیئے جاتے ہیں تو ان میں حقیقت مراد نہیں ہوتی بلکہ کسی صفت کی بناء پر صرف عزت و امتیاز ہی مقصود ہوتا ہے، جیسے کسی بہادر انسان کو شیر کہہ دیا جائے تو اس سے وہ حقیقتاً شیر نہیں بن جاتا بلکہ بہادری کی صفت کی وجہ سے اس کو شیر کا اعزازی نام دیا جاتا ہے، ایسا ہی حضرت مسیح موعودؑ کو بھی کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور اظہار علی الغیب کی وجہ سے جو بروئے حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات نبوت کا ایک جزء ہے اعزازی طور پر نبی کا نام دیا گیا حقیقی طور پر نہیں کیونکہ بقول حضرت مسیح موعودؑ:-

"اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اس جگہ بھی یہی معنے نہ سمجھ لیں"

اور خود اپنے متعلق فرمایا اور بڑے صریح اور واضح الفاظ میں جماعت کو متنبہ کیا کہ

"نبی کے لفظ سے صرف اسی قدر مراد ہے کہ خدا تعالیٰ سے علم پا کر پیشگوئی کرنے والا یا معارف پوشیدہ بتانے والا، سو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے، اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہیئے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے جو شخص انکار میں حد سے گذرتا ہے جس طرح وہ ایک خطرناک حالت میں ہے اسی طرح وہ جو شیعوں کی طرح اعتقاد میں حد سے گذر جاتا ہے"

ان واضح اور صریح بیانات کے ہوتے ہوئے خلیفہ صاحب کا یہ کہنا کہ

"یہ خیال بڑا ہی جاہلانہ ہے کہ ایک شخص نبی تو نہیں لیکن اعزازی طور پر اس کو نبی کا نام دیا گیا ہے"

بڑا ہی تعجب انگیز ہے، انہیں سوچ کر بتانا چاہیئے کہ اگر یہ "جاہلانہ خیال" ہے تو کس کا؟ کیا خدا کا؟ جس نے لک خطاب العزۃ کا الہام کیا یا مسیح موعودؑ کا جنہوں نے اسے "امتیازی مرتبہ اور عزت کا خطاب" قرار دیا؟

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تصنیف کتاب

قارئین کرام یہ سن کر خوش ہونگے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے حال ہی میں ایک کتاب

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی
وحی نبوت کی ماہیت

کے نام سے تصنیف فرمائی ہے جو ۱۶۸ صفحات پر مشتمل ہوئی ہے۔ اس میں آیات قرآنی سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن کریم از اول تا آخر خدا تعالیٰ ہی کا کلام ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیالات و احساسات یا ماحول کا نتیجہ نہیں یہ کتاب چھپکر تیار ہو گئی ہے۔

دعاؤں اور برکات کا مہینہ

زیر نظر پرچہ قارئین کرام کے ہاتھوں میں جس وقت پہنچے گا رمضان کا مبارک مہینہ شروع ہو چکا ہوگا۔ اس ماہ مبارک کی برکات قرآن کریم اور احادیث میں جو کچھ بیان کی گئی ہیں ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ کہنا خلاف حقیقت نہیں، کہ امت مسلمہ پر خدا تعالیٰ کا یہ بڑا فضل و کرم ہے کہ ہر سال انہیں قرب الٰہی کے حصول اور استجابت دعا کا خاص موقعہ دیا جاتا ہے، روزے اسی قرب الٰہی کا ایک ذریعہ ہیں، چنانچہ دونوں ہی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون۔ جب میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو میں قریب ہی ہوں، جب کوئی مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں، پس چاہیئے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ قبولیت دعا کی اہلیت حاصل کریں۔

اس سے ظاہر ہے کہ رمضان کے روزے قرب الٰہی کے حصول اور دعاؤں کی استجابت کا ذریعہ ہیں، پس چاہیئے کہ ان دنوں میں ہر شخص جہاں اپنی خاص ضروریات کے لئے دعائیں کرتا ہے وہاں اسلام کی ترقی، مسلمانوں کی مشکلات کے دور ہونے اور برکات کے نزول کی دعا خاص طور پر کی جائے۔ اور یہ بھی دعا کی جائے کہ حضرت مجدد زمانؑ کے متعلق جو تحزیات پھیلائی گئی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دور فرمائے اور مخالفین پر آپ کا مقرب الٰہی ہونا اور تجدید دین اور امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور کیا جانا واضح ہو جائے اور وہ امام وقتؑ کی جماعت کے ساتھ ہو کر اعلائے کلمۃ اللہ اور تبلیغ اسلام میں ممد و معاون ہوں۔ ایسا ہی قادیانی اور ربوائی دوستوں کے لئے بھی دعا کی جائے کہ انہیں اس بات کی سمجھ آ جائے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا حقیقی دعویٰ صرف مکلم من اللہ اور مجدد ہونے کا تھا، نہ کہ نبوت کا، امید ہے تمام احمدی بھائی رمضان المبارک میں نماز پنجگانہ اور تہجد میں ان خاص دعاؤں میں ضرور حصہ لیں گے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ روزہ میں جہاں کھانے پینے سے پرہیز کیا جاتا ہے وہاں ہر قسم کی برائی سے پرہیز بھی لازمی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الصیام جنۃ فلا یرفث ولا یجھل وان امرؤ قاتلہ او شاتمہ فلیقل انی صائم مرتین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے سو چاہیئے کہ روزہ رکھنے والا فحش باتیں نہ کرے اور نہ جہالت کی باتیں کرے اگر کوئی اس سے لڑے یا بدگوئی کرے تو دو دفعہ کہدے میں روزہ سے ہوں۔

پس چاہیئے کہ روزہ میں ان امور کا خاص طور پر خیال رکھتے ہوئے پاکیزہ زندگی اختیار کی جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب حاصل ہو، جو روزہ کی علت غائی ہے۔

شادی کی مبارک تقریب

۱۷ نومبر ۱۹۶۸ء کو محترم شیخ میاں ظہور احمد صاحب ابن جناب میاں محمد صاحب مرحوم کی صاحبزادی آنسہ نرگس کی شادی کی تقریب میاں صاحب ممدوح کی کوٹھی واقع گلبرگ میں منعقد ہوئی۔ یہ شادی میاں افتخار احمد صاحب ابن میاں محمد شفیع صاحب نیشنل سلک اینڈ ریان ملز لمیٹڈ لائل پور سے ہوئی، حضرت امیر ایدہ اللہ نے خطبہ نکاح پڑھا اور جانبین سے ایجاب و قبول کراتے ہوئے بیس ہزار روپیہ حق مہر کا اعلان کیا، اس تقریب میں جماعت کے متعدد احباب کے علاوہ کثیر تعداد میں دیگر معززین شامل ہوئے جن سب کو بعد از نکاح نہایت پرتکلف دعوت طعام دی گئی۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے مبارک اور خوشگوار زندگی کا موجب بنائے۔ ہم محترم میاں ظہور احمد صاحب کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی اور قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے کے متعلق دنیا کو چیلنج

خطرناک دشمنوں کا اعتراف کہ آپؐ امین اور صادق و مصدوق ہیں

قرآن کریم نبی کریم صلعم کا کلام نہیں بلکہ سارے کا سارا خدا تعالیٰ کا کلام ہے

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۵ر نومبر ۱۹۶۸ء۔ فرمودہ حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون (یونس - ۱۶)

وقال اللہ تعالیٰ: اولم یکفہم انا انزلنا علیک الکتاب یتلیٰ علیہم ان فی ذالک لرحمۃ و ذکریٰ لقوم یؤمنون - ۵۱:۲۹

حضرت نبی کریمؐ کی چالیس سالہ زندگی کے متعلق چیلنج

میں نے یہ دو آیتیں دو مختلف سورتوں میں سے اکٹھی کر کے پڑھی ہیں۔ ان آیات میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری دنیا کی قوموں کو چیلنج دیا ہے۔ پہلا چیلنج تو یہ ہے کہ میں نے اپنی گذشتہ زندگی کے چالیس سال تمہارے اندر گزارے ہیں اور یہ اس قدر لمبا عرصہ ہے کہ میرے اخلاق کو پرکھنے کے لئے بہت کافی ہے اس لمبے عرصہ میں میرے کسی قول اور کسی عمل پر کوئی انگلی رکھ کر دکھاؤ کہ یہ نقص اس عرصہ میں سرزد ہوا ہے آج کل بہت سی جگہوں پر صدارتی انتخابات ہو رہے ہیں۔ کوئی شخص چند سال صدارت کرتا ہے۔ ان چند سالوں میں اس کی اپنی قوم اس کے کاموں میں کیڑے ڈالنا شروع کر دیتی ہے اور اس کے معاملات میں نقائص ظاہر کرتی ہے۔

اس کے بالمقابل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گذشتہ چالیس سالہ زندگی کو اپنے دشمنوں کے سامنے رکھا ہے۔ اور اپنی زندگی کو معیارِ صداقت قرار دیا ہے، یہ بہت بڑا چیلنج ہے۔ آپؐ نے اس عرصہ میں قوم کے پرانے اعتقادات پر کاری ضرب لگائی اور قوم کو کھول کھول کر بتایا کہ تمہارے اعتقادات غلط ہیں۔ یہ بُت جن کی تم پوجا کرتے ہو یہ نہ تمہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ اس سے قوم آپؐ کی دشمن ہو گئی۔ اس دشمن قوم کے سامنے آپؐ نے اپنی چالیس سالہ زندگی رکھی ہے۔ قوم اس قدر دشمن ہے کہ چاہتی ہے۔ کہ آپ کو، آپ کے دین کو اور آپ کے ساتھیوں کو تباہ کر دیا جائے۔ اس کے برعکس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اپنی زندگی تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔ تم کوئی نقص میرے اخلاق و اعمال میں سے نکال کر دکھاؤ۔

حضور صلعم کی پاک زندگی کے متعلق دشمنوں کی شہادت

اس چیلنج کو قبول کرنے کے بجائے بڑے بڑے آدمیوں نے باوجود شدید دشمنی کے یہ اعتراف کیا کہ آپؐ صادق و مصدوق اور امین ہیں، ابوجہل اور ربیعہ نے اعلان کیا کہ ما کذب محمد قط - محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ آپؐ کی زبان کبھی جھوٹ سے میلی نہیں ہوئی۔ اور ابوسفیان جو بڑے پایہ کا انسان اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نہایت سخت دشمن تھا۔ اس نے جب شام کے بادشاہ نے پوچھا کہ سنا ہے کہ تمہاری قوم کا ایک شخص مدعی نبوت ہے۔ تمہارا ان کے بارے میں کیا خیال ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ وہ بہت بڑے اور اعلیٰ درجہ کے حسب نسب کا آدمی ہے۔ عہد کا پکا ہے قول کا پختہ ہے، یہ آپؐ کے سخت ترین جانی دشمن کا اقرار ہے۔

ایسا ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک رشتہ دار حضرت جعفر رضؓ نے بھی نجاشی کے دربار میں یہی کہا کہ آپؐ کا حسب نسب بہت بلند ہے۔ آپؐ کا چال چلن نہایت اعلیٰ درجہ کا ہے۔ آپؐ کی سیرت، دشمن ہو یا دوست سب کے دلوں پر اثر کرتی ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاقِ عالیہ

اسی بات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:—

انک لعلیٰ خلق عظیم - یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خدا تعالیٰ کی شہادت ہے۔ ایک دفعہ ابن ہشام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے عرض کیا کہ آپ حضور صلعم کے متعلق کچھ بتلائیں۔ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا اما قرأت القرآن - کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا ہے۔ کان خلقہ القرآن۔ قرآن کریم میں جس قدر اخلاق کی باتیں درج ہیں وہ سب حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کا نقشہ ہیں۔

حضرت صلعم کے شجاعانہ کارنامے

حضور صلعم خود دشمن کے مقابل جنگوں میں شریک ہوتے ہیں، صف اوّل میں لڑتے ہیں، جہاد کا بے پناہ جذبہ رکھتے ہیں۔ اور قوم کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہیں کہ میری تمنا یہ ہے کہ میں خدا کے راستہ میں جہاد کرتا ہوا شہید ہو جاؤں۔ ثم احیٰ ثم اقتل - پھر زندہ کیا جاؤں۔ پھر خدا کے راستہ میں لڑتا ہوا مارا جاؤں ثم احیٰ ثم اقتل پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر خدا کے راستہ میں جان قربان کر دوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے شخص ہیں جنہوں نے قوم کی قوم کے اندر شہادت کا جذبہ پیدا کر دیا اور ان کو مرنے کے لئے تیار کر دیا۔ شجاعت کا یہ عالم ہے کہ آپؐ کے عزیز ترین رشتہ دار حضرت حمزہؓ شہید ہو گئے حضرت علی رضؓ زخمی ہو گئے۔ حضرت زبیر رضؓ زخمی ہو گئے۔ آپؐ کے عزیز عبید بن الحارثؓ زخمی ہو گئے۔ حضرت جعفرؓ شہید ہو گئے۔ خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گڑھے میں گر گئے۔ اور زخمی ہو کر بے ہوش ہو گئے۔ ہوش آیا تو اعلان فرمایا الیّ عباد اللہ انا رسول اللہ۔ لوگو میں خدا کا رسول ہوں میری طرف آؤ اور تتر بتر نہ ہو جاؤ، یہ شجاعت کی انتہا ہے۔ اخلاق کے معنے یہ نہیں کہ اگر کوئی دائیں گال پر تھپڑ مارے تو بایاں گال بھی اس کے آگے کر دو۔ اخلاق یہ ہیں کہ آپؐ جان دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور قوم کو شہادت کا والا و شیدا بنا دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو خلق عظیم کا مالک قرار دیا ہے۔ یعنی آپ کے اخلاق میں عظمت پائی جاتی ہے۔

شجاعت، سخاوت اور فصاحت میں یکتا

عرب قوم شجاعت کی والا و شیدا تھی، ان کے نزدیک مردِ میدان ہونا بہت بڑی قیمت رکھتا ہے ایسا ہی وہ سخاوت اور فصاحت

کی بہت قدر کرتے تھے۔ حضور نبی کریم صلعم کے متعلق لکھا ہے کان اشجع النّاس۔ اجود النّاس۔ افصح النّاس۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ شجاع اور بہادر تھے۔ سب سے زیادہ سخی تھے اور سب سے زیادہ فصاحت و بلاغت کے مالک تھے، سخاوت صرف مال کی ہی نہیں، آپؐ تو جان بھی قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔

حضور صلعم کا بے نظیر ایثار

ایثار اس قدر ہے کہ خود زخمی ہوئے۔ حضرت حمزہؓ شہید ہوئے، حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ زخمی ہوئے۔ ان کا حق یہ تھا کہ سلطنت ان کو ملتی، لیکن آپؐ کو سلطنت کی کوئی خواہش نہیں۔ آپؐ نے فرمایا لا اسئلکم علیہ من اجر۔ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میں جو کچھ کرتا ہوں بنی نوع انسان کی بہبود کے لئے کرتا ہوں۔ میری ذاتی خواہش اس کے اندر نہیں ہے۔

سلطنت اپنے عزیزوں کے بجائے غیروں کے ہاتھ میں

حضرت علیؓ کے لئے سفارش نہیں کی۔ حسنؓ حسینؓ فاطمہؓ اور عائشہؓ کے لئے کوئی جاگیریں منظور نہیں کیں سلطنت اپنے خاندان کو نہیں دی۔ حضرت ابوبکرؓ کے والد اس وقت زندہ تھے جب آپ خلیفہ ہوئے ان سے کسی نے کہا کہ تمہارا بیٹا ابوبکرؓ بادشاہ بن گیا ہے، یہ سن کر اس کے منہ سے نکلا اسلام برحق ہے۔ میں بھی اب مانتا ہوں کہ اسلام حق ہے۔ حضور نبی کریم صلعم جان دینے کے لئے پیش پیش ہیں، عزیزوں اور رشتہ داروں کو شہید کروا دیتے ہیں لیکن نہ ان کو جاگیر ہی دیتے ہیں اور نہ ان کو سلطنت کا وارث بناتے ہیں۔

حضور صلعم نے کوئی درہم و دینار وغیرہ گھر میں نہیں چھوڑا

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلعم کا جب وصال ہوا ما ترك درھمًا ولا دینارًا۔ آپؐ نے نہ کوئی درہم چھوڑا اور نہ دینار ولا شاۃً ولا بعیرًا۔ اس ملک میں بھیڑ بکریوں کا گلا بہت دولت سمجھی جاتی تھی حضورؐ نے بھیڑ بکری اور اونٹ وغیرہ بھی ورثہ میں نہ چھوڑا۔ لا امۃً ولا عبدًا۔ ایک اور دولت بھی ہے لونڈی اور غلام، حضور صلعم نے گھر میں لونڈی اور غلام بھی نہیں چھوڑے

غرباء اور ضعفا کے لئے وصیّت

حضور صلعم نے وصیّت فرمائی تو غرباء اور ضعفاء کے متعلق فرمائی من مات وترك مالًا فلورثتہ۔ تم میں سے کوئی شخص مر جائے اور دولت و جائداد چھوڑ جائے تو وہ مال اس کے وارثوں کے لئے ہے۔ وہ حکومت کی نہیں ہے، یہ تو آجکل لوگ باتیں بنا رہے ہیں کہ قوم کا سارا مال حکومت کی ملکیت ہے۔ حضور نبی کریم صلعم نے حکومت کی ملکیت قرار نہیں دیا۔ بلکہ فرمایا کہ کسی مرنے والے کا مال اس کے ورثاء کا ہے۔ اور فرمایا من مات وترك دینًا او ضیاعًا فالیّ وعلیّ۔ جو کوئی مر جائے اور اپنے ذمہ کوئی قرضہ چھوڑ جائے تو میرے پاس آ جائیں میں اس کا قرض چکاؤں گا۔ اور اگر کوئی چھوٹے چھوٹے یتیم بچے چھوڑ جائے۔ وہ بچے میرے پاس آ جائیں میں ان کی پرورش اور تربیت کروں گا۔ حضور صلعم نے خزانہ شاہی میں غرباء کے لئے مال مختص کر دیا اور فرمایا جو شخص خدا کو ملنا چاہے وہ غرباء کی دستگیری کرے۔

غرض خزانہ شاہی میں حضورؐ نے غرباء کا تو حصہ رکھ دیا۔ لیکن حسنؓ حسینؓ۔ علیؓ، فاطمہؓ اور عائشہؓ اور دوسری بیویوں کے لئے کچھ نہیں رکھا، یہ ہے عظمتِ اخلاق۔

حضور صلعم نے اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کی نافرمانی پر مستوجب سزا قرار دیا

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ King Can do no wrong بادشاہ یا شہزادے جو بھی جھک مارتے پھریں کوئی حرج نہیں۔ ان سے کوئی جرم یا قصور سرزد ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، وہ قابلِ گرفت نہیں ہیں۔ لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم اگر میں خدا کی کوئی نافرمانی کروں تو میرے لئے دوگنی سزا ہے۔ اور میری بیویوں کے لئے بھی دوگنی سزا ہے کیونکہ ان کے گھر میں وحی اترتی ہے۔ اس بارہ میں کوئی پرسٹیج Prestige آپؐ نے روا نہیں رکھا۔

سب کے لئے یکساں عدل و انصاف

آپؐ کے ہاں امیر و غریب سب کے لئے انصاف ایک ہی ہے انصاف میں امتیاز نہیں ہے۔ البتہ درجات ایک جیسے نہیں ہوتے ان میں چھوٹائی اور بڑائی ہوتی ہے۔ ھم درجات عند اللہ۔ کوئی کمانڈر ہوتا ہے تو کوئی سپاہی ہوتا ہے، کوئی باپ دادا ہے تو کوئی بچہ ہے۔ درجات الگ الگ ہوتے ہیں، لیکن عدالت کے سامنے بڑے چھوٹے سب برابر ہیں۔

حضرت عمرؓ پر مقدمہ اور عدالت کا انصاف

حضرت عمرؓ جیسے عظیم الشان بادشاہ کو ایک دفعہ کچہری میں حاضر ہونا پڑا۔ حضرت عمرؓ ایک گلی میں سے گذر رہے تھے۔ پرنالے میں سے مرغے کے خون کے چھینٹے حضرت عمرؓ کے کپڑوں پر گر گئے۔ انہوں نے پرنالہ توڑوا دیا۔ اہلِ خانہ نے کچہری میں مقدمہ دائر کر دیا۔ جب حضرت عمرؓ حضرت ثابتؓ کی کچہری میں مقدمہ کے سلسلہ میں تشریف لائے۔ تو خلیفہ وقت کی عزت کے پیشِ نظر قاضی صاحب نے ان کی تکریم ملحوظ رکھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم نے پہلی بے انصافی یہ کی ہے کہ میرا لحاظ کرنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے ہو، میں اس وقت ایک بادشاہ کی حیثیت میں نہیں بلکہ مقدمہ کا ایک فریق ہوں، آخر کار آپ کے برخلاف فیصلہ ہوا۔ اور اس فیصلہ کے مطابق حضرت خلیفہؓ وقت نے اپنے ہاتھ سے پرنالہ اپنی جگہ پر لگا دیا۔

حضور صلعم کا عظمت بھرا کردار

حضور صلعم نے ایسی ہی حکومت کر کے دکھلا دی سلطنت کا کاروبار کر کے دکھلا دیا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا انك لعلیٰ خلق عظیم۔ آپؐ کا کردار عظمت بھرا ہے۔ وہ لوگ جو حضرت نبی کریم صلعم کے مکتب میں رہتے تھے ان کے اندر بھی یہ عظمت بھرا اخلاق و کردار پیدا کر دیا۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے کردار کے متعلق گاندھی جی کی شہادت

حضرت ابوبکرؓ کے مقام تک کون پہنچ سکتا ہے حضرت عمرؓ کے اخلاق فاضلہ کا کون مقابلہ کر سکتا ہے ان کو دیکھ کر گاندھی جی نے کانگریسی وزیروں سے کہا تھا کہ تم لوگوں نے قومی بہبود کے پیشِ نظر پانچ پانچ سو روپیہ لینا منظور کیا ہے لیکن پھر بھی تم ابوبکرؓ اور عمرؓ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے کیونکہ انہوں نے بادشاہ ہو کر قوت لایموت کے مطابق نہایت معمولی گذارہ لیا۔

یورپ میں حضور صلعم اور حضورؐ کے ساتھیوں کے مناقب کا ذکر۔

آج یورپ کے لوگ بھی لکھتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر دنیا میں کوئی انسان کامیاب نہیں ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ . . . . کے مناقب وہاں لکھے جاتے ہیں، حضرت عمرؓ کے مناقب بیان کئے جاتے ہیں، وہ لوگ حیران ہوتے ہیں کہ وہاں کوئی تعلیمی ادارہ اور کالج نہیں ہے لیکن کمانڈری ان کو آتی ہے۔ سیاسیات کے سبق یہ پڑھے ہوئے ہیں، اعلیٰ درجہ کے جج یہ ہیں۔ یہ کس قسم کی قوم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اعلیٰ درجہ کا سرٹیفکیٹ

اور خدا تعالےٰ نے جو فرمایا ہے انك لعلیٰ خلق عظیم کہ آپؐ کو خلقِ عظیم پر فوقیت حاصل ہے، یہ خدا تعالےٰ نے آپؐ کو اعلیٰ درجہ کا سرٹیفکیٹ دیا ہے۔ اور فرمایا وکان فضل اللہ علیك عظیما حضور صلعم کو کامیابی بھی عظمت بھری حاصل ہوئی ہے۔

دوسرا چیلنج قرآن کریم کے بارہ میں

ایک چیلنج تو پہلا ہے کہ فقد لبثت فیکم عمرًا تم میری زندگی پر نگاہ ڈالو۔ دوست، دشمن بھی زندگی کے کسی حصہ پر اعتراض نہیں کر سکتے۔ اور دوسرا چیلنج یہ ہے۔ فرمایا اولم یکفھم انا انزلنا علیك الکتاب یتلیٰ علیھم ان فی ذالك لرحمۃ وذکریٰ لقوم یؤمنون۔ یہ دوسرا چیلنج قرآن کریم کے بارہ میں ہے۔ جو حق آپؐ نے پیش کی ہے فصاحت

(باقی بر صفحہ)

مجدّدِ صدیِ چہاردہم کہاں ہے؟

احادیث میں دجّال موعود، نزولِ مسیح کی پیشگوئیوں کا مطلب کیا ہے؟

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے منجانب اللہ صادق ہونے کے چند نشانات کا تذکرہ

علمِ غیب اور قدرتِ خداوندی کے چند نظارے

جون گذشتہ میں ایبٹ آباد میں جو جلسہ منعقد ہوا تھا اس کی کچھ روئداد اور تقاریر قارئین کرام کی نظر سے گذر چکی ہیں۔ ذیل میں ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کی تقریر دی جاتی ہے جو اسی موقعہ پر آپ نے کی۔ آپ نے اس تقریر میں وضاحت سے بیان کیا کہ اس وقت دنیا متفق ہے کہ عیسائی مغربی اقوام ہی دجّال ہیں جنہوں نے دنیا پرستی کے باعث عالم کے خرمنِ امن و اطمینان کو آگ لگا رکھی ہے۔ اس زمانہ میں اس حقیقت کو سب سے پہلے جس شخص نے منکشف کیا، کیا وہ مفتری و کذّاب ہے؟

اگر مسیح ناصریؑ وفات پا چکے ہیں، جیسے کہ اب علمائے اسلام بھی اسے مان رہے ہیں تو سوال یہ ہے کہ نزولِ مسیح سے متعلق احادیث کا انبار کیا مجموعہ اباطیل ہے؟ ان احادیث کی صحیح تاویل جس شخص نے یہ کی کہ ان سے مراد حضرت خاتم الانبیاءؐ کا ایک خادم و مجدّد ہے جو ضرورت زمانہ کے تقاضہ سے مثیلِ مسیح ہے، اگر اس تاویل کو بھی صحیح نہ مانا جائے تو کیا سرے سے احادیث پر ہی سے اعتبار نہیں اٹھ جاتا؟ اور اگر یہ تاویل ان احادیث کی صحیح ہے تو کیا اس تاویل کے بتلانے والے کو جھوٹا یا کاذب قرار دیا جا سکتا ہے؟ پھر کیا اس امر واقعہ سے انکار ہو سکتا ہے کہ عیسائی دنیا کو حلقہ بگوش اسلام بنانے کا کامیاب تبلیغی طریق کار وہی ہے جو بانئ سلسلہ احمدیہ نے تجویز کیا اور دینِ اسلام کی وہی تصویر اب دنیا میں مقبول ہے جسے آپ نے پیش کیا؟ کیا یہ صحیح نہیں کہ حضرت مسیح ناصریؑ کی وفات اور آپ سے متعلق معجزات کی صرف وہی تاویل تسلیم کی جا سکتی ہے جسے جماعت احمدیہ مانتی اور پیش کرتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ عیسائیت پر موت اور اسلام کی زندگی و فتح انہیں ہتھیاروں سے مقدر ہے جو حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ نے آج ہمیں دیئے ہیں؟ سوال یہ ہے کہ جو شخص عیسائیت کی شکست اور اسلام کی فتح کے ہتھیار لایا جس سے فتوحاتِ اسلامی کے دروازے کھل گئے ہیں کیا ایسا شخص کاذب و مفتری ہو سکتا ہے؟ پھر یہ سوال قابلِ غور ہے کہ اسلام میں مجدّدوں کا آنا جبکہ ایک مسلّمہ امر ہے اور جب پہلی صدیوں میں منجانب اللہ مجدّد مبعوث ہوتے رہے ہیں تو اگر حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ چودھویں صدی کے مجدّد نہیں تو پھر یہ صدی جو دیگر تمام زمانوں سے مفاسد و مفاتن میں بڑھ چڑھ کر ہے مجدّد کی بعثت سے کیوں خالی گئی؟

بالآخر حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی زندگی کے واقعات میں کیا خدائی تائید اور الٰہی نشانات صاف صاف نظر نہیں آتے؟ مفصّل تقریر درج ذیل ہے:-

---

وحرام علی قریۃ اھلکنھا انھم لا یرجعون ۔ حتّٰی اذا فتحت یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون

معزّز خواتین و حضرات

پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے تین اشعار کی جو تشریح فرمائی ہے وہ بے حد عمدہ ہے، مجھے اس کے سننے سے بہت مسرّت ہوئی۔ اسی طرح اس مجلس میں پرنسپل عزیز الرحمٰن صاحب نے لفظ 'ربّ' کی جو لطیف تفسیر بیان فرمائی۔ میرے لئے وہ بھی ایک نئی بات ہے جسے سن کر مجھے بہت سرور آیا۔

دنیا اس وقت جس عذاب میں مبتلا ہے غور کیا جائے تو یہ ثابت ہوگا کہ اس کا باعث یہی امر ہے کہ خدا کو ربّ جاننے کی بجائے دنیا کو ربّ بنا لیا گیا ہے۔ اس وقت انسان نے اپنا ربّ کسے بنا لیا ہے؟ امریکہ کا ربّ ڈالر ہے اور باقی جہان میں کہیں پونڈ یا روپیہ ربّ بن چکا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ نہ صرف عملی طور پر حقیقی ربّ کو چھوڑ کر دولت کو معبود بنا لیا گیا ہے بلکہ اس کے باعث **ایک نئے نظریۂ حیات** نے جنم لیا ہے چنانچہ اشتراکیت کے نظریئے کی تو بنا ہی اسی **اصول پر قائم کی گئی ہے، کہ نظامِ عالم کا مرکز اقتصادیات** کے گرد گھومتا ہے۔ اس طرح ربّ نہ صرف عملاً رزق یا روٹی کو بنا لیا گیا ہے بلکہ اب تو یہ ایک عقیدہ بن چکا ہے۔ نظام انسانی میں سارے فساد کا موجب یہی دولت یا روٹی کو ربّ بنا لینے کا اعتقاد ہے، جملہ امراض و مصائب جو اس وقت نسلِ انسانی کو لاحق ہیں ان کا باعث یہی باطل عقیدہ ہے۔ ربّ حقیقی کو بھلا دینے اور اس سے قطع تعلق کر لینے کے باعث ہی دنیا دکھوں و مصائب میں مبتلا ہو رہی ہے وہ اس دھوکہ میں مبتلا ہے کہ دنیا پرستی سے انسان کی راحت و خوشحالی وابستہ ہے اور یہی حقیقی دجل ہے جو پھیل رہا ہے۔

. . . .

دینی حقائق جو اس وقت دنیا کو بھی مسلّم ہیں۔

میں نے جو آیات آپ کی خدمت میں تلاوت کی ہیں پیشگوئیوں کے رنگ میں یہ ایسے حقائق ہیں جو آج کی دنیا کو مسلّم ہو چکے ہیں، چنانچہ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے بھی فرمایا ہے ؎

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشمِ مسلم دیکھ لے تفسیر حرفِ ینسلون

اور یہی فرقان حمید کی آیت وھم من کل حدب ینسلون میں پیشگوئی کی گئی ہے کہ آخری زمانہ میں روئے زمین پر دجّال کا تسلّط ہوگا۔ اب یہ واقعہ ہے کہ ہم پر ہر رنگ میں اس وقت دجّال کا تسلّط ہو چکا ہے، جسمانی، ذہنی، اخلاقی و روحانی۔

ہم خوش ہیں کہ ہم نے انگریز کے تسلّط سے مخلصی حاصل کر لی ہے، لیکن یہ ہماری بھول ہے ہم نے حقیقی آزادی ہرگز حاصل نہیں کی۔ ہم اب تک انگریزی تہذیب و تمدن۔ انگریزی نظریۂ حیات اور فلسفۂ زندگی کے اسی طرح یا اس سے بھی زیادہ غلام ہیں جس طرح آج سے بیس برس قبل تھے۔ ہمارے دلوں و دماغوں پر مغربی تہذیب کی فضیلت و فوقیت اسی طرح سوار ہے جیسے پہلے تھی، یہاں تک کہ ہم ایک ایک منٹ میں اس کی ہر ادا کو ہزار ہزار سجدے کرتے ہیں **تعجب تو یہ ہے کہ ہم باوجود اس علم ہو جانے کے کہ مغربی اقوام دجّال ہیں مغرب پرست بن چکے ہیں۔ پس یہ حقیقت آج کل دنیائے اسلام کو تسلیم ہے کہ مغربی اقوام ہی** وہ موعود دجّال اور یاجوج ماجوج ہیں جن کے بارہ میں قرآن کریم اور آنحضرت صلعم نے چودہ سو برس قبل واضح پیشگوئیاں کی تھیں۔

اس زمانہ میں دجّال اور یاجوج و ماجوج کا پتہ کس شخص نے دیا؟

لیکن سوال یہ ہے کہ اس زمانہ میں ان اقوام کے دجّال اور یاجوج ماجوج ہونے کا علم سب سے پہلے کس شخص نے دیا؟ کس شخص نے سب سے پہلے یہ ندا بلند کی ھٰذا الدّجال الذی ذکر بہ رسول اللہ صلعم یہی وہ دجّال موعود ہے جس کی بابت رسولِ خدا نے پیشگوئی کی تھی؟ یہ کس نے پتہ دیا کہ روس امریکہ، انگریز، جرمن و دیگر اینگلوسیکسن اقوام ہی وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دجّال موعود کی پیشگوئیوں کا مصداق ہیں؟ دنیا تو بالکل بے خبر پڑی تھی کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ان عظیم اقوام کے خروج اور روئے زمین پر چھا جانے کی پیشگوئیاں قرآن و حدیث میں موجود ہیں! کسی کو قطعاً یہ علم نہ تھا کہ ان مغربی اقوام کی حیرت انگیز ترقی و تسلّط مگر دینی ضلالت، صداقت اسلام پر ایک دلیل ہے! **کون یہ جانتا تھا کہ اسلامی نشأۃ ثانیہ کا تعلق ان اقوام کے عروج سے وابستہ ہے!!!'**

موجودہ زمانہ کے یہ تمام عظیم الشان حقائق پردۂ اخفا میں پڑے تھے تاآنکہ حضرت مرزا غلام احمدؒ نے اس بات کا انکشاف کیا کہ ان واقعات کا ظہور ہونا نہ صرف قرآن کریم کی بیان کردہ صداقتوں اور رسولِ خدا صلعم کی فرمودہ پیشگوئیوں کا حقیقی ثبوت ہیں بلکہ دین

اسلام کے دوبارہ عروج اور اسلامی نشأۃ ثانیہ کی علامات ہیں۔

حضرت عیسٰی کی وفات کا واقعہ۔

دوسرا امر یہ ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کی وفات کا عقیدہ اس دور میں دنیائے اسلام سے کس نے تسلیم کرایا؟ کس نے اس حقیقت کا انکشاف کیا کہ اگر تم عیسائیت پر موت وارد کرنا چاہتے ہو تو تمہارے لئے صرف یہی ایک راستہ کھلا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کو وفات شدہ مانو؟ کس نے مسلمانوں کو ان کی خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے یہ کہا کہ ؎

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ مے فہمند
مگر مدفونِ یثرب را ندادند ایں فضیلت را
ہم عیسائیاں را از مقالِ خود مدد دادند
دلیری ہا پدید آمد پرستارانِ میت را

کس شخص نے اس زمانہ میں عیسائیت اور اسلام کی آویزش کا ذکر کرکے اس راز کو کھولا کہ عیسائیت کی افضلیت کا انحصار اور مسلمان اقوام پر اس کی فاتحانہ یلغار کا باعث خود مسلمانوں کے غلط معتقدات ہیں جو وہ حضرت عیسٰیؑ کی حیات اور ان کے معجزات نیز اس کی دوبارہ آمد کے متعلق رکھتے ہیں۔ کیا حضرت مرزا غلام احمدؒ کے پیغام کا خلاصہ یہی نہیں کہ اے مسلمانو! اگر تم حضرت عیسٰیؑ کو زندہ آسمانوں پر مانتے رہے اور اس کے دوبارہ نزول سے اسلام کے عروج کو وابستہ کرتے رہے تو اس میں عیسائیت کی افضلیت و فتح یقینی ہے۔ لیکن اگر تم اس بات کے خواہشمند ہو کہ اسلام فتح پائے تو تمہارے لئے لازم ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کو وفات شدہ تسلیم کرو اور نزولِ ابن مریم کی پیشگوئیوں کا مطلب جیسے کہ مذہبی دنیا میں ہمیشہ سے یہ امر مسلّم چلا آرہا ہے اس کے کسی مثیل کا آنا مان لو۔

اب یہ دو حقائق آپ کے سامنے ہیں دجال موعود کے وجود کا جو پتہ حضرت اقدس مرزا غلام احمدؒ نے آج سے اسّی برس پہلے دیا وہ آج دنیا کو قبول ہے اور حضرت عیسٰیؑ کی وفات نیز اس کے دوبارہ نزول کی جو حقیقت بتلائی اسلام کے احیاء کا تقاضا یہی ہے کہ ان کو بھی تسلیم کیا جائے۔ خود مسلمان علماء حضرت عیسٰیؑ کی وفات کو تسلیم کر رہے ہیں، حتیٰ کہ شیخ الازھر…… علامہ محمود شلتوت کا مطبوعہ فتوے موجود ہے کہ :-

"سورۃ آل عمران کی آیت مذکورۃ العلیٰ میں یٰعیسٰی انی متوفیک کے معنی کسی عربی دان سے پوچھیئے وہ صاف طور پر یہی مفہوم بیان کرے گا کہ اے عیسٰی میں تجھے وفات دوں گا، یہ الگ بات ہے کہ وہ روایات کو مد نظر رکھ کر اس کا وہ عجیب و غریب مفہوم بیان کر ڈالے جس پر علم ماتم کرتا ہے اور عربیت سینہ پیٹتی ہے خود بخاری شریف میں ابن عباسؓ نے انی متوفیک کے معنی کئے ہیں انی ممیتک (میں تجھے وفات دوں گا)۔"

اسی طرح علامہ محمود شلتوت صاحب اپنے اس فتوے میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ :-

"قرآن و حدیث میں ایسی کوئی سند موجود نہیں جس کی بنا پر یہ عقیدہ قائم کیا جا سکے کہ عیسٰیؑ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے اب تک وہاں زندہ ہیں اور وہاں سے آخری زمانہ میں اتریں گے۔ قرآن کریم کی تصریحات سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ محض یہی ہے کہ اللہ نے حضرت عیسٰیؑ سے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ انہیں طبعی عمر کے اختتام پر وفات دے گا، ان کے درجات بلند کرے گا اور انہیں کافروں کے عزائم سے محفوظ رکھے گا اور یہ وعدہ پورا ہو گیا۔ حضرت مسیح کے دشمن انہیں قتل کر سکے نہ مصلوب، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدت پوری کرکے انہیں وفات دی اور اپنا قرب عطا فرمایا۔"

حیات و نزولِ مسیح ناصریؑ کا منکر کافر نہیں بلکہ مسلمان و مؤمن ہے۔

اپنے فتوے کے آخر پر حضرت محمود شلتوت فرماتے ہیں کہ :-

"جو شخص حضرت عیسٰیؑ کے جسم سمیت آسمانوں پر اٹھائے جانے، وہاں زندہ ہونے اور آخری زمانہ میں نزول فرمانے سے انکار کرتا ہے وہ کسی قطعی و یقینی چیز سے انکار نہیں کرتا۔ لہٰذا اسے اسلام اور ایمان سے خارج قرار دینا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ اس پر ارتداد کا حکم لگانا کسی طرح درست نہیں بلکہ وہ مؤمن و مسلم ہے۔ جب وہ فوت ہو تو مسلمانوں کی طرح اس کا جنازہ پڑھنا چاہیئے اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیئے۔ اللہ کے نزدیک تو اس کے ایمان میں کوئی شبہ نہیں۔ واللہ بعبادہ خبیر و بصیر۔" (از فتویٰ شیخ الازہر محمود شلتوت)

اسی طرح آسٹرین نو مسلم محمد اسد صاحب نے بھی اپنے ترجمۃ القرآن انگریزی میں وفاتِ مسیحؑ کو تسلیم کیا ہے اور اس پر دلائل دیئے ہیں۔ پس اس میں کیا شبہ ہے کہ مغربی اقوام کو دجال موعود تسلیم کرنے کی طرح اب خود مسلمان علماء بھی وفاتِ مسیحؑ کو بھی مان رہے ہیں۔

وفاتِ مسیحؑ ہو چکی تو احادیثِ نزولِ مسیحؑ کے کیا معنی ہیں؟

یہاں یہ اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر وفاتِ مسیحؑ ہو چکی تو احادیث نزول مسیحؑ کے کیا معنی ہیں؟ کیا یہ ماننا بہتر ہے کہ یہ تمام انبار احادیث مجموعہ اباطیل ہے یا یہ تسلیم کرنا درست ہے کہ نزولِ مسیح سے مراد امتِ مسلمہ کے کسی مجدد کا اس کا مثیل ہو کر آنا ہے؟

اگر دجالِ موعود کے آنے کی پیشگوئی سچی ثابت ہو چکی ہے اگر حضرت مسیحؑ فوت شدہ ثابت ہو چکے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہم نزولِ مسیح کی پیشگوئی والی احادیث کی تکذیب کریں اور ان کی تاویل نہ کرکے ان کی صداقت ثابت نہ کریں؟ حدیث کے الفاظ وامامکم منکم کیا صراحت سے یہی امر نہیں بتلا رہے؟ مسلمانوں کا یہ مسلّمہ عقیدہ ہے کہ چودھویں صدی میں نزول مسیح ہو گا تو اب اسی کے مطابق اس صدی کے مجدد کو نزول مسیح کی پیشگوئیوں کا مصداق ماننے میں کیا قباحت ہے؟ کیا حضرت مرزا غلام احمدؑ کے علاوہ کسی اور نے مجدد صد چہاردہم ہونے کا دعوے کیا ہے؟

پھر کیا آپ ہی نے خدا تعالےٰ کی جانب سے خبر پا کر دجالِ موعود کی تعیین نہیں کی جو آج سب کو مسلّم ہے؟ کیا حضرت مرزا صاحبؑ نے ہی وفاتِ مسیح کے عقیدہ کو عام رواج نہیں دیا؟ کیا آپ نے ہی یہ نہیں فرمایا کہ عیسائیت کی شکست اور اسلام کی فتح کے لئے عقیدہ وفاتِ مسیحؑ ایک کنجی کا کام دیتا ہے؟ کیا آج خود لیوا درحضرات و دیگر مغربی مصنفین نے یہ تسلیم نہیں کیا کہ احمدیہ عقائد سے عیسائیت کا خاتمہ ہو جاتا ہے؟

جماعت احمدیہ کی دو خصوصیات

عیسائیت پر موت اور مراکزِ عیسائیت میں تبلیغ اسلام کے علَم۔

چنانچہ کتاب "سرویز آف اسلام" کا مصنف لکھتا ہے :-

"اس جماعت کے بانی نے اسے ایسے ہتھیاروں سے مسلح کر دیا ہے کہ ان حربوں کے استعمال سے بقول مولانا محمد علی صاحب عیسائیت کی ساری عمارت ریت کے قلعہ کی مانند دھڑام سے گر جاتی ہے۔"

پھر یہی مصنف لکھتا ہے :-

"مجھے جماعت احمدیہ پر ایک الگ باب لکھنے کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ اس تحریک کی چند ایک منفرد خصوصیات ہیں۔ چنانچہ پہلی خصوصیت اس جماعت کی یہ ہے کہ صرف اسی ایک جماعت نے اپنے دشمن یعنی عیسائیت کے گڑھ میں دینِ اسلام کی تبلیغ کے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں اور یہ توفیق کسی دوسرے فرقہ کو نصیب نہیں ہوئی۔"

عیسائیت کو شکست اور اسلام کو دوبارہ زندگی عطا کرنے والا کیا کاذب ہے؟

یہ مصنف ایسا کہنے میں یقیناً حق بجانب ہے کیونکہ صرف وہی جماعت ہی دشمن کے مرکز میں کامیابی سے فتح اسلام کے علم بلند کر سکتی ہے جسے یہ یقین ہو کہ اس کے پاس ایسے حربے موجود ہیں جن سے عیسائیت کی عمارت گر جاتی ہے۔ حیاتِ مسیح، نزولِ مسیح ناصری اور دیگر معجزاتِ حضرت مسیحؑ کو ظاہری رنگ میں تسلیم کرکے کیونکر کوئی شخص مغرب میں حضرت مسیحؑ پر افضلیتِ خاتم الانبیاء صلعم ثابت کر سکتا ہے؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی مبلغ اسلام مغربی دنیا میں یہ اعلان کرے کہ حضرت مسیح دو ہزار سال سے آسمانوں پر زندہ مع جسد عنصری موجود ہیں، اگرچہ لوازمِ بشری سے پاک ہیں، دوبارہ نازل ہو کر امتِ محمدیہ کی اصلاح (حضرت) عیسٰیؑ نے دکھلائے جو کوئی دوسرا نبی نہیں دکھلا

سکا، مثلاً یہ کہ آپ خالق طیور تھے، آپ نے قبروں کے مردے زندہ کئے، مادر زاد اندھوں، بہروں، گونگوں کو بینائی شنوائی و گویائی عطا کی لیکن جب ہمارے آنحضرت صلعم سے آسمان پر جانے کا مطالبہ ہوا تو اس کا جواب قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا کے الفاظ میں دیا گیا۔ اسی طرح ہمارے پیغمبر صلعم نہ قبروں کے مردے زندہ کرنے پر قادر تھے۔ نہ ہی آپ بیماروں کو شفا دینے کی طاقت رکھتے تھے۔ جائے غور ہے کہ مبلغ اسلام کے ایک طرف یہ اعلانات اور دوسری طرف یہ دعوے کہ حضرت عیسٰیؑ ہمارے نبی صلعم سے افضل تھے، ایسے متضاد و صریح مخالف عقائد کو آج کون عقلمند تسلیم کرنے پر تیار ہوگا؟

الغرض حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو تسلیم نہ کرنے والے اصحاب کے لئے غور کا مقام ہے کہ یہ کیونکر ہوا کہ ایک جھوٹے شخص نے آخری زمانہ سے متعلق اسلام کی پیشگوئیوں کو الم نشرح کر دکھلایا؟ وفات مسیح کو ثابت کر کے عیسائیت کو اسی شخص نے شکست دی، دجال موعود کی تعیین کر کے اسی نے رسول خدا صلعم کی آخری زمانہ کی پیشگوئیوں کی صداقت ثابت کی، چودھویں صدی کے عظیم مجدد ہونے کا دعوےٰ صرف اسی نے کیا، اسلام کی فتح اور حضرت محمد مصطفٰےؐ کی فضیلت اسی کے خادموں کے ذریعہ ظاہر ہوئی اور اسی کا دیا ہوا طریق کار ہی آج کامیاب ہے، نزول مسیح کی احادیث کو ترک کرنے یا مجموعہ اباطیل ماننے سے جس شخص نے مسلمانوں کو بچا لیا اس امر کے باعث کیا ایسا انسان کاذب ہوسکتا ہے؟

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے منجانب اللہ صادق ہونے کے چند خدائی نشانات

۱ لیکن یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ حضرت اقدسؑ کی صداقت محض ان دلائل پر مبنی ہے یا یہ کہ آپ کے دعاوی کی بنا ان قیاسات پر ہے۔ بلکہ آپ کی زندگی کے حالات اور پیش آمدہ واقعات ایسے ہیں جن سے یقینی طور پر ثابت ہوجاتا ہے کہ آپ کا تعلق خدائے تعالٰی سے کامل تھا۔ آپ کو خدا تعالٰی کی نصرت و معیت کا یقین پورے طور پر حاصل تھا، آپ پر جو امور غیب کے طور پر ظاہر کئے جاتے تھے انہیں بجز کسی عالم الغیب ہستی کے دوسرا کوئی بتلانے پر قادر نہیں ہوسکتا۔ آپ کے ازدیاد ایمان کی خاطر میں چند ایک واقعات یہاں دوہرائے دیتا ہوں:—

لیکھرام کے قتل کا خدائی نشان

لیکھرام آریہ کی دشنام دہی حضرت رسول اکرم صلعم کے برخلاف جب حد سے بڑھ گئی تو آپ نے اسے مباہلہ کا چیلنج دیا اور پیشگوئی فرمائی کہ یہ شخص چھ سال کے اندر کسی ناگہانی عذاب میں مبتلا ہو کر مرجائے گا بلکہ ایک کشف میں آپ نے یہ دیکھا کہ ایک فرشتہ جس کے چہرہ سے خون ٹپکتا ہے آپ کے سامنے آکر غضبناک لہجہ میں لیکھرام کا پتہ پوچھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ لیکھرام قتل ہوگا چنانچہ لیکھرام کو مخاطب کر کے آپ کا یہ شعر بھی اسی کے قتل کئے جانے کی پیشگوئی کرتا ہے ؎

الا اے دشمن نادان و بے راہ
بترس از تیغ بران محمدؐ

آخر لاہور شہر میں ہندو محلہ میں دن کے وقت کسی نامعلوم شخص نے لیکھرام کے پیٹ میں چھرا گھونپ دیا۔ باوجود حکومت کی انتہائی تفتیش کے قاتل کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔ مگر آریہ لوگوں کا اصرار تھا کہ یہ قتل حضرت اقدسؑ کی سازش ہی کا نتیجہ ہے چنانچہ ایک آریہ اخبار نے گورنمنٹ کو اس بارہ میں اس طرح توجہ دلائی کہ سازش کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے کہ ایسے قتل کو اس طرح وضاحت و صراحت سے برسوں قبل بیان کر دیا؟ اگر اسے حضرت مرزا صاحبؑ کی سازش کے باعث تسلیم نہ کیا جائے تو پھر کیا یہ مان لیا جائے کہ آپ کو ایسا قطعی و یقینی علم غیب خدا کی طرف سے حاصل ہوگیا تھا؟ اب غور کرو کہ دشمن بھی یہی نتیجہ نکالنے پر مجبور ہے کہ یہ پیشگوئی ایسی صفائی سے پوری ہوئی کہ یا تو یہ سازش ہے یا خدائی علم غیب کے نتیجہ میں ہے۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی ثبوت یا نشان خدائی علم غیب کا ممکن ہے؟

خانۂ خدا دہلی کا واقعہ

ایک مرتبہ حضرت مرزا صاحبؑ کو دہلی جانے کا اتفاق ہوا مخالفوں کے چیلنج کو آپ نے قبول فرمایا کہ جامع مسجد دہلی میں ایک مناظرہ مسئلہ حیات و ممات مسیح پر منعقد ہو۔ آپ مع خدام وقت پر وہاں پہنچ گئے لیکن مخالف علماء نے تو عوام کو خوب اشتعال دلایا ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت مولانا عبدالکریمؓ نے لوگوں کے چہروں پر غیظ و غضب و اشتعال کو دیکھ کر آپ سے عرض کیا کہ حضرت جوش مخالفت حد سے بڑھ گیا۔ حضرت اقدسؑ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ مولوی صاحب! مردے زندہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ جب تک آسمان پر کوئی بات فیصلہ نہ ہولے زمین پر کیسے واقع ہوسکتی ہے؟

ایک مخلص مرید ہزارہا کے جمع شدہ مخالفین کی انتہائی اشتعال انگیزی کے وقت گھبرا کر احتیاط کی توجہ دلاتا ہے۔ ایسے موقعہ پر عام انسانی فطرت کا تقاضا یہی تھا کہ آپ اپنے خدام سے احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی ہدایت فرماتے۔ مگر آپ فرماتے ہیں کہ کوئی پروا نہیں مخالفین کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے اور میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتے، کیونکہ اگر ایسا ہونا ہوتا تو خدا ضرور مجھے قبل از وقت اطلاع دے دیتا۔ غور کرو! اگر آپ اپنے دعوے تعلق باللہ اور الہام میں مفتری ہوتے تو ایسے نازک و خطرناک موقعہ پر کہ جان جانے کا خطرہ سامنے موجود تھا کبھی ایسے اعلیٰ درجہ کے یقین و ایمان کا مظاہرہ کر سکتے تھے؟ خطرناک دشمنوں کے اندر گھرے ہوئے ہو کر اپنی محفوظیت کا دعوےٰ کون کر سکتا ہے؟ کوئی انسان کتنا ہی بہادر و جری ہو کیسے اس بات پر متیقن ہوسکتا ہے؟ اور اس پیشگوئی کرنے پر علم غیب رکھ سکتا ہے کہ ہزارہا جانی دشمنوں کے اندر سے وہ صحیح و سلامت نکل جائے گا؟ کیا یہ ایک نشان ہی ایسا نہیں جس سے قطعی اور یقینی طور پر یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ اس شخص کو اپنے منجانب اللہ ہونے پر پکا و محکم یقین ہے اور اسے مافوق البشر ہستی کی مکمل حمایت و نصرت حاصل ہے؟

دس ہزار کے ضمانتی وارنٹ گرفتاری کا واقعہ

پھر یہ کوئی ایک واقعہ ایسا نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ آپ کو اپنے صادق منجانب اللہ مامور ہونے میں قطعاً کوئی شک و شبہ نہیں ہوا یہاں تک کہ انتہائی نازک گھڑیوں میں بھی آپ اپنی عملی زندگی میں اسی یقین محکم کا اظہار فرماتے رہے۔ عیسائی عبداللہ آتھم سے مباحثہ کے بعد حضرت اقدسؑ نے پیشگوئی فرمائی کہ پندرہ ماہ کے اندر جھوٹے عقائد رکھنے والا ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ عبدالحمید ایک اوباش نوجوان جو کبھی مسلمان اور کبھی عیسائی ہوجاتا تھا چند روز قادیان میں رہ کر امرتسر کے عیسائی پادریوں کے ہتھے چڑھ گیا۔ ان کے ورغلانے پر عبدالحمید نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر کی عدالت میں بیان دے دیا کہ حضرت اقدسؑ نے اسے پادری ہنری مارٹن کلارک کو قتل کرنے کے لئے امرتسر بھیجا ہے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر نے اس پر حضرت اقدسؑ کے دس ہزار روپے کے ضمانتی وارنٹ جاری کر دیئے۔

اس واقعہ کی اڑتی ہوئی خبر قادیان میں پہنچ گئی۔ چنانچہ اس پر حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ نے آپ کی خدمت میں اس خطرناک خبر کی اطلاع دی۔ آپ دیکھئے کہ یکلخت جب ایسی خبر کسی انسان کو ملے تو اس کا ردعمل کیا ہوگا؟ مگر آپ پر اس خبر کا اثر کیا ہوا۔ ایک شخص کی تو ایسی خبر سن کر جان ہی خطا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، اور زیادہ بے ہوش ہوجائے گا یا سخت گھبراہٹ میں اپنے دوستوں سے اپنے بچاؤ کی فوری تدابیر اختیار کرنے کی التجا کرے گا۔ مگر ملاحظہ ہو آپ نے ایسے جانکاہ صدمہ کے وقت کیا فرمایا:—

"مولوی صاحب! لوگ دنیا کے
لئے سونے کے کنگن پہن لیتے
ہیں اگر ہم نے خدا کے راستہ
میں لوہے کے کنگن (ہتھکڑیاں)
پہن لیں تو کوئی گھبراہٹ کی
بات نہیں"

مگر اس کے ساتھ ہی نہایت جوش اور ولولہ سے آپ نے یہ فرمایا:—

"مولوی صاحب! کیا آپ کا
یہ خیال ہے کہ خدا اپنے بندہ
کو ضائع کرے گا؟ ہرگز نہیں!
ایسا نہیں ہوسکتا!! خدا اپنے
بندہ کو اس ذلت سے بچائے گا"

منصف لوگ غور کریں، دس ہزار کے ضمانتی وارنٹ گرفتاری کی دفعۃً خبر ملنے پر کون ایسے اطمینان و سکون اور محفوظیت پر یقین کا اظہار کرسکتا ہے؟

ایک مفتری شخص تو ایسی اطلاع ملنے پر ہی ہوش و حواس کھو بیٹھے گا اور اپنے دوستوں سے منت سے التجا کرے گا کہ جس طرح ہوسکے ضمانت کا انتظام کیا جائے۔ مگر یہاں اپنے دوستوں کو الٹا تسلی دلائی جارہی ہے یہ کس برتے اور بھروسہ پر ایسا کیا جارہا ہے؟

جس شخص کا تعلق کامل واقعی طور پر خدا سے نہ ہو ایسے نازک موقعہ پر کیا کبھی اسے خدا یاد آسکتا ہے؟ وہ تو دنیوی اسباب و ذرائع کی طرف توجہ دے گا نہ کہ خدا کی طرف۔

خدا کی قدرت کا کرشمہ بھی ملاحظہ ہو۔ یہ وارنٹ امرتسر سے گورداسپور کی عدالت میں کبھی نہ پہنچ سکے۔ اس مقدمہ اقدام قتل میں دوسرا عظیم الشان نشان یہ ظاہر ہوا کہ مجسٹریٹ گورداسپور مسٹر ڈگلس کو یقین نہیں آتا کہ عبدالحمید اپنے بیان میں سچا ہے اور وہ اپنے ریڈر

سے اپنی گھبراہٹ کا بیان اس طرح کرتا ہے

"ہم جدھر دیکھتے ہیں ادھر
ہی مرزا صاحب کھڑے نظر
آتے اور یہ کہتے ہوئے سنائی
دیتے ہیں۔ دیکھو تمہاری قوم
انصاف پسند ہے، میرے بارہ
میں انصاف سے کام لینا۔"

ڈگلس کے دل میں ایسے خیالات کا پیدا ہونا کس کے بس کی بات تھی؟ اگر یہ صریح خدائی تصرف کا نشان نہیں تو پھر اس کا اور کیا باعث ہے؟

یہ شخص اس حکومت کا حاکم ہے جو عیسائی ہے اور اس کا عیسائی بھائی پادری ہنری مارٹن کلارک مدعی ہے کہ اسے قتل کرنے کی سازش حضرت اقدسؑ نے کی ہے پھر جو شخص الزامی طور پر قتل کے لئے بھیجا گیا اس کا حلفیہ بیان بھی ہو چکا ہے۔ اب اس مجسٹریٹ کو فرد جرم لگانے کے لئے اور کیا شہادت درکار ہے؟ مگر وہ یہ ماننے کو تیار نہیں۔ اس کے قلب پر کس نے تصرف کر لیا؟ عبدالحمید نے بھی چند روز کے بعد پولیس میں اپنے حلفیہ بیانوں کے برخلاف یہ اقرار کر لیا کہ اس نے اقدام قتل کا الزام جھوٹ لگایا تھا اور یہ کہ حضرت اقدسؑ نے کبھی اسے اس قسم کے فعل کے ارتکاب کے لئے نہیں کہا اب پھر یہ امر جائے غور ہے کہ اس کے دل پر کیسے یہ انقلاب آیا کہ اس نے خود ہی اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کر لیا؟

محکمہ ڈاکخانہ کی طرف سے مقدمہ

اس قسم کے واقعات تو بہت سے بیان کئے جا سکتے ہیں جن کے مطالعہ سے بجز اس کے دوسرا نتیجہ نکل نہیں سکتا کہ حضرت اقدسؑ فی الواقع منجانب اللہ صادق انسان تھے اور آپ کو اپنے مامور و ملہم من اللہ ہونے پر ایسا قطعی یقین تھا کہ ابتلاؤں کی نازک ترین گھڑیوں میں آپ کا ایمان کہ خدا کی معیت و نصرت آپ کو حاصل ہے بکلّی غیر متزلزل رہا چنانچہ وفات پر آپ کے مخالفوں نے بھی تسلیم کیا کہ آپ کو اپنے منجانب اللہ ہونے پر کبھی کسی قسم کا شک و شبہ وارد نہیں ہوا۔ مگر میں ایک اور واقعہ بیان کر کے اپنی بات کو ختم کر دوں گا۔

ڈاکخانہ کا یہ قانون ہے کہ پیکٹ میں جس پر نسبتاً کم ٹکٹ لگتا ہے کوئی چٹھی یا خط رکھنا جرم ہے۔ حضرت اقدسؑ کو اس کا علم نہ تھا۔ آپ نے اپنی کتاب کا مسودہ قادیان سے امرتسر ایک عیسائی رلیا رام کے پریس میں طبع کے لئے بھیجا اور اس میں رلیا رام کے نام ایک خط بھی جس میں طبع کے لئے ہدایات تھیں رکھ دیا۔

رلیا رام کو بوجہ مخالفت مذہب ہونے کے تعصب نے بھڑکایا اور اسے موقعہ ہاتھ آیا۔ اس نے سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانہ جات کو جا کر حضرت اقدسؑ کے خلاف مقدمہ برپا کرنے کا کہا چنانچہ انگریز و عیسائی سپرنٹنڈنٹ نے مقدمہ دائر کر دیا۔

حضرت اقدسؑ کی طرف سے مولوی فضل دین صاحب جو غیر از جماعت تھے، وکیل مقرر ہوئے۔ مولوی صاحب نے حضرت اقدسؑ کو وکیلانہ مشورہ دیا کہ آپ اقرار نہ کریں کہ آپ نے یہ خط پیکٹ میں رکھا تھا۔

حضرت اقدسؑ نے اس پر ان کو کہا مگر میں نے تو خود ہی یہ خط پیکٹ میں رکھا تھا اس کے برخلاف میں جھوٹ بات نہیں کہہ سکتا۔ اس پر وکیل نے کہا کہ اگر آپ خود ہی اپنے جرم کا اقرار کر لیں گے تو پھر آپ کی نجات کا کوئی راستہ نہیں۔ پھر آپ نے پھر وکیل کیوں مقرر کیا اگر ہمارے مشورہ کو آپ نے ماننا ہی نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ وکیل تو ہم نے آپ کو اس لئے مقرر کیا ہے کہ ذرائع و اسباب سے کام لینا حکم خداوندی ہے۔ مگر جھوٹ بولنا خدا تعالیٰ کے حکم کے برخلاف ہے۔ ہم آپ کے اس ناجائز مشورہ پر عمل نہیں کر سکتے۔

جب مجسٹریٹ کے روبرو مقدمہ پیش ہوا تو اس نے سب سے پہلے حضرت اقدسؑ پر یہ دو سوالات کئے کیا یہ آپ کا خط ہے اور کیا آپ نے ہی یہ خط اس پیکٹ میں رکھا تھا؟

اس پر حضرت اقدسؑ نے بلا خوف و خطر یہ اقرار صاف کیا کہ ہاں یہ میرا ہی خط ہے اور میں نے ہی اسے پیکٹ میں رکھا تھا۔ مگر میں نے کسی بد دیانتی کی نیت سے ایسا ہرگز نہیں کیا اور نہ ہی اس خط میں کوئی نجی بات ہے۔

اگر اس مجسٹریٹ کے دل پر خدائی تصرف نہ ہوتا تو اسے اپنے ہم مذہب اور ہم وطن سپرنٹنڈنٹ کے دعوے کے مطابق فرد جرم لگانے میں کیا تامل ہو سکتا تھا کیونکہ اقرار تو خود حضرت اقدسؑ نے کر ہی لیا تھا۔ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ حضرت اقدسؑ کے اقرار کے بعد بھی مجسٹریٹ یہی کہتا رہا کہ کوئی جرم سرزد نہیں ہوا اور تمام دلائل مدعی کے سننے کے بعد حضرت اقدسؑ کو صاف بری کر دیا۔ حضرت اقدسؑ اس نشان کو بیان کر کے لکھتے ہیں کہ لوگ تو ادنیٰ ادنیٰ امر سے بچنے کی خاطر بات بات پر جھوٹ بولنے کے عادی ہیں مگر ہم نے راستی کو اختیار کیا تو خدا نے ہمیں مخلصی دی۔

حضرت مسیح موعودؑ حضرت مولانا عبدالکریم مرحوم کو نازک ترین حالات میں خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کی تلقین کرنے کے علاوہ حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم کو بھی اسی قسم کی تسلی و توکل کرنے کے لئے فرمایا کرتے۔ چنانچہ خواجہ صاحب مرحوم کرم دین کے مقدمات میں بالخصوص حضرت اقدسؑ کے وکیل تھے جب مقدمہ کی پیچیدگی کو دیکھ کر خواجہ صاحب بھی گھبرائے ہوئے آتے تو حضرت اقدسؑ آپ کو یہ فرمایا کرتے:۔

"خواجہ صاحب خدا کے لئے
بھی کوئی خانہ خالی چھوڑو ورنہ
لوگ کہیں گے ان کے مرید بڑے
وکیل تھے انہوں نے اپنے وکیلانہ
دلائل سے چھڑا لیا۔"

وکیل کا اپنے موکلوں کو تسلی و حوصلہ دلانا تو ایک عام دستور اور سمجھ کے مطابق بات ہے لیکن موکل کا اپنے وکیل کو بجائے مزید سعی و جہد کرنے کے یہ کہنا کہ تم میری مخلصی کے لئے مزید کوشش مت کرو ورنہ یہ نشانِ الٰہی مشکوک ہو جائے گا کیا سوائے اس کے کسی اور طرح ہو سکتا ہے کہ ایسے شخص کو زندگی کے مصائب و ابتلاؤں میں بجز خدا کی ذات پر کامل توکل کے اور کسی ذریعہ پر بھروسہ نہ ہو اور اسے خدا کے قطعی الہام کی بنا پر اس کی اعانت و نصرت کا کامل اعتماد حاصل ہو؟

زندہ خدا سے زندہ تعلق اور اسکی قدرت و علم غیب پر حتمی ایمان و یقین

حضرت اقدسؑ کے خدا رسیدہ ہونے اور نازک سے نازک مرحلہ پر خدا تعالیٰ کے احکامات کے سامنے اپنی جان و عزت کو خطرہ میں ڈال کر سر جھکانے میں کیا کوئی شک شبہ باقی رہ جاتا ہے؟ زندگی کے واقعات جب ایسی صورت اختیار کر لیں کہ انسان کی جان پر بن جائے تو وہ خطرناک مواقع پر نہ صرف خود مطمئن و متیقن ہے بلکہ دوستوں سے امداد طلب کرنے کی بجائے ان کی تسلی کا موجب بنتا اور خدا کی معیت و نصرت کو برخلاف واقعات اپنی تاریکی میں یقین کئے رکھے کیا ایسے خارقِ عادت نشانات ہی نہیں کہ جن سے ایک طرف اگر خدا تعالیٰ کی زندہ ہستی کا ثبوت ملتا ہے تو دوسری طرف ایسے شخص کے واقعی منجانب اللہ صادق مامور و ملہم من اللہ ہونے کا حتمی ثبوت میسّر آتا ہے! لوگ کیوں ان واقعات پر غور نہیں کرتے!!۔

ملفوظات

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

ڈالے اور تکلیف دے کر جو پہنچا لے صبر کرے۔ یہ میں جانتا ہوں کہ انسانی فطرت میں یہ بات ہے کہ گالی سے مشتعل ہو جاتا ہے مگر اس سے نرمی کرنی چاہیئے۔ جو دکھ دیتے ہیں انہیں سمجھو کہ وہ کچھ چیز نہیں۔ اگر تم پر خدا راضی ہے لیکن اگر خدا تعالیٰ ناراض ہے تو خواہ ساری دنیا تم سے خوش ہو وہ بے فائدہ ہے۔

یہ بھی یاد رکھو کہ اگر تم مداہنہ سے دوسری قوموں کو ملو تو کامیاب نہیں ہو سکتے۔ خدا ہی ہے جو کامیاب کرتا ہے۔ اگر وہ راضی ہے تو ساری دنیا ناراض ہو تو پروا نہ کرو۔ ہر ایک جو اس وقت سنتا ہے یاد رکھے کہ تمہارا ہتھیار دعا ہے اس لئے چاہیئے کہ دعا میں لگے رہو۔

بقیہ صفحہ اوّل

بحرِ حکمت کے موتی

ایک ٹکڑا گوشت کا ہے جب وہ درست ہو تو سارا جسم درست رہتا ہے اور جب وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے سنو اور وہ دل ہے۔

نوٹ:۔ از حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ:۔

استبراء دین کو نقص سے بری کرنا۔ بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزیں ایک چراگاہ کے طور پر ہیں ان میں اور اپنے درمیان ایک حاجز یعنی روک بنا لینی چاہیئے اور وہ روک یہ ہے کہ جو امور محارم سے ملتے جلتے ہیں انہیں بھی ترک کرنے کی کوشش کی جائے۔ ایسی حالت میں اگر ٹھوکر بھی لگے گی تو انسان بڑے گناہ میں مبتلا ہونے سے بچ جائیگا

پھر فرمایا کہ سب کچھ تو قلب کی اصلاح پر منحصر ہے۔ پس اس کو درست حالت میں رکھو یعنی اس میں ردّی خیالات کو مت آنے دو۔ یہی ردّی خیالات مشتبہات ہیں۔ جسمانی قلب کے مقابل پر روحانی قلب ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے ان فی ذالک لذکری

باقی [illegible]

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صـ ۶)

بلاغت اور معانی کے لحاظ سے اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس میں زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق تعلیمات ہیں۔ اس کی تعلیمات جامع ہیں عالمگیر ہیں۔ غرض قرآن کریم کامل مکمل دستور العمل ہے جیسا کہ فرمایا۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔

حضور صلعم نے فرمایا کہ وہ قوم جو اس کتاب پر عمل کرے گی وہ معزز و مشرف ہو جائے گی، اور وہ قوم جو اس کتاب پر عمل کرنے سے گریز کرے گی وہ گر جائے گی جیسا کہ فرمایا ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواما ویضع بہ اٰخرین

یورپ صدیوں سے اسلام کا دشمن چلا آ رہا ہے۔ اور اس کی ہر ممکن مخالفت کی جاتی ہے۔ لیکن انہوں نے لکھا ہے کہ قرآن کریم عظمت بھری کتاب ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی انسان کامیاب نظر نہیں آتا۔ یہ دو چیلنج قیامت تک قائم رہیں گے۔ اور لوگوں سے خراج تحسین وصول کرتے رہیں گے۔

قرآن کریم خدا کا کلام ہے نہ کہ نبی صلعم کا

اس زمانہ میں جو لوگ قرآن کریم کی نسبت یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ یہ نبی کا کلام ہے، ان دو چیلنجوں پر غور کریں کہ ان میں وہ کونسی بات ہے جو خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دماغ میں آ سکتی ہے دونوں امور انسان کی قدرت سے باہر ہیں۔ خدا تعالیٰ ہی خلق عظیم کا سرٹیفکیٹ دے سکتا ہے۔ اور خدا ہی حضور کی عظمت بھری کامیابیوں کے بارے میں پیشگوئی کر سکتا ہے۔ یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہے۔ اگر یہ بشر کا کلام ہوتا تو اس کے اندر ایسے اعلیٰ اخلاق اور اتنی بڑی کامیابی کہاں سے آ جاتی۔ یہ کردار کہاں سے پیدا ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ قرآن کریم انسان کا کلام نہیں بلکہ خدا کا کلام ہے۔

الخلق عیال اللہ کا بلند پایہ اور عالمگیر نظریہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے ملک کے اندر قیام پذیر ہیں جس کا دنیا سے کوئی رابطہ نہیں لیکن دنیا جہان کی قوموں کو آپ سبق دیتے ہیں کہ ساری قومیں خدا تعالیٰ کا کنبہ ہیں، فرماتے ہیں۔ الخلق عیال اللہ یہ خیال کیسے پیدا ہوا۔ آپ تو افریقہ، چین، روس امریکہ، ہندوستان اور یورپ کو جانتے نہیں ہیں لیکن فرماتے ہیں کہ تمام کائنات کا خالق و مالک ایک ہی ہے۔ یہ تو بڑا مشکل خیال ہے بالخصوص اس زمانہ میں جبکہ قومی اور قبائلی عصبیتیں اور تفرقے موجود ہیں۔ یہودی اور نصرانی دونوں اسلام کے پکے دشمن تھے۔ اس اسلام دشمنی میں وہ دونوں ایک تھے حالانکہ اپنے اپنے مذہب کے بارہ میں وہ دونوں ایک دوسرے کے مخالف تھے۔ یہودی عیسائیوں کو کہتے ہیں کہ تمہارا پیغمبر خدا تو کیا وہ تو نبی بھی ثابت نہیں ہوتا۔ تورات میں لکھا ہے کہ جس کو پھانسی کے تختہ پر لٹکایا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے۔ خدا صرف یہودیوں کا ہے اور انہی پر خدا کی برکات نازل ہوتی ہیں۔ بھارت کا بنیا بھی یہی بات کہتا ہے کہ خدا صرف بھارت کی دھرتی میں رہتا ہے۔ اس ملک کے باہر جتنی قومیں ہیں وہ سب ملیچھ اور ناپاک ہیں۔ اس نفرت کے وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الخلق عیال اللہ۔ یہ مخلوق ساری کی ساری خدا کا کنبہ ہے۔ اور وہ شخص خدا کا پیارا ہے، جو اس کی مخلوق کی خدمت کرتا ہے۔ یہ کتنا بلند پایہ نظریہ ہے اور یہ نظریہ پیدا نہیں ہو سکتا جب تک خدا تعالیٰ کی طرف سے عرفان میسر نہ آئے۔ یورپ کی قومیں تو آج بھی ایک دوسرے کی دشمن ہیں، ایشیا والوں کو وہ غلام بنانے کی کوشش کر رہے ہیں ان پر ظلم کرنا وہ فخر کی بات سمجھتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عالمگیر، مفید اور معقول نظریات پیش فرمائے ہیں لوگوں کو چاہیئے کہ ان کو اپنے سامنے رکھیں۔ صرف ایک ہی قوم ہے اور وہ مسلمان ہے جو سب لوگوں، ہندو، سکھ، عیسائی وغیرہ کو خدا تعالیٰ کی مخلوق یقین کرتی ہے۔

دُعا کی درخواستیں

ایک دو دعا کی درخواستیں ہیں گوجرانوالہ کے قریب چک درکاں میں ایک احمدی بھائی حکیم غلام مصطفیٰ صاحب ہیں وہ اکثر یہاں آیا کرتے تھے۔ دو چار سال سے ان کی آنکھوں کی بینائی کمزور ہو گئی ہے۔ وہ احباب جماعت سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کے لئے دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ ان کی آنکھوں کی بینائی لوٹا دے۔ ہم سب ان کے لئے دعا کرتے ہیں۔

بنارس (ہندوستان) سے محترمہ ام داؤد صاحبہ لکھتی ہیں کہ ایک شخص نے ناجائز طور پر میرے مکان پر قبضہ کر لیا ہوا ہے عورت ذات ہوں، میرے لئے دعا کی جائے (دعا کی گئی)

مکتوب فیجی ازصـ ۳

کر لیں۔ تقریباً ۱۹ دن کے بعد جواب دیا وہ بھی یہ کہ ۲۰ تاریخ ماہ اکتوبر ۱۹۶۸ء کو بوقت ۳ بجے دن گسپی حل پارک لٹوکہ میں "صدق و کذب مرزا غلام احمد" پر لال حسین اختر صاحب تقریر کریں گے۔ سوال و جواب کے لئے مولانا احمد یار صاحب کو موقعہ دیا جائے گا"۔ یہ ہے مبلغ اسلام کی ایمانداری اور عالم دین کہلانے والوں کا نمونہ ہم نے پھر انہیں لکھا ہے کہ اگر کچھ صداقت اور سچائی کا آپ کو لحاظ ہے تو کوئی اپنا نمائندہ وغیرہ بھیجکر ہمارے ساتھ شرائط مناظرہ طے کر لیں۔ دیکھیں اب کیا جواب دیتے ہیں۔

مسلمانوں کی جہالت کی وجہ سے یہ دوست نما دشمن خوب اپنا الو سیدھا کرتے ہیں۔ ابھی تک رات دن مسلمانوں میں یہ وعظ کرتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بجسدہ العنصری زندہ آسمان پر موجود ہیں۔ اُمت محمدیہ کی رہنمائی کے لئے آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ حالانکہ خود بڑے بڑے عیسائی پادری اس اعتقاد سے بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں۔ آئے دن رسالہ ٹائمز اور دوسرے امریکی اخبارات میں اس قسم کے اعلانات چھپتے رہتے ہیں۔ قرآن کریم سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات نص صریح سے ثابت ہے۔

ازہر یونیورسٹی مصر کے علماء کا متفقہ فتوے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات پر موجود ہے۔ مگر ان علماء کے نزدیک ابھی تک وہ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ دوسری قومیں اپنی فلاح و بہبودی کے لئے کوشاں ہیں مگر مولوی لال حسین صاحب اختر اور ان کے ہمنوا مولوی صاحبان مسلمانوں کو آپس میں لڑانے اور ان میں انتشار پیدا کرنے میں کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کی حالت پر رحم فرمائے۔ آمین۔

نیازکیش خاکسار احمد یار عفی عنہ المبشر الاسلامی فیجی

اچھے لوگ عمدہ لباس پسند کرتے ہیں
پریمیر فیبرکس
(اپٹی)
سادگی اور پائداری کے لئے مشہور ہیں
امریکن روئی سے تیار شدہ P.C.M-84 لٹھا اور سنہری چڑیا پاپلین
لٹھا ــــ 55000　پاپلین ــ چاندنی　کیمرک رنگدار P.C.M-72
" ــــ E.X.5　" ــ سفینہ　کیمرک سفید ــ E.X 259
" ــــ 7000　" ــ ظفر　وائل ــ V.445
" ــــ پرنسیم　" ــ شہزادی　لسٹر ــ P.C.M.75
" ــ خیرازی
" ــ 4040
سوت ہر قسم سنگل و ڈبل، بنڈلوں اور کونوں میں
المشتہر
کمرشل آفیسر: پریمیر کلاتھ ملز لمیٹڈ، لائلپور
ٹیلیفون نمبر: 2-21، 2166، 4917، 2548

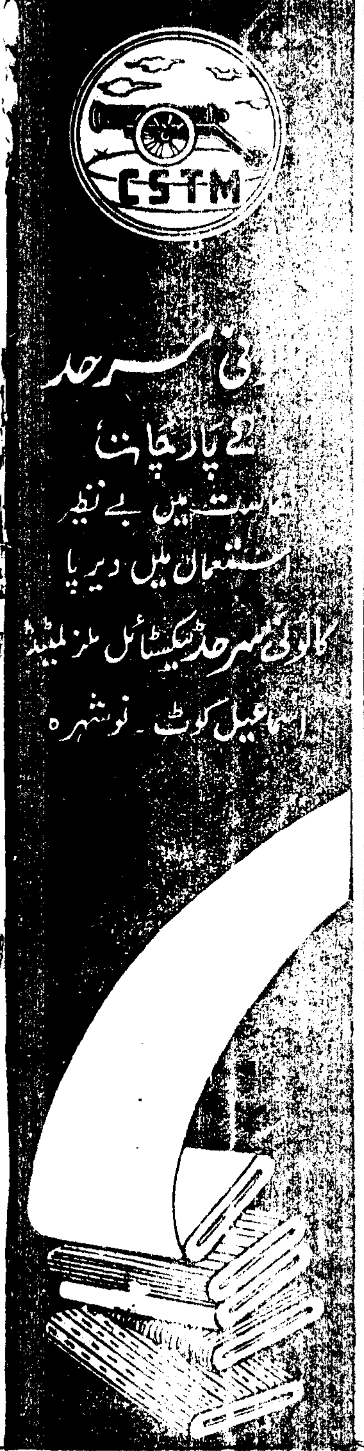

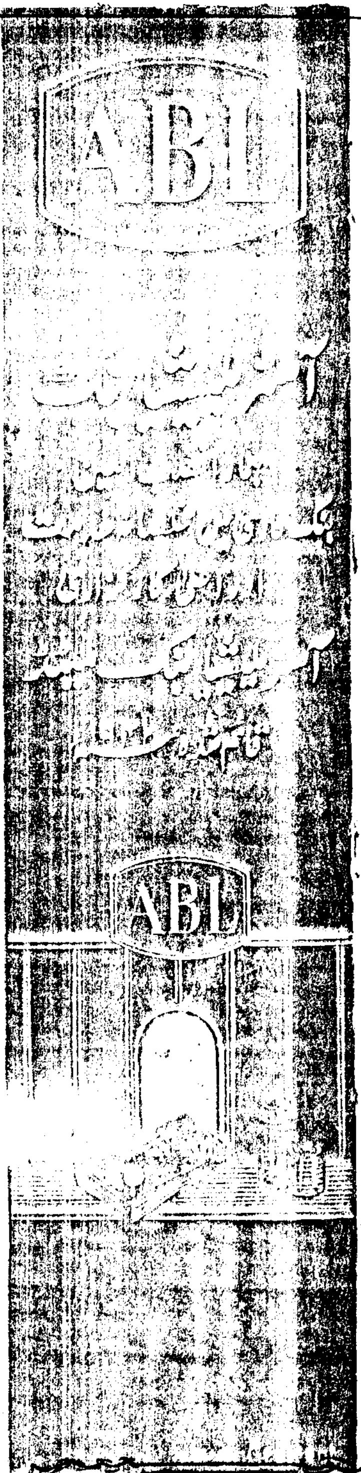

ہفت روزہ پیغام صلح ۲۰ نومبر ۱۹۶۸ء - [illegible] شمارہ نمبر ۴۶

جرمن نومسلم - اسلامی نام محمد عمر

جرمن نومسلمہ - اسلامی نام کریمہ

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نور الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور نمبر ۷ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت بر آر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ٹیلی فون نمبر ۳۷۳۷
[illegible] لاہور

ہفت روزہ
پیغامِ صلح
لاہور
پاکستان

جلد ۵۶ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۰ر رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۷ر نومبر ۱۹۶۸ء | نمبر ۴۷

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں
میں تیرے مخالص اور دلی محبّوں کا
گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے
نفوس و اموال میں برکت دوں گا"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔

۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔

۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابلِ احترام ہیں۔

۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔

۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

رمضان میں جہنم کے دروازے بند اور شیطان زنجیروں میں

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل شہر رمضان فتحت ابواب السماء وغلقت ابواب جہنم وسلسلت الشیاطین

ترجمہ:—

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ماہِ رمضان آجاتا ہے تو آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطان زنجیروں سے باندھ دیئے جاتے ہیں۔

نوٹ: از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:— رمضان میں جنت کے دروازوں کا کھل جانا اور دوزخ کے دروازوں کا بند کر دیا جانا ان کے لئے ہے جو رمضان کے روزوں سے فائدہ اٹھائیں کیونکہ روزہ سے ملکی طاقتیں ترقی کرتی ہیں اور حیوانی قوتیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ پہلے سے جنت کا دروازہ کھل جاتا ہے اور دوسرے سے جہنم کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور شیطان تو اسے حیوانیہ کے دبنے کی وجہ سے انہیں آلہ کار نہیں بنا سکتا گویا وہ زنجیروں میں باندھ دیا جاتا ہے۔

جو شخص نفس پرستی کرتا ہے یا اپنی ہوا و ہوس کی اطاعت کرتا ہے وہ بھی بُت پرست اور مشرک ہے

ارشادات حضرت امام الزمان مجددِ دوران مسیح موعود علیہ السلام

آپ یہ خیال نہ کریں کہ ہم کب بتوں کی پرستش کرتے ہیں۔ ہم بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ یاد رکھو یہ تو ادنےٰ درجہ کی بات ہے کہ انسان بتوں کی پرستش نہ کرے۔ ہندو لوگ جن کو حقائق کی کچھ خبر نہیں اب بتوں کی پرستش چھوڑ رہے ہیں۔ معبود کا مفہوم اسی حد تک نہیں کہ انسان پرستی یا بُت پرستی تک ہو۔ اور بھی معبود ہیں اور اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ ہوائے نفس اور ہوس بھی معبود ہیں۔ جو شخص نفس پرستی کرتا ہے یا اپنی ہوا و ہوس کی اطاعت کر رہا ہے اور اس کے لئے مر رہا ہے وہ بھی بُت پرست اور مشرک ہے۔ بِلا نفی جنس ہی نہیں کرتا بلکہ ہر قسم کے معبودوں کی نفی کرتا ہے خواہ وہ انفسی ہوں یا آفاقی۔ خواہ وہ دل میں چھپے ہوئے بُت ہیں یا ظاہری بُت ہیں۔ مثلاً ایک شخص بالکل اسباب ہی پر توکل کرتا ہے تو یہ بھی ایک قسم کا بُت ہے۔ اس قسم کی بُت پرستی تپ دق کی طرح ہوتی ہے جو اندر ہی اندر ہلاک کر دیتا ہے۔ موٹی قسم کے بُت تو جھٹ پٹ پہچانے جاتے ہیں اور ان سے خلاصی حاصل کرنا بھی سہل ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ لاکھوں ہزاروں انسان ان سے الگ ہو گئے اور ہو رہے ہیں۔ یہ ملک جو ہندوؤں سے بھرا ہوا تھا کیا سب مسلمان اُن میں سے ہی نہیں ہوئے؟ پھر انہوں نے بُت پرستی کو چھوڑا یا نہیں؟ اور خود ہندوؤں میں بھی ایسے فرقے نکلتے آتے ہیں جو اب بُت پرستی نہیں کرتے لیکن یہاں تک ہی بُت پرستی کا مفہوم نہیں ہے۔ یہ تو سچ ہے کہ موٹی بُت پرستی چھوڑ دی ہے مگر ابھی لو ہزاروں بُت انسان بغل میں لئے پھرتا ہے، اور وہ لوگ بھی جو فلسفی اور منطقی کہلاتے ہیں، وہ بھی ان کو اندر سے نہیں نکال سکتے۔

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک اور مسیح ناصری کی وفات پر

مقبوضہ کشمیر کے مقام یاری پورہ میں علماء کی بصیرت افروز تقاریر

بسلسلہ اشاعت مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۶۸ء

جناب زاہد صاحب کے بعد جناب عبدالحمید صاحب ساکن بھدرواہ نے سیرت النبی صلعم کے کئی پہلوؤں پر روشنی ڈالی آپ نے صاف اور شستہ اردو میں بعثت نبوی کی برکات کو بیان فرمایا۔ اور سامعین کی توجہ موجودہ دور کی بداخلاقی، افراتفری، سیلے رحمی اور بین الاقوامی رقابت کی طرف مبذول کراتے ہوئے فرمایا کہ اس دور کی پاک ہستیوں کے سردار محمد صلعم اور آپکی تعلیمات کی اشد ضرورت ہے۔ ان کے بغیر دنیا میں امن قائم نہیں کیا جا سکتا اور نہ انسانیت کو تعر ہلاکت میں گرنے سے بچایا جا سکتا ہے۔

آپ نے حالات نبوی کے ارتقائی پہلوؤں (یتیمی سے شہنشاہ مظلوم مہاجر سے فاتح۔ بیکس و بے یار پردیسی سے اولوالعزم انسانوں کا مرجع و سردار۔ وغیرہ وغیرہ) پر مختصر الفاظ میں روشنی ڈالی۔

ان کے بعد جناب عبدالمجید صاحب سپرنٹنڈنٹ ساکن یاری پورہ نے کلام احمدیہ سے منتخب موزوں ایک نظم (اسلام سے نہ بھاگو راہ ہدیٰ یہی ہے) سنائی۔

بعد ازاں جناب عبدالعزیز صاحب مشورہ ایڈیٹر دہلی نے اپنی جسمانی نقاہت کے باوجود "بدعتی احمدی یا مسلمان ہوں" کے موضوع پر تقریر کی۔ آپ نے ان تمام بدعات و خرافات پر روشنی ڈالی جن میں آج کل کے مسلمان بدقسمتی سے گرفتار ہو گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے نذر لغیر اللہ۔ استمداد از اولیاء۔ خلاف سنت رسومات۔ یوسفؑ اور ان کے بھائی کا قصہ مندرجہ قدیم تفاسیر و تفہیم القرآن اور جناب محترم مودودی صاحب۔ حضرت ابراہیمؑ سے منسوب کذب۔ عائشہ صدیقہ رضؓ کی صغر سنی میں شادی۔ حیات مسیح برآسمان وغیرہ غلط عقائد کی وضاحت کی اور فرمایا کہ احمدی ان تمام غلط باتوں سے بری ہوتا ہے۔ پس الحمدللہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے جملہ اراکین ان تمام بدعات، محدثات اور خرافات سے بری ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ ایک وقت تھا جب وفات مسیحؑ کے عقیدہ کے لئے احمدی گردن زدنی اور قابل تکفیر سمجھا جاتا تھا لیکن آج حالت یہ ہے کہ عالم اسلام کے قلب بلکہ معظمہ زادہا اللہ شرفہا سے قرآن حکیم کا ترجمہ موتمر عالم اسلامی کی طرف سے شائع ہوتا ہے اور اس میں احمدیہ عقیدہ کو قبول کر کے وفات مسیحؑ کا اعلان واشگاف الفاظ میں کیا جاتا ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ جماعت اسلامی کشمیر کے ایک سرگرم رکن محترم و مکرم جناب سید علی گیلانی صاحب نے ایک پریس کانفرنس میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تسلیم کر لیا کہ مسیحؑ ایک بشر تھے۔ بشر کے لئے جو قانون فطرت نے مقرر کیا ہے آپ اس سے دور نہیں تھے۔

آخر پر آپ نے اپنی تازہ تصنیف "مسیح کشمیر میں" کا مختصر تذکرہ کیا۔

محترم عزیز کاشمیری کے بعد بھدرواہ کے دوست جناب عبدالحی صاحب نے وفات مسیحؑ کے مسئلے پر ایک نئے انداز سے روشنی ڈالی۔ آپ نے رسالہ "ادیع اسلام" سے ایک عیسائی پادری کی ایک عبارت پڑھ کر حاضرین کو بتایا کہ دجال کے یہ فرزند مسلمانوں کے درمیان کس طرح تبلیغ عیسائیت کرتے ہیں۔ اور حیات مسیح کا غلط لیکن عام عقیدہ کس طرح ان بھولے بھالے مسلمانوں کو دام تزویر میں پھنسانے میں مدد دیتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ عیسائی پادریوں کے ہاتھ میں مسیحؑ کو تمام انبیاءؑ سے برتر ثابت کرنے کے لئے حیات مسیحؑ کا عقیدہ ایک مجرب ہتھیار ہے۔ اور سیدھے سادے مسلمان جو مسیحؑ کو آسمان پر زندہ مانتے ہیں اس مجرب ہتھیار کا شکار جلد ہو جاتے ہیں آپ نے سامعین کو بتایا کہ چونکہ یہاں عیسائیت کی تبلیغ نہیں ہوتی ہے اس لئے بعض دوستوں کو اس غلط عقیدے کے بُرے نتائج کا اندازہ لگانا ذرا مشکل ہے لیکن اگر وہ اخبارات کا مطالعہ کریں تو ان پر حقائق خود بخود منکشف ہو جائیں گے۔

آپ نے ایک لطیفہ سنا کر غیر احمدی دوستوں کو دعوت فکر دیتے ہوئے فرمایا کہ مسیح ناصریؑ کی وفات ہو چکی ہے اور جس مسیح کو امت کی اصلاح کے لئے آنا تھا وہ آ بھی گیا اور اپنا کام بھی کر گیا۔

ان کے بعد صدر جلسہ محترم عبدالصمد صاحب نے اختتامی تقریر فرمائی۔ تشہد و تعوذ کے بعد آپ نے آیت پاک:-

یایھا النبی انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا۔

تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد اس کا عام فہم ترجمہ الفاظ کی پوری رعایت کے ساتھ بیان کیا اور اس کی تشریح اپنے مخصوص اور دلکش انداز میں کی۔ آپ نے سامعین کی توجہ مادی نظام شمسی کی طرف مبذول کر کے واضح کیا کہ جسمانی زندگی کا دار و مدار آفتاب کی نور پاشی پر ہی ہے۔ گذشتہ زمانہ کے سائنسدانوں کا خیال تھا کہ روشنی کی صورت میں سورج کی کافی طاقت خرچ ہو جاتی ہے اس لئے وہ دن قریب ہے جب یہ بے نور ہو جائے گا اور ساری زندگی درہم برہم ہو جائے گی۔ لیکن موجودہ دور کے ممتاز سائنسدانوں نے ان اندیشوں کو غلط ثابت کیا۔ ان کی تحقیق کے مطابق سورج میں حرارت خرچ ہونے کے ساتھ پیدا بھی ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے یہ اس وقت تک بے نور نہیں ہو جائے گا جب تک یہ مادی نظام موجودہ حالت میں قائم ہے۔ ہاں جب یہ حالت ختم ہو جائے گی یا مذہبی اصطلاح میں قیامت کبریٰ قائم ہو جائے گی اس وقت اس کی حالت اور اس کے فعل میں تغیر پیدا ہو گا۔

آپ نے فرمایا کہ آیت ممدوحہ میں حضرت نبی کریم صلعم کو بھی سراجاً منیراً کہا گیا ہے۔ یعنی نظام مادی کے متوازی جو نظام روحانی ہے اس کے سورج حضور پُرنور صلعم ہیں۔ گزشتہ انبیاءؑ بھی اسی سورج کے نور سے منور تھے اور اس امت کے اولیاء کرامؒ بھی اسی نور سے اکتساب کرتے ہیں۔ جس طرح نظام شمسی کا آفتاب قیامت تک کے لئے ہے اسی طرح نظام روحانیت کے لئے بھی آفتاب قیامت تک کے لئے ہے۔ جس طرح نظام شمسی کا آفتاب مادی زندگی کا کفیل قیامت تک کے لئے ہے اسی طرح نظام روحانی کا آفتاب بھی روحانی زندگی کا کفیل قیامت تک کے لئے ہے۔ محترم شیخ صاحب نے اس نکتہ کی وضاحت ایک عارف کے کشمیری اشعار سے کی۔

اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ مذہبی دوکانداروں نے ایک دوسرے کے خلاف دکانیں سجائی ہیں۔ کہیں حیات النبی کا مسئلہ ہے۔ کہیں اس کے خلاف فتوے ہے کہیں اجرائے نبوت کا فساد اور ان کی ختم نبوت کی بحث ہے۔ یہ سب تنازعے دراصل حضرت نبی کریم صلعم کی صحیح پوزیشن مبشر نذیر۔ شاھد اور سراج منیر کو ملحوظ نہ رکھنے کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اگر عام مسلمان بھائی اس پوزیشن کو سمجھ گئے تو کیا مجال ہے کہ کوئی خود غرض مولوی ان کو کسی فتنے میں الجھا سکے۔

آپ نے فرمایا کاش مسلمان بھائی فتنہ پرداز مضل و ضال مولویوں کی تقریر بازی۔ فتوے بازی اور فتنہ انگیزی سے دامن بچا کر خود قرآن حکیم کا مطالعہ کرنے کی سعادت پاتے۔ اگر ان کو یہ سعادت نصیب ہو جاتی تو ختم نبوت کے مسلم عقیدے کا انکار نہ کیا جاتا یا مسیح ناصری کو آسمان پر بجسد عنصری زندہ مان کر شہنشاہ دو عالم کی توہین نہ کی جاتی۔ سرکار دو عالم صلعم کے یثرب میں مدفون ہونے کو ان کی حیات دائمی کے انکار کی دلیل نہ بنایا جاتا۔

محترم شیخ عبدالصمد صاحب نے حاضرین جلسہ سے اپیل کی کہ وہ امام صاحبان کو مجبور کریں کہ وہ ان کو بعد فریضہ نماز قرآن حکیم ترجمہ سکھائیں۔

دوران تقریر آپ نے اپنے متعلق فرمایا کہ آپ نہ کسی کالج کے گریجویٹ ہیں نہ کسی دارالعلوم کے فاضل ہیں آپ ایک معمولی خانہ درزی ہیں۔ البتہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے مسلمان ہیں۔ اگرچہ علمی لحاظ سے خالی ہیں۔ لیکن بزرگان سلسلہ کی صحبت سے مستفید و مستفیض ہوئے ہیں۔ اس صاف گوئی اور پُرخلوص بے باکی نے آپکی دلکش تقریر میں بلا کا لطف پیدا کیا۔ تقریر ختم ہونے کے بعد آپنے دعائے خیر کی اور سامعین نے آمین

(باقی بر صفحہ ۱۱)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۲۷ نومبر ۱۹۶۸ء

تحریف بائبل کے متعلق چند تازہ انکشافات

گوجرانوالہ کے مسیحی چرچ سے ایک ماہوار رسالہ "پیغام حق" پادری کے۔ ایل۔ ناصر ایم۔ اے (آنرز) ایس۔ ٹی۔ ایم۔ ڈی۔ ڈی کے زیر ادارت شائع ہوتا ہے۔ اس کے نومبر ۱۹۶۸ء کے پرچہ میں پادری صاحب موصوف اور بعض دوسرے مسیحی حضرات کے قلم سے چند مقالات شائع ہوئے ہیں، جن میں اس بات پر رنج و افسوس کا اظہار کیا گیا ہے، کہ یورپ و امریکہ کے مسیحی محققین نے بائبل اور اناجیل کو محرّف و مبدل ثابت کیا ہے، اور جو نئی اناجیل شائع کی ہیں ان میں ان تحریفات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے پادری صاحب لکھتے ہیں:۔

"اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے اور ہم سوتے ہی رہے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مئی ۱۹۶۷ء میں یونائیٹڈ پریسبیٹیرین چرچ آف یو۔ ایس۔ اے نے اپنے اقرار الایمان میں اہم تبدیلیاں کر لی ہیں مثلاً"

مسیح خداوند کی صلیبی موت انسانی نجات کے لئے مکمل کفّارہ نہیں بلکہ مسیح کی موت ایک عظیم شہید کی قربانی کے برابر ہے اور کہ مسیح خداوند کا آسمان پر اُٹھائے جانے کا واقعہ حقیقی نہیں بلکہ تمثیلی ہے۔ بائبل مقدّس خدا کا کلام نہیں بلکہ اس میں خدا کا کلام ہے اور اگرچہ پاک صحیفے روح کی راہنمائی میں لکھے گئے لیکن پھر بھی وہ انسانی کلام سے مبرّا نہیں ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

اور مزے کی بات تو یہ ہے کہ نہ صرف عقیدہ ہی تبدیل کیا بلکہ بائبل مقدّس میں بھی تبدیلی کی ایک روشن مثال قائم کر دی۔ چنانچہ حال ہی میں احمدیوں کی طرف سے ایک ٹریکٹ بعنوان "انجیل میں تحریف کی ایک روشن مثال" شائع ہوا اور اس میں بیان کیا گیا کہ عیسائی اناجیل اربعہ یعنی متی، مرقس، لوقا اور یوحنا کے بارے میں ایمان رکھتے ہیں کہ یہ کتابیں روح القدس کی ہدایت سے لکھی گئیں اس لئے یہ خدا کا کلام ہیں الخ۔ اور ان کتب کو خدا کا کلام تسلیم کرتے ہوئے دو ہزار سال سے عیسائی بھائیوں کا ایمان تھا اور از روئے انجیل مرقس ۱۶۔ باب ۹ — ۲۰ آیات ان کے لئے اس بات کا بیّن ثبوت تھا کہ حضرت مسیح واقعہ صلیب کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر بمعہ جسم سمیت آسمان پر چلے گئے۔ اور کہ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔

مگر عجیب اتفاق ہے کہ ۱۸۹۸ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی لنڈن سے جو انجیل شائع ہوئی اس میں مرقس باب ۹ — ۲۰ آیات کے بارے میں نوٹ لکھا گیا کہ "دو بہت ہی پرانے نسخوں میں آیات ۹ تا ۲۰ موجود نہیں اور بعض نسخوں میں مرقس کی انجیل کی آخری بارہ آیات بالکل غائب ہیں"

احمدی ٹریکٹ کا بیان نقل کرنے کے بعد پادری صاحب لکھتے ہیں:۔

"حال ہی میں پاکستان بائبل سوسائٹی ایک اور بائبل ریوائزڈ سٹینڈرڈ ورشن مطبوعہ تھامس نیلسن نیویارک امریکہ کی طرف سے آمدہ فروخت کر رہی ہے اور اس کا اُردو ترجمہ بھی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس نسخہ میں انجیل مرقس کے سولہویں باب کی ۱۲ — ۲۰ آیات کو متن سے خارج شدہ تسلیم کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ مذکورہ بالا آیات کو مرقس کے نام سے اس انجیل کے آخر میں کسی اور شخص نے شامل کر دیا ہے جو کہ متن کا حصّہ نہیں تھا۔

حال ہی میں فیلاڈلفیا کے ایک رسالہ "پریسبیٹیرین لائف" نے کھلے طور پر تحریف بائبل کا اعلان کر دیا اور فرمایا۔ MARK ENDED HIS GOSEL WITH 16:9۔ پھر یسعیاہ ۷: ۱۴ آیت جہاں لکھا ہے "ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی"۔ چنانچہ ریوائزڈ ورشن میں "دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی" کے بجائے لکھا ہے۔ A YOUNQ WOMAN BEAR A SON ایک جوان عورت" بیٹا جنے گی۔

اسی طرح ایک امریکن بیلی صاحب اپنی انگریزی کی کتاب میں مریم مقدسہ کے متعلق یوں فرماتے ہیں:۔ "الیمہ کا مطلب ہے جوان عورت اور لازمی نہیں کہ وہ کنواری ہو۔"

اس انکشافات کے بعد پادری صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"چند دن ہوئے میں نے ایک انگریزی اشتہار دیکھا جس میں لکھا تھا کہ بائبل سوسائٹی لاہور جس کا الحاق امریکہ سے ہے بائبل مقدّس کا ایک اور نیا ترجمہ کرے گی۔"

اور یہ بھی بتایا ہے کہ:۔

"تازہ ترین اطلاع کے مطابق ایک مشنری ڈاکٹر ویٹن صاحب بہت جلد امریکہ سے لاہور آنے والے ہیں جو کہ پاکستان بائبل سوسائٹی میں نئی بائبل کا اُردو زبان میں پاکستانی عوام کے لئے ترجمہ کریں گے۔"

ان تمام انکشافات کے بعد پادری صاحب نے پاکستانی مسیحیوں کو مخاطب کرتے ہوئے یہ اعلان کیا ہے کہ "ہم راسخ العقیدہ مسیحی ہیں اور یہ تمام منصوبے یہ تمام عقائد و نظریات جو کہ سراسر بدعتی تعلیم پر مبنی ہیں ہرگز قبول کرنے کے لئے تیار نہیں اور نہ ہی ہم بائبل میں تحریف و تبدل جیسے قبیح فعل کو برداشت کر سکتے ہیں۔"

غالباً پادری صاحب کو معلوم نہیں کہ یہ تحریف و تبدّل کوئی نیا نہیں، انہوں نے احمدی ٹریکٹ کی جو عبارت نقل کی ہے اس میں پہلے سے انہیں بتا دیا گیا تھا کہ ۱۸۹۸ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی لنڈن کی شائع کردہ انجیل میں مرقس باب ۱۶، ۹ تا ۲۰ آیات کے متعلق یہ نوٹ لکھا ہے کہ یہ آیات بہت ہی پرانے اور معتبر نسخوں میں موجود نہیں، اور بعض نسخوں میں مرقس کی آخری بارہ آیات بالکل غائب ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا پادری صاحب ۱۸۹۸ء کے بعد آج تک سوئے رہے ہیں کہ آج انہیں یہ افسوس پیدا ہوا ہے، وہ اس کو مسیحی محققین کی بدعت قرار دیں یا جو جی چاہے کہیں، حقیقت کھل چکی ہے کہ موجودہ اناجیل کی محولہ بالا آیات قدیم ترین نسخوں میں موجود نہیں، اور یہی وہ آیات ہیں جن پر مسیحی مذہب کا دار و مدار ہے۔ کیونکہ انہی آیات کی بنا پر یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح واقعہ صلیب کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر جسم سمیت آسمان پر چلے گئے اور آسمان پر زندہ موجود ہیں، اگر یہ آیات قدیم نسخوں میں موجود نہیں جیسا کہ بقول پادری اے۔ آر۔ ناصر پاکستان بائبل سوسائٹی کی حال ہی کی شائع کردہ بائبل ریوائزڈ سٹینڈرڈ ورشن میں بھی "انجیل مرقس کے سولہویں باب کی ۱۲ — ۲۰ آیات کو متن سے خارج شدہ تسلیم کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ مذکورہ آیات کو مرقس کے نام سے اس انجیل کے آخر میں کسی اور شخص نے شامل کر دیا ہے جو کہ متن کا حصّہ نہیں تھا۔" تو بتائیے عیسائیت کا کیا باقی رہ گیا؟ پادری اے۔ آر ناصر صاحب کا غصّہ بجا ہے کیونکہ مسیحی محققین کی تحقیقات کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے مسیحیت کا صرف نام ہی باقی رہ جائے گا اور مسیح کا معہ جسم زندہ آسمان پر جانا اور وہاں زندہ موجود ہونا ایک ایسا مفروضہ ہوگا جس کا کوئی ثبوت اناجیل میں موجود نہیں۔

ایسا ہی "ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی" کے بجائے ریوائزڈ ورشن میں "ایک جوان عورت بیٹا جنے گی" لکھا جانا جیسے مریم کے کنواری اور مسیح کے بے باپ ہونے کا عقیدہ بھی باطل ہو گیا، جس پر پاکستانی مسیحی حلقوں میں اضطراب کی لہر پیدا ہو گئی ہے۔ کچھ بھی ہو یہ وہ حقائق ہیں جن کا انکار نہیں ہو سکتا اور ان حقائق کی موجودگی میں یہ ماننا پڑے گا کہ قرآن کریم نے آج سے چودہ سو سال پیشتر جو انکشاف کیا تھا کہ یحرفون الکلم عن مواضعہ وہ بالکل صحیح اور سچّا تھا، مسیحی محققین کو تو ان تحریفات کا آج پتہ لگا ہے، لیکن قرآن کریم نے چودہ سو سال پہلے ان کا ذکر کر کے اپنا کلام الٰہی ہونا ثابت کر دیا، کہاں ہیں وہ مسیحی حضرات جو قرآن کریم کو غیر مکمل کہہ کر بائبل کو اس کا متمم قرار دیتے ہوئے نہیں جھجکتے؟ کیا وہ ان حقائق کی موجودگی میں بھی ایسا کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں؟

جلسہ فنڈ کی مد انجمن نے اخراجات جلسہ کو پورا کرنے کے لئے قائم کی ہوئی ہے۔ ضرورت ہے کہ تمام احباب اس مد میں کچھ رقم عطا کر کے اخراجات جلسہ کا بار انجمن پر نہ پڑنے دیں۔

پروگرام جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

جو بتاریخ ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸ر دسمبر ۱۹۶۸ء بروز بدھ، جمعرات، جمعہ، ہفتہ۔ احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور میں منعقد ہوگا

روزِ اوّل:۔ یعنی بدھ وار مورخہ ۲۵ر دسمبر کو بوقت صبح احمدیہ خواتین کا جلسہ احمدیہ ہال واقعہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوگا۔ اور بعد از دوپہر طالبات سکول و کالج کا تقریری مقابلہ ہوگا۔ نیز خواتین کی پیش کردہ دستکاری کی نمائش ہوگی۔

— پروگرام علیحدہ شائع ہو رہا ہے —

۲۶ر دسمبر ۱۹۶۸ء بروز جمعرات

اجلاسِ اوّل:۔ نو بجے صبح تا ساڑھے بارہ بجے دوپہر

زیرِ صدارت: میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی ستارۂ خدمت

تلاوت قرآن کریم و نعت .. .. .. : از ۹ تا ۹¼ تک

ملفوظات حضرت مسیح موعود۔ مولوی دوست محمد صاحب ۔ ۔ : از ۹¼ تا ۹½ تک

افتتاحی تقریر حضرت مولانا صدر الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور : از ۹½ تا ۱۰½ تک

میاں بشیر احمد منیر صاحب ایم اے .. .. تقریر : از ۱۰½ تا ۱۱ تک

قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ پشاور
"بین الاقوامی سطح پر تبلیغِ اسلام میں جماعت احمدیہ لاہور کا مقام" .. : از ۱۱ بجے تا ۱۱¾ بجے تک

چوہدری محمد حسن چیمہ صاحب ایڈووکیٹ گجرات
"پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ" .. .. : از ۱۱¾ سے ۱۲½ بجے تک

اجلاس دوم:۔ ۲½ بجے سے ۵ بجے تک

زیرِ صدارت: کرنل سید بشیر حسین شاہ صاحب ریٹائرڈ ڈائریکٹر ہیلتھ سروسز مغربی پاکستان

تلاوت قرآن کریم و نعت .. .. : ۲½ سے ۲¾ تک

ملفوظات حضرت مسیح موعود .. .. : ۲¾ سے ۳ بجے تک

پروفیسر مجید عاصم ایم اے ایم ایس سی .. تقریر .. : ۳ بجے سے ۳½ تک

پروفیسر غلام محمد صاحب ایم اے "پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی" .. : ۳½ سے ۴ بجے تک

خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد صاحب، ستارۂ خدمت۔ تقریر .. : ۴ بجے سے ۵ بجے تک

بوقت سات بجے شام سکولوں اور کالجوں کے طلباء کا تقریری مقابلہ ہوگا۔
طلباء سکول کی تقریر کا موضوع: "بزرگوں کا احترام اسوۂ حسنہ کی روشنی میں"
کالجوں کے طلباء کی تقاریر کا موضوع: "معاشرہ کی صحیح اساس بلند اخلاق ہے نہ کہ مادی ترقی"
نیز انجمن کی مجلسِ معتمدین کا اجلاس ہوگا جس میں جماعتی ترقی و توسیع کے ذرائع پر غور کیا جائے گا۔

۲۷ر دسمبر ۱۹۶۸ء بروز جمعہ

اجلاسِ اوّل:۔ ۹ بجے سے ۱۱½ بجے تک

زیرِ صدارت:۔ شیخ میاں فاروق احمد صاحب ملز اونر راولپنڈی

تلاوت قرآن کریم و نظم .. .. .. :۔ ۹ بجے سے ۹¼ تک

حکیم مولوی عبدالوہاب صاحب صاحبزادہ حضرت مولانا نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ "حیات نورالدین کا ایک ورق" .. :۔ ۹¼ سے ۹½ تک

خان بہادر غلام ربانی خان صاحب ایڈووکیٹ مانسہرہ۔ تقریر :۔ ۹½ بجے سے ۱۰ تک

سالانہ رپورٹ۔ آنریری جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور .. :۔ ۱۰ بجے سے ۱۰½ تک

مولانا شیخ عبدالرحمان صاحب مصری "اشاعت اسلام اور جماعت احمدیہ" :۔ ۱۰½ بجے سے ۱۱½ تک

خطبہ و نمازِ جمعہ:۔ ۱½ بجے سے ۳ بجے تک

اجلاس دوم:۔ ۳ بجے سے ۵ بجے تک

زیرِ صدارت: میاں غلام حیدر صاحب تمیم ریٹائرڈ ڈی آئی جی پولیس مغربی پاکستان

تلاوت قرآن کریم و نظم .. .. :۔ ۳ بجے سے ۳¼ تک

مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے .. تقریر :۔ ۳¼ بجے سے ۴ تک

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی "عصائے موسیٰ و ید بیضا" :۔ ۴ بجے سے ۵ بجے تک

۲۸ر دسمبر ۱۹۶۸ء بروز ہفتہ

اجلاسِ اوّل:۔ ۹ بجے صبح سے ایک بجے دوپہر تک

زیرِ صدارت:۔ حضرت مولانا صدر الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور

مذاکرۂ علمیہ۔ "سائنسی ترقی اور مذہب کی ضرورت"

تلاوت قرآن کریم و نظم .. .. :۔ ۹ بجے سے ۹¼ تک

عبداللہ الیاس صاحب سوڈانی .. مقالہ عربی :۔ ۹¼ بجے سے ۹¾ تک

مولانا عبدالمنان عمر صاحب .. مقالہ :۔ ۹¾ بجے سے ۱۰¼ تک

اُتو آتی اسامہ از فلپائن و مصطفےٰ کے ہائیڈل از ٹرینیڈاڈ۔ مقالہ انگریزی :۔ ۱۰¼ سے ۱۱¼ تک

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب ریٹائرڈ کیمیکل اگزامینر .. مقالہ :۔ ۱۱¼ سے ۱۲ بجے تک

میاں رحیم بخش صاحب ایم اے کراچی .. تقریر :۔ ۱۲ بجے سے ۱۲½ " "

صاحب صدر: حضرت مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ — اختتامی تقریر
صدارتی ریمارکس اور دعا

المعلن:۔ مہتمم جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

روزہ کی فرضیت اور اس کے فوائد

روزہ کا مقصد حسنِ کردار پیدا کرنا اور مخلوقِ خدا کے ساتھ ہمدردی و شفقت کا برتاؤ کرنا ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۶۸ء۔ فرمودہ حضرت امیر قوم مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

یاایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ــــ (سورۃ البقرۃ) ــ

روزہ کی فرضیت

اس آیت میں خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہیں ایک پیار کا کلمہ استعمال کیا ہے۔ فرمایا ہے یاایھا الذین امنوا۔ اے ہمارے ماننے والو! اے ہمارے ساتھ تعلق لگانے والو۔ اس تعلق کی بنا پر ہم تمہیں کہتے ہیں کہ تمہارے لئے روزہ رکھنا ضروری ہے جسے واجب کر دیا گیا ہے۔ اور سن لو یہ روزہ صرف تم پر ہی واجب نہیں کیا گیا بلکہ تمام پہلی قوموں پر بھی جنہوں نے خدا تعالےٰ کے ساتھ تعلق لگانا چاہا ہے روزہ فرض کر دیا گیا تھا۔ روزہ کی تاریخ بھی بیان کر دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ روزہ رکھنا تمام انسانوں کے لئے خوبی بھری عبادت ہے۔

روزہ کا مقصد ــــ تقویٰ

تمام قوموں کے بزرگوں نے قربِ الٰہی اور طہارتِ نفس کے لئے روزے رکھے ہیں۔ فرمایا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم تم پر روزہ رکھنا فرض قرار دے دیا گیا ہے۔ جیسا کہ پہلی قوموں پر فرض کیا گیا تھا۔ اس فرض کا مقصد یہ ہے لعلکم تتقون۔ تم نے اس مقصد کو سامنے رکھ کر روزہ رکھنا ہے کہ تمہارے دل میں خدا خوفی پیدا ہو اور حسنِ کردار پیدا ہو، یعنی جس قدر احکام الٰہیہ ہیں ان کی پابندی کے لئے سعی کی جائے۔ اور جس بات سے رُک جانے کا حکم دیا گیا ہے اس سے رُک جائیں۔

کائنات کی سب اشیاء انسانی جسم کی پرورش کے لئے

یہ روحانی تعلیم دینے سے پہلے اللہ تعالےٰ نے جسمانی تربیت کے بارے میں فرمایا ہے کہ زمین و آسمان کے اندر جس قدر چیزیں ہیں ان سب کو ہم نے تمہاری خاطر پیدا کیا ہے۔ اس زمین پر نباتات ہے، جمادات ہیں، اور حیوانات ہیں۔ یہ سب انسانوں کے لئے ہیں۔ دریا ہیں جو آپ کے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں۔ سمندر ہیں جن کے ذریعہ تمہاری تجارت چلتی ہے۔ سمندر کی مچھلیاں اور دوسری مخلوقات سب تمہارے لئے ہیں اس احسان و کرم کو اور فضلِ الٰہی کو قرآن کریم میں بار بار دوہرایا گیا ہے تاکہ انسان کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو جائے کہ زمین آسمان کی سب نعماء یہ سب انسان کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ کائنات کی سب چیزیں انسانی جسم کی پرورش کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔

رُوح کی تربیت کے سامان

لیکن فرمایا کہ میں صرف تمہارے جسم ہی کا ربّ نہیں ہوں بلکہ میں نے رُوح کی نشو ونما اور تربیت کے سامان بھی مہیا کئے ہیں۔ اسی رُوح ہی کی وجہ سے تم حیوانات سے متمیز ہو، اس کی تہذیب و تربیت کا بھی سامان ہم نے مہیا کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ تم نے نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا ہے، یہ باتیں تمہاری رُوح کی پاکیزگی اور قربِ الٰہی کا ذریعہ ہیں تاکہ تم باخدا ہو جاؤ اور خدا خوفی اختیار کرو۔

روزہ کا ایک مقصد مخلوقِ خدا سے شفقت اور ہمدردی کرنا ہے

روزہ رکھنے کا بہت بڑا فائدہ ہے اس سے قوتِ برداشت بڑھتی ہے اور مقابلہ کی طاقت پیدا ہوتی ہے علماء اور بزرگ جو اُمت میں ہوئے ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ روزہ سے دل اور دماغ روشن ہوتے ہیں، یہ ان کا تجربہ ہے۔ روزوں کے ایام میں یہاں قرآن کریم پڑھا جاتا ہے تراویح اور نوافل ادا ہوتے ہیں، وہاں مخلوقِ خدا کے ساتھ ہمدردی کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے تاکہ ہم لوگوں کی مشکلات کو دُور کرنے کی فکر کریں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا ہے کہ آپ بہت بڑے سخی تھے، لیکن رمضان کے مہینہ میں آپ کی سخاوت اور بھی بڑھ جایا کرتی تھی۔ روزہ کے جہاں یہ معنی ہیں کہ کھانے پینے کی چیزوں سے اپنے آپ کو الگ رکھا جائے وہاں یہ بھی مقصد ہے کہ ان لوگوں کو کھانا پینا اور کپڑا وغیرہ دیا جائے جو اس کے محتاج ہیں جن کو ان چیزوں کی ضرورت ہے، خدا تعالےٰ کو اپنی مخلوق سب سے پیاری ہے اور جو شخص خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے وہ بھی خدا تعالےٰ کی مخلوق کے ساتھ پیار کرتا ہے۔ فرمایا المخلوق عیال اللہ۔ تمام مخلوق خدا تعالےٰ کا عیال ہے اس کا کنبہ ہے ان احبھم الی اللہ انفعھم لعیالہ۔ جو شخص خدا تعالےٰ کے کنبہ کے لئے نفع رساں ہے خدا کو سب سے زیادہ پیارا ہے۔ معلوم ہوا کہ جہاں روزہ دل و دماغ اور روح کو روشن کرتا ہے وہاں مخلوقِ خدا سے شفقت و ہمدردی کا سبق بھی دیتا ہے۔ دینِ اسلام اسی کا نام ہے کہ خدا کی عبادت کی جائے اور خدا کی مخلوق سے ہمدردی کی جائے۔

جانوروں سے ہمدردانہ سلوک

مخلوقِ خدا کے اندر جانور بھی شامل ہیں، سواری کے جانوروں کی طرف توجہ دینا چاہیئے۔ دودھ پلانے والے جانور کا خیال رکھنا چاہیئے حتیٰ کہ کُتے اور بلّی کی طرف بھی توجہ دینا چاہیئے۔ ایک عورت نے دیکھا کہ ایک کُتا پیاسا ہے اور گیلی مٹی چاٹ رہا ہے اس نے اپنی اوڑھنی کے ساتھ موزہ باندھ کر کنوئیں سے پانی نکالا اور اس کُتے کو پلایا۔ حضور نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ اس عورت نے جنت پا لی۔ تو کُتا اور بلّی بھی خدا کی مخلوق ہے۔ اس سے ہمدردی کا برتاؤ کرنا بھی رضائے الٰہی کا موجب ہے۔ قرآن کریم ایک ہی کتاب ہے جو جانوروں سے بھی رحم کرنے کی تلقین کرتی ہے۔

زبان کان اور آنکھ کا روزہ

انسانوں کے لئے رحم اور ہمدردی کس قدر ضروری ہے، جو انسان خدا کی مخلوق کو دُکھ دیتا ہے وہ خدا کا پیار حاصل نہیں کر سکتا۔ جو شخص اپنی زبان، اپنی قلم اور اپنی تقریر کی چالاکی سے کسی دوسرے کو دُکھ پہنچاتا ہے وہ خدا کا محبوب نہیں ہو سکتا جو شخص ایک جگہ سے ایک

بات سن کر دوسری جگہ جا سناتا ہے اور لگائی بجھائی کرتا رہتا ہے اور دوسروں کے خلاف زہر اگلتا رہتا ہے ایسا شخص خدا تعالےٰ کو ناراض کر رہا ہے۔ لوگوں کے دلوں میں زہر ڈال رہا ہے۔

یہ بڑی بدبختی ہے کہ خدا تعالےٰ نے تو انسان کو زبان اس لئے دی کہ سچ بولے لیکن وہ اس سے جھوٹ بولنے کا کام لیتا ہے اور غیبت کر کے ایک دوسرے کے دل و دماغ میں زہر افشانی کرتا رہتا ہے۔ روزہ زبان کو حکم الٰہی کے ماتحت چلانے کا حکم دیتا ہے۔ لہذا کسی آدمی کے ساتھ کچھ اختلاف ہو اس کے متعلق باتیں کرنے سے بچ جانا چاہیئے۔ اپنے عیب چھپانے کے لئے دوسروں میں کیڑے نکالنا اچھا کام نہیں ہے کسی بڑے آدمی کا قرب حاصل کرنے کے لئے اس کے سامنے اس کے مخالفوں کی باتیں چبا چبا کر کرنا اچھا نہیں۔ زبان کس کس نیکی کے کھیت کو کاٹ رہی ہے اس کا اندازہ لگانا بڑا مشکل ہے کہیں تو یہ دلوں میں نفرت بھر رہی ہے کہیں حقارت پھیلا رہی ہے، کہیں دوستی کو دشمنی میں بدل رہی ہے زبان کیا کیا کچھ کاٹ نہیں رہی اس لئے روزہ کا مقصد یہی ہے کہ زبان پر قابو رکھا جائے بڑی کوشش کرو کہ زبان قابو میں رہے جس زبان سے الحمدللہ اور اللھم صلی علی محمد کا ورد ہوتا ہے اس کو جھوٹ، مکر فریب اور غیبت اور چغل خوری سے ملوث نہ کرو اور تمام ان چالاکیوں کو ختم کرو جن سے دشمنی کا بیج نشوونما پاتا ہے۔ زبان پر قابو پانا بھی روزہ کا مقصد ہے۔ آج کل آنکھ کے میدان میں بہت بے حیائی پائی جاتی ہے آنکھ کے ذریعہ قلب میں زہر جاتا ہے اس لئے آنکھ پر قابو رکھو آجکل عریانی بڑھ رہی ہے اور انسان کے لئے ابتلاء پیدا ہو رہا ہے اسی طرح سے کان کا بھی روزہ ہے اگر کوئی شخص غیبت کرے تو آپ ایسے شخص کو کہہ دیں کہ آپ خاموش رہیں ہم غیبت کو پسند نہیں کرتے۔

قرآن کریم میں لکھا ہے کہ مومن کی ایک شان یہ ہے کہ وہ اپنے فروج کی حفاظت کرتا ہے۔ زبان، آنکھ، کان یہ نالیاں ہیں جو دل تک پہنچتی ہیں۔ اگر ان نالیوں سے معطر اور خوشبودار پانی دل کو پہنچ رہا ہے تو دل اچھی طرح پرورش پا رہا ہے اور اگر ان نالیوں کے ذریعہ سے گندا اور زہریلا پانی جا رہا ہے تو یہ نالیاں انسان سے دشمنی کر رہی ہیں ان نالیوں کی حفاظت کرو۔ یہ بھی روزہ ہے۔

تاجروں اور کارخانہ داروں کی چالاکیاں

آج کل دوکاندار، تاجر اور کارخانوں والے روتے ہیں کہ جب موقعہ آتا ہے تو انسپکٹر سے روپیہ مانگتے ہیں پھر یہ دوکاندار، تاجر اور کارخانہ والے افسروں کی جیب بھرنے کے بعد کاروبار میں نا انصافی، بد عہدی کرتے ہیں، چوری ملاوٹ اسی وجہ سے ہے کس قدر خطرناک یہ روگ ہے ٹھیکیدار روتا ہے کہ ہم کیا کریں کیا کھائیں افسر روپیہ مانگتا ہے۔ پھر ٹھیکیدار خود اپنے تعمیر کے کام میں ہر طرح کی چالاکی سے کام لیتا ہے۔ م۔م

………

اخبار احمدیہ

رمضان المبارک کی برکات

—— لاہور میں ۲۲ نومبر سے رمضان المبارک شروع ہوا، مسجد احمدیہ بلڈنگس میں ہر روز نماز عشاء کے بعد حافظ بوستان خان صاحب آٹھ رکعت نماز تراویح میں ایک پارہ قرآن کریم روزانہ سناتے ہیں، حضرت امیر ایدہ اللہ بھی اس میں شمولیت فرماتے اور نماز صبح کے بعد قرآن کریم کا درس بھی دیتے ہیں۔

انتقال پُر ملال

—— کراچی سے محمد یار صاحب لکھتے ہیں کہ جماعت کے ایک مخلص ممبر سید مصطفےٰ حسین شاہ صاحب ۱۳ نومبر کو بوقت سات بجے شام رحلت فرما کر عالم جاودانی ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہ لکھتے ہیں کہ

مرحوم عرصہ دراز سے عارضہ جگر میں مبتلا تھے، ان کی وفات سے پہلے چند دوست ان کی عیادت کے لئے گئے، تو انہوں نے خواہش ظاہر کی، کہ میری وفات کے بعد احباب جماعت نماز جنازہ میں شریک ہوں۔ چنانچہ وفات کی اطلاع ملنے پر احباب نماز جنازہ میں شریک ہوئے، دعا ہے اللہ تعالےٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ تمام جماعتہائے احمدیہ سے درخواست ہے کہ جنازہ غائبانہ پڑھ کر مرحوم کی روح کو ثواب پہنچائیں۔

ایک خدا رسیدہ خاتون کی وفات

—— ستھانہ (ضلع ہزارہ) سے بادشاہ صاحب (سید عبدالجبار شاہ صاحب مرحوم) کے فرزند گرامی سید اکبر حسین شاہ صاحب نے اطلاع دی ہے کہ ان کی پھوپھی صاحبہ (بادشاہ صاحب مرحوم کی ہمشیرہ محترمہ) وفات پا گئی ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ خدا رسیدہ اور ملہم خاتون تھیں اور انہی کی ہدایت اور الہام کی بناء پر بادشاہ صاحب مرحوم حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں داخل ہوئے تھے، دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں اپنے سایۂ عاطفت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ احباب سے جنازۂ غائبانہ کی درخواست ہے۔

ابتلاء اور درخواستِ دعا

—— پشاور سے محمد الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں: —

"اخویم صوبیدار میجر عبدالکریم خانصاحب پچھلے دو سال سے سخت ابتلا میں سے گذر رہے ہیں۔ پہلے ان کے والد صاحب فوت ہو گئے۔ بعدہ ایک ماہ کے اندر دو بھائی اور ایک پھوپھی زاد بھائی وفات پا گئے۔ اب تقریباً ایک ماہ سے زائد عرصہ گذرا ہے کہ وہ ایک قتل کے مقدمہ میں گرفتار ہو کر جوڈیشنل حوالات میں بند ہیں۔ ان کی حالت نہایت ہی قابل رحم ہے۔ احباب سے درخواست ہے دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ہمارے اس بھائی کو اس عظیم ابتلاء سے نجات بخشے۔

تقرری ملازمت پر شکرانہ

—— خان پور ضلع رحیم یار خان سے عبدالعزیز صاحب گارڈ لکھتے ہیں: —

اپنے چھوٹے صاحبزادے عزیزم محمود احمد بی اے ایل ایل بی کی ترقی اور تقرری بطور اسسٹنٹ نیوز ایڈیٹر ریڈیو پاکستان لاہور پر اظہار تشکر و امتنان کے طور پر مبلغ ۵ روپے بمد اشاعت اسلام فارن مشنز چندہ ماہوار کے ساتھ انجمن کے خزانے میں بھیج رہا ہوں حضرت امیر ایدہ اللہ اور تمام احباب جماعت سے عزیز موصوف کی صحت، گھریلو خوشحال زندگی اور دینی و دنیاوی ترقیات غیر متناہی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

روزہ رکھنا رسم نہیں اس سے کردار پیدا ہونا چاہیئے

اگر پاکستان کی قوم چاہتی ہے کہ بربادی سے بچ جائے تو اس کے لئے لازم ہے کہ اپنے اندر کردار پیدا کریں روزہ کردار پیدا کرتا ہے۔ روزہ رسم کے طور پر نہ رکھا جائے بلکہ اس کے پیش نظر جو بلند مقصد ہے اس کی طرف توجہ دینا چاہیئے۔

روزہ اور نماز اور زکوٰۃ سے قوتِ اجتماعیہ پیدا ہوتی ہے

ان دنوں میں صدقات دینا بھی قرب الٰہی کا موجب ہے۔ خدا کو یاد کرنا اور خدا کی مخلوق سے شفقت، ہمدردی کرنا خدا کو بہت پسند ہے۔

*

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو تنگدستی سے بچانے کے لئے زکوٰۃ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا تؤخذ من امرائهم وترد الى فقرائهم کہ امراء سے مال لے کر قوم کے غریب بھائیوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ آپ قوم کے اندر قوتِ اجتماعیہ پیدا کرنا چاہتے ہیں اور ایک کو دوسرے کا بازو بنانا چاہتے ہیں۔ نماز روزہ اور زکوٰۃ سے قوتِ اجتماعیہ ترقی کرتی ہے نماز باجماعت قوتِ اجتماعیہ کو ترقی دیتی ہے۔ اکیلے نماز پڑھنے سے سستی طاری ہو جاتی ہے۔ اس سے وقت بے وقت نماز پڑھی جاتی ہے۔ پھر کمزوری آ جاتی ہے اور نماز چھوٹ جاتی ہے۔ اس طرح روزہ سے قلب کی صفائی ہوتی ہے اور خدا تعالےٰ کی مخلوق سے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ احکام الٰہی جو قرآن کریم میں درج ہیں انسان کو باخدا بناتے ہیں اور خدا کی مخلوق کی بھلائی کا موجب ہیں۔

حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب

حضرت مسیح موعودؑ کی ایک ڈائری پر تنقید کے بعض پہلوؤں کا جواب

(۴)

سائل صاحب کی تحریر اور اس میں دو دعوے

معزز سائل صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی ایک ڈائری پر تنقید کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ:۔

"صاحب نبوت صادقہ کے لئے اعلان ضروری ہے کہ اس پر ایمان لانا واجب اور انکار کفر ہے اگر وہ اپنے خادموں کا نام اپنی طرف منسوب فرما کر تجویز کر دے تو کوئی حرج نہیں مگر ایسا کسی صادق نے کبھی نہیں کیا اور غیر خواہ کتنا ہی بلند مقام پر فائز ہو جائے اس کا کوئی اعلان نہیں کہ اس پر ایمان واجب نہیں اور انکار کفر نہیں اور اپنے نام کی طرف منسوب فرما کر وہ اپنے خادموں کا نام نہیں رکھ سکتا کہ یہ تفریقا بین المومنین (توبہ) کا مصداق ہے اس لئے گذشتہ صدیوں میں کسی مجدد نے بھی اپنے نام پر کوئی جماعت نہیں بنائی امام محمد بن ادریسؒ کے خادموں نے اپنے امام کے نام پر اپنا نام محمدی یا کہ اس کے باپ کے نام پر اپنا نام ادریسی نہیں تجویز کیا کہ اس میں مساوات کا شبہ ہے اس کے اجداد میں سے شافع کی طرف نسبت کر دی اسی طرح امام احمد بن محمد بن حنبل کے خادموں نے اپنے امام کے نام پر اپنا نام محمدی نہیں ٹھہرایا کہ اس میں مساوات کا شبہ پیدا ہوتا ہے اس کے دادا کی طرف نسبت کر دی مگر مرزا صاحب نے اس کے خلاف اپنے خادموں کا نام احمدی ٹھہرایا جس پر سوال ہوا اور یہ جواب دیا جو سخت کمزور ہے۔"

دعاوی کی حقیقت

معزز سائل صاحب نے اپنی مندرجہ بالا تحریر میں دو دعوے کئے ہیں جن میں سے صرف پہلے دعوے کی شرعی سند قرآن شریف کی اس آیت سے ملتی ہے یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالته۔ (المائدہ ع ۱۰) اور رسولوں کے منکرین کے متعلق اولئك هم الكافرون حقا کے الفاظ بھی ان کے دعوے کی تصدیق کرتے ہیں۔ یہ بھی درست ہے کہ حقیقی انبیاء کے علاوہ کسی اور کی انکار منکر کو کافر نہیں بنا دیتا۔ باقی تمام دعاوی جنہیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے یا تو بے سند اور بے دلیل پیش کر دیئے گئے ہیں یا غلط اور پیش کر دیئے گئے ہیں مثلاً یہ دعوے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے ماننے والوں کا نام احمدی اپنے نام پر رکھا بالکل بے بنیاد دعوے ہے جس کی وضاحت گذشتہ اقساط میں مفصل کی جا چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

انبیاء کے ناموں پر قوموں کے نام رکھنے کا جواز

انبیاء پر ایمان لانے والی قوموں کے نام انبیاء کے ناموں کی طرف منسوب کرنا کیا شرعاً ممنوع ہے قرآن شریف کے مطالعہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا صرف ممنوع ہی نہیں بلکہ بعض حکمتوں کے ماتحت ضروری تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس طریق کو بار بار استعمال کر کے نہ صرف اس کے جواز پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے بلکہ اس کی افادیت کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔

نسبت کا صرف ایک ہی طریق نہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ کسی نام کی طرف کسی کو منسوب کرنے کا صرف ایک ہی طریق یعنی یائے نسبتی کا ساتھ لگا دینا ہی نہیں بلکہ اس کے اظہار کے لئے اور بھی طریق ہیں جنہیں قرآن کریم نے اختیار کیا ہے مثلاً انبیاء علیہم السلام کی قوموں کو ان کی طرف منسوب کرنے کے لئے "بنو" اور "آل" کے الفاظ قرآن کریم میں اختیار کئے گئے ہیں حضرت اسرائیل کی قوم کو ان کی طرف منسوب کرنے کے لئے "بنو" کا لفظ بار بار اختیار کیا گیا ہے قرآن کریم میں جا بجا "بنی اسرائیل" کے خطاب سے ان کو پکارا گیا ہے حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی رسولا الی بنی اسرائیل کہہ کر ہی پکارا ہے کہیں یہ کہکر "واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل" اس قوم کو بنی اسرائیل کے نام سے ہی نامزد کیا گیا ہے کہیں دوسروں کو الفاظ "سل بنی اسرائیل" کے ذریعہ اس قوم سے بعض امور دریافت کرنے کی ہدایت کی گئی ہے کہیں الم تر الی الملاء من بنی اسرائیل من بعد موسٰی فرما کر حضرت موسےٰ کے بعد بھی اس قوم کو بنی اسرائیل کا ہی نام دیا ہے۔ یہاں تک کہ قرآن شریف کی ایک سورت کا نام بھی اسی قوم کے نام پر بنی اسرائیل رکھ دیا۔ پھر اسی سورت کے آخر میں اسی قوم کے متعلق الفاظ وقلنا من بعده لبنی اسرائیل اسکنوا الارض فاذا جاء وعد الاخرة جئنا بکم لفیفا میں ان کی عارضی کامیابی کی پیشگوئی بھی کر دی ہے جو ان کو اب عروج پر حال ہی میں حاصل ہوئی ہے۔ پھر اسی سورۃ کے شروع میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کی کتاب کو هدی لبنی اسرائیل ہی قرار دیا ہے

پس مندرجہ بالا تمام آیات "بنو" کے لفظ سے قوموں کو ان کے اپنے انبیاء کی طرف منسوب کرنے کی واضح مثالیں ہیں۔

آل کے لفظ کی مثالیں

حضرت موسےٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی طرف ان کی قوموں کو منسوب کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آل کا لفظ اختیار کیا ہے جیسا کہ فرمایا مما ترك آل موسٰی وآل هارون اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کی قوم کو ان کی طرف آل کے لفظ کے ذریعہ ہی منسوب کیا ہے چنانچہ فرمایا فقد اتینا آل ابراهیم الکتاب والحکمة واتیناهم ملکا عظیما فمنهم من آمن ومنهم من صد عنه (النساء ع ۸) اب دیکھ لیجئے کہ ان کی قوم میں سے جنہوں نے ایمان کو ترک کر دیا ان کو بھی آل کے لفظ سے ہی حضرت ابراہیمؑ کی طرف منسوب کیا گیا ہے گویا اس آیت میں ایماندار وں اور غیر ایمان داروں دونوں کو ہی ان کی طرف منسوب کر دیا ہے کیونکہ یہ دونوں ہی حضرت ابراہیمؑ سے کم از کم اپنا ظاہری تعلق تو ظاہر کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے ماننے والوں کو آل داؤد سے یاد کیا گیا ہے اسی طرح حضرت لوطؑ کے متبعین کو بھی آل لوط کے نام سے پکارا گیا ہے انبیاء علیہم السلام تو الگ رہے حضرت مسیح نے جس قریہ میں پرورش پائی اس قریہ کی طرف ان کی قوم کو نسبت دے کر اس واسطے سے حضرت مسیح کی طرف انکو منسوب کیا گیا ہے اس نسبت سے ان کی قوم کو نصاریٰ قرآن کریم میں کہا گیا ہے۔

پس سائل صاحب کا یہ دعوے کہ انبیاء علیہم السلام کی قوموں کو ان کے نام کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا۔ قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیتوں کی موجودگی میں کہاں تک معقولیت اپنے اندر رکھتا ہے وہ خود ہی فیصلہ کر لیں اس طریق کی افادیت یہ ہے کہ اس سے قوموں میں اپنے اپنے انبیاء علیہم السلام کی طرف اپنے آپ کو منسوب ہوتے ہوئے دیکھ کر ان کے نمونہ پر چلنے کی طرف رغبت پیدا ہو سکتی ہے جب وہ اپنے اعمال میں برائی دیکھتے ہیں تو ان کو محسوس ہوتا ہے کہ ہم کس کی اولاد ہیں اور کس کے نام لیوا ہیں کیا لوگ ہم کو یہ کہکر کہ تم منسوب تو ایسے پاک لوگوں کی طرف ہوتے ہیں اور کرتوتیں تمہاری یہ ہیں طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنائیں گے بہرحال ان کو نیکی کی طرف لانے اور ان پر قائم رکھنے کے لئے یہ طریق نہایت ہی مؤثر محرک بن سکتا ہے۔

بنی اسرائیل آج تک اسرائیلی نام سے پکارے جاتے ہیں اور حضرت مسیح کے ماننے والے آج تک بھی نصاریٰ کے نام سے ہی یاد کئے جاتے ہیں گو انہیں مسیحی اور عیسائی بھی کہا جاتا ہے لیکن چونکہ ان ناموں کا ذکر

قرآن شریعت میں نہیں اس لئے ان کو بطور سند پیش نہیں کیا جاتا۔

سائل صاحب نے اپنی اس تحریر میں جو حضرت مسیح موعود پر تفریقاً بین المؤمنین کا الزام لگایا ہے[1] اس کے خلاف واقع ہونے پر انشاء اللہ آئندہ قسط میں روشنی ڈالی جائیگی۔

ایک علمی غلطی کی اصلاح

ہمارے معزز سائل صاحب نے امام محمد بن ادریس جو امام شافعی کے نام سے مشہور ہیں ان کے متبعین کے متعلق لکھا ہے کہ ان کو نہ تو محمدؐ کی طرف منسوب کر کے محمدی کہا گیا ہے اور نہ ادریس کی طرف منسوب کر کے ادریسی کہا گیا ہے بلکہ اس کے اجداد میں سے شافع کی طرف ان کی نسبت کر دی گئی۔

سائل صاحب اگر برا نہ منائیں تو میں کہوں گا کہ شافع کی طرف جو انہوں نے امام صاحب کے متبعین کی نسبت کا ذکر کیا ہے وہ درست نہیں۔ اس بارے میں سائل صاحب کو سخت علمی غلطی لگی ہے حقیقت یہ ہے کہ امام محمد بن ادریس کو جو شافعی کہا جاتا ہے ان کی نسبت ان کے اجداد میں سے شافع کی طرف ہونے کی وجہ سے ہی کہا جاتا ہے۔ پس شافع کی طرف نسبت تو خود امام صاحب کی ہے نہ کہ ان کے متبعین کو منسوب شافع کی طرف کیا گیا ہے۔

سائل صاحب غالباً اس حقیقت سے ناواقف نہیں ہوں گے کہ امام صاحب کے اصل نام یعنی محمد بن ادریس کو تو صرف چند علماء ہی جانتے ہیں باقی لوگ تو امام صاحب کے اصل نام سے واقف تک بھی نہیں وہ تو امام صاحب کو امام شافعی کے نام سے ہی پکارتے ہیں کیونکہ آپ اسی نام سے ہی مشہور ہیں اب ظاہر ہے کہ شافعی ان کو اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے اجداد میں شافع نامی ایک بزرگ گذرے ہیں ان کی طرف منسوب کرنے کے لئے شافع کے ساتھ یاء نسبتی لگا دی گئی جس کی وجہ سے ان کو شافعی کہا جاتا ہے۔ باقی ان کے متبعین کو تو امام شافعی کی طرف ہی منسوب کیا گیا ہے لیکن عربی زبان کے قواعد کے لحاظ سے شافعی کے ساتھ جو یاء نسبت کی ہے وہ حذف کر دی گئی ہے کیونکہ تین یا تین سے زیادہ حروف کے بعد آنے والی یاء مشددہ یعنی نسبت والی یاء حذف ہو جاتی ہے اور دوسری نسبتی یاء مشددہ نسبت کی غرض سے لگا دی جاتی ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ منسوب اور منسوب الیہ ایک ہی شکل اختیار کر لیتے ہیں عربی زبان کے اس قاعدہ سے غالباً سائل صاحب ناواقف معلوم ہوتے ہیں انہوں نے امام صاحب اور ان کے متبعینؒ کو جب شافعی کہلاتے دیکھا تو انہوں نے اس قاعدہ سے ناواقفیت کی وجہ سے یہ سمجھ لیا کہ امام صاحب کو امام ماننے والے لوگ جو شافعی کہلاتے ہیں وہ شافع کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے کہلاتے ہیں حالانکہ وہ خود امام شافعی کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے ہی شافعی کہلاتے ہیں کیونکہ قاعدہ مندرجہ بالا کی رو سے منسوب اور منسوب الیہ ایک ہی شکل اختیار کر لیتے ہیں امام صاحب بھی شافعی کہلائیں گے اور ان کے ماننے والے بھی شافعی کہلائیں گے۔ کیونکہ نئی یاء نسبت کی لگا کر ان کے متبعین کو بھی شافعی ہی کہا جائے گا چنانچہ لغت کی کتب میں اس کی تصریح موجود ہے ان میں لکھا ہے۔

"بنو شافع فریق من بنی المطلب بن عبد مناف منہم الامام الشافعیؒ الفقیہ المشہور"

پھر لکھا ہے:۔

الشافعیؒ ھو امام احدی الفرق الاربع الاسلامیۃ العظیمۃ والشافعیۃ نسبۃً الی الامام الشافعیّ المذکور والنسبۃ الی الشافعیّ شافعیٌّ ایضاً بحذف یائہ وجعل یاء النسبۃ الحادثۃ مکانہا۔

یعنی بنی المطلب بن عبد مناف میں ایک فریق بنو شافع کہلاتا تھا اور امام شافعی جو مشہور فقیہ ہیں اسی فریق میں سے ہیں یعنی شافع کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے شافعی کہلاتے ہیں (سائل صاحب دیکھ لیں کہ کسی شخص کی طرف قوم کو منسوب کرنے کے لئے عربی زبان میں "بنو" کا لفظ بھی مستعمل ہوتا ہے ضروری نہیں کہ یاء نسبت ہی اس غرض کے لئے استعمال کی جائے) اس کے بعد اہل لغت نے لکھا ہے کہ اس امام کے متبعین کو جو شافعی کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی یاء کو حذف کر کے نئی یاء لگا دی گئی ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ سائل صاحب اپنے اس کہنے میں کہ امام صاحب کے متبعین کو شافع کی طرف منسوب کیا گیا ہے علمی غلطی کا شکار ہوئے ہیں حقیقت یہی ہے کہ امام صاحب کے متبعین امام صاحب کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے ہی شافعی کہلاتے ہیں کیونکہ منسوب اور منسوب الیہ نے ایک ہی شکل اختیار کر لی ہوئی ہے۔

محمد اور ادریس کی طرف نسبت نہ دینے کی حقیقی وجہ

سائل صاحب لکھتے ہیں کہ امام صاحب کی خادموں نے محمد کی طرف نسبت کر کے محمدی نام نہیں رکھا کیونکہ "اس میں مساوات کا شبہ ہو سکتا تھا"، واضح ہو کہ اس کی وجہ وہ نہیں جو سائل صاحب نے تجویز کی ہے بلکہ اس کی حقیقی وجہ یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے ہر مسلمان محمدی کہلاتا ہے جیسا کہ سر سید احمد خاں صاحب نے اس کو وضاحت سے لکھا ہے کہ مسلمانوں کو محمدی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرنے کی وجہ سے کہا جاتا ہے انہوں نے مسلمان اور محمدی الگ الگ نام سے پکارے جانے کی وجہ بھی بیان کر دی ہے

سر سید صاحب کا نظریہ مسلمان اور محمدی کہلانے کے متعلق

وہ لکھتے ہیں:۔

"اس (یعنی اللہ کے) استحقاق عبادت پر یقین یہ ہے کہ کوئی شے سوا خدا کے مستحق عبادت نہیں یعنی عبادت کے لائق نہیں۔ جو شخص کہ اس طرح سے خدا پر یقین رکھتا ہے وہ مسلمان ہے۔ میں نہیں کہتا بلکہ خدا نے یوں ہی کہا ہے ہاں ایسے شخص کی نسبت جو صرف خدائے واحد کو مانتا ہے میں یہ ضرور کہوں گا کہ وہ محمدی نہیں۔ قرآن کی اصطلاح تو یہی ہے جو میں نے بیان کی مگر ہمارے زمانہ میں محمدی اور مسلمان کے الفاظ ایک ہی معنی میں لئے جاتے ہیں اور مترادف سمجھے جاتے ہیں اس لئے مجھ کو کسی قدر تفصیل کے بیان کرنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ محمدی ہونے کے لئے ضرور ہے کہ ہم اس شخص پر بھی یقین کریں جس نے ہم کو توحید کی نعمت دی اور جس نے ہم کو توحید کی تعلیم کی۔ جس کی وجہ سے ہم نے خدا کو جانا اور اس کی صفات کو پہچانا یقین کریں خود عقل ہی ہم کو ہدایت کرتی ہے کہ جس سے ہم کو ہدایت ہوئی کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم اس کے ہادی ہونے پر یقین نہ کریں اسلام جس کو میں نے ایسے استحکام سے سچا بتایا اس کی ہدایت حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے کی ہے۔ پس اس کی تصدیق بالضرور دوسرا رکن اسلام کا ہے جو پہلے رکن سے منفک ہی نہیں ہو سکتا۔ اس تمام تقریر کا نتیجہ یہ ہے کہ جو شخص خدا کو مانتا ہے اور وحدہٗ لاشریک جانتا ہے اور اس پر یقین رکھتا ہے اور کسی نبی کی تصدیق نہیں کرتا اور آنحضرت صلعم کی بھی تصدیق نہیں کرتا اس کی نسبت یہ کہنا کہ محمدی نہیں یا مرادف معنی لے کر یہ کہنا کہ وہ مسلمان نہیں ہے بالکل صحیح ہے۔"

(مجموعہ لیکچرز و سپیچز سر سید احمد خاں صـ۲۸۹)

پھر صفحہ ۲۹۱ پر لکھتے ہیں:۔

"محمدی ہونے کے لئے یا مرادف معنی کے لحاظ سے اسلام کے دائرہ میں داخل ہونے کے واسطے توحید کے ساتھ رسالت یعنی نبوت کی تصدیق بھی واجب ہے"

سید صاحب کا حوالہ اس لئے پیش کیا گیا ہے کہ سائل صاحب کا تعلق ان کی تحریر سے ان کے ساتھ نظر آتا ہے۔ ان محمدی کہلانے والوں میں چونکہ بدعتی وغیرہ بھی تھے انہی بدعتیوں وغیرہ سے اپنے آپ کو الگ کرنے کی غرض سے ہی تو امام صاحب کے نام پر ان کے متبعین کو نامزد کیا گیا تا ایک طرف اس زمانہ کے بدعتی وغیرہ مسلمانوں سے یہ گروہ ممتاز ہو جائے اور دوسری طرف لتعارفوا کے اصول کے ماتحت دوسرے آئمہ کے متبعین سے بھی متعارف رہیں۔ اس لئے آئمہ اربعہ کے خادموں نے اپنے لئے الگ الگ نام تجویز کئے امام ابو حنیفہ کے خادموں نے حنفی اور امام شافعی کے خادموں نے شافعی امام مالک کے خادموں نے مالکی اور امام حنبل کے خادموں نے حنبلی نام تجویز کئے بہرحال ہر ایک نے اپنے اپنے امام کی طرف ہی منسوب کر کے ان کے متبعین کے نام رکھے

---

[1] اس الزام کی تردید کافی روشن دلائل سے گذشتہ قسط میں کی جا چکی ہے باقی رہی وہ وجہ جس کی بنا پر یہ الزام لگایا جاتا ہے۔

ادریس کی طرف منسوب کر کے ادریسی نام نہ رکھنے کی یہ وجہ تھی (۱) امام شافعی کے متبعین نہ تو ان کے والد ادریس کے متبع تھے اور نہ ادریس ہی کے متبع تھے کہ ان کا نام ادریسی رکھا جاتا۔

حنبلی نام کیوں رکھا گیا

امام احمد بن حنبل کے خادموں نے جو ان کے متبعین کا نام حنبلی تجویز کیا تو اس کی وجہ یہی تھی کہ امام صاحب موصوف کو ان کے دادا کی طرف ہی نسبت دے کر احمد بن حنبل کہا جاتا تھا۔ اس لئے حنبل کا لفظ ان کے نام کا جزو تھا اس لئے ان کے خادموں نے ان کے متبعین کو خود امام صاحب کے نام کی مشہور جزو کی طرف ہی منسوب کر دیا۔ دادا کی طرف منسوب کرنا مقصود نہیں تھا۔ غالباً سائل صاحب اس سے بھی ناواقف نہ ہوں گے کہ امام صاحب کو عام طور پر احمد بن حنبل ہی لکھا جاتا ہے۔ ان کے والد محمد کا نام بالعموم درمیان سے حذف کر دیا جاتا ہے چنانچہ خود سائل صاحب نے بھی اپنی تحریر میں پہلے احمد بن حنبل ہی لکھا لیکن بعد میں حنبل کو کاٹ کر محمد بن حنبل لکھا گو خاص خاص علماء تو احمد بن محمد بن حنبل ہی اپنی کتابوں میں لکھتے رہے اور ان کو بوجہ عالم ہونے کے ایسا ہی کرنا چاہیئے تھا لیکن عوام اتنا لمبا نام لینے کی بجائے خالی امام حنبل ہی کہتے رہے کیونکہ یہی لفظ ان کے نام کا غیر منفک اور مشہور جزو تھا چنانچہ اس بات کا ثبوت کہ امام صاحب خالی حنبل کے نام سے بھی پکارے جاتے تھے خود سرسید احمد خاں صاحب کے ایک مکتوب سے ہی پیش کیا جاتا ہے جن کے ساتھ سائل صاحب کا جیسا کہ ان کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے خاص تعلق ہے سید صاحب یہ لکھتے ہوئے کہ محدثین نے درایت کی طرف کم توجہ دی ہے فرماتے ہیں "اگر ہم درایت کے بغیر حدیثوں کو مان لیں تو ہم بجائے ابو حنیفہ اور مالک اور شافعی اور حنبل رحمہم اللہ کے امام بخاری اور امام مسلم کی تقلید کرتے ہیں" دیکھ لیں کس صفائی سے امام صاحب کو خالی حنبل کے نام سے ذکر کیا ہے اور یہ سا...

پس اس سے ثابت ہے کہ حنبلی نام امام صاحب کے دادا حنبل کے نام پر نہیں رکھا گیا بلکہ امام صاحب کے اپنے مشہور نام حنبل پر ہی رکھا گیا ہے پس ہر امام کے خادموں نے جیسا کہ میں اوپر ذکر کر آیا ہوں اپنے اپنے امام کے متبعین کو ان کے امام کی طرف ہی منسوب کیا ہے نہ کہ کسی اور کی طرف ان کو منسوب کیا جیسا کہ سائل صاحب نے خیال کیا ہے بلکہ جیسا کہ اوپر کے بیان سے واضح ہے کہ خود امام صاحب کے زمانہ میں اور اس کے بعد بھی عام طور پر لوگ امام صاحب کو احمد بن حنبل کی بجائے امام حنبل کے نام سے ہی یاد کرتے تھے اور اس استعمال کو مدنظر رکھتے ہوئے امام صاحب کے خادموں نے ان کے متبعین کو ان کے نام کی طرف منسوب کرتے ہوئے انہیں حنبلی کہنا شروع کر دیا ورنہ ان کے دادا حنبل کی طرف منسوب کرنا تو بالکل بے معنی بات ہے کیونکہ امام صاحب کو امام تسلیم کرنے والے ان کے دادا حنبل کے تو پیرو نہ تھے کہ ان کو حنبلی کا نام دیا جاتا۔ حنبلی امام صاحب کے نام حنبل کی وجہ سے ہی حنبلی کہلاتے ہیں نہ کہ ان کے دادا کی وجہ سے۔

مجددین اُمت پر ایمان کی حقیقت

یہ درست ہے کہ مجددین امت کے انکار سے کوئی مسلمان کافر نہیں بن جاتا لیکن یہ درست نہیں کہ ان کا انکار ایمان سے الگ رہنا روحانی نقصان کا بھی موجب نہیں ہوتا مجددین اپنے زمانہ کے امام ہوتے ہیں اور امام کے متعلق حضرت نبی کریم صلعم کا ارشاد ہے کہ من لم یعرف امام زمانہ مات میتۃ الجاھلیۃ مجددین کا سلسلہ امت میں جو جاری رکھا گیا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ کافی وقت گذرنے پر مسلمانوں کے عقائد میں بھی غلطیوں نے راہ پالینی ہے اور اعمال میں بھی سستی واقع ہو جائے گی وہ بصیرت بھرا ایمان نہ رہا جیسا کہ مسلمانوں میں قائم رہنا ضروری ہے جس کا ذکر اس آیت میں کیا ہے قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی۔ اور پھر آیت قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و یغفر لکم ذنوبکم میں وضاحت کی ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کا حقیقی متبع محبوب الہٰی بن جاتا ہے پس جب امت میں ایسا بصیرت بھرا ایمان اور ایسی کامل اتباع سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام جو محبوب الہٰی بنا دے یا تو بالکل مفقود ہو جاتی ہے یا کمزور پڑ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُمت میں سے ایسے آدمی کھڑا کر دیتا ہے جو کہ اعتقادی اور عملی دونوں حالتیں اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق ہوتی ہیں اور ان کو پیرائیت اور رسلائیت بخشی جاتی ہے تا وہ دوسرے لوگوں کو جہالت یعنی ان کے غلط عقائد اور غلط اعمال سے نکال کر ایک دلوں میں بھی بصیرت کا نور بھر دے اور ان کو بھی حقیقی اور کامل اتباع نبوی پر پورے طور پر آمادہ کر دے۔

مجددین کو ماننے کا فائدہ

پس ان مجددین کے ذریعہ امت میں وعدہ الہٰی نحن نزلنا الذکر... کے ماتحت ہر زمانہ میں کامل مسلمانوں کی ایک جماعت پیدا ہوتی رہتی ہے جو حکم الہٰی کونوا مع الصادقین کی تعمیل میں مجدد زمان کی صحبت سے مستفیض ہو کر دوسروں میں اس نور کو پھیلانے میں ساعی رہتی ہے جو اس نے امام زمان سے حاصل کیا ہوا ہوتا ہے۔

اسی طرح حضرت نبی کریم صلعم کے ارشاد الامام جنۃ یقاتل من ورائہ کی تعمیل میں جو لوگ مجدد زمان کا ساتھ دیتے ہیں وہ اس کے عطا کردہ علمی دلائل اور علمی ہتھیاروں سے مسلح ہو کر دشمنان اسلام کا مقابلہ کرنے میں کمربستہ ہو جاتے ہیں اسی لئے حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ مسلمانوں میں قیامت تک ایک نہ ایک طائفہ ایسا رہے گا جو حق پر قائم ہوگا۔ اور اس کی مخالفت کرنے والے اسے ضرر نہیں پہنچا سکیں گے۔

پس اس میں شک نہیں کہ کہ مجدد مومن یا... تو نہیں ہوتا لیکن مومن بہ پر کامل ایمان پیدا کرنے کا حقیقی ذریعہ ضرور ہوتا ہے اس لئے ہر وہ شخص جو اس سے تعلق پیدا کرتا ہے وہ ایک تو حکم خداوندی کونوا مع الصادقین پر عمل کرنے کے ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور دوسرے منعم علیہم بندوں کا ساتھ دینے کی وجہ سے انعامات الہٰی کا وارث بنتا ہے اور روحانی حالت کو درست کر لینے کی وجہ سے وہ مقربان الہٰی میں داخل ہو جاتا ہے اور یہ کوئی معمولی فائدہ نہیں جس کو نظر انداز کیا جا سکے اور مجددین سے الگ رہنے والے انسان ان نعمائے الہٰی سے محروم رہتے ہیں اور ان سے بڑھ کر جو ان کو دکھ پہنچاتے ہیں وہ قہر الہٰی کا نشانہ بنتے ہیں اب صرف اس بات کا بیان کرنا باقی رہ گیا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جماعت کیوں بنائی اور اس میں کیا حکمت تھی۔ انشاء اللہ آئندہ قسط میں تبلایا جائے گا کہ جماعت بنانا حضورؑ کا فرض تھا جو شریعت نے ان پر عائد کیا ہوا تھا۔

اخبار احمدیہ

(بسلسلہ صفحہ ۶)

ایک دُور افتادہ احمدی خاتون کی پریشانی۔

—— بنارس (انڈیا) محترمہ ام داؤد صاحبہ نے اپنی مصیبت کا حال پھر لکھا ہے، انکے مکان پر کوئی شخص ناجائز قبضہ جمائے ہوئے ہے، مقدمہ چل رہا ہے وہ لکھتی ہیں کہ مقدمہ آخری مراحل میں ہے مگر وہ شخص اس قدر چالاک ہے کہ ہر پیشی پر جرمانہ دے کر تاریخ بڑھوا لیتا ہے، سخت کوفت ہے وہ اپنی ذات سے سخت لوفر ہے، ہر بُری حرکت کر سکتا ہے میں بغیر مرد کے ہوں اس لئے دُعا کی اشد ضرورت ہے۔ امید ہے احباب ان کے لئے خاص طور پر دُعا فرمائیں گے۔

درخواست دُعا

—— مولوی محمد علی صاحب مبلغ ملتان کی اہلیہ محترمہ بیمار ہیں، احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے۔

جلسۂ سالانہ میں شمولیت فرمائیں

جلسہ سالانہ کا پروگرام اسی اشاعت میں دوسری جگہ درج ہے اس پروگرام میں کئی اہم مسائل پر معلومات افزاء اور ایمان افروز لیکچروں کا اعلان کیا گیا ہے، جن سے استفادہ آپ کی علمی اور روحانی ترقی کا موجب ہو سکتا ہے۔ ویسے بھی جلسہ میں شمولیت جماعتی وقار اور ملی استحکام کا باعث ہوگا۔ اسی لئے حضرت مسیح موعودؑ نے اس جلسہ کی بنیاد رکھی تاکہ سال میں ایک مرتبہ سب احباب جمع ہو کر اپنے علم اور روحانیت کو بڑھائیں اور جماعت کی ترقی و استحکام کا موجب بنیں۔ ضرورت ہے کہ ہر احمدی نہ صرف خود اس جلسہ میں شامل ہو کر فائدہ حاصل کرے بلکہ اپنی خواتین اور بچوں اور اگر ممکن ہو تو غیر از جماعت دوستوں کو بھی اپنے ساتھ لانے کی کوشش کریں۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں

میری قبولِ احمدیت کی سرگذشت

حضرت مسیح موعودؑ کی ملاقات کیلئے قادیان کا پیدل سفر

(از جناب شیخ غلام حسین صاحب قریشی مرحوم۔ محلہ ہماجی پورہ شہر سیالکوٹ)

کچھ دن ہوئے ہمارے محترم بزرگ شیخ غلام حسین صاحب سیالکوٹی وفات پا گئے انہوں نے اپنی زندگی میں اپنی قبولِ احمدیت کی سرگذشت لکھی تھی، جو قارئین کرام کے استفادہ کے لئے درج ذیل ہے۔

ہمارے خاندان میں احمدیت کا چرچا

دعوےٰ مسیح موعودؑ کے اعلان کے ساتھ ہی ہمارے خاندان میں یہ تحریک شروع ہوئی چند بزرگوں نے بیعت بھی کی۔ اور دعوےٰ کے بعد جب پہلی مرتبہ حضرت اقدسؑ شہر سیالکوٹ میں تشریف لائے۔ تو ہمارے گھروں کو بھی اپنے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے مفتخر فرمایا۔ گو وہ میرے لڑکپن کا زمانہ تھا۔ مگر چونکہ سلسلۂ تبلیغ زور کے ساتھ شروع تھا۔ اس لئے میں نہایت توجہ اور ذوق و شوق کے ساتھ یہ باتیں سنا کرتا تھا۔

حضرت مولانا عبد الکریم صاحبؓ کا درس قرآن

کچھ دنوں کے بعد حکیم حسام الدین صاحب مرحوم و مغفور کی مسجد میں حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ کا مشہور درسِ قرآن کریم شروع ہو گیا۔ جس نے متلاشیانِ حق کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ میں نے اس جذبہ سے متاثر ہو کر قرآن کریم کو توجہ کے ساتھ پڑھنا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی مذہبی کتب کا مطالعہ بالخصوص حضرت مسیح موعودؑ کی جدید کتابیں خود پڑھنی اور دوسرے لوگوں کو سنانا شروع کیں۔

وفاتِ مسیحؑ کا مسئلہ

ان ایام میں وفاتِ مسیح علیہ السلام کا مسئلہ بڑا معرکۃ الآرا تھا۔ جس نے اُمیوں کے سامنے بڑے بڑے مخالفوں کی گردنوں کو خم کر دیا۔ میرے استاد جو ایک سیدھے سادے بزرگ تھے بارہا اس مسئلہ کی حقیقت اور معقولیت کی طرف مائل ہوتے۔ کبھی دبی زبان سے اعتراف فرماتے۔ مگر جب اپنے پیشے اور تعلقات کی طرف دھیان کرتے تو انکار کر دیتے تھے۔

طوفانِ مخالفت اور احمدیت کی تبلیغ۔

غرض وہ عجیب زمانہ تھا۔ آج بھی جب اس کی یاد آتی ہے تو دل کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ قادیان سے اشتہار پر اشتہار اور کتابوں پر کتابیں نکلنی شروع ہوئیں۔ جن پر موافق اور مخالف رنگ میں خوب خوب طبع آزمائیاں ہونے لگیں۔ جن کی وجہ سے علمی صحبتیں میسر آئیں۔ یہ سلسلہ یہاں تک بڑھا کہ مسلم اور غیر مسلم سبھی زیرِ تبلیغ آ گئے۔ مختلف تقریبات کا جہاں موقع ملتا یہی قصہ سامنے آتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ جوق در جوق سلسلے میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔

مخالفین کی ناکامی

مولویوں نے مخالفت میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ اور ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا۔ بڑی سے بڑی مخالف ہستیاں میدان میں آئیں۔ اور اپنے علم اور رسوخ کا کما حقہٗ مظاہرہ کیا۔ اور اپنے لیکچروں اور وعظوں کے دوران خوب گرجے اور برسے۔ نتیجہ اس مخالفت کا یہ ہوا کہ لوگ اور زیادہ زور اور توجہ کے ساتھ اس جدید تحقیقات کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور چونکہ اس جدید گروہ کی پشت پر نصوصِ قرآنیہ و حدیثیہ اور صداقت و علم کے دلائل اور دوسرے زبردست پٹھانوں کی طرح موجود تھے۔ اس لئے سیلابِ مخالفت کی خطرناک موجیں اس کو کچھ گزند نہ پہنچا سکیں۔ بلکہ اس کھیت میں کھاد کا کام دے گئیں۔ اور دیومًا فیومًا جماعت کا قدم ترقی کی طرف بڑھتا گیا۔

بیعت اور قادیان کا پیدل سفر

میں نے اوّلاً بذریعہ کارڈ بیعت کی۔ مگر خاندان کی ایک بزرگ خاتون کی ترغیب اور ایما پر کہ پیر کی خدمت میں پیدل حاضر ہونا بڑے ثواب کی بات ہے۔ باوجود پیدل سفر کرنے کو طبیعت قطعاً خوگر نہ تھی۔ گو دیارِ محبوب کی کشش نے یہاں تک اثر کیا۔ کہ بغیر مشورہ والدین محض توکلاً علی اللہ چل کھڑا ہوا۔ موسم گرما شباب پر تھا۔ آفتاب طلوع ہونے کے ساتھ میں گھر سے نکلا۔ اور پسرور والی سڑک پر دن بھر چلتا گیا۔ راستہ میں کھانا نہیں کھایا۔

دورانِ سفر کی تکالیف اور جذبات۔

آفتاب کی تمازت اور موسم کی حدت نے جھلس دیا۔ ہرچند کہ بدن مضمحل ہو گیا تھا۔ مگر عزم اور ارادہ میں قطعاً کوئی لغزش پیدا نہ ہوئی۔ ذہن میں یہ تصور سما رہا تھا کہ یہ تکلیف اس سعادت کے مقابلے میں کیا حقیقت رکھتی ہے کہ میری آنکھیں حضرت مسیح موعودؑ کے دیدار فرحت آثار سے منور ہوں گی۔ دل حضورؑ کے پاک کلمات سن کر مسرور و محظوظ ہو گا۔ فی الواقعہ ہماری خوشی کی بھی کوئی انتہا تھی کہ ہم نے وہ امام و مجدّد پایا ہے جو اُمت کے تمام مجدّدوں میں موعود اور جس کو خود حضرت نبی کریمؐ نے اپنا سلام بھیجا ہے۔ یقیناً دل و دماغ پر یہی تصوّر کام کر رہا تھا اگر یہ حقیقت نصب العین نہ ہوتی تو میرے جیسا کمزور انسان کبھی اس آتشیں سفر کی جرأت کر سکتا۔ آخر قلعہ سوبھا سنگھ اور نارووال کے وسط تک تو گرم لوؤں اور بادِ سموم کے تھپیڑے جسم تحیف پر اپنا آتشیں اثر دکھلاتے رہے۔ مگر جب پائے استقلال میں جنبش نہ آئی، بلکہ ثبات و استقلال کا قدم پہلے سے زیادہ مضبوط ہوتا گیا، تو سورج کے غصّہ میں بھی بجائے سختی کے نرمی آتی گئی۔ یعنی شام ہونے کو آئی۔ میں اس وقت تک چالیس میل کا سفر طے کر چکا تھا۔

قصبہ نارووال میں شب بسری

نمازِ مغرب میں نے قصبہ نارووال سے باہر پڑھی۔ اس قصبہ میں میرے ایک رشتہ دار سب انسپکٹر تھے۔ مگر اس حیثیت کذائی میں میں نے ان کو ملنا مناسب خیال نہ کیا قصبہ کی ایک مسجد میں چلا گیا، جہاں عشاء کی نماز بصد مشکل پڑھی اور پھر لیٹ گیا۔ جب لوگ نماز سے فارغ ہو کر گھروں کو جانے لگے تو ایک شخص نے میرے پاس آ کر خود بخود پوچھا۔ کہ کھانا کھاؤ گے۔ میں نے کہا ہاں۔ وہ شخص جلد کھانا لے آیا اور میرے پاس رکھ کر خود چلا گیا۔ میرا بدن سفر کی تکان سے چُور چُور تھا۔ اس لئے غنودگی طاری ہو گئی۔ اور یہ حالت اس وقت تک رہی جب فجر کی نماز کے لئے مؤذن نے اذان دی۔ میں جب بیدار ہوا تو محسوس کیا کہ بدن میں وہ رات کی سی کوفت اور تکلیف نہیں ہے بلکہ نیند کی وجہ سے نئے سرے سے کچھ توانائی پیدا ہو گئی ہے۔ مگر ساتھ ہی پاؤں میں آبلے نمودار ہو چکے تھے۔ جن کی وجہ سے آئندہ سفر میں خطرہ نظر آنے لگا۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے پاؤں کو خود دبانا شروع کر دیا۔ اور آئندہ تکلیف کا تصوّر کر کے دعا مانگی۔ اس وقت خود بخود یہ مصرعہ میری زبان پر جاری ہوا ؎

الٰہی آبرو رکھنا میرے پاؤں کے چھالوں کی

میں نے رقّت کے ساتھ چند بار اسے دہرایا پھر بستر سے اٹھ کر وضو کیا۔ اور نماز پڑھی۔ رات کا کھانا جو کوئی شخص میرے پاس رکھ گیا تھا وہ میں نہیں کھا سکا۔ میری غفلت کی حالت میں کسی جانور نے آ کر کھا لیا مگر مجھے اس کا کوئی علم نہیں۔

منزلِ مقصود کی طرف

نماز سے فارغ ہو کر میں قصبہ ڈیرہ بابا نانک کی طرف چل پڑا۔ کچھ دور تک پاؤں نے تکلیف محسوس کی پھر محض خدا کے فضل سے میں سفر کے قابل ہو گیا۔ راستہ میں دریائے راوی آیا۔ جو کشتی کے ذریعہ عبور کیا۔ دوپہر کے وقت ڈیرہ بابا نانک میں پہنچ گیا۔ اور کچھ دیر تک وہیں آرام کیا۔ عصر کے وقت پھر چل کھڑا ہوا۔

(باقی ــــــ باقی)

یاری پورہ میں علماء کی تقاریر

(بسلسلہ صفحہ ۲)

گئی۔ اور جلسہ برخواست ہوا۔ جلسہ کے بعد نماز مغرب زاہد صاحب کی اقتداء میں ادا کی گئی۔ قادیانی دوست وارکعوا مع الراکعین کی سعادت سے محروم ہو کر چلے گئے۔

اسی روز بعد نماز عشاء دوستوں کی مجلس میں کئی جماعتی امور زیر بحث آئے۔ آخر فیصلہ ہوا کہ آئندہ دوسرا جلسہ سرینگر میں ہوگا۔ ریاست کی باقی جماعتیں بھی مدعو ہوں گی۔ اس مجلس میں محترم شیخ صاحب نے احباب جماعت خصوصاً طالب علموں کو کچھ نصائح فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اسلام امن وشانتی کا مذہب ہے۔ اپنے ضمیر کے ساتھ اپنے اہل وعیال کے ساتھ والدین کے ساتھ۔ ہمسایہ کے ساتھ چاہے ہندو ہو۔ عیسائی ہو مسلمان ہو۔ اور پھر اپنے خالق حقیقی مالک کے ساتھ۔ امن وشانتی قائم کرنا اور رکھنا ہر مسلمان کا کام ہے۔

اسی اثنا میں قادیانی دوستوں کی طرف سے "جواب آں غزل" بھی پہنچا یعنی کسی لڑکے نے ہمارے ایک دوست کے ہاتھ میں ایک پرچہ دیا۔ دوست نے تاثر صاحب کو دکھایا۔ تاثر صاحب نے زاہد صاحب کو دکھا کر جواب لکھنے کے لئے کہا پرچے پر سائل کا نام یا پتہ نہیں تھا۔ صرف لکھا تھا کہ مندرجہ ذیل سوالات کا جواب لکھ بھیجئے"۔ اس میں عائشہ صدیقہ رض سے منسوب قول قولوا انّہ خاتم النبیّین ولا تقولوا لا نبی بعدہ اور مسیح موعودؑ کا ایک حوالہ درج تھا۔ عائشہ رضہ سے منسوب قول کے متعلق لکھا تھا کہ ام المؤمنینؓ نے صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا"

زاہد صاحب نے اسی وقت لکھ بھیجا کہ "براہ مہربانی قول عائشہؓ کی سند تحریر فرما کر ممنون فرمائیے"۔ ہمارا پرچہ ایک مقامی دوست لے کر چلے گئے ان کے ساتھ بھدرواہ کے عبدالحی صاحب بھی گئے تھے۔ وہاں قادیانی دوستوں نے عبدالحی صاحب کو خلافتؓ کی بحث میں الجھانا چاہا۔ خیر۔ جب قول عائشہ رض کی سند مانگی گئی تو جواب میں کہا گیا کہ ہمارے پاس حوالہ ہے یعنی دُرّ منثور اور تکملہ مجمع البحار کا حوالہ لیکن زاہد صاحب نے دوستوں کو پہلے ہی سمجھایا تھا کہ اصول حدیث میں "سند" سے کیا مراد ہوتی ہے۔ "سند" اور "حوالہ" ایک ہی چیز نہیں ہیں۔ دوست واپس آگئے۔ بعد از طعام زاہد صاحب نے محاورہ خاتم الشعراء۔ خاتم الاولیاء کی تشریح کی۔ شیر بنگال۔ شیر پنجاب وغیرہ مبالغہ آمیز محاوروں اور اقبال مرحوم کے شعر

چل بسا داغ آہ میت اس کی زیب دوش ہے
آخری شاعر جہاں آباد کا خاموش ہے

کی وضاحت کی۔

دوسرے دن بعد نماز ظہر (جو محترم ڈاکٹر صاحب کی اقتداء میں ادا کی گئی) زاہد صاحب نے ان احادیث کی تشریح کی جو قادیانی دوست ختم نبوت کے خلاف پیش کرتے ہیں۔

محترم شیخ عبدالصمد صاحب نے چک امرچھہ جا کر ایک پرانے دوست نصیرالدین صاحب کی عیادت کی۔ وہاں سے مراجعت فرما کر آپ بھدرواہ کے دوستوں کے ہمراہ آٹھ بجے کی بس سے بطرف اننت ناگ روانہ ہوئے۔

پروفیسر نورالدین زاہد صاحب قادیانی دوستوں کے جواب کے انتظار میں ۹ بجے تک ٹھہرے رہے۔ پھر لاچار ساڑھے نو بجے کی بس سے اننت ناگ روانہ ہوئے۔ روانگی سے قبل آپ نے قول عائشہ رض کے متعلق چند مختصر باتیں لکھ کر یہ پرچہ تاثر صاحب کے ہاتھ دیا تاکہ وہ متعلقہ قادیانی دوست کے حوالہ کریں۔

اس پرچے میں زاہد صاحب نے قادیانی دوست سے اپیل کی کہ وہ ان کی (زاہد صاحب کی) معروضات پر خالی الذہن ہو کر غور کریں۔ اگر خدانخواستہ تشفی نہ ہوئی تو لکھیں تاکہ مزید کچھ کہنے کا موقع مل جائے۔ زاہد صاحب نے اس دوست سے درخواست کی کہ ہر آسان بات کو مباحثہ، مناظرہ اور مجادلہ کا موضوع نہیں بنایا جائے گا۔ خدا کرے کہ قادیانی دوست اس پرخلوص عرضداشت کو منظور کریں۔ آمین۔

جلسہ کی کامیابی کے لئے جماعت یاری پورہ نے جو کوششیں کیں ان کے لئے یہ سب احباب شکریہ کے مستحق ہیں۔ بھدرواہ کی جماعت بھی مبارکباد کی مستحق ہے۔ اس نے چار نوجوان۔ کتب سلسلہ مفت لٹریچر اور اپنا قیمتی لاؤڈ سپیکر بھیجے۔ ان نوجوانوں کی قابلیت اور جذبات خدمت دین سے سب لوگ متاثر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر اور قابلیت میں برکت ڈالے اور ان کو اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہم یاری پورہ کے غیر احمدی حنفی اور اہلحدیث حضرات کے بھی شکر گزار ہیں۔ انہوں نے بلاتامل جلسہ میں شمولیت فرما کر ہماری معروضات کو پوری توجہ سے سنا۔

خاکسار غلام احمد ملک پبلسٹی سیکرٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سرینگر کشمیر

ٹیلیگرام۔ فائن ٹیکس
فون نمبر
۲۰۱۴
۲۰۵۹
۷۷۶۶

فائن ٹیکس

ڈیدہ زیب ۔ خوشنما نمونے ۔ پختہ رنگ ۔ شرٹنگ
بستر کے سیٹ ۔ صوفہ و پردہ کلاتھ

آج ہی فائن ٹیکس کی مصنوعات سے اپنے گھر کو سجایئے

یونائیٹڈ ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ فضل آباد۔ ملتان

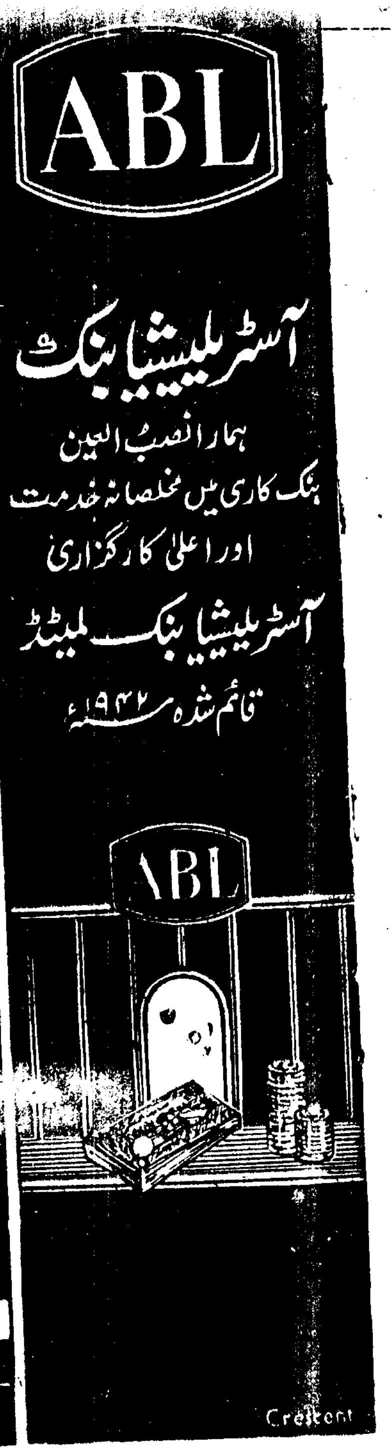

آسٹریلیشیا بنک
ہمارا نصب العین
بنک کاری میں مخلصانہ خدمت
اور اعلیٰ کارگزاری
آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ
قائم شدہ سنہ ۱۹۴۲ء

پاک سیمنٹ فاروقیہ
یادگار عمارتیں
پائیدار سیمنٹ
پاک سیمنٹ۔ فاروقیہ
پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ
فاروقیہ (ضلع ہزارہ)

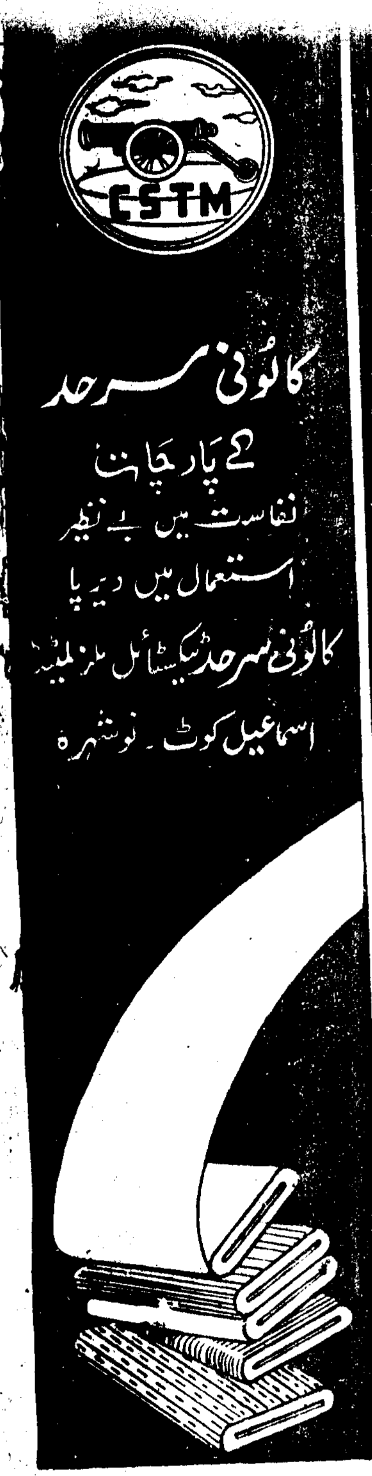

کالونی سرحد
کے پارچاجات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا
کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل کوٹ۔ نوشہرہ

مسلم ہائی سکول لاء کی فتح

کارپوریشن ہائی سکول مزنگ لاہور میں حسن قرأت تقریر سیرت النبی صلعم اور نعت خیر البشر ﷺ کے سالانہ تقریری مقابلے اس سال ۹ نومبر سے شروع ہوئے۔ اس میں تمام مغربی پاکستان کے چوٹی کے سکولوں کی بیس ٹیموں نے حصہ لیا جو پشاور سے لیکر کراچی تک سے آئی ہوئی تھیں۔ ان ہر سہ مقابلوں میں ہمارے سکول کے تین بچوں نے بھی شرکت کی اور خداوند تعالیٰ کے فضل و عنایت اور بزرگان سلسلہ کی دعاؤں سے ہمارے تیسرے مقرر آفتاب احمد جماعت ششم نے تقریر سیرت النبی صلعم میں دوسرا انعام جیت لیا اور بحیثیت مجموعی ٹرافی بھی حاصل کی۔ آفتاب احمد نے پہلی دفعہ تقریری مقابلہ میں حصہ لیا اور خدا کے فضل سے کامیاب رہا۔

بزرگانِ سلسلہ اور تمام احمدی بھائیوں سے میری التماس ہے کہ میرے لئے خاص طور پر یہ دعا فرمائیں کہ جن مقاصد کے پیش نظر ان بچوں کو تربیت دیتا رہتا ہوں اُن بلند مقاصد میں اللہ تعالیٰ مجھے کامیاب فرمائے۔ اور وہ مقاصد عالیہ صرف یہ ہیں۔ کہ نئی نسل کے ذہنوں میں اسلامی تعلیم کی روح کو پیوست کر دیا جائے۔ جن سے آئندہ ایک صالح معاشرہ وجود میں آسکے۔ طالب دعا:۔

برکت علی۔ بی اے۔ او۔ ٹی۔ ایڈیٹر رسالہ "المسلم"
مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور

خط و کتابت

کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔ مینجر

پیغام صلح ۲۷ نومبر رجسٹرڈ ایل ۱۳۸ شمارہ

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نور الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر
گمرہاں را چشم کُن روشن ز آیاتِ مبیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ٹیلی فون نمبر ۳۷۳۷
تار کا پتہ: تبلیغ لاہور

ہفت روزہ
پیغامِ صلح
لاہور
"پاکستان"

جلد ۵۶ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ مطابق ۴ دسمبر ۱۹۶۸ء | نمبر ۴۸

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں
مَیں تیرے خالص اور دلی محبوں
کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے
نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوّت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابل احترام ہیں
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

جھوٹ بولنے والے کا کوئی روزہ نہیں

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ

ترجمہ:۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا ترک نہ کرے تو اللہ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

نوٹ: از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۔

مطلب یہ کہ اگر روزہ رکھ کر جھوٹ، اور فریب سے نہیں بچتا تو اس کا روزہ اس کو کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

(فضل الباری شرح صحیح بخاری)

جلسہ سالانہ کی تاریخیں
۲۵-۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۶۸ء
یاد رکھیں

بہت ہی کم لوگ ہیں جنہوں نے توحید کے اصل مفہوم کو سمجھا ہے

میں معمولی واعظ کی حیثیت سے اور کوئی کہانی سنانے کیلئے نہیں کھڑا ہوں

ارشادات حضرت مجدد دوران، امام الزمان، مسیح موعود علیہ السلام

جو لوگ جذباتِ نفسانی سے متاثر ہو کر اللہ تعالیٰ کے حقوق اور حدود سے باہر ہو جاتے ہیں اور اسی طرح پر حقوق العباد کو بھی تلف کرتے ہیں وہ ایسے نہیں کہ پڑھے لکھے نہیں بلکہ ان میں ہزاروں کو مولوی فاضل اور عالم پاؤ گے اور بہت ہوں گے جو فقیہہ اور صوفی کہلاتے ہوں گے مگر باوجود ان باتوں کے وہ بھی ان امراض میں مبتلا نکلیں گے، ان بتوں سے پرہیز کرنا ہی تو بہادری ہے اور ان کی شناخت کرنا ہی کمال دانائی اور دانشمندی ہے۔ یہی بت ہیں جن کی وجہ سے آپس میں نفاق پڑتا ہے اور ہزاروں کشت و خون ہو جاتے ہیں۔ ایک بھائی دوسرے کا حق مارتا ہے۔ اور اسی طرح ہزاروں ہزار بدیاں ان کے سبب سے ہوتی ہیں۔ ہر روز اور ہر آن ہوتی ہیں، اور اسباب پر اس قدر بھروسہ کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کو محض ایک عضو معطل قرار دے رکھا ہے۔ بہت ہی کم لوگ ہیں جنہوں نے توحید کے اصل مفہوم کو سمجھا ہے۔ اور اگر انہیں کہا جاوے تو جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ کیا ہم مسلمان نہیں اور کلمہ نہیں پڑھتے؟ مگر افسوس تو یہ ہے کہ انہوں نے اتنا ہی سمجھ لیا ہے کہ بس کلمہ منہ سے پڑھ دیا اور یہ کافی ہے۔

میں یقیناً کہتا ہوں کہ اگر انسان کلمہ طیبہ کی حقیقت سے واقف ہو جاوے اور عملی طور پر اس پر کاربند ہو جاوے تو بہت بڑی ترقی کر سکتا ہے اور خدا تعالیٰ کی عجیب در عجیب قدرتوں کا مشاہدہ کر سکتا ہے یہ امر خوب سمجھ لو کہ میں جو اس مقام پر کھڑا ہوں۔ **میں معمولی واعظ کی حیثیت سے نہیں کھڑا ہوں اور کوئی کہانی سنانے کے لئے نہیں کھڑا ہوں بلکہ میں تو ادائے شہادت کے لئے کھڑا ہوں۔ میں نے وہ پیغام جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے، پہنچا دیا ہے۔** اس امر کی مجھے پروا نہیں کہ کوئی اسے سنتا ہے یا نہیں سنتا اور مانتا ہے یا نہیں مانتا۔ اس کا جواب تم خود دو گے۔ ہم نے فرض ادا کرنا ہے۔ میں جانتا ہوں بہت سے لوگ میری جماعت میں داخل تو ہیں اور وہ توحید

(باقی بر صـ۱۱ کالم پہلا)

میری قبولِ احمدیت کی سرگذشت

حضرت مسیح موعودؑ کی ملاقات کے لئے

قادیان کا پیدل سفر

از جناب شیخ غلام حسین صاحب، قریشی مرحوم محلہ حاجی پورہ شہر سیالکوٹ

(۲)

سفر کی دوسری رات

مغرب کے وقت ٹھیک اس راستہ پر جس پر کہ میں چل رہا تھا۔ ایک گاؤں آ گیا۔ مجھے اس گاؤں کا نام یاد نہیں۔ میں نے رات وہاں بسر کی۔ علی الصبح بیدار ہو کر پھر دیار محبوب کی طرف راہ لی۔

قادیان کے قریب پہنچ کر

اگرچہ تمام راستہ میں تصوّرات کی ایک دنیا میرے دل و دماغ میں بس رہی تھی۔ مگر جوں جوں میرا منتہائے سفر قریب آتا گیا۔ میری تمنّاؤں اور آرزوؤں میں والہانہ جوش پیدا ہوتا گیا۔ آنکھیں اس گھر کی زیارت کے لئے منتظر ہو رہی تھیں جس گھر بلکہ گاؤں اور جن گلی کوچوں میں خدا کی امانت اور وعدے نے ظہور فرمایا تھا کانوں نے اپنے آپ کو اس امامِ زمانؑ کی باتیں سننے کے لئے آمادہ کر لیا۔ دل عشق و محبت سے سرشار ہو گیا۔

قادیان میں

خدا خدا کر کے مفارقت و بعد کی حد بندیاں دور ہوئیں۔ اور ٹھیک اس وقت جبکہ آفتاب نصف النہار پر تھا میں قادیان میں داخل ہوا۔ بڑی مسجد میں اُترا۔ تھوڑے سے وقفے کے بعد ایک بوڑھا شخص میرے پاس آیا۔ کھانا کھاؤ گے۔ میں نے کہا ہاں۔ وہ بولا پھر مہمان خانے چلیئے۔ مجھ میں اب چلنے کی طاقت نہ تھی۔ اس لئے میں نے عذر کیا۔ وہ نیک بخت بولا کوئی مضائقہ نہیں ہے میں کھانا اسی جگہ لے آتا ہوں۔ بڑے میاں کھانا لینے چلے گئے۔ اس عرصہ میں میں نے غسل کیا جس سے کسی قدر تکان رفع ہو گئی۔ ہنوز میں نہا کر فارغ ہی ہوا تھا۔ کہ وہی بزرگ کھانا لے کر آ گئے۔ میں کھانا کھا رہا تھا تو پیر مرد نے کہا کہ کھانے کے بعد تھوڑی دیر آرام کر لو۔ پھر چھوٹی مسجد میں چلنا۔ وہاں نماز ظہر کے وقت حضرت صاحبؑ تشریف لائیں گے وہیں ملاقات ہو جائے گی۔

حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ سے ملاقات

چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ کھانا کھا کر سو گیا اور ظہر کی اذان سے بیدار ہو کر اس طرف چل پڑا جس طرف سے حی علی الصلوٰۃ کی آواز آئی تھی۔ گلی میں تھوڑی دور جا کر ایک کوچہ بندی آ گئی۔ میں کسی رہبر سے پوچھے بغیر زینے کے راستے سے اوپر مسجد میں چلا گیا۔ محراب میں مولوی عبدالکریم صاحبؓ بیٹھے تھے۔ ان سے مصافحہ کیا۔ فرمانے لگے سیالکوٹ سے آئے ہو۔ کیونکہ سیالکوٹ میں حاضری درس کی وجہ سے مولوی صاحب موصوف کے ساتھ میرا معمولی تعارف تھا ہاں وہ میرے خاندان اور بزرگوں کو نہایت اچھی طرح سے جانتے تھے اس لئے میرے والد اور بڑے بھائی صاحب کے حالات دریافت فرماتے رہے۔ اور فرمایا کہ تمہارے والد تو بہت بوڑھے ہیں۔ مگر بڑے بھائی کیوں قادیان نہیں آئے۔ میں نے عرض کی کہ ابھی تک وہ ہماری جماعت میں شامل نہیں ہوئے ہیں۔ بلحاظ شاگردی آپ کا بہت احترام کرتے ہیں۔

حضرت اقدسؑ کی آمد

اتنے میں مسجد کی دائیں طرف سے دروازہ کھلا اور حضرت امامؑ مسجد میں تشریف لے آئے۔ کسی رسمی تعارف کی قطعاً ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ کیونکہ قدرتی ادا ہر زائر کی توجہ کو اپنی طرف جذب کر رہی تھی۔ تمام سراپے پر سادگی کا اثر تھا۔ چہرے پر راستی اور صداقت نور برسا رہی تھی۔ گویا وقار اور تحمل کا ایک پہاڑ تھا۔ جو نظروں کے سامنے موجود ہوا۔ سر پر سفید دستار تھی جس کی بندش میں انتہائی سادگی پائی جاتی تھی۔ بلند و کشادہ پیشانی نور کے سانچے میں ڈھلی تھی آنکھیں بڑی بڑی۔ مگر نیم شگفتہ۔ اونچی ناک چہرے پر تبسم۔ ایک لمبا اور موٹا پیرہن زیب تن۔ یہ نقشہ دیکھ کر بے ساختہ میری زبان سے یہ مصرعہ نکل گیا ؎

سب کچھ نظر آیا ہو۔ مجھے تو نظر آیا۔

حضرت اقدسؑ سے ملاقات

حضرت ہنوز دروازے کے پاس ہی تھے کہ میں نے جذبہ محبت سے متاثر ہو کر آپ کا دایاں ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ پھر چوما اور آنکھوں سے لگایا اور یہ سوچ کر کہ دیگر مشتاقانِ زیارت کی حق تلفی نہ ہو ہاتھ چھوڑ دیا۔ خدام کھڑے ہو کر تعظیم بجا لائے۔ اور آپؑ ایک طرف مسجد کے کونے میں بیٹھ گئے۔ مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے میرے متعلق کہا کہ سیالکوٹ سے قریشی خاندان کا یہ لڑکا حضور کی بیعت کرنے کے لئے آیا ہے۔ حضور نے میری طرف پھر نگاہ ڈالی۔ اور پیار اور تبسم فرمایا۔ پھر سیالکوٹ میں طاعون کی بیماری کا حال دریافت فرماتے رہے۔ میں اپنی واقفیت کے مطابق عرضِ حال کرتا رہا۔ اس کے بعد نماز شروع ہوئی۔ حضرت فریضہ ادا کرنے کے ساتھ ہی اندرون خانہ تشریف لے گئے۔

حضرت مولانا نور الدینؓ صاحب سے ملاقات

اس کے بعد مجھے ایک اور عظیم الشان وجود کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ جو عالم قرآن و حدیث جامع منقول و معقول توسع اور عمل اور تجاریب علمی اور وسعت معلومات کے لحاظ سے دنیائے اسلام میں ایک ممتاز اور عدیم النظیر ہستی تھی۔ یعنی حافظ حاجی مولوی حکیم نور الدین صاحب مرحوم و مغفور کی زیارت و ملاقات کا فخر حاصل ہوا۔ اسی زمانے میں آپ کے درس قرآن کریم کی بہت شہرت تھی۔ چنانچہ میں جتنے دن قادیان میں رہا۔ نہایت ذوق و شوق کے ساتھ آپ کے درس میں حاضر ہوتا رہا۔ آپ کو اسلامی علوم پر بہت بڑی قدرت اور عبور حاصل تھا۔ اس لئے آپ عموماً مسائل مہمہ پر گفتگو فرماتے تھے جس کو ارباب علم و ذوق نہایت دلچسپی کے ساتھ سنتے تھے۔ گفتگو چونکہ نہایت بیش قیمت معلومات سے مملو ہوتی تھی اس لئے اکثر احباب نوٹ کر لیا کرتے تھے۔

نمازِ مغرب و عشاء

نماز مغرب کے وقت پھر احباب حسب معمول چھوٹی مسجد میں جمع ہوتے، حضرت علیہ السلام بھی تشریف لاتے اور نماز باجماعت ادا فرماتے۔ یہ منظر بھی قابل دید تھا۔ مولوی عبدالکریم صاحب امام تھے۔ نماز عشا شروع ہوئی: قرأت جہری تھی، خوش الحانی اور خشوع و خضوع کا یہ عالم تھا کہ مقتدیوں نے کسی باجبروت اور زبردست اور زندہ ہستی کے تصور سے گداز ہو کر ہر رنگ میں یعنی کھڑے ہو کر جھک کر، سجدوں میں ...... بالآخر بیٹھ کر دعائیں اور التجائیں کیں۔ یہ دعائیں بالعموم یہی تھیں کہ دنیا میں اسلام کا نور چمکے، اعلائے کلمۃ اللہ کا بول بالا ہو۔ یہی حضرت امامؑ کی بعثت کی غرض و غایت تھی۔ اور یہی آپ کے غلام کا مقصد اولیٰ تھا۔ غرض نماز ختم ہونے کے بعد کھانے کے لئے دسترخوان بچھا۔ خود حضرت امامؑ کھانے میں شامل تھے۔ خاتمہ پر کچھ دیر تک مختلف مسائل پر حضرتؑ گفتگو فرماتے رہے۔ پھر عشاء کی نماز کے بعد آپ تشریف لے گئے۔

پچھلی رات کا دلگداز منظر

احباب جب تک جاگتے رہے، مذہبی اور علمی چرچا ہوتا رہا۔ اس کے بعد نیند کا دور دورہ ہونے کی وجہ سے عالم سناٹا ہو گیا۔ قریب تین بجے رات میری آنکھ کھلی۔ تو میں نے ایک نہایت ہی دلکش نظارہ دیکھا۔ میں نے اپنے ارد گرد لوگوں کو بڑے اہتمام کے ساتھ نماز تہجد ادا کرتے اور دعاؤں اور مناجات میں مصروف پایا۔ یہ سماں نہ صرف مساجد میں ہی دیکھا بلکہ گھروں میں مرد اور عورتیں سب اسی شغل میں محو تھے۔ یہ قائم اللیل اور تہجد گذار

(باقی برصفحہ ۱۸)

اناجیل کے غیر الہامی ہونے کے متعلق

امریکی کلیسا کا نیا اقرار نامہ

گذشتہ اشاعت میں ہم مسیحی محققین کے حوالہ سے یہ بتا چکے ہیں کہ اناجیل کے بعض حصص پرانے نسخوں میں مفقود ہیں۔ بالخصوص مرقس کی انجیل کے سولہویں باب کی آیات ۹ تا ۲۰ جن میں جناب مسیح کے واقعہ صلیب کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر جسم سمیت آسمان پر چلے جانے کا ذکر ہے۔ پرانے نسخوں میں موجود نہیں اور اس لئے یہ کہنا بے جا نہیں کہ مذکورہ آیات کا بیان کردہ واقعہ جس پر عیسائیت کا دارو مدار ہے ایک ایسا مفروضہ ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں مل سکتا۔

اسی قسم کی بعض اور تحریفات کے پیش نظر امریکہ کے پریسبیٹرین چرچ نے جو پراٹسٹنٹ فرقہ کی ایک شاخ ہے، اناجیل کے متعلق ایک نیا اقرار نامہ شائع کیا ہے، جس کے رُو سے وہ اناجیل کو کلام الٰہی ماننے سے انکاری ہیں حالانکہ اسی چرچ نے آج سے کوئی چار سو سال پہلے (جب امریکہ دریافت نہ ہوا تھا) انگلستان میں جو دستور اساسی مرتب کیا اس میں اناجیل کے بارے میں اپنا عقیدہ ان الفاظ میں بیان کیا تھا۔

> ”انجیل مقدس پر ایمان لانے اور اس کی ہدایات پر عمل کرنے کے لئے کسی شخصی شہادت یا چرچ کی تصدیق پر انحصار نہیں کیا جا سکتا بلکہ انجیل کی عظمت و تقدیس کا انحصار کلیتہً خدا کی ذات برحق پر ہے جس نے اسے نازل کیا، اس پر ایمان اس لئے لانا چاہیئے کہ یہ خدائے بزرگ و برتر کا پاک کلام ہے“

مسیحی عقیدہ کے اس اعلان پر چار سو سال کا عرصہ گذر جانے کے بعد امریکہ میں پریسبیٹرین چرچ کا ایک اجلاس ۱۹۶۷ء کی دوسری سہ ماہی میں منعقد ہوا جس میں اس پرانے عقیدہ میں تبدیلی کی ضرورت محسوس کی گئی اور اناجیل کے بارے میں ایک نئے اقرار نامہ کا مسودہ تیار کیا گیا جس کا اقتباس حسب ذیل ہے :۔

> ”اناجیل اگرچہ رُوح القدس کے توسل سے تفویض ہوئی ہیں تاہم وہ انسانوں کا کلام ہیں، انسان ہمیشہ اپنے ادبی ماحول، مقامی حالات اور زبان و بیان سے متاثر ہوتا ہے، اس لئے حیات انسانی، تاریخ انسانی اور کائنات سے انسان کے تعلق کے سلسلہ میں وہ انہی نظریات کی حد تک رہتے ہیں جو ان کے زمانہ میں رائج ہوں لہذا آج بھی چرچ کا فرض ہے کہ وہ ایسی ہی افہام و تفہیم کے ساتھ انجیل کو تاریخی اور ادبی ماحول میں سمجھے اور پرکھے“

غور کیجئے مندرجہ بالا دونوں اقرار ناموں کے بیانات میں کتنا بڑا فرق ہے، اور اناجیل کو غیر الہامی مان کر اور جن آیات پر مسیحی عقیدہ کا دارو مدار ہے، ان کو الحاقی تسلیم کرتے ہوئے مسیحیت کا کیا باقی رہ جاتا ہے۔ یہ ہے قرآن کریم کے ارشاد کی تصدیق کہ ”ما لھم بہ من علم ولا لاٰبآئھم کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا“۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے مسیح کو بیٹا بنایا ہے انہیں اس بات کا کوئی علم نہیں نہ ان کے باپ دادوں کو تھا، بڑی بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے نرا جھوٹ ہے جو وہ کہتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا کہ یہ عیسائی مذہب خود ہی نمک کی طرح پگھل کر ختم ہو جائے گا۔ آج ہم اس نظارہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

جلسہ سالانہ قومی زندگی کا موجب ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھ کر قوم میں بیداری اور زندگی کی رُوح پیدا کرنے کا اہتمام کیا ہے ویسے تو اسلام نے پنجوقتہ باجماعت نمازوں، نماز جمعہ اور عیدین کے ذریعہ زندگی کی رُوح پیدا کرنے کے لئے کئی مواقع سال بھر میں رکھے ہیں۔ اگرچہ ان مواقع پر ایک ایک محلہ یا ایک ایک شہر کے لوگوں کے اجتماع ہوتے ہیں، اور حج پر کل دنیا کے مسلمانوں کو باہم ملنے کا موقع ملتا ہے، جس سے بہت بڑی زندگی مسلمانوں میں پیدا ہو سکتی ہے، لیکن ایک جماعت کو ایک خاص مقصد کے لئے باہم ملنے کا بہت کم اتفاق ہوتا ہے، وہ مقصد کیا ہے؟ اشاعت و تبلیغ اسلام، یہی وہ مقصد ہے جس کے لئے حضرت مسیح موعود کو اس زمانہ میں مبعوث کیا گیا اور اسی غرض و مقصد کے لئے آپ نے ایک جماعت بنائی۔ تاکہ وہ باہم مل کر اس اہم کام کی ذمہ داری اُٹھا سکیں اور سال بھر کے بعد اکٹھے ہو کر جہاں قوم کے برگزیدہ اصحاب کے موعظہ حسنہ سے فائدہ حاصل کریں وہاں اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے مناسب تجاویز سوچ سکیں۔

اسی غرض کے پیش نظر جماعت احمدیہ لاہور کا سالانہ جلسہ مورخہ ۲۵-۲۶-۲۷ اور ۲۸ر دسمبر ۱۹۶۸ء کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہونے والا ہے، جس کا پروگرام دوسری جگہ درج ہے۔ ۲۵ر دسمبر کو مستورات کا جلسہ ہوگا جس میں خواتین کے لیکچروں کے علاوہ اشاعت اسلام کے لئے خواتین کی پیش کردہ دستکاریوں کی نمائش بھی ہوگی اور سکولوں اور کالجوں کی طالبات کا تقریری مقابلہ بھی ہوگا۔

باقی دنوں میں مردانہ اجلاس ہوں گے۔ جن کا پروگرام اسی پرچہ میں دوسری جگہ درج ہے۔ امید ہے کہ تمام احمدی مرد اور عورتیں، نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ہر قریہ اور ہر شہر سے جوق در جوق جلسہ سالانہ میں شامل ہو کر اس جلسہ سے مستفید ہوں گے اور دینی زندگی کی رُوح حاصل کریں گے۔

اخبار احمدیہ

دہلی میں تبلیغ سلسلہ

—— دہلی سے مسٹر ایس اے خاکی لکھتے ہیں :۔

”آپ کا ارسال کردہ لٹریچر دہلی میں تقسیم کیا، زمین بڑی زرخیز ہے بہت کافی لوگ سلسلہ سے وابستہ ہونے کے لئے تیار ہیں، عنقریب مکمل کارروائی ارسال کروں گا، دہلی میں ۷ر دسمبر کو جلسہ کا انعقاد ہوگا تب ہی خیال ہے کہ قرآن شریف اور لٹریچر مرکزی حکومت کے سربراہوں کو دیں گے، مکمل رپورٹ پیغام صلح کے لئے ارسال کروں گا …….. میں نے جب سے لٹریچر تقسیم کیا ہے تب سے لوگوں کا میرے پاس آنے کا تانتا لگا ہوا ہے لوگ مولانا محمد علیؒ اور خواجہ صاحبؒ . . . . کے زیادہ مداح ہیں اہل علم طبقہ میں سے جو لوگ آئے ہیں وہ وکیل، سب جج، ڈاکٹر، سرکاری افسر ہیں، سب کا ذکر رپورٹ میں ہوگا“

مبارک تقریب

—— ایبٹ آباد سے محترم ڈاکٹر سعید احمد صاحب سیکرٹری صاحب انجمن کی خدمت میں لکھتے ہیں :۔

”یہاں پرسوں شام ایک مبارک تقریب منعقد ہوئی سید الطاف حسین شاہ صاحب مرحوم کے نواسے لفٹننٹ جاوید حسین کا نکاح ہمارے دوست سید شاہ عبدالعزیز صاحب ڈویژنل فارسٹ آفیسر کی صاحبزادی عابدہ نسرین کے ساتھ ہوا۔ کرنل بشیر حسین صاحب اور جاوید حسین صاحب کے ماموں سید ناصر حسین شاہ صاحب اور سید اسد حسین شاہ صاحب بھی تشریف لائے تھے سید اسد حسین شاہ صاحب نے مجھے بخوشی انجمن کے لئے پچاس روپے دیئے جو ارسال خدمت ہیں، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ یہ رشتہ برکات کا موجب بنائے۔“

احمدیہ مسجد ٹرینیڈاد کے پیش امام کی وفات

—— مسٹر مصطفیٰ کمال ہیڈل صاحب جو آجکل اعلیٰ اسلامی تعلیم کے حصول کے لئے پاکستان آئے ہوئے ہیں اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے دادا مولوی محمد یعقوب خاں کا جو ہماری مسجد کے پیش امام تھے انتقال ہو گیا ہے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں مسٹر مصطفیٰ کمال اور دیگر افراد خاندان کے ساتھ اس صدمہ عظیم میں دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے

لندن میں مودودیوں کی ہلڑ بازی

ہفت روزہ لاہور سے یہ تبصرہ :۔

لائل پور۔ ۲۰ نومبر (شفاعت رپورٹر) لندن سے ہمیں ایک مہربان کا مکتوب موصول ہوا ہے۔ جس میں پاکستان کی جماعت اسلامی کے سربراہ حضرت مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی کی تقریر کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ مکتوب نگار نے ذیل کا واقعہ بڑے دکھ کے ساتھ تحریر کیا ہے جسے فی الحال کسی تبصرے کے بغیر شائع کیا جا رہا ہے۔

ایک سوال

"۔۔۔۔ میں اسلامک سنٹر میں مودودی صاحب کے ارشادات گرامی سننے کے لئے حاضر ہوا۔ مولانا کو پروگرام کے مطابق یہاں کوئی باقاعدہ تقریر نہیں کرنا تھی۔ بلکہ سوال و جواب کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اور طریقہ یہ اختیار کیا گیا تھا کہ سوال تحریری ہوں ان سوالوں کو پہلے ایک صاحب جانچ پڑتال کرتے تھے۔ اور جس سوال کو مناسب سمجھتے تھے اسے مولانا کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے ۔۔۔۔ مولانا ایک سوال پر اظہار خیال کر رہے تھے۔ اس سلسلے میں آپ نے فرمایا :۔

"۔۔۔۔ مہاتما گاندھی اپنے تدبر کے پر قائم رہنے والے تھے۔ چنانچہ جب وہ گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے لندن میں آئے۔ تو انہوں نے وہی دھوتی پہنے رکھی۔ جسے انہوں نے بطور لباس اختیار کر لیا تھا۔ اور جب قصر شاہی میں انہیں کھانے پر بلایا گیا۔ تو وہ اسی دھوتی میں وہاں گئے ۔۔۔۔"

مولانا مودودی کے یہ ریمارکس عام حالات میں شاید اچنبھانہ ہوتے، مگر برطانیہ جیسے ملک میں جو ہندو اور انگریز کی سازشوں اور ملی بھگت کا گڑھ رہے۔ یہاں بیٹھ کر مسلمانوں کے دشمن اور شدید دشمن گاندھی جی کی عظمت سے لوگوں کو اس طرح متاثر کرنا کچھ ہم سب ساتھیوں کو اچھا معلوم نہ ہوا۔ بہرحال میں نے ایک چٹ لکھ کر سوال کے طور پر بھیجی۔ اس پر مرقوم تھا کہ :۔

"۔۔۔۔ مولانا صاحب! سادگی۔ فقر اور درویشی کے لئے آپ کے ذہن میں کسی مسلمان رہنما کا نام نہیں آسکتا؟"

یہ سادہ سا سوال جب ان صاحب کے پاس پہنچا جو سوالات کی جانچ پڑتال کر رہے تھے۔ تو انہوں نے اس سوال کو اپنے پاس روک لیا۔ میرا یہ سوال تشنۂ جواب ہی رہا۔

دوسرا دن

میں دوسرے دن اس ارادے کے ساتھ مولانا کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوا۔ کہ مولانا صاحب سے وقت لیا جائے، لیکن ان سے کے متعلق اتنی تشفی چاہتا تھا اور اس کے بارے میں سوالات پوچھنا مقصود تھا کیونکہ بحیثیت طالب علم یہ میرا موضوع تھا۔ جب میں اسلامک سنٹر کے دروازے پر پہنچا تو ٹیکرو ڈان پر اعلان ہو رہا تھا کہ کھلا جلسہ ختم ہو چکا ہے، چند منٹوں میں نجی اجلاس شروع ہو رہا ہے ۔۔۔۔ میں نے اس موقعہ کو اور زیادہ مناسب سمجھا اور میں اندر داخل ہوا۔ وہاں میں نے ایک صاحب جن کے متعلق بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ چودھری غلام محمد ہیں ۔۔۔۔ اور پاکستان میں جماعت اسلامی کے بہت ممتاز لیڈر ہیں۔ گزارش کی مولانا سے مجھے وقت لے دیا جائے۔ مگر ابھی دو تین منٹ ہی مجھے اپنا مدعا بیان کرتے ہوئے گزرے تھے کہ تیس چالیس افراد میرے گرد جمع ہو گئے اور انہوں نے مجھے زدوکوب کرنا شروع کر دیا اور سخت پیٹا بلکہ مجھے جسمانی طور پر اٹھا کر انہوں نے باہر پھینک دیا۔

میرے چہرے پر کئی زخم آئے۔ اور ان سے خون بہتا رہا۔ میری کمر کی ہڈی کھینچ گئی اور جسم کے جوڑ جوڑ میں شدید درد ہوتا رہا۔ اسی اثنا میں پولیس وہاں پہنچ گئی۔ اور انہوں نے مجھ سے ان لوگوں کے نام پوچھے جنہوں نے مجھے پیٹا ہے اور مجھ سے قانونی کارروائی کے لئے کہا تو میں نے اس سے قطعی انکار کر دیا۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ اس طرح اسلامک سنٹر بدنام ہو جائے گا، جو یہاں مسلمانوں کا اہم مرکز ہے اور اس میں برطانوی پولیس کی مداخلت سے اچھے نتائج برآمد نہیں ہوں گے۔

تاہم میں دیانت داری سے محسوس کرتا ہوں کہ مولانا مودودی کے مداحین نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق مجھ پر حملہ کیا اور مجھے زدوکوب کیا ہے۔ کیونکہ گذشتہ روز میں نے چٹ بھیجنے کی جسارت کی تھی۔

بقیہ اخبار احمدیہ

مشکلات سے نجات کے لئے درخواست دعا

کوہاٹ سے جناب عبد الباری صاحب لکھتے ہیں :۔

"جناب کو ہماری مشکلات کا بخوبی علم ہے۔ برخوردار محمد ادریس بی۔ ایس سی آنرز (ایگریکلچر) کی سرکاری ملازمت سے ڈسمس کے سلسلے میں ہمارے لئے سخت پریشانی لاحق ہوئی ہے، برخوردار مذکور کو بغیر کسی وجہ اور جرم کے افسر شاہی خود ساختہ فرمان کی عدم تعمیل میں ڈسمس کیا گیا ہے جس کے خلاف سیکرٹری صاحب صوبائی حکومت میں اپیل کی گئی ہے اپیل ابھی تک نامعلوم وجوہات کی بنا پر التوا میں پڑی ہے استدعا ہے کہ بزرگان و احباب سلسلہ بالخصوص حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں درخواست دعا کی جائے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس اور اس قسم کی دیگر مشکلات سے نجات عطا کرے۔ آمین

قارئین "روح اسلام" سے

مؤدبانہ گذارش

ماہنامہ "روح اسلام" ایک دینی اور تبلیغی پرچہ ہے۔ اور حضرت امیر مرحوم کی یاد میں ایک عرصہ سے انجمن ہذا کے زیر اہتمام شائع ہو رہا ہے۔ ادارہ کی ہر ممکن کوشش رہی ہے کہ ماہنامہ کو صوری اور معنوی طور پر بہتر سے بہتر صورت میں پیش کیا جائے۔ اور اس کے ذریعہ سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی غرض و غایت کی وضاحت اور تبلیغ و اشاعت اسلام مؤثر و محرک حیثیت سے کی جائے۔ اس سلسلہ میں ضخامت میں بھی اضافہ کیا گیا ہے اور مضامین کے لحاظ سے بھی بہتر انتخاب کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اور ادارہ ماہنامہ کو خوب سے خوب تر بنانے کی فکر میں ہے۔ مگر اس کا مالی پہلو مضبوط نہیں تو کم از کم مصارف کے برابر ہونا نہایت ضروری ہے۔

ماہنامہ کا یہ پہلو نہایت کمزور ہے۔ سالانہ چندہ نہایت معمولی یعنی تین روپے ہونے کے باوجود خریداری کم ہے گذشتہ سال وٹو اشتہارات بند ہو جانے سے آمدنی مزید کم ہو گئی ہے۔ احباب سلسلہ خریداری کی طرف توجہ دیں تو ماہنامہ کی مالی حالت بہت حد تک درست ہو سکتی ہے۔

احباب خود بھی خریدار بنیں اور اپنے حلقہ اثر میں متعارف کرائیں اور خریداری بڑھائیں۔ مستطیع حضرات عطیہ جات مرحمت فرمادیں۔ یونیورسٹیوں، کالجوں اور دوسرے تعلیمی اداروں میں جاری کرائیں۔

تجار صاحبان سے گذارش ہے کہ وہ اپنے کارخانہ جات اور فرموں کے اشتہارات صرف ماہنامہ سے مالی تعاون کے پیش نظر مرحمت فرما کر جہاد دین میں شریک ہوں۔

ماہنامہ کے اخراجات پہلے ہی آمدنی سے کہیں زیادہ ہیں۔ موجودہ گرانی کی وجہ سے خرچ میں مزید اضافہ ہو گیا ہے اس لئے اب یہ تجویز انجمن کے زیر غور ہے کہ سالانہ چندہ تین روپے کے بجائے چار روپے کر دیا جائے۔ اس صورت میں خریداران حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ ماہنامہ کا نیا سال نومبر سے شروع ہے، اپنا سالانہ چندہ جلد از جلد ارسال فرمائیں اور اس کے لئے مزید خریدار پیدا کریں اور اجرتی اشتہارات فراہم کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔

ادارہ

ماہنامہ روح اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور

مقامی محصل

اطلاع برائے احباب جماعت لاہور

میاں عبد الشکور بٹ مرحوم کی جگہ منشی فیض الرحمٰن صاحب کو لوکل محصل مقرر کیا گیا ہے۔ احباب جماعت تعاون فرمائیں۔

عبد المجید۔ افسر تحصیل

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

روزہ کا مقصد انسانی فضائل کو بلند کرنا اور شیطانی خصلتوں سے بچانا ہے

روزہ سے قربِ الٰہی کا حصول۔ قبروں اور پیروں کو حاجت روا سمجھنے کے بجائے ایک خدا کو اپنا حاجت روا سمجھو

خطبۂ جمعہ مورخہ ۲۹ نومبر ۱۹۶۸ء۔ فرمودہ حضرت امیر قوم مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

واذا سالك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان فلیستجیبوالی ولیؤمنوا بی لعلهم یرشدون۔ (۲:۱۸۶)
ولا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بها الی الحکام لتاکلوا فریقًا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون۔ (۲:۱۸۸)

انسان میں شیطنت، درندگی اور ملکوتی خصائل

ان دو آیتوں سے پہلے روزہ رکھنے کا حکم ہے انسان حیوان بھی ہے، درندہ بھی ہے۔ شیطان بھی ہے۔

اور فرشتہ بھی ہے۔ یہ تینوں چار صفات انسان کے اندر بیک وقت موجود ہیں۔ سوال ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایسا کیوں کیا ہے؟

خدا تعالیٰ نے درندے بھی بنائے ہیں اور بھیڑ بکریاں بھی بنائی ہیں۔ بھیڑ کبھی درندگی نہیں کر سکتی۔ فاختہ کبھی درندگی نہیں کر سکتی۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو انسان کو بھی فاختہ اور بھیڑ بنا دیتا۔

انسان کو اشرف المخلوقات بنا دیا گیا

مگر انسان کو جو مرکب شکل عطا کی ہے۔ وہ اس کے درجات بلند کرنے کے لئے ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرشتے بھی بنائے ہیں وہ انسان کو بھی فرشتہ بنا دیتا لیکن فرشتے آٹومیٹک کام کرتے ہیں یفعلون ما یؤمرون۔ ان کو کسی قسم کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ وہ ہوا و حرص کا شکار نہیں ہیں، ان میں شیطنت اور درندگی نہیں ہے۔

روزہ دار کو عظیم مقصد سامنے رکھنا چاہیئے

انسان اشرف المخلوقات ہے، اس کے اندر بلندی کی طرف جانے کا ملکہ رکھا گیا ہے۔ اگر یہ چاہے تو بڑی بلندیاں پا سکتا ہے اور اگر چاہے تو گر بھی سکتا ہے۔ اپنے اعلیٰ و ارفع اعمال کی وجہ سے رفعت حاصل کر سکتا ہے اور اپنے پست اور رذیل کاموں کی وجہ سے گر بھی جاتا ہے۔ کبھی اس پر حیوانیت غالب آ جاتی ہے اور کبھی درندگی اور کبھی شیطنت۔ ان تمام قوتوں پر غالب آنے سے ملکوتی صفات پرورش پاتی ہیں یہ عظیم مقصد روزہ دار کو سامنے رکھنا چاہیئے۔

……

حضرت یوسفؑ نے شیطنت کا مقابلہ کر کے بلند درجہ پایا۔

حضرت یوسفؑ نہایت خوبصورت انسان تھے۔ انہوں نے بادشاہ کے محل میں بڑے ناز و نعمت سے پرورش پائی۔ اور ان کی جوانی ٹھاٹھیں مار رہی تھی۔ ملکہ نے کہا ادھر آؤ۔ دروازے بند کرنے لگی۔ حضرت یوسفؑ کہتے ہیں معاذ اللہ۔ بھرپور جوانی میں ہیں۔ مقابل پر ایک ملکہ ہے۔ جو چاہے تو ان کو علاقہ کا گورنر بنا سکتی ہے، ان تمام طاقتوں اور شیطانی ہوا و ہوس کا مقابلہ کرنے کی وجہ سے وہ فرشتوں سے بڑھ گئے، اور خود زنانِ مصر یہ کہہ اٹھیں ما هذا بشرًا ان هذا الا ملك کریم۔ یہ تو انسان نہیں فرشتہ ہے۔

شیطان صفت انسان کا مقام گر جاتا ہے

بعض وہ لوگ بھی ہیں جن کو اخوان الشیاطین کہا جاتا ہے اس لئے کہ وہ شیطنت سے کام لیتے ہیں۔ ان کو شیطنت کے کام میں لذت آتی ہے وہ عزت کے مقام سے گر جاتے ہیں۔ انسان شیطان ہو کر شیطان کے کان کترتا ہے۔ شیطان اتنا کام نہیں کر سکتا جتنا انسان شیطان ہو کر کر سکتا ہے۔ اس خصلت پر غالب آنے سے ہی انسان کا شرف قائم رہ سکتا ہے۔ ایک جگہ ایسے انسان کو کالحمار گدھا کہا گیا ہے۔ کیونکہ وہ انسان ہو کر اپنی ذہانت کو جواب دے دیتا ہے۔

روزہ کی غرض متقی بننا ہے

روزہ رکھنے کی غرض لعلکم تتقون بتائی ہے مطلب یہ ہے کہ روزہ رکھ کر ان تمام چیزوں کا مقابلہ کر سکو جو تم کو اپنے مقام سے گرانے کا موجب ہو سکتی ہیں۔ اور وہ تمام اعمال بجا لاؤ جو تمہاری ……… رفعت کے باعث ہوں۔

حرص و ہوا کے مقابلہ پر مقام شرف حاصل ہوتا ہے

آج دنیا بھر کے لوگوں کو ہر قسم کی خواہشات لگی ہوئی ہیں۔ عربی میں خواہشات کو الھویٰ کہا گیا ہے۔ لغت میں الھویٰ کے لفظی معنے گرنا ہیں الھویٰ سقوط من العلو۔ یعنے اونچے مقام سے نیچے گرنے کو الھویٰ کہتے ہیں حرص کا بڑھنا انسان کو ذلیل کر دیتا ہے۔ حرص و ہوا کا مقابلہ کرنے سے ہی شرف کا مقام حاصل ہوتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاھدوا اھواءکم۔ اپنی خواہشات کا اسی طرح مقابلہ کرو کما تجاھدون اعداءکم جس طرح سے تم اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہو کہ کہیں تمہارا وطن تمہارے ہاتھ سے نہ جاتا رہے۔ اور کہیں تمہاری بہو بیٹیوں کی عزت خاک میں نہ مل جائے اسی احساس اور اسی جذبہ کے ساتھ اپنی خواہشات کا مقابلہ کرو تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے پہلو میں ہے۔ وہ تمہیں گرانے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ تم نے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہے۔ جب مقابلہ کرو گے تو رفعت حاصل کر لو گے۔

روزہ سے قربِ الٰہی کا حصول

روزہ اس لئے ہے کہ انسان۔ انسان بن جائے۔ اس کے اندر ملکی صفات ترقی پذیر ہوں اور ثابت ہو جائے کہ انسان واقعی اشرف المخلوقات ہے اور تمام محاذوں پر جنگ کر سکتا ہے اور کامیاب رہ سکتا ہے۔ اس سے خدا خوش ہوگا۔ اس کی رضا حاصل ہوگی اور اس سے تعلق پیدا ہوگا۔ اس نے فرمایا ہے کہ جو تم نے ہماری خاطر روزہ رکھا ہم اس پر خوش ہیں اور سب سے بڑا انعام جو جناب الٰہی سے حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اذا سالك عبادی عنی۔ میرے بندے اپنی حاجات اور اپنی مصائب کے وقت جب مجھے پکاریں فانی قریب تو میں ان کے قریب ہی ہوں۔ خدا تعالیٰ نے روزہ

رکھنے والوں کو خوشخبری دی ہے۔ کہ اس عبادت سے تمہیں قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔

پیروں اور قبروں کے بجائے خدا تعالیٰ کو پکارو

انسان خواہ وہ بادشاہ ہو یا گدا اس پر مصائب آتے ہیں اس وقت بادشاہ، راجہ اور نواب کو اپنی عاجزی اور بے بسی پر یقین ہو جاتا ہے۔ تاجر کبھی قلاش ہو جاتا ہے، کبھی کسی بڑے عہدیدار کا عہدہ چھن جاتا ہے۔ ان حالات میں انسان عاجز ہو جاتا ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ مجھے پکارو میں تمہارے قریب ہوں۔ کسی پیر صاحب کے ہاں مت جاؤ۔ قبر پہ مت جاؤ وہ تمہاری حاجات کو نہیں سن سکتے نہ حاجت روائی کر سکتے ہیں۔ اجیب دعوۃ الداع۔ میں پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں۔ اس لئے کہ میں تمہارے بالکل قریب ہوں یہ تعلیم ایک خطرناک شرک کو ختم کر دینے کے لئے ہے جو دنیا بھر میں موجود ہے۔ اور مسلمان کے اندر بھی یہ شرک سرایت کر گیا ہے۔ ہر جگہ مزار ہیں، ہر جگہ زیارتیں ہیں، ہر جگہ پیر صاحب کا اثر ہے۔ کسی بزرگ کی قبر پہ جانا دعائیں مانگنے کے لئے درست نہیں۔ ہاں قبر والوں کے لئے دعا کرنا درست ہے۔ خدا سے ان کے لئے دعائیں مانگی جائیں کہ خدا ان مرحومین پر رحم کرے اور خدا ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم بھی ان جیسے ہو کر یہاں آئیں، لیکن کسی عقلمند انسان کے لئے یہ بے ہودہ بات ہے کہ وہ قبروں پر جا کر ان قبروں سے حاجت روائی چاہے۔

مسیح نجات دہندہ نہیں

ایک میم صاحبہ میرے ایک لیکچر میں موجود تھیں، لیکچر کے بعد حیران ہو کر کہنے لگیں کہ آپ Jesus Christ کو Saviour نہیں مانتے؟ میں نے کہا کہ انجیل میں لکھا ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ نے سپاہی کو آتے دیکھا تو زمین پر سر رکھ دیا اور کہا میری جان جاتی ہے۔ اور ساتھیوں کی منتیں کرنے لگ گئے، خدا کے لئے جاگو اور میرا ساتھ دو۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ تو عاجز انسان تھے۔ خدا کو چھوڑ کر انسان کو Saviour ماننا صحیح نہیں، لیکن آج بھی پڑھی لکھی دنیا میں انہیں نجات دہندہ یقین کیا جاتا ہے، اور تمام گرجوں میں یہ دعا کی جاتی ہے:۔

Forgive us miserable
sinners through Jesus
Christ, the saviour

ہندوؤں نے بھی اپنے بزرگوں کو خدا مان رکھا ہے۔ ان کی پوجا کرتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان بھی پیر پرستی اور قبر پرستی میں ملوث ہیں۔ مگر حضورؐ نے اس کو پسند نہیں کیا۔

نبی کریم صلعم نے اپنا مرتبہ خدا کے برابر کرنے سے منع کیا ہے

حضور نبی کریم صلعم نے فرمایا لاتطرونی کما اطرت النصاری عیسیٰ۔ جس طرح نصاریٰ نے قوم نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا بنا لیا تھا اسی طرح مجھے خدا نہ بنا لینا۔ قولوا عبدہٗ و رسولہ۔ میں تو خدا کا بندہ ہوں اور اس کے بندہ ہونے کی وجہ سے رسالت کا کام مجھے ملا ہے۔ میں کسی کی دولت زیادہ نہیں کر سکتا۔ میں فرشتہ نہیں ہوں۔ اور میں غیب بھی نہیں جانتا۔

پس اس آیت میں توحید کا سبق دیا گیا ہے کہ مصیبت کے وقت مجھے (خدا تعالےٰ کو) پکارو۔ میں تمہارے قریب ہوں اور تمہاری پکار کو سنتا اور قبول کرتا ہوں۔

لوگوں کا مال حرام طریق سے کھانا روزہ کے منافی ہے

دوسری آیت بھی روزہ ہی کے ذکر میں ہے ولاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ تم نے روزہ میں حلال طیب روٹی چھوڑی اور منہ مارا تو پلیدی میں۔ وہاں حلال کھانا پینا چھوڑ دیا۔ اور یہاں حرام کھانا پینا شروع کر دیا۔ روزہ تو اس لئے ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کرے۔ لیکن اس کے بجائے دوسروں کا مال کھانا کیسی شرمناک خصلت ہے۔ جہاں اللہ تعالےٰ نے ایک اعلےٰ درجہ کی راہ پر چلنے کا طریق بتایا ہے، وہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ دوسروں کا مال ناجائز طریق سے کھانا درست نہیں۔

پاکستان کے برآمدی مال کی خرابی کی شکایت

آج ہمارا پاکستانی مال جب یورپ میں جاتا ہے تو وہاں سے خبر آتی ہے کہ پاکستانیوں نے نمونہ تو اعلےٰ درجہ کا بھیجا تھا لیکن مال نکما دیا۔ یہ کس قدر ذلت کی بات ہے ہمارا کیا کردار ان لوگوں کی نظر میں آیا۔ مسلمان جو روزہ دار ہے۔ روزہ کی برکتوں سے باخبر ہے۔ تیس دن کے روزے رکھتا ہے۔ یہ ایک مشق ہے حلال طیب روٹی کھانے کی۔ حلال حرام میں تمیز نہ کرنا دینی غیرت کے خلاف ہے۔ اس کو نہ اپنے دین کی غیرت ہے نہ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ کامل شریعت کی، نہ اپنی قوم کی، اور نہ اپنے وطن کی۔ جب یورپ کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ پاکستان کا مال نکما ہے پاکستانیوں کے لئے یہ شرم کی بات ہے۔

روٹی کا اعلےٰ درجہ کا نمونہ بھیج کر خراب روٹی روانہ کر دی اس سے مال substandard ہو گیا۔ شہرت اور کاروبار اور دین برباد ہو گیا۔ روپیہ کمانے کے لالچ میں دین و قوم اور وطن کو بدنام کر لیا۔ خدا تعالےٰ نے خوبی بھرا معاشرہ قائم کرنا چاہا ہے اس سے فساد مٹتا ہے اور امن میسر آتا ہے۔

حکام کو رشوت دے کے لوگوں کا مال نہ اڑاؤ

اس آیت میں جہاں یہ فرمایا ہے کہ دوسروں کا مال حرام طریق سے مت کھاؤ وہاں ساتھ ہی یہ بھی فرمایا وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقاً من اموال الناس حاکموں کو مال بطور رشوت اس غرض سے نہ دو کہ دوسروں کا مال ناحق اڑا لو۔ ان الحق لایتغیر۔ حق بدلتا نہیں بلکہ قائم رہتا ہے۔ حاکم کے فیصلے سے حق کے حق ہونے میں تبدیلی نہیں پیدا ہوتی۔

غلط فیصلے حاصل کرنا دوزخ خریدنا ہے

اس بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انما انا بشر مثلکم۔ میں تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں تختصمون الیّ۔ تم میرے پاس اپنے مقدمات لے کر آتے ہو۔ اگر حضور نبی کریم صلعم غیب دان ہوتے تو تا دیا جاتے کہ سچا کون ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم میرے پاس مقدمے لاتے ہو، میں کسی کی بات مؤثر پا کر فیصلہ دے دیتا ہوں۔ بعض لوگ اپنی لسانی اور چرب بیانی سے اپنے دلائل میں قوت پیدا کر کے فیصلہ اپنے حق میں کروا لیتے ہیں لیکن اگر تم جانتے ہو کہ یہ فیصلہ غلط ہے تو یاد رکھو یہ مال نہیں لینا۔ یہ دوزخ کا ٹکڑا ہے جو میں تمہیں دے رہا ہوں۔ اس کو لینے سے اپنے آپ کو دوزخ میں ڈالنا ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم خدا کے محبوب ہیں صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء اور فرشتوں سے بڑھ کر ہیں لیکن بشریت سے اوپر اپنا مقام نہیں ٹھہراتے۔

غرض اس مبارک ماہ رمضان میں قوم کو اعلےٰ درجہ کا سبق دیا گیا ہے۔ اس سے قوم کو فیض یاب ہونا چاہیئے اور اپنے آپ کو پاک و صاف کرنا چاہیئے۔

جنازہ غائبانہ

بادشاہ عبدالجبار صاحب جو فوت ہو چکے ہیں ان کی بہن ملہمہ تھیں۔ ان کے الہامات سے کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ انہوں نے اپنے ایک الہام کی بناء پر اپنے بھائی عبدالجبار شاہ صاحب کو کہا کہ ایک خدا کا بندہ پنجاب میں پیدا ہو گیا ہے جاؤ اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے آؤ۔ بادشاہ صاحب پنجاب میں آئے اور کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کر کے چلے گئے۔ ہمشیرہ صاحبہ نے کہا کہ تم نے غلط آدمی کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ پھر جاؤ۔ چنانچہ بادشاہ صاحب پھر پنجاب میں آئے اور قادیان میں جا کر حضرت صاحبؑ کی بیعت کی۔ مجھے سوات میں جانے کا موقعہ ملا ہے۔ اس بی بی سے ملاقات بھی میسر آئی تھی۔

خبر آئی ہے کہ وہ انتقال کر گئی ہیں۔ نماز جنازہ غائبانہ میں ان کے لئے دعا کریں اور سید مصطفےٰ حسین صاحب کے لئے بھی دعا کریں ان کا بھی انتقال ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(جنازہ غائبانہ پڑھا گیا)

بیماروں اور مصیبت زدوں کے لئے دعا

راجہ بشیر احمد صاحب کے صاحبزادہ بیمار ہیں۔ ان کی صحت کے لئے بھی دعا کریں۔

ہمارے کپتان عنایت شاہ صاحب انجمن کی ملازمت سے ریٹائر ہو کر تشریف لائے ہیں۔ انجمن کے کچھ مقدمات زیر سماعت ہیں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ رحم فرمائے اور مقدمات میں کامیابی عطا فرمائے۔

اور ان لوگوں کے لئے بھی دعا کریں جو بعض مصائب اور مشکلات میں مبتلا ہیں۔

(سب کے لئے دعا کی گئی)

پیغام صلح خود پڑھنے کے بعد اپنے حلقہ احباب تک پہنچائیں۔

حضرت مولانا شیخ عبد الرحمان صاحب مصری

حضرت مسیح موعودؑ کی ایک ڈائری پر ایک سائل صاحب کی تنقید کا جواب

کیا جماعت کا بنانا مسلمانوں میں تفریق کا موجب ہو سکتا ہے؟

(۵)

مسجد ضرار بنانے والوں کے مقاصد کو بیان کرنے کی ضرورت

سائل صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی ایک ڈائری پر تنقید کرتے ہوئے حضورؑ کے جماعت بنانے کے فعل کو نعوذ باللہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈلوانے کا مترادف قرار دیا ہے اور دلیل میں سورۃ توبہ کی ایک آیت میں سے الفاظ تفریقاً بین المؤمنین پیش کئے ہیں۔

یہ بے بنیاد الزام چونکہ اکثر لوگوں کی طرف سے لگایا جاتا ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آیت پیش کردہ میں جو اغراض مقاصد مسجد ضرار بنانے والوں کے مدنظر تھے ان کی وضاحت کر دی جائے تا قارئین کرام خود ہی فیصلہ کر لیں کہ کیا ان میں سے کوئی ایک بھی حضرت مسیح موعودؑ کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے۔

منافقین کے چار مقاصد اور کونسی جماعت محلِ اعتراض ٹھہرائی جا سکتی ہے

قرآن کریم نے سورۃ توبہ میں مسجد ضرار بنانے والوں کے چار مقاصد بیان کئے ہیں فرمایا والذین اتخذوا مسجداً ضراراً وکفراً وتفریقاً بین المؤمنین وارصاداً لمن حارب اللہ ورسولہ من قبل۔

پہلا مقصد ان کا اسلام کو نقصان پہنچانا بیان کیا ہے جس کے معنی صاف ہیں کہ اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے جو جماعت بنائی جائے قرآن کریم کی رُو سے اس کا بنانا تو قابل اعتراض قرار دیا جا سکتا ہے لیکن اس کے مقابل اگر کوئی جماعت اسلام کو فائدہ پہنچانے کے لئے بنائی جائے وہ محل اعتراض نہیں بن سکتی بالفاظ دیگر مطلق جماعت کا بنانا قابل مذمت یا قابل اعتراض نہیں قرار دیا جا سکتا صرف اسلام کو نقصان پہنچانے کی غرض سے جماعت کا بنانا قابل مذمت و قابل اعتراض ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ گویا جماعت کے بنانے کا دارومدار انما الاعمال بالنیات کے ماتحت جماعت بنانے والے کی نیت پر ہے یا اس کام پر ہے جو وہ اپنی جماعت سے لیتا ہے۔

حضورؑ نے اسلام کے فائدہ کے لئے جماعت بنائی

اب ہم نے دیکھنا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جو جماعت بنائی وہ اسلام کے فائدہ کے لئے بنائی یا اس کو نقصان پہنچانے کے لئے بنائی اس بات کا تو کوئی انصاف پسند انسان انکار نہیں کر سکتا کہ جب حضرت مرزا صاحب نے بحیثیت مجدد مسیح اور مہدی ہونے کا دعوےٰ کیا اس وقت مسلمانوں میں رائج الاعتقادات اسلام کو سخت نقصان پہنچا رہے تھے جن کی وجہ سے اسلام کے دشمنوں کو عموماً اور عیسائیوں کو خصوصاً اسلام پر اعتراض کرنے کا موقعہ میسر آ رہا تھا بلکہ ان کو اسلام سے مرتد بنا کر انہیں اپنے مذہب میں داخل کرنے کا کام بھی ان کے لئے سہل ہو رہا تھا۔ چنانچہ عیسائی مشنریوں کو اپنی اس مہم میں خاص کامیابی حاصل ہوئی جنہوں نے اپنی اس سعی سے ہزاروں مسلمانوں کو حلقہ بگوش عیسائیت بنا دیا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے کیا کام کیا

حضرت مسیح موعودؑ نے تشریف لاکر ایک طرف تو اسلام کو ضرر پہنچانے والے عقائد کے متعلق بتلایا کہ اسلام کی طرف یہ عقائد غلط طور پر منسوب کئے گئے ہیں اسلام میں ان کا نام و نشان بھی نہیں پایا جاتا اور اس طرح مخالفین کی طرف سے اسلام پر وارد شدہ تمام اعتراضات کا ایک ہی ضرب سے قلع قمع کر دیا اور دوسری طرف مخالفین کے عقائد پر ایسا بھرپور حملہ کیا کہ انکو لینے کے دینے پڑ گئے۔

علاوہ ازیں اسلام کی خوبیوں کو ایسا اجاگر کیا کہ دوسرے تمام مذاہب ان کے سامنے ماند پڑ گئے۔ چنانچہ جلسہ مذاہب اعظم جو ۱۸۹۶ء میں لاہور میں منعقد ہوا اس میں اسلامی خوبیوں پر آپ کے مضمون نے تمام دیگر ادیان کے پیشواؤں کے مضامین پر غالب آکر تمام دیگر ادیان پر اسلام کی برتری کو ثابت کر دیا اور اس پیشگوئی کو پورا کر دیا کہ مسیح اور مہدی کے زمانہ میں دلائل و براہین کی رُو سے اسلام کے سوا باقی تمام ادیان ہلاک ہو جائیں گے اس کے ساتھ ہی قرآن کریم کی آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ میں بیان کردہ غلبہ کی پیشگوئی نمایاں طور پر حضرت نبی کریم صلعم کے غلام مجدد زمان و مسیح و مہدی دوران کے ذریعہ پوری ہوگئی ٹھیک اسی طرح جس طرح کسریٰ و قیصر کی حکومتوں کے خاتمہ کی پیشگوئی حضرت عمرؓ کے ذریعہ پوری ہوئی۔

جماعت کا کام

پھر اس حقیقت کا بھی کوئی انصاف پسند انکار نہیں کر سکتا کہ آپ کی بنائی ہوئی جماعت اسلام کو ضرر سے بچانے اور اس کو نفع پہنچانے کے لئے کام میں دن رات مصروف نظر آ رہی ہے۔ پس قرآن شریف میں منافقین کے بیان کردہ مقصد ضرار کا مصداق حضرت مسیح موعودؑ کو کسی صورت میں بھی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

دوسرا مقصد بھی منسوب نہیں ہو سکتا۔

دوسرا مقصد ان منافقین کا کفراً کے لفظ میں اسلام کی جگہ کفر کا پھیلانا اور اس کو تقویت پہنچانا بیان کیا گیا ہے اور یہ مقصد بھی حضورؑ کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آپ کی ساری عمر کفر کو مٹانے اور اس کی جگہ اسلام کو قائم کرنے اور اس کی طرف دعوت دینے میں گذری ہے۔ چنانچہ آپ کے ذریعہ کافی تعداد غیر مسلموں کی اسلام میں داخل ہوئی چنانچہ خاکسار بھی اسی تعداد میں شامل ہے اور یہی کام آپ کی بنائی ہوئی جماعت کر رہی ہے۔ جماعت کی کوششوں کے نتیجہ میں یورپ میں سینکڑوں عیسائی داخل اسلام ہو چکے ہیں اور روز بروز ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔

تیسرا مقصد بھی منسوب نہیں ہو سکتا

تیسرا مقصد ان منافقین کا تفریقاً بین المؤمنین بتلایا گیا ہے یہ بھی آپ کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اشاعت اسلام کی غرض سے تو بیشک آپ نے جماعت تیار کی جس کی اس زمانہ میں اشد ضرورت تھی لیکن اس میں شامل نہ ہونے والوں کو کافر نہیں قرار دیا مسلمانوں میں تفرقہ تو اسی صورت میں پڑ سکتا تھا کہ آپ کی بنائی ہوئی جماعت میں داخل نہ ہونے والوں کو کافر قرار دیا جاتا مسلمانوں میں مختلف جماعتیں تو پہلے سے ہی چلی آ رہی تھیں حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ اسی طرح چشتیہ۔ سہروردیہ۔ نقشبندیہ، قادریہ وغیرہ لیکن چونکہ یہ ایک دوسرے کو کافر نہیں کہتے تھے اس لئے ان کا وجود تفریقاً بین المؤمنین کی وعید کے نیچے نہیں آتا تھا ہاں جن لوگوں نے حضرت مرزا صاحب اور ان کے متبعین پر کفر کے فتوے لگائے وہ تفریقاً بین المؤمنین کے مصداق ہو سکتے ہیں۔

چوتھا مقصد بھی منسوب نہیں ہو سکتا

چوتھا مقصد ان منافقین کا یہ بتلایا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والوں کے لئے ایسی فضا تیار کریں اور ایسے سامان مہیا کریں جن سے فائدہ اٹھا کر دشمنان اسلام خدا کے دین کا قلع قمع کر سکیں۔ لیکن یہاں تو معاملہ برعکس نظر آتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام کی تائید میں جو کارنامے سرانجام دیئے اور آپکی جماعت ان کے بعد جو دے رہی ہے اور جو لٹریچر اور علم کلام آپ نے مسلمانوں کو دیا وہ تو کفر کا قلع قمع کرنے میں مدد دے رہا ہے۔ اس لئے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی انصاف پسند اس مقصد کو بھی حضورؑ کی طرف منسوب نہیں کر سکتا کیونکہ حضورؑ نے تو اس کے برعکس خدا اور اس کے رسول کے خلاف صف آراء ہونے والوں کا ساری عمر

مقابلہ کیا اور ان کو شکست پر شکست دے کر اسلامی شوکت و عظمت کا ان سے لوہا منوایا۔

باقی رہا اسلام کی تائید میں جماعت کا بنانا سو یہ تو نہ صرف ممنوع ہے بلکہ شریعت نے تو اسے ضروری قرار دیا ہے۔ چنانچہ قارئین کرام کے غور کے لئے صرف سورۃ آل عمران ع ۱۱ کی سردست دو آیتیں ہی پیش کی جاتی ہیں۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون — کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔ کیا یہ آیتیں مسلمانوں میں ایسی جماعت پیدا کرنے کی ہدایت نہیں کر رہیں جو ایک طرف تو اسلام کی صداقت کو دوسروں تک پہنچائیں اور دوسری طرف مسلمانوں کو منکر سے روکیں اور معروف پر قائم رہنے کی تلقین کریں کیا حضرت مرزا صاحب داعی الی الخیر نہیں تھے اور کیا آمر بالمعروف اور ناھی عن المنکر نہ تھے اور کیا حقیقی معنی میں مؤمن باللہ نہ تھے اور کیا انہی اغراض و مقاصد کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے حضور نے جماعت بنائی۔

حضرت مرزا صاحبؑ کا مقام

حضرت مرزا صاحب کو مرزا غلام احمد کی حیثیت سے نہیں دیکھنا چاہیئے بلکہ انہیں مجدد زمان اور مسیح و مہدی دوران کی حیثیت سے دیکھنا چاہیئے۔ اس حیثیت سے انکے لئے بھی جماعت کا بنانا ضروری تھا اور احادیث میں مسلمانوں کا بھی فرض قرار دیا گیا ہے کہ وہ اسلام کے علم کو بلند کرنے میں ان کے معاون اور مددگار رہیں۔

احادیث و آثار میں جماعت کا ذکر

چنانچہ اس کے ثبوت میں ذیل میں وہ احادیث اور آثار نقل کئے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امت کو جس مہدی اور مسیح کا وعدہ دیا گیا ہے اس کے ساتھ جماعت کا ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس کی آواز پر لبیک کہیں اور اس کی بیعت کریں اور اس کے ساتھ ہو کر دین کی خدمت میں مصروف ہو جائیں کیونکہ اس کا کام ہی دعوت الی الاسلام کرنا اور مسلمانوں کو بصیرت بھرے ایمان کی نعمت سے مالا مال کرنا تھا جو انہوں نے کر کے دکھلا دیا۔

(۱) جب خدا کا خلیفہ مہدی ظاہر ہوگا اور مسلمانوں تک اس کی آواز پہنچ جائے گی تو ان کو چاہیئے کہ اس کے پاس جائیں اور اس کی بیعت کریں اگرچہ ہاتھوں اور پیٹوں کے بل برف پر چل کر بھی اس کے پاس جانا پڑے۔ رواہ مسلم۔ حجج الکرامہ ص ۲۲۲

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ مہدی پر فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو لوگوں پر ظاہر کرے اور انہیں اپنی طرف آنے کی دعوت دے بالفاظ دیگر اس پر لوگوں سے بیعت لینا اور جماعت بنانا فرض ہے۔

(۲) حضرت ثوبان رض نے حضرت نبی کریم صلعم سے روایت کیا ہے کہ امت میں دو گروہ ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔ ایک گروہ وہ ہے جن کو ہند میں غزوہ پیش آئے گا اور ایک گروہ وہ ہے جو عیسےٰ بن مریم کے ساتھ ہوگا — اخرجہ النسائی و اخرجہ احمد فی المسند ایضًا۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ اس مجدد کے ساتھ جماعت کا ہونا ضروری ہے جس کو احادیث نبویہ میں مسیح کا لقب دیا گیا ہے۔

(۳) مہدی کی صداقت ثابت کرنے کے لئے آسمان سے آواز آئے گی جس کو اہل مشرق اور اہل مغرب سب سنیں گے اس آواز سے سوئے ہوئے بیدار ہو جائیں گے اور بیٹھے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۔ یہ آواز بتلا رہی ہوگی کہ اے مسلمانو! تمہارا امیر فلاں ہے اور یہ امیر حق ہے۔ اخرجہ الطبرانی فی الاوسط۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ:۔ ایسے وقت میں لوگوں کی زبانوں پر مہدی کا ہی ذکر ہوگا اور لوگ اس کی محبت سے سرشار ہوں گے اور سوائے اس کے ذکر کے اور کوئی ذکر نہیں ہوگا حجج الکرامہ ص ۲۴۵۔

آسمان نے ایک تو احادیث میں مہدی کے متعلق پیشگوئی کے مطابق رمضان میں مقررہ تاریخوں پر کسوف و خسوف کے ذریعہ اہل مشرق اور اہل مغرب دونوں کو حضرت مرزا صاحب کے سچے مہدی اور سچے امیر ہونے کی شہادت دی کیونکہ یہ کسوف و خسوف مشرق اور مغرب دونوں جگہ ہوا تھا اور دوسرے آسمان کی شہادت اس ذریعہ سے ہوئی کہ بہت سے اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام اور کشوف کے ذریعہ حضرت مرزا صاحب کے صادق ہونے کی اطلاع دی گئی اور اس کے علاوہ بہت سے لوگوں کو خوابوں کے ذریعہ آپ کی سچائی پر یقین دلایا گیا۔

(۴)۔ اسی طرح امام سیوطی رح نے ذکر کیا ہے کہ آسمان سے آواز آئے گی کہ فلاں یعنی مہدی کے اصحاب خدا کے اولیاء ہیں اس سے بھی ثابت ہے کہ مہدی معہود کی جماعت ہوگی۔

اسی طرح حکم بن رافع کہتے ہیں کہ جب یہ آواز آئے گی کہ تمہارا امیر فلاں یعنی مہدی ہے تو انصار حق میں سے اہل بدر کی تعداد کے مطابق اس کی بیعت کریں گے ص ۳۴۶۔

اس سے بھی مہدی کے لئے جماعت بنانا ثابت ہے۔

(۵)۔ مالک بن انس نے محمد بن منکدر سے اس نے جابر سے روایت کی ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ جو مہدی کی تکذیب کرے گا اس نے حق کو قبول کرنے سے انکار کیا ص ۳۵۱

کیا اس سے لازم نہیں آتا کہ مہدی کا ساتھ دینا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ کیا اس سے صاف نتیجہ نہیں نکلتا کہ مہدی کے ساتھ جماعت کا ہونا بھی ضروری ہے۔

(۶) ص ۲۵۳ پر احادیث کی بنا پر لکھا ہے کہ مہدی موعود جس وقت بیعت لینی شروع کرے گا اس وقت اس کی عمر چالیس سال کے قریب ہوگی۔

(۷)۔ اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ " مہدی کا لقب جابر ہوگا یعنے وہ امت محمدیہ کے دلوں کی اصلاح کرنے والا ہوگا یہ الفاظ بھی اس کا ساتھ دینے والی جماعت پر ہی دلالت کرتے ہیں۔

(۸) حضرت علی رض سے روایت ہے کہ مہدی آخری زمانہ میں اس وقت ظاہر ہوگا جب کہ اللہ اللہ کہنے پر لوگ قتل کئے جائیں گے (ان الفاظ میں سکھوں کے عہد حکومت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ ناقل) اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ایک قوم جمع کرے گا ان کے دلوں میں الفت ڈالے گا اہل بدر کی تعداد کے موافق اس کی جماعت میں لوگ داخل ہوں گے (شروع میں ایسا ہی وقوع میں آیا۔ ناقل) لم یسبقھم الاولون ولا یدرکھم الاخرون ص ۳۶۲۔

حدیث کے ان الفاظ کو مدنظر رکھتے ہوئے اس مجدد کو دوسرے مجددوں پر قیاس کرنا غلط ہے اس کی شان دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ بلند ہے اور اس کی خصوصیات ایسی ہیں کہ دوسرا کوئی مجدد ان میں شریک نہیں کیا جاسکتا۔

(۹) نعیم بن حماد نے ابو جعفر کی روایت کی بناء پر بیان کیا ہے کہ اے مسلمانو! مہدی کے ظہور کے وقت تم ہدایت پر پہنچنے اس کے پھیلانے پر۔ اس کے مددگار بن جانا اور تقویٰ کے قائم کرنے پر اس کے وزراء بن جانا اور روایت میں مذکور ہے کہ مہدی امت محمدیہ کے دلوں کو تونگری سے بھر دے گا۔

کیا یہ سب روایتیں جماعت بنانے پر دلالت نہیں کرتیں۔

(۱۰) — ابو سعید خدری رض روایت کرتے ہیں کہ امت مہدی کی پناہ میں اس طرح آئے گی جس طرح شہد کی مکھیاں اپنے یعسوب کی پناہ میں آتی ہیں۔ ص ۳۶۳

کیا مہدی کے ساتھ جماعت کے ہونے پر اس سے بڑھ کر بھی دلالت کرنے والے الفاظ ہو سکتے ہیں۔

(۱۱)۔ حضرت علی رض فرماتے ہیں کہ مؤمنوں کے دل مر چکے ہوں گے۔ پس مہدی آکر انہیں زندہ کرے گا ص ۳۶۴ بغیر اس کے ساتھ تعلق پیدا کئے کس طرح زندہ ہو جائیں گے۔

پھر لکھا ہے کہ:۔

اس کے زمانہ میں مسلمان مخالفین پر غالب آئیں گے۔ ہر چھوٹا بڑا خواہش کریگا کہ دیر تک اس کے ساتھ رہوں اور اس کے سایہ میں طویل عمر بسر کروں ص ۳۶۵

کیا یہ حقیقت نہیں کہ حضرت مرزا صاحبؑ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے والوں نے تمام مخالفین اسلام کے منہ بند کر دیئے اور اپنی غلوبیت کو نمایاں کر کے دکھلایا۔

(۱۲) مہدی کے متعلق یہ لکھا ہوا ہوگا کہ محض اللہ کے لئے اس کی بیعت کی جائے مہدی کے متعلق آسمان سے آواز آئے گی کہ یہ خدا کا خلیفہ ہے اس کی بات کو سنو اور اس کی اطاعت کرو اور اس کی بیعت کرو مسلمان اس کے ذریعہ قوت حاصل کریں گے اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا۔ ص ۳۶۶

کیا بغیر تعلق پیدا کئے ہی مسلمانوں کو قوت حاصل ہو جائے گی۔

(۱۳)۔ ام سلمہ رض سے روایت ہے کہ لوگ اس کے

ارد گرد اس طرح جمع ہو جائیں گے جس طرح متفرق پرندے ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ ۳۱۴ شخص اس کے ساتھ ہو جائیں گے ص۳۶۸۔

(۱۴) اشاعت میں مذکور ہے کہ ما وراء النہر سے ایک شخص ظاہر ہوگا (قادیان وراء النہر ہی میں واقع تھا۔ ناقل) وہ زمیندار خاندان سے ہوگا اس کے لشکر کے مقدمۃ ایک شخص ہوگا جسے منصور کے لقب سے ملقب کیا جائیگا وہ آل محمد کو اسی طرح تقویت پہنچائے گا جس طرح قریش نے حضرت نبی کریم صلعم کو تقویت پہنچائی تھی ہر مومن پر اس کی نصرت کرنا واجب ہے یہ مرد مہدی ہوگا ص۳۶۹

حضرت نبی کریم صلعم کا ارشاد کہ ہر مومن پر اس کی نصرت واجب ہے کیا بالوضاحت دلالت نہیں کرتا کہ مسلمانوں کا بحیثیت جماعت اس کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔

(۱۵) ابن ماجہ میں ہے کہ عبداللہ بن حارث بن جزء کہتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ مشرق سے ایسے لوگ نکلیں گے جو مہدی کی قبولیت کے لئے زمین ہموار کریں گے کیا یہ الفاظ مہدی کی جماعت پر دلالت نہیں کرتے ص۳۷۰

(۱۶) ایک روایت میں ہے کہ مہدی نصاریٰ کے مقابلہ میں لشکر لائیں گے اور مسلمانوں کا گروہ قسم کھائے گا کہ فتح کے بغیر واپس نہیں ہوں گے۔ ص۳۷۳

کیا یہ حقیقت نہیں کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے بحیثیت مہدی ہونے کے ایسی جماعت تیار کی جس نے نصاریٰ کے مقابلہ میں فتح نمایاں حاصل کی اور کیا اس سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ جماعت کا تیار کرنا مہدی کے فرائض میں داخل ہے۔

(۱۷) بخاری اور مسلم میں آنے والے مسیح کو مسلمانوں کا امام کہا گیا ہے اور امام کے مفہوم میں ہی یہ داخل ہے کہ اس کے مقتدی اور اتباع کرنے والے ہوں حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا ہوا ہے الامام جُنّۃ یقاتل من ورائہ نیز فرمایا من لم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاہلیہ۔ ان دونوں حدیثوں کی تشریح پہلی اقساط میں گذر چکی ہے۔

(۱۸) محمد بن عربی حاتمی اندلسی کا قول ہے کہ ان کے زمانہ میں دین میں چمک پیدا ہو جائے گی اسلام میں کمزوری کے بعد اس کی

روح اور اس کا مغز واپس آجائے گا ایک مسلمان تمام جہالت۔ بخل اور بزدلی کی حالت میں کرے گا اور وہ مہدی کے ذریعہ صبح کرے گا اس حالت میں کہ وہ اعلم الناس۔ اکرم الناس۔ اشجع الناس ہوگا ص۳۸۲

کیا یہ الفاظ مہدی کی جماعت پر دلالت نہیں کرتے اور کیا اس حقیقت کا انکار کیا جا سکتا ہے کہ مہدی سے تعلق پیدا کرنے سے قبل مسلمان مذہب سے اس قدر جاہل اور ناواقف تھے کہ ان کے دلوں میں اس کی سچائی اس قدر مشتبہ ہوئی ہوئی تھی کہ اس کی خدمت کے لئے نہ روپیہ خرچ کرنے کے لئے تیار تھے اور نہ مخالفین اسلام کے اعتراضوں کا جواب دینے کی ہمت رکھتے تھے جس کی وجہ سے ان کے مقابلہ میں بزدل بنے ہوئے تھے لیکن جونہی جو مسلمان حضرت مرزا صاحبؑ کی بیعت میں داخل ہوتا تھا داخل ہوتے ہی علم کے دروازے اس پر کھل جاتے تھے جس کی وجہ سے وہ اجہل الناس سے اعلم الناس بن جاتا تھا ساتھ ہی وہ اشاعت اسلام کے لئے دل کھول کر مالی خرچ کرنے پر آمادہ ہو جاتا تھا جس کی وجہ سے ابخل الناس سے اکرم الناس بن جاتا تھا مخالفین اسلام کا مقابلہ کرنے کے لئے اس میں اس قدر ہمت پیدا ہو جاتی تھی کہ اجبن الناس سے اشجع الناس میں تبدیل ہو جاتا تھا اسی صفحہ پر یہ روایت بھی لکھی ہے۔

(۱۹) لہ ولاء مسلمین اس سے خوش ہوں گے اور اس کی بیعت میں داخل ہوں گے عارف لوگ خدا کے الہامات اور کشوف کے ذریعہ اس کی بیعت میں داخل ہوں گے وہ مقربان الٰہی بن جائیں گے۔ یہ سب لوگ اس کی دعوت کو قائم کریں گے اس کی نصرت فرمائیں گے اس کے وزیر ہوں گے جو اس کے کام کا بوجھ اٹھائیں گے اس کے دل میں خدا تعالےٰ جو حقائق ڈالے گا اس کے پھیلانے میں اس کی اعانت کریں گے۔ اس کے یہ وزراء سب کے سب عجمی ہوں گے ان میں عربی کوئی نہیں ہوگا۔ ان میں ایک حافظ بھی ہوگا جو ان کی جنس سے نہ ہوگا یعنی باقی ممبروں میں سے خاص حیثیت رکھتا ہوگا اور اپنے مقام کے لحاظ سے سب سے الگ ہوگا۔

یہ روایت جماعت پر دلالت کرنے کے علاوہ مجلس معتمدین کے وجود میں آنے کی پیشگوئی بھی کر رہی ہے جسے حضرت مسیح موعود نے خدا

تعالےٰ سے اپنی وفات کی خبر پا کر قائم کیا تھا اور جس کے سپرد سلسلہ کے تمام کام کر دیئے گئے تھے جو حدیث کے الفاظ کے مطابق آپ کے کام کا بوجھ اٹھانے والے تھے گو اس مجلس کے ممبران کی تعداد ۱۴ تھی لیکن ان میں پانچ ممبر حضرت مسیح موعودؑ کے اپنے رشتہ دار تھے باقی نو غیر رشتہ دار یعنی جماعت میں سے منتخب کئے گئے تھے اس لئے حدیث میں انہی ممبروں کی تعداد بتلائی گئی ہے جو حضورؑ کے رشتہ دار نہ تھے بلکہ جماعت میں سے منتخب کئے گئے تھے حضرت مولوی نور الدین صاحب حافظ بھی تھے اور حضورؑ کے اخص اصحاب میں سے تھے اور اپنے علم اور تقوےٰ کے لحاظ سے دوسرے ممبروں سے الگ حیثیت اور الگ شان رکھتے تھے اس لئے ان کا ذکر حدیث میں خاص طور پر سب ممبروں سے الگ کر کے بیان کیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد انہی کو جماعت کا ہیڈ تسلیم کیا گیا۔

(۲۰) ابن خلدون نے تمام اقوال کو سامنے رکھ کر یہ لکھا ہے کہ مسلمان تمام زمانوں میں یہ مانتے چلے آئے ہیں کہ امت میں ایسا شخص یعنی مہدی ظاہر ہوگا جس کی اتباع مسلمان کریں گے۔ ص۳۹۰

کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ سب مسلمانوں کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ مہدی جماعت بنائیگا۔

(۲۱) تمام روایات کو مدنظر رکھ کر لکھا ہے کہ طوبیٰ للغرباء کے ماتحت مہدی کے ظہور پر مسلمان جن کی حالت بالکل غرباء یعنی دین سے اجنبیوں کی سی ہو چکی ہوگی فوراً مہدی کے انصار و اعوان بن جائیں گے۔ ص۳۹۴

معلوم ہوا کہ مسلمان مہدی کے لئے جماعت ہونے کا عقیدہ رکھتے چلے آ رہے تھے۔ اسی طرح ص۳۹۵ پر بھی اس کے انصار و اعوان کا ذکر ہے۔

(۲۲) حضرت علی رضہ سے روایت ہے کہ مہدی کے لئے خزائن ہوں گے لیکن خزائن سے مراد زر و سیم کے خزانے نہیں بلکہ خزائن سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالےٰ کی معرفت ایسی ہوگی جیسے کہ اس کا حق ہے۔ یہ مہدی کے انصار ہوں گے۔

کیا یہ الفاظ جماعت پر دلالت نہیں کرتے۔

(۲۳) جابر سے مروی ہے کہ رسول کریم صلعم نے فرمایا لا تزال طائفۃ من امتی

یقاتلون علی الحق ظاہرین الی یوم القیامۃ ص۳۲۳ طائفہ کا لفظ بہرحال جماعت پر ہی دلالت کرتا ہے

(۲۴) اسی صفحہ پر کنز العمال بن الدیلمی کے یہ الفاظ مذکور ہیں ینزل عیسیٰ بن مریم علی ثمان مأۃ رجل و اربع مأۃ امرأۃ خیار من علی الارض و اصلح من مضیٰ

پھر اسی صفحہ پر ہے:۔

لیدرکن الدجال قوم مثلکم او خیر منکم ولن یخزی اللہ امۃ انا اولہا و عیسیٰ بن مریم آخرہا اخرجہ الحاکم فی المستدرک وفی حدیث عروۃ بن ادیم عند ابی نعیم فی الحلیۃ خیر ہذہ الامۃ اولہا و آخرہا اولہا فیہم رسول اللہ صلعم و آخرہا فیہم عیسیٰ بن مریم و بین ذالک فیج اعوج لیسوا منی ولست منہم

(۲۵) نواس بن سمعان رضہ کی حدیث میں ہے کہ عیسیٰؑ کے پاس وہ لوگ آئیں گے جو دجال کے اثر سے محفوظ رہے ہوں گے پس مسیح موعودؑ ان کے چہروں پر ہاتھ پھیرے گا اور جنت میں ان کے درجات کے متعلق انکو اطلاع دیگا (وصیت اسی پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے لکھی گئی۔ ناقل) پھر اللہ تعالےٰ مسیح موعودؑ کو وحی کریگا کہ میں نے ایسے بندے نکالے ہیں جن کے ساتھ قتال کرنے کی کسی کو طاقت نہیں اس لئے تم میرے بندوں کو طور کی طرف لے جا یعنی ان کو دعاؤں کی طرف راغب کر اسی حدیث میں آتا ہے یحصر نبی اللہ و اصحابہ۔ پھر آتا ہے فیرغب نبی اللہ و اصحابہ الی اللہ۔ پھر آتا ہے یہبط نبی اللہ عیسیٰ و اصحابہ الی الارض پھر آتا ہے فیرغب عیسیٰ و اصحابہ الی اللہ

ص۳۷۹، ۳۸۰

اس حدیث میں سات دفعہ امت میں آنیوالے مسیح کے اصحاب کا ذکر موجود ہے ایسی حدیثوں کے ہوتے ہوئے حضرت مرزا صاحب کے متعلق جن کا دعویٰ مسیح اور مہدی ہونے کا ہے یہ کہنا کہ ان کا جماعت بنانا ان کو تفریق بین المؤمنین کی وعید کے نیچے لاتا ہے کس قدر دین سے ناواقفیت کا ثبوت دینا ہے۔

پھر ص۳۲۳ پر بھی یہ روایت ہے کہ یہ

۴۴ موعود کی وفات کے بعد ان کی جماعت اپنے میں سے ایک شخص کو خلیفہ بنائے گی۔ اگر جماعت ہی نہیں ہوتی تھی تو اس کے متعلق خلیفہ بنانے کی پیشگوئی کیا معنی رکھتی ہے۔ جماعت بنانے کے متعلق

پروگرام جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

جو بتاریخ ۲۵ر-۲۶ر-۲۷ر-۲۸ر دسمبر ۱۹۶۸ء بروز بدھ، جمعرات، جمعہ، ہفتہ۔ احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور میں منعقد ہوگا۔

روز اول: بدھ وار مؤرخہ ۲۵ر دسمبر کو بوقت صبح احمدیہ خواتین کا جلسہ احمدیہ ہال واقعہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوگا۔ اور بعد از دوپہر طالبات سکول و کالج کا تقریری مقابلہ ہوگا۔ نیز خواتین کی پیش کردہ دستکاری کی نمائش ہوگی

۲۶ر دسمبر ۱۹۶۸ء بروز جمعرات

اجلاس اول:۔ نو بجے صبح تا ساڑھے بارہ بجے دوپہر

زیر صدارت میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی ستارۂ خدمت

تلاوت قرآن کریم و نعت - - - - - - : از ۹ تا ۹¼ تک
ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ۔ مولوی دوست محمد صاحب - -- : از ۹¼ تا ۹½ تک
افتتاحی تقریر حضرت مولانا صدر الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور - : از ۹½ تا ۱۰½ تک
میاں بشیر احمد منٹو صاحب ایم۔اے - - - تقریر : از ۱۰½ تا ۱۱ تک
قاضی عبدالرشد صاحب ایڈووکیٹ پشاور۔ - - } .. : از ۱۱ بجے تا ۱۱¾ بجے تک
"بین الاقوامی سطح پر تبلیغ اسلام میں جماعت احمدیہ لاہور کا مقام"
چوہدری محمد حسن چیمہ صاحب ایڈووکیٹ گجرات } - .. .. : از ۱۱¾ بجے سے ۱۲½ بجے تک
"پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ" .. ..

اجلاس دوم:۔ ۲½ بجے سے ۵ بجے تک

زیر صدارت کرنل سید بشیر حسین شاہ صاحب ریٹائرڈ ڈائریکٹر ہیلتھ سروسز مغربی پاکستان

تلاوت قرآن کریم و نعت .. .. : از ۲½ سے ۲¾ تک
ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ۔ محمد الرحمٰن خان صاحب پشاور - : از ۲¾ سے ۳ بجے تک
پروفیسر محمد فاضل صاحب ایم ایس سی .. .. تقریر : ۳ بجے سے ۳½ تک
پروفیسر غلام محمد صاحب ایم اے۔ "پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی" : ۳½ سے ۴ بجے تک
خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد صاحب ستارۂ خدمت "جماعت کی اصلاح اپنی اصلاح سے وابستہ ہے" : ۴ بجے سے ۵ بجے تک

بوقت سات بجے تمام سکولوں اور کالجوں کے طلباء کا تقریری مقابلہ ہوگا۔
طلباء سکول کی تقاریر کا موضوع:۔ "بزرگوں کا احترام اسوۂ حسنہ کی روشنی میں"
کالجوں کے طلباء کی تقاریر کا موضوع:۔ "معاشرہ کی صحیح اساس بلند اخلاق ہے نہ کہ مادی ترقی"
نیز انجمن کی مجلس معتمدین کا اجلاس ہوگا جس میں "جماعتی ترقی و توسیع کے ذرائع" پر غور کیا جائے گا۔

۲۷ر دسمبر ۱۹۶۸ء۔ بروز جمعہ

اجلاس اول:۔ ۹ بجے سے ۱۱½ بجے تک

زیر صدارت:۔ شیخ میاں فاروق احمد صاحب ملز اونر راولپنڈی

تلاوت قرآن کریم و نظم - - - - - : ۹ بجے سے ۹¼ بجے تک
حکیم مولوی عبدالوہاب صاحب صاحبزادہ حضرت مولانا نورالدین صاحب } ۹¼ بجے سے ۹½ تک
رحمۃ اللہ علیہ۔ "حیات نورالدین کا ایک ورق" - - -

خانبہادر غلام ربانی خان صاحب ایڈووکیٹ مانسہرہ۔ تقریر : ۹½ بجے سے ۱۰ بجے تک
سالانہ رپورٹ۔ آنریری جنرل سیکرٹری } - - - : ۱۰ بجے سے ۱۰½ بجے تک
صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور
مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری۔ "اشاعت اسلام اور جماعت احمدیہ" -- : ۱۰½ بجے سے ۱۱½ بجے تک

خطبہ و نماز جمعہ ۱½ بجے سے ۳ بجے تک

اجلاس دوم:۔ ۳ بجے سے ۵ بجے تک

زیر صدارت:۔ میاں غلام حیدر صاحب تبسم ریٹائرڈ ڈی۔ آئی۔ جی پولیس مغربی پاکستان

تلاوت قرآن کریم و نظم .. .. .. : ۳ بجے سے ۳¼ بجے تک
مرزا مسعود بیگ صاحب ایم۔اے - - تقریر : ۳¼ سے ۴ بجے تک
مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی "عصائے موسیٰ و ید بیضا" : ۴ بجے سے ۵ بجے تک

۲۸ر دسمبر ۱۹۶۸ء۔ بروز ہفتہ

اجلاس اول:۔ ۹ بجے صبح سے ایک بجے بعد دوپہر تک

زیر صدارت:۔ حضرت مولانا صدرالدین صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور

مذاکرۂ علمیہ:۔ "سائنسی ترقی اور مذہب کی ضرورت"

تلاوت قرآن کریم و نظم - - .. - - : ۹ بجے سے ۹¼ بجے تک
عبداللہ الیاس صاحب سوڈانی - - - مقالہ عربی : ۹¼ بجے سے ۹¾ بجے تک
مولانا عبدالمنان عمر صاحب صاحبزادہ حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم مقالہ : ۹¾ سے ۱۰¼ بجے تک
ڈی۔ آئی۔ اسامہ از فلپائن و مصطفےٰ کے ہائیڈل از ٹرینیڈاڈ۔ مقالہ انگریزی : ۱۰¼ بجے سے ۱۱¼ بجے تک
ڈاکٹر اللہ بخش صاحب ریٹائرڈ کیمیکل اگزامینر - - مقالہ : ۱۱¼ سے ۱۲ بجے تک
میاں رحیم بخش صاحب ایم اے کراچی .. .. تقریر : ۱۲ بجے سے ۱۲½ بجے تک
صاحب صدر: حضرت مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ } اختتامی تقریر
صدارتی ریمارکس اور دعا

المعلن:۔ مہتمم جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔

میری قبولِ احمدیت کی سرگذشت

(بسلسلہ صفحہ ۲)

جماعت ایک گاؤں میں کس طرح پیدا ہوگئی، یہ حضرت اقدسؑ کی راستبازی اور صداقت کا ایک بیّن اور زبردست نشان تھا۔

نمازِ تہجد

گھروں سے قرآن خوانی کی آوازیں آتی تھیں۔ لوگ نمازوں اور دعاؤں میں مشغول تھے۔ کہ علی الصبح حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے مسجد مبارک میں نہایت بلند آواز سے اذان کہی۔ اس پر لوگ مسجد میں آنے شروع ہوگئے۔ جب حضرت اقدسؑ تشریف لے آئے تو نماز کے لئے جماعت کھڑی ہو گئی۔ مولوی صاحبؓ نے سورہ یوسف پڑھنا شروع کی۔ صبح کا سہانا وقت۔ خاموشی کا سماں مولوی صاحب کا اپنے مخصوص انداز میں قرآن کریم کی تلاوت فرمانا۔ خود حضرت اقدسؑ کا جماعت میں موجود ہونا ان تمام باتوں نے مل کر نمازیوں پر عالم محویت طاری کر دیا۔

میری دعا

اور خدا ہی جانتا ہے کہ ان بابرکت گھڑیوں میں انفرادی طور پر مقتدیوں نے کیا کیا دعائیں حضرت عزت جلشانہ کے حضور پیش کیں۔ میری اپنی آرزو تو یہی تھی کہ مولا کریم حضرت اقدسؑ کو اپنے مقصد میں کامیاب کرے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین پھیلے اور خدا کا جلال ظاہر ہو۔ نماز ختم ہونے کے بعد حضرتؑ اندر تشریف لے گئے۔

قیامِ قادیان کے تاثرات

دن کو احباب جہاں ایک دوسرے کے ساتھ ملتے نہایت محبت اور خلوص کا اظہار کرتے تھے۔ عموماً حضرتؑ کے دعاوی یا قرآن کریم کی کسی آیت یا دیگر مسائل دینیہ پر گفتگو ہوتی تھی۔ کوئی دوست سوال پوچھتا کوئی جواب دیتا۔ دن رات یہی مشغلہ تھا۔ میں تین دن رہا۔ اس عرصہ میں مذہبی اثر میرے دل و دماغ بلکہ جسم کے ذرہ ذرہ میں سما گیا۔ اور آج تک اور ان شاء اللہ مرنے تک یہ اثر نہیں مٹ سکتا۔

سیالکوٹ میں واپسی اور والدین کی کیفیت

بالآخر میں براستہ لاہور اپنے بھائی صاحب سے ملتا ہوا سیالکوٹ واپس آیا، اور اپنے والدین کو اس پیادہ پا سفر سے آگاہ کیا۔ انہوں نے میرے پاؤں کو دیکھا تو سخت رنجیدہ ہوئے۔ پھر گرم پانی کے ساتھ میرے پاؤں کو دھویا۔ جب پاؤں دھوتے تھے تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔

سیالکوٹ میں احمدیت کی ترقی

پھر میں نے اس اثر اور جذبہ کا استعمال شروع کیا جو قادیان سے میں اپنے ہمراہ لایا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے محلہ میں خدا کے فضل سے ایک جماعت پیدا ہوگئی۔ ادھر قادیان سے بڑے زور کے ساتھ تحریک شروع ہو رہی تھی۔ اشتہار پر اشتہار اور کتابیں شائع ہو کر آئیں جو ہم خود پڑھتے اور دوسرے لوگوں کو سناتے تھے۔ اور یہ کوئی میری ہی خصوصیت نہ تھی۔ بلکہ سب احباب ایسا ہی کرتے تھے،

احمدیت کے فیضان

حضرتؑ کے دعوے کے ساتھ نہ صرف مسلمانوں میں بلکہ آریوں اور عیسائیوں میں مخالفت کا طوفان اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس عام جوش اور تحریک کی وجہ سے مجھے مشہور مشہور مذاہب کے لٹریچر کے مطالعے کا شوق ہوا۔ اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج تک بلا مبالغہ سینکڑوں کتابیں مختلف مذاہب کی میری نظر سے گذر چکی ہیں، تصنیف و تالیف کے علاوہ میں نے مسلمانوں کے مختلف فرقوں اور آریوں، عیسائیوں، دہریوں تک کے صدہا لیکچر جلسے اور مباحثے دیکھے اور سُنے اور ریسرچ کرنا آج کے دن تک میرا کام اور معمول ہے۔

ایک ضروری حوالہ

میرے مضمون کی گذشتہ قسط میں سرسیّد احمد خاں صاحب کے متعلق ذکر کیا گیا تھا کہ انہوں نے امام صاحب حنبل کو غالی حنبل کے نام سے ہی ذکر کیا ہے اس کا حوالہ درج کرنا رہ گیا تھا۔ حوالہ کے لئے دیکھیں مکتوبات سرسیّد صـ ۲۹

عبدالرحمان مصری

عربی تعلیم کیلئے مکان کی ضرورت

نائجیریا سے ایک خط

ترجمہ خط۔ ایس۔ آر۔ بی۔ سولے ایو کوتا نائجیریا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛

مجھے سٹاف اور طالب علموں نے خط لکھنے کے لئے کہا ہے۔ کہ ہماری مدد کریں۔ ہم عربی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور قرآن شریف کا سبق لیتے ہیں اور دیگر مضمون بھی پڑھتے ہیں۔ ہمارا اسکول ایک شیڈ کے نیچے ہے جو دو گھروں کے درمیان ہے اور جب بارش ہوتی ہے تو لڑکے گھروں کو بھاگ جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں کوئی عربی دکان نہیں اور سکول کے لئے کوئی ٹیکسٹ بک نہیں۔ ہمارے پاس کوئی رقم نہیں کہ ہم سکول بنا سکیں اور جو بچے پڑھتے ہیں وہ غریب والدین کے بچے ہیں۔ اور وہ ۵ شلنگ ماہوار بھی نہیں دے سکتے۔ میں بائیں ٹانگ سے لنگڑا ہوں۔ آپ براہ مہربانی ہمارے عمارت کا بندوبست کریں۔ کیونکہ جب بارش ہوتی ہے تو کتابیں اور قرآن بھیگ جاتے ہیں۔ اس لئے خدا خوفی کریں اور ہماری مدد کریں۔ جواب ارسال کریں۔

مَلفوظات

بسلسلہ صفحہ اوّل

اقرار بھی کرتے ہیں مگر میں افسوس سے کہتا ہوں کہ وہ مانتے نہیں۔ جو شخص اپنے بھائی کا حق مارتا ہے یا خیانت کرتا ہے یا دوسری قسم کی بدیوں سے باز نہیں آتا۔ میں یقین نہیں کرتا کہ وہ توحید کا ماننے والا ہے کیونکہ یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ اس کو پاتے ہی انسان میں ایک خارق عادت تبدیلی ہو جاتی ہے، اس میں بغض، کینہ، حسد، ریا وغیرہ کے بُت نہیں رہتے اور خدا تعالےٰ سے اس کا قرب ہوتا ہے۔ یہ تبدیلی اسی وقت ہوتی ہے اور اسی وقت وہ سچا موحد بنتا ہے۔ جب یہ اندرونی بُت تکبر، خود پسندی، ریاکاری، کینہ و عداوت حسد و بخل، نفاق و بدعہدی وغیرہ کے دُور ہو جاویں۔ جب تک یہ بُت اندر ہی ہیں اس وقت تک لا الٰہ الا اللہ کہنے میں کیونکر سچا ٹھہر سکتا ہے؟ کیونکہ اس میں تو کُل کی نفی مقصود ہے۔ پس یہ پکی بات ہے کہ صرف منہ سے کہہ دینا کہ خدا کو وحدہٗ لاشریک مانتا ہوں کوئی نفع نہیں دے سکتا۔ ابھی منہ سے کلمہ پڑھتا ہے اور ابھی کوئی امر ذرا مخالف مزاج ہوا اور غصہ اور غضب کو خدا بنا لیا۔

اچھے لوگ عُمدہ لباس پسند کرتے ہیں

پریمیئر فیبرکس

(اپنی)

سادگی اور پائیداری کے لئے مشہور ہیں۔

امریکن رُوئی سے تیار شدہ۔ P.C.M-84 لٹھا اور سنہری چڑیا پاپلین۔

لٹھا — 55000	پاپلین — چاندنی	کیمرک رنگدار — P.C.M. 72
" " — EX-5	" " — سفینہ	کیمرک سفید — EX-259
" " — 1000	" " — ظفر	وائل — V.445
" " — پرچم	" " — شہزادی	تسر — P.C.M.75
	" " — فیروزی	
	" " — 4040	

سُوت ہر قسم سنگل و ڈبل بنڈلوں اور کونوں میں

المشتہر

کمرشل آفیسر۔ پریمیئر کلاتھ ملز لمیٹڈ۔ لائلپور

ٹیلیفون نمبر۔ 2102، 2166، 4917، 2548

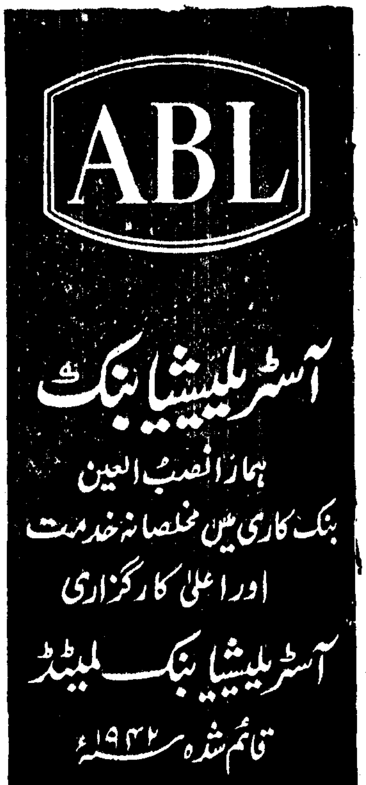

آسٹریلیشیا بینک
ہمارا نصب العین
بنک کاری میں مخلصانہ خدمت
اور اعلیٰ کارگزاری
آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ
قائم شدہ ۱۹۴۲ء

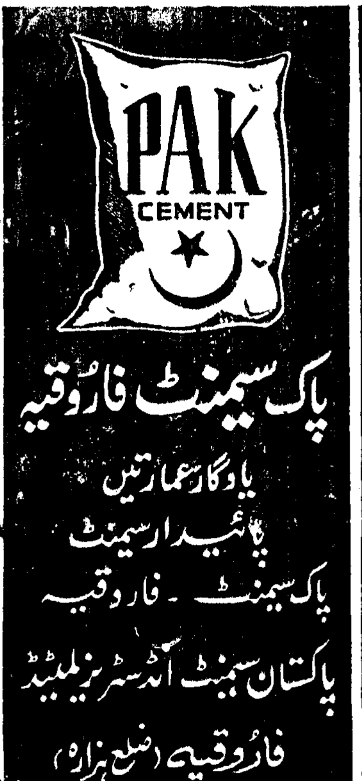

پاک سیمنٹ فاروقیہ
یادگار عمارتیں
پائیدار سیمنٹ
پاک سیمنٹ ۔ فاروقیہ
پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ
فاروقیہ (ضلع ہزارہ)

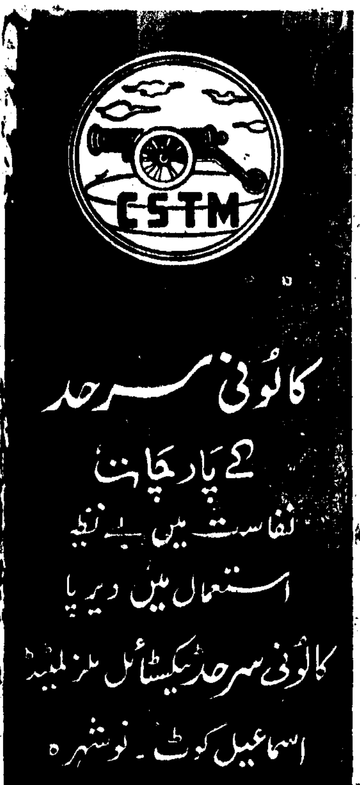

کالونی سرحد
کے پارچات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا
کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل کوٹ ۔ نوشہرہ

آفتاب الدین احمد ہومیوپیتھک دار الشفاء
ایک رفاہی ادارہ ہے جہاں سے
یومیہ سینکڑوں مریض خود آکر اور بیسیوں بذریعہ خط و کتابت مفت ادویات اور مشورہ حاصل کرتے ہیں۔
آپکی اعانت کا شکریہ
اعزازی مہتمم دار الشفاء ۔ احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور

پیغام صلح مورخہ ۴ر دسمبر ۱۹۶۸ء ۔ [illegible] ۱۳۸۸ھ شمارہ ۴۹

پیغام صلح لاہور
۲۰۰
بدست جناب مسٹر
محمد [illegible] صاحب
[illegible] شاہدرہ
لاہور

احمدیہ
بلڈنگس
برانڈرتھ روڈ

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نور الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خداوند ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن زِ آیاتِ مبین

ہفت روزہ پیغامِ صلح

لاہور پاکستان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ٹیلی فون نمبر ۳۷۳۷
تار کا پتہ تبلیغ لاہور

[illegible]
بشیر احمد سوز

جلد ۵۶ | یوم چہارشنبہ - مورخہ ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ - مطابق ۱۱ دسمبر ۱۹۶۸ء | نمبر ۴۹

اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں

از حضرت مسیح موعودؑ

اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے اور ان کے معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو، پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھیگا اور اس جماعت کے تعلقاتِ اخوت استحکام پذیر ہونگے۔ ماسوا اس کے کہ اس جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کیلئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں۔ کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے طیار ہو رہے ہیں .... سو بھائیو۔ یقیناً سمجھو کہ یہ ہمارے لئے ہی جماعت طیار ہو رہی ہے، خدا تعالیٰ کسی صادق کو بے جماعت نہیں چھوڑتا۔ انشاءاللہ القدیر سچائی کی برکت ان سب کو اس طرف کھینچ لائیگی خدا تعالیٰ نے آسمان پر یہی چاہا ہے اور کوئی نہیں کہ اس کو بدل سکے سو لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ ہرجوں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر ایک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائیدِ حق اور اعلاءِ کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔

امرِ جامع کی اہمیت

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاِذَا کَانُوْا مَعَہٗ عَلٰٓی اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْھَبُوْا حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْہُ۔

ترجمہ: — مومن وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاتے ہیں اور جب کسی اہم معاملہ میں اس کے ساتھ ہوتے ہیں تو جاتے نہیں، یہاں تک کہ اس سے اجازت لے لیں۔

تفسیر — قومی یا دینی معاملات ذاتی معاملات پر ترجیح رکھتے ہیں۔ پس جب کسی قومی یا دینی معاملہ کے لئے طلب کیا جائے تو نہ صرف حاضر ہوں بلکہ حاضری کے بعد بھی نہ جائیں جب تک کہ رسول اللہ صلعم سے اجازت نہ لے لیں۔ آج مسلمانوں کی مجالس قومی کی یہ حالت ہے کہ اوّل تو لوگ وہاں آتے نہیں اور جو آتے ہیں تو پابندی کا کوئی خیال نہیں فاذن لمن شئت منھم بتاتا ہے کہ خانگی امور ایسے نہیں کہ ہر ضرورت کے لئے اجازت دے دی جائے بلکہ کوئی اہم معاملہ ہو یا بہت نقصان ہوتا ہو تو اجازت دینی چاہیئے اور رسولؐ کے بعد امام کی اجازت لینا ہو گی یا کسی مجلس میں اس کے صدر کی، (بیان القرآن از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

پیغامِ صلح: ہمارا جلسہ سالانہ امرِ جامع کی حیثیت رکھتا ہے۔

ہمارے جلسہ سالانہ کی اغراض

از مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری

ہمارا جلسہ سالانہ نہ تو کوئی میلہ ہے اور نہ ہی دنیا کی دیگر کانفرنسوں کی طرح کوئی کانفرنس ہے اور نہ ہی اسے کسی کے عرس کی حیثیت حاصل ہے، یہ ایک خالص دینی اجتماع ہے جس میں مومنوں کو روحانی غذا بہم پہنچانے کا انتظام کیا جاتا ہے، قرآن شریف کے حقائق و معارف کے موتیوں سے سامعین کرام کی جھولیاں بھر دی جاتی ہیں۔

کیونکہ اس کی بنیاد اس امام الزمان مسیح دوراںؑ نے رکھی جس کی بعثت کی غرض ہی مومنوں کے دلوں کو روحانی دولت سے مالا مال کر دینا تھا۔ ہمارا امام ہمارے لئے وہ علمی خزانہ چھوڑ گیا ہے اور روحانیت کو تازہ بتازہ رکھنے کے لئے وہ بیش بہا اور قیمتی سامان مہیا کر گیا ہے جس کو لیتے لیتے لوگ تھک جائیں مگر وہ کبھی ختم نہ ہو کیونکہ وہ خدا تعالےٰ کی کتاب کی بے نظیر تفسیر پر مشتمل ہے جس کے علمی خزانے کبھی ختم ہی نہیں ہو سکتے اس پاک اور کامل کتاب کو سمجھنے کے لئے اور اس کے حقائق تک رسائی حاصل کرنے کے لئے ہمارے ہاتھوں میں ایسے اصول دے گیا ہے جن کی مدد سے ہم زمانہ کی ضرورت کے مطابق قرآن کریم سے نئے سے نئے علوم استنباط کر سکتے ہیں۔

حضرت امام زمان اور مسیح دوراںؑ کے بتلائے ہوئے حقائق اور انہی کے بتلائے ہوئے اصولوں کی مدد سے اخذ کردہ معارف پر احباب کرام کو آگاہ کرنے اور ان کی یاد کو تازہ کرنے کے لئے اس جلسہ کی بنیاد رکھی گئی ہے جس میں جماعت کے علماء مختلف موضوعات پر مختلف زاویوں سے روشنی ڈالتے ہوئے نہ صرف احباب کرام کے علم میں اضافہ کرنے کا موجب بنتے ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر روحانیت میں ترقی کرنے کے ذرائع سے بھی آگاہ کرتے ہیں۔

پس ہمارا جلسہ سالانہ روحانی غذا بہم پہنچانے اور علمی دلائل سے مسلح کرنے کا ایک نادر موقع ہوتا ہے۔ جس سے فائدہ اٹھانا ہر اس احمدی بھائی کا فرض ہے جو اس میں شامل ہونے کی استطاعت رکھتا ہے۔

اس میں شمولیت کی کوشش ہر بھائی کو کرنی چاہیئے معمولی موانع کو خاطر میں نہیں لانا چاہیئے سفر کی تکلیف اور مالی قربانی میرے نزدیک ایسے موانع میں داخل نہیں جو شمولیت میں روک بن سکیں کیونکہ ان کے مقابل اس میں شریک ہونے کے فوائد زیادہ وزنی ہیں جو کسی قیمت پر بھی ضائع نہیں کرنے چاہئیں

ذیل میں ان اغراض کو درج کیا جاتا ہے جو ہمارے امام ہمامؑ نے اس جلسہ کی بناء ڈالتے ہوئے تحریر فرمائے تھے۔

"اس جلسہ کی اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے اور ان کے معلومات وسیع ہوں۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو، پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور اس جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہوں گے۔ ماسوا اس کے اس جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں۔ کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام کے قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔ (خدا کے فضل سے حضورؑ کی اس خواہش کو جماعت نے عملی جامہ پہنا دیا ہوا ہے لیکن اس راہ میں مزید کوششیں جاری ہیں ـــ ناقل) ....

انشاء اللہ القدیر سچائی کی برکت ان سب کو اس طرف کھینچ لائے گی۔ خدا تعالےٰ نے آسمان پر یہی چاہا ہے اور کوئی نہیں کہ اس کو بدل سکے (چنانچہ جماعت کی کوششوں سے ہزاروں دل حلقہ بگوش اسلام ہو چکی ہیں ـــ ناقل) سو لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں۔ جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں۔ اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں ادنےٰ ادنےٰ حرجوں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالےٰ مخلصوں کو ہر یک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی۔ اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے، اور اس کے لئے قومیں طیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گے۔ کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ اس مذہب میں نیچریت کا نشان نہ رہے گا اور نہ نیچر کے تفریط پسند اور اوہام پرست مخالفوں کا اور نہ خوارق کے انکار کرنے والے باقی رہیں گے اور نہ ان میں بے ہودہ اور بے اصل اور مخالف قرآن روایتوں کو ملانے والے اور خدا تعالےٰ اس امت وسط کے لئے بین بین کی راہ زمین پر قائم کر دے گا۔ وہی راہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھلائی تھی۔ وہی ہدایت جو ابتداء سے صدیق اور شہید اور صلحاء پاتے رہے یہی ہو گا۔ ضرور یہی ہو گا۔ جس کے کان سننے کے ہوں سنے۔ مبارک وہ لوگ جن پر سیدھی راہ کھولی جائے۔"

حضورؑ کے مندرجہ بالا الفاظ نقل کرنے کے بعد میں حضرت نبی کریم صلعم کا یہ ارشاد

مرکز میں اجتماع شاخوں کے تعلق کو قائم رکھتا ہے

جلسہ سالانہ کے متعلق حضرت امیر مرحوم مولینا محمد علی رح کا ارشاد

اس جلسہ کی بڑی اغراض تین ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ نے بتائی ہیں

(۱) معلوماتِ دینی کی وسعت اور معرفت الٰہی کی ترقی

(۲) استحکام تعلقات اخوت

(۳) یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام کی تجاویز۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ جو احباب جلسہ سالانہ کی اہمیت کو کم کر رہے ہیں وہ اس کی بجائے کیا تجویز کرتے ہیں جس سے یہ اہم اغراض پوری ہوتی رہیں، اگر ہم نے یورپ اور امریکہ میں اس دینی جہاد کو جاری رکھنا ہے جس کی بنیاد حضرت مسیح موعود نے ڈالی ہے تو اس کے لئے باہم مل کر مشورہ کرنے کی بھی ضرورت ہے اس کے لئے ایک ایسی جماعت کی بھی ضرورت ہے جس کے . . . . تعلقات اخوت نہایت مستحکم ہوں اور وہ باہم ملنے کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اس کیلئے وسعت معلومات کی بھی ضرورت ہے۔

جہاں تک میرا اپنا تجربہ حضرت صاحبؑ کے زمانے کا اور اس کے بعد کا ہے ہمارا سالانہ اجتماع احباب جماعت میں ایک نئی روح نفخ کرنے کا حکم رکھتا ہے اور اگر یہ نہ ہوتا تو ہماری جماعت کبھی اس مقصد کو حاصل نہ کر سکتی جس کے لئے وہ پیدا ہوئی ہے اور ہم ان ٹہنیوں کی طرح ہوتے جو تنے سے الگ ہو کر اپنی اپنی جگہ خشک ہو جاتی ہیں، مرکز میں اجتماع شاخوں کے تعلق کو قائم رکھتا ہے، اور اسی سے ہماری زندگی ہے۔

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۱۱ دسمبر ۱۹۶۸ء

جلسہ سالانہ حضرت مسیح موعودؑ کی قیمتی یادگار اور ان کے کام کو تقویت پہنچانے کا موجب ہے

حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ کا پیغام

حضرت امام ہمامؑ نے جماعت کو پرزور الفاظ میں جلسہ سالانہ میں شرکت کرنے کی تاکید فرمائی ہے، یہ جلسہ ان کی یادگار ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو اس لئے مبعوث فرمایا تھا کہ وہ مسلمانوں کو اسلام کی تعلیمات کی طرف توجہ دلائیں۔ اس لئے کہ اسلام کی تعلیمات زندگی بخش ہیں۔ امام ہمامؑ کے انفاسِ طیبہ کی برکت سے اور انکی تلقین کے اثر سے بہت سی سعید رُوحیں فیضیاب ہوئیں بعض لوگ مستجاب الدعوات بن گئے اور بعض نے ملہم ہونیکا شرف حاصل کیا۔ علاوہ ازیں حضرت مسیح موعودؑ نے نہایت قیمتی لٹریچر پیدا کیا۔ انکے علمِ کلام نے اپنوں اور غیروں کو متاثر کیا۔ چنانچہ جہاں اپنوں نے انکے حق میں بہت کچھ لکھا ہے غیروں نے بھی انکا لوہا مانا ہے عیسائیوں کے سربراہوں نے انکی تقریروں اور تحریروں سے عاجز آکر آخر ایک سرکلر شائع کیا جسمیں انہوں نے اپنی قوم کو ہدایت کی کہ آئندہ کوئی مسیحی حضرت مرزا صاحب سے مناظرہ نہ کرے۔ اور نہ ہی وہ انکی جماعت کے کسی فرد سے بحث مباحثہ میں حصہ لیں۔ اسی رنگ کا اثر انگلستان میں دیکھنے میں آیا جہاں انکے زیرِ اثر جماعتِ احمدیہ نے اسلام کی تبلیغ کیلئے مشن کھولا۔ جب ووکنگ مشن کی مساعی سے بیشمار انگریز حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو ان کا مشہور پادری زویمر مسجد ووکنگ پہنچا تاکہ امام مسجد سے مناظرہ کرے۔ پادری صاحب کو خطرناک شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اسی قسم کی شکست آریوں کو نصیب ہوئی پنجاب ہندوستان کے اکثر مقامات پر آریوں نے شکست

تمام بچیاں اور مستورات دستکاری میں حصہ لیں

آپکی سوئیاں اور سلائیاں حرکت میں آئیں تو قومی بجٹ میں بہت بڑی رقم کا اضافہ ہو سکتا ہے

خواہرانِ محترم - السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ہمارا سالانہ قومی اجتماع قریب آرہا ہے۔ قومی مشینری کا ہر پُرزہ سرگرم حرکت ہے۔ آپ اس مشین کا ایک نہایت اہم پُرزہ ہیں۔ آپکی سوئیاں اور سلائیاں حرکت میں آئیں تو قومی بجٹ میں ایک بہت بڑی رقم کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ قطرہ قطرہ بہم شود دریا۔

حسب سابق سالانہ دستکاری کی نمائش کے لئے اُونی سویٹر، موزے، ٹوپیاں، ٹی کوزی، ٹرے کلاتھ، میز پوشس، ٹرالی سٹ، ڈیچس سٹ۔ رومال، دوپٹے، چادریں کاڑھ کر اور اس کے علاوہ جو بھی چیز آپ اپنے ہاتھ سے بنا سکیں، بناکر نمائش کی رونق اور قومی خزانے میں اضافہ کرکے ثوابِ دارین حاصل کریں۔

دستکاری کی تمام اشیاء محترمہ محمودہ بیگم دختر حضرت مولانا صدرالدین صاحب امیرِ قوم کے نام بھیجیں۔ جلدی کریں۔ نیک کام میں دیر نہیں ہونی چاہیئے۔ گھر کی تمام بچیاں اور مستورات دستکاری میں حصہ لیں۔ جو جماعت سب سے زیادہ دستکاری بھیجے گی انہیں ٹرافی دی جائے گی۔

نیز ہر جماعت سے کم از کم ایک بچی سالانہ جلسۂ مستورات میں کوئی مضمون یا نظم پڑھے ان کے نام دسمبر ۱۹۶۸ء کی ۲۰ تاریخ تک آجانے چاہئیں تاکہ ان کے نام پروگرام میں چھپ سکیں جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ والسلام

آپ کی مخلص بہن - رضیہ علی

سیکرٹری شعبہ خواتین احمدیہ - K-74 ماڈل ٹاؤن - لاہور

اس مقدس کام کو جاری رکھنے کے لئے احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور جدوجہد کرتی چلی آرہی ہے جلسہ سالانہ جہاں حضرت مجدّدِ زمان مسیح موعودؑ کی قیمتی یادگار ہے۔ وہاں انکے کام کو جاری رکھنے اور اس کو تقویت پہنچانے کا موجب ہے اس لئے اس جلسہ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ حضرت امامؑ کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے ہر ایک فرد جو اس جماعت سے تعلق رکھتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اس جلسہ میں شرکت کرے۔

صدرالدین

ڈچ گیانا میں قرآن کریم کی چودہ سو سالہ سالگرہ

قرآن کریم کا ترجمہ ڈچ زبان میں

جناب ابراھیم جگو کا حضرت امیر اور بزرگانِ جماعت کو پیغام

محترم و مکرم جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔

میں یہاں کی رپورٹ گاہے گاہے بھیجتا رہتا ہوں ۔ اب پیغام صلح ٹھیک وقت پر ملتا رہتا ہے ۔ حالات سے اچھی آگاہی ہوتی رہتی ہے ۔ تشکریہ ۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کے متعلق پڑھا گیا تھا کہ کچھ دنوں سے سخت بیمار ہیں (ابھی کچھ افاقہ ہوا ہے یا نہیں ۔ ہم سب دعا گو ہیں ۔ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب کی خیریت کے متعلق بھی یہاں کے ممبران پوچھتے ہیں ۔ وہ لوگ حضرت امیر ممدوح کو احمدیت کی روح سمجھتے ہیں ۔ حضرت امیر اور دیگر بزرگانِ دین کو یہاں کی جماعت کا سلام مسنون عرض ہے ۔

[illegible]

ابھی حال ہی میں ہماری جماعت نے نزول قرآن کی چودہ سو سالہ سالگرہ منائی جس میں تین ہزار کے قریب مسلم اور غیر مسلم اور ان کے بڑے بڑے عہدہ داران اور مذہبی لیڈر مدعو تھے ۔ اس تقریب پر انڈونیشین قونصل نے بھی مع سٹاف شرکت فرمائی ۔ انہوں نے ڈچ اور انڈونیشین زبان میں ایک نہایت ہی پر جوش تقریر کی ۔ اور اپنی تقریر میں اس بات کو واضح کیا کہ ہم قومی اور ملکی مسلم نہیں کہلاتے کہ یہ امریکی ہے ، وہ چینی یا پاکستانی ، بلکہ ہر ملک میں ہم ایک خدا ایک کتاب ایک نبی اور ایک دین اسلام کے ماننے والے مسلمان بھائی بھائی ہیں ۔ انہوں نے حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ کے حالات بیان کئے ۔

ہماری جماعت میں قرآن فنڈ قائم ہوا ہے ۔ حضرت مولانا محمد علی رح کا ترجمہ قرآن جو انگریزی سے جناب سودیبو نے ڈچ میں ترجمہ کیا تھا ۔ وہ اب دوسری مرتبہ ہمارے فنڈ سے چھپ گیا ہے خدا کا شکر ہے کہ کلام الٰہی دوسری بار ہماری جماعت کے ذریعہ چھپا ہے ۔

ہماری جماعت میں ایک تنظیم کی روشنی پیدا ہو گئی ہے ۔ فی الحال تمام افراد جماعت روزہ سے ہوتے ہیں اور نمازوں میں شامل ہونے والوں کی اتنی کثرت ہوتی ہے کہ بعض وقت جگہ ملنا مشکل ہو جاتی ہے ۔ اب غور کیا جا رہا ہے کہ اس سال عید کی نماز کسی کھلی زمین پر تمام سرینام کے مسلمانوں کو ریڈیو کے ذریعہ دعوت دے کر ایک جگہ پڑھی جائے ۔ اگر تمام اسی ہزار (۸۰۰۰۰) مسلمان ایک جگہ جمع ہو جائیں تو بہت اچھا ہوگا ۔ اس بارہ میں ہمارے انڈونیشین قونصل جنرل پوری پوری کوشش کر رہے ہیں ۔ خدا توفیق دے آمین ۔

میری گذارش ہے کہ ہماری جماعت کی تنظیم اور بہتری و بہبودی کے لئے اس ماہ مبارک میں تمام احباب جماعت احمدیہ دعا فرمائیں ۔ تمام جماعت کو رمضان کے روزے رکھنے اور عید کی مبارک ہو ۔ والسلام ۔ آپ کا مخلص ۔ عبدالرحیم جگو

اخبار احمدیہ

رمضان المبارک کی برکات

— مسجد احمدیہ راولپنڈی میں یکم رمضان المبارک سنہ ۱۳۸۸ھ سے نماز تراویح باجماعت پڑھی جاتی ہے ۔ مولوی عبدالرحمان صاحب ہر رات آٹھ رکعت نماز تراویح میں قرآن کریم کا سوا پارہ سناتے ہیں ۔ احباب سلسلہ کی کثیر تعداد نماز عشاء و تراویح میں شرکت کرتی ہے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۲۷ر رمضان المبارک کو قرآن کریم ختم ہوگا ۔

خاکسار ۔ خواجہ محمد نصیر اللہ

جائنٹ سیکرٹری ۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

راولپنڈی ۔

انتقال پُر ملال

— سیالکوٹ سے یہ افسوسناک خبر موصول ہوئی ہے کہ ہماری جماعت کے نہایت ہی مخلص بھائی شیخ برکت اللہ صاحب کا جوان سال لڑکا شفیع بیوی تین بچے اور ایک بیوہ چھوڑ کر وفات پا گیا ہے ۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم چند ماہ سے جگر کی تکلیف میں مبتلا تھے تین روز تک غنودگی رہی ۔ اور جمعہ کے دن ۷ بجے خدا کو پیارے ہو گئے ۔

دعا ہے تو اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے ۔ ہمیں اس حادثہ میں محترم شیخ برکت اللہ صاحب اور مرحوم کے دیگر لواحقین اور پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے ۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے ۔

ولادت اور عطیہ

— مولانا شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کے صاحبزادہ شیخ بشیر احمد صاحب مصری کو اللہ تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے ۔ اس خوشی میں انہوں نے مبلغ 50 روپے انجمن کو عطیہ مرحمت فرمائے ہیں جزاہ اللہ تعالیٰ ۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو نیک اور صاحب اقبال بنائے اور عمر طویل عطا فرمائے ۔ آمین ۔

بچی کی وفات

— ملتان سے مولوی محمد علی صاحب مبلغ انجمن لکھتے ہیں :-

میری چھوٹی لڑکی بعمر ۸ ماہ ہفتہ عشرہ ابوالعمر ہچکیک بیمار رہی ۔ ۵ر دسمبر کو ساڑھے پانچ بجے صبح بقضائے الٰہی فوت ہو گئی ۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

ہمیں مولوی صاحب اور بچی کے دیگر لواحقین سے دلی ہمدردی ہے ۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے ۔

درخواست دعائے صحت

— ڈاکٹر نذیر احمد صاحب بالاکوٹ کی نانی اماں بیمار ہیں ۔ احباب جماعت ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں ۔

درخواست دعا برائے ترقی کاروبار

— سہارنپور سے سید فہیم الحسن جعفری صاحب لکھتے ہیں کہ برادران ملت دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ میرے بگڑے ہوئے جائز کاموں کو ٹھیک کر دے اور میرے کاروبار میں ترقی اور برکت عطا فرمائے اور اپنے رسول پاک صلعم کی پیروی کی توفیق دے ۔

تبصرہ

(۱) اخلاق عالیہ (۲) صحت و پاکیزگی مصنفہ ملا ابنِ مسلم ایم اے ایڈیٹر روحِ اسلام ۔

اوّل الذکر کتاب میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ آپ کی پاک زندگی کے مختلف شعبوں سے بیان کئے گئے ہیں مثلاً حسنِ اخلاق ، حسنِ معاملہ ، سخاوت ، ایثار ، عزم و استقلال ، دشمنوں سے سلوک ، غیر مسلموں سے برتاؤ ، غلاموں پر شفقت وغیرہ وغیرہ شروع میں آپ کی ازواج مطہرات حضرت خدیجۃ الکبریٰ ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما اور حضرت علیؓ کی آرا آپ کے اخلاق کے متعلق بیان کی گئی ہیں ۔

دوسری کتاب میں صحت و پاکیزگی کے متعلق اسلام کے احکام تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں ، اور اس ضمن میں غسل ، وضو ، رفع حاجت اور نجاست کو دور کرنے کے طریقے کے استعمال ، مسواک یا اگربتی ، کریم اخلفہ ، لباس کی پاکیزگی ، صفائی ، مجلسی پہلو ، مکانوں اور بستیوں کی صفائی ، خوراک کے متعلق تعلیم رزق حلال اور طیب وغیرہ پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے ، دونوں کتابیں بچوں اور بڑوں کے پڑھنے کے قابل ہیں ۔

قیمت اخلاق عالیہ ۷۵ پیسے ، صحت و صفائی ۷۵ پیسے ۔

خالد پبلیکیشنز اردو بازار لاہور سے طلب کیجئے ۔

ضروری تصحیح

— راولپنڈی سے ملک الٰہی بخش صاحب لکھتے ہیں :- میں نے کچھ عرصہ ہوا خلیفہ صاحب ربوہ کے بیان پر تبصرہ لکھا تھا اس میں کتاب کے مصنف ، ابوالاصبیت کا ایک حوالہ نقل کیا ہے جس کی عبارت کے ساتھ ہی میری تشریح بھی اس طرح لکھی گئی ہے کہ وہ حوالہ کا جزو معلوم ہوتی ہے ، مجھے اس وقت ہوا جب کتاب تریاق القلوب کی جاری ہو چکی تھی ۔ اور میں دیر سے رو [illegible] مختصر کرنے کی غرض سے [illegible] کا کچھ فائدہ نہ ہوگا تاہم اگر براہ نوازش اسے اخبار میں شائع کرا دیں تو مہربانی ہوگی صحیح حوالہ یہ ہے :-

" اس کا دینے حضرت نبی کریم صلعم کا) کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے ہاں امتی اور نبی اجتماعی حالت میں صادق آ سکتے ہیں "

اس کے بعد کی عبارت میری تشریح ہے [illegible] [قدیم کے الفاظ نہیں]

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی سخت ترین آزمائشیں اور آپکی دعاؤں کی قبولیت

نبی کی نسل یا اولاد ہونا بارگاہِ الٰہی میں موجبِ نجات نہیں جبتک اعمال اچھے نہ ہوں

حضرت نبی کریم صلعم کی بعثت دعائے ابراہیمیؑ کے نتیجہ میں حضورؐ کی اپنی دعاؤں کی قبولیت

حضرت امام وقت کی دعاؤں کی قبولیت اور آپؑ کی پیشگوئیوں کا پورا ہونا

خطبہ جمعہ مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۶۸ء فرمودہ حضرت امیر قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

واذ ابتلی ابراھیم ربہ بکلمت فاتمھن۔ قال انی جاعلک للناس اماما۔ قال ومن ذریتی۔ قال لاینال عھدی الظلمین۔
واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا —— انک انت العزیز الحکیم۔ (البقرۃ ۲: ۱۲۴ تا ۱۲۹) ——

حضرت ابراہیمؑ کی اپنی اولاد کے لئے دعا اور بارگاہِ الٰہی سے جواب

رمضان شریف کے مہینہ میں خدا تعالےٰ اپنے بندوں کی دعائیں خاص طور پر قبول کرتا ہے اس بات کو مدِنظر رکھ کر میں نے یہ آیات پڑھی ہیں حضرت ابراہیمؑ نے بارگاہِ الٰہی میں کچھ دعائیں کیں ان دعاؤں کا ذکر اس رکوع میں ہے پہلی دعا یہ ہے کہ جب ان کو یہ خوشخبری اللہ تعالےٰ کی طرف سے ملی انی جاعلک للناس اماما تو انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی قال ومن ذریتی۔ اے میرے مولا! تو نے مجھ پر جو فضل و کرم فرمایا ہے کہ مجھے لوگوں کے لئے امام بنایا گیا۔ میری اولاد اور میرے خاندان پر بھی یہ فضل و کرم ہو، اور ان کو بھی منصب امامت میسر آئے قال لاینال عھدی الظلمین اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ میرا وعدہ ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ آپؑ کے خاندان میں جس قدر لوگ ہوں وہ سب میرے فضل و کرم کے وارث ہوں۔ آپؑ کی قوم کے اندر دو قسم کے لوگ ہوں گے۔ وہ بھی جو خدا تعالےٰ کے احکام و ارشادات کی فرمانبرداری کریں گے۔ اور وہ بھی جو خدا تعالےٰ کے احکام کی بالکل پرواہ نہیں کریں گے۔ ان نافرمان اور ظالم لوگوں سے میرا کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے اور کوئی میرا عہد ان کے متعلق نہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کا توحید کے لئے آگ میں ڈالے جانے کا امتحان

حضرت ابراہیمؑ پر خدا تعالےٰ کا بڑا فضل و کرم ہوا۔ وہ بہت بڑے انسان تھے۔ ان کی عظمت اور بڑائی کی باتیں قرآن کریم میں جگہ جگہ درج ہیں، فرمایا واذ ابتلی ابراھیم ربہ بکلمت۔ خدا تعالےٰ نے چند امور کے متعلق حضرت ابراہیمؑ کا امتحان لیا فاتمھن۔ وہ ان میں کامیاب ہو گئے۔ ایک تو امتحان یہ تھا کہ حضرت ابراہیمؑ اپنے فرائض نبوت کے مطابق شرک سے منع کرتے، توحید الٰہی کی تعلیم و تلقین فرماتے۔ اس بنا پر بادشاہ نے آپ کو آگ میں ڈالے جانے کا حکم دیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ مجھے آگ میں ڈالے جانے کی کوئی پرواہ نہیں۔ میں آگ میں ڈالے جانے کے ڈر سے توحید الٰہی سے منحرف نہیں ہو سکتا۔ یہ بڑا مشکل مقام ہے۔ کہ ایک بادشاہ کے مقابلہ پر ایک بے نوا انسان کھڑا ہو، بادشاہ کے ہاتھ میں طاقت ہے، حکم ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے اور یہ بے نوا شخص اپنے ایمان باللہ کے بل بوتے پر کہتا ہے کہ میں تمہاری اور تمہارے بتوں کی حمایت نہیں کر سکتا۔ میں خدائے واحد کی توحید کا قائل ہوں اور توحید الٰہی کو ہی بیان کرتا رہوں گا۔ اس کی پاداش میں تم مجھے آگ میں ہی کیوں نہ ڈال دو۔ مجھے کچھ پرواہ نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ اس امتحان میں پاس ہو گئے۔ اور خدا تعالےٰ نے فرمایا ہمارے فرمانبردار بندوں کو آگ کیا کہہ سکتی ہے یانار کونی بردا وسلاما علےٰ ابراھیم۔ اے آگ تو ابراہیمؑ پر ٹھنڈی ہو جا۔ اور سلامتی کی موجب بن جا۔

دوسرا امتحان حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی

دوسرا امتحان یوں ہوا کہ اسمٰعیلؑ جب بڑے ہوئے تو حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے اس بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں، اس خواب کی بنا پر بیٹے کو مخاطب کر کے فرمایا یا بنیّ۔ اے میرے لخت جگر! اے میرے پیارے بیٹے، اس طرز کلام کے اندر مسلمان قوم کو تہذیب سکھلانا مقصود ہے کہ اپنی اولاد اور قوم کے نوجوانوں کو اچھے اور پیار بھرے الفاظ سے یاد کیا کرو۔ حضرت ابراہیمؑ نے یہ نہیں فرمایا کہ اے لڑکے ادھر آ میں تجھے ذبح کروں گا۔ نہیں اس کے برعکس کہتے ہیں اے میرے پیارے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ یہ نہیں فرمایا کہ خدا کا حکم ہے لیٹ جاؤ میں تمہیں ذبح کر دوں گا بلکہ فرمایا ماذا ترٰی۔ بیٹے تمہاری کیا رائے ہے۔ کس قدر مہذب کلام ہے۔ بڑے لوگوں کا کلام بھی مہذب ہوتا ہے۔ اس کلام کا یہ اثر ہوا کہ بیٹے نے کہا یابت افعل ما تؤمر۔ ابا جان! جو حکم الٰہی آپ کو ہوا ہے اس کو کر گزریئے۔ یہ دوسرا امتحان ہوا۔

نبی کی اولاد ہونا موجب نجات نہیں جب تک اعمال اچھے نہ ہوں

فاتمھن۔ ان امتحانوں میں آپؑ کامیاب ہوئے اس لئے فرمایا انی جاعلک للناس اماما۔ آپ کو لوگوں کا پیشوا بناتا ہوں۔ قال ومن ذریتی۔ حضرت ابراہیمؑ نے دربار الٰہی میں عرض کی کہ میری اولاد کو بھی عزت و شرف عطا فرمایا جائے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ تم تو میرے محبوب ہو لیکن آپ کی نسل اور اولاد کے لئے میرا عہد نہیں ہے یہ بڑا قیمتی سبق ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی سبق کو دہرایا ہے۔ جب اپنی پیاری پھوپھی صفیہؓ اور اپنی پیاری بیٹی فاطمۃ الزہراؓ ایتونی یوم القیامۃ باعمالکم۔ قیامت کے دن دربار الٰہی میں اپنے اعمال لے کر آنا ولا بانسابکم وہاں اس بات کی کوئی حیثیت اور کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی۔ کہ میرے ساتھ تمہارا تعلق ہے۔ اگر وہاں پھوپھی صاحبہ یہ کہیں کہ میں محمد رسول اللہ کی پھوپھی ہوں اور حضرت فاطمہ کہیں کہ میں رسول اللہ صلعم کی بیٹی ہوں تو بات وہاں نہیں سنی جائے گی، لا اغنی لکم من اللہ شیئا۔ میں وہاں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔ ولا املک من اللہ شیئا۔ میں خدا سے کوئی چیز تمہیں نہیں دلا سکتا۔ وہاں اعمال ہی کام آئیں گے۔

یہ بہت اعلےٰ درجہ کا سبق ہے۔ اس کو ہمیشہ طور پر یاد رکھنا چاہیئے کہ نسل یا کسی بڑے آدمی کی اولاد ہونا کسی کام نہیں آسکتا جب تک اپنے اعمال درست نہ ہوں۔ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اے میرے بندو! انما ھی اعمالکم احصیھا لکم ثم اوفیکم ایاھا۔ یہ تمہارے اعمال ہی ہیں جن کو محفوظ رکھتا ہوں، اور ان کا پورا پورا اجر دیتا ہوں۔

[illegible]

اگر حسنِ کردار اور عمل صالح نہیں تو روزہ نماز کا کوئی فائدہ نہیں

خدا تعالےٰ کو صرف حسنِ کردار ہی پسند ہے اگر اعمال صالح نہیں ہیں تو نماز اور روزہ کی غرض پوری نہ ہوئی مسلمانی اعلےٰ کردار کا نام ہے۔ اور مسلمان وہ ہے جو حق پرست ہو اور ناجائز طور پر دوسروں کا مال نہ کھائے، اگر ایک مہینہ کی مشق کے بعد کوئی شخص اپنی دوکانداری میں اپنی کاروبار داریوں اپنی طبابت، ججی، ٹھیکیداری اور وکالت میں حرام کی روزی سے باز نہیں آتا تو اسے مہینہ بھر صبح سے شام تک بھوکا رہنے کا کوئی فائدہ نہیں

دوسری بات جو اس رکوع میں سیکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ فرمایا قال ابراھیم رب اجعل ھذا بلدا امنا وارزق اھلہ من الثمرات من امن منھم باللہ والیوم الاخر۔ یہ مکہ کی جگہ جو ایک لق و دق صحرا اور ریتیلی میدان ہے۔ نہ یہاں کوئی ندی ہے نہ نالہ نہ سبزہ نہ کوئی بوٹی نظر آتی ہے اور نہ پانی کا کوئی قطرہ دکھائی دیتا ہے۔ اس صحرا میں میں نے تیرے حکم سے اپنی اولاد کو آباد کیا ہے۔ انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع۔ یہ وادی جہاں غلہ اور سبزی کا نام و نشان نہیں ہے۔ یہاں میں نے اپنی اولاد کو بسایا ہے ایک اور بات بھی کہی عند بیتک المحرم میں تیرا ہمسایہ ہو گیا ہوں۔ یہ عزت والا گھر ہے جس کی ہمسائگی کی شرف مجھے حاصل ہوا ہے۔

امن والا شہر بنانے کی دعا اور اس کا پس منظر

اجعل ھذا بلدا امنا میری دعا ہے کہ اس جگہ کو امن والا شہر بنا دے۔ اس دعا کا پس منظر کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ عرب میں کوئی حکومت نہ تھی۔ جگہ جگہ مختلف قبائل آباد تھے۔ قبائل کی سرداری تھی۔ ہر قبیلہ کا سردار اپنے اندر رعونت اور اقتدار رکھتا تھا۔ وہ دوسروں کے ماتحت نہیں چل سکتا تھا۔ ہر جگہ لڑائی ہے۔ جھگڑا ہے ایک شخص نے دوسرے قبیلہ کی کتیا کو مار ڈالا تو جنگ چھڑ گئی۔ کسی کی اونٹنی یا گھوڑی زخمی ہو گئی تو لڑائی شروع ہو گئی اور پھر ایسے موقعہ پر یہ سوال پیدا ہوتا کہ کون ایسے موقعہ پر سینکڑوں آدمیوں کو کھانا دے۔ اس کے لئے اس کو سارے جہان کی لوٹ مار کرنی پڑتی تھی۔ یہ پریشانی کی علامت تھی۔ اور ان حالات میں امن قائم نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے حضرت ابراھیمؑ نے یہ دعا کی کہ اس شہر کو امن کی جگہ بنا دے۔

دعا کی قبولیت میں مکہ۔۔۔ امن والا شہر بن گیا۔

اس دعا کی قبولیت کا آج بھی یہ اثر ہے کہ مکہ میں آذان ہوتی ہے تو لوگ نماز کے لئے مسجد کی طرف چلے جاتے ہیں۔ اپنی دکانیں کھلی چھوڑ جاتے ہیں۔ بڑی بڑی دکانیں یونہی کھلی پڑی رہتی ہیں ان میں پھلوں کے انبار ہیں کھانے کی چیزیں ہیں۔ قیمتی کپڑے ہیں۔ کوئی ان کو ہاتھ نہیں لگاتا یہ کتنا بڑا معجزہ ہے۔ اور کعبہ کا سال بھر چوبیس گھنٹے طواف ہوتا رہتا ہے۔ عمرہ حج اور زیارت کے لئے دنیا جہان کے لوگ یہاں آتے ہیں۔ پس حضرت ابراھیمؑ کی دعا کی قبولیت سے کعبہ بھی آباد ہوا اور یہ شہر بنا۔ یہاں امن قائم ہوا۔

دعا کی قبولیت میں رزق کی فراوانی

اور یہ جو دعا کی وارزق اھلہ من الثمرات وہاں کچھ پیدا نہ ہوتا تھا۔ لیکن اب سارے جہان کے پھل وہاں موجود ہیں۔ یورپ اور امریکہ کی اعلےٰ درجہ کی چیزیں وہاں موجود ہیں۔ آپ دعا کے الفاظ کی ترتیب دیکھو پہلے فرمایا کہ اے خدا یہاں پر شہر آباد کر۔ پھر فرمایا کہ یہ شہر امن والا ہو۔ پھر فرمایا کہ اس شہر کے رہنے والوں کو رزق عطا فرما اور پھر فرمایا اذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل۔ ابراھیمؑ اور اسمٰعیلؑ نے کعبہ کی بنیادیں اٹھائیں تا کہ اس میں عبادت الٰہی کی جائے۔ حضرت ابراھیمؑ یہاں اس جگہ کی آبادی کی فکر میں ہیں وہاں کے رہنے والوں کے لئے عبادت کرنے کی جگہ بھی بناتے ہیں۔

ایک ہادی اور معلم کی بعثت کی دعا

اور پھر یہ بھی دعا کرتے ہیں ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم کہ اے ہمارے پروردگار۔ اس شہر اس پُرامن آبادی۔ اس فارغ البال جگہ جہاں میں نے تیری عبادت کا گھر بنایا ہے یہاں ایک تعلیم دینے والا مبعوث فرما دے کہ انسان صرف رزق کی فراہمی سے ہی انسان نہیں بنتا بلکہ عبادت الٰہی بھی انسان کے لئے ضروری ہے۔

دعا کی قبولیت میں حضرت رسولِ کریم صلعم کی بعثت

چنانچہ جہاں خداوند تعالےٰ نے اس دعا کی قبولیت میں یہاں ایک پُرامن شہر بسایا اور فارغ البالی اس شہر کے رہنے والوں کو عطا فرمائی وہاں حضرت ابراھیمؑ کی دعا کے نتیجہ میں روحانی تربیت کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت ابراھیمؑ کی عزت کرتے تھے۔ ان کو اپنا باپ کہتے تھے۔ فرمایا انا دعوۃ ابی ابراھیم۔ میں اپنے باپ حضرت ابراھیمؑ کی دعا کا نتیجہ ہوں۔ یہ بہت بڑی قدردانی ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم اپنوں اور غیروں کے قدردان ہیں۔

حضور نبی کریم صلعم اللہ تعالےٰ کے محبوب ترین انسان تھے۔ حضور صلعم اپنے باپ حضرت ابراھیمؑ کے بھی قدردان ہیں، اور اپنوں اور غیروں کے بھی قدردان ہیں، آپؐ نے اپنے ساتھیوں کی بڑی قدردانی کی ہے۔ چنانچہ حضور صلعم فرماتے ہیں کہ میرے اوپر جس شخص کا سب سے زیادہ احسان ہے وہ ابوبکرؓ ہیں۔ حضور صلعم خدا پرست انسان ہیں۔ اور انسانوں کی قدر کرتے ہیں۔ بغیر قدردانی کے قوم نہیں بنتی۔ اگر حضورؐ نے ابوبکرؓ کی قدردانی کی تو حضور صلعم بارگاہِ الٰہی میں دعا کرتے ہیں، کہ اے میرے مولےٰ! یا ابو جہل کو میرے ساتھ کر دے یا عمرؓ کو میرا ساتھی بنا دے۔

[illegible]

حضرت عمرؓ کا قبولِ اسلام اور ان کی جرأت و قابلیت سے اسلام کی تقویت

اس دعا کے نتیجہ میں حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا۔ اس دن سے مکہ میں اسلام کی عزت قائم ہو گئی، حضرت عمرؓ نے تلوار کھینچ کر اعلان کیا کہ آج سے مسلمان خانہ کعبہ میں نماز پڑھا کریں گے۔ میں دیکھوں گا کہ کون ہے جو روکے۔ اس وقت تک ارقم کے گھر میں چھپ چھپا کر نماز پڑھی جاتی تھی۔ اب کھلے بندوں نماز ہونے لگی۔ تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی۔ اور ایک ایسا انسان ان کا ساتھی بن گیا، جس نے مسلمانوں کی حفاظت کا ذمہ لیا اور جس کی وجہ سے دین کو تقویت حاصل ہوئی۔ یورپ مانتا ہے کہ حضرت عمرؓ اتنے بڑے منتظم۔ بارعب، اور قابل ترین حکمران تھے کہ سلطنت کے دور دراز علاقوں تک ان کی نگاہ تھی۔

حضرت عمرؓ کا عدل و انصاف

وہ عدل و انصاف کے پیکر تھے۔ ایک بڑے آدمی عمرو بن العاص نے مصر کو فتح کیا۔ انہیں کو مصر کا گورنر بنا دیا گیا۔ اور یہی حق بھی تھا۔ چنانچہ وہ گورنر ہو کر مصر چلے گئے ان کے صاحبزادہ نے ایک عیسائی کو مارا۔ اس کی خبر امیر المومنینؓ کو مل گئی تو آپ نے گورنر اور ان کے بیٹے کو اپنے دربار میں طلب کر لیا۔ ان کی عام تشہیر ہو گئی۔ یہ بظاہر کتنی بڑی توہین ہے یورپ کا حکمران جو Prestige کا دلدادہ ہے وہ گورنر یا وائسرائے کی یوں خبر نہیں لے سکتا۔ لیکن اسلامی عدل و انصاف کی بلندیاں دیکھئے کہ ایک رعایا کے عیسائی کے حق میں خلیفۃ المسلمین کھڑے ہیں۔ گورنر کو سرزنش کر رہے ہیں اور گورنر کے صاحبزادہ کو سزا دے رہے ہیں۔ حضور کی فراست اور عدل و انصاف کی یورپ بھی تعریف کرتا ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کی قدردانی کی وجہ سے لوگ آپؐ پر نثار تھے

اسلام نے افراد کی قدردانی سکھائی ہے۔ حضور صلعم جہاں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی قدردانی فرماتے ہیں وہاں حضرت بلالؓ کی اور . . . . حضرت زیدؓ کی قدردانی کرتے ہیں، قوم کے چھوٹے بڑے ایک ایک انسان کی قدردانی فرماتے ہیں۔ طاقت کے اظہار سے محبت پیدا نہیں ہوتی۔ اور آنکھیں دکھانے سے لوگوں پر کنٹرول تو کیا جا سکتا ہے لیکن دلوں کو فتح نہیں کیا جا سکتا۔ دل میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔ حضور صلعم نے قوم کے ایک ایک فرد کی قدردانی فرمائی۔ اس کے اثر سے قوم کے ہر چھوٹے بڑے آپؐ پر نثار ہونے کے لئے تیار رہتے تھے۔

جنگِ بدر میں حضرت نبی کریم صلعم کی دلسوز دعا

اللہ تبارک و تعالےٰ نے حضرت ابراھیمؑ کی دعا سنی اور

چودھری محمد حسن چیمہ صاحب ایڈووکیٹ گجرات

ترجمان القرآن کے اشارات

ترجمان القرآن کے اشارات پروفیسر عبدالحمید صدیقی صاحب لکھا کرتے ہیں۔ اکتوبر ۱۹۶۸ء کا شمارہ اس وقت ہمارے پاس ہے جس کا لب ولہجہ نیز و تند ہے۔ پروفیسر صاحب نے ان اشارات میں نہایت متشددانہ رویہ اختیار کیا ہے۔ صدر مملکت کا منصب ہر ایک پاکستانی کی نظر میں قابل احترام ہونا چاہیئے سیاست میں اُن سے اختلاف کیا جا سکتا ہے مگر پبلک میں انہیں خفیف کرنے کی پالیسی قابل مذمت ہے۔ عبدالحمید صاحب صدیقی نے صدر محترم کا نام لے کر انہیں مخاطب کیا ہے اور اس مملکت میں کوئی ایسی برائی نہیں جو انہوں نے بالواسطہ یا بلاواسطہ صدر محترم پر نہ تھوپ دی ہو، الفاظ اتنے سخت اور بے ادبی پر مشتمل ہیں کہ کوئی شریف پاکستانی شہری انہیں نظر استحسان سے نہیں دیکھ سکتا اشارات کا یہ حصہ چونکہ سیاست سے متعلق ہے ہم اس پر زیادہ بحث نہیں کرنا چاہتے حکومت خود بڑی محتاط اور بیدار ہے اور اس کے قانون سے وابستہ شعبے بڑے مستعد ہیں یہ ان کا کام ہے کہ پروفیسر عبدالحمید صدیقی کی گل افشانیوں کا جواب دیں یا جو کچھ مناسب قدم ہو اٹھائیں۔

ان اشارات میں عبدالحمید صاحب نے فرقہ وارانہ منافرت کو بھی انتہا تک پہنچانے کی کوشش کی ہے اور ایسا اشتعال انگیز پیرایہ اختیار کیا ہے کہ اگر انہیں حکومت اور قانون کا ڈر نہ تھا تو کم از کم خدا کا خوف ہی دل میں لاتے۔ انہوں نے بعض دینی جماعتوں پر ایسے ناروا حملے کئے ہیں کہ جب تک وہ یکسو ہو کر توبہ و استغفار نہ کریں محشر میں انکی جوابدہی شاید ان کے لئے کوئی خوشگوار امر نہ ہوگا آج ان کی اسی نگارش کے اس حصہ پر ہم اظہار خیال کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

ڈاکٹر فضل الرحمن کی کتاب کے متعلق ان کے سوا ارشادات ہیں ان کی ہم گرفت نہیں کر سکتے وہ کتاب ہم نے نہیں پڑھی۔ لیکن جماعت احمدیہ کے متعلق جو کچھ انہوں نے لکھا ہے وہ بہت ہی قابل افسوس ہے ایک طرف حکومت کو اس کے خلاف ابھارا گیا ہے اور دوسری طرف عوام کے اندر منافرت کی آگ کو خوب بھڑکایا ہے۔ یہ فعل کسی مسلمان کے شایان شان نہیں۔ جماعت کی طرف ایسی چیزیں منسوب کی گئی ہیں جو سراسر افترا اور جھوٹ ہیں۔

پروفیسر صاحب نے صدر مملکت کی توجہ احمدیہ جماعت کے عقائد کی طرف مبذول کر کے اُن سے یہ چاہا ہے کہ اس جماعت کے افراد کو کلیدی مناصب سے ہٹا دیا جائے بالفاظ دیگر اُن کا نظریہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی جماعت سے عقائد میں اختلاف رکھنے والے لوگ حکومت میں متعین نہیں ہونے چاہئیں چیف انجینیئر کا منصب، زراعتی یونیورسٹی کا سربراہ اور دیگر حکومت کے بڑے بڑے شعبوں کے ڈائرکٹرز وغیرہ کو حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز کرنے سے پیشتر ان کے مذہبی عقائد دیکھ لینے چاہئیں، اگر ان عہدوں کے لائق کوئی اچھے عقیدہ والا آدمی نہ ملے تو یہ عہدے خالی رہنے چاہئیں یا نااہل لوگوں کو اُن پر سرفراز کر دینا چاہیئے۔ عبدالحمید صاحب کے بیان کردہ نظریات کا یہی ایک منطقی نتیجہ ہے۔

جماعت احمدیہ کے متعلق ان کا ارشاد ہے:۔

"یہاں ایک ایسا گروہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد نبوت کے اجراء کا قائل ہے اور فی الحقیقت ایک دوسرے شخص کو نبی مانتا ہے اور اس کی ذات اس کے خاندان اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ محبت کے وہی جذبات رکھتا ہے جو اُمت مسلمہ ختم المرسلینؐ کے ساتھ رکھتی ہے۔ صدر مملکت جیسے صاحب فہم و فراست اور اقبال کے شیدائی کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہونی چاہیئے کہ کسی شخص کی نبوت پر ایمان لانے کے کیا معنے ہیں اور اس کے تقاضے کیا ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس ذات اقدس پر آدمی ایمان لاتا ہے اسے وہ اپنی ساری محبت اور عقیدت کا محور سمجھتا ہے اور اس بات کا پختہ یقین رکھتا ہے کہ یہ ذات جو کچھ کہہ رہی ہے یا کر رہی ہے وہی منشاء الٰہی ہے۔"

آگے چل کر کچھ سطروں کے بعد وہ لکھتے ہیں:۔

"اب ایک فرد یا گروہ حضور سرور دوعالم کے بعد کسی دوسرے انسان کو نبی مانتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی عقیدت کا مرکز حضور سرور کائنات کی ذات گرامی نہیں بلکہ یہ دوسرا شخص ہے جسے اس نے اپنا نبی تسلیم کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب اس کے نزدیک فیصلہ کن اہمیت اس دوسرے شخص کو حاصل ہے اور اس کی باتوں کو وہ دین میں حجت سمجھتا ہے اور ان کے اتباع کو ہی اپنے ایمان کا تقاضا قرار دیتا ہے اور یہ بالکل فطری بات ہے کہ انسان اصل اہمیت اس نبی کی تعلیمات کو دیتا ہے جسے وہ اپنے زمانے سے قریب تر پاتا ہے۔ چنانچہ اس ملک میں جو لوگ حضور ختم المرسلینؐ کے بعد کسی دوسری نبوت کے قائل ہیں ان کی زندگی کا انداز اُمت مسلمہ سے بالکل مختلف ہے یہاں تک کہ جو باتیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں کے لئے عین تقاضائے ایمان ہیں ان کے نزدیک وہ قطعاً کوئی اہمیت نہیں رکھتیں بلکہ بعض کو تو انہوں نے حرام قرار دیا ہے۔ ان لوگوں کا پورا نظام اس نئی نبوت اس کے مزعومات اور اس کے خاندان کے گرد گھومتا ہے۔"

اس کے بعد وہ یوں رقمطراز ہیں:۔

"ممکن ہے یہاں کوئی صاحب یہ کہیں کہ پاکستان میں ہر اس شخص کو عزت کے ساتھ جینے کا حق ہے جو قانون کا احترام کرتا ہے، ہم بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں اور اسے ایک جائز اور معقول موقف سمجھتے ہیں البتہ یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اس حق کا مطلب آخر یہ کیوں فرض کر لیا گیا کہ اس گروہ کے افراد کو کلیدی مناصب سونپ دیئے جاویں اور اندرون ملک جو چاہیں کرتے پھریں ممکن ہے کہ اس گروہ کے اثر و رسوخ کی وجہ سے ایک مخصوص بلاک سے ہمیں چند مادی مراعات اور قرضے بھی حاصل ہو سکیں اور اندرون ملک بھی اس کی خوشامدانہ روش کی وجہ سے اقتدار کے جذبۂ خوشامد پسندی کی تسکین بھی ہو جاتی ہو۔ لیکن سوچنا چاہیئے کہ اندرون ملک اس گروہ کا بڑھتا ہوا عمل دخل حضور سرور کائنات کے اُسوۂ حسنہ کے مرتبہ و مقام پر کیا اثر ڈالے گا۔"

اسی قسم کی چند اور باتیں بھی انہوں نے لکھی ہیں مگر طوالت کے خوف سے ہم اُسے نقل نہیں کرتے۔ ہم اس موقعہ پر ہی یہ اعلان کرتے ہیں کہ جہاں تک ہمارا اور ہماری لاہور جماعت کا تعلق ہے ہم سمجھتے ہیں کہ اس مضمون کے ہم ہدف تنقید نہیں مگر چونکہ پروفیسر صاحب کے ارشادات سے بانی تحریک احمدیت کی ذات پر بھی چھینٹے ڈالے گئے ہیں اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم صحیح پوزیشن پبلک کے سامنے رکھیں اور یہ بتائیں کہ جہاں تک بانی جماعت احمدیہ کا تعلق ہے ان کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی پر فخر ہے اور تمام عظمتیں حضور صلعم ہی کی غلامی کی وجہ سے ان کو حاصل ہیں۔ ملاحظہ ہو ان کے دل کی تڑپ، فرماتے ہیں:۔

زندگی بخش جام احمدؐ ہے
کیا ہی پیارا یہ نام احمدؐ ہے
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا
سب سے بڑھ کر مقام احمدؐ ہے
باغ احمدؐ سے ہم نے پھل کھایا
میرا بستاں کلام احمدؐ ہے

ایک اور جگہ وہ یوں سرود الاپتے ہیں:۔

در دلم جوشد ثنائے سرورے
آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے
آنکہ در جود و سخا ابر بہار
آنکہ در فیض و عطا یک خاورے
آں رحیم و رحم حق را آیتے
آں کریم و جود حق را مظہرے
ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

اور اس طرح بھی :-

شانِ احمد را کہ داند جز خداوندِ کریم
آں چناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم
در رہِ عشقِ محمد ایں سر و جانم رود
ایں تمنا ایں دعا ایں در دلم عزمِ صمیم

اور یوں بھی :-

بعد از خدا بعشقِ محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
جانم فدا شود برہِ دینِ مصطفےٰ
ایں است کامِ دل اگر آید میسرم

یہ تو ہے حضرت مرزا صاحبؒ کا حضرت نبی کریم صلعم کے ساتھ عشق و محبت اور عشق و محبت کے یہی جذبات جماعت احمدیہ کے ایک ایک فرد کے دل میں جاگزین ہیں۔

لیکن اس موقعہ پر ہم پروفیسر صاحب سے ایک اور بات پوچھتے ہیں کہ کیا ایسا تو نہیں کہ آپ کے اپنے عقائد ایسے ہوں جن سے حضور نبی کریم صلعم کی شان کا استخفاف ہوتا ہو۔ کیا ایسا تو نہیں ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ کروڑوں دیگر افراد یہ اعتقاد رکھتے ہوں کہ حضور نبی کریمؐ ایک زندہ نبی کے زمانہ میں پیدا ہوئے، بچپن گذارا، جوان ہوئے، پیغمبری کے مقام تک پہنچے، قرآن اُن پر نازل ہوا۔ انہوں نے تبلیغ کی۔ ایک اُمت بنائی، اور پھر خدا نے اپنی حکمت اور مصلحت کے ماتحت انہیں ۶۳ سال کی عمر میں ہی اپنی طرف بُلا لیا۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ نبوت کے تمام کام سرانجام پا گئے ہیں اور اب کوئی کام نبوت کا ایسا نہیں رہا جو سرانجام نہ پا سکا ہو۔ وفات کے بعد حضور سرورِ کائنات زیرِ زمین دفن ہو گئے مگر ایک زندہ نبی آسمان پر بیٹھا ان تمام کیفیات کو دیکھتا رہا اور سمجھتا رہا کہ میں زندہ ہوں کسی غرض کے لئے زندہ رکھا گیا ہوں اور مجھ سے وہ کام لیا جانے والا ہے جو تجھ سے نہ ہو سکا جسے ابراہیمؑ نہ کر سکے جس کی سرانجام دہی کے لئے سب نبی محتاج رہے اور یا آنحضرت فخرِ رسل کو بھی میرنا زندگی [illegible] اس دنیا سے کوچ کرنا پڑا۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ :-

(۱) جب عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے تو وہ کونسا نبوت کا رہ گیا ہوا کام سرانجام دیں گے یا ایسا کام کریں گے جو غیر نبی کا کام ہو اور جسے اور کوئی غیر نبی نہ کر سکتا ہو۔ وہ بھی نہ کر سکا جسے یارِ غار قرآن میں کہا گیا اور جس کی شان میں ثانی اثنین اذھما ..... فی الغار کے الفاظ نازل ہوئے وہ بھی نہ کر سکا جس کی راستے سے قرآن کی وحی کا اثر ہوا۔ غرض اس گروہ میں سے کوئی بھی نہ کر سکا جن کے متعلق خدا نے ارشاد فرمایا رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عنہ۔

(۲) آپ یہ فرما دیں کہ جب عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لا کر فوت ہو جائیں گے اُن کے بعد تو کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ایسی صورت میں ایمان سے کہئے کہ واقعۃً آخری نبی کون ہوگا جس کے بعد واقعی کوئی نبی نہیں آ سکے گا۔ فما لکم کیف تحکمون

(۳) عیسیٰ علیہ السلام جب دوبارہ تشریف لا دیں گے تو آپ ایسے ممتاز متدوں اور عیسائیوں کا محور کون ہوگا۔ کس کے گرد آپ دونوں کی عقیدت مندیاں گھومیں گی اور کیا وہ کلیسا اور مسجد دونوں کے لیڈر نہ ہوں گے بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اب بھی آپ دونوں قوموں کے مرکز عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں کیونکہ وہ اب تک زندہ ہیں اور ان کی زندگی سے آپ کی توقعات وابستہ ہیں۔ بلکہ اس زمانہ میں جبکہ تحریک احمدیت تبلیغی کارنامے تمام دنیا کے اطراف اکناف میں سرانجام دے رہی ہے آپ نے کئی دفعہ آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دعا کی ہوگی کہ اے باری تعالےٰ کافی عرصہ سے اس معصوم کو یہودیوں کے خوف سے آسمان پر بٹھا رکھا ہے اب تو یہودیوں اور عیسائیوں کی آپس میں مصالحت سے کافی حد تک یہودیوں کا خوف کم ہو چکا ہے۔ اب تو ان "مرزائیوں" کو شکست دینے کے لئے ہی اس نبی معصوم کو قیدِ تنہائی سے آزاد کر دینا چاہیئے تاکہ وہ دنیا میں آکر یہودیوں کو عیسائی بنا دے اور عیسائیوں اور مسلمانوں کو اپنی قیادت میں لا کر انہیں نجات کی خوشخبری سنا دے۔ ہاں عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کے بعد آپ ضرور اس قابل ہو سکیں گے کہ مرزائیوں کو کلیدی مناصب سے ہٹا کر عیسےٰ کے پیروؤں کو ان پر فائز کرا دیں۔

ایک اور بات بھی آپ سے دریافت طلب ہے کہ آپ نے صدر صاحب سے احمدیوں اور مغرب زدہ انگریزی دانوں کو اور پرویز کے ہمنشینوں کو اور اسی قسم کے دیگر آزاد خیال مسلمانوں کو حکومت سے باہر نکال دینے کی استدعا کی ہے۔ مگر دو جماعتوں کے متعلق آپ نے کچھ نہیں لکھا اور وہی مسلمانوں کے جمہور کی جماعتیں ہیں۔ ان کے متعلق بھی کچھ فرما دیجئے۔ ایک جماعت تو وہ ہے جو تاریخ اسلام کے زرین باب کو تاریک ترین باب سمجھتی ہے اور خلفاء ثلاثہؓ کو فاسق و فاجر یقین کرتی ہے۔ ان کو آلِ محمدؐ کے اموال اور سیاسی اقتدار کا غاصب خیال کرتی ہے۔ یہ لوگ تو آپ کے خیال میں کلیدی مناصب کے مستحق ہیں۔ ذرا کھل کر بات کیجئے تاکہ ان لوگوں کی حوصلہ افزائی ہو، اور انتخاب کے وقت آپ کے کام آئیں۔ اور حکومت بھی آپ کی مرضی اور راہنمائی سے قلمدانِ حکومت ان کے سپرد کر دے۔ حکومت سے ان کے اخراج کی تو غالباً آپ سفارش نہیں کریں گے۔

دوسری جماعت وہ ہے اور ملک میں اُس کی غالب اکثریت ہے اور انتخاب کی ساری کرشمہ سازی اسی کے ہاتھ میں ہے جو قبروں کے پجاری ہیں۔ مردوں سے استمداد کرتے ہیں یا شیخ عبد القادر جیلانی کا ورد کرتے ہیں۔ جنہیں نمازوں میں تصورِ شیخ کی تلقین ہوتی ہے اور اسی تصور سے ان کا قلب جاری ہو جاتا ہے جو اپنے پیروں مرشدوں کے سامنے سجدہ ریز ہوتے میں کوئی باک نہیں سمجھتے جن کا عقیدہ ہے کہ ہر محفلِ میلاد کا احتراماً کھڑے ہو کر درود شریف پڑھنا چاہیئے کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایسی مجلس میں خود موجود ہوتے ہیں خواہ ایسی مجلسیں بیک وقت کروڑوں کی تعداد میں منعقد ہو رہی ہوں۔ جن کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضورؐ کو پوری طرح غیب کا علم تھا اور یہ جو قرآن شریف میں ہے کہ مجھے غیب کا علم نہیں یہ صرف انکسار کا ایک سبق تھا جو انہیں سکھایا گیا۔ ان امور پر اگر آپ روشنی ڈالیں تو ہم مشکور ہوں گے۔ غالباً ایسے لوگ تو آپ کے خیال میں کلیدی مناصب کے زیادہ حقدار ہوں گے۔

باقی جو کچھ آپ نے غلام احمد پرویز اور اس کے مکتبِ خیال کے ہمنوا لوگوں کے متعلق لکھا ہے وہ بلاشبہ بڑا سخت ہے مگر وہ لوگ خود بھی بڑے سخت ہیں اور آپ کو اور آپ کی جماعت کو ایسے تلخ جواب دیتے ہیں کہ ہم نرم رو لوگ بھی انہیں پڑھ کر تلملا اٹھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ شاید آپ سے انصاف نہیں کیا جا رہا۔ آپ کا یہ مضمون اگر اُن کی نظر سے گذرا تو جو کچھ وہ جواب میں لکھیں گے اسے پڑھ کر آپ ہمارے اس مضمون کی معقولیت اور نرم روش کے قائل ہو جائیں گے۔ پروفیسر صاحب یہ دنیا چند روزہ ہے۔ آخر یہاں سے چلے جانا ہے خدا کے روبرو اعمال کی جوابدہی ہوتی ہے ہاں کوئی جنبہ داری نہیں، دھڑے بازی نہیں۔ وہاں پانی کا پانی اور دودھ کا دودھ نکھر کر سامنے آ جائے گا۔ میں استغفر اللّٰہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ پڑھتا ہوں آپ بھی پڑھیں۔ شکر الحمد للہ کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کا قائل نہیں۔ میرے خیال میں نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے نہ پرانا۔ میں اس بات پر بھی ایمان لاتا ہوں کہ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں۔ میں حضرت مرزا صاحب کے تتبع اور مولانا مودودی کی ہمنوائی میں یہ بھی ایمان رکھتا ہوں کہ جہاد بالسیف خاص شرائط اور خاص حالات کے ماتحت ہی ہو سکتا ہے جب وہ شرائط موجود نہ ہوں تو سیفی جہاد نہیں ہو سکتا۔ ہاں ایک جہاد ہمیشہ کے لئے جاری ہے اور اس میں احمدیہ جماعت ہمہ تن مصروف ہے اور وہ ہے "جہاد بالقرآن" جس کی تبلیغ احمدیہ جماعت تمام دنیا میں کر رہی ہے۔ آپ نے اس مضمون میں یہ بھی اشارہ کیا ہے کہ احمدیہ جماعت کے ہاں بعض ایسی چیزیں حرام کر دی گئی ہیں جو اسلام میں حلال تھیں۔ یہ بھی اس جماعت کے خلاف ایک بہتانِ عظیم ہے۔ آپ کا غالباً اشارہ مسئلہ جہاد کی طرف ہے۔ سو اس کی حقیقت بھی سمجھ لیجئے۔ اس کے متعلق احمدی نکتہ نگاہ بالکل وہی ہے جو مولانا مودودی صاحب کا ہے۔ بلکہ تمام اکابرِ اسلام کا ہے۔ انگریز کی حکومت کے خلاف مسلمانوں اور ہندوؤں نے کبھی آزادی کے لئے زبردست جدوجہد کی تھی۔ مگر ہندو قوم کے لیڈر گاندھی نے جب یہ کہا کہ تشدد سے کام نہیں لینا۔ تلوار اُٹھا کر میدان میں نہیں نکلنا بلکہ عدم تشدد پر کاربند ہو کر عدم تعاون کا حربہ استعمال کرنا ہے تو آپ لوگوں کے سب اکابر اس کے سامنے جھک گئے اور تلوار کے فلسفہ سے دستبردار ہو گئے۔

آپ لوگ تو قرآن کریم میں ناسخ و منسوخ کے قائل ہیں۔ مگر حضرت مرزا صاحبؒ تو قرآن میں ایک شوشہ کی کمی بیشی کو کفر و الحاد سمجھتے تھے۔ وہ اپنی تصنیف نشانِ آسمانی میں فرماتے ہیں :-

> "اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجنابؐ کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نیا ہو یا پرانا اور قرآن کریم کا ایک

شوشہ بالقطع مترتب نہیں ہوگا۔"

انگریز کے زمانہ میں جہاد کے متعلق انہوں نے فیصلہ کن بات کہدی جو اس وقت بھی صحیح تھی اور آج بھی صحیح ہے اور آئندہ بھی صحیح ہوگی ان کے الفاظ یہ ہیں جو تحفہ گولڑویہ میں درج ہیں :-

"لا شک ان وجوہ الجہاد
معدومۃ فی ہذا الزمن
وہذہ البلاد۔"

یعنی جہاد کی شرائط اس ملک میں اور اس زمانہ میں پائی نہیں جاتیں چنانچہ پورے برصغیر ہند میں اسی نظریہ پر تمام مسلمانوں کا عمل رہا ہے۔

اب ۱۹۶۵ء میں جب ایسی شرائط پیدا ہو گئیں تو احمدیوں نے دوسرے مسلمانوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہو کر جہاد میں حصہ لیا۔ وہ غازی بھی بنے اور شہید بھی ہوئے۔

ہاں جہاد بالقرآن ایک مسلسل فریضہ ہے جس پر ہر وقت عمل رہنا چاہئے۔ اس پر اس وقت صرف جماعت احمدیہ ہی عمل پیرا ہے۔

ایک اور بات صدیقی صاحب کے مضمون میں بڑی کھٹکتی ہے۔ جس کے متعلق بھی ہم کچھ اظہار رائے کرنا ضروری سمجھتے ہیں ان کے ذہن میں جماعت احمدیہ ربوہ کا کوئی ایسا فرد اثر ہے جو ان کے خیال میں کسی کلیدی منصب پر فائز ہے۔ اور جس کی ان کو بڑی تکلیف ہے۔ قرآن نے تو کہا تھا کہ ایسی سنی سنائی باتیں نہ کیا کرو جن کا تمہیں کوئی علم نہیں کیونکہ

ان السمع والبصر والفؤاد
کل اولئک کان عنہ مسئولا

یعنی کان، آنکھ اور دل سب سے باز پرس ہوگی۔ کہ وہ صحیح محل و موقع پر استعمال کئے گئے تھے قرآن شریف کی اس آیت سے بخوبی واقف ہونے کے باوجود صدیقی ایسا قرآن دان لکھتا ہے :-

"ممکن ہے کہ اس گروہ کے اثر و
رسوخ کی وجہ سے ایک مخصوص
بلاک سے ہمیں چند مراعات
اور قرضے بھی مل سکیں۔"

ہم نہیں جانتے کہ صدیقی صاحب کا اس معاملے میں ذریعہ اطلاع کیا ہے۔ ہم تو یہی جانتے ہیں کہ ربوی حضرات کے اثر و رسوخ کی وجہ سے کوئی مخصوص بلاک مملکت پاکستان کو قرضے اور مراعات تو نہیں دے رہا۔ اور نہ ہی کبھی ایسا ہوا ہے کہ سلطنتیں کسی دوسرے ملک کے ایک محدود گروہ کے زیر اثر کسی ملک کو اس قسم کے قرضے اور مراعات دیں۔ ایک بات ہمیں کھٹکتی ہے لیکن وثوق کے ساتھ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ خدا کے ہاں ہر امر کی جوابدہی ہوگی۔ استفہامیہ طور پر صرف ایک سوال کر سکتے ہیں کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ اشارہ کسی ایسے بلاک کی طرف ہو جس کی (بقول چند ناقدان جماعت اسلامی) نوازشات کی بارش جماعت اسلامی پر ایک عرصہ سے ہو رہی ہے۔ کہیں اسی اعتماد میں تو یہ راز فاش نہیں کر دیا کہ ہم جس طرح جماعت اسلامی پر مہربان ہیں اسی طرح وہ ہمیں بھی نوازتے رہتے ہیں؟ اگر یہ بدظنی ہے تو اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے اور ہم صدیقی صاحب سے بھی عرض کریں گے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ سے اس بدظنی کی معافی مانگیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ [illegible])

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی خدا تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔ بدر کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے حضور کی دعا کو قبول فرمایا دشمن مکہ سے چڑھائی کر کے میدان بدر میں جمع ہو گئے۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان کے پاس اسلحہ اور رسالہ ہے۔ مسلمانوں کو وہ نیست و نابود کرنے کی غرض سے آئے ہیں لیکن حضرت نبی کریم صلعم کی فوج ۳۱۳ ہے رسالہ ماشاء اللہ دو گھوڑوں پر مشتمل ہے خزانہ نہیں ہے اسلحہ نہیں ہے، سامان رسد نہیں ہے۔ دشمن کی فوج چڑھ آئی ہے۔ آنحضور صلعم کے لئے مدافعت کرنا ضروری ہو گیا ہے اپنی کمزوری اور بے بسی کو دیکھ کر اور دشمن کی طاقت اور اس کی جمعیت کو دیکھ کر آپ ایک خیمہ کھڑا کر کے بارگاہ الٰہی میں فریادی ہوتے ہیں کہ اللھم ان اھلکت ھذہ العصابۃ فلن تعبد فی الارض ابدا۔ اے مولا! آج کے دن تیرے یہ بندے مارے گئے تو آج کے بعد تیرا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا آپ رو رو کر بے حال ہو جاتے ہیں۔ آخر کار حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں بس کریں یا رسول اللہ آپ کی بے قراری حد سے گذر گئی، ساتھی بھی گھبرا جاتے ہیں کہ حضور صلعم کس قدر بے حال ہیں

قلیل اور بے سامان ہونے کے باوجود دعا کی قبولیت اور فتح عظیم

آخر کار خدا تعالیٰ نے دعا کو قبول فرمایا جنگ میں خدا تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی دشمن کے ستر آدمی قتل ہوئے اور ستر کو قید کر لیا گیا ایسی فتح تھی۔ یہ جو دوران جنگ ۱۹۶۵ء میں فتح ہوئی وہ کثرت تعداد اور اسلحہ کی بھرمار سے حاصل نہیں ہوئی۔

ہندوستان کی کثیر افواج کے مقابلہ میں پاکستان کی فتح عظیم

پاکستان کے لوگوں نے بھی ۱۹۶۵ء میں یہ حال دیکھا۔ پاکستان کے مقابلہ پر دشمن کی کئی گنا فوج تھی۔ قوت ایمان کے بل پر پاکستانیوں نے بہادری سے دشمن پر غلبہ حاصل کیا۔ ہندوستان کی دولت اور ذرائع کے باوجود ہمیشہ کے لئے ہندوستان کا دل بیٹھ گیا۔

لیکھرام کے متعلق حضرت امام وقت کی دعا اور اس کی قبولیت۔

اس زمانہ میں ہم نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کو دیکھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کیں۔ اور ہم نے ان کی دعاؤں کو پورا ہوتے دیکھا ہے۔ آپ کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بڑی غیرت تھی۔ ایک آریہ لیڈر لیکھرام نامی تھا وہ بڑا دریدہ دہن تھا۔ حضور صلعم کی شان مبارک پر گستاخیاں کیا کرتا تھا۔ حضرت مرزا صاحب نے جناب الٰہی میں دعا کی۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے بشارت دی کہ لیکھرام غیبی ہاتھ سے مارا جائے گا۔ چنانچہ حضرت صاحب نے لیکھرام کے قتل کی پیشگوئی کر دی۔ انگریز کا راج ہے جو اسلام کا دشمن ہے۔ مقابلہ میں ہندو قوم ہے جو با اثر ہے۔ تاہم حضرت صاحب نے اپنے ایمان کا مظاہرہ کیا ہے۔ ایک وقت ایسا آیا کہ شاہ عالمی دروازہ کی ایک گلی میں لیکھرام اپنے کسی عقیدت مند کے ہاں فروکش ہوا۔ یہ ساری گلی ہندوؤں کی تھی۔ اس محلہ میں ایک دو ہی گھر مسلمانوں کے تھے اس جگہ دن دہاڑے لیکھرام کو قتل کر دیا گیا۔ اور قاتل کا پتہ نہ چلا اور آج تک نہیں چل سکا۔ آریہ قوم نے بڑا واویلا کیا۔ لاہور میں مسلمانوں کی تلاشیاں لی گئیں۔ آریوں نے کہا کہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنے کسی مرید کے ذریعہ یہ قتل کروایا ہے۔ پھر اس قاتل کو گھر بلوا کر مکان کے کسی حصہ میں دفن کر دیا ہے۔ لہٰذا ان کے مکان کی تلاشی کی جائے۔

حضرت مسیح موعود کے مکان کی تلاشی اور آپ کی جرأت ایمانی

انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس تھا اس نے مکان کی تلاشی لی۔ آپ کے کاغذات اور خط و کتابت کو دیکھا۔ کوئی مکار آدمی ہوتا تو اپنے ان کاغذات کو جلا دیتا۔ ان کاغذات میں واقعہ قتل کے متعلق تاریں، خطوط اور مبارکبادیاں دی گئی تھیں۔ کہ آپ کی پیشگوئی کے مطابق دشمن رسول صلعم کا خاتمہ ہو گیا۔ پولیس کے استفسار کرنے پر حضرت صاحب نے فرمایا کہ لوگ اس کرشمہ الٰہی سے خوش ہیں کہ دشمن اسلام مارا گیا۔ کیا کمال کا انسان ہے۔ اسی دوران حضرت صاحب بار بار ایک کونہ میں جا کھڑے ہوتے۔ کہا گیا کہ اس کونہ کے نیچے قاتل ضرور دفن ہے۔ چنانچہ وہ کونہ کھودا گیا۔ لیکن اس میں سے کچھ نہ ملا۔

جلسہ اعظم مذاہب میں مضمون کے بالا رہنے کی پیشگوئی

لاہور میں ایک جلسہ مذاہب اعظم ہوا اس میں ہر مذہب و ملت کے علماء و فضلاء و مقررین نے حصہ لیا۔ حضرت صاحب کا بھی لیکچر ہوا جلسہ کے انعقاد سے پہلے خدا تعالیٰ نے آپ کو الہاماً بتلا دیا تھا کہ مضمون بالا رہا۔ آپ کو خدا تعالیٰ پر زبردست ایمان تھا۔ اس الہام کو آپ نے شائع کر دیا اور اس قسم کے اشتہارات لاہور کے گلی کوچوں میں لگا دیئے گئے۔ لوگوں نے یہ اشتہار پھاڑ دیئے۔ حضرت صاحب نے دوبارہ اشتہار لگوا دیئے۔ آپ گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ کسی یونیورسٹی میں نہیں پڑھے۔ ان کو پتہ ہے کہ اس جلسہ میں بڑے بڑے قابل لیکچرار حصہ لیں گے۔ یورپ کے عالم پادری اس میں شریک ہوں گے لیکن قبل از انعقاد جلسہ الہام شائع کر دیتے ہیں یہ ان کے ایمان باللہ کا ایک زبردست اظہار ہے۔ ہائی کورٹ کے جج چیٹرجی اس کمیٹی کے صدر تھے۔ جس نے کامیاب مقرر کا اعلان کرنا تھا۔ اس نے فیصلہ دیا کہ مرزا صاحب کا مضمون بالا رہا۔ معلوم ہوا کہ خدا ہے وہ دعائیں سنتا ہے۔

رمضان میں دعاؤں کی قبولیت سے فائدہ اٹھاؤ۔

اس لئے دعا بڑی چیز ہے۔ رمضان کے مہینہ میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اپنے بندوں کی دعائیں خاص طور پر سنتا ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ جناب الٰہی میں رو رو کر دعائیں کرنا سیکھو۔ اس سے آپ کے سارے کام اچھے ہو جائیں گے۔

محترم جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

پاک اجتماعات کی عظیم برکات و تاثرات

یاایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ۔

ترجمہ: اے مومنو! تمام اکٹھے ہو کر فرمانبرداری کا طریق اختیار کرو۔

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

اس زمانہ میں جب مسلمانوں نے قرآنی فریضہ جہاد یعنی تبلیغ دین کو کلیتہً فراموش کر دیا تو حضرت مسیح موعودؑ نے اصول قرآن پر ایمان و یقین کو قائم کرتے ہوئے پھر سے اشاعت اسلام کو اجتماعی رنگ عطا کیا۔ خود قرآنِ حمید نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون کہ ضرور چاہیئے کہ تم میں سے ایک جماعت دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مقاصدِ عالیہ کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دے اور یہی جماعت کامیاب و کامران ہے

کس قدر تعجب و حیرت کی بات ہے کہ خود مسلمان ہی ایسی جماعت کے تنظیم و اجتماع پر معترض ہوں جسے خدا کے حکم کے ماتحت مجددِ وقتؑ نے نہ صرف اشاعت و تبلیغ اسلام کے لئے وقف کر دیا بلکہ اسے زمانہ کے مناسب حال نئے ہتھیاروں سے مسلح بھی کر دیا ہو۔ حق پرستی اور انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ مسلمان ہزارہا سجدات شکر بجا لاتے کہ ان کے بھولے ہوئے قرآنی فریضہ کو مصلح ربانی نے یاد دلایا اور زمانہ کے تقاضوں کے مطابق اُسے ایسے اسلحہ جات سے لیس کیا جن سے فتح و کامرانی یقینی ہے اور جس کے ذریعہ دیگر ادیان پر اسلام کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ بالفرض اگر مسلمان ایسی جماعت میں اپنی کسی کمزوری کے باعث شمولیت اختیار نہ کر سکتے تھے تو اس پر وہ کفِ افسوس ملتے اور خدا کی بارگاہ میں جہادِ زمانہ میں شمولیت سے محرومی کے گناہ کے لئے مغفرت کے طالب ہوتے، مگر کس قدر تعجب ہے کہ وہ ایسی کسی جماعت کے نہ صرف وجود کے ہی قائل نہیں اور اس پر معترض ہوتے ہیں بلکہ اسے تفرقہ قرار دے کر اسے نیست و نابود کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں حتیٰ کہ ان کو اس امر کے تسلیم کرنے سے بھی انکار ہے کہ اشاعت اسلام کیلئے کسی جماعت کے وجود کی ضرورت ہے یا یہ کہ نیک ارادات کے لئے کسی اجتماعی تحریک کی حاجت لازم ہوا کرتی ہے۔

اجتماع کی تین اہم اغراض

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے نہ صرف ایک جماعت کو اشاعت دین کے لئے مختص کر کے اس کی تنظیم قائم کی بلکہ ایسی جماعت کو سال میں ایک مرتبہ مرکز میں جمع ہونے کی بھی ہدایت فرمائی۔ جس جگہ آپ نے جلسہ سالانہ کی اغراض کو بیان فرمایا ہے وہاں رقم فرمایا کہ مغرب میں تبلیغ اسلام کے بارہ میں تجاویز کرنا ایسے سالانہ اجتماع کی ایک اہم غرض ہے اور دوسری غرض سالانہ جلسہ سے یہ ہے کہ وہ تمام دوست جو امرِ واحد اشاعتِ اسلام پر متفق ہوں وہ سال بھر میں کم از کم آپس میں ایک مرتبہ ملاقات کریں تاکہ ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت حاصل کر کے باہم خیر خواہی و ہمدردی کی صفات کا اظہار کر سکیں جس مقام پر حضرت اقدسؑ جماعتی تنظیم و وحدت کا ذکر فرماتے ہیں وہاں آپ اس کے عظیم مقاصد کا یوں بیان کرتے ہیں:۔

'' یہ سلسلہ براد فراہمی طائفہ متقین یعنے تقوے شعار لوگوں کی جماعت جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے **متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر** ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو۔ اور وہ بہ برکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں۔''

پھر اپنے اسی مضمون میں فوائد تنظیم جماعت کو ان الفاظ پر ختم کرتے ہیں:۔

'' اور اسلامی کاموں کے سرانجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان کا **پاک چشمہ ہر ایک دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آئے۔''**

اس طرح حضرت اقدسؑ تجاویز مغرب میں اشاعت دین اور باہمی اختلاط و ارتباط کے علاوہ اس اجتماع کا یہ عظیم فائدہ بھی بتلاتے ہیں کہ جب ایسے احباب کا جو نیکی و راستی کردار کے مظہر ہوں کسی جگہ اجتماع ہوگا یا ان کے باہمی اتحاد و تنظیم سے ایک جماعت قائم ہو کر کھڑی ہو گی تو ایسے نیک اجتماع کا نتیجہ دنیا پر نیک اثر ڈالنے کا موجب ہوگا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ کسی صفت یا خوبی کا اثر اس کے کسی ایک فرد میں جلوہ گر ہونے سے اس قدر ہرگز نہیں پڑتا جتنا اس وقت پڑتا ہے کہ جب ایک جماعت کثیر اس کے لئے عملاً وقف ہو جائے اور اس کی اعلےٰ تنظیم اور وحدت کے باعث دنیا پر اس کا اظہار عظیم تر ہو۔ چنانچہ آپ اس حقیقت کو سمجھانے کے لئے یہ مثال دیتے ہیں کہ اگر کہیں کچھ مقدار پانی موجود ہو تو اس کا وہ اثر ہرگز دیکھنے والے پر نہیں پڑ سکتا جیسے کہ ایک دریا کے بہتے ہوئے پانی کا نظارا دیکھنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کی اگر اور مثالیں دینی ہوں تو کئی گلزار اور فوجی پریڈ کے نظاروں سے دی جا سکتی ہیں۔ اگر کسی جگہ صرف ایک پھول کھلا ہوا ہو تو اس کا اثر ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا جیسا کہ ایک باغ کے نظارہ سے انسانی روح و قلب پر ہوتا ہے جہاں رنگا رنگ کے پھولوں سے ساری فضا مہک رہی ہو۔ اسی طرح اگر کہیں ایک انسان کوئی ورزش کرتا یا جسمانی کرتب دکھلا رہا ہو تو اس کا کبھی وہ اثر نہیں ہوتا جیسے ایک فوجی پریڈ دیکھنے والے کا قلب متاثر ہوتا ہے بعینہٖ یہی صورت صفاتِ عالیہ کے اظہار کی ہے کہ فرد واحد کی دید سے قلب اس طرح قطعی اثر پذیر نہیں ہوتا جیسے ایک جماعت کے وجود سے جو نیک اعمال و کردار کا نمونہ بن کر کھڑی ہو۔ اسی حقیقت کو ڈاکٹر اقبال مرحوم نے بھی اپنے اس شعر میں ادا کیا ہے جو اس مضمون کی ابتداء میں لکھا گیا ہے فرد اور جماعت کا باہم تعلق بھی لازم و ملزوم کا سا ہے۔ جہاں فرد واحد وہ اثر نہیں پیدا کر سکتا جو جماعت کا وجود پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے وہاں یہ امر بھی صحیح ہے کہ جماعت میں شمولیت کے بغیر فرد کا وجود ہی قائم نہیں رہ سکتا۔ ایمانی امور میں بھی بجز انبیاء و مامورین صادقین کے فرد واحد کے لئے تن تنہا کسی مقامِ عالیہ پر کھڑے رہنا مشکل ہو جاتا ہے لیکن جہاں ایک جماعت کی جماعت کسی مقصد کو اپنائے ہوئے ہو وہاں فرد کے لئے وہ باعث تقویت سہارا بنتی ہے۔

تبلیغ و اشاعت دین کرنے والی جماعت کے وجود پر اعتراض

اگر ہر مقصد کے لئے ایک جماعت کا ہونا لازم پڑتا ہے اور اگر اشاعتِ دین فی الواقع اس زمانہ کا جہادِ اسلام ہے تو پھر ایسے عالی مقصد کے لئے دین سے انحراف کے اس دور میں ایک ایسی ہمہ صفت، اسم بامسمیٰ جماعت کا وجود از بس غنیمت ہے

باعثِ اعتراض و بے توجہی

قرآن کریم نے تو خود فرمایا ہے کہ لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا۔ تمہارے لئے رسول صلعم نمونہ ہیں اور تم بحیثیت جماعت دوسروں کے لئے نمونہ ہو۔

پس نہ صرف مقصد اشاعت دین کے لئے ایک جماعت کے وجود کی ضرورت لازم پڑتی ہے بلکہ اس کے لئے بھی اس کا وجود ضروری ہے کہ دین کے اظہار کے لئے عملی زندگی میں جن صفاتِ عالیہ کی ضرورت ہے وہ ان کی مظہر ہو۔ کیونکہ جیسے کہ تفصیلاً بیان ہوا فرد واحد وہ اثر ہرگز پیدا نہیں کر سکتا جو ایک جماعت پیدا کرنے کا موجب ہوتی ہے تاکہ دوسروں پر اثر پذیری کے علاوہ وہ باہمی ایک دوسرے کے لئے باعث تقویت و ترقی بن سکیں۔

کاش! لوگ ان حقائق پر غور کریں۔

قارئین سے التماس

جن قارئین کرام نے پیغام صلح اور روح اسلام کا ۱۹۶۸ء کا چندہ اس وقت تک ارسال نہیں فرمایا ان احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے ان سے گذارش ہے کہ اس ماہ میں حساب بے باق فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

مینیجر پیغام صلح و روح اسلام
احمدیہ بلڈنگس [illegible] لاہور

برلن مسلم مشن کی تبلیغی مساعی

رپورٹ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۶۸ء

مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب امام مسجد برلن (مغربی جرمنی) جس مستعدی کے ساتھ تبلیغ اسلام کا کام کر رہے ہیں اور ان کی تبلیغی مساعی کے جو خوشگوار نتائج پیدا ہو رہے ہیں، وہ ماہوار قارئین کے سامنے آتے رہتے ہیں۔ ذیل میں ماہ اکتوبر ۱۹۶۸ء کی رپورٹ پیش کی جاتی ہے۔

ماہ اکتوبر میں چار گروپ مسجد میں آئے ایک گروپ ۲۰ اساتذہ پر مشتمل تھا۔ ایک گروپ مغربی جرمنی سے تیس نوجوان مرد اور عورتوں پر مشتمل تھا۔ باقی دو گروپ مع اساتذہ دسویں اور تیرھویں کلاس کے طلباء پر مشتمل تھے۔ اساتذہ کے گروپ میں اسلام پر مختصر سی تقریر کی۔ بعد میں سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا اور قریباً دو گھنٹہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اساتذہ نے اپنے ماحول میں نوجوان طلباء کی شکایات کو سامنے رکھتے ہوئے مذہب کے مختلف پہلوؤں پر سوالات کئے اور اسلام کے نقطۂ نظر سے واقفیت حاصل کی۔ اس گروپ کے لیڈر نے آخر پر کہا کہ یہ گفتگو ہماری آنکھیں کھولنے کا باعث ہوئی ہے۔ اور اپنے گروپ کو مخاطب کر کے کہا کہ ہمیں اپنی مشکلات کا حل عیسائی مذہب کے علاوہ اسلام میں بھی تلاش کرنا ہوگا۔ مغربی جرمنی سے جو گروپ آیا اس نے جمعہ کا خطبہ سنا بعد میں قریباً دو گھنٹہ کے قریب مختلف سوالات ہوتے رہے جوابات میں اکثر عیسائی اور اسلامی اصولوں کا موازنہ ہوتا رہا۔ بحث خاصی دلچسپ رہی۔

اسی طرح طلباء کے سامنے بھی اسلام کے نظریات کو پیش کیا اور جوابات میں عیسائی اصولوں سے اسلام کی تعلیمات کا موازنہ کیا گیا ان گروپوں میں پمفلٹ "اسلام کے بنیادی اصول" "ڈیر پرافٹ محمدؐ" دعوت حق مفت تقسیم کئے گئے۔ ان گروپوں کے علاوہ بھی چند یونیورسٹی طلباء مختلف دنوں میں مسجد میں آئے۔ انہوں نے اسلام کے نظریات کو سنا۔ اور انہیں بھی مندرجہ بالا پمفلٹ بطور تحفہ دیئے گئے۔ شام سے پروفیسر یحییٰ صاحب آئے۔ گذشتہ سال بھی وہ مسجد میں آئے تھے۔ انہیں دو ٹریکٹ "اسلام کے بنیادی اصول" "ڈیر پرافٹ محمدؐ" دیئے گئے۔

اس کے علاوہ جمعہ و ہفتہ کے اجتماعات بھی خدا کے فضل سے جاری رہے۔ ۱۹ تاریخ کو اپنی ہفتہ وار میٹنگ میں معراج شریف پر لیکچر دیا۔ اور سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

چار جرمن داخل اسلام

چار جرمن داخل اسلام ہوئے۔ ان میں تین مرد اور ایک خاتون ہے۔ ان کے اسلامی نام یوں رکھے گئے۔ محمد رشید۔ منیر احمد۔ فاطمہ۔ محمد ابراہیم۔

منیر احمد انجینئر ہیں۔ تین سال ہوئے انہوں نے ٹیکنیکل یونیورسٹی برلن سے ڈگری حاصل کی۔ اور محمد ابراہیم پولیس آفیسر ہیں۔ ان کی تصاویر بھیجتا ہوں۔ محمد یحییٰ بٹ ۴ نومبر ۱۹۶۸ء

نوٹ۔ تینوں اصحاب کی تصاویر موصول ہوئیں جو دوسری جگہ ہدیہ قارئین کرام ہیں۔ (ایڈیٹر پیغام)

اظہار تشکر

۱۴/۱۵ مغرب کے وقت میرے والد بزرگوار جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع اچانک بیمار ہو گئے انہیں غشی کی حالت میں سول ہسپتال پہنچایا گیا۔ جب ان کی حالت نہ سنبھل سکی تو پھر ملٹری ہسپتال لاہور پہنچا دیا گیا۔ پندرہ گھنٹوں کے بعد انہیں ہوش آیا۔ مناسب علاج شروع کیا گیا اور پھر بڑی بڑی مشینوں کے سامنے کرسی پر بٹھا کر تین دن تک ان کا معائنہ کیا جاتا رہا۔ دل۔ جگر۔ گردے معدہ۔ انتڑیاں سب چیزیں درست حالت میں پائی گئیں اور دماغ بھی صحت مند پایا گیا۔ پھیپھڑوں کا ایکسرے لیا گیا۔ دونوں پھیپھڑے پاک صاف نکلے، پیشاب کا معائنہ کیا گیا وہ بھی درست حالت میں تھا لیکن میری والدہ ماجدہ مرحومہ کی وفات کے بعد جناب والد صاحب کو رنج و افسوس کی وجہ سے پیشاب میں شوگر پیدا ہو گئی تھی جس کی وجہ سے وہ ڈائی بینز کا استعمال کرتے تھے۔ رمضان شریف کی آمد تھی لوگوں نے اپنے بیٹے بیٹیوں کی شادیاں رچانی شروع کیں۔ جناب والد صاحب کو بھی بہت بار باراتوں کے ساتھ متعدد شہروں کا سفر کرنا پڑا سفر میں پیشاب کا ٹسٹ کرا نہ سکے مگر ڈائی بینز کا استعمال برابر جاری رکھا حالانکہ اگر شوگر نہ ہو تو اس دوائی کا استعمال جاری رکھنا خطرے سے خالی نہیں۔ یہی چیز جناب والد صاحب کی تکلیف کا باعث بنی۔ ملٹری ہسپتال کے ڈاکٹروں نے مکمل آرام کرنے کا مشورہ دیا۔ ان کی مجوزہ ادویات کا استعمال ہو رہا ہے اور ٹیکے لگ رہے ہیں۔ بفضل خدا صحت دن بدن بحال ہو رہی ہے۔ احباب درد دل سے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ انہیں مکمل صحت دے۔

جناب والد صاحب لائل پور کے احباب ڈاکٹر صاحبان سول ہسپتال لائل پور۔ ڈاکٹر صاحبان ملٹری ہسپتال لاہور اور لاہور کے بزرگوں اور عزیزوں کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ان سے دلی ہمدردی اور محبت کا ثبوت دیا اور عیادت کے لئے تشریف لاتے رہے۔ اللہ کریم اپنی جناب سے ان سب کو اجر عظیم دے۔ آمین۔

بہت سے احباب کی طرف سے ہمدردی کے خطوط ملے ہیں۔ ان کا بھی شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

مرزا غازی محمود بیگ
سٹوڈنٹ۔ بی کام۔ لائل پور

تعزیت نامہ

میرے محترم و مکرم مولانا دوست محمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پیغام صلح مجریہ ۶ نومبر میں مرحوم عبدالشکور بٹ صاحب کی وفات کی خبر پڑھ کر افسوس ہوا

انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم انجمن کے دیرینہ کارکن تھے دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔

محترم عبدالغنی بٹ صاحب سے میری طرف سے افسوس کا اظہار کر دیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

امید ہے آپ بفضلہ بخیریت ہوں گے دفتر میں جملہ احباب کو سلام۔

والسلام
محمد یحییٰ بٹ

ہفت روزہ
"پیغام صلح"
میں اشتہار دیکر اپنے کاروبار کو فروغ دیں

جلسہ سالانہ کی اغراض

(بسلسلہ صفحہ ۲)

بھی نقل کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو تکلیف بھی اٹھانی پڑتی ہے اور جو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کو برداشت کرنے والے مومن کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑے ثواب کا وعدہ فرمایا ہوا ہے۔ نیز آنحضرت صلعم نے یہ بھی فرمایا کہ دینی مجالس میں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے، جو ان میں شریک ہونے والوں پر نزول برکات کی دعا کرتے ہیں۔ یہ میں نے چند حدیثوں کا مغز اپنے الفاظ میں بیان کر دیا ہے

چونکہ ہمارا یہ جلسہ اشاعت اسلام کے مقصد کو تقویت پہنچانے کی غرض سے ہی منعقد کیا جاتا ہے اس لئے حضرت مسیح موعودؑ کے اس شعر پر جلسہ میں شرکت کی تحریک کو ختم کرتا ہوں

"بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا"

کتاب کی ضرورت

کسی صاحب کے پاس The prophet of Islam اور Islam The Religion of Humanity کا ہندی یا مرہٹی ترجمہ ہو تو وہ ہندوستان میں انجمن کے نمائندہ مسٹر عبدالرزاق صاحب کو مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال کریں:-

Abdul Razaq Esqr,
C/o Richardson
Cruddas
P.O. Atule.
Distt. Bulsar
Gujrat (India)

ضرورت رشتہ

احمدی خاندان کی ایک لڑکی بعمر ۲۳ سال کے لئے جو ایم اے اسلامیات ہے ایک موزوں احمدی نوجوان رشتہ کی ضرورت ہے جو برسر روزگار اور صاحب جائداد ہو۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ خط و کتابت معرفت سیکرٹری انجمن کی جائے۔

ڈاکٹر اللہ بخش۔ آنریری۔ جنرل سیکرٹری

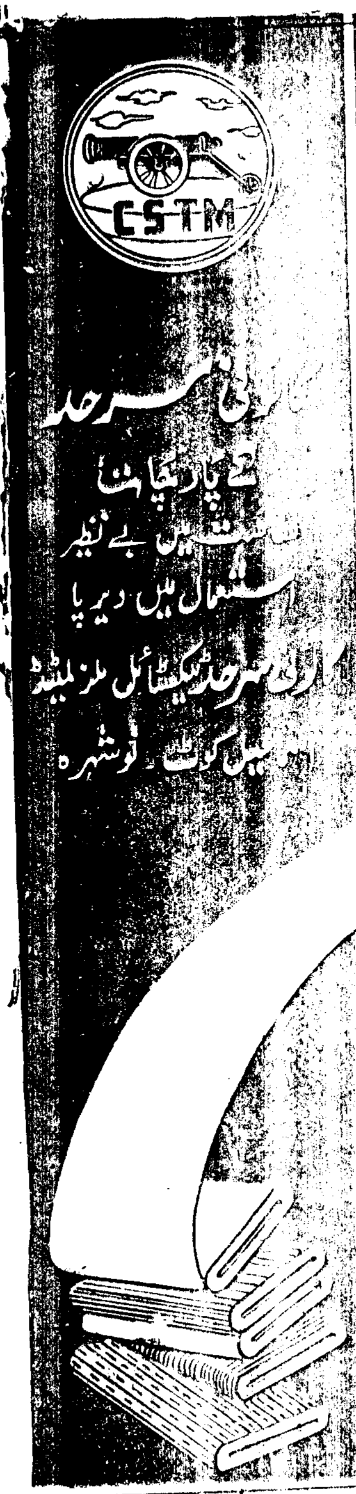

پیغام صلح ۱۱ دسمبر ۱۹۶۸ء رجسٹرڈ ایل ۳۵ شمارہ ۴۹

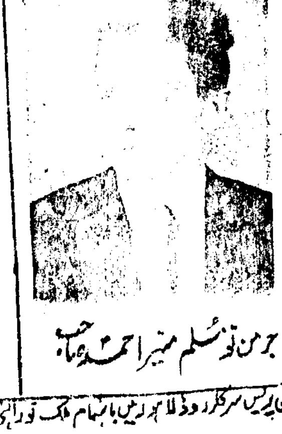

جرمن نومسلم منیر احمد صاحب

جرمن نومسلم محمد ابراہیم صاحب

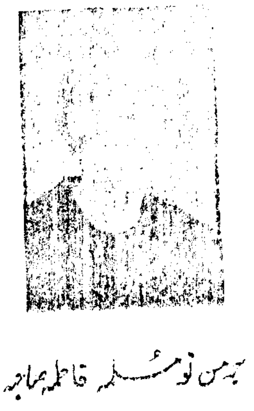

جرمن نومسلمہ فاطمہ صاحبہ

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نور الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

رجسٹرڈ - ایل نمبر ۸۱۳۸

ٹیلیفون نمبر: ۳۷۳۷
تار کا پتہ "تبلیغ" - لاہور

ہفت روزہ پیغامِ صلح لاہور

مدیر
دوست محمد
مدیر معاون
بشیر احمد سوز

سالانہ چندہ - آٹھ روپے
بیرونی ممالک سے ایک پونڈ
ایک سو روپے پیشگی آنے پر
تازندگی جاری ہو سکتا ہے۔

جلد ۵۶ یوم چہارشنبہ - مورخہ ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۸ دسمبر ۱۹۶۸ء نمبر ۵۰

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا
گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے
نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیرالرسل خیرالانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲ - قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳ - سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴ - سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے
۵ - کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶ - اسلام - تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

لیلۃ القدر آخری سات راتوں میں

عن ابن عمرؓ ان رجالاً من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اُروا لیلۃ القدر فی المنام فی السبع الاواخر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اری رؤیاکم قد تواطات فی السبع الاواخر فمن کان متحریھا فلیتحرھا فی السبع الاواخر۔

ترجمہ:-

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلعم کے اصحابؓ میں سے کئی آدمیوں کو خواب میں لیلۃ القدر آخری سات راتوں میں دکھائی گئی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے خواب لیلۃ القدر (کے) آخری سات (راتوں میں ہونے) پر متفق ہیں۔ سو جو اسے تلاش کرنا چاہے آخری سات میں تلاش کرے۔

نوٹ :- از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ :-

اس سے ثابت ہوا کہ لیلۃ القدر تلاش اور مجاہدہ سے ملتی ہے۔

فضل الباری
شرح صحیح البخاری

پیغام صلح خود پڑھنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں۔

جلسہ سالانہ کا التوا

نہایت افسوس کے ساتھ اعلان کیا جاتا ہے کہ لاہور میں دفعہ ۱۴۴ نافذ ہونے کی وجہ سے جلسہ سالانہ کا انعقاد مشکل ہو گیا ہے اس لئے فی الحال جلسہ ملتوی کیا جاتا ہے۔ جن احباب تک یہ خبر پہنچے وہ مہربانی فرما کر دوسرے دوستوں کو بھی مطلع کر دیں۔

مولانا شیخ عبدالرحمان صاحب مصری

احمدی اور محمدی نام کے متعلق سائل صاحب کی تنقید کا جواب اور ایک غلط فہمی کا ازالہ

(۶)

حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ

ڈائری زیر بحث میں حضرت مسیح موعودؑ کے مندرجہ ذیل الفاظ درج ہیں:-

"جو لوگ اسلام کے نام سے انکار کریں یا اس نام کو عار سمجھیں ان کو تو میں لعنتی کہتا ہوں میں کوئی بدعت نہیں لایا جیسا کہ حنفی شافعی حنبلی وغیرہ نام تھے ایسا ہی احمدی بھی نام ہے بلکہ احمد کے نام میں اسلام کے بانی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتصال ہے اور یہ اتصال دوسرے ناموں میں نہیں احمد آنحضرت صلعم کا نام ہے اسلام احمدی ہے اور احمدی اسلام ہے حدیث شریف میں محمدی رکھا گیا ہے بعض اوقات الفاظ بہت ہوتے ہیں مگر مطلب ایک ہی ہوتا ہے۔"

یہاں ڈائری نویس سے لفظ "بھی" کا اندراج رہ گیا ہے "محمدی" کے بعد "بھی" ہونا چاہیئے تھا۔

سائل صاحب کی تنقید

سائل صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے مندرجہ بالا الفاظ کے اس حصہ پر "حدیث شریف میں محمدی رکھا گیا ہے" مندرجہ ذیل تنقید کی ہے

"مرزا صاحب نے مسلمانوں کے دوسرے نام کی بابت فرمایا ہے کہ "حدیث شریف میں محمدی رکھا گیا ہے" دریافت طلب ہے کہ حدیث کی کونسی کتاب اور جلد اور صفحہ پر یہ حدیث درج ہے تاکہ دیکھا جائے کہ یہ نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ تجویز فرمایا تھا یا کہ صحابہ کرام آپس میں ایک دوسرے کو اس نام سے بلایا کرتے تھے یا کہ کسی تابعی نے نے صحبت نبویہ کے پیش نظر کسی صحابی کو محمدی کہکر پکارا ہے یا کہ کسی دشمن نے کسی صحابی کو محمدی کہکر پکارا ہے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صابی (بخاری) اور مسلمانوں کو صباۃ (نہایہ) کہکر پکارا جاتا تھا اور عصر حاضر میں اہل حدیث کو عبدالوہاب کی طرف منسوب بتاکر وہابی کہا جاتا ہے اور جماعت اسلامیہ کو مودودی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔"

میں نے سائل صاحب کی تنقید ساری کی ساری لفظ بلفظ نقل کر دی ہے تا انہیں یہ شکایت نہ ہو کہ ان کی تنقید کے کسی لفظ کو پوشیدہ رکھا گیا ہے

مگر میں یہ کہنے سے رک نہیں سکتا کہ یہ تنقید مشہور ضرب المثل

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

کی مصداق ہے۔

ڈائری میں سائل صاحب کے پیش کردہ الفاظ موجود نہیں

سائل صاحب کی تنقید کی بنیاد اس جملہ پر ہے:-

"مرزا صاحب نے مسلمانوں کے دوسرے نام کی بابت فرمایا ہے کہ حدیث شریف میں محمدی رکھا گیا ہے"

میں نے ڈائری زیر بحث کو بار بار پڑھا ہے مجھے تو اس میں کہیں بھی یہ نظر نہیں آیا کہ ڈائری نویس نے حضرت مسیح موعودؑ کی طرف یہ الفاظ منسوب کئے ہوں کہ مسلمانوں کا دوسرا نام حدیث شریف میں محمدی رکھا گیا ہے۔

سائل صاحب نے اپنی تنقید کی بلند عمارت محض اپنے اس مفروضہ الفاظ پر استوار کی ہے جن کا ڈائری میں نام نشان بھی نہیں پایا جاتا اور انہی الفاظ کی بنا پر ہم سے وہ اپنے مفروضہ ۴ حوالہ دریافت کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ دوسرے مسلمانوں کو محمدی کہا گیا ہے۔

۴ جیسا کہ فقرہ ذیل میں سے کسی ایک ماخذ کا

پس جبکہ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ الفاظ فرمائے ہی نہیں اور نہ ہی ڈائری نویس نے حضورؑ کی طرف انہیں منسوب کیا ہے تو ہم سائل صاحب کے دریافت طلب ماخذ کا حوالہ کہاں سے دیں ظاہر ہے کہ ایسے امر کا ماخذ تلاش کرنا ناممکن ہے جس کا وجود ہی نہ ہو۔

حضرت مسیح موعودؑ نے تو کہیں نہیں فرمایا کہ حدیث میں مسلمانوں کا دوسرا نام محمدی رکھا گیا ہے۔ البتہ سر سید احمد خان صاحب نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کی ذات اس کی صفات اور اس کے استحقاق عبادت پر یقین رکھتا ہے وہ مسلمان ہے ایسے شخص کو میں محمدی نہیں کہہ سکتا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر یقین کرنے پر وہ محمدی کہلائے گا۔ گو آج کل مسلمان اور محمدی مترادف سمجھے جاتے ہیں اس کا مفصل حوالہ گذشتہ اقساط میں گزر چکا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ کا صحیح مطلب

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضورؑ کے ان الفاظ کا وہ مطلب جو سائل صاحب نے سمجھا ہے اگر غلط فہمی پر مبنی ہے تو پھر الفاظ کا صحیح مطلب کیا ہے سو واضح ہو کہ اگر ڈائری کے الفاظ پر غور کی نظر ڈالی جائے تو ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح حضور حضرت نبی کریم صلعم کے نام احمدؐ کی طرف منسوب کر کے اپنے آپ کو بھی احمدی اور اپنی جماعت کو بھی احمدی نام سے پکارے جانے کی تلقین فرما رہے ہیں اسی طرح حضرت نبی کریم صلعم کے دوسرے نام محمد صلعم کی طرف اپنے آپ کو منسوب کر کے اپنے آپ کو بھی اور اپنی جماعت کو بھی محمدی کے نام سے نامزد کرنے کا ارادہ بھی پیش کر رہے ہیں نہ کہ مسلمانوں کے لئے دوسرا نام محمدی رکھے جانے کا ذکر فرما رہے ہیں مسلمانوں کا لفظ تو سائل صاحب نے اپنے پاس سے داخل کر لیا ہے ورنہ حضورؑ تو جو کچھ فرما رہے ہیں وہ صرف اپنے متعلق ہی فرما رہے ہیں نہ کسی اور کے متعلق۔ اسی لئے آخر میں فرمایا کہ "بعض اوقات الفاظ بہت ہوتے ہیں مگر مطلب ایک ہی ہوتا ہے" الفاظ "مطلب ایک ہی ہوتا ہے" صاف اس امر کی وضاحت کر رہے ہیں کہ مجھے اور میری جماعت کو خواہ آنحضور صلعم کے نام احمد کی طرف منسوب کر کے احمدی کہہ لو یا آنحضور صلعم کے دوسرے نام محمد (صلعم) کی طرف منسوب کر کے محمدی کہہ لو مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔ یعنی میری اور میری جماعت کی نسبت حضرت نبی کریم صلعم کی طرف ہی رہے گی۔ اگر دونوں جگہ آپ اور آپ کی جماعت مراد نہ ہو تو مطلب ایک کس طرح رہ سکتا ہے۔ یعنی جس طرح اسلام احمدی ہے اور احمدی اسلام ہے ۴ محمدی اسلام ہے یہ الفاظ تبھی صادق آ سکتے ہیں جبکہ دونوں جگہ صرف حضورؑ اور حضورؑ کی جماعت ہی مراد لی جائے ورنہ عبارت بے معنی ہو جائے گی۔

۴ اسی طرح اسلام محمدی ہے اور

حدیث نبویؐ میں اس کی سند کی موجودگی کا ثبوت

چونکہ ڈائری نویس نے حضرت اقدسؑ کی طرف جو الفاظ منسوب کئے ہیں ان میں محمدی کہلانے کو حدیث شریف کی طرف منسوب کیا گیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ احادیث سے بھی اس کا ثبوت بہم پہنچایا جائے سو اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ حضرت نبی کریم صلعم نے آخری زمانہ میں امت میں آنے والے مہدی کے لئے مندرجہ ذیل الفاظ فرمائے ہیں:-

"یسمی باسم نبیکم" حجج الکرامہ صفحہ ۳۵۷ میں بحوالہ ابوداؤد یہ الفاظ بروایت حضرت علی رضؓ نقل کئے گئے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کے دو نام ہیں ایک احمد اور دوسرا محمد (صلعم)

حضرت نبی کریم صلعم کے ناموں پر نام کہاں رکھے جائیں گے

مندرجہ بالا حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آخری زمانہ میں امت میں ظاہر ہونے والے مہدی کا نام حضرت نبی کریم صلعم کے نام پر رکھا جائے گا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مہدی کے یہ نام احمد اور محمد کیا اس کے والدین کی طرف سے رکھے جائیں گے

. . . .

(باقی بر صفحہ ۱۱)

ختم نبوت کی حقیقت

ہفت روزہ "تنظیم اہلحدیث" میں مولانا عبدالرشید صاحب صدر مدرس جامعہ اہلحدیث کے قلم سے ایک مضمون بعنوان "خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم" شائع ہوا ہے۔ جہاں تک ختم نبوت کا تعلق ہے مولوی صاحب نے قرآن و حدیث کی تصریحات کی بناء پر یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت نبی کریم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے، اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

اس کے ساتھ ہی موصوف نے اس بات کو بھی واضح کرنے کی کوشش کی ہے، کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کا دوبارہ آنا ختم نبوت کے منافی نہیں کیونکہ وہ آنحضرت صلعم کے اُمتی ہو کر آئیں گے اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ:۔

"عہدہ رسالت تو ان کو مل چکا ہے جو کسی وقت سلب نہیں ہو سکتا اور ہم نے قرآن سنت سے ثابت کر دیا ہے کہ نبوت و رسالت ختم ہو چکی ہے کسی شخص کو نئے سرے سے عہدۂ نبوت و رسالت عطا نہیں کیا جائے گا۔ حضرت عیسٰے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مرتبۂ نبوت پر فائز ہو چکے ہیں۔ لہٰذا ان کی آمد سے خاتم النبیینؐ کی ختم نبوت پر کوئی زد نہیں پڑتی۔"

مگر سوال یہ ہے کہ جب حضرت عیسٰے اُمتی ہو کر آئیں گے تو ان کی نبوت کہاں باقی رہے گی، قرآن کریم کا کھلا ارشاد ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے۔ قرآن کریم کی اس وضاحت کے بعد یہ کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام جب دوبارہ آئیں گے تو رسول بھی وہی ہونگے اور امتی بھی، امتی ہونا تو ان کی رسالت کے منافی ہے، جو شخص رسول ہوگا وہ اُمتی کیسے ہو سکتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ ان کی رسالت سلب ہو جائے گی تو یہ مولوی صاحب کے مندرجہ بالا بیان کے خلاف ہے، انہوں نے صراحت لکھا ہے اور یہی صحیح ہے کہ "عہدۂ رسالت تو ان کو مل چکا ہے جو کسی وقت سلب نہیں ہو سکتا" پھر وہ رسول ہوتے ہوئے اُمتی کیسے بن جائیں گے؟ مولوی صاحب نے جو یہ حدیث پیش کی ہے کہ "اگر موسٰے زندہ ہوتے تو ان کو بھی بجز اتباع کے چارہ نہ تھا۔" یہ قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت کے خلاف ہے۔ اس لئے اس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

دوسری اُلجھن اس بارہ میں یہ پیش آتی ہے، کہ قرآن کریم نے تین ہستیوں کو واجب الاطاعت قرار دیا ہے فرمایا یایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔ اے ایمان والو۔ اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام دوبارہ نازل ہونے کے بعد ان تینوں میں سے کس منصب پر ہوں گے۔ اللہ تو وہ ہو نہیں سکتے، اگر وہ رسول کے منصب پر ہوں گے اور اس وجہ سے ان کی اطاعت کی جائے گی کہ وہ رسول ہیں (اور رسول کیلئے وحی نبوت کا جاری ہونا لازمی ہے) تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت باقی نہ رہی اور ان کی رسالت کا نعوذ باللہ خاتمہ ہو گیا، اور اگر حضرت عیسٰےؑ اولی الامر کے مقام پر ہوں گے تو اس صورت میں ان سے اختلاف یا جھگڑا بھی ہو سکے گا کیونکہ اولی الامر کے متعلق ارشاد الٰہی ہے فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول اگر کسی امر میں اولی الامر سے تنازع ہو جائے تو اس جھگڑے کو اللہ اور رسول کی طرف لے جاؤ۔

اب فرمائیں جناب مولوی عبدالرشید صاحب کہ کیا حضرت عیسٰےؑ کو اولی الامر کے مقام پر رکھا جائے گا جس سے تنازعہ ہو سکتا ہے اور اس صورت میں ان کی رسالت باقی نہیں رہیگی؟ یا رسول کے مقام پر سمجھا جائے گا، جس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی نفی ہوتی ہے؛ اور ختم نبوت باطل ہو جاتی ہے؟ ان دونوں میں سے کونسی صورت اختیار کی جائے گی؟

غرض حضرت عیسٰےؑ کے دوبارہ نزول کے عقیدہ سے کئی ایسی اُلجھنیں پیدا ہوتی ہیں، جن کا کوئی حل ممکن نہیں اور اس عقیدہ سے صریح طور پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر زد پڑتی ہے، یہ کہہ دینا آسان ہے کہ:۔

"حضرت عیسٰے علیہ السلام تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مرتبہ نبوت پر فائز ہو چکے ہیں لہٰذا اُن کی آمد سے خاتم النبیین کی ختم نبوت پر کوئی زد نہیں پڑتی"

کیوں زد نہیں پڑتی، جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آئیں گے اور منصب نبوت پر فائز بھی رہیں گے اور بحیثیت رسول اُمت محمدیہ کی قیادت کریں گے، تو ختم نبوت کہاں باقی رہ گئی اور اگر امتی ہو کر آئیں گے تو ان کی رسالت کہاں باقی رہے گی؟ جو ارشاد باری وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ کے صریح خلاف ہے۔

کیا مولوی عبدالرشید صاحب ان سوالات پر غور کریں گے؟ انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ان اُلجھنوں سے نکلنے کی ایک ہی راہ ہے۔ وہ یہ کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کو دوسرے انبیاء کی طرح فوت شدہ تسلیم کرتے ہوئے (جو قرآن کریم سے ثابت ہے) ان کی دوبارہ آمد سے انکار کر دیا جائے اور اس کے وہ معنے کئے جائیں جو حضرت مرزا صاحب نے کئے ہیں کہ نزول مسیح سے حضرت عیسٰے علیہ السلام کا دوبارہ آنا مراد نہیں بلکہ ان کی خو بو میں ان کے مثیل کا آنا مراد ہے، جیسے ملاکی نبی کی پیشگوئی میں الیاسؑ کے دوبارہ آنے سے حضرت عیسٰے علیہ السلام نے ان کے مثیل یوحنا کا آنا مراد لیا، مولوی صاحب کو چاہیئے کہ ٹھنڈے دل سے ان امور پر غور کریں اور حضرت عیسٰے علیہ السلام کے دوبارہ آنے کے عقیدہ سے ختم نبوت کو باطل نہ کریں۔ جس طرح یہ صحیح ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا اسی طرح یہ بھی صحیح ہے کہ کوئی پرانا نبی بھی آپؐ کے بعد اُمت محمدیہ کی راہبری کے لئے نہیں آ سکتا، یہ دونوں باتیں ختم نبوت کے منافی ہیں اور یہی حضرت مرزا صاحبؑ کا عقیدہ ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا:۔

"قرآن کریم میں مسیح ابن مریم کے آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں لیکن ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے، نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لانبی بعدی میں نفی عام ہے۔ پس کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاءؐ کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے کہ وحی نبوت منقطع ہو چکی تھی، پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے، کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی۔"

(ایام الصلح)

کیا مولوی عبدالرشید صاحب اس پر غور کریں گے؟

مضمون کے آخر میں مولوی صاحب نے ظلی و بروزی نبوت پر جو اعتراض کئے ہیں ان پر آئندہ اشاعت میں غور کیا جائیگا انشاء اللہ تعالےٰ۔

عید مبارک

"پیغام صلح" کا یہ پرچہ عید سے ایک دو دن پہلے احباب کے ہاتھوں میں پہنچ جائیگا۔ ہم بصدق دل تمام قارئین کرام کی خدمت میں عید مبارک عرض کرتے ہیں، اور انہیں یاد دلانا چاہتے ہیں کہ اس عید کے موقعہ پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان پر صدقہ فطر واجب قرار دیا ہے، یہاں تک کہ اگر عید کے دن نماز عید سے پہلے کوئی بچہ پیدا ہو تو اس کا بھی صدقہ دینا ماں باپ پر واجب ہے، یہ فطرانہ نماز عید سے پہلے ادا ہونا چاہیئے اور چونکہ اشاعت و تبلیغ اسلام کا کام جو جماعت احمدیہ کی طرف سے اطراف و اکناف عالم میں سرانجام پا رہا ہے بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے اس لئے فطرانہ کی رقوم اس کام کے لئے جمع کر کے خزانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام میں داخل کی جانی چاہئیں۔ یہ فطرانہ کم از کم ایک روپیہ فی کس کے حساب سے ادا کیا جائے کیونکہ حدیث میں ایک صاع غلہ دینے کا حکم ہے اور صاع کا وزن قریباً تین سیر کے برابر ہے اور تین سیر گندم کی قیمت قریباً ایک روپیہ بنتی ہے۔ اس کے علاوہ "عید فنڈ" کی مد بھی انجمن نے قائم کر رکھی ہے تاکہ دوست اس موقعہ پر اشاعت اسلام کے لئے جو کچھ دینا چاہیں دے کر ثواب حاصل کریں۔ امید ہے کہ تمام احمدیہ جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان عید کے دن فطرانہ اور عید فنڈ جمع کرنے کا خاص طور پر انتظام کریں گے۔

کسی کلمہ گو کی تکفیر ممنوع امر ہے

حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کی طرف سے ایک استفسار کا جواب

ماہنامہ "الرحیم" نے جولائی، اگست ۱۹۶۸ء کی اشاعت میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے چند مکتوبات نقل کئے ہیں، جن میں سے ایک مکتوب میں کلمہ گو کی تکفیر کے متعلق حضرت شاہ صاحب نے ایک استفسار کا جواب دیا ہے۔ اس مکتوب کا ایک حصہ ذیل میں افادۂ عام کے لئے نقل کیا جاتا ہے۔ اصل مکتوب فارسی زبان میں ہے جو پہلے کالم میں درج ہے، اور اس کے سامنے دوسرے کالم میں اس کا ترجمہ دیا گیا ہے۔

بعد السلام والتحیۃ المسنونۃ رقیمہ کریمہ شرف ورود یافت حمد الٰہی بجا آوردہ شد کہ دریں زمانہ ہم حمیت دینی درمیان اکابر موجود است وشدت فی امر اللہ غیر مفقود، زاد اللہ امثالکم فی العالم۔

مہربانِ من! چند مقدمہ را اوّل خاطر نشین باید ساخت اوّل آنکہ تکفیر کلمہ گو امریست محظور در صحیح وارد است کہ من قال لاخیہ یا کافر فقد باء بہ احدہما حتی المقدور اقدام برآں نباید کرد۔ لہٰذا فقہاء باجمعہم چنیں قرار دادہ اند کہ ہرگاہ (کلام) را یک وجہ محتمل صحت باشد وچند وجہ دیگر محتمل کفر آں کلام را بہ ہماں محتمل صحیح عمل باید نمود۔ ولہٰذا بتکفیر قائل نباید کشود ۔

بعد سلام مسنون واضح ہو کہ آپ کا مکتوب گرامی صادر ہوا۔ (اس کو پڑھ کر) اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا گیا کہ اس زمانے میں بھی بڑے لوگوں میں حمیت دینی اور اللہ کے احکام کے بارے میں مضبوطی موجود ہے۔

اللہ تعالےٰ آپ جیسے حضرات کی تعداد دنیا میں اور زیادہ کرے۔

مہربانِ من! جواب سے پہلے چند مقدمات کو ذہن نشین کر لینا ضروری ہے

۱۔ کسی کلمہ گو کی تکفیر ایک ممنوع امر ہے صحیح حدیث میں وارد ہے کہ جس کسی نے اپنے بھائی (کسی کلمہ گو) سے مخاطب ہو کر اسے کافر کہا تو یہ کلمہ ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف رجوع کرے گا (یعنی اگر مخاطب دراصل کافر نہیں ہے تو کہنے والے کی طرف سے ۴۴

۴۴ یہ کلمہ پلٹے گا)

حتی الامکان تکفیر میں پیش قدمی نہ کرنی چاہیئے۔ اسی لئے تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ جب کسی کے کلام کے اندر ایک صورت ایسی نکلتی ہے جس سے مطلب صحیح کا احتمال ہے اور چند صورتیں ایسی ہیں جو احتمالِ کفر رکھتی ہیں تو کلام کو اسی محمل صحیح پر رکھا جائے اور قائل کی تکفیر میں لب کشائی نہ کی جائے۔

درخواست دُعا

انیس الرحمان معاون کارکن انجمن کا ننھا بچہ بہت بیمار ہے۔

استدعا ہے کہ احباب کرام اس کی بحالی صحت کے لئے دردِ دل سے دُعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

قارئین سے التماس

جن قارئین کرام نے "پیغام صلح" اور "رُوحِ اسلام" کا ۱۹۶۸ء کا چندہ اس وقت تک ارسال نہیں فرمایا یا جن احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے ان سے گذارش ہے کہ اس ماہ میں حساب بے باق فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

نماز کی حقیقت

بیان کردہ حضرت مجددِ زمان، مسیح موعود علیہ السلام

دوسرا امر نماز ہے جس کی پابندی کے لئے بار بار قرآن شریف میں کہا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھو کہ اسی قرآن مجید میں اُن مصلیوں پر لعنت کی ہے جو نماز کی حقیقت سے ناواقف ہیں اور اپنے بھائیوں سے بخل کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ نماز اللہ تعالےٰ کے حضور ایک سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی بدیوں اور بدکاریوں سے محفوظ کر دے۔ انسان درد اور فرقت میں پڑا ہوا ہے اور چاہتا ہے کہ خدا تعالےٰ کا قرب اسے حاصل ہو جس سے وہ **اطمینان اور سکینت** اسے ملے جو نجات کا نتیجہ ہے مگر یہ بات اپنی کسی چالاکی یا خوبی سے نہیں مل سکتی جب تک خدا نہ بلاوے جا نہیں سکتا۔ جب تک وہ پاک نہ کرے یہ پاک نہیں ہو سکتا۔ بہتیرے لوگ اس پر گواہ ہیں کہ بارہا یہ خواہش طبیعتوں میں پیدا ہوتا ہے کہ فلاں گناہ دُور ہو جاوے جس میں وہ مبتلا ہیں لیکن ہزار کوشش کریں دُور نہیں ہوتا باوجودیکہ نفس لوّامہ ملامت کرتا ہے لیکن پھر بھی لغزش ہو جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ گناہ سے پاک کرنا خدا تعالےٰ ہی کا کام ہے۔ اپنی طاقت سے کوئی نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس کے لئے سعی کرنا ضروری امر ہے۔

غرض وہ اندر جو گناہوں سے بھرا ہوا ہے اور جو خدا تعالےٰ کی معرفت اور قرب سے دُور جا پڑا ہے اس کو پاک کرنے اور دُور سے قریب کرنے کے لئے نماز ہے۔ اس ذریعہ سے ان بدیوں کو دُور کیا جاتا ہے اور اس کی بجائے پاک جذبات بھر دیئے جاتے ہیں یہی سرّ ہے جو کہا گیا ہے کہ نماز بدیوں کو دُور کرتی ہے یا نماز فحشاء یا منکر سے روکتی ہے۔

(ملفوظاتِ احمدیہ جلد نہم ص۱۰۸)

آفتاب الدین احمد ہومیوپیتھک دار الشفاء

خیر النّاس من ینفع النّاس

کی عملی تفسیر ہے

آپ کے عطیات اور اعانت کا شکریہ

احکام قرآن پر عمل کرنے سے شرف و بزرگی کا حصول

حضرت نبی کریم صلعم کا اثر حضورؐ کے اہل خانہؓ اور خلفائے راشدینؓ کی زندگیوں پر

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۸ء - فرمودہ حضرت امیر قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ تعالےٰ - بمقام جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

فاستمسک بالذی اوحی الیک - انک علی صراط مستقیم - وانہ لذکر لک ولقومک وسوف تسئلون
(الزخرف ۴۳ - ۴۳ - ۴۴)

احکام قرآن پر مضبوطی سے کاربند ہونے کی ہدایت

ان دو آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے اپنے پیارے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے حکم فرمایا ہے۔ فاستمسک بالذی اوحی الیک - جو احکام و فرامین ہم نے قرآن کریم میں بطور وحی نازل کئے ہیں۔ ان کو آپؐ مضبوطی سے پکڑ لیں۔ اور فرمایا وانہ لذکر لک - قرآن کریم کی تعلیمات کی وجہ سے آپؐ کو شرف حاصل ہوگا۔ اور آپؐ کی قوم کو بھی شرف نصیب ہوگا۔ وسوف تسئلون اور آپؐ کو اور آپؐ کی قوم کو جواب دہی کرنا ہوگی۔ کہ آپ نے کس حد تک قرآن کریم کی پابندی کی۔

حضرت نبی کریم صلعم کا عمل اور حضورؐ کے اہل خانہؓ پر اس کا اثر

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احکامات ارشادات کی پابندی کرنے سے متعلق فرمایا انا اول المسلمین میں سب سے بڑھ چڑھ کر خدا تعالےٰ کے احکام کی فرمانبرداری کرتا ہوں اور حضور صلعم کے خدا تعالےٰ کے احکام کی فرمانبرداری کرنے کا اثر آپؐ کے گھر پر بھی ہوا۔ حضور اکرم صلعم دنیا میں ایک ہی شخص ہیں جن کے پاک نمونہ کا اثر آپؐ کے عزیز و اقارب اور اہل خانہ پر ہوا۔ چنانچہ حضور صلعم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تعلیمات اسلام سے اس حد تک واقف ہو گئیں کہ وہ مردوں کی معلم بن گئیں۔ انہوں نے حضور صلعم کے حالات اور اسلام کے قوانین و تعلیمات پر نہ صرف خود عمل کیا بلکہ دوسروں کو بھی ان کی تعلیم دی۔

یہ وہ خاتون ہیں جن کے متعلق کہا گیا ہے کانت عالمۃ ذاتہا فقیہۃ۔ جس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ ہو کر اپنے گھر میں کچھ نہ رکھا۔ نہ فرنیچر، نہ کراکری، نہ سواریاں، نہ تاج و تخت اور نہ محل اور نہ سیر گاہیں۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا بے پرواہ اور متوکل تھیں۔ ان کو مال سے تعلق نہ تھا اور جو کچھ میسر آتا اس کو خدا کی راہ میں خرچ کر دیتیں۔

صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدینؓ پر حضور صلعم کے نمونہ کا اثر

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ جس طرح اپنے گھر میں بڑا مؤثر ثابت ہوا اسی طرح آپؐ کے ساتھیوں پر بھی اس کا گہرا اثر ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ بادشاہ ہو کر بھی اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح مال و دولت کو ہاتھ نہیں لگاتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی حال تھا۔ ان دونوں حضرات کے متعلق یورپ کے لوگوں نے لکھا ہے کہ ان سے بڑے بادشاہ دنیا میں پیدا نہیں ہوئے۔ یہ عظمت اور شرف خدا تعالےٰ کے احکام و ارشادات پر عمل اور حضور نبی کریم صلعم کے پاک نمونہ کی پیروی کی وجہ سے انہیں حاصل ہوا۔ اس نمونہ پر عمل کرنے سے ساری قوم اونچی ہو گئی۔

مہاتما گاندھی نے بھی اپنی قوم کے وزیروں کو کہا کہ تم پانچ پانچ سو روپیہ تنخواہیں لیتے ہو اور کہتے ہو کہ ہم اپنا ایثار کرتے ہیں لیکن پھر بھی ابوبکرؓ اور عمرؓ کے نمونہ کو تم نہیں پہنچ سکتے۔ انہوں نے وسیع و عریض سلطنت کے مالک ہو کر بھی اپنے لئے کچھ طلب نہ کیا۔

دنیا کے مشہور بادشاہوں کے لئے حضور نبی کریم صلعم کا نمونہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا جہان کے بادشاہوں کے لئے نمونہ ہیں۔ ان کے متبعین نے بھی یہی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ دنیا کے بادشاہ راجے اور نواب قوم کی دولت کو بے دریغ خرچ کرتے ہیں۔ راجے اور نواب قوم کا روپیہ اپنی عیش و عشرت اور لذات دنیاوی پر خرچ کرتے ہیں لیکن حضور صلعم اور حضورؐ کے پیروکار قوم اور ملت کے خیر خواہ ہیں اور قومی دولت کو اپنے اوپر نہیں قوم پر صرف کرتے ہیں۔ انہوں نے دنیا جہان کے لوگوں کے لئے نمونہ چھوڑا ہے۔ لوگوں نے لکھا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا بھر کے تمام انسانوں سے بڑھ کر کامیاب رہے ہیں ان کی عظمت و شرف کو دنیا نے مانا ہے۔ اور حضور صلعم کے متبعینؓ کے شرف کا تمام دنیا پر اثر ہے۔

احکام الٰہی کی پابندی سے شرف و بزرگی حاصل ہوتی ہے

وہ قوم جو کلمہ طیبہ پڑھتی ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرتی ہے اور جو رمضان شریف کے روزے رکھتی ہے۔ اس کے سامنے یہ مقصد ہونا چاہیئے۔ کہ ہماری زندگی اپنے لئے اپنے دین اور قوم کے لئے شرف کا موجب ہو۔ وہ خدا تعالےٰ کے احکامات اور حضور صلعم کے ارشادات کے پابند ہوں حضور نبی کریم صلعم کے نمونہ پر چل کر ہی عظمت اور شرف حاصل ہو سکتا ہے۔ دنیا کی دولت حاصل کر لینے اور دنیا کے بڑے بڑے عہدوں پر متمکن ہو جانے سے وہ شرف حاصل نہیں ہوتا جو نیکی کی زندگی اختیار کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ بہت سے لوگوں کے پاس دولت ہے لیکن وہ شرف حاصل نہیں۔ بہت سے لوگوں کے پاس دنیا کے بڑے بڑے منصب ہیں لیکن ان کو شرف اور بزرگی حاصل نہیں۔ شرف حاصل کرنا ایک غریب کے لئے سہل ہے۔ یہ وہ قانون ہے جو ساری دنیا کے لئے ہے۔ یہ شرف حلال طیب روٹی کھانے اور راستبازی کی زندگی اختیار کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کے متعلق ابوسفیان کی گواہی

ابوسفیان ابتدا میں حضور نبی کریم صلعم کے سب سے بڑے دشمن تھے ان سے شام کے بادشاہ نے پوچھا کہ تمہارے وطن میں ایک شخص نے پیغمبری کا دعوےٰ کیا ہے اس کے ذاتی حالات کیا ہیں۔ ابوسفیان نے جواب دیا کہ اس کا حسب نسب اعلےٰ ہے۔ وہ شریف النفس انسان ہے۔ شام کے بادشاہ نے پوچھا کہ اس کی تعلیمات کیا ہیں ابوسفیان نے جواب دیا اس کی تعلیم یہ ہے اعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئًا۔ ایک خدا کی عبادت کرو۔ اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور یامرنا بالصلوٰۃ والصدق والعفاف والصلۃ۔ وہ ایک خدا کو ماننے کے بعد نماز کی تاکید کرتے ہیں اور راستبازی کی زندگی اختیار کرنے کی تعلیم دیتے ہیں اور عفت کی زندگی بسر کرنے پر زور دیتے ہیں۔ عفت کا لفظ فحشاء سے بچنے کے علاوہ حلال طیب روٹی کھانے پر بھی بولا جاتا ہے۔ اور فرمایا والصلۃ۔ لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور محبت و شفقت سے پیش آؤ۔ اور رشتہ داری پالنے اور جوڑ میل کرانے کی بھی تعلیم دیتے ہیں۔

رشتہ داری پالنے اور جوڑ میل کرنے کا حکم

رشتہ داری پالنا بڑا مشکل کام ہے۔ طبیعتیں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں اور بات بات پر ناراضگیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ان کو ملانا اور ناراضگیاں دور کرنا مشکل کام ہے جس کی حضور صلعم نے تعلیم دی ہے۔ رشتہ داروں سے

حسنِ سلوک کے علاوہ عام معاشرہ - قوم اور جماعت میں وہ طریقہ اختیار کرو جس سے محبت و اتحاد بڑھے . . . . .

اور فرمایا ہے کہ وہ راہ اختیار نہ کرو جس سے تفریق پیدا ہو کسی کے پس پردہ برائی اور غیبت نہ کرو - اور ہر ایک کو اچھا عمل اور نیک رستہ اختیار کرنے کی تلقین کرو -

حضرت جعفرؓ کی گواہی عیسائی بادشاہ کے دربار میں

جو گواہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن نے دی وہی گواہی حبشہ کے عیسائی بادشاہ کے دربار میں حضور نبی کریم صلعم کے چچازاد بھائی حضرت جعفرؓ نے دی، اور یہ وہ تعلیمات ہیں جو انسان کو خدا کا قرب حاصل کرنے میں مدد دیتی ہیں اور جو مخلوق خدا کا محبوب . . . .

بنا دیتی ہیں - کون ہے جو یہ شرف حاصل نہیں کرنا چاہتا -

رمضان میں قوتے پر قابو پاکر انسانیت کی خصلت پیدا کرو

اس رمضان کے مہینہ میں لوگوں کو اپنے قوتے پر قابو پانے کا زرین سبق عملی طور پر سیکھنا چاہیئے - اگر کسی نے اپنی خواہشات اور قوتے پر قابو پالیا تو سمجھئے کہ یہ انسان ہے وہ فرشتوں سے بڑھ گیا - اس کی روحانیت ترقی کر گئی - اس کے درجات بلند ہوگئے اور اگر اپنے قوتے پر ضبط نہ کر سکا - تو انسانی سطح سے گر گیا - پھر یہ حیوان ہے انسانیت کے علاوہ اس کے اندر حیوانیت اور شیطنت موجود ہے - ان میں سے جس کی خصلت غالب آگئی، انسان وہی بن گیا - اگر شیطنت غالب آگئی . . . .

. . اور اس کے اندر شرارت اور فساد نے ترقی کرلی تو شیطان اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتا جتنا ایک انسان شیطان ہو کر پہنچا سکتا ہے - جس کسی نے انسانیت کا سبق سیکھ لیا اور اس پر کاربند ہوگیا وہ انسان بن گیا - انسان بن جانا بہت بڑی نعمت ہے۔ ([illegible])

حاجتمندوں اور بیماروں کے لئے دعا

ایک صاحب نے دعا کے لئے لکھا ہے ان کے لئے اور سب دوستوں کے لئے دعا کریں کہ اللہ تبارک تعالےٰ ان پر اور ان کی اولاد پر اپنا فضل و کرم نازل کرے - جو مشکلات میں ہیں ان کی مشکلات دور کرے - جن کو عوارض لاحق ہیں ان پر رحم فرمائے اور شفا عطا کرے اور سب کو خدا توفیق دے کہ وہ خدا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات و ارشادات پر چلیں - اور مخلوق خدا کے لئے موجب رحمت بنیں .

(دعا کی گئی)

اخبار احمدیہ

اعلےٰ نمبروں سے کامیابی

—— جماعت کے عام حلقوں میں یہ خبر مسرت سے سنی جائے گی کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی نواسی مس فوزیہ نے ایم اے کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے، موصوفہ کا مضمون فلسفہ تھا امتحان میں انہوں نے ۴۶۶ نمبر حاصل کئے ہیں جو فرسٹ ڈویژن سے کچھ کم ہیں - فرسٹ ڈویژن کے ۴۸۰ نمبر ہوتے ہیں، حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں مبارکباد عرض ہے -

شکریہ تعزیت

—— میرے لڑکے شوکت محمود مرحوم کی وفات حسرت آیات پر حضرات و احباب کی طرف سے اظہار تعزیت کے خطوط آئے اور تاریں موصول ہوئیں ہیں - ان حضرات کی غمگساری سے طبیعت کو بڑی ڈھارس ملی ہے اور غم ہلکا ہوا ہے جزاہم اللہ احسن الجزاء - ان سب احباب کے اظہار افسوس کا شکریہ فرداً فرداً ادا کرنے سے قاصر ہوں اس لئے بذریعہ اخبار ہذا تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں -

خاکسار - شیخ برکت اللہ - سیالکوٹ چھاؤنی

جماعت کھدڑ واہ اور ماہ رمضان المبارک

—— جماعت کھدڑ واہ کے ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے اراکین و ممبران ہر روز بعد نماز عصر درسِ قرآن، سیرت رسولؐ اور حقانیت احمدیت کے بارے میں بذریعہ لاؤڈ سپیکر بستی الول کی (لگ بھگ . . . آٹھ ۸ ہزار) آبادی کو سناتے ہیں . بالخصوص فضیلت رمضان پر ہر روز ایک تقریر یا مقالہ سنایا جاتا ہے جس کو ہر کس و ناکس پسند کر رہا ہے - الحمد للہ

اس کے علاوہ نماز تراویح کا باقاعدہ انتظام ہے اور پورے اہتمام سے جماعت نماز تراویح پڑھتی ہے -

بعد نماز فجر ینگ مینز ایسوسی ایشن کے ممبران روزانہ باری باری سے کتاب مجدّدِ اعظم حصّہ سوم (مصنفہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور) کے چند اوراق ساری جماعت اور غیر از جماعت احباب کو جو نماز میں آئے ہوتے ہیں سناتے ہیں - یہ پروگرام بھی خدا کے فضل سے بے حد دلچسپ اور مؤثر ثابت ہوا ہے - فقط

عبدالحی بقلم خود
سیکرٹری نشر و اشاعت
احمدیہ انجمن کھدڑ واہ .

بزرگانِ جماعت کی دعاؤں کا اثر

—— مسٹر سرفراز محمود سلاؤ انگلستان ایک ہونہار، لائق اور ذہین نوجوان ہیں جو مرحوم ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام کے نواسے ہیں - آپ گزشتہ سال بیمار ہوگئے تھے - ان کی بیماری پر پیغام صلح میں دعا کی التجا شائع کرائی گئی - الحمد للہ کہ بزرگان و ممبران جماعت کی دعاؤں سے اس نوجوان کو مکمل صحت ہوگئی ہے جس کے لئے وہ تمام جماعت کا شکریہ ادا کرتے ہیں -

ملک سلیم اللہ عاجز احمدی ولد مبلغ اسلام ڈاکٹر عصمت اللہ مرحوم - رسول پارک - اچھرہ - لاہور

درخواست دعا

—— بنارس میں ہماری محترمہ بہن جناب اُمّ داؤد صاحبہ بہت مصیبت اور پریشانی میں مبتلا ہیں، انہوں نے پہلے بھی دعا کے لئے لکھا تھا، اب پھر لکھا ہے کہ میں سخت پریشانی میں ہوں بس صرف خدا ہی کی ذات ہے جو مجھے اس پریشانی سے نجات دے سکتی ہے، اس لئے تمام بزرگانِ جماعت سے التجا ہے کہ اپنی دور دراز اور بے یار و مددگار بہن کے لئے درگاہ الٰہی میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ مجھے اس موذی دشمن سے نجات دے، اور دیگر پریشانیاں بھی دور فرمائے -

حضرت امیر ایدہ اللہ اور حضرت مولینا مصری صاحب اور دیگر بھائی بہنوں سے التجا ہے کہ میرے لئے بدرگاہ الٰہی التجا کریں کہ اللہ تعالےٰ میرے گناہوں کو معاف فرمائے، اور انجام بخیر ہو -

خوشخبری خوشخبری خوشخبری

مگس MAGAS پولٹری فارم
کمہار پورہ، مغل پورہ - لاہور

یہ لاہور کا جدید اور شاندار پولٹری فارم حال ہی میں قائم ہوا ہے - یہاں سے عنقریب آپ کو ولائیتی نسل کی مرغیاں مل سکیں گی - مرغیوں کی خرید کے لئے حسب ذیل پتہ پر رابطہ قائم کریں . یا خط و کتابت کریں :-

ایس - ایچ پاشا مینیجر مگس MAGAS پولٹری فارم کمہار پورہ نزد مغل پورہ لاہور - یا

ایس ایچ پاشا کوٹھی ۵ رسول پارک اچھرہ - c/o محمود حسین شیخ ایم اے - ایم - بی - لاہور
(ملک سلیم اللہ عاجز پبلسٹی آفیسر)

چوہدری محمد حسن چیمہ صاحب ایڈووکیٹ گجرات

تحریکاتِ طلوعِ اسلام و جماعتِ اسلامی کا اندازِ فکر

ہوتی ہے۔ اسی طرح مذہبی میدان میں بھی بڑی گڑبڑ ہے۔ اسلام تو انسان کا ایک طبعی مذہب تھا اور انسانوں کی غالب اکثریت کو اپیل کرتا تھا اس کے اصول سادہ اور آسانی سے عوام کے لئے قابلِ فہم تھے مگر ہمارے علماء نے یونانی فلسفہ کی تقلید میں اور حال کے فضلاء نے مغرب کے فلسفہ کے تتبع میں اس کو ایسا مشکل کر دیا کہ مختلف مکاتبِ فکر معرضِ وجود میں آ گئے اور ان کی انتہا پسندیاں اسلامی حلقوں میں تکفیر کی لعنت پھیلانے لگیں۔ حتیٰ کہ اگر منطقی طریق سے اس صورتِ حال کا تجزیہ کیا جاوے تو کوئی شخص بھی دائرہ اسلام کے اندر نہیں رہ سکتا۔"

("طلوعِ اسلام")

"طلوعِ اسلام کا مفکر مسٹر غلام احمد پرویز اس امر کا مدعی ہے کہ وہ قرآنی تفہیم کا واحد علمبردار ہے اور ان کے مشن کا مقصد یہ ہے کہ وہ قرآنی نظام دنیا پر قائم کریں۔ ان کا ادعا یہ بھی ہے کہ سوائے چند سالوں کے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں میسر آئے گذشتہ چودہ صدیوں میں اس کرۂ ارض پر اس قسم کا قرآنی نظام کبھی رائج نہیں ہوا۔ ایک طرف ان کا یہ دعوےٰ ہے کہ اسلام انسان کا طبعی مذہب ہے اور اس کے اصول انہیں شدت سے اور فوری طور پر اپیل کرتے ہیں اور دوسری طرف ان کا یہ کہنا ہے کہ اسلامی نظام کو حقیقتاً انسان نے کبھی قبول نہیں کیا۔ اور پیغمبرِ اسلام کے بعد یہ پہلا شخص ہے جس نے قرآن کو سمجھا اور اپنے اندر یہ تڑپ پیدا کی کہ قرآنی اصولوں کی بناء پر ایک نظام رائج کیا جائے تاکہ دنیا میں امن و امان قائم ہو اور باہمی جنگ و جدال کی قطعاً ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاوے۔ ہمیں یہ تسلیم ہے کہ پرویز صاحب نے اپنی زندگی کا کثیر حصہ قرآن کے لٹریچر کی خدمت میں صرف کیا ہے اور وہ اسی خدمت میں دن رات لگے ہوئے ہیں مگر ان سے بنیادی طور پر ایک چوک یہ ہوئی ہے کہ وہ اپنے لئے تو قرآن کی تفسیر و تبلیغ کا حق محفوظ کرتے ہیں مگر کسی دوسرے کو بشمول سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم یہ حق دینے کو تیار نہیں، ان کی خواہش یہ تو ہے کہ لوگ ان کے لٹریچر سے مستفید ہوں مگر وہ یہ نہیں چاہتے کہ لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات اقوال و روایات و احادیث کا مطالعہ کریں۔ حدیث کے خلاف انہوں نے باقاعدہ ایک مہم چلا کر اپنے مقصد کو بہت نقصان پہنچایا ہے اور لکھی بحث میں اپنا اور مسلمانوں کا بہت وقت ضائع کیا ہے۔ ان کو یہ تحریک چلائے کافی عرصہ ہو گیا ہے اور یہ عرصہ یقیناً بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغی عرصہ سے زیادہ لمبا ہے حضور صلعم نے تو چند سالوں میں عرب کی ساری زمین فتح کر لی تھی۔ اور بیرون عرب دوسرے ملکوں کو بھی اس حد تک متاثر کر دیا تھا کہ دنیا معلوم میں ایک شور برپا ہو گیا کہ ملک عرب میں کوئی نابغۂ روزگار مبعوث ہو چکا ہے۔ جو کرۂ ارض میں ایک انقلاب عظیم برپا کر کے رہے گا چنانچہ وہ انقلاب برپا ہو گیا اور قیصر و کسریٰ کو اپنے تختوں سے اُترنا پڑا۔ اور محمد رسول اللہ صلعم کا دین بڑی سرعت سے دنیا میں پھیل گیا۔ دُور دراز جزیروں تک اسلام کے داعی پہنچے اور مشرقِ بعید میں بھی بغیر کسی جنگ کے اسلام قبول کر لیا گیا۔ حتیٰ کہ ہندوستان کے بت پرست اور ان کی سخت جان تہذیب بھی اسلام کے سامنے نہ ٹھہر سکی۔ ایران سارے کا سارا مسلمان ہو گیا مصر نہ صرف یہ کہ مسلمان ہو گیا بلکہ اس نے عربی زبان بھی اختیار کر لی۔ اسی طرح سلطنت روما کے ماتحت کئی ممالک اسلام کی یورش کے سامنے گرتے چلے گئے۔ افغانستان سارے کا سارا مسلمان ہو گیا۔ ملایا۔ انڈونیشیا، فلپائن چین کا ایک اچھا خاصہ حصہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ دوسری طرف سپین اسلام کے زیرِ نگیں آ گیا اور یورپ کا مشرقی حصہ ایک حد تک اسلام کو قبول کرنے پر مجبور ہو گیا اس عرصہ میں مبلغین اسلام نے دُور دراز ملکوں میں سفر کر کے زبان کی مشکلات کے باوجود اسلام کا پیغام گھر گھر پہنچا دیا تا آنکہ اس وقت مورخین یہ لکھنے پر مجبور ہیں کہ عربیوں سے زیادہ عجمیوں نے اسلام کی خدمات سرانجام دیں۔ گو حقیقت یہ ہے کہ تبلیغ کا حق پہلے عربوں نے ادا کیا۔ مگر [illegible] کہ میں قرآنی علم کا واحد علمبردار ہوں اور قرآن کے نظام کو دنیا میں رائج کر کے رہوں گا۔

ان پرویزی دعاوی کو جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو امید لگتی ہے کہ شاید پرویز صاحب کی کوشش سے دور دراز ممالک میں اب تبلیغی وفود بھیجے جائیں گے اور علماء فرنگ اسلام کے پیغام سے مستفید ہو کر دنیا کی کایا پلٹ دیں گے مگر اس وقت ہمارے ہاتھ میں طلوعِ اسلام کا ماہ اکتوبر کا ایشوع ہے جو ہمیں یہ بتلاتا ہے کہ یہاں ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہیں اور دکھانے کے اور۔ اس رسالہ کے صفحہ ۶۲ میں "بیرون ممالک میں تبلیغ اسلام" کے عنوان سے حسب ذیل خیالات کا اظہار ہوا ہے۔ جسے پڑھ کر ہم حیرت میں کھو گئے ہیں:۔

"اخبارات میں شائع شدہ رپورٹ کے مطابق محکمۂ اوقاف کے چیف ایڈمنسٹریٹر نے ۱۳؍ ستمبر کو راولپنڈی میں ایک پریس کانفرنس میں فرمایا کہ:۔

"میں نے بیرونی ممالک میں (اسلام کی) تبلیغ کے سوال کے متعلق مرکزی حکومت کے متعلقہ سیکرٹری صاحبان سے بات چیت کی ہے اور فیصلہ یہ کیا گیا ہے کہ اس مسئلہ کو گورنرز کانفرنس کے سامنے پیش کیا جاوے (انہوں نے کہا کہ) عیسائیوں اور یہودیوں کے اسلام کے خلاف عالمگیر پروپیگنڈا کا اثر یہ ہے کہ اسلام کا چہرہ بڑا بھیانک ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ بعض ممالک میں اسلام کو ایک عجیب سی شے سمجھا جاتا ہے۔ ایک اسلامی ملک ہونے کی حیثیت سے پاکستان کا فریضہ ہے کہ وہ اسلام کو اس کی صحیح شکل میں پیش کرنے کی کوشش کرے ...... لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دے۔"

(پاکستان ٹائمز ۱۳؍ ستمبر ۱۹۶۸ء)

اس پر پرویز صاحب لکھتے ہیں:۔

"وہ کونسا اسلام ہے جسے اس تصور سے خوشی نہ ہوگی کہ اسلام کے چہرے پر جو بدنما دھبے لگا دیئے گئے ہیں انہیں پاک اور صاف کر کے اسلام کو اس کی پاکیزہ شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا جاوے۔ اس اعتبار سے چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف کی یہ تجویز دلوں میں بڑی خوش فہمیاں پیدا کرنے کی موجب ہے۔

لیکن وہ کونسا اسلام ہے جسے آپ غیر ممالک میں پیش کریں گے؟ اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ (مثلاً) اگر ایک غیر مسلم کسی اہلِ حدیث کے ہاتھ پر اسلام لاتا ہے تو بریلوی حضرات اسے اپنی مسجد میں گھسنے نہیں دیتے اور کافر کہہ کر باہر نکال دیتے ہیں اور وہ بے چارا حیران رہ جاتا ہے کہ کفر سے بچنے کے لئے اس نے اسلام قبول کیا تھا اگر اسلام لانے کے بعد بھی وہ کافر کا کافر ہی رہا تو اس کے پہلے کفر میں کیا خرابی تھی۔ اس وقت وہ کم از کم اپنے سابقہ اہلِ مذہب کی برادری میں تو شامل تھا۔ سوال یہ ہے کہ آپ کس عقیدہ کے مبلغ باہر بھیجیں گے اور وہ جن لوگوں کو اپنے عقائد کے مطابق مسلمان کریں گے انہیں ان عقائد کے مخالف علماء کیا قرار دیں گے۔

پھر دوسرا سوال یہ ہے کہ آپ اسلام پیش کرتے جائیں گے مغربی ممالک میں جہاں ہر بات عقل و فکر کی رُو سے تسلیم کی جاتی ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اگر آپ کے کسی مبلغ نے وہاں کوئی ایسی بات کہہ دی جو عقل و فکر کے معیار پر تو پوری اترے لیکن آپ کے ہاں کے قدامت پرست علماء کے عقیدہ کے خلاف ہو تو اس مبلغ (اور اس کے ساتھ یہاں نومسلم) کو پاکستان میں داخل ہونے کی اجازت بھی مل سکے گی؟ اور پھر اس باب میں خود حکومت کا موقف کیا ہوگا وہ اس وقت آپ کے ہاں اندرونِ ملک میں یہ حالت ہے کہ اختلافِ عقیدہ اور مسلک کی بناء پر روز مرہ جھگڑے ہوتے رہتے ہیں۔ [illegible] نوبت قتل تک پہنچ جاتی ہے مسجدوں میں تالے پڑ جاتے ہیں۔ پولیس کو مداخلت کرنی پڑتی ہے مقدمے بازی ہوتی ہے

یں ترجمہ کر کے یورپی ممالک میں بھیجا جاوے۔ قرآن ان کو خود بخود اپنی طرف کھینچ لیگا۔ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے ان خیالات کے پیش نظر ان کی جماعت نے غیر ممالک پر تبلیغ کا دھاوا بول دیا اور جابجا تبلیغی مراکز قائم کر دیئے۔ ۲۵۰ کے قریب مساجد قائم کر دیں اور اس تعداد سے زیادہ تبلیغی مشن جاری کر دیئے۔ قرآن شریف کے ترجمے اور تفسیریں غیر ممالک کی زبانوں میں لکھ کر شائع کر دیں۔ حضور نبی اکرم صلعم کی سیرت یورپ کی قریباً تمام زبانوں میں ترجمہ کر کے پھیلا دی۔ اس تبلیغ کا اثر یہ ہوا کہ یورپ کے باشعور طبقے کا نقطۂ نگاہ بدل گیا۔ پادریوں کی دجالی چالیں اور ان کا باطل پروپیگنڈا ملیامیٹ ہو گیا۔ کلیسا سرنگوں ہو کر گر گیا۔ اور خود فضلاء یورپ اسلام کے حق میں کتابیں لکھنے لگ گئے۔ خود پرویز صاحب نے اپنے لٹریچر میں ان علماء فرنگ کی تصنیفات کے اقتباسات نقل کئے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے انہیں متاثر کر دیا ہوا ہے۔

اس کے علاوہ اگر پرویز صاحب کو کچھ فرصت ملے تو افریقہ جا کر دیکھیں کہ وہاں کس طرح آبادیوں کی آبادیاں اسلام قبول کر رہی ہیں اور عیسائی مبلغین اپنے بے حد ذرائع اور وسائل اور سیاسی اور ملکی اقتدار کے باوجود چیخ اٹھے ہیں کہ اسلام عیسائیت کے مقابل پر کئی گنا زیادہ طاقتور اور غالب ثابت ہو رہا ہے۔

احمدی مبلغین نے کبھی کفر کے فتووں کی پرواہ نہیں کی۔ ملک کی تمام دینی جماعتیں بشمول پرویز اور مودودی ان پر کفر کے فتوے لگا چکی ہیں اور برابر لگاتی چلی جا رہی ہیں مگر وہ ان فتووں کی کچھ پرواہ نہیں کر رہے اور تبلیغ کے میدان میں اپنی کوششیں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ وہ یورپ میں علم و فکر و عقل و دانش کی باتیں کرتے ہیں اور ان لوگوں کو قائل کر کے حلقہ بگوش اسلام بنا لیتے ہیں۔ وہ کافروں میں سے چن چن کر ان کو مسلمان کر رہے ہیں اور یہاں کے مولوی مسلمانوں میں سے چن چن کر لوگوں کو کافر بنا رہے ہیں۔ اسی کیفیت کو شبلی مرحوم نے انہی علماء کی زبان سے یوں بیان کر دیا تھا ؎

کر رہے ہیں شب و روز مسلمانوں کی تکفیر
بیٹھے ہوئے کچھ ہم بھی تو بیکار نہیں ہیں

یورپ کے کسی شخص نے اسلام کے پیغام کو اس بناء پر رد نہیں کیا کہ تم اسے اپنے ملک میں جا کر کیوں نہیں آزماتے۔ یورپ کا پڑھا لکھا آدمی جب اسلام کو دیکھتا ہے تو اس میں عالمگیریت نظر آتی ہے وہ سمجھتا ہے کہ اگر مشرق کے بدقسمت لوگوں نے اس کو نہیں آزمایا تو نسخہ تو اکسیر نظر آتا ہے اسے اس سوسائٹی میں کیوں نہ آزمایا جائے۔ انگلستان کے لارڈ ہیڈلے کے متعلق مشہور ہے کہ وہ راتوں کو اٹھ کر تہجد کی نمازیں پڑھتا تھا اور ساتھ ہی زار و قطار روتا بھی جاتا تھا۔ یورپ کا اہل دانش طبقہ تاریخ کو بھی پڑھتا ہے جہاں اسے قرآن کے آزمائے ہوئے نسخے حیرت انگیز طریق پر اوراق عالم پر ثبت نظر آتے ہیں۔ تاریخ اس کو بتلاتی ہے کہ دنیا میں عمر کے لحاظ سے سب سے چھوٹا مذہب صرف اپنے اصولوں اور عقیدوں کی بناء پر سارے عالم پر چھا گیا اور آج دنیا کا ہر چوتھا آدمی اسلام سے وابستہ نظر آتا ہے اور جو کیفیت قرآن نے آج سے چودہ سو سال قبل بیان کی تھی وہ سماں آج پھر نظر آنے لگا ہے۔ ان عیسائیوں کے متعلق ہی تو قرآن نے فرمایا تھا۔

ولتجدن اقربھم مودۃ للذین امنوا الذین قالوا انا نصاریٰ ط ذٰلک بان منھم قسیسین و رھبانا وانھم لا یستکبرون ۝ واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تریٰ اعینھم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق ۔ یقولون ربنا امنا فاکتبنا مع الشٰھدین

ترجمہ:۔

اور ان کے لئے جو ایمان لائے دوستی میں سب سے قریب تو ان لوگوں کو پائے گا جو کہتے ہیں کہ ہم عیسائی ہیں یہ اس لئے کہ ان میں سے عالم اور راہب ہیں اور اس لئے کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔ اور جب اسے سنتے ہیں کہ جو رسول کی طرف اتارا گیا تو تو دیکھے گا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔ کہتے ہیں ہمارے رب ہم ایمان لائے سو تو ہمیں گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔

اصل بات یہ ہے کہ پرویز صاحب کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اسلام ایک اشتراکی نظام پیش کرتا ہے جس میں انسانوں کے لئے مساوات قائم رکھی گئی ہے اور ہر ایک انسان کی ترقی کے مواقع مساوی طور پر مہیا کر دیئے گئے ہیں۔ اشتراکی نظام جس کے وہ قائل ہیں اسلام کا ہی بتلایا ہوا انتظام ہے۔ ان کے خیال میں ذاتی ملکیت کا کوئی جواز نہیں۔ زمین اور کارخانے سب قومیائے جانے چاہئیں تاکہ وہ ساری قوم کی جائداد بن سکیں۔ ذرائع پیداوار پر کسی کو حق ملکیت حاصل نہ ہو۔ ان کا خیال ہے کہ اشتراکیت بلا خدا = اسلام ہے اور خدا کے متعلق ان کا تصور یہ ہے کہ پہلے کسی زمانہ میں وحی ہوتی ہوگی مگر اب قطعاً بند ہے۔ وحی کی کیا کیفیت ہے؟ وہ اس سے اپنی لاعلمی ظاہر کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ نبی کے سوا وحی کی کیفیت کو کوئی دوسرا آدمی نہیں جان سکتا۔ اس کے خلاف مرزا غلام احمد صاحب قدس سرہٗ کا نظریہ یہ ہے کہ اسلام اور قرآن اس دنیوی زندگی سے بھی بحث کرتا ہے مگر زیادہ تر وہ ان اصولوں کو بتلاتا ہے جن پر چل کر انسان اخلاقی اور روحانی طور پر کمالات حاصل کر سکتا ہے۔ اور یہ ایک ایسا میدان ترقی ہے جو حدود ناآشنا ہے۔ یہاں تک کہ انسان اس دنیاوی زندگی ہی میں خدا سے براہ راست تعلق پیدا کر لیتا ہے اور اس کے قلب پر وحی الہی کا نزول ہوتا ہے اور اسے مکالمہ مکاشفہ الہیہ سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ ایسے ایسے مشاہدات قلبی و واردات باطنی حاصل ہوتے ہیں کہ وہ خدا کی ہستی کو محسوس کرنے لگ جاتا ہے۔ اسے بعض امور کے متعلق غیب کا علم بھی دیا جاتا ہے اور اس کے قلب پر عجیب عجیب انکشافات ہونے لگتے ہیں۔ وہ مستجاب الدعوات بن جاتا ہے وہ دعائیں کرتا ہے تو اسے یہ بھی بتلا دیا جاتا ہے کہ وہ قبول ہو چکی ہیں، اس کے ہاتھ سے ایسی کرامات ظاہر ہو جاتی ہیں کہ دنیا دار اسے سحر کہنے لگ جاتے ہیں۔ یہ زمانہ تجربہ و مشاہدہ کا زمانہ ہے اسی لئے اس صدی کے مجدد کو خدا کی ہستی پر مکالمات کے ذریعہ بھی حق الیقین تک پہنچایا گیا۔ لوگوں نے خود اپنی آنکھوں سے بے شمار نشانات دیکھے جو کسی انسان کے حیطۂ طاقت میں نہیں تھے۔ مرزا صاحب نے اپنی تصنیفات میں اپنے الہامات بھی بیان کئے اور سینکڑوں نشانات کا ذکر کیا جن کی شہادت کے لئے انہوں نے اپنے مخالفوں اور غیر مسلموں کو ان کا نام لے کر پیش کیا اور ان گواہان کی زندگی میں یہ تمام عجائبات شائع کر دیئے اور کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ اس کی تردید کر سکے۔ پس حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے اسلام کو ہر طریق پر لوگوں کے سامنے پیش کر کے حجت تمام کر دی۔ نظری اور فکری طور پر بھی باطنی اور قلبی طور پر بھی، جہاں دلائل پیش کئے وہاں اپنے الہامات بھی پیش کئے۔ یہ بھی تسلیم کیا کہ نبوت ختم ہے اب نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے نہ پرانا مگر اللہ تعالےٰ سے انسان کا تعلق ختم نہیں ہوا۔ وحی نبوت بند ہے مگر وحی ولایت جاری ہے۔ صرف منطق کے سہارے پر اسلام زندہ نہیں جس طرح اسلام کا ظاہر زندہ ہے اسی طرح اس کا باطن بھی زندہ ہے۔ اس نظریہ میں وہ منفرد نہیں۔ بزرگان اولیاء امت ان کے ہمنوا ہیں وہ اپنے وقتوں میں صدیق تھے۔ نہایت اعلیٰ کیرکٹر کے مالک تھے۔ امین تھے دیانتدار تھے۔ شب بیدار تھے تہجد گذار تھے صائم تھے شیریں مقال تھے۔ جو انسانوں پر کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے خدا پر کیسے بولتے؟ مرزا صاحب علیہ السلام نے یہ بھی بتایا کہ نوع انسان کا ہر فرد اپنے اندر وحی الہی کو قبول کرنے کی استعداد رکھتا ہے فاسق و فاجر کو بھی بعض اوقات سچی خوابیں آجاتی ہیں اور رویائے صادقہ اجزائے نبوت میں سے ہے۔ پس وحی انسان کے لئے کوئی بالکل اجنبی چیز نہیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ جس طرح استثنائی طور پر انسانوں کے اندر اندھے اور بہرے موجود ہیں نہ وہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں اسی طرح کوئی بدقسمت وحی کی اس کیفیت سے بالکل محروم ہو اور وہ کہنے لگ جاوے کہ اس کو انسان سمجھ ہی نہیں سکتا۔

ہمیں پرویز صاحب کا یہ مضمون پڑھ کر بہت دکھ ہوا ہے۔ انہیں تبلیغ کے راستہ میں روک بن کر نہیں کھڑا ہو جانا چاہیئے تھا ہمارا تعلق ایک ایسی تنظیم سے ہے جو کسی اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتی اور تمام قائلین کلمہ طیبہ کو مسلمان سمجھتی ہے اور اسلام کے مکتب فکر کے اختلافات کی عزت کرتی ہے اور جو کوئی مسلمان کسی شعبہ میں ملت کی خدمت کر رہا ہو اس کا احترام کرتی ہے۔ اسی لئے ہم پرویز صاحب کے بھی بڑے مداح ہیں، انہوں نے قرآن کا چرچا عام کر رکھا ہے اور وہ لوگوں کی توجہ قرآنی علوم کی طرف متوجہ کراتے رہتے ہیں۔ اور اپنی ذاتی توجیہات اور توضیحات کا کسی کو پابند نہیں کرنا چاہتے۔ بہر حال وہ ایک مفید کام کر رہے ہیں اور ہم نیک نیتی کی بناء پر اور اسلام کی شان کو داغدار ہونے سے بچانے کے لئے ان کے اس مضمون سے اختلاف کا اظہار کر رہے ہیں ورنہ وہ ہمارے بھائی ہیں ہمارا کبھی مقصد کسی کی دل آزاری نہیں ہوا خدا ان کو اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنی اپنی بساط کے مطابق اسلام کی خدمت کرتے جاویں۔ ان کا یہ فرض تھا کہ اسلام کی اس وقت جو تبلیغ ہو رہی ہے اس کا بھی ذکر کرتے اور اس کے نتائج کو تحسین کی نگاہ سے دیکھتے

وما اسئلکم علیہ من اجر
ان اجری الا علی اللہ وما توفیقی
الا باللہ علیہ توکلت والیہ
انیب ۔

تبلیغی خط و کتابت

خطوط آمدہ از بلادِ غیر

ڈربن

ترجمہ خط اے۔ ایس۔ مونالا۔ ڈربن

السلام علیکم۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ دنیا کی لائبریریوں کو کتابیں ارسال کرتے ہیں۔ میں بہت مشکور ہوں گا اگر آپ میری اس لائبریری کے لئے کچھ اپنی قیمتی کتب کا سیٹ ارسال کریں۔

مشکور ہوں گا۔

(ان کو قیمتی کتابوں کا سیٹ ارسال کیا گیا)

نائیجیریا

ترجمہ خط۔ ابوبکر اوشیو۔ نائیجیریا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ میں یہ خط آپ کی خدمت میں اس لئے ارسال کر رہا ہوں کہ آپ مجھے مندرجہ ذیل کتب ارسال کریں۔

اسلام پاکٹ بک۔ دی لائف آف محمدؐ۔ دی ٹیچنگز آف اسلام۔ امید ہے کہ آپ مجھے یہ کتب ضرور ارسال فرمائیں گے میں سکوٹو کی جماعت کا احمدی ممبر ہوں۔

(ان کو پمفلٹ۔ ایسنس آف اسلام اور فہرست کتب ارسال کی گئیں)

ترجمہ خط۔ ابراہیم الانی لحادی۔ نائیجیریا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ تعالیٰ کی برکتیں اور رحمتیں آپ پر نازل ہوں۔ آمین۔ اصل وجہ یہ خط لکھنے کی فقط یہ ہے کہ مجھے کچھ عربی اور انگریزی لٹریچر مفت ارسال کریں۔ جس میں احمدیت کے متعلق ذکر ہو کیونکہ مجھے احمدیت کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا بہت شوق ہے اور میں یہاں کی احمدی جماعت کا ممبر ہوں۔ اور میں احمدی امام کا لڑکا ہوں اور کیا آپ مجھے وظیفہ دیں گے اگر میں عربی کی مزید تعلیم پاکستان کی یونیورسٹی میں حاصل کروں میرے پاس عربی تعلیم کے بہت عمدہ سرٹیفکیٹ ہیں۔ خدا کے لئے میری ضرور امداد کریں تاکہ میں مزید عربی کی تعلیم حاصل کر سکوں امید ہے کہ آپ میری اس درخواست پر غور فرما کر تسلی بخش جواب ارسال کریں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل کرے اور مزید اشاعت اسلام کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

(ان کو ریلیجس پریکٹس آف اسلام۔ دی ریلیجن آف اسلام۔ مرزا غلام احمد۔ محمد دی پرافٹ۔ الاستفسار ارسال کی گئیں)

ترجمہ خط۔ گبریو۔ کےکی۔ نائیجیریا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کی ارسال کردہ کتب مجھے مل گئی ہیں۔ کچھ میں نے پڑھی ہیں اور کچھ میں نے دوستوں کو مطالعہ کے لئے دی ہیں۔ مجھے ان کتابوں کے مطالعہ سے بہت لطف پہنچا ہے کیا ہی بہتر ہو اگر آپ ایک نسخہ قرآن شریف اور مزید لٹریچر بھی ارسال کریں تاکہ میں اسلام کی تعلیم سے بخوبی واقفیت حاصل کر سکوں۔

جواب کا منتظر

(ان کو اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی۔ مرزا غلام احمد۔ اور فہرست کتب ارسال کی گئیں)

ترجمہ خط۔ ملام۔ ایم۔ سنوسی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں یہ چند حروف آپ کو تحریر کر رہا ہوں۔ میرے لکھنے کی غرض یہ ہے کہ آپ مجھے نسخہ قرآن شریف و دیگر کتب ارسال کریں اور جس وقت یہ خط آپ کو ملے فوراً کتابیں ارسال کریں ہمارا خدا جس نے کہ دنیا کو پیدا کیا آپ کی مدد کرے گا کیونکہ آپ دنیا میں اشاعت دین کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔

والسلام

(ان کو اسلام اینڈ کرسچینٹی۔ ایسنس آف اسلام اور فہرست کتب ارسال کی گئیں)

ٹیلیگرام:- فائن ٹیکس

فون نمبر
۲۰۱۴
۲۸۵۹
۴۷۶۶

فائن ٹیکس

دیدہ زیب — خوشنما نمونے — پختہ رنگ — شرٹنگ

بستر کے سیٹ — صوفہ — پردہ کلاتھ

آج ہی فائن ٹیکس کی مصنوعات سے اپنے گھر کو سجائیے

یونائیٹڈ ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ فضل آباد ملتان

ایک غلط فہمی کا ازالہ

(سلسلہ صفحہ ۲)

تا آسمان پر خدا تعالیٰ کے ہاں دیے جائیں گے سو اس کا فیصلہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذیل کے الفاظ سے ہو جاتا ہے جو عقبہ کے ذریعہ روایت کئے گئے ہیں اور جو حجج الکرامہ کے صفحہ ۳۵۴ پر درج ہیں۔ نواب صدیق حسن خان صاحب نے اس روایت کا ترجمہ فارسی میں ان الفاظ میں کیا ہے:-

" اورا نامی است در آسمان میشناسند آنرا آسمانیاں کہ آنے والے یعنے احمد اور محمد جو نام مہدی کے بتلائے گئے ہیں وہ والدین کے رکھے ہوئے نہیں بلکہ آسمان پر خدا تعالیٰ کے ہاں ہیں جن کو آسمانی بندے یعنی مقربان الٰہی شناخت کرلیں گے۔

احمدی نام اس پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے رکھا گیا۔

پس حضرت اقدسؑ نے جو اپنا اور اپنی جماعت کا نام احمدی رکھا وہ آنحضور صلعم کے الفاظ "یسمی باسمی" یعنے اس کا نام تمہارے نبی کے نام پر رکھا جائے گا میں جو پیشگوئی مضمر تھی اس کو پورا کرنے کے لئے رکھا حدیث کی اسی پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے محمدی نام بھی حضورؑ کا اور حضورؑ کی جماعت کا رکھا جا سکتا تھا لیکن اس کو کیوں ترک کیا اس کی وجہ آگے بیان کی گئی ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ حدیث نبوی میں حضورؑ اور حضورؑ کی جماعت کے محمدی نام رکھنے کی سند بھی موجود ہے اور حضورؑ نے جو اس کا ذکر کیا ہے وہ بھی بالکل درست ہے

احمد نام کی طرف نسبت دینے کو ترجیح دینے کی وجہ۔

حضرت نبی کریم صلعم کے دونوں ناموں میں سے احمد نام کو ترجیح دینے کی وجہ یہ ہے کہ آنحضور صلعم کی مکی زندگی میں جہاں مکہ میں آنحضور صلعم نے تیرہ برس تک قیام فرمایا اسلام کی اشاعت محض نشانوں اور دلائل اور دعاؤں کے ذریعہ ہی کرتے رہے امت میں آنے والے مسیح اور مہدی کے لئے بھی یہی پیشگوئی ہے کہ وہ بھی تبلیغ اسلام دعاؤں اور دلائل اور نشانوں کے ذریعہ کرے گا آنحضور صلعم کا دوسرا نام محمد (صلعم) ہے جو جلالی نام ہے جس کا اس وقت ظہور ضروری تھا کہ دشمنوں کی تلوار کا مقابلہ تلوار سے کیا جاتا ہے کہ دشمن تلوار کے ذریعہ ہی دین اسلام کی بیخکنی پر تلا ہوا تھا لیکن آنے والے مسیح اور مہدی کے لئے حدیث کے الفاظ "یضع الحرب" میں یہ پیشگوئی مضمر تھی کہ اس کے زمانہ میں دشمنان اسلام اسلام کی بیخکنی کے لئے قریش کی طرح لوہے کی تلوار سے کام نہیں لیں گے بلکہ دلائل کی تلوار سے اس کی بیخکنی چاہیں گے اس لئے مسیح اور مہدی کو بھی ان کے مقابلہ میں فولادی تلوار نہیں بلکہ دعاؤں اور دلائل اور نشانوں کی تلوار ہی استعمال کرنی پڑے گی اور اسی کے ذریعہ وہ ان کے حملہ کو پسپا کردے گا جیسا کہ صحیح مسلم کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ مسیح کو وحی کرے گا کہ میں نے ایسے بندے نکالے ہیں جن کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ پس تم میرے بندوں کو طور کی پناہ میں لے جاؤ۔ اس حدیث کا مطلب صاف ہے کہ دعاؤں اور آسمانی نشانوں اور دلائل حقہ سے ان دشمنان اسلام کا مقابلہ کرو چنانچہ حضرت مرزا صاحبؒ نے اسی حربہ سے کام لے کر کفار کے تمام حملوں کو جو وہ اسلام پر کر رہے تھے پسپا کر دیا صرف یہی نہیں بلکہ اسی حربہ سے تمام دیگر ادیان پر اسلام کی برتری بھی ساتھ ہی ثابت کر دی۔

پس اگر حضرت مرزا صاحبؒ اپنے اور اپنی جماعت کے لئے محمدی نام اختیار کرتے تو اس سے لوگوں کا ذہن ادھر منتقل ہو سکتا تھا کہ یہ بھی دشمنان اسلام کے مقابلہ میں تلوار سے ہی کام لیں گے جو حضورؒ کے مقصد بعثت کے سراسر خلاف تھا اس لئے احمدی نام اختیار کرنے کو ترجیح دی گئی تا حضور کا مقصد بعثت ہمیشہ حضورؒ کے بھی اور دوسرے لوگوں کے بھی سامنے رہے اور معترضین کے اس اعتراض کا بھی قلع قمع ہو جائے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔

جلالی شان کے ظہور کی مختلف شکلیں

گو محمدی ہونے کی وجہ سے حضور کی جلالی شان بھی ظاہر ہوئی مگر وہ تلوار کی شکل میں نہیں بلکہ قہری نشانوں کی شکل میں ظاہر ہوتی رہی مثلاً ص۴۶۵ کبھی طاعون اور کبھی ہیضہ اور کبھی زلزلوں اور کبھی سیلابوں اور کبھی جنگوں وغیرہ کے ذریعہ تباہی کی شکل میں ظاہر ہوتی رہی

احادیث نبویہ سے مزید تائید

ایک حدیث میں آنے والے مہدی کے متعلق آنحضور صلعم نے فرمایا "اسمہ اسمی" ص۳۱۲ اور دوسری میں فرمایا "یواطی اسمہ اسمی" ص۳۱۲ ان دونوں حدیثوں سے ظاہر ہے کہ خود آنے والے مہدی کا نام احمد اور محمد ہوگا کیونکہ آنحضور صلعم کے یہ دونوں نام ہیں اس کے علاوہ آنے والے مہدی کے لئے صراحت سے بھی ان دونوں ناموں کا ذکر احادیث صحیحہ میں موجود ہے ایک حدیث میں جو ص۳۴۷ پر درج ہے صاف لکھا ہے کہ نام او احمد بن عبداللہ است یعنی احمد بن عبداللہ اس کا نام ہے۔ عجیب ص۲۲۶ پر صاف لکھا ہے کہ المہدی محمد بن عبداللہ آنے والے مسیح کی اقتداء کرے گا۔ اسی طرح ص۳۸۴ پر بھی مہدی کو محمد مہدی سلام اللہ علیہ کے نام سے ہی ذکر کیا گیا ہے پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کے دونوں نام احمد اور محمد آنے والے مہدی کے لئے بھی احادیث میں مذکور ہیں اور جیسا کہ میں اوپر ثابت کر آیا ہوں کہ یہ دونوں نام اس کے آسمان پر خدا تعالیٰ کے ہاں ہوں گے یہ نہیں کہ زمین پر اس کے یہ نام رکھے جائیں گے۔

حضرت مرزا صاحبؒ کا اس حقیقت پر روشنی ڈالنا

اس حقیقت پر حضرت مرزا صاحبؒ نے وضاحت سے روشنی ڈالی ہے۔ حضورؒ کے فرمان کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تک کوئی مومن حضرت نبی کریم صلعم کی محبت اور اطاعت میں اس قدر فنا نہیں ہو جاتا کہ آسمان پر وہ احمد اور محمد کے نام سے پکارا جاسکے اس وقت تک وہ (اللہ تعالیٰ) کے خاص فضلوں کا وارث نہیں ہو سکتا اور نہ خاص مقربان الٰہی میں شمار کیا جاتا ہے اور نہ ہی کوئی خاص روحانی مقام حاصل کر سکتا ہے اور نہ ہی مجددیت کے عہدہ پر سرفراز کیا جا سکتا ہے

حضرت نبی کریم صلعم کے ساتھ اتصال تام

دوسرے لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ حضرت نبی کریم صلعم کا ہی روپ بن جاتا ہے ٹھیک اسی طرح جس طرح لوہا آگ میں پڑ کر بالکل آگ کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور ایک حد تک آگ کی خاصیت بھی اس سے ظاہر ہونے لگ پڑتی ہے حضرت نبی کریم صلعم نے اپنے ساتھ امت میں آنے والے مسیح اور مہدی کے روحانی اتصال کی شدت اور گہرائی کو اس قدر زور دیا ہے کہ اس کے متعلق فرمایا "یدفن معی فی قبری" یعنی عالم آخرت میں بھی وہ میرے ساتھ ایک ہی مقام پر ہوگا کیونکہ قبر وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ انسان کو اس کے مرنے کے بعد سے رکھتا ہے۔

احمدی اور محمدی کہنا کس طرح قابل اعتراض ٹھہرایا جا سکتا ہے

پس جبکہ آنے والے مہدی کا حضرت نبی کریم صلعم کے ساتھ اس قدر اتصال تام ہے تو اس کو احمدی یا محمدی کہنا اور اس کی جماعت کو ان ناموں سے موسوم کرنا بعید از قیاس ہی نہیں بلکہ قرین قیاس ہے اس لئے حضورؒ کا اپنے آپ کو اور اپنی جماعت کو احمدی اور محمدی کہنا بالکل احادیث نبویہ کے عین مطابق ہے پس اس بنا پر حضورؒ کا یہ کہنا کہ حدیث شریف میں نام محمدی بھی رکھا گیا ہے بالکل درست ہے۔

مقام حیرت

کیا یہ تعجب کا مقام نہیں کہ حضرت نبی کریم صلعم کے نام محمد (صلعم) کی طرف نسبت دیتے ہوئے یوم کا نام یوم محمدی تو رکھا جائے۔ شرع کا نام شرع محمدی تو رکھا جائے امت کا نام امت محمدیہ تو رکھا جائے کتاب کا نام کتاب محمدیہ تو رکھا جائے لیکن اگر محمدی نام نہ رکھا جائے تو اس شخص کا نہ رکھا جائے جس نے حضرت نبی کریم صلعم کا کامل بروز ہونے کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے ہاں احمد اور محمد کہلانے کا استحقاق حاصل کر لیا ہو، کیا اس کے محمدی اور احمدی کہلانے کو اعتراض کا نشانہ بنانا انصاف کا خون کرنے کے مترادف نہیں

خلاصہ کلام

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت اقدس مرزا صاحبؒ کی ڈائری میں یہ کہیں ذکر نہیں کہ حضورؒ نے حدیث میں دوسرے مسلمانوں کا نام محمدی رکھنے کا ذکر کیا ہے بلکہ اپنے احمدی اور محمدی کہلانے کے جواز کا احادیث نبویہ سے استنباط فرمایا ہے اور دونوں ناموں میں سے خصوصیت سے احمدی نام کو اختیار کرنے کی وجہ بھی اپنے اشتہار میں بیان فرما دی ہوئی ہے۔

امید ہے مندرجہ بالا بیان ہمارے معزز سائل صاحب کی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے کافی ہوگا۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

قارئین سے التماس

جن قارئین کرام نے پیغام صلح اور روح اسلام کا چندہ اس وقت تک ارسال نہیں فرمایا۔ جن احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے ان سے گزارش ہے کہ اسی ماہ میں حساب بیباق فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

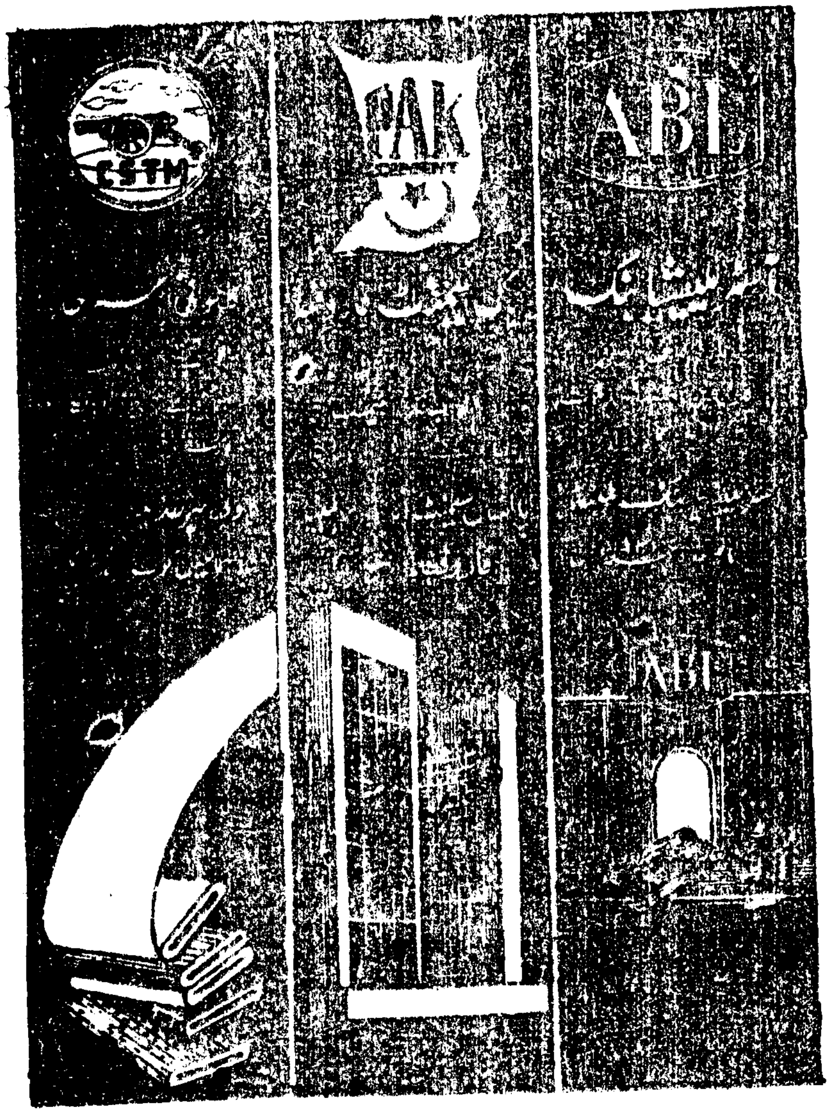

پیغام صلح ۱۸ دسمبر ۱۹۶۸ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۵۰

کارخانوں، فلور ملوں، جیننگ فیکٹریوں اور ٹیکسٹائل ملوں کیلئے خوشخبری

ہمارے ہاں نفیس ترین واٹر پروف ترپالیں، عمدہ بستر بند، ٹینٹ، شامیانہ، چھولداری، آفیسر ٹینٹ ہر سائز میں تیار مل سکتے ہیں۔

نیز مناسب اور ارزاں قیمت پر بھی مال تیار کیا جاتا ہے اس سلسلہ میں رحمان انڈسٹریز **اوکاڑہ** کو خدمت کا موقع دیں۔

پروپرائٹر۔ محمد یعقوب رحمان انڈسٹریز۔ جی۔ ٹی روڈ۔ اوکاڑہ

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نور الہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور پاکستان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

فون نمبر:۔ ۳۶۳۶
تار کا پتہ:۔ "تبلیغ" ۔ لاہور

مدیر
دوست محمد
مدیر معاون
بشیر احمد سوز

سالانہ چندہ ۔ آٹھ روپے
بیرونی ممالک سے ایک پونڈ
ایک سو روپے پیشگی آنے پر
تازندگی جاری ہو سکتا ہے۔

جلد ۵۶ || یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۳ شوال المکرم ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۵ دسمبر ۱۹۶۸ء || نمبر ۵۱

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا
گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے
نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

نماز کس طرح پڑھنی چاہئیے

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل المسجد فدخل رجل فصلّی فسلّم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فردّ وقال ارجع فصلّ فانک لم تصلّ فرجع فصلّی کما صلّی ثم جاء فسلّم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ارجع فصلّ فانک لم تصلّ ثلثاً فقال والذی بعثک بالحق ما احسن غیرہ فعلّمنی فقال اذا قمت الی الصلوٰۃ فکبّر ثم اقرا ما تیسّر معک من القراٰن ثم ارکع حتّی تطمئنّ راکعاً ثم ارفع حتّی تعتدل قائماً ثم اسجد حتّی تطمئنّ ساجداً ثم ارفع حتّی تطمئنّ جالساً وافعل فی صلوٰتک کلّہا۔

ترجمہ:۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم مسجد میں تشریف لائے، تو ایک آدمی آیا اور نماز پڑھی پھر نبی صلعم کو سلام کیا تو آپؐ نے جواب دیا اور کہا لوٹ جا اور نماز پڑھ کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ پس وہ لوٹا اور نماز پڑھی جس طرح (پہلے) پڑھی تھی پھر آیا اور نبی صلعم کو سلام کیا۔ تو فرمایا لوٹ جا اور نماز پڑھ کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ تین دفعہ (ایسا ہوا) تو اس نے کہا قسم ہے

(باقی برصفحہ ۱۱)

نماز کی حقیقت

حضرت مجدد زمان مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

نماز کیا ہے؟ یہ ایک دعا ہے جس میں پورا درد اور سوزش ہو۔ اسی لئے اس کا نام صلوٰۃ ہے۔ کیونکہ سوزش اور رقت اور درد سے طلب کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بد ارادوں اور برے جذبات کو اندر سے دور کرے اور پاک محبت اس کی جگہ اپنے فیض عام کے ماتحت پیدا کر دے۔

صلوٰۃ کا لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ نرے الفاظ اور دعا ہی کافی نہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ ضروری ہے کہ ایک سوزش، رقت اور درد ساتھ ہو۔ خدا تعالیٰ کسی دعا کو نہیں سنتا جب تک دعا کرنے والا موت تک نہ پہنچ جاوے۔ دعا مانگنا ایک مشکل امر ہے اور لوگ اس کی حقیقت سے محض ناواقف ہیں۔ بہت سے لوگ مجھے خط لکھتے ہیں کہ ہم نے فلاں وقت فلاں امر کے لئے دعا کی تھی مگر اس کا اثر نہ ہوا۔ اور اس طرح پر وہ خدا تعالیٰ سے بدظنی کرتے ہیں اور مایوس ہو کر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ جب تک دعا کے لوازم ساتھ نہ ہوں وہ دعا کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

دعا کے لوازم میں سے یہ ہے کہ دل پگھل جاوے اور روح پانی کی طرح حضرت احدیت کے آستانہ پر گرے اور ایک کرب اور اضطراب اس میں پیدا ہو اور ساتھ ہی انسان بے صبر اور جلد باز نہ ہو بلکہ صبر اور استقامت کے ساتھ دعا میں لگا رہے۔ پھر توقع کی جاتی ہے کہ وہ دعا قبول ہوگی۔

(ملفوظات حضرت مسیح موعود جلد نہم)

رپورٹ مسٹر شیخ ہارون مبلغ اسلام

گیانا میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی دینی اور تبلیغی سرگرمیاں

اسلامی تعلیمات پر لیکچر۔ بائیس افراد کا قبولِ اسلام اور میکنزائی میں احمدیہ سوسائٹی کا قیام

مکرمی محترمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یہاں پر تبلیغ و اشاعت کا سلسلہ جاری ہے پچھلے دنوں مقام میکنزائی سے میرے چند احباب نے مجھے دعوت دی کہ میں وہاں جا کر ایک اجتماع میں اسلام کی تعلیمات اور اس کے عقائد و ارکان پر تقریر کروں۔ لیکن وہاں جانے سے پہلے میں ۸ر ستمبر کو ایک ...... بستی بکسٹن نامی میں گیا وہاں خدا کے فضل سے بہت نیک کام کرنے کی توفیق ملی۔ وہاں لوگوں کو اسلام کی ربانی اور عالمگیر تعلیمات سے روشناس کرایا جس کا وہاں کے لوگوں پر خاطر خواہ اثر ہوا اور انہوں نے کہا کہ آپ حتی المقدور پھر جلد آنے کی کوشش کیجئے تاکہ ہم پھر آپ کی مواعظ حسنہ سے مستفیض ہو سکیں۔ میری مہمانی وہاں کے ایک نومسلم بیگم والیس آنیمر نے کی۔ اور میرا ہر طرح خیال رکھا۔ اس معزز میزبان کا پتہ ارسال خدمت ہے مہربانی فرما کر آپ ان سے مراسلت کر کے ان کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔

مورخہ ۱۲ر ستمبر ۱۹۶۸ء کو خاکسار نے میکنزائی کا سفر شروع کیا اور ۱۶ر ستمبر کو منزل مقصود پر پہنچا۔ مرابیلیا نے بڑے تپاک اور گرم جوشی سے میرا خیر مقدم کیا۔

یہاں پر میں نے گورنمنٹ سیکنڈری سکول کے طلباء میں اسلام کی بنیادی تعلیمات کے متعلق تقاریر کا سلسلہ شروع کیا۔ مورخہ ۱۶ر ستمبر کو پہلا لیکچر پتسو رگو رنمنٹ سکول میں دیا۔

۱۹ر ستمبر کو میکنزائی ایجوکیشنل انسٹیٹیوٹ [illegible] ادارہ لور [illegible] دیا۔ اس تعلیمی ادارہ کے پرنسپل [illegible] لیکچر کے بعد اپنے خط میں اپنے تاثرات یوں بیان کئے ہیں:۔

مسلم مشنری مسٹر شیخ ہارون نے اس سکول کے اساتذہ اور طلباء سے خطاب فرمایا ہے۔ ان کی تقریر کا موضوع تاریخ اسلام اور عقائد اسلام تھا۔ انہوں نے اپنی آدھ گھنٹہ کی تقریر میں موضوع بالا پر بھرپور روشنی ڈالی۔ یہ ایک معلوماتی تقریر تھی جس سے حاضرین بڑے متاثر ہوئے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ شیخ صاحب ممدوح مستقبل قریب میں پھر تشریف لا کر ہمیں اپنے خیالات سے مستفیض ہونے کا موقعہ دیں گے‘‘

مورخہ ۲۰ر ستمبر کو میکنزائی گورنمنٹ سکول میں اسلام کی بنیادی تعلیمات پر اور میکنزائی ہائی سکول ٹرسٹ میں ’’عصر حاضر کے انسان کے لئے اسلام کا پیغام‘‘ کے موضوع پر تقاریر کیں۔ خدا کے فضل سے یہ تقاریر بڑی موثر رہیں۔ اجتماع نے ان کو بڑی دلچسپی سے سنا میکنزائی گورنمنٹ سکول کے اساتذہ کی لائبریری کے لئے اسلام و سلسلہ کی کتب تحفہ کے طور پر بھجوائی جائیں تو مناسب ہوگا۔ مورخہ ۲۷ر ستمبر کو [illegible] گورنمنٹ سکول میں اسلام کی بنیادی تعلیمات پر لیکچر دیا۔

دو پبلک لیکچر دینے کا بھی موقعہ ملا ایک مورخہ ۱۹ر ستمبر کو اور دوسرا ۲۴ر ستمبر کو۔ مہربانی فرما کر یہاں کے دو سکولوں وسمبر گورنمنٹ سیکنڈری سکول اور میکنزائی ہائی سکول ٹرسٹ کے لئے کتابوں کے دو سیٹ ارسال فرمائیں۔ اور مجھے مطلع فرمائیں تاکہ میں [illegible] اپنے سیکرٹری مسٹر [illegible] اور [illegible] احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے یہ کتب ان سکولوں کو پیش کر سکوں قبل ازیں آپ نے جو کتابوں کے دو سیٹ میرے شہر کے دو سکولوں کے لئے ارسال فرمائے تھے ...... ۵ مئی نے ان کو پیش کر دیئے ہیں۔ جون ۱۹۶۸ء کے اخبار اسلامک گارڈین نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ:۔

’’احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور پاکستان کی طرف سے یہاں کے دو سکولوں کو اسلام سے متعلق چند بڑی دلچسپ اور تعلیمی کتب کا تحفہ ملا ہے۔ یہ کتب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہیں جو سکولوں میں تحفۃً تقسیم کی جا رہی ہیں۔ انجمن ہذا اشاعت اسلام کی سکیم کے ماتحت دنیا بھر کے سکنڈری سکولوں کو ان کتب کے ذریعہ اسلام کا پیغام پہنچا رہی ہے تاکہ آئندہ نوجوان نسل کو دین اسلام کے بارہ میں حقیقی معلومات حاصل ہوں۔

ان سکولوں کے پرنسپل صاحبان اساتذہ کرام اور طلباء نے انجمن کی بڑی تعریف کی۔ اور انہوں نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ یہ کتب ہماری لائبریریوں کے لئے قیمتی اور مفید تحفہ ہے یہ تحفہ تو المسٹرڈم کے احمدی مشنری مسٹر شیخ ہارون نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے پیش کیا‘‘

اشاعت اسلام اور تبلیغ دین کے سلسلہ میں میرے دو رفیق جناب لے ڈکیس تارمن اور [illegible] یعقوب صاحب میرے ساتھ ہر طرح کا تعاون کر رہے ہیں۔ اور خدمت دین میں پیش پیش ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔

خاکسار نے بائیس افریقی لوگوں کو مسلمان کیا ہے الحمدللہ ثم الحمدللہ۔ ان کے بیعت فارم ارسال خدمت ہیں۔ ازراہ کرم ان کی منظوری بہت جلد فرصت میں ارسال فرمائیں۔ تاکہ ان اصحاب کو پیش کر سکوں۔ میرا خیال ہے کہ ماہ رمضان شریف سے دو ہفتہ قبل ایک سوسائٹی کے قیام کے لئے میکنزائی جاؤں گا۔ جس کا نام احمدیہ مسلم مشنری سوسائٹی ہوگا۔ اس سلسلہ میں مجھے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے قواعد و ضوابط کے ایک نسخہ کی ضرورت ہے۔ تاکہ میں اس کی [illegible] سوسائٹی کے [illegible] و مقاصد [illegible] کر سکوں امید ہے اکتوبر کے ختم ہونے سے پہلے پہلے مجھے ارسال فرما دیں گے تاکہ میں میکنزائی جانے سے پہلے اس کا مطالعہ کر سکوں۔ وہاں کے لوگوں میں تقسیم کرنے کے لئے پمفلٹ بھی چاہئیں۔ ان میں ’’حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی‘‘ اور ’’حضور نبی کریم صلعم بائبل کی روشنی میں‘‘ دو کتب ضروری ہوں۔ اس رپورٹ کے ہمراہ کچھ تصاویر بھی ارسال ہیں۔ جو مختلف اجتماعات کے موقعوں پر کھینچی گئی ہیں۔

اخبار ’’لائٹ‘‘ کی بندش کے بارے میں سن کر افسوس ہوا۔ دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے دوبارہ اجراء کے سامان کر دے۔ فی الحال رجب مسجد زیر تعمیر ہے اپنے شہر کی مسجد کی تعمیر کے بارہ میں سردست کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس خدمت دین کی توفیق دے۔

سب بزرگانِ دین اور احباب سلسلہ کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

نیاز مند۔ ایس ہارون
مسلم مشنری۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام گیانا

اخبار احمدیہ

عید کا یوم سعید

خدا کے فضل سے ۲۲ر دسمبر ۱۹۶۸ء کو عید کا دن نہایت خوشی و مسرت کے ساتھ گذرا۔ مسجد احمدیہ بلڈنگس میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے نماز عید پڑھائی اور بعد نماز ایک نہایت شاندار خطبہ دیا جو آئندہ اشاعت میں درج ہوگا۔ انشاء اللہ۔ اس موقعہ پر نماز میں شامل ہونے والے احباب سے مسجد کا اندرونی اور کچھ بیرونی حصہ بھرا ہوا تھا۔ نماز سے پیشتر احباب نے فطرانہ بھی ادا کیا۔ جس کی مجموعی میزان -/757 روپے ہے۔ اس میں مستورات سے موصول ہونے والی رقم -/77 روپے شامل ہے۔

—— **محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب** سیکرٹری انجمن عید سے دو دن پہلے چہرہ پر پھنسی اور بخار ہو جانے کی وجہ سے بیمار ہو گئے۔ اب کسی قدر آرام ہے اس سے پیشتر ان کی اہلیہ محترمہ کو ایک سکوٹر تلے آ جانے کی وجہ سے بہت سخت چوٹیں آئیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ دونو کو صحت عطا فرمائے۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

—— جماعت کے بعض احباب بیمار اور بعض مالی مشکلات میں مبتلا ہیں احباب ان سب کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ مشکلات دور [illegible] صحت عطا فرمائے

ختم نبوت
اور
ظلی و بروزی نبوت

گذشتہ اشاعت میں ہم مولوی عبدالرشید صاحب صدر مدرس جامعہ اہل حدیث کے اس ادعا کو غلط ثابت کر چکے ہیں جو انہوں نے اپنے مضمون "خاتم النبیین صلعم" (مندرجہ تنظیم اہل حدیث مورخہ ۲۹ر نومبر ۱۹۶۸ء) میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کے متعلق کیا ہے، کہ وہ امتی ہو کر آئیں گے اور ان کی رسالت بھی سلب نہ ہو گی، ہم نے سوال کیا تھا کہ آیہ کریمہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولوا الامر منکم کے رُو سے انہیں کس منصب پر رکھا جائے گا۔ اگر رسول ہونے کے لحاظ سے ان کی اطاعت واجب ہو گی تو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت باطل ہو گئی، اور وقت کے نبی حضرت عیسٰی علیہ السلام قرار پائیں گے اور اگر انہیں امتی ہونے کے لحاظ سے اولوالامر کے منصب پر رکھا جائے گا تو ان کی رسالت کا خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ بروئے آیہ کریمہ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ کوئی رسول امتی نہیں ہو سکتا اور بحیثیت اولوالامر ان سے تنازع بھی جائز ہو گا، امید ہے مولوی عبدالرشید صاحب اس بات کو واضح کریں گے کہ ان الجھنوں کے ہوتے ہوئے حضرت عیسےٰ کی آمد ثانی کا عقیدہ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟

اسی مضمون میں مولوی صاحب نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر قرآن وحدیث کی تصریحات پیش کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے:-

> "قرآن وحدیث کی تصریحات سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد قیامت تک کسی قسم کی نبوت ظلی، بروزی، تشریعی، غیر تشریعی، کسی کو عطا نہیں کی جائے گی۔ اور اسی پہ امت کا اجماع ہے۔ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ کی موجودگی میں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔
>
> اسی لئے ایک صحابی بھی ایسا نہیں ہوا جس کا یہ عقیدہ ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوت جاری ہے۔
>
> ایک تابعی بھی ایسا نہیں گذرا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی عہدۂ نبوت کے جاری رہنے کا قائل ہو۔
>
> ایک تبع تابعی بھی ایسا نہیں ہوا جس کا یہ نظریہ ہو کہ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو عہدۂ نبوت سے سرفراز کیا جائے گا۔
>
> کوئی امام یا مجتہد بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجراء نبوت کا قائل نہیں۔ اور نہ ہی آج تک کوئی محدث اور فقیہہ امت میں ایسا ہوا جس نے لکھا ہو کہ رحمۃ للعالمین کے بعد بھی کسی قسم کا عہدہ نبوت کسی شخص کو عطا کیا جائے گا۔
>
> تمام قرآن مجید اور مجموعہ احادیث میں ایک آیت یا حدیث ایسی نہیں جس میں یہ ذکر ہو کہ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کو نبی بنایا جائے گا۔ یا ظلی بروزی غیر تشریعی نبوت کسی امتی کو ملے گی۔ من ادعا فعلیہ البیان بالبرھان۔"

مولوی صاحب [illegible] کے [illegible] کے جواب میں ہم سب سے پہلے یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ظلی و بروزی نبوت [illegible] نبوت نہیں بلکہ محدثیت [illegible] دوسرا نام ہے جو مجاز اور استعارہ کے طور پر اختیار کیا گیا ہے [illegible] مسلم بزرگانِ دین عقیدہ ختم نبوت کے ہوتے ہوئے ظلی و بروزی نبوت [illegible] کہنا غلط ہے کہ بزرگان سلف [illegible] سے کوئی بھی ظلی و بروزی کے اجرا کا قائل نہیں تھا۔

کے اجراء کے قطعیہ قائل رہے ہیں۔ اول تو خود حدیث نبوی صلعم میں بتصریح یہ واضح کیا گیا ہے، [illegible] لم یبق من النبوۃ الا المبشرات اور جب صحابہ کرام نے یہ دریافت کیا کہ ما المبشرات یا رسول اللہ۔ تو حضور صلعم نے فرمایا الرؤیا الصالحۃ اور دوسری حدیث میں رؤیاء صالحہ کی یہ تشریح فرمائی ہے قال الرؤیاء المومن جزء من ستۃ واربعین جزء من النبوۃ۔ یعنے مومن کا رؤیا نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین ہونے کے باوجود یہ واضح کر دیا ہے کہ ختم نبوت کے بعد نبوت کا چھیالیسواں حصہ رؤیاء الصالحہ کی صورت میں باقی رہ گیا ہے، یہی مبشرات ہیں اور اسی کی کثرت کا نام محدثیت یا ظلی بروزی نبوت ہے۔ حدیث نبوی کی اس صراحت کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ آپ کے بعد قیامت تک ظلی و بروزی نبوت بھی کسی کو عطا نہیں کی جائے گی،

اب بزرگانِ دین کے بیانات بھی سُن لیجئے۔ مولوی عبدالرشید صاحب فرماتے ہیں کہ کوئی تابعی یا تبع تابعی کوئی امام یا مجتہد ایسا نہیں ہوا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ظلی و بروزی یا غیر تشریعی نبوت کا قائل ہو۔ ذیل میں چند بزرگوں کے اقوال نقل کئے جاتے ہیں کیا مولوی عبدالرشید صاحب تابعیگی کو انکے متعلق انکا کیا ارشاد ہے۔ (۱) امام العارف ربانی سید عبدالوہاب الشعرانی لکھتے ہیں:-

> "قال الشیخ محی الدین فی حضرت الخیال ادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العلم صورۃ اللبن ولذا کان یؤول بہ رؤیاہ ھذا ھو ما ابقاہ اللہ تعالےٰ علی الامۃ من اجزاء النبوۃ فان مطلق النبوۃ لم یرتفع وانما ارتفعت نبوۃ التشریع فقط کما یؤید ہ حدیث من حفظ القرآن فقد ادرجت النبوۃ بین جنبیہ فقد قامت بھذا النبوۃ بلاشک وقولہ صلعم فلا نبی بعدی ولا رسول المراد لا مشرع بعدی۔
>
> (الیواقیت والجواھر جلد ۲ صفحہ ۲۲ مطبوعہ مصر)

یعنے شیخ محی الدین ابن عربی حضرت الخیال میں ارشاد فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے علم کو دودھ کی شکل میں پایا اس لئے دودھ کے خواب کی تعبیر علم سے کیا کرتے تھے، اور اجزاء نبوت میں سے یہی وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے امت میں باقی رکھا ہے کیونکہ مطلق نبوت رفع نہیں ہوئی اور صرف نبوت تشریعی اٹھالی گئی ہے جیسا کہ اس حدیث سے تائید ہوتی ہے کہ جس نے قرآن حفظ کیا نبوت اس کے دونوں پہلوؤں میں درج کی گئی، پس بے شک یہ نبوت قائم ہے اور نبی کریم صلعم کا یہ قول کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ کوئی رسول ہے اس سے مراد یہ ہے کہ شریعت لانے والا کوئی نہیں۔"

فرمائیں مولوی عبدالرشید صاحب کہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کے اس قول کو وہ کیا سمجھتے ہیں اور ان کے عقیدہ نبوت کے متعلق ان کا کیا فتویٰ ہے، کیا انہیں تابعی یا تبع تابعی نہیں تو آئمہ کرام میں سے بھی مانتے ہیں یا نہیں، اور انکا یہ فرمان کہ خاتم النبیین صلعم کے بعد صاحب شریعت نبی نہیں آسکتا، غیر تشریعی نبی آسکتا ہے صحیح ہے یا نہیں؟

ایسا ہی صاحب بحر العلوم مولانا روم کے اس شعر کی کہ

> مکر کن در راہ نیکو خدمتے
> تا نبوت یابی اندر امتے

یہ تشریح فرماتے ہیں:-

> "از مکر مراد تدبیر است و مراد از نبوت مرتبہ ارشاد [illegible] لیس ایں نبوت [illegible] بایں نبوت اولیاء میرسد وایشاں را الانبیاء والاولیاء میگویند وایں انبیاء اولیاء را لازم است کہ تابع نبی مشرع باشند وایں مقام را نبوت مسق گویند لیس معنے قول تا نبوت یابی اندر امتے آنست کہ تا مقام نبوت مطلق [illegible] [illegible] از امت [illegible] [illegible] اتباع رسول وشرع محمد [illegible] [illegible]"

یعنی مکر سے تدبیر مراد ہے اور نبوت [illegible] [illegible] ارشاد [illegible] [illegible] نبوت عامہ ہے اور اس نبوت [illegible] [illegible] اور انہیں انبیاء الاولیاء [illegible] اور ان انبیاء اولیاء پر لازم ہے کہ صاحب شریعت نبی کے تابع ہوں اور اس مقام کو نبوت محدثیت کہتے ہیں۔ پس اس قول کے کہ تا نبوت یابی اندر امتے یہ معنے ہیں کہ تا مقام نبوت مطلق کو [illegible] امت کو حاصل ہو اور [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

اسے اللہ تعالےٰ کی طرف سے غیب کی خبریں پہنچیں۔"

کیا مولوی عبدالرشید صاحب بتائیں گے کہ مولانا روم کے مندرجہ بالا اشعار اور صاحب بحرالعلوم کی تشریح کے متعلق ان کا کیا خیال ہے؟ کیا اس سے ثابت نہیں کہ یہ دونوں بزرگ غیر تشریعی نبوت کے اجراء کے قائل تھے۔

اب ظلی نبوت کے متعلق سن لیجئے۔ شرح فتوح الغیب میں حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول فحینئذٍ تکون وارث کل رسول و نبی و صدیق کی یہ تشریح کی گئی ہے:۔

"پس تو ہوگا میراث خوار کل پیغمبروں اور صدیقوں کا جو کچھ کہ ان سے رہا ہے اور مرتبہ علم اور دین اور منصب ارشاد و ہدایت تجھ کو ملے گا کیونکہ **ولایت نبوت کا ظل ہے**۔"

پھر مرتبہ اویسیت جوامع الکلم کے ذیل میں لکھا ہے:۔

"(مجھے ایسے کلمات دیئے گئے ہیں جو جامع ہیں) یہ خاص کلام حضرت خاتمہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا ہے اور ان کلمات پر کلمہ جامع سالکانِ راہ قرب و اصول کے لئے ایک قاعدہ کلیہ اور کامل دستورالعمل ہے چونکہ **ولایت درحقیقت نبوت کا ظل ہے** پس جو کچھ اس شخص میں ہے وہ سایہ میں بھی ہوگا۔ خصوصاً ولایت کبریٰ میں۔" (شرح فتوح الغیب صفحہ ۱۲-۱۲ مطبوعہ نولکشور)

اور سن لیجئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

"کمل تابعان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات بجہت کمال متابعت و فرط محبت بلکہ بمحض عنایت و موہبت جمیع کمالات انبیاء متبوعہ خود را جذب مے نمائید و بہ کلیت برنگ ایشاں منصبغ میگر دند حتیٰ کہ فرق نمی ماند درمیان متبوعان و تابعان الا باالاصالۃ والتبعیۃ والاولیت والآخریت **فکیف یتصور المساوات بین الاصل والظل**۔

یعنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے کامل تابعدار کمال متابعت اور کثرت محبت کی وجہ سے بلکہ **محض عنایت و بخشش** سے اپنے نبی متبوع کے تمام کمالات کو جذب کر لیتے ہیں اور کلی طور پر ان کے رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ متبوع اور تابع میں کوئی فرق نہیں رہتا سوائے اصالت اور تابعداری کے اور مقدم اور مؤخر ہونے کے پس **اصل اور ظل** میں مساوات کیونکر ہو سکتی ہے۔"

کیا اب بھی مولوی عبدالرشید صاحب یہ کہیں گے کہ کوئی تابعی یا تبع تابعی اور کوئی امام یا مجتہد نہیں ہوا جو آنحضرت صلعم کے بعد ظلی و بروزی یا غیر تشریعی نبوت کا قائل ہو؟

لیکن ان بزرگوں ہی پر موقوف نہیں جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے، خود گروہ اہلحدیث کے ایک بزرگ شاہ اسمٰعیل شہید بھی اجرائے ظلی نبوت کے قائل ہیں، معلوم ہوتا ہے مولوی عبدالرشید صاحب نے ان کی کتاب "صراط مستقیم" کا مطالعہ نہیں کیا۔ آپ یاد فرماتے ہیں:۔

"اور بہتیرے ایسے مرتکے (مصفے) ہوں گے کہ ان کو انبیاء علیہم صلوٰۃ کے ساتھ مشابہت ہوگی اور وہ **رسالت کے ظل** ہوں گے، اور جس موقعہ سے انبیاء لوگ علوم غیبیہ اخذ کرتے تھے اسی جگہ سے یہ لوگ بھی حاصل کریں گے اس واسطے ایسے لوگ انبیاء کے استاد بھائی کہلاتے ہیں الغرض یہ لوگ اس درجہ کے ہوتے ہیں کہ اگر نبی کا ہونا ختم نہ ہوتا تو منصب نبوت پر یہ لوگ قائم ہوتے۔ حاصل کلام ایسے لوگ قیامت تک ہوا کریں گے۔"

(تمہید صراط مستقیم مترجمہ عبدالجبار)

پھر لکھا ہے:۔

"اور باوجودیکہ عہدہ نبوت کا ختم ہوا تب بھی متفاوت ہونے اوقات اور اشخاص کے عہدہ امامت کے مقرر ہوتے اور **منصب امامت کا حقیقت میں ظل نبوت کا ہے**، ایسا نہ ہوں گے مگر امام زمان ہوا کریں گے۔" (مقدمہ صراط مستقیم صفحہ ۱۱)

کیا مولوی عبدالرشید صاحب شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان کے ہوتے ہوئے بھی یہ کہیں گے کہ ظلی نبوت کا اُمت میں کوئی بھی قائل نہیں اور کیا ان تمام بیانات سے انہیں یہ سمجھ نہیں آئے گی کہ ظلی نبوت حقیقی نبوت نہیں بلکہ امامت اور محدثیت ہی کا دوسرا نام ہے جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل متابعت سے حاصل ہوتا ہے اور یہی حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ ہے۔

"بائیبل مقدس کی بے حرمتی کا نیا اقدام"

کی درانہ کلام حق رقمطراز ہے:۔

"عوام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جہاں جہاں نئے ترجمے کئے جا رہے ہیں۔ وہاں نام نہاد جدید علمی دریافتوں کی بنیاد پرستی پر بدعتی تعلیم کو بھی متن میں داخل کیا جا رہا ہے۔ مثلاً یسعیاہ ۷:۱۴ میں "کنواری" کی بجائے "جوان عورت" کا استعمال اور یوحنا ۳:۱۶ میں "اپنا اکلوتا بیٹا" کی جگہ محض "اپنا بیٹا"۔ نیز مرقس ۱۶:۹-۲۰ اور یوحنا ۸:۱-۱۱ کو متن سے خارج کر کے نئی علمی دریافت کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے۔ ستم تو یہ ہے کہ انجیل مقدس کے قدیم صحیح یونانی متن کو بھی نیا رنگ دینے کی جسارت کی گئی ہے۔ یہ اقدام اس لئے کیا گیا ہے کہ نیا ترجمہ کرنے والے عوام کو بتا سکیں کہ ہم یونانی متن کی پیروی کر رہے ہیں۔ خدا کے کلام کے بارہ میں ایسی دیدہ دلیری ایک زبردست اور مہلک ترین سازش ہے ہمیں افسوس ہے کہ بعض لیڈر کلیسائی تنازعات کی آڑ لے کر اس خوفناک سازش کی مخالفت کی جرأت نہیں کر رہے اور ذاتی مفاد کے پیش نظر منسٹروں کو ناراض کرنا نہیں چاہتے۔ خداوند تمام سے حساب لے گا۔"

"انگلستان کے مسیحی لیڈروں کا نیا احمقانہ اقدام بھی ملاحظہ فرمائیں۔ حال ہی میں پرانے عہدنامہ کا ایک نیا ایڈیشن آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔ جس میں انگلستان کے جدید مصوروں کی تیار کردہ عریاں تصاویر بھی شائع کر دی گئی ہیں۔ امثال کی چند ایک آیات کی تشریح کرنے کے لئے ننگی تصویریں کلام کے اندر رکھ دی گئی ہیں۔ حیرت تو یہ ہے کہ مسیحی دنیا کے عظیم مذہبی راہنما بشپ آف کنٹربری نے بھی اس ایڈیشن کی حمایت کا اعلان کر دیا ہے ؎ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

پیغام صلح:۔ یہ کفر کعبہ سے نہیں مسیحیت کے مرکز سے اٹھا ہے اور مسلمانی تو خدا کے فضل سے قائم ہی ہے مسیحیت کا کچھ باقی نہ رہا۔

جہاد کے معنے

لکھنؤ کے ایک جلسہ میں غالب (شاعر) کو جنگ آزادی کا مجاہد قرار دیا گیا اس پر مولانا عبدالماجد دریابادی صدق جدید (۸ر نومبر) میں لکھتے ہیں:۔

"اللہ غالب کو ایسے قدر دانوں قدر شناسوں سے اپنے حفظ و امان میں رکھے صائب کا مقولہ مشہور ہے کہ شعر مرا بہ مدرسہ کہ برد! عجب نہیں کہ جناب غالب آج برزخ میں اپنے نئے قدر دانوں سے عاجز ہوں۔ اور حیرت زدہ ہو کر کہہ رہے ہوں۔ کہ شعر مرا بہ اہل سیاست کہ برد!

غالب بہرحال مسلمان تھے۔ اور مسلمان کے لئے "جہاد" آزادی ایک سرتاسر بے معنی لفظ ہے۔ جہاد تو صرف وہی ہے (زبان سے ہو یا ہاتھ سے) جو اللہ کے نام کی بلندی کے لئے، یا دین کی خاطر ہو۔ اپنا وطن بے شک انسان کو محبوب ہوتا ہے۔ جس طرح اپنا مال اور اپنا گھر بار بھی ہوتا ہے۔ اور ان سب کی حفاظت میں لڑنا بالکل جائز ہے بلکہ اس میں مارا جانا باعث اجر ہے بلکہ ایک درجہ شہادت کا رکھتا ہے۔ لیکن یہ اور چیز ہے۔ اور "جہاد" اور۔"

جہاد کے یہی معنے حضرت مسیح موعودؑ نے کئے اور فرمایا کہ آج دین کے لئے قلم اور زبان کا جہاد ہے۔ قتل و مقاتلہ کا جہاد نہیں۔ تو اس پر شور اٹھا کہ مرزا صاحب نے جہاد منسوخ کر دیا۔ دیکھیے اب حق پرست لوگ وہی بات کہہ رہے ہیں جو خدا کے مامور نے کہی اور اس پر عمل کر کے دکھایا۔

کائنات پر اللہ تعالےٰ کی حکومت اور ہمارے نیک و بد اعمال کی جزا و سزا

رُوحِ انسانی کی صحت و توانائی رزقِ حلال میں

حلال و طیّب روٹی کھانے سے نیک اعمال کی توفیق ملتی ہے

رسُول کریم صلعم نے فرشتوں کی قوم پیدا کی

پاکستان کو مضبوط بنانے کے لئے دیانت داری اور اکلِ حلال کی ضرورت ہے

خطبۂ جمعۃ المبارک - مؤرخہ ۲۰ر دسمبر ۱۹۶۸ء - فرمودہ حضرت امیر قوم مولینا صدرالدین صاحب بمقام جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

لله ما فی السمٰوٰت وما فی الارض - وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ ——— وقالوا سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر ——— (البقرہ ۲۵۴-۲۸۵) ———

کائنات کا ہر ذرّہ خدا تعالیٰ کے علم میں اور اس کی ملکیت ہے

یہ آیات سورۃ البقرہ کے آخری رکوع میں سے ہیں اس سورت میں بہت سے احکامات ہیں۔ ان احکامات کے پیشِ نظر اس سورت کو اس مضمون پر ختم کیا ہے لله ما فی السمٰوٰت وما فی الارض - خدا تعالےٰ اس کائنات کا خالق و مالک ہے اور زمین و آسمان پر اس کا پورا پورا قبضہ و تصرف ہے۔ یہ کائنات خدا تعالےٰ کی وسیع و عریض سلطنت ہے۔ اس سلطنت الٰہی کی وسعت کی کوئی انتہا نہیں۔ اس کی وسعت کے لحاظ سے اس سلطنت کے خالق و مالک بادشاہ کے بہت بڑے کمالات ہیں ان کمالات میں سے ایک یہ ہے کہ اس علیم و خبیر خدا کو اس کائنات کے ایک ایک ذرّے کا علم ہے وہ فرماتا ہے الا یعلم من خلق - کبھلا وہ نہ جانے جو موجد ہے۔ موجد کو اپنی ایجاد کردہ مشین کے تمام کل پرزوں کا علم ہوتا ہے۔ ایک جگہ فرمایا خلق کل شیئ وھو بکل شیئ علیم - چونکہ خدا تعالےٰ ہر چیز کا خالق اور موجد ہے اس لئے وہ ہر چیز کا واقف بھی ہے اس کو کائنات کی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز کی ماہیت و کیفیت کا پورا علم ہے

ہر نیکی اور بدی خدا تعالےٰ کے علم میں ہے اور اس کی جزا و سزا ملتی ہے

اس قدرت، علم، اور حکمت و کمالات کے بیان کی تمہید کے بعد فرمایا وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ جس طرح خدا تعالےٰ کائنات کی ہر چھوٹی اور بڑی چیز سے واقف ہے اسی طرح وہ تمہارے دلوں سے بھی واقف ہے ہر وہ بات جو تمہارے دلوں میں ہے وہ کوئی خدمتِ خلق کا جذبہ ہو، کسی کے ساتھ نیکی اور شفقت کا خیال ہو یا تمہارے دل میں کسی کو نقصان پہنچانے یا فساد برپا کرنے کا منصوبہ ہو۔ ان سب باتوں کا وہ علم رکھتا ہے۔ اس لئے انسان سے جو نیکی ہوتی ہے وہ اس کا اجر دے گا۔ اور جو لوگ اپنے کو پاک نہیں رکھتے اور مخلوق خدا کے خلاف ناپاک منصوبے بناتے رہتے ہیں اور اپنے بھائی بندوں سے ناجائز روپیہ بٹورنے کی تدابیر کرتے رہتے ہیں۔ ان سب کو خدا جانتا ہے اور انکی کرتوتوں کے بد نتائج انہیں ملتے ہیں،

روزوں کا مقصد دلوں میں طہارت اور نیکی پیدا کرنا ہے

وہ لوگ جنہوں نے تیس دن کے روزے رکھے ہیں۔ ان کو یقین ہونا چاہیئے۔ کہ ان کے مقاصد کا علم خدا کو ہے۔ اس علم اور یقین کو سامنے رکھ کر وہ اپنے دلوں کو پاک و صاف کریں۔ روزے کا یہی مقصد ہے۔ تیس دن کی مشق کے بعد خدا تعالےٰ مومن کو اس بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہے کہ ہمارے دلوں کی طہارت مقصود ہے۔ جب دلوں کے اندر ایمان ہو اور خدا تعالےٰ کی ذات کے متعلق پورا پورا یقین ہو کہ وہ ہمارے دلوں کو جانتا اور ہمارے اعمال کو دیکھتا ہے تو اس سے دلوں میں طہارت اور نور پیدا ہوتا ہے اور جب قلب منوّر ہو جائے تو اعضا کے اندر بھی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہی کا یہی مقصد ہے کہ خدا تعالےٰ کو حاضر و ناظر یقین کر کے اس کو خوش کرنے کے لئے اس کی رضا کی راہوں پر چلا جائے۔ اور اس کی مخلوق سے خیر خواہی کی جائے۔

حلال طیّب روٹی کھاؤ اور نیک اعمال بجا لاؤ

خدا تعالےٰ نے روزہ کے حکم کے سلسلہ میں فرمایا تھا کہ تم حلال روٹی کھاؤ چنانچہ فرمایا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل - کسی نہ کسی رنگ میں لوگوں کے مال کھانا چھوڑ دو۔ دوسروں کے مال ناجائز طریقوں سے نہ اڑاؤ۔ اسی رزق حلال کی خدا تعالےٰ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کو بھی تلقین فرمائی ہے فرمایا یا یھا الرسل کلوا من الطیبات - اے ہمارے رسولو پاک اور حلال رزق کھاؤ واعملوا صالحا۔ - - - حلال طیّب کھانے کے نتیجہ میں اعمال صالحہ کی توفیق ملتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ امر المؤمنین ما امر بہ المرسلین۔ خدا تعالےٰ نے میری اُمت کے لوگوں کو بڑا عزت و رتبت کا مقام دیا ہے۔ وہ حکم جو خدا تعالےٰ نے اپنے مرسلین اور انبیاء علیہم السلام کو دیا وہی حکم میری اُمت کو بھی دیا ہے اس سے اُمتِ مسلمہ کو عزت و شرف عطا فرمایا ہے۔

رُوح کی صحت و توانائی رزقِ حلال میں

رزق حلال کے اندر بدیوں، برائیوں اور گناہوں اور جرموں کا علاج ہے حرام کاری اور حرام کی روٹی سے دل کے اندر سیاہی پیدا ہو جاتی ہے جس طرح سے نیکی اور طہارت تزکیہ سے دل کے اندر نور پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح معصیت سے دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ جس طرح تم اپنے جسم کی صفائی اور صحت و توانائی کے لئے دنیا جہان کے پاپڑ بیلتے ہو اور اس کا خیال رکھتے ہو اسی طرح رُوح کی صحت کا بھی خیال رکھو۔ رُوح کی صحت اور توانائی رزق حلال میں ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا لا ایمان

لمن لا امانت له - جو شخص دیانت دار نہیں وہ ایماندار نہیں ہو سکتا۔

چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی بات میں دیانت داری کا سبق۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو طہارت و تزکیہ کا سبق دے کر اسے ایک بلند پایہ قوم بنا دیا۔ بعض وقت چھوٹی چھوٹی چیزوں اور معمولی معمولی باتوں میں بھی انسان بد دیانتی کر لیتا ہے اور دوسرے کا مال ناجائز کھانے پینے کے لئے ہر طرح کی باریکیوں سے کام لیتا۔ آپ نے ایسی سب باتوں سے روکا ہے اور یہاں تک فرمایا ہے کہ تمہارے ناپ تول، تمہارے لینے دینے، تمہارے کھانے پینے اور تمہارے تعلقات اور میل ملاپ میں کسی قسم کی بد دیانتی کا رنگ نہ پایا جائے۔

فروخت والی چیز کا نقص سامنے رکھا جائے۔

ایک دفعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک راستے سے گزر رہے تھے۔ آپؐ نے بازار میں گندم کا ایک ڈھیر دیکھا۔ اس کو ہاتھ لگایا تو ہاتھ نیچے چلا گیا۔ معلوم ہوا کہ نچلے گندم کے دانوں میں نمی ہے۔ حضور صلعم نے پوچھا یہ کیا بات ہے کہ اوپر سے گندم سوکھی ہے اور نیچے سے نمدار ہے۔ عرض کیا گیا حضور! تھوڑی سی بارش ہو گئی تھی جس سے گندم بھیگ گئی تھی۔ حضور صلعم نے فرمایا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ یہ نمدار دانے اوپر رکھ دیتے تاکہ خریدار دیکھ لیتا کہ گندم گیلی ہے۔

میدانِ جہاد میں بد دیانت آدمی کی موت شہادت نہیں۔

ایک دفعہ جہاد کے میدان میں ایک مدعم نامی مسلمان کو تیر لگا۔ چاروں طرف سے شور اٹھا کہ ھنیئاً لہ الشھادۃ شہادت مبارک ہو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شہید نہیں ہے۔ والذی نفسی بیدہ ان الشملۃ التی اخذھا من غنائم خیبر لتشتعل علیہ نارا۔ اللہ تعالے کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اس شخص نے خیبر کے میدان میں غنیمت کے مال میں سے ایک چادر اٹھالی تھی۔ وہ چادر دوزخ کی آگ بن کر اس پر شعلہ زن ہوگی۔ یہ ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

میدان جنگ میں جہاں انسان اپنے سپاہیوں کے حوصلے بڑھاتا ہے اور ان کی کوتاہیوں کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے وہاں بھی ایک ایسے شخص کی جو خود ان کی طرف سے لڑتے ہوئے جان دیتا ہے بد دیانتی کو نظر انداز نہیں کرتے اور لوگوں کو امانت و دیانت کا سبق دیتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلعم نے بڑی بڑی باریک دیانتداری کا سبق دیا ہے۔

امانت اس کے اہل کے سپرد کی جائے

فتح مکہ کے دن عثمان بن طلحہ سے خانہ کعبہ کی چابی طلب کی گئی۔ اس کی ماں نے اسے کہا کہ اگر تم نے چابی مسلمانوں کے حوالے کر دی تو تم پر میرا دودھ حرام ہے۔ وہ اکڑ گیا اور چابی دینے سے انکار کر دیا۔ پھر حضرت علیؓ نے جا کر زبردستی اس سے چابی چھین لی۔ حضرت عباسؓ جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس سقایہ کا معزز و مشرف منصب ہے۔ میں لوگوں کو حج کے دنوں میں میدان عرفات میں پانی پلاتا ہوں۔ صحرا میں لوگوں کو پانی پلانا بہت بڑا شرف کا کام ہے۔ اور یہ بڑے رتبہ کا منصب ہے۔ وہ پیپوں اور اونٹوں پر لاد کر میدان عرفات میں پانی لے جاتے اور حاجیوں کو پلاتے تھے اور اس کو بڑی عزت کا کام سمجھا جاتا تھا۔ یہ عزت حضرت عباسؓ کو حاصل تھی۔ انہوں نے عرض کی کہ اس شخص نے چابی دینے سے انکاری ہو کر حضور صلعم کی شان میں گستاخی کی ہے۔ یہ نالائق انسان ہے اس لئے یہ سدانت یعنی چابی برداری کا منصب بھی مجھے ہی دے دیا جائے۔ سقایہ کا کام تو پہلے ہی میرے پاس ہے۔ سدانت کی عزت بھی مجھے ہی مل جائے۔ یہ سن کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالے کا حکم ہے ان تؤدوا الامانۃ الی اھلھا۔ امانتیں ان کے مالکوں کے سپرد کر دو۔ لہذا یہ چابی میں آپ کو نہیں دے سکتا یہ عثمان بن طلحہ کے پاس ہی رہے گی۔ چنانچہ عثمان بن طلحہ کو یہ چابی واپس کر دی گئی، اور چابی برداری کا منصب اس کے لئے برقرار رکھا گیا۔ آج تک یہ منصب انہی کے خاندان میں چلا آتا ہے۔

فتح کے دن کمانڈر کی معزولی

اسی طرح فتح مکہ کے دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ آج کسی شخص پر ہاتھ نہیں اٹھایا جائے گا۔ کسی سے بدلہ اور انتقام نہیں لیا جائے گا۔ کسی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ کہ آج کعبہ کی عزت قائم کرنے کا دن ہے۔ کعبہ کو کپڑا پہنایا جائے گا اور امن قائم کیا جائے گا۔ اس پر ابو سفیان نے کہا حضور نے تو یہ اعلان فرمایا ہے لیکن عبادہ نے کہا ہے الیوم یوم الملحمۃ آج لڑائی کا دن ہے تمہیں دکھایا جائے گا کہ لڑائی کیسے لڑی جاتی ہے۔ اس پر حضور نبی کریم صلعم نے عبادہ کو طلب کیا اور فرمایا تم نے ہمارے اعلان کے خلاف بات کہی ہے۔ ہم تمہیں اپنے عہدہ سے معزول کرتے ہیں۔ بتلائیے آج یورپ کا کوئی کمانڈر دشمن کے ملک میں جا کر اور فتح حاصل کر کے اپنے افسروں پر ایسی تعزیر عائد کر سکتا ہے خصوصاً اس وقت جب حالت جنگ ہو۔ دشمن کے علاقہ میں فاتح کی حیثیت سے کھڑے ہیں اور اپنے جنگجو کمانڈر کو معزول کر کے امن کا پیغام دیتے ہیں۔

مال غنیمت کے بارہ میں دیانتدارانہ اقدام

اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا ذرا سی بات میں دیانتداری کا سبق دیا ہے۔ حنین کی لڑائی میں چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بھیڑ بکری۔ اور سکہ چاندی ہاتھ آئے۔ اور ان کے ساتھ اور بہت سے اموال اور سامان مال غنیمت کے طور پر مسلمانوں کو ملے۔ حضور نبی کریم صلعم کھڑے ہو گئے اور اونٹ کی تھوڑی سی وبر (گردن کا بال) اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ تمہارا پیغمبر تمہارے اموال سے اتنا بھی نہیں لینا چاہتا میں چاہتا ہوں کہ تمہارے اندر پوری دیانت داری اور طہارت پیدا ہو۔ لہذا جس شخص نے اس مال غنیمت سے کوئی چیز اٹھائی ہو وہ اس جگہ لا کر رکھ دے۔ چنانچہ جس کسی نے ایک سوئی یا دھاگہ جیسی چیز بھی اٹھائی تھی وہ سب لا کر پھینک دی

مقتول بھائی کا انتقام اور اس کی نشانی کے بارہ میں اذن الٰہی

آپ کے ماموں سعد بن ابی وقاص کے بھائی عمیر کو کسی نے میدان جنگ میں شہید کر دیا تھا۔ سعد نے اپنے بھائی کے قاتل پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا اور اس کی تلوار اٹھا کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ خدا نے میرے دل کو ٹھنڈک پہنچائی ہے۔ اور عرض کی کہ حضور یہ تلوار مجھے دے دی جائے میں اس کو اپنے بھائی کے انتقام کی نشانی کے لئے اپنے پاس رکھوں گا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم نہیں ہے میں اپنے اختیار سے تمہیں کچھ نہیں دے سکتا۔ اندازہ لگائیے حضور نبی کریم صلعم کے ایمان کا۔ اس کا دل خون ہو گیا۔ پھر حضور نبی کریم صلعم کو خدا تعالے نے فرمایا کہ آپ کو اختیار ہے۔ آپ جس کو جو چیز چاہتے ہیں دے سکتے ہیں۔ چنانچہ اس اذن الٰہی کے بعد آپؐ ان کے پیچھے تلوار دینے کے لئے گئے۔

فرشتوں کی قوم

ان تعلیمات اور ان واقعات اور اس اسوۂ نبوی صلعم نے ایک عظیم الشان قوم پیدا کی۔ جو فرشتوں کی قوم تھی۔ جہاں کہیں وہ گئے لوگ ان کو دیکھ کر ان کے چال چلن اور نمونہ کو دیکھ کر مسلمان ہو جاتے تھے۔

دیانت داری کی سوکھی روٹی موجب طاقت توانائی ہوتی ہے

یہ پاکستان تمہارا ملک ہے۔ اگر تم اس کو مضبوط کرنا چاہتے ہو تو حرام کھانا چھوڑ دو۔ سوکھی روٹی کھانے سے صحت خراب نہیں ہوتی۔ سوکھی روٹی کھاؤ لیکن حرام کی روٹی نہ کھاؤ۔ دیہات کے رہنے والے سوکھی روٹی کھاتے ہیں۔ لیکن ان کی صحت اچھی ہوتی ہے، وہ تندرست و توانا ہوتے ہیں، تمہیں چاہئے کہ بد دیانتی چھوڑ دو، اور رشوت کا بازار گرم مت ہونے دو۔

رشوت لینے اور دینے کے متعلق فتوے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ ابھی پاکستان اور ہندوستان

(باقی بر ص۱۱)

حضرت مولانا شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری

حضرت مسیح موعودؑ کی ایک ڈائری پر

ایک معترز سائل صاحب کی تنقید کا جواب

کیا حضورؑ نے سرسیّد احمد خانصاحب کی طرف کوئی غلط عقیدہ منسوب کیا؟

(۷)

حضرت مسیح موعودؑ کی طرف ڈائری نویس کے منسوب کردہ الفاظ

ڈائری زیر بحث میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے غلط عقائد کے ذکر کے علاوہ سر سیّد احمد خان صاحب کے بعض عقائد کا بھی ذکر پایا جاتا ہے جنہیں ڈائری نویس نے مندرجہ ذیل الفاظ میں حضورؑ کی طرف منسوب کیا ہے :-

"آج کل نیچریوں کا ایک ایسا فرقہ نکلا ہے جو جنت - دوزخ وحی - ملائک سب باتوں کا منکر ہے یہاں تک کہ سیّد احمد خان کا خیال تھا کہ قرآن مجید بھی رسول کریم صلعم کے خیالات کا نتیجہ ہے اور عیسائیوں سے سن کر یہ قصے لکھ دیئے ہیں۔ غرض ان تمام فرقوں سے اپنے آپ کو تمیز کرنے کے واسطے اس فرقہ کا نام احمدی رکھا گیا۔"

سائل صاحب کے نقل کردہ الفاظ اور اُن پر تنقید۔

ڈائری میں مندرجہ بالا الفاظ میں سے سائل صاحب صرف مندرجہ ذیل الفاظ کو نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ جن عقائد کو ڈائری میں محل اعتراض ٹھہرایا گیا ہے انہیں ترک کر دیتے ہیں۔ بہر حال اپنے نقل کردہ الفاظ پر لکھتے ہیں :-

"اس جگہ مرزا صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ سیّد احمد خاں کا خیال تھا کہ قرآن مجید بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیالات کا نتیجہ ہے۔"

حضورؑ کے ان الفاظ پر آپ مندرجہ ذیل تنقید کرتے ہیں :-

"سیّد صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ سے جو کچھ سمجھا ہے اسے اپنی تفسیر میں بیان فرما کر فرمایا ہے کہ نعوذ باللہ و لیس اعتقادی ھذا نیز فرمایا کہ ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے…… ……"اسلام (میرے خیال میں عام کی بجائے اسلام غلطی سے لکھا گیا ہے۔ ناقل) مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وحی جو حضرت پر وقتاً فوقتاً نازل ہوتی تھی دو قسم کی تھی اول وہ تھی جس کے بجنسہ الفاظ پیغمبر خدا صلعم پڑھ سناتے تھے دوسری وہ جس کا مطلب پیغمبر خدا پر القا ہوتا تھا اور پیغمبر خدا اپنے الفاظ میں اس کو بیان فرماتے تھے اوّل قسم کی وحی کو ہم اصطلاحاً وحی متلو یا قرآن یا کلام اللہ کہتے ہیں اور دوسری قسم کی وحی کو غیر متلو یا حدیث جبکہ قرآن مجید کی کوئی آیت پیغمبر خدا پر نازل ہوتی تھی تو آنحضرت کسی کاتب کو بلواتے تھے اور بجنسہٖ ہی الفاظ جو بذریعہ وحی کے القا ہوتے تھے لکھواتے تھے تاکہ لوگ اس کو بخوبی یاد کر لیں اور وہ محفوظ رہیں"

جو پر نازل ہوتے تھے اور بجنسہٖ وہی الفاظ پیغمبر خدا

سر سیّد صاحب کا عقیدہ بیان کرنے کے بعد سائل صاحب لکھتے ہیں :-

"مرزا صاحب کا یہ حوالہ اگر صحیح مان لیا جائے نہ ہوا تو موصوف کا سیّد صاحب پر یہ اتہام ٹھہرے گا"

بطور اُصول دو باتوں کا ذکر - اوّل پہلی بات

پیشتر اس کے کہ میں یہ بتلاؤں کہ حضرت مسیح موعود نے سر سیّد صاحب کے خیالات کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے وہ بالکل درست فرمایا ہے۔ سر سیّد صاحب کی تحریریں اسی پر دال ہیں اس لئے اتہام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بطور اصول کے دو باتوں کا ذکر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں اوّل یہ کہ ڈائری نویس نے حضورؑ کی جو گفتگو درج کی ہے وہ ایک شخص کے اس سوال پر ہوئی ہے کہ حضورؑ نے اپنی جماعت کے نام سلسلہ کے ساتھ احمدی کا لفظ کیوں زائد کیا ہے اس کا جواب حضورؑ نے یہ دیا کہ مسلمانوں کے ان دوسرے فرقوں سے تمیز کرنے کے لئے ایسا کیا گیا ہے جن کے عقائد کی طرف مختصر طور پر صرف اشارہ فرمایا کافی تھا تفصیلی بحث تو ان عقائد پر نہ کی جا سکتی تھی اور نہ ہی اس کا موقعہ تھا۔ اور نہ ہی ان کی تردید میں دلائل دینے کا کوئی محل تھا اسی بنا پر سر سیّد احمد خانصاحب کے عقائد کا ذکر بھی بغیر تفصیل اور بغیر تردیدی دلائل کے ہی کیا جانا تھا۔ سو حضرت ان کے عقیدہ کے ذکر پر ہی اکتفا کیا۔ ان کے عقائد کی تفصیل حضورؑ نے اپنی کتاب برکات الدعا میں درج فرمائی ہے اور اسی کتاب میں ان کے غلط ہونے پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اور دلائل قویہ سے ثابت کیا ہے کہ یہ عقائد اسلام کے ہی نہیں بلکہ نقل کے بھی خلاف ہیں۔

جو حقیقی اسلام کے خلاف ہیں اس لئے دوسرے فرقوں کے عقائد

دوسری بات

اس سلسلہ میں دوسری بات جس کا ذہن میں رکھنا ضروری ہے یہ ہے کہ کسی شخص کے اصل عقیدہ پر اطلاع پانے کے لئے ضروری نہیں کہ اس کے متعلق محض اس کے الفاظ پر انحصار رکھا جائے بلکہ اس عقیدہ کے متعلق جو تفصیل وہ بتلاتا ہے اس کا اصل عقیدہ وہی سمجھا جائے گا جو اس کی بتلائی ہوئی تفصیل سے مستنبط ہو گا۔

چنانچہ یہ درست ہے کہ سر سیّد احمد خانصاحب مجملاً تو مسلمانوں کے عام عقیدہ سے ساتھ اتفاق ظاہر کرتے ہیں کہ قرآن کریم کی وحی وہ الفاظ ہی ہیں جو خدا کی طرف سے آنحضور صلعم پر نازل ہوتے تھے لیکن اس وحی کی جو تفصیل انہوں نے بتلائی ہے اس سے بجز اس کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ نعوذ باللہ وہ حضرت نبی کریم صلعم کے اپنے ہی خیالات ہیں جن کو آنحضرت صلعم نے نعوذ باللہ اپنے ہی الفاظ کا جامہ پہنا دیا ہے اور یہی بات یورپ کے عیسائی مستشرقین کہتے ہیں جن سے متاثر ہو کر اور جن کی تقلید میں سر سیّد صاحب نے مندرجہ ذیل تفصیل وحی کے متعلق پیش کی ہے جسے ذیل میں درج کیا جاتا ہے :-

سر سیّد صاحب کی تفصیل

"خدا اور پیغمبر میں بجز اس ملکہ نبوت کے جس کو ناموس اکبر اور زبان شرع میں جبرائیل کہتے ہیں۔ اور کوئی ایلچی پیغام پہنچانے والا نہیں ہوتا۔ اس کا دل ہی وہ آئینہ ہوتا ہے جس میں تجلیات ربانی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے، اس کا دل ہی وہ ایلچی ہوتا ہے جو خدا پاس پیغام لے جاتا ہے اور خدا کا پیغام لے کر آتا ہے۔ وہ خود ہی وہ مجسم چیز ہوتا ہے جس میں سے خدا کے کلام کی آوازیں نکلتی ہیں۔ وہ خود ہی وہ کان ہوتا ہے جو خدا کے بے حرف و بے صوت کلام کو سنتا ہے۔ خود اسی کے دل سے فوارہ کی مانند وحی اٹھتی ہے اور خود اسی پر نازل ہوتی ہے۔ اس کا عکس اسی کے دل پر پڑتا ہے جس کو وہ خود ہی الہام کہتا ہے اس کو کوئی نہیں بلواتا بلکہ وہ خود بولتا ہے اور خود ہی کہتا ہے وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی" جو حالات و واردات ایسے دل پر گذرتے ہیں، وہ بھی بمقتضائے فطرت انسانی اور سب کے سب قانون فطرت کے پابند ہوتے ہیں، وہ خود اپنا کلام نفسی ان ظاہری کانوں سے اسی طرح سنتا ہے جیسے کوئی دوسرا شخص اس سے کہہ رہا ہے وہ خود اپنے آپ کو ان ظاہری آنکھوں سے اس طرح پر دیکھتا ہے جیسے دوسرا شخص اس کے سامنے کھڑا ہوا ہے۔

ان واقعات کے بتلانے کو اگرچہ یہ قول یاد آتا ہے کہ قدر ایں بادہ نہ دانی بخدا تا نچشی" مگر ہم بطور تمثیل کے گو وہ کیسی ہی کم درجہ ہو اس کا ثبوت دیتے ہیں' ہزاروں شخص ہیں جنہوں نے مجنونوں کی حالت دیکھی ہوگی وہ بغیر بولنے والے کے اپنے کانوں سے آوازیں سنتے ہیں۔ تنہا ہوتے ہیں۔ مگر اپنی آنکھوں سے اپنے پاس کسی کو کھڑا ہوا دیکھتے ہیں، وہ سب انہی کے خیالات ہیں جو سب طرف سے بے خبر ہو کر ایک طرف مصروف اور اسی میں مستغرق ہیں، اور باتیں سنتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں پس ایسے دل کو جو فطرت کی رُو سے تمام چیزوں سے بے تعلق اور روحانی تربیت پر مصروف اور اسی میں مستغرق ہو، ایسی ارادت کا پیش آنا کچھ بھی خلافِ فطرت انسانی نہیں ہے، ہاں ان دونوں میں اتنا فرق ہے کہ پہلا مجنون ہے اور پچھلا پیغمبر گو کہ کافر پچھلے کو بھی مجنون بتاتے تھے۔ پس وہی وہ چیز ہے جس کو قلب نبوت پر بسبب اسی فطرت نبوت کے مبدء فیاض نے نقش کیا ہے۔ وہی ارتعاش قلبی کبھی مثل ایک بولنے والی آواز کے انہیں ظاہری کانوں سے سنائی دیتا ہے۔ اور کبھی وہی نقش قلبی دوسرے بولنے والے کی صورت میں دکھائی دیتا ہے۔ مگر بجز اپنے آپ کے نہ وہاں کوئی آواز ہے نہ بولنے والا۔"

(تفسیر سورۃ البقرہ از سرسید احمد خاں صاحب صفحہ ۲۵-۲۴)

سرسید صاحب کی مندرجہ بالا تحریر کو پڑھ کر کیا کوئی عقلمند اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ عام مسلمان قرآن کریم کی وحی کے متعلق جو عقیدہ رکھتے ہیں وہی عقیدہ سرسید صاحب کا بھی ہے۔ سب سے پہلے تو سرسید صاحب نے جبرائیل کے خارجی وجود کا ہی انکار کر دیا ہے جو عام مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ اور حضرت نبی کریم صلعم کے درمیان وحی لانے کا واسطہ ہے اور جس کا ذکر قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں قل من کان عدواً لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ یعنے کہہ دے کہ کون دشمن ہو سکتا ہے جبریل کا یہ یقینی بات ہے کہ اسی نے اس کو یعنی قرآن کریم کو اتارا ہے تیرے دل پر اللہ کے اذن سے۔

آیت میں تین ہستیوں کا ذکر

قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت میں تین ہستیوں کا ذکر صراحت سے موجود ہے پہلی ہستی جبرائیل کی ہے جس کا کام قرآن کریم کا اتارنا بتلایا گیا ہے۔ دوسری ہستی حضرت نبی کریم صلعم کے دل کی ہے جس کا کام یہ بتلایا گیا ہے کہ جبریل جس چیز کو اس پر پیش کرے اسے وہ قبول کرے۔ تیسری ہستی اللہ تعالیٰ کی بتلائی گئی ہے جس کے الفاظ جبریل کے واسطہ سے حضرت نبی کریم صلعم کے دل تک پہنچتے ہیں۔ لیکن سید صاحب اپنی تحریر میں صرف ایک ہی ہستی یعنی حضرت نبی کریم صلعم کے قلب کو ہی تسلیم کرتے ہیں جس کے متعلق وہ کہتے ہیں وہی پیغام لے جاتا اور وہی پیغام لاتا ہے باقی دو ہستیوں میں سے جبریل کا تو صاف لفظوں میں انکار کرتے ہیں اور دوسری ہستی یعنی اللہ تعالیٰ کی ہستی کا گو دبی زبان سے تو اقرار کرتے ہیں جیسا کہ آپ لکھتے ہیں:۔

"وہ خود ہی وہ کان ہوتا ہے جو خدا کے بے حرف و بے صوت کلام کو سنتا ہے"

چنانچہ صفحہ ۳۲ پر عہد اللہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"پس عہد یا بالقول اور یا بالحال دونوں طرح پر ہوتا ہے خدا کا عہد جو مخلوق سے ہے یا مخلوق کا عہد جو خدا سے ہے وہ قولی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی ذات لفظوں کے بولنے اور آواز کے نکلنے سے جو انسان سے متعلق ہے بری ہے"

زیر خط الفاظ سے کیا نتیجہ نکلتا ہے

سرسید صاحب کے ان الفاظ سے جن کے نیچے میں نے خط کھینچ دیا ہے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو صفت تکلم سے عاری یقین کرتے ہیں ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات بنی اسرائیل کے اس بچھڑے کی طرح ہے جس کے متعلق قرآن شریف میں یہ الفاظ آتے ہیں واتخذ قوم موسیٰ من بعدہ من حلیھم عجلا جسدا لہ خوار الم یروا انہ لا یکلمھم ولا یھدیھم سبیلا اتخذوہ وکانوا ظالمین۔ (الاعراف ع ۱۸)

یعنے حضرت موسیٰ کی قوم نے ان کے کوہ طور پر چلے جانے کے بعد اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنایا جو محض ایک جسد ہی تھا جس سے بیل کی سی آواز نکلتی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ یہ اُن سے کلام نہیں کرتا اور کلام کے ذریعہ ہی سیدھے راہ کی طرف رہنمائی ہو سکتی ہے اس لئے وہ سیدھے رستہ کی طرف ان کی رہنمائی بھی نہیں کر رہا۔ ان دونوں باتوں یعنی کلام کرنے اور سیدھی راہ دکھلانے کی صفت کی عدم موجودگی کی صورت میں ان کا اسے معبود بنانا کیا ان کا اپنی جانوں پر ظلم کرنے کے مترادف نہیں پس سرسید صاحب بھی ہمیں ایسے خدا پر ایمان لانے کی طرف دعوت دے رہے ہیں جو اپنے نبیوں سے لفظوں میں کلام کر ہی نہیں سکتا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ بغیر لفظی کلام کے وہ صراط مستقیم اور ہدایت کی راہوں پر حضرت نبی کریم صلعم کو کس طرح آگاہ کر سکتا تھا جو طریق سید صاحب بتلاتے ہیں اس میں اور انسان کے اپنے ہی نفس کے خیالات کے مجموعہ ہونے میں کیا مابہ الامتیاز ہو سکتا ہے۔

قرآن کریم کی دوسری آیت

سورۃ طٰہٰ رکوع ۴ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسی بچھڑے کے متعلق یہ الفاظ فرمائے ہیں افلا یرون الا یرجع الیھم قولا ولا یملک لھم ضرا ولا نفعا۔ یعنی کیا یہ لوگ اتنا بھی نہیں دیکھ سکتے کہ یہ بچھڑا ان کی بات کا جواب ہی نہیں دیتا یعنی نہ یہ ایسا خدا ہے کہ اس تک ان کا پیغام پہنچ سکے اور نہ ہی ایسا خدا ہے کہ اس کی طرف سے اس پیغام کا جواب ان تک پہنچے جو خدا لفظوں میں بات ہی نہیں کر سکتا وہ اپنے پرستار کو ضرر رساں یا نفع رساں بات سے کس طرح آگاہ کر سکتا ہے۔

سرسید صاحب کے نزدیک نبی کا دل ہی سب کچھ ہے

سرسید صاحب محض نبی کے دل کو ہی سب کچھ بتلاتے ہیں وہ لکھتے ہیں دل سے ہی فوارہ کی طرح وحی اٹھتی ہے اور خود ہی اس پر نازل ہوتی ہے اب ہر انصاف پسند بتلائے کہ جب انسانی دل ہی منبع ہے وحی کا تو کون عقلمند اس کو مان سکتا ہے کہ وہ لازماً خدا کے ہی الفاظ ہیں کیوں نہ کہا جائے کہ وہ بندہ کے اپنے ہی خیالات ہیں جو لفظوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ خصوصاً جبکہ سرسید صاحب ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں "وہ خود اپنا کلام نفسی ان ظاہری کانوں سے اسی طرح سنتا ہے جیسے کوئی دوسرا شخص اس سے کہہ رہا ہے وہ خود اپنے آپ کو ان ظاہری آنکھوں سے اس طرح پر دیکھتا ہے جیسے دوسرا شخص اس کے سامنے کھڑا ہے" اس عبارت سے ظاہر ہے کہ سرسید صاحب کے نزدیک کلام خود نبی کا اپنا ہی ہوتا ہے لیکن وہ خیال کرتا ہے کہ کوئی دوسرا شخص اس سے ہم کلام ہو رہا ہے وجود اس کا اپنا ہی ہوتا ہے۔ لیکن وہ یہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا شخص اس کے پاس کھڑا ہے حالانکہ فی الحقیقت کوئی دوسرا شخص اس کے پاس کھڑا نہیں ہوتا پھر سرسید صاحب نے مجنون کی مثال سے اس کو واضح کرنا چاہا ہے لیکن اس مثال سے تو حقیقت کو انہوں نے اور بھی الجھاؤ میں ڈال دیا ہے۔

سرسید صاحب کا کھٹکا

اصل میں ان کو یہ بات کھٹک رہی ہے کہ جبریل حضرت نبی کریم صلعم کے پاس آتے تھے اور بالمشافہ ان سے گفتگو کرتے تھے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اس لئے انہوں نے مجنون کی مثال دے کر ہم لوگوں کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ مجنون کی طرح نعوذ باللہ انبیاء بھی اپنے ہی کلام کو دوسرے کا کلام سمجھ لیتے ہیں اور اپنے ہی وجود کو دوسرے کا وجود سمجھ لیتے ہیں۔ چنانچہ آخر میں صراحت سے لکھتے ہیں:۔

"مگر بجز اپنے آپ کے نہ وہاں کوئی آواز ہے نہ بولنے والا"

العیاذ باللہ کیا ایسے شخص کے متعلق یہ کہنا کہ قرآن کریم کو وہ اپنے ہی خیالات کا مجموعہ سمجھتا ہے غلط ہو سکتا ہے۔ اس پر مزید روشنی انشاء اللہ آئندہ قسط میں ڈالی جائے گی۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

التماس

جن قارئین کرام نے "پیغام صلح" اور "روح اسلام" کا ۱۹۶۱ء کا چندہ اس وقت تک ارسال نہیں فرمایا یا جن احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے ان سے گزارش ہے کہ اس ماہ میں حساب بے باق فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

غلام احمد بشیر صاحب مبلغ ہالینڈ

ہالینڈ میں پہلے اسلامی سیمینار کا انعقاد

الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہالینڈ میں ہمارا تجویز کردہ پہلا اسلامی سیمینار ۲۵-۲۶ر اکتوبر کو منعقد ہوا اور کامیابی سے انجام پذیر ہوا۔ اخبارات میں اس سیمینار کے انعقاد کی خبر شائع ہونے کی وجہ سے سارے ملک میں اس کا اعلان ہو گیا۔ ہم نے مختلف انجمنوں اور احباب کو دعوت نامے بھیج کر اس سیمینار میں شریک ہونے کی درخواست کی۔ چنانچہ بہت سے مسلم اور غیر مسلم احباب نے اس کے اجلاسوں میں شرکت کی۔ کیتھولک چرچ کو جنہوں نے اپنی درسی کتاب میں اسلام کے متعلق عجیب و غریب باتیں لکھی تھیں۔ بذریعہ خط اپنا نمائندہ بھجوانے کی طرف توجہ دلائی گئی تاکہ وہ خود سیمینار کی کارروائی سن کر اسلام کے متعلق غلط باتوں کا ازالہ کر سکیں۔ چنانچہ ادارہ مذکورہ کی طرف سے دو نمائندگان اجلاسوں میں شرکت کے لئے تشریف لائے۔

پہلا اجلاس جمعہ کے روز اڑھائی بجے سے پانچ بجے تک ہوا۔ سب سے پہلے سیمینار کے سیکرٹری مکرم محمد علی محمود (سعودی عرب) نے سیمینار کی غرض و غایت بیان فرمائی۔ آپ نے اپنے مختصر الفاظ میں کیتھولک کی درسی کتاب میں مذکورہ باتوں کا ذکر کیا اور بتلایا کہ ہم اپنے اجلاسوں میں انکے دعاوی کا تجزیہ کرکے دکھلائیں گے کہ انہوں نے جو کچھ اسلام کے متعلق لکھا ہے وہ صحیح نہیں۔ ان کے بعد مکرم محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے افتتاحی تقریر فرمائی۔ آپ نے اپنی تقریر میں کیتھولک چرچ کے اعتراضات کو دوہرایا اور پھر ان کا تجزیہ فرماتے ہوئے قرآن مجید اور حدیث سے ان کا بودا ہونا ثابت فرمایا۔ سب سے بڑا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ اسلام انسان کو خدا تعالیٰ سے محبت کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ وہ کہتا ہے کہ انسان خدا سے محبت ہی نہیں کر سکتا کیونکہ خدا انسان سے بہت دور ہے اس لئے اس حد تک پہنچنا انسان کی طاقت سے باہر ہے ہر ایک بات کا مفصل جواب دیا۔

آپ نے فرمایا کہ اسلام کی تعلیم کا مقصد ہی یہ ہے کہ انسان کو خدا تعالیٰ سے [illegible] ملائے گا۔ اسلام کی ساری تعلیم ہی اس طرف توجہ دلا رہی ہے۔ اسلام ہر اس بات سے روکتا ہے جو انسان کو خدا تعالیٰ سے دور لے جانے کا موجب ہو۔ اس لئے ہم قرآن مجید میں پڑھتے ہیں:۔

ان اللہ لا یحب المفسدین۔
ان اللہ لا یحب المعتدین۔
ان اللہ لا یحب المستکبرین
ان اللہ لا یحب کل خوان اثیم
ان اللہ لا یحب الفرحین

قرآن مجید انسان کو ایسی باتیں بتلاتا ہے جو خدا تعالیٰ کی محبت کو کھینچنے کا موجب ہوں:۔

ان اللہ یحب المحسنین۔
فان اللہ یحب المتقین۔
واللہ یحب الصابرین
ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطہرین
ان اللہ یحب الصابرین

پھر قرآن مجید فرماتا ہے کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کی خاطر ہر بُرے امر سے اجتناب کرتے اور ہر اچھی بات پر عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ساتھ محبت کا تعلق قائم فرماتا ہے۔

سیجعل الرحمٰن ودا (۱۹:۹۷)۔
ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔
ان اللہ ولی المتقین
الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولا ہم یحزنون ۱۰/۶۳۔

یہ چند آیات صرف نمونہ کے طور پر عرض کی ہیں۔ ورنہ قرآن مجید اس قسم کی آیات سے بھرا پڑا ہے جن میں خدا اور انسان کی محبت کا ذکر واضح الفاظ میں کیا گیا ہے۔ ان آیات کے ہوتے ہوئے یہ دعویٰ کرنا کہ قرآن مجید میں خدا کی محبت کی تعلیم نہیں کیسے درست ہو سکتا ہے۔ آپ کی تقریر قریباً ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔ باوجود انگریزی میں تقریر ہونے کے لوگ نہایت توجہ سے سنتے رہے۔ جس سے آپ کی تقریر کا اثر نہایت ہی عیاں ہوتا تھا۔ ہم محترم چوہدری صاحب کے نہایت ہی ممنون ہیں جنہوں نے باوجود ذاتی مصروفیات کے ہماری درخواست کے مطابق سیمینار میں حصہ لیا اور اس طرح غیر مسلموں پر واضح کر دیا کہ کیتھولک چرچ والوں نے جو کچھ اسلام کے متعلق [illegible] میں لکھا ہے وہ صحیح نہیں۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

دوسری تقریر جناب محترم ڈاکٹر فرانی ٹاخ (Dr. H.F. Frutey) نے اسلام اور خدا کی محبت کے متعلق فرمائی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب ابھی تک اسلام میں داخل نہیں ہیں۔ مگر انہوں نے قرآن مجید کا باقاعدہ مطالعہ فرمایا ہے۔ اور ابھی تک اس کے مطالعہ میں مشغول ہیں۔ آپ اکثر اسلام کے متعلق تقاریر فرماتے رہتے ہیں اور عام طور پر روحانی مضامین پر ہی آپ کی تقریر ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کیتھولک والوں نے جو یہ لکھا ہے کہ اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ انسان خدا تک نہیں پہنچ سکتا اس لئے وہ خدا کی محبت کی تعلیم نہیں دیتا۔ حقیقت کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کو خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے تین مراحل طے کرنے ہیں

۱۔ حیوانیت سے نکل کر انسانیت کے درجہ پر آنا۔
۲۔ پھر وہاں سے آگے چل کر با اخلاق انسان بننا۔
۳۔ اور پھر وہاں سے چل کر باخدا انسان ہو جانا۔

اس آخری مرحلہ کی کئی منازل ہیں۔ انسان متقی ہوتا ہے، صالح ہوتا ہے۔ اور پھر ولی بنتا ہے۔ یہ تمام باتیں خدا تعالیٰ کی محبت کے بغیر کسی طرح بھی نہیں ہو سکتیں۔

اس آخری مقام پر پہنچنے کے لئے انسان کو خدا تعالیٰ کی محبت کے مقابلہ میں کسی اور شئے کی محبت نہیں ہونا چاہیئے۔ جب دونوں محبتوں کا ٹکراؤ ہو تو خدا تعالیٰ کی محبت انسان کے سامنے رہے۔ آپ نے نصف گھنٹہ تک اس مضمون کے مختلف پہلوؤں پر بحث فرمائی۔ آپ کی تقریر کے بعد نصف گھنٹہ تک سوالات و جوابات کا سلسلہ جاری رہا۔ احباب نے اس پہلے اجلاس کی اس کارروائی کو نہایت ہی پسند فرمایا۔

دوسرا اجلاس

دوسرا اجلاس ہفتہ کی صبح کو دس بجے سے ساڑھے بارہ بجے تک ہوا۔ سب سے پہلے خاکسار کی تقریر تھی اور اس کا موضوع تھا کیتھولک چرچ کی درسی کتاب اور اسلام۔ سب سے پہلے اس کتاب کی قابل اعتراض باتوں کو احباب کے سامنے رکھا گیا اور پھر ان کا ایک ایک کرکے تجزیہ کرتے ہوئے بتلایا گیا کہ مصنفین کتاب نے اسلام کے متعلق لکھتے ہوئے قرآن مجید اور حدیث کا خود مطالعہ نہیں کیا جس کی وجہ سے انہوں نے کئی غلط باتیں اسلام کی طرف منسوب کر دی ہیں۔ مثلاً یہ کہ اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ انسان درحقیقت کوئی کام بھی خود نہیں کر سکتا اور یہ کہ جو کچھ دنیا میں ظہور پذیر ہو رہا ہے ان کی علت براہ راست خدا تعالیٰ کا وجود ہے اس لئے انسان اپنے پر وارد ہونے والے حالات کا مقابلہ نہیں کر سکتا غلط ہے۔ اسلام ایک عملی مذہب ہے۔ وہ ایمان کو بھی انسان کے عمل میں داخل کرتا ہے انسان کو عقل و فکر کا استعمال کرکے مذہبی عقائد اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اگر ایمان کی علت براہ راست خدا تعالیٰ ہو تو پھر انسان کو عقل و فہم کے استعمال کی طرف دعوت دینا کیا معنی رکھتا ہے۔ اس امر میں اسلام عیسائیت کے خلاف ہے کیونکہ عیسائیت یہ کہتی ہے کہ ایمان کے معاملہ میں عقل و فہم کا استعمال نہیں کرنا چاہیئے بلکہ مذہب کو بلا سوچے سمجھے اختیار کر لینا چاہیئے کیونکہ ایمان محض موہبت ہے۔ خدا جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

پھر اسلام صرف ایمان کی طرف ہی دعوت نہیں دیتا بلکہ وہ اعمال کی طرف بھی دعوت دیتا ہے اور قرآن مجید فرماتا ہے کہ ایمان عمل صالح کے بغیر کچا رہتا ہے۔ زندہ ایمان تبھی ہو سکتا ہے کہ جب اعمال صالحہ کا اظہار ہو۔ لہٰذا وہ مذہب جو انسان کو ایک عملی انسان بناتا ہے یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ سب کچھ براہ راست اللہ تعالیٰ کا ہی معلول ہے۔ پھر طرہ یہ کہ یورپ والے ہمیشہ یہ کہتے ہیں کہ اسلام مذہب کی خاطر جہاد کی تعلیم دیتا ہے۔ خواہ جہاد کا کوئی مطلب ہی ہو۔ اگر انسان خود کوئی عمل نہیں کرتا تو پھر اسے جہاد کی کیسے دعوت دی جا سکتی ہے۔

اسلامی اقوام نے خود اپنے عمل سے ثابت کر دکھلایا تھا کہ اسلام ایک عملی مذہب ہے اور آج بھی وہ ایسا دکھانے کی کوشش میں ہیں۔ اس وقت اسلامی ممالک میں جو ترقی ہو رہی ہے وہ کیتھولک والوں کے دعوے کا بطلان ہے۔ اس وقت پاکستان میں جو ترقی ہو رہی ہے وہ یورپ سے باہر

کسی اور عیسائی ملک میں نظر نہیں آسکتی دنیا میں کئی اور بھی عیسائی ممالک موجود ہیں۔ اگر ہم ان کا پاکستان کی ترقی سے مقابلہ کریں تو صاف ظاہر ہوگا کہ اس سب سے بڑے اسلامی ملک میں جو دس سال کے عرصہ میں ترقی ہوئی ہے وہ دوسرے ممالک میں بیس سال کے عرصہ میں بھی نہیں ہوسکی۔ کیا یہ عمل کا نتیجہ نہیں۔ پھر یہ کہنا کہ اسلام عمل کی تعلیم نہیں دیتا کیسے درست ہوسکتا ہے۔ عیسائی یورپ میں جو ترقی نظر آتی ہے وہ یونہی نہیں ہوئی اور نہ ہی وہ عیسائی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ جب بھی کسی نے کوئی ایجاد کی تو عیسائی چرچ اس کے خلاف تھے۔ یہی حال علوم طبعی کا ہے۔ مگر اسلام انسان کو خدا کی کائنات پر غور و فکر کی دعوت دے کر علوم طبعی کی طرف انسان کی توجہ مبذول کرتا ہے۔

خدا تعالیٰ اور انسان کے درمیان محبت کے تعلق کے متعلق جو کہا گیا ہے کہ اسلام میں خدا کی محبت سے مراد محض اس کی فرمانبرداری ہے۔ اور بائبل میں خدا کی محبت سے مراد خدا سے ذاتی تعلق ہے صحیح نہیں کیونکہ بائبل میں جا بجا یہ کہا گیا ہے کہ محبت کا ثبوت یہ ہے کہ انسان احکام الٰہی پر عمل کرے۔ مسیح سے محبت یہ ہے کہ شاگرد آپ کی باتوں پر عمل کریں (یوحنا $\frac{14}{15}$)

حضرت مسیح نے خدا سے محبت کی اور خدا نے آپ سے کیونکہ حضرت مسیح کلی طور پر خدا تعالیٰ کے مطیع اور اس کے احکام پر عمل کرنے والے تھے۔ لہٰذا اس قسم کا فرق ظاہر کرکے عیسائیت کی تعلیم کی اسلام کی تعلیم پر فوقیت ثابت کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ مکرم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے اپنی تقریر میں خدا سے ذاتی محبت اور پھر محترم ڈاکٹر قرائی تاج صاحب نے خدا سے ذاتی محبت کے متعلق قرآن مجید سے کافی ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ تقریر کے بعد تبادلہ خیالات کیا گیا اور تقریر پر پیدا ہونے والے سوالات کا جواب دیا گیا۔

اس کے بعد مکرم و محترم ڈاکٹر محمود خان صاحب نے اسلامی احکام (اوامر و نواہی) کی روح کے متعلق تقریر فرمائی۔ آپ نے کیتھولک چرچ کے اس دعوے کا جواب دیا کہ اسلام میں صرف اوامر و نواہی پر عمل کی ہی تعلیم ہے۔ خدا تعالیٰ سے گہرے تعلق کا کوئی اظہار نہیں کیا آپ نے بتلایا کہ اسلام کے تمام احکام ایک گہرا مطلب اپنے اندر رکھتے ہیں۔ وہ انسان کی رہنمائی کے لئے دیئے گئے ہیں تاکہ انسان اپنے مقصود کے حصول میں کامیاب و کامران ہو اور راستہ سے مادی اشیاء کے ذریعہ نہ بھٹک جائے۔ پھر آپ نے نماز و روزہ کے متعلق بھی بیان فرمایا کہ وہ انسان کی رہنمائی میں بہت ممد ہیں۔ ان کے ذریعہ سوسائٹی کی اصلاح بھی ہوتی ہے۔ پھر یہ بھی کہ اوامر و نواہی اور خدائی احکام پر عمل ہی مقصود نہیں بلکہ عمل کے پیچھے جو طاقت کام کر رہی ہوتی ہے وہ مقصود ہے۔ یعنی انسان کی نیت۔ اگر نیت ٹھیک نہ ہو تو ایک اچھا عمل بھی گناہ بن سکتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید فرماتا ہے لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقویٰ منکم۔ اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا انما الاعمال بالنیات۔ اعمال کا انحصار انسان کی حسن نیت پر ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ اسلام محض ظاہر احکام پر عمل کرنے کو ہی کافی قرار دیتا ہے صحیح نہیں۔ آپ کی تقریر کے بعد دیر تک تبادلہ خیالات کا سلسلہ جاری رہا۔ جس کے بعد اس دن کا پہلا اجلاس ختم ہوا۔

تیسرا اجلاس

تیسرا اجلاس ڈیڑھ بجے کے بعد دوپہر منعقد ہوا۔ سب سے پہلے مکرم ڈاکٹر محمد علی محمود نے اسلام کا خدا تعالیٰ کے متعلق عقیدہ کے موضوع پر انگریزی میں تقریر فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام خدا تعالیٰ کی توحید اور انسانی وحدت پر زور دیتا ہے۔ مگر توحید کا مطلب یہ نہیں جیسا کہ کیتھولک نے لکھا ہے کہ اسلام کا خدا اکیلا خدا ہے ہمارا خدا یقیناً واحد خدا ہے۔ خدا کے متعلق lonely خدا کہنا صحیح نہیں اس قسم کی بات خدا تعالیٰ کے متعلق نہیں کہہ سکتے۔ وہ واحد لاشریک ہے مگر سارا عالم اس کے احاطہ قدرت میں ہے اس کی صفات جیسا کہ قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں اور جیسا کہ مسلمان ان کا ورد کرتے ہیں وہ اس کی ذات سے الگ نہیں اور انسان کے ورد سے یہ مقصود ہے کہ انسان تخلقوا باخلاق اللہ کے ماتحت خدائی صفات کے مطابق اپنی زندگی ڈھالے۔

اس کے بعد محترم ڈاکٹر اسلم صاحب نے جو ۱۹۵۰ء سے اسلام میں داخل ہیں اور اس وقت تک مختلف کتب تحریر کرچکے ہیں اور اسلام اور پاکستان کے متعلق سینکڑوں تقاریر فرماچکے ہیں۔ "قسمت اور اسلام" کے متعلق تقریر فرمائی۔

آپ نے بتلایا کہ کیتھولک مصنفین کا کہنا ہے کہ چونکہ اسلام قسمت پر بھروسہ کی تعلیم دیتا ہے اس لئے اسلامی ممالک ترقی کی بجائے تنزل کی طرف جا رہے ہیں صحیح نہیں۔ اسلام کی طرف یہ بات منسوب کرنا قطعاً صحیح نہیں اور قرآن مجید میں اس قسم کی کوئی تعلیم بھی پائی نہیں جاتی۔ اسلامی تعلیم بھی اس بات کی شاہد ہے کہ مسلمان لوگ عملی لوگ تھے جنہوں نے دنیا کا نقشہ ہی بدل دیا۔ انہوں نے علم طب کو بہت فروغ دیا۔ اسی طرح کئی قسم کے علوم کے وہ بانی ہوئے ہیں۔ ان کی رکھی ہوئی بنیادوں پر ہی اہل یورپ نے اپنے علم کی بنیاد رکھی اور اسے فروغ دیا۔ اس طرح مسلمانوں نے اپنے علوم اور فنون میں جو ید طولیٰ رکھا اور دکھلایا اس کی اصل قرآن مجید میں ہی ملتی ہے۔ اور آج اگر وہ اتنے ترقی یافتہ نہیں ہوئے تو اس کی وجہ مغربی اقوام کا اسلامی ممالک پر غلبہ ہے جنہوں نے اپنی ترقی کی خاطر دوسری اقوام کو تباہی تک پہنچا دیا۔ اب ان ممالک کو کچھ موقعہ مل رہا ہے اور حالات گواہی دے رہے ہیں کہ وہ اقوام ایک دفعہ پھر اٹھیں گی اور پھر پہلے کی طرح شاہراہ ترقی پر گامزن ہوں گی۔

آپ کے بعد مکرم و محترم عبداللہ خان اوتک نے "خدا کے فضل" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ آپ ۱۹۵۲ء سے اسلام میں داخل ہیں اور بہت بڑے مقرر اور مصنف ہیں۔ مختلف قسم کی کتب تصنیف کرچکے ہیں۔ ایک کتابچہ اسلام کے متعلق بھی تحریر کیا تھا۔ اسلام کے متعلق جب تقریر فرماتے ہیں تو سننے والوں کے دلوں کو ہلا دیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ کیتھولک مصنفین کا کہنا کہ اسلام خدا کے فضل سے گہری واقفیت نہیں رکھتا قرآن مجید سے عدم علم پر مبنی ہے قرآن مجید شروع سے لے کر آخر تک خدا تعالیٰ کو رحمان اور رحیم بیان کرتا ہے۔ پھر یہ کہنا کہ اسلام کو خدا کے فضل سے کوئی تعلق نہیں کیسے درست ہوسکتا۔ قرآن مجید خدا تعالیٰ کے فضل کو زمین و آسمان پر حاوی قرار دیتا ہے۔ انسان کو محض اپنے فضل سے اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ دار قرار نہیں دیتا۔ لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا قرآن مجید کا بین فرمان ہے۔ انسان کو اس سے بہت زیادہ امید حاصل ہوتی ہے مگر ساتھ ہی اپنی ذمہ داری کا احساس بھی ہوتا ہے۔ اسلام کا خدا انسان کو معافی کے لئے پکارتا ہے کہ او گنہگار جو گناہوں کے نیچے دبے ہوئے ہو لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کی چادر بہت وسیع ہے اس لئے کبھی بھی اس کے فضل سے ناامید نہیں ہونا چاہیئے۔

آپ کی تقریر کے بعد مکرم مصطفیٰ صاحب آفت مراکو نے خدا کی محبت کے متعلق عربی میں تقریر فرمائی اور بتلایا کہ مسلمان خدا تعالیٰ کی محبت کے متعلق گہرا عقیدہ رکھتا ہے۔ کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں جو خدا تعالیٰ کی محبت کا قائل نہ ہو۔ یہ غلط ہے کہ مسلمان خدا سے خوف کرتا ہے ہاں خدا سے ڈرنا اسلام سکھلاتا ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ مسلمان خدا سے ایک خوفناک چیز کی طرح ڈرتا ہے بلکہ اس سے مراد محبت کا ڈر ہے کہ کہیں ہم ایسا عمل نہ کریں جس سے خدا کی محبت سے محروم ہو جائیں۔

تقاریر کے بعد تبادلہ خیالات کا سلسلہ جاری ہوا۔ بہت سے سوالات ہوئے جن کے مناسب جواب دیئے گئے۔ کیتھولک نمائندہ نے سیمینار کے متعلق اچھے خیالات کا اظہار کیا اور بتلایا کہ وہ ذمہ دار مصنفین کو سب امور کے متعلق متنبہ کردیں گے اور اسلام کے متعلق مضمون میں اصلاح کرنے کی تجویز بھی پیش کریں گے۔ احباب نے تقاریر وغیرہ کے متعلق بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ ریڈیو ہالینڈ کی عالمی سروس کے نمائندگان ہفتہ کے روز دونوں اجلاسوں میں شریک رہے اور ساری تقاریر ریکارڈ کیں بعد میں انٹرویو بھی لیا جو چودہ نومبر کو ۴۹ میٹر پر ہالینڈ سے نشر ہوگا۔ انشاء اللہ۔

ہالینڈ میں دو دفعہ ہمارا انٹرویو ریڈیو سے نشر ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

شمولیت سلسلہ

مندرجہ ذیل اصحاب جماعت میں شامل ہوئے۔ دعا ہے اللہ استقامت عطا فرمائے۔

۱- ہورسٹ وکلیمن (مسلم نام محمد رشید) برلن جرمنی
۲- ہنس جارج وچینڈلافت (مسلم نام منیر احمد) ڈسلڈراف برلن جرمنی۔
۳- اینگلا لنسوینا (مسلم نام فاطمہ) برلن جرمنی
۴- ون فرانیڈ ہورنگ (مسلم نام محمد ابراہیم) پیچلزڈاوف برلن

ایک جیّد اور حق پرست عالم دین کی وفات

میرے بہنوئی جناب حافظ مولانا محمد بخش صاحب بھیروی (مقیم سرگودھا) مورخہ ۱۰/۱۲/۶۸ کو صبح سات بجے بعارضہ لو بلڈ پریشر اپنے مکان واقعہ بلاک ۱۲ سرگودھا میں وفات پا گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم نے قریباً ۷۰ سال کی عمر پائی۔ قبلہ مولوی محمد رمضان صاحب کی سرپرستی میں جوانی ہو کر پڑھنا شروع کیا۔ دو برس کے قریب احمدیہ بلڈنگس لاہور رہ کر مولوی فاضل کیا تھا۔ حضرت امیر مرحوم کے شاگرد اور حصول تعلیم میں مولینا عبدالحق صاحب ودیارتھی کے ہمعصر بلکہ ہم مکتب تھے۔ اگرچہ مرحوم نے جماعت بھیرہ کے سرگرم اور فعال رکن مولوی محمد رمضان کی خصوصی توجہ کی بدولت تیس سال کی عمر میں پڑھنا شروع کیا تھا۔ تاہم اپنی خداداد ذہانت وصلاحیت کے بل پر چند ہی برس میں مولوی فاضل، منشی فاضل اور ادیب فاضل کرنے کے علاوہ قرآنی علوم نیز حدیث و فقہ و تاریخ اسلام پر بھی کافی عبور حاصل کر لیا۔ آپ کا قرآن شریف حفظ کرنا بھی ایک دلچسپ اور ایمان افروز واقعہ ہے۔

آپ گورنمنٹ ہائی سکول خوشاب میں تعینات تھے۔ رمضان شریف آنے والا تھا۔ سکول ہی میں نماز تراویح پڑھانے کا فیصلہ ہوا مگر کوئی حافظ نہ مل سکا۔ قریباً سارے حافظ مختلف مساجد میں نامزد ہو چکے تھے جو باقی تھے۔ وقت کی تنگی سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش میں تھے۔ مرحوم نے ایک روز جذبہ میں آ کر روزوں سے صرف چند دن پہلے اعلان کر دیا۔ کہ قرآن شریف میں خود سناؤں گا۔ چنانچہ اسی روز سکول سے رخصت لے کر گھر بیٹھ گئے، روزانہ ایک سیپارہ یاد کر کے رات کو تراویح میں سنا دیتے۔ اسی طرح تیس روزوں میں تیس سیپارے ختم کر دیئے۔ شہر میں اس بات کا بڑا چرچا ہوا۔ ان کے موحدانہ خیالات کے مخالف لوگ اوقات تراویح میں چھپ چھپ کر امتحان کی خاطر یا تصدیق کے لئے آتے اور حیران ہو کر واپس چلے جاتے رہے۔ ان میں سے کوئی ایک بھی قرأت یا تلاوت میں ان کی خلاف معمول غلطی نہ پکڑ سکا۔

آپ کے عزم اور کامیابی کی اطلاع بھیرہ کے علماء اور حفاظ تک پہنچ گئی کیونکہ آپ نے اپنی بے پناہ قوتِ ارادی اور خدا تعالیٰ کی مدد پر یقین کی بدولت ایک ناممکن کام کو ممکن کر دکھایا تھا۔ بعد ازاں جہاں بھی آپ رہے شکرِ نعمت کے طور پر ہر سال تراویح میں محض للہ قرآن شریف سناتے رہے۔ قرآن و حدیث کا درس دینا بھی آپ کا معمول تھا۔ جس جگہ رہتے۔ موحدانہ خیالات کے روشن دل لوگ آپ کے گرد جمع ہو جاتے تھے گورنمنٹ ہائی سکول سرگودھا سے ریٹائر ہوئے۔ سروس کے آخری چند سال یہیں گزارے جن کے باعث شہر اور علاقہ بھر کے روشن خیال اور دیندار طبع اور غیر سیاسی قسم کے اعلیٰ طبقوں کے اکثر افراد ان کے گرد اکٹھے ہو گئے تھے

گورنمنٹ ہائی سکول سرگودھا کے احاطہ ہی میں ان کے جمعہ پڑھانے کا انتظام کر دیا گیا تھا۔ راقم الحروف کو بھی وہاں متعدد بار جمعہ پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ بے لوث خدمت اسلام کی بدولت عوام و خواص میں ان کی عزت و تکریم کا مشاہدہ کر کے ایمان تازہ ہوتا تھا۔

مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ حد درجہ درد مند دل پایا تھا۔ انسان دوستی غمگساری اور فیض رسانی میں ان کا مقام بہت ہی بلند تھا۔ ان کے جاننے والے سبھی اس بات کی تصدیق کریں گے۔ کہ دوسروں کی ہمدردی اور امداد کے جوش میں بسا اوقات خود مقروض ہو جاتے تھے۔ موحدانہ خیالات کی اشاعت اور حق بات کے اظہار میں کسی سے مرعوب ہونا وہ جانتے ہی نہ تھے۔

فروری مارچ ۱۹۵۳ء کے پُر آشوب دنوں میں تحریک ختم نبوت پر خطبہ جمعہ میں اپنی رائے کا اظہار کیا۔ جس کے جواب میں تحریک سے وابستہ لوگوں نے آپ کے مکان پر جلوس بھا کر خشت باری کرائی۔ ان کے خلاف نعرے لگوائے۔ مگر خدا تعالیٰ سے ڈرنے والے اس کی مخلوق کے غصہ کو کب خاطر میں لاتے ہیں۔ دوسرے جمعہ کو اپنے خطبہ میں پھر اپنا موقف دہرایا کہ ؎

ہر حال میں حق بات کا اظہار کریں گے
منبر نہیں ہوگا تو سر دار کہیں گے

سلسلہ جماعت کے معزز رکن جناب میاں محمد انور صاحب بھی مستقلاً انہیں کے پیچھے جمعہ ادا کرتے تھے۔

احمدیہ جماعت لاہور کے عقائد سے پوری طرح متفق تھے۔ اور تکفیر المسلمین کے خلاف حضرت امیر مرحوم کی کوششوں کو بڑا سراہتے تھے۔ اگرچہ کسی وجہ سے وہ سلسلہ کی بیعت نہ کر سکے۔ مگر حسب ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسے لوگ ہم ہی میں شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے اور ان کے بچوں کو بھی جو محض اپنے والد محترم کی خدمت دین کی برکت سے آج بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر فائز ہیں۔ دین اسلام کی خدمت اور مخلوق خدا کی ہمدردی میں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

عبدالرؤف احمدی
منڈی بہاؤالدین۔ ضلع گجرات

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۷)

بنا نہیں تھا۔ لائل پور کے حاجی شیخ محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم میرے کمرہ میں تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ میرے سٹارچ کی مشین تمام ہندوؤں کے کارخانوں اور مشینوں سے بڑھ کر اوّل درجہ کا سٹارچ تیار کرتی ہے۔ لیکن تین سال سے سرکاری دفتر میں میرے درجہ اوّل کے سٹارچ کو درجہ سوئم دیا جاتا ہے۔ آج میں سرکار کے دفتر میں گیا تو انہوں نے کہا کہ آپ کا سٹارچ بے شک اوّل درجہ کا ہے۔ لیکن یہ ہمیشہ درجہ سوم میں ہی رہے گا۔ آپ ایک بوری سے اتنا کچھ کماتے ہیں۔ اگر پانچ روپے فی بوری ہمیں دے دو تو آپ کا کیا حرج ہے، آپ کا سٹارچ درجہ اوّل میں آ جائیگا اس لئے میں آپ کے پاس پوچھنے کے لئے آیا ہوں کہ اس بارے میں آپ کا فتویٰ کیا ہے۔ میں نے کہا کہ اس بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فتوے دیکر مولوی، امام صاحب اور واعظ وغیرہ سے فتوے چھین لیا ہے اور فرمایا ہے

استفت قلبك۔ اپنے دل سے فتوے مانگو تمہارا دل کیا کہتا ہے۔

یہ سن کر میاں محمد اسمٰعیل مرحوم نے کہا کہ میں نے اپنے دل سے فتوے پوچھ لیا ہے۔ میں اپنی مشین کو توڑ دوں گا۔ لیکن رشوت نہیں دوں گا۔ یہ ہے تعلیمات نبی صلعم

بحرِ حکمت کے موتی

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

اس ذات کی جس نے تجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے اس سے اچھا میں نہیں جانتا سو مجھے تعلیم دیجئے تو فرمایا جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو اللہ اکبر کہہ پھر پڑھ جو تجھے قرآن سے میسر ہو۔ پھر رکوع کر یہاں تک کہ تو حالت رکوع میں آرام کرے پھر سر اٹھا یہاں تک کہ تو سیدھا کھڑا ہو جائے پھر سجدہ کر یہاں تک کہ تو حالتِ سجدہ میں آرام کرے۔ پھر سر اٹھا یہاں تک کہ تو اطمینان سے بیٹھ جائے اور اپنی ساری نمازوں میں (ایسا) کر۔

نوٹ:۔ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

ابوداؤد میں ثم اقرأ ما تیسر معك من القرآن کے بدلے ہے ثم اقرأ بام القرآن وبما شاء اللہ ان تقرأ ہے۔ اور ایک روایت میں ہے امرنا رسول اللہ صلعم ان نقرأ بفاتحۃ الکتاب وما تیسر جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ما تیسر من القرآن فاتحہ کے علاوہ ہے یعنی فاتحہ ہر رکعت میں پڑھ کر اس سے بعد قرآن سے جو میسر ہو اسے پڑھا جائے۔

---

۱۲۴ اسلامی کا اثر۔

رشوت سے قوم اور ملک تباہ ہو جاتا ہے۔ اگر قوم اور ملک کی خیر خواہی تمہارے دلوں میں ہے تو رشوت لینے اور دینے سے توبہ کر لو۔ تمام ان جرموں اور گناہوں سے بچو۔ جس سے قوم ملک اور انسانیت کو نقصان پہنچتا ہو۔ حرام کی روٹی کے قریب مت جاؤ۔ یہی روزہ کا مقصد ہے۔ جس کسی نے یہ مقصد پایا اس کے لئے مبارک ہو۔

خدا تعالیٰ حقیقت کو دیکھتا ہے رسموں کو نہیں

خدا تعالیٰ رسوم کو دیکھ کر کبھی خوش نہیں ہو جاتا۔ وہ حقیقت کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ آپ بھی حقیقت پسند بن جائیں اور خدا تعالیٰ کو راضی کریں۔ خدا تعالیٰ آپ پر راضی ہوگا۔ اگر اس سبق کو دلوں میں بٹھا لو تو آپ کا ملک مضبوط ہوگا اور قائم دائم رہے گا۔ اور آپ ہر قسم کی مشکلات اور مصائب سے بچ جائیں گے۔

آسٹریلیشیا بینک
ہمارا نصب العین
بنک کاری میں مخلصانہ خدمت
اور اعلیٰ کارگزاری
آسٹریلیشیا بینک لمیٹڈ
قائم شدہ سنہ ۱۹۴۲ء

پاک سیمنٹ فاروقیہ
یادگار عمارتیں
پائیدار سیمنٹ
پاک سیمنٹ ۔ فاروقیہ
پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ
فاروقیہ (ضلع ہزارہ)

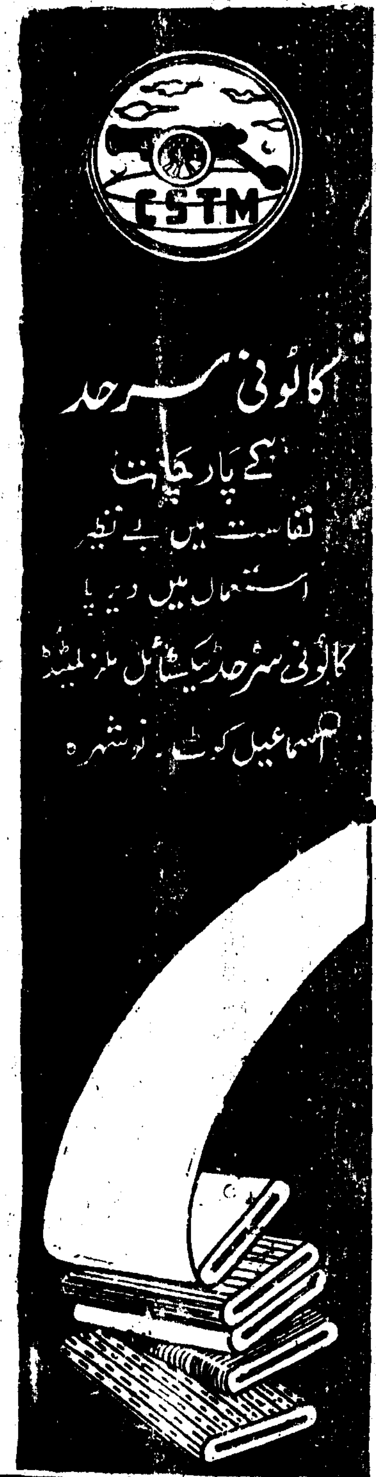

کالونی سرحد
کے پارچہ جات
نفاست میں بے نظیر
استعمال میں دیرپا
کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل کوٹ ۔ نوشہرہ

شکریہ احباب

میری چھوٹی بچی راشدہ لطیف کی وفات پر (احباب جماعت، عزیز رشتہ داروں نے) بذریعہ خطوط جس خلوص و محبت سے ہمارے غم میں شریک ہونے کا اظہار فرمایا اور جن خلوص بھرے الفاظ سے اپنے جذبات کا اظہار فرمایا وہ ہمارے غم کو ہلکا کرنے اور اس صدمہ کو برداشت کرنے کا باعث ہوئے۔ میں ان تمام احباب جماعت، عزیز رشتہ داروں کا تہ دل سے ممنون و شکر گزار ہوں۔ والسلام

خاکسار۔ محمد علی، مبلغ ملتان

درخواست دعا

۱۔ زمرد فاضل رمضان صاحب ان دنوں راولپنڈی ہسپتال میں بعارضہ اپنڈکس زیر علاج ہیں۔ احباب کرام سے صحت عاجلہ کاملہ کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

۲۔ انیس الرحمان معاون کارکن دفتر انجمن کا ننھا بچہ بہت بیمار ہے۔ احباب کرام اس کی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس بچے کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔

پیغام صلح مورخہ ۲۵ر دسمبر سنہ ۱۹۶۸ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲ شمارہ نمبر ۵۱

[illegible] بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ملک نور الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا